نعمۃ الباری

فی

شرح صحیح البخاری

مصنف

علامہ غلام رسول سعیدی

شیخ الحدیث دارالعلوم نعیمیہ کراچی ۳۸

ناشرین

فرید بک سٹال (رجسٹرڈ)

۳۸- اردو بازار لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نعمۃ الباری

فی

شرح صحیح البخاری

علامہ غلام رسول سعیدی

الجزء الاول

وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا
اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرو تو شمار نہ کر سکو گے (ابراہیم: ۳۴)

نِعْمَةُ الْبَارِی
فی
شرحِ صحیح البخاری

جلد اوّل

الاحادیث: ۳۴۸ ــــ ۱

کتاب بدء الوحی، کتاب الایمان، کتاب العلم
کتاب الوضوء، کتاب الغسل، کتاب الحیض، کتاب التیمم

تصنیف

علامہ غلام رسول سعیدی
شیخ الحدیث، دار العلوم نعیمیہ، کراچی۔ ۳۸

ناشر
فرید بک سٹال (رجسٹرڈ) ۳۸۔ اردو بازار لاہور

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

فہرست مضامین

نعمۃ الباری فی شرح صحیح البخاری (جلداوّل)

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
	خطبة الکتاب	49
	کلمات تشکر	51
	مقدمہ	53
1	ضرورت حدیث	53
2	حجیت حدیث	53
3	تدوین حدیث	56
4	تعریف حدیث	59
5	اقسام حدیث	59
6	اقسام کتب حدیث	60
7	مراتب ارباب حدیث	61
8	حدیث ضعیف کے افراد	62
9	غیر صحیح کی تحقیق	62
10	متن اور سند میں احکام کا فرق	62
11	حدیث ضعیف کی تقویت	63
12	حدیث موضوع کا حکم	64
13	احادیث سے ثابت ہونے والے اُمور کی تفصیل	64
14	روایات مختلفہ میں مذاہب ائمہ	65
15	مشہور حفاظ	65
	امام بخاری کی سوانح	67
1	امام بخاری کا نام ونسب	67
2	امام بخاری کے والد کے مفصل حالات	67
3	امام بخاری کی ولادت	68

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
4	بچپن میں امام بخاری کا نابینا ہونا اور پھر ان کی بینائی کا لوٹ آنا	68
5	امام بخاری کی تعلیم کی ابتداء اور اپنے استاذ کی تصحیح کرنا	69
6	امام بخاری کا علم وفضل اور ان کا مرتبہ اور مقام	69
7	امام بخاری کی عبادت اور ریاضت	70
8	امام بخاری کی سیرت اور کردار	71
9	امام بخاری کا زہد	72
10	امام بخاری کا کرم اور ان کی سخاوت	73
11	امام بخاری کی قوت حفظ ذکاوت وذہانت	74
12	امام بخاری کے مشائخ کے اسماء	76
13	امام بخاری سے روایت کرنے والے اور ان کے تلامذہ	77
14	امام بخاری کے متعلق ائمہ حدیث کے کلمات تحسین	78
15	اہل بغداد اور اہل سمرقند کے امتحان میں سرخرو ہونا	81
16	امام بخاری کا فقہی مسلک	81
17	تصانیف	82
18	نیشاپور میں امام محمد بن یحییٰ الذہلی کے ساتھ خلق قرآن کا مناقشہ	83
19	امام بخاری کی بخارا میں امیر بخارا خالد بن احمد ذہلی کے ساتھ آزمائش	83

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
20	امام بخاری کا سانحہ ارتحال	84
21	اس اعتراض کا جواب کہ موت کی دعا مانگنا ممنوع ہے، پھر امام بخاری نے موت کی دعا کیوں کی؟	84
22	بارگاہ رسالت میں مقبولیت	85
23	امام بخاری کے مزار کی برکات	85
	صحیح البخاری	86
1	سبب تالیف	86
2	تسمیہ	87
3	ادب اور اہتمام	88
4	مقبولیت	88
5	موضوع	89
6	اسلوب	89
7	شرائط	89
8	تعلیقات اور ان کے اسباب واقسام	90
9	مکررات	91
10	تقطیع	91
11	اختصار	92
12	تعداد مرویات	92
13	تراجم ابواب	92
14	صحیح بخاری اور صحیح مسلم کا موازنہ	93
15	مسامحات بخاری	94
16	بیانِ سند میں تسامح	95
17	متنِ حدیث میں تسامح	95
18	استنباط مسائل میں تسامح	98
19	اعتذار	99
20	صحیح بخاری کی شروح	100
21	فتح الباری	101
22	عمدۃ القاری	101

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
23	حاجی خلیفہ کے نزدیک فتح الباری اور عمدۃ القاری کا موازنہ	103
24	مصنف کے نزدیک فتح الباری اور عمدۃ القاری کا موازنہ	103
25	حافظ ابن حجر عسقلانی جس باب میں مزید شرح کا ذکر کرتے ہیں اس باب میں ان کا شرح کو بھول جانا	104
26	حافظ ابن حجر عسقلانی کی عبارات میں تعارض اور تضاد	105
27	حافظ ابن حجر عسقلانی پر تنقید کرنے کا سبب	106
28	مکتبہ فکر دیوبند کی طرف سے کی جانے والی صحیح بخاری کی شروح	106
29	فیض الباری	106
30	انوار الباری اردو شرح صحیح البخاری	107
31	کشف الباری عمانی صحیح البخاری	107
32	انعام الباری (دروس بخاری شریف)	108
33	علماء اہل سنت کی طرف سے کی جانے والی صحیح بخاری کی شروح	108
34	فیوض الباری	108
35	تفہیم البخاری	109
36	نزہۃ القاری شرح صحیح البخاری	110
37	نعمۃ الباری	110
38	نعمۃ الباری کی خصوصیات	111
	۱ - کتاب: الوحی	115
	باب: ۱	
1	رسول اللہ ﷺ پر ابتداءِ وحی کی کیفیت	115
2	کتاب، باب اور فصل کے معانی اور مصادیق	115
3	وحی کا لغوی معنی	115
4	وحی کا شرعی معنی	116

نمبرشمار	عنوان	صفحہ	نمبرشمار	عنوان	صفحہ
5	نزول وحی کی صورتیں اور اقسام	116	21	حدیثِ مذکور کی فنی حیثیت	126
6	عنوان میں درج آیت کریمہ کی تفسیر	117	22	''احیاناً'' کا معنی اور ''صلصلة الجرس'' کی تحقیق	127
7	حدیث''انما الاعمال بالنیات'' کا متن اور اس کی تخریج	117	23	آواز جرس کی صورت میں وحی کے دشوار ہونے کی وجوہ	128
8	حدیث مذکور کے رجال	118	24	تشکل جبریل کی تحقیق	129
9	حدیث''انما الاعمال بالنیات'' کی فنی حیثیت	118	25	''لیتفصد'' کا معنی اور عنوان باب سے حدیث کی مطابقت	129
10	حدیث''انما الاعمال بالنیات'' کے راوی کا مختصر تذکرہ	118		باب: ۳	
11	حدیث''انما الاعمال بالنیات'' کا شرف اور اس کی فضیلت	119	26	سچے خواب وحی سے ہیں	130
12	نیت کا معنی اور نیت کے متعلق حدیث کے دونوں جملوں کا فرق	119	27	صحیح البخاری: ۳ کے رجال کا تعارف وتبصرہ	131
			28	حدیث مذکور کی فنی حیثیت	132
13	نیت میں مذاہب اور فقہاء احناف کے موقف پر دلائل	120	29	شرح صحیح مسلم میں اس حدیث کے عنوانات	133
14	ہجرت کی تعریف' اس کی اقسام اور صورتیں	120	30	''مجھے اپنے نفس پر خطرہ ہے'' اس کی تشریح علامہ ابن جوزی سے	133
15	آیا ہجرت فتح مکہ کے بعد منقطع ہوگئی یا قیامت تک باقی رہے گی؟	121	31	''مجھے اپنے نفس پر خطرہ ہے'' اس کی تشریح مصنف سے	134
16	ہجرت کی متعارض احادیث میں تطبیق اور توفیق	122	32	حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی مختصر سوانح	135
17	حدیث کے عنوان کی حدیث کے ساتھ مطابقت کی وجوہ	122	33	ورقہ بن نوفل کا تذکرہ	137
18	امام بخاری نے اپنی اس کتاب کے شروع میں اللہ تعالیٰ کی حمد کو ذکر کیوں نہیں کیا؟	123	34	صحیح البخاری: ۴ کے رجال کا تعارف	139
			35	حدیث مذکور کی فنی حیثیت	140
	باب: ۲	123	36	انقطاع وحی کی مدت کی تحقیق	140
19	صحیح البخاری: ۲ کے رجال خصوصا امام مالک اور حضرت عائشہ کا تعارف اور ائمہ ستہ کے سنین وفات	124	37	مشکل الفاظ کے معانی	141
			38	صحیح البخاری: ۳ کی سند میں متابعت کی تفصیل	141
			39	متابعت تامہ اور متابعت قاصرہ کی تعریفیں اور متابع اور شاہد کا فرق	142
20	حضرت عائشہ اور سیدہ فاطمہ کی فضیلت میں محاکمہ' تمام صحابہ میں کون افضل ہے اور ام المؤمنین کے لقب کی توجیہ	125	40	متابعت تامہ اور متابعت قاصرہ کی مثالیں	142
				باب: ٤	143

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
41	صحیح البخاری:۵ کے رجال کا تعارف خصوصاً حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا تعارف	143
42	سورۃ القیامہ ۱۹-۱۶ کی تفسیر	144
43	حضرت جبریل کے پڑھنے کی اتباع کا معنی	145
44	حضرت جبریل سے قرآن مجید کے معانی پوچھنے کی ممانعت	146
	باب:۵	146
45	دو سندوں کے درمیان "ح" لکھنے اور اس کو پڑھنے کی تحقیق	147
46	صحیح البخاری:٦ کے رجال کا تعارف	147
47	رسول اللہ ﷺ سب سے زیادہ سخی تھے' اس کے ثبوت میں احادیث اور آثار	148
48	رمضان میں زیادہ سخاوت کرنے کی توجیہ	149
49	رمضان میں قرآن مجید کے دور کی خصوصیت اور دیگر فوائد حدیث	149
	باب:٦	149
50	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف خصوصاً حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کا تعارف	154
51	ھرقل کی مختصر سوانح	155
52	حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی مختصر سوانح	155
53	ابو کبشہ کا تعارف	156
54	کلیسا کا نظام پاپائیت	156
55	کلیسا میں پوپ کا منصب	158
56	مشکل الفاظ کے معانی	159
57	جب ھرقل کو نبی ﷺ کی نبوت کے صدق کا یقین ہو گیا تو پھر وہ اسلام کیوں نہیں لایا؟	159
58	اسلام قبول کرنے کی پاداش میں بڑے پادری ضغاطر کا قتل کیا جانا	160
59	ھرقل کے اسلام لانے پر اس کو دگنا اجر کیوں دیا جائے گا؟	160
60	اس کی توجیہ کہ ھرقل کے متبعین کے اسلام نہ قبول کرنے کا گناہ ھرقل کو کیوں ہو گا؟	161
61	اس اعتراض کا جواب کہ ھرقل کے نام مکتوب میں جو آیت لکھی گئی تھی' وہ اس مکتوب کو بھیجنے کے تین سال بعد نازل ہوئی تھی	161
62	"یہ ھرقل کا آخری امر تھا" آیا اس سے مراد اس کی زندگی کا آخری واقعہ ہے یا دعوتِ ایمان کے سلسلہ میں آخری بات؟	161
63	حدیث مذکور کی عنوان باب کے ساتھ حافظ عسقلانی کی بیان کردہ مناسبت	162
64	حدیثِ مذکور کی عنوان باب کے ساتھ حافظ عینی کی بیان کردہ مناسبت	162
65	حافظ عسقلانی اور حافظ عینی کی مناسبتوں کے درمیان محاکمہ اور مصنف کی بیان کردہ مناسبت	162
66	حدیثِ مذکور کی زہری سے دو روایتیں اور ان کی تفصیل	163
	۲ - کتاب الایمان	164
1	ایمان کا لغوی معنی	165
2	ایمان کا شرعی معنی	165
3	ایمان کی تعریف میں فقہاء اسلام کے مشہور مذاہب	165
4	شرح صحیح مسلم میں ایمان کے مذاہب کے عنوانات	166
	باب:۱	
5	الایمان' اور نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے	166
6	امام بخاری کی پیش کردہ آیات کی تفسیر	167
7	بعض احادیث اور آثار سے امام بخاری کا ایمان	

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
	کے زیادہ ہونے پر استدلال اور ان کے جوابات	170
8	حضرت عمر بن عبدالعزیز کا تعارف	171
9	عدی بن عدی کا تذکرہ	171
10	فرائض' شرائع' حدود اور سنن کی تعریفات	171
11	حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تعارف	172
12	حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قول سے امام بخاری کا استدلال اور اس کا جواب	172
13	حضرت معاذ کا تعارف	172
14	حضرت معاذ کے قول سے امام بخاری کا استدلال اور اس کا جواب	173
15	حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا تعارف	173
16	حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کا تعارف	174
17	مجاہد کا تعارف	175
18	المائدہ:۴۸ کی تفسیر اور ایمان میں اعمال کے داخل ہونے کی قوی دلیل کا جواب	175
	باب: ۲	
19	تمہاری دعا (عبادت) تمہارا ایمان ہے	176
20	دعا کے معنی کی تحقیق	176
21	حدیثِ مذکور کے رجال کا تعارف	177
22	آیا اسلام اور ایمان مترادف ہیں یا نہیں؟	178
23	آیا ارکانِ اسلام میں سے کسی چیز کو ترک کرنا کفر ہے یا نہیں؟	179
24	تارکِ نماز کے متعلق مذاہب	180
25	اس اعتراض کا جواب کہ ارکانِ اسلام میں جہاد کو کیوں شامل نہیں کیا گیا؟	180
	باب: ۳	
26	امورِ ایمان کا بیان	180
27	حدیثِ مذکور کے رجال کا تعارف' خصوصاً حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا تذکرہ	181
28	ایمان کی شاخوں کے متعلق متعدد روایات اور ان کی توجیہ	182
29	حیاء کا لغوی' شرعی اور عرفی معنی اور حیاء کو باقی شاخوں سے ممتاز کرنے کی توجیہ	182
	باب: ٤	
30	(کامل) مسلمان وہ ہے' جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں	183
31	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف' خصوصاً حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص کا تذکرہ	184
32	باب کی حدیث کی مؤید دیگر احادیث	185
33	ترکِ معصیت پر ہجرت کے اطلاق کی توجیہ	185
	باب: ٥	
34	اسلام کی کون سی خصلت سب سے افضل ہے؟	185
35	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف خصوصاً حضرت ابوموسیٰ اشعری کا تذکرہ	186
	باب: ٦	
36	کھانا کھلانا بھی خصالِ اسلام میں سے ہے	187
37	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	187
38	کھانا کھلانے اور ہر کسی کو سلام کرنے کا مستحب ہونا اور دوسروں کو ضرر سے محفوظ رکھنے کا واجب ہونا	188
39	حدیث: ۱۱ اور ۱۲ میں بہ ظاہر تعارض کا جواب	188
	باب: ۷	
40	یہ بھی امورِ ایمان سے ہے کہ اپنے بھائی کے لیے بھی اسی چیز کو پسند کرے' جس کو اپنے لیے پسند کرتا ہے	189
41	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف' خصوصاً حضرت انس رضی اللہ عنہ کا تذکرہ	189

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
42	اپنی پسندیدہ چیز کا اپنے مسلمان بھائی کو دینے کا وجوب	190
43	اپنی برتری اور انفرادیت کو طلب کرنا مذموم ہے	191
44	حدیث مذکور کی شرح' شرح صحیح مسلم میں	192
	باب: ۸	
45	رسول اللہ ﷺ کی محبت امور ایمان سے ہے	192
46	حدیث: ۱۴ کے رجال کا تعارف	192
47	حدیث: ۱۵ کے رجال کا تعارف	193
48	محبت رسول کی اقسام	193
49	محبت رسول کی کیفیت	193
50	صحابہ کرام کی محبت رسول کی چند مثالیں	194
51	شرح صحیح مسلم میں محبت رسول کی تحقیق	195
	باب: ۹	
52	ایمان کی حلاوت (مٹھاس)	195
53	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	196
54	ایمان کے استحکام کو مٹھاس سے تشبیہ دینے کی توجیہ	196
55	اللہ اور اس کے رسول کی محبت کے اسباب اور ان کی محبت کے درجات	197
56	اس ضمن میں احادیث کہ انسان جس سے بھی محبت کرے' اللہ کے سبب سے محبت کرے	198
57	اس سلسلہ میں دلائل کہ ایمان کے بعد کفر کرنا آگ میں جھونکے جانے کے مترادف ہے	198
58	حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی کا کفر پر آگ میں جھونکے جانے کو ترجیح دینا	199
59	دل میں تصدیق قائم ہو تو زبان سے کلمہ کفر کہنے کی اجازت کی بحث	200
60	اللہ اور اس کے رسول کے ذکر کو ایک ضمیر میں جمع کرنے کی بحث	201

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
	باب: ۱۰	
61	ایمان کی علامت انصار کی محبت ہے	201
62	حدیثِ مذکور کے رجال کا تعارف	202
63	باب کے عنوان کی مؤید دیگر احادیث	202
	باب: ۱۱	202
64	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف' خصوصاً حضرت عبادہ بن الصامت کا تذکرہ	203
65	مشکل الفاظ کے معانی	203
66	حدود کے کفارہ ہونے یا نہ ہونے کی بحث	204
67	حدیثِ مذکور کی شرح' شرح صحیح مسلم میں	205
	باب: ۱۲	
68	فتنوں کے زمانے میں شہر سے بھاگنا بھی امور دین سے ہے	205
69	حدیثِ مذکور کے رجال کا تعارف' خصوصاً حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا تذکرہ	206
70	ایام فتنہ میں عزلت نشینی کا استحباب	206
	باب: ۱۳	
71	نبی ﷺ کا یہ ارشاد کہ مجھے تم سب سے زیادہ اللہ کا علم ہے	207
72	حدیثِ مذکور کے رجال کا تعارف	208
73	نبی ﷺ کے علم اور تقویٰ کے سب سے زیادہ ہونے کی توجیہ	208
74	باب کی حدیث کی مؤید دیگر احادیث	208
	باب: ۱۴	
75	جس نے کفر میں لوٹنے کو اس طرح ناپسند کیا' جس طرح آگ میں ڈالے جانے کو ناپسند کرتا ہے' سو یہ بھی امور ایمان سے ہے	209

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
	باب:۱۵	
76	اعمال کے سبب سے اہل ایمان کی ایک دوسرے پر فضیلت	209
77	حدیثِ مذکور کے رجال کا تعارف اور ایک شدید ضعیف راوی سے روایت کرنے کی وجہ سے امام بخاری پر تنقید	210
78	مشکل الفاظ کے معانی	211
79	حدیثِ مذکور کی مؤید دیگر احادیث	211
80	حدیثِ مذکور کے مسائل	212
81	حدیثِ مذکور کے رجال کا تعارف	212
82	حدیثِ مذکور کے مباحث اور مسائل	213
	باب:۱۶	
83	حیاء امور ایمان سے ہے	213
84	حدیثِ مذکور کے رجال کا تعارف	213
85	حیاء کی دو قسمیں	214
86	حیاء کے متعلق دیگر احادیث	214
	باب:۱۷	
87	پس اگر وہ توبہ کرلیں اور نماز قائم کریں اور زکوۃ ادا کریں تو تم ان کا راستہ چھوڑ دو۔ (التوبہ:۵)	214
88	حدیثِ مذکور کے رجال کا تعارف	215
89	تارکِ نماز کو قتل کرنے یا قتل نہ کرنے کے متعلق مذاہب ائمہ اور امام ابوحنیفہ کے مذہب کی ترجیح	215
90	اسلام میں ظاہر کے مطابق حکم دیا جائے گا اور باطن کو نہیں کھنگالا جائے گا	216
	باب:۱۸	
91	جس شخص نے یہ کہا کہ عمل ہی ایمان ہے	217
92	عنوان باب کی وضاحت اور امام بخاری کی ذکر کردہ آیت کی تفسیر	217
93	حدیثِ مذکور کے رجال کا تعارف، خصوصاً مشہور تابعی سعید ابن المسیب کا تذکرہ	219
94	حدیثِ مذکور کے الفاظ کے لغوی اور شرعی معنی	219
95	اس اعتراض کا جواب کہ آپ نے متعدد عبادات کو افضل عمل فرمایا ہے	220
	باب:۱۹	
96	جب اسلام سے اس کا حقیقی معنی مراد نہ ہو اور ظاہری اطاعت مراد ہو یا قتل کیے جانے کا خوف مراد ہو	220
97	امام بخاری کی پیش کردہ آیات کی تفسیر	220
98	حدیثِ مذکور کے رجال کا تعارف اور خصوصاً حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا تذکرہ	221
99	سفارش کرنے کی تفصیل اور حضرت سعد کی سفارش قبول نہ کرنے کی توجیہ	222
100	زہری کے بھتیجے سے روایت کی وجہ سے امام بخاری پر تنقید	223
	باب:۲۰	
101	بہ کثرت سلام کرنا اسلام کی علامات سے ہے	223
102	حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کا تعارف	223
	باب:۲۱	
103	خاوند کی ناشکری اللہ کی ناشکری سے کم درجے کی ناشکری ہے	224
104	حدیثِ مذکور کے رجال کا تعارف	224
105	خاوند کا بیوی پر عظیم حق اور حدیث کے دیگر فوائد	225
	باب:۲۲	
106	معاصی امر جاہلیت سے ہیں اور کسی شخص کی تکفیر صرف شرک کے ارتکاب کی وجہ سے کی جائے گی	225
107	معاصی، جاہلیت اور شرک کے معانی اور اس باب کی باب سابق سے مناسبت	226

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
108	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف اور خصوصاً حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا تذکرہ	226
109	لغوی معانی اور بعض شرعی احکام	227
110	اسلام میں غلامی کا چلن ختم ہونے کی تفصیل	227
	باب:	
111	''اگر مومنین کی دو جماعتیں آپس میں جنگ کریں تو تم ان کے درمیان صلح کراؤ''۔ (الحجرات: ۹) اللہ تعالیٰ نے ان دونوں جماعتوں کو مومن فرمایا	228
112	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف، خصوصاً مشہور تابعی حسن بصری اور حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کا تذکرہ	228
113	حدیث مذکور پر اعتراضات کے جوابات	229
114	شرح صحیح مسلم میں حدیث مذکور کی شرح	230
	باب: ۲۳	
115	ایک ظلم کا دوسرے ظلم سے کم ہونا	230
116	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف اور مشہور تابعی علقمہ کا تعارف	230
117	الانعام: ۸۲ میں ظلم سے مراد شرک ہے یا عام معصیت؟ ہر تقدیر پر دلائل اور اعتراضات کے جوابات	231
	باب: ۲۴	
118	منافق کی علامات	232
119	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	232
120	حدیث مذکور میں منافق کی تین علامتوں میں وجہ حصر، بعض الفاظ کے معانی اور وعدہ پورا کرنے اور پورا نہ کرنے کی تحقیق	233
121	اس اشکال کے جوابات کہ بعض مسلمان بھی جھوٹ بولتے ہیں، خیانت کرتے ہیں اور وعدہ خلافی کرتے ہیں تو کیا وہ بھی منافق ہیں؟	233

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
122	حدیثِ مذکور کے رجال کا تعارف	236
123	پہلی حدیث میں نفاق کی تین علامتیں اور دوسری حدیث میں نفاق کی چار علامتیں بیان کرنے کی توجیہ	236
	باب: ۲۵	
124	لیلۃ القدر کا قیام امور ایمان سے ہے	236
125	حدیثِ مذکور کے رجال کا تعارف	237
126	لیلۃ القدر کے قیام سے قیام کی کتنی مقدار مراد ہے اور اس رات کون سے گناہ معاف ہوتے ہیں	237
	باب: ۲۶	
127	جہاد امور ایمان سے ہے	237
128	حدیثِ مذکور کے رجال کا تعارف	238
129	جہاد، شہادت اور شہید کی فضیلت اور اس اعتراض کا جواب کہ جو مجاہد مال غنیمت کے ساتھ لوٹے، اس کے اجر میں کمی ہو جاتی ہے	238
130	شرح صحیح مسلم میں حدیثِ مذکور کی شرح	239
	باب: ۲۷	
131	رمضان میں نفلی قیام اُمور ایمان سے ہے	239
132	حدیثِ مذکور کے رجال کا تعارف	239
133	عبادات سے صرف صغائر کا معاف ہونا	240
134	شرح صحیح مسلم میں حدیثِ مذکور کی شرح	240
	باب: ۲۸	
135	ثواب کی نیت سے رمضان کا روزہ رکھنا اُمور ایمان سے ہے	240
136	حدیثِ مذکور کے رجال کا تعارف	240
137	رمضان کے روزوں سے پورے روزے مراد ہیں اور جو عذر کی وجہ سے روزے نہ رکھ سکے، وہ بھی مغفرت کی بشارت میں شامل ہے	241

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
	باب: ۲۹	
138	دین آسان ہے	241
139	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	242
140	اپنی طاقت سے زیادہ عبادت کرنے کی ممانعت اور اعتدال اور میانہ روی سے عبادت کرنے کی ترغیب	242
	باب: ۳۰	
141	نماز امور ایمان سے ہے	243
142	حدیثِ مذکور کے رجال کا تعارف اور حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کا تذکرہ	244
143	احکامِ شرعیہ کے منسوخ ہونے کا جواز	244
	باب: ۳۱	
144	کسی شخص کے اسلام کا حسن	245
145	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	245
146	حسن اسلام کے معانی	245
147	اسلام لانے کے بعد اگر سابقہ بُرے کام دوبارہ کیے تو پھر وہ بُرے کام معاف ہوں گے یا نہیں؟	246
148	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	247
149	نیک کاموں کے اجر میں اضافہ پر دلائل	248
	باب: ۳۲	
150	اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ پسندیدہ عبادت وہ ہے جس میں زیادہ دوام ہو	248
151	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	249
152	حدیث مذکور کے مشکل الفاظ کے معانی اور اس اعتراض کا جواب کہ حضرت عائشہ نے حولاء کے منہ پر اس کی تعریف کی حالانکہ منہ پر تعریف کرنا منع ہے	249
153	امت پر شفقت کی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مشکل اور دشوار عبادت سے منع فرمانا	250

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
154	شرح صحیح مسلم میں حدیث مذکور کی شرح	251
	باب: ۳۳	
155	ایمان کی زیادتی اور اس کا نقصان	251
156	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	252
157	بعض الفاظ کے معانی اور اس اشکال کا جواب کہ ایمان تو ایک کیفیت ہے اس کا ذرہ برابر وزن کیسے ہوگا اور اس اعتراض کا جواب کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پڑھے بغیر لا الہ الا اللہ پڑھنے سے کیسے نجات ہوگی	252
158	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف اور حضرت طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ کا تذکرہ	253
159	بعض الفاظ کے معانی اور اس اشکال کا جواب کہ حضرت عمر کا جواب یہود کے سوال کے مطابق نہ تھا	254
160	کعب احبار کا تعارف	254
	باب: ۳۴	
161	زکوٰۃ امور اسلام سے ہے	256
162	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف اور حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کا تذکرہ	257
163	حضرت طلحہ بن عبید اللہ کو تیس سال بعد قبر سے تروتازہ نکالنے کے متعلق مزید حوالہ جات	257
164	بعض الفاظ کے معانی اور بعض اعتراضات کے جوابات خصوصاً اس اشکال کا جواب کہ آپ نے اس سائل کی فلاح کی خبر دی' حالانکہ اس نے محرمات سے اجتناب کا اقرار نہیں کیا تھا	258
165	شرح صحیح مسلم میں حدیث مذکور کی شرح	258
	باب: ۳۵	
166	جنازوں کے ساتھ جانا امور ایمان سے ہے	258
167	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	259

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
168	قیراط کا معنی اور اس سوال کا جواب کہ معصیت کی وجہ سے جو امر میں کمی ہوگی کیا اس میں بھی احد پہاڑ جتنا وزن مراد ہے؟	259
169	مسلمانوں کے ساتھ ان کی زندگی میں اور ان کی موت کے بعد نیک سلوک کرنے کی تلقین اور ترغیب کے متعلق احادیث	260
	باب: ۳۶	
170	مومن کو اس کا خوف کہ اس کے اعمال ضائع ہو جائیں گے اور اس کو پتا بھی نہیں چلے گا	261
171	صحابہ کرام کے ضیاع اعمال اور نفاق کے خوف کی توجیہ	262
172	اصرار کا معنی اور کسی گناہ کے بعد فوراً مغفرت طلب کر لی جائے تو وہ معاف ہو جاتا ہے	262
173	حدیثِ مذکور کے رجال کا تعارف	263
174	''المرجیہ' سباب' فسوق'' اور ''قتال'' کے معانی	263
175	اس اعتراض کے جوابات کہ مسلمان سے قتال کرنا معصیت ہے' پھر اس پر کفر کا اطلاق کیوں فرمایا ہے' اس سے بہ ظاہر خوارج کی تائید ہوتی ہے	263
176	حدیثِ مذکور کے رجال کا تعارف	264
177	بعض الفاظ کے معانی اور اس اعتراض کا جواب کہ دو صحابہ کے لڑنے کی وجہ سے ہم لیلۃ القدر کی تعیین کے علم سے محروم ہو گئے	265
	باب: ۳۷	
178	حضرت جبریل کا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایمان' اسلام' احسان اور علمِ قیامت کے متعلق سوال کرنا	265
179	حدیثِ مذکور کے رجال کا تعارف	267
180	''بارز' بعث' عبادۃ' احسان'' اور باندیوں سے مالک پیدا ہونے کے معانی	267
181	آیا علومِ خمسہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا کیے گئے تھے یا نہیں؟ اس مسئلہ میں علماء غیر مقلدین کا نظریہ	268
182	آیا علومِ خمسہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا کیے گئے تھے یا نہیں' اس مسئلہ میں علماء دیوبند کا نظریہ	268
183	نفی خمس اور علمِ غیب	269
184	علمِ غیب سے مراد	269
185	کیا اکوانِ غیبیہ پر اطلاع یابی ممکن نہیں؟	271
186	علومِ خمسہ کے مصداق کے متعلق علماء دیوبند کے موقف پر مصنف کا تبصرہ	271
187	اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم تفصیلی محیط ثابت کرنے اور آپ کو عالم الغیب کہنے کا الزام	272
188	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عالم الغیب کہنا جائز نہیں	273
189	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے علم تفصیلی محیط ماننا جائز نہیں	274
190	اعلیٰ حضرت کی یہ تصریح کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بعض علم عطا کیا گیا ہے	274
191	علم ذاتی اور عطائی کی بحث	274
192	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم کو اللہ کے علم سے بہت کم ماننے کو بھی غلط اور گم راہی کہنے کا جواب	276
193	نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علاماتِ قیامت کی خبر دینا	276
194	خاص وقوعِ قیامت کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علوم	280
195	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علومِ خمسہ اور علمِ روح وغیرہ دیے جانے کے متعلق علماء اسلام کے نظریات	281
196	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علومِ خمسہ وعلم روح وغیرہ دیے جانے کے متعلق' جمہور علماء اسلام کی تصریحات	281

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
197	ہر چیز کا علم ذاتی اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے' پھر ان پانچ چیزوں کے علم کی تخصیص کی وجہ	284
198	شرح صحیح مسلم میں حدیثِ مذکور کی شرح	285
	باب: ۳۸	285
199	حدیثِ مذکور کے رجال کا تعارف	286
	باب: ۳۹	
200	اس شخص کی فضیلت جو اپنے دین کو بچانے کے لیے مشتبہ چیزوں سے بَری ہوا	286
201	حدیثِ مذکور کے رجال کا تعارف اور حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کا تذکرہ	287
202	مشتبہات کے معانی اور محل عقل کے مصداق میں اختلاف فقہاء	287
	باب: ٤٠	
203	خمس کا ادا کرنا امور ایمان سے ہے	288
204	حدیثِ مذکور کے رجال کا تعارف	289
205	بعض مشکل الفاظ کے معانی	289
206	اس اعتراض کا جواب کہ آپ نے فرمایا: میں تمہیں چار چیزوں کا حکم دیتا ہوں لیکن بیان پانچ چیزیں فرمائیں	289
207	دینی خدمات کا معاوضہ لینا صحابہ میں مروج تھا	290
208	ابتداء میں چار قسموں کے برتنوں میں نبیذ پینے سے منع فرمانا' پھر اس کی اجازت دینا	290
209	نبیذ کا فقہی معنی اور اس کے متعلق احادیث و آثار	290
	باب: ٤١	
210	اعمال کا مدار نیت پر ہے اور ہر شخص کو اسی عمل کا اجر ملے گا' جس کی اس نے نیت کی ہے	291
211	حدیثِ مذکور کے رجال کا تعارف' خصوصاً حضرت عبداللہ بن یزید انصاری اور حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہما کا تذکرہ۔	292
212	حدیثِ مذکور کی مؤید دیگر احادیث	292
213	اس سوال کا جواب کہ صدقہ کے اجر میں بیوی کے منہ میں لقمہ رکھنے کی تخصیص کیوں کی گئی ہے؟	293
214	شرح صحیح مسلم میں حدیثِ مذکور کی شرح	293
	باب: ٤٢	
215	نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد: اللہ تعالیٰ کی خیر خواہی کرنا اور اس کے رسول کی خیر خواہی کرنا اور ائمہ مسلمین کی خیر خواہی کرنا اور عام لوگوں کی خیر خواہی کرنا دین ہے	294
216	اللہ' اس کے رسول' اس کی کتاب' ائمہ دین اور عام مسلمانوں کے ساتھ خیر خواہی کا محمل	294
217	حدیثِ مذکور کے رجال کا تعارف اور حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کا تذکرہ	295
218	بیعت سنت اور بیعت مروجہ	295
219	حدیثِ مذکور کے رجال کا تعارف	296
220	''وقار'' اور ''سکینہ'' کا معنی اور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا تذکرہ اور کافر کی خیر خواہی کا بیان	296
	۳ - كتاب العلم	298
	باب: ۱	
1	علم کی فضیلت	298
	باب: ۲	
2	جس شخص سے کسی چیز کے علم کے متعلق سوال کیا گیا اور وہ اپنی گفتگو میں مشغول رہا' اس نے اپنی بات مکمل کی' پھر سائل کے سوال کا جواب دیا	298
3	حدیثِ مذکور کے رجال کا تعارف	299
4	کسی کی بات کاٹ کر بات کرنا جائز نہیں	300
5	نااہل کو منصب پر فائز کرنے کی اجتماعی خرابیاں	300

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
6	اس اعتراض کے جوابات کہ نبی ﷺ نے دینی سوال کے جواب میں تاخیر کی	300
	باب: ۳	
7	بلند آواز سے علمی بات بتانا	300
8	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	301
9	پیروں کو دھونے کی فرضیت' جسم اور روح کے عذاب کا ثبوت اور عالم پر غلط بات کو ٹوکنے کی ذمہ داری	301
10	حدیث مذکور کی مؤید دیگر روایات' جن میں اس سفر اور اس نماز کا بیان ہے	301
11	شرح صحیح مسلم میں حدیث مذکور کی شرح	302
	باب: ٤	
12	محدث کا یہ کہنا: ''حدثنا'' یا ''اخبرنا'' یا ''انبانا''	302
13	''حدثنا' اخبرنا'' اور ''انبانا'' کے لغوی اور اصطلاحی معانی	303
14	حضرت ابن عمر نے پہیلی کا جواب دینے سے کیوں حیاء کی؟	305
15	اس اعتراض کا جواب کہ رسول اللہ ﷺ نے بجھارت ڈالنے سے منع فرمایا ہے' اور اس حدیث میں مذکور ہے: آپ نے خود پہیلی ڈالی ہے۔	305
16	مومن کی کھجور کے درخت سے تشبیہ کی وجوہ	306
	باب: ٥	
17	امام کا اپنے اصحاب کے علم کی آزمائش کے لیے ان سے کوئی سوال کرنا	306
18	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	307
	باب: ٦	
19	علم کے متعلق جو احادیث وارد ہیں	307
20	قراءت علی العالم پر دلائل	307
21	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	310
22	حضرت ضمام بن ثعلبہ کا تذکرہ	310
23	مقلد کے ایمان کا صحیح ہونا اور ماکول اللحم کا پیشاب اور گوبر حرام ہونا	311
24	اونٹنی کے لیے اعلیٰ کا نام لینا اور یا محمد کہنے کا جواز اور بعض اعتراضات کے جوابات	312
	باب: ۷	
25	مناولہ کے متعلق جو ذکر کیا جاتا ہے اور اصل علم کو شہر والوں کی طرف لکھنا	312
26	مکاتبہ پر آثار صحابہ سے استدلال	313
27	روایت حدیث کے طریقے	313
28	اسلام کے پہلے لشکر کی کارروائی	314
29	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	315
30	حضرت عبداللہ بن حذافہ السہمی کا تذکرہ	315
31	عظیم البحرین اور کسریٰ کا تذکرہ	315
32	رسول اللہ ﷺ کی دعاء ضرر کو بددعا سے تعبیر کرنا' بے ادبی ہے	316
33	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	317
34	رسول اللہ ﷺ کے لکھنے کا ثبوت اور کفار کے مخصوص طریقہ کو اپنانے کا جواز' بشرطیکہ وہ ان کی بدعقیدگی پر مبنی نہ ہو	317
	باب: ۸	
35	جو شخص وہیں بیٹھ گیا جہاں مجلس ختم ہوئی ہے اور جس شخص نے مجلس کے حلقہ میں خالی جگہ دیکھی تو وہاں جا کر بیٹھ گیا	317
36	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	318
37	عالم کی مجلس کی عظمت اور مجلس میں بیٹھنے کے آداب	319

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
38	آدابِ مجلس کے متعلق احادیث	319
	باب: ۹	
39	نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد: بعض اوقات جس کو حدیث پہنچائی جائے وہ سننے والے سے زیادہ یادر کھنے والا ہوتا ہے	319
40	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	320
41	اس اعتراض کا جواب کہ سواری پر بیٹھ کر باتیں کرنے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع کیا ہے پھر آپ نے سواری پر خطبہ کیوں دیا اور دیگر مسائل	321
	باب: ۱۰	
42	قول اور عمل سے پہلے علم کا حصول	322
43	علم کی فضیلت میں آیات' احادیث اور آثار	322
44	حضرت ابوذر کو ربذہ میں جلاوطن کرنے کا سبب اور سربراہ ملک کے منع کرنے کے باوجود احادیث بیان کرنا	325
45	ربانی' حلم' حکمت اور فقہ کے معانی	325
	باب: ۱۱	
46	نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نصیحت اور علم میں صحابہ کی حفاظت اور رعایت کرتے تھے تا کہ وہ اکتا نہ جائیں	326
47	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	326
48	حدیث مذکور کا معنی	326
49	مسلمانوں کی مشقت سے حفاظت' ان کی رعایت اور ان پر شفقت کے متعلق دیگر احادیث	327
50	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	327
51	آسان احکام کے متعلق قرآن مجید کی آیات	328
52	آسان احکام کے متعلق احادیث	328
	باب: ۱۲	
53	جس شخص نے اہل علم کے لیے معین دن مقرر کیے	329
54	سوئم اور چہلم وغیرہ کا جواز	329
	باب: ۱۳	
55	جس شخص کے ساتھ اللہ خیر کا ارادہ کرلے اس کو دین کی فقہ (سمجھ) عطا فرماتا ہے	330
56	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	330
57	حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل میں احادیث اور آثار	331
58	فقہ کے لغوی اور اصطلاحی معنی	332
59	نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قاسم ہونے کی توجیہ	332
60	حجیت اجماع پر احادیث سے دلائل	332
	باب: ۱٤	
61	علم کی فہم	333
62	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	333
	باب: ۱۵	
63	علم اور حکمت میں رشک کرنا	334
64	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	335
65	حسد اور رشک کا معنی	335
66	حسد کی مذمت میں احادیث	335
	باب: ۱٦	
67	اس کا ذکر کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سمندر میں حضرت خضر کی طرف گئے	335
68	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	337
69	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تعارف	337
70	حضرت خضر علیہ السلام کا تعارف	338
71	مسائل علمیہ میں بحث کرنے اور طالب علم کے لیے سفر کرنے کے آداب اور مسائل	338
	باب: ۱۷	
72	نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد: اے اللہ! اس کو کتاب کا علم	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	سکھا	339
73	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	339
74	حضرت ابن عباس کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دعا کی وجوہ	339
75	نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تکریم جائز اور صحیح ہے اور اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا خوش ہونا اور شیخ اسماعیل دہلوی کی گستاخانہ عبارت کا رد	340
76	سنن ترمذی اور سنن ابن ماجہ میں حضرت ابن عباس کے لیے جو دعا ہے اور صحیح بخاری میں جو دعا کی ہے ان کا فرق	341
77	کیا یہ ممکن ہے کہ حضرت ابن عباس کے حق میں دعا قبول نہ ہوئی؟	342
	باب: ۱۸	
78	کم سن کا سماع حدیث کب صحیح ہوتا ہے	342
79	سماع حدیث کی عمر کے تعین کی تحقیق	342
80	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	343
81	حدیث مذکور کے معانی اور مسائل	344
82	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	345
83	نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لعاب دہن کی برکتیں	345
	باب: ۱۹	
84	طلب علم کے لیے نکلنا	345
85	حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا تعارف	346
86	حضرت عبد اللہ ابن انیس رضی اللہ عنہ کا تعارف	346
87	اس حدیث کا بیان جس کے حصول کے لیے حضرت جابر نے ایک ماہ کا سفر کیا تھا	346
88	باب مذکور کی حدیث کا متن	347
	باب: ۲۰	
89	پڑھنے اور پڑھانے کی فضیلت	348
90	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	349
91	خلاصہ حدیث اور حدیث میں بیان کی ہوئی مثالوں کی وضاحت	349
	باب: ۲۱	
92	علم کا اٹھ جانا اور جہل کا غالب ہونا	350
93	علماء کو ضائع کرنے کا معنی	350
94	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	351
95	ہمارے زمانے میں جاہلوں کا غلبہ	351
96	شرح صحیح مسلم میں باب مذکور کی حدیث کی شرح	351
97	عورتوں کے زیادہ ہونے اور مردوں کے کم ہونے کی توجیہات	351
	باب: ۲۲	
98	علم کی فضیلت	352
99	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	352
100	دودھ سے علم کو تعبیر کرنے کی توجیہ	352
	باب: ۲۳	
101	سوال کرنا خواہ اس وقت عالم سواری پر کھڑا ہوا ہو	353
102	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	354
103	کنکریاں مارنے سے پہلے سر منڈوانے والے پر قربانی کے لزوم میں مذاہب فقہاء	354
104	امام ابوحنیفہ کے مذہب پر دلائل	354
105	امام مالک کے مذہب کی تقریر	354
106	شرح صحیح مسلم میں باب مذکور کی حدیث کی شرح	355
	باب: ۲۴	
107	جس نے ہاتھ یا سر کے اشارہ سے سوال کا جواب دیا	355
108	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	356
109	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	356

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
110	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	357
111	''المسیح الدجال'' کا معنی اور مسیح دجال اور جھوٹے نبی کے نکلنے کے متعلق احادیث صحیحہ	358
112	سورج گرہن کے وقت نماز پڑھنے کا حکم اور اس کی شرعی توجیہ	359
113	سورج گرہن اور چاند گرہن کی سائنسی توجیہ اور اس سے زمین کی حرکت پر استدلال	359
114	آیا نبی ﷺ نے جنت اور دوزخ کو حقیقۃً دیکھا تھا یا آپ کو ان کی مثال دکھائی گئی تھی؟	360
115	جنت اور دوزخ کا پیدا ہو چکا ہونا اور وہ کہاں ہیں اور عمل قلیل کا مفسد نماز نہ ہونا	362
116	رسول اللہ ﷺ کے کلی علم غیب پر دلائل	363
117	رسول اللہ ﷺ کے کلی علم غیب کے متعلق علماء دیوبند کی عبارات پر مصنف کا تبصرہ	363
118	اس اعتراض کا جواب کہ قبر میں تین سوال کیے جائیں گے پھر آپ کی شناخت سے متعلق سوال پر کیوں اقتصار کیا گیا؟	365
	باب ۲۵	
119	نبی ﷺ کا عبد القیس کے وفد کو ایمان اور علم کی حفاظت پر برانگیختہ کرنا اور اپنے پیچھے چھوڑے ہوئے لوگوں کو ان کی خبر دینا	366
120	تبلیغ اور تعلیم کے فرض عین اور فرض کفایہ ہونے کا محمل	368
121	اپنے ماتحت اور زیر اثر لوگوں کو نیک اعمال کی تلقین کا لزوم	368
	باب ۲۶	
122	کسی پیش آمدہ مسئلہ کا حل معلوم کرنے کے لیے سفر کرنا اور اپنے گھر والوں کو تعلیم دینا	368
123	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	369
124	رضاعت ثابت نہ ہونے کے باوجود آپ نے حضرت عقبہ کے نکاح کو کیوں ناپسند فرمایا	369
125	حدیث ''اتقوا مواضع التهم'' کی تحقیق	370
126	رضاعت کے ثبوت کے لیے نصاب شہادت میں مذاہب فقہاء	370
	باب ۲۷	
127	حصول علم کے لیے باری باری جانا	372
128	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	372
129	حدیث مذکور کے بعض الفاظ کی وضاحت	373
130	حدیث مذکور سے استنباط شدہ مسائل	373
	باب ۲۸	
131	کسی ناپسندیدہ کام کو دیکھ کر نصیحت اور تعلیم میں اظہار غضب کرنا	373
132	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	374
133	لمبی اور مختصر نماز پڑھانے کے محامل اور دیگر مسائل	374
134	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	375
135	''لقطہ'' ''وکاء'' ''وعاء'' اور ''عفاص'' کے معانی	376
136	لقطہ کا معنی اور فقہاء احناف کے نزدیک لقطہ کو اٹھانے کا راجح ہونا	376
137	لقطہ کا اعلان کرنے کی مدت کی تفصیل	376
138	اعلان کے بعد لقطہ سے فائدہ اٹھانے کا جواز	377
139	موجودہ دور میں اعلان کرنے کا طریقہ	377
140	شاگرد کے احمقانہ سوال پر ناراض ہونے کا جواز	378
141	لقطہ کو اٹھانے میں ائمہ ثلاثہ کے مذاہب	378
142	لقطہ کو اٹھانے میں شافعی مذہب کی تفصیل	378
143	لقطہ کو اٹھانے میں حنبلی مذہب کی تفصیل اور مذاہب اربعہ کے دلائل	378

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
144	لقطہ کو اٹھانے میں مالکی مذہب کی تفصیل	379
145	شرح صحیح مسلم میں باب مذکور کی حدیث کی شرح کے عنوانات	379
146	اشیاء کے صیغے کی تحقیق	380
147	بہ کثرت سوالات کو ناپسند کرنے کی توجیہ	380
148	زیادہ سوالات سے آپ کے غضب ناک ہونے کی توجیہ	380
149	آپ نے فرمایا: تم مجھ سے جو چاہو سوال کرو اس کی تشریح میں شراح سابقین کی تقاریر	381
150	شراح سابقین کی تقاریر پر مصنف کا تبصرہ اور پھر مصنف کی تقریر	381
151	آپ کے اس ارشاد پر شیخ سلیم اللہ خاں دیوبندی کی تقریر اور ان کا علم غیب اور علم کلی کو رد کرنا	382
152	شیخ سلیم اللہ خان کی تقریر پر مصنف کا تبصرہ اور علم غیب وعلم کلی پر دلائل	382
153	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے توبہ کرنے کی توجیہ	383
	باب: ۲۹	
154	جو شخص امام یا محدث کے سامنے دوزانو بیٹھ جائے	384
155	حضرت عبداللہ بن حذافہ اور دوسروں کے سوال کا فرق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فہم اور ان کا رسول اللہ ﷺ کے سامنے تواضع کرنا	384
156	حضرت عمر کا اپنے کلمات سے رسول اللہ ﷺ کا ادب اور اکرام کرنا اور مسلمانوں پر شفقت کرنا اور ان کی رائے کا ہمیشہ صائب ہونا	385
	باب: ۳۰	
157	جس شخص نے حدیث کو تین بار دہرایا تا کہ اس کو سمجھ لیا جائے	385
158	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	387
159	تین بار سلام کرنے کی دیگر احادیث	387
	باب: ۳۱	
160	کسی شخص کا اپنی باندی اور اپنی اہلیہ کو تعلیم دینا	389
161	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	389
162	جن اہل کتاب کو ہمارے نبی ﷺ پر ایمان لانے کی وجہ سے دگنا اجر ملے گا' اس سے مراد عہد رسالت کے اہل کتاب ہیں یا قیامت تک کے اہل کتاب ہیں	390
163	حافظ ابن حجر کے نزدیک اس سے قیامت تک کے اہل کتاب مراد ہیں' اس پر ان کے دلائل	390
164	فوائد	391
165	حافظ بدرالدین عینی کے نزدیک اس سے مراد صرف عہد رسالت کے اہل کتاب ہیں' اس پر ان کے دلائل	392
166	دیوبندی شارحین بخاری کے نزدیک اس سے مراد قیامت تک کے اہل کتاب ہیں	393
167	مصنف کے نزدیک اس سے مراد وہ اہل کتاب ہیں' جو آپ کی بعثت سے پہلے قرآن مجید پر اور آپ کی رسالت پر ایمان لا چکے تھے	393
168	دگنے اجر کی کیفیت اور ان تین قسم کے لوگوں کو دگنا اجر عطا فرمانے کی خصوصیت	394
	باب: ۳۲	
169	امام کا خواتین کو نصیحت کرنا اور ان کو تعلیم دینا	394
170	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	395
171	صدقہ کا معنیٰ' صدقہ کی اقسام' صدقہ کی فضیلت اور عورت کا اپنے مال سے شوہر کی اجازت کے بغیر صدقہ کرنا	395
172	عورت کا اپنے مال سے شوہر کی اجازت کے بغیر صدقہ کرنے کی ممانعت میں احادیث	396

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
173	احادیث مذکورہ کے جوابات	396
174	عورت کے اپنے مال میں آزادانہ تصرف کرنے کے ثبوت میں قرآن مجید کی آیات	397
175	عورت کے اپنے مال میں آزادانہ تصرف کرنے کے ثبوت میں احادیث صحیحہ	397
	باب: ۳۳	
176	حدیث کی حرص	398
177	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	398
178	سعادت کا معنی اور آپ کی شفاعت کی سب سے زیادہ سعادت حاصل کرنے کی تفصیل	399
179	شفاعت کا لغوی اور اصطلاحی معنی' شفاعت میں مذاہب اور شفاعت میں اہل سنت کے موقف پر قرآن مجید اور احادیث سے دلائل	399
180	شرح صحیح مسلم میں شفاعت کی بحث	400
	باب: ۳٤	
181	علم کو کس طرح اٹھا لیا جائے گا؟	400
182	اثر مذکور کے رجال کا تعارف	401
183	عمر بن عبد العزیز کا احادیث کی تدوین کا حکم دینا	401
184	اثر مذکور کے رجال کا تعارف	401
185	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	401
186	علم کو سینوں سے نکالنے پر قدرت کے باوجود علم کو سینوں سے نہ نکالنا اور اس باب کی مؤید دیگر احادیث	402
187	جہل کی دو قسمیں' جہل بسیط اور جہل مرکب اور دیگر مسائل	403
	باب: ۳۵	
188	کیا خواتین کی تعلیم کے لیے علیحدہ دن مقرر کیا جائے	403
189	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	404

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
190	آپ پر مردوں کے غالب آنے کی وضاحت	404
191	پلک جھپکنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وحی کا رابطہ	405
192	نابالغ بچوں کے ماں باپ کو بخشوانے سے متعلق دیگر احادیث	405
193	خواتین کا عالم سے دینی مسائل معلوم کرنے کا جواز' تعیین یوم کا جواز اور مسلمان بچوں کا جنت میں ہونا	405
194	حدیث مذکور کی روایت کرنے کے مقاصد	406
195	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	406
	باب: ۳٦	
196	جس نے کسی بات کو سنا' پھر بات کرنے والے کی طرف رجوع کیا حتیٰ کہ اس بات کو سمجھ لیا	406
197	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	407
198	جس سے حساب لیا گیا' اس کو عذاب دیا گیا' کے دو محمل	407
199	جس سے حساب لیا گیا' اس کو عذاب کیسے ہوگا؟	408
200	مسائل کی تحقیق میں حدیث پر قرآن سے معارضہ کرنے اور مناظرہ کا بیان	408
	باب: ۳۷	
201	شاہد (حاضر) غائب کو علم پہنچا دے	408
202	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	410
203	بعض مشکل الفاظ کے معانی	410
204	عبد الملک بن مروان اور حجاج بن یوسف کا حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کو شہید کرنا	410
205	حضرت ابوشریح نے عمرو بن سعید کو مکہ پر لشکر کشی سے منع کر کے علماء کی ذمہ داری کو پورا کیا	411
206	عمرو بن سعید کے قول پر ابن حزم کا تبصرہ	411
207	صحابی نے بھی اپنی روایت میں تاویل کی ہو اور بعد کے فقہاء نے بھی تو کس کی تاویل کا اعتبار کیا	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	جائے گا؟	412
208	حرم میں حدود اور قصاص نافذ کرنے کے متعلق مذاہب ائمہ	413
209	ابن خطل اور دیگر افراد کو کعبہ میں قتل کرنے کے متعلق احادیث	413
210	حرم میں حدود اور قصاص قائم کرنے کے جواز پر ابن خطل کی حدیث سے علامہ عسقلانی کی طرف سے جوابات	414
211	حرم میں حدود اور قصاص قائم کرنے کے جواز پر ابن خطل کی حدیث کے علامہ عینی کی طرف سے جوابات	415
212	مکہ مکرمہ کے جنگ سے فتح ہونے پر دلائل	415
213	حدیث مذکور کے دیگر مسائل وفوائد	416
214	شرح صحیح مسلم میں باب مذکور کی حدیث کی شرح	417
215	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	417
	باب: ۳۸	
216	نبی ﷺ پر جھوٹ باندھنے کا گناہ	417
217	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف اور ثقہ تابعی ربعی بن حراش کا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا تذکرہ	418
218	نبی ﷺ کی طرف جھوٹی بات کو منسوب کرنا سنگین گناہ کبیرہ ہے	419
219	بعض زاہدوں کا ترغیب اور ترہیب کے لیے احادیث وضع کرنا	420
220	ترغیب اور ترہیب کے لیے حدیث وضع کرنے والوں کا رد	420
221	واضعین حدیث کی اقسام	421
222	حدیث موضوع کی شناخت کے طریقے	422
223	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف اور حضرت ابن الزبیر اور حضرت زبیر بن العوام کا تذکرہ	423
224	اس اعتراض کا جواب کہ حضرت زبیر نے حبشہ ہجرت کی تھی پھر کیسے کہا: میں آپ سے جدا نہیں ہوا	423
225	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	424
226	اس اعتراض کا جواب کہ جھوٹی احادیث پر عذاب کی وعید احادیث صادقہ کی روایت سے تو مانع نہیں ہے	424
227	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف اور حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ کا تذکرہ	425
228	روایت بالمعنی پر ایک اعتراض کا جواب	425
229	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	426
230	کنیت کا معنی اور شیطان کا صیغہ اور معنی	426
231	نبی ﷺ کو خواب میں دیکھنے کے متعلق متعدد احادیث	426
232	اس کی تحقیق کہ آپ کو خواب میں دیکھنے والا آپ کو آپ کی معروف صفات میں دیکھتا ہے یا دوسری صفات میں	427
233	آپ کو خواب میں دیکھنے والا بعینہٖ آپ کو دیکھتا ہے یا آپ کی مثال کو؟	427
234	آپ کو بیداری میں دیکھنے کا معنی	428
235	اس کی تحقیق کہ شیطان آپ کی صورت کی مثل نہیں بنا سکتا	428
236	اس زمانہ میں اور اس جہان میں آپ کو بیداری میں دیکھنے کے متعلق علماء کی تصریحات	429
237	اس اعتراض کا جواب کہ عہد صحابہ میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت اور آپ سے استفادہ کا اس قدر ظہور کیوں نہیں ہوا؟	430
238	حافظ ابن تیمیہ کا انکار رؤیت بیداری	432
239	آپ کا نام اور آپ کی کنیت رکھنے کی تفصیل اور تحقیق	434

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
240	اپنے بیٹوں کا نام محمد رکھنے کی کراہت	434
241	انبیاء کا نام رکھنے اور آپ کا نام رکھنے کا جواز اور استحباب	435
242	خواب کے بعد بیداری میں آپ کی زیارت کرنے والوں کو صحابی کہا جائے گا یا نہیں؟	436
243	خواب میں آپ سے سنی ہوئی حدیث حجت ہے یا نہیں اور خواب کی تحقیق	436
	باب: ۳۹	
244	علم کو لکھنا	436
245	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	437
246	کتاب، فہم، عقل اور "فکاك الاسیر" کے معانی	437
247	شیعہ کے اس زعم کا رد کہ حضرت علی کو رسول اللہ ﷺ نے خاص اسرار اور احکام بتائے تھے	438
248	ذمی کے بدلہ میں مسلمان کو قتل نہ کرنے کے ثبوت میں ائمہ ثلاثہ کے دلائل	438
249	ذمی کے بدلہ میں مسلمان کو قتل کرنے کے ثبوت میں فقہاء احناف کے دلائل	439
250	ذمی کے بدلہ میں مسلمان کو قتل کرنے کے ثبوت میں قرآن مجید کی آیات	440
251	ذمی کے بدلہ میں مسلمان کو قتل کرنے کے ثبوت میں احادیث و آثار	440
252	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	442
253	"بنو خزاعة، بنو لیث، راحلة، یختلی، یعضد" اور "منشد" وغیرہ کے معانی	442
254	احادیث اور علم کی باتوں کو لکھنے کی تحقیق	443
255	احادیث اور علم کی باتوں کو لکھنے کی ممانعت میں احادیث و آثار	443
256	احادیث اور علم کو لکھنے کے جواز کے ثبوت میں احادیث و آثار	444

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
257	نبی ﷺ کے اجتہاد کی تحقیق	445
258	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	447
259	مشکل الفاظ کے معانی	448
260	علامہ ابن بطال مالکی کی حضرت عمر کی طرف سے توجیہات	448
261	علامہ ابن بطال مالکی کی توجیہات پر مصنف کا تبصرہ	449
262	علامہ ابن جوزی حنبلی کی حضرت عمر کی طرف سے توجیہات	450
263	علامہ ابن جوزی حنبلی کی توجیہات پر مصنف کا تبصرہ	450
264	"اهجر" کی تحقیق	450
265	رسول اللہ ﷺ پر اس الزام کا جواب کہ آپ کے تمام اقوال وحی کے موافق نہ تھے	451
266	آپ کے ہر کلام کے برحق ہونے کے ثبوت میں احادیث	452
267	"عفا الله عنك لم اذنت لهم" سے معارضہ کا جواب	453
268	بدر کے قیدیوں سے فدیہ لینے کی وجہ سے آپ کی خطاء ثابت کرنا اور اس کا جواب	453
269	حافظ عسقلانی کی طرف سے حضرت عمر کی توجیہات اور اس کا بیان کہ رسول اللہ ﷺ کیا لکھنا چاہتے تھے	454
270	مصنف کی طرف سے حضرت عمر پر شیعہ علماء کے اعتراض کے جوابات اور دیگر مسائل	455
271	شرح صحیح مسلم میں باب مذکور کی حدیث کی شرح	456
	باب: ۴۰	
272	رات کو علم کی بات اور نصیحت کرنا	456
273	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف اور حضرت ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ	457

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
274	اس امت میں واقع ہونے والے بعض فتنے	457
	باب: ٤١	
275	رات کو باتیں کرنا	458
276	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	458
277	عشاء کی نماز کے بعد باتیں کرنے کے جواز اور عدم جواز کے محامل	458
278	حضرت عیسیٰ' حضرت خضر اور ابلیس کے زندہ رہنے سے اس حدیث پر اعتراض اور اس کے جوابات	459
279	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	460
280	حضرت ام المؤمنین میمونہ بنت الحارث کا تذکرہ	460
281	مختلف اوقات میں تہجد کی مختلف رکعات	461
282	حدیث مذکور سے مسائل کا استخراج	461
283	احادیث مکررہ میں ہر بار نئے نئے مسائل کا استخراج	462
284	احادیث مکررہ میں سند کے تکرار کا تجزیہ	463
285	شرح صحیح مسلم میں حدیث مذکور کی شرح	463
	باب: ٤٢	
286	علم کی حفاظت کرنا	464
287	''الصفق'' کا معنی اور علم کے اظہار اور تبلیغ کا بیان	464
288	حضرت ابوہریرہ اور حضرت عبداللہ ابن عمرو کی احادیث کا تقابل	465
289	علم کو دائما طلب کرنے کی فضیلت' ضرورت کے وقت اپنے کمال کا اظہار اور کسب معاش کی فرضیت	465
290	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	466
291	نسیان' سہو اور خطاء میں فرق اور نبی ﷺ کا شفاء دینا اور ہر درد کا درماں ہونا	466
292	علم کے دو برتنوں کی تفصیل	467
293	اس اعتراض کا جواب کہ علم کا چھپانا تو جائز نہیں ہے پھر حضرت ابوہریرہ نے دوسری قسم کی احادیث کو کیوں بیان نہیں کیا؟	467
	باب: ٤٣	
294	علماء کے لیے لوگوں کو خاموش کرنا	468
295	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	468
296	ایک دوسرے کی گردنیں مار کر کافر نہ ہو جانا' اس حدیث کے محامل	469
297	علماء کی تکریم کی وجوہ	469
	باب: ٤٤	
298	جب عالم سے سوال کیا جائے کہ سب سے بڑا عالم کون ہے؟ تو اس کے لیے مستحب ہے کہ وہ اس کا علم اللہ کے سپرد کرے	469
299	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	472
300	علم کے مضاف ہونے کی توجیہ' عتاب کا معنی اور حضرت موسیٰ پر عتاب کی توجیہ' مجمع البحرین کا مصداق اور پکی ہوئی مچھلی کے زندہ ہونے کی توجیہ	473
301	جس لڑکے کو حضرت خضر نے قتل کیا تھا' اس کا تعارف	473
302	عالم یا شیخ کے کسی فعل پر اعتراض نہیں کرنا چاہیے' حضرت خضر کی نبوت پر دلیل اور دیگر مسائل	473
303	حضرت خضر نے جو چڑیا کے چونچ میں پانی اور سمندر کے پانی کی مثال دی اس پر اعتراض کا جواب	474
	باب: ٤٥	
304	جس نے کھڑے ہو کر سلام کیا اور عالم بیٹھا ہوا تھا	474
305	نیک اعمال کا انسان کی نیت صالحہ پر موقوف ہونا	475
306	اخلاص سے جہاد کی فضیلت اور دکھانے اور سنانے کے لیے جہاد کی مذمت میں احادیث	475
	باب: ٤٦	
307	شیطان کو کنکریاں مارتے وقت سوال کرنا	476

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
	باب: ۴۷	
308	اللہ تعالیٰ کا ارشاد: "تم کو جو بھی علم دیا گیا وہ کم ہے" (بنی اسرائیل: ۸۵)	477
309	حدیثِ مذکور کے رجال کا تعارف	478
310	آیاتِ قرآنیہ میں روح کے اطلاقات	478
311	روح کے مباحث میں شارحینِ بخاری کی تقاریر	478
	باب: ۴۸	
312	جس نے بعض اختیاری چیزوں کو اس خوف سے ترک کر دیا کہ بعض لوگوں کی عقلیں اس کو سمجھنے سے قاصر ہوں گی' تو وہ کسی بڑے شر میں مبتلا ہو جائیں گے	480
313	حدیثِ مذکور کے رجال کا تعارف	481
314	حطیم کے باہر طواف کرنا اتفاقی ہے اور حطیم کے اندر سے طواف کرنا اختلافی ہے	482
315	اگر صحیح کام کرنے سے ضرر کا اندیشہ ہو تو اس کو ترک کر دیا جائے	482
316	شرح صحیح مسلم میں حدیثِ مذکور کی شرح	482
	باب: ۴۹	
317	کسی ایک قوم کو کسی چیز کے علم کے ساتھ خاص کرنا اور اس خطرہ سے دوسروں کو نہ بتانا کہ وہ نہیں سمجھیں گے	483
318	اثرِ مذکور کے رجال کا تعارف اور حضرت ابوالطفیل رضی اللہ عنہ کا تذکرہ	483
319	حدیثِ مذکور کے رجال کا تعارف	484
320	"ردیف' رحل' لبیک سعدیک' یتکلوا" اور "تاثمًا" کے معانی	484
321	حدیثِ مذکور کی بشارت کو مخفی رکھنے کی وجہ	485
322	حدیثِ مذکور کے دیگر مسائل	486
323	حدیثِ مذکور کے رجال کا تعارف	486
324	اس اعتراض کا جواب کہ کیا رسالت پر ایمان اور عمل کے بغیر بھی انسان جنت میں چلا جائے گا؟	487
	باب: ۵۰	
325	علم میں حیاء کا بیان	487
326	حدیثِ مذکور کے رجال کا تعارف	488
327	اللہ تعالیٰ کے حیاء کرنے کا معنی ہے: کسی کام کو ترک کرنا	489
328	بچہ ماں یا باپ کے کس وجہ سے مشابہ ہوتا ہے؟	489
329	حدیثِ مذکور کے دیگر مسائل اور فوائد	490
	باب: ۵۱	
330	جس شخص نے حیاء کی اور دوسرے شخص کو سوال کرنے کا حکم دیا	490
331	حدیثِ مذکور کے رجال کا تعارف	491
332	مذی' ودی اور منی کی تعریفات	491
333	حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ کا تذکرہ	491
334	خروج مذی پر وضوء کا وجوب اور بیوی کے والد کا احترام	492
	باب: ۵۲	
335	علم اور فتویٰ کا مسجد میں ذکر کرنا	492
336	حدیثِ مذکور کے رجال کا تعارف	493
337	"اهلال" کا معنی اور مواقیت کا جغرافیائی مواضع وقوع	493
	باب: ۵۳	
338	جس نے سائل کے سوال سے زیادہ جواب دیئے	494
339	"الکعبین" کی تفسیر علامہ بدرالدین عینی سے	494
340	علامہ عینی کی تفسیر پر مصنف کا تبصرہ	495
341	علامہ ابن حجر کا "کعب" کی تفسیر میں ہشام کے قول کو کتب لغت سے رد کرنا	495

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
342	علامہ عینی کا کعب کی تفسیر میں ہشام کے قول کو کتب لغت' قواعد نحو اور احادیث سے رد کرنا	495
343	''کعب'' کی تفسیر میں علامہ ابن حجر اور علامہ عینی کی عبارات پر مصنف کا محاکمہ	498
344	علامہ زین الدین ابن نجیم اور علامہ شامی کا ''کعب'' کی تفسیر میں ہشام کے قول کو رد کرنا	498
345	''کعب'' کی تفسیر میں صحیح البخاری کے دیوبندی شارحین کی لغزش	499
346	''کعب'' سے وسط قدم مراد لینے کی تاویل کا ابطال	499
347	امام محمد کی المبسوط میں ہشام کی عبارت کی تحقیق	499
348	محرم کے لیے چمڑے اور ربڑ کی چپل پہننے کا جواز	500
349	اس اعتراض کا جواب کہ آپ سے سوال کیا گیا کہ محرم کیا پہنے؟ تو آپ نے جواب میں وہ کپڑے ذکر کیے' جن کا پہننا اس کے لیے جائز نہیں	500
350	موزوں کو نیچے سے کاٹے بغیر پہننے میں مذاہب ائمہ	501
351	کتاب العلم کا اختتام	502
	٤ - كتاب الوضوء [الطهارة]	503
1	وضوء کا لغوی اور شرعی معنی	503
	باب: ۱	
2	وضوء کے متعلق جو احادیث وارد ہیں	503
3	صلوٰۃ کا لغوی اور شرعی معنی	503
4	اس اعتراض کا جواب کہ آیت وضوء سے بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ نماز میں قیام کے بعد وضوء کیا جائے	504
5	اس اعتراض کا جواب کہ وضوء کا معروف اور مسنون طریقہ آیت وضوء کے خلاف ہے	504
6	اعضاء وضوء کو تین تین بار سے زیادہ دھونے کی کراہت کی دلیل	505
	باب: ۲	
7	بغیر طہارت کے نماز قبول نہیں ہوتی	505
8	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	506
9	''احدث' حضرموت' فساء'' اور ''ضراط'' کے معانی	506
10	اس اعتراض کا جواب کہ حضرت ابوہریرہ نے صرف ہوا خارج ہونے کو وضوء ٹوٹنے کا سبب بیان کیا ہے' حالانکہ وضوء ٹوٹنے کے اور بھی اسباب ہیں	506
11	نماز جنازہ' نماز عید اور سجدۂ تلاوت کے لیے وضوء کرنے کا وجوب	506
12	نماز کے دوران ازخود وضوء ٹوٹ جائے تو دوبارہ وضوء کر کے اسی نماز پر بناء کر سکتا ہے یا نہیں؟	507
13	ایک وضوء سے متعدد نمازیں پڑھنے کا جواز	508
14	شرح صحیح مسلم میں حدیث مذکور کی شرح	508
	باب: ۳	
15	وضوء کی فضیلت اور آثار وضوء سے جن مسلمانوں کے چہرے اور ہاتھ پیر سفید اور چمک دار ہوں گے	508
16	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	509
17	''غرّ محجل'' کا معنی	509
18	امت دعوت اور امت اجابت	509
19	آثار وضوء سے چہرے' ہاتھوں اور پاؤں کا سفید ہونا اس امت کی خصوصیت ہے	509
20	ہاتھوں کو کہنیوں سے اوپر اور پیروں کو ٹخنوں سے اوپر دھونے کی ممانعت پر علامہ ابن بطال اور قاضی عیاض کے دلائل	510

نمبرشار	عنوان	صفحہ
21	علامہ ابن بطال اور قاضی عیاض کے دلائل پر علامہ نووی شافعی اور علامہ عینی کا تبصرہ	511
22	علامہ ابن بطال اور قاضی عیاض کے دلائل پر مصنف کا تبصرہ	511
23	حدیث مذکور کے دیگر مسائل اور فوائد	512
24	شرح صحیح مسلم میں حدیثِ مذکور کی شرح	513
	باب: ٤	
25	شک کی وجہ سے وضوء نہ کرے حتیٰ کہ وضوء (ٹوٹنے کا یقین) ہو جائے	513
26	حدیثِ مذکور کے رجال کا تعارف	514
27	باب مذکور کی حدیث کی مؤید دیگر احادیث	514
28	اگر وضوء میں شک ہو جائے تو وضوء کرنے یا نہ کرنے میں مذاہب ائمہ	514
29	حدیثِ مذکور کے دیگر مسائل وفوائد	515
	باب: ٥	
30	وضوء میں تخفیف	516
31	حدیث مذکور کے بعض اہم مسائل اور فوائد	517
	باب: ٦	
32	مکمل وضوء کرنا	517
33	حدیثِ مذکور کے رجال کا تعارف	518
34	''عرفات' شعب''اور''مزدلفہ''کے معانی	518
35	عرفات اور مزدلفہ کے درمیان آپ کے کامل وضوء نہ کرنے کی توجیہ اور ان شارحین کا رد جنہوں نے اس وضوء کو استنجاء پر محمول کیا	519
36	مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نمازوں کو جمع کرنا اور حضرت اسامہ کے نماز یاد دلانے کی توجیہ	520
37	مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نماز کے درمیان نفل نہ پڑھنے میں مذاہب ائمہ	520

نمبرشار	عنوان	صفحہ
	باب: ٧	
38	ایک ہاتھ سے چلو بنا کر دونوں ہاتھوں سے چہرے کو دھونا	521
39	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	522
40	''مضمضہ''اور''استنشاق''کا معنی	522
41	نیا پانی لے کر سر کا مسح کرنا اور کانوں کے مسح کی تفصیل	522
42	کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کی کیفیت میں مذاہب ائمہ	523
43	الگ الگ پانی کے چلو سے کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کے متعلق احادیث سے دلائل	523
	باب: ٨	
44	ہر حال میں بسم اللہ پڑھنا اور جماع کے وقت بھی	525
45	وضوء سے پہلے بسم اللہ پڑھنے کے متعلق احادیث	525
46	باب مذکور کی حدیث کے رجال کا تعارف	526
47	شیطان' رزق قضاء اور دیگر مشکل الفاظ کے معانی	526
48	شیطان کے ضرر پہنچانے کے محامل	527
49	اللہ تعالیٰ کے ذکر اور اس سے دعا کی پناہ میں رہنا اور پاکیزہ اولاد کی دعا کرنا اور ہر نیک کام سے پہلے بسم اللہ پڑھنا	528
50	انسان کی تمام زندگی میں شیطان کا اس کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرنا	528
	باب: ٩	
51	بیت الخلاء میں دخول کے وقت کیا کہے؟	528
52	''خبث''اور''خبائث''کا معنی اور اتیج ہاتھ میں بسم اللہ پڑھنے کی ممانعت	529
53	نبی ﷺ کی شیطان کے شر سے پناہ کی دعا کی توجیہ	529

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
54	بیت الخلاء میں دعا اور اذکار کی ممانعت اور جو تعویذ غلاف میں ہو اس کو بیت الخلاء میں لے جانے کا جواز	529
	باب: ۱۰	
55	بیت الخلاء کے پاس پانی رکھنا	530
56	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	531
57	بعض علماء کا پانی سے استنجاء کا انکار کرنا اور ان کے رد میں احادیث	531
	باب: ۱۱	
58	پاخانہ اور پیشاب کے وقت قبلہ کی طرف منہ نہ کیا جائے لیکن جب عمارت میں ہو یا کسی دیوار یا اس طرح کی کسی چیز کی آڑ ہو تو کوئی حرج نہیں	531
59	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف اور حضرت ایوب انصاری کا تذکرہ اور ان کی قبر کے پاس دعا کا قبول ہونا	532
60	قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنے میں امام ابوحنیفہ کا مذہب	534
61	امام ابوحنیفہ کے مذہب کی تائید میں احادیث	534
62	قضاء حاجت کے وقت داؤد ظاہری کے نزدیک مطلقاً قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنے کا جواز	535
63	داؤد ظاہری کی دلیل کا رد	535
64	مشرق یا مغرب کی طرف منہ کرنے کی توجیہ	535
65	شرح صحیح مسلم میں باب مذکور کی حدیث کی شرح	536
	باب: ۱۲	
66	جو شخص قضاء حاجت کے لیے دو اینٹوں پر بیٹھا	536
67	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	537
68	حدیث مذکور سے بیت الخلاء میں قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنے کا جواز اور اس میں مذاہب ائمہ	537
69	امام ابوحنیفہ کی طرف سے حدیث مذکور سے استدلال کے جوابات	538
	باب: ۱۳	
70	خواتین کا کھلے میدان میں قضاء حاجت کے لیے نکلنا	539
71	''المناصع'' اور ''افیح'' کا معنی	540
72	حجاب کے تین مراتب	540
73	حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ	541
74	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مشورہ اور ان کی رائے کی فضیلت	541
75	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کی موافقت میں آیت حجاب کا نازل ہونا	542
76	حضرت عمر کی رائے کی موافقت میں ازواجِ مطہرات کو تنبیہ فرمانا	542
77	حضرت عمر کی رائے کی موافقت میں مقام ابراہیم کو مصلّٰی بنانا	542
78	حضرت عمر کی رائے کی موافقت میں ان مسلمانوں پر عتاب، جنہوں نے غزوۂ بدر میں قیدیوں سے فدیہ لینے کو اختیار کیا تھا	543
79	فدیہ لینے پر عتاب کی توجیہ	544
80	حضرت عمر کی رائے کی موافقت میں منافقین کے نماز جنازہ پڑھنے کی ممانعت	544
81	حضرت عمر کے قول کے موافق ''فتبارك الله احسن الخالقين'' کا نازل ہونا	545
82	حضرت عمر کی رائے کی موافقت میں شراب کی تحریم کا نازل ہونا	545
83	حضرت عمر کا حضرت جبریل کی حمایت کرنا اور اس پر البقرہ: ۹۷ کا نازل ہونا	546

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
84	حضرت عمر کی رائے کے موافق قرآن مجید کی آیات کے نازل ہونے کا سبب	546
85	راستہ میں خواتین سے باتیں کرنے کا اور اپنی ماں کو نیکی کی نصیحت کرنے کا جواز اور رسول اللہ ﷺ کے حضرت عمر کے مشورہ پر عمل نہ کرنے کی وجہ	546
86	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	547
87	خواتین کے لیے اپنی ضروریات میں گھر سے نکلنے کی اجازت	547
88	جنگ جمل میں حضرت عائشہ کے گھر سے نکلنے پر اعتراض کا جواب	548
89	شرح صحیح مسلم میں باب مذکور کی حدیث کی شرح	548
	باب: ١٤	
90	گھروں میں قضاء حاجت کرنا	548
91	حدیثِ مذکورہ کے رجال کا تعارف	549
	باب:	549
92	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	549
	باب: ١٥	
93	پانی کے ساتھ استنجاء کرنا	550
94	حدیثِ مذکور کے رجال کا تعارف	550
95	''غلام'' اور ''اداوۃ'' کا معنی	550
96	پانی سے استنجاء کرنے کی ممانعت کے متعلق احادیث	550
97	پانی سے استنجاء کرنے کے متعلق احادیث اور آثار	551
98	کسی بڑے عالم کو چھوٹوں سے اپنی خدمت لینی چاہیے؟	552
	باب: ١٦	
99	جس شخص کی طہارت کے لیے پانی لے جایا گیا	552
	باب: ١٧	
100	استنجاء کے لیے پانی کے ساتھ نیزہ کو اٹھانا	553

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
101	نیزہ ساتھ رکھنے کی حکمتیں	553
	باب: ١٨	
102	دائیں ہاتھ سے استنجاء کرنے کی ممانعت	554
103	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	555
104	پانی میں پھونک مارنے کی ممانعت	555
105	باب مذکور کی حدیث کی مؤید دیگر احادیث	555
	باب: ١٩	
106	پیشاب کرتے وقت اپنے آلہ کو اپنے دائیں ہاتھ سے نہ پکڑے	556
	باب: ٢٠	
107	پتھروں سے استنجاء کرنا	556
108	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	557
109	ہڈی اور گوبر سے استنجاء کرنے کی ممانعت کی وجہ	557
110	حضرت سواد بن قارب کو ایک جن کا رسول اللہ ﷺ کی بعثت کی خبر دینا اور ان کا یہ خبر سن کر اسلام لانا	558
111	محترم اشیاء سے استنجاء کرنے کا عدم جواز اور دیگر مسائل	559
	باب: ٢١	
112	گوبر سے استنجاء نہ کرے	559
113	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	560
114	ابوعبیدہ کے اپنے والد حضرت ابن مسعود سے سماع پر دلائل	560
115	استنجاء کی مشروعیت میں مذاہب ائمہ	561
116	آیا تین پتھروں سے استنجاء کرنا ضروری ہے یا دو پتھر بھی کافی ہیں؟	561
117	حافظ ابن حجر کا حدیث منقطع کو مرسل قرار دینا	562
118	تین سے کم پتھروں سے استنجاء کے جواز پر مزید دلائل	562

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
119	گوبر کے نجس ہونے میں مذاہب فقہاء اور ابن حزم، داؤد اور دیگر غیر مقلدین کا رد	563
	باب: ۲۲	
120	ایک ایک بار وضوء کرنا	564
121	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	565
	باب: ۲۳	
122	دو دو مرتبہ وضوء کرنا	565
123	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	566
	باب: ۲۴	
124	تین تین مرتبہ وضوء کرنا	566
125	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	567
126	سر پر مسح کی کیفیت اور سر پر مسح کی تعداد میں مذاہب	567
127	نماز میں برے کاموں کا منصوبہ بنانا مذموم ہے اور نیک کاموں کا منصوبہ بنانا مستحسن ہے	568
128	وضوء کے بعد دو رکعت نماز پڑھنے سے کن گناہوں کی بخشش ہوگی؟	568
129	وضوء کے بعد دو رکعت نماز سنت وضوء ہے نہ کہ تحیۃ الوضوء	569
130	عالم دین پر تبلیغ کا واجب ہونا اور دیگر مسائل	570
	باب: ۲۵	
131	وضوء میں ناک میں پانی ڈالنا	570
132	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	571
	باب: ۲۶	
133	پتھروں سے طاق مرتبہ استنجاء کرنا	571
134	بیدار ہونے کے بعد پانی کے برتن میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے ان کو دھونے کا سنت ہونا اور اس کے ضمن میں متعدد مسائل	572

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	باب: ۲۷	
135	پیروں کو دھویا جائے اور قدموں پر مسح نہ کیا جائے	572
	باب: ۲۸	
136	وضوء میں کلی کرنا	573
	باب: ۲۹	
137	ایڑیوں کو دھونا	574
	باب: ۳۰	
138	پیروں کو جوتوں میں دھونا اور جوتوں پر مسح نہ کرے	574
139	امام بخاری کے عنوان میں جوتوں پر مسح کی ممانعت کی توجیہ	575
140	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	576
141	صرف حجر اسود اور رکن یمانی کی تعظیم کی وجہ	576
142	کپڑوں اور ڈاڑھی کو زرد رنگ سے رنگنا	576
143	احرام باندھنے کے وقت میں اختلاف ائمہ اور امام ابوحنیفہ کے مذہب پر دلیل	577
	باب: ۳۱	
144	وضوء اور غسل میں دائیں طرف سے ابتداء کرنا	577
145	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف اور حضرت ام عطیہ کا تذکرہ	578
146	حدیث مذکور میں آپ کی جس صاحبزادی کو غسل دینے کا ذکر ہے، وہ حضرت سیدہ ام کلثوم ہیں یا سیدہ زینب؟ اور دیگر مسائل	578
147	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	579
148	حدیث مذکور کے بعض مسائل	579
	باب: ۳۲	
149	جب نماز کا وقت آئے تو پانی کو طلب کرنا	579
150	آپ کی انگلیوں سے پانی جاری ہونے کے متعدد واقعات	580

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
151	نبی ﷺ کے معجزات کا تمام انبیاء علیہم السلام کے معجزات سے زیادہ عظیم ہونا	581
152	شرح صحیح مسلم میں باب مذکور کی احادیث کی شرح	581
	باب: ۳۳	
153	جس پانی سے انسان کا بال دھویا گیا ہو (اس کا شرعی حکم)	582
154	انسان کے بالوں کی طہارت یا نجاست میں مذاہب فقہاء	582
155	نبی ﷺ کے مونڈے ہوئے بالوں میں مذاہب فقہاء	582
156	الماوردی کے نزدیک آپ کے بالوں اور آپ کے فضلات کا نجس ہونا	583
157	شیخ تھانوی کے نزدیک نبی ﷺ کے فضلات کا نجس ہونا	584
158	بعض غیر مقلد علماء کے نزدیک نبی ﷺ کے فضلات کے نجس ہونا	584
159	اکثر شافعیہ کے نزدیک نبی ﷺ کے فضلات مبارکہ طاہر ہیں	585
160	رسول اللہ ﷺ کے فضلات کی طہارت کے متعلق احادیث	585
	باب:	
161	کتوں کا جھوٹا اور ان کا مسجد میں گزرنا	588
162	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	589
163	انسان کے سر سے بال الگ ہونے کے بعد ان کے طاہر ہونے پر دلائل	589
164	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	590
165	احباب کو عطیات عطاء کرنا اور دیگر مسائل	590
166	باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم میں	591
	باب	
167	جب تم میں سے کسی ایک کے برتن سے کتا پی لے تو وہ اس کو سات مرتبہ دھوئے	591
168	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	591
169	کتے کے جھوٹے کے متعلق مذاہب فقہاء	591
170	کتے کے جھوٹے کے متعلق فقہاء احناف کا مذہب	592
171	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	593
172	اللہ تعالیٰ کے شکر کا معنی	593
173	اللہ تعالیٰ کی بے نیازی	594
174	حدیث مذکور سے کتے کی طہارت پر استدلال اور اس کا جواب	594
175	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	594
176	مسجد میں کتوں کے آنے جانے اور پیشاب کرنے کی توجیہ	595
177	کتوں کو طاہر کہنے والوں کا رد اور کتوں کے مسجد میں پیشاب کرنے کی مزید توجیہات	595
178	کتوں کی طہارت پر علامہ ابن بطال مالکی کے دلائل	596
179	علامہ ابن بطال مالکی کے دلائل کے جوابات	596
180	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	597
181	حدیث مذکور سے امام مالک کے کتے کے جھوٹے کی طہارت پر استدلال اور اس کا جواب	597
182	شکار کرنے کے بعض احکام	598
	باب: ۳۴	
183	جس کے نزدیک صرف پیشاب اور پاخانہ کے راستے سے کسی چیز کے نکلنے سے وضو ٹوٹتا ہے	598
184	حدیث مذکور کے مسائل	603
185	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	604
186	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	605

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
187	قرائن اور قیافہ سے کوئی حکم لگانا	606
188	جماع کے دوران انزال سے پہلے الگ ہونے پر صرف وضوء کا منسوخ ہونا اور وجوب غسل کے متعلق احادیث	606
	باب: ۳۵	
189	ایک شخص اپنے صاحب (آقا) کو وضوء کرائے	607
190	وضوء کرنے میں غیر سے مدد لینے کی اقسام اور اصاغر کا اکابر کی از خود خدمت کرنا	608
	باب: ۳۶	
191	حدث (وضوء ٹوٹنے) کے بعد قرآن مجید پڑھنا	608
192	بے وضوء قرآن مجید پڑھنے کی تحقیق	610
	باب: ۳۷	
193	جس کے نزدیک صرف بھاری غشی سے وضوء واجب ہو جاتا ہے	611
	باب: ۳۸	
194	پورے سر کا مسح کرنا	612
195	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	613
196	سر کے مسح میں مذاہب فقہاء	614
197	پورے سر کے مسح کرنے کے ثبوت میں امام مالک کے دلائل	614
198	تین بالوں کی مقدار سر پر مسح کرنے کی فرضیت پر فقہاء شافعیہ کے دلائل	614
199	چوتھائی سر کے مسح کی فرضیت پر امام ابوحنیفہ کے دلائل	615
200	عمامہ پر مسح کرنے کے جوابات	615
	باب: ۳۹	
201	پیروں کو ٹخنوں تک دھونا	616
	باب: ۴۰	
202	وضوء کے بچے ہوئے پانی کو استعمال کرنا	617
203	نبی ﷺ کے وضوء سے بچے ہوئے پانی کی طہارت اور برکت	618
204	باب مذکور کی تعلیق کی حدیث متصل	619
205	نبی ﷺ کے لعاب دہن کا پاکیزہ اور خوشبودار ہونا	620
206	باب مذکور کی تعلیق کی حدیث متصل	621
207	رسول اللہ ﷺ کا زمزم کے ڈول میں کلی فرمانا	621
	باب:	622
208	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	622
209	مہر نبوت کا معنی اور مفہوم	622
210	مہر نبوت کے متعلق متعدد روایات	622
211	مہر نبوت کے متعلق متعدد روایات کا حاصل	623
212	مہر نبوت کی حکمت	623
213	حضرت السائب بن یزید رضی اللہ عنہ کا تذکرہ اور بعض دیگر مسائل	624
214	وضوء کے مستعمل پانی کے متعلق امام ابوحنیفہ کے قول کو حافظ ابن حجر کا رد کرنا	624
215	حافظ بدرالدین عینی کا امام ابوحنیفہ کی طرف سے دفاع کرنا	624
	باب: ۴۱	
216	جس نے ایک چلو پانی سے کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا	625
	باب: ۴۲	
217	سر کا مسح ایک بار کرنا	625
	باب: ۴۳	
218	مرد کا اپنی بیوی کے ساتھ وضوء کرنا اور عورت کے بچے ہوئے پانی سے وضوء کرنا	626

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
219	مردوں اور عورتوں کا ایک برتن سے پانی لے کر وضوء کرنے کا جواز اور دیگر مسائل	627		باب: ٤٧	
	باب: ٤٤		235	ایک لیٹر پانی سے وضوء کرنا	634
220	نبی ﷺ کا اپنے وضوء کے پانی کو بے ہوش شخص پر ڈالنا	627	236	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	635
221	حدیثِ مذکور کے رجال کا تعارف	628	237	وضوء اور غسل میں پانی کی مقدار کا معین نہ ہونا اور فرق اور مکوک کے معنی	635
222	کلالہ اور فرائض کا معنی	628		باب: ٤٨	
223	نبی ﷺ کے وضوء کے پانی سے شفاء اور برکت کا حصول	628	238	موزوں پر مسح کرنا	635
	باب: ٤٥		239	موزوں پر مسح کرنے میں مذاہب فقہاء	636
224	مخضب اور پیالے اور لکڑی اور پتھر کے برتن میں غسل اور وضوء کرنا	629	240	حدیثِ مذکور کے رجال کا تعارف	638
225	ہر قسم کے مادے کے برتن میں وضوء کرنے کا جواز	629		باب: ٤٩	
226	جس برتن میں کلی کی ہو اس سے وضوء کرنے کا جواز	630	241	جب کسی شخص نے اپنے پیروں کو موزوں میں داخل کیا اور وہ پاک تھے	639
227	حدیثِ مذکور کے رجال کا تعارف	631	242	حدیثِ مذکور کے رجال کا تعارف	639
228	نبی ﷺ شافی الامراض ہیں' پھر وفات تک آپ کے بیمار رہنے کی توجیہ	631	243	حافظ ابن حجر کے نزدیک موزے پہنتے وقت طہارت کاملہ کی شرط ہے اور فقہاء احناف کے نزدیک حدث کے وقت' اس پر حافظ ابن حجر کا فقہاء احناف پر اعتراض	639
229	آیا نبی ﷺ پر ازواج میں باریوں کی تقسیم واجب تھی یا نہیں؟	631	244	فقہاء احناف کی طرف سے علامہ عینی کا جواب اور حافظ ابن حجر کا رد	640
230	حضرت علی کا نام نہ لینے کی توجیہ	632		باب: ٥٠	
231	نبی ﷺ کو سات مشکوں کے پانی سے غسل کرانے کی حکمت	632	245	جس شخص نے بکری کا گوشت اور ستو کھا کر وضوء نہیں کیا	641
232	نبی ﷺ کو بیماری میں زیادہ تکلیف زیادہ اجر کی موجب ہے	633	246	آگ سے پکی ہوئی چیز کھانے کے بعد وضوء نہ کرنے کے متعلق احادیث	642
233	حدیث الباب کے دیگر مسائل	633	247	آگ سے پکی ہوئی چیز کھانے کے بعد وضوء کرنے کا حکم اور اس کا منسوخ ہونا	642
	باب: ٤٦				
234	طشت کے پانی سے وضوء کرنا	633	248	چھری سے گوشت کاٹ کر کھانے پر ایک فنی اعتراض کا جواب	643

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	باب: ٥١	
249	جس نے ستو کھانے کے بعد کلی کی اور وضوء نہیں کیا	644
250	کھانا کھانے کے بعد کلی کرنے کا استحباب' ضرورت کے وقت ذخیرہ اندوزوں سے طعام نکلوانا اور دیگر مسائل	644
	باب: ٥٢	
251	کیا دودھ پینے کے بعد کلی کرے؟	645
	باب: ٥٣	
252	نیند سے وضوء کرنا	646
253	اونگھ' نیند کے جھونکے اور نیند میں فرق	646
254	نیند سے وضوء ٹوٹنے میں مذاہب	646
255	نماز میں غلبہ نیند کے وقت دوبارہ نماز پڑھنے کے فوائد اور اگر نیند کا غلبہ نہ ہو تو وضوء کا نہ ٹوٹنا	647
	باب: ٥٤	
256	بغیر وضوء ٹوٹنے کے وضوء کرنا	648
257	ایک وضوء سے متعدد نمازیں پڑھنے کے متعلق احادیث	649
258	ہر نماز کے لیے علیحدہ وضوء کرنے کی فضیلت اور استحباب	649
259	ہر نماز کے لیے نیا وضوء کرنا یا صرف مسواک کرنا رسول اللہ ﷺ کی خصوصیت تھی	650
	باب: ٥٥	
260	گناہ کبیرہ کی تعریف' صغیرہ اور کبیرہ میں فرق اور کبائر کے متعلق حدیث	651
261	''حائط'' اور ''نمیمہ'' کا معنی	652
262	اس اعتراض کا جواب کہ آپ نے فرمایا: ان کو کسی کبیرہ چیز کے سبب سے عذاب نہیں ہو رہا حالانکہ ان کو گناہ کبیرہ کے سبب سے عذاب ہو رہا تھا	652
263	جن دو قبر والوں کو عذاب ہو رہا تھا' آیا وہ کافر تھے یا مسلمان تھے؟	653
264	جب تک درخت کی شاخ خشک نہ ہو اس وقت تک عذاب میں تخفیف ہونے کی توجیہ	653
265	تلاوتِ قرآن اور دیگر عبادات کے ایصالِ ثواب کا ثبوت	654
266	قبروں پر شاخ اور پھول وغیرہ رکھنے کا ثبوت	655
	باب: ٥٦	
267	پیشاب کو دھونے کے متعلق جو احادیث وارد ہیں	656
	باب:	657
268	علماء دیوبند کا قبروں پر پھول ڈالنے کو بدعت کہنا اور اس قول کا ابطال اور رد	657
	باب: ٥٧	
269	نبی ﷺ اور لوگوں کا اعرابی کو چھوڑے رکھنا حتیٰ کہ وہ مسجد میں پیشاب کرنے سے فارغ ہو گیا	658
270	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	659
271	زمین کے خشک ہونے سے اس کی طہارت پر اور ہر مائع چیز سے نجاست کے ازالہ پر احناف کے خلاف علامہ ابن بطال مالکی کے دلائل	659
272	زمین کے خشک ہونے سے اس کے پاک ہونے پر فقہاء احناف کے دلائل	660
273	ہر مائع چیز سے ازالہ نجاست پر فقہاء احناف کے دلائل	660
274	سخت زمین پر پانی بہانے اور نرم زمین کو کھودنے کے متعلق فقہاء احناف کے مذہب پر دلائل	661
275	مسجد میں کیا کام جائز ہیں اور کیا کام مکروہ تنزیہی ہیں اور کیا کام حرام ہیں؟	662
276	زیادہ برائی کے مقابلے میں کم برائی کو اختیار کر لینا چاہیے	662

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
277	اس اعتراض کا جواب کہ جب مسجد دھوپ سے خشک ہونے کے بعد پاک ہو جاتی ہے تو اس پر پانی کیوں بہایا گیا؟	662
278	شرح صحیح مسلم میں باب مذکور کی حدیث کی شرح	663
	باب: ۵۸	
279	مسجد میں پیشاب پر پانی بہانا	663
280	حدیث مذکور کا مکمل متن	663
281	اس اعتراض کا جواب کہ مبعوث تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تھے پھر صحابہ کو کیوں مبعوث قرار دیا؟	664
282	آسان احکام پر فتویٰ دینا چاہیے	664
	باب:	
283	پیشاب پر پانی بہادے	664
284	حافظ ابن حجر کی شرح پر تنقید	665
	باب: ۵۹	
285	بچوں کے پیشاب کا حکم	665
286	پیشاب سے آلودہ کپڑے پر پانی چھڑکنے کے متعلق احادیث	666
287	''نضح'' کا معنی پانی بہانا ہے نہ کہ پانی چھڑکنا اس کی ایک حدیث سے وضاحت	666
288	دیگر احادیث سے اس کی تائید کہ ''نضح'' کا معنی دھونا اور پانی بہانا ہے نہ کہ پانی چھڑکنا	667
289	دودھ پیتے لڑکے کے پیشاب آلودہ کپڑے پر پانی بہانے کے متعلق احادیث اور آثار	668
290	حدیث کے معنی کی وضاحت	670
291	حافظ ابن حجر کے حدیث مذکور سے استنباط کردہ مسائل اور ان پر حافظ عینی کا تعاقب	670
292	حافظ ابن حجر کے فقہاء احناف کے مذہب پر اعتراضات	670
293	مصنف کی طرف سے حافظ ابن حجر کے جوابات	671
	باب: ۶۰	
294	کھڑے ہو کر اور بیٹھ کر پیشاب کرنا	671
295	غیر مملوک جگہ پر پیشاب کرنے کی توجیہات	672
296	کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کے حکم میں مذاہب	672
297	کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کی حدیث کے معارض احادیث کی توجیہات	672
298	نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کی توجیہات	673
299	حدیث مذکور کے دیگر فوائد	673
	باب: ۶۱	
300	اپنے کسی ساتھی یا دیوار کی آڑ میں پیشاب کرنا	673
301	حدیث مذکور کے مزید مسائل اور فوائد	674
	باب: ۶۲	
302	قوم کے کچرا گھر کے پاس پیشاب کرنا	674
303	کپڑوں پر پیشاب لگنے سے کپڑے کو کاٹ دینے کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد	674
304	پیشاب کی چھینٹوں کے متعلق ہماری شریعت میں سختی نہیں ہے	675
	باب: ۶۳	
305	خون کو دھونا	675
306	''حت'' ''قرص'' اور ''نضح'' کا معنی	676
307	ہر مائع چیز سے نجاست کے ازالہ کی دلیل	676
308	قلیل نجاست کی مقدار میں مذاہب فقہاء	677
309	فقہاء احناف کے نزدیک قلیل نجاست کی مقدار	678
310	قلیل نجاست کا معیار آیا درہم کی چوڑائی ہے یا اس کا وزن؟	678
311	باب مذکور کی حدیث کے دیگر مسائل	679
312	حیض اور استحاضہ کا معنی	680

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
313	اس اشکال کا جواب کہ آپ نے حیض ختم ہونے کے بعد نماز کا حکم دیا حالانکہ اس سے پہلے غسل کرنا ضروری ہے	680
314	حائضہ عورت کو پیش آنے والے دیگر مسائل	680
	باب: ٦٤	
315	منی کو دھونا اور اس کو کھرچنا اور عورت سے جو چیز بدن پر لگے اس کو دھونا	681
316	منی کے طاہر یا نجس ہونے میں مذاہب فقہاء	682
317	منی کی طہارت پر امام شافعی اور امام احمد کے دلائل	682
318	علماء احناف کی طرف سے مذکورہ دلائل کے جوابات	682
319	صحابہ کرام کا منی آلودہ کپڑے کو دھونا یا اس سے منی کھرچنا	683
320	منی کے نجس ہونے پر عقلی دلیل	684
321	منی کے طاہر ہونے پر فقہاء شافعیہ کے عقلی دلائل اور ان کے جوابات	684
322	رطوبت فرج کا شرعی حکم	685
	باب: ٦٥	
323	جب جنابت کو دھویا یا کسی اور نجاست کو اور اس کا اثر نہیں گیا	686
324	صحیح ابن خزیمہ کی ایک حدیث سے حافظ ابن حجر کا منی کی طہارت پر استدلال اور مصنف کی طرف سے اس کے جوابات	687
	باب: ٦٦	
325	اونٹوں' چوپایوں اور بکریوں کے پیشاب کا حکم اور ان کے باڑوں کا حکم	688
326	امام بخاری کی تعلیق مذکور کی اصل اور اس تعلیق میں مذکور مشکل الفاظ کے معانی	688
327	تعلیق مذکور سے امام بخاری کا مقصود	689

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
328	حافظ ابن حجر کا کپڑے یا چٹائی پر نماز پڑھنے کو بدعت قرار دینا اور مصنف کے نزدیک اس کا سنت ثابتہ ہونا	689
329	جانوروں کے پیشاب اور گوبر کی طہارت اور نجاست میں مذاہب فقہاء	690
330	گوبر پر نماز پڑھنے کی ممانعت میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد	691
331	"عکل یا عرینة' حرّة" اور "لقاح" کے معانی	692
332	ہر جاندار کے پیشاب کا حرام ہونا' ضرورت کے وقت حرام سے علاج' عرینین کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیرنے اور ان کو پانی نہ دینے کی توجیہ	692
333	بکریوں کے قرب میں پاک جگہ پر نماز پڑھنے کی اجازت اور اونٹوں کے قرب میں نماز پڑھنے کی ممانعت	694
334	بکریوں اور اونٹوں کے باڑے میں نماز پڑھنے کے متعلق مذاہب ائمہ اور اونٹوں کو شیطان فرمانے کی توجیہ	694
335	حافظ ابن حجر کا کپڑا یا چٹائی بچھا کر نماز پڑھنے کی طرف لوٹ آنا اور بکریوں اور اونٹوں کا فرق بیان کرنا	695
336	اونٹ کا حقیقت میں شیطان نہ ہونا	695
	باب: ٦٧	
337	گھی اور پانی میں نجاستوں کا واقع ہونا	695
338	فقہاء احناف کے نزدیک قلیل اور کثیر پانی کے طاہر اور نجس ہونے کا معیار	696
339	مردہ جانور کی ہڈیوں کی طہارت میں مذہب فقہاء	697
340	جمے ہوئے گھی اور پگھلے ہوئے گھی کا فرق	698

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
341	اعلیٰ حضرت کے نزدیک ناپاک گھی کو پاک کرنے کے تین طریقے	698
342	حدیثِ مذکور کے رجال کا تعارف	699
343	شہید کے خون کے مشک کی طرح خوشبودار ہونے کے فوائد	699
	باب: ٦٨	
344	ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب کرنا	700
345	کثیر پانی کے لیے قلتین معیار نہیں ہے اور دیگر فوائد	700
	باب: ٦٩	
346	جب نمازی کی پشت پر کوئی گندگی ڈال دی جائے یا مردار ڈال دیا جائے تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی	701
347	حدیثِ مذکور کے رجال کا تعارف	703
348	''سلی'' کے معنی کی تحقیق اور اس کے معنی میں شیخ تقی عثمانی کی غلطی	703
349	اس حدیث میں مذکور بعض معین اشخاص کے اسماء کا تعارف	704
350	سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا	704
351	ابوجہل لعنۃ اللہ علیہ	704
352	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائے ضرر کو بددعاء کہنے کا عدم جواز	705
353	اس اشکال کا جواب کہ آپ کی پشت پر نجاست ڈال دی گئی تو پھر آپ کیوں نماز پڑھتے رہے؟	705
354	اوجھڑی کھانے کا شرعی حکم	705
355	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دعائے ضرر کرنے کی توجیہ	706
	باب: ٧٠	
356	کپڑے میں تھوک، رینٹ اور اس کی مثل کا حکم	707
357	حدیثِ مذکور کے رجال کا تعارف	708
	باب: ٧١	
358	نبیذ اور نشہ آور مشروب کے ساتھ وضوء کرنا جائز نہیں ہے	708
359	نبیذ کا لغوی معنی	708
360	فقہاء احناف کے نزدیک نبیذ کی تعریف	708
361	فقہاء حنبلیہ کے نزدیک نبیذ کی تعریف	709
362	فقہاء شافعیہ کے نزدیک نبیذ سے وضوء کرنے کا حکم	709
363	نبیذ سے وضوء کے جواز کے متعلق احادیث	710
364	فقہاء مالکیہ کے نزدیک نبیذ سے وضوء کرنے کا حکم	710
365	فقہاء حنبلیہ کے نزدیک نبیذ سے وضوء کرنے کا حکم	710
366	فقہاء احناف کے نزدیک نبیذ سے وضوء کرنے کا حکم	711
367	نبیذ سے وضوء کرنے پر حافظ ابن حجر عسقلانی کا یہ اعتراض کہ یہ حدیث ضعیف ہے	712
368	حافظ بدرالدین عینی کی طرف سے اعتراض مذکور کا جواب	713
369	حافظ ابن حجر کا دوسرا اعتراض کہ نبیذ سے وضوء کرنا منسوخ ہے	714
370	حافظ بدرالدین عینی کی طرف سے اعتراض مذکور کا جواب	714
371	خمر کا مطلقاً حرام ہونا اور غیر خمر مشروب کی صرف اس مقدار کا حرام ہونا جو نشہ آور ہو	715
372	ایلوپیتھک اور ہومیوپیتھک دواؤں سے علاج کرنے کا شرعی جواز	716
373	بابِ مذکور کی حدیث کی تحقیق شرح صحیح مسلم میں	716
	باب: ٧٢	
374	عورت کا اپنے باپ کے چہرے سے خون کو دھونا	717
375	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	718
376	باب مذکور کی حدیث کی زیادہ تفصیل	718

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
377	خواتین کے لیے اپنے محارم کا علاج کرنے کا جواز' انبیاء پر تکلیفوں کی حکمت' علاج کی مشروعیت اور اپنی علمی فضیلت کو بیان کرنے کا جواز	718
378	آیا نبی ﷺ نے احد میں خون آلود کرنے والے کفار کے لیے دعا مغفرت کی تھی یا نہیں؟	719
	باب: ۷۳	
379	مسواک کرنا	720
380	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	721
381	بعض الفاظ کے معانی	721
382	مسواک کرنے کا سنت مؤکدہ ہونا	721
383	مسواک کرنے کا طریقہ	721
	باب: ۷٤	
384	بڑی عمر کے شخص کو مسواک دینا	722
385	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	723
386	اصل حدیث جس کا اختصار کیا گیا	723
387	بڑی عمر والے کی فضیلت	723
	باب: ۷۵	
388	اس شخص کی فضیلت جو وضوء کر کے رات کو سویا	723
389	دعا میں مذکور بعض کلمات کے معانی	724
390	"وبنبیك الذی ارسلت" کی "وبرسولك الذی ارسلت" پر وجوہ ترجیح	725
391	روایت بالمعنی کا جواز' رات کو وضوء کر کے اور اللہ کا ذکر کر کے سونا' دائیں کروٹ پر سونا اور موت کے وقت کلمہ طیبہ پڑھنے کی دعا کرنا	726
	۵ - کتاب الغسل	727
	باب: ۱	
1	غسل سے پہلے وضوء کرنا	728
2	غسل سے پہلے وضوء کا سنت ہونا اور پیروں کو ابتداء میں دھونے اور غسل کے بعد دھونے کی احادیث میں تطبیق	728
3	غسل کے بعد پیروں کو دھونے کی تصریح' منی اور جماع کے بعد نکلنے والی رطوبت فرج کی نجاست پر دلیل	729
	باب: ۲	
4	مرد کا عورت کے ساتھ غسل کرنا	729
5	مرد اور اس کی بیوی کا ایک برتن سے پانی لے کر غسل کرنے کا جواز اور ایک دوسرے کی شرم گاہ کی طرف دیکھنے کی تحقیق	730
	باب: ۳	
6	تقریباً ۴ چار لیٹر پانی سے غسل کرنا	731
7	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	731
8	حضرت عائشہ کا اپنے محارم کو حجاب کے پیچھے غسل کر کے دکھانا	732
9	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	733
10	غسل طہارت کے لیے چار لیٹر پانی کا کافی ہونا اور صرف تہبند باندھ کر نماز پڑھنے کا جواز	733
11	ننگے سر نماز پڑھنا خلاف سنت ہے	733
	باب: ٤	
12	جس شخص نے اپنے سر پر تین بار پانی ڈالا	734
13	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	734
14	حدیث مذکور کی شرح	735
	باب: ۵	
15	ایک بار پانی ڈال کر غسل کرنا	735
	باب: ٦	
16	غسل کے وقت حلاب یا خوشبو سے ابتداء کرنا	736
17	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	736

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
18	حدیثِ مذکور کی شرح	736
	باب: ۷	
19	(غسل) جنابت میں غرارے کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا	737
20	غسل جنابت میں غرارے اور ناک میں پانی چڑھانے کی فرضیت کی تحقیق	737
21	تولیے سے بدن کو پونچھنا	738
22	وضوء اور غسل کے قطرات کا نجس نہ ہونا	739
	باب: ۸	
23	ہاتھ کو مٹی کے ساتھ ملنا تاکہ وہ صاف ہو جائے	740
	باب: ۹	
24	جب جنبی کے ہاتھ پر جنابت کے علاوہ کوئی اور نجاست نہ ہو تو کیا وہ ہاتھ دھونے سے پہلے برتن میں ہاتھ ڈال سکتا ہے؟	740
	باب: ۱۰	
25	غسل اور وضوء کا الگ الگ کرنا	742
	باب: ۱۱	
26	جس نے غسل میں دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی ڈالا	743
	باب: ۱۲	
27	جب جماع کیا' پھر دوبارہ جماع کیا اور جس نے ایک غسل سے اپنی تمام ازواج سے جماع کیا	743
28	حدیثِ مذکور کے رجال کا تعارف	744
29	احرام سے پہلے جسم پر خوشبو لگانے میں مذاہب	744
30	دوسری بار جماع کرنے سے پہلے آیا وضوء کرنا واجب ہے یا نہیں؟	745
31	نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو ایک شب میں تمام ازواج کے پاس گئے اس کی وجوہ	745
32	شرح صحیح مسلم میں باب مذکور کی حدیث کی شرح	745
33	آیا آپ کی ازواج گیارہ تھیں یا نو؟ اس کی تحقیق	746
34	ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قوت چار ہزار مردوں کے برابر تھی	747
	باب: ۱۳	
35	مذی کو دھونا اور اس سے وضوء کرنا	748
	باب: ۱۴	
36	جس نے خوشبو لگائی' پھر غسل کیا اور خوشبو کا اثر باقی رہا	748
37	احرام باندھنے سے پہلے خوشبو لگانے میں امام مالک کا مذہب	749
38	احرام باندھنے سے پہلے خوشبو لگانے میں ائمہ ثلاثہ کا مذہب	750
	باب: ۱۵	
39	بالوں میں خلال کرنا اور جب یہ یقین ہو گیا کہ کھال تک پانی پہنچ گیا تو اس پر پانی بہا دینا	750
	باب: ۱۶	
40	جس نے جنابت میں وضوء کیا' پھر سارے جسم کو دھویا اور اعضاء وضوء کو دوبارہ نہیں دھویا	751
	باب: ۱۷	
41	جب کسی شخص کو مسجد میں یاد آئے کہ وہ جنبی ہے تو وہ اسی حالت میں مسجد سے نکل جائے اور تیمم نہ کرے	752
42	اقامت کے بعد تکبیر تحریمہ پڑھنے اور نمازیوں کے کھڑے ہونے میں مذاہب اور جنبی کے مسجد میں داخل ہونے کے مذاہب اور علامہ ابن بطال کا امام ابوحنیفہ پر اعتراض	752
43	امام ابوحنیفہ پر علامہ ابن بطال کے اعتراض کا مصنف کی طرف سے جواب اور امام ابوحنیفہ اور امام	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	مالک کا جنبی کو بغیر تیمم کے مسجد میں داخل ہونے سے منع کرنا اور امام شافعی اور امام احمد کا اس کی اجازت دینا	753
	باب: ۱۸	
44	غسل جنابت کے بعد ہاتھوں کو جھاڑنا	755
	باب: ۱۹	
45	جس نے غسل میں سر کی دائیں جانب سے ابتداء کی	755
	باب: ۲۰	
46	جس نے تنہائی میں برہنہ غسل کیا اور جس نے ستر کیا تو ستر افضل ہے	756
47	تنہائی میں برہنہ غسل کرنے کا جواز اور تہبند باندھ کر نہانے کی فضیلت' انبیاء علیہم السلام کی صورت و سیرت کا بے عیب ہونا اور پتھر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ	757
	باب: ۲۱	
48	غسل میں لوگوں کے سامنے پردہ کرنا	758
49	شرم گاہوں کے چھپانے پر قرآن مجید اور حدیث سے دلائل	759
50	جس نے بغیر عذر کے شرم گاہ کو نہیں چھپایا' اس کی شہادت قبول نہیں ہوگی	760
	باب: ۲۲	
51	جب عورت کو احتلام ہو	761
	باب: ۲۳	
52	جنبی کا پسینہ' اور مسلم نجس نہیں ہوتا	761
53	حافظ ابن حجر عسقلانی کا کافر اور اس کے پسینہ کو نجس کہنا' کتب شافعیہ بلکہ کتب مذاہب اربعہ بلکہ اجماع مسلمین کے خلاف ہے	762
54	کافر اور اس کے پسینہ کی طہارت پر فقہاء مالکیہ کے دلائل	763
55	اہل فضل کا احترام' غسل جنابت کو مؤخر کرنے کا جواز اور جب جنبی کے جسم پر نجاست نہ ہو تو اس کے اعضاء کا طاہر ہونا	764
	باب: ۲۴	
56	جنبی نکلے اور بازار وغیرہ میں چلے	765
57	بغیر وضوء کیے جنبی کے کھانے پینے میں مذاہب فقہاء اور حدیث مذکور کے دیگر فوائد	766
	باب: ۲۵	
58	جب جنبی غسل سے پہلے وضوء کرلے تو اس کا گھر میں ہونا	766
59	باب مذکور کی حدیث کا سنن کی ایک حدیث سے تعارض اور اس کا جواب	767
	باب: ۲۶	
60	جنبی کا سونا	767
61	جنبی کے سونے اور کچھ کھانے سے پہلے اور دوبارہ جماع کرنے سے پہلے وضوء یا غسل کرنے کی تحقیق اور اس میں مذاہب ائمہ	768
62	جنبی کے لیے کچھ کھانے سے پہلے وضوء کرنے کے وجوب کا منسوخ ہونا	769
63	دوبارہ جماع کرنے سے پہلے وضوء کرنے کے وجوب کا منسوخ ہونا	769
64	نبی ﷺ کی وفات کے وقت آپ کی ازواج کی تعداد اور ان کے اسماء	770
65	نبی ﷺ کی کل ازواج کی تعداد' اور اُن کی ترتیب اور اُن کی تعداد جو آپ سے پہلے فوت ہو گئیں اور جن کے ساتھ آپ نے دخول کیا اور جن کے ساتھ آپ نے دخول نہیں کیا اور جن کو صرف نکاح کا پیغام دیا اور ان کے ساتھ نکاح نہیں کیا اور	

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
	جن خواتین نے خود کو آپ کے اوپر پیش کیا' ان سب کے اسماء	771
66	ازواجِ مطہرات کے سنین وفات اور مقام تدفین	771
67	نبی ﷺ کا متعدد نکاح کرنا' تبلیغ اسلام' احکامِ شرعیہ کی ترویج اور ان کے لیے نمونہ فراہم کرنے' دوست نوازی اور تشریعی مقاصد کے لیے تھا نہ کہ شہوت کے تقاضے پورے کرنے کے لیے	772
	باب: ۲۷	
68	جنبی وضوء کرے' پھر سو جائے	774
	باب: ۲۸	
69	جب دو ختنے کی جگہیں مل جائیں	775
70	چار شاخوں کا معنی	776
71	نفس دخول بلا انزال سے آیا صرف وضوء واجب ہوتا ہے یا غسل؟	776
72	وہ احادیث جن سے ثابت ہوتا ہے کہ نفس دخول بلا انزال سے صرف وضوء واجب ہوتا ہے نہ کہ غسل	776
73	جن احادیث میں یہ تصریح ہے کہ نفس دخول سے غسل واجب ہوتا ہے خواہ انزال نہ ہو	777
74	جن احادیث میں مذکور ہے کہ غسل انزال سے واجب ہوتا ہے' وہ احتلام اور خواب پر محمول ہیں	777
75	غسل انزال سے واجب ہوتا ہے' یہ حکم ابتداء اسلام میں تھا' اب منسوخ ہو چکا ہے' اب دخول بلا انزال سے بھی غسل واجب ہوتا ہے	778
76	قیاس سے اس کا ثبوت کہ نفس دخول غسل کا موجب ہے خواہ انزال نہ ہو	779
77	دو شرمگاہوں کے ملنے سے خواہ انزال نہ ہو وجوب غسل کے حکم میں امام مالک' امام احمد اور شافعی کی تصریح	779
	باب: ۲۹	
78	جسم پر جو رطوبت فرج لگ جائے' اس کا دھونا	780
79	کتاب الغسل میں امام بخاری کی عبارت پر بحث و نظر	781
80	علامہ ابن العربی کے امام بخاری پر دو اعتراض کہ امام بخاری نے اس صورت میں غسل کو مستحب کہا ہے حالانکہ یہ غسل واجب ہے اور انہوں نے ضعیف السند حدیث کو اپنی صحیح میں داخل کیا	781
81	حافظ ابن حجر کی طرف سے امام بخاری پر پہلے اعتراض کا جواب	782
82	حافظ ابن حجر کے جواب پر علامہ عینی کی جرح	782
83	حافظ ابن حجر کا علامہ ابن العربی کے دوسرے اعتراض کے جواب سے گریز	783
84	رطوبتِ فرج کی طہارت یا نجاست کے متعلق فقہاء شافعیہ کے دو قول	783
85	رطوبتِ فرج کی طہارت اور نجاست کے متعلق مذاہب احناف	784
86	''کتاب الغسل'' کا اختتام	784
	٦ - كتاب الحيض	785
1	حیض کا لغوی اور اصطلاحی معنی	785
2	حیض کے متعلق قرآن مجید کی آیت کی تفسیر	785
	باب: ۱	
3	حیض کی ابتداء کس طرح ہوئی' اور نبی ﷺ کا ارشاد: یہ وہ چیز ہے جس کو اللہ نے آدم کی بیٹیوں پر لکھ دیا ہے	786
	باب:	
4	نفاس والی عورتوں کو جب نفاس آئے تو انہیں حکم دینا	787
5	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	787
6	حائض نفساء اور جنبی کے طواف کے احکام	787

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
7	شرح صحیح مسلم میں حدیث مذکور کی شرح	787
	باب: ۲	
8	حائض کا اپنے خاوند کا سر دھونا اور اس میں کنگھی کرنا	788
9	بیوی کی مرضی سے اس سے خدمت لینے کا جواز	789
10	حائض کو چھونے اور اس کو مس کرنے کا جواز	789
11	جنبی اور حائض کے جسم پر صرف حکمی نجاست ہے	790
	باب: ۳	
12	مرد کا اپنی حائض بیوی کی گود میں قرآن پڑھنا	790
13	حائض اور جنبی کو قرآن مجید کے چھونے اور پڑھنے کی ممانعت' اسی طرح بے وضوء کو بھی	791
	باب: ٤	
14	جس نے نفاس پر حیض کا اطلاق کیا	792
15	"خمیصه" اور "خمیله" کے معنی	792
16	باب کے عنوان کی وضاحت اور حائض کے بعض احکام	793
17	نفاس والی عورتوں کے احکام	793
	باب: ٥	
18	حائض کے ساتھ مباشرت کرنا یعنی اس کے جسم کو اپنے جسم کے ساتھ لپٹانا	793
19	مباشرت کا معنی اور حائض سے مباشرت کی اقسام	794
	باب: ٦	
20	حائض کا روزے کو ترک کر دینا	796
21	لعن' کفر اور عقل کے معانی اور عورتوں کا ناقص العقل اور ناقص الدین ہونا' اکثری حکم ہے' کلی نہیں ہے	797
22	خواتین کو وعظ کرنا' عیدین اور جمعہ کے لیے خواتین کو مساجد میں جانے سے فقہاء کا منع کرنا' وعظ کا طریقہ اور حدیث مذکور کے دیگر متعدد فوائد	798
	باب: ۷	
23	حائض تمام مناسک حج ادا کرے سوائے بیت اللہ کے طواف کے	799
24	جنبی اور حائض کے قرآن پڑھنے کے جواز پر امام بخاری کے دلائل اور مصنف کے جوابات	799
25	جمہور فقہاء کے نزدیک جنبی اور حائض کے قرآن پڑھنے کی ممانعت اور ان کی متدل حدیث کی سند کی تحقیق	803
	باب: ۸	
26	استحاضہ کا بیان	804
	باب: ۹	
27	حیض کے خون کو دھونا	804
	باب: ۱۰	
28	مستحاضہ کا اعتکاف	805
29	اعتکاف میں بیٹھنے والی آپ کی زوجہ کی تعیین اور مستحاضہ کے اعتکاف میں بیٹھنے کا جواز	806
	باب: ۱۱	
30	آیا عورت اس کپڑے میں نماز پڑھ سکتی ہے' جس میں اس کو حیض آیا تھا؟	806
	باب: ۱۲	
31	حیض سے غسل کرتے وقت عورت کا خوشبو لگانا	807
32	"کست اظفار" کے معنی کی تحقیق	808
33	شوہر کی موت پر سوگ کرنے کا وجوب	808
	باب: ۱۳	
34	جب عورت حیض سے طہارت حاصل کرے تو اس کو اپنے جسم کو ملنا اور وہ کیسے غسل کرے اور وہ مشک کا ٹکڑا لے کر اس سے خون کے نشان کو صاف کرے	809
35	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	809
36	سوال کرنے والی عورت کی تعیین' حیض کی بدبو زائل کرنے کے لیے فرج پر غسل کے وقت خوشبو	

نمبرشار	عنوان	صفحہ
	لگانااور دیگر مسائل	810
	باب: ۱۴	
37	حیض میں غسل کرنا	810
	باب: ۱۵	
38	حیض سے غسل کے وقت عورت کا کنگھی کرنا	811
39	حدیث: ۲۹۴ میں حضرت عائشہ کے حج کے احرام باندھنے کا ذکر ہے اور اس باب کی حدیث میں ان کے عمرہ کا احرام باندھنے کا ذکر ہے' آیا یہ حدیث غلط ہے یا ان دونوں حدیثوں میں تطبیق ہے؟	811
40	دونوں حدیثوں میں تطبیق	812
	باب: ۱۶	
41	حیض سے غسل کے وقت عورت کا اپنے بالوں کو کھولنا	813
	باب: ۱۷	
42	گوشت کا وہ لوتھڑا جس کی شکل وصورت نمایاں ہو یا نہ ہو	813
43	اللہ تعالیٰ کو ہر چیز کی قضاء وقدر کا علم ہونا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علم قیامت پر استدلال	814
	باب: ۱۸	
44	حائض حج اور عمرہ کا احرام کس طرح باندھے؟	814
	باب: ۱۹	
45	حیض کا آنا اور جانا	815
46	حیض کے آنے اور جانے کی علامتیں	815
	باب: ۲۰	
47	حائض نماز کی قضاء نہ کرے	816
48	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	817
49	سوال کرنے والی عورت کا نام اور ''حرورية'' کا معنی	817
	باب: ۲۱	
50	حائض کے ساتھ سونا جبکہ وہ حیض کے کپڑے پہنے ہو	817
	باب: ۲۲	
51	جس نے طہارت کے کپڑوں کے علاوہ حیض کے کپڑے بنائے	818
	باب: ۲۳	
52	حائض کا عیدین اور مسلمانوں کی دعا میں حاضر ہونا اور عیدگاہ سے نکل جانا	819
53	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	820
54	''عواتق' قصر بني خلف ''اور'' جلباب'' وغیرہ کے معانی	820
55	نمازِ عید کے لیے خواتین کے عیدگاہ میں جانے کے متعلق ائمہ اربعہ کے مذاہب	820
56	حدیث مذکور کے دیگر مسائل	822
	باب: ۲۴	
57	جب عورت کو ایک ماہ میں تین حیض آئیں اور حیض میں عورتوں کی جو تصدیق کی جاتی ہے اور ان کے حیض کو اس صورت میں محمول کیا جاتا ہے جو ممکن ہو	823
58	ایک ماہ میں تین حیض گزرنے کے دعویٰ کے متعلق ائمہ اربعہ کے مذاہب	824
59	حیض کی کم از کم اور زیادہ سے زیادہ مدت میں مذاہب ائمہ	825
	باب: ۲۵	
60	غیر ایام حیض میں پیلا اور مٹیالہ رنگ	826
61	حیض کے خون کے رنگ	826
62	پیلے اور مٹیالے رنگ کے حیض ہونے یا نہ ہونے میں مذاہب ائمہ	827

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	باب:۲۶	
63	استحاضہ کی رگ	827
64	حدیثِ مذکور میں مستحاضہ کے نام میں ائمہ حدیث کا اختلاف	828
65	جس کا خون مسلسل جاری ہو آیا وہ ہر نماز کے لیے غسل کرے گی یا دو نمازوں کے لیے یا ہر روز غسل کرے گی؟	829
	باب:۲۷	
66	جس عورت کو طوافِ زیارت کے بعد حیض آ جائے	830
67	ام المؤمنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ	830
68	حائض سے طواف وداع کا ساقط ہو جانا اور طوافِ زیارت کا کسی سے ساقط نہ ہونا	831
69	حدیثِ مذکور کے رجال کا تعارف	831
70	اپنے قولِ سابق سے رجوع کرنے کی تحقیق	832
	باب:۲۸	
71	جب مستحاضہ طہر کو دیکھ لے	836
	باب:۲۹	
72	نفاس والی عورتوں کی نماز جنازہ پڑھنا اور اس کا طریقہ	837
73	حدیثِ مذکور کے رجال کا تعارف	837
74	زچگی میں فوت ہونے والی عورت کا نام اور نماز جنازہ پڑھاتے ہوئے امام کے کھڑے ہونے کی جگہ میں مذاہب فقہاء	838
	باب:۳۰	838
75	حدیثِ مذکور کے رجال کا تعارف	839
76	حائض کا نجس نہ ہونا، عورت کا نمازی کے سامنے ہونے کے جواز اور قیمتی جانمازوں پر نماز پڑھنے کی تحقیق	839
77	کتاب الحیض کا اختتام	840
	۷ - کتاب التیمم	841
	باب:۱	
1	اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''پس تم پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی کا قصد کرو پھر اپنے چہروں اور ہاتھوں پر مسح کرو'' (النساء:۴۳، المائدہ:۶)	841
2	البیداء اور ذات الجیش کا تعین اور غزوہ بنو مصطلق اور غزوہ المریسیع کی تاریخ	842
3	ہار ملنے کے سلسلہ میں دو حدیثوں میں تعارض کا جواب	843
4	آیت تیمم کے نزول کا واقعہ منافقوں کے تہمت لگانے کے واقعہ کے بعد کسی غزوہ کا ہے	843
5	حدیثِ مذکور سے بیس مسائل کا استنباط	843
6	رسول اللہ ﷺ کے علم غیب پر ایک اعتراض کا جواب	846
7	حدیثِ مذکور کے رجال کا تعارف	847
8	نبی ﷺ کے مزید بارہ خصائص	847
9	نبی ﷺ کے ۸۵ خصائص	849
10	وفات کے بعد نبی ﷺ کے ۱۰ خصائص	849
11	باب نبوت کے ساتھ متعلق آٹھ خصائص	849
12	شریعت کے ساتھ مختص نو خصائص	849
13	نماز کے ساتھ مختص نو خصائص	849
14	جہاد کے متعلق نو خصائص	849
15	نکاح کے باب میں پندرہ خصائص	850
16	نبی ﷺ کے پچیس جامع خصائص	850
17	حدیثِ مذکور شرح صحیح مسلم میں	851
	باب:۲	
18	جب کوئی شخص پانی پائے نہ مٹی	851
19	حدیث میں اس کی تصریح کہ صحابہ نے بغیر وضوء اور بغیر تیمم کے نماز پڑھی تھی	852

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
20	''فاقد الطهورين'' (جو شخص وضوء اور تیمم پر قادر نہ ہو) کے متعلق فقہاء مالکیہ کا مؤقف	852
21	''فاقد الطهورين'' کے متعلق فقہاء شافعیہ کا موقف	853
22	''فاقد الطهورين'' کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا موقف	853
23	''فاقد الطهورين'' کے متعلق فقہاء احناف کا موقف	854
24	مذاہب اربعہ کا خلاصہ اور مصنف کی تحقیق	854
	باب: ۳	
25	شہر میں تیمم کرنا' جب کوئی شخص پانی نہ پائے اور نماز کے قضاء ہونے کا خوف ہو	855
26	نماز فوت ہونے کے خوف سے شہر میں تیمم کے جواز پر آثار صحابہ سے استدلال	855
27	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	857
28	حالت جنابت میں قرآن مجید کی تلاوت نہ کرنے پر دلیل	857
29	باب مذکور کی مؤید دیگر احادیث،	858
30	شہر میں تیمم کرنے کے جواز کے متعلق مذاہب ائمہ	858
31	شہری اور تندرست کے تیمم کے جواز پر علامہ ابن بطال کے دلائل کے جوابات	859
32	باب مذکور کی حدیث کو منسوخ قرار دینے کے جوابات	860
	باب: ٤	
33	کیا تیمم کرنے والا اپنے ہاتھوں پر پھونک مارے؟	860
34	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	861
35	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نزدیک جنبی کے لیے تیمم کا جائز نہ ہونا	861
36	قیاس اور اجتہاد پر دلیل	862
37	تیمم کی کیفیت میں مذاہب ائمہ	862
38	دوبار پاک مٹی پر ہاتھ مار کر چہرے اور ہاتھوں پر مسح کرنے کے متعلق احادیث اور آثار	863
39	چہرے پر مٹی کا لیپ نہ کیا جائے	864
	باب: ۵	
40	چہرے اور ہتھیلیوں پر تیمم کرنا	864
41	تیمم کی کیفیت میں مذاہب ائمہ	866
42	حدث اصغر اور حدث اکبر دونوں کے لیے تیمم کا جواز	866
43	جنبی تیمم کر کے نماز پڑھے تو نماز کے اعادہ کی تفصیل	867
44	محدث کے اعضاء یا کپڑوں پر نجاست ہو تو تیمم کر کے نماز پڑھنے کی تفصیل	867
45	اس کی تفصیل کہ کسی عذر کی وجہ سے تیمم کر کے نماز پڑھنے کے بعد اس کا اعادہ نہیں ہے	867
46	زمین کی جنس سے تیمم کرنے کے جواز میں مذاہب ائمہ	867
47	تیمم کر کے فرض نماز' نوافل اور نماز جنازہ پڑھنے میں مذاہب ائمہ	868
48	فقہاء احناف کے نزدیک ایک تیمم سے دو فرض نمازوں کے پڑھنے کا جواز اور اس پر دلائل	868
49	حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ کا فقہاء شافعیہ کے برعکس تیمم میں کلائیوں کے بجائے ہتھیلیوں پر مسح کو صحیح قرار دینا	869
50	امام ترمذی کا کلائیوں کے بجائے ہتھیلیوں پر مسح کی روایت کو بعض اہل علم کے حوالے سے ضعیف قرار دینا	869
51	امام شافعی اور فقہاء شافعیہ کا ایک ضرب سے چہرے اور ہتھیلیوں پر مسح کی روایت کو رد کرنا اور اس کو اجماع مسلمین کے خلاف قرار دینا	870
52	تیمم کے متعلق حضرت عمار کی مضطرب روایات	871

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
	باب: ٦	
53	پاک مٹی مسلمان کے لیے آلہ طہارت ہے اور اس کو پانی سے کافی ہے	872
54	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	875
55	حدیث مذکور میں جس سفر کا ذکر ہے اس کی تعیین	876
56	اس اعتراض کے متعدد جوابات کہ جب نیند میں آپ کا دل بیدار رہتا ہے تو آپ کو سورج کے طلوع کا پتا کیوں نہیں چلا	876
57	اگر انسان کی تقصیر کے بغیر نماز قضاء ہو جائے تو اس پر گرفت نہیں ہوگی	877
58	حدیث مذکور سے تیس سے زیادہ مسائل کا استنباط	877
59	''الصابئین'' کے معنی میں اختلاف اور البقرہ: ٦٢ کی تفسیر	880
60	حدیث مذکور کی شرح، شرح صحیح مسلم میں	881
	باب: ٧	
61	جب جنبی کو اپنے نفس پر مرض یا موت کا خطرہ ہو یا انسان کو پیاس کا خوف ہو تو وہ تیمم کرلے	881
62	حضرت عمرو بن العاص کے غسل کے بجائے تیمم کرنے کی تفصیل اور اس حدیث کی تشریح	882
63	باب کے عنوان کی تائید میں ایک اور حدیث اور اس کی تشریح	883
	باب: ٨	
64	تیمم میں ایک ضرب ہے	884
65	صحابہ کرام کا مسائل میں ایک دوسرے سے اختلاف کے باوجود باہمی تعظیم وتکریم کو قائم رکھنا	886
	باب: ٩	886
☆	''کتاب التیمم'' کی تکمیل اور نعمۃ الباری کی جلداوّل کا اختتام	887
☆	نعمۃ الباری فی شرح صحیح البخاری جلداوّل کی ڈائری	889
☆	ماخذ ومراجع	891

۞۞۞۞۞

سرنامہ

بہ حضور باعث تخلیق کائنات' فخر موجودات
علیہ افضلُ الصّلوٰت وَ اکمل التّحیات

خطبة الكتاب

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله رب العالمين الذى جعلنا من المسلمين ووصفنا بخير امة من الامم الماضين وانعم علينا بتنزيل القرآن الكريم وهدانا به الى الصراط المستقيم والصلوة والسلام على اشرف الانبياء والمرسلين قائد الغر المحجلين الذى شرح الفرقان باحاديثه وبيانه القويم وكشف عن اسراره وغوامضه لهداية الناس اجمعين وانقذنا بحسن سيرته من الظلمات والضلال المبين وعلى اله الطيبين واصحابه الطاهرين الذين قاموا باشاعة الدين المتين مع كمال الخلوص والجهد العظيم وعلى ازواجه الطاهرات امهات المومنين وعلى جميع الائمة التابعين من المفسرين والمحدثين المخلصين الكاملين الى يوم الدين.

وبعد فيقول العبد الفقير الى مولاه القدير غلام رسول السعيدى دائم الاحتياج الى كرم ربه السرمدى انى بعد الفراغ من التفسير قد شرعت فى شرح الصحيح للامام البخارى (عليه نعمة البارى) توكلا على رحمة الله وفضله العميم. ولا يكون تحريره وتقريره وتكميله الا بنعمته العظمى. فلذا سميته بنعمة البارى فى شرح صحيح البخارى. (تقبله الله بلطفه وتغمدنى بغفرانه بمحض فضله)

اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له واشهد ان سيدنا ومولانا محمدا عبده ورسوله. اعوذ بالله من شرور نفسى ومن سيئات اعمالى. من يهده الله فلا مضل له ومن يضلل فلا هادى له. اللهم ارنى الحق حقًا وارزقنى اتباعه. اللهم ارنى الباطل باطلًا وارزقنى اجتنابه. اللهم اجعلنى فى تصنيف هذا الكتاب على صراط مستقيم واجعله موافقًا باسمه واحفظه من شرور الاشرار والحاسدين. اللهم اجعله خالصا لوجهك الكريم ومقبولًا عندك وعند رسولك الرؤف الرحيم واجعله شائعًا ومستفيضًا ومفيضًا مرغوبًا فى اطراف العالمين الى يوم الدين واجعله لى ولجميع من انتسب الى من المسلمين صدقة جارية الى يوم القيامة وارزقنى زيارة النبى الكريم ﷺ فى الدنيا وشفاعته فى الاخرة واحينى على الاسلام بالسلامة وامتنى على الايمان بالكرامة. اللهم انت ربى لا اله الا انت خلقتنى وانا عبدك وانا على عهدك ووعدك ما استطعت. اعوذ بك من شر ما صنعت ابوء لك بنعمتك على وابوء لك بذنبى فاغفرلى فانه لا يغفر الذنوب الا انت. رب اوزعنى ان اشكر نعمتك التى انعمت على وعلى والدى وان اعمل صالحًا ترضه. آمين يا رب العالمين بجاه سيد المرسلين ﷺ.

خطبۃ الکتاب

تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لیے مخصوص ہیں جس نے ہمیں مسلمان بنایا اور سب سے بہترین امت کا لقب عطا فرمایا' قرآن مجید نازل فرما کر ہم پر احسان کیا اور اس کتاب کے ذریعہ ہمیں سیدھی راہ دکھائی۔ حمد کے بعد سب سے افضل اور بلند رتبہ پیغمبر آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود وسلام ہو' جو سفید رو اور سفید ہاتھ پیروں والوں کے قائد ہیں' جنہوں نے اپنی احادیث اور مستحکم بیان سے قرآن مجید کی تشریح فرمائی اور تمام لوگوں کی ہدایت کے لیے اس کے اسرار و رموز سے پردہ اٹھایا اور ہمیں اپنا بہترین نمونہ عمل عطا کر کے ظلمت و گمراہی سے نجات بخشی۔ آپ کے بعد آپ کی اولادِ پاک اور صحابہ کرام پر رحمتوں کا نزول ہو' جو پورے اخلاص اور محنت کے ساتھ اشاعت دین میں مصروف رہے' اور آپ کی ازواجِ مطہرات پر رحمتوں کا نزول ہو' جو مسلمانوں کی مائیں ہیں اور ان سب کے بعد تا قیامِ قیامت آنے والے مخلص اور باکمال ائمہ مفسرین اور محدثین پر رحمتیں نازل ہوں۔

حمد وصلوٰۃ کے بعد رب کائنات کے دائمی کرم کا بندۂ محتاج غلام رسول سعیدی غفرلہٗ عرض پرداز ہے کہ میں ''تفسیر تبیان القرآن'' سے فارغ ہونے کے بعد اللہ عزوجل کی رحمت اور اس کی عنایت پر بھروسا کرتے ہوئے ''صحیح بخاری'' کی شرح کا آغاز کر چکا ہوں۔ چونکہ ظاہری قویٰ اس عظیم کام کے متحمل نہیں ہیں' اس لیے تصنیف کے جملہ مراحل سے گزر کر پایۂ تکمیل کو پہنچنے تک اس شرح کا مکمل دار و مدار صرف اور صرف اللہ عزوجل کی خصوصی نعمت اور احسان پر ہے۔ اسی لیے میں نے اس شرح کا نام ''نعمۃ الباری فی شرح صحیح البخاری'' رکھا ہے۔ (اللہ تعالیٰ اپنے لطف وعنایت سے اس تصنیف کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے اور محض اپنے فضل وکرم سے مجھے اپنی بخشش میں ڈھانپ لے۔)

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں' وہ اکیلا ہے' اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ میں اپنے نفس کے شر اور بداعمالیوں سے اللہ عزوجل کی پناہ میں آتا ہوں۔ جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت دے اُسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جس کو وہ گمراہی پر چھوڑ دے' اس کو کوئی راہِ راست پر نہیں لا سکتا۔ اے اللہ! مجھ پر حق واضح فرما اور مجھے اس کی اتباع عطا فرما اور باطل کو مجھ پر منکشف فرما اور اس سے بچنے کی توفیق مرحمت فرما۔ اے اللہ! مجھے اس شرح کی تصنیف میں صراطِ مستقیم پر گامزن فرما اور اس شرح کو اسم بہ مُسمّٰی کر دے اور اسے شریروں کے شر اور حاسدوں کے حسد سے محفوظ فرما۔ اے اللہ! اس تصنیف میں صرف اپنی رضا مقدر فرما دے اور اس کو اپنی اور اپنے مہربان رسول (سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی بارگاہ میں مقبول بنا دے' اور صبحِ قیامت تک اس کو اکنافِ عالم میں مشہور و مقبول' مرغوب و محبوب اور اثر آفرین بنا دے' اس کو میرے لیے اور میرے جملہ مسلمان متعلقین کے لیے قیامت تک صدقۂ جاریہ بنا۔ مجھے دنیا میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت اور قیامت میں آپ کی شفاعت سے بہرہ مند فرما۔ مجھے سلامتی کے ساتھ اسلام پر زندگی اور عزت کے ساتھ ایمان پر خاتمہ نصیب فرما۔ اے اللہ! تو میرا رب ہے' تیرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں' تو نے مجھے پیدا کیا ہے اور میں تیرا بندہ ہوں اور تجھ سے کیے ہوئے وعدہ اور عہد پر اپنی طاقت کے مطابق قائم ہوں۔ میں اپنی بداعمالیوں کے شر سے تیری پناہ میں آتا ہوں' تیرے مجھ پر جو انعامات ہیں' ان کا میں اقرار کرتا ہوں اور اپنے گناہوں کا اعتراف کرتا ہوں۔ میری بخشش فرما' کیونکہ تیرے سوا کوئی گناہوں کو معاف کرنے والا نہیں ہے۔ پروردگار! تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر جو انعامات فرمائے ہیں' ان پر مجھے ہمیشہ شکر ادا کرنے کی توفیق عطا فرما اور مجھے ایسے نیک اعمال کی توفیق دے جو تجھے محبوب اور پسند ہوں۔ آمین یارب العلمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نحمدہٗ و نصلی و نسلم علٰی رسولہ الکریم

کلمات تشکر

اللہ تعالیٰ کا بے حد و بے حساب شکر ہے کہ اس نے ''تبیان القرآن'' کی تکمیل کے بعد مجھے ''نعمۃ الباری فی شرح صحیح البخاری'' لکھنے کی سعادت عطا فرمائی۔

''صحیح البخاری'' کی دستیاب اردو شروحات دیکھ کر مجھے اکثر یہ خیال آتا تھا کہ کتب حدیث میں ''صحیح البخاری'' کا جو عظیم الشان مقام ہے' اس کے شایانِ شان اردو میں اس پائے کی کوئی شرح نہیں ہے' اس لیے میں چاہتا تھا کہ اردو میں بھی اس کی کوئی ایسی عظیم المرتبہ شرح لکھی جائے' جو عربی شروح میں سے ''شرح ابن بطال' عمدۃ القاری اور فتح الباری'' کا عکس جمیل ہو' کافی عرصہ سے میرے دل میں یہ تمنا تھی کہ میں ''صحیح البخاری'' کی ایسی وقیع شرح لکھوں جو میری لکھی ہوئی ''شرح صحیح مسلم'' سے فائق ہو' اللہ تعالیٰ کے بے پایاں کرم سے جب میں ''تفسیر تبیان القرآن'' سے فارغ ہو گیا تو اسی روز میں نے ''نعمۃ الباری'' کے نام سے ''صحیح البخاری'' کی شرح لکھنے کا آغاز کر دیا' تا آنکہ ۵ رجب ۱۴۲۷ھ/ یکم اگست ۲۰۰۶ء کو اس شرح کی جلد اوّل مکمل ہو گئی۔

اس شرح کی تحریک میں اور اس کے ساتھ تعاون میں سید محسن اعجاز حفظہ اللہ کا بہت بڑا دخل ہے' جو مسلسل اس کام میں دلچسپی لیتے رہے' اللہ تعالیٰ ان کی عمر' ان کے نیک اعمال اور ان کے رزق میں بے اندازہ برکتیں عطا فرمائے۔

مولانا مفتی محمد اسماعیل نورانی زید علمہ وفضلہ نے بھی اس کام میں بہت دلچسپی لی ہے' وہ ہر منگل کو میرے پاس آتے ہیں اور میرا لکھا ہوا ایک ہفتہ کا مسودہ پڑھتے ہیں' اور لکھنے میں سبقت قلم سے جو فروگزاشت ہو جاتی ہیں' مجھ سے مشورہ کر کے اس کی اصلاح کرتے ہیں۔

مولانا شبیر حسین نعیمی زید علمہ کا بھی شکر گزار ہوں' جنہوں نے ''نعمۃ الباری'' کی مکمل فہرس تیار کی' حضرت مفتی منیب الرحمان دامت الطافھم کا بھی سپاس گزار ہوں' وہ دار العلوم نعیمیہ میں قیام کے دوران مجھے مسلسل سہولتیں فراہم کرتے رہے ہیں' حضرت مولانا جمیل احمد نعیمی اور مولانا محمد اطہر نعیمی کا بھی متشکر ہوں' وہ مجھے اکثر دعاؤں اور ہر طرح کے تعاون سے نوازتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ مجھے اور ان سب حضرات کو اپنے اپنے دینی مقاصد میں کامیابی عطا فرمائے اور دنیا اور آخرت کی سعادت سے بہرہ مند فرمائے۔ آمین

شرح سے پہلے میں نے اس کا مفصل مقدمہ لکھا ہے' اس مقدمہ کا کچھ حصہ تو میں نے اپنی پرانی کتاب ''تذکرۃ المحدثین'' سے لیا ہے اور اس میں کچھ مباحث میں نے نئے شامل کیے ہیں اور پرانے مباحث میں بھی کافی اضافہ کیا ہے۔

آخر میں قارئین کرام سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ دعا کریں کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے مجھے شرح کی ابتداء کرنے کی توفیق

عطا کی ہے اس کو مکمل کرنے کی بھی سعادت عطا فرمائے۔

غلام رسول سعیدی غفرلہٗ
خادم الحدیث دارالعلوم نعیمیہ کراچی
۱۳ رجب ۱۴۲۷ھ/۹ اگست ۲۰۰۷ء
فون: ۰۳۰۰_۲۱۵۶۳۰۹ / ۰۳۲۱_۲۰۲۱۷۴۴

۞۞۞۞۞

مقدمہ

مسلمانوں کے دین کا سرمایہ اوران کی شریعت کی متاع کل رسول اللہ ﷺ کا نمونہ حیات ہے۔رسول اللہ ﷺ کے اقوال و احوال اور آپ کے شب وروز کے معمولات ہی ان کے لیے سرچشمہ ہدایت ہیں۔صحابہ کرام نے رسول اللہ ﷺ کی کتاب زندگی کے ایک ایک ورق کو حفظ کیا' خلوت وجلوت' سفر وحضر اور نجی حالات سے لے کر عام سیاسی معاملات تک رسول اللہ ﷺ کی زندگی کا کوئی واقعہ نہیں ہے مگر اس کو انہوں نے محفوظ کرلیا۔وہ رسول اللہ ﷺ کی احادیث کا تذکار کرتے اور سینوں سے لے کر صحیفوں تک انہیں محفوظ رکھتے۔ان کے بعد تابعین اور ان کے اتباع نے حفظ اور کتابت کے اس عمل کو جاری رکھا' یہاں تک کہ دوسری صدی ہجری کے بعد حدیث کی باقاعدہ تدوین شروع ہوئی اور ابواب وکتب کی ترتیب سے حدیث کی کتابیں مدون ہوئیں۔یوں ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ کی جامع سیرت اور دین کی مکمل تصویر پہنچنے کا اہتمام ہوا۔

اکابر علماء ملت اور اساتید شریعت نے علم حدیث کی تحصیل کے لیے اپنی زندگیاں وقف کردی تھیں۔انہوں نے بارہا صرف ایک حدیث کی خاطر سینکڑوں میل کا سفر کیا' طلب حدیث میں کوئی چیز ان کی راہ میں رکاوٹ نہیں بنتی تھی' وہ اپنے شاگردوں سے بھی احادیث روایت کرلیتے تھے' انہوں نے احادیث کو اپنے سینوں میں اور پھر نوشتوں میں محفوظ کیا' ناقلین حدیث کو پرکھنے کے لیے علم رجال ایجاد کیا اور اس میدان میں حیرت انگیز کارنامے انجام دیئے' مگر حدیث کے ان عظیم کارناموں کی صحیح قدر وقیمت کا اندازہ اسی وقت ہوسکتا ہے جب ہم کو یہ معلوم ہو کہ علم حدیث کی دین میں کیا اہمیت ہے؟ اور اگر امت کے پاس آج احادیث کا یہ سرمایہ نہ ہوتا تو دین کی کیا شکل وصورت ہوتی؟

مشاہیر محدثین کا تذکرہ اور ان کی تصنیفات پر تبصرہ کرنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ علم حدیث کے اہم موضوعات پر اجمالاً گفتگو کرلی جائے تاکہ قارئین کو مضامین کتاب کی علی وجہ البصیرت معرفت حاصل ہوسکے' اس سلسلہ میں ہم حدیث کی ضرورت' حجیت اور تدوین پر مختصراً گفتگو کریں گے اور اس کے بعد حدیث کی تعریف' اقسام اور کتب حدیث کی انواع اور بعض دیگر اصطلاحات کا مختصراً بیان کریں گے۔**فنقول وباللہ التوفیق**

ضرورتِ حدیث

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے انسانی معیشت کے اصول اور مبادی اجمالاً بیان فرمائے ہیں' جن کی تعبیر وتشریح بغیر احادیث نبویہ کے ممکن نہیں ہے' نیز احکام کی عملی صورت بیان کرنے کے لیے اسوۂ رسول کی ضرورت ہے۔احادیث رسول ہمیں قرآنی احکام کی عملی تصویر مہیا کرتی ہیں' علاوہ ازیں مثلاً صلوٰۃ' زکوٰۃ' تیمم' حج اور عمرہ یہ محض الفاظ ہیں' لغت عربی ان الفاظ کے وہ معانی نہیں بتاتی جو شرع میں مطلوب ہیں' پس اگر احادیث رسول موجود نہ ہوں تو ہمارے پاس قرآن کریم کے معانی شرعیہ متعین کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں رہے گا۔

حجیت حدیث

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کے اقوال اور افعال کی پیروی کا حکم دیا ہے' چنانچہ ارشاد فرماتا ہے:

اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ. (آل عمران: ۳۲) اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو۔

مَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا. رسول تم کو جو حکم دیں وہ لے لو اور جس چیز سے روکیں اس سے رک جاؤ۔ (الحشر: ۷)

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ. آپ فرما دیجئے کہ تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو۔ (آل عمران: ۳۱)

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ. تمہارے اعمال کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے۔ (الاحزاب: ۲۱)

ان آیاتِ مبارکہ سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکام کی اطاعت اور آپ کے افعال کی اتباع قیامت تک کے مسلمانوں پر واجب ہے' اب سوال یہ ہے کہ بعد کے لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکام اور آپ کے افعال کا کس ذریعہ سے علم ہو گا۔ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کو ہمارے لیے نمونہ بنایا ہے' پس جب تک حضور کی زندگی ہمارے سامنے نہ ہو' ہم اپنی زندگی کو حضور کے اسوہ میں کیسے ڈھال سکیں گے اور جب کہ ہمیں اسوۂ رسول پر اطلاع صرف احادیث سے ہی ممکن ہے تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جس طرح صحابہ کے لیے بنفس نفیس حضور کی ذات ہدایت تھی' اسی طرح ہمارے لیے حضور کی احادیث ہدایت ہیں اور اگر احادیث رسول کو حضور کی دی ہوئی ہدایات اور آپ کے نمونہ کے لیے معتبر مآخذ نہ مانا جائے تو اللہ تعالیٰ کی حجت بندوں پر ناتمام رہے گی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے رشد و ہدایت کے لیے صرف قرآن کو کافی قرار نہیں دیا بلکہ قرآن کے احکام کے ساتھ ساتھ رسول کے احکام کی اطاعت اور اس کے افعال کی اتباع کو بھی لازم قرار دیا ہے اور اس کے اقوال اور افعال کو جاننے کے لیے احادیث کے سوا اور کوئی ذریعہ نہیں ہے۔

احادیث شریفہ کو اگر معتبر نہ مانا جائے تو نہ صرف یہ کہ حضور کی دی ہوئی ہدایات سے ہم محروم ہوں گے بلکہ قرآن کریم کی دی ہوئی ہدایات سے بھی ہم مکمل طور پر مستفید نہیں ہو سکیں گے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہدایت کے لیے قرآن نازل فرمایا لیکن اس کے معانی کا بیان اور اس کے احکام کی تعلیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سپرد کر دی' چنانچہ ارشاد فرمایا:

وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ. ہم نے آپ کی طرف ذکر (قرآن کریم) نازل فرمایا تا کہ آپ لوگوں سے بیان کریں جو ان کی طرف احکام نازل کیے گئے ہیں۔ (النحل: ۴۴)

وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ. (آل عمران: ۱۶۴) اور وہ (رسول) مسلمانوں کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتے ہیں۔

ممکن ہے کوئی شخص یہ کہہ دے کہ آیات کے معانی کا بیان اور کتاب و حکمت کی تعلیم صرف صحابہ کے لیے تھی تو میں اوّلاً یہ کہوں گا کہ اسلام صرف صحابہ کا نہیں بلکہ قیامت تک کے مسلمانوں کا دین ہے' اس لیے جس ہدایت کی انہیں ضرورت تھی' ہمیں بھی ضرورت ہے۔

ثانیاً: صحابہ کرام جب اپنی بلندی مقام اور جناب رسالت مآب سے قرب کے باوجود قرآنی احکام کو سمجھنے کے لیے حضور کے بیان اور آپ کی تعلیم کے محتاج تھے تو بعد کے لوگ تو بدرجہ اولیٰ اس بیان اور تعلیم کی طرف محتاج ہوں گے۔

ثالثاً: قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَكِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍۙ○ وَّاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ ۔(الجمعۃ: ۳۔۲)

وہ ذات جس نے ان پڑھ لوگوں میں انہی میں سے ایک بڑی شان والا رسول بھیجا' جو ان پر اللہ کی آیات تلاوت کرتا ہے اور ان کا تزکیہ کرتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے جب کہ وہ لوگ پہلے کھلی گمراہی میں تھے○ اور بعد کے لوگوں کو جو ابھی پہلوں کے ساتھ لاحق نہیں ہوئے۔

قرآن کریم کی اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے قرآن کی جو تعلیم دی ہے' وہ صحابہ کے لیے بھی ہے اور بعد کے لوگوں کے لیے بھی' پس ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کا قرآن کریم کی تعلیم دینا اور آیات کے معانی بیان کرنا جس طرح صحابہ کے لیے تھا' اسی طرح قیامت تک کے مسلمانوں کے لیے بھی ہے اور اگر احادیث کو معتبر نہ مانا جائے تو بعد کے لوگوں کے لیے حضور کی تعلیم اور تزکیہ کا کس طرح ثبوت ہوگا اور اس آیت کا صدق کیسے ظاہر ہوگا۔

آپ ہی سوچیے! اگر حضور نہ بتلاتے تو ہمیں کیسے معلوم ہوتا کہ لفظ صلوٰۃ سے یہ ہیئت مخصوصہ مراد ہے' مؤذن کی اذان سے لے کر امام کے سلام پھیرنے تک نماز اور جماعت کی تفصیل ہمیں کیونکر معلوم ہوتی' اس طرح حج اور عمرہ کا بیان' احرام کہاں سے اور کس دن باندھنا ہے' وقوفِ عرفہ' طوافِ زیارت و وداع' ان تمام احکام کی تفصیل اور تعیین قرآن میں کہیں نہیں ملتی' حد یہ ہے کہ قرآن میں یہ بھی مذکور نہیں کہ حج کس دن ادا کیا جائے' زکوٰۃ کا صرف لفظ قرآن میں مذکور ہے' لیکن عُشر اور زکوٰۃ کی کسی تفصیل کا قرآن میں بیان نہیں' پھر ان کی شرعی ہیئت کذائی جس سے فرائض' واجبات اور آداب کی تمیز ہو' قرآن میں کہیں نہیں ملتی۔

قرآن کریم کے بیان کردہ ان تمام احکام کی تفصیل اور تعیین صرف حضور سے ملتی ہے' عہد رسالت میں صحابہ کو یہ بیان زبان رسالت سے حاصل ہوا اور بعد کے لوگوں کو یہی بیان احادیثِ نبویہ سے حاصل ہو رہا ہے اور جو شخص ان احادیث کو معتبر نہیں مانتا' اس کے پاس قرآن کریم کے مجمل اور مبہم احکام کی تفصیل اور تعیین کے لیے کوئی ذریعہ نہیں ہوگا۔

رسول اللہ ﷺ نے جن چیزوں کو حلال اور حرام کیا' قرآن میں کہیں ان کا ذکر نہیں ہے۔ ان کا ذکر صرف احادیثِ رسول سے ہی ممکن ہے' حضور نے شکار کرنے والے درندوں اور پرندوں کو حرام کیا' دراز گوش اور حشرات الارض کو حرام کیا اور ہمارے لیے ان احکام کا علم صرف احادیثِ رسول سے ہی ممکن ہے اور اگر احادیثِ رسول کو حجت نہ مانا جائے تو حلت وحرمت کے تمام احکام کے لیے شریعت اسلامیہ متکفل نہیں ہوگی۔

قرآن کریم کے نفس مضمون کو سمجھنے کے لیے بھی ہمیں احادیث کی ضرورت پڑتی ہے کیونکہ قرآن مجید کی بعض آیات کا نزول کسی خاص واقعہ سے متعلق ہوتا ہے' بعض دفعہ کسی خاص سوال کے سبب سے کوئی آیت نازل ہوتی ہے اور بعض مرتبہ مشرکین یا منافقین کی کسی بات کے رد میں کوئی آیت نازل ہوتی ہے' کبھی کسی آیت میں عہد رسالت میں ہونے والے کسی واقعہ کی طرف اشارہ ہوتا ہے اور کبھی صحابہ کے کسی عمل پر تنبیہ یا اس کی تائید میں کوئی آیت نازل ہوتی ہے' لہٰذا جب تک اس قسم کی تمام آیات کے پس منظر اور اسبابِ نزول کا علم نہ ہو' ان کا کوئی واضح معنی سمجھ میں نہیں آتا اور اگر فہم قرآن کے لیے احادیثِ نبویہ کو ایک معتبر ماخذ اور حجت نہ مانا جائے تو قرآن مجید کی بعض آیات ایک چیستان اور معمہ بن کر رہ جائیں گی۔

تدوینِ حدیث

عام طور پر منکرین حدیث یہ کہتے ہیں کہ احادیث کی تدوین رسول اللہ ﷺ کی وفات کے اڑھائی سو سال بعد کی گئی ہے اس لیے کتب احادیث قابل اعتبار نہیں ہیں' لیکن ان کا یہ قول سخت مغالطہ آفرینی پر مبنی ہے' کیونکہ احادیث رسول کی حفاظت اور کتابت کے سلسلہ میں عہد رسالت سے لے کر اتباع تبع تابعین تک پورے تسلسل اور تواتر سے کام ہوتا رہا ہے اور اڑھائی سو سال کے اس طویل عرصہ کے کسی وقفہ میں بھی اس کام کا انقطاع نہیں ہوا۔

رسول اللہ ﷺ کے مبارک زمانہ میں متعدد صحابہ کرام نے احادیث کو قلم بند کرنا شروع کر دیا تھا' امام بخاری اپنی ''صحیح'' میں روایت کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے طویل خطبہ دیا۔ یمن کے ایک شخص (ابوشاہ) نے آکر عرض کیا: ''اکتب لی یا رسول اللّٰہ'' یارسول اللہ! میرے لیے (یہ خطبہ) لکھ دیجئے' آپ نے حکم دیا: ''اکتبوا لابی فلان'' اس شخص کے لیے (یہ خطبہ) لکھ دو۔ (صحیح البخاری ج۱ ص ۲۲' طبع کراچی)

اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص کو احادیث لکھنے کی عام اجازت تھی' انہی سے روایت ہے:

عن عبد اللّٰہ بن عمرو قال کنت اکتب کل شیء اسمعه من رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم ارید حفظه فنهتنی قریش وقالوا اتکتب کل شیء تسمعه ورسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم بشر یتکلم فی الغضب والرضاء فامسکت عن الکتابة فذکرت ذلك الی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم فاوما باصبعه الی فیه فقال اکتب فوالذی نفسی بیده ما یخرج منه الا الحق. (سنن ابوداؤد ج۲ ص ۱۲۶' بیروت' سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۱۵۸' طبع مجتبائی پاکستان)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں حفاظت کے خیال سے رسول اللہ ﷺ سے سن کر ہر بات لکھ لیتا تھا' پس بعض قریش نے مجھے منع کیا اور کہا: تم حضور سے سن کر ہر بات لکھ لیتے ہو حالانکہ رسول اللہ ﷺ بھی ایک بشر ہیں' آپ کبھی ناراض کبھی خوش ہوتے ہیں اور یہ سن کر میں نے لکھنا چھوڑ دیا' جب رسول اللہ ﷺ سے میں نے اس واقعہ کا ذکر کیا تو رسول اللہ ﷺ نے اپنی انگلی سے اپنے دہن اقدس کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا: لکھا کرو' قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے! اس منہ سے حق کے سوا اور کچھ نہیں نکلتا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بھی حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما کے احادیث لکھنے کا تذکرہ کیا ہے' فرماتے ہیں:

ما من اصحاب النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم احد اکثر حدیثا عنه منی الا ما کان من عبد اللّٰہ بن عمرو فانه کان یکتب ولا اکتب.

(صحیح البخاری ج۱ ص ۲۲' طبع کراچی)

نبی کریم ﷺ کے صحابہ میں مجھ سے زیادہ کسی کے پاس حضور کی احادیث محفوظ نہ تھیں' سوا عبداللہ بن عمرو کے کیونکہ وہ احادیث لکھتے تھے اور میں نہیں لکھتا تھا۔

''ابوداؤد'' اور ''بخاری'' کی ان روایتوں سے یہ ثابت ہو گیا کہ حضرت عبداللہ بن عمرو احادیث قلم بند کیا کرتے تھے' رہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ تو رسول اللہ ﷺ کی توجہ کی وجہ سے ان کا حافظہ بہت تیز ہو گیا تھا' اس وجہ سے وہ احادیث نہیں لکھتے تھے تاہم ان کے پاس رسول اللہ ﷺ کی احادیث کتب اور صحائف کی شکل میں بھی محفوظ تھیں' چنانچہ عمرو بن امیہ بیان کرتے ہیں:

تحدث عند ابی هریرة بحدیث فاخذ بیدی

حضرت ابوہریرہ کے سامنے ایک حدیث پر گفتگو ہوئی تو وہ

الی بیته فارانا کتبا من حدیث النبی صلی اللّٰه علیه وسلم وقال هذا هو مکتوب عندی.

میرا ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر لے گئے اور ہمیں (احادیث کی) کتابیں دکھائیں اور کہا: دیکھو وہ حدیث میرے پاس لکھی ہوئی ہے۔

(فتح الباری ج ۱ ص ۲۱۷ طبع مصر)

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابوہریرہ کے پاس ان کی تمام مرویات لکھی ہوئی محفوظ تھیں' حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ ابوہریرہ ابتداء زمانۂ رسالت میں احادیث نہیں لکھتے تھے' حضور کے وصال کے بعد انہوں نے احادیث کو لکھ لیا یا اسی زمانہ میں وہ کسی اور شخص سے ان احادیث کو لکھواتے رہے ہوں گے اور حضرت انس نے تو احادیث لکھ کر حضور کو سنانے کا شرف بھی حاصل کر لیا تھا' چنانچہ قتادہ روایت کرتے ہیں:

کان یملی الحدیث حتی اذا اکثر علیه الناس جاء بمجال من کتب فالقاها ثم قال هذه احادیث سمعتها و کتبتها عن رسول اللّٰه و عرضتها علیه.

حضرت انس احادیث لکھوایا کرتے تھے اور جب لوگ زیادہ تعداد میں آئے تو وہ اپنا صحیفہ لے کر آئے اور اس کو ان کے آگے رکھ کر فرمایا: یہ وہ احادیث ہیں جن کو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سن کر لکھا اور انہیں میں آپ پر پیش کر چکا ہوں۔

(تقیید العلم ص ۹۶-۹۵)

حضرت عبداللہ بن عمرو بھی احادیث کو لکھ کر صحائف میں محفوظ رکھا کرتے تھے' چنانچہ روایت ہے:

یروی عن عبد اللّٰه بن عمرو کان خرج الی السوق نظر فی کتبه وقد اکد الراوی ان کتبه هذه کانت فی الحدیث.

روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو جب بھی بازار جاتے تو اپنی کتابوں کو دیکھ لیتے تھے' راوی تاکید کہتے ہیں کہ ان کی وہ کتابیں احادیث پر مشتمل تھیں۔

(الجامع الاخلاق الراوی وآداب السامع ص ۱۰۰)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص' حضرت ابوہریرہ اور حضرت انس بن مالک کے بارے میں آپ کی نظر سے شواہد گزر چکے ہیں کہ یہ حضرات عہد رسالت میں احادیث کو صحائف میں لکھ کر محفوظ کر لیا کرتے تھے' اب ہم آپ کے مطالعہ میں ایک ایسا ثبوت پیش کرتے ہیں' جس سے ظاہر ہوگا کہ سرکار کے زمانۂ اقدس میں بالعموم صحابہ کرام احادیث لکھ کر محفوظ کر لیا کرتے تھے' چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرو فرماتے ہیں:

کان عند رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم ناس من اصحابه وانا معهم وانا اصغر القوم فقال النبی صلی اللّٰه علیه وسلم من کذب علی متعمّدا فلیتبوأ مقعده من النار فلما خرج القوم قلت کیف تحدثون عن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم وقد سمعتم ما قال وانتم تنهمکون فی الحدیث عن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم فضحکوا وقالوا یا ابن اخینا ان کل ما سمعنا منه عندنا فی کتاب.

رسول اللہ ﷺ کے پاس آپ کے صحابہ میں سے چند لوگ حاضر تھے اور میں بھی ان کے ساتھ تھا جب کہ میں ان سب سے عمر میں کم تھا' نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو شخص میری طرف جھوٹ منسوب کرے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے' جب لوگ باہر گئے تو میں نے ان سے کہا کہ تم رسول اللہ ﷺ سے احادیث کیسے بیان کرتے ہو جب کہ تم آپ کا ارشاد سن چکے ہو اور آپ تم لوگ رسول اللہ ﷺ سے بکثرت احادیث بیان کرتے ہیں' یہ سن کر وہ لوگ ہنسے اور کہنے لگے: اے بھتیجے! ہم لوگ جو بھی بیان کرتے ہیں' وہ سب ہمارے پاس لکھا ہوا محفوظ ہے۔

(مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۵۲-۱۵۱' بیروت)

ان احادیث سے یہ ظاہر ہو گیا کہ احادیث کو لکھنے اور محفوظ کرنے کا کام عہدِ رسالت میں شروع ہو چکا تھا اور صحابہ کرام رسول اللہ ﷺ کے ارشادات اور آپ کے افعال اور احوال لکھ کر قلم بند کیا کرتے تھے اور اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ بعض احادیث میں لکھنے کی جو ممانعت آئی ہے' وہ بعض مواقع کے ساتھ مخصوص ہے' یعنی رسول اللہ ﷺ نے ان صورتوں میں لکھنے سے منع فرمایا تھا' جن میں قرآن اور حدیث کے اشتباہ کا احتمال تھا۔

رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد دورِ صحابہ میں تابعین نے صحابہ کی مرویات کو لکھ کر محفوظ کرنا شروع کیا' حضرت ابوہریرہ جن سے پانچ ہزار تین سو چوہتر (۵۳۷۴) احادیث مروی ہیں' انہوں نے بے شمار شاگرد تیار کیے اور ان لوگوں نے ان احادیث کو لکھ کر محفوظ کیا اور یہ سلسلہ روایت آگے بڑھایا' چنانچہ ''مسند دارمی'' میں ہے کہ آپ کے شاگردوں میں سے بشیر بن نہیک نے آپ کی روایات کو لکھ کر محفوظ کر لیا تھا' حضرت عبد اللہ بن عباس سے ایک ہزار چھ سو ساٹھ (۱۶۶۰) احادیث مروی ہیں' ان کی روایات کو دوسرے شاگردوں کے علاوہ کریب نے محفوظ کر لیا تھا۔ (طبقات ابن سعد ج ۵ ص ۱۶' دار صادر' بیروت) اور حضرت انس جو کہ دو ہزار دو سو چھیاسی (۲۲۸۶) احادیث کے راوی ہیں' ان کے بارے میں ''مسند دارمی'' میں ہے کہ ان کی مرویات کو ابان نے لکھ کر محفوظ کر لیا تھا۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جو دو ہزار دو سو دس (۲۲۱۰) احادیث کی روایت کرتی ہیں' ان کی احادیث کو عروہ بن الزبیر نے لکھ کر محفوظ کر لیا تھا۔ (الکفایہ ص ۲۲۹) حضرت عبد اللہ بن عمر جو ایک ہزار چھ سو تیس (۱۶۳۰) احادیث کی روایت کرتے ہیں' ''طبقاتِ ابن سعد'' اور ''دارمی'' میں ہے کہ ان کی روایات کو نافع نے لکھ کر محفوظ کر لیا تھا اور حضرت جابر جو ایک ہزار پانچ سو چالیس (۱۵۴۰) احادیث کے راوی ہیں' ان کی مرویات کو قتادہ بن دعامہ سدوسی نے لکھ کر محفوظ کر لیا تھا۔

(طبقات ابن سعد ج ۷ ص ۲۷' دار صادر' بیروت)

مذکور الصدر سطور میں چند مثالیں پیش کی ہیں' ورنہ صحابہ کرام سے احادیث کا سماع اور روایت کرنے والے تمام حضرات احادیث کو ضبطِ تحریر میں لے آتے تھے۔ پہلی صدی ہجری کے اخیر تک اسی طرح متفرق طور پر کتابت کے سہارے تدوین حدیث کا کام آگے بڑھتا رہا' احادیث کے یہ صحائف اور نوشتے کسی نقطہ پر مشترک اور کسی جہت سے مجتمع نہ تھے' بغیر کسی ترتیب کے تابعین کرام نے اپنی اپنی مرویات کو اپنے سینوں اور صحیفوں میں محفوظ کر رکھا تھا' یہاں تک کہ حضرت عمر بن عبد العزیز کا زمانہ خلافت آیا اور انہوں نے احادیث کو یکجا کرنے کا ارادہ کیا' چنانچہ اس کام کے لیے انہوں نے معتمد اور مستند علماء کی ایک کمیٹی مقرر کی' جن میں ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم' قاسم بن محمد بن ابی بکر اور ابوبکر محمد بن مسلم بن عبید اللہ بن عبد اللہ بن شہاب زہری کے اسماء خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

عمر بن عبد العزیز نے مختلف علاقوں سے احادیث کا لکھا ہوا ذخیرہ جمع کیا اور ابن شہاب زہری نے ان احادیث کو ترتیب دیا' تہذیب سے منظم اور منضبط کیا۔ (تدریب الراوی ص ۷۳) احادیث کو جمع اور منظم کرنے کے ساتھ ساتھ حدیث کو سند کے ساتھ بیان کرنے کی ابتداء بھی ابن شہاب زہری نے کی ہے۔ اسی وجہ سے ان کو علم اسناد کا واضع کہا جاتا ہے۔

احادیث کی ترتیب اور تہذیب کا جو کام ابن شہاب زہری نے شروع کیا تھا' اس کام کو ان کے مایہ ناز تلامذہ برابر آگے بڑھاتے رہے' یہاں تک کہ دوسری صدی کے اخیر میں ان کے ایک نامور شاگرد امام مالک بن انس اصبحی نے احادیث کو باب وار ترتیب دے کر پہلا مجموعہ حدیث ''موطا'' کے نام سے پیش کر دیا۔

''موطأ امام مالک'' کے علاوہ امام اعظم نے اپنی مرویات کو ''کتاب الآثار'' کے نام سے پیش کیا' جس کو ان کے لائق اور قابلِ صد فخر تلامذہ نے الگ الگ روایت کیا ہے' ان حضرات کے علاوہ دوسری صدی کے جن دوسرے متعدد بزرگ مصنفین نے فنِ حدیث

میں کتابیں پیش کی ہیں' ان میں سے بعض کی کتابیں یہ ہیں: سنن ابوالولید ۱۵۱ھ' جامع سفیان ثوری ۱۶۱ھ' مصنف ابی سلمہ ۱۶۷ھ' مصنف ابن سفیان ۱۹۷ھ' جامع سفیان بن عیینہ ۱۹۸ھ اور تیسری صدی کے جن مصنفین نے حدیث کی کتابیں تصنیف کی ہیں' ان میں سے بعض حضرات کی کتابیں یہ ہیں: کتاب الام للشافعی ۲۰۴ھ' مسند احمد بن حنبل ۲۴۱ھ' الجامع الصحیح للبخاری ۲۵۶ھ' الجامع للمسلم ۲۶۱ھ' سنن ابوداؤد ۲۷۵ھ' الجامع للترمذی ۲۷۹ھ' سنن ابن ماجہ ۲۷۳ھ۔

مضبوط اور مستحکم حوالہ جات کی روشنی میں ہم نے آپ کے سامنے عہد رسالت سے لے کر صحاح ستہ کے مصنفین تک تدوین حدیث کا ایک مربوط جائزہ پیش کر دیا ہے' جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ زمانۂ رسالت سے لے کر اتباع تبع تابعین تک ہر دور میں احادیث کو قلم بند کیا جاتا رہا اور سینوں سے لے کر صحیفوں تک ہر طرح سے حدیث کی حفاظت کی جاتی رہی' نیز ہر دور میں لوگوں نے اپنے زمانہ کے مخصوص تقاضوں اور تصنیف و تالیف کے رجحانات کو سامنے رکھ کر احادیث کی تدوین کی' یہاں تک کہ تیسری صدی میں مصنفین صحاح ستہ نے پہلے لوگوں کی خوبیوں کو نئے اضافوں کے ساتھ ضم کر کے ایک جامع اسلوب کے ساتھ اپنی تصانیف کو پیش کیا' جن کا تفصیلی تعارف اور تبصرہ اس کتاب کے آئندہ ابواب میں پیش کیا جا رہا ہے۔ حدیث کی ضرورت' حجیت اور تدوین پر بحث کرنے کے بعد ضروری معلوم ہوتا ہے کہ حدیث کی تعریف اور اس کی اقسام وغیرہ پر بھی گفتگو کر لی جائے۔

تعریف حدیث

علم حدیث کی دو قسمیں ہیں: علم حدیث روایۃً اور علم حدیث درایۃً' حدیث از روئے روایت اس علم کو کہتے ہیں' جس سے رسول اللہ ﷺ کے اقوال' افعال' احوال اور اوصاف کی معرفت حاصل ہو۔ اس علم کا موضوع خود حضور کی ذات مقدسہ ہے' اور علم حدیث از روئے درایت وہ علم ہے' جس سے راوی اور مروی عنہ کے حالات بہ حیثیت رد اور قبول معلوم ہوں' اس علم کا موضوع راوی اور مروی عنہ ہیں۔

اقسام حدیث

حدیث کی تعریف کے بعد اس کی بعض ضروری اقسام کی تعریفیں پیش کی جاتی ہیں:

مرفوع : جس حدیث میں رسول اللہ ﷺ کے اقوال' افعال اور تقریرات کا بیان ہو۔

موقوف : جس حدیث میں صحابہ کرام کے اقوال' احوال اور تقریرات کا بیان ہو۔

مقطوع : جس حدیث میں تابعین کے اقوال' افعال اور تقریرات کا بیان ہو۔

متصل : جس حدیث کی سند سے کوئی راوی ساقط نہ ہو۔

معلق : جس حدیث کی سند کے شروع سے راوی کو حذف کر دیا جائے' خواہ یہ حذف بعض کا ہو یا کل کا۔

مرسل : جس حدیث کی سند کے اخیر سے راوی کو ساقط کر دیا جائے' مثلاً تابعی حضور سے روایت کرے اور صحابی کو چھوڑ دے۔

معضل : درمیان سند سے دو متوالی راویوں کو چھوڑ دیا جائے۔

منقطع بہ معنی اخص: دو سے زیادہ راویوں کو سند میں ایک جگہ سے یا دو راویوں کو متعدد جگہ سے چھوڑ دیا جائے۔

مضطرب : سند یا متن حدیث میں زیادتی' نقصان یا تقدیم و تاخیر کر دی جائے۔

مدرج : متن حدیث میں راوی اپنا یا غیر کا کلام ملا دے۔

شاذ : جس میں ثقہ راوی اپنے سے زیادہ ثقہ راوی کی مخالفت کرے (اس کا مقابل محفوظ ہے)۔
منکر : جس روایت میں زیادہ ضعیف راوی کم ضعیف کی مخالفت کرے (اس کا مقابل معروف ہے)۔
معلل : جس حدیث میں علت خفیہ قادحہ ہو مثلاً حدیث مرسل کو موصولاً روایت کیا جائے۔
صحیح لذاتہ : جس حدیث کے تمام راوی متصل عادل تام الضبط ہوں اور وہ حدیث غیر شاذ اور غیر معلل ہو۔
صحیح لغیرہ : جس حدیث میں کمال ضبط کے سوا صحیح لذاتہ کی تمام صفات ہوں اور ضبط کی کمی تعدد طرق روایت سے پوری ہو جائے۔
حسن لذاتہ : جس حدیث میں کمال ضبط کے سوا صحیح لذاتہ کی تمام صفات ہوں اور یہ کمی تعدد طرق سے پوری نہ ہو۔
حسن لغیرہ : جو حدیث صحیح لذاتہ کی ایک سے زیادہ صفات سے قاصر ہو لیکن یہ کمی تعدد طرق روایت سے پوری ہو جائے۔
ضعیف : جو حدیث صحیح لذاتہ کی ایک سے زیادہ صفات سے قاصر ہو اور تعدد طرق سے وہ کمی پوری نہ ہو۔
متروک : جس حدیث کی سند میں کوئی راوی متہم بالکذب ہو۔
موضوع : جس حدیث کی سند میں کوئی ایسا راوی ہو جس سے وضع فی الحدیث ثابت ہو۔
غریب : جس حدیث کی سند کا کوئی راوی سلسلہ سند کے کسی شیخ سے روایت میں منفرد ہو۔
عزیز : جس حدیث کے دو راوی ہوں پھر سلسلہ سند کے ہر راوی سے کم از کم دو شخص روایت کرتے ہوں۔
مشہور : جو حدیث دو سے زیادہ طرق سے مروی ہو (یعنی سلسلہ سند میں کسی شخص سے بھی تین سے کم راوی نہ ہوں اور نہ زیادتی حد تواتر سے کم ہو)[1]
متواتر : جو حدیث ہر دور میں اتنے کثیر طرق سے مروی ہو کہ ان روایات کا توافق علی الکذب عادۃً محال ہو۔

اقسام کتب حدیث

کتب حدیث کی انواع اور اقسام کافی زیادہ ہیں یہاں پر بعض ضروری اقسام کو بیان کیا جارہا ہے۔
صحیح : جس کتاب کے مصنف نے صرف احادیث صحیحہ کا التزام کیا ہو جیسے "صحیح بخاری وصحیح مسلم" وغیرہ۔
جامع : جس کتاب میں آٹھ عنوانوں کے تحت احادیث لائی جائیں اور وہ یہ ہیں: سیر آداب تفسیر عقائد فتن احکام اشراط مناقب جیسے "بخاری" اور "ترمذی" وغیرہ۔
سنن : جس کتاب میں فقط احکام سے متعلق احادیث ہوں جیسے "سنن ابوداؤد نسائی"۔
مسند : جس کتاب میں ترتیب صحابہ سے احادیث لائی جائیں جیسے "مسند احمد بن حنبل"۔
معجم : جس کتاب میں ترتیب شیوخ سے احادیث لائی جائیں جیسے "معجم طبرانی"۔
مستخرج : جس کتاب میں کسی اور کتاب کی احادیث کو ثابت کرنے کے لیے ان احادیث کو مصنف کتاب کے شیخ یا شیخ الشیخ کی دیگر اسناد سے وارد کیا جائے جیسے "مستخرج لابی نعیم علی البخاری"۔
مستدرک : جس کتاب میں مختلف ابواب کے تحت ان احادیث کو لایا جائے جو ان ابواب میں کسی اور مصنف سے رہ گئی ہوں جیسے حاکم کی "مستدرک علی الصحیحین"۔

[1] غریب عزیز اور مشہور ان میں سے ہر قسم کو خبر واحد کہا جاتا ہے۔

رسالہ : جس کتاب میں جامع کے آٹھ عنوانوں میں سے کسی ایک عنوان کے تحت احادیث ہوں' جیسے امام احمد کی ''کتاب الزہد'' آداب میں اور ابن جریر طبری کی کتاب ''تفسیر'' میں۔

جز : جس کتاب میں صرف ایک موضوع پر احادیث ہوں' جیسے امام بخاری کی'' جزء القراءة خلف الامام''۔

اربعین : جس کتاب میں چالیس احادیث ہوں' جیسے'' اربعین نووی''۔

امالی : جس کتاب میں شیخ کے املاء کرائے ہوئے فوائد حدیث ہوں' جیسے'' امالی امام محمد''۔

اطراف : جس کتاب میں حدیث کا صرف وہ حصہ ذکر کیا جائے' جو بقیہ پر دلالت کرے اور پھر اس حدیث کے تمام طرق اور اسانید بیان کر دیئے جائیں یا بعض کتب مخصوصہ کی اسانید بیان کی جائیں' جیسے'' اطراف الکتب الخمسة لابی العباس'' اور'' اطراف المزی''۔

طبقات کتب حدیث: شاہ ولی اللہ نے کتب حدیث کی صحت' شہرت اور مقبولیت کے اعتبار سے چار طبقے بیان کیے ہیں' جن کو ہم تلخیص کے ساتھ پیش کر دیتے ہیں۔

(۱) پہلا طبقہ ان کتابوں کا ہے' جن کی صحت' شہرت اور مقبولیت سب سے زیادہ ہے' جیسے'' صحیح بخاری' صحیح مسلم اور موطا امام مالک''۔

(۲) دوسرا طبقہ ان کتابوں کا ہے' جو صحت' شہرت اور مقبولیت میں پہلے طبقہ کے قریب ہیں' اس طبقہ کی اکثر کتابوں میں اکثر احادیث صحیح اور حسن ہیں' بعض ضعیف روایات بھی آ گئی ہیں لیکن ان کا ضعف بیان کر دیا گیا ہے' جیسے'' جامع ترمذی' سنن ابوداود اور سنن نسائی''۔

(۳) اس طبقہ میں ان مصنفین کی کتابیں ہیں' جو امام بخاری اور مسلم پر مقدم' ان کے معاصر یا ان کے متقارب تھے حدیث میں ان کی فنی مہارت تو مسلم تھی لیکن ان کی تصانیف میں دوسرے طبقہ کی بہ نسبت ضعیف روایات زیادہ ہیں بلکہ بعض ایسی احادیث بھی ہیں جو متہم بالوضع ہیں جیسے'' مسند شافعی' سنن ابن ماجہ' مصنف عبدالرزاق' مصنف ابن ابی شیبہ' سنن دارمی' سنن دارقطنی' سنن بیہقی اور تصانیف طبرانی''۔

(۴) چوتھے طبقہ میں ان متاخرین علماء کی کتابیں ہیں' جن کی روایت کردہ احادیث کا قرون اولی میں ثبوت نہیں ملتا۔ اس سے دو ہی مطلب ہیں' یا تو متقدمین کو ان احادیث کی اصل نہیں مل سکی یا انہوں نے ان روایات میں کوئی علت خفیہ دیکھ کر ترک کر دیا۔ جیسے دیلمی' ابونعیم اور ابن عساکر وغیرہ کی تصانیف۔

مراتب ارباب حدیث

سطور ذیل میں مراتب ارباب حدیث کا بیان کیا جاتا ہے۔

طالب : حدیث کا متعلم۔

شیخ : حدیث کے معلم کو محدث یا شیخ کہتے ہیں۔

حافظ : جس شخص کو ایک لاکھ احادیث متناً وسنداً اور اس کے رواۃ کے احوال جرحاً وتعدیلاً محفوظ ہوں۔

حجۃ : جس شخص کو تین لاکھ احادیث متناً وسنداً اور جرحاً وتعدیلاً محفوظ ہوں۔

حاکم : جس شخص کو تمام احادیث مرویہ متناً وسنداً اور جرحاً وتعدیلاً محفوظ ہوں۔

حدیث ضعیف کے افراد

جب حدیث کی سند میں کوئی طعن یا جرح پائی جائے تو وہ حدیث باعتبار سند کے مطعون اور مجروح ہو جاتی ہے۔سطور سابقہ میں اس کی چند اقسام بیان کی گئی ہیں مثلاً مضطرب' منقطع' معلول' منکر' متروک' مبہم وغیرہ' طعن کی یہ تمام اقسام حدیث ضعیف میں داخل ہیں' البتہ ان کے مراتب میں فرق ہوتا ہے اور حدیث متروک یعنی جس کا راوی متہم بالکذب ہو' باقی اقسام کی بہ نسبت زیادہ شدید ضعف کی حامل ہوتی ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ایک حدیث کی سند میں متعدد وجوہ طعن ہوں' مثلاً وہ حدیث معلول بھی ہو' منکر بھی اور متروک بھی لیکن متعدد وجوہ طعن جمع ہونے کے باوجود بھی وہ حدیث ضعیف ہی رہے گی' البتہ جس قدر وجوہ طعن زیادہ ہوں گے' اس کا ضعف بڑھتا جائے گا' بتلانا یہ مقصود ہے کہ سند میں طعن اور جرح کی زیادتی' اس کے وضع اور بطلان کو مستلزم نہیں ہوتی' حدیث کو صرف اس وقت موضوع قرار دیا جائے گا جب اس کی سند میں کوئی وضاع راوی آ جائے۔

غیر صحیح کی تحقیق

بعض' نعہ محدثین حضرات کسی سند کے بارے میں لکھتے ہیں: ''لا یصح'' یعنی یہ سند صحیح نہیں ہے' اس جملہ سے بعض ناواقف لوگ یہ مغالطہ کھاتے ہیں کہ یہ حدیث موضوع یا باطل ہے' حالانکہ اصطلاح محدثین میں صحیح' غلط یا باطل کا مقابل نہیں ہوتا' بلکہ صحیح کے مقابلہ میں صحیح لغیرہ' حسن لذاتہ' حسن لغیرہ اور ضعیف یہ سب شامل ہیں' اور جب وہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے تو اس کا مطلب ہوتا ہے: یہ صحیح لذاتہ نہیں ہے اور ایسی صورت میں یہ صحیح لغیرہ' حسن لذاتہ یا حسن لغیرہ ہوسکتی ہے۔خلاصہ یہ ہے کہ صحت کی نفی تو ضعف کو بھی مستلزم نہیں' چہ جائیکہ صحت کی نفی سے وضع یا بطلان کا حکم لازم آئے' اس مبحث کی نفیس تحقیق اعلیٰ حضرت احمد رضا خان بریلوی نے رسالہ'' منیر العینین'' میں بیان فرمائی ہے۔

متن اور سند میں احکام کا فرق

راوی کی مجروحیت اور وجوہ طعن کا تعلق سند سے ہوتا ہے' متن حدیث کا حکم دوسرے قرائن کے اعتبار سے کیا جاتا ہے' یہ ممکن ہے کہ کسی صحیح حدیث کو ایک وضاع راوی بیان کرے' پس اس سند کے اعتبار سے تو اس حدیث کو موضوع کہا جائے گا' لیکن فی نفسہ وہ حدیث موضوع نہیں کہلائے گی' البتہ جب کسی حدیث کی سند میں کوئی وضاع راوی ہو اور اس حدیث کا متن کسی طریقہ سے ثابت نہ ہو تو وہ حدیث مطلقاً موضوع کہلائے گی۔اس کی مثال یہ ہے کہ علامہ شمس الدین ذہبی'' میزان الاعتدال'' میں بیان فرماتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل نے'' عن ابراھیم بن موسٰی المروزی عن مالك عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنہما'' حدیث'' طلب العلم فریضة'' کو موضوع فرمایا' علامہ ذہبی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اس سند کے اعتبار سے موضوع ہے' ورنہ نفس حدیث دیگر طرق ضعیفہ سے ثابت ہے' اسی طرح'' تمہید'' میں حافظ ابن البر نے حدیث'' الصلوة بسواك خير من سبعين صلوٰة'' کو باطل کہا ہے' لیکن علامہ سخاوی فرماتے ہیں کہ یہ حکم بھی اس خاص سند کے اعتبار سے ہے۔

اسی طرح حدیث ضعیف میں بھی ضعیف کا حکم باعتبار سند کے ہوتا ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کسی صحیح حدیث کو ایک ضعیف راوی بیان کرے' اس سند کے اعتبار سے وہ حدیث ضعیف کہلائے گی' لیکن متن حدیث کا یہ حکم نہیں ہوگا' علامہ نووی فرماتے ہیں:

ان روایات الراوی الضعیف یکون فیه الصحیح والضعیف والباطل فیکتبونها ثم یمیز اهل الحفظ والاتقان بعض ذلك من بعض وذلك سهل علیهم

ضعیف راوی کی روایات میں صحیح' ضعیف اور باطل ہر قسم کی احادیث ہوتی ہیں۔محدثین ان تمام روایات کو لکھ لیتے ہیں' پھر اہل علم ان کو تمیز دیتے ہیں اور یہ ان کے لیے آسان ہے' اسی دلیل

معروف عندهم وبهذا احتج السفيان الثورى حين نهى عن الرواية عن الكلبى فقيل له انت تروى عنه فقال انا اعرف صدقه من كذبه.
(شرح مسلم للنووی ج ۱ ص ۲۱ طبع کراچی)

سے سفیان ثوری نے اس وقت استدلال کیا جب ان سے کلبی کی روایات قبول کرنے پر اعتراض کیا گیا تو انہوں نے کہا: میں اس کے صدق اور کذب میں تمیز کر لیتا ہوں۔

وغير ذلك فلا يعمل فيها الا بالحديث الصحيح او الحسن الا ان يكون فى احتياط شىء كما اذا ورد حديث ضعيف بكراهية بعض البيوع او الا نكحة.
(شرح صحیح مسلم للنووی ج ۱ ص ۲۱ طبع کراچی)

اور طلاق وغیرہ میں حدیث صحیح یا حسن کے سوا اور کسی پر عمل درست نہیں الّا یہ کہ اس میں احتیاط ہو مثلاً بیع یا نکاح کی کراہت میں کوئی حدیث ضعیف وارد ہو۔

حدیث ضعیف کی تقویت

فضائل اعمال اور باب مناقب میں عموماً احادیث ضعیفہ کا اعتبار کیا جاتا ہے اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں پر ان بعض قرائن کا ذکر کر دیا جائے جن کی بناء پر حدیث ضعیف قوی ہو جاتی ہے اور اس کا ضعف جاتا رہتا ہے۔ پہلی صورت یہ ہے کہ جب حدیث ضعیف متعدد اسانید سے مروی ہو تو وہ حسن لغیرہ ہو جاتی ہے چنانچہ تمام مستند اصول حدیث کی کتابوں میں یہ مسئلہ مرقوم ہے محقق علی الاطلاق امام ابن ہمام نے بھی ''فتح القدیر'' (ج ۱ ص ۲۴۸ مطبع مصر) میں اس کو وضاحت سے بیان فرمایا ہے اور علامہ شعرانی لکھتے ہیں:

وقد احتج جمهور المحدثين بالحديث الضعيف اذا كثرت طرقه ولحقوه بالصحيح تارة وبالحسن اخرى. (کتاب الاذکار ص ۸۷۷)

جب حدیث ضعیف متعدد اسانید سے مروی ہو تو جمہور محدثین اس سے استدلال کرتے ہیں اور اس کو گاہے صحیح کے ساتھ اور گاہے حسن کے ساتھ لاحق کرتے ہیں۔

دوسری صورت یہ ہے کہ جب کسی حدیث ضعیف کے موافق مجتہدین میں سے کسی کا قول مل جائے تو اس سے بھی حدیث ضعیف کی تقویت ہو جاتی ہے۔ چنانچہ علامہ شامی لکھتے ہیں:

ان المجتهد اذا استدل بحديث كان تصحيحا له كما فى التحرير وغيره. (ردالمحتار ج ۴ ص ۱ طبع مصر)

مجتہد جب کسی حدیث سے استدلال کرے تو اس کا استدلال بھی حدیث کے صحیح ہونے کی دلیل ہے جس طرح تحریر وغیرہ میں (امام ابن ہمام نے تحقیق فرمائی) ہے۔

تیسری صورت یہ ہے کہ اگر کسی حدیث ضعیف کے موافق اہل علم میں سے کسی کا قول ہو تو اس سے بھی حدیث کی تقویت ہو جاتی ہے۔ چنانچہ امام ترمذی حدیث: ''اذا اتى احدكم الصلوة والامام على حال الحديث'' کے تحت لکھتے ہیں: ''هذا حديث غريب لا نعرف احدا اسنده الا ماروى من هذا الوجه والعمل على هذا عند اهل العلم'' ملا علی قاری اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

قال النووى اسناده ضعيف نقله ميرك فكان الترمذى يريد تقوية الحديث بعمل اهل العلم.
(مرقات ج ۲ ص ۹۸ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱۳۹۰ھ)

علامہ نووی میرک سے نقل کر کے فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی سند ضعیف ہے اور امام ترمذی اہل علم کے عمل سے اس حدیث کی تقویت کا ارادہ کر رہے ہیں۔

حدیث موضوع کا حکم

حدیث موضوع سے کوئی حکم ثابت نہیں ہوتا اور نہ ہی حدیث موضوع کو بغیر بیان وضع کے بیان کرنا جائز ہے۔ایک حدیث متعدد ضعیف اسناد سے بیان کی جائے تو قوی ہو جاتی ہے' لیکن اگر ایک حدیث متعدد موضوع اسانید سے بیان کی جائے تو وہ پھر بھی موضوع رہتی ہے کیونکہ شر کے ساتھ شر مل جائے تو وہ پھر بھی شر ہی رہتا ہے۔

احادیث سے ثابت ہونے والے اُمور کی تفصیل

احادیث سے جو مسائل اور احکام ثابت ہوتے ہیں' جن کا تعلق حلت اور حرمت کے ساتھ ہو وہ چار قسم پر ہیں: (۱) عقائد قطعیہ جیسے توحید و رسالت اور مبدأ و معاد (۲) عقائد ظنیہ جیسے انبیاء کی ملائکہ پر فضیلت اور قبر کے احوال۔

(۱) **عقائد قطعیہ:** ان کے اثبات کے لیے حدیث متواتر ہونی چاہیے' عام از یں کہ تواتر لفظی ہو یا معنوی۔

(۲) **عقائد ظنیہ:** ان کے اثبات کے لیے اخبار آحاد کافی ہیں۔

(۳) **احکام :** ان کے اثبات کے لیے حدیث صحیح ہونی چاہیے یا کم از کم یہ کہ وہ حدیث حسن لغیرہ سے کم نہ ہو۔

(۴) **فضائل ومناقب:** اس باب میں بالاتفاق احادیث ضعیفہ کا بھی اعتبار کر لیا جاتا ہے۔

چنانچہ علامہ نووی فرماتے ہیں:

انهم قد يروون عنهم احاديث الترغيب والترهيب وفضائل الاعمال والقصص واحاديث الزهد ومكارم الاخلاق ونحو ذلك مما لا يتعلق بالحلال والحرام وسائر الاحكام وهذا الضرب من الحديث يجوز عند اهل الحديث وغيرهم التساهل فيه ورواية ما سوى الموضوع منه والعمل به لان اصول ذلك صحيحة مقررة في الشرع معروفة عند اهله وعلى كل حال فان الائمة لا يروون عن الضعفاء شيئا يحتجون به على انفراده في الاحكام.

حضرات محدثین ضعیف راویوں سے ترغیب' ترہیب' فضائل اعمال' قصص' زہد اور مکارم اخلاق میں احادیث روایت کرتے ہیں اور حلال وحرام کے احکام میں ان سے اصلا روایت نہیں کرتے' اور اس قسم کی احادیث میں ضعیف راویوں سے روایت کرنا اور ان پر عمل کرنا صحیح اور شرع میں ثابت ہے اور احکام سے متعلق حدیث میں جب کوئی ضعیف راوی متفرد ہو تو اس کی روایت سے ہرگز استدلال نہیں کیا جاتا۔

(شرح صحیح مسلم للنووی ج ۱ص ۲۱' نور محمد اصح المطابع' کراچی)

علامہ نووی کی اس عبارت سے ظاہر ہو گیا کہ فضائل اور مناقب میں ضعیف روایات کو قبول کیا جاتا ہے اور ان کے مقتضی پر عمل بھی ہوتا ہے' البتہ احکام میں ضعاف کا اعتبار نہیں ہوتا' لیکن بعض صورتوں میں احتیاط کے پیش نظر احکام میں بھی ضعیف روایات کا اعتبار کر لیا جاتا ہے' نیز علامہ نووی لکھتے ہیں:

قال العلماء من المحدثين والفقهاء وغيرهم يجوز ويستحب العمل في الفضائل والترغيب والترهيب بالحديث الضعيف ما لم يكن موضوعا واما الاحكام كالحلال والحرام والبيع والنكاح.

حضرات محدثین' فقہاء اور دیگر علماء کرام فرماتے ہیں کہ فضائل اعمال اور ترغیب وترہیب میں حدیث ضعیف پر عمل کرنا مستحب ہے' جب کہ وہ موضوع نہ ہو لیکن حلال اور حرام کے احکام' مثلاً بیع' نکاح وغیرہ میں اس سے استدلال نہیں کیا جاتا' صرف

حدیث صحیح یا حسن پر عمل کیا جاتا ہے۔ (کتاب الاذکار للنووی ج ا ص ۱۱۔۱۰' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ)

چوتھی صورت یہ ہے کہ بعض اوقات صالحین کے عمل سے بھی حدیث کی تقویت ہو جاتی ہے' چنانچہ صلوٰۃ التسبیح جس روایت سے ثابت ہے' وہ حدیث ضعیف ہے اور حاکم اور بیہقی نے اس کی تقویت کی وجہ یہ بتلائی ہے کہ عبد اللہ بن المبارک کے عمل کی وجہ سے یہ حدیث تقویت پا گئی' چنانچہ مولانا عبدالحیٔ لکھتے ہیں:

قال البیهقی کان عبد الله بن المبارك یصلیها وتداولها الصالحون بعضهم عن بعض وفی ذلك تقویة للحدیث المرفوع. (الآثار المرفوعہ ص ۲۳)

علامہ بیہقی لکھتے ہیں کہ عبد اللہ بن مبارک صلوٰۃ تسبیح پڑھا کرتے تھے اور بعد کے تمام علماء اس کو ایک دوسرے سے نقل کر کے پڑھتے رہے' اس وجہ سے اس حدیث مرفوع کو تقویت حاصل ہو گئی۔

اس کے علاوہ تجربہ اور کشف سے بھی حدیث ضعیف کی تقویت ہو جاتی ہے' چنانچہ ملا علی قاری نے اسی بحث میں ابن عربی کے کشف سے ایک حدیث کی تقویت کا واقعہ بیان کیا ہے۔

شیخ قاسم نانوتوی متوفی ۱۲۹۷ھ لکھتے ہیں:

نقل حضرت جنید رحمۃ اللہ کے کسی مرید کا رنگ یکا یک متغیر ہو گیا' آپ نے سبب پوچھا تو بروئے مکاشفہ اس نے یہ کہا کہ اپنی ماں کو دوزخ میں دیکھتا ہوں' حضرت جنید رحمۃ اللہ نے ایک لاکھ یا پچھتر ہزار بار کبھی کلمہ پڑھا تھا یوں سمجھ کر کہ بعض روایتوں میں اس قدر کلمہ کے ثواب پر وعدۂ مغفرت ہے' اپنے جی ہی جی میں اس مرید کی ماں کو بخش دیا اور اس کو اطلاع نہ کی مگر بخشتے ہی کیا دیکھتے ہیں کہ وہ جوان ہشاش بشاش ہے' آپ نے پھر سبب پوچھا' اس نے عرض کیا کہ اب اپنی والدہ کو جنت میں دیکھتا ہوں' سو آپ نے اس پر یہ فرمایا کہ اس جوان کے مکاشفہ کی صحت تو مجھ کو حدیث معلوم ہوئی اور حدیث کی تصحیح اس کے مکاشفہ سے ہو گئی۔

(تحذیر الناس ص ۴۴-۴۳' دارالاشاعت کراچی)

روایات مختلفہ میں مذاق ائمہ

جب کسی ایک مسئلہ پر متعدد متعارض روایات وارد ہوں تو اس سلسلہ میں تتبع اور تلاش سے جو ائمہ اربعہ کا مسلک معلوم ہو چکا ہے' وہ یہ ہے کہ امام اعظم ایسی صورت میں روایات کے درمیان تطبیق دیتے ہیں اور حتی الامکان کوشش کرتے ہیں کہ ہر روایت پر کسی نہ کسی صورت میں عمل ہو جائے اور جب تطبیق نہ ہو سکے تو اس روایت کو ترجیح دیتے ہیں جو اسلام اور اصول روایت کے قریب تر ہو' امام شافعی ایسی شکل میں قوت سند کے لحاظ سے کسی ایک روایت کو لیتے ہیں اور باقی کو چھوڑ دیتے ہیں۔ امام مالک تعارض کی صورت میں اس روایت کو ترجیح دیتے ہیں جو اہل مدینہ کے تعامل کے موافق ہو اور امام احمد متقدمین کی اکثریت کا لحاظ کرتے ہیں۔

مشہور حفاظ

سطور ذیل میں ہم چاروں مسلکوں کے مشاہیر حفاظ کے اسماء پیش کر رہے ہیں:

احناف : حافظ ابو بشر دولابی' حافظ اسحاق بن راهویہ' حافظ ابو جعفر طحاوی' حافظ ابن ابی العوام سعدی' حافظ ابو محمد حارثی' حافظ عبد الباقی' حافظ ابو بکر رازی جصاص' حافظ ابو نصر کلاباذی' حافظ ابو محمد سمرقندی' حافظ شمس الدین سروجی' حافظ قطب الدین حلبی' حافظ علاء الدین ماردینی' حافظ جمال الدین زیلعی' حافظ علاء الدین مغلطائی' حافظ بدر الدین عینی' حافظ قاسم بن قطلو بغا وغیرہم۔

شوافع : حافظ دار قطنی' حافظ بیہقی' حافظ خطابی' حافظ عز الدین بن سلام' حافظ ابن دقیق العید' حافظ عراقی' حافظ ذہبی' حافظ مزی' حافظ

ابن اثیر جزری' سبکی' ہیتمی ' ابن حجر عسقلانی وعلامہ سیوطی وغیرھم۔

مالکیہ : حافظ حسین بن اسماعیل' حافظ رحیلی' حافظ ابن عبدالبر' حافظ ابوالولید الباجی' حافظ قاضی ابوبکر العربی' حافظ عبدالحق' حافظ قاضی عیاض' حافظ مازری' حافظ ابن رشد' حافظ ابوالقاسم سہیلی وغیرھم۔

حنابلہ : حافظ عبدالغنی المقدسی' حافظ ابوالفرج بن الجوزی' حافظ ابن قدامہ' حافظ ابن رجب وغیرھم۔

❁❁❁❁❁

نحمدہٗ ونصلی ونسلم علٰی رسوله الکریم

امام بخاری کی سوانح

امام بخاری کا نام اور نسب

علامہ شمس الدین احمد بن محمد بن خلکان متوفی ۶۸۱ھ لکھتے ہیں:

امام محمد کا نام: ابوعبداللہ محمد بن ابی الحسن اسماعیل بن ابراہیم بن المغیرہ بن الاحنف بردزبہ الجعفی ہے۔

(وفیات الاعیان ج ۴ ص ۱۸۸ 'منشورات الرضی' قم' ایران' ۱۳۶۴ھ)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

یہ لفظ ''بَردِزبَہ'' ہے' یہ بخاری کی زبان کا لفظ ہے اور اس کا معنی کسان ہے۔ ''بَردِزبَہ' مجوسی تھے اور اسی مذہب پر فوت ہو گئے اور ان کے بیٹے المغیرہ نے بخاری کے والی الیمان البخاری الجعفی کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا تھا اور یمان کا نام ابوعبد اللہ محمد بن جعفر بن یمان المسندی ہے' جو امام بخاری کے شیخ ہیں۔ (تہذیب الاسماء واللغات ج ۱ ص ۶۷ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت)

حافظ ابوبکر احمد بن علی الخطیب البغدادی المتوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں:

بَردِزبَہ مجوسی تھے' اسی پر فوت ہو گئے' اور مغیرہ بن بَردِزبَہ نے والی بخاری عبد اللہ بن محمد المسند الجعفی کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا اور امام بخاری کو جعفی اسی لیے کہا جاتا ہے کہ ان کے دادا کے والد المغیرہ یمان جعفی کے ہاتھ پر اسلام لائے تھے اور عبد اللہ بن محمد کو مَسندی بھی کہا جاتا ہے کیونکہ وہ نوعمری سے مسند کو طلب کرتے تھے۔ (تاریخ بغداد ج ۲ ص ۶ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

امام بخاری کے والد کے مفصل حالات

علامہ شہاب الدین احمد القسطلانی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری کے دادا کے والد المغیرہ الیمان الجعفی والی بخاری کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے تھے' اسی وجہ سے امام بخاری کو جعفی کہا جاتا ہے اور یہ نسبت وَلاء ہے کیونکہ جو شخص کسی کے ہاتھ پر مسلمان ہو' اس کی وَلاء اس کے لیے ہوتی ہے' ولاء کا مطلب یہ ہے کہ اگر مسلمان ہونے والے شخص کا اور کوئی نسبی وارث نہ ہو تو اس کی وراثت اسے مسلمان کرنے والے کو ملے گی' اس وجہ سے یمان جعفی کی نسبت سے امام بخاری کے دادا کے والد المغیرہ جعفی کہلائے' پھر ان کی نسبت سے امام بخاری جعفی کہلائے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ امام بخاری کے دادا ابراہیم بن المغیرہ کے حالات میں سے ہم کسی چیز پر مطلع نہیں ہوئے اور امام بخاری کے والد اسماعیل بن ابراہیم کا تذکرہ امام ابن حبان نے ''کتاب الثقات'' کے طبقہ رابعہ میں کیا ہے' انہوں نے لکھا ہے کہ اسماعیل بن ابراہیم' حماد بن زید اور امام مالک سے روایت کرتے ہیں' خود امام بخاری نے بھی اپنے والد کا تذکرہ کیا ہے' وہ لکھتے

ہیں:

اسماعیل بن ابراہیم بن المغیرہ الجعفی۔ ابوالحسن نے کہا: انہوں نے عماد بن زید کی زیارت کی اور اپنے دونوں ہاتھوں کے ساتھ امام ابن المبارک سے مصافحہ کیا اور امام مالک سے سماع کیا۔ (التاریخ الکبیر ج ا ص ۳۲۳ رقم الحدیث: ۱۰۸۴ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۲ھ)

اس عبارت کو نقل کرنے کے بعد علامہ قسطلانی لکھتے ہیں:

امام ذہبی نے تاریخ اسلام میں لکھا ہے کہ امام بخاری کے والد علماء متقین میں سے تھے انہوں نے ابومعاویہ اور ایک جماعت سے احادیث کی روایت کی ہے اور ان سے احمد بن جعفر اور نصر بن الحسین نے روایت کی ہے۔

علامہ تاج الدین عبدالوہاب بن علی السبکی المتوفی ۷۷۱ھ نے لکھا ہے:

احمد بن حفص نے کہا: میں ابوالحسن اسماعیل بن ابراہیم کے پاس ان کی موت کے وقت گیا تو انہوں نے کہا: مجھے اپنے تمام اموال میں ایک درہم کے بھی مشتبہ ہونے کا علم نہیں ہے احمد نے کہا: اس وقت میں نے اپنے آپ کو ان کے مقابلہ میں بہت کم تر اور حقیر جانا۔ (ارشاد الساری ج ا ص ۵۵ دارالفکر بیروت ۱۴۲۱ھ طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ج ا ص ۴۲۲ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۰ھ)

امام بخاری کی ولادت

حافظ احمد بن علی الخطیب البغدادی المتوفی ۴۶۳ھ حافظ ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر متوفی ۵۷۱ھ اور حافظ ابوالحجاج یوسف المزی المتوفی ۷۴۲ھ لکھتے ہیں:

ابوحاتم الوراق بیان کرتے ہیں: مجھے المستنیر بن عتیق نے کہا: میں نے ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری سے سوال کیا: آپ کب پیدا ہوئے تھے؟ انہوں نے مجھے اپنے والد کی تحریر نکال کر دکھائی جس میں لکھا ہوا تھا: محمد بن اسماعیل ۱۳ شوال کو بہ روز جمعہ ۱۹۴ھ میں پیدا ہوئے۔

الحسن بن الحسن البزاز نے بخاری میں کہا: میں نے محمد بن اسماعیل کو بخاری میں دیکھا وہ بوڑھے تھے ان کا جسم کمزور تھا نہ بہت لمبے تھے نہ بہت چھوٹے تھے وہ تیرہ شوال ۱۹۴ھ میں پیدا ہوئے اور عیدالفطر کی شب نماز عشاء کے وقت ہفتہ کی شب کو ۲۵۶ھ میں فوت ہو گئے اور یکم شوال ہفتہ کے دن ظہر کی نماز کے بعد ان کو دفن کر دیا گیا انہوں نے تیرہ دن کم باسٹھ سال عمر گزاری۔

(تاریخ بغداد ج ۲ ص ۶ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۷ھ تاریخ دمشق الکبیر ج ۵۵ ص ۴۲ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۴۲۱ھ تہذیب الکمال ج ۱۶ ص ۸۸ دارالفکر بیروت ۱۴۱۴ھ)

بچپن میں امام بخاری کا نابینا ہونا اور پھر ان کی بینائی کا لوٹ آنا

حافظ ابن عساکر متوفی ۵۷۱ھ اور حافظ محمد بن احمد ذہبی متوفی ۷۴۸ھ اور علامہ تاج الدین عبدالوہاب بن علی السبکی متوفی ۷۷۱ھ لکھتے ہیں:

عبداللہ بن محمد السمسار بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے شیخ سے سنا ہے کہ امام محمد بن اسماعیل کی بچپن میں دونوں آنکھوں کی بینائی چلی گئی ان کی والدہ نے خواب میں حضرت ابراہیم الخلیل علیہ السلام کی زیارت کی آپ نے فرمایا: اے خاتون! تمہارے بہ کثرت رونے اور بہت زیادہ دعا کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے تمہارے بیٹے کی بصارت واپس کر دی پھر امام بخاری نے اس حال میں صبح کی کہ اللہ تعالیٰ ان کی بینائی لوٹا چکا تھا۔ (تاریخ دمشق ج ۵۵ ص ۴۲ سیر اعلام النبلاء ج ۱۰ ص ۲۷۸-۲۷۷ دارالفکر بیروت ۱۴۱۷ھ طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ج ا ص ۴۲۳-۴۲۴ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۰ھ)

امام بخاری کی تعلیم کی ابتداء اور اپنے استاذ کی تصحیح کرنا

الخطیب البغدادی المتوفی ۴۶۳ھ حافظ ابن عساکر متوفی ۵۷۱ھ حافظ ذہبی متوفی ۷۴۸ھ تاج الدین سبکی متوفی ۷۷۱ھ اور حافظ یوسف المزی متوفی ۷۴۲ھ لکھتے ہیں:

ابوجعفر محمد بن ابی حاتم وراق النحوی لکھتے ہیں: میں نے ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری سے کہا: آپ کی طلب حدیث کا معاملہ کس طرح تھا؟ انہوں نے کہا: میں ابھی مکتب میں تھا کہ میرے دل میں حدیث کو حفظ کرنے کا شوق ڈالا گیا' انہوں نے پوچھا: اس وقت آپ کی عمر کتنی تھی؟ امام بخاری نے کہا: دس سال یا اس سے کم' پھر دس سال کی عمر کے بعد میں مکتب سے نکلا اور استاذ داخلی وغیرہ کے پاس جانے لگا' ایک دن جب وہ لوگوں کو حدیث پڑھا رہے تھے تو انہوں نے ایک حدیث کی سند بیان کی: از سفیان از ابی الزبیر از ابراہیم' میں نے کہا: اے ابوفلاں! تحقیق یہ ہے کہ ابراہیم نے ابوالزبیر سے حدیث روایت نہیں کی' انہوں نے مجھ کو ڈانٹ دیا' میں نے ان سے کہا: اگر آپ کے پاس اصل ہے تو اس کی طرف رجوع کریں' پس وہ گھر میں داخل ہوئے' اصل کا مطالعہ کیا' پھر آئے' پھر مجھ سے کہا: اے لڑکے! بتاؤ وہ سند کس طرح ہے؟ میں نے کہا: وہ زبیر بن عدی بن ابراہیم ہے' انہوں نے مجھ سے قلم لے کر اپنی کتاب میں اس طرح لکھا' پھر کہا: تم نے سچ کہا۔ امام بخاری کے بعض احباب نے ان سے پوچھا: جب آپ نے استاذ داخلی کی اصلاح کی تھی' اس وقت آپ کی عمر کتنی تھی؟ امام بخاری نے کہا: اس وقت میں گیارہ سال کا تھا' اور جب میں سولہ سال کا ہوا تو میں نے ابن المبارک اور الوکیع کی کتابوں کو حفظ کرلیا تھا اور ان کے کلام کی معرفت حاصل کرلی تھی' پھر میں اپنی والدہ اور اپنے بھائی احمد کے ساتھ مکہ مکرمہ روانہ ہوا' پھر جب میں نے حج کرلیا تو میرا بھائی میری والدہ کے ساتھ واپس آ گیا اور میں حدیث کی طلب میں وہیں رہ گیا اور جب میں اٹھارہ سال کا ہوگیا تو میں فضائل صحابہ وتابعین اور ان کے اقوال کے متعلق ایک کتاب تصنیف کرنے لگا' یہ عبیداللہ بن موسیٰ کی حکومت کے ایام تھے اور میں نے چاندنی راتوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ کے قریب بیٹھ کر ''کتاب التاریخ'' لکھی اور میں نے تاریخ میں جس کا نام بھی لکھا ہے' مجھے اس کا کوئی نہ کوئی قصہ معلوم ہے' مگر میں نے کتاب کے طول دینے کو ناپسند کیا۔ (تاریخ بغداد ج ۲ ص ۷' تاریخ دمشق الکبیر ج ۵۵ ص ۴۳' سیر اعلام النبلاء ج ۱۰ ص ۲۷۸' طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ج ۱ ص ۴۲۵' تہذیب الکمال ج ۱۶ ص ۹۱)

امام بخاری کا علم وفضل اور ان کا مرتبہ اور مقام

الخطیب البغدادی المتوفی ۴۶۳ھ اور حافظ یوسف المزی المتوفی ۷۴۲ھ لکھتے ہیں:

محمد بن ابی حاتم وراق بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام بخاری سے سنا ہے کہ اگر یہ لوگ میری بعض اسانید کو دیکھیں تو یہ نہیں سمجھ سکیں گے کہ میں نے ''کتاب التاریخ'' کو کیسے تصنیف کیا ہے' میں نے اس کی تین بار تصنیف کی ہے۔

ابوحاتم وراق کہتے ہیں: میں نے امام بخاری سے سنا ہے کہ امام اسحاق بن راہویہ نے ''کتاب التاریخ'' لی اور عبداللہ بن طاہر کو دکھائی اور کہا: اے امیر! کیا میں آپ کو سحر نہ دکھاؤں؟ عبداللہ بن طاہر نے اس کتاب کو پڑھا اور تعجب سے کہا: میں نہیں سمجھتا کہ یہ اس لڑکے کی تصنیف ہوئی!

ابوالعباس بن سعد کہتے تھے: اگر کوئی شخص تیس ہزار احادیث بھی لکھ لے تو وہ محمد بن اسماعیل کی تصنیف کردہ ''کتاب التاریخ'' سے مستغنی نہیں ہوگا۔

ابوبکر المدینی بیان کرتے ہیں کہ ایک دن ہم نیشاپور میں امام اسحاق بن راہویہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور محمد بن اسماعیل بھی اس مجلس میں حاضر تھے' امام اسحاق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں سے کوئی حدیث پڑھ رہے تھے' اس کی سند میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کے صحابی سے نیچے عطاء الکیخارانی کا ذکر تھا' امام اسحاق نے کہا: اے ابوعبداللہ! کیخاران کیا چیز ہے؟ امام بخاری نے کہا: یہ یمن کی ایک بستی ہے۔ حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب میں سے ایک شخص کو یمن کی طرف بھیجا تھا' اس نے وہاں عطاء سے دو حدیثیں سنی تھیں' تب امام اسحاق نے کہا: لگتا ہے تم ان لوگوں میں موجود تھے۔

ابراہیم بن معقل النسفی بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ میں امام اسحٰق بن راھویہ کے پاس تھا تو انہوں نے ہمارے بعض اصحاب سے کہا: کاش! تم لوگ ایک مختصر کتاب مدون کرو' جس میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنن کا ذکر ہو تو یہ بات میرے دل میں بیٹھ گئی اور میں اس کتاب یعنی ''الجامع الصحیح'' کی تدوین میں شروع ہو گیا۔

السعدانی بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے بعض اصحاب سے یہ سنا ہے کہ امام محمد بن اسماعیل یہ کہتے تھے کہ میں نے اپنی اس کتاب ''الجامع الصحیح'' کو تقریباً چھ لاکھ احادیث سے منتخب کیا ہے' اور اس کو سولہ سال میں مکمل کیا اور اس کو اپنے اور اللہ کے درمیان حجت بنایا۔ (تاریخ بغداد ج ۲ ص ۱۴۔۹' تاریخ دمشق ج ۵۵ ص ۵۴' تہذیب الکمال ج ۱۶ ص ۹۵)

ابراہیم بن معقل بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام محمد بن اسماعیل بخاری سے سنا ہے کہ میں نے اپنی اس کتاب ''الجامع الصحیح'' میں اسی حدیث کو داخل کیا ہے جو صحیح ہے اور میں نے طول سے بچنے کے لیے بہت سی احادیث صحیحہ کو ترک کر دیا۔

محمد بن یوسف الفربری بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے امام محمد بن اسماعیل بخاری نے کہا: میں نے اس کتاب ''الجامع الصحیح'' میں ہر حدیث کو درج کرنے سے پہلے غسل کیا اور دو رکعت نماز پڑھی۔

عبد القدوس بن ھمام بیان کرتے ہیں کہ میں نے متعدد مشائخ سے سنا ہے کہ امام بخاری نے ''الجامع الصحیح'' کے تراجم (عنوانات) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر انور اور آپ کے مبارک منبر کے درمیان بیٹھ کر لکھے ہیں اور ہر ترجمہ (عنوان) لکھنے سے پہلے وہ دو رکعت نماز پڑھتے تھے۔

محمد بن یوسف الفربری بیان کرتے ہیں کہ میں نے محمد بن محمد جُرجانی سے خوارزم میں سنا کہ میں نے خواب میں امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری کو دیکھا' وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے جا رہے تھے' وہ اپنا قدم وہیں رکھتے تھے' جہاں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قدم رکھتے اور آپ کے قدم کے نشان پر اپنا قدم رکھتے تھے۔

محمد بن یوسف الفربری بیان کرتے ہیں: میں نے خواب میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی' آپ نے مجھ سے پوچھا: تم کہاں جا رہے ہو؟ میں نے کہا: میں محمد بن اسماعیل بخاری کے پاس جا رہا ہوں' آپ نے فرمایا: میری طرف سے ان کو سلام کہنا۔

(تاریخ بغداد ج ۲ ص ۱۰۔۷' تاریخ دمشق ص ۵۸۔۵۳' تہذیب الکمال ج ۱۶ ص ۹۳۔۹۰)

امام بخاری کی عبادت اور ریاضت

الخطیب البغدادی المتوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں:

نسیج بن سعید بیان کرتے ہیں کہ جب رمضان کے مہینے کی پہلی رات آتی تو امام محمد بن اسماعیل بخاری اپنے اصحاب کو جمع کرتے اور ان کو نماز پڑھاتے اور ہر رکعت میں بیس (۲۰) آیتیں پڑھتے اور اسی طرح پڑھتے رہتے یہاں تک کہ قرآن مجید ختم کر لیتے اور سحری کے وقت نصف سے لے کر تہائی قرآن تک پڑھتے اور تین راتوں میں قرآن ختم کر لیتے اور دن میں ہر روز ایک قرآن ختم کرتے اور شام میں افطار کے وقت قرآن ختم کرتے اور فرماتے کہ اس وقت دعا قبول ہوتی ہے۔ (تاریخ بغداد ج ۱ ص ۳۳۵' دارالفکر' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

ابوسعید بکر بن منیر بیان کرتے ہیں کہ امام بخاری ایک دن نماز پڑھ رہے تھے کہ زنبور (تتیہ بھڑ) نے ان کو سترہ بار ڈنک مارا' جب وہ نماز پڑھ چکے تو انہوں نے کہا: دیکھو! نماز میں کیا چیز مجھے ایذاء پہنچا رہی تھی؟ لوگوں نے دیکھا کہ زنبور کے کاٹنے سے ان کے سترہ (۱۷) جگہ ورم آ گیا تھا لیکن انہوں نے نماز منقطع نہیں کی۔

ایک روایت میں ہے کہ حاضرین میں سے کسی نے کہا: جب پہلی بار زنبور نے آپ کو ڈنک مارا تو آپ نے نماز کیوں نہیں منقطع کی؟ امام بخاری نے کہا: میں جس سورت کی تلاوت کر رہا تھا' میں چاہتا تھا کہ اس سورت کو مکمل کر لوں۔

(تاریخ بغداد ج ۲ ص ۱۳۔ ۱۲' تاریخ دمشق ج ۵۵ ص ۵۹۔ ۵۸' تہذیب الکمال ج ۱۶ ص ۹۴)

امام بخاری کی سیرت اور کردار

ابوسعید بکر بن منیر بیان کرتے ہیں کہ امام بخاری کے پاس فروخت کے لیے کچھ سامان آیا' شام کو ان کے پاس بعض تاجر آئے اور پانچ ہزار درہم کے نفع پر وہ سامان خریدنا چاہا' امام بخاری نے کہا: میں تمہیں کل بتاؤں گا۔ دوسرے دن تاجروں کا دوسرا گروہ آیا' انہوں نے دس ہزار درہم کے نفع سے خریدنے کی پیش کش کی' امام بخاری نے کہا: کل جو تاجر آئے تھے' میں نے دل میں ان کو فروخت کرنے کی نیت کر لی تھی' اب میں پانچ ہزار درہم کے نفع کی خاطر اپنی نیت بدلنا نہیں چاہتا۔

(تاریخ بغداد ج ۲ ص ۱۲' تاریخ دمشق ج ۵۵ ص ۶۰۔ ۵۹)

محمد بن منصور اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ہم امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے' ایک شخص نے اپنی ڈاڑھی سے تنکا نکال کر مسجد کے فرش پر ڈال دیا' امام محمد بن اسماعیل اس کی طرف دیکھ رہے تھے اور لوگوں کی طرف بھی دیکھ رہے تھے' جب لوگ غافل ہوئے تو امام بخاری نے وہ تنکا اٹھا کر اپنی آستین میں رکھ لیا اور جب امام بخاری مسجد سے نکلے تو وہ تنکا مسجد سے باہر پھینک دیا۔ (تاریخ بغداد ج ۲ ص ۱۳' تاریخ دمشق ج ۵۵ ص ۵۹)

بکر بن منیر بیان کرتے ہیں کہ امام محمد بن اسماعیل کہتے تھے: مجھے امید ہے کہ میں اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کروں گا کہ اللہ عزوجل مجھ سے یہ حساب نہیں کرے گا کہ میں نے کسی کی غیبت کی ہو۔

(تاریخ بغداد ج ۲ ص ۱۳' تاریخ دمشق ج ۵۵ ص ۶۰' تہذیب الکمال ج ۱۶ ص ۹۴)

ابوحاتم وراق بیان کرتے ہیں کہ جب امام بخاری کسی سفر پر جاتے تو میں اور وہ ایک کمرے میں ہوتے تھے' ایک مرتبہ میں نے ان کو دیکھا' وہ رات میں پندرہ بیس مرتبہ اٹھے' ہر مرتبہ اٹھ کر چراغ جلایا' احادیث نکالیں' ان پر نشان لگائے' پھر سر رکھ کر لیٹ گئے' پھر سحری کے وقت تیرہ رکعت نماز تہجد پڑھی' جس میں ایک رکعت وتر بھی شامل تھی (یعنی آخری دوگانہ کے ساتھ ایک رکعت ملا کر سب رکعتوں کو وتر کر دیا)۔ امام بخاری جتنی بار بھی اٹھے' انہوں نے مجھے نہیں جگایا' میں نے ان سے کہا: آپ اپنے اوپر اتنی مشقت برداشت کرتے ہیں اور مجھے نہیں اٹھاتے' امام بخاری نے کہا: تم نوجوان آدمی ہو' میں تمہاری نیند خراب نہیں کرنا چاہتا' ایک دن میں نے دیکھا کہ امام بخاری پیٹھ کے بل لیٹے ہوئے تھے' اس وقت وہ فربر میں ''کتاب التفسیر'' تصنیف کر رہے تھے اور اس دن انہوں نے بہت زیادہ احادیث کی تخریج کر کے اپنے آپ کو تھکا لیا تھا' میں نے ان سے کہا: اے ابوعبداللہ! میں نے آپ سے ایک دن یہ سنا تھا کہ جب سے آپ نے ہوش سنبھالا ہے آپ کوئی چیز بغیر علم کے نہیں لکھتے' اس وقت جو آپ لیٹے ہوئے ہیں اس میں کون سا علم

ہے؟ امام بخاری نے کہا: ہم آج سارا دن کام کر کے تھک چکے ہیں اور یہ دشمن کا سرحدی علاقہ ہے' مجھے یہ خطرہ ہوا کہ دشمن کی طرف سے کوئی مصیبت آ سکتی ہے تو میں نے چاہا آج رات آرام کر کے کل کے کام کے لیے توانائی حاصل کروں تا کہ اگر دشمن نے اچانک حملہ کر دیا تو ہم حرکت کر سکیں۔ (تاریخ بغداد ج ۲ ص ۱۴' تاریخ دمشق ج ۵۵ ص ۵۳۔ ۵۲' تہذیب الکمال ج ۱۶ ص ۹۵۔ ۹۴' ھدی الساری ص ۵۷۴۔ ۵۷۴ مع فتح الباری ج ۱ دار المعرفہ بیروت)

امام بخاری کا زہد

حافظ محمد بن احمد ذہبی متوفی ۷۴۸ ھ لکھتے ہیں:

محمد بن عباس فربری بیان کرتے ہیں کہ ایک دن امام بخاری نے مجھے بہت زیادہ احادیث لکھوائیں' پھر ان کو میری تھکاوٹ اور اکتاہٹ کا خیال ہوا تو انہوں نے کہا: تم کو خوش ہونا چاہیے کیونکہ کھیل کود والے اپنے کھیل کود کے مشغلہ میں خوش ہیں' اور فن وحرفت والے اپنے پیشوں میں خوش ہیں اور تاجر حضرات اپنی تجارتوں میں خوش ہیں اور تم نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کے ساتھ ہو' میں نے کہا: مجھے ملال نہیں ہے بلکہ میں حدیث لکھنے سے محظوظ ہوتا ہوں' اور میں نے امام بخاری کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ میں نے یہ ارادہ کیا تھا کہ میں ایسی کوئی بات نہیں کروں گا جس میں دنیا کا ذکر ہو' مگر میں اس کی ابتداء اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء سے کروں گا۔

امام بخاری کے بعض اصحاب نے کہا: آپ نے فلاں شخص کو برا کہا ہے' امام بخاری نے کہا: سبحان اللہ! میں نے کسی شخص کا برائی کے ساتھ ذکر نہیں کیا' الا یہ کہ میری زبان سے سہواً کوئی بات نکلی ہو اور قیامت کے دن میرے صحیفہ اعمال سے کسی کا نام برائی کے ساتھ نہیں نکلے گا۔

امام بخاری کے بعض اصحاب نے امام بخاری کی ایک باغ میں دعوت کی اور ہماری بھی ان کے ساتھ دعوت کی' جب ہم بیٹھ گئے تو باغ والے نے باغ کی تعریف کی اور کہا: وہ اس باغ میں مجالس منعقد کرتا رہتا ہے اور اس کی نہروں میں پانی جاری کرتا رہتا ہے' پھر اس نے امام بخاری سے پوچھا: اے ابوعبداللہ! آپ کو یہ کیسا لگتا ہے؟ امام بخاری نے کہا: یہ دنیا کی زندگی ہے۔

امام بخاری کا ایک شخص مقروض تھا' جس نے امام بخاری سے پچیس ہزار درہم لیے ہوئے تھے۔ امام بخاری کو خبر ملی کہ وہ شخص آمل (ایک مقام) میں آیا ہوا ہے' ہم اس وقت فربر میں تھے' ہم نے امام بخاری سے کہا: ہمیں چاہیے کہ ہم اس شخص سے آپ کا مال وصول کریں' امام بخاری نے کہا: ہمیں اسے ڈرانا نہیں چاہیے' اس شخص کو معلوم ہوا کہ امام بخاری فربر میں ہیں تو وہ خوارزم چلا گیا' ہم نے امام بخاری سے کہا: آپ آمل کے حاکم ابوسلمہ الکشانی سے کہیں کہ وہ خوارزم کے حاکم کے نام ایک مکتوب لکھ دے کہ اس شخص کو گرفتار کر کے اس سے آپ کی رقم وصول کی جائے' امام بخاری نے کہا: اگر میں نے اس سے سفارشی مکتوب لکھوایا تو وہ بھی مجھ سے سفارشی مکتوب لکھوانے کی طمع رکھے گا اور کیا پتا اس کی سفارش جائز ہو یا ناجائز! لہٰذا میں دنیا کے بدلے میں اپنے دین کو نہیں فروخت کروں گا' ہم نے بہت کوشش کی' لیکن امام بخاری راضی نہیں ہوئے' حتیٰ کہ ہم نے خود آمل کے حاکم سے بات کی اور اس نے خوارزم کے حاکم کے نام مکتوب لکھ دیا' جب امام بخاری کو یہ خبر ملی تو انہیں بہت سخت رنج ہوا' انہوں نے کہا: تم مجھ پر میرے نفس سے زیادہ شفقت نہ کرو اور انہوں نے خوارزم میں اپنے بعض اصحاب کے نام مکتوب لکھا کہ ان کے مقروض کے ساتھ صرف نیک سلوک کیا جائے' یہ دونوں مکتوب ایک ساتھ خوارزم پہنچے' پھر وہ مقروض آمل آیا اور مرو کی طرف جانے کا ارادہ کیا' پھر سلطان نے اس مقروض پر تشدد کرنے کا ارادہ کیا' امام بخاری نے اس کو ناپسند کیا اور اس مقروض سے اس پر صلح کر لی کہ وہ ہر سال امام بخاری کو دس درہم کی معمولی رقم دے دیا کرے اور امام بخاری نے اس سے پچیس ہزار درہم لینے تھے اور امام بخاری کو اس سے ایک درہم بھی وصول نہیں

ہوا۔

محمد بن ابی حاتم بیان کرتے ہیں کہ امام بخاری فرماتے تھے کہ مسلمان پر ایسا حال نہیں آنا چاہیے کہ وہ دعا کرے تو اس کی دعا قبول نہ ہو' میری بھابھی نے میرے سامنے امام بخاری سے پوچھا: کبھی یہ چیز آپ پر بھی وارد ہوئی یا آپ نے اس کا تجربہ کیا؟ امام بخاری نے کہا: ہاں! میں نے دوبار اپنے رب عزوجل سے دعا کی تو میرے رب نے میری دعا قبول کر لی' پھر میں نے نہیں پسند کیا کہ میں سہ بارہ اللہ تعالیٰ سے دعا کروں' مبادا میری نیکیوں میں کمی کی جائے یا مجھے میری نیکیوں کا اجر دنیا میں ہی دے دیا جائے' پھر امام بخاری نے کہا: مسلمان کو جھوٹ بولنے یا بخل کرنے کی کیا ضرورت ہے۔

محمد بن ابی حاتم بیان کرتے ہیں' امام بخاری نے کہا: ایک بار مجھے ضرورت کا خرچ نہیں ملا حتیٰ کہ میں گھاس کھانے لگا اور میں نے کسی کو نہیں بتایا' جب تین دن گزر گئے تو ایک اجنبی شخص میرے پاس آیا' اس نے مجھے دیناروں سے بھری ہوئی ایک تھیلی دی اور کہا: اس کو اپنے اوپر خرچ کرو۔

حسین بن محمد سمرقندی بیان کرتے ہیں کہ امام بخاری میں دیگر نیک خصائل کے ساتھ یہ خصلتیں تھیں: وہ کم باتیں کرتے تھے' لوگوں کے اموال میں طمع نہیں کرتے تھے اور لوگوں کے معاملات میں دخل نہیں دیتے تھے' علم کے علاوہ ان کا اور کوئی مشغلہ نہیں تھا۔

سلیم بن مجاہد بیان کرتے ہیں کہ میں نے ساٹھ سال میں امام بخاری سے زیادہ فقیہ' ان سے زیادہ متقی اور ان سے زیادہ زاہد نہیں دیکھا۔ (سیر اعلام النبلاء ج ۱۰ ص ۳۰۸-۳۰۶' ھدی الساری ص ۶۷۴' مع فتح الباری ج ۱' دار المعرفہ بیروت)

امام بخاری کا کرم اور ان کی سخاوت

محمد بن ابی حاتم بیان کرتے ہیں کہ امام بخاری کا ایک قطعہ زمین تھا' جس کا وہ ہر سال سات سو درہم کرایہ لیا کرتے تھے' کرایہ دار بعض اوقات امام بخاری کے لیے ایک ککڑی یا دو ککڑیاں لایا کرتا تھا' کیونکہ امام بخاری کو ککڑی بہت پسند تھی اور وہ اس کو خربوزے پر ترجیح دیتے تھے' امام بخاری اس شخص کو ککڑی لانے کے معاوضہ میں ہر سال سو درہم دیا کرتے تھے۔

امام بخاری فرماتے تھے: مجھے ہر ماہ پانچ سو درہم آمدنی ہوتی تھی اور میں وہ سب کی سب علم دین کے طلبہ پر خرچ کر دیتا تھا' میں نے کہا: ان دو شخصوں میں کتنا فرق ہے جو مال کو اس طرح خرچ کرتا ہے اور جو مال کو اپنے لیے جمع کرتا ہے' امام بخاری نے کہا: جو اللہ کے پاس ہے وہ زیادہ اچھا ہے اور زیادہ باقی رہنے والا ہے۔

امام بخاری پورے دن میں روٹی نہیں کھاتے تھے' صرف دو یا تین بادام کھاتے (یعنی کسی وجہ سے بعض ایام میں ان کا یہ معمول تھا) اور وہ چنے وغیرہ پکانے سے پرہیز کرتے تھے۔ ایک دن انہوں نے مجھ سے کہا: اے ابوجعفر! ہمیں سال میں زیادہ خرچ کی ضرورت ہوتی ہے' میں نے پوچھا: کتنے خرچ کی؟ امام بخاری نے کہا: چار یا پانچ ہزار درہم کی اور وہ بہت زیادہ صدقہ کرتے تھے' وہ حدیث پڑھنے والوں کی مدد کرتے تھے' وہ بیس یا تیس درہم یا اس سے کم یا زیادہ اس طرح دیتے تھے کہ کسی کو پتا نہیں چلتا تھا' انہوں نے کئی مرتبہ ایک شخص کو تین سو درہم سے بھری ہوئی تھیلی دی' مجھے بعد میں اس شخص نے بتایا' وہ دعا دینا چاہتا تو امام بخاری منع کر دیتے اور کسی اور کام میں لگ جاتے تاکہ کسی کو پتا نہ چلے۔

محمد بن ابی حاتم بیان کرتے ہیں کہ میں نے نو سو بیس درہم میں ایک گھر خریدا' امام بخاری نے کہا: مجھے تم سے ایک کام ہے کرو گے؟ میں نے کہا: جی ہاں' امام بخاری نے کہا: نوح بن ابی شداد ایک صراف ہے' اس سے میرے ایک ہزار درہم لے کر آؤ' میں وہ لے کر آیا تو امام بخاری نے کہا: یہ درہم تم لے لو اور ان کو مکان کی قیمت میں رکھ لو' میں نے کہا: میں نے ان کو قبول کر لیا اور میں آپ کا

شکرادا کرتا ہوں' پھر ہم دونوں ''الجامع الصحیح'' کی تصنیف کرنے بیٹھ گئے' کچھ دیر بعد میں نے کہا: میرا ایک کام ہے اور میرا گمان ہے کہ آپ کے سوا میرا وہ کام اور کوئی نہیں کر سکتا۔ امام بخاری نے سوچا شاید میں زیادہ پیسوں کی طمع کر رہا ہوں' انہوں نے کہا: تمہارا جو بھی کام ہے وہ میں کروں گا' میں نے کہا: آپ نے جو ایک ہزار درہم مجھے عطا کیے تھے' وہ میں آپ کی نذر کرنا چاہتا ہوں' بس میرا یہی کام ہے' چونکہ امام بخاری وعدہ کر چکے تھے' اس لیے انہوں نے وہ ایک ہزار درہم لے لیے' پھر ہم دو دن تک بیٹھ کر ''الجامع الصحیح'' کی تصنیف کا کام کرتے رہے' اس دن ہم نے ظہر تک بہت کام کیا' ظہر کی نماز کے بعد پھر لکھنے بیٹھ گئے' اس وقت تک ہم نے کچھ نہیں کھایا تھا' عصر کے بعد امام بخاری نے میری طرف دیکھا' میرا نقاہت سے بُرا حال تھا' پھر امام بخاری نے میری طرف ایک کاغذ بڑھایا' جس میں تین سو درہم تھے اور کہا: جب تم نے مکان کی قیمت نہیں لی تو ان دراہم کو اپنی دوسری ضروریات میں صرف کرو' پھر دوسرے دن مجھے سبزی وغیرہ خریدنے کے لیے پھر بیس درہم دیئے' میں نے امام بخاری سے کہا: آپ نے دنیا اور آخرت کی خیر جمع کر لی ہے' دنیا میں ایسا کون شخص ہو گا جو اپنے خادم کے ساتھ ایسا سلوک کرے جیسا سلوک آپ میرے ساتھ کرتے ہیں!

عبد اللہ بن محمد الصارفی بیان کرتے ہیں کہ میں امام بخاری کے ساتھ ان کے گھر میں تھا' ان کی باندی آئی اور ان کے سامنے لڑکھڑا کر گر گئی' امام بخاری نے کہا: تم کس طرح چلتی ہو؟ اس نے تنگ کر کہا: جب راستہ نہ ہو تو کیسے چلوں' امام بخاری نے ہاتھ اٹھا کر کہا: جاؤ میں نے تمہیں آزاد کر دیا' بعد میں امام بخاری سے کہا گیا: اس باندی نے تو آپ کو بدتمیزی سے جواب دیا تھا' امام بخاری نے کہا: میں نے جو کچھ کیا اس سے میں نے اپنے نفس (مطمئنہ) کو راضی کیا۔ (سیر اعلام النبلاء ج ۱۰ص ۳۱۰۔۳۰۸)

امام بخاری کی قوت حفظ' ذکاوت وذہانت اور وسعتِ علم

جعفر بن محمد القطان بیان کرتے ہیں کہ امام بخاری نے مجھے بتایا' میں نے ایک ہزار سے زیادہ شیوخ سے احادیث لکھی ہیں اور ہر شیخ سے دس ہزار سے زیادہ احادیث لکھی ہیں اور میں ہر حدیث کی سند ذکر کرتا ہوں۔

عبد الرحمان بن محمد بخاری بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام بخاری سے سنا کہ میں ایک ہزار مشائخ سے ملا' جن میں اہل حجاز' عراق' شام اور مصر کے مشائخ تھے' میں ان سے بار بار ملا اور شام' مصر اور الجزیرہ کے مشائخ سے دو بار ملا اور اہل بصرہ کے مشائخ سے چار بار ملا اور حجاز کے مشائخ سے چھ بار ملا اور میں شمار نہیں کر سکتا کہ میں خراسان کے محدثین کے ساتھ کتنی بار کوفہ اور بغداد گیا' ان میں قابل ذکر مشائخ یہ ہیں: المکی بن ابراہیم' یحییٰ بن یحییٰ' ابن شقیق' قتیبہ اور شہاب بن معمر اور شام کے مشائخ میں: الفریابی' ابومسہر' ابو المغیرہ اور ابوالیمان' میں ان میں سے جس سے بھی ملا' ان میں سے کسی کا بھی اس میں اختلاف نہیں تھا کہ دین قول اور عمل ہے اور قرآن اللہ کا کلام ہے۔

محمد بن ابو حاتم الوراق بیان کرتے ہیں کہ میں نے حاشد بن اسماعیل اور دوسروں سے سنا ہے کہ امام بخاری ہمارے ساتھ بچپن میں مشائخ بصرہ کے پاس جاتے تھے اور وہ احادیث لکھتے نہیں تھے' حتیٰ کہ کافی دن گزر گئے' ہم نے ان سے کہا: آپ ہمارے ساتھ جاتے ہیں اور لکھتے نہیں ہیں' پھر آپ کیا کریں گے؟ سولہ دن گزر جانے کے بعد امام بخاری نے کہا: تم نے مجھ سے لکھنے کے متعلق بہت اصرار کیا ہے' جاؤ تم اپنی لکھی ہوئی حدیثیں میرے پاس لاؤ' پس ہم اپنی لکھی ہوئی حدیثیں ان کے پاس لائے' امام بخاری نے اس سے پندرہ ہزار حدیثیں زیادہ زبانی بیان کر دیں اور کہا: تم یہ سمجھتے تھے کہ میں فضول یہاں آتا ہوں اور اپنا وقت ضائع کرتا ہوں' پھر ہم نے جان لیا کہ امام بخاری پر کوئی مقدم نہیں ہو سکتا۔

یوسف بن موسیٰ المروزی بیان کرتے ہیں کہ میں جامع بصرہ میں تھا کہ میں نے ایک منادی کی آواز سنی: اے اہل علم! بے شک

امام محمد بن اسماعیل بخاری آ چکے ہیں' لوگ ان سے طلب حدیث کے لیے کھڑے ہو گئے' میں بھی ان کے ساتھ تھا' ہم نے ایک نوجوان شخص دیکھا جو ستون کے پیچھے نماز پڑھ رہا تھا' جب وہ نماز سے فارغ ہو گئے تو سب نے اس شخص سے درخواست کی کہ وہ ان کے لیے مجلس املاء منعقد کریں' انہوں نے ان کی درخواست منظور کر لی' صبح کے قریب اتنے اور اتنے ہزار لوگ جمع ہو گئے اور امام بخاری احادیث لکھوانے کے لیے بیٹھ گئے' انہوں نے کہا: اے اہل بصرہ! میں نوجوان آدمی ہوں' آپ لوگوں نے مجھ سے احادیث لکھوانے کا سوال کیا ہے اور عنقریب میں آپ لوگوں کو آپ کے شہر کے مشائخ کی احادیث لکھواؤں گا۔

محمد بن ابی حاتم بیان کرتے ہیں کہ امام بخاری نے بتایا کہ میں نیشاپور کی جامع میں تھا' تو عمرو بن زرارہ اور اسحاق بن راھویہ یعقوب بن عبد اللہ والی نیشاپور کے پاس گئے اور اس کو میرے آنے کی خبر دی' اس نے ملاقات کے لیے آنے سے عذر پیش کیا اور کہا: جب ہمارے ہاں کوئی اجنبی مسافر آتا ہے تو ہم اس کو اس وقت تک جانے نہیں دیتے جب تک کہ اس کی شخصیت ہم پر واضح نہیں ہو جاتی' پھر ان میں سے کسی نے کہا: ہمیں معلوم ہوا ہے کہ آپ نماز میں ''جلسة'' (دو سجدوں کے درمیان بیٹھنا) اچھی طرح نہیں کرتے' امام بخاری نے کہا: اگر میرے متعلق اس طرح کہا گیا ہے تو میں اس مجلس سے اس وقت تک نہیں اٹھوں گا جب تک کہ میں صرف نماز کے متعلق دس ہزار احادیث نہ بیان کر دوں!

محمد بن ابی حاتم بیان کرتے ہیں کہ امام بخاری نے مجھے بتایا کہ ایک مرتبہ میں فریابی کی مجلس میں بیٹھا ہوا تھا' میں نے ایک حدیث بیان کی: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ابی عروہ از ابی الخطاب از حضرت انس رضی اللہ عنہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غسل واحد کے ساتھ تمام ازواجِ مطہرات کے پاس گئے۔

(صحیح بخاری: ۲۶۸' صحیح مسلم: ۳۰۹' سنن ابوداؤد: ۲۱۸' سنن ترمذی: ۱۴۰' سنن نسائی: ۲۶۳' سنن ابن ماجہ: ۵۸۸' مسند احمد: ۱۱۹۴۵۔ ج ۴' دار الفکر)

اس مجلس میں کوئی نہیں جان سکا کہ ابوعروہ کون ہے اور نہ یہ جان سکا کہ ابو الخطاب کون ہے' پھر میں نے بتایا کہ ابوعروہ معمر ہیں اور ابو الخطاب قتادہ ہیں۔

محمد بن ابی حاتم بیان کرتے ہیں کہ امام بخاری نے کہا کہ اسحاق بن ابراہیم سے کسی نے سوال کیا کہ ایک آدمی نے بھولے سے طلاق دے دی' وہ کافی دیر تک غور و فکر کرتے رہے اور اس کا جواب نہ دے سکے' پھر میں نے یہ حدیث سنائی:
نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: بے شک اللہ عزوجل نے میری امت سے اس سے درگزر کر لیا ہے کہ وہ اپنے دل میں کسی کام کا منصوبہ بنائے جب تک اس پر عمل نہ کرے یا کلام نہ کرے۔ (صحیح بخاری: ۵۲۶۹' صحیح مسلم: ۱۲۷' سنن ابوداؤد: ۲۲۰۹' سنن ترمذی: ۱۱۸۶' سنن نسائی: ۳۴۳۱' سنن ابن ماجہ: ۲۰۴۰' مسند احمد: ۹۵۰۳۔ ج ۳' دار الفکر)

اور اس سے مراد یہ ہے کہ وہ دل میں کسی کام کا قصد کرے یا کلام کرے یا اس پر عمل کرے اور اس نے دل میں اس کو طلاق دینے کا قصد نہیں کیا' پھر اسحاق نے میرے اس قول کے مطابق فتویٰ دیا۔

محمد بن حمیرویہ بیان کرتے ہیں کہ امام بخاری نے کہا: مجھے ایک لاکھ احادیث صحیحہ حفظ ہیں اور دو لاکھ احادیث غیر صحیحہ حفظ ہیں۔ (طبقات الشافعیہ ج ۱ ص ۴۲۷) محمد بن ابی حاتم الوراق بیان کرتے ہیں کہ امام محمد بن اسماعیل بخاری کہتے تھے کہ میں اس وقت تک حدیث لکھنے کے لیے نہیں بیٹھا جب تک کہ میں نے حدیث صحیح کو حدیث ضعیف سے متمیز نہیں کر لیا اور حتیٰ کہ میں نے رے (طہران) کی عام کتب کو نہیں پڑھ لیا اور حتیٰ کہ میں پانچ مرتبہ بصرہ میں داخل ہوا اور مجھے وہاں سے جو بھی صحیح حدیث ملی' اس کو میں نے لکھ لیا۔

علی بن حسین بن بیکندی بیان کرتے ہیں کہ ہمارے پاس محمد بن اسماعیل آئے تو کسی نے کہا کہ میں نے اسحاق بن راھویہ کو یہ

کہتے ہوئے سنا ہے: گویا میں اپنی کتاب میں ستر ہزار حدیثوں کو دیکھ رہا ہوں' محمد بن اسماعیل نے کہا: تم اس پر تعجب کر رہے ہو حالانکہ اس زمانہ میں ایسے لوگ بھی ہیں جو اپنی کتاب میں دو لاکھ حدیثوں کو دیکھتے ہیں اور امام بخاری نے اس سے اپنی ذات کا ارادہ کیا تھا۔
(سیر اعلام النبلاء ج ۱۰ ص ۲۹۰-۲۸۵)

امام بخاری کے مشائخ کے اسماء

★ امام بخاری نے بخاری سے روانہ ہونے سے پہلے ان مشائخ سے حدیث کا سماع کیا:
عبداللہ بن محمد بن عبداللہ بن جعفر بن الیمان الجعفی المسندی اور محمد بن سلام البیکندی اور ایک جماعت سے جو بڑے مشائخ میں سے نہیں تھے۔

★ بلخ میں ان مشائخ سے سماع حدیث کیا:
مکی بن ابراہیم اور وہ سب سے اعلیٰ ہیں اور انہوں نے مرو میں عبدان بن عثمان اور علی بن الحسن بن شقیق اور صدقہ بن الفضل سے سماع کیا اور نیشاپور میں یحییٰ بن یحییٰ اور رے میں ابراہیم بن موسیٰ سے سماع کیا۔

★ ۲۱۰ھ میں عراق میں ان مشائخ سے سماع کیا:
محمد بن عیسیٰ بن الطباع اور سریج بن النعمان اور محمد بن سابق اور عفان۔

★ بصرہ میں ان مشائخ سے سماع کیا:
ابو عاصم النبیل' الانصاری اور عبدالرحمن بن حماد الشعیثی صاحب ابن عون اور محمد بن عرعرہ اور حجاج بن منہال اور بدل بن المحبر اور عبداللہ بن رجاء اور متعدد سے سماع کیا۔

★ کوفہ میں ان مشائخ سے سماع کیا:
عبیداللہ بن موسیٰ' ابونعیم' خالد بن مخلد' طلق بن غنام اور خالد بن یزید المقری' یہ وہ ہیں جنہوں نے حمزہ کے سامنے حدیث پڑھی۔

★ اور مکہ میں ان مشائخ سے سماع کیا:
ابی عبدالرحمن المقری' خلاد بن یحییٰ' حسان بن حسان البصری' ابی الولید احمد بن محمد الازرقی اور الحمیدی۔

★ اور مدینہ میں ان مشائخ نے سماع کیا:
عبدالعزیز الاویسی' ایوب بن سلیمان بن بلال اور اسماعیل بن ابی اویس۔

★ اور مصر میں ان مشائخ سے سماع کیا:
سعید بن ابی مریم' احمد بن اشکاب' عبداللہ بن یوسف اور اصبغ۔

★ اور شام میں ان مشائخ سے سماع کیا:
ابوالیمان' آدم بن ابی ایاس' علی بن عیاش' بشر بن شعیب' ابوالمغیرہ عبدالقدوس' احمد بن خالد الوہبی' محمد بن یوسف الفریابی' ابومسہر اور ان کے علاوہ اور بہت سے۔

محمد بن ابوحاتم بیان کرتے ہیں کہ امام بخاری نے اپنی وفات سے ایک ماہ پہلے بتایا کہ میں نے ایک ہزار اسی (۱۰۸۰) مشائخ سے احادیث لکھی ہیں' ان میں سے ایک کے سوا سب یہ کہتے تھے کہ ایمان قول اور عمل ہے اور زیادہ ہوتا ہے اور کم ہوتا ہے۔

★ امام بخاری کے اعلیٰ شیوخ وہ ہیں جو تابعین سے روایت کرتے ہیں اور وہ یہ ہیں:
ابو عاصم الانصاری' مکی بن ابراہیم' عبیداللہ بن موسیٰ' ابوالمغیرہ اور ان کی مثل دیگر۔

★ ان کے اوساط شیوخ وہ ہیں جو اوزاعی سے روایت کرتے ہیں' اور وہ یہ ہیں:
ابن ابی ذئب' شعبہ' شعیب بن ابوحمزہ اور الثوری۔

★ پھر اس سے نچلے طبقہ میں وہ ہیں جو اصحاب مالک کی مثل ہیں' جیسے:
حماد بن زید اور ابی عوانہ۔

★ اور چوتھے طبقہ میں وہ ہیں' جو اصحاب ابن المبارک کی مثل ہیں' جیسے:
ابن عیینہ' ابن وہب اور ولید بن مسلم۔

★ پھر پانچویں طبقہ کے مشائخ یہ ہیں:
محمد بن یحیٰ الذھلی' اس سے انہوں نے بہت روایت کی ہے اور تدلیس کی ہے' اور محمد بن عبد اللہ المخرمی' محمد بن عبد الرحیم صاعقہ' یہ ان کے معاصر ہیں' اور ابومسہر' ان سے سماع مشکوک ہے اور غیر صحیح میں انہوں نے کہا: '' **حدثنا ابو مسھر** '' یا '' **حدثنا رجلٌ عنہ** '' اور '' **روی عن احمد بن عبد الملک بن واقد الحرانی** ''۔

(سیر اعلام النبلاء ج ۱۰ ص ۲۷۹۔۲۷۸' تہذیب الکمال ج ۱۶ ص ۸۵۔ ۸۴' طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ج ۱ ص ۴۲۴۔ ۴۲۳' ھدی الساری ص ۴۷۴۔ ۴۷۳' مع فتح الباری ج ۱' دار المعرفہ بیروت)

امام بخاری سے روایت کرنے والے اور ان کے تلامذہ

★ امام بخاری سے بہت لوگوں نے روایت کی' ان میں سے مشہور نام یہ ہیں:
ابوعیسیٰ الترمذی' ابوحاتم' ابراہیم بن اسحاق الحربی' ابوبکر بن ابی الدنیا' ابوبکر احمد بن عمرو بن ابی عاصم' صالح بن محمد جزرہ' محمد بن عبد اللہ الحضرمی مطین' ابراہیم بن معقل النسفی' عبد اللہ بن ناجیہ' ابوبکر محمد بن اسحاق بن خزیمہ' عمر بن محمد بن بجیر' ابوقریش محمد بن جمعہ' یحییٰ بن محمد بن صاعد' محمد بن یوسف الفربری راوی ''الصحیح''، منصور بن محمد بزدہ' ابوبکر بن ابی داؤد' حسین' قاسم (یہ دونوں محاملی کے بیٹے ہیں)' عبد اللہ بن محمد بن الاشقر' محمد بن سلیمان بن فارس' محمود بن عنبر النسفی اور بے شمار لوگ ہیں' امام مسلم نے ان سے غیر صحیح میں روایت کی ہے۔

ایک قول ہے: امام نسائی نے '' کتاب الصیام'' میں ان سے اپنی '' سنن'' میں روایت کی ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے اور امام نسائی نے '' کتاب الکنیٰ'' میں بعض احادیث از عبد اللہ بن احمد الخفاف از البخاری روایت کی ہیں۔

ہمارے شیخ ابوالحجاج المزی نے امام بخاری کے شیوخ اور ان کے تلامذہ کو حروف تہجی کی ترتیب سے ذکر کیا جیسا کہ ان کی عادت ہے۔

★ محمد بن طاہر المقدسی نے کہا ہے کہ '' صحیح البخاری'' کو ایک جماعت نے روایت کیا ہے' ان میں سے بعض کے اسماء یہ ہیں:
الفربری' حماد بن شاکر' ابراہیم بن معقل نسفی' طاہر بن محمد بن مخلد نسفی۔

حافظ ابونصر بن ماکولا نے کہا ہے: جس نے سب سے آخر میں امام بخاری سے حدیث روایت کی ہے' وہ ابوطلحہ منصور بن محمد بن علی البزدی ہیں' یہ اہل بزدہ سے تھے اور ثقہ تھے۔ (سیر اعلام النبلاء ج ۱۰ ص ۲۸۰' طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ج ۱ ص ۴۲۴)

امام بخاری کے متعلق ائمہ حدیث کے کلمات تحسین

ابوجعفر بیان کرتے ہیں کہ مجھے سلیم بن مجاہد نے بتایا کہ محمد بن سلام بیکندی میرے پاس آئے' میں نے ان سے کہا: اگر آپ تھوڑی دیر پہلے آتے تو میں آپ کو وہ بچہ دکھاتا' جس کو ستر ہزار احادیث حفظ ہیں' پھر میں امام بخاری کو تلاش کرنے کے لیے نکلا حتیٰ کہ وہ مل گئے' البیکندی نے کہا: تم ہی وہ ہو جو کہتے ہو مجھے ستر ہزار احادیث حفظ ہیں؟ امام بخاری نے کہا: ہاں! اور مجھے اس سے زیادہ احادیث حفظ ہیں اور میں آپ کو صحابہ اور تابعین سے جو حدیث بھی روایت کروں گا' میں ان میں سے اکثر کی جائے ولادت' جائے وفات اور ان کے مساکن کو جانتا ہوں اور میں صحابہ اور تابعین کی جس حدیث کو بھی روایت کرتا ہوں' میرے پاس قرآن مجید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت سے اس کی اصل محفوظ ہوتی ہے۔

یحییٰ بن جعفر کہتے تھے: اگر میں اس پر قادر ہوتا کہ میں اپنی عمر میں سے امام بخاری کی عمر میں اضافہ کر دوں تو میں کر دیتا کیونکہ میری موت ایک آدمی کی موت ہوگی اور امام بخاری کی موت سے علم رخصت ہو جائے گا۔

نعیم بن حماد کہتے تھے کہ امام بخاری اس امت کے فقیہ ہیں۔

محمد بن ابوحاتم بیان کرتے ہیں کہ امام بخاری نے بتایا کہ عمرو بن علی الفلاس کے اصحاب نے ایک حدیث میں مجھ سے مذاکرہ کیا' میں نے کہا: میں اس حدیث کو نہیں پہچانتا' وہ لوگ اس سے بہت خوش ہوئے اور جا کر عمرو بن علی کو بتایا' انہوں نے کہا: جس حدیث کو محمد بن اسماعیل نہیں پہچانتے وہ حدیث نہیں ہے۔

حاشد بن عبد اللہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے مصعب الزہری نے کہا: ہمارے نزدیک محمد بن اسماعیل' امام احمد بن حنبل سے زیادہ فقیہ اور بصیر ہیں' ان سے کہا گیا: تم نے حد سے تجاوز کیا ہے' مصعب نے اس شخص سے کہا: اگر تم امام مالک کا زمانہ پاتے اور ان کا چہرہ دیکھتے اور محمد بن اسماعیل کا چہرہ دیکھتے تو تم کہتے: یہ دونوں فقہ اور حدیث میں واحد ہیں۔

علی بن حجر نے کہا: خراسان نے تین مرد پیدا کیے: ابوزرعہ' محمد بن اسماعیل بخاری اور عبد اللہ بن عبد الرحمان دارمی' اور محمد بن اسماعیل میرے نزدیک ان سب سے زیادہ بصیر' سب سے بڑے عالم اور سب سے کامل فقیہ ہیں۔

عبد اللہ بن احمد بن حنبل بیان کرتے ہیں: میں نے اپنے والد سے سنا ہے: خراسان نے محمد بن اسماعیل کی مثل پیدا نہیں کی۔

احمد بن المنصور بیان کرتے ہیں: میں نے ابوبکر بن ابی شیبہ اور محمد بن عبد اللہ بن نمیر سے سنا کہ ہم نے محمد بن اسماعیل کی مثل نہیں دیکھی۔

حاشد بن اسماعیل بیان کرتے ہیں کہ میں بصرہ میں تھا تو میں نے محمد بن اسماعیل کی آمد کے متعلق سنا تو بندار نے کہا: آج سید الفقہاء داخل ہوا ہے۔

ابراہیم بن خالد المروزی بیان کرتے ہیں کہ ابوعمار الحسین بن حُریث نے امام بخاری کی تعریف کرتے ہوئے کہا: میں نے ان کی مثل نہیں دیکھی گویا کہ ان کو صرف حدیث کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔

محمود بن المنضر بیان کرتے ہیں کہ میں بصرہ' شام' کوفہ اور حجاز میں گیا اور میں نے ان کے علماء کو دیکھا' جب بھی ان کے سامنے امام محمد بن اسماعیل کا ذکر ہوتا تو وہ امام بخاری کو اپنے اوپر فضیلت دیتے۔

محمد بن یوسف بیان کرتے ہیں کہ امام محمد بن اسماعیل نے بتایا کہ میں جب بصرہ میں گیا تو میں بندار کی مجلس میں پہنچا' جب ان کی نظر مجھ پر پڑی تو مجھ سے پوچھا: نوجوان تم کہاں سے آئے ہو؟ میں نے کہا: بخاری سے' انہوں نے کہا: وہاں ابوعبد اللہ کیسے ہیں؟

میں خاموش رہا' ان کو لوگوں نے بتایا کہ یہی ابوعبد اللہ ہیں' پس وہ کھڑے ہو گئے' انہوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے گلے لگایا اور کہا: مرحبا! میں اس شخص پر کئی سالوں سے فخر کر رہا تھا۔

محمد بن عمر بن الاشعث البیکندی بیان کرتے ہیں کہ میں نے عبد اللہ بن احمد بن حنبل سے سنا' وہ کہتے تھے کہ میرے والد نے کہا: اہل خراسان میں سے چار حفاظ حدیث ہیں: ابوزرعہ الرازی' محمد بن اسماعیل البخاری' عبد اللہ بن عبد الرحمان السمرقندی اور الحسن بن شجاع البلخی۔

یعقوب بن ابراہیم الدورقی کہتے تھے کہ امام محمد بن اسماعیل اس امت کے فقیہ ہیں۔

الفربری بیان کرتے ہیں کہ عبد اللہ بن منیر کے اصحاب میں سے ایک شخص کسی کام سے بخاریٰ گیا' جب وہ واپس آیا تو ابن منیر نے اس سے پوچھا: تم ابوعبد اللہ سے ملے تھے؟ اس نے کہا: نہیں' انہوں نے اس کو دھتکار دیا اور کہا: تیرے اندر کوئی خیر نہیں ہے' تو بخاریٰ میں گیا اور ابوعبد اللہ محمد بن اسماعیل سے مل کر نہیں آیا!

الوراق بیان کرتے ہیں کہ میں نے علماء مکہ سے سنا' وہ کہتے تھے: محمد بن اسماعیل ہمارے امام اور فقیہ ہیں اور خراسان کے فقیہ ہیں۔ صالح بن یونس بیان کرتے ہیں کہ امام عبد اللہ بن عبد الرحمان دارمی سے سالم بن ابی حفصہ کی حدیث کے متعلق سوال کیا گیا' انہوں نے کہا: اس حدیث کو میں نے محمد بن اسماعیل کے ساتھ لکھا تھا اور وہ کہتے تھے کہ سالم ضعیف ہے' ان سے کہا گیا: آپ کیا کہتے ہیں؟ انہوں نے کہا: محمد بن اسماعیل مجھ سے زیادہ بصیرت رکھنے والے ہیں۔

الوراق بیان کرتے ہیں کہ ابوالطیب حاتم بن منصور الکلیسی کہتے تھے کہ بصرہ میں علم کے نفاذ میں امام بخاری اللہ کی آیات میں سے ایک آیت ہیں۔

رجاء الحافظ کہتے تھے کہ امام محمد بن اسماعیل کی علماء پر اس طرح فضیلت ہے جیسے مردوں کی عورتوں پر فضیلت ہے' ایک شخص نے کہا: کیا ہر ایک پر؟ انہوں نے کہا: وہ اللہ تعالیٰ کی آیات میں سے ایک آیت ہیں' جو زمین پر چلتے ہیں۔

محمد بن یوسف بیان کرتے ہیں کہ ہم امام بخاری کے ساتھ محمد بن بشار کے پاس تھے' انہوں نے امام بخاری سے ایک حدیث کے متعلق دریافت کیا' امام بخاری نے فی الفور جواب دیا' محمد بن بشار نے امام بخاری کی طرف اشارہ کر کے کہا: یہ ہمارے زمانہ میں اللہ کی مخلوق میں سب سے بڑے فقیہ ہیں۔

سلیم بن مجاہد کہتے تھے: اگر وکیع' ابن عیینہ اور ابن المبارک اس وقت زندہ ہوتے تو محمد بن اسماعیل کی طرف محتاج ہوتے۔

محمد بن یوسف بیان کرتے ہیں کہ ہم قتیبہ بن سعید کے پاس بیٹھے تھے کہ ایک شخص آیا' جس کے بال بکھرے ہوئے تھے' اس کا نام ابویعقوب تھا' قتیبہ بن سعید نے اس سے محمد بن اسماعیل کے متعلق دریافت کیا' پہلے اس نے اپنا سر جھکایا' پھر آسمان کی طرف سر اٹھایا اور کہا: اے لوگو! میں نے حدیث میں غور کیا ہے اور رائے میں بھی غور کیا ہے' میں فقہاء' زہاد اور عباد کی مجلس میں رہا ہوں اور جب سے میں نے ہوش سنبھالا ہے' میں نے محمد بن اسماعیل کی مثل نہیں دیکھی۔

حاشد بن اسماعیل بیان کرتے ہیں کہ قتیبہ کہتے ہیں کہ امام بخاری اپنے اصحاب میں صدق اور تقویٰ میں ایسے ہیں' جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ صحابہ میں تھے۔

ابوبکر محمد بن اسحاق بن خزیمہ کہتے تھے کہ میں نے محمد بن اسماعیل سے بڑھ کر آسمان کے نیچے احادیث کا عالم اور حافظ نہیں دیکھا۔

محمد بن حمدون بن رستم بیان کرتے ہیں کہ میں نے سنا کہ امام مسلم بن حجاج' امام بخاری کے پاس آئے اور کہا: اے استاذ الاستاذین' سید المحدثین اور علل حدیث کے طبیب! اپنے پیر بڑھائیں تاکہ میں ان پر بوسہ دوں۔

امام ابوعیسیٰ ترمذی نے کہا: میں نے علل' تاریخ اور معرفت الاسانید کے معنی میں محمد بن اسماعیل سے بڑھ کر کوئی عالم نہیں دیکھا' عراق میں نہ خراسان میں۔

امام ابوعیسیٰ ترمذی نے کہا: امام محمد بن اسماعیل' عبداللہ بن منیر کے پاس تھے' جب وہ ان کے پاس سے کھڑے ہوئے تو انہوں نے کہا: اے ابوعبداللہ! اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس امت کی زینت بنادیا ہے' امام ترمذی نے کہا: ان کے یہ کلمات قبول ہوگئے۔

احمد بن نصر الخفاف نے کہا: امام محمد بن اسماعیل' اسحاق بن راھویہ اور احمد بن حنبل سے بیس درجہ زیادہ بڑے عالم تھے اور جو امام بخاری کی مذمت کرے' میری طرف سے اس پر ایک ہزار لعنت ہو۔

بغیر کفر یا فسق کے کسی پر لعنت کرنا جائز نہیں ہے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

احمد بن حمدون القصار بیان کرتے ہیں کہ امام مسلم بن حجاج' امام بخاری کے پاس گئے اور ان کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور کہا: مجھے اجازت دیں کہ میں آپ کے قدموں کو بوسہ دوں' پھر کہا: آپ کو محمد بن سلام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں مخلد بن یزید الحرانی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے خبر دی از موسیٰ بن عقبہ از سہیل از والد خود از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ حدیث کفارہ مجلس میں ہے۔ (المستدرک ج ا ص ۵۳۶) اس حدیث کی علت کیا ہے؟ امام بخاری نے کہا: یہ حدیث ملیح ہے اور اس باب میں اس حدیث واحد کے سوا دنیا میں اور کوئی حدیث میرے علم میں نہیں ہے' مگر یہ حدیث معلول ہے: ہمیں یہ حدیث موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کی' انہوں نے کہا: ہم سے وہیب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سہیل نے حدیث بیان کی' از عون بن عبداللہ' امام محمد نے کہا: اور یہ سند اولیٰ ہے کیونکہ موسیٰ بن عقبہ کا سہیل سے سماع نہیں بیان کیا جاتا' تب امام مسلم نے کہا: آپ سے صرف حاسد ہی بغض رکھے گا اور میں گواہی دیتا ہوں کہ دنیا میں آپ کی کوئی مثل نہیں ہے۔

کفارہ مجلس کی حدیث درج ذیل ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی شخص کسی ایسی مجلس میں بیٹھے جہاں بہت شور و شغب ہو پھر مجلس سے اٹھنے سے پہلے وہ یہ دعا پڑھ لے: ''**سبحانك اللهم وبحمدك اشهد ان لا اله الا انت استغفرك واتوب اليك**'' تو اس مجلس میں جو غلط باتیں ہوئی تھیں' ان پر اس شخص کو معاف کر دیا جائے گا۔

(سنن ترمذی: ۳۴۳۳' مسند احمد ج ۲ ص ۳۴۹)

ابوسہل محمد بن احمد المروزی بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابوزید المروزی الفقیہ سے یہ سنا ہے کہ میں حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان سویا ہوا تھا' اس وقت مجھے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت ہوئی' آپ نے فرمایا: اے ابوزید! کب تک امام شافعی کی کتابیں پڑھتے رہو گے؟ تم میری کتاب نہیں پڑھتے' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ کی کتاب کون سی ہے؟ آپ نے فرمایا: محمد بن اسماعیل کی ''الجامع''۔ (سیر اعلام النبلاء ج ۱۰ ص ۳۰۳۔۲۹۰ ملخصاً وملتقطاً' تاریخ بغداد ج ۲ ص ۲۹۔۱۶ ملتقطاً' تاریخ دمشق ج ۵۵ ص ۶۵۔۶۱ ملتقطاً' تہذیب الکمال ج ۱۶ ص ۱۰۳۔۹۵ ملتقطاً' طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ج ا ص ۲۳۲۔۲۲۷ ملتقطاً' تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۴۲۔۴۱ ملتقطاً' ھدی الساری ص ۴۷۸۔ ۴۷۶ مع فتح الباری ج ا' دار المعرفہ بیروت)

اہل بغداد اور اہل سمرقند کے امتحان میں سرخرو ہونا

حافظ احمد بن عدی بیان کرتے ہیں کہ جب اہل بغداد کو معلوم ہوا کہ امام بخاری بغداد آ رہے ہیں تو بغداد کے محدثین نے امام بخاری کا امتحان لینے کے لیے ایک سو احادیث کے متون اور اسناد میں رد و بدل کر دیا' ایک حدیث کی سند کو دوسری حدیث کے ساتھ اور اس کی سند کو پہلی حدیث کے ساتھ لگا دیا اور اس طرح ایک سو احادیث کے متن اور سند الٹ پلٹ کر دیے اور دس آدمیوں میں یہ احادیث اس طرح تقسیم کر دیں کہ ہر شخص ایک ایک کر کے دس احادیث کے بارے میں امام بخاری سے سوال کرے۔

امام بخاری جب بغداد میں داخل ہوئے تو اہل بغداد نے ان کے اعزاز میں ایک مجلس مذاکرہ منعقد کی جس میں علماء امراء اور عوام کی بہت اکثریت شامل تھی۔ طے شدہ پروگرام کے مطابق ایک شخص اٹھا اور اس نے سند مقلوب کے ساتھ پہلی حدیث پڑھی' امام بخاری سے پوچھا: کیا آپ کو یہ حدیث معلوم ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں' اس نے پھر دوسری حدیث پڑھی' پھر تیسری' پھر چوتھی' یہاں تک کہ اس نے دس احادیث پڑھ ڈالیں اور امام بخاری نے ہر بار نفی میں جواب دیا' جاننے والے اصل سبب سمجھ کر امام بخاری کے علم پر حیران ہو رہے تھے اور انجان لوگ اس جواب کو امام بخاری کا عجز سمجھ کر پریشان ہو رہے تھے' پہلے شخص کے سوالات کے بعد اسی طرح دوسرے شخص نے اُٹھ کر سوالات کیے اور امام بخاری نے اسی طرح جواب دیئے' پھر تیسرا اٹھا' پھر چوتھا' یہاں تک کہ دس آدمیوں نے سو احادیث پوری کر ڈالیں اور امام بخاری نے ان تمام احادیث کے جواب میں یہی کہا کہ میں انہیں نہیں جانتا۔ جب امام بخاری نے دیکھا کہ یہ لوگ سوالات سے فارغ ہو گئے اور اب کوئی شخص نہیں اٹھتا تو آپ کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ پہلے شخص نے جو حدیث پڑھی' اس کی اس نے یہ سند بیان کی تھی اور اس کی سند یہ ہے' اس طرح ان لوگوں کی پڑھی ہوئی سو کی سو احادیث کی غلط اسناد بھی پڑھ کر سنائیں اور ان کی اصل اسناد بھی بیان کر دیں اور ہر حدیث کو اس کی اصل سند کے ساتھ لاحق کر دیا' جیسے ہی امام بخاری نے اپنے بیان کو ختم کیا' تمام مجلس میں تحسین و مرحبا کا غلغلہ اور آفرین آفرین کا شور اٹھا اور عوام و خواص سب نے امام بخاری کے فضل کا اعتراف اور ان کی عظمت کا اقرار کر لیا۔ (تاریخ بغداد ج ۲ ص ۲۱۔۲۰' تاریخ دمشق ج ۵۵ ص ۵۰۔۴۹' تہذیب الکمال ج ۱۶ ص ۱۰۰۔۹۹' سیر اعلام النبلاء ج ۱۰ ص ۲۸۶' طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ج ۱ ص ۲۲۸۔۲۲۷' جامع الاصول ج ۱ ص ۱۲۳۔۱۲۲' ھدی الساری ص ۷۹۴ مع فتح الباری ج ۱' دار المعرفہ بیروت)

حافظ ابوالازہر روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ سمرقند میں چار سو محدث جمع ہوئے اور انہوں نے امام بخاری کو مغالطہ دینے کے لیے شام کی اسناد عراق کی اسناد میں داخل کیں اور عراق کی شام میں' اسی طرح حرم کی اسناد یمن میں داخل کیں اور یمن کی حرم میں' وہ لوگ سات دن تک لگاتار اس قسم کے مغالطہ آمیز متون اور اسانید امام بخاری پر پیش کرتے رہے لیکن ایک بار بھی وہ امام بخاری کو نہ سند میں مغالطہ دے سکے نہ متن میں۔ (ھدی الساری ص ۷۹۴ مع فتح الباری ج ۱' دار المعرفہ بیروت)

امام بخاری کا فقہی مسلک

امام بخاری کے اپنے کلام میں اس بات کی کوئی تصریح نہیں ہے کہ ان کا فقہی مسلک کیا تھا' البتہ ''جامع صحیح'' میں امام بخاری ایسی احادیث بہ کثرت لائے ہیں' جو مسلک شافعی کی مؤید ہیں اور غالباً اسی بناء پر بعض مشاہیر علماء نے ان کو امام شافعی کا مقلد کر دیا ہے' چنانچہ امام قسطلانی متوفی ۹۱۱ھ تاج الدین سبکی کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

وقد ذكره ابوعاصم فی طبقات اصحابنا الشافعية. (ارشاد الساری ج ۱ ص ۵۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

ابو عاصم نے امام بخاری کو ہمارے طبقات شافعیہ میں بیان کیا ہے۔

اور تاج الدین سبکی متوفی ۷۷۱ھ امام بخاری کے بارے میں لکھتے ہیں:

وسمع بمكة عن الحميدی وعليه تفقه عن الشافعی.

یعنی امام بخاری نے مکہ میں حمیدی سے سماع کیا اور انہیں سے فقہ شافعی پڑھی۔

(طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ج۱ص ۴۲۳ ٗ دارالکتب العلمیہ ٗ بیروت ٗ ۱۴۲۰ھ)

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

ذكر ابو عاصم العبادی ابا عبد الله فی كتابه الطبقات وقال سمع من الزعفرانی وابی ثور والكرابيسی قلت وتفقه علی الحميدی وكلهم من اصحاب الشافعی. (طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ج۱ص ۴۲۴۔ ۴۲۳ ٗ دارالکتب العلمیہ ٗ بیروت ٗ ۱۴۲۰ھ)

ابوعاصم عبادی نے امام بخاری کا ذکر اپنی کتاب ''طبقات شافعیہ'' میں کیا ہے اور کہا ہے کہ امام بخاری نے زعفرانی ٗ ابوثور اور کرابیسی سے سماع کیا ہے اور میں کہتا ہوں کہ انہوں نے حمیدی سے فقہ پڑھی اور یہ سب امام شافعی کے شاگرد تھے۔

امام تاج الدین سبکی نے یہ تمام ثبوت حافظ ابوعاصم کے اس قول کو تقویت پہنچانے کے لیے ذکر کیے ہیں کہ امام بخاری شافعی المذہب تھے۔ حافظ ابوعاصم ۳۵۷ھ میں یعنی امام بخاری کے وصال کے ٹھیک ایک سو ایک سال بعد پیدا ہوئے ٗ ان کا زمانہ امام بخاری کے بہت قریب تھا ٗ اس لیے ان کی بات پر اعتماد کرنے کی کئی وجوہ ہیں۔

اور نواب صدیق حسن بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ ''مدینۃ العلوم'' سے نقل کر کے لکھتے ہیں:

ولنذكر بعد ذلك نبذا من ائمة الشافعية ليكون الكتب كامل الطرفين حائز الشرفين وهولاء صنفان احدهما من تشرف بصحبة الامام الشافعی والاخر من تلاهم من الائمة اما الاول فمنهم احمد الخلال ' ابوجعفر البغدادی واما الصنف الثانی فمنهم محمد بن ادريس ابوحاتم الرازی ومحمد بن اسمعيل البخاری ومحمد بن علی الحكيم ترمذی.

اور ہمیں چاہیے کہ اب کچھ ائمہ شافعیہ کا تذکرہ کریں ٗ تاکہ ہماری کتاب حنفی اور شافعی دونوں طرفوں کی جامع ہو جائے اور ائمہ شافعیہ دو قسم پر ہیں ٗ ایک وہ جو امام شافعی کی صحبت سے مشرف ہیں جیسے احمد خلال اور ابوجعفر بغدادی ٗ دوسری قسم کے ائمہ شافعیہ وہ ہیں جیسے محمد بن ادریس ابوحاتم رازی ٗ محمد بن اسماعیل البخاری اور محمد بن علی حکیم ترمذی۔

(ابجد العلوم ج۳ص ۱۲۷ ٗ المکتبۃ القدوسیہ ٗ لاہور ٗ ۱۴۰۳ھ)

ان ٹھوس حوالہ جات کے پیش نظر امت کی اکثریت اس طرف گئی ہے کہ امام بخاری شافعی المذہب تھے۔

بہرحال امام بخاری شافعی ہونے کی تقدیر پر بھی محض مقلد نہیں تھے بلکہ مجتہد فی المسائل تھے اور طبقات فقہاء میں تیسرے درجے پر فائز تھے ٗ یہی وجہ ہے کہ وہ بعض مسائل میں امام شافعی سے اختلاف کرتے ہیں اور ان مسائل میں خود اجتہاد کرتے ہیں ٗ اسی لیے اہل علم کے نزدیک امام بخاری کی مثال شوافع میں ایسی ہے جیسے احناف میں امام ابوجعفر طحاوی کی۔

تصانیف

امام بخاری کی زندگی کا اکثر حصہ احادیث کی تلاش میں شہر در شہر سفر میں گزرا ہے اور انہیں کسی ایک جگہ سکون سے بیٹھ کر کام کرنے کا موقع بہت کم ملا ہے۔ اس کے باوجود انہوں نے خاطر خواہ تعداد میں تصانیف چھوڑی ہیں۔ حافظ ابن حجر عسقلانی اور دیگر حضرات نے جو امام بخاری کی تصانیف گنوائی ہیں ٗ وہ یہ ہیں:

(۱) الجامع الصحیح (۲) التاریخ الکبیر (۳) التاریخ الاوسط (۴) التاریخ الصغیر (۵) کتاب الضعفاء (۶) کتاب الکنی (۷) الادب المفرد (۸) جزرفع الیدین (۹) جز القراءۃ خلف الامام (۱۰) کتاب الاشربۃ (۱۱) کتاب الہبہ (۱۲) کتاب العلل (۱۳) برالوالدین (۱۴) الجامع الکبیر (۱۵) التفسیر الکبیر (۱۶) المسند الکبیر (۱۷) خلق افعال العباد (۱۸) قضایا الصحابہ والتابعین (۱۹) کتاب الوحدان (۲۰) کتاب المبسوط (۲۱) کتاب الفوائد (۲۲) اسامی الصحابہ۔ (ھدی الساری ص ۴۸۳ 'مع فتح الباری ج ا' دارالمعرفۃ بیروت)

نیشاپور میں امام محمد بن یحیٰی الذھلی کے ساتھ خلق قرآن کا مناقشہ

۲۵۰ھ میں امام بخاری نے نیشاپور آنے کا پروگرام بنایا' اس خبر کو سنتے ہی اہالیان نیشاپور میں فرحت و مسرت کی لہر دوڑ گئی۔ اس زمانہ میں محمد بن یحیٰی ذہلی نیشاپور کی علمی ریاست کے والی تھے۔ محمد بن یحیٰی ذہلی نے شہر کے لوگوں کو امام بخاری کے استقبال کی تلقین کی' چنانچہ لوگوں کے ایک انبوہ کثیر نے محمد بن یحیٰی کی قیادت میں شہر سے تین مرحلہ آگے جا کر امام بخاری کا استقبال کیا اور انتہائی تزک و احتشام سے امام بخاری کو شہر میں لے کر آئے۔ امام مسلم بن حجاج کہتے ہیں: میں نے اس سے پہلے اتنا عظیم الشان استقبال نہ کسی عالم کا دیکھا تھا نہ کسی حاکم کا۔

امام بخاری نے نیشاپور میں درس حدیث دینا شروع کیا' ان کے درس میں ہر وقت اژدہام رہتا تھا اور بے حساب لوگ امام بخاری سے علم حدیث کا استفادہ کرتے تھے۔ بعض حاسدین کو امام بخاری کی شہرت اور مقبولیت بری لگی اور انہوں نے محمد بن یحیٰی کو امام بخاری کا مخالف بنا دیا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ محمد بن یحیٰی ذہلی قرآن کریم کے الفاظ کو بھی قدیم مانتے تھے' اس پر بڑی شدت سے قائم تھے' کسی شخص نے جا کر امام بخاری سے پوچھا کہ قرآن مخلوق ہے یا غیر مخلوق؟ امام بخاری ٹالتے رہے' جب اس نے زیادہ اصرار کیا تو آپ نے کہا: ''القرآن کلام اللّٰہ غیر مخلوق'' اس نے پھر اصرار کیا' قرآن کے الفاظ کا حکم بتلایئے' تو آپ نے کہا: ''افعالنا مخلوقۃ والفاظنا من افعالنا'' (ہمارے افعال مخلوق ہیں اور الفاظ بھی ہمارے افعال ہیں) بس پھر کیا تھا' شور مچ گیا کہ امام بخاری الفاظ قرآن کو مخلوق مانتے ہیں' جب ذہلی تک یہ خبر پہنچی تو وہ تمام عنایات منقطع کر کے یکسر مخالف ہو گئے اور اعلان کر دیا کہ بخاری کے درس میں کوئی شخص نہ جائے' چنانچہ مسلم بن حجاج کے سوا تمام لوگوں نے امام بخاری کے درس میں جانا بند کر دیا۔ آخر کار جب امام بخاری اہل نیشاپور سے مایوس ہو گئے تو آپ نے نیشاپور سے بخارا کی طرف روانگی کا قصد کر لیا۔

(تاریخ بغداد ج ۲ ص ۳۱-۲۹' تاریخ دمشق ج ۵۵ ص ۶۸-۶۷' سیر اعلام النبلاء ج ۱۰ ص ۳۱۳-۳۱۱' طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ج ا ص ۴۳۹-۴۳۶' ھدی الساری ص ۴۸۲' مع فتح الباری ج ا' دارالمعرفۃ بیروت)

امام بخاری کی بخاریٰ میں امیر بخاریٰ خالد بن احمد ذہلی کے ساتھ آزمائش

جب اہل وطن کو معلوم ہوا کہ امام بخاری وطن واپس لوٹ رہے ہیں تو انہیں بے حد خوشی ہوئی' انہوں نے بخارا سے کئی منزل پہلے امام بخاری کی پیشوائی کے لیے خیمے نصب کر دیئے اور بڑے تزک و اہتمام اور شان و شکوہ سے امام بخاری کو شہر لے کر آئے۔ امام بخاری نے بخارا میں درس قائم کر دیا اور اطمینان سے پڑھانے میں مصروف ہو گئے۔

حاسدین نے یہاں بھی امام بخاری کا پیچھا نہ چھوڑا' وہ خلافتِ عباسیہ کے نائب خالد بن احمد ذہلی والی بخارا کے پاس گئے اور اس سے کہا کہ امام بخاری سے کہیے کہ وہ آپ کے صاحبزادے کو گھر آ کر پڑھایا کریں' جب والی بخارا نے امام بخاری سے یہ فرمائش کی تو آپ نے فرمایا: میں علم کو سلاطین کے دروازے پہ لے جا کر ذلیل کرنا نہیں چاہتا۔ جس شخص کو پڑھنے کی ضرورت ہے اس کو میرے درس میں آنا چاہیے۔ والیٔ بخارا نے کہا: اگر میرا لڑکا درس میں آئے تو وہ عام لوگوں کے ساتھ بیٹھ کر نہیں پڑھے گا' آپ کو اسے

علیحدہ پڑھانا ہوگا۔ امام بخاری نے جواب دیا: میں کسی شخص کو احادیث رسول کی سماعت سے روک نہیں سکتا' یہ جواب سن کر حاکم ناراض ہو گیا اور اس نے ابن الوقت علماء سے امام بخاری کے خلاف فتویٰ حاصل کر کے انہیں شہر سے نکل جانے کا حکم دے دیا۔

امام بخاری اپنے وطن میں آ کر بے وطن ہونے پر بہت آزردہ ہوئے۔ ابھی ایک ماہ بھی نہ گزرا تھا کہ خلیفہ نے والیٔ بخارا خالد بن احمد ذہلی کو معزول کر دیا اور اسے گدھے پر سوار کرا کے محل سے نکالا گیا اور قید خانہ میں بند کر دیا گیا' جہاں وہ انتہائی ذلت اور رسوائی سے چند دن گزارنے کے بعد ہلاک ہو گیا۔ اسی طرح جن لوگوں نے امیر بخارا کی معاونت کی تھی' وہ سب مختلف بلاؤں میں گرفتار ہو کر ہلاک ہو گئے۔ (تاریخ بغداد ج ۲ ص ۳۳-۳۱' تاریخ دمشق ج ۵۵ ص ۷۱-۷۰' تہذیب الکمال ج ۱۶ ص ۱۰۶-۱۰۵' سیر اعلام النبلاء ج ۱۰ ص ۳۱۸-۳۱۶' طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ج ۱ ص ۴۴۱' ھدی الساری ص ۴۸۴' مع فتح الباری ج ۱' دار المعرفہ' بیروت)

امام بخاری کا سانحہ ارتحال

بخارا سے واپس ہونے کے بعد امام بخاری نے سمرقند جانے کا قصد کیا۔ ابھی سمرقند سے کئی منزل دور تھے تو آپ کو اطلاع ملی کہ اہل سمرقند میں آپ کے بارے میں دو آراء ہو گئی ہیں' یہ سن کر آپ وہیں راستہ میں خرتنگ نامی ایک بستی میں رک گئے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی: اے خدا! یہ زمین وسعت کے باوجود مجھ پر تنگ ہوتی جا رہی ہے' مجھے اپنے پاس واپس بلا لے۔ اس دعا کے بعد آپ بیمار پڑ گئے۔ اس اثناء میں اہل سمرقند نے بلانے کے لیے آپ کے پاس قاصد بھیجا' آپ جانے کے لیے تیار ہوئے' مگر طاقت نے ساتھ نہ دیا۔ چند دعائیں پڑھیں اور لیٹ گئے' جسم سے پسینہ بہنا شروع ہوا' ابھی وہ پسینہ خشک نہ ہوا تھا کہ آپ نے جان' جان آفرین کے سپرد کر دی اور اس طرح یکم شوال ۲۵۶ھ کو باسٹھ سال کی زندگی گزار کر عشاء کی نماز کے بعد علم و فضل کا وہ عظیم آفتاب غروب ہو گیا' جس کے علم و عمل کی روشنی سے سمرقند' بخارا' بغداد اور نیشاپور کے بے شمار عوام و خواص اپنے دل و دماغ کو منور کر رہے تھے' پھر عید کے دن ظہر کی نماز کے بعد آپ کو خرتنگ میں دفن کیا گیا۔ (تاریخ بغداد ج ۲ ص ۳۴-۳۳' تاریخ دمشق ج ۵۵ ص ۷۱' تہذیب الکمال ج ۱۶ ص ۱۰۷-۱۰۶' سیر اعلام النبلاء ج ۱۰ ص ۳۱۸' طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ج ۱ ص ۴۴۱' ھدی الساری ص ۴۸۴' مع فتح الباری ج ۱' دار المعرفہ' بیروت)

اس اعتراض کا جواب کہ موت کی دعا مانگنا ممنوع ہے' پھر امام بخاری نے موت کی دعا کیوں کی؟

اس جگہ یہ اشکال ہوتا ہے کہ تمام مؤرخین نے لکھا ہے کہ امام بخاری نے حالات سے بددل ہو کر اپنی موت کی دعا کی اور یہ کہا: اے خدا! یہ زمین اپنی وسعت کے باوجود مجھ پر تنگ ہو گئی ہے' مجھے اپنے پاس واپس بلا لے' حالانکہ موت کی دعا مانگنا ممنوع ہے' حدیث میں ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص کسی مصیبت کی وجہ سے ہرگز موت کی تمنا نہ کرے' اگر اس نے ضرور دعا کرنی ہو تو وہ یوں دعا کرے: اے اللہ! جب تک میرے لیے زندگی بہتر ہو تو مجھے زندہ رکھ اور جب میرے لیے موت بہتر ہو تو مجھے موت عطا کر۔ (صحیح البخاری: ۵۶۷۱' صحیح مسلم: ۲۶۸۰' سنن ابوداؤد: ۳۱۰۸' سنن ترمذی: ۹۷۱' سنن نسائی: ۱۸۱۹' سنن ابن ماجہ: ۴۲۶۵' صحیح ابن حبان: ۹۶۸' مسند احمد ج ۳ ص ۱۰۱)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص موت کی تمنا نہ کرے اور نہ موت آنے سے پہلے اس کی دعا کرے' جب تم میں سے کوئی شخص مر جاتا ہے تو اس کا عمل منقطع ہو جاتا ہے اور زندگی مومن میں صرف نیکیوں کو زیادہ کرتی ہے۔ (صحیح مسلم: ۲۶۸۲)

اس کا جواب یہ ہے کہ پے در پے صدمات کی وجہ سے امام بخاری کا ذہن بے حد منتشر ہو چکا تھا اور ان کو ذہول ہو گیا تھا اور اس

وقت یہ یاد نہ رہا کہ موت کی دعا کرنے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا ہے اور نسیان کی حالت میں جو ممنوع کام کیا جائے اس پر مواخذہ نہیں کیا جاتا یا پھر امام بخاری نے اجتہاد کیا کہ دنیاوی مصیبت کی وجہ سے موت کی تمنا کرنا منع ہے لیکن اب ان کے دین پر مصیبت آئی ہوئی ہے ان کو دینی خدمت کرنے سے روکا جا رہا ہے اور درس اور تدریس کی راہ میں روڑے اٹکائے جا رہے ہیں اور اس سے پہلے کہ میرے دین پر کوئی بڑی آفت اور مصیبت آئے تو اے اللہ! مجھے اپنے پاس بلا لے امام بخاری فقیہ اور مجتہد تھے انہوں نے موت کی دعا کرتے وقت ضرور اس دعا کی کوئی بہترین توجیہ کی ہوگی۔

بارگاہ رسالت میں مقبولیت

امام بخاری نے ساری عمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسوہ کی تلاش' آپ کے اقوال کی تتبع اور آپ کی احادیث کی خدمت میں گزاری۔ ان کی زندگی کا ایک ایک عمل متابعت رسول کا مظہر تھا۔ وراق کہتے ہیں: میں نے ایک مرتبہ خواب میں دیکھا کہ امام بخاری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے پیچھے جا رہے ہیں اور حضور جس جگہ قدم رکھتے ہیں' امام بخاری بھی بعد میں وہیں قدم رکھتے ہیں۔

فربری کہتے ہیں: میں نے خواب میں دیکھا کہ میں کسی جگہ جا رہا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: کہاں جا رہے ہو؟ میں نے عرض کیا: محمد بن اسماعیل کے پاس۔ آپ نے فرمایا: جاؤ اور اسے جا کر میرا اسلام کہنا۔ (تاریخ بغداد ص ۱۰)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ عنایات جس طرح زندگی میں امام بخاری کے شامل حال تھیں' اسی طرح وصال کے بعد بھی یہ توجہات ان پر سایہ فگن رہیں' چنانچہ عبدالواحد بن آدم طواویسی کہتے ہیں کہ میں نے ایک رات خواب دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جماعت صحابہ کے ساتھ ایک جگہ کھڑے ہوئے ہیں' میں نے پوچھا: حضور کس کا انتظار ہے؟ فرمایا: بخاری کا۔ طواویسی کہتے ہیں: چند دن بعد مجھے امام بخاری کے وصال کی خبر پہنچی' میں نے تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ امام بخاری کا اسی رات انتقال ہوا تھا' جس رات میں نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی تھی۔ (تاریخ بغداد ج ۲ ص ۳۴' تاریخ دمشق ج ۵۵ ص ۷۱' تہذیب الکمال ج ۱۶ ص ۱۰۷' سیر اعلام النبلاء ج ۱۰ ص ۳۱۹' طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ج ۱ ص ۲۴۰' ھدی الساری ص ۴۸۴' مع فتح الباری ج ۱' دارالمعرفہ بیروت)

امام بخاری کے مزار کی برکات

امام بخاری کی نمازِ جنازہ کے بعد جب ان کی قبر پر مٹی ڈالی گئی تو مدت مدید تک اس مٹی سے مشک کی مہک آتی رہی اور عرصہ دراز تک لوگ دور دور سے آ کر امام بخاری کی قبر کی مٹی کو بہ طور تبرک لے جاتے رہے۔

(طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ج ۱ ص ۲۴۲-۲۴۱' ھدی الساری ص ۴۸۴' مع فتح الباری ج ۱' دارالمعرفہ بیروت)

ابوالفتح سمرقندی بیان کرتے ہیں کہ امام بخاری کے وصال کے بعد دو سو سال بعد ''سمرقند'' میں خشک سالی کی وجہ سے قحط نمودار ہو گیا۔ لوگوں نے بار ہا نماز استسقاء پڑھی دعائیں مانگیں مگر بارش نہ ہوئی' پھر ایک مرد صالح' قاضی شہر کے پاس گیا اور اس کو مشورہ دیا کہ تم شہر کے لوگوں کو لے کر امام بخاری کی قبر پر جاؤ اور وہاں جا کر اللہ تعالیٰ سے بارش کی دعا مانگو شاید اللہ تعالیٰ تمہاری دعا قبول کر لے' قاضی شہر نے یہ مشورہ قبول کر لیا اور شہر کے لوگوں کو لے کر امام بخاری کی قبر پر حاضر ہوا' لوگوں نے وہاں گریہ وزاری کا اظہار کیا اور اللہ تعالیٰ سے نہایت خضوع وخشوع سے دعا مانگی اور امام بخاری سے قبولیت دعا کے لیے سفارش کی درخواست کی' اسی وقت آسمان پر بادل امڈ آئے اور سات دن تک لگاتار اس قدر بارش ہوتی رہی کہ لوگوں کے لیے ''خرتنگ'' سے ''سمرقند'' پہنچنا مشکل ہو گیا۔

(طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ج ۱ ص ۲۴۲' ارشاد الساری ج ۱ ص ۴۷)

نحمدهٗ ونصلی علی رسوله الکریم

صحیح البخاری

امام بخاری کی تصانیف یوں تو بیس سے زیادہ ہیں' لیکن جو عظمت' شہرت اور مقبولیت ''صحیح بخاری'' کے حصہ میں آئی' وہ اور کسی کتاب کو حاصل نہ ہو سکی بلکہ حق یہ ہے کہ تمام امہات کتب حدیث میں جو مقام ''صحیح بخاری'' کو حاصل ہوا وہ اور کسی کتاب نے نہیں پایا' نیز علماء امت کا اس پر اتفاق ہے کہ کتاب اللہ کے بعد ''صحیح بخاری'' سے زیادہ کوئی صحیح کتاب روئے زمین پر موجود نہیں ہے۔امام شافعی نے ''موطأ امام مالک'' کو صحیح ترین کتاب قرار دیا تھا لیکن وہ ''صحیح بخاری'' کی تصنیف سے پہلے کی بات تھی۔واقعہ یہ ہے کہ ''صحیح بخاری'' کے منظر وجود میں آنے کے بعد متقدمین کی تمام کتابیں پس منظر میں چلی گئیں۔

متاخرین کی کتابوں میں ''صحیح مسلم'' نے بے شک بڑا نام کمایا بلکہ بعض مغاربہ نے ''صحیح مسلم'' کو ''صحیح بخاری'' پر ترجیح بھی دے ڈالی' لیکن ان لوگوں کو جمہور کی موافقت حاصل نہ ہو سکی اور محققین نے دلائل و براہین سے ثابت کر دکھایا کہ مسلم کی احادیث کا درجہ صحت اور اتصال میں ''بخاری'' سے بہت کم ہے۔حقیقت یہ ہے کہ امام مسلم نے اپنی ''صحیح'' میں جس قدر احادیث درج کی ہیں' وہ سب امام بخاری کی توجہ اور عنایت کا ثمرہ ہیں' اسی لیے دار قطنی نے کہہ دیا کہ اگر امام بخاری نہ ہوتے تو امام مسلم سے کسی حدیث کا ظہور نہ ہوتا۔

سبب تالیف

عہد صحابہ و تابعین میں تدوین احادیث کا اہتمام نہیں تھا' جس کی اصل وجہ یہ تھی کہ ان لوگوں کو اپنے ضبط صدر اور حافظہ پر قوی اعتماد تھا' البتہ اتباع تابعین کے عہد میں تدوین حدیث کا عام رواج ہو چکا تھا اور متعدد جلیل القدر محدثین نے مجموعہ احادیث ترتیب دے رکھے تھے' ان کی کتابوں میں امام ابوحنیفہ کی ''کتاب الآثار'' امام مالک کی ''موطأ'' جامع سفیان ثوری' مصنف ابن ابی شیبہ' مصنف عبد الرزاق' اور ''مسند احمد'' کی بہت شہرت تھی' لیکن اس وقت تک حدیث کے موضوع پر جس قدر کتابیں معرض وجود میں آئی تھیں' ان میں سے کسی کتاب میں بھی صرف احادیث صحیحہ لانے کا التزام نہیں کیا گیا تھا بلکہ ان میں شاذ' منکر' مدلس اور معلل ہر قسم کی روایات جمع کر دی گئی تھیں۔اس وقت اس بات کی ضرورت شدت سے محسوس کی جا رہی تھی کہ ایک ایسا مجموعہ احادیث ترتیب دیا جائے' جس میں صرف احادیث صحیحہ کو جمع کیا جائے۔اسی ضرورت کے پیش نظر امام بخاری کے استاد اسحاق بن راھویہ نے امام بخاری سے کہا: کاش! تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنن کو اسانید صحیحہ کے ساتھ جمع کر لو تا کہ صحیح مجرد کا مجموعہ تیار ہو جائے۔

اسی زمانہ میں امام بخاری نے خواب دیکھا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑے ہوئے پنکھا جھل کر مکھیاں اڑا رہے ہیں' اس خواب کی تعبیر یہ بتائی گئی کہ امام بخاری' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب جھوٹی باتوں کو دور کریں گے۔اس تعبیر کے بعد امام

بخاری نے احادیث صحیحہ جمع کرنے کا پختہ عزم کر لیا۔ (مرقاۃ المفاتیح ج ا ص ۱۳' مکتبہ امدادیہ ملتان' ۱۳۹۰ھ)

بہ ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ ''صحیح بخاری'' کی تالیف کے صرف یہی دو سبب تھے لیکن اگر نظر غائر سے ''صحیح بخاری'' کا مطالعہ کیا جائے تو پتا چلتا ہے کہ تالیف ''صحیح'' کا مقصد صرف جمع احادیث ہی نہیں بلکہ تراجم پر استدلال اور احادیث سے مسائل کا استنباط بھی ہے' کیونکہ بسا اوقات امام بخاری ترجمہ ابواب قائم کرتے ہیں اور اس کے تحت کوئی حدیث ذکر نہیں کرتے' مثلاً ''کتاب العلم'' میں ایک عنوان قائم کیا: ''**باب العلم قبل القول والعمل لقول اللّٰہ عزوجل فاعلم انہ لا الہ الا اللّٰہ فبدء بالعلم الخ**'' (صحیح البخاری کتاب العلم' باب: ۱۰) اس باب کے تحت امام بخاری نے اپنی سند کے ساتھ حدیث ذکر نہیں کی بلکہ ترجمۃ الباب پر صرف مذکورہ آیت سے استدلال کیا ہے کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ نے پہلے علم کا اور پھر ''لا الٰہ الا اللّٰہ'' کا ذکر کیا ہے۔ اسی طرح ''کتاب الزکوٰۃ'' میں ایک باب قائم کیا: ''**لا یقبل اللّٰہ صدقۃ من غلول ولا یقبل الا من کسب طیب لقولہ تعالٰی قول معروف ومغفرۃ خیر من صدقۃ یتبعھا اذی واللّٰہ غنی حلیم**''۔ (صحیح البخاری' کتاب الزکوٰۃ' باب: ۷)

اس آیت کریمہ پر یہ باب ختم کر دیا گیا اور اس باب کے اثبات کے لیے امام بخاری کوئی حدیث نہیں لائے بلکہ ترجمۃ الباب کو اس آیت کریمہ سے التزاماً ثابت کیا ہے کہ جب مال حلال سے صدقہ بھی بہ وجہ احسان مقبول نہیں ہے تو مال حرام سے دیا ہوا صدقہ کب قبول ہو سکتا ہے۔ ان شواہد سے معلوم ہوا کہ تالیف ''صحیح'' سے امام بخاری کا مقصد صرف جمع احادیث ہی نہیں بلکہ مسائل فقہیہ میں اپنے مختار پر استدلال بھی ہے۔

استدلال علی المسائل کے علاوہ تالیف ''صحیح'' کی تیسری غرض احادیث سے مسائل کا استنباط ہے کیونکہ ایک حدیث کو امام بخاری متعدد جگہ لاتے ہیں اور بعض دفعہ تو ایک حدیث کو انہوں نے سولہ سولہ مقامات پر ذکر کیا ہے' اگر ان کا مقصد صرف احادیث صحیحہ کا جمع کرنا ہوتا تو وہ ایک بار حدیث کے ذکر کر دینے سے پورا ہو سکتا تھا اور جب وہ ایک حدیث کو مختلف ابواب کے تحت متعدد جگہ لاتے ہیں تو اس سے ان کا مقصد ان مسائل کا استنباط ہوتا ہے' جن کے تحت وہ اس حدیث کو ذکر کرتے ہیں' مثلاً ایک موقع پر بعض صحابہ نے عجلت کی وجہ سے پیروں کو دھونے کی بجائے فقط مسح کر لیا تو رسول اللہ ﷺ نے بلند آواز سے فرمایا: ''ویل للاعقاب من النار'' اس حدیث کا امام بخاری نے دو جگہ ذکر کیا ہے' ایک جگہ ''**باب من رفع صوتہ بالعلم**'' اور دوسری جگہ ''**باب غسل الرجلین ولا یمسح علی القدمین**'' کے تحت' گویا اس حدیث سے امام بخاری نے دو مسئلوں کا استنباط کیا' ایک بلند آواز سے علم کی بات کہنے کا دوسرے پیروں پر مسح کی عدم کفایت کا۔

بہر حال اس تفصیل سے ظاہر ہو گیا کہ تالیف ''صحیح'' سے امام بخاری کا مقصود جمع احادیث کے علاوہ مسائل فقہیہ میں اپنے مختار پر استدلال اور احادیث سے مسائل کا استنباط بھی ہے۔

تسمیہ

امام بخاری نے اپنی صحیح کا نام ''الجامع الصحیح المسند المختصر من امور رسول اللہ ﷺ وسننہ وایامہ'' رکھا' لیکن عوام وخواص میں یہ کتاب ''صحیح بخاری'' کے نام سے مشہور ہو گئی۔ محدثین کی اصطلاح میں جامع' حدیث کی اس کتاب کو کہتے ہیں' جس میں آٹھ مخصوص عنوانوں کے تحت احادیث ذکر کی جائیں' جو یہ ہیں: سیر' تفسیر' آداب' عقائد' فتن' احکام' اشراط' مناقب' اور ''الصحیح'' کا مطلب ہے کہ اس مجموعہ کی تمام احادیث صحیح ہوں اور ''المختصر من امور رسول اللّٰہ ﷺ'' کا مفاد یہ ہے کہ اس کتاب میں رسول اللہ ﷺ کے اقوال' افعال' احوال' صفات اور ایام سے متعلق احادیث لائی جائیں گی۔

ادب اور اہتمام

امام بخاری نے اپنی ''صحیح'' کا چھ لاکھ احادیث میں سے انتخاب کیا ہے۔ حدیث شریف کو کتاب میں ذکر کرنے سے پہلے وہ غسل کرتے' اس کے بعد دو رکعت نفل پڑھتے' پھر اس حدیث کی صحت کے بارے میں استخارہ کرتے' اس کے بعد اس حدیث کو اپنی ''صحیح'' میں درج کرتے۔ امام بخاری فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی اس کتاب کو سولہ سال کی مدت میں مکمل کیا' میں نے اس کتاب میں صرف صحیح احادیث شامل کی ہیں اور جن صحیح احادیث کو میں نے طوالت کی وجہ سے ترک کر دیا ہے' ان کی تعداد بہت زیادہ ہے۔

(ھدی الساری ص ۶۷' مع فتح الباری ج ا' دار المعرفۃ' بیروت)

امام بخاری نے اپنی ''صحیح'' کا مسودہ مکہ' بصرہ اور بخارا میں تیار کیا اور اس کی تبییض مسجد حرام میں کی اور مدینہ منورہ میں روضہ شریف کے پہلو میں بیٹھ کر تراجم ابواب لکھے۔ امام بخاری کے شاگرد محمد بن ابی حاتم وراق کہتے ہیں کہ میں نے امام بخاری سے پوچھا: کیا آپ کو وہ تمام احادیث یاد ہیں جو آپ نے اپنی ''صحیح'' میں وارد کی ہیں؟ امام بخاری نے فرمایا: ''جامع صحیح'' کی کوئی حدیث مجھ سے مخفی نہیں ہے کیونکہ میں نے اس کو تین مرتبہ لکھا ہے۔ (سیر اعلام النبلاء ج ۱۰ ص ۲۸۳' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

تین مرتبہ تصنیف سے غالباً تسوید' تبییض اور تنقیح مراد ہے اور ''صحیح بخاری'' کے نسخوں کا اختلاف بھی شاید اسی وجہ سے ہے اور بعض صوفیاء سے یہ بھی منقول ہے کہ ایک مرتبہ امام بخاری نے مسودہ لکھا' دوسری مرتبہ مبیضہ تیار کیا' تیسری بار ہر حدیث کو رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں پیش کیا اور جس حدیث کے بارے میں بالمشافہ یا خواب کے ذریعہ حضور سے اجازت مل گئی اور اس کی صحت کا یقین کامل ہو گیا' اس کو اپنی ''صحیح'' میں درج کر دیا۔ (اشعۃ اللمعات ج ا ص ۱۰' مطبع تیج کمار' لکھنؤ)

مقبولیت

اللہ تعالیٰ نے امام بخاری کی ''صحیح'' کو بے پناہ مقبولیت عطا فرمائی۔ قرآن کریم کے بعد جس کتاب پر سب سے زیادہ اعتماد کیا جاتا ہے' وہ ''صحیح بخاری'' ہے۔ ''صحیح بخاری'' پر سب سے زیادہ کام کیا گیا' اس کی بے شمار شروح لکھی گئی ہیں' اس کی تعلیقات' متابعات' شواہد اور رجال کی تحقیق پر الگ الگ کتابیں لکھی گئیں اور امام بخاری کے زمانہ سے لے کر آج تک تمام دینی مدارس میں انتہائی اہتمام اور شکوہ کے ساتھ ''صحیح بخاری'' کا درس دیا جاتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں جس طرح امام بخاری مقبول تھے' اسی طرح ان کی ''صحیح'' بھی بارگاہِ رسالت میں شرف پذیرائی رکھتی ہے۔ ابوزید مروزی بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں بیت الحرام میں رکن اور مقام کے درمیان سویا ہوا تھا' میں خواب میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوا۔ حضور نے فرمایا: ابوزید! شافعی کی کتابیں کب تک پڑھتے رہو گے' میری کتاب کیوں نہیں پڑھتے' میں نے عرض کیا: حضور! آپ کی کتاب کون سی ہے؟ فرمایا: محمد بن اسماعیل کی ''جامع'' اور انور شاہ کشمیری بیان کرتے ہیں کہ امام عبد الوہاب شعرانی نے لکھا ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے آٹھ ساتھیوں کے ساتھ ''صحیح بخاری'' پڑھی ہے' جن میں سے ایک حنفی تھا۔ (فیض الباری ج ا ص ۲۰۴' مطبع حجازی' ۱۳۵۷ھ)

ابو جمرہ کہتے ہیں کہ عرفاء سے منقول ہے کہ اگر کسی مشکل میں ''صحیح بخاری'' کو پڑھا جائے تو وہ حل ہو جاتی ہے اور جس کشتی میں ''صحیح بخاری'' ہو وہ غرق نہیں ہوتی اور حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ خشک سالی میں ''صحیح بخاری'' کی قراءت سے بارش ہو جاتی ہے۔

(مرقاۃ المفاتیح ج ا ص ۵۴' مکتبہ حقانیہ' پشاور)

موضوع

''صحیح بخاری'' کا اصل موضوع احادیث مرفوعہ مسندہ ہیں اور انہیں احادیث کی صحت کا امام بخاری نے التزام کیا ہے۔ان کے علاوہ جو تعلیقات' متابعات' شواہد' آثار صحابہ' اقوال تابعین اور ائمہ فتاویٰ کے احکام ذکر کیے گئے ہیں' وہ سب بالتبع ہیں اور اس ضمن میں جو احادیث ذکر کی ہیں' وہ امام بخاری کے موضوع سے خارج ہیں اور نہ ہی ان کی صحت کا التزام لیا گیا ہے۔

اسلوب

ہم اس سے پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ تالیف ''صحیح'' سے امام بخاری کا مقصد صرف جمع احادیث نہیں ہے' بلکہ تراجم ابواب پر استدلال اور احادیث سے مسائل کا استنباط بھی ان کا مقصود تھا' چنانچہ ترجمۃ الباب کے اثبات کے لیے وہ سب سے پہلے قرآن کریم کی آیت پیش کرتے ہیں' پھر کبھی اسی پر اکتفا کر لیتے ہیں اور بعض اوقات آثار صحابہ' اقوال تابعین' ارشادات ائمہ فتویٰ سے اس کی تائید کرتے ہیں' اس کے بعد اس باب کے تحت اپنی پوری سند کے ساتھ حدیث کی روایت کرتے ہیں اور کبھی سند معلق سے حدیث وارد کرتے ہیں اور کبھی بغیر سند کے حدیث ذکر کر دیتے ہیں۔

امام بخاری کبھی ایک باب کے تحت احادیث کثیرہ روایت کرتے ہیں اور کبھی صرف ایک حدیث ذکر کرتے ہیں' یہ اس صورت میں ہے جب انہیں ترجمۃ الباب کے لیے اپنی شرائط پر احادیث مل جائیں اور کبھی ترجمۃ الباب کے تحت کسی حدیث کا ذکر نہیں کرتے' بلکہ کسی حدیث کے بعینہٖ الفاظ یا اس کے ہم معنی الفاظ کو عنوان باب بنا کر یہ اشارہ کرتے ہیں کہ اس عنوان کے تحت ان کی شرائط پر حدیث نہیں مل سکی اور عنوان باب کو الفاظ حدیث کے ساتھ تعبیر کر کے یہ اشارہ کرتے ہیں کہ یہ حدیث فی نفسہٖ لائق حجت ہے۔

کبھی امام بخاری ایک حدیث کو متعدد جگہ ذکر کرتے ہیں کہ اس سے ان کا مقصود اس حدیث سے ان متعدد مسائل کا استنباط ہوتا ہے' جن سے متعلق ابواب کے تحت وہ اس حدیث کو ذکر کرتے ہیں۔

شرائط

امام بخاری نے اپنی ''صحیح'' میں حدیث وارد کرنے کی یہ شرط مقرر کی ہے کہ ان کے شیخ سے لے کر صحابی تک تمام راوی ثقہ اور متصل ہوں۔ثقہ کا مطلب یہ ہے کہ اس حدیث کے تمام راوی مسلم' عادل' کامل الضبط والاتقان اور کثیر الملازمۃ مع الشیخ ہوں اور راوی حدیث قلیل الملازمۃ مع الشیخ ہوں تو ان کی روایت بھی اخذ کر لیتے ہیں' لیکن ایسے راویوں سے امام بخاری انتخاب کرتے ہیں' استیعاب نہیں کرتے' نیز ثقہ راویوں کے لیے یہ شرط بھی ہے کہ وہ اپنے سے اوثق رواۃ کی مخالفت نہ کریں اور نہ ہی ان میں کوئی علت خفیہ قادحہ ہو۔(توجیہ النظر ص ۹۴) اور متصل کا مطلب یہ ہے کہ ہر راوی یا تو اپنے شیخ سے ''سمعت'' یا ''حدثنا'' کے صیغہ کے ساتھ سماع حدیث کی تصریح کرے اور ایسا صیغہ لائے جو بہ ظاہر سماع پر دلالت کرے' مثلاً ''عن فلان'' یا ''ان فلانا قال'' اس دوسری شکل میں ضروری ہے کہ راوی کی مروی عنہ سے ملاقات ثابت ہو اور وہ راوی مدلس نہ ہو۔

امام بخاری کی شرط ملاقات پر امام مسلم نے اعتراض کیا کہ پھر امام بخاری کو چاہیے کہ وہ حدیث معنعن کو بالکل قبول نہ کریں کیونکہ لقاء کی شرط تیقن سماع کے لیے لگائی گئی ہے اور محض لقاء سے سماع لازم نہیں آتا کیونکہ جائز ہے کہ ملاقات کے باوجود راوی نے مروی عنہ سے سماع نہ کیا ہو' اس اعتراض کے دو جواب ہیں: اول یہ کہ لقاء کے باوجود اگر سماع نہ ہو تو راوی مدلس ہوگا اور مفروض یہ ہے کہ راوی مدلس نہ ہو' ثانی: یہ کہ امام بخاری راوی اور مروی عنہ میں ملاقات کی شرط لگاتے ہیں اور امام مسلم معاصرت کی اور عدم سماع کا احتمال دونوں میں جاری ہوتا ہے اور بارِ ثبوت لقاء کی شرط معاصرت کی شرط کی بہ نسبت سماع سے زیادہ قریب ہے۔

قاضی ابوبکر بن عربی نے بیان کیا ہے کہ امام بخاری کی شرط یہ ہے کہ اولاً حدیث کو دو صحابی روایت کریں یا پھر ہر ایک صحابی سے دو شخص روایت کریں' پھر ان میں سے ہر ایک سے دو دو شخص روایت کریں' لیکن قاضی ابوبکر کا یہ قول صحیح نہیں ہے کیونکہ امام بخاری نے اپنی ''صحیح'' میں جو پہلی حدیث ''انما الاعمال بالنیات'' درج کی ہے' وہ صرف حضرت عمر سے مروی ہے اور حضرت عمر سے صرف علقمہ نے روایت کی اور علقمہ سے صرف محمد بن ابراہیم نے اور ان سے صرف یحییٰ بن سعید نے۔

تعلیقات اور ان کے اسباب واقسام

حدیث معلق اس حدیث کو کہتے ہیں' جس میں سند کے شروع سے رواۃ کو حذف کر دیا جائے' خواہ بعض کو یا سب کو۔ ''صحیح بخاری'' میں احادیث معلقہ کی وافر مقدار ہے۔ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ احادیث معلقہ میں سند ذکر نہ کرنے کی ایک وجہ یہ ہوتی ہے کہ اس حدیث کی سند پہلے گزر چکی ہوتی ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ جس شیخ سے انہوں نے سماع کیا ہوتا ہے' اس میں انہیں شک واقع ہو جاتا ہے اور تیسری وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اس حدیث کا باقاعدہ سماع نہیں کیا ہوتا' بلکہ شیخ سے دوران گفتگو ضمناً اس حدیث کا سماع حاصل ہوتا ہے۔

تعلیقات دو قسم کی ہیں: ایک وہ ہیں جن کو امام بخاری نے دوسری جگہ موصولاً بیان کیا ہے' دوسری وہ ہیں جن کو انہوں نے موصولاً بالکل ذکر نہیں کیا۔ قسم اوّل کی صحت یقینی ہے اور قسم دوم کی پھر دو قسمیں ہیں' اوّل وہ تعلیقات ہیں جو امام بخاری کی شرائط کے مطابق نہیں ہیں' ان کی پھر دو قسمیں ہیں' اوّل وہ جن کو امام بخاری صیغہ جزم مثلاً ''قال'' یا ''ذکر'' کے ساتھ ذکر کرتے ہیں اور ثانی وہ جن کو امام بخاری صیغہ تمریض مثلاً ''روی'' یا ''یذکر'' کے ساتھ ذکر کرتے ہیں۔ قسم اوّل میں بعض روایات کسی اور امام کی شرط پر' کبھی صحیح' کبھی حسن اور کبھی معمولی سے ضعف کی حامل ہوتی ہیں' حسن صحیح کی مثال ''کتاب الطھارۃ'' کی یہ تعلیق ہے: ''وقالت عائشۃ رضی اللّٰہ تعالٰی عنھا کان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم یذکر اللّٰہ علٰی کل احیان'' یہ حدیث امام مسلم کی شرط پر صحیح ہے اور حسن کی مثال بھی ''کتاب الطہارۃ'' کی یہ تعلیق ہے: ''قال بھز بن حکیم عن ابیہ عن جدہ اللّٰہ احق ان یستحیی منہ الناس'' اور قدرے ضعیف کی مثال ''کتاب الزکوٰۃ'' کی یہ تعلیق ہے: ''قال طاؤس قال معاذ بن جبل لاھل الیمن ایتونی بعوض ثیاب خمیص اولبس فی الصدقۃ مکان الشعیر والذرۃ اھون علیکم وخیر لاصحاب محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم'' اس حدیث میں ضعف یہ ہے کہ طاؤس کا معاذ سے سماع ثابت نہیں ہے مگر یہ ضعف معمولی ہے کیونکہ طاؤس تک اسناد صحیح ہے۔

اور جن تعلیقات کو امام بخاری نے صیغہ تمریض کے ساتھ ذکر کیا ہے' ان کی پانچ قسمیں ہیں' اوّل وہ جو امام بخاری کی شرط پر صحیح ہیں' ثانی وہ جو غیر کی شرط پر صحیح ہیں' ثالث حسن' رابع ضعیف مع المؤید اور خامس ایسی ضعیف جس کا کوئی مؤید نہیں ہے' اوّل کی مثال ''کتاب الطب'' کی یہ تعلیق ہے: ''ویذکر عن ابن عباس عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم فی الرقی بفاتحۃ الکتاب'' یہ سند صحیح ہے اور اس کو امام بخاری نے خود دوسری جگہ سند موصول کے ساتھ ذکر کیا ہے اور ثانی کی مثال ''کتاب الصلوٰۃ'' کی یہ تعلیق ہے: ''ویذکر عن عبد اللّٰہ بن سائب قال قراء النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم المؤمنون فی صلوٰۃ الصبح حتی اذا جاء ذکر موسی وھارون اخذتہ سلعۃ'' یہ حدیث امام مسلم کی شرط پر صحیح ہے اور انہوں نے اس کا اپنی ''صحیح'' میں اخراج بھی کیا ہے اور ثالث کی مثال ''کتاب البیوع'' کی یہ تعلیق ہے: ''ویذکر عن عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال اذا بعث فکل واذا ابتعت فاکتل'' (جب تم فروخت کرلو تو پیمائش کرلو اور جب تم خرید و پیمائش کرلو) یہ حدیث حسن ہے اور اس کو دارقطنی نے روایت

کیا ہے اور رابع کی مثال ''کتاب الوصایا'' کی یہ تعلیق ہے: ''ویذکر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قضی بالدین قبل الوصیۃ'' اس حدیث کو امام بخاری نے موصولاً روایت کیا ہے' مگر اس کی سند میں ایک راوی ہے حارث' اور وہ ضعیف ہے مگر یہ حدیث اہل علم کے قول کی وجہ سے تقویت پا گئی اور خامس کی مثال ''کتاب الصلوٰۃ'' کی یہ تعلیق ہے: ''ویذکر عن ابی ہریرۃ رفعہ لا لیتطوع الامام فی مکانہ'' اس حدیث کو امام ابوداؤد نے اپنی ''سنن'' میں روایت کیا ہے' لیکن اس میں شدید ضعف ہے کیونکہ اس کی سند میں ایک راوی لیث بن ابی سلیم ہے اور وہ ضعیف ہے اور اس کا شیخ الشیخ مجہول ہے اور اس ضعف کے لیے کوئی مقوی نہیں ہے۔

مذکور الصدر تفصیل سے یہ ظاہر ہو گیا کہ تعلیقات بخاری میں غیر صحیح احادیث بھی موجود ہیں اور اسی وجہ سے یہ سوال وارد ہوتا ہے کہ امام بخاری کا یہ قول کیونکر درست ہوگا کہ میں نے اپنی اس ''جامع'' میں صرف صحیح احادیث مندرج کی ہیں' اس کا جواب یہ ہے کہ امام بخاری نے ان احادیث کی صحت کا التزام کیا ہے' جن کو انہوں نے پوری سند کے ساتھ ترجمۃ الباب کے اثبات کے قصد سے ذکر کیا ہے اور تعلیقات چونکہ مکمل سند کے ساتھ نہیں ہوتیں' اس لیے ان کے غیر صحیح ہونے سے ''جامع صحیح'' کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

مکررات

امام بخاری کی ''صحیح'' میں اگرچہ بہ ظاہر صورۃً تکرار بہت زیادہ ہے' لیکن معنوی لحاظ سے اس کو تکرار نہیں کہا جا سکتا' جس کی متعدد وجوہ ہیں' اس کی تحقیق کے وقت یہ امر پیش نظر رکھنا چاہیے کہ تکرار کا تعلق متن اور سند دونوں کے ساتھ ہے۔ متن کے لحاظ سے تو اس لیے تکرار نہیں ہے کہ امام بخاری جب ایک حدیث کو متعدد جگہ ذکر فرماتے ہیں تو اس سے ان کا مقصود متعدد مسائل کا استنباط ہوتا ہے' وہ ایک حدیث کو ایک جگہ ایک عنوان کے تحت اور دوسری جگہ دوسرے عنوان کے تحت لاتے ہیں' لہٰذا یہ لفظاً تکرار ہے معنیً تکرار نہیں ہے اور سند کے لحاظ سے اس لیے تکرار نہیں ہے کہ وہ بعض اوقات ایک حدیث کو دو مختلف صحابہ سے دو جگہ روایت کرتے ہیں اور کبھی دو جگہ دو مختلف تابعیوں سے روایت کرتے ہیں' کبھی تابعی کے دو شاگردوں سے روایت' کبھی تبع تابعین کے دو شاگردوں سے روایت کرتے ہیں' کبھی امام بخاری اپنے دو استاذوں سے اور کبھی اپنے استاذ کے دو استاذوں سے روایت کرتے ہیں' اور ان مختلف طرق سے حدیث کی روایت سے امام بخاری کا مقصود یہ ہوتا ہے کہ حدیث غرابت سے نکل جائے' نیز ایک حدیث کو بسا اوقات ایک راوی بتمامہ ذکر کر دیتا ہے اور دوسرا اختصار کرتا ہے اور بعض مرتبہ ایک معنی کو ایک راوی ایک لفظ سے تعبیر کرتا ہے اور دوسرا کسی اور لفظ سے اور بعض دفعہ ایک راوی کسی حدیث کو ارسالاً روایت کرتا ہے اور دوسرا اسی کو اتصالاً روایت کرتا ہے اور کبھی ایک راوی ایک حدیث کو مرفوعاً روایت کرتا ہے اور دوسرا اسی کو موقوفاً بیان کرتا ہے اور کبھی ایک راوی کسی حدیث کو عنعنہ کے ساتھ روایت کرتا ہے اور دوسرا تصریح سماع کے ساتھ' ایسی صورتوں میں امام بخاری توضیح مرام کی خاطر حدیث کو دونوں طریقوں سے روایت کر دیتے ہیں' پس ایک حدیث کو امام بخاری جب دوبارہ ذکر کرتے ہیں تو وہ متن یا سند سے متعلق اس نوع کے کسی نہ کسی مزید فائدہ پر مشتمل ہوتی ہے' نیز ایک حدیث جب متعدد اسناد سے مروی ہو تو وہ محدثین کے نزدیک ایک حدیث نہیں بلکہ متعدد احادیث شمار ہوتی ہیں۔ اس لحاظ سے ''صحیح بخاری'' میں محض بہ ظاہر اور برائے نام تکرار رہ جاتا ہے۔

تقطیع

تقطیع حدیث کا مطلب ہے: ایک حدیث کے اجزاء کو ابواب پر تقسیم کر دینا' اس بارے میں اختلاف رہا ہے کہ تقطیع حدیث جائز ہے یا نہیں۔ بعض قدماء عدم جواز کے قائل تھے' وہ کہتے تھے: ''لا یجوز تقطیع کلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم'' لیکن ابن صلاح لکھتے ہیں کہ تقطیع کے جواز کا قول منع کی بہ نسبت زیادہ صحت کے قریب ہے۔ (علوم الحدیث ص ۱۹۴) اور امام بخاری' امام مالک

اور اکثر محدثین جواز ہی کے قائل تھے۔

امام بخاری تقطیع حدیث اس وقت کرتے ہیں جب متن حدیث دو حکموں پر مشتمل ہو ایک حکم ایک باب کے تحت اور دوسرا حکم دوسرے باب کے تحت ذکر کرتے ہیں اور جب اس حدیث کے دوسرے جز کا ذکر کرتے ہیں تو سند بدل دیتے ہیں تاکہ ضمناً کثرت طرق کا فائدہ حاصل ہو جائے۔

بعض اوقات ایک حدیث بہ ظاہر متعدد غیر مربوط جملوں پر مشتمل ہوتی ہے ایسی صورت میں امام بخاری ہر جملہ کو ایک مستقل باب کے تحت لاتے ہیں اور ان تمام جملوں کو یکجا کر کے ایک باب کے تحت ذکر کر دیتے ہیں۔

اختصار

اختصار حدیث کا مطلب یہ ہے کہ متن حدیث کے کسی ایک جز کا ذکر کیا جائے اور باقی اجزاء کو بالکل چھوڑ دیا جائے۔امام بخاری نے اپنی ''صحیح'' میں اختصار حدیث صرف اس جگہ کیا ہے جہاں متن حدیث قول صحابی ہو اور اس کا بعض حصہ حکماً مرفوع ہو ایسی صورت میں وہ متن کا مرفوع حصہ لے لیتے ہیں اور موقوف حصہ چھوڑ دیتے ہیں مثلاً انہوں نے ہزیل بن شرحبیل کی روایت ذکر کی: ''عن عبد اللہ بن مسعود قال ان اهل الاسلام لا يسيبون وان اهل الجاهلية كانوا يسيبون'' اور پوری روایت اس طرح ہے: ''جاء رجل الى عبد الله بن مسعود فقال انى اعتقت عبدا فى سائبة فمات فترك مالا ولم يدع وارثا فقال عبد الله ان اهل الاسلام لا يسيبون وان اهل الجاهلية كانوا يسيبون وانت ولى نعمته فلك ميراثه فان تاثمت اوتحرجت فى شيى فنحن نقبله منك ونجعله فى بيت المال'' حدیث کے جس حصہ کی امام بخاری نے روایت کی ہے وہ اپنے عموم کی وجہ سے حضور سے نقل کا مقتضی تھا اس وجہ سے اس کو حکماً مرفوع قرار دیا۔

تعداد مرویات

''صحیح بخاری'' کی تعداد مرویات میں علماء کا اختلاف ہے۔حافظ ابن صلاح کی تحقیق یہ ہے کہ ''صحیح'' کی کل احادیث کی تعداد سات ہزار دو سو پچھتر ہے اور حذف مکررات کے بعد یہ تعداد چار ہزار ہے اور حافظ ابن حجر عسقلانی کی تحقیق کے مطابق ''صحیح بخاری'' کی کل احادیث مسندہ بشمول مکررات سات ہزار تین سو ستانوے ہے اور جملہ معلقات کی تعداد ایک ہزار تین سو اکتالیس ہے اور جملہ متابعات کی تعداد تین سو چوالیس ہے اور کل میزان نو ہزار بیاسی ہے اور حذف مکررات کے بعد احادیث مرفوعہ کی تعداد دو ہزار چھ سو تیئیس رہ جاتی ہے نیز امام بخاری کی جو احادیث اعلیٰ اسانید پر مشتمل ہیں وہ ثلاثیات ہیں اور ان کی تعداد بائیس ہے اور حذف مکررات کے بعد یہ تعداد سولہ رہ جاتی ہے۔اب جدید نمبرنگ کے حساب سے ''صحیح بخاری'' کی کل احادیث کی تعداد: ۷۵۶۳ ہے۔

تراجم ابواب

''صحیح بخاری'' کے تراجم ابواب اپنی دقت اور خفاء کے اعتبار سے مشہور ہیں۔علامہ ابن خلدون نے کہا ہے کہ احادیث کی تراجم ابواب سے مطابقت امام بخاری کا امت مسلمہ پر قرض ہے لیکن حق یہ ہے کہ علامہ بدرالدین عینی اور حافظ ابن حجر نے بڑی حد تک یہ قرض اتار دیا ہے۔

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ بسا اوقات امام بخاری ترجمۃ الباب میں دو چیزوں کا ذکر کرتے ہیں اور حدیث میں فقط ایک کا ذکر ہوتا ہے ایسی صورت میں ترجمہ کی حدیث سے دلالت تضمنی کے اعتبار سے مطابقت ہوتی ہے اور بعض مرتبہ ترجمہ میں حکم عام ہوتا ہے اور حدیث میں کسی خاص صورت کا بیان ہوتا ہے اور کبھی حدیث متعدد امور کی متحمل ہوتی ہے اور ترجمہ میں ان محتملات میں کسی ایک کا تعین

ہوتا ہے اور کبھی ترجمۃ الباب اور حدیث میں علت مشترکہ ہوتی ہے' مثلاً امام بخاری نے ایک باب ''فی کم تقصر الصلوۃ'' کے عنوان سے قائم کیا اور اس کے تحت یہ حدیث لائے: ''عن ابن عمر لا تسافر المراۃ ثلاثۃ ایام الامع ذی محرم'' بظاہر ترجمہ اور حدیث میں کوئی مطابقت نہیں ہے کیونکہ عنوان ہے: کتنی مدت میں نماز قصر کی جائے اور حدیث میں عورت کو تین دن سے زیادہ بغیر محرم کے سفر سے منع کیا گیا ہے' لیکن غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس حدیث کے مطابق سفر شرعی تین دن ہے لہٰذا نماز کی قصر میں بھی تین دن کی مسافت کا اعتبار ہوگا۔ ان تمام باریکیوں تک پہنچنے کے باوجود بعض ایسے مقامات ہیں' جہاں ترجمۃ الباب کی حدیث سے مطابقت تمام فہم و ادراک سے باہر ہے' مثلاً ایک جگہ امام بخاری لکھتے ہیں: ''باب طول القیام فی صلوۃ اللیل'' اور اس کے تحت حدیث لائے ہیں: ''عن حذیفۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا قام للتھجد من اللیل یشوص فاہ بالسواک'' اسی طرح ایک جگہ لکھا ہے: ''باب اذا فاتہ العید یصلی رکعتین و کذلک النساء ومن کان فی البیوت والقری''۔

اور اس کے تحت یہ حدیث لائے ہیں: ''عن عائشۃ ان ابا بکر دخل علیھا وعندھا جاریتان فی ایام منی تدفان وتضربان والنبی صلی اللہ علیہ وسلم متغش بثوبہ فانتھرھما ابو بکر فکشف النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن وجھہ فقال دعھما یا ابا بکر فانھا ایام عید وتلک الایام ایام منی'' پہلی مثال میں باب رات کو طویل قیام کا ہے اور حدیث میں مسواک کرنے کا ذکر ہے اور دوسری مثال میں باب نماز عید کی قضا کا ہے اور حدیث میں لڑکیوں کے دف بجانے کا ذکر ہے اس قسم کی ''صحیح بخاری'' میں کافی مثالیں ہیں اور ان کی مطابقت معلوم کرنا امت مسلمہ پر امام بخاری کا بہرحال قرض باقی ہے۔

''صحیح بخاری'' اور ''صحیح مسلم'' کا موازنہ

ہم اس سے پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ تمام علماء کے نزدیک ''صحیح بخاری'' کا مرتبہ کل کتب حدیث میں سب سے بلند و بالا ہے' البتہ بعض مغاربہ نے ''صحیح مسلم'' کو ''صحیح بخاری'' پر ترجیح دی ہے اور حافظ ابوعلی نیشاپوری نے کہا: اس آسمان کے نیچے ''صحیح مسلم'' سے بڑھ کر کوئی حدیث کی کتاب نہیں ہے' اس لیے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ''صحیح بخاری'' اور ''صحیح مسلم'' کا موازنہ کر لیا جائے۔

اہل علم حضرات پر مخفی نہیں ہے کہ حدیث صحیح کا رجوع اتصال' اتقان' رجال اور عدم شذوذ وعدم علل کی طرف ہوتا ہے۔ اتصال کے لحاظ سے دیکھیں تو ''صحیح بخاری'' کی احادیث کا اتصال زیادہ قوی ہے کیونکہ امام بخاری راوی اور مروی عنہ کی ملاقات کی شرط لگاتے ہیں اور امام مسلم صرف معاصرت کو کافی سمجھتے ہیں۔

اتقان رجال کے لحاظ سے دیکھیں' تب بھی ''صحیح بخاری'' کی احادیث زیادہ قوی ہیں' اولاً: اس لیے کہ امام بخاری طبقہ ثانیہ یعنی قلیل الملازمۃ مع الشیخ سے روایات کا صرف انتخاب کرتے ہیں اور امام مسلم اس طبقہ سے تمام روایات کا استیعاب کرتے ہیں۔ ثانیاً: اس وجہ سے کہ جن لوگوں سے روایت میں امام بخاری منفرد ہیں' وہ چار سو تیس راوی ہیں جن میں سے اسی کو ضعیف قرار دیا گیا ہے اور امام مسلم جن لوگوں سے روایت میں منفرد ہیں' وہ چھ سو بیس راوی ہیں' جن میں سے ایک سو ساٹھ کو ضعیف شمار کیا گیا ہے۔ ثالثاً: اس سبب سے کہ امام بخاری کے جن راویوں کو ضعیف قرار دیا گیا ہے' ان میں سے اکثر امام بخاری کے بلاواسطہ استاذ ہیں اور وہ ان کے حالات سے اچھی طرح واقف تھے اور ان کی روایات کو جانچ اور پرکھ سکتے تھے' برخلاف امام مسلم کے کیونکہ ان کے جن راویوں پر جرح کی گئی ہے' ان میں سے اکثر امام مسلم کے بالواسطہ استاذ ہیں اور ان کے لیے ان لوگوں کی روایات کو خود پرکھنے کا کوئی موقع نہ تھا' رابعاً: اس وجہ سے کہ امام بخاری نے ایسے راویوں سے بہت کم روایت کی ہے اور امام مسلم نے ان سے بہت زیادہ روایت کی ہے۔

اور عدم شذوذ اور عدم علل کے اعتبار سے ملاحظہ کریں' تب بھی صحیح بخاری' صحیح مسلم پر فوقیت رکھتی ہے کیونکہ ''صحیح بخاری'' کی جن

احادیث میں علت خفیہ قادحہ نکالی گئی ہے ان کی تعداد اسّی ہے اور ''صحیح مسلم'' میں ایسی احادیث کی تعداد ایک سوتیس ہے۔

مسامحات بخاری

امام بخاری بھی اپنے تمام تر علمی اور فنی کمالات کے باوجود انسان اور بشر تھے اس لیے ''صحیح بخاری'' کی تصنیف میں ان سے سہو نسیان اور تسامح کا واقع ہو جانا کوئی امر مستبعد نہیں ہے اس کے برخلاف بعض وہ حضرات جو ''صحیح بخاری'' کو حرف آخر قرار دیتے ہیں ان کی رائے ہے کہ ''بخاری'' میں مندرج ہر ہر حدیث صحیح ہے اور سند اور متن کے بیان میں ان سے کسی جگہ غلطی نہیں ہوئی۔ ہماری رائے ان لوگوں سے بہر حال مختلف ہے۔ یہ صحیح ہے کہ ''صحیح بخاری'' میں دیگر تمام کتب حدیث کی بہ نسبت سب سے زیادہ صحیح احادیث ہیں لیکن یہ صحیح نہیں ہے کہ اس میں مندرج کوئی حدیث بھی ضعیف نہیں ہے۔

''صحیح بخاری'' میں ایسے راویوں کی تعداد کافی زیادہ ہے جو جہمی' قدری' رافضی یا مرجئہ عقائد کے حامل تھے اس کے ساتھ ساتھ اس میں ایسے راوی بھی ہیں جو منکر الحدیث' واہی اور وہمی تھے چنانچہ ان تمام کی تفصیل حافظ ابن حجر عسقلانی نے ''ھدی الساری مقدمہ فتح الباری'' میں مہیا کی ہے لیکن ان کے مجروح اور مطعون راویوں کے بارے میں یہ کہہ دیا جاتا ہے کہ ان راویوں پر جرح دوسرے لوگوں نے کی ہے امام بخاری کے نزدیک ان لوگوں پر جرح ثابت نہیں ہو سکی' اس لیے انہوں نے ان کی احادیث کو اپنی ''صحیح'' میں وارد کیا ہے۔

یہ عذر اپنی جگہ صحیح ہے اگر چہ یہ لوگ دوسروں کے حق میں یہ جواب تسلیم نہیں کرتے' لیکن اب اس بات کو کیا کیا جائے کہ امام بخاری نے جن راویوں پر خود دوسری کتابوں میں جرح کی ہے ''صحیح بخاری'' میں ان سے بھی روایات لے آئے ہیں۔ اس قسم کے متعدد شواہد موجود ہیں' ہم ان میں سے آپ کے سامنے چند مثالیں پیش کرتے ہیں۔

''باب الاستنجاء بالماء'' کے تحت امام بخاری نے ایک روایت اس سند کے ساتھ ذکر کی ہے: **''حدثنا ابو الولید ھشام بن عبد الملک قال حدثنا شعبة عن ابی معاذ و اسمه عطاء بن ابی میمونة قال سمعت انس بن مالک یقول کان النبی صلی الله علیه وسلم اذا خرج لحاجة''** الحدیث۔ (صحیح البخاری ج ۱ ص ۲۷ 'طبع کراچی)

اس حدیث کی سند میں ایک راوی ہے عطا بن ابی میمونہ' اس کے بارے میں امام بخاری فرماتے ہیں: **''عطا بن ابی میمونة ابو معاذ مولی انس' وقال یزید بن ھارون مولی عمران بن حصین و کان یری القدر''** یعنی یہ شخص عقائد قدریہ کا حامل تھا۔ (تاریخ کبیر ج ۶ ص ۲۵۶۔ ۲۵۵ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

اسی طرح انہوں نے ''کتاب المغازی'' میں ایک حدیث ذکر کی ہے: **''حدثنی عباس والوحید قال حدثنی عبد الواحد عن ایوب بن عائذ قال حدثنا قیس بن مسلم قال سمعت طارق بن شھاب یقول حدثنی ابو موسی الاشعری قال بعثنی رسول الله صلی الله علیه وسلم''** الحدیث۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۶۲۳ 'طبع کراچی)

اس حدیث میں ایک راوی ہے ایوب بن عائذ' اس کو بھی امام بخاری نے ''کتاب الضعفاء'' میں درج کیا ہے اور فرماتے ہیں:
''**ایوب بن عائذ الطائی کان یری الارجاء**'' یہ شخص مرجئہ عقائد کا حامل تھا۔ (کتاب الضعفاء الصغیر ص ۱۷ ' تاریخ کبیر ج ۱ ص ۳۸۹)

حافظ ذہبی ایوب بن عائذ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

و کان من المرجئة قال له البخاری و اورده فی الضعفاء لارجائه والعجب من البخاری یغمزه وقد

امام بخاری نے ایوب بن عائذ کو مرجئہ قرار دے کر اس کا ضعفاء میں شمار کیا ہے اور حیرت ہے کہ اس کو ضعیف قرار دے کر پھر

احتج به. (میزان الاعتدال ج۱ص۴۵۹)
اس سے استدلال کرتے ہیں۔

اسماعیل بن ابان کوفی ایک راوی ہے اس کے بارے میں امام بخاری فرماتے ہیں:

اسمعیل بن ابان عن هشام بن عروة متروك الحدیث کنیته ابو اسحق کوفی.
اسماعیل بن ابان جو ہشام بن عروہ سے روایت کرتا ہے متروک الحدیث ہے اس کی کنیت ابواسحاق کوفی ہے۔

(تاریخ کبیر ج۱ص۳۲۶ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۲ھ کتاب الضعفاء الصغیر ص۲۷۴)

اس متروک الحدیث راوی سے بھی امام بخاری نے اپنی ''صحیح'' میں احادیث روایت کی ہیں چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں: ''اسمعیل بن ابان الوراق الکوفی احد شیوخ البخاری ولم یکثر عنه'' اسماعیل بن ابان امام بخاری کے استاذ ہیں اور امام بخاری نے ان سے بہت زیادہ احادیث روایت نہیں کی ہیں۔ (ھدی الساری ج۲ص۱۵۱ طبع مصر)

ان کے علاوہ زبیر بن محمد التیمی سعید بن عروہ عبداللہ بن ابی لبید عبدالملک بن امین عبدالوارث بن سعید عطا بن السائب بن یزید اور کھمس بن منہال یہ تمام ضعیف راوی ہیں اور ''کتاب الضعفاء'' اور ''تاریخ کبیر'' میں امام بخاری نے ان کے ضعف کی تصریح کی ہے اس کے باوجود ''صحیح بخاری'' میں ان لوگوں کی روایات کو درج کیا ہے۔

بیان سند میں تسامح

ضعیف لوگوں سے روایت کے علاوہ کبھی امام بخاری سے سند میں راویوں کے نام کے سلسلے میں بھی خطا واقع ہو جاتی ہے چنانچہ امام بخاری نے ''اذا اقیمت الصلوة فلا صلوة الا المکتوبة'' کے تحت ایک حدیث اس سند کے ساتھ وارد کی ہے: ''حدثنا عبد العزیز بن عبد الله قال حدثنا ابراهیم بن سعد عن ابیه عن حفص بن عاصم عن عبد الله بن مالك بن بحینة قال'' الخ۔

اس سند کے بیان میں امام بخاری سے دو غلطیاں واقع ہوئی ہیں ایک تو یہ کہ بحینہ عبداللہ کی والدہ کا نام ہے نہ کہ مالک کی اور امام بخاری نے اس کو مالک کی والدہ قرار دیا ہے دوسری یہ کہ آگے چل کر فرماتے ہیں: ''سمعت رجلا من الازد یقال له مالك بن بحینه ان رسول الله صلی الله علیه وسلم رای رجلا'' الحدیث اس حدیث کو انہوں نے مالک سے روایت کیا ہے حالانکہ یہ حدیث مالک کے بیٹے عبداللہ بن مالک سے مروی ہے مالک تو مشرف بہ اسلام بھی نہیں ہوئے تھے۔ مسلم نسائی اور ابن ماجہ نے بھی اس سند کو بیان کیا ہے لیکن ان کی سند میں یہ غلطیاں نہیں ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

الوهم فیه موضعین احدهما ان بحینة والدة عبد الله لا مالك و ثانیها ان الصحبة والروایة لعبد الله لالمالك. (فتح الباری ج۱ص۲۹ طبع مصر)
اس روایت میں دو جگہ وہم ہے اوّل یہ کہ بحینہ عبداللہ کی والدہ ہے نہ کہ مالک کی ثانی یہ کہ صحابی اور راوی عبداللہ ہیں نہ کہ مالک۔

متن حدیث میں تسامح

سند حدیث کے علاوہ نفس حدیث کے متن میں بھی امام بخاری سے کافی تسامح واقع ہوئے۔ سطور ذیل میں ان میں سے بعض غلطیوں کا ذکر کیا جاتا ہے:

(۱) کتاب الزکوٰۃ میں امام بخاری نے ایک حدیث وارد کی ہے:

عن عائشة ان بعض ازواج النبي صلى الله عليه وسلم قلن للنبى صلى الله عليه وسلم اينا اسرع بك لحوقا قال اطولكن يدا فاخذوا قصبة يذرعونها فكانت سودة اطولهن يدا فعلمنا بعد انما كانت طول يدها الصدقة وكانت اسرعنا لحوقا به صلى الله عليه وسلم وكانت تحب الصدقة.

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض ازواج نے آپ سے عرض کیا کہ حضور! آپ کی ازواج میں سے کون سب سے پہلے آپ کے ساتھ واصل ہوگی؟ فرمایا: جس کے ہاتھ لمبے ہوں گے' یہ سن کر سب اپنے اپنے ہاتھ ماپنے لگیں اور ان میں لمبے ہاتھ سودہ کے تھے اور بعد میں ہم کو معلوم ہوا کہ ہاتھوں کی لمبائی سے صدقہ مراد ہے اور سودہ کا سب سے پہلے انتقال ہوا اور وہ صدقہ سے محبت رکھتی تھیں۔

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۹۱' کراچی)

اس حدیث کے جملہ "كانت اسرعنا لحوقا به" میں "کانت" کی ضمیر سودہ کی طرف راجع ہے' جس کا مفاد یہی ہے کہ آپ کے بعد ازواج میں سب سے پہلے سودہ کا وصال ہوا اور یہ بات تمام اصحاب سیر اور ارباب تاریخ کی شہادت سے قطعاً باطل ہے کیونکہ آپ کے بعد سب سے پہلے حضرت زینب بنت جحش کا ۲۰ ھ میں وصال ہوا اور حضرت سودہ کا وصال تو اس کے بہت بعد ۵۴ ھ میں ہوا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۸۲' طبع مصر) اس حدیث میں راوی سے زینب کا لفظ چھوٹ گیا ہے۔ عبارت یوں ہونی چاہیے تھی: "وكانت زينب اسرع لحوقا به" "صحیح مسلم" میں یہ جملہ اس طرح ہے: "وكانت زينب اطول يدا لانها كانت تعمل وتتصدق"۔ بہرحال یہ امام بخاری کا کام تھا کہ وہ اس راوی کی روایت کو اپنی "صحیح" میں درج کرتے' جس کی روایت میں یہ تاریخی غلطی نہیں ہوئی جیسا کہ امام مسلم نے کیا ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی ایک طویل بحث کے بعد فیصلہ کیا ہے کہ اس روایت میں ابوعوانہ کو وہم ہوا ہے۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۳۰)

(۲) "باب احداد المراة على غير زوجها" کے تحت امام بخاری نے یہ حدیث وارد کی ہے:

عن زينب بنت ابى سلمة قالت لما جآء نعى ابى سفيان من الشام دعت ام حبيبة بصفرة فى اليوم الثالث فمسحت عارضيها وذراعيها. الحديث (صحیح بخاری ج ۱ ص ۷۰' طبع کراچی)

زینب بنت سلمہ کا بیان ہے کہ جب شام سے حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی موت کی خبر آئی تو حضرت ام حبیبہ نے تین دن کے بعد سوگ ختم کر دیا۔

اس حدیث میں امام بخاری نے یہ بیان کیا ہے کہ ابوسفیان کی وفات کی اطلاع شام سے آئی تھی' حالانکہ یہ بات تاریخی طور پر قطعاً غلط ہے کیونکہ باتفاق مؤرخین ابوسفیان کا انتقال مدینہ منورہ میں ہوا تھا' چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

وفى قوله من الشام نظر لان ابا سفيان مات بالمدينة بلا خلاف بين اهل العلم با لاخبار والجمهور على انه مات اثنتين وثلاثين وقيل سنة ثلاث وله فى شيى من طرق هذا الحديث تقييده بذلك الا فى رواية سفيان بن عيينة هذه واظنها وهما.

اس روایت میں شام کے لفظ پر اعتراض ہے کیونکہ مورخین میں سے کسی کا اس بات پر اختلاف نہیں ہے کہ ابوسفیان کا انتقال مدینہ میں ۳۲ھ یا ۳۳ھ میں ہوا تھا اور اس واقعہ میں شام کی قید میں نے سفیان بن عیینہ کی روایت کے سوا اور کہیں نہیں دیکھی اور میرا گمان یہ ہے کہ یہ راوی کا وہم ہے۔

(فتح الباری ج ۳ ص ۳۸۸ طبع مصر)

اس تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ اس روایت کو درج کرنے میں امام بخاری نے کامل غور وخوض اور تحقیق وتتبع سے کام نہیں لیا۔

(۳) ''فضل من شهد بدرا'' اورغزوۃ الرجیع میں امام بخاری نے ایک طویل حدیث میں فرمایا: ''**وقتل خبیب هو قتل الحارث بن عامر بن نوفل یوم بدر**'' یعنی خبیب نے جنگ بدر میں حارث بن عامر کو قتل کیا تھا' اس جگہ بھی امام بخاری نے سخت مغالطہ کھایا ہے کیونکہ خبیب نام کے دو شخص ہیں' خبیب بن عدی اور خبیب بن اساف اور تمام تر اہل مغازی کا اتفاق ہے کہ جس شخص نے جنگ بدر میں حارث بن عامر کو قتل کیا تھا' وہ خبیب بن اساف ہیں اور امام بخاری نے حدیث میں جس خبیب کا واقعہ ذکر کیا ہے' جن کو مشرکین نے گرفتار کر کے مکہ میں سولی دے دی تھی' وہ خبیب بن عدی ہیں' اور خبیب بن عدی نہ تو غزوہ بدر میں شریک ہوئے نہ انہوں نے حارث کو قتل کیا' لہٰذا ان کے بارے میں امام بخاری کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ خبیب نے حارث کو قتل کیا تھا' چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

ان اهل المغازی لم یذکر احد منهم ان خبیب بن عدی شهد بدرا ولا قتل الحارث بن عامر وانما ذکروا ان الذی قتل الحارث بن عامر ببدر خبیب بن اساف وهو خبیب بن عدی وهو خزرجی' وخبیب بن عدی اوسی. (فتح الباری ج ۸ ص ۳۸۳)

اہل مغازی میں سے کسی نے یہ ذکر نہیں کیا کہ خبیب بن عدی جنگ بدر میں حاضر ہوئے اور نہ ہی انہوں نے حارث کو قتل کیا تھا۔ انہوں نے یہ ذکر کیا ہے کہ جس شخص نے حارث کو قتل کیا' وہ خبیب بن اساف تھے اور اس واقعہ میں جس کا ذکر ہے' وہ خبیب بن عدی ہیں اور خبیب بن عدی قبیلہ اوس کے ہیں اور خبیب بن اساف قبیلہ خزرج کے۔

یہی اعتراض علامہ بدرالدین عینی نے بھی ''عمدۃ القاری شرح بخاری'' ج ۱۷ ص ۱۰۰ پر ذکر کیا ہے۔

(۴) ''**باب مناقب عثمان**'' میں امام بخاری نے ایک حدیث وارد کی ہے' جس میں ذکر ہے:

ثم دعا علیا فامره ان یجلد فجلده ثمانین. (صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۲۲)

پھر حضرت عثمان نے حضرت علی کو بلا کر کوڑے لگانے کا حکم دیا تو انہوں نے اس کو اسی کوڑے لگائے۔

امام بخاری نے اس روایت میں اسی کوڑے مارنے کا ذکر کیا ہے' لیکن صحیح بات یہ ہے کہ حضرت علی نے چالیس کوڑے مارے تھے' چنانچہ ابن حجر فرماتے ہیں:

فی روایة معمر فجلد الولید اربعین جلدة وهذه الروایة اصح من روایة یونس والوهم فیه من الراوی. (فتح الباری ج ۸ ص ۵۷ طبع مصر)

معمر کی روایت میں ہے کہ ولید کو چالیس کوڑے لگائے گئے اور صحیح تر روایت یہی ہے اور اس روایت میں راوی کو وہم لاحق ہوا ہے۔

حافظ بدرالدین عینی بھی (عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۲۰۴ میں) یہی فرماتے ہیں۔

(۵) ''**باب ما ذکر فی الاسواق**'' کے تحت امام بخاری نے مذکورذیل حدیث وارد کی ہے:

عن ابی هریرة الدوسی قال خرج النبی صلی اللّٰه علیه وسلم فی طائفة النهار لا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دن کے وقت باہر نکلے اور آپ مجھ سے کلام فرماتے اور نہ میں نے

یکلمنی ولا اکلمه حتی اتی سوق بنی قینقاع فجلس بفنا بیت فاطمة. الحدیث.
(صحیح بخاری ج ا ص ۲۸۵)

آپ سے کلام کیا' یہاں تک کہ آپ بنوقینقاع کے بازار میں آئے اور حضرت فاطمہ کے گھر کے صحن میں جا کر بیٹھ گئے۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت فاطمہ کا گھر بنی قینقاع کے بازار میں تھا' حالانکہ فی الواقع ایسا نہیں تھا بلکہ ان کا مکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے مکانوں کے درمیان تھا۔ ناقل کو اس روایت میں وہم ہوا ہے۔

''صحیح مسلم'' کی روایت میں یہ وہم نہیں ہے' اس میں اس طرح ہے: ''حتی جآء سوق بنی قینقاع ثم انصرف حتی اتی فناء فاطمة'' یعنی حضور بنوقینقاع کے بازار تشریف لائے' پھر واپس تشریف لے گئے حتی کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے صحن میں داخل ہوئے' چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

قال الداؤدی' سقط بعض الحدیث عن الناقل او ادخل حدیثا فی حدیث لان بیت فاطمة لیس فی سوق بنی قینقاع انتهی وما ذکره اولا احتمالا هو الواقع. (فتح الباری ج ۴ ص ۳۴۴)

داؤدی نے کہا کہ ناقل سے حدیث کے بعض الفاظ ساقط ہو گئے یا اس نے ایک حدیث کو دوسری میں داخل کر دیا کیونکہ حضرت فاطمہ کا مکان بنوقینقاع کے بازار میں نہیں تھا۔ علامہ ابن حجر فرماتے ہیں کہ داؤدی نے جو پہلا احتمال ذکر کیا ہے (یعنی ناقل سے بعض الفاظ ساقط ہو گئے ہیں) اصل میں وہی واقعہ ہے۔

مزید تفصیل کے لیے ''عمدۃ القاری'' ج ۱۱ ص ۲۳۹ ملاحظہ فرمائیں۔

استنباط مسائل میں تسامح

شروع میں ہم نے ذکر کیا تھا کہ اس کتاب کی تدوین سے امام بخاری کا مقصد صرف احادیث کو جمع کرنا نہیں ہے بلکہ تراجم ابواب پر استدلال کرنا بھی ان کے مقصد میں شامل ہے اور بشری تقاضا سے مسائل کے استنباط میں بھی امام بخاری سے غلطیاں واقع ہوئی ہیں۔ ہم یہاں پر بعض مثالیں پیش کر کے ان کی نشاندہی کر دیتے ہیں۔

(۱) امام بخاری نے ''تقضی الحائض المناسك كلها الا الطواف'' کے عنوان سے ایک باب ذکر کیا ہے اور اس کے تحت تعلیقاً یہ حدیث لائے ہیں:

کان النبی صلی اللہ علیه وسلم یذکر اللہ علی کل احیانه. (صحیح بخاری ج ا ص ۴۴)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے تھے۔

اس حدیث کے لانے سے امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ جنبی شخص اور حائضہ عورت قرآن کریم کی تلاوت کر سکتے ہیں حالانکہ یہ بات شرعاً ممنوع ہے' چنانچہ علامہ عینی لکھتے ہیں:

اراد البخاری بایراد هذا وبما ذکر فی هذا الباب الاستدلال علی جواز قراءة الجنب والحائض لان الذکر اعم من ان یکون بالقران او لغیره. (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۲۷۴)

اس حدیث کو لانے سے امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ جنبی شخص اور حائضہ عورت قرآن مجید کی تلاوت کر سکتے ہیں کیونکہ ذکر عام ہے اور قرآن اور غیر قرآن دونوں کو شامل ہے۔

اور حافظ ابن حجر اس باب کے تحت لکھتے ہیں:

ان مراده الاستدلال علی جواز قراء ة الحائض والجنب. (فتح الباری ج ا ص ۴۲۳ طبع مصر)

اس حدیث سے امام بخاری کی مراد حائض اور جنبی کی قراءت قرآن پر استدلال ہے۔

(۲) ''اذا شرب الکلب فی الاناء'' اس عنوان کے تحت امام بخاری نے متعدد احادیث ذکر کی ہیں' ایک حدیث یہ ہے:

عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم ان رجلا رای کلبا یاکل الثری من العطش فاخذ الرجل خفه فجعل یغرف له به حتی ارواه فشکر اللّٰه له فادخله اللّٰه الجنة. (صحیح بخاری ج ا ص ۲۹ طبع کراچی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ ایک شخص نے دیکھا کہ ایک کتا کیچڑ چاٹ رہا ہے' اس نے اپنے موزہ میں پانی بھر کر اس کو چلو سے پانی پلایا۔ حتیٰ کہ اس کو سیراب کر دیا تو اللہ نے اس کے اس فعل کی مدد کی اور اس کو جنت میں داخل کر دیا۔

اس حدیث میں امام بخاری نے ثابت کیا ہے کہ کتے کا جھوٹا پاک ہے' چنانچہ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

استدل به المصنف علی طهارة سؤر الکلب. (فتح الباری ج ا ص ۸۹ طبع مصر)

مصنف نے اس حدیث سے کتے کے جھوٹے کی طہارت پر استدلال کیا ہے۔

اسی باب میں ایک اور حدیث ذکر کی ہے:

کانت الکلاب تبول وتقبل وتدبر فی المسجد فی زمان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم فلم یکونوا یرشون من ذالك. (صحیح بخاری ج ا ص ۲۹ طبع کراچی)

عہد رسالت میں کتے مسجد میں آ جایا کرتے تھے اور بسا اوقات وہ مسجد میں پیشاب بھی کر دیا کرتے تھے اور صحابہ اس پر پانی نہیں ڈالتے تھے۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: یہ ابتدائی دور کی بات ہے' جب مسجد میں دروازے نہ تھے اور بعد میں مسجد کی تطہیر وتکریم کا حکم وارد ہوا اور مسجد میں دروازے لگائے گئے' تاہم زمین پر اگر پیشاب گر جائے اور دھوپ سے وہ خشک ہو جائے تو زمین پاک ہو جاتی ہے اور ان کے نہ دھونے سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ زمین کی پاکیزگی کے لیے دھونا ضروری نہیں ہے۔ زمین خشک ہونے سے بھی پاک ہو جاتی ہے اور یہی احناف کا مذہب ہے' لیکن امام بخاری نے اس حدیث سے کیا ثابت کیا اور کون سا فقہی مسئلہ مستنبط کیا ہے' یہ حافظ بدر الدین عینی سے سنیے' فرماتے ہیں:

احتج به البخاری علی طهارة بول الکلب. (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۴۴ طبع مصر)

اس حدیث سے امام بخاری نے کتے کے پیشاب کی طہارت پر استدلال کیا ہے۔

اعتذار

ہم نے اپنے اس مقدمہ میں امام بخاری کے مسامحات پر جو بحث کی ہے' اس سے ہرگز ہمارا یہ مقصد نہیں ہے کہ امام بخاری کے مرتبہ اور مقام کو کم کیا جائے بلکہ ہم ان لوگوں کو حقیقت کی طرف لانا چاہتے ہیں' جو امام بخاری کو امام اعظم سے زیادہ گردانتے ہیں اور جو مرویات بخاری کو حرف آخر قرار دیتے ہیں۔

احادیث کے پرکھنے میں امام بخاری کا مقام سب سے اونچا ہے۔ چند مسامحات سے قطع نظر کہ کوئی بشر اس سے خالی نہیں' امام بخاری کی فن حدیث میں انتہائی عظیم حیثیت ہے۔ انہیں امیر المومنین فی الحدیث کہنا بجا ہے لیکن اس کے باوجود بشری تقاضے سے ان سے بہرحال کچھ تسامح ہوئے ہیں جن کی ائمہ فن نے نشاندہی کی ہے۔ مجموعی طور پر ''صحیح بخاری'' کو مدون کر کے امام بخاری نے اسلام

کی ایک عظیم خدمت سرانجام دی ہے۔اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کو بے پناہ مقبولیت عطا فرمائی ہے اور امت کی عظیم اکثریت قرآن کریم کے بعد ''صحیح بخاری'' کو تواتر کے ساتھ بطور حجت مانتی چلی آ رہی ہے۔اللہ تبارک و تعالیٰ اس کے مصنف کے درجات بلند فرمائے اور ہمیں احادیث بخاری کے انوار اور فیوض و برکات سے بہرہ مند فرمائے۔(آمین)

صحیح بخاری کی شروح

کتب حدیث میں سب سے زیادہ ''صحیح بخاری'' کی شروح لکھی گئی ہیں' حاجی خلیفہ متوفی ۱۰۶۷ھ نے ''کشف الظنون'' میں ۱۰۱۲ھ تک ''بخاری'' کی پچاس سے زیادہ شروح گنوائی ہیں' ان تمام کا ذکر تو یہاں دشوار ہے' چند مشہور اور اہم شروح کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

(۱) **اعلام السنن:** یہ امام ابوسلیمان حمد بن محمد الخطابی التوفی ۳۸۸ھ کی تصنیف ہے اور یہ ''بخاری'' کی سب سے پہلی شرح ہے' اس شرح میں عجیب و غریب نکات اور لطائف بیان کیے گئے ہیں۔

(۲) **شرح البخاری:** یہ امام ابوالحسن علی بن خلف القرطبی المالکی التوفی ۴۴۹ھ کی شرح ہے' جو ابن بطال کے نام سے مشہور ہیں' اس شرح میں انہوں نے فقہ مالکی کو بیان کیا ہے اور بعد میں آنے والے شارحین میں سے یہ مشکل کوئی ایسا ہوگا جو ان کا ذکر نہ کرتا ہو۔یہ شرح اب چھپ چکی ہے اور ہم نے بھی نعمۃ الباری میں اس سے بہت استفادہ کیا ہے۔

(۳) **شرح البخاری:** یہ امام فخر الاسلام علی محمد البزدوی الحنفی التوفی ۴۸۲ھ کی تالیف ہے اور نہایت مختصر شرح ہے۔

(۴) **شرح البخاری:** یہ شرح قاضی ابوبکر محمد بن عبداللہ ابن العربی المالکی التوفی ۵۴۳ھ کی تالیف ہے۔

(۵) **کتاب النجاح:** یہ شرح امام نجم الدین عمر بن النسفی الحنفی التوفی ۵۳۷ھ کی تصنیف ہے' یہ شرح حدیث کی روشنی میں مسائل حنفیہ کی تحقیق کے لیے بہترین کتاب ہے۔

(۶) **شواہد التوضیح:** یہ شیخ جمال الدین محمد بن عبداللہ النحوی التوفی ۶۷۲ھ کی تالیف ہے' اس میں مشکل اعاریب نحویہ کی توضیح کی گئی ہے۔

(۷) **التلویح:** یہ امام حافظ علاؤ الدین مغلطائی الحنفی التوفی ۷۹۲ھ کی تصنیف ہے' یہ مبسوط شرح ہے اور اس میں تعلیقات پر بحث اور مشکل الفاظ کی وضاحت کی گئی ہے۔

(۸) **الکواکب الدراری:** یہ علامہ شمس الدین محمد بن یوسف بن علی الکرمانی التوفی ۷۹۶ھ کی تصنیف ہے' اس شرح کے شروع میں علم حدیث کی فضیلت اور امام بخاری کا مفصل ترجمہ ذکر کیا گیا ہے' نیز الفاظ کے معانی لغویہ' اعاریب نحویہ' ضبط روایات' اسماء رجال اور القاب رواۃ بیان کیے گئے ہیں اور احادیث متعارضہ میں تطبیق کی گئی ہے' بعد میں آنے والے اکثر شارحین نے اس سے استفادہ کیا ہے۔

(۹) **منح الباری:** یہ شرح علامہ مجد الدین ابوطاہر محمد بن یعقوب الفیروزآبادی الشیرازی التوفی ۸۱۷ھ کی تصنیف ہے' صرف ربع کتاب کی شرح بیس جلدوں میں کی گئی ہے' اس سے آگے یہ شرح نہیں لکھی جا سکی۔اس شرح میں محی الدین ابن عربی کی ''فتوحات مکیہ'' سے عبارات بہت زیادہ نقل کی گئی ہیں۔

(۱۰) **مصابیح الجامع:** یہ علامہ بدر الدین محمد بن ابی بکر الدمامینی التوفی ۸۲۸ھ کی شرح ہے' یہ بادشاہ ہند احمد شاہ بن محمد بن مظفر کی فرمائش پر لکھی گئی تھی۔

(۱۱) **الکوثر الجاری:** یہ احمد بن اسماعیل الکورانی الحنفی المتوفی ۸۹۳ھ کی شرح ہے' اس کے شروع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت بیان کی گئی ہے' اس میں حل لغات اور ضبط اسماء رواۃ پر زور دیا گیا ہے اور حافظ ابن حجر اور کرمانی کا بالخصوص رد کیا گیا ہے۔

(۱۲) **التوشیح علی الجامع الصحیح:** یہ حافظ جلال الدین السیوطی المتوفی ۹۱۱ھ کی شرح ہے' اس میں زیادہ تر لغوی معانی بیان کیے گئے ہیں۔

(۱۳) **ارشاد الساری:** یہ شرح شہاب الدین احمد بن محمد الخطیب القسطلانی الشافعی المتوفی ۹۲۳ھ کی تصنیف ہے۔ دس مجلدات پر مشتمل ہے' کتاب کے شروع میں امام بخاری کی مفصل سوانح ذکر کی گئی ہے' اس شرح میں ''فتح الباری'' سے بہت زیادہ استفادہ کیا گیا ہے۔

سطور بالا میں جن شروح کا ذکر کیا گیا ہے' حاجی خلیفہ نے ''کشف الظنون'' میں ان کے علاوہ اور پینتیس سے زیادہ شروح کا ذکر کیا ہے' لیکن طوالت کی وجہ سے ہم ان کے ذکر کو ترک کر رہے ہیں۔

''صحیح بخاری'' کی سب سے زیادہ مشہور' مفصل' مفید اور متداول دو شرحیں ہیں: ''عمدۃ القاری'' اور ''فتح الباری''۔ ''عمدۃ القاری'' حافظ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ کی تصنیف ہے اور ''فتح الباری'' حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ کی تصنیف ہے۔ اب ہم سطور ذیل میں ان دونوں شرحوں کا مفصل تعارف کرا رہے ہیں۔

فتح الباری

یہ شرح حافظ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی المتوفی ۸۵۲ھ کی تصنیف ہے۔ اس شرح کو ''صحیح بخاری'' کی عظیم ترین شروح میں سے شمار کیا جاتا ہے۔ حافظ ابن حجر نے ۸۱۳ھ میں اس کی تصنیف شروع کی اور ۸۴۲ھ میں اس کو سترہ جلدوں میں مکمل کیا' شرح کے علاوہ ایک ضخیم جلد میں اس کا مقدمہ لکھا' جس کے دو جزو ہیں اور دس فصلوں پر مشتمل ہے۔ مقدمہ میں امام بخاری کی مفصل سوانح' صحیح بخاری کی خصوصیات اور دیگر فوائد حدیثیہ بیان کیے گئے ہیں۔

اس شرح میں حافظ ابن حجر حدیث کی فنی حیثیت اور رجال پر گفتگو کرتے ہیں' مشکل الفاظ کے معانی' عنوان باب سے مناسبت' استنباط مسائل اور فقہ شافعی بیان کرتے ہیں' سوالات واردہ کے جوابات اور متعارض احادیث میں تطبیق دیتے ہیں' جو حدیث متعدد بار آتی ہے' اس کی شرح میں ان کا طریقہ یہ ہے کہ جس باب پر حدیث کی دلالت صراحۃً اور مطابقۃً ہوتی ہے' وہاں اس کی مفصل شرح کرتے ہیں اور جن ابواب پر اس کی دلالت ضمناً بالتبع ہوتی ہے' وہاں اجمال سے کام لیتے ہیں۔ بہرنوع یہ شرح متعدد خوبیوں کی حامل ہے اور اس کو قبول خاص وعام حاصل ہوا۔ اب دار المعرفۃ بیروت' ۱۴۲۶ھ نے آٹھ جلدوں میں ''صحیح بخاری'' کی احادیث کی تخریج کے ساتھ اس کو شائع کر دیا ہے۔

عمدۃ القاری

یہ شرح الشیخ الامام حافظ بدرالدین محمود بن احمد العینی المتوفی ۸۵۵ھ کی تصنیف ہے۔ ''صحیح بخاری'' کی اس سے بہتر شرح آج تک نہیں لکھی گئی۔ حافظ بدرالدین عینی نے اس شرح کو ۸۲۱ھ میں لکھنا شروع کیا اور ۸۴۷ھ میں اس کو پچیس اجزاء میں مکمل کیا' جو بارہ مجلدات پر مشتمل ہے۔

علامہ ابن حجر اور حافظ عینی میں معاصرانہ چشمک تھی' علامہ عینی جامع مویدی میں برج شمالی پر بیٹھ کر درس دیا کرتے تھے۔ اس مسجد کا ایک منارہ بوسیدہ ہو چکا تھا' اس کو تعمیر جدید کے لیے گرا دیا گیا' اس موقع پر حافظ ابن حجر نے یہ اشعار کہے

لجامع مولانا المؤید رونق   منارته تزهو بالحسن و بالزین

تقول وقد مالت عليهم امهلوا　　　فليس على حسنى اضرمن العين

''جامع موید بڑی بارونق ہے'اس کا منارہ بہت حسین وجمیل تھا' وہ جھکتے وقت زبانِ حال سے کہہ رہا تھا کہ مجھے چھوڑ دو کیونکہ میرے حسن وجمال کے لیے اصل نقصان دہ چیز نظر بد یا علامہ عینی ہیں'' اس میں لفظ ''عین'' سے علامہ عینی کا توریہ کیا گیا ہے۔

علامہ عینی کو جب ان اشعار کا پتا چلا تو انہوں نے حافظ ابن حجر کی طرف یہ اشعار لکھوا کر بھیجے

منارة كعروس الحسن قد حليت　　　وهدمها بقضاء اللّٰه والقدر

قالوا اصيبت بعين قلت ذا غلط　　　ما افة الحجر الا خسة الحجر

''وہ منارہ دلہن کی طرح حسین اور خوبصورت تھا' جس کا گرنا حقیقت میں قضا وقدر کے سبب سے تھا' لوگوں نے کہا: اس کو نظر لگ گئی' میں کہتا ہوں: وہ غلط ہیں۔ لیکن اس کو گرانے کا سبب حجر (پتھر یا ابن حجر) کی خستہ حالی تھی''۔ ان اشعار میں علامہ عینی نے جواباً ''حجر'' کے لفظ سے ابن حجر کا کنایہ کیا ہے۔

جس زمانہ میں علامہ عینی شرح لکھ رہے تھے' حافظ ابن حجر بھی لکھ رہے تھے اور وہ علامہ عینی سے پہلے لکھنا شروع کر چکے تھے۔ برہان بن خضر نے حافظ ابن حجر کی اجازت سے ان کا مسودہ لیا اور علامہ عینی نے ان سے مسودہ عاریۃً مانگ لیا۔ حافظ عینی نے علامہ ابن حجر کے مسودہ کا مطالعہ کیا اور اپنی شرح میں اس کا ساتھ ساتھ رد لکھتے گئے' جب یہ شرح مکمل ہو کر لوگوں کے سامنے آئی تو حافظ ابن حجر اور ان کے تلامذہ حیران رہ گئے۔ حافظ ابن حجر نے بعد میں علامہ عینی کے اعتراضات کے جواب میں ''انتقاض الاعتراض'' کے نام سے ایک کتاب لکھنی شروع کی' لیکن عمر نے وفا نہ کی اور کتاب کی تکمیل سے پہلے ہی ابن حجر کا انتقال ہو گیا' بہر حال انہوں نے جتنی کتاب لکھی ہے' اس میں بھی عینی کے اکثر اعتراض کے جوابات نہیں بن سکے۔

حافظ بدرالدین عینی اپنی شرح میں پہلے حدیث کی قرآن کریم سے مطابقت بیان کرتے ہیں' پھر کتاب' ترجمۃ الباب اور حدیث سابق سے اس کی مناسبت بیان کرتے ہیں' اس کے بعد رجال پر گفتگو کرتے ہیں اور جس صحابی سے حدیث مروی ہو' اس کی مختصر سوانح لکھتے ہیں' انواعِ حدیث میں سے اس حدیث کی نوع بیان کرتے ہیں' ''صحیح بخاری'' میں جن ابواب کے تحت وہ حدیث مکرر آتی ہے' ان کا ذکر کرتے ہیں۔ امام بخاری کے علاوہ جن محدثین نے اپنی تصانیف میں اس حدیث کا اخراج کیا ہے' ان کا بیان کرتے ہیں' پھر الفاظ حدیث کی لغت' اعراب' معانی' بیان اور بدیع کے اعتبار سے اس حدیث کی شرح کرتے ہیں' حدیث کا مورد' اس سے مستنبط مسائل اور فوائد اور اس کے تحت مختلف فقہی مسالک بیان کرتے ہیں۔ امام اعظم کے مذہب کو دلائل سے ثابت کرتے ہیں اور جس جس مقام پر دیگر شراح اور بالخصوص ابن حجر سے اختلاف ہو' اس کا رد کرتے ہیں۔

عینی کی ایک خاص خوبی جس میں وہ تمام شراح سے ممتاز ہیں' یہ ہے کہ وہ حدیث کی شرح کو متعدد اجزاء اور ابحاث میں تقسیم کرتے ہیں اور ہر مبحث سے پہلے اس کی ذیلی سرخی اور عنوان قائم کرتے ہیں' جس کی وجہ سے اس کتاب سے استفادہ میں بہت آسانی ہو جاتی ہے۔

جو احادیث مکرر ہیں' ان میں علامہ عینی کا طریقہ یہ ہے کہ پہلی بار جس باب کے تحت وہ حدیث آتی ہے' وہاں اس کی مفصل شرح کر دیتے ہیں اور بعد میں جب اس حدیث کا دوبارہ ذکر آتا ہے تو اس پر سرسری گفتگو کرتے ہیں' یہی وجہ ہے کہ ''صحیح بخاری'' کی پہلی جلد کی علامہ عینی نے سولہ اجزاء میں شرح کی ہے اور دوسری جلد کی شرح باقی نو اجزاء میں پوری کر دی ہے۔

اب دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ کی طرف سے ''عمدۃ القاری'' نہایت ترتیب اور ترقیم کے ساتھ پچیس جلدوں میں شائع

ہو چکی ہے۔

حاجی خلیفہ کے نزدیک ''فتح الباری'' اور ''عمدۃ القاری'' کا موازنہ

حاجی خلیفہ متوفی ۱۰۶۷ھ لکھتے ہیں:

بعض فضلاء نے حافظ ابن حجر سے ذکر کیا کہ علامہ عینی کی شرح آپ کی شرح پر راجح ہے کیونکہ ان کی شرح میں جو مباحث منظم انداز سے پیش کیا گیا ہے اور لغت' نحو' صرف' بلاغت' استنباط مسائل اور سوالات اور جوابات کی جو حسین ترتیب ہے' وہ آپ کی شرح میں نہیں ہے' تو حافظ ابن حجر نے فوراً جواب دیا کہ یہ وہ چیز ہے جس کو انہوں نے رکن الدین کی شرح سے نقل کیا ہے اور میں ان سے پہلے اس شرح سے واقف تھا' لیکن میں نے اس سے نقل کرنے کو اس لیے چھوڑ دیا کہ وہ نامکمل ہے' انہوں نے اپنی شرح کا ایک قطعہ لکھا ہے اور مجھے یہ خطرہ ہوا کہ جب بعد میں ان کی شرح نہیں ہوگی تو مجھے وہ اسلوب چھوڑنا پڑے گا اور یہی وجہ ہے کہ علامہ عینی نے بھی اتنے حصہ کو نقل کرنے کے بعد پھر اس طرح بالکل شرح نہیں لکھی۔

بہر حال علامہ عینی کی شرح تمام مباحث کو شامل اور کامل ہے' لیکن وہ اس طرح مشہور نہیں ہوئی جس طرح ''فتح الباری'' اپنے مؤلف کی حیات میں مشہور ہوئی ہے۔ (کشف الظنون ج ا ص ۵۴۹ مطبعہ اسلامیہ طہران ۱۳۸۷ھ)

مصنف کے نزدیک ''فتح الباری'' اور ''عمدۃ القاری'' کا موازنہ

حاجی خلیفہ نے جو یہ کہا ہے کہ ''عمدۃ القاری'' کو ''فتح الباری'' کی طرح شہرت اور پذیرائی حاصل نہیں ہوئی سو یہ ان کا اپنا خیال ہے' درحقیقت ''عمدۃ القاری'' کو ''فتح الباری'' سے زیادہ شہرت اور پذیرائی حاصل ہوئی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ دنیا میں فقہ حنفی کے پیروکار فقہ شافعی کے پیروکاروں سے بہت زیادہ ہیں اور چونکہ ''عمدۃ القاری'' میں فقہ حنفی کی وکالت کی گئی ہے' اس لیے ''عمدۃ القاری'' کے طالبین ''فتح الباری'' سے بہت زیادہ ہیں۔

حافظ بدرالدین کی نظر اور ان کا مطالعۂ حدیث حافظ ابن حجر سے بہت زیادہ ہے' صحیح بخاری کی احادیث کی شرح میں حافظ عینی نے جس قدر کثرت سے احادیث کو وارد کیا ہے' حافظ ابن حجر کی ''فتح الباری'' میں اس کا عشر عشیر بھی نہیں ہے۔

امام بخاری نے جو تعلیقات ذکر کی ہیں' حافظ عینی ان میں سے ہر تعلیق کا ماخذ بتاتے ہیں' جب کہ حافظ ابن حجر شاذ و نادر کسی تعلیق کا ماخذ ذکر کرتے ہیں۔

''صحیح بخاری'' میں جو قرآن مجید کی آیات آتی ہیں' حافظ عینی معتبر تفاسیر سے ان آیات کی تفسیر ذکر کرتے ہیں' جب کہ حافظ ابن حجر کی شرح میں یہ چیز نہیں ہے اور حافظ عینی کی تفسیر میں اکثر احادیث کا ذکر ہوتا ہے۔

''صحیح بخاری'' کی جس حدیث کی علامہ عینی شرح کرتے ہیں' وہ بتاتے ہیں کہ یہ حدیث ''صحیح بخاری'' میں اور کن کن مقامات پر ہے اور دیگر کن کن کتب حدیث میں اس حدیث کا ذکر ہے اور ''فتح الباری'' اس تفصیل سے خالی ہے۔

حافظ عینی ہر باب کی دوسرے باب کے ساتھ مناسبت ذکر کرتے ہیں' جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ''صحیح بخاری'' کے تمام ابواب ایک سلک میں منسلک ہیں اور ''فتح الباری'' اس خوبی سے خالی ہے۔

احادیث کی تراجم ابواب کے ساتھ مناسبت ہر چند کہ بعض مقامات پر ''فتح الباری'' میں بھی مذکور ہوتی ہے' لیکن انہوں نے ہر باب میں اس کا التزام نہیں کیا جب کہ ''عمدۃ القاری'' میں ہر حدیث کی ترجمۃ الباب کے ساتھ مناسبت بیان کی گئی ہے۔

فقہاء کے مذاہب بھی جس تفصیل سے ''عمدۃ القاری'' میں مذکور ہوتے ہیں'' فتح الباری'' میں اس تفصیل سے مذکور نہیں ہوتے۔

حدیث سے مسائل کے استنباط میں بھی ''فتح الباری'' کی ''عمدۃ القاری'' سے کوئی نسبت نہیں' حافظ عینی ہر حدیث کی شرح میں استنباط مسائل کا عنوان قائم کرتے ہیں' جب کہ ''فتح الباری'' میں ہر حدیث سے مسائل کا استنباط نہیں ہوتا اور جہاں ہوتا ہے' وہاں علامہ عینی کی بہ نسبت بہت کم مسائل کا استنباط ہوتا ہے۔

حاجی خلیفہ نے جو یہ ذکر کیا ہے کہ علامہ عینی نے رکن الدین کی شرح نقل کی ہے' اس کی حقیقت بھی افتراء اور اتہام سے زیادہ نہیں ہے' علامہ عینی متقدمین شارحین میں سے جس کا بھی اقتباس نقل کرتے ہیں' اس کا نام ذکر کرتے ہیں اور کسی شارح کی بات اس کے حوالے کے بغیر نہیں کرتے' اس کی تصدیق اس سے ہوتی ہے کہ علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ کی شرح ابھی ۱۴۲۰ھ میں ریاض سے چھپی ہے' علامہ عینی غالباً اس کے قلمی نسخہ سے اپنی شرح میں اقتباسات ذکر کرتے ہیں اور ہر جگہ ان کے نام کا حوالہ دیتے ہیں' اگر علامہ عینی نے کہیں رکن الدین کا اقتباس لیا ہوتا تو وہ ان کے بھی نام کا حوالہ دیتے۔

حافظ ابن حجر کی شرح ''فتح الباری'' اگرچہ علامہ عینی کی شرح ''عمدۃ القاری'' کے پائے کی نہیں لیکن وہ بھی بہت عمدہ شرح ہے' تاہم اپنی شرح میں وہ جس باب میں مزید شرح کرنے کا ذکر کرتے ہیں' اس باب میں جا کر وہ بھول جاتے ہیں اور ان کی عبارات میں تعارض اور تضاد بھی بہت ہے' جس کی چند مثالیں ہم ذکر کر رہے ہیں:

حافظ ابن حجر عسقلانی جس باب میں مزید شرح کا ذکر کرتے ہیں' اس باب میں ان کا شرح کو بھول جانا

حافظ ابن حجر عسقلانی کا طریقہ یہ ہے کہ جو حدیث صحیح بخاری میں متعدد بار آتی ہے' وہ اس حدیث کی مختصر شرح کرنے کے بعد لکھ دیتے ہیں کہ ہم اس حدیث کی مفصل شرح فلاں باب میں کریں گے' لیکن بعض اوقات وہ بھول جاتے ہیں اور جس باب کا وہ حوالہ دیتے ہیں' اس باب میں اس کی شرح بالکل نہیں کرتے یا بالکل سرسری کرتے ہیں۔ اس کی چند مثالیں درج ذیل ہیں:

(۱) حافظ ابن حجر عسقلانی نے صحیح البخاری: ۱۱۴ حدیث قرطاس کی شرح میں لکھا: ان شاء اللہ اس کی تفصیلی بحث ''کتاب الاعتصام'' میں آئے گی۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۲۵۸' دار المعرفۃ' بیروت) یہ حدیث ''کتاب الاعتصام'' میں حدیث نمبر ۷۳۶۶ پر درج ہے' لیکن حافظ ابن حجر نے وہاں پر اس پر تفصیلی بحث نہیں کی۔ دیکھئے: فتح الباری ج ۸ ص ۴۸۴' دار المعرفۃ' بیروت۔

(۲) حافظ ابن حجر عسقلانی نے صحیح البخاری: ۲۲۱' مسجد میں اعرابی کے پیشاب کرنے کی حدیث کی شرح میں لکھا: ان شاء اللہ اس حدیث کے باقی فوائد ''کتاب الادب'' میں لکھے جائیں گے۔ کتاب الادب میں اس حدیث کا نمبر ۶۰۲۵ ہے' وہاں حافظ ابن حجر نے لکھ دیا ہے کہ اس کی شرح ''کتاب الطہارۃ'' میں گزر چکی ہے اور اس کے بقیہ فوائد نہیں لکھے' البتہ ''کتاب الادب'' میں اس حدیث میں ''لا تزرموہ'' کا لفظ ہے' جو ''کتاب الطہارت'' میں نہیں تھا' اس کا معنی انہوں نے ''لا تقطعوا'' لکھا ہے۔ دیکھئے: فتح الباری ج ۷ ص ۱۶۳' دار المعرفۃ' بیروت۔

(۳) صحیح البخاری: ۳۰۵ کی شرح میں حافظ ابن حجر نے اس مسئلہ پر بحث کی ہے کہ حائض اور جنبی قرآن مجید کی تلاوت کر سکتے ہیں یا نہیں اور نبی ﷺ نے ھرقل کو جو مکتوب بھجوایا تھا' اس میں آل عمران: ۶۴ مذکور تھی' جس سے یہ استدلال کیا جاتا ہے کہ ھرقل کافر تھا اور کافر جنابت سے پاک نہیں ہوتا' پس ھرقل بھی جنبی تھا اور اس نے آل عمران: ۶۴ کو پڑھا' اس سے معلوم ہوا کہ جنبی کے لیے قرآن مجید کی تلاوت کرنا جائز ہے' حافظ ابن حجر نے اس کے جواب میں کہا: جنبی کے لیے قرآن مجید پڑھنا اس وقت منع ہے' جب اس کو معلوم ہو کہ یہ قرآن مجید ہے اور وہ اس کی قصداً تلاوت کرے اور اس کے مزید جوابات ان شاء اللہ ''کتاب الجہاد'' میں آئیں گے۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۸۲۲' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ) کتاب الجہاد میں ھرقل کی حدیث: ۳۱۷۴

ہے' وہاں حافظ ابن حجر نے اس حدیث کی شرح میں ایک لفظ بھی نہیں لکھا۔

(۴) حافظ ابن حجر عسقلانی نے صحیح البخاری: ۳۱۳' حیض کی بدبو کے ازالہ کے لیے خوشبو لگانے کی حدیث کی شرح میں لکھا ہے: اس کی مزید شرح ان شاء اللہ'' کتاب الجنائز'' میں اپنے مقام پر آئے گی۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۴۷۲' دارالمعرفہ بیروت) یہ حدیث '' کتاب الجنائز'' میں نمبر ۱۲۷۹ پر ہے' وہاں حافظ ابن حجر نے اس حدیث کی شرح میں ایک لفظ بھی نہیں لکھا۔ دیکھئے: فتح الباری ج ۲ ص ۷۲۹۔ ۷۲۸۔

(۵) حافظ ابن حجر عسقلانی نے صحیح البخاری: ۳۴۰' چہرے اور ہتھیلیوں پر تیمم کی حدیث کی شرح میں لکھا ہے: ہم اس پر مزید بحث ''باب التیمم ضربۃ'' میں کریں گے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۱۵' دارالمعرفہ بیروت) اور '' التیمم ضربۃ'' کے باب میں حافظ ابن حجر نے اس موضوع پر ایک لفظ بھی نہیں لکھا۔ دیکھئے: فتح الباری ج ۲ ص ۲۵' دارالمعرفہ بیروت۔

حافظ ابن حجر عسقلانی کی عبارات میں تعارض اور تضاد

صحیح البخاری: ۳۴۸ تک کی شرح میں حافظ ابن حجر عسقلانی کے بھولنے کی یہ چند مثالیں ہیں اور پوری '' فتح الباری' ' میں حافظ ابن حجر عسقلانی کے بھولنے کی یہی کیفیت ہے' ایک جگہ وہ ایک بات لکھتے ہیں اور دوسری جگہ اس کے بالکل برعکس لکھ دیتے ہیں' مثلاً ایک تعلیق میں ہے: حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے دارالبرید میں گوبر پر نماز پڑھی' اس سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کے نزدیک گوبر پاک ہے' علامہ ابن بطال نے اس حدیث کا یہ جواب دیا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ حضرت ابوموسیٰ نے اس گوبر کے اوپر کپڑا یا مصلّٰی بچھا کر نماز پڑھی ہو' حافظ ابن حجر نے اس جواب کو یہ کہہ کر رد کر دیا ہے کہ اصل کپڑا نہ بچھانا ہے اور سعید بن المسیب سے روایت ہے کہ کپڑا بچھا کر نماز پڑھنا بدعت ہے۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۶۴۳۔ ۶۴۲' دارالمعرفہ بیروت) حافظ ابن حجر کی یہ تحریر اس حدیث کے عنوان کی شرح میں ہے' اس کے چار صفحے بعد حافظ ابن حجر نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے: کپڑا بچھا کر نماز پڑھنے کی اصل صحیحین کی یہ حدیث ہے: حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے گھر میں چٹائی پر نماز پڑھائی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خمرہ (مصلّٰی) پر نماز پڑھتے تھے۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۶۴۷' دارالمعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی کی شرح کی عبارات میں تعارض کی دوسری مثال یہ ہے کہ '' کتاب الحیض'' باب: ۲۳ '' عرق الجنب'' کی شرح میں انہوں نے لکھا: اس باب کا عنوان ہے کہ مسلمان نجس نہیں ہوتا اور جب مسلمان نجس نہیں ہوتا تو اس کا پسینہ نجس نہیں ہے اور اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ کافر نجس ہوتا ہے اور اس کا پسینہ نجس ہے۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۴۰۶' دارالمعرفہ بیروت) اس کے ایک صفحہ بعد اس باب کی حدیث: ۲۸۳ کی شرح میں وہ لکھتے ہیں کہ اہل ظاہر (غیر مقلدین) یہ کہتے ہیں کہ کافر نجس العین ہے کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ. (التوبۃ: ۲۸) مشرکین محض نجس ہیں۔

(ابن حجر لکھتے ہیں:) اس دلیل کا جواب یہ ہے کہ مشرکین صرف اپنے اعتقاد میں نجس ہیں' اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ ان کے ابدان نجس ہیں اور جمہور کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کو جائز قرار دیا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ اہل کتاب عورتوں کو پسینہ بھی آتا ہے تو جب مسلمان اپنی اہل کتاب بیوی کے ساتھ لیٹے گا اور اپنا بدن اس کے بدن کے ساتھ مس کرے گا تو اس اہل کتاب عورت کا پسینہ مسلمان مرد کے جسم پر لگے گا' اس کے باوجود اہل کتاب عورت پر صرف اسی صورت میں غسل واجب ہوتا ہے' جس صورت میں مسلمان عورت پر غسل واجب ہوتا ہے' اس سے واضح ہو گیا کہ زندہ آدمی (خواہ کافر ہو یا مومن) نجس العین نہیں ہوتا

ہے اور اس میں مردوں اور عورتوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ حافظ ابن حجر نے اس باب کے عنوان کی شرح میں لکھا کہ کافر نجس ہے اور اس کا پسینہ نجس ہے اور اس باب کی حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ کافر نجس نہیں ہے اور نہ اس کا پسینہ نجس ہے۔ دیکھئے: فتح الباری ج ۱ ص ۴۰۷ 'دار المعرفہ بیروت۔

حافظ ابن حجر عسقلانی پر تنقید کرنے کا سبب

ہم نے اس جگہ طوالت سے بچنے کے لیے صرف ان دو مثالوں پر اقتصار کیا ہے' ورنہ '' فتح الباری '' میں ایسی بہت مثالیں ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ کوئی شخص یہ کہے کہ آپ حافظ ابن حجر عسقلانی ایسے عظیم محدث کی عبارات میں تعارض اور تضاد کو کیوں بیان کر رہے ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حافظ ابن حجر عسقلانی کے ممدوح امام بخاری نے اپنی '' صحیح بخاری '' میں امام اعظم ابوحنیفہ کی عبارات میں متعدد مقامات پر اپنے زعم میں تناقض اور تضاد ثابت کیا ہے' وہاں پر حافظ ابن حجر عسقلانی نے امام بخاری کی شدت سے تائید کی ہے اور اس تناقض اور تضاد کو برقرار رکھا ہے' امام بخاری کے متعلق تو ہماری مجال نہیں ہے' وہ ہمارے نزدیک فن حدیث میں ایسے ہی محترم ہیں جیسے علم فقہ میں ہمارے نزدیک امام اعظم ابوحنیفہ مکرم ہیں' لیکن حافظ ابن حجر عسقلانی سے قصاص لینے کا تو ہمیں حق پہنچتا ہے' اس لیے ہم نے باب کے حوالہ جات میں حافظ ابن حجر کے نسیان اور تسامح کو واضح کیا ہے اور ان کی شرح کی عبارات میں ان کے تعارض اور تضاد کو بیان کیا ہے۔

جہاں امام بخاری نے امام ابوحنیفہ کو بعض الناس سے تعبیر کر کے ان پر اعتراضات کیے ہیں' وہاں علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی نے امام ابوحنیفہ کی طرف سے دفاع کرنے کا حق ادا کر دیا ہے۔

مکتبۂ فکر دیوبند کی طرف سے کی جانے والی صحیح بخاری کی شروح

مکتبۂ فکر دیوبند کی طرف سے کی جانے والی '' صحیح بخاری '' کی قابل ذکر متعدد شروح ہیں' ان میں '' فیض الباری '' عربی میں شرح ہے اور '' انوار الباری' کشف الباری اور انعام الباری '' اردو میں شروح ہیں' ہم سطور ذیل میں ان کا مختصر تعارف اور تبصرہ پیش کر رہے ہیں:

فیض الباری

یہ شرح چار جلدوں میں ہے اور علماء دیوبند کی طرف سے کی جانے والی شروح میں یہ واحد شرح ہے' جو مکمل ہے' یہ شرح شیخ محمد انور کشمیری دیوبندی متوفی ۱۳۵۲ھ نے عربی میں لکھوائی ہے' ان کے شاگرد شیخ محمد بدر عالم میرٹھی نے ان کی تقریرات کو جمع کیا ہے' یہ پہلی بار ۱۳۵۷ھ میں مطبع حجازی' قاہرہ میں چھپی' اس کے بعد یہ ہندوستان اور پاکستان کے مختلف مطابع میں چھپتی رہی ہے' اس کی پہلی جلد '' کتاب التیمم '' پر محیط ہے' اس میں مفصل شرح ہے' دوسری جلد '' کتاب الصلوٰۃ '' سے '' کتاب الجنائز '' تک ہے' اس کی شرح میں اختصار ہے' تیسری جلد '' کتاب الزکوٰۃ '' سے '' کتاب الجہاد '' تک ہے' اس میں اور زیادہ اختصار ہے اور چوتھی جلد '' کتاب بدء الخلق '' سے لے کر اخیر '' صحیح بخاری '' تک ہے' اس میں بہت زیادہ اختصار ہے۔

شیخ انور کشمیری نے اس شرح میں بانی دیوبند شیخ قاسم نانوتوی متوفی ۱۲۹۷ھ سے کھل کر اختلاف کیا ہے' امام بیہقی متوفی ۴۵۸ھ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ اثر روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سات زمینیں پیدا کی ہیں' ہر زمین میں ہمارے آدم کی طرح آدم ہیں اور ہمارے نوح کی طرح نوح ہیں اور یہاں تک ذکر کیا کہ ہمارے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرح محمد ہیں۔

شیخ انور شاہ کشمیری لکھتے ہیں:

یہ اثر مرہ کی وجہ سے شاذ ہے اور جو چیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے قطعی طور پر ثابت ہو اس پر ایمان لانا واجب ہے اور اس کا انکار کفر ہے اور جو چیز آپ سے ثابت نہ ہو اس کا تسلیم کرنا اور اس پر ایمان لانا ہم پر واجب نہیں ہے اور ظاہر یہ ہے کہ یہ اثر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نہیں ہے لہٰذا اس کی شرح میں اپنے آپ کو تھکانا نہیں چاہیے۔ مولانا نانوتوی نے اس اثر کی شرح میں ایک رسالہ لکھا ہے جس کا نام انہوں نے "تحذیر الناس عن انکار اثر ابن عباس" رکھا ہے اور اس میں یہ تحقیق کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا اس کے منافی نہیں ہے کہ کسی اور زمین میں دوسرا خاتم ہو جیسا کہ اثر ابن عباس میں ہے اور مولانا نانوتوی کے کلام سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ہر زمین کے لیے اسی طرح آسمان بھی ہے جس طرح ہماری زمین کے لیے آسمان ہے اور قرآن مجید سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ تمام سات آسمان صرف اسی زمین کے لیے ہیں خلاصہ یہ ہے کہ جب حضرت ابن عباس کے اس اثر کے ساتھ ہماری نماز اور روزہ کا کوئی امر متعلق نہیں ہے تو اس اثر کی شرح کو چھوڑنا بہتر ہے۔ (فیض الباری ج ۳ ص ۳۳۴۔ ۳۳۳ مطبع حجازی قاہرہ ۱۳۵۷ھ)

شیخ انور شاہ کشمیری کی شرح کی درج ذیل عبارت بہت خطرناک ہے:

قرآن مجید میں تحریف معنوی بھی غیر قلیل ہے اور میرے نزدیک تحقیق یہ ہے کہ قرآن مجید میں تحریف لفظی بھی ہے یہ تحریف ان سے عمداً ہوئی ہے یا غلطی کی وجہ سے۔ (فیض الباری ج ۳ ص ۳۹۵ مطبع حجازی قاہرہ ۱۳۵۷ھ)

ہمارے پاس دار العلوم کراچی کا فتویٰ ہے جنہوں نے اس عبارت پر قائل کی تکفیر کر دی ہے۔

انوار الباری اُردو شرح صحیح البخاری

یہ کتاب شیخ انور شاہ کشمیری کے شاگرد سید احمد رضا بجنوری کی تالیف ہے سات مجلدات اور ۱۹ اجزاء پر مشتمل ہے۔ جز اوّل محدثین اور فقہاء احناف کے تعارف پر مشتمل ہے اور جز ثانی میں محدثین اور فقہاء احناف کے علاوہ اکابر علماء دیو بند کا تعارف ہے۔ جز ۳ سے لے کر جز ۱۹ تک "کتاب الجنائز" کی شرح ہے اور بہت زیادہ طول دیا ہے اخیر میں عقائد پر بحث کی ہے بہر حال یہ شرح نامکمل ہے اور "کتاب الجنائز" تک ہے ادارہ تالیفات اشرفیہ نے چھاپی ہے۔

کشف الباری عمافی صحیح البخاری

اس کتاب کی اب تک نو جلدیں چھپی ہیں اور یہ ہنوز نامکمل ہے اور اس کے مصنف شیخ سلیم اللہ خان ابھی بقید حیات ہیں۔ جلد اوّل میں مقدمہ ہے اور اکابر علماء دیو بند کا تعارف ہے ص ۲۰۷ سے "بدء الوحی" کی احادیث کی شرح ہے اس جلد میں "باب بدء الوحی" کی سات احادیث کی شرح ص ۲۰۷ سے ۵۵۵ تک ہے اس کے بعد "کتاب الایمان" شروع ہے اس جلد میں کل بارہ احادیث کی شرح کی گئی ہے اور بہت زیادہ طول دیا ہے۔ جلد ثانی بھی "کتاب الایمان" کی شرح میں ہے اس میں حدیث: ۵۸ کی شرح آ گئی ہے جلد ثالث "کتاب العلم" میں ہے اور اس میں حدیث: ۹۷ تک کی شرح آ گئی ہے پھر انہوں نے "کتاب العلم" کو نامکمل چھوڑ دیا ہے اس کے بعد جلد رابع "کتاب الجہاد والسیر" سے شروع کی ہے اور درمیان میں کتاب الوضوء کتاب الصلوٰۃ کتاب الزکوٰۃ کتاب الحج کتاب الصیام اور کتاب البیوع وغیرہ عبادات اور معاملات کے تمام اہم مباحث چھوڑ دیے ہیں اس جلد میں حدیث: ۲۶۳۰ سے حدیث: ۲۷۷۷ تک کی شرح ہے کتاب الجہاد والسیر بھی نامکمل ہے جلد خامس میں "کتاب المغازی" ہے اور درمیان میں "کتاب بدء الخلق" اور "کتاب المناقب" کو چھوڑ دیا ہے وہ بھی نامکمل ہے جلد سادس میں "کتاب التفسیر" ہے جلد سابع فضائل قرآن کتاب النکاح اور کتاب الطلاق میں ہے جلد ثامن النفقات الاطعمۃ العقیقۃ الذبائح والصید الاضاحی الاشربۃ المرضی اور الطب میں ہے اور جلد تاسع الطب اللباس اور ادب میں ہے انہوں نے لکھا ہے: اس کے بعد دسویں جلد

''کتاب الاستیذان'' سے شروع ہوگی۔

شیخ سلیم اللہ خان کا ابتدائی چار جلدوں میں اسلوب یہ ہے کہ ''صحیح بخاری'' کی سند کے رجال کے تعارف میں ''تہذیب الکمال' تہذیب الاسماء واللغات'' و دیگر کتب اسماء رجال سے انہیں جو کچھ ملا وہ لکھ دیا ہے'' شرح ابن بطال' فتح الباری اور عمدۃ القاری'' سے استفادہ کیا ہے اور ہر بات کا حوالہ دیا ہے' ان چار جلدوں میں بہت زیادہ طوالت ہے' جس کی وجہ سے حدیث کے اساتذہ اور طلبہ بھی اکتاہٹ کا شکار ہوں گے۔ عام اُردو قارئین کے استفادہ کے لیے اس میں کچھ نہیں ہے' زیادہ تر علمی اصطلاحات کو استعمال کیا گیا ہے' زبان سہل اور رواں نہیں ہے۔ ہر جلد تقریباً ۸۰۰ صفحات کی ہے' آخری پانچ جلدوں میں انہوں نے اسماء رجال کی ابحاث کو لانا چھوڑ دیا ہے اور اعتدال کی راہ اختیار کر لی ہے' دیوبندی بریلوی مختلف فیہ مسائل میں ان کا انداز غیر سنجیدہ' غیر منصفانہ اور جارحانہ ہے۔

انعام الباری (دروس بخاری شریف)

اس کی ابھی تک چار جلدیں چھپی ہیں' اور اس کے مصنف شیخ محمد تقی عثمانی بقید حیات ہیں' پہلی جلد میں مبسوط مقدمہ کے علاوہ بدء الوحی اور کتاب الایمان کی شرح ہے' اس کے ۵۷۴ صفحات ہیں اور اس میں ۵۸' احادیث کی شرح ہے' دوسری جلد کے ۵۶۰ صفحات ہیں' اس میں کتاب التیمم تک کی شرح ہے اور صحیح بخاری: ۳۴۸ تک احادیث ہیں۔ اس کے بعد جو تیسری جلد چھپی ہے اس پر جلد ۶ لکھا ہوا ہے' اس میں کتاب البیوع سے کتاب الحرث والمزارعۃ تک کی شرح ہے اور ۲۰۴۷ سے ۲۳۵۰ تک احادیث آ گئی ہیں اور چوتھی جلد پر جلد ۷ لکھا ہوا ہے' اس میں کتاب المساقاۃ سے کتاب الجزیہ تک کی شرح ہے' درمیان کی جلد ۳'۴'۵ نامعلوم وجوہ کی بناء پر ابھی تک منظر عام پر نہیں آئیں' دیوبندی بریلوی مختلف فیہ مسائل میں ان کا انداز بھی غیر شائستہ' غیر منصفانہ اور جارحانہ ہے۔

علماء اہل سنت کی طرف سے کی جانے والی ''صحیح بخاری'' کی شروح

اہل سنت و جماعت میں سے تین علماء نے ''صحیح بخاری'' کی شروح لکھی ہیں' مولانا سید محمود احمد رضوی رحمہ اللہ نے ''فیوض الباری'' لکھی ہے' مولانا غلام رسول رضوی رحمہ اللہ نے ''تفہیم البخاری'' لکھی ہے اور مولانا شریف الحق امجدی رحمہ اللہ نے ''نزھۃ القاری'' لکھی ہے' اور اس ناکارہ نے ''نعمۃ الباری'' کے نام سے ''صحیح بخاری'' کی شرح لکھنی شروع کی ہے' جس کی پہلی جلد پیش خدمت ہے' سطور ذیل میں ان کا تعارف اور تبصرہ پیش کیا جا رہا ہے۔

فیوض الباری

سید محمود احمد رضوی متوفی ۱۴۲۰ھ کی اس کتاب کی دس جلدیں چھپی ہیں' جو ''صحیح بخاری'' کے گیارہ پاروں پر مشتمل ہیں۔ ''صحیح بخاری'' کی یہ شرح اُردو شروح میں سب پر فائق ہے' علامہ رضوی نے اس شرح میں صرف قدیم شروح کے فوائد اور نکات پر اقتصار نہیں کیا' بلکہ اس شرح میں اپنا حاصل مطالعہ بھی پیش کیا ہے' اس شرح میں انہوں نے جو اسلوب اختیار کیا ہے' اس کے متعلق وہ خود لکھتے ہیں: اس شرح میں امور ذیل کا خیال رکھا گیا ہے:

(۱) حدیث کا لفظی ترجمہ (۲) الفاظ حدیث کی حسب ضرورت لغوی تحقیق (۳) حدیث کے مسائل و احکام کی تفصیل (۴) ائمہ اربعہ کا حدیث زیر بحث سے استدلال اور ان کے مابین اختلاف آراء کے دلائل کی وضاحت (۵) امام بخاری نے ہر حدیث کو پوری سند کے ساتھ لکھا ہے' میں نے بوجہ اختصار ابتدائی سند کو حذف کر دیا ہے (۶) امام بخاری ایک ہی حدیث کو متعدد عنوانات کے ماتحت متعدد بار ذکر کرتے ہیں' میں نے امام بخاری کا ہر عنوان قائم رکھا ہے' البتہ حدیث مکرر کو صرف ایک ہی جگہ ذکر کیا ہے (۷) جس عنوان

میں حدیث مکرر آتی ہے وہاں میں نے اس کی مناسبت سے بلکہ بعض اوقات اس کے جملے بھی لکھ دیئے ہیں اور یہ بھی تصریح کر دی ہے کہ یہاں حدیث مکرر ہے اس کو ترک کیا گیا ہے (۸) ایک جگہ اگر کوئی حدیث مختصر مذکور ہے اور دوسری جگہ مفصل ہے تو مفصل حدیث کو دوبارہ جہاں وہ آئی ہے ضرور باقی رکھا ہے اسی طرح جس مکرر حدیث میں کوئی لفظ ایسا درج ہے جس سے نیا مسئلہ معلوم ہوتا ہے تو ایسی حدیث کو بھی جہاں وہ آئی ہے باقی رکھا ہے۔

علامہ رضوی نے ''فیوض الباری'' لکھنے کی کب ابتداء کی اس کا پتا نہیں چلا لیکن جلد اول کے اختتام پر جو تاریخ درج ہے وہ یہ ہے: ۸ جمادی الثانی ۱۳۷۸ھ/ ۳ نومبر ۱۹۵۸ء

فیوض الباری کی دسویں جلد کتاب الشروط پر ختم ہے اور اس کی آخری حدیث کا نمبر: ۲۵۴۳ ہے اور اس کے اختتام پر جو تاریخ درج ہے وہ یہ ہے: ۲۳ جمادی الثانی ۱۴۰۸ھ/۱۱ فروری ۱۹۸۸ء۔ ''فیوض الباری'' کی ۱۲-۱۱ جلد بھی چھپی ہے جلد ۱۲ کے چار پانچ صفحات ہیں اور اس کے آخر میں تاریخ درج نہیں ہے۔

گویا پورے تیس سال میں مرحوم نے ''صحیح بخاری'' کے گیارہ پاروں کی شرح لکھی لیکن اس شرح کی تصنیف کے دوران انہوں نے اور بہت کتابیں تصنیف کیں اور متعدد دینی اور سماجی خدمات میں مصروف رہے آخری جلد کی تصنیف کے دوران دمہ کی تکلیف میں مبتلا ہو گئے تھے اور اسی تکلیف میں ۳ رجب ۱۴۲۰ھ/ ۱۴ اکتوبر ۱۹۹۹ء کو ان کی وفات ہوگئی اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ (آمین) جس سال ''فیوض الباری'' کی پہلی جلد آئی ہے اسی سال (۱۹۵۸ء) میں میں نے رحیم یار خاں میں حصولِ تعلیم کا آغاز کیا تھا اب اس بات کو ۵۰ سال ہو چکے ہیں آٹھ سال بعد میں نے فراغت حاصل کی اور تقریباً ۴۲ سال میں اللہ تعالیٰ نے مجھے دیگر متعدد تصانیف کے علاوہ دارالعلوم نعیمیہ کراچی میں قیام کے بیس سال میں ''شرح صحیح مسلم'' کی ۷ مجلدات اور ''تبیان القرآن'' کی بارہ (۱۲) مجلدات لکھنے کی سعادت عطا فرمائی۔ و ذالك فضل الله يوتيه من يشاء.

تفہیم البخاری

یہ کتاب علامہ غلام رسول رضوی متوفی ۱۴۲۲ھ کی تالیف ہے جو گیارہ جلدوں پر مشتمل ہے اس شرح کے اسلوب کے متعلق خود علامہ رضوی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

بندہ مسکین نے یہ التزام کیا ہے کہ حدیث اگرچہ متکرر ہی ہو اس کا بامحاورہ ترجمہ اور مقتضی حال کے مطابق وضاحت کرتے ہوئے تطویل سے احتراز کیا ہے جب کہ اہم مقامات میں مناسب تفصیل ذکر کی ہے اور حدیث ترجمہ اور وضاحت کا ایک ساتھ نمبر ذکر کیا ہے اور وضاحت میں شروح بخاری میں سے ''عمدۃ القاری فتح الباری ارشاد الساری اور الکوکب الدراری'' سے اقتباس کے ساتھ ساتھ دیگر شروح احادیث سے بھی اقتباس کیا ہے اس کے علاوہ بعض اساتذہ کرام سے ماخوذ فوائد کے علاوہ کچھ زوائد بھی ذکر کیے ہیں جن سے نفس حدیث کی تفہیم ہو جاتی ہے اور اس بات کا خیال کیا گیا ہے کہ تفہیم میں بہ قدر ضرورت ائمہ کرام کے مسالک کی وضاحت کر کے حنفی مذہب کے مطابق جامع تشریح کی جائے تاکہ حنفی مسلک کے مطابق حدیث سمجھنے میں اشکال نہ رہے اسی لیے اس کو ''تفہیم البخاری'' سے موسوم کیا ہے۔ (تفہیم البخاری ج ا ص ۴-۳)

جلد اول کے اوّل و آخر کہیں پر بھی تاریخ مذکور نہیں ہے لیکن مجھے اس طرح یاد پڑتا ہے کہ اس کی پہلی جلد ۱۹۷۷ء میں طبع ہوئی تھی البتہ اس کی گیارہویں جلد کے آخر میں یہ تاریخ درج ہے: ۱۴ صفر ۱۴۰۷ھ/۱۸ اکتوبر ۱۹۸۷ء۔

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ تقریباً دس سال میں مکمل ''صحیح بخاری'' کی شرح لکھی گئی اور اردو شروح میں یہ واحد شرح ہے جو ''صحیح

بخاری'' کی مکمل شرح ہے' جس میں ''صحیح بخاری'' کی مکرر اور غیر مکرر تمام احادیث کی مکمل شرح کی گئی ہے۔

علامہ غلام رسول رضوی کی ۲۷ شعبان ۱۴۲۲ھ/ ۱۴ نومبر ۲۰۰۱ء کو وفات ہوگئی' اللہ تعالیٰ ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ (آمین)

نزہۃ القاری شرح صحیح البخاری

یہ کتاب مفتی محمد شریف الحق امجدی رحمہ اللہ متوفی ۱۴۲۲ھ کی تالیف ہے' جو پانچ جلدوں پر مشتمل ہے' اس کتاب کے اسلوب کے متعلق خود علامہ شریف الحق امجدی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

(۱) کتاب کو بہت طویل ہونے سے بچانے کے لیے میں نے مکرر احادیث کو صرف ایک بار لیا ہے' وہ بھی جہاں میں نے مناسب جانا وہاں' البتہ حدیث کے مختلف الفاظ کو اکٹھا کر دیا ہے۔

(۲) ابواب کو بالکل ذکر نہیں کیا' اس لیے کہ پھر احادیث کو مکرر لانا ضروری ہو جاتا' مگر اہم ابواب پر شرح میں کلام پورا پورا مذکور ہے' نیز ابواب کے ذکر سے جو فائدہ تھا' وہ ایک عنوان' احکام مستخرجہ قائم کر کے پورا کر دیا ہے۔

(۳) جو حدیث جس صحابی سے مروی ہے' ان کے حالات بالالتزام بیان کر دیئے ہیں' کہیں کہیں بعض تابعین کا ذکر بھی آ گیا ہے۔

(۴) میں نے ہر حدیث پر نمبر لگا دیا ہے اور حدیث کے اہم مضمون کو سامنے رکھ کر اس کا ایک عنوان بھی قائم کر دیا ہے۔

(۵) حدیث'' بخاری شریف'' میں کہاں کہاں ہے اور صحاح ستہ میں کہاں کہاں ہے' اس کے حوالے حاشیہ میں دے دیئے ہیں' عینی میں اس کی تفصیل ہے' مگر علامہ عینی صرف کتاب کا حوالہ دیتے ہیں' یہ معلوم کر کے یہ حدیث کس کتاب میں ہے' حدیث کی تلاش میں دشواری کم تو ہو جاتی ہے' مگر بہت کچھ باقی رہتی ہے' اس لیے میں نے باب کا حوالہ بھی دے دیا ہے۔

(نزہۃ القاری ج۱ ص ۵۴ فرید بک سال' لاہور)

علامہ شریف الحق نے لکھا ہے: اس شرح کو انہوں نے ۲۱ ذوالحجہ ۱۴۰۲ھ/ ۱۰ اکتوبر ۱۹۸۲ء میں شروع کیا۔ (نزہۃ القاری ج۱ ص ۴۴) اور انہوں نے گیارہ رمضان المبارک ۱۴۱۹ھ/ ۳۱ دسمبر ۱۹۹۸ء شب پنجشنبہ گیارہ بجے اس کو مکمل کیا' کل سولہ سال آٹھ ماہ بیس دن میں یہ شرح مکمل ہوئی۔ علامہ مرحوم نے دس علماء اور مدرسین کے نام لکھے ہیں' جنہوں نے اس کام میں ان کا زبردست ہاتھ بٹایا' پھر چھ علماء کا خصوصیت سے ذکر کیا ہے' جو رات کا اکثر حصہ شرح لکھوانے میں گزار دیتے تھے۔ (نزہۃ القاری ج۵ ص ۹۸۱-۹۸۰)

اللہ تعالیٰ حضرت مفتی شریف الحق امجدی کی مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس میں ان کا مقام بلند فرمائے' اہل سنت کے وہ تیسرے عالم ہیں' جنہوں نے حدیث شریف پر ایک وقیع کام کیا اور ''صحیح بخاری'' کی اُردو میں ایک متوازن شرح لکھی۔

فجزاه الله تعالىٰ احسن الجزاء.

نعمۃ الباری

تیرہ ذوالحج ۱۴۲۶ھ بہ روز جمعہ میں نے ''تبیان القرآن'' کی تکمیل کی اور اسی روز میں نے ''نعمۃ الباری فی شرح صحیح البخاری'' لکھنے کا آغاز کر دیا' یہ روز سعید میرے لیے تین اعتبار سے عید کا دن تھا (۱) یہ عید الاضحیٰ کا دن تھا (۲) جمعہ کا دن بھی تھا' جو کہ مسلمانوں کے لیے عید کا دن ہے (۳) جس دن مسلمانوں کو کوئی نعمت ملے' وہ دن بھی ان کے لیے عید کا دن ہوتا ہے اور اس دن مجھے دو نعمتیں ملیں' ''تبیان القرآن'' کی تکمیل ہوئی اور ''نعمۃ الباری'' کا آغاز ہوا۔

نعمۃ الباری کی خصوصیات

(۱) عام طور پر کتب احادیث کے تراجم اور اردو شروح میں سند حدیث کا ترجمہ نہیں کیا جاتا' میں نے '' صحیح بخاری '' کی ہر حدیث کی سند کا مکمل ترجمہ کیا ہے۔

(۲) سند کے رجال کا مکمل تعارف پیش کیا ہے۔

(۳) سند حدیث میں جس صحابی کا پہلی بار نام آیا' اس کے کوائف اور اس کا سن وفات ذکر کیا ہے۔

(۴) امام بخاری نے حدیث کا جو عنوان ذکر کیا ہے' اس کی وضاحت کی ہے' اس کا لغوی اور شرعی معنی بیان کیا ہے اور اس عنوان کی عنوان سابق کے ساتھ مناسبت بیان کی ہے۔

(۵) باب کے عنوان کی حدیث کے ساتھ مناسبت بیان کی ہے۔

(۶) امام بخاری نے باب کے عنوان میں جو قرآن مجید کی آیات پیش کی ہیں' ان کی تفسیر معتمد کتب تفسیر سے باحوالہ بیان کی ہے۔

(۷) امام بخاری نے جو تعلیقات ذکر کی ہیں' ان کی اصل حدیث' جلد' صفحہ یا حدیث نمبر کے اعتبار سے باحوالہ بیان کی ہیں۔

(۸) تعلیقات کی بھی کہیں مفصل اور کہیں بہ قدر ضرورت تشریح کی ہے۔

(۹) صحیح بخاری کی ہر حدیث کی مکمل تخریج کی ہے اور تمام احادیث کو باحوالہ بیان کیا ہے۔

(۱۰) صحیح بخاری کی حدیث کی مؤید دیگر احادیث باحوالہ بیان کی ہیں۔

(۱۱) جس جگہ ضروری ہوا' وہاں الفاظ حدیث کے اختلاف کو بھی باحوالہ بیان کیا ہے۔

(۱۲) حدیث کی تشریح میں جن احادیث کو ذکر کیا ہے' ان کے بھی حوالہ جات ذکر کیے ہیں۔

(۱۳) استنباط مسائل کے ضمن میں مذاہب ائمہ ان کے دلائل کے ساتھ بیان کیے ہیں۔

(۱۴) امام ابوحنیفہ کے مذہب کی تائید میں بہ کثرت دلائل ذکر کیے ہیں۔

(۱۵) امام ابوحنیفہ کے مذہب پر جہاں علامہ ابن بطال مالکی' علامہ ابن قدامہ حنبلی یا حافظ ابن حجر عسقلانی نے اعتراضات کیے ہیں ان کے مستحکم جوابات دیے ہیں۔

(۱۶) حافظ بدرالدین عینی اور حافظ ابن حجر عسقلانی کی شروح کے اختلاف کو ذکر کیا ہے اور حسب ضرورت ان کے درمیان محاکمہ کیا ہے۔

(۱۷) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات' تمام نبیوں پر آپ کی فضیلت اور آپ کے دیگر فضائل اور کمالات' بارگاہ الوہیت میں آپ کی وجاہت' آپ کی شفاعت' آپ کی شفا رسانی' آپ کے تصرفات اور آپ کے اختیارات کے ثبوت میں احادیث پیش کی ہیں اور اس کی تائید میں مسلم علماء کی عبارات پیش کی ہیں۔

(۱۸) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کے ثبوت میں احادیث کو واضح کیا ہے اور مخالفین کے اعتراضات کے مسکت جوابات دیئے ہیں۔

(۱۹) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کی وسعت کو اکابر علماء دیوبند کے حوالہ جات سے ثابت کیا ہے۔

(۲۰) غیر مقلدین کا مسلک جہاں جمہور علماء اسلام سے مختلف ہے' وہاں ان کا ٹھوس دلائل سے رد کیا گیا ہے۔

(۲۱) منکرین حدیث کے حدیث پر اعتراضات کے متین جوابات دیئے گئے ہیں۔

(۲۲) عصر حاضر کے مسائل کا قرآن اور سنت سے حل پیش کیا گیا ہے۔

(۲۳) مغرب زدہ لوگوں کے اور مستشرقین کے جو اسلام پر اعتراضات ہیں' ان کے شافی جوابات دیئے گئے ہیں۔

(۲۴) خصوصیت کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متعدد ازواج کے مسئلہ پر سیر حاصل بحث کی ہے۔

(۲۵) صحیح بخاری میں علم اصول حدیث کی جو اصطلاحات آئی ہیں' مثلاً مناولہ اور متابع وغیرہ' ان کی آسان عبارت سے وضاحت کی گئی ہے۔

(۲۶) شرح صحیح مسلم میں ''صحیح بخاری'' کی جو احادیث آ چکی ہیں' ان کا ''شرح صحیح مسلم'' میں جلد' صفحہ اور حدیث نمبر سے حوالہ دیا ہے اور ''شرح صحیح مسلم'' میں ان کی شرح کے جو عنوانات ہیں' ان کا ذکر کیا گیا ہے۔اسی طرح ''تبیان القرآن'' میں جو بحث آ چکی ہے' اس کا بھی حوالہ دیا گیا ہے۔

(۲۷) شرح صحیح مسلم میں بعض احادیث کی بہت زیادہ شرح کی گئی ہے اور بعض احادیث کی بالکل شرح نہیں کی گئی' میں نے ''نعمۃ الباری'' میں توازن کو قائم رکھا ہے اور مکررات کے علاوہ ہر حدیث کی اعتدال سے شرح کی ہے' البتہ جو اعتقاد اور فقہ کے معرکہ آراء مباحث ہیں' وہاں بسط اور تفصیل سے کام لیا ہے' ہر مکرر حدیث کا ترجمہ کیا ہے۔

(۲۸) اس شرح کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس میں اُردو کی دیگر شروح حدیث کی طرح علمی یا اصطلاحی لب ولہجہ اختیار نہیں کیا گیا' بلکہ حتی الامکان زبان و بیان کو عام فہم اور آسان رکھا گیا ہے اور کوشش کی گئی ہے کہ قارئین کے علمی اور عوامی تمام ہی طبقات اس سے نفع اندوز ہو سکیں۔

(۲۹) حافظ ابن حجر عسقلانی' علامہ بدرالدین عینی' علامہ ابن بطال اور دیگر مصنفین کی عبارات میں جن احادیث کا ذکر آیا ہے' ان احادیث کی بھی مفصل تخریج کر دی گئی ہے۔

حدیث کے مقدمہ' امام بخاری اور ''صحیح بخاری'' کے تعارف' ''صحیح بخاری'' پر تبصرہ' ''صحیح بخاری'' کی شروحات کے ذکر اور ''نعمۃ الباری'' کی خصوصیات کا ذکر کرنے کے بعد اب اللہ تعالیٰ کی توفیق اور اس کی تائید سے میں ''صحیح بخاری'' کی شرح لکھنے کا آغاز کر رہا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں: الٰہ العالمین! مجھے اس شرح میں صراطِ مستقیم پر قائم رکھنا اور وہی بات لکھوانا جو حق اور صواب ہو اور جو باطل اور ناصواب ہو اس کا رد کرنے کی مجھے جرأت اور ہمت عطا فرمانا۔(آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

غلام رسول سعیدی غفرلہٗ

خادم الحدیث' دار العلوم نعیمیہ

بلاک ۱۵' فیڈرل بی ایریا' کراچی ۳۸

۞۞۞۞۞

نحمدہ ونصلی ونسلم علٰی رسولہ الکریم

۱- كِتَابُ: الْوَحْيِ

وحی کا بیان

اس باب سے امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام پر وحی نازل کرنا اللہ تعالیٰ کی سنت ہے لہٰذا سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل کرنا کوئی نئی اور انوکھی بات نہیں ہے۔

۱- بَابٌ كَيْفَ كَانَ بَدْءُ الْوَحْيِ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ابتداء وحی کی کیفیت

وَقَوْلُ اللّٰهِ جَلَّ ذِكْرُهُ ﴿اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ كَمَآ اَوْحَيْنَآ اِلٰى نُوْحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ﴾. (النساء: ۱۶۳)

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے: اے رسول معظم! بے شک ہم نے آپ کی طرف وحی نازل فرمائی جیسے ہم نے نوح اور ان کے بعد دوسرے نبیوں کی طرف وحی (نازل) فرمائی تھی۔

کتاب' باب اور فصل کے معانی اور مصادیق

امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی اس کتاب میں "بسم اللہ الرحمن الرحیم" کے بعد جو پہلا لفظ لکھا وہ "باب" ہے عموماً حدیث اور فقہ کی کتابوں میں تین عنوانات ملتے جاتے ہیں: کتاب' باب اور فصل۔ "کتاب" مسائل کے اس مجموعہ کو کہتے ہیں جو بہ منزلہ جنس ہو اور اس کے تحت کئی انواع اور اصناف مندرج ہوں' جیسے کتاب الطہارت' اس میں وضو' غسل اور تیمم کے ابواب مذکور ہوتے ہیں' اور "باب" مسائل کے اس مجموعہ کو کہتے ہیں جو بہ منزلہ نوع ہو اور اس کے تحت کئی اصناف اور اشخاص مندرج ہوں' جیسے وضوء کے باب میں فرائض وضوء' سنن وضوء اور مستحبات وضوء کی فصول مذکور ہوتی ہیں اور "فصل" بہ منزلہ صنف ہے' اس کے تحت کئی اشخاص مندرج ہوتے ہیں' جیسے فرائض وضو کی فصل میں مذکور ہوتا ہے کہ وضوء کے چار فرض ہیں' وغیرہ۔

یہاں پر امام بخاری نے "کتاب" کا ذکر نہیں کیا' لیکن یہاں مراد وہی ہے یعنی کتاب الوحی اور اس کے تحت جو مختلف احادیث ذکر کی ہیں' وہ بہ منزلہ ابواب ہیں' امام بخاری نے "بدء الوحی" کا لفظ ذکر کیا ہے' "بدء" کے دو معنی ہیں: ظہور اور ابتداء۔ "صحیح بخاری" کی حدیث: ۲-۱ میں وحی کے ظہور کا ذکر ہے اور حدیث: ۳ میں وحی کی ابتداء کی کیفیت کا ذکر ہے۔

وحی کا لغوی معنی

امام بخاری نے دوسرا لفظ جو ذکر کیا ہے وہ "وحی" ہے' علامہ سید محمد مرتضیٰ زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ نے وحی کا لغوی معنی اس طرح بیان کیا ہے:

وحی کا معنی ہے: اشارہ کرنا' لکھنا' لکھا ہوا' پیغام پہنچانا' کلام خفی' ہر وہ چیز جس کو تم اپنے غیر کی طرف پہنچاؤ' یہ اس لفظ کا اصل معنی ہے' پھر یہ الہام کے معنی میں منحصر ہو گیا۔ (تاج العروس ج ۱۰ ص ۳۸۵' المطبعۃ الخیریہ' مصر' ۱۳۰۶ھ)

وحی کا شرعی معنی

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ لکھتے ہیں:

اصطلاح میں وحی ان کلمات الٰہیہ کو کہتے ہیں' جن کو اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء اور اولیاء کی طرف القاء فرماتا ہے' یہ القاء یا تو اس فرشتے کے واسطے سے ہوتا ہے' جو دکھائی دے اور اس کا کلام سنائی دے جیسا کہ حضرت جبریل کا کسی خاص صورت میں اللہ تعالیٰ کا کلام پہنچانا یا بغیر مشاہدہ کے اللہ کا کلام سنائی دے' جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کا کلام سنا' یا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل میں کوئی بات ڈال دی جائے' جیسے کہ حدیث میں ہے کہ جبریل نے یہ بات میرے دل میں ڈالی۔ (المفردات ج ۲ ص ۶۶۸' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

هو كلام الله المنزل على نبی من انبيائه. یہ وہ کلام ہے جو اللہ تعالیٰ کے کسی نبی پر نازل کیا گیا ہو۔

(عمدۃ القاری ج ۱ ص ۳۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

نزولِ وحی کی صورتیں اور اقسام

علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ نے وحی کی حسب ذیل اقسام اور صورتیں بیان کی ہیں:

(۱) حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کلام قدیم کو سننا' جیسا کہ قرآن مجید میں ہے اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کلام قدیم سننا' جیسا کہ احادیث صحیحہ میں ہے۔

(۲) فرشتے کے واسطہ سے وحی کا نازل ہونا۔

(۳) دل میں کسی معنی کا القاء کیا جانا۔

(۴) ''صلصلة الجرس'' (گھنٹی کی آواز) کی صورت میں وحی کا نازل ہونا۔

(۵) حضرت جبرائیل کسی غیر معروف آدمی کی شکل میں آ کر بات کریں' جیسے ایک اعرابی کی شکل میں آئے۔

(۶) حضرت جبرائیل اپنی اصلی شکل میں آئیں' جیسے حضرت جبرائیل چھ سو پَروں کے ساتھ آئے' جن سے یاقوت اور موتی جھڑ رہے تھے۔

(۷) حضرت جبرائیل کسی معروف آدمی کی شکل میں آئیں' جیسے حضرت دحیہ کلبی کی شکل میں آئے۔

(۸) اللہ تعالیٰ براہِ راست بیداری میں آپ سے ہم کلام ہو' جیسے شب معراج میں پردے کی اوٹ سے کلام فرمایا۔

(۹) اللہ تعالیٰ آپ سے نیند میں ہم کلام ہو' جیسے ''جامع ترمذی'' میں حدیث مرفوع ہے' آپ نے فرمایا: میں نے اللہ عزوجل کو بہت حسین صورت میں دیکھا' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ملأ اعلیٰ کس چیز میں بحث کر رہے ہیں؟

(۱۰) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں کوئی واقعہ دکھایا جائے' جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواب میں دیکھا کہ وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کر رہے ہیں۔

(۱۱) وحی اسرافیل جیسا کہ ''مسند احمد'' میں ہے کہ تین سال حضرت اسرافیل علیہ السلام آپ کے ساتھ موکل رہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱ ص ۷۹۔۷۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

عنوان میں درج آیت کریمہ کی تفسیر

باب کا عنوان لکھنے کے بعد امام بخاری نے یہ آیت کریمہ لکھی ہے: ''اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ كَمَآ اَوْحَيْنَآ اِلٰى نُوْحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ''. (النساء:۱۶۳)

امام بخاری کا اس کتاب میں یہ طریقہ ہے کہ باب کا عنوان ذکر کرنے کے بعد اس عنوان کے مناسب قرآن مجید کی کوئی آیت ذکر کرتے ہیں' یا پھر کوئی حدیث ذکر کرتے ہیں یا کسی صحابی یا تابعی یا کسی امام کا قول ذکر کرتے ہیں' یہاں باب کے عنوان میں چونکہ وحی کا لفظ تھا' اس لیے امام بخاری نے اس آیت کو ذکر کیا' جس میں وحی کا ذکر ہے۔

اس آیت کی مختصر تفسیر حسب ذیل ہے:

یہودیوں نے نبی ﷺ سے یہ کہا کہ اگر آپ نبی ہیں تو آپ پر بھی اس طرح یک بارگی کتاب نازل کی جائے' جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام پر یک بارگی کتاب نازل کی گئی تھی' اللہ تعالیٰ نے ان کے رد میں یہ آیت نازل فرمائی کہ تم نوح' ابراہیم' اسماعیل' اسحاق' یعقوب' ایوب' یونس' ہارون اور سلیمان علیہم السلام کو نبی جانتے ہو حالانکہ ان پر بھی آسمان سے یک بارگی کوئی کتاب نازل نہیں کی گئی تھی۔

انبیاء علیہم السلام کے ذکر میں اس آیت میں سب سے پہلے حضرت نوح علیہ السلام کا ذکر فرمایا ہے کیونکہ وہ سب سے پہلے نبی ہیں' جنہوں نے اپنی قوم کو اللہ کے عذاب سے ڈرایا تھا' یا اس لیے کہ وہ سب سے پہلے نبی ہیں' جنہوں نے احکام شرعیہ بیان کیے یا اس لیے کہ جس طرح نبی ﷺ کی دعوتِ اسلام تمام روئے زمین کے انسانوں کے لیے ہے' اسی طرح حضرت نوح علیہ السلام کی دعوت بھی تمام روئے زمین کے انسانوں کے لیے تھی۔ (تبیان القرآن ج ۲ ص ۸۷۷' فرید بک سٹال لاہور' ۱۴۲۰ھ)

حدیث ''انما الاعمال بالنیات'' کا متن اور اس کی تخریج

باب کے عنوان کے بعد امام بخاری نے حسب ذیل حدیث ذکر کی ہے:

۱- حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الزُّبَيْرِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ الْاَنْصَارِيُّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ التَّيْمِيُّ اَنَّهٗ سَمِعَ عَلْقَمَةَ بْنَ وَقَّاصٍ اللَّيْثِيَّ يَقُوْلُ سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَلَى الْمِنْبَرِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ' وَاِنَّمَا لِكُلِّ امْرِئٍ مَّا نَوٰى' فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهٗ اِلٰى دُنْيَا يُصِيْبُهَا' اَوْ اِلَى امْرَاَةٍ يَنْكِحُهَا' فَهِجْرَتُهٗ اِلٰى مَا هَاجَرَ اِلَيْهِ. [اطراف الحدیث: ۵۴_۲۵۲۹_۳۸۹۸_۵۰۷۰_۶۶۸۹_۶۹۵۳]

امام بخاری نے کہا کہ ہمیں حمیدی عبداللہ بن زبیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ ہمیں یحییٰ بن سعید انصاری نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے محمد بن ابراہیم تیمی نے خبر دی کہ انہوں نے علقمہ بن وقاص لیثی سے سنا' وہ کہتے تھے کہ میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو منبر پر یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اعمال کا مدار صرف نیتوں پر ہے اور ہر شخص کے عمل کا ثمرہ وہی ہوگا جس کی اس نے نیت کی' سو جس شخص کی ہجرت دنیا کی طرف ہو' جس کو وہ حاصل کرے یا کسی عورت کی طرف ہو' جس سے وہ نکاح کرے تو اس کی ہجرت اسی کی طرف (شمار) ہوگی جس کی طرف ہجرت کرنے کی اس نے نیت کی تھی۔

(صحیح مسلم: ۱۹۰۷' سنن ابوداؤد: ۲۲۰۱' سنن ترمذی: ۱۶۴۷' سنن نسائی: ۳۸۰۳_۳۴۳۷_۷۵' سنن ابن ماجہ: ۴۲۲۷' مسند الحمیدی: ۲۸'

ابن الجارود: ٦٤ الموطا: ٩٨٣ مسند الطیالسی: ٣٧ مسند البزار: ٢٥٧ صحیح ابن خزیمہ: ١٤٢ صحیح ابن حبان: ٣٨٨ حلیۃ الاولیاء ج ٨ ص ٤٢ سنن بیہقی ج ١ ص ٤١ کتاب المعرفۃ: ١٨٢ تاریخ بغداد ج ٦ ص ١٥٣ شرح السنۃ: ١ مسند احمد ج ١ ص ٢٥ طبع قدیم مسند احمد: ١٦٨ ج ١ ص ٣٠٣ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ١٤٢٠ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(١) الحمیدی: یہ ابوبکر عبد اللہ بن الزبیر القرشی الاسدی ہیں' یہ ٢١٩ھ میں مکہ میں فوت ہو گئے تھے' ان سے امام ابوداؤد اور امام نسائی نے بھی روایت کی ہے' امام مسلم نے صحیح مسلم کے مقدمہ میں ان کی ایک حدیث روایت کی ہے (٢) سفیان بن عیینہ' یہ حدیث' فقہ اور فتویٰ میں امام جلیل ہیں' اور یہ امام شافعی کے مشائخ میں سے ایک ہیں' یہ ١٩٨ھ میں فوت ہو گئے تھے (٣) یحییٰ بن سعید انصاری مدنی' یہ مشہور تابعی ہیں اور ائمہ مسلمین سے ہیں' ان کو مدینہ میں منصب قضاء دیا گیا تھا اور یہ ١٠٤ھ میں فوت ہو گئے' ان سے محدثین کی ایک جماعت نے حدیث روایت کی ہے (٤) محمد بن ابراہیم بن الحارث' یہ بہت احادیث روایت کرتے تھے' یہ ١٢٠ھ میں فوت ہو گئے تھے (٥) علقمہ بن وقاص اللیثی' ابن مندہ نے ان کا صحابہ میں ذکر کیا ہے اور جمہور علماء نے ان کا تابعین میں ذکر کیا ہے (٦) حضرت عمر بن الخطاب بن نفیل بن عبد العزیٰ بن ریاح ابن عبد اللہ بن قرط بن رزاح بن عدی بن کعب بن لوی العدوی القرشی' یہ اپنے آٹھویں جد کعب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جمع ہو جاتے ہیں' رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ١ ص ٤٥)

حدیث ''انما الاعمال بالنیات'' کی فنی حیثیت

یہ حدیث ایک اعتبار سے غریب ہے اور دوسرے اعتبار سے مشہور ہے' اور یہ متواتر نہیں ہے کیونکہ اس کا مدار یحییٰ بن سعید پر ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت عمر کے سوا اس کو کسی اور نے روایت نہیں کیا اور حضرت عمر سے علقمہ کے سوا اس کو کسی اور نے روایت نہیں کیا اور علقمہ سے صرف محمد بن ابراہیم نے روایت کیا ہے اور محمد سے صرف یحییٰ بن سعید نے روایت کیا ہے اور ان سے اس حدیث کو بہت لوگوں نے روایت کیا ہے' پس سند کے اوّل راویوں کے اعتبار سے یہ حدیث غریب اور فرد ہے اور سند کے آخری راوی کے اعتبار سے یہ حدیث مشہور ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١ ص ٧٤' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

حدیث ''انما الاعمال بالنیات'' کے راوی کا مختصر تذکرہ

علامہ عبد الرحمان بن علی بن محمد جوزی حنبلی متوفی ٥٩٧ھ لکھتے ہیں:

یہ حدیث حضرت ابوحفص عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' انہوں نے نبوت کے چھٹے سال میں اسلام قبول کیا' ایک قول ہے کہ انہوں نے نبوت کے پانچویں سال میں اسلام قبول کیا۔ حلال بن یساف نے کہا کہ حضرت عمر چالیس مردوں اور گیارہ عورتوں کے مسلمان ہونے کے بعد اسلام لائے اور لیث نے کہا ہے کہ تینتیس (٣٣) مردوں کے مسلمانوں ہونے کے بعد اسلام لائے' ایک قول یہ ہے کہ ان کے اسلام لانے کے بعد چالیس مسلمانوں کا عدد مکمل ہو گیا' پھر حضرت جبریل نازل ہوئے اور انہوں نے کہا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! آسمان والے عمر کے اسلام لانے پر مبارک باد دے رہے ہیں' ان کو فاروق کا لقب دیا گیا کیونکہ جس دن وہ اسلام لائے' اس دن سے اسلام کا ظہور اور غلبہ ہو گیا' انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو احادیث روایت کی ہیں' ان کی تعداد پانچ سو سینتیس (٥٣٧) ہے' ان میں سے ''صحیح بخاری'' اور ''صحیح مسلم'' میں اکیاسی (٨١) احادیث ہیں۔

جس طرح قرآن مجید کی آیات کے شان نزول اور اسباب ہوتے ہیں' اسی طرح بعض احادیث کے بھی اسباب ہوتے ہیں' اس حدیث کا سبب یہ ہے کہ ایک شخص نے مکہ میں ایک عورت کو نکاح کا پیغام دیا تھا' وہ ہجرت کر کے مدینہ چلی گئی' وہ شخص بھی اس سے

نکاح کی رغبت میں مدینہ چلا گیا' اس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ حدیث فرمائی اور اس شخص کو مہاجر ام قیس کہا جاتا تھا۔
(کشف المشکل ج ۱ ص ۱۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

حدیث ''انما الاعمال بالنیات'' کا شرف اور اس کی فضیلت

علامہ ابن الجوزی لکھتے ہیں:

علماء اپنی تصانیف میں اس حدیث کو سب سے پہلے لکھتے ہیں' کیونکہ عموماً اس کی حاجت پڑتی ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ تمام اعمال میں اصل چیز نیت ہے اور عبد الرحمان مہدی یہ کہتے تھے کہ جو شخص بھی کوئی کتاب تصنیف کرے' اس کو چاہیے کہ اس کتاب کی ابتداء میں اس حدیث کو لکھے' اسی وجہ سے امام بخاری نے اپنی کتاب کا افتتاح اس حدیث سے کیا ہے۔

امام شافعی متوفی ۲۰۴ھ نے کہا: اس حدیث میں فقہ کے ستر ابواب ہیں۔

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ نے کہا: اصول اسلام تین احادیث پر مشتمل ہیں: (۱) اعمال کا مدار نیات پر ہے (صحیح البخاری: ۱) (۲) حلال ظاہر ہے اور حرام بھی ظاہر ہے (صحیح البخاری: ۵۲) (۳) جس نے ہمارے دین میں کوئی ایسی نئی عبادت نکالی جس کا دین میں منشاء نہ ہو' وہ مردود ہے (صحیح البخاری: ۲۶۹۷)۔

امام ابوداؤد السجستانی متوفی ۲۷۵ھ نے کہا: فقہ کا مدار پانچ احادیث پر ہے: (۱) اعمال کا مدار نیات پر ہے (صحیح البخاری: ۱) (۲) حلال ظاہر ہے اور حرام بھی ظاہر ہے (صحیح البخاری: ۵۲) (۳) میں نے تم کو جس کام سے منع کیا ہے' اس سے اجتناب کرو اور میں نے تم کو جس کام کا حکم دیا ہے' اس پر جس قدر عمل کر سکتے ہو' عمل کرو (صحیح مسلم: ۱۳۳۷) (۴) کسی کو ضرر نہ پہنچاؤ اور ایک دوسرے کو باہم ضرر نہ دو (سنن ابن ماجہ: ۲۳۴۱) یعنی یہ سمجھ کر کہ ایک نے مجھے ضرر دیا ہے تو میں بھی اس کو ضرر دوں' پہلا حکم وجوبی ہے اور دوسرا حکم استحبابی ہے' سعیدی غفرلہٗ (۵) دین خیر خواہی ہے (صحیح البخاری: ۵۷)۔

امام ابوداؤد کی دوسری روایت یہ ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ایک ہزار پانچ سو (۱۵۰۰) احادیث روایت کیں اور ان سے انتخاب کر کے میں نے ''کتاب السنن'' میں لکھیں' جن کا میں ضامن ہوں' پس ان میں' میں نے صحیح اور ان کے مشابہ اور مقارب احادیث لکھی ہیں اور ان میں سے چار احادیث ایسی ہیں' جو انسان کے دین کے لیے کافی ہیں (۱) اعمال کا مدار نیات پر ہے (صحیح البخاری: ۱) (۲) حلال ظاہر ہے اور حرام بھی ظاہر ہے (صحیح البخاری: ۵۲) (۳) کسی شخص کے اسلام کا حسن یہ ہے کہ وہ غیر مقصود باتوں کو ترک کر دے (سنن ترمذی: ۲۳۱۷) (۴) کوئی شخص اس وقت تک کامل مومن نہیں ہوگا' حتیٰ کہ وہ اپنے بھائی کے لیے بھی اسی چیز کو پسند کرے جس کو وہ اپنے لیے پسند کرتا ہے (صحیح البخاری: ۱۳)۔ (کشف المشکل لابن الجوزی ج ۱ ص ۱۷-۱۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

نیت کا معنی اور نیت کے متعلق حدیث کے دونوں جملوں کا فرق

نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جو ارشاد فرمایا ہے: اعمال کا مدار نیات پر ہے' اس کا معنی یہ ہے:

ہر عمل کی صحت کا اعتبار اس کی نیت سے ہوتا ہے' یعنی اگر اس عمل سے اس کا قصد اللہ تعالیٰ کی رضا ہے تو اس کی سب سے زیادہ فضیلت ہے اور اگر اس عمل سے اس کا مقصود جنت کا حصول ہے تو اس میں بھی فضیلت ہے اور اگر اس عمل سے مقصود دنیا کا حصول ہے تو اگر دنیا کی وہ چیز مباح ہے تو وہ کام مباح ہے اور اگر وہ چیز ناجائز ہے تو وہ کام ناجائز ہے۔

نیت کا معنی ہے: قصد مصمم اور پکا ارادہ اور اس عمل کے لیے تحریک کرنا۔

اس حدیث کا پہلا جملہ ہے: اعمال کا مدار صرف نیات پر ہے' اور دوسرا جملہ ہے: ہر شخص کے عمل کا ثمرہ وہی ہوگا جس کی اس نے

نیت کی ہے' پہلے جملہ میں اس پر تنبیہ ہے کہ اعمال پر ثواب اور عذاب کا مدار ان اعمال کی نیت پر ہے' دوسرے جملہ میں اس پر تنبیہ ہے کہ اعمال میں مقدار کا تعین ان کی نیات سے ہوتا ہے' مثلاً مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے جانا ایک عمل ہے' اگر اس میں انسان کئی کاموں کی نیت کر لے تو اس کو کئی کاموں کا ثواب ملے گا' مثلاً وہ یہ نیت کرے کہ راستے میں اس کو جو مسلمان ملے گا' وہ اس کو سلام کرے گا' اگر اس نے پہلے سلام کر لیا تو اس کے سلام کا جواب دے گا' اگر کوئی ضرورت مند سائل ملا تو اپنی حیثیت کے مطابق اس کا سوال پورا کرے گا' نیکی کا حکم دے گا' برائی سے روکے گا' مسجد میں پہلے دایاں پیر داخل کرے گا' اور یہ دعا پڑھے گا: ''اللھم افتح لی ابواب رحمتک'' وغیرھا' تو اگر وہ ایک عمل میں متعدد نیک کاموں کی نیت کرے گا تو اس ایک عمل میں اس کو متعدد نیک کاموں کا ثواب ملے گا۔

نیت میں مذاہب اور فقہاء احناف کے موقف پر دلائل

علامہ ابن جوزی متوفی ۵۹۷ ھ لکھتے ہیں: امام مالک' امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک شریعت میں کوئی عمل اس وقت معتبر ہوتا ہے' جب اس عمل میں عبادت کی نیت کی جائے' مثلاً اگر کوئی شخص ٹھنڈک حاصل کرنے کی نیت سے غسل کرے تو اس غسل سے جنابت زائل نہیں ہوگی اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک پانی سے طہارت حاصل کرنے کے لیے عبادت کی نیت ضروری نہیں ہے' اگر کوئی شخص ٹھنڈک حاصل کرنے کے لیے غسل کرے' پھر بھی اس غسل سے جنابت زائل ہو جائے گی۔

(کشف المشکل ج ۱ ص ۱۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ ھ)

فقہاء احناف کی دلیل یہ ہے کہ ہر عمل شرعی میں عبادت کی نیت کرنا ضروری نہیں ہے' کیونکہ قرض کا ادا کرنا' امانتوں کا واپس کرنا' اذان دینا' تلاوتِ قرآن مجید کرنا' وعظ و نصیحت کرنا' راستہ دکھانا' راستہ سے تکلیف دہ چیز کو ہٹانا' یہ سب کام عبادات ہیں اور اس پر اجماع ہے کہ یہ سب کام عبادات کی نیت کے بغیر صحیح ہیں' لہٰذا غسل اور وضو بھی عبادت کی نیت کے بغیر صحیح ہونے چاہئیں۔

نیز فقہاء احناف کی دلیل یہ حدیث بھی ہے:

حضرت ابوذر رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا: مال دار تو اجر لے گئے' وہ ہماری طرح نماز پڑھتے ہیں اور ہماری طرح روزے رکھتے ہیں اور اپنے زائد اموال کو صدقہ کرتے ہیں' آپ نے فرمایا: کیا اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے صدقات نہیں رکھے! ہر تسبیح کرنا صدقہ ہے اور ہر تکبیر پڑھنا صدقہ ہے اور ہر حمد کرنا صدقہ ہے اور ہر مرتبہ ''لا الٰہ الا اللّٰہ'' پڑھنا صدقہ ہے اور نیکی کا حکم دینا صدقہ ہے اور برائی سے روکنا صدقہ ہے اور تمہارا اپنی بیویوں سے جماع کرنا صدقہ ہے' صحابہ نے کہا: یا رسول اللہ! ہم میں سے کوئی شخص اپنی شہوت پوری کرنے کے لیے جماع کرے' اس میں بھی اس کے لیے اجر ہوگا؟ آپ نے فرمایا: یہ بتاؤ کہ اگر وہ اپنی شہوت حرام طریقہ سے پوری کرتا تو اس میں اس کے اوپر گناہ ہوتا یا نہیں؟ پس اسی طرح جب وہ اپنی شہوت حلال طریقہ سے پوری کرے گا تو اس کے لیے اجر ہوگا۔ (دوسری روایت میں فرمایا: کیا تم یہ گمان کرتے ہو کہ صرف برے کاموں میں تمہارا حساب ہوگا اور اچھے کاموں میں تمہارا حساب نہیں ہوگا۔) (صحیح مسلم: ۱۰۰۶' الادب المفرد: ۲۲۷' شرح السنۃ: ۱۶۴۴' صحیح ابن حبان: ۸۳۸' مسند البزار: ۳۹۱۸' مسند احمد ج ۵ ص ۱۶۷ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۱۴۷۳۔ ج ۳۵ ص ۳۷۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۲۰ ھ)

اس حدیث میں یہ واضح تصریح ہے کہ اگر کسی جائز اور صحیح کام میں عبادت کی نیت نہ بھی کی جائے' تب بھی اس میں اجر و ثواب ملتا ہے۔

ہجرت کی تعریف' اس کی اقسام اور صورتیں

اس حدیث میں ہجرت کا لفظ ہے' ہم اس سے پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ یہ حدیث ایک خاص صحابی کے متعلق وارد ہے' جس نے ام

قیس (قیلہ نام کی عورت) کی خاطر ہجرت کی تھی (اس صحابی کا نام معروف نہیں ہے) لیکن خصوصیت مورد کا اعتبار نہیں ہوتا بلکہ عموم الفاظ کا اعتبار ہوتا ہے' اس لیے ہم ہجرت کی تفصیل اور تحقیق کر رہے ہیں۔

ہجرت کا لغوی معنی ہے: ترک کرنا۔ (مختار الصحاح ص ۳۹۷' بیروت) اور اس کا اصطلاحی معنی ہے: کافروں کے علاقے کو ترک کر کے مسلمانوں کے علاقے میں جانا' یا دار الخوف کو ترک کر کے دار الاسلام کی طرف جانا' اور لغوی اور اصطلاحی معنی کے اعتبار سے ہجرت کی حسب ذیل صورتیں اور اقسام ہیں:

(۱) ابتداء میں مسلمانوں کا مکہ معظمہ سے حبشہ کی طرف ہجرت کرنا' دار الخوف سے دار الامن کی طرف ہجرت ہے' یا جیسے اب مسلمانوں کا بھارت سے برطانیہ' امریکا' ہالینڈ یا بعض افریقی ممالک کی طرف ہجرت کرنا۔

(۲) مسلمانوں کا مکہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنا یا بعد میں اسلام لانے والوں کا مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کرنا۔

(۳) جو شخص کافروں کے ملک میں رہتا ہو اور وہاں شعائر اسلام اور اظہار دین پر قادر نہ ہو تو اس پر دار الاسلام کی طرف ہجرت کرنا واجب ہے' جیسے بھارت سے مسلمانوں نے پاکستان کی طرف ہجرت کی۔

(۴) بُرے کاموں کو ترک کر کے نیک کاموں کی طرف ہجرت کرنا' حدیث میں ہے: مہاجر وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے منع کیے ہوئے کاموں سے ہجرت کرے۔ (صحیح البخاری: ۱۰) مہاجر وہ ہے جو خطاؤں اور گناہوں سے ہجرت کرے۔ (سنن ابن ماجہ: ۳۹۳۴) مہاجر وہ ہے جو بُرائیوں سے ہجرت کرے۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۲۰۶)

(۵) آخری زمانہ میں جب فتنوں کا ظہور ہوگا تو لوگ شام کی طرف ہجرت کریں گے' حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ عنقریب ایک ہجرت کے بعد دوسری ہجرت ہوگی' پھر روئے زمین کے نیک لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ہجرت کو لازم پکڑ لیں گے اور روئے زمین کے بُرے لوگ اپنی جگہوں پر رہیں گے۔ (سنن ابوداؤد: ۲۴۸۲)

علامہ ابن اثیر متوفی ۶۰۶ ھ نے کہا: اس سے مراد شام کا علاقہ ہے کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عراق سے نکل کر شام کی طرف ہجرت کی تھی۔ (النہایہ ج ۵ ص ۲۱۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ ھ)

آیا ہجرت فتح مکہ کے بعد منقطع ہوگئی یا قیامت تک باقی رہے گی؟

ہجرت کے متعلق احادیث میں تعارض ہے' بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت تک ہجرت جاری رہے گی اور بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ فتح مکہ کے بعد ہجرت منقطع ہو جائے گی' جن احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ہجرت منقطع ہو جائے گی' وہ یہ ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں ہے' لیکن جہاد اور نیت ہے اور جب تم کو جہاد کے لیے بلایا جائے تو جہاد کے لیے روانہ ہو جاؤ۔ (صحیح البخاری: ۲۷۸۳' سنن ابوداؤد: ۲۴۸۰' مسلم: ۱۳۵۳' ترمذی: ۱۵۹۰)

عبید بن عمرو نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہجرت کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: آج کل ہجرت نہیں ہے' پہلے مؤمنین کو یہ خطرہ تھا کہ ان کو آزمائش میں مبتلا کیا جائے گا تو وہ اپنے دین کو بچانے کے لیے اللہ اور اس کے رسول کی طرف بھاگتے تھے اور اب اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غلبہ عطا فرما دیا ہے' اب مؤمن جہاں چاہے اپنے رب کی عبادت کرے' لیکن جہاد اور نیت باقی ہے۔ (صحیح البخاری: ۳۹۰۰)

حضرت مجاشع بن مسعود رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں اپنے بیٹے معبد کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لے کر گیا تاکہ آپ اس کو ہجرت پر بیعت کریں' آپ نے فرمایا: ہجرت مہاجروں کے لیے ختم ہو چکی ہے' پھر آپ نے اس کو اسلام اور جہاد پر بیعت کر لیا۔
(صحیح البخاری: ۲۹۶۲' صحیح مسلم: ۱۸۶۳)

مذکور الصدر احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں کہ ہجرت منقطع ہو چکی ہے اور جو حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ ہجرت قیامت تک جاری رہے گی' وہ یہ ہے:

حضرت معاویہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: ہجرت اس وقت تک منقطع نہیں ہوگی' جب تک توبہ منقطع نہ ہو اور توبہ اس وقت منقطع ہوگی جب سورج مغرب سے طلوع ہو۔ (سنن ابوداؤد: ۲۴۷۹)

ہجرت کی متعارض احادیث میں تطبیق اور توفیق

ان متعارض احادیث میں تطبیق اس طرح ہے کہ ابتداء اسلام میں ہجرت فرض تھی اور فتح مکہ کے بعد ہجرت کی فرضیت منسوخ ہو گئی' اب ہجرت مستحب ہے فرض نہیں ہے' لہٰذا جو ہجرت منقطع ہو چکی ہے' وہ فرض ہے اور جو ہجرت قیامت تک باقی رہے گی' وہ مستحب ہے۔

علامہ ابوالسعادات المبارک بن محمد ابن الاثیر الجزری المتوفی ۶۰۶ ھ لکھتے ہیں:

ہجرت کی دو قسمیں ہیں' ایک ہجرت وہ ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے اپنے اس قول میں جنت کا وعدہ کیا ہے:

إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ۚ (التوبۃ: ۱۱۱) بے شک اللہ نے مؤمنین سے ان کی جانوں اور مالوں کو جنت کے بدلہ میں خرید لیا ہے۔

ایک شخص اپنے اہل اور مال کو چھوڑ کر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آتا اور ان میں سے کسی چیز کی طرف رجوع نہیں کرتا اور جس جگہ سے ہجرت کی تھی' وہاں سے اپنے آپ کو بالکل منقطع کر لیتا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس بات کو ناپسند کرتے تھے کہ کوئی شخص اس جگہ فوت ہو جہاں سے اس نے ہجرت کی تھی اور جب حضرت سعد بن خولہ مکہ میں فوت ہو گئے تو آپ نے اس پر اظہار افسوس کیا۔ (صحیح البخاری: ۱۲۹۵' صحیح مسلم: ۱۶۲۸) اور آپ نے یہ دعا کی: اے اللہ! ہمیں مکہ میں نہ فوت کرنا۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۲۵) پھر جب مکہ فتح ہو گیا تو پھر وہ مدینہ کی طرح دارالاسلام ہو گیا' سو جو ہجرت فتح مکہ کے بعد منقطع ہو گئی' وہ یہی ہجرت ہے۔

اور دوسری ہجرت وہ ہے' جو اعراب اور دیہاتیوں کی ہجرت ہے' جنہوں نے مسلمانوں کے ساتھ جہاد میں حصہ لیا' لیکن ان کی ہجرت اس طرح نہیں تھی' جس طرح پہلی قسم والوں کی ہجرت تھی' پس وہ بھی مہاجر ہیں لیکن پہلی قسم کی ہجرت کرنے والوں کی فضیلت میں داخل نہیں ہیں اور جو ہجرت قیامت تک منقطع نہیں ہوگی' وہ یہی ہجرت ہے۔ (النہایہ ج ۵ ص ۲۱۲' دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۸ھ)

حدیث کے عنوان کی حدیث کے ساتھ مطابقت کی وجوہ

امام بخاری نے اس حدیث کا عنوان قائم کیا ہے: "بدء الوحی" یعنی وحی کی ابتداء' اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اس عنوان کے تحت امام بخاری نے جو حدیث ذکر کی ہے' اس میں وحی کی ابتداء کا ذکر نہیں ہے' اس اعتراض کے حسب ذیل جوابات ہیں:

(۱) "بدء" کا معنی ابتداء بھی ہے اور ظہور اور غلبہ بھی ہے' وحی کی ابتداء کا ذکر اس باب کی تیسری حدیث میں ہے اور یہ حدیث آپ نے مدینہ منورہ میں ارشاد فرمائی تھی اور وحی کا ظہور اور غلبہ مدینہ منورہ میں ہوا تھا۔

(۲) اس حدیث میں فرمایا ہے: اعمال کا مدار نیات پر ہے یعنی ہر کام میں حسن نیت اور اخلاص ہونا چاہیے اور اس حدیث کو وارد کرنے سے امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ انہوں نے اپنی اس "الجامع الصحیح المسند" کو حسن نیت اور اخلاص کے ساتھ مدون کیا ہے۔

(۳) اس حدیث میں ہجرت کا ذکر ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ حدیث ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں بیان فرمائی۔

(۴) یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ میں منبر پر خطبہ میں ارشاد فرمائی' اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی اس حدیث کو منبر پر خطبہ میں بیان کیا اور جب یہ حدیث منبر پر خطبہ بن سکتی ہے تو کتاب کے شروع میں بھی خطبہ بن سکتی ہے' سو امام بخاری نے یہ چاہا کہ اپنی اس کتاب میں اپنے الفاظ پر مشتمل خطبہ لکھنے کے بجائے حدیث صحیح کی اس کتاب میں حدیث صحیح کو ہی بہ طور خطبہ وارد کیا جائے' اسی وجہ سے امام بخاری نے اپنی اس کتاب میں الگ خطبہ نہیں لکھا۔

امام بخاری نے اپنی اس کتاب کے شروع میں اللہ تعالیٰ کی حمد کو ذکر کیوں نہیں کیا؟

امام بخاری پر ایک اور اعتراض یہ ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر وہ مہتم بالشان کام جس کے شروع میں (اللہ تعالیٰ کی) حمد نہ کی جائے' وہ ناتمام رہتا ہے۔ (سنن بیہقی ج ۳ ص ۲۰۹' مشکوٰۃ: ۳۱۵۱' کنز العمال: ۲۵۱۱)

اور امام بخاری نے اپنی اس کتاب کے شروع میں اللہ تعالیٰ کی حمد نہیں بیان کی' اس کا جواب یہ ہے کہ امام بخاری نے اپنی اس کتاب کو قرآن مجید کی آیت النساء: ۱۶۳' سے شروع کیا ہے اور اس کے بعد" انما الاعمال بالنیات " حدیث صحیح کو روایت کیا ہے جو خطبہ کے قائم مقام ہے اور امام بخاری نے اللہ تعالیٰ کی حمد کے لیے اس آیت اور اس حدیث کو کافی قرار دیا' علاوہ ازیں اس کے شروع میں " بسم اللہ الرحمن الرحیم " لکھی ہے اور رحمٰن اور رحیم اللہ تعالیٰ کی صفات کمال ہیں اور حمد کا معنی ہے: اظہار صفات کمال' لہٰذا " بسم اللہ الرحمن الرحیم " لکھنے سے اللہ تعالیٰ کی حمد ہوگئی اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام کے جو مکاتیب احادیث میں درج ہیں' ان کے شروع میں صرف " بسم اللہ الرحمن الرحیم " لکھی ہوئی ہے اور حمد کے الفاظ درج نہیں ہیں' سو امام بخاری نے اپنی اس کتاب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے مطابق بنایا۔

* ہم نے اس حدیث کی شرح' شرح صحیح مسلم: ۴۸۱۲۔ ج ۵ ص ۹۲۵۔۹۲۱ میں بھی کی ہے' لیکن یہاں پر اس سے بہت زیادہ تفصیل اور تحقیق کی ہے' نیز اس شرح کی بعض چیزوں کو حذف کر کے بہت سے نئے مباحث کا اضافہ کیا ہے اور اس کی بہ نسبت یہاں احادیث کی تخریج بھی بہت زیادہ کی ہے۔ وللہ الحمد.

۲- بَابٌ

۲- حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ الْحَارِثَ بْنَ هِشَامٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ سَاَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، كَيْفَ يَاْتِيْكَ الْوَحْيُ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحْيَانًا يَاْتِيْنِيْ مِثْلَ صَلْصَلَةِ الْجَرَسِ، وَهُوَ اَشَدُّهُ عَلَيَّ، فَيُفْصَمُ عَنِّيْ وَقَدْ وَعَيْتُ عَنْهُ مَا قَالَ، وَاَحْيَانًا يَتَمَثَّلُ لِيَ الْمَلَكُ رَجُلًا، فَيُكَلِّمُنِيْ فَاَعِيْ مَا يَقُوْلُ، قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا وَلَقَدْ رَاَيْتُهُ يَنْزِلُ

باب

امام بخاری نے کہا کہ ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ ہمیں مالک نے خبر دی' از ہشام بن عروہ' از والد خود از حضرت عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کہ حضرت الحارث بن ہشام رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا' پس کہا: یارسول اللہ! آپ کے پاس وحی کس طرح آتی تھی؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کبھی کبھی وحی میرے پاس گھنٹی کی جھنکار کی مثل آتی تھی اور وہ مجھ پر سخت دشوار ہوتی ہے' پھر جب وہ وحی مجھ سے منقطع ہوتی' تو میں یاد کر چکا ہوتا ہوں کہ فرشتہ نے کیا کہا تھا' اور کبھی فرشتہ میرے لیے مرد کی شکل میں متشکل ہو جاتا ہے' سو وہ مجھ سے بات کرتا رہتا ہے اور میں یاد کرتا رہتا ہوں کہ وہ کیا کہہ رہا ہے' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ

عَلَيْهِ الْوَحْيُ فِي الْيَوْمِ الشَّدِيْدِ الْبَرْدِ، فَيُفْصَمُ عَنْهُ وَاِنَّ جَبِيْنَهُ لَيَتَفَصَّدُ عَرَقًا. [طرف الحدیث:۳۲۱۵]

بے شک میں نے دیکھا کہ سخت سرد دن میں آپ پر وحی نازل ہوتی تو جس وقت وحی آپ سے منقطع ہوتی تو آپ کی پیشانی سے پسینہ بہہ رہا ہوتا تھا۔

(صحیح مسلم: ۲۳۳۳ 'سنن ترمذی: ۳۶۳۴ 'سنن نسائی: ۹۳۳_۹۳۴ 'مسند الحمیدی: ۲۵۶ 'مسند ابن راہویہ: ۷۵۵_۷۵۴ 'افعال العباد للبخاری ص ۸۴ 'السنن الکبری للنسائی: ۱۰۰۵ 'المعجم الکبیر: ۳۳۴۶ 'الشریعۃ للآجری ص ۴۵۴_۴۵۳ 'ابن مندہ: ۶۸۰_۶۷۸ 'الاسماء والصفات للبیہقی: ۴۲۶ 'مسند احمد ج ۶ ص ۱۵۸ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۵۲۵۲ _ ج ۴۲ ص ۱۴۶ 'موسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

صحیح البخاری: ۲ کے رجال خصوصاً امام مالک اور حضرت عائشہ کا تعارف اور ائمہ ستہ کے سنین وفات

اس حدیث کی سند میں چھ راوی ہیں:

پہلے راوی امام بخاری کے استاذ عبد اللہ بن یوسف ہیں' یہ ''موطأ امام مالک'' کے رجال میں سے ہیں' انہوں نے امام مالک اور لیث بن سعد وغیرھما سے حدیث کا سماع کیا ہے اور ان کے شاگردوں میں یحییٰ بن معین' محمد بن یحییٰ ذہلی وغیرہ ہیں۔

دوسرے راوی امام مالک رحمہ اللہ امام دار الہجرت ہیں' ان کا پورا نام مالک بن انس اصبحی ہے' امام مالک نے نو سو مشائخ سے حدیث کا سماع کیا ہے' جن میں سے تین سو تابعین اور چھ سو تبع تابعین تھے' امام ابوحنیفہ کے فضائل میں سے یہ ہے کہ امام مالک ان سے سوال کرتے تھے اور ان کے قول کو اختیار کرتے تھے' امام ابوحنیفہ' امام مالک سے حدیث کا سماع بھی کرتے تھے اور جن دیگر اکابر نے امام مالک سے حدیث کی روایت کی ہے' ان میں سفیان بن عیینہ' شعبہ بن الحجاج' عبد اللہ بن المبارک' عبد الرحمان الاوزاعی اور امام شافعی وغیرھم ہیں اور جن لوگوں نے امام مالک سے ''الموطأ'' کی روایت کی ہے' وہ شمار سے باہر ہیں' امام شافعی رضی اللہ عنہ نے کہا: جب تمہارے پاس امام مالک کی روایت کی ہوئی حدیث پہنچے تو اس کے ساتھ اپنے ہاتھوں کو باندھ لو' امام محمد بن حسن شیبانی نے کہا: میں امام مالک کے پاس تین سال سے زیادہ عرصہ رہا اور میں نے ان سے سات سو سے زیادہ احادیث کا سماع کیا ہے' الواقدی نے کہا ہے کہ امام مالک متوسط قد کے تھے' ڈاڑھی کے بال سفید تھے' خضاب نہیں لگاتے تھے' وہ ان علماء میں سے ہیں جو اپنے دین کی وجہ سے آزمائش میں مبتلا ہوئے' علامہ ابن الجوزی نے کہا کہ جب امام مالک بن انس نے سلطان کی غرض کے موافق فتویٰ نہیں دیا تو ان کو ستر (۷۰) کوڑے مارے گئے' ابوجعفر منصور نے بھی ان پر بہت تشدد کیا' وہ ۱۴ صفر یا ۱۴ ربیع الاول ۱۷۹ھ میں فوت ہو گئے' عبد اللہ بن محمد آل ابن عباس حاکم مدینہ نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور البقیع میں ان کو دفن کیا گیا' وہ ربیع الاول ۹۴ھ میں پیدا ہوئے۔

فائدہ: الخطیب نے اپنی کتاب ''المتفق والمفترق'' میں ذکر کیا ہے کہ امام مالک متوفی ۱۷۹ھ چھ متبع مذاہب کے بانیوں میں سے ایک ہیں' دوسرے امام ابوحنیفہ ہیں' جو بغداد میں ۱۵۰ھ میں ستر (۷۰) سال کی عمر میں فوت ہوئے' تیسرے امام شافعی ہیں جو ۲۰۴ھ میں مصر میں چون (۵۴) سال کی عمر میں فوت ہوئے' چوتھے امام احمد بن حنبل ہیں جو ۲۴۱ھ میں بغداد میں اسی (۸۰) سال کی عمر میں فوت ہوئے' پانچویں سفیان ثوری ہیں جو ۱۶۱ھ میں بصرہ میں چونسٹھ (۶۴) سال کی عمر میں فوت ہوئے' چھٹے داؤد بن علی الاصبہانی ہیں' جو ۲۹۰ھ میں بغداد میں اٹھاسی (۸۸) سال کی عمر میں فوت ہوئے اور یہی ظاہریہ یعنی غیر مقلدین کے امام ہیں (ائمہ اربعہ کے مقلدین دنیا میں بہت زیادہ ہیں' سب سے زیادہ امام ابوحنیفہ کے مقلدین ہیں' سفیان ثوری کا اب کوئی مقلد نہیں ہے' تاہم داؤد بن علی ظاہری کے مقلدین موجود ہیں' جو اپنے آپ کو غیر مقلد' سلفی یا اہل حدیث کہتے ہیں)۔

اس حدیث کے تیسرے راوی ہشام بن عروہ بن الزبیر بن العوام القرشی الاسدی المدنی ہیں' یہ اکابر تابعین سے ہیں' انہوں نے

حضرت ابن عمر کی زیارت کی' اُنہوں نے اِن کے سر پر ہاتھ پھیرا اور ان کے حق میں دعا کی' یہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کے سال اکسٹھ (٦١) ہجری میں پیدا ہوئے اور ١٤٥ھ میں بغداد میں فوت ہو گئے' بہت سے لوگوں نے ان سے احادیث روایت کی ہیں۔

اس حدیث کے چوتھے راوی ابوعبداللہ عروہ ہیں' جو ہشام مذکور کے والد ہیں' یہ بہت عظیم تابعی ہیں' مدینہ کے مشہور سات فقہاء میں ان کا شمار ہوتا ہے' ان کی والدہ حضرت اسماء بنت الصدیق رضی اللہ عنہما ہیں' عروہ کے متعدد شرف ہیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے خالو ہیں' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ان کے نانا ہیں' حضرت زبیر رضی اللہ عنہ ان کے والد ہیں' حضرت اسماء ان کی والدہ ہیں' حضرت عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا ان کی خالہ ہیں' یہ بیس ہجری میں پیدا ہوئے' کتب صحاح ستہ میں عروہ بن الزبیر نام کا اور کوئی نہیں ہے۔

اس حدیث کی پانچویں راویہ حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں' ان کی والدہ حضرت ام رومان زینب رضی اللہ عنہا بنت عامر ہیں اور وہ حضرت عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہ کی بھی والدہ ہیں۔ الواقدی کے قول کے مطابق ٦ھ میں ان کی وفات ہوئی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہجرت سے دو سال پہلے عقد نکاح کیا' ایک قول ہے کہ تین سال پہلے' اس وقت ان کی عمر چھ سال تھی' ایک قول ہے کہ سات سال عمر تھی' اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی غزوہ بدر کے بعد ٢ھ میں ہوئی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت میں حضرت عائشہ آٹھ سال پانچ ماہ رہیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے وقت ان کی عمر اٹھارہ سال تھی' اور انہوں نے ٦٥ سال عمر گزاری' یہ فقہاء صحابہ میں بہت سے صحابہ سے بڑی تھیں اور ان چھ صحابہ میں سے ایک ہیں جو زیادہ روایت کرنے والے ہیں' انہوں نے ٢٢١٠' احادیث روایت کی ہیں' جن میں سے ١٤٧' احادیث پر امام بخاری اور امام مسلم متفق ہیں اور ٥٤' احادیث میں امام بخاری منفرد ہیں اور ٥٨' احادیث میں امام مسلم منفرد ہیں' حضرت عائشہ نے بہت سے صحابہ سے احادیث روایت کی ہیں' اور ان سے دو سو کے قریب صحابہ اور تابعین نے احادیث روایت کی ہیں' وہ آٹھ رمضان یا آٹھ شوال ٥٥ھ یا ٥٦ھ یا ٥٧ھ یا ٥٨ھ میں فوت ہو گئیں' انہوں نے فرمایا تھا کہ ان کو نمازِ وتر کے بعد رات کو بقیع میں دفن کیا جائے' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی' اس میں اختلاف ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا افضل ہیں یا حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا' بعض نے کہا: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا افضل ہیں اور بعض نے کہا: حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا افضل ہیں' قاضی ابوبکر بن العربی نے قطعیت سے کہا کہ حضرت خدیجہ افضل ہیں اور دوسرے علماء نے بھی کہا اور یہی زیادہ صحیح ہے' اور اس میں بھی اختلاف ہے کہ حضرت عائشہ افضل ہیں یا سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا افضل ہیں' اور میں نے اپنے بعض اکابر اساتذہ سے سنا ہے کہ دنیا میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا افضل ہیں اور آخرت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا افضل ہیں (کیونکہ آخرت میں سیدہ فاطمہ حضرت علی کے پاس ہوں گی اور حضرت عائشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ہوں گی)۔

(عمدۃ القاری ج ١ ص ٦٧' دار الکتب العلمیہ بیروت' ١٤٢١ھ)

حضرت عائشہ اور سیدہ فاطمہ کی فضیلت میں محاکمہ' تمام صحابہ میں کون افضل ہے اور ام المؤمنین کے لقب کی توجیہ

امام مالک کے نزدیک تمام صحابہ میں مطلقاً سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا افضل ہیں کیونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جزو ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کسی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جزو کے مساوی نہیں قرار دیتے ہیں' علامہ آلوسی کا بھی یہی مختار ہے۔ (روح المعانی جز ٢٢ ص ٢٢٤)

میں کہتا ہوں کہ اس بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تمام اولاد کا یہی حکم ہونا چاہیے اور مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے بعد افضل البشر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں' پھر حضرت عمر ہیں' پھر حضرت عثمان ہیں' پھر حضرت علی رضی اللہ عنہم ہیں' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت میں' میں نے "تبیان القرآن" ج ٨ ص ١١١۔ ١٠٣ (النور: ٢٠۔ ١١) میں چالیس احادیث ذکر کی ہیں' اور حضرت سیدتنا

فاطمہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت میں' میں نے تبیان القرآن ج ۷ ص ۹۱۴-۹۱۰ (المؤمنون: ۱۰۱) میں انیس احادیث ذکر کی ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور آپ کی دیگر ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو جوام المؤمنین کہا جاتا ہے' اس کی اصل قرآن مجید کی یہ آیت ہے: " وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ " (الاحزاب: ۶) اور نبی کی ازواج مسلمانوں کی مائیں ہے' ان کے احترام اور ان کے ساتھ نیکی کرنے میں اور ان کے ساتھ نکاح کی تحریم میں وہ مسلمانوں کی ماؤں کی مثل ہیں' نہ کہ ان کے ساتھ خلوت' سفر کرنے یا ان کے بے حجاب دیکھنے میں وہ ماؤں کی مثل ہیں' اس میں اختلاف ہے کہ آیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مؤمنوں کا باپ کہنا جائز ہے یا نہیں؟ امام شافعی کے نزدیک جائز ہے اور امام ابواسحاق کے نزدیک جائز نہیں ہے' صحیح یہ ہے کہ یوں کہنا چاہیے کہ آپ ہمارے باپ کی مثل ہے' حدیث میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

انما انا لکم بمنزلۃ الوالد اعلمکم.الحدیث — میں تمہارے لیے باپ کے قائم مقام ہوں' تم کو تعلیم دیتا ہوں۔

(سنن ابوداؤد: ۸' صحیح مسلم: ۲۶۲' سنن ترمذی: ۱۶' سنن ابن ماجہ: ۳۱۶)

اس حدیث کے چھٹے راوی ہیں: الحارث بن ہشام بن عبد اللہ بن عمرو بن مخزوم۔ یہ ابوجہل کے حقیقی بھائی تھے' اور حضرت خالد بن الولید کے عم زاد تھے' غزوہ بدر میں کافروں کے لشکر میں تھے اور انہوں نے شکست کھائی' فتح مکہ کے موقع پر اسلام لائے اور اسلام میں مدہ زندگی گزاری۔ غزوۂ حنین میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو سو اونٹ عطا فرمائے' جنگ یرموک میں ۱۵ھ میں شہید ہوئے' حضرت الحارث بن ہشام کی "صحیح البخاری" اور "صحیح مسلم" میں صرف یہی حدیث ہے اور "سنن ابن ماجہ" میں ان کی صرف ایک یہی روایت ہے' صحاح ستہ کے علاوہ ان کی ایک سو پچاس روایات ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱ ص ۷۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حدیث مذکور کی فنی حیثیت

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

ہوسکتا ہے کہ جس وقت حضرت الحارث بن ہشام رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وحی کے متعلق سوال کیا ہو' اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی موجود ہوں اور یہ سوال و جواب سن رہی ہوں' پھر یہ حدیث متصل ہوگی' اصحاب اطراف نے اس پر اعتماد کیا ہے اور اس حدیث کا "مسند عائشہ" میں اخراج کیا ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ حضرت الحارث نے بعد میں حضرت عائشہ کو اس واقعہ کی خبر دی ہو' پھر یہ حدیث مرسل الصحابہ ہوگی اور جمہور نے اس پر متصل کا حکم لگا دیا' اور اس حدیث کے مرسل ہونے کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ "مسند احمد" اور "معجم البغوی" وغیرہ میں از عامر بن صالح از ہشام از عروہ از عائشہ از الحارث بن ہشام روایت ہے' وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا' الحدیث۔ اس سند میں عامر ضعیف راوی ہے' لیکن میں نے ابن مندہ کے پاس اس کا متابع پایا ہے' تاہم مشہور پہلا قول ہے (یعنی یہ حدیث متصل اور مسند ہے)۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۴۹۸' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس حدیث کو جو "مسند احمد" کے حوالہ سے لکھا ہے' سو اس کے متعلق شعیب الارنؤط لکھتے ہیں:

یہ حدیث صحیح ہے اور اس کی سند میں عامر بن الصالح الزبیری ہے اور یہ متروک راوی ہے اور اس حدیث کو الحارث بن ہشام کی "مسند" سے شمار کیا گیا ہے۔ (مسند احمد ج ۶ ص ۱۵۸ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۵۲۵۳- ج ۴۲ ص ۷' ۱۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

میں کہتا ہوں کہ امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی متوفی ۳۶۰ھ نے اس حدیث کو اس سند سے روایت کیا ہے: از محمد بن نصر بن حمید البغدادی از محمد بن عبد اللہ الارزی از عاصم بن ہلال از ایوب از ہشام بن عروہ از عروہ از الحارث بن ہشام' وہ کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا۔ الحدیث (المعجم الکبیر: ۳۳۴۴)

اس سند میں عامر بن صالح الزبیری نہیں ہے جس کی وجہ سے "مسند احمد" کی روایت میں ضعف تھا' سو یہ اس حدیث کا متابع ہے۔

امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کو ہشام بن عروہ کے اصحاب نے از عروہ از عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کیا ہے کہ حضرت الحارث بن ہشام نے رسول اللہ ﷺ سے وحی کے متعلق سوال کیا۔ الحدیث (المستدرک ج ۳ ص ۲۷۹' طبع قدیم المستدرک: ۵۲۱۳' المکتبۃ العصریہ ۱۴۲۰ھ)

اس تصریح سے یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ عامر زبیری کے علاوہ ہشام بن عروہ کے دوسرے اصحاب نے بھی اس حدیث کو روایت کیا' لہٰذا واضح ہو گیا کہ حضرت عائشہ نے اس حدیث کو خود رسول اللہ ﷺ سے نہیں سنا' بلکہ حضرت الحارث بن ہشام سے سن کر روایت کیا ہے' سو یہ حدیث مرسل الصحابۃ ہے' مسند اور متصل نہیں ہے۔

"احیانًا" کا معنی اور "صلصلة الجرس" کی تحقیق

اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کبھی کبھی وحی میرے پاس گھنٹی کی جھنکار کی مثل آتی تھی۔

"کبھی کبھی" کے لیے اس حدیث میں "احیانًا" کا لفظ ہے' اور "احیانًا" "حین" کی جمع ہے' اس کا معنی ہے: وقت۔

(النہایہ ج ۱ ص ۴۵۱' المفردات ج ۱ ص ۱۰۶' بیروت)

قرآن مجید میں ہے:

هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ ۔ (الدھر: ۱) یقینًا انسان پر زمانہ میں ایک وقت آ چکا ہے۔

"حین" کا اطلاق زمانہ کے ایک لمحہ پر بھی ہوتا ہے اور زیادہ مدت پر بھی ہوتا ہے۔ حدیث میں ہے:

كانوا يتحينون وقت الصلوٰة. صحابہ نماز کا وقت طلب کرتے تھے۔

(صحیح البخاری: ۶۰۴' صحیح مسلم: ۳۷۷' سنن نسائی: ۶۲۶)

اس حدیث میں فرمایا ہے: کبھی کبھی وحی میرے پاس گھنٹی کی جھنکار کی مثل آتی تھی' اس میں وحی کی طرف آنے کی نسبت کی گئی ہے' اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ آنا جانا ذی روح اجسام کی صفت ہے اور وحی تو ذی روح جسم نہیں ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ اصل میں مراد یہ ہے کہ حامل وحی یعنی فرشتہ میرے پاس آتا تھا اور گھنٹی کی جھنکار اس کے پروں کی آواز تھی اور جب فعل کی نسبت اس کے فاعل کی طرف ہو تو اس کو اسناد حقیقت عقلی کہتے ہیں اور جب فعل کی نسبت اس کے کسی متعلق کی طرف کسی تاویل سے کی جائے تو اس کو اسناد مجاز عقلی کہتے ہیں۔ آنے والا تو فرشتہ تھا لیکن چونکہ وہ حامل وحی تھا' اس لیے آنے کا اسناد وحی کی طرف کر دیا' قرآن کریم میں اسناد مجاز عقلی کی بہت مثالیں ہیں اور ہم نے "تبیان القرآن" میں الواقعہ: ۶۳ کے تحت اس پر بھرپور بحث کی ہے۔

نیز اس حدیث میں "صلصلة" کا لفظ ہے' علامہ ابن اثیر متوفی ۶۰۶ھ نے لکھا ہے:

اس کا معنی ہے: لوہے کے لوہے کے ساتھ ٹکرانے کی آواز۔

(نہایہ ج ۳ ص ۴۳' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۸ھ' التوشیح ج ۱ ص ۲۶' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۰ھ)

علامہ زمخشری متوفی ۵۸۳ھ نے لکھا ہے: حضرت ابن عباس نے فرمایا: اس کا معنی ہے: خشک مٹی کے بجنے کی آواز۔

(الفائق ج ۲ ص ۲۶۰' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۷ھ)

نیز اس حدیث میں "الجرس" کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: پست آواز۔ (النہایہ ج ۱ ص ۲۵۴' دار الکتب العلمیہ بیروت)

علامہ محمد بن ابوبکر رازی متوفی ۶۶۰ھ لکھتے ہیں:

پرندوں کی چونچ سے نکلنے والی آواز کو جرس کہتے ہیں' حدیث میں ہے: جنتی جنت کے پرندوں کی جرس سنیں گے' زیورات کی

جھنکار کو بھی جرس کہتے ہیں' اونٹوں کے گلوں میں جو گھنٹی بندھی ہوئی ہوتی ہے اور ان کے چلنے سے جو گھنٹی کی آواز آتی ہے اس کو بھی جرس کہتے ہیں۔ (مختار الصحاح ص ۷۱' دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۹ھ)

حضرت ابو بشیر انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ کسی سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے اور لوگ سونے کے لیے چلے گئے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ پیغام بھیجا کہ جس اونٹ کے گلے میں بھی کوئی قلادہ (ہار یا گھنٹی کی رسی) ہو اس کو کاٹ دیا جائے۔ (صحیح البخاری: ۳۰۰۵' سنن ابوداؤد: ۲۵۵۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: فرشتے ان قافلوں کی مصاحبت نہیں کرتے' جن میں کتا ہو یا جرس (گھنٹی) ہو۔ (صحیح مسلم: ۲۱۱۳' سنن ابوداؤد: ۲۵۵۵' سنن ترمذی: ۱۷۰۳' صحیح ابن خزیمہ: ۲۵۵۳' سنن دارمی: ۲۶۷۶' سنن بیہقی ج ۵ ص ۲۵۴' مسند احمد ج ۲ ص ۲۶۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۷۵۶۶۔ ج ۱۳ ص ۱۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

ان احادیث میں جرس کی آواز کو مکروہ فرمایا اور وحی ایک اشرف اور اعلیٰ آواز ہے' اس کو مکروہ چیز کی آواز سے تشبیہ دینا کیسے درست ہوگا' کیونکہ زیر بحث حدیث میں وحی کو جرس کی آواز کی مثل فرمایا ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ کسی چیز کو دوسری چیز کے ساتھ تشبیہ دینے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ تمام اوصاف اور تمام احکام میں اس کی مثل ہو' دوسرا جواب یہ ہے کہ ان احادیث کا محمل جنگی قافلے ہیں اور اگر جنگی قافلوں میں اونٹوں کے گلوں میں گھنٹی ہو تو اس سے دشمن کو مسلمانوں کے ٹھکانوں کا پتا چل جائے گا' تیسرا جواب یہ ہے کہ گھنٹی کی آواز یا جرس کی دو حیثیتیں ہیں' ایک تو وہ آواز قوی اور مسلسل ہوتی ہے اور دوسری یہ کہ اس میں جھنکار ہوتی ہے' وحی کو جو جرس کے ساتھ تشبیہ دی ہے' وہ اس آواز کی قوت اور تسلسل کی وجہ سے ہے اور جھنکار کی صفت کے لحاظ سے اس کا سننا ممنوع ہے اور اس کو مزمار الشیطان بھی کہا گیا ہے اور اس لحاظ سے وحی کو اس کے ساتھ تشبیہ نہیں دی گئی۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

جس ''صلصلة'' کا حدیث میں ذکر ہے' وہ فرشتہ کی آوازِ وحی ہے' علامہ خطابی نے کہا ہے: اس سے مراد وہ آواز ہے' جس کو مسلسل سنا جائے اور پہلی بار اس کو سننے سے معنی واضح نہ ہوحتیٰ کہ بعد میں اس سے معنی سمجھ میں آئے اور ایک اور قول یہ ہے کہ یہ فرشتہ کے پروں کی خفیف سی آواز ہے' حضرت ابن عباس نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ آسمانوں میں اپنا کوئی حکم نافذ فرماتا ہے تو فرشتے اپنے پروں کو ایک دوسرے پر مارتے ہیں۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۵۰۰' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

آوازِ جرس کی صورت میں وحی کے دشوار ہونے کی وجوہ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وحی کی اس قسم کے متعلق فرمایا: اور وہ مجھ پر سخت دشوار ہوتی تھی۔

اس کے دشوار ہونے کی وجہ یہ ہے کہ کسی شخص کے خطاب کی بہ نسبت آوازِ جرس سے معنی سمجھنا دشوار ہوتا ہے۔

ایک سوال یہ ہوتا ہے کہ وحی تو متعدد طریقوں سے حاصل ہوتی ہے' مثلاً کبھی وحی شہد کی مکھی کی بھنبھناہٹ کی صورت میں حاصل ہوتی ہے' اور کبھی نبی کے دل میں کوئی بات ڈال دی جاتی ہے' کبھی نبی کو سچے خواب دکھائے جاتے ہیں' کبھی نبی سے بلاواسطہ کلام کیا جاتا ہے (جیسے شب معراج کو ہوا)' اور کبھی آپ نے حضرت جبریل کو ان کی اصل شکل میں چھ سو پروں کے ساتھ دیکھا' حضرت عائشہ نے فرمایا: آپ نے حضرت جبریل کو اس طرح صرف دو بار دیکھا ہے اور کبھی آپ نے حضرت جبریل کو اعرابی کی صورت میں دیکھا اور کبھی آپ نے ان کو حضرت دحیہ کلبی کی شکل میں دیکھا' الغرض حصولِ وحی کی بہت صورتیں ہیں اور اس حدیث میں صرف دو صورتیں ذکر فرمائی ہیں' کبھی آوازِ جرس کی صورت میں اور کبھی فرشتہ آپ سے بات کرتا رہتا تھا اور آپ اس کو یاد کرتے رہتے تھے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ عام معمول یہ ہے کہ قائل اور سامع کے درمیان کوئی مناسبت ہونی چاہیے اور یہ مناسبت دو

طرح سے حاصل ہوگی یا تو سامع غلبہ روحانیت سے قائل کے وصف سے متصف ہو جائے اور یہ پہلی قسم ہے اور یا قائل سامع کے وصف سے متصف ہو جائے اور یہ دوسری قسم ہے' اور ظاہر ہے کہ حضرت جبریل کے بشریت کے ساتھ متصف ہونے کی بہ نسبت آپ کا ملکیت کے ساتھ متصف ہونا آپ پر مشکل اور دشوار تھا۔

تشکل جبریل کی تحقیق

آپ نے فرمایا: اور کبھی فرشتہ میرے لیے مرد کی شکل میں متشکل ہو جاتا تھا۔ اس فرشتہ سے مراد حضرت جبریل علیہ السلام ہیں' جیسا کہ اس حدیث میں اس کی تصریح ہے:

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھ پر دو طرح سے وحی آتی تھی' کبھی جبریل مجھ پر وحی ڈالتے جیسے ایک مرد دوسرے مرد کے دل میں کوئی بات ڈالتا ہے اور اس میں سے کچھ مجھ سے چھوٹ جاتا تھا۔ (صحیح البخاری کی حدیث میں ہے کہ انقطاع وحی کے بعد میں اس کو یاد کر چکا ہوتا تھا) اور کبھی میرے پاس آواز جرس کی طرح وحی آتی اور وہ میرے دل سے مخلوط ہو جاتی یعنی میرے دل میں رچ جاتی' پھر اس میں سے کوئی چیز مجھ سے نہیں چھوٹتی تھی۔

(الطبقات الکبریٰ ج ۱ ص ۱۵۵' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۸ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ فرماتے ہیں:

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ فرشتہ بشر کی شکل میں متشکل ہو جاتا ہے' متکلمین نے کہا ہے کہ فرشتے اجسام علویہ (نورانیہ) ہیں' وہ جس شکل میں چاہیں متشکل ہو جاتے ہیں یعنی وہ جو شکل چاہیں اختیار کر سکتے ہیں' اور بعض فلاسفہ کا گمان یہ ہے کہ فرشتے جواہر روحانیہ ہیں' علامہ ابن عبد السلام کی تحقیق یہ ہے کہ حضرت جبریل کے مرد کی شکل میں متشکل ہونے کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی خلقت کی بعض زائد چیزوں کو زائل کر دیتا اور پھر دوبارہ لوٹا دیتا' حافظ عسقلانی فرماتے ہیں: اور حق یہ ہے کہ مرد کی شکل میں فرشتے کے متشکل ہونے کا معنی یہ نہیں ہے کہ فرشتہ کی ذات مرد ہو جاتی تھی بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ وہ اپنے مخاطب کو مانوس کرنے کے لیے مرد کی صورت میں ظاہر ہوتا اور ان کے جسم میں جو زائد چیزیں تھیں' وہ زائل نہیں ہوتی تھیں' بلکہ دیکھنے والوں کی نظر سے چھپ جاتی تھیں۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۵۰۰' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

''لیتفصد'' کا معنی اور عنوان باب سے حدیث کی مطابقت

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: سخت سرد دن میں آپ پر وحی نازل ہوتی تو جس وقت وحی آپ سے منقطع ہوتی تو آپ کی پیشانی سے پسینہ بہ رہا ہوتا تھا۔

حدیث میں ''لیتفصد عرقًا'' ہے' اس لفظ کا مصدر ''فصد'' ہے' اس کا معنی خون بہانے کے لیے رگ کو کاٹنا ہے۔ (النہایہ ج ۳ ص ۴۰۳) اس حدیث میں آپ کی پیشانی کو اس رگ سے تشبیہ دی ہے' جس کو خون بہانے کے لیے کاٹا جائے یعنی جس طرح رگ سے خون بہتا ہے' اس طرح آپ کی پیشانی سے پسینہ بہ رہا تھا۔ سخت سردی میں پسینہ بہنے سے یہ بتانا مقصود ہے کہ نزول وحی کے وقت آپ کو بہت مشقت اور تھکاوٹ ہوتی تھی۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت الحارث بن ہشام نے آپ سے وحی کے متعلق سوال کیا اور آپ نے اس کا مفصل جواب دیا' اس سے معلوم ہوا کہ اطمینان حاصل کرنے کے لیے سوال کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اس باب کا عنوان ہے: ''بدء الوحی'' اور اس حدیث میں وحی کی ابتداء کا کوئی ذکر نہیں ہے' اس کا ایک جواب یہ ہے کہ حضرت

الحارث کے سوال کا مقصد یہ تھا کہ وحی کی ابتداء کی کیفیت کیسی تھی یا وحی کے ظہور کی کیفیت کیسی تھی' دوسرا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جواب سے یہ ظاہر ہوا کہ حصولِ وحی دو قسموں میں منحصر ہے خواہ وحی ابتداء میں آئے یا بعد میں اور تیسرا جواب یہ ہے کہ جب عنوان باب کے تحت کئی احادیث ہوں تو کسی ایک حدیث کے ساتھ عنوان کی مطابقت ضروری ہے' ہر حدیث کے ساتھ مطابقت ضروری نہیں ہے اور اس باب کی تیسری حدیث کے ساتھ عنوان کی مطابقت بہت واضح ہے۔

* شرح صحیح مسلم: ۵۹۴۰۔ ج ۶ ص ۹۳-۷۹۱ میں بھی ہم نے اس حدیث کی شرح کی ہے۔ اس حدیث میں آپ کے پسینہ بہنے کا ذکر ہے' ہم نے ''شرح صحیح مسلم'' میں بیان کیا ہے کہ آپ کا پسینہ بہت خوشبودار تھا' ہم نے وہاں اس کے متعلق بہت احادیث ذکر کی ہیں اور کافی فوائد بھی ذکر کیے ہیں' جن کا یہاں اعادہ نہیں کیا۔

۳- بَابٌ مِنَ الْوَحْيِ الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ

سچے خواب وحی سے ہیں

۳- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ أَنَّهَا قَالَتْ أَوَّلُ مَا بُدِئَ بِهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْوَحْيِ الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ فِي النَّوْمِ، فَكَانَ لَا يَرَى رُؤْيَا إِلَّا جَاءَتْ مِثْلَ فَلَقِ الصُّبْحِ، ثُمَّ حُبِّبَ إِلَيْهِ الْخَلَاءُ، وَكَانَ يَخْلُو بِغَارِ حِرَاءٍ، فَيَتَحَنَّثُ فِيهِ. وَهُوَ التَّعَبُّدُ. اللَّيَالِيَ ذَوَاتِ الْعَدَدِ قَبْلَ أَنْ يَنْزِعَ إِلَى أَهْلِهِ، وَيَتَزَوَّدُ لِذٰلِكَ، ثُمَّ يَرْجِعُ إِلَى خَدِيجَةَ فَيَتَزَوَّدُ لِمِثْلِهَا، حَتَّى جَاءَهُ الْحَقُّ وَهُوَ فِي غَارِ حِرَاءٍ، فَجَاءَهُ الْمَلَكُ فَقَالَ اقْرَأْ، قَالَ مَا أَنَا بِقَارِئٍ، قَالَ فَأَخَذَنِي فَغَطَّنِي حَتَّى بَلَغَ مِنِّي الْجَهْدَ، ثُمَّ أَرْسَلَنِي فَقَالَ اقْرَأْ، قُلْتُ مَا أَنَا بِقَارِئٍ، فَأَخَذَنِي فَغَطَّنِي الثَّانِيَةَ حَتَّى بَلَغَ مِنِّي الْجَهْدَ، ثُمَّ أَرْسَلَنِي، فَقَالَ اقْرَأْ، فَقُلْتُ مَا أَنَا بِقَارِئٍ، فَأَخَذَنِي فَغَطَّنِي الثَّالِثَةَ، ثُمَّ أَرْسَلَنِي فَقَالَ ﴿اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ، خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ، اقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ﴾ (العلق: ۳-۱). فَرَجَعَ بِهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْجُفُ فُؤَادُهُ، فَدَخَلَ عَلَى خَدِيجَةَ بِنْتِ خُوَيْلِدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَقَالَ زَمِّلُونِي زَمِّلُونِي، فَزَمَّلُوهُ حَتَّى ذَهَبَ عَنْهُ الرَّوْعُ، فَقَالَ لِخَدِيجَةَ

امام بخاری نے کہا کہ ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عُقیل از ابن شہاب از عروہ بن زبیر از حضرت عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سب سے پہلے وحی کی جو ابتداء کی گئی' وہ نیند میں (دکھائے ہوئے) سچے خواب تھے' آپ جو بھی خواب دیکھتے تھے' روشن صبح کی مثل اس کی تعبیر آ جاتی تھی' پھر آپ کی طرف تنہائی کی محبت ڈالی گئی' آپ غار حراء تنہائی میں جاتے اور گھر لوٹنے سے پہلے وہاں کئی کئی راتیں عبادت کرتے' آپ وہاں قیام کے لیے کھانے کی چیزیں لے جاتے تھے' پھر آپ حضرت خدیجہ کے پاس واپس آتے تو پھر آپ اسی طرح کھانے کی چیزیں لے لیتے' حتیٰ کہ آپ کے پاس وحی آ گئی' اس وقت آپ غار حراء میں تھے' آپ کے پاس فرشتہ آیا' اس نے کہا: ''پڑھیے''۔ آپ نے فرمایا: ''میں پڑھنے والا نہیں ہوں'' آپ فرماتے ہیں: پس اس نے مجھے پکڑا اور اتنے زور سے بھینچا کہ مجھے انتہائی مشقت ہوئی' پھر اس نے مجھے چھوڑ دیا' اس نے پھر کہا: ''پڑھیے''۔ میں نے کہا: ''میں پڑھنے والا نہیں ہوں''۔ اس نے پھر دوسری بار مجھے پکڑا اور اتنے زور سے بھینچا کہ مجھے انتہائی مشقت ہوئی' پھر اس نے مجھے چھوڑ دیا اور کہا: ''پڑھیے''۔ میں نے کہا: ''میں پڑھنے والا نہیں ہوں'' پس اس نے مجھے پکڑا اور تیسری بار اتنے زور سے مجھے بھینچا کہ مجھے انتہائی مشقت ہوئی' پھر اس نے مجھے چھوڑ دیا' پھر کہا: ''(اے رسول مکرم!) اپنے رب کے نام سے پڑھیے جس نے (آپ کو) پیدا کیا O جمے ہوئے خون سے

وَاَخْبَرَهَا الْخَبَرَ لَقَدْ خَشِيْتُ عَلٰى نَفْسِيْ فَقَالَتْ خَدِيْجَةُ كَلَّا، وَاللّٰهِ مَا يُخْزِيْكَ اللّٰهُ اَبَدًا، اِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ وَتَحْمِلُ الْكَلَّ وَتَكْسِبُ الْمَعْدُوْمَ وَتَقْرِى الضَّيْفَ وَتُعِيْنُ عَلٰى نَوَائِبِ الْحَقِّ. فَانْطَلَقَتْ بِهٖ خَدِيْجَةُ حَتّٰى اَتَتْ بِهٖ وَرَقَةَ بْنَ نَوْفَلِ بْنِ اَسَدِ بْنِ عَبْدِ الْعُزّٰى ابْنَ عَمِّ خَدِيْجَةَ، وَكَانَ امْرَاً تَنَصَّرَ فِى الْجَاهِلِيَّةِ، وَكَانَ يَكْتُبُ الْكِتَابَ الْعِبْرَانِيَّ، فَيَكْتُبُ مِنَ الْاِنْجِيْلِ بِالْعِبْرَانِيَّةِ مَا شَآءَ اللّٰهُ اَنْ يَّكْتُبَ، وَكَانَ شَيْخًا كَبِيْرًا قَدْ عَمِيَ، فَقَالَتْ لَهٗ خَدِيْجَةُ يَا ابْنَ عَمِّ اسْمَعْ مِنِ ابْنِ اَخِيْكَ، فَقَالَ لَهٗ وَرَقَةُ يَا ابْنَ اَخِيْ مَاذَا تَرٰى؟ فَاَخْبَرَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَبَرَ مَا رَاٰى، فَقَالَ لَهٗ وَرَقَةُ هٰذَا النَّامُوْسُ الَّذِيْ نَزَّلَ اللّٰهُ عَلٰى مُوْسٰى، يَا لَيْتَنِيْ فِيْهَا جَذَعًا، لَيْتَنِيْ اَكُوْنُ حَيًّا اِذْ يُخْرِجُكَ قَوْمُكَ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوَ مُخْرِجِيَّ هُمْ؟ قَالَ نَعَمْ، لَمْ يَاْتِ رَجُلٌ قَطُّ بِمِثْلِ مَا جِئْتَ بِهٖ اِلَّا عُوْدِيَ، وَاِنْ يُّدْرِكْنِيْ يَوْمُكَ اَنْصُرْكَ نَصْرًا مُؤَزَّرًا، ثُمَّ لَمْ يَنْشَبْ وَرَقَةُ اَنْ تُوُفِّيَ، وَفَتَرَ الْوَحْيُ. اطراف الحدیث: ۳۳۹۲-۴۹۵۳-۶۹۸۲

(صحیح مسلم:۱۶۰، مصنف عبد الرزاق:۹۷۱۹، مسند اسحاق بن راہویہ:۸۹۲، مسند ابو عوانہ ج۱ ص۱۱۳، صحیح ابن حبان:۳۳، الشریعہ للآجری ص۴۴۸-۴۴۹، ابن مندہ:۶۹۳، دلائل النبوۃ لابی نعیم:۱۶۲، دلائل النبوۃ للبیہقی ج۲ ص۱۳۵-۱۳۶، مسند احمد ج۶ ص۲۳۳ طبع قدیم، مسند احمد:۲۵۹۵۵، ج۴۳ ص۱۱۲-۱۱۳، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۴۲۱ھ)

انسان کو پیدا کیاO پڑھیے اور آپ کا رب سب سے زیادہ کریم ہےO" (العلق:۱-۳) رسول اللہ ﷺ نے ان آیات کو پڑھا پھر اس حال میں گھر لوٹے کہ آپ کا دل کپکپا رہا تھا آپ حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور فرمایا: "مجھے چادر اڑھاؤ مجھے چادر اڑھاؤ" سو گھر والوں نے آپ کو چادر اڑھا دی حتیٰ کہ جب آپ کا خوف دور ہو گیا تو آپ نے حضرت خدیجہ کو اس واقعہ کی خبر دی اور فرمایا: مجھے اپنے نفس پر خطرہ ہے۔ حضرت خدیجہ نے کہا: ہرگز نہیں! اللہ کی قسم! اللہ آپ کو کبھی شرمندہ نہیں کرے گا آپ رشتہ داروں سے میل جول رکھتے ہیں، کمزوروں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، ناداروں کے لیے کماتے ہیں، مہمان نوازی کرتے ہیں اور راہ حق میں پیش آنے والی مشکلات میں مدد کرتے ہیں، پھر حضرت خدیجہ آپ کو لے گئیں حتیٰ کہ ورقہ بن نوفل بن اسد بن عبد العزیٰ کے پاس پہنچیں جو حضرت خدیجہ کے عمزاد تھے، وہ زمانہ جاہلیت میں نصرانی ہو گئے تھے، وہ عبرانی زبان میں کتاب لکھتے تھے، پس وہ انجیل کو جتنا اللہ چاہتا عبرانی زبان میں لکھتے تھے، وہ بہت بوڑھے تھے اور نابینا ہو گئے تھے، حضرت خدیجہ نے ان سے کہا: اے عمزاد! اپنے بھتیجے کی بات سنیے! تو آپ سے ورقہ نے کہا: اے بھتیجے! آپ کیا دیکھتے ہیں؟ تب رسول اللہ ﷺ نے ان کو بتایا جو آپ نے دیکھا تھا، پھر آپ سے ورقہ نے کہا: یہ وہی ناموس (یعنی صاحب راز فرشتہ) ہے جس کو اللہ نے حضرت موسیٰ پر نازل کیا تھا، کاش! میں اس وقت جوان ہوتا، کاش! میں اس وقت زندہ ہوتا جب آپ کی قوم آپ کو نکالے گی، تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا وہ مجھ کو نکالنے والے ہیں؟ ورقہ نے کہا: ہاں! جو شخص بھی آپ جیسا پیغام لے کر آیا اس سے عداوت کی گئی اور اگر مجھے آپ کا زمانہ مل گیا تو میں آپ کی بہت قوی مدد کروں گا، اس کے بعد ورقہ زیادہ دن زندہ نہیں رہے ان کی وفات ہو گئی اور وحی کا نزول رک گیا۔

صحیح البخاری:۳ کے رجال کا تعارف و تبصرہ

(۱) ابوزکریا یحییٰ بن عبد اللہ بن بکیر القرشی المخزومی المصری امام بخاری نے ان کا نام ذکر کیا ہے: یحییٰ بن بکیر، ان کو ان کے باپ کے بجائے ان کے دادا کی طرف منسوب کرتے ہیں، یحییٰ ۱۵۴ھ یا ۱۵۵ھ یا ۱۵۶ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۳۱ھ میں فوت

ہوئے' وہ مصریوں میں بہت بڑے حفاظ حدیث میں سے تھے اور لیث بن سعد سے روایت حدیث کرنے میں زیادہ مستند تھے' امام بخاری نے ان سے متعدد روایت کی ہیں۔اسی طرح امام بخاری نے محمد بن یحییٰ الذھلی سے بھی متعدد روایات کی ہیں' ان کے نام میں بھی امام بخاری نے تدلیس کی ہے' المقدسی نے کہا: وہ کبھی ان کو محمد لکھتے ہیں اور نسب ذکر نہیں کرتے' اور کبھی محمد بن عبداللہ لکھتے ہیں' حالانکہ ان کا پورا نام محمد بن عبداللہ بن خالد بن فارس بن ذؤیب الذھلی ہے' امام بخاری کبھی ان کو تدلیس کرتے ہوئے ان کے دادا کی طرف منسوب کر کے محمد بن خالد بن فارس لکھتے ہیں اور انہوں نے کسی جگہ یہ نہیں لکھا کہ ہمیں محمد بن یحییٰ نے حدیث بیان کی' ابوحاتم نے کہا: یحییٰ بن عبداللہ بن بکیر حدیث کی فہم رکھتے تھے' ان کی حدیث سے استدلال نہیں کیا جاتا' ان کی حدیث لکھی جاتی ہے' امام نسائی نے کہا: وہ ثقہ نہیں ہیں' اور ان دونوں کے غیر نے ان کی توثیق کی ہے' الدارقطنی نے کہا: میرے نزدیک ان میں کوئی حرج نہیں' امام مسلم نے لیث اور یعقوب بن عبدالرحمان سے ان کی روایت ذکر کی ہے' امام مالک نے ان سے کوئی حدیث روایت نہیں کی (۲) اس حدیث کے دوسرے راوی لیث بن سعد بن عبدالرحمٰن مصری ہیں' یہ اہل مصر کے عالم اور تبع تابعین میں سے تھے' قاہرہ سے چار فرسخ کی مسافت پر واقع بستی قلقشندہ میں ۹۳ھ یا ۹۴ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۷۵ھ میں وفات پائی' ان کی قبر قرافہ مصر میں ہے اور اس کی زیارت کی جاتی ہے' یہ بہت بڑے امام تھے' ان کی جلالت' ثقاہت اور کرامت پر اجماع ہے' یہ امام ابوحنیفہ کے مذہب پر تھے' جیسا کہ قاضی ابن خلکان نے کہا ہے (۳) اس حدیث کے تیسرے راوی ابوخالد عُقَیل بن خالد بن عَقِیل القرشی الاموی ہیں' یہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام تھے' ۱۴۱ھ میں مصر میں ان کی وفات ہوگئی' یہ حافظ حدیث تھے' صحاح ستہ میں اور کوئی راوی نہیں ہے جس کا نام عُقَیل ہو (۴) اس حدیث کے چوتھے راوی امام ابوبکر محمد بن مسلم بن عبیداللہ بن شہاب الزہری المدنی ہیں' انہوں نے شام میں سکونت اختیار کی' یہ صغیر السن تابعی ہیں' انہوں نے حضرت انس' حضرت ربیعہ بن عباد اور متعدد صحابہ رضی اللہ عنہم سے حدیث کا سماع کیا ہے' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا ہے اور ان سے دو حدیثیں روایت کی ہیں اور ان سے کبار تابعین کی جماعت نے حدیث کو روایت کیا ہے' ان میں عطاء اور عمر بن عبدالعزیز قابل ذکر ہیں' صغار تابعین اور تبع تابعین نے بھی ان سے حدیث کو روایت کیا ہے' یہ رمضان ۱۲۴ھ میں ۷۲ سال کی عمر میں شام میں فوت ہو گئے تھے (۵) اس حدیث کے پانچویں راوی عروہ بن زبیر ہیں' ان کا ذکر صحیح البخاری: ۲ کے رجال میں ہو چکا ہے (۶) اس حدیث کی چھٹی راویہ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہیں' آپ کا تذکرہ بھی حدیث سابق کے رجال میں ہو چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱ ص ۱۲۳۔ ۱۲۲)

حدیث مذکور کی فنی حیثیت

ہم نے لکھا ہے کہ امام بخاری نے اس حدیث کی سند میں یحییٰ بن بکیر کے نام میں تدلیس کی ہے' تدلیس کا معنی ہے: اشتباہ' جیسے جب نور اور ظلمت مخلوط ہوں تو اندھیرے اور اجالے میں اشتباہ ہو جاتا ہے' اس حدیث کی سند میں یحییٰ بن بکیر کے نام میں جو تدلیس ہے اس کے متعلق حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے کہا ہے کہ ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' ان کا نام ہے: یحییٰ بن عبداللہ بن بکیر' امام بخاری نے یحییٰ کو باپ کے بجائے دادا کی طرف منسوب کر دیا' کیونکہ یحییٰ کی نسبت باپ کے بجائے دادا کی طرف زیادہ مشہور تھی۔

(فتح الباری ج ۱ ص ۵۰۲' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

بعض شارحین نے کہا ہے کہ امام بخاری نے سند میں یحییٰ بن بکیر کا نام بغیر ہمزہ کے لکھا ہے یہ صحیح نہیں ہے' کیونکہ ابن کا ہمزہ وہاں حذف ہوتا ہے' جہاں دو علم متناسل ہوں اور چونکہ یحییٰ بکیر کے بیٹے نہیں ہیں' اس لیے امام بخاری کو چاہیے تھا کہ وہ ''بن بکیر'' کی

بجائے "ابن بکیر" لکھتے۔امام بخاری کی طرف سے اس کا جواب یہ دیا جاسکتا ہے کہ امام بخاری اس نام میں تدلیس کر کے یہ ظاہر کرنا چاہتے تھے کہ یحییٰ بکیر کے بیٹے ہیں' اس لیے انہوں نے ابن کو ہمزہ کے ساتھ نہیں لکھا' اور ایسا وہ اس لیے چاہتے تھے کہ یحییٰ کی نسبت باپ کی بجائے دادا کی طرف زیادہ مشہور تھی۔

یہ حدیث مراسیل صحابہ میں سے ہے' کیونکہ اس حدیث کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے روایت کیا ہے' وہ ابتداء وحی کے وقت موجود نہیں تھیں' وہ اعلان نبوت کے سات سال بعد پیدا ہوئی ہیں' ہوسکتا ہے کہ حضرت عائشہ نے ابتداء وحی کی تفصیل نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہو یا کسی صحابی سے سنی ہو' حافظ ابن الصلاح وغیرہ نے کہا ہے: کم سن صحابہ نے جو ایسے واقعات بیان کیے ہیں' جن کے وقت وہ موجود نہیں تھے اور انہوں نے ان واقعات کے وقت کو نہیں پایا' ان کی احادیث متصل اور مسند کے حکم میں ہیں' کیونکہ ان کی روایات صحابہ سے ہیں اور صحابی کا مجہول ہونا اس کی روایت میں موجب طعن نہیں ہے' استاذ ابواسحاق اسفرائنی نے کہا: اس کی روایت سے استدلال نہیں کیا جائے گا' تاوقتیکہ وہ یہ نہ کہہ دے کہ وہ صرف صحابی سے روایت کرتا ہے' علامہ نووی نے کہا ہے کہ صحیح پہلا قول ہے اور یہی امام شافعی اور جمہور کا مسلک ہے' علامہ الطیبی نے کہا ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ حضرت عائشہ نے اس حدیث کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کیونکہ حضرت عائشہ نے کہا: آپ نے فرمایا: پس حضرت جبریل نے مجھ کو پکڑا اور اتنے زور سے بھینچا کہ مجھے مشقت ہوئی۔اگر حضرت عائشہ نے یہ حدیث کسی صحابی سے سنی ہوتی تو وہ کہتے کہ حضرت جبریل نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پکڑا اور بھینچا' تاہم اس پر یہ اعتراض ہے کہ ہوسکتا ہے کہ اس صحابی نے بہ طور حکایت اس طرح کہا ہو' اس لیے یہ لازم نہیں آتا کہ حضرت عائشہ نے اس حدیث کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہو' بہر حال ہر تقدیر پر یہ حدیث المتصل المسند کے حکم میں ہے۔(عمدۃ القاری ج ۱ ص ۸۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

شرح صحیح مسلم میں اس حدیث کے عنوانات

اس حدیث کی شرح ہم نے نہایت تفصیل کے ساتھ "شرح صحیح مسلم" میں کی ہے اور اس میں درج ذیل عنوانات کے تحت مبسوط گفتگو کی ہے:

(۱) وحی کا لغوی معنی (۲) وحی کا شرعی معنی (۳) الہام اور فراست کی تعریفیں (۴) نزولِ وحی کی صورتیں اور اقسام (۵) خواب کی تعریف اور اقسام (۶) ابتداء نبوت میں غار حراء جانے کی حکمتیں (۷) بعثت سے پہلے آپ کی عبادت کی تحقیق (۸) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرشتہ کو پہچاننے کی تحقیق (۹) حراء میں فرشتہ کی آمد (۱۰) "ما انا بقارئ" کی تحقیق (۱۱) پہلی وحی نازل ہونے کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خوف اور گھبراہٹ کی توجیہ (۱۲) حضرت خدیجہ کے تسلی آمیز کلمات کی تشریح (۱۳) ورقہ بن نوفل کے پاس جانے کی توجیہ (۱۴) آیا وحی رک جانے پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود کو پہاڑ سے گرادینے کا ارادہ کیا تھا؟ (۱۵) انقطاع وحی کی مدت کا بیان (۱۶) اعلانِ نبوت سے پہلے آپ کے نبوت سے متصف ہونے کی تحقیق۔

یہ تمام مضامین شرح صحیح مسلم: ۳۱۱۔ج ۱ ص ۷۱۱۔۶۴۹ میں بیان کیے ہیں' وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

"مجھے اپنے نفس پر خطرہ ہے" اس کی تشریح علامہ ابن جوزی سے

اس حدیث میں ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مجھے اپنے نفس پر خطرہ ہے" علامہ ابن جوزی متوفی ۵۹۷ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ابتداء میں یہ خوف ہوتا تھا کہ جو کچھ آپ دیکھتے ہیں' وہ شیطان کی طرف سے ہے' کیونکہ کبھی کبھی باطل حق کے ساتھ مشتبہ ہو جاتا ہے' اور آپ مسلسل دلائل کی تلاش کرتے رہتے اور دلائل کا سوال کرتے رہتے' یہاں تک کہ آپ پر صحیح چیز واضح ہوگئی اور

جس طرح ہم میں سے کسی ایک پر واجب ہے کہ وہ رسول کے لائے ہوئے دین کے صدق کو معلوم کرے اور معجزات میں اس کے صدق پر جو دلائل ہیں' ان پر غور کرے' اسی طرح رسولوں پر یہ واجب ہے کہ ان کے پاس جو اللہ کا فرستادہ آیا ہے' اس کے متعلق تفتیش کریں' آیا وہ فرشتہ ہے یا شیطان؟ پس حق اور باطل کی تمیز میں ان کا اجتہاد ہمارے اجتہاد سے کہیں بڑے مرتبہ کا ہے' اسی وجہ سے انبیاء علیہم السلام کا مرتبہ ہم سے بہت بلند ہے کیونکہ وہ ہم سے بڑی آزمائش میں مبتلا کیے گئے ہیں۔

ابتداء میں آپ کو یہ تفتیش اور تشویش تھی' بعد میں آپ کو منکشف ہو گیا کہ آپ کی نبوت برحق ہے اور زیادہ دلائل سے آپ کو اپنی نبوت پر اطمینان قلب ہو گیا' اس کے بعد امام ابن جوزی نے اپنی سند کے ساتھ اس حدیث کو روایت کیا ہے:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقام حجون میں یہ دعا کی: اے اللہ! مجھے کوئی ایسی نشانی (معجزہ) دکھا' جس کے بعد میں قریش سے ان لوگوں کی پروانہ کروں جو میری تکذیب کرتے ہیں' آپ سے کہا گیا کہ آپ اس درخت کو بلائیں' آپ نے اس درخت کو بلایا تو وہ زمین کو چیرتا ہوا اپنی جڑوں سمیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا' پھر اس درخت نے کہا: آپ کیا چاہتے ہیں؟ آپ کا کیا ارادہ ہے؟ آپ نے فرمایا: ''اپنی جگہ واپس جاؤ'' وہ درخت واپس چلا گیا' پھر آپ نے فرمایا: اللہ کی قسم! پھر مجھے قریش کی تکذیب کی کبھی پروا نہیں ہوئی۔

علامہ ابن جوزی لکھتے ہیں: شیطان بہت لوگوں کے دلوں میں اس قسم کے شبہات ڈالتا ہے' جیسے شبہات اس نے ابن صیاد کے دل میں ڈالے تھے' حتیٰ کہ اس نے نبوت کا دعویٰ کیا اور میں نے اس کا ذکر ''تلبیس ابلیس'' میں کیا ہے۔

(کشف المشکل ج ١ ص ٢٥-٢٤' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ھ)

''مجھے اپنے نفس پر خطرہ ہے'' اس کی تشریح مصنف سے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد: ''مجھے اپنے نفس پر خطرہ ہے'' کی جو تشریح علامہ ابن جوزی نے کی ہے کہ آپ کو یہ خوف تھا کہ جو کچھ آپ دیکھتے ہیں' کہیں وہ شیطان کی طرف سے تو نہیں ہے' آپ کو اس قسم کا خطرہ اور خوف بالکل نہیں تھا' آپ کو یہ خطرہ اور خوف کیسے ہو سکتا تھا جب کہ آپ کو اسی وقت نبی بنا دیا گیا تھا' جب ہنوز حضرت آدم علیہ السلام روح اور جسد کے درمیان تھے۔ (سنن ترمذی: ٣٦٢٤' مسند احمد ج ٥ ص ٥٩) اور بچپن ہی میں آپ کو اپنے نبی ہونے کا یقین ہو گیا تھا' حدیث میں ہے:

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: یا رسول اللہ! آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ آپ نبی ہیں اور کس چیز سے آپ کو علم ہوا حتیٰ کہ آپ کو یقین ہو گیا؟ آپ نے فرمایا: اے ابوذر! میں مکہ میں تھا تو میرے پاس دو فرشتے آئے' ایک زمین پر آ گیا اور دوسرا آسمان اور زمین کے درمیان تھا' ایک نے اپنے صاحب سے پوچھا: کیا یہ وہی ہیں؟ اس نے کہا: ہاں! یہ وہی ہیں' اس نے کہا: پھر ان کا ایک مرد کے ساتھ وزن کرو' پھر میرا ایک مرد کے ساتھ وزن کیا تو میں غالب آ گیا' اس نے کہا: پھر ان کا دس مردوں کے ساتھ وزن کرو تو میرا دس مردوں کے ساتھ وزن کیا تو میں ان پر غالب آ گیا' پھر اس نے کہا: ان کا سو مردوں کے ساتھ وزن کرو' پھر میرا سو مردوں کے ساتھ وزن کیا تو میں ان پر غالب آ گیا' پھر ہزار مردوں کے ساتھ وزن کیا تو میں ان پر بھی غالب آ گیا' لوگ میزان کے پلے میں گرتے جا رہے تھے' پھر ایک فرشتہ نے دوسرے سے کہا: ان کا پیٹ شق کرو' پھر میرا پیٹ شق کیا گیا' پھر میرے دل کو نکالا گیا' اس میں سے سیاہ خون کا لوتھڑا نکالا گیا جو شیطان کا حصہ تھا' پھر ایک نے دوسرے سے کہا: ان کا پیٹ اچھی طرح دھو دو اور ان کا دل اچھی طرح دھو دو' پھر ایک نے دوسرے سے کہا: ان کے پیٹ کو سی دو' تو انہوں نے میرے پیٹ کو سی دیا' پھر انہوں نے میرے دو کندھوں کے درمیان مہر نبوت کو رکھ دیا' وہ اب تک اسی طرح ہے اور میں یہ تمام واقعہ دیکھ رہا تھا۔

(دلائل النبوۃ لابی نعیم: ۱۶۷ سنن دارمی: ۱۴ مسند احمد ج ۴ ص ۱۸۵۔ ۱۸۴ مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۵۶)

* تبیان القرآن میں الانشراح: ۱ کی تفسیر میں ہم نے اس کی بہت زیادہ تفصیل اور تحقیق کی ہے۔

نیز حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اعلانِ نبوت سے پہلے مکہ میں ایک پتھر مجھ پر سلام عرض کیا کرتا تھا' میں اس کو اب بھی پہچانتا ہوں۔ (صحیح مسلم: ۲۲۷۷)

میں کہتا ہوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ابتداء نبوت کی بات تو الگ رہی' اعلانِ نبوت سے پہلے بھی آپ کو اپنی نبوت کے متعلق کسی قسم کا تردد اور شک نہیں تھا اور آپ کو اپنے نبی ہونے پر جزم اور یقین تھا اور آپ نے جو حضرت خدیجہ سے فرمایا تھا: مجھے اپنے نفس پر خطرہ ہے' اس کا یہ مطلب نہیں تھا کہ آپ کو اپنی نبوت میں شک تھا بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اب آپ پر بالفعل نبوت کی ذمہ داری ڈال دی گئی ہے' آپ کو یہ پریشانی تھی کہ فرائض نبوت کی ادائیگی میں کہیں آپ سے کوئی کمی یا کوتاہی نہ ہو جائے' تب ہی تو حضرت خدیجہ نے آپ کو یہ جواب دیا: ہرگز نہیں! اللہ کی قسم! اللہ آپ کو کبھی شرمندہ نہیں کرے گا۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی مختصر سوانح

اس حدیث میں چونکہ حضرت ام المؤمنین خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا ذکر آ گیا ہے' اس لیے ہم حضرت خدیجہ کا تذکرہ پیش کر رہے ہیں: حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

ان کا پورا نام ہے: خدیجہ بنت خویلد بن اسد بن عبد العزیٰ بن قصی القرشیہ الاسدیہ' آپ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ ہیں' اور جن لوگوں نے آپ کی نبوت کی تصدیق کی' ان میں مطلقاً سب سے اول ہیں۔

الزبیر بن بکار نے کہا: بعثت سے پہلے ان کا لقب طاہرہ تھا' ان کی والدہ کا نام فاطمہ بنت زائدہ قرشیہ ہے' وہ پہلے ابوہالہ بن زرارہ بن النباش کے نکاح میں تھیں' ابوہالہ کے بعد عتیق بن عائذ بن عبد اللہ بن عمر نے ان سے عقد کیا' اس کی وفات کے بعد پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کیا' علامہ ابن عبد البر نے کہا ہے کہ اکثر کا قول یہی ہے۔

قتادہ نے اس کے برعکس کہا ہے کہ ان کے پہلے خاوند عتیق تھے اور دوسرے خاوند ابوہالہ تھے' امام ابن اسحاق کی رائے بھی قتادہ کے موافق ہے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلانِ نبوت سے پندرہ سال پہلے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے عقد کیا تھا' وہ بہت امیر خاتون تھیں' نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے نکاح کی رغبت کا سبب یہ تھا کہ ان کے غلام میسرہ نے اعلانِ نبوت سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی علامات نبوت کا مشاہدہ کیا تھا اور حضرت خدیجہ نے آپ کے متعلق بحیرا راہب سے بھی کلمات ثناء سنے تھے' اس وقت جب کہ حضرت خدیجہ کی تجارت کے سلسلہ میں آپ نے میسرہ کے ساتھ سفر کیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام اولاد حضرت خدیجہ سے ہوئی ہے' ماسوا حضرت ابراہیم کے وہ حضرت ماریہ قبطیہ کے بطن سے پیدا ہوئے تھے۔

امام ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ حضرت خدیجہ وہ پہلی خاتون ہیں' جو اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لائیں اور آپ کی وحی کی تصدیق کی' اور ان کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آپ پر معاملات آسان کر دیئے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی کوئی ایسی بات سنتے' جس کا جواب دینا آپ کو ناگوار ہوتا تو وہ حضرت خدیجہ سے اس کا ذکر کرتے تو وہ آپ کو تسلی دیتیں اور مطمئن کرتیں۔

امام ابونعیم نے ''دلائل النبوۃ'' میں سند ضعیف کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ نے آسمان اور زمین کے درمیان ایک شخص کو دیکھا' حضرت خدیجہ نے آپ سے کہا کہ آپ میرے قریب ہو جائیں' آپ ان کے قریب ہوئے' پھر حضرت خدیجہ نے پوچھا: آپ اس کو دیکھ رہے ہیں' آپ نے فرمایا: ہاں!

حضرت خدیجہ نے کہا: آپ اپنا سر میری قمیص کے اندر کر لیں' آپ نے ایسا کر لیا' حضرت خدیجہ نے پوچھا: آپ اس کو دیکھ رہے ہیں: آپ نے فرمایا: نہیں' حضرت خدیجہ نے کہا: آپ کو مبارک ہو' یہ فرشتہ ہے کیونکہ اگر یہ شیطان ہوتا تو حیا نہ کرتا' پھر آپ نے اس فرشتہ کو اجیاد میں دیکھا' وہ آپ کے پاس آیا اور آپ کے لیے کشادہ ہو گیا' پھر اس نے زمین کو کھودا تو اس میں سے پانی نکل آیا' پھر حضرت جبریل نے آپ کو بتایا کہ کس طرح وضو کریں' پھر انہوں نے وضو کیا اور کعبہ کی طرف منہ کر کے دو رکعت نماز پڑھی اور آپ کو نبوت کی بشارت دی اور آپ کو ''اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ''۔ (العلق:۱) کی تعلیم دی' پھر حضرت جبریل چلے گئے' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم جس درخت اور پتھر کے پاس سے گزرتے تھے' وہ کہتا تھا: ''سلام علیك یا رسول اللّٰہ!'' آپ نے حضرت خدیجہ کے پاس جا کر اس واقعہ کی خبر دی' حضرت خدیجہ نے کہا: آپ مجھے سکھائیں' انہوں نے کس طرح وضو کیا تھا' پھر حضرت خدیجہ نے اس طرح وضو کیا اور آپ کے ساتھ نماز پڑھی' پھر کہا: میں شہادت دیتی ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ (دلائل النبوۃ لابی نعیم:۱۶۵)

حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ اس حدیث میں حضرت خدیجہ کے سب سے پہلے اسلام لانے کی زیادہ تصریح ہے۔

امام واقدی نے اپنی سند سے روایت کیا ہے کہ یعلیٰ بن امیہ کی بہن نفیسہ نے بیان کیا کہ حضرت خدیجہ بہت معزز اور بہت حسین تھیں' اور انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بصریٰ میں تجارت کے لیے بھیجا' آپ دوسروں کی بہ نسبت بہت زیادہ نفع لے کر آئے' حضرت خدیجہ نے آپ کو کسی کی معرفت نکاح کا پیغام دیا' آپ نے اس کو قبول فرمالیا' جس وقت آپ نے حضرت خدیجہ سے عقد کیا' اس وقت آپ کی عمر پچیس سال تھی' حضرت خدیجہ سے آپ کے بیٹے حضرت قاسم اور حضرت عبداللہ پیدا ہوئے' حضرت عبداللہ ہی کو طیب اور طاہر کہا جاتا ہے کیونکہ یہ زمانہ اسلام میں پیدا ہوئے اور حضرت خدیجہ ہی سے آپ کی چار بیٹیاں پیدا ہوئیں' الواقدی نے کہا: اس پر ہمارا اجماع ہے اور جس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ سے نکاح کیا' اس وقت حضرت خدیجہ کی عمر چالیس سال تھی۔

عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب' حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تمام عورتوں میں افضل خدیجہ بنت خویلد ہیں اور تمام عورتوں میں افضل مریم بنت عمران ہیں۔

(صحیح مسلم: ۲۴۳۰' سنن ترمذی: ۳۸۷۷' مسند احمد ج ۱ ص ۱۱۶۔ ۸۴' سنن بیہقی ج ۹ ص ۳۶۷' المستدرک ج ۲ ص ۴۹۷' کنز العمال: ۳۴۴۰۵)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے پاس حضرت جبریل نے آ کر کہا: یا رسول اللہ! یہ آپ کے پاس خدیجہ آ رہی ہیں' ان کے ساتھ طعام اور مشروب ہے' جب یہ آئیں تو آپ ان کو ان کے رب کی طرف سے سلام کہیں اور میری طرف سے سلام کہیں۔ (المعجم الکبیر ج ۱۵ ص ۲۳)

امام ابن السنی نے روایت کیا ہے کہ ایک دن حضرت خدیجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ڈھونڈتی ہوئی مکہ کی اونچائی پر گئیں' ان کے پاس آپ کی غذا تھی' حضرت جبریل آپ کو ایک انسان کی صورت میں ملے اور انہوں نے حضرت خدیجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق سوال کیا' حضرت خدیجہ ان سے خوف زدہ ہوئیں کہ کہیں وہ آپ کو اغواء نہ کر لیں' حضرت خدیجہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: وہ حضرت جبریل تھے اور انہوں نے مجھ سے کہا ہے کہ میں آپ کو سلام کروں اور آپ کو جنت میں ایسے گھر کی بشارت دوں' جو موتیوں سے بنا ہوا ہے' اس میں شور ہو گا نہ تھکاوٹ ہو گی۔ (المستدرک ج ۳ ص ۱۸۵' مجمع الزوائد ج ۹ ص ۲۲۷)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے نکلتے تھے تو حضرت خدیجہ کا ذکر کرتے اور ان کی تعریف اور تحسین کرتے' پھر ایک دن مجھے ان پر غیرت آ گئی اور میں نے کہا: وہ ایک بوڑھی عورت تھیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان کے بدلہ میں ان سے بہتر بیوی عنایت کر دی ہے' آپ غضب میں آ گئے اور آپ نے فرمایا: نہیں! اللہ کی قسم! اللہ نے مجھے ان سے بہتر

بیوی عنایت نہیں کی وہ اس وقت ایمان لائیں جب سب کافر تھے انہوں نے اس وقت میری تصدیق کی جب سب میری تکذیب کر رہے تھے اور جب لوگوں نے محروم کر دیا تھا تو انہوں نے اپنے مال سے میری غم خواری کی اور اللہ تعالیٰ نے مجھے صرف ان ہی سے اولاد عطا کی ہے نہ کہ دوسری بیویوں سے۔ (مسند احمد ج ۶ ص ۱۱۸۔۱۱۷)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بکری ذبح کرتے تو آپ فرماتے: اس کا گوشت خدیجہ کی سہیلیوں کی طرف بھیجو ایک روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ نے آپ سے ان کی سہیلیوں کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: میں ان کی سہیلیوں سے بھی محبت کرتا ہوں۔ (صحیح مسلم: ۲۴۳۵ کنز العمال: ۱۸۴۳۹)

امام ابن اسحاق نے کہا: حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور ابو طالب کی وفات ایک سال میں ہوئی ہے اور دوسروں نے کہا کہ ان کی وفات ہجرت سے تین سال پہلے ہوئی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ حضرت خدیجہ کی وفات فرضیت نماز سے پہلے ہوئی ہے یعنی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معراج سے پہلے۔

الواقدی نے کہا: حضرت خدیجہ کی وفات دس رمضان کو ہوئی ہے اس وقت ان کی عمر ۶۵ سال تھی ان کو الحجون میں دفن کیا گیا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی قبر میں اترے تھے اس وقت تک جنازہ کی نماز مشروع نہیں ہوئی تھی۔

(الاصابہ ج ۸ ص ۱۰۳۔۹۹ ملخصاً مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۵ھ)

اس حدیث میں ورقہ بن نوفل کا بھی ذکر آ گیا ہے اس لیے اب ہم ان کا تذکرہ کر رہے ہیں:

ورقہ بن نوفل کا تذکرہ

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

ان کا پورا نام ورقہ بن نوفل بن اسد بن عبد العزیٰ بن قصی القرشی الاسدی ہے یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے چچا زاد تھے۔

الطبری البغوی ابن قانع ابن السکن وغیرھم نے ان کا صحابہ میں شمار کیا ہے اور سب نے اس حدیث کا ذکر کیا ہے:

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ ورقہ بن نوفل بیان کرتے ہیں کہ میں نے کہا: یا محمد! آپ کے پاس جو فرشتہ آتا ہے وہ کیسے آتا ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ میرے پاس آسمان سے آتا ہے اس کے پر موتیوں کے ہیں اور اس کے تلوے سبز رنگ کے ہیں۔

امام ابن عساکر نے یہ کہا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ورقہ سے سماع نہیں ہے اور میں نے کسی سے یہ نہیں سنا کہ ورقہ اسلام لے آئے تھے۔

اس پر یہ اعتراض ہے کہ صحیح البخاری: ۳ میں ہے کہ ورقہ نے کہا: یہ وہ ناموس ہے جو حضرت موسیٰ پر نازل ہوا تھا کاش! میں اس وقت جوان ہوتا کاش! میں اس وقت زندہ ہوتا جب آپ کی قوم آپ کو نکال دے گی الحدیث اس حدیث کے آخر میں ہے کہ اس کے بعد ورقہ زیادہ دن زندہ نہ رہے اور ان کی وفات ہو گئی اس حدیث کا ظاہر یہ ہے کہ ورقہ بن نوفل نے آپ کی نبوت کا اقرار کر لیا تھا لیکن وہ اس سے پہلے فوت ہو گئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کو اسلام کی دعوت دیتے پس ورقہ بن نوفل کا حال بحیرا راہب کی مثل ہے۔

ورقہ بن نوفل کے صحابی ہونے میں اشکال ہے لیکن عمرو بن شرحبیل جو کبار تابعین میں سے ہیں وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خدیجہ سے فرمایا: میں جب تنہائی میں بیٹھا ہوا تھا تو میں نے ایک ندا سنی پس اللہ کی قسم! مجھے اپنے نفس پر خطرہ ہوا حضرت خدیجہ نے کہا: معاذ اللہ! اللہ آپ کے ساتھ ایسا نہیں کرے گا پس اللہ کی قسم! آپ امانتوں کو ادا کرتے ہیں الحدیث یہ

ورقہ نے کہا: آپ کو بشارت ہو پھر بشارت ہو بے شک میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ وہی نبی ہیں جس کی ابن مریم نے بشارت دی تھی اور بے شک آپ کے پاس ناموس موسیٰ کی مثل ہے اور بے شک آپ نبی مرسل ہیں اور بے شک چند دنوں کے بعد آپ کو جہاد کرنے کا حکم دیا جائے گا اور اگر اس زمانہ نے مجھے پالیا تو میں ضرور آپ کے ساتھ جہاد کروں گا' پھر جب وہ فوت ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے القس (راہب) کو جنت میں دیکھا' اس پر ریشم کا لباس تھا کیونکہ وہ مجھ پر ایمان لایا تھا اور اس نے میری تصدیق کی تھی۔ (دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۲ ص ۱۵۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

امام بیہقی نے اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد یہ لکھا ہے کہ اس کی سند منقطع ہے۔

لیکن اس حدیث کی تقویت اس سے ہوتی ہے کہ الزبیر بن بکار نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو مکہ کی تپتی ہوئی ریت میں پیٹھ کے بل لٹا کر عذاب دیا جارہا تھا اور وہ ''اَحَد اَحَد'' کہہ رہے تھے تو ورقہ اس وقت وہاں سے گزرے اور انہوں نے کہا: اے بلال! ''اَحَد اَحَد'' کہتے رہو' اللہ کی قسم! اگر تم لوگوں نے اس کو قتل کر دیا تو اللہ کی رحمت اس کو ڈھانپ لے گی۔

یہ حدیث عمدہ مرسل ہے' اور یہ اس پر دلالت کرتی ہے کہ ورقہ اس وقت تک زندہ تھے' جب رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو اسلام کی دعوت دی' حتیٰ کہ حضرت بلال اسلام لے آئے' اور اس حدیث میں اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں اس طرح تطبیق ہوگی کہ حضرت عائشہ نے جو فرمایا تھا کہ پھر ورقہ زیادہ دن زندہ نہیں رہے اور فوت ہو گئے' اس کا محمل یہ ہے کہ وہ اسلام کے مشہور ہونے اور جہاد کا حکم نازل ہونے سے پہلے فوت ہو گئے۔

لیکن اس پر یہ اعتراض ہے کہ محمد بن عائذ نے ''المغازی'' میں عثمان بن عطاء خراسانی کی سند سے روایت کیا کہ ورقہ بن نوفل نصرانیت پر فوت ہو گئے تھے' اس کا جواب یہ ہے کہ عثمان ضعیف راوی ہے۔

الزبیر نے کہا ہے کہ ورقہ بتوں کی عبادت کو برا جانتے تھے' اور انہوں نے متعدد شہروں میں پھر کر صحیح دین کو تلاش کیا اور کتابوں کا مطالعہ کیا اور حضرت خدیجہ ان سے نبی ﷺ سے متعلق سوال کیا کرتی تھیں اور وہ کہتے تھے کہ میرا یہی یقین ہے کہ وہ اس امت کے نبی ہیں اور یہ وہی ہیں جن کی حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ نے بشارت دی ہے۔

امام ابن عدی المتوفی ۳۶۵ھ نے ''الکامل'' میں اپنی سند کے ساتھ حضرت جابر سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: میں نے ورقہ کو جنت کے نشیب میں دیکھا' ان پر ریشمی لباس تھا' امام ابن عدی نے کہا: اس کی سند میں اسماعیل اپنے والد سے منفرد ہے۔ (الکامل فی ضعفاء الرجال ج ۱ ص ۵۲۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

حافظ ابن حجر کہتے ہیں: لیکن امام ابن السکن نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے' اس میں یہ عبارت ہے: میں نے جنت کے دریاؤں میں ایک دریا پر ورقہ کو دیکھا کیونکہ وہ کہتے تھے: میرا اور زید کا دین ایک ہے اور میرا اور زید کا معبود ایک ہے۔

امام محمد بن ابی شیبہ اور امام بزار نے روایت کیا ہے کہ حضرت عائشہ نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے ورقہ بن نوفل کو برا کہنے سے منع فرمایا ہے۔

یونس بن بکیر کی ''مغازی'' میں عروہ سے روایت ہے کہ ورقہ کے بھائی نے ایک شخص کو برا کہا' اس نے جواب میں ورقہ کو برا کہا' نبی ﷺ کو یہ بات پہنچی تو آپ نے اس کو منع کیا اور فرمایا: میں نے ورقہ کے لیے ایک جنت یا دو جنتیں دیکھی ہیں' پھر آپ نے اس کو برا کہنے سے منع فرمایا۔

امام بزار نے اور امام احمد نے حضرت عائشہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت خدیجہ نے نبی ﷺ سے ورقہ بن نوفل کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا: میں نے اس کو سفید لباس میں دیکھا ہے میرا گمان ہے کہ اگر وہ اہل دوزخ میں سے ہوتا تو اس پر سفید لباس نہ ہوتا۔ (مسند احمد ج ٦ ص ٥٦ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۴۳۶۷۔ ج ۴۰ ص ۴۳۰' مسند عبد الرزاق: ۹۷۰۹' سنن ترمذی: ۲۲۸۸' المستدرک ج ۴ ص ۳۹۳' مسند ابویعلیٰ: ۲۰۴۷)(الاصابہ ج ٦ ص ۴۷۷۔ ۴۷۴ ملخصاً دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۵ھ)

٤- قال ابْنُ شِهَابٍ وَاَخْبَرَنِيْ اَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ' اَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ الْاَنْصَارِيَّ قَالَ وَهُوَ يُحَدِّثُ عَنْ فَتْرَةِ الْوَحْيِ ' فَقَالَ فِيْ حَدِيْثِهٖ بَيْنَا اَنَا اَمْشِيْ اِذْ سَمِعْتُ صَوْتًا مِّنَ السَّمَآءِ ' فَرَفَعْتُ بَصَرِيْ' فَاِذَا الْمَلَكُ الَّذِيْ جَاءَنِيْ بِحِرَاءٍ جَالِسٌ عَلٰى كُرْسِيٍّ بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ' فَرُعِبْتُ مِنْهُ' فَرَجَعْتُ فَقُلْتُ زَمِّلُوْنِيْ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿يٰٓاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُO قُمْ فَاَنْذِرْO وَرَبَّكَ فَكَبِّرْO وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْO وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ﴾ (المدثر: ۵۔۱) فَحَمِيَ الْوَحْيُ وَ تَتَابَعَ.

ابن شہاب نے کہا کہ ابوسلمہ بن عبد الرحمن نے مجھے خبر دی کہ حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہ وحی کے رکنے کا حال بیان کر رہے تھے' انہوں نے کہا: جس وقت میں جا رہا تھا تو میں نے آسمان سے ایک آواز سنی' میں نے نظر اٹھائی تو میں نے دیکھا کہ وہی فرشتہ' جو میرے پاس حراء میں آیا تھا' وہ آسمان اور زمین کے درمیان کرسی پر بیٹھا ہوا تھا' میں اس سے مرعوب ہو کر لوٹ آیا' میں نے کہا: مجھے چادر اڑھاؤ' پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل کیں: ''اے چادر اوڑھنے والےO اٹھیے پس لوگوں کو اللہ کے عذاب سے ڈرائیےO اور اپنے رب کی کبریائی بیان کیجئےO اور اپنے کپڑوں کو پاک رکھیےO اور بتوں کے ترک پر قائم رہیےO'' (المدثر: ۵۔۱) پھر بہ کثرت وحی کا نزول ہوا اور لگاتار وحی آنے لگی۔

تَابَعَهٗ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ وَ اَبُوْ صَالِحٍ' وَتَابَعَهٗ هِلَالُ بْنُ رَدَّادٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ . وَقَالَ يُوْنُسُ وَمَعْمَرٌ بَوَادِرُهٗ. [اطراف الحدیث: ۳۲۳۸۔ ۴۹۲۲۔ ۴۹۲۳۔ ۴۹۲۴۔ ۴۹۲۵۔ ۴۹۲٦۔ ۴۹۵۴۔ ٦۲۱۴]

(صحیح مسلم: ۱٦۱' سنن ترمذی: ۳۳۲۵' السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۱۶۳۱)

عبد اللہ بن یوسف اور ابوصالح نے (لیث سے روایت میں) یحییٰ بن بکیر کی متابعت کی اور ھلال بن رداد نے (ابن شہاب) زہری سے روایت میں عقیل کی متابعت کی اور یونس اور معمر نے ''آپ کا دل کپکپا رہا تھا'' کی بجائے کہا ہے: ''آپ کے کندھوں کے درمیان گوشت کپکپا رہا تھا''۔

صحیح البخاری: ٤ کے رجال کا تعارف

(۱) اس حدیث کے پہلے راوی ہیں ابن شہاب اور وہ محمد بن مسلم الزہری ہیں' ان کا تعارف صحیح البخاری: ۳ کے رجال میں ہو چکا ہے(۲) اس حدیث کے دوسرے راوی ہیں ابوسلمہ' ان کا نام عبد اللہ یا اسماعیل ہے اور ان کی کنیت ابن عبد الرحمن بن عوف ہے' اور حضرت عبد الرحمان بن عوف ان دس صحابہ میں سے ہیں جن کو جنت کی بشارت دی گئی' یہ قرشی مدنی تابعی ہیں' یہ سات فقہاء مدینہ میں سے ایک ہیں' یہ ۷۲ سال کی عمر گزار کر الولید بن عبد الملک کے زمانہ میں ۹۴ھ میں فوت ہوئے (۳) اس حدیث کے تیسرے راوی حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری ہیں' انہوں نے نبی ﷺ سے ۱۵۴۰ احادیث روایت کی ہیں' امام بخاری اور امام مسلم نے ان میں سے ۲۱۰ احادیث روایت کی ہیں' ان میں ۵۸ احادیث پر دونوں متفق ہیں' ۲٦ احادیث کے ساتھ امام بخاری منفرد ہیں اور ۱۲٦ احادیث کے ساتھ امام مسلم منفرد ہیں' یہ ۹۴ سال کی عمر میں مدینہ میں فوت ہو گئے تھے' وفات سے پہلے نابینا ہو گئے تھے' ان کی وفات ۷۴ھ یا ۷۸ھ یا ۷۹ھ میں ہوئی' یہ آخری صحابی تھے جو مدینہ میں فوت ہوئے' صحابہ میں جابر بن عبد اللہ نام کے تین اشخاص ہیں: ایک

یہ ہیں، دوسرے جابر بن عبد اللہ بن رباب بن نعمان ہیں، تیسرے جابر بن عبد اللہ الراسبی ہیں اور صحابہ میں صرف جابر نام کے چوبیس افراد ہیں۔ (عمدة القاری ج ١ص ١١٧)

حدیث مذکور کی فنی حیثیت

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند کے اوّل راویوں کا ذکر نہیں ہے اور اس کی سند کو ابن شہاب زہری سے شروع کیا ہے اور جس حدیث کی سند کے اوّل حصہ کو ذکر نہ کیا جائے اس کو تعلیق کہا جاتا ہے اور امام بخاری اس تعلیق کو ذکر کرتے ہیں، جو ان کے نزدیک مسند ہو، یا تو اس کی سند پہلے گزر چکی ہے، جیسے انہوں نے حدیث نمبر ٣ کے شروع میں کہا ہے: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی، انہوں نے عقیل سے روایت کی، پھر کہا: ابن شہاب زہری نے کہا: اور یا اس کی کوئی اور سند ہے، جس کو کسی ایسی غرض سے ترک کر دیا، جو تعلیق کی اغراض ہوتی ہیں، مثلاً یہ کہ وہ ثقات کے نزدیک معروف ہے یا اس وجہ سے کہ اس کتاب میں کسی اور جگہ اس کا ذکر ہے یا اس طرح کی اور کوئی وجہ، حافظ ابن حجر نے کہا: جس کا یہ زعم ہے کہ یہ سند معلق ہے، اس نے خطا کی۔ میں کہتا ہوں کہ حافظ نے اس سے علامہ کرمانی پر تعریض کی ہے، حالانکہ تعریض کی کوئی وجہ نہیں ہے کیونکہ اس حدیث کی سند بہ ظاہر صورةً معلق ہے اگر چہ دوسری جگہ یہ حدیث مسند ہے کیونکہ یہ حدیث '' کتاب الادب '' میں اور '' کتاب التفسیر '' میں مذکور ہے اور وہاں اس حدیث کی پوری سند ذکر کی گئی ہے۔ (عمدة القاری ج ١ص ١١٨۔ ١١٧، دار الکتب العلمیہ بیروت، ١٤٢١ھ)

انقطاع وحی کی مدت کی تحقیق

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت جابر فترت وحی کا حال بیان کر رہے تھے، فترت کا معنی ہے: انقطاع وحی کا زمانہ، چونکہ پہلی وحی کے موقع پر آپ کو سخت گھبراہٹ اور وحشت ہوئی تھی تو آپ کو وحی سے مانوس کرنے کے لیے اور آپ کو وحی کا اشتیاق دلانے کے لیے کچھ عرصہ آپ پر وحی کا نزول روک لیا گیا تھا، اس مدت کے بیان میں محدثین کے حسب ذیل اقوال ہیں:

علامہ بدر الدین محمد بن بہادر الزرکشی المتوفی ٧٩٤ھ لکھتے ہیں:

یہ مدت اڑھائی سال تھی اور امام ابن اسحاق نے کہا ہے: یہ مدت تین سال تھی۔

(التنقیح لالفاظ الجامع الصحیح ج ١ص ٣٠، دار الکتب العلمیہ بیروت، ١٤٢٤ھ)

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ٩١١ھ لکھتے ہیں:

امام احمد بن حنبل نے اپنی '' تاریخ '' میں شعبی سے روایت کیا کہ انقطاع وحی کی مدت تین سال تھی اور اسی پر امام ابن اسحاق کا جزم ہے۔ (التوشیح علی الجامع الصحیح ج ١ص ٧٦، دار الکتب العلمیہ بیروت، ١٤٢٠ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ نے فترت الوحی کے متعلق بہت تفصیل سے لکھا ہے:

'' تاریخ احمد بن حنبل '' میں شعبی سے روایت ہے کہ انقطاع وحی کی مدت تین سال تھی اور اسی پر امام ابن اسحاق کو اعتماد ہے، اور امام بیہقی نے روایت کیا ہے کہ آپ کی ابتداء نبوت میں سچے خواب دیکھنے کی مدت چھ ماہ تھی، اس بناء پر آپ کی ولادت کے ماہ ربیع الاوّل سے چالیس سال پورے ہونے کے بعد سچے خوابوں سے آپ کی نبوت کی ابتداء ہوئی، اور بیداری میں وحی کی ابتداء رمضان میں ہوئی، اور فترت وحی کی تین سالہ مدت جو '' اقراء باسم ربك '' اور '' یا ایها المدثر '' کے نزول کا درمیانی عرصہ ہے، اس مدت سے یہ مراد نہیں ہے کہ اس دوران آپ کے پاس جبریل امین نہیں آتے تھے، بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ '' اقراء '' کے بعد تین سال تک قرآن نازل نہیں ہوا اور اس کے تین سال بعد سورہ '' یایها المدثر '' نازل ہوئی۔ '' تاریخ احمد بن حنبل '' میں شعبی سے روایت ہے:

چالیس سال کی عمر میں آپ پر نبوت نازل ہوئی' پھر تین سال تک اسرافیل آپ کی نبوت کے ساتھ رہے اور ان کی زبان سے آپ پر قرآن نازل نہیں ہوا' اور وہ آپ کو تعلیم دیتے رہے اور جب تین سال پورے ہو گئے' تو جبریل آپ کے ساتھ رہے' پھر ان کی زبان سے بیس سال تک آپ پر قرآن نازل ہوتا رہا' علامہ سہیلی نے کہا ہے کہ بعض روایات میں ہے کہ انقطاع وحی کی مدت اڑھائی سال ہے اور بعض روایات میں ہے کہ انقطاع وحی کی مدت چھ ماہ ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: انقطاع وحی کی مدت چند ایام ہے' اس کی مفصل بحث ان شاء اللہ'' کتاب التعبیر'' میں آئے گی۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۵۰۶' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

مشکل الفاظ کے معانی

اس حدیث میں'' کرسی'' کا لفظ ہے' اس کی جمع'' کراسی'' ہے' الماوردی نے کہا:'' کرسی'' کا اصل معنی علم ہے' اس لیے جس صحیفہ میں علم کی باتیں لکھی ہوئی ہوں' اس کو'' کراسۃ'' کہا جاتا ہے' زمخشری نے کہا:'' کرسی'' وہ چیز ہے جس پر بیٹھا جاتا ہے' نیز اس میں'' رعب'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: خوف' مرعوب ہونے کا معنی ہے: خوف زدہ ہونا'' المدثر'' کا معنی ہے: چادر لپیٹنے والے' عکرمہ نے کہا: اس کا معنی ہے: نبوت کی چادر لپیٹنے والے' المدثر: ۲ میں فرمایا:'' قم فانذر'' اس کا معنی ہے: جو لوگ اللہ پر ایمان نہیں لائے ان کو عذاب سے ڈرایئے' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تو بشارت دینے والے بھی ہیں اور ڈرانے والے بھی ہیں' اس آیت میں صرف ڈرانے پر اقتصار کیوں کیا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ بشارت اس کے لیے ہوتی ہے جو اسلام میں داخل ہو جائے' اس وقت تک لوگ اسلام میں داخل نہیں ہوئے تھے' المدثر: ۳ میں فرمایا:'' وربك فكبر'' اس کا معنی ہے: اللہ کی تعظیم کیجئے اور جو صفات اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق نہیں ہیں' ان سے اللہ تعالیٰ کی براءت بیان کیجئے' ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد نماز کی تکبیر ہے' المدثر: ۴ میں فرمایا:'' وثيابك فطهر'' اس کا معنی ہے: اپنے کپڑوں کو نجاست سے پاک رکھیے' ایک قول یہ ہے کہ'' ثیاب'' سے مراد ہے: نفس' یعنی اپنے نفس کو ہر عیب اور نقص سے پاک رکھیے' المدثر: ۵ میں فرمایا:'' والرجز فاهجر'' اکثرین کے نزدیک'' رجز'' کا معنی بت ہیں' یعنی حسب معمول بتوں سے دُور رہیں۔ بعض نے کہا:'' رجـــز'' سے مراد شرک ہے' بعض نے کہا: اس سے مراد گناہ ہے' لغت میں'' رجز'' کا معنی بتوں کی عبادت کرنا ہے' اور اس حدیث میں'' فحمي'' کا لفظ ہے'' حمی'' کا معنی ہے: کسی چیز کا گرم ہونا اور اس سے مراد ہے: کسی چیز کا بہ کثرت ہونا' جیسے کہتے ہیں: بازار گرم ہو گیا یعنی اس میں خرید و فروخت بہ کثرت ہو رہی ہے اور بازار ٹھنڈا ہو گیا یعنی اس میں خرید و فروخت کم ہو رہی ہے' اور'' تتابع'' کا لفظ ہے' اس سے مراد ہے: کسی کام کا مسلسل ہونا اور منقطع نہ ہونا۔

یعنی پہلی وحی (اقراء باسم ربك) کے بعد وحی کا آنا رک گیا تھا اور جمہور کے قول کے مطابق تین سال تک رکا رہا' پھر اس کے بعد وحی کا نزول شروع ہو گیا اور تسلسل کے ساتھ جاری ہو گیا۔ (عمدۃ القاری ج ۱ ص ۱۱۹۔ ۱۱۸ ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

اس کے بعد امام بخاری نے بتایا ہے کہ صحیح البخاری: ۳ کی جو سند ذکر کی گئی تھی' اس میں دو راویوں (یحییٰ بن بکیر اور عقیل) کے متابع بھی ہیں' اب ہم ان کے متابع کو تفصیل سے بیان کریں گے اور متابعت کی تعریف ذکر کریں گے۔

صحیح البخاری: ۳ کی سند میں متابعت کی تفصیل

اگر کوئی راوی حدیث میں اپنے شیخ سے روایت میں متفرد ہو یعنی اس کے علاوہ اور کوئی راوی اس حدیث کو اس کے شیخ سے روایت نہ کر رہا ہو تو اس روایت کو غریب اور فرد کہا جاتا ہے' لیکن اگر بعد میں تحقیق اور تتبع سے یہ معلوم ہو جائے کہ اور راوی بھی اس شیخ سے روایت کر رہے ہیں تو وہ روایت غرابت سے نکل جاتی ہے اور اس متفرد راوی کو متابَع (ب کی زبر) اور متابعت کرنے والے کو متابِع (ب کی زیر) اور اس کے شیخ کو متابَع علیہ کہا جاتا ہے۔ صحیح البخاری: ۳ کی سند میں یہ گمان کیا جا رہا تھا کہ یحییٰ بن بکیر اس حدیث

کی روایت میں اپنے شیخ لیث سے متفرد ہے اس بناء پر اس حدیث کو غریب اور فرد کہا جا رہا تھا' بعد میں تحقیق اور تتبع سے معلوم ہوا کہ عبد اللہ بن یوسف اور ابو صالح بھی اس حدیث کو لیث سے روایت کر رہے ہیں لہٰذا یہ حدیث غرابت سے نکل گئی اور عبد اللہ بن یوسف اور ابو صالح متابع ہیں اور یحییٰ بن بکیر متابَع (ب پر زبر) ہیں اور لیث متابَع علیہ ہے۔

اسی طرح اس حدیث کی سند میں عُقیل کے بارے میں یہ گمان تھا کہ وہ اس حدیث کی روایت میں محمد بن مسلم ابن شہاب زہری سے متفرد ہے' لیکن بعد میں تحقیق اور تتبع سے معلوم ہوا کہ ھلال بن رداد نے بھی اس حدیث کو ابن شہاب زہری سے روایت کیا ہے' لہٰذا یہ حدیث غرابت سے نکل گئی' سو ھلال بن رداد متابع ہوا اور عُقیل متابَع (ب کی زبر) ہوا اور ابن شہاب زہری متابَع علیہ ہوا۔

متابعت تامہ اور متابعت قاصرہ کی تعریفیں اور متابع اور شاہد کا فرق

علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ ھ لکھتے ہیں:

اعتبار کی تعریف یہ ہے کہ کسی حدیث کے راوی میں یہ غور کیا جائے کہ اس حدیث کی روایت میں کوئی اور راوی بھی اس کا شریک ہے یا نہیں' اگر شریک ہے تو وہ اس کے شیخ سے اس حدیث کو روایت کر رہا ہے یا اس کے شیخ الشیخ سے' اگر دوسرا راوی اس کے شیخ سے اس حدیث کو روایت کر رہا ہے تو یہ متابعت تامہ ہے اور اگر دوسرا راوی اس کے شیخ الشیخ سے اس حدیث کو روایت کر رہا ہے تو یہ متابعت قاصرہ ہے' اسی طرح آخر اسناد تک غور کیا جائے' اگر کوئی راوی اس روایت میں شریک نہ ہو تو پھر دیکھا جائے کہ کوئی اور راوی اس حدیث کے معنی کی روایت کر رہا ہے یا نہیں' اگر کوئی اور راوی اس حدیث کے معنی کی روایت کر رہا ہو تو اس کو شاہد کہا جائے گا اور اگر کوئی اور راوی اس حدیث کے معنی کی بھی روایت نہ کر رہا ہو تو پھر وہ حدیث فرد اور غریب ہوگی۔

(تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی ص ۱۱۸' دار الکتاب العربی بیروت' ۱۴۲۴ ھ)

متابعت تامہ اور متابعت قاصرہ کی مثالیں

علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ ھ لکھتے ہیں:

اعتبار کی مثال یہ ہے کہ مثلاً حماد اس سند سے ایک حدیث روایت کرتے ہیں: از ایوب' از ابن سیرین' از ابوہریرہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اس سند میں ایوب کا کوئی متابع نہیں ہے' پھر تفتیش کی جائے گی کہ آیا ایوب کے علاوہ کوئی اور ثقہ راوی ابن سیرین سے اس حدیث کو روایت کرتا ہے' پھر اگر ایوب کے علاوہ ابن سیرین سے کوئی اور ثقہ راوی اس حدیث کو روایت نہ کرتا ہو تو پھر دیکھا جائے گا کہ آیا ابن سیرین کے علاوہ کوئی اور ثقہ راوی اس حدیث کو حضرت ابوہریرہ سے روایت کرتا ہے' پھر اگر حضرت ابوہریرہ سے اس حدیث کو روایت کرنے والا ابن سیرین کے علاوہ نہ ملے تو پھر دیکھا جائے گا کہ آیا حضرت ابوہریرہ کے علاوہ کسی اور صحابی نے اس حدیث کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا ہے یا نہیں' ان مذکورہ امور میں سے جس چیز کا بھی ثبوت مل جائے تو پتا چل جائے گا کہ اس حدیث کی اصل ہے' پھر اس کی طرف رجوع کیا جائے گا اور متابعت یہ ہے کہ اس حدیث کو حماد کے علاوہ کوئی اور راوی ایوب سے روایت کرے تو پھر یہ متابعت تامہ ہوگی یا ابن سیرین کے علاوہ کوئی اور راوی حضرت ابوہریرہ سے روایت کرے یا حضرت ابوہریرہ کے علاوہ کوئی اور صحابی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس حدیث کو روایت کرے تو ان میں سے ہر ایک کو متابعت کہا جائے گا اور پہلی صورت کے بعد جس قدر بعد والی صورتیں ہیں وہ متابعت قاصرہ ہیں' اور متابعت کو شاہد بھی کہا جاتا ہے' اور شاہد یہ ہے کہ اس حدیث کو کوئی ثقہ راوی معنی کے اعتبار سے روایت کرے اور متابعت کو شاہد نہیں کہا جاتا (یعنی شاہد خاص ہے کہ کوئی ثقہ راوی اس حدیث کو معنیً روایت کرے اور متابع عام ہے کہ کوئی ثقہ راوی اس حدیث کو لفظاً روایت کرے یا معنیً روایت کرے)۔ (تقریب النواوی مع تدریب الراوی ص ۱۲۰' دار الکتاب العربی' ۱۴۲۴ ھ)

٤ - بَابٌ

٥- حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ عَوَانَةَ قَالَ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ أَبِي عَائِشَةَ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى ﴿لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ﴾ (القیامۃ: ١٦) قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَالِجُ مِنَ التَّنْزِيْلِ شِدَّةً وَكَانَ مِمَّا يُحَرِّكُ شَفَتَيْهِ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَأَنَا أُحَرِّكُهُمَا لَكُمْ كَمَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحَرِّكُهُمَا وَقَالَ سَعِيْدٌ أَنَا أُحَرِّكُهُمَا كَمَا رَأَيْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يُحَرِّكُهُمَا فَحَرَّكَ شَفَتَيْهِ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالَى ﴿لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ﴾ (القیامۃ: ١٦) قَالَ جَمْعُهُ لَهُ فِي صَدْرِكَ وَتَقْرَأَهُ ﴿فَإِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ﴾ (القیامۃ: ١٨) قَالَ فَاسْتَمِعْ لَهُ وَأَنْصِتْ ﴿ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ﴾ (القیامۃ: ١٩) ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا أَنْ تَقْرَأَهُ فَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ ذٰلِكَ إِذَا أَتَاهُ جِبْرِيْلُ اسْتَمَعَ فَإِذَا انْطَلَقَ جِبْرِيْلُ قَرَأَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا قَرَأَهُ.

[اطراف الحدیث: ۴۹۲۷ـ۴۹۲۸ـ۴۹۲۹ـ۵۰۴۴ـ۷۵۲۴]
(صحیح مسلم: ۴۴۸ سنن ترمذی: ۳۳۲۹ سنن نسائی: ۹۳۴،۹۳۵ السنن الکبریٰ للنسائی: ۷۹۸۰)

باب

امام بخاری نے کہا کہ ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا کہ ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا کہ ہمیں موسیٰ بن ابی عائشہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا کہ ہمیں سعید بن جبیر نے حدیث بیان کی کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے "آپ قرآن کے ساتھ عجلت میں (یاد کرنے کے لیے) اپنی زبان کو حرکت نہ دیں" (القیامۃ:١٦) کی تفسیر میں بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن مجید کے حصول میں مشقت اٹھاتے تھے اور آپ اپنے ہونٹوں کو ہلاتے تھے حضرت ابن عباس نے فرمایا: میں تمہارے لیے ہونٹوں کو ہلاتا ہوں جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہونٹوں کو ہلاتے تھے اور سعید نے کہا: میں اس طرح ہونٹوں کو ہلاتا ہوں جس طرح میں نے حضرت ابن عباس کو ہونٹ ہلاتے ہوئے دیکھا ہے پھر انہوں نے اپنے ہونٹوں کو ہلایا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائیں: "آپ قرآن کے ساتھ عجلت میں (یاد کرنے کے لیے) اپنی زبان کو حرکت نہ دیں O" (القیامۃ:١٦) حضرت ابن عباس نے کہا: یعنی اس قرآن کو آپ کے سینہ میں جمع کرنا اور آپ کا اس کو پڑھنا (ہمارے ذمہ ہے)۔ "پس جب ہم اس کو پڑھ چکیں تو آپ اس پڑھے ہوئے کی اتباع کریں O" (القیامۃ:١٨) حضرت ابن عباس نے کہا: (جبریل کے پڑھنے کے دوران) آپ سنیں اور خاموش رہیں۔ "پھر آپ کے لیے اس کو بیان کرنا ہمارے ذمہ ہے O" (القیامۃ:١٩) یعنی پھر آپ کا اس کو پڑھنا یہ ہمارے ذمہ ہے اس کے بعد جب حضرت جبریل آتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غور سے سنتے پھر جب حضرت جبریل چلے جاتے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح قرآن پڑھتے جس طرح حضرت جبریل نے پڑھا تھا۔

صحیح البخاری: ۵ کے رجال کا تعارف خصوصاً حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا تعارف

(۱) اس حدیث کے پہلے راوی ہیں ابوسلمہ موسیٰ بن اسماعیل المنقری یہ بہت بڑے حافظ الحدیث ہیں یہ رجب ۲۲۳ھ میں بصرہ میں فوت ہوئے تھے ان سے یحییٰ بن معین بخاری ابوداؤد مسلم اور ترمذی نے احادیث روایت کی ہیں الداودی نے کہا: ہم نے ان سے ۳۵ ہزار احادیث لکھی ہیں (۲) دوسرے راوی ابوعوانہ ہیں ان کا نام الوضاح بن عبداللہ الیشکری ہے انہوں نے حسن بصری اور ابن سیرین کی زیارت کی ہے اور محمد بن المنکدر سے ایک حدیث کا سماع کیا ہے اور شعبہ وکیع ابن مہدی اور بہت تابعین اور تبع

تابعین سے احادیث روایت کی ہیں' ابن ابی حاتم نے کہا: ان کی لکھی ہوئی احادیث صحیح ہیں اور جب وہ اپنے حافظہ سے احادیث بیان کریں تو ان میں بہت اغلاط ہوتی ہیں' یہ بہت صادق تھے' ان کی وفات ۱۷۵ھ یا ۱۷۶ھ میں ہوئی ہے(۳) تیسرے راوی موسیٰ بن ابی عائشہ ابوالحسن الکوفی الھمد انی ہیں' انہوں نے بہ کثرت مشہور تابعین سے احادیث کو روایت کیا ہے' سفیان ثوری' یحییٰ بن معین' بخاری اور ابوحبان نے ان کی توثیق کی ہے' ان کا نام معروف نہیں ہے(۴) چوتھے راوی سعید بن جبیر ہیں' علم اور عبادت میں ان کی امامت مجمع علیہ ہے' ۹۵ھ میں ان کو حجاج نے شہید کر دیا تھا' ان کی شہادت کے چند دن بعد حجاج بھی فوت ہو گیا تھا' ان کے بعد وہ کسی کو قتل نہیں کر سکا' انہوں نے بہت سے صحابہ سے احادیث سنی ہیں' ان میں حضرت ابن مسعود' حضرت ابن عمر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم شامل ہیں اور بہت سے تابعین سے بھی سماع حدیث کیا ہے' ان میں زہری بھی ہیں(۵) پانچویں راوی حضرت عبداللہ بن عباس بن عبد المطلب بن ہشام بن عبد مناف ہیں' یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عم زاد تھے' ان کی والدہ حضرت ام الفضل لبابہ الکبریٰ بنت الحارث ہیں' حضرت ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا ان کی بہن ہیں' ان کے عظیم علم کی وجہ سے ان کو حبر الامۃ اور ترجمان القرآن کہا جاتا ہے' یہ چار عبادلہ میں سے ایک ہیں یعنی عبداللہ بن عباس' عبداللہ بن عمر' عبداللہ بن عمرو بن العاص اور عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہم' امام احمد نے کہا: چھ صحابہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ روایات کی ہیں: ابوہریرہ' ابن عباس' ابن عمر' حضرت ام المؤمنین عائشہ' جابر بن عبداللہ اور انس رضی اللہ عنہم۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ۱۶۶۰ احادیث روایت کی ہیں' ان میں سے ۹۵ احادیث پر بخاری اور مسلم متفق ہیں' ۲۱ احادیث کے ساتھ بخاری منفرد ہیں اور ۴۹ احادیث کے ساتھ مسلم منفرد ہیں۔ حضرت ابن عباس ہجرت سے تین سال پہلے شعب ابوطالب میں پیدا ہوئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت ان کی عمر تیرہ سال تھی' وہ ۶۸ھ میں طائف میں فوت ہو گئے' صحیح قول یہ ہے کہ اس وقت ان کی عمر ۷۱ سال تھی اور اس وقت حضرت ابن الزبیر کی مکہ میں حکومت تھی' حضرت ابن عباس آخر عمر میں نابینا ہو گئے تھے' محمد بن حنفیہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی تھی۔ (عمدۃ القاری ج ۱ ص ۱۲۵)

سورۃ القیامۃ :۱۶۔۱۹ کی تفسیر

ایک سوال یہ ہے کہ قرآن مجید میں زبان کو ہلانے کا ذکر ہے' جب کہ حضرت ابن عباس نے ہونٹوں کے حرکت دینے کا ذکر کیا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں کوئی تعارض نہیں ہے' زبان کی حرکت کو ہونٹوں کی حرکت لازم ہے اور زبان کو حرکت دینے کی ممانعت کا معنی یہ ہے کہ ہونٹوں کو بھی حرکت نہ دیں۔

القیامہ :۱۶ میں فرمایا: (آپ قرآن کو یاد کرنے کے لیے) عجلت کے ساتھ اپنی زبان کو حرکت نہ دیں O

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن مجید کی کوئی آیت نازل ہوتی تو آپ جلدی جلدی اپنی زبان کو حرکت دیتے' آپ حضرت جبریل علیہ السلام کے ساتھ اس آیت کو دہراتے رہتے تھے' آپ کا ارادہ یہ ہوتا تھا کہ آپ اس آیت کو حفظ کر لیں' تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: آپ (قرآن کو یاد کرنے کے لیے) عجلت کے ساتھ اپنی زبان کو حرکت نہ دیں' آپ اپنے ہونٹوں کو حرکت دیتے تھے' سفیان نے اپنے ہونٹوں کو حرکت دے کر دکھایا' امام ابوعیسیٰ ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

القیامہ :۱۷ میں فرمایا: بے شک اس کو (آپ کے سینہ میں) جمع کرنا اور آپ کا اس کو پڑھنا ہمارے ذمہ ہے O

حضرت ابن عباس نے فرمایا: یعنی ہمارے ذمہ ہے کہ ہم اس قرآن کو آپ کے سینہ میں جمع کریں' پس جب ہم قرآن کی کوئی آیت نازل کریں تو آپ غور سے سنیں' پھر یہ ہمارے ذمہ ہے کہ ہم اس قرآن کو آپ کی زبان سے پڑھوائیں' اس کے بعد جب

حضرت جبریل آتے تو آپ سر جھکا کر بیٹھ جاتے' پھر جب وہ چلے جاتے تو آپ قرآن مجید کی ان آیتوں کو اسی طرح پڑھ لیتے تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا تھا۔ (صحیح البخاری: ۴۹۲۰' صحیح مسلم: ۴۴۸' سنن ترمذی: ۳۳۲۹)

مفسرین نے اس آیت کی تفسیر میں یہ کہا ہے کہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت جبریل دوبارہ آپ کے پاس آئیں اور آپ کے سامنے دوبارہ ان آیات کو پڑھیں اور آپ سن کر ان کو دہرائیں' حتیٰ کہ آپ کو وہ آیات حفظ ہو جائیں۔

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد یہ ہو کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! ہم یہ آیات آپ سے اس طرح پڑھوائیں گے کہ آپ ان کو نہیں بھولیں گے' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰى. (الاعلیٰ: ٦) ہم عنقریب آپ کو پڑھائیں گے سو آپ نہیں بھولیں گے۔

(تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۷۲۸' دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۵ھ)

القیامۃ: ۱۸ میں فرمایا: سو جب ہم اس کو پڑھ چکیں تو آپ پڑھے ہوئے کی اتباع کریں O

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریل علیہ السلام کے پڑھنے کو اپنا پڑھنا قرار دیا ہے اور یہ آیت حضرت جبریل علیہ السلام کے شرف عظیم پر دلالت کرتی ہے' ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ایسی متعدد آیات ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے آپ کے فعل کو اپنا فعل قرار دیا ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ستر انصار سے ان کی جانوں اور مالوں کو جنت کے عوض خرید لیا تھا' اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ. (التوبۃ: ۱۱۱) بے شک اللہ نے مؤمنوں سے ان کی جانوں اور مالوں کو جنت کے بدلہ میں خرید لیا۔

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کرنے کو اپنے ہاتھ پر بیعت کرنا قرار دیا:

اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ. (الفتح: ۱۰) بے شک جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں وہ یقیناً اللہ سے بیعت کر رہے ہیں' ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔

حالانکہ ان کے ہاتھوں پر آپ کا ہاتھ تھا۔ اسی طرح فرمایا:

وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى. (الانفال: ۱۷) اور آپ نے (حقیقت میں) کنکریاں نہیں ماریں' جب آپ نے (بہ ظاہر) کنکریاں ماری تھیں لیکن وہ کنکریاں اللہ نے ماری تھیں۔

اسی طرح یہ آیت ہے:

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ. (النساء: ۸۰) جس نے رسول کی اطاعت کر لی اس نے اللہ کی اطاعت کر لی۔

حضرت جبریل کے پڑھنے کی اتباع کا معنی

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جب حضرت جبریل قرآن پڑھیں تو آپ ان کے پڑھنے کی اتباع کریں۔

قتادہ نے کہا: اس کا معنی یہ ہے کہ آپ قرآن کے حلال اور حرام میں اس کی اتباع کریں۔

صحیح یہ ہے کہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ آپ کا پڑھنا حضرت جبریل کے پڑھنے کے ساتھ ساتھ نہیں ہونا چاہیے بلکہ واجب

ہے کہ جب تک حضرت جبریل پڑھتے رہیں' آپ خاموشی سے ان کے پڑھنے کو سنتے رہیں' حتیٰ کہ جب حضرت جبریل اپنے پڑھنے سے فارغ ہو جائیں تو اس کے بعد آپ پڑھنا شروع کریں اور پڑھنے کی اتباع کا یہی معنی ہے اور حلال اور حرام میں قرآن مجید کی اتباع کا یہ کوئی مقام نہیں ہے' جیسا کہ اس سے پہلے ''صحیح بخاری'' کی روایت سے گزر چکا ہے کہ جب حضرت جبریل علیہ السلام قرآن مجید کی کسی آیت کو لے کر نازل ہوتے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سر جھکا کر سنتے رہتے تھے اور جب حضرت جبریل چلے جاتے تو پھر آپ پڑھنا شروع کرتے۔

القیامۃ :۱۹ میں فرمایا: پھر اس کا معنی بیان کرنا ہمارے ذمہ ہےO

حضرت جبریل سے قرآن مجید کے معانی پوچھنے کی ممانعت

امام رازی فرماتے ہیں: یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت جبریل کے پڑھنے کے ساتھ ساتھ پڑھتے تھے اور ان کے پڑھنے کے درمیان میں قرآن مجید کے مشکل مباحث اور اس کے معانی کے متعلق حضرت جبریل سے پوچھتے رہتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان دونوں باتوں سے منع کیا اور فرمایا: آپ حضرت جبریل کے ساتھ ساتھ نہ پڑھیں بلکہ ان کے پڑھنے کے بعد پڑھیں اور قرآن مجید کے معانی کے متعلق آپ پریشان نہ ہوں' نہ حضرت جبریل سے اس کے معنی کے متعلق پوچھیں' اس کا معنی بیان کرنا ہمارے ذمہ ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۷۲۹' دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۵ھ)

امام ابو منصور محمد بن محمد بن محمود ماتریدی سمرقندی حنفی متوفی ۳۳۳ھ اس بحث میں لکھتے ہیں:

اس آیت کا معنی ہے: جن آیات کو ہم نے اجمالاً نازل کیا ہے' ان کا بیان کرنا ہم پر لازم ہے' پس اس کے بیان سے اس کا اتمام کر دیا جائے گا' اور یہ بتایا جائے گا کہ وہ کام جائز ہے یا مستحسن ہے کیونکہ فرائض کی کئی شاخیں ہوتی ہیں' ان میں ارکان' لوازم اور آداب ہوتے ہیں' اور اس میں یہ دلیل ہے کہ خطاب کے وقت سے بیان کو مؤخر کرنا جائز ہے اور فرمایا: ہم پر بیان کرنا لازم ہے' یعنی اس میں یہ کنایہ ہے کہ اس کا تعلق اصول کے ساتھ ہے یا فروع کے ساتھ ہے' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے اصول اور کنایات کو بیان کیا جائے گا اور بعد میں جو مجتہدین ان آیات میں غور و فکر کریں گے' ان پر ان آیات کے مقاصد کھول دیئے جائیں گے۔

(تاویلات اہل السنۃ ج ۵ ص ۳۳۹' مؤسسۃ الرسالۃ' ناشرون' ۱۴۲۵ھ)

* اس حدیث کی شرح' ہم نے ''شرح صحیح مسلم'' میں بھی کی ہے' وہاں ان اُمور میں سے کسی چیز کا ذکر نہیں ہے' وہاں ہم نے اس مسئلہ کی مفصل تحقیق کی ہے کہ جب قرآن مجید پڑھا جائے تو اس کو سننا فرض عین ہے' یا فرض کفایہ۔ (دیکھئے: شرح صحیح مسلم: ۹۰۸۔ ج ۱ ص ۱۲۴۲) قرآن مجید سننے کی تحقیق ہم نے اپنی تفسیر میں بھی کی ہے۔ (دیکھئے: تبیان القرآن ج ۴ ص ۵۱۶۔ ۵۱۵' الاعراف: ۲۰۴)

۵ - بَابٌ

٦- حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا يُوْنُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ (ح) قَالَ وَحَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا يُوْنُسُ وَ مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ نَحْوَهُ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَجْوَدَ النَّاسِ' وَكَانَ اَجْوَدَ

باب

امام بخاری نے کہا کہ ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ ہمیں عبد اللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا کہ ہمیں یونس نے خبر دی' از زہری (ح) امام بخاری نے کہا کہ ہمیں بشر بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ ہمیں عبد اللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا کہ ہمیں یونس اور معمر نے اسی کی مثل خبر دی' از زُہری' انہوں نے کہا کہ مجھے عبید اللہ بن عبد اللہ نے خبر دی از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما'

مَا يَكُوْنُ فِي رَمَضَانَ حِيْنَ يَلْقَاهُ جِبْرِيْلُ وَكَانَ يَلْقَاهُ فِي كُلِّ لَيْلَةٍ مِنْ رَمَضَانَ فَيُدَارِسُهُ الْقُرْاٰنَ فَلَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَجْوَدُ بِالْخَيْرِ مِنَ الرِّيْحِ الْمُرْسَلَةِ.

[اطراف الحدیث: ١٩٠٢۔ ٣٢٢٠۔ ٣٥٥٤۔ ٤٩٩٧]

وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تمام لوگوں سے زیادہ سخاوت کرتے تھے اور سب سے زیادہ سخاوت آپ رمضان میں کرتے تھے جب حضرت جبریل آپ سے ملاقات کرتے اور حضرت جبریل آپ سے رمضان کی ہر رات میں ملاقات کرتے تھے اور آپ سے قرآن مجید کا دور کرتے تھے' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم (لوگوں کے نفع کے لیے) بھیجی ہوئی ہواؤں سے زیادہ خیر کی سخاوت کرتے تھے۔

(صحیح مسلم: ٢٣٠٨' سنن نسائی: ٢٠٩٥' السنن الکبریٰ للنسائی: ٧٩٩٣' صحیح ابن حبان: ٣٤٤٠' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ١ ص ٣٢٦' مسند احمد ج ١ ص ٢٨٩ طبع قدیم' مسند احمد: ٢٦١٦۔ ج ٤ ص ٣٧٥' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ١٤٢٠ھ)

دو سندوں کے درمیان ''ح'' لکھنے اور اس کو پڑھنے کی تحقیق

اس حدیث کی دو سندوں کے درمیان ''ح'' لکھی ہوئی ہے' یہ ''ح'' ''صحیح مسلم'' میں بہت زیادہ ہے اور ''صحیح البخاری'' میں کم ہے' اور محدثین کی عادت ہے کہ جب ایک حدیث کی دو یا دو سے زیادہ سندیں ہوں تو وہ ایک سند سے دوسری سند کی طرف منتقل ہوتے وقت حرف ''حا'' (ح) لکھ دیتے ہیں اور یہ ''تحوّل'' سے ماخوذ ہے' یعنی وہ ایک اسناد سے دوسری اسناد کی طرف ''تحول'' کر رہے ہیں اور پڑھنے والا اس کو ''حا'' پڑھے گا یا ''تحویل'' پڑھے گا یا ''ثم تحوّل'' پڑھے گا' اس کا فائدہ یہ ہے کہ اسنادِ ثانی کو اسنادِ اول کے ساتھ مرکب کر کے دو سندوں کو ایک سند نہ قرار دیا جائے' اہل مغرب یہ کہتے تھے کہ ''ح'' میں ''الحدیث'' کی طرف رمز ہے۔

صحیح البخاری: ٦ کے رجال کا تعارف

(١) اس حدیث کی سند کے پہلے راوی عبدان ہیں' یہ عبداللہ بن عثمان بن جبلہ بن ابی رواد میمون کا لقب ہے' انہوں نے امام مالک اور حماد بن زید وغیرہ سے سماعِ حدیث کیا ہے' اور الذہلی' البخاری وغیرھما نے ان سے احادیث روایت کی ہیں' امام مسلم' امام ابوداؤد اور امام نسائی کی بھی ان سے روایت ہے' یہ ٢٢١ھ یا ٢٢٢ھ میں فوت ہو گئے تھے' اس وقت ان کی عمر ٧٦ سال تھی (٢) دوسرے راوی عبداللہ بن المبارک بن واضح الحنظلی التمیمی ہیں' ان کی امامت' جلالت' تقویٰ' سخاوت' عبادت' ثقاہت اور ان کے حجت ہونے پر سب متفق ہیں' یہ تبع تابعین میں سے ہیں' ان کے باپ ترکی تھے اور ھمدان کے ایک شخص کے غلام تھے' اور ان کی ماں خوارزمیہ تھیں' یہ ١١٨ھ میں پیدا ہوئے اور رمضان ١٨١ھ میں ایک غزوہ سے واپس آتے ہوئے فوت ہو گئے' صحاح ستہ میں عبداللہ بن المبارک کے نام کے صرف یہی ایک راوی ہیں (٣) تیسرے راوی بشر بن محمد المروزی السختیانی ہیں' ان سے صرف امام بخاری نے روایت کی ہے' امام ابن حبان نے ان کا ثقات میں ذکر کیا ہے' اور انہوں نے کہا: یہ مرجی تھے (مرجئہ وہ فرقہ ہے جو مومنوں کے گناہوں پر عذاب کا قائل نہیں ہے) یہ ٢٢٤ھ میں فوت ہو گئے تھے (٤) چوتھے راوی عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ الھذلی المدنی ہیں' یہ جلیل القدر امام اور تابعی ہیں' مدینہ کے مشہور سات فقہاء میں سے ایک ہیں' انہوں نے کئی صحابہ سے حدیث کا سماع کیا ہے' ان میں حضرت ابن عباس' حضرت ابن عمر اور حضرت ابوہریرہ وغیرہ ہیں رضی اللہ عنہم' اور تابعین سے بھی احادیث کا سماع کیا ہے' ان میں عمر بن عبدالعزیز بھی ہیں' یہ بصرہ چلے گئے تھے' یہ ٩٤ھ یا ٩٨ھ میں فوت ہو گئے تھے (٥) پانچویں راوی یونس بن یزید بن مشکان بن ابی النجاد ہیں' انہوں نے کئی تابعین سے احادیث کا سماع کیا ہے' ان میں قاسم' عکرمہ' سالم' نافع اور زہری وغیرہ ہیں' ان سے بھی تابعین نے سماع کیا ہے' ان میں جریر بن حازم' اوزاعی اور لیث وغیرہ ہیں' یہ ١٥٩ھ میں مصر میں فوت ہو گئے تھے (٦) چھٹے راوی معمر بن ابی عمرو بن راشد الازدی الحرانی

ہیں' یہ یمن کے عالم تھے' انہوں نے بہت تابعین سے احادیث کا سماع کیا ہے' ان میں عمرو بن دینار' ایوب اور قتادہ ہیں اور ان سے بھی تابعین کی ایک جماعت نے سماع کیا ہے' ان میں سے عمرو بن دینار (ان کے شیخ) ابواسحاق السبیعی' ایوب اور یحییٰ بن ابی کثیر ہیں' سو یہ اصاغر سے اکابر کی روایت ہے' امام عبد الرزاق نے کہا: میں نے ان سے دس ہزار احادیث کا سماع کیا ہے' یہ ۱۵۲ھ یا ۱۵۳ھ میں یمن میں فوت ہو گئے تھے' اس وقت ان کی عمر ۵۸ سال تھی' ان کے اوھام بہت ہیں' ابوحاتم نے کہا: یہ صالح الحدیث ہیں' انہوں نے بصرہ میں جو احادیث بیان کی ہیں' ان میں اغالیط ہیں' یحییٰ بن معین نے کہا کہ ثابت سے ان کی روایات ضعیف ہیں (۸'۷) ساتویں اور آٹھویں راوی زہری اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ہیں' ان کا تذکرہ پہلے گزر چکا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱ص ۱۳۱۔ ۱۲۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے زیادہ سخی تھے' اس کے ثبوت میں احادیث اور آثار

اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام لوگوں سے زیادہ سخاوت کرتے تھے' حدیث میں ''اجود'' کا لفظ ہے' یہ ''جود'' کا اسم تفضیل ہے' علامہ محمد بن مکرم ابن منظور افریقی متوفی ۷۱۵ھ نے لکھا ہے: ''رجل جواد'' کا معنی ہے: سخی آدمی۔ (لسان العرب ج ۳ ص ۲۳۴' دار صادر' بیروت) نیز لکھا ہے: ''من الجود'' کا معنی ہے: یہ سخاوت سے ہے۔ (لسان العرب ج ۳ ص ۲۳۶' بیروت) لہٰذا ''جود'' کا معنی ہے: جس شخص کے جو چیز لائق ہو اس کو وہ عطا کرنا' آپ کے سب سے زیادہ جواد ہونے میں کیا شک ہے' آپ سب سے زیادہ حسین تھے' آپ کے افعال سب سے اچھے تھے اور آپ کے اخلاق سب سے زیادہ عمدہ تھے' اسی طرح آپ سب سے زیادہ سخی تھے' آپ کسی سائل کو ''نہ'' نہیں فرماتے تھے۔ (صحیح مسلم: ۲۳۱۱) ایک خاتون نے آپ سے قمیص کا سوال کیا' آپ کے پاس سوا اس قمیص کے جو آپ پہنے ہوئے تھے اور کوئی قمیص نہ تھی' آپ نے وہی قمیص اتار کر دے دی۔ (الدر المنثور ج ۵ ص ۲۴۰' دار احیاء التراث العربی' بیروت) رئیس المنافقین عبد اللہ بن ابی کے بیٹے نے آپ سے سوال کیا کہ آپ اس کے باپ کے کفن کے لیے اپنی قمیص عطا کر دیں تو آپ نے اس کے کفن کے لیے اپنی قمیص عطا کر دی۔ (صحیح البخاری: ۱۲۶۹' صحیح مسلم: ۲۷۷۴' سنن ترمذی: ۳۰۹۸' سنن نسائی: ۱۹۰۰)

نیز اس حدیث میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (لوگوں کے نفع کے لیے) بھیجی ہوئی ہواؤں سے زیادہ خیر کی سخاوت کرتے تھے۔ اس حدیث میں ''الریح المرسلة'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: بھیجی ہوئی ہوا' اور اس کا معنی رحمت (یعنی بارش) کے لیے بھیجی ہوئی ہوا بھی ہے' قرآن مجید میں ہے:

وَهُوَ الَّذِىْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًا ۢ بَيْنَ يَدَىْ رَحْمَتِهٖ. اور وہی ہے جو اپنی رحمت (کی بارش) سے پہلے خوش خبری دیتی ہوئی ہوائیں بھیجتا ہے۔ (الاعراف: ۵۷)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اسلام لانے پر جس چیز کا بھی سوال کیا جاتا' آپ وہ چیز عطا فرما دیتے۔ (صحیح مسلم: ۲۳۱۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جس چیز کا بھی سوال کیا جاتا' آپ وہ عطا فرما دیتے۔ (مسند احمد ج ۱ ص ۲۳۰) حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام لوگوں سے زیادہ حسین تھے' تمام لوگوں سے زیادہ سخی تھے اور تمام لوگوں سے زیادہ بہادر تھے۔ (صحیح البخاری: ۳۰۴۰' سنن ترمذی: ۱۶۸۷' سنن ابن ماجہ: ۲۷۷۲' مسند احمد ج ۳ ص ۱۴۷)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تم کو یہ نہ بتاؤں کہ سب سے زیادہ جواد کون ہے؟ اللہ سب سے زیادہ جواد ہے اور بنو آدم میں سب سے زیادہ جواد میں ہوں' اور میرے بعد سب سے زیادہ جواد وہ شخص ہوگا' جس نے علم

حاصل کر کے اس کو پھیلایا' اس کو قیامت کے دن امت میں اکیلا اٹھایا جائے گا اور وہ شخص سب سے زیادہ جواد ہو گا جس نے اپنی جان کی اللہ کی راہ میں سخاوت کی' حتیٰ کہ شہید ہو گیا۔

(مسند ابو یعلیٰ: ۲۷۹۰' الترغیب والترہیب للمنذری ج ۲ ص ۲۰۳ طبع قدیم' المطالب العالیہ: ۳۰۰۰' مجمع الزوائد ج ۹ ص ۱۳)

رمضان میں زیادہ سخاوت کرنے کی توجیہ

نیز اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ رمضان میں سخاوت کرتے تھے' اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی سب سے زیادہ رمضان میں فیاضی فرماتا ہے' رمضان کی ایک شب میں اس نے ہزار مہینوں کی عبادت کا اجر مقرر فرمایا' رمضان میں تسبیحات کا اجر ستر گنا زائد عطا فرماتا ہے' اور فرمایا: روزہ میرے لیے ہے اور اس کی جزا میں خود ہوں۔ (صحیح البخاری: ۱۸۹۴)

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ رمضان کے ہر دن اور رات میں دوزخ سے گناہ گاروں کو آزاد فرماتا ہے۔ (مسند البزار: ۹۶۲' علامہ ہیثمی نے کہا: اس میں ایک راوی ابان بن ابی عیاش ضعیف ہے' مجمع الزوائد: ۹۳۔۳)

امام ابن جوزی متوفی ۵۹۷ھ نے لکھا ہے کہ حدیث میں ہے: رمضان میں مومن کا رزق زیادہ کر دیا جاتا ہے اور رمضان کے ہر دن میں ایک ہزار گناہ گاروں کو دوزخ سے آزاد کر دیا جاتا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاہا کہ آپ بھی رمضان میں زیادہ سخاوت کر کے اللہ تعالیٰ کے جود و کرم کی موافقت کریں۔ (کشف المشکل ج ۱ ص ۳۴۳' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۴ھ)

رمضان میں قرآن مجید کا دور کرنے کی خصوصیت اور دیگر فوائد حدیث

نیز اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت جبریل آپ سے رمضان کی ہر رات میں ملاقات کرتے تھے اور آپ سے قرآن مجید کا دور کرتے تھے' رمضان میں قرآن مجید کے دور کی حکمت یہ ہے کہ اب تک جو احکام نازل ہو چکے تھے' ان پر یقین کو تازہ کیا جائے' اور تاکہ حضرت جبریل قرآن مجید کے الفاظ کی تصحیح اور تجوید کے احکام پہنچائیں تاکہ امت کے لیے بھی قراءت اور تجوید کی تعلیم حاصل کرنا سنت ہو' اور رمضان کی تخصیص اس لیے ہے کہ یہ نیکیوں اور مخصوص عبادات کا موسم ہے' نیز اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے رمضان میں ہی قرآن مجید کو لوح محفوظ سے آسمان دنیا کی طرف نازل فرمایا تھا' پھر اس کے بعد حسب ضرورت اور مصلحت قرآن مجید بیس سال تک نازل ہوتا رہا (بیس سال بہ ایں معنی کہ تین سال تک وحی کا انقطاع رہا)۔ اس حدیث کے دیگر فوائد حسب ذیل ہیں:

(۱) ہر وقت مومن کو سخاوت کرنی چاہیے' خصوصاً رمضان میں اور صالحین سے ملاقات کے وقت۔

(۲) صالحین اور اصحاب فضل کی زیارت کرنی چاہیے اور ان کی مجلس میں بیٹھنا چاہیے اور اگر صالحین اور اصحاب فضل کا حرج نہ ہو اور ان کے مشاغل میں خلل نہ ہو تو ان کی بار بار زیارت کرنی چاہیے۔

(۳) رمضان میں قرآن مجید کی زیادہ تلاوت کرنا مسنون اور مستحب ہے' اسی طرح قرآن مجید کا دور کرنا بھی مسنون اور مستحب ہے۔

* یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۵۸۹۰۔ ج ۶ ص ۷۵۷۔۷۵۶ پر بھی مذکور ہے' وہاں ہم نے اس حدیث کے مفہوم کی سرسری وضاحت کی ہے اور اس کی شرح میں ہم نے یہاں پر جو مباحث ذکر کیے ہیں' وہاں ان میں سے کسی چیز کا ذکر نہیں ہے۔

٦ - بَابٌ
باب

٧- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ الْحَكَمُ بْنُ نَافِعٍ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَبَّاسٍ

امام بخاری نے کہا کہ ہمیں ابو الیمان الحکم بن نافع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ ہمیں شعیب نے خبر دی از زہری' انہوں نے کہا کہ مجھے عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود نے خبر دی کہ حضرت

أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَا سُفْيَانَ بْنَ حَرْبٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ هِرَقْلَ أَرْسَلَ إِلَيْهِ فِي رَكْبٍ مِنْ قُرَيْشٍ، وَكَانُوا تُجَّارًا بِالشَّامِ فِي الْمُدَّةِ الَّتِي كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَادَّ فِيهَا أَبَا سُفْيَانَ وَكُفَّارَ قُرَيْشٍ، فَأَتَوْهُ وَهُمْ بِإِيلِيَاءَ، فَدَعَاهُمْ فِي مَجْلِسِهِ، وَحَوْلَهُ عُظَمَاءُ الرُّومِ، ثُمَّ دَعَاهُمْ وَدَعَا بِتَرْجُمَانِهِ، فَقَالَ أَيُّكُمْ أَقْرَبُ نَسَبًا بِهَذَا الرَّجُلِ الَّذِي يَزْعُمُ أَنَّهُ نَبِيٌّ؟ فَقَالَ أَبُو سُفْيَانَ قُلْتُ أَنَا أَقْرَبُهُمْ نَسَبًا، فَقَالَ أَدْنُوهُ مِنِّي، وَقَرِّبُوا أَصْحَابَهُ فَاجْعَلُوهُمْ عِنْدَ ظَهْرِهِ، ثُمَّ قَالَ لِتَرْجُمَانِهِ قُلْ لَهُمْ إِنِّي سَائِلٌ هَذَا عَنْ هَذَا الرَّجُلِ، فَإِنْ كَذَبَنِي، فَكَذِّبُوهُ، فَوَاللَّهِ لَوْلَا الْحَيَاءُ مِنْ أَنْ يَأْثِرُوا عَلَيَّ كَذِبًا لَكَذَبْتُ عَلَيْهِ، ثُمَّ كَانَ أَوَّلَ مَا سَأَلَنِي عَنْهُ أَنْ قَالَ كَيْفَ نَسَبُهُ فِيكُمْ؟ قُلْتُ هُوَ فِينَا ذُو نَسَبٍ، قَالَ فَهَلْ قَالَ هَذَا الْقَوْلَ مِنْكُمْ أَحَدٌ قَطُّ قَبْلَهُ؟ قُلْتُ لَا، قَالَ فَهَلْ كَانَ مِنْ آبَائِهِ مِنْ مَلِكٍ؟ قُلْتُ لَا، قَالَ فَأَشْرَافُ النَّاسِ يَتَّبِعُونَهُ أَمْ ضُعَفَاؤُهُمْ؟ فَقُلْتُ بَلْ ضُعَفَاؤُهُمْ، قَالَ أَيَزِيدُونَ أَمْ يَنْقُصُونَ، قُلْتُ بَلْ يَزِيدُونَ، قَالَ فَهَلْ يَرْتَدُّ أَحَدٌ مِنْهُمْ سَخْطَةً لِدِينِهِ، بَعْدَ أَنْ يَدْخُلَ فِيهِ؟ قُلْتُ لَا، قَالَ فَهَلْ كُنْتُمْ تَتَّهِمُونَهُ بِالْكَذِبِ قَبْلَ أَنْ يَقُولَ مَا قَالَ؟ قُلْتُ لَا، قَالَ فَهَلْ يَغْدِرُ؟ قُلْتُ لَا، وَنَحْنُ مِنْهُ فِي مُدَّةٍ لَا نَدْرِي مَا هُوَ فَاعِلٌ فِيهَا. قَالَ وَلَمْ يُمْكِنِّي كَلِمَةٌ أُدْخِلُ فِيهَا شَيْئًا غَيْرَ هَذِهِ الْكَلِمَةِ. قَالَ فَهَلْ قَاتَلْتُمُوهُ؟ قُلْتُ نَعَمْ، قَالَ فَكَيْفَ كَانَ قِتَالُكُمْ إِيَّاهُ؟ قُلْتُ الْحَرْبُ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُ سِجَالٌ، يَنَالُ مِنَّا، وَنَنَالُ مِنْهُ، قَالَ مَاذَا يَأْمُرُكُمْ؟ قُلْتُ يَقُولُ اعْبُدُوا اللَّهَ وَحْدَهُ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا، وَاتْرُكُوا مَا يَقُولُ آبَاؤُكُمْ، وَيَأْمُرُنَا بِالصَّلَاةِ، وَالصِّدْقِ، وَالْعَفَافِ، وَالصِّلَةِ، فَقَالَ لِلتَّرْجُمَانِ قُلْ لَهُ سَأَلْتُكَ

عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے انہیں خبر دی کہ ابوسفیان بن حرب نے انہیں خبر دی کہ ھرقل نے ان کو قریش کی جماعت کے ساتھ بلایا' یہ لوگ اس مدت میں شام تجارت کرنے گئے تھے' جس مدت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوسفیان اور قریش سے عارضی صلح کی ہوئی تھی' پس قریش اس کے پاس آئے' اور وہ ایلیاء (بیت المقدس) میں تھے' ھرقل نے ان کو اپنی مجلس میں بلایا اور اس کے گرد روم کے سردار تھے' پھر اس نے قریش کو اور اپنے مترجم کو بلایا' پھر کہا: تم میں سے اس شخص کا قریبی رشتہ دار کون ہے' جس کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ نبی ہے؟ ابوسفیان نے کہا: میں اس شخص کا قریبی رشتہ دار ہوں' ھرقل نے کہا: اس کو میرے نزدیک کر دو' اور اس کے اصحاب کو بھی اس کے نزدیک کر دو اور ان کو اس کی پیٹھ کے پیچھے کھڑا کر دو' پھر اس نے اپنے مترجم سے کہا: ان لوگوں سے کہو کہ میں اس شخص کے متعلق سوال کروں گا' اگر یہ مجھ سے جھوٹ بولے تو تم اس کو جھٹلا دینا' ابوسفیان نے کہا: پس اللہ کی قسم! اگر مجھے اس بات پر شرم نہ آتی کہ لوگ مجھے جھوٹا کہیں گے تو میں ضرور آپ کے متعلق جھوٹ بولتا' پھر ھرقل نے مجھ سے سب سے پہلا سوال جو کیا' وہ یہ تھا: تم لوگوں میں اس شخص کا نسب کیسا ہے؟ میں نے کہا: وہ ہم میں بہت عمدہ نسب والے ہیں' اس نے کہا: کیا یہ دعویٰ اس سے پہلے تم میں سے کسی اور نے بھی کیا تھا؟ میں نے کہا: نہیں' اس نے کہا: کیا اس کے باپ دادا میں سے کوئی بادشاہ تھا؟ میں نے کہا: نہیں' اس نے کہا: آیا مقتدر لوگ اس کی پیروی کرتے ہیں یا پس ماندہ لوگ؟ میں نے کہا: بلکہ پس ماندہ لوگ' اس نے کہا: آیا وہ زیادہ ہو رہے ہیں یا کم ہو رہے ہیں؟ میں نے کہا: بلکہ زیادہ ہو رہے ہیں' اس نے کہا: کیا ان میں سے کوئی شخص اس کے دین میں داخل ہونے کے بعد اس کے دین سے ناراض ہو کر اس سے پلٹ جاتا ہے؟ میں نے کہا: نہیں' اس نے کہا: کیا اس کے دعویٰ نبوت کرنے سے پہلے تم اس پر جھوٹ کی تہمت لگاتے تھے؟ میں نے کہا: نہیں' اس نے کہا: کیا وہ عہد شکنی کرتا ہے؟ میں نے کہا: نہیں' تاہم ہمارا ان سے ایک مدت تک معاہدہ ہے' ہم نہیں جانتے کہ وہ اس دوران کیا کرنے والے ہیں' ابوسفیان نے کہا: اس بات کے سوا مجھے آپ کے خلاف کوئی اور بات

عَنْ نَسَبِهٖ، فَذَكَرْتَ اَنَّهٗ فِيْكُمْ ذُوْ نَسَبٍ، فَكَذٰلِكَ الرُّسُلُ تُبْعَثُ فِيْ نَسَبِ قَوْمِهَا، وَسَاَلْتُكَ هَلْ قَالَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ هٰذَا الْقَوْلَ؟ فَذَكَرْتَ اَنْ لَا، فَقُلْتُ لَوْ كَانَ اَحَدٌ قَالَ هٰذَا الْقَوْلَ قَبْلَهٗ لَقُلْتُ رَجُلٌ يَتَاَسّٰى بِقَوْلٍ قِيْلَ قَبْلَهٗ، وَسَاَلْتُكَ هَلْ كَانَ مِنْ اٰبَائِهٖ مِنْ مَّلِكٍ؟ فَذَكَرْتَ اَنْ لَا، قُلْتُ فَلَوْ كَانَ مِنْ اٰبَائِهٖ مِنْ مَلِكٍ قُلْتُ رَجُلٌ يَطْلُبُ مُلْكَ اَبِيْهِ، وَسَاَلْتُكَ هَلْ كُنْتُمْ تَتَّهِمُوْنَهٗ بِالْكَذِبِ قَبْلَ اَنْ يَّقُوْلَ مَا قَالَ؟ فَذَكَرْتَ اَنْ لَا، فَقَدْ اَعْرِفُ اَنَّهٗ لَمْ يَكُنْ لِيَذَرَ الْكَذِبَ عَلَى النَّاسِ، وَيَكْذِبَ عَلَى اللّٰهِ، وَسَاَلْتُكَ اَشْرَافُ النَّاسِ اتَّبَعُوْهُ اَمْ ضُعَفَاؤُهُمْ؟ فَذَكَرْتَ اَنَّ ضُعَفَاءَ هُمُ اتَّبَعُوْهُ، وَهُمْ اَتْبَاعُ الرُّسُلِ، وَسَاَلْتُكَ اَيَزِيْدُوْنَ اَمْ يَنْقُصُوْنَ؟ فَذَكَرْتَ اَنَّهُمْ يَزِيْدُوْنَ، وَكَذٰلِكَ اَمْرُ الْاِيْمَانِ حَتّٰى يَتِمَّ، وَسَاَلْتُكَ اَيَرْتَدُّ اَحَدٌ سَخْطَةً لِدِيْنِهٖ بَعْدَ اَنْ يَّدْخُلَ فِيْهِ؟ فَذَكَرْتَ اَنْ لَا، وَكَذٰلِكَ الْاِيْمَانُ حِيْنَ تُخَالِطُ بَشَاشَتُهُ الْقُلُوْبَ، وَسَاَلْتُكَ هَلْ يَغْدِرُ؟ فَذَكَرْتَ اَنْ لَّا، وَكَذٰلِكَ الرُّسُلُ لَا تَغْدِرُ، وَسَاَلْتُكَ بِمَا يَاْمُرُكُمْ؟ فَذَكَرْتَ اَنَّهٗ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تَعْبُدُوا اللّٰهَ، وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا، وَيَنْهَاكُمْ عَنْ عِبَادَةِ الْاَوْثَانِ، وَيَاْمُرُكُمْ بِالصَّلٰوةِ، وَالصِّدْقِ، وَالْعَفَافِ، فَاِنْ كَانَ مَا تَقُوْلُ حَقًّا، فَسَيَمْلِكُ مَوْضِعَ قَدَمَيَّ هَاتَيْنِ، وَقَدْ كُنْتُ اَعْلَمُ اَنَّهٗ خَارِجٌ، لَمْ اَكُنْ اَظُنُّ اَنَّهٗ مِنْكُمْ، فَلَوْ اَنِّيْ اَعْلَمُ اَنِّيْ اَخْلُصُ اِلَيْهِ لَتَجَشَّمْتُ لِقَاءَهٗ، وَلَوْ كُنْتُ عِنْدَهٗ لَغَسَلْتُ عَنْ قَدَمَيْهِ، ثُمَّ دَعَا بِكِتَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِيْ بَعَثَ بِهٖ دِحْيَةُ اِلٰى عَظِيْمِ بُصْرٰى، فَدَفَعَهٗ اِلٰى هِرَقْلَ، فَقَرَاَهٗ، فَاِذَا فِيْهِ.

کہنے کی گنجائش نہیں ملی اس نے کہا: کیا تم نے اس کے ساتھ جنگ کی؟ میں نے کہا: ہاں اس نے کہا: تمہاری اس کے ساتھ جنگ کیسی رہی؟ میں نے کہا: ہمارے اور اس کے درمیان جنگ کنویں کے ڈول کی طرح تھی' کبھی اس ڈول کو وہ حاصل کر لیتا اور کبھی ہم' اس نے کہا: وہ تمہیں کس چیز کا حکم دیتا ہے؟ میں نے کہا: وہ کہتا ہے: صرف اللہ وحدہٗ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور تمہارے باپ دادا جو کہتے تھے' اس کو چھوڑ دو اور وہ ہمیں نماز پڑھنے کا' سچ بولنے کا' پاک دامن رہنے کا اور رشتہ داروں سے ملنے جلنے کا حکم دیتا ہے' پھر ھرقل نے مترجم سے کہا: اس کو بتاؤ کہ میں نے تم سے اس کے نسب کے متعلق سوال کیا تو تم نے بتایا کہ وہ تم میں عمدہ نسب والا ہے اور اسی طرح رسول اپنی قوم کے عمدہ نسب میں بھیجے جاتے ہیں' اور میں نے تم سے سوال کیا کہ کیا تم میں سے کسی نے پہلے یہ دعویٰ کیا تھا؟ تو تم نے کہا: نہیں' میں نے دل میں کہا: اگر تم میں سے کسی نے پہلے یہ دعویٰ کیا ہوتا تو میں کہتا: یہ شخص اس دعویٰ کی پیروی کر رہا ہے' جو اس سے پہلے کیا گیا تھا' اور میں نے تم سے سوال کیا کہ کیا اس شخص کے باپ دادا میں سے کوئی شخص بادشاہ تھا؟ تو تم نے بتایا کہ نہیں' میں نے دل میں کہا: اگر اس کے باپ دادا میں سے کوئی بادشاہ ہوتا تو میں کہتا کہ یہ شخص اپنے باپ کے ملک کو طلب کر رہا ہے اور میں نے تم سے سوال کیا کہ آیا تم اس کے دعویٰ نبوت سے پہلے اس پر جھوٹ کی تہمت لگاتے تھے؟ تم نے بتایا کہ نہیں' پس میں نے پہچان لیا کہ جو شخص لوگوں پر جھوٹ نہیں باندھتا وہ اللہ پر کیسے جھوٹ باندھے گا اور میں نے تم سے سوال کیا کہ مقتدر لوگ اس کی پیروی کرتے ہیں یا پس ماندہ لوگ؟ تو تم نے بتایا کہ پس ماندہ لوگ اس کی پیروی کرتے ہیں اور وہی لوگ رسولوں کے پیروکار ہوتے ہیں اور میں نے تم سے سوال کیا کہ وہ لوگ زیادہ ہو رہے ہیں یا کم ہو رہے ہیں؟ تو تم نے بتایا کہ وہ زیادہ ہو رہے ہیں' اور اسی طرح ایمان کا معاملہ ہوتا ہے حتیٰ کہ وہ مکمل ہو جائے اور میں نے تم سے سوال کیا کہ ان میں سے کوئی شخص دین میں داخل ہونے کے بعد دین کو ناپسند کر کے اس سے پلٹتا تو نہیں؟ تو تم نے بتایا کہ نہیں اور جب ایمان کی بشاشت دلوں میں رچ جائے تو

پھر اسی طرح ہوتا ہے اور میں نے تم سے سوال کیا کہ کبھی اس نے عہد شکنی کی؟ تو تم نے بتایا کہ نہیں اور اسی طرح رسول عہد شکنی نہیں کرتے' اور میں نے تم سے سوال کیا کہ وہ تمہیں کس چیز کا حکم دیتے ہیں؟ تو تم نے بتایا کہ وہ تمہیں حکم دیتے ہیں کہ تم اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور وہ تمہیں بتوں کی عبادت کرنے سے منع کرتے ہیں اور وہ تم کو نماز پڑھنے' سچ بولنے' پاک دامن رہنے کا حکم دیتے ہیں' اگر تم نے جو کچھ کہا ہے وہ برحق ہے تو وہ عنقریب میرے ان قدموں کی جگہ کے مالک ہو جائیں گے اور میں یہ جانتا تھا کہ ان کا ظہور ہونے والا ہے' لیکن مجھے یہ گمان نہیں تھا کہ وہ تم میں سے ہوں گے' سو اگر مجھے یہ یقین ہو جائے کہ میں ان تک پہنچ جاؤں گا تو میں ضرور ان سے ملاقات کرنے کی مشقت اٹھاؤں گا' اور اگر میں ان کے پاس ہوتا تو میں ضرور ان کے پیر کو دھوتا' پھر اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مکتوب کو منگوایا' جس کو آپ نے حضرت دحیہ کے ذریعہ بصری کے حاکم کے پاس بھیجا تھا' اس نے وہ مکتوب ھرقل کو دے دیا' ھرقل نے پڑھا تو اس میں یہ لکھا ہوا تھا:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے

مِنْ مُحَمَّدٍ عَبْدِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ اِلٰى هِرَقْلَ عَظِيْمِ الرُّوْمِ' سَلَامٌ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى. اَمَّا بَعْدُ' فَاِنِّيْ اَدْعُوْكَ بِدِعَايَةِ الْاِسْلَامِ' اَسْلِمْ تَسْلَمْ' يُؤْتِكَ اللّٰهُ اَجْرَكَ مَرَّتَيْنِ' فَاِنْ تَوَلَّيْتَ ' فَاِنَّ عَلَيْكَ اِثْمَ الْاَرِيْسِيِّيْنَ وَ ﴿يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَنْ لَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْـًٔا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ﴾. (آل عمران: ٦٤)

محمد اللہ کے بندے اور اس کے رسول کی طرف سے' ھرقل عظیم الروم کی طرف' جو ہدایت کی پیروی کرے اس پر سلام ہو' بہر حال بسم اللہ کے بعد پس بے شک میں تم کو اسلام کی دعوت دیتا ہوں' اسلام قبول کر لو' تم سلامت رہو گے' اللہ تعالیٰ تم کو دگنا اجر عطا فرمائے گا' اور اگر تم نے اعراض کیا تو تمہارے متبعین کا گناہ بھی تم پر ہو گا۔ اے اہل کتاب! ایسی بات کی طرف آ جاؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں' اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ قرار دیں اور ہم میں سے کوئی اللہ کو چھوڑ کر ایک دوسرے کو رب نہ قرار دے' پھر اگر وہ روگردانی کریں تو تم کہہ دو: لوگو! تم گواہ ہو جاؤ کہ ہم مسلمان ہیں O (آل عمران: ٦٤)

قَالَ اَبُوْ سُفْيَانَ فَلَمَّا قَالَ مَا قَالَ' وَفَرَغَ مِنْ قِرَاءَةِ الْكِتَابِ' كَثُرَ عِنْدَهُ الصَّخَبُ' وَارْتَفَعَتْ

ابوسفیان نے کہا: جب ھرقل نے جو کہا وہ کہا اور وہ اس مکتوب کو پڑھنے سے فارغ ہو گیا تو اس کے پاس بہت شور ہو گیا اور آوازیں

الْاَصْوَاتُ، وَاُخْرِجْنَا، فَقُلْتُ لِاَصْحَابِيْ حِيْنَ اُخْرِجْنَا لَقَدْ اَمِرَ اَمْرُ ابْنِ اَبِيْ كَبْشَةَ، اِنَّهٗ يَخَافُهٗ مَلِكُ بَنِي الْاَصْفَرِ، فَمَا زِلْتُ مُوْقِنًا اَنَّهٗ سَيَظْهَرُ، حَتّٰى اَدْخَلَ اللّٰهُ عَلَيَّ الْاِسْلَامَ. وَكَانَ ابْنُ النَّاطُوْرِ صَاحِبُ اِيْلِيَاءَ، وَهِرَقْلَ سُقُفًّا عَلٰى نَصَارَى الشَّامِ، يُحَدِّثُ اَنَّ هِرَقْلَ حِيْنَ قَدِمَ اِيْلِيَاءَ اَصْبَحَ يَوْمًا خَبِيْثَ النَّفْسِ، فَقَالَ بَعْضُ بَطَارِقَتِهٖ قَدِ اسْتَنْكَرْنَا هَيْئَتَكَ. قَالَ ابْنُ النَّاطُوْرِ وَكَانَ هِرَقْلُ حَزَّاءً يَنْظُرُ فِي النُّجُوْمِ، فَقَالَ لَهُمْ حِيْنَ سَاَلُوْهُ اِنِّيْ رَاَيْتُ اللَّيْلَةَ حِيْنَ نَظَرْتُ فِي النُّجُوْمِ مَلِكَ الْخِتَانِ قَدْ ظَهَرَ، فَمَنْ يَخْتَتِنُ مِنْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ؟ قَالُوْا لَيْسَ يَخْتَتِنُ اِلَّا الْيَهُوْدُ، فَلَا يُهِمَّنَّكَ شَاْنُهُمْ، وَاكْتُبْ اِلٰى مَدَائِنِ مُلْكِكَ، فَيَقْتُلُوْا مَنْ فِيْهِمْ مِنَ الْيَهُوْدِ. فَبَيْنَمَا هُمْ عَلٰى اَمْرِهِمْ، اُتِيَ هِرَقْلُ بِرَجُلٍ اَرْسَلَ بِهٖ مَلِكُ غَسَّانَ يُخْبِرُ عَنْ خَبَرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَلَمَّا اسْتَخْبَرَهٗ هِرَقْلُ، قَالَ اذْهَبُوْا فَانْظُرُوْا اَمُخْتَتِنٌ هُوَ اَمْ لَا؟ فَنَظَرُوْا اِلَيْهِ، فَحَدَّثُوْهُ اَنَّهٗ مُخْتَتِنٌ، وَسَاَلَهٗ عَنِ الْعَرَبِ، فَقَالَ هُمْ يَخْتَتِنُوْنَ؟ فَقَالَ هِرَقْلُ هٰذَا مَلِكُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ قَدْ ظَهَرَ. ثُمَّ كَتَبَ هِرَقْلُ اِلٰى صَاحِبٍ لَهٗ بِرُوْمِيَةَ، وَكَانَ نَظِيْرَهٗ فِي الْعِلْمِ، وَسَارَ هِرَقْلُ اِلٰى حِمْصَ فَلَمْ يَرِمْ حِمْصَ حَتّٰى اَتَاهُ كِتَابٌ مِّنْ صَاحِبِهٖ يُوَافِقُ رَاْيَ هِرَقْلَ عَلٰى خُرُوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَّهٗ نَبِيٌّ، فَاَذِنَ هِرَقْلُ لِعُظَمَاءِ الرُّوْمِ فِيْ دَسْكَرَةٍ لَهٗ بِحِمْصَ، ثُمَّ اَمَرَ بِاَبْوَابِهَا فَغُلِّقَتْ، ثُمَّ اطَّلَعَ فَقَالَ يَا مَعْشَرَ الرُّوْمِ هَلْ لَكُمْ فِي الْفَلَاحِ وَالرُّشْدِ وَاَنْ يَثْبُتَ مُلْكُكُمْ، فَتُبَايِعُوْا هٰذَا النَّبِيَّ؟ فَحَاصُوْا حَيْصَةَ حُمُرِ الْوَحْشِ اِلَى الْاَبْوَابِ، فَوَجَدُوْهَا قَدْ غُلِّقَتْ، فَلَمَّا رَاٰى هِرَقْلُ نَفْرَتَهُمْ وَاَيِسَ مِنَ

بلند ہوگئیں اور ہم کو نکال دیا گیا' جب ہم کو نکال دیا گیا تو میں نے اپنے اصحاب سے کہا: ابوکبشہ کے بیٹے کا (یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم) کا معاملہ بہت عظیم ہو گیا' اس سے سفید فام قوم کا بادشاہ بھی ڈرتا ہے' پھر میں ہمیشہ یہ یقین رہا کہ وہ عنقریب غالب ہو جائیں گے' حتیٰ کہ اللہ نے میرے دل میں اسلام داخل کر دیا اور ابن الناطور جو بیت المقدس کا امیر (گورنر) تھا' ھرقل کا مصاحب اور شام کے عیسائیوں کا سردار (بڑا پادری) تھا' وہ بیان کرتا ہے کہ ایک دن صبح کو ھرقل بیت المقدس میں بہت پریشان حال اٹھا' اس کے درباریوں نے کہا: آج آپ کی حالت بہت بدلی ہوئی ہے' ابن الناطور نے کہا: ھرقل نجومی تھا' ستاروں میں غور و فکر کرتا تھا' اس نے ان لوگوں کے سوال کے جواب میں کہا: آج رات جب میں نے ستاروں میں غور کیا تو میں نے دیکھا کہ ختنہ کرنے والی قوم کا بادشاہ غالب آ چکا ہے' پس اس زمانہ کے لوگوں میں سے کون ختنہ کرتا ہے؟ انہوں نے کہا: صرف یہود ختنہ کرتے ہیں' سو آپ ان کی وجہ سے پریشان نہ ہوں اور آپ اپنے ملک کے تمام شہروں کو یہ حکم لکھ کر بھیج دیں کہ وہاں جو بھی یہود ہیں ان کو قتل کر دیا جائے' پس وہ لوگ ان ہی معاملات میں مشغول تھے کہ ھرقل کے پاس ایک شخص کو لایا گیا جس کو غسان کے بادشاہ نے بھیجا تھا' اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کی خبر دی' جب ھرقل نے اس سے پوری خبر معلوم کر لی تو کہا: جاؤ معلوم کرو وہ ختنہ کیے ہوئے ہیں یا نہیں؟ ان لوگوں نے آپ کے حالات معلوم کیے تو لوگوں نے بتایا کہ وہ ختنہ کیے ہوئے ہیں اور ھرقل نے اس شخص سے عربوں کے متعلق سوال کیا تو اس نے کہا: عرب ختنہ کرتے ہیں' پھر ھرقل نے کہا: یہی اس امت کے بادشاہ ہیں جو ظاہر ہو چکے ہیں' ھرقل کا ایک دوست رومیہ میں تھا' جو علم میں اس کی ٹکر کا تھا' ھرقل نے اس کو خط لکھ کر معلوم کیا اور خود ھرقل حمص کے لیے روانہ ہوا' ابھی وہ حمص نہیں پہنچا تھا کہ اس کے پاس اس کے دوست کا خط آ گیا' اس کی رائے بھی ھرقل کے موافق تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہو چکا ہے اور آپ برحق نبی ہیں' تب ھرقل نے روم کے سرداروں کو اپنے حمص کے محل میں بلایا اور دروازوں کو بند کرنے کا حکم دیا' سو دروازے بند کر دیے گئے' پھر وہ ان کے سامنے آیا' پھر کہا: اے روم

الْاِيْمَانِ، قَالَ رُدُّوْهُمْ عَلَيَّ، وَقَالَ اِنِّيْ قُلْتُ مَقَالَتِيْ اِنِفًا اَخْتَبِرُ بِهَا شِدَّتَكُمْ عَلٰى دِيْنِكُمْ، فَقَدْ رَاَيْتُ، فَسَجَدُوْا لَهٗ وَرَضُوْا عَنْهُ، فَكَانَ ذٰلِكَ اٰخِرَ شَاْنِ هِرَقْلَ.

جماعت! دائمی کامیابی اور ہدایت کے حصول کے متعلق اور اپنے ملک کی بقا کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے؟ سو تم اس نبی کی بیعت کر لو' یہ سنتے ہی وہ وحشی گدھوں کی طرح دروازوں کی طرف دوڑے' لیکن دروازے تو بند کیے جا چکے تھے' بالآخر جب ھرقل نے ان کی اس وحشت کو دیکھا اور ان کے ایمان سے مایوس ہو گیا تو کہا: ان کو میرے پاس واپس لاؤ اور کہا: میں نے جو ابھی تجویز پیش کی تھی تو اس سے میں تمہاری دین میں شدت کو آزما رہا تھا' سو مجھے معلوم ہو گیا' پھر ان سب سرداروں نے ھرقل کو سجدہ کیا اور اس سے راضی ہو گئے' اور یہی ھرقل کا آخری امر تھا۔

رَوَاهُ صَالِحُ بْنُ كَيْسَانَ، وَيُوْنُسُ، وَمَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ.

امام بخاری کہتے ہیں: اس حدیث کو صالح بن کیسان اور یونس اور معمر نے زہری سے روایت کیا ہے۔

[اطراف الحدیث: ٥١-٢٦٨١-٢٨٠٤-٢٩٤١-٢٩٧٨-٣١٧٤-٤٥٥٣-٥٩٨٠-٦٢٦٠] (صحیح مسلم: ١٧٧٣' سنن ابوداؤد: ٥١٣٦' سنن ترمذی: ٢٧١٧' السنن الکبریٰ للنسائی: ١١٠٦٤)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف خصوصاً حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کا تعارف

اس حدیث کی سند میں چھ رجال ہیں' جن میں زہری' عبید اللہ بن عبد اللہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا تعارف پہلے ہو چکا ہے اور بقیہ تین رجال کا تعارف حسب ذیل ہے:

(١) ابوالیمان' ان کا نام الحکم بن نافع الحمصی البحرانی ہے' انہوں نے اسماعیل بن عیاش اور دیگر سے احادیث روایت کی ہیں اور ان سے امام احمد' یحییٰ بن معین' ابوحاتم الذھلی اور بہت سے محدثین نے احادیث روایت کی ہیں' یہ ١٣٨ھ میں پیدا ہوئے اور ٢٢١ھ یا ٢٢٢ھ میں فوت ہوئے' صحاح ستہ میں ان کے علاوہ اور کسی کا نام الحکم بن نافع نہیں ہے (٢) شعیب بن ابی حمزہ ابوبشر الحمصی' انہوں نے زہری اور بہت سے تابعین سے حدیث کا سماع کیا ہے' یہ ثقہ حافظ تھے' ستر سے زیادہ سال کی عمر گزار کر ١٦٢ھ یا ١٦٣ھ میں فوت ہو گئے' شعیب بن ابی حمزہ نام کا صحاح ستہ میں اور کوئی راوی نہیں ہے (٣) ابوسفیان' ان کا نام صخر بن حرب بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی القرشی الاموی المکی ہے' یہ ابرھہ کے ہاتھیوں کی پسپائی کے واقعہ سے دس سال پہلے پیدا ہوئے اور فتح مکہ کی شب میں اسلام لائے' یہ غزوہ طائف اور حنین میں حاضر رہے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو حنین کی غنیمتوں میں سے ایک سو اونٹ اور چالیس اوقیہ عطا فرمائے' غزوہ طائف میں ان کی ایک آنکھ شہید ہو گئی تھی اور دوسری آنکھ جنگ یرموک میں شہید ہو گئی' جب یہ اپنے بیٹے یزید بن ابی سفیان کے جھنڈے کے نیچے لڑ رہے تھے' پھر یہ مدینہ آئے اور ٣١ھ یا ٣٤ھ میں فوت ہو گئے' اس وقت ان کی عمر ٨٨ سال تھی' حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی' ان سے حضرت ابن عباس اور ان کے بیٹے حضرت معاویہ نے احادیث روایت کی ہیں' صحابہ میں ابوسفیان نام کے کئی صحابی ہیں لیکن ابوسفیان بن حرب نام کے یہ واحد صحابی ہیں۔ امام بخاری نے ابوسفیان کی صرف ایک حدیث روایت کی ہے۔ (کشف المشکل ج ١ ص ٣٤) (عمدۃ القاری ج ١ ص ١٣٧' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

* اس حدیث کی شرح' شرح صحیح مسلم: ٤٤٩٤- ج ٥ ص ٥٠٦- ٥٠٤ میں مذکور ہے' وہاں ہم نے اس حدیث کے ١٦ فوائد ذکر کیے ہیں' یہاں اس کی شرح میں ہم ان اُمور کا ذکر کریں گے' جن کا ذکر وہاں نہیں کیا گیا' اب یہاں پر اس حدیث میں مذکور اسماء اور

اعلام کی تشریح کر رہے ہیں اور سب سے پہلے ھرقل کا ذکر کر رہے ہیں۔

ھرقل کی مختصر سوانح

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

ھرقل کا تلفظ دو طرح ہے: ''ھِرَقْل'' (ھ کے نیچے زیر' ر پر زبر اور ق پر جزم) اور ''ھِرْقِل'' (ھ کے نیچے زیر' ر پر جزم اور ق کے نیچے زیر) اس نے ۳۱ سال حکومت کی' اس کی حکومت کے دوران ہی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا تھا۔ اس کی حکومت روم کے شہروں میں تھی' روم کے بادشاہوں کا لقب قیصر تھا' سو اس کا لقب بھی قیصر تھا' جیسے ایران کے بادشاہوں کا لقب کسریٰ ہے اور ترک کے بادشاہوں کا لقب خاقان ہے' اور حبشہ کے بادشاہ کا لقب نجاشی ہے' اور القبط کے بادشاہ کا لقب فرعون ہے اور مصر کے بادشاہ کا لقب عزیز ہے اور چین کے بادشاہ کا لقب فغفور ہے' اور یونان کے بادشاہ کا لقب بطلیموس ہے' اور بربر کے بادشاہ کا لقب جالوت ہے اور صابئہ کے بادشاہ کا لقب نمرود ہے اور یمن کے بادشاہ کا لقب تبع ہے' خوارزم کے بادشاہ کا لقب خوارزم شاہ اور جرجان ہے اور اسکندریہ کے بادشاہ کا لقب ملک مقوقس ہے۔ صحیح حدیث میں ہے:

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب کسریٰ ہلاک ہو جائے گا تو اس کے بعد کوئی کسریٰ نہیں ہوگا اور جب قیصر ہلاک ہو جائے گا تو اس کے بعد کوئی قیصر نہیں ہوگا اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! تم ضرور ان کے خزانوں کو اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے۔ (صحیح البخاری: ۳۱۲۱' صحیح مسلم: ۲۹۱۹' سنن ترمذی: ۲۲۱۶' مسند احمد ج ۲ ص ۳۱۳)

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ قیصر کے بعد شام میں کوئی قیصر نہیں ہوگا اور کسریٰ کے بعد عراق میں کوئی کسریٰ نہیں ہوگا' اس حدیث کا سبب یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں قریش شام اور عراق میں تجارت کے لیے بہت زیادہ جایا کرتے تھے' پھر جب قریش مسلمان ہو گئے تو ان کو یہ خوف ہوا کہ اب وہ شام اور عراق میں سفر نہیں کر سکیں گے' کیونکہ اسلام کی وجہ سے شام اور عراق والے ان کے مخالف ہو گئے تھے' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ان ملکوں میں ان کی ہلاکت کے بعد کوئی قیصر اور کسریٰ نہیں ہوگا اور تمہیں کوئی نقصان نہیں ہوگا' پھر شام میں کوئی قیصر نہیں ہوا اور عراق میں کوئی کسریٰ نہیں ہوا' قیصر کا لغوی معنی ہے: کاٹنا' اس نام کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس کی ماں وضع حمل سے پہلے مرگئی تھی تو اس کو ماں کا پیٹ کاٹ کر نکالا گیا تھا اور قیصر اس پر فخر کرتا تھا کہ اس کی پیدائش فرج کے راستہ سے نہیں ہوئی' بلکہ اس کو پیٹ سے نکالا گیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱ ص ۱۳۸۔ ۱۳۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

سید قاسم محمود لکھتے ہیں:

ہرقل شاہان روم کا لقب تھا' نیز زمانہ قدیم میں اس نام کا ایک معبد بھی تھا' اس کے ایک بادشاہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک خط لکھا تھا کہ اسلام لے آئے' یہ اسلام کو دل سے چاہتا تھا' مگر عیسائی پادریوں نے ایسا کرنے سے باز رکھا' ہرقلہ کا شہر اس نے آباد کیا تھا۔ جنگ تبوک و یرموک اسی سے لڑی گئیں' یرموک میں شکست کھا کر یہ انطاکیہ چھوڑ گیا' اس نے اپنے ملک میں سکے رائج کیے تھے جن کے ایک طرف اس کی مورت تھی اور دوسری طرف کوئی عبارت تھی۔ جب خسرو پرویز نے عیسائیوں سے سلطنت شام چھین لی تو یہ فوراً ان کی مدد کو پہنچا اور حکومت چھین کر انہیں واپس کر دی۔ (اسلامی انسائیکلو پیڈیا ص ۱۴۲۹' شاہکار بک فاؤنڈیشن' کراچی)

حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی مختصر سوانح

اس حدیث میں حضرت دحیہ کلبی کا بھی نام آیا ہے' ان کے متعلق حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

ان کا نام ہے: دحیہ بن خلیفہ بن فروہ بن زید بن امرء القیس الخزرجی۔ یہ مشہور صحابی ہیں' بدر میں حاضر نہ ہو سکے' ان کا پہلا مشاہدہ الخندق ہے اور ایک قول ہے کہ احد ہے' یہ بہت حسین تھے' حسن میں ان کی مثال دی جاتی تھی' حضرت ام سلمہ اور حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام ان کی صورت میں نازل ہوتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جبریل میرے پاس دحیہ کلبی کی صورت میں آتے تھے۔ (مسند احمد ج ۳ ص ۱۰۷) حضرت دحیہ کلبی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مکتوب لے کر قیصر کے پاس گئے تھے اور ۶ ھ یا ۷ ھ کے اول میں حمص میں اس سے ملے تھے۔

امام ترمذی نے حضرت مغیرہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت دحیہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دو موزے ہدیہ کیے تھے' جن کو آپ نے پہنا تھا۔

"سنن ابوداؤد" میں حضرت دحیہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں کچھ قبطی کنیزیں پیش کی گئی تھیں' آپ نے ان میں سے ایک کنیز مجھے عطا کی تھی۔

امام احمد نے حضرت دحیہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا میں آپ کے لیے ایک گدھے کو گھوڑی پر نہ چڑھاؤں' پھر اس سے ایک خچر پیدا ہو جس پر آپ سواری کریں؟ آپ نے فرمایا: ایسا کام وہ لوگ کرتے ہیں جو بے علم ہوں۔

(سنن ابوداؤد: ۲۵۶۵ 'مسند احمد ج ۱ ص ۹۸ 'مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۲ ص ۵۴۰ 'سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۲۳ 'مسند احمد ج ۱ ص ۹۸)

حضرت دحیہ جنگ یرموک میں گئے تھے' دمشق میں بھی رہے ہیں اور حضرت معاویہ کی خلافت تک زندہ رہے ہیں۔

(الاصابہ ج ۲ ص ۳۲۳۔ ۳۲۲ 'دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۵ ھ)

ابو کبشہ کا تعارف

اس حدیث میں ہے کہ جب ابوسفیان اور ان کے دیگر ساتھیوں کو ہرقل کے دربار سے نکال دیا گیا تو ابوسفیان نے کہا کہ ابو کبشہ کے بیٹے کا معاملہ بہت عظیم ہو گیا' اس سے سفید فام قوم کا بادشاہ بھی ڈرتا ہے۔

ابو کبشہ خزاعہ کا شخص تھا' جو شعری نام کے ستارے کی عبادت کرتا تھا' اس کا نام وجز بن غالب تھا' ابوالحسن الجرجانی نے کہا ہے کہ قریش نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عداوت کی وجہ سے آپ کے نسب معروف کے بجائے آپ کی نسبت ابو کبشہ کی طرف کرتے تھے' یا اس وجہ سے کہ جس طرح ابو کبشہ بت پرستی کے بجائے ستارہ پرست تھے' اسی طرح آپ بھی بت پرستی کے بجائے توحید پرست تھے' یا اس وجہ سے کہ آپ کے نانا ابو کبشہ تھے کیونکہ وہب بن عبد مناف بن زہرہ جو سیدہ آمنہ کے دادا تھے' ان کی کنیت ابو کبشہ تھی' اسی طرح عمرو بن زید بن اسد البخاری جو عبد المطلب کی ماں سلمٰی کے باپ تھے' وہ ابو کبشہ کہلاتے تھے' اس وجہ سے وہ آپ کو ابو کبشہ کا بیٹا کہتے تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۱ ص ۱۳۹ 'دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

کلیسا کا نظام پاپائیت

اس حدیث میں یہ آ گیا ہے کہ ہرقل نے ابن الناطور کو پادریوں کا سردار بنا دیا تھا' اس کی مکمل وضاحت کے لیے کلیسا کے نظام پاپائیت اور پوپ کے منصب کو سمجھنا ضروری ہے' جس کو ہم تفصیل سے بیان کر رہے ہیں:

پاپائیت: یورپ کے زیر انتظام' پوپ کا طریق کار' پوپ کی حکومت' جب قسطنطین اعظم نے عیسائیت کو روما کا سرکاری مذہب قرار دیا تو رومی حکومت مقدس حکومت بن گئی اور کلیسا کا انتظام پانچ پادریوں (پیٹری آرچ) کے ہاتھ میں آ گیا' جنہیں پوپ کہا گیا۔ مغرب میں روم اور مشرق میں قسطنطنیہ (استنبول) کا پوپ اہم تھے۔ ان کے درمیان اختلافات کی خلیج وسیع تر ہوگئی تو ۱۰۵۴ء میں دونوں کلیسا سے الگ ہو گئے۔ مغرب میں رومن کیتھولک اور مشرق میں یونانی کلیسا دو الگ اداروں کی حیثیت سے وجود میں آ گئے۔

پوپ گریگوری اول (۵۴۰ء تا ۶۰۹ء) نے رومی کلیسا کو مستحکم بنیادوں پر استوار کرنے کے بعد پاپائی نظام کو اور زیادہ مستحکم کر دیا۔ پورا یورپ پوپ کے دائرہ کار میں آ گیا اور اسے دینی و دنیاوی امور میں غیر محدود اختیارات حاصل ہو گئے۔ اس کی نافرمانی و ناقابل معافی جرم قرار دیا گیا۔ اس کا ہر لفظ قانون کی حیثیت رکھتا ہے۔ ڈیوڈ فی ور انگھم لکھتا ہے کہ پاپائیت کلیسا پر بری طرح چھائی ہوئی تھی اور سیاست پر جاگیرداروں کا قبضہ تھا' دونوں آزادی اور حریت کے جانی دشمن تھے ظاہراً دونوں میں زبردست مشابہت تھی' عوام کی کوئی حیثیت نہ تھی' ان کے سروں پر مذہبی عہدیداروں کا ایک لمبا سلسلہ مسلط تھا' جو علاقائی اسقف سے لے کر پوپ تک جا پہنچتا تھا۔ پوپ خود کو پطرس کا جانشین اور حضرت عیسیٰ کا نائب کہتا تھا' اس کا اقتدار ربانی تسلیم کیا جاتا ہے۔

پاپائیت کے مظالم کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ عوام نے پوپ کی مخالفت کرنا شروع کر دی۔ کچھ نے تو مذہبی ٹیکس دینے سے انکار کیا اور تعلیم یافتہ طبقے نے ان کتابوں کا مطالعہ شروع کر دیا' جن کا مطالعہ پوپ نے ممنوع قرار دے رکھا تھا۔ پوپ نے انہیں باغی قرار دے کر انہیں دردناک سزائیں دیں۔ اس سے کلیسا کے خلاف نفرت اور بھی بھڑک اٹھی۔

سب سے زیادہ مخالفت پوپ لوئی دہم کے جاری کردہ معافی ناموں کی خرید و فروخت کے سلسلے میں ہوئی۔ لوئی دہم ایک عالیشان گرجا بنانا چاہتا تھا' جس کے لیے زر خطیر کی ضرورت تھی' اس رقم کے جمع کرنے کے لیے اس نے معافی ناموں کی فروخت کا طریقہ رائج کیا۔ ان معافی ناموں کو نہ صرف پادری فروخت کرتے تھے بلکہ تاجروں نے باقاعدہ طور پر ان کی ایجنسیاں قائم کر رکھی تھیں۔ گناہوں کے نرخنامے بھی مقرر تھے۔ مختلف گناہوں کی معافی کے لیے الگ الگ قیمتیں مقرر تھیں مثلاً اسقاط حمل کے لیے ۲½ شلنگ' عدالت میں جھوٹی گواہی کے لیے ۹ شلنگ' چوری ۱۲ شلنگ' عصمت دری کرنے پر ۹ شلنگ' زنا اور قتل پر ۲½ ۷ شلنگ' وعدہ رکھنے پر ۲/۱ ۱۰ شلنگ۔

معافی نامے میں جو عبارت درج ہوئی تھی' وہ بڑی دلچسپ ہے' ان میں لکھا ہوتا تھا:

''تم پر خداوند یسوع مسیح کی رحمت ہو اور وہ اپنے مقدس رحم سے تمہیں آزاد کرے۔ میں اس کی اور اس کے بابرکت شاگرد پطرس پولوس اور مقدس پوپ کی اس سند کی رو سے' جو انہوں نے مجھے عطا فرمائی ہے' تمہیں آزاد کرتا ہوں اور سب سے پہلے کلیسا کی تمام ملامتوں سے خواہ وہ کسی شکل میں ہوں' پھر تمہارے ہر ایک گناہ' حدود شکنی اور زیادتی سے' خواہ وہ کیسے ہی مہیب اور شدید کیوں نہ ہوں' میں تم سے وہ سزا اٹھا لیتا ہوں' جو تمہیں تمہارے گناہوں کی پاداش میں جہنم میں ملنے والی تھی' تاکہ تم جب مرو تو جہنم کے دروازے تم پر بند ہوں اور جنت کی راہیں کشادہ ہوں' باپ بیٹے اور روح القدس کے نام پر''۔

پاپائیت کی رو سے پادری تمام عمر کنوارے رہتے ہیں' انہیں شادی کرنے کی اجازت نہیں ہوتی' آج بھی رومن کیتھولک چرچ میں یہی رسم جاری ہے۔

پاپائیت کا خاتمہ کرنے کے لیے جہاں سیاست دانوں اور اہل علم نے بے انتہا کوششیں کیں' وہاں خود اہل مذہب بھی مخالفت پر اتر آئے۔ کلیسا کے اقتدار کو ختم کرنے کے لیے کئی مصلحین میدان میں آئے۔ ان میں بارہویں صدی کا پیٹر والڈو' چودہویں صدی کے جان ٹولر اور جان وائی کلف اور سولہویں صدی کا مارٹن لوتھر قابل ذکر ہیں۔ مارٹن لوتھر ان سب میں نمایاں اور امتیازی حیثیت کا مالک ہے' ۱۵۱۱ء میں وہ روم گیا اور اس نے پوپ کی زندگی کا مطالعہ بہت قریب سے کیا۔ وہ اس نتیجے پر پہنچا کہ پوپ روحانی قوت کا مالک نہیں' چنانچہ واپس آنے پر اس نے پوپ کی زبردست مخالفت شروع کر دی۔ ۱۵۱۷ء میں اس نے پوپ کے معافی نامے دینے کے اختیار پر شدید نکتہ چینی کی۔ ۱۵۱۸ء تک پورا یورپ لوتھر کے خیالات سے واقف ہو چکا تھا۔ اس سے ایک تہلکہ مچ گیا' پاپائیت کے

حامیوں نے لوتھر کو قید کر دیا' رہائی کے بعد اس نے رہبانیت ترک کر کے شادی کر لی اور اس طرح جرمنی میں ایک نیا کلیسا پروٹسٹنٹ وجود میں آ گیا' جو پاپائیت اور رومن کیتھولک کا زبردست مخالف تھا۔

عوام تو پہلے ہی پاپائیت سے نالاں تھے' چنانچہ بہت جلد رومن کیتھولک کی جڑیں اکھڑنے لگیں' جسے دیکھتے ہوئے اس فرقے میں بھی اصلاح کی کوششیں کی جانے لگیں' نتیجۃً پاپائیت کمزور پڑتی چلی گئی۔

لوتھر کے بعد دیگر مصلحین میں سوئٹزر لینڈ کے الرچ زونگلی اور فرانس کے جان کالون کا تذکرہ ضروری ہے۔ کالون کے عقائد نے تو انسانی اختیار کو بالکل ختم کر دیا' اس کا کلیسا ''اصلاح یافتہ'' کہلاتا ہے۔ اسی طرح سکاٹ لینڈ اور انگلستان میں بھی اصلاح وترامیم کی بہت سی کوششیں ہوئیں' جس سے بہت سے کلیسا وجود میں آئے۔ جن کی وجہ سے عیسائیت میں قدیم پاپائی نظام تقریباً مفلوج ہو کر رہ گیا۔

پادری: فادر' باپ' بڑا' بزرگ' عیسائیوں کا مذہبی پیشوا' کلیسائی نظام میں بشپ کا ماتحت ہوتا ہے۔ اس کے فرائض میں عبادات' انجیل مقدس کی تبلیغ اور مذہبی رسومات کی ادائیگی شامل ہوتی ہے' وہ دیگر سماجی تقاریب میں کلیسا کے نمائندے کی حیثیت سے شریک ہوتا ہے۔ رومن کیتھولک کلیسا میں پادری عمر بھر کنوارا رہتا ہے' اس کے لیے شادی کرنے کی اجازت نہیں ہوتی' جب کہ مشرقی کلیسا میں پادری پر شادی لازمی ہوتی ہے' لیکن آرتھوڈکس اور قدامت پسند کلیساؤں میں پادری رنڈوا ہونے پر دوسری شادی نہیں کر سکتا۔

(اسلامی انسائیکلوپیڈیا ص ۴۲۲۔۴۲۱' طبع کراچی)

کلیسا میں پوپ کا منصب

پوپ: لاطینی لفظ ہے' جس کے معنی باپ کے ہیں۔ چوتھی اور پانچویں صدی عیسوی میں پوپ کا خطاب کسی بھی پادری کے لیے استعمال کر لیا جاتا تھا' لیکن بعد ازاں یہ لقب روم کے بشپ کے لیے مخصوص ہو کر رہ گیا۔ اہل برطانیہ میں عیسائیت کی ترویج کے فرائض روم کے عیسائی پادریوں نے سرانجام دیئے تھے' چنانچہ جوں جوں برطانیہ میں عیسائیت کو غلبہ حاصل ہوتا گیا۔ ایسے ہی ان پادریوں کو بھی عوام میں مقبولیت حاصل ہوتی چلی گئی اور ان کا تقدس بڑھتا چلا گیا۔ پاپائے روم اہل برطانیہ کا سب سے بڑا روحانی پیشوا بن گیا' اور جب روم میں کلیسا نے سیاسی اقتدار حاصل کر لیا تو برطانیہ میں بھی پاپائے اعظم کی دھاک بیٹھ گئی۔

قرونِ وسطیٰ میں ایک دور وہ بھی آیا کہ پوپ کی قوت بادشاہوں سے بھی زیادہ ہو گئی۔

ایک طرف تو سیاسی قوت تھی اور دوسری طرف مذہبی اثر اور دولت' ان چیزوں نے کلیسا کو وقت کا اہم ترین ادارہ بنا دیا اور ہر شخص نہ صرف کلیسا کا محتاج اور اسی کے رحم و کرم پر تھا' بلکہ شاہی دربار کے احکام وقوانین بھی کلیسا ہی کی وساطت سے طے پاتے تھے' نیز جب بہت سی وحشی اقوام مثلاً گوتھ' ہنس' گال' فرینک وغیرہ نے رومی پوپ کے ذریعے عیسائیت قبول کی تو اس سے پوپ کی قوت میں خاصہ اضافہ ہوا۔ پورا یورپ پوپ کے زیر اثر آ گیا۔ دینی اور دنیوی طاقت کا منبع پوپ ہی کی ذات تھی۔ اس لیے اسے غیر محدود اختیارات حاصل ہو گئے' اس کی نافرمانی کو ناقابل معافی جرم قرار دیا گیا۔ پوپ کی ہر بات قانون کی حیثیت رکھتی تھی' اور جو اس کی حکم عدولی کرتا تھا' اسے سخت سزائیں دی جاتی تھیں' لیکن پوپ نے اس قوت' دولت اور اثر کا زیادہ بہتر استعمال نہ کیا' وہ حضرت مسیح کی سادہ اور بے تکلف زندگی چھوڑ کر عیش وعشرت میں گھر گئے۔ دولت حاصل کرنے کے لیے ہر طرح کے ذرائع اختیار کیے' یہاں تک کہ پوپ نے جنت کے سرٹیفکیٹ بیچنے شروع کر دیئے۔

پوپ کی قوت کا استعمال صرف یہ رہ گیا کہ ایک دوسرے پر کفر کے فتوے لگائیں اور ان اختلافات میں اس درجہ بڑھ گئے کہ معمولی سا اختلاف رکھنے والوں کو موت کی سزا دے دی جاتی تھی۔ اس مقصد کے لیے خاص عدالتیں قائم کی گئیں' جنہیں احتسابی

عدالت کہا جاتا تھا۔ ایک اندازے کے مطابق ۱۴۸۱ء سے ۱۸۰۸ء تک ان عدالتوں نے تقریباً تین لاکھ چالیس ہزار افراد کو مختلف سزائیں دیں۔ ان میں صرف ۲۲ ہزار وہ تھے جنہیں دہکتی آگ میں ڈالا گیا۔ جن لوگوں کو سزائیں دی گئیں ان میں گلیلو جیسے ماہر سائنسدان بھی شامل تھے۔

عوام پر مظالم کے پہاڑ توڑے گئے تو ان میں پوپ کے خلاف نفرت نے جنم لیا اور ایسے لوگ پیدا ہوئے جنہوں نے پوپ کے اقتدار کو ختم کرنے کی تحریکیں چلائیں۔ ان لوگوں میں پیٹر والڈو جان ٹولر مارٹن لوتھر جیسے افراد تھے جنہوں نے عوام کو پوپ کے اقتدار سے نجات دلائی۔ (اسلامی انسائیکلوپیڈیا ص ۴۴۳ شاہکار بک فاؤنڈیشن طبع کراچی)

مشکل الفاظ کے معانی

اس حدیث میں "بطارقة" کا لفظ ہے یہ "بطریق" کی جمع ہے اس کا معنی ہے: بادشاہ کی حکومت کے خاص ارکان اور "دسکرة" کا لفظ ہے اس کا معنی محل ہے جس کے گرد مکان ہوں اور "سقف" کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: رئیس یا بڑا پادری "رومیه" کا معنی ہے: روم کا شہر "الاریسین" کا معنی ہے: متبعین "صاحب ایلیاء" کا معنی ہے: بیت المقدس کا گورنر "دعاية الاسلام" کا معنی ہے: اسلام کی دعوت۔

جب ھرقل کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کے صدق کا یقین ہو گیا تو پھر وہ اسلام کیوں نہیں لایا؟

اس حدیث میں مذکور ہے کہ جب ھرقل ابوسفیان سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق سوالات کر چکا تو اس نے کہا: اگر تم نے جو کچھ کہا وہ برحق ہے تو وہ نبی عنقریب اس جگہ کا مالک ہو جائے گا جہاں میرے یہ دو قدم ہیں اور مجھے معلوم تھا کہ اس نبی کا ظہور ہونے والا ہے مگر میرا یہ گمان نہیں تھا کہ وہ تم میں سے ہوگا اور اگر مجھے یہ یقین ہوتا کہ میں اس تک پہنچ جاؤں گا تو میں ضرور اس سے ملاقات کرنے کے لیے مشقت اٹھاتا اور اگر میں اس کے پاس ہوتا تو اس کے پاؤں کو دھوتا۔

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ھرقل کے اس کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کو یقین تھا کہ اگر اس نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف ہجرت کی تو اس کو قتل کر دیا جائے گا اور یہ اس کو تجربہ سے معلوم ہوا کیونکہ ضغاطر نے اپنے مسلمان ہونے کو ظاہر کیا تھا تو اس کو عیسائیوں نے قتل کر دیا اور امام طبرانی نے ضعیف سند کے ساتھ اس قصہ کو روایت کیا ہے پس قیصر نے کہا: مجھے معلوم ہے کہ وہ برحق نبی ہیں لیکن میں اپنے اسلام کو ظاہر کرنے کی طاقت نہیں رکھتا اگر میں نے ایسا کیا تو میری حکومت جاتی رہے گی اور رومی مجھے قتل کر دیں گے اور امام ابن اسحاق کی ایک مرسل روایت میں ہے: ھرقل نے کہا: اللہ کی قسم! مجھے یقین ہے کہ وہ نبی مرسل ہیں لیکن مجھے یہ خطرہ ہے کہ رومی مجھے قتل کر دیں گے اگر یہ خطرہ نہ ہوتا تو میں اس نبی کی پیروی کرتا تاہم اگر ھرقل عقل سے کام لیتا تو اسے معلوم ہوتا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے مکتوب میں فرمایا تھا: تم اسلام قبول کر لو تم سلامت رہو گے یعنی دنیا اور آخرت میں پس اگر وہ اسلام قبول کر لیتا تو اس کو وہ خطرات پیش نہ آتے جن سے وہ ڈر رہا تھا لیکن ہدایت کی توفیق اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔

ھرقل نے ایمان لانے پر اپنی حکومت کو ترجیح دی اس پر قوی دلیل یہ ہے کہ ۸ھ میں غزوہ موتہ میں اس نے مسلمانوں سے جنگ کی اور یہ اس قصہ کے دو سال بعد کا واقعہ ہے اور "مغازی ابن اسحاق" میں ہے کہ جب مسلمان سرزمین شام میں گئے تو ان کو یہ خبر پہنچی کہ ھرقل ایک لاکھ مشرکین کے ساتھ ان کے مقابلہ پر آ رہا ہے اسی طرح امام ابن حبان نے اپنی "صحیح" میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تبوک سے بھی اس کو اسلام کی دعوت دی وہ اسلام قبول کرنے کے قریب تھا لیکن اس نے اسلام قبول

نہیں کیا۔ اس تفصیل سے ظاہر ہو گیا کہ وہ اپنے کفر پر مسلسل برقرار رہا' تاہم یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ دل میں اپنے ایمان کو چھپاتا ہو اور اپنی حکومت کو بچانے کے لیے اور قتل کیے جانے کے خوف سے یہ نافرمانیاں کرتا ہو۔ ''مسند احمد'' میں یہ حدیث ہے کہ اس نے تبوک سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ مکتوب بھیجا کہ میں مسلمان ہوں' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس نے جھوٹ بولا' وہ اپنی نصرانیت پر قائم ہے اور ابو عبید کی ''کتاب الاموال'' میں یہ روایت ہے: اللہ کے دشمن نے جھوٹ بولا' وہ مسلمان نہیں ہے' اسی وجہ سے امام عبد البر نے یہ کہا ہے کہ اس نے تصدیق کا اظہار کیا لیکن اس پر قائم نہ رہا اور تصدیق کے تقاضے پر عمل نہیں کیا اور فانی چیزوں کو دائمی نعمتوں پر ترجیح دی۔

(فتح الباری ج ۱ ص ۵۱۵' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

اسلام قبول کرنے کی پاداش میں بڑے پادری ضغاطر کا قتل کیا جانا

نیز اس حدیث میں مذکور ہے کہ ھرقل کا ایک دوست رومیہ میں تھا' جو علم میں اس کی ٹکر کا تھا' ھرقل نے اس کو خط لکھ کر معلوم کیا اور وہ خود حمص روانہ ہو گیا' ابھی وہ حمص نہیں پہنچا تھا کہ اس کے پاس اس کے دوست کا خط آ گیا' اس کی رائے بھی ھرقل کے موافق تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہو چکا ہے اور آپ برحق نبی ہیں۔

ھرقل کے اس دوست کا نام ضغاطر تھا' اس کے متعلق حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

حضرت دحیہ بیان کرتے ہیں کہ جب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مکتوب لے کر ضغاطر کے پاس گیا تو اس نے کہا: یہی وہ نبی ہیں جن کا ہم انتظار کر رہے تھے اور جن کی ہمیں حضرت عیسیٰ نے بشارت دی تھی' سو میں ان کی تصدیق کرتا ہوں اور ان کی اتباع کروں گا' قیصر نے اس سے کہا: لیکن اگر میں نے ایسا کیا تو میری حکومت جاتی رہے گی اور یہ لوگ مجھے قتل کر دیں گے' اس قصہ کے آخر میں ہے کہ مجھ سے بڑے پادری (ضغاطر) نے کہا: یہ مکتوب لے کر اپنے پیغمبر کے پاس چلے جاؤ اور ان پر میرا اسلام پڑھنا اور انہیں یہ خبر دینا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور بے شک محمد اللہ کے رسول ہیں' میں ان پر ایمان لے آیا اور میں نے ان کی تصدیق کر دی' اور بے شک عیسائی میرا انکار کریں گے' پھر وہ ان کی طرف گیا اور انہوں نے اسے قتل کر دیا۔ امام ابن اسحٰق کی روایت میں اس طرح ہے کہ ھرقل نے حضرت دحیہ کو ضغاطر رومی کی طرف بھیجا' اور ضغاطر نے اپنے اسلام کو ظاہر کر دیا' اور اس کے اوپر پہلے جو لباس تھا' اس کو اتار دیا اور سفید لباس پہن لیا اور رومیوں کو اسلام کی دعوت دی' انہوں نے اس کو مارا' پیٹا اور قتل کر دیا اور جب حضرت دحیہ دوبارہ ھرقل کے پاس گئے تو اس نے کہا: میں نے تم سے پہلے کہا تھا کہ مجھے رومیوں سے اپنی جان کا خطرہ ہے' لیکن اس روایت پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ حضرت دحیہ ھرقل کے پاس اس مکتوب کو لے کر حدیبیہ کے سال نہیں گئے تھے' وہ اس کے پاس مکتوب لے کر غزوہ تبوک میں گئے تھے' ہو سکتا ہے کہ ضغاطر کے متعلق دو قصے ہوں' ایک قصہ وہ ہے' جس کا ''صحیح بخاری'' میں ذکر ہے جس میں ابن الناطور نے بیان کیا ہے کہ اس کی رائے ھرقل کے موافق تھی' اس میں اس کے اسلام لانے کا ذکر ہے نہ اس کے قتل کیے جانے کا اور دوسرا قصہ وہ ہے جس کا امام ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ ضغاطر کے پاس حضرت دحیہ گئے' وہ اسلام لے آیا اور اس کو قتل کر دیا گیا۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۵۱۹-۵۲۰' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

ھرقل کے اسلام لانے پر اس کو دگنا اجر کیوں دیا جائے گا؟

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ھرقل نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مکتوب منگوایا' اس میں لکھا تھا: بے شک میں تم کو اسلام کی دعوت دیتا ہوں' اسلام قبول کر لو تم سلامت رہو گے' اللہ تم کو دگنا اجر عطا فرمائے گا۔

ھرقل کو دگنے اجر کی اس لیے بشارت دی کہ وہ پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لایا تھا' پھر سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے گا تو دو

نبیوں پر ایمان لانے کی وجہ سے اسے دگنا اجر ملے گا اور یہ اس آیت کے موافق ہے:

اُولٰٓئِکَ یُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَیْنِ. (القصص: ۵۴) ان لوگوں کو ان کا اجر دو مرتبہ دیا جائے گا۔

دگنے اجر کی یہ وجہ بھی ہو سکتی ہے کہ ھرقل کا اسلام لانا اس کے متبعین کے اسلام لانے کا بھی سبب ہوگا' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ قرآن مجید میں ہے:

لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰیO (النجم: ۳۹) انسان کو صرف اسی کی سعی اور کوشش کا اجر ملتا ہےO

تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کے عدل کا اظہار ہے اور جس آیت میں دگنے اجر کا ذکر ہے وہ اس کا فضل ہے۔

اس کی توجیہ کہ ھرقل کے متبعین کے اسلام نہ قبول کرنے کا گناہ ھرقل کو کیوں ہوگا؟

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ اگر تم نے اسلام قبول نہیں کیا تو تمہارے متبعین کے اسلام نہ لانے کا بھی گناہ تم پر ہوگا' حالانکہ قرآن مجید میں ہے:

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی. (بنی اسرائیل: ۱۵) اور کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے (کے گناہ) کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ھرقل کا گناہ یہ تھا کہ وہ اپنے متبعین کی گمراہی کا سبب بنا' کیونکہ وہ لوگ اس کے اسلام نہ لانے کی وجہ سے اسلام نہیں لائے لہٰذا اس اعتبار سے متبعین کا گناہ درحقیقت ھرقل ہی کا گناہ ہے اور وہ اپنے ہی گناہوں کا بوجھ اٹھائے گا۔

اس اعتراض کا جواب کہ ھرقل کے نام مکتوب میں جو آیت لکھی گئی تھی' وہ اس مکتوب کو بھیجنے کے تین سال بعد نازل ہوئی تھی

اس سلسلہ میں تیسرا اعتراض یہ ہے کہ اس مکتوب میں جو آیت لکھی تھی: "یٰٓاَهْلَ الْکِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰی کَلِمَةٍ" (آل عمران: ۶۴) یہ آیت اس وقت نازل ہوئی تھی' جب آپ کے پاس نجران کے عیسائیوں کا وفد آیا تھا اور آپ کے پاس وفد آنے کا قصہ ۹ ھ کا ہے اور ابوسفیان جو ھرقل کے دربار میں گئے تھے' یہ ۶ ھ کا واقعہ ہے' لہٰذا اس مکتوب میں وہ آیت کیسے لکھی گئی' جو تین سال بعد نازل ہوئی تھی؟ حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس اعتراض کا یہ جواب دیا ہے کہ نبی ﷺ نے اس آیت کے نزول سے پہلے ہی اس کو لکھ دیا تھا اور بعد میں جب یہ آیت نازل ہوئی تو آپ کے لکھے ہوئے کے موافق تھی' اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ آیت دو بار نازل ہوئی ہو' لیکن یہ بعید ہے۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۱۵۷' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

(میں کہتا ہوں کہ اس میں ابن عربی کے اس قول کی تائید ہے کہ قرآن مجید کے مکمل نزول سے پہلے آپ کو اس کا اجمالی علم تھا۔ سعیدی غفرلہ)

"یہ ھرقل کا آخری امر تھا" آیا اس سے مراد اس کی زندگی کا آخری واقعہ ہے یا دعوتِ ایمان کے سلسلہ میں آخری بات؟

اس حدیث کے آخر میں مذکور ہے: جب ھرقل عیسائی سرداروں کے ایمان سے مایوس ہو گیا تو اس نے ان سے کہا: میں نے جو ابھی تجویز پیش کی تھی' اس سے میں دین میں تمہاری شدت کو آزما رہا تھا' سو مجھے معلوم ہو گیا' پھر ان سب سرداروں نے ھرقل کو سجدہ کیا اور اس سے راضی ہو گئے اور یہ ھرقل کا آخری امر تھا۔ اس کی شرح میں حافظ عسقلانی لکھتے ہیں:

اس کا معنی یہ ہے کہ ھرقل کے ایمان لانے کے سلسلہ میں یہ آخری بات یا آخری واقعہ تھا' اس کا معنی یہ نہیں ہے کہ ھرقل کے

واقعات کے سلسلہ میں یہ آخری واقعہ تھا کیونکہ اس کے بعد ھرقل نے موتہ میں اور تبوک میں مسلمانوں کے خلاف لشکر کشی کی تھی اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو دوبارہ مکتوب بھیجا تھا' اور امام ابن اسحاق نے یہ روایت ذکر کی ہے کہ ھرقل نے جب شام سے قسطنطنیہ جانے کا ارادہ کیا تو اس نے رومی سرداروں پر چند اُمور پیش کیے کہ یا تو وہ اسلام قبول کر لیں یا جزیہ دیں اور یا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صلح کر لیں اور آپ ان کو عادت اور معمول سے کم چیز پر باقی رکھیں لیکن انہوں نے اس کا انکار کر دیا' پھر وہ شام سے روانہ ہو گیا اور اس نے اہل شام کو الوداعی سلام کیا' اور قسطنطنیہ میں داخل ہو گیا' اس میں مؤرخین کا اختلاف ہے کہ آیا یہ وہی ھرقل ہے جس سے مسلمانوں نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کے زمانہ میں جنگ کی تھی یا وہ اس کا بیٹا تھا۔

جب کہ اکثر لوگوں کے نزدیک ھرقل کے ایمان کا معاملہ غیر واضح تھا' اس لیے کہ ہو سکتا ہے کہ اس نے جان کے خوف سے ایمان لانے کی تصریح نہ کی ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ آخر وقت تک شک میں رہا' حتیٰ کہ کفر پر مر گیا۔

حدیث مذکور کی عنوان باب کے ساتھ حافظ عسقلانی کی بیان کردہ مناسبت

امام بخاری نے اس باب کو ''انما الاعمال بالنیات'' کی حدیث سے شروع کیا تھا اور ھرقل کے آخری معاملہ پر ختم کیا ہے' گویا کہ امام بخاری نے کہا کہ اگر ایمان لانے کے لیے اس کی نیت صادق تھی تو وہ کامیاب ہے ورنہ وہ ناکام اور نامراد ہے اور یوں اس حدیث کی باب سے مناسبت ظاہر ہو گئی۔ (فتح الباری ج۱ ص۵۲۱۔۵۲۰' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کی عنوان باب کے ساتھ حافظ عینی کی بیان کردہ مناسبت

حافظ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ' اس حدیث کی عنوان باب سے موافقت کے سلسلہ میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ایسے متعدد جملے ہیں' جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جس شخص پر وحی کی جاتی ہے' اس کو کیسی صفات کا حامل ہونا چاہیے' مثلاً یہ کہ اس کا نسب اپنی قوم میں سب سے افضل ہو' اس قوم میں اس سے پہلے کسی نے نبوت کا دعویٰ نہ کیا ہو' اس نے اس سے پہلے کبھی جھوٹ نہ بولا ہو اور اس کے متبعین کبھی اس کے دین کو ناپسند کر کے اس سے نہ پھریں' اور یہ ''بدء الوحی'' کے ساتھ واضح مناسبت ہے نیز ھرقل کو جو مکتوب بھیجا گیا تھا' اس میں جو آیت مذکور ہے اور اس باب کے شروع میں جو آیت مذکور ہے' دونوں میں یہ چیز مشترک ہے کہ اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام پر دین کو قائم کرنے اور کلمہ توحید کا اعلان کرنے کے لیے وحی نازل فرماتا رہا ہے۔

حافظ عسقلانی اور حافظ عینی کی مناسبتوں کے درمیان محاکمہ اور مصنف کی بیان کردہ مناسبت

میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر اور حافظ عینی دونوں نے بہت عمدہ مناسبت بیان کی ہے' لیکن حافظ عسقلانی کی مناسبت باب کی پہلی حدیث کے ساتھ ہے اور حافظ عینی کی مناسبت باب کے عنوان کے ساتھ ہے اور مطلوب یہی ہوتا ہے کہ باب کی حدیث کی مناسبت باب کے عنوان کے ساتھ بیان کی جائے' سو اس اعتبار سے حافظ عینی کی شرح حافظ عسقلانی کی شرح پر فائق ہے۔

علامہ عینی نے حدیث مذکور کی عنوان باب کے ساتھ جو مناسبت بیان کی ہے' وہ عمدہ مناسبت ہے' لیکن اتنی عمدہ بھی نہیں ہے' کیونکہ علامہ عینی نے یہ کہا ہے کہ اس حدیث میں یہ بتایا ہے کہ جن پر وحی کی جاتی ہے' ان کی کیسی صفات ہونی چاہئیں' گویا اس حدیث کی وحی کے ساتھ مناسبت ہے' لیکن اس کے باب کا عنوان صرف وحی نہیں ہے بلکہ ''بدء الوحی'' ہے اور ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ ''بدء'' کا معنی ظہور اور غلبہ ہے اور اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہونے والی وحی کے ظہور اور غلبہ کا ذکر ہے کیونکہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ ابوسفیان نے کہا جب ھرقل نے کہا' جو کہا اور وہ اس مکتوب کو پڑھنے سے فارغ ہو گیا تو اس کے پاس بہت شور ہو گیا اور آوازیں بلند ہو گئیں اور ہم کو نکال دیا گیا' جب ہم کو نکال دیا گیا تو میں نے اپنے اصحاب سے کہا: ابوکبشہ کے بیٹے (یعنی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا معاملہ بہت

عظیم ہو گیا' اس سے سفید فام قوم کا بادشاہ بھی ڈرتا ہے' پھر مجھے ہمیشہ یہ یقین رہا کہ وہ عنقریب غالب ہو جائیں گے حتیٰ کہ اللہ نے میرے دل میں اسلام داخل کر دیا' سو حدیث کے ان جملوں میں وحی کے ظہور اور غلبہ کا ذکر ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا غلبہ وحی کی جہت سے تھا' سو میرے نزدیک اس حدیث کی عنوان باب کے ساتھ موافقت اس وجہ سے ہے کہ اس حدیث میں وحی کے ظہور اور غلبہ کا ذکر ہے اور اس کے باب کا عنوان بھی ''بدء الوحی'' ہے یعنی وحی کا ظہور اور غلبہ اور یہ وہ نکتہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے صرف میرے دل میں القاء کیا ہے اور تمام شارحین میں صرف مجھ پر اللہ کی یہ نعمت ہے' جس کو میں نے ''نعمۃ الباری'' میں درج کیا ہے' وللہ الحمد۔

حدیث مذکور کی زہری سے دو روایتیں اور ان کی تفصیل

اس حدیث کے آخر میں امام بخاری نے لکھا ہے کہ اس حدیث کو صالح بن کیسان اور یونس اور معمر نے زہری سے روایت کیا ہے۔ اس عبارت سے امام بخاری یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ابوالیمان کی جو روایت زہری سے ہے' وہ ابوسفیان کے اس قول تک ہے: حتیٰ کہ اللہ نے میرے دل میں اسلام کو داخل کر دیا' اس کے بعد جو ابن الناطور کا قصہ آخر حدیث تک ہے' وہ ابوالیمان کی روایت سے نہیں ہے' اسی وجہ سے امام بخاری نے اس حدیث کو ابوالیمان کی سند سے ''کتاب الجہاد'' اور ''کتاب التفسیر'' میں رقم: ۲۹۴۱' اور رقم: ۴۵۵۳' میں ابوسفیان کے اس قول تک روایت کیا ہے' حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں اسلام کو داخل کر دیا اور اس کے بعد ابن الناطور کا قصہ بیان نہیں کیا' اب امام بخاری یہ بیان کر رہے ہیں کہ ابن الناطور کا یہ قصہ از صالح بن کیسان از یونس از معمر از زہری ہے' خلاصہ یہ ہے کہ زہری سے دو روایتیں ہیں' ایک روایت ابوالیمان نے کی ہے' جو ابوسفیان کے قول مذکور تک ہے اور دوسری روایت صالح بن کیسان نے کی ہے' جس میں ابن الناطور کا قصہ آخر حدیث تک ہے۔

۞۞۞۞۞

نحمدہ ونصلی ونسلم علٰی رسولہ الکریم

۲- کِتَابُ الْاِیْمَانِ
ایمان کا بیان

اس سے پہلے امام بخاری نے یہ باب ذکر کیا تھا: ''باب کیف کان بدء الوحی'' یعنی وحی کی ابتداء کیسے ہوئی یا وحی کا ظہور اور غلبہ کیسے ہوا' یہ امام بخاری کی ''الجامع الصحیح'' کے مقدمہ کے قائم مقام تھا' اسی لیے امام بخاری نے کتاب سے ابتداء نہیں کی بلکہ باب سے ابتداء کی' پھر اپنی ''الجامع الصحیح'' میں مختلف کتب ذکر کیں' مثلاً کتاب الایمان' کتاب العلم' کتاب الطہارات' کتاب الصلوٰۃ' کتاب الزکوٰۃ' کتاب الحج' کتاب الصوم اور کتاب البیوع وغیرہ' کتاب الایمان کو باقی کتب پر مقدم کیا' کیونکہ تمام احکام شرعیہ کے قبول ہونے کا مدار ایمان پر ہے اور ایمان تمام اعمال کی شرط ہے اور شرط مشروط پر مقدم ہوتی ہے' اس کے بعد ''کتاب العلم'' کو ذکر کیا کیونکہ احکام شرعیہ پر عمل کرنے کے لیے علم کی ضرورت ہے اور علم سے ہی احکام ایک دوسرے سے ممتاز ہوتے ہیں' اس کے بعد ''کتاب الصلوٰۃ'' کو ذکر کیا کیونکہ ایمان لانے کے بعد جو عبادت سب سے پہلے فرض ہوتی ہے' وہ نماز ہے' قرآن مجید میں ہے:

اَلَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ وَیُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ. جو لوگ غیب کی خبروں پر ایمان لاتے ہیں اور نماز کو قائم (البقرہ:۳) کرتے ہیں۔

سو ایمان کے بعد نماز کا مرتبہ ہے اور چونکہ نماز کی ادائیگی طہارت پر موقوف ہے' اس لیے ''کتاب الایمان'' کے بعد پہلے کتاب الطہارات کا ذکر کیا اور اس کے بعد کتاب الصلوٰۃ کا ذکر کیا اور قرآن مجید میں بہت جگہ نماز کے بعد زکوٰۃ کا حکم دیا ہے' اس لیے کتاب الصلوٰۃ کے بعد کتاب الزکوٰۃ کا ذکر کیا' اور نماز بدنی عبادت ہے اور زکوٰۃ مالی عبادت ہے اور حج بدنی عبادت اور مالی عبادت کا مجموعہ ہے' اس لیے کتاب الزکوٰۃ کے بعد کتاب الحج کا ذکر کیا' اور اس کے بعد روزہ کا ذکر کیا اور کتاب الصوم درج کی' کیونکہ احادیث میں ان چار عبادتوں کے ساتھ روزہ کا ذکر ہے اور ان چار عبادتوں کو مقدم کیا کیونکہ یہ چار عبادات وجودی ہیں اور روزہ عدمی ہے اور وجودی کو عدمی پر شرف ہوتا ہے۔ عبادات کے بعد معاملات شروع کیے اور کتاب البیوع اور کتاب الاجارہ وغیرہ کو ذکر کیا۔

پھر ہر کتاب کے تحت کئی اور کتب کو ذکر کیا' جیسے کتاب الطہارات میں کتاب الوضوء' کتاب الغسل' کتاب الحیض اور کتاب التیمم کو ذکر کیا اور کتاب الصلوٰۃ میں کتاب مواقیت الصلوٰۃ' کتاب الاذان' کتاب الجمعۃ' کتاب صلوٰۃ الخوف' کتاب العیدین' کتاب الوتر' کتاب الاستسقاء' کتاب الکسوف' کتاب سجود القرآن' کتاب تقصیر الصلوٰۃ' کتاب التہجد' کتاب السہو اور کتاب الجنائز کو ذکر کیا' اسی طرح باقی کتب بھی کئی کئی کتب پر مشتمل ہیں اور وہ ضمنی کتب دراصل ابواب کے حکم میں ہیں۔

ایمان کا لغوی معنی

علامہ سید محمد بن محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی متوفی ١٢٠٥ھ لکھتے ہیں:

ایمان کا معنی تصدیق ہے' علامہ زمخشری نے "الاساس" میں اسی پر اعتماد کیا ہے اور لغویین وغیرہ تمام اہل علم اس پر متفق ہیں' اور علامہ زمخشری نے "کشاف" میں کہا ہے: جس پر کوئی شخص ایمان لایا' اس نے اس کو تکذیب سے مامون اور محفوظ کر دیا' اور ایمان کا معنی ہے: اذعان یعنی ماننا اور قبول کرنا اور یہ اعتراف کے معنی کو متضمن ہے' الازہری نے کہا ہے: ایمان کی اصل ہے امانت کے صدق میں داخل ہونا' جس طرح اس نے زبان سے تصدیق کی ہے' اسی طرح دل سے بھی تصدیق کی تو وہ مومن ہے اور جس نے دل سے تصدیق نہیں کی وہ اس امانت کو ادا کرنے والا نہیں ہے' جو اللہ تعالیٰ نے اس کے پاس رکھی تھی' وہ منافق ہے' زجاج نے کہا: ایمان کا معنی شریعت کو اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے پاس سے جو کچھ لے کر آئے اس کو قبول کرنا ہے' اس کا اعتقاد رکھنا ہے اور دل سے اس کی تصدیق کرنا ہے' امام راغب اصفہانی نے کہا: کبھی ایمان کا اطلاق اس شریعت پر کیا جاتا ہے' جس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے' اور کبھی حق کے ماننے اور قبول کرنے کو ایمان کہا جاتا ہے اور ایمان تین چیزوں کا مجموعہ ہے: تصدیق بالقلب' اقرار باللسان اور عمل بالارکان اور ان میں سے ہر ایک کو بھی ایمان کہا جاتا ہے۔ (تاج العروس شرح القاموس ج ٩ ص ١٢٥' دار احیاء التراث العربی' بیروت)

ایمان کا شرعی معنی

علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ٧٩١ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس چیز میں تصدیق کرنا' جس کے متعلق بداہۃً معلوم ہو کہ اس کو آپ لے کر آئے ہیں اور اس کا دین ہونا مشہور ہو یعنی بغیر غور و فکر اور دلیل کے اس کا علم ہو جیسے اللہ تعالیٰ کا واحد ہونا' پانچ نمازوں کا فرض ہونا' اور شراب کا حرام ہونا' جو چیز اجمالی ہو اس کا اجمالی ملاحظہ کافی ہے اور جو چیز تفصیلی ہو اس کا تفصیلی ملاحظہ ضروری ہے' حتیٰ کہ اگر اس سے نماز کی فرضیت کا سوال کیا جائے اور وہ اس کی تصدیق نہ کرے یا اس سے شراب کے حرام ہونے کا سوال کیا جائے اور وہ اس کی تصدیق نہ کرے تو وہ کافر ہوگا' ایمان کی یہ تعریف مشہور ہے اور جمہور علماء اسلام کا یہی موقف ہے۔ (شرح المقاصد ج ٥ ص ١٧٧' منشورات الرضی ایران' ١٤٠٩ھ)

ایمان کی تعریف میں فقہاء اسلام کے مشہور مذاہب

اہل قبلہ کے ایمان کی تعریف میں حسب ذیل مذاہب ہیں:

(١) اکثر محققین اور امام ابوحنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ ایمان صرف تصدیق کا نام ہے اور اقرار اسلامی احکام کے اجراء کے لیے شرط ہے اور نیک اعمال کا کرنا درجات میں بلندی کا سبب ہے۔

(٢) خوارج کا مذہب ہے: تصدیق' اقرار اور اعمال کے مجموعہ کا نام ایمان ہے اور نیک عمل کے ترک کرنے یا نافرمانی کرنے سے انسان ایمان سے نکل جاتا ہے اور کفر میں داخل ہو جاتا ہے۔

(٣) معتزلہ کا مذہب ہے: تصدیق' اقرار اور اعمال کے مجموعہ کا نام ایمان ہے اور گناہ کبیرہ کے ارتکاب سے انسان ایمان سے نکل جاتا ہے کیونکہ جز کی نفی سے کل کی نفی ہو جاتی ہے لیکن وہ کافر نہیں ہوتا کیونکہ اس نے تکذیب نہیں کی۔

(٤) ائمہ ثلاثہ اور محدثین کا مذہب ہے: تصدیق' اقرار اور اعمال کے مجموعہ کا نام ایمان ہے اور گناہ کبیرہ کے ارتکاب سے انسان ایمان سے نکلتا ہے نہ کفر میں داخل ہوتا ہے بلکہ فاسق ہو جاتا ہے۔

(٥) مرجئہ کا مذہب یہ ہے کہ ایمان لانے کے بعد انسان کے لیے نیک عمل کرنا ضروری نہیں اور نہ گناہ کبیرہ کے ارتکاب سے اسے

کسی عذاب کا خطرہ ہے۔ (شرح المقاصد ج ۵ ص ۱۷۹۔۱۷۸ 'مہذ بامر تبا' منشورات الرضی' ۱۴۰۹ھ)

ہم نے یہاں پر ایمان میں صرف وہ مذاہب ذکر کیے ہیں' جن پر ''صحیح البخاری'' کی احادیث کا سمجھنا موقوف ہے' ائمہ ثلاثہ اور محدثین جن آیات اور احادیث سے ایمان میں کمی اور زیادتی پر استدلال کرتے ہیں' وہ ہم احناف کے نزدیک ایمان کامل پر محمول ہیں اور ہمارے نزدیک ایمان کامل میں اعمال داخل ہیں' اس لیے ایمان کامل میں کمی اور زیادتی ہو سکتی ہے' ہمارے نزدیک نفس ایمان میں اعمال داخل نہیں ہیں' وہ صرف تصدیق کا نام ہے اور اس کا ائمہ ثلاثہ اور محدثین بھی انکار نہیں کرتے۔

شرح صحیح مسلم میں ایمان کے مذاہب کے عنوانات

ہم نے ''شرح صحیح مسلم'' میں ایمان کی بہت زیادہ تفصیل بیان کی ہے' اس میں ایمان کے مباحث کے حسب ذیل عنوانات ہیں:

(۱) ایمان کے لغوی معنی کی تفصیل اور تحقیق (۲) ایمان کے شرعی معنی کی تفصیل اور تحقیق (۳) نفس ایمان اور ایمان کامل کا بیان (۴) مومن ہونے کے لیے فقط جاننا کافی نہیں ہے بلکہ ماننا ضروری ہے (۵) ایمان کی حقیقت میں فقط تصدیق کے معتبر ہونے پر قرآن مجید سے استشہاد (۶) ایمان کی حقیقت میں فقط اقرار کے غیر معتبر ہونے پر قرآن مجید سے استشہاد (۷) ایمان کی حقیقت میں اعمال کے غیر معتبر ہونے پر قرآن مجید سے استشہاد (۸) ایمان میں کمی اور زیادتی کے ثبوت پر احادیث سے استشہاد (۹) ایمان میں کمی اور زیادتی کے دلائل کے جوابات (۱۰) ایمان کی تعریف میں خوارج کے دلائل کے جوابات (۱۱) ایمان کی تعریف میں مرجئہ کے دلائل کے جوابات (۱۲) ایمان کی تعریف میں اہل قبلہ کے مذاہب کا خلاصہ (۱۳) آیا اسلام اور ایمان مغائر ہیں یا متحد؟ (۱۴) مومن اور مسلمان کی تعریف

(شرح صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۴۶۔۲۰۷ 'فرید بک سٹال لاہور' الطبع ثانی عشر' ۱۴۲۵ھ)

* اس جگہ پر ایک بحث یہ بھی ہے کہ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک یہ کہنا جائز ہے کہ میں ان شاء اللہ مومن ہوں' اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک یہ کہنا جائز نہیں ہے' بلکہ یہ کہنا ضروری ہے کہ میں یقیناً مومن ہوں' کیونکہ جس چیز کے ہونے میں شک ہو' اس کے متعلق ان شاء اللہ کہا جاتا ہے' اگر وہ کہے گا: میں ان شاء اللہ مومن ہوں' تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اس کو اپنے ایمان میں شک ہے اور شک کے ساتھ وہ مومن نہیں ہو سکتا' تاہم انسان کو اپنے خاتمہ کے متعلق کچھ علم نہیں ہے کہ اس کا خاتمہ ایمان پر ہوگا یا نہیں' اس لیے وہ اپنے خاتمہ کے اعتبار سے کہہ سکتا ہے کہ میں ان شاء اللہ مومن ہوں' یعنی ان شاء اللہ میرا خاتمہ ایمان پر ہوگا۔

(اس مسئلہ کی مفصل تحقیق کے لیے دیکھئے: تبیان القرآن ج ۴ ص ۵۵۳۔۵۵۱ 'الانفال: ۴۔۱)

اس تمہید کے بعد اب ہم امام بخاری کے عنوان کا ذکر کر کے اس کی شرح کرتے ہیں:

۱- بَابُ الْاِيْمَانِ وَقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بُنِيَ الْاِسْلَامُ عَلٰى خَمْسٍ	الایمان اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے
وَهُوَ قَوْلٌ وَّ فِعْلٌ' وَ يَزِيْدُ وَيَنْقُصُ.	اور وہ قول اور فعل ہے اور زیادہ ہوتا ہے اور کم ہوتا ہے۔

امام بخاری نے عنوان میں حدیث کا پہلا جملہ ذکر کیا ہے: اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے' یہ مفصل حدیث نمبر ۸ میں آ رہی ہے' اس کے بعد امام بخاری نے فرمایا: ایمان قول اور فعل ہے اور وہ زیادہ بھی ہوتا ہے اور کم بھی ہوتا ہے (۔ائمہ ثلاثہ اور محدثین کا مذہب ہے) پھر امام بخاری نے اس مذہب پر حسب ذیل آیات سے استدلال فرمایا:

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿لِيَزْدَادُوْٓا اِيْمَانًا مَّعَ اِيْمَانِهِمْ﴾ (الفتح: ٤)	اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: تاکہ ان کے ایمان کے ساتھ ایمان زیادہ ہو۔ (الفتح: ۴)

﴿وَزِدْنَاهُمْ هُدًى﴾ (الکہف:۱۳)
اور ہم نے ان کی ہدایت کو زیادہ کر دیا○ (الکہف:۱۳)

﴿وَيَزِيدُ اللّٰهُ الَّذِينَ اهْتَدَوْا هُدًى﴾ (مریم:۷۶)
اور جن لوگوں نے ہدایت پائی' اللہ ان کی ہدایت کو زیادہ کر دیتا ہے۔ (مریم:۷۶)

﴿وَالَّذِينَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى وَّاٰتَاهُمْ تَقْوَاهُمْ﴾ (محمد:۱۷)
اور جن لوگوں نے ہدایت پائی' اللہ نے ان کی ہدایت کو زیادہ کر دیا اور انہیں ان کا تقویٰ عطا فرمایا○ (محمد:۱۷)

﴿وَيَزْدَادَ الَّذِينَ اٰمَنُوْا اِيْمَانًا﴾ (المدثر:۳۱)
اور ایمان والوں کا ایمان زیادہ ہو جائے۔ (المدثر:۳۱)

﴿اَيُّكُمْ زَادَتْهُ هٰذِهٖ اِيْمَانًا ۚ فَاَمَّا الَّذِينَ اٰمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ اِيْمَانًا﴾ (التوبہ:۱۲۴)
(منافقین نے کہا:) اس سورت نے تم میں سے کس کے ایمان کو زیادہ کر دیا؟ سو جو ایمان والے ہیں تو اس سورت نے ان کے ایمان کو زیادہ کر دیا۔ (التوبہ:۱۲۴)

وَقَوْلُهٗ جَلَّ ذِكْرُهٗ ﴿فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا﴾ (آل عمران:۱۷۳)
اور اللہ عزوجل کا قول ہے: سو تم ان سے ڈرو' پس اللہ نے ان کے ایمان کو زیادہ کر دیا۔ (آل عمران:۱۷۳)

وَقَوْلُهٗ تَعَالٰى ﴿وَمَا زَادَهُمْ اِلَّا اِيْمَانًا وَّتَسْلِيمًا﴾ (الاحزاب:۲۲)
اور اللہ عزوجل کا قول ہے: اور اس نے صرف ان کے ایمان اور ان کے مان لینے کو زیادہ کر دیا○ (الاحزاب:۲۲)

اور ایک حدیث میں ہے:

وَالْحُبُّ فِي اللّٰهِ وَالْبُغْضُ فِي اللّٰهِ مِنَ الْاِيْمَانِ.
اور اللہ کی وجہ سے محبت رکھنا اور اللہ کی وجہ سے بغض رکھنا بھی ایمان سے ہے۔

امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ قرآن مجید کی ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے ایمان اور ہدایت کو زیادہ کرنے کا ذکر فرمایا ہے اور کمی اور زیادتی اعمال کی وجہ سے ہوتی ہے' اس سے معلوم ہوا کہ اعمال ایمان میں داخل ہیں اور ایمان میں کمی اور زیادتی ہوتی ہے' ہم اس کے جواب میں یہ کہتے ہیں کہ ان آیات میں ایمان سے مراد ایمان کامل ہے اور ہم احناف کے نزدیک بھی ایمان کامل میں اعمال داخل ہیں اور اس میں کمی اور زیادتی ہوتی ہے' لہٰذا یہ آیات احناف کے خلاف نہیں ہیں' تاہم مزید وضاحت کے لیے ہم مفسرین سے ان آیات کی تفسیر نقل کر کے پیش کر رہے ہیں:

امام بخاری کی پیش کردہ آیات کی تفسیر

امام ابو منصور محمد بن محمد ماتریدی سمرقندی حنفی متوفی ۳۳۳ھ' الفتح: ۴ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اس آیت میں فرمایا: " تاکہ ان کے ایمان کے ساتھ ایمان زیادہ ہو" امام ماتریدی نے فرمایا: اس آیت کے دو محمل ہیں:

(۱) سیدنا محمد ﷺ اور آپ کی کتاب پر ان کا ایمان' تمام رسولوں اور ان کی کتابوں پر ایمان کے ساتھ زیادہ ہو جائے' جن کی وہ پہلے تصدیق کر چکے تھے' یہ توجیہ صرف اہل کتاب کے ساتھ خاص ہے۔

(۲) پچھلی ساعتوں میں جو ان کا ایمان تھا' اس کے ساتھ اس وقت لایا ہوا ایمان زیادہ ہو جائے۔

(تاویلات اہل السنۃ ج ۹ ص ۲۹۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

اس آیت کے حسب ذیل محامل ہیں:

(۱) اللہ تعالیٰ ان کو متعدد احکام کا مکلف فرماتا تھا' اور وہ ان میں سے ہر حکم پر ایمان لاتے تھے اور اس کی تصدیق کرتے تھے' مثلاً پہلے ان کو توحید کا حکم دیا تو وہ اس پر ایمان لائے' پھر ان کو اطاعت کرنے کا حکم دیا تو وہ اس پر ایمان لائے' پھر ان کو قتال اور حج کا حکم دیا تو وہ اس پر ایمان لائے' پس ان کے پہلے ایمان کے ساتھ یہ ایمان زیادہ ہو گیا۔

(۲) پہلے وہ اصول اور معتقدات پر ایمان لائے تھے' پھر وہ فروع اور احکام شرعیہ پر ایمان لائے' تو اصول پر ایمان کے ساتھ فروع پر ان کا ایمان زیادہ ہو گیا' یعنی پہلے وہ اس پر ایمان لائے کہ اللہ واحد ہے اور سیدنا محمد ﷺ اس کے آخری رسول ہیں اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیا جائے گا اور ان سے حساب لیا جائے گا اور ثواب اور عذاب کا مرحلہ ہو گا' پھر اس پر ایمان لائے کہ نبی ﷺ نے جو بھی فرمایا' وہ حق اور صواب ہے اور اللہ اور اس کے رسول نے جو بھی حکم دیا' اس پر عمل کرنا واجب ہے۔

(۳) پہلے ان کا ایمان فطری تھا' اس کے بعد وہ غور و فکر کر کے ایمان لائے تو یہ ایمان فطری پر زیادہ ایمان ہو گیا۔

الکہف: ۱۳ میں فرمایا: ''اور ہم نے ان کی ہدایت کو زیادہ کر دیا''۔ اس کی تفسیر میں امام ابومنصور ماتریدی متوفی ۳۳۳ھ فرماتے ہیں:

اس آیت کا معنی ہے: ہم نے ان کو ان کی ہدایت پر ثابت اور برقرار رکھا اور اس کی دوسری تفسیر یہ ہے کہ ہر وقت اور ہر آن میں ان کو ایک نئی ہدایت حاصل ہو رہی ہے اور انہیں اللہ تعالیٰ کی نئی شان کی ہدایت حاصل ہو رہی ہے۔

(تاویلات اہل السنۃ ج ۷ ص ۱۴۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

مریم: ۷۶ میں فرمایا: ''اور جن لوگوں نے ہدایت پائی' اللہ ان کی ہدایت کو زیادہ کر دیتا ہے''۔ اس کی تفسیر میں امام ابومنصور ماتریدی فرماتے ہیں:

اس کا معنی ہے: جب وہ ہدایت پا لیں تو اللہ تعالیٰ ان کو توفیق دیتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو پہچان لیتے ہیں اور وہ ان کو اطاعت کی توفیق دیتا ہے' جس وقت ان کی ہدایت کی طرف رغبت ہوتی ہے اور وہ اس کو طلب کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت کی توفیق عطا فرماتا ہے۔ (تاویلات اہل السنۃ ج ۷ ص ۲۵۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

اس کی مثال یہ ہے کہ ایمان ہدایت ہے اور ایمان میں اخلاص ہدایت میں زیادتی ہے' اور اخلاص اسی وقت حاصل ہو گا' جب ایمان حاصل ہو جائے گا' پس جس نے ایمان کی ہدایت پائی' اللہ تعالیٰ اس ہدایت میں اخلاص کو زیادہ کر دیتا ہے۔

(تفسیر کبیر ج ۷ ص ۵۶۲' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

محمد: ۱۷ میں فرمایا: ''جن لوگوں نے ہدایت پائی' اللہ نے ان کی ہدایت کو زیادہ کر دیا اور انہیں ان کا تقویٰ عطا فرمایا''۔ امام ابومنصور ماتریدی متوفی ۳۳۳ھ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

اس کا معنی ہے: مؤمنین آپ کے ارشادات غور سے سنتے ہیں اور آپ سے زیادہ ہدایت طلب کرتے ہیں' اور انہیں ان کا تقویٰ عطا فرمایا' مراد یہ ہے کہ ان کو وہ چیز عطا فرمائی' جس کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت کرنے سے [illegible] تے ہیں' یعنی ان کو یہ توفیق عطا فرمائی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی مخالفت کرنے سے ڈرتے ہیں۔ (تاویلات اہل السنۃ ج ۹ ص ۲۷۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

ان کی ہدایت میں زیادتی فرمائی یعنی پہلے وہ ہدایت یافتہ تھے' پھر ان کو ہدایت دہندہ بنا دیا اور ان کو ان کا تقویٰ عطا فرمایا یعنی

جس کام کے حلال ہونے کا انہیں یقین نہیں ہوتا' اس میں وہ ہاتھ نہیں ڈالتے اور احتیاط پر عمل کرتے ہیں۔

(تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۱۵' داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۵ھ)

المدثر: ۳۱ میں فرمایا: ''اور ایمان والوں کا ایمان زیادہ ہو جائے'' امام ابومنصور ماتریدی متوفی ۳۳۳ھ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

امام ابوحنیفہ اس قسم کی آیات میں فرماتے ہیں: ان کے ایمان پر ان کے ایمان کی تفسیر زیادہ ہوگئی' کیونکہ وہ پہلے اللہ تعالیٰ کی توحید پر ایمان لائے' پھر انہوں نے اقرار کیا کہ اللہ ہی ہر چیز کی تخلیق کرتا ہے اور وہی ہر اطاعت کا حکم دیتا ہے' اور ان کے اس اقرار میں سب رسولوں کی تصدیق ہے اور اس کی نازل کی ہوئی تمام کتابوں کی تصدیق ہے۔

اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ایمان کے زیادہ ہونے سے ایمان پر دوام اور ثابت قدم رہنا مراد ہو۔

(تاویلات اہل السنۃ ج ۱۰ ص ۳۱۷' دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

ایمان میں زیادتی سے مراد یہ ہے کہ جب انسان اپنے ذہن میں اس معنی کو حاضر کر لیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا عالم ہے اور ہر چیز پر قادر ہے اور وہ ہر چیز کا خالق ہے اور ہر قسم کے نقص اور عیب سے بری ہے تو پھر وہ اللہ تعالیٰ کی توحید کے بہت سے دلائل پر مطلع ہو جاتا ہے' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ تمہارے نزدیک ایمان میں کمی اور زیادتی نہیں ہوتی تو پھر اس آیت کی کیا توجیہ ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ایمان میں زیادتی سے مراد ہے: ایمان کے ثمرات' اس کے آثار اور اس کے لوازم میں زیادتی۔

(تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۷۱۱' داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۵ھ)

التوبہ: ۱۲۴ میں فرمایا: ''(منافقین نے کہا:) اس سورت نے تم میں سے کس کے ایمان کو زیادہ کر دیا؟ سو جو ایمان لائے ہیں تو اس سورت نے ان کے ایمان کو زیادہ کر دیا''۔ امام ابومنصور ماتریدی حنفی متوفی ۳۳۳ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اہل ایمان کے سامنے جب اسلام کی حقانیت پر دلائل اور براہین آتے تو ان کا ایمان اور قوی ہو جاتا' اور ان کے ایمان کے زیادہ ہونے کا معنی یہ ہے کہ وہ اپنے ایمان پر دائم اور ثابت قدم رہتے' اور جب بھی احکام اور فرائض نازل ہوتے تو وہ ان کی تصدیق کرتے اور ان کے ایمان کے زیادہ ہونے کا معنی یہ بھی ہے کہ ان کی نیکیاں زیادہ ہوتیں۔

(تاویلات اہل السنۃ ج ۵ ص ۵۱۲۔ ۵۱۳' دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

مؤمنین کے ایمان کے زیادہ ہونے کا معنی یہ ہے کہ جب بھی کوئی آیت نازل ہوتی تو وہ اس کا اقرار کرتے اور یہ اعتراف کرتے کہ یہ اللہ کی جانب سے حق ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۶ ص ۱۷۴' داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۵ھ)

آل عمران: ۱۷۳ میں فرمایا: ''سو تم ان سے ڈرو' پس اللہ نے ان کے ایمان کو زیادہ کر دیا''۔ اس کی تفسیر میں امام ابومنصور ماتریدی حنفی متوفی ۳۳۳ھ لکھتے ہیں:

منافقین نے مسلمانوں سے کہا: لوگ تمہارے خلاف جمع ہو گئے ہیں' سو تم ان سے ڈرو' اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے ایمان کو زیادہ کر دیا' یعنی ان کی جرأت' قوت اور دین پر صلابت کو زیادہ کر دیا اور اپنے رب پر جوان کو یقین تھا' اس کو اور قوی کر دیا۔

(تاویلات اہل السنۃ ج ۲ ص ۵۳۳' دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

مومنین کے ایمان میں زیادتی سے مراد یہ ہے کہ جب مومنوں نے کفار سے ڈرانے والے کی بات سنی تو انہوں نے اس کی طرف کوئی توجہ نہیں کی بلکہ ان کے دلوں میں کفار سے جہاد کرنے کا عزم اور مؤکد ہو گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکام کی اطاعت کرنے کا جذبہ اور قوی ہو گیا اور ان کا اللہ تعالیٰ پر یہ اعتماد اور مستحکم ہو گیا کہ کفار کے خلاف جنگ میں اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی مدد فرمائے گا۔ (تفسیر کبیر ج ۳ ص ۴۳۴ 'داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

الاحزاب: ۲۲ میں فرمایا: ''اور اس نے صرف ان کے ایمان اور مان لینے کو زیادہ کر دیا''۔ امام ابو منصور ماتریدی متوفی ۳۳۳ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مسلمانوں سے کسی چیز کا وعدہ فرماتے یا کسی چیز کے وقوع کی خبر دیتے اور وہ اس کے مطابق ہو جاتا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وعدہ اور خبر کے متعلق مسلمانوں کی تصدیق اور قوی ہو جاتی کیونکہ اس میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کے صدق کی دلیل ہے اور اللہ تعالیٰ نے جو چیزیں مقدر کی ہیں' وہ ان کو مان لیتے اور زیادہ استحکام سے ان کو تسلیم کرتے۔

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں سے جتنے وعدے کیے تھے' وہ سب پورے ہو گئے' مثلاً فارس پر رومیوں کو فتح حاصل ہوگئی اور مکہ فتح ہو گیا تو مسلمانوں کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدق پر جو یقین تھا وہ اور پختہ ہو گیا۔ (تفسیر کبیر ج ۹ ص ۱۶۳ 'داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

بعض احادیث اور آثار سے امام بخاری کا ایمان کے زیادہ ہونے پر استدلال اور ان کے جوابات

امام بخاری نے اس حدیث کو پیش کیا:

اللہ کے سبب سے محبت کرنا اور اللہ کے سبب سے بغض رکھنا ایمان کی علامتوں میں سے ہے۔

اس حدیث میں ''فی اللّٰہ'' کا لفظ ہے اور ''فی'' کا معنی سبب ہے' جیسا کہ اس آیت میں ہے:

فَذٰلِكُنَّ الَّذِي لُمْتُنَّنِي فِيهِ. (یوسف: ۳۲) سو یہ وہی شخص ہیں' جن کے سبب سے تم مجھے ملامت کرتی تھیں۔

اس فقرہ کی تائید میں حسب ذیل احادیث ہیں:

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمام اعمال میں افضل عمل اللہ کے سبب سے محبت کرنا اور اللہ کے سبب سے بغض رکھنا ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۴۵۹۹' کنز العمال: ۲۴۶۳۸)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے اللہ کے سبب سے محبت رکھی اور اللہ کے سبب سے بغض رکھا اور اللہ کے سبب سے عطا کیا اور اللہ کے سبب سے منع کیا' اس نے ایمان کو کامل کر لیا۔ (سنن ابوداؤد: ۴۶۸۱) امام بخاری کا مطلب یہ ہے کہ محبت اور بغض میں کمی اور زیادتی ہوتی ہے' اس سے ثابت ہوا کہ ایمان میں کمی اور زیادتی ہوتی ہے' ہم یہ کہتے ہیں کہ محبت میں کمی اور زیادتی سے ایمان کامل اور ناقص نہیں ہوتا بلکہ قوی اور ضعیف ہوتا ہے۔

پھر امام بخاری نے یہ اثر پیش کیا:

وَكَتَبَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ إِلَى عَدِيِّ بْنِ عَدِيٍّ أَنَّ لِلْإِيمَانِ فَرَائِضَ وَشَرَائِعَ وَحُدُودًا وَسُنَنًا، فَمَنِ اسْتَكْمَلَهَا اسْتَكْمَلَ الْإِيمَانَ، وَمَنْ لَمْ

حضرت عمر بن عبد العزیز نے عدی کی طرف مکتوب لکھا کہ ایمان کے فرائض ہیں اور شرائع ہیں اور حدود ہیں اور سنن ہیں' پس جس نے ان کو کامل کر لیا' اس نے ایمان کو کامل کر لیا اور جس نے ان

يَسْتَكْمِلْهَا لَمْ يَسْتَكْمِلِ الْإِيْمَانَ ، فَإِنْ أَعِشْ فَسَأُبَيِّنُهَا لَكُمْ حَتّٰى تَعْمَلُوْا بِهَا، وَإِنْ أَمُتْ فَمَا أَنَا عَلٰى صُحْبَتِكُمْ بِحَرِيْصٍ.

کو کامل نہیں کیا' اس نے ایمان کو کامل نہیں کیا' پس اگر میں زندہ رہا تو میں عنقریب یہ امور تمہارے لیے بیان کروں گا' حتیٰ کہ تم ان پر عمل کرو گے اور اگر میں مرگیا تو میں تمہاری صحبت پر حریص نہیں ہوں۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز کا تعارف

ان کا پورا نام ہے: عمر بن عبدالعزیز بن مروان بن الحکم بن العاص بن امیہ بن عبد شمس الاموی القرشی' یہ امام عادل تھے اور خلفاء راشدین میں سے ایک ہیں' انہوں نے حضرت عبداللہ بن جعفر اور حضرت انس وغیرہ سے حدیث کا سماع کیا ہے' خلیفہ بننے سے پہلے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ان کی اقتداء میں نماز پڑھی ہے اور انہوں نے کہا: میں نے اس نوجوان سے زیادہ کسی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشابہ نہیں پایا' ۹۹ھ میں وہ خلیفہ ہوئے اور دو سال پانچ مہینہ تک خلیفہ رہے' ان کی خلافت حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کی طرح تھی' انہوں نے روئے زمین کو عدل اور انصاف سے بھر دیا' ان کی والدہ حفصہ بنت عاصم بن عمر بن الخطاب تھیں' مصر میں پیدا ہوئے اور ۲۵ رجب ۱۰۱ھ میں حمص میں فوت ہوئے' ان کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بال مبارک اور ناخن مبارک تھے' انہوں نے کہا تھا کہ جب میں مرجاؤں تو ان کو میرے کفن میں رکھ دینا' امام احمد بن حنبل نے یہ حدیث روایت کی ہے کہ ہر صدی کے سرے پر اللہ اس شخص کو بھیجتا ہے' جو اس امت کے لیے دین کی تجدید کرتا ہے' اس حدیث کی وجہ سے حضرت عمر بن عبدالعزیز کو دوسری صدی کا مجدد کہا گیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱ ص ۱۸۹)

عدی بن عدی کا تذکرہ

ان کا نام عدی بن عدی بن عمیرہ بن زرارہ بن ارقم بن عمر بن وہب بن ربیعہ بن الحارث بن عدی ہے' یہ تابعی ہیں' یہ اپنے والد اور چچا العرس بن عمیرہ سے روایت کرتے ہیں اور یہ دونوں صحابی ہیں' اس میں اختلاف ہے کہ یہ خود صحابی ہیں یا نہیں' اختلاف کا سبب یہ ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مرسل احادیث روایت کی ہیں' اس وجہ سے بعض لوگوں نے ان کو صحابی گمان کیا اور عدی کو حضرت عمر بن عبدالعزیز نے الجزیرہ اور الموصل کا گورنر بنایا تھا' یہ ۱۲۰ھ میں فوت ہوگئے' امام ابوداؤد' امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے ان سے احادیث روایت کی ہیں' امام بخاری اور امام مسلم نے ان سے کوئی حدیث روایت نہیں کی۔ (عمدۃ القاری ج ۱ ص ۱۹۰۔ ۱۹۱)

فرائض' شرائع' حدود اور سنن کی تعریفات

حضرت عمر بن عبدالعزیز کے اس مکتوب میں فرائض' شرائع' حدود اور سنن کے الفاظ ہیں۔

فرائض: فریضہ کی جمع ہے' فرض اس کام کو کہتے ہیں' جس کا کرنا لازم ہو اور اس کے لزوم کا ثبوت ایسی دلیل سے ثابت ہو' جو قطعی الثبوت اور قطعی الدلالۃ ہو' اس کا منکر کافر ہے اور اس کا ترک کرنا گناہ کبیرہ ہے اور موجب عذاب ہے' جیسے نماز اور زکوٰۃ وغیرہ۔

شرائع: شریعت کی جمع ہے' جیسے نماز کی صفات' رمضان کے روزوں کی تعداد' تہمت لگانے والے کے کوڑوں کی تعداد' طلاق کی تعداد وغیرہ۔

حدود: اسلام میں پانچ حرام کاموں کی سزا معین ہے' ان کو حدود کہتے ہیں' زنا کی حد رجم یا سو کوڑے ہیں' چوری کی حد ہاتھ کو پہنچے سے کاٹ دینا ہے' قذف (زنا کی تہمت) کی حد اسی کوڑے ہیں' شراب نوشی کی حد چالیس کوڑے ہیں اور ڈاکے کی حد قتل کرنا اور سولی پر لٹکانا ہے یا دایاں ہاتھ اور بایاں پیر کاٹنا ہے یا شہر بدر کرنا ہے۔

سنن: شارع علیہ السلام نے جن چیزوں کا فضائل اعمال کی وجہ سے حکم دیا۔

امام بخاری کا مطلب یہ ہے کہ جب فرائض' شرائع اور سنن پر عمل کرنا ایمان میں داخل ہے تو اعمال ایمان میں داخل ہو گئے اور جس کے زیادہ اعمال ہوں گے' اس کا ایمان کامل ہو گا اور جس کے اعمال کم ہوں گے' اس کا ایمان ناقص ہوگا۔ ہم اس کے جواب میں یہ کہتے ہیں کہ اعمال ایمان کامل میں داخل ہیں' نفس ایمان میں داخل نہیں ہیں اور ایمان کامل میں ہم بھی اعمال کو داخل مانتے ہیں۔

اس کے بعد امام بخاری نے یہ آیت پیش کی:

وَقَالَ اِبْرَاهِيْمُ ﴿وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِيْ﴾ (البقرۃ: ۲۶۰)۔

اور ابراہیم علیہ السلام نے کہا: اور لیکن تا کہ میرا دل مطمئن ہو جائے۔ (البقرہ: ۲۶۰)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تعارف

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا پورا نام اس طرح ہے: ابراہیم بن تارح بن ناحور بن ساروح بن ارعو بن فالخ بن عیبر بن شالخ بن ارفخشد بن سام بن نوح بن لامک بن متوشلخ بن اخنوخ بن یرد بن مھلاییل بن قاین بن انوش بن شیث بن آدم علیہ السلام۔

ابراہیم' عبرانی زبان کا نام ہے' الماوردی نے کہا: اس کا معنی ہے: رحیم باپ' حضرت ابراہیم عراق میں کوثا کے مقام پر پیدا ہوئے' حضرت ابراہیم کپڑے کی تجارت کرتے تھے آپ نے عراق سے شام کی طرف ہجرت کی تھی' آپ نے ۱۷۵ سال کی زندگی گزاری' ایک قول ہے: دو سو سال کی' اور آپ ارض مقدسہ میں مدفون ہوئے' آپ کی قبر حبرون نام کی بستی میں ہے' جس کو اب بلدۃ الخلیل کہا جاتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱ ص ۱۹۱)

حضرت ابراہیم کے قول سے امام بخاری کا استدلال اور اس کا جواب

امام بخاری کی مراد یہ ہے کہ حضرت ابراہیم نے جو کہا: '' تا کہ میرا دل مطمئن ہو جائے'' اس سے ان کی مراد تھی: تا کہ میرا یقین زیادہ ہو جائے' ایک قول یہ ہے کہ حضرت ابراہیم کو پہلے بھی علم تھا کہ اللہ تعالیٰ مردوں کو زندہ کرتا ہے' لیکن وہ اس کا مشاہدہ کرنا چاہتے تھے کیونکہ جب انسان کو کسی چیز کا ایک جہت سے علم ہوتا ہے تو وہ چاہتا ہے کہ اس کو اس چیز کا دوسری جہت سے بھی علم ہو جائے' اور اس سے یہ فائدہ ہے کہ عین الیقین (دیکھ کر یقین کرنا) علم الیقین (خبر سے یقین حاصل ہونا) سے قوی ہوتا ہے' لہٰذا اس سے مراد یقین کا قوی ہونا ہے' نہ کہ یقین کا زیادہ ہونا۔ (عمدۃ القاری ج ۱ ص ۱۹۱) اس کے بعد امام بخاری نے یہ اثر پیش کیا:

وَقَالَ مُعَاذٌ اجْلِسْ بِنَا نُؤْمِنْ سَاعَةً.

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا: ہمارے ساتھ بیٹھو ہم کچھ دیر ایمان لائیں (ایمان کی باتیں کریں)۔

حضرت معاذ کا تعارف

ان کا پورا نام ہے: معاذ بن جبل بن عمرو بن اوس بن عایذ بن عدی بن کعب الخزرجی الانصاری' انہوں نے ۱۸ سال کی عمر میں اسلام قبول کیا اور ستر انصاریوں کے ساتھ عقبہ ثانیہ میں حاضر ہوئے (عقبہ سے مراد مکہ کی وہ گھاٹی ہے' جہاں حج کے موقع پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ سے آنے والوں کو تبلیغ اسلام کرتے تھے' پہلی بار بارہ آدمی آ کر مسلمان ہوئے' ان کو اصحاب عقبہ اولیٰ کہا جاتا ہے اور دوسری بار ستر آدمی آ کر مسلمان ہوئے' ان کو اصحاب عقبہ ثانیہ کہا جاتا ہے)' پھر حضرت معاذ بدر میں حاضر ہوئے' اور باقی مواقع میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حاضر رہے' انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ۱۷۵ احادیث روایت کی ہیں' ان کی دو حدیثوں پر امام بخاری اور امام مسلم متفق ہیں اور تین حدیثوں کے ساتھ امام بخاری منفرد ہیں اور ایک حدیث کے ساتھ امام مسلم منفرد ہیں۔ ان سے حضرت

عبداللہ بن عمر' حضرت عبداللہ بن عباس' حضرت عبداللہ بن عمرو' حضرت ابوقتادہ' حضرت جابر اور حضرت انس رضی اللہ عنہم اور دیگر صحابہ نے احادیث روایت کی ہیں' یہ ۱۷ھ یا ۱۸ھ میں عمواس کے طاعون میں فوت ہو گئے تھے (عمواس' فلسطین اور بیت المقدس کے درمیان ایک جگہ ہے) اس وقت ان کی عمر ۳۳ سال تھی۔ (عمدۃ القاری ج ۱ ص ۱۸۹)

حضرت معاذ کے قول سے امام بخاری کا استدلال اور اس کا جواب

حضرت معاذ نے فرمایا: ''نؤمن ساعة'' اس کا لفظی معنی ہے: ہم کچھ دیر ایمان لائیں' یہ معنی تو مراد ہو نہیں سکتا کیونکہ حضرت معاذ پہلے ہی مومن تھے' سو امام بخاری کے نزدیک اس سے مراد ایمان کی زیادتی ہے' یعنی حضرت معاذ نے الاسود بن ہلال المحاربی سے کہا: آؤ کچھ دیر ہم اپنے ایمان کو زیادہ کریں' ہمارے نزدیک اس قول کا معنی یہ ہے کہ آؤ کچھ دیر ہم ایسی باتیں کریں جن سے ہمارا ایمان قوی ہو' علامہ نووی نے کہا: اس کا معنی یہ ہے کہ ہم نیکی' احکام آخرت اور امور دین کی باتیں کریں۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ حضرت معاذ نے یہ بات کس سے کہی تھی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ امام عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ نے حضرت معاذ کے اس قول کو حسب ذیل دو سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے:

ابواسامہ از اعمش' از جامع بن شداد از الاسود بن ہلال' وہ کہتے ہیں کہ حضرت معاذ نے اپنے بھائیوں میں سے ایک شخص سے کہا: ہمارے ساتھ بیٹھو ہم کچھ دیر ایمان لائیں (ایمان کی باتیں کریں)' پھر وہ دونوں بیٹھ کر اللہ کا ذکر کرتے اور اس کی حمد کرتے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۰۳۵۶- ج ۶ ص ۱۶۴' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۶ھ)

وکیع' الاعمش' از جامع بن شداد از الاسود بن ہلال المحاربی' اس نے کہا کہ حضرت معاذ بن جبل نے کہا: آؤ ہمارے ساتھ بیٹھو ہم کچھ دیر ایمان لائیں (ایمان کی باتیں کریں) یعنی اللہ کا ذکر کریں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۴۶۸۷- ج ۷ ص ۱۴۲' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۶ھ)

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ امام ابن ابی شیبہ کی ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے اپنے کسی بھائی سے یہ کہا اور دوسری روایت میں ہے: انہوں نے اسود بن ہلال محاربی سے یہ کہا' علامہ عینی نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ یہ دو مواقع تھے' ایک موقع پر انہوں نے اپنے کسی بھائی سے کہا اور دوسرے موقع پر اسود بن ہلال محاربی سے کہا۔ (عمدۃ القاری ج ۱ ص ۱۹۲' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

اس کے بعد امام بخاری نے یہ اثر پیش کیا:

وَقَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ اَلْيَقِيْنُ الْاِيْمَانُ كُلُّهٗ. اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: یقین پورا کا پورا ایمان ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا تعارف

ان کا پورا نام ہے: عبداللہ بن مسعود بن غافل بن حبیب بن مخزوم' ان کی کنیت ہے: ابوعبدالرحمن الہذلی' یہ مکہ میں بہت پہلے اسلام لائے تھے' انہوں نے دونوں ہجرتیں کی ہیں' حبشہ کی طرف اور مدینہ کی طرف' بدر میں حاضر ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمام مغازی میں حاضر رہے' یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعلین اتارتے تھے اور آپ کو نعلین پہناتے تھے' انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ۸۴۸ احادیث روایت کی ہیں' جن میں سے ۶۴ احادیث پر امام بخاری اور امام مسلم متفق ہیں اور ۲۱ احادیث میں امام بخاری منفرد ہیں اور ۳۵ احادیث میں امام مسلم منفرد ہیں' ۳۲ھ میں مدینہ میں ان کی وفات ہوئی' اس وقت ان کی عمر ۶۰ سال سے زائد تھی' ایک قول یہ ہے کہ کوفہ میں ان کی وفات ہوئی' مگر پہلا قول صحیح ہے' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی' ایک قول یہ ہے کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے اور دوسرا قول یہ ہے کہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما نے نماز جنازہ پڑھائی' اس اثر کو علقمہ نے حضرت ابن مسعود

سے مکمل اس طرح روایت کیا ہے کہ صبر نصف ایمان ہے اور یقین کل ایمان ہے۔ یقین کیفیات نفسانیہ سے ہے اور وہ باطنی ادراک ہے اور وہ تصدیق کی قسم ہے' جس میں کسی اعتبار سے بھی جانب مخالف کی گنجائش نہیں ہوتی۔ (عمدۃ القاری ج۱ص ۱۹۳)

امام بخاری کا اس اثر کو ذکر کرنے سے مقصود یہ ہے کہ جب یقین کل ایمان ہے تو ایمان کے اجزاء ہو گئے اور ایمان بسیط نہ رہا' ہم اس کے جواب میں یہ کہتے ہیں کہ اس اثر میں ایمان سے مراد اس کے ثمرات ہیں۔

اس کے بعد امام بخاری نے یہ اثر پیش کیا ہے:

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ لَا يَبْلُغُ الْعَبْدُ حَقِيقَةَ التَّقْوٰى حَتّٰى يَدَعَ مَا حَاكَ فِي الصَّدْرِ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کوئی بندہ تقویٰ کی حقیقت تک نہیں پہنچ سکتا حتیٰ کہ وہ اس چیز کو چھوڑ دے جو اس کے دل میں کھٹک رہی ہو۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا تعارف

حضرت عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما القرشی العدوی المکی ہیں' ان کی ماں اور ان کی بہن حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی ماں زینب بنت مظعون ہیں اور یہ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی بہن ہیں' یہ اپنے والد کے ساتھ مکہ میں بہت پہلے اسلام لائے تھے' اس وقت یہ کم سن تھے' انہوں نے اپنے والد کے ساتھ ہجرت کی تھی' غزوۂ احد میں ان کو ان کی کم عمری کی وجہ سے شامل نہیں کیا گیا' غزوۂ خندق اور اس کے بعد کے غزوات میں شامل رہے' یہ ان چھ صحابہ میں سے ایک ہیں جنہوں نے بہت زیادہ احادیث روایت کی ہیں' اور چار العبادلہ میں سے ایک ہیں' دوسرے حضرت ابن عباس ہیں اور تیسرے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص ہیں اور چوتھے حضرت عبداللہ بن الزبیر ہیں' انہوں نے ۲۶۳۰ احادیث روایت کی ہیں' امام بخاری اور امام مسلم ان میں سے ۱۷۰ احادیث پر متفق ہیں اور ۸۱ احادیث کے ساتھ امام بخاری منفرد ہیں اور ۳۱ احادیث کے ساتھ امام مسلم منفرد ہیں' حضرت ابوہریرہ کے بعد سب سے زیادہ احادیث روایت کرنے والے حضرت ابن عمر ہیں' مکہ کے قریب ایک جگہ فخ ہے' وہاں حضرت ابن الزبیر کی شہادت کے ۳ ماہ یا چھ ماہ بعد ۷۴ھ میں ان کی وفات ہوئی' اس وقت ان کی عمر ۸۶ سال تھی' یحییٰ بن بکیر نے کہا: ان کی وفات مکہ میں حج کے بعد ہوئی اور وادی المحصب میں ان کو دفن کیا گیا' حجاج بن یوسف نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ (عمدۃ القاری ج۱ص ۱۹۳)

امام بخاری نے جس اثر کا ذکر کیا ہے' اس کو امام مسلم نے النواس بن سمعان سے مفصل روایت کیا ہے:

النواس بن سمعان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نیکی اور گناہ کے متعلق سوال کیا' آپ نے فرمایا: عمدہ خلق نیکی ہے اور گناہ وہ چیز ہے جو تمہارے دل میں کھٹک رہی ہو اور تم اس کو ناپسند کرو کہ لوگ اس پر مطلع ہوں۔

(صحیح مسلم: ۲۵۵۳' سنن ترمذی: ۲۳۸۹)

تقویٰ کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ کا ڈر اور خوف' تقویٰ کی اصل ہے: "وقایۃ" یعنی گناہوں سے بچنا' تقویٰ اصل میں "وقوی" تھا' واؤ کو تا سے بدل دیا تو تقوٰی ہو گیا' علامہ نووی نے کہا: جس کام پر شرح صدر نہ ہو اور اس میں گناہ کا خوف ہو' اس کو ترک کر دینا تقویٰ ہے' تقویٰ کی حقیقت یہ ہے کہ اس کام پر شرح صدر ہو اور اس میں کوئی شک نہ ہو۔ (عمدۃ القاری ج۱ص ۱۹۴) امام بخاری کا اس اثر کو وارد کرنے سے یہ مقصود ہے کہ تقویٰ کسی آدمی میں کم ہوتا ہے اور کسی میں زیادہ ہوتا ہے' اس سے معلوم ہوا کہ ایمان میں کمی اور زیادتی ہوتی ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ تقویٰ کیفیات نفسانیہ سے ہے اور کیفیت میں تقسیم اور تجزی نہیں ہوتی' البتہ قوت اور ضعف ہوتا ہے۔

اس کے بعد امام بخاری نے یہ اثر ذکر کیا ہے:

وَقَالَ مُجَاهِدٌ ﴿شَرَعَ لَكُمْ﴾ (الشوریٰ:١٣) اَوْصَيْنَاكَ يَا مُحَمَّدُ وَاِيَّاهُ دِيْنًا وَّاحِدًا.

مجاہد نے کہا: تمہارے لیے مشروع کیا ہے۔ (الشوریٰ:١٣) اے محمد! ہم نے آپ کی طرف اور ان کی (حضرت نوح کی) طرف ایک دین کی وصیت کی ہے۔

مجاہد کا تعارف

ان کا نام ہے: مجاہد بن جبیر المخزومی' یہ عبداللہ بن سائب مخزومی کے آزاد کردہ غلام تھے' انہوں نے حضرت ابن عباس' حضرت ابن عمر' حضرت ابوہریرہ' حضرت جابر اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہم سے احادیث کا سماع کیا ہے' مجاہد نے کہا: میں نے تیس مرتبہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو قرآن مجید سنایا ہے' ان کی توثیق اور جلالت پر سب متفق ہیں' یہ فقہ' تفسیر اور حدیث کے امام تھے' ١٠٠ھ یا ١٠٤ھ میں ٨٣ سال کی عمر میں ان کی وفات ہوئی' جس وقت وفات ہوئی' اس وقت وہ نماز کے سجدہ میں تھے۔

(عمدۃ القاری ج١ص١٩٥۔ ١٩٤)

مجاہد سے تابعین اور تبع تابعین کی ایک جماعت نے احادیث کو روایت کیا ہے' اور امام بخاری نے یہاں مجاہد کے جس اثر کو روایت کیا ہے' اس کو امام ابن حمید نے اپنی تفسیر میں سند صحیح کے ساتھ درج ذیل آیت کی تفسیر میں روایت کیا ہے۔

شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ. (الشوریٰ:١٣)

اللہ نے تمہارے لیے اسی دین کا راستہ مقرر کیا ہے' جس کا حکم اس نے نوح کو دیا تھا اور جس دین کی وحی ہم نے آپ کی طرف فرمائی ہے اور جس کا حکم ہم نے ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا تھا کہ اسی دین کو قائم رکھو اور اس میں تفرقہ نہ ڈالو۔

حضرت نوح علیہ السلام نے حرام چیزوں کو حرام کیا اور حلال چیزوں کو حلال کیا اور وہ پہلے نبی ہیں' جنہوں نے ماؤں' بیٹیوں اور بہنوں کے ساتھ نکاح کو حرام قرار دیا اور حضرت ادریس کے بعد جو پہلے نبی آئے' وہ حضرت نوح علیہ السلام ہیں۔ (عمدۃ القاری ج١ص١٩٥)

اس کے بعد امام بخاری نے یہ اثر ذکر کیا:

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿شِرْعَةً وَّ مِنْهَاجًا﴾ (المائدہ: ٤٨)' سَبِيْلًا وَّ سُنَّةً.

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے "شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا" (المائدہ: ٤٨) کی تفسیر میں کہا: راستہ اور سنت۔

المائدہ:٤٨ کی تفسیر اور ایمان میں اعمال کے داخل ہونے کی قوی دلیل کا جواب

جوہری نے کہا: "منہاج" واضح راستہ کو کہتے ہیں اور "الشرعة" اور "الشریعة" کا بھی یہی معنی ہے' قرآن مجید میں ہے:

لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا. (المائدہ:٤٨)

ہم نے تم میں سے ہر ایک کے عمل کے لیے الگ طریقہ اور راستہ بنایا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے جو معین راستہ بنایا ہے' اس کو شریعت کہتے ہیں' امام عبدالرزاق نے قتادہ سے روایت کیا ہے کہ دین واحد ہے اور شریعت مختلف ہے' محمد بن یزید نے کہا ہے: "شرعة" کا معنی ہے: راستہ کی ابتداء اور "منہاج" کا معنی ہے: دائمی راستہ۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ الشوریٰ: ١٣ کا معنی ہے: تمام انبیاء کا راستہ واحد ہے اور المائدہ: ٤٨ کا معنی ہے: ہر نبی کی الگ شریعت ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ الشوریٰ: ١٣ کا معنی ہے: اصول دین میں اتحاد ہے اور المائدہ: ٤٨ کا معنی ہے: فروع میں تعدد اور اختلاف ہے۔ (عمدۃ القاری ج١ص١٩٥)

مجاہد اور حضرت ابن عباس کے جن آثار کا امام بخاری نے یہاں ذکر کیا ہے' ان کی امام بخاری کے مطلوب پر کوئی دلالت نہیں ہے' ان آیتوں سے تو صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام کا دین واحد ہے اور ان کی شریعتیں مختلف ہیں اور ان سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ اعمال ایمان میں داخل ہیں یا نہیں اور ایمان میں کمی اور زیادتی ہوتی ہے یا نہیں اور جس آیت سے واضح طور پر پتا چلتا ہے کہ اعمال ایمان میں داخل ہیں' وہ یہ ہے:

وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۙ حُنَفَآءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ ۝ (البینۃ: ۵)

اور ان کو صرف یہ حکم دیا گیا تھا کہ وہ اخلاص سے اللہ کی اطاعت کرتے ہوئے اس کی عبادت کریں اسی کی طرف متوجہ ہو کر' اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں اور یہی سیدھا دین ہے۔

حافظ ابن رجب حنبلی متوفی ۷۹۵ھ اور حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ' دونوں نے لکھا ہے کہ امام شافعی اور امام احمد دونوں نے کہا ہے کہ ایمان میں اعمال کے داخل ہونے کے مسئلہ میں اس سے زیادہ قوی اور کوئی حجت نہیں ہے۔

(فتح الباری لابن رجب ج ۱ ص ۱۶' فتح الباری لابن حجر ج ۱ ص ۵۲۶)

میں کہتا ہوں کہ اس آیت میں ایمان کا لفظ ہی نہیں ہے اور اگر کہا جائے کہ'' دین القیمة'' سے مراد ایمان ہے اور اس آیت میں نماز اور زکوٰۃ کو'' دین القیمة'' فرمایا ہے اور اس سے مراد ایمان ہے تو اوّل تو یہ صریح لفظ ایمان نہیں ہے اور ثانیاً ہم کہتے ہیں کہ اس سے مراد ایمان کامل ہے اور ایمان کامل میں ہمارے نزدیک بھی اعمال داخل ہیں۔

۲- بَابٌ دُعَاؤُكُمْ اِيْمَانُكُمْ لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى

تمہاری دعا (عبادت) تمہارا ایمان ہے' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّيْ لَوْ لَا دُعَآؤُكُمْ﴾ (الفرقان: ۷۷)

آپ کہیے: اگر تمہاری طرف سے عبادت نہ ہو تو میرے رب کو تمہاری کوئی پرواہ نہیں۔ (الفرقان: ۷۷)

وَمَعْنَى الدُّعَاءِ فِي اللُّغَةِ الْاِيْمَانُ.

اور دعا کا معنی لغت میں ایمان ہے۔

اس باب کی'' کتاب الایمان'' کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ اس میں ایمان کا ذکر ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت میں دعا (عبادت) کی تفسیر ایمان کے ساتھ کی ہے۔ امام ابن المنذر نے کہا ہے: اگر تمہاری دعا نہ ہوتی یعنی تمہارا ایمان نہ ہوتا' دعا کا اصل معنی ندا کرنا' فریاد کرنا اور مدد طلب کرنا ہے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ''اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ'' (غافر: ۶۰) تم مجھ کو پکارو اور مجھ سے دعا کرو' میں تمہاری دعا قبول کروں گا' امام بخاری نے جو دعا کا معنی ایمان کیا ہے' وہ کسی لغت کی کتاب میں نہیں ہے' اور اس عنوان کے بعد جو حدیث ذکر کی ہے' اس کی عنوان کے ساتھ بالکل مطابقت نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱ ص ۱۹۶)

دعا کے معنی کی تحقیق

ہر چند کہ دعا کا لغوی معنی نداء کرنا ہے' لیکن بہت آیات میں اس کا معنی عبادت کرنا بھی ہے کیونکہ عبادت میں بھی اللہ کو نداء ہوتی ہے اور اس سے فریاد طلب کی جاتی ہے' جیسے یہ آیات ہیں:

قُلْ اِنَّمَآ اَدْعُوْا رَبِّيْ وَلَآ اُشْرِكُ بِهٖٓ اَحَدًا ۝ (الجن: ۲۰)

آپ کہیے: میں صرف اپنے رب کی عبادت کرتا ہوں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا ۝

وَّاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ۝

اور بے شک تمام مساجد اللہ کے لیے ہیں' سو اللہ کی عبادت

(الجن:۱۸) میں کسی کو شریک نہ کروO

وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ. (المومنون:۱۱۷) اور جو اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کی عبادت کرتا ہے۔

وَاَعْتَزِلُكُمْ وَمَا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَاَدْعُوْا رَبِّيْ. (مریم:۴۸) اور میں تم سے بھی الگ ہوتا ہوں اور ان سے بھی جن کی تم اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو اور میں اپنے رب کی عبادت کرتا ہوں۔

کبھی دعا میں اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر سوال کیا جاتا ہے' جیسے دعا کرنے والا کہتا ہے: اے اللہ! مجھے معاف فرما' مجھے بخش دے اور کبھی ایسے اسباب اختیار کیے جاتے ہیں' جو حصول مطالب کا تقاضا کرتے ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کے ذکر میں مشغول رہنا ہے۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: بے شک تمہاری دعا عبادت ہی ہے' پھر نبی ﷺ نے یہ آیت پڑھی:

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَO (المومن:۶۰) اور تمہارے رب نے فرمایا: تم مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعا کو قبول کروں گا' بے شک جو لوگ میری عبادت کرنے سے تکبر کرتے ہیں' وہ عنقریب ذلت کے ساتھ دوزخ میں داخل ہوں گےO

(سنن ابوداؤد:۱۴۷۹' سنن ترمذی:۲۹۶۹' سنن ابن ماجہ:۳۸۲۸)

بندہ کا اپنی پسندیدہ چیز کو اللہ سے طلب کرنا یا اپنی ناپسندیدہ چیز کی دوری کو اللہ سے طلب کرنا' اس کی عبادت میں مشغول ہونے سے زیادہ عظیم نہیں ہے۔ حدیث میں ہے:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: رب عزوجل ارشاد فرماتا ہے: جس شخص کو میرے ذکر نے سوال کرنے سے روک لیا' میں اس کو سوال کرنے والوں سے زیادہ عطا فرماتا ہوں۔ (سنن ترمذی:۲۹۲۶)

۸- حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰى قَالَ اَخْبَرَنَا حَنْظَلَةُ بْنُ اَبِيْ سُفْيَانَ' عَنْ عِكْرِمَةَ بْنِ خَالِدٍ' عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بُنِيَ الْاِسْلَامُ عَلٰى خَمْسٍ شَهَادَةِ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ ' وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ' وَاِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ ' وَالْحَجِّ ' وَصَوْمِ رَمَضَانَ. [طرف الحدیث:۴۵۱۵]

امام بخاری نے کہا کہ ہمیں عبید اللہ بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ ہمیں حنظلہ بن ابوسفیان نے خبر دی' از عکرمہ بن خالد از حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے: (۱) اس کی شہادت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور محمد اللہ کے رسول ہیں (۲) نماز قائم کرنا (۳) زکوٰۃ ادا کرنا (۴) حج کرنا (۵) اور رمضان کے روزے رکھنا۔

(صحیح مسلم:۱۶' سنن ترمذی:۲۶۰۹' ابن مندہ:۱۴۹' صحیح ابن خزیمہ:۳۰۹' مسند ابویعلیٰ:۵۷۸۸' الشریعۃ للآجری:۱۰۶' سنن بیہقی ج ۴ ص ۸۱' مسند الحمیدی:۷۰۳' المعجم الکبیر:۱۳۲۰۳' الکامل لابن عدی ج ۲ ص ۶۶۰' حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۶۲' مسند احمد ج ۲ ص ۱۱۹ طبع قدیم' مسند احمد:۶۰۱۵۔ ج ۱۰ ص ۲۱۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) عبید اللہ بن موسیٰ بن باذام العبسی الکوفی' یہ ثقہ تابعی ہیں' انہوں نے الاعمش اور بہت سے تابعین سے احادیث کا سماع کیا

ہے اور ان سے امام بخاری' امام احمد اور دیگر نے احادیث روایت کی ہیں' یہ قرآن کے بہت بڑے عالم تھے' یہ ۲۱۳ھ یا ۲۱۴ھ میں اسکندریہ میں فوت ہو گئے۔ امام ابن قتیبہ نے ''المعارف'' میں کہا ہے کہ عبید اللہ احادیث کا سماع کرتے اور احادیث منکرہ روایت کرتے تھے' اس وجہ سے اکثر لوگوں نے ان کو ضعیف قرار دیا ہے' علامہ نووی نے کہا ہے کہ صحیحین اور ائمہ حدیث کی دیگر کتب میں بہ کثرت ایسے بدعتیوں کی روایات ہیں' جو اپنی بدعت کی طرف دعوت نہیں دیتے تھے' اور ہمیشہ سے متقدمین اور متاخرین ان کی روایات کو قبول کرتے رہے ہیں اور ان سے استدلال کرتے رہے ہیں اور ان کی روایات کو بغیر انکار کے سنتے اور سناتے رہے ہیں (۲) حنظلہ بن ابی سفیان بن عبد الرحمان بن صفوان بن امیہ بن خلف بن وہب بن حذافہ المکی القرشی ثقہ ہیں' قابل حجت ہیں' انہوں نے عطاء اور دیگر تابعین سے حدیث کا سماع کیا ہے اور ان سے ثوری اور دیگر اکابر نے حدیث کا سماع کیا ہے' ۱۵۱ھ میں ان کی وفات ہوگئی' تمام ائمہ ستہ نے ان کی احادیث کو روایت کیا ہے (۳) عکرمہ بن خالد بن العاص بن ہشام بن المغیرہ بن عبد اللہ بن عمرو بن مخزوم القرشی المخزومی المکی' یہ بہت ثقہ ہیں' انہوں نے حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر وغیرہما سے احادیث کا سماع کیا ہے اور ان سے عمرو بن دینار اور دیگر تابعین نے احادیث کو روایت کیا ہے' عطاء کے بعد ان کی مکہ میں وفات ہوئی اور عطاء کی وفات ۱۱۴ھ یا ۱۱۵ھ میں ہوئی' ان کے دادا العاص' ابوجہل کے بھائی تھے' ان کو حضرت عمر نے غزوۂ بدر میں قتل کر دیا تھا' ایک قول یہ ہے کہ وہ حضرت عمر کے ماموں تھے' صحابہ میں عکرمہ نام کے تین شخص ہیں: عکرمہ بن ابی جہل المخزومی' عکرمہ بن عامر العبدری اور عکرمہ بن عبید الخولانی' صحیحین میں عکرمہ بن خالد نام کے صرف یہی راوی ہیں اور عکرمہ بن عبد الرحمٰن ہیں اور عکرمہ مولیٰ ابن عباس ہیں (۴) چوتھے راوی حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہیں' ان کا تذکرہ ابھی گزر چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ا ص ۱۹۶)

اس حدیث کی باب کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ اس حدیث میں ارکان ایمان کا ذکر ہے۔

آیا اسلام اور ایمان مترادف ہیں یا نہیں؟

امام بخاری نے اس حدیث کے عنوان میں ایمان کا ذکر کیا ہے اور اس عنوان کے بعد جو حدیث ذکر کی ہے' اس میں اسلام کا ذکر ہے' اس وجہ سے اکثر شارحین حدیث نے یہ کہا ہے کہ امام بخاری کے نزدیک ایمان اور اسلام مترادف ہیں' لیکن تحقیق یہ ہے کہ ان دو لفظوں کو مترادف کہا جاتا ہے' جن کا مفہوم واحد ہو' جیسے لیث اور اسد مترادف ہیں' کیونکہ دونوں کا معنی شیر ہے' اور یہاں ایمان کا معنی تصدیق ہے اور اسلام کا معنی احکام شرعیہ کی اطاعت کرنا ہے' لیکن ایمان اور اسلام متلازم ہیں اور دونوں کا مصداق واحد ہے اور دونوں ایک دوسرے کے بغیر متحقق نہیں ہیں۔

علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۷۹۱ھ اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ایمان اور اسلام واحد ہیں کیونکہ اسلام خضوع اور انقیاد (اطاعت) ہے' یعنی احکام شرعیہ کو ماننا اور ان کی تصدیق کرنا' اور یہی تصدیق کی حقیقت ہے' اور اس کی تائید ان آیات سے ہوتی ہے:

فَاَخْرَجْنَا مَنْ كَانَ فِيْهَا مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَO فَمَا وَجَدْنَا فِيْهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَO (الذاریٰت: ۳۶-۳۵)

سو ہم نے ان سب کو نکال دیا' جو اس بستی میں ایمان والے تھےO پس ہم نے اس میں مسلمانوں کے ایک گھر کے سوا اور کوئی گھر نہ پایاO

پہلی آیت میں جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے ''مؤمنین'' فرمایا ہے' ان ہی کو دوسری آیت میں ''مسلمین'' فرمایا ہے' اس سے معلوم ہوا کہ مؤمنین اور مسلمین واحد ہیں' خلاصہ یہ ہے کہ شریعت میں یہ صحیح نہیں ہے کہ کسی شخص کے متعلق یہ کہا جائے کہ وہ مومن ہے اور مسلم

نہیں ہے یا یہ کہا جائے کہ وہ مسلم ہے اور مومن نہیں ہے اور ہم نے جو یہ کہا ہے کہ یہ دونوں واحد ہیں اس سے ہماری یہی مراد ہے اور مشائخ کے ظاہر کلام سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسلام اور ایمان متغائر نہیں ہیں یعنی وہ مفہوم میں تو متحد نہیں ہیں لیکن ان کا مصداق واحد ہے اور وہ ایک دوسرے سے الگ نہیں ہوتے' اسی طرح '' کفایہ'' میں مذکور ہے کہ ایمان اللہ تعالیٰ کے احکام اور اس کی خبروں کی تصدیق ہے اور اسلام اللہ تعالیٰ کو خالق ماننا ہے اور اس کی اطاعت کرنا ہے' اور یہ اطاعت اس وقت متحقق ہوگی' جب اللہ تعالیٰ کے احکام کو قبول کرلیا جائے' پس ایمان اسلام سے حکماً الگ نہیں ہوتا' لہٰذا یہ متغائر نہیں ہیں' اور جس نے ان میں تغایر ثابت کیا' اس سے کہا جائے گا کہ جو شخص ایمان لایا اور اسلام نہیں لایا' یا اسلام لایا اور ایمان نہیں لایا' اس کا کیا حکم ہے؟ اگر اس نے دونوں کا الگ الگ حکم بیان کیا تو اس کا بطلان ظاہر ہو جائے گا۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ قرآن مجید میں ہے:

قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا. (الحجرات:۱۴)

دیہاتیوں نے کہا: ہم ایمان لے آئے' آپ کہیے: تم ایمان نہیں لائے لیکن تم یہ کہو کہ ہم اسلام لے آئے۔

یہ آیت اس مطلب میں صریح ہے کہ اسلام' ایمان کے بغیر متحقق ہوتا ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ شریعت میں ایمان کے بغیر اسلام معتبر نہیں ہوتا' اور اس آیت میں اسلام سے مراد ظاہری اطاعت ہے' جو باطنی اطاعت کے بغیر ہو جیسے کوئی شخص تصدیق بالقلب کے بغیر کلمہ شہادت پڑھ لے تو اس کا ایمان معتبر نہیں ہوگا۔ (شرح عقائد نسفی ص ۹۵۔۹۴' سکندر علی بہادر علی تاجران کتب' کراچی)

اس بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ علامہ تفتازانی کے نزدیک ایمان اور اسلام مترادف ہیں کیونکہ دونوں کا مفہوم واحد ہے جب کہ مشائخ کے نزدیک ان کے مفہوم تو متغائر ہیں' لیکن دونوں کا مصداق واحد ہے اور ان میں سے کوئی بھی دوسرے کے بغیر متحقق نہیں ہے۔

آیا ارکانِ اسلام میں سے کسی چیز کو ترک کرنا کفر ہے یا نہیں؟

اس حدیث میں یہ بتایا ہے کہ توحید اور رسالت کی گواہی' نماز قائم کرنے' زکوٰۃ ادا کرنے' روزے رکھنے اور حج کرنے پر اسلام کی بنیاد ہے' اگر کوئی شخص ان میں سے کسی ایک کو ترک کر دے تو پھر وہ مسلمان رہے گا یا نہیں؟ اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے علامہ ابو الفرج عبد الرحمان بن شہاب ابن رجب حنبلی متوفی ۷۹۵ھ لکھتے ہیں:

اسلام کی گرہ اور قواعد دین تین ہیں: '' لا الٰہ الا اللّٰہ'' اور '' محمد رسول اللّٰہ'' کی شہادت' نماز قائم کرنا اور روزے رکھنا' جس نے ان میں سے کسی ایک کو بھی ترک کیا تو وہ کافر ہے اور اس کا خون بہانا حلال ہے اور جس کے پاس مال بہت ہو اور وہ حج نہ کرے تو وہ کافر رہے گا' لیکن اس کا خون بہانا حلال نہیں ہوگا' اور جو شخص بہت مال دار ہو اور زکوٰۃ ادا نہ کرے' وہ کافر رہے گا اور اس کا خون بہانا حلال نہیں ہوگا۔ (فتح الباری لابن رجب ج ۱ ص ۲۲' دار ابن الجوزی' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

حافظ ابن رجب حنبلی نے اس موقف پر درج ذیل احادیث سے استدلال کیا ہے:

عبد اللہ بن شقیق بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نماز ترک کرنے کے سوا اور کسی عمل کے ترک کرنے کو کفر نہیں قرار دیتے تھے۔ (سنن ترمذی: ۲۶۲۲)

حضرت جابر رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انسان کے درمیان اور شرک اور کفر کے درمیان نماز کو ترک کرنا ہے۔ (صحیح مسلم: ۸۲' سنن ترمذی: ۱۰۷۸' سنن نسائی: ۴۶۴)

حضرت بریدہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمارے اور ان کے درمیان نماز کا عہد ہے' پس جس نے نماز کو

ترک کیا اس نے کفر کیا۔ (سنن ترمذی: ۲۶۲۱' سنن ابن ماجہ: ۱۰۷۹)

تارک نماز کے متعلق مذاہب

حافظ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس باب کی حدیث کے ظاہر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص ان پانچ چیزوں میں سے کسی کو ترک کر دے وہ مسلمان نہیں رہے گا' لیکن اس پر اجماع ہے کہ ان چیزوں میں سے کسی کو ترک کرنے سے بندہ کافر نہیں ہوگا' اور امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک تارک نماز کو بہ طور حد قتل کیا جائے گا' بہ طور کفر نہیں قتل کیا جائے گا' اگرچہ امام احمد اور بعض مالکیہ سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ اس کو بہ طور کفر قتل کیا جائے گا' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جو یہ ارشاد ہے کہ ''جس نے نماز کو عمداً ترک کیا' اس نے کفر کیا'' (المعجم الاوسط: ۳۳۴۷)۔ سو یہ ڈانٹ ڈپٹ اور دھمکانے پر محمول ہے یا پھر اس میں یہ تاویل ہے کہ جس نے حلال اور جائز سمجھ کر نماز کو ترک کیا' وہ کافر ہو گیا اور یا کفر سے مراد کفرانِ نعمت ہے' تاہم اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ پانچوں نمازیں فرض عین ہیں' امام ابوحنیفہ کے نزدیک تارک نماز کو قید میں رکھا جائے گا حتیٰ کہ وہ ترک نماز سے تائب ہو اور نمازی بن جائے۔ (عمدۃ القاری ج ۱ ص ۲۰۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

اس اعتراض کا جواب کہ ارکانِ اسلام میں جہاد کو کیوں شامل نہیں کیا گیا؟

ایک اعتراض یہ ہے کہ اسلام کے ارکان خمسہ میں جہاد کو کیوں شامل نہیں کیا گیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اسلام کے ارکان سے مراد وہ اُمور ہیں' جو ہر حال میں فرض عین ہوں اور جہاد ہر حال میں فرض عین نہیں ہے' جب اسلامی ملک پر دشمن حملہ کر دے تو اس کو بچانے کے لیے جہاد کرنا فرض عین ہے اور تبلیغ اسلام کے لیے جہاد کرنا فرض کفایہ ہے۔

یہ حدیث ''صحیح مسلم'' میں بھی ہے اور ہم نے ''شرح صحیح مسلم'' میں اس حدیث کے تحت صرف اس مسئلہ پر گفتگو کی ہے کہ حدیث کے الفاظ میں رد و بدل کرنا ممنوع ہے۔ (شرح صحیح مسلم: ۲۲۔ ج ۱ ص ۳۶۴) اور اس حدیث کی شرح میں جن اُمور پر یہاں گفتگو کی ہے' ان میں سے وہاں کسی چیز پر بحث نہیں کی۔

۳- بَابُ اُمُوْرِ الْاِيْمَانِ

وَقَوْلُ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِى الرِّقَابِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا وَالصّٰبِرِيْنَ فِى الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ﴾ (البقرہ: ۱۷۷) ﴿قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ﴾ (المومنون: ۱) اَلْاٰيَة.

امورِ ایمان کا بیان

اور اللہ تعالیٰ کا یہ قول: ''(اصل) نیکی یہ نہیں ہے کہ تم اپنے منہ مشرق اور مغرب کی طرف پھیر لو' لیکن (اصل) نیکی اس شخص کی ہے جو اللہ پر ایمان لائے اور یومِ آخرت' اور فرشتوں اور کتابوں اور نبیوں پر ایمان لائے اور مال سے اپنی محبت کے باوجود (اللہ کے حکم سے) رشتہ داروں' یتیموں' مسکینوں' مسافروں' سوالیوں اور غلام آزاد کرانے کے لیے خرچ کرے' اور نماز قائم کرے اور زکوٰۃ ادا کرے اور اپنے عہد کو پورا کرنے والے جب وہ عہد کریں' اور تکلیف اور سختی میں صبر کرنے والے' یہی سچے لوگ ہیں اور یہی متقی ہیں''۔ (البقرہ: ۱۷۷) (اور اللہ کا یہ قول:) ''بے شک مومنین کامیاب ہو گئے''۔ (المومنون: ۱)

امام بخاری نے ان دو آیتوں کو اس لیے ذکر کیا ہے کہ یہ دونوں آیتیں امورِ ایمان پر مشتمل ہیں اور ان میں ایمان کے اندر اعمال

کو داخل کیا ہے' ہمارے نزدیک اس ایمان سے مراد ایمان کامل ہے' اس لیے یہ آیتیں ہمارے خلاف نہیں ہیں۔

۹- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْعَامِرِ الْعَقَدِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ، عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْاِيْمَانُ بِضْعٌ وَّسِتُّوْنَ شُعْبَةً، وَالْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِّنَ الْاِيْمَانِ.

امام بخاری نے کہا کہ ہمیں عبد اللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ ہمیں ابو عامر العقدی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ ہمیں سلیمان بن بلال نے حدیث بیان کی از عبد اللہ بن دینار از ابو صالح از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایمان کی ساٹھ سے زیادہ شاخیں ہیں اور حیاء بھی ایمان کی شاخ ہے۔

(صحیح مسلم: ۳۵' سنن ابوداؤد: ۴۶۷۶' سنن ترمذی: ۲۶۱۴' سنن نسائی: ۵۰۲۱۔۵۰۲۰۔۵۰۱۹' سنن ابن ماجہ: ۵۷)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف' خصوصاً حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا تذکرہ

(۱) ابوجعفر عبد اللہ بن محمد بن عبد اللہ بن جعفر بن الیمان بن اخنس الجعفی البخاری المسندی' انہوں نے وکیع اور دیگر سے سماع کیا ہے اور ان سے الذہلی وغیرہ نے سماع کیا ہے' یہ ۲۲۹ھ میں فوت ہو گئے تھے' امام بخاری ان سے روایت میں اصحاب ستہ سے منفرد ہیں' مگر امام ترمذی نے امام بخاری کے واسطے سے ان سے ایک حدیث روایت کی ہے (۲) ابو عامر عبد الملک بن عمر بن قیس العقدی البصری' انہوں نے امام مالک وغیرہ سے سماع کیا ہے اور ان سے امام احمد نے سماع کیا' تمام حفاظ ان کی جلالت اور ثقاہت پر متفق ہیں' یہ ۲۰۴ھ یا ۲۰۵ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) ابوایوب سلیمان بن بلال القرشی التیمی المدنی' یہ آل صدیق کے آزاد کردہ غلام تھے' انہوں نے عبد اللہ بن دینار اور تابعین کی ایک جماعت سے احادیث کا سماع کیا ہے اور ان سے عبد اللہ بن المبارک وغیرہ نے سماع کیا ہے' امام محمد بن سعد نے کہا ہے: یہ بربری تھے' یہ بہت حسین اور بہت عقل مند تھے' اور شہر کے مفتی تھے' ۱۷۲ھ یا ۱۷۷ھ میں ان کی مدینہ میں وفات ہوگئی' صحاح ستہ میں ان کے سوا اور کوئی راوی نہیں ہے جس کا نام سلیمان بن بلال ہو (۴) ابوعبد الرحمان عبد اللہ بن دینار القرشی العدوی المدنی' یہ حضرت ابن عمر کے آزاد کردہ غلام تھے' انہوں نے حضرت ابن عمر اور دیگر سے احادیث کا سماع کیا ہے' اور ان سے حضرت ابن عمر کے بیٹے عبد الرحمان وغیرہ نے سماع کیا ہے' یہ بالاتفاق ثقہ ہیں' ۱۲۷ھ میں ان کی وفات ہوگئی (۵) ابوصالح ذکوان السمان المدنی' یہ گھی اور زیتون کا تیل کوفہ میں لے جا کر فروخت کرتے تھے' جویریہ بنت الاحمس کے آزاد کردہ غلام تھے' انہوں نے صحابہ کی جماعت اور بہت سے تابعین سے احادیث کا سماع کیا ہے' اور ان سے بھی تابعین کی ایک جماعت نے سماع کیا ہے' ان میں سے عطا بھی ہیں' اعمش نے ان سے ایک ہزار احادیث کا سماع کیا ہے' ان کی توثیق پر سب متفق ہیں' ۱۰۱ھ میں مدینہ منورہ میں ان کی وفات ہوگئی۔ "باب بدء الوحی" کی چوتھی حدیث میں ان کا مفصل تعارف گزر چکا ہے (۶) چھٹے راوی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں' ان کے اور ان کے والد کے نام میں تقریباً تیس قول ہیں' زیادہ قریب نام عبد اللہ یا عبد الرحمان بن صخر دوسی ہے' یہ پہلے شخص ہیں' جن کی کنیت بلی کے ساتھ ہے' یہ بلی کے ساتھ کھیلتے تھے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی کنیت ابو ہریرہ رکھ دی' یہ اہل صفہ میں سے تھے' فتح خیبر کے سال اسلام لائے تھے' زمانہ جاہلیت میں ان کا نام عبد شمس تھا اور اسلام میں ان کا نام عبد الرحمان تھا' ان کی ماں کا نام میمونہ تھا' ایک قول ہے: ان کا نام امیہ تھا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے وہ بھی مسلمان ہو گئی تھیں' حضرت ابو ہریرہ نے کہا: میں یتیمی میں پلا بڑھا' اور مسکینی میں میں نے ہجرت کی' میں بسرہ بنت غزوان کا مزدور اور خادم تھا' اللہ نے اس کے ساتھ میری شادی کر دی' پس اللہ کی حمد ہے جس نے دین کے ذریعہ روزی دی اور ابو ہریرہ کو امام بنایا' اور کہا: میں بکریاں چراتا تھا' میری ایک چھوٹی سی بلی تھی' جس

سے میں کھیلتا تھا' میری اسی کے ساتھ کنیت رکھ دی گئی' ایک قول یہ ہے کہ نبی ﷺ نے ان کو اس حال میں دیکھا کہ ان کی آستین میں بلی تھی' آپ نے فرمایا: "یا ابا ھر" (اے بلی والے)' اس پر اجماع ہے کہ یہ صحابہ میں سب سے زیادہ احادیث روایت کرنے والے ہیں' انہوں نے ۵۳۷۴ احادیث روایت کی ہیں' جن میں سے تین سو پچیس احادیث پر بخاری اور مسلم متفق ہیں اور ۹۳ احادیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں اور ۱۹۰ احادیث کی روایت میں امام مسلم منفرد ہیں' حضرت ابوہریرہ سے جن لوگوں نے احادیث کی روایت کی ہے' ان کی تعداد ۸۰۰ سے زیادہ ہے' ان میں صحابہ بھی ہیں اور تابعین بھی' صحابہ میں سے حضرت ابن عباس' حضرت جابر اور حضرت انس ہیں رضی اللہ عنہم۔ حضرت ابوہریرہ ۵۷ھ یا ۵۸ھ یا ۵۹ ہجری میں مدینہ میں فوت ہو گئے' ۷۸ سال کی عمر میں ان کی وفات ہوئی اور ان کو جنت البقیع میں دفن کیا گیا' صحابہ میں ان کے سوا ابوہریرہ کی کنیت والا اور کوئی نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱ ص ۲۰۶)

ایمان کی شاخوں کے متعلق متعدد روایات اور ان کی توجیہ

اس حدیث میں فرمایا ہے: ایمان کی ساٹھ سے زیادہ شاخیں ہیں' بعض دوسری احادیث میں ساٹھ کے بجائے دوسرا عدد ذکر کیا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایمان کی ستر سے زیادہ شاخیں ہیں۔ الحدیث (صحیح مسلم: ۳۵)

ابن عجلان نے عبد اللہ بن دینار سے روایت کیا ہے' ساٹھ یا ستر شاخیں ہیں۔ (سنن ابن ماجہ: ۵۷)

امام ترمذی نے عمارہ بن غزیہ سے روایت کیا ہے کہ ایمان کے ۷۴ باب ہیں۔ (سنن ترمذی: ۲۶۱۴)

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ائمہ حدیث کے نزدیک ہر اطاعت ایمان میں داخل ہے' خواہ وہ اطاعت فرائض میں ہو یا نوافل میں' پھر ایمان کی شاخوں کی تعداد ستر سے زائد میں منحصر نہیں رہے گی' بلکہ یہ تعداد بہت زیادہ ہو جائے گی۔

اس اعتراض کے حسب ذیل جوابات ہیں:

(۱) ابتداء میں ایمان کی شاخیں ساٹھ کے عدد میں منحصر تھیں' پھر جیسے جیسے احکام نازل ہوتے رہے' ان شاخوں کی تعداد بڑھتی رہی۔

(۲) یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایمان کی شاخوں کی تعداد ساٹھ سے زائد ہی ہو' لیکن ہر شاخ کے تحت پھر شاخیں ہوں' اس وجہ سے ان کی تعداد زیادہ ہو گئی۔

(۳) یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ساٹھ یا ستر کا عدد تکثیر کے لیے فرمایا ہو نہ کہ حصر کے لیے' جیسے کہتے ہیں: میں نے تم سے سو مرتبہ یہ بات کہی ہے یعنی بہت دفعہ یہ بات کہی ہے۔

حافظ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

ان شاخوں کی تعیین میں ائمہ دین نے کتابیں تصنیف کی ہیں' ان میں سے امام عبد اللہ حلیمی ہیں' انہوں نے "فوائد المنہاج" کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے اور حافظ ابوبکر بیہقی ہیں' انہوں نے "شعب الایمان" کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے' اس کی ۷ جلدیں ہیں' اور امام ابوحاتم ہیں' انہوں نے "وصف الایمان وشعبہ" کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے۔ (عمدۃ القاری ۱ ص ۲۱۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حیاء کا لغوی' شرعی اور عرفی معنی اور حیاء کو باقی شاخوں سے ممتاز کرنے کی توجیہ

اس حدیث کے آخر میں فرمایا: اور حیاء بھی ایمان کی ایک شاخ ہے۔

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ' اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

کسی کام کے کرنے سے انسان کو یہ خوف ہو کہ اس کام پر اس کو ملامت کی جائے گی اور اس وجہ سے اس کام کو کرنے سے اس کے اندر انقباض اور گھٹن کی کیفیت پیدا ہو تو اس کیفیت کو لغت میں حیاء کہتے ہیں' اور اس کی شرعی تعریف یہ ہے: حیاء، وہ وصف ہے جو انسان کو بُرے کام سے اجتناب پر ابھارے اور حق دار کے حق میں تقصیر کرنے سے روکے' اسی وجہ سے دوسری حدیث میں ہے: حیاء کل کی کل خیر ہے' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حیاء تو ایک جبلی اور فطری وصف ہے' جو غیر اختیاری ہوتا ہے تو اس کو ایمان کی شاخ کیوں فرمایا' جب کہ ایمان تو اختیاری فعل ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ شرعی اعتبار سے حیاء نیکی کی محرک ہے اور گناہ سے مانع ہے اور اس کے لیے نیت اور کسب کی ضرورت ہوتی ہے' اس اعتبار سے یہ اختیاری چیز ہے اور اس کو ایمان کی شاخ فرمایا ہے' ایک اور اعتراض یہ ہے کہ بسا اوقات انسان حیاء کی وجہ سے حق بات نہیں کہہ سکتا یا حق کام نہیں کر سکتا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حیاء کا عرفی معنی ہے' شرعی معنی نہیں ہے' ایک سوال یہ ہے کہ ایمان کی باقی شاخوں میں سے صرف حیاء کا نام لے کر کیوں ذکر فرمایا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حیاء ایمان کی باقی شاخوں کی داعی اور محرک ہے کیونکہ حیاء کرنے والا دنیا اور آخرت کی رسوائی سے ڈرتا ہے' اس لیے وہ تمام نیک کاموں کو کرتا ہے اور تمام بُرے کاموں سے بچتا ہے۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۵۲۹۔۵۲۸' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

* واضح رہے کہ ایمان کی متعدد شاخوں سے یہ لازم نہیں آتا کہ اعمال ایمان میں داخل ہوں کیونکہ یہ شاخیں ایمان کے ثمرات ہیں' یہ حدیث' شرح صحیح مسلم: ۶۶۔ ج ۱ ص ۴۱۹۔۴۱۵ میں بھی ہے' اس میں ہم نے اس کی زیادہ تفصیل کی ہے اور وہاں اس کے یہ عنوانات ہیں: (۱) ایمان کی شاخوں کی تعداد میں مختلف روایات میں راجح روایت کا بیان (۲) ایمان کی شاخوں کی تفصیل اور تعیین (۳) اقرار باللسان کے لحاظ سے ایمان کی شاخیں (۴) حیاء کا لغوی اور اصطلاحی معنی (۵) حیاء کا شرعی معنی' وہاں ان معانی کی زیادہ تفصیل کی ہے۔

٤- بَابٌ اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِهٖ وَيَدِهٖ

(کامل) مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ باب سابق میں یہ بیان کیا گیا تھا کہ ایمان کی شاخیں ہیں اور اس باب میں ان شاخوں میں سے دو شاخیں بیان کی گئی ہیں۔

۱۰- حَدَّثَنَا اٰدَمُ بْنُ اَبِیْ اِيَاسٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِی السَّفَرِ وَاِسْمَاعِيْلَ' عَنِ الشَّعْبِیِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا' عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهٖ وَيَدِهٖ' وَالْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ مَا نَهَى اللّٰهُ عَنْهُ.

امام بخاری نے کہا کہ ہمیں آدم بن ابی ایاس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عبد اللہ بن ابو السفر' و اسماعیل از شعبی از حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: (کامل) مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں اور (کامل) مہاجر وہ ہے جو اللہ کے منع کیے ہوئے کاموں سے ہجرت کرلے۔

قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ وَقَالَ اَبُوْ مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا دَاوُدُ' عَنْ عَامِرٍ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ' عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَقَالَ عَبْدُ الْاَعْلٰی عَنْ دَاوُدَ' عَنْ عَامِرٍ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ' عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

[طرف الحدیث: ۶۴۸۴]

امام ابو عبد اللہ بخاری نے کہا: اور ابو معاویہ نے کہا: ہمیں داؤد نے حدیث بیان کی عامر سے' انہوں نے کہا: میں نے عبد اللہ بن عمرو سے سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا' اور عبد الاعلی نے کہا از داؤد' از عامر از عبد اللہ روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا (اس سے حدیث کی دو سندوں کا ذکر مقصود ہے)۔

(صحیح مسلم: ۴۰، سنن ابوداؤد: ۲۴۸۱، سنن ترمذی: ۲۶۲۸، سنن نسائی: ۵۰۱۱، السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۱۷۲۷، الادب المفرد: ۱۱۴۴، مسند الحمیدی: ۵۹۵، صحیح ابن حبان: ۱۹۶، المعجم الصغیر: ۴۰۶، تاریخ بغداد ج ۵ ص ۱۳۹، مسند احمد ج ۲ ص ۱۶۳ طبع قدیم، مسند احمد: ۶۵۱۵۔ ج ۱۱ ص ۶۶، موسسۃ الرسالۃ، بیروت)

ان دونوں بابوں کی مناسبت ظاہر ہے، کیونکہ پہلا باب ایمان کی شاخوں میں ہے اور اس باب میں ایمان کی دو شاخوں کا ذکر ہے: (۱) جس مسلمان کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں (۲) مہاجر وہ ہے جو ممنوعہ کاموں کو ترک کر دے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف خصوصاً حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص کا تذکرہ

(۱) ابوالحسن آدم بن ابی ایاس، ابوایاس کا نام عبدالرحمان ہے، یہ خراسان کے رہنے والے تھے، بغداد میں پلے بڑھے اور وہاں کے شیوخ سے احادیث لکھیں، پھر کوفہ، بصرہ، حجاز اور مصر گئے اور عسقلان کو وطن بنالیا، اور وہیں ۲۲۰ھ میں وفات پائی، ابوحاتم نے کہا: یہ بہت ثقہ، امین اور عبادت گزار تھے اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں میں سے تھے، وفات کے وقت ان کی عمر ۸۸ سال تھی، ایک قول یہ ہے کہ نوے (۹۰) سے کچھ زیادہ سال تھی، کتب حدیث میں ان کے علاوہ اور کوئی آدم بن ابی ایاس نام کا راوی نہیں ہے" صحیح مسلم، سنن ترمذی اور سنن نسائی" میں آدم بن سلیمان الکوفی نام کا راوی ہے اور" صحیح البخاری" اور" سنن نسائی" میں آدم بن علی العجلی الکوفی نام کا راوی ہے، رجال میں آدم بن عیینہ ہیں، ان کی احادیث سے استدلال نہیں کیا جاتا (۲) شعبہ بن الحجاج بن الورد ابو بسطام الازدی الواسطی ہیں، یہ بصرہ کی طرف منتقل ہو گئے تھے، ان کی امامت اور جلالت قدر پر اتفاق ہے، سفیان ثوری نے کہا: شعبہ امیر المؤمنین فی الحدیث ہیں، امام احمد نے کہا: وہ اس فن میں یگانہ تھے، ۱۶۰ھ میں بصرہ میں فوت ہو گئے، یہ ہکلا کر بولتے تھے، صحاح ستہ میں شعبہ بن الحجاج نام کا اور کوئی راوی نہیں ہے،" سنن نسائی" میں شعبہ بن دینار الکوفی نام کا ایک راوی ہے، وہ بہت سچا ہے" سنن ابوداؤد" میں شعبہ بن دینار نام کا ایک راوی ہے، جو اپنے مولیٰ ابن عباس سے روایت کرتا ہے، وہ قوی نہیں ہے اور شعبہ بن عمر نام کا ایک راوی ہے، جو حضرت انس سے روایت کرتا ہے وہ ضعیف ہے، امام بخاری نے کہا: اس کی احادیث مناکیر ہیں (۳) عبداللہ بن ابی السفر ہیں، ابو السفر کا نام سعید بن محمد ہے، یہ مروان بن محمد کی خلافت میں فوت ہو گئے تھے (۴) اسماعیل بن ابی خالد ھرمز کوفی ہیں، انہوں نے متعدد صحابہ سے احادیث کا سماع کیا ہے، ان میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ہیں اور تابعین کی ایک جماعت ہے اور ان سے ثوری اور کئی مشہور تابعین نے احادیث کا سماع کیا ہے، یہ پختہ عالم، صالح اور ثقہ تھے، ان کو میزان کہا جاتا تھا، یہ ۱۴۵ھ میں کوفہ میں فوت ہو گئے تھے (۵) شعبی (شین پر زبر) یہ ابوعمرو عامر بن شراحیل الکوفی ہیں، جلیل القدر تابعی اور ثقہ ہیں، انہوں نے بہت سے صحابہ سے احادیث کا سماع کیا ہے، ان میں حضرت ابن عمر، سعد اور سعید ہیں، انہوں نے کہا: میں نے پانچ سو صحابہ کو پایا، احمد بن عبداللہ نے کہا: ان کی مرسل صحیح ہے، ان سے قتادہ اور بہت سے تابعین نے احادیث کو روایت کیا ہے، کوفہ میں قضاء کے منصب پر تھے، حضرت عثمان کی خلافت کے چھٹے سال میں پیدا ہوئے اور ۱۰۳ھ یا ۱۰۴ھ یا ۱۰۵ھ میں فوت ہوئے، اس وقت ان کی عمر ۸۰ سال سے اوپر تھی (۶) حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص بن وائل بن ھشام بن سعید القرشی رضی اللہ عنہما ہیں، زاہد اور عابد ہیں، صحابی ابن صحابی ہیں، یہ اپنے والد سے پہلے اسلام لائے تھے، یہ علم میں بہت بڑے تھے اور بہت زیادہ عبادت کرتے تھے، ان کے پاس حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے زیادہ احادیث تھیں کیونکہ یہ احادیث لکھتے تھے اور حضرت ابوہریرہ لکھتے نہیں تھے، اس کے باوجود ان کی روایات حضرت ابوہریرہ سے بہت کم ہیں، ان سے ۷۰۰، احادیث روایت کی گئی ہیں، جن میں سے سترہ احادیث میں امام بخاری اور امام مسلم متفق ہیں، ۸ روایات کے ساتھ امام بخاری منفرد ہیں اور ۲۰ روایات کے ساتھ امام مسلم منفرد ہیں، یہ ۶۵ھ یا ۶۷ھ میں مکہ، طائف یا مصر میں فوت ہو گئے، صحابہ میں ۱۸ شخص ہیں جن کا نام عبداللہ بن عمرو ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱ ص ۲۱۶)

امام بخاری نے اس کے بعد دو معلق سندیں ذکر کی ہیں اور ان دونوں سے مراد یہ ہے کہ شعبی نے حضرت عبداللہ بن عمرو سے اس حدیث کا سماع کیا ہے' امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ چونکہ یہ حدیث مزید دو سندوں سے مروی ہے' اس سے یہ حدیث قوی ہوگئی۔

* یہ حدیث ''صحیح مسلم'' میں بھی ہے اور اس کی شرح میں ہم نے صرف یہ بیان کیا ہے کہ کئی اعمال کو افضل عمل فرمایا ہے' ان میں تطبیق کس طرح ہوگی؟ دیکھئے: شرح صحیح مسلم: ۶۷۔ ج ۱ ص ۴۲۳۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت بالکل واضح ہے۔

باب کی حدیث کی موید دیگر احادیث

ظاہر یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسلام کا یہ وصف ان مسلمانوں کے لیے بیان فرمایا ہے' جو اسلام کے تمام فرائض اور واجبات کو ادا کرتے تھے اور اسلام میں بندوں کے جو حقوق ہیں' ان کا انہیں پتا نہیں تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو بتایا' اسی طرح یہ حدیث ہے:

حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا: یارسول اللہ! اسلام کی کیا تعریف ہے؟ فرمایا: تمہارا دل اللہ کے سامنے جھک جائے اور مسلمان تمہاری زبان اور تمہارے ہاتھ سے محفوظ رہیں۔ (مسند احمد ج ۴ ص ۱۱۴)

بہز بن حکیم اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اسلام قبول کرنے کے لیے آئے' پھر کہا: میں آپ سے اللہ کے لیے سوال کرتا ہوں کہ آپ کو اللہ نے ہمارے پاس کس چیز کے ساتھ بھیجا ہے؟ آپ نے فرمایا: اسلام کے ساتھ! میں نے کہا: اور اسلام کی کیا علامت ہے؟ آپ نے فرمایا: تم یہ کہو: میں نے اپنا چہرہ اسلام کے لیے جھکا دیا اور میں خالی ہوگیا' اور تم نماز کو قائم کرو اور زکوۃ ادا کرو اور ہر مسلمان (کا مال' عزت اور جان) دوسرے مسلمان پر حرام ہے۔

(مسند احمد ج ۵ ص ۴)

ترک معصیت پر ہجرت کے اطلاق کی توجیہ

نیز اس حدیث میں فرمایا: مہاجر وہ ہے جو اللہ کی منع کی ہوئی چیزوں سے ہجرت کرے۔

ہجرت میں اصل یہ ہے کہ برائی کو چھوڑ دیا جائے اور اس سے انسان دور ہو جائے اور اچھائی کو انسان طلب کرے اور اس سے رغبت کرے اور جب کتاب اور سنت میں مطلقاً ہجرت کا ذکر کیا جائے تو اس سے مراد ہوتا ہے: دار شرک کو چھوڑ کو دار الاسلام کی طرف جانا اور دار اسلام کا علم حاصل کرنے اور اسلام کے احکام پر عمل کرنے میں رغبت کرنا' اور جب ہجرت کا یہ معنی ہے تو پھر اصل ہجرت یہ ہے کہ جن گناہوں سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے' ان کو ترک کر دیا جائے ورنہ صرف دار شرک کو چھوڑ دینا اور گناہوں پر اصرار کرتے رہنا ہجرت تامہ اور کاملہ نہیں ہے۔

۵- بَابٌ اَیُّ الْاِسْلَامِ اَفْضَلُ؟ اسلام کی کون سی خصلت سب سے افضل ہے؟

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ دونوں بابوں میں مسلمان کا ایک مخصوص وصف بیان کیا گیا ہے۔

۱۱- حَدَّثَنَا سَعِیْدُ بْنُ یَحْیَی بْنِ سَعِیْدِ الْقُرَشِیُّ قَالَ حَدَّثَنَا اَبِیْ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ بُرْدَةَ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ بُرْدَةَ ' عَنْ اَبِیْ بُرْدَةَ ' عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ' اَیُّ الْاِسْلَامِ اَفْضَلُ؟ قَالَ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهٖ وَیَدِهٖ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں سعید بن یحییٰ بن سعید القرشی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ میرے والد نے ہمیں حدیث بیان کی' وہ کہتے ہیں: ہمیں ابو بردہ بن عبداللہ بن ابی بردہ نے حدیث بیان کی' از بردہ از ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ نے کہا: یارسول اللہ! اسلام کی کون سی خصلت سب سے افضل

ہے؟ آپ نے فرمایا: جس کی زبان اور اس کے ہاتھ سے دوسرے
مسلمان محفوظ رہیں۔

(صحیح مسلم: ۴۲' سنن ترمذی: ۲۵۰۴' سنن نسائی: ۵۰۱۴' مسند احمد ج ۴ ص ۳۸۵ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۹۴۳۵۔ ج ۳۲ ص ۱۷۷' مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف' خصوصاً حضرت ابوموسیٰ اشعری کا تذکرہ

(۱) سعید بن یحییٰ بن ابان بن سعید بن العاصی بن امیہ بن عبد شمس الاموی' امام ابن ماجہ کے علاوہ باقی ائمہ ستہ نے ان سے احادیث کو روایت کیا ہے اور ان سے عبد اللہ بن احمد' ابوزرعہ' ابوحاتم' ابراہیم الحربی اور البغوی نے احادیث کو روایت کیا ہے' یہ ۲۹۴ھ میں فوت ہو گئے تھے' اور نسائی' یعقوب بن سفیان' سعید اور ان کے والد یحییٰ نے کہا: یہ دونوں ثقہ ہیں اور علی بن مدینی نے کہا کہ سعید بن یحییٰ نے کہا: وہ اپنے باپ کی بہ نسبت زیادہ ثابت ہیں' صالح بن محمد نے کہا: وہ ثقہ ہیں' مگر وہ غلطیاں کرتے تھے اور العاصی جنگ بدر میں قتل کر دیا گیا تھا (۲) سعید مذکور کے والد یحییٰ ہیں' انہوں نے یحییٰ انصاری' ہشام بن عروہ اور دوسروں سے احادیث کا سماع کیا ہے' ابن معین نے کہا: یہ اہل صدق میں سے ہیں اور ان سے روایت میں کوئی حرج نہیں ہے' یعقوب بن سفیان نے کہا: یہ ثقہ ہیں' یہ ۸۰ سال کی عمر گزار کر ۱۹۴ھ میں فوت ہو گئے تھے' ان سے ایک جماعت نے روایت کی ہے' کتب ستہ میں یحییٰ بن سعید نام کے چار راوی ہیں' ایک یہ ہیں' دوسرے یحییٰ بن سعید تیمی ہیں' تیسرے یحییٰ بن سعید بن قیس الانصاری ہیں' چوتھے یحییٰ بن سعید بن فروخ القطان ہیں (۳) ابوبُردہ' ان کا نام بُرید ہے' ابن عبد اللہ بن ابی بردہ بن ابی موسیٰ الکوفی ہے' یہ اپنے باپ' دادا' الحسن اور عطاء سے روایت کرتے ہیں' اور ان سے ابن المبارک وغیرہ روایت کرتے ہیں' ابن معین نے ان کو ثقہ قرار دیا' ابوحاتم نے کہا: یہ پختہ نہیں ہیں' ان کی حدیث لکھی جاتی ہے' نسائی نے کہا: یہ قوی نہیں ہیں' اور احمد بن عبد اللہ کوفی ثقہ ہیں اور کتب ستہ میں ان کے علاوہ اور کوئی برید نام کا راوی نہیں ہے۔ ''سنن اربعہ'' میں برید بن ابی مریم مالک کا ذکر ہے' نسائی کی ''مسند علی'' میں برید بن اصرم مجہول ہے' صحابہ میں برید نام کا کوئی شخص نہیں ہے (۴) ابوبُردہ' یہ ابوبردہ برید کے دادا ہیں' ان کا نام عامر ہے' ایک قول یہ ہے کہ حارث ہے' انہوں نے اپنے والد سے' حضرت علی بن ابی طالب سے' حضرت ابن عمر سے' حضرت ابن سلام سے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم اور دیگر سے احادیث کا سماع کیا ہے اور ان سے عمر بن عبد العزیز نے' شعبی نے اور ان کے بیٹوں ابوبکر' عبد اللہ' سعید اور بلال اور ان کے پوتے برید بن عبد اللہ نے سماع کیا ہے' ابونعیم نے کہا ہے کہ شریح کے بعد ابوبردہ کوفہ میں قاضی مقرر ہوئے' الواقدی نے کہا: یہ ۱۰۳ھ میں الکوفہ میں فوت ہو گئے' ابن سعید نے کہا: یہ اور شعبی دونوں جمعہ کے دن فوت ہوئے' یہ ثقہ تھے اور کثیر احادیث کے حامل تھے' صحابہ میں ابوبُردہ نام کے سات شخص ہیں' ان میں سے ابوبردہ بن نیار بھی ہیں اور راویوں میں صرف یہی ہیں (۵) ابوموسیٰ عبد اللہ بن قیس بن سلیمان الاشعری رضی اللہ عنہ ہیں' یہ بہت بڑے صحابی ہیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو زبید' عون اور یمن کے ساحل پر امیر بنایا' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو کوفہ اور بصرہ پر عامل بنایا' یہ اُردن میں ابوعبیدہ کی وفات پر گئے اور حضرت معاویہ کے پاس دمشق میں گئے' ان سے تین سو ساٹھ (۳۶۰) احادیث مروی ہیں' ان میں سے پچاس پر امام بخاری اور امام مسلم متفق ہیں' اور چار احادیث کے ساتھ امام بخاری منفرد ہیں اور پندرہ احادیث کے ساتھ امام مسلم منفرد ہیں' ان سے حضرت انس بن مالک' حضرت طارق بن شہاب اور کثیر تابعین نے احادیث کو روایت کیا ہے اور ان کے بیٹوں ابوبردہ' ابوبکر' ابراہیم اور موسیٰ نے ان سے احادیث کو روایت کیا ہے' یہ ۴۴ھ یا ۴۵ھ میں مکہ یا کوفہ میں فوت ہو گئے' اس وقت ان کی عمر ۶۳ سال تھی' یہ علماء صحابہ اور مفتیوں میں سے تھے' صحابہ میں ابوموسیٰ نام کے چار شخص ہیں' ایک یہ ہیں' دوسرے مالک بن عبادہ ہیں' تیسرے ابن عبد اللہ ہیں اور چوتھے ابوموسیٰ الحکمی ہیں اور راویوں میں ابوموسیٰ نام کی ایک

جماعت ہے۔''سنن ابوداؤد'' میں ان میں سے دو کا ذکر ہے اور ایک کا ''سنن نسائی'' میں ذکر ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱ ص ۲۲۲ 'دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

* یہ حدیث ''شرح صحیح مسلم'' ج ۱ ص ۴۲۳ پر مذکور ہے اور اس کا نمبر ۷۱ ہے اور چونکہ ۷۰۔ ۶۹ میں بھی یہی حدیث گزر چکی ہے' اس لیے اس کی شرح نہیں کی گئی' اسی طرح صحیح بخاری: ۱۰ میں بھی یہی حدیث گزر چکی ہے' اس لیے یہاں پر بھی اس کی شرح نہیں کی جا رہی۔

٦- بَابٌ اِطْعَامُ الطَّعَامِ مِنَ الْاِسْلَامِ

کھانا کھلانا بھی خصال اسلام میں سے ہے

۱۲- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيْدَ' عَنْ اَبِي الْخَيْرِ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَجُلًا سَاَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّ الْاِسْلَامِ خَيْرٌ؟ قَالَ تُطْعِمُ الطَّعَامَ' وَتَقْرَاُ السَّلَامَ عَلٰى مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَّمْ تَعْرِفْ.

[اطراف الحدیث: ۲۸۔ ۶۲۳۶]

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ عمرو بن خالد نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از یزید از ابی الخیر از عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ اسلام کی کون سی خصلت سب سے بہتر ہے؟ آپ نے فرمایا: تم کھانا کھلاؤ اور سلام کرو' جن کو تم پہچانتے ہو اور جن کو تم نہیں پہچانتے۔

(صحیح مسلم: ۳۹' سنن ابوداؤد: ۵۱۹۴' سنن ترمذی: ۲۵۰۴' سنن نسائی: ۵۰۱۴' سنن ابن ماجہ: ۳۲۵۳)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) ابو الحسن عمرو بن خالد بن فروخ الحرانی' ان کی مصر میں سکونت تھی' انہوں نے لیث بن سعد اور عبید اللہ بن عمرو وغیرہ سے احادیث کا سماع کیا ہے' اور ان سے حسن بن محمد الصباح' ابو زرعہ اور ابو حاتم نے سماع کیا ہے' انہوں نے ان کو بہت سچا کہا' احمد بن عبد اللہ نے کہا: یہ ثبت' ثقہ مصری ہیں' ان سے صرف امام بخاری نے روایت کی ہے اور باقی اصحاب خمسہ نے ان سے روایت نہیں کی' یہ ۲۲۹ھ میں مصر میں فوت ہو گئے تھے (۲) لیث بن سعد مصری' ان کی کنیت ابو الحارث ہے' یہ مشہور امام ہیں' ان کی جلالت اور امامت پر اتفاق ہے' یہ مصر سے چار فرسخ دور ایک بستی میں پیدا ہوئے' انہوں نے ایک جماعت کثیرہ سے احادیث روایت کی ہیں' امام ابو حنیفہ سے بھی احادیث روایت کی ہیں اور ہمارے اصحاب نے ان کا اصحاب ابو حنیفہ میں شمار کیا ہے۔ قاضی شمس الدین ابن خلکان نے بھی اسی طرح کہا ہے اور ان سے بہت سے لوگوں نے احادیث روایت کی ہیں' امام احمد نے کہا: یہ ثقہ اور ثبت ہیں' یہ بہت سخی تھے' ۹۴ھ میں پیدا ہوئے اور نصف شعبان کو جمعہ کے دن ۱۷۵ھ میں فوت ہو گئے (۳) یزید بن ابی حبیب' ابو حبیب کا نام سوید مصری ابو رجاء ہے' یہ بہت بزرگ تابعی ہیں' انہوں نے عبد اللہ بن الحارث اور ابو الطفیل عامر بن واثلہ' صحابہ سے احادیث کا سماع کیا ہے اور کثیر تابعین سے سماع کیا ہے اور ان سے سلیمان التیمی' ابراہیم بن یزید' یحییٰ بن ایوب اور بہت سے اکابرین مصر نے سماع کیا ہے' ابن یونس نے کہا ہے کہ یہ اپنے زمانہ میں اہل مصر کے مفتی تھے اور بہت حلیم اور عاقل تھے اور یہ پہلے شخص ہیں' جنہوں نے مصر میں فقہ' کلام اور حلال اور حرام کے علم کو ظاہر کیا' اس سے پہلے وہ فتن اور جنگوں سے متعلق احادیث بیان کرتے تھے' یہ ۵۳ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۲۸ھ میں فوت ہو گئے (۴) ابو الخیر مرثد ابو عبد اللہ مصری ہیں' یہ حضرت عمرو بن العاص' حضرت سعید بن زید اور حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہم اور دیگر سے احادیث روایت کرتے ہیں' ۹۰ھ میں فوت ہو گئے' ان سے ایک جماعت نے احادیث روایت کی ہیں (۵) پانچویں راوی حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما ہیں' ان کا تذکرہ گزر چکا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱ص ۲۲۶۔۲۲۵ ' دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ حدیث کا یہ جملہ '' افضل اسلام یہ ہے کہ تم کھانا کھلاؤ'' بعینہٖ عنوان بنایا گیا ہے۔

کھانا کھلانے اور ہر کسی کو سلام کرنے کا مستحب ہونا اور دوسروں کو ضرر سے محفوظ رکھنے کا واجب ہونا

حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا کہ اسلام کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: نرمی سے بات کرنا اور کھانا کھلانا' میں نے پوچھا: کون سا اسلام کا وصف افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں۔ الحدیث (مسند احمد ج ۴ ص ۳۸۵ طبع قدیم' سنن ابن ماجہ ۲۷۹۴' مسند احمد ج ۳۲ ص ۱۷۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اسلام کے اس پہلے حکم پر عمل کرنا مستحب ہے' واجب نہیں ہے' یہ صرف احسان اور حسن سلوک ہے اور رہا دوسرے مسلمانوں کو اپنی زبان اور ہاتھ کے ضرر سے محفوظ رکھنا تو وہ واجب ہے' جب کہ وہ ضرر ناحق ہو اور اگر وہ مکافاتِ عمل ہو اور کسی کے پہنچائے ہوئے ضرر کا بدلہ ہو' تب معاف کر دینا مستحب ہے' قرآن مجید میں ہے:

وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ○ (آل عمران: ۱۳۴)

اور غصہ کو ضبط کرنے والے اور لوگوں کو معاف کرنے والے اور اللہ احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے ○

وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ. (الشوریٰ: ۴۰)

برائی کا بدلہ اسی کی مثل برائی ہے' پھر جس نے معاف کر دیا اور اصلاح کر دی تو اس کا اجر اللہ (کے ذمہ کرم) پر ہے۔

اس باب کی حدیث میں سلام کے ساتھ کھانا کھلانے کو جمع کر دیا ہے' تا کہ قول اور فعل کے ساتھ احسان کرنا جمع ہو جائے اور یہ کامل درجہ کا احسان ہے۔

اس حدیث میں کھانا کھلانے اور ہر کسی کو سلام کرنے کو اسلام کی خیر اور اچھی خصلت فرمایا ہے' سو جو شخص اسلام کے فرائض اور واجبات کو ادا کرنے اور حرام اور مکروہ تحریمی سے اجتناب کے بعد اس خصلت کو اپنائے گا تو اس کے لیے یہ بہت عمدہ خصلت ہے' یہ مطلب نہیں ہے کہ کوئی شخص اسلام کے ارکان اور فرائض پر عمل نہ کرے اور صرف اسی خصلت پر عمل کرے تو یہ سب سے اچھی خصلت ہے' نیز اس حدیث میں جو فرمایا ہے کہ ہر ایک کو سلام کرے' خواہ اس کو پہچانتا ہو یا نہ پہچانتا ہو' اس کے عموم سے کفار اور گم راہ فرقے خارج ہیں' کیونکہ ان کو سلام کرنا جائز نہیں ہے۔

حدیث: ۱۱ اور ۱۲ میں بہ ظاہر تعارض کا جواب

اس سے پہلی حدیث میں فرمایا تھا کہ دوسرے مسلمانوں کو اپنی زبان اور ہاتھ کے ضرر سے محفوظ رکھنا' اسلام کی افضل خصلت ہے اور اس حدیث میں فرمایا ہے کہ لوگوں کو کھانا کھلانا اور ہر کسی کو سلام کرنا' اسلام کی اچھی خصلت ہے' ان دونوں حدیثوں میں تعارض نہیں ہے کیونکہ لفظ افضل اور خیر میں فرق ہے' فضل کا معنی کثرت ثواب ہے اور یہ قلت کے مقابلہ میں ہے اور خیر کا معنی ہے: نفع' اور یہ شر کے مقابلہ میں ہے' پس فضل کمیت کے قبیل سے ہے اور خیر کیفیت کے قبیل سے ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ مختلف جواب اختلاف سائلین اور اختلاف سامعین کے اعتبار سے ہیں' مثلاً کوئی شخص مغلوب الغضب تھا اور اس کی زبان سے اور ہاتھ سے دوسروں کو ضرر پہنچتا تھا' تو جب اُس نے سوال کیا کہ اسلام کا افضل عمل کون سا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: دوسروں کو اپنی زبان اور اپنے ہاتھ کے ضرر سے محفوظ رکھنا اور جو شخص کھانا نہیں کھلاتا تھا اور لوگوں کو سلام نہیں کرتا تھا تو جب اس

نے پوچھا کہ اسلام کی سب سے اچھی خصلت کون سی ہے؟ تو آپ نے فرمایا: لوگوں کو کھانا کھلانا اور ہر کسی کو سلام کرنا۔

* شرح صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۲۲ میں بھی اس حدیث کی شرح کی گئی ہے' وہاں صرف تعارض کو دور کیا گیا ہے' باقی مضامین نہیں ہیں' وہاں پر اس حدیث کا نمبر ۶۸ ہے۔

۷- بَابٌ مِنَ الْاِیْمَانِ اَنْ یُحِبَّ لِاَخِیْهِ مَا یُحِبُّ لِنَفْسِهٖ

یہ بھی اُمورِ ایمان سے ہے کہ اپنے بھائی کے لیے بھی اسی چیز کو پسند کرے جس کو اپنے لیے پسند کرتا ہے

۱۳- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا یَحْیٰی' عَنْ شُعْبَةَ' عَنْ قَتَادَةَ' عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ' عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَعَنْ حُسَیْنٍ الْمُعَلِّمِ قَالَ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ' عَنْ اَنَسٍ' عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یُحِبَّ لِاَخِیْهِ مَا یُحِبُّ لِنَفْسِهٖ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی' از شعبہ از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' اور حسین معلم نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی' از انس از نبی صلی اللہ علیہ وسلم کہ آپ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک (کامل) مومن نہیں ہوگا' جب تک کہ اپنے بھائی کے لیے بھی اسی چیز کو پسند نہ کرے' جس کو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔

(صحیح مسلم: ۴۵' سنن ترمذی: ۲۵۱۵' سنن نسائی: ۵۰۱۶' سنن ابن ماجہ: ۶۶' مسند ابویعلیٰ: ۳۱۸۲' سنن دارمی: ۲۷۴۰' مسند ابوعوانہ ج ۱ ص ۳۳' شعب الایمان: ۱۱۱۲۵' المعجم الاوسط: ۸۴۸۸' مسند الشامیین: ۲۵۹۲' مسند احمد ج ۳ ص ۱۷۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۲۸۰۱۔ ج ۲۰ ص ۱۹۳' موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف' خصوصاً حضرت انس رضی اللہ عنہ کا تذکرہ

(۱) مسدد بن مسرہد بن مسربل ابن مرعبل الاسدی' یہ اہل بصرہ کے ثقہ راویوں میں سے ہیں' انہوں نے حماد بن زید' ابن عیینہ اور یحییٰ القطان سے احادیث کا سماع کیا ہے اور ان سے ابوحاتم الرازی' ابوداؤد اور محمد بن یحییٰ الذہلی' ابوزرعہ اور اسماعیل بن اسحاق وغیرہ نے سماع کیا ہے' احمد بن عبداللہ نے کہا: یہ ثقہ راوی ہیں' امام احمد اور یحییٰ بن معین نے کہا: یہ بہت سچے ہیں' یہ رمضان ۲۲۳ھ میں فوت ہوگئے تھے (۲) یحییٰ بن سعید بن فروخ التیمی' ان کی کنیت ابوسعید ہے' امام اور حجت ہیں' ان کی جلالت اور توثیق پر سب متفق ہیں' انہوں نے یحییٰ انصاری' محمد بن عجلان' ابن جریج' ثوری' امام مالک اور شعبہ وغیرہ سے سماع کیا ہے' اور ان سے الثوری' ابن عیینہ' امام احمد' یحییٰ بن معین اور امام احمد وغیرہ نے سماع کیا ہے' یحییٰ بن معین نے کہا: یحییٰ بن سعید بیس سال تک ایک دن اور ایک رات میں قرآن مجید ختم کرتے رہے' یہ ۱۲۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۹۸ھ میں فوت ہوگئے (۳) شعبہ بن الحجاج الواسطی' ان کا تعارف پہلے ہو چکا ہے (۴) قتادہ بن دعامہ بن قتادہ بن عزیز السدوسی البصری التابعی' انہوں نے صحابہ میں سے حضرت انس بن مالک' حضرت عبد اللہ سرجس اور ابوالطفیل عامر سے احادیث کا سماع کیا ہے' اور تابعین میں سے سعید بن مسیب' حسن بصری اور محمد بن سیرین سے سماع کیا ہے اور ان سے سلیمان التیمی' ایوب السختیانی' اعمش' شعبہ' اوزاعی اور کثیر لوگوں نے سماع کیا ہے' ان کی جلالت' حفظ' توثیق' فضیلت اور اتقان پر اجماع ہے' یہ واسط میں ۱۱۷ھ یا ۱۱۸ھ میں ۵۶ یا ۵۷ سال کی عمر میں فوت ہوگئے' کتب ستہ میں ان کے علاوہ قتادہ نام کا اور کوئی راوی نہیں ہے (۵) حسین بن ذکوان المعلم البصری ہیں' انہوں نے عطاء بن رباح' قتادہ اور دوسروں سے احادیث کا سماع کیا ہے' اور ان سے شعبہ' ابن المبارک' یحییٰ القطان نے سماع کیا ہے' یحییٰ بن معین اور ابوحاتم نے کہا: یہ ثقہ ہیں (۶) حضرت انس بن مالک

النضر انصاری ہیں' ان کی کنیت ابوحمزہ ہے' یہ رسول اللہ ﷺ کے خادم تھے' انہوں نے دس سال آپ کی خدمت کی' انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے ۲۲۸۶ ' احادیث روایت کی ہیں' ان میں سے ۱۶۸ ' احادیث پر امام بخاری اور امام مسلم متفق ہیں اور امام بخاری ۸۳ ' احادیث کے ساتھ منفرد ہیں اور امام مسلم ۹۱ ' احادیث کے ساتھ منفرد ہیں' صحابہ میں ان کی سب سے زیادہ اولاد تھی' ان کی والدہ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: یارسول اللہ! انس آپ کا خادم ہے' آپ اس کے لیے اللہ سے دعا کیجئے' آپ نے دعا کی: اے اللہ! اس کے مال اور اولاد میں برکت دینا اور اس کی عمر زیادہ کرنا اور اس کے گناہ بخش دینا' حضرت انس نے کہا: میں نے اپنی پشت سے پیدا ہونے والی ۹۸ ' اولاد کو دفن کیا' ان کے باغ سے سال میں دو مرتبہ پھل اترتے تھے' اور ان کے باغ کے پھولوں سے مشک کی خوشبو آتی تھی' اور ان کی عمر ۱۰۰ سال سے متجاوز تھی' یہ بصرہ کے صحابہ میں سے سب سے آخر میں ۹۳ ھ میں فوت ہوئے۔

(عمدۃ القاری ج ۱ص ۲۳۰۔۲۲۹)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت بالکل واضح ہے۔

اپنی پسندیدہ چیز کا اپنے مسلمان بھائی کو دینے کا وجوب

حافظ ابن رجب حنبلی متوفی ۷۹۵ ھ لکھتے ہیں:

جو شخص اپنے بھائی کے لیے اس چیز کو پسند نہیں کرتا' جس کو اپنے لیے پسند کرتا ہے' اس سے نبی ﷺ نے ایمان کی نفی کی ہے' تو معلوم ہوا کہ اپنی پسندیدہ چیز کو اپنے بھائی کے لیے پسند کرنا بھی خصال ایمان سے ہے بلکہ ایمان کے واجبات سے ہے کیونکہ ایمان کی نفی اسی وقت کی جاتی ہے' جب اس کے بعض واجبات کو ترک کر دیا جائے' جیسا کہ اس حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس وقت کوئی زانی زنا کرتا ہے' اس وقت وہ مومن نہیں ہوتا' اور جس وقت کوئی چور چوری کرتا ہے تو اس وقت وہ مومن نہیں ہوتا' اور جس وقت کوئی شرابی شراب پیتا ہے تو اس وقت وہ مومن نہیں ہوتا۔ (صحیح البخاری: ۵۵۷۸' صحیح مسلم: ۵۷)

اور کوئی شخص اپنے بھائی کے لیے اپنی پسندیدہ چیزوں کو اسی وقت پسند کرے گا' جب وہ حسد' کینہ' بغض اور دھوکا دہی سے سلامت اور محفوظ ہو اور ان سے اپنے آپ کو محفوظ رکھنا واجب ہے' حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم جب تک ایمان نہ لاؤ' جنت میں داخل نہیں ہو گے' اور جب تک تم ایک دوسرے سے محبت نہ کرو' تمہارا ایمان نہیں ہوگا' الحدیث۔ (صحیح مسلم: ۵۴' سنن ترمذی: ۲۶۸۸' سنن ابن ماجہ: ۳۶۹۲)

پس مومن' مومن کا بھائی ہے' وہ اپنے بھائی کے لیے اسی چیز کو پسند کرتا ہے' جس کو اپنے لیے پسند کرتا ہے اور اس کے لیے اس چیز کو ناپسند کرتا ہے' جس کو اپنے لیے ناپسند کرتا ہے' حدیث میں ہے:

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم مؤمنین کو دیکھو گے کہ وہ ایک جسم کے اعضا کی طرح ایک دوسرے پر رحم کرتے ہیں اور ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں اور ایک دوسرے پر شفقت کرتے ہیں' جب اس کے جسم کے ایک عضو میں بیماری ہوتی ہے تو اس کا پورا جسم بیداری اور بخار میں کراہتا رہتا ہے۔ (صحیح البخاری: ۶۰۱۱' صحیح مسلم: ۲۵۸۶)

پس جب مومن اپنے لیے دین اور دنیا کی کسی فضیلت کو پسند کرے گا تو وہ یہ پسند کرے گا کہ اس کے بھائی کو بھی وہ فضیلت مل جائے اور اس سے وہ فضیلت زائل نہ ہو' جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب میں قرآن کریم کی کسی آیت کو پڑھ کر اس کا مطلب سمجھتا ہوں تو میں پسند کرتا ہوں کہ تمام مسلمان اس آیت کا وہ مطلب سمجھ لیں' جو میں نے سمجھا ہے۔ امام شافعی نے فرمایا: میں

اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ تمام لوگ اس علم کو حاصل کر لیں اور خصوصیت سے میری طرف اس علم کی نسبت نہ کریں۔

اپنی برتری اور انفرادیت کو طلب کرنا مذموم ہے

اور جو شخص یہ پسند کرتا ہے کہ اس کو دین اور دنیا کی کسی فضیلت میں تفرد اور انفرادیت حاصل ہو تو یہ مذموم ہے' قرآن مجید میں ہے:

تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَO (القصص: ۸۳)

یہ آخرت کا گھر ہم ان لوگوں کے لیے مخصوص کرتے ہیں' جو زمین میں اپنی برتری اور بڑائی کا ارادہ نہیں کرتے اور نہ دہشت گردی کا ارادہ کرتے ہیں' اور نیک انجام اللہ سے ڈرنے والوں کے لیے ہےO

اور حدیث میں ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے اس لیے علم حاصل کیا کہ ان پڑھ لوگوں سے بحث کرے یا علماء کے سامنے فخر کرے یا لوگوں کے چہروں کو اپنی طرف موڑے تو وہ شخص دوزخ میں ہے۔

(سنن ابن ماجہ: ۲۵۳' زوائد ابن ماجہ میں مذکور ہے کہ اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔)

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور دوسرے اکابر نے کہا: وہ اس کو پسند نہیں کرتے کہ ان کی جوتی دوسروں کی جوتیوں سے اچھی ہو اور نہ اس کو پسند کرتے ہیں کہ ان کے کپڑے دوسروں کے کپڑوں سے اچھے ہوں۔ حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور وہ شخص خوب صورت تھا' اس نے کہا: یا رسول اللہ! میں حسین چیزوں کو پسند کرتا ہوں' اور آپ دیکھ رہے ہیں کہ مجھے کیا کچھ عطا کیا گیا ہے حتیٰ کہ مجھے یہ پسند نہیں ہے کہ کوئی شخص مجھ سے برتر ہو خواہ میری جوتی کے تسمہ سے' کیا یہ تکبر ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں! لیکن تکبر حق کا انکار کرنا اور لوگوں کو حقیر سمجھنا ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۴۰۹۰' مسند احمد ج ۱ ص ۳۸۵-۴۲۷)

اس حدیث میں یہ مذکور ہے کہ وہ شخص یہ چاہتا تھا کہ اس سے کوئی برتر نہ ہو' نہ یہ کہ وہ سب سے برتر اور بلند ہو بلکہ اس کا تقاضا یہ ہے کہ وہ برتری اور بلندی میں لوگوں کے مساوی ہو' اور اس حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ شخص یہ پسند کرتا تھا کہ وہ لوگوں سے برتر اور بلند ہو اور ان میں منفرد ہو۔

اگر کسی شخص کو اللہ تعالیٰ نے کوئی مخصوص فضیلت عطا کی ہو اور وہ اس فضیلت میں عام لوگوں سے منفرد ہو اور برتر اور بلند ہو اور وہ اس نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے لیے اس فضیلت کی لوگوں کو خبر دے تو یہ مستحسن ہے' قرآن مجید میں ہے:

وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْO (الضحیٰ: ۱۱)

بہر حال آپ اپنے رب کی نعمت کا خوب بیان کریںO

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں قیامت کے دن تمام اولادِ آدم کا سردار ہوں اور فخر نہیں' اور میرے ہی ہاتھ میں حمد کا جھنڈا ہوگا اور فخر نہیں' اور ہر نبی خواہ آدم ہوں یا کوئی اور وہ میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے' اور سب سے پہلے مجھ سے زمین شق ہوگی اور فخر نہیں۔ (یہ حدیث حسن صحیح ہے) (سنن ترمذی: ۳۶۱۵' مسند احمد ج ۳ ص ۲)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر مجھے یہ علم ہو کہ کوئی شخص مجھ سے زیادہ کتاب اللہ کا علم رکھتا ہے اور اس تک پہنچنے کے لیے اونٹوں پر سفر کرنا پڑے تو میں اس کے پاس ضرور جاؤں گا۔ (فتح الباری لابن رجب ج ۱ ص ۴۲-۴۱ ملخصاً' دار ابن الجوزی' ریاض' ۱۴۱۷ھ)

حدیث مذکور کی شرح' شرح صحیح مسلم میں

یہ حدیث' شرح صحیح مسلم: ۷۹۔ ج ۱ ص ۴۵۴۔ ۴۵۳ میں مذکور ہے' وہاں اس پر اس عنوان کے تحت بحث کی ہے کہ'' جو چیز لائق استفادہ اور قابل استعمال نہ رہے' اس کا دوسرے مسلمانوں کو دینا جائز نہیں ہے اور جو چیز پسندیدہ نہ ہو لیکن قابل استعمال ہو' اس کا دینا جائز ہے'' اور جو مباحث یہاں '' نعمۃ الباری'' میں ذکر کیے ہیں' ان کا وہاں ذکر نہیں ہے۔

۸- بَابٌ حُبُّ الرَّسُوْلِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْإِيْمَانِ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت اُمورِ ایمان سے ہے

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت اس طرح ہے کہ دونوں بابوں میں محبت کا تعلق ایمان سے ہے۔

۱۴- حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَوَالَّذِىْ نَفْسِىْ بِيَدِهٖ لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوالزناد نے' از اعرج از ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پس اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے! تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا' جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے والد اور اس کی اولاد سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

۱۵- حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ صُهَيْبٍ عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (ح). وَحَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن علیہ نے از عبدالعزیز بن صہیب از حضرت انس رضی اللہ عنہ حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا (ح) اور ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے والد اور اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

(صحیح مسلم: ۴۴' سنن نسائی: ۵۰۳۰' سنن ابن ماجہ: ۶۷' مسند ابوعوانہ ج ۱ ص ۳۳' سنن دارمی: ۲۷۴۱' مسند ابویعلیٰ: ۳۰۴۹' صحیح ابن حبان: ۱۷۹' شعب الایمان: ۱۳۷۴' شرح السنۃ: ۲۲' المعجم الاوسط: ۲۸۵۴' مسند احمد ج ۳ ص ۱۷۷ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۲۸۱۴۔ ج ۲۰ ص ۲۰۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث: ۱۴ کے رجال کا تعارف

(۱) پہلا راوی ابوالیمان ہے' اس کا تعارف پہلے کیا جا چکا ہے (۲) دوسرا راوی شعیب بن ابی حمزہ الحمصی ہے' اس کا تعارف بھی پہلے کیا جا چکا ہے (۳) ابوالزناد عبداللہ بن ذکوان المدنی القرشی ہے' انہوں نے تابعین کی ایک جماعت سے احادیث روایت کی ہیں اور ان سے بھی تابعین نے احادیث روایت کی ہیں' یہ ۳۶ سال کی عمر میں ۱۳۰ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) چوتھے راوی الاعرج ہیں' ان کا نام ابوداؤد عبدالرحمان بن ھرمز ہے' یہ تابعی مدنی قرشی ہیں' انہوں نے ابوسلمہ اور عبدالرحمان بن القاری سے احادیث روایت کی

ہیں اور ان سے الزہری' یحییٰ الانصاری اور دیگر نے احادیث روایت کی ہیں' ان کی توثیق پر اتفاق ہے' یہ ۱۱۷ھ میں اسکندریہ میں فوت ہو گئے تھے (۵) پانچویں راوی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں' ان کا تعارف بھی پہلے کیا جا چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱ ص ۲۳۳)

حدیث: ۱۵ کے رجال کا تعارف

(۱) ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم الدورقی العبدی' یہ ثقہ' حافظ اور متقن تھے' انہوں نے ابن عیینہ' القطان' یحییٰ بن ابی کثیر اور بہت سے ائمہ سے احادیث کا سماع کیا ہے اور ان سے ابوزرعہ' ابوحاتم اور ایک جماعت نے سماع کیا ہے' یہ ۲۵۲ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) ابن عُلَیہ' عُلَیہ ان کی ماں ہیں اور ان کے والد ابراہیم بن سہل ہیں' انہوں نے عبدالعزیز بن صہیب اور ایوب السختیانی سے احادیث کا سماع کیا ہے' ان کی جلالت اور توثیق پر اتفاق ہے' یہ بغداد میں ۱۹۴ھ میں فوت ہو گئے (۳) عبدالعزیز بن صہیب' یہ تابعی ہیں' انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سماع کیا ہے' ان کی توثیق پر اتفاق ہے (۴) آدم بن ابی ایاس ہیں' ان کا تعارف کیا جا چکا ہے (۵) شعبہ بن الحجاج ہیں' ان کا تعارف بھی ہو چکا ہے (۶) قتادہ بن دعامہ ہیں' ان کا تعارف بھی کیا جا چکا ہے (۷) حضرت انس رضی اللہ عنہ ہیں' ان کا تعارف بھی کیا جا چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱ ص ۲۳۷)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں محبت رسول کا ذکر ہے اور یہی باب کا عنوان ہے۔

محبت رسول کی اقسام

اس باب میں امام بخاری نے دو حدیثیں روایت کی ہیں اور دونوں کا خلاصہ یہ ہے کہ کامل مومن وہ شخص ہوگا' جو اپنے والد' اپنی اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہو' اس لیے یہ جاننا چاہیے کہ محبت کی اقسام کیا ہیں:

علامہ ابوالحسین علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

محبت کی تین اقسام ہیں: (۱) اجلال اور عظمت کے ساتھ محبت' جیسے والد کے ساتھ محبت ہوتی ہے (۲) شفقت اور رحمت کے ساتھ محبت' جیسے اولاد کے ساتھ محبت ہوتی ہے' اور (۳) استحسان اور حسن سلوک کے ساتھ محبت' جیسے تمام لوگوں کے ساتھ محبت ہوتی ہے۔

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ جس کا ایمان کامل ہوگا' اس کو یہ معلوم ہوگا کہ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حق اور آپ کا فضل' اس کے والد' اس کی اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ ہے' کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو گمراہی سے نکال کر ہدایت دی اور اس کو دوزخ سے نجات دی۔ (شرح صحیح البخاری لابن بطال ج ۱ ص ۶۶' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۰ھ)

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی اندلسی متوفی ۵۴۴ھ لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی ایک قسم ہے: آپ کی سنت کی نصرت کرنا اور آپ کی شریعت کی مدافعت کرنا اور آپ کی زیارت کی تمنا کرنا' اور آپ کے اوپر اپنی جان اور مال کو خرچ کرنا۔ (اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۱ ص ۲۸۱۔ ۲۸۰' دارالوفا' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

محبت رسول کی کیفیت

حافظ ابوالعباس احمد بن عمر القرطبی المالکی المتوفی ۶۵۶ھ لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا سب کی محبتوں پر راجح ہونا ضروری ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام اجناس میں کامل بنایا ہے اور آپ کو تمام انواع پر فضیلت دی ہے اور آپ میں تمام محاسن ظاہرہ اور باطنہ رکھے ہیں اور آپ کو اخلاق حسنہ اور خصائل جمیلہ کی خصوصیت عطا کی ہے۔

قاضی ابوالفضل نے کہا: جب تک کوئی شخص ہر والد اور ہر اولاد سے آپ کو افضل اعتقاد نہ کرے وہ مومن نہیں ہو سکتا اور اس کے

کفر میں کوئی شک نہیں جو آپ کی تعظیم اور اجلال کا عقیدہ نہ رکھے' لیکن اس حدیث کا یہ منشا نہیں ہے کہ آپ کے اعظم ہونے کا عقیدہ آپ کے سب سے زیادہ محبوب ہونے کو مستلزم نہیں ہے' کیونکہ کبھی انسان کسی شخص کو بہت عظیم سمجھتا ہے اور اس کی محبت اپنے دل میں نہیں پاتا' یہی وجہ ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث سنی کہ تم میں سے اس وقت تک کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا' جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے والد' اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں' تو حضرت عمر نے کہا: یارسول اللہ! آپ میرے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہیں سوائے میری جان کے' آپ نے فرمایا: اے عمر! تمہاری جان سے بھی زیادہ (میرا محبوب ہونا ضروری ہے) حضرت عمر نے کہا: میری جان سے بھی زیادہ آپ محبوب ہیں' آپ نے فرمایا: اب اے عمر! (یعنی اب تمہارا ایمان کامل ہے) (صحیح البخاری: ۶۶۳۲' مسند احمد ج ۴ ص ۳۳۶) اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ یہ محبت صرف تعظیم کا اعتقاد نہیں ہے بلکہ آپ کی تعظیم کے ساتھ آپ کی طرف دل مائل ہو اور جو شخص اپنے دل میں آپ کی طرف سب سے زیادہ میلان نہ پائے اس کا ایمان کامل نہیں ہے جیسے حضرت ابوسفیان کی بیوی حضرت ہند نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ پہلے میں آپ کے چہرے کو سب سے زیادہ ناپسند کرتی تھی اور اب آپ کا چہرہ میرے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہے' اور جیسے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے اپنا تجربہ یہ کیا ہے کہ میرے نزدیک رسول اللہ ﷺ سے زیادہ کوئی محبوب نہیں ہے اور نہ میری آنکھوں میں آپ سے زیادہ کوئی معظم ہے اور آپ کے جلال کی وجہ سے میں آپ کو نگاہ بھر کر نہیں دیکھ سکتا اور اگر مجھ سے سوال کیا جائے کہ میں آپ کی صفت بیان کروں تو میں اس کی طاقت نہیں رکھتا کیونکہ میں نے نگاہ بھر کر آپ کو نہیں دیکھا۔ (صحیح مسلم: ۱۲۱)

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ آپ کی محبت میں آپ کے اصحاب کا مقام بہت بلند تھا' بعض مؤمنین شہوات میں ڈوبے رہتے ہیں اور ان پر غفلت کے پردے پڑے رہتے ہیں اور ان کے احوال بہت ناقص ہوتے ہیں' لیکن جب نبی ﷺ کا ذکر کیا جائے اور آپ کے فضائل بیان کیے جائیں تو ان کی محبت جوش میں آتی ہے اور وہ آپ کی زیارت کے لیے بے چین ہو جاتے ہیں' بلکہ آپ کی قبر مبارک اور آپ کے آثار کی زیارت کے لیے مضطرب ہو جاتے ہیں اور ان کی خواہش ہوتی ہے کہ ان کے اہل و عیال' مال و دولت' ماں باپ حتیٰ کہ ان کی جان بھی چلی جائے اور کسی طرح ان کو آپ کی زیارت ہو جائے' البتہ ان پر شہوت اور غفلت کے غلبہ کی وجہ سے ان کی یہ کیفیت جلد زائل ہو جاتی ہے' ہم اللہ کریم سے یہ دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں آپ کی دائمی اور کامل محبت عطا فرمائے اور ہمیں غلبہ شہوت اور غفلت کے حجابات سے محفوظ رکھے۔ (المفہم ج ۱ ص ۲۲۷۔ ۲۲۵ ملخصاً' دار ابن کثیر' بیروت' ۱۴۲۰ھ)

صحابہ کرام کی محبت رسول کی چند مثالیں

حدیث میں ہے کہ جنگ بدر میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بیٹے' جو اس وقت مسلمان نہیں ہوئے تھے' مسلمانوں کو لڑنے کے لیے للکار رہے تھے۔ حضرت ابوبکر نے ان کے مقابلہ پر جانا چاہا' لیکن نبی ﷺ نے فرمایا: تم اپنی ذات سے ہمیں فائدہ پہنچاؤ۔

(الاستیعاب: ۱۴۰۲' ج ۲ ص ۳۶۸' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جنگ بدر میں اپنے ماموں العاص بن ہشام بن المغیرہ کو قتل کر دیا تھا۔

(سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۳۲۴' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت ۱۴۱۵ھ)

امام ابوالحسن علی بن احمد الواحدی المتوفی ۴۶۸ھ مذکور الصدر آیت (المجادلہ: ۲۲) کے شان نزول میں لکھتے ہیں:

ابن جریج نے کہا: مجھے یہ حدیث بیان کی گئی ہے کہ ابوقحافہ نے نبی ﷺ کو گالی دی تو حضرت ابوبکر نے ابوقحافہ (حضرت ابوبکر کا باپ) کو اس زور سے تھپڑ مارا کہ وہ گر پڑا' پھر انہوں نے اس واقعہ کا نبی ﷺ سے ذکر کیا۔ آپ نے پوچھا: کیا تم نے ایسا کیا؟

عرض کیا: ہاں! آپ نے فرمایا: دوبارہ ایسا نہ کرنا۔ حضرت ابوبکر نے کہا: اللہ کی قسم! اگر میرے پاس تلوار ہوتی تو میں اس کو قتل کر دیتا تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ یہ آیت حضرت ابوعبیدہ بن الجراح کی شان میں نازل ہوئی جب انہوں نے جنگ احد میں اپنے باپ عبداللہ بن الجراح کو قتل کر دیا اور حضرت ابوبکر کی شان میں نازل ہوئی جب جنگ بدر میں ان کے بیٹے عبدالرحمن نے مسلمانوں کو جنگ کے لیے للکارا تو حضرت ابوبکر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے مقابلہ میں لڑنے کی اجازت مانگی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنی ذات سے ہمیں فائدہ پہنچاؤ' کیا تم نہیں جانتے کہ تم میرے لیے میری آنکھوں اور میرے کانوں کے مرتبہ میں ہو؟ اور حضرت مصعب بن عمیر کی شان میں نازل ہوئی جب انہوں نے اپنے بھائی عبید بن عمیر کو جنگ احد میں قتل کر دیا اور حضرت عمر کی شان میں نازل ہوئی جب انہوں نے اپنے ماموں العاص بن ہشام بن المغیرہ کو جنگ بدر میں قتل کر دیا اور حضرت علی اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہما کی شان میں نازل ہوئی جب انہوں نے عتبہ' شیبہ اور ولید بن عتبہ کو قتل کر دیا اور یہ صحابہ اس آیت کے اس حصہ کے مصداق ہیں' خواہ وہ (دشمن) ان کے باپ ہوں یا بیٹے ہوں یا بھائی ہوں یا ان کے قریبی رشتہ دار۔

(اسباب النزول للواحدی: ۷۱۴' ص ۴۴۳' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' اسباب النزول للسیوطی ص ۱۲' مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

ان احادیث سے واضح ہو گیا کہ مختلف جنگوں میں صحابہ کرام نے اللہ اور اس کے رسول کی محبت میں اپنے باپ بھائی اور دیگر قریبی رشتہ داروں کو قتل کر دیا' ایک نابینا صحابی کے ایک باندی سے دو کمسن بچے تھے' لیکن وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرتی تھی تو انہوں نے اس کو قتل کر دیا۔ (سنن ابوداؤد: ۴۳۶۱) اور حضرت عمیر بن امیہ کی ایک بہن تھی' جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کرتی تھی تو انہوں نے اس کو قتل کر دیا۔ (المعجم الکبیر ج ۱۷ ص ۶۵۔۶۴) اسی طرح صحابہ کرام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں مکہ سے مدینہ ہجرت کی اور اپنے رشتہ داروں کے علاوہ اپنے وطن' اپنے پسندیدہ مکانوں اور اپنے جمع شدہ مال اور اپنے کاروبار اور تجارت کو چھوڑ کر مدینہ چلے آئے۔

شرح صحیح مسلم میں محبت رسول کی تحقیق

اس حدیث کی شرح ہم نے شرح صحیح مسلم میں بھی کی ہے اور وہاں ہم نے اس کی بہت زیادہ تفصیل کی ہے' اس کے عنوانات حسب ذیل ہیں:

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے ساتھ مکلف کرنے کی توجیہ (۲) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب ہونے کی وجوہات (۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم اور محبت کے چند مظاہر (۴) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی علامات (۵) اطاعت رسول (۶) اتباع رسول کی حلاوت (۷) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بے عیب ہونا (۸) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بہ کثرت ذکر کرنا (۹) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان سے خوش ہونا (۱۰) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان بیان کرنے میں غلو سے احتراز کرنا (۱۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم وتوقیر کرنا (۱۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام پڑھنا (۱۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کا شوق ہونا (۱۴) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوبوں سے محبت کرنا (۱۵) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبتوں سے محبت کرنا (۱۶) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعداء سے عداوت رکھنا (۱۷) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی علامات محبت میں حرف آخر۔

(شرح صحیح مسلم: ۷۷۔ ج ۱ ص ۴۵۱۔۴۲۵' فرید بک سٹال' لاہور)

۹- بَابُ حَلَاوَةِ الْإِيْمَانِ ایمان کی حلاوت (مٹھاس)

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ایمان کی مٹھاس تین چیزوں سے محبت ہے اور باب سابق میں ان میں سے ایک چیز کی محبت کو بیان کیا گیا تھا اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت ہے' سو ان دونوں بابوں میں جز اور کل کی مناسبت ہے۔

١٦- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ وَجَدَ حَلَاوَةَ الْإِيمَانِ أَنْ يَكُونَ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا وَأَنْ يُحِبَّ الْمَرْءَ لَا يُحِبُّهُ إِلَّا لِلّٰهِ وَأَنْ يَكْرَهَ أَنْ يَعُودَ فِي الْكُفْرِ كَمَا يَكْرَهُ أَنْ يُقْذَفَ فِي النَّارِ.

[اطراف الحدیث: ٢١-٦٠٤١-٦٩٤١]

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ محمد بن المثنی نے کہا: ہمیں عبد الوہاب الثقفی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے از ابی قلابہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص میں تین خصلتیں ہوں' وہ ایمان کی مٹھاس کو پالے گا: (١) یہ کہ اس کے نزدیک اللہ اور اس کا رسول ان کے ماسوا سے زیادہ محبوب ہو (٢) اور یہ کہ وہ جس شخص سے بھی محبت کرے صرف اللہ کے لیے محبت کرے (٣) اور یہ کہ اس کے نزدیک کفر میں لوٹنا ایسا ناپسندیدہ ہو جیسے آگ میں ڈالا جانا' ناپسندیدہ ہے۔

(صحیح مسلم: ٤٣' سنن ترمذی: ٢٦٢٤' سنن نسائی: ٤٩٨٨' مسند ابویعلیٰ: ٣٢٧٩' صحیح ابن حبان: ٢٣٧' شعب الایمان: ١٦٢٤' مسند احمد ج ٣ ص ١٠٣ طبع قدیم' مسند احمد ج ٢٠ ص ١٨١' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(١) محمد بن المثنی بن عبید بن قیس البصری' انہوں نے ابن عیینہ' وکیع بن الجراح' اسماعیل بن علیہ وغیرہم سے سماع کیا ہے اور ان سے ابوزرعہ' ابوحاتم اور محمد بن یحییٰ الذہلی نے سماع کیا ہے' الخطیب نے کہا: یہ ثقہ اور ثبت تھے' اور تمام ائمہ ان کی حدیث سے استدلال کرتے ہیں' یہ ٢٥٢ھ میں بصرہ میں فوت ہو گئے (٢) عبد الوہاب بن عبد المجید بن الصلت' الثقفی البصری' انہوں نے یحییٰ انصاری اور ایوب السختیانی اور دیگر سے احادیث کا سماع کیا ہے اور ان سے امام محمد بن ادریس شافعی' امام احمد' ابن معین اور ابن المدینی نے سماع کیا ہے' ابن سعد نے کہا: یہ ثقہ تھے اور ان میں ضعف ہے' یہ ١٠٨ھ میں پیدا ہوئے اور ١٩٤ھ میں فوت ہو گئے (٣) ایوب بن ابی تمیمہ کیسان السختیانی البصری' انہوں نے حضرت انس بن مالک کی زیارت کی ہے اور عمر بن سلمہ الجرمی اور ابوعثمان النہدی اور بہت اعلام سے احادیث کا سماع کیا ہے' اور ان سے محمد بن سیرین' عمرو بن دینار' الاعمش اور امام مالک نے سماع کیا ہے' نیز ان سے امام ابوحنیفہ نے بھی احادیث روایت کی ہیں' امام نسائی نے کہا: یہ ثقہ اور ثبت ہیں' یہ ٦٦ھ میں پیدا ہوئے اور ١٣١ھ میں بصرہ میں فوت ہو گئے (٤) ابوقلابہ عبد اللہ بن زید بن عمرو البصری' انہوں نے حضرت ثابت بن قیس انصاری اور حضرت انس بن مالک انصاری اور دیگر صحابہ سے سماع کیا ہے' ان کی توثیق پر سب کا اتفاق ہے' یہ ١٠٤ھ میں شام میں فوت ہو گئے تھے (٥) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' ان کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١ ص ٢٣٩)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مناسبت اس طرح ہے کہ اس میں ایمان کی مٹھاس کا ذکر ہے۔

ایمان کے استحکام کو مٹھاس سے تشبیہ دینے کی توجیہ

حدیث مذکور میں تین خصلتوں کا ذکر فرمایا' جس نے ان کو مکمل کر لیا' وہ ایمان کی مٹھاس کو پالے گا' اس سے معلوم ہوا کہ ایمان کا ذائقہ اور مٹھاس ہے' جس کو صرف دل سے محسوس کیا جا سکتا ہے' جیسے کھانے پینے کی چیزوں کا ذائقہ اور مٹھاس صرف زبان سے محسوس

کی جاتی ہے کیونکہ ایمان دل کی غذا اور اس کی قوت ہے جیسے کھانے پینے کی چیزیں بدن کی غذا اور اس کی قوت ہیں اور جس طرح جسم کھانے پینے کی چیزوں کی لذت اور مٹھاس اسی وقت پاتا ہے جب جسم صحیح اور تندرست ہو اور جب جسم بیمار ہو تو اس کو میٹھی چیزیں بھی کڑوی لگتی ہیں جیسے جس شخص پر صفراء کا غلبہ ہو اس کو ایسا ہی لگتا ہے اسی طرح انسان کا دل بھی ایمان کی مٹھاس اسی وقت پاتا ہے جب اس کا دل بیماریوں اور آفتوں سے محفوظ ہو اور جب اس کا دل گم راہی اور شہوت کے مرض میں مبتلا ہو تو پھر وہ ایمان کی مٹھاس نہیں پاتا بلکہ وہ حرام کاموں اور شہوت کے تقاضے پورے کرنے میں لذت پاتا ہے اسی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس وقت کوئی زانی زنا کرتا ہے تو اس وقت وہ مومن نہیں ہوتا الحدیث۔ (صحیح البخاری: ۵۵۷۸ ۲۴۷۵ صحیح مسلم: ۵۷ سنن ترمذی: ۲۶۲۵ سنن ابن ماجہ: ۳۹۳۶) کیونکہ اگر اس کا ایمان کامل ہوتا تو وہ ایمان کی مٹھاس کو پاتا اور حرام کاموں کی مٹھاس سے مستغنی ہو جاتا سو جس طرح بیماری کے ساتھ کھانے پینے کی چیزوں میں لذت نہیں آتی اسی طرح حرام کاموں اور گناہوں کے ساتھ عبادت میں لذت نہیں آتی۔

اللہ اور اس کے رسول کی محبت کے اسباب اور ان کی محبت کے درجات

ان تین خصلتوں میں سے پہلی خصلت یہ ہے کہ انسان کے نزدیک اللہ اور اس کا رسول ان کے ماسوا سے زیادہ محبوب ہو اور اللہ کی محبت اس کی معرفت سے پیدا ہوتی ہے اور اس کی معرفت کا کمال اس کے اسماء صفات اور اس کے افعال کی معرفت سے حاصل ہوتا ہے اور جن کاموں میں اس کی حکمتیں فوائد اور عجائب ہیں ان میں غور کرنے سے اس کی قدرت اس کی حکمت اس کے علم اور اس کی رحمت کا پتا چلتا ہے اور کبھی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا مطالعہ کرنے سے اس کی محبت پیدا ہوتی ہے حدیث میں ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ سے اس لیے محبت کرو کہ وہ تمہیں اپنی نعمتوں سے غذا دیتا ہے اور اللہ کی محبت کی وجہ سے مجھ سے محبت کرو اور میری محبت کی وجہ سے میرے اہل بیت سے محبت کرو۔

(سنن ترمذی: ۳۷۸۹ المعجم الکبیر: ۲۶۳۹ المستدرک ج ۳ ص ۱۵۰ حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۲۱۱ التاریخ الکبیر: ۵۶۲)

سو جس کو اللہ کی معرفت حاصل ہو گئی وہ اس سے محبت کرتا ہے اور جو اس سے محبت کرتا ہے وہ اس کی اطاعت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی محبت کے دو درجے ہیں ایک فرض ہے یعنی اللہ کی محبت یہ تقاضا کرتی ہے کہ جن فرائض کا اس نے حکم دیا ہے ان پر عمل کیا جائے اور جن حرام کاموں سے اس نے منع کیا ہے ان سے باز رہا جائے اللہ تعالیٰ کی محبت میں کم از کم اتنا درجہ حاصل کرنا ضروری ہے اور جس کو یہ درجہ بھی حاصل نہ ہو وہ اللہ کی محبت کے دعویٰ میں جھوٹا ہے کیونکہ جس شخص نے کسی حرام کام کو کیا یا کسی فرض یا واجب کو ترک کیا اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کے دل میں اللہ کی محبت کم ہے اسی وجہ سے اس نے اپنے نفس کی خواہش اور اس کی محبت کو اللہ کی محبت پر ترجیح دی اگر اس کے دل میں اللہ کی کامل محبت ہوتی تو وہ اللہ کے فرائض کو ترک نہ کرتا اور اس کے منع کیے ہوئے کاموں کا ارتکاب نہ کرتا۔

اللہ تعالیٰ کی محبت کا دوسرا درجہ مستحبات پر عمل کرنا اور مکروہات کو ترک کرنا ہے اور یہ کہ وہ نوافل پر دوام کر کے اللہ کا قرب حاصل کرے اور جو مصائب اللہ تعالیٰ نے مقدر کر دیئے ہیں ان پر صبر کرنا ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی رہنا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کے بھی دو درجے ہیں ایک درجہ فرض ہے وہ یہ ہے کہ جن فرائض کا آپ نے حکم دیا ہے ان پر عمل کیا جائے اور جن حرام کاموں سے آپ نے منع کیا ہے ان سے اجتناب کیا جائے آپ کے احکام پر عمل کرنے میں اپنے دل میں تنگی نہ پائے اور دوسرا درجہ آپ کی سنتوں آداب اخلاق کی اتباع کرنا ہے آپ کی سیرت اور آپ کے حسن معاشرت میں آپ کی اقتداء کرنا ہے آپ کے اخلاق سے متخلق ہونا ہے دنیا سے زہد اور آخرت میں رغبت کرنا ہے سخاوت ایثار درگزر کرنے حلم اور تواضع کو اپنانا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق باطنہ میں اللہ سے سب سے زیادہ ڈرنا اور اس سے سب سے زیادہ محبت اور اس سے ملاقات کا شوق

اس کی قضا پر راضی رہنا اس کے ساتھ قلب کا دائمی تعلق اس پر توکل اور اعتماد زبان کا اس کے ذکر سے تر رہنا خلوت میں اس سے دعا اور مناجات کرنا' تدبر اور تفکر سے اس کی کتاب کی تلاوت کرنا' خلاصہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اخلاق قرآن کریم تھا' آپ اللہ کی رضا سے راضی اور اس کی ناراضی سے ناراض ہوتے تھے' پس جو لوگ اپنے قول' عمل اور حال میں آپ کی سب سے زیادہ متابعت کرنے والے ہیں' وہ آپ کی امت کے صدیقین ہیں' جن کے سرخیل حضرت ابوبکر اور آپ کے بعد کے خلفاء ہیں رضی اللہ عنہم اجمعین۔

اس ضمن میں احادیث کہ انسان جس سے بھی محبت کرے' اللہ کے سبب سے محبت کرے

اس حدیث میں دوسری خصلت یہ بیان فرمائی ہے کہ انسان جس سے بھی محبت کرے صرف اللہ کے لیے محبت کرے' اور اللہ کے سبب سے محبت کرنا اصول ایمان سے ہے اور اس کا سب سے اعلیٰ درجہ ہے' حدیث میں ہے:

حضرت معاذ بن انس جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل ایمان کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: تم اللہ کے سبب سے محبت کرو اور اللہ کے سبب سے بغض رکھو اور تمہاری زبان اللہ کے ذکر میں عمل کرتی رہے۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۴۴۰ طبع قدیم' المعجم الکبیر: ۴۲۲۔ ج ۲۰' مسند احمد: ۱۵۶۱۳۔ ج ۲۴ ص ۳۸۵' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی بندہ کا اس وقت تک صریح ایمان محقق نہیں ہوگا حتیٰ کہ وہ اللہ کے سبب سے محبت رکھے اور اللہ کے سبب سے بغض رکھے' پس جب وہ اللہ کے سبب سے محبت رکھے گا اور اللہ کے سبب سے بغض رکھے گا تو وہ اللہ کی محبت کا مستحق ہو جائے گا۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۴۳۰ طبع قدیم' مجمع الزوائد ج ۱ ص ۸۹' مسند احمد ج ۲۴ ص ۳۱۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' اس کی سند منقطع ہے۔)

حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایمان کی مضبوط گرہ اللہ کے سبب سے محبت رکھنا اور اللہ کے سبب سے بغض رکھنا ہے۔

(مسند احمد ج ۴ ص ۲۸۶ طبع قدیم' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۷۴۷' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۱ ص ۴۱' شعب الایمان: ۱۳)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "احب الاعمال" اللہ کے سبب سے محبت رکھنا اور اللہ کے سبب سے بغض رکھنا ہے۔ (مسند احمد ج ۵ ص ۱۴۶' سنن ابوداؤد: ۴۵۹۹' اس کی سند ضعیف ہے' مسند احمد: ۲۱۳۰۳۔ ج ۳۵ ص ۲۲۹' بیروت)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس نے اللہ کے سبب سے محبت کی اور اللہ کے سبب سے بغض رکھا اور اللہ کے سبب سے عطا کیا اور اللہ کے سبب سے منع کیا' اس کا ایمان کامل ہو گیا' ایک روایت میں ہے: اس نے اللہ کے سبب سے نکاح کیا (یعنی اس کی رضا کے لیے)۔ (سنن ابوداؤد: ۴۶۸۱' سنن ترمذی: ۲۵۲۱' المستدرک ج ۲ ص ۱۶۴' مسند احمد ج ۳ ص ۴۴۰۔ ۴۳۸)

اس دوسری خصلت کی پہلی خصلت کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ جس شخص کے نزدیک اللہ اور اس کا رسول ان کے ماسوا سے زیادہ محبوب ہوگا' اس کی تمام محبت اللہ کے لیے ہوگی اور اس کو یہ لازم ہے کہ اس کی دوستی بھی اللہ کے سبب سے ہو اور اس کی دشمنی بھی اللہ کے سبب سے ہو اور اس کے نفس میں اپنی کوئی خواہش نہ ہو' اور اللہ اور اس کے رسول کی محبت جب ہی مکمل ہوگی' جب اس کے اولیاء سے محبت رکھی جائے اور اس کے دشمنوں سے بغض رکھا جائے۔

اس سلسلہ میں دلائل کہ ایمان کے بعد کفر کرنا آگ میں جھونکے جانے کے مترادف ہے

تیسری خصلت یہ ہے کہ اس کے نزدیک کفر میں لوٹنا ایسا ناپسندیدہ ہو' جیسے آگ میں ڈالا جانا ناپسندیدہ ہے۔

جب انسان کے دل میں ایمان راسخ اور محقق ہو جاتا ہے تو وہ ایمان کی مٹھاس پاتا ہے اور ایمان کے دوام اور ثبات سے محبت

کرتا ہے اور ایمان کو چھوڑنا اس کے نزدیک سب سے زیادہ ناپسندیدہ ہوتا ہے جیسے اس کے نزدیک آگ میں جھونکا جانا ناپسندیدہ ہے' قرآن مجید میں ہے:

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ. (الحجرات: ۷)

لیکن اللہ نے تمہارے دلوں میں ایمان کو محبوب بنا دیا اور اس کو تمہارے دلوں میں خوش نما بنا دیا اور اس نے تمہارے نزدیک کفر' نافرمانی اور گناہوں کو ناپسندیدہ بنا دیا۔

ابورزین عقیلی بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ایمان کی کیا تعریف ہے؟ آپ نے فرمایا: تم یہ شہادت دو کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے' وہ اکیلا ہے' اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور بے شک (سیدنا) محمد اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور اللہ اور اس کا رسول تمہیں ان کے ماسوا سے محبوب ہو اور تمہارے نزدیک آگ میں جل جانا اس سے زیادہ پسندیدہ ہو کہ تم اللہ کے ساتھ شرک کرو اور تم کسی مدہ نسب والے سے غیر سے صرف اللہ عزوجل کے سبب سے محبت کرو' سو جب تم اس طرح ہو جاؤ گے تو تمہارے دل میں ایمان کی محبت اس طرح داخل ہو جائے گی جس طرح شدید گرمی کے دن میں پیاسے کے دل میں پانی کی محبت داخل ہوتی ہے۔ الحدیث

(مجمع الزوائد ج ۱ ص ۵۳۔ ۵۲' مسند احمد ج ۴ ص ۱۱' مسند احمد ج ۲۶ ص ۱۱۴' مؤسسۃ الرسالۃ' حافظ الہیثمی نے کہا: اس حدیث کی سند میں سلیمان بن موسیٰ ہے' ابن معین اور ابوحاتم نے اس کی توثیق کی ہے اور دوسروں نے اس کو ضعیف کہا ہے۔)

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دس باتوں کی نصیحت کی آپ نے فرمایا: (۱) اللہ کے ساتھ شرک نہ کرنا خواہ تم کو قتل کر دیا جائے یا جلا دیا جائے (۲) اپنے والدین کی نافرمانی نہ کرنا خواہ وہ تم کو یہ حکم دیں کہ تم اپنے مال اور اہل سے نکل جاؤ (۳) فرض نماز کو ترک نہ کرنا کیونکہ جس نے فرض نماز کو عمداً ترک کیا' وہ اللہ کے ذمہ سے بری ہو گیا (۴) شراب نہ پینا کیونکہ وہ ہر بے حیائی کی اصل ہے (۵) اللہ کی نافرمانی سے ڈرنا کیونکہ نافرمانی سے اللہ کی ناراضی حلال ہو جاتی ہے (۶) میدان جہاد سے پیٹھ نہ موڑنا خواہ لوگ ہلاک ہو رہے ہوں (۷) اور جب لوگوں پر موت آ رہی ہو اور تم بھی ان لوگوں میں ہو تو ثابت قدم رہنا (۸) اپنے عیال پر اپنے مال سے خرچ کرنا (۹) ان کو ادب سکھانے کے لیے ان کے اوپر اپنی لاٹھی بلند نہ کرنا (۱۰) ان کو اللہ کے عذاب سے ڈرانا۔ (المعجم الکبیر: ۱۵۶' ج ۲۰' مسند الشامیین: ۲۲۰۴' سنن ابن ماجہ: ۴۰۳۳' صحیح ابن حبان: ۵۲۴' المستدرک ج ۱ ص ۴۱' شعب الایمان: ۷۹۰۲' مسند احمد ج ۵ ص ۲۳۸ طبع قدیم' مسند احمد ج ۳۶ ص ۳۹۳۔ ۳۹۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اصحاب الاخدود کا قصہ بیان فرمایا' ان سے کہا گیا: ایمان سے پھر جاؤ ورنہ آگ میں ڈال دیئے جاؤ گے انہوں نے آگ میں جلائے جانے کے مقابلہ میں ایمان پر قائم رہنے کو اختیار کر لیا اور ان کو آگ میں جلا دیا گیا۔ (البروج: ۹۔ ۴)

اس کی مزید تفصیل تبیان القرآن جلد ۱۲' سورۃ البروج کی تفسیر میں ملاحظہ کیجئے۔

حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی کا کفر پر آگ میں جھونکے جانے کو ترجیح دینا

اسی طرح حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی کا واقعہ ہے' انہوں نے کھولتے ہوئے تیل میں ڈالے جانے کے مقابلہ میں ایمان کو اختیار کر لیا۔

علامہ عزالدین ابن الاثیر ابوالحسن علی بن محمد الجزری المتوفی ۶۳۰ ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عکرمہ' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رومیوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ کو

گرفتار کرلیا' ان کے بادشاہ نے ان سے کہا: تم عیسائی ہو جاؤ' ورنہ میں تم کو پیتل کی بنی ہوئی گائے کے مجسمہ میں ڈال دوں گا' حضرت عبداللہ بن حذافہ نے کہا: میں ایسا نہیں کروں گا' پھر اس نے اس گائے کے مجسمہ کو منگوایا اور اس کو تیل سے بھر دیا' پھر اس کو خوب کھولایا' اور ایک مسلمان قیدی کو بلوایا اور اس سے کہا: عیسائی ہو جاؤ' اس نے انکار کیا تو اس نے قیدی کو اس مجسمہ کے اندر کھولتے ہوئے تیل میں ڈال دیا' حتیٰ کہ اس کا گوشت جل گیا اور اس کی ہڈیاں نکل آئیں' پھر حضرت عبداللہ سے کہا: تم عیسائی ہو جاؤ' ورنہ میں تم کو بھی اس کھولتے ہوئے تیل میں ڈال دوں گا' حضرت عبداللہ نے کہا: میں ایسا نہیں کروں گا' اس نے حکم دیا کہ ان کو اس گائے کے مجسمہ میں ڈال دیا جائے' حضرت عبداللہ یہ سن کر رونے لگے' لوگوں نے سردار سے کہا: یہ رو رہا ہے اور فریاد کر رہا ہے' سردار نے کہا: اس کو واپس لاؤ' حضرت عبداللہ نے کہا: تم یہ نہ سمجھنا کہ میں اس کھولتے ہوئے تیل میں ڈالے جانے کے خوف سے رو رہا ہوں' بلکہ میں صرف اس لیے رو رہا ہوں کہ میرے پاس صرف یہی ایک جان ہے' جس کو اللہ کی راہ میں کھولتے ہوئے تیل میں ڈالا جائے گا' میں تو یہ چاہتا ہوں کہ کاش! میرے پاس میرے بالوں کے برابر بھی جانیں ہوتیں' پھر تم مجھ پر مسلط ہوتے اور ان سب کو کھولتے ہوئے تیل میں ڈال دیتے' اس سردار کو حضرت عبداللہ کی اس بات سے سخت تعجب ہوا اور اس نے چاہا کہ ان کو چھوڑ دے' اس نے کہا: تم میرے سر کو بوسہ دو' میں تم کو چھوڑ دوں گا' حضرت عبداللہ نے کہا: میں ایسا نہیں کروں گا' اس نے کہا: تم عیسائی ہو جاؤ' میں اپنی بیٹی کی تم سے شادی کر دوں گا اور آدھا ملک تم کو دے دوں گا' حضرت عبداللہ نے کہا: میں ایسا نہیں کروں گا' اس نے کہا: تم میرے سر کو بوسہ دو' میں تم کو بھی چھوڑ دوں گا اور تمہارے ساتھ اسی (۸۰) مسلمانوں کو بھی چھوڑ دوں گا' حضرت عبداللہ نے کہا: اس صورت میں میں کرلوں گا' پھر حضرت عبداللہ نے اس کے سر کو بوسہ دیا' اس نے حضرت عبداللہ کو بھی رہا کر دیا اور ان کے ساتھ اسی دوسرے مسلمانوں کو بھی رہا کر دیا' جب یہ مسلمان حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے' تو حضرت عمر نے کھڑے ہو کر حضرت عبداللہ بن حذافہ کے سر کو بوسہ دیا' مسلمان حضرت عبداللہ سے مذاق میں کہتے کہ آپ نے کافر کے سر کو بوسہ دیا' حضرت عبداللہ جواب دیتے: ہاں! میں نے اس بوسے کے عوض اسی (۸۰) مسلمانوں کو کافر کی قید سے رہا کرالیا۔ (اسد الغابہ ج ۳ ص ۲۱۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

امام ابو القاسم علی بن الحسن ابن عساکر متوفی ۵۷۱ ھ نے بھی اس واقعہ کو اسی تفصیل کے ساتھ امام بیہقی کی سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (تاریخ دمشق الکبیر ج ۲۹ ص ۲۴۵۔ ۲۴۳' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۷۴۸ ھ نے بھی اس واقعہ کو اسی تفصیل سے اپنی سند کے ساتھ ابو رافع سے روایت کیا ہے۔ (سیر اعلام النبلاء ج ۳ ص ۳۵۸' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۷ ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ ھ نے بھی اس واقعہ کو امام بیہقی کی سند سے روایت کیا ہے اور اس میں کچھ اضافہ اور کچھ اختصار ہے۔ (الاصابہ ج ۴ ص ۵۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ ھ)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واقعہ میں بھی یہ دلیل ہے کہ انہوں نے کفر کو اختیار نہیں کیا' حتیٰ کہ انہیں آگ میں ڈال دیا گیا' دیکھئے الانبیاء: ۶۹۔

دل میں تصدیق قائم ہو تو زبان سے کلمہ کفر کہنے کی اجازت کی بحث

اگر کسی مسلمان سے کہا جائے کہ تم کلمۂ کفر کہو' ورنہ ہم تم کو قتل کر دیں گے تو اس کے لیے جائز ہے کہ وہ جان بچانے کے لیے زبان سے کلمۂ کفر کہہ دے' لیکن دل میں اپنے ایمان کو ثابت اور برقرار رکھے' یہ اس کے لیے رخصت ہے' جب کہ اس کے لیے عزیمت یہ ہے کہ وہ زبان سے بھی کلمۂ کفر نہ کہے' خواہ اس کو قتل کر دیا جائے۔ قرآن مجید میں ہے:

إِلَّا مَنْ أُكْرِهَ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ. (النحل:١٠٦) سوا اس کے جس کو کفر پر مجبور کیا جائے اور اس کا دل ایمان کے ساتھ مطمئن ہو۔

حسن بصری بیان کرتے ہیں کہ مسیلمہ کے جاسوس دو مسلمانوں کو پکڑ کر اس کے پاس لے گئے' اس نے ان میں سے ایک سے کہا: کیا تم یہ گواہی دیتے ہو کہ (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں؟ اس نے کہا: ہاں! پھر اس نے کہا: کیا تم یہ گواہی دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ اس نے اپنے کانوں کو ہاتھ لگا کر کہا: میں بہرہ ہوں۔ اس نے کہا: کیا وجہ ہے جب میں تم سے کہتا ہوں کہ کیا تم گواہی دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں' تو تم کہتے ہو کہ میں بہرہ ہوں' پھر اس نے ان کو قتل کرنے کا حکم دیا' پھر اس نے دوسرے مسلمان سے کہا: کیا تم گواہی دیتے ہو کہ (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں؟ اس نے کہا: ہاں' پھر اس نے کہا: کیا تم یہ گواہی دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ اس نے کہا: ہاں' پھر اس نے اس کو چھوڑ دیا' پھر وہ مسلمان نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا: یارسول اللہ! میں ہلاک ہوگیا' آپ نے پوچھا: کیا ہوا؟ تو اس نے اپنے اور اپنے مسلمان ساتھی کا ماجرا سنایا۔ آپ نے فرمایا: رہا تمہارا ساتھی تو وہ اپنے ایمان پر قائم رہا اور رہے تم تو تم نے رخصت پر عمل کیا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۳۰۴۷ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۶ھ)

اللہ اور اس کے رسول کے ذکر کو ایک ضمیر میں جمع کرنے کی بحث

ایک بحث یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس کے نزدیک اللہ اور اس کا رسول ان کے ماسوا سے زیادہ محبوب ہو۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کے ذکر کو ایک ضمیر میں جمع کرنا جائز ہے جیسا کہ اس حدیث میں بھی ہے:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے خطبہ میں فرمایا: جس نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی وہ ہدایت پا گیا اور جس نے ان کی نافرمانی کی' وہ صرف اپنے آپ کو ضرر پہنچائے گا اور اللہ کو بالکل ضرر نہیں ہوگا۔ (سنن ابوداؤد: ۱۰۹۷)

اس پر یہ اعتراض ہے کہ ایک اور حدیث میں اللہ اور اس کے رسول کے ذکر کو ایک ضمیر میں جمع کرنے کی آپ نے مذمت فرمائی ہے:

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے خطبہ میں کہا: جس نے اللہ کی اور اس کے رسول کی اطاعت کی' وہ ہدایت پا گیا اور جس نے ان کی نافرمانی کی' وہ سیدھی راہ سے بھٹک گیا' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم بُرے خطیب ہو' یوں کہو: جس نے اللہ کی نافرمانی کی اور اس کے رسول کی نافرمانی کی۔ (صحیح مسلم: ۸۷۰)

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ممانعت امت کے لیے ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے جائز ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے ذکر کو ایک ضمیر میں جمع کر دیں۔

* اس حدیث کی شرح ہم نے شرح صحیح مسلم: ۷۵۔ ج ۱ ص ۴۲۵۔۴۲۴ میں بھی کی ہے' لیکن اس کی شرح میں ہم نے جن مباحث کا یہاں "نعمۃ الباری" میں ذکر کیا ہے' وہاں ان میں سے کسی کا ذکر نہیں کیا۔

١٠ - بَابٌ عَلَامَةُ الْإِيمَانِ حُبُّ الْأَنْصَارِ
ایمان کی علامت انصار کی محبت ہے

١٧ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ جَبْرٍ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسًا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ آيَةُ الْإِيمَانِ حُبُّ الْأَنْصَارِ' وَآيَةُ النِّفَاقِ بُغْضُ الْأَنْصَارِ.

[طرف الحدیث: ۳۷۸۴]

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہم کو شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عبداللہ بن جبر نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا' از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: ایمان کی علامت انصار کی محبت ہے اور نفاق کی علامت انصار سے بغض رکھنا ہے۔

(صحیح مسلم: ۷۴ سنن نسائی: ۵۰۲۰ سنن ابوداؤد الطیالسی: ۲۱۰۱ السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۳۳۱ مسند ابویعلیٰ: ۴۲۰۸ شعب الایمان: ۱۰۱۵۱ شرح السنۃ: ۳۹۶۶ مسند احمد ج ۳ ص ۱۳۰ طبع قدیم مسند احمد: ۱۲۳۱۶۔ ج ۱۹ ص ۳۲۶)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) ابوالولید الطیالسی ہشام بن عبدالملک البصری انہوں نے امام مالک شعبہ سفیان بن عیینہ اور دیگر سے سماع کیا ہے اور ان سے ابوزرعہ ابوحاتم اور اسحاق بن راھویہ وغیرہ نے سماع کیا ہے ابوزرعہ نے کہا: ابوالولید اپنے زمانہ کے جلیل القدر امام تھے امام احمد نے کہا: وہ حدیث میں ثقہ تھے ۱۳۶ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۲۷ھ میں فوت ہو گئے (۲) شعبہ بن الحجاج' ان کا تعارف ہو چکا ہے (۳) عبداللہ بن عبداللہ بن جبر الانصاری المدنی' انہوں نے حضرت عمر اور حضرت انس رضی اللہ عنہما سے سماع کیا ہے اور ان سے امام مالک' مسعر اور شعبہ نے سماع کیا ہے (۴) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱ ص ۲۴۴)

باب کے عنوان کی مؤید دیگر احادیث

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ شخص اللہ پر ایمان نہیں لایا' جو مجھ پر ایمان نہیں لایا اور وہ مجھ پر ایمان نہیں لایا' جو انصار سے محبت نہیں رکھتا۔

(سنن ترمذی: ۲۵ دار قطنی ج ۱ ص ۷۳۔ ۷۲ المستدرک ج ۴ ص ۶۰ مسند احمد ج ۴ ص ۷۰۔ ج ۵ ص ۳۸۱)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے انصار سے محبت رکھی تو میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت رکھی اور جس نے انصار سے بغض رکھا تو مجھ سے بغض کی وجہ سے ان سے بغض رکھا۔ (المعجم الاوسط: ۹۹۹)

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انصار سے محبت رکھنا ایمان ہے اور ان سے بغض رکھنا نفاق ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۲۹)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام صحابہ کی محبت کو بھی ایمان کی علامت قرار دیا ہے:

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے اصحاب کے بارے میں اللہ سے ڈرو اللہ سے ڈرو' میرے بعد ان کو طعن اور تشنیع کا نشانہ نہ بنانا' جس نے ان سے محبت رکھی تو میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت رکھی ہے اور جس نے ان سے بغض رکھا تو مجھ سے بغض کی وجہ سے ان سے بغض رکھا ہے۔ (سنن ترمذی: ۳۸۶۲ مسند احمد ج ۴ ص ۸۷۔ ج ۵ ص ۵۷۔ ۵۴)

* ہم نے شرح صحیح مسلم: ۱۴۸۔ ج ۱ ص ۵۲۹ میں بھی اس حدیث کی شرح لکھی ہے' وہاں یہ بتایا کہ انصار سے اس وجہ سے بغض رکھنا کفر ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انصار اور مددگار ہیں اور کسی اور وجہ سے ان سے اختلاف رکھنا کفر اور نفاق نہیں ہے' جیسے خلیفہ کے انتخاب کے موقع پر مہاجرین اور انصار کا آپس میں اختلاف ہو گیا تھا' اور یہاں اس باب کی مؤید جن احادیث کا ذکر کیا ہے' وہاں ان کا ذکر نہیں ہے۔

۱۱ - بَابٌ

۱۸ - حَدَّثَنَا اَبُو الْیَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَیْبٌ عَنِ الزُّهْرِیِّ قَالَ اَخْبَرَنِیْ اَبُوْ اِدْرِیْسَ عَائِذُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ عُبَادَةَ بْنَ الصَّامِتِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ ' وَكَانَ شَهِدَ بَدْرًا وَهُوَ اَحَدُ النُّقَبَاءِ لَیْلَةَ الْعَقَبَةِ. اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَحَوْلَهٗ عِصَابَةٌ مِّنْ

باب

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے از زہری خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوادریس عائذ اللہ بن عبداللہ نے خبر دی کہ حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ غزوۂ بدر میں حاضر تھے اور یہ العقبہ (مکہ کی جس گھاٹی میں حج کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اہل مدینہ کو تبلیغ کے

اَصْحَابِهٖ بَايِعُوْنِىْ عَلٰى اَنْ لَّا تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ شَيْئًا، وَلَا تَسْرِقُوْا، وَلَا تَزْنُوْا، وَلَا تَقْتُلُوْا اَوْلَادَكُمْ، وَلَا تَاْتُوْا بِبُهْتَانٍ تَفْتَرُوْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْكُمْ وَاَرْجُلِكُمْ، وَلَا تَعْصُوْا فِىْ مَعْرُوْفٍ، فَمَنْ وَفٰى مِنْكُمْ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ، وَمَنْ اَصَابَ مِنْ ذٰلِكَ شَيْئًا فَعُوْقِبَ فِى الدُّنْيَا فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ، وَمَنْ اَصَابَ مِنْ ذٰلِكَ شَيْئًا ثُمَّ سَتَرَهُ اللّٰهُ فَهُوَ اِلَى اللّٰهِ، اِنْ شَاءَ عَفَا عَنْهُ، وَاِنْ شَاءَ عَاقَبَهٗ، فَبَايَعْنَاهُ عَلٰى ذٰلِكَ.

[اطراف الحدیث: ۳۸۹۲۔ ۳۸۹۳۔ ۴۸۹۴۔ ۶۷۸۴۔ ۶۸۰۱۔ ۷۲۱۳۔ ۷۴۶۸]

(صحیح مسلم: ۱۷۰۹، سنن ترمذی: ۱۴۳۹، سنن نسائی: ۴۱۷۲، مسند الشافعی ج ۱ ص ۱۵، مسند الحمیدی: ۳۸۷، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۹ ص ۴۴۰، ابن الجارود: ۸۰۳، مسند ابوعوانہ: ۶۳۴۴، حلیۃ الاولیاء ج ۵ ص ۱۲۶، سنن بیہقی ج ۸ ص ۳۲۸، سنن دارمی: ۲۴۵۳، مسند احمد ج ۵ ص ۳۱۴ طبع قدیم، مسند احمد: ۲۲۶۷۸۔ ج ۳۷ ص ۳۵۲، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

لیے جاتے تھے) کی رات میں اہل مدینہ کے نمائندوں میں سے ایک تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس وقت آپ کے گرد آپ کے اصحاب کی ایک جماعت تھی (آپ نے فرمایا:) مجھ سے اس پر بیعت کرو کہ تم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرو گے اور نہ چوری کرو گے اور نہ زنا کرو گے اور نہ اپنی اولاد کو قتل کرو گے اور نہ اپنے ہاتھوں اور پیروں کے سامنے کسی بے قصور پر افترا باندھو گے اور نہ کسی نیک کام میں حکم عدولی کرو گے، پھر تم میں سے جس نے اپنی بیعت (کے عہد) کو پورا کر دیا اس کا اجر اللہ (کے ذمہ کرم) پر ہے اور جس نے ان کاموں میں سے کوئی کام کر لیا اور اس کو اس دنیا میں سزا دے دی گئی تو وہ اس کے لیے کفارہ ہے اور جس نے ان میں سے کوئی کام کیا، پھر اللہ نے اس پر پردہ رکھا تو وہ اللہ کی مشیت کی طرف مفوض ہے، وہ اگر چاہے تو اس کو معاف کر دے اور اگر وہ چاہے تو وہ اس کو سزا دے، تب ہم نے آپ سے اس پر بیعت کر لی۔

امام بخاری نے اس حدیث کے باب کا عنوان قائم نہیں کیا اور جہاں امام بخاری باب کا عنوان قائم نہ کریں، وہ باب باب سابق کے ساتھ ملحق ہوتا ہے، باب سابق میں انصار کی فضیلت کا ذکر تھا اور اس باب میں حضرت عبادہ بن الصامت کی دو فضیلتوں کا ذکر ہے ایک یہ کہ وہ غزوۂ بدر میں شریک تھے اور دوسری یہ کہ وہ لیلۃ العقبہ کے نقباء میں سے تھے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف، خصوصاً حضرت عبادہ بن الصامت کا تذکرہ

(۱) ابوالیمان الحکیم بن نافع الحمصی، ان کا تعارف گزر چکا ہے (۲) شعیب بن ابی حمزہ القرشی، ان کا تعارف بھی ہو چکا ہے (۳) محمد بن مسلم الزہری، ان کا تعارف بھی ہو چکا ہے (۴) ابوادریس عائذ اللہ بن عبد اللہ بن عمر الخولانی الدمشقی، یہ حضرت ابن مسعود اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں، اور انہوں نے حضرت عبادہ بن الصامت اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہما اور دیگر سے سماع کیا ہے، یہ غزوۂ حنین کے دن پیدا ہوئے، عبد الملک نے ان کو دمشق کا قاضی مقرر کیا تھا، ۸۰ھ میں ان کی وفات ہوئی (۵) حضرت عبادہ بن الصامت بن قیس بن احرم الانصاری الخزرجی، یہ عقبہ اولیٰ اور عقبہ ثانیہ میں حاضر ہوئے، یہ غزوۂ بدر، غزوۂ احد، بیعت رضوان اور تمام مشاہد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے، انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ۱۸۱ احادیث روایت کی ہیں، جن میں سے چھ احادیث پر امام بخاری اور امام مسلم متفق ہیں اور امام بخاری دو احادیث کے ساتھ منفرد ہیں، اسی طرح امام مسلم بھی دو احادیث کے ساتھ منفرد ہیں، ان کو سب سے پہلے فلسطین میں قاضی مقرر کیا گیا، ۳۴ھ میں یہ فوت ہو گئے۔ (عمدۃ القاری ج ۱ ص ۲۴۸)

مشکل الفاظ کے معانی

اس حدیث میں "نقباء" کا لفظ ہے، یہ "نقیب" کی جمع ہے "نقیب" کا معنی ہے: قوم کا منتظم، کفیل اور ان کا نمائندہ۔

(مختار الصحاح ص ۳۸۸)

اور اس حدیث میں ''عصابة'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: دس سے لے کر چالیس افراد تک کی جماعت۔ (التوشیح ج ۱ ص ۹۹)
اس میں فرمایا ہے: تم اپنی اولاد کو قتل نہ کرو' اس سے مراد ہے: تم اپنی بیٹیوں کو زندہ درگور نہ کرو۔
''بھتان'' اس کا معنی ہے: ایسا جھوٹ جو سننے والے کو حیران کر دے۔ (التوشیح ج ۱ ص ۹۹)
اس میں فرمایا ہے: اور نہ اپنے ہاتھوں اور پیروں کے سامنے کسی بے قصور پر افتراء باندھو گے' اس سے مراد ہے: پاک دامن عورت پر زنا کی تہمت لگانا اور لوگوں کی غیبت کرنا' اس کو ہاتھوں اور پیروں کے سامنے کے ساتھ مقید فرمایا ہے' کیونکہ بڑے بڑے کام ہاتھوں اور پیروں کی طرف منسوب ہوتے ہیں' اور ہاتھوں اور پیروں کے ساتھ ہی کسی کام کے لیے کوشش کی جاتی ہے' اس لیے جرائم کی نسبت ہاتھوں اور پیروں کی طرف کی جاتی ہے' اگرچہ جرائم میں باقی اعضاء بھی شریک ہوتے ہیں' اس کا معنی یہ بھی ہوسکتا ہے کہ لوگوں کے سامنے ان پر بہتان نہ باندھو حالانکہ تم ایک دوسرے پر گواہ ہو جیسے کہا جاتا ہے: تم نے فلاں کے سامنے یہ بات کہی۔ (تنقیح الزرکشی ج ۱ ص ۴۹)

حدود کے کفارہ ہونے یا نہ ہونے کی بحث

اس حدیث میں فرمایا ہے: جس نے ان (ممنوعہ) کاموں میں سے کوئی کام کرلیا اور اس کو اس دنیا میں سزا دے دی گئی تو وہ اس کے لیے کفارہ ہے۔
علامہ ابوالفرج عبدالرحمان بن شہاب الدین ابن رجب حنبلی متوفی ۷۹۵ھ لکھتے ہیں:
اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ حدود کا قائم کرنا' ان جرائم کا کفارہ ہو جاتا ہے' امام احمد بن حنبل اور امام شافعی کا یہی مذہب ہے۔
اس کے خلاف یہ حدیث ہے:
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے پتا نہیں کہ حدود جرم کرنے والوں کے لیے کفارہ ہیں یا نہیں۔ (سنن ابوداؤد: ۴۶۷۴' المستدرک ج ۲ ص ۴۵۰) اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔
اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد اس وقت کا ہے' جب آپ کو اس کا علم نہیں دیا گیا تھا' بعد میں آپ کو علم دے دیا گیا کہ حدود کفارہ ہوتی ہیں۔ (فتح الباری لابن رجب ج ۱ ص ۷۳۔ ۷۲' دار ابن الجوزیہ' ریاض' ۱۴۱۷ھ)
فقہاء احناف کا مذہب یہ ہے کہ اگر کسی مجرم نے حد جاری ہونے سے پہلے توبہ کر لی تو اس کے لیے حد کفارہ ہو جائے گی اور یہ حدیث اسی پر محمول ہے' اور اگر اس نے حد جاری ہونے سے پہلے اپنے جرم پر توبہ نہیں کی بلکہ اپنے جرم پر مصر رہا تو اس کے لیے حد کفارہ نہیں ہوگی' بلکہ وہ آخرت میں عذاب کا مستحق ہوگا' احناف کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے محاربین (ڈاکوؤں) کی سزا ذکر کرنے کے بعد فرمایا:

ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهِمْ ۚ (المائدہ: ۳۴۔ ۳۳)

یہ ان کی دنیا کی رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لیے بڑا عذاب ہے ۝ سوا ان لوگوں کے جنہوں نے اس سے پہلے توبہ کر لی کہ تم ان کو گرفتار کرو۔

چور کی سزا ذکر کرنے کے بعد فرمایا:

فَمَنْ تَابَ مِنْ بَعْدِ ظُلْمِهٖ وَاَصْلَحَ فَاِنَّ اللّٰهَ يَتُوْبُ عَلَيْهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ (المائدہ: ۳۹)

سو جس نے جرم کرنے کے بعد توبہ کر لی اور اصلاح کر لی تو بے شک اللہ اس کی توبہ قبول فرمائے گا' بے شک اللہ بہت بخشنے والا' بے حد رحم فرمانے والا ہے ۝

نیز اس حدیث میں ہے کہ جس نے ان میں سے کوئی کام کیا' پھر اللہ نے اس پر پردہ رکھا تو وہ اللہ کی مشیت کی طرف مفوض ہے' وہ اگر چاہے تو اس کو معاف کر دے اور اگر وہ چاہے تو اس کو سزا دے۔

حضرت علی رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے دنیا میں کوئی گناہ کیا' پھر اللہ نے اس پر پردہ رکھ لیا تو اللہ اس سے بہت زیادہ کریم ہے کہ جس گناہ کو وہ معاف کر چکا ہے' اس پر اس کو دوبارہ سزا دے۔

(سنن ترمذی: ۲۶۲۶' سنن ابن ماجہ: ۲۶۰۴)

حدیث مذکور کی شرح' شرح صحیح مسلم میں

شرح صحیح مسلم میں اس حدیث کی نہایت تفصیل سے شرح کی گئی ہے' اس شرح کے حسب ذیل عنوانات ہیں:

(۱) اسلام میں بیعت کا تصور (۲) شیخ طریقت کی شرائط (۳) بیعت برکت (۴) بیعت ارادت (۵) تبدیل بیعت اور تجدید بیعت کا حکم (۶) کیا ہر شخص پر بیعت ہونا فرض یا ضروری ہے (۷) قتل اولاد سے ممانعت کی تخصیص کے جوابات (۸) ثواب اور عذاب میں اہل سنت اور دیگر مکاتب فکر کے نظریات (۹) حدود کے کفارہ ہونے یا نہ ہونے میں مذاہب فقہاء (۱۰) حدود کے کفارہ ہونے کے متعلق دو متعارض حدیثوں میں تطبیق (۱۱) قرآن مجید کی روشنی میں حدود کے کفارہ نہ ہونے کا بیان (۱۲) حدود کے کفارہ نہ ہونے کے بارے میں فقہاء احناف کی تصریحات (۱۳) حدود کے کفارہ نہ ہونے کے بارے میں مفسرین احناف کی تصریحات (۱۴) مذہب احناف کے بیان میں بعض شارحین کا تسامح۔ (شرح صحیح مسلم: ۴۳۵۰۔ ج ۴ ص ۸۷۸۔ ۸۶۷' فرید بک سٹال لاہور)

۱۲- بَابٌ مِنَ الدِّيْنِ الْفِرَارُ مِنَ الْفِتَنِ
فتنوں کے زمانے میں شہر سے بھاگنا بھی اُمور دین سے ہے

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت اس طرح ہے کہ اس باب میں یہ ذکر ہے کہ مسلمان اپنے دین کو فتنہ سے بچانے کے لیے شہر سے بھاگ جائے اور باب سابق میں نقباء انصار کا ذکر تھا' جو فتنہ کفر سے بھاگ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن سے وابستہ ہو گئے تھے۔

۱۹- **حَدَّثَنَا** عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ' عَنْ مَالِكٍ' عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِي صَعْصَعَةَ' عَنْ اَبِيْهِ' عَنْ اَبِي سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ اَنَّهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوْشِكُ اَنْ يَّكُوْنَ خَيْرُ مَالِ الْمُسْلِمِ غَنَمًا يَتْبَعُ بِهَا شَعَفَ الْجِبَالِ وَمَوَاقِعَ الْقَطْرِ' يَفِرُّ بِدِيْنِهِ مِنَ الْفِتَنِ.

[اطراف الحدیث: ۳۳۰۰۔ ۳۶۰۰۔ ۶۴۹۵۔ ۷۰۸۸]

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ عبد اللہ بن مسلمہ' امام مالک سے روایت کرتے ہیں' وہ عبد الرحمن بن عبد اللہ بن عبد الرحمان بن ابی صعصعہ سے روایت کرتے ہیں' وہ اپنے والد سے' وہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قریب ہے کہ مسلمان کا بہترین مال بکریاں ہوں گی جن کو اپنے پیچھے چلا کر وہ پہاڑوں کی چوٹیوں پر اور بارش ہونے کی جگہوں پر چلا جائے اور اپنے دین کو (بچانے کے سبب سے) فتنوں سے بھاگ جائے۔

(سنن ابوداؤد: ۴۲۶۷' سنن نسائی: ۵۰۵۱' سنن ابن ماجہ: ۳۹۸۰' مسند الحمیدی: ۷۳۳' مسند ابویعلی: ۹۸۳' صحیح ابن حبان: ۵۹۵۵' مسند احمد ج ۳ ص ۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۱۰۳۲۔ ج ۱۷ ص ۷۹' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف' خصوصاً حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا تذکرہ

(۱) عبد اللہ بن مسلمہ بن قعنب ابوعبد الرحمان الحارثی البصری' یہ مستجاب الدعوات تھے' انہوں نے امام مالک' لیث بن سعد اور مخرمہ بن بکیر سے سماع کیا ہے' ان کی توثیق اور جلالت پر اتفاق ہے' امام بخاری اور امام مسلم نے ان سے بہت سی احادیث روایت کی ہیں' یہ ۲۲۱ھ میں مکہ میں فوت ہو گئے (۲) امام مالک بن انس' امام دار الہجرت ہیں' ان کا تعارف ہو چکا ہے (۳) عبد الرحمان بن عبد اللہ الانصاری المدنی ہیں' امام ابن حبان نے ان کا ثقات میں ذکر کیا ہے' امام بخاری' امام مسلم' امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے ان سے احادیث روایت کی ہیں' یہ ۱۳۹ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) عبد الرحمان کے والد عبد اللہ بن عبد الرحمان الانصاری ہیں' امام نسائی اور امام ابن حبان نے ان کو ثقہ کہا ہے' امام بخاری اور امام ابوداؤد نے ان سے احادیث روایت کی ہیں (۵) حضرت ابوسعید سعد بن مالک بن سنان الخزرجی الانصاری ہیں' رضی اللہ عنہ' غزوۂ احد میں ان کو کم سن قرار دے کر شامل نہیں کیا گیا اور اس کے بعد بارہ غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حاضر تھے' انہوں نے ۱۱۷۰ احادیث روایت کی ہیں' جن میں سے ۴۶ پر امام بخاری اور امام مسلم متفق ہیں' ۱۶ احادیث کے ساتھ امام بخاری منفرد ہیں اور ۵۲ احادیث کے ساتھ امام مسلم منفرد ہیں' انہوں نے صحابہ کی ایک جماعت سے بھی احادیث روایت کیں' ان میں خلفاء اربعہ' ان کے والد مالک اور ان کے اخیافی بھائی حضرت قتادہ بن نعمان بھی ہیں' ان سے صحابہ کی ایک جماعت نے احادیث روایت کی ہیں' ان میں حضرت ابن عمر' حضرت ابن عباس اور بہت سے تابعین ہیں' یہ مدینہ میں ۶۴ھ یا ۷۴ھ میں فوت ہو گئے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ا ص ۲۶۰)

حضرت ابوسعید کو خدری اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ حضرت ابوسعید کے اجداد میں سے ایک خدرہ کے رہنے والے تھے اور خدرہ یمن کا ایک علاقہ ہے' اس سے مراد یہ ہے کہ انصار اصل میں یمن کے رہنے والے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ا ص ۲۶۱)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں فتنہ سے بھاگنے کا ذکر ہے اور یہی اس باب کا عنوان ہے۔

ایام فتنہ میں عزلت نشینی کا استحباب

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ فتنوں کے زمانہ میں شہروں اور آباد علاقوں سے نکل کر جنگلوں اور ویرانوں میں چلے جانا چاہیے' لیکن یہ اس شخص کے لیے مشروع ہے' جس کو فتنہ زائل کرنے پر قدرت نہ ہو اور جس کو ازالۂ فتنہ پر قدرت ہو کہ وہ فتنہ کے ازالہ کے لیے کوشش کرے اور اس کے لیے یہ فرض عین ہے' اگر وہ منفرد ہو اور اگر ایسے متعدد لوگ ہوں تو پھر فرض کفایہ ہے' اور جب فتنہ کے ایام نہ ہوں تو پھر علماء کا عزلت نشینی اور لوگوں کے ساتھ مل جل کر رہنے میں اختلاف ہے کہ ان میں کیا چیز افضل ہے' امام شافعی اور اکثر علماء کا مذہب یہ ہے کہ لوگوں کے ساتھ مل جل کر رہنا افضل ہے کیونکہ اس سے بہت فوائد حاصل ہوتے ہیں' شعائر اسلام میں حاضر ہونے کا موقع ملتا ہے اور مسلمانوں کی جماعت میں اضافہ ہوتا ہے اور ان کے ساتھ نیکی کرنے کے مواقع ملتے ہیں' ان کی عیادت کی جاتی ہے' ان کے جنازہ میں شرکت ہوتی ہے' ان کو کثرت سے سلام کیا جاتا ہے' نیکی کا حکم دیا جاتا ہے' برائی سے روکا جاتا ہے' نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں تعاون کیا جاتا ہے اور محتاجوں کی مدد کی جاتی ہے اور یہ وہ کام ہیں' جن کو ہر شخص کر سکتا ہے اور اگر وہ شخص عالم اور زاہد ہو تو مل جل کر رہنا اور زیادہ مؤکد ہو جاتا ہے۔ دوسرے علماء نے کہا ہے کہ اس صورت میں بھی عزلت نشینی افضل ہے کیونکہ اس میں سلامتی محقق ہے بہ شرطیکہ وہ جن عبادات کا مکلف ہے' ان کی ادائیگی کا طریقہ اس کو معلوم ہو اور جس شخص کو یہ خطرہ نہیں ہے کہ وہ گناہوں میں مبتلا ہو جائے گا' اس کے لیے مل جل کر رہنا افضل ہے' علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ ہمارے زمانہ میں لوگوں سے الگ ویرانوں میں رہنا

افضل ہے کیونکہ بہت کم محافل گناہوں سے خالی ہوتی ہیں' علامہ عینی فرماتے ہیں: میں بھی ان کا ہم نوا ہوں' کیونکہ اس زمانہ میں لوگوں کے ساتھ مل جل کر رہنے میں شر اور فساد سے بچنا بہت مشکل ہے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ فتنوں سے دور رہنا چاہیے' سلف صالحین کی ایک جماعت فتنوں کے خطرہ سے بستیوں سے نکل گئی تھی' حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے فتنہ کے زمانہ میں ربذہ چلے گئے تھے' اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ خبر دی ہے کہ آخر زمانہ میں فتنہ اور فساد برپا ہوگا اور یہ غیب کی خبر ہے اور آپ کا معجزہ ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس حدیث میں عزلت نشینی کو ترجیح دی ہے' جب کہ شارع نے اس کو مستحب قرار دیا ہے کہ محلہ کے سب مسلمان مل کر جماعت کے ساتھ نماز پڑھیں اور شہر کے سب لوگ جمع ہو کر جمعہ کی اور عید کی نماز پڑھیں اور تمام ملکوں کے مسلمان حج کے لیے جائیں اور میدان عرفات میں جمع ہوں' خلاصہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے اجتماع کا حکم شریعت میں معلوم اور مشہور ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اجتماعیت کا حکم اس وقت پسندیدہ ہے' جب امن ہو اور عزلت نشینی اس وقت پسندیدہ ہے' جب فتنہ کا زمانہ ہو۔

(عمدۃ القاری ج ا ص ۲۶۴۔ ۲۶۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۳- بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «اَنَا اَعْلَمُكُمْ بِاللّٰهِ»

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد کہ مجھے تم سب سے زیادہ اللہ کا علم ہے

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت اس طرح ہے کہ باب سابق میں یہ بیان کیا گیا تھا کہ اپنے دین کو بچانے کے لیے فتنہ سے بھاگنا چاہیے اور مسلمان اسی وقت فتنہ سے بھاگے گا' جب اس کا دین قوی ہو اور اس باب میں اللہ کی معرفت کا بیان ہے اور انسان کو جتنی زیادہ اللہ کی معرفت ہوگی' اتنا ہی اس کا دین قوی ہوگا۔

وَاَنَّ الْمَعْرِفَةَ فِعْلُ الْقَلْبِ لِقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوْبُكُمْ﴾ (البقرہ: ۲۲۵).

اور یہ کہ معرفت دل کا فعل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "لیکن اللہ (ان قسموں میں) تمہارا مواخذہ فرمائے گا' جن کا تمہارے دلوں نے ارادہ کیا" (البقرہ: ۲۲۵)۔

امام بخاری نے فرمایا ہے کہ معرفت دل کا فعل ہے' یہاں معرفت سے مراد تصدیق ہے اور ماننا ہے اور وہ دل کا کسب اور اس کا فعل ہے۔

۲۰- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ الْبِيْكَنْدِيُّ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدَةُ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَمَرَهُمْ' اَمَرَهُمْ مِنَ الْاَعْمَالِ بِمَا يُطِيْقُوْنَ' قَالُوْا اِنَّا لَسْنَا كَهَيْئَتِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ غَفَرَ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ' فَيَغْضَبُ حَتّٰى يُعْرَفَ الْغَضَبُ فِيْ وَجْهِهٖ' ثُمَّ يَقُوْلُ اِنَّ اَتْقَاكُمْ وَاَعْلَمَكُمْ بِاللّٰهِ اَنَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں محمد بن سلام بیکندی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدہ نے خبر دی از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب اعمال میں سے ہم کو کسی عمل کا حکم دیتے تو اس عمل کا دیتے' جس کی ہم کو طاقت ہو' صحابہ نے کہا: یا رسول اللہ! ہم آپ کی شخصیت کی طرح نہیں ہیں' بے شک اللہ نے آپ کے تمام اگلے اور پچھلے بہ ظاہر خلاف اولیٰ کاموں کو معاف فرما دیا ہے (یہ سن کر) آپ غضب ناک ہوئے' حتیٰ کہ آپ کے چہرے سے غضب کے آثار ظاہر ہوئے' پھر آپ نے فرمایا: بے شک تم سب سے

زیادہ اللہ سے ڈرنے والا اور تم سب سے زیادہ اللہ کا علم رکھنے والا میں ہوں۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) ابوعبد اللہ محمد بن سلام بن الفرج السلمی' انہوں نے ابن عیینہ اور ابن المبارک اور دیگر اعلام سے احادیث کا سماع کیا ہے اور ان سے امام بخاری اور دیگر ائمہ نے سماع کیا ہے' یہ ۲۲۵ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) ابومحمد عبدہ بن سلیمان بن حاجب الکوفی' امام احمد نے کہا: یہ ثقہ اور صالح ہیں' العجلی نے یہ کہا: یہ صاحب قرآن ہیں' یہ کوفہ میں رجب ۱۸۸ھ میں فوت ہوئے (۳) ہشام بن عروہ (۴) ہشام کے والد عروہ بن عوام رضی اللہ عنہ (۵) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان سب کا تعارف ہو چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱ ص ۲۶۶)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم اور تقویٰ کے سب سے زیادہ ہونے کی توجیہ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اصحاب کو ان کاموں کا حکم دیتے تھے' جن کی ان کو طاقت ہو' اور آپ کے اصحاب کو عبادت کرنے کی شدید حرص تھی' وہ یہ سمجھتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زیادہ مشقت والی عبادات کرنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ آپ کی مغفرت کا اعلان ہو چکا ہے اور چونکہ ان کی مغفرت کی ضمانت نہیں دی گئی' اس لیے ان کو بہت زیادہ عبادت کرنے کی ضرورت ہے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ سن کر ناراض ہوئے اور ان کو بتایا کہ اللہ تعالیٰ سے سب سے زیادہ ڈرنے والے اور سب سے زیادہ اس کا علم رکھنے والے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے زیادہ اللہ کا علم رکھنے والے ہیں' اس کی دو وجہیں ہیں' ایک یہ کہ آپ کو سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے اسماء' اس کی صفات' اس کے افعال اور اس کے احکام کی تفصیل کا علم ہے' دوسری وجہ یہ ہے کہ آپ کو جو اللہ تعالیٰ کا علم ہے' وہ عین الیقین ہے کیونکہ آپ نے اللہ کو دیکھا ہے' بصر کی آنکھ سے یا بصیرت کی آنکھ سے' حضرت ابن عباس اور حضرت ابن مسعود نے کہا: آپ نے اپنے دل سے اللہ تعالیٰ کو دو مرتبہ دیکھا ہے اور صحابہ کو جو علم تھا' وہ علم الیقین تھا اور عین الیقین علم الیقین سے قوی ہوتا ہے۔

باب کی حدیث کی موید دیگر احادیث

مسروق بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوئی ایسا کام کیا جس میں رخصت تھی تو کچھ لوگوں نے اس کام سے براءت کی۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ خبر پہنچی تو آپ نے اللہ کی حمد کے بعد فرمایا: ان لوگوں کا کیا حال ہے' جو اس کام سے بے زار ہوتے ہیں' جس کو میں کرتا ہوں' پس اللہ کی قسم! میں ان سب سے زیادہ اللہ کا علم رکھنے والا ہوں اور ان سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں۔ (صحیح البخاری: ۶۱۰۱' السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۰۰۶۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا: میں صبح کو حالت جنابت میں اٹھتا ہوں اور میں روزہ رکھنا چاہتا ہوں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں بھی صبح کو حالت جنابت میں اٹھتا ہوں اور میں روزہ رکھنا چاہتا ہوں' پھر میں غسل کر کے روزہ رکھ لیتا ہوں' اس شخص نے کہا: یارسول اللہ! بے شک آپ ہماری مثل نہیں ہیں' آپ کے تو تمام اگلے اور پچھلے بہ ظاہر خلاف اولیٰ کام معاف کر دیئے گئے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غضب ناک ہو گئے' اور آپ نے فرمایا: بے شک مجھے امید ہے کہ میں تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں اور تم سب سے زیادہ ان چیزوں کا علم رکھنے والا ہوں' جن سے بچنا چاہیے۔
(صحیح مسلم: ۱۱۱۰)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ تین شخص نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج کے حجروں میں گئے اور ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عبادت کے متعلق سوال کیا' جب انہیں آپ کی عبادت کے متعلق خبر دی گئی تو انہوں نے اس کو کم گمان کیا اور انہوں نے کہا: کہاں ہم

اور کہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم' اللہ تعالیٰ نے تو آپ کے تمام اگلے اور پچھلے بہ ظاہر خلاف اولیٰ کاموں کو معاف فرما دیا ہے' ان میں سے کسی ایک نے کہا: بہر حال میں تو ہمیشہ تمام رات نماز پڑھتا رہوں گا' دوسرے نے کہا: میں تو ہمیشہ روزے رکھتا رہوں گا اور ترک نہیں کروں گا اور تیسرے نے کہا: میں عورتوں سے الگ رہوں گا اور کبھی شادی نہیں کروں گا' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس گئے اور فرمایا: تم لوگوں نے فلاں فلاں بات کہی ہے' سنو! اللہ کی قسم! میں تم سب سے زیادہ اللہ کا علم رکھنے والا ہوں اور تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں' لیکن میں روزے بھی رکھتا ہوں اور روزے ترک بھی کرتا ہوں' اور میں (رات کو) نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور عورتوں سے شادی بھی کرتا ہوں' سو جو شخص میری سنت کو (کم سمجھ کر) اعراض کرے گا' وہ میرے طریقہ پر نہیں ہے۔

(صحیح البخاری: ۵۰۶۳' صحیح مسلم: ۱۴۰۱' سنن نسائی: ۳۲۱۶)

١٤- بَابٌ مَنْ كَرِهَ اَنْ يَّعُوْدَ فِي الْكُفْرِ كَمَا يَكْرَهُ اَنْ يُّلْقٰى فِي النَّارِ مِنَ الْاِيْمَان

جس نے کفر میں لوٹنے کو اس طرح ناپسند کیا' جس طرح آگ میں ڈالے جانے کو ناپسند کرتا ہے' سو یہ بھی امورِ ایمان سے ہے

٢١- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ وَجَدَ حَلَاوَةَ الْاِيْمَانِ مَنْ كَانَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا، وَمَنْ اَحَبَّ عَبْدًا لَا يُحِبُّهُ اِلَّا لِلّٰهِ، وَمَنْ يَكْرَهُ اَنْ يَعُوْدَ فِي الْكُفْرِ، بَعْدَ اِذْ اَنْقَذَهُ اللّٰهُ، كَمَا يَكْرَهُ اَنْ يُلْقٰى فِي النَّارِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص میں تین خصلتیں ہوں' وہ ایمان کی مٹھاس کو پالے گا: (۱) جس شخص کے نزدیک اللہ اور اس کا رسول اس کے ماسوا سے زیادہ محبوب ہوں (۲) جو شخص کسی بندہ سے صرف اللہ کے لیے محبت کرے (۳) جس شخص کو اللہ نے کفر سے نجات دی ہو' وہ اس کے بعد کفر میں لوٹنے کو اس طرح ناپسند کرتا ہو' جس طرح آگ میں ڈالے جانے کو ناپسند کرتا ہے۔

اس حدیث کی تخریج اور اس کی شرح' حدیث: ۱۶ میں بیان کی جا چکی ہے۔

١٥- بَابُ تَفَاضُلِ اَهْلِ الْاِيْمَانِ فِي الْاَعْمَالِ

اعمال کے سبب سے اہل ایمان کی ایک دوسرے پر فضیلت

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ باب سابق میں ایمان کی تین خصلتیں بیان کی گئی تھیں اور اس باب میں مومنین کی ایک دوسرے پر فضیلت کا بیان ہے اور ظاہر ہے کہ ان تین خصلتوں کے حصول میں مومنین ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں اور جس میں یہ خصلتیں زیادہ ہوں گی اس کا ایمان دوسرے سے افضل ہوگا۔

٢٢- حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ، عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى الْمَازِنِيِّ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے از عمرو بن یحییٰ المازنی از والد خود از حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ حدیث بیان کی کہ نبی

وَسَلَّمَ قَالَ يَدْخُلُ اَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ وَاَهْلُ النَّارِ النَّارَ' ثُمَّ يَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى اَخْرِجُوْا مَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ مِنْ اِيْمَانٍ. فَيُخْرَجُوْنَ مِنْهَا قَدِ اسْوَدُّوْا' فَيُلْقَوْنَ فِيْ نَهَرِ الْحَيَاءِ' اَوِ الْحَيَاةِ. شَكَّ مَالِكٌ. فَيَنْبُتُوْنَ كَمَا تَنْبُتُ الْحِبَّةُ فِيْ جَانِبِ السَّيْلِ' اَلَمْ تَرَ اَنَّهَا تَخْرُجُ صَفْرَاءَ مُلْتَوِيَةً؟

ﷺ نے فرمایا کہ جنت والے جنت میں داخل ہو جائیں گے اور دوزخ والے دوزخ میں داخل ہو جائیں گے' پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا: جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہو اس کو دوزخ سے نکال لو پھر ان لوگوں کو دوزخ سے نکال لیا جائے گا' جو جل کر سیاہ ہو چکے ہوں گے' پھر ان کو حیاء یا حیات کے دریا میں ڈال دیا جائے گا (اس لفظ میں امام مالک کو شک ہے) پھر وہ اس طرح تروتازہ ہو جائیں گے' جس طرح سیلاب کے کنارے مٹی میں بیج اگتا ہے' کیا تم نے نہیں دیکھا کہ وہ بیج در بیج زرد رنگ میں مڑا ہوا نکلتا ہے؟

قَالَ وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا عَمْرٌو اَلْحَيَاةِ' وَقَالَ خَرْدَلٍ مِنْ خَيْرٍ. [اطراف الحدیث: ۶۵۶۰]

وہیب نے کہا: عمرو کی حدیث میں حیات کا لفظ ہے اور کہا: رائی کے دانے کے برابر خیر ہو۔

(صحیح مسلم: ۱۸۴' مسند ابویعلیٰ: ۱۳۱۹' مسند ابوعوانہ ج ۱ ص ۱۸۵' سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۱۹۱' شعب الایمان: ۳۱۹' السنۃ لابن ابی عاصم: ۸۴۲' الشریعۃ للآجری ص ۳۴۴' شرح السنۃ: ۴۳۰۵' مسند احمد ج ۳ ص ۵۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۱۵۳۳۔ ج ۱۸ ص ۹۲۔۹۱)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف اور ایک شدید ضعیف راوی سے روایت کرنے کی وجہ سے امام بخاری پر تنقید

(۱) اسماعیل بن عبداللہ الاصبحی' یہ امام مالک کے بھانجے تھے' انہوں نے اپنے ماموں' اپنے والد اور اپنے بھائی سے سماع کیا ہے' یہ انہوں نے عبدالمجید' ابراہیم بن سعد' سلیمان بن بلال اور دوسروں سے سماع کیا ہے' اور ان سے امام دارمی' امام بخاری' امام مسلم وغیرہم نے سماع کیا ہے۔ ابوحاتم نے کہا: یہ سچا اور غافل ہے' یحییٰ بن معین نے کہا: یہ اور ان کے والد دونوں ضعیف ہیں' اور انہوں نے کہا: یہ دونوں حدیث کا سرقہ کرتے تھے' اور انہوں نے کہا: اسماعیل بہت سچا ہے' مگر ضعیف العقل ہے' نیز یحییٰ بن معین نے کہا: یہ حدیث کو ادا کرنے کے طریقہ سے واقف نہیں' یہ دوسروں کی کتاب پڑھتا ہے' یہ خلط ملط کرتا ہے' جھوٹ بولتا ہے اور کچھ بھی نہیں یہ دو پیسوں کے برابر ہے اور انہوں نے یہ بھی کہا: اس کی روایت میں حرج نہیں' امام احمد بن حنبل نے بھی اسی طرح کہا ہے' امام نسائی نے اس پر بہت جرح کی ہے' جس کا تقاضا ہے کہ اس کو ترک کر دیا جائے' اور ان کے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ ضعیف ہے' الدارقطنی نے کہا: میں اس کو صحیح حدیث میں اختیار نہیں کرتا' ابن عدی نے کہا: انہوں نے اپنے ماموں سے ایسی غریب احادیث روایت کی ہیں' جن کا کوئی متابع نہیں ہے' حاکم نے کہا: امام بخاری اور امام مسلم پر یہ عیب لگایا گیا ہے کہ انہوں نے اس کی حدیث روایت کی ہے اور اس سے استدلال کیا ہے' یہ رجب ۲۲۶ھ یا ۲۲۷ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) امام مالک بن انس' ان کا تعارف ہو چکا ہے (۳) عمرو بن یحییٰ بن عمارہ الانصاری المازنی المدنی' یہ اپنے والد اور دوسرے تابعین سے روایت کرتے ہیں اور ان سے یحییٰ بن سعید انصاری اور دیگر تابعین روایت کرتے ہیں' ابوحاتم اور امام نسائی نے ان کی توثیق کی ہے' یہ ۱۴۰ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) ابویحییٰ بن عثمان الانصاری المازنی المدنی' انہوں نے حضرت ابوسعید اور حضرت عبداللہ بن زید سے سماع کیا ہے اور ان سے ان کے بیٹے اور زہری وغیرہ نے سماع کیا ہے (۵) حضرت ابوسعید سعد بن مالک الخدری رضی اللہ عنہ ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱ ص ۲۷۲۔۲۷۱)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے امام بخاری کا دفاع کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس حدیث کو عبد اللہ بن وہب اور معن بن عیسیٰ نے بھی امام مالک سے روایت کیا ہے لیکن یہ حدیث مؤطا امام مالک میں نہیں ہے الدار قطنی نے کہا: یہ حدیث غریب صحیح ہے۔

(فتح الباری ج ۱ ص ۵۴۳ دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں ہے کہ جس میں تھوڑا سا بھی ایمان ہوگا وہ دوزخ کی آگ سے نکل آئے گا اور اس میں لوگ ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔

مشکل الفاظ کے معانی

اس حدیث میں ''مثقال حبة'' کا لفظ ہے''مثقال'' کا معنی ہے: میزان یعنی دانہ کے وزن کے برابر اور''خردل'' کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: رائی جو سرسوں کی مثل ہے اس سے مراد ہے: بہت کم مقدار کی چیز یعنی جس کے دل میں بہت کم ایمان ہوگا وہ بھی جنت میں داخل ہوگا اور اس حدیث میں ''الحِبة'' کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: سرسبز گھاس کا بیج یا صحرائی بیج' یہ دریا کے کنارے از خود اگتا ہے اور''حَبّة'' کا معنی ہے: گندم یا جو کا دانہ اور اس میں''نهر الحياة'' کے الفاظ ہیں اس کا معنی ہے: آب حیات کا دریا اور ''نهر الحياء'' کے الفاظ ہیں''الحياء'' کا معنی ہے: بارش جس سے حیات کا حصول ہوتا ہے اور''صفراء'' کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: زرد یا پیلا اور''ملتوية'' کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: مڑا ہوا پیچ در پیچ۔ (عمدۃ القاری ج ۱ ص ۲۷۲-۲۷۳)

حدیث مذکور کی مؤید دیگر احادیث

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بہر حال اہل دوزخ وہ ہیں جو دوزخ کے اہل ہیں وہ اس میں نہ مریں گے نہ جئیں گے لیکن جن لوگوں کے گناہوں کی وجہ سے ان کو آگ جلائے گی پس اللہ ان پر موت طاری کردے گا جب وہ کوئلہ ہو جائیں گے تو شفاعت کی اجازت دی جائے گی حتیٰ کہ ان کو گروہ در گروہ لایا جائے گا پھر کہا جائے گا: اے جنت والو! ان پر پانی ڈالو پھر وہ اس طرح اگنے لگیں گے جس طرح سبزہ کا بیج سیلاب کی مٹی اور کوڑے میں اگتا ہے پھر مسلمانوں میں سے ایک شخص نے کہا: لگتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گاؤں میں رہے ہوں۔ (صحیح مسلم: ۱۸۵' سنن ابن ماجہ: ۴۳۰۹)

اس حدیث میں جوان پر موت طاری کرنے کا فرمایا ہے ہو سکتا ہے کہ اس سے یہ مراد ہو کہ ان کے حواس ماؤف کردیئے جائیں گے حتیٰ کہ انہیں جل کر کوئلہ ہونے کا شعور نہیں ہوگا جیسے کسی انسان کو بے ہوش کر کے اس کی سرجری کی جاتی ہے تو اس کو درد کا ادراک نہیں ہوتا' علامہ نووی نے بھی اس حدیث کا ایک یہی محمل بیان کیا ہے۔

(صحیح مسلم بشرح النووی ج ۱ ص ۱۰۲۶' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ ۱۴۱۷ھ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک اہل جنت کا سب سے کم حصہ وہ لوگ ہوں گے جن کو اللہ دوزخ سے نکال لے گا' رب عزوجل ان سے اس لیے خوش ہوگا کہ انہوں نے اللہ عزوجل کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کیا ہوگا ان کو ایک میدان میں رکھا جائے گا' وہ اس میں اس طرح اگیں گے جس طرح سبزہ اگتا ہے حتیٰ کہ جب ان کی روحیں ان کے جسموں میں داخل ہوں گی تو وہ کہیں گے: اے ہمارے رب! تو نے ہمیں دوزخ کی آگ سے نکال لیا اور ہماری روحوں کو ہمارے جسموں میں داخل کر دیا' اب ہمارے چہروں کو بھی آگ سے پھیر دے' پھر ان کے چہروں کو بھی آگ سے پھیر دیا جائے گا۔

(مسند البزار (کشف الاستار): ۳۵۵۴)

حدیث مذکور کے مسائل

(۱) اس حدیث میں مرجئہ کے خلاف اہل سنت کی دلیل ہے' کیونکہ مرجئہ کہتے ہیں کہ مومن صاحبِ کبیرہ کو عذاب نہیں ہوگا اور اس حدیث میں تصریح ہے کہ اس کو عذاب دیا جائے گا' حتیٰ کہ وہ جل کر کوئلہ ہو جائے گا۔

(۲) اس حدیث میں خوارج اور معتزلہ کے خلاف اہل سنت کی دلیل ہے' کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ مومن صاحبِ کبیرہ کو دائمی عذاب ہوگا اور اس حدیث میں تصریح ہے کہ اس کو دوزخ سے نکال لیا جائے گا۔

(۳) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اعمال کامل ایمان میں داخل ہیں نہ کہ نفس ایمان میں اور جس نے جتنا زیادہ عمل کیا ہوگا' اس کی کم عمل کرنے والے پر اتنی ہی فضیلت ہوگی۔

* یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۳۶۵ - ج ۱ ص ۷۹۶ - ۷۹۵ میں بھی مذکور ہے' لیکن وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۲۳- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ صَالِحٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ بْنِ سَهْلٍ اَنَّهُ سَمِعَ اَبَا سَعِيْدِ الْخُدْرِيَّ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَا اَنَا نَائِمٌ رَاَيْتُ النَّاسَ يُعْرَضُوْنَ عَلَيَّ وَعَلَيْهِمْ قُمُصٌ، مِنْهَا مَا يَبْلُغُ الثُّدِيَّ، وَمِنْهَا مَا دُوْنَ ذٰلِكَ، وَعُرِضَ عَلَيَّ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَعَلَيْهِ قَمِيْصٌ يَجُرُّهُ قَالُوْا فَمَا اَوَّلْتَ ذٰلِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ الدِّيْنَ.

[اطراف الحدیث: ۳۶۹۱ - ۷۰۰۸ - ۷۰۰۹]

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں محمد بن عبید اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے از صالح از ابن شہاب از ابوامامہ بن سہل' یہ حدیث بیان کی کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ یہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس وقت میں سویا ہوا تھا' تو میں نے (خواب میں) دیکھا کہ لوگ میرے سامنے پیش کیے جا رہے ہیں اور سب پر قمیصیں ہیں' بعض کی قمیصیں پستانوں تک ہیں اور بعض کی اس سے کم ہیں اور میرے سامنے عمر بن الخطاب پیش کیے گئے' اور ان پر ایسی قمیص تھی' جس کو وہ گھسیٹ رہے تھے' صحابہ نے پوچھا: یارسول اللہ! آپ نے اس کی کیا تعبیر لی ہے؟ آپ نے فرمایا: دین۔

(صحیح مسلم: ۲۳۹۰' سنن ترمذی: ۲۲۸۶' سنن نسائی: ۵۰۲۶' السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۱۲۱' مسند ابویعلیٰ: ۱۲۹۰' شرح السنۃ: ۳۲۹۴' صحیح ابن حبان: ۶۸۹۰' مسند احمد ج ۳ ص ۸۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۱۸۱۴ - ج ۱۸ ص ۳۳۳)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) محمد بن عبید اللہ بن محمد بن زید القرشی الاموی' انہوں نے بہت بڑے محدثین سے سماع کیا ہے' اور ان سے امام بخاری اور امام نسائی وغیرہ نے سماع کیا ہے' ابوحاتم نے کہا: یہ بہت سچے تھے (۲) ابراہیم بن سعد بن ابراہیم بن عبد الرحمان بن عوف' انہوں نے اپنے والد' زہری اور ہشام بن عروہ وغیرہم سے سماع کیا ہے اور ان سے شعبہ' عبد الرحمان بن مہدی اور بہت لوگوں نے سماع کیا ہے۔ امام احمد' یحییٰ' ابوحاتم اور ابوزرعہ نے ان کو ثقہ کہا ہے' ابوزرعہ نے کہا: یہ بہت احادیث روایت کرتے ہیں اور بعض اوقات خطاء کرتے ہیں۔ یہ ۱۱۰ھ میں پیدا ہوئے اور بغداد میں ۱۸۳ھ میں فوت ہو گئے (۳) صالح بن کیسان ابومحمد الغفاری المدنی التابعی ہیں' انہوں نے متعدد صحابہ رضی اللہ عنہم سے ملاقات کی ہے' پھر زہری سے علم حاصل کیا۔ انہوں نے ۹۰ سال کی عمر میں تحصیل علم کی ابتداء کی اور ۱۶۰ھ میں فوت ہو گئے (۴) ابن شہاب محمد بن مسلم زہری ہیں' ان کا تعارف ہو چکا ہے (۵) ابوامامہ اسعد بن سہل بن حنیف' ان کے صحابی ہونے میں اختلاف ہے' انہوں نے بہت صحابہ سے روایت کی ہے' امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے ان کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے

یہ ۱۰۰ھ میں فوت ہوئے اس وقت ان کی عمر ۹۰ سال سے زیادہ تھی (۶) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ' ان کا تعارف گزر چکا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱ ص ۲۷۷)

حدیث مذکور کے مباحث اور مسائل

اس حدیث پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اس میں مذکور ہے کہ تمام صحابہ میں حضرت عمر کی قمیص لمبی تھی' اس سے لازم آتا ہے کہ حضرت عمر کی قمیص حضرت ابوبکر سے بھی لمبی تھی' سو ان کا دین بھی حضرت ابوبکر سے زائد ہوا' اور اس سے حضرت عمر کی حضرت ابوبکر پر فضیلت لازم آتی ہے' علامہ عینی نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ یہ حدیث ان احادیث سے معارض ہے' جن میں حضرت ابوبکر کی افضلیت بیان کی گئی ہے' علاوہ ازیں حضرت ابوبکر کی افضلیت پر اجماع ہے اور وہ دلیل قطعی ہے اور یہ حدیث دلیل ظنی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱ ص ۲۸۰)

میں کہتا ہوں کہ حضرت عمر کی قمیص کے لمبی ہونے سے یہ لازم آئے گا کہ ان کے نیک اعمال حضرت ابوبکر سے زیادہ ہیں' لیکن فضیلت میں کمیت اور مقدار کا لحاظ نہیں ہوتا' کیفیت کا اعتبار ہوتا ہے' مثلاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرضیت حج کے بعد ایک بار حج کیا ہے اور کسی شخص نے پچاس حج کیے ہوں تو کیا وہ شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے افضل ہو جائے گا' اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ابوبکر کی تو ایک نیکی عمر کی تمام نیکیوں سے افضل ہے۔ (مشکوٰۃ: ۶۰۶۸)

اس حدیث سے حسب ذیل مسائل معلوم ہوتے ہیں:

(۱) اعمال کے اعتبار سے ایمان والے ایک دوسرے سے افضل ہوتے ہیں (۲) اس حدیث میں حضرت عمر کی فضیلت پر دلیل ہے (۳) خواب کی تعبیر عالم سے معلوم کرنی چاہیے (۴) عالم کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ اپنے کسی لائق اور فاضل شاگرد کی تحسین کرے تاکہ لوگ اس کی فضیلت پر مطلع ہوں اور اس جیسا بننے کی کوشش کریں۔

* یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۶۰۶۷۔ ج ۶ ص ۹۰۸۔ ۹۰۷ پر مذکور ہے' لیکن وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۱۶- بَابٌ اَلْحَيَاءُ مِنَ الْاِيْمَانِ

حیاء امور ایمان سے ہے

۲۴- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ وَهُوَ يَعِظُ اَخَاهُ فِي الْحَيَاءِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعْهُ، فَاِنَّ الْحَيَاءَ مِنَ الْاِيْمَانِ. [طرف الحدیث: ۶۱۱۸]

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں کہا: ہمیں امام مالک بن انس نے از ابن شہاب از سالم بن عبد اللہ از والد خود یہ خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انصار کے ایک شخص کے پاس سے گزرے تو وہ اپنے بھائی کو حیاء کے متعلق نصیحت کر رہا تھا' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس کو چھوڑ دو کیونکہ حیاء ایمان سے ہے۔

(صحیح مسلم: ۳۶' سنن ابوداؤد: ۴۷۹۵' سنن نسائی: ۵۰۴۸' سنن ترمذی: ۲۶۱۵' سنن ابن ماجہ: ۵۸' مسند الحمیدی: ۶۲۵' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۸ ص ۵۲۲' مسند ابویعلیٰ: ۵۴۲۴' الادب المفرد: ۶۰۲' شرح السنۃ: ۳۵۹۴' مسند احمد ج ۲ ص ۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۴۵۵۴۔ ج ۸ ص ۱۵۹)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) عبد اللہ بن یوسف (۲) امام مالک بن انس (۳) محمد بن مسلم بن شہاب زہری' ان سب کا تعارف ہو چکا ہے (۴) سالم بن عبد اللہ بن عمر القرشی العدوی' یہ جلیل القدر تابعی ہیں' امام مالک نے کہا: سالم کے زمانہ میں صالحین میں سے کوئی شخص ان کے مشابہ

نہیں تھا' ابن راھویہ نے کہا: سب سے زیادہ صحیح سند یہ ہے: زہری از سالم از عبداللہ بن عمر۔ یہ ۱۰۶ھ یا ۱۰۸ھ میں مدینہ میں فوت ہو گئے' حضرت عبداللہ بن عمر سے ان کے چار بیٹوں نے احادیث روایت کی ہیں: سالم' عبداللہ' حمزہ اور بلال (۵) حضرت عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما' ان کا تعارف ہو چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱ ص ۲۸۱)

حیاء کی دو قسمیں

حیاء کی ایک قسم جبلی اور فطری حیاء ہے' یہ انسان کا وہ وصف ہے جو اس کو قبیح اور رذیل کاموں سے روکتا ہے اور اس کو نیک کاموں پر ابھارتا ہے۔

حیاء کی دوسری قسم کسبی ہے' جس کو انسان اپنے اختیار اور ارادہ سے حاصل کرتا ہے' جیسے بندہ کا اس سے حیاء کرنا کہ وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہوگا اور اس وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کو ترک کر دے' اس کو شرعی حیا بھی کہتے ہیں۔ اس کی یہ تعریف بھی ہے کہ جو کام شرعاً ممنوع ہو' اس کے کرنے سے انسان کے اندر انقباض اور گھٹن کی کیفیت پیدا ہو۔

زیر بحث حدیث میں وہ شخص اپنے بھائی کو مطلقاً حیاء کرنے سے منع کر رہا تھا' حالانکہ جائز اور مشروع کاموں کو حیاء کی وجہ سے ترک کرنا مذموم ہے' لیکن حرام اور مکروہ کاموں کو حیاء کی وجہ سے ترک کرنا محمود اور مستحسن ہے' اس لیے اس شخص کا اپنے بھائی کو مطلقاً حیاء کرنے سے منع کرنا صحیح نہ تھا' اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس کو چھوڑ دو' کیونکہ حیاء بھی امور ایمان میں سے ہے۔

حیاء کے متعلق دیگر احادیث

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے حیاء کرنے کا معنی یہ ہے کہ تم سر کی حفاظت کرو اور سر جن چیزوں کو محیط ہے' ان کی حفاظت کرو' اور پیٹ کی حفاظت کرو اور پیٹ جن کو جامع ہے' ان کی حفاظت کرو' اور تم موت کو اور جسم کے بوسیدہ ہونے کو یاد کرو' اور جو آخرت کو یاد کرتا ہے' وہ دنیا کی زینت کو ترک کر دیتا ہے' جس نے یہ کر لیا' اس نے اللہ تعالیٰ سے ایسی حیاء کی' جیسی حیا کرنے کا حق ہے۔ (مسند احمد ج ۱ ص ۳۸۷' سنن ترمذی: ۲۴۵۷' مسند البزار: ۲۰۲۵' المستدرک ج ۴ ص ۳۲۳)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حیاء سے خیر ہی خیر حاصل ہوتی ہے۔ (صحیح البخاری: ۶۱۱۷' صحیح مسلم: ۳۷)

حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لوگوں نے جو نبوت کا ابتدائی کلام پایا' وہ یہ ہے کہ جب تم میں حیاء نہ ہو تو پھر جو چاہو کرو۔ (صحیح البخاری: ۶۱۲۰)

۱۷- بَابٌ ﴿فَإِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ﴾ (التوبہ: ۵)

پس اگر وہ توبہ کر لیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں تو تم ان کا راستہ چھوڑ دو (التوبہ: ۵)

۲۵- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمُسْنَدِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ رَوْحٍ حَرَمِيُّ بْنُ عُمَارَةَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ' عَنْ وَاقِدِ بْنِ مُحَمَّدٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبِيْ يُحَدِّثُ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَشْهَدُوْا اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں عبد اللہ بن محمد المسندی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو روح الحرمی بن عمارہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے از واقد بن محمد حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے اپنے والد سے سنا' وہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے حدیث بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ

وَاَنَّ مُحَمَّداً رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَ يُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ فَاِذَا فَعَلُوْا ذٰلِكَ عَصَمُوْا مِنِّيْ دِمَاءَ هُمْ وَاَمْوَالَهُمْ اِلَّا بِحَقِّ الْاِسْلَامِ وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللّٰهِ.

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے لوگوں سے قتال کرنے کا حکم دیا گیا ہے حتیٰ کہ وہ یہ شہادت دیں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور بے شک محمد اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں' پس جب وہ یہ کام کرلیں گے تو وہ مجھ سے اپنی جانوں اور مالوں کو محفوظ کرلیں گے' سوا اسلام کے حق کے اور ان کا حساب اللہ پر ہے۔

(صحیح مسلم: ۲۲' سنن ابن ماجہ: ۳۹۲۸' سنن نسائی: ۳۴۴۳' مسند ابویعلیٰ: ۲۲۸۲' سنن بیہقی ج ۳ ص ۹۲' المعجم الکبیر: ۶۰۴۷' المعجم الاوسط: ۴۲۹۸' حلیۃ الاولیاء ج ۴ ص ۲۲' تاریخ بغداد ج ۹ ص ۳۱۵' مصنف عبد الرزاق: ۱۰۰۲۱' مسند احمد ج ۳ ص ۲۹۵ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۴۱۴۱۔ ج ۲۲ ص ۳۶' مسند احمد میں یہ حدیث حضرت جابر سے مروی ہے۔)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) عبد اللہ بن محمد بن عبد اللہ بن جعفر المسندی' ان کا تعارف گزر چکا ہے (۲) ابوروح الحرمی بن عمارہ' انہوں نے شعبہ وغیرہ سے سماع کیا ہے اور ان سے عبید اللہ بن عمر القواریری نے سنا ہے' ان سے امام ترمذی کے علاوہ باقی ائمہ ستہ نے احادیث روایت کی ہیں' یحییٰ بن معین نے کہا: یہ بہت صادق ہیں' ۲۰۱ ھ میں ان کی وفات ہوگئی (۳) شعبہ بن الحجاج' ان کا تعارف ہو چکا ہے (۴) واقد بن محمد بن زید بن عبد اللہ بن عمر' انہوں نے اپنے والد محمد بن زبیر سے روایت کی ہے' امام بخاری' امام مسلم' امام ابوداؤد اور امام نسائی نے ان سے احادیث روایت کی ہیں (۵) محمد بن زید بن عبد اللہ بن عمر' امام ابوحاتم اور امام ابوزرعہ نے ان کی توثیق کی ہے اور ائمہ ستہ نے ان سے احادیث روایت کی ہیں (۶) حضرت عبد اللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما' ان کا تعارف ہو چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱ ص ۲۶۶)

تارکِ نماز کو قتل کرنے یا قتل نہ کرنے کے متعلق مذاہب ائمہ اور امام ابوحنیفہ کے مذہب کی ترجیح

اس حدیث کو روایت کرنے سے امام بخاری کا مقصد مرجئہ کا رد کرنا ہے' جو کہتے ہیں کہ ایمان لانے کے بعد گناہ کرنے سے کوئی ضرر نہیں ہوتا۔

امام شافعی کے نزدیک جو شخص نماز کا تارک ہو' اس کو فوراً قتل کر دیا جائے گا اور ایک قول یہ ہے کہ اس کو تین دن کی مہلت دی جائے گی' امام احمد سے اکثر روایات یہ ہیں کہ تارک نماز کافر ہے اور ملت اسلامیہ سے خارج ہے اور اس کا حکم مرتد کا ہے' اس کو نہ غسل دیا جائے گا' نہ اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی اور اس کی بیوی اس کے نکاح سے خارج ہو جائے گی' اور امام ابوحنیفہ اور مزنی نے یہ کہا ہے کہ اس کو قید کرلیا جائے گا' حتیٰ کہ وہ توبہ کرلے اور اس کو قتل نہیں کیا جائے گا' امام شافعی اور امام احمد پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ انہوں نے اس حدیث سے تارک نماز کے قتل پر استدلال کیا ہے' لیکن وہ تارک زکوٰۃ کے قتل کا حکم نہیں دیتے' حالانکہ حدیث میں ان دونوں سے قتال کا ذکر ہے اور ان کا مذہب یہ ہے کہ مانع زکوٰۃ سے جبراً زکوٰۃ وصول کی جائے گی اور زکوٰۃ کو ترک کرنے پر اس کو تعزیر دی جائے گی۔

فقہاء احناف کی طرف سے التوبہ: ۵ اور اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ اس آیت اور حدیث میں نماز اور زکوٰۃ کے تارک اور مانع سے قتال کا حکم دیا ہے' ان کو قتل کرنے کا حکم نہیں دیا اور قتال کا معنی ہے: ایک دوسرے کو قتل کرنا اور ایک دوسرے سے جنگ کرنا' اور جو شخص زکوٰۃ نہیں دے گا تو اس سے جبراً زکوٰۃ وصول کی جائے گی اور اگر وہ جنگ پر آمادہ ہو تو اس سے جنگ کی جائے گی' اس وجہ سے

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مانعین زکوٰۃ سے جنگ کی تھی اور یہ منقول نہیں ہے کہ حضرت ابوبکر نے ان کو پکڑ کر قتل کر دیا تھا۔

(عمدۃ القاری ج ا ص ۲۹۰)

میں کہتا ہوں کہ امام ابوحنیفہ جو تارک نماز کو قتل کرنے سے منع کرتے ہیں ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت امامہ بن سہل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے اور وہ اپنے گھر میں محصور تھے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہمارے پاس آئے اس وقت ان کا چہرہ متغیر ہو رہا تھا انہوں نے کہا: ان محاصرہ کرنے والوں نے ابھی مجھے قتل کرنے کی دھمکی دی ہے ہم نے کہا: اے امیر المومنین! آپ کے لیے اللہ کافی ہے انہوں نے کہا: یہ مجھے کیوں قتل کر رہے ہیں حالانکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: کسی مسلمان کا خون بہانا صرف تین وجہوں میں سے کسی ایک وجہ سے حلال ہوتا ہے کوئی شخص اسلام کے بعد کفر کرے یا شادی شدہ شخص زنا کرے یا کوئی شخص دوسرے شخص کو ناحق قتل کرے۔

(سنن ابوداؤد: ۴۵۰۲ سنن ترمذی: ۲۱۵۸ سنن نسائی: ۴۰۳۱ سنن ابن ماجہ: ۲۵۳۳)

تارک نماز کے متعلق امام شافعی امام احمد اور امام ابوحنیفہ کا مسلک ذکر کر دیا گیا رہا امام مالک کا مسلک تو اس کے متعلق علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ ھ لکھتے ہیں:

امام مالک کہتے ہیں کہ جو شخص اللہ پر ایمان لایا اور اس نے رسولوں کی تصدیق کی اور اس نے نماز پڑھنے سے انکار کیا اس کو قتل کر دیا جائے گا۔ (الی قولہ) ہمارے اصحاب کا اس میں اختلاف ہے کہ تارک نماز کو کس وقت قتل کیا جائے گا بعض نے کہا: اس کو وقت مختار کے آخر میں قتل کیا جائے گا اور بعض نے کہا: اس کو وقت ضرورت کے آخر میں قتل کیا جائے گا یعنی جب عصر کے وقت میں سے صرف چار رکعت نماز پڑھنے کا وقت رہ جائے اور سورج غروب ہو جائے اور اس نے عصر نہ پڑھی ہو تو اس کو قتل کر دیا جائے گا اور یہی صحیح قول ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۸ ص ۱۴ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ ھ)

اسلام میں ظاہر کے مطابق حکم دیا جائے گا اور باطن کو نہیں کھنگالا جائے گا

اس حدیث میں فرمایا ہے: سوا اسلام کے حق کے یعنی ان کی جان اور ان کے مال سے تعرض نہیں کیا جائے گا ہاں! اگر انہوں نے کسی کو ناحق قتل کیا ہو یا کسی کے اعضاء ناحق کاٹے ہوں تو اس سے قصاص لیا جائے گا یا کسی کی چوری کی ہے تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے اور چوری شدہ مال واپس لیا جائے گا یا کسی کا مال غصب کیا ہے تو اس سے وہ مال وصول کیا جائے گا۔

نیز اس حدیث میں فرمایا: اور ان کا حساب اللہ پر ہے یعنی اگر دلائل شرعیہ سے ثابت ہو گیا کہ انہوں نے کسی کو ناحق قتل کیا ہے یا کسی کا مال غصب کیا ہے تو اس کے خلاف کارروائی کی جائے گی لیکن اگر دلائل شرعیہ سے یہ ثابت نہ ہو سکا اور واقع میں اس نے کسی کی جان اور مال پر ناحق زیادتی کی ہو تو اس کا حساب اللہ کے ذمہ ہے کیونکہ ہم تو صرف ظاہر پر حکم کرتے اور باطن کا معاملہ تو صرف اللہ جانتا ہے۔ اس کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیری کے پتوں سے رنگے ہوئے چمڑے کے تھیلے میں سونے کی چند ڈلیاں بھیجیں جن سے (کان کی) مٹی ہنوز صاف نہیں کی گئی تھی آپ نے وہ سونا چار افراد میں تقسیم کر دیا عیینہ بن بدر اقرع بن حابس زید بن خیل اور چوتھے علقمہ تھے یا عامر بن الطفیل آپ کے اصحاب میں سے ایک شخص نے کہا: ہم اس سونے کے ان لوگوں سے زیادہ حق دار ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا: کیا تم مجھ کو امین نہیں قرار دیتے حالانکہ میں آسمانوں میں امین ہوں اور صبح شام میرے پاس آسمانوں سے خبر آتی ہے پھر ایک شخص کھڑا ہوا جس کی

آنکھیں دھنسی ہوئی تھی' رخسار اُبھرے ہوئے تھے اور پیشانی اٹھی ہوئی تھی' ڈاڑھی گھنی تھی اور سر منڈا ہوا تھا' وہ کہنے لگا: یارسول اللہ! اللہ سے ڈریں' آپ نے فرمایا: تم پر افسوس ہے' کیا میں روئے زمین پر سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے کا مستحق نہیں ہوں' پھر وہ شخص پیٹھ پھیر کر چلا گیا' حضرت خالد بن ولید نے کہا: یارسول اللہ! کیا میں اس شخص کی گردن نہ اڑا دوں' آپ نے فرمایا: نہیں' ہوسکتا ہے کہ یہ نماز پڑھتا ہو' حضرت خالد نے کہا: کتنے نماز پڑھنے والے ایسے ہیں جن کے دل میں وہ بات نہیں ہوتی جس کو وہ زبان سے کہتے ہیں (جیسے منافقین)' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے یہ حکم نہیں دیا گیا کہ میں لوگوں کے دلوں کو چیر کر دیکھوں اور نہ یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں ان کے پیٹ چاک کر دوں' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی طرف دیکھا تو وہ پیٹھ موڑے کھڑا تھا' آپ نے فرمایا: اس کی نسل سے ایک ایسی قوم نکلے گی' جس کا منہ کتاب اللہ کی تلاوت سے تر رہے گا' لیکن وہ اس کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا' اور وہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر کمان سے نکل جاتا ہے اور میرا گمان ہے کہ آپ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ اگر میں نے ان کو پایا تو میں ان کو اس طرح قتل کروں گا' جس طرح ثمود کو قتل کیا گیا تھا۔

(صحیح البخاری:۴۳۵۱' صحیح مسلم:۱۰۶۴' سنن ابوداؤد:۴۷۶۴' سنن نسائی:۲۵۷۸)

* اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ باطن کی تفتیش کا حکم نہیں دیا' صرف ظاہر کے اعتبار سے حکم دینے کا مکلف کیا گیا ہے' اس مسئلہ کی زیادہ تحقیق کے لیے مطالعہ کریں' تبیان القرآن ج ۵ ص ۸۲۹' التوبہ: ۷۳' اور ص ۱۹۷' یوسف:۷۶' فرید بک سٹال' لاہور۔

* یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۳۲۰۔ ج ۱ ص ۳۸۷ پر ہے' وہاں اس کی زیادہ شرح کی گئی ہے اور اس کے حسب ذیل عنوانات ہیں:

① حضرت ابوبکر کے عہد میں مرتدین اور مانعین زکوٰۃ کا بیان ② مانعین زکوٰۃ کا شبہ ③ مانعین زکوٰۃ کو مرتدین میں شمار کرنے کی توجیہ اور ان کے شبہ کا جواب ④ قرآن مجید کے خطاب کرنے کی اقسام ⑤ ضروریات دین کا انکار کفر ہے ⑥ حدیث مذکور کی تفصیل میں دیگر احادیث ⑦ باب مذکور کی حدیث سے استنباط شدہ دیگر مسائل۔

۱۸ - بَابٌ مَنْ قَالَ إِنَّ الْإِيْمَانَ هُوَ الْعَمَلُ

لِقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْٓ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ (الزخرف:۷۲) وَقَالَ عِدَّةٌ مِنْ اَهْلِ الْعِلْمِ فِيْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿فَوَرَبِّكَ لَنَسْــَٔلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ، عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ (الحجر:۹۳۔۹۲) عَنْ قَوْلِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ. وَقَالَ ﴿لِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ﴾ (الصافات:٦١).

جس شخص نے یہ کہا کہ عمل ہی ایمان ہے

کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''یہ وہ جنت ہے جس کا تم کو وارث بنایا گیا ہے' ان اعمال کے سبب سے جو تم کرتے تھے O'' (الزخرف:۷۲) متعدد اہل علم نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے: ''پس آپ کے رب کی قسم! ہم ان سے ضرور سوال کریں گے O کہ وہ کیا عمل کرتے تھے O'' (الحجر:۹۳۔۹۲) یعنی یہ سوال لا الٰہ الا اللہ کے متعلق ہوگا اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس کی مثل کے لیے عمل کرنے والوں کو عمل کرنا چاہیے O (الصافات:۶۱)۔

عنوان باب کی وضاحت اور امام بخاری کی ذکر کردہ آیات کی تفسیر

پہلے باب سے بھی امام بخاری کا مقصد مرجئہ کا رد کرنا تھا اور اس باب سے بھی امام بخاری کا مقصد مرجئہ کا رد کرنا ہے کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ عمل نہ کرنے سے اہل ایمان کو ضرر نہیں ہوگا اور ان آیتوں میں عمل ہی کو ایمان فرمایا گیا ہے اور احناف کے نزدیک اس جگہ ایمان سے مراد ایمان کامل ہے اور ایمان کامل میں اعمال داخل ہیں۔

امام بخاری نے جس پہلی آیت سے اس پر استدلال کیا ہے کہ عمل ہی ایمان ہے' اس میں مذکور ہے: یہ وہ جنت ہے' جس کا تم کو

وارث بنایا گیا ہے' اس پر یہ اعتراض ہے کہ وراثت کا معنی ہے: موت کے بعد مال ورثاء کے لیے چھوڑ جانا' پس اللہ تعالیٰ کسی کو وارث کیسے بنائے گا' اس پر تو موت کا آنا محال ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ وراثت کا حقیقی معنی یہی ہے لیکن یہاں بہ طور استعارہ مجاز مراد ہے یعنی جس طرح وارثوں کو مورث بغیر کسی عوض کے مال عطا کرتا ہے' اسی طرح اللہ تعالیٰ مؤمنوں کو بغیر کسی عوض کے جنت عطا کرتا ہے' اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ یہاں مورث سے مراد اللہ تعالیٰ نہیں ہے بلکہ کافر ہے اور اللہ تعالیٰ نے کافر کے لیے جو جنت بنائی تھی' وہ چونکہ ایمان نہیں لایا' اس لیے وہ اس جنت کو مؤمنوں کے لیے چھوڑ جاتا ہے' جس طرح مورث اپنے مال کو وارثوں کے لیے چھوڑ جاتا ہے۔

اس آیت پر دوسرا اعتراض یہ ہے کہ اس آیت میں فرمایا ہے: ان اعمال کے سبب سے جو تم کرتے تھے' اس سے معلوم ہوا کہ جنت میں دخول کا سبب اعمال ہیں' حالانکہ حدیث میں ہے: کوئی شخص جنت میں اپنے عمل کی وجہ سے داخل نہیں ہوگا:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کسی شخص کو اس کا عمل جنت میں داخل نہیں کرے گا' عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! آپ کو بھی نہیں؟ فرمایا: مجھ کو بھی نہیں' سوا اس کے کہ میرا رب مجھے اپنی رحمت سے ڈھانپ لے۔ (صحیح مسلم: ۲۸۱۶' الرقم المسلسل: ۶۹۸۰)

اس کا جواب یہ ہے کہ جنت میں دخول کے دو سبب ہیں' ظاہری سبب تو اعمال ہیں اور حقیقی سبب اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کا فضل ہے' اس آیت میں ظاہری سبب کا ذکر فرمایا ہے اور حدیث میں حقیقی سبب کا ذکر فرمایا ہے۔

امام بخاری کا دوسرا استدلال اس آیت سے ہے: پس آپ کے رب کی قسم! ہم ان سب سے ضرور سوال کریں گے○ کہ وہ کیا عمل کرتے تھے۔

اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اس آیت کے معارض یہ آیت ہے:

فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُسْئَلُ عَنْ ذَنْبِهٖٓ اِنْسٌ وَّلَا جَآنٌّ○ (الرحمٰن: ۳۹) پس اس دن کسی انسان کے گناہ سے سوال کیا جائے گا اور نہ کسی جن کے○

اس کا ایک جواب یہ ہے کہ یہ سوال نہیں کیا جائے گا کہ تم نے کیا کیا؟ بلکہ یہ سوال کیا جائے گا کہ تم نے کیوں کیا' دوسرا جواب یہ ہے کہ قیامت کے دن کئی احوال ہوں گے' بعض احوال میں سوال نہیں کیا جائے گا اور بعض اوقات میں سوال کیا جائے گا۔

امام بخاری کا تیسرا استدلال اس آیت سے ہے: اس کی مثل کے لیے عمل کرنے والوں کو عمل کرنا چاہیے۔

اس پر یہ سوال ہے کہ اس کی مثل سے کس چیز کی مثل مراد ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے پہلے ''الفوز العظیم'' کا ذکر ہے' یعنی بہت بڑی کامیابی اور وہ دوزخ سے نجات اور جنت میں دخول ہے' تو اس کی مثل کے حصول کے لیے عمل کرنا چاہیے یعنی ایمان لانا چاہیے اور اعمال صالحہ کرنے چاہئیں۔

٢٦- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ وَ مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ قَالَا حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ' عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ' عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ اَيُّ الْعَمَلِ اَفْضَلُ؟ فَقَالَ اِيْمَانٌ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ' قِيْلَ ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ الْجِهَادُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں احمد بن یونس اور موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' ان دونوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن شہاب نے از سعید بن مسیب' از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ کون سا عمل افضل ہے؟ آپ نے

فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ، قِیْلَ ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ حَجٌّ مَبْرُوْرٌ.
[طرف الحدیث:۱۵۱۹]

فرمایا: اللہ پر ایمان لانا اور اس کے رسول پر، کہا گیا: پھر کون سا عمل افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: اللہ کی راہ میں جہاد کرنا، کہا گیا: پھر کون سا؟ آپ نے فرمایا: حج مبرور۔

(صحیح مسلم:۸۳، سنن نسائی:۵۰۰۰، صحیح ابن حبان:۴۵۹۵، المعجم الکبیر:۳۶۹۔ ج ۱۳، المعجم الاوسط:۸۸۹۱، حلیۃ الاولیاء ج ۴ ص ۰۰ ۱، سنن سعید ابن منصور:۲۳۳۸، عمل الیوم واللیلۃ للنسائی:۳۹، مسند احمد ج ۵ ص ۱۵۴ طبع قدیم، مسند احمد:۲۳۸۷۔ ج ۵ ص ۱۵۴ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف، خصوصاً مشہور تابعی سعید بن المسیب کا تذکرہ

(۱) احمد بن عبد اللہ بن یونس الیربوعی التمیمی، ان کے باپ عبد اللہ ہیں، لیکن ان کی شہرت اپنے دادا کی طرف نسبت سے ہے، انہوں نے امام مالک، ابن ابی ذئب، لیث اور بہت سے محدثین سے سماع کیا ہے اور ان سے ابوزرعہ، ابوحاتم، امام بخاری، امام مسلم اور امام ابوداؤد نے سماع کیا ہے، ابوحاتم نے کہا: یہ ثقہ اور متقن تھے، امام احمد نے ان کو شیخ الاسلام کہا، یہ ربیع الآخر ۲۲۷ھ میں فوت ہوگئے، اس وقت ان کی عمر ۹۴ سال تھی (۲) موسیٰ بن اسماعیل المنقری، ان کا تعارف ہو چکا ہے (۳) ابراہیم بن سعد، ان کا تعارف ہو چکا ہے (۴) ابن شہاب زہری، ان کا تعارف بھی ہو چکا ہے (۵) سعید بن مسیب بن حزن بن ابی وہب القرشی المخزومی المدنی، یہ امام التابعین اور فقیہ الفقہاء تھے، ان کے باپ اور دادا دونوں صحابی تھے، فتح مکہ کے دن اسلام لائے تھے، حضرت عمر کی خلافت کے دو سال بعد یہ پیدا ہوئے، انہوں نے حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم سے احادیث کا سماع کیا، یہ حضرت ابو ہریرہ کے داماد تھے، اور تمام لوگوں سے زیادہ احادیث کے عالم تھے، ان سے بہت تابعین نے احادیث کا سماع کیا ہے، ان کی امانت اور جلالت پر اتفاق ہے، یہ علم اور تقویٰ میں اپنے معاصرین پر مقدم تھے، ابن المدینی نے کہا: یہ تابعین میں حدیث کے سب سے بڑے عالم تھے، امام احمد نے کہا: یہ افضل التابعین تھے، لیکن صحیح مسلم میں ہے کہ خیر التابعین اویس قرنی ہیں، احمد بن عبد اللہ نے کہا: یہ مدینہ کے سات مشہور فقہاء میں سے تھے، یہ کانے تھے، ابن قتیبہ نے کہا: ان کے دادا حزن، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے تو آپ نے فرمایا: تم سہل ہو، انہوں نے کہا: نہیں، میں حزن (سخت اور رنج والا) ہوں، یہ تین دفعہ مکالمہ ہوا، سعید نے کہا: ہم ہمیشہ اس سختی اور رنج کو پہنچتے رہے، ان کی اولاد بد خلق تھی، انہوں نے چالیس حج کیے اور وظیفہ نہیں لیا، ان کے پاس چار سو دینار کا سرمایہ تھا، جس سے یہ زیتون کے تیل کی تجارت کرتے تھے، جابر بن اسود مدینہ کے حاکم تھے، انہوں نے ان کو حضرت ابن الزبیر کی بیعت کے لیے بلایا، انہوں نے انکار کیا تو انہوں نے ان کو ساٹھ کوڑے مارے اور مدینہ میں گشت کرایا، ایک قول یہ ہے کہ جب انہوں نے ولید کی بیعت سے انکار کیا تو اس نے ان کو کوڑے مارے اور قید کیا، یہ ۹۳ھ میں الولید بن عبد الملک کی خلافت میں مدینہ میں فوت ہوئے، اس سال بہ کثرت فقہاء فوت ہوئے تھے، اسی وجہ سے اس سال کو سنۃ الفقہاء کہا جاتا ہے (۶) حضرت ابو ہریرہ عبد الرحمن بن صخر رضی اللہ عنہ ہیں، ان کا تعارف ہو چکا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱ ص ۲۹۸۔ ۲۹۹)

حدیث مذکور کے الفاظ کے لغوی اور شرعی معانی

اس حدیث میں ''افضل'' کا لفظ ہے، اس سے مراد ہے: جس عبادت کا اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ ثواب ہو، اور ''جہاد'' کا لفظ ہے، اس کا لغوی معنی مشقت ہے اور اس کا شرعی معنی ہے: اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے کفار سے قتال کرنا، تبلیغ اسلام کے لیے جہاد کرنا فرض کفایہ ہے اور اگر کفار اسلامی ملک پر حملہ کریں تو ان سے دفاع کے لیے جہاد کرنا فرض عین ہے، اور اس میں ''حج مبرور'' کا لفظ ہے، حج کا لغوی معنی ہے: قصد کرنا اور شرعی معنی ہے: بیت اللہ کی زیارت کا قصد کرنا، اس میں دو فرض ہیں: وقوف عرفات اور طواف

زیارت' حج کرنا زندگی میں ایک بار فرض ہے' اس کی شرط یہ ہے کہ مسلمان کے پاس اتنی رقم ہو' جس سے مکہ مکرمہ تک آنے جانے کا سفر ہو سکے اور اتنے عرصہ کے لیے اس کا اور اس کے اہل وعیال کی کفالت کا خرچ ہو اور وہ صحت مند ہو' مبرور وہ حج ہے' جس میں حج کرنے والا لوگوں کو کھانا کھلائے اور ان سے اچھی باتیں کرے۔

اس اعتراض کا جواب کہ آپ نے متعدد عبادات کو افضل عمل فرمایا ہے

اس حدیث پر یہ اعتراض ہے کہ حضرت ابن مسعود کی روایت میں آپ نے فرمایا: افضل اسلام کھانا کھلانا ہے اور ہر شخص کو سلام کرنا ہے' اور حضرت ابوموسیٰ کی روایت میں ہے: افضل اسلام لوگوں کو اپنی زبان اور ہاتھ کے ضرر سے محفوظ رکھنا ہے' اور حضرت ابوذر کی حدیث میں ہے: افضل اسلام اللہ پر ایمان لانا اور اس کی راہ میں جہاد کرنا ہے' اس اعتراض کا ایک جواب یہ ہے کہ یہ افضلیت مختلف احوال اور مختلف اشخاص کے اعتبار سے ہے' مثلاً جو شخص جہاد کا اہل ہے' اس کے لیے جہاد کرنا دیگر عبادات سے افضل ہے' اور جس شخص کے والدین بے سہارا ہیں' اگر وہ ان کو چھوڑ کر جہاد کے لیے جائے گا تو اس کے والدین ضائع ہو جائیں گے' اس کے لیے والدین کی خدمت کرنا جہاد سے افضل ہے اور جب کفار کا مسلمانوں کے شہر پر حملہ اور غلبہ ہو تو تمام عبادات سے جہاد کرنا افضل ہے' دوسرا جواب یہ ہے کہ جن عبادات کو آپ نے افضل العمل فرمایا ہے' اس سے مراد ہے: یہ افضل اعمال کے قبیل سے ہیں' یعنی لوگوں کو اپنے ضرر سے محفوظ رکھنا اور ان کو کھانا کھلانا اور سلام کرنا وغیرہ' یہ سب افضل اعمال ہیں' یہ مطلب نہیں ہے کہ یہی افضل عمل ہیں۔

۱۹ - بَابُ اِذَا لَمْ یَکُنِ الْاِسْلَامُ عَلَی الْحَقِیْقَةِ وَكَانَ عَلَی الْاِسْتِسْلَامِ اَوِ الْخَوْفِ مِنَ الْقَتْلِ

جب اسلام سے اس کا حقیقی معنی مراد نہ ہو' اور ظاہری اطاعت مراد ہو' یا قتل کیے جانے کا خوف مراد ہو

لِقَوْلِهٖ تَعَالٰی ﴿قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا﴾. (الحجرات:١٤)

کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: '' دیہاتیوں نے کہا: ہم ایمان لے آئے' آپ کہیے: تم ایمان نہیں لائے لیکن کہو: ہم نے (ظاہری) اطاعت کی ہے'' (الحجرات:۱۴)۔

فَسَمَّاهُمُ الْمُؤْمِنِیْنَ فَاِذَا كَانَ عَلَی الْحَقِیْقَةِ فَهُوَ عَلٰی قَوْلِهٖ جَلَّ ذِكْرُهٗ ﴿اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ﴾ (آل عمران:١٩) ﴿وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْهُ﴾ (آل عمران:٨٥).

پس اللہ تعالیٰ نے انہیں مؤمنین کا نام دیا اور جب اسلام کا حقیقی معنی مراد ہو تو وہ اللہ عزوجل کا یہ ارشاد ہے: ''اللہ کے نزدیک دین اسلام ہے'' (آل عمران:۱۹) اور یہ آیت: ''جس نے اسلام کے سوا کوئی اور دین پسند کیا تو وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا'' (آل عمران:۸۵)۔

امام بخاری کی پیش کردہ آیات کی تفسیر

امام بخاری نے جو باب کا عنوان قائم کیا ہے' یہ آیات اس پر دلالت کرتی ہیں' امام بخاری اور جمہور علماء اسلام کے نزدیک ایمان اور اسلام مترادف ہیں' ہم نے اس پر مفصل بحث حدیث:۸ کی شرح میں کر دی ہے' لہٰذا اسلام کا حقیقی معنی دل سے ماننا اور قبول کرنا ہے اور اس کا مجازی معنی ظاہری اطاعت کرنا ہے الحجرات:۱۴ کا سبب نزول یہ ہے کہ بنو اسد بن خزیمہ کے دیہاتی قحط کے سال مدینہ میں آئے اور انہوں نے اللہ اور رسول کی شہادت دی' حالانکہ وہ دل سے مومن نہیں تھے' انہوں نے کہا: ہم مصیبت زدہ ہیں' آپ ہمیں صدقات میں سے مال دیجئے' تب اللہ تعالیٰ نے ان کے رد میں یہ آیت نازل فرمائی کہ آپ کہیے: تم ایمان نہیں لائے البتہ یوں کہو:

ہم نے ظاہری اطاعت کی ہے۔(الوسیط ج ۴ ص ۱۵۹ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۵ھ)

پھر امام بخاری نے اسلام کے حقیقی معنی کے ثبوت میں یہ آیت پیش کی: ''اللہ کے نزدیک دین اسلام ہے(آل عمران:۱۹) یعنی اسلام حقیقی دین ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ دین اسلام ہی ہے۔

پھر امام بخاری نے آل عمران:۸۵ سے استدلال کیا کہ چونکہ اسلام کے سوا کوئی اور دین قبول نہیں کیا جائے گا' اس سے معلوم ہوا کہ اسلام ہی حقیقت میں دین ہے۔

۲۷- **حَدَّثَنَا** اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عَامِرُ بْنُ سَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ، عَنْ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْطٰى رَهْطًا وَسَعْدٌ جَالِسٌ، فَتَرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا هُوَ اَعْجَبُهُمْ اِلَيَّ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، مَا لَكَ عَنْ فُلَانٍ؟ فَوَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاَرَاهُ مُؤْمِنًا، فَقَالَ اَوْ مُسْلِمًا. فَسَكَتُّ قَلِيْلًا، ثُمَّ غَلَبَنِيْ مَا اَعْلَمُ مِنْهُ فَعُدْتُّ لِمَقَالَتِيْ فَقُلْتُ مَا لَكَ عَنْ فُلَانٍ؟ فَوَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاَرَاهُ مُؤْمِنًا، فَقَالَ اَوْ مُسْلِمًا. ثُمَّ غَلَبَنِيْ مَا اَعْلَمُ مِنْهُ، فَعُدْتُّ لِمَقَالَتِيْ، وَعَادَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ يَا سَعْدُ، اِنِّيْ لَاُعْطِي الرَّجُلَ وَغَيْرُهُ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْهُ خَشْيَةَ اَنْ يَكُبَّهُ اللّٰهُ فِي النَّارِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے از زہری خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے عامر بن سعد بن ابی وقاص نے از حضرت سعد رضی اللہ عنہ خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک گروہ کو عطا فرمایا اور حضرت سعد بیٹھے ہوئے تھے اور ایک ایسے شخص کو چھوڑ دیا' جو میرے نزدیک بہت پسندیدہ تھا' میں نے کہا: یارسول اللہ! آپ نے فلاں شخص کو کیوں نہیں دیا؟ پس اللہ کی قسم! میں اس کو ضرور مومن گمان کرتا ہوں' آپ نے فرمایا: یا مسلمان! میں کچھ دیر خاموش رہا' پھر اس کے متعلق جو مجھے علم تھا' وہ مجھ پر غالب آیا اور میں نے پھر اپنی بات کو دہرایا' پس میں نے کہا: آپ نے فلاں شخص کو کیوں نہیں دیا؟ پس اللہ کی قسم! میں اس کو ضرور مومن گمان کرتا ہوں' آپ نے فرمایا: یا مسلمان' پھر اس کے متعلق جو مجھے علم تھا' وہ مجھ پر غالب آیا اور میں نے اپنی بات کو دہرایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ارشاد کو دہرایا' پھر آپ نے فرمایا: اے سعد! میں کسی شخص کو عطا کرتا ہوں اور اس کا غیر مجھے زیادہ محبوب ہوتا ہے' اس خوف سے کہ اس کو اللہ دوزخ میں اوندھے منہ گرا دے گا۔

وَرَوَاهُ يُوْنُسُ، وَصَالِحٌ وَ مَعْمَرٌ، وَابْنُ اَخِي الزُّهْرِيِّ، عَنِ الزُّهْرِيِّ. [طرف الحدیث:۱۴۷۸]

امام بخاری نے کہا: اور اس حدیث کو یونس اور صالح اور معمر اور زہری کے بھتیجے نے زہری سے روایت کیا ہے۔

(صحیح مسلم:۱۵۰' سنن ابوداؤد:۴۶۸۵-۴۶۸۳' سنن نسائی:۵۰۰۸-۵۰۰۷)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف اور خصوصاً حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا تذکرہ

(۱) ابوالیمان الحکم بن نافع الحمصی (۲) شعیب بن ابی حمزہ الاموی (۳) محمد بن مسلم الزہری' ان کا تعارف ہو چکا ہے (۴) عامر بن سعد بن ابی وقاص القرشی' انہوں نے اپنے والد' حضرت عثمان' حضرت جابر بن سمرہ اور متعدد صحابہ رضی اللہ عنہم سے احادیث کا سماع کیا ہے اور ان سے سعید بن مسیب' سعد بن ابراہیم' زہری اور دیگر نے سماع کیا ہے' یہ ثقہ اور کثیر الحدیث تھے یہ ۱۰۴ھ یا ۱۰۳ھ میں

مدینہ میں فوت ہو گئے' ائمہ ستہ ان سے روایت کرتے ہیں (۵) ابواسحاق سعد بن ابی وقاص' ان کا نام مالک بن وہیب القرشی ہے' یہ ان دس صحابہ میں سے ہیں' جن کو جنت کی بشارت دی گئی' اور ان چھ صحابہ میں سے ہیں' جن کو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے خلافت کے مشورہ کے لیے مقرر کیا تھا' ان کا نسب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ پانچویں پشت کلاب میں مل جاتا ہے' یہ چار شخصوں کے بعد اسلام میں داخل ہوئے' اس وقت ان کی عمر ۱۴ سال تھی' غزوۂ بدر اور اس کے بعد کے تمام غزوات میں شریک ہوئے' یہ مستجاب الدعوات تھے' انہوں نے اللہ کی راہ میں سب سے پہلے تیر چلایا تھا' اور وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے سب سے پہلے اللہ کی راہ میں خون بہایا تھا' انہیں اسلام کا شہسوار کہا جاتا تھا' یہ مہاجرین اوّلین میں سے تھے' انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہجرت کرنے سے پہلے مدینہ میں ہجرت کی تھی' انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ۲۷۰' احادیث روایت کی ہیں' ۱۵' احادیث پر امام بخاری اور امام مسلم متفق ہیں' ۵' احادیث کے ساتھ امام بخاری منفرد ہیں اور ۱۸' احادیث کے ساتھ امام مسلم منفرد ہیں' ان سے ائمہ ستہ نے احادیث روایت کی ہیں' انہوں نے ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایران کو فتح کیا تھا اور حضرت عمر نے ان کو عراق کا گورنر بنادیا تھا' انہوں نے ہی شہر کوفہ کی بنیاد رکھی' جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا تو یہ فتنہ سے الگ ہو گئے تھے' اور مدینہ سے دس میل کی مسافت پر اپنے مکان میں فوت ہو گئے تھے' ان کی وفات ۵۷ ھ میں ہوئی' اس وقت ان کی عمر ۷۰ سال سے زائد تھی' اس وقت مروان بن الحکم مدینہ کا حاکم تھا' اسی نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھائی' یہ عشرہ مبشرہ میں سے فوت ہونے والے آخری صحابی تھے' صحابہ میں جن کا نام سعد تھا' ان کی تعداد سو سے زیادہ ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱ ص ۲۰۶-۲۰۵)

سفارش کرنے کی تفصیل اور حضرت سعد کی سفارش قبول نہ کرنے کی توجیہ

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جائز معاملہ میں حکام سے سفارش کرنا صحیح ہے اور اگر ایک بار سفارش مسترد کر دی جائے تو کئی بار سفارش کرنی چاہیے' اور اگر حاکم کسی وجہ سے سفارش قبول نہ کرے تو اس کو اپنا عذر بیان کر دینا چاہیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ان لوگوں کو عطا فرما رہے تھے جو نئے نئے اسلام لائے تھے' تاکہ ان کی دل جوئی اور تالیف قلب ہو اور قدیم الاسلام اصحاب کو عطا نہیں فرما رہے تھے کیونکہ وہ اپنے اسلام میں راسخ تھے اور ان کے پھسلنے کا امکان نہ تھا اور اس وقت اتنی گنجائش نہ تھی کہ سب کو دیا جا سکتا' اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے قدیم الاسلام اصحاب کو ترک کر کے نئے اسلام لانے والوں کو عطا فرمایا' کیونکہ اگر آپ قدیم الاسلام اصحاب کو عطا فرماتے اور نئے اسلام لانے والوں کو ترک کر دیتے تو ہو سکتا تھا کہ وہ آپ کے متعلق بدگمانی کرتے اور اگر وہ آپ کے متعلق بدگمانی کرتے تو دوزخ میں اوندھے منہ جا گرتے اور قدیم الاسلام اصحاب سے یہ خطرہ نہ تھا' حضرت سعد بن ابی وقاص جس کی سفارش کر رہے تھے وہ بھی قدیم الاسلام تھے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جن کو عطا فرمایا' ان پر تو آپ کا کرم ظاہر ہے اور جن کو آپ نے عطا نہیں فرمایا' ان پر بھی آپ کا کرم ہے کیونکہ آپ نے ان کو اپنا سمجھا کہ وہ آپ کے متعلق بدگمانی نہیں کر سکتے' غرض آپ کا دینا بھی کرم ہے اور نہ دینا بھی کرم ہے۔

حضرت سعد نے کہا: آپ اس کو کیوں نہیں دیتے' اللہ کی قسم! میں اس کو ضرور مومن گمان کرتا ہوں' آپ نے فرمایا: یا وہ مسلمان ہو' اس میں یہ تنبیہ ہے کہ ایمان تو دل کی تصدیق کا نام ہے تو تم کسی کے دل کی تصدیق کی کیسے شہادت دے سکتے ہو' البتہ اس کے ظاہر حال کے اعتبار سے اس کو مسلمان کہہ سکتے ہو' اگرچہ مومن اور مسلم مترادف ہیں' لیکن یہاں پر مسلم کا اطلاق ظاہر حال کے اعتبار سے مجازاً فرمایا ہے۔

زہری کے بھتیجے سے روایت کی وجہ سے امام بخاری پر تنقید

امام بخاری نے اس حدیث کو شعیب سے روایت کیا تھا' اب اس حدیث کے آخر میں امام بخاری شعیب کے متابعین کا ذکر رہے ہیں اور وہ چار متابع ہیں: یونس' صالح' معمر اور زہری کا بھتیجا اور جس طرح شعیب نے اس حدیث کو زہری سے روایت کیا ہے' ان چار نے بھی اس حدیث کو زہری سے روایت کیا ہے' اول الذکر تین کا تعارف پہلے ہو چکا ہے اور آخر الذکر کا تعارف حسب ذیل ہے:

(۴) زہری کے بھتیجے کا نام محمد بن عبداللہ بن مسلم بن عبید اللہ بن شہاب ہے' یہ امام ابوبکر زہری کے بھتیجے ہیں' جو اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں اور ان سے یعقوب بن ابراہیم روایت کرتے ہیں' امام بخاری اور امام مسلم نے ان سے احادیث روایت کی ہیں' امام حاکم نے اپنی کتاب ''مدخل'' میں کہا ہے کہ زہری کے بھتیجے سے روایت کی بناء پر امام بخاری اور امام مسلم پر عیب لگایا گیا ہے' امام ابن ابی حاتم نے کہا: یہ قوی نہیں تھے' ابن معین نے کہا: یہ ضعیف تھے' ابن عدی نے کہا: ان کی روایت میں کوئی حرج نہیں ہے' ان کی کوئی حدیث منکر نہیں ہے' مُرّہ نے کہا: یہ قوی نہیں ہے' ان کو ان کے غلاموں نے ان کے باپ کے حکم کی وجہ سے قتل کر دیا تھا' یہ ۱۵۲ھ میں قتل کیے گئے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۱ ص ۳۱۲۔۳۱۱)

* شرح صحیح مسلم: ۲۸۶۔ ج ۱ ص ۶۳۱ پر یہ حدیث مذکور ہے' وہاں پر اختصار کے ساتھ نفس حدیث کی شرح کی گئی ہے۔

۲۰- بَابٌ اِفْشَاءُ السَّلَامِ مِنَ الْاِسْلَامِ — بہ کثرت سلام کرنا اسلام کی علامات سے ہے

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت اس طرح ہے کہ باب سابق میں یہ بیان تھا کہ دین اسلام ہے' اور اسلام اس کے احکام پر عمل کرنے سے کامل ہوتا ہے اور اسلام کا ایک حکم بہ کثرت سلام کرنا ہے۔

وَقَالَ عَمَّارٌ ثَلَاثٌ مَنْ جَمَعَهُنَّ فَقَدْ جَمَعَ الْاِيْمَانَ اَلْاِنْصَافُ مِنْ نَفْسِكَ' وَبَذْلُ السَّلَامِ لِلْعَالَمِ' وَالْاِنْفَاقُ مِنَ الْاِقْتَارِ.

اور عمار نے کہا: جس شخص نے تین خصلتوں کو جمع کر لیا' اس نے ایمان کو جمع کر لیا: (۱) اپنے نفس کے ساتھ انصاف کرنا (۲) تمام جماعت والوں پر سلام کو خرچ کرنا (ماسوا ان کے جن کو سلام کرنا منع ہے) (۳) اور تنگی کی حالت میں خرچ کرنا۔

۲۸- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ' عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِيْ حَبِيْبٍ' عَنْ اَبِي الْخَيْرِ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ رَجُلًا سَاَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّ الْاِسْلَامِ خَيْرٌ؟ قَالَ تُطْعِمُ الطَّعَامَ' وَتَقْرَاُ السَّلَامَ عَلٰى مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَّمْ تَعْرِفْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از یزید بن ابی حبیب از ابی الخیر از حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ اسلام کا کون سا حکم سب سے اچھا ہے؟ آپ نے فرمایا: تم کھانا کھلاؤ اور ہر شخص کو سلام کرو' خواہ اس کو پہچانتے ہو یا نہیں۔

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کا تعارف

عمار بن یاسر بن عامر بن مالک' ان کی والدہ سمیہ بنت خیاط ہیں' وہ اور یاسر عمار کے ساتھ بہت پہلے اسلام لائے تھے رضی اللہ عنہم۔ ابوجہل نے حضرت سمیہ کو قتل کر دیا تھا' وہ اسلام کی راہ میں پہلی شہیدہ تھیں' ان کو اللہ کی توحید پر ایمان کی وجہ سے مکہ میں ایذاء دی جاتی تھی۔ اسی ایذاء رسانی کی حالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس سے گزرتے ہوئے فرماتے: اے آل یاسر! صبر کرو' تم سے جنت کا وعدہ کیا گیا ہے' یہ وہ لوگ تھے جن کی مکہ میں نہ کوئی رشتہ داری تھی' نہ ان کی کوئی مدافعت کرنے والا تھا اور نہ ان کو کوئی قوت حاصل تھی'

قریش ان کو سخت دھوپ میں ایذاء دیتے تھے' اسی طرح عمار' صہیب' فکیہ اور عامر بن فہیرہ کو عذاب دیا جاتا تھا' عمرو بن میمون بیان کرتے ہیں کہ مشرکین نے حضرت عمار کے اوپر آگ لگا دی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس سے گزرے تو ان کے ہاتھ اور ان کے سر کے اوپر آگ تھی' آپ نے فرمایا: اے آگ! عمار کے اوپر اس طرح ٹھنڈی ہو جا' جس طرح تو حضرت ابراہیم پر ٹھنڈی ہو گئی تھی' حضرت عمار بدر میں اور تمام غزوات میں حاضر رہے ہیں' یہ مکہ سے حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے تھے' پھر انہوں نے حبشہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی' تیس (۳۰) اور کچھ لوگوں کے مسلمان ہونے کے بعد یہ مسلمان ہوئے تھے' انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ سے احادیث روایت کی ہیں' انہوں نے ۶۲ احادیث بیان کی ہیں' جن میں سے دو حدیثوں پر امام بخاری اور امام مسلم متفق ہیں اور تین احادیث کے ساتھ امام بخاری منفرد ہیں اور ایک حدیث کے ساتھ امام مسلم منفرد ہیں' یہ جنگ صفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۱ ص ۳۱۶-۳۱۵)

اس حدیث کی تخریج اور شرح' حدیث: ۱۲ میں گزر چکی ہے۔ یہاں اس حدیث کو امام بخاری نے قتیبہ سے روایت کیا ہے اور وہاں عمرو بن خالد سے روایت کیا تھا۔

۲۱- بَابُ كُفْرَانِ الْعَشِيْرِ، وَكُفْرٍ دُوْنَ كُفْرٍ

خاوند کی ناشکری' اللہ کی ناشکری سے کم درجہ کی ناشکری ہے

فِيهِ عَنْ أَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اس باب میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے۔

اس باب کی ابواب سابقہ کے ساتھ مناسبت اس طرح ہے کہ ابواب سابقہ امور ایمان میں تھے اور یہ باب کفر کے بیان میں ہے اور ایمان اور کفر میں تضاد ہے' سو ان میں تضاد کی مناسبت ہے۔

امام بخاری نے حضرت ابوسعید خدری کی اس حدیث کو کتاب الحیض میں روایت کیا ہے' دیکھئے صحیح البخاری: ۳۰۴۔

۲۹- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُرِيْتُ النَّارَ، فَإِذَا أَكْثَرُ أَهْلِهَا النِّسَاءُ، يَكْفُرْنَ قِيْلَ أَيَكْفُرْنَ بِاللّٰهِ؟ قَالَ يَكْفُرْنَ الْعَشِيْرَ، وَيَكْفُرْنَ الْإِحْسَانَ، لَوْ أَحْسَنْتَ إِلٰى إِحْدَاهُنَّ الدَّهْرَ، ثُمَّ رَأَتْ مِنْكَ شَيْئًا قَالَتْ مَا رَأَيْتُ مِنْكَ خَيْرًا قَطُّ.

(صحیح مسلم: ۸۸۴' سنن ابوداؤد: ۱۱۸۹' سنن نسائی: ۱۴۹۲)

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں عبد اللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از مالک از زید بن اسلم از عطاء بن یسار از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے دوزخ دکھائی گئی' پس اس میں زیادہ عورتیں تھیں' وہ ناشکری کرتی ہیں' کہا گیا: کیا اللہ کی ناشکری کرتی ہیں؟ آپ نے فرمایا: وہ خاوند کی ناشکری کرتی ہیں' احسان کا انکار کرتی ہیں' اگر تم ان میں سے کسی کے ساتھ ساری عمر احسان کرو' پھر وہ تم سے تھوڑی سی کمی دیکھ لے تو کہے گی: میں نے تو تم سے کبھی اچھائی نہیں دیکھی۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) عبد اللہ بن مسلمہ القعنبی المدنی (۲) امام مالک بن انس' ان دونوں کا تعارف ہو چکا ہے (۳) ابواسامہ زید بن اسلم القرشی العدوی' یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے آزاد شدہ غلام تھے' یہ حضرت عبد اللہ بن عمر' حضرت جابر' حضرت انس' حضرت سلمہ بن اکوع' حضرت عطاء بن یسار رضی اللہ عنہم سے احادیث روایت کرتے ہیں' اور ان سے امام مالک' الزہری' معمر' ایوب اور یحییٰ وغیرہم روایت کرتے ہیں'

ابن سعد نے کہا: یہ ثقہ اور کثیر الحدیث ہیں' ۱۳۳ھ میں فوت ہو گئے' ائمہ ستہ ان سے روایت کرتے ہیں (۴) عطاء بن یسار المدنی الھلالی' یہ حضرت ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا کے آزاد شدہ غلام تھے' انہوں نے حضرت ابی بن کعب' حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم اور دیگر سے سماع کیا ہے' اور ان سے عمرو بن دینار اور زید بن اسلم وغیرہما نے سماع کیا ہے' ابن سعد' یحییٰ بن معین اور ابوزرعہ نے کہا: یہ ثقہ ہیں' یہ ۱۰۳ھ یا ۱۰۴ھ میں فوت ہو گئے (۵) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' ان کا تعارف ہو چکا ہے۔

(عمدۃ القاری ج۱ص۳۲۱)

خاوند کا بیوی پر عظیم حق اور حدیث کے دیگر فوائد

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ نعمتوں اور حقوق کی ناشکری حرام ہے کیونکہ دوزخ میں دخول' حرام کے ارتکاب سے ہوتا ہے' آپ نے خاوند کی ناشکری اور اس کے احسان کے انکار پر دوزخ کے عذاب سے ڈرایا ہے' یہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ یہ گناہ کبیرہ ہیں' اس سے معلوم ہوا کہ منعم اور محسن کا شکر ادا کرنا واجب ہے اور اس میں یہ دلیل بھی ہے کہ خاوند کا بیوی پر بہت عظیم حق ہے' جیسا کہ اس حدیث میں ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر میں کسی کو کسی کے لیے سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے۔ (سنن ابن ماجہ: ۱۸۵۲' المستدرک ج ۴ص ۱۸۲' مجمع الزوائد ج ۴ص ۳۱۰' شرح السنۃ ج ۵ص ۵۸' الترغیب والترہیب ج ۳ص ۵۶' کنز العمال: ۴۴۷۷۰)

اسی وجہ سے تمام گناہوں میں سے خاوند کی ناشکری کا خصوصیت کے ساتھ ذکر فرمایا ہے اور خاوند کا جو بیوی پر حق ہے' اس کو بندوں پر اللہ کے حق کے ساتھ ذکر کیا ہے اور اس حدیث کے فوائد میں سے یہ ہے کہ رئیس کو چاہیے کہ وہ اپنے ماتحت لوگوں کو وعظ کیا کرے اور نیکی پر ابھارا کرے اور تلامذہ کو چاہیے کہ اگر ان کی سمجھ میں استاذ کی کوئی بات نہ آئے تو اس سے وضاحت طلب کر لیا کریں' نیز اس حدیث میں ناشکری پر کفر کا اطلاق ہے' نیز اس سے معلوم ہوا کہ گناہوں سے کوئی شخص ایمان سے نکلتا ہے نہ کفر میں داخل ہوتا ہے۔

۲۲- بَابُ الْمَعَاصِي مِنْ اَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ ' وَلَا يُكَفَّرُ صَاحِبُهَا بِارْتِكَابِهَا اِلَّا بِالشِّرْكِ

معاصی امر جاہلیت سے ہیں اور کسی شخص کی تکفیر صرف شرک کے ارتکاب کی وجہ سے کی جائے گی

لِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّكَ امْرُؤٌ فِيْكَ جَاهِلِيَّةٌ ' وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ﴾ (النساء: ۱۱۶۔ ۴۸).

کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: تم ایسے شخص ہو کہ تم میں جاہلیت کی خصلت ہے' اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "بے شک اللہ اس کو نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور جو اس سے کم گناہ ہو اس کو جس کے لیے چاہے بخش دیتا ہے" (النساء: ۱۱۶۔ ۴۸)۔

ان دونوں بابوں میں مناسبت یہ ہے کہ پہلے باب میں خاوند کے کفر کا بیان تھا اور اس باب میں اللہ کے کفر کا بیان ہے۔

۳۰- **حَدَّثَنَا** سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ' عَنْ وَاصِلٍ الْاَحْدَبِ' عَنِ الْمَعْرُوْرِ قَالَ لَقِيْتُ اَبَا ذَرٍّ بِالرَّبَذَةِ ' وَعَلَيْهِ حُلَّةٌ ' وَعَلٰى غُلَامِهٖ حُلَّةٌ ' فَسَاَلْتُهٗ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ اِنِّيْ سَابَبْتُ رَجُلًا فَعَيَّرْتُهٗ بِاُمِّهٖ' فَقَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از واصل الاحدب از المعرور' انہوں نے کہا: میری حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے ربذہ میں ملاقات ہوئی' ان پر بھی حلّہ تھا اور ان کے غلام

لِیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَا اَبَا ذَرٍّ اَعَیَّرْتَهٗ بِاُمِّهٖ؟ اِنَّكَ امْرُؤٌ فِیْكَ جَاهِلِیَّةٌ، اِخْوَانُكُمْ خَوَلُكُمْ جَعَلَهُمُ اللّٰهُ تَحْتَ اَیْدِیْكُمْ، فَمَنْ كَانَ اَخُوْهُ تَحْتَ یَدِهٖ فَلْیُطْعِمْهُ مِمَّا یَاْكُلُ، وَلْیُلْبِسْهُ مِمَّا یَلْبَسُ، وَلَا تُكَلِّفُوْهُمْ مَا یَغْلِبُهُمْ، فَاِنْ كَلَّفْتُمُوْهُمْ فَاَعِیْنُوْهُمْ.

[اطراف الحدیث:۶۰۵۰-۲۵۴۵]

(صحیح مسلم:۱۶۶۱' مسند البزار: ۳۹۹۶' الادب المفرد:۱۸۹' مسند ابوعوانہ:۱۷/۶۱' مسند احمد ج ۵ ص۱۶۱ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۱۴۳۲-ج ۳۵ ص ۱۴۱' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

پر بھی حلّہ تھا' میں نے ان سے اس کا سبب پوچھا' انہوں نے کہا: میں نے ایک شخص کو بُرا کہا تھا' میں نے اس کو اس کی ماں سے عار دلایا' تو مجھ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوذر! کیا تم نے اس کو اس کی ماں سے عار دلایا ہے؟ تم ایسے شخص ہو کہ تم میں جاہلیت کی خصلت ہے' تمہارے خدام تمہارے بھائی ہیں' اللہ نے ان کو تمہارا ماتحت بنا دیا ہے' پس جس شخص کا بھائی اس کا ماتحت ہو تو اس کو وہ کھلائے جو وہ خود کھاتا ہے اور اس کو وہ پہنائے جو وہ خود پہنتا ہے اور ان کو اس کام کا مکلف نہ کرو' جو ان پر دشوار ہو اور اگر تم ان کو ایسے کام کا مکلف کرو' جو ان پر دشوار ہو تو ان کی مدد کرو۔

معاصی' جاہلیت اور شرک کے معانی اور اس باب کی باب سابق سے مناسبت

اس باب کا عنوان معاصی ہے اور یہ معصیت کی جمع ہے' لغت میں اس کا معنی ہے: نافرمانی' اور شرع میں اس کا معنی ہے: واجب کے ترک سے یا مکروہ کے ارتکاب سے شارع کی مخالفت کرنا اور یہ کبائر اور صغائر سے عام ہے' اور اس عنوان میں جاہلیت کا ذکر ہے' اس کا معنی ہے: اسلام سے پہلے فترت کا زمانہ' اور اس باب میں شرک کا ذکر ہے' شرک کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو واجب یا قدیم ماننا' یا اس کی کسی صفت کو مستقل بالذات ماننا یا اس کو عبادت کا مستحق سمجھنا۔ اہل سنت کے نزدیک کوئی شخص معصیت کے ارتکاب سے ایمان سے خارج نہیں ہوتا اور معتزلہ کے نزدیک ایمان سے خارج ہو جاتا ہے لیکن کفر میں داخل نہیں ہوتا اور خوارج کے نزدیک وہ کفر میں داخل ہو جاتا ہے' امام بخاری کا اس باب سے مقصد خوارج اور معتزلہ کا رد کرنا ہے' اس باب میں اور باب سابق میں یہ مناسبت ہے کہ سابق باب میں خاوند کی نافرمانی کا ذکر تھا اور وہ بھی معصیت ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف اور خصوصاً حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا تذکرہ

(۱) ابوایوب سلیمان بن حرب الازدی البصری (۲) شعبہ بن الحجاج' ان دونوں کا تعارف ہو چکا ہے (۳) واصل بن حیان الاسدی الکوفی' یہ کبڑے تھے' یحییٰ بن معین نے کہا: یہ ثقہ ہیں' ابوحاتم نے کہا: بہت سچے اور حدیث کی صلاحیت رکھنے والے ہیں' یہ ۱۲۷ھ میں فوت ہو گئے تھے' ائمہ ستہ نے ان سے احادیث روایت کی ہیں (۴) المعرور بن سوید ابوامیہ الاسدی الکوفی' انہوں نے حضرت عمر بن الخطاب' حضرت ابن مسعود' حضرت ابوذر سے احادیث کا سماع کیا ہے' اور ان سے واصل اور اعمش وغیرہ نے سماع کیا ہے' اعمش نے کہا: میں نے ان کو ۱۲۰ سال کی عمر میں دیکھا' ان کے سر اور ڈاڑھی کے بال کالے تھے' یحییٰ بن معین اور ابوحاتم نے کہا: یہ ثقہ ہیں' ائمہ ستہ نے ان سے احادیث روایت کی ہیں (۵) حضرت ابوذر' ان کا نام جندب بن جنادہ الغفاری ہے' یہ اسلام لانے والوں میں چوتھے یا پانچویں تھے' یہ مکہ میں آ کر مسلمان ہوئے' پھر اپنی قوم کے شہروں میں چلے گئے اور وہیں رہے' حتیٰ کہ بدر' اُحد اور خندق کے معرکے گزر گئے' پھر مدینہ آ گئے' پھر تاحیات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے' ان کے مناقب بہت ہیں اور ان کا زہد مشہور ہے' ان کا مذہب یہ تھا کہ انسان کے اوپر اس کی ضرورت سے زائد مال کو جمع کرنا حرام ہے' انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ۲۸۱ احادیث روایت کی ہیں' امام بخاری ان سے دو حدیثوں کے ساتھ منفرد ہیں اور امام مسلم ۱۷ احادیث کے ساتھ منفرد ہیں' ان سے بہت صحابہ نے احادیث روایت کی ہیں' ان میں حضرت ابن عباس اور حضرت انس بھی ہیں اور بہ کثرت تابعین ہیں' یہ ربذہ میں ۳۲ھ میں فوت

ہو گئے' حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ (عمدۃ القاری ج ۱ ص ۲۲۵-۲۲۴)

لغوی معانی اور بعض شرعی احکام

اس حدیث میں ربذہ کا ذکر ہے' یہ مدینہ سے تین مرحلہ دور ایک جگہ ہے' فید اور مکہ کی راہ پر ذات عرق کے قریب ایک گاؤں ہے' حضرت ابوذر غفاری اسی جگہ مدفون ہیں' اور اس حدیث میں حلہ کا ذکر ہے' ایک قسم کی دو چادروں کو حلہ کہتے ہیں۔ اس حدیث میں ذکر ہے کہ انہوں نے ایک شخص کو برا کہا تھا اور اس کو اس کی ماں کے ساتھ عار دلایا تھا یعنی اس کی ماں کو عیب لگایا تھا' وہ شخص حضرت بلال تھے اور حضرت ابوذر نے ان کو کہا تھا: اے حبشیہ کے بیٹے!

اس حدیث میں نوکروں اور خادموں کو بُرا کہنے سے منع فرمایا ہے اور کسی کے ماں باپ کو عیب لگانے سے بھی منع فرمایا ہے اور اس سے معلوم ہوا کہ اپنے باپ دادا پر فخر کرنا بھی ممنوع ہے' اور نوکروں اور خدام کو وہ کھانا کھلائیں' جو خود کھاتے ہوں اور وہ لباس پہنائیں جو خود پہنتے ہوں اور ان کو اپنا بھائی کہیں اور ان سے سخت مشکل کام نہ کرائیں۔

اسلام میں غلامی کا چلن ختم ہونے کی تفصیل

چونکہ اس حدیث میں غلام کا ذکر آ گیا ہے' اس لیے ہم غلام اور باندیوں کی مختصر وضاحت کر رہے ہیں۔

ظہور اسلام سے قبل پوری دنیا میں یہ رواج تھا کہ جب دو فریقوں میں جنگ ہوتی تو جس فریق کو جنگ میں شکست ہوتی تو میدانِ جنگ میں مخالف فریق کے جو مرد اور عورتیں گرفتار ہوتیں تو ان مردوں کو غلام بنا لیا جاتا اور عورتوں کو باندیاں بنا لیا جاتا' چنانچہ ابتداء میں اسلام میں بھی اس طریقہ پر عمل ہوتا رہا' پھر جنگی قیدیوں کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی:

فَاِذَا لَقِیْتُمُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِ حَتّٰی اِذَآ اَثْخَنْتُمُوْهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ فَاِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَاِمَّا فِدَآءً حَتّٰی تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا ذٰلِكَ. (محمد: ۴)

جب تمہارا کافروں سے مقابلہ ہو تو ان کی گردنیں مارنا ہے' حتیٰ کہ جب تم ان کا اچھی طرح خون بہا چکو تو قیدیوں کو مضبوط باندھ لو' پھر ان پر خود احسان کر کے انہیں چھوڑ دو یا ان سے فدیہ لے کر انہیں چھوڑ دو حتیٰ کہ لڑائی اپنے ہتھیار رکھ دے۔

اس سلسلہ میں تحقیق یہ ہے کہ اگر کسی کافر ملک نے مسلمان قیدیوں کو غلام بنایا ہو تو مسلمانوں کے لیے بھی جائز ہے کہ وہ بھی کافر قیدیوں کو غلام بنا لیں اور اگر انہوں نے مسلمان قیدیوں کو غلام نہ بنایا ہو بلکہ قید کر لیا ہو اور وہ ان کی رہائی کے عوض اپنے قیدیوں کی رہائی کا مطالبہ کریں تو ہمیں تبادلہ میں جنگی قیدی چھوڑ دینا چاہیے اور جن کو غلام بنایا جا چکا ہے' ان کے ساتھ اسلام نے حسن سلوک کرنے کی بہت تاکید کی ہے' جیسا کہ اس حدیث میں بھی ہے' پھر ان کو آزاد کرنے کی بہت صورتیں رکھی ہیں کہ قتل خطاء کے کفارہ میں غلام کو آزاد کر دیا جائے' قسم توڑنے کے کفارہ میں غلام آزاد کر دیا جائے' کفارہ ظہار میں غلام آزاد کر دیا جائے' روزہ توڑنے کے کفارہ میں غلام آزاد کر دیا جائے' نیز غلام کو آزاد کرنے میں بہت اجر و ثواب رکھا ہے' حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے کسی مسلمان غلام کو آزاد کیا' اللہ تعالیٰ اس غلام کے ہر عضو کے بدلہ میں آزاد کرنے والے کے ہر عضو کو دوزخ کی آگ سے آزاد کر دے گا۔

(صحیح البخاری: ۶۷۱۵' صحیح مسلم: ۱۵۰۹' سنن ترمذی: ۱۵۴۱' السنن الکبریٰ للنسائی: ۴۸۷۵)

اسلام کے ان احکام کی وجہ سے اب مسلم دنیا میں غلامی کا رواج ختم ہو چکا ہے۔ شرح صحیح مسلم ج ۴ ص ۵۴-۴۷ میں ہم نے اس مسئلہ پر بہت زیادہ تحقیق کی ہے۔

۰۰۰- بَابٌ ﴿وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوْا فَأَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا﴾ (الحجرات:۹) فَسَمَّاهُمُ الْمُؤْمِنِينَ

''اگر مؤمنین کی دو جماعتیں آپس میں جنگ کریں تو تم ان کے درمیان صلح کراؤ'' (الحجرات:۹) اللہ تعالیٰ نے ان دونوں جماعتوں کو مومن فرمایا

اس باب سے امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل قتال کو مؤمنین فرمایا ہے' حالانکہ اہل قتال مرتکب کبیرہ ہیں' اس سے معلوم ہوا کہ گناہ کبیرہ کے ارتکاب سے انسان ایمان سے خارج نہیں ہوتا۔

ان دونوں بابوں میں مناسبت یہ ہے کہ پہلے باب میں اللہ کے ساتھ کفر کا بیان تھا اور اس باب میں اللہ کی معصیت کا ذکر ہے۔

۳۱- حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْمُبَارَكِ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ حَدَّثَنَا أَيُّوْبُ وَ يُوْنُسُ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنِ الْأَحْنَفِ بْنِ قَيْسٍ قَالَ ذَهَبْتُ لِأَنْصُرَ هٰذَا الرَّجُلَ فَلَقِيَنِيْ أَبُوْ بَكْرَةَ، فَقَالَ أَيْنَ تُرِيْدُ؟ قُلْتُ أَنْصُرُ هٰذَا الرَّجُلَ، قَالَ ارْجِعْ، فَإِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ إِذَا الْتَقَى الْمُسْلِمَانِ بِسَيْفَيْهِمَا فَالْقَاتِلُ وَ الْمَقْتُوْلُ فِي النَّارِ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هٰذَا الْقَاتِلُ، فَمَا بَالُ الْمَقْتُوْلِ؟ قَالَ إِنَّهُ كَانَ حَرِيْصًا عَلٰى قَتْلِ صَاحِبِهِ.

[اطراف الحدیث:۶۸۷۵-۷۰۸۳]

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ عبد الرحمان بن المبارک نے ہمیں حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ایوب اور یونس نے از حسن از الاحنف بن قیس حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں اس شخص (حضرت علی رضی اللہ) کی مدد کے لیے گیا تو مجھے حضرت ابوبکرہ رضی اللہ ملے' پس مجھ سے پوچھا: تمہارا کہاں کا ارادہ ہے؟ میں نے کہا: میں اس شخص کی مدد کروں گا' انہوں نے کہا: واپس جاؤ' کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جب دو مسلمان اپنی تلواروں سے لڑتے ہیں تو قاتل اور مقتول دونوں دوزخ میں ہوں گے' پس میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہ تو قاتل ہے' پس مقتول (کے دوزخی ہونے) کا کیا سبب ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ بھی تو اپنے ساتھی کے قتل پر حریص تھا۔

(صحیح مسلم:۲۸۸۸' سنن ابوداؤد:۴۲۶۹' سنن نسائی:۴۱۳۴' سنن بیہقی ج۸ص۱۹۰' شرح السنۃ: ۲۵۴۹' الاحاد والمثانی:۱۵۶۴' صحیح ابن حبان:۵۹۴۵' حلیۃ الاولیاء ج۶ص ۲۶۲' مسند احمد ج۵ص ۴۳ طبع قدیم' مسند احمد:۲۰۴۳۹-ج ۳۴ص۸۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف' خصوصاً مشہور تابعی حسن بصری اور حضرت ابوبکرہ رضی اللہ کا تذکرہ

(۱) عبد الرحمان بن المبارک بن عبد اللہ العیشی' یہ وہب بن خالد اور حماد بن زید وغیرہما سے روایت کرتے ہیں' اور ان سے امام بخاری' ابوزرعہ' امام ابوداؤد اور ابوحاتم روایت کرتے ہیں' انہوں نے کہا: یہ بہت سچے ہیں' یہ ۲۲۹ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) حماد بن زید درہم البصری' انہوں نے ثابت بنانی' ابن سیرین اور کثیر سے سماع کیا اور ان سے ابن المبارک اور یحییٰ القطان روایت کرتے ہیں' عبد الرحمان بن مہدی نے کہا: اپنے زمانہ میں چار شخص امام تھے' سفیان ثوری کوفہ میں' مالک حجاز میں' اوزاعی شام میں اور حماد بن زید بصرہ میں' یہ ۸۱ سال کی عمر میں ۱۷۹ھ میں فوت ہو گئے تھے' ان سے ائمہ ستہ نے روایت کی ہے (۳) ایوب السختیانی' ان کا تعارف ہو چکا ہے (۴) یونس بن عبید بن دینار البصری' انہوں نے حضرت انس بن مالک' الحسن البصری اور محمد بن سیرین کی زیارت کی ہے' اور ان سے سفیان ثوری اور حماد نے روایت کی ہے' امام احمد اور یحییٰ نے کہا: یہ ثقہ ہیں' ان سے ائمہ ستہ نے روایت کی ہے' یہ ۱۳۹ھ میں فوت ہو گئے تھے (۵) ابوسعید الحسن بن الحسن الانصاری البصری' ان کی ماں کا نام الخیرہ تھا' یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ کی

باندی تھیں' یہ اس وقت پیدا ہوئے' جب حضرت عمر رضی اللہ کی خلافت کے دو سال رہ گئے تھے' ان کی ماں کبھی کہیں چلی جاتیں اور یہ ان کے پیچھے روتے تھے تو حضرت ام المؤمنین ام سلمہ ان کو بہلانے کے لیے اپنا پستان ان کے منہ میں دے دیتی تھیں' حتیٰ کہ ان کی ماں آ جاتیں لیکن حسن بصری حضرت ام المؤمنین کا دودھ پیتے رہتے تھے' ان میں جو فصاحت اور برکت تھی' وہ ان ہی کی برکت سے تھی' حسن بصری نے وادی القریٰ میں پرورش پائی' الحسن نے کہا: ہم خراسان کے جہاد میں گئے اور ہمارے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تین سو صحابہ تھے' انہوں نے حضرت ابن عمر' حضرت انس' حضرت سمرہ اور قیس بن عاصم صحابہ رضی اللہ عنہم سے احادیث کا سماع کیا ہے۔ الفضیل بن عیاض نے ہشام بن حسان سے پوچھا: الحسن نے کتنے صحابہ کو پایا؟ انہوں نے کہا: ۱۳۰ صحابہ کو' ابن سیرین نے کہا: تیس صحابہ کو' حسن کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سماع صحیح نہیں ہے' ابن معین نے کہا: حسن نے حضرت ابوبکرہ سے سماع کیا ہے نہ حضرت جابر بن عبد اللہ سے نہ حضرت ابو ہریرہ سے' ابوزرعہ سے سوال کیا گیا: کیا حسن نے بدری صحابہ میں سے کسی سے ملاقات کی ہے؟ انہوں نے کہا: انہوں نے ان میں سے بعض کو دیکھا ہے' حضرت عثمان اور حضرت علی کو دیکھا ہے' انہوں نے کہا: حسن نے حضرت علی کو مدینہ میں دیکھا ہے' پھر حضرت علی کوفہ اور بصرہ چلے گئے اور اس کے بعد حسن نے ان سے ملاقات نہیں کی' ابوزرعہ نے کہا: حسن نے حضرت ابو ہریرہ سے سماع کیا نہ ان کو دیکھا' اور جس نے حسن کی ابو ہریرہ سے روایت بیان کی' اس نے خطاء کی اور نہ انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سماع کیا اور انہوں نے حضرت ابن عمر سے ایک حدیث سنی ہے' ابورجاء کہتے ہیں: میں نے حسن سے پوچھا: آپ مدینہ سے کب آئے؟ انہوں نے کہا: جنگ صفین میں' میں نے پوچھا: آپ بالغ کب ہوئے؟ انہوں نے کہا: جنگ صفین میں' ابن سعد نے کہا: حسن' جامع عالم' فقیہ' ثقہ' امین' عابد اور فصیح وجمیل تھے' خصوصاً جب وہ مکہ آتے تو لوگ ان کو تعظیم سے بٹھاتے اور لوگ ان کے گرد جمع ہو جاتے' جن میں طاؤس' عطاء' مجاہد اور عمرو بن شعیب تھے' پھر وہ ان کے سامنے احادیث بیان کرتے' پھر ان میں سے بعض کہتے: ہم نے ان کی مثل کسی کو نہیں دیکھا' ۱۱۶ھ میں ان کی وفات ہوئی' ائمہ ستہ نے ان سے احادیث روایت کی ہیں (۶) الاحنف بن قیس' انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا اور آپ کے عہد میں اسلام لائے' لیکن آپ کی زیارت نہیں کی' یہ حضرت عمر کے پاس گئے تھے' حسن اور ابن سیرین ان کے لشکر میں تھے' انہوں نے حضرت عمر' حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہم سے احادیث سنی ہیں اور ان سے حسن نے سنی ہیں' یہ کوفہ میں ۶۷ھ میں حضرت عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما کی خلافت میں فوت ہو گئے تھے (۷) حضرت ابوبکرہ نفیع بن الحارث رضی اللہ عنہ ہیں' یہ ان لوگوں میں سے ہیں جو جنگ طائف میں طائف کے قلعہ سے نکل کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس (بکرۃ) چرخی میں آ گئے تھے' اس وجہ سے ان کی کنیت ابوبکرہ ہو گئی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو آزاد کر دیا' ان کا شمار آپ کے آزاد کردہ غلاموں میں ہوتا ہے' یہ فضلاء صحابہ اور صالحین میں سے ہیں' عبادت میں بہت کوشش کرتے تھے' ۵۲ھ میں بصرہ میں فوت ہو گئے' انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ۱۳۲ احادیث روایت کی ہیں' ان میں سے آٹھ احادیث پر امام بخاری اور امام مسلم متفق ہیں اور پانچ احادیث کے ساتھ امام بخاری منفرد ہیں اور امام مسلم نے ایک حدیث روایت کی ہے' اور ائمہ ستہ نے ان سے احادیث روایت کی ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۱ ص ۳۳۴۔۳۳۲)

حدیث مذکور پر اعتراضات کے جوابات

اس حدیث پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ بعض صحابہ نے اپنے اجتہاد سے قتال کیا' ان میں قاتل اور مقتول تھے اور وہ جنت میں ہوں گے' جیسے جنگ جمل اور جنگ صفین میں شہید ہونے والے صحابہ' حالانکہ اس حدیث میں مطلقاً فرمایا ہے کہ جب دو مسلمان لڑیں تو قاتل اور مقتول دونوں دوزخ میں ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث ان مسلمانوں کے متعلق ہے' جن کی جنگ کسی اجتہاد پر مبنی نہ ہو محض ہوائے نفس کی بناء پر ہو اور دونوں فریقوں کا موقف شر اور باطل ہو۔ دوسرا اعتراض یہ ہے کہ جب حضرت علی کی حضرت معاویہ

سے جنگ اجتہاد پر مبنی تھی تو حضرت ابوبکرہ نے حضرت علی کی مدد کے لیے جانے سے کیوں منع کیا تھا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابوبکرہ کا یہ منع کرنا بھی اجتہاد پر مبنی تھا' تیسرا اعتراض یہ ہے کہ اس حدیث میں ہے کہ قاتل اور مقتول دونوں دوزخ میں ہیں' اس سے معتزلہ کی تائید ہوتی ہے کہ قاتل اور مرتکب کبیرہ کو دوزخ میں ڈالنا واجب ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس کا محمل یہ ہے کہ قاتل اور مقتول دونوں دوزخ کے عذاب کے مستحق ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ان میں سے جس کو چاہے گا' معاف فرما دے گا' چوتھا اعتراض یہ ہے کہ اس حدیث میں آپ نے مقتول کے دوزخی ہونے کی یہ وجہ بیان فرمائی کہ وہ بھی اپنے ساتھی کے قتل پر حریص تھا' حالانکہ اس کے قتل پر حرص تو گناہ کبیرہ نہیں ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حرام کام کی حرص اور اس کا ارادہ بھی گناہ کبیرہ ہے' اگرچہ یہ ارتکاب حرام سے کم درجہ کا ہے' جب کہ وہ مقتول بھی قاتل پر تلوار سے حملہ کر رہا تھا اور یہ بہرحال گناہ کبیرہ ہے' پانچواں اعتراض یہ ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے دونوں کو مومن فرمایا ہے اور حدیث میں آپ نے دونوں کو مسلم فرمایا ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں یہ تنبیہ ہے کہ مسلم اور مومن واحد ہیں۔

شرح صحیح مسلم میں حدیث مذکور کی شرح

یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۷۱۲۴۔ ج ۷ ص ۷۹۶۔ ۷۸۸ میں بھی مذکور ہے اور وہاں اس کے حسب ذیل عنوانات ہیں:

(۱) صحابہ کرام کی باہمی جنگوں کے متعلق اہل سنت کا موقف (۲) ایام فتنہ میں قتال کرنے کا شرعی حکم (۳) حضرت معاویہ پر علامہ عینی کے اعتراض کا جواب (۴) حضرت معاویہ کے فضائل۔

۲۳- بَابٌ ظُلْمٌ دُوْنَ ظُلْمٍ ایک ظلم کا دوسرے ظلم سے کم ہونا

ظلم کا معنی ہے: دوسرے کی ملکیت میں تصرف کرنا یا کسی چیز کو اس کی جگہ میں نہ رکھنا' سابق باب میں یہ بتایا تھا کہ دو مسلمانوں کا ناحق لڑنا دوزخ میں دخول کا سبب ہے اور ظاہر ہے کہ یہ ظلم ہے اور اس باب میں یہ بتایا ہے کہ ظلم کی کئی انواع اور اقسام ہیں۔

۳۲- حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ (ح) قَالَ وَحَدَّثَنِيْ بِشْرٌ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ سُلَيْمَانَ، عَنْ اِبْرَاهِيْمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ ﴿اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ﴾ (الانعام:۸۲)' قَالَ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّنَا لَمْ يَظْلِمْ نَفْسَهُ؟ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ ﴿اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ﴾ (لقمان:۱۳).

[اطراف الحدیث: ۳۳۶۰۔ ۳۴۲۸۔ ۳۴۲۹۔ ۴۶۲۹۔ ۴۷۷۶۔ ۶۹۱۸۔ ۶۹۳۷]

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی (ح) امام بخاری نے روایت کیا' اور مجھے بشر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی از شعبہ از سلیمان از ابراہیم از علقمہ از عبد اللہ' انہوں نے کہا: جب یہ آیت نازل ہوئی: "جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان کو ظلم کے ساتھ نہیں ملایا" (الانعام:۸۲) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے کہا: ہم میں سے کون اپنے آپ پر ظلم نہیں کرتا؟ تب اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی: "بے شک شرک کرنا بہت بڑا ظلم ہے O" (لقمان:۱۳)۔

(صحیح مسلم: ۱۲۴' سنن ترمذی: ۳۰۶۷' مسند ابوعوانہ ج ۱ ص ۷۴۔ ۷۳' سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۱۸۵' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۲۷۰' السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۱۱۶۵' مسند ابویعلیٰ: ۵۱۵۹' صحیح ابن حبان: ۲۵۳)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف اور مشہور تابعی علقمہ کا تعارف

اس حدیث کو امام بخاری نے دو سندوں سے روایت کیا ہے اور ان میں کل رجال آٹھ ہیں:

(۱) ابوالولید ہشام بن عبدالملک البصری (۲) شعبہ بن الحجاج' ان دونوں کا تعارف ہو چکا ہے (۳) بشر بن خالد العسکری' ان سے امام بخاری' امام مسلم' امام ابوداؤد اور امام نسائی نے احادیث روایت کی ہیں اور ان کو ثقہ کہا ہے' ۲۵۳ھ میں ان کی وفات ہوئی (۴) محمد بن جعفر الھذلی' انہوں نے سفیان ثوری اور شعبہ سے سماع کیا ہے اور ان کی مجلس میں تقریباً بیس سال رہے اور ان سے امام احمد اور علی بن مدینی اور بندار وغیرہ نے سماع کیا ہے' ابوحاتم نے کہا: یہ صدوق ہیں اور شعبہ سے روایت میں ثقہ ہیں' یہ ۱۹۳ھ میں فوت ہو گئے (۵) سلیمان بن مہران الاسدی الکاہلی' امام بخاری نے کہا: یہ ۶۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۴۸ھ میں فوت ہوئے' انہوں نے حضرت انس بن مالک اور حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی کو دیکھا ہے' لیکن ان سے ان کا سماع ثابت نہیں ہے' انہوں نے ابووائل' معرور اور مجاہد وغیرہ سے سماع کیا ہے' اور ان سے ابراہیم تیمی' ثوری اور شعبہ نے سماع کیا ہے (۶) ابراہیم بن یزید بن قیس الکوفی' یہ اہل کوفہ کے فقیہ تھے' حضرت عائشہ کی خدمت میں گئے تھے' لیکن ان سے ان کا سماع ثابت نہیں ہے' العجلی نے کہا: انہوں نے متعدد صحابہ کو پایا لیکن کسی سے ان کا سماع ثابت نہیں ہے' یہ ثقہ تھے اور اپنے زمانہ کے مفتی تھے' انہوں نے علقمہ' الاسود بن زید خالد' مسروق اور بہت سے مشائخ سے سماع کیا ہے اور ان سے شعبی' منصور اور الاعمش وغیرہ نے سماع کیا ہے' الاعمش نے کہا: ابراہیم حدیث میں صراف تھے' جن دنوں میں فوت ہوئے' ان دنوں یہ حجاج سے چھپے ہوئے تھے' ان کے جنازہ میں صرف سات نفوس تھے' ۵۸ سال کی عمر میں ۹۶ھ میں وفات پائی (۷) علقمہ بن قیس بن عبد اللہ بن علقمہ الکوفی' یہ الاسود اور عبد الرحمان بن یزید کے چچا تھے' انہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے احادیث روایت کی ہیں اور حضرت عمر' حضرت عثمان' حضرت علی' حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہم سے احادیث روایت کی ہیں' اور بھی متعدد صحابہ سے اور ان سے ابووائل' ابراہیم نخعی اور محمد بن سیرین وغیرہ نے احادیث روایت کی ہیں' ان کی جلالت اور توثیق پر سب کا اتفاق ہے' ابراہیم نخعی نے کہا: علقمہ حضرت ابن مسعود کے مشابہ تھے' یہ ۶۲ھ یا ۷۰ھ میں فوت ہو گئے' امام ابن ماجہ کے سوا باقی ائمہ ستہ نے ان سے احادیث روایت کی ہیں (۸) حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں' ان کا ذکر کتاب الایمان کے شروع میں ہو چکا ہے' صحابہ میں عبد اللہ بن مسعود نام کے تین شخص ہیں' ایک یہ ہیں' دوسرے ابوعمرو الثقفی ہیں' تیسرے غفاری ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۱ ص ۳۳۹۔۳۳۷)

الانعام: ۸۲ میں ظلم سے مراد شرک ہے یا عام معصیت؟ ہر تقدیر پر دلائل اور اعتراضات کے جوابات

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ''جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان کو ظلم کے ساتھ نہیں ملایا''۔ (الانعام: ۸۲) صحابہ نے اس آیت میں ظلم کو اس کی تمام انواع پر محمول کیا' اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ اس سے مراد ظلم کی خاص قسم ہے اور وہ شرک ہے' حضرت ابی بن کعب اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما نے اس آیت کی یہی تفسیر کی ہے۔ اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ نفی اس چیز کی کی جاتی ہے' جس کا ثبوت ممکن ہو اور ایمان کے ساتھ تو شرک کی آمیزش ہو ہی نہیں سکتی' پھر اس کی نفی کا کیا فائدہ ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ شرک کی دو قسمیں ہیں: شرک جلی اور شرک خفی' شرک جلی کی تو ایمان کے ساتھ آمیزش نہیں ہو سکتی' لیکن شرک خفی کی ایمان کے ساتھ آمیزش ہو سکتی ہے کیونکہ شرک خفی کا معنی ہے: ریاکاری اور دکھاوے کے لیے عمل کرنا' اور اگر اس آیت کو ظلم کے عام معنی پر محمول کیا جائے اور وہ معصیت ہے تو پھر اس آیت کا مصداق وہ لوگ ہوں گے' جنہوں نے ایمان لانے کے بعد کسی قسم کی کوئی معصیت نہ کی ہو یا پھر اس سے مراد حضرات انبیاء علیہم السلام ہیں' جنہوں نے کسی قسم کی کوئی معصیت نہیں کی۔

اس پر پھر یہ اعتراض ہوگا کہ یہ پوری آیت اس طرح ہے: ''جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان کو ظلم (کسی معصیت) کے ساتھ نہیں ملایا' ان ہی کے لیے امن اور سلامتی ہے اور وہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں'' (الانعام: ۸۲) پھر اس سے یہ لازم

آئے گا کہ انبیاء علیہم السلام کے علاوہ کسی کے لیے امن اور سلامتی نہ ہو اور ان کے سوا کوئی ہدایت یافتہ نہ ہو' اس کا جواب یہ ہے کہ امن سے مراد ہے: کامل امن اور ہدایت سے مراد ہے: کامل ہدایت اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ کامل امن اور کامل سلامتی انبیاء علیہم السلام ہی کو حاصل ہے۔

اور اگر اس آیت میں ظلم سے مراد شرک ہو تو اس کا معنی یہ ہوگا کہ جس نے ایمان لانے کے بعد شرک نہ کیا ہو' خواہ کوئی اور معصیت کی ہو تو اس کو امن اور اسلامتی حاصل ہوگی' اس پر یہ اعتراض ہے کہ بعض فساق اور معصیت کرنے والوں کو دوزخ کا عذاب ہوگا تو پھر ان کو امن اور سلامتی تو حاصل نہ ہوئی' اس کا جواب یہ ہے کہ ان کو بھی دوزخ کے دائمی عذاب سے امن اور سلامتی حاصل ہو گی اور اس میں یہ دلیل ہے کہ مرتکب کبیرہ کو دائمی عذاب نہیں ہوگا اور اس آیت میں معتزلہ اور خوارج کا رد ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اس آیت میں ظلم سے مراد شرک بھی ہو سکتا ہے اور عام معصیت کا ارادہ بھی کیا جا سکتا ہے۔ ظلم سے مراد شرک لینے پر توصیح بخاری: ۳۲ کی یہ حدیث ہے اور ظلم سے مراد عام معصیت لینے پر علامہ عینی نے ''مسند عبد بن حمید'' کی یہ حدیث نقل کی ہے: ابراہیم تیمی بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کے متعلق سوال کیا' آپ خاموش رہے' حتیٰ کہ ایک شخص آ کر مسلمان ہوا اور پھر فوراً شہید ہو گیا' آپ نے فرمایا: یہ شخص ان لوگوں میں سے ہے' جو ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان کو ظلم کے ساتھ نہیں ملایا۔ (عمدۃ القاری ج ۱ ص ۳۴۱) یعنی وہ شخص چونکہ ایمان لاتے ہی شہید ہو گیا' اس لیے وہ کسی بھی معصیت سے محفوظ رہا۔

* یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۲۳۵۔ ج ۱ ص ۵۸۶ پر درج ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی' تبیان القرآن ج ۳ ص ۵۶۹ پر الانعام: ۸۲ کی تفسیر ہے' وہاں اس آیت کا مصداق حضرت ابراہیم علیہ السلام کو قرار دیا ہے' اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث کا بھی ذکر کیا ہے' لیکن اس حدیث کی شرح جو یہاں نعمۃ الباری میں کی گئی ہے' وہ زیادہ مفصل اور مدلل ہے۔ وللہ الحمد۔

۲۴- بَابُ عَلَامَةِ الْمُنَافِقِ — منافق کی علامات

منافق وہ شخص ہے جو ایک سبب سے اسلام میں داخل ہوتا ہے اور دوسرے سبب سے نکل جاتا ہے' اس کے دل میں کفر ہوتا ہے اور زبان سے اسلام کو ظاہر کرتا ہے' علامات' علامۃ کی جمع ہے' علامت اس چیز کو کہتے ہیں' جس سے دوسری چیز پر استدلال کیا جاتا ہے' جیسے دھوئیں سے آگ پر استدلال کیا جاتا ہے' باب سابق اور اس باب میں مناسبت یہ ہے کہ باب سابق میں ظلم کی انواع کا ذکر تھا اور اس باب میں نفاق کی انواع کا ذکر ہے اور نفاق بھی ظلم کی انواع میں سے ہے۔

۳۳- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ أَبُو الرَّبِيعِ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا نَافِعُ بْنُ مَالِكِ بْنِ أَبِي عَامِرٍ أَبُو سُهَيْلٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ، وَإِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ.

[اطراف الحدیث: ۲۶۸۲-۲۷۴۹-۶۰۹۵]

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں سلیمان ابو الربیع نے حدیث بیان کی' وہ کہتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن جعفر نے حدیث بیان کی' وہ کہتے ہیں: ہمیں نافع بن مالک بن ابی عامر ابو سہیل نے حدیث بیان کی' از والد خود از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: منافق کی تین علامتیں ہیں: وہ جب بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے اور جب وعدہ کرتا ہے تو اس کے خلاف کرتا ہے اور جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو اس میں خیانت کرتا ہے۔

(صحیح مسلم: ۵۹' سنن ترمذی: ۲۶۳۱' سنن نسائی: ۵۰۳۶' السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۱۱۲۷' مسند ابو عوانہ ج ۱ ص ۲۰-۲۱' سنن بیہقی ج ۶ ص ۲۸۸' شرح السنۃ: ۳۵' مسند ابویعلیٰ: ۶۵۳۳' مسند احمد ج ۲ ص ۳۵۷ طبع قدیم' مسند احمد: ۸۶۸۵- ج ۱۴ ص ۳۱۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) سلیمان ابو الربیع بن داؤد الزہرانی العتکی' انہوں نے امام مالک سے ایک حدیث سنی ہے' اور فلیح بن سلیمان اور اسماعیل بن زکریا وغیرہ سے سماع کیا ہے' ان سے امام بخاری' امام مسلم' امام ابوداؤد اور دیگر نے سماع کیا ہے' امام نسائی' یحییٰ بن معین' ابوحاتم اور ابوزرعہ نے کہا: یہ ثقہ ہیں' ۲۳۴ھ میں یہ بصرہ میں فوت ہو گئے (۲) اسماعیل بن جعفر بن ابی کثیر الانصاری' انہوں نے ابوسہیل' نافع اور عبداللہ بن دینار وغیرہ سے سماع کیا ہے' یحییٰ نے کہا: یہ مامون قلیل الخطاء اور بہت سچے ہیں' ابوزرعہ' امام احمد اور ابن سعد نے کہا: یہ ثقہ ہیں' یہ ۱۸۰ھ میں بغداد میں فوت ہو گئے' ائمہ ستہ نے ان سے روایت کی ہے (۳) ابوسہیل نافع بن مالک بن ابی عامر' انہوں نے امام مالک اور عمر بن عبدالعزیز سے سماع کیا ہے اور ان سے امام مالک وغیرہ نے روایت کی ہے' امام احمد اور ابوحاتم نے کہا: یہ ثقہ ہیں' ائمہ ستہ نے ان سے روایت کی ہے (۴) ابوانس مالک بن عامر' یہ امام مالک کے دادا ہیں' انہوں نے طلحہ بن عبداللہ' حضرت عائشہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم سے سماع کیا ہے' یہ ۱۱۲ھ میں فوت ہو گئے تھے (۵) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' ان کا تعارف ہو چکا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱ ص ۳۴۵)

حدیث مذکور میں منافق کی تین علامتوں میں وجہ حصر' بعض الفاظ کے معنی اور وعدہ پورا کرنے اور پورا نہ کرنے کی تحقیق

اس حدیث میں "کذب" کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: واقع کے خلاف خبر دینا' اور اس میں فرمایا ہے: وہ جب بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے' حالانکہ وہ کئی مرتبہ سچ بھی بولتا ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ وہ ہر بار جھوٹ بولتا ہے' حدیث کا منشاء یہ ہے کہ وہ بعض اوقات جھوٹ بولتا ہے' اور اس حدیث میں خیانت کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: امانت میں خلاف شرع تصرف کرنا۔

اس حدیث میں منافق کی تین نشانیاں بیان فرمائی ہیں اور اس میں اس پر متنبہ فرمایا ہے کہ منافق کے قول' فعل اور نیت سب میں فساد ہوتا ہے' جب وہ بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے' اس میں اس کے قول کا فساد ہے' اور جب وہ خیانت کرتا ہے تو اس میں اس کے فعل کا فساد ہے اور جب وہ وعدہ کے خلاف کرتا ہے تو اس میں اس کی نیت کا فساد ہے۔ وعدہ کی خلاف ورزی اس وقت مذموم ہے جب اس کی ابتداءً نیت یہ ہو کہ وہ وعدہ پورا نہیں کرے گا' اور جب اس کی ابتداءً نیت وعدہ پورا کرنے کی ہو اور بعد میں کوئی رکاوٹ آ جائے یا کسی مصلحت کی وجہ سے اس کی رائے بدل جائے تو پھر وعدہ پورا نہ کرنا منافق کی علامت نہیں ہے' کیونکہ امام طبرانی کی روایت میں ہے: جب وہ وعدہ کرے اور اس کے دل میں ہو کہ وہ اس وعدہ کے خلاف کرے گا' علماء نے کہا ہے کہ جب کوئی شخص کسی کو کوئی چیز ہبہ کرنے کا وعدہ کرے تو اس کو پورا کرنا مستحب ہے اور اس کو پورا نہ کرنا مکروہ تنزیہی ہے اور مستحب یہ ہے کہ وعدہ کرنے کے ساتھ ان شاء اللہ کہے' تاکہ اس کا قول صورۃً جھوٹ نہ ہو' اور جب وہ کسی کو سزا کی خبر دے کہ اگر تم نے فلاں کام کیا تو میں تم کو سزا دوں گا تو اس کے خلاف کرنا مستحب ہے' بہ شرطیکہ اس میں کوئی فساد نہ ہو۔

اس اشکال کے جوابات کہ بعض مسلمان بھی جھوٹ بولتے ہیں' خیانت کرتے ہیں اور وعدہ خلافی کرتے ہیں' تو کیا وہ بھی منافق ہیں؟

اس حدیث پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ جن تین خصلتوں کو اس حدیث میں منافق کی علامت قرار دیا ہے' وہ تین خصلتیں تو مومن اور مسلم میں بھی پائی جاتی ہیں' حالانکہ اس پر اجماع ہے کہ مومن پر نفاق یا کفر کا حکم لگانا جائز نہیں ہے' اس اشکال کے حسب ذیل جوابات ہیں:

(۱) علامہ نووی نے کہا: اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ یہ تین خصلتیں نفاق ہیں اور ان تین خصلتوں والا منافق کے مشابہ ہے اور ان

کے اخلاق سے متخلق ہے' کیونکہ نفاق کا معنی ہے: باطن کے خلاف ظاہر کرنا اور جو شخص کسی سے جھوٹ بولتا ہے یا اس سے وعدہ کے خلاف کرتا ہے یا اس کی امانت میں خیانت کرتا ہے' وہ اس سے نفاق کرتا ہے کیونکہ وہ اپنے باطن کے خلاف ظاہر کرتا ہے' پس وہ صرف اس شخص سے نفاق کر رہا ہے' یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ اسلام میں منافق ہے اور اسلام کے ساتھ نفاق کر رہا ہے۔

(۲) جس شخص میں ان تین خصلتوں کا غلبہ ہو وہ منافق ہوگا نہ وہ کہ جس میں کبھی کبھی یہ خصلتیں پائی جائیں۔

(۳) علامہ خطابی نے کہا: یہ حدیث زجر و توبیخ اور ڈرانے اور دھمکانے پر محمول ہے تاکہ مسلمان ان تین خصلتوں سے ڈریں اور ان کو اپنی عادت اور شعار نہ بنائیں' اس حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے کہ جو شخص ان خصلتوں کا حامل ہوگا وہ منافق ہوگا' جیسے حدیث میں ہے: حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے کہ اس امت کے اکثر قراء منافق ہیں۔ (مسند احمد ج ۴ ص ۱۵۵' مسند احمد ج ۲۸ ص ۶۲۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت) اس حدیث سے آپ کا یہ مطلب نہیں تھا کہ اکثر قراء حقیقۃً منافق ہیں' بلکہ اس سے آپ کا مطلب یہ تھا کہ جس طرح منافق لوگوں کو دکھانے کے لیے عمل کرتا ہے' اسی طرح اکثر قاری ریاکاری سے قرآن پڑھتے ہیں۔

(۴) نیز علامہ خطابی نے کہا: نفاق کی دو قسمیں ہیں' نفاق شرعی اور نفاق لغوی' نفاق شرعی یہ ہے کہ انسان کے دل میں کفر ہو اور زبان سے ایمان کا اظہار کرے' یہ نفاق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں تھا' اور نفاق لغوی یہ ہے کہ انسان تنہائی میں احکام شرعیہ کو ترک کر دے اور لوگوں کے سامنے احکام شرعیہ پر عمل کرے' اس سے انسان حقیقی منافق اور کافر نہیں ہوتا لیکن یہ عمل نفاق ہے' اعتقادی نفاق نہیں ہے' جیسے حدیث میں ہے: مومن کو گالی دینا فسق ہے اور اس سے قتال کرنا کفر ہے۔ (صحیح مسلم: ۶۴) اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ حقیقی کافر ہے۔

(۵) سعید بن جبیر سے روایت ہے کہ ان کو بھی حدیث میں یہی اشکال ہوا تو انہوں نے حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر سے پوچھا تو انہوں نے کہا: ہمیں بھی یہ اشکال ہوا تھا تو ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا' تو آپ نے فرمایا: تمہارا اس سے کیا تعلق ہے؟ میں نے اس حدیث کو منافقین کے ساتھ خاص کیا ہے' میں نے جو کہا ہے کہ جب وہ بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے' اس سے مراد ہے جب وہ مجھ پر نازل ہونے والی وحی کے متعلق بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے' جیسے قرآن مجید میں ہے:

اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ○ (المنافقون: ۱)

جب آپ کے پاس منافق آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ بے شک آپ ضرور اللہ کے رسول ہیں اور اللہ خوب جانتا ہے کہ آپ بے شک ضرور اللہ کے رسول ہیں اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ بے شک منافقین ضرور جھوٹے ہیں○

اور میں نے جو کہا ہے کہ جب وہ وعدہ کرتا ہے تو اس کے خلاف کرتا ہے' اس سے مراد وہ منافق ہے' جس کا ان آیات میں ذکر ہے:

وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ اٰتٰنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ○فَلَمَّآ اٰتٰهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ وَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ○فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِيْ قُلُوْبِهِمْ اِلٰى يَوْمِ يَلْقَوْنَهٗ بِمَآ اَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ وَبِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ○ (التوبہ: ۷۷-۷۵)

اور ان میں سے بعض وہ ہیں' جنہوں نے اللہ سے عہد کیا تھا کہ اگر اللہ نے ان کو اپنے فضل سے عطا کیا تو وہ ضرور صدقہ کریں گے اور صالحین میں سے ہو جائیں گے○ پس جب اللہ نے ان کو اپنے فضل سے عطا کر دیا تو انہوں نے اس مال میں بخل کیا اور منہ موڑ لیا○ سو اس کی سزا میں اللہ نے حشر تک ان کے دلوں میں نفاق

ڈال دیا کیونکہ انہوں نے اللہ سے کیے ہوئے وعدہ کے خلاف کیا
اور اس لیے کہ وہ جھوٹ بولتے تھےO

پھر رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: کیا تم ایسے ہو؟ ہم نے کہا: نہیں! (عام کتب حدیث' کتب تفسیر اور کتب سیرت میں مذکور ہے کہ ان آیات میں جس کا ذکر ہے اس کا نام ثعلبہ بن حاطب بن عمرو انصاری تھا' لیکن یہ صحیح نہیں ہے' صحیح یہ ہے کہ اس کا نام ثعلبہ بن ابی حاطب تھا اور وہ واقعی منافق تھا' اس کی تحقیق کے لیے دیکھئے: تبیان القرآن ج ۵ ص ۲۰۹۔۲۰۱' التوبہ: ۷۸۔۷۵) پھر آپ نے فرمایا: اس آیت کا تم سے کوئی تعلق نہیں ہے' اور میں نے جو یہ کہا تھا کہ اس کے پاس امانت رکھی جائے تو وہ اس میں خیانت کرتا ہے' اس خیانت کا تعلق اللہ تعالیٰ کے نازل کیے ہوئے احکام کے ساتھ ہے' جن کا ذکر اس آیت میں ہے:

اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًاO (الاحزاب: ۷۲)

بے شک ہم نے آسمانوں پر اور زمینوں پر اور پہاڑوں پر (اپنے احکام کی) امانت پیش کی تو انہوں نے اس امانت میں خیانت کرنے سے انکار کیا اور اس میں خیانت کرنے سے ڈرے' اور انسان نے اس امانت میں خیانت کی' بے شک وہ بہت ظلم کرنے والا بڑا جاہل ہےO

پھر آپ نے فرمایا: ہر انسان اپنے دین پر امین ہے' وہ غسل جنابت کرتا ہے اور تنہائی میں اور لوگوں کے سامنے نماز پڑھتا ہے اور روزے رکھتا ہے اور منافق صرف لوگوں کے سامنے ان احکام پر عمل کرتا ہے اور تنہائی میں ان احکام پر عمل نہیں کرتا' کیا تم اس طرح ہو؟ ہم نے کہا: نہیں' آپ نے فرمایا: پھر تم اس حکم سے بَری ہو۔ امام ابن جریر طبری اور علامہ سیوطی نے بھی منافق کی علامات کے سلسلہ میں مذکورہ تین آیات کا ذکر کیا ہے۔ (جامع البیان جز ۱۰ ص ۲۴۴' درالمنثور ج ۴ ص ۲۲۵)

(۲) حضرت حذیفہ نے کہا: اب نفاق جا چکا ہے' نفاق صرف رسول اللہ ﷺ کے عہد میں تھا' اسلام پھیل چکا ہے اور اسلام میں لوگ پیدا ہو رہے ہیں' پس جس نے اب نفاق کیا' اسلام کو ظاہر کیا اور باطن میں کفر کیا' وہ مرتد ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱ ص ۳۵۱۔۳۴۹ ملخصاً مخرجاً و مشرحاً)

۳۴- حَدَّثَنَا قَبِيْصَةُ بْنُ عُقْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ' عَنِ الْاَعْمَشِ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُرَّةَ' عَنْ مَسْرُوْقٍ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ كَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا' وَمَنْ كَانَتْ فِيْهِ خَصْلَةٌ مِنْهُنَّ كَانَتْ فِيْهِ خَصْلَةٌ مِّنَ النِّفَاقِ حَتّٰى يَدَعَهَا اِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ' وَاِذَا حَدَّثَ كَذَبَ' وَاِذَا عَاهَدَ غَدَرَ' وَاِذَا خَاصَمَ فَجَرَ.

[اطراف الحدیث: ۲۴۵۹۔۳۱۷۸]

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں قبیصہ بن عقبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از اعمش از عبد اللہ بن مرہ از مسروق از عبد اللہ بن عمرو کہ نبی ﷺ نے فرمایا: چار خصلتیں جس میں ہوں گی' وہ خالص منافق ہو گا اور جس میں ان چار میں سے ایک خصلت ہو' اس میں نفاق کی ایک خصلت ہو گی' حتیٰ کہ وہ اس خصلت کو چھوڑ دے: (۱) جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو اس میں خیانت کرے (۲) اور جب بات کرے تو جھوٹ بولے (۳) اور جب عہد کرے تو توڑ دے (۴) اور جب جھگڑا کرے تو بدکلامی کرے اور حد سے تجاوز کرے۔

(صحیح مسلم: ۵۸' سنن ابوداؤد: ۴۶۸۸' سنن ترمذی: ۲۶۳۲' سنن نسائی: ۵۰۳۵' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۸ ص ۵۹۳' السنن الکبریٰ للنسائی:

۴۷۳۴ ۸'مسند ابوعوانہ ج ۱ ص ۲۰ 'صحیح ابن حبان: ۲۵۴ 'حلیۃ الاولیاء ج ۷ ص ۲۰۴ 'شعب الایمان: ۵۲ ۴۳ 'سنن بیہقی ج ۹ ص ۲۳۰ 'شرح السنۃ: ۳۷ 'مسند احمد ج ۲ ص ۱۸۹ طبع قدیم 'مسند احمد: ۶۷۶۸ ۔ج ۱۱ ص ۳۸۰ 'مؤسسۃ الرسالۃ 'بیروت)

تَابَعَهُ شُعْبَةُ عَنِ الْأَعْمَشِ. اس حدیث کی شعبہ نے از الاعمش متابعت کی ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) قبیصہ بن عقبہ الکوفی 'انہوں نے مسعر' شعبہ اور حماد بن سلمہ سے روایت کی ہے' اور ان سے امام احمد بن حنبل' محمد بن یحییٰ ذہلی اور امام بخاری اور امام مسلم نے روایت کی ہے' یحییٰ بن معین نے کہا: یہ ہر چیز میں ثقہ ہیں سوا سفیان ثوری سے روایت کے' اس میں یہ قوی نہیں ہیں' یہ محرم ۲۱۳ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) سفیان بن سعید بن مسروق' یہ امام کبیر ہیں' ان کی جلالت قدر' کثرت علوم اور توثیق پر اتفاق ہے' ابن عاصم نے کہا: یہ امیر المؤمنین فی الحدیث ہیں' یہ ۱۶۰ھ میں بصرہ میں فوت ہو گئے تھے (۳) سلیمان الاعمش' ان کا تعارف ہو چکا ہے (۴) عبداللہ بن مرہ الھمدانی' الکوفی التابعی' یحییٰ بن معین اور ابوزرعہ نے کہا: یہ ثقہ ہیں' یہ ۱۰۰ھ میں فوت ہو گئے تھے' ائمہ ستہ نے ان سے روایت کی ہے (۵) ابو عائشہ مسروق بن الاجدث الھمدانی الکوفی' انہوں نے حضرت عمر' حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت عائشہ اور دیگر سے سماع کیا ہے' ان کی جلالت توثیق اور امامت پر اتفاق ہے' یہ ۶۲ھ یا ۶۳ھ میں فوت ہو گئے تھے (۶) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما' ان کا تعارف ہو چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱ ص ۳۵۲-۳۵۱)

پہلی حدیث میں نفاق کی تین علامتیں اور دوسری حدیث میں نفاق کی چار علامتیں بیان کرنے کی توجیہ

اس حدیث میں نفاق سے نفاق عملی یا نفاق عرفی مراد ہے' نفاق شرعی مراد نہیں ہے' ان چار خصلتوں کی وجہ سے خالص منافق اس لیے ہوتا ہے کہ ان چار خصلتوں کی وجہ سے اس کے ظاہر اور باطن میں مکمل مخالفت ہو جاتی ہے' یعنی وہ ان خصلتوں کی وجہ سے منافقین سے بہت زیادہ مشابہ ہو جاتا ہے۔

اس حدیث پر یہ اعتراض ہے کہ پہلی حدیث میں نفاق کی علامتوں کا تین میں حصر کیا گیا تھا اور دوسری حدیث میں ایک اور علامت بیان فرمائی کہ جب وہ جھگڑا کرتا ہے تو بدکلامی کرتا ہے اور حد سے بڑھتا ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ پہلی حدیث میں مجرد نفاق کی تین علامتیں بیان فرمائی تھیں اور اس حدیث میں خالص نفاق کی چار علامتیں بیان فرمائی ہیں۔

* یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۱۱۸۔ ج ۱ ص ۴۸۰۔ ۴۷۷ میں مذکور ہے' وہاں اس کی شرح کے یہ عنوانات ہیں:
(۱) تین خصلتوں میں منافق کی علامتوں کے انحصار کی وجہ (۲) ان تین خصلتوں کے منافقوں کی علامت ہونے کی وجہ' مگر یہاں نعمۃ الباری میں اس حدیث کی زیادہ تفصیل اور تحقیق کی گئی ہے۔

۲۵- بَابُ قِيَامِ لَيْلَةِ الْقَدْرِ مِنَ الْإِيْمَانِ لیلۃ القدر کا قیام اُمور ایمان سے ہے

اس باب کی ابواب سابقہ کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ ابواب سابقہ میں یہ باب تھا کہ سلام کو پھیلانا اُمور ایمان سے ہے اور اس باب میں لیلۃ القدر کا ذکر ہے اور لیلۃ القدر میں فرشتے عبادت گزاروں پر ساری رات سلام پڑھتے رہتے ہیں۔

۳۵- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَّقُمْ لَيْلَةَ الْقَدْرِ إِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوالزناد نے حدیث بیان کی از اعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے ایمان کے ساتھ اور ثواب کی

[اطراف الحدیث:۳۷-۳۸-۱۹۰۱-۲۰۰۸-۲۰۰۹-۲۰۱۴] نیت سے لیلۃ القدر میں قیام کیا' اس کے پچھلے گناہوں کی مغفرت کر دی جاتی ہے۔
(صحیح مسلم:۷۶۰)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں اور ان کا ذکر اسی ترتیب سے باب:۸' میں گزر چکا ہے۔

لیلۃ القدر کے قیام سے قیام کی کتنی مقدار مراد ہے اور اس رات کون سے گناہ معاف ہوتے ہیں

اس حدیث میں ''احتساب'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: اللہ کی رضا کی طلب کے لیے کوئی کام کرنا نہ کہ دکھاوے اور سنانے کے لیے' لیلۃ القدر کے قیام سے مراد یہ ہے کہ اس رات میں اطاعت اور عبادت کے لیے کھڑے ہونا' لیلۃ القدر میں افضل یہ ہے کہ تمام رات نماز میں قیام کیا جائے' اور اگر رات کے کچھ حصہ میں قیام کیا تو یہ بھی کافی ہے' حتیٰ کہ اگر اس نے رات کو صرف عشاء کے فرض پڑھ لیے پھر بھی لیلۃ القدر کا قیام حاصل ہو جاتا ہے' اس رات کے قیام سے جو گناہ معاف ہوتے ہیں' وہ گناہ صغیرہ ہیں کیونکہ گناہ کبیرہ صرف توبہ سے معاف ہوتے ہیں یا شفاعت سے یا اللہ تعالیٰ کے فضل محض سے' اور لیلۃ القدر کے قیام سے صرف وہ گناہ معاف ہوتے ہیں' جن کا تعلق حقوق اللہ سے ہو اور جن گناہوں کا تعلق حقوق العباد سے ہے' وہ صرف بندوں کے معاف کرنے سے معاف ہوتے ہیں' یہ قواعد کے مطابق تفصیل ہے' ورنہ اللہ تعالیٰ مالک ہے' جو گناہ چاہے معاف فرما دے۔

۲۶- بَابُ اَلْجِهَادُ مِنَ الْاِيْمَانِ جہاد اُمور ایمان سے ہے

جہاد کا لغوی معنی ہے: کسی مقصد کے حصول کے لیے سخت کوشش کرنا اور اس کا شرعی معنی ہے: اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے کفار کے ساتھ قتال کرنا' اس باب میں اور باب سابق میں مناسبت یہ ہے کہ لیلۃ القدر کا قیام اس وقت حاصل ہوتا ہے' جب انسان سخت کوشش کرے اور بہت مشقت برداشت کرے اور اپنے اہل وعیال سے اختلاط کو ترک کرے' اسی طرح کفار کے ساتھ جہاد میں بھی سخت کوشش اور بہت مشقت برداشت کرنی پڑتی ہے اور اہل وعیال کو چھوڑنا پڑتا ہے' نیز لیلۃ القدر میں ہدف یہ ہوتا ہے کہ وہ اس رات کو تلاش کر کے حاصل کرے' ورنہ اس کو شب بیداری اور عبادت کا ثواب بہرحال ملتا ہے' اسی طرح جہاد میں بھی بندہ کا ہدف شہادت ہوتا ہے' ورنہ اس کو اجر اور مال غنیمت بہرحال حاصل ہوتا ہے۔

۳۶- حَدَّثَنَا حَرَمِيُّ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا عُمَارَةُ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ زُرْعَةَ بْنُ عَمْرِو بْنِ جَرِيْرٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ انْتَدَبَ اللّٰهُ لِمَنْ خَرَجَ فِيْ سَبِيْلِهٖ' لَا يُخْرِجُهٗ اِلَّا اِيْمَانٌ بِيْ وَتَصْدِيْقٌ بِرُسُلِيْ' اَنْ اُرْجِعَهٗ بِمَا نَالَ مِنْ اَجْرٍ' اَوْ غَنِيْمَةٍ' اَوْ اُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ' وَلَوْ لَا اَنْ اَشُقَّ عَلٰى اُمَّتِيْ مَا قَعَدْتُ خَلْفَ سَرِيَّةٍ' وَلَوَدِدْتُ اَنِّيْ اُقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ' ثُمَّ اُحْيَا' ثُمَّ اُقْتَلُ' ثُمَّ اُحْيَا' ثُمَّ اُقْتَلُ۔

[اطراف الحدیث:۲۷۸۷-۲۷۹۷-۲۹۷۲-۳۱۲۳-۷۲۲۶-۷۲۲۷-۷۴۵۷-۷۴۶۳]

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں حرمی بن حفص نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الواحد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمارہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوزرعہ بن عمرو بن جریر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ اس کا ضامن ہے کہ جو شخص اللہ کی راہ میں گھر سے نکلا اور اس کا گھر سے نکلنا صرف مجھ پر ایمان اور میرے رسولوں کی تصدیق کی وجہ سے تھا کہ میں اس کو اس کے حاصل کردہ اجر یا مال غنیمت کے ساتھ لوٹاؤں یا اس کو جنت میں داخل کروں اور اگر میں اپنی امت پر دشوار نہ سمجھتا تو میں کسی لشکر کے پیچھے بیٹھا نہ رہتا اور میں اس کو

(صحیح مسلم:۱۸۷۶'سنن نسائی:۵۰۴۵'سنن ابن ماجہ:۲۷۵۳' ضرور پسند کرتا ہوں کہ میں اللہ کی راہ میں قتل کیا جاؤں' پھر میں زندہ مسند ابوعوانہ ج ۵ ص ۳۱'سنن بیہقی ج ۹ ص ۳۹'مسند احمد ج ۲ ص ۳۹۹ کیا جاؤں' پھر قتل کیا جاؤں' پھر زندہ کیا جاؤں' پھر قتل کیا جاؤں۔
طبع قدیم'مسند احمد:۹۱۸۷۔ج ۱۵ ص ۱۰۰'مؤسسۃ الرسالۃ'بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت بالکل ظاہر ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) حرمی بن حفص بن عمر العتکی البصری'ان سے امام بخاری نے روایت کیا ہے اور امام ابوداؤد نے روایت کیا ہے'یہ ۲۲۶ھ میں فوت ہوئے تھے (۲) ابوبشر عبدالواحد بن زیاد العبدی البصری'یحییٰ'ابوحاتم اور ابوزرعہ نے کہا: یہ ثقہ ہیں'ابن سعد نے کہا: یہ کثیر الحدیث ہیں' یہ ۱۷۷ھ میں فوت ہوئے (۳) عمارہ بن القعقاع بن بشرمہ'ان سے زہری اور اعمش نے روایت کی ہے'یحییٰ نے کہا: یہ ثقہ ہیں'ابوحاتم نے کہا: یہ صالح الحدیث ہیں'ان سے ائمہ ستہ نے روایت کی ہے (۴) ابوزرعہ ان کے نام میں کئی قول ہیں' مشہور نام ھرم ہے'انہوں نے حضرت ابوہریرہ اور دیگر سے سماع کیا ہے (۵) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں'ان کا تعارف ہو چکا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱ ص ۳۶۰)

جہاد'شہادت اور شہید کی فضیلت اور اس اعتراض کا جواب کہ جو مجاہد مال غنیمت کے ساتھ لوٹے'۔۔۔۔ اس کے اجر میں کمی ہو جاتی ہے

(۱) اس حدیث میں جہاد کی اور اللہ کی راہ میں شہید ہونے کی فضیلت ہے اور شہادت کی تمنا کرنے کا جواز ہے اور اسی طرح ہر نیک کام کی تمنا کرنے کا جواز ہے۔

(۲) جب دو مصلحتوں میں تعارض ہو تو جو راجح مصلحت ہو'اس کو اختیار کیا جائے اور جو مرجوح ہو'اس کو ترک کر دیا جائے کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا: اور اگر میں اپنی امت پر دشوار نہ سمجھتا تو میں کسی لشکر کے پیچھے بیٹھا نہ رہتا' اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس کام سے مسلمانوں کو مشقت ہو'اس کام کو ترک کرنا چاہیے' اور یہ کہ جہاد کرنا فرض عین نہیں ہے فرض کفایہ ہے۔

(۳) اس حدیث پر یہ اعتراض ہے کہ اس میں فرمایا ہے کہ شہید کو جنت عطا کرنے کا اللہ تعالیٰ ضامن ہے' اس میں شہید کی کیا خصوصیت ہے' اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو جنت عطا فرمائے گا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ عام مسلمان تو قیامت کے بعد جنت میں جائیں گے اور شہداء موت کے فوراً بعد جنت میں چلے جائیں گے' قرآن مجید میں ہے:

أَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ○ (آل عمران:۱۶۹) شہداء اپنے رب کے نزدیک زندہ ہیں' ان کو رزق دیا جاتا ہے○

اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان کو حشر کے دن سب سے پہلے جنت میں داخل کیا جائے گا' ان سے حساب ہوگا نہ ان کو عذاب ہوگا' اور نہ ان کے گناہوں پر گرفت ہوگی اور ان کی شہادت ان کے گناہوں کا کفارہ ہو جائے گی' کیونکہ نبی ﷺ کا ارشاد ہے: اللہ کی راہ میں شہید ہونا' قرض کے سوا ہر گناہ کو مٹا دیتا ہے۔ (صحیح مسلم:۱۸۸۶)

(۴) ایک اور اعتراض یہ ہے کہ اس حدیث میں مجاہد کے لیے ہر صورت میں اجر کی ضمانت دی گئی ہے' خواہ وہ شہید ہو جائے' خواہ وہ سلامتی کے ساتھ مال غنیمت لے کر لوٹے' حالانکہ ایک اور حدیث میں یہ فرمایا ہے کہ جو سلامتی کے ساتھ مال غنیمت کے ساتھ لوٹے' اس کے اجر کے دو حصے کم ہو جاتے ہیں اور جس کو بالکل مال غنیمت نہ ملے' اس کو پورا اجر ملتا ہے' وہ حدیث یہ ہے:

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر وہ غازی جو اللہ کی راہ میں جہاد کرے اور مالِ غنیمت پالے' آخرت میں اس کے اجر کے دو تہائی حصے کم ہو جائیں گے اور اس کے لیے صرف ایک تہائی اجر باقی رہ جائے گا اور اگر ان کو بالکل مالِ غنیمت نہ ملا ہو تو پھر ان کو پورا اجر ملے گا۔

(صحیح مسلم:۱۹۰۶' سنن ابوداؤد:۲۴۹۷' سنن نسائی:۳۱۲۵' سنن ابن ماجہ:۲۷۸۵)

اس کا جواب یہ ہے کہ جس حدیث میں مجاہد کو اجر کی ضمانت دی ہے' خواہ وہ شہید ہو یا مالِ غنیمت کے ساتھ لوٹے' اس سے مراد وہ مجاہد ہے' جو اخلاص کے ساتھ جہاد کی نیت کرے اور جس حدیث میں فرمایا ہے کہ اس کے اجر سے دو تہائی کم کیا جائے گا' اس سے مراد وہ مجاہد ہے' جو مالِ غنیمت کی طلب میں جہاد کے لیے گیا ہو۔

شرح صحیح مسلم میں حدیث مذکور کی شرح

یہ حدیث شرح صحیح مسلم:۴۷۷۴۔ ج ۵ ص ۸۸۰ پر ہے' اس کی شرح کے حسب ذیل عنوانات ہیں:

(۱) اللہ تعالیٰ پر جنت عطا کرنے کے وجوب کا محمل (۲) جنت کی بشارت میں شہداء کا عام مسلمانوں سے امتیاز (۳) نیکی یا بدی پر مرنے والوں کا حشر (۴) موت کی تمنا کی ممانعت کے باوجود شہادت کی تمنا کیوں جائز ہے؟

۲۷- بَابٌ تَطَوُّعُ قِيَامِ رَمَضَانَ مِنَ الْإِيْمَانِ — رمضان میں نفلی قیام امورِ ایمان سے ہے

رمضان میں نفلی قیام سے مراد ہے' رمضان کی راتوں میں نفلی عبادات کے لیے کھڑا ہونا اور تہجد اور تراویح پڑھنا' رمضان کا لفظ رمضاء سے بنا ہے' اس کا معنی سخت گرمی میں جلنا ہے' پھر یہ اس معروف مہینہ کا نام ہو گیا' باب سابق کے ساتھ اس کی مناسبت یہ ہے کہ جہاد میں بھی مشقت ہوتی ہے اور رمضان کی راتوں کے قیام میں بھی مشقت ہوتی ہے۔

۳۷- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ' عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ' عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ.

[اطراف الحدیث:۳۸۔۱۹۰۱۔۲۰۰۸۔۲۰۰۹۔۲۰۱۴]

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی' از ابن شہاب از حمید بن عبد الرحمان از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے ایمان کے ساتھ اور طلب ثواب کے لیے رمضان میں قیام کیا' اس کے پچھلے گناہوں کو معاف کر دیا جائے گا۔

(صحیح مسلم:۷۵۹' سنن ابوداؤد:۱۳۷۱' سنن ترمذی:۸۰۸' سنن نسائی:۱۶۰۱' مصنف عبد الرزاق:۷۷۱۹' سنن بیہقی ج ۲ ص ۴۹۲' مسند احمد ج ۲ ص ۲۸۱ طبع قدیم' مسند احمد:۷۷۸۷۔ ج ۱۳ ص ۱۹۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) اسماعیل بن اویس اصبحی' امام مالک کے بھانجے (۲) امام مالک بن انس (۳) محمد بن مسلم بن شہاب زہری' ان سب کا تعارف ہو چکا ہے (۴) حمید بن عبد الرحمان بن عوف الزہری المدنی' انہوں نے کبار صحابہ سے سماع کیا ہے' ان میں ان کے والد' حضرت ابن عباس اور حضرت ابو ہریرہ ہیں رضی اللہ عنہم' اور ان سے متعدد تابعین نے سماع کیا ہے' ان میں ابن شہاب زہری بھی ہیں' امام ابو زرعہ نے ان کی توثیق کی ہے' یہ کثیر الحدیث تھے' یہ ۷۳ سال کی عمر میں ۹۵ھ میں مدینہ منورہ میں فوت ہوئے (۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱ ص ۳۶۶۔۳۶۵)

عبادات سے صرف صغائر کا معاف ہونا

اس سے پہلے حدیث:۳۵ میں گزر چکا ہے کہ لیلۃ القدر کے قیام سے بھی پچھلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور ان میں کوئی تعارض نہیں ہے کیونکہ دونوں سے گناہ معاف ہوتے ہیں' اس حدیث کا ظاہر معنی یہ ہے کہ اس سے صغیرہ اور کبیرہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور اللہ کا فضل بہت وسیع ہے' لیکن علماء کے درمیان مشہور یہ ہے کہ وضو کرنے اور پانچ وقت کی نمازوں سے' یوم عرفہ اور یوم عاشوراء کے روزے سے صرف صغائر معاف ہوتے ہیں اور اس پر اجماع ہے کہ کبائر صرف توبہ سے یا حج سے یا شفاعت سے یا اللہ تعالیٰ کے فضلِ محض سے معاف ہوتے ہیں اور تمام صغائر معاف ہو چکے ہوں تو پھر کبائر میں تخفیف ہو جاتی ہے' اور اس کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پانچ نمازیں اور ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک کی نمازیں' ان کے درمیان کے گناہوں کے لیے کفارہ ہیں' جب تک کہ کبائر کو نہ ڈھانپ لیا جائے۔

(صحیح مسلم: ۲۳۳-۱۴' سنن ابن ماجہ: ۱۰۸۶' سنن ترمذی: ۲۱۴' صحیح ابن خزیمہ: ۳۱۴' مسند ابوعوانہ ج ۲ ص ۲۰' صحیح ابن حبان: ۱۷۳۳' سنن بیہقی ج ۲ ص ۴۶۷' شرح السنہ: ۳۴۵' مسند احمد ج ۲ ص ۴۸۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۰۲۸۵-ج ۱۶ ص ۱۹۶' بیروت)

شرح صحیح مسلم میں حدیث مذکور کی شرح

یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۱۶۷۶- ج ۲ ص ۵۰۲-۴۹۳ پر مذکور ہے اور اس میں حسب ذیل عنوانات ہیں:

(۱) قیام رمضان (۲) کرم رسالت (۳) عبادت سے گناہوں کی بخشش (۴) رکعات تراویح میں مذاہب (۵) بیس رکعات تراویح پر دلائل (۶) تراویح میں ختم قرآن (۷) رمضان میں ختم قرآن کا نذرانہ (۸) غیر مقلدین سے گزارش (۹) تنہا عشاء پڑھنے والا باجماعت وتر پڑھ سکتا ہے۔

۲۸- بَابٌ صَوْمُ رَمَضَانَ احْتِسَابًا مِّنَ الْإِيْمَانِ

ثواب کی نیت سے رمضان کا روزہ رکھنا امور ایمان سے ہے

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت واضح ہے' اس باب میں رمضان کے قیام کا ذکر تھا اور اس باب میں رمضان کے روزہ کا ذکر ہے۔

۳۸- حَدَّثَنَا ابْنُ سَلَامٍ قَالَ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ' عَنْ اَبِي سَلَمَةَ' عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ.

(اس حدیث کے اطراف اور تخریج وہی ہیں' جو حدیث:۳۵ میں ہے)

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں ابن سلام نے حدیث بیان کی' وہ کہتے ہیں کہ ہمیں محمد بن فضیل نے خبر دی' وہ کہتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی' از ابوسلمہ از ابو ہریرہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے رمضان کا روزہ رکھا' اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) محمد بن سالم البیکندی' ان کا تعارف ہو چکا ہے (۲) محمد بن فضیل الکوفی' انہوں نے سبیعی اور الاعمش وغیرہ تابعین سے سماع کیا' اور ان سے ثوری اور امام احمد نے سماع کیا' ابوزرعہ نے کہا: یہ اہل علم میں بہت صادق تھے' یہ ۱۵۴ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) یحییٰ بن سعید انصاری' مدینہ کے قاضی (۴) ابوسلمہ عبداللہ بن عبدالرحمان بن عوف (۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' ان کا تعارف ہو چکا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱ ص ۳۶۸)

رمضان کے روزوں سے پورے روزے مراد ہیں اور جو عذر کی وجہ سے روزے نہ رکھ سکے وہ بھی مغفرت کی بشارت میں شامل ہے

ایک سوال یہ ہے کہ جس شخص نے رمضان کا صرف ایک روزہ رکھا' کیا اس کے پچھلے گناہ معاف ہو جائیں گے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ عرف میں رمضان کے روزے رکھنے سے مراد یہ ہے کہ رمضان کے تمام روزے رکھے جائیں' دوسرا سوال یہ ہے کہ جس شخص کی نیت پورے روزے رکھنے کی ہو' لیکن وہ کسی عذر کی وجہ سے روزے نہ رکھ سکے تو کیا وہ بھی اس بشارت کا مصداق ہو گا' اس کا جواب یہ ہے کہ ہاں! جیسے کہ جب مریض بیٹھ کر نماز پڑھے تو اس کو قیام کا ثواب ملتا ہے' ایک اعتراض یہ ہے کہ اس حدیث میں دو لفظ ہیں' ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے' ان دو میں سے ایک لفظ ضرور زائد ہے' کیونکہ جو مومن ہو گا وہ ثواب کی نیت سے ہی روزے رکھے گا اور جو ثواب کی نیت سے روزے رکھے گا' وہ مومن ہی ہو گا' اس کا جواب یہ ہے کہ بعض اوقات انسان مومن تو ہوتا ہے لیکن وہ ثواب کی نیت سے کام نہیں کرتا بلکہ دکھاوے کے لیے کرتا ہے' اس لیے دونوں لفظوں کی ضرورت ہے۔

۲۹- بَابُ الدِّيْنُ يُسْرٌ — دین آسان ہے

اس باب کا عنوان ہے: دین آسان ہے' اور باب سابق کے ساتھ اس کی مناسبت یہ ہے کہ باب سابق میں رمضان کے روزوں کا ذکر ہے اور رمضان میں آسانی یہ ہے کہ مریض اور مسافر اگر رمضان میں روزے نہ رکھ سکیں تو بعد میں قضا کر سکتے ہیں اور شیخ فانی اور جس شخص کو دائمی عذر ہو' وہ روزوں کا فدیہ دے کر روزوں کو بالکلیہ ترک کر سکتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ. (الحج:۷۸)

اور (اللہ نے) تم پر دین میں کوئی تنگی نہیں رکھی۔

وَقَوْلُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحَبُّ الدِّيْنِ اِلَى اللّٰهِ الْحَنِيْفِيَّةُ السَّمْحَةُ.

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: اللہ کے نزدیک پسندیدہ دین وہ ہے' جو باطل سے مجتنب ہو اور سہل ہو۔

۳۹- حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ مُطَهَّرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ عَلِيٍّ' عَنْ مَعْنِ بْنِ مُحَمَّدٍ الْغِفَارِيِّ' عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِيْ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيِّ' عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الدِّيْنَ يُسْرٌ وَلَنْ يُّشَادَّ هٰذَا الدِّيْنَ اَحَدٌ اِلَّا غَلَبَهٗ' فَسَدِّدُوْا وَقَارِبُوْا' وَاَبْشِرُوْا' وَاسْتَعِيْنُوْا بِالْغَدْوَةِ وَالرَّوْحَةِ وَشَيْءٍ مِّنَ الدُّلْجَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں عبد السلام بن مطہر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمر بن علی نے حدیث بیان کی' از معن بن محمد الغفاری از سعید بن ابی سعید المقبری' از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: بے شک دین آسان ہے' اور جو شخص بھی دین پر غلبہ حاصل کرنے کی کوشش کرے گا' اس پر دین غالب آ جائے گا' پس تم درست کام کرو اور درستی کے قریب کام کرو اور (جنت کی) خوش خبری سن لو اور صبح کے وقت اور شام کے وقت اور رات کے کچھ اندھیرے میں عبادت سے مدد حاصل کرو۔

(سنن نسائی: ۵۰۳۹' الاحاد والمثانی: ۱۱۹۰' مسند ابویعلیٰ: ۶۸۶۳' المعجم الکبیر: ۳۰۷۲۔ ج ۱۷' صحیح ابن حبان: ۳۵۱' سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۸' مسند احمد ج ۵ ص ۶۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۰۶۶۹۔ ج ۳۴ ص ۲۶۹' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) عبد السلام بن مطہر الازدی البصری' انہوں نے مشہور اعلام سے روایت کی' جن میں شعبہ ہیں اور ان سے اعلام نے روایت کی' جن میں امام بخاری' امام ابوداؤد' ابوزرعہ اور ابوحاتم ہیں' ابوحاتم نے کہا: وہ بہت سچے ہیں' ان کی وفات ۲۲۴ھ میں ہو گئی (۲) عمر بن علی بن عطاء المقدمی البصری' انہوں نے تابعین کی ایک جماعت سے سماع کیا' جن میں ہشام بن عروہ ہیں' اور ان سے بہت اعلام نے سماع کیا' جن میں عمرو بن علی ہیں' یہ مدلس تھے اور بہت تدلیس کرتے تھے' عفان نے کہا: یہ نیک آدمی تھے' تدلیس کے علاوہ ان میں اور کوئی عیب نہ تھا' یہ ۱۹۰ھ میں فوت ہو گئے (۳) معن بن محمد الغفاری' انہوں نے حمید سے سماع کیا اور ان سے ابن جریج اور دیگر نے سماع کیا' ابن حبان نے ان کا ثقات میں ذکر کیا ہے' امام ترمذی' امام نسائی اور امام ابن ماجہ ان سے روایت کرتے ہیں (۴) سعید بن ابی سعید المقبری المدنی' انہوں نے صحابہ کی ایک جماعت سے روایت کی ہے' ابوزرعہ نے کہا: یہ ثقہ ہیں' امام احمد نے کہا: ان کی روایت میں کوئی حرج نہیں' ابن سعد نے کہا: جب یہ بوڑھے ہو گئے تھے تو موت سے پہلے ان کا حافظہ مختلط ہو گیا تھا' ان کی ۱۲۵ھ میں وفات ہوئی (۵) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ' ان کا تعارف ہو چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱ ص ۳۷۱-۳۷۰)

اپنی طاقت سے زیادہ عبادت کرنے کی ممانعت اور اعتدال اور میانہ روی سے عبادت کرنے کی ترغیب

اس حدیث میں سہولت اور آسانی کے ساتھ عمل کرنے پر برانگیختہ فرمایا ہے' اس سلسلہ میں حسب ذیل احادیث ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ سے سوال کیا گیا کہ کون سے اعمال اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہیں؟ آپ نے فرمایا: جن اعمال میں زیادہ دوام ہو' خواہ وہ کم ہوں اور آپ نے فرمایا: (تم اپنے آپ کو) ان اعمال کا مکلف کرو' جن کی تم طاقت رکھتے ہو۔ (صحیح البخاری: ۶۴۶۵)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم وصال کے روزے (جن میں نہ سحری ہو نہ افطار) نہ رکھو' صحابہ نے کہا: یا رسول اللہ! آپ تو وصال کے روزے رکھتے ہیں! آپ نے فرمایا: تم میری مثل نہیں ہو' بے شک میں اپنے رب کے پاس رات گزارتا ہوں' میرا رب مجھے کھلاتا ہے اور پلاتا ہے' تم (خود کو) ان اعمال کا مکلف کرو' جن کی تم طاقت رکھتے ہو۔

(صحیح مسلم' کتاب الصیام: ۵۸' الرقم المسلسل: ۲۵۲۶)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: تم (خود کو) ان اعمال کا مکلف کرو' جن کی تم میں طاقت ہو۔ (صحیح مسلم الرقم المسلسل: ۲۵۲۷' مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۱' ج ۲ ص ۳۵۰-۳۱۶-۲۵۷)

نبی ﷺ نے عبادات میں اعتدال اور میانہ روی کا حکم دیا ہے اور اپنے نفس کو زیادہ مشقت میں ڈالنے سے منع فرمایا ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بندوں پر جو عبادات فرض کی ہیں' وہ مسلسل اور لگاتار نہیں فرض کیں' مثلاً وقفے وقفے سے دن کے مختلف اوقات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں' یہ بندوں پر اس کی آسانی اور رحمت ہے۔

نیز فرمایا: جو شخص بھی دین پر غلبہ حاصل کرنے کی کوشش کرے گا' دین اس پر غالب آ جائے گا' یعنی تم میں سے کوئی شخص زیادہ گہرائی میں نہ جائے اور آسان عبادت کو چھوڑ کر مشکل عبادت کو نہ اختیار کرے اور جو شخص ایسا کرے گا' وہ تھک جائے گا یا اکتا جائے گا یا عاجز آ جائے گا' پھر وہ بعض یا کل عبادات کے کام نہیں کر سکے گا اور پھر اس کو عمل نہ کرنے کا عذاب ہوگا' سو تم حتی الامکان درست کام کرنے کی کوشش کرو۔

نیز فرمایا: تم صبح' شام اور رات کے کچھ وقت میں عبادت کرو یعنی فرصت کے اوقات میں عبادت کرو تاکہ تم تروتازہ ہو کر خوشی

سے عبادت کرو اور بے دلی اور اکتاہٹ سے عبادت نہ کرو۔

۳۰- بَابٌ اَلصَّلٰوۃُ مِنَ الْاِیْمَانِ — نماز امور ایمان سے ہے

اس باب کی باب سابق سے مناسبت اس طرح ہے کہ سابق باب میں صبح اور شام یعنی دن کے وقت میں اور رات کے کچھ وقت میں عبادت کرنے کا حکم دیا تھا اور پانچ نمازیں فرض ہیں' ان میں چار نمازیں یعنی فجر' ظہر' عصر اور مغرب دن کے وقت میں پڑھی جاتی ہیں اور عشا کی نماز رات کے وقت میں پڑھی جاتی ہے' نیز اس سے پہلے ابواب میں روزے کا ذکر تھا اور اس باب میں نماز کا ذکر ہے اور نماز اور روزہ دونوں دین کے عظیم ارکان میں سے ہیں۔

وَقَوْلُ اللّٰہِ تَعَالٰی ﴿وَمَا کَانَ اللّٰہُ لِیُضِیْعَ اِیْمَانَکُمْ﴾ (البقرۃ:۱٤۳) یَعْنِیْ صَلٰوتَکُمْ عِنْدَ الْبَیْتِ.

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''اللہ تمہارے ایمان کو ضائع نہیں فرمائے گا'' (البقرہ: ۱۴۳) یعنی بیت اللہ کے پاس جو تم نے نماز پڑھی ہے۔

امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نماز پر ایمان کا اطلاق کیا ہے' اس سے معلوم ہوا کہ نماز ایمان کا جز ہے'

امام واحدی المتوفی ۴۶۸ھ نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ قبلہ تبدیل ہونے سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ اصحاب فوت ہو گئے تھے' ان میں حضرت سعد بن زرارہ' حضرت ابوامامہ بنو النجار سے اور حضرت البراء بن معرور بنو سلمہ سے تھے' تو ان کے قبیلہ کے لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر کہا: یا رسول اللہ! ہمارے بھائی قبلہ اولیٰ (بیت المقدس) کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے اور اب اللہ نے آپ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قبلہ کی طرف پھیر دیا ہے' پس ہمارے ان بھائیوں کی پڑھی ہوئی نمازوں کا اب کیا حکم ہوگا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ اللہ تمہارے ایمان (یعنی نماز) کو ضائع نہیں فرمائے گا۔

(الوسیط ج ۱ ص ۲۲۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

٤٠- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ قَالَ حَدَّثَنَا زُھَیْرٌ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اِسْحَاقَ' عَنِ الْبَرَاءِ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ اَوَّلَ مَا قَدِمَ الْمَدِیْنَۃَ نَزَلَ عَلٰی اَجْدَادِہٖ' اَوْ قَالَ اَخْوَالِہٖ مِنَ الْاَنْصَارِ' وَاَنَّہٗ صَلّٰی قِبَلَ بَیْتِ الْمَقْدِسِ سِتَّۃَ عَشَرَ شَھْرًا' اَوْ سَبْعَۃَ عَشَرَ شَھْرًا' وَکَانَ یُعْجِبُہٗ اَنْ تَکُوْنَ قِبْلَتُہٗ قِبَلَ الْبَیْتِ' وَاَنَّہٗ صَلّٰی اَوَّلَ صَلٰوۃٍ صَلَّاھَا صَلٰوۃَ الْعَصْرِ' وَصَلّٰی مَعَہٗ قَوْمٌ' فَخَرَجَ رَجُلٌ مِمَّنْ صَلّٰی مَعَہٗ' فَمَرَّ عَلٰی اَھْلِ مَسْجِدٍ وَھُمْ رَاکِعُوْنَ' فَقَالَ اَشْھَدُ بِاللّٰہِ لَقَدْ صَلَّیْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قِبَلَ مَکَّۃَ' فَدَارُوْا کَمَا ھُمْ قِبَلَ الْبَیْتِ' وَکَانَتِ الْیَھُوْدُ قَدْ اَعْجَبَھُمْ اِذْ کَانَ یُصَلِّیْ قِبَلَ بَیْتِ الْمَقْدِسِ' وَاَھْلُ الْکِتَابِ' فَلَمَّا وَلّٰی وَجْھَہٗ قِبَلَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں عمرو بن خالد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زہیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسحاق نے حدیث بیان کی از حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم ابتداء مدینہ میں آئے تو آپ انصار میں سے اپنے نانا یا ماموں کے ہاں ٹھہرے اور آپ نے سولہ (۱۶) مہینے یا سترہ مہینے بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی اور آپ کو یہ پسند تھا کہ آپ کا قبلہ بیت اللہ ہو' اور آپ نے بیت اللہ کی طرف منہ کر کے جو پہلی نماز پڑھی' وہ عصر کی نماز تھی اور آپ کے ساتھ لوگوں نے بھی نماز پڑھی' پھر ایک شخص جس نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی تھی' وہ باہر نکلا اور ایک مسجد والوں کے پاس سے گزرا' اس وقت وہ لوگ رکوع میں تھے' پس اس نے کہا: میں اللہ کو گواہ بناتا ہوں' میں نے (ابھی) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی ہے' تب لوگ نماز میں ہی گھوم کر بیت اللہ کی

الْبَيْتِ اَنْكَرُوْا ذٰلِكَ.

طرف پھر گئے اور یہود اور اہل کتاب کو یہ پسند تھا کہ جب آپ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے اور جب آپ نے اپنا منہ بیت اللہ کی طرف کر لیا تو یہ ان کو ناگوار ہوا۔

قَالَ زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ اِسْحَاقَ ' عَنِ الْبَرَاءِ فِيْ حَدِيْثِهٖ هٰذَا اَنَّهٗ مَاتَ عَلَى الْقِبْلَةِ قَبْلَ اَنْ تَحَوَّلَ رِجَالٌ وَّقُتِلُوْا' فَلَمْ نَدْرِ مَا نَقُوْلُ فِيْهِمْ ' فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ﴾ (البقرہ:١٤٣).

[اطراف الحدیث: ١٨٥٦٤-١٨٧٣٢]

زہیر نے کہا: ہمیں ابواسحاق نے حدیث بیان کی از البراء ان کی اس حدیث میں یہ ہے کہ تحویل قبلہ سے پہلے کچھ لوگ فوت ہو گئے اور کچھ لوگ شہید ہو گئے' پس ہم نے از خود نہیں جانا کہ ہم ان کے متعلق کیا کہیں تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ''اللہ تمہارے ایمان کو ضائع نہیں فرمائے گا''۔ (البقرہ:١٤٣)

(صحیح مسلم:٥٢٥' ترمذی:٢٩٦٢-٢٩٦٤' صحیح ابن خزیمہ:٤٣٣' صحیح ابن حبان:١٧١٦' سنن بیہقی ج ٢ ص ٢' ابن الجارود:١٦٥' معرفۃ السنن والآثار:٢٨٧٦' الطبقات الکبریٰ ج ١ ص ٢٤٣' مسند احمد ج ٤ ص ٢٨٣ طبع قدیم' مسند احمد:١٨٤٩٦- ج ٣٠ ص ٥٤-٥٣' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف اور حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ کا تذکرہ

(١) ابوالحسن عمرو بن خالد الجزری الحرانی' یہ لیث اور ابولہیعہ وغیرہ سے روایت کرتے ہیں اور ان سے امام بخاری' ابوزرعہ اور امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں' ابوحاتم نے کہا: یہ صدوق ہیں' یہ ٢٢٩ھ میں فوت ہو گئے تھے (٢) زہیر بن معاویہ الجعفی الکوفی' انہوں نے حمید اور السبیعی اور دیگر تابعین سے سماع کیا ہے اور ان سے یحییٰ القطان اور کئی ائمہ نے سماع کیا ہے' ابوزرعہ نے کہا: یہ ثقہ ہیں' مگر ابواسحاق سے انہوں نے اس کے اختلاط کے بعد سماع کیا ہے' یہ ١٧٣ھ یا ١٧٢ھ میں فوت ہو گئے تھے (٣) ابواسحاق عمرو بن عبداللہ بن علی کوفی' جلیل القدر تابعی ہیں' ان کی توثیق پر سب متفق ہیں' انہوں نے حضرت علی' حضرت اسامہ اور حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہم کی زیارت کی ہے' ان سے سماع نہیں کیا' اور حضرت ابن عباس' حضرت ابن عمر' حضرت ابن الزبیر' حضرت معاویہ اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم سے سماع کیا ہے' اور ان سے تیمی' قتادہ اور اعمش نے سماع کیا ہے' ان سے ائمہ ستہ نے روایت کی ہے' یہ ١٢٩ھ میں فوت ہو گئے تھے (٤) حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ الانصاری الاوسی' انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ٣٠٥' احادیث روایت کی ہیں' جن میں سے ٢٢ پر امام بخاری اور امام مسلم متفق ہیں' ١٥' احادیث کے ساتھ امام بخاری منفرد ہیں اور ٦' احادیث کے ساتھ امام مسلم منفرد ہیں' جنگ احد میں یہ حضرت ابن عمر کے ساتھ گئے تھے' مگر ان کو کم سن قرار دیا گیا' پھر غزوۂ خندق اور باقی تمام مغازی میں حاضر رہے' ٢٤ھ میں انہوں نے رے (طہران) کو فتح کیا' اور حضرت ابوموسیٰ کے ساتھ غزوۂ تستر میں تھے' حضرت علی کے ساتھ ان کے تمام مشاہد میں رہے' مصعب بن زبیر کے ایام میں کوفہ میں فوت ہو گئے' ان سے ائمہ ستہ نے روایت کی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١ ص ٣٧٩-٣٧٨)

احکام شرعیہ کے منسوخ ہونے کا جواز

(١) اس حدیث کے فوائد میں سے نسخ کا ثبوت ہے اور یہودیوں کے سوا سب کا اس پر اجماع ہے کہ احکام شرعیہ کا منسوخ ہونا ثابت ہے' حضرت آدم علیہ السلام کی شریعت میں بہنوں کا بھائیوں کے ساتھ نکاح جائز تھا' اسی سے نسل انسان پھیلی اور کسی نے اس کا انکار نہیں کیا' اسی طرح حضرت یوسف علیہ السلام کی شریعت میں آزاد کو غلام بنانا جائز تھا' بعد میں یہ احکام منسوخ ہو گئے۔

(٢) اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ سنت کا قرآن سے نسخ جائز ہے کیونکہ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا سنت سے ثابت تھا' جس کو قرآن نے منسوخ کر دیا' امام شافعی اور ایک روایت میں امام احمد اور اہل ظاہر اس کے قائل نہیں ہیں اور امام

ابوحنیفہ اور جمہور اس کے قائل ہیں۔

(۳) اس حدیث میں دلیل ہے کہ خبر واحد کو قبول کرنا اور اس پر عمل کرنا جائز ہے' کیونکہ جس شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عصر کی نماز پڑھی تھی' اس کے خبر دینے سے مدینہ کی دوسری مسجد کے نمازیوں نے اپنا قبلہ تبدیل کر لیا۔

(۴) اس میں یہ دلیل ہے کہ ایک نماز کو دو طرف منہ کر کے پڑھنا جائز ہے' اگر کسی شخص کو نماز میں پتا چل جائے کہ قبلہ دوسری طرف ہے تو وہ اس طرف مڑ جائے۔

(۵) اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوتے ہوئے اجتہاد کرنے کا جواز ہے کیونکہ اس مسجد کے نمازی یہ بھی کر سکتے تھے کہ نماز توڑ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاتے کہ قبلہ تبدیل ہوا ہے یا نہیں۔

(۶) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بہت بڑا مرتبہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے سوال کے بغیر بیت اللہ کو آپ کے لیے قبلہ بنا دیا اور فرمایا: ''ہم آپ کو اس قبلہ کی طرف پھیر دیں گے جس پر آپ راضی ہیں'' (البقرہ: ۱۴۴)۔

۳۱- بَابُ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ　کسی شخص کے اسلام کا حسن

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ باب سابق میں نماز قائم کرنے کا ذکر تھا اور اس باب میں کسی شخص کے حسن اسلام کا ذکر ہے اور کسی شخص کے اسلام میں اسی وقت حسن ہوگا' جب وہ نماز قائم کرے گا۔

۴۱- قَالَ مَالِكٌ اَخْبَرَنِیْ زَیْدُ بْنُ اَسْلَمَ اَنَّ عَطَاءَ بْنَ یَسَارٍ اَخْبَرَهٗ اَنَّ اَبَا سَعِیْدِ الْخُدْرِیَّ اَخْبَرَهٗ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِذَا اَسْلَمَ الْعَبْدُ فَحَسُنَ اِسْلَامُهٗ، یُكَفِّرُ اللّٰهُ عَنْهُ كُلَّ سَیِّئَةٍ كَانَ زَلَفَهَا، وَكَانَ بَعْدَ ذٰلِكَ الْقِصَاصُ الْحَسَنَةُ بِعَشْرِ اَمْثَالِهَا اِلٰی سَبْعِمِائَةِ ضِعْفٍ، وَالسَّیِّئَةُ بِمِثْلِهَا اِلَّا اَنْ یَّتَجَاوَزَ اللّٰهُ عَنْهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ امام مالک نے کہا: مجھے زید بن اسلم نے خبر دی کہ عطاء بن یسار نے ان کو خبر دی' انہوں نے کہا: ان کو حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: جب بندہ اسلام لائے اور اسلام پر اچھی طرح عمل پیرا ہو تو اللہ اس کے ہر سابقہ گناہ کو مٹا دیتا ہے اور اس کے بعد برابر برابر ہے' ایک نیکی کا دس مثل سے لے کر سات سو مثل تک اجر ہوتا ہے اور ایک بُرائی کی اتنی ہی سزا ہوتی ہے' سوا اس کے کہ اللہ اس بُرائی سے درگزر فرمائے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) مالک بن انس رحمہ اللہ (۲) زید بن اسلم' یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام ہیں (۳) عطاء بن یسار' یہ حضرت ام المؤمنین کے آزاد کردہ غلام ہیں' ان کا تعارف ہو چکا ہے (۴) حضرت ابوسعید سعد بن مالک الخدری رضی اللہ عنہ' ان کا تعارف ہو چکا ہے۔
(عمدۃ القاری ج ۱ ص ۳۹۱)

حسن اسلام کے معانی

اس حدیث میں فرمایا ہے: جب بندہ اسلام لائے اور اس پر اچھی طرح عمل پیرا ہو' اس کا معنی یہ ہے کہ وہ اپنے ظاہر اور باطن کے ساتھ اسلام میں داخل ہو جائے' اور اس کا یہ معنی بھی ہے' جیسا کہ حدیث جبریل میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: احسان یہ ہے کہ تم اللہ کی اس طرح عبادت کرو گویا کہ اس کو دیکھ رہے ہو' اس سے مراد یہ ہے کہ بہت زیادہ اخلاص اور خضوع اور خشوع سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔
اس حدیث میں فرمایا ہے: تو اللہ اس کے ہر سابقہ گناہ کا کفارہ کر دیتا ہے' کفارہ کا معنی ہے: گناہوں کو ڈھانپ لینا' اور اس کا یہ

معنی بھی ہے کہ وہ گناہوں کی وجہ سے جس عذاب کا مستحق تھا اللہ تعالیٰ اس عذاب کو ساقط کر دیتا ہے۔

اور اس حدیث میں "زلفھا" کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: وہ جس گناہ کے قریب گیا تھا اور اس کا یہ معنی بھی ہے: اس نے جس گناہ کو پہلے کیا تھا۔

حسن اسلام کے سلسلہ میں مشہور حدیث یہ ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی شخص کے اسلام کا حسن یہ ہے کہ وہ لایعنی (غیر مقصود چیزوں کو) ترک کر دے۔ (سنن ترمذی: ۲۳۱۷ 'سنن ابن ماجہ: ۳۹۷۶ 'مسند احمد ج ۱ ص ۲۰۱)

اسلام لانے کے بعد اگر سابقہ بُرے کام دوبارہ کیے تو پھر وہ بُرے کام معاف ہوں گے یا نہیں؟

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا: کیا ہم سے جاہلیت کے کاموں پر گرفت کی جائے گی؟ آپ نے فرمایا: جو اسلام پر عمدہ طریقہ سے عمل پیرا ہوا اس سے جاہلیت کے افعال پر مواخذہ نہیں کیا جائے گا اور جس نے اسلام میں بُرے کام کیے اس کے پہلے اور بعد کے کاموں پر گرفت کی جائے گی۔ (صحیح البخاری: ۶۹۲۱ 'صحیح مسلم: ۱۳۰ 'مسند احمد ج ۱ ص ۴۰۹)

اسلام پر عمدہ طریقہ سے عمل پیرا ہونے کا معنی یہ ہے کہ اسلام کے فرائض اور واجبات پر عمل کرے اور حرام اور مکروہ تحریمی کاموں سے باز رہے اور اسلام میں برے کاموں سے مراد یہ ہے کہ اسلام میں ان ممنوع کاموں کو کرے' جن کو جاہلیت میں کیا جاتا تھا۔

حضرت ابن مسعود کی اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ مسلمان نے اسلام لانے سے پہلے جو بعض ایسے حرام کام کیے' جو زمانہ جاہلیت میں کیے جاتے تھے اور جن سے وہ اسلام لانے کے بعد اجتناب کرتا ہے' ان حرام کاموں کو اسلام لانے کے بعد مٹا دیا جاتا ہے' اور رہے وہ حرام کام جن کو اس نے زمانہ جاہلیت میں کیا اور اسلام لانے کے بعد بھی ان حرام کاموں پر اصرار کیا تو اس سے ان کاموں پر بھی گرفت کی جائے گی' کیونکہ جب اسلام لانے کے بعد اس نے ان حرام کاموں پر اصرار کیا تو وہ ان حرام کاموں سے تائب نہیں ہوا تھا' سو بغیر توبہ کے وہ گناہ نہیں مٹائے جائیں گے' اور جمہور علماء نے یہ کہا ہے کہ اسلام لانے کے بعد زمانہ کفر کے تمام گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں' خواہ وہ اسلام لانے کے بعد ان گناہوں کو دوبارہ کرے یا نہ کرے' ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے اسلام کو میرے دل میں جاگزین کر دیا تو میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا' پھر میں نے کہا: آپ اپنا ہاتھ بڑھائیں تاکہ میں آپ کے ہاتھ پر بیعت کروں' آپ نے ہاتھ آگے بڑھایا تو میں نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا' آپ نے پوچھا: اے عمرو! کیا ہوا؟ میں نے کہا: میں ایک شرط لگانا چاہتا ہوں' آپ نے پوچھا: کیا شرط لگانا چاہتے ہو؟ میں نے کہا: میری مغفرت کر دی جائے' آپ نے فرمایا: کیا تم نہیں جانتے کہ اسلام پہلے کیے ہوئے گناہوں کو مٹا دیتا ہے' اور ہجرت پہلے گناہوں کو مٹا دیتی ہے اور حج پہلے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔ (صحیح مسلم' کتاب الایمان: ۱۹۲' رقم بلا تکرار: ۱۲۱' الرقم المسلسل: ۳۱۴)

حضرت ابن مسعود کی حدیث کی وجہ سے حضرت عمرو بن العاص کی حدیث کے عموم کو مقید کیا جائے گا یا حضرت ابن مسعود کی حدیث کی تاویل کی جائے گی' اس سلسلہ میں حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ حضرت ابن مسعود کی یہ حدیث بہ ظاہر اجماع امت کے خلاف ہے کہ اسلام زمانہ کفر کے تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے اور قرآن مجید میں ہے:

قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ يَّنْتَهُوْا يُغْفَرْ لَهُمْ مَّا قَدْ سَلَفَ. (الانفال: ۳۸) آپ ان کافروں سے کہیے کہ اگر یہ لوگ (کفر سے) باز آ جائیں تو ان کے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

اور اس حدیث کی توجیہ یہ ہے کہ کافر جب اسلام لے آئے تو اس کے پچھلے گناہوں پر مواخذہ نہیں کیا جاتا' پس اگر وہ اسلام لانے کے بعد انتہائی بُرا کام کرے اور وہ اسلام کی حالت میں بہت سخت گناہ پر سوار ہو تو اسلام میں اس کی اس بڑی معصیت پر گرفت کی جائے گی اور زمانۂ کفر کی معصیت اور اس کو مٹانے پر سرزنش اور زجر و توبیخ کی جائے گی' اس سے کہا جائے گا: کیا تو نے زمانۂ کفر میں یہ کام نہیں کیا تھا پھر تیرے اسلام نے تجھے اس کام کو دوبارہ کرنے سے کیوں نہیں روکا؟ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ زمانۂ کفر کی معصیت پر تو صرف سرزنش اور ملامت کی جائے گی اور زمانۂ اسلام کی معصیت پر اس کو سزا دی جائے گی۔

حضرت ابن مسعود کی حدیث کی دوسری توجیہ یہ ہے کہ زمانۂ اسلام میں بُرا کام کرنے سے مراد کفر ہے' کیونکہ وہ انتہائی برا کام اور بہت سخت معصیت ہے' پس جب وہ شخص مرتد ہو گیا اور کفر پر مر گیا' پھر وہ اس شخص کی طرح ہو گیا' جو اسلام نہیں لایا اور اس کو اس کے تمام سابقہ گناہوں پر سزا دی جائے گی' اسی وجہ سے امام بخاری نے اس حدیث کو ابواب المرتدین میں درج کیا ہے۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ اس حدیث کا یہ معنی ہے کہ جو شخص اسلام پر عمدہ طریقہ سے عمل پیرا ہو یعنی اس نے اسلام کے تمام احکام پر ان کی شرائط کے ساتھ عمل کیا تو اس کے زمانۂ جاہلیت کے گناہوں پر مواخذہ نہیں کیا جائے گا اور جس نے اسلام لا کر برا کام کیا یعنی توحید کے عقیدہ کو ترک کر دیا تو اس کے تمام سابقہ گناہوں پر مواخذہ کیا جائے گا' میں نے علماء کی ایک جماعت پر اس حدیث کے جواب کو پیش کیا تو انہوں نے کہا کہ اس کے علاوہ اس حدیث کا اور کوئی معنی نہیں ہے۔

محب طبری نے کہا ہے کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ جو شخص صحیح اسلام لایا' جس میں نفاق نہ ہو' اس کے زمانۂ جاہلیت کے برے کاموں کا کفارہ ہو جائے گا اور جس نے زمانۂ اسلام میں نفاق کیا' اس کے پچھلے گناہوں کا کفارہ نہیں ہوگا۔

علامہ داؤدی نے کہا: جو اسلام لانے کے بعد اسلام پر مر گیا' اس کے سابقہ گناہوں کا کفارہ ہوگا اور جو غیر اسلام پر مرا' اس کے سابقہ گناہوں کا کفارہ نہیں ہوگا۔

علامہ قرطبی نے کہا: جو اخلاص سے اسلام لایا' اس کے زمانۂ جاہلیت کے گناہوں کا کفارہ ہو جائے گا اور جو ریاکاری اور دکھانے کے لیے اسلام لایا' اس کے سابقہ گناہوں کا کفارہ نہیں ہوگا۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۷۰۔۶۹' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

۴۲- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ' عَنْ هَمَّامٍ' عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَحْسَنَ أَحَدُكُمْ إِسْلَامَهُ' فَكُلُّ حَسَنَةٍ يَعْمَلُهَا تُكْتَبُ لَهُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا إِلَى سَبْعِمِائَةِ ضِعْفٍ' وَكُلُّ سَيِّئَةٍ يَعْمَلُهَا تُكْتَبُ لَهُ بِمِثْلِهَا. (صحیح مسلم:۱۲۹' مسند ابو عوانہ ج ۱ ص ۸۴' صحیح ابن حبان:۲۲۸' شعب الایمان:۷۰۴۶' کتاب الاسماء والصفات ص ۱۷۱' مسند احمد ج ۲ ص ۳۱۷ طبع قدیم' مسند احمد ج ۱۳ ص ۵۳۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن منصور نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الرزاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی' از ہمام از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص اسلام پر اچھی طرح سے عمل پیرا ہو' تو ہر وہ نیکی جس پر وہ عمل کرتا ہے' اس کے لیے دس گنا سے لے کر سات سو گنا لکھی جاتی ہے اور ہر وہ برائی جس پر وہ عمل کرتا ہے' اس کی وہ ایک برائی ہی لکھی جاتی ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) اسحاق بن منصور بن بہرام نیشاپوری' امام ابو داؤد کے سوا ائمہ ستہ نے ان سے احادیث روایت کی ہیں' امام نسائی نے کہا: یہ

ثقہ اور ثبت ہیں' یہ ۲۵۱ھ میں نیشا پور میں فوت ہو گئے تھے (۲) عبدالرزاق بن ہمام بن نافع الیمانی الصنعانی' انہوں نے معمر' ثوری اور امام مالک وغیرہ سے سماع کیا ہے' معمر اور امام احمد نے ان کی توثیق کی' ابواحمد بن عدی نے کہا: یہ قوی نہیں ہیں' عباس بن عبدالعظیم نے ان کی جھوٹ کی طرف نسبت کی' اور کہا: واقدی ان سے زیادہ صادق ہیں' ان کی تشیع کی طرف نسبت کی گئی ہے' انہوں نے فضائل اہل بیت میں ایسی احادیث روایت کیں' جن میں کسی ثقہ راوی نے ان کی موافقت نہیں کی اور یہ منکر احادیث کو روایت کرنے سے زیادہ مذموم ہے' یہ ۲۱۱ھ میں فوت ہو گئے تھے' بہت بڑی جماعت نے ان سے احادیث روایت کی ہیں (۳) معمر بن راشد' ان کا تعارف ہو چکا ہے (۴) ہمام بن منبہ بن کامل الیمانی الصنعانی' یہ تابعی ہیں' انہوں نے حضرت ابوہریرہ' حضرت ابن عباس اور حضرت معاویہ سے سماع کیا' یحییٰ بن معین نے ان کی توثیق کی ہے اور بہت بڑی جماعت نے ان سے احادیث روایت کی ہیں' یہ ۱۳۱ھ میں فوت ہو گئے تھے (۵) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' آپ کا تعارف گزر چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱ ص ۳۹۸۔۳۹۷)

نیک کاموں کے اجر میں اضافہ پر دلائل

اس حدیث میں فرمایا ہے: ہر وہ نیکی جس پر کوئی شخص عمل کرتا ہے' اس کے لیے دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک لکھی جاتی ہے:
دس گنا کی دلیل قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا. (الانعام:۱۶۰) — جو شخص ایک نیکی کرے گا' اسے اس کی دس مثلیں ملیں گی۔

اور سات سو گنا اجر کی دلیل یہ آیت ہے:

مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ وَّاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ. (البقرہ:۲۶۱) — جو لوگ اللہ کی راہ میں اپنا مال خرچ کرتے ہیں' اس کی مثال اس دانے کی طرح ہے' جو سات خوشے اگائے اور ہر خوشہ میں سو دانے ہوں اور اللہ جس کے لیے چاہتا ہے دگنا کر دیتا ہے۔

نیز امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے رب عزوجل سے روایت کرتے ہیں' آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے نیک کاموں کو اور بُرے کاموں کو لکھ لیا ہے' پھر ان کا بیان فرمایا: پس جس نے نیکی کا منصوبہ بنایا اور اس پر عمل نہیں کیا' اللہ تعالیٰ اس کی ایک کامل نیکی لکھ لیتا ہے اور جس نے نیکی کا منصوبہ بنایا' پھر اس پر عمل کر لیا تو اللہ تعالیٰ اپنے پاس اس کی دس نیکیاں لکھ لیتا ہے' سات سو دگنی چوگنی نیکیوں سے لے کر بہت زیادہ بڑھا چڑھا کر' اور جس نے کسی بُرائی کا منصوبہ بنایا' پھر اس پر عمل نہیں کیا تو اللہ تعالیٰ اپنے پاس اس کی ایک کامل نیکی لکھ لیتا ہے اور اگر اس نے بُرائی کا منصوبہ بنایا اور پھر اس بُرائی پر عمل کر لیا تو اللہ تعالیٰ اپنے پاس اس کی صرف ایک بُرائی لکھتا ہے۔ (صحیح البخاری:۶۴۹۱' صحیح مسلم:۱۳۱' سنن دارمی:۲۷۸۹' مسند احمد ج ۱ ص ۳۱۰۔ ج ۱ ص ۲۱۹ طبع قدیم)

* یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۲۴۶۔ ج ۱ ص ۵۹۲ پر ہے' وہاں پر اس کی شرح کے حسب ذیل عنوانات ہیں:
(۱) ہم اور عزم کی تعریفیں اور ان کا شرعی حکم (۲) دس سے لے کر سات سو گنا اور اس سے بھی زیادہ اجر عطا فرمانے کی تحقیق۔

۳۲- بَابٌ اَحَبُّ الدِّيْنِ اِلَى اللّٰهِ اَدْوَمُهٗ
اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ پسندیدہ عبادت وہ ہے جس میں زیادہ دوام ہو

اس باب کی سابق باب کے ساتھ مناسبت اس طرح ہے کہ باب سابق میں کسی شخص کے اسلام کا حسن بیان فرمایا تھا اور وہ اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کرنے سے حاصل ہوتا ہے اور اس باب میں نیک اعمال پر دوام مطلوب ہے اور جب بندہ نیک اعمال پر دوام

کرے گا تو اس سے اللہ تعالیٰ کی محبت زیادہ ہوگی' کیونکہ اللہ تعالیٰ کو خود دوام ہے' اس لیے وہ دوام کو پسند فرماتا ہے۔ اس عنوان میں ''دین'' کا لفظ ہے اور اس سے مراد نیک اعمال اور عبادت ہے' امام بخاری کا مطلوب یہ ہے کہ یہاں ایمان کا اطلاق نیک اعمال پر ہے' لیکن یہ مطلوب اس وقت ثابت ہوتا' جب دین سے مراد ایمان ہوتا' لیکن یہاں دین سے مراد نیک اعمال اور عبادت ہے۔ اس باب کے عنوان اور حدیث میں ''ادوم'' کا لفظ ہے اور یہ دوام کا اسم تفضیل ہے' اس کا معنی ہے: زیادہ دوام' اور اس پر یہ اعتراض ہے کہ دوام کا معنی ہے: جو چیز ہمیشہ ہو اور تمام زمانوں میں ہو' پس جو چیز تمام زمانوں میں ہو' اس پر زیادتی کیسے ہوسکتی ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے مراد دوام حقیقی نہیں ہے' دوام عرفی ہے اور اس میں کمی اور زیادتی ہوسکتی ہے۔

۴۳- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى' حَدَّثَنَا يَحْيٰى' عَنْ هِشَامٍ قَالَ اَخْبَرَنِىْ اَبِىْ' عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَيْهَا وَعِنْدَهَا امْرَاَةٌ قَالَ مَنْ هٰذِهٖ؟ قَالَتْ فُلَانَةُ' تَذْكُرُ مِنْ صَلَاتِهَا' قَالَ مَهْ' عَلَيْكُمْ بِمَا تُطِيْقُوْنَ' فَوَاللّٰهِ لَا يَمَلُّ اللّٰهُ حَتّٰى تَمَلُّوْا. وَكَانَ اَحَبَّ الدِّيْنِ اِلَيْهِ مَا دَاوَمَ عَلَيْهِ صَاحِبُهٗ.

(صحیح مسلم: ۷۸۵' سنن ترمذی: ۲۸۵۶' شمائل ترمذی: ۳۰۴' سنن نسائی: ۵۰۵۰۔ ۱۶۴' مسند اسحاق بن راھویہ: ۶۲۶' شرح السنۃ: ۹۳۳' صحیح ابن خزیمہ: ۱۲۸۲' مسند ابویعلیٰ: ۴۶۵۱' سنن بیہقی ج ۳ ص ۷' حلیۃ الاولیاء ج ۲ ص ۶۶۔ ۶۵' مسند ابوعوانہ ج ۲ ص ۲۹۸' مسند احمد ج ۶ ص ۵۱۔ ۴۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۴۲۴۵۔ ۲۴۱۸۹۔ ج ۴۰ ص ۲۲۲۔ ج ۴۰ ص ۲۹۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن مثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از ہشام' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے خبر دی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے' اس وقت ان کے پاس ایک عورت بیٹھی ہوئی تھی' آپ نے پوچھا: یہ کون ہے؟ حضرت عائشہ نے کہا: یہ فلاں عورت ہے' اس کی نماز کا بہت چرچا ہے' آپ نے فرمایا: چپ کرو' تم ان عبادات کو لازم رکھو جن کی تم طاقت رکھتے ہو' پس اللہ کی قسم! اللہ اس وقت تک نہیں اکتاتا' جب تک تم نہ اکتا جاؤ' اور اللہ کے نزدیک زیادہ پسندیدہ عبادت وہ ہے' جس پر عبادت کرنے والا دوام کرے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) ابوموسیٰ محمد بن مثنیٰ البصری' ان کا تعارف ''باب حلاوة الایمان'' میں گزر چکا ہے (۲) یحییٰ بن سعید القطان' ان کا تعارف اس باب میں گزر چکا ہے: جو چیز اپنے لیے پسند کرے وہی اپنے بھائی کے لیے پسند کرے (۳) ہشام بن عروہ (۴) ہشام کے والد عروہ بن الزبیر' ان کا تعارف بھی الحدیث: ۲ میں گزر چکا ہے (۵) حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا' ان کا تعارف الحدیث: ۲ میں ہو چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱ ص ۴۰۰)

حدیث مذکور کے مشکل الفاظ کے معانی اور اس اعتراض کا جواب کہ حضرت عائشہ نے حولاء کے منہ پر اس کی تعریف کی حالانکہ منہ پر تعریف کرنا منع ہے

اس حدیث میں ہے' حضرت عائشہ نے کہا: اس وقت ان کے پاس ایک عورت تھی' اس عورت کا نام الحولاء تھا یا کوئی اور تھی' امام بخاری نے کہا ہے: یہ عورت بنو اسد سے تھی اور یہ عورت الحولاء بنت تویت تھی' حضرت الحولاء بہت نیک اور عابدہ مہاجرہ خاتون تھیں۔

اس حدیث میں ''مَه'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: چپ کرو یا بس کرو' اس حدیث پر یہ اعتراض ہے کہ حضرت عائشہ نے اس خاتون کے سامنے کہا کہ اس عورت کی عبادت کا بہت چرچا ہے' حالانکہ کسی کے منہ پر اس کی تعریف کرنا ممنوع ہے' اس کا ایک جواب یہ

ہے کہ کسی کے سامنے اس کی تعریف کرنا' اس وقت منع ہے جب اس کے فتنہ میں مبتلا ہونے کا خدشہ ہو' اور جب یہ خدشہ نہ ہو تو پھر منہ پر تعریف کرنا جائز ہے' جیسے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بعض صحابہ کے سامنے ان کی تعریف کی' جیسے آپ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا: بے شک تمام لوگوں میں اپنی جان اور مال سے' میرے ساتھ سب سے زیادہ احسان کرنے والے ابوبکر ہیں۔ (صحیح البخاری: ۴۶۶) اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو علم تھا کہ یہ خاتون فتنہ میں مبتلا نہیں ہوگی' دوسرا جواب یہ ہے کہ ایک اور روایت میں ہے کہ اس خاتون کے جانے کے بعد حضرت عائشہ نے اس خاتون کے متعلق کہا تھا: یہ اہل مدینہ میں سب سے زیادہ عبادت گزار ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱ ص ۴۰۲)

نیز اس حدیث میں ہے: پس اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ اس وقت تک نہیں اکتاتا' جب تک تم نہ اکتا جاؤ' حدیث کے الفاظ یہ ہیں: اللہ تعالیٰ کو اس وقت تک ملال نہیں ہوتا جب تک کہ تم کو ملال نہ ہو۔ ملال کا معنی ہے: کسی چیز کو بوجھ سمجھ کر اس کو ترک کر دینا اور اس کو ناپسند کرنا' ملال کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر جائز نہیں' یہ مخلوق کی صفات میں سے ہے' اللہ تعالیٰ کی صفات سے نہیں ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ملال کا معنی یہ ہے کہ وہ کسی عمل پر ثواب عطا کرنے کو ترک کر دے' سو اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کرتا' اور اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ جب تک تم عبادت کرنے کو ترک نہ کرو' اللہ تعالیٰ تمہیں ثواب عطا کرنے کو ترک نہیں کرتا۔

امت پر شفقت کی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مشکل اور دشوار عبادات سے منع فرمانا

اس حدیث میں نفلی عبادت کو دوام کے ساتھ کرنے کی فضیلت کا ذکر ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اپنی امت پر شفقت کا بیان ہے کہ وہ اپنی طاقت کے مطابق عمل کریں اور اپنے آپ کو مشکل میں ڈال کر طاقت سے زیادہ عمل کرنے کی کوشش نہ کریں' حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص مسلسل روزے رکھتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں منع فرمایا' وہ نہیں مانے اور کہا: میں اس کی طاقت رکھتا ہوں' بڑھاپے میں ان کی صحت اس سے متاثر ہوگئی تو وہ اس پر افسوس کرتے تھے کہ کاش! میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصیحت پر عمل کر لیتا۔

اس حدیث کا متن درج ذیل ہے:

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے عبداللہ! کیا مجھے یہ خبر نہیں دی گئی کہ تم دن کو روزہ رکھتے ہو اور رات کو (نماز میں) قیام کرتے ہو؟ میں نے کہا: کیوں نہیں! یارسول اللہ! آپ نے فرمایا: تم ایسا مت کرو' ایک دن روزہ رکھو اور ایک دن روزہ نہ رکھو' اور رات کو قیام بھی کرو اور نیند بھی کرو' کیونکہ تمہارے جسم کا بھی تم پر حق ہے اور تمہاری آنکھوں کا بھی تم پر حق ہے اور تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے اور تمہارے مہمان کا بھی تم پر حق ہے اور تمہارے لیے یہ کافی ہے کہ تم مہینہ میں تین روزے رکھ لو' کیونکہ تمہیں ہر نیکی کا دس گنا اجر ملے گا' اور اس طرح تمہارے دائمی روزے ہو جائیں گے' میں نے مسلسل روزے رکھنے پر اصرار کیا' آپ نے اصرار سے منع کیا' میں نے کہا: یارسول اللہ! میں اس کی قوت پاتا ہوں' آپ نے فرمایا: پھر تم اللہ کے نبی حضرت داؤد علیہ السلام کے روزوں کی طرح روزے رکھو' اور اس سے زیادہ نہ رکھو' میں نے پوچھا: اللہ کے نبی حضرت داؤد علیہ السلام کس طرح روزے رکھتے تھے؟ آپ نے فرمایا: نصف الدھر (ایک دن چھوڑ کر روزہ رکھنا) (دوسری روایت میں ہے: یہ سب سے افضل روزے ہیں' میں نے کہا: میں اس سے افضل کی طاقت رکھتا ہوں' تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس سے کوئی افضل نہیں ہے۔ صحیح البخاری: ۱۹۷۶) بوڑھے ہونے کے بعد حضرت عبداللہ یہ کہتے تھے: کاش! میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فرمائی ہوئی رخصت کو قبول کر لیتا۔

(صحیح البخاری: ۱۹۷۵' صحیح مسلم: ۱۱۵۹' سنن ابوداؤد: ۲۴۴۸' سنن نسائی: ۲۳۹۱' سنن ابن ماجہ: ۱۷۱۲)

شرح صحیح مسلم میں حدیث مذکور کی شرح

یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۱۷۳۰ ـ ج ۱ ص ۷۵۳ پر ہے اور اس کی شرح میں حسب ذیل عنوانات ہیں:

(۱) اکتانے اور استہزاء وغیرہ کا اللہ تعالیٰ پر اطلاق (۲) نفلی عبادات پر دوام کا معنی (۳) نفلی عبادات اور بدعات کے درمیان حد فاصل (۴) جس فعل کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ ترک کیا ہو وہ علی الاطلاق بدعت نہیں ہے (۵) رسول اللہ کے کسی کام کو ترک کرنے کی وجہ سے بدعت کا ضابطہ (۶) نفلی عبادات کے ساتھ فرض یا واجب کا معاملہ کرنے کی ممانعت (۷) بدعت سیئہ کی تعریف (۸) بدعت کا شرعی معنی اور اقسام (۹) بدعت حسنہ اور مصالح مرسلہ (۱۰) بدعت حسنہ کی وجہ اختراع اور بدعت سیئہ کا مصداق (۱۱) ایک شبہ کا ازالہ (۱۲) قرون ثلٰثہ پر سنت و بدعت کا مدار۔

۳۳- بَابُ زِيَادَةِ الْإِيمَانِ وَنُقْصَانِهِ ایمان کی زیادتی اور اس کا نقصان

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت اس طرح کہ سابق باب میں یہ بیان کیا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ پسندیدہ عبادت وہ ہے' جس میں زیادہ دوام ہو اور اس باب میں ایمان کی زیادتی اور نقصان کا ذکر ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ جب بندہ کسی عبادت کو دوام کے ساتھ زیادہ کرتا ہے تو اس کا ایمان زیادہ ہوتا ہے اور جب وہ اس کے دوام میں تقصیر کرتا ہے تو اس کا ایمان کم ہوتا ہے' اور یہی امام بخاری کا مطلوب اور مقصود ہے' اور یہ ہم احناف کے مخالف نہیں ہے' کیونکہ ہم کہتے ہیں کہ نفس ایمان میں اعمال داخل نہیں ہیں اور اس کے امام بخاری بھی قائل ہیں اور ایمان کامل میں اعمال داخل ہیں۔

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَزِدْنَاهُمْ هُدًى﴾ (الکہف: ۱۳)' ﴿وَيَزْدَادَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِيْمَانًا﴾ (المدثر: ۳۱)' وَقَالَ ﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ﴾ (المائدہ: ۳) فَاِذَا تَرَكَ شَيْئًا مِنَ الْكَمَالِ فَهُوَ نَاقِصٌ.

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''اور ہم نے اصحاب کہف کی ہدایت کو زیادہ کیاO'' (الکہف: ۱۳) ''اور ایمان والے ایمان میں زیادہ ہو جائیں'' (المدثر: ۳۱) اور فرمایا: ''آج ہم نے تمہارے لیے تمہارے دین کو کامل کر دیا'' (المائدہ: ۳) اور جب کمال میں سے کسی چیز کو چھوڑ دیا جائے تو وہ ناقص ہوتی ہے۔

٤٤- حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ' عَنْ اَنَسٍ' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَخْرُجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ' وَفِيْ قَلْبِهٖ وَزْنُ شَعِيْرَةٍ مِنْ خَيْرٍ' وَيَخْرُجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَفِيْ قَلْبِهٖ وَزْنُ بُرَّةٍ مِنْ خَيْرٍ' وَيَخْرُجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَفِيْ قَلْبِهٖ وَزْنُ ذَرَّةٍ مِنْ خَيْرٍ. [طرف الحدیث: ۷۵۰۹]

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں مسلم بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' وہ کہتے ہیں: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی' وہ کہتے ہیں: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: وہ شخص دوزخ سے نکل آئے گا' جس نے لا الٰہ الا اللہ کہا اور اس کے دل میں ایک جَو کے برابر بھی نیکی ہو اور وہ شخص دوزخ سے نکل آئے گا' جس نے لا الٰہ الا اللہ کہا اور اس کے دل میں ایک گندم کے برابر بھی نیکی ہو اور وہ شخص دوزخ سے نکل آئے گا' جس نے لا الٰہ الا اللہ کہا اور اس کے دل میں ایک جوار (یا ذرہ) کے برابر بھی نیکی ہو۔

(صحیح مسلم: ۱۹۳' سنن ترمذی: ۲۵۹۳' سنن ابن ماجہ: ۴۳۱۲' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۱ ص ۵۱-۵۰' السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۱۲۴۳' صحیح ابن خزیمہ ج ۲ ص ۷۰۶' مسند ابوعوانہ ج ۱ ص ۱۸۰-۱۷۹' صحیح ابن حبان: ۶۴' ۶۴ الشریعۃ للآجری ص ۳۴۹' کتاب الاسماء والصفات ص ۱۹۱' شرح السنۃ:

۴۴۴۴ مسند احمد ج ۳ ص ۱۱۶ طبع قدیم مسند احمد: ۱۲۱۵۳۔ ج ۱۹ ص ۱۹۸ موسسۃ الرسالۃ بیروت)

قال اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ اَبَانُ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ حَدَّثَنَا اَنَسٌ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ اِيْمَانٍ مَكَانَ مِنْ خَيْرٍ.

امام بخاری کہتے ہیں: ابان نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی' از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' اس میں خیر کے بجائے ایمان کا لفظ ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) مسلم بن ابراہیم البصری الازدی' ان سے امام بخاری اور امام ابوداؤد نے احادیث روایت کی ہیں' یہ ۱۳۳ھ میں بصرہ میں پیدا ہوئے اور ۲۲۲ھ میں فوت ہو گئے' یحییٰ بن معین نے کہا: یہ ثقہ مامون ہیں' ابوحاتم نے کہا: ثقہ صدوق ہیں' انہوں نے ستر (۷۰) خواتین سے احادیث سماع کی ہیں (۲) ہشام بن ابوعبداللہ الربعی البصری' وکیع نے کہا: یہ ثبت تھے' امام ابوداؤد طیالسی نے کہا: یہ امیر المومنین فی الحدیث ہیں' محمد بن سعد نے کہا: یہ ثقہ اور ثبت فی الحدیث تھے' مگر یہ قدری تھے' یہ ۱۴۵ھ میں فوت ہو گئے (۳) قتادہ بن دعامہ (۴) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' ان دونوں کا تعارف گزر چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱ ص ۴۰۵)

بعض الفاظ کے معانی اور اس اشکال کا جواب کہ ایمان تو ایک کیفیت ہے' اس کا ذرہ برابر وزن کیسے ہوگا اور اس اعتراض کا جواب کہ محمد رسول اللہ پڑھے بغیر صرف لا الٰہ الا اللہ پڑھنے سے کیسے نجات ہوگی؟

اس حدیث میں ''شعیرۃ'' اور ''برّۃ'' کا لفظ ہے' ''شعیرۃ'' کا معنی جَو ہے' اور ''بُرّۃ'' کا معنی گندم ہے اور ''الذرّۃ'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: چھوٹی چیونٹی' اور اس کا معنی ہے: سوئی کے ناکے کے برابر وہ غبار جو سورج کی شعاع میں نظر آتا ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب تم اپنے ہاتھ سے گرد جھاڑو تو جو گرد جھڑے گی' وہ ذرہ ہوگا' ایک قول یہ ہے کہ چار ذروں سے مل کر ایک خردل (رائی کا دانہ) بنتا ہے' شعبہ نے اس لفظ کو بدل کر ''ذُرَةٌ'' لکھا ہے' اس کا معنی ہے: جوار کا دانہ۔

اور اس حدیث میں ''یَخْرُجُ'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: نکلتا ہے اور بعض روایات میں ''یُخْرَجُ'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: نکالا جائے گا۔

اس حدیث میں ہے: جس کے دل میں ذرہ کے برابر خیر ہو' خیر سے مراد ایمان ہے' جیسا کہ امام بخاری نے ابان کی تعلیق میں ذکر کیا ہے۔

اس حدیث میں ہے کہ جس کے دل میں ذرہ کے برابر ایمان ہو' وہ دوزخ سے نکل آئے گا' اس پر یہ اعتراض ہے کہ ایمان کا وزن کس طرح کیا جائے گا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس کے اعمال کے جس صحیفہ میں ایمان لکھا ہوگا' اس صحیفہ کا وزن کیا جائے گا' دوسرا جواب یہ ہے کہ اب سائنسی تحقیق سے واضح ہو چکا ہے کہ کیفیات کا بھی وزن ہو جاتا ہے' جسم یا کمرہ میں یا فضاء میں جو درجہ حرارت ہو' اس کا وزن کیا جاتا ہے' اس وقت میرے کمرہ میں 28.4 درجہ حرارت ہے' کل شام میرے خون میں رینڈم گلوکوز کی مقدار 225 ملی گرام تھی اور صبح کو میرے خون میں کولیسٹرول کی مقدار 199 ملی گرام تھی' اور آج صبح میرا بلڈ پریشر 130/70 تھا' سو جب سائنسی آلات سے ان کیفیات کا وزن ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے لیے ایمان کا وزن کرنا کیا مشکل ہے اور اس میں کون سا استبعاد ہے۔

نیز اس حدیث میں ہے: جس نے لا الٰہ الا اللہ کہا اور اس کے دل میں ذرہ برابر ایمان ہو' وہ دوزخ سے نکل آئے گا' اس پر یہ اعتراض ہے کہ اس میں محمد رسول اللہ کا ذکر نہیں ہے' حالانکہ نجات کے لیے آپ کی رسالت پر ایمان لانا ضروری ہے' اس کے تین جواب ہیں:

(۱) لا الٰہ الا اللہ سے مراد پورا کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے اور یہاں جز کا ذکر ہے اور اس سے مراد کل ہے (۲) لا الٰہ الا اللہ پورے کلمہ طیبہ کا علم ہے جیسے "قل ھو اللہ احد" سورۂ اخلاص کا علم ہے (۳) لا الٰہ الا اللہ پر ایمان کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ پر اس کی تمام صفات کے ساتھ ایمان لانا' اور اللہ کی ایک صفت یہ ہے کہ وہ سیدنا محمد ﷺ کو رسول بنانے والا ہے۔

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ بعض اہل ایمان کو دوزخ میں ڈالا جائے گا' اس میں مرجئہ کے عقیدہ کا رد ہے کہ کسی مومن کو دوزخ میں نہیں ڈالا جائے گا' اور اس حدیث میں یہ بھی تصریح ہے کہ ان کو دوزخ سے نکال لیا جائے گا' اس میں خوارج اور معتزلہ کا رد ہے' جو کہتے ہیں کہ مرتکب کبیرہ کو دوزخ سے نہیں نکالا جائے گا۔

* یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۳۸۶۔ ج ۱ ص ۸۱۰ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۴۵- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ الصَّبَّاحِ، سَمِعَ جَعْفَرَ بْنَ عَوْنٍ حَدَّثَنَا أَبُو الْعُمَيْسِ أَخْبَرَنَا قَيْسُ بْنُ مُسْلِمٍ، عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ أَنَّ رَجُلًا مِّنَ الْيَهُوْدِ قَالَ لَهُ يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ، آيَةٌ فِيْ كِتَابِكُمْ تَقْرَءُوْنَهَا، لَوْ عَلَيْنَا مَعْشَرَ الْيَهُوْدِ نَزَلَتْ، لَاتَّخَذْنَا ذٰلِكَ الْيَوْمَ عِيْدًا، قَالَ أَيُّ آيَةٍ؟ قَالَ ﴿اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِيْنًا﴾ (المائدہ:۳) قَالَ عُمَرُ قَدْ عَرَفْنَا ذٰلِكَ الْيَوْمَ، وَالْمَكَانَ الَّذِيْ نَزَلَتْ فِيْهِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ قَائِمٌ بِعَرَفَةَ يَوْمَ جُمُعَةٍ.

[اطراف الحدیث: ۴۴۰۷-۴۶۰۶-۷۲۶۸]

(صحیح مسلم: ۳۰۱۷' سنن ترمذی: ۳۰۴۳' سنن نسائی: ۵۰۲۷۔ ۳۰۰۲)

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں الحسن بن صباح نے حدیث بیان کی' انہوں نے جعفر بن عون سے سنا' انہوں نے کہا: ہمیں ابوالعمیس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں قیس بن مسلم نے خبر دی' از طارق بن شہاب از حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کہ یہود میں سے ایک شخص نے کہا: اے امیر المومنین! آپ کی کتاب میں ایک آیت ہے' جس کی آپ لوگ تلاوت کرتے ہیں' اگر وہ آیت ہم یہودیوں پر نازل ہوتی تو ہم اس دن کو عید مناتے' حضرت عمر نے پوچھا: وہ کون سی آیت ہے؟ تو اس نے کہا: "آج میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو کامل کر دیا اور تم پر میں نے اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو بہ طور دین پسند کر لیا" (المائدہ: ۳)۔ حضرت عمر نے کہا: ہمیں وہ دن بھی معلوم ہے اور مقام بھی معلوم ہے' جہاں یہ آیت نبی ﷺ پر نازل ہوئی تھی' اس وقت آپ جمعہ کے دن میدانِ عرفات میں کھڑے ہوئے تھے۔

چونکہ امام بخاری نے اس باب کے عنوان میں المائدہ: ۳ کو ذکر کیا تھا' اس لیے یہاں اس حدیث کو روایت کیا ہے' جس میں یہ آیت ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف اور حضرت طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ کا تذکرہ

(۱) الحسن ابوعلی بن صباح الواسطی بغدادی' امام احمد بن حنبل نے کہا: یہ ثقہ اور عامل بالسنۃ ہیں' ان سے امام بخاری' امام ابوداؤد' امام ترمذی' امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے روایت کی ہے' یہ ۲۶۰ھ میں بغداد میں فوت ہو گئے (۲) جعفر بن عون بن جعفر المخزومی' ابن معین نے کہا: یہ ثقہ ہیں' امام احمد نے کہا: یہ نیک شخص ہیں' بہت بڑی جماعت نے ان سے روایت کی ہے۔ یہ ۲۰۷ھ میں کوفہ میں فوت ہو گئے تھے (۳) ابوالعمیس' عتبہ بن عبد اللہ الکوفی' یحییٰ اور امام احمد نے کہا: یہ ثقہ ہیں' ائمہ ستہ نے ان سے روایت کی ہے' یہ ۱۲۰ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) قیس بن مسلم ابوعمر الجدلی' انہوں نے طارق بن شہاب اور مجاہد وغیرہ سے سماع کیا ہے اور ان سے الاعمش اور مسعر وغیرہ نے سماع کیا ہے۔ یہ ۱۲۰ھ میں فوت ہو گئے تھے (۵) حضرت طارق بن شہاب بن عبد شمس رضی اللہ عنہ صحابی ہیں' انہوں نے

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی ہے' اور زمانۂ جاہلیت کو بھی پایا ہے' حضرت ابوبکر اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ۴۳ مغازی اور سرایا میں جہاد کیا ہے' خلفاء اربعہ اور دیگر صحابہ سے روایت کی ہے' اور کوفہ میں رہائش کی ہے' ان کی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی روایت نہیں ہے' یہ ۱۲۳ھ میں فوت ہو گئے تھے (۶) حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ' ان کا تعارف ہو چکا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ا ص ۴۱۰-۴۰۹)

بعض الفاظ کے معانی اور اس اشکال کا جواب کہ حضرت عمر کا جواب یہود کے سوال کے مطابق نہ تھا

اس حدیث میں ''یھود'' کا لفظ ہے' یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کا نام ہے' یہ ''ھادوا'' سے بنا ہے' اس کا معنی ہے: مائل ہوئے یعنی یہ بچھڑے کی عبادت کی طرف مائل ہوئے' یا ''ھاد'' سے بنا ہے' اس کا معنی ہے: رجوع کیا' یعنی انہوں نے خیر سے شر کی طرف رجوع کیا۔

اور اس حدیث میں ''عید'' کا لفظ ہے' یہ ''عود'' سے بنا ہے' جس کا معنی ہے: لوٹنا' عید کو عید اس لیے کہتے ہیں یہ ہر سال لوٹ کر آتی ہے' قرآن مجید میں ہے:

قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا. (المائدہ: ۱۱۴)

عیسیٰ بن مریم نے دعا کی: اے اللہ! ہمارے رب! ہم پر آسمان سے دسترخوان نازل فرما' جو ہمارے پہلے اور بعد کے لوگوں کے لیے عید ہو جائے۔

اور عید اس دن کو کہتے ہیں' جس دن کوئی فرحت اور سرور حاصل ہو اور کسی عظیم نعمت ملنے کی وجہ سے خوشی ہو۔

اس حدیث میں ہے: یہود میں سے ایک شخص نے کہا: وہ شخص کعب احبار تھے' اس پر یہ اعتراض ہے کہ امام بخاری نے کتاب التفسیر میں اس حدیث کو روایت کیا ہے اور وہاں کہا ہے کہ یہود نے کہا: اور یہ تعارض ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ جس وقت کعب احبار نے حضرت عمر سے یہ سوال کیا تھا' ان کے ساتھ یہود کی ایک جماعت تھی' گویا انہوں نے یہود کی نمائندگی کی تھی۔

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ کعب احبار کے سوال اور حضرت عمر کے جواب میں کوئی مناسبت نہیں ہے' کعب احبار نے کہا: اس آیت کے نزول کے دن کو عید منانا چاہیے تھا' حضرت عمر نے جواب دیا: یہ آیت جمعہ اور عرفہ کے دن نازل ہوئی ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عمر کی مراد یہ تھی کہ یہ دونوں عید کے دن ہیں' اس لیے ہمیں الگ عید کا دن بنانے کی ضرورت نہیں ہے' جیسا کہ ان احادیث سے ظاہر ہوتا ہے:

کعب احبار بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن الخطاب سے کہا: میں ایسی قوم کو پہچانتا ہوں کہ اگر ان میں یہ آیت نازل ہوتی تو وہ اس دن میں غور کرتے اور اس کو عید بنا لیتے' حضرت عمر نے پوچھا: کون سی آیت؟ انہوں نے کہا: ''اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ'' (المائدہ: ۳) حضرت عمر نے کہا: مجھے معلوم ہے کہ کون سے دن یہ آیت نازل ہوئی تھی' وہ جمعہ کا دن تھا اور عرفہ کا دن تھا اور یہ دونوں ہمارے لیے عید ہیں۔ (المعجم الاوسط: ۸۳۴۔ ج ا ص ۴۶۰' مکتبۃ المعارف' ریاض' ۱۴۰۵ھ)

حضرت ابن عباس نے بھی یہودی سے کہا: یہ آیت عید کے دن نازل ہوئی ہے' جمعہ اور عرفہ کے دن۔ (سنن ترمذی: ۳۰۴۴)

اس حدیث کی شرح میں کعب احبار کا تذکرہ آ گیا ہے' اس لیے اب ہم کعب احبار کا تعارف کرانا چاہتے ہیں:

کعب احبار کا تعارف

حافظ جمال الدین ابوالحجاج یوسف المزی المتوفی ۷۴۲ھ لکھتے ہیں:

ان کا پورا نام کعب بن مانع الحمیری ابواسحاق ہے' یہ کعب احبار کے نام سے معروف ہیں' اہل کتاب میں اسلام لانے والوں میں سے ہیں' امام بخاری' امام ابوداؤد' امام ترمذی اور امام نسائی نے ان سے احادیث روایت کی ہیں۔

انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں اسلام لائے اور ایک قول ہے: یہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی خلافت میں اسلام لائے' کہا جاتا ہے کہ انہوں نے زمانہ جاہلیت کو پایا تھا۔

امام محمد بن سعد نے ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے بعد اہل شام کے طبقہ اولیٰ میں شمار کیا ہے' یہ دین یہود پر تھے' پھر اسلام قبول کر کے مدینہ میں آ گئے' پھر شام چلے گئے' پھر حمص چلے گئے' پھر حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ۳۲ھ میں فوت ہو گئے۔

سعید بن مسیب بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کعب احبار سے پوچھا: آپ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر کے عہد میں اسلام کیوں نہیں لائے' حتیٰ کہ اب حضرت عمر کے عہد میں اسلام لائے ہیں' تو انہوں نے کہا: میرے والد نے میرے لیے تورات کی ایک کتاب لکھ کر مجھے دی اور کہا: اس پر عمل کرنا اور باقی کتابوں پر مہر لگا دی اور مجھ سے یہ عہد لیا کہ میں ان کتابوں کی مہر کو نہ توڑوں' پھر جب میں نے اسلام کا غلبہ دیکھا تو میں نے سوچا' شاید میرے والد نے مجھ سے کچھ علم چھپا لیا ہے' میں اس کو پڑھوں' پھر میں نے مہر توڑ کر ان کو پڑھا تو ان میں سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت کی صفت تھی' تو اب میں مسلمان ہو گیا' پھر ان کی حضرت ابن عباس سے دوستی ہو گئی۔

حضرت معاویہ نے کہا: سنو! ابوالدرداء حکماء میں سے ہیں اور عمرو بن العاص حکماء میں سے ہیں اور کعب احبار علماء میں سے ہیں۔

ابومعن بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر کے پاس کعب کی حضرت عبد اللہ بن سلام سے ملاقات ہوئی' انہوں نے پوچھا: اے کعب! اہل علم کون لوگ ہیں؟ کعب نے کہا: جو اپنے علم پر عمل کرتے ہیں' انہوں نے کہا: جب علماء علم کو حاصل کر لیں اور اس کو محفوظ کر لیں' پھر ان کے دلوں سے علوم کے نکل جانے کا کیا سبب ہے؟ کعب نے کہا: نفس کی طمع اور حرص اور لوگوں سے اپنی حاجات کو طلب کرنا' حضرت عبد اللہ بن سلام نے کہا: آپ نے سچ کہا۔

خالد بن معدان بیان کرتے ہیں کہ کعب نے کہا: اگر میں خوفِ خدا سے روؤں تو وہ میرے نزدیک اپنے وزن کے برابر سونا صدقہ کرنے سے زیادہ محبوب ہے۔

واقدی اور ابن حبان نے کہا: کعب احبار ۱۰۴ سال کی عمر گزار کر ۳۲ھ میں فوت ہو گئے۔

(تہذیب الکمال ج ۱۵ ص ۴۰۲-۳۹۹' ملخصاً' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۴ھ)

* یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۷۳۸۷-۷۳۸۶- ج ۷ ص ۱۰۲۷ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح میں حسب ذیل عنوانات ہیں: (۱) "اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ" کی تفسیر (۲) دین' شریعت اور مذہب وغیرہ کی تعریفات (۳) آیت مذکورہ سے یوم میلاد النبی کے عرفاً عید ہونے پر استدلال۔

* اس آیت کی تفسیر ہم نے تبیان القرآن ج ۳ ص ۷۱-۶۶ میں کی ہے اور وہاں اس کے حسب ذیل عنوانات ہیں:
(۱) اسلام کا کامل دین ہونا' ادیان سابقہ کے کامل ہونے کے منافی نہیں (۲) یوم میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا عید ہونا (۳) یوم فاروق اعظم رضی اللہ عنہ پر تعطیل نہ کرنے کے خلاف سپاہ صحابہ کا مظاہرہ (۴) عشرہ حکیم الامت منایا جائے گا' مفتی نعیم۔

شرح صحیح مسلم اور تبیان القرآن کے حوالے سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد کی خوشی میں اس دن کو عید منانے کا ذکر آ گیا ہے' اس سلسلہ میں غیر مقلدین کے مشہور عالم نواب صدیق حسن خاں بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ کی یہ عبارت لائق مطالعہ ہے:

سو جس کو حضرت کے میلاد کا حال سن کر فرحت حاصل نہ ہو اور شکر خدا کا حصول پر اس نعمت کے نہ کرے وہ مسلمان نہیں۔
(الشمامۃ العنبریہ من مولد خیر البریہ ص ۵ '۱۳۰۵ھ)

۳۴- بَابٌ اَلزَّكٰوةُ مِنَ الْإِسْلَامِ — زکوٰۃ امور اسلام سے ہے

اس عنوان کا معنی ہے: اسلام کی شاخوں میں سے ایک شاخ زکوٰۃ ہے' اس باب اور باب سابق میں مناسبت یہ ہے کہ باب سابق کا عنوان تھا: ایمان میں زیادتی اور کمی' اور اعمال کے زیادہ یا کم ہونے سے ایمان میں زیادتی اور کمی ہوتی ہے' اور زکوٰۃ کے زیادہ یا کم دینے سے بھی اسلام میں زیادتی اور کمی ہو گی' اسی طرح ایمان میں بھی زیادتی اور کمی ہو گی اور یہ ہم احناف کے خلاف نہیں ہے' کیونکہ ہمارے نزدیک بھی ایمان کامل میں زیادتی اور کمی ہوتی ہے۔

وقوله تعالٰی ﴿وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَآءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ﴾ (البینہ:۵).

اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: ''اور انہیں صرف یہ حکم دیا گیا تھا کہ وہ اخلاص کے ساتھ اطاعت کرتے ہوئے اللہ کی عبادت کریں' ادیانِ باطلہ سے اجتناب کرتے ہوئے اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں اور یہی دین مستقیم ہے O'' (البینہ:۵)۔

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اہل کتاب کو تورات اور انجیل میں صرف یہ حکم دیا گیا تھا کہ وہ اس طریقہ سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں' اس آیت میں نماز اور زکوٰۃ کی باقی تمام عبادات پر فضیلت بیان کی گئی ہے اور اس آیت کی اس باب کے عنوان کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ اس باب کا عنوان ہے: زکوٰۃ امور اسلام سے ہے اور اس آیت میں زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم ہے۔

٤٦- **حَدَّثَنَا** اِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ' عَنْ عَمِّهٖ اَبِيْ سُهَيْلِ بْنِ مَالِكٍ' عَنْ اَبِيْهِ اَنَّهٗ سَمِعَ طَلْحَةَ بْنَ عُبَيْدِ اللّٰهِ يَقُوْلُ جَاءَ رَجُلٌ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ اَهْلِ نَجْدٍ' ثَائِرُ الرَّاْسِ' نَسْمَعُ دَوِيَّ صَوْتِهٖ وَلَا نَفْقَهُ مَا يَقُوْلُ' حَتّٰى دَنَا فَاِذَا هُوَ يَسْاَلُ عَنِ الْاِسْلَامِ' فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَمْسُ صَلَوَاتٍ فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ فَقَالَ هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهَا؟ قَالَ لَا' اِلَّا اَنْ تَطَوَّعَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصِيَامُ رَمَضَانَ قَالَ هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهٗ؟ قَالَ لَا' اِلَّا اَنْ تَطَوَّعَ قَالَ وَذَكَرَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الزَّكٰوةَ قَالَ هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهَا؟ قَالَ لَا' اِلَّا اَنْ تَطَوَّعَ قَالَ فَاَدْبَرَ الرَّجُلُ وَهُوَ يَقُوْلُ وَاللّٰهِ لَا اَزِيْدُ عَلٰى هٰذَا وَلَا اَنْقُصُ' قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَفْلَحَ اِنْ صَدَقَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک بن انس نے حدیث بیان کی از اپنے چچا ابو سہیل بن مالک از اپنے والد کہ انہوں نے حضرت طلحہ بن عبید اللہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ اہل نجد میں سے ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا' اس کے سر کے بال بکھرے ہوئے تھے' ہم اس کی آواز کی گنگناہٹ سن رہے تھے اور اس کی بات سمجھ نہیں رہے تھے' حتیٰ کہ وہ قریب ہوا تو وہ اسلام کے متعلق سوال کر رہا تھا' پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دن اور رات میں پانچ نمازیں ہیں' اس نے کہا: کیا ان کے علاوہ کچھ اور بھی ہیں؟ آپ نے فرمایا: نہیں! مگر یہ کہ تم نفل پڑھو' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اور رمضان کے روزے' اس نے کہا: کیا ان کے علاوہ کچھ اور روزے بھی میرے ذمے ہیں؟ آپ نے فرمایا: نہیں! مگر یہ کہ تم نفلی روزے رکھو' حضرت طلحہ نے کہا: اور رسول اللہ ﷺ نے اس سے زکوٰۃ کا ذکر کیا' اس نے کہا: کیا زکوٰۃ کے علاوہ اور بھی کچھ دینا میرے ذمے فرض ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں! مگر یہ کہ تم

[اطراف الحدیث: ۱۸۹۱-۲۶۷۸-۶۹۵۶] (صحیح مسلم: ۱۱' سنن

ابوداؤد: ۳۹۱' سنن نسائی: ۴۵۷' مسند البزار: ۹۴۳' مسند الشافعی ج ۱ ص ۱۴' ابن الجارود: ۱۴۴' صحیح ابن حبان: ۱۷۲۴' سنن بیہقی ج ۱ ص ۳۶۱' شرح السنۃ: ۷' سنن دارمی: ۱۵۷۸' مسند احمد ج ۱ ص ۱۶۱ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۳۹۰ ج ۳ ص ۱۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

نفلی صدقہ دو' وہ شخص یہ کہتے ہوئے پیٹھ موڑ کر چلا گیا: اللہ کی قسم! میں ان فرائض پر کچھ زیادہ کروں گا نہ کم کروں گا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر اس نے سچ کہا ہے تو یہ کامیاب ہو گیا۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف اور حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کا تذکرہ

(۱) اسماعیل بن ابی اویس بن عبد اللہ الاصبحی المدنی' یہ امام مالک کے بھانجے ہیں" باب تفاضل اهل الایمان "میں ان کا تعارف ہو چکا ہے (۲) امام مالک بن انس (۳) ابوسہیل نافع بن مالک (۴) ابوسہیل کے والد مالک بن ابی عامر' ان سب کا تعارف ہو چکا ہے (۵) ابومحمد طلحہ بن عبید اللہ القرشی التیمی رضی اللہ عنہ' یہ ان دس صحابہ میں سے ایک ہیں' جن کو جنت کی بشارت دی گئی' یہ بدر کے سوا تمام غزوات میں حاضر رہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بدر کے مال غنیمت میں سے ان کا حصہ رکھا تھا' حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جب غزوۂ احد کا ذکر کرتے تو فرماتے: یہ پورا دن حضرت طلحہ کا تھا' اور یہ ان چھ صحابہ میں سے ہیں' جن کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خلافت کے مشورے کے لیے نامزد کیا تھا' جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وفات کے وقت راضی تھے' یہ وہ ہیں جو غزوۂ احد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ قائم اور ثابت قدم رہے' غزوۂ احد میں مالک بن زبیر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف تیر مارے' انہوں نے مدافعت میں اپنا ہاتھ آگے کر دیا' جس کی وجہ سے ان کا ہاتھ شل ہو گیا (سوکھ کر بے کار ہو گیا)' انہوں نے اپنے ہاتھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ بچایا تھا' اس دن حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو ۷۵ زخم لگے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا نام طلحہ الخیر اور طلحہ الجواد رکھا' ان سے ۳۴ احادیث مروی ہیں' امام بخاری اور امام مسلم ان میں سے دو حدیثوں پر متفق ہیں' امام بخاری ۲ حدیثوں کے ساتھ منفرد ہیں اور امام مسلم ۳ حدیثوں کے ساتھ منفرد ہیں' یہ جنگ جمل میں شہید ہو گئے' کسی نے ان کو تیر مارا' مارنے والے کا پتا نہیں چل سکا' ۶۴ سال کی عمر میں ۳۶ھ میں ان کی شہادت ہوئی' ان کی قبر بصرہ میں ہے' ابن قتیبہ نے کہا: یہ قرہ نامی پل کے نیچے مدفون ہیں' تیس سال بعد ان کی صاحب زادی نے خواب دیکھا' انہوں نے شکایت کی کہ ان کی قبر گیلی ہو گئی ہے' ان کی صاحب زادی کے حکم سے ان کو قبر سے نکالا گیا' ان کا جسم بالکل تر و تازہ تھا' پھر ان کو بصرہ میں دار الہجر تین میں دفن کیا گیا' ان کی قبر مشہور ہے رضی اللہ عنہ' بہت بڑی جماعت نے ان سے روایت کی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱ ص ۴۱۴)

حضرت طلحہ بن عبید اللہ کو تیس سال بعد قبر سے تر و تازہ نکالنے کے متعلق مزید حوالہ جات

جن مشاہیر علماء نے اس واقعہ کا ذکر کیا ہے' ان کی تفصیل یہ ہے:

(۱) امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ: الطبقات الکبریٰ ج ۳ ص ۲۲۴-۲۲۳' دار صادر' بیروت

(۲) حافظ ابوالقاسم علی بن حسن ابن عساکر متوفی ۵۷۱ھ: تاریخ دمشق الکبیر ج ۲۷ ص ۸۷' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۱ھ

(۳) علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ: تہذیب الاسماء واللغات ج ۱ ص ۲۵۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت

(۴) حافظ جمال الدین یوسف مزی متوفی ۷۴۲ھ: تہذیب الکمال ج ۹ ص ۲۵۸' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۴ھ

(۵) شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۷۴۸ھ: سیر اعلام النبلاء ج ۳ ص ۲۵' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۷ھ

(۶) مشہور دیوبندی عالم شیخ سلیم اللہ خان: کشف الباری ج ۲ ص ۴۸۳' مکتبہ فاروقیہ' کراچی' ۱۴۲۶ھ

بعض الفاظ کے معانی اور بعض اعتراضات کے جوابات' خصوصاً اس اشکال کا جواب کہ آپ نے اس سائل کی فلاح کی خبر دی' حالانکہ اس نے محرمات سے اجتناب کا اقرار نہیں کیا تھا

''نجد'' سرزمین تہامہ سے لے کر ارضِ عراق تک جو بلند جگہ ہے' وہ نجد ہے' اس کا لغوی معنی ہے: زمین کی بلند جگہ۔

''ثائر الراس'' جس کے سر کے بال منتشر ہوں۔

''دوی صوته'' وہ آواز جو بلند اور متکرر ہو اور اس کا مطلب سمجھ میں نہ آئے' شہد کی مکھی کی بھنبھناہٹ کی مثل آواز۔

اس حدیث میں ذکر ہے: ایک شخص آیا' وہ شخص ضمام بن ثعلبہ تھا' جو بنو سعد بن بکر کا بھائی تھا' یہ ۵ ھ میں اسلام لائے تھے۔

اس حدیث پر یہ اعتراض ہے کہ اس شخص نے اسلام کے متعلق سوال کیا تو آپ کو بہ ظاہر چاہیے تھا کہ آپ اس کو توحید اور رسالت کے متعلق بتاتے' آپ نے اس کو نماز' روزے اور زکوٰۃ کے متعلق بتایا' تو یہ جواب سوال کے مطابق نہیں ہے' اس کے دو جواب ہیں: (۱) اس کا سوال درحقیقت فرائض اسلام کے متعلق تھا' پھر اعتراض ہوگا کہ آپ نے حج کا ذکر نہیں کیا' اس کا جواب یہ ہے کہ اس وقت تک حج فرض نہیں ہوا تھا (۲) ممکن ہے' پہلے آپ نے اس کو توحید اور رسالت کی گواہی دینے کے متعلق بتایا ہو' لیکن حضرت طلحہ فاصلہ پر ہونے کی وجہ سے اس کو سن نہ سکے ہوں۔

اس شخص نے کہا: میں ان پر اضافہ نہیں کروں گا' اس پر اعتراض ہے کہ اس میں نوافل کا انکار ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ اس کی مراد یہ تھی کہ میں ان فرائض پر زیادتی نہیں کروں گا یعنی پانچ فرض کی بجائے چھ فرض نہیں پڑھوں گا۔

نیز اس حدیث پر یہ اعتراض ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شخص کے متعلق فرمایا: اگر اس نے سچ کہا تو یہ کامیاب ہو گیا' حالانکہ اس نے واجبات ادا کرنے کا کہا تھا اور نہ حرام کاموں سے اجتناب کا کہا تھا تو ان کے بغیر اس کی فلاح کیسے ہو سکتی ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث صحیح البخاری کے آخر میں نمبر ۱۸۹۱ پر بھی درج ہے' اس میں یہ جملہ ہے: پس اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شرائع اسلام کی خبر دی' اور شرائع اسلام میں تمام فرائض اور واجبات اور تمام محرمات اور مکروہات بھی داخل ہیں' اس کے بعد اس شخص نے کہا: میں ان چیزوں میں کوئی زیادتی کروں گا نہ کمی' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر اس شخص نے سچ کہا تو یہ فلاح پا گیا اور ظاہر ہے کہ جو شخص تمام فرائض اور واجبات پر عمل کرے اور تمام محرمات اور مکروہات سے اجتناب کرے' وہ جنتی ہی ہوگا۔

شرح صحیح مسلم میں حدیث مذکور کی شرح

یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۸۔ ج ۱ ص ۳۳۱ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح کے حسب ذیل عنوانات ہیں:

(۱) نفلی عبادت کو پورا کرنے کے وجوب پر فقہاء احناف کے دلائل (۲) فرائض میں کمی اور اضافہ کرنے کی توجیہ (۳) غیر اللہ کی قسم کھانے کا شرعی حکم (۴) تہجد کی فرضیت کے منسوخ ہونے کا بیان (۵) وتر کی نماز کے وجوب میں اختلاف فقہاء اور فقہاء احناف کے موقف پر دلیل (۶) رمضان کے روزوں اور زکوٰۃ کے علاوہ دیگر روزوں اور صدقات کے فرض نہ ہونے کی تحقیق۔

۳۵- بَابٌ اِتِّبَاعُ الْجَنَائِزِ مِنَ الْاِیْمَانِ — جنازوں کے ساتھ جانا اُمورِ ایمان سے ہے

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ باب سابق میں زکوٰۃ کا ذکر تھا اور وہ بھی ایمان کی شاخوں میں سے ایک شاخ ہے اور اس باب میں جنازوں کے ساتھ جانے کا ذکر ہے اور وہ بھی ایمان کی شاخوں میں سے ایک شاخ ہے۔

۴۷- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَلِيٍّ الْمَنْجُوْفِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا رَوْحٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَوْفٌ ، عَنِ الْحَسَنِ وَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن عبد اللہ بن علی المنجوفی نے حدیث بیان کی' وہ کہتے ہیں: ہمیں روح نے حدیث

مُحَمَّدٍ، عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنِ اتَّبَعَ جَنَازَةَ مُسْلِمٍ اِیْمَانًا وَّاحْتِسَابًا، وَكَانَ مَعَهٗ حَتّٰی یُصَلِّیَ عَلَیْهَا وَیَفْرُغَ مِنْ دَفْنِهَا، فَاِنَّهٗ یَرْجِعُ مِنَ الْاَجْرِ بِقِیْرَاطَیْنِ، كُلُّ قِیْرَاطٍ مِثْلُ اُحُدٍ، وَمَنْ صَلّٰی عَلَیْهَا ثُمَّ رَجَعَ قَبْلَ اَنْ تُدْفَنَ فَاِنَّهٗ یَرْجِعُ بِقِیْرَاطٍ. [اطراف الحدیث: ۱۳۲۳-۱۳۲۵]

بیان کی' وہ کہتے ہیں: ہمیں عوف نے حدیث بیان کی' از حسن اور محمد از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص حالت ایمان میں اور ثواب کی نیت سے کسی مسلمان کے جنازہ کے ساتھ گیا اور اس کے ساتھ رہا' حتیٰ کہ اس کی نمازِ جنازہ پڑھ لی اور اس کی تدفین سے فارغ ہو گیا' وہ دو قیراط اجر لے کر لوٹے گا' ہر قیراط احد پہاڑ کی مثل ہو گا اور جو اس کی نمازِ جنازہ پڑھ کر تدفین سے پہلے لوٹ آیا تو وہ ایک قیراط لے کر لوٹے گا۔

(صحیح مسلم: ۹۴۵-۵۲' سنن ابن ماجہ: ۱۵۳۹' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳۲۰' سنن بیہقی ج ۳ ص ۴۱۲' مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۷۱۸۸' ج ۱۲ ص ۱۱۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ان احادیث میں احد پہاڑ کی جگہ لکھا ہے: دو قیراط دو عظیم پہاڑوں کی مثل ہیں۔)

تَابَعَهٗ عُثْمَانُ الْمُؤَذِّنُ قَالَ حَدَّثَنَا عَوْفٌ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهٗ.

اس حدیث میں عثمان مؤذن نے روح کی متابعت کی ہے' انہوں نے کہا: ہمیں عوف نے حدیث بیان کی از محمد از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' اسی حدیث کی مثل۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) احمد بن عبد اللہ بن علی المنجوفی البصری' ان سے امام بخاری' امام ابوداؤد اور امام نسائی روایت کرتے ہیں' یہ ۲۵۲ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) روح بن عبادہ البصری' الخطیب نے کہا: یہ کثیر الحدیث ہیں اور انہوں نے سنن' احکام اور تفسیر میں تصنیف کی ہے' یہ ثقہ تھے' علی بن مدینی نے کہا: میں نے روح کی ایک لاکھ سے زیادہ احادیث دیکھی ہیں' یحییٰ بن معین نے کہا: یہ بہت سچے ہیں' یہ ۲۰۵ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) عوف بن ابی جمیلہ بندویہ' ایک قول یہ ہے کہ ان کا نام بندہ تھا یعنی عبد' انہوں نے کبار تابعین سے سماع کیا ہے' جن میں حسن بصری بھی ہیں' اور ان سے ثوری اور شعبہ وغیرہ نے سماع کیا ہے' ان کی نسبت تشیع کی طرف تھی' ان کی ۱۴۷ھ میں وفات ہو گئی (۴) الحسن البصری' ان کا تعارف ہو چکا ہے (۵) محمد بن سیرین' یہ مشہور تابعی ہیں' حضرت انس رضی اللہ عنہ کے کاتب تھے' انہوں نے تیس صحابہ کو پایا تھا' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے آخری دو سال میں پیدا ہوئے' ان سے بہت بڑی جماعت نے احادیث روایت کی ہیں' ۱۱۰ھ میں فوت ہو گئے تھے (۶) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' ان کا تعارف ہو چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱ ص ۴۲۲)

امام بخاری نے کہا ہے کہ اس حدیث میں روح کی متابعت عثمان مؤذن نے کی ہے' ان کا تعارف یہ ہے:

یہ عثمان بھی امام بخاری کے شیوخ میں سے ہیں' امام بخاری بہت جگہ ان سے بلاواسطہ روایت کرتے ہیں اور بعض جگہ محمد بن یحییٰ ذہلی کے واسطے سے روایت کرتے ہیں' اگر انہوں نے عثمان سے حدیث سنی ہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک ان کے چار واسطے ہیں' عثمان کا پورا نام ہے: عثمان بن الہیثم بن جہم' یہ بصرہ کی جامع مسجد کے مؤذن تھے' عوف اور ابن جریج وغیرہ سے روایت کرتے ہیں اور ان سے امام بخاری اور امام نسائی نے روایت کی ہے' یہ گیارہ رجب ۲۲۰ھ میں فوت ہو گئے تھے۔

قیراط کا معنی اور اس سوال کا جواب کہ معصیت کی وجہ سے جو اجر میں کمی ہو گی' کیا اس سے بھی احد پہاڑ جتنا وزن مراد ہے؟

اس حدیث میں ہے: جس نے جنازہ کی اتباع کی' اتباع کا معنی ہے: کسی کے پیچھے جانا' کسی کی پیروی کرنا' کسی کے ساتھ لاحق

ہونا اور ٹل جانا۔

قیراط: اس کی جمع قراریط ہے' اکثر شہروں میں قیراط دینار کا بیسواں حصہ ہے' اس سے مراد کسی چیز کا چھوٹا سا حصہ ہوتا ہے' قیراط کا وزن ۱۲ چاولوں کے برابر ہوتا ہے' یہاں مقصود یہ ہے کہ جنازہ کے ساتھ جانے کا ثواب بہت زیادہ ہوتا ہے' جس کی مثال احد پہاڑ یا بہت بڑے پہاڑ کے ساتھ دی گئی ہے' ایک حدیث میں دو قیراط کے برابر اجر میں کمی کا بھی ذکر ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: جس نے شکار کرنے اور کھیتوں اور مویشیوں کی حفاظت کے علاوہ کتا رکھا' اس کے اجر میں ہر روز دو قیراط کی ہوتی رہے گی۔

(صحیح مسلم:۱۵۷۵' بخاری میں ایک قیراط کی کمی کا ذکر ہے' صحیح بخاری:۲۳۲۲)

اب سوال یہ ہے کہ آیا یہ قیراط بھی احد پہاڑ کے برابر ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا طریقہ یہ ہے کہ نیکیوں کی تعظیم کر کے ان کا اجر تو دگنا اور چوگنا کرتا ہے اور بُرائیوں کی سزا نہیں بڑھاتا اور یہ اس کا لطف و کرم اور رحمت ہے' لہٰذا جس حدیث میں ایک قیراط اجر میں کمی کا ذکر ہے' اس سے مراد قیراط کا معروف وزن بارہ چاول ہے اور جس حدیث میں اجر بڑھانے کا ذکر ہے' وہاں قیراط سے مراد احد پہاڑ جتنا وزن ہے۔

مسلمانوں کے ساتھ ان کی زندگی میں اور ان کی موت کے بعد نیک سلوک کرنے کی تلقین اور ترغیب کے متعلق احادیث

اس حدیث میں مسلمان کی نمازِ جنازہ پڑھنے اور اس کے جنازہ کے ساتھ جانے اور تدفین تک اس کے ساتھ رہنے کی ترغیب دی ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مسلمانوں کے ساتھ زندگی میں بھی نیکی کرنے کی ترغیب دی ہے اور مرنے کے بعد بھی نیکی کرنے کی ترغیب دی ہے' زندگی میں ان کے ساتھ نیکی کرنے کی ترغیب کا ذکر ان احادیث میں ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو' ایک دوسرے سے حسد نہ کرو' ایک دوسرے سے دشمنی نہ کرو' اور اللہ کے بندے بھائی بھائی بن جاؤ اور کسی مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے بھائی سے تین دن سے زیادہ ترک تعلق کرے۔

(صحیح بخاری:۶۰۷۶' صحیح مسلم:۲۵۵۹' سنن ابوداؤد:۴۹۱۰' سنن ترمذی:۱۹۳۵' مسند احمد ج ۳ ص ۱۱۰' مصنف عبد الرزاق:۲۰۲۲۲' مسند حمیدی:۱۱۸۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: کسی مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ تین دن سے زیادہ اپنے بھائی سے ترک تعلق رکھے اور جس نے تین دن سے زیادہ ترک تعلق رکھا' وہ دوزخ میں داخل ہوگا۔ (سنن ابوداؤد:۴۹۱۴)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ملا' میں نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر کہا: یا رسول اللہ! مجھے سب سے افضل اعمال کے متعلق بتایئے' تو آپ نے فرمایا: اے عقبہ! جو تم سے قطع تعلق کرے' اس سے تعلق جوڑو اور جو تم کو محروم کرے اس کو عطا کرو اور جو تم پر ظلم کرے اس سے اعراض کرو' اور ایک روایت میں ہے: جو تم پر ظلم کرے' اس کو معاف کر دو' اور فرمایا: اے عقبہ! اپنی زبان کی حفاظت کرو اور اپنے گھر کو اپنے لیے کافی رکھو اور اپنے گناہوں پر روؤ۔ (مسند احمد ج ۴ ص ۱۵۸ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۷۳۳۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' الکامل لابن عدی ج ۵ ص ۱۸۱۳' تاریخ بغداد ج ۸ ص ۲۷۱۔۲۷۰' المعجم الکبیر ج ۱۷ ص ۲۷۰)

اور مسلمان کی موت کے بعد اس کے ساتھ نیکی کرنے کے متعلق ایک تو اس باب کی حدیث ہے' جس میں مسلمان کے جنازہ کے ساتھ جانے کی تلقین ہے اور دیگر احادیث حسب ذیل ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ مسلمان کے مسلمان پر پانچ حق ہیں: (۱) سلام کا جواب دینا (۲) مریض کی عیادت کرنا (۳) جنازوں کے ساتھ جانا (۴) دعوت کو قبول کرنا (۵) چھینک پر جواب دینا۔ (صحیح البخاری: ۱۲۴۰ 'صحیح مسلم: ۲۱۶۲ 'سنن ابوداؤد: ۵۰۳۰)

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم یٰس کو اپنے مُردوں پر پڑھا کرو۔

(السنن الکبریٰ: ۱۰۹۱۴ 'سنن ابوداؤد: ۳۱۲۱ 'سنن ابن ماجہ: ۱۴۴۸ 'مسند احمد ج ۵ ص ۲۷۔۲۶)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے اپنے والدین کی یا ان میں سے کسی ایک کی قبر کی ہر جمعہ زیارت کی اور ان کی قبر کے پاس یٰسین پڑھی تو اللہ اس کے ہر حرف کے بدلہ میں ان کی مغفرت فرما دے گا۔ (الدرالمنثور ج ۷ ص ۳۷)

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص قبرستان پر گزرا' پھر گیارہ مرتبہ ''قل ھو اللّٰہ احد'' (سورۂ اخلاص) پڑھ کر اس کا ثواب مردوں کو پہنچا دیا تو اس کو ان مردوں کی تعداد کے برابر ثواب عطا کیا جائے گا۔ (کنزالعمال: ۴۲۵۹۶)

۳۶- بَابُ خَوْفِ الْمُؤْمِنِ مِنْ اَنْ يَّحْبَطَ عَمَلُهٗ وَهُوَ لَا يَشْعُرُ

مؤمن کو اس کا خوف کہ اس کے اعمال ضائع ہو جائیں گے اور اُس کو پتا بھی نہیں چلے گا

امام بخاری کے اس عنوان پر یہ اعتراض ہے کہ معصیت کے ارتکاب سے اعمال کا ضائع ہونا تو معتزلہ اور خوارج کا مذہب ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ کبھی انسان کے منہ سے کلمۂ کفر نکل جاتا ہے اور اس کو پتا بھی نہیں چلتا' اس لیے نکاح کے وقت کلمے پڑھوائے جاتے ہیں' اس باب کی سابق باب کے ساتھ یہ مناسبت ہے کہ باب سابق میں یہ بتایا تھا کہ مسلمان کے جنازے کے ساتھ جانے اور تدفین تک ساتھ رہنے سے دو قیراط اجر ملتا ہے' امام بخاری نے اس عنوان کے ساتھ یہ تنبیہ کی ہے کہ یہ اجر اس وقت ملے گا' جب اس نے کوئی کلمۂ کفر نہ کہا ہو۔

وَقَالَ اِبْرَاهِيْمُ التَّيْمِيُّ مَا عَرَضْتُ قَوْلِيْ عَلٰى عَمَلِيْ اِلَّا خَشِيْتُ اَنْ اَكُوْنَ مُكَذَّبًا' وَقَالَ ابْنُ اَبِيْ مُلَيْكَةَ اَدْرَكْتُ ثَلَاثِيْنَ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّهُمْ يَخَافُ النِّفَاقَ عَلٰى نَفْسِهٖ' مَا مِنْهُمْ اَحَدٌ يَقُوْلُ اِنَّهٗ عَلٰى اِيْمَانِ جِبْرِيْلَ وَ مِيْكَائِيْلَ. وَيُذْكَرُ عَنِ الْحَسَنِ مَا خَافَهٗ اِلَّا مُؤْمِنٌ' وَلَا اَمِنَهٗ اِلَّا مُنَافِقٌ' وَمَا يُحْذَرُ مِنَ الْاِصْرَارِ عَلَى النِّفَاقِ وَالْعِصْيَانِ مِنْ غَيْرِ تَوْبَةٍ لِقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ﴾. (آل عمران: ۱۳۵)

امام بخاری فرماتے ہیں کہ ابراہیم تیمی نے کہا: میں نے جب بھی (اپنے ایمان کے) قول کو اپنے عمل پر پیش کیا تو مجھے یہ خوف ہوا کہ کہیں مجھے جھوٹا نہ قرار دیا جائے' اور ابن ابی ملیکہ نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تیس اصحاب کو پایا' وہ سب اپنے اوپر نفاق سے ڈرتے تھے' ان میں سے کوئی شخص یہ نہیں کہتا تھا کہ وہ حضرت جبریل اور حضرت میکائیل کے ایمان پر ہے اور حسن بصری سے منقول ہے کہ اعمال کے ضائع ہونے سے صرف مومن ڈرتا ہے اور اس سے صرف منافق بے خوف ہوتا ہے اور نفاق اور معصیت پر بغیر توبہ کے اصرار کرنے سے اس آیت میں ڈرایا گیا ہے: ''اور وہ لوگ اپنے گناہ کے کاموں پر دانستہ اصرار نہیں کرتےO'' (آل عمران: ۱۳۵)۔

صحابہ کرام کے ضیاع اعمال اور نفاق کے خوف کی توجیہ

صحابہ کرام اور اخیار تابعین اس سے ڈرتے تھے کہ کہیں ان کا خاتمہ کفر پر نہ ہو اور ان کے نیک اعمال ضائع ہو جائیں اور بعض اوقات انہوں نے ظالم حکام کے بُرے کام دیکھے اور وہ ان برائیوں کے ردّ پر قادر نہ ہوئے تو وہ ڈرتے تھے کہ بُرے کاموں کا رد نہ کرنا کہیں نفاق اور مداہنت نہ ہو۔ (شرح ابن بطال ج ا ص ۱۰۹، مکتبۃ الرشد، ریاض، ۱۴۲۰ھ) قرآن مجید میں ہے:

وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ. (المومنون:۶۰)

اور جو لوگ (اللہ کی راہ میں) جو کچھ دیتے ہیں، وہ خوف زدہ دلوں کے ساتھ دیتے ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے اس آیت کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا: کیا اس آیت کا مصداق وہ لوگ ہیں، جو شراب پیتے ہیں اور چوری کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: نہیں! اے صدیق کی بیٹی! اس کا مصداق وہ لوگ ہیں، جو روزے رکھتے ہیں، نماز پڑھتے ہیں اور صدقہ کرتے ہیں، اس کے باوجود وہ اس سے ڈرتے ہیں کہ کہیں ان کی یہ عبادتیں قبول نہ کی جائیں۔

(سنن ترمذی:۳۱۷۵، سنن ابن ماجہ:۴۱۹۸، مسند حمیدی:۲۷۵، المستدرک ج ۲ ص ۳۹۳، شرح السنۃ ج ۶ ص ۲۵)

قارئین سے درخواست ہے کہ وہ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ میری تمام تصانیف کو اور میری تمام نیکیوں کو قبول فرمالے اور میرے گناہوں کو معاف فرمادے۔ (آمین)

امام بخاری نے جس آیت کا حوالہ دیا ہے، وہ پوری آیت اس طرح ہے:

وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ○ (آل عمران:۱۳۵)

اور جب وہ کوئی بے حیائی کا کام کرلیں یا اپنی جانوں پر ظلم کریں، تو وہ اللہ کو یاد کرتے ہیں اور فوراً مغفرت طلب کرتے ہیں، اور اللہ کے سوا کون گناہوں کی مغفرت کرے گا، اور وہ لوگ دانستہ کسی کیے ہوئے گناہ پر اصرار نہیں کرتے○

اصرار کا معنی اور کسی گناہ کے بعد فوراً مغفرت طلب کرلی جائے تو وہ معاف ہو جاتا ہے

علامہ ابوالحسن علی بن احمد الواحدی المتوفی ۴۶۸ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

عطاء نے کہا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ یہ آیت حضرت نبہان کھجور فروش کے متعلق نازل ہوئی ہے، ان کے پاس ایک حسین عورت کھجور خریدنے کے لیے آئی، انہوں نے اس کو اپنے ساتھ چمٹایا اور اس کو بوسا دیا، پھر وہ اپنے فعل پر نادم ہوئے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گئے، اور آپ کو یہ ماجرا سنایا، اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (اسد الغابۃ ج ۵ ص ۳۰۹)

انہوں نے اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کی اور کہا: اے اللہ! ہمارے گناہوں کو بخش دے، ہم نادم ہیں اور تجھ سے توبہ کرتے ہیں۔ اصرار نہ کرنے کا معنی یہ ہے کہ انہوں نے دوبارہ اس گناہ کو نہیں دہرایا، اگر کوئی شخص گناہ پر صدق دل سے توبہ کرلے تو پھر وہ اصرار نہیں ہے، حدیث میں ہے:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے گناہ پر مغفرت طلب کرلی، اس نے اصرار نہیں کیا، خواہ وہ دن میں ستر مرتبہ اس گناہ کو دہرائے۔ (سنن ابوداؤد:۱۵۱۴، سنن ترمذی:۳۶۳۰) اس حدیث کی سند حسن ہے۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی اور سچ کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو مسلمان کوئی گناہ کر بیٹھے، پھر وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھے، پھر اس گناہ پر اللہ سے مغفرت طلب کرے تو اللہ اس کو

مغفرت فرما دیتا ہے' پھر آپ نے آل عمران: ۱۳۶-۱۳۵ کی تلاوت فرمائی۔ (سنن ابوداؤد: ۱۵۲۱' سنن ترمذی: ۱۹۰۲)

(الوسیط ج ۱ ص ۴۹۵-۴۹۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

۴۸- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَرْعَرَةَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ زُبَيْدٍ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا وَائِلٍ عَنِ الْمُرْجِئَةِ فَقَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوْقٌ، وَقِتَالُهُ كُفْرٌ.

[اطراف الحدیث: ۶۰۴۴-۷۰۷۶]

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں محمد بن عرعرہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' از زبید' انہوں نے کہا: میں نے ابووائل سے مرجئہ کے متعلق سوال کیا' انہوں نے کہا: مجھے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مسلمان کو گالی دینا فسوق ہے اور اس سے قتال کرنا کفر ہے۔

(صحیح مسلم: ۶۴' سنن ترمذی: ۲۶۳۵-۱۹۸۳' سنن نسائی: ۴۱۲۴-۴۱۲۲-۴۱۲۱' سنن ابن ماجہ: ۶۹' سنن بیہقی ج ۸ ص ۲۰' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۲۵۸' مسند ابوعوانہ ج ۱ ص ۲۴' صحیح ابن حبان: ۵۹۳۹' مسند ابویعلیٰ: ۴۹۸۸' حلیۃ الاولیاء ج ۱۰ ص ۲۱۵' مسند الحمیدی: ۱۰۴' مسند احمد ج ۱ ص ۴۱۱ طبع قدیم' مسند احمد: ۳۹۰۳- ج ۷ ص ۱۹' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) ابوعبداللہ محمد بن عرعرہ القرشی البصری' یہ ۷۵ سال کی عمر میں ۲۱۳ھ میں فوت ہو گئے' امام بخاری' امام مسلم اور امام ابوداؤد نے ان سے روایت کی ہے (۲) شعبہ بن الحجاج' ان کا تذکرہ ہو چکا ہے (۳) زبید بن الحارث الکوفی' یہ ابووائل اور تمام تابعین سے روایت کرتے ہیں' امام بخاری نے کہا: یہ ۱۲۲ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) ابووائل شقیق بن سلمہ الاسدی کوفی تابعی' انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمانہ پایا لیکن آپ کی زیارت نہیں کی' یہ کہتے ہیں: میں نے سات سال جاہلیت کے پائے' میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے وقت دس سال کا تھا اور اونٹوں کو چراتا تھا' انہوں نے حضرت عمر بن الخطاب' حضرت عثمان' حضرت علی' حضرت ابن مسعود اور حضرت عمار رضی اللہ عنہم وغیرہ سے سماع کیا ہے' اور ان سے بہت تابعین نے سماع کیا ہے' ان کی جلالت' تقویٰ اور ثقاہت پر اجماع ہے' یہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے اجل تلامذہ میں سے تھے' ۸۲ھ میں فوت ہوئے (۵) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ' ان کا تعارف ہو چکا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱ ص ۴۳۳-۴۳۲)

''المرجئۃ' سباب' فسوق'' اور ''قتال'' کے معانی

''المرجئۃ'' یہ اسلام کا ایک فرقہ ہے' جس کا نظریہ ہے کہ ایمان لانے کے بعد معصیت سے ضرر نہیں ہوتا۔

''سباب'' اس کا معنی ہے: کسی کو گالی دینا یا عیب لگانا' یا اس کو برا کہنا۔

''الفسوق'' فسق کا معنی ہے: حق سے خروج' جب تازہ پھل کا چھلکا اتر جائے تو کہتے ہیں: ''فسقت الرطبۃ'' معصیت کی طرف میلان' گناہ کبیرہ کرنا' اس کا اطلاق شرک اور گناہ دونوں پر ہوتا ہے۔

''قتال'' آپس میں لڑنا' اور ایک دوسرے کو قتل کرنا' مخاصمت کو بھی مقاتلہ کہتے ہیں۔

اس اعتراض کے جوابات کہ مسلمان سے قتال کرنا معصیت ہے' پھر اس پر کفر کا اطلاق کیوں فرمایا ہے اور اس سے بہ ظاہر خوارج کی تائید ہوتی ہے

اس حدیث میں مسلمان سے قتال کو کفر فرمایا ہے' اس پر یہ اعتراض ہے کہ مسلمان سے لڑنا یا اس کو قتل کرنا معصیت ہے' اس سے

آدمی ملت اسلامیہ سے خارج نہیں ہوتا' اس اعتراض کے حسب ذیل جوابات ہیں:

(۱) اس حدیث میں کفر سے حقیقی کفر مراد نہیں ہے بلکہ اس سے مراد ہے: مسلمانوں کے حقوق کو تلف کرنا' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ایک دوسرے کا بھائی بنایا ہے اور ان کو آپس میں قتال اور قطع تعلق سے منع فرمایا ہے' سو جس نے مسلمان سے قتال کیا' اس نے اس کے حق کا کفر کیا یعنی انکار کیا۔

(۲) مسلمان سے قتال کرنا وہ فعل ہے' جو کفر کے مشابہ ہے کیونکہ مسلمانوں سے کفار قتال کرتے ہیں۔

(۳) کفر سے لغوی کفر مراد ہے' کیونکہ مسلمان کا مسلمان پر حق یہ ہے کہ وہ اس کی مدد کرے اور اس سے اذیت کو دور کرے اور جب اس نے مسلمان سے قتال کیا تو اس حق کو چھپایا اور کفر کا لغوی معنی چھپانا ہے' اسی لیے کسان کو کافر کہتے ہیں کیونکہ وہ بیج کو زمین میں چھپا دیتا ہے۔

(۴) جو شخص مسلمان سے قتال کرے گا' ہوسکتا ہے اس کا انجام اور خاتمہ کفر پر ہو یعنی اس کا مآل کفر ہے۔

(۵) جس نے مسلمان سے اس کے اسلام کے سبب سے قتال کیا' اس کا یہ قتال کفر ہے۔

(۶) جس نے حلال اور جائز سمجھ کر مسلمان سے قتال کیا' اس کا یہ قتال کفر ہے' جیسے خارجی اور باغی امام برحق سے قتال کریں' البتہ جو کسی تاویل کے ساتھ مسلمانوں سے قتال کریں تو وہ کافر نہیں ہیں' جیسے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے لشکر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر سے قتال کیا۔

* یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۱۲۹۔ ج ۱ ص ۴۸۷ پر ہے' اس کی شرح میں فسق کی تین اقسام بیان کی ہیں اور مسلمان سے قتال کو کفر فرمانے کی تین توجیہات بیان کی ہیں۔

۴۹- اَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ اَنَسٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عُبَادَةُ بْنُ الصَّامِتِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ يُخْبِرُ بِلَيْلَةِ الْقَدْرِ، فَتَلَاحٰى رَجُلَانِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ فَقَالَ اِنِّيْ خَرَجْتُ لِاُخْبِرَكُمْ بِلَيْلَةِ الْقَدْرِ وَاِنَّهُ تَلَاحٰى فُلَانٌ وَفُلَانٌ، فَرُفِعَتْ، وَعَسٰى اَنْ يَّكُوْنَ خَيْرًا لَّكُمْ، اِلْتَمِسُوْهَا فِي السَّبْعِ وَالتِّسْعِ وَالْخَمْسِ.

[اطراف الحدیث: ۲۰۲۳-۶۰۴۹]

امام بخاری روایت کرتے ہیں' ہمیں قتیبہ بن سعید نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن جعفر نے خبر دی از حمید از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ کہتے ہیں: مجھے حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیلۃ القدر کی خبر دینے کے لیے باہر نکلے' پس دو مسلمان آپس میں لڑ رہے تھے' سو آپ نے فرمایا: میں تم کو لیلۃ القدر کی خبر دینے کے لیے نکلا تھا' بے شک فلاں اور فلاں نے جھگڑا کیا' پس لیلۃ القدر کی تعیین کا علم اٹھا لیا گیا' اور ہو سکتا ہے کہ یہ تمہارے لیے زیادہ بہتر ہو' (اب) تم لیلۃ القدر کو ستائیسویں' انتیسویں اور پچیسویں شب میں تلاش کرو۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) قتیبہ بن سعید' ان کا تعارف ''باب السلام من الاسلام'' میں ہو چکا ہے (۲) اسماعیل بن جعفر' ان کا تعارف ''باب علامات المنافق'' میں ہو چکا ہے (۳) حمید بن ابی حمید الخزاعی البصری' یہ پست قامت تھے' ۱۴۳ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) حضرت انس رضی اللہ عنہ (۵) حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ' ان کا تعارف ''باب علامت الایمان حب الانصار'' میں ہو چکا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱ ص ۴۳۵)

بعض الفاظ کے معانی اور اس اعتراض کا جواب کہ دو صحابہ کے لڑنے کی وجہ سے ہم لیلۃ القدر کی تعیین کے علم سے محروم ہو گئے

اس حدیث میں ''فتلاحی'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: ایک دوسرے سے لڑے اور جھگڑے۔

''التمسوھا'' لیلۃ القدر کو طلب کرو یا تلاش کرو۔

جو دو مسلمان لڑ رہے تھے' وہ حضرت عبداللہ بن ابی حدرد اور حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہما تھے' حضرت عبداللہ نے حضرت کعب کا قرض دینا تھا' رسول اللہ ﷺ لیلۃ القدر کی معین شب کی خبر دینے آئے' ان کے جھگڑے کی وجہ سے اس کی تعیین اٹھالی گئی' اس حدیث میں مسلمانوں کے لڑنے کی مذمت ہے' کیونکہ ان کے لڑنے کی وجہ سے مسلمان لیلۃ القدر کی تعیین کی خبر سے محروم ہو گئے' مگر اس وجہ سے ان صحابہ کو ملامت کرنا جائز نہیں' کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس تعیین کا علم نہ ہونا تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے' کیونکہ اب تم لیلۃ القدر کی تلاش میں کئی راتوں میں جاگ کر عبادت کرو گے اور لیلۃ القدر کو تلاش کرو گے' دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر یہ علم ہوتا کہ فلاں رات لیلۃ القدر ہے' پھر اس رات کوئی شخص گناہ کرتا تو وہ زیادہ عذاب کا مستحق ہوتا' ایک اس گناہ کی وجہ سے' دوسرے لیلۃ القدر کا احترام پامال کرنے کی وجہ سے' اور جب یہ پتا نہ ہو کہ کون سی شب لیلۃ القدر ہے تو پھر وہ شخص صرف ایک عذاب کا مستحق ہوگا۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ان کا لڑنا کیوں مذموم ہے' جب کہ حضرت کعب' حضرت عبداللہ سے اپنا قرض طلب کر رہے تھے اور اپنا حق طلب کرنا مذموم نہیں ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ ایک تو وہ مسجد میں لڑ رہے تھے' دوسرے رسول اللہ ﷺ کے سامنے لڑ رہے تھے اور خصوصاً اس لیے کہ وہ رمضان کا مہینہ تھا' جس میں اللہ کے ذکر اور عبادت کی کوشش کرنی چاہیے نہ کہ دنیاوی معاملات میں مسجد میں آوازیں بلند کرنی چاہئیں' البتہ متوسط بلند آواز سے مسجد میں اللہ کا ذکر کرنا جائز ہے لیکن گلا پھاڑ کر اور چلا چلا کر ذکر کرنا بھی مذموم ہے' اگر اعتدال کے ساتھ مسجد میں اپنا حق طلب کیا جائے تو وہ بھی جائز ہے' مگر ان کی آوازیں اعتدال سے زائد تھیں' تاہم اس وجہ سے صحابہ کو مطعون کرنا جائز نہیں ہے' کیونکہ صحابہ کرام کی خطائیں بھی تکمیل دین کا سبب ہیں' جن بعض صحابہ سے کبھی کبھار شراب نوشی' چوری یا زنا کے افعال سرزد ہوئے اور انہوں نے ان افعال پر توبہ کر لی اور ان پر حد جاری ہوئی تو اس وجہ سے رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں حد جاری کرنے کا اُسوہ اور نمونہ متحقق ہوا' سو اسی طرح یہ معاملہ بھی ہے' اس لیے یہ نہ کہا جائے کہ ان صحابہ کے لڑنے کی وجہ سے ہم لیلۃ القدر کی برکت سے محروم ہو گئے' بلکہ یوں کہا جائے کہ ان کی برکت کی وجہ سے' ہمیں جاگ کر عبادت کرنے کے لیے کئی راتیں مل گئیں۔

۳۷- بَابُ سُؤَالِ جِبْرِيْلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْإِيْمَانِ وَالْإِسْلَامِ وَالْإِحْسَانِ وَعِلْمِ السَّاعَةِ

حضرت جبریل کا نبی ﷺ سے ایمان' اسلام' احسان اور علم قیامت کے متعلق سوال کرنا

اس باب میں اور باب سابق میں یہ مناسبت ہے کہ مؤمن کو اس کا خوف ہوتا ہے کہ کہیں اس کے اعمال ضائع نہ ہو جائیں اور اس باب میں یہ بتایا ہے کہ کس چیز سے کوئی شخص مؤمن ہوتا ہے۔

وَبَيَانِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَهُ ثُمَّ قَالَ جَاءَ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ يُعَلِّمُكُمْ دِيْنَكُمْ. فَجَعَلَ

نیز امام بخاری نے کہا: اور نبی ﷺ کا حضرت جبریل کو یہ اُمور بیان فرمانا' پھر آپ نے فرمایا: حضرت جبریل تم کو تمہارے

ذٰلِكَ كُلَّهُ دِينًا' وَمَا بَيَّنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِوَفْدِ عَبْدِ الْقَيْسِ مِنَ الْاِيْمَانِ ' وَقَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ﴾ (آل عمران: ۸۵).

دین کی تعلیم دینے آئے تھے؛ پس نبی ﷺ نے ان تمام اُمور کو دین قرار دیا اور نبی ﷺ کا عبدالقیس کے وفد کو ایمان کے متعلق بتانا اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد: ''اور جس نے اسلام کے سوا کوئی اور دین طلب کیا تو وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا'' (آل عمران:۸۵)۔

۵۰- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ اَخْبَرَنَا اَبُوْ حَيَّانَ التَّيْمِيُّ ' عَنْ اَبِيْ زُرْعَةَ ' عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَارِزًا يَوْمًا لِلنَّاسِ ' فَاَتَاهُ جِبْرِيْلُ فَقَالَ مَا الْاِيْمَانُ؟ قَالَ الْاِيْمَانُ اَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَبِلِقَائِهٖ وَرُسُلِهٖ وَتُؤْمِنَ بِالْبَعْثِ ' قَالَ مَا الْاِسْلَامُ؟ قَالَ اَلْاِسْلَامُ اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكَ بِهٖ ' وَتُقِيْمَ الصَّلٰوةَ ' وَتُؤَدِّيَ الزَّكٰوةَ الْمَفْرُوْضَةَ ' وَتَصُوْمَ رَمَضَانَ ' قَالَ مَا الْاِحْسَانُ؟ قَالَ اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ ' فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ يَرَاكَ ' قَالَ مَتَى السَّاعَةُ؟ قَالَ مَا الْمَسْئُوْلُ عَنْهَا بِاَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ ' وَسَاُخْبِرُكَ عَنْ اَشْرَاطِهَا اِذَا وَلَدَتِ الْاَمَةُ رَبَّهَا ' وَاِذَا تَطَاوَلَ رُعَاةُ الْاِبِلِ الْبُهْمِ فِي الْبُنْيَانِ ' فِيْ خَمْسٍ لَا يَعْلَمُهُنَّ اِلَّا اللّٰهُ ' ثُمَّ تَلَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ﴿اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ﴾ (لقمان:٣٤) اَلْاٰيَةَ ' ثُمَّ اَدْبَرَ فَقَالَ رُدُّوْهُ. فَلَمْ يَرَوْا شَيْئًا ' فَقَالَ هٰذَا جِبْرِيْلُ جَاءَ يُعَلِّمُ النَّاسَ دِيْنَهُمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں' ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوحیان التیمی نے خبر دی' از ابوزرعہ از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہ ایک دن نبی ﷺ لوگوں کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے' پس آپ کے پاس حضرت جبریل آئے' سو آپ سے پوچھا: ایمان کی کیا تعریف ہے؟ آپ نے فرمایا: ایمان یہ ہے کہ تم اللہ پر ایمان لاؤ' اور اس کے فرشتوں پر اور اللہ سے ملاقات پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے پر ایمان لاؤ' انہوں نے پوچھا: اور اسلام کی کیا تعریف ہے؟ آپ نے فرمایا: اسلام یہ ہے کہ تم اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو' اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ مفروضہ ادا کرو اور رمضان کے روزے رکھو' انہوں نے پوچھا: احسان کی کیا تعریف ہے؟ آپ نے فرمایا: تم اللہ کی اس طرح عبادت کرو گویا کہ اس کو تم دیکھ رہے ہو' پس اگر تم اس کو نہ دیکھ سکو (تو یہ یقین رکھو) کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔ انہوں نے پوچھا: قیامت کب ہوگی؟ آپ نے فرمایا: جس سے اس کا سوال کیا گیا ہے وہ سائل سے زیادہ جاننے والا نہیں ہے اور میں تم کو عنقریب اس کی علامتوں کی خبر دوں گا' جب باندی سے اس کا مالک پیدا ہو اور جب سیاہ اونٹوں کو چرانے والے لمبی لمبی عمارتیں بنائیں تو یہ ان پانچ چیزوں میں سے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی (ازخود) نہیں جانتا' پھر نبی ﷺ نے یہ آیت تلاوت کی: ''بے شک اللہ ہی کے پاس قیامت کا (ازخود) علم ہے' وہی بارش نازل فرماتا ہے اور وہی (ازخود) جانتا ہے کہ ماں کے پیٹ میں کیا ہے اور کوئی شخص (ازخود) نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کرے گا اور نہ کوئی شخص (ازخود) جانتا ہے کہ وہ کس زمین میں مرے گا' بے

شک اللہ ہی بے حد جاننے والا خوب خبر دینے والا ہے O'' (لقمان: ۳۴) پھر حضرت جبریل پیٹھ پھیر کر چلے گئے' آپ نے فرمایا: ان کو واپس بلاؤ' تو صحابہ نے کسی چیز کو نہیں دیکھا' آپ نے فرمایا: یہ جبریل تھے' جو لوگوں کو ان کا دین سکھانے آئے تھے۔

قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ جَعَلَ ذٰلِكَ كُلَّهٗ مِنَ الْاِيْمَانِ.

امام بخاری نے کہا: آپ نے ان تمام اُمور کو دین قرار دیا۔

[طرف الحدیث: ۴۷۷۷]

(سنن ابن ماجہ: ۶۴۰۔ ۴۰۴۴' یہ حدیث حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے' اس کی تخریج یہ ہے: صحیح مسلم: ۸' سنن ابو داؤد: ۴۶۹۵' سنن ترمذی: ۲۶۱۰' سنن نسائی: ۴۹۹۰' سنن ابن ماجہ: ۶۳' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۱۱' سنن کبریٰ: ۳۳۱۰' سنن دارمی: ۱۷۰۰' مسند ابو یعلیٰ: ۲۵۷' صحیح ابن خزیمہ: ۲۰۵۸' صحیح ابن حبان: ۳۵۱۳' حلیۃ الاولیاء ج ۸ ص ۱۷۳' مسند احمد ج ۱ ص ۲۷ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۹۲۔ ج ۱ ص ۳۲۳' مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) مسدد بن مسرھد' ان کا تعارف ''باب یحب لاخیہ ما یحب لنفسہ'' میں ہو چکا ہے (۲) اسماعیل بن ابراہیم' ان کا تعارف ''باب حب الرسول من الایمان'' میں ہو چکا ہے (۳) ابو حیان یحییٰ بن حیان تیمی' امام احمد بن عبداللہ نے کہا: یہ ثقہ' صالح اور صاحب سنت ہیں' ۱۴۵ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) ابو زرعہ ھرم بن عمرو البجلی' ان کا تعارف ''باب الجہاد من الایمان'' میں ہو چکا ہے (۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' ان کا تعارف بھی ہو چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ص ۴۴۰)

''بارز' بعث' عبادۃ' احسان'' اور باندیوں سے مالک پیدا ہونے کے معانی

اس حدیث میں ''بارزًا'' کا لفظ ہے' یہ ''بروز'' سے بنا ہے' اس کا معنی ہے: ظہور۔

''بعث'' مردوں کا قبر سے اٹھنا' اس کا معنی انبیاء کی بعثت بھی ہے' مگر یہاں پہلا معنی مراد ہے۔

اللہ کی عبادت کرو' یعنی خضوع اور خشوع اور تذلل اور عجز کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو۔

''احسان'' اس کا مادہ حسن ہے اور اس کی ضد قبیح ہے' اس کا شرعی معنی یہ ہے کہ انسان اللہ کے ہر حکم کو اس کی شرائط اور آداب کے ساتھ بجالائے' اور جب بندہ کو اس پر یقین ہو کہ اللہ تعالیٰ اس کو ہر حال میں دیکھ رہا ہے تو وہ بُرے کاموں کو ترک کرے گا اور صفات مذمومہ کو زائل کرے گا اور اپنے باطن کو پاک اور صاف کرے گا اور صفاتِ محمودہ سے متصف ہوگا' حتیٰ کہ اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی تجلیات منعکس ہوں گی۔

گویا کہ تم اللہ کو دیکھ رہے ہو' ورنہ یہ یقین رکھو کہ اللہ تم کو دیکھ رہا ہے: اس میں بندہ کو عبادت میں کامل اخلاص کی ترغیب دی ہے کیونکہ انسان نیک لوگوں کے سامنے بُرے کام نہیں کرتا اور حکام کے سامنے قانون شکنی نہیں کرتا تو جس شخص کا اللہ تعالیٰ کے علم اور اس کی قدرت پر کامل ایمان ہوگا' وہ اپنی خلوت اور جلوت میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرے گا اور اس کے ہر حکم کی اطاعت کامل طریقہ سے کرے گا۔

اور باندی سے مالک پیدا ہوگا: اس کا معنی یہ ہے کہ آخر زمانہ میں باندیاں بہ کثرت ہوں گی' حتیٰ کہ ایک شخص کسی باندی کو خریدے گا اور وہ درحقیقت اس کی ماں ہوگی' اس کا دوسرا معنی یہ ہے کہ آخر زمانہ میں لوگ اپنی ماؤں کی عزت اور احترام نہیں کریں گے

اوران کے ساتھ وہ ایسی بدسلوکی کریں گے جیسے وہ ان کی باندیاں ہوں۔

اور جب سیاہ اونٹوں کو چرانے والے لمبی لمبی عمارتیں بنائیں گے: اس سے مقصود یہ خبر دینا ہے کہ آخر زمانہ میں حالات بدل جائیں گے اور دیہاتیوں کا شہریوں پر غلبہ ہو جائے گا اور وہ اپنے زور اور غلبہ سے شہریوں کی املاک پر قابض ہو جائیں گے اس کا اب مشاہدہ متحدہ عرب امارات میں ہو رہا ہے جو صحرائی بادیہ نشین تھے انہوں نے اونچے محلات بنا لیے اور قیمتی کاریں اور سامان عیش و عشرت ان کے تصرف میں ہے۔

یہ ان پانچ چیزوں میں سے ہے جن کو اللہ کے سوا کوئی از خود نہیں جانتا: ان پانچ چیزوں سے مراد ہے: (۱) قیامت کب آئے گی؟ (۲) بارش کب ہوگی؟ (۳) ماں کے پیٹ میں کیا ہے؟ (۴) بندہ کل کیا کرے گا؟ (۵) بندہ کس زمین میں مرے گا؟

آیا علوم خمسہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا کیے گئے تھے یا نہیں؟ اس مسئلہ میں علماء غیر مقلدین کا نظریہ

متقدمین جمہور علماء اس کے قائل اور معتقد تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علوم خمسہ عطا کیے گئے تھے جیسا کہ ہم اس کے ثبوت میں ان شاء اللہ عنقریب واضح تصریحات پیش کریں گے اور متاخرین علماء میں سے غیر مقلدین اور دیوبندی علماء نے آپ کو علوم خمسہ عطا کیے جانے کا انکار کیا ہے:

مشہور غیر مقلد عالم نواب وحید الزمان متوفی ۱۳۲۸ھ لکھتے ہیں:

(قیامت کے علاوہ) باقی چار باتیں یہ ہیں: ابر سے پانی برسے گا یا نہیں؟ پیٹ میں لڑکا ہے یا لڑکی؟ کل کیا ہوگا؟ آدمی کہاں مرے گا؟ یہ باتیں حقیقی غیب کی ہیں جن کا علم پیغمبروں کو بھی نہیں ہے۔ (الی قولہ) حضرت عائشہ فرماتی ہیں: جو کوئی کہے کہ پیغمبر صاحب ان باتوں کو جانتے تھے اس نے بڑا بہتان کیا۔ (تیسیر الباری ج ۱ ص ۱۱۰ نعمانی کتب خانہ لاہور ۱۹۹۰ء)

نواب صدیق حسن خاں بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ لکھتے ہیں:

ان پانچ علوم کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا پہلی تین چیزوں کے متعلق لقمان: ۳۴ میں فرمایا: ''ان کا علم اللہ ہی کے پاس ہے'' کیونکہ ان کا علم بہت عظیم ہے اور باقی دو کے متعلق فرمایا: مخلوق کو ان کا علم نہیں ہے۔

اس کے متصل بغیر حوالہ کے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف منسوب کر کے لکھا: ان پانچ امور کو کوئی نہیں جانتا نہ ملک مقرب نہ نبی مرسل۔ سو جس نے یہ دعویٰ کیا کہ اس کو ان میں سے کسی چیز کا علم ہے اس کو کافر قرار دیا جائے گا۔

(فتح البیان ج ۵ ص ۳۱۲ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۰ھ)

شیخ محمد عبد الرحمان بن عبد الرحیم مبارک پوری متوفی ۱۳۵۳ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس سے علم قیامت کے متعلق سوال کیا گیا ہے وہ سوال کرنے والے سے زیادہ نہیں جانتا۔ اس کلام سے بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ وقوع قیامت میں دونوں کا علم برابر ہے لیکن اس سے مراد یہ ہے کہ وقوع قیامت کے عدم علم میں دونوں برابر ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے وقوع قیامت کے علم کو اپنے ساتھ خاص کر لیا اور یہ ان پانچ چیزوں میں سے ہے جن کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ (تحفۃ الاحوذی ج ۷ ص ۲۸۵ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۹ھ)

آیا علوم خمسہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا کیے گئے تھے یا نہیں؟ اس مسئلہ میں علماء دیوبند کا نظریہ

سید احمد رضا بجنوری لکھتے ہیں:

نفی خمس اور علمِ غیب

فرمایا: مراد یہ ہے کہ وقتِ قیامت کا علم بھی ان ہی پانچ میں داخل ہے' پھر فرمایا کہ یہ پانچ چیزیں چونکہ امورِ تکوین سے متعلق ہیں' امورِ تشریع سے ان کا کوئی تعلق نہیں' اسی لیے انبیاء علیہم السلام کو ان کا علم نہیں دیا گیا' الا ماشاء اللہ' اور یہ بھی فرمایا: ''وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ'' ''اسی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں' جن کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا'' کیونکہ انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا مقصد تشریع ہی ہے' جس کے لیے علومِ شریعت موزوں ہیں' علومِ تکوین نہیں۔

علمِ غیب سے مراد

پھر علمِ غیب سے مراد اصول کا علم ہے' علمِ جزئیات نہیں ہے' جو اولیاء کرام کو بھی عطا ہوا ہے' کیونکہ علمِ جزئیات حقیقت میں علم ہی نہیں ہے' علم تو حقیقت میں وہی ہے' جس سے ایک نوع کے تمام افراد کا علم حاصل ہو جائے اور وہ علم اصولِ شئی ہی ہو سکتا ہے۔

اس کی مثال ایسی سمجھو کہ ہزاروں چیزیں یورپ سے بن کر آ رہی ہیں' ان کو ہم دیکھتے ہیں' پہچانتے ہیں' لیکن ہم ان کے اصول سے ناواقف ہیں' تو علمِ جزئیات بغیر علمِ کلی کے علم ہی کہلانے کا مستحق نہیں ہے' کسی چیز کا علمِ کلی اگر ہمیں حاصل ہو جائے تو ہم اس نوع کی تمام جزئیات پر مطلع اور ان کے حقائق سے باخبر ہو سکتے ہیں' اسی کو حضرت حق جل مجدہ نے مفاتح سے تعبیر کیا ہے۔

(انوار الباری ج ۳ ص ۱۷۵' ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان' ۱۴۲۵ھ)

دراصل یہ تقریر شیخ انور شاہ کشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ نے ''صحیح بخاری'' کی عربی شرح میں کی ہے' دیکھئے: فیض الباری ج ۱ ص ۱۵۱' مطبع حجازی' قاہرہ' ۱۳۵۷ھ۔

پھر اسی تقریر کو شیخ سلیم اللہ خان نے زیادہ وضاحت سے لکھا ہے' وہ لکھتے ہیں:

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اس آیت میں جن پانچ چیزوں کا ذکر کیا گیا ہے' احادیث میں ان کو ''مفاتیح الغیب'' فرمایا گیا ہے' جن کا علم کلی بجز اللہ کے کسی کو نہیں' فی الحقیقت ان پانچ چیزوں میں کل اکوانِ عینیہ کی انواع کی طرف اشارہ ہے' جن میں جملہ غیر متناہی مغیبات شامل ہیں۔

مغیبات اوّلاً دو قسم پر ہیں:

(۱) ان کا تعلق جنسِ احکام سے ہوگا (۲) یا جنسِ اکوان سے۔

جو مغیبات جنسِ احکام سے ہیں' اُن کا علمِ کلی اور اصولی بقدرِ ضرورت تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نیز انبیاء سابقین کو دیا گیا تھا' اذکیاء امت نے ان کی تفصیل و تبویب کی' ان سے تو یہاں بحث نہیں کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کلیۃً مختص نہیں رہے۔

یہاں بحث مغیباتِ اکوان سے ہے' کیونکہ ان کی کلیات اور اصول تو اللہ تعالیٰ نے کلیۃً اپنے ساتھ مختص رکھے' البتہ جزئیات منتشرہ پر بہت سے حضرات کو حسبِ استعداد اطلاع دی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس سے بھی اتنا عظیم الشان اور وافر حصہ ملا' جس کا کوئی اندازہ نہیں ہو سکتا' اور یہ مغیباتِ اکوان ہیں تو غیر متناہی' مگر ان کی پانچ انواع ہیں: (۱) مکانی (۲) زمانی۔

اور زمانی کی پھر تین انواع ہیں:

(۱) وہ جو ماضی سے متعلق ہے (۲) وہ جو حال سے متعلق ہے (۳) وہ جو مستقبل سے متعلق ہے' مجموعی طور پر یہ چار انواع ہوئیں' پھر وقتِ ساعت کا علم اگرچہ ان چار میں مندرج تھا' کیونکہ وہ اکوانِ مستقبلیہ میں سے ہے' تاہم اس کو علیحدہ ذکر کیا کیونکہ یہ ایک بہت بڑا عظیم حادثہ ہے کہ اس جیسا حادثہ دنیا کو کبھی پیش نہیں آیا اور نہ پھر پیش آئے گا' کسی مخلوق کو اس کے وقت کا علم نہیں دیا گیا' اس لیے

خصوصیت سے اس کو مستقلاً ذکر کر دیا۔

ان اشیائے خمسہ میں سے ''بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ'' مغیباتِ مکانیہ کی طرف اشارہ ہے' ''یَعْلَمُ مَا فِی الْاَرْحَامِ'' مغیباتِ زمانیہ حالیہ کی طرف اشارہ ہے' کیونکہ آثارِ حمل فی الحال نمایاں ہیں' ''مَاذَا تَکْسِبُ غَدًا'' سے مغیباتِ زمانیہ مستقبلیہ کی طرف اشارہ ہے۔

(کشف الباری ج ۲ ص ۶۳۳' طبع مکتبہ فاروقیہ کراچی' ۱۴۲۶ھ)

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ حقیقی علم وہ ہے کہ اس کے اصول سے آگاہی ہو' لہٰذا کسی چیز کا عالم اسی وقت کہلائے گا' جب اس کے اصول سے واقف ہو۔

اس مقدمہ کو سمجھ لینے کے بعد اب یہ سمجھئے کہ غیب کے جزئیات بھی ہیں اور کلیات بھی' جس طرح جزئیاتِ طب کے جاننے والے کو عالمِ طب اور طبیب نہیں کہیں گے' اسی طرح جزئیاتِ غیبیہ پر مطلع ہونے والے کو عالمِ غیب نہیں کہہ سکتے۔

کلیات کے علم کا مطلب یہ ہے کہ ضابطہ بتلا دیا جائے کہ مثلاً فلاں ضابطہ سے پہچان لیں کہ فلاں جگہ فلاں وقت میں اتنے انچ بارش ہوگی اور پھر اتنی ہی بارش اسی وقت میں جس کا تعین کیا گیا ہے' ہو بھی جائے' اس میں تخلف نہ ہو' بس جو اس ضابطہ کا علم رکھتا ہے' اسے عالمِ غیب کہا جائے گا اور جو یہ ضابطہ نہیں جانتا' اُسے عالمِ غیب بھی نہیں کہہ سکتے۔

اب ہم کہتے ہیں کہ دنیا میں کسی کو عالمِ غیب نہیں کہہ سکتے کیونکہ کسی کو بھی کلیاتِ تکوینیہ کا علم نہیں ہو سکتا' صرف ایک ہی ذات ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی ہے' جسے تکوینیات کا علمِ محیط حاصل ہے' ہاں! بعض امور کا انکشاف ہو جاتا ہے مگر اسے علم نہیں کہتے' کسی طرح اگر ہم کو معلوم ہو جائے کہ اس کے پیٹ میں لڑکا ہے' لیکن اگر کوئی پوچھ لے کہ لڑکا کیوں ہے؟ تو یقیناً ہمارے پاس اس کا جواب نہ ہوگا' تو ضوابط اور اصولِ غیب کا علم کسی نبی' کسی ولی کو نہیں ہو سکتا' یہ علم اللہ تعالیٰ کی قدرت کے ساتھ مخصوص ہے' ایک کلیہ کا علم اگر ہو تو وہ مفتاح بنتا ہے' بہت سی جزئیات کے علم کا' خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''وعندہ مفاتح الغیب لا یعلمہا الا ہو'' (۲۷) اس سے معلوم ہوا کہ قواعد و ضوابطِ غیب کا اور تکوینیات میں کلیاتِ غیب کا علم بجز خدا کے اور کسی کو نہیں' ہاں! بعض جزئیات کا انکشاف ہو سکتا ہے۔ ہاں! تشریعیات کے مد میں کلیات کا علمِ غیب انبیاء علیہم السلام کو ہے' کیونکہ اگر یہ علم انہیں نہ دیا جائے تو ان کے کام میں فرق آ جائے۔ البتہ وہ اسی قدر ملتا ہے جتنا اللہ اپنی حکمت کے موافق عطا فرما دے۔

خلاصہ یہ ہے کہ حوادثِ دہر پر کوئی مطلع نہیں ہو سکتا اور جزئیات کے عالم کو عالم الغیب نہیں کہہ سکتے' رہا کسی جزئی کے علم کا کسی پر منکشف ہو جانا تو یہ دوسری بات ہے اور یہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام دونوں کو ہوتا ہے' البتہ ان دونوں کشوف میں فرق ہوتا ہے اور وہ فرق وہی ہے' جس کو سورۂ جن میں بیان فرمایا گیا ہے: ''عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ یَسْلُکُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا'' (۲۸) یعنی وہ عالمِ غیب ہے اور غیب پر کسی کو حاوی اور مسلط نہیں کرتا' ہاں انبیاء و رسل کو تشریعیات اور تکوینیات میں سے جتنے پر چاہے' مطلع کر دیتا ہے' اسی طرح کہ کوئی چیز اس میں خلل انداز نہ ہو سکے' نہ نفس کو کچھ دخل ہو' نہ شیطان کو' نہ کسی قسم کے شک و شبہ کو' غرض یہ کہ ہر شے سے محفوظ ہو' کیونکہ اس کے آگے پیچھے پہرے دار ہوتے ہیں' اس سے معلوم ہوا کہ نبی کو جو کشف ہوتا ہے یا وحی آتی ہے' اس کے ساتھ پہرے دار ہوتے ہیں' اس لیے اس میں غلطی کا احتمال نہیں ہوتا' بخلاف ولی کے کشف کے' کہ اس میں غلطی کا احتمال بھی ہے اور شبہ کی گنجائش بھی' اس لیے دونوں یکساں نہیں ہو سکتے' اب دو فرق ہوئے: نبی کا علم قطعی اور ولی کا ظنی' وہاں اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری ہے اور یہاں نہیں' اور یہ سب جزئیاتِ علم ہیں' کلیات کا علم مختص بالباری تعالیٰ ہے' یہ علوم نہ نبی کو حاصل ہیں نہ ولی کو' انہیں جو کچھ حاصل ہوتا ہے خواہ کتنا کثیر ہو' سب جزئیات ہیں' اس لیے عالم الغیب نہیں کہہ

سکتے۔

پھر یہاں یہ بھی واضح رہے کہ ''غیب'' کے معنی ہے: ''مالا یقع تحت الحواس' ولا تـقـتـضیه بداهة العقل'' اور جس غیب کے ساتھ حق تعالیٰ متفرد ہیں' اس میں اتنی قید اور ہے: ''ولم ینصب علیه دلیل ''(۲۹) یعنی نظروفکر اور دلیلِ عقلی سے بھی معلوم نہ ہو ورنہ پھر غیب نہیں رہے گا۔ (کشف الباری ج ۲ ص ۶۳۵)

کیا اکوانِ غیبیہ پر اطلاع پانی ممکن نہیں؟

اس آیت کی رو سے ہونا یہ چاہیے کہ ان اشیائے خمسہ میں سے کسی ایک کی جزئی بات کا علم بھی کسی کو حاصل نہ ہو' حالانکہ ہم سینکڑوں واقعات اس کے خلاف پاتے ہیں' اولیاء کرام کی کرامتیں کثرت سے منقول ہیں' جو اس اختصاص کے خلاف پر دلالت کرتی ہیں' حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو رحم کی حالت معلوم ہوگئی تھی اور آپ نے انتقال سے پہلے اپنی حاملہ بیوی کے متعلق فرما دیا تھا کہ ان کے لڑکی ہوگی' اس لیے آپ نے وصیت فرمائی کہ اس حمل کو لڑکی مان کر ترکہ تقسیم کیا جائے' اسی طرح پنجاب میں ایک بزرگ تھے: عبد اللہ شاہ' یہ حضرت میاں جی نور محمد جھنجھاوی رحمۃ اللہ علیہ کے پیر بھائی تھے اور حضرت شاہ عبد الرحیم ولایتی کے خلیفۂ مُجاز' وہ دردزہ کا تعویذ دیتے وقت ساتھ ساتھ یہ بھی کہہ دیتے کہ لڑکا ہوگا یا لڑکی' یہ ان کی مشہور کرامت تھی۔ ایسے ہی منجمین اور کُہان پیشین گوئیاں کرتے ہیں' جو کبھی کبھی واقع کے مطابق بھی نکل آتی ہیں' اسی طرح آج کل جدید آلات کے ذریعے رحم کے اندر بچہ کی جنس کیا ہے؟ اس کا انکشاف ہوجاتا ہے' محکمۂ موسمیات کے ماہرین بارش ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں پیشگی بتا دیتے ہیں' ان کی یہ پیش گوئی بسا اوقات درست بھی ہوجاتی ہے۔

اس اشکال کے جواب سے پہلے ایک مقدمہ سمجھ لیجئے' اگر ایک چیز کے کچھ اصول ہوں اور کچھ فروع' تو اصلی علم اس وقت کہیں گے جب اس کے اصول کا علم ہو' فرض کیجئے ایک شخص سو دو سو یا دو چار ہزار امراض اور ان کے نسخے رٹ لے تو کیا اس کو طبیب کہہ سکیں گے؟ نہیں! بلکہ طبیب وہ سمجھا جائے گا جو اصولِ طب اور اس کے فن سے واقف ہو' چاہے امراض اور نسخے رٹے نہ ہوں' اسی طرح عالم وہ ہوگا' جو اصولِ علم سے واقف ہو' فقیہ وہ نہیں جسے محض جزئیاتِ فقہ یاد ہوں' بلکہ فقیہ وہ کہلائے گا' جو اصول اور مآخذ پر مطلع ہو' خواہ جزئیات کم یاد ہوں۔ (کشف الباری ج ۲ ص ۶۳۳)

نیز شیخ سلیم اللہ خان لکھتے ہیں:

حدیث باب کے جملے ''ما المسئول عنها باعلم من السائل'' اور ''فی خمس لا یعلمهن الا اللّٰہ' صاف دلالت کر رہے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عالم الغیب نہیں ہیں' کئی ساری چیزیں ایسی ہیں' جن کا علم سوائے اللہ جل جلالہ کے اور کسی کو نہیں۔

(کشف الباری ج ۲ ص ۶۵۰' مکتبہ فاروقیہ کراچی' ۱۴۲۶ھ)

علومِ خمسہ کے مصداق کے متعلق علماء دیوبند کے موقف پر مصنف کا تبصرہ

شیخ انور شاہ کشمیری' شیخ احمد رضا بجنوری اور شیخ سلیم اللہ خان نے جو لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم سے مراد ہے: اصول' کلیات اور ضوابط کا علم' یہ ان کی اپنی اصطلاح ہے' قدماء متکلمین' جمہور مفسرین' محدثین اور فقہاء اسلام اور اکابر علماء اسلام کی عبارات میں اس اصطلاح کا کوئی ثبوت نہیں ہے' قدیم علماء نے اللہ تعالیٰ کے علم کے متعلق فرمایا ہے کہ اس کا علم ذاتی ہے' یعنی بے تعلیم غیر' اور قدیم ہے' واجب ہے' ازلی' ابدی ہے اور بس! جیسا کہ عنقریب ہمارے پیش کردہ حوالہ جات سے ان شاء اللہ واضح ہوجائے گا' لیکن ''لا مشاحة فی الاصطلاح'' ہمیں ان کی اس اصطلاح پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔

اسی طرح ہم اہل سنت و جماعت جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے علم کلی مانتے ہیں' اس سے ہماری مراد کل مخلوقات سے زیادہ علم ہے' جیسا کہ شیخ سلیم اللہ خان نے بھی لکھا ہے:

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس سے بھی اتنا عظیم الشان ملا' جس کا کوئی اندازہ نہیں ہو سکتا۔ (کشف الباری ج ۲ ص ۶۴۳)

اور شیخ تقی عثمانی نے لکھا ہے: قرآن کریم میں ہے کہ بہت سے انبیاء کرام علیہم السلام کو بھی انباء الغیب یعنی غیب کی خبریں دی گئی ہیں اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سب سے زیادہ عطا ہوئیں۔ (انعام الباری ج ۱ ص ۷ ۵۴' مکتبۃ الحرا' کراچی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم کلی سے ہماری یہی مراد ہے' نہ کہ کل کائنات کا علم محیط' یا اللہ تعالیٰ کے علم کا مساوی علم' جیسا کہ ہم اس پر ان شاء اللہ عنقریب اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ کی تصریحات پیش کریں گے' سو علماء دیوبند کو بھی اس اصطلاح پر کوئی اعتراض نہیں ہونا چاہیے' کیونکہ ''لا مشاحۃ فی الاصطلاح''۔

* ہم نے شرح صحیح مسلم ج ۵ ص ۱۱۱ پر عنوان ''مخلوق کی طرف علم غیب کی نسبت کرنے کی تحقیق'' کے تحت علم غیب کے متعلق جو بحث کی ہے' اس پر خود شیخ تقی عثمانی نے تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

اس موضوع پر مفصل بحث کے بعد آخر میں فاضل مصنف لکھتے ہیں:

خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس غیب مطلق کے ساتھ منفرد ہے' جو جمیع معلومات کے ساتھ متعلق ہے اور اللہ تعالیٰ وحی کے ذریعہ اپنے رسولوں کو ان بعض علوم غیبیہ پر مطلع فرماتا ہے' جو رسالت کے ساتھ متعلق ہوتے ہیں۔

شیخ عثمانی نے لکھا ہے: اگر فاضل مولف کے تمام اہل مسلک اس پر متفق ہو جائیں تو اس سنگین مسئلہ میں کوئی اختلاف باقی نہ رہے۔ (البلاغ ص ۵۵' جمادی الاخریٰ ۱۴۱۶ھ' نومبر ۱۹۹۵ء)

واضح رہے کہ ہم نے جو بعض علوم غیبیہ کہا ہے' اس سے اللہ کے علم غیب کے مقابلہ میں بعض علوم غیبیہ مراد ہیں' جو کہ تمام مخلوق کے علوم سے زیادہ ہیں' جیسا کہ شیخ سلیم اللہ خاں اور شیخ تقی عثمانی کو بھی تسلیم ہے' اور ہمارے تمام اہل مسلک اس پر متفق ہیں' جیسا کہ ہم ان شاء اللہ عنقریب اس پر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی تصریحات پیش کریں گے۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم تفصیلی محیط ثابت کرنے اور آپ کو عالم الغیب کہنے کا الزام

شیخ سلیم اللہ خان صاحب لکھتے ہیں:

مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی نے مختلف کتابوں میں جو کچھ تحریر کیا ہے' اس کی رو سے ان کا مسلک یہ ہے کہ ابتداء آفرینش عالم سے لے کر ہنگامہ محشر (حساب و کتاب وغیرہ) کے اختتام یا بالفاظ دیگر جنت و نار تک کے تمام واقعات جزئیہ و کلیہ' دینیہ و دنیویہ کا علم تفصیلی محیط حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا فرمایا گیا ہے۔ (کشف الباری ج ۲ ص ۶۴۳)

نیز شیخ سلیم اللہ خان صاحب لکھتے ہیں:

اگر اللہ تعالیٰ کے تمام غیوب اور جزئیات غیب پر مطلع کر دینے سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عالم الغیب کہہ سکتے ہیں تو پھر آپ کے حضرات صحابہ کرام کے سامنے ان تمام اُمور کو بیان کر دینے سے ان تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عالم الغیب ہونا بھی تو لازم آئے گا' پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی تخصیص کیوں؟ (کشف الباری ج ۲ ص ۶۴۳)

حقیقت یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ العزیز نہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عالم الغیب کہتے ہیں یا مانتے ہیں اور نہ آپ کے لیے علم تفصیلی محیط مانتے ہیں' بلکہ آپ کے لیے اللہ تعالیٰ کے علم سے بعض علوم عطا کیے جانے کے قائل ہیں' تاہم آپ کے یہ بعض

علوم تمام مخلوق کے علوم سے بہت زیادہ ہیں' اعلیٰ حضرت کی عبارات ملاحظہ فرمائیں:

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عالم الغیب کہنا جائز نہیں

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ العزیز تحریر فرماتے ہیں:

علم غیب عطا ہونا اور لفظ عالم الغیب کا اطلاق اور بعض اجلہ اکابر کے کلام میں اگرچہ بندہ مومن کی نسبت صریح لفظ "یعلم الغیب" وارد ہے "کما فی مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح للملا علی القاری" بلکہ خود حدیث سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما میں سیدنا خضر علیہ الصلوۃ والسلام کی نسبت ارشاد ہے: "کان یعلم علم الغیب" مگر ہماری تحقیق میں لفظ عالم الغیب کا اطلاق حضرت عزت عز جلالہ کے ساتھ خاص ہے کہ اس سے عرفاً علم بالذات متبادر ہے۔ کشاف میں ہے: "المراد به الخفی الذی لا ینفذ فیه ابتداء الا علم اللطیف الخبیر ولهذا لا یجوزان یطلق فیقال فلان یعلم الغیب" (غیب سے مراد وہ پوشیدہ چیز ہے' جس میں ابتداء صرف اللہ تعالیٰ کا علم نافذ ہوتا ہے' اس لیے مطلقاً یہ کہنا جائز نہیں ہے کہ فلاں شخص غیب کو جانتا ہے)۔

اور اس سے انکار معنی لازم نہیں آتا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قطعاً بے شمار غیوب و ما کان و ما یکون کے عالم ہیں' مگر عالم الغیب صرف اللہ عز وجل کو کہا جائے گا' جس طرح حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قطعاً عزت و جلالت والے ہیں' تمام عالم میں ان کے برابر کوئی عزیز و جلیل نہ ہے نہ ہو سکتا ہے' مگر محمد عز وجل کہنا جائز نہیں' بلکہ اللہ عز وجل و محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ غرض صدق و صورت معنی کو جواز اطلاق لفظ لازم نہیں' نہ منع اطلاق لفظ کو نفی صحت معنی' امام ابن المنیر اسکندری "کتاب الانتصاف" میں فرماتے ہیں: "کم من معتقد لا یطلق القول به خشیة ایهام غیره مما لا یجوز اعتقاده فلا ربط بین الاعتقاد والاطلاق" "کتنے عقائد ایسے ہیں جن کا مطلقاً قول نہیں کیا جاتا' مبادا ان کے غیر کا وہم کیا جائے' جن کا اعتقاد جائز نہیں ہے' اس لیے کسی چیز کا اعتقاد رکھنے اور اس کا اطلاق کرنے میں کوئی تلازم نہیں ہے"۔ یہ سب اس صورت میں ہے کہ مقید بقید اطلاق کیا جائے یا بلا قید علی الاطلاق مثلاً عالم الغیب یا عالم الغیب علی الاطلاق اور اگر ایسا نہ ہو بلکہ بالواسطہ یا بالعطاء کی تصریح کر دی جائے تو وہ محذور نہیں کہ ایہام زائل اور مراد حاصل۔ علامہ سید شریف قدس سرہ "حواشی کشاف" میں فرماتے ہیں: "وانما لم یجز الاطلاق فی غیره تعالی لانه یتبادر منه تعلق علم به ابتداء فیکون منا قضا واما اذا قید وقیل اعلمه اللّٰه تعالی الغیب او اطلعه علیه فلا محذور فیه" "اللہ تعالیٰ کے غیر کے لیے علم غیب کا اطلاق کرنا اس لیے جائز نہیں ہے کیونکہ اس سے متبادر یہ ہوتا ہے کہ اس کے ساتھ علم کا تعلق ابتداءً ہے' تو یہ قرآن مجید کے خلاف ہو جائے گا' لیکن جب اس کو مقید کیا جائے اور یوں کہا جائے کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے غیب کی خبر دی ہے' یا اس کو غیب پر مطلع فرمایا ہے تو پھر اس میں کوئی حرج نہیں ہے"۔

(حاشیہ کشاف بر کشاف ج ۱ ص ۱۲۸' مطبوعہ مطبعہ مصطفی البابی الحلبی' ۱۳۸۵ھ' مصر' فتاویٰ رضویہ ج ۹ ص ۸۱' مطبوعہ دار العلوم امجدیہ کراچی)

نیز اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فرماتے ہیں:

علم مافی الغد (کل کا علم) کے بارہ میں ام المؤمنین کا قول ہے کہ جو یہ کہے کہ حضور کو علم مافی الغد تھا (کل کا علم تھا) وہ جھوٹا ہے۔ اس سے مطلق علم کا انکار نکالنا محض جہالت ہے' علم جب کہ مطلق بولا جائے خصوصاً جب کہ غیب کی خبر کی طرف مضاف ہو تو اس سے مراد علم ذاتی ہوتا ہے۔ اس کی تصریح "حاشیہ کشاف" پر میر سید شریف رحمۃ اللہ علیہ نے کر دی ہے اور یہ یقیناً حق ہے کہ کوئی شخص کسی مخلوق کے لیے ایک ذرہ کا بھی علم ذاتی مانے' یقیناً کافر ہے۔ (ملفوظات ج ۳ ص ۴۴' مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے علم تفصیلی محیط ماننا جائز نہیں

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ العزیز تحریر فرماتے ہیں:

کسی علم کی حضرت عز وجل سے تخصیص اور اس کی ذات پاک میں حصر اور اس کے غیر سے مطلقاً نفی چند وجہ پر ہے:

اوّل : علم کا ذاتی ہونا کہ بذات خود بے عطا غیر ہو۔

دوم : علم کا غنا کہ کسی آلہ جارحہ وتدبیر فکر ونظر والتفات وانفعال کا اصلاً محتاج نہ ہو۔

سوم : علم کا سرمدی ہونا کہ ازلاً ابداً ہو۔

چہارم : علم کا وجوب کہ کسی طرح اس کا سلب ممکن نہ ہو۔

پنجم : علم کا ثبات واستمرار کہ کبھی کسی وجہ سے اس میں تغیر' تبدل' فرق اور تفاوت کا امکان نہ ہو۔

ششم : علم کا اقصیٰ غایت کمال پر ہونا کہ معلوم کی ذات' ذاتیات' اعراض' احوال لازمہ' مفارقہ' ذاتیہ' اضافیہ' ماضیہ' آتیہ (مستقبلہ) موجودہ' ممکنہ سے کوئی ذرہ کسی وجہ پر مخفی نہ ہو سکے۔

ان چھ وجوہ پر مطلق علم حضرت احدیت جل وعلا سے خاص اور اس کے غیر سے مطلقاً منفی' یعنی کسی کو کسی ذرہ کا ایسا علم' جو ان چھ وجوہ سے ایک وجہ بھی رکھتا ہو حاصل ہونا ممکن نہیں ہے' جو کسی غیر الٰہی کے لیے عقول مفارقہ ہوں' خواہ نفوس ناطقہ ایک ذرے کا ایسا علم ثابت کرے' یقیناً اجماعاً کافر مشرک ہے۔ (الصمصام ص ۴' فتاوی رضویہ ج ۲۶ ص ۴۲۷۔۴۷' رضا فاؤنڈیشن' لاہور)

نیز امام احمد رضا قادری لکھتے ہیں:

میں نے اپنی کتابوں میں تصریح کر دی ہے کہ اگر تمام اولین وآخرین کا علم جمع کیا جائے تو اس علم کو علم الٰہی سے وہ نسبت ہرگز نہیں ہو سکتی' جو ایک قطرہ کے کروڑویں حصہ کو سمندر سے ہے' کیونکہ یہ نسبت متناہی کی متناہی کے ساتھ ہے اور وہ غیر متناہی کی متناہی سے ہے۔ (الملفوظ ج اص ۴۶' نوری کتب خانہ' لاہور)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو (اللہ تعالیٰ کے علوم سے) بعض علوم عطا کیے گئے ہیں' اس کے متعلق اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی تصریح یہ ہے:

ہم یہ نہیں کہتے کہ آپ کا علم اللہ تعالیٰ کے علم کے مساوی ہے اور نہ یہ کہتے ہیں کہ آپ کا علم مستقل ہے اور ہم اللہ تعالیٰ کی عطا سے بھی صرف بعض علوم ثابت رکھتے ہیں' لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعض علوم میں اور مخلوق کے بعض علوم میں آسمان اور زمین کی مثل فرق ہے' بلکہ اس سے بھی زیادہ عظیم اور کثیر ہے اور اللہ سب سے زیادہ بڑا ہے۔ (اعلیٰ حضرت کی عربی عبارت درج ذیل ہے:)

اعلیٰ حضرت کی یہ تصریح کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بعض علم عطا کیا گیا ہے

''لا نقول بمساواۃ علم اللّٰہ تعالی ولا بحصولہ بالاستقلال' ولا نثبت بعطاء اللّٰہ تعالی ایضا الا البعض' لکن بون بین البعض والبعض کالفرق بین السماء والارض' بل اعظم واکثر' واللّٰہ اکبر''۔

(الدولۃ المکیۃ بالمادۃ الغیبیۃ ص ۶۹' مرکز اہل سنت برکات رضا' ہند)

اب چونکہ ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعض علوم جزئیہ کی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ سے تصریح پیش کر دی' اس لیے حسب وعدہ شیخ تقی عثمانی کو اس مسئلہ میں اختلاف نہیں کرنا چاہیے۔

علم ذاتی اور عطائی کی بحث

شیخ سلیم اللہ خاں لکھتے ہیں:

یہاں ایک اہم بات یہ یاد رکھنے کی ہے کہ نصوص قطعیہ مثلاً ''لا اعلم الغیب'' وغیرہ جیسی آیتوں میں چونکہ صریحاً علم غیب کی نفی کا ذکر ہے' اس لیے ایسے موقع پر منحرف لوگ ذاتی اور عطائی کی بے جا تاویل کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جہاں کہیں آپ کی ذات سے علم غیب کی نفی آئی ہے' اس سے ذاتی علم کی نفی مراد ہے' آپ کو جو علم ما کان وما یکون حاصل تھا' وہ عطائی تھا نہ کہ ذاتی' اور اس کی نفی نہیں ہے۔

لیکن ان لوگوں کا یہ کہنا بے جا اور باطل ہے:

اولاً اس لیے کہ پیچھے اشارہ گزر چکا ہے کہ وہ علم غیب جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ منفرد ہیں' وہ ہے'' مالا یقع تحت الحواس' ولا تقتضیه بداهة العقل' ولم ینصب علیه دلیل '' جب کہ مخلوقات کو جس قدر بھی علم اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوتا ہے' اس پر ''غیب'' کی تعریف ہی صادق نہیں آتی' کسی کے بتانے اور خبر دینے سے جو علم حاصل ہوتا ہے' اس کو'' اخبار الغیب'' اور'' انباء الغیب'' تو کہہ سکتے ہیں' علم غیب نہیں اور دونوں میں بون بعید ہے۔ (کشف الباری ج ۲ ص ۶۵۳)

اس کا جواب یہ ہے کہ جن آیات میں اللہ تعالیٰ کے غیر سے علم غیب کی نفی ہے تو تقریباً سب ہی علماء نے اس کو ذاتی علم کی نفی پر محمول کیا ہے۔

علامہ ابن حجر مکی متوفی ۹۱۱ ھ تحریر فرماتے ہیں:

وما ذکرناه فی الایة صرح به النووی رحمه الله تعالی فتاواه فقال معناها لا یعلم ذالك استقلالا وعلم احاطة بکل المعلومات لله تعالی.	یعنی ہم نے جو آیات کی تفسیر کی' امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فتاویٰ میں اس کی تصریح کی' فرماتے ہیں: آیت کا معنی یہ ہے کہ غیب کا ایسا علم صرف خدا کو ہے' جو بذات خود ہو اور جمیع معلومات الٰہیہ کو محیط ہو۔
(فتاویٰ حدیثیہ ص ۲۶۸ 'مطبوعہ مطبعہ مصطفیٰ البابی واولادہ' مصر ۱۳۵۶ ھ)	
قُلْ لَّا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰهُ. (النمل: ۶۵)	آپ کہیے: آسمانوں اور زمینوں میں اللہ کے سوا کوئی غیب کو نہیں جانتا۔

اس آیت کی تفسیر میں شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ ھ لکھتے ہیں:

کل مغیبات کا علم بجز خدا کے کسی کو حاصل نہیں' نہ کسی ایک غیب کا علم کسی شخص کو بالذات بدون عطائے الٰہی کے ہوسکتا ہے (الی قولہ) ہاں! بعض بندوں کو بعض غیوب پر باختیار خود مطلع کر دیتا ہے' جس کی وجہ سے کہہ سکتے ہیں کہ فلاں شخص کو حق تعالیٰ نے غیب پر مطلع فرما دیا۔ (حاشیہ عثمانی ص ۴۹۶' مطبوعہ دار التصنیف' کراچی)

اب کیا شیخ سلیم اللہ خاں صاحب' شیخ عثمانی کو بھی منحرف قرار دیں گے' کیونکہ انہوں نے بھی ذاتی اور عطائی کا فرق کیا ہے۔

رہا مولانا سلیم اللہ خاں صاحب کا دوسرا اعتراض کہ کسی کے خبر دینے سے جو علم حاصل ہوتا ہے' اس کو انباء الغیب اور اخبار الغیب تو کہہ سکتے ہیں' علم غیب نہیں اور دونوں میں بہت فرق ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ:

ہمارے نزدیک یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو جو غیب کی خبریں بتلائی گئی ہیں' اس سے ان کو علم غیب حاصل نہیں ہوا' کیونکہ شرح عقائد (ص ۱۰) اور دیگر علم کلام کی کتابوں میں مذکور ہے کہ علم کے تین اسباب ہیں: خبر صادق' حواس سلیمہ اور عقل' اور وحی بھی خبر صادق ہے تو جب انبیاء علیہم السلام کو اللہ نے غیب کی خبریں دیں تو ان کو علم غیب حاصل ہو گیا' اس لیے صحیح یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو وحی سے علم غیب حاصل ہوتا ہے' لیکن یہ علم محیط یا علم ذاتی نہیں ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم کو اللہ کے علم سے بہت کم ماننے کو بھی غلط اور گم راہی کہنے کا جواب

شیخ تقی عثمانی لکھتے ہیں:

سوال: اگر کسی کا عقیدہ ہو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم کلی عطا کیا گیا' تو اس کو مشرک کہا جائے گا یا نہیں؟

جواب: اس پر کفر کا فتویٰ نہیں لگایا جائے گا' اس لیے کہ وہ تاویل کرتے ہیں اور تاویل بھی فی الجملہ یعنی غلط سہی' لیکن وہ حضرات جو کچھ کہتے ہیں' اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ جل جلالہ کے علم میں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ اللہ جل جلالہ کا علم ازلی ہے' وہ کسی لمحہ بھی اللہ تعالیٰ سے نفی نہیں ہوا اور باری تعالیٰ کی صفت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم بغیر کسی واسطہ کے ہے' جب کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں اس بات کے قائل ہیں کہ ان کا علم ازلی نہیں ہے' جیسا کہ احمد رضا خان صاحب کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آخر عمر میں عطا ہوا ہے' یعنی یہ کہ وہ علم عطا کردہ ہے۔ احمد رضا خان صاحب نے یہ بھی لکھا ہے کہ اللہ جل جلالہ کے علم کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم کو وہ نسبت بھی نہیں ہے' جو ایک قطرے کو سمندر کے ساتھ ہے۔

اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ مقصود اشتراک نہیں ہے' اس واسطے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم کلی عطا ہونے کا عقیدہ رکھنے والوں کو مشرک کہنا درست نہیں ہے اور کفر کا فتویٰ لگا کر کافر نہیں کہا جائے گا لیکن بہر حال یہ عقیدہ غلط اور گمراہی کی بات ہے۔

(انعام الباری ج ا ص ۵۴۹)

یعنی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عظیم علم کو اللہ تعالیٰ کے علم کے مقابلہ میں ایسا ماننا' جیسا ایک قطرہ بھی سمندر کے مقابلہ میں نہیں ہے' یہ بھی غلط اور گم راہی کی بات ہے! (**لا حول و لا قوۃ الا باللّٰہ!**)

اب ہم شیخ تقی عثمانی اور مولانا سلیم اللہ خان کے انصاف اور دیانت سے سوال کرتے ہیں کہ ان کے ممدوح شیخ انور شاہ کشمیری کی ایک عبارت یہ ہے:

والذی تحقق عندی ان التحریف فیہ لفظی ایضا اما انہ عن عمد منھم او لمغلطۃ.	میرے نزدیک تحقیق یہ ہے کہ قرآن مجید میں تحریف لفظی بھی ہے' یا تو یہ تحریف لوگوں نے عمداً کی ہے یا کسی مغالطہ کی بناء پر ہے۔

(فیض الباری ج ۳ ص ۳۹۵' مجلس علمی سورت' ہند ۱۳۵۷ھ)

مذکورہ عبارت سے ظاہر ہے کہ شیخ کشمیری کے نزدیک قرآن مجید میں تحریف لفظی ثابت ہے' اب بتائیں کہ آپ کے نزدیک یہ عین اسلام ہے؟ کفر ہے؟ گمراہی ہے؟ یا کیا ہے؟

حدیث جبریل کے ضمن میں ''فیض الباری' انوار الباری' کشف الباری اور انعام الباری'' کی عبارات پر تبصرہ کرنے کے بعد اب ہم پھر اس حدیث کی باقی شرح کرنے کی طرف متوجہ ہوتے ہیں' **فنقول وباللّٰہ التوفیق وبہ الاستعانۃ یلیق۔**

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قیامت کی چند علامات بیان فرمائی ہیں' دیگر احادیث میں آپ نے اور بہت علامات بیان فرمائی ہیں۔ اب ہم ان احادیث کو بیان کر رہے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علاماتِ قیامت کی خبر دینا

(۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی' جب تک کہ ارضِ حجاز سے ایسی آگ نمودار نہ ہو' جس سے بصریٰ کے اونٹوں کی گردنیں روشن ہو جائیں۔

(صحیح البخاری: ۷۱۱۸' صحیح مسلم۔ کتاب الفتن: ۴۲' (۲۹۰۲) ۷۱۵۶' جامع الاصول: ۷۸۸۷۔ ج ۱۰)

(۲) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک کہ تیس کذابوں کا خروج نہ ہو ان میں سے ہر ایک یہ زعم کرے گا کہ وہ اللہ کا رسول ہے۔ (صحیح مسلم۔ کتاب الفتن: ۱۸۴ (۲۹۲۳) ۷۲۰۹' سنن ابوداؤد: ۴۳۳۴' سنن ترمذی: ۲۲۲۵' مسند احمد ج ۲ ص ۴۵۰۔ ۵۲۷' جامع الاصول: ۷۸۹۵۔ ج ۱۰)

(۳) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی' جب تک کہ سورج مغرب سے طلوع نہ ہو' پس جب سورج مغرب سے طلوع ہوگا تو سب لوگ ایمان لے آئیں گے اور جو لوگ اس سے پہلے ایمان نہ لائے ہوں' ان کا اس دن ایمان لانا مفید نہ ہوگا یا جن لوگوں نے اس سے پہلے ایمان کے ساتھ کوئی نیکی نہ کی ہو۔
(صحیح البخاری: ۶۵۰۶' صحیح مسلم۔ کتاب الایمان: ۲۴۸ (۱۵۷) ۳۸۹' سنن ابوداؤد: ۴۰۰۲' سنن ترمذی: ۳۲۲۳۔ ۲۱۹۱' مسند احمد ج ۵ ص ۱۶۵۔ ۱۴۵' جامع الاصول: ۷۸۹۷۔ ج ۱۰)

(۴) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی' جب تک کہ درندے انسانوں سے باتیں نہ کریں اور انسان سے اس کے کوڑے کا پھندا بات نہ کرے اور اس سے اس کی جوتی کا تسمہ بات نہ کرے۔ (سنن الترمذی: ۲۱۸۹' جامع الاصول: ۷۸۹۹۔ ج ۱۰)

(۵) حضرت سلامہ بنت حر رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قیامت کی علامتوں میں سے یہ ہے کہ اہل مسجد امامت کرنے کے لیے ایک دوسرے سے کہیں گے اور انہیں نماز پڑھانے کے لیے کوئی امام نہیں ملے گا۔
(سنن ابوداؤد: ۵۸۱' جامع الاصول: ۷۹۰۸۔ ج ۱۰)

(۶) قیس بن ابی حازم' حضرت مرداس اسلمی رضی اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نیک لوگ ایک ایک کر کے چلے جائیں گے اور تلچھٹ (بھوسی) باقی رہ جائیں گے' جیسے جو کی بھوسی یا ردی کھجوریں باقی رہ جاتی ہیں۔
(صحیح البخاری: ۶۴۳۴' مسند احمد ج ۴ ص ۱۹۳' سنن الدارمی: ۲۷۲۲' جامع الاصول: ۷۹۰۹۔ ج ۱۰)

(۷) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی حتیٰ کہ ایک آدمی کسی آدمی کی قبر کے پاس سے گزرے گا اور کہے گا: کاش! اس کی جگہ میں ہوتا۔ (صحیح البخاری: ۷۱۱۵' صحیح مسلم۔ کتاب الفتن: ۵۳ (۲۹۰۷) ۷۱۶۸' سنن ابن ماجہ: ۴۰۳۷' الموطا: ۱۶۵' مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۶' جامع الاصول: ۷۹۱۱)

(۸) حضرت انس بن مالک رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی حتیٰ کہ زمانہ متقارب ہو جائے' سال ایک ماہ کی طرح گزرے گا اور مہینہ ہفتہ کی طرح گزرے گا' اور ہفتہ ایک دن کی طرح اور ایک دن ایک گھنٹہ کی طرح گزرے گا اور ایک گھنٹہ آگ کی چنگاری کی طرح گزر جائے گا۔ (سنن ترمذی: ۲۳۲۹' جامع الاصول: ۷۹۱۳)

(۹) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ قیامت صرف اشرار (بدترین لوگوں) پر قائم ہوگی۔
(صحیح مسلم۔ کتاب الفتن: ۱۳۱ (۲۹۴۹) ۷۲۶۹' جامع الاصول: ۷۹۱۴)

(۱۰) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی' جب تک کہ دو عظیم جماعتوں میں جنگ نہ ہو' ان میں بہت بڑی جنگ ہوگی اور ان کا دعویٰ ایک ہوگا' اور حتیٰ کہ تیس دجالوں' کذابوں کا ظہور ہوگا' ان میں سے ہر ایک یہ گمان کرے گا کہ وہ اللہ کا رسول ہے' اور حتیٰ کہ علم اٹھا لیا جائے گا اور زلزلے بہ کثرت ہوں گے اور زمانہ

متقارب ہوگا اور فتنوں کا ظہور ہوگا اور بہ کثرت قتل ہوگا۔

(صحیح البخاری: ۷۰۶۱، صحیح مسلم۔ کتاب الفتن: ۱۷ (۲۸۸۰) ۱۲۳۷، مسند احمد ج ۲ ص ۳۱۳، جامع الاصول: ۷۹۲۰، ج ۱۰)

(۱۱) حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میری امت میں سے ایک جماعت ہمیشہ اللہ کے دین کے لیے قتال کرتی رہے گی اور اپنے دشمنوں پر غالب رہے گی اور کسی کی مخالفت سے ان کو ضرر نہیں ہوگا، حتیٰ کہ ان پر قیامت آ جائے گی اور وہ اسی حال پر ہوں گے، حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما نے کہا: ہاں! اللہ تعالیٰ ایک ہوا بھیجے گا، جس کی خوشبو مشک کی طرح ہوگی اور اس کا مس ریشم کی طرح ہوگا اور جس شخص کے دل میں ایک رائی کے برابر بھی ایمان ہوگا، وہ اس کی روح قبض کر لے گی، پھر اشرار (بدترین لوگ) باقی رہ جائیں گے اور ان پر قیامت قائم ہو گی۔ (صحیح مسلم۔ کتاب الامارۃ: ۱۷۶ (۱۹۲۴) ۴۸۷۴، جامع الاصول: ۷۹۱۷)

(۱۲) حضرت حذیفہ بن اسید الغفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم آپس میں بحث کر رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے آئے، آپ نے فرمایا: تم کس چیز کا ذکر کر رہے ہو؟ ہم نے کہا: ہم قیامت کا ذکر کر رہے ہیں، آپ نے فرمایا: قیامت ہرگز اس وقت تک قائم نہیں ہوگی، حتیٰ کہ تم اس سے پہلے دس نشانیاں نہ دیکھ لو پھر آپ نے دھوئیں کا، دجال کا، دابۃ الارض کا، سورج کے مغرب سے طلوع ہونے کا، حضرت عیسیٰ بن مریم کے نزول کا، یاجوج ماجوج کا اور تین مرتبہ زمین کے دھنسنے کا ذکر فرمایا، ایک مرتبہ مشرق میں، ایک مرتبہ مغرب میں، ایک مرتبہ جزیرۂ عرب میں اور سب کے آخر میں ایک آگ ظاہر ہوگی، جو لوگوں کو محشر کی طرف لے جائے گی۔

(صحیح مسلم۔ کتاب الفتن: ۳۹ (۲۹۰۱) ۷۱۵۲، سنن ابوداؤد: ۴۳۱۱، سنن ترمذی: ۲۱۸۳، سنن ابن ماجہ: ۴۰۴۱، جامع الاصول: ۷۹۲۱)

(۱۳) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا: میں تم کو وہ حدیث نہ سناؤں، جس کو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا اور میرے بعد کوئی ایسا شخص نہیں ہوگا، جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کو سنا ہو آپ نے فرمایا: قیامت کی علامتوں میں سے یہ ہے کہ علم اٹھا لیا جائے گا، اور جہل کا ظہور ہوگا اور زنا عام ہوگا اور شراب پی جائے گی اور مرد چلے جائیں گے اور عورتیں باقی رہ جائیں گی، حتیٰ کہ پچاس عورتوں کا کفیل ایک مرد ہوگا۔ (صحیح البخاری: ۸۱، صحیح مسلم۔ کتاب العلم: ۹ (۲۶۷۱) ۶۶۶۰، سنن ترمذی: ۲۲۱۲، سنن ابن ماجہ: ۴۰۴۵، مسند احمد ج ۳ ص ۱۲۰، جامع الاصول: ۷۹۲۲)

(۱۴) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قیامت کی علامتوں میں سے ایک یہ ہے کہ زمانہ متقارب ہو جائے گا اور علم کم ہو جائے گا اور فتنوں کا ظہور ہوگا اور قتل بہت زیادہ ہوگا۔

(صحیح البخاری: ۷۰۶۲۔ ۷۰۶۴، صحیح مسلم۔ کتاب العلم: ۱۰ (۲۶۷۲) ۶۶۶۲، سنن ترمذی: ۲۲۰۷، سنن ابوداؤد: ۴۲۵۵، سنن ابن ماجہ: ۴۰۵۱۔ ۴۰۵۰، مسند احمد ج ۲ ص ۵۲۵، جامع الاصول: ۷۹۲۴)

(۱۵) حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب میری امت پندرہ کاموں کو کرے گی تو اس پر مصائب کا آنا حلال ہو جائے گا، عرض کیا گیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! وہ کیا کام ہیں؟ آپ نے فرمایا: جب مال غنیمت کو ذاتی دولت بنا لیا جائے گا، اور امانت کو مال غنیمت بنا لیا جائے گا اور زکوٰۃ کو جرمانہ سمجھ لیا جائے گا، جب لوگ اپنی بیوی کی اطاعت کریں گے اور اپنی ماں کی نافرمانی کریں گے، اور جب دوست کے ساتھ نیکی کریں گے اور باپ کے ساتھ برائی کریں گے، اور جب مسجدوں میں آوازیں بلند کی جائیں گی، اور ذلیل ترین شخص کو قوم کا سردار بنا دیا جائے گا اور جب کسی شخص کے شر کے ڈر

سے اس کی عزت کی جائے گی' شراب پی جائے گی اور ریشم پہنا جائے گا اور گانے والیاں اور ساز رکھے جائیں گے' اور اس امت کے آخری لوگ پہلوں کو بُرا کہیں گے' اس وقت تم سرخ آندھیوں' زمین کے دھنسنے اور مسخ کا انتظار کرنا۔

(سنن ترمذی:۲۲۱۷' جامع الاصول:۷۵۹۲)

(۱۶) حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میری امت میں ضرور ایسے لوگ ہوں گے' جو ریشم کو' شراب کو اور گانے بجانے کے آلات کو حلال کہیں گے اور ضرور کچھ لوگ پہاڑ کے دامن میں رہیں گے' جب شام کو وہ اپنے جانوروں کا ریوڑ لے کر لوٹیں گے اور ان کے پاس کوئی فقیر اپنی حاجت لے کر آئے گا تو وہ کہیں گے کہ کل آنا' اللہ تعالیٰ پہاڑ گرا کر ان کو ہلاک کر دے گا اور دوسرے لوگوں کو (جو ریشم' شراب اور باجوں کو حلال کہیں گے) مسخ کر کے قیامت تک کے لیے بندر اور خنزیر بنادے گا۔ (صحیح البخاری:۵۵۹۰' سنن ابوداؤد:۴۰۳۹' جامع الاصول:۷۵۹۳)

(۱۷) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دنیا اس وقت تک ختم نہیں ہوگی' جب تک کہ عرب کا حاکم وہ شخص نہیں ہوگا جو میرے اہل بیت سے ہے' اس کا نام میرے نام کے موافق ہوگا (یعنی محمد) اور دوسری روایت میں ہے: اگر ایامِ دنیا میں سے صرف ایک دن باقی رہ جائے تو اللہ تعالیٰ اس کو اتنا لمبا کر دے گا حتیٰ کہ اس دن میں ایک شخص کو میرے اہل بیت سے مبعوث کرے گا' جس کا نام میرے نام کے موافق اور جس کے باپ کا نام میرے باپ کے نام کے موافق ہوگا' وہ زمین کو اس طرح عدل اور انصاف سے بھر دے گا' جس طرح وہ پہلے ظلم و جور سے بھری ہوئی تھی۔

(سنن ابوداؤد:۴۲۸۲' سنن ترمذی:۲۲۳۰)

(۱۸) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی' جب تک کہ مال بہت زیادہ نہ ہو جائے اور حتیٰ کہ ایک آدمی اپنے مال کی زکوٰۃ لے کر نکلے تو اس کو کوئی شخص نہ ملے' جو اس کو قبول کرے۔

(صحیح مسلم۔ کتاب الزکوٰۃ:۶۰(۱۰۱۲) ۲۳۰۲' المشکوٰۃ:۵۴۴۰)

(۱۹) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! عنقریب تم میں ابن مریم نازل ہوں گے' وہ حاکم عادل ہوں گے' وہ صلیب کو توڑ دیں گے اور خنزیر کو قتل کر دیں گے اور جزیہ موقوف کر دیں گے اور مال کو بہائیں گے' حتیٰ کہ اس کو کوئی قبول نہیں کرے گا' حتیٰ کہ ایک سجدہ کرنا دنیا اور مافیہا سے بہتر ہوگا۔ (صحیح البخاری:۲۲۲۲' صحیح مسلم۔ کتاب الایمان:۲۴۲(۱۵۵) ۳۸۲' المشکوٰۃ:۵۵۰۵)

(۲۰) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس وقت تمہاری کیا شان ہوگی' جب تم میں ابن مریم نازل ہوں گے اور امام تم میں سے ہوں گے۔ (صحیح البخاری:۳۴۴۹' صحیح مسلم۔ کتاب الایمان:۲۴۴(۱۵۵) ۳۸۵' المشکوٰۃ:۵۵۰۶)

(۲۱) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عیسیٰ ابن مریم زمین کی طرف نازل ہوں گے' وہ شادی کریں گے اور ان کی اولاد ہوگی' اور وہ زمین میں پینتالیس سال رہیں گے' پھر فوت ہوں گے اور میرے ساتھ قبر میں دفن کیے جائیں گے' پس میں اور عیسیٰ بن مریم ایک قبر سے' ابوبکر اور عمر کے درمیان سے کھڑے ہوں گے۔

(الوفا لابن الجوزی ص ۸۱۴' المشکوٰۃ:۵۵۰۸)

(۲۲) حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نیند سے بیدار ہوئے درآں حالیکہ آپ کا چہرہ سرخ تھا اور آپ فرما رہے تھے: لا الٰہ الا اللہ اور اس کو آپ نے تین مرتبہ دہرایا' آپ نے فرمایا: عرب کے لیے اس شر سے ہلاکت ہو' جو

قریب آ پہنچا ہے' یاجوج ماجوج کی بندش آج کے دن کھل گئی' اس کی طرح پھر آپ نے دس کا عقد کیا' حضرت زینب نے کہا:
یارسول اللہ! کیا ہم ہلاک ہو جائیں گے' حالانکہ ہم میں نیک لوگ موجود ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! جب خباثت زیادہ ہو جائے۔ (صحیح البخاری: ۳۳۴۶' صحیح مسلم: ۲۸۸۰' سنن ترمذی: ۲۱۹۴' سنن ابن ماجہ: ۳۹۵۳' صحیح ابن حبان: ۳۲۷ ج ۲' مصنف عبدالرزاق: ۲۰۷۴۹' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۹۰۶۱' مسند الحمیدی: ۳۰۸' السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۱۰ ص ۹۳' مسند احمد: ۲۷۴۸۶ ج ۱۰)

(۲۳) مجمع بن جاریہ الانصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ابن مریم' دجال کو باب لد پر قتل کریں گے۔ (سنن ترمذی: ۲۲۵۹' صحیح ابن حبان: ۶۸۱۱' ج ۱۵' المعجم الکبیر: ۱۰۷۷' ج ۱۹' مصنف عبدالرزاق: ۲۰۸۳۵)

(۲۴) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دابۃ الارض نکلے گا' اس کے پاس حضرت سلیمان بن داؤد کی انگوٹھی ہوگی اور حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام کا عصا ہوگا' وہ مومن کے چہرے کو عصا سے روشن کرے گا اور کافر کی ناک پر انگوٹھی سے نشان لگائے گا' حتیٰ کہ قبیلہ کے لوگ جمع ہو جائیں گے اور وہ کہے گا: یا مومن' یا کافر۔

(سنن ترمذی: ۳۱۸۷' مسند احمد: ۷۹۴۲ ج ۳)

(۲۵) امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک طویل ارشاد روایت کیا ہے' جس کے آخر میں آپ نے فرمایا: یوم القیامۃ یوم عاشوراء ہے (یعنی محرم کے مہینہ کی دس تاریخ)۔

(فضائل الاوقات: ۲۴۳' ص ۴۴۱' مکتبۃ المنارۃ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۰ھ)

(۲۶) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سب سے بہتر دن جس میں سورج طلوع ہوتا ہے' وہ جمعہ کا دن ہے' جس میں حضرت آدم پیدا کیے گئے اور اسی دن جنت سے باہر لائے گئے اور قیامت بھی صرف جمعہ کے دن قائم ہوگی۔

(صحیح مسلم' کتاب الجمعہ: ۱۹۴۴۔ ۸۵۴۔ ۱۸' سنن ابن ماجہ: ۱۰۸۴' سنن نسائی: ۱۳۷۳)

(۲۷) حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے دو دنوں میں زمین کو پیدا کیا اور دو دنوں میں اس کی روزی پیدا کی' پھر استواء فرمایا' پھر دو دنوں میں آسمانوں کو پیدا فرمایا' زمین کو اتوار اور پیر کے دن پیدا کیا اور منگل اور بدھ کو اس کی روزی پیدا کی اور آسمانوں کو جمعرات اور جمعہ کے دن پیدا کیا اور جمعہ کی آخری ساعت میں عجلت سے حضرت آدم کو پیدا کیا اور اسی ساعت میں قیامت قائم ہوگی (یہ حدیث حکماً مرفوع ہے)۔

(کتاب الاسماء والصفات للبیہقی ص ۳۸۳' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی' بیروت)

خاص وقوع قیامت کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علوم

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قیامت واقع ہونے سے پہلے اس کی تمام نشانیاں بیان فرمائیں اور موخر الذکر تین حدیثوں میں یہ بھی بتادیا کہ محرم کے مہینہ کی دس تاریخ کو جمعہ کے دن' دن کی آخری ساعت میں قیامت واقع ہوگی' مہینہ' تاریخ' دن اور خاص وقت سب بتادیا' صرف سن نہیں بتایا' کیونکہ اگر سن بھی بتادیتے تو ہم آج جان لیتے کہ قیامت آنے میں اب اتنے سال باقی رہ گئے ہیں اور ایک دن بلکہ ایک گھنٹہ پہلے لوگوں کو معلوم ہوتا کہ اب ایک گھنٹہ بعد قیامت آئے گی اور قیامت کا آنا اچانک نہ رہتا اور قرآن جھوٹا ہو جاتا' کیونکہ قرآن نے فرمایا ہے:

لَا تَأْتِيكُمْ إِلَّا بَغْتَةً. (الاعراف: ۱۸۷) قیامت تمہارے پاس اچانک ہی آئے گی۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قرآن مجید کے مکذب نہیں' مصدق تھے' اس لیے آپ نے قرآن مجید کے صدق کو قائم رکھنے کے لیے سن نہیں بتایا'

اور اپنا علم ظاہر فرمانے کے لیے باقی سب کچھ بتا دیا۔

رسول اللہ ﷺ کو علوم خمسہ اور علم روح وغیرہ دیئے جانے کے متعلق علماء اسلام کے نظریات

قیامت کب واقع ہوگی؟ بارش کب ہوگی؟ ماں کے پیٹ میں کیا ہے؟ انسان کل کیا کرے گا؟ اور کون شخص کس جگہ مرے گا؟ یہ وہ اُمور خمسہ ہیں' جن کا ذاتی علم اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے' بحث اس میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی مخلوق کو ان پانچ چیزوں کا علم عطا فرمایا ہے یا نہیں۔ بعض علماء سلف نے نیک نیتی کے ساتھ یہ کہا کہ یہ علوم اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہیں اور اس نے مخلوق میں سے کسی کو ان پانچ چیزوں پر مطلع نہیں فرمایا' اور اکثر اہل اسلام نے یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو عموماً اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو خصوصاً ان پانچ چیزوں کے علوم میں سے بھی حظ وافر عطا فرمایا ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں:

ان تمام اجماعات کے بعد ہمارے علماء میں یہ اختلاف ہوا کہ بے شمار علوم غیب جو مولیٰ عزوجل نے اپنے محبوب ﷺ کو عطا فرمائے آیا وہ روز اوّل سے یوم آخر تک تمام کائنات کو شامل ہیں' جیسا کہ عموم آیات واحادیث کا مفاد ہے یا ان میں تخصیص ہے۔ بہت اہل ظاہر جانب خصوص کے گئے ہیں' کسی نے کہا: متشابہات کا' کسی نے خمس کا' کثیر نے کہا: ساعت کا اور عام علماء باطن اور ان کے اتباع سے بہ کثرت علماء ظاہر نے آیات واحادیث کو ان کے عموم پر رکھا۔

(خالص الاعتقاد ص ۲۷' مطبوعہ امام احمد رضا اکیڈمی' کراچی)

علماء دیوبند اور علماء غیر مقلدین یہ تاثر دیتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے لیے علوم خمسہ کو ثابت کرنے میں صرف اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ اور ان کے متبعین منفرد ہیں' ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ یہ صرف ہمارا تفرد نہیں' بلکہ بہت علماء اسلام کا یہی مسلک ہے۔

رسول اللہ ﷺ کو علوم خمسہ وعلم روح وغیرہ دیئے جانے کے متعلق' جمہور علماء اسلام کی تصریحات

علامہ ابوالعباس احمد بن عمر بن ابراہیم المالکی القرطبی المتوفی ۶۵۶ھ لکھتے ہیں:

فمن ادعی علم شئ منها غیر مسند الی رسول الله صلی الله علیه وسلم کان کاذبا فی دعواه.

جو شخص رسول اللہ ﷺ کی وساطت کے بغیر ان پانچ چیزوں کے جاننے کا دعویٰ کرے' وہ اس دعویٰ میں جھوٹا ہے۔

(المفہم ج ۱ ص ۱۵۶' مطبوعہ دار ابن کثیر' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

علامہ بدرالدین عینی حنفی' علامہ ابن حجر عسقلانی' علامہ احمد قسطلانی' ملا علی قاری اور شیخ عثمانی نے بھی اپنی شروح میں علامہ قرطبی کی اس عبارت کو ذکر کیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱ ص ۲۹۰' فتح الباری ج ۱ ص ۱۲۴' ارشاد الساری ج ۱ ص ۱۳۸' مرقات ج ۱ ص ۶۵' فتح الملہم ج ۱ ص ۱۰۲)

علامہ ابن حجر عسقلانی شافعی لکھتے ہیں:

قال بعضهم لیس فی الایة دلیل علی ان الله لم یطلع نبیه علی حقیقة الروح بل یحتمل ان یکون اطلعه ولم یامره انه یطلعهم وقد قالوا فی علم الساعة نحو هذا والله اعلم. (فتح الباری ج ۸ ص ۴۰۳)

بعض علماء نے کہا ہے کہ (سورہ بنی اسرائیل کی) آیت میں یہ دلیل نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو روح کی حقیقت پر مطلع نہیں کیا' بلکہ احتمال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو روح کی حقیقت پر مطلع کیا ہو اور آپ کو اس کی اطلاع دینے کا حکم نہ دیا ہو' قیامت کے علم کے متعلق بھی علماء نے اسی طرح کہا ہے۔ واللہ اعلم

علامہ احمد قسطلانی الشافعی نے بھی یہ عبارت نقل کی ہے۔ (ارشاد الساری ج ۷ ص ۲۰۳)

علامہ زرقانی ''المواہب'' کی شرح میں لکھتے ہیں:

(وقد قالوا فی علم الساعة) وباقی الخمس المذكورة في اية ان الله عنده علم الساعة (نحو هذا) يعني انه علمها ثم امر بكتمها.

(شرح المواہب اللدنیہ ج ۱ ص ۲۶۵)

علم قیامت اور باقی ان پانچ چیزوں کے متعلق جن کا سورۂ لقمان کی آخری آیت میں ذکر ہے' علماء نے یہی کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان پانچ چیزوں کا علم عطا فرمایا اور آپ کو انہیں مخفی رکھنے کا حکم دیا گیا۔

علامہ جلال الدین سیوطی الشافعی لکھتے ہیں:

ذهب بعضهم الى انه صلى الله عليه وسلم اوتی علم الخمس ايضا وعلم وقت الساعة والروح وانه امر بكتم ذالك.

اور بعض علماء نے یہ بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو امور خمسہ کا علم دیا گیا ہے اور وقوع قیامت کا اور روح کا بھی علم دیا گیا ہے اور آپ کو ان کے مخفی رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔

(شرح الصدور ص ۳۱۹' مطبوعہ بیروت' الخصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۳۳۵' بیروت' ۱۴۰۵ھ)

علامہ صاوی مالکی لکھتے ہیں:

قال العلماء الحق انه لم يخرج نبينا من الدنيا حتى اطلعه الله على تلك الخمس ولكنه امره بكتمها.

(تفسیر صاوی ج ۳ ص ۲۱۵)

علماء کرام نے فرمایا کہ حق بات یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا سے اس وقت تک وفات نہیں پائی' جب تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان پانچ چیزوں کے علوم پر مطلع نہیں فرما دیا' لیکن آپ کو ان علوم کے مخفی رکھنے کا حکم فرمایا۔

اور علامہ آلوسی حنفی فرماتے ہیں:

لم يقبض رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى علم كل شي يمكن العلم به. (روح المعانی ج ۱۵ ص ۱۵۴)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت تک وفات نہیں پائی' جب تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہر اس چیز کا علم نہیں دے دیا' جس کا علم دینا ممکن تھا۔

نیز علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

ويجوز ان يكون الله تعالى قد اطلع حبيبه عليه الصلوة والسلام على وقت قيامها على وجه كامل لكن لاعلى وجه يحاكي علمه تعالى به الا انه سبحانه اوجب عليه صلى الله تعالى عليه وسلم كتمه لحكمة ويكون ذلك من خواصه عليه الصلوة والسلام وليس عندی ما يفيد الجزم بذلك. (روح المعانی ج ۲۱ ص ۱۱۳)

اور یہ بات جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وقت وقوع قیامت پر مکمل اطلاع دی ہو' مگر اس طریقہ پر نہیں کہ اس سے علم الٰہی کا اشتباہ ہو' الا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے کسی حکمت کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اس کا اخفاء واجب کر دیا ہو اور یہ علم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خواص میں سے ہو' لیکن مجھے اس پر کوئی قطعی دلیل حاصل نہیں ہوئی۔

امام رازی لکھتے ہیں:

عالم الغيب فلا يظهر على غيبه المخصوص

اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے' وہ اپنے مخصوص غیب یعنی قیامت

وھو قیام القیامة احدا ثم قال بعدہ لکن من ارتضی من رسول. (تفسیر کبیر ج۱۰ ص۶۷۸)

قائم ہونے کے وقت پر کسی کو مطلع نہیں فرماتا' البتہ ان کو مطلع فرماتا ہے' جن سے وہ راضی ہوتا ہے اور وہ اللہ کے رسول ہیں۔

علامہ علاؤ الدین خازن نے بھی یہی تفسیر کی ہے۔ (تفسیر خازن ج۴ ص۳۱۹)

علامہ تفتازانی لکھتے ہیں:

والجواب ان الغیب ھھنا لیس للعموم بل مطلق او معین ھو وقت وقوع القیمة بقرینة السیاق ولا یبعد ان یطلع علیه بعض الرسل من الملئکة او البشر. (شرح المقاصد ج۵ ص۶' طبع ایران)

اور جواب یہ ہے کہ یہاں غیب عموم کے لیے نہیں ہے' بلکہ مطلق ہے یا اس سے غیب خاص مراد ہے یعنی وقت وقوع قیامت' اور آیات کے سلسلہ ربط سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے اور یہ بات مستبعد نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ بعض رسولوں کو وقت وقوع قیامت پر مطلع فرمائے' خواہ وہ رسل ملائکہ ہوں یا رسل بشر۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

وحق آنست که در آیت دلیلے نیست بر آنکه حق تعالی مطلع نگر دانیده است حبیب خود را صلے اللّٰه علیه وسلم بر ماہیت روح بلکه احتمال دارد که مطلع گردانیده باشد وامر نکرد اوراکه مطلع گرداند ایں قوم راوبعضی از علماء در علم ساعت نیزایں معنی گفته اندالی ان قال ولے گوید بنده مسکین خصه اللّٰه بنور العلم والیقین وچگونه جرات کند مومن عارف که نفی علم به حقیقت روح سید المرسلین وامام العارفین صلی اللّٰه علیه وسلم کند و داده است اورا حق سبحانه علم ذات وصفات خودوفتح کرده بروے فتح مبین از علوم اولین و آخرین روح انسانی چه باشد که درجنب حقیقت جامعه وے قطره ایست از دریائے ذره از بیضائے فافهم وباللّٰه التوفیق. (مدارج النبوۃ ج۲ ص۴۰)

حق یہ ہے کہ قرآن کی آیت میں اس بات پر کوئی دلیل نہیں ہے کہ حق تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو روح کی حقیقت پر مطلع نہیں کیا' بلکہ جائز ہے کہ مطلع کیا ہو اور لوگوں کو بتلانے کا حکم آپ کو نہ دیا ہو' اور بعض علماء نے علم قیامت کے بارے میں بھی یہی قول کیا ہے اور بندہ مسکین (اللہ اس کو نور علم اور یقین کے ساتھ خاص فرمائے) یہ کہتا ہے کہ کوئی مومن عارف حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روح کے علم کی کیسے نفی کر سکتا ہے' وہ جو سید مرسلین اور امام العارفین ہیں' جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات اور صفات کا علم عطا فرمایا ہے اور تمام اولین اور آخرین کے علوم آپ کو عطا کیے ہیں' ان کے سامنے روح کے علم کی کیا حیثیت ہے؟ آپ کے علم کے سمندر کے سامنے روح کے علم کی ایک قطرہ سے زیادہ کیا حقیقت ہے۔

سیدی عبدالعزیز دباغ عارف کامل فرماتے ہیں:

وکیف یخفی امر الخمس علیہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم والواحد من اھل التصرف من امتہ الشریفة لا یمکنہ التصرف الا بمعرفة ھذہ الخمس. (الابریز ص ۴۸۳)

رسول اللہ ﷺ سے ان پانچ چیزوں کا علم کیسے مخفی ہوگا' حالانکہ آپ کی امت شریفہ میں سے کوئی شخص اس وقت تک صاحب تصرف نہیں ہوسکتا' جب تک اس کو ان پانچ چیزوں کی معرفت نہ ہو۔

علامہ احمد قسطلانی شافعی متوفی ۹۱۱ھ تحریر فرماتے ہیں:

لایعلم متی تقوم الساعة الا اللّٰہ الا من ارتضی من رسول فانہ یطلعہ علی من یشاء من غیبہ والولی تابع لہ یاخذ عنہ. (ارشاد الساری ج ۷ ص ۱۷۸)

کوئی غیر خدا نہیں جانتا کہ قیامت کب آئے گی؟ سوا اس کے پسندیدہ رسولوں کے کہ انہیں اپنے جس غیب پر چاہے' اطلاع دے دیتا ہے (یعنی وقت قیامت کا علم بھی ان پر بند نہیں) رہے اولیاء' وہ رسولوں کے تابع ہیں' ان سے علم حاصل کرتے ہیں۔

ہر چیز کا علم ذاتی اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے' پھر ان پانچ چیزوں کے علم کی تخصیص کی وجہ

اس آیت میں ان پانچ چیزوں کا شمار کیا گیا ہے' حالانکہ تمام مغیبات کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ لوگ ان چیزوں کے متعلق سوال کرتے تھے' روایت ہے کہ دیہاتیوں میں سے حارث بن عمر نبی ﷺ کے پاس آئے اور آپ سے قیامت کے وقت کے متعلق سوال کیا اور یہ کہ ہماری زمین خشک ہے' میں نے اس میں بیج ڈالنے ہیں' بارش کب ہوگی؟ اور میری عورت حاملہ ہے' اس کے پیٹ میں مذکر ہے یا مؤنث' اور مجھے گزشتہ کل کا تو علم ہے' لیکن آئندہ کل میں کیا کروں گا؟ اور مجھے یہ علم تو ہے کہ میں کس جگہ پیدا ہوا ہوں' لیکن میں کہاں مروں گا؟ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔

نیز اہل جاہلیت نجومیوں کے پاس جا کر سوال کرتے تھے اور ان کا یہ زعم تھا کہ نجومیوں کو ان چیزوں کا علم ہوتا ہے' اور اگر کاہن غیب کی کوئی خبر دے اور کوئی شخص اس کی تصدیق کرے تو یہ کفر ہے' نبی ﷺ نے فرمایا: جو شخص کاہن کے پاس گیا اور اس کے قول کی تصدیق کی تو اس نے محمد ﷺ پر نازل شدہ دین کا کفر کیا۔

اور یہ جو بعض روایات میں ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام غیب کی خبریں دیتے ہیں تو ان کا یہ خبر دینا' وحی' الہام اور کشف کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی تعلیم دینے سے ہوتا ہے' لہٰذا ان پانچ چیزوں کے علم کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہونا' اس بات کے منافی نہیں ہے کہ ان غیوب پر انبیاء' اولیاء' اور ملائکہ کے سوا اور کوئی مطلع نہیں ہے' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًا ۝ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ. (الجن: ۲۷-۲۶)

(اللہ) غیب جاننے والا ہے تو اپنے غیب پر کسی کو (کامل) اطلاع نہیں دیتا ۝ مگر جن کو اس نے پسند فرمالیا' جو اس کے (سب) رسول ہیں۔

اور بعض غیوب وہ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے ساتھ خاص کرلیا' جن کی اطلاع کسی مقرب فرشتے کو ہے اور نہ کسی نبی مرسل کو' جیسا کہ اس آیت میں اشارہ ہے:

وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَیْبِ لَا یَعْلَمُهَاۤ اِلَّا هُوَ. (الانعام: ۵۹)

اور اسی کے پاس غیب کی چابیاں ہیں' اس کے سوا (بذاتِ خود) انہیں کوئی نہیں جانتا۔

قیامت کا علم بھی انہی امور میں سے ہے' اللہ تعالیٰ نے وقوع قیامت کے علم کو مخفی رکھا' لیکن صاحب شرع کی زبان سے ان کی

علامتوں کو ظاہر فرما دیا' مثلاً خروجِ دجال' نزولِ عیسیٰ اور سورج کا مغرب سے طلوع ہونا' اسی طرح بعض اولیاء نے بھی الہام صحیح سے بارش ہونے کی خبر دی اور یہ بھی بتایا کہ ماں کے پیٹ میں کیا ہے؟ اسی طرح ابوالعزم اصفہانی شیراز میں بیمار ہو گئے' انہوں نے کہا کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے طرطوس میں موت کی دعا کی ہے' اگر بالفرض شیراز میں مر گیا تو مجھے یہودیوں کے قبرستان میں دفن کر دینا (یعنی ان کو یقین تھا کہ ان کی موت طرطوس میں آئے گی) وہ تندرست ہو گئے' اور بعد میں طرطوس میں ان کی وفات ہوئی اور میرے شیخ نے بیس سال پہلے اپنی موت کا وقت بتا دیا تھا اور وہ اپنے بتائے ہوئے وقت پر ہی فوت ہوئے تھے۔

(روح البیان ج ۷ ص ۱۰۵۔ ۱۰۳' مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ' کوئٹہ)

* رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم ماکان ومایکون پر شیخ سلیم اللہ اور شیخ عثمانی نے جو اعتراضات کیے ہیں' وہ ان لوگوں کے پرانے اعتراضات ہیں اور ان کے جوابات تفسیر تبیان القرآن الجن: ۲۷۔ ۲۶ کی تفسیر میں مذکور ہیں اور ان شاء اللہ ان کا ذکر ''نعمۃ الباری'' میں بھی حسب مقام کیا جائے گا۔

شرح صحیح مسلم میں حدیث مذکور کی شرح

یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۱۔ ج ۱ ص ۲۷۱ پر مذکور ہے اور اس کی شرح ۳۴۹۔ ۲۷۷ صفحات پر محیط ہے اور اس کے عنوانات حسب ذیل ہیں:

(۱) تمام علماء اور صالحین کے لیے رحمۃ اللہ کہنے اور لکھنے کا جواز (۲) اللہ تعالیٰ' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام کے نام لکھنے کے آداب (۳) قضاء وقدر کے لغوی معنی کی تحقیق (۴) قضاء وقدر کے اصطلاحی معنی کی تحقیق (۵) تقدیر کی تعریف (۶) معتزلہ اور جبریہ کے نظریہ کا بطلان اور افعال کے خلق اور کسب کا بیان (۷) تقدیر کے متعلق اہل سنت اور اہل بدعت کے نظریات (۸) تقدیر کے متعلق قرآن مجید کی آیات (۹) انسان کے لیے آزادی عمل اور کسب اور اختیار کا بیان (۱۰) انسان کے کسب اور اختیار کے متعلق قرآن مجید کی آیات (۱۱) انسان کا امور سماویہ میں مجبور اور احکام شرعیہ میں مختار ہونا (۱۲) بعض کفار کے دلوں پر مہر لگا دینا' ان کے اختیار کے منافی نہیں ہے (۱۳) تقدیر مبرم اور تقدیر معلق کے متعلق قرآن مجید کی آیات اور احادیث (۱۴) تقدیر مبرم اور تقدیر معلق کے متعلق مفسرین کی آراء (۱۵) تقدیر مبرم اور تقدیر معلق کے متعلق محدثین کی آراء (۱۶) تقدیر مبرم اور تقدیر معلق کے متعلق متکلمین کی آراء (۱۷) کفار اور بدعقیدہ لوگوں سے تعلقات رکھنے کی تحقیق (۱۸) کفار اور بدعقیدہ لوگوں سے محبت رکھنے اور دوستی رکھنے کی ممانعت کے متعلق قرآن مجید کی آیات (۱۹) کفار اور بدعقیدہ لوگوں سے محبت رکھنے اور دوستی رکھنے کی ممانعت کے متعلق احادیث اور آثار (۲۰) کفار اور بدعقیدہ لوگوں کے ساتھ معاشرتی معاملات اور نیکی کرنے پر احادیث سے استدلال (۲۱) کفار اور بدعقیدہ لوگوں کے ساتھ نیکی اور صلہ رحمی کرنے کے متعلق علماء شافعیہ کا نظریہ (۲۲) کفار اور بدعقیدہ لوگوں کے ساتھ نیکی اور صلہ رحمی کرنے کے متعلق علماء مالکیہ کا نظریہ (۲۳) کفار اور بدعقیدہ لوگوں کے ساتھ نیکی اور صلہ رحمی کے متعلق علماء حنبلیہ کا نظریہ (۲۴) کفار اور بدعقیدہ لوگوں کے ساتھ نیکی اور صلہ رحمی کرنے کے متعلق علماء احناف کی آراء (۲۵) نداء یا محمد کا جواز اور بحث ونظر (۲۶) اللہ تعالیٰ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نداء یا محمد کے ساتھ خطاب کرنا (۲۷) انبیاء علیہم السلام کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یا محمد کے ساتھ نداء اور خطاب کرنا (۲۸) ارکانِ اسلام میں جہاد کو نہ ذکر کرنے کی وجہ (۲۹) مرتبہ احسان کی تفصیل اور تحقیق (۳۰) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علوم خمسہ حاصل ہونے کے متعلق علماء اسلام کی تصریحات (۳۱) اللہ تعالیٰ کی ذات میں علومِ خمسہ کے انحصار کی خصوصیت کا سبب (۳۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قیامت کی دیگر علامات کو بیان فرمانے اور سن کو بیان نہ فرمانے کا سبب۔

۳۸- بَابٌ

باب

یہ باب باب سابق کا تتمہ ہے اس لیے اس کا عنوان قائم نہیں کیا۔

۵۱- حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ حَمْزَةَ قَالَ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ اَخْبَرَهُ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَبُوْ سُفْيَانَ اَنَّ هِرَقْلَ قَالَ لَهُ سَاَلْتُكَ هَلْ يَزِيْدُوْنَ اَمْ يَنْقُصُوْنَ؟ فَزَعَمْتَ اَنَّهُمْ يَزِيْدُوْنَ وَكَذٰلِكَ الْاِيْمَانُ حَتّٰى يَتِمَّ وَسَاَلْتُكَ هَلْ يَرْتَدُّ اَحَدٌ سَخْطَةً لِدِيْنِهٖ بَعْدَ اَنْ يَدْخُلَ فِيْهِ؟ فَزَعَمْتَ اَنْ لَا وَكَذٰلِكَ الْاِيْمَانُ حِيْنَ تُخَالِطُ بَشَاشَتُهُ الْقُلُوْبَ لَا يَسْخَطُهُ اَحَدٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں ابراہیم بن حمزہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از صالح از ابن شہاب از عبید اللہ بن عبداللہ ان کو حضرت عبداللہ بن عباس نے خبر دی انہوں نے کہا: مجھے ابوسفیان نے خبر دی کہ ہرقل نے ان سے کہا: میں نے تم سے سوال کیا تھا کہ لوگ زیادہ ہو رہے ہیں یا کم ہو رہے ہیں؟ تم نے کہا: وہ زیادہ ہو رہے ہیں اسی طرح ایمان ہوتا ہے حتیٰ کہ وہ پورا ہو جائے اور میں نے تم سے سوال کیا تھا کہ کیا کوئی شخص دین میں داخل ہونے کے بعد اس کو ناپسند کر کے اس سے پلٹ جاتا ہے؟ تو تم نے کہا: نہیں! اور اس طرح جب ایمان کی بشاشت دلوں میں رچ جاتی ہے تو کوئی اس کو ناپسند نہیں کرتا۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) ابراہیم بن حمزہ القرشی الاسدی یہ کبار محدثین سے روایت کرتے ہیں اور ان سے امام بخاری امام ابوداؤد اور امام نسائی نے روایت کی ہے امام ابن سعد نے کہا: یہ ثقہ اور صدوق ہیں ۲۳۰ھ میں مدینہ میں فوت ہو گئے تھے (۲) ابراہیم بن سعد القرشی المدنی ان کا تعارف ہو چکا ہے (۳) صالح بن کیسان الغفاری ان کا ذکر بھی ہو چکا ہے (۴) محمد بن مسلم بن شہاب زہری (۵) عبید اللہ بن عبداللہ بن مسعود (۶) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۱ ص ۴۵۷)

اس حدیث کی مفصل شرح' حدیث: ۷ میں گزر چکی ہے۔

۳۹- بَابُ فَضْلِ مَنِ اسْتَبْرَاَ لِدِيْنِهٖ
اس شخص کی فضیلت جو اپنے دین کو بچانے کے لیے مشتبہ چیزوں سے بری ہوا

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت اس وجہ سے ہے کہ باب سابق میں ایمان کا ذکر ہے اور انسان کمال ایمان کی وجہ سے مشتبہ چیزوں سے بچتا ہے۔

۵۲- حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا عَنْ عَامِرٍ قَالَ سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيْرٍ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَلْحَلَالُ بَيِّنٌ وَالْحَرَامُ بَيِّنٌ وَبَيْنَهُمَا مُشَبَّهَاتٌ لَا يَعْلَمُهَا كَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ فَمَنِ اتَّقَى الْمُشَبَّهَاتِ اسْتَبْرَاَ لِدِيْنِهٖ وَعِرْضِهٖ وَمَنْ وَقَعَ فِي الشُّبُهَاتِ كَرَاعٍ يَرْعٰى حَوْلَ الْحِمٰى يُوْشِكُ اَنْ يُّوَاقِعَهُ اَلَا وَاِنَّ لِكُلِّ مَلِكٍ حِمًى اَلَا اِنَّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں زکریا نے حدیث بیان کی از عامر انہوں نے کہا: میں نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: حلال ظاہر ہے اور حرام ظاہر ہے اور ان کے درمیان کچھ مشتبہ چیزیں ہیں جن کو اکثر لوگ نہیں جانتے' پس جو شخص مشتبہ چیزوں سے بچا اس نے اپنے دین کی اور اپنی عزت کی حفاظت کر لی اور جو شخص شبہات میں

حِمَى اللّٰهِ فِيْ اَرْضِهٖ مَحَارِمُهٗ، اَلَا وَاِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً اِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ، وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ، اَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ.

[طرف الحدیث:۲۰۵۱]

ملوث ہو گیا' وہ اس چرواہے کی طرح ہے' جو شاہی چراگاہ کے گرد اپنے مویشی چرائے' قریب ہے کہ وہ اس میں داخل ہو جائیں گے سنو! ہر بادشاہ کی ایک مخصوص چراگاہ ہوتی ہے' سنو! اس زمین میں اللہ کی مخصوص چراگاہ اس کے حرام کیے ہوئے کام ہیں' سنو! جسم میں ایک گوشت کا ٹکڑا ہے' جب وہ درست ہو تو پورا جسم درست ہوتا ہے' اور جب اس میں فساد ہو تو پورا جسم فاسد ہو جاتا ہے' سنو! وہ دل ہے۔

(صحیح مسلم:۱۵۹۹' سنن ابوداؤد:۳۳۲۹' سنن ترمذی:۱۲۰۵' سنن نسائی:۴۴۶۵' سنن ابن ماجہ:۳۹۸۴' السنن الکبریٰ للنسائی:۵۲۱۹' صحیح ابن حبان:۷۲۱' المعجم الاوسط:۲۴۹۳' حلیۃ الاولیاء ج ۴ ص ۳۳۶' سنن بیہقی ج ۵ ص ۳۳۴' الکامل ابن عدی ج ۵ ص ۱۹۹۲' مسند احمد ج ۴ ص ۲۶۷ طبع قدیم' مسند احمد:۱۸۳۴۷۔ ج ۳۰ ص ۲۸۹' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف اور حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کا تذکرہ

(۱) ابونعیم بن دکین' یہ ان کا لقب ہے' ان کا نام عمرو بن حماد القرشی الطلحی ہے' انہوں نے اعمش وغیرہ سے سماع کیا ہے اور ان سے امام احمد وغیرہ نے سماع کیا ہے' ان کی ثقاہت پر اتفاق ہے' امام بخاری نے ان سے بلاواسطہ روایت کی ہے' اور امام مسلم' امام ترمذی' امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے ایک واسطہ سے روایت کی ہے' ۲۱۹ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) زکریا بن ابی زائدہ' ان کا نام خالد بن میمون الھمدانی الکوفی ہے' انہوں نے تابعین کی ایک جماعت سے سماع کیا ہے' جس میں شعبی اور سبیعی بھی ہیں' اور ان سے شعبہ اور ثوری وغیرہ نے سماع کیا ہے' یہ ۱۴۹ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) عامر شعبی' ان کا تعارف ہو چکا ہے (۴) حضرت نعمان بن بشیر الانصاری الخزرجی رضی اللہ عنہما' ہجرت کے چودہ ماہ بعد پیدا ہوئے' ان سے ۱۱۴ احادیث مروی ہیں' ۶۵ھ میں واسط کی جنگ میں شہید ہو گئے تھے' یہ صحابی ابن صحابی ہیں' ان کے علاوہ صحابہ میں نعمان بن بشیر کسی اور کا نام نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱ ص ۴۵۹)

مشتبہات کے معانی اور محل عقل کے مصداق میں اختلاف فقہاء

اس حدیث میں "مشتبھات" کا لفظ ہے' یہ وہ چیز ہے' جو ایک جہت سے حلال ہو اور دوسری جہت سے حرام' جیسے کسی رشوت خور کے گھر کا کھانا' اگر اس کی تنخواہ کی آمدنی سے پکا ہوا ہو تو حلال ہے اور اگر رشوت کی آمدنی سے پکا ہو تو حرام ہے' یا جس چیز کی حلت اور حرمت میں اختلاف ہو' جیسے مچھلی کے علاوہ دوسرے دریائی یا سمندری جانور' ائمہ ثلاثہ کے نزدیک وہ حلال ہیں اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک وہ حرام ہیں۔

اس حدیث میں "قلب" کا لفظ ہے' اس میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ عقل کا محل دل ہے یا دماغ ہے' امام ابوحنیفہ کے نزدیک عقل کا محل دماغ ہے کیونکہ دماغ پر چوٹ لگنے سے عقل متاثر ہوتی ہے اور دماغ کے مرض مثلاً جنون سے بھی عقل فاسد ہو جاتی ہے اور دل کے امراض سے عقل کی کارکردگی میں کوئی فرق نہیں آتا' امام شافعی کی دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں تعقل کا اسناد دل کی طرف کیا گیا ہے:

لَهُمْ قُلُوْبٌ يَّعْقِلُوْنَ بِهَا. (الحج:۴۶) ان کے دل ایسے ہوتے ہیں جن سے وہ تعقل کرتے ہیں۔

امام ابوحنیفہ کی طرف سے اس کا یہ جواب ہے کہ قرآن مجید میں یہ اطلاق مجازی ہے' یہاں ذکر قلب کا ہے' اور اس سے مراد دماغ ہے۔

* شرح صحیح مسلم میں یہ حدیث: ٣٩٨٢۔ ج ٤ ص ٤١٥۔٤٠٩ پر ہے وہاں اس کے عنوانات یہ ہیں:
(١) امور مشتبہ کی تشریح میں علماء کے اقوال (٢) دماغ کے محل عقل ہونے پر دلائل (٣) قرآن اور حدیث میں دل کی طرف عقل اور ادراک کی نسبت کی توجیہ (٤) عقل کی تعریف میں علماء کے اقوال (٥) محل عقل کے بارے میں علماء کے اقوال۔

٤٠- بَابٌ اَدَاءُ الْخُمُسِ مِنَ الْاِيْمَانِ — خمس کا ادا کرنا اُمور ایمان سے ہے

''خمس'' کا معنی ہے: کفار کے خلاف جہاد کرنے سے فتح کے بعد جو مالِ غنیمت حاصل ہو اس کے چار حصے تو مجاہدین میں تقسیم کر دیئے جاتے ہیں اور پانچواں حصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا جاتا ہے اور آپ کی وفات کے بعد اس کو مسلمانوں کے بیت المال کے لیے بھیج دیا جاتا ہے اور اس کے مصارف فقراء مسلمین اور قومی ضروریات ہیں' قرآن مجید میں ہے:

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ. (الانفال:٤١)

یاد رکھو کہ تم غنیمت میں جو مال حاصل کرو' اس میں سے پانچواں حصہ اللہ اور رسول کا ہے اور قرابت داروں کا اور یتیموں کا اور مسکینوں کا اور مسافروں کا۔

اور اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ باب سابق میں حلال اور حرام کا بیان فرمایا تھا اور اس باب میں مالِ غنیمت کے پانچویں حصہ کا ذکر ہے اور اس کو اپنے مصارف میں خرچ کرنا حلال ہے اور مصارف کے خلاف خرچ کرنا حرام ہے اور اس باب کی عنوانِ باب کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ اس باب کی حدیث میں خمس ادا کرنے کا ذکر ہے۔

٥٣- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ' عَنْ اَبِيْ جَمْرَةَ قَالَ كُنْتُ اَقْعُدُ مَعَ ابْنِ عَبَّاسٍ' يُجْلِسُنِيْ عَلٰى سَرِيْرِهٖ' فَقَالَ اَقِمْ عِنْدِيْ حَتّٰى اَجْعَلَ لَكَ سَهْمًا مِنْ مَّالِيْ' فَاَقَمْتُ مَعَهٗ شَهْرَيْنِ ثُمَّ قَالَ اِنَّ وَفْدَ عَبْدِ الْقَيْسِ لَمَّا اَتَوُا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنِ الْقَوْمُ؟ اَوْ مَنِ الْوَفْدُ؟ قَالُوْا رَبِيْعَةُ قَالَ مَرْحَبًا بِالْقَوْمِ' اَوْ بِالْوَفْدِ' غَيْرَ خَزَايَا وَلَا نَدَامٰى فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ' اِنَّا لَا نَسْتَطِيْعُ اَنْ نَّاْتِيَكَ اِلَّا فِي الشَّهْرِ الْحَرَامِ' وَبَيْنَنَا وَبَيْنَكَ هٰذَا الْحَيُّ مِنْ كُفَّارِ مُضَرَ' فَمُرْنَا بِاَمْرٍ فَصْلٍ' نُخْبِرْ بِهٖ مَنْ وَّرَاءَنَا' وَنَدْخُلْ بِهِ الْجَنَّةَ. وَسَاَلُوْهُ عَنِ الْاَشْرِبَةِ' فَاَمَرَهُمْ بِاَرْبَعٍ' وَنَهَاهُمْ عَنْ اَرْبَعٍ' اَمَرَهُمْ بِالْاِيْمَانِ بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ' قَالَ اَتَدْرُوْنَ مَا الْاِيْمَانُ بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ؟ قَالُوا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ' قَالَ شَهَادَةُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ' وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ' وَاِقَامُ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَاءُ الزَّكٰوةِ' وَصِيَامُ رَمَضَانَ' وَاَنْ تُعْطُوْا مِنَ الْمَغْنَمِ الْخُمُسَ' وَنَهَاهُمْ عَنْ اَرْبَعٍ عَنِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں علی بن جعد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے خبر دی از ابی جمرہ' انہوں نے کہا کہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ساتھ بیٹھتا تھا' وہ مجھے اپنے ساتھ اپنے تخت پر بٹھاتے تھے' انہوں نے کہا: تم میرے ساتھ قیام کرو حتیٰ کہ میں اپنے مال سے کچھ حصہ تمہیں دوں' میں ان کے ساتھ دو مہینہ رہا' پھر انہوں نے کہا کہ جب عبد القیس کا وفد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا' تو آپ نے پوچھا: یہ کون سی قوم ہے؟ یا یہ کون سا وفد ہے؟ انہوں نے کہا: ربیعہ' آپ نے فرمایا: اس قوم کو یا اس وفد کو خوش آمدید! تم لوگ شرمندہ ہو گے نہ نادم! انہوں نے کہا: یارسول اللہ! ہم آپ کے پاس صرف حرمت والے مہینوں میں آ سکتے ہیں' ہمارے اور آپ کے درمیان کفار کا قبیلہ مضر ہے' آپ ہمیں کوئی فیصلہ کن حکم بتائیں' جس کی خبر ہم اپنے پیچھے چھوڑے ہوئے لوگوں کو دیں اور اس پر عمل کر کے جنت میں داخل ہوں' انہوں نے آپ سے مشروبات کے برتنوں کے متعلق سوال کیا' آپ نے انہیں چار برتنوں میں پینے کی اجازت دی اور چار برتنوں میں پینے سے منع فرمایا' آپ نے انہیں ایک اللہ پر ایمان لانے کا

الْحَنْتَمِ، وَالدُّبَّاءِ، وَالنَّقِيرِ، وَالْمُزَفَّتِ، وَرُبَّمَا قَالَ الْمُقَيَّرِ، وَقَالَ احْفَظُوهُنَّ وَأَخْبِرُوا بِهِنَّ مَنْ وَّرَاءَكُمْ.

[اطراف الحدیث: ۸۷-۵۲۳-۱۳۹۸-۳۰۹۵-۳۵۱۰-۴۳۶۸-۴۳۶۹-۶۱۷۶-۷۲۶۶-۷۵۵۶]

(صحیح مسلم: ۱۷، ابوداؤد: ۳۶۹۲، ترمذی: ۲۶۱۱، ۱۵۹۹، نسائی: ۵۰۴۶-۵۷۰۸)

حکم دیا، آپ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ ایک اللہ پر ایمان لانے کا کیا مطلب ہے؟ انہوں نے کہا: اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں، آپ نے فرمایا: تم یہ گواہی دو کہ اللہ ایک ہے، اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور (سیدنا) محمد اللہ کے رسول ہیں، اور نماز قائم کرنے، زکوۃ دینے، رمضان کے روزے رکھنے اور مالِ غنیمت کے پانچویں حصہ کو ادا کرنے کا حکم دیا اور ان کو چار قسم کے برتنوں میں پینے سے منع فرمایا: سبز رنگ کے گھڑے، کھوکھلا کدو، کھوکلی لکڑی اور تارکول ملا ہوا برتن، اور فرمایا: تم ان کو یاد کر لو اور اپنے پیچھے چھوڑے ہوئے لوگوں کو ان کی خبر دو۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) ابوالحسین علی بن الجعد الہاشمی البغدادی، انہوں نے ثوری اور امام مالک وغیرہ سے سماع کیا ہے، اور ان سے امام احمد، امام بخاری، امام ابوداؤد اور دیگر نے سماع کیا ہے، موسیٰ بن داؤد نے کہا: میں نے ان سے زیادہ حافظہ والا نہیں دیکھا، یہ ۲۳۰ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) شعبہ بن حجاج، ان کا تعارف ہو چکا ہے (۳) ابوجمرہ، ان کا نام نصر بن عمران ہے، انہوں نے حضرت ابن عباس، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم اور دیگر سے سماع کیا ہے، اور ان سے ایوب اور بہت تابعین نے سماع کیا ہے، ان کی ثقاہت پر اتفاق ہے، ۱۲۸ھ میں بصرہ میں ان کی وفات ہو گئی (۴) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۱ ص ۴۷۱-۴۷۰)

بعض مشکل الفاظ کے معانی

"وفد" ان لوگوں کو کہتے ہیں جو کسی عظیم شخصیت سے ملاقات کے لیے سوار ہو کر جائیں، قرآن مجید میں ہے:

يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِيْنَ اِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًا ○ (مریم: ۸۵)

جس دن متقین کو رحمان کی طرف (بہ طور مہمان) لے جایا جائے گا ○

"مضر" یہ مضر بن عدنان کا قبیلہ ہے، مضر اور ربیعہ دو بھائیوں کی اولاد ہیں، حرمت والے مہینوں یعنی رجب، ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم کے علاوہ باقی مہینوں میں ان کے درمیان جنگ رہتی تھی۔

"الحنتم" سبز رنگ کے گھڑے یا مٹکے، ان میں نبیذ بنایا جاتا تھا۔

"الدباء" کدو کو خشک کر کے کھوکھلا کر کے برتن بنایا جاتا تھا، یہ بھی نبیذ رکھنے کے لیے استعمال ہوتا تھا۔

"النقیر" کھجور کے تنے کو اندر سے کھوکھلا کر کے برتن بنایا جاتا تھا، یہ بھی نبیذ رکھنے کے کام آتا تھا، اس کو "المقیر" بھی کہتے ہیں۔

"المزفت" لکڑی کا پیالہ بنا کر اس پر تارکول کی لپائی کر دیتے تھے، یہ بھی نبیذ کے ظروف میں سے ہے۔

اس اعتراض کا جواب کہ آپ نے فرمایا: میں تمہیں چار چیزوں کا حکم دیتا ہوں لیکن بیان پانچ چیزیں فرمائیں

اس حدیث میں فرمایا ہے: ان کو چار چیزوں کا حکم دیا، لیکن جو مذکور ہیں وہ پانچ ہیں: (۱) کلمہ شہادت (۲) نماز قائم کرنا (۳) زکوۃ دینا (۴) رمضان کے روزے رکھنا (۵) مالِ غنیمت کا پانچواں حصہ ادا کرنا۔ اس اعتراض کا ایک جواب یہ ہے کہ جن چار

چیزوں کا حکم دیا تھا' ان میں سے ایک چیز ایمان ہے' اس کے بعد جن چیزوں کا ذکر ہے' وہ ایمان لانے کی تفسیر ہیں' اور بقیہ تین چیزوں کا ذکر کرنا راوی بھول گیا' دوسرا جواب یہ ہے کہ نماز' زکوٰۃ' روزے اور خمس' ان چار چیزوں کا حکم دینا مقصود تھا' اور اس سے پہلے اللہ اور رسول کی شہادت کا ذکر بہ طور تبرک ہے۔

دینی خدمات کا معاوضہ لینا صحابہ میں مروج تھا

اس حدیث میں ذکر ہے کہ ابو جمرہ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: تم میرے پاس ٹھہرو حتیٰ کہ میں اپنے مال سے تمہیں حصہ دوں۔ البخاری: ۸۷ میں مذکور ہے کہ ابو جمرہ سائلین کے عجمی زبان کے سوالات کا ترجمہ کر کے حضرت ابن عباس کو عربی میں سناتے تھے' پھر ان کے جوابات کا عجمی میں ترجمہ کر کے سائلین کو سناتے' حضرت ابن عباس ان کی اس خدمت کا ان کو معاوضہ دیتے تھے' اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دینی خدمات کا معاوضہ لینا اور دینا' صحابہ میں رائج اور معمول تھا۔

ابتداء میں چار قسم کے برتنوں میں نبیذ پینے سے منع فرمانا' پھر اس کی اجازت دینا

ابتداء میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان مذکورہ چار برتنوں میں نبیذ بنانے سے منع فرمایا تھا' لیکن بعد میں اس حکم کو منسوخ فرما دیا اور تمام برتنوں میں نبیذ بنانے کی اجازت دے دی' حدیث میں ہے:

حضرت عبداللہ بن بریدہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے تم کو مشک کے سوا نبیذ بنانے سے منع کیا تھا' اب تم ہر مشک سے نبیذ پیو اور نشہ آور مشروب کو نہ پیو۔

(صحیح مسلم۔ رقم بلا تکرار: ۹۷۷' الرقم المسلسل: ۵۱۰۹' سنن ابوداؤد: ۳۷۰۲)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے تم کو کچھ برتنوں میں نبیذ پینے سے منع کیا تھا' اور بے شک برتن کسی چیز کو حلال یا حرام نہیں کرتے اور ہر نشہ آور مشروب حرام ہے۔ (صحیح مسلم الرقم المسلسل: ۵۱۱۰)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کچھ برتنوں میں (نبیذ) پینے سے منع فرمایا تھا' پھر انصار نے کہا: ہمارے لیے ان برتنوں سے پینے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے' آپ نے فرمایا: پھر کوئی حرج نہیں ہے' آپ نے فرمایا: حلال مشروب کو پیو۔ (صحیح البخاری: ۵۵۹۲' سنن ابو داؤد: ۳۷۰۰' سنن نسائی: ۵۶۶۶)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے تم کو تین چیزوں سے منع کیا تھا' اب میں تم کو ان کی اجازت دیتا ہوں' میں نے تم کو قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا' سو اب تم ان کی زیارت کیا کرو' کیونکہ قبروں کی زیارت آخرت کو یاد دلاتی ہے' اور میں نے تم کو چند برتنوں میں (نبیذ) پینے سے منع کیا تھا' ماسوا چمڑے کے برتنوں کے' اب تم ہر برتن میں (نبیذ) پیا کرو' سوا اس کے کہ تم نشہ آور مشروب نہ پیو' اور میں نے تم کو قربانی کے تین دن بعد قربانی کا گوشت کھانے سے منع کیا تھا' اب تم اس کو کھایا کرو اور اپنے سفروں میں اس سے استفادہ کرو۔ (سنن ابوداؤد: ۳۶۹۸' صحیح مسلم: ۹۷۷' سنن نسائی: ۲۰۳۱)

ایک اعتراض یہ ہے کہ اس حدیث میں حج کا ذکر نہیں ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ اس وقت تک حج فرض نہیں ہوا تھا۔

نبیذ کا فقہی معنی اور اس کے متعلق احادیث اور آثار

کھجوروں کو پانی میں ڈال کر معمولی سا جوش دیا جائے تو اس کو نبیذ کہتے ہیں' امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک اس کا پینا جائز ہے' بہ شرطیکہ وہ نشہ آور نہ ہو' اور امام محمد اور امام شافعی کے نزدیک اس کا پینا جائز نہیں ہے' امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف نے اس پر احادیث اور آثار سے استدلال کیا ہے۔ (بدائع الصنائع ج ۶ ص ۴۷۳۔ ۴۵۸ ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ) ان احادیث اور آثار

میں سے بعض یہ ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس نبیذ لایا گیا' آپ نے اس کو سونگھا' پھر اس کی تیزی کی وجہ سے تیوری پر بل ڈالے' پھر پانی منگا کر اس میں ڈالا' پھر اس کو پی لیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ تیز نبیذ پیتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم اونٹوں کو نحر کرتے ہیں اور ان کے گوشت کی شدت کو نبیذ کی شدت ہی کاٹ سکتی ہے۔

اور جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نبیذ کو حلال قرار دیا ہے تو اس کے حرام کہنے سے صحابہ کو فاسق قرار دینا لازم آئے گا اور یہ بدعت ہے' اسی لیے امام ابوحنیفہ نے فرمایا کہ نبیذ کو حلال قرار دینا' اہل سنت و جماعت کا مذہب ہے۔

(بدائع الصنائع ج۶ ص ۴۷۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

اگر کھجوریں زیادہ دن پانی میں پڑی رہیں یا ان کو زیادہ جوش دیا جائے تو پھر ان کا پانی نشہ آور ہو جاتا ہے اور اس نبیذ کو پینا حرام ہے۔

۴۱- بَابُ مَا جَاءَ اَنَّ الْاَعْمَالَ بِالنِّيَّةِ وَالْحِسْبَةِ' وَلِكُلِّ امْرِیءٍ مَا نَوٰی

اعمال کا مدار نیت پر ہے اور ہر شخص کو اسی عمل کا اجر ملے گا' جس کی اس نے نیت کی ہے

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ اس باب میں ان اعمال کا بیان تھا' جن سے انسان جنت میں داخل ہو جاتا ہے اور عمل اسی وقت شرعاً معتبر ہوتا ہے' جب اس میں اخلاص اور عبادت کی نیت ہو' اسی وجہ سے اس باب کا عنوان ہے: اعمال کا مدار نیت پر ہے' اس عنوان میں "حسبة" کا لفظ ہے' اسی سے احتساب ہے یعنی کسی کام کو ثواب کے لیے کرنا۔

امام بخاری فرماتے ہیں:

فَدَخَلَ فِيهِ الْإِيْمَانُ' وَالْوُضُوْءُ' وَالصَّلٰوةُ' وَالزَّكٰوةُ' وَالْحَجُّ' وَالصَّوْمُ' وَالْاَحْكَامُ' وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی ﴿قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰی شَاكِلَتِهٖ﴾ (الاسراء:۸۴) عَلٰی نِيَّتِهٖ' وَنَفَقَةُ الرَّجُلِ عَلٰی اَهْلِهٖ يَحْتَسِبُهَا صَدَقَةٌ. قَالَ النَّبِيُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلٰكِنْ جِهَادٌ وَّنِيَّةٌ.

پس اس باب میں ایمان' اور وضو اور نماز اور زکوٰۃ' اور حج' اور روزہ' اور احکام (دیگر عبادات اور معاملات) داخل ہو گئے' اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "آپ کہیے: ہر شخص اپنی سرشت کے موافق عمل کرتا ہے" (بنی اسرائیل: ۸۴) یعنی اپنی نیت کے موافق عمل کرتا ہے اور جو شخص اپنی بیوی کو ثواب کی نیت سے خرچ دے' وہ بھی صدقہ ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لیکن جہاد اور نیت ہے۔

۵۴- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ' عَنْ يَحْيَی بْنِ سَعِيْدٍ' عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ' عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَقَّاصٍ' عَنْ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّةِ' وَلِكُلِّ امْرِیءٍ مَا نَوٰی' فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهٗ اِلَی اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَهِجْرَتُهٗ اِلَی اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ' وَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهٗ لِدُنْيَا يُصِيْبُهَا' اَوِ امْرَاَةٍ يَتَزَوَّجُهَا' فَهِجْرَتُهٗ اِلٰی مَا هَاجَرَ اِلَيْهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از یحییٰ بن سعید از محمد بن ابراہیم از علقمہ بن وقاص از حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اعمال کا مدار نیت پر ہے اور ہر شخص کے لیے وہی اجر ہے' جس کی اس نے نیت کی' پس جس کی ہجرت (کی نیت) اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہے تو اس کی ہجرت (واقع میں) اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہے اور جس کی ہجرت

(اس حدیث کے اطراف اس کی تخریج اور اس کی شرح تفصیل سے حدیث:۱ میں بیان کی جاچکی ہے۔)

(کی نیت) دنیا پانے کے لیے یا کسی عورت سے نکاح کرنے کے لیے ہے (تو واقع میں) اس کی ہجرت اسی کی طرف ہے جس کی طرف اس نے ہجرت کی ہے۔

۵۵- حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ اَخْبَرَنِىْ عَدِىُّ بْنُ ثَابِتٍ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ يَزِيْدَ عَنْ اَبِىْ مَسْعُوْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اَنْفَقَ الرَّجُلُ عَلٰى اَهْلِهٖ يَحْتَسِبُهَا فَهُوَ لَهٗ صَدَقَةٌ. [اطراف الحدیث:۴۰۰۶-۵۳۵۱]

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں حجاج بن منہال نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عدی بن ثابت نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے عبداللہ بن یزید سے سنا از حضرت ابومسعود از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: جب کوئی شخص اپنی بیوی پر ثواب کی نیت سے خرچ کرتا ہے تو وہ اس کے لیے صدقہ ہے۔

(صحیح مسلم:۱۰۰۲' سنن ترمذی:۱۹۶۵' سنن نسائی:۲۵۴۴' السنن الکبریٰ للنسائی:۹۲۰۵)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف' خصوصاً حضرت عبداللہ بن یزید انصاری اور حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہما کا تذکرہ

(۱) الحجاج بن منہال الانماطی السلمی' انہوں نے اکابر میں سے شعبہ سے سماع کیا ہے' اور ان سے محمد بن یحییٰ الذہلی' بغوی اور امام بخاری اور دیگر نے سماع کیا ہے' ان کی توثیق اور نیکی پر اتفاق ہے' یہ ۲۱۷ھ میں بصرہ میں فوت ہو گئے تھے (۲) شعبہ بن حجاج' ان کا تعارف ہو چکا ہے (۳) عدی بن ثابت انصاری کوفی' انہوں نے اپنے اخیافی دادا حضرت عبداللہ بن زید انصاری' حضرت البراء بن عازب اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم سے سماع کیا ہے' اور ان سے اعمش اور شعبہ وغیرہ نے سماع کیا ہے' امام احمد نے کہا: یہ ثقہ ہیں' ابوحاتم نے کہا: یہ صدوق ہیں' یہ کوفہ میں مسجد شیعہ کے امام اور ان کے قاضی تھے' ۱۱۶ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) عبداللہ بن یزید بن حصین بن عمرو بن الحارث الانصاری' الصحابی' یہ کوفہ کے امیر تھے' ۱۷ سال کی عمر میں حدیبیہ میں حاضر ہوئے' جنگ صفین' جنگ جمل اور جنگ نہروان میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے' ان کا شمار افاضل صحابہ میں ہوتا ہے' انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ۱۲۷ احادیث روایت کی ہیں' امام بخاری نے ان کی دو اور امام مسلم نے ان کی ایک حدیث روایت کی ہے' یہ حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کے زمانہ خلافت میں فوت ہو گئے تھے (۵) حضرت ابومسعود عقبہ بن عمرو الانصاری الخزرجی البدری رضی اللہ عنہ' یہ ستر (۷۰) انصار کے ساتھ عقبہ میں حاضر ہوئے' اور ان میں سب سے کم سن تھے' یہ وادیٔ بدر کے رہنے والے تھے' غزوۂ بدر میں شریک نہیں تھے' انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ۱۰۲ احادیث روایت کی ہیں' جن میں سے ۹ احادیث پر امام بخاری اور امام مسلم متفق ہیں' امام بخاری ایک حدیث کے ساتھ منفرد ہیں اور امام مسلم ۹ احادیث کے ساتھ منفرد ہیں' یہ ۳۱ھ یا ۴۲ھ میں کوفہ یا مدینہ میں فوت ہو گئے تھے۔ (عمدۃ القاری ج۱ ص۴۹۲)

حدیث مذکور کی مؤید دیگر احادیث

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر آئیں اور اجازت طلب کی' پس کہا گیا: یارسول اللہ! یہ زینب ہیں' آپ نے پوچھا: کون سی زینب؟ سو بتایا گیا: حضرت ابن مسعود کی بیوی' آپ نے فرمایا: ٹھیک ہے اس کو اجازت دو' ان کو اجازت دی گئی' انہوں نے کہا: اے اللہ کے نبی! آپ نے آج صدقہ کرنے کا حکم دیا ہے' میرے پاس میرے زیورات ہیں' میں ان کا صدقہ کرنا چاہتی ہوں' اور حضرت ابن مسعود یہ کہتے ہیں کہ جن پر تم صدقہ کرو گی' ان میں

ہیں اور میری اولاد صدقہ کے زیادہ مستحق ہیں' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ابن مسعود نے سچ کہا' جن پر تم صدقہ کرو گی' ان میں تمہارا شوہر اور تمہاری اولاد زیادہ مستحق ہیں۔ (صحیح البخاری: ۱۴۶۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صدقہ کرنے کا حکم دیا' ایک شخص نے کہا: یارسول اللہ! میرے پاس ایک دینار ہے' آپ نے فرمایا: اس کو اپنے اوپر صدقہ کرو' اس نے کہا: میرے پاس ایک اور دینار ہے' آپ نے فرمایا: اس کو اپنی اولاد پر صدقہ کرو' اس نے کہا: میرے پاس ایک اور دینار ہے' آپ نے فرمایا: اس کو اپنی بیوی پر صدقہ کرو' اس نے کہا: میرے پاس ایک اور دینار ہے' آپ نے فرمایا: اس کو اپنے خادم پر صدقہ کرو' اس نے کہا: میرے پاس ایک اور دینار ہے' آپ نے فرمایا: اس میں تمہاری صواب دید ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۶۹۱' سنن نسائی: ۲۵۲۴)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس کو یہ پسند ہو کہ اس کے رزق میں کشادگی کی جائے اور اس کی عمر میں اضافہ کیا جائے' اس کو چاہیے کہ اپنے رشتہ داروں سے نیک سلوک کرے۔
(صحیح البخاری: ۲۰۶۷' صحیح مسلم: ۲۵۵۷' سنن ابوداؤد: ۱۶۹۳)

* زیر بحث حدیث شرح صحیح مسلم: ۲۲۱۸۔ ج ۲ ص ۹۲۷ پر ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

٥٦- حَدَّثَنَا الْحَكَمُ بْنُ نَافِعٍ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ' عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي عَامِرُ بْنُ سَعْدٍ' عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ' اَنَّهُ اَخْبَرَهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّكَ لَنْ تُنْفِقَ نَفَقَةً تَبْتَغِي بِهَا وَجْهَ اللّٰهِ اِلَّا اُجِرْتَ عَلَيْهَا' حَتّٰى مَا تَجْعَلُ فِيْ فَمِ امْرَاَتِكَ.
[طرف الحدیث: ۲۷۴۲]

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں الحکم بن نافع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از زہری' انہوں نے کہا: مجھے عامر بن سعد نے حدیث بیان کی از حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم اللہ کی رضا کی طلب کے لیے جو بھی خرچ کرو گے' اس پر تم کو اجر دیا جائے گا' حتیٰ کہ تم جو لقمہ اپنی بیوی کے منہ میں رکھو گے' اس پر بھی۔

(صحیح مسلم: ۱۶۲۸' سنن ابوداؤد: ۲۸۶۴' سنن ترمذی: ۲۱۱۶' سنن نسائی: ۳۶۲۸' سنن ابن ماجہ: ۲۷۰۸' مسند احمد ج ۱ ص ۱۷۲ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۴۸۰۔ ج ۳ ص ۷۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس سوال کا جواب کہ صدقہ کے اجر میں بیوی کے منہ میں لقمہ رکھنے کی تخصیص کیوں کی گئی ہے؟

اس حدیث میں بیوی پر خرچ کرنے کی تخصیص اس لیے کی گئی ہے کہ انسان اپنی بیوی پر جو خرچ کرتا ہے' اس کی منفعت اسی شخص کی طرف راجع ہوتی ہے کیونکہ وہ اپنی بیوی کے کپڑوں اور بناؤ سنگھار پر خرچ کرتا ہے تاکہ اس کی بیوی اسے اچھی لگے اور وہ اس سے اپنی شہوت پوری کرنے پر راغب ہو' اور اس خرچ میں اس کی دل چسپی ہوتی ہے' اس کے برخلاف جو وہ اپنے والدین پر خرچ کرتا ہے' اس میں بعض اوقات اس کو کلفت اور مشقت ہوتی ہے' اس لیے جب وہ اللہ کی رضا کے لیے اپنی محبت کے ساتھ ساتھ اس کے منہ میں لقمہ رکھے گا تو اس میں اس کو اجر ملے گا' اور اگر اس میں اس کو کلفت اور مشقت ہو تو اس کا زیادہ اجر متوقع ہے۔

شرح صحیح مسلم میں حدیث مذکور کی شرح

یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۴۱۰۲۔ ج ۴ ص ۹۳۴ پر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی ایک طویل حدیث کا ایک فقرہ ہے' شرح صحیح مسلم میں اس مکمل حدیث کے حسب ذیل عنوانات ہیں:

① وصیت کا لغوی اور شرعی معنی ② وصیت کی اقسام ③ کیا مطلقاً وصیت کرنا فرض ہے: ثلث مال تک وصیت کی تحقیق

④ امور مباحہ پر اجر ملنے کی تحقیق ⑤ لمبی عمر کی فضیلت۔

٤٢- بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلدِّيْنُ النَّصِيْحَةُ لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِاَئِمَّةِ الْمُسْلِمِيْنَ وَعَامَّتِهِمْ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد: اللہ کی خیر خواہی کرنا' اور اس کے رسول کی خیر خواہی کرنا اور ائمہ مسلمین کی خیر خواہی کرنا اور عام لوگوں کی خیر خواہی کرنا دین ہے

وَقَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿اِذَا نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ﴾ (التوبہ: ۹۱).

اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد: ''جب وہ اللہ کی اور اس کے رسول کی خیر خواہی کریں'' (التوبہ: ۹۱)۔

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ باب سابق میں یہ ذکر تھا کہ اعمال کا مدار نیت پر ہے' یعنی جب تک انسان اخلاص کے ساتھ اللہ کی رضا جوئی کے لیے عمل نہ کرے' جس میں کوئی دکھاوا نہ ہو' اس کا عمل قبول نہیں ہوتا' اور یہی چیز اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ خیر خواہی ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے تمام احکام پر عمل کرے اور جن کاموں سے اللہ اور اس کے رسول نے منع کیا ہے' ان سے باز رہے' امام بخاری نے اس حدیث پر کتاب الایمان کو اس لیے ختم کیا ہے کہ یہ حدیث بہت جلیل القدر ہے اور اسی پر اسلام کے تمام احکام موقوف ہیں اور یہ حدیث ان چار حدیثوں میں سے ایک ہے' جن پر اسلام کا مدار ہے۔

اس حدیث میں فرمایا ہے: دین خیر خواہی ہے' اس کا معنی ہے: خیر خواہی کرنا دین کا معظم رکن ہے' جیسے کہا جاتا ہے: حج عرفہ ہے۔

اللہ' اس کے رسول' اس کی کتاب' ائمہ دین اور عام مسلمانوں کے ساتھ خیر خواہی کا محمل

اللہ کی خیر خواہی کا معنی یہ ہے کہ انسان اللہ پر ایمان لائے اور اس کی صفات میں شک اور الحاد نہ کرے اور عیوب سے اس کی ذات کو پاکیزہ قرار دے' اس کے احکام کی اطاعت کرے اور اس کی نافرمانی سے اجتناب کرے' اس کی اطاعت کرنے والوں سے محبت کرے اور اس کی نافرمانی کرنے والوں سے بغض رکھے' اس کی نعمتوں کا اعتراف کرے اور ان کا شکر ادا کرے اور تمام عبادات اخلاص سے کرے اور یہ حقیقت میں انسان کی اپنے نفس کے ساتھ خیر خواہی ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ تمام خیر خواہی کرنے والوں اور تمام جہانوں سے مستغنی ہے۔

اللہ سبحانہ کی کتاب کے ساتھ خیر خواہی یہ ہے کہ اس پر ایمان لائے کہ وہ اللہ کا کلام ہے اور مخلوق اس کی مثل لانے پر قادر نہیں ہے' تعظیم اور ادب سے اس کی تلاوت کرے' اس کے معانی پر غور کرے اور ان کی تصدیق کرے اور ان کے تقاضوں پر عمل کرے اور اس کے علوم کی تبلیغ کرے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خیر خواہی یہ ہے کہ آپ کی رسالت کی تصدیق کرے اور آپ کی دی ہوئی تمام خبروں پر ایمان لائے' اور آپ کے تمام احکام کی اطاعت کرے' آپ کے دین کی نصرت کرے اور آپ کی سنتوں پر عمل کرے اور آپ کے اخلاق سے متخلق ہو اور آپ کی تعظیم بجا لائے اور آپ پر کثرت سے صلوٰۃ وسلام پڑھے اور آپ کے اہل بیت اور آپ کے اصحاب سے محبت رکھے۔

ائمہ دین کے ساتھ خیر خواہی یہ ہے کہ حق بات میں ان کی معاونت کرے اور ان کی غلط باتوں پر ان کو نرمی سے ٹوکے' ان کے خلاف بغاوت نہ کرے' ان کی اقتداء میں نماز پڑھے اور جہاد کرے اور ان کو صدقات ادا کرے' یہ تفسیر اس صورت میں ہے کہ جب ائمہ دین سے مراد ارباب حکومت ہوں' جیسے خلفاء راشدین تھے' اور اگر اس سے مراد علماء ہوں تو ان کے ساتھ خیر خواہی یہ ہے کہ ان کے فتاویٰ کو مانے اور ان پر عمل کرے' ان کے ساتھ حسن ظن رکھے اور ان کی تعظیم کرے۔

عام لوگوں کے ساتھ نصیحت (خیر خواہی) یہ ہے کہ ان کی دنیا اور آخرت کی بہتری کے لیے ان کو نصیحت کرے' ان سے ایذاء کو دور کرے' جو احکام نہ جانتے ہوں ان کو بتائے' نیکی کے کاموں میں ان کی مدد کرے' ان کے عیوب پر پردہ رکھے' ان پر شفقت کرے اور ان کے لیے ان ہی چیزوں کو پسند کرے' جن کو اپنے لیے پسند کرتا ہے' اپنے ہاتھ اور زبان سے ان کو ضرر نہ پہنچائے اور ضرورت مندوں کی مدد کرے' جو بیمار ہوں ان کی عیادت کرے اور ان کی نمازِ جنازہ پڑھے' موت کے بعد ان کے لیے ایصالِ ثواب اور دعا کرے۔(عمدۃ القاری ج ۱ ص ۴۹۹' موضحاً ومزیداً)

۵۷- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنِي قَيْسُ بْنُ أَبِي حَازِمٍ' عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ بَايَعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى إِقَامِ الصَّلٰوةِ' وَإِيتَاءِ الزَّكٰوةِ' وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ. [اطراف الحدیث: ۵۲۴-۱۴۰۱-۲۱۵۷-۲۷۱۴-۲۷۱۵-۷۲۰۴]

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' وہ کہتے ہیں: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از اسماعیل' وہ کہتے ہیں: مجھے قیس بن ابی حازم نے حدیث بیان کی از جریر بن عبد اللہ' انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز قائم کرنے' زکوٰۃ دینے اور ہر مسلمان کے ساتھ خیر خواہی کرنے پر بیعت کی۔

(صحیح مسلم: ۵۶' سنن ترمذی: ۱۹۲۵' سنن نسائی: ۴۱۶۷' مصنف عبد الرزاق: ۹۸۱۹' مسند الشافعی ج ۱ ص ۱۳' مسند الحمیدی: ۷۹۴' السنن الکبریٰ للنسائی: ۷۷۷۷' مسند ابوعوانہ ج ۱ ص ۳۷' المعجم الکبیر: ۲۲۹۶' مسند احمد ج ۴ ص ۳۶۱ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۹۱۹۹۔ ج ۳۱ ص ۵۳۵ موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف اور حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کا تذکرہ

(۱) سعد بن مسرھد (۲) یحییٰ بن سعید القطان (۳) اسماعیل بن ابی خالد البجلی التابعی' ان سب کا تعارف گزر چکا ہے (۴) قیس بن ابی حازم الکوفی البجلی المخضرم' انہوں نے زمانۂ جاہلیت کو پایا تھا' یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کرنے آئے' ابھی یہ راستے میں ہی تھے کہ آپ کا وصال ہو گیا' ان کے والد صحابی ہیں' انہوں نے دس صحابہ سے سماع کیا' جن کو جنت کی بشارت دی گئی' اور بہت سے تابعین سے سماع کیا' ان کی جلالت پر اتفاق ہے' ان سے تابعین نے سماع کیا ہے' ۹۷ھ یا ۹۸ھ میں ان کی وفات ہو گئی تھی (۵) حضرت جریر بن عبد اللہ بن جابر البجلی الاحمسی' ان کی رہائش کوفہ میں تھی' یہ ۵۱ھ میں فوت ہو گئے تھے' ان سے ۱۰۰' احادیث مروی ہیں' امام بخاری اور امام مسلم ۸' احادیث پر متفق ہیں' امام بخاری ایک حدیث کے ساتھ منفرد ہیں اور امام مسلم ۲' احادیث کے ساتھ منفرد ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۱ ص ۵۰۱-۵۰۰)

بیعت سنت اور بیعت مروجہ

اس حدیث میں مذکور ہے: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی' بیعت کا معنی ہے: کسی کے ہاتھ پر عہد کرنا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کو مختلف اوقات میں مختلف وجوہ سے بیعت کرتے تھے' آج کل جو بیعت مروج ہے' اس میں کسی عالم باعمل کے ہاتھ پر یہ عہد کیا جاتا ہے کہ وہ آئندہ احکام شرعیہ کی خلاف ورزی نہیں کرے گا اور سابقہ گناہوں سے توبہ کرتا ہے' یہ بیعت کرنا فرض یا واجب نہیں ہے' مستحسن اور مبارک فعل ہے۔

اس حدیث میں نماز اور زکوٰۃ پر بیعت کا ذکر ہے' روزے کا ذکر نہیں ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت جریر کی دوسری روایت میں سماع اور اطاعت پر بیعت کا ذکر ہے (مسند احمد: ۱۹۱۹۵) اور یہ تمام احکامِ شرعیہ کو شامل ہے۔

* یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۱۰۷۔ ج ۱ ص ۴۷۳ پر بیان کی گئی ہے اور اس میں نصیحت اور خیر خواہی کے معنی کی تفصیل ہے۔

۵۸- حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ زِيَادِ بْنِ عَلَاقَةَ قَالَ سَمِعْتُ جَرِيْرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يَقُوْلُ يَوْمَ مَاتَ الْمُغِيْرَةُ بْنُ شُعْبَةَ ' قَامَ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ وَقَالَ عَلَيْكُمْ بِاتِّقَاءِ اللّٰهِ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ ' وَالْوَقَارِ' وَالسَّكِيْنَةِ ' حَتّٰى يَاْتِيَكُمْ اَمِيْرٌ' فَاِنَّمَا يَاْتِيْكُمُ الْاٰنَ. ثُمَّ قَالَ اسْتَعْفُوْا لِاَمِيْرِكُمْ' فَاِنَّهُ كَانَ يُحِبُّ الْعَفْوَ. ثُمَّ قَالَ اَمَّا بَعْدُ' فَاِنِّيْ اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ اُبَايِعُكَ عَلَى الْاِسْلَامِ ' فَشَرَطَ عَلَيَّ وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ' فَبَايَعْتُهُ عَلٰى هٰذَا' وَرَبِّ هٰذَا الْمَسْجِدِ اِنِّيْ لَنَاصِحٌ لَكُمْ' ثُمَّ اسْتَغْفَرَ وَنَزَلَ.

(مسند ابویعلیٰ:۷۵۰۹'مسند ابوداؤد الطیالسی:۶۶۰'المعجم الکبیر:۲۴۷۱'مسند احمد ج ۴ ص ۳۶۱ طبع قدیم'مسند احمد:۱۹۱۹۳۔ج ۳۱ ص ۵۳۱'مؤسسۃ الرسالۃ'بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں ابو النعمان نے حدیث بیان کی'انہوں نے کہا:ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی از زیاد بن علاقہ'انہوں نے کہا:میں نے حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ جس دن حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی'اس دن انہوں نے کھڑے ہوکر اللہ تعالیٰ کی حمد اور ثناء کی اور کہا:تم لوگ اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ کے ڈر اور اس کی تعظیم اور سکون کو لازم رکھو حتیٰ کہ تمہارے پاس نیا امیر آ جائے' کیونکہ وہ ابھی آئے گا' پھر کہا:اپنے (سابق) امیر کے لیے اللہ سے معافی طلب کرو کیونکہ وہ بھی معافی کو پسند کرتے تھے' پھر کہا:حمد وصلوٰۃ کے بعد میں کہتا ہوں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حاضر ہوا' میں نے کہا:میں آپ سے اسلام پر بیعت کرتا ہوں' آپ نے مجھ پر یہ شرط لگائی کہ میں ہر مسلمان کی خیر خواہی کروں گا' سو میں نے آپ سے اس پر بیعت کر لی اور اس مسجد کے رب کی قسم! میں تمہاری خیر خواہی کرنے والا ہوں' پھر انہوں نے حضرت مغیرہ کے لیے مغفرت طلب کی اور (منبر سے) اتر گئے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) ابوالنعمان محمد بن الفضل السدوسی البصری'ان کا لقب عارم تھا' جس کا معنی شرّی اور مفسد ہے' لیکن یہ شر اور فساد سے بہت دور تھے' انہوں نے ابن المبارک سے سماع کیا' اور ان سے امام بخاری وغیرہ نے سماع کیا' ابوحاتم نے کہا:جب تم ان سے حدیث سن لو تو پھر کافی ہے' آخر عمر میں ان کا حافظہ خراب ہو گیا تھا' ۲۲۴ھ میں بصرہ میں فوت ہو گئے (۲) ابوعوانہ'ان کا تعارف ہو چکا ہے (۳) زیاد بن مالک علاقہ بن مالک الثعلبی الکوفی'انہوں نے حضرت جریر اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم سے سماع کیا ہے اور ان سے متعدد تابعین نے سماع کیا ہے' یہ سیاہ خضاب لگاتے تھے' یحییٰ بن معین نے کہا:یہ ثقہ تھے' ۱۲۵ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) حضرت جریر رضی اللہ عنہ۔

(عمدۃ القاری ج ۱ ص ۵۰۲)

''وقار'' اور ''سکینہ'' کا معنی اور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا تذکرہ اور کافر کی خیر خواہی کا بیان

''وقار'':سنجیدہ ہونا' پختہ رائے والا ہونا' تعظیم کرنا' اور ''سکینہ'' کا معنی ہے:پرسکون ہونا۔

اس حدیث میں حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے' یہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں کوفہ کے گورنر تھے' یہ حدیبیہ میں حاضر تھے' غزوۂ خندق کے زمانے میں اسلام لائے تھے' ان سے ۱۳۶ احادیث مروی ہیں' امام بخاری اور امام مسلم نو احادیث پر متفق ہیں' امام بخاری ایک حدیث کے ساتھ منفرد ہیں اور امام مسلم دو احادیث کے ساتھ منفرد ہیں' یہ جنگ یمامہ' جنگ یرموک اور جنگ قادسیہ میں شریک تھے' بہت عاقل' ذہین اور ادیب تھے' ۵۰ھ میں ان کی وفات ہوئی۔

(تہذیب الکمال ج ۲۸ ص ۳۶۹ طبع قدیم' تہذیب التہذیب ج ۱۰ ص ۲۶۲' تقریب التہذیب:۶۸۶۴' خلاصۃ تذہیب تہذیب الکمال للخزرجی ج ۳ ص ۱۴۲)

اس حدیث میں ہر مسلمان کی خیر خواہی کا ذکر ہے' آیا کافر کی خیر خواہی بھی کی جا سکتی ہے یا نہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس کو اسلام کی دعوت دینا اور اگر وہ مشورہ طلب کرے تو اس کو نیک مشورہ دینا' اس کے ساتھ عہد شکنی' دھوکا اور فراڈ نہ کرنا' اگر وہ مسلمانوں کا خادم ہو اور بیمار پڑ جائے تو اس کی عیادت کرنا' اس کی خیر خواہی ہے' اور ان سب کا اسلام میں ثبوت ہے۔

۞۞۞۞۞

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

۳- كِتَابُ الْعِلْمِ
علم کا بیان

امام بخاری نے ''کتاب العلم'' کو ''کتاب الوضوء'' اور ''کتاب الصلوٰۃ'' وغیرہا پر مقدم کیا ہے کیونکہ ان سب کا جاننا علم پر موقوف ہے' اور ''کتاب العلم'' کو ''کتاب الایمان'' سے موخر رکھا ہے' کیونکہ ایمان ان ہی چیزوں پر ہوتا ہے' جو وحی سے معلوم ہوئیں۔

علم' جہل کی ضد ہے' علم کا معنی ہے: جاننا' یعنی ذہن میں کسی چیز کا منکشف ہو جانا' متکلمین کے نزدیک علم کی تعریف یہ ہے: یہ صفت جس شخص کے ساتھ قائم ہو اس کے نزدیک ذکر کردہ چیز منکشف ہو جائے' فلاسفہ حالت ادراکیہ کو علم کہتے ہیں' علم ادراک الکلیات کے ساتھ خاص ہے اور معرفت ادراک الجزئیات کے ساتھ خاص ہے' عقل سے جو چیز معلوم ہو اس کو علم کہتے ہیں اور حواس سے جو چیز معلوم ہو اس کو شعور کہتے ہیں' حصول علم کے تین ذرائع ہیں: خبر صادق' حواسِ سلیمہ اور عقل۔

١ - بَابُ فَضْلِ الْعِلْمِ
علم کی فضیلت

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ﴾ (المجادلة: ١١)' وَقَوْلِهٖ عَزَّ وَجَلَّ ﴿رَبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا﴾ (طٰهٰ: ١١٤).

اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد: ''تم میں سے جو لوگ ایمان لا چکے ہیں اور جن کو علم دیا گیا ہے' اللہ ان کو درجات کی بلندی عطا فرمائے گا اور تم جو کچھ عمل کرتے ہو اللہ اس کی خوب خبر رکھنے والا ہےO'' (المجادلۃ:۱۱)' اور اللہ عزوجل کا یہ ارشاد: ''اے میرے رب! میرے علم کو زیادہ فرماO'' (طٰہٰ:۱۱۴)۔

امام بخاری نے علم کی فضیلت پر استدلال کرنے میں صرف ان دو آیتوں سے استدلال کیا ہے اور علم کی فضیلت میں احادیث کا ذکر نہیں کیا' حالانکہ علم کی فضیلت میں بہت سی احادیث مروی ہیں' اس کی وجہ یہ ہے کہ جو چیز قرآن مجید سے ثابت ہو' وہ قوی ترین دلیل ہے۔

٢ - بَابُ مَنْ سُئِلَ عِلْمًا وَهُوَ مُشْتَغِلٌ فِيْ حَدِيْثِهٖ' فَاَتَمَّ الْحَدِيْثَ ثُمَّ اَجَابَ السَّائِلَ

جس شخص سے کسی چیز کے علم کے متعلق سوال کیا گیا اور وہ اپنی گفتگو میں مشغول رہا' اس نے اپنی بات مکمل کی' پھر سائل کے سوال کا جواب دیا

اس عنوان کی سابق عنوان کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ کسی چیز کے علم کے سوال کا جواب دینا' کتاب العلم کے مناسب ہے۔

۵۹- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ قَالَ حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ (ح) وَحَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُلَيْحٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ حَدَّثَنِي هِلَالُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ بَيْنَمَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَجْلِسٍ يُحَدِّثُ الْقَوْمَ جَاءَهُ أَعْرَابِيٌّ فَقَالَ مَتَى السَّاعَةُ؟ فَمَضَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحَدِّثُ، فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ سَمِعَ مَا قَالَ فَكَرِهَ مَا قَالَ. وَقَالَ بَعْضُهُمْ بَلْ لَمْ يَسْمَعْ. حَتّٰى إِذَا قَضَى حَدِيثَهُ قَالَ أَيْنَ. أُرَاهُ. السَّائِلُ عَنِ السَّاعَةِ؟ قَالَ هَا أَنَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ فَإِذَا ضُيِّعَتِ الْأَمَانَةُ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ. قَالَ كَيْفَ إِضَاعَتُهَا؟ قَالَ إِذَا وُسِّدَ الْأَمْرُ إِلَى غَيْرِ أَهْلِهِ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ. [طرف الحدیث:٦٤٩٦]

(سنن ترمذی:٢٣٨٥' صحیح مسلم:١٦١' صحیح ابن حبان:١٠٥' تاریخ بغداد ج ٤ ص ٤٥٩' شرح السنۃ:٤٢٧٩' حلیۃ الاولیاء ج ٦ ص ٣٣٨' مسند احمد ج ٣ ص ١٠٤ طبع قدیم' مسند احمد : ١٢٠١٣۔ ج ١٩ ص ١٧' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں محمد بن سنان نے حدیث بیان کی' وہ کہتے ہیں کہ ہمیں فلیح نے حدیث بیان کی' (ح) وہ کہتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی' وہ کہتے ہیں: ہمیں محمد بن فلیح نے حدیث بیان کی' وہ کہتے ہیں: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی' وہ کہتے ہیں: مجھے ھلال بن علی نے حدیث بیان کی' از عطاء بن یسار از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے کہا: ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے' آپ صحابہ کے سامنے حدیث بیان فرما رہے تھے کہ ایک دیہاتی آ کر کہنے لگا: قیامت کب آئے گی؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی گفتگو میں مشغول رہے' بعض صحابہ نے کہا: آپ نے اس کی بات سنی اور اس کی بات کو ناپسند فرمایا اور بعض نے کہا: بلکہ آپ نے سنا نہیں' حتیٰ کہ جب آپ نے اپنی حدیث مکمل کر لی تو فرمایا: وہ کہاں ہے؟ راوی کہتے ہیں: میرا گمان ہے' آپ نے اس کے متعلق فرمایا جس کو میں نے قیامت کے متعلق سوال کرتے ہوئے دیکھا تھا' اس سائل نے کہا: یارسول اللہ! میں یہاں ہوں' آپ نے فرمایا: جب امانت کو ضائع کر دیا جائے تو تم قیامت کا انتظار کرو۔ سائل نے کہا: امانت کیسے ضائع ہوگی؟ آپ نے فرمایا: جب کوئی منصب نااہل کے سپرد کر دیا جائے تو قیامت کا انتظار کرنا۔

ان تمام کتب حدیث کی احادیث میں امام بخاری کی اس روایت کے خلاف یہ مذکور ہے کہ آپ نے سائل سے پوچھا: تم نے قیامت کے لیے کیا تیاری کی ہے؟ اس نے کہا: میں نے قیامت کے لیے بہت عمل نہیں کیے' روزے نہ نمازیں' مگر میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوں' آپ نے فرمایا: انسان اسی کے ساتھ رہتا ہے' جس سے وہ محبت رکھتا ہے۔ یہ حدیث مسند احمد کے ان نمبروں میں بھی ہے: ١٢٧٧٥۔ ١٢٧٠٣۔ ١٢٧١٥۔ ١٢٧٦٢۔ ١٢٧٦٩۔ ١٣٠٩٢۔ ١٣٢٢٤۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت واضح ہے کیونکہ آپ نے بیچ میں سوال کرنے والے کو فوراً جواب نہیں دیا۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(١) محمد بن سنان الباھلی البصری' ان سے امام بخاری اور امام ابوداؤد نے روایت کی ہے' یحییٰ بن معین نے کہا: یہ ثقہ اور مامون ہیں' یہ ٢٢٣ھ میں فوت ہو گئے تھے (٢) فلیح بن سلیمان الخزاعی المدنی' یہ نافع اور دیگر سے روایت کرتے ہیں' ان سے عبداللہ بن وہب بہت روایت کرتے ہیں' یحییٰ بن معین نے کہا: یہ ضعیف راوی ہیں' ان کی احادیث سے استدلال نہیں کیا جاتا' ابوحاتم اور امام نسائی نے کہا: یہ قوی نہیں ہیں' ابن عدی نے کہا: ان کی روایت میں کوئی حرج نہیں' امام بخاری نے ان پر اعتماد کیا ہے' یہ ١٦٨ھ میں

فوت ہو گئے تھے (۳) ابراہیم بن المنذر القرشی الحزامی' ان سے امام ابوزرعہ' ابوحاتم' امام ابن ماجہ اور امام بخاری نے روایت کی ہے' یہ ۲۳۵ھ میں مدینہ میں فوت ہو گئے تھے (۴) محمد بن فلیح' انہوں نے ہشام بن عروہ وغیرہ سے روایت کی ہے اور ان سے ہارون بن موسیٰ نے روایت کی ہے' ابن معین نے ان کو ضعیف قرار دیا' ابوحاتم نے کہا: یہ قوی تو نہیں ہے مگر ان کی روایت میں کوئی حرج نہیں ہے' امام بخاری' امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے ان سے روایت کی ہے' یہ ۱۹۷ھ میں فوت ہو گئے تھے (۵) محمد بن فلیح مذکور کے والد (۶) ھلال بن علی الفہری القرشی المدنی' یہ کم سن تابعین میں سے ہیں' انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ اور دیگر سے سماع کیا ہے' ان سے بہت بڑی جماعت نے روایت کی ہے' یہ ہشام کی خلافت کے آخر میں فوت ہو گئے تھے (۷) عطاء بن یسار' ان کا تعارف ہو چکا ہے (۸) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' ان کا تعارف بھی ہو چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۷-۶)

کسی کی بات کاٹ کر بات کرنا جائز نہیں

اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے سائل کے سوال کو ناپسند کیا تھا کیونکہ اس نے آپ کی بات مکمل ہونے سے پہلے سوال کیا تھا' اس سے معلوم ہوا کہ گفتگو کے آداب میں سے یہ ہے کہ متکلم کی بات کو درمیان میں نہ ٹوکا جائے' اسی طرح جب تک استاذ خود کسی بات کی وضاحت نہ کرے' اس پر اعتراض نہ کیا جائے کہ حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اسی بات کی تلقین کی تھی۔

نااہل کو منصب پر فائز کرنے کی اجتماعی خرابیاں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب کسی نااہل کو منصب سونپ دیا جائے تو قیامت کا انتظار کرو' جیسے خلافت' قضاء اور افتاء کے معاملات نااہل لوگوں کے سپرد کر دیئے جائیں' ہمارے زمانہ میں اکثر و بیشتر ایسا ہی ہے' اور جس طرح شرعی علوم سے نابلد لوگوں کو ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ کا جج بنا دیا جاتا ہے اور وہ دینی معاملات کے فیصلے کرتے ہیں اور جس طرح دینی علوم سے بے بہرہ لوگوں کو قومی اسمبلی' صوبائی اسمبلی اور سینٹ کا رکن بنا دیا جاتا ہے اور ان کو اسلامی ریاست کی حکومت چلانے کا استحقاق دے دیا جاتا ہے اور جس طرح ناتجربہ کار لوگوں کو ڈرائیونگ لائسنس دے دیا جاتا ہے اور ان سے بسوں اور بھاری گاڑیوں کے حادثات ہوتے رہتے ہیں' اسی طرح دیگر صنعتی اداروں میں رشوت اور سفارش سے ناتجربہ کار افراد کو بھرتی کر لیا جاتا ہے اور وہ ادارے تباہ ہو رہے ہیں۔ خائن اور نااہل کو منصب پر فائز کرنے کی اجتماعی خرابیوں کی مزید تفصیل تبیان القرآن ج ۲ ص ۷۰۱-۷۰۰' النساء: ۵۸ میں ملاحظہ فرمائیں۔

اس اعتراض کے جوابات کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دینی سوال کے جواب میں تاخیر کی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سائل کے سوال کا فوراً جواب نہیں دیا' اس پر یہ سوال ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص دینی مسئلہ معلوم کرے تو کیا عالم کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ جواب میں تاخیر کرے؟ اس کے تین جواب ہیں: ایک یہ کہ وہ سائل فوری جواب کا مستحق نہیں تھا' کیونکہ اس نے کسی شرعی عملی کام کے متعلق سوال نہیں کیا تھا' اس کا سوال وقوع قیامت کے معین وقت کے متعلق تھا اور اس کو اللہ تعالیٰ نے مخفی رکھا ہے' دوسرا جواب یہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے جواب سے زیادہ اہم کام میں مشغول ہوں اور جو حدیث سنا رہے ہوں' وہ اس کے جواب سے زیادہ اہم ہو یا آپ وحی کا انتظار فرما رہے ہوں اور تیسرا جواب یہ ہے کہ آپ سائل کو اور دیگر صحابہ کو یہ بتانا چاہتے تھے کہ کسی کی بات کاٹنی نہیں چاہیے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سائل کو ڈانٹا اور جھڑکا نہیں اور اس میں تعلیم ہے کہ طلبہ کو پڑھاتے وقت اساتذہ کو شفقت سے کام لینا چاہیے اور ان کے ساتھ نرمی برتنا چاہیے' خصوصاً بادیہ نشینوں کے ساتھ۔

۳- بَابُ مَنْ رَفَعَ صَوْتَهُ بِالْعِلْمِ — بلند آواز سے علمی بات بتانا

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ باب سابق میں علمی سوال کا ذکر تھا اور عالم کو کبھی بلند آواز سے علمی جواب

دینے کی ضرورت ہوتی ہے۔

٦٠- حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ عَارِمُ بْنُ الْفَضْلِ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُو عَوَانَةَ، عَنْ اَبِیْ بِشْرٍ، عَنْ یُوْسُفَ بْنِ مَاهَكَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ تَخَلَّفَ عَنَّا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ سَفْرَةٍ سَافَرْنَاهَا، فَاَدْرَكَنَا . وَقَدْ اَرْهَقَتْنَا الصَّلٰوةُ. وَنَحْنُ نَتَوَضَّاُ، فَجَعَلْنَا نَمْسَحُ عَلٰی اَرْجُلِنَا فَنَادٰی بِاَعْلٰی صَوْتِهٖ وَیْلٌ لِّلْاَعْقَابِ مِنَ النَّارِ مَرَّتَیْنِ اَوْ ثَلَاثًا. [اطراف الحدیث:۹۶-۱۶۳]

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں ابوالنعمان عارم بن الفضل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی' از ابی بشر از یوسف بن ماھک از عبداللہ بن عمرو' انہوں نے بیان کیا: ہم نے ایک سفر کیا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس سفر میں ہم سے پیچھے رہ گئے تھے' پھر آپ ہم سے مل گئے' اس وقت نماز ہم سے مؤخر ہو گئی تھی' اور ہم وضو کر رہے تھے' ہم اپنے پیروں پر مسح کرنے لگے تو آپ نے بلند آواز سے دو یا تین بار فرمایا: (بے دُھلی) ایڑیوں کے لیے آگ کا عذاب ہے۔

(صحیح مسلم:۲۴۲' سنن ابن ماجہ:۴۵۵' صحیح ابن حبان:۱۰۵۹-۱۰۵۴' سنن بیہقی ج ۱ ص ۷۰' المستدرک ج ۱ ص ۱۶۲' المعجم الکبیر:۸۱۰۹' مصنف عبدالرزاق:۶۴' مسند احمد ج ۲ ص ۱۹۳ طبع قدیم' مسند احمد:۶۸۰۹- ج ۱۱ ص ۴۱۲)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ جن مسلمانوں نے پیروں کو دھونے میں تقصیر کی اور پیروں کو دھونے کے بجائے' ان کے مسح پر اکتفاء کر لیا' آپ نے ان کو آگ کے عذاب کی وعید بلند آواز سے سنائی' اور یہی اس باب کا عنوان ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) ابوالنعمان محمد بن الفضل السدوسی' ان کا تعارف ہو چکا ہے (۲) ابوعوانہ الیشکری' ان کا تعارف بھی ہو چکا ہے (۳) ابوبشر جعفر بن ایاس الیشکری' امام احمد' یحییٰ اور ابوحاتم نے کہا: یہ ثقہ ہیں' ابن سعد نے کہا: یہ ثقہ اور کثیر الحدیث ہیں' یہ ۱۲۴ھ میں فوت ہو گئے تھے' ان سے بہت بڑی جماعت نے روایت کی ہے (۴) یوسف بن ماھک بن بہزاد الفارسی المکی' یحییٰ نے کہا: یہ ثقہ ہیں' ۱۱۳ھ میں فوت ہو گئے تھے' ان سے بہت بڑی جماعت نے روایت کی ہے۔ لفظ ماھک عُجمہ اور علمیت کی بناء پر غیر منصرف ہے' ماھک کا معنی ہے: کسی چیز کو خوب کوشش سے پیسنا' یا چڑھتی ہوئی جوانی یا زوجین کا جماع میں خوب کوشش کرنا (۵) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما' ان کا تعارف ہو چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۱۱)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مناسبت یہ ہے کہ آپ نے بلند آواز سے مسئلہ بتایا۔

پیروں کو دھونے کی فرضیت' جسم اور روح دونوں کے عذاب کا ثبوت' اور عالم پر غلط بات کو ٹوکنے کی ذمہ داری

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وضو میں پیروں کا دھونا فرض ہے' کیونکہ اگر پیروں پر مسح کر لینا کافی ہوتا تو آپ ان کو دوزخ کی آگ کی وعید نہ سناتے' اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ فقط روح کو عذاب نہیں ہوگا' بلکہ جسم کو بھی عذاب ہوگا اور یہی اہل سنت و جماعت کا مذہب ہے' اور جب عالم کسی شخص کو کوئی غلط کام کرتے ہوئے دیکھے تو اس کو بلند آواز سے منع کرے اور سختی کرے اور کسی اہم بات کا بار بار ذکر کرے' کیونکہ آپ نے دو یا تین بار فرمایا تھا: (بے دُھلی) ایڑیوں کے لیے آگ کا عذاب ہو۔

حدیث مذکور کی مؤید دیگر روایات' جن میں اس سفر اور اس نماز کا بیان ہے

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ سے مدینہ آ رہے تھے' حتیٰ کہ جب ہم راستہ میں پانی کے پاس سے گزرے تو بعض مسلمانوں نے عصر کی نماز کے لیے عجلت کی اور انہوں نے جلدی جلدی وضو کیا' حتیٰ کہ جب ہم

ان کے پاس پہنچے تو ان کی ایڑیاں خشک تھیں' جن کو پانی نے نہیں چھوا تھا' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: (بے دُھلی) ایڑیوں کے لیے آگ کا عذاب ہو' وضو مکمل کیا کرو۔

(صحیح مسلم: ۲۴۱' کتاب الطہارۃ' باب فضل الوضوء: ۲۶' سنن ابوداؤد: ۹۷' سنن نسائی: ۱۱۱' سنن ابن ماجہ: ۴۵۰)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک سفر میں ہم سے پیچھے رہ گئے تھے' پھر آپ ہم سے آملے' اس وقت عصر کی نماز کھڑی ہو چکی تھی' ہم اپنے پاؤں پر مسح کر رہے تھے تو آپ نے فرمایا: (بے دُھلی) ایڑیوں کے لیے آگ کا عذاب ہو۔ (صحیح مسلم' کتاب الطہارۃ' باب فضل الوضوء: ۲۷)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا' جس نے اپنی ایڑیوں کو نہیں دھویا تھا' آپ نے فرمایا: (بے دُھلی) ایڑیوں کے لیے آگ کا عذاب ہو۔ (صحیح مسلم: ۲۴۲)

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ صحابہ نے نماز کو افضل وقت سے کیوں مؤخر کر دیا تھا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ انہوں نے اس حرص میں نماز کو مؤخر کیا تھا کہ وہ اس نماز کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مل کر پڑھ لیں گے' لیکن جب دیر زیادہ ہو گئی اور ان کو نماز کے فوت ہو جانے کا خوف ہوا تو پھر انہوں نے جلدی کی اور عجلت سے وضو کرنے لگے۔

شرح صحیح مسلم میں حدیث مذکور کی شرح

یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۴۷۸۔ ج۱ ص۸۸۶ پر مذکور ہے' اور اس کے حسب ذیل عنوانات ہیں:

(۱) وضو میں پیر دھونے کے متعلق اہل قبلہ کے مذاہب (۲) وضو میں پیروں پر مسح کرنے کے متعلق علماء شیعہ کے دلائل (۳) آیت وضو میں قراءت جر سے علماء شیعہ کے دلائل کے جوابات (۴) علماء شیعہ کی پیش کردہ روایات کے جوابات (۵) پیروں کے دھونے کے ثبوت میں احادیث اور آثار کا بیان (۶) علماء شیعہ کی عقلی دلیل کا جواب۔

٤- بَابُ قَوْلِ الْمُحَدِّثِ حَدَّثَنَا أَوْ أَخْبَرَنَا وَأَنْبَأَنَا

محدث کا یہ کہنا: ''حدثنا'' یا ''اخبرنا'' اور ''انبانا''

اس باب کو ''کتاب العلم'' میں وارد کرنے کی وجہ یہ ہے کہ امام بخاری یہ تنبیہ کرنا چاہتے ہیں کہ انہوں نے اپنی کتاب میں ان احادیث کو روایت کیا ہے' جو مسندہ یعنی متصل ہیں' جن کو انہوں نے بغور اپنے اساتذہ سے سنا ہے کیونکہ ان ہی کو ''حدثنا'' یا ''اخبرنا'' یا ''انبانا'' کے صیغہ سے ذکر کیا جاتا ہے' اور اس وجہ سے بھی کہ محدث کے لیے ان الفاظ کے لغوی اور اصطلاحی معنی جاننا ضروری ہے اور باب سابق کے ساتھ اس کی مناسبت یہ ہے کہ باب سابق میں عالم کا بلند آواز سے مسئلہ بتانے کا ذکر تھا' تاکہ حاضرین اس مسئلہ کو خود سیکھیں اور دوسروں کو سکھائیں اور جب وہ اس مسئلہ کو روایت یا نقل کریں گے تو کہیں گے کہ ہم کو فلاں نے حدیث بیان کی یا فلاں نے اس مسئلہ کی خبر دی' اس لیے ضروری ہے کہ یہ جانا جائے کہ فلاں نے حدیث بیان کی یا فلاں نے خبر دی' ان الفاظ کا لغوی اور اصطلاحی معنی کیا ہے۔

امام بخاری فرماتے ہیں: ہم سے حمیدی نے کہا: وہ اس وقت ابن عیینہ کے پاس تھے' انہوں نے کہا کہ محدث کے الفاظ' ہم سے حدیث بیان کی' ہمیں خبر دی' ہم کو روایت حدیث کی اجازت دی اور میں نے فلاں سے حدیث سنی'' ان سب سے مراد واحد ہے۔

"حدثنا" اخبرنا" اور "انبانا" کے لغوی اور اصطلاحی معانی

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ لکھتے ہیں:

جب کوئی شخص اپنے شیخ سے کوئی حدیث سنے تو سننے والا اس حدیث کو نقل کرتے وقت یہ کہہ سکتا ہے: "حدثنا' اخبرنا' انبانا" اور "سمعته یقول" اور یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ مجھ سے فلاں نے کہا اور مجھ سے فلاں نے ذکر کیا' امام طحاوی کا بھی اسی طرف میلان ہے اور ابن حاجب نے بھی اسی کو صحیح کہا ہے' اور امام حاکم سے منقول ہے کہ یہی ائمہ اربعہ کا مذہب ہے اور یہی زہری' یحییٰ قطان اور جماعت محدثین کا مذہب ہے' اور حجازیین اور کوفیین کا بھی یہی مختار ہے' اسی وجہ سے امام بخاری نے اس کو حمیدی اور سفیان بن عیینہ سے نقل کیا ہے۔

دوسرے ائمہ حدیث نے یہ کہا ہے کہ جب شیخ کے سامنے حدیث پڑھی جائے تو یوں کہا جائے: "حدثنا فلان قراءة علیه واخبرنا فلان قراءة علیه" اور یہ متکلمین کا مذہب ہے۔

ان کے علاوہ دوسروں نے کہا: "حدثنا" میں اس طرح نہ کہے اور "اخبرنا" میں اس طرح کہہ سکتا ہے اور یہی امام شافعی' ان کے اصحاب' امام مسلم اور جمہور اہل مشرق کا مذہب ہے اور ابن جریج' اوزاعی' امام نسائی' ابن وہب اور اکثر محدثین کا مذہب ہے' ایک قول یہ ہے کہ عبد اللہ بن وہب ہی وہ شخص ہیں' جنہوں نے سب سے پہلے مصر میں یہ فرق بیان کیا کہ استاذ حدیث پڑھے تو "حدثنا" کہے اور شاگرد استاذ کے سامنے حدیث پڑھے تو "اخبرنا" کہے' پھر یہی مذہب اکثر محدثین میں شائع ہو گیا' زیادہ بہتر یہ ہے کہ یہ کہا جائے کہ یہ ان کی اصطلاح ہے' تاکہ "حدثنا" اور "اخبرنا" میں فرق کیا جا سکے' اگر تنہا سنے یا پڑھے تو "حدثنی" اور "اخبرنی" کہے اور اگر اس کے ساتھ دوسرا بھی شریک ہو تو "حدثنا" اور "اخبرنا" کہے۔ (اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۱ ص ۱۸۶' دار الوفاء بیروت' ۱۴۱۹ھ)

علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

بعض محدثین نے کہا: "حدثنا' اخبرنا" اور "انبانا" میں کوئی فرق نہیں ہے' کیونکہ لغوی اعتبار سے اہل علم کے نزدیک ان میں کوئی فرق نہیں ہے' لیکن یہ قول صحیح نہیں ہے کیونکہ ہماری گفتگو اصطلاح میں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱ ص ۱۷-۱۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ' فتح الباری ج ۱ ص ۲۰۴' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ نے بھی اسی طرح لکھا ہے اور کہا ہے کہ ابن وہب نے کہا ہے کہ جب استاذ حدیث پڑھے تو "حدثنا" کہے اور جب استاذ کے سامنے شاگرد حدیث پڑھے تو "اخبرنا" یا "انبانا" کہے۔

(شرح ابن بطال ج ۱ ص ۱۴۰' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۰ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ فرماتے ہیں: اسی طرح "انبانا" اس وقت کہا جاتا ہے' جب استاذ پڑھے نہ شاگرد استاذ کے سامنے پڑھے بلکہ استاذ نے اس حدیث کی روایت کرنے کی شاگرد کو اجازت دی ہو۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۲۰۴' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

میرے نزدیک یہ اصطلاح بہت عمدہ ہے' کیونکہ اس سے اداء حدیث کے تینوں صیغوں کا فرق آ گیا' دراصل یہ فرق بھی پہلے قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ نے بیان کیا ہے' وہ لکھتے ہیں:

جمہور کا اس پر اتفاق ہے کہ جب محدث اپنے شیخ یا استاذ سے حدیث سنے تو کہے: "حدثنا" اور "اخبرنا" اور "سمعت" اور "قال لنا" اور "ذکر لنا" اور القاضی ابوبکر اور دیگر محققین کا مختار یہ ہے کہ اس میں بھی فرق کرے' جب شیخ سے حدیث سنے تو کہے: "حدثنا" اور جب شیخ کے سامنے حدیث پڑھے تو کہے: "اخبرنا قراءة" یا "قراءت علیه" یا "سمعت یقرء علیه" تاکہ حصول

حدیث کی انواع میں اختلاط سے ابہام زائل ہو جائے' اس فرق کی اصطلاح متاخرین محدثین نے وضع کی ہے' سو امام حاکم ابوعبداللہ نیشاپوری نے کہا کہ روایت حدیث میں میرا اختیار یہ ہے اور میرے زمانہ کے اکثر ائمہ اور مشائخ کا مختار بھی یہی ہے کہ جب تنہا اپنے شیخ سے حدیث سنے تو کہے: ''حدثنی'' اور جب دوسروں کے سامنے سنے تو کہے: ''حدثنا'' اور جب تنہا اپنے شیخ کے سامنے حدیث پڑھے تو کہے: ''اخبرنی'' اور جب دوسروں کے سامنے پڑھے تو کہے: ''اخبرنا'' اور جب تنہا اس کے سامنے شیخ پر حدیث پیش کی جائے اور وہ اس کی روایت کی اجازت دے دے تو کہے: ''انبانی'' اور شیخ اس کی طرف جو حدیث لکھ کر بھیجے اور سامنے نہ پیش کی جائے تو کہے: ''کتب الی''۔ (معرفۃ علوم الحدیث ص ۲۶۰)

امام اوزاعی نے بھی اسی طرح کہا' جس طرح حاکم نے لکھا ہے کہ جب شیخ سے حدیث سنے تو کہے: ''حدثنا'' اور جب شیخ کے سامنے حدیث پڑھے تو کہے: ''اخبرنا'' اور جب شیخ کے سامنے کوئی حدیث پیش کی جائے اور وہ اس کی روایت کی اجازت دے تو کہے: ''انبانا''۔ (اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۱ ص ۱۸۹۔ ۱۸۸' دار الوفاء بیروت' ۱۴۱۹ھ)

امام بخاری فرماتے ہیں:

وقَالَ لَنَا الْحُمَيْدِيُّ كَانَ عِنْدَ ابْنِ عُيَيْنَةَ حَدَّثَنَا وَأَخْبَرَنَا وَأَنْبَأَنَا وَسَمِعْتُ وَاحِداً. وَقَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ حَدَّثَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ الصَّادِقُ الْمَصْدُوقُ. وَقَالَ شَقِيقٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَلِمَةً. وَقَالَ حُذَيْفَةُ حَدَّثَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيثَيْنِ.

اور ہم نے حمیدی نے کہا' وہ اس وقت ابن عیینہ کے پاس تھے کہ ''حدثنا'' اور ''اخبرنا'' اور ''انبانا'' اور ''سمعت'' کا اصطلاحی معنی ایک ہے' اور حضرت ابن مسعود نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حدیث بیان فرمائی اور آپ صادق اور مصدوق ہیں اور شقیق نے حضرت عبداللہ سے روایت کی: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک بات سنی اور حضرت حذیفہ نے کہا: ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو حدیثیں بیان فرمائیں۔

امام بخاری نے یہ تین تعلیقات اس لیے وارد کی ہیں کہ صحابی روایت حدیث کے وقت کبھی ''حدثنا'' (ہم سے حدیث فرمائی) کہتے ہیں اور کبھی ''سمعت'' (میں نے سنا) کہتے ہیں۔

امام بخاری فرماتے ہیں:

وَقَالَ أَبُو الْعَالِيَةِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيمَا يَرْوِي عَنْ رَبِّهِ. وَقَالَ أَنَسٌ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْوِيهِ عَنْ رَبِّهِ عَزَّوَجَلَّ. وَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْوِيهِ عَنْ رَبِّكُمْ عَزَّوَجَلَّ.

اور ابوالعالیہ نے کہا: از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ اپنے رب سے روایت کرتے ہیں' اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ اپنے رب عزوجل سے روایت کرتے ہیں اور حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) نے کہا: از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ تمہارے رب عزوجل سے روایت کرتے ہیں۔

یہ دوسری تین تعلیقات ہیں' جن کو امام بخاری نے اس لیے وارد کیا ہے کہ ''عنعنہ'' (وہ حدیث جو عن فلاں یا از فلاں از فلاں سے مروی ہو) سے جو حدیث مروی ہو تو وہ بھی حدیث مسند اور متصل کے حکم میں ہوتی ہے' بہ شرطیکہ راوی اور مروی عنہ کی ملاقات ثابت ہو اور یہی امام بخاری کا مذہب ہے' اس کے برخلاف امام مسلم اس حدیث کے مسند ہونے کے لیے راوی اور مروی عنہ کا ہم عصر ہونا بھی کافی سمجھتے ہیں۔

٦١- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِينَارٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ مِنَ الشَّجَرِ شَجَرَةً لَا يَسْقُطُ وَرَقُهَا، وَإِنَّهَا مَثَلُ الْمُسْلِمِ، فَحَدِّثُونِي مَا هِيَ؟ فَوَقَعَ النَّاسُ فِي شَجَرِ الْبَوَادِي، قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ وَوَقَعَ فِي نَفْسِي أَنَّهَا النَّخْلَةُ، فَاسْتَحْيَيْتُ، ثُمَّ قَالُوا حَدِّثْنَا مَا هِيَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ هِيَ النَّخْلَةُ.

[اطراف الحدیث: ٦٢-٧٢-١٣١-٢٢٠٩-٤٦٩٨-٥٤٤٤-٥٤٤٨-٦١٤٤]

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی وہ کہتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن جعفر نے حدیث بیان کی' از عبداللہ بن دینار از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک درختوں میں سے ایک ایسا درخت ہے' جس کے پتے نہیں گرتے اور بے شک وہ مسلمان کی مثل ہے" فحدثونی " (پس مجھے بتاؤ) وہ کون سا درخت ہے؟ لوگوں کا ذہن جنگل کے درختوں میں چلا گیا' حضرت عبداللہ بن عمر نے کہا: میرے دل میں آیا کہ وہ کھجور کا درخت ہے' لیکن مجھے (بتانے سے) حیاء آئی' پھر صحابہ نے کہا: یارسول اللہ! " حدثنا " (ہمیں بتایئے) وہ کون سا درخت ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ کھجور کا درخت ہے۔

(صحیح مسلم: ٢٨١١' سنن ترمذی: ٣١١٩' صحیح ابن حبان: ٢٤٣' المعجم الکبیر: ١٣٥١٣' حلیۃ الاولیاء ج ٨ ص ١٢٩' مسند البزار: ٣٠٣' السنن الکبریٰ للنسائی: ١١٢٦٢' مسند احمد ج ٢ ص ١٢ طبع قدیم' مسند احمد: ٤٥٩٩- ج ٨ ص ٢٠٥' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

عنوان باب کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس طرح ہے کہ باب کا عنوان ہے: محدث کا کہنا: " حدثنا " اور اس حدیث میں مذکور ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: " حدثونی " اور صحابہ نے کہا: " حدثنا "۔

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں اور ان سب کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

حضرت ابن عمر نے پہیلی کا جواب دینے سے کیوں حیاء کی؟

اس حدیث میں " البوادی " کا لفظ ہے' یہ " بادیة " کی جمع ہے' اس کا معنی ہے: گاؤں' دیہات۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: میرے دل میں آیا' وہ کھجور کا درخت ہے لیکن مجھے بتانے سے حیا آئی' اس کی وجہ یہ تھی کہ اس وقت حضرت عبداللہ بن عمر کی عمر صرف دس سال تھی اور وہ حاضرین میں سب سے چھوٹے تھے' اور حیاء کرنا اس وقت مستحب ہے' جب اس سے کوئی مصلحت فوت نہ ہو' اس وجہ سے بعد میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: اگر تم اس وقت بتا دیتے تو مجھے سرخ اونٹوں کے ملنے سے زیادہ خوشی ہوتی۔

اس اعتراض کا جواب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بجھارت ڈالنے سے منع فرمایا ہے اور اس حدیث میں مذکور ہے: آپ نے خود پہیلی ڈالی ہے

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوئی پہیلی یا بجھارت ڈالنے سے منع فرمایا ہے۔ (سنن ابوداؤد: ٣٦٥٦)

اس حدیث کی بناء پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوسروں کو پہیلی ڈالنے سے منع فرمایا اور خود آپ نے صحابہ پر پہیلی ڈالی کہ ایک درخت مومن کی مثل ہے' بتاؤ وہ کون سا درخت ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ پہیلی ڈالنا' اس صورت میں ممنوع ہے' جب اس سے مقصود کسی کی لاعلمی ظاہر کرنا ہو یا اس کو لاجواب کرنا ہو یا اس کو لوگوں کے سامنے شرمندہ کرنا ہو' لیکن جب استاذ اپنے شاگردوں میں سے کسی کی ذہانت اور ذکاوت کو ظاہر کرنا چاہتا ہو یا ان کو ذہنی مشق کرانا چاہتا ہو تو پھر جائز ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو پہیلی

ڈالی تھی' وہ ایسی ہی تھی۔

مومن کی کھجور کے درخت سے تشبیہ کی وجوہ

کھجور کے درخت کو جو مؤمن کے ساتھ تشبیہ دی ہے' اس کی حسب ذیل وجوہ ہیں:

(۱) کھجور کے درخت میں بہت خیر ہے' اس کا سایا ہمیشہ رہتا ہے' اس کا پھل میٹھا ہوتا ہے' اور یہ پھل اکثر دستیاب ہوتا ہے' اس کا تازہ پھل کھایا جاتا ہے' سوکھنے کے بعد چھوارا بن جاتا ہے' وہ بھی مختلف طریقوں سے کھایا جاتا ہے' اس کے تنے سے شہتیر کا کام لیا جاتا ہے' اس کے پتوں سے چٹائیاں' رسیاں' برتن اور پنکھے بنائے جاتے ہیں' حتیٰ کہ اس کی گٹھلیاں بھی کام آتی ہیں' ان سے تسبیح بنائی جاتی ہے' اسی طرح مومن میں بھی بہت خیر ہے' نماز' روزہ' زکوٰۃ اور حج سے اس کو بہت ثواب ملتا ہے' اپنے اہل وعیال کے رزق کی طلب کے لیے وہ جو کسب معاش کرتا ہے' وہ بھی کارِ ثواب ہے' دوستوں اور عزیزوں سے جو نیک سلوک کرتا ہے' اس میں بھی اس کو ثواب ملتا ہے' حصولِ سنت کی نیت سے اس کا کھانا پینا' سونا جاگنا اور اہل وعیال اور ماں باپ کے حقوق ادا کرنے سے بھی اس کو ثواب ملتا ہے' غرض اس کے ہر نیک عمل میں ثواب ہے۔

(۲) جس طرح کھجور کے درخت کی جڑیں زمین میں پیوست ہوتی ہیں اور اس کی شاخیں اوپر آسمان کی طرف جاتی ہیں' اسی طرح مومن کے ایمان کی جڑیں اس کے سینہ میں پیوست ہوتی ہیں اور اس کے نیک اعمال کی شاخیں آسمان کی طرف چڑھتی ہیں۔

(۳) نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں کھجور کے تنے سے ٹیک لگا کر خطبہ دیتے تھے' جب آپ کے لیے منبر بنا کر مسجد میں رکھ دیا گیا اور آپ نے اس تنے کو چھوڑ دیا تو وہ آپ کی محبت کی وجہ سے آپ کے فراق میں اس طرح دھاڑیں مار کر رونے لگا' جس طرح اونٹنی اپنے گم شدہ بچے کے فراق میں روتی ہے' اسی طرح مومن کے دل میں آپ کی شدید محبت ہوتی ہے' وہ چاہتا ہے کہ اس کا تمام مال' اولاد حتیٰ کی اس کی جان بھی چلی جائے اور اس کو ایک دفعہ آپ کی زیارت ہو جائے' زائرین مدینہ جب مدینہ سے الوداع ہوتے ہیں تو دھاڑیں مار مار کر روتے ہیں کہ وہ اب آپ کے روضہ کی زیارت سے محروم ہو رہے ہیں۔

٥- بَابُ طَرْحِ الْإِمَامِ الْمَسْأَلَةَ عَلٰى أَصْحَابِهٖ لِيَخْتَبِرَ مَا عِنْدَهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ

امام کا اپنے اصحاب کے علم کی آزمائش کے لیے ان سے کوئی سوال کرنا

اس باب کے تحت بھی وہی حدیث سابق روایت کی ہے اور پہلے باب کے ساتھ اس باب کی مناسبت یہ ہے کہ اس حدیث کو اس لیے لائے کہ اس میں ''حدثنا'' کا ذکر تھا اور اس باب میں اس حدیث کو اس لیے لائے کہ اس میں علمی آزمائش کا ذکر ہے' البتہ پہلی حدیث قتیبہ کی سند کے ساتھ مروی تھی اور یہ حدیث خالد بن مخلد کی سند سے مروی ہے۔

٦٢- حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ' حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ' حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دِيْنَارٍ' عَنِ ابْنِ عُمَرَ' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ مِنَ الشَّجَرِ شَجَرَةً لَا يَسْقُطُ وَرَقُهَا' وَإِنَّهَا مَثَلُ الْمُسْلِمِ' حَدِّثُوْنِيْ مَا هِيَ؟ قَالَ فَوَقَعَ النَّاسُ فِيْ شَجَرِ الْبَوَادِيْ' قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ فَوَقَعَ فِيْ نَفْسِيْ أَنَّهَا النَّخْلَةُ' ثُمَّ قَالُوْا حَدِّثْنَا مَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں خالد بن مخلد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن دینار نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک درختوں میں ایک ایسا درخت ہے' جس کے پتے نہیں گرتے اور بے شک وہ مسلمان کی مثل ہے' پس مجھے بتاؤ وہ کون سا درخت ہے؟ حضرت عبداللہ نے

هِيَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ هِيَ النَّخْلَةُ.

کہا: لوگوں کا ذہن جنگل کے درختوں میں چلا گیا' حضرت عبداللہ نے کہا: میرے دل میں خیال آیا کہ وہ کھجور کا درخت ہے' پھر صحابہ نے کہا: یارسول اللہ! ہمیں بتایئے وہ کون سا درخت ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ کھجور کا درخت ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) خالد بن مخلد البجلی الکوفی' یہ امام مالک اور سلیمان بن بلال وغیرہ سے روایت کرتے ہیں اور ان سے اسحاق بن راھویہ اور محمد بن دینار وغیرہ روایت کرتے ہیں' امام احمد بن حنبل نے کہا: ان کی احادیث منکر ہیں' یحییٰ بن معین نے کہا: ان کی روایت میں کوئی حرج نہیں ہے' یہ ۲۱۳ھ میں وفات پا گئے تھے' اس حدیث کے بقیہ رجال کا تعارف ہو چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۱۹)

* یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۶۹۷۱۔ ج ۷ ص ۶۲۸ پر مذکور ہے' اس کی شرح میں کھجور کے درخت کے ساتھ مؤمن کی مشابہت کی وجوہات اور دیگر مسائل بیان کیے گئے ہیں' تقریباً ایک جیسی شرح ہے۔ علاوہ ازیں تبیان القرآن ج ۶ ص ۱۸۰۔ ۱۷۹' ابراہیم: ۲۶۔ ۲۴' میں بھی اس کی شرح موجود ہے۔

٦- بَابُ مَا جَاءَ فِي الْعِلْمِ

علم کے متعلق جو احادیث وارد ہیں

وَقَوْلِهِ تَعَالَى ﴿وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِي عِلْمًا﴾ (طٰہٰ: ١١٤)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "اور آپ کہیے: اے میرے رب! میرے علم کو زیادہ کر O" (طٰہٰ: ۱۱۴)

اس باب کی پہلے ابواب کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ ان ابواب میں شیخ کے پڑھنے کا ذکر تھا اور اس باب میں شیخ کے سامنے پڑھنے کا ذکر ہے۔ اس عنوان میں قراءت اور عرض کا لفظ ہے' اور عرض کے دو معنی ہیں: (۱) طالب شیخ کے سامنے حدیث پڑھ کر پیش کرے' اس کو عرض قراءت کہتے ہیں (۲) طالب شیخ کے سامنے اپنی لکھی ہوئی حدیثیں پیش کرے' پھر شیخ اس کا اپنی اصل کے ساتھ مقابلہ کرے' پھر وہ درست ہو تو اس کو واپس دے کر کہے: میں ان حدیثوں پر مطلع ہو گیا اور میں تم کو اجازت دیتا ہوں کہ تم ان حدیثوں کو مجھ سے روایت کرو' اس کو عرض مناولہ کہتے ہیں' اسی طرح شیخ کے سامنے قراءت کے بھی دو معنی ہیں' کیونکہ قراءت کا ایک معنی ہے: طالب کا شیخ کے سامنے شیخ کی لکھائی ہوئی حدیث کو پڑھنا' خواہ طالب پڑھے یا کوئی اور پڑھے اور شیخ اپنی اصل کو ہاتھ میں لے کر نے اور طالب کے پڑھے ہوئے کا اپنی اصل سے مقابلہ کرے' اس قراءت علی الشیخ کو بعض محدثین عرض بھی کہتے ہیں۔

قراءت علی العالم پر دلائل

امام بخاری فرماتے ہیں:

اَلْقِرَاءَةُ وَالْعَرْضُ عَلَى الْمُحَدِّثِ.

محدث کے سامنے پڑھنا اور حدیث پیش کرنا۔

وَرَاٰى الْحَسَنُ وَسُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ وَمَالِكٌ الْقِرَاءَةَ جَائِزَةً.

اور حسن' سفیان ثوری اور مالک کی رائے میں قراءت جائز ہے۔

یعنی حسن بصری' سفیان ثوری اور امام مالک کی رائے میں محدث کے سامنے اس کی لکھائی ہوئی حدیثیں پڑھنا جائز ہے' تاکہ معلوم ہو جائے کہ طالب نے اپنے شیخ سے صحیح نقل کیا ہے یا نہیں' پھر امام بخاری فرماتے ہیں:

قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ سَمِعْتُ اَبَا عَاصِمٍ يَذْكُرُ عَنْ

امام ابوعبداللہ بخاری نے کہا: میں نے ابوعاصم سے سنا' وہ

سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَمَالِكٍ اَنَّهُمَا كَانَا يَرَيَانِ الْقِرَاءَةَ وَالسِّمَاعَ جَائِزًا.

سفیان ثوری اور امام مالک سے نقل کرتے ہیں کہ وہ دونوں قراءت اور سماع کو جائز کہتے تھے۔

حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰى عَنْ سُفْيَانَ قَالَ اِذَا قُرِئَ عَلَى الْمُحَدِّثِ فَلَا بَاْسَ اَنْ يَقُوْلَ حَدَّثَنِيْ وَسَمِعْتُ وَاحْتَجَّ بَعْضُهُمْ فِي الْقِرَاءَةِ عَلَى الْعَالِمِ بِحَدِيْثِ ضِمَامِ بْنِ ثَعْلَبَةَ ' قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُ اَمَرَكَ اَنْ تُقِيْمَ (نُصَلِّيَ) الصَّلَوَاتِ؟ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَهٰذِهٖ قِرَاءَةٌ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ' اَخْبَرَ ضِمَامٌ قَوْمَهٗ بِذٰلِكَ فَاَجَازُوْهُ.

ہمیں عبیداللہ بن موسیٰ نے حدیث بیان کی از سفیان انہوں نے کہا: جب محدث کے سامنے حدیث پڑھی جائے تو "حَدَّثَنِيْ" اور "سَمِعْتُ" کہنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور بعض علماء نے عالم کے سامنے پڑھنے پر حضرت ضمام بن ثعلبہ کی حدیث سے استدلال کیا ہے انہوں نے نبی ﷺ سے کہا: کیا اللہ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ ہم نمازیں پڑھیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! یہ نبی ﷺ کے سامنے قراءت ہے' حضرت ضمام نے اپنی قوم کو اس کی خبر دی اور ان کی قوم نے اس خبر کو قبول کر لیا۔

امام بخاری نے فرمایا: جو بعض علماء نے کہا ہے: اس سے ان کی مراد ان کے شیخ حمیدی ہیں' کیونکہ انہوں نے تصحیح نقل کے لیے محدث کے سامنے حدیث پڑھنے پر حضرت ضمام بن ثعلبہ کی حدیث سے استدلال کیا ہے' کیونکہ حضرت ضمام' نبی ﷺ کے پاس آئے اور آپ سے اسلام کے متعلق سوال کیا' پھر آپ نے جو جواب دیا' اس کو آپ کے سامنے دہرایا اور یہی قراءت علی الشیخ کی مثال ہے' پھر امام بخاری فرماتے ہیں:

وَاحْتَجَّ مَالِكٌ بِالصَّكِّ يُقْرَأُ عَلَى الْقَوْمِ فَيَقُوْلُوْنَ اَشْهَدَنَا فُلَانٌ' وَيُقْرَاُ ذٰلِكَ قِرَاءَةً عَلَيْهِمْ وَيُقْرَاُ عَلَى الْمُقْرِئِ فَيَقُوْلُ الْقَارِئُ اَقْرَاَنِيْ فُلَانٌ.

امام مالک نے اس سے "صك" (یہ لفظ چیک کا معرب ہے' جس کو فارسی میں قبالہ یا اقرار نامہ کہا جاتا ہے' اس سے مراد دستاویز ہے) پر استدلال کیا ہے' جس کو قوم کے سامنے پڑھا جاتا ہے اور پڑھنے والے پر پڑھا جاتا ہے' اور وہ کہتے ہیں کہ ہم کو فلاں شخص نے اس دستاویز (اسٹامپ پیپر' وثیقہ) پر گواہ بنایا' پس پڑھنے والا کہتا ہے کہ مجھ کو فلاں شخص نے پڑھایا۔

اس کے بعد امام بخاری فرماتے ہیں:

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ الْوَاسِطِيُّ ' عَنْ عَوْفٍ' عَنِ الْحَسَنِ قَالَ لَابَاْسَ بِالْقِرَاءَةِ عَلَى الْعَالِمِ.

ہم سے محمد بن سلام نے حدیث بیان کی' وہ کہتے ہیں: ہم سے محمد بن الحسن الواسطی نے حدیث بیان کی از عوف از الحسن' انہوں نے کہا: عالم کے سامنے قراءت میں کوئی حرج نہیں۔

حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ وَاَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ الْفِرَبْرِيُّ' وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمَاعِيْلَ الْبُخَارِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰى' عَنْ سُفْيَانَ قَالَ اِذَا قُرِئَ عَلَى الْمُحَدِّثِ فَلَا بَاْسَ اَنْ تَقُوْلَ حَدَّثَنِيْ. قَالَ وَسَمِعْتُ اَبَا عَاصِمٍ يَقُوْلُ عَنْ مَالِكٍ وَ سُفْيَانَ اَلْقِرَاءَةُ

ہمیں عبید اللہ نے حدیث بیان کی اور ہمیں محمد بن یوسف الفربری نے خبر دی اور ہمیں محمد بن اسماعیل بخاری نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہم سے عبیداللہ بن موسیٰ نے حدیث بیان کی از سفیان' انہوں نے کہا: جب محدث کے سامنے حدیث پڑھی جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ تم کہو: اس نے مجھے حدیث بیان کی'

عَلَى الْعَالِمِ وَ قِرَاءَتُهُ سَوَاءٌ.

انہوں نے کہا: میں نے ابو عاصم کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے: از مالک وسفیان کہ عالم کے سامنے پڑھنا اور عالم کا پڑھنا دونوں برابر ہیں۔

یعنی طالب کا محدث کے سامنے حدیث پڑھنا اور محدث کا خود حدیث پڑھنا' دونوں برابر ہیں اور دونوں صورتوں میں طالب اس حدیث کو" حدثنا " کے صیغہ کے ساتھ روایت کر سکتا ہے' اس وضاحت کے بعد امام بخاری باب کے عنوان پر درج ذیل حدیث روایت کر کے استدلال کرتے ہیں:

٦٣- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ' عَنْ سَعِيْدٍ هُوَ الْمَقْبُرِيُّ عَنْ شَرِيْكِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِيْ نَمِرٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُوْلُ بَيْنَمَا نَحْنُ جُلُوْسٌ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ' دَخَلَ رَجُلٌ عَلٰى جَمَلٍ' فَأَنَاخَهُ فِي الْمَسْجِدِ' ثُمَّ عَقَلَهُ' ثُمَّ قَالَ لَهُمْ أَيُّكُمْ مُحَمَّدٌ؟ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَّكِئٌ بَيْنَ ظَهْرَانَيْهِمْ' فَقُلْنَا هٰذَا الرَّجُلُ الْأَبْيَضُ الْمُتَّكِئُ' فَقَالَ لَهُ الرَّجُلُ ابْنَ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ؟ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ أَجَبْتُكَ' فَقَالَ الرَّجُلُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّيْ سَائِلُكَ فَمُشَدِّدٌ عَلَيْكَ فِي الْمَسْأَلَةِ' فَلَا تَجِدْ عَلَيَّ فِيْ نَفْسِكَ' فَقَالَ سَلْ عَمَّا بَدَا لَكَ. فَقَالَ أَسْأَلُكَ بِرَبِّكَ وَرَبِّ مَنْ قَبْلَكَ' اللّٰهُ أَرْسَلَكَ إِلَى النَّاسِ كُلِّهِمْ؟ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ نَعَمْ. قَالَ أَنْشُدُكَ بِاللّٰهِ' اللّٰهُ أَمَرَكَ أَنْ نُصَلِّيَ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسَ فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ؟ قَالَ اللّٰهُمَّ نَعَمْ. قَالَ أَنْشُدُكَ بِاللّٰهِ' اللّٰهُ أَمَرَكَ أَنْ تَصُوْمَ هٰذَا الشَّهْرَ مِنَ السَّنَةِ؟ قَالَ اَللّٰهُمَّ نَعَمْ' قَالَ أَنْشُدُكَ بِاللّٰهِ' اللّٰهُ أَمَرَكَ أَنْ تَأْخُذَ هٰذِهِ الصَّدَقَةَ مِنْ أَغْنِيَائِنَا فَتَقْسِمَهَا عَلٰى فُقَرَائِنَا؟ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ نَعَمْ. فَقَالَ الرَّجُلُ اٰمَنْتُ بِمَا جِئْتَ بِهٖ وَأَنَا رَسُوْلُ مَنْ وَّرَائِيْ مِنْ قَوْمِيْ' وَأَنَا ضِمَامُ بْنُ ثَعْلَبَةَ أَخُوْ بَنِيْ سَعْدِ بْنِ بَكْرٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از سعید جو مقبری ہے از شریک بن عبداللہ بن ابی نمر کہ انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا ہے' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص اونٹ پر بیٹھا ہوا آیا' اس نے اونٹ کو مسجد میں بٹھایا' پھر اس کو باندھ دیا' پھر صحابہ سے کہا: تم میں سے کون شخص (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے؟ اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کے درمیان ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے تھے' ہم نے کہا: یہ سفید رو شخص جو ٹیک لگائے ہوئے ہیں' پھر آپ سے اس شخص نے کہا: عبدالمطلب کے بیٹے ہو؟ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تمہیں جواب دے چکا ہوں' پس اس شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: میں آپ سے سوال کرنے والا ہوں اور سوال میں آپ سے سختی کروں گا' آپ اپنے دل میں مجھ پر غصہ نہ کریں' آپ نے فرمایا: جو دل میں آئے سوال کرو' اس نے کہا: میں آپ کو آپ کے رب کی قسم دے کر اور آپ سے پہلے لوگوں کے رب کی قسم دے کر سوال کرتا ہوں: کیا واقعی اللہ نے آپ کو تمام لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا ہے؟ آپ نے فرمایا: اے اللہ! ہاں! اس نے کہا: میں آپ کو اللہ کی قسم دے کر سوال کرتا ہوں: کیا واقعی اللہ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ ہم دن اور رات میں پانچ نمازیں پڑھا کریں؟ آپ نے فرمایا: اے اللہ! ہاں! اس نے کہا: میں آپ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں' کیا واقعی اللہ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ ہم سال کے اس مہینہ میں روزے رکھا کریں؟ آپ نے فرمایا: اے اللہ! ہاں! اس نے کہا: میں آپ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کیا واقعی آپ کو اللہ نے حکم دیا ہے کہ آپ ہمارے دولت مند لوگوں سے صدقہ لے کر اس کو

ہمارے فقراء میں تقسیم کریں؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! ہاں! اس شخص نے کہا: آپ جو کچھ لے کر آئے ہیں میں اس پر ایمان لے آیا اور میں اپنے پیچھے اپنی قوم کا رسول (نمائندہ) ہوں اور میں ضمام بن ثعلبہ ہوں جو بنوسعد بن ابی بکر کا بھائی ہے۔

رَوَاهُ مُوْسٰی وَ عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيْدِ، عَنْ سُلَيْمَانَ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ اَنَسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا.

امام بخاری فرماتے ہیں: اس حدیث کو موسیٰ اور علی بن عبدالحمید نے روایت کیا ہے از سلیمان از ثابت از حضرت انس رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

(سنن ابوداؤد: ۴۸۶ سنن ابن ماجہ: ۱۴۰۲ سنن نسائی: ۳۰۱۹ مسند الشافعی ج ا ص ۲۱۹ صحیح ابن خزیمہ: ۲۳۵۸ صحیح ابن حبان: ۱۵۴ مسند احمد ج ۳ ص ۱۶۸ طبع قدیم مسند احمد: ۱۲۷۱۹ ـ ج ۲۰ ص ۱۳۸)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس باب کا عنوان ہے: محدث کے سامنے حدیث کو پڑھنا اور حضرت ضمام بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث سن کر آپ کے سامنے اس حدیث کو پڑھا۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) عبداللہ بن یوسف التنیسی (۲) لیث بن سعد المصری (۳) سعید بن ابی سعید المقبری ان سب کا تعارف ہو چکا ہے (۴) شریک بن عبداللہ بن ابی نمر المدنی القرشی ابی نمر پہلے اُحد میں مشرکین کے ساتھ مل کر لڑنے کے لیے آئے تھے پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو اسلام کی ہدایت دے دی انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ اور سعید بن مسیب وغیرہ سے سماع کیا ہے اور ان سے امام مالک اور سعید مقبری وغیرہ نے سماع کیا ہے ابن سعد نے کہا: یہ ثقہ اور کثیر الحدیث تھے یحییٰ بن معین نے کہا: ان کی روایت میں کوئی حرج نہیں ہے امام ترمذی کے علاوہ محدثین کی بہت بڑی جماعت نے ان سے احادیث روایت کی ہیں ان کی وفات ۱۴۰ھ میں ہوئی ہے (۵) حضرت انس رضی اللہ عنہ ان کا تعارف ہو چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۲۸)

حضرت ضمام بن ثعلبہ کا تذکرہ

اس حدیث میں حضرت ضمام بن ثعلبہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنے کا ذکر ہے اس میں اختلاف ہے کہ جب حضرت ضمام بن ثعلبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تھے اس وقت وہ مسلمان ہو چکے تھے یا نہیں ایک جماعت نے یہ کہا ہے کہ وہ آپ کے پاس آنے سے پہلے مسلمان ہو چکے تھے اور امام بخاری نے بھی یہی سمجھا ہے اور وہ اس لیے آئے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر حدیث پیش کریں اسی لیے امام بخاری نے اس باب کا عنوان "قراءت والعرض علی المحدث" قائم کیا ہے نیز اس حدیث میں ہے: انہوں نے کہا: آپ جو کچھ لائے ہیں میں اس پر ایمان لایا اور میرے پیچھے جو قوم ہے میں اس کا نمائندہ ہوں اور قاضی عیاض اور دیگر محدثین نے کہا: وہ اس وقت مسلمان نہیں ہوئے تھے وہ اس کے بعد اسلام لائے تھے اور اس وقت محض تفتیش کے لیے آئے تھے اس کی دلیل یہ ہے کہ امام ابن اسحاق نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ بنوسعد بن بکر نے ضمام بن ثعلبہ کو بھیجا تھا حتیٰ کہ جب وہ مکالمہ سے فارغ ہوئے تو پھر انہوں نے کلمہ شہادت پڑھا اور اس حدیث میں جو مذکور ہے: "آپ جو کچھ لائے ہیں میں اس پر ایمان لایا" اس سے مراد ان کا اسی وقت ایمان لانا ہے اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ وہ اپنے پہلے ایمان کی خبر دے رہے ہیں علامہ قرطبی نے بھی قاضی عیاض کے قول کو ترجیح دی ہے نیز امام ابوداؤد نے اس حدیث کا یہ عنوان قائم کیا ہے باب: مشرک کا مسجد میں داخل ہونا اور

امام بخاری نے جو"قراءت والعرض علی المحدث" کا عنوان قائم کیا ہے اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ انہوں نے اس وقت ضمام بن ثعلبہ کو مسلمان سمجھا ہو امام ابن اسحاق نے کہا: ضمام بن ثعلبہ ۹ ھ میں آئے تھے الواقدی نے کہا: وہ ۵ ھ میں آئے تھے لیکن پہلا قول صحیح ہے کیونکہ صحیح مسلم: ۱۲ کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس وقت آئے تھے جب قرآن مجید میں مسلمانوں کو سوالات کرنے سے منع کر دیا گیا تھا اور یہ ممانعت (المائدہ: ۱۰۱) میں ہوئی ہے اور سورۂ مائدہ آخر میں نازل ہوئی ہے ثانی اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسلام کی دعوت دینے والوں کو زیادہ تر فتح مکہ کے بعد بھیجا تھا ثالث اس لیے کہ بنو سعد بن بکر غزوۂ حنین کے بعد اسلام میں داخل ہوئے ہیں۔

نیز اس حدیث میں بنوسعد بن بکر کا ذکر ہے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ننھیال ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱ ص ۳۳ فتح الباری ج ۱ ص ۱۱۱ المفہم ج ۱ ص ۱۶۴۔ ۱۶۲ ملخصاً)

مقلد کے ایمان کا صحیح ہونا اور ماکول اللحم کا پیشاب اور گوبر حرام ہونا

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حضرت ضمام بن ثعلبہ کے ایمان لانے کا ذکر ہے اور یہ ذکر نہیں ہے کہ انہوں نے کوئی معجزہ طلب کیا تھا یا ازخود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں کوئی معجزہ دکھایا تھا یا کوئی دلیل پیش کی تھی اس سے معلوم ہوا کہ دلائل میں غور وفکر کیے بغیر بھی مقلد کا ایمان صحیح ہوتا ہے۔

نیز اس حدیث میں یہ بھی دلیل ہے کہ خبر واحد کا قبول کرنا صحیح ہے کیونکہ یہ منقول نہیں ہے کہ حضرت ضمام بن ثعلبہ کی قوم نے یہ کہا ہو کہ ہم تمہارے پیغام کو اس وقت تک قبول نہیں کریں گے حتیٰ کہ کسی اور ذریعہ سے تمہاری بات کی تصدیق ہو جائے۔

اس حدیث میں یہ بھی مذکور ہے کہ حضرت ضمام بن ثعلبہ نے اپنا اونٹ مسجد میں باندھ دیا اور جانوروں سے یہ خطرہ ہوتا ہے کہ وہ کسی وقت بھی پیشاب یا لید کر دیں گے اس سے امام احمد نے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ جن جانوروں کا گوشت حلال ہے ان کا پیشاب اور ان کی لید پاک ہے۔

اسی طرح حافظ عبداللہ روپڑی (غیر مقلد عالم) لکھتے ہیں:

"قضیب گاؤ" (بیل کا آلہ تناسل) حنفیہ کے نزدیک مکروہ ہے مگر یہ مذہب صحیح نہیں بلکہ "ماکول اللحم" (جن جانوروں کا گوشت حلال ہے) کا گوبر پیشاب تک پاک اور حلال ہے۔ (فتاویٰ اہل حدیث ج ۲ ص ۵۶۶ ادارہ احیاء السنۃ النبویہ سرگودھا)

ہمارے نزدیک محض مسجد میں اونٹ باندھنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان کا پیشاب اور گوبر پاک اور حلال ہو جائے کیونکہ اس حدیث کا محمل یہ ہے کہ انہوں نے مسجد کے احاطہ میں اونٹ باندھ دیا اور محض احتمال سے ان کا پیشاب اور گوبر کیسے پاک ہو سکتا ہے جب کہ ان کی تحریم اور نجاست کے متعلق صریح احادیث موجود ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پیشاب سے بچو کیونکہ عام طور پر اس کی وجہ سے عذاب قبر ہوتا ہے۔ (سنن دارقطنی: ۴۵۷)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اکثر قبر کا عذاب پیشاب (سے نہ بچنے) کی وجہ سے ہوتا ہے۔

(سنن ابن ماجہ: ۳۴۸ مسند احمد ج ۲ ص ۳۲۶ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۲۱ المستدرک ج ۱ ص ۱۸۳ سنن بیہقی ج ۲ ص ۴۱۲ سنن دارقطنی: ۴۵۸)

گوبر اور لید کی نجاست کے متعلق یہ حدیث ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قضاء حاجت کے لیے گئے اور مجھے فرمایا کہ میں آپ کے لیے تین پتھر لے کر آؤں' مجھے دو پتھر ملے' میں نے تیسرا پتھر تلاش کیا تو وہ مجھے نہیں ملا' پس میں نے گوبر اٹھالیا اور اس کو آپ کے پاس لے گیا' آپ نے وہ دو پتھر لے لیے اور گوبر پھینک دیا اور فرمایا: یہ نجس ہے۔ (صحیح البخاری: ۱۵۶' سنن ترمذی: ۱۷' مسند احمد ج ۱ ص ۳۸۸)

ادنیٰ کے لیے اعلیٰ کا نام لینا اور یا محمد کہنے کا جواز اور بعض اعتراضات کے جوابات

اس حدیث میں ہے کہ حضرت ضمام بن ثعلبہ نے کہا: تم میں سے کون محمد ہے؟ اور اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ نے انکار نہیں کیا' اس سے معلوم ہوا کہ ادنیٰ کے لیے اعلیٰ کا نام لینا جائز ہے' لیکن آپ کا نام لے کر آپ کو بلانا جائز نہیں ہے' قرآن مجید میں ہے:

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا. (النور: ۶۳) تم رسول کو اس طرح نہ بلاؤ' جس طرح ایک دوسرے کو بلاتے ہو۔

البتہ یا محمد کہنا جائز ہے کیونکہ اس میں آپ کو نداء ہے اور آپ کو پکارنا ہے' آپ کو نام لے کر بلانا نہیں ہے اور متعدد احادیث صحیحہ سے صحابہ کا آپ کو یا محمد کہنا ثابت ہے۔ (صحیح مسلم: ۲۰۰۹)

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت ضمام بن ثعلبہ نے آپ کو یا نبی اللہ' یا رسول اللہ کیوں نہیں کہا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس وقت تک وہ ایمان نہیں لائے تھے نیز انہوں نے دیہاتیوں کے طریقہ سے آپ کا نام لیا اور اس پر انکار نہیں کیا گیا۔

حضرت ضمام بن ثعلبہ ۹ ہجری میں اسلام لائے تھے' اس وقت تک حج فرض ہو چکا تھا' حالانکہ اس حدیث میں حج کا ذکر نہیں ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث صحیح مسلم: ۱۲ میں بھی ہے' اس میں حج کا ذکر ہے۔

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ زکوۃ کے آٹھ مصارف ہیں اور اس حدیث میں صرف ہمارے فقراء کو زکوۃ دینے کا ذکر ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ یہ مصرف زیادہ مشہور ہے' اس لیے صرف اس کا ذکر کیا گیا۔

۷ - بَابُ مَا يُذْكَرُ فِي الْمُنَاوَلَةِ وَكِتَابِ أَهْلِ الْعِلْمِ بِالْعِلْمِ إِلَى الْبُلْدَانِ
مناولہ کے متعلق جو ذکر کیا جاتا ہے اور اہل علم کا علم کو شہر والوں کی طرف لکھنا

مناولہ کا لغت میں معنی ہے: کسی کا کوئی چیز دینا اور اس کا اس چیز کو لینا' اور اصطلاح میں مناولہ کی دو قسمیں ہیں: (۱) مناولہ مقرونہ بالاجازہ (۲) مناولہ مجردہ۔ "مناوله مقرونة بالاجازة" کی تعریف یہ ہے کہ شیخ اپنا مجموعہ احادیث طالب کو دے اور کہے کہ میں تم کو اجازت دیتا ہوں کہ تم ان احادیث کی مجھ سے روایت کرو' امام مالک کے نزدیک یہ سماع کی حالت ہے اور اس صورت میں طالب ان احادیث کو "حدثنا" کے ساتھ روایت کر سکتا ہے (۲) دوسری قسم ہے: مناولہ مجردہ یعنی شیخ طالب کو اپنا مجموعہ احادیث دے اور یہ نہ کہے کہ میں تم کو اس کی روایت کی اجازت دیتا ہوں' طالب کے لیے ان احادیث کو "حدثنا" کے ساتھ روایت کرنا جائز نہیں ہے' امام بخاری کی یہاں مناولہ سے مراد پہلی قسم ہے۔

اس باب کی ابواب سابقہ کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ ان ابواب میں حدیث کی ادائیگی کے طریقہ کو بیان کیا گیا ہے۔

"مکاتبہ" کا معنی ہے: شیخ طالب کی طرف کوئی حدیث لکھ کر بھیج دے' اس کی بھی دو قسمیں ہیں: (۱) مکاتبہ مقرونہ بالاجازہ (۲) مکاتبہ مجردہ۔

مکاتبہ پر آثارِ صحابہ سے استدلال

امام بخاری فرماتے ہیں: اور حضرت انس رضی اللہ نے کہا: حضرت عثمان نے مصاحف لکھے اور ان کو شہروں میں بھیج دیا۔

وَقَالَ اَنَسٌ نَسَخَ عُثْمَانُ الْمَصَاحِفَ فَبَعَثَ بِهَا اِلَى الْاٰفَاقِ.

''مصاحف''،''مصحف'' کی جمع ہے' اس کا معنی ہے: لکھی ہوئی آسمانی کتاب' قرآن مجید میں ہے:

صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى O (الاعلیٰ:۱۹) ابراہیم اور موسیٰ پر نازل ہونے والے صحیفے O

اب ہمارے عرف میں مصحف سے مراد لکھا ہوا یا چھپا ہوا قرآن مجید ہوتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ ان کو حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ نے یہ حدیث بیان کی کہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ کے پاس گئے' اس وقت وہ آرمینیاء اور آذربائی جان کی فتح کے لیے اہل شام کے خلاف جہاد کر رہے تھے اور ان کے ساتھ اہل عراق تھے' اس وقت حضرت حذیفہ قرآن مجید کے پڑھنے میں مسلمانوں کے اختلاف سے گھبرا گئے' پھر حضرت حذیفہ نے حضرت عثمان سے کہا: اے امیر المومنین! اس سے پہلے کہ یہ امت یہود و نصاریٰ کی طرح اپنی کتاب میں اختلاف کرنے لگے' آپ اس امت کو سنبھال لیں' پھر حضرت عثمان نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس پیغام بھیجا' آپ ہمارے پاس وہ مصحف بھیج دیں (جس کو صحابہ کی ایک جماعت نے تحقیق سے مرتب کیا تھا)' ہم اس کی نقل کرا کے آپ کو واپس کر دیں گے' حضرت حفصہ نے حضرت عثمان کے پاس وہ مصحف بھیج دیا' پھر حضرت عثمان نے حضرت زید بن ثابت' حضرت عبداللہ بن زبیر' حضرت سعید بن العاص' حضرت عبدالرحمان بن الحارث بن ہشام رضی اللہ عنہم کو حکم دیا کہ وہ اس کے موافق مصاحف لکھیں' پھر حضرت عثمان نے تین قرشی صحابہ سے کہا: جب تمہارا اور حضرت زید بن ثابت کا قرآن کے کسی لفظ میں اختلاف ہو تو اس کو لغت قریش کے موافق لکھنا کیونکہ قرآن کریم ان کی لغت پر نازل ہوا ہے' انہوں نے ایسا ہی کیا' حتیٰ کہ جب انہوں نے مصاحف تیار کر لیے تو حضرت عثمان نے حضرت حفصہ کا مصحف واپس کر دیا اور ان صحابہ نے جو مصاحف تیار کیے تھے' ان کی نقول تمام شہروں میں بھیج دیں اور یہ حکم دیا کہ تمام شہروں میں ان کے علاوہ جو مصاحف ہیں (ان کی سیاہی کو دھو کر اور ان کے غسالہ اور دھوون کو تبرکاً پی کر) ان کاغذوں کو جلا دیا جائے (تاکہ کلیۃً ان کا وجود ختم ہو جائے)۔ (صحیح البخاری:۴۹۸۷)

اس مصحف کی نقول مختلف شہروں میں بھیجنے سے امام بخاری نے مکاتبہ پر استدلال کیا ہے' یعنی علم کو لکھ کر مختلف شہروں میں بھیجنا اور اس کا حجت ہونا' باقی ان مصاحف سے قرآن مجید کا ثبوت نہیں ہے' وہ تواتر سے ثابت ہے' ان مصاحف سے قرآن مجید کی لکھی ہوئی صورت مستفاد ہوئی ہے۔ اس کے بعد امام بخاری نے ایک اور تعلیق پیش کی:

اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ' یحییٰ بن سعید اور امام مالک نے اس کو جائز قرار دیا ہے۔

وَرَاٰى عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ وَيَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ وَمَالِكٌ ذٰلِكَ جَائِزًا.

روایت حدیث کے طریقے

امام بخاری نے ان ابواب میں حدیث بیان کرنے کے طریقے بیان کیے ہیں' پہلے دو بابوں میں تین طریقے بیان کیے: (۱) ''حدثنا'' (۲) ''اخبرنا'' (۳) ''انبانا'' اس کے بعد (۴) ''المناولۃ المقرونۃ بالاجازہ'' بیان کیا' اس کے بعد (۵) ''المناولۃ المجردہ'' بیان کیا' اس کے بعد (۶) ''الکتابۃ المقرونۃ بالاجازۃ'' بیان کیا' اس کے بعد (۷) ''الکتابۃ المجردۃ'' بیان کیا' اس کے بعد (۸) ''الاجازۃ'' ہے' اس کی قوی صورت یہ ہے کہ ایک معین استاذ کسی معین طالب سے یہ کہے: میں تم کو امام بخاری یا دیگر محدثین کی احادیث روایت کرنے کی اجازت دیتا ہوں' آج کل جو دینی مدارس میں سند حدیث دی جاتی ہے' وہ اسی آٹھویں طریقہ کے مطابق

ہے۔

وَاحْتَجَّ بَعْضُ اَهْلِ الْحِجَازِ فِي الْمُنَاوَلَةِ بِحَدِيْثِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيْثُ كَتَبَ لِاَمِيْرِ السَّرِيَّةِ كِتَابًا وَّقَالَ لَا تَقْرَاْهُ حَتّٰى تَبْلُغَ مَكَانَ كَذَا وَ كَذَا، فَلَمَّا بَلَغَ ذٰلِكَ الْمَكَانَ قَرَاَهُ عَلَى النَّاسِ وَاَخْبَرَهُمْ بِاَمْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری فرماتے ہیں: اور بعض اہل حجاز نے مناولہ پر نبی ﷺ کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے' جب آپ نے لشکر کے امیر کو ایک مکتوب لکھا اور فرمایا: اس کو اس وقت تک نہ پڑھنا' جب تک کہ تم فلاں فلاں مقام پر نہ پہنچ جاؤ' جب وہ اس مقام پر پہنچ گئے تو انہوں نے اس کو لوگوں کے سامنے پڑھا اور انہیں نبی ﷺ کے حکم کی خبر دی۔

اسلام کے پہلے لشکر کی کارروائی

حجاز سے مراد مکہ' مدینہ اور یمامہ ہے' اور بعض اہل حجاز سے مراد امام بخاری کے استاذ حمیدی ہیں اور لشکر کے امیر حضرت عبداللہ بن جحش الاسدی ہیں' یہ ام المؤمنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے بھائی ہیں' امام محمد بن اسحاق نے کہا: یہ پہلا لشکر تھا' جس میں مسلمانوں نے مالِ غنیمت حاصل کیا تھا' یہ رجب ۲ھ میں غزوۂ بدر سے پہلے ہوا تھا' اس میں ۸ مہاجرین تھے' واپسی میں یہ لشکر مکہ اور طائف کے درمیان مقام نخلہ میں قریش کی گھات میں ٹھہرا تا کہ ان کی جاسوسی کرے' یکم رجب کو انہوں نے عمرو بن الحضرمی کو قتل کر دیا اور ان کے دو آدمی گرفتار کر لیے' نبی ﷺ نے ان کو ملامت کی اور فرمایا: میں نے تم کو حرمت والے مہینہ میں تو قتال کرنے کے لیے نہیں کہا تھا' ادھر قریش نے شور مچا دیا کہ (سیدنا) محمد (ﷺ) نے حرمت والے مہینہ کو حلال کر لیا' یہ پہلا مقتول تھا' اور پہلے قیدی تھے اور پہلا مالِ غنیمت تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۱ ص ۴۰-۳۸ ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٦٤- حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِيْ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ صَالِحٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ اَخْبَرَهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ بِكِتَابِهِ رَجُلًا، وَاَمَرَهُ اَنْ يَّدْفَعَهُ اِلٰى عَظِيْمِ الْبَحْرَيْنِ، فَدَفَعَهُ عَظِيْمُ الْبَحْرَيْنِ اِلٰى كِسْرٰى، فَلَمَّا قَرَاَهُ مَزَّقَهُ، فَحَسِبْتُ اَنَّ ابْنَ الْمُسَيَّبِ قَالَ فَدَعَا عَلَيْهِمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّمَزَّقُوْا كُلَّ مُمَزَّقٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں اسماعیل بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی' از صالح از ابن شہاب از عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کو خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو اپنا مکتوب دے کر بھیجا اور اس کو حکم دیا کہ یہ مکتوب بحرین کے امیر کو دے' بحرین کے امیر نے وہ مکتوب کسریٰ کو دے دیا' اس نے جب اس مکتوب کو پڑھا تو اس کو پھاڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا' ابن شہاب کہتے ہیں: میرا گمان ہے کہ ابن المسیب نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے خلاف یہ دعا کی: ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں' پورے پورے ٹکڑے۔

[اطراف الحدیث: ۲۹۳۹-۴۴۲۴-۷۲۶۴]

(سنن نسائی: ۶۸۸۴' السنن الکبریٰ للنسائی: ۵۸۵۹' الطبقات الکبریٰ ج ۴ ص ۱۸۹' سنن بیہقی ج ۹ ص ۱۷۷' مسند احمد ج ۱ ص ۲۴۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۱۸۴- ج ۴ ص ۶۹' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے اس طرح مطابقت ہے کہ نبی ﷺ نے اپنا مکتوب اپنے نمائندہ کو دیا اور وہ حدیث ہے' سو یہ ''المناولة'' کی اصل ہے اور آپ نے فرمایا: یہ مکتوب امیر البحرین کو دیا جائے' سو یہ ''المکاتبة'' کی اصل ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) اسماعیل بن عبداللہ المدنی (۲) ابراہیم بن سعد (۳) صالح بن کیسان الغفاری (۴) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (۵) عبیداللہ بن عبداللہ (۶) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما' ان سب کا تعارف ہو چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۴۰)

حضرت عبداللہ بن حذافہ السہمی کا تذکرہ

اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو اپنا مکتوب دیا' امام بخاری نے کتاب المغازی میں بیان کیا ہے کہ وہ شخص حضرت عبداللہ بن حذافہ السہمی تھے' وہ بہت پہلے اسلام لائے تھے اور مہاجرین اوّلین میں سے تھے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ان کو رومیوں نے قید کر لیا تھا' ان کے بادشاہ نے کہا تھا: تم میرے سر کو بوسہ دو' میں تم کو چھوڑ دوں گا' یہ طویل قصہ ہے' جس کو ہم حدیث: ۱۶ کی تشریح میں پہلے بیان کر چکے ہیں' انہوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی اور بدر میں حاضر تھے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو کسریٰ کی طرف روانہ کیا تھا' ان سے احادیث بھی مروی ہیں' امام مسلم ان کی ایک حدیث کی روایت کے ساتھ منفرد ہیں' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں فوت ہو گئے تھے۔

(تہذیب الکمال ج ۱۴ ص ۱۱۴ طبع قدیم' تہذیب التہذیب ج ۵ ص ۱۸۵' تقریب التہذیب: ۳۲۸۳' خلاصۃ الخزرجی ج ۲ ص ۵۹)

عظیم البحرین اور کسریٰ کا تذکرہ

اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے عظیم البحرین کو دینے کے لیے مکتوب دیا' بحرین' بصرہ اور عمان کے درمیان ایک شہر ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱ ص ۱۴) خلیج فارس کے ساحل پر ایک چھوٹی سی ریاست ہے' جس کا رقبہ اڑھائی سو مربع میل ہے۔ ۱۹۷۲ء میں اس کی آبادی تقریباً دو لاکھ تھی۔ (معجم البلدان اُردو ص ۶۱)

علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل بحرین سے صلح کر لی تھی اور حضرت العلاء بن الحضرمی کو وہاں کا گورنر مقرر فرما دیا تھا' حضرت ابوعبیدہ کو آپ نے وہاں روانہ کیا تھا اور وہ وہاں سے جزیہ لے کر آئے تھے' البحرین کا بادشاہ المنذر بن ساوی تھا' اس نے آپ کی رسالت کی تصدیق کی تھی اور مسلمان ہو گیا تھا۔ آپ نے بہ راہِ راست کسریٰ کو خط نہیں بھیجا تھا بلکہ عظیم البحرین کے واسطے سے بھیجا تھا کیونکہ اس کو بہ راہِ راست مکتوب بھیجنے میں مشکلات تھیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲ ص ۴۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

''کسریٰ'' فارس کے بادشاہوں کا لقب ہے' جیسے ''قیصر'' روم کے بادشاہوں کا لقب ہے' جس نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مکتوب گرامی پھاڑا تھا' اس کا نام پرویز بن ھرمز بن انوشیروان تھا' جب اس نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مکتوب گرامی پھاڑا تو آپ نے فرمایا: اس کا ملک ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا' اور آپ نے فرمایا: جب کسریٰ مر جائے گا تو پھر کوئی کسریٰ نہیں ہوگا' الواقدی نے کہا ہے کہ کسریٰ پر اس کا بیٹا شیرویہ مسلط ہو گیا اور ۷ ھ میں اس کو قتل کر دیا' پھر اس کے پورے ملک کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے اور تمام روئے زمین سے اس کی سلطنت جاتی رہی!

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ ھ نے کہا ہے کہ جب کسریٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مکتوب پھاڑ دیا تو اس نے یمن کے عامل بازان کی طرف یہ پیغام بھیجا کہ تم دو قوی مردوں کو اس شخص کے پاس بھیجو' جس نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے اور وہ میرے پاس اس شخص کی خبر لے کر آئیں' بازان نے اپنا مکتوب دے کر اپنے دو آدمیوں کو بھیجا' وہ مدینہ میں آئے اور انہوں نے بازان کا مکتوب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسکرائے اور ان کو اسلام کی دعوت دی' ان کے کندھے کپکپانے لگے' آپ نے فرمایا: تم اپنے گورنر کو یہ پیغام پہنچا دینا

کہ میرے رب نے اس کے رب کسریٰ کو آج رات سات گھنٹے پہلے قتل کر دیا ہے' یہ ۷ ھ' ۱۰ جمادی الاولیٰ منگل کی رات تھی' بے
اللہ نے اس کے بیٹے شرد یہ کو اس پر مسلط کیا اور اس نے پرویز کو قتل کر دیا' زہری نے کہا ہے کہ جب باذان کو یہ خبر پہنچی تو وہ ا
ساتھیوں سمیت مسلمان ہو گیا۔ (الطبقات الکبریٰ ج ۱ص ۱۹۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا ضرر کو بددعا سے تعبیر کرنا بے ادبی ہے

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ علم کو لکھ کر دوسرے شہروں میں بھیجنا چاہیے' اور جب کفار بے ادبی سے پیش آئیں تو ان
خلاف دعاء ضرر کرنی چاہیے۔

اس حدیث میں ''دعا علیهم'' کا لفظ ہے۔ عام اصول کے مطابق اس کا ترجمہ ہوگا' ان پر بددعا کی' لیکن جب دعا کا فاعل رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوں تو پھر یہ ترجمہ صحیح نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کوئی فعل بد نہیں ہے' قرآن مجید میں ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ. بے شک تمہارے لیے رسول اللہ میں حسین نمونہ ہے۔

(الاحزاب: ۲۱)

بخاری کے اردو شارحین نے اس حدیث میں ''فدعا علیهم'' کا ترجمہ اسی طرح کیا ہے:

نواب وحید الزمان نے لکھا ہے: آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایران والوں پر بددعا کی۔ (تیسیر الباری ج ۱ص ۱۳۱)

سید احمد رضا بجنوری نے لکھا ہے: ان لوگوں کے لیے بھی ٹکڑے ٹکڑے ہو جانے کی بددعا فرمائی۔ (انوار الباری ج ۵ص ۵۹)

شیخ سلیم اللہ خان نے لکھا ہے: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے لیے بددعا کی۔ (کشف الباری ج ۳ص ۲۰۴)

شیخ تقی عثمانی نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان پر بددعا کی تھی۔ (انعام الباری ج ۲ص ۶۹)

ہمارے نزدیک یہ تمام تراجم غلط ہیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت اور آپ کے ادب کے پیش نظر یوں لکھنا چاہیے تھا: آپ نے
ان کے خلاف دعائے ضرر کی' آپ کسی کے متعلق دعائے خیر کریں یا دعائے ضرر کریں' آپ کا ہر فعل حق' صواب اور حسن ہے اور آپ
کا کوئی فعل بد نہیں ہے۔

۶۵- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ اَبُو الْحَسَنِ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ ' عَنْ قَتَادَةَ' عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَتَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كِتَابًا' اَوْ اَرَادَ اَنْ يَكْتُبَ فَقِيْلَ لَهُ اِنَّهُمْ لَا يَقْرَؤُوْنَ كِتَابًا اِلَّا مَخْتُوْمًا' فَاتَّخَذَ خَاتَمًا مِنْ فِضَّةٍ نَقْشُهُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ' كَاَنِّيْ اَنْظُرُ اِلٰى بَيَاضِهِ فِيْ يَدِهِ' فَقُلْتُ لِقَتَادَةَ مَنْ قَالَ نَقْشُهُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ؟ قَالَ اَنَسٌ.

[اطراف الحدیث: ۲۹۳۸-۵۸۷۰-۵۸۷۲-۵۸۷۵-۷۱۶۲]

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں محمد بن مقاتل ابوالحسن
نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی' انہوں
نے کہا: ہمیں شعبہ نے خبر دی' از قتادہ از حضرت انس بن مالک
رضی اللہ عنہ' انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مکتوب لکھا یا آپ نے
لکھنے کا ارادہ کیا' آپ سے عرض کیا گیا کہ وہ لوگ صرف اسی مکتوب
کو پڑھتے ہیں' جو مہر شدہ ہو' تب آپ نے چاندی کی ایک انگوٹھی
بنوائی' جس کا نقش ''محمد رسول اللہ'' تھا' گویا میں آپ کے ہاتھ میں
اس کی سفیدی دیکھ رہا تھا' شعبہ نے کہا: میں نے قتادہ سے پوچھا:
کس نے کہا کہ اس کا نقش ''محمد رسول اللہ'' تھا' انہوں نے کہا:
حضرت انس نے۔

(صحیح مسلم: ۲۰۹۲' سنن ترمذی: ۲۷۱۸' سنن نسائی: ۵۲۹۳-۵۲۱۶' سنن ابن ماجہ: ۳۶۴۰' مسند ابوعوانہ ج ۴ص ۱۹۷' الطبقات الکبریٰ

(ابوداؤد: ۵۰)، مسند ابویعلیٰ: ۳۲۲۷، سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۱۲۸، شرح السنۃ: ۳۱۳۱، المعجم الاوسط: ۶۵۲۴، مسند احمد ج ۳ ص ۱۶۹ طبع قدیم، مسند احمد: ۱۲۷۰۔ (جامع) ص ۱۳۹)

اس حدیث کی عنوان باب کے ساتھ مناسبت اس طرح ہے کہ اس باب کے عنوان کا دوسرا جز ہے: شہر والوں کی طرف علم کو لکھنا اور اس حدیث میں ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسریٰ کی طرف مکتوب لکھ کر بھیجا۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) ابوالحسن محمد بن مقاتل المروزی' یہ امام بخاری کے شیخ ہیں' امام بخاری ان سے روایت میں منفرد ہیں' یہ ابن المبارک اور وکیع سے روایت کرتے ہیں اور ان سے امام احمد بن حنبل روایت کرتے ہیں' خطیب نے کہا: یہ ثقہ ہیں' ابوحاتم نے کہا: صدوق ہیں' یہ ۲۲۶ھ کے آخر میں فوت ہو گئے تھے (۲) عبداللہ بن المبارک (۳) شعبہ بن الحجاج (۴) قتادہ بن دعامہ السدوسی (۵) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' ان سب کا تعارف ہو چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۴۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لکھنے کا ثبوت اور کفار کے مخصوص طریقہ کو اپنانے کا جواز' بہ شرطیکہ وہ ان کی بدعقیدگی پر مبنی نہ ہو

اس حدیث میں مذکور ہے: حضرت انس نے انگوٹھی کی صفت میں کہا: میں آپ کے ہاتھ میں انگوٹھی کی صفت دیکھ رہا تھا' حالانکہ انگوٹھی ہاتھ میں نہیں' انگلی میں پہنی جاتی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں ہاتھ سے مراد انگلی ہے اور حدیث میں جز پر کل کا اطلاق ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قیصر اور کسریٰ کی طرف خط لکھنے کا ارادہ کر رہے تھے' اس پر یہ اعتراض ہے کہ آپ تو امی تھے' لکھتے نہ تھے' علامہ بدرالدین عینی نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ یہ منقول ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لکھا ہے اور ان شاء اللہ'' کتاب الجہاد'' میں اس کا ذکر آئے گا اور اگر یہ ثابت ہو کہ آپ نے بالکل نہیں لکھا تو پھر آپ کی طرف لکھنے کا اسناد مجاز عقلی ہوگا۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۴۴)

* ہم نے اپنی تفسیر تبیان القرآن' الاعراف: ۱۵۷ کی تفسیر میں بہت دلائل سے ثابت کیا ہے کہ آپ کی طرف لکھنے کا اسناد حقیقت عقلی ہے۔

* اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ مکتوب کے آخر میں مہر لگانا کفار کا طریقہ تھا' اس کے باوجود نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکتوب پر مہر لگانے کے لیے مہر بنوائی' اس سے معلوم ہوا کہ کسی کام میں کفار کی مشابہت مطلقاً ممنوع نہیں ہے' صرف وہی مشابہت ممنوع ہے' جو ان کی کسی بدعقیدگی پر مبنی ہو' اس کی مفصل اور مکمل تحقیق ہم نے شرح صحیح مسلم ج ۶ ص ۳۸۳۔ ۳۷۴ میں کی ہے' وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

* یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۵۳۶۸۔ ۵۳۶۷۔ ج ۶ ص ۳۹۹ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح کے حسب ذیل عنوانات ہیں:

(۱) چاندی کی انگوٹھی پہننے اور اس پر نقش کندہ کرانے کا بیان (۲) دائیں یا بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننے کے متعلق فقہاء شافعیہ اور فقہاء مالکیہ کے نظریات۔

۸- بَابُ مَنْ قَعَدَ حَيْثُ يَنْتَهِي بِهِ الْمَجْلِسُ وَمَنْ رَأَى فُرْجَةً فِي الْحَلْقَةِ فَجَلَسَ فِيهَا

جو شخص وہیں بیٹھ گیا' جہاں مجلس ختم ہوئی ہے اور جس شخص نے مجلس کے حلقہ میں خالی جگہ دیکھی تو وہ وہاں جا کر بیٹھ گیا

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ باب سابق مناولہ میں تھا یعنی شیخ کا طالب کو اپنا مجموعہ حدیث دینا اور ظاہر

ہے' یہ مناولہ مجلس علم میں ہی ہوتا ہے اور اس باب میں جس مجلس کا ذکر ہے' اس سے مراد بھی مجلس علم ہے۔

٦٦- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ أَنَّ أَبَا مُرَّةَ مَوْلَى عَقِيلِ بْنِ أَبِي طَالِبٍ أَخْبَرَهُ عَنْ أَبِي وَاقِدِ اللَّيْثِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَمَا هُوَ جَالِسٌ فِي الْمَسْجِدِ وَالنَّاسُ مَعَهُ، إِذْ أَقْبَلَ ثَلَاثَةُ نَفَرٍ، فَأَقْبَلَ اثْنَانِ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَذَهَبَ وَاحِدٌ، قَالَ فَوَقَفَا عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَمَّا أَحَدُهُمَا فَرَأَى فُرْجَةً فِي الْحَلْقَةِ فَجَلَسَ فِيهَا، وَأَمَّا الْآخَرُ فَجَلَسَ خَلْفَهُمْ، وَأَمَّا الثَّالِثُ فَأَدْبَرَ ذَاهِبًا، فَلَمَّا فَرَغَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَلَا أُخْبِرُكُمْ عَنِ النَّفَرِ الثَّلَاثَةِ؟ أَمَّا أَحَدُهُمْ فَأَوَى إِلَى اللّٰهِ فَآوَاهُ اللّٰهُ، وَأَمَّا الْآخَرُ فَاسْتَحْيَا فَاسْتَحْيَا اللّٰهُ مِنْهُ، وَأَمَّا الْآخَرُ فَأَعْرَضَ فَأَعْرَضَ اللّٰهُ عَنْهُ. [طرف الحدیث: ۴۷۴]

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ کہ ابومرہ عقیل بن ابی طالب کے آزاد شدہ غلام نے ان کو خبر دی از ابوواقد لیثی کہ جس وقت رسول اللہ ﷺ مسجد میں لوگوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے' اس وقت تین شخص آئے' دو تو رسول اللہ ﷺ کی طرف بڑھ کر آ گئے اور ایک چلا گیا' وہ دونوں رسول اللہ ﷺ کے پاس کھڑے ہو گئے' ان میں سے ایک نے حلقہ میں کشادگی دیکھی' وہ وہاں بیٹھ گیا اور دوسرا مجلس کے پیچھے بیٹھ گیا اور تیسرا پیٹھ موڑ کر چلا گیا' پھر جب رسول اللہ ﷺ فارغ ہو گئے تو آپ نے فرمایا: سنو! کیا میں تمہیں ان تین آدمیوں کے متعلق خبر نہ دوں؟ ان میں سے ایک نے اللہ کی پناہ لی تو اللہ نے اس کو پناہ دے دی' اور دوسرے نے اللہ سے حیا کی' سو اللہ بھی اس سے حیا فرمائے گا' اور تیسرے نے اعراض کیا' تو اللہ بھی اس سے اعراض فرمائے گا۔

(صحیح مسلم: ۲۱۷۶' سنن ابوداؤد: ۴۸۳۵' سنن ترمذی: ۲۷۲۴' السنن الکبریٰ للنسائی: ۵۹۰۱' مسند ابویعلیٰ: ۱۴۴۵' تاریخ دمشق ج ۱۹ ص ۱۹۲' المعجم الکبیر: ۳۳۰۹' سنن بیہقی ج ۳ ص ۲۳۴' الاحاد والمثانی: ۹۰۱' صحیح ابن حبان: ۸۶' شرح السنۃ: ۳۳۳۴' مسند احمد ج ۵ ص ۲۱۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۱۹۰۷' ج ۳۶ ص ۲۳۸' موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی عنوان باب کے ساتھ مطابقت بالکل واضح ہے کیونکہ اس باب کا عنوان ہے: جو شخص وہیں بیٹھ گیا' جہاں مجلس ختم ہوئی ہے اور جس شخص نے مجلس کے حلقہ میں خالی جگہ دیکھی تو وہ وہاں جا کر بیٹھ گیا۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) اسماعیل بن اویس (۲) امام مالک بن انس (۳) اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ' یہ تابعی ہیں' انہوں نے اپنے والد اور حضرت انس بن مالک سے سماع کیا ہے' ان کی توثیق پر اتفاق ہے' ان سے بہت بڑی جماعت نے روایت کی ہے' یہ ۱۳۲ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) ابومرہ عقیل بن ابی طالب کے آزاد شدہ غلام ہیں' یہ حضرت ابوالدرداء' حضرت عمرو بن العاص اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم سے احادیث روایت کرتے ہیں' اور ان سے ایک بڑی جماعت روایت کرتی ہے (۵) ابوواقد لیثی' ان کے نام میں اختلاف ہے' ابن الکلبی نے کہا: ان کا نام الحارث بن عوف ہے' الواقدی نے کہا: ان کا نام الحارث بن مالک ہے' یہ قدیم الاسلام تھے' ان کے بدری ہونے میں اختلاف ہے' ایک قول یہ ہے کہ یہ فتح مکہ کے دن اسلام لائے' انہوں نے خود کہا: اس سے پہلے میں کافر تھا' غزوہ حنین میں تھے' جنگ یرموک میں شریک ہوئے' اس کے بعد مکہ میں فوت ہو گئے' انہوں نے نبی ﷺ سے ۲۴ احادیث روایت کی ہیں' امام بخاری نے صرف یہی ایک حدیث روایت کی ہے' امام مسلم نے بھی ایک حدیث روایت کی ہے' انہوں نے ۶۸ھ میں ۷۵ سال کی عمر

میں وفات پائی۔(عمدۃ القاری ج ۲ ص ۴۷)

عالم کی مجلس کی عظمت اور مجلس میں بیٹھنے کے آداب

اس حدیث میں ''نفر'' کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: تین سے لے کر دس آدمیوں تک کی جماعت۔

اور اس حدیث میں ہے: ان میں سے ایک نے اللہ کی پناہ لی تو اللہ نے اس کو پناہ دے دی' اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص علم کی مجلس میں آ جائے' وہ اللہ کی پناہ میں آ جاتا ہے' اور وہ ان لوگوں میں سے ہے' جن کے لیے فرشتے اپنے پر بچھاتے ہیں اور عالم کو چاہیے کہ وہ طالب کو پناہ دے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو عالم کی مجلس میں بیٹھنے کا قصد کرے اور وہاں بے ادبی کرنے سے حیا کرے تو اللہ اس سے حیا فرماتا ہے اور امید ہے کہ اس کو عذاب نہیں دے گا اور جو شخص عالم کی مجلس سے اعراض کرے' اس سے اللہ ناراض ہوتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دو آدمیوں کی تحسین فرمائی' جنہوں نے عالم کی مجلس کا ادب کیا تھا' اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص نیک کام کرے' اس کی تحسین کرنی چاہیے اور یہ کہ ادب کا تقاضا یہ ہے کہ انسان کو مجلس میں جہاں جگہ ملے' وہیں بیٹھ جائے اور کسی کو اٹھا کر اس کی جگہ نہ بیٹھے۔

آدابِ مجلس کے متعلق احادیث

عمرو بن شعیب اپنے باپ (شعیب) اور وہ اپنے دادا (حضرت عمرو بن العاص) سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی شخص دو آدمیوں کے درمیان ان کی اجازت کے بغیر نہ بیٹھے۔(سنن ابوداؤد: ۴۸۴۴' سنن ترمذی: ۲۷۵۲)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ کسی شخص کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ دو آدمیوں کی اجازت کے بغیر ان میں تفریق کرے۔(سنن ابوداؤد: ۴۸۴۵)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی شخص مجلس سے اٹھ جائے اور پھر واپس آئے تو وہ اپنی جگہ کا زیادہ مستحق ہوتا ہے۔(سنن ابوداؤد: ۴۸۵۳)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز پڑھنے کے بعد مجلس میں چار زانو بیٹھے رہتے' حتیٰ کہ سورج اچھی طرح نکل آتا۔(صحیح مسلم: ۶۷۰' سنن ابوداؤد: ۴۸۵۰' سنن ترمذی: ۵۸۵' سنن نسائی: ۱۳۵۶)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجلس میں دو آدمی تیسرے آدمی کو چھوڑ کر آپس میں سرگوشی نہ کریں کیونکہ تیسرا آدمی اس سے غمگین ہوگا۔(صحیح البخاری: ۶۲۹۰' صحیح مسلم: ۲۱۸۴' سنن ابوداؤد: ۴۸۵۱' سنن ابن ماجہ: ۳۷۷۵)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی تعظیم سے یہ ہے کہ بوڑھے مسلمان کی تعظیم کرو' اور جو قرآن کا عالم ہو اور اس میں غلو اور کمی نہ کرتا ہو' اس کی تعظیم کرو اور عادل حکمران کی تعظیم کرو (یعنی ان کو مجلس میں نمایاں جگہ بٹھاؤ)۔(سنن ابوداؤد: ۴۸۴۳)

* باب مذکور کی حدیث صحیح مسلم: ۵۵۶۵۔ ج ۵ ص ۵۴۲ پر ہے' اس کی شرح کا یہ عنوان ہے: علم اور ذکر کی مجلس میں بیٹھنے کے آداب اور احکام۔

۹- بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رُبَّ مُبَلَّغٍ أَوْعَى مِنْ سَامِعٍ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد: بعض اوقات جس کو حدیث پہنچائی جائے' وہ سننے والے سے زیادہ یاد رکھنے والا ہوتا ہے

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ باب سابق میں علم کی مجلس میں بیٹھنے والوں کا ذکر تھا اور علم کی مجلس میں وہ لوگ ہوتے ہیں' جو حدیث کو سنتے ہیں اور دوسروں تک اس حدیث کو پہنچاتے ہیں۔

اس باب کے عنوان پر درج ذیل حدیث صراحۃً دلالت کرتی ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: اللہ تعالیٰ اس شخص کو تروتازہ رکھے' جس نے ہم سے کوئی بات سنی' پھر جس طرح اس بات کو سنا' ویسے ہی اس کو دوسروں تک پہنچا دیا' کیونکہ بعض اوقات جن کو حدیث پہنچائی جائے' وہ سننے والے سے زیادہ یاد رکھنے والے ہوتے ہیں۔

(سنن ترمذی: ۲۶۵۷' سنن ابن ماجہ: ۲۳۲' مسند احمد ج ۱ ص ۴۳۶)

٦٧- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا بِشْرٌ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ' عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ' عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ بَكْرَةَ' عَنْ اَبِيْهِ ذَكَرَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَعَدَ عَلٰى بَعِيْرِهٖ' وَاَمْسَكَ اِنْسَانٌ بِخِطَامِهٖ' اَوْ بِزِمَامِهٖ قَالَ اَيُّ يَوْمٍ هٰذَا؟ فَسَكَتْنَا حَتّٰى ظَنَنَّا اَنَّهٗ سَيُسَمِّيْهِ سِوٰى اسْمِهٖ' قَالَ اَلَيْسَ يَوْمَ النَّحْرِ؟ قُلْنَا بَلٰى . قَالَ فَاَيُّ شَهْرٍ هٰذَا؟ فَسَكَتْنَا حَتّٰى ظَنَنَّا اَنَّهٗ سَيُسَمِّيْهِ بِغَيْرِ اسْمِهٖ' فَقَالَ اَلَيْسَ بِذِي الْحِجَّةِ؟ قُلْنَا بَلٰى . قَالَ فَاِنَّ دِمَاءَكُمْ' وَاَمْوَالَكُمْ' وَاَعْرَاضَكُمْ بَيْنَكُمْ حَرَامٌ' كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا' فِيْ شَهْرِكُمْ هٰذَا' فِيْ بَلَدِكُمْ هٰذَا' لِيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ' فَاِنَّ الشَّاهِدَ عَسٰى اَنْ يُّبَلِّغَ مَنْ هُوَ اَوْعٰى لَهٗ مِنْهُ.

[اطراف الحدیث: ۱۰۵۔۱۷۴۱۔۳۱۹۷۔۴۴۰۶۔۴۶۶۲۔ ۵۵۵۰۔۷۰۷۸۔۷۴۴۷]

(صحیح مسلم: ۱۶۷۹' سنن ترمذی: ۱۵۲۰' سنن نسائی: ۴۴۰۱' سنن دارمی: ۱۹۱۶' السنن الکبریٰ للنسائی: ۴۰۹۱' صحیح ابن حبان: ۳۸۴۸۔ ۵۹۷۳' السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۳ ص ۲۹۸' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۵ ص ۲۶' مسند البزار: ۳۶۱۶' مسند احمد ج ۵ ص ۳۷ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۰۳۸۷۔ ج ۵ ص ۲۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں بشر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن عون نے حدیث بیان کی از ابن سیرین از عبدالرحمان بن ابی بکرہ از والد خود کہ نبی ﷺ اپنے اونٹ پر بیٹھے ہوئے تھے اور ایک انسان نے اس کی مہار یا لگام پکڑی ہوئی تھی' آپ نے فرمایا: آج کون سا دن ہے؟ ہم خاموش رہے' ہم نے گمان کیا کہ آپ عنقریب اس دن کے نام کے سوا کوئی اور نام رکھیں گے' آپ نے فرمایا: کیا آج قربانی کرنے کا دن نہیں ہے؟ ہم نے کہا: کیوں نہیں! آپ نے فرمایا: یہ کون سا مہینہ ہے؟ ہم خاموش رہے' حتیٰ کہ ہم نے گمان کیا کہ عنقریب آپ اس مہینہ کے نام کے علاوہ کوئی اور نام رکھیں گے' پھر آپ نے فرمایا: کیا یہ ذوالحجہ کا مہینہ نہیں ہے؟ ہم نے کہا: کیوں نہیں! آپ نے فرمایا: تمہارے خون اور تمہارے مال اور تمہاری عزتیں تمہارے درمیان اس طرح حرام ہیں' جس طرح یہ آج کے دن' اس مہینہ میں اور اس شہر میں حرام ہیں' حاضر کو چاہیے کہ غائب کو یہ حدیث پہنچا دے' کیونکہ ہوسکتا ہے کہ حاضر اس شخص کو یہ حدیث پہنچائے' جو اس حدیث کو اس سے زیادہ یاد رکھنے والا ہو۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت بالکل واضح ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) مسدد بن مسرھد' ان کا تعارف ہو چکا ہے (۲) بشر بن المفضل بن لاحق الرقاشی' انہوں نے ابن المنکدر اور عبداللہ بن عون

وغیرہ سے سماع کیا ہے اور ان سے امام احمد نے سماع کیا ہے ابوزرعہ اور ابوحاتم نے کہا: یہ ثقہ ہیں ابن سعد نے کہا: یہ ثقہ اور کثیر الحدیث ہیں ۱۸۶ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) عبداللہ بن عون بن ارطبان البصری انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی زیارت کی ہے اور ان سے سماع نہیں کیا' قاسم بن محمد' حسن بصری اور محمد بن سیرین وغیرہ سے سماع کیا ہے ان سے شعبہ' ثوری' ابن المبارک اور دیگر نے سماع کیا ہے ابوحاتم نے کہا: یہ ثقہ ہیں' یہ ۶۲ سال کی عمر میں ۸۵ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) محمد بن سیرین' ان کا تعارف ہو چکا ہے (۵) عبدالرحمان بن ابی بکرہ نفیع بن الحارث البصری' یہ ۱۴ھ میں بصرہ میں پہلے مسلمان پیدا ہوئے' انہوں نے اپنے والد ابوبکرہ اور حضرت علی اور دیگر سے سماع کیا ہے' یہ ۹۹ھ میں فوت ہو گئے تھے' ان سے بہت بڑی جماعت نے روایت کی ہے (۶) حضرت ابوبکرہ نفیع بن الحارث رضی اللہ عنہ' ان کا تعارف ہو چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۵۳)

اس اعتراض کا جواب کہ سواری پر بیٹھ کر باتیں کرنے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع کیا ہے' پھر آپ نے سواری پر خطبہ کیوں دیا؟ اور دیگر مسائل

اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اونٹ پر بیٹھے ہوئے تھے' یہ منٰی میں حجۃ الوداع کا واقعہ ہے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اس اونٹ کی مہار پکڑی ہوئی تھی۔

یہ حدیث صحیح مسلم میں اور صحیح بخاری کے ایک اور باب میں بھی ہے' اس میں یہ مذکور ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: یہ کون سا شہر ہے؟ یہ کون سا مہینہ ہے؟ اور آج کون سا دن ہے؟ تو صحابہ نے ہر سوال کے جواب میں کہا: اللہ اور اس کے رسول زیادہ جاننے والے ہیں۔ (صحیح البخاری: ۴۴۰۶' صحیح مسلم: ۱۶۷۹' سنن نسائی: ۵۸۵۱)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عالم پر واجب ہے کہ جن لوگوں تک علم نہیں پہنچا ہے ان تک علم پہنچائے اور جن کو پیغام سمجھ میں نہیں آیا' ان کو پیغام وضاحت سے بیان کرے' قرآن مجید میں ہے:

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُوْنَهٗ. (آل عمران: ۱۸۷)

اور جب اللہ نے ان لوگوں سے عہد لیا جن کو کتاب دی گئی تھی کہ تم اس کو تمام لوگوں سے بیان کرو گے اور چھپاؤ گے نہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اونٹ پر بیٹھ کر خطبہ دیا' حالانکہ اس کے خلاف یہ حدیث ہے:

حضرت سہل بن معاذ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسے لوگوں کے پاس سے گزرے جو اپنی سواریوں پر کھڑے ہوئے تھے' آپ نے فرمایا: اپنی سواریوں پر سلامتی کے ساتھ سوار ہو اور ان کو سلامتی کے ساتھ چھوڑ دو اور راستوں اور بازاروں میں ان سواریوں کو اپنی باتوں کے لیے کرسیاں نہ بناؤ' بعض سواریاں اپنے سوار سے بہتر ہوتی ہیں اور اللہ تبارک وتعالیٰ کا بہ کثرت ذکر کرو۔ (المعجم الکبیر: ۴۳۲' ج ۲۰' مسند احمد: ۱۵۶۲۹' ج ۳ ص ۴۳۹' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۸ ص ۱۰۷) تاہم ایک اور حدیث کی سند حسن ہے:

سعد بن معاذ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ان سواریوں پر سلامتی کے ساتھ سوار ہو اور ان کو سلامتی کے ساتھ چھوڑ دو اور ان کو کرسیاں نہ بناؤ۔ (سنن دارمی ج ۲ ص ۲۸۶' صحیح ابن خزیمہ: ۲۵۴۴' صحیح ابن حبان: ۵۶۱۹' المعجم الکبیر: ۴۳۱' ج ۲۰' المستدرک ج ۱ ص ۴۴۴' سنن بیہقی ج ۵ ص ۲۵۵' مسند احمد: ۱۵۶۳۹' ج ۳ ص ۴۴۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بلاضرورت سواریوں پر بیٹھ کر باتیں کرنے سے منع فرمایا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اونٹ پر بیٹھ کر خطبہ دینا ضرورت پر محمول ہے اور یہ ممانعت تکبر کی وجہ سے ہے یا پھر یہ آپ کی خصوصیت ہے' عام مسلمانوں کے لیے

جائز نہیں ہے۔اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عالم کو اونچی جگہ پر بیٹھ کر خطاب کرنا چاہیے' اور جو چیز شدید حرام ہو' عالم پر واجب ہے کہ اس کی تحریم کو زیادہ شدت اور تاکید سے بیان کرے' جیسے نبی ﷺ نے مسلمانوں کی جانوں' مالوں اور عزتوں کو حج کے مہینہ' حج کے دن اور مکہ مکرمہ کی حرمت کے ساتھ تشبیہ دی اور اس سے معلوم ہوا کہ تمام مسلمانوں کا خون' ان کا مال اور ان کی عزت حرمت میں برابر ہے۔

* یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۴۲۷۰۔ ج ۴ ص ۷۰۳ پر مذکور ہے اور اس کی شرح کے درج ذیل عنوان ہیں:
(۱) اشہر حرم میں ردّ و بدل کی تفصیل اور تحقیق (۲) آیا اشہر حرم میں قتال منسوخ ہو چکا ہے یا نہیں؟ (۳) حدیث الباب سے استنباط شدہ مسائل۔

۱۰- بَابُ اَلْعِلْمُ قَبْلَ الْقَوْلِ وَالْعَمَلِ — قول اور عمل سے پہلے علم کا حصول

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ باب سابق میں مُبلّغ اور سامع کا حال بیان کیا گیا' اور مُبلّغ وہ شخص ہے' جس کو حدیث پہنچائی جائے اور حدیث کا پہنچانا' علم کی تعلیم اور تعلم کے ذریعہ ہوگا' امام بخاری نے اس باب کے عنوان کے ثبوت میں اپنی سند کے ساتھ کوئی حدیث روایت نہیں کی' البتہ عنوان پر قرآن مجید کی آیات اور دیگر ائمہ کی روایت کردہ احادیث سے استدلال کیا ہے:

علم کی فضیلت میں آیات' احادیث اور آثار

لِقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی ﴿فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ (محمد:۱۹) فَبَدَاَ بِالْعِلْمِ.

امام بخاری کہتے ہیں: کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''پس جان لو کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے'' (محمد:۱۹)۔اللہ تعالیٰ نے علم سے ابتداء کی ہے۔

امام بخاری کا منشاء یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ پہلے اللہ تعالیٰ کے واحد ہونے کا علم حاصل کرو' پھر لا الٰہ الا اللہ کہو' اس کے بعد فرمایا:

وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ. (محمد:۱۹)

اور آپ اپنے بہ ظاہر خلاف اولیٰ کاموں پر اللہ سے مغفرت طلب کریں اور مسلمان مردوں اور عورتوں کے گناہوں کے لیے مغفرت طلب کریں۔

اس آیت میں پہلے علم کے حصول کا حکم دیا ہے اور پھر مغفرت طلب کرنے کے عمل کا حکم دیا ہے۔

اس کے بعد امام بخاری نے اس حدیث سے استدلال کیا:

وَاَنَّ الْعُلَمَاءَ هُمْ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَاءِ' وَرَّثُوا الْعِلْمَ ' مَنْ اَخَذَهٗ اَخَذَ بِحَظٍّ وَافِرٍ.

اور بے شک علماء ہی انبیاء کے وارث ہیں' انہوں نے علم کا وارث بنایا ہے' پس جس نے علم کو حاصل کیا' اس نے بڑے حصہ کو حاصل کیا۔

امام بخاری نے اس مکمل حدیث کا ایک قطعہ ذکر کیا ہے' مکمل حدیث اس طرح ہے:

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص علم کو طلب کرنے کے لیے کسی راستہ پر چلا' اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کا راستہ آسان کر دیتا ہے اور بے شک فرشتے طالب علم کی رضا کے لیے اپنے پَر بچھاتے ہیں اور بے شک عالم کے لیے آسمانوں اور زمینوں کی تمام چیزیں مغفرت طلب کرتی ہیں' حتیٰ کہ پانی کی مچھلیاں بھی۔الخ

عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے' جیسی چاند کی فضیلت تمام ستاروں پر ہے' اور بے شک علماء انبیاء کے وارث ہیں اور بے شک انبیاء نے دینار کا وارث کیا ہے' نہ درہم کا' انہوں نے صرف علم کا وارث کیا ہے۔

(سنن ترمذی: ۲۶۸۲' سنن ابوداؤد: ۳۶۴۱' سنن ابن ماجہ: ۲۲۳' مسند احمد ج ۵ ص ۱۹۶)

ائمہ شیعہ نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔

(فقیہ من لایحضرہ الفقیہ ج ۴ ص ۲۷۷' جامع احادیث الشیعہ: ۲۶ - ج ا ص ۱۴۲' مطبع المہر' قم' ایران' ۱۴۱۳ھ)

ائمہ شیعہ کا حوالہ ہم نے اس لیے دیا ہے تا کہ شیعہ پر حجت قائم ہو کہ انبیاء علیہم السلام مال کا وارث نہیں کرتے' علم کا وارث کرتے ہیں اور باغ فدک نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ترکہ نہ تھا کہ اس میں وراثت جاری ہوتی۔

اس کے بعد امام بخاری نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے:

وَمَنْ سَلَكَ طَرِيقًا يَطْلُبُ بِهِ عِلْمًا سَهَّلَ اللّٰهُ لَهُ طَرِيقًا إِلَى الْجَنَّةِ.

جو شخص علم کی طلب میں کسی راستہ پر چلا' اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کا راستہ آسان کر دیتا ہے۔

یہ بھی مذکور الصدر مکمل حدیث کا ایک قطعہ ہے۔

اس کے بعد امام بخاری نے اس آیت سے استدلال کیا:

وَقَالَ جَلَّ ذِكْرُهُ ﴿إِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ﴾ (فاطر: ۲۸).

اور اللہ عزوجل نے فرمایا: '' اللہ کے بندوں میں سے صرف علماء اللہ سے ڈرتے ہیں'' (فاطر: ۲۸)۔

امام ابومنصور محمد بن محمد ماتریدی حنفی سمرقندی متوفی ۳۳۳ھ لکھتے ہیں:

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ عالم پر یہ حق ہے کہ وہ سب سے زیادہ اللہ سے ڈرے' کیونکہ اس کو اللہ تعالیٰ کی سلطنت' اس کی ہیبت' اس کی قدرت اور اس کے جلال کا علم ہوتا ہے' اس آیت کی دوسری تفسیر یہ ہے کہ جس کو مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے کا علم ہو اور وہ اس پر ایمان لایا ہو' وہ اللہ کے احکام کی مخالفت کرنے اور اس کی نافرمانی کرنے سے ڈرے گا' کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نافرمانی سے ناراض ہوتا ہے اور اس پر عذاب دیتا ہے' لیکن جس کو مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے کا علم نہ ہو اور وہ اس پر ایمان نہ لایا ہو' وہ اس سے نہیں ڈرے گا۔ (تاویلات اہل السنۃ ج ۸ ص ۴۸۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

وَقَالَ ﴿وَمَا يَعْقِلُهَا إِلَّا الْعَالِمُونَ﴾ (العنکبوت: ۴۳).

امام بخاری نے کہا: اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: '' قرآن مجید میں بیان کی ہوئی مثالوں کو صرف علماء ہی سمجھتے ہیںO '' (العنکبوت: ۴۳)۔

یعنی عقول اشیاء کے اسباب اور ان کے دلائل کو سمجھتی ہیں کیونکہ علم اشیاء کے حقائق کی معرفت کی طرف پہنچاتا ہے' لہٰذا قرآن میں بیان کی ہوئی مثالوں سے صرف علماء ہی نفع اٹھا سکتے ہیں اور بے علم شخص تو ان مثالوں کے معنی ہی کو نہیں جانے گا۔

(تاویلات اہل السنۃ ج ۸ ص ۲۳۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

﴿وَقَالُوا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ أَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِي أَصْحَابِ السَّعِيرِ﴾ (الملک: ۱۰)

امام بخاری نے کہا: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: '' اور کافروں نے کہا: کاش! ہم غور سنتے یا سمجھتے تو ہم دوزخ والوں میں سے نہ ہوتےO '' (الملک: ۱۰)۔

جب کافروں نے یہ اعتراف کیا کہ ہمارے پاس اللہ کے عذاب سے ڈرانے والا آیا تھا تو گویا انہوں نے مان لیا کہ انہوں نے

اس کی آیات کو سنا اور سمجھا' لیکن انہوں نے اپنے سننے اور سمجھنے سے فائدہ نہیں اٹھایا' کیونکہ سننے کا فائدہ یہ تھا کہ اس کو مانتے اور سمجھنے کا فائدہ یہ تھا کہ اس کے تقاضے پر عمل کرتے۔ (تاویلات اہل السنۃ ج ۱۰ ص ۱۱۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

وَقَالَ ﴿قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ﴾ (الزمر: ۹)

اور امام بخاری نے کہا: اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''آپ کہیے: جو لوگ علم والے ہیں اور جو لوگ بے علم ہیں' برابر ہیں؟'' (الزمر: ۹)

یعنی جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا علم ہے اور وہ ان کا شکر ادا کرتے ہیں اور اس کی نافرمانی اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں اور جو ان چیزوں کو نہیں جانتے' کیا یہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ (تاویلات اہل السنۃ ج ۸ ص ۶۶۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يُرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ.

امام بخاری نے کہا: اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کے ساتھ اللہ خیر کا ارادہ فرماتا ہے' اس کو دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے۔

یہ حدیث معلق ہے' اور پوری حدیث کا ایک قطعہ ہے' آگے چل کر امام بخاری نے اس حدیث کو مکمل موصول روایت کیا' وہ حدیث یہ ہے:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیتے ہوئے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جس شخص کے ساتھ اللہ خیر کا ارادہ کر لیتا ہے' اس کو دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے اور میں صرف تقسیم کرنے والا ہوں اور اللہ عطا فرماتا ہے' اور یہ امت ہمیشہ اللہ کے دین پر قائم رہے گی اور اس کو مخالفین سے ضرر نہیں ہوگا حتیٰ کہ قیامت آ جائے گی۔ (صحیح البخاری: ۷۱' صحیح مسلم: ۱۰۳۷)

امام بخاری نے کہا:

وَاِنَّمَا الْعِلْمُ بِالتَّعَلُّمِ.

اور علم صرف تعلم یعنی سیکھنے سے حاصل ہوتا ہے۔

یہ بھی ایک مکمل حدیث کا قطعہ ہے: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: علم صرف تعلم (سیکھنے) سے حاصل ہوتا ہے اور فقہ صرف تفقہ (سمجھنے) سے حاصل ہوتی ہے' اور جس کے ساتھ اللہ خیر کا ارادہ کرتا ہے' اس کو دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے اور اللہ کے بندوں میں سے صرف علماء اللہ سے ڈرتے ہیں۔ امام طبرانی نے اس حدیث کو ''معجم کبیر'' میں روایت کیا ہے' اس کی سند میں ایک راوی کا نام نہیں لیا گیا' اور اس کی سند میں عتبہ بن ابی حکیم ہے' اس کی ابو حاتم اور ابو زرعہ اور ابن حبان نے توثیق کی ہے اور ایک جماعت نے اس کو ضعیف کہا ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۲۸)

وَقَالَ اَبُوْ ذَرٍّ لَوْ وَضَعْتُمُ الصَّمْصَامَةَ عَلٰى هٰذِهٖ. وَاَشَارَ اِلٰى قَفَاهُ. ثُمَّ ظَنَنْتُ اَنِّيْ اُنْفِذُ كَلِمَةً سَمِعْتُهَا مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ اَنْ تُجِيْزُوْا عَلَيَّ لَاَنْفَذْتُهَا.

امام بخاری نے کہا: اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر تم اس پر تلوار رکھ دو اور اپنی گدی کی طرف اشارہ کیا' پھر مجھے یہ گمان ہو کہ تمہارے گدی پر وار کرنے سے پہلے میں وہ بات کہہ سکتا ہوں' جس کو میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے تو میں اس بات کو ضرور کہوں گا۔

یہ بھی ایک حدیث کا قطعہ ہے' مکمل حدیث اس طرح ہے:

ابو کثیر بیان کرتے ہیں کہ میرے والد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے پاس گیا' وہ جمرہ وسطیٰ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے' ان کے گرد لوگ جمع تھے اور ان سے فتوے طلب کر رہے تھے کہ ایک شخص ان کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا اور ان سے کہنے لگا: کیا تم فتویٰ دینے سے باز نہیں آتے؟ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے اس کی طرف سر اٹھا کر دیکھا اور فرمایا: کیا تم میرے محاسب مقرر کیے گئے ہو؟ اور اپنی گدی کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: اگر تم اس پر تلوار رکھ دو' پھر مجھے یہ گمان ہو کہ تمہارے گدی پر وار کرنے سے

میں وہ بات کہہ سکتا ہوں، جس کو میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے تو میں اس بات کو ضرور کہوں گا۔

(سنن دارمی: ۵۴۹۔ ج۱ ص۱۵۶ دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

حضرت ابوذر کو ربذہ میں جلاوطن کرنے کا سبب اور سربراہِ ملک کے منع کرنے کے باوجود احادیث بیان کرنا

اس حدیث کا پس منظر یہ ہے کہ جب حضرت ابوذر شام میں تھے تو حضرت ابوذر کا اور حضرت امیر معاویہ کا اس آیت کے مصداق میں اختلاف ہو گیا تھا:

وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ○ (التوبہ: ۳۴)

جو لوگ سونے اور چاندی کو جمع کرتے ہیں اور اس کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے، آپ ان کو دردناک عذاب کی خبر دے دیجئے ○

حضرت معاویہ کہتے تھے: یہ آیت اہل کتاب کے متعلق ہے اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے تھے: یہ آیت ہم مسلمانوں اور اہل کتاب دونوں کے متعلق ہے، پھر حضرت معاویہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے شکایت کی تو حضرت عثمان نے حضرت ابوذر کو ربذہ میں جلاوطن کر دیا اور ان کو فتویٰ دینے سے منع کر دیا اور اس حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ مسلمان ہر حال میں حضور سے سنی ہوئی حدیث پہنچائے خواہ اس کو قتل کی دھمکی دی جائے یا اس کی گدی پر تلوار رکھ دی جائے اور اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ اگر سربراہِ ملک کسی عالم کو فتویٰ دینے سے روک دے تو اس پر اس سربراہ کی اطاعت واجب نہیں، بلکہ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حکم کی اطاعت واجب ہے کہ میری حدیث دوسروں تک پہنچاؤ۔ اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ عالم پر واجب ہے کہ وہ نیکی کا حکم دیتا رہے اور برائی کو شدت سے روکتا رہے، خواہ اس کو اس راہ میں مصائب برداشت کرنا پڑیں اور وہ اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھے، اور اگر وہ اذیت کے خوف سے خاموش رہے تو یہ بھی اس کے لیے مباح ہے، حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دو قسم کے علم یاد رکھے، ایک قسم کا علم تو میں نے لوگوں میں پھیلا دیا اور اگر علم کی دوسری قسم کو میں پھیلا دوں تو میرے حلقوم کو کاٹ دیا جائے گا۔ (صحیح البخاری: ۱۲۰)

حسن بصری نے کہا: حضرت ابوہریرہ نے سچ کہا، ان کی مراد ایسی احادیث تھیں، جن میں آنے والے فتنوں کی خبر تھی اور ان کی خبر دینے میں کوئی مصلحت شرعی نہ تھی۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۶۴۔ ۶۳)

ربانی، حلم، حکمت اور فقہ کے معانی

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿كُوْنُوْا رَبَّانِيِّيْنَ﴾ (آل عمران: ۷۹) حُلَمَاءَ فُقَهَاءَ.

امام بخاری کہتے ہیں: اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: ''رب والے بن جاؤ'' ۔ (آل عمران: ۷۹) حلم والے اور فقہ والے۔

لغت میں ''ربانی'' کا معنی ہے: جو اللہ عزوجل والا اور عارف باللہ ہو اور عرف میں عالم اور معلم کو ربانی کہا جاتا ہے ''حلم'' کا معنی بردباری ہے یعنی غضب کے وقت پرسکون رہنا، صحیح بخاری کے بعض نسخوں میں ''حکماء'' کا لفظ ہے، حکمت کا معنی ہے: واقع کے مطابق اشیاء کی معرفت، اور عقیدہ، قول اور فعل کی صحت، اور فقہ کا معنی ہے: دلائل تفصیلیہ سے احکامِ شرعیہ کی معرفت یا نفس کو اپنے نفع اور ضرر کے کاموں کی معرفت۔

وَيُقَالُ الرَّبَّانِيُّ الَّذِيْ يُرَبِّي النَّاسَ بِصِغَارِ الْعِلْمِ

امام بخاری کہتے ہیں: ربانی اس کو کہتے ہیں، جو لوگوں کو علم کی

قَبْلَ كِبَارِه. بڑی کتابوں سے پہلے علم کی چھوٹی کتابیں پڑھائے۔

امام بخاری نے یہ بعض علماء کا قول نقل کیا ہے۔

١١ - بَابُ مَا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَخَوَّلُهُمْ بِالْمَوْعِظَةِ وَالْعِلْمِ كَيْ لَا يَنْفِرُوْا

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نصیحت اور علم میں صحابہ کی حفاظت اور رعایت کرتے تھے تا کہ وہ اکتانہ جائیں

اس عنوان میں ''تـخـوّل'' کا لفظ ہے جس کا معنی ہے: حفاظت کرنا اور رعایت کرنا' یعنی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام کو وقفہ وقفہ سے نصیحت کرتے تھے اور مسلسل تعلیم نہیں دیتے تھے تا کہ وہ گھبرانہ جائیں اور اکتانہ جائیں۔اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ پہلے باب میں علم کا ذکر تھا اور اس باب میں علم کو سکھانے کا ذکر ہے۔

٦٨- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ' عَنِ الْاَعْمَشِ' عَنْ اَبِيْ وَائِلٍ' عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَخَوَّلُنَا بِالْمَوْعِظَةِ فِي الْاَيَّامِ' كَرَاهَةَ السَّآمَةِ عَلَيْنَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی از اعمش از ابووائل از حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مختلف ایام میں نصیحت کر کے ہماری حفاظت اور رعایت کرتے تھے' ہماری اکتاہٹ کو ناپسند کرنے کی وجہ سے۔

[اطراف الحدیث: ٧٠-٦٤١١]

(صحیح مسلم: ٢٨٢١' سنن ترمذی: ٢٨٥٥' المعجم الکبیر: ١٠٣٤٠' الکامل لابن عدی ج ٢ ص ٥٥٣' شرح السنۃ: ١٣٥' علل دار قطنی ج ٥ ص ١٢٩' مسند احمد ج ١ ص ٣٧٧ طبع قدیم' مسند احمد ج ٦ ص ٥٧' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی عنوان باب کے ساتھ مناسبت بالکل واضح ہے کیونکہ باب کے عنوان میں تعلیم میں رعایت کرنے کا ذکر ہے اور حدیث میں بھی یہی مذکور ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(١) محمد بن یوسف فریابی' انہوں نے اعمش اور سفیان وغیرہ سے سماع کیا ہے اور ان سے امام احمد اور محمد ذہلی وغیرہ نے سماع کیا ہے' اور امام بخاری نے بھی ان کی روایات سے بہت جگہ استدلال کیا ہے' امام احمد نے کہا: یہ نیک آدمی تھے' امام نسائی اور ابوحاتم نے کہا: یہ ثقہ تھے' ٢١٢ھ میں فوت ہو گئے تھے (٢) سفیان ثوری (٣) سلیمان بن مہران الاعمش (٤) ابووائل شقیق بن سلمہ الکوفی (٥) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ' ان سب کا تعارف ہو چکا ہے۔(عمدۃ القاری ج ٢ ص ٦٦)

حدیث مذکور کا معنی

اس حدیث میں ''السـامـة'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ملال اور اکتاہٹ ہے۔

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مختلف اوقات میں صحابہ کو نصیحت کرتے تھے اور تمام اوقات میں نصیحت نہیں کرتے تھے تا کہ صحابہ کو ملال نہ ہو اور وہ اکتانہ جائیں۔قرآن مجید میں ہے:

عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ. (التوبۃ: ١٢٨) جن کو تمہارا مشقت میں پڑنا بہت گراں ہے۔

مسلمانوں کی مشقت سے حفاظت‘ان کی رعایت اوران پر شفقت کے متعلق دیگر احادیث

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب رات کا کھانا رکھ دیا جائے اور اسی وقت نماز کی اقامت ہو تو رات کے کھانے سے ابتداء کرو۔(صحیح البخاری:۶۷۱‘صحیح مسلم:۵۶۰)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب رات کا کھانا رکھ دیا جائے تو مغرب کی نماز پڑھنے سے پہلے اس کی ابتداء کرو‘اور اپنے کھانے سے پہلے نماز نہ پڑھو۔

(صحیح البخاری:۶۷۲‘صحیح مسلم:۵۵۷‘سنن ترمذی:۳۵۳‘سنن نسائی:۸۵۲‘سنن ابن ماجہ:۹۳۳‘مسند احمد ج ۳ ص ۱۱۰)

قاسم بن محمد بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھے‘اس وقت ان کا کھانا لایا گیا‘قاسم نماز پڑھنے لگے تو حضرت عائشہ نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جب کھانا آجائے تو نماز نہ پڑھے اور نہ اس وقت نماز پڑھے جب وہ پیشاب یا پاخانہ کی ضرورت کو روک رہا ہو۔(صحیح مسلم:۵۶۰‘سنن ابوداؤد:۸۹)

حضرت عبداللہ بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جب تم میں سے کوئی بیت الخلاء جانے کا ارادہ کرے اور جماعت کھڑی ہو تو وہ بیت الخلاء جانے سے ابتداء کرے۔

(سنن ابوداؤد:۸۸‘سنن نسائی:۸۵۱‘سنن ابن ماجہ:۶۱۶‘مسند احمد:۱۵۹۵۹‘دار الفکر‘مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۴۲۳)

ابن عون بیان کرتے ہیں کہ نافع سے ایک شخص نے سوال کیا کہ ایک شخص کو اپنے پیٹ میں ریح (گیس) محسوس ہو رہی ہو؟ انہوں نے کہا: جس کے پیٹ میں ریح محسوس ہو رہی ہو وہ اس کو روک کر نماز نہ پڑھے۔(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۴۲۳)

* اس باب کی حدیث شرح صحیح مسلم:۷۰۰۰۔ج ۷ ص ۶۵۸ پر ہے‘اس کی شرح کا عنوان ہے:"امت پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت کا بیان"‘اس کے تحت صرف ایک حدیث کا ذکر ہے۔

۶۹- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو التَّيَّاحِ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَسِّرُوا وَلَا تُعَسِّرُوا وَبَشِّرُوا وَلَا تُنَفِّرُوا.

[طرف الحدیث:۶۱۲۵]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی‘انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی‘انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی‘انہوں نے کہا: مجھے ابو التیاح نے حدیث بیان کی‘از حضرت انس رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم‘آپ نے فرمایا: آسان احکام بیان کرو اور مشکل احکام نہ بیان کرو‘اور بشارت دو اور لوگوں کو متنفر نہ کرو۔

(صحیح مسلم:۱۷۳۴‘مسند ابوعوانہ ج ۴ ص ۸۳‘مسند ابوداؤد الطیالسی:۲۰۶۶‘مسند البزار:۷۵۰۵‘السنن الکبریٰ للنسائی:۵۸۹۰‘مسند ابویعلیٰ:۴۱۷۲‘حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۸۴‘المعجم الاوسط:۴۱۲۷‘مسند احمد ج ۳ ص ۱۳۱ طبع قدیم‘مسند احمد:۱۲۳۳۳۔ج ۱۹ ص ۳۴۱‘مؤسسۃ الرسالۃ‘بیروت)

اس حدیث کی عنوان باب کے دوسرے جز کے ساتھ مطابقت ہے کہ مسلمان اکتا نہ جائیں۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) محمد بن بشار بن عثمان بن داؤد بن کیسان البصری‘امام احمد نے کہا: میں نے ان سے پچاس ہزار احادیث لکھی ہیں‘ان سے ابراہیم حربی‘ابوزرعہ اور ابوحاتم وغیرہ نے روایت کی ہے‘یہ ۲۵۲ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) یحییٰ بن سعید القطان (۳) شعبہ بن الحجاج‘ان کا تعارف بھی ہو چکا ہے (۴) ابوالتیاح یزید بن حمید‘انہوں نے حضرت انس اور حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے اور بہت

تابعین سے سماع کیا ہے امام احمد نے کہا: یہ ثقہ اور ثبت ہیں' یہ ۱۲۸ھ میں فوت ہو گئے تھے' بہت بڑی جماعت نے ان سے روایت کی ہے (۵) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' ان کا تعارف ہو چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۶۸)

آسان احکام کے متعلق قرآن مجید کی آیات

اس حدیث میں حکام اور علماء کے لیے ہدایت ہے کہ وہ عوام کو آسان احکام بیان کریں اور مشکل احکام بیان کر کے لوگوں کو عمل سے دور نہ کریں اور نیک کاموں پر جنت اور ثواب کی خبر سنائیں۔

قرآن مجید میں آسان احکام کے لیے حسب ذیل آیات ہیں:

وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ. (المائدہ:۶)

اگر تم بیمار ہو یا حالت سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی رفع حاجت کر کے آیا ہو یا تم نے عورتوں سے مباشرت کی ہو اور تمہیں پانی نہ ملے تو تم پاک مٹی سے تیمم کر لو' پس اس کو تم اپنے چہروں اور ہاتھوں پر ملو' اللہ تم کو کسی تنگی میں ڈالنا نہیں چاہتا' لیکن تم کو پاک کرنا چاہتا ہے۔

وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِى الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ. (الحج:۷۸)

اور اللہ نے دین میں تم پر کوئی تنگی نہیں رکھی۔

وَمَنْ كَانَ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ. (البقرہ:۱۸۵)

جو شخص بیمار ہو یا مسافر ہو' اسے دوسرے دنوں میں (روزوں کی) تعداد پوری کرنی چاہیے' اللہ تمہارے ساتھ آسانی کا ارادہ کرتا ہے اور تمہیں مشکل میں ڈالنے کا ارادہ نہیں کرتا اور تاکہ تم گنتی پوری کرو۔

وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ. (البقرہ:۱۸۴)

اور جو روزہ رکھنے کی دشواری سے طاقت رکھیں (جیسے شیخ فانی اور دائمی مریض) ان کا فدیہ ایک مسکین کو کھانا کھلانا (دو کلو گرام گندم) ہے۔

آسان احکام کے متعلق احادیث

اس سلسلہ میں حسب ذیل احادیث ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص لوگوں کو نماز پڑھائے تو تخفیف کے ساتھ نماز پڑھائے کیونکہ ان (نمازیوں) میں کمزور' بیمار اور بوڑھے ہوتے ہیں اور جب تم میں سے کوئی شخص اپنی نماز پڑھے تو جتنی چاہے لمبی نماز پڑھے۔ (صحیح البخاری: ۷۰۳' صحیح مسلم: ۴۶۷' سنن ترمذی: ۲۳۶' مسند احمد ج ۲ ص ۴۸۶)

حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا: یا رسول اللہ! میں فجر کی نماز اس لیے تاخیر سے پڑھتا ہوں کہ فلاں شخص فجر میں بہت لمبی قراءت کرتا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس قدر غضب میں آئے کہ میں نے آپ کو کبھی اس قدر غضب میں نہیں دیکھا' پھر آپ نے فرمایا: اے لوگو! تم میں سے بعض لوگ' دوسروں کو متنفر کرنے والے ہیں' سو جو شخص لوگوں کا امام ہو' وہ اختصار سے نماز پڑھائے' کیونکہ اس کے پیچھے کمزور' بوڑھے اور کسی کام پر جانے والے ہوتے ہیں۔ (صحیح البخاری: ۷۰۴' مسلم: ۴۶۶' سنن ابن ماجہ: ۹۸۴)

حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے طائف کا امیر بنایا تو مجھے آخری نصیحت

یہ فرمائی: اے عثمان! نماز اختصار کے ساتھ پڑھانا اور جو سب سے کمزور لوگ ہوں' ان کا خیال رکھنا' کیونکہ نمازیوں میں بوڑھے' کم عمر' بیمار' دور جانے والے اور کام پر جانے والے (بھی) ہوتے ہیں۔

(سنن ابوداؤد: ۵۳۱' سنن نسائی: ۶۶۸' سنن ابن ماجہ: ۹۸۷' مسند احمد: ۴۳ ۷۲' ۱۶۲ دار الفکر)

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پس میری وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس امت کے احکام میں تخفیف کردی ہے۔ (سنن ترمذی: ۳۳۰۰)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کسی عمل کو ترک کر دیتے تھے' حالانکہ وہ عمل آپ کو محبوب ہوتا تھا' آپ کو یہ ناپسند ہوتا تھا کہ لوگ اس عمل میں آپ کی اقتداء کریں گے' پھر ان پر وہ عمل فرض کر دیا جائے گا اور آپ کو یہ پسند تھا کہ مسلمانوں پر فرائض میں تخفیف کردی جائے۔

(مسند احمد ج ۶ ص ۳۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۴۰۵۶' مؤسسة الرسالة' بیروت' اس حدیث کی سند امام بخاری اور امام مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے۔)

* اس باب کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۴۴۱۳۔ ج ۵ ص ۲۶۵ پر درج ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۱۲- بَابُ مَنْ جَعَلَ لِاَهْلِ الْعِلْمِ اَيَّامًا مَّعْلُوْمَةً

جس شخص نے اہل علم کے لیے معین دن مقرر کیے

اس باب کی باب سابق کے ساتھ اس طرح مناسبت ہے کہ اس باب میں علم اور نصیحت کے معاملہ میں مسلمانوں کی رعایت کرنے کا بیان تھا' تاکہ وہ اکتا نہ جائیں اور اس باب میں معین دنوں میں ان کی تعلیم کا ذکر ہے' تاکہ ہر روز تعلیم دینے سے وہ اکتا نہ جائیں۔

۷۰- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ، عَنْ مَنْصُوْرٍ، عَنْ اَبِىْ وَائِلٍ قَالَ كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ يُذَكِّرُ النَّاسَ فِىْ كُلِّ خَمِيْسٍ، فَقَالَ لَهٗ رَجُلٌ يَا اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، لَوَدِدْتُّ اَنَّكَ ذَكَّرْتَنَا كُلَّ يَوْمٍ، قَالَ اَمَا اِنَّهٗ يَمْنَعُنِىْ مِنْ ذٰلِكَ اَنِّىْ اَكْرَهُ اَنْ اُمِلَّكُمْ، وَاِنِّىْ اَتَخَوَّلُكُمْ بِالْمَوْعِظَةِ، كَمَا كَانَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَخَوَّلُنَا بِهَا، مَخَافَةَ السَّاٰمَةِ عَلَيْنَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں عثمان بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی' وہ کہتے ہیں: ہم کو جریر نے حدیث بیان کی از منصور از ابی وائل' انہوں نے کہا: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ لوگوں کو ہر جمعرات کے دن نصیحت کرتے تھے' ان سے ایک شخص نے کہا: اے ابوعبدالرحمان! میں چاہتا ہوں کہ آپ ہمیں ہر روز نصیحت کیا کریں' حضرت ابن مسعود نے کہا: لیکن مجھے جو چیز اس سے باز رکھتی ہے' وہ یہ ہے کہ میں تمہیں ملال اور اکتاہٹ میں مبتلا کرنے کو ناپسند کرتا ہوں اور میں نصیحت کرنے میں تمہاری اس طرح حفاظت اور رعایت کرتا ہوں' جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم اکتاہٹ اور ملال کے خدشہ سے ہماری حفاظت اور رعایت کرتے تھے۔

سوئم اور چہلم وغیرہ کا جواز

اس حدیث کی اطراف اور تخریج حدیث: ۶۸ میں دیکھ لی جائیں اور اس کی شرح بھی وہیں دیکھ لی جائے۔ اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت بھی ظاہر ہے کیونکہ حضرت ابن مسعود ہر روز نصیحت نہیں کرتے تھے تاکہ لوگ اکتا نہ جائیں اور انہوں نے وعظ اور نصیحت کے لیے جمعرات کا دن مقرر کر لیا تھا' اس سے معلوم ہوا کہ نفلی عبادات کے لیے اپنی سہولت سے دن مقرر کرنا جائز ہے اور یہ

تعیین عرفی ہے' تعیین شرعی نہیں ہے' جیسے آج کل پانچ نمازوں کے اوقات گھڑیوں کے حساب سے مقرر کر لیے جاتے ہیں' اسی طرح نفلی صدقہ اور خیرات کے لیے مسلمان اپنی سہولت کے لیے سوئم' چالیسویں اور برسی کا تعین کر لیں یا محفل میلاد کے انعقاد کے لیے یا حضرت غوث اعظم کو ایصال ثواب کے لیے کوئی دن معین کر لیں یا نکاح اور ولیمہ کے لیے یا ختم بخاری اور دستار فضیلت کے جلسہ کے لیے اپنی سہولت کے لیے کوئی تاریخ مقرر کر لیں تو یہ جائز ہے اور یہ تعیین عرفی ہے اور اس کو ناجائز اور بدعت کہنا خود ناجائز ہے' تاہم ان تاریخوں کو ضروری اور تعیین شرعی جاننا اور دوسری تاریخوں میں ان کاموں کو ناجائز جاننا بدعت اور حرام ہے۔

۱۳- بَابُ مَنْ يُرِدِ اللّٰهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ

جس شخص کے ساتھ اللہ خیر کا ارادہ کرلے' اس کو دین کی فقہ (سمجھ) عطا فرماتا ہے

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ اس سے پہلے باب میں اہل علم کو نصیحت کرنے کا ذکر تھا کہ کیا چیز ان کے دین میں مفید ہے اور کیا چیز مضر ہے اور ایسی نصیحت کرنا فقیہ کے ساتھ مخصوص ہے اور اس باب میں فقیہ کی مدح کا ذکر ہے اور وہ کیوں کر ممدوح نہ ہوگا' جب کہ اللہ نے اس کے ساتھ خیر کا ارادہ فرما لیا ہے۔

۷۱- حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عُفَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ' عَنْ يُوْنُسَ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ قَالَ حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ سَمِعْتُ مُعَاوِيَةَ خَطِيْبًا يَقُوْلُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ يُرِدِ اللّٰهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ' وَإِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰهُ يُعْطِيْ' وَلَنْ تَزَالَ هٰذِهِ الْاُمَّةُ قَائِمَةً عَلٰى اَمْرِ اللّٰهِ' لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَالَفَهُمْ حَتّٰى يَاْتِيَ اَمْرُ اللّٰهِ.

[اطراف الحدیث: ۳۱۱۶-۳۶۴۱-۷۳۱۲-۷۴۶۰]

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں سعید بن عفیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن وہب نے حدیث بیان کی از یونس از ابن شہاب' وہ کہتے ہیں کہ حمید بن عبدالرحمان نے کہا: میں نے حضرت معاویہ کو خطبہ دیتے ہوئے سنا' وہ کہہ رہے تھے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس شخص کے ساتھ اللہ خیر کا ارادہ کرتا ہے' اس کو دین میں فقہ عطا فرماتا ہے اور میں صرف تقسیم کرنے والا ہوں اور اللہ عطا فرماتا ہے اور یہ امت ہمیشہ اللہ کے دین پر قائم رہے گی اور کسی کی مخالفت سے اس کو ضرر نہیں ہوگا' حتیٰ کہ اللہ کا حکم آجائے (یعنی قیامت)۔

(صحیح مسلم: ۱۰۳۷' سنن ابن ماجہ: ۲۲۱' المعجم الکبیر: ۸۶۰۔ ج ۱۹' مسند ابویعلیٰ: ۷۳۸۱' حلیۃ الاولیاء ج ۵ ص ۱۳۲' مسند احمد ج ۴ ص ۹۲ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۶۸۳۴۔ ج ۲۸ ص ۴۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت بالکل واضح ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) سعید بن عفیر البصری' انہوں نے امام مالک' ابن وہب' لیث اور دیگر سے سماع کیا ہے' اور ان سے محمد بن یحییٰ الذہلی' امام بخاری اور امام مسلم وغیرہ نے سماع کیا ہے' امام ابن ابی حاتم نے کہا: میں نے ان سے سماع کیا ہے' لیکن یہ ثبت نہ تھے' المقدسی نے کہا: یہ انساب اور تاریخ میں سب سے بڑے عالم تھے' ۲۲۶ھ میں ان کی وفات ہوئی (۲) عبداللہ بن وہب البصری' انہوں نے امام مالک' لیث اور ثوری سے سماع کیا ہے' امام احمد نے کہا: یہ صحیح الحدیث تھے' سماع اور عرض میں فرق کرتے تھے' یحییٰ بن معین نے کہا: یہ ثقہ تھے' ۱۹۷ھ میں مصر میں فوت ہو گئے (۳) یونس بن یزید الایلی' ان کا تعارف ہو چکا ہے (۴) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری' ان کا تعارف بھی ہو چکا ہے (۵) حمید بن عبدالرحمان بن عوف' ان کا تعارف بھی ہو چکا ہے (۶) حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما' یہ کاتب الوحی

تھے فتح مکہ کے سال اسلام لائے اور ۷۸ سال کی عمر گزار کر ۲۲ رجب ۶۰ھ میں ان کی وفات ہوگئی انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ۱۶۳ احادیث روایت کی ہیں امام بخاری نے ان میں سے آٹھ احادیث روایت کی ہیں اور امام مسلم نے پانچ احادیث روایت کی ہیں اور چار احادیث کی روایت پر دونوں متفق ہیں ان سے بہت بڑی جماعت نے احادیث روایت کی ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲ ص ۷۴-۷۳)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل میں احادیث اور آثار

بعض لوگ حضرت معاویہ سے بغض رکھتے ہیں اور ان کی تنقیص کرتے ہیں اس لیے ہم ان کے فضائل میں احادیث ذکر کر رہے ہیں:

حضرت عبدالرحمن بن ابی عمیرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت معاویہ کے لیے دعا کی: اے اللہ! ان کو هادی اور مھدی بنا اور ان کے سبب سے ہدایت دے۔ (سنن ترمذی: ۳۸۴۲ مسند احمد ج ۴ ص ۲۱۶-۲۶۵ المعجم الکبیر ج ۲ ص ۳۹۹ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۲ ص ۱۵۳ التاریخ الکبیر ج ۵ ص ۲۴۰ حلیۃ الاولیاء ج ۸ ص ۳۵۸ تاریخ بغداد ج ۱ ص ۲۰۷)

رویم بیان کرتے ہیں کہ ایک اعرابی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا: یارسول اللہ! میرے ساتھ کشتی لڑیئے حضرت معاویہ نے اس کی طرف کھڑے ہو کر کہا: اے اعرابی! میں تیرے ساتھ کشتی لڑوں گا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: معاویہ کبھی بھی مغلوب نہیں ہوگا حضرت معاویہ نے اس اعرابی کو پچھاڑ دیا جنگ صفین کے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر مجھے یہ حدیث یاد ہوتی تو میں معاویہ سے کبھی جنگ نہ کرتا۔ (تاریخ دمشق الکبیر: ۱۳۴۶۵ ج ۶۲ ص ۱۶ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۴۲۱ھ)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان آسمان کی طرف اتنے ہاتھ بلند کر کے دعا کر رہے تھے کہ آپ کی بغلیں نظر آ رہی تھیں آپ کہہ رہے تھے: اے اللہ! آگ کو معاویہ کے بدن پر حرام کر دے اے اللہ! آگ کو معاویہ کے بدن پر حرام کر دے۔ (تاریخ دمشق الکبیر: ۱۳۴۸۴ ج ۶۲ ص ۶۶-۶۵)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہارے سامنے اس دروازہ سے ایک شخص آئے گا جو اہل جنت سے ہے تو اس دروازہ سے حضرت معاویہ آئے دوسرے دن پھر آپ نے اسی طرح فرمایا پھر حضرت معاویہ آئے ایک شخص نے کہا: یارسول اللہ! وہ یہ ہیں آپ نے فرمایا: ہاں! وہ یہ ہیں پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں آپ نے انگشت شہادت اور درمیانی انگلی کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: تم جنت کے دروازہ پر مجھ سے اس طرح ملو گے۔

(تاریخ دمشق الکبیر: ۱۳۵۰۰ ج ۶۲ ص ۷۰)

یزید بن الاصم بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان صلح ہوگئی تو حضرت علی اپنے لشکر کے مقتولوں کے پاس سے گزرے اور فرمایا: یہ جنت میں ہیں پھر حضرت معاویہ کے لشکر کے مقتولین کے پاس گئے اور فرمایا: یہ (بھی) جنت میں ہیں اور ضرور میرے اور معاویہ کے درمیان معاملہ ہوگا پھر میرے حق میں فیصلہ کیا جائے گا اور معاویہ کی مغفرت کی جائے گی اسی طرح میرے حبیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے خبر دی ہے۔ (تاریخ دمشق الکبیر ج ۶۲ ص ۹۷)

حارث بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: معاویہ کی امارت کو ناپسند نہ کرو پس اللہ کی قسم! اگر تم نے معاویہ کو گم کر دیا تو تمہارے کندھوں سے تمہارے سر اس طرح کٹ کٹ کر گریں گے گویا کہ وہ حنظل (اندرائن) ہیں۔ (تاریخ دمشق الکبیر ج ۶۲ ص ۱۰۵)

میمون بن مہران اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جس مرض میں حضرت معاویہ کی وفات ہوئی اس میں انہوں نے بیان کیا

کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وضو کرا رہا تھا' آپ نے مجھ سے فرمایا: کیا میں تم کو قمیص نہ پہناؤں' میں نے کہا: کیوں نہیں' آپ پر میرے ماں اور باپ فدا ہوں' آپ جو قمیص پہنے ہوئے تھے' آپ نے وہ اتار کر مجھے پہنا دی' میں نے اس کو پہنا' پھر اٹھا کر رکھ لیا' آپ نے اپنے ناخن تراشے' میں نے وہ ناخن لے کر ایک شیشی میں رکھ لیے اور وصیت کی کہ جب میں مر جاؤں تو وہ قمیص میرے جسم کے ساتھ ملا دینا اور ان ناخنوں کو میری آنکھوں پر رکھ دیا' امید ہے ان کی برکت سے اللہ مجھ پر رحم فرمائے گا۔ (تاریخ دمشق الکبیر ج ۶۲ ص ۱۵۶)

فقہ کے لغوی اور اصطلاحی معانی

اس حدیث میں فرمایا ہے: جس کے ساتھ اللہ خیر کا ارادہ کرتا ہے' خیر کا لفظ شر کی ضد ہے' اس کا معنی ہے: خالص مشقت اور اللہ تعالیٰ کے ارادہ کا معنی ہے: دو مقدور چیزوں میں سے کسی ایک چیز کو واقع کرنا۔

اس کے بعد فرمایا: '' یفقه فی الدین ''یعنی اس کو دین میں فقیہ بنا دیتا ہے۔ '' الفقه '' کا لغوی معنی ہے: دین کی فہم' اور اس کا عرفی معنی ہے: دلائل تفصیلیہ سے احکامِ شرعیہ پر استدلال کرنا' اور اس حدیث میں لغوی معنی ہی مناسب ہے' پھر فقہ کی حسب ذیل تعریفیں ہیں:

الحسن البصری نے کہا: فقیہ وہ شخص ہے' جو دنیا میں زاہد ہو اور آخرت میں راغب ہو' دین پر بصیرت رکھتا ہو اور دائمی عبادت کرتا ہو۔

'' المحکم '' میں لکھا ہے: کسی چیز کے علم اور اس کی فہم کو فقہ کہتے ہیں اور اس کا غالب اطلاق علومِ دینیہ پر کیا جاتا ہے۔

ثعلب نے کہا: قرآن مجید ہر علم کی اصل ہے اور اسی سے علماء کو دین کی فقہ حاصل ہوئی۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۷۴)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قاسم ہونے کی توجیہ

نیز اس حدیث میں فرمایا: میں تو صرف قاسم ہوں اور عطا' اللہ فرماتا ہے' اس پر یہ اعتراض ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اور بھی صفات ہیں' آپ نبی اور رسول ہیں' بشیر اور نذیر ہیں' پھر یہ کیوں فرمایا: میں تو صرف قاسم ہوں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں مراد قصر قلب ہے یعنی میں عطا نہیں کرتا۔ عطا تو اللہ تعالیٰ کرتا ہے' میں تو صرف اس عطا کی تقسیم کرتا ہوں' اور کیا تقسیم کرتا ہوں یہ نہیں فرمایا' تا کہ آپ کی تقسیم صرف فقہ میں منحصر نہ ہو' اللہ تعالیٰ ہر چیز عطا کرتا ہے' خواہ وہ علم ہو یا مال اور میں ہر چیز کو تقسیم کرتا ہوں خواہ وہ علم ہو یا مال ہو' اسی وجہ سے ائمہ حدیث نے اس حدیث کو '' باب العلم '' میں بھی ذکر کیا ہے اور '' باب الغنیمة '' میں بھی ذکر کیا ہے' بلکہ حق یہ ہے کہ ابتداء آفرینش عالم سے جس کو جو کچھ ملا' وہ آپ کی تقسیم سے ملا اور آپ کی تقسیم سے ملے گا۔

اور اس حدیث میں فرمایا: میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق پر غالب رہے گا اور کسی کی مخالفت سے اس کو ضرر نہیں ہوگا' امام احمد نے کہا: اس گروہ سے مراد محدثین ہیں' قاضی عیاض نے کہا: اس گروہ سے مراد اہل السنت والجماعت ہیں' علامہ نووی نے کہا: اس گروہ کی کئی شاخیں ہیں' بعض مجاہد ہیں' بعض فقہاء ہیں' بعض محدث ہیں اور بعض زاہدین ہیں۔

حجیت اجماع پر احادیث سے دلائل

اس حدیث میں فرمایا: یہ امت ہمیشہ اللہ کے دین پر قائم رہے گی' یہ حدیث صحیح ہے اور اس میں اجماع کے حجت ہونے پر دلیل ہے۔ حجیت اجماع پر یہ حدیثیں بھی دلیل ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری امت گمراہی پر مجتمع نہیں ہوگی۔

(السنۃ لابی عاصم: ۸۶' حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۳۷' سنن دارمی ج ۱ ص ۲۹)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس امت کو کبھی بھی گمراہی پر مجتمع نہیں فرمائے

(سنن ترمذی: ۲۵۰۶' الترغیب والترہیب ج ۳ ص ۳۱۰' تاریخ بغداد ج ۹ ص ۹۶' اللئالی المصنوعۃ ج ۲ ص ۲۲۸' حلیۃ الاولیاء ج ۵ ص ۱۸۶)

نیز اس حدیث میں فقہ کی تمام علوم پر فضیلت ہے' اور یہ فضیلت اس وقت ہے جب فقیہ اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور علم کے تقاضوں پر عمل کرے' اور اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غیب کی خبر دی ہے کہ یہ امت قیامت تک اللہ کے دین پر قائم رہے گی اور الحمد للہ! علماء حق کی جماعت اسی طرح دین پر قائم ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۸۷۔ ۷۴' ملخصا وموضحا ومخرجا)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۲۲۸۵۔ ج ۲ ص ۹۵۸ پر ہے' اس کی شرح کے عنوانات یہ ہیں:

(۱) سوال کرنے کے جواز اور عدم جواز کا محمل (۲) دورِ فاروقی میں روایت حدیث میں احتیاط (۳) فقہ کی فضیلت (۴) ''انما انا قاسم'' کی تشریح۔

۱٤ - بَابُ الْفَهْمِ فِي الْعِلْمِ — علم کی فہم

اس عنوان پر یہ اعتراض ہے کہ علم اور فہم کا ایک معنی ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ علم سے مراد ہے: معلوم اور اس عنوان کا خلاصہ ہے: معلومات کا ادراک' اور اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ باب سابق میں فقہ کا ذکر تھا اور ہم بتا چکے ہیں کہ فقہ کا معنی فہم ہے۔

۷۲- حَدَّثَنَا عَلِيٌّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ قَالَ لِي ابْنُ أَبِي نَجِيحٍ عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ صَحِبْتُ ابْنَ عُمَرَ إِلَى الْمَدِينَةِ' فَلَمْ أَسْمَعْهُ يُحَدِّثُ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا حَدِيثًا وَاحِدًا' قَالَ كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأُتِيَ بِجُمَّارٍ فَقَالَ إِنَّ مِنَ الشَّجَرِ شَجَرَةً مَثَلُهَا كَمَثَلِ الْمُسْلِمِ فَأَرَدْتُ أَنْ أَقُولَ هِيَ النَّخْلَةُ' فَإِذَا أَنَا أَصْغَرُ الْقَوْمِ' فَسَكَتُّ' قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هِيَ النَّخْلَةُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں علی نے حدیث بیان کی' وہ کہتے ہیں: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' وہ کہتے ہیں: مجھ سے ابن ابی نجیح نے کہا از مجاہد' انہوں نے کہا: میں مدینہ تک حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ رہا' میں نے ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صرف ایک حدیث سنی' انہوں نے کہا: ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ کے پاس کھجور کے درخت کا گوند لایا گیا' جو چربی سے مشابہ ہوتا ہے' آپ نے فرمایا: درختوں میں سے ایک درخت ہے' جو مسلم کے مشابہ ہے' میرے دل میں آیا کہ میں کہوں کہ وہ کھجور کا درخت ہے' لیکن میں حاضرین میں سب سے چھوٹا تھا' میں خاموش رہا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ کھجور کا درخت ہے۔

حدیث: ۶۱ میں اس حدیث کی تخریج اور شرح گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) علی بن عبداللہ بن جعفر بن نجیح' سمعانی نے کہا: یہ اپنے زمانہ میں سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث کا علم رکھنے والے تھے' ان سے امام احمد' امام بخاری اور امام ابوداؤد وغیرہ نے روایت کیا ہے' یہ ۲۳۴ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) سفیان بن عیینہ' ان کا تعارف ہو چکا ہے (۳) عبداللہ بن یسار ابونجیح' یحییٰ القطان نے کہا: یہ منکر تقدیر تھے' ابوزرعہ نے کہا: یہ ثقہ اور صالح الحدیث تھے' یحییٰ نے کہا: ابن ابی نجیح اپنی بدعت کے بہت بڑے مبلغ تھے' یہ ۱۳۱ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) مجاہد بن جبر المخزومی' یہ تابعین کے طبقہ ثانیہ میں سے ہیں' اور فقہاء اہل مکہ سے ہیں' ان کی امانت اور توثیق پر اتفاق ہے' انہوں نے حضرت ابن عباس' حضرت جابر اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم سے روایت کی ہے اور ان سے امام بخاری وغیرہ نے روایت کی ہے' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ان کے سماع میں اختلاف

ہے' یہ ۸۳ سال کی عمر میں ۱۰۲ ھ میں فوت ہو گئے تھے (۵) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ان کا تعارف گزر چکا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲ ص ۸۰۔ ۷۹)

۱۵- بَابُ الْاِغْتِبَاطِ فِي الْعِلْمِ وَالْحِكْمَةِ — علم اور حکمت میں رشک کرنا

باب سابق اور اس باب میں یہ مناسبت ہے کہ باب سابق علم کی فہم میں تھا اور جس شخص میں جس قدر زیادہ علم کی فہم ہوتی ہے' وہ اسی قدر زیادہ قابل رشک ہوتا ہے۔

وقال عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ تَفَقَّهُوْا قَبْلَ اَنْ تُسَوَّدُوْا.

امام بخاری کہتے ہیں کہ حضرت عمر نے فرمایا: سیادت (منصب) کے حصول سے پہلے فقہ حاصل کرو۔

حضرت عمر کا یہ ارشاد اس سند سے مروی ہے:

ابن عون از ابن سیرین از احنف' انہوں نے کہا کہ حضرت عمر نے فرمایا: سیادت کے حصول سے پہلے فقہ حاصل کرو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۶۱۰۷' ج ۵ ص ۲۸۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ ھ)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ اس لیے فرمایا کہ سیادت حاصل کرنے کے بعد آدمی کو علم حاصل کرنے سے شرم آئے گی اور اگر بغیر علم کے منصب پر بیٹھے گا تو غلط فیصلہ کرے گا' اس لیے حصولِ منصب سے پہلے اس کا علم حاصل کرے' ہمارے ملک میں سینٹ اور قومی اسمبلی کے ممبران اسلامی قانون بناتے ہیں اور ان کو اسلام کے اصول اور فروع کا کوئی علم نہیں ہوتا' اور ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ کے جج احکامِ شرعیہ کے مطابق فیصلے کرتے ہیں' حالانکہ وہ مختصر القدوری سے بھی نابلد ہوتے ہیں۔

قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ وَبَعْدَ اَنْ تُسَوَّدُوْا وَقَدْ تَعَلَّمَ اَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ كِبَرِ سِنِّهِمْ.

امام ابوعبداللہ (بخاری) نے کہا: اور حصولِ منصب کے بعد علم حاصل کرو کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے بڑی عمر کے بعد بھی علم حاصل کیا۔

۷۳- حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنِيْ اِسْمَاعِيْلُ بْنُ اَبِيْ خَالِدٍ عَلٰى غَيْرِ مَا حَدَّثَنَاهُ الزُّهْرِيُّ قَالَ سَمِعْتُ قَيْسَ بْنَ اَبِيْ حَازِمٍ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا حَسَدَ اِلَّا فِيْ اِثْنَتَيْنِ رَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ مَالًا فَسُلِّطَ عَلٰى هَلَكَتِهٖ فِي الْحَقِّ ' وَرَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ الْحِكْمَةَ فَهُوَ يَقْضِيْ بِهَا وَيُعَلِّمُهَا.

[اطراف الحدیث: ۱۴۰۹۔ ۷۱۴۱۔ ۷۳۱۶]

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں حمیدی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے اسماعیل بن ابی خالد نے حدیث بیان کی' اس کے سوا جو ہم کو زہری نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے قیس بن ابی حازم سے سنا' انہوں نے کہا: میں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا' وہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حسد (رشک) صرف دو آدمیوں میں کیا جائے' ایک وہ شخص جس کو اللہ نے مال دیا ہو اور وہ اس کو مصارف حق میں خرچ کرے' دوسرا وہ شخص جس کو اللہ نے حکمت عطا کی ہو اور وہ اس حکمت (علم) کے مطابق فیصلہ کرے اور لوگوں کو تعلیم دے۔

(صحیح مسلم: ۸۱۶' سنن ابن ماجہ: ۴۲۰۸' مسند الحمیدی: ۹۹' السنن الکبریٰ للنسائی: ۵۸۴۰' مسند ابویعلیٰ: ۵۰۷۸' صحیح ابن حبان: ۹۰' المعجم الاوسط: ۱۷۳۳' حلیۃ الاولیاء ج ۷ ص ۳۶۳' سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۸۸' شعب الایمان: ۷۵۲۸' شرح السنہ: ۱۳۸' مسند ابوداؤد طیالسی: ۳۹۹' مسند احمد ج ۱ ص ۳۸۵ طبع

تقدیم مسند احمد: ۱۶۵۱۳۔ج ۶ص ۱۶۳ موسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ باب کا عنوان ہے: علم میں رشک کرنا اور حدیث میں بھی اسی کا بیان ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

اس حدیث کے تمام رجال کا تعارف ہو چکا ہے۔(عمدۃ القاری ج ۲ ص ۸۴)

حسد اور رشک کا معنی

اس حدیث میں حسد کا لفظ ہے حسد کا معنی ہے کہ کوئی شخص کسی میں کوئی نعمت دیکھ کر یہ تمنا کرے کہ اس شخص کی یہ نعمت زائل ہو جائے خواہ اس کو وہ نعمت ملے یا نہ ملے اس کے مقابلہ میں ''الغبطۃ'' (رشک کرنا ہے) اس کا معنی ہے کہ کوئی شخص کسی میں کوئی نعمت دیکھ کر یہ تمنا کرے کہ اس کے پاس بھی یہ نعمت برقرار رہے اور اس کو بھی یہ نعمت مل جائے اور اس کا معنی صاحب نعمت اور صاحب کمال کی تعریف اور تحسین کرنا ہے حسد کرنا حرام اور رشک کرنا مستحسن ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَO(الفلق:۵) میں ہر حاسد کے حسد سے اللہ کی پناہ میں آتا ہوںO

حسد کی مذمت میں احادیث

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم حسد کرنے سے بچو کیونکہ حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑیوں کو اور خشک گھاس کو کھا جاتی ہے۔(سنن ابوداؤد: ۴۹۰۳)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا تم سوار ہو کر مناظر سفر سے عبرت حاصل نہیں کرتے مسلمانوں نے کہا: جی ہاں! پھر وہ سب سوار ہو کر گئے انہوں نے ایسے مکان دیکھے جن کے رہنے والے فنا ہو چکے تھے اور ان کے مکان ان کی چھتوں پر گرے ہوئے تھے آپ نے پوچھا: کیا تم ان مکانوں کو پہچانتے ہو؟ میں نے کہا: میں ان مکانوں کو اور ان کے رہنے والوں کو نہیں پہچانتا آپ نے فرمایا: یہ وہ لوگ تھے جن کو بغاوت اور حسد نے ہلاک کر دیا بے شک حسد نیکیوں کے نور کو بجھا دیتا ہے اور بغاوت اس کی تصدیق کرتی ہے یا تکذیب کرتی ہے اور آنکھ زنا کرتی ہے (یعنی اس پر ابھارتی ہے) اور ہاتھ پیر جسم اور زبان اس کی تصدیق کرتے ہیں یا تکذیب کرتے ہیں۔(سنن ابوداؤد: ۴۹۰۴)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو ایک دوسرے سے حسد نہ کرو ایک دوسرے سے دشمنی نہ رکھو اور اللہ کے بندے بھائی بھائی بن جاؤ اور کسی مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑے رکھے۔(صحیح البخاری: ۶۰۶۵ صحیح مسلم: ۲۵۵۹ سنن ترمذی: ۱۹۳۵ سنن ابوداؤد: ۴۹۱۰)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۱۷۹۳۔ ج ۲ ص ۵۹۲ پر مذکور ہے اور اس کی شرح میں صرف رشک اور حسد کا معنی بیان کیا گیا ہے۔

۱۶- بَابُ مَا ذُكِرَ فِي ذَهَابِ مُوسَى صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْبَحْرِ إِلَى الْخَضِرِ

اس کا ذکر کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سمندر میں حضرت خضر کی طرف گئے

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ باب سابق میں علم پر رشک کرنے کا ذکر کیا گیا تھا اور اس باب میں علم کے حصول کے لیے ان کی طرف جانے کا ذکر ہے۔

وَقَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰى اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا﴾ (الکہف:٦٦).

امام بخاری کہتے ہیں: اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد: "کیا میں آپ کی اس لیے اتباع کروں کہ آپ مجھے بھلائی کا وہ علم سکھائیں جو آپ کو سکھایا گیا ہےO" (الکہف:٦٦)۔

امام بخاری نے اس آیت سے علم کی فضیلت پر استدلال کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے علم کے حصول کے لیے سمندر کے پرخطر سفر کو اختیار کیا اور علماء کی اتباع کرنے پر استدلال کیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ایسے عظیم الشان نبی نے بھی حصول علم کی خاطر حضرت خضر علیہ السلام کو اپنی اتباع کی پیش کش کی اور اپنی اتباع کرنے کا پہلے ذکر کیا اور طلب علم کا بعد میں ذکر کیا اور یہ نہیں کہا کہ آپ مجھے اپنا پورا علم سکھا دیں' بلکہ یہ کہا کہ آپ کو جو علم دیئے گئے ہیں' ان میں سے کچھ علم مجھے عطا فرما دیں اور یہ استاذ کا غایت ادب اور احترام ہے۔

٧٤- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ غُرَيْرٍ الزُّهْرِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ، عَنْ صَالِحٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ حَدَّثَ اَنَّ عُبَيْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ اَخْبَرَهُ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهُ تَمَارٰى هُوَ وَالْحُرُّ بْنُ قَيْسِ بْنِ حِصْنٍ الْفَزَارِيُّ فِيْ صَاحِبِ مُوْسٰى، فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ هُوَ خَضِرٌ، فَمَرَّ بِهِمَا اُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ، فَدَعَاهُ ابْنُ عَبَّاسٍ فَقَالَ اِنِّيْ تَمَارَيْتُ اَنَا وَصَاحِبِيْ هٰذَا فِيْ صَاحِبِ مُوْسٰى، الَّذِيْ سَاَلَ مُوْسَى السَّبِيْلَ اِلٰى لُقِيِّهٖ، هَلْ سَمِعْتَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُ شَاْنَهُ؟ قَالَ نَعَمْ، سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ بَيْنَمَا مُوْسٰى فِيْ مَلَاٍ مِّنْ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ، جَاءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ هَلْ تَعْلَمُ اَحَدًا اَعْلَمَ مِنْكَ؟ قَالَ مُوْسٰى لَا، فَاَوْحَى اللّٰهُ اِلٰى مُوْسٰى بَلٰى، عَبْدُنَا خَضِرٌ، فَسَاَلَ مُوْسَى السَّبِيْلَ اِلَيْهِ، فَجَعَلَ اللّٰهُ لَهُ الْحُوْتَ اٰيَةً، وَقِيْلَ لَهُ اِذَا فَقَدْتَ الْحُوْتَ فَارْجِعْ فَاِنَّكَ سَتَلْقَاهُ، وَكَانَ يَتَّبِعُ اَثَرَ الْحُوْتِ فِي الْبَحْرِ، فَقَالَ لِمُوْسٰى فَتَاهُ ﴿اَرَاَيْتَ اِذْ اَوَيْنَآ اِلَى الصَّخْرَةِ فَاِنِّيْ نَسِيْتُ الْحُوْتَ وَمَآ اَنْسَانِيْهُ اِلَّا الشَّيْطَانُ اَنْ اَذْكُرَهُ وَاتَّخَذَ سَبِيْلَهُ فِي الْبَحْرِ عَجَبًا﴾ قَالَ ذٰلِكَ مَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں محمد بن غریر الزہری نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی' از صالح از ابن شہاب' انہوں نے حدیث بیان کی کہ عبید اللہ بن عبد اللہ نے ان کو خبر دی از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ ان کی حر بن قیس بن حصن الفزاری سے صاحب موسیٰ کے متعلق بحث ہوئی' حضرت ابن عباس نے کہا: صاحب موسیٰ حضرت خضر تھے' ان کے پاس سے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ گزرے' حضرت ابن عباس نے ان کو بلایا اور کہا: میرے اور میرے اس ساتھی کی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق بحث ہوئی ہے' جن سے ملاقات کے راستہ کا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سوال کیا تھا' کیا آپ نے سنا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے متعلق کچھ فرمایا تھا؟ حضرت ابی نے کہا: ہاں! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس وقت حضرت موسیٰ بنو اسرائیل کی ایک جماعت میں تھے' ایک شخص نے آ کر ان سے سوال کیا: کیا آپ کو علم ہے کہ آپ سے بڑا کوئی عالم ہے؟ حضرت موسیٰ نے کہا: نہیں' تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کی طرف وحی کی: کیوں نہیں! ہمارا بندہ خضر (تم سے بڑا عالم) ہے' پس حضرت موسیٰ نے ان کے راستہ کا سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے مچھلی کو ان کے لیے نشانی بنا دیا اور ان سے کہا گیا: جس جگہ آپ اس مچھلی کو

كُنَّا نَبْغِ فَارْتَدَّا عَلٰى اٰثَارِهِمَا قَصَصًا﴾ (الکہف: ٦٤-٦٣) فَوَجَدَا خَضِرًا فَكَانَ مِنْ شَاْنِهِمَا الَّذِیْ قَصَّ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ فِیْ كِتَابِهٖ.

[اطراف الحدیث: ۷۸-۱۲۲-۲۲۶۷-۲۷۲۸-۳۴۰۰-۳۴۰۱-۴۷۲۵-۴۷۲۶-۴۷۲۷-۶۶۷۲-۷۴۷۸]

(صحیح مسلم: ۶۱۱۵ 'سنن ترمذی: ۳۱۴۹ 'سنن کبریٰ للنسائی: ۱۱۳۰۹ ' صحیح ابن حبان: ۱۰۲ 'مسند احمد ج ۵ ص ۱۱۷ طبع قدیم 'مسند احمد: ۲۱۱۰۹- ج ۳۵ ص ۳۶ 'مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

گم پائیں' وہیں سے لوٹ جائیں تو عنقریب آپ کی ان سے ملاقات ہوگی' وہ سمندر میں مچھلی کے نشان کے پیچھے پیچھے جارہے تھے تو حضرت موسیٰ سے ان کے شاگرد (حضرت یوشع بن نون) نے کہا: ''کیا آپ نے ابھی دیکھا' جب ہم پتھر سے ٹیک لگا کر آرام کر رہے تھے' وہیں میں مچھلی (کا ذکر کرنا) بھول گیا تھا' اور مجھے دراصل شیطان نے اس کا ذکر کرنا بھلا دیا تھاO حضرت موسیٰ نے کہا: ہم اسی کی تو تلاش میں تھے' پھر وہ اپنے قدموں کے نشان ڈھونڈتے ہوئے لوٹےO'' (الکہف: ۶۴-۶۳) پھر ان دونوں نے حضرت خضر کو پالیا' پھر ان کے مکالمہ کا وہ قصہ ہے جس کو اللہ عزوجل نے اپنی کتاب میں بیان فرمایا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں حضرت موسیٰ کے سمندر کے راستہ میں حضرت خضر سے حصولِ علم کے لیے جانے کا ذکر ہے اور یہی باب کا عنوان تھا۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) محمد بن غریر الفربری' انہوں نے یعقوب بن ابراہیم اور مطرف بن عبداللہ نیشاپوری سے سماعت کی ہے' اور ان سے امام بخاری نے روایت کی ہے' باقی کتب ستہ میں ان سے روایت کی ہے (۲) یعقوب بن ابراہیم بن سعد المدنی' یہ اپنے والد وغیرہ سے روایت کرتے ہیں' اور ان سے امام احمد اور یحییٰ بن معین نے روایت کی ہے' ابن سعد نے کہا: یہ ثقہ اور مامون ہیں' شوال ۲۰۸ ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) یعقوب بن ابراہیم کے والد یعنی ابراہیم بن سعد (۴) ابراہیم بن کیسان (۵) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (۶) عبیداللہ بن عبداللہ (۷) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' ان سب کا تعارف ہو چکا ہے (۸) حر بن قیس الفزاری' یہ عیینہ بن حصن کے بھائی ہیں' یہ اس وفد میں سے ایک ہیں' جو غزوہ تبوک سے واپسی کے موقع پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تھا اور یہ حضرت عمر کی مجلس میں بیٹھنے والے تھے (۹) حضرت ابی بن کعب انصاری رضی اللہ عنہ' یہ اس امت میں سب سے بڑے قاری ہیں' عقبہ اور بدر کے حاضرین میں سے ہیں' حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ ابی بن کعب سید المسلمین ہیں' انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ۱۶۴ احادیث روایت کی ہیں' امام بخاری اور امام مسلم ان میں سے تین پر متفق ہیں' امام بخاری ۴ کے ساتھ منفرد ہیں اور امام مسلم ۷ کے ساتھ' ۱۹ ھ میں مدینہ میں فوت ہو گئے تھے' دوسرا قول ۲۰ ھ کا اور تیسرا قول ۳۰ ھ کا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۹۳-۹۲)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تعارف

اس حدیث میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ ہے' ان کا تعارف حسب ذیل ہے:

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے والد کا نام ہے: عمران بن یصھر بن قاھث بن لاوی بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہم السلام۔

جس وقت عمران کی عمر ۷۰ سال تھی' اس وقت حضرت موسیٰ پیدا ہوئے اور عمران ۱۳۷ سال کی عمر میں فوت ہوئے' اور حضرت موسیٰ کی عمر ۱۲ سال تھی' الفربری نے کہا: وہ ۱۶۰ سال کی عمر میں میدانِ تیہ میں فوت ہوئے' طوفانِ نوح کے ۱۶۲۰ سال بعد ان کی وفات ہوئی' جب وہ بنی اسرائیل کے ساتھ مصر سے روانہ ہوئے تھے' اس وقت ان کی عمر ۸۰ سال تھی' ۴۰ سال میدانِ تیہ میں رہے۔

جب الریان بن الولید فوت ہو گیا' جس نے حضرت یوسف علیہ السلام کو مصر کے خزانوں کا امیر بنایا تھا اور ان کے ہاتھ پر اسلام لایا تھا' اس کے بعد قابوس بن مصعب بادشاہ ہوا' اس کو بھی حضرت یوسف علیہ السلام نے اسلام کی دعوت دی تھی' وہ اسلام نہیں لایا' وہ ظالم بادشاہ تھا' حضرت یوسف علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اٹھا لیا' پھر وہ بادشاہ ہلاک ہو گیا' پھر اس کے بعد اس کا بھائی الولید بن مصعب بن ریان بادشاہ ہوا' اس کی حکومت کے ایام بہت طویل تھے' حتیٰ کہ وہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کا فرعون تھا' جس کی طرف اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھیجا تھا' اس سے زیادہ سرکش اور اس سے زیادہ لمبی عمر والا اور کوئی بادشاہ نہیں گزرا تھا' وہ چار سو سال زندہ رہا' حضرت موسیٰ کا نام موشی کا معرّب ہے' فرعون کی بیوی آسیہ بنت مزاحم نے ان کا یہ نام رکھا تھا' عبرانی زبان میں ''مو'' کا معنی ہے: پانی اور ''شے'' کا معنی ہے: درخت' حضرت موسیٰ کی والدہ نے ان کو تابوت میں رکھ کر اس تابوت کو سمندر میں ڈال دیا تھا' پھر وہ تابوت بہتا ہوا فرعون کے محل کے پاس پہنچ گیا اور یوں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے گھر پرورش پائی۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۸۹)

حضرت خضر علیہ السلام کا تعارف

اس حدیث میں حضرت خضر علیہ السلام کا بھی ذکر ہے' ان کا تعارف حسب ذیل ہے:

حضرت خضر کے نام میں کئی اقوال ہیں' ابن قتیبہ نے ''المعارف'' میں لکھا ہے: ان کا نام بلیاء ہے' ابو حاتم سجستانی نے کہا: ان کا نام خضرون ہے' مقاتل نے کہا: ان کا نام ارمیاہ ہے۔

ان کا لقب خضر ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ سفید چادر پر بیٹھتے تو اس کے پیچھے سبزہ اگ جاتا' مجاہد نے کہا: جب وہ نماز پڑھتے تو ان کے اردگرد کی چیزیں سبز ہو جاتیں۔

ان کے زمانہ میں بھی اختلاف ہے' ایک قول ہے کہ وہ افریدون کے زمانہ میں تھے' جو ذوالقرنین اکبر کا سپاہی تھا' ثعلبی نے کہا ہے کہ وہ ذوالقرنین کے وزیر تھے اور انہوں نے آب حیات پی لیا تھا' ابن جریر نے کہا ہے کہ صحیح قول یہ ہے کہ وہ افریدون کے زمانہ سے پہلے تھے' حتیٰ کہ انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا زمانہ پا لیا۔

حضرت خضر کے ولی یا نبی ہونے میں بھی اختلاف ہے' صحیح یہ ہے کہ وہ نبی ہیں' کیونکہ انہوں نے کہا:

وَمَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِیْ. (الکہف: ۸۲) میں نے یہ کام اپنی رائے سے نہیں کیے۔

یعنی جن کاموں پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اعتراض کیے تھے' وہ سب کام انہوں نے اپنی رائے سے نہیں کیے تھے بلکہ وحی سے کیے تھے اور وحی صرف انبیاء علیہم السلام پر نازل ہوتی ہے' ورنہ الہام کی بناء پر کسی کو قتل کرنا جائز نہیں ہے یا کسی کی کشتی توڑنا جائز نہیں ہے۔

* ان کی حیات میں بھی اختلاف ہے' جمہور ان کی حیات کے قائل ہیں اور محققین کہتے ہیں: ان کی وفات ہو چکی ہے' اس کی تفصیل جاننے کے لیے شرح صحیح مسلم: ۶۰۴۲ ۔ ج ۶ ص ۸۵۹ ۔ ۸۵۳ کا مطالعہ فرمائیں' نیز ان تمام مباحث کی مکمل تفصیل جاننے کے لیے تبیان القرآن ج ۷ ص ۱۷۱ ۔ ۱۵۰' الکہف: ۶۵ ۔ ۶۰ کا مطالعہ فرمائیں۔

مسائل علمیہ میں بحث کرنے اور طلب علم کے لیے سفر کرنے کے آداب اور مسائل

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسائل علمیہ میں بحث کرنا جائز ہے' جیسا کہ حضرت ابن عباس اور حر بن قیس الفزاری میں بحث ہوئی اور جب دو علماء میں اختلاف ہو تو کسی تیسرے بڑے عالم سے فیصلہ کرا لینا چاہیے' جیسے حضرت ابن عباس نے حضرت ابی بن کعب سے فیصلہ کرایا اور کسی عالم کو اپنے مؤقف پر ضد نہیں کرنی چاہیے۔

انسان کتنا بڑا عالم کیوں نہ ہو' اس کو مزید علم کی جستجو میں رہنا چاہیے اور کسی سے علم حاصل کرنے میں تکلف اور جھجک سے کام نہیں

لینا چاہیے' جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت خضر علیہ السلام سے حصول علم کے لیے روانہ ہو گئے' اور سفر میں اپنے ساتھ اپنے شاگرد کو بھی لیا اور کھانے پینے کی چیزیں بھی ہمراہ لیں اور یہ تمام چیزیں توکل کے عین مطابق ہیں' خلاف نہیں ہیں۔

۱۷- بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ عَلِّمْهُ الْكِتَابَ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد: ''اے اللہ! اس کو کتاب کا علم سکھا''

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ باب سابق میں حضرت ابن عباس کی حر بن قیس کے ساتھ علمی بحث کا ذکر تھا اور اس باب میں حضرت ابن عباس کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس دعا کا ذکر ہے' جس کی طرف عنوان میں اشارہ کیا ہے۔

۷۵- حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ' عَنْ عِكْرِمَةَ' عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ ضَمَّنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ اللّٰهُمَّ عَلِّمْهُ الْكِتَابَ. [اطراف الحدیث: ۱۴۳-۳۷۵۶-۷۲۷۰]

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں ابو معمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوارث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے سینہ سے لگایا اور آپ نے دعا کی: اے اللہ! اس کو کتاب کا علم سکھا۔

(صحیح مسلم: ۲۴۷۷' سنن ترمذی: ۳۸۲۴' سنن ابن ماجہ: ۱۶۶' مسند احمد ج ۱ ص ۳۵۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۳۳۷۹- ج ۵ ص ۲۷۲' مؤسسة الرسالة' بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت بالکل واضح ہے کیونکہ اس حدیث میں وہی دعا مذکور ہے' جو عنوان میں ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) ابو معمر عبد اللہ بن عمرو البصری' یہ حافظ اور حجت ہیں' انہوں نے عبد الوارث الدراوردی وغیرہ سے سماع کیا ہے' ان سے ابوحاتم رازی اور امام بخاری وغیرہ نے سماع کیا ہے' یحییٰ بن معین نے کہا: یہ ثقہ اور عاقل اور منکر تقدیر تھے' ۲۲۹ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) عبد الوارث بن سعید التمیمی العنبری' یہ ایوب السختیانی وغیرہ سے روایت کرتے ہیں' ابن سعد نے کہا: یہ ثقہ اور حجت تھے' یہ بصرہ میں محرم ۱۸۰ھ میں فوت ہو گئے (۳) خالد بن مہران الحذاء (موچی) یہ موچیوں کے ساتھ بیٹھتے تھے' لیکن انہوں نے یہ کام نہیں کیا' یہ تابعی ہیں' انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی زیارت کی ہے' ابوحاتم رازی نے کہا: ان کی حدیث لکھی جاتی ہے' اس سے استدلال نہیں کیا جاتا' یحییٰ اور احمد نے کہا: یہ ثقہ ہیں' یہ ۱۴۱ھ میں فوت ہو گئے تھے' ان سے بہت بڑی جماعت نے احادیث روایت کی ہیں (۴) عکرمہ ابوعبد اللہ المدنی' یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام ہیں' بربر اہل مغرب سے ہیں' انہوں نے حضرت عبد اللہ بن عمر اور بہت سے صحابہ سے سماع کیا ہے' یہ اپنے زمانہ کے بہت بڑے علماء میں سے ہیں' ان سے خالد الحذاء اور بہت لوگ روایت کرتے ہیں' کہا گیا ہے کہ ان کی رائے خوارج کے موافق تھی' نافع وغیرہ نے ان کو جھوٹا کہا' امام بخاری نے ان پر اعتماد کیا ہے' ان کی احادیث روایت کرنے کی وجہ سے امام بخاری پر عیب لگایا گیا ہے' تاہم ان کی تعدیل میں بہت اقوال ہیں (۵) حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما' ان کا تعارف ہو چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۹۹-۹۸)

حضرت ابن عباس کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا کی وجوہ

اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اپنے ساتھ لپٹایا اور میرے لیے یہ دعا کی: اے اللہ! اس کو کتاب کا علم عطا فرما۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری نے فضائل صحابہ میں یہ حدیث روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اپنے سینہ کے ساتھ لپٹایا اور یہ دعا کی: اے اللہ! اس کو حکمت کا علم عطا فرما۔ (صحیح البخاری: ۳۷۵۶)

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابن عباس اس وقت سمجھ دار لڑکے تھے اور اس سے یہ ثابت ہوا کہ اپنے رشتہ دار بچہ کو شفقت سے سینہ کے ساتھ لگانا جائز ہے۔

اس دعا کا سبب امام بخاری نے ''کتاب الطھارۃ'' میں یہ بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بتایا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیت الخلاء گئے تو میں نے آپ کے لیے پانی رکھ دیا۔ آپ نے پوچھا: یہ پانی کس نے رکھا ہے؟ آپ کو خبر دی گئی تو آپ نے دعا کی: اے اللہ! اس کو دین میں سمجھ عطا فرما۔ (صحیح البخاری: ۱۴۳) اور صحیح مسلم میں یہ اضافہ ہے: جب آپ بیت الخلاء سے باہر آئے تو آپ نے پوچھا: یہ پانی کس نے رکھا ہے؟ حضرت ابن عباس نے کہا: میں نے تو آپ نے دعا کی: اے اللہ! اس کو سمجھ عطا فرما۔

(صحیح مسلم: ۲۴۷۷)

نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکریم جائز اور صحیح ہے اور اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خوش ہونا۔۔۔۔ اور شیخ اسماعیل دہلوی کی گستاخانہ عبارت کا ردّ

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں: اس دعا کی دوسری وجہ یہ ہے کہ حضرت ابن عباس نے اپنی خالہ ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شب کے معمولات دیکھنے کے لیے ایک رات گزاری جیسا کہ ان شاء اللہ عنقریب آئے گا' اس میں امام احمد نے یہ روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نماز میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے کھڑے ہو گئے اور اس حدیث میں یہ مذکور ہے کہ آپ نے مجھ سے فرمایا: کیا سبب ہے کہ میں تمہیں اپنے آگے کرتا تھا اور تم میرے پیچھے ہو جاتے تھے؟ تو میں نے کہا: کیا کسی کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ نماز میں آپ کے آگے ہو جائے' حالانکہ آپ اللہ کے رسول ہیں' تب آپ نے میرے لیے یہ دعا کی کہ اللہ میرے علم اور فہم میں اضافہ فرمائے۔ (فتح الباری ج۱ ص ۶۲۵' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے امام احمد کی جس روایت کا حوالہ دیا ہے' اس کا متن اس طرح ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں رات کے آخری حصہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور میں نے آپ کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھی' آپ نے مجھے (بائیں جانب سے دائیں جانب کھڑا کرنے کے لیے) میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے گھسیٹا اور مجھے اپنے آگے کیا' پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھنے لگے تو میں پیچھے آ گیا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پڑھی اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد مجھ سے فرمایا: اس کا کیا سبب ہے کہ میں تمہیں اپنے آگے کرتا تھا تو تم میرے پیچھے ہو جاتے تھے؟ میں نے کہا: یا رسول اللہ! کیا کسی شخص کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ نماز میں آپ سے آگے ہو جائے حالانکہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور آپ کو اللہ نے اتنا مرتبہ عطا کیا ہے! میرے اس جواب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خوش ہوئے اور میرے لیے یہ دعا کی کہ اللہ میرے علم اور فہم کو زیادہ فرمائے۔ الحدیث

شعیب الارنؤط نے کہا ہے: اس حدیث کی سند صحیح ہے اور امام بخاری اور امام مسلم کی شرط کے مطابق ہے۔

(حاشیہ مسند احمد ج ۵ ص ۱۷۸) (مسند احمد ج ۱ ص ۳۳۰ طبع قدیم' مسند احمد: ۳۰۶۰' ج ۵ ص ۱۷۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکریم کرنا جائز اور صحیح ہے' اس عمل سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خوش ہوئے

اور آپ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے لیے دعا کی اور شیخ اسماعیل دہلوی متوفی ۱۲۴۶ھ کا یہ لکھنا قطعاً باطل اور مردود ہے:

اور شیخ یا اسی جیسے اور بزرگوں کی طرف خواہ جناب رسالت مآب ہی ہوں' اپنی ہمت کو لگا دینا اپنے بیل اور گدھے کی صورت میں مستغرق ہونے سے زیادہ برا ہے' کیونکہ شیخ کا خیال تو تعظیم اور بزرگی کے ساتھ انسان کے دل میں چمٹ جاتا ہے اور بیل اور گدھے کے خیال کو نہ تو اس قدر چسپیدگی ہوتی ہے اور نہ تعظیم بلکہ حقیر اور ذلیل ہوتا ہے اور غیر کی یہ تعظیم اور بزرگی جو نماز میں ملحوظ ہو' وہ شرک کی طرف کھینچ کر لے جاتی ہے۔ (صراط مستقیم اردو ص ۱۵۰' ملک سراج دین' لاہور' صراط مستقیم فارسی ص ۸۶' المکتبۃ السلفیہ' لاہور۔ ۲)

نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکریم کے متعلق یہ حدیث بھی ہے:

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنی عمرو بن عوف کے محلہ میں ان کے درمیان صلح کرانے کے لیے تشریف لے گئے' اس دوران نماز کا وقت آ گیا تو مؤذن کی درخواست پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھانی شروع کر دی' اثناء نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آ گئے اور آپ صفوں سے گزر کر پہلی صف میں کھڑے ہو گئے' پھر لوگوں نے ہاتھ پر ہاتھ مارے اور حضرت ابوبکر نماز میں اِدھر اُدھر توجہ نہیں کرتے تھے' جب لوگوں نے بہت زیادہ ہاتھ پر ہاتھ مارے تو حضرت ابوبکر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ لیا' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی طرف اشارہ کیا کہ تم کھڑے رہو' حضرت ابوبکر نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس حکم پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا' پھر حضرت ابوبکر پیچھے ہٹ کر صف میں کھڑے ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آگے بڑھ کر نماز پڑھا دی' نماز سے فارغ ہو کر آپ نے فرمایا: اے ابوبکر! جب میں نے تم کو نماز پڑھانے کا حکم دیا تھا' تم کو کس چیز نے منع کیا تھا؟ حضرت ابوبکر نے کہا: ابوقحافہ کے بیٹے کے لیے تو یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے نماز پڑھانے کے لیے کھڑا ہو جائے۔ (صحیح البخاری: ۶۸۴' صحیح مسلم: ۴۲۱' الرقم المسلسل: ۹۲۴' سنن ابوداؤد: ۹۴۰' سنن نسائی: ۷۸۴)

اور تمام دنیا کے مسلمان جب نماز کے تشہد میں "السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ" کہتے ہیں تو نماز میں آپ کی تکریم کرتے ہیں' کیونکہ علامہ شامی متوفی ۱۲۵۲ھ نے لکھا ہے کہ آپ کو سلام کرنے کے قصد سے نماز میں آپ کو سلام کرے' نہ کہ حکایت معراج کے قصد سے اور سلام تعظیم کے لیے کیا جاتا ہے۔ (ردالمحتار ج ۲ ص ۱۹۳' داراحیاء التراث العربی' بیروت)

"سنن ترمذی" اور "سنن ابن ماجہ" میں حضرت ابن عباس کے لیے جو دعا کی ہے اور "صحیح بخاری" میں جو دعا کی ہے' ان کا فرق

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے لیے کتاب کے علم کے حصول کی دعا کی' اس کتاب سے مراد قرآن مجید ہے' یعنی ان کو قرآن مجید کے معانی اور دین کے احکام کا علم عطا فرما۔

اس پر یہ اعتراض ہے کہ امام ترمذی متوفی ۲۷۹ھ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے لیے دو مرتبہ یہ دعا کی ہے کہ اللہ مجھے حکمت عطا فرمائے۔ (سنن ترمذی: ۳۸۲۳)

اس کا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ یہ متعدد واقعات ہوں' ایک مرتبہ آپ نے ان کے لیے کتاب کے علم کی دعا فرمائی ہو اور دوسری بار دو مرتبہ حصول حکمت کے لیے دعا فرمائی' ہو اور کتاب سے مراد قرآن ہو اور حکمت سے مراد سنت ہو' یعنی جن کاموں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امت کے عمل کے لیے معین فرما دیا' قرآن مجید کے علم سے مراد یہ ہے کہ جن کاموں کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں حلال یا حرام فرما دیا اور جن کاموں کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا' یا ان سے منع فرما دیا ان کا علم' اور حکمت سے مراد ہے: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنتوں کا علم اور آپ نے قرآن مجید کے جن مجمل احکام کی تفصیل بیان فرمائی ہے ان کا علم۔

امام ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ ھ نے اس حدیث کو اس طرح روایت کیا ہے: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنے سینہ سے لگا کر یہ دعا کی: اے اللہ! اس کو حکمت کا اور کتاب کی تاویل کا علم عطا فرما۔ (سنن ابن ماجہ:۱۶۶)

کیا یہ ممکن ہے کہ حضرت ابن عباس کے حق میں دعا قبول نہ ہوئی ہو؟

اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ ہوسکتا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا قبول نہ ہوئی ہو؟ میں کہتا ہوں کہ یہ ممکن نہیں ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ عام اللہ کے ولی کی دعا کو بھی ضرور بالضرور قبول فرماتا ہے' حدیث میں ہے:

وان سئلنی لاعطینه. اگر میرا بندہ مقرب مجھ سے سوال کرے تو میں اس کو ضرور بہ ضرور عطا فرماتا ہوں۔

(صحیح البخاری:۶۵۰۲' صحیح ابن حبان:۳۴۷' کتاب الاسماء والصفات:۴۹۱' مسند احمد ج ۶ ص ۲۵۶' مسند ابو یعلیٰ:۲۰۸۷' سنن بیہقی ج ۳ ص ۳۴۶' المعجم الاوسط:۶۱۳' حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۱۵' صفوۃ الصفوۃ ج ۱ ص ۱۵' مشکوٰۃ:۲۲۶۶)

اور جب اللہ تعالیٰ عام عباد مقربین کی دعا کو بھی رد نہیں فرماتا تو یہ کیسے ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب اور سید الانبیاء کی دعا کو قبول نہ فرمائے' جب کہ اللہ ہر نبی کی دعا کو قبول فرماتا ہے' حدیث میں ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چھ قسم کے لوگوں پر میں نے لعنت کی ہے اور اللہ نے لعنت کی ہے اور ہر نبی کی دعا مقبول ہوتی ہے: (۱) اللہ کی کتاب میں زیادتی کرنے والا (۲) اللہ کی تقدیر کی تکذیب کرنے والا (۳) جبر سے حکومت پر قبضہ کرنے والا تا کہ ان کو عزت دے جن کو اللہ نے ذلیل کیا اور ان کو ذلیل کرے' جن کو اللہ نے عزت دی ہے (۴) اللہ کی حرام کی ہوئی چیزوں کو حلال کرنے والا (۵) اور میری اولاد میں جن چیزوں کو اللہ نے حرام کیا ہے' ان کو حلال کرنے والا (۶) اور میری سنت کو (اہانتاً) ترک کرنے والا۔ (سنن ترمذی:۲۱۵۴' المعجم الاوسط:۱۶۸۸' المعجم الکبیر:۲۸۸۳)

اور چونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حق میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا قبول ہوگئی تھی' اسی وجہ سے حضرت ابن عباس قرآن مجید کے عالم ہیں' حبر الامت اور بحر علم ہیں' رئیس المفسرین اور ترجمان القرآن ہیں' اور قرآن اور سنت کے علماء راسخین میں سے ہیں۔

* اس باب کی حدیث مذکور شرح صحیح مسلم:۶۲۴۶۔ ج ۶ ص ۱۱۴۳ پر مذکور ہے اور وہاں اس کی شرح کا عنوان ہے: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی سوانح۔

۱۸- بَابُ مَتٰی يَصِحُّ سَمَاعُ الصَّغِيْرِ کم سن کا سماع حدیث کب صحیح ہوتا ہے؟

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ باب سابق میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حق میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کا ذکر تھا' اس وقت حضرت ابن عباس کم سن تھے اور سن شعور کو پہنچ چکے تھے اور اس باب میں یہ ذکر ہے کہ جو لڑکا کم سن ہو اور وہ سن شعور کو پہنچ چکا ہو' وہ حدیث کا سماع کرسکتا ہے۔

سماع حدیث کی عمر کے تعین کی تحقیق

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس عنوان سے امام احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین کے اختلاف کی طرف اشارہ کیا ہے' یحییٰ بن معین نے کہا ہے کہ سماع حدیث کی مدت کم سے کم پندرہ سال ہے' کیونکہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو غزوۂ احد سے واپس کردیا گیا تھا' کیونکہ اس وقت ان کی عمر پندرہ سال سے کم تھی' امام احمد نے کہا: جب لڑکا سن شعور کو پہنچ جائے اور وہ سنی ہوئی بات کو سمجھ سکے تو اس کے لیے

حدیث کا سماع صحیح ہے اور حضرت ابن عمر کو اس لیے واپس کیا گیا تھا کہ وہ جہاد اور قتال کا موقع تھا اور خطیب بغدادی نے بہ کثرت ایسی احادیث کو جمع کیا ہے' جن کو صحابہ نے کم عمر میں سنا تھا۔ حضرت البراء بن عازب بھی جنگ بدر میں پندرہ برس سے کم تھے' اس لیے ان کو بھی واپس کر دیا گیا تھا' کیونکہ جنگ میں زیادہ قوت اور بصیرت کی ضرورت ہوتی ہے اور اس کی حد پندرہ سال ہے' اور سماع حدیث کے لیے اتنی عمر کافی ہے' جس میں لڑکا بات کو سمجھ سکے۔ (فتح الباری ج۱ ص۶۲۶' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حافظ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ اہل صفہ نے ۵ سال سماع حدیث کی حد مقرر کی ہے کیونکہ حضرت محمود بن ربیع رضی اللہ عنہ نے ۵ سال کی عمر میں حدیث سنی اور اس کو روایت کیا اور ابن الصلاح نے کہا: تمام محدثین کے نزدیک ۵ سال کی عمر سماع حدیث کے لیے معیار ہے' لیکن صحیح یہ ہے کہ سماع حدیث کے لیے کسی سن کا تعین نہ کیا جائے' جب بھی لڑکے کی عمر اتنی ہو کہ وہ بات سمجھ سکے' اس کا سماع حدیث صحیح ہے' خواہ اس کی عمر پانچ سال سے کم ہو' ابراہیم بن سعد الجوہری نے کہا: مامون کے پاس ایک چار سال کا بچہ لایا گیا' جو قرآن پڑھتا تھا اور اس کو بھوک لگتی تو وہ روتا تھا' اور ابو محمد عبد اللہ بن محمد اصبہانی نے پانچ سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کر لیا تھا اور ابو بکر بن المقری چار سال کی عمر میں حدیث کا سماع کرتے تھے' اور حضرت محمود بن الربیع کی حدیث سماع حدیث کے تعین کی دلیل نہیں ہے۔

۷۶- حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ اَبِىْ اُوَيْسٍ قَالَ حَدَّثَنِىْ مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اَقْبَلْتُ رَاكِبًا عَلٰى حِمَارٍ اَتَانٍ، وَاَنَا يَوْمَئِذٍ قَدْ نَاهَزْتُ الْاِحْتِلَامَ، وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّىْ بِمِنًى اِلٰى غَيْرِ جِدَارٍ، فَمَرَرْتُ بَيْنَ يَدَىْ بَعْضِ الصَّفِّ، وَاَرْسَلْتُ الْاَتَانَ تَرْتَعُ، فَدَخَلْتُ فِى الصَّفِّ، فَلَمْ يُنْكِرْ ذٰلِكَ عَلَىَّ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں اسماعیل بن ابی اویس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ از حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے کہا: میں گدھے (یا) گدھی پر سوار تھا اور اس وقت میں بلوغت کے قریب تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منیٰ میں بغیر کسی دیوار کی طرف منہ کیے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے' میں کسی صف کے سامنے سے گزرا اور میں نے گدھی کو چرنے چھوڑ دیا' پھر میں صف میں داخل ہو گیا تو کسی نے مجھ پر انکار نہیں کیا۔

[اطراف الحدیث: ۴۹۳_۸۶۱_۱۸۵۷_۴۴۱۲]

(صحیح مسلم: ۵۰۴' سنن ابوداؤد: ۷۱۵' سنن ترمذی: ۳۳۷' سنن نسائی: ۷۵۱' سنن ابن ماجہ: ۹۴۷' مسند الحمیدی: ۴۷۵' مصنف ابن ابی شیبہ ج۱ ص۲۷۸' منتقیٰ ابن الجارود: ۱۶۸' مسند ابویعلیٰ: ۲۳۸۲' صحیح ابن خزیمہ: ۸۳۳' مسند ابوعوانہ ج۲ ص۵۴' سنن بیہقی ج۲ ص۲۷۶' مصنف عبد الرزاق: ۲۳۵۷' صحیح ابن خزیمہ: ۸۳۹' مسند احمد ج۱ ص۲۱۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۸۹۱' ج۳ ص۴۹۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ حضرت ابن عباس کی اس روایت کی وجہ سے بعض علماء نے بغیر سترہ کے نمازی کے آگے سے گزرنے کو جائز قرار دیا ہے اور یہ حضرت ابن عباس کے بچپن کا وقت تھا' اس سے معلوم ہوا کہ جب بچہ کسی حدیث کو بلوغ سے پہلے سنے اور بالغ ہونے کے بعد اس حدیث کو روایت کرے تو وہ روایت صحیح ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں:

(۱) اسماعیل بن عبد اللہ' جو ابن ابی اویس کے نام سے مشہور ہیں (۲) امام مالک (۳) ابن شہاب (۴) عبید اللہ بن عبد اللہ

(۵) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' ان سب کا تعارف ہو چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۱۰۳۔۱۰۲)

حدیث مذکور کے معانی اور مسائل

اس حدیث میں مذکور ہے: میں گدھے' گدھی پر سوار تھا' دراصل حضرت ابن عباس نے پہلے گدھے کہا' پھر ان کو خیال آیا کہ وہ گدھی تھی' اس کو اصطلاح میں ''بدل الغلط'' کہتے ہیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کم سن کا حدیث کو سننا اور اس کی روایت کرنا صحیح ہے اور جس طرح بچہ کم عمر میں کوئی حدیث سنے اور بڑا ہو کر اسے بیان کر سکتا ہے' اسی طرح کافر کوئی حدیث سنے اور اسلام لانے کے بعد اس کو بیان کرے تو وہ بھی صحیح ہے' جیسے حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے حالت کفر میں ھرقل سے جو مکالمہ کیا' اس کو اسلام لانے کے بعد روایت کر دیا۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر انسان کوئی غلط کام کرے' اس کے بعد کوئی درست کام کرے تو اس کا تدارک ہو جاتا ہے' حضرت ابن عباس کا نمازیوں کی صف کے آگے سے گدھی پر سوار ہو کر گزرنا غلط کام تھا اور جب وہ نماز کی صف میں داخل ہو گئے تو یہ درست کام تھا اور اس سے پہلی غلطی کا تدارک ہو گیا' اسی لیے کسی نے ان پر انکار نہیں کیا۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نمازی کے آگے سے گدھا گزر جائے تو اس سے اس کی نماز نہیں ٹوٹتی اور اس سے ان لوگوں کا رد ہوتا ہے' جو کہتے ہیں کہ نمازی کے آگے سے عورت یا کتا یا گدھا گزر جائے تو اس کی نماز ٹوٹ جاتی ہے' اور اس حدیث کی زیادہ سے زیادہ یہ تاویل ہو سکتی ہے کہ اس سے نمازی کا خشوع منقطع ہو جاتا ہے' نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب بغیر سترہ کے نماز پڑھ رہے تھے' اس صورت میں بغیر سترہ کے نمازیوں کے آگے سے گزرنا جائز نہیں ہے اور حضرت ابن عباس کو کسی نے اس لیے منع نہیں کیا کہ ہو سکتا ہے کہ آپ پر ان کی نظر نہ پڑی ہو۔

* باب مذکور کی یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۱۰۲۶۔ ج ۱ ص ۱۳۱۷ پر مذکور ہے اور اس کی شرح میں سترہ کی تعریف اور اس کا حکم بیان کیا ہے۔

۷۷- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو مُسْهِرٍ قَالَ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنِي الزُّبَيْدِيُّ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ مَحْمُودِ بْنِ الرَّبِيعِ قَالَ عَقَلْتُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَجَّةً مَجَّهَا فِي وَجْهِي، وَأَنَا ابْنُ خَمْسِ سِنِينَ، مِنْ دَلْوٍ.

[اطراف الحدیث: ۱۸۹۔ ۸۳۹۔ ۱۱۸۵۔ ۶۳۵۴۔ ۶۴۲۲]

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابومسہر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے محمد بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے الزبیدی نے حدیث بیان کی از الزہری از حضرت محمود بن الربیع رضی اللہ عنہ' وہ کہتے ہیں کہ مجھے یاد ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے چہرے پر ڈول کے پانی سے کلی کی تھی' اس وقت میں پانچ سال کا تھا۔

(مصنف عبدالرزاق: ۱۹۶۰۰' مسند احمد ج ۵ ص ۴۲۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۳۶۳۸' ج ۳۹ ص ۴۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی عنوان باب کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ علماء نے اس حدیث سے اس پر استدلال کیا ہے کہ کسی مصلحت کی وجہ سے چہرے پر کلی کرنا جائز ہے اور منہ کا لعاب پاک ہوتا ہے اور اس کی دلیل صرف حضرت محمود بن الربیع کی یہ حدیث ہے' جس کو انہوں نے پانچ سال کی عمر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) محمد بن یوسف البیکندی ابو احمد' کیونکہ محمد بن یوسف الفریابی کی ابو مسہر سے کوئی روایت نہیں ہے (۲) ابو مسہر عبد الاعلیٰ الغسانی الدمشقی' یہ جب مسجد سے نکلتے تھے تو لوگ ان کو سلام کرتے اور ان کے ہاتھوں کو بوسہ دیتے تھے' آزمائش کے ایام میں مامون نے ان کو دربار میں بلایا اور تلوار سونت کر کہا: قرآن مجید کو مخلوق کہو ورنہ میں تم کو قتل کر دوں گا' اور جب انہوں نے اس کی بات نہیں مانی تو اس نے ان کو قید میں ڈال دیا' ۲۱۸ھ میں وہ بغداد میں فوت ہو گئے' امام بخاری نے ان سے ملاقات کی ہے اور ان سے بہت سی احادیث سنی ہیں (۳) محمد بن حرب الخولانی الحمصی' انہوں نے امام اوزاعی سے سماع کیا ہے' یہ ثقہ تھے' ۱۷۴ھ میں دمشق میں فوت ہو گئے (۴) ابو الھذیل محمد بن الولید الزبیدی الشامی الحمصی' یہ بہت ثقہ اور بہت بڑے مفتی تھے' مکحول اور زہری وغیرہ سے روایت کرتے تھے اور ان سے محمد بن حرب اور یحییٰ بن حمزہ نے روایت کی ہے' ۱۴۸ھ میں فوت ہو گئے' امام ترمذی کے علاوہ ایک جماعت نے ان سے روایت کی ہے (۵) محمد بن مسلم ابن شہاب الزہری (۶) حضرت محمود بن الربیع بن سراقہ الانصاری الخزرجی' ۹۹ھ میں بیت المقدس میں فوت ہو گئے۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۱۰۷)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لعاب دہن کی برکتیں

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے برکت پہنچانے کا ذکر ہے' جیسا کہ احادیث میں وارد ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھجور کو چبا کر نومولود بچے کے منہ میں ڈال کر گھٹی دیتے تھے' اور صحابہ کرام نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکت اپنے بچوں کے لیے حاصل کرنے کی حرص میں اپنے بچوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے پیش کرتے تھے کیونکہ انہوں نے بہت مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لعاب دہن کی برکتوں کا مشاہدہ کیا تھا' آپ نے حدیبیہ کے کنویں میں کلی کی تو اس کا پانی زیادہ ہو گیا۔ (صحیح البخاری: ۴۱۵۱) حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی پکتی ہوئی ہنڈیا میں لعاب دہن ڈالا تو وہ کھانا تمام لشکر کے لیے کافی ہو گیا۔ (صحیح البخاری: ۴۱۰۲) غزوۂ خیبر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی دکھتی ہوئی آنکھوں میں لعاب دہن ڈالا تو وہ ٹھیک ہو گئیں اور پھر کبھی خراب نہیں ہوئیں۔ (صحیح البخاری: ۴۲۱۰) حضرت سلمہ بن اکوع کی ٹوٹی ہوئی پنڈلی پر لعاب دہن چھڑکا تو وہ جڑ گئی۔ (صحیح البخاری: ۴۲۰۶)

اس وجہ سے صحابہ کرام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لعاب دہن کے متمنی رہا کرتے تھے اور جن کے چہرے پر آپ نے کلی فرمائی' وہ اس پر فخر کرتے تھے۔

آج کل کے جعلی پیر اپنے آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسا ظاہر اور ثابت کرنے کے لیے کھانا کھا کر برتن میں کلی کرتے ہیں اور ان کے غالی مرید اس کو عقیدت سے پیتے ہیں' حالانکہ ان کا منہ انواع واقسام کے جراثیم سے آلودہ رہتا ہے' اللہ تعالیٰ اس کے شر سے ہم سب کو محفوظ رکھے۔ (آمین)

۱۹- بَابُ الْخُرُوْجِ فِیْ طَلَبِ الْعِلْمِ — طلب علم کے لیے نکلنا

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ باب سابق میں یہ ذکر تھا کہ حضرت ابن عباس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز میں شامل ہوئے اور وہ گدھے پر سوار ہو کر کہیں سے آ رہے تھے اور ان کا آ کر نماز میں شامل ہونا بھی طلب علم کے لیے تھا' اور اس باب میں بھی طلب علم کے لیے نکلنے کا ذکر ہے۔

وَرَحَلَ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ مَسِيْرَةَ شَهْرٍ اِلٰى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اُنَيْسٍ فِىْ حَدِيْثٍ وَّاحِدٍ.

امام بخاری کہتے ہیں: حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما ایک حدیث کی خاطر ایک ماہ کی مسافت کا سفر کر کے حضرت عبد اللہ بن

انیس کے پاس گئے۔

اس معلق حدیث کو امام بخاری نے اس لیے وارد کیا ہے کہ اس سے حصول علم کے لیے سفر کرنے کی فضیلت ثابت ہے خواہ اس کے لیے خشکی کا سفر کیا جائے یا سمندری' یہ حدیث چونکہ حضرت جابر سے مروی ہے' اس لیے ہم حضرت جابر رضی اللہ کا تذکرہ کر رہے ہیں

حضرت جابر رضی اللہ کا تعارف

حضرت جابر بن عبداللہ بن عمرو بن حرام رضی اللہ عنہما' یہ ان صحابہ میں سے ایک ہیں' جنہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے بہت زیادہ احادیث روایت کی ہیں' یہ خود بھی صحابی ہیں اور ان کے والد بھی صحابی ہیں' یہ عقبہ اور بدر کے حاضرین میں سے ہیں' حضرت جابر نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اکیس غزوات ہیں اور یہ ان میں سے انیس میں آپ کے ساتھ تھے۔

حضرت جابر نے کہا: جس رات اونٹ کا واقعہ ہوا' اس رات نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے میرے لیے استغفار کیا تھا' اخیر عمر میں حضرت جابر کی بینائی چلی گئی تھی اور وہ اپنے سر اور ڈاڑھی کے کچھ بالوں پر زرد خضاب لگاتے تھے۔

حضرت جابر ۹۴ سال زندہ رہے اور ۷۳ھ میں فوت ہو گئے' حجاج بن یوسف نے ان کا جنازہ پڑھا۔

(الاصابہ: ۱۰۲۸' ج ۱ ص ۵۴۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ۱۵۴۰ احادیث روایت کی ہیں' ۵۸ احادیث پر امام بخاری اور امام مسلم متفق ہیں اور ۲۶ احادیث کے ساتھ امام بخاری منفرد ہیں اور ۱۲۶ احادیث کے ساتھ امام مسلم منفرد ہیں۔

(خلاصۃ تذھیب تہذیب الکمال ج ۱ ص ۱۷۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

امام بخاری نے حضرت جابر رضی اللہ کی اس حدیث معلق کو اس لیے ذکر کیا ہے تا کہ طلب علم کی فضیلت کے لیے بحری اور بری سفر کی فضیلت ظاہر ہو۔

اس حدیث معلق میں حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ کا ذکر ہے' ان کا تعارف حسب ذیل ہے:

حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ کا تعارف

ان کا نام عبداللہ بن انیس الجھنی ہے' ان کی کنیت ابو یحییٰ ہے' یہ انصار کے حلیف تھے' العقبۃ الثانیہ اور احد کے حاضرین میں سے ہیں' انہوں نے حضرت معاذ کے ساتھ مل کر بنو سلمہ کے بت توڑ ڈالے تھے' ان سے ۲۴ احادیث مروی ہیں' ایک حدیث کے ساتھ امام مسلم منفرد ہیں' حضرت جابر نے ان سے ایک حدیث روایت کرنے کے لیے مصر کا سفر کیا تھا' ۸۰ھ میں شام میں فوت ہو گئے تھے۔

(تہذیب الکمال ج ۱۴ ص ۳۱۳' تہذیب التہذیب ج ۵ ص ۱۴۹' تقریب التہذیب: ۳۲۲۷' خلاصۃ الخزرجی ج ۲ ص ۴۹)

اس حدیث کا بیان جس کے حصول کے لیے حضرت جابر نے ایک ماہ کا سفر کیا تھا

جس حدیث کو حاصل کرنے کے لیے حضرت جابر نے حضرت عبداللہ بن انیس کی طرف سفر کیا تھا' وہ حدیث یہ ہے:

امام بخاری بیان کرتے ہیں کہ حضرت جابر سے ذکر کیا جاتا ہے از عبداللہ بن انیس' انہوں نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: اللہ تعالیٰ بندوں کو جمع کرے گا' پھر ان کو ایسی آواز کے ساتھ نداء کرے گا' جس کو دور والا بھی اس طرح سنے گا جس طرح قریب والا سنے گا' فرمائے گا: میں بادشاہ ہوں' میں دیان (جزا دینے والا) ہوں۔

(صحیح البخاری' کتاب التوحید' ۳۲: باب قول اللہ تعالیٰ "وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ")

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ نے اس حدیث کو زیادہ تفصیل کے ساتھ روایت کیا ہے:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مجھے یہ خبر پہنچی کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک حدیث سنی ہے' میں نے اونٹ خریدا اور اس پر سامانِ سفر باندھا' پھر میں ایک ماہ کا سفر کر کے شام میں پہنچا تو وہاں حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ تھے' میں نے دربان سے کہا: ان سے کہو کہ جابر دروازہ پر ہے' انہوں نے پوچھا: ابن عبداللہ! میں نے کہا: ہاں' پھر وہ اپنے تہبند کو گھسیٹتے ہوئے آئے اور مجھے گلے لگایا' اور میں نے ان کو گلے لگایا' میں نے کہا: مجھے خبر پہنچی ہے کہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قصاص کے متعلق کوئی حدیث سنی ہے' مجھے خطرہ تھا کہ آپ سے اس حدیث کو سننے سے پہلے آپ فوت ہو جائیں گے یا میں فوت ہو جاؤں گا' حضرت عبداللہ بن انیس نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: قیامت کے دن لوگوں کو جمع کیا جائے گا' یا فرمایا: بندوں کو برہنہ بدن غیر مختون جمع کیا جائے گا' ہم نے پوچھا: ان کے ساتھ کیا ہوگا؟ فرمایا: ان کے ساتھ کچھ نہیں ہوگا' پھر اللہ تعالیٰ ان کو ایسی آواز کے ساتھ نداء فرمائے گا' جس کو دور والا بھی اس طرح سنے گا' جس طرح قریب والا سنے گا' فرمائے گا: میں بادشاہ ہوں' میں بہت جزا دینے والا ہوں' اور اہل دوزخ میں سے کوئی شخص دوزخ میں داخل نہیں ہوگا' جس پر اہل جنت میں سے کسی کا حق ہو' حتیٰ کہ میں جنتی کا حق دوزخی سے دلا دوں گا' اور نہ اہل دوزخ میں سے کسی کا کسی پر حق ہوگا' خواہ ایک تھپڑ ہی ہو مگر میں اس کا حق دلا دوں گا' ہم نے کہا: ہم اللہ کے پاس کیسے برہنہ بدن اور غیر مختون آئیں گے؟ آپ نے فرمایا: نیکیوں اور بُرائیوں کے ساتھ۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۴۹۵' مسند احمد: ۱۶۰۴۲' ج ۲۵ ص ۴۳۲-۴۳۱' مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کی مزید تخریج حسب ذیل ہے:

المستدرک ج ۲ ص ۴۳۷-ج ۴ ص ۵۷۴' کتاب الاسماء والصفات ص ۲۷۳-۷۸' الادب المفرد: ۹۷۰' خلق افعال العباد ص ۹۲' السنۃ لابن ابی عاصم: ۵۱۴' الاحاد والمثانی: ۲۰۳۴' المعجم الاوسط: ۸۵۸۸' مسند الشامیین: ۱۵۶

اس حدیث کے علاوہ اور کسی حدیث میں اللہ تعالیٰ کی آواز کا ثبوت نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ کی آواز اس کی شان کے لائق ہوگی اور مخلوق کی کوئی آواز اس کے مشابہ نہیں ہوگی۔

باب مذکور کی حدیث کا متن

۷۸- حَدَّثَنَا اَبُو الْقَاسِمِ خَالِدُ بْنُ خَلِيٍّ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ قَالَ الْاَوْزَاعِيُّ اَخْبَرَنَا الزُّهْرِيُّ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُوْدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهُ تَمَارٰى هُوَ وَالْحُرُّ بْنُ قَيْسِ بْنِ حِصْنٍ الْفَزَارِيُّ فِيْ صَاحِبِ مُوْسٰى، فَمَرَّ بِهِمَا اُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ، فَدَعَاهُ ابْنُ عَبَّاسٍ فَقَالَ اِنِّيْ تَمَارَيْتُ اَنَا وَصَاحِبِيْ هٰذَا فِيْ صَاحِبِ مُوْسَى الَّذِيْ سَاَلَ السَّبِيْلَ اِلٰى لُقِيِّهٖ، هَلْ سَمِعْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُ شَاْنَهٗ؟ فَقَالَ اُبَيٌّ نَعَمْ، سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُ شَاْنَهٗ يَقُوْلُ بَيْنَمَا مُوْسٰى فِيْ مَلَاٍ مِّنْ بَنِيْ اِسْرَآئِيْلَ، اِذْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالقاسم خالد بن خلی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن حرب نے حدیث بیان کی' وہ کہتے ہیں: اوزاعی نے کہا: ہمیں الزہری نے خبر دی از عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ ان کی اور حر بن قیس الفزاری کی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے صاحب کے مصداق کے متعلق بحث ہوئی' پھر ان کے پاس سے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ گزرے' حضرت ابن عباس نے ان کو بلایا' پھر کہا: میری اور میرے اس ساتھی کی حضرت موسیٰ کے اس صاحب کے متعلق بحث ہوئی ہے' جس سے ملاقات کا حضرت موسیٰ نے سوال کیا تھا' حضرت ابی نے کہا: ہاں' میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کا ذکر کرتے ہوئے سنا ہے' آپ فرما رہے تھے کہ حضرت موسیٰ بنی

جَاءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ اَتَعْلَمُ اَحَدًا اَعْلَمَ مِنْكَ؟ قَالَ مُوْسٰى لَا، فَاَوْحَى اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ اِلٰى مُوْسٰى بَلٰى، عَبْدُنَا خَضِرٌ، فَسَاَلَ السَّبِيْلَ اِلٰى لُقِيِّهِ، فَجَعَلَ اللّٰهُ لَهُ الْحُوْتَ اٰيَةً وَقِيْلَ لَهُ اِذَا فَقَدْتَ الْحُوْتَ فَارْجِعْ، فَاِنَّكَ سَتَلْقَاهُ، فَكَانَ مُوْسٰى صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَّبِعُ اَثَرَ الْحُوْتِ فِى الْبَحْرِ، فَقَالَ فَتٰى مُوْسٰى لِمُوْسٰى ﴿اَرَاَيْتَ اِذْ اَوَيْنَآ اِلَى الصَّخْرَةِ فَاِنِّىْ نَسِيْتُ الْحُوْتَ وَمَآ اَنْسَانِيْهِ اِلَّا الشَّيْطَانُ اَنْ اَذْكُرَهُ﴾ (الکہف:٦٣) قَالَ مُوْسٰى ﴿ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ فَارْتَدَّا عَلٰى اٰثَارِهِمَا قَصَصًا﴾ (الکہف:٦٤) فَوَجَدَا خَضِرًا، فَكَانَ مِنْ شَاْنِهِمَا مَا قَصَّ اللّٰهُ فِىْ كِتَابِهِ.

اسرائیل کی ایک جماعت میں تھے کہ ان کے پاس ایک شخص نے آ کر کہا: کیا آپ کو علم ہے کہ آپ سے بڑا بھی کوئی عالم ہے؟ حضرت موسیٰ نے کہا: نہیں! تو اللہ عزوجل نے حضرت موسیٰ کی طرف وحی کی: کیوں نہیں! ہمارا بندہ خضر ہے' پھر حضرت موسیٰ نے ان سے ملاقات کے راستے کا سوال کیا' تو اللہ تعالیٰ نے مچھلی کو ان کے لیے نشانی بنا دیا' اور ان سے کہا گیا کہ جس جگہ آپ مچھلی کو گم پائیں' وہیں سے لوٹ جائیں' پھر عنقریب آپ کی ان سے ملاقات ہو گی' پھر موسیٰ علیہ السلام سمندر میں مچھلی کے نشانات کا پیچھا کر رہے تھے' پھر حضرت موسیٰ کے شاگرد نے حضرت موسیٰ سے کہا' اس نے کہا: "کیا آپ نے دیکھا' جب ہم پتھر سے ٹیک لگا کر آرام کر رہے تھے تو میں وہاں مچھلی کا ذکر کرنا بھول گیا تھا' اور دراصل مجھے شیطان نے اس کا ذکر کرنا بھلا دیا تھا"۔ (الکہف: ٦٣) حضرت موسیٰ نے کہا: "ہم اسی کی تلاش میں تھے' پھر وہ دونوں وہیں اپنے قدموں کے نشان ڈھونڈتے ہوئے لوٹےO" (الکہف: ٦٤) پھر ان دونوں نے حضرت خضر کو پالیا' پھر ان کا وہ ماجرا ہوا' جس کا اللہ نے اپنی کتاب میں ذکر فرمایا ہے۔

اس حدیث کی تخریج' اس کے اطراف اور اس کی شرح صحیح البخاری: ٧٤ میں گزر چکی ہے' وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

٢٠- بَابُ فَضْلِ مَنْ عَلِمَ وَ عَلَّمَ — پڑھنے اور پڑھانے کی فضیلت

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ باب سابق میں عالم اور معلم کا ذکر تھا اور اس باب میں ان کی فضیلت کا بیان ہے۔

٧٩- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ اُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ اَبِىْ بُرْدَةَ، عَنْ اَبِىْ مُوْسٰى، عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَثَلُ مَا بَعَثَنِىَ اللّٰهُ بِهِ مِنَ الْهُدٰى وَالْعِلْمِ، كَمَثَلِ الْغَيْثِ الْكَثِيْرِ اَصَابَ اَرْضًا، فَكَانَ مِنْهَا نَقِيَّةٌ قَبِلَتِ الْمَاءَ، فَاَنْبَتَتِ الْكَلَاَ وَالْعُشْبَ الْكَثِيْرَ، وَكَانَتْ مِنْهَا اَجَادِبُ، اَمْسَكَتِ الْمَاءَ، فَنَفَعَ اللّٰهُ بِهَا النَّاسَ، فَشَرِبُوْا وَسَقَوْا وَزَرَعُوْا، وَاَصَابَ مِنْهَا طَائِفَةً اُخْرٰى، اِنَّمَا هِىَ قِيْعَانٌ لَا تُمْسِكُ مَاءً، وَلَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن العلاء نے حدیث بیان کی' وہ کہتے ہیں: ہمیں حماد بن اسامہ نے حدیث بیان کی از برید بن عبد اللہ از ابی بردہ از ابی موسیٰ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: اللہ نے مجھے جو ہدایت اور علم دے کر بھیجا ہے' اس کی مثال اس زیادہ بارش کی ہے' جو کسی زمین پر برسے' پس بعض زمینیں زرخیز ہوتی ہیں' جو پانی کو قبول کرتی ہیں اور خشک اور زیادہ تر گھاس اگاتی ہیں اور بعض زمینیں بنجر ہوتی ہیں' وہ پانی کو روک لیتی ہیں' پس اللہ اس سے لوگوں کو نفع دیتا ہے' وہ اس پانی کو پیتے ہیں اور اپنے مویشیوں کو پلاتے ہیں اور اس پانی سے کاشت کاری کرتے ہیں

كَلَأ، فَذٰلِكَ مَثَلُ مَنْ فَقُهَ فِي دِينِ اللّٰهِ، وَنَفَعَهُ مَا بَعَثَنِيَ اللّٰهُ بِهِ فَعَلِمَ وَ عَلَّمَ، وَمَثَلُ مَنْ لَمْ يَرْفَعْ بِذٰلِكَ رَأْسًا، وَلَمْ يَقْبَلْ هُدَى اللّٰهِ الَّذِي أُرْسِلْتُ بِهِ.

اور بارش بعض قسم کی زمینوں پر ہوتی ہے جو چکنی ہوتی ہیں نہ وہ پانی کو روکتی ہیں اور نہ سبزہ اگاتی ہیں یہ مثال اس شخص کی ہے جو دین کی فقہ (فہم) حاصل کرے اور اللہ نے مجھے جو علم اور ہدایت دے کر بھیجا ہے وہ اس کو نفع دے پس وہ پڑھے اور پڑھائے اور یہ اس شخص کی مثال ہے جو اس ہدایت کی طرف توجہ نہ دے اور اللہ کی اس ہدایت کو بالکل قبول نہ کرے جس کے ساتھ مجھے بھیجا گیا ہے۔

قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ اِسْحٰقُ وَكَانَ مِنْهَا طَآئِفَةٌ قَيَّلَتِ الْمَاءَ.

امام ابوعبداللہ (بخاری) نے کہا: اسحاق نے کہا: بعض زمینیں پانی کو پی لیتی ہیں۔

قَاعٌ يَعْلُوْهُ الْمَاءُ، وَالصَّفْصَفُ الْمُسْتَوِيْ مِنَ الْاَرْضِ.

''قاع'' اس کا معنی ہے: جس پر پانی بلند ہوتا ہے' ''وَالصَّفْصَفُ'' اس کا معنی ہے: ہموار زمین۔

(صحیح مسلم: ۲۲۸۲' السنن الکبریٰ للنسائی: ۵۸۴۳' مسند ابویعلیٰ: ۷۳۱۱' صحیح ابن حبان: ۴' مسند احمد ج ۴ ص ۳۹۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۹۵۷۳' ج ۳۲ ص ۳۴۳)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) محمد بن العلاء بن کریب' یہ بہت صادق ہیں' کوفہ میں انہوں نے تین لاکھ احادیث بیان کی' ۲۴۸ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) ابواسامہ حماد بن اسامہ الہاشمی القرشی' یہ ثقہ' ثبت اور صدوق ہیں' ۸۱ سال کی عمر میں ۲۰۱ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) برید بن عبد اللہ بن ابی بردہ' ان کا تعارف ہو چکا ہے (۴) عامر بن ابوموسیٰ اشعری' ان کا تعارف بھی ہو چکا ہے (۵) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ' ان کا تعارف بھی ہو چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۱۱۵)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت واضح ہے' کیونکہ اس میں تعلیم کی فضیلت کا ذکر ہے۔

خلاصہ حدیث اور حدیث میں بیان کی ہوئی مثالوں کی وضاحت

اس حدیث میں زمین کی تین قسمیں بیان کی گئی ہیں: (۱) وہ زمین جو بارش سے نفع حاصل کرتی ہے' پہلے وہ زمین مردہ ہوتی ہے' پھر بارش سے زندہ ہو جاتی ہے' پھر سبزہ اگاتی ہے' جس سے انسان اور مویشی فائدہ حاصل کرتے ہیں' اس کے مقابلہ میں انسانوں کی وہ قسم ہے' جس کو ہدایت اور علم پہنچتا ہے تو وہ اس کو یاد کر لیتا ہے' اس سے اپنے دل کو زندہ کرتا ہے' اس پر وہ عمل کرتا ہے اور دوسروں کو تعلیم دیتا ہے' پس وہ خود بھی نفع حاصل کرتا ہے اور دوسروں کو بھی نفع پہنچاتا ہے (۲) زمین کی دوسری قسم وہ ہے' جو خود تو بارش سے نفع حاصل نہیں کرتی لیکن وہ اپنے اندر پانی کو جمع کر لیتی ہے اور اس جمع شدہ پانی سے انسان اور مویشی فائدہ حاصل کرتے ہیں' اور اس کے مقابلہ میں انسانوں کی وہ قسم ہے' جن کا حافظہ بہت قوی ہوتا ہے' لیکن ان میں احادیث سے مسائل مستنبط کرنے اور اجتہاد کرنے کی صلاحیت نہیں ہوتی' وہ احادیث حفظ کر لیتے ہیں اور ان سے احادیث سن کر فقہاء ان احادیث سے احکام نکالتے ہیں اور (۳) زمین کی تیسری وہ قسم ہے جو چکنی اور شور والی زمین ہوتی ہے' نہ وہ اپنے اندر پانی کو روکتی ہے اور جمع کرتی ہے اور نہ اس پانی کو قبول کر کے اس سے سبزہ اگاتی ہے اور اس کے مقابلہ میں انسانوں کی وہ قسم ہے' جن میں قوتِ حافظہ ہوتی ہے اور نہ روشن فہم ہوتی ہے اور ان میں قیاس اور مسائل نکالنے کی بالکل صلاحیت نہیں ہوتی' پس جب یہ لوگ علم کی کوئی بات سنتے ہیں تو اس سے کوئی نفع حاصل نہیں کرتے اور نہ اس

کو یاد رکھتے ہیں کہ اس سے کوئی اور فائدہ اٹھا سکے۔

سو پہلی قسم وہ ہے: جو خود بھی نفع اٹھائے اور دوسروں کو بھی نفع پہنچائے اور دوسری قسم وہ ہے: جو خود تو نفع نہ اٹھا سکے لیکن دوسروں کو نفع پہنچائے اور تیسری قسم وہ ہے: جو خود نفع اٹھائے نہ دوسروں کو نفع پہنچائے' پہلی قسم سے فقہاء کی طرف اشارہ ہے' دوسری قسم سے احادیث روایت کرنے والے محدثین کی طرف اشارہ ہے اور تیسری قسم سے عوام کی طرف اشارہ ہے' آپ نے فرمایا: یہ اس شخص کی مثال ہے' جو ہدایت کے ساتھ بالکل سر نہ اٹھائے اور اللہ کی اس ہدایت کو بالکل قبول نہ کرے' جس کے ساتھ مجھے بھیجا گیا ہے' اس سے آپ کی مراد یہ ہے کہ وہ شخص بہت متکبر ہے اور غایت تکبر کی وجہ سے آپ کی طرف التفات نہ کرے۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۵۸۴۳۔ ج ۶ ص ۱۷۷ پر مذکور ہے اور اس کی شرح کا یہ عنوان ہے: علم دین پڑھنے اور پڑھانے کی فضیلت۔

۲۱- بَابُ رَفْعِ الْعِلْمِ وَظُهُوْرِ الْجَهْلِ — علم کا اُٹھ جانا اور جہل کا غالب ہونا

اس باب کی بابِ سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ بابِ سابق عالم اور متعلم کی فضیلت میں تھا اور اس سے علم کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے اور اس باب میں اس کی ضد کا بیان ہے یعنی جہل کا غالب ہونا۔

علماء کو ضائع کرنے کا معنی

وَقَالَ رَبِيْعَةُ لَا يَنْبَغِيْ لِاَحَدٍ عِنْدَهُ شَيْءٌ مِنَ الْعِلْمِ اَنْ يُضَيِّعَ نَفْسَهُ.

ربیعہ نے کہا: جس کے پاس تھوڑا سا بھی علم ہو اسے اپنے آپ کو ضائع نہیں کرنا چاہیے۔

یہ ربیعہ بن ابو عبد الرحمان فروخ ہیں' امام مالک بن انس کے شیخ ہیں' ان سے امام ابوحنیفہ نے احادیث روایت کی ہیں' یہ ۱۳۶ھ میں مدینہ میں فوت ہو گئے تھے۔

اس قول کا معنی یہ ہے کہ عالم کو دنیاداروں کے پاس نہیں جانا چاہیے اور علم کی عظمت قائم رکھنے کے لیے ان کے سامنے تواضع نہیں کرنی چاہیے اور ایسا نہ کرے کہ وہ تعلیم و تعلم میں کم مشغول ہو اور نمود و نمائش کے کاموں میں زیادہ مشغول ہو اور علم کے تقاضے پر عمل کرنے کو چھوڑنا اور ظالم حکام کے سامنے حق بیان کرنے کو ترک کرنا نہیں چاہیے' فقہاء نے کہا ہے کہ حاکم شہر پر لازم ہے کہ وہ بیت المال سے علماء کا وظیفہ مقرر کرے' جس سے وہ اپنی ضروریات پوری کر سکیں' جس طرح حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لیے آدھی بکری یا سالم بکری کا بیت المال سے وظیفہ مقرر کیا گیا تھا۔

۸۰- حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ مَيْسَرَةَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، عَنْ اَبِي التَّيَّاحِ، عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ اَشْرَاطِ السَّاعَةِ اَنْ يُرْفَعَ الْعِلْمُ، وَيَثْبُتَ الْجَهْلُ، وَيُشْرَبَ الْخَمْرُ، وَيَظْهَرَ الزِّنَا.

[اطراف الحدیث: ۸۱۔ ۵۲۳۱۔ ۵۵۷۷۔ ۶۸۰۸]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمران بن میسرہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوارث نے حدیث بیان کی از ابی التیاح از حضرت انس رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک قیامت کی علامتوں میں سے یہ ہے کہ علم اٹھا لیا جائے گا اور جہل ثابت ہوگا اور شراب پی جائے گی اور زنا بہ کثرت ہوگا۔

(صحیح مسلم: ۲۶۷۱' خلق افعال العباد: ۳۴۱' السنن الکبریٰ للنسائی: ۵۹۰۵' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۶ ص ۵۴۳' مسند احمد ج ۳ ص ۱۵۱ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۳۵۲۷۔ ج ۲۰ ص ۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی عنوان باب کے ساتھ مطابقت واضح ہے کیونکہ باب کا عنوان ہے: علم کا اٹھ جانا اور حدیث میں اسی کا ذکر ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) عمران بن میسرہ المنقری البصری ان سے ابوزرعہ ابوحاتم امام بخاری اور امام ابوداؤد نے احادیث روایت کی ہیں یہ ۲۲۳ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) عبدالوارث بن سعید بن ذکوان التیمی البصری ان کا تعارف ہو چکا ہے (۳) ابوالتیاح یزید بن زیادہ المضبعی یہ ثقہ ثبت اور صالح ہیں ۱۲۸ھ میں فوت ہو گئے تھے ان سے ایک جماعت نے روایت کی ہے (۴) حضرت انس رضی اللہ عنہ۔

(عمدۃ القاری ج ۲ ص ۱۲۳)

ہمارے زمانہ میں جاہلوں کا غلبہ

علم کے اٹھ جانے سے مراد یہ ہے کہ علماء اٹھ جائیں گے اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ علماء کے سینوں سے علم کو محو کر دیا جائے گا لیکن جب علماء فوت ہو جائیں گے اور لوگ جاہلوں کو اپنا پیر اور پیشوا بنالیں گے اور وہ اپنی رائے سے دین میں احکام جاری کریں گے اور اپنی جہالت کے باوجود فتوے جاری کریں گے احادیث کے غلط ترجمے کریں گے اُردو کی کتابیں پڑھ کر اور ان میں اپنی طرف سے رنگ آمیزی کر کے وعظ کریں گے خود بھی گم راہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گم راہ کریں گے ہمارے زمانہ میں اس کی بہت نظائر ہیں ہم ان جاہلوں کے غلبہ سے اللہ کی پناہ طلب کرتے ہیں۔

شرح صحیح مسلم میں باب مذکور کی حدیث کی شرح

باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۶۶۶۱۔ ج ۷ ص ۴۰۲ پر مذکور ہے اور اس کی شرح کے حسب ذیل عنوانات ہیں:
① علم کے اٹھنے اور جہل کے پھیلنے کی پیش گوئی ہمارے زمانہ میں پوری ہوئی ② قیامت کی علامت میں سے مردوں کے کم ہونے اور عورتوں کے زیادہ ہونے کی وجہ ③ جاہلوں کو رئیس اور شیخ بنانے کی مذمت۔

۸۱- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ اَنَسٍ قَالَ لَاُحَدِّثَنَّكُمْ حَدِيْثًا لَا يُحَدِّثُكُمْ اَحَدٌ بَعْدِيْ، سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مِنْ اَشْرَاطِ السَّاعَةِ اَنْ يَقِلَّ الْعِلْمُ، وَيَظْهَرَ الْجَهْلُ، وَيَظْهَرَ الزِّنَا، وَتَكْثُرَ النِّسَاءُ، وَيَقِلَّ الرِّجَالُ، حَتّٰى يَكُوْنَ لِخَمْسِيْنَ امْرَاَةِ الْقَيِّمُ الْوَاحِدُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از شعبہ از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ انہوں نے کہا: میں تم کو ضرور ایسی حدیث بیان کروں گا جس کو میرے بعد تم سے کوئی بیان نہیں کرے گا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قیامت کی علامتوں میں سے یہ ہے کہ علم کم ہو جائے گا اور جہل کا غلبہ ہوگا اور زنا بہ کثرت ہوگا اور عورتیں زیادہ ہوں گی اور مرد کم ہوں گے حتیٰ کہ پچاس عورتوں کا ایک مرد کفیل ہوگا۔

اس حدیث کے رجال کا تعارف پہلے ہو چکا ہے اور اس کی تخریج اور بعض الفاظ کی شرح صحیح البخاری: ۸۰ میں گزر چکی ہے اور جن الفاظ کی شرح نہیں ہوئی وہ ہم کر رہے ہیں۔

عورتوں کے زیادہ ہونے اور مردوں کے کم ہونے کی توجیہات

اس حدیث میں مذکور ہے کہ مرد کم ہو جائیں گے اور عورتیں زیادہ ہوں گی اس کی متعدد توجیہات ہیں:
(۱) مختلف جنگوں اور آپس کے جھگڑوں میں مرد قتل کر دیئے جائیں گے اور عورتیں باقی رہ جائیں گی۔

(۲) آخر زمانہ میں مردوں کی پیدائش کم ہوگی اور عورتوں کی پیدائش زیادہ ہوگی۔
(۳) کثرت فتوحات کی وجہ سے میدانِ جنگ سے بہت عورتوں کو قید کیا جائے گا اور باندیوں کی کثرت ہوگی۔
نیز اس حدیث میں ہے کہ حتیٰ کہ پچاس عورتوں کا ایک مرد کفیل ہوگا' یہ بھی ہوسکتا ہے کہ حقیقۃً پچاس عورتوں کا ایک مرد کفیل ہو اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ پچاس کا عدد آپ نے مبالغۃً فرمایا ہو۔

۲۲- بَابُ فَضْلِ الْعِلْمِ — علم کی فضیلت

اس باب اور باب سابق کی مناسبت واضح ہے' کیونکہ دونوں بابوں میں علم کا ذکر ہے' اس پر یہ اعتراض ہے کہ ''کتاب العلم'' کا پہلا باب بھی فضیلت علم میں تھا اور یہ باب بھی فضیلت علم میں ہے اور یہ تکرار ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ پہلے باب سے مقصود علماء کی فضیلت کو بیان کرنا تھا اور اس باب سے مقصود علم کی فضیلت کو ظاہر کرنا ہے۔

۸۲- حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عُفَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ' عَنْ حَمْزَةَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَمَا اَنَا نَائِمٌ اُتِيْتُ بِقَدَحِ لَبَنٍ' فَشَرِبْتُ حَتّٰى اِنِّيْ لَاَرَى الرِّيَّ يَخْرُجُ فِيْ اَظْفَارِيْ' ثُمَّ اَعْطَيْتُ فَضْلِيْ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ' قَالُوْا فَمَا اَوَّلْتَهُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ الْعِلْمَ.

[اطراف الحدیث: ۳۶۸۱-۷۰۰۶-۷۰۰۷-۷۰۲۷-۷۰۳۲]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن عفیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے لیث نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے عقیل نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از حمزہ بن عبد اللہ بن عمر از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس وقت میں سویا ہوا تھا' میرے پاس دودھ کا پیالہ لایا گیا' میں نے اس کو پیا حتیٰ کہ میں نے دیکھا کہ (دودھ سے) سیری میرے ناخنوں سے نکل رہی ہے' پھر میں نے اپنا بچا ہوا (دودھ) عمر بن الخطاب کو دے دیا' صحابہ نے پوچھا: یارسول اللہ! آپ نے اس کی کیا تعبیر لی ہے؟ آپ نے فرمایا: علم۔

(صحیح مسلم: ۲۳۹۱' سنن ترمذی: ۲۲۸۴' الطبقات الکبریٰ ج ۲ ص ۳۳۵' السنۃ لابن ابی عاصم: ۱۲۵۵' صحیح ابن حبان: ۶۸۷۸' سنن بیہقی ج ۷ ص ۴۹' السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۱۲۳' تاریخ بغداد ج ۱۰ ص ۲۳۱' مسند احمد ج ۲ ص ۸۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۵۵۵۴' ج ۹ ص ۳۸۹' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی عنوان باب کے ساتھ مناسبت اس طرح ہے کہ باب کا عنوان ہے: علم کی فضیلت اور اس حدیث میں ذکر کیا گیا ہے کہ آپ کو اس قدر علم دیا گیا کہ اس کی سیری آپ کے ناخنوں سے باہر آگئی۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) سعید بن عفیر (۲) لیث بن سعد (۳) عقیل بن خالد (۴) ابن شہاب زہری' ان سب کا تعارف ہو چکا ہے (۵) حمزہ بن عبد اللہ بن عمر بن الخطاب القرشی العدوی' انہوں نے اپنے والد حضرت ابن عمر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم سے سماع کیا ہے' احمد بن عبد اللہ نے کہا: یہ تابعی اور ثقہ ہیں' بہت بڑی جماعت نے ان سے احادیث روایت کی ہیں (۶) حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' آپ کا تعارف ہو چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۱۲۸)

دودھ سے علم کو تعبیر کرنے کی توجیہ

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ کی تعبیر علم سے کی ہے' کیونکہ دودھ اور علم دونوں کثرت نفع میں مشترک ہیں

دودھ انسان کے جسم کی غذا ہے اور بدن کی اصلاح اور قوت کا سبب ہے' اور علم انسان کی روح کی غذا ہے اور اس کی دنیا اور آخرت کی اصلاح کا سبب ہے۔ خواب میں دودھ کو دیکھنا سنت اور فطرت پر استقامت اور علم دین کے حصول کی دلیل ہے' کیونکہ دودھ وہ پہلی غذا ہے' جو نومولود کو دنیا کے طعام سے دی جاتی ہے اور دودھ سے اس کے بدن کی حیات حاصل ہوتی ہے' جیسے علم سے دلوں کی حیات حاصل ہوتی ہے' نیز دودھ جنت کی نعمتوں سے ہے' کیونکہ جنت میں دودھ کے دریا ہوں گے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا بچا ہوا دودھ حضرت عمر کو دیا اور اس کی تعبیر علم سے کی' یہ اس کی دلیل ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فطرت سلیم تھی اور ان کا دین صحیح تھا اور ان کا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فیض تھا' نیز اس حدیث میں حضرت عمر کی فضیلت ہے اور خواب کی تعبیر بیان کرنے کا جواز ہے۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ انبیاء علیہم السلام کے خواب وحی ہوتے ہیں تو آپ کا یہ خواب حقیقت واقعیہ تھا' یا محض تخیل تھا' اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حقیقت واقعیہ تھا کیونکہ یہ ممکن ہے اور اس میں کوئی استحالہ نہیں ہے۔

* اس باب کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۶۰۶۸ - ج ۶ ص ۹۰۸ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۲۳- بَابُ الْفُتْيَا وَهُوَ وَاقِفٌ عَلَى الدَّابَّةِ وَغَيْرِهَا

سوال کرنا خواہ اس وقت عالم سواری پر کھڑا ہوا ہو

''الفتیا'' اور'' الفتوی'' کا معنی ہے: کسی پیش آمدہ دینی مسئلہ کے متعلق سوال کرنا' اور اس میں'' دابۃ'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: چوپایہ اور یہ عرف میں گھوڑے' گدھے' خچر اور اونٹ کو کہتے ہیں' یعنی عالم سے ہر حال میں سوال کرنا جائز ہے' خواہ وہ سواری پر کھڑا ہو یا بیٹھا ہو' اور اس باب میں اور باب سابق میں مناسبت یہ ہے کہ دونوں کا تعلق علم سے ہے۔

۸۳- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عِيسَى بْنِ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَفَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ بِمِنًى لِلنَّاسِ يَسْأَلُونَهُ، فَجَاءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ لَمْ أَشْعُرْ فَحَلَقْتُ قَبْلَ أَنْ أَذْبَحَ ؟ فَقَالَ اذْبَحْ وَلَا حَرَجَ. فَجَاءَ آخَرُ فَقَالَ لَمْ أَشْعُرْ فَنَحَرْتُ قَبْلَ أَنْ أَرْمِيَ؟ قَالَ ارْمِ وَلَا حَرَجَ فَمَا سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ شَيْءٍ قُدِّمَ وَلَا أُخِّرَ إِلَّا قَالَ افْعَلْ وَلَا حَرَجَ.

[اطراف الحدیث: ۱۲۴- ۱۷۳۶- ۱۷۳۷- ۱۷۳۸- ۶۶۶۵]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از عیسیٰ بن طلحہ بن عبید اللہ از حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع کے موقع پر منیٰ میں کھڑے ہوئے لوگوں کے سوالوں کے جواب دے رہے تھے کہ ایک شخص نے آ کر کہا: مجھے پتا نہیں چلا' میں نے ذبح سے پہلے سر مونڈ لیا' آپ نے فرمایا: اب ذبح کر لو اور کوئی حرج نہیں' پھر ایک اور شخص آیا اور اس نے کہا: مجھے پتا نہیں تھا اور میں نے کنکریاں مارنے سے پہلے نحر (ذبح) کر لیا' آپ نے فرمایا: تم اب کنکریاں مار لو' کوئی حرج نہیں ہے' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جس چیز کے متعلق یہ سوال کیا گیا کہ اس کو مقدم کر دیا گیا یا مؤخر کر دیا گیا تو آپ نے اس کے متعلق یہی فرمایا کہ اب کر لو کوئی حرج نہیں ہے۔

(صحیح مسلم: ۳۰۶۱ ۱۳۰۶' سنن ابوداؤد: ۲۰۱۴' سنن ترمذی: ۹۱۶' سنن ابن ماجہ: ۳۰۵۱' السنن الکبریٰ للنسائی: ۴۱۰۷' سنن ابوداؤد الطیالسی: ۲۲۸۵' صحیح ابن خزیمہ: ۲۹۵۱' سنن دارقطنی ج ۲ ص ۲۵۳' المنتقیٰ: ۴۸۹' مسند احمد ج ۲ ص ۱۵۸ طبع قدیم' مسند احمد ج ۱۱ ص ۶۴۸۴' ۲۳' موسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ اس باب کے عنوان میں فتویٰ کا ذکر ہے اور اس حدیث میں فتویٰ

اور جواب فتویٰ دونوں کا ذکر ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) اسماعیل بن ابی اویس' امام مالک کے بھانجے (۲) امام مالک بن انس (۳) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری' ان کا تعارف ہو چکا ہے (۴) عیسیٰ بن طلحہ بن عبید اللہ القرشی' یہ تابعی' ثقہ اور افاضل اہل مدینہ سے ہیں' ۱۰۰ھ میں فوت ہو گئے تھے (۵) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما' ان کا تعارف بھی گزر چکا ہے۔

کنکریاں مارنے سے پہلے سر مونڈنے والے پر قربانی کے لزوم میں مذاہب فقہاء

افعال حج کی ترتیب یہ ہے کہ دس ذوالحجہ کو پہلے جمرہ کبریٰ کو کنکریاں ماری جاتی ہیں' پھر تمتع یا قران کی قربانی کی جاتی ہے' اس کے بعد سر منڈایا جاتا ہے۔ اس میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ ان افعال کی یہ ترتیب سنت ہے یا واجب ہے اور اگر ان افعال میں سے کسی فعل کو مقدم یا موخر کر دیا جائے تو کوئی حرج نہیں ہے' یا یہ ترتیب واجب ہے' اگر ان میں سے کسی فعل کو مقدم یا مؤخر کر دیا جائے تو اس کے تدارک کے لیے ایک دم دینا ہوگا' یعنی ایک قربانی کرنی ہوگی۔ امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک یہ ترتیب سنت ہے اور ان کا استدلال اس باب کی حدیث سے ہے کہ جس شخص نے اس ترتیب کے خلاف عمل کیا' آپ نے اس سے فرمایا: کوئی حرج نہیں ہے اور امام ابوحنیفہ اور امام مالک کا مؤقف یہ ہے کہ یہ ترتیب واجب ہے اور جس نے اس ترتیب کے خلاف کیا' اس پر ایک دم لازم ہے یعنی ایک قربانی واجب ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو اس سائل سے فرمایا: کوئی حرج نہیں ہے یعنی تم پر اس میں کوئی گناہ نہیں ہوگا کیونکہ تم نے عمداً اس ترتیب کے خلاف نہیں کیا' بلکہ بھول کر کیا ہے اور بھول معاف ہوتی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲ص ۱۳۴)

امام ابوحنیفہ اور امام مالک کا استدلال حسب ذیل احادیث اور آثار سے ہے:

امام ابوحنیفہ کے مذہب پر دلائل

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس نے کہا: جس نے اپنے حج میں کسی چیز کو مقدم یا مؤخر کر دیا' وہ اس کے لیے ایک جانور کا خون بہائے گا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۴۹۵۴' ج ۳ص ۵ ۲۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

سعید بن جبیر نے کہا: جس شخص نے اپنے حج میں کسی چیز کو کسی چیز سے پہلے کر دیا یا ذبح کرنے سے پہلے سر مونڈ لیا' اس پر ایک جانور کا خون بہانا واجب ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۴۹۵۵' ج ۳ص ۲۴۵)

ابراہیم نے کہا: جب کوئی شخص ذبح سے پہلے سر مونڈ لے تو وہ اس کے لیے خون بہائے گا' پھر یہ آیت پڑھی:

وَلَا تَحْلِقُوْا رُءُوْسَكُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ. (البقرہ: ۱۹۶) — جب تک قربانی اپنے محل میں نہ پہنچ جائے' اپنے سروں کو نہ مونڈو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۴۹۵۶' ج ۳ص ۲۴۵)

امام مالک کے مذہب کی تقریر

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ لکھتے ہیں:

حج کرنے والے کے لیے سنت یہ ہے کہ وہ دس ذوالحجہ کو جمرۃ العقبہ کو کنکریاں مارے' پھر منیٰ میں سر مونڈے' پھر طواف زیارت کرے' پھر اس میں اختلاف ہے کہ اگر اس نے ذبح' سر مونڈنے اور کنکریاں مارنے میں کسی چیز کو مقدم یا مؤخر کر دیا۔ امام شافعی اور متقدم فقہاء اور محدثین نے کہا ہے کہ کسی چیز کی تقدیم اور تاخیر سے کوئی حرج نہیں ہے' جیسا کہ اس حدیث میں ہے' اور امام ابوحنیفہ نے

کہا ہے کہ جس نے کنکریاں مارنے یا ذبح سے پہلے سرمونڈ لیا' اس پر ایک قربانی ہے' اور امام ابو یوسف اور امام محمد نے ان سے اختلاف کیا ہے' اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جس نے اپنے حج میں کسی چیز کو مقدم یا مؤخر کر دیا' اس پر ایک قربانی ہے اور یہ ان سے ثابت نہیں ہے اور اس کی مثل سعید بن جبیر' قتادہ' الحسن اور النخعی سے بھی مروی ہے۔

(اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۴ ص ۳۸۹' دار الوفاء' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

علامہ ابو العباس احمد بن عمر بن ابراہیم القرطبی المالکی المتوفی ۶۵۶ ھ لکھتے ہیں:

امام مالک نے کہا ہے: جس نے کنکریاں مارنے سے پہلے سر مونڈ لیا' اس پر ایک دم (قربانی) ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَلَا تَحْلِقُوْا رُءُ وْسَكُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ جب تک قربانی اپنے محل میں نہ پہنچ جائے' اپنے سروں کو نہ مونڈو۔ (البقرہ: ۱۹۶)

اور قربانی کا وقت جمرہ عقبہ کو کنکریاں مارنے کے بعد ہے' اور جس نے کنکریاں مارنے سے پہلے طواف زیارت کر لیا' اس میں امام مالک کے قول مختلف ہیں' ایک قول یہ ہے کہ اس کا یہ طواف کفایت کرے گا اور اس پر ایک قربانی ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس کا یہ طواف کافی نہیں ہے' گویا کہ اس نے طواف نہیں کیا' اور وہ کنکریاں مارنے کے بعد دوبارہ طواف کرے اور قربانی کرے اور اس کا سبب ''وَلَا تَحْلِقُوْا رُءُ وْسَكُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ'' (البقرہ: ۱۹۶) کی مخالفت ہے۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا: ''کوئی حرج نہیں ہے'' آیا آپ نے اس سے گناہ کی نفی کا ارادہ کیا ہے یا گناہ کی نفی اور قربانی کی نفی دونوں کا ارادہ کیا ہے' اس میں اختلاف ہے' بہ ظاہر احادیث سے امام شافعی اور محدثین کے مذہب کی تائید ہوتی ہے۔

(المفہم ج ۳ ص ۴۰۹' دار ابن کثیر' بیروت' ۱۴۲۰ھ)

شرح صحیح مسلم میں باب مذکور کی حدیث کی شرح

باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۳۰۵۲- ج ۳ ص ۵۵۲ پر ہے' اس کی شرح کے حسب ذیل عنوانات ہیں:

(۱) کنکریاں مارنے' قربانی کرنے اور سر منڈانے کی ترتیب کے حکم میں مذاہب (۲) احناف کا نظریہ اور ان کے دلائل۔

۲۴- بَابُ مَنْ اَجَابَ الْفُتْيَا بِاِشَارَةِ الْيَدِ وَالرَّاْسِ

جس نے ہاتھ یا سر کے اشارہ سے سوال کا جواب دیا

اس سے پہلے باب میں صرف سوال کرنے کا ذکر تھا اور اس باب میں سوال اور جواب دونوں کا ذکر ہے۔

۸۴- حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا اَيُّوْبُ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ فِيْ حَجَّتِهٖ فَقَالَ ذَبَحْتُ قَبْلَ اَنْ اَرْمِيَ؟ فَاَوْمَاَ بِيَدِهٖ قَالَ وَلَا حَرَجَ' قَالَ وَحَلَقْتُ قَبْلَ اَنْ اَذْبَحَ؟ فَاَوْمَاَ بِيَدِهٖ وَلَا حَرَجَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی' از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حج کے متعلق سوال کیا گیا' ایک شخص نے کہا: میں نے کنکریاں مارنے سے پہلے ذبح کر لیا' آپ نے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ کوئی حرج نہیں' ایک شخص نے کہا: میں

[اطراف الحدیث: ۱۷۲۱ـ ۱۷۲۲ـ ۱۷۲۳ـ ۱۷۳۴ـ ۱۷۳۵ـ ۶۶۶۶] نے ذبح کرنے سے پہلے سر مونڈ لیا' آپ نے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ کوئی حرج نہیں۔

اس حدیث کی باب کے عنوان سے اس طرح مطابقت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں سوالوں کا جواب ہاتھ کے اشارہ سے دیا۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

اس حدیث کے تمام رجال کا تعارف ہو چکا ہے۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ ہاتھ کے اشارہ سے بھی عالم کے لیے سوال کا جواب دینا جائز ہے' باقی حج کے افعال میں تقدیم اور تاخیر سے دم (قربانی) لازم ہے یا نہیں' اس کی تفصیل گزشتہ حدیث کی شرح میں بیان کی جا چکی ہے۔

۸۵- حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَخْبَرَنَا حَنْظَلَةُ بْنُ أَبِي سُفْيَانَ' عَنْ سَالِمٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُقْبَضُ الْعِلْمُ' وَيَظْهَرُ الْجَهْلُ وَالْفِتَنُ' وَيَكْثُرُ الْهَرْجُ' قِيلَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ' وَمَا الْهَرْجُ؟ فَقَالَ هٰكَذَا بِيَدِهِ فَحَرَّفَهَا' كَأَنَّهُ يُرِيدُ الْقَتْلَ.

[اطراف الحدیث: ۱۰۳۶ـ ۷۰۳۷ـ ۷۰۶۱]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں المکی بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حنظلہ بن ابی سفیان نے حدیث بیان کی' از سالم' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: علم اٹھا لیا جائے گا اور جہل اور فتنوں کا ظہور ہوگا اور بہ کثرت ہرج ہوگا' آپ سے پوچھا گیا: یا رسول اللہ! ھرج کیا ہے؟ آپ نے اشارہ سے ہاتھ کو گردن پر پھیرا' گویا آپ نے اس لفظ سے قتل کا ارادہ کیا۔

(سنن ابن ماجہ: ۴۰۵۲' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۵ ص ۶۴' مصنف عبد الرزاق: ۲۰۷۵۱' مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۷۱۸۶۔ ج ۱۲ ص ۱۱۱' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے اس طرح مطابقت ہے کہ اس میں ہاتھ کے اشارہ سے جواب دینے کا ذکر ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) المکی بن ابراہیم بن بشر الخراسانی' یہ امام بخاری کے سب سے بڑے شیوخ میں سے ہیں' کیونکہ یہ تابعین سے روایت کرتے ہیں اور ان سے امام احمد اور یحییٰ بن معین اور امام بخاری' امام مسلم' امام ابو داؤد اور امام ترمذی نے روایت کی ہے۔ امام احمد نے کہا: یہ ثقہ اور ثبت ہیں' یہ ۱۲۶ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۱۴ھ میں بلخ میں فوت ہو گئے (۲) حنظلہ بن ابی سفیان (۳) سالم بن عبد اللہ بن عمر بن الخطاب (۴) حضرت ابو ہریرہ عبد الرحمان بن صخر رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۱۳۸)

اس حدیث میں ''ھـــرج'' کا لفظ ہے' اس کا معنی فتنہ اور اختلاط ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تفسیر قتل سے فرمائی ہے' نیز اس حدیث میں فرمایا ہے: علم کو اٹھا لیا جائے گا اور اس سے پہلے حدیث میں آ چکا ہے کہ علماء کو اٹھانے سے مراد یہ ہے کہ علم کو اٹھا لیا جائے گا۔

۸۶- حَدَّثَنَا مُوسٰى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ' عَنْ فَاطِمَةَ' عَنْ أَسْمَاءَ قَالَتْ أَتَيْتُ عَائِشَةَ وَهِيَ تُصَلِّي' فَقُلْتُ مَا شَأْنُ النَّاسِ؟ فَأَشَارَتْ إِلَى السَّمَاءِ' فَإِذَا النَّاسُ قِيَامٌ' فَقَالَتْ سُبْحَانَ اللّٰهِ' قُلْتُ آيَةٌ؟ فَأَشَارَتْ بِرَأْسِهَا أَيْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از فاطمہ از اسماء' انہوں نے کہا: میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئی اور وہ اس وقت نماز پڑھ رہی تھیں' میں نے پوچھا: لوگوں کو کیا ہوا ہے؟ انہوں

نَعَمْ' فَقُمْتُ حَتّٰى تَجَلَّانِى الْغَشْىُ ' فَجَعَلْتُ اَصُبُّ عَلٰى رَاْسِى الْمَاءَ ' فَحَمِدَ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ' ثُمَّ قَالَ مَا مِنْ شَىْءٍ لَمْ اَكُنْ اُرِيْتُهُ اِلَّا رَاَيْتُهُ فِىْ مَقَامِىْ' حَتّٰى الْجَنَّةَ وَالنَّارَ' فَاُوْحِىَ اِلَىَّ اَنَّكُمْ تُفْتَنُوْنَ فِىْ قُبُوْرِكُمْ مِثْلَ. اَوْ قَرِيْبَ' لَا اَدْرِىْ اَىَّ ذٰلِكَ قَالَتْ اَسْمَاءُ. مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ' يُقَالُ مَا عِلْمُكَ بِهٰذَا الرَّجُلِ؟ فَاَمَّا الْمُؤْمِنُ. اَوِ الْمُوْقِنُ'لَا اَدْرِىْ بِاَيِّهِمَا قَالَتْ اَسْمَاءُ . فَيَقُوْلُ هُوَ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ جَاءَ نَا بِالْبَيِّنَاتِ وَالْهُدٰى' فَاَجَبْنَا وَاتَّبَعْنَا ' هُوَ مُحَمَّدٌ ثَلَاثًا' فَيُقَالُ نَمْ صَالِحًا' قَدْ عَلِمْنَا اِنْ كُنْتَ لَمُوْقِنًا بِهٖ 'وَاَمَّا الْمُنَافِقُ اَوِ الْمُرْتَابُ. لَا اَدْرِىْ اَىَّ ذٰلِكَ قَالَتْ اَسْمَاءُ. فَيَقُوْلُ لَا اَدْرِىْ' سَمِعْتُ النَّاسَ يَقُوْلُوْنَ شَيْئًا فَقُلْتُهُ.

[اطراف الحدیث: ۱۸۴_۹۲۲_۱۰۵۳_۱۰۵۴_۱۰۶۱_۱۲۳۵_۱۳۷۳_۲۵۱۹_۲۵۲۰_۷۲۸۷]

(صحیح مسلم: ۹۰۵' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۴۶۹_۴۶۸' کراچی' المعجم الکبیر: ۳۱۶_۲۴' سنن بیہقی ج ۳ ص ۳۳۸' شرح السنۃ: ۱۱۳۸' مسند ابوعوانہ ج ۲ ص ۳۷۰' صحیح ابن حبان: ۳۱۱۴' السنن الکبریٰ للنسائی: ۲۱۸۹' مسند احمد ج ۶ ص ۳۴۶_۳۴۵ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۶۹۲۵_ ج ۴۴ ص ۴۹۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

نے آسمان کی طرف اشارہ کیا' پس اس وقت سب لوگ نماز کے قیام میں تھے' حضرت عائشہ نے کہا: سبحان اللہ! میں نے پوچھا: یہ کوئی نشانی ہے؟ حضرت عائشہ نے سر کے اشارہ سے جواب دیا: ہاں! پھر میں بھی کھڑی ہوگئی' حتیٰ کہ مجھ پر بے ہوشی چھانے لگی تو میں اپنے سر کے اوپر پانی ڈالنے لگی' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ عزوجل کی حمد اور ثناء کی' پھر فرمایا: جس چیز کو بھی میں نے (پہلے) نہیں دیکھا تھا' اس چیز کو میں نے اس جگہ میں دیکھ لیا ہے' حتیٰ کہ جنت اور دوزخ کو بھی' پس میری طرف یہ وحی کی گئی ہے: بے شک تمہاری قبروں میں تمہاری آزمائش ہوگی' جو مسیح الدجال کی آزمائش کی مثل ہوگی یا اس کے قریب ہوگی' (راوی کہتا ہے:) مجھے یاد نہیں کہ حضرت اسماء نے کیا کہا تھا' کہا جائے گا: اس شخص کے متعلق تمہیں کیا علم ہے؟ رہا ایمان لانے والا یا یقین کرنے والا (راوی کہتا ہے:) مجھے یاد نہیں کہ حضرت اسماء نے کیا کہا تھا' تو وہ کہے گا: یہ محمد رسول اللہ ہیں' ہمارے پاس معجزات اور دلائل لے کر آئے تھے' سو ہم نے ان کے پیغام پر لبیک کہا اور ان کی پیروی کی اور تین دفعہ کہا: یہ محمد ہیں' پھر اس سے کہا جائے گا: تم (اپنے اعمال سے) نفع اٹھاتے ہوئے سو جاؤ' ہمیں معلوم تھا کہ تم بے شک ان پر یقین کرنے والے ہو' اور رہا منافق یا شک زدہ (راوی کہتا ہے:) مجھے معلوم نہیں کہ حضرت اسماء نے کیا کہا تھا' سو وہ کہے گا: مجھے نہیں معلوم! میں نے لوگوں کو جو کچھ کہتے ہوئے سنا' سو وہ میں نے کہہ دیا۔

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کو سر کے اشارہ سے جواب دیا' اور اس سے پہلی دو حدیثوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارہ سے جواب دینے کا ذکر ہے اور مطابقت نفس اشارہ میں ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) موسیٰ بن اسماعیل (۲) وہیب بن خالد (۳) ہشام بن عروہ بن الزبیر بن العوام' ان سب کا تعارف ہو چکا ہے (۴) فاطمہ بنت المنذر بن الزبیر بن العوام یہ ہشام بن عروہ کی زوجہ اور عم زاد تھیں' یہ اپنی دادی حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے روایت کرتی ہیں' ان سے ان کے خاوند ہشام اور محمد بن اسحاق روایت کرتے ہیں' یہ تابعیہ ثقہ ہیں اور ان سے محدثین کی بڑی جماعت نے احادیث روایت کی ہیں (۵) حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ' حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی زوجہ ہیں' اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بہن ہیں' انہوں نے اپنے ازار بند کے دو ٹکڑے کیے تھے' ایک ٹکڑے سے اپنا ازار باندھا تھا اور دوسرے ٹکڑے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے لایا ہوا کھانا باندھا

تھا' اس وجہ سے ان کو ذات النطاقین کہا جاتا ہے' یہ ہجرت سے پہلے پیدا ہوئی تھیں' ہجرت کے وقت ان کی عمر ۲۷ سال تھی اور ستر لوگوں کے مسلمان ہونے کے بعد اسلام لائی تھیں' انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ۵۶ احادیث روایت کی ہیں' امام بخاری اور امام مسلم ان میں سے ۱۴ احادیث پر متفق ہیں اور چار چار کے ساتھ ہر دو منفرد ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۱۴۰)

''المسیح الدجال'' کا معنی اور مسیح دجال اور جھوٹے نبی کے نکلنے کے متعلق احادیث صحیحہ

اس حدیث میں ''المسیح الدجال'' کا ذکر ہے' اس کو مسیح اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ بہت سرعت کے ساتھ مسافت طے کرے گا اور اس لیے کہ مسیح بہ معنی ممسوح ہے' اس کی ایک آنکھ رگڑی ہوئی ہو گی یعنی کانی ہو گی' حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی المسیح کہا جاتا ہے اور یہ مسیح بہ معنی ماسح ہے' یعنی وہ مادر زاد اندھوں پر ہاتھ پھیرتے تو وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے بینا ہو جاتے اور کوڑھیوں اور برص کے مریضوں پر ہاتھ پھیرتے تو وہ اللہ کے حکم سے تندرست ہو جاتے' اور دجال' دجل سے بنا ہے' اس کا معنی ہے: حق کو باطل کے ساتھ ملانے والا' بہت جھوٹ بولنے والا اور جھوٹ کو خوش نما بنانے والا' تیل لگے ہوئے اونٹ کو اور سونے کے پانی کو بھی دجال کہتے ہیں' دجل کے معنی ڈھانپنا بھی ہیں' دریائے دجلہ کو اس لیے دجلہ کہتے ہیں کہ اس نے زمین کے بہت بڑے حصہ کو ڈھانپ لیا ہے' جھوٹے نبی کو بھی حدیث میں دجال کہا گیا ہے:

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

وانہ سیکون فی امتی کذابون ثلاثون کلھم یزعم انہ نبی وانا خاتم النبیین لا نبی بعدی. الحدیث

عنقریب میری امت میں تیس بہت جھوٹے ہوں گے' ان میں سے ہر ایک کا یہ زعم ہو گا کہ وہ نبی ہے' حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں' میرے بعد کوئی نبی نہیں ہو گا۔

(سنن ابوداؤد: ۴۲۵۲' صحیح مسلم: ۲۸۸۹' سنن ترمذی: ۲۲۱۹' سنن ابن ماجہ: ۳۹۵۲' مسند احمد ج ۵ ص ۲۷۸)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا تقوم الساعۃ حتی یخرج ثلاثون دجالون کلھم یزعم انہ رسول اللہ.

اس وقت تک قیامت نہیں آئے گی' حتیٰ کہ تیس دجال نکلیں گے' ہر ایک کا یہ زعم ہو گا کہ وہ اللہ کا رسول ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۴۳۳۳' سنن ترمذی: ۲۲۱۸' مسند احمد ج ۲ ص ۳۱۳)

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نے اپنے طویل خطبہ میں یہ حدیث ذکر کی: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

واللہ لا تقوم الساعۃ حتی یخرج ثلثون کذابا اخرھم الاعور الدجال ممسوح العین الیسری. الحدیث

اللہ کی قسم! اس وقت تک قیامت نہیں آئے گی' حتیٰ کہ تیس کذاب نکلیں گے' ان کا آخری کانا دجال ہو گا' اس کی بائیں آنکھ رگڑی ہوئی (کانی) ہو گی۔

(سنن ابوداؤد: ۱۱۸۴' سنن نسائی ج ۳ ص ۱۴۰۔۱۴۱' بیروت' خلق افعال العباد للبخاری: ۴۱۰' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۴۶۹' کراچی' صحیح ابن خزیمہ: ۱۳۹۷' صحیح ابن حبان: ۲۸۵۲' المعجم الکبیر: ۶۷۹۹' المستدرک ج ۱ ص ۳۳۱۔۳۲۹' سنن بیہقی ج ۳ ص ۳۳۹' مسند احمد: ۲۰۱۷۸' ایضاً: ۲۰۱۹۱۔ ۲۰۱۹۰۔۲۰۱۸۰۔۲۰۱۶۰' ج ۵ ص ۱۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:

لیکونن قبل المسیح الدجال کذابون ثلثون او اکثر.

مسیح دجال سے پہلے تیس یا زیادہ کذاب ہوں گے۔

(سنن سعید بن منصور: ۸۵۱ ' مسند ابویعلیٰ: ۵۷۰۶ ' سنن بیہقی ج ۷ ص ۲۰۲ ' مسند احمد ج ۲ ص ۹۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۵۶۹۴ ' ایضاً: ۵۶۹۵-۵۸۰۸-۵۹۸۵ ' ج ۹ ص ۵۰۴ ' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لا تقوم الساعة حتى يبعث دجالون كذابون' قريبا من ثلاثين كلهم يزعم انه رسول الله.

اس وقت تک قیامت نہیں آئے گی حتیٰ کہ تیس کے قریب کذاب دجال بھیج دیئے جائیں' ہر ایک یہ زعم کرے گا کہ وہ اللہ کا رسول ہے۔

(صحیح البخاری: ۳۶۰۹' صحیح مسلم: ۲۸۸۸' مسند احمد ج ۲ ص ۲۶۱)

سورج گرہن کے وقت نماز پڑھنے کا حکم اور اس کی شرعی توجیہ

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے جو لوگوں کو خلافِ معمول نماز میں کھڑے ہوئے دیکھا تو حیران ہو کر پوچھا: اس کا کیا سبب ہے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آسمان کی طرف اشارہ کیا (اور یہی عنوان باب سے مطابقت ہے) یعنی سورج کو گہن لگ گیا ہے' اور لوگ سورج گرہن کی نماز پڑھ رہے ہیں' حضرت اسماء نے پوچھا: کیا یہ (عذاب کی) نشانی ہے؟ حضرت عائشہ نے سر کے اشارہ سے فرمایا: ہاں! قرآن مجید میں ہے:

وَمَا نُرۡسِلُ بِالۡاٰيٰتِ اِلَّا تَخۡوِيۡفًا۝ (بنی اسرائیل: ۵۹)

اور ہم اپنی نشانیوں کو صرف (اپنے عذاب سے) ڈرانے کے لیے بھیجتے ہیں۝

سورج کو گہن لگنا اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے' کیونکہ سورج اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے' اللہ تعالیٰ جب چاہتا ہے' اس کے نور کو کم یا ختم کر دیتا ہے' اور اس دنیا میں سب سے عظیم اور قوی چیز سورج ہے اور جب اللہ تعالیٰ اس کے نور کو زائل کر دیتا ہے تو وہ ہمارے دلوں سے ایمان کے نور کو اور ہماری آنکھوں سے بصارت کے نور کو زائل کرنے پر بہ طریق اولیٰ قادر ہے' سو یہ اللہ کے جلال اور غضب کی نشانی ہے' سو اس وقت نماز پڑھ کر اور صدقہ و خیرات کر کے اللہ تعالیٰ کے غضب کو ٹھنڈا کرنا چاہیے کہ کہیں ہم پر بھی اللہ تعالیٰ کا غضب نازل نہ ہو' اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سورج گرہن کی نماز پڑھنے کا حکم دیا اور صدقہ اور خیرات کرنے کا حکم دیا۔

حدیث میں ہے:

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں جب آپ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم فوت ہو گئے' اس دن سورج کو گہن لگ گیا' لوگوں نے کہا: حضرت ابراہیم کی وفات کی وجہ سے سورج کو گہن لگ گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سورج اور چاند کو کسی کی موت کی وجہ سے گہن لگتا ہے نہ حیات کی وجہ سے' پس جب تم اس کو دیکھو تو نماز پڑھو اور اللہ سے دعا کرو' ایک اور روایت میں ہے: لیکن یہ اللہ کی نشانیوں میں سے نشانیاں ہیں۔

(صحیح البخاری: ۱۰۴۳-۱۰۴۱' صحیح مسلم: ۹۱۵-۹۱۱' سنن نسائی: ۱۴۵۸' سنن ابن ماجہ: ۱۲۶۱' مسند احمد: ۱۷۱۰' دار الفکر' بیروت)

سورج گرہن اور چاند گرہن کی سائنسی توجیہ اور اس سے زمین کی حرکت پر استدلال

موجودہ سائنسی تحقیق کے مطابق سورج اور زمین کے درمیان چاند کا جتنا حصہ حائل ہو جاتا ہے' اتنے حصہ پر سورج کو گرہن لگ جاتا ہے اور اگر ان کے درمیان پورا چاند حائل ہو جائے تو پورے سورج کو گرہن لگ جاتا ہے' چند سال پہلے پورے سورج کو گہن لگ گیا تھا اور ہم نے کراچی میں عصر کے بعد اس کا مشاہدہ کیا' پورا شہر تاریک ہو گیا تھا اور ابھی ۲۹ مارچ ۲۰۰۶ء کو سورج کو جزوی گرہن لگا' روزنامہ جنگ ۲۸ مارچ ۲۰۰۶ء کی یہ خبر ملاحظہ کریں:

سورج گرہن کل پاکستان میں جزوی طور پر نظر آئے گا

کراچی میں آغاز 3 بج کر 53 منٹ پر ہوگا' سورج کو براہِ راست نہ دیکھنے کا مشورہ

کراچی (اسٹاف رپورٹر) کراچی میں بدھ 29 مارچ کو جزوی سورج گرہن ہوگا' جس کا دورانیہ ایک گھنٹہ 26 منٹ ہوگا' تاہم یہ سورج گرہن سہ پہر 3 بج کر 53 منٹ پر شروع ہو کر 5 بج کر 19 منٹ پر ختم ہوگا۔ ماہرین نے سورج گرہن کو براہِ راست نہ دیکھنے کا مشورہ دیا ہے۔ رواں سال میں 2 سورج گرہن ہوں گے۔ ایک سورج گرہن 29 مارچ کو اور دوسرا 22 ستمبر کو ہوگا' 29 مارچ کو ہونے والا سورج گرہن پاکستان میں جزوی طور پر' جب کہ مکمل سورج گرہن برازیل کے مشرقی ساحلی علاقوں سے نظر آئے گا۔ جامعہ کراچی کے انسٹی ٹیوٹ آف اسپیس اینڈ پلانیٹری اسٹروفزکس (ISPA) کے سربراہ پروفیسر محمد شاہد قریشی کے مطابق سال 2006ء میں دو سورج گرہن ہوں گے جن میں پہلا سورج گرہن 29 مارچ کو ہوگا' جو پاکستان میں جزوی طور پر دکھائی دے گا' جب کہ دوسرا 22 ستمبر کو ہوگا' جو پاکستان میں دکھائی نہیں دے گا' کراچی میں اس کا دورانیہ ایک گھنٹہ 26 منٹ ہوگا یعنی 24 فیصد گرہن ہوگا' 29 مارچ کو ہونے والا سورج گرہن مشرقی برازیل' افریقہ' یورپ' مشرقِ وسطیٰ' پاکستان اور بھارت میں جزوی طور پر دیکھا جاسکے گا۔ پروفیسر محمد شاہد قریشی کے مطابق 29 مارچ کو پاکستان کے مختلف شہروں سے جزوی سورج گرہن اس شیڈول کے مطابق نظر آئے گا۔ گوادر میں سہ پہر 3:38 سے شروع ہو کر 5:19 منٹ پر ختم ہوگا۔ کوئٹہ میں 3:44 منٹ پر شروع ہو کر 5:31 منٹ پر ختم ہوگا۔ پشاور میں 3:47 بجے شروع ہو کر 5:38 منٹ پر ختم ہوگا۔ اسلام آباد میں 3:50 بجے شروع ہو کر 5:38 بجے تک' کراچی میں 3:53 بجے سے 5:19 بجے تک' لاہور میں 3:54 بجے سے 5:36 منٹ تک' جب کہ حیدرآباد میں 3:55 بجے سے 5:22 بجے تک دیکھا جاسکے گا۔ پروفیسر شاہد قریشی نے بتایا کہ جامعہ کراچی کے انسٹی ٹیوٹ آف اسپیس کی جانب سے سورج گرہن کو دیکھنے کے لیے خصوصی انتظامات کیے گئے ہیں' انسٹی ٹیوٹ کے تمام طلبہ اور اساتذہ سورج گرہن کا مشاہدہ کریں گے' تصاویر اور اصل وقت ریکارڈ کریں گے۔ پروفیسر شاہد قریشی نے کہا کہ سورج گرہن کو براہِ راست دیکھنے سے پرہیز کیا جائے' اس سے آنکھوں کو نقصان ہو سکتا ہے' تاہم سیاہ ایکسرے فلم کو دوہرا کر کے دیکھا جاسکتا ہے۔

سائنس دان اور ماہر فلکیات سورج کی حرکت' چاند کی حرکت اور زمین کی حرکت کا پورا پورا حساب رکھتے ہیں اور اس حساب سے ان کو معلوم ہو جاتا ہے کہ سورج اور زمین کے درمیان چاند کب حائل ہوگا اور اس سے سورج کا کتنا حصہ گہنائے گا اور دنیا میں کس کس ملک میں سورج کا گہن کتنے بج کر کتنے منٹ پر نظر آئے گا اور ان کا یہ حساب اتنا قطعی ہے کہ آج تک ان کی پیش گوئی غلط نہیں ہوئی۔ اسی طرح جب چاند اور سورج کے درمیان زمین حائل ہو جائے تو چاند کو گہن لگ جاتا ہے اور سائنس دان اور ماہر فلکیات اس کی بھی اسی تفصیل کے ساتھ پیش گوئی کرتے ہیں اور یہ تب ہی ممکن ہے' جب انہیں زمین کی حرکت' چاند کی حرکت اور سورج کی حرکت کا حساب معلوم اور مشاہد ہو' تب ہی انہیں معلوم ہوگا کہ زمین اس رفتار سے حرکت کرتے ہوئے کب سورج اور چاند کے درمیان حائل ہو جائے گی اور چونکہ برسوں سے سورج گرہن اور چاند گرہن کی پیش گوئیوں کا صدق ظاہر ہو رہا ہے' اس لیے یہ ایک ناقابلِ انکار حقیقت ہے' سو جو قدیم علماء زمین کی حرکت کا انکار کرتے ہیں' وہ اس کی کیا توجیہ کریں گے کہ ان سائنس دانوں اور ماہرین فلکیات کو سورج گرہن اور چاند گرہن لگنے اور تمام دنیا میں ان کے نظام الاوقات کا کیسے پتا چل جاتا ہے' کیا وہ غیب دان ہیں!

آیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت اور دوزخ کو حقیقۃً دیکھا تھا یا آپ کو ان کی مثال دکھائی گئی تھی؟

نیز اس حدیث میں فرمایا: جس چیز کو بھی میں نے (پہلے) نہیں دیکھا ہے' اس چیز کو میں نے اس جگہ میں دیکھ لیا ہے' حتیٰ کہ جنت

اور دوزخ کو بھی۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

علماء نے کہا ہے کہ ہوسکتا ہے آپ نے اپنی آنکھ سے ان تمام چیزوں کو دیکھ لیا ہو بایں طور کہ اللہ تعالیٰ نے جنت اور دوزخ کو آپ کے لیے منکشف کر دیا ہو اور آپ کے اور جنت کے درمیان جو حجابات ہیں ان کو زائل کر دیا ہو جیسا کہ جب مشرکین مکہ نے آپ سے بیت المقدس کی نشانیاں پوچھیں تو اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو آپ کے لیے منکشف کر دیا' حدیث میں ہے:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب قریش نے میری تکذیب کی تو میں حطیم میں کھڑا ہو گیا' پس اللہ تعالیٰ نے میرے لیے بیت المقدس کو منکشف کر دیا' میں بیت المقدس کی طرف دیکھ دیکھ کر قریش کو اس کی نشانیاں بتانے لگا۔ (صحیح البخاری:۳۸۸۶' صحیح مسلم:۱۷۰' سنن ترمذی:۳۱۳۳' السنن الکبریٰ للنسائی:۱۱۲۸۲' مسند ابوعوانہ ج۱ص۱۳۱' دلائل النبوۃ للبیہقی ج۲ص۳۵۹' صحیح ابن حبان:۵۵' شرح السنۃ:۳۷۶۲' مسند احمد ج۳ص۳۷۷ طبع قدیم' مسند احمد:۱۵۰۳۴' ج۲۳ص۲۸۰' مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

● علم کلام میں یہ ثابت کیا جا چکا ہے کہ دیکھنا ایک ایسی صفت ہے' جس کو اللہ تعالیٰ دیکھنے والے میں پیدا کرتا ہے اور اس میں شرط نہیں ہے کہ جس چیز کو دیکھا جائے' وہ دیکھنے والے کے سامنے ہو اور اس کی شعاع بصری اس چیز کا احاطہ کرے' بلکہ یہ امور عادۃً شرط ہیں اور عقلاً ان کے بغیر بھی دیکھا جا سکتا ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جنت اور دوزخ کا علم عطا کیا ہو اور وحی کے ذریعہ آپ کو جنت اور دوزخ کی تمام تفاصیل پر مطلع کر دیا' جن پر اس سے پہلے مطلع نہیں فرمایا تھا۔

(عمدۃ القاری ج۲ص۱۴۵' دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ احمد بن عمر مالکی قرطبی متوفی ۶۵۶ھ نے فرمایا ہے: اس قول کے مطابق یہ جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنت اور دوزخ کی مثالوں اور صورتوں کو دیوار میں ثبت کر دیا ہو' جیسے شفاف اجسام آئینہ میں ثبت ہوتے ہیں' اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ابھی جب میں نے تم کو نماز پڑھائی ہے تو میں نے جنت اور دوزخ کی صورتوں کو قبلہ کی اس دیوار میں دیکھا۔ (صحیح البخاری:۷۴۹) دوسری حدیث میں ہے: ابھی میرے سامنے اس دیوار کے عرض میں جنت اور دوزخ مجھ پر پیش کی گئیں اور اس وقت میں نماز پڑھ رہا تھا۔ (صحیح البخاری:۵۴۰) اور ایک اور حدیث میں ہے کہ میرے لیے جنت اور دوزخ کی تصویر بنائی گئی اور میں نے اس دیوار میں ان دونوں کو دیکھا۔ (صحیح مسلم:۲۳۵۹)

اور اس کو اس وجہ سے بعید نہ سمجھا جائے کہ آئینہ میں صرف شفاف اجسام ثبت ہوتے ہیں' کیونکہ یہ شرط عادی ہے' عقلی نہیں ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معجزہ ہو اور اگر یہ مان لیا جائے کہ یہ شروط عقلی ہیں' تو ہوسکتا ہے کہ یہ صورتیں دیوار میں پہلے سے موجود ہوں اور اس کا ادراک کرنا صرف نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ممکن ہو۔ (المفہم ج۲ص۵۵۶' دار ابن کثیر بیروت' ۱۴۲۰ھ)

مصنف کے نزدیک سورج گہن کی نماز میں جنت اور دوزخ کو دیکھنے کا واقعہ کئی بار ہوا' بعض اوقات آپ نے جنت اور دوزخ کی صورتوں اور مثالوں کو دیکھا' جیسا کہ ان احادیث میں ہے اور بعض مرتبہ آپ نے حقیقۃً جنت اور دوزخ کو دیکھا' جیسا کہ اس حدیث میں ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ صحابہ نے کہا: یارسول اللہ! ہم نے دیکھا کہ آپ اپنے کھڑے ہونے کی جگہ میں کسی چیز کو پکڑ رہے تھے' پھر ہم نے آپ کو پیچھے ہٹتے ہوئے دیکھا' آپ نے فرمایا: میں نے انگور کے خوشہ کو پکڑا اور اگر میں اس کو لے لیتا تو

تم اس کو اس وقت تک کھاتے رہتے' جب تک دنیا باقی رہتی۔

(صحیح البخاری:۱۰۵۲' صحیح مسلم:۹۰۷' سنن ابوداؤد:۱۱۸۱' سنن ترمذی:۵۶۰' سنن نسائی: ج ۳ ص ۱۲۹' بیروت)

ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نمازِ کسوف کے موقع پر اگر جنت کی صرف مثال اور تصویر ہی دیکھی ہوتو مثال اور تصویر سے انگور کے خوشے نہیں توڑے جاتے' اس سے معلوم ہوا کہ نمازِ کسوف پڑھانے کا واقعہ متعدد دفعہ ہوا' ایک موقع پر آپ کو صرف جنت کی مثال اور تصویر دکھائی گئی اور دوسرے موقع پر خود جنت اور دوزخ کو آپ کے لیے منکشف کر دیا گیا' نیز اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے جنت آپ کی مِلک کر دی ہے' کیونکہ اگر جنت آپ کی ملک نہ ہوتی تو غیر کی ملک میں تصرف کرنا تو گناہ کبیرہ ہے اور آپ گناہوں سے معصوم ہیں' پھر آپ جنت سے انگور کے خوشے کیسے توڑتے! اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ طاقت دی ہے کہ آپ سات آسمانوں کے پار جنت کو دیکھ سکتے ہیں اور نہ صرف دیکھ سکتے ہیں بلکہ جنت میں تصرف کر کے اس کے خوشے بھی توڑ سکتے ہیں اور جب آپ کو جنت کا مالک بنا دیا گیا ہے تو آپ جس کو چاہیں مستحق سمجھیں' جنت عطا بھی فرما سکتے ہیں۔

جنت اور دوزخ کا پیدا ہو چکا ہونا اور وہ کہاں ہیں' اور عمل قلیل کا مفسد نماز نہ ہونا

نیز اس حدیث میں فرمایا ہے: اس شخص کے متعلق تمہیں کیا علم ہے؟ تو وہ کہے گا: یہ محمد رسول اللہ ہیں' ہمارے پاس دلائل اور معجزات لے کر آئے تھے' سو ہم نے ان کے پیغام پر لبیک کہا اور ان کی پیروی کی اور تین دفعہ یہ کہا کہ یہ محمد ہیں' پھر اس سے کہا جائے گا کہ تم اپنے (اعمال سے) نفع اٹھاتے ہوئے سو جاؤ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف قبر میں اشارہ کر کے فرشتے قبر میں مدفون شخص سے پوچھیں گے: تمہیں اس شخص کے متعلق کیا علم ہے اور یہ فرشتے منکر نکیر ہیں۔

اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ جنت اور دوزخ پیدا کی جا چکی ہیں' اس کے برخلاف معتزلہ یہ کہتے ہیں کہ ابھی جنت اور دوزخ نہیں پیدا کی گئیں' کیونکہ ابھی اس کی ضرورت نہیں ہے' قیامت کے بعد جزاء اور سزا کا معاملہ پیش آئے گا تو اسی وقت جنت اور دوزخ کو پیدا کر دیا جائے گا' ہم اہل سنت یہ کہتے ہیں کہ قرآن مجید کی متعدد آیات اور احادیث سے ثابت ہے کہ جنت پیدا کی جا چکی ہے' ان میں سے یہ آیتیں ہیں:

وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ. (الاعراف:۲۲' طٰہٰ:۱۲۱)

اور آدم اور اس کی زوجہ دونوں اپنے گرد جنت کے درخت کے پتے لپیٹنے لگے۔

عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى○عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى○ (النجم:۱۵۔۱۴)

سدرۃ المنتہیٰ کے پاس○ اسی کے پاس جنت الماویٰ ہے○

اور بہت احادیث میں یہ تصریح ہے کہ جنت اور دوزخ پیدا کی جا چکی ہے' ان میں سے ایک باب مذکور کی یہ حدیث ہے۔

معتزلہ یہ کہتے ہیں کہ قرآن اور حدیث میں جس جنت کا ذکر ہے' وہ زمین کا کوئی باغ ہے' ہم کہتے ہیں کہ یہ تاویل قرآن اور حدیث سے کھیلنے کے مترادف ہے' اور جنت اور دوزخ کے سوا ہر مخلوق فنا ہو جائے گی۔ حدیث میں ہے: جنت الفردوس اوسط الجنۃ ہے اور اس کے اوپر رحمٰن کا عرش ہے۔ (صحیح البخاری:۲۷۹۰) جنت سات آسمانوں کے اوپر اور عرش کے نیچے ہے اور دوزخ کہاں ہے' اس کی قرآن اور حدیث میں کوئی واضح تصریح نہیں ہے۔

نیز اس حدیث میں قبر میں مردے کو زندہ کرنے اور اس سے سوال کرنے اور اس کے جواب دینے کا ثبوت ہے اور یہ اہل سنت و جماعت کا مذہب ہے اور اس پر بہت دلائل ہیں۔

نیز اس حدیث میں دجال کے نکلنے کا ثبوت ہے اور منکر اور نکیر کا ثبوت ہے اور حضرت اسماء اور حضرت عائشہ کے درمیان جو مکالمہ ہوا اس سے معلوم ہوا کہ یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب نماز میں کلام سے منع نہیں کیا گیا تھا اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بے ہوش ہونے کے باوجود اگر عقل قائم ہو تو وضو نہیں ٹوٹتا اور عمل قلیل سے نماز فاسد نہیں ہوتی' کیونکہ نماز میں حضرت اسماء اپنے سر پر پانی ڈالتی رہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کُلی علم غیب پر دلائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں آپ نے فرمایا: جس چیز کو بھی میں نے پہلے نہیں دیکھا تھا' اس چیز کو میں نے اس جگہ دیکھ لیا ہے حتیٰ کہ جنت اور دوزخ کو بھی۔

اس حدیث میں "ما من شئ" کے الفاظ ہیں اور یہ سب عام سے بڑھ کر عام ہے اور نکرہ حیز نفی میں ہے' وہ بھی عموم کا مفید ہے' اس کا معنی ہے: ہر وہ چیز جو دیکھی جا سکتی تھی' اس کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس مقام پر دیکھ لیا' یہ عقلی مخصص ہے اور عرفی مخصص یہ ہے کہ آپ نے ان چیزوں کو دیکھا' جن کا تعلق دین اور جزاء وغیرہ کے ساتھ ہے۔

مصنف کہتا ہے کہ جب علامہ عینی کے قول کے مطابق یہ الفاظ اعم العام ہیں اور نکرہ کا حیز نفی میں ہونا بھی اس کے عموم کا مؤکد ہے تو پھر کسی مخصص عرفی کی ضرورت نہیں ہے اور ہر وہ چیز جس کا دیکھنا ممکن تھا' اس کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس موقع پر دیکھ لیا۔

اس کے بعد علامہ عینی نے لکھا کہ کیا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس مقام پر اللہ سبحانہ کی ذات کو بھی دیکھا' اس کا جواب یہ ہے کہ ہاں! کیونکہ اس مقام پر آپ نے ہر شے کو دیکھا اور شے کا لفظ اللہ تعالیٰ کی ذات کو بھی شامل ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۱۴۸)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلی علم غیب کے متعلق علماء دیوبند کی عبارت پر مصنف کا تبصرہ

مشہور دیوبندی عالم شیخ سلیم اللہ خان حدیث کے اس جملہ کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہاں ایک اشکال ہوتا ہے' وہ یہ کہ اس طرح کا کلام ترقی کے لیے استعمال ہوتا ہے' کہا جاتا ہے کہ میں نے یہ دیکھا' یہ دیکھا حتیٰ کہ یہ بھی دیکھا' اور یہاں ترقی کے معنی سمجھ میں نہیں آتے' اس لیے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لیلۃ المعراج میں جنت وجہنم دیکھ چکے تھے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں بیان عالم سفلی کا ہو رہا ہے کہ اس عالم میں ہوتے ہوئے مجھے بہت سی غیبی اشیاء (کل غیبی اشیاء کہنا چاہیے تھا۔ سعیدی غفرلہٗ) حتیٰ کہ جنت وجہنم بھی دکھلائی گئیں' جب کہ لیلۃ المعراج میں آپ کو دوسرے عالم میں مشاہدہ کرایا گیا تھا۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ جنت وجہنم کا مشاہدہ آپ کو لیلۃ المعراج میں کرایا گیا ہو' لیکن نمازِ کسوف میں جس مخصوص صفت کے ساتھ آپ کو دکھایا گیا ہو' اس طرح لیلۃ المعراج میں آپ نے نہ دیکھا ہو' اس صفت میں ترقی کا تعلق مخصوص صفت کے ساتھ ہوگا۔ (کشف الباری جلد ۳ ص ۴۹۲-۴۹۱' مکتبہ فاروقیہ' کراچی' مارچ ۲۰۰۵ء)

شیخ محمد تقی عثمانی نے لکھا ہے:

کوئی چیز ایسی نہیں ہے' جو مجھے پہلے نہیں دکھائی تھی' مگر آج وہ اپنے اس کھڑے ہونے کی جگہ دیکھ لی ہے' یعنی وہ چیزیں پہلے نہیں دکھائی گئیں تھیں' وہ آج دکھا دی گئی ہیں' یہاں تک کہ جنت اور جہنم کو بھی میں نے دیکھ لیا' نمازِ کسوف کے اندر ملاء اعلیٰ کی بہت سی باتیں

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر منکشف فرمائی گئیں۔ (انعام الباری ج ۲ ص ۱۱۶ مکتبۃ الحرا کراچی)

حدیث میں ''اعم العام'' کا صیغہ ہے اور نکرہ حیز نفی میں ہونے سے اس کا عموم مؤکد ہے جس کا معنی ہے کہ آپ کو غیب کی تمام چیزیں دکھادی گئیں حتیٰ کہ جنت اور دوزخ بھی اور اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات بھی آپ کو دکھادی جو غیب الغیب ہے پھر باقی کیا رہ گیا' لیکن چونکہ شیخ سلیم اللہ اور شیخ عثمانی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلی علم غیب کے قائل نہیں ہیں' اس لیے انہوں نے اس کے ترجمہ میں بہت سی غیبی اشیاء لکھا ہے' حالانکہ یہ حدیث آپ کے کلی علم غیب پر واضح دلیل ہے' اور اس سے اللہ تعالیٰ کے علم کے ساتھ مساوات لازم نہیں آتی' اللہ تعالیٰ کا علم غیر متناہی ہے اور آپ کا علم متناہی ہے' اللہ تعالیٰ کو ایک ذرہ کا علم بھی غیر متناہی وجوہ سے ہوتا ہے اور آپ کا علم ایک ذرہ میں بھی اللہ تعالیٰ کے علم کے مماثل نہیں ہے' جو شخص ایک ذرہ کے علم میں بھی اللہ اور رسول کا علم مساوی مانے' وہ مشرک ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کلی اشیاء کا علم ہے' مگر متناہی وجوہ سے اور یہی آپ کے علم کلی کا معنی ہے اور اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔

دیوبند کے ایک اور عالم سید احمد رضا بجنوری' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث الباب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کوئی چیز ایسی نہیں جو مجھے پہلے سے نہیں دکھائی گئی تھی کہ میں نے اس کو اس مقام میں دیکھ لیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے سے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام چیزوں کی رؤیت حاصل تھی ہی نہیں' صرف بعض کی تھی' مگر اس مقام میں وہ رؤیت مکمل ہوگئی' لیکن پھر بھی یہاں یہ سوال ہوتا ہے کہ کیا اس سے مراد تمام غیوب ہیں یا وہ غیوب ہیں' جن کے بارے میں امت کو مطلع کرنے کی ضرورت تھی' یا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مکرم ومعظم کے لیے بطور خاص ضروری تھے اور جن امور کی اطلاع سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خصوصی اعزاز واکرام مقصود تھا' اس کا جواب یہ ہے کہ گو حدیث کے الفاظ سے دونوں کا احتمال ہے مگر بہ ظاہر دوسری صورت ہی مراد ہے اور پہلی صورت کے ممنوع ہونے پر کتاب وسنت دونوں شاہد ہیں' حق تعالیٰ نے فرمایا: ''قُلْ لَّا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰہُ'' ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہہ دیجئے کہ زمین وآسمان میں سوائے خدا کے غیب کو کوئی بھی نہیں جانتا'' حدیث میں ہے: ''مفاتح الغیب خمس لا یعلمھن الا اللّٰہ'' ''پانچ چیزیں غیب کی کنجیاں ہیں جن کو بجز اللہ تعالیٰ کے کوئی بھی نہیں جانتا'' پھر اس کے لیے بھی جمیع غیوب مراد نہیں ہو سکتے کہ اس سے خالق ومخلوق کا برابر ہونا لازم آتا ہے' جو عقلاً بھی محال ہے' لہٰذا علم غیب کلی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بہ طریق عقل ونقل مستحیل ہے۔ (بہجۃ النفوس ج ۱ ص ۱۲۰)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے علم غیب کلی کے ثبوت وعدم ثبوت کی بحث ہم آئندہ کسی مناسب موقع سے مکمل ومدلل لکھیں گے' ان شاء اللہ تعالیٰ۔ (انوار الباری ج ۵ ص ۱۴۵ ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان' ۱۴۲۳ھ)

شیخ بجنوری کے اپنے کلام میں تعارض ہے' انہوں نے قرآن مجید کی جو دو آیتیں پیش کی ہیں' ان سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو بھی مطلقاً غیب کا علم نہیں ہے' پھر آگے چل کر لکھا ہے کہ آپ کو جمیع غیوب کا علم نہیں ہے یعنی بعض غیوب کا علم ہے' درحقیقت ان آیتوں کا محمل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو بھی از خود غیب کا علم نہیں ہے اور اسی کو ذاتی علم سے تعبیر کرتے ہیں اور تمام مفسرین نے ان آیتوں کی تفسیر میں یہی لکھا ہے' ہم اس سے پہلے شیخ شبیر احمد عثمانی سے بھی نقل کر چکے ہیں' انہوں نے النمل: ۶۵ کی تفسیر میں لکھا ہے:

کل مغیبات کا علم بجز خدا کے کسی کو حاصل نہیں' نہ کسی ایک غیب کا علم کسی شخص کو بالذات بدون عطائے الٰہی کے ہو سکتا ہے۔ (الی قولہ) ہاں! بعض بندوں کو بعض غیوب پر باختیار خود مطلع کر دیتا ہے' جس کی وجہ سے کہہ سکتے ہیں کہ فلاں شخص کو حق تعالیٰ نے غیب پر مطلع فرما دیا۔ (حاشیہ عثمانی ص ۴۹۶' دارالتصنیف' کراچی)

اور کلی علم غیب کا محمل ہم بیان کر چکے ہیں اور اس سے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے علم میں مساوات لازم نہیں کیونکہ آپ کا علم متناہی وجوہ سے ہے اور اللہ تعالیٰ کا علم غیر متناہی وجوہ سے ہے اور ایک ذرہ کا علم بھی اللہ تعالیٰ کا غیر متناہی وجوہ سے ہے اور آپ کا تمام علم متناہی وجوہ سے ہے ایک ذرہ کا علم بھی اللہ تعالیٰ کو غیر متناہی در غیر متناہی در غیر متناہی وجوہ سے ہے اس میں غیر متناہی کا تسلسل ہے اور جو آپ کے لیے ایک ذرہ کا علم بھی اللہ تعالیٰ کے برابر مانے وہ مشرک ہے۔

اس اعتراض کا جواب کہ قبر میں تین سوال کیے جائیں گے پھر آپ کی شناخت کے متعلق سوال پر اقتصار کیوں کیا گیا؟

اس حدیث میں مذکور ہے: کہا جائے گا: اس شخص کے متعلق تمہیں کیا علم ہے؟

یہاں پر یہ سوال ہوتا ہے کہ کیا قبر میں صرف آپ کے متعلق سوال کیا جائے گا یا اور کوئی سوال بھی کیا جائے گا اس کا جواب یہ ہے کہ قبر میں جو سوالات کیے جائیں گے ان کی تفصیل ان احادیث میں ہے:

امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد متوفی ۳۶۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب کوئی مسلمان بندہ فوت ہو جاتا ہے تو اس کو اس کی قبر میں بٹھایا جاتا ہے اور اس سے کہا جاتا ہے کہ تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ اور تیرا نبی کون ہے؟ پس اللہ اس کو ان کے جوابات میں ثابت قدم رکھتا ہے پس وہ کہتا ہے: میرا رب اللہ ہے اور میرا دین اسلام ہے اور میرے نبی (سیدنا) محمد ﷺ ہیں پھر اس کی قبر میں وسعت کی جاتی ہے اور اس کے لیے اس میں کشادگی کی جاتی ہے پھر حضرت عبداللہ بن مسعود نے یہ آیت پڑھی: ''يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ وَيُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ''. (ابراہیم:۲۷)

(المعجم الکبیر:۹۱۴۵ حافظ الہیثمی نے کہا: اس حدیث کی سند حسن ہے مجمع الزوائد ج ۳ ص ۵۴ بیروت الشریعۃ لابن جزری:۱۱۱)

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک انصاری کے جنازہ میں گئے ہم قبر تک پہنچے جب لحد بنائی گئی تو رسول اللہ ﷺ بیٹھ گئے اور ہم بھی آپ کے گرد بیٹھ گئے گویا کہ ہمارے سروں پر پرندے ہیں آپ کے ہاتھ میں ایک لکڑی تھی جس کے ساتھ آپ زمین کو کرید رہے تھے آپ نے اپنا سر (اقدس) اٹھا کر دو یا تین بار فرمایا: عذاب قبر سے اللہ کی پناہ طلب کرو اور فرمایا: جب لوگ پیٹھ پھیر کر جائیں گے تو یہ ضرور ان کی جوتیوں کی آواز سنے گا جب اس سے یہ کہا جائے گا: اے شخص! تیرا رب کون ہے؟ اور تیرا دین کیا ہے؟ اور تیرا نبی کون ہے؟ ھناد نے کہا: اس کے پاس دو فرشتے آئیں گے اور اس کو بٹھا دیں گے اور اس سے کہیں گے: تیرا رب کون ہے؟ وہ کہے گا: میرا رب اللہ ہے پھر وہ کہیں گے: تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہے گا: میرا دین اسلام ہے پھر وہ کہیں گے: وہ شخص کون تھا جو تم میں بھیجا گیا تھا؟ وہ کہے گا: وہ رسول اللہ ﷺ ہیں پھر وہ کہیں گے: تم کو کیسے معلوم ہوا؟ وہ کہے گا: میں نے کتاب پڑھی میں اس پر ایمان لایا اور میں نے اس کی تصدیق کی اور یہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے مطابق ہے: ''يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ''. (ابراہیم:۲۷) پھر آسمان سے ایک منادی یہ ندا کرے گا کہ میرے بندہ نے سچ کہا اس کے لیے جنت سے فرش بچھا دو اور جنت سے لباس پہنا دو اور اس کے لیے جنت کی طرف دروازہ کھول دو پھر اس کے پاس جنت کی ہوائیں اور جنت کی خوشبو آئے گی اور اس کی منتہائے بصر تک اس کی قبر کھول دی جائے گی پھر آپ نے کافر کی موت کا ذکر کیا اور فرمایا: اس کے جسم میں اس کی روح لوٹائی جائے گی اور اس کے پاس دو فرشتے آ کر اس کو

بٹھائیں گے اور اس سے کہیں گے: تیرا رب کون ہے؟ وہ کہے گا: افسوس! میں نہیں جانتا' پھر وہ اس سے کہیں گے: تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہے گا: افسوس! میں نہیں جانتا' پھر وہ کہیں گے: یہ شخص کون ہے جو تم میں بھیجا گیا تھا' وہ کہے گا: افسوس! میں نہیں جانتا' پھر آسمان سے ایک منادی نداء کرے گا: اس نے جھوٹ بولا' اس کے لیے دوزخ سے فرش بچھا دو اور اس کو دوزخ کا لباس پہنا دو اور اس کے لیے دوزخ سے ایک دروازہ کھول دو' پھر اس کے پاس دوزخ کی تپش اور دوزخ کی گرم ہوائیں آئیں گی اور اس پر اس کی قبر تنگ کر دی جائے گی' حتیٰ کہ اس کی ایک طرف کی پسلیاں دوسری طرف نکل جائیں گی' پھر اس پر ایک اندھا اور گونگا مسلط کیا جائے گا' اس کے پاس لوہے کا ایک گرز ہوگا' جس کی ضرب اگر پہاڑ پر لگائی جائے تو وہ بھی مٹی کا ڈھیر ہو جائے' پھر وہ گرز اس پر مارے گا' جس سے وہ کافر چیخ مارے گا' جس کو جن اور انس کے سوا سب سنیں گے اور وہ کافر مٹی ہو جائے گا اور اس میں پھر دوبارہ روح ڈال دی جائے گی۔

امام عبد الرزاق متوفی ۲۱۱ھ' امام احمد متوفی ۲۴۱ھ' امام آجری متوفی ۳۶۰ھ اور امام ابو عبد اللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ نے اس حدیث کو بہت زیادہ تفصیل کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۴۷۵۳' مصنف عبد الرزاق: ۶۷۳۷' مسند احمد ج ۴ ص ۲۸۷ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۸۷۳۳' الشریعۃ للآجری: ۸۱۲' المستدرک ج ۱ ص ۳۷)

اب یہ اعتراض ہے کہ جب قبر میں تین سوالات کیے جائیں گے تو صحیح بخاری: ۸۶ کی اس حدیث میں صرف اس سوال پر کیوں اکتفاء کیا گیا ہے کہ اس شخص کے متعلق تمہارا کیا علم ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بہت اہم سوال ہے' حتیٰ کہ پہلے دو سوالوں کے جوابوں کا قبول ہونا' اسی سوال کے جواب کی صحت پر موقوف ہے' اس لیے اسی سوال کا خصوصیت کے ساتھ ذکر کیا گیا۔

۲۵- بَابُ تَحْرِيْضِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفْدَ عَبْدِ الْقَيْسِ عَلٰى اَنْ يَحْفَظُوا الْاِيْمَانَ وَالْعِلْمَ وَيُخْبِرُوْا مَنْ وَرَاءَهُمْ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عبد القیس کے وفد کو ایمان اور علم کی حفاظت پر برانگیختہ کرنا اور اپنے پیچھے چھوڑے ہوئے لوگوں کو ان کی خبر دینا

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ باب سابق میں سوال اور جواب کا ذکر تھا اور سوال کے جواب میں بھی ایک قسم کے علم پر ترغیب ہوتی ہے اور اس باب میں بھی علم پر ترغیب ہے۔ امام بخاری کہتے ہیں:

وَقَالَ مَالِكُ بْنُ الْحُوَيْرِثِ قَالَ لَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِرْجِعُوْا اِلٰى اَهْلِيْكُمْ فَعَلِّمُوْهُمْ.

اور حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم لوگ اپنے گھر والوں کی طرف لوٹ جاؤ اور ان کو علم سکھاؤ۔

حضرت مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ' اپنی قوم کے چھ افراد کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے تھے' پھر اسلام لے آئے اور کافی دن آپ کے پاس رہے' پھر آپ نے ان کو ان کے گھر جانے کی اجازت دے دی' انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پندرہ احادیث روایت کی ہیں' جن میں سے دو حدیثوں پر امام بخاری اور امام مسلم متفق ہیں اور ایک حدیث کے ساتھ امام بخاری منفرد ہیں اور یہ حدیث وہ ہے جس پر دونوں متفق ہیں' یہ بصرہ میں رہے اور وہیں ۹۴ھ میں فوت ہو گئے' بہت بڑی جماعت نے ان سے احادیث روایت کی ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۱۴۹' خلاصۃ الخزرجی ج ۳ ص ۶۶)

امام بخاری نے یہاں جو حدیث ذکر کی ہے' وہ ایک حدیث کا قطعہ ہے' مکمل حدیث یہ ہے:

حضرت مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے' اس وقت ہم ہم عمر نوجوان تھے'

آپ کے پاس بیس راتیں ٹھہرے پھر آپ نے یہ گمان کیا کہ ہم اپنے گھر والوں کی طرف مشتاق ہو رہے ہیں اور آپ نے ہم سے سوال کیا کہ ہم اپنے گھر میں کن کو چھوڑ کر آئے ہیں' سو ہم نے آپ کو بتایا' اور آپ بہت رفیق اور رحیم تھے' آپ نے فرمایا: تم اپنے گھر والوں کی طرف لوٹ جاؤ اور ان کو تعلیم دو اور ان کو (نیکی کا) حکم دو' اور اس طرح نماز پڑھو' جس طرح تم نے مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے اور جب نماز کا وقت آ جائے تو تم میں سے ایک شخص اذان دے اور جو تم میں سے بڑا ہو' وہ نماز کی امامت کرائے۔

(صحیح البخاری: ۶۲۸۔ ۲۰۰۸' صحیح مسلم: ۶۷۴' سنن ابوداؤد: ۵۸۹' سنن ترمذی: ۲۰۵' سنن نسائی: ۶۳۴۔ ۹۷۹' مسند احمد ج ۲ ص ۶۴۰)

۸۷- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ اَبِیْ جَمْرَةَ قَالَ كُنْتُ اُتَرْجِمُ بَیْنَ ابْنِ عَبَّاسٍ وَبَیْنَ النَّاسِ، فَقَالَ اِنَّ وَفْدَ عَبْدِ الْقَیْسِ اَتَوُا النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَنِ الْوَفْدُ اَوْ مَنِ الْقَوْمُ؟ قَالُوْا رَبِیْعَةُ، فَقَالَ مَرْحَبًا بِالْقَوْمِ اَوْ بِالْوَفْدِ، غَیْرَ خَزَایَا وَلَا نَدَامٰى، قَالُوْا اِنَّا نَاْتِیْكَ مِنْ شُقَّةٍ بَعِیْدَةٍ، وَبَیْنَنَا وَبَیْنَكَ هٰذَا الْحَیُّ مِنْ كُفَّارِ مُضَرَ، وَلَا نَسْتَطِیْعُ اَنْ نَاْتِیَكَ اِلَّا فِیْ شَهْرٍ حَرَامٍ، فَمُرْنَا بِاَمْرٍ نُخْبِرُ بِهٖ مَنْ وَرَاءَ نَا، نَدْخُلُ بِهِ الْجَنَّةَ، فَاَمَرَهُمْ بِاَرْبَعٍ وَنَهَاهُمْ عَنْ اَرْبَعٍ اَمَرَهُمْ بِالْاِیْمَانِ بِاللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَحْدَهٗ، قَالَ هَلْ تَدْرُوْنَ مَا الْاِیْمَانُ بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ؟ قَالُوْا اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ، قَالَ شَهَادَةُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ، وَاِقَامُ الصَّلٰوةِ، وَاِیْتَاءُ الزَّكٰوةِ، وَصَوْمُ رَمَضَانَ، وَتُعْطُوا الْخُمُسَ مِنَ الْمَغْنَمِ، وَنَهَاهُمْ عَنِ الدُّبَّاءِ، وَالْحَنْتَمِ وَالْمُزَفَّتِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' از ابی جمرہ' وہ کہتے ہیں کہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور لوگوں کے درمیان ترجمہ کرتا تھا' انہوں نے بیان کیا کہ عبد القیس کا وفد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا' آپ نے فرمایا: یہ کون سا وفد ہے؟ یا یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا: ربیعہ' آپ نے فرمایا: اس قوم کو خوش آمدید ہو! یا اس وفد کو! یہ نہ شرمندہ ہیں نہ نادم ہیں! انہوں نے کہا: ہم آپ کے پاس دور دراز کی مسافت سے آئے ہیں اور ہمارے اور آپ کے درمیان کفار مضر کا یہ قبیلہ ہے' اور ہم آپ کے پاس صرف حرمت والے مہینہ میں آنے کی طاقت رکھتے ہیں' آپ ہمیں کوئی جامع حکم بتایئے' جس کی ہم اپنے پیچھے چھوڑے ہوئے لوگوں کو خبر دیں اور اس وجہ سے جنت میں داخل ہو جائیں تو آپ نے ان کو چار کاموں کا حکم دیا اور چار کاموں سے منع فرمایا' آپ نے ان کو حکم دیا کہ وہ اللہ عزوجل وحدہٗ پر ایمان لائیں' آپ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو اللہ وحدہٗ پر ایمان لانے کی کیا تعریف ہے؟ انہوں نے کہا: اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں' آپ نے فرمایا: اس کی شہادت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور یہ کہ محمد اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ ادا کرنا' اور رمضان کے روزے رکھنا اور تم مال غنیمت کا پانچواں حصہ ادا کرو' اور آپ نے ان کو کھوکھلے کدو' سبز گھڑوں اور تارکول ملے ہوئے برتنوں (میں نبیذ پینے) سے منع فرمایا۔

قَالَ شُعْبَةُ رُبَّمَا قَالَ النَّقِیْرِ. وَرُبَّمَا قَالَ الْمُقَیَّرِ. قَالَ اِحْفَظُوْهُ وَاَخْبِرُوْهُ مَنْ وَّرَاءَكُمْ.

شعبہ نے کہا: بعض اوقات آپ نے نقیر کہا اور بعض اوقات مقیر کہا (کھوکھلا)۔ آپ نے فرمایا: ان باتوں کو یاد رکھو اور اپنے

پیچھے چھوڑے ہوئے لوگوں کو ان کی خبر دو۔
صحیح البخاری: ۵۳ میں اس حدیث کی تخریج اور شرح تفصیل سے بیان کی جا چکی ہے' وہاں ملاحظہ فرمائیں۔
باب کے عنوان سے اس حدیث کی مطابقت بالکل ظاہر ہے۔

تبلیغ اور تعلیم کے فرض عین اور فرض کفایہ ہونے کا محمل

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی التوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:
اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ جس شخص کو کسی چیز کا علم حاصل ہو' اس پر لازم ہے کہ وہ ان لوگوں کو اس کی تعلیم دے' جن کو اس کا علم نہیں ہے اور اب یہ تعلیم دینا فرض کفایہ ہے' کیونکہ اب مکمل اسلام پھیل چکا ہے اور ابتداء اسلام میں جس شخص کو دین کی کسی بات کا علم ہوتا' اس پر دوسروں کو اس کی تعلیم دینا فرض عین تھا' حتیٰ کہ اسلام مشارق اور مغارب میں پھیل گیا اور اس کا تمام ادیان پر غلبہ ہو گیا' جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے عذاب سے ڈرایا تھا' اسی طرح ابتداء اسلام میں علماء پر فرض عین تھا کہ وہ لوگوں کو اللہ کے عذاب سے ڈرائیں۔

اپنے ماتحت اور زیر اثر لوگوں کو نیک اعمال کی تلقین کا لزوم

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مؤمن پر لازم ہے کہ وہ اپنے گھر والوں کو تعلیم دے اور ان کو فرائض سکھائے' کیونکہ اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ اپنے پیچھے چھوڑے ہوئے لوگوں کو ان کی خبر دو اور قرآن مجید میں ہے:

قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا. (التحریم:۶) تم اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ۔

اور اس وجہ سے بھی کہ انسان اپنے گھر والوں کے اعمال کا محافظ ہے اور اس سے ان کے اعمال کے متعلق سوال کیا جائے گا اور اس حدیث میں خبر واحد کے حجت ہونے کا بھی ثبوت ہے۔
''کتاب الایمان'' کے آخر میں باب ''اداء الخمس من الایمان'' میں وفد عبدالقیس کی حدیث: ۵۳ میں اس حدیث کی مفصل شرح گزر چکی ہے اور اب اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔
(شرح صحیح البخاری لابن بطال ج ۱ ص ۱۵۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

٢٦- بَابُ الرِّحْلَةِ فِي الْمَسْأَلَةِ النَّازِلَةِ وَتَعْلِيْمِ اَهْلِهٖ

کسی پیش آمدہ مسئلہ کا حل معلوم کرنے کے لیے سفر کرنا اور اپنے گھر والوں کو تعلیم دینا

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ بابِ سابق میں علم کی ترغیب کا ذکر تھا اور جس کو شدت سے علم کی ترغیب دی جائے' وہ کبھی اپنے پیش آمدہ مسئلہ کے حل کی تلاش میں نکل جاتا ہے۔

٨٨- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ اَبُو الْحَسَنِ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا عُمَرُ بْنُ سَعِيْدِ بْنِ اَبِيْ حُسَيْنٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِيْ مُلَيْكَةَ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ اَنَّهٗ تَزَوَّجَ ابْنَةً لِاَبِيْ اِهَابِ بْنِ عَزِيْزٍ، فَاَتَتْهُ امْرَاَةٌ فَقَالَتْ اِنِّيْ قَدْ اَرْضَعْتُ عُقْبَةَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں محمد بن مقاتل ابوالحسن نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں عمر بن سعید بن ابی حسین نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے عبداللہ بن ابی ملیکہ نے حدیث بیان کی از حضرت عقبہ بن الحارث رضی اللہ عنہ انہوں نے ابواھاب بن عزیز کی بیٹی سے شادی کی'

وَالَّتِیْ تَزَوَّجَ، فَقَالَ لَهَا عُقْبَةُ مَا اَعْلَمُ اَنَّكِ اَرْضَعْتِنِیْ، وَلَا اَخْبَرْتِنِیْ، فَرَكِبَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِيْنَةِ فَسَاَلَهُ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ وَقَدْ قِيْلَ. فَفَارَقَهَا عُقْبَةُ، وَنَكَحَتْ زَوْجًا غَيْرَهُ.

[اطراف الحدیث: ۲۰۵۲-۲۶۴۰-۲۶۵۹-۲۶۶۰-۵۱۰۴]

پھر ان کے پاس ایک عورت نے آ کر کہا: بے شک میں نے عقبہ کو اور اس کی بیوی کو دودھ پلایا ہے' حضرت عقبہ نے کہا: مجھے نہیں معلوم کہ تم نے مجھے دودھ پلایا ہے اور نہ تم نے (پہلے) مجھے اس کی خبر دی تھی' پھر وہ سوار ہو کر مدینہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس گئے اور آپ سے اس کے متعلق سوال کیا' تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم کیسے؟ (اس کو اپنے نکاح میں برقرار رکھو گے؟) حالانکہ اس کے متعلق کہا گیا ہے! پھر حضرت عقبہ اپنی بیوی سے الگ ہو گئے اور اس نے پھر کسی اور شخص سے نکاح کر لیا۔

(سنن ترمذی: ۱۱۵۱' سنن ابوداؤد: ۳۶۰۳' مسند الحمیدی: ۵۷۹' سنن دارمی: ۲۲۶۰' سنن نسائی ج ۶ ص ۱۰۹' بیروت' السنن الکبریٰ للنسائی: ۶۰۲۸' سنن دارقطنی ج ۴ ص ۱۷۶-۱۷۷' سنن بیہقی ج ۷ ص ۴۶۳' مصنف عبد الرزاق: ۱۵۴۳۵-۱۳۹۶۸' صحیح ابن حبان: ۴۲۱۶' المعجم الکبیر: ۹۷۴-۹۷۵' ج ۱۷' مسند احمد ج ۴ ص ۷ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۶۱۴۸' ج ۲۶ ص ۷۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ باب کا عنوان ہے: پیش آمدہ مسئلہ کے حل کے لیے سفر کرنا' اور اس حدیث میں حضرت عقبہ کے اسی سفر کا ذکر ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) محمد بن مقاتل المروزی (۲) عبداللہ بن المبارک المروزی' ان کا تعارف ہو چکا ہے (۳) عمر بن سعید بن ابی حسین النوفلی المکی' یہ طاؤس' عطاء اور دیگر سے روایت کرتے ہیں' یہ ثقہ ہیں' امام ابوداؤد نے ان سے مراسیل میں روایت کی ہے (۴) عبداللہ بن عبیداللہ بن ابی ملیکہ القرشی' ان کا تعارف ہو چکا ہے (۵) حضرت عقبہ بن الحارث بن عامر بن عدی القرشی المکی رضی اللہ عنہ' فتح مکہ کے دن اسلام لائے اور مکہ میں رہائش رکھی' امام بخاری' امام ابوداؤد' امام ترمذی اور امام نسائی نے ان کی احادیث روایت کی ہیں' امام مسلم نے ان کی کوئی حدیث روایت نہیں کی' امام بخاری نے "کتاب العلم' کتاب الحدود" اور "کتاب الزکوٰۃ" میں ان کی تین احادیث روایت کی ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۱۵۱) (خلاصۃ تذہیب تہذیب الکمال ج ۲ ص ۲۹۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عقبہ بن الحارث نے ابواھاب بن عزیز کی بیٹی سے شادی کی' اس عورت کا نام ام یحییٰ غنیہ تھا' اور اس خاتون نے بعد میں ضریب بن الحارث سے نکاح کر لیا۔

رضاعت ثابت نہ ہونے کے باوجود آپ نے حضرت عقبہ کے نکاح کو کیوں ناپسند فرمایا

حضرت عقبہ نے نبی ﷺ سے جب اپنی بیوی کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا: تم کیسے (اس کو اپنے نکاح میں برقرار رکھو گے)؟ حالانکہ اس کے متعلق کہا گیا ہے۔ حضرت عقبہ کا اپنی بیوی کے ساتھ نکاح صحیح تھا اور محض ایک عورت کے خبر دینے سے ان کے درمیان رضاعت (دودھ کا رشتہ) ثابت نہیں ہوتا تھا' پھر بھی رسول اللہ ﷺ نے ان کے نکاح کو پسند نہیں فرمایا کیونکہ حضرت عقبہ پر بہرحال یہ تہمت لگتی کہ انہوں نے اپنی دودھ شریک بہن سے نکاح کیا ہوا ہے' اس سے معلوم ہوا کہ خواہ انسان کا دامن پاک ہو اور وہ حرام کام سے بری ہو' پھر بھی اس کو حرام کی تہمت سے بچنا چاہیے۔

''حدیث اتقوا مواضع التھم'' کی تحقیق

امام محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ ھ نے ذکر کیا ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اتقوا مواضع التھم'' (تہمتوں کی جگہوں سے بچو)۔ (احیاء العلوم ج ۳ ص ۳۳' دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۹ ھ)

اس کے حاشیہ پر علامہ عراقی نے لکھا ہے: مجھے اس حدیث کی کوئی اصل نہیں ملی۔

سید محمد بن محمد الحسینی الزبیدی متوفی ۱۲۰۵ ھ نے ''احیاء العلوم'' کی شرح میں لکھا ہے:

الزبیر بن بکار نے ''الوفقیات'' میں اپنی سند سے روایت کیا ہے: حضرت عمر بن الخطاب نے کہا: جو شخص تہمت کے درپے ہوا تو وہ اس کو ملامت نہ کرے' جو اس کے ساتھ بدگمانی کرے' اور امام بیہقی نے ''شعب الایمان'' میں سعید بن مسیب سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب میں سے میرے بعض بھائیوں نے میرے لیے لکھا' جس شخص نے اپنے نفس کو تہمتوں کے لیے پیش کیا' وہ اپنے نفس کے سوا اور کسی کو ملامت نہ کرے۔ (اتحاف السادۃ المتقین ج ۷ ص ۲۸۳' داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۴ ھ)

علامہ اسماعیل بن محمد العجلونی المتوفی ۱۱۶۳ ھ لکھتے ہیں:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو شخص بدگمانی کے راستوں پر چلا' اس کو تہمت لگے گی۔

(کشف الخفاء و مزیل الالباس ج ۱ ص ۴۴' مکتبۃ الغزالی' دمشق)

تہمت کی جگہوں سے بچنے کی اصل اس حدیث میں ہے:

حضرت علی بن الحسین رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کی زوجہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ مسجد میں اعتکاف میں تھے' وہ آپ کی زیارت کرنے کے لیے آئیں' اور کچھ دیر آپ سے باتیں کیں' پھر جانے کے لیے کھڑی ہوئیں تو نبی ﷺ بھی ان کو رخصت کرنے کے لیے ان کے ساتھ کھڑے ہوئے' حتیٰ کہ جب وہ مسجد کے دروازے پر پہنچیں' جو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے دروازے کے پاس تھا' تو دو انصاری مرد وہاں سے گزرے اور انہوں نے نبی ﷺ کو سلام کیا' نبی ﷺ نے ان سے فرمایا: تم ٹھہرو! یہ صفیہ بنت حیی ہیں' ان دونوں نے کہا: سبحان اللہ! یارسول اللہ! اور ان پر یہ بات بہت شاق گزری' تو نبی ﷺ نے فرمایا: بے شک شیطان انسان کے خون کی جگہ پہنچ جاتا ہے اور مجھے خطرہ ہوا کہ وہ تمہارے دلوں میں کوئی چیز (بدگمانی) ڈال دے گا۔ (صحیح البخاری: ۲۰۳۵' صحیح مسلم: ۲۱۷۵' سنن ابوداؤد: ۲۴۷۰' سنن ابن ماجہ: ۱۷۷۹)

نیز حضرت النعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ حلال ظاہر ہے اور حرام ظاہر ہے اور ان کے درمیان مشتبہ چیزیں ہیں' جن کو اکثر لوگ نہیں جانتے' پس جو شخص مشتبہ چیزوں سے بچا' اس نے اپنے دین اور اپنی عزت کو محفوظ کر لیا۔ (صحیح البخاری: ۵۲' صحیح مسلم: ۱۵۹۹' مسند الحمیدی: ۹۱۸' سنن ابوداؤد: ۳۳۲۹' سنن ترمذی: ۱۲۰۵' سنن ابن ماجہ: ۳۹۸۴' سنن نسائی ج ۷ ص ۲۴۱' مسند احمد ج ۴ ص ۲۶۹' سنن دارمی: ۲۵۳۴)

اور اس میں کوئی شک نہیں' جب اس عورت نے حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ سے کہا: میں نے تم کو اور تمہاری بیوی کو دودھ پلایا ہے تو ان کا نکاح مشتبہ ہو گیا اور ان کے دین اور ان کی عزت کی حفاظت کے لیے یہی مناسب تھا کہ وہ اپنی بیوی کو چھوڑ دیتے۔

رضاعت کے ثبوت کے لیے نصابِ شہادت میں مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کے ظاہر سے ان فقہاء نے استدلال کیا ہے' جو کہتے ہیں کہ ایک دودھ پلانے والی عورت کی شہادت سے رضاعت

ثابت ہو جاتی ہے اور جو فقہاء کہتے ہیں کہ ایک عورت کے قول سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی' وہ کہتے ہیں کہ حضرت عقبہ کی حدیث احتیاط پر محمول ہے' یہ مطلب نہیں ہے کہ ایک عورت کے خبر دینے سے ان پر ان کی بیوی حرام ہوگئی تھی۔ علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

جمہور العلماء نے یہ کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شبہ سے بچنے کے لیے یہ حکم دیا ہے' اور ان کو یہ حکم دیا کہ وہ محل شک سے اجتناب کریں' تا کہ وہ اس خطرہ سے نکل جائیں کہ وہ اپنی رضاعی بہن سے مجامعت کر رہے ہیں' لیکن آپ نے قطعی طور پر سختی سے منع نہیں فرمایا' نیز اس پر علماء کا اجماع ہے کہ ایک عورت کی گواہی سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی' (اجماع کا دعویٰ صحیح نہیں ہے۔ سعیدی غفرلہٗ) اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے محتاط طریقہ پر عمل کرنے کی طرف اشارہ فرمایا۔ دوسرے علماء نے یہ کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم بہ طریقہ قضاء نہیں تھا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بہ طور احتیاط یہ حکم دیا' جیسے کہ امام بخاری نے "کتاب البیوع" میں تفسیر مشتبہات میں اس حدیث کو درج کیا ہے۔

بعض علماء نے یہ کہا کہ حضرت عقبہ کی یہ حدیث وجوبی حکم پر محمول ہے اور انہوں نے کہا کہ دودھ پلانے کے ثبوت میں ایک عورت کی گواہی کو بھی قبول کیا جاتا ہے' یہ امام احمد کا قول ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب ایک عورت دودھ پلانے والی ہو تو اس کی گواہی قبول کی جائے گی اور اس کی گواہی کے ساتھ اس کے قول پر قسم بھی لی جائے گی۔

امام مالک نے کہا: دودھ پلانے والی عورت کا قول قبول کیا جائے گا' بہ شرطیکہ اس کا دودھ پلانا گھر میں اور پڑوسیوں میں مشہور ہو چکا ہو اور اگر دو عورتیں گواہی دیں تو پھر رضاعت کے ثبوت میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

جن فقہاء نے یہ کہا ہے کہ اس حدیث میں حضرت عقبہ پر واجب تھا کہ وہ اپنی بیوی سے الگ ہو جائیں ان کی دلیل یہ ہے کہ اگر آپ نے تقویٰ اور احتیاط کے طور پر حضرت عقبہ کو حکم دیا تھا کہ وہ اپنی بیوی سے الگ ہو جائیں تو آپ پر لازم تھا کہ آپ حضرت عقبہ کو یہ حکم دیتے کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دے دیں تا کہ وہ دوسرے شوہر پر حلال ہو جائیں کیونکہ اگر یہ حکم احتیاط تھا اور ان کی بیوی بہ دستور ان کے نکاح میں تھیں تو حضرت عقبہ کے چھوڑنے کے بعد ان کا دوسرے شخص سے نکاح جائز نہ ہوتا' اور آپ نے جو فرمایا: تم کیسے (اس کو اپنے نکاح میں برقرار رکھو گے؟) حالانکہ اس کے متعلق کہا گیا ہے۔ آپ کا یہ ارشاد اس لیے تھا کہ حضرت عقبہ پر معاملہ آسان ہو جائے اور اس کی تائید آپ کے تبسم سے ہوتی ہے۔ ہم اس کے جواب میں یہ کہتے ہیں کہ حدیث میں جو مذکور ہے کہ حضرت عقبہ اپنی بیوی سے علیحدہ ہو گئے' وہ اس پر محمول ہے کہ وہ اس کو طلاق دے کر علیحدہ ہو گئے۔

امام ابوحنیفہ نے رضاعت کے ثبوت میں صرف عورتوں کی شہادت کو منع فرمایا ہے' ان کے نزدیک دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت سے رضاعت ثابت ہوتی ہے۔

امام شافعی کے مذہب کی تفصیل یہ ہے کہ جب ایک دودھ پلانے والی شہادت دے اور اپنی شہادت کے ساتھ وہ دودھ پلانے کی اجرت کا بھی دعویٰ کرے تو اس کی شہادت قبول نہیں ہوگی' کیونکہ وہ اپنے فائدہ کے لیے شہادت دے رہی ہے اور اس کی شہادت متہم ہوگی اور اگر وہ اپنی اجرت کا دعویٰ نہ کرے' صرف یہ کہے کہ میں گواہی دیتی ہوں کہ میں نے اس کو دودھ پلایا ہے تو اس کی شہادت کو قبول کرنے میں ان کا اختلاف ہے' اور ان کا زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ اس کی شہادت قبول ہوگی۔

ہمارا مذہب یہ ہے کہ رضاعت کی شہادت مال کی شہادت کی طرح ہے' اس میں دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت ضروری ہے اور تنہا عورتوں کی شہادت قبول نہیں کی جائے گی' امام شافعی کے نزدیک چار عورتوں کی گواہی سے رضاعت ثابت ہو جائے

گی امام مالک کے نزدیک دو عورتوں کی گواہی سے اور امام احمد کے نزدیک ایک عورت کی گواہی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲ ص ۱۵۴۔ ۱۵۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۲۷- بَابُ التَّنَاوُبِ فِي الْعِلْمِ — حصولِ علم کے لیے باری باری جانا

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ باب سابق میں حصولِ علم کے لیے سفر پر جانے کا ذکر تھا اور اس باب میں طلب علم کے لیے باری باری جانے کا ذکر ہے اور یہ دونوں باب علم کی حرص میں مشترک ہیں۔

۸۹- حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ (ح) قَالَ اَبُوْعَبْدِ اللّٰهِ وَقَالَ ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنَا يُوْنُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ ثَوْرٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ عُمَرَ قَالَ كُنْتُ اَنَا وَجَارٌ لِيْ مِنَ الْاَنْصَارِ فِيْ بَنِيْ اُمَيَّةَ بْنِ زَيْدٍ. وَهِيَ مِنْ عَوَالِي الْمَدِيْنَةِ. وَكُنَّا نَتَنَاوَبُ النُّزُوْلَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَنْزِلُ يَوْمًا وَاَنْزِلُ يَوْمًا فَاِذَا نَزَلْتُ جِئْتُهُ بِخَبَرِ ذٰلِكَ الْيَوْمِ مِنَ الْوَحْيِ وَغَيْرِهِ، وَاِذَا نَزَلَ فَعَلَ مِثْلَ ذٰلِكَ، فَنَزَلَ صَاحِبِي الْاَنْصَارِيُّ يَوْمَ نَوْبَتِهِ، فَضَرَبَ بَابِيْ ضَرْبًا شَدِيْدًا فَقَالَ اَثَمَّ هُوَ؟ فَفَزِعْتُ فَخَرَجْتُ اِلَيْهِ، فَقَالَ قَدْ حَدَثَ اَمْرٌ عَظِيْمٌ. قَالَ فَدَخَلْتُ عَلٰى حَفْصَةَ، فَاِذَا هِيَ تَبْكِيْ، فَقُلْتُ طَلَّقَكُنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَتْ لَا اَدْرِيْ. ثُمَّ دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ وَاَنَا قَائِمٌ اَطَلَّقْتَ نِسَاءَكَ؟ قَالَ لَا فَقُلْتُ اللّٰهُ اَكْبَرُ.

[اطراف الحدیث: ۲۴۶۸۔ ۴۹۱۳۔ ۴۹۱۴۔ ۴۹۱۵۔ ۵۱۱۹۔ ۵۲۱۸۔ ۵۸۴۳۔ ۷۲۵۶۔ ۷۲۶۳]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری (ح) امام ابوعبداللہ بخاری کہتے ہیں: اور ابن وہب نے کہا: ہمیں یونس نے خبر دی از ابن شہاب از عبیداللہ بن عبداللہ بن ابی ثور از حضرت عبداللہ بن عباس از حضرت عمر رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ میں اور میرا ایک انصاری پڑوسی بنی امیہ بن زید کے قبیلہ اور ان کے مواضع میں رہتے تھے اور یہ مدینہ کے بالائی حصہ پر تھا ہم باری باری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے ایک دن وہ جاتا اور ایک دن میں جاتا، پس جب میں جاتا تو اس دن نزولِ وحی کی خبر لے کر آتا اور جس دن وہ جاتا تو وہ بھی اسی طرح کرتا، پس ایک دن میرا انصاری ساتھی اپنی باری کے دن آیا اور اس نے بہت زور سے میرا دروازہ کھٹکھٹایا اور کہا: کیا وہ ہے؟ میں گھبرا کر اس کی طرف نکلا تو اس نے کہا: بہت سنگین حادثہ ہو گیا حضرت عمر نے کہا: پس میں حفصہ کے پاس گیا تو وہ رو رہی تھی میں نے پوچھا: کیا تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طلاق دے دی ہے؟ انہوں نے کہا: پتا نہیں پھر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے کھڑے ہو کر کہا: کیا آپ نے اپنی ازواج کو طلاق دے دی ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں میں نے کہا: اللہ اکبر۔

(صحیح مسلم: ۱۴۷۹، سنن ترمذی: ۳۳۶۱، سنن نسائی: ۲۱۳۱۔ ۳۴۵۵، سنن ابن ماجہ: ۴۱۵۳، مسند ابویعلیٰ: ۲۲۲، صحیح ابن حبان: ۴۲۶۸، سنن بیہقی ج ۵ ص ۳۷، مسند البزار: ۲۰۶، الادب المفرد: ۸۳۵، مسند احمد ج ۱ ص ۳۳ طبع قدیم، مسند احمد: ۲۲۲، ج ۱ ص ۳۵۰۔ ۳۴۶، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ باب کا عنوان ہے: طلب علم کے لیے باری باری جانا اور اس حدیث میں حضرت عمر اور ایک انصاری کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس باری باری جانے کا ذکر ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

اس حدیث کے تمام رجال کا تعارف ہو چکا ہے۔

حدیث مذکور کے بعض الفاظ کی وضاحت

اس حدیث میں حضرت عمر رضی اللہ کے جس انصاری پڑوسی کا ذکر ہے' اس کا نام عتبان بن مالک بن عمرو بن العجلان الانصاری الخزرجی ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ انصاری کی زوردار دستک سے حضرت عمر گھبرا گئے' امام بخاری نے ''کتاب التفسیر'' میں حضرت عمر سے روایت کیا ہے: ہمیں یہ خطرہ تھا کہ غسان کا کوئی بادشاہ ہم پر حملہ کرے گا' پس جب اس انصاری نے زوردار دروازہ کھٹکھٹایا تو میں سمجھا کہ اس غسانی نے حملہ کر دیا ہے۔

اس انصاری نے کہا: بہت سنگین حادثہ ہو گیا ہے' اس سے اس کی مراد یہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے علیحدہ ہو گئے ہیں' اور اس میں سنگینی کی وجہ یہ تھی کہ اس سے یہ گمان ہوتا تھا کہ شاید آپ نے ان کو طلاق دے دی ہے اور یہ حضرت عمر رضی اللہ کے لیے بہت سنگین بات تھی کیونکہ ان کی بیٹی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ تھیں' اس انصاری نے آپ کے ازواج سے علیحدہ ہونے سے یہ گمان کیا کہ آپ نے ان کو طلاق دے دی ہے' اس لیے اس کے گمان کے اعتبار سے حضرت عمر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ پوچھا: کیا آپ نے ان کو طلاق دے دی ہے۔

حدیث مذکور سے استنباط شدہ مسائل

اس حدیث سے حسب ذیل مسائل نکالے گئے ہیں:

(۱) اس سے طلبِ علم کی حرص کا جواز معلوم ہوتا ہے' اسی لیے حضرت عمر اور وہ انصاری باری باری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے۔

(۲) طلبِ علم کے ساتھ اپنی گزر اوقات اور اہل و عیال کی کفالت کا بھی انتظام کرنا چاہیے' اسی لیے حضرت عمر ایک دن حصولِ علم کے لیے جاتے تھے اور ایک دن گزر اوقات کے انتظام میں مشغول رہتے۔

(۳) صحابہ کرام ایک دوسرے کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال اور آپ کی احادیث سے مطلع کرتے رہتے تھے' جیسے اس انصاری نے حضرت عمر کو مطلع کیا کہ آپ اپنی ازواج سے الگ ہو گئے ہیں اور اس میں خبر واحد کو قبول کرنے کا بھی ثبوت ہے۔

(۴) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ باپ کا اپنی بیٹی کے گھر اس کے شوہر کی اجازت کے بغیر داخل ہونا جائز ہے اور ان کے گھریلو معاملات کی تفتیش کرنا بھی جائز ہے' کیونکہ حضرت عمر نے حضرت حفصہ کے گھر جا کر ایسا ہی کیا تھا۔

(۵) اس حدیث میں پڑوسی کے گھر کا دروازہ کھٹکھٹانے اور کھڑے ہو کر سوال کرنے کا بھی ثبوت ہے۔

۲۸- بَابُ الْغَضَبِ فِي الْمَوْعِظَةِ وَالتَّعْلِيمِ إِذَا رَأَى مَا يَكْرَهُ

کسی ناپسندیدہ کام کو دیکھ کر نصیحت اور تعلیم میں اظہارِ غضب کرنا

اس باب کی بابِ سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ بابِ سابق میں حصولِ علم کے لیے استاذ اور معلم کے پاس جانے کا ذکر تھا' اور اس حدیث میں یہ بیان ہے کہ استاذ تعلیم دیتے وقت کبھی اظہارِ غضب بھی کرتا ہے۔

۹۰- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ قَالَ اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ' عَنِ ابْنِ اَبِي خَالِدٍ' عَنْ قَيْسِ بْنِ اَبِي حَازِمٍ' عَنْ اَبِي

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی' از ابن ابی خالد از

مَسْعُوْدٍ الْاَنْصَارِيِّ قَالَ قَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، لَا اَكَادُ اُدْرِكُ الصَّلٰوةَ مِمَّا يُطَوِّلُ بِنَا فُلَانٌ، فَمَا رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ مَوْعِظَةٍ اَشَدَّ غَضَبًا مِنْ يَوْمِئِذٍ، فَقَالَ يَا اَيُّهَا النَّاسُ، اِنَّكُمْ مُنَفِّرُوْنَ، فَمَنْ صَلّٰى بِالنَّاسِ فَلْيُخَفِّفْ، فَاِنَّ فِيْهِمُ الْمَرِيْضَ وَالضَّعِيْفَ وَذَا الْحَاجَةِ.

[اطراف الحدیث: ۷۰۲۔ ۷۰۴۔ ۶۱۱۰۔ ۷۱۵۹]

قیس بن ابی حازم از حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا: یارسول اللہ! میں فلاں شخص کی لمبی نماز پڑھانے کی وجہ سے (جماعت سے) نماز کو نہیں پا سکتا' پس میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نصیحت کرنے میں اس دن سے زیادہ کبھی غضب ناک ہوتے ہوئے نہیں دیکھا' آپ نے فرمایا: اے لوگو! تم (نمازیوں کو) متنفر کرتے ہو! پس جو شخص لوگوں کو نماز پڑھائے' وہ تخفیف کے ساتھ پڑھائے' کیونکہ نمازیوں میں بیمار' کمزور اور کسی ضروری کام پر جانے والے بھی ہوتے ہیں۔

(صحیح مسلم: ۴۶۶' سنن ابن ماجہ: ۹۸۴' مصنف عبدالرزاق: ۳۷۲۶' مسند الحمیدی: ۴۵۳' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۵۵۔ ۵۴' صحیح ابن خزیمہ: ۱۶۰۵' صحیح ابن حبان: ۲۱۳۷' المعجم الکبیر: ۵۵۵' ج ۱۷' سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۱۵' شرح السنۃ: ۸۴۴' مسند احمد ج ۴ ص ۱۱۸ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۷۰۶۵' ج ۲۸ ص ۲۹۸' مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت بالکل واضح ہے' کیونکہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نصیحت کرنے میں اس دن سے زیادہ کبھی غضب ناک ہوتے ہوئے نہیں دیکھا۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) محمد بن کثیر' یہ اپنے بھائی سلیمان' شعبہ اور ثوری سے روایت کرتے ہیں اور ان سے امام بخاری اور امام ابوداؤد وغیرہ نے روایت کی ہے' امام ابوحاتم نے کہا: یہ بہت سچے ہیں' یہ ۹۰ سال کی عمر میں ۲۲۳ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) سفیان ثوری' ان کا تعارف ہو چکا ہے (۳) اسماعیل بن ابی خالد البجلی' ان کا تعارف بھی ہو چکا ہے (۴) حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ' ان کا تعارف بھی ہو چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۱۵۹۔ ۱۵۸)

لمبی اور مختصر نماز پڑھانے کے محامل اور دیگر مسائل

(۱) اس حدیث میں مذکور ہے کہ میں فلاں شخص کی لمبی نماز کی وجہ سے جماعت سے نماز نہیں پڑھ سکتا' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر رد نہیں فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر امام لمبی نماز پڑھائے تو جماعت کو ترک کرنا جائز ہے۔

(۲) اس شخص نے امام کی شکایت کی' اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص غیر شرعی کام کرے' اس کی شکایت کرنا جائز ہے۔

(۳) جو شخص دین میں کوئی غلط کام کرے' اس پر غضب ناک ہونا جائز ہے اور کسی مکروہ کام پر انکار کرنا جائز ہے کیونکہ اس امام کا بہت لمبی نماز پڑھانا غلط اور مکروہ کام تھا' اگرچہ حرام نہیں تھا۔

(۴) جب نمازی لمبی نماز پڑھنے پر راضی نہ ہوں اور امام حد اعتدال سے لمبی نماز پڑھائے تو مفتی کے لیے جائز ہے کہ وہ امام کو سختی سے منع کرے۔

(۵) امام کو لمبی نماز پڑھانے سے منع کرنے کا محمل یہ ہے کہ جب نمازیوں میں بوڑھے' کمزور اور بیمار ہوں اور اگر نمازیوں میں سب صحت مند اور توانا ہوں اور وہ لمبی نماز پڑھانے سے خوش ہوں تو پھر امام کے لیے لمبی نماز پڑھانا جائز ہے' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم لمبی سورتوں مثلاً سورۂ یوسف پڑھ کر بھی نماز پڑھاتے تھے اور آپ نے مغرب کی نماز میں سورۃ الاعراف بھی پڑھی ہے' تاہم جب

آپ نماز میں کسی بچہ کے رونے کی آواز سنتے تو نماز مختصر کر دیتے کہ بچے کے رونے کی وجہ سے اس کی ماں نماز میں مضطرب ہو گی۔

* اس باب کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۷۔ ۹۴ ۔ ج ۱ ص ۱۲۵۹ پر ہے' وہاں اس حدیث کی شرح نہیں کی گئی۔

۹۱- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَامِرٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالِ الْمَدِيْنِيُّ عَنْ رَبِيْعَةَ بْنِ اَبِيْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ يَزِيْدَ مَوْلَى الْمُنْبَعِثِ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدِ الْجُهَنِيِّ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاَلَهُ رَجُلٌ عَنِ اللُّقَطَةِ ' فَقَالَ اعْرِفْ وِكَاءَ هَا اَوْ قَالَ وِعَاءَ هَا' وَعِفَاصَهَا' ثُمَّ عَرِّفْهَا سَنَةً' ثُمَّ اسْتَمْتِعْ بِهَا' فَاِنْ جَاءَ رَبُّهَا فَاَدِّهَا اِلَيْهِ قَالَ فَضَالَّةُ الْاِبِلِ؟ فَغَضِبَ حَتّٰى احْمَرَّتْ وَجْنَتَاهُ اَوْ قَالَ احْمَرَّ وَجْهُهُ فَقَالَ وَمَا لَكَ وَلَهَا' مَعَهَا سِقَاؤُهَا وَحِذَاؤُهَا' تَرِدُ الْمَاءَ وَتَرْعَى الشَّجَرَ' فَذَرْهَا حَتّٰى يَلْقَاهَا رَبُّهَا . قَالَ فَضَالَّةُ الْغَنَمِ؟ قَالَ لَكَ اَوْ لِاَخِيْكَ اَوْ لِلذِّئْبِ.

[اطراف الحدیث: ۲۳۷۲۔ ۲۳۷۲۔ ۲۴۲۸۔ ۲۴۲۹۔ ۲۴۳۶۔ ۲۴۳۶۔ ۵۲۹۲۔ ۶۱۱۲]

(صحیح مسلم: ۱۷۲۲' سنن ابوداؤد: ۱۷۰۴' سنن ترمذی: ۱۳۷۲' السنن الکبریٰ للنسائی: ۵۸۱۴' سنن ابن ماجہ: ۲۵۰۴' مصنف عبدالرزاق: ۱۸۶۰۱' المنتقیٰ: ۶۶۹' صحیح ابن حبان: ۴۸۹۵' سنن بیہقی ج ۶ ص ۱۹۷۔ ۱۸۶' مسند ابوعوانہ ج ۴ ص ۳۰۸' مسند الحمیدی: ۸۱۶' سنن دار قطنی ج ۴ ص ۲۳۶' المعجم الکبیر: ۵۲۰۵' شرح السنۃ: ۲۲۰۷' المعجم الاوسط: ۲۵۱۷' مسند احمد ج ۴ ص ۱۱۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۷۰۵۰' ج ۲۸ ص ۲۸۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو عامر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان بن بلال المدینی نے حدیث بیان کی از ربیعہ بن ابی عبدالرحمان از یزید المنبعث کے آزاد شدہ غلام از زید بن خالد الجہنی کہ نبی ﷺ سے ایک شخص نے لقطہ (راستہ میں گری ہوئی چیز) کے متعلق سوال کیا' آپ نے فرمایا: اس کے سربند (جس ڈوری سے تھیلی کو باندھا گیا ہو) کی پہچان رکھو یا فرمایا: اس تھیلی (بٹوے) اور اس کو بند کرنے کی چیز کی پہچان رکھو' پھر ایک سال تک اس کا اعلان کرو' پھر تم خود اس سے نفع حاصل کرو' پھر اگر اس کا مالک آ جائے تو اس کو وہ چیز ادا کر دو' اس شخص نے پوچھا: گم شدہ اونٹ (کا کیا حکم ہے)؟ سو آپ غضب ناک ہوئے' حتیٰ کہ آپ کے دونوں رخسار سرخ ہو گئے' یا راوی نے کہا: آپ کا چہرہ سرخ ہو گیا' آپ نے فرمایا: تمہارا اس سے کیا تعلق ہے' اس کے ساتھ اس (کے پانی کا) مشکیزہ ہے اور اس کا جوتا ہے' وہ پانی (کے چشمہ) پر جا کر پانی پی لے گا اور درختوں کو چرتا رہے گا' اس کو چھوڑ دو حتیٰ کہ اس کا مالک اس کو پالے گا۔ اس سائل نے پوچھا کہ گم شدہ بکری کا کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ تمہاری ہے یا تمہارے بھائی کی ہے یا بھیڑیے کی ہے۔

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ کے اظہارِ غضب کا ذکر ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) عبداللہ بن محمد ابوجعفر المسندی (۲) ابو عامر عبد الملک (۳) سلیمان بن بلال المدینی (۴) ربیعہ بن عبدالرحمان' ان سب کا تعارف ہو چکا ہے (۵) یزید المنبعث کے آزاد شدہ غلام' یہ حضرت ابوہریرہ' حضرت زید بن خالد وغیرہ سے روایت کرتے ہیں' ثقہ راوی ہیں (۶) حضرت زید بن خالد الجہنی رضی اللہ عنہ' فتح مکہ کے دن ان کے ساتھ جہینہ کا جھنڈا تھا' انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے ۸۱

احادیث روایت کی ہیں' امام بخاری نے ان کی پانچ احادیث روایت کی ہیں' یہ کوفہ میں ٹھہرے اور وہیں فوت ہو گئے' ۸۵ سال کی عمر گزار کر ۸۷ ھ میں فوت ہوئے۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۱۶۱)

''لُقطہ' وِکاء' وِعاء'' اور ''عِفاص'' کے معانی

اس حدیث میں ''لقطہ'' کا ذکر ہے' اس کا معنی ہے: راستہ میں پڑی ہوئی چیز' التقاط کا معنی ہے: بغیر طلب کے کسی چیز کا ملنا۔

اور اس حدیث میں ''وِکاء'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: وہ ڈوری جس سے تھیلی کا منہ باندھتے ہیں اور اس میں ''وِعاء'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: ظرف' برتن' تھیلی' بٹوا یا پرس اور اس میں ''عِفاص'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: ظرف کا مادہ (یعنی جس چیز سے برتن یا تھیلی بنی ہوئی ہو) جیسے چمڑا یا کپڑا یا وہ ڈوری جس سے تھیلی کا منہ باندھا جائے۔

لقطہ کا معنی اور فقہاء احناف کے نزدیک لقطہ کو اٹھانے کا راجح ہونا

شمس الائمہ ابوبکر محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۷۹ھ لکھتے ہیں:

بعض فقہاء نے کہا ہے کہ لقطہ (کسی کی گری ہوئی چیز) کو اٹھانا جائز نہیں ہے' کیونکہ یہ کسی کا مال اس کی اجازت کے بغیر لینا ہے اور یہ شرعاً حرام ہے اور ائمہ تابعین میں سے بعض نے کہا ہے کہ اس کو اٹھانا جائز ہے اور اس کو ترک کر دینا افضل ہے' کیونکہ اس کا مالک اس کو ڈھونڈتا ہوا اسی جگہ آئے گا' جہاں وہ گری تھی اور اس لیے بھی کہ وہ اپنے نفس سے مطمئن نہیں ہے' ہو سکتا ہے کہ بعد میں اس کی نیت خراب ہو جائے اور وہ اس چیز پر قبضہ کر لے اور ہمارے فقہاء کا مختار یہ ہے کہ اس کو اٹھا لینا افضل ہے' کیونکہ اگر اس نے اس کو نہیں اٹھایا تو ہو سکتا ہے کہ اس کو کوئی خائن اور فاسق اٹھا لے اور اس کا اعلان نہ کرے۔

اگر وہ ایسی چیز ہو جس سے اس کا مالک مستغنی ہو جیسے خالی ڈبے یا ردی تو اس کو اٹھا کر اس سے نفع حاصل کرنا جائز ہے' اور اگر وہ ایسی چیز ہو جس کے متعلق گمان ہو کہ اس کا مالک اس کو تلاش کرے گا تو جو شخص اس کو اٹھائے گا' اس پر اس کی حفاظت کرنا اور اس کی نشانیوں کو یاد رکھنا لازم ہے' تاکہ وہ اس چیز کو اس کے مالک تک پہنچا سکے' ابراہیم نخعی نے روایت کیا ہے کہ لقطہ کا ایک سال تک اعلان کرے' اگر اس کا مالک آ جائے تو اس کو دے دے' ورنہ اس کو صدقہ کر دے' اور اگر صدقہ کرنے کے بعد اس کا مالک آ جائے تو اس کو اختیار ہو گا' اگر وہ چاہے تو اس صدقہ کو نافذ کر دے اور اگر وہ چاہے تو لقطہ اٹھانے والے کو ضامن کر دے۔

(المبسوط ج ۱۱ ص ۴-۳' ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

لقطہ کا اعلان کرنے کی مدت کی تفصیل

علامہ سرخسی لکھتے ہیں: ہر چیز میں ایک سال تک اعلان کرنے کی مدت لازم نہیں ہے' اتنی مدت تک اعلان کیا جائے' جتنی مدت کے متعلق یہ ظن غالب ہو کہ لقطہ کا مالک اس کو صرف اتنی مدت تک ہی تلاش کرے گا' دس درہم یا اس سے زائد مالیت کی چیز کا ایک سال تک اعلان کرے اور تین درہم سے نو درہم تک کی مالیت کی چیز کا ایک مہینہ اعلان کرے۔

(واضح رہے کہ ۲۰۰۶ء میں ایک درہم چالیس پاکستانی روپے کے برابر ہے) اور اس سے کم مالیت کی چیز میں ایک درہم تک جمعہ کو اعلان کرے اور ایک درہم سے کم مالیت کی چیز میں ایک دن اعلان کرے' اور اگر ایک پیسہ کی چیز ہو تو ادھر اُدھر دیکھ کر فقیر کے ہاتھ پر رکھ دے۔ (آج کل ایک پیسہ سے مراد پاکستانی ایک روپیہ لینا چاہیے۔ سعیدی غفرلہٗ) ان بیان کردہ مقادیر میں سے کوئی مقدار بھی حتمی اور لازمی نہیں ہے۔

علامہ سرخسی نے جو اعلان کی مدت کی تفصیل بیان کی ہے' اس کی اصل یہ حدیث ہے:

حضرت یعلیٰ بن امیہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو ایک درہم یا رسی یا اس کے مشابہ کوئی چیز ملے تو وہ اس کا تین دن اعلان کرے اور اگر اس سے زیادہ مالیت کی چیز ہو تو سات دن تک اعلان کرے۔

(مسند احمد ج ۴ ص ۱۷۳ ' سنن بیہقی ج ۶ ص ۱۹۵ ' مجمع الزوائد ج ۴ ص ۱۶۹)

اس حدیث کو نقل کرنے سے ہمارا مقصد یہ ہے کہ لقطہ کے اعلان کے لیے ایک سال یا تین سال کی مدت لازم نہیں ہے۔

(سعیدی غفرلہٗ)

سوید بن غفلہ بیان کرتے ہیں کہ میں سلیمان بن ربیعہ اور زید بن صوحان کے ساتھ ایک غزوہ میں تھا' مجھے ایک چابک (یا کوڑا) ملا' مجھ سے سلیمان نے کہا: اس کو پھینک دو' میں نے کہا: نہیں' اگر مجھے اس کا مالک مل گیا تو میں اس کو دے دوں گا ورنہ میں خود اس سے فائدہ اٹھاؤں گا' جب ہم لوٹے تو ہم نے حج کیا' پس جب میں مدینہ منورہ سے گزرا تو میں نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے اس کے متعلق سوال کیا' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں ان کو ایک تھیلی ملی تھی' جس میں سو دینار تھے (ایک دینار بیس قیراط سونے کا ایک سکہ تھا' ایک قیراط کا وزن بارہ چاول کے برابر ہے)' میں وہ تھیلی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لے کر گیا' آپ نے فرمایا: ایک سال تک اس کا اعلان کرو' میں نے ایک سال تک اس کا اعلان کیا' پھر آپ کے پاس گیا' آپ نے فرمایا: (مزید) ایک سال تک اعلان کرو' پس میں نے ایک سال تک (اور) اعلان کیا' میں پھر آپ کے پاس آیا' آپ نے فرمایا: (پھر) ایک سال تک اعلان کرو' میں نے (پھر) ایک سال تک اعلان کیا' پھر میں آپ کے پاس چوتھی بار آیا' آپ نے فرمایا: اس کے دیناروں کی تعداد اور اس کی ڈوری اور اس کی تھیلی کو یاد رکھو' اگر اس کا مالک آئے تو اس کو دے دو ورنہ تم خود اس سے نفع اٹھاؤ۔

(صحیح البخاری: ۲۴۳۷ ' سنن ابوداؤد: ۱۷۰۱ ' صحیح مسلم: ۱۷۲۳ ' سنن ترمذی: ۱۳۷۴ ' سنن ابن ماجہ: ۲۵۰۶)

علامہ سرخسی فرماتے ہیں: جس حدیث کو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے' اس سے یہ واضح ہو گیا کہ لقطہ کا ایک سال تک اعلان کرنا مدت لازمہ نہیں ہے' لیکن وہ اتنی مدت تک اس کا اعلان کرے' جتنی مدت تک اس کے گمان میں اس لقطہ کا مالک اس کو تلاش کرتا رہے گا' کیا تم نہیں دیکھتے کہ سو دینار بہت عظیم مال ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین سال تک اس کا اعلان کرنے کا حکم دیا۔

اعلان کے بعد لقطہ سے فائدہ اٹھانے کا جواز

نیز اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اعلان کی مدت پوری کرنے کے بعد لقطہ کو اٹھانے والا اس سے فائدہ حاصل کر سکتا ہے خواہ وہ غنی ہو اور امام شافعی کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ اگر وہ فقیر ہو' تب وہ اس سے فائدہ اٹھا سکتا ہے' کیونکہ حضرت ابی بن کعب غنی تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعلان کی مدت کے بعد ان کو اس تھیلی سے فائدہ اٹھانے کا حکم دیا۔

(المبسوط ج ۱۱ ص ۷-۳ ملخصاً ' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

موجودہ دور میں اعلان کرنے کا طریقہ

پہلے یہ حکم تھا کہ جمعہ کے اجتماعات اور لوگوں کے جمع ہونے کی جگہوں میں لقطہ کا اعلان کیا جائے' لیکن اب یہ بہت دشوار ہے' اب اخبارات' ریڈیو اور ٹی۔وی میں لقطہ کا اعلان کرا دینا چاہیے اور جس کے اعلان کی مدت اس کے گمان میں ایک سال یا اس سے زائد ہو' اس کا اس مدت میں وقفہ وقفہ سے اعلان کراتا رہے' اور شہر میں بہت اخبارات نکلتے ہیں' کبھی کسی اخبار میں اعلان کرا دے اور کبھی کسی اخبار میں۔ میرے ایک شاگرد کو لاہور میں پارکر پین پڑا ہوا ملا تھا' اس نے اخبار میں اعلان کرا دیا' دوسرے دن اس پین کا مالک نشانیاں بتا کر اپنا پین لے گیا۔

شاگرد کے احمقانہ سوال پر ناراض ہونے کا جواز

اس حدیث میں ہے کہ جب اس سائل نے گم شدہ اونٹ کے متعلق پوچھا تو آپ غضب ناک ہوئے' آپ کے غضب کی وجہ یہ تھی کہ اس سائل نے عقل سے کام نہیں لیا اور اس کا اونٹ کو لقطہ قرار دینا صحیح نہیں تھا' کیونکہ لقطہ اس چیز کو کہتے ہیں جو کسی آدمی کے ہاتھ سے گر جائے اور اس کو پتا نہ چلے کہ وہ چیز کہاں گری ہے؟ جب کہ اونٹ کا معاملہ اس طرح نہیں ہے' وہ خود درختوں کو چرتا ہوا اور چشموں کا پانی پیتا ہوا اپنے مالک تک پہنچ جائے گا اور نہ بکری اس طرح ہے' اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب شاگرد اس قسم کا احمقانہ سوال کرے تو استاذ کا اس پر غضب ناک ہونا صحیح ہے۔

لقطہ کو اٹھانے میں ائمہ ثلاثہ کے مذاہب

کیا کسی شخص پر یہ ضروری ہے کہ وہ راستہ میں پڑی ہوئی چیز کو اٹھالے؟ امام مالک کے نزدیک یہ مکروہ ہے' امام شافعی کے اس میں تین قول ہیں: (۱) اس کے لیے لقطہ کو اٹھانا مستحب ہے' واجب نہیں ہے (۲) لقطہ کو اٹھانا واجب ہے (۳) اگر اس کے ضائع ہونے کا خوف ہو تو اس کا اٹھانا واجب ہے' اور اگر اس کے ضیاع کا خوف نہ ہو تو اس کو اٹھانا مستحب ہے' امام احمد سے یہ روایت ہے کہ اس کو ترک کرنا مستحب ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۱۶۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

لقطہ کو اٹھانے میں شافعی مذہب کی تفصیل

''تکملۃ المجموع شرح المہذب'' کے شافعی مصنفین اور محققین نے لکھا ہے:

المزنی نے کہا ہے کہ میں لقطہ کو ترک کرنا پسند نہیں کرتا' اور ''کتاب الام'' میں کہا ہے: اس کو ترک کرنا جائز نہیں ہے۔

ہمارے بعض اصحاب کے اس میں دو قول ہیں: (۱) اس کو اٹھانا واجب نہیں ہے کیونکہ یہ امانت ہے' سو جس طرح امانت کو لینا واجب نہیں ہے' اسی طرح اس کو اٹھانا بھی واجب نہیں ہے (۲) اس کو اٹھانا واجب ہے کیونکہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مومن کے مال کی حرمت اس کے خون کی طرح ہے۔ (مسند البزار: ۱۶۹۹' سنن الدار قطنی ج ۳ ص ۲۶' مسند احمد ج ۵ ص ۷۲' حلیۃ الاولیاء ج ۷ ص ۳۳۴) اور جب مومن کی جان کا خوف ہو تو اس کی حفاظت کرنا واجب ہے' اس طرح جب اس کے مال کے ضیاع کا خوف ہو تو اس کی حفاظت کرنا بھی واجب ہے اور ابو العباس اور ابو اسحاق وغیرہما نے کہا ہے کہ اگر لقطہ ایسی جگہ پر ہو' جہاں اس کے ضائع ہونے کا خوف نہ ہو اور اس جگہ کے رہنے والے امانت دار ہوں تو اس پر لقطہ کو اٹھانا واجب نہیں ہے' کیونکہ دوسرے لوگ اس کی حفاظت کرنے میں اس کے قائم مقام ہیں اور اگر وہ ایسی جگہ ہو' جہاں اس کے ضائع ہونے کا خطرہ ہے کیونکہ وہاں امانت دار لوگ کم ہوں تو اس پر لقطہ کو اٹھانا واجب ہے۔ (تکملۃ المجموع شرح المہذب ج ۱۷ ص ۱۰-۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۳ھ)

لقطہ کو اٹھانے میں حنبلی مذہب کی تفصیل اور مذاہب اربعہ کے دلائل

علامہ موفق الدین عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ لکھتے ہیں:

ہمارے امام رحمہ اللہ (احمد بن حنبل) نے کہا ہے کہ لقطہ کو ترک کرنا افضل ہے' حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر سے اسی طرح مروی ہے' حضرت جابر' ابن زید اور ربیع بن خثیم کا بھی یہی قول ہے اور عطا کا بھی' شریح ایک درہم کے پاس سے گزرے تو انہوں نے اس سے تعرض نہیں کیا۔

امام شافعی نے کہا: اگر اس کے ضائع ہونے کا خطرہ ہو تو اس کا اٹھانا واجب ہے' ورنہ نہیں' ان کا دوسرا قول یہ ہے کہ اس کا اٹھانا واجب ہے کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ. (التوبۃ:۷۱)

مؤمن مرد اور مؤمن عورتیں ایک دوسرے کے ولی ہیں۔

اور جب مؤمن ایک دوسرے کے ولی ہیں تو ان پر واجب ہے کہ وہ لقطہ کو اٹھا کر اس کی حفاظت کریں۔

جن کی رائے میں لقطہ کو اٹھانا واجب ہے وہ سعید بن المسیب الحسن بن صالح اور امام ابوحنیفہ ہیں حضرت ابی بن کعب اور حضرت سوید بن غفلہ رضی اللہ عنہما نے لقطہ کو اٹھالیا تھا' امام مالک نے کہا: اگر لقطہ قیمتی چیز ہے تو اس کو اٹھانا اور اس کا اعلان کرنا مستحب ہے اور اس میں مسلمان کے مال کی حفاظت ہے اور یہ اس کو ضیاع کے خطرہ میں ڈالنے سے اولیٰ ہے۔

(المغنی لابن قدامہ ج ۸ ص ۶' دارالحدیث' قاہرہ' ۱۴۲۵ھ)

لقطہ کو اٹھانے میں مالکی مذہب کی تفصیل

علامہ ابوالبرکات سیدی احمد الدردیر مالکی متوفی ۱۲۱۹ھ لکھتے ہیں:

اگر لقطہ کوئی قیمتی چیز ہو اور یہ خطرہ ہو کہ اس کو اس جگہ سے کوئی خائن شخص اٹھا لے گا اور اس کو اپنے نفس کی امانت اور دیانت پر اعتماد ہو تو اس پر واجب ہے کہ وہ اس چیز کو اٹھالے' اور اگر اس کو معلوم ہو کہ اس کا اپنا نفس خائن ہے تو پھر اس کے لیے لقطہ کو اٹھانا حرام ہے' خواہ کسی اور خائن کا خطرہ ہو یا نہ ہو' اور جب اس جگہ کسی خائن کا خطرہ نہ ہو اور اس کو اپنے نفس کی امانت اور دیانت پر شک ہو تو پھر اس کے لیے لقطہ کو اٹھانا مکروہ ہے۔ (حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر ج ۴ ص ۱۲۰-۱۱۹' دارالفکر' بیروت)

شرح صحیح مسلم میں باب مذکور کی حدیث کی شرح کے عنوانات

یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۴۳۸۴- ج ۵ ص ۲۱۱ پر مذکور ہے' اور اس کے حسب ذیل عنوانات ہیں:

(۱) لقطہ کا لغوی معنی (۲) لقطہ کو اٹھانے کے حکم میں مذاہب فقہاء (۳) لقطہ کو اٹھانے میں فقہاء احناف کا موقف (۴) لقطہ کی اقسام اور ان کے احکام (۵) لقطہ کا اعلان کرنے کے مقامات اور طریقہ کار (۶) لقطہ کے اعلان کی مدت میں مذاہب فقہاء (۷) آج کل کے دور میں لقطہ کے اعلان کا طریقہ کار (۸) اعلان کی مدت پوری ہونے کے بعد لقطہ کے مصرف میں فقہاء حنبلیہ کا نظریہ (۹) اعلان کی مدت پوری ہونے کے بعد لقطہ کے مصرف میں فقہاء شافعیہ کا نظریہ (۱۰) اعلان کی مدت پوری ہونے کے بعد لقطہ کے مصرف میں فقہاء مالکیہ کا نظریہ (۱۱) اعلان کی مدت پوری ہونے کے بعد لقطہ کے مصرف میں فقہاء احناف کا نظریہ (۱۲) امام شافعی کے دلائل کے جوابات (۱۳) لقطہ کو صدقہ کرنے کے وجوب کے بارے میں آثار صحابہ و تابعین (۱۴) حضرت ابی کی حدیث کی وضاحت اور فقہاء احناف کے جوابات کی تفصیل اور تنقیح (۱۵) اونٹ پکڑنے کے متعلق سوال کرنے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ناراض ہونے کی وجہ (۱۶) حجاج کے لقطہ کو اٹھانے میں مذاہب فقہاء اور ممانعت کی حکمت۔

ظاہر ہے کہ ہم نے شرح صحیح مسلم میں لقطہ کے تمام مباحث کا احاطہ کرلیا ہے' ہم نے یہاں ''نعمۃ الباری'' میں اس حدیث کے اہم اور ضروری مباحث ذکر کیے ہیں' جو حضرات تفصیلی مباحث دیکھنا چاہیں' وہ شرح صحیح مسلم کا مطالعہ کریں۔

۹۲- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدٍ عَنْ اَبِيْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى قَالَ سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ اَشْيَاءَ كَرِهَهَا فَلَمَّا اُكْثِرَ عَلَيْهِ غَضِبَ ثُمَّ قَالَ لِلنَّاسِ سَلُوْنِيْ عَمَّا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن العلاء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی از برید از ابی بردہ از حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے چند اشیاء کے متعلق سوال کیا گیا جن کو آپ

بِئۡتُمۡ. قَالَ رَجُلٌ مَنۡ اَبِیۡ؟ قَالَ اَبُوۡكَ حُذَافَةُ فَقَامَ اٰخَرُ فَقَالَ مَنۡ اَبِیۡ يَا رَسُوۡلَ اللّٰهِ؟ فَقَالَ اَبُوۡكَ سَالِمٌ مَوۡلٰی شَيۡبَةَ. فَلَمَّا رَاٰى عُمَرُ مَا فِیۡ وَجۡهِهٖ قَالَ يَا رَسُوۡلَ اللّٰهِ اِنَّا نَتُوۡبُ اِلَى اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ.

[طرف الحدیث:۷۲۹۱] (صحیح مسلم:۲۳۶۰)

نے ناپسند کیا' جب آپ سے زیادہ سوال کیے گئے تو آپ غضب ناک ہوئے' پھر آپ نے لوگوں سے فرمایا: تم مجھ سے جو چاہو سوال کرو' ایک شخص نے کہا: میرا باپ کون ہے؟ آپ نے فرمایا: تمہارا باپ حذافہ ہے' پھر دوسرے نے کھڑے ہو کر کہا: یارسول اللہ! میرا باپ کون ہے؟ آپ نے فرمایا: تمہارا باپ سالم ہے' شیبہ کا آزاد شدہ غلام' جب حضرت عمر نے دیکھا کہ آپ کے چہرے میں (غضب کے) کیا آثار ہیں تو انہوں نے کہا: یارسول اللہ! ہم اللہ عزوجل کی طرف توبہ کرتے ہیں۔

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں' ان کا ذکر "باب فضل من علم وعلّم" میں ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غضب ناک ہونے کا ذکر ہے۔

اشیاء کے صیغے کی تحقیق

اس حدیث میں اشیاء کا لفظ ہے' یہ "شیئ" کی جمع ہے' یہ غیر منصرف ہے' خلیل نے کہا: اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی اصل فعلاء ہے' شعراء کی مثل' اس کا واحد نہیں ہے' پہلے ہمزہ کو اول کلمہ کی طرف نقل کر دیا تو اشیاء ہو گیا' پس اس کا وزن امعاء ہے' اخفش اور فراء نے کہا: یہ اصل میں افعلاء ہے انبیاء کی طرح' یا اور الف کے درمیان جو ہمزہ ہے' اس کو تخفیف کے لیے حذف کر دیا' پھر اس کا وزن افعاء ہے' الکسائی نے کہا: یہ اصل میں افعال ہے' افراخ کی مثل' کثرتِ استعمال کی وجہ سے یہ غیر منصرف ہے اور اس لیے کہ یہ فعلاء کے مشابہ ہے۔

بہ کثرت سوالات کو ناپسند کرنے کی توجیہ

نیز اس حدیث میں ہے: آپ سے چند اشیاء کے متعلق سوال کیا گیا' جن کو آپ نے ناپسند کیا' آپ کے ناپسند کرنے کی وجہ یہ تھی کہ بعض اوقات کسی کے سوال کی وجہ سے کوئی چیز مسلمانوں پر حرام ہو جاتی اور اس سے وہ مشقت میں پڑ جاتے یا بعض اوقات اس سوال کا جواب سائل کے لیے ناگوار یا رنج میں ڈالنے والا ہوتا یا بعض اوقات ان کا زیادہ سوال کرنا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مشقت اور اذیت میں ڈالتا اور یہ ان کی ہلاکت کا سبب ہو جاتا اور یہ ان کے ایسے سوالات تھے' جو غیر ضروری اور بے فائدہ تھے' ورنہ ان کے سوالات کو ناپسند کرنے کی کوئی وجہ نہ تھی' کیونکہ ضرورت کے لیے سوال کرنا یا واجب ہے یا مستحب ہے' قرآن مجید میں ہے:

فَسۡـَٔلُوۡۤا اَهۡلَ الذِّكۡرِ اِنۡ كُنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ ۝ پس اگر تم کو علم نہ ہو تو اہل علم سے سوال کرو ۝

(النحل:۴۳)

زیادہ سوالات سے آپ کے غضب ناک ہونے کی توجیہ

اس حدیث میں ہے کہ جب آپ سے زیادہ سوال کیے گئے تو آپ غضب ناک ہوئے' آپ کے غضب کی وجہ یہ تھی کہ وہ بلاضرورت اور بے فائدہ سوال کر رہے تھے اور ان کے سوالات غیر ضروری تجسس اور تکلف اور آپ کو مشقت میں ڈالنے پر مبنی تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: مسلمانوں میں سب سے بڑا جرم اس شخص کا ہے' جس نے کسی چیز کے متعلق سوال کیا' جو حرام نہ تھی اور

ان کے سوال کی وجہ سے وہ چیز حرام کر دی گئی۔ (صحیح البخاری: ۷۲۸۹، صحیح مسلم: ۲۳۸۵، سنن ابوداؤد: ۴۶۱۰، مسند احمد ج ۱ ص ۱۷۹)

آپ نے فرمایا: ''تم مجھ سے جو چاہو سوال کرو'' اس کی تشریح میں شراح سابقین کی تقاریر

اس حدیث میں ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم مجھ سے جو چاہو سوال کرو۔ علامہ عینی متوفی ۸۵۵ ھ نے کہا: آپ کا یہ ارشاد اس پر محمول ہے کہ آپ پر یہ وحی کی گئی تھی کہ آپ یہ کہیں' ورنہ اللہ تعالیٰ کی وحی اور اس کے بتانے کے بغیر آپ سے جس غیب کے متعلق سوال کیا جاتا' آپ کو از خود اس کا علم نہ تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۱۱۴' طبع مصر' ۱۳۴۸ ھ)

قاضی عیاض متوفی ۵۴۴ ھ نے لکھا ہے: ہر سوال کا از خود جواب دینا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ممکن نہ تھا' آپ صرف وحی سے مطلع ہو کر بتا سکتے تھے' کیونکہ آپ کو امور مغیبات میں سے صرف ان ہی چیزوں کا علم تھا' جن کی اللہ تعالیٰ نے آپ کو خبر دے دی تھی۔

(اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۷ ص ۳۳۲۔۳۳۱' دار الوفاء' ۱۴۱۹ ھ)

علامہ ابو العباس احمد بن عمر القرطبی المتوفی ۶۵۶ ھ نے لکھا ہے: بعض روایات میں مذکور ہے کہ آپ کے اصحاب میں بعض ایسے اصحاب داخل ہو گئے تھے' جن کا ایمان متحقق نہیں ہوا تھا' انہوں نے سوالات کر کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو آزمانے کا قصد کیا اور آپ کو عاجز کرنے کے لیے آپ سے بہت زیادہ سوالات کیے اور یہ منافقین اور آپ کے اعداء اور دین اسلام کے دشمنوں کا وطیرہ تھا' اور وہ اس آیت کے مصداق تھے:

يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَيَاْبَى اللّٰهُ اِلَّاۤ اَنْ يُّتِمَّ نُوْرَهٗ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ○ (التوبہ: ۳۲)

وہ اپنی پھونکوں سے اللہ کے نور کو بجھانا چاہتے ہیں اور اللہ اس کے سوا انکار کرتا ہے کہ وہ اپنے نور کو مکمل فرمائے گا' خواہ کافروں کو برا لگے ○

جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے منشاء کو سمجھ لیا تو آپ نے اسی مجلس میں ان سے فرمایا: ''مجھ سے سوال کرو' مجھ سے سوال کرو'' پس اللہ کی قسم! تم مجھ سے کسی چیز کے متعلق سوال نہیں کرو گے مگر میں تم کو اس کی خبر دوں گا۔ (المفہم ج ۶ ص ۱۶۵' دار ابن کثیر' دمشق' ۱۴۲۰ ھ)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو بار بار فرمایا: مجھ سے سوال کرو' علماء نے کہا: یہ اس پر محمول ہے کہ آپ پر یہ وحی کی گئی تھی' ورنہ آپ اللہ تعالیٰ کی وحی اور اس کے خبر دینے کے بغیر غیب کی ہر اس چیز کو از خود نہیں جانتے تھے' جس کے متعلق آپ سے سوال کیا جائے۔

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ ظاہر حدیث کا معنی یہ ہے کہ آپ نے جوش غضب میں فرمایا: مجھ سے سوال کرو اور آپ چاہتے یہ تھے کہ وہ یہ سوال نہ کرتے' لیکن آپ نے جواب میں ان کی موافقت کی' کیونکہ آپ کے لیے ان کے سوال کو رد کرنا ممکن نہ تھا۔ (میں کہتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غضب میں ہوں یا رضا میں' آپ کے منہ سے حق کے سوا کوئی بات نہیں نکلتی۔ سنن ابوداؤد: ۳۶۴۶' سعیدی غفرلہ) (صحیح مسلم بشرح النووی ج ۱۰ ص ۶۲۰۵' مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ ھ)

شراح سابقین کی تقاریر پر مصنف کا تبصرہ اور پھر مصنف کی تقریر

مصنف کے نزدیک یہ بھی ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے تمام متوقع سوالات کے جوابات کا پہلے ہی آپ کو علم عطا فرما دیا تھا' اور آپ نے اسی علم پر اعتماد کرتے ہوئے فرمایا: تم مجھ سے جو چاہو سوال کرو' اور دوسری حدیث میں فرمایا: پس اللہ کی قسم! تم مجھ سے جس چیز کے متعلق بھی سوال کرو گے' میں تم کو اس کا جواب دوں گا' اگر اس کا یہ محمل ہوتا جیسا کہ علامہ عینی' قاضی عیاض اور علامہ نووی نے بیان کیا ہے کہ آپ غیب سے متعلق ہر سوال کا جواب اس وقت وحی سے مطلع ہو کر دیتے' تو یہ اس موقع اور مقام کے مناسب نہیں

ہے' کیونکہ سائلین لگا تار سوال کر رہے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی تردد اور وقفہ کے بغیر فی الفوران کے سوالات کے جوابات دے رہے تھے' بلکہ غور کیا جائے تو یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم کلی کی دلیل ہے' کیونکہ آپ نے قسم کھا کر فرمایا: تم مجھ سے جس چیز کا بھی سوال کرو گے' میں تم کو اس کا جواب دوں گا' اگر اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی آپ کو تمام چیزوں کا علم کلی نہ دیا ہوتا تو آپ اس طرح تحدی اور للکار سے نہ فرماتے۔

آپ کے اس ارشاد پر شیخ سلیم اللہ خان دیوبندی کی تقریر اور ان کا علمِ غیب اور علمِ کُلی کو ردّ کرنا

شیخ سلیم اللہ خان دیوبندی حدیث کے اس جملہ کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہاں یہ اشکال ہوتا ہے کہ یہ تو علم غیب کا ادعاء ہے کہ آپ فرما رہے ہیں: ''سلونی عما شئتم'' اس طرح آپ بتا رہے ہیں کہ عبداللہ کا باپ حذافہ ہے اور سعد کا باپ سالم ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ صحیح بخاری ہی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث کے ایک طریق میں ہے کہ آپ نے فرمایا: جو شخص مجھ سے کسی چیز کے متعلق سوال کرنا چاہتا ہے' وہ سوال کرے' پس اللہ کی قسم! تم مجھ سے جس چیز کے متعلق بھی سوال کرو گے' میں تم کو اس کی خبر دوں گا' جب تک کہ میں اس مقام میں ہوں۔ (صحیح البخاری: ۷۲۹۴' صحیح مسلم: ۶۱۲۱)

اس سے معلوم ہوا کہ یہ تو معجزہ تھا' اس مقام میں جب تک آپ تشریف فرما تھے' اس وقت تک کے لیے آپ نے فرمایا تھا کہ تم جو سوال کرو گے' میں اس کا جواب دوں گا' لہٰذا اس کو اطلاق پر حمل کرنا اور اس سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے علم غیب ثابت کرنا درست نہیں۔ (کشف الباری ج ۳ ص ۵۶۷' مکتبہ فاروقیہ' کراچی' ۱۴۲۶ھ)

شیخ سلیم اللہ خان کی تقریر پر مصنف کا تبصرہ اور علم غیب اور علم کلی پر دلائل

قرآن کریم کی جن آیات اور جن احادیث صحیحہ سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم غیب کی وسعت اور عموم اور علم کلی ثابت ہوتا ہے' علماء دیوبند اسی طرح آپ کے علم کی تنقیص کرتے ہیں اور ان نصوص کے عموم اور اطلاق کو خانہ زاد قیود کے ساتھ مقید کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں' شیخ سلیم اللہ خان نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم کلی کی تنقیص پر جو شبہات پیش کیے ہیں' اس کے متعلق ہماری چند گزارشات ہیں' جن کو غور سے پڑھنے اور سمجھنے کی ضرورت ہے۔

(۱) شیخ سلیم اللہ خان نے مان لیا ہے کہ اس موقع پر اور اس مجلس میں آپ کو علم کلی عطا فرما دیا گیا تھا' چنانچہ انہوں نے لکھا ہے:

اس سے معلوم ہوا کہ یہ تو معجزہ تھا' اس مقام میں جب تک آپ تشریف فرما تھے' اس وقت تک کے لیے آپ نے فرمایا تھا کہ تم جو سوال کرو گے' میں اس کا جواب دوں گا۔ (کشف الباری ج ۳ ص ۵۶۷)

ان لوگوں کا عقیدہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے علمِ غیب اور علمِ کُلی ماننا شرک ہے اور جو چیز شرک ہو' وہ ہر وقت اور ہر جگہ شرک ہے اور جو چیز شرک ہو' اس کا ایک آن کے لیے بھی وقوع نہیں ہو سکتا' تو جب آپ کے لیے علمِ غیب اور علمِ کُلی شرک ہے تو اس مجلس میں اس کا وقوع کیسے ہو گیا! شیخ سلیم اللہ خان نے اس حدیث سے یہ کہہ کر اپنی جان چھڑائی ہے کہ یہ تو آپ کا معجزہ تھا! سوال یہ ہے کہ جو چیز شرک ہو' کیا وہ آپ کو بہ طور معجزہ عطا کی جا سکتی ہے' اور کیا شرک بھی معجزہ بن سکتا ہے۔

(۲) شیخ سلیم اللہ خان نے اسی ضمن میں مزید لکھا ہے: لہٰذا اس کو اطلاق پر حمل کرنا اور اس سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے علم غیب ثابت کرنا درست نہیں۔ (کشف الباری ج ۳ ص ۵۶۷)

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علمِ غیب اور علمِ کُلی اس خاص مجلس میں عطا کیا گیا تھا' دائماً اور مطلقاً نہیں' گویا یہ علمِ غیب اور علمِ کُلی

بعد میں آپ سے سلب کرلیا گیا' ہم کہتے ہیں: یہ دعویٰ چند وجوہ سے مردود ہے:

(ا) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًاO (طٰہٰ:۱۱۴) اور آپ کہیے: اے میرے رب! میرے علم کو زیادہ کردےO

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا مطلوب اور منشاء آپ کے علم کو زیادہ کرنا ہے' لہٰذا اگر اس مجلس میں آپ کو علم غیب اور علم کلی عطا کر کے پھر اس کو سلب کرلیا جائے تو یہ اللہ تعالیٰ کے مطلوب اور منشاء کے خلاف ہوگا۔

(ب) وَلَلْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰیO (الضحیٰ:۴) آپ کی بعد والی ساعت پہلی ساعت سے بہتر ہےO

اگر آپ کو پہلی ساعت میں علم غیب اور علم کلی حاصل ہو اور بعد والی ساعت میں اس علم کو سلب کرلیا جائے تو آپ کی بعد والی ساعت پہلی ساعت سے بہتر نہیں ہوگی اور یہ اس آیت کے خلاف ہے۔

(ج) اللہ تعالیٰ نے منافقین کا یہ حال بیان فرمایا ہے:

كُلَّمَآ اَضَآءَ لَهُمْ مَّشَوْا فِیْهِ وَاِذَآ اَظْلَمَ عَلَیْهِمْ قَامُوْا۔ (البقرہ:۲۰) جب ان کے لیے بجلی نے روشنی کردی تو یہ اس میں چلتے پھرتے ہیں اور جب ان پر اندھیرا کردیا تو یہ کھڑے کے کھڑے رہ جاتے ہیں۔

ان لوگوں نے یہی حال نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر منطبق کیا ہے کہ اس مجلس میں لوگوں کے سوالوں کے جواب دینے کے لیے آپ کو علم غیب عطا کردیا اور جب وہ مجلس ختم ہوگئی تو پھر آپ سے اس علم کو سلب کرلیا۔

حضرت ابن عمر کی رائے تھی کہ خوارج اللہ تعالیٰ کی بدترین مخلوق ہیں' انہوں نے کہا: جو آیات کفار کے متعلق نازل ہوئی ہیں' خوارج ان کو مؤمنوں پر منطبق کرتے ہیں۔ (صحیح بخاری' باب قتل الخوارج والملحدین)

خوارج کفار کی آیات کو مؤمنوں پر منطبق کرتے تھے اور یہ لوگ منافقین کی آیات کو سید الانبیاء سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر منطبق کررہے ہیں۔

(د) اگر نعمت پر شکر ادا کیا جائے تو اللہ تعالیٰ اس نعمت میں زیادتی فرماتا ہے' قرآن مجید میں ہے:

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّكُمْ۔ (ابراہیم:۷) اگر تم شکر کرو گے تو میں ضرور تمہیں زیادہ (نعمت) دوں گا۔

علم سب سے بڑی نعمت ہے اور جب اس مجلس میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم غیب اور علم کلی دیا گیا تو اب یہ مانعین اور تنقیص علم کرنے والے بتلائیں کہ آپ نے اس نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا یا نہیں! اگر آپ اس نعمت پر اللہ تعالیٰ کے شکر گزار ہیں تو پھر بعد میں یہ علم سلب نہیں ہوگا' بلکہ اس علم میں اضافہ ہوگا اور اگر یہ لوگ آپ کو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر گزار نہیں مانتے تو پھر ہمیں از خود کچھ نہیں کہنا' اس کا انجام یہ لوگ خود جانتے ہوں گے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے توبہ کرنے کی توجیہ

نیز اس حدیث میں ہے: جب حضرت عمر نے دیکھا کہ آپ کے چہرے میں (غضب کے) کیا آثار ہیں' تو انہوں نے کہا: یارسول اللہ! ہم اللہ عزوجل کی طرف توبہ کرتے ہیں۔

یعنی ایسے ناپسندیدہ سوالات جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ناراض ہوئے' ان سے ہم توبہ کرتے ہیں' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ دیکھا کہ بعض صحابہ نے تو علم کی حرص کی وجہ سے سوال کیے تھے اور اس موقع سے فائدہ اٹھا کر منافقین نے آپ کی نبوت کو آزمانے کے لیے

اور آپ کو تنگ کرنے اور آپ کو مشقت میں ڈالنے کے لیے سوالات کرنے شروع کر دیئے' جس سے آپ ناراض ہوئے تو حضرت عمر نے سب کی طرف سے اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ کی۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۶۰۰۴ - ج ۶ ص ۸۲۳ پر مذکور ہے اور اس کے یہ عنوانات ہیں:
(۱) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ سوال کرنے کی ممانعت کی وجوہات (۲) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد "مجھ سے جو چاہو سوال کرو" کی تشریح۔

۲۹- بَابُ مَنْ بَرَكَ عَلٰى رُكْبَتَيْهِ عِنْدَ الْإِمَامِ اَوِ الْمُحَدِّثِ

جو شخص امام یا محدث کے سامنے دوزانو بیٹھ جائے

اس باب کی بابِ سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ پہلے باب میں اس سائل پر عالم کے غضب کا ذکر ہے' جس نے ادب کے تقاضے کو ملحوظ نہیں رکھا اور اس باب میں عالم کے سامنے متعلم کے ادب کا ذکر ہے۔

۹۳- حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ' عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ فَقَامَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ حُذَافَةَ فَقَالَ مَنْ اَبِيْ؟ فَقَالَ اَبُوْكَ حُذَافَةُ. ثُمَّ اَكْثَرَ اَنْ يَّقُوْلَ سَلُوْنِيْ فَبَرَكَ عُمَرُ عَلٰى رُكْبَتَيْهِ فَقَالَ رَضِيْنَا بِاللّٰهِ رَبًّا' وَبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا' وَبِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَبِيًّا' فَسَكَتَ.

[اطراف الحدیث: ۵۴۰ـ۷۴۹ـ۴۶۲۱ـ۶۳۶۲ـ۷۲۹۵]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر نکلے تو حضرت عبداللہ بن حذافہ کھڑے ہو گئے' پس کہا: میرا باپ کون ہے؟ آپ نے فرمایا: تمہارا باپ حذافہ ہے' پھر آپ نے بہت مرتبہ فرمایا: مجھ سے سوال کرو تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے گھٹنوں پر بیٹھ گئے' پھر کہا: ہم اللہ کو رب مان کر راضی ہیں' اور اسلام کو دین مان کر راضی ہیں اور (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نبی مان کر راضی ہیں' پھر آپ خاموش ہو گئے۔

(صحیح مسلم: ۲۳۵۹' سنن ترمذی: ۳۰۵۶' السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۱۱۵۴' مسند احمد ج ۳ ص ۲۰۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۳۱۴۷' ج ۲۰ ص ۳۹۵)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف اس سے پہلے ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں حضرت عمر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے دوزانو بیٹھنے کا ذکر ہے۔

حضرت عبداللہ بن حذافہ اور دوسروں کے سوال کا فرق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فہم اور ان کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے تواضع کرنا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن حذافہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ میرا باپ کون ہے؟ اس کی وجہ یہ تھی کہ جب ان کا کسی سے جھگڑا ہوتا تو وہ ان کو ان کے باپ کے غیر کی طرف منسوب کرتا تھا' اس لیے انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنے نسب کے متعلق دریافت کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتایا کہ تمہارے باپ حذافہ ہی ہیں۔

نیز اس حدیث سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فہم اور ان کے علم کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے' کیونکہ ان کو یہ خوف ہوا کہ آپ سے زیادہ

سوالات کرنا' آپ کو مشقت میں ڈالنے اور آپ کی نبوت میں شک کرنے کے مترادف ہے' اسی وجہ سے حضرت عمر نے کہا کہ ہم اللہ کو رب مان کر اور اسلام کو دین مان کر اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو نبی مان کر راضی ہیں اور حضرت عمر کو یہ خطرہ ہوا کہ زیادہ سوال کر کے آپ کو مشقت میں ڈالنے کی وجہ سے کہیں مسلمانوں پر عذاب نہ آ جائے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

لَا تَسْئَلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ. (المائدہ:۱۰۱) ایسی چیزوں کے متعلق سوال نہ کرو جو تم پر ظاہر کر دی جائیں تو تم کو ناگوار ہوں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس حدیث کا معنی بیان کرتے ہوئے فرمایا: کچھ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے استہزاءً سوال کرتے تھے' کوئی شخص کہتا کہ بتائیں: میرا باپ کون ہے؟ اور جس شخص کی اونٹنی گم ہو جاتی وہ کہتا: بتائیں میری اونٹنی کہاں ہے؟ تب یہ آیت نازل ہوئی: ''يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْئَلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ'' (المائدہ:۱۰۱)۔

نیز اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ عالم سے صرف اس چیز کے متعلق سوال کیا جائے' جس کی ضرورت ہو اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سامنے گھٹنوں پر بیٹھے اس میں آپ کا احترام اور آپ کے سامنے تواضع ہے۔

(شرح ابن بطال علی صحیح البخاری ج ۱ ص ۱۶۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

حضرت عمر کا اپنے کلمات سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ادب اور اکرام کرنا اور مسلمانوں پر شفقت کرنا اور ان کی رائے کا ہمیشہ صائب ہونا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو فرمایا تھا: ہم اللہ کو رب مان کر اور اسلام کو دین مان کر راضی ہیں' اس کا معنی یہ ہے کہ ہمارے پاس جو اللہ کی کتاب ہے اور ہمارے نبی کی سنت ہے' وہ ہمارے لیے کافی ہے اور ہمیں اب کسی چیز کے متعلق سوال کرنے کی ضرورت نہیں ہے' حضرت عمر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ادب اور اکرام کے لیے اور مسلمانوں پر شفقت کے لیے یہ کلمات کہے کہ کہیں ان کا شمار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ایذاء پہنچانے والوں میں نہ ہو جائے اور وہ اس آیت کا مصداق نہ بن جائیں:

اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا ۝ (الاحزاب:۵۷) بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذاء دیتے ہیں' ان پر اللہ دنیا اور آخرت میں لعنت فرماتا ہے اور اس نے ان کے لیے ذلت والا عذاب تیار کر رکھا ہے ۝

حضرت عمر کے اس قول میں دین سے مراد توحید ہے' اور دین کا اطلاق اسلام' ایمان اور احسان پر بھی حدیث میں ہے' اور دین سے مراد وہ احکام ہیں جو حضرت نوح علیہ السلام سے لے کر سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تک تمام نبیوں اور رسولوں میں مشترک رہے' اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت عمر کی رائے ہمیشہ درست ہوتی ہے اور ان کی زبان سے وہی کلام صادر ہوتا ہے' جو حق اور صواب ہو۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۵۹۹۸۔ ج ۶ ص ۸۲۰ پر مذکور ہے اور اس کی وہی شرح ہے' جو حدیث نمبر ۶۰۰۴ کی شرح کی گئی ہے۔

۳۰- بَابُ مَنْ اَعَادَ الْحَدِيْثَ ثَلَاثًا لِيُفْهَمَ عَنْهُ

جس شخص نے حدیث کو تین بار دہرایا تا کہ اس کو سمجھ لیا جائے

یعنی جس شخص نے دین سے متعلق کلام کو تین بار دہرایا' تا کہ اس کو سمجھ لیا جائے' اس باب کی باب سابق کے ساتھ یہ مناسبت ہے کہ بابِ سابق میں سائل اور متعلم کا حال تھا اور اس باب میں تعلیم کے طریقہ کا بیان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بعض اوقات حدیث کو تین بار دہراتے تھے تا کہ اس کو اچھی طرح سمجھ لیا جائے۔

عنوان باب کی وضاحت کے لیے امام بخاری نے ایک حدیث کا یہ قطعہ ذکر کیا:

فَقَالَ أَلَا وَقَوْلُ الزُّوْرِ فَمَا زَالَ يُكَرِّرُهَا.

پس آپ نے فرمایا: سنو! اور جھوٹی بات' پھر آپ مسلسل اس کی تکرار کرتے رہے۔

جس حدیث کا یہ قطعہ ہے' وہ مکمل حدیث اس طرح ہے:

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار فرمایا: کیا میں تم کو سب سے بڑے گناہ (کبیرہ) کی خبر نہ دوں! مسلمانوں نے کہا: کیوں نہیں! یارسول اللہ! آپ نے فرمایا: اللہ کا شریک بنانا اور والدین کی نافرمانی کرنا' آپ ٹیک لگائے ہوئے تھے کہ اٹھ کر بیٹھ گئے' پھر فرمایا: سنو! اور جھوٹی بات! آپ مسلسل اس کی تکرار کرتے رہے' حتیٰ کہ ہم نے کہا: کاش! آپ خاموش ہو جاتے۔ (صحیح البخاری: ۵۹۷۶۔ ۲۶۵۴' صحیح مسلم: ۸۷' سنن ترمذی: ۱۹۰۱' مسند احمد ج ۵ ص ۳۶)

اس کے بعد امام بخاری نے ایک حدیث کا یہ قطعہ ذکر کیا:

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ بَلَّغْتُ؟ ثَلَاثًا.

حضرت ابن عمر نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار فرمایا: کیا میں نے تبلیغ کر دی ہے؟

جس حدیث کا یہ ایک قطعہ ہے' وہ مکمل حدیث یہ ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں فرمایا: سنو! تمہارے علم میں وہ کون سا مہینہ ہے' جس کی حرمت سب سے زیادہ ہے؟ مسلمانوں نے کہا: کیا وہ ہمارا یہ مہینہ نہیں ہے! آپ نے فرمایا: سنو! تمہارے علم میں وہ کون سا شہر ہے' جس کی سب سے زیادہ حرمت ہے؟ مسلمانوں نے کہا: کیا وہ ہمارا یہ شہر نہیں ہے! آپ نے فرمایا: سنو! تمہارے علم میں وہ کون سا دن ہے' جس کی سب سے زیادہ حرمت ہے؟ مسلمانوں نے کہا: کیا وہ ہمارا یہ دن نہیں ہے! آپ نے فرمایا: بے شک اللہ تبارک و تعالیٰ نے تمہاری جانوں کو اور تمہارے مالوں کو اور تمہاری عزتوں کو ایک دوسرے پر اس طرح حرام کر دیا ہے' جس طرح آج کے دن' اس شہر میں اور اس مہینہ کی حرمت ہے' یہ حرمت حقوق کے ماسوا ہے' آپ نے تین بار فرمایا: سنو! کیا میں نے تبلیغ کر دی ہے؟ اور ہر بار مسلمان کہتے تھے: کیوں نہیں! ہاں! آپ نے فرمایا: تم پر افسوس ہے! تم میرے بعد کافر ہو کر ایک دوسرے کی گردنیں مارنا نہ شروع کر دینا۔ (صحیح البخاری: ۶۷۸۵' کتاب الحدود باب ظهر المومن حمیً الا فی حد او حق)

٩٤- حَدَّثَنَا عَبْدَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنَا ثُمَامَةُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ إِذَا سَلَّمَ سَلَّمَ ثَلَاثًا وَإِذَا تَكَلَّمَ بِكَلِمَةٍ أَعَادَهَا ثَلَاثًا.

[اطراف الحدیث: ۹۵۔ ۶۲۴۴]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الصمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ثمامہ بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' از حضرت انس رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم ' بے شک جب آپ سلام کرتے تو تین بار سلام کرتے اور جب بات کرتے تو کسی (اہم) بات کو تین بار دہراتے۔

(سنن ترمذی: ۲۷۲۳-۳۶۴۰ شمائل ترمذی: ۲۲۴ سنن ابوداؤد: ۵۱۸۵ المستدرک ج ۴ ص ۲۷۳ تاریخ بغداد ج ۳ ص ۲۱۶ المعجم الکبیر: ۸۰۹۵ مسند احمد ج ۳ ص ۲۱۳ طبع قدیم مسند احمد: ۱۳۲۲۱ ج ۲۰ ص ۴۳۸ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کی عنوان باب کے ساتھ مطابقت واضح ہے کیونکہ اس میں تین مرتبہ بات کو دہرانے کا ذکر ہے۔

۹۵- حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنَا ثُمَامَةُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ ، عَنْ اَنَسٍ ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ كَانَ اِذَا تَكَلَّمَ بِكَلِمَةٍ اَعَادَهَا ثَلَاثًا حَتّٰى تُفْهَمَ عَنْهُ ، وَاِذَا اَتٰى عَلٰى قَوْمٍ فَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ ، سَلَّمَ عَلَيْهِمْ ثَلَاثًا .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدہ بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدالصمد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ثمامہ بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب آپ بات کرتے تو کسی (اہم) بات کو تین بار دہراتے تاکہ اسے سمجھ لیا جائے اور جب آپ کسی قوم کے پاس جاتے اور انہیں سلام کرتے تو تین بار سلام کرتے۔

اس حدیث کے اطراف اور تخریج وہی ہیں جو حدیث سابق (: ۹۴) کی ہیں۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) عبدہ بن عبد اللہ الخزاعی البصری ان سے امام مسلم کے علاوہ باقی ائمہ نے احادیث روایت کی ہیں امام نسائی نے کہا: یہ ثقہ ہیں یہ ۲۵۸ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) عبدالصمد بن عبدالوارث البصری یہ ۲۰۷ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) عبد اللہ بن المثنیٰ یہ حسن بصری اور ان کے بیٹے سے روایت کرتے ہیں ابوحاتم نے کہا: یہ صالح الحدیث ہیں امام ابوداؤد نے کہا: میں ان کی احادیث روایت نہیں کرتا امام بخاری امام ترمذی اور امام ابن ماجہ نے ان کی احادیث روایت کی ہیں (۴) ثمامہ بن عبد اللہ بن انس بن مالک الانصاری البصری یہ اپنے دادا حضرت انس اور حضرت البراء رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں اور ان سے عبد اللہ بن المثنیٰ اور معمر وغیرہ روایت کرتے ہیں امام احمد اور امام نسائی وغیرہ نے ان کی توثیق کی ہے ابن معین نے ان کی تضعیف کی طرف اشارہ کیا ہے (۵) پانچویں راوی حضرت انس رضی اللہ عنہ ہیں ان کا تعارف ہو چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۱۷۵-۱۷۴)

تین بار سلام کرنے کی دیگر احادیث

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں انصار کی مجالس میں سے ایک مجلس میں بیٹھا ہوا تھا کہ ناگاہ حضرت ابوموسیٰ اشعری آئے گویا کہ وہ خوف زدہ تھے انہوں نے کہا: میں نے حضرت عمر سے تین بار اجازت طلب کی مجھے اجازت نہیں ملی تو میں لوٹ آیا حضرت عمر نے کہا: تم کو آنے سے کس چیز نے منع کیا؟ میں نے کہا: میں نے تین بار اجازت طلب کی مجھے اجازت نہیں ملی تو میں لوٹ آیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: جب تم میں سے کوئی اجازت طلب کرے تو تین بار اجازت طلب کرے اس کو اجازت نہ دی جائے تو وہ لوٹ جائے حضرت عمر نے کہا: اللہ کی قسم! تم اس حدیث پر ضرور کوئی گواہ پیش کرو گے حضرت ابوموسیٰ نے کہا: کیا تم میں سے کسی ایک نے اس حدیث کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے؟ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! اس کی شہادت وہ دے گا جو لوگوں میں سب سے کم عمر ہے حضرت ابوسعید نے کہا: پس میں لوگوں میں سب سے کم عمر تھا میں ان کے ساتھ کھڑا ہو گیا اور میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خبر دی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح فرمایا ہے۔

(صحیح البخاری: ۶۲۴۵ صحیح مسلم: ۲۱۵۳ سنن ابوداؤد: ۵۱۸۰ سنن ترمذی: ۲۶۹۰ سنن ابن ماجہ: ۳۷۰۶ مصنف عبد الرزاق: ۱۹۴۲۳ سنن

دارمی: ۲۶۳۲' صحیح ابن حبان: ۵۸۱۰' مسند احمد ج ۴ ص ۴۰۴)

حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر میں ہم سے ملاقات کے لیے تشریف لائے پس فرمایا: "السلام علیکم ورحمة اللّٰه" تو حضرت سعد نے بہت آہستہ آواز سے جواب دیا' قیس نے کہا: کیا آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آنے کی اجازت نہیں دے رہے؟ حضرت سعد نے کہا: چھوڑو' ان کو ہمیں زیادہ سلام کرنے دو' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا: "السلام علیکم ورحمة اللّٰه" حضرت سعد نے پھر آہستہ سے جواب دیا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا: "السلام علیکم ورحمة اللّٰه" پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوٹ کر چلے گئے' اور حضرت سعد آپ کے پیچھے گئے' پھر انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! میں آپ کے سلام کرنے کو سن رہا تھا اور آپ کو جواب بھی دے رہا تھا اور میں (عمداً) پست آواز سے جواب دے رہا تھا تاکہ آپ ہمیں کثرت سے سلام کریں' قیس نے کہا: پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ واپس آ گئے' حضرت سعد نے آپ سے عرض کیا: آپ غسل کر لیں' سو آپ نے غسل کیا' پھر انہوں نے آپ کو زعفران یا عنابی رنگ میں رنگی ہوئی چادر پیش کی' آپ نے وہ چادر اوڑھ لی' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں ہاتھ اٹھا کر یہ دعا کی: اے اللہ! سعد بن عبادہ کی آل پر اپنی صلوات اور رحمتیں نازل فرما' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانا تناول فرمایا' جب آپ نے واپسی کا ارادہ کیا تو حضرت سعد نے آپ کے قریب ایک دراز گوش لا کھڑا کیا' جس کے اوپر ایک چادر ڈالی ہوئی تھی' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر سوار ہو گئے' پھر حضرت سعد نے کہا: اے قیس! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جاؤ' حضرت قیس نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: سوار ہو جاؤ' میں نے (ادباً) انکار کیا' پھر آپ نے فرمایا: یا سوار ہو یا لوٹ جاؤ' انہوں نے بتایا: میں لوٹ گیا۔

امام ابوداؤد نے کہا: اس حدیث کو عمر بن عبد الواحد اور ابن سماعہ نے امام اوزاعی سے مرسلاً روایت کیا ہے اور حضرت قیس بن سعد کا ذکر نہیں کیا۔ (سنن ابوداؤد: ۵۱۸۵)

امام ابوداؤد نے اس حدیث کو متصل سند کے ساتھ روایت کیا ہے' اگرچہ یہ حدیث بعض طرق سے مرسلاً مروی ہے' تاہم کوئی حرج نہیں ہے' کیونکہ فقہاء احناف اور مالکیہ کے نزدیک حدیث مرسل مطلقاً حجت ہوتی ہے۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ کسی کام کے تکرار کی انتہاء تین کے عدد پر ہوتی ہے۔

۹۶- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ اَبِیْ بِشْرٍ عَنْ یُوْسُفَ بْنِ مَاهَكَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ تَخَلَّفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ سَفَرٍ سَافَرْنَاهُ فَاَدْرَكَنَا وَقَدْ اَرْهَقْنَا الصَّلٰوةَ صَلٰوةَ الْعَصْرِ وَنَحْنُ نَتَوَضَّاُ فَجَعَلْنَا نَمْسَحُ عَلٰی اَرْجُلِنَا فَنَادٰی بِاَعْلٰی صَوْتِهٖ وَیْلٌ لِّلْاَعْقَابِ مِنَ النَّارِ مَرَّتَیْنِ اَوْ ثَلَاثًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی از ابی بشر از یوسف بن ماهک از عبد اللہ بن عمرو' انہوں نے کہا: ہم نے ایک سفر کیا' جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے پیچھے رہ گئے تھے' پھر آپ ہم سے آ کر مل گئے' اس وقت ہم نماز میں تاخیر کر چکے تھے' وہ عصر کی نماز تھی اور ہم وضو کر رہے تھے' تو ہم اپنے پیروں پر مسح کرنے لگے' پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بلند آواز سے پکار کر دو بار یا تین بار فرمایا: (بے دھلی) ایڑیوں کے لیے آگ کا عذاب ہے۔

اس حدیث کی عنوان باب کے ساتھ مطابقت تین مرتبہ فرمانے میں ہے' اس حدیث کی تخریج اور اس کی شرح صحیح البخاری: ۶۰ میں بیان کی جا چکی ہے' وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

٣١- بَابُ تَعْلِيمِ الرَّجُلِ اَمَتَهُ وَاَهْلَهُ — کسی شخص کا اپنی باندی اور اپنی اہلیہ کو تعلیم دینا

اس باب کی بابِ سابق کے ساتھ مناسبت اس طرح ہے کہ بابِ سابق میں عام تعلیم کا ذکر تھا اور اس باب میں خاص تعلیم کا ذکر ہے۔

٩٧- حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ هُوَ ابْنُ سَلَامٍ قَالَ حَدَّثَنَا الْمُحَارِبِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا صَالِحُ بْنُ حَيَّانَ قَالَ قَالَ عَامِرٌ الشَّعْبِيُّ حَدَّثَنِي اَبُو بُرْدَةَ، عَنْ اَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةٌ لَهُمْ اَجْرَانِ رَجُلٌ مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اٰمَنَ بِنَبِيِّهِ وَاٰمَنَ بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَالْعَبْدُ الْمَمْلُوكُ إِذَا اَدَّى حَقَّ اللّٰهِ تَعَالٰى وَحَقَّ مَوَالِيهِ، وَرَجُلٌ كَانَتْ عِنْدَهُ اَمَةٌ، فَاَدَّبَهَا فَاَحْسَنَ تَادِيبَهَا، وَعَلَّمَهَا فَاَحْسَنَ تَعْلِيمَهَا، ثُمَّ اَعْتَقَهَا فَتَزَوَّجَهَا، فَلَهُ اَجْرَانِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن سلام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محاربی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں صالح بن حیان نے حدیث بیان کی' وہ کہتے ہیں کہ عامر الشعبی نے کہا: مجھے ابو بردہ نے حدیث بیان کی' از والد خود کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تین (قسم کے) لوگوں کے لیے دو اجر ہیں: (١) وہ اہل کتاب جو اپنے نبی پر ایمان لایا اور سیدنا محمد ﷺ پر ایمان لایا (٢) وہ مملوک غلام' جس نے اللہ تعالیٰ کا حق ادا کیا اور اپنے مالکوں کا حق ادا کیا (٣) اور وہ شخص جس کے پاس ایک باندی تھی' اس نے اس کو ادب سکھایا تو اچھا ادب سکھایا اور اس کو تعلیم دی تو اچھی تعلیم دی' پھر اس کو آزاد کر دیا' پھر اس سے نکاح کر لیا تو اس کو دو اجر ملیں گے۔

ثُمَّ قَالَ عَامِرٌ اَعْطَيْنَاكَهَا بِغَيْرِ شَيْءٍ، قَدْ كَانَ يُرْكَبُ فِيمَا دُونَهَا اِلَى الْمَدِينَةِ. [اطراف الحدیث: ٢٥٤٤- ٢٥٤٧-٢٥٥١-٣٠١١-٣٤٤٦-٥٠٨٣]

پھر عامر نے کہا: ہم نے تم کو یہ حدیث بغیر کسی معاوضہ کے سنائی ہے' بے شک اس سے کم عبارت کی حدیث کے سننے کے لیے مدینہ کا سفر کیا جاتا تھا۔

(صحیح مسلم: ١٥٤' سنن ابوداؤد: ٢٠٥٣' سنن ترمذی: ١١١٦' سنن ابن ماجہ: ١٩٥٦' سنن نسائی: ٣٣٤٤' مصنف عبد الرزاق: ١٣١١٢' مسند ابوعوانہ ج١ ص١٠٣' سنن بیہقی ج٧ ص١٢٨' شعب الایمان: ٨٦٠٨' مسند الحمیدی: ٧٦٨' سنن سعید بن منصور: ٩١٢- ٩١٣' سنن دارمی: ٢٢٤٤' الادب المفرد: ٢٠٣' السنن الکبریٰ للنسائی: ٥٥٠٢' حلیۃ الاولیاء ج٧ ص٣٣١' المحلّٰی ج٩ ص٥٠٥' شرح السنۃ: ٢٦' المعجم الاوسط: ١٥٨٧- ٣٠٧٣- ١٨٨٩' المعجم الصغیر: ١١٣' تاریخ بغداد ج٤ ص٢٨٨' مسند ابویعلیٰ: ٧٣٠٨' الاداب للبیہقی: ١٧' مسند احمد ج٤ ص٣٩٥ طبع قدیم' مسند احمد: ١٩٥٣٢- ج٣٢ ص٢٩٩' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت باندی کو تعلیم دینے میں ہے کیونکہ اس میں بیوی کو تعلیم دینے کا کوئی ذکر نہیں ہے' البتہ یہ قیاس کیا جا سکتا ہے کہ جب باندی کو تعلیم دینا جائز ہے تو بیوی جو آزاد عورت ہے' اس کو مسائل دینیہ کی تعلیم کی زیادہ ضرورت ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(١) محمد بن سلام' ان کا تعارف ہو چکا ہے (٢) المحاربی عبد الرحمان بن محمد بن زیاد الکوفی' یحییٰ بن معین نے کہا: یہ ثقہ ہیں' ابوحاتم نے کہا: جب یہ ثقات سے حدیث بیان کریں تو صدوق ہیں' یہ مجہولین سے احادیث منکرہ بیان کرتے ہیں تو ان کی حدیث میں فساد آ جاتا ہے' یہ ١٩٥ھ میں فوت ہو گئے تھے (٣) صالح بن حیان الکوفی' ان کے طبقہ میں ان کا ہم نام صالح بن حیان القرشی ہے' لیکن وہ ضعیف راوی ہے' یہ ١٣٥ھ میں فوت ہو گئے تھے (٤) عامر بن شراحیل' الشعبی (٥) ابو بردہ عامر الاشعری الکوفی (٦) حضرت عبد اللہ بن قیس

الاشعری رضی اللہ ۔ (عمدۃ القاری ج ۲ص ۱۷۷)

جن اہل کتاب کو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے کی وجہ سے دگنا اجر ملے گا' اس سے مراد عہد رسالت کے اہل کتاب ہیں یا قیامت تک کے اہل کتاب ہیں

اس حدیث میں مذکور ہے: وہ شخص جو اہل کتاب سے ہو' وہ اپنے نبی پر بھی ایمان لایا ہو اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بھی ایمان لایا ہو' اس کے لیے بھی دو اجر ہیں۔

علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس کے مصداق میں اختلاف ہے' ان سے مراد وہ اہل کتاب ہیں' جو اپنے نبی کے لائے ہوئے دین پر بغیر کسی تبدیل اور تحریف کے قائم رہے' حتیٰ کہ ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مبعوث ہو گئے' پھر وہ آپ پر بھی ایمان لے آئے' سو ان کے لیے دو اجر ہوں گے اور جن لوگوں نے اپنے نبی کے دین کو تبدیل کر دیا یا اس میں تحریف کر دی' ان کے لیے اپنے دین کا کوئی اجر باقی نہیں رہا' ان کو صرف سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے کا اجر ملے گا۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہاں عموم مراد ہو کیونکہ یہ بعید نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانا ان کے لیے دوہرے اجر کا مقتضی ہو' ایک مرتبہ ان کے ان نیک اعمال پر جو انہوں نے اس نبی کے دین میں کیے' خواہ وہ تبدیل اور تحریف کرنے والے ہوں کیونکہ روایات میں آیا ہے کہ کفار کے نیک اعمال اسلام لانے کے بعد مقبول ہوتے ہیں اور ایک مرتبہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے کے بعد۔ (عمدۃ القاری ج ۲ص ۱۷۹)

حافظ ابن حجر کے نزدیک اس سے قیامت تک کے اہل کتاب مراد ہیں' اس پر ان کے دلائل

اس مسئلہ کو حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے بہت تفصیل سے بیان کیا ہے' وہ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں لفظ ''کتاب'' عام ہے اور اس کا معنی خاص ہے' یعنی وہ کتاب جو اللہ کے پاس سے نازل کی گئی ہو اور اس سے مراد تورات اور انجیل ہے' جیسا کہ ظاہر کتاب اور سنت میں کتاب کے اطلاق سے معلوم ہوتا ہے' ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد صرف انجیل ہے' جب کہ ہم یہ کہیں کہ نصرانیت یہودیت کے لیے ناسخ ہے' جیسا کہ ایک جماعت نے اس کو مقرر رکھا ہے اور نسخ کی شرط کی ضرورت نہیں ہے' کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بالاتفاق بنی اسرائیل کی طرف مبعوث تھے' ان میں سے جس نے حضرت عیسیٰ کی دعوت کو قبول کر لیا' وہ حضرت عیسیٰ کی طرف منسوب ہو گئے اور جنہوں نے ان کی تکذیب کی اور یہودیت پر قائم رہے' وہ حضرت عیسیٰ پر ایمان لانے والے نہ تھے اور یہ حدیث ان کو شامل نہیں ہے' کیونکہ اس میں شرط ہے کہ وہ اہل کتاب اپنے نبی پر ایمان لانے والے ہوں' ہاں! جو بنی اسرائیل کے علاوہ یہودیت میں داخل ہوا یا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں نہ تھا اور اس کو آپ کی دعوت نہیں پہنچی' اس پر یہ صادق آئے گا کہ وہ یہودی مومن ہے' کیونکہ وہ اپنے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لایا اور اس نے کسی دوسرے نبی کی تکذیب نہیں کی' پس ان میں سے جن لوگوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کو پالیا اور آپ پر ایمان لے آیا' وہ بلاشبہ اس حدیث کی بشارت میں داخل ہے' اسی طرح وہ عرب ہیں' جو یمن وغیرہ میں تھے' ان میں سے لوگ یہودیت میں داخل ہوئے اور ان کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعوت نہیں پہنچی کیونکہ وہ خصوصاً بنی اسرائیل کی طرف بھیجے گئے تھے' ہاں! ان یہودیوں کے متعلق اشکال ہوگا' جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں تھے اور یہ ثابت ہے کہ جو آیت اس حدیث کے موافق ہے' وہ یہ ہے:

أُولٰٓئِكَ يُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوْا. (القصص: ۵۴)

ان کو ان کے صبر کرنے کی وجہ سے دگنا اجر دیا جائے گا۔

یہ آیت ایمان لانے والوں کی ایک جماعت کے متعلق نازل ہوئی تھی جن میں حضرت عبداللہ بن سلام کی مثل لوگ تھے۔
امام طبرانی نے حضرت رفاعہ قرظی سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت میرے متعلق نازل ہوئی ہے اور ان لوگوں کے متعلق جو میرے ساتھ ایمان لائے تھے۔ (المعجم الکبیر: ۴۵۶۴- ج۵ ص ۵۳ داراحیاء التراث العربی بیروت) اور امام طبرانی نے سند صحیح کے ساتھ علی بن رفاعہ القرظی سے روایت کیا ہے کہ دس اہل کتاب میں میرے والد رفاعہ بھی تھے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے پس وہ ایمان لے آئے پھر ان کو ایذاء دی گئی تب یہ آیت نازل ہوئی:

اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِهٖ هُمْ بِهٖ یُؤْمِنُوْنَ○ (القصص: ۵۲) وہ لوگ جن کو ہم نے اس سے پہلے کتاب دی تھی وہ اس کتاب پر بھی ایمان رکھتے ہیں○

سو یہ لوگ بنو اسرائیل میں سے تھے اور حضرت عیسیٰ پر ایمان نہیں لائے تھے بلکہ یہودیت پر برقرار رہے تھے حتیٰ کہ وہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے اور یہ ثابت ہے کہ ان کو دو اجر دیئے جائیں گے۔
(المعجم الکبیر: ۴۵۶۳- ج۵ ص ۵۳ داراحیاء التراث العربی بیروت)

علامہ طیبی نے کہا: یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حدیث کو اپنے عموم پر برقرار رکھا جائے کیونکہ یہ بعید نہیں ہے کہ ان کا سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا ان کے ادیان کے قبول ہونے کا سبب بن جائے اگر چہ وہ دین منسوخ ہو چکے ہیں (علامہ طیبی کی عبارت ختم ہوئی)۔
(حافظ عسقلانی کہتے ہیں:) میں عنقریب اس بات کو ذکر کروں گا جس سے اس کی تائید ہوتی ہے اور جو یہودی مدینہ میں تھے ان کے متعلق یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ ان تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعوت نہیں پہنچی کیونکہ وہ اکثر شہروں میں نہیں گئے تھے سو وہ اپنی یہودیت پر ثابت رہے اور اپنے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان رکھے رہے یہاں تک کہ اسلام آ گیا پھر وہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اس تقریر سے ان شاء اللہ اشکال دور ہو جائے گا۔

فوائد

پہلا فائدہ: ابن التین وغیرہ کی شرح میں مذکور ہے کہ یہ آیت مذکور و کعب الاحبار اور حضرت عبداللہ بن سلام کے متعلق نازل ہوئی ہے اور یہ قول حضرت عبداللہ بن سلام کے متعلق تو صحیح ہے لیکن کعب کے متعلق خطاء ہے کیونکہ وہ صحابی نہیں ہیں اور وہ حضرت عمر بن الخطاب کے عہد میں اسلام لائے تھے اور طبری وغیرہ کی تفسیر میں قتادہ سے روایت ہے کہ یہ آیت حضرت عبداللہ بن سلام اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہم کے متعلق نازل ہوئی ہے اور یہ قول درست ہے کیونکہ حضرت عبداللہ بن سلام پہلے یہودی تھے پھر اسلام لے آئے اور حضرت سلمان فارسی پہلے عیسائی تھے پھر مسلمان ہو گئے اور یہ دونوں مشہور صحابی ہیں۔

دوسرا فائدہ: علامہ قرطبی نے لکھا ہے: وہ اہل کتاب جس کو دو اجر دیئے جائیں گے یہ وہ ہے جس کا ابتداء میں عقیدہ برحق تھا اور وہ اسی پر قائم رہا حتیٰ کہ وہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آیا سو اس کو پہلی بار حق کی اتباع پر بھی اجر دیا جائے گا اور دوسری بار بھی (علامہ قرطبی کی عبارت ختم ہوئی)۔
اس پر یہ اشکال ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہرقل کی طرف مکتوب لکھا: تم اسلام لے آؤ اللہ تم کو دو اجر عطا فرمائے گا حالانکہ ہرقل نصرانیت میں اس کے تبدیل اور تحریف کے بعد داخل ہوا تھا اور میں اس سے پہلے اس کے متعلق شیخ الاسلام علامہ بلقینی کی بحث لکھ چکا ہوں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے حدیث ہرقل میں جو ہرقل کو دو اجر دینے کی توجیہ لکھی ہے وہ یہ ہے:

ھرقل کو دو اجر عطا کیا جانا' اس وجہ سے فرمایا کہ وہ اپنے نبی پر بھی ایمان لایا' پھر سیدنا محمد ﷺ پر ایمان لاتا' اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کے لیے دگنے اجر کا اس لیے فرمایا ہو کہ ایک اجر اس کے اپنے اسلام لانے کی وجہ سے ہوتا اور ایک اجر اس لیے ہوتا کہ اس کی اتباع میں اس کے ماتحت لوگ اور پیروکار بھی اسلام لے آتے' اور اس آیت سے ہمارے شیخ' شیخ الاسلام نے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ ہر وہ شخص جو اہل کتاب کے طریقہ پر عمل کرے' اس سے نکاح کرنا اور اس کا ذبیحہ کھانا اہل کتاب کے حکم میں ہے' کیونکہ ھرقل اور اس کی قوم بنی اسرائیل میں سے نہیں تھے اور وہ تبدیل اور تحریف کے بعد نصرانیت میں داخل ہوئے تھے' اور نبی ﷺ نے اس کے اور اس کی قوم کے لیے ''یا اھل الکتب'' فرمایا اور یہ اس کی دلیل ہے کہ ان کے لیے اہل کتاب کا حکم ہے' اس کے برخلاف بعض علماء نے اہل کتاب کے اس حکم کو اسرائیلیوں کے ساتھ خاص رکھا ہے یا ان کے ساتھ خاص کیا ہے' جن کے متعلق معلوم ہو کہ ان کے اسلاف یہودیت یا نصرانیت میں تبدیل اور تحریف سے پہلے داخل ہوئے تھے۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۵۱۶' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

تیسرا فائدہ: داؤدی اور ان کے متبعین نے کہا ہے کہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دگنے اجر کا یہ حکم سابقہ امتوں کے تمام ان لوگوں کو شامل ہو' جنہوں نے کوئی نیک کام کیا ہو' جیسا کہ حکیم بن حزام جب اسلام لائے تو آپ نے فرمایا: تم نے اپنی پچھلی خیر کو سلامت رکھا ہے' لیکن یہ قول اس لیے صحیح نہیں ہے کہ یہ حدیث اہل کتاب کے ساتھ مقید ہے' لہٰذا یہ دوسروں کو شامل نہیں ہو گی' سوا اس کے کہ خیر کو ایمان پر قیاس کیا جائے' نیز اس میں نکتہ یہ ہے کہ آپ نے فرمایا: وہ اپنے نبی پر بھی ایمان لایا ہو' اس سے معلوم ہوا کہ دگنے اجر کی علت یہ ہے کہ وہ دونبیوں پر ایمان لایا ہو' اور کفار اس طرح نہیں ہیں' کفار اور اہل کتاب میں فرق یہ ہے کہ اہل کتاب سیدنا محمد ﷺ کو پہچانتے تھے' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ. وہ (نبی امی کو) اپنے پاس تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔ (الاعراف: ۱۵۷)

پس ان میں سے جو آپ پر ایمان لایا اور اس نے آپ کی اتباع کی اس کو دوسروں پر فضیلت ہے' اسی طرح ان میں سے جس نے آپ کی تکذیب کی' اس کا گناہ دوسروں سے زیادہ شدید ہو گا' حدیث میں جن تین قسم کے لوگوں کے لیے دائمی اجر کا فرمایا ہے' یہ حکم قیامت تک کے لیے ہے' ہمارے شیخ علامہ بلقینی کی یہی تحقیق ہے' اس کے برخلاف علامہ کرمانی نے یہ کہا ہے کہ یہ حکم آپ کی بعثت کے ساتھ مخصوص ہے' کیونکہ آپ کی بعثت کے بعد صرف آپ ہی نبی ہیں' اب اگر کوئی یہودی یا عیسائی' آپ پر ایمان لے آئے تو اس کو دگنا اجر نہیں ملے گا۔ (شرح الکرمانی ج ۲ ص ۸۸' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۱ھ) لیکن علامہ کرمانی کا یہ قول اس شخص کے متعلق کیسے صحیح ہو گا' جس تک نبی ﷺ کی دعوت نہ پہنچی ہو' اس لیے ہمارے شیخ کی تحقیق ہی ظاہر ہے۔

(فتح الباری ج ۱ ص ۶۴۴۔ ۶۴۳' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حافظ بدر الدین عینی کے نزدیک اس سے مراد صرف عہد رسالت کے اہل کتاب ہیں' اس پر ان کے دلائل

علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ نے حافظ عسقلانی کی اس تحقیق سے اختلاف کیا ہے' وہ کہتے ہیں کہ اہل کتاب میں سے جو اب ایمان لائے گا' اس کو دو اجر نہیں ملیں گے' یہ حکم اس اہل کتاب کے ساتھ خاص ہے' جو آپ کی بعثت کے وقت آپ پر ایمان لایا' اس پر یہ صادق آئے گا کہ وہ اپنے نبی پر بھی ایمان لایا اور آپ پر بھی ایمان لایا اور آپ کی بعثت کے بعد تو ہر نبی کی دعوت منقطع ہو چکی ہے' اب صرف آپ ہی کی نبوت ہے اور آپ کی بعثت کے بعد اہل کتاب کے لیے ہمارے نبی کے سوا اور کوئی نبی نہیں ہے کیونکہ آپ کی بعثت سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعوت منقطع ہو چکی ہے' اس لیے آپ کی بعثت کے بعد جو آپ پر ایمان لائے گا' وہ صرف ایک

اجر کا مستحق ہوگا اور وہ آپ پر ایمان لانے کی وجہ سے ہوگا' اور باقی دو لوگ جو ہیں یعنی جو غلام اپنے مالک کی بھی خدمت کرے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت بھی کرے اور جو شخص اپنی باندی کو تعلیم دے کر آزاد کرے' پھر اس سے شادی کر لے' ان کے لیے دگنے اجر کا یہ حکم قیامت تک جاری رہے گا۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۱۸۱۔ ۱۸۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

دیوبندی شارحین بخاری کے نزدیک اس سے مراد قیامت تک کے اہل کتاب ہیں

شیخ سلیم اللہ خان نے حافظ ابن حجر عسقلانی اور علامہ عینی کی عبارات وضاحت سے لکھنے کے بعد اس طرح محاکمہ کیا ہے:

صحیح بات وہی ہے' جو علامہ بلقینی فرمارہے ہیں کہ یہ حکم عام ہے' حضور اکرم ﷺ کے زمانہ کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔

(کشف الباری ج ۳ ص ۶۰۷' جامعہ فاروقیہ' کراچی' ۱۴۲۶ ھ)

سید احمد رضا بجنوری (دیوبندی) لکھتے ہیں:

یہ جواب شیخ الاسلام کے نظریہ پر ہی چل سکتا ہے کہ اہل کتاب کے ایمان لانے کا معاملہ وہ قیامت تک مستمر مانتے ہیں مگر کرمانی نے دعویٰ کیا ہے کہ یہ حضور ﷺ کی ہی زمانہ بعثت کے ساتھ مخصوص ہے' کیونکہ بعد بعثت تو سب کے نبی صرف حضور ﷺ ہی ہیں کہ آپ ﷺ کی بعثت عام ہے۔

علامہ کرمانی کی یہ دلیل اس لیے صحیح نہیں ہے کہ اگر زمانہ بعثت کے ساتھ خاص کریں گے تو یہ بات حضور ﷺ کے زمانہ بعثت کے بھی سب لوگوں پر پوری نہ اترے گی یعنی جن کو حضور ﷺ کی دعوت نہ پہنچی ہوگی اور اگر ان لوگوں کو مراد لیں' جن کو دعوت نہ پہنچی ہو تو پھر آپ ﷺ کے زمانہ بعثت اور بعد زمانہ بعثت میں کیا فرق رہا! لہٰذا شیخ الاسلام کی تحقیق زیادہ صاف ہے۔

(انوار الباری ج ۵ ص ۱۷۰' ادارہ تالیفات اشرفیہ' ملتان)

شیخ تقی عثمانی کی بھی یہی رائے ہے کہ یہ حکم قیامت تک کے اہل کتاب کے لیے عام ہے' وہ لکھتے ہیں:

یہی صورت اہل کتاب کے ساتھ تھی کہ ان کا علم ان کے راستہ میں رکاوٹ بن رہا تھا' لیکن جب اس رکاوٹ کو خاطر میں نہ لا کر اس رکاوٹ کو عبور کر کے آدمی جب رسول اللہ ﷺ پر ایمان لایا تو یہ ایمان مشقت کے ساتھ ہوا' لہٰذا اس ایمان پر دہرا اجر ملے گا۔

(انعام الباری ج ۲ ص ۱۳۵' مکتبۃ الحراء' کراچی)

مصنف کے نزدیک اس سے مراد وہ اہل کتاب ہیں' جو آپ کی بعثت سے پہلے قرآن مجید پر ------ اور آپ کی رسالت پر ایمان لا چکے تھے

مصنف کا یہ نظریہ ہے کہ تمام اہل کتاب کے لیے یہ حکم عام نہیں ہے' لیکن مصنف کی دلیل وہ نہیں ہے' جو علامہ کرمانی اور علامہ عینی نے قائم کی ہے' مصنف کی دلیل وہ ہے' جو "تبیان القرآن" میں قائم کی گئی ہے۔ اس دلیل کی تقریر سے پہلے قرآن مجید کی ان دو آیتوں کو پیش نظر رکھیں' جو اس مسئلہ سے متعلق ہیں:

اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِهٖ هُمْ بِهٖ یُؤْمِنُوْنَ○ وَ اِذَا یُتْلٰى عَلَیْهِمْ قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِهٖۤ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّنَاۤ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهٖ مُسْلِمِیْنَ○ اُولٰٓىٕكَ یُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَیْنِ بِمَا صَبَرُوْا. (القصص: ۵۴۔۵۲)

جن کو ہم نے اس سے پہلے کتاب دی تھی' وہ اس (قرآن) پر بھی ایمان رکھتے ہیں○ اور جب ان پر اس (کتاب) کی تلاوت کی جاتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لا چکے ہیں بے شک یہ ہمارے رب کی طرف سے برحق ہے' ہم اس سے پہلے ہی مسلمین اور اطاعت شعار ہو چکے تھے○ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں ان کے اعمال

کا دگنا اجر دیا جائے گا کیونکہ انہوں نے صبر کیا۔

ان آیات کی تفسیر میں ہم نے لکھا ہے:

قرآن مجید میں چونکہ "من قبله" کی قید ہے یعنی وہ اہل کتاب جو ہمارے نبی ﷺ کی بعثت یا قرآن مجید کے نزول سے پہلے اپنی کتابوں میں ہمارے نبی اور قرآن مجید کی بشارت کا پڑھ کر آپ پر یا قرآن مجید پر ایمان لا چکے تھے اور آپ کے ظہور کے بعد انہوں نے اسلام قبول کر لیا' سو دگنے اجر کی بشارت صرف ان کے لیے ہے' قیامت تک کے تمام اہل کتاب میں سے ایمان لانے والوں کے لیے نہیں ہے۔ امام رازی متوفی ۶۰۶ھ' علامہ قرطبی متوفی ۶۶۸ھ' علامہ بیضاوی متوفی ۶۸۵ھ' حافظ ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ اور علامہ آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ نے ان کو دگنے اجر دیئے جانے کی یہی وجہ لکھی ہے کہ یہ لوگ بعثت سے پہلے بھی ہمارے نبی پر ایمان لائے اور بعثت کے بعد بھی ہمارے نبی پر ایمان لائے' اس وجہ سے ان کو دگنا اجر ملے گا۔ (تفسیر کبیر ج ۸ ص ۶۰۷' الجامع لاحکام القرآن جز ۱۳ ص ۲۷۲' تفسیر البیضاوی مع الخفاجی ج ۷ ص ۳۰۷' تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۴۲۱' روح المعانی جز ۲۰ ص ۱۴۰-۱۳۹' دار الفکر بیروت' ۱۴۱۹ھ)

(تبیان القرآن ج ۸ ص ۸۲۶' القصص: ۵۳' فرید بک سٹال لاہور۔ ۲)

دگنے اجر کی کیفیت اور ان تین قسم کے لوگوں کو دگنا اجر عطا فرمانے کی خصوصیت

ان تین قسم کے لوگوں کو دہرے اور دگنے اجر عطا فرمانے کا محمل یہ ہے کہ جس عبادت کا اجر ہمیں دس گنا عطا کیا جائے' ان کو اس عبادت کا اجر بیس گنا عطا کیا جائے گا اور جس عبادت کا اجر ہمیں ستر گنا عطا کیا جائے گا' ان کو اس کا اجر ایک سو چالیس گنا عطا کیا جائے گا۔ وعلی هذا القياس.

ان تین لوگوں کو دگنا اجر اس لیے عطا کیا جائے گا کہ ان کی مشقت بھی دگنی ہے' چنانچہ جو اہل کتاب پہلے اپنے نبی پر ایمان لائے گا' پھر ہمارے نبی پر ایمان لائے گا' اس کو ان دوسرے اہل کتاب کی سخت مخالفت کا سامنا ہوگا' جو ہمارے نبی پر ایمان نہیں لائے' اور جو غلام اپنے مالک کی بھی اطاعت کرے اور اللہ تعالیٰ کی بھی عبادت کرے' اس کی دگنی مشقت بالکل واضح ہے' اسی طرح جو شخص اپنی باندی کو تعلیم اور تربیت دے' پھر اس کو آزاد کر کے اس سے نکاح کر لے' اس کی مشقت اس طرح ہے کہ اب وہ بیوی سے باندی والی خدمات نہیں لے سکتا۔

عامر شعبی کبار تابعین میں سے ہیں' انہوں نے خراسانی کو یہ حدیث سنا کر کہا کہ علم کا مرکز چونکہ مدینہ منورہ ہے' جہاں خلفاء راشدین اور فقہاء صحابہ ہیں' اس لیے ہم اس سے بھی کم مسئلہ کے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لیے پہلے مدینہ کا سفر کیا کرتے تھے اور تم کو بغیر مشقت اٹھائے یہ مسئلہ معلوم ہو گیا۔

اس حدیث میں خواتین کو تعلیم دینے کی دلیل ہے' کیونکہ اس شخص کو دگنا اجر ملے گا' جو اپنی باندی کو تعلیم دے اور ادب سکھائے۔ صحیح البخاری: ۹۸ میں اس مسئلہ کی زیادہ وضاحت آئے گی' ان شاء اللہ۔

۳۲- بَابُ عِظَةِ الْإِمَامِ النِّسَاءَ وَتَعْلِيمِهِنَّ — امام کا خواتین کو نصیحت کرنا اور ان کو تعلیم دینا

امام خواتین کو اخروی انجام کی یاد دلائے اور ان کو دین کے احکام اور عقائد اور مسائل کی تعلیم دے اور ادب سکھائے اور خصوصاً ان کو عورتوں کے مخصوص مسائل کی تعلیم دے۔

اس باب کی باب سابق کے ساتھ اس طرح مناسبت ہے کہ باب سابق میں یہ ذکر تھا کہ ایک شخص اپنی باندی اور بیوی کو تعلیم دے اور اس باب میں یہ ذکر ہے کہ امام عام خواتین کو تعلیم دے' لہٰذا باب سابق میں خاص تعلیم کا ذکر تھا اور اس باب میں عام تعلیم کا

ذکر ہے اور امام سے مراد ملک یا شہر کا سربراہ ہے یا شہر کا قاضی یا مفتی یا علاقہ کا بڑا عالم دین۔

۹۸- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَيُّوبَ قَالَ سَمِعْتُ عَطَاءً قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ قَالَ أَشْهَدُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. أَوْقَالَ عَطَاءٌ أَشْهَدُ عَلَى ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. خَرَجَ وَمَعَهُ بِلَالٌ، فَظَنَّ أَنَّهُ لَمْ يُسْمِعِ النِّسَاءَ فَوَعَظَهُنَّ وَأَمَرَهُنَّ بِالصَّدَقَةِ، فَجَعَلَتِ الْمَرْأَةُ تُلْقِي الْقُرْطَ وَالْخَاتَمَ، وَبِلَالٌ يَأْخُذُ فِي طَرَفِ ثَوْبِهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ایوب انہوں نے کہا: میں نے عطاء سے سنا انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا انہوں نے کہا: میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق شہادت دیتا ہوں یا عطاء نے کہا: میں حضرت ابن عباس کے متعلق شہادت دیتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر آئے اور آپ کے ساتھ حضرت بلال تھے آپ نے یہ گمان کیا کہ آپ نے خواتین کو وعظ نہیں سنایا ہے تو آپ نے ان کو وعظ کیا اور ان کو صدقہ کرنے کا حکم دیا پھر خاتون اپنے کانوں کی بالیاں اور انگوٹھی (حضرت بلال کی جھولی میں) ڈالتی اور حضرت بلال کپڑے کی ایک طرف کو پکڑے ہوئے تھے۔

وَقَالَ إِسْمَاعِيلُ عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ عَطَاءٍ، وَقَالَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَشْهَدُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اور اسماعیل نے کہا از ایوب از عطاء اور کہا: از ابن عباس میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر گواہی دیتا ہوں۔

[اطراف الحدیث: ۸۶۳-۹۶۴-۹۷۵-۹۷۷-۹۷۹-۹۸۹-
۱۴۳۱-۱۴۴۹-۴۸۹۵-۵۲۴۹-۵۸۸۱-۵۸۸۰-۵۸۸۳-۷۳۲۵]

(صحیح مسلم: ۸۸۴' سنن ابوداؤد: ۱۱۴۷-۱۱۴۳' سنن نسائی: ۱۵۸۵-ج ۳ ص ۱۹۲' سنن ابن ماجہ: ۱۲۷۴' مسند ابویعلیٰ: ۲۰۷۱' صحیح ابن خزیمہ: ۱۴۵۸' مسند الحمیدی: ۴۷۶' سنن دارمی: ۱۶۱۱' مسند احمد ج ۱ ص ۳۵۷ طبع قدیم' مسند احمد: ۳۳۵۸-ج ۵ ص ۳۵۹' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خواتین کو وعظ کیا اور ان کو صدقہ کرنے کا حکم دیا۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) سلیمان بن حرب الازدی البصری (۲) شعبہ بن الحجاج (۳) ایوب سختیانی' ان سب کا تعارف ہو چکا ہے (۴) عطاء بن ابی رباح مسلم المکی القرشی' حضرت عثمان کی خلافت کے آخر میں پیدا ہوئے' انہوں نے کہا: میں حضرت عثمان کی شہادت کے وقت سمجھ والا تھا' یہ کبار تابعین میں سے تھے اور مفتی تھے' ۸۰ سال کی عمر گزار کر ۱۱۵ھ میں فوت ہو گئے (۵) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ہیں' ان کا تعارف ہو چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۱۸۴)

صدقہ کا معنیٰ' صدقہ کی اقسام' صدقہ کی فضیلت اور عورت کا اپنے مال سے شوہر کی اجازت کے بغیر صدقہ کرنا

اس حدیث میں صدقہ کرنے کا ذکر ہے' جو مال ثواب آخرت کے لیے خرچ کیا جائے' وہ صدقہ ہے' زکوٰۃ' قربانی اور نذر معین صدقہ واجبہ ہے' اس کے علاوہ صدقاتِ نافلہ ہیں' اس حدیث میں صدقاتِ نافلہ کا ذکر ہے۔

نیز اس حدیث میں ''القرط'' کا لفظ ہے' اس کا معنیٰ ہے: کانوں میں پہننے والی بالیاں' خواہ سونے کی ہوں یا چاندی کی۔

نبی ﷺ نے خواتین کو صدقہ کرنے کا حکم اس لیے دیا کہ آپ نے اکثر خواتین کو دوزخ کے عذاب میں دیکھا تھا' حدیث میں ہے:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ عید الفطر یا عید الاضحیٰ میں عید گاہ گئے' آپ خواتین کے پاس سے گزرے تو آپ نے فرمایا: اے خواتین کی جماعت! صدقہ کیا کرو' کیونکہ مجھے دکھایا گیا ہے تم میں سے اکثر اہل دوزخ ہو۔

(صحیح البخاری: ۳۰۴' صحیح مسلم: ۷۹' سنن ابوداؤد: ۴۶۷۹' سنن نسائی: ۱۵۷۲' سنن ابن ماجہ: ۱۲۸۸)

دوسری وجہ یہ ہے کہ اس وقت مسلمان بہت تنگی اور غربت کا شکار تھے اور ان کو مدد کی ضرورت تھی۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نفلی صدقہ میں ایجاب اور قبول کی ضرورت نہیں ہوتی' حضرت بلال اپنی جھولی پھیرتے جاتے تھے اور خواتین سے کچھ کہے بغیر ان کے سامنے سے گزرتے اور وہ اس میں اپنے زیورات ڈال دیتیں' اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صدقاتِ عامہ کو سربراہِ ملک اپنی صواب دید سے خرچ کرتا ہے اور یہ کہ صدقات دوزخ سے نجات کا سبب بن جاتے ہیں' اور اس میں یہ بھی دلیل ہے کہ عورت اپنے مال کو شوہر کی اجازت کے بغیر صدقہ کر سکتی ہے۔ اس پر اعتراض ہے کہ اس کے معارض یہ احادیث ہیں:

عورت کے اپنے مال سے شوہر کی اجازت کے بغیر صدقہ کرنے کی ممانعت میں احادیث

عمرو بن شعیب اپنے والد (شعیب) سے اور وہ اپنے دادا (حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب کسی عورت کا شوہر اس کی عصمت اور اس کی حفاظت کا مالک ہو تو اس کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے مال میں کوئی حکم نافذ کرے۔

(سنن ابوداؤد: ۳۵۴۶' سنن نسائی: ۳۷۶۵' سنن بیہقی ج ۶ ص ۶۰' المستدرک ج ۲ ص ۴۷' کنز العمال: ۴۴۸۳)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کسی عورت کے لیے اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر عطیہ دینا جائز نہیں ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۴۵۴۷' سنن نسائی: ۲۵۳۹' مسند احمد ج ۲ ص ۲۰۷' سنن بیہقی ج ۶ ص ۶۰' الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۶۰' شرح السنۃ ج ۴ ص ۴۱۷' کنز العمال: ۱۴۵۷۹)

احادیث مذکورہ کے جوابات

(۱) جس حدیث سے ہم نے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ عورت اپنے مال سے شوہر کی اجازت کے بغیر خرچ کر سکتی ہے' وہ "صحیح بخاری" کی حدیث ہے اور اس کے خلاف جو احادیث ہیں' وہ سنن کی احادیث ہیں اور وہ "صحیح بخاری" سے معارضہ کی صلاحیت نہیں رکھتیں۔

(۲) سنن کی مذکورہ احادیث اگر صحیح ہوں تو وہ اس پر محمول ہیں کہ افضل اور اولیٰ یہ ہے کہ عورت اپنے مال میں سے بھی شوہر کی اجازت سے خرچ کرے اور اس کی اجازت کے بغیر خرچ کرنا اگرچہ جائز ہے' مگر خلاف اولیٰ ہے۔

(۳) عورت اپنے مال کے تہائی حصہ کو شوہر کی اجازت کے بغیر خرچ کر سکتی ہے اور "صحیح البخاری" کی یہ حدیث اسی پر محمول ہے اور اپنے کل مال کو شوہر کی اجازت کے بغیر خرچ نہیں کر سکتی' جس طرح وصیت میں ہوتا ہے اور سنن کی احادیث اسی پر محمول ہیں۔

(۴) جس طرح شوہر کی موجودگی میں اس کی اجازت کے بغیر عورت کے لیے روزہ رکھنا جائز نہیں ہے' لیکن اگر اس نے روزہ رکھ لیا تو وہ روزہ ہو جائے گا' اسی طرح شوہر کی اجازت کے بغیر عورت کا اپنے مال سے صدقہ کرنا جائز نہیں ہے' لیکن اگر اس نے صدقہ کر دیا تو وہ ادا ہو جائے گا' اسی طرح اگر وہ اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے نکلی اور خرید و فروخت کی تو اس کا بھی یہی حکم ہے۔

عورت کے اپنے مال میں آزادانہ تصرف کرنے کے ثبوت میں قرآن مجید کی آیات

قرآن مجید کی متعدد آیات سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عورت کو اپنے مال میں تصرف کرنے کی اجازت دی ہے:

وَاِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيْضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ اِلَّآ اَنْ يَّعْفُوْنَ. (البقرہ:۲۳۷)

اگر تم عورتوں کو مباشرت سے پہلے طلاق دے دو اور تم ان کا مہر مقرر کر چکے ہو تو مقررہ مہر کا نصف ان کو دے دو' یہ اور بات ہے کہ وہ اس نصف مہر کو بھی از خود معاف کر دیں۔

یعنی عورت اپنے مال (نصف مہر) میں اپنی مرضی سے تصرف کر کے اپنے سابق شوہر کو دے سکتی ہے۔

وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِيْٓئًا مَّرِيْٓئًاO (النساء:۴)

اور عورتوں کو ان کے مہر خوشی سے دے دو' ہاں! اگر وہ خود اپنی خوشی سے مہر کی کچھ رقم چھوڑ دیں تو اس کو خوشی خوشی کھا لوO

یعنی عورتیں اپنے مہر کے مال میں سے اپنی مرضی سے تصرف کر سکتی ہیں۔

فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ. (البقرہ:۲۲۹)

اگر عورت خلع حاصل کرنے کے لیے اپنے مال میں سے کچھ فدیہ دے تو شوہر اور عورت پر کچھ حرج نہیں ہے۔

ان تمام آیات سے واضح ہوتا ہے کہ عورت اپنے مال میں اپنی مرضی سے تصرف کر سکتی ہے اور سنن کی مذکور الصدر احادیث چونکہ ان آیات کے خلاف ہیں' اس لیے وہ معلل ہیں اور حدیث معلل ضعیف ہوتی ہے' اس لیے ''صحیح بخاری'' کی حدیث صریح کے مقابلہ میں ان کو ترک کر دیا جائے گا۔

عورت کے اپنے مال میں آزادانہ تصرف کرنے کے ثبوت میں احادیث صحیحہ

اسی طرح سنن کی یہ احادیث درج ذیل احادیث صحیحہ کے بھی خلاف ہیں:

حضرت اسماء رضی اللہ بیان کرتی ہیں کہ مجھ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنی تھیلی کو باندھ کر نہ رکھو' ورنہ تمہارے لیے بھی تھیلی کو باندھ دیا جائے گا۔ (صحیح البخاری:۱۴۳۳)

دوسری روایت میں فرمایا: تم گن گن کر نہ دو' ورنہ اللہ بھی تم کو گن گن کر دے گا۔

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ بیان کرتی ہیں کہ ان کے پاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا: تم جمع نہ کرو' ورنہ اللہ بھی تم پر جمع کرے گا' تم جتنا خرچ کر سکتی ہو' خرچ کرو۔ (صحیح البخاری:۱۴۳۴' صحیح مسلم:۱۰۲۹' سنن نسائی:۲۵۴۷)

حضرت عائشہ رضی اللہ بیان کرتی ہیں کہ ھند بنت عتبہ بنت ربیعہ آئیں اور کہنے لگیں: یا رسول اللہ! بے شک ابوسفیان کم خرچ ہیں' کیا مجھ پر کوئی حرج ہے اگر میں ان کے مال سے اپنے عیال (بچوں) کو کھلاؤں؟ آپ نے فرمایا: تم پر کوئی حرج نہیں ہے' اگر تم دستور کے مطابق ان کو کھلاؤ۔ (صحیح البخاری:۲۴۶۰' صحیح مسلم:۱۷۱۴' سنن ابوداؤد:۳۵۳۳' سنن نسائی:۵۴۳۵' مسند احمد ج۶ ص ۳۹)

جب شوہر کے مال سے بھی عورت اس کی اجازت کے بغیر خرچ کر سکتی ہے تو اپنے مال سے تو بہ طریق اولیٰ خرچ کر سکتی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے مسلمان عورتو! کوئی پڑوسن اپنی پڑوسن کی دی ہوئی چیز کو حقیر نہ سمجھے' خواہ وہ بکری کے کھر کا کنارہ ہو۔ (صحیح البخاری:۶۰۱۷)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کوئی عورت اپنی پڑوسن کو شوہر کی اجازت کے بغیر بھی کوئی ہدیہ دے سکتی ہے۔

ان احادیث صحیحہ سے واضح ہو گیا کہ عورت شوہر کی اجازت کے بغیر شوہر کے مال میں بھی تصرف کر سکتی ہے اور اپنے مال میں

بھی تصرف کر سکتی ہے اور ''سنن ابوداؤد'' اور ''سنن بیہقی'' کی مذکور الصدر احادیث چونکہ ان احادیث صحیحہ کے خلاف ہیں' اس لیے وہ معلل اور ضعیف ہیں اور وہ ان احادیث صحیحہ سے معارضہ کی صلاحیت نہیں رکھتیں۔

* اس حدیث میں عورتوں کو تعلیم دینے کا بھی ثبوت ہے' اس مسئلہ پر ہم نے شرح صحیح مسلم میں بہت تفصیل سے لکھا ہے' دیکھئے: شرح صحیح مسلم: ۸۷-۳۷ ۔ ج ۷ ص ۲ ۹۷- ۹۵۲' اس کے بعض عنوان یہ ہیں: ① تعلیم نسواں اور عورتوں کے لکھنے کے متعلق خصوصی احادیث' ② عورتوں کے لکھنے کے جواز پر فقہاء اسلام کی تصریحات ③ مانعین کے شبہات اور ان کے جوابات۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۱۹۴۲ ۔ ج ۲ ص ۶۶۲ پر مذکور ہے' وہاں اس حدیث کی شرح نہیں کی گئی۔

۳۳- بَابُ الْحِرْصِ عَلَى الْحَدِيْثِ حدیث کی حرص

یہ باب حدیث کی تحصیل کی حرص کے بیان میں ہے' لغت میں حدیث کا معنی قدیم کے مقابلہ میں ہے یعنی جدید اور نئی چیز' اور عرف میں حدیث کا معنی کلام ہے' اور عرف شرع میں حدیث کا معنی ہے: نبی ﷺ کے اقوال' آپ کے افعال' آپ کی صفات اور آپ کے احوال' اور آپ کی تقریرات یعنی آپ کے سامنے کوئی کام کیا جائے اور آپ اس کو رد نہ فرمائیں' بلکہ اس کو مقرر اور ثابت رکھیں۔

باب سابق کے ساتھ اس کی مناسبت یہ ہے کہ باب سابق میں عورتوں کو تعلیم دینے کا بیان تھا' اور وہ بھی تعلیم خاص ہے اور اس باب میں حضرت ابو ہریرہ کے ایک سوال کا جواب ہے اور یہ بھی تعلیم خاص ہے۔

۹۹- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ اَبِي عَمْرٍو، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِي سَعِيْدِ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ اَنَّهُ قَالَ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ اَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ؟ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ ظَنَنْتُ يَا اَبَا هُرَيْرَةَ اَنْ لَّا يَسْاَلَنِي عَنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ اَحَدٌ اَوَّلُ مِنْكَ، لِمَا رَاَيْتُ مِنْ حِرْصِكَ عَلَى الْحَدِيْثِ، اَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ خَالِصًا مِنْ قَلْبِهِ اَوْ نَفْسِهِ. [طرف الحدیث: ۶۵۷۰]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالعزیز بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے سلیمان نے حدیث بیان کی از عمرو بن ابی عمرو از سعید بن ابی سعید المقبری از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا: یارسول اللہ! یہ کہا گیا ہے کہ قیامت کے دن آپ کی شفاعت کے حصول میں کون زیادہ کامیاب ہوگا؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے ابوہریرہ! بے شک میرا یہ گمان تھا کہ اس حدیث کے متعلق تم سے پہلے مجھ سے کوئی سوال نہیں کرے گا' کیونکہ حدیث کے اوپر تمہاری حرص مجھے معلوم ہے' قیامت کے دن میری شفاعت کے حصول میں سب سے زیادہ وہ شخص کامیاب ہوگا' جس نے خلوص قلب یا اخلاص نفس کے ساتھ لا الہ الا اللہ پڑھا۔

(السنن الکبریٰ للنسائی: ۵۸۴۲' صحیح ابن خزیمہ ج ۲ ص ۶۹۹' الشریعۃ للآجری ص ۳۴۰' شرح السنۃ: ۴۳۳۶' السنۃ لابن ابی عاصم: ۸۲۵' مسند احمد ج ۲ ص ۳۷۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۸۸۵۸ ۔ ج ۱۴ ص ۴۴۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

باب کے عنوان سے اس حدیث کی مطابقت اس طرح ہے کہ اس میں رسول اللہ ﷺ کا حضرت ابوہریرہ سے یہ ارشاد ہے کہ مجھے تمہاری حدیث پر حرص کا علم ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) عبدالعزیز بن عبداللہ القرشی العامری الاویسی المدنی الفقیہ' ان سے امام بخاری' امام ابوداؤد اور امام ترمذی نے روایت کی

ہے ابوحاتم نے کہا: یہ مدنی صدوق ہیں (۲) سلیمان بن بلال' ان کا تعارف ہو چکا ہے (۳) عمرو بن ابی عمرو میسرہ المخزومی القرشی المدنی' انہوں نے حضرت انس بن مالک وغیرہ سے روایت کی ہے اور ان سے امام مالک اور الدراوردی نے روایت کی ہے' امام ابوزرعہ نے کہا: یہ ثقہ ہیں' ابوحاتم نے کہا: ان کی روایت میں کوئی حرج نہیں' اور یحییٰ بن معین نے کہا: یہ ضعیف ہے' قوی نہیں ہے اور حجت نہیں ہے' یہ ۱۳۶ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) سعید بن ابی سعید المقبری (۵) حضرت ابو ہریرہ عبد الرحمان بن صخر رضی اللہ عنہ۔

(عمدۃ القاری ج ۲ ص ۱۸۹)

سعادت کا معنی اور آپ کی شفاعت کی سب سے زیادہ سعادت حاصل کرنے کی تفصیل

اس حدیث میں ''اسعد'' کا لفظ ہے' یہ ''سعد'' کا اسم تفضیل ہے' ''سعد'' کا معنی ہے: مبارک' یہ منحوس کی ضد ہے' بہت سارے لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت کی سعادت اور برکت حاصل ہوگی' لیکن مخلص مومن کو سب سے زیادہ سعادت حاصل ہوگی۔(۱) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میدانِ محشر کی ہولناکی سے چھڑانے کے لیے تمام مخلوق کی شفاعت کریں گے (۲) بعض کفار کے لیے تخفیف عذاب کی شفاعت کریں گے' جیسے ابوطالب کے لیے (۳) بعض مؤمنین کو دوزخ میں داخل کر دیا جائے گا' آپ ان کو دوزخ سے نکالنے کی شفاعت کریں گے (۴) بعض مؤمنین دوزخ میں دخول کے مستحق ہوں گے' ان کو دوزخ میں داخل نہ کرنے کی شفاعت کریں گے (۵) بعض مؤمنین کو جنت میں بغیر حساب کے داخل کرنے کی شفاعت کریں گے (۶) بعض کے لیے درجات میں بلندی کی شفاعت کریں گے (۷) جن کی نیکیاں اور بُرائیاں برابر ہوں گی' ان کو جنت میں داخل کرنے کی سفارش کریں گے۔ یہ سب لوگ آپ کی شفاعت کی سعادت حاصل کریں گے' لیکن سب سے زیادہ آپ کی شفاعت وہ حاصل کرے گا' جو خلوصِ قلب سے ایمان لایا ہو۔

شفاعت کا لغوی اور اصطلاحی معنی' شفاعت میں مذاہب اور شفاعت میں اہل سنت کے مؤقف پر قرآن مجید اور احادیث سے دلائل

شفاعت کا لفظ شفع سے بنا ہے' اس کا معنی ہے: ایک چیز کے ساتھ اس کی مثل ملانا' جیسے ایک رکعت کے ساتھ اس کی مثل ملائی جائے تو اس کو شفع (دوگانہ) کہتے ہیں' کوئی شخص کسی مکان کے ساتھ اس کی مثل ملائے تو اس کو ''شفعۃ'' کہتے ہیں' اور جب مجرم اپنے ساتھ کسی معاون کو ملائے تو اس کو شفاعت کہتے ہیں' اکثر شفاعت کا اطلاق اس پر ہوتا ہے' جب ادنیٰ شخص کسی اعلیٰ شخص کو اپنے ساتھ ملائے۔

اہل سنت و جماعت کا مذہب ہے کہ گناہ کبیرہ کے مرتکبین کو دوزخ سے بچانے اور ان کو دوزخ سے نکالنے کے لیے شفاعت ہوگی اور خوارج اور معتزلہ کبیرہ گناہ کے مرتکبین کے لیے شفاعت کے قائل نہیں ہیں' وہ کہتے ہیں کہ صرف صغائر کے لیے اور نیک لوگوں کے درجات میں بلندی کے لیے شفاعت ہوگی' ان کی دلیل اس قسم کی آیات ہیں:

فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشّٰفِعِيْنَ ○ (المدثر: ۴۸) ان کو شفاعت کرنے والوں کی شفاعت نفع نہیں دے گی ○

مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ حَمِيْمٍ وَّلَا شَفِيْعٍ يُّطَاعُ ○ (المومن: ۱۸) ظالموں کا نہ کوئی دوست ہوگا' نہ شفاعت کرنے والا جس کی شفاعت قبول کی جائے ○

ہم کہتے ہیں کہ اس قسم کی آیات کفار کے حق میں وارد ہیں اور یہ آیات مؤمنین مرتکبین کبائر کے لیے نہیں ہیں' اور مؤمنین مرتکبین کبائر کی شفاعت کا ثبوت اس قسم کی آیات سے ہے: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اصحاب کبائر کی شفاعت کرتے ہوئے فرمایا:

فَمَنْ تَبِعَنِیْ فَاِنَّہٗ مِنِّیْ وَمَنْ عَصَانِیْ فَاِنَّکَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ○ (ابراہیم:۳۶)

جس نے میری پیروی کی وہ میرے طریقہ پر ہے اور جس نے میری نافرمانی کی تو بے شک تو بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے○

وَلَوْ اَنَّھُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ جَآءُوْکَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰہَ وَاسْتَغْفَرَ لَھُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰہَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا○ (النساء:۶۴)

اگر یہ لوگ گناہ کر کے اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھیں تو آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوں اپنے گناہوں پر اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کریں اور رسول ان کی شفاعت کریں تو یہ اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا بے حد رحم فرمانے والا پائیں گے○

اور درج ذیل احادیث میں بھی شفاعت کی تصریح ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر نبی کی ایک دعا ضرور قبول ہوتی ہے اور ہر نبی نے اس دعا کو دنیا میں خرچ کر لیا اور میں نے اس دعا کو قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کے لیے بچا کر رکھا ہے اور یہ ان شاء اللہ میری امت کے ہر اس فرد کو حاصل ہوگی جو اللہ کے ساتھ بالکل شرک نہیں کرے گا۔

(صحیح مسلم:۱۹۹ سنن ترمذی:۳۶۰۲ سنن ابن ماجہ:۴۳۰۷ مسند احمد ج ۲ ص ۴۲۶)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری شفاعت میری امت کے کبیرہ گناہ کرنے والوں کے لیے ہے۔ (سنن ابوداؤد:۴۷۳۹ سنن ترمذی:۲۴۳۶ سنن بیہقی ج ۸ ص ۱۷۔۱۹۰ مشکوٰۃ:۵۵۹۸ کامل ابن عدی ج ۱ ص ۳۴۲۔ج ۲ ص ۵۱۲۔ ج ۳ ص ۱۰۰۳ المعجم الکبیر:۱۱۴۵۴ السنۃ لابی عاصم ج ۲ ص ۳۹۹ الترغیب والترہیب ج ۴ ص ۴۴۶ صحیح ابن حبان:۶۵۹۲ کنز العمال:۳۹۰۵۵ مسند احمد ج ۳ ص ۲۱۳)

شرح صحیح مسلم میں شفاعت کی بحث

شرح صحیح مسلم:۱۰۶۶۔ج ۲ ص ۸۱۔۳۱ میں ہم نے شفاعت پر بہت طویل بحث کی ہے اس کے حسب ذیل عنوان ہیں:
(۱) شفاعت کا لغوی معنی (۲) شفاعت کا اصطلاحی معنی (۳) اہل قبلہ کے شفاعت میں نظریات (وہابیہ دیابنہ اہل سنت) (۴) خوارج کے شبہ کا ازالہ (۵) بعض مخالفین کے شبہ کا ازالہ (۶) انبیاء علیہم السلام کی حضور الوہیت میں وجاہت (۷) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حضور الوہیت میں وجاہت قرآن سے (۸ آیات) (۸) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وجاہت احادیث سے ۱۰ احادیث (۹) شفاعت پر قرآن کریم سے دلائل ۵۱ آیات (۱۰) شفاعت پر احادیث سے دلائل ۴۰ احادیث (۱۱) اقسام شفاعت ۴۹ اقسام (۱۲) نظریہ کفارہ مسیح اور شفاعت میں فرق۔

✻ تبیان القرآن میں بھی ہم نے شفاعت کے موضوع پر بہت تفصیل کے ساتھ لکھا ہے۔ (دیکھئے: ج ۷ ص ۴۳۸۔۴۸۱ طٰہٰ:۱۰۹۔۱۱۲)

۳۴- بَابُ کَیْفَ یُقْبَضُ الْعِلْمُ — علم کو کس طرح اٹھالیا جائے گا؟

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت اس طرح ہے کہ باب سابق میں حدیث کی حرص کا بیان ہے اور علم حدیث تمام انواع علوم میں سب سے اشرف اور افضل علم ہے اور اس باب میں علوم کے اٹھانے کا ذکر ہے سو اس میں یہ تنبیہ ہے کہ اس سے پہلے کہ علوم اٹھالیے جائیں علم حدیث پر حرص کر کے اس کو زیادہ سے زیادہ حاصل کر لیا جائے۔

اس کے بعد امام بخاری نے اس اثر معلق کا ذکر کیا ہے:

وَكَتَبَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ إِلَى أَبِي بَكْرِ بْنِ حَزْمٍ انْظُرْ مَا كَانَ مِنْ حَدِيثِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاكْتُبْهُ، فَإِنِّي خِفْتُ دُرُوسَ الْعِلْمِ وَذَهَابَ الْعُلَمَاءِ، وَلَا يُقْبَلُ إِلَّا حَدِيثُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلْيُفْشُوا الْعِلْمَ، وَلْيَجْلِسُوا حَتَّى يُعَلَّمَ مَنْ لَا يَعْلَمُ، فَإِنَّ الْعِلْمَ لَا يَهْلِكُ حَتَّى يَكُونَ سِرًّا.

اور عمر بن عبد العزیز نے ابوبکر بن حزم کی طرف مکتوب لکھا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جو حدیث بھی ہے' اس کو تلاش کر کے لکھ لو' کیونکہ مجھے یہ خطرہ ہے کہ علم مٹ جائے گا اور علماء (دنیا سے) چلے جائیں گے اور (پھر) صرف نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث کو قبول کیا جائے گا اور علم کو پھیلاؤ' اور مجلس (تعلیم) منعقد کرو' حتیٰ کہ جس کو علم نہیں ہے اس کو تعلیم دی جائے کیونکہ علم اس وقت تک ضائع نہیں ہوگا' حتیٰ کہ اس کو راز بنالیا جائے۔

اثر مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) عمر بن عبد العزیز کا بھی خلفاء راشدین مہدیین میں شمار کیا گیا ہے' '' کتاب الایمان '' میں ان کا تعارف ہو چکا ہے۔

(۲) ابوبکر بن حزم بن محمد بن حزم الانصاری المدنی ہیں' سلیمان بن عبد الملک اور عمر بن عبد العزیز نے ان کو قضا کا منصب دیا اور حج کا امیر بنایا اور ان کو مدینہ کا گورنر بنا دیا' یہ ڈاڑھی میں عنابی رنگ کا خضاب لگاتے تھے' یہ ۸۴ سال کی عمر گزار کر ہشام بن عبد الملک کی خلافت میں ۱۲۰ ھ میں فوت ہو گئے' امام ترمذی کے سوا باقی ائمہ ستہ نے ان سے احادیث روایت کی ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲ ص ۱۹۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

عمر بن عبد العزیز کا احادیث کی تدوین کا حکم دینا

اس تعلیق میں یہ بتایا ہے کہ احادیثِ نبویہ کی تدوین عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ہوئی ہے' اس سے پہلے علماء حدیث اپنے حفظ پر اعتماد کرتے تھے' عمر بن عبد العزیز ۱۰۰ھ کی ابتداء میں خلیفہ مقرر ہوئے تھے' جب ان کو یہ خطرہ ہوا کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث کو لکھ کر منضبط اور مدون نہ کیا گیا تو وہ ضائع ہو جائیں گی' کیونکہ علماء کے فوت ہونے سے ان کے ساتھ ساتھ علم بھی اٹھ رہا ہے تو انہوں نے احادیث کو تلاش کر کے انہیں لکھنے اور منضبط کرنے کا حکم دیا' ابونعیم نے '' تاریخ اصبہان '' میں اس قصہ کا ذکر کیا ہے۔ (اس تصریح سے معلوم ہوا کہ منکرین حدیث کا یہ پروپیگنڈا غلط ہے کہ اڑھائی سو سال بعد احادیث کی تدوین کی گئی۔ سعیدی غفرلہٗ)

(فتح الباری ج ۱ ص ۶۴۶' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

اس کے بعد امام بخاری لکھتے ہیں:

حَدَّثَنَا الْعَلَاءُ بْنُ عَبْدِ الْجَبَّارِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُسْلِمٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ بِذَلِكَ، يَعْنِي حَدِيثَ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ، إِلَى قَوْلِهِ ذَهَابَ الْعُلَمَاءِ.

ہمیں العلاء بن عبد الجبار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد العزیز بن مسلم نے حدیث بیان کی از عبد اللہ بن دینار' اس اثر کی یعنی عمر بن عبد العزیز کی حدیث' علماء کے (دنیا سے) جانے تک۔

اثر مذکور کے رجال کا تعارف

امام بخاری نے اس اثر کو روایت کر کے یہ اشارہ کیا ہے کہ یہ اثر صرف تعلیقاً مروی نہیں ہے بلکہ موصولاً بھی مروی ہے۔

یہ اثر العلاء بن عبد الجبار سے مروی ہے' ابوحاتم نے کہا: یہ صالح الحدیث ہیں' العجلی نے کہا: یہ ثقہ ہیں' یہ ۲۱۲ھ میں فوت ہو گئے تھے' امام ترمذی' امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے ان سے احادیث روایت کی ہیں' امام مسلم نے ان سے کوئی حدیث روایت نہیں کی۔

اس اثر کے دوسرے راوی عبد العزیز بن مسلم ہیں' امام بخاری نے ان سے متعدد احادیث روایت کی ہیں' یحییٰ بن معین اور ابوحاتم نے کہا: یہ ثقہ ہیں' یحییٰ بن اسحاق نے کہا: یہ ابدال میں سے تھے' امام ابن ماجہ کے سوا باقی ائمہ ستہ نے ان سے احادیث روایت کی ہیں' یہ ۱۶۷ھ میں فوت ہو گئے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۱۹۶)

۱۰۰- حَدَّثَنَا اِسْمَاعِیْلُ بْنُ اَبِیْ اُوَیْسٍ قَالَ حَدَّثَنِیْ مَالِكٌ' عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ' عَنْ اَبِیْهِ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَقْبِضُ الْعِلْمَ اِنْتِزَاعًا يَنْتَزِعُهُ مِنَ الْعِبَادِ' وَلٰكِنْ يَّقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعُلَمَاءِ' حَتّٰى اِذَا لَمْ يُبْقِ عَالِمًا' اِتَّخَذَ النَّاسُ رُؤُوْسًا جُهَّالاً' فَسُئِلُوْا' فَاَفْتَوْا بِغَيْرِ عِلْمٍ' فَضَلُّوْا وَاَضَلُّوْا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن ابی اویس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از ہشام بن عروہ از والد خود از حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما' انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: بے شک اللہ علم کو (اس طرح) نہیں اٹھائے گا کہ علم کو بندوں (کے سینوں) سے نکال لے' لیکن علماء کے اٹھانے سے علم کو اٹھالے گا' حتیٰ کہ جب وہ کسی عالم کو باقی نہیں رکھے گا تو لوگ جاہلوں کو سردار بنالیں گے' ان سے سوال کیا جائے گا تو وہ بغیر علم کے فتوے دیں گے' پس خود بھی گم راہ ہوں گے اور لوگوں کو بھی گم راہ کریں گے۔

قَالَ الْفِرَبْرِیُّ حَدَّثَنَا عَبَّاسٌ قَالَ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ' عَنْ هِشَامٍ نَحْوَهُ. [طرف الحدیث: ۷۳۰۷]

فربری نے کہا: ہمیں عباس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از ہشام' اسی حدیث کی مثل۔

(صحیح مسلم: ۲۶۷۳' سنن ترمذی: ۲۶۵۲' سنن ابن ماجہ: ۵۲' السنن الکبریٰ للنسائی: ۵۹۰۷' مصنف عبد الرزاق: ۲۰۴۸۱' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۵ ص ۱۷۷' مسند الحمیدی: ۵۸۱' الزہد لابن المبارک: ۸۱۶' صحیح ابن حبان: ۴۵۷۱' المعجم الاوسط: ۵۵' شرح السنۃ: ۱۴۷' حلیۃ الاولیاء ج ۱۰ ص ۲۵' تاریخ اصبہان ج ۱ ص ۱۹۶' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۶ ص ۵۴۳' تاریخ بغداد ج ۳ ص ۷۴' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۲۲۹۲' البزار: ۲۳۳' مسند احمد ج ۲ ص ۱۶۲ طبع قدیم' مسند احمد: ۶۵۱۱۔ ج ۱۱ ص ۵۹' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں علم کے اٹھائے جانے کا ذکر ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں اور ان سب کا پہلے تعارف ہو چکا ہے۔

علم کو سینوں سے نکالنے پر قدرت کے باوجود علم کو سینوں سے نہ نکالنا اور اس باب کی مؤید دیگر احادیث

اس حدیث میں فرمایا: بے شک اللہ علم کو نہیں اٹھائے گا کہ علم کو بندوں سے نکال لے' لیکن علماء کے اٹھانے سے علم کو اٹھالے گا۔

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اپنے بندوں کو جو علم عطا فرمایا ہے' وہ ان سے واپس نہیں لے گا' جو علم اللہ تعالیٰ کی معرفت کراتا ہے اور جس سے اس کے احکام شرعیہ کا پتا چلتا ہے' ہاں! اگر کوئی شخص علم کو ضائع کر دے تو پھر اللہ تعالیٰ اس سے علم کو اٹھالیتا ہے' مگر اس علم کو اس کے سینہ سے نہیں نکالتا' اس حدیث کی مزید وضاحت اس حدیث سے ہوتی ہے:

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار فرمایا: علم کے ختم ہونے سے پہلے اس کو حاصل کر لو'

مسلمانوں نے کہا: یارسول اللہ! علم کیسے ختم ہوگا! حالانکہ ہم میں اللہ کی کتاب موجود ہے' پھر آپ غضب ناک ہوئے' اللہ آپ کو غضب میں نہ لائے' پھر آپ نے فرمایا: تم کو تمہاری مائیں روئیں' کیا بنی اسرائیل میں تورات اور انجیل موجود نہیں تھیں' پھر کوئی چیز ان سے کفایت نہ کرسکی' پھر آپ نے تین بار فرمایا: بے شک حاملینِ علم کے اٹھ جانے سے علم اٹھ جاتا ہے۔

(المعجم الکبیر: ۷۹۰۶۔ ج ۸ ص ۲۳۲' داراحیاء التراث العربی' بیروت)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حجۃ الوداع کے موقع پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کھڑے ہوئے' اس دن آپ اونٹ پر سوار تھے اور آپ نے حضرت الفضل بن عباس رضی اللہ عنہما کو اپنے پیچھے بٹھایا ہوا تھا' اس وقت آپ نے فرمایا: اے لوگو! علم کو اس سے پہلے حاصل کرلو کہ اس کو اٹھالیا جائے' اس سے پہلے قرآن مجید میں یہ آیت نازل ہو چکی تھی:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْـَٔلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ. (المائدہ: ۱۰۱)

اے ایمان والو! اشیاء کے متعلق سوال نہ کرو' اگر وہ تم پر ظاہر کردی گئیں تو تم کو بُرا لگے گا۔

ہم کئی چیزوں کا ذکر کرتے تھے اور یہ آیت ہم کو سوال کرنے سے منع کرتی تھی' پھر ہمارے پاس ایک اعرابی آیا' مسلمانوں نے اس کو ایک چادر پہنائی' اس نے اس چادر کو بہ طور عمامہ باندھ لیا' حتیٰ کہ میں نے اس چادر کا کنارہ اس کی بائیں بھوں پر دیکھا' پھر ہم نے کہا: تم نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے سوال کرو' اس نے کہا: یا نبی اللہ! علم ہم سے کس طرح اٹھالیا جائے گا' حالانکہ ہمارے پاس قرآن مجید ہے' ہم نے اس کا علم حاصل کرلیا ہے اور ہم نے اپنی بیویوں کو اور اپنی اولاد کو اور اپنے خدام کو قرآن مجید سکھا دیا ہے' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنا سر اٹھایا اور آپ کے چہرے پر غضب کی سرخی چھائی ہوئی تھی' آپ نے فرمایا: اے شخص! تیری ماں تجھے روئے' یہ یہود اور نصاریٰ ہیں' ان کے سامنے ان کی کتابیں ہیں' ان کے انبیاء جو کچھ لے کر آئے تھے' یہ اس کے ایک حرف کے ساتھ بھی متعلق نہیں ہوئے' پھر آپ نے تین بار فرمایا: سنو! اہل علم کے (دنیا سے) چلے جانے سے علم چلا جاتا ہے۔

(المعجم الکبیر: ۷۸۶۷۔ ج ۸ ص ۲۱۶۔ ۲۱۵' داراحیاء التراث العربی' بیروت)

علم کو سینوں سے نکال لینا اللہ تعالیٰ کی قدرت میں ہے' لیکن یہ احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں کہ اس کا وقوع نہیں ہوگا۔

جہل کی دو قسمیں: جہل بسیط اور جہل مرکب اور دیگر مسائل

نیز اس حدیث میں جاہلوں کا ذکر ہے' اور جہل کی دو قسمیں ہیں: جہل بسیط اور جہل مرکب' جہل بسیط یہ ہے کہ آدمی کو کسی چیز کا علم نہ ہو اور وہ کہے: مجھے اس چیز کا علم نہیں ہے اور جہل مرکب یہ ہے کہ اس کو کسی چیز کا علم نہ ہو اور وہ یہ سمجھے کہ اس کو اس چیز کا علم ہے' اس کی دو جہالتیں ہیں: ایک تو وہ اس چیز سے جاہل ہے اور دوسرے وہ اپنی جہالت سے بھی جاہل ہے۔ اس حدیث میں جن جاہلوں کو مفتی بنانے کا ذکر ہے' اس سے مراد وہ جاہل ہیں' جو جہل مرکب میں مبتلا ہوں۔

نیز اس حدیث میں جاہلوں کو رئیس اور سردار بنانے کی مذمت ہے اور علم کی حفاظت کرنے اور علم کے ساتھ مشغول رہنے کی ترغیب ہے اور یہ کہ حقیقی ریاست علماء اور مفتیوں کی ہے۔

* اس باب کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۶۶۷۲۔ ج ۷ ص ۴۰۵ پر ہے اور اس کی شرح کا عنوان ہے: (۱) علم کے اٹھنے اور جہل کے پھیلنے کی پیش گوئی ہمارے زمانہ میں پوری ہوئی (۲) جاہلوں کو رئیس اور شیخ بنانے کی مذمت۔

۳۵- بَابُ هَلْ يُجْعَلُ لِلنِّسَاءِ يَوْمٌ عَلٰى حِدَةٍ فِي الْعِلْمِ

کیا خواتین کی تعلیم کے لیے علیحدہ دن مقرر کیا جائے

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت اس طرح ہے کہ باب سابق علم کو اٹھانے کے متعلق تھا' جس کو علم کی حفاظت لازم ہے اور اس باب میں بھی علم کی حفاظت کا بیان ہے کیونکہ جب خواتین نے آپ سے یہ سوال کیا کہ آپ ان کی تعلیم کے لیے علیحدہ دن مقرر کر دیں تو آپ نے ان سے ایک دن کا وعدہ فرمالیا' جس میں آپ ان کو تعلیم دیں گے اور اس سے بھی علم کی حفاظت ہوگی۔

۱۰۱- حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ الْاَصْبَهَانِيِّ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا صَالِحٍ ذَكْوَانَ يُحَدِّثُ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَتِ النِّسَاءُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَلَبَنَا عَلَيْكَ الرِّجَالُ، فَاجْعَلْ لَّنَا يَوْمًا مِّنْ نَفْسِكَ، فَوَعَدَهُنَّ يَوْمًا لَقِيَهُنَّ فِيْهِ، فَوَعَظَهُنَّ وَاَمَرَهُنَّ، فَكَانَ فِيْمَا قَالَ لَهُنَّ مَا مِنْكُنَّ امْرَاَةٌ تُقَدِّمُ ثَلَاثَةً مِنْ وَّلَدِهَا، اِلَّا كَانَ لَهَا حِجَابًا مِّنَ النَّارِ. فَقَالَتِ امْرَاَةٌ وَاثْنَيْنِ؟ فَقَالَ وَاثْنَيْنِ.

[اطراف الحدیث:۱۲۴۹-۱۳۱۰-۷] [صحیح مسلم:۲۶۳۳، السنن الکبریٰ للنسائی:۵۸۹۶، مسند ابویعلیٰ: ۱۲۷۹، صحیح ابن حبان:۲۹۴۴، شرح السنۃ:۱۵۴۶، شعب الایمان: ۹۷۴۳، مسند احمد ج ۳ ص ۳۴ طبع قدیم' مسند احمد:۱۱۲۹۶-ج ۱۷ ص ۳۹۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابن الاصبہانی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے ابوصالح ذکوان سے سنا' وہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کرتے تھے کہ خواتین نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ کے اوپر مرد غالب ہو گئے ہیں' آپ اپنی طرف سے ہمارے لیے ایک دن مقرر کر دیں' آپ نے ان سے ایک دن کا وعدہ فرمالیا جس دن میں آپ نے ان سے ملاقات کی' ان کو نصیحت کی اور ان کو (کچھ اعمال کا) حکم دیا اور آپ نے ان سے جو کچھ فرمایا' اس میں یہ ارشاد بھی تھا: تم میں سے جو عورت بھی اپنے تین بچوں کو پہلے بھیج دے گی' وہ اس کے لیے دوزخ کی آگ سے حجاب ہو جائیں گے' ایک خاتون نے کہا: اور دو؟ آپ نے فرمایا: اور دو بھی۔

اس حدیث کی عنوان باب کے ساتھ مطابقت واضح ہے کیونکہ اس حدیث میں خواتین کے لیے علیحدہ دن مقرر کرنے کا ذکر ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) آدم بن ابی ایاس (۲) شعبہ ابن الحجاج' ان کا تعارف ہو چکا ہے (۳) عبدالرحمان بن عبداللہ الاصبہانی الکوفی' یہ شعبہ' ابوعوانہ اور ابن عیینہ سے روایت کرتے ہیں اور ان سے عبداللہ بن معقل اور ابوصالح وغیرہ روایت کرتے ہیں' ابوحاتم نے کہا: ان کی روایت میں کوئی حرج نہیں ہے' امام نسائی کے علاوہ باقی ائمہ ستہ نے ان سے احادیث کی روایت کی ہے' یہ خالد کی امارت میں عراق میں فوت ہو گئے تھے (۴) ابوصالح ذکوان (۵) حضرت ابوسعید' سعد بن مالک الخدری رضی اللہ عنہ' ان کا تعارف ہو چکا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲ ص ۲۰۰)

آپ پر مردوں کے غالب آنے کی وضاحت

اس حدیث میں مذکور ہے کہ خواتین نے کہا: آپ پر مرد غالب آ گئے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ ہفتہ کے تمام دنوں میں مرد آپ کے ساتھ لازم رہتے ہیں' اور وہی آپ سے علم کی باتیں اور دینی مسائل کو سنتے ہیں' اور ہم خواتین جسمانی طور پر کمزور ہیں اور مردوں سے مزاحمت کی طاقت نہیں رکھتیں' تو آپ ہفتہ کے دنوں میں سے کوئی ایک دن ہمارے لیے بھی مقرر کر دیں' جس دن میں ہم آپ سے علم کی باتیں اور دینی مسائل کا سماع کریں۔

پلک جھپکنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے وحی کا رابطہ

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ایک خاتون نے کہا: اور دو؟ آپ نے فرمایا: اور دو بھی۔

یہ خاتون حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا تھیں' ایک قول یہ ہے کہ کوئی اور خاتون تھیں۔

اس میں یہ دلیل ہے کہ دو فوت شدہ بچوں کا بھی تین فوت شدہ بچوں والا حکم ہے' ہو سکتا ہے کہ اسی وقت آپ پر وحی نازل ہوئی ہو کہ آپ دو بچوں کے متعلق بھی مثبت جواب دے دیں' اور یہ محال نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے جس وقت سوال کیا گیا تھا' اسی وقت پلک جھپکنے میں آپ پر وحی نازل ہوگئی ہو' علامہ نووی نے کہا ہے کہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے پہلے آپ پر وحی نازل ہوگئی ہو اور علامہ ابوالحسن القابسی وغیرہ نے کہا ہے کہ امام بخاری نے ''کتاب الرقاق'' میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث روایت کی ہے' جو اس پر دلالت کرتی ہے کہ ایک بھی دو کی مثل ہے' وہ احادیث یہ ہیں:

نابالغ بچوں کے ماں باپ کو بخشوانے کے متعلق دیگر احادیث

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: جب میں اپنے مومن بندہ کے اہل دنیا میں سے (گناہوں سے) صاف بندے کی روح کو قبض کرلوں اور وہ (اس پر صبر کرنے میں) ثواب کی نیت کرے تو میرے پاس اس کی جزاء صرف جنت ہے۔ (صحیح البخاری: ۶۴۲۴)

اور نابالغ بچے سے بڑھ کر صاف بندہ کون ہوگا! اور ''سنن ترمذی'' میں صریح حدیث ہے کہ دو اور ایک بھی تین کی طرح ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: جس نے تین نابالغ بچوں کو بھیجا' وہ اس کے لیے دوزخ کی آگ سے محفوظ قلعہ بن جائیں گے' حضرت ابوذر نے کہا: میں نے تو دو کو بھیجا ہے' آپ نے فرمایا: اور دو بھی' پھر حضرت ابی بن کعب سید القراء نے کہا: میں نے تو ایک کو بھیجا ہے' آپ نے فرمایا: اور ایک بھی' لیکن یہ اس وقت ہے جب وہ پہلی بار صدمہ پہنچنے کے وقت صبر کرے۔ (سنن ترمذی: ۱۰۶۱' سنن ابن ماجہ: ۱۶۰۶' مسند احمد ج ۱ ص ۳۷۵)

ایک اور حدیث میں اس سے زیادہ تصریح ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میری امت میں سے جس نے دو نابالغ بچے اپنے سے پہلے بھیج دیئے' اللہ تعالیٰ ان بچوں کے سبب سے اس کو جنت میں داخل کردے گا۔

حضرت عائشہ نے کہا: اور آپ کی اُمت میں سے جس شخص کا پہلے بھیجا ہوا ایک بچہ ہو؟ آپ نے فرمایا: اور جس کا ایک بچہ ہوا' اُسے خیر کی توفیق دی گئی!! حضرت عائشہ نے کہا: اور جس کا آپ کی امت میں سے پہلے بھیجا ہوا کوئی بچہ نہ ہو؟ آپ نے فرمایا: پھر میں اپنی امت کا پیش رو ہوں! میری (وفات کی) مثل سے بڑھ کر ان کو کوئی مصیبت نہیں پہنچی۔ (سنن ترمذی: ۱۰۶۲' مسند احمد ج ۱ ص ۳۳۴)

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: بے شک ایک ناتمام بچہ اپنے رب سے جھگڑے گا' جب اس کے ماں باپ کو دوزخ میں داخل کیا جائے گا' پس کہا جائے گا: اے ناتمام بچے! اپنے رب سے جھگڑنے والے! اپنے ماں باپ کو جنت میں داخل کردے' پس وہ اپنے ماں باپ کو اپنی ناف سے پکڑ کر گھسیٹتا ہوا لائے گا' حتیٰ کہ ان کو جنت میں داخل کردے گا۔

(سنن ابن ماجہ: ۱۶۰۸' اس حدیث کی سند ضعیف ہے)

خواتین کا عالم سے دینی مسائل معلوم کرنے کا جواز' تعیین یوم کا جواز اور مسلمان بچوں کا جنت میں ہونا

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خواتین اپنے دینی مسائل مرد عالم سے معلوم کرسکتی ہیں اور مرد ان کو جواب دے سکتا ہے' اسی طرح

اور بھی ضروری اُمور میں وہ مردوں سے بات کر سکتی ہیں۔

اس حدیث میں ذکر ہے کہ آپ نے عورتوں کو تعلیم دینے کے لیے ایک دن معین فرمایا' اس سے معلوم ہوا کہ تعلیم اور عبادت کے لیے اپنے اجتہاد سے دن کا تعین کرنا جائز ہے' اس پر قیاس کر کے دیگر کارہائے خیر کے لیے بھی دن کو معین کرنا جائز ہے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مسلمانوں کی نابالغ اولاد جنت میں ہوگی' کیونکہ جب وہ اپنے ماں باپ کو جنت میں لے جائیں گے تو خود تو بہ طریق اولیٰ جنت میں ہوں گے۔

* اس باب کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۶۵۷۵۔ ج ۷ ص ۲۴۶ پر مذکور ہے' وہاں اس حدیث کی شرح نہیں کی گئی۔

۱۰۲- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ' قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ' عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْاَصْبَهَانِيِّ' عَنْ ذَكْوَانَ' عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عبدالرحمان ابن الاصبہانی از ذکوان از حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہی حدیث۔

وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْاَصْبَهَانِيِّ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا حَازِمٍ' عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ ثَلَاثَةٌ لَمْ يَبْلُغُوا الْحِنْثَ. [طرف الحدیث: ۱۲۵۰]

اور از عبدالرحمان بن الاصبہانی' انہوں نے کہا: میں نے ابوحازم سے سنا از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے کہا: تین ایسے بچے جو بلوغت کو نہ پہنچے ہوں۔

حدیث مذکور کی روایت کرنے کے مقاصد

اس حدیث کو روایت کرنے سے امام بخاری کے دو مقصد ہیں: ایک مقصد ہے ابن الاصبہانی کا نام ذکر کرنا' پہلی روایت میں انہوں نے اس کو مبہم ذکر کیا تھا کیونکہ انہوں نے اپنے شیخ سے اس کا نام اسی طرح سنا تھا اور یہ ان کی غایت احتیاط ہے کہ جس طرح اپنے شیخ سے کسی راوی کا نام سنا' اس کو اسی طرح ذکر کر دیا' دوسرا مقصد اس پر متنبہ کرنا ہے کہ یہ حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے اور اس میں یہ اضافہ ہے کہ وہ تین بچے بلوغت کی عمر کو نہ پہنچے ہوں۔

اس حدیث میں ''حنث'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: گناہ' یعنی وہ بچے ابھی گناہ کرنے کی عمر کو نہ پہنچے ہوں یعنی نابالغ ہوں۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

اس حدیث کے رجال میں سے ابوحازم کے علاوہ سب کا پہلے تعارف ہو چکا ہے' ابوحازم کا نام ہے: سلمان الاشجعی الکوفی' یہ عمر بن عبدالعزیز کی خلافت میں فوت ہو گئے تھے' یحییٰ بن معین نے کہا: یہ ثقہ ہیں' بہت بڑی جماعت ان سے روایت کرتی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲ ص ۲۰۴)

۳۶- بَابُ مَنْ سَمِعَ شَيْئًا فَرَاجَعَهُ حَتّٰى يَعْرِفَهُ

جس نے کسی بات کو سنا' پھر بات کرنے والے کی طرف رجوع کیا' حتیٰ کہ اس بات کو سمجھ لیا

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ باب سابق میں عورتوں کو تعلیم دینے کا ذکر تھا' اور عورتوں کی عقل میں کچھ کمی ہوتی ہے' جس کی وجہ سے بعض اوقات انہیں عالم کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت ہوتی ہے اور اس باب میں یہی بیان کیا ہے کہ

جب عالم کی بات سمجھ میں نہ آئے تو پھر اس کی طرف رجوع کیا جائے۔

۱۰۳- حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ اَبِيْ مَرْيَمَ قَالَ اَخْبَرَنَا نَافِعُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ اَبِيْ مُلَيْكَةَ اَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَتْ لَا تَسْمَعُ شَيْئًا لَا تَعْرِفُهُ، اِلَّا رَاجَعَتْ فِيْهِ حَتّٰى تَعْرِفَهُ، وَاَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ حُوْسِبَ عُذِّبَ قَالَتْ عَائِشَةُ فَقُلْتُ اَوَلَيْسَ يَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا﴾؟ (الانشقاق:۸) قَالَتْ فَقَالَ اِنَّمَا ذٰلِكَ الْعَرْضُ، وَلٰكِنْ مَنْ نُوْقِشَ الْحِسَابَ يَهْلِكْ.

[اطراف الحدیث:۴۹۳۹-۶۵۳۶-۶۵۳۷]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن ابی مریم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں نافع بن عمر نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے ابن ابی ملیکہ نے حدیث بیان کی کہ حضرت عائشہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ' جب بھی کسی بات کو سنتیں' جو ان کو سمجھ نہ آتی تو وہ اس میں رجوع کرتیں حتیٰ کہ اس کو سمجھ لیتیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص سے حساب لیا گیا' اس کو عذاب دیا گیا' حضرت عائشہ فرماتی ہیں: میں نے عرض کیا: کیا اللہ تعالیٰ نے قرآن میں یہ نہیں فرمایا: ''پس عنقریب آسان حساب لیا جائے گا''؟ (الانشقاق: ۸) حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں کہ آپ نے فرمایا: یہ تو صرف حساب کو پیش کرنا ہے' لیکن جس سے حساب میں جرح کی گئی' وہ ہلاک ہو جائے گا۔

(صحیح مسلم:۲۸۷۶' سنن ابوداؤد:۳۰۹۳' سنن ترمذی:۳۳۳۷-۲۴۲۶' السنن الکبریٰ للنسائی:۱۱۶۵۹' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۳ ص ۲۴۸' صحیح ابن حبان:۷۳۶۹-۷۳۷۱' الزھد لابن المبارک:۱۳۱۹' مسند اسحاق بن راھویہ:۱۲۴۹' شعب الایمان:۲۶۹' المستدرک ج ۴ ص ۵۸۰' المعجم الاوسط: ۸۵۹۰' مسند احمد ج ۶ ص ۴۷ طبع قدیم' مسند احمد:۲۴۲۰۰-ج ۴۰ ص ۲۳۶' موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ جب حضرت عائشہ کو کوئی بات سمجھ نہ آتی تو وہ اس میں رجوع کرتی تھیں۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) سعید بن ابی مریم المصری' انہوں نے امام مالک وغیرہ سے سماع کیا ہے اور ان سے امام بخاری وغیرہ نے سماع کیا ہے' ابوحاتم راوی نے کہا: یہ ثقہ ہیں' ابن معین نے کہا: یہ ثقۃ الثقات ہیں' یہ ۲۲۴ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) نافع بن عمر بن عبد اللہ القرشی الجمحی المکی' امام احمد بن حنبل نے کہا: یہ ثبت صحیح الحدیث ہیں' یحییٰ بن معین نے کہا: یہ ثقہ ہیں' یہ ۱۶۹ھ میں مکہ میں فوت ہو گئے تھے' بہت بڑی جماعت نے ان سے احادیث روایت کی ہیں (۳) عبد اللہ بن عبید اللہ بن ابی ملیکہ (۴) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا' ان کا تعارف ہو چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۲۰۵)

جس سے حساب لیا گیا' اس کو عذاب دیا گیا' کے دو محمل

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص سے حساب لیا گیا' اس کو عذاب دیا گیا' اس کے دو معنی ہیں: ایک یہ کہ جس دن انسان کے سامنے اس کے گناہ پیش کیے جائیں گے اور اس کو اس کے کیے ہوئے بُرے کاموں پر مطلع کیا جائے گا' یہ اس کے لیے سخت عذاب اور مذمت کا باعث ہے اور دوسرا معنی یہ ہے کہ اس کا حساب لینا' اس کے عذاب کے استحقاق کی طرف پہنچاتا ہے' کیونکہ بندہ جو بھی نیکی کرتا ہے' وہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اور اس کی توفیق سے کرتا ہے اور نیکی پر اس کے ہدایت دینے اور قدرت دینے سے کرتا ہے اور بندہ کے ایسے اعمال بہت کم ہیں' جو اس نے اخلاص سے اللہ کے لیے کیے ہوں۔

اور فرمایا: اس پر جو حساب پیش کیا جائے گا' وہ آسان ہے' یعنی وہ بہت سہل ہے' اس میں کوئی جرح نہیں ہوگی اور اس میں اس پر کوئی ایسا اعتراض نہیں ہوگا' جو اس پر دشوار ہو۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ حدیث اور آیت میں کیا تعارض ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث میں عام حکم بیان کیا گیا ہے کہ جس سے بھی حساب لیا گیا' اس کو عذاب دیا گیا اور آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ ان میں سے بعض کو عذاب نہیں ہوگا اور یہ وہ لوگ ہیں جو اصحاب الیمین ہیں' اس کا جواب یہ ہے کہ آیت میں حساب سے مراد عرض ہے' یعنی حساب کا پیش کرنا اور اس کا اظہار کرنا' اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ بندہ کو اس کے گناہوں کی پہچان کرائی جائے گی' پھر اس سے درگزر کر لیا جائے گا۔

جس سے حساب لیا گیا' اس کو عذاب کیسے ہوگا؟

نیز اس حدیث میں فرمایا: جس سے حساب میں مناقشہ کیا گیا' اس کو عذاب دیا گیا۔ اس کا معنی یہ ہے کہ بندوں پر تقصیر غالب ہے' پس جس سے پورا پورا حساب لیا گیا اور اس کو چھوٹ نہیں دی گئی' وہ ہلاک ہو گیا اور اس کو دوزخ میں داخل کر دیا جائے گا' لیکن اللہ تعالیٰ شرک کے سوا باقی گناہوں کو جس کے لیے چاہے گا' معاف فرما دے گا۔ ایک قول یہ ہے کہ حساب میں مناقشہ کرنا بجائے خود عذاب ہے' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: جس سے حساب لیا جائے گا' اس کو عذاب دیا جائے گا' اور اس کی توجیہ یہ ہے کہ حساب کے مطالبہ سے جو نفس کو وحشت اور اذیت ہوگی' وہ بھی ایک قسم کا عذاب ہے۔

مسائل کی تحقیق میں حدیث پر قرآن سے معارضہ کرنے اور مناظرہ کا جواز

اس حدیث میں حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت کا ثبوت ہے اور مسائل کی تحقیق میں ان کی حرص کا بیان ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر جب حضرت عائشہ نے قرآن مجید کی ایک آیت سے معارضہ کیا تو آپ اس سے ناراض نہیں ہوئے' بلکہ آپ نے قرآن مجید کی اس آیت کا محمل بیان فرمایا کہ اس آیت میں آسان حساب لینے سے مراد حساب کو پیش کرنا ہے' اس سے معلوم ہوا کہ جب شاگرد استاذ پر اعتراض کرے تو استاذ کو ناراض نہیں ہونا چاہیے اور شاگرد کے اعتراض کو دور کرنا چاہیے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قیامت کے دن حساب و کتاب ہوگا اور عذاب بھی ہوگا اور عذاب میں لوگوں کے مختلف درجات ہوں گے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ علمی مسائل میں مناظرہ کرنا اور حدیث پر قرآن مجید سے معارضہ کرنا جائز ہے۔

* باب مذکورہ کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۷۰۹۷۔ ج ۷ ص ۷۰۳ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۳۷- بَابٌ لِيُبَلِّغِ الْعِلْمَ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ — شاہد (حاضر) غائب کو علم پہنچا دے

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت اس طرح ہے کہ باب سابق میں متعلم کی عالم کی طرف مراجعت کا بیان ہے اور اس باب میں غائب تک علم پہنچانے کا ذکر ہے اور جو غائب تک علم پہنچائے گا' وہ اس کی طرف مراجعت کرے گا تو نفس مراجعت میں یہ دونوں باب متناسب ہیں۔ اس کے بعد امام بخاری نے فرمایا:

قَالَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. — اس کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔

یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد شاہد غائب کو پہنچا دے یہ حدیث معلق ہے' ''کتاب الحج'' میں امام بخاری نے اس کو موصولاً روایت کیا ہے اور وہ حدیث یہ ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم النحر (دس ذوالحج) کو لوگوں کو خطبہ دیا' پس فرمایا: اے لوگو! یہ کون

سا دن ہے؟ لوگوں نے کہا: یہ یوم حرام ہے' پھر فرمایا: یہ کون سا شہر ہے؟ لوگوں نے کہا: یہ شہر حرام ہے' پھر فرمایا: یہ کون سا مہینہ ہے؟ لوگوں نے کہا: یہ مہینہ حرام ہے (یعنی احترام والا مہینہ ہے)' آپ نے فرمایا: تمہاری جانیں اور تمہارے مال اور تمہاری عزتیں ایک دوسرے پر اس طرح حرام ہیں' جس طرح تمہارے اس دن میں' تمہارے اس شہر میں اور تمہارے اس مہینہ میں حرمت ہے' پھر آپ نے ان کلمات کو بار بار دہرایا' پھر اپنا سر بلند کر کے فرمایا: اے اللہ! کیا میں نے تبلیغ کر دی! اے اللہ! کیا میں نے تبلیغ کر دی! حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! یہ ضرور آپ کی اپنی امت کے لیے وصیت تھی' شاہد غائب کو پہنچا دے۔ (صحیح البخاری: ۱۷۳۹' سنن ابن ماجہ: ۲۳۳' مسند احمد: ۲۰۵۳۰-۲۰۴۲۹-ج ۵ ص ۳۹)

۱۰۴- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي سَعِيْدٌ عَنْ اَبِي شُرَيْحٍ اَنَّهُ قَالَ لِعَمْرِو بْنِ سَعِيْدٍ. وَهُوَ يَبْعَثُ الْبُعُوْثَ اِلٰى مَكَّةَ. ائْذَنْ لِي اَيُّهَا الْاَمِيْرُ' اُحَدِّثْكَ قَوْلاً قَامَ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْغَدَ مِنْ يَوْمِ الْفَتْحِ' سَمِعَتْهُ اُذُنَايَ' وَوَعَاهُ قَلْبِي' وَاَبْصَرَتْهُ عَيْنَايَ' حِيْنَ تَكَلَّمَ بِهٖ حَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ' ثُمَّ قَالَ اِنَّ مَكَّةَ حَرَّمَهَا اللّٰهُ' وَلَمْ يُحَرِّمْهَا النَّاسُ' فَلَا يَحِلُّ لِامْرِیءٍ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ يَّسْفِكَ بِهَا دَمًا' وَلَا يَعْضِدَ بِهَا شَجَرَةً' فَاِنْ اَحَدٌ تَرَخَّصَ لِقِتَالِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْهَا فَقُوْلُوْا اِنَّ اللّٰهَ قَدْ اَذِنَ لِرَسُوْلِهٖ' وَلَمْ يَاْذَنْ لَكُمْ' وَاِنَّمَا اَذِنَ لِي فِيْهَا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ' ثُمَّ عَادَتْ حُرْمَتُهَا الْيَوْمَ كَحُرْمَتِهَا بِالْاَمْسِ' وَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے لیث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے سعید نے حدیث بیان کی از ابی شریح' انہوں نے عمرو بن سعید سے اس وقت کہا' جب وہ مکہ کی طرف لشکر بھیج رہا تھا: اے امیر! میں آپ سے ایک حدیث بیان کرتا ہوں' جس کو کل نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن کھڑے ہو کر فرمایا تھا' اس حدیث کو میرے دونوں کانوں نے سنا اور میرے دل نے اس کو یاد رکھا اور جس وقت آپ نے وہ حدیث فرمائی' میری دونوں آنکھوں نے آپ کو دیکھا' آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی' پھر فرمایا: بے شک مکہ کو اللہ نے حرم قرار دیا ہے' اس کو لوگوں نے حرام قرار نہیں دیا' سو جو شخص بھی اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان لایا ہو' اس کے لیے مکہ میں خون بہانا جائز نہیں ہے اور نہ مکہ کے درخت کو کاٹنا جائز ہے پس اگر کوئی شخص مکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتال کرنے سے قتال کی رخصت پر استدلال کرے تو اس سے کہو: بے شک اللہ نے اپنے رسول کو اجازت دی تھی اور تمہیں اجازت نہیں دی ہے اور مجھے اس میں صرف دن کی ایک ساعت میں اجازت دی تھی' آج اس کی حرمت پھر لوٹ آئی ہے' جیسا کہ کل اس کی حرمت تھی اور شاہد (حاضر) کو چاہیے' غائب کو (یہ حدیث) پہنچا دے۔

فَقِيْلَ لِاَبِي شُرَيْحٍ مَا قَالَ عَمْرٌو؟ قَالَ اَنَا اَعْلَمُ مِنْكَ يَا اَبَا شُرَيْحٍ' اِنَّ مَكَّةَ لَا تُعِيْذُ عَاصِيًا وَّلَا فَارًّا بِدَمٍ وَّلَا فَارًّا بِخَرْبَةٍ. [اطراف الحدیث: ۱۸۳۲-۴۲۹۵]

پھر ابو شریح سے پوچھا گیا کہ (اس کے جواب میں) عمرو بن سعید نے کیا کہا؟ اس نے کہا: اے ابو شریح! میں اس مسئلہ کو تم سے زیادہ جانتا ہوں' بے شک مکہ کسی نافرمان کو پناہ نہیں دیتا اور نہ قتل کر کے بھاگنے والے کو اور نہ کسی کی چوری کر کے بھاگنے والے کو۔

(صحیح مسلم: ۱۳۵۴' سنن ترمذی: ۸۰۹' سنن نسائی: ۲۸۷۶' سنن کبریٰ: ۵۸۴۶' اخبار مکہ: ۱۴۹۳' المعجم الکبیر: ۴۸۴-ج ۲۲' دلائل النبوۃ للبیہقی

ج ۵ ص ۸۳۔ ۸۲ 'مسند احمد ج ۴ ص ۳۱ طبع قدیم' مسند احمد : ۲۷۱۶۳۔ ج ۲۶ ص ۲۹۳ 'مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

باب کے عنوان کے ساتھ حدیث کی مطابقت اس جملہ میں ہے: شاہد غائب کو حدیث پہنچادے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) عبداللہ بن یوسف التنیسی (۲) لیث بن سعد مصری (۳) سعید بن ابی سعید المقبری' ان سب کا تعارف گزر چکا ہے (۴) ابوشریح خویلد بن صخر الخزاعی الکعبی' یہ فتح مکہ کے بعد اسلام لائے تھے' اس دن انہوں نے بنوکعب بن خزاعہ کے جھنڈے اٹھائے ہوئے تھے' انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے ۲۰ 'احادیث روایت کی ہیں' امام بخاری اور امام مسلم ۲ حدیثوں پر متفق ہیں' امام بخاری ایک حدیث کے ساتھ منفرد ہیں' الواقدی نے کہا ہے کہ حضرت ابوشریح رضی اللہ عنہ عقلاء اہل مدینہ سے تھے' ۶۸ ھ میں فوت ہو گئے۔

(عمدۃ القاری ج ۲ ص ۲۰۹)

بعض مشکل الفاظ کے معانی

''البعوث'' کا معنی ہے: لشکر۔ ''ان یسفك'' خون بہانا۔ ''ولا یعضد'' ''عضد'' کا معنی ہے: درخت کاٹنا۔ ''لاتعیذ عاصیا'' مکہ کسی عاصی پر حد جاری کرنے سے منع نہیں کرتا۔ ''ولا فارا بدم'' جو کسی کو قتل کر کے قصاص کے خوف سے حرم میں پناہ لے' اس کو مکہ پناہ نہیں دیتا۔ ''بخربۃ'' ''خربۃ'' کا معنی ہے: چوری' فساد' عیب' زیادہ تر اونٹوں کی چوری کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

عبدالملک بن مروان اور حجاج بن یوسف کا حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کو شہید کرنا

اس حدیث میں عمرو بن سعید کا نام ہے' یہ ابن امیہ القرشی الاموی ہے' یہ صحابی تھا نہ اخیار تابعین سے تھا' اس کے والد کے صحابی ہونے میں اختلاف ہے' علامہ ابن الاثیر نے کہا: اس کی کنیت ابوامیہ ہے' یہ مدینہ کا امیر تھا اور حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہ سے جنگ کرنے کے لیے جا رہا تھا' پھر ۷۰ ھ (صحیح ۷۳ ھ ہے۔ سعیدی غفرلہ) میں حضرت ابن الزبیر کو عبدالملک بن مروان نے قتل کر دیا تھا۔

عمرو بن سعید' حضرت ابن الزبیر سے قتال کے لیے مکہ کی طرف لشکر روانہ کر رہا تھا' اس کا سبب یہ تھا کہ جب حضرت معاویہ فوت ہو گئے تو یزید نے حضرت ابن الزبیر سے اپنی بیعت کو طلب کیا' حضرت ابن الزبیر اس کی بیعت سے انکار کرتے ہوئے مکہ مکرمہ چلے گئے' اس پر یزید غضب ناک ہوا اور مکہ کے والی یحییٰ بن حکیم کو پیغام بھیجا کہ وہ حضرت عبداللہ بن الزبیر سے بیعت لے' اس نے حضرت ابن الزبیر سے بیعت لے کر یزید کے پاس پیغام بھیج دیا' یزید نے کہا: میں اس کی بیعت کو قبول نہیں کروں گا' حتیٰ کہ اس کو زنجیروں میں جکڑ کر میرے پاس بھیجو' وہ حضرت ابن الزبیر کے پاس گیا' حضرت ابن الزبیر نے کہا: میں بیت اللہ کی پناہ میں ہوں' یزید نے انکار کیا اور عمرو بن سعید کو لکھا کہ وہ مکہ کی طرف لشکر روانہ کرے' سو عمرو بن سعید اس لشکر کو بھیج رہا تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۲۱۲)

علامہ ابوالحسن علی بن ابی الکرم المعروف بابن الاثیر المتوفی ۶۳۰ ھ لکھتے ہیں:

عبدالملک بن مروان نے تین ہزار شامیوں کے لشکر کا حجاج بن یوسف کو امیر بنایا اور اس کو حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہ سے قتال کے لیے روانہ کیا' (الیٰ قولہ) اس سال جب لوگ حج سے فارغ ہو گئے تو حجاج کے منادی نے اعلان کیا کہ تم لوگ اپنے گھروں کو لوٹ جاؤ' کیونکہ ہم ابن الزبیر ملحد پر منجنیق سے سنگ باری کر رہے ہیں' پھر انہوں نے منجنیق سے کعبہ پر پتھر برسانے شروع کر دیے (الیٰ قولہ) انہوں نے حضرت ابن الزبیر سے بہت زبردست قتال کیا' حتیٰ کہ منگل کے دن جمادی الاخرۃ ۷۳ ھ کو حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہ شہید کر دیے گئے (الیٰ قولہ) جس وقت حضرت ابن الزبیر کو شہید کیا گیا' اس وقت ان کی عمر ۷۲ سال تھی' ان کی خلافت نو سال رہی'

کیونکہ ۶۴ھ میں ان کی بیعت کی گئی تھی اور ۷۳ھ میں وہ شہید کر دیئے گئے۔

(الکامل فی التاریخ ج ۴ ص ۷ ۔ ۲۲ ملخصاً وملتقطاً 'دار الکتاب العربی بیروت' ۱۴۰۰ھ)

حضرت ابوشریح نے عمرو بن سعید کو مکہ پر لشکر کشی سے منع کر کے علماء کی ذمہ داری کو پورا کیا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام سے یہ میثاق لیا تھا کہ وہ دین کی تبلیغ کریں گے اور اپنی امتوں کو بیان کریں گے اور اللہ تعالیٰ نے علماء کو انبیاء کا وارث بنایا' اس لیے ان پر بھی دین کی تبلیغ کرنا اور اس کو بیان کرنا اور اس کو تمام روئے زمین پر پھیلانا واجب ہے' حتیٰ کہ اسلام تمام ادیان پر غالب ہو جائے' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے زمانہ میں جس کو بھی دین کی تبلیغ کا حکم دیا' اس پر دین کی تبلیغ کرنا فرض عین ہوگی' لیکن ہمارے دور میں دین کی تبلیغ کرنا فرض کفایہ ہے کیونکہ اب دین ہر طرف پھیل چکا ہے۔

حضرت ابوشریح نے عمرو بن سعید کو مکہ پر حملہ کرنے سے باز رکھنے کی کوشش کی' کیونکہ جب امیر مملکت شریعت کے خلاف کوئی کام کرے تو عالم پر اس کو منع کرنا واجب ہے' خواہ اس نے عالم سے سوال نہ کیا ہو۔

باب کی مذکور حدیث کی تاویل میں حضرت ابوشریح اور عمرو بن سعید میں اختلاف ہوا' حضرت ابوشریح نے اس حدیث کو عموم پر محمول کیا کہ مکہ کی حرمت دائماً ثابت ہے اور کسی فتنہ کی وجہ سے مکہ کو قتال کے لیے مباح کر لینا جائز نہیں ہے اور اس میں کسی کو قتل کرنے کے لیے بھی قتال کرنا جائز نہیں ہے' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ آپ سے پہلے کسی کے لیے مکہ میں قتال کرنا جائز تھا اور نہ آپ کے بعد کسی کے لیے اس میں قتال کرنا جائز ہے' اس میں صرف ایک ساعت کے لیے آپ کا قتال کرنا جائز ہوا تھا' اس کے بعد اس کی حرمت پھر اسی طرح لوٹ آئی' عمرو بن سعید نے اس حدیث کی یہ تاویل کی کہ مکہ کسی نافرمان کو پناہ نہیں دیتا اور حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کو نافرمان اور باغی قرار دیا کیونکہ انہوں نے یزید کی بیعت کرنے سے انکار کر دیا تھا اور اپنی حکومت قائم کر لی تھی۔

عمرو بن سعید کے مقابلہ میں حضرت ابوشریح کی تصریح اولیٰ ہے کیونکہ وہ صحابی ہیں اور اس حدیث کے راوی ہیں' وہ اس حدیث کے مخرج اور اس کے سبب کو سب سے زیادہ جاننے والے تھے۔

علماء اہل سنت کے نزدیک حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما یزید اور عبد الملک بن مروان کی بہ نسبت خلافت کے زیادہ لائق اور حق دار تھے' کیونکہ ان دونوں سے پہلے حضرت ابن الزبیر کی بیعت کر لی گئی تھی اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں اور امام مالک نے کہا ہے کہ حضرت ابن الزبیر' عبد الملک بن مروان سے اولیٰ تھے۔ (شرح ابن بطال ج ۱ ص ۱۷۱۔۱۷۰ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ بدر الدین عینی حنفی نے بھی یہ لکھا ہے کہ حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما یزید کی بہ نسبت خلافت کے زیادہ حق دار تھے' اور ابن بطال کی یہ عبارت نقل کی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۲۱۲)

عمرو بن سعید کے قول پر ابن حزم کا تبصرہ

اس حدیث میں فتح مکہ کا ذکر ہے' بیس رمضان آٹھ ہجری کو مکہ فتح ہوا تھا۔

عمرو بن سعید نے جو حضرت ابن الزبیر کے متعلق کہا تھا کہ حرم عاصی کو پناہ نہیں دیتا' اس پر تبصرہ کرتے ہوئے شیخ علی بن احمد بن سعید بن حزم اندلسی متوفی ۴۵۶ھ نے کہا ہے:

اس لئیم شیطان شرطی فاسق کی کوئی کرامت نہیں ہے' اس کا ارادہ یہ تھا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی سے زیادہ جاننے والا ہے اور یہ فاسق ہی اللہ اور اس کے رسول اور ان کے خلفاء کا عاصی اور نافرمان تھا۔ (المحلی بہ حوالہ عمدۃ القاری ج ۲ ص ۲۱۴)

صحابی نے بھی اپنی روایت میں تاویل کی ہو اور بعد کے فقہاء نے بھی تو کس کی تاویل کا اعتبار کیا جائے گا؟

علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ نے کہا ہے کہ اس میں اختلاف ہے کہ جب صحابی کسی حدیث کو روایت کرے اور اس حدیث کی تاویل اس صحابی نے بھی کی ہو اور بعد کے علماء نے بھی کی ہو تو کس کی تاویل کو ترجیح دی جائے گی؟

علماء کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ اس صحابی کی تاویل کو ترجیح دی جائے گی کیونکہ وہ اس حدیث کا راوی ہے' وہ اس حدیث کے مخرج اور اس کے سبب کو دوسروں سے زیادہ جاننے والا ہے' دوسروں نے یہ کہا ہے کہ اگر اس کی تاویل صحیح نہ ہو تو پھر اس کی تاویل لازم نہیں ہے۔ علامہ المازری نے '' کتاب البرھان '' کی شرح میں کہا ہے کہ راوی کی مخالفت کی کئی اقسام ہیں: (۱) مخالفت بالکلیۃ (۲) مخالفت ظاہرہ بہ طور تخصیص (۳) تاویل محتمل یا مجمل' اور ان تمام اقسام میں اختلاف ہے۔

امام الحرمین نے کہا ہے: امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ راوی کی روایت پر عمل کیا جائے گا اور اس کے عمل کی اتباع نہیں کی جائے گی' امام ابوحنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ اس کے عمل کی اتباع کی جائے گی' اس کی روایت کی اتباع نہیں کی جائے گی' پس جب حدیث عام ہو تو کیا راوی کے عمل کی وجہ سے اس میں تخصیص کی جائے گی؟ اسی طرح جب حدیث کا لفظ مجمل ہو اور راوی اس حدیث کو اس کے کسی ایک احتمال پر محمول کرے تو کیا اس کے مذہب پر عمل کیا جائے گا؟ الخطیب نے کہا ہے کہ مذہب شافعی کا ظاہر یہ ہے کہ اگر راوی کی تاویل ظاہر حدیث کے خلاف ہو تو حدیث کی طرف رجوع کیا جائے گا اور اگر اس کے احتمالات میں سے کوئی ایک احتمال راجح ہو تو اس کی طرف رجوع کیا جائے' امام الحرمین نے اس کی مثال میں یہ حدیث ذکر کی ہے: سونے کی بیع' سونے کے عوض سُود ہے' مگر جو دست بہ دست ہو۔ (صحیح البخاری: ۲۱۷۴' سنن ابوداؤد: ۳۳۴۸' سنن ترمذی: ۱۲۴۳' سنن نسائی: ۴۵۵۹' سنن ابن ماجہ: ۲۲۵۳) حضرت ابن عمر نے اس حدیث کو اس پر محمول کیا ہے کہ اسی مجلس میں قبضہ ہونا چاہیے' اسی طرح حضرت ابن عمر سے حدیث مروی ہے کہ بائع اور مشتری کو اختیار ہوتا ہے' جب تک وہ متفرق نہ ہوں' حضرت ابن عمر نے اس حدیث کو تفرق بالابدان پر محمول کیا ہے۔

فقہاء احناف نے کتے کے جھوٹے میں حضرت ابوہریرہ کی حدیث ذکر کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کے برتن سے کتا پی لے تو اس برتن کو سات مرتبہ دھوؤ۔ (صحیح البخاری: ۱۷۲' صحیح مسلم: ۲۷۹' سنن نسائی: ۶۶' سنن ابن ماجہ: ۳۶۳) اور حضرت ابوہریرہ کا مذہب یہ تھا کہ تین دفعہ دھونے پر اقتصار کرنا جائز ہے اور سات مرتبہ دھونا مستحب ہے۔

علامہ المازری وغیرہ نے کہا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کو باب مخالفت سے شمار کرنا چاہیے' جو بہ معنی نسخ ہے نہ بہ معنی تخصیص' کیونکہ تین دفعہ دھونے پر اقتصار کرنا' سات دفعہ دھونے کے عدد محدود کے خلاف ہے' میں کہتا ہوں کہ حضرت ابوہریرہ نے سات کے عدد کی مخالفت اس لیے کی کہ ان کے نزدیک سات دفعہ دھونا منسوخ ہو چکا تھا اور نسخ پر محمول کرنا صحابی کے حق میں حسن ظن ہے۔

اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ حدیث روایت کی ہے کہ جب اللہ عزوجل نے نماز کو فرض کیا تو دو دو رکعت فرض کی تھیں' حضر میں اور سفر میں' پھر سفر کی نماز تو برقرار رہی' البتہ حضر کی نماز میں دو رکعت زیادہ کر دی گئیں۔ (صحیح البخاری: ۳۵۰' صحیح مسلم: ۶۸۵' سنن ابوداؤد: ۱۱۹۸' سنن نسائی: ۴۵۳) اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سفر میں بھی پوری نماز پڑھتی تھیں' چنانچہ کوفیوں نے ان کے عمل کو ترک کر دیا اور ان کی حدیث پر عمل کیا اور کہا کہ سفر میں نماز کو قصر کرنا فرض ہے۔ اس کو اشہب نے امام مالک سے روایت کیا ہے اور امام شافعی کے نزدیک قصر کرنے میں اور پوری نماز پڑھنے میں اختیار ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۱ ص ۱۷۱' عمدۃ القاری ج ۲ ص ۲۱۵ ملخصاً)

حرم میں حدود اور قصاص نافذ کرنے کے متعلق مذاہب ائمہ

علامہ جمال الدین ابوالفرج عبدالرحمان بن علی بن محمد جوزی حنبلی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

اس پر اجماع ہے کہ جو شخص حرم میں کوئی جرم کرے اس کو امان نہیں دی جائے گی کیونکہ اس نے حرم کی بے حرمتی کی ہے اور امان کو رد کر دیا ہے۔ اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ جس نے حرم سے باہر کوئی جرم کیا' پھر اس نے حرم میں پناہ لے لی' اس کے متعلق ابوبکر المروزی نے امام احمد بن حنبل سے روایت کیا ہے کہ جب اس نے کسی کو قتل کیا ہو یا کسی کا ہاتھ کاٹا ہو یا غیر حرم میں کوئی اور جرم کیا ہو' جو حد لگانے کا موجب ہو' پھر وہ حرم میں داخل ہو گیا ہو تو اس پر حد نہیں لگائی جائے گی اور نہ اس سے قصاص لیا جائے گا' لیکن اس کو کوئی چیز فروخت کی جائے گی نہ اس سے خریدی جائے گی اور نہ اس کو کھانا دیا جائے گا' حتیٰ کہ وہ حرم سے باہر نکل آئے اور اگر اس نے حرم کے اندر کوئی جرم کیا ہے تو اس کو سزا دی جائے گی' اور حنبل سے روایت ہے کہ اس نے حرم سے باہر قتل کیا' پھر حرم میں داخل ہو گیا تو اس کو قتل نہیں کیا جائے گا اور اگر اس کا جرم قتل سے کم ہو تو اس پر حد قائم کی جائے گی' امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کا بھی یہی قول ہے اور امام مالک اور امام شافعی نے کہا ہے کہ خواہ اس نے قتل کیا ہو یا قتل سے کم جرم کیا ہو' تمام صورتوں میں اس پر (حرم میں) حد قائم کی جائے گی۔ (کشف المشکل ج ۱ ص ۱۰۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد ہے: جو شخص اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان لایا ہو' اس کے لیے حرم میں خون بہانا جائز نہیں ہے' اس حدیث سے امام ابوحنیفہ نے یہ استدلال کیا ہے کہ جو شخص حرم میں پناہ لے لے' اس کو قتل نہیں کیا جائے گا کیونکہ حدیث کے الفاظ عام ہیں اور اس میں یہ صورت بھی داخل ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۲۱۶)

امام مالک اور امام شافعی حرم میں حد جاری کرنے کے قائل ہیں اور ان کا استدلال حسب ذیل احادیث سے ہے:

ابن خطل اور دیگر افراد کو کعبہ میں قتل کرنے کے متعلق احادیث

مصعب بن سعد اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چار مردوں اور دو عورتوں کے سوا تمام لوگوں کو امان دے دی' آپ نے فرمایا: ان کو قتل کر دو' خواہ تم ان کو کعبہ کے پردوں کے ساتھ لٹکا ہوا دیکھو' (۱) عکرمہ بن ابی جہل (۲) عبداللہ بن خطل (۳) مقیس بن صبابہ (۴) عبداللہ بن سعد بن ابی سرح' رہا عبداللہ بن خطل تو وہ کعبہ کے پردوں سے لپٹا ہوا تھا' اس کو پکڑ لیا گیا' حضرت سعید بن حریث اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہم دونوں اس پر جھپٹے' حضرت سعید نے حضرت عمار پر سبقت کی' وہ دو آدمیوں سے زیادہ طاقت ور تھے' سو انہوں نے اس کو قتل کر دیا اور رہا مقیس بن صبابہ تو اس کو لوگوں نے مکہ کے بازار میں پکڑ کر قتل کر دیا' اور رہے عکرمہ تو وہ سمندر میں سوار ہو گئے اور ان کو آندھی اور طوفان نے آلیا' کشتی والوں نے کہا: اپنے خداؤں سے خلوص کے ساتھ دعا کرو' آج تمہیں کوئی چیز بچا نہیں سکتی' عکرمہ نے کہا: آج مجھے سمندر سے صرف اخلاص بچا سکتا ہے اور نہ خشکی میں مجھے اس کے سوا کوئی بچا سکتا ہے' اے اللہ! میں تجھ سے یہ عہد کرتا ہوں کہ اگر تو نے مجھے اس طوفان سے بچا لیا' جس میں میں مبتلا ہوں تو میں (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہوں گا اور آپ کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ رکھ دوں گا' سو میں ان کو ضرور معاف کرنے والا' کرم کرنے والا پاؤں گا' سو وہ آ کر اسلام لے آئے اور رہا عبداللہ بن سعد بن ابی سرح تو وہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس چھپ گیا تھا' پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو بیعت کے لیے بلایا تو وہ اس کو لے کر آئے اور اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کھڑا کر دیا اور کہا: یا رسول اللہ! عبداللہ کو بیعت کر لیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی طرف نظر اٹھا کر تین بار دیکھا اور ہر مرتبہ

اس کو بیعت کرنے سے انکار کیا' پھر تین بار کے بعد اس کو بیعت کر لیا' پھر اپنے اصحاب کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: کیا تم میں کوئی سمجھ دار آدمی نہیں تھا کہ جب اس نے دیکھا کہ میں اس کو بیعت کرنے سے ہاتھ روک رہا ہوں تو وہ اس کو قتل کر دیتا! صحابہ نے کہا: یا رسول اللہ! ہم نہیں جانتے کہ آپ کے دل میں کیا ہے' آپ نے ہمیں آنکھ سے اشارہ کیوں نہ کر دیا! آپ نے فرمایا: نبی کے لیے خیانت کرنے والی آنکھ نہیں ہونی چاہیے۔ (سنن نسائی: ۴۰۷۳' سنن ابوداؤد: ۲۶۸۳)

علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی المتوفی ۹۴۲ھ لکھتے ہیں:

عبداللہ بن خطل کا نام عبدالعزیٰ ابن خطل تھا' یہ اسلام لے آیا اور اس کا نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عبداللہ رکھا' اس نے مدینہ کی طرف ہجرت کی اور اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صدقات وصول کرنے کے لیے بنوخزاعہ کے ایک شخص کے ساتھ بھیجا' وہ اس کے لیے کھانا تیار کرتا تھا اور اس کی خدمت کرتا تھا' یہ دونوں مجمع نامی جگہ میں ٹھہرے' اس نے خزاعی کو کھانا پکانے کے لیے کہا اور دوپہر کو سو گیا' جب بیدار ہوا تو خزاعی سویا ہوا تھا اور اس نے کھانا نہیں پکایا تھا' اس نے اس پر حملہ کر کے اس کو قتل کر دیا اور اسلام سے مرتد ہو کر مکہ بھاگ گیا' عبداللہ بن خطل اشعار میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجو کرتا تھا' اس کی دو فاسقہ باندیاں تھیں' ایک کا نام فرتنیٰ تھا اور دوسری کا نام قریبہ تھا' یہ دونوں ابن خطل کے حکم سے اس کے بنائے ہوئے ہجو کے اشعار کو گاتی تھیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جن دو عورتوں کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا' خواہ وہ کعبہ کے پردوں سے لپٹی ہوئی ہوں' وہ یہی تھیں۔

(سبل الہدیٰ والرشاد ج ۵ ص ۲۲۵-۲۲۳' ملخصاً' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۴ھ فتح الباری ج ۴ ص ۳۴۸)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فتح مکہ کے سال کعبہ میں داخل ہوئے' آپ کے سر پر خود تھا' جب آپ نے اس کو اتارا تو ایک شخص نے آ کر کہا: بے شک ابن خطل کعبہ کے پردوں سے لپٹا ہوا ہے' آپ نے فرمایا: اس کو قتل کر دو۔ (صحیح البخاری: ۱۸۴۶-۳۰۴۴-۴۲۸۶-۵۸۰۸' صحیح مسلم: ۱۳۵۷' سنن ابوداؤد: ۲۶۸۵' سنن ترمذی: ۱۶۹۳' سنن نسائی: ۲۸۶۷' السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۸۴)

حرم میں حدود اور قصاص قائم کرنے کے جواز پر ابن خطل کی حدیث کے علامہ عسقلانی کی طرف سے جوابات

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ابن خطل کے قصہ سے حرم مکہ میں حدود اور قصاص کے قائم کرنے کے جواز پر استدلال کیا گیا ہے' علامہ ابن عبدالبر مالکی نے کہا ہے کہ چونکہ ابن خطل نے اس خزاعی انصاری کو قتل کر دیا تھا' اس لیے اس مسلمان کے قصاص میں ابن خطل کو قتل کر دیا گیا' علامہ سہیلی نے کہا کہ کعبہ کسی عاصی (نافرمان) کو پناہ نہیں دیتا اور نہ کسی واجب حد کو قائم کرنے سے منع کرتا ہے' علامہ نووی نے کہا: جو فقہاء کعبہ میں قصاص لینے سے منع کرتے ہیں' وہ یہ کہتے ہیں کہ ابن خطل کو اس ساعت میں قتل کیا گیا تھا' جس ساعت میں آپ کے لیے مکہ میں قتال کو حلال کر دیا گیا تھا' اور ہمارے اصحاب شافعیہ نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ جس ساعت میں آپ مکہ میں داخل ہوئے تھے' اس ساعت سے لے کر مکہ میں آپ کے غلبہ تک کی ساعت میں آپ کے لیے قتال کو مباح کیا گیا تھا' اور ابن خطل کو اس کے بعد قتل کیا گیا تھا' علامہ نووی کے اس جواب کو رد کیا گیا ہے کہ حضرت ابوشریح رضی اللہ عنہ کی حدیث میں یہ مذکور ہے کہ اس ساعت سے مراد دن کے اوّل وقت سے لے کر دخول عصر تک کا وقت ہے اور ابن خطل کو قطعی طور پر اس سے پہلے قتل کیا گیا تھا' کیونکہ حدیث میں یہ قید ہے کہ یہ اس وقت کا واقعہ ہے' جب آپ نے اپنے سر سے خود اتارا اور یہ اس وقت کی بات ہے' جب آپ مکہ میں ٹھہر گئے تھے۔ امام ابن خزیمہ نے کہا ہے: آپ نے جو فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ نے میرے سوا کسی کے لیے حرم میں قتال کو حلال نہیں فرمایا' اس سے مراد ان لوگوں کو قتل

کرنا ہے جو اس دن ابن خطل کے ساتھ قتل کیے گئے تھے اور اللہ تعالیٰ نے اس ساعت میں آپ کے لیے قتال اور قتل دونوں کو حلال کردیا تھا اور ابن خطل وغیرہ کو قتال ختم ہونے کے بعد قتل کیا گیا۔ بعض علماء نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ اگر کوئی ذمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بُرا کہے تو اس کو بھی قتل کردیا جائے گا' علامہ ابن عبد البر نے اس استدلال کو رد کردیا ہے' کیونکہ ابن خطل ذمی نہیں حربی تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل مکہ کو جو امان دی تھی' وہ اس میں داخل نہیں تھا' بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے ساتھ چار مردوں اور دو عورتوں کو قتل کرنے کا حکم دے کر ان کو امان سے مستثنیٰ کرلیا تھا (جیسا کہ ہم سنن نسائی کی حدیث سے بیان کرچکے ہیں اور ابن خطل نے ایسے متعدد کام کیے تھے' جو اس کو قتل کرنے کے موجب تھے' مثلاً اس کا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجو کرنا' مسلمان خزاعی انصاری کو قتل کرنا' اسلام کے بعد اس کا مرتد ہونا اور اپنی فاسقہ باندیوں کو حکم دینا کہ اس کی کہی ہوئی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجو اسے گا کر سنائیں۔ سعیدی غفرلہٗ)۔ علامہ خطابی نے کہا: چونکہ اس نے اسلام میں جرائم کا ارتکاب کیا' اس لیے اس کو قتل کردیا گیا اور علامہ ابن عبد البر نے کہا: اس کو مسلمان کے قصاص میں قتل کیا گیا اور اس حدیث سے یہ استدلال بھی کیا گیا ہے کہ کافر قیدی پر اسلام پیش کیے بغیر بھی اس کو قتل کرنا جائز ہے۔

(فتح الباری ج ۳ ص ۳۴۹' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

ابن خطل کو کعبہ میں قتل کرنے کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو حکم دیا تھا' اس سے امام مالک اور امام شافعی نے یہ استدلال کیا ہے کہ کعبہ میں بھی حدود اور قصاص کو قائم کرنا جائز ہے' لیکن ان کا یہ استدلال اس لیے صحیح نہیں ہے کہ آپ نے اس کو کعبہ میں قتل کرنے کا حکم اس وقت دیا تھا' جس وقت آپ کے لیے کعبہ میں قتال کرنا اور قتل کرنا حلال کردیا گیا تھا' جیسا کہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے وضاحت سے ثابت کردیا ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ ابن خطل عام مجرم یا عام قاتل یا عام مرتد نہیں تھا بلکہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجو کر کے اور اپنی باندیوں کو ہجو کے اشعار گا کر پڑھنے کا حکم دے کر آپ کی شدید گستاخی کی تھی' اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے لیے سنگین سزا سنائی اور فرمایا: اگر ابن خطل کعبہ کے پردوں میں لپٹا ہوا ہو' پھر بھی اس کو قتل کردو۔

حافظ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی نے بھی اس حدیث سے امام شافعی کے استدلال کے متعدد جوابات دیئے ہیں۔

حرم میں حدود اور قصاص قائم کرنے کے جواز پر ابن خطل کی حدیث کے علامہ عینی کی طرف سے جوابات

علامہ عینی لکھتے ہیں:

اس حدیث کے متعدد جوابات دیئے گئے ہیں' جو حسب ذیل ہیں:

(۱) وہ مرتد ہوگیا تھا' اس نے ایک مسلمان کو قتل کیا تھا اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجو کرتا تھا۔

(۲) وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دی ہوئی امان میں داخل نہیں تھا' کیونکہ آپ نے اس کو امان سے استثناء کرلیا تھا اور اس کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا' خواہ وہ کعبہ کے پردوں سے چمٹا ہوا ہو۔

(۳) وہ اس ساعت میں قتل کیا گیا تھا' جس ساعت میں آپ کے لیے قتال کرنا اور قتل کرنا مباح تھا' علامہ عینی نے اس جواب پر یہ اعتراض کیا ہے کہ وہ ساعت آپ کے مکہ میں داخل ہونے سے لے کر مکہ پر آپ کے غلبہ تک تھی اور اس کو اس کے بعد قتل کیا گیا تھا اور آپ نے فرمایا تھا: جو مسجد میں داخل ہوگیا' اس کو امان ہے اور اسے اس کے بعد قتل کیا گیا تھا' نیز علامہ عینی نے یہ جواب دیا ہے کہ ابن خطل ان لوگوں میں سے تھا' جنہوں نے آپ سے قتال کیا تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۲۱۷-۲۱۶)

مکہ مکرمہ کے جنگ سے فتح ہونے پر دلائل

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ اگر کوئی شخص مکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قتال کرنے کی وجہ سے مکہ میں

قتال کی رخصت پر استدلال کرے۔ (الحدیث) اس ارشاد میں یہ دلیل ہے کہ مکہ جنگ سے فتح ہوا ہے' صلح سے فتح نہیں ہوا' یہی اکثر علماء کا مذہب ہے۔ قاضی عیاض نے کہا: یہ امام ابوحنیفہ' امام مالک اور امام اوزاعی کا مذہب ہے لیکن نبی ﷺ نے اہل مکہ پر احسان فرمایا اور ان کے گھروں کو اور ان کے اموال کو ان کے پاس رہنے دیا اور ان کے اموال کو فے نہیں قرار دیا' امام شافعی نے کہا ہے کہ مکہ صلح سے فتح ہوا ہے اور اس حدیث کا یہ جواب دیا ہے کہ اس کا محمل یہ ہے کہ اگر رسول اللہ ﷺ کو مکہ میں قتال کرنے کی ضرورت پیش آتی تو آپ کے لیے مکہ میں قتال کرنا جائز تھا' لیکن اس حدیث کے الفاظ امام شافعی کی تاویل کے خلاف ہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: پس اگر کوئی شخص مکہ میں رسول اللہ ﷺ کے قتال کرنے سے (مکہ میں) قتال کی رخصت پر استدلال کرے تو اس سے کہو: بے شک اللہ نے اپنے رسول کو اجازت دی تھی اور تمہیں اجازت نہیں دی۔ آپ کے اس ارشاد میں صاف تصریح ہے کہ آپ نے مکہ میں قتال کیا تھا اور مکہ قتال سے فتح ہوا ہے۔

حدیث مذکور کے دیگر مسائل اور فوائد

آپ نے فرمایا ہے: مکہ کے کسی درخت کو کاٹا نہیں جائے گا' اس پر علماء کا اتفاق ہے کہ جن درختوں کو آدمیوں نے نہیں اگایا' ان کو کاٹنا حرام ہے اور جن درختوں کو آدمیوں نے اُگایا ہے' ان میں اختلاف ہے۔

آپ نے فرمایا: شاہد (حاضر) غائب کو پہنچادے' اس حدیث میں علم کو نقل کرنے' اور سنن اور احکام کی تبلیغ اور اشاعت کا ثبوت ہے۔

اس حدیث میں حکام کو نرمی کے ساتھ نصیحت کرنے اور ان کے غلط کاموں کی اصلاح کرنے کی کوشش کا ثبوت ہے' اور یہ بتایا گیا ہے کہ اپنے مقصود پر گفتگو کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کرنی چاہیے۔

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ ایک تابعی نے صحابی سے اپنے اجتہاد سے اختلاف کیا' اگرچہ صحابی کا موقف صحیح تھا۔

اس حدیث میں حضرت ابوشریح رضی اللہ عنہ کی فضیلت ہے کہ انہوں نے نبی ﷺ کے حکم پر عمل کیا اور آپ کی حدیث پہنچائی۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب عالم دین یہ دیکھے کہ حکامِ وقت دین میں تغیر کر رہے ہیں تو وہ ان کو برملا ٹوکے اور ان کو صحیح مسئلہ بتائے' خواہ حکام نے اس سے سوال نہ کیا ہو۔

اس حدیث میں آپ نے فرمایا: مکہ کو اللہ نے حرام قرار دیا ہے' اس کو لوگوں نے حرم نہیں بنایا' حالانکہ اس کے خلاف یہ حدیث ہے:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حضرت ابراہیم نے مکہ کو حرم بنایا اور اہل مکہ کے لیے دعا کی اور میں مدینہ کو اس طرح حرم بناتا ہوں' جس طرح حضرت ابراہیم نے مکہ کو حرم بنایا تھا۔ الحدیث

(صحیح البخاری: ۲۱۲۹' صحیح مسلم: ۱۳۶۰' السنن الکبریٰ للنسائی: ۴۲۸۴)

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابراہیم نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے مکہ کو حرم بنایا تھا' از خود نہیں بنایا تھا' اس لیے فرمایا ہے: اس کو لوگوں نے حرم نہیں بنایا' لہٰذا مکہ کو حرم بنانے کی اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت حقیقی ہے اور حضرت ابراہیم کی طرف یہ نسبت تاویل سے ہے اور مجاز عقلی ہے (یعنی انہوں نے اس کا حرم ہونا ظاہر فرمایا) اور رسول اللہ ﷺ نے جو مدینہ کو حرم بنایا ہے' وہ بھی اللہ تعالیٰ کے حکم سے بنایا ہے۔

شرح صحیح مسلم میں بابِ مذکور کی حدیث کی شرح

باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم:۳۲۰۰۔ ج ۳ ص ۷۰۶ پر ہے اس حدیث کی شرح کے عنوانات حسب ذیل ہیں:
(۱) مکہ ابتداءِ آفرینش سے حرم ہے یا بعثت ابراہیم کے بعد (۲) حرم میں حدود جاری کرنے میں مذاہب (۳) مکہ بذریعہ جنگ فتح ہونے پر دلائل۔

۱۰۵- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ اَيُّوْبَ، عَنْ مُحَمَّدٍ عَنِ ابْنِ اَبِیْ بَكْرَةَ، عَنْ اَبِیْ بَكْرَةَ ذُكِرَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَاِنَّ دِمَاءَكُمْ وَاَمْوَالَكُمْ. قَالَ مُحَمَّدٌ وَاَحْسِبُهُ قَالَ. وَاَعْرَاضَكُمْ، عَلَيْكُمْ حَرَامٌ، كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا، فِیْ شَهْرِكُمْ هٰذَا، اَلَا لِيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ مِنْكُمُ الْغَائِبَ، وَكَانَ مُحَمَّدٌ يَقُوْلُ صَدَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانَ ذٰلِكَ اَلَا هَلْ بَلَّغْتُ مَرَّتَيْنِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن عبدالوہاب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی، از ایوب از محمد از ابن ابی بکرہ از حضرت ابی بکرہ رضی اللہ عنہ کہ ذکر کیا گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہاری جانیں اور تمہارے اموال۔ (راوی) محمد نے کہا: میرا گمان ہے کہ آپ نے فرمایا: اور تمہاری عزتیں تم پر (اس طرح) حرام ہیں، جس طرح آج کے دن تمہارے اس شہر میں حرام ہیں، سنو! تم میں سے شاہد (حاضر) کو چاہیے کہ غائب کو پہنچا دے، اور (راوی) محمد یہ کہتے تھے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سچ فرمایا، آپ نے دو بار فرمایا تھا: سنو! کیا میں نے تبلیغ کر دی ہے!

اس حدیث کی تخریج اور شرح، صحیح البخاری: ۶۷ میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) عبداللہ بن عبدالوہاب ابو محمد الحجبی، امام بخاری ان سے روایت کرنے میں منفرد ہیں، یہ ثقہ ثبت ہیں، یحییٰ اور دوسروں نے ان کی توثیق کی ہے ابو حاتم نے کہا: یہ صدوق ثقہ ہیں، یہ ۲۲۸ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) حماد بن زید بصری (۳) ایوب سختیانی (۴) محمد بن سیرین (۵) حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۲۱۹)

۳۸- بَابُ اِثْمِ مَنْ كَذَبَ عَلَى النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جھوٹ باندھنے کا گناہ

جھوٹ اور سچ کی تین تعریفیں ہیں:
(۱) مذہب حق یہ ہے کہ کلام کا واقع کے مطابق نہ ہونا جھوٹ ہے اور کلام کا واقع کے مطابق ہونا سچ ہے۔
(۲) نظام معتزلی کے نزدیک کلام کا اعتقاد مخبر کے مطابق نہ ہونا جھوٹ ہے اور کلام کا اعتقاد مخبر کے مطابق ہونا سچ ہے۔
(۳) جاحظ کے نزدیک کلام کا واقع اور اعتقاد مخبر کے مطابق نہ ہونا جھوٹ ہے اور کلام کا واقع اور اعتقاد مخبر کے مطابق ہونا سچ ہے۔
(مختصر المعانی ص ۶۷۔۷۲ ملخصاً، المکتبۃ الفاروقیۃ ملتان)

آخری تعریف کے اعتبار سے صدق اور کذب میں ایک واسطہ نکل آئے گا، یعنی جو کلام اعتقاد مخبر کے مطابق نہ ہو، خواہ واقع کے مطابق ہو یا نہ ہو، وہ کلام صادق ہوگا نہ کاذب۔

اس حدیث کی باب سابق کے ساتھ مناسبت اس طرح ہے کہ باب سابق میں یہ بیان کیا گیا تھا کہ جس کو علم نہ ہو اس کو علم پہنچایا جائے اور اس باب میں یہ بتایا ہے کہ علم اور حدیث پہنچانے میں جھوٹ سے احتراز کیا جائے۔

١٠٦- حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ الْجَعْدِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ قَالَ اَخْبَرَنِیْ مَنْصُوْرٌ قَالَ سَمِعْتُ رِبْعِیَّ بْنَ حِرَاشٍ یَقُوْلُ سَمِعْتُ عَلِیًّا یَقُوْلُ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا تَكْذِبُوْا عَلَیَّ، فَاِنَّهٗ مَنْ كَذَبَ عَلَیَّ فَلْیَلِجِ النَّارَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن الجعد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے منصور نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے ربعی بن حراش کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے: میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھ پر جھوٹ نہ باندھو کیونکہ جس نے مجھ پر جھوٹ باندھا' اسے دوزخ میں داخل ہونا چاہیے۔

(مقدمہ صحیح مسلم: ۲' سنن ترمذی: ۲۶۶۰-۳۷۱۵' سنن ابن ماجہ: ۳۱' سنن کبریٰ للنسائی: ۵۹۱۱' مسند ابویعلیٰ: ۶۲۷' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۱۰۷' مسند البزار: ۹۰۳' مسند احمد ج ۱ ص ۸۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۶۲۹- ج ۲ ص ۶۴' موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جھوٹ باندھنے والے کے لیے دوزخ کی وعید ہے اور اس باب کا عنوان ہے: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جھوٹ باندھنے والے کا گناہ

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف اور ثقہ تابعی ربعی بن حراش کا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا تذکرہ

(۱) علی بن الجعد الجوہری البغدادی (۲) شعبہ بن الحجاج (۳) منصور ابن المعتمر' ان سب کا تعارف گزر چکا ہے (۴) ربعی بن حراش الغطفانی العبسی الکوفی' یہ بہت متقی اور عبادت گزار تھے' کہا جاتا ہے کہ انہوں نے بالکل جھوٹ نہیں بولا' انہوں نے یہ قسم کھائی تھی کہ وہ اس وقت تک نہیں ہنسیں گے' جب تک کہ انہیں یہ نہ معلوم ہو جائے کہ ان کا ٹھکانا کہاں ہے' جنت میں یا دوزخ میں؟ پھر موت کے بعد یہ ہنسنے لگے' ان کے دو بھائی تھے: مسعود اور ربیع' مسعود نے موت کے بعد کلام کیا تھا اور ربیع نے بھی یہ قسم کھائی تھی کہ وہ اس وقت تک نہیں ہنسیں گے' جب تک کہ انہیں یہ نہ معلوم ہو جائے کہ وہ جنت میں ہیں یا نہیں' ان کو غسل دینے والے نے بتایا کہ جب تک وہ تخت پر تھے' مسلسل ہنستے رہے' حتیٰ کہ ہم انہیں غسل دے کر فارغ ہو گئے' ابن المدینی نے کہا: مسعود سے صرف یہ چیز مروی ہے کہ انہوں نے موت کے بعد کلام کیا' ربعی کی اولاد نہیں تھی' ان کے بھائی مسعود کی اولاد تھی' ابوالحسن القابسی نے کہا ہے کہ ربعی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے صرف اسی حدیث کا سماع کیا ہے' وہ شام میں آئے اور الجابیہ میں انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خطبہ سنا' العجلی نے کہا: وہ ثقہ تابعی ہیں' عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ۱۰۴ ھ میں فوت ہو گئے تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۲ ص ۲۲۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

حافظ یوسف المزی المتوفی ۷۴۲ ھ نے ربعی بن حراش کا تذکرہ تفصیل سے لکھا ہے۔

(تہذیب الکمال فی اسماء الرجال ج ۶ ص ۱۲۱' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۴ ھ' تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۲۰۶' علامہ نووی نے بھی ان کا تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ مقدمہ مسلم ج ۱ ص ۳۲۰' مکتبہ نزار مصطفیٰ' ۱۴۱۷ ھ)

(۵) حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ الہاشمی المکی المدنی' امیر المؤمنین' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عم زاد' آپ کی صاحب زادی حضرت سیدتنا فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے شوہر' حضرت علی کی والدہ حضرت فاطمہ بنت اسد بن ہاشم تھیں' یہ پہلی ہاشمیہ تھیں' جن سے ایک ہاشمی پیدا ہوئے' یہ اسلام لائیں اور مدینہ کی طرف ہجرت کی' یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات میں فوت ہوئیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی نماز جنازہ پڑھی اور ان کی قبر میں اترے' حضرت علی کی کنیت ابوالحسن تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی کنیت ابوتراب رکھی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اپنا بھائی بنایا تھا اور فرمایا تھا: تم دنیا اور آخرت میں میرے بھائی ہو' حضرت علی آپ کے دونواسوں کے والد ہیں اور

پہلے ہاشمی مرد ہیں' جن سے دو ہاشمی پیدا ہوئے' جن دس مسلمانوں کو آپ نے جنت کی بشارت دی تھی' ان میں سے ایک ہیں اور ان چھ اصحاب شوریٰ میں سے ایک ہیں' جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی وفات کے وقت راضی تھے' خلفاء راشدین میں سے ایک ہیں اور علماء ربانیین اور مشہور بہادروں اور زاہدوں میں سے ایک ہیں اور اسلام میں سبقت کرنے والوں میں سے ایک ہیں' غزوۂ تبوک کے سوا تمام مغازی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے' غزوۂ تبوک میں آپ نے حضرت علی کو مدینہ میں اپنا خلیفہ بنا دیا تھا' غزوۂ اُحد میں حضرت علی کو سولہ زخم لگے تھے' غزوۂ خیبر میں آپ نے ان کو جھنڈا عطا کیا تھا اور یہ بشارت دی تھی کہ فتح ان کے ہاتھوں سے ہوگی' ان کے مناقب بہت زیادہ ہیں اور شجاعت میں ان کے احوال بہت مشہور ہیں' ان کا علم بھی بہت زیادہ ہے' انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ۵۸۶' احادیث روایت کی ہیں' امام بخاری ۹ (نو) احادیث کے ساتھ منفرد ہیں اور امام مسلم ۱۵' احادیث کے ساتھ منفرد ہیں' پانچ سال خلیفہ رہے' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ان کی بیعت کی گئی' کیونکہ اس وقت یہ سب سے افضل صحابی تھے' عبدالرحمان بن ملجم مراری نے جمعہ کی شب زہر میں بجھی ہوئی تلوار سے آپ کے دماغ پر ضرب لگائی' تریسٹھ سال کی عمر گزار کر ۱۹ رمضان ۴۰ ھ اتوار کی شب آپ کا انتقال ہو گیا' آپ کا گندمی رنگ تھا' چوتھائی سر پر بال نہیں تھے' سر اور ڈاڑھی کے بال سفید تھے' بعض اوقات ڈاڑھی میں خضاب لگاتے تھے' ڈاڑھی گھنی اور لمبی تھی' چہرہ حسین تھا' جیسے چودھویں رات کا چاند ہو' آپ کی قبر کوفہ میں ہے' لیکن خوارج کے خطرہ سے غائب کر دی گئی۔ صحابہ میں علی بن ابی طالب نام کا اور کوئی نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲ ص ۲۲۳-۲۲۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

حافظ یوسف المزی المتوفی ۷۴۲ ھ نے آپ کی وفات کے متعلق چار تاریخیں لکھی ہیں: تیرہ رمضان' گیارہ رمضان' انیس رمضان اور اکیس رمضان' اور موضع دفن کے متعلق تین قول لکھے ہیں: کوفہ کا قصر امارت' کوفہ کی کشادہ زمین اور نجف الحیرۃ۔

(تہذیب الکمال ج ۱۳ ص ۳۰۵-۳۰۴' دار الفکر بیروت' ۱۴۱۴ ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ ھ لکھتے ہیں: حضرت علی کو ۱۳ رمضان ۴۰ ھ کو شہید کیا گیا اور ایک قول اکیس رمضان کا ہے۔

(تہذیب التہذیب ج ۷ ص ۲۸۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ ھ)

حافظ صفی الدین الخزرجی المتوفی ۹۲۳ ھ نے لکھا ہے کہ حضرت علی جمعہ کی شب ۱۹ رمضان کو شہید ہوئے۔

(خلاصہ تذہیب تہذیب الکمال ج ۲ ص ۲۱۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۲ ھ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جھوٹی بات کو منسوب کرنا سنگین گناہ کبیرہ ہے

نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھنا دوزخ میں داخل ہونے کا سبب ہے' خواہ آپ کے دین کی تائید اور تقویت میں آپ کی طرف جھوٹی بات کی نسبت کی جائے یا آپ کے دین کو ضرر پہنچانے کے لیے آپ کی طرف جھوٹی بات کی نسبت کی جائے' اور اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنا بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھنے میں داخل ہے' کیونکہ آپ پر جھوٹ باندھنے کا معنی ہے: دین کے احکام میں جھوٹی بات گھڑ کر اس کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت کرنا۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جھوٹ بولنا معصیت ہے اور ہر معصیت دوزخ میں دخول کا سبب ہے' قرآن مجید میں ہے:

وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا . (النساء: ۱۴)

اور جو اللہ کی اور اس کے رسول کی معصیت کرے اور اس کی حدود سے تجاوز کرے' اللہ اس کو دوزخ کی آگ میں داخل کر دے گا جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔

لہٰذا ہر شخص پر جھوٹ باندھنا معصیت ہے اور دخولِ نار کا سبب ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھنے کی کیا تخصیص ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھنا' دوسرے لوگوں پر جھوٹ باندھنے کی بہ نسبت بہت سنگین ہے' کیونکہ آپ کی طرف جو جھوٹی بات گھڑ کر منسوب کی جائے گی' اس کا تقاضا یہ ہوگا کہ وہ شرعی حکم ہے اور جو لوگ اس کے جھوٹے ہونے پر مطلع نہیں ہوں گے' وہ قیامت تک اس حکم پر عمل کرتے رہیں گے' عام لوگوں پر جھوٹ باندھنا بھی گناہ کبیرہ ہے' لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھنا بہت سنگین گناہ کبیرہ ہے۔

علامہ نووی نے کہا ہے کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ آپ پر جھوٹ باندھنے کی سزا دوزخ میں داخل ہونا ہے اور کبھی اللہ تعالیٰ اس سزا کو معاف بھی کر دیتا ہے' لہٰذا قطعی طور پر یہ نہیں کیا جائے گا کہ آپ پر جھوٹ باندھنے والا دوزخ میں داخل ہوگا' اسی طرح ہر گناہ کبیرہ کا حکم ہے' پھر اگر کسی مسلمان کو اس کبیرہ کی وجہ سے دوزخ میں داخل کیا گیا تو وہ ہمیشہ دوزخ میں نہیں رہے گا' بلکہ سزا دینے کے بعد اللہ تعالیٰ اس کو اپنے فضل اور رحمت سے دوزخ سے نکال لے گا۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۲۲۴۔۲۲۳)

بعض زاہدوں کا ترغیب اور ترہیب کے لیے احادیث وضع کرنا

علامہ اسماعیل حقی حنفی بروسوی متوفی ۱۱۳۷ھ لکھتے ہیں:

محدثین کا اس پر اتفاق ہے کہ فضائل اعمال میں ضعیفۃ الاسانید احادیث پر عمل کرنا جائز ہے' علامہ علی بن برہان الدین حلبی نے کہا ہے: خواہ ان کی اسانید موضوعۃ ہوں' کیونکہ حاکم وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ قرآن مجید کی فضیلت ثابت کرنے کے لیے ایک زاہد احادیث وضع کرنے کے درپے ہوا' اس سے پوچھا گیا کہ تم نے ایسا کیوں کیا؟ اس نے کہا: میں نے دیکھا کہ لوگ قرآن میں بے رغبتی کرتے ہیں تو میں نے ان کو قرآن مجید کی طرف راغب کرنے کے لیے احادیث وضع کیں' ان سے کہا گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے مجھ پر عمداً جھوٹ باندھا' وہ اپنے بیٹھنے کی جگہ دوزخ میں بنالے' اس نے جواب دیا: اس حدیث میں لفظ ''علی'' ہے اور ''علی'' ضرر کے لیے آتا ہے یعنی جس نے آپ کے دین کو ضرر پہنچانے کے لیے آپ پر جھوٹ باندھا' وہ دوزخ میں اپنی جگہ بنا لے اور میں تو آپ کے دین کو نفع پہنچانے کے لیے احادیث وضع کر رہا ہوں' جیسا کہ ''فتح القریب شرح الترغیب والترہیب'' میں مذکور ہے' ان کی مراد یہ ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ایسی جھوٹی بات کی نسبت کرے' جس سے قواعد اسلام منہدم ہوں اور شرعی احکام فاسد ہوں' اس پر وعید ہے' اور جو آپ کی طرف ایسے جھوٹے کلام کی نسبت کرے' جو شریعت کی اتباع پر برانگیختہ کرے اور آپ کی سیرت کی اتباع پر محرک ہو یعنی جو کذب علیہ نہ ہو بلکہ کذب لہٗ ہو' اس کے متعلق وعید نہیں ہے' خلاصہ یہ ہے کہ جو چاہے ان اکابر کی (موضوع) روایات پر عمل کرے اور ان کی برکات سے مستفید ہو اور جو چاہے ان کی روایات پر عمل نہ کرے اور ان کی برکات سے محروم ہو جائے۔

(روح البیان ج ۳ ص ۶۹۵۔۶۹۴' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

ترغیب اور ترہیب کے لیے حدیث وضع کرنے والوں کا ردّ

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھنا حرام ہے اور بہت سنگین گناہ کبیرہ ہے' لیکن اس سے وہ کافر نہیں ہوگا' ہاں! جو اس کو حلال اور جائز سمجھ کر کرے' وہ کافر ہو جائے گا (جیسا کہ علامہ اسماعیل حقی نے اس زاہد کا قول نقل کیا ہے' ہر چند کہ اس نے تاویل کی ہے لیکن ایسے واضعین کا ایمان بہرحال خطرہ میں ہے۔ سعیدی غفرلہٗ)۔

شیخ ابو محمد جوینی نے کہا ہے کہ جس نے عمداً آپ پر جھوٹ باندھا' وہ کافر ہو گیا' لیکن صحیح یہ ہے کہ جو حلال سمجھ کر آپ پر جھوٹ

باندھے گا' وہ کافر ہو جائے گا' البتہ وہ شخص فاسق ہے اور اس کی کوئی روایت قبول نہیں کی جائے گی۔
نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جھوٹ باندھنا مطلقاً حرام ہے' خواہ وہ احکام میں ہو یا ترغیب اور ترھیب میں ہو یا مواعظ میں ہو' ان میں سے ہر کذب حرام ہے اور اکبر الکبائر میں سے ہے' بعض مبتدعین نے کہا ہے کہ ترغیب اور ترھیب کے لیے احادیث وضع کرنا جائز ہے' انہوں نے کہا: یہ کذب علیہ نہیں ہے بلکہ کذب لہ ہے یعنی یہ جھوٹ دین میں ضرر کے لیے نہیں ہے بلکہ دین کے نفع کے لیے ہے اور بعض جاہل زاہدوں نے اس قول کی پیروی کی ہے اور انہوں نے ان صریح آیات کا انکار کیا ہے' جن میں اللہ تعالیٰ نے مطلقاً جھوٹ پر عذاب کی وعید سنائی ہے اور جھوٹوں پر لعنت فرمائی ہے' قرآن مجید میں ہے:

وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ بِمَا كَانُوا يَكْذِبُونَ ○ (البقرہ:۱۰) اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے کیونکہ وہ جھوٹ بولتے تھے ○

لَعْنَةَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ ○ (آل عمران:۶۱) جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ہو ○

اور انہوں نے ان احادیث صریحہ متواترہ کی مخالفت کی' جن میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جھوٹ کو حرام اور سنگین گناہ قرار دیا ہے۔
نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کلام وحی ہے' قرآن مجید میں ہے:

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ○ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ○ (النجم:۳۔۴) وہ اپنی خواہش سے نہیں کلام کرتے ○ آپ صرف وہی کلام کرتے ہیں جس کی آپ کی طرف وحی کی جاتی ہے ○

ان کا یہ کہنا کہ یہ کذب لہ ہے اور آپ کے حق میں جھوٹ ہے' یہ عربی زبان اور خطاب شرع سے جہالت ہے۔
جس شخص کو علم ہو یا اس کو ظن غالب ہو کہ یہ روایت موضوع ہے' اس پر لازم ہے کہ وہ اس روایت کو نہ بیان کرے اور اگر بیان کرنا پڑے تو یہ بتا کر بیان کرے کہ یہ روایت موضوع ہے اور اگر اس کے بغیر بیان کرے گا تو وہ بھی آپ پر جھوٹ باندھنے والوں میں داخل ہوگا' کیونکہ حدیث میں ہے: جس نے مجھ سے روایت کر کے کوئی حدیث بیان کی اور اس کو معلوم تھا کہ یہ جھوٹ ہے تو وہ بھی جھوٹوں میں سے ایک ہے۔ (مقدمہ صحیح مسلم)
(شرح مقدمہ صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۹۔۲۷ ملخصاً' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ' عمدۃ القاری ج ۲ ص ۲۲۵۔۲۲۴)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:
جاہلوں کی ایک قوم نے دھوکا کھایا اور انہوں نے ترغیب اور ترھیب میں احادیث وضع کیں' اور انہوں نے کہا: ہم آپ پر جھوٹ نہیں باندھ رہے بلکہ ہم آپ کی شریعت کی تائید کے لیے احادیث بنا رہے ہیں اور انہوں نے یہ نہیں سمجھا کہ جس بات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں فرمایا' اس کو آپ کی طرف منسوب کر کے وہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھ رہے ہیں کیونکہ ان احادیث موضوعہ کے ذریعہ وہ اپنی طرف سے شریعت کا کوئی حکم ثابت کرتا ہے' خواہ وہ واجب ہو یا مستحب ہو یا حرام ہو۔
(فتح الباری ج ۱ ص ۶۵۱' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

واضعین حدیث کی اقسام

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:
احادیث وضع کرنے والوں کی حسب ذیل اقسام ہیں:
(۱) ''الزنادقہ'' جیسے المغیرہ بن سعید الکوفی اور محمد بن سعید المصلوب' انہوں نے لوگوں کے دلوں میں شکوک پیدا کرنے کا ارادہ کیا'

انہوں نے یہ حدیث وضع کی: میں خاتم النبیین ہوں' میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا مگر اگر اللہ چاہے۔

(۲) متعصب لوگ: ان میں سے بعض حضرت علی رضی اللہ عنہ سے تعصب رکھتے تھے' انہوں نے حضرت علی کی تنقیص میں احادیث وضع کیں اور بعض حضرت معاویہ سے تعصب رکھتے تھے' انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی مذمت میں احادیث وضع کیں اور بعض امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے تعصب رکھتے تھے' امام ابن حبان نے کہا: الحسن بن علی بن زکریا العدوی الرازی نے یہ حدیث وضع کی کہ علی کے چہرے کی طرف دیکھنا عبادت ہے' الخطیب نے ''الکفایہ'' میں لکھا ہے کہ مہدی نے کہا: میرے سامنے ایک زندیق نے کہا کہ میں نے چار سو احادیث وضع کر کے لوگوں میں پھیلا دی ہیں۔

(۳) بعض زاہدوں نے ترغیب اور ترھیب میں احادیث وضع کیں' ابن صلاح نے روایت کی ہے کہ ابوعصمہ نوح بن ابی مریم سے کہا گیا کہ تم نے فضائل قرآن میں ہر سورت کی فضیلت از عکرمہ از ابن عباس کہاں سے روایت کی ہے' اس نے کہا: میں نے دیکھا لوگ قرآن سے اعراض کر رہے ہیں اور ابوحنیفہ اور معاذ بن اسحاق کی فقہ میں مشغول ہو رہے ہیں تو میں نے ان احادیث کو وضع کیا۔

حدیث موضوع کی شناخت کے طریقے

علامہ بدرالدین عینی فرماتے ہیں:

حدیث موضوع کی شناخت واضع کے اعتراف سے ہوتی ہے یا راوی کے حال میں قرینہ سے ہوتی ہے' یا اس کی روایت رکیک الفاظ سے ہوتی ہے یا وہ اس شخص سے روایت کرتا ہے' جس کو اس نے نہیں پایا اور جو اس فن کے ماہرین ہوتے ہیں' جیسے عبداللہ بن المبارک' وہ قرآئن سے حدیث موضوع کو پہچان لیتے ہیں۔

حدیث کا واضع یا تو اپنے کلام کو حدیث بنالیتا ہے یا بعض حکماء یا بعض صحابہ کے کلام کو حدیث بنالیتا ہے' جیسا کہ احمد بن اسماعیل السہمی نے از مالک از وہب بن کیسان از حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر وہ نماز جس میں سورۃ الفاتحہ نہ پڑھی جائے' وہ ناقص ہے ماسوا امام کے۔ یہ حدیث موطاء میں ہے' اسی طرح اور بہت علمی قرائن ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲ ص ۲۲۷-۲۲۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* شرح صحیح مسلم میں ہم نے ۳۶ قواعد ''حدیث موضوع کی معرفت کے قوائد اور ضوابط'' لکھے ہیں' جن سے حدیث موضوع کی شناخت ہوتی ہے۔ (شرح صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۳۸-۱۳۲)

۱۰۷- حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ جَامِعِ بْنِ شَدَّادٍ، عَنْ عَامِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ اَبِيهِ قَالَ قُلْتُ لِلزُّبَيْرِ اِنِّي لَا اَسْمَعُكَ تُحَدِّثُ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا يُحَدِّثُ فُلَانٌ وَ فُلَانٌ! قَالَ اَمَا اِنِّي لَمْ اُفَارِقْهُ، وَلٰكِنْ سَمِعْتُهُ يَقُولُ مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ فَلْيَتَبَوَّاْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از جامع بن شداد از عامر بن عبداللہ بن الزبیر از والد خود' انہوں نے کہا: میں نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے کہا: میں آپ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس قدر احادیث نہیں سنتا' جس طرح فلاں فلاں حدیث بیان کرتے ہیں' انہوں نے کہا: بہرحال میں آپ سے کبھی علیحدہ نہیں ہوا' لیکن میں نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جس نے مجھ پر جھوٹ باندھا' وہ دوزخ کی آگ میں اپنے بیٹھنے کی جگہ بنالے۔

(سنن ابوداؤد: ۳۶۵۱ 'سنن ابن ماجہ: ۳۶ 'مصنف ابن ابی شیبہ ج ۸ ص ۷۶۰ 'مسند البزار: ۹۷۰ 'مسند ابوداؤد الطیالسی: ۱۹۱ 'السنن الکبریٰ للنسائی: ۵۹۱۲ 'مسند ابویعلیٰ: ۶۷۴ 'سنن داری: ۲۳۳ 'صحیح ابن حبان: ۶۹۸۲ 'مسند احمد ج ۱ ص ۱۶۵ طبع قدیم 'مسند احمد: ۱۴۱۳ - ج ۳ ص ۳۰ 'مؤسسۃ الرسالۃ 'بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت واضح ہے کیونکہ اس میں نبی ﷺ پر جھوٹ باندھنے کا گناہ بیان کیا گیا ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف اور حضرت ابن الزبیر اور حضرت الزبیر بن العوام کا تذکرہ

(۱) ابوالولید ہشام بن عبد الملک الطیالسی البصری (۲) شعبہ بن الحجاج 'ان کا تعارف ہو چکا ہے (۳) جامع بن شداد المحاربی ابوصخرہ الکوفی 'یہ ثقہ ہیں اور قلیل الحدیث ہیں 'ان کی کل ۲۰ احادیث ہیں 'یہ ۱۱۸ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) عامر بن عبد اللہ بن الزبیر بن العوام الاسدی القرشی المدنی 'یہ عابد' فاضل اور ثقہ تھے' ۱۲۴ھ میں فوت ہو گئے تھے (۵) حضرت عبد اللہ بن الزبیر بن العوام رضی اللہ عنہما' یہ صحابی ابن صحابی ہیں' مہاجرین میں ان کی سب سے پہلے اسلام میں پیدائش ہوئی' ان کی والدہ حضرت اسماء بنت الصدیق رضی اللہ عنہما ہیں' وہ ان کو لے کر نبی ﷺ کے پاس آئیں اور ان کو آپ کی گود میں رکھ دیا' آپ نے ایک کھجور منگائی' اس کو چبایا' پھر اس کو اپنے لعاب دہن کے ساتھ ان کے منہ میں ڈال دیا' اور ان کو گھٹی دی' پس سب سے پہلے جو چیز ان کے پیٹ میں پہنچی' وہ نبی ﷺ کا لعاب دہن تھا' پھر ان کے لیے دعا کی' یہ اطلس (جس کی پیدائشی ڈاڑھی نہ ہو) تھے' ان کی ڈاڑھی نہیں آئی تھی' انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے ۳۳ احادیث روایت کی ہیں' امام بخاری نے ان میں سے ۶ احادیث روایت کی ہیں' یہ دن میں روزہ رکھتے تھے اور رات قیام اور سجود میں گزارتے تھے اور صبح تک عبادت کرتے رہتے تھے' یزید بن معاویہ کی موت کے بعد ۶۴ھ میں ان کو خلیفہ بنالیا گیا تھا اور اہل شام کے علاوہ ان کی خلافت پر اہل حجاز' اہل یمن' اہل عراق اور اہل خراسان سب متفق تھے' انہوں نے کعبہ کی عمارت کی تجدید کی اور رسول اللہ ﷺ کی منشاء کے مطابق حطیم کو کعبہ میں شامل کر لیا' انہوں نے لوگوں کے ساتھ آٹھ حج کیے' وہ اپنی خلافت پر قائم رہے حتیٰ کہ حجاج نے مکہ میں ان کا محاصرہ کر لیا' یہ واقعہ یکم ذوالحجہ کی شب ۷۲ھ میں ہوا' ان کا محاصرہ جاری رہا' حتیٰ کہ ان پر ایک پتھر پھینکا گیا' جس سے یہ شہید ہو گئے' ان کے جسم مبارک کو صلیب پر چڑھایا گیا اور ان کے سر کو خراسان میں بھیج دیا گیا (۶) ان کے والد حضرت الزبیر بن العوام القرشی تھے' یہ ان دس اصحاب میں سے ایک ہیں' جن کو جنت کی بشارت دی گئی اور چھ اصحاب شوریٰ میں سے ایک ہیں اور ان مہاجرین میں سے ایک ہیں' جنہوں نے دو ہجرتیں کی ہیں اور نبی ﷺ کے حواری (مددگار) ہیں' ان کی والدہ حضرت صفیہ بنت عبد المطلب نبی ﷺ کی پھوپھی ہیں' وہ چوتھی اسلام لانے والی خاتون تھیں اور یہ حضرت ابوبکر صدیق کے ہاتھ پر اسلام لائے' یہ پانچویں مسلمان تھے' اس وقت ان کی عمر ۱۲ سال تھی' یہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تمام مغازی میں شریک رہے' انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے ۳۸ احادیث روایت کی ہیں' امام بخاری اور امام مسلم دو حدیثوں پر متفق ہیں' امام بخاری ۷ احادیث کے ساتھ منفرد ہیں' حضرت زبیر وہ پہلے شخص ہیں' جنہوں نے اسلام کی راہ میں تلوار نکالی' یوم الجمل میں یہ قتال کو ترک کر کے واپس ہو چکے تھے' پھر ان کو جنگ جوؤں کی ایک جماعت نے بصرہ کی ایک جانب وادی السباع میں شہید کر دیا' اور وہیں ان کو دفن کر دیا گیا' پھر ان کو بصرہ لایا گیا اور وہاں ان کی قبر مشہور ہے' ان سے ایک بڑی جماعت نے احادیث روایت کی ہیں' ان کی چار ازواج تھیں' ہر زوجہ کو بارہ بارہ لاکھ دیئے گئے' ان کا تمام مال پانچ کروڑ ایک لاکھ تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۲۲۸-۲۲۷ 'دار الکتب العلمیہ 'بیروت' ۱۴۲۱ھ)

اس اعتراض کا جواب کہ حضرت زبیر نے حبشہ ہجرت کی تھی' پھر انہوں نے کیسے کہا: میں آپ سے جدا نہیں ہوا

اس حدیث میں ہے کہ حضرت زبیر نے کہا: میں کبھی رسول اللہ ﷺ سے جدا نہیں ہوا' یعنی سفر اور حضر میں ہمیشہ آپ کے

ساتھ رہا' اس پر یہ اعتراض ہے کہ انہوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی تو آپ سے جدا تو ہوئے' اس کا جواب یہ ہے کہ غلبہ اسلام کے بعد یا اکثر احوال میں' میں آپ سے جدا نہیں ہوا۔

حضرت علی کی روایت میں اور حضرت زبیر کی روایت میں عمداً کی قید نہیں ہے' اس سے بعض لوگوں نے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ آپ پر جھوٹ بولنا مطلقاً حرام ہے اور دخولِ نار کا سبب ہے' خواہ عمداً جھوٹ باندھے یا بھولے سے' لیکن صحیح یہ ہے کہ بھولے سے جھوٹ بولنے پر مواخذہ نہیں ہوگا۔

۱۰۸- حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ' عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ قَالَ قَالَ اَنَسٌ اِنَّهٗ لَيَمْنَعُنِيْ اَنْ اُحَدِّثَكُمْ حَدِيْثًا كَثِيْرًا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ تَعَمَّدَ عَلَيَّ كَذِبًا فَلْيَتَبَوَّاْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ. (مسند البزار: ۳۸۴' مسند احمد ج ۱ ص ۷۰ طبع قدیم' مسند احمد: ۵۰۷۔ ج ۱ ص ۵۳۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' نوٹ: مسند احمد میں یہ حدیث حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابومعمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوارث نے حدیث بیان کی از عبدالعزیز کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے تم کو بہ کثرت حدیثیں بیان کرنے سے ضرور یہ چیز منع کرتی ہے کہ بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: جس نے مجھ پر عمداً جھوٹ باندھا' وہ دوزخ کی آگ میں اپنے بیٹھنے کی جگہ بنالے۔

عنوان باب کی مطابقت میں یہ تیسری حدیث ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) ابومعمر عبداللہ بن عمرو المنقری البصری (۲) عبدالوارث بن سعید التمیمی البصری (۳) عبدالعزیز بن صہیب الاعمٰی البصری (۴) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' ان سب کا تعارف بھی گزر چکا ہے۔

اس اعتراض کا جواب کہ جھوٹی احادیث پر عذاب کی وعید احادیثِ صادقہ کی روایت سے تو مانع نہیں ہے

حضرت انس نے جو بہ کثرت احادیث روایت نہ کرنے کا عذر بیان کیا ہے' وہ جھوٹی اور موضوع احادیث سے احتراز ہے' اس پر یہ اعتراض ہے کہ وہ احادیثِ صادقہ تو بہ کثرت روایت کر سکتے تھے تو پھر انہوں نے بہ کثرت احادیث روایت کرنے سے احتراز کیوں کیا' اس کا جواب یہ ہے کہ جب کوئی شخص بہ کثرت احادیث روایت کرے گا تو عادۃً یہ خطرہ ہوگا کہ کہیں کوئی جھوٹی حدیث نہ روایت کر دے' تاہم حضرت انس رضی اللہ عنہ مکثرین روایت میں سے ہیں اور انہوں نے ۱۲۸۶' احادیث روایت کی ہیں۔

(خلاصۃ الخزرجی ج ۱ ص ۱۱۷)

۱۰۹- حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ اَبِيْ عُبَيْدٍ' عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ يَّقُلْ عَلَيَّ مَا لَمْ اَقُلْ فَلْيَتَبَوَّاْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مکی بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن ابی عبید نے حدیث بیان کی از سلمہ بن الاکوع' انہوں نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جس نے میری طرف اس بات کی نسبت کی' جس کو میں نے نہیں کہا' وہ اپنے بیٹھنے کی جگہ دوزخ کی آگ میں بنا لے۔

(سنن ابن ماجہ: ۳۴' صحیح ابن حبان: ۲۸' مسند احمد ج ۴ ص ۵۰۱ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۶۵۴۳۔ ج ۱۶ ص ۳۰۵' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

نوٹ: ''مسند احمد' ابن ماجہ اور صحیح ابن حبان'' میں یہ حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور یہ حدیث لفظاً متواتر ہے۔
عنوان باب کی مطابقت میں یہ چوتھی حدیث ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف اور حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ کا تذکرہ

(۱) المکی بن ابراہیم البلخی' ان کا تعارف ہو چکا ہے (۲) یزید بن ابی عبید ابو خالد اسلمی' یہ حضرت سلمہ بن الاکوع کے آزاد شدہ غلام ہیں' ۱۴۶ یا ۱۴۷ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ' یہ بیعت رضوان میں حاضر ہوئے تھے اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تین مرتبہ بیعت کی تھی اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ۷۷' احادیث روایت کی ہیں' امام بخاری اور امام مسلم ان میں سے ۱۶' احادیث پر متفق ہیں' امام بخاری پانچ احادیث کے ساتھ منفرد ہیں اور امام مسلم ۹' احادیث کے ساتھ منفرد ہیں' یہ ۸۰ سال کی عمر میں ۷۴ھ میں مدینہ میں فوت ہو گئے' ان سے ایک بڑی جماعت نے احادیث روایت کی ہیں' یہ بہت بہادر' تیر انداز اور شہ سواری میں سبقت کرنے والے تھے' ان کے اخلاق بہت عمدہ تھے' کہا جاتا ہے کہ ان سے بھیڑیے نے کلام کیا تھا' حضرت سلمہ نے کہا: میں نے بھیڑیے کو دیکھا' اس نے ہرن کو پکڑ لیا تھا' میں نے اس سے ہرن کو طلب کیا اور اس کو اس بھیڑیے سے چھڑا لیا' بھیڑیے نے ان سے کہا: تم پر افسوس ہے! تمہارا اور میرا کیا تعلق ہے! میں نے اس رزق کا قصد کیا' جو اللہ تعالیٰ نے مجھے دیا ہے اور وہ تمہارا مال نہیں تھا' پھر تم نے کیوں اس کو مجھ سے چھینا' حضرت سلمہ کہتے ہیں: میں نے کہا: اے اللہ کے بندو! یہ بہت عجیب بات ہے کہ بھیڑیا کلام کر رہا ہے' بھیڑیے نے کہا: اس سے بھی عجیب بات یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھجور کے درختوں کے درمیان تم کو اللہ کی عبادت کی طرف بلاتے ہیں اور تم بتوں کی عبادت کے سوا اور کسی کی عبادت سے انکار کرتے ہو' حضرت سلمہ نے کہا: پھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جا ملا اور اسلام لے آیا۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۲۳۱۔۲۳۰)

روایت بالمعنی پر ایک اعتراض کا جواب

اس حدیث میں فرمایا گیا ہے: جس نے میری طرف اس بات کی نسبت کی' جس کو میں نے نہیں کہا۔ یہ حدیث نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقوال کے ساتھ خاص ہے' لیکن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے افعال بھی اس میں حکماً داخل ہیں کیونکہ آپ پر جھوٹ باندھنے کے امتناع کی علت میں دونوں مشترک ہیں' اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ روایت بالمعنی بھی جائز نہیں ہے کیونکہ اس میں وہ الفاظ نہیں ہوتے' جو آپ نے فرمائے ہیں' اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے مقصود یہ ہے کہ حدیث کے معنی کو ایسے الفاظ سے نہ تعبیر کیا جائے' جس سے حدیث میں بیان کردہ حکم متغیر ہو جائے۔

۱۱۰- حَدَّثَنَا مُوْسٰى قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ' عَنْ اَبِيْ حَصِيْنٍ' عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ' عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَسَمَّوْا بِاسْمِيْ وَلَا تَكْتَنُوْا بِكُنْيَتِيْ' وَمَنْ رَاٰنِيْ فِي الْمَنَامِ فَقَدْ رَاٰنِيْ' فَاِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَتَمَثَّلُ فِيْ صُوْرَتِيْ' وَمَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّاْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو عوانہ نے حدیث بیان کی از ابی حصین از ابی صالح از ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: میرا نام رکھو اور میری کنیت نہ رکھو اور جس نے مجھے نیند میں دیکھا' اس نے بے شک مجھے ہی دیکھا ہے' کیونکہ شیطان میری صورت کی مثل نہیں بنا سکتا اور جس نے مجھ پر عمداً جھوٹ باندھا' وہ اپنے بیٹھنے کی جگہ دوزخ کی آگ میں بنا لے۔

[اطراف الحدیث: ۳۵۳۹۔ ۶۱۸۸۔ ۶۱۹۷۔ ۶۹۹۳]

(صحیح مسلم المقدمہ' باب: ۲' حدیث: ۴' صحیح مسلم: ۲۱۳۴۔ ۲۱۳۱' سنن ابوداؤد: ۴۹۶۵' سنن ابن ماجہ: ۳۷۳۵' مسند الحمیدی: ۱۱۴۴' مصنف ابن

ابی شیبہ ج ۸ ص ۷۱-۷۶، سنن بیہقی ج ۹ ص ۳۰۸، شرح السنۃ: ۳۳۶۳، مسند احمد ج ۲ ص ۲۴۸ طبع قدیم مسند احمد: ۷۳۷۷۔ ج ۱۲ ص ۳۳۳ موسسۃ الرسالۃ بیروت)

عنوان باب کی مطابقت میں یہ پانچویں حدیث ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) موسیٰ بن اسماعیل المنقری البصری التبوذکی (۲) ابوعوانہ الوضاح الیشکری ان کا تعارف ہو چکا ہے (۳) ابوحصین عثمان بن عاصم الکوفی انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ابوصالح وغیرہ سے سماع کیا ہے اور ان سے شعبہ اور سفیان ثوری وغیرہ نے سماع کیا ہے یہ ثقہ اور صاحب سنت تھے اور حفاظ کوفہ میں سے تھے ان کے پاس چار سو احادیث تھیں یہ ۱۲۸ھ یا ۱۲۷ھ میں فوت ہو گئے (۴) ابوصالح ذکوان السمان الزیات المدنی (۵) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ان کا تعارف گزر چکا ہے۔ (عمدۃ القاری: ۲۳۲-۲۳۱)

کنیت کا معنی اور شیطان کا صیغہ اور معنی

کنیت کا مادہ کنایہ ہے اس کا معنی ہے: ایک لفظ بولا جائے اور اس سے اس کے لازم کا ارادہ کیا جائے اور کنیت اسم کی ایک قسم ہے اسم کی تین قسمیں ہیں: علم لقب اور کنیت جس اسم سے کسی شخص معین کا ارادہ کیا جائے اس کو عربی میں علم اور اردو میں نام کہتے ہیں اور اگر وہ اسم مدح یا ذم کی خبر دے تو اس کو لقب کہتے ہیں اور اگر وہ اسم اب یا ام سے شروع ہو اور اس کی کسی دوسرے اسم کی طرف اضافت ہو تو اس کو کنیت کہتے ہیں۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم اور نام محمد ہے اور آپ کا لقب مثلاً سید المرسلین اور خاتم النبیین ہے اور آپ کی کنیت ابوالقاسم ہے۔

نیز اس حدیث میں شیطان کا ذکر ہے اس کا مادہ شیط ہے اور اس کا وزن فعلان ہے اور اس کا معنی ہے: ہلاک ہونے والا یعنی اللہ کے غضب میں اور یا اس کا مادہ شطن ہے اور اس کا وزن فیعال ہے اور اس کا معنی ہے: دور ہونے والا یعنی اللہ کی رحمت سے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھنے کے متعلق متعدد احادیث

نیز اس حدیث میں فرمایا گیا: جس نے مجھے نیند میں دیکھا اس نے بے شک مجھے ہی دیکھا ہے کیونکہ شیطان میری صورت کی مثل نہیں بنا سکتا۔

اسانید صحیحہ کے ساتھ اس قسم کی متعدد احادیث ہیں:

(۱) حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے مجھ کو دیکھا اس نے حق دیکھا۔

(صحیح البخاری: ۶۹۹۶، صحیح مسلم: ۲۲۶۷، سنن دارمی: ۲۱۴۰، مسند احمد ج ۵ ص ۳۰۶)

(۲) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جس نے مجھ کو دیکھا اس نے حق دیکھا کیونکہ شیطان میری صورت نہیں بنا سکتا۔ (صحیح البخاری: ۶۹۹۷، مسند احمد ج ۳ ص ۵۵)

(۳) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جس نے مجھے نیند میں دیکھا وہ عنقریب مجھے بیداری میں دیکھے گا اور شیطان میری مثل نہیں بنا سکتا۔

(صحیح البخاری: ۶۹۹۳، صحیح مسلم: ۲۲۶۶، سنن ابوداؤد: ۵۰۲۳، مسند احمد ج ۳ ص ۲۶۹۔ ج ۵ ص ۳۰۶، تاریخ بغداد ج ۱۰ ص ۲۸۴)

(۴) حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس نے مجھے نیند میں دیکھا اس نے مجھ ہی کو دیکھا ہے کیونکہ شیطان مجھے خیال میں نہیں لا سکتا۔ (صحیح البخاری: ۶۹۹۴، صحیح مسلم: ۲۲۶۴، سنن ابن ماجہ: ۳۸۹۳، مسند احمد ج ۳ ص ۲۹۳)

(۵) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے مجھے نیند میں دیکھا' گویا کہ اس نے مجھے بیداری میں دیکھا اور شیطان میری مثل نہیں بن سکتا۔ (المعجم الاوسط: ۶۱۲' مجمع الزوائد ج ۷ ص ۱۸۱)

(۶) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے مجھے نیند میں دیکھا' اس نے مجھ ہی کو دیکھا ہے کیونکہ شیطان میری مثل نہیں بن سکتا۔ ایک روایت میں ہے: میرے مشابہ نہیں ہو سکتا۔

(مسند احمد ج ۲ ص ۲۶۱' مجمع الزوائد ج ۷ ص ۱۷۳)

اس کی تحقیق کہ آپ کو خواب میں دیکھنے والا' آپ کو آپ کی معروف صفات میں دیکھتا ہے یا دوسری صفات میں

حافظ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

آپ نے جو فرمایا: جس نے مجھے نیند میں دیکھا' اس نے مجھ ہی کو دیکھا ہے کیونکہ شیطان میری مثل نہیں بن سکتا۔ علامہ الماوردی نے کہا: اس کی تاویل میں اختلاف ہے' قاضی ابوبکر بن الطیب نے کہا: اس کا معنی یہ ہے اس نے حق دیکھا اور اس کا خواب اضغاث احلام یعنی منتشر خیالات اور شوریدہ پریشان خواب نہیں ہے اور نہ شیطان کی تشبیہ ہے اور اس کا یہ خواب برحق اور صحیح ہے۔

قاضی ابوبکر نے کہا: کبھی آپ کو خواب میں دیکھنے والا ان صفات کے مطابق نہیں دیکھتا' جو ہم تک منقول ہوئی ہیں' مثلاً وہ آپ کو سفید ڈاڑھی میں دیکھتا ہے' یا آپ کا کوئی اور رنگ دیکھتا ہے اور کبھی آپ کو دو آدمی ایک وقت میں دو مختلف جگہوں سے دیکھتے ہیں' ایک مشرق میں اور دوسرا مغرب میں اور ان میں سے ہر ایک آپ کو اپنی جگہ سے دیکھتا ہے۔

دوسرے علماء نے یہ کہا ہے کہ یہ حدیث اپنے ظاہر پر ہے اور اس سے مراد یہ ہے کہ جس نے آپ کو خواب میں دیکھا اس نے آپ کو پالیا' اور اس سے کوئی مانع نہیں ہے اور نہ عقل اس کو محال قرار دیتی ہے اور یہ جو ذکر کیا گیا ہے کہ کبھی آپ کو دیکھنے والا دوسری صفات میں دیکھتا ہے یا جو آپ کی معروف صفات میں نہیں دیکھتا ہے یا دو آدمی آپ کو دو مختلف جگہوں سے دیکھتے ہیں تو یہ دیکھنے والے کی غلطی ہے اور اس کا غلط تخیل ہے' اور اس نے اپنے بعض خیالات کو متشکل دیکھا ہے' اور ادراک میں آنکھوں کے پھیرنے اور قرب مسافت کی شرط نہیں ہے اور نہ یہ شرط ہے کہ دکھائی دینے والا زمین میں مدفون ہو یا زمین پر ظاہر ہو' اس میں صرف یہ شرط ہے کہ وہ موجود ہو اور احادیث میں آیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے اجسام باقی ہیں اور زمین میں ان پر کوئی تغیر نہیں ہوتا۔

یہ بھی ذکر کیا گیا ہے کہ اگر آپ کو بوڑھا دیکھا گیا تو وہ کسی آفت اور مصیبت سے نجات کا سال ہے اور اگر آپ کو جوان دیکھا گیا تو وہ قحط کا سال ہے اور اگر آپ کو حسین شکل میں عمدہ اقوال اور افعال کے ساتھ دیکھا گیا تو اس کا معنی یہ ہے کہ دیکھنے والے میں خیر ہے اور اگر اس کے خلاف دیکھا تو اس کا معنی یہ ہے کہ دیکھنے والے میں شر ہے' اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ان میں سے کوئی چیز اثر انداز نہیں ہوگی' اور اگر کسی نے خواب میں یہ دیکھا کہ آپ نے کسی کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے تو اس شخص کے لیے قتل کرنا جائز نہیں ہے اور یہ اس کی صفات متخیلہ ہیں' اس کو اس طرح دکھائی نہیں دیا' اور اس میں تیسرا قول وہ ہے' جو قاضی عیاض اور ابوبکر ابن العربی کا ہے کہ اگر اس نے آپ کو آپ کی صفات معروفہ میں دیکھا ہے تو وہ حقیقت کا ادراک ہے اور اگر اس نے آپ کو اس کے خلاف صفت میں دیکھا ہے تو وہ مثال کا ادراک ہے اور اس خواب کی تاویل ہوگی' علامہ نووی نے کہا ہے کہ یہ تیسرا قول ضعیف ہے' اور صحیح دوسرا قول ہے۔

آپ کو خواب میں دیکھنے والا بعینہٖ آپ کو دیکھتا ہے یا آپ کی مثال کو؟

یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ نے جو فرمایا ہے: اس نے مجھ ہی کو دیکھا ہے' اس کا معنی یہ ہے کہ اس نے حقیقت میں میری مثال کو

دیکھا ہے کیونکہ خواب میں مثال ہی دکھائی دیتی ہے اور آپ نے فرمایا ہے: شیطان میری مثل نہیں بن سکتا' یہ بھی اس پر دلالت کرتا ہے اور اسی کے قریب امام غزالی نے کہا ہے' انہوں نے کہا ہے کہ اس کا معنی یہ نہیں ہے کہ اس نے میرے جسم اور میرے بدن کو دیکھا ہے' بلکہ اس نے مثال کو دیکھا ہے اور یہ مثال اس معنی کو ادا کرنے کا آلہ ہے' جو میرے دل میں ہے بلکہ بدن بیداری میں بھی صرف نفس کا آلہ ہوتا ہے' پس حق یہ ہے کہ دیکھنے والا جو دیکھتا ہے' وہ آپ کی روح مقدسہ کی حقیقت کی مثال ہے' جو روحِ مقدسہ محلِ نبوت ہے' پس اس نے جو شکل دیکھی ہے' وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح ہے' نہ وہ آپ کا شخص ہے' بلکہ تحقیق میں وہ آپ کی مثال ہے۔

اگر تم یہ کہو کہ خواب کی تین قسمیں ہیں (۱) اللہ کی جانب سے خواب (۲) شیطان کی جانب سے خواب (۳) انسان جو کچھ سوچتا رہتا ہے' اس کی خیالی صورتیں' اور انسان خواب میں جو آپ کو دیکھتا ہے' وہ شیطان کی طرف سے تو بہرحال نہیں ہے' پس کیا یہ ہو سکتا ہے کہ اس نے جو آپ کو دیکھا ہے' وہ اس کی سوچ اور اس کے خیال کی صورت ہو؟ میں کہتا ہوں کہ یہ جائز نہیں ہے کیونکہ انسان خواب میں اس صورت کو دیکھتا ہے' جس کے ساتھ اس کو کوئی مناسبت ہوتی ہے' خواہ وہ مناسبت ذات میں اشتراک کی وجہ سے ہو یا صفات اور افعال میں اشتراک کی وجہ سے ہو اور انسان جو کچھ سوچتا ہے' اس میں یہ قدرت نہیں ہے کہ وہ اپنے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان کوئی مناسبت پیدا کر لے' حتیٰ کہ وہ خواب میں آپ کی صورت کی مثال دکھائی دینے کا سبب بن جائے' لہٰذا خواب کی یہ قسم اللہ کی جانب سے ہے' نہ شیطان کی جانب سے ہے اور نہ اس کی سوچ اور اس کی باتوں کی خیالی صورت ہے۔ اس کے برخلاف جو فرشتہ خواب دکھانے پر مؤکل ہے' وہ لوحِ محفوظ سے مناسبت کی مثل قائم کر دیتا ہے۔

آپ کو بیداری میں دیکھنے کا معنی

بعض روایات میں ہے کہ ''وہ عنقریب مجھے بیداری میں دیکھے گا'' اور یہ بھی حدیث ہے کہ ''گویا کہ اس نے مجھے بیداری میں دیکھا'' اس کے معنی میں کہا گیا ہے کہ وہ اپنے خواب کی تفسیر دیکھے گا کیونکہ وہ حق ہے' دوسرا قول یہ ہے کہ وہ عنقریب آپ کو قیامت میں دیکھے گا' اور تیسرا قول یہ ہے کہ آپ کے زمانہ کے جن لوگوں نے ہجرت نہیں کی تھی اور انہوں نے آپ کو خواب میں دیکھا تھا' وہ عنقریب بیداری میں بھی آپ کی زیارت کریں گے۔ (عنقریب میں اس حدیث کے متعلق اپنا موقف پیش کروں گا۔ سعیدی غفرلہٗ)

اس کی تحقیق کہ شیطان آپ کی صورت کی مثل نہیں بنا سکتا

اس حدیث میں فرمایا گیا ہے: بے شک شیطان میری صورت میں متمثل نہیں ہو سکتا' یعنی میری صورت میں نہیں آ سکتا' اس حدیث میں صورت کے معنی میں اختلاف ہے' ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد میری صفت ہدایت ہے' دوسرا قول یہ ہے کہ یہ اپنی حقیقت پر ہے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جو صورت مشاہد تھی' وہ اس میں نہیں آ سکتا۔

علماء نے کہا ہے کہ دیکھنے والا آپ کو اس صورت میں دیکھے' جو آپ کی اس صورت اور اس حلیہ سے مشابہ ہے' جو نقل صحیح سے ثابت ہے' حتیٰ کہ اگر اس نے آپ کو اس کی مخالف صورت میں دیکھا تو اس نے آپ کو نہیں دیکھا' مثلاً اس نے آپ کو بہت لمبا دیکھا یا بہت چھوٹا دیکھا یا آپ کو بہت بالوں والا دیکھا یا بوڑھا دیکھا یا بہت گندمی دیکھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ خصوصیت عطا کی ہے کہ لوگ جو آپ کو دیکھتے ہیں تو ان کا دیکھنا صحیح ہوتا ہے اور ان تمام کی رؤیت صادق ہے اور شیطان کو آپ کی صورت میں آنے سے منع کر دیا ہے تاکہ وہ آپ کی زبان سے لوگوں کو گمراہ نہ کرے' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے بیداری میں شیطان کو یہ قدرت نہیں دی کہ وہ آپ کی صورت میں آ سکے' محی السنہ نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نیند میں دیکھنا حق ہے اور شیطان آپ کی مثل میں نہیں آ سکتا' اسی طرح وہ تمام انبیاء علیہم السلام اور فرشتوں کی مثل میں نہیں آ سکتا۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۲۳۴۔ ۲۳۳' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

اس زمانہ میں اور اس جہان میں آپ کو بیداری میں دیکھنے کے متعلق علماء کی تصریحات

جس حدیث میں یہ فرمایا ہے کہ جس نے مجھے خواب میں دیکھا' وہ مجھے عنقریب بیداری میں بھی دیکھے گا' علامہ بدر الدین عینی نے اس کی مکمل تحقیق نہیں کی' اکابر امت نے اس حدیث کا یہ معنی بھی کیا ہے کہ جس نے مجھے خواب میں دیکھا ہے' وہ عنقریب اسی دنیا میں حقیقۃً میری زیارت کرے گا۔

علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

خاتم الحفاظ حافظ جلال الدین سیوطی نے ''تنویر الحوالک'' میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کی زیارت پر اس حدیث سے استدلال کیا ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جس نے مجھ کو نیند میں دیکھا' وہ مجھ کو عنقریب بیداری میں بھی دیکھے گا اور شیطان میری مثل نہیں بن سکتا۔ (صحیح البخاری: ۶۹۹۳' صحیح مسلم: ۲۲۶۶' مسند احمد: ۱۷۳۲)

علامہ ابن ابی جمرہ نے لکھا ہے کہ متعدد عارفین نے نیند کے بعد بیداری میں آپ کی زیارت کی اور آپ سے سوالات کر کے دینی مسائل کی مشکلات کو سمجھا اور اس حدیث کی تصدیق کی۔

علماء کا اس میں کافی اختلاف ہے کہ آپ کو بیداری میں دیکھنے والا آپ ہی کے جسم اور بدن کو دیکھے گا یا آپ کی مثال کو دیکھے گا' علامہ جلال الدین سیوطی نے عبارات علماء کو نقل کرنے کے بعد لکھا کہ احادیث اور عبارات علماء سے یہ ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے جسم مبارک اور اپنی روح کے ساتھ زندہ ہیں اور آپ اطراف عالم میں جہاں چاہتے ہیں' تشریف لے جاتے ہیں اور تصرف فرماتے ہیں اور آپ اسی حالت میں ہیں' جس حالت میں آپ وفات سے پہلے تھے اور اس میں سرمو فرق نہیں ہوا' اور آپ زندہ ہونے کے باوجود لوگوں کی نظروں سے اس طرح غائب ہیں' جس طرح فرشتے ان کی نظروں سے غائب ہیں' اور جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندہ کو آپ کی زیارت سے مشرف فرمانا چاہتا ہے تو آپ کے اور اس بندہ کے درمیان جو حجابات ہیں' ان کو اٹھا دیتا ہے اور اس سے کوئی چیز مانع نہیں ہے تو پھر آپ کی مثال کے قول کی کیا ضرورت ہے' اور باقی تمام انبیاء علیہم السلام بھی زندہ ہیں اور ان کو اپنی قبروں سے باہر جانے اور اس جہان میں تصرف کرنے کا اذن دیا گیا ہے اور اس پر بہ کثرت احادیث ناطق اور شاہد ہیں۔

علامہ آلوسی فرماتے ہیں: میرا ظن غالب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کی زیارت اس طرح نہیں ہوتی' جیسے عام طور پر لوگ ایک دوسرے کو دنیا میں دیکھتے ہیں' یہ ایک حالت برزخیہ اور امر وجدانی ہے' اس کی حقیقت کو وہی شخص پا سکتا ہے' جس کو یہ مرتبہ حاصل ہوا ہو' یہ بھی کہا جاتا ہے کہ دیکھنے والا آپ کی روح کو دیکھتا ہے اور وہ روح کسی صورت میں متمثل ہو جاتی ہے' جب کہ وہ روح اس وقت آپ کے اس جسم مبارک میں بھی ہوتی ہے' جو روضہ مبارکہ میں ہے' جس طرح حضرت جبریل آپ کے سامنے حضرت دحیہ کلبی کی شکل میں موجود ہوتے ہیں یا کسی اور صورت میں اور اس وقت وہ سدرۃ المنتہیٰ سے بھی جدا نہیں ہوتے' اور رہا آپ کا جسم مثالی تو اس کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح قدسیہ متعلق ہوتی ہے اور اس سے کوئی چیز مانع نہیں ہے کہ آپ کے غیر متناہی اجسام مثالیہ ہوں اور ان میں سے ہر ایک کے ساتھ آپ کی روح واحدہ متعلق ہو اور یہ اس طرح ہو جیسے روح واحدہ کا تعلق ایک جسم کے متعدد اجزاء کے ساتھ ہوتا ہے' اور ہماری اس تقریر سے شیخ ابو العباس طنجی کے اس قول کی وجہ ظاہر ہو جاتی ہے کہ انہوں نے آسمان' زمین' عرش اور کرسی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھرا ہوا دیکھا اور یہ عقدہ بھی حل ہو جاتا ہے کہ متعدد مقربین نے ایک ہی وقت میں متعدد مقامات پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی۔ (روح المعانی جز ۲۲ ص ۵۳۔۵۲' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۷ھ)

اس اعتراض کا جواب کہ عہد صحابہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زیارت اور آپ سے استفادہ کا اس قدر ظہور کیوں نہیں ہوا؟

اولیاء کرام کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی جو زیارت ہوتی ہے اور وہ آپ سے دینی اور فقہی معاملات میں استفادہ کرتے ہیں اور اپنے اشکالات کو حل کراتے ہیں' اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ خلفاء راشدین اور دیگر اکابر صحابہ کرام کو جو اشکالات پیش آتے تھے' مثلاً حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو فدک کی میراث دینے یا نہ دینے کا مسئلہ تھا' حضرت ابوبکر کی خلافت کا مسئلہ تھا' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قصاص کا معاملہ تھا' جس کی وجہ سے جنگ جمل اور جنگ صفین برپا ہوئیں' تو ان اکابر صحابہ کرام کو آپ کی زیارت کیوں نہیں ہوئی اور انہوں نے آپ سے ان الجھے ہوئے معاملات میں رہنمائی کیوں نہیں حاصل کی' بعد کے اولیاء کرام جن کو نیند اور بیداری میں آپ کی زیارت ہوتی رہی ہے اور وہ آپ سے اپنی مشکلات میں رہنمائی حاصل کرتے رہے ہیں' ان سے تو بہر حال ان صحابہ کرام کا آپ سے قرب بہت زیادہ تھا اور بعد کے عارفین اور مقربین سے ان کا مرتبہ بہت بڑھ کر تھا۔

علامہ سید محمود آلوسی نے اس کے جواب میں یہ کہا ہے کہ نیند اور بیداری میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زیارت اور آپ سے استفادہ اولیاء کرام کی باقی کرامات کی طرح خلاف عادت امور سے ہے اور عہد صحابہ میں ان کرامات اور خلاف عادت امور کا ظہور بہت کم تھا کیونکہ اس دور میں عہد رسالت اور آفتاب نبوت بہت قریب تھا اور جس طرح سورج کی موجودگی میں ستارے نظر نہیں آتے' اسی طرح آفتاب رسالت کے معجزات کے ہوتے ہوئے صحابہ کرام کی کرامات کے ستارے نظر نہیں آتے تھے۔

(روح المعانی جز ۲۲ ص ۵۶-۵۵' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

نیز علامہ آلوسی فرماتے ہیں:

شیخ سراج الدین بن الملقن نے ''طبقات الاولیاء'' میں لکھا ہے کہ شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ نے فرمایا: میں نے ظہر کی نماز سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زیارت کی' آپ نے فرمایا: اے میرے بیٹے! تم وعظ کیوں نہیں کرتے؟ میں نے عرض کیا: اے ابا جان! میں عجمی شخص ہوں' فصحاء بغداد کے سامنے کیسے کلام کروں! آپ نے فرمایا: اپنا منہ کھولو' میں نے منہ کھولا تو آپ نے میرے منہ میں سات مرتبہ لعاب دہن ڈالا اور فرمایا: لوگوں کے سامنے وعظ کرو اور حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ انہیں اپنے رب کی طرف دعوت دو' پس میں ظہر کی نماز پڑھ کر بیٹھ گیا اور میرے سامنے بہت خلقت جمع ہو گئی' پھر مجھ پر کپکپی طاری ہو گئی' پھر میں نے دیکھا کہ اس مجلس میں میرے سامنے حضرت علی رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے ہیں' آپ نے فرمایا: اے میرے بیٹے! تم وعظ کیوں نہیں کرتے؟ میں نے کہا: اے میرے ابا جان! مجھ پر کپکپی طاری ہو گئی ہے' آپ نے فرمایا: اپنا منہ کھولو' میں نے منہ کھولا تو آپ نے میرے منہ میں چھ مرتبہ اپنا لعاب دہن ڈالا' میں نے پوچھا: آپ نے سات مرتبہ لعاب ڈال کر مکمل کیوں نہیں کیا؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ادب کی وجہ سے' پھر آپ مجھ سے غائب ہو گئے' پھر مجھے یوں لگا جیسے علوم و معارف کا ایک عظیم سمندر میرے سینہ میں موجزن ہے اور میں اپنی زبان سے حقائق اور دقائق کے یواقیت اور جواہر بیان کر رہا ہوں۔ (روح المعانی جز ۲۲ ص ۵۱)

نیز علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

اور علامہ سراج الدین ابن الملقن نے لکھا ہے کہ شیخ خلیفہ بن موسیٰ النہر ملکی نیند اور بیداری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بہ کثرت زیارت کرتے تھے اور وہ نیند اور بیداری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے بہت فیض حاصل کرتے تھے' انہوں نے ایک رات میں سترہ مرتبہ آپ کی زیارت کی' ایک مرتبہ آپ نے ان سے فرمایا: اے خلیفہ! تم میری زیارت کے لیے اتنے بے قرار نہ ہوا کرو' کیونکہ کتنے اولیاء

تو میرے دیدار کی حسرت میں ہی فوت ہو چکے ہیں' اور شیخ تاج الدین بن عطاء اللہ نے ''لطائف المنن'' میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے ابوالعباس المرسی سے کہا: آپ نے بہت سے شہروں میں بہت سے لوگوں سے ملاقات کی ہے' آپ اپنے اس ہاتھ سے میرے ساتھ مصافحہ کر لیں' انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! میں نے اپنے اس ہاتھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا اور کسی سے مصافحہ نہیں کیا' اور انہوں نے کہا کہ اگر میں پلک جھپکنے کی مقدار بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی آنکھوں سے اوجھل پاؤں تو میں اس ساعت میں خود کو مسلمان شمار نہیں کرتا اور اس قسم کی عبارات اولیاء کرام سے بہت منقول ہیں۔ (روح المعانی جز ۲۲ ص ۵۱' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

حافظ ابن حجر ہیتمی مکی متوفی ۹۷۴ھ سے سوال کیا گیا کہ:

کیا اب بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیداری میں ملاقات اور علم کا حاصل کرنا ممکن ہے؟ حافظ ابن حجر مکی نے جواب میں لکھا:

ہاں! یہ ممکن ہے اور یہ اولیاء اللہ کی کرامات میں سے ہے' علماء شافعیہ میں سے امام غزالی' بازری' تاج الدین سبکی' عفیف یافعی اور علماء مالکیہ میں سے علامہ قرطبی' ابن ابی جمرہ اور ابو جمرہ نے اس کی تصریح کی ہے' منقول ہے کہ ایک ولی اللہ کی مجلس میں ایک فقیہ آئے' پھر انہوں نے ایک حدیث بیان کی' اس ولی اللہ نے کہا: یہ حدیث باطل ہے' فقیہ نے پوچھا: آپ کے پاس کیا دلیل ہے؟ کہا تمہارے سر کے پاس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہوئے فرما رہے ہیں' یہ بات میں نے نہیں کہی' پھر اس ولی اللہ نے فقیہ کے لیے بھی کشف کر دیا اور فقیہ نے بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کر لی۔ (فتاوی حدیثیہ ص ۲۵۴' مطبعہ مصطفیٰ البابی' مصر)

شیخ انور شاہ کشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ لکھتے ہیں:

اور میرے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیداری میں زیارت کرنا ممکن ہے' جس شخص کو اللہ تعالیٰ یہ نعمت عطا فرمائے (اس کو زیارت ہو جاتی ہے) کیونکہ منقول ہے کہ علامہ سیوطی نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بائیس مرتبہ بیداری میں زیارت کی (علامہ عبدالوہاب شعرانی نے خود علامہ سیوطی کے حوالے سے لکھا ہے کہ میں نے پچھتر مرتبہ بیداری میں زیارت کی اور بالمشافہ ملاقات کی ہے' میزان الشریعۃ الکبریٰ ج ۱ ص ۴۴' لواقح الانوار القدسیہ ص ۱۷' سعیدی غفرلہٗ) اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بعض احادیث کے متعلق سوال کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصحیح کے بعد ان کو صحیح قرار دیا' (الی قولہ) امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی لکھا ہے کہ انہوں نے بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیداری میں زیارت کی ہے اور آٹھ رفقاء کے ساتھ آپ سے ''صحیح بخاری'' پڑھی' پھر امام شعرانی نے ان میں سے ہر ایک کا نام بھی لیا' ان میں سے ایک حنفی تھا' اخیر میں شیخ کشمیری نے کہا: بیداری میں آپ کی زیارت متحقق ہے اور اس کا انکار کرنا جہالت ہے۔

(فیض الباری ج ۱ ص ۲۰۴' مطبع تجازی' مصر)

(جس نے مجھے نیند میں دیکھا وہ عنقریب مجھے بیداری میں دیکھے گا' اس حدیث کی مزید شرح ہم نے شرح صحیح مسلم جلد سادس میں بیان کر دی ہے۔)

ایک اور دیوبندی عالم سید احمد رضا صاحب بجنوری لکھتے ہیں:

پھر کبھی اس کا مشاہدہ خواب کی طرح بیداری میں بھی ہوتا ہے' میرے نزدیک یہ صورت بھی ممکن ہے' حق تعالیٰ جس خوش نصیب کو بھی چاہیں' یہ دولت عطا فرما دیں' جیسے علامہ سیوطی رحمہ اللہ سے نقل ہے کہ انہوں نے ستر مرتبہ سے زیادہ بیداری کی حالت میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی اور بہت سی احادیث کے بارے میں سوالات کیے' پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصحیح کے مطابق احادیث کی تصحیح کی' علامہ سیوطی رحمہ اللہ کی سلطانِ وقت بھی بڑی عزت کرتا تھا' ایک مرتبہ شیخ عطیہ نے ان کو لکھا کہ فلاں معاملہ میں سلطان سے میری سفارش کر دیجئے! تو علامہ سیوطی نے انکار کر دیا اور جواب میں لکھا: ''میں یہ کام اس لیے نہیں کر سکتا کہ اس میں میرا بھی نقصان ہے اور

امت کا بھی' کیونکہ میں نے سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ستر بار سے زیادہ زیارت کی ہے'اور میں اپنی بھلائی نہیں دیکھتا' بجز اس کے کہ میں بادشاہوں کے دروازوں پر نہیں جاتا''۔

پس اگر میں کام آپ کی وجہ سے کروں تو ممکن ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارتِ مبارکہ کی نعمت سے محروم ہو جاؤں' بعض صحابہ کو ملائکہ سلام کیا کرتے تھے'انہوں نے کسی مرض کے علاج میں داغ لگوالیا تو وہ اس کی وجہ سے ملائکہ کی رؤیت سے بھی محروم ہو گئے'اس لیے میں آپ کے تھوڑے نقصان کو امت کے بڑے نقصان پر ترجیح دیتا ہوں۔(الیواقیت والجواہر ج۱ ص ۱۳۳)

غالباً امت کے نقصان سے اشارہ اس طرح ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارتِ مبارکہ کے وقت علومِ نبوت کا استفادہ کر کے وہ امت کو افادہ کرتے تھے' جیسا کہ صحیح احادیث سے معلوم ہوتا ہے۔(واللہ اعلم)

علامہ شعرانی نے بھی لکھا ہے کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ''بخاری شریف'' پڑھی' آٹھ رفیق دوسرے بھی ان کے ساتھ تھے' جن میں ایک حنفی تھے'ان سب کے نام لکھے ہیں اور وہ دعا بھی لکھی' جو ختم پر پڑھی تھی' غرض کہ رؤیت بیداری بھی حق ہے اور اس کا انکار جہالت ہے۔(انوار الباری شرح صحیح بخاری ج۶ ص ۲۱۸' تالیفات اشرفیہ' ملتان)

شیخ بجنوری اس کے حاشیہ میں لکھتے ہیں:

مشہور محدث وفقیہ شیخ عزالدین بن عبدالسلام (استاذ حافظ قاسم بن قطلو بغا حنفی) نے ''القواعد الکبریٰ'' میں لکھا ہے کہ ابن الحجاج نے ''المدخل'' میں تحریر فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارتِ مبارکہ بہ حالت بیداری کا مسئلہ بہت دقیق ہے' تاہم ایسے حضرات اکابر کے لیے اس کے وقوع وثبوت سے انکار نہیں کیا جا سکتا' جن کے ظاہر و باطن کی حق تعالیٰ نے اپنے فضل خاص سے حفاظت فرمائی ہو' البتہ بعض علماء ظاہر نے اس سے انکار کیا ہے۔(الحاوی للفتاویٰ ج ۲ ص ۲۵۸)

حضرت شاہ صاحب نے یہ بھی فرمایا کہ مسئلہ رؤیت منامی پر حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمہ اللہ نے رسالہ لکھا ہے' آپ نے جمہور کا مذہب اختیار فرمایا اور حضرت شاہ رفیع الدین صاحب رحمہ اللہ نے بھی رسالہ لکھا' جس میں دوسری رائے قلیل جماعت والی اختیار کی۔

حافظ ابن تیمیہ کا انکار رؤیت بیداری

ان منکرین ہی میں سے حافظ ابن تیمیہ بھی ہیں' جنہوں نے حسب عادت بڑی سختی وشدت سے بیداری کی رؤیت سے انکار کیا ہے' ''کتاب التوسل والوسیلہ'' میں لکھا کہ منامی رؤیت کبھی حق ہوتی ہے اور کبھی شیطان کے اثر سے'اس لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی منامی رؤیت تو ثابت وتسلیم ہے' مگر بیداری کی رؤیت تو کسی کے لیے ثابت نہیں ہے اور جو یہ گمان کرے کہ میں نے کسی میت کو دیکھا تو یہ بات اس کی جہالت سے ہے اور بہت سے لوگ جو یہ کہا کرتے ہیں کہ انہوں نے کسی نبی یا صالح' یا خضر کو دیکھا تو درحقیقت انہوں نے شیطان کو دیکھا ہے۔ حاوی ج ۲ ص ۱۶۳ میں ہے کہ'' ائمہ شریعت کی ایک جماعت نے اس امر کو تسلیم کر لیا ہے کہ حق تعالیٰ اپنے کسی ولی مقرب کو یہ اکرام بھی عطا فرما دیتے ہیں کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارتِ مبارکہ سے بہ حالت بیداری مشرف ہو' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں حاضر بھی ہو اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معارف ومواہب سے حسب استعداد بہرہ ور ہو'اس کو ائمہ شافعیہ میں سے امام غزالی' بازری' تاج سبکی' یافعی نے اور ائمہ مالکیہ میں سے علامہ قرطبی' محدث ابن ابی جمرہ اور ابن الحاج ایسے حضرات اکابر ومحققین نے تسلیم کیا ہے' شیخ ابوالحسن شاذلی فرمایا کرتے تھے کہ'' اگر میں بہ قدر پلک جھپکنے کے بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محجوب ہو جاؤں تو اپنے آپ کو مسلمانوں میں شمار نہ کروں''۔

علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے ایسے بہت سے حضرات کا ذکر کیا' جن کو بیداری میں حضور ﷺ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا ہے' مثلاً (۱) شیخ عبدالقادر جیلانی نے فرمایا کہ میں نے ظہر سے قبل حضور ﷺ کی زیارت کی (۲) شیخ خلیفہ بن موسیٰ کے تذکرہ میں آتا ہے کہ وہ حضور ﷺ کو بہ کثرت دیکھتے تھے (۳) شیخ عبدالغفار حضور ﷺ کو ہر وقت دیکھتے تھے (۴) شیخ ابوالعباس موسیٰ کو حضرت ﷺ سے خصوصی اتصال کا شرف حاصل تھا کہ جب آپ ﷺ کی خدمت میں سلام عرض کرتے تو آپ ﷺ جواب دیتے' نیز محادثہ اور سوال و جواب سے بھی مشرف ہوتے' اسی طرح علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے اور بہت سے اولیاء کرام کے نام ذکر کیے' جو بیداری کی رؤیت سے مشرف ہوئے ہیں اور ان کے قصے بھی لکھے۔ (حاوی)

علامہ بازری شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہمارے زمانہ کے اور اس سے بھی قبل کے اور بہت سے اولیاء کرام رحمہم اللہ کے حالات میں سنا گیا ہے کہ انہوں نے رسول اکرم ﷺ کو وفات کے بعد عالم بیداری میں زندہ دیکھا ہے' ابن عربی نے فرمایا ہے کہ ''انبیاء و ملائکہ کی رؤیت اور ان کا کلام سننا مومن و کافر دونوں کے لیے ممکن ہے' فرق اتنا ہے کہ مومن کے لیے بہ طور کرامت ہوگا اور کافر کے لیے بہ طور عقوبت''۔

علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے اپنے فتاویٰ میں یہ بھی لکھا کہ نبی کریم ﷺ کی بیداری میں رؤیت تو اکثر قلب کے ذریعہ ہوتی ہے' پھر ترقی ہو کر حاسۂ بصر سے بھی ہونے لگتی ہے' لیکن پھر بھی وہ رؤیت بصریہ' عام متعارف رؤیت کی طرح نہیں ہوتی' بلکہ وہ ایک جمعیۃ حالیہ اور حالت برزخیہ و امر وجدانی ہیں' جس کی حقیقت کا ادراک وہی شخص کر سکتا ہے' جس کو جمعیت حاصل ہو' شیخ عبداللہ دلاصی کا قول پہلے گزر چکا ہے کہ ''جب امام نے اور میں نے احرام باندھا تو مجھے ایک پکڑنے والے نے پکڑ لیا اور میں رؤیت رسول اکرم ﷺ سے مشرف ہوا'' تو ''اخذتنی اخذة'' میں ''اخذہ'' (پکڑ اور کشش) سے اسی حالت مذکورہ کی طرف اشارہ ہے (جس کے ساتھ ہی شرف رؤیت بیداری میں حاصل ہو جاتا ہے)۔ (الحاوی للفتاوی ج ۲ ص ۲۶۲)

علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے اس مسئلہ پر اپنے رسالہ ''تنویر الحلك فی رؤیة النبی و الملك'' میں مستقل طور پر بحث کی ہے' اس کو بھی دیکھا جائے۔

غرض اولیاء کرام کے حالات میں بڑی کثرت سے بیداری کی رؤیت کا ثبوت ملتا ہے' قریبی زمانہ میں حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کے حالات میں ہے کہ ایک روز ''تصور شیخ'' کے مسئلہ پر تقریر فرماتے ہوئے جوش میں آ کر اس امر مخفی کا اظہار بھی فرما دیا کہ ''کامل تین سال تک حضرت حاجی صاحب قدس سرہ سے پوچھے بغیر کوئی کام نہیں کیا' پھر فرمایا کہ کتنے ہی سال تک میں نے کوئی بات حضور ﷺ سے استصواب کے بغیر نہیں کی' اس کے بعد احسان کا درجہ حاصل ہو گیا''۔ (امیر الروایات ص ۳۱۸)

ایسی صورت میں حافظ ابن تیمیہ ایسے محقق عالم کا انکار حیرت ہی کا باعث ہے' سچ ہے بڑوں سے غلطی بھی بڑی ہی ہوتی ہے' اور چند مسائل میں حافظ ابن تیمیہ کے تفردات بھی اسی قبیل سے ہیں۔ (انوار الباری شرح صحیح بخاری ج ۶ ص ۲۲۰-۲۱۹' تالیفات اشرفیہ ملتان)

ہم نے بیداری میں نبی ﷺ کی زیارت کے متعلق حافظ ابن حجر عسقلانی کے استاذ شیخ الاسلام علامہ بلقینی' علامہ ابن ابی جمرہ' علامہ جلال الدین سیوطی' علامہ ابن حجر ہیتمی مکی' علامہ آلوسی حنفی' شیخ سراج الدین ابن الملقن' علامہ عبدالوہاب شعرانی' اور علماء دیوبند میں سے شیخ انور شاہ کشمیری' شیخ بجنوری اور ان کے حوالہ سے شیخ گنگوہی کی تصریحات پیش کر دی ہیں کہ اولیاء اللہ کو اور علماء اور فقہاء کو بیداری میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت ہوتی ہے' وللہ الحمد۔

آپ کا نام اور آپ کی کنیت رکھنے کی تفصیل اور تحقیق

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ اور علامہ ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ اور علامہ سنوسی مالکی متوفی ۸۹۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: میرا نام رکھو اور میری کنیت نہ رکھو' اہل ظاہر نے اس سے یہ استدلال کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کنیت رکھنی مطلقاً جائز نہیں ہے' امام شافعی کا بھی یہی قول ہے' ربیع نے کہا: امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ کسی کے لیے ابوالقاسم کنیت رکھنی جائز نہیں ہے' خواہ اس کا نام محمد ہو یا نہ ہو' قاضی عیاض نے کہا ہے کہ اپنے بیٹے کا نام قاسم رکھنا بھی منع ہے تاکہ وہ ابوالقاسم کنیت رکھنے کا سبب نہ بن جائے' حتیٰ کہ پہلے مروان کے بیٹے کا نام قاسم تھا' جب اس کو یہ حدیث پہنچی تو اس نے اپنے بیٹے کا نام بدل کر عبدالملک رکھ دیا۔

دوسرے متقدمین نے یہ کہا ہے کہ صرف ابوالقاسم کنیت رکھنا' اس وقت ناجائز ہے' جب اس کا نام محمد یا احمد ہو' حدیث میں ہے:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے میرا نام (محمد) رکھا' وہ میری کنیت (ابوالقاسم) نہ رکھے اور جس نے میری کنیت رکھی ہے وہ میرا نام نہ رکھے۔ (سنن ابوداؤد: ۴۹۶۶' سنن ترمذی: ۲۸۴۲' مسند احمد ج ۳ ص ۳۱۳)

دوسرے علماء نے کہا کہ یہ ممانعت اب منسوخ ہوگئی اور اب آپ کا نام اور آپ کی کنیت رکھنے کی رخصت ہے' اس سلسلہ میں یہ احادیث ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اگر آپ کی وفات کے بعد میرا بیٹا ہو تو میں اس کا نام آپ کے نام پر اور اس کی کنیت آپ کی کنیت پر رکھ لوں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! (سنن ابوداؤد: ۴۹۶۷' سنن ترمذی: ۲۸۴۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئی اور اس نے کہا: یارسول اللہ! میرے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا ہے' پس میں نے اس کا نام محمد رکھا ہے اور اس کی کنیت ابوالقاسم رکھی ہے' پھر مجھے بتایا گیا کہ آپ اس کو ناپسند کرتے ہیں' آپ نے فرمایا: کس نے میرے نام کو حلال کہا ہے اور میری کنیت کو حرام کہا ہے' یا فرمایا: کس نے میری کنیت کو حرام کہا ہے اور میرے نام کو حلال کہا ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۴۹۶۸)

علامہ مازری نے کہا ہے کہ آپ کی کنیت ابوالقاسم رکھنا آپ کی حیات میں ناجائز تھا' جب کہ اب جائز ہے' حدیث میں ہے:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے کہ ایک شخص بازار میں نداء کر رہا تھا: ''یا ابا القاسم'' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مڑ کر دیکھا' تو اس نے کہا: میں نے آپ کا ارادہ نہیں کیا تھا' تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میری کنیت نہ رکھو۔ (سنن ترمذی: ۲۸۴۱' مسند احمد ج ۳ ص ۱۱۴)

طبری کی رائے یہ ہے کہ آپ کے بعد آپ کے نام اور آپ کی کنیت کو جمع کرنے کی ممانعت منسوخ نہیں ہوئی' پہلے یہ ممانعت واجب تھی' اب مستحب ہے اور نام اور کنیت کو جمع کرنا مباح ہے۔

(اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۷ ص ۹۔۸' اکمال اکمال المعلم ج ۷ ص ۲۸۹' معلم اکمال الاکمال ج ۷ ص ۸۹)

اپنے بیٹوں کا نام محمد رکھنے کی کراہت

بعض علماء کا شاذ قول ہے کہ کنیت خواہ کوئی رکھی جائے' لیکن آپ کا نام محمد رکھنا جائز نہیں ہے' حدیث میں ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم اپنے بیٹوں کا نام محمد رکھتے ہو' پھر ان پر لعنت کرتے ہو۔

(مسند ابویعلیٰ: ۳۳۸۶' مسند البزار: ۱۹۸۷' اس حدیث کی سند میں الحکم بن عطیہ ہے' امام احمد نے اس کی توثیق کی ہے اور دوسروں نے اس کو ضعیف کہا اور اس کے باقی رجال حدیث صحیح کے رجال ہیں' مجمع الزوائد ج ۸ ص ۴۸)

حضرت عمر نے اہل کوفہ کی طرف لکھا: تم کسی نبی کے نام پر اپنے بیٹوں کا نام نہ رکھو اور ایک جماعت کو حکم دیا جنہوں نے اپنے بیٹوں کا نام محمد رکھا ہے وہ اس کو بدل دیں' حدیث میں ہے:

عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عبدالحمید کے بیٹے کی طرف دیکھا' اس کا نام محمد تھا اور ایک شخص اسے کہہ رہا تھا: یا محمد! اللہ تعالیٰ تیرے ساتھ ایسا کرے اور ایسا کرے اور ایسا کرے اور اس کو بُرا کہہ رہا تھا' پس اس وقت امیر المؤمنین نے کہا: اے زید کے بیٹے! میرے قریب آؤ' کیا میں نہیں دیکھ رہا کہ تمہاری وجہ سے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بُرا کہا جا رہا ہے! اللہ کی قسم! جب تک میں زندہ ہوں' تم کو محمد کہہ کر کوئی نہیں پکارے گا' پھر حضرت عمر نے اس کا نام عبدالرحمان رکھ دیا' پھر آپ نے حضرت طلحہ کے بیٹوں کو پیغام بھیجا کہ وہ اپنے بیٹوں کے نام بدل دیں' اس وقت ان کے سات بیٹے تھے اور سب سے بڑے بیٹے کا نام محمد تھا' پس محمد بن طلحہ نے کہا: اے امیر المؤمنین! میرا نام محمد تو سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا کسی نے نہیں رکھا' حضرت عمر نے فرمایا: جاؤ! جس کا نام سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رکھا ہے' میں اس کو بدلنے کی طاقت نہیں رکھتا۔

اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ (اسد الغابہ ج ۵ ص ۹۹' طبقات کبریٰ ج ۵ ص ۵۳' التاریخ الکبیر ج ۱ ص ۱۶' المعجم الاوسط ج ۱ ص ۱۱۰' الآحاد والمثانی: ۶۷۰' المعجم الکبیر: ۵۴۴- ج ۱۹' الاصابہ ج ۶ ص ۱۸' مسند احمد ج ۴ ص ۲۱۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۷۸۹۶- ج ۲۹ ص ۴۲۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

ایک قول یہ ہے کہ اس کا سبب یہ ہے کہ حضرت عمر نے سنا: کوئی شخص ان کے بھتیجے محمد بن زید بن خطاب سے کہہ رہا تھا: اے محمد! تمہارے ساتھ اللہ ایسا کرے اور ایسا کرے تو حضرت عمر نے ان کو بلایا اور کہا: کیا میں نہیں دیکھ رہا کہ تمہاری وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بُرا کہا جا رہا ہے' اللہ کی قسم! جب تک تم زندہ ہو' تم کو محمد کہہ کر نہیں پکارا جائے گا۔ (اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۷ ص ۹-۸' دار الوفاء' بیروت' ۱۴۱۹ھ' اکمال اکمال المعلم ج ۷ ص ۲۹۱-۲۹۰' مکمل اکمال الاکمال ج ۷ ص ۲۹۱-۲۹۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

انبیاء کا نام رکھنے اور آپ کا نام رکھنے کا جواز اور استحباب

علامہ محمد بن خلیفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ لکھتے ہیں:

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ حضرت عمر کے نام بدلنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ محمد نام رکھنا جائز نہیں ہے' اوّل تو یہ حدیث غیر معروف ہے اور بر تقدیر تسلیم' اس کا معنی یہ ہے کہ جس کا نام محمد ہے' اس کو بُرا نہ کہو خصوصاً اس کو محمد کہہ کر بُرا نہ کہو' نہ یہ کہ محمد نام ہی نہ رکھو کیونکہ محمد نام رکھنے کی ترغیب میں بہ کثرت احادیث وارد ہیں' جیسا کہ عثمان العمری نے مرسلاً روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کسی کو کیا ضرر ہو گا' اگر اس کے گھر میں ایک محمد (نام کا ہو) یا دو محمد (نام کے ہوں) یا تین محمد (نام کے) ہوں۔

(طبقات کبریٰ ج ۵ ص ۳۸' کنز العمال: ۴۵۲۰۵)

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو لوگ بھی مشورہ کرنے جمع ہوئے اور ان میں محمد نام کا کوئی شخص تھا اور انہوں نے اس کو مشورہ میں شامل نہیں کیا تو ان کے مشورہ میں برکت نہیں دی جائے گی۔ (کنز العمال: ۴۵۲۲۴)

درج ذیل حدیث کا اضافہ میں نے کیا ہے' علامہ ابی نے جو تیسری حدیث لکھی تھی' اس کا حوالہ مجھے نہیں مل سکا۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جس کے ہاں کوئی بچہ پیدا ہوا اور اس نے میری محبت کی وجہ سے اور میرے نام کی برکت حاصل کرنے کے لیے اس کا نام محمد رکھا تو وہ شخص اور اس کا بچہ دونوں جنت میں ہوں گے۔

(اکمال اکمال المعلم ج ۷ ص ۲۹۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ' مخرجا وزائدا علیہ)

میں کہتا ہوں کہ صحیح بخاری: ۱۱۰ کی زیر بحث حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صراحتہً حکم ہے کہ میرا نام (محمد) رکھو' پھر آپ کا نام

رکھنے کے جواز اور استحسان میں کسی کو کیا شبہ ہو سکتا ہے اور عموماً انبیاء علیہم السلام کا نام رکھنے کے متعلق یہ حدیث ہے:

ابو وہب الجشمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: انبیاء علیہم السلام کے نام رکھو اور اللہ کے نزدیک سب سے پسندیدہ نام عبداللہ اور عبدالرحمان ہے اور سب سے سچا نام حارث اور ہمام ہے اور سب سے بُرا نام حرب اور مرہ ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۴۹۵۰' سنن نسائی: ۳۵۶۸)

* تبیان القرآن ج ۴ ص ۴۹۹۔۴۹۷' الاعراف: ۱۹۰۔۱۸۹ میں ہم نے محمد نام رکھنے کی فضیلت میں بہت سی احادیث بیان کی ہیں اور ان کی اسانید کی تحقیق کی ہے۔

خواب کے بعد بیداری میں آپ کی زیارت کرنے والوں کو صحابی کہا جائے گا یا نہیں؟

جب کوئی شخص بیداری میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کرے تو آیا اس پر صحابی کا اطلاق کیا جائے گا یا نہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس پر صحابی کا اطلاق نہیں کیا جائے گا' کیونکہ صحابی کی تعریف یہ ہے: جس نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آپ کی دنیاوی حیات ظاہرہ میں ایمان کی حالت میں دیکھا ہو اور اسی ایمان پر فوت ہو گیا ہو' نیز اس لیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے احکام کی خبر دینے والے ہیں اور آپ دنیا میں خبر دیتے تھے' نہ کہ قبر میں۔

خواب میں آپ سے سنی ہوئی حدیث حجت ہے یا نہیں اور خواب کی تحقیق

جس شخص نے خواب میں آپ سے کوئی حدیث سنی' وہ حجت ہے یا نہیں؟ اس کا جواب بھی یہ ہے کہ وہ حدیث حجت نہیں ہے' کیونکہ استدلال کے لیے شرط یہ ہے کہ راوی نے اس حدیث کو منضبط کر لیا ہو' اور نیند کی حالت میں وہ ضبط نہیں کر سکتا۔

ایک سوال یہ ہے کہ خواب کی حقیقت کیا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ خواب وہ ادراکات ہیں' جن کو اللہ تعالیٰ بندے کے ذہن میں فرشتے یا شیطان کے واسطے سے پیدا کرتا ہے' اس کی نظیر یہ ہے کہ جیسے بیداری میں انسان کے دل میں مختلف خیال آتے ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ انسان خواب میں جو کچھ دیکھتا ہے' وہ کسی نہ کسی چیز کی مثال ہوتی ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ خواب پر ایک فرشتہ مامور ہے' جو اس کو حکمت کی مثالیں دکھاتا ہے اور لوحِ محفوظ سے غیب کی باتوں پر مطلع کرتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۲۳۶۔۲۳۵)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۵۴۶۷۔ ج ۶ ص ۴۹۲ پر مذکور ہے' اس کی شرح میں حسب ذیل عنوان ہیں:

(۱) ابوالقاسم کنیت رکھنے کے متعلق مذاہب کی تفصیل (۲) کنیت رکھنے کی تحقیق (۳) انبیاء اور صالحین کے نام رکھنے کا جواز۔

۳۹- بَابُ كِتَابَةِ الْعِلْمِ علم کو لکھنا

علم کی باتوں کو لکھنے کے متعلق متقدمین میں اختلاف رہا ہے' پھر ان کا لکھنے کے استحباب پر اجماع ہو گیا' بلکہ اس زمانہ میں اس کا وجوب بھی بعید نہیں ہے' کیونکہ اب لوگ علم کو حفظ کرنے اور یاد کرنے کا اہتمام نہیں کرتے اور اگر اب علم کو لکھا نہ جائے تو علم مٹ جائے گا' کہا جاتا ہے: علم صید ہے اور کتابت اس کی قید ہے' نیز علم کا لکھنا عام ہے' خواہ اس کو مرد لکھیں یا خواتین لکھیں۔

اس باب کی بابِ سابق کے ساتھ مناسبت اس طرح ہے کہ بابِ سابق میں روایت میں جھوٹ سے احتراز کرنے اور صحیح احادیث بیان کرنے کا حکم دیا تھا' تاکہ احادیث ضائع نہ ہوں اور اس باب میں احادیث کو لکھنے کی ترغیب ہے' تاکہ احادیث ضائع نہ ہوں۔

١١١- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ قَالَ أَخْبَرَنَا وَكِيعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ مُطَرِّفٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ أَبِي

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن سلام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وکیع نے خبر دی از سفیان از

جُحَيْفَةَ قَالَ قُلْتُ لِعَلِيٍّ هَلْ عِنْدَكُمْ كِتَابٌ؟ قَالَ لَا' إِلَّا كِتَابُ اللّٰهِ ' أَوْ فَهْمٌ أُعْطِيَهُ رَجُلٌ مُسْلِمٌ' أَوْمَا فِي هٰذِهِ الصَّحِيفَةِ ' قَالَ قُلْتُ فَمَا فِي هٰذِهِ الصَّحِيفَةِ؟ قَالَ الْعَقْلُ ' وَفِكَاكُ الْأَسِيرِ' وَلَا يُقْتَلُ مُسْلِمٌ بِكَافِرٍ.

[اطراف الحدیث: ۱۸۷۰-۳۰۴۷-۳۱۷۲-۶۹۰۳-۶۹۱۵]

مطرف از شعبی از ابی جحیفہ' انہوں نے کہا: میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا آپ کے پاس کچھ لکھا ہوا ہے؟ انہوں نے کہا: صرف کتاب اللہ ہے یا وہ فہم ہے جو ہر مسلمان شخص کو دی گئی ہے یا جو کچھ اس صحیفہ میں لکھا ہوا ہے' میں نے پوچھا: اس صحیفہ میں کیا لکھا ہوا ہے؟ انہوں نے کہا: دیت کے احکام (لکھے ہوئے ہیں) اور قیدیوں کو چھڑانے کے اور یہ کہ مسلمان کو کافر (حربی) کے بدلہ میں قتل نہیں کیا جائے گا۔

(صحیح مسلم: ۱۳۷۰' سنن ابوداؤد: ۲۰۳۴' سنن ترمذی: ۲۱۲۷' السنن الکبری للنسائی: ۴۲۷۸' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۴ ص ۱۹۸' مسند ابویعلی: ۲۶۳' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۱۸۴' صحیح ابن حبان: ۳۱۶۷' مسند احمد ج ۱ ص ۸۱ طبع قدیم' مسند احمد: ۶۱۵- ج ۲ ص ۱۵' مؤسسة الرسالة' بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ باب کا عنوان ہے: علم کو لکھنا اور اس حدیث میں صحیفہ کا ذکر ہے اور صحیفہ کا معنی ہے: لکھا ہوا ورق۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) محمد بن سلام بیکندی' ان کا تعارف ہو چکا ہے (۲) وکیع بن الجراح بن ملیح بن عدی الکوفی' یہ اعمش وغیرہ سے روایت کرتے ہیں' امام احمد نے کہا: ان کا حافظہ ابن مہدی سے زیادہ ہے' حماد بن زید نے کہا: اگر میں چاہوں تو یہ کہوں کہ یہ سفیان سے راجح ہیں' یہ ۱۲۸ھ میں پیدا ہوئے اور دس محرم ۱۹۷ھ میں فوت ہو گئے (۳) سفیان' علامہ کرمانی نے کہا: یہ سفیان ثوری بھی ہو سکتے ہیں اور سفیان بن عیینہ بھی ہو سکتے ہیں کیونکہ وکیع ان دونوں سے روایت کرتے ہیں اور یہ دونوں مطرف سے روایت کرتے ہیں (۴) مطرف ابوعبد الرحمان الکوفی الحارثی' ان کی امام احمد وغیرہ نے توثیق کی ہے' یہ ۱۳۳ھ میں فوت ہو گئے تھے (۵) عامر شعبی' ان کا تعارف بھی ہو چکا ہے (۶) ابوجحیفہ وہب بن عبد اللہ السوائی' انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ۴۵' احادیث روایت کی ہیں' جن میں سے ۲ حدیثوں پر امام بخاری اور امام مسلم متفق ہیں' امام بخاری ۲ حدیثوں کے ساتھ منفرد ہیں اور امام مسلم تین حدیثوں کے ساتھ' حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کی بہت تکریم کرتے تھے اور ان سے محبت کرتے تھے اور ان پر اعتماد کرتے تھے' انہوں نے ان کو کوفہ کے بیت المال پر مقرر کر دیا تھا' یہ تمام مشاہد میں حضرت علی کے ساتھ رہے اور ۷۲ھ میں فوت ہو گئے' یہ کم عمر صحابہ میں سے تھے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے وقت یہ بالغ نہیں ہوئے تھے (۷) حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں' ان کا تعارف ہو چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۲۳۹)

کتاب' فہم' عقل اور ''فکاک الاسیر'' کے معانی

اس حدیث میں کتاب اور فہم کا لفظ ہے' کتاب کا معنی ہے: مکتوب اور اس سے مراد ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لکھی ہوئی یا لکھوائی ہوئی کوئی چیز' فہم کا معنی ہے: ذہن کی تیزی' کسی مشکل چیز کو جلد سمجھنے کی صلاحیت۔

نیز اس حدیث میں عقل کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: رسی یا رسی سے باندھنا' اور اس سے مراد ہے: دیت' کیونکہ عرب دیت میں اونٹ ادا کرتے تھے' جن کو اصطبل میں رسیوں سے باندھا جاتا تھا' یا اس کی وجہ یہ ہے کہ دیت کا معنی خون بہا ہے یا کسی کو قتل کرنے یا اس کا عضو کاٹنے کا مالی معاوضہ اور عقل انسان کو قتل کرنے یا عضو کاٹنے سے منع کرتی ہے تاکہ بعد میں اس کا مالی معاوضہ نہ دینا پڑے۔

نیز اس میں ''فکاک الاسیر'' کا لفظ ہے' ''فکاک'' کا معنی ہے: چھڑانا اور ''اسیر'' کا معنی ہے: قیدی۔

شیعہ کے اس زعم کا رد کہ حضرت علی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خاص اسرار اور احکام بتائے تھے

سائل نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ پوچھا تھا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو خاص حکم لکھ کر دیا ہے جو قرآن میں نہیں ہے اس کی وجہ یہ تھی کہ شیعہ یہ زعم کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کو وحی کے خاص اسرار لکھ کر دیئے ہیں' جن کا دوسرے صحابہ کو علم نہیں ہے یا آپ کو خاص وصیت لکھ کر دی ہے' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ ان کے پاس قرآن مجید کے سوا کوئی چیز لکھی ہوئی نہیں ہے یا آپ نے اپنی فہم سے کتاب اللہ کے جو احکام اور مسائل مستنبط کیے ہیں' وہ لکھے ہوئے ہیں یا اس صحیفہ میں جو دیت کے احکام لکھے ہوئے ہیں کہ جان کے معاوضہ میں کتنے اونٹ دیئے جائیں گے اور مختلف اعضاء کے تاوان میں کتنے اونٹ دیئے جائیں گے اور قیدیوں کو چھڑانا ایک نیک عمل ہے' اس کے متعلق لکھا ہوا ہے اور صحیفہ سے مراد وہ اوراق ہیں' جن پر حضرت علی نے ان چیزوں کو لکھا ہوا تھا' تاکہ بہ وقت ضرورت ان کو پڑھ کر ذہن میں حاضر کر لیا جائے اور یہ کاغذات اپنی تلوار کے دستہ میں یا اس کی میان میں رکھے ہوئے تھے' اور اس صحیفہ میں یہ لکھا ہوا تھا کہ مسلمان کو کافر (حربی) کے بدلہ میں قتل نہیں کیا جائے گا۔

اس حدیث میں شیعہ کی اس بدعقیدگی کا رد ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصی تھے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو مخصوص احکام اور اسرار لکھ کر دیئے تھے' جو دوسرے صحابہ کرام کو نہیں بتائے تھے اور اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ عالم کو چاہیے کہ وہ اپنی فہم کے ساتھ قرآن مجید سے احکام اور مسائل کو نکالے اور اس حدیث میں علم کی باتوں کو لکھنے کا ثبوت ہے۔

ذمی کے بدلہ میں مسلمان کو قتل نہ کرنے کے ثبوت میں ائمہ ثلاثہ کے دلائل

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت علی نے فرمایا: اس صحیفہ میں یہ لکھا ہوا ہے کہ مسلمان کو کافر کے بدلہ میں قتل نہیں کیا جائے گا۔

علامہ موفق الدین عبد اللہ بن احمد بن محمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ ھ لکھتے ہیں:

اکثر اہل علم کافر کو قتل کرنے سے مسلمان پر قصاص کو واجب نہیں کرتے' خواہ وہ کسی قسم کا کافر ہو' حضرت عمر' حضرت عثمان' حضرت علی' حضرت زید بن ثابت اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہم کا یہی مسلک ہے اور تابعین میں سے عمر بن عبد العزیز' عطاء' حسن بصری' عکرمہ' زہری اور ابن شبرمہ کا یہی قول ہے اور ائمہ میں سے امام مالک' امام شافعی اور اوزاعی وغیرہ کا یہی مذہب ہے۔

نخعی' شعبی اور اصحاب رائے (فقہاء احناف) نے یہ کہا ہے کہ خصوصاً ذمی کو قتل کرنے سے مسلمان پر قصاص واجب ہوگا' شعبی اور نخعی نے یہ کہا ہے کہ مجوسی' یہودی اور نصرانی کی دیت مسلم کی دیت کی مثل ہے اور اگر مسلمان نے اس کو قتل کیا تو اس کو اس کے بدلہ میں قتل کیا جائے گا' یہ بہت عجیب بات ہے کہ مجوسی کو مسلم کی مثل قرار دیا جائے' سبحان اللہ! یہ کیسا قول ہے! اس کے خلاف یہ حدیث ہے:

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مسلمان کو کافر کے بدلہ میں قتل نہیں کیا جائے گا۔

(صحیح البخاری: ۶۹۱۵' سنن ترمذی: ۷ ۲۱۲' سنن نسائی: ۸۰۷ ۴۲' سنن دارمی: ۵۶ ۲۳' سنن ابن ماجہ: ۲۶۵۹' سنن بیہقی ج ۸ ص ۲۸' مسند احمد ج ۱ ص ۸۱)

اور یہ فقہاء کہتے ہیں کہ مسلمان کو کافر کے بدلے میں قتل کر دیا جائے گا' اس سے زیادہ سخت بات اور کیا ہوگی! ان کا استدلال اس سے ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک ذمی کے بدلہ میں مسلمان سے قصاص لیا' حدیث میں ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک ذمی کے بدلہ میں مسلمان کو قتل کر دیا اور فرمایا: میں سب سے زیادہ کریم ہوں کہ اپنے ذمہ کو پورا کروں۔

(سنن دار قطنی: ۳۲۱۸۔ ج ۳ ص ۱۳۴' اس حدیث کو ابن بیلمانی نے مرسلاً روایت کیا ہے اور وہ ضعیف راوی ہے۔)

اور اس لیے بھی کہ اس کا خون دائماً معصوم ہے' لہٰذا مسلم کی طرح اس کے قاتل سے قصاص لیا جائے گا۔

(یہ حدیث اس سند کے علاوہ اور بہت سی سندوں سے مروی ہے' جیسا کہ عنقریب آئے گا۔ سعیدی غفرلہٗ)

ہمارا استدلال اس حدیث سے ہے:

عمرو بن شعیب اپنے والد (عبداللہ بن عمرو بن العاص) سے اور وہ اپنے دادا (حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں۔ تمام مسلمانوں کا خون ایک جیسا ہے اور وہ اپنے ماسوا پر ایک دوسرے کے دست و بازو ہیں' ان میں سے ادنیٰ فرد بھی مسلمانوں کے ذمہ (قصاص یا دیت) کے لیے کوشش کرے گا' سنو! کسی مسلمان کو کافر کے بدلے میں قتل نہیں کیا جائے گا اور نہ کسی ذمی کو اس کے جزیہ کی ادائیگی کے دوران قتل کیا جائے گا۔

(سنن ابوداؤد: ۴۵۳۰' سنن نسائی: ۴۷۴۸' سنن ابن ماجہ: ۲۶۸۵۔ ۲۶۸۳' مسند احمد ج ۱ ص ۱۱۹)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سنت یہ ہے کہ مسلمان کو کافر کے بدلہ میں قتل نہیں کیا جائے گا۔

(سنن دارقطنی: ۳۲۱۶۔ ج ۳ ص ۱۳۴' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۹ ص ۲۹۵) (المغنی ج ۱۱ ص ۴۰۵۔ ۴۰۳' دارالحدیث' القاہرہ' ۱۴۲۵ھ)

ذمی کے بدلہ میں مسلمان کو قتل کرنے کے ثبوت میں فقہاء احناف کے دلائل

شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ لکھتے ہیں:

اگر مسلمان کسی ذمی کو قتل کر دے تو ہمارے نزدیک اس پر قصاص ہے اور امام شافعی کے نزدیک اس پر قصاص نہیں ہے' ان کی دلیل یہ آیت ہے:

أَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا لَّا يَسْتَوُونَ ○ (السجدہ: ۱۸) کیا جو شخص مومن ہے' وہ فاسق کی مثل ہو سکتا ہے' وہ برابر نہیں ہیں ○

قصاص اس پر مبنی ہے کہ قاتل اور مقتول میں مساوات ہو اور مسلم اور کافر میں مساوات نہیں ہے' اس لیے کافر کو قتل کرنے سے مسلمان پر قصاص واجب نہیں ہوگا' نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: تمام مسلمانوں کا خون ایک جیسا ہے اور اس حدیث کے آخر میں فرمایا: مسلمان کو کافر کے بدلہ میں قتل نہیں کیا جائے گا۔ (سنن ابوداؤد: ۴۵۳۰)

ہماری دلیل یہ ہے کہ حدیث میں ہے:

امام محمد بن حسن نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک مسلمان سے ذمی کا قصاص لیا اور فرمایا: میں اپنے عہد کو پورا کرنے کا سب سے زیادہ حق دار ہوں۔ (کتاب الآثار لامام محمد ص ۱۲۸' مطبوعہ ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۴۰۷ھ)

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی مذکور ہے:

مصنف عبد الرزاق: ۱۸۵۱۴' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۹ ص ۲۹۰' مراسیل ابوداؤد ص ۲۰۸' سنن دارقطنی ج ۳ ص ۱۳۵' سنن بیہقی ج ۸ ص ۳۱۔ ۳۰۔

بعض روایات میں ہے کہ حضرت عمر نے ایک مسلمان شخص کو قتل کرنے کا حکم دیا' جس نے اہل حیرہ کے ایک ذمی کو قتل کر دیا تھا' پھر آپ کو معلوم ہوا کہ وہ عرب کے گھڑ سواروں میں سے ایک گھڑ سوار ہے' پھر آپ نے لکھا کہ اس کو قتل نہ کیا جائے اور مقتول کے اولیاء کو دیت پر راضی کیا جائے۔

امام شافعی نے جو آیات پیش کی ہیں کہ کفار اور مؤمنین میں مساوات نہیں ہے' ان کا تعلق آخرت کے ساتھ ہے۔

رہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ تمام مسلمانوں کا خون ایک جیسا ہے' سو اس میں مفہوم مخالف معتبر نہیں ہے' اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ غیر مسلموں کا خون مسلمانوں کے خون کی مثل نہیں ہے۔

رہا رسول اللہ کا یہ ارشاد کہ مسلمان کو کافر کے بدلہ میں قتل نہ کیا جائے' تو اس سے مراد کافر حربی ہے' کیونکہ کافر ذمی کے بدلہ میں آپ نے خود مسلمان کو قتل کیا تھا۔ (المبسوط ج ۲۶ ص ۱۶۱۔۱۵۸ 'ملخصاً' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

ذمی کے بدلہ میں مسلمان کو قتل کرنے کے ثبوت میں قرآن مجید کی آیات

علامہ علاؤ الدین ابوبکر بن مسعود الکاسانی الحنفی المتوفی ۵۸۷ھ نے حسب ذیل آیات سے فقہاء احناف کے مؤقف پر استدلال کیا ہے:

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى. (البقرہ:۱۷۸) تم پر مقتولوں کا قصاص لینا فرض کیا گیا ہے۔

اس آیت میں مطلقاً مقتول کا قصاص لینا فرض کیا ہے' خواہ مقتول مسلمان ہو یا ذمی ہو' نیز جس طرح حکومت پر مسلمان کی جان اور اس کے مال کی حفاظت فرض ہے' اسی طرح جب ذمیوں نے جزیہ ادا کر دیا تو حکومت پر ان کی جان اور مال کی حفاظت بھی فرض ہے اور حکومت نے ان کی جان اور مال کی حفاظت کا عہد کر لیا' سو جس طرح مسلمان مقتول کا قصاص لیا جائے گا' اسی طرح ذمی مقتول کا بھی قصاص لیا جائے گا۔

وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيْهَآ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ. (المائدہ:۴۵) اور ہم نے تورات میں یہ فرض کر دیا تھا کہ جان کا بدلہ جان ہے۔

اس آیت میں بھی مطلقاً جان کا بدلہ جان ہے' خواہ وہ مسلمان کی جان ہو یا ذمی کی جان ہو۔

وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهٖ سُلْطٰنًا. (بنی اسرائیل:۳۳) اور جو شخص مظلوم ہونے کی صورت میں قتل کر دیا جائے' ہم نے اس کے ولی کو (قصاص لینے کی) قوت عطا فرمائی ہے۔

اس آیت میں بھی ظلماً قتل ہونے والا عام ہے' خواہ وہ مسلمان ہو یا ذمی ہو اور جو شخص ان آیتوں میں مسلمان کی قید لگائے گا' اس پر لازم ہے کہ وہ ان آیات کی مساوی قوت کے ساتھ تقیید پر دلیل پیش کرے یعنی وہ قید قطعی الثبوت اور قطعی الدلالہ ہو۔

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ. (البقرہ:۱۷۹) تمہارے لیے قصاص (قتل کا بدلہ لینے) میں حیات ہے۔

اس آیت میں مسلمان کے قتل کا بدلہ لینے کی بہ نسبت ذمی کے قتل کا بدلہ لینا زیادہ واضح ہے' کیونکہ غضب کے وقت دینی عداوت قتل کرنے پر زیادہ اُبھارتی ہے تو اس کو رد کرنا زیادہ ضروری ہے اور اس سے حیات کا معنی زیادہ واضح ہوتا ہے۔

(بدائع الصنائع ج ۱۰ ص ۲۵۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

ذمی کے بدلہ میں مسلمان کو قتل کرنے کے ثبوت میں احادیث اور آثار

عبدالرحمان بن البیلمانی بیان کرتے ہیں کہ ایک مسلمان شخص نے ایک ذمی کو قتل کر دیا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس یہ مقدمہ پیش کیا گیا تو آپ نے فرمایا: میں اپنے عہد کو پورا کرنے کا سب سے زیادہ حق دار ہوں' پھر آپ کے حکم سے اس شخص کو قتل کر دیا گیا۔

(مصنف عبدالرزاق: ۱۸۸۳۷ طبع جدید' الام للشافعی: ۳۴۴' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۹ ص ۲۹۰' شرح السنۃ ج ۱۰ ص ۱۷۵' معرفۃ السنن والآثار: ۴۸۱۴)

عبداللہ بن عبدالعزیز بن صالح الحضرمی بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ حنین کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کافر کے بدلہ میں ایک

مسلمان کو قتل کر دیا' اس کافر کو دھوکے سے قتل کیا گیا تھا' آپ نے فرمایا: میں اپنے عہد کو پورا کرنے کا سب سے زیادہ حق دار ہوں۔ (الاعتبار فی الناسخ والمنسوخ ص ۱۹۳۔۱۹۲' نصب الرایہ ج ۵ ص ۸۹ طبع جدید)

بکر بن وائل کے ایک شخص نے اہل حیرہ کے ایک شخص کو قتل کر دیا تو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اولیاء مقتول کی طرف لکھا' اگر وہ چاہیں تو اس کو قتل کر دیں اور اگر چاہیں تو اس کو معاف کر دیں' پھر اس شخص کو ولی مقتول کے حوالہ کیا گیا' جس کا نام حنین تھا' اس نے اس مسلمان کو قتل کر دیا' اس کے بعد حضرت عمر کا خط ملا' اس کو قتل نہ کرو' حضرت عمر کا ارادہ یہ تھا کہ اس کو دیت سے راضی کر دو۔ (معرفۃ السنن والآثار: ۴۸۱۵' السنن الکبریٰ ج ۸ ص ۳۲' کتاب الآثار لامام محمد ص ۱۲۸' مصنف عبد الرزاق: ۱۸۸۴۱۔۱۸۸۳۸' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۹ ص ۲۹۳۔۲۹۱)

زہری بیان کرتے ہیں کہ ابن شاس جذامی نے شام کے انباط سے ایک شخص کو قتل کر دیا' حضرت عثمان کے پاس یہ مقدمہ پیش کیا گیا تو انہوں نے اس کو قتل کرنے کا حکم دیا' پھر حضرت زبیر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دوسرے اصحاب نے منع کیا تو حضرت عثمان نے اس پر ایک ہزار دینار دیت لازم کر دی۔ (معرفۃ السنن والآثار: ۴۸۱۶' السنن الکبریٰ ج ۸ ص ۳۳' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۹ ص ۲۹۳)

ابی الجنوب الاسدی بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی بن ابی طالب کے پاس ایک مسلمان شخص کو لایا گیا' جس نے ایک ذمی شخص کو قتل کر دیا تھا' اس کے خلاف گواہ قائم ہو گئے تو حضرت علی نے اس کو قتل کرنے کا حکم دیا' پھر مقتول کے بھائی نے آ کر کہا: میں نے اس مسلمان کو معاف کر دیا' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: شاید ان مسلمانوں نے تم کو ڈرایا دھمکایا ہوگا' اس نے کہا: نہیں' لیکن اس کو قتل کرنے سے میرا بھائی تو واپس نہیں آئے گا' اور انہوں نے مجھے اس کا معاوضہ دے دیا ہے' سو میں راضی ہو گیا ہوں۔

(معرفۃ السنن والآثار: ۴۸۱۷' السنن الکبریٰ ج ۸ ص ۳۴)

ابونضرہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مسلمان سے ایک ذمی کا قصاص لیا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۹ ص ۲۹۲۔۲۹۱' ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۴۰۶ھ)

حکم بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما نے کہا: جو شخص کسی یہودی یا نصرانی کو قتل کرے اس کو قتل کر دیا جائے گا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۹ ص ۲۹۰)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۳۲۲۳۔ ج ۳ ص ۲۰۷ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۱۱۲- حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ الْفَضْلُ بْنُ دُكَيْنٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ ، عَنْ يَحْيٰى ، عَنْ اَبِىْ سَلَمَةَ ، عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ اَنَّ خُزَاعَةَ قَتَلُوْا رَجُلًا مِّنْ بَنِىْ لَيْثٍ . عَامَ فَتْحِ مَكَّةَ . بِقَتِيْلٍ مِنْهُمْ قَتَلُوْهُ ، فَاُخْبِرَ بِذٰلِكَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، فَرَكِبَ رَاحِلَتَهٗ فَخَطَبَ ، فَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ حَبَسَ عَنْ مَكَّةَ الْقَتْلَ ، اَوِ الْفِيْلَ . شَكَّ اَبُوْعَبْدِ اللّٰهِ . وَسَلَّطَ عَلَيْهِمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْمُؤْمِنِيْنَ ، اَلَا وَاِنَّهَا لَمْ تَحِلَّ لِاَحَدٍ قَبْلِىْ ، وَلَمْ تَحِلَّ لِاَحَدٍ بَعْدِىْ ، اَلَا وَاِنَّهَا حَلَّتْ لِىْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم الفضل بن دکین نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شیبان نے حدیث بیان کی از یحییٰ از ابی سلمہ از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہ فتح مکہ کے سال خزاعہ نے اپنے ایک مقتول کے بدلہ میں جس کو بنولیث نے قتل کیا تھا' ان کے ایک شخص کو قتل کر دیا' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اس کی خبر دی گئی' آپ اپنی سواری پر سوار ہوئے' پھر آپ نے خطبہ دیا' آپ نے فرمایا: بے شک اللہ نے مکہ سے قتل کو' یا فرمایا: ''فیل'' (ہاتھی) کو روک دیا ہے' اس میں ابوعبد اللہ (امام بخاری) کو شک ہے اور ان پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور مؤمنین کو مسلط کر دیا ہے' سنو! بے شک مکہ

سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ، اَلَا وَاِنَّهَا سَاعَتِيْ هٰذِهٖ حَرَامٌ لَا يُخْتَلٰى شَوْكُهَا، وَلَا يُعْضَدُ شَجَرُهَا، وَلَا تُلْتَقَطُ سَاقِطَتُهَا اِلَّا لِمُنْشِدٍ، فَمَنْ قُتِلَ لَهٗ قَتِيْلٌ فَهُوَ بِخَيْرِ النَّظَرَيْنِ اِمَّا اَنْ يُّعْقَلَ، وَاِمَّا اَنْ يُّقَادَ اَهْلُ الْقَتِيْلِ، فَجَاءَ رَجُلٌ مِّنْ اَهْلِ الْيَمَنِ، فَقَالَ اُكْتُبْ لِيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ اُكْتُبُوْا لِاَبِيْ فُلَانٍ، فَقَالَ رَجُلٌ مِّنْ قُرَيْشٍ اِلَّا الْاِذْخِرَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، فَاِنَّا نَجْعَلُهٗ فِيْ بُيُوْتِنَا وَقُبُوْرِنَا، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا الْاِذْخِرَ اِلَّا الْاِذْخِرَ.

(میں قتل کرنا) مجھ سے پہلے کسی کے لیے حلال تھا اور نہ میرے بعد کسی کے لیے حلال ہوگا' سنو! بے شک یہ میرے لیے دن کی ایک ساعت میں حلال کیا گیا تھا اور بے شک وہ اس ساعت میں حرام ہے' اس کے کانٹے کاٹے جائیں گے' نہ اس کے درخت کاٹے جائیں گے اور نہ اس کی گری ہوئی کوئی چیز اٹھائی جائے گی' اعلان کرنے والے کے سوا اور کسی کے لیے اٹھانا جائز نہیں ہے' پس جس شخص کا کوئی مقتول قتل کیا گیا ہے' اس کو دو چیزوں میں سے ایک کا اختیار ہے' یا تو اس کو دیت دی جائے یا مقتول کے اہل قصاص لے لیں' پھر اہل یمن سے ایک شخص آیا اور اس نے کہا: یارسول اللہ! یہ میرے لیے لکھ دیں' آپ نے فرمایا: یہ ابوفلاں کے لیے لکھ دو' پھر قریش کے ایک شخص نے کہا: یارسول اللہ! ماسوا اذخر کے' کیونکہ ہم اس کو اپنے گھروں اور اپنی قبروں میں رکھتے ہیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ماسوا اذخر کے۔

قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ يُقَالُ يُقَادُ بِالْقَافِ، فَقِيْلَ لِاَبِيْ عَبْدِ اللّٰهِ اَيُّ شَيْءٍ كَتَبَ لَهٗ؟ قَالَ كَتَبَ لَهٗ هٰذِهِ الْخُطْبَةَ. [اطراف الحدیث: ۲۴۳۴-۶۸۸۰]

امام ابوعبداللہ (بخاری) نے کہا: ''یقاد'' قاف کے ساتھ پڑھا جاتا ہے' پھر ابوعبداللہ سے پوچھا گیا: کیا چیز لکھی گئی تھی؟ انہوں نے کہا: یہ خطبہ لکھا گیا تھا۔

(صحیح مسلم: ۱۳۵۵' سنن ابوداؤد: ۲۰۱۷' سنن ترمذی: ۱۴۰۵' سنن نسائی: ۴۷۹۹' سنن ابن ماجہ: ۲۶۲۴' مسند ابوعوانہ ج ۴ ص ۴۴-۴۳' صحیح ابن حبان: ۳۷۱۵' سنن دارقطنی ج ۳ ص ۹۷-۹۶' سنن بیہقی ج ۸ ص ۵۳' السنن الکبریٰ للنسائی: ۵۸۵۵' سنن دارمی: ۲۶۰۰' مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۸ طبع قدیم' مسند احمد: ۷۲۴۲-ج ۱۲ ص ۱۸۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

عنوان باب کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس جملہ میں ہے' اس (خطبہ) کو ابوفلاں کے لیے لکھ دو۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) ابونعیم الفضل بن دکین' ان کا تعارف ہو چکا ہے (۲) شیبان بن عبدالرحمان ابومعاویہ النحوی' انہوں نے الحسن البصری سے سماع کیا ہے' اور ان سے ابن مہدی وغیرہ نے سماع کیا ہے' ان سے امام ابوحنیفہ نے بھی روایت کی ہے' یہ ۱۶۴ھ میں بغداد میں فوت ہو گئے تھے (۳) یحییٰ بن ابی کثیر صالح بن المتوکل' انہوں نے حضرت انس اور حضرت جابر رضی اللہ عنہما سے مرسلاً روایت کی ہے اور ابن ابی سلمہ وغیرہ سے روایت کی ہے' ایوب نے کہا: روئے زمین پر ان کی کوئی مثل نہیں ہے' یہ ۱۲۹ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) ابوسلمہ عبداللہ بن عبدالرحمان بن عوف' ان کا تعارف ہو چکا ہے (۵) حضرت ابوہریرہ عبدالرحمان بن صخر' ان کا تعارف بھی ہو چکا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲ ص ۲۴۶-۲۴۵)

''بنو خزاعة' بنولیث' راحلة' یختلی'' ''یعضد'' اور ''منشد'' وغیرہ کے معانی

اس حدیث میں ''خزاعة'' اور ''بنولیث'' کے الفاظ ہیں' ''خزاعة'' ازد کا قبیلہ ہے' ان کو خزاعہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ جب ازد

مکہ سے نکلے اور مختلف شہروں میں پھیل گئے' تو خزاعہ ان سے پیچھے رہ گئے اور وہیں مکہ میں رہ گئے اور خزاعہ کا معنی پیچھے رہنا ہے' اور بنو لیث بھی قبیلہ ہے۔

اور اس میں "راحلة" کا لفظ ہے" راحلة" اس اونٹنی کو کہتے ہیں جس پر سفر کیا جا سکے اور" راحلہ" مطلقاً سواری کو بھی کہتے ہیں' خواہ اونٹ ہو یا اونٹنی۔

اس حدیث میں "لا یختلی" اور" لا یعضد" کے الفاظ ہیں' ان کے معنی ہیں: نہ کاٹے جائیں۔

اس میں "منشد" کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: مُعرِّف' اعلان کرنے والا یعنی جو حکومت کی طرف سے اعلان کرنے کے لیے مقرر ہو۔

اس میں "اما ان یعقل" کے الفاظ ہیں' یہ عقل سے مشتق ہے' اس کا معنی ہے: دیت اور" اما ان یقاد" کے الفاظ ہیں' یہ "قود" سے بنا ہے' اس کا معنی ہے: قصاص'

اور اس میں "الاذخر" کا لفظ ہے' یہ ایک خوشبودار گھاس ہے' اس کا واحد" اذخرة" ہے۔

احادیث اور علم کی باتوں کو لکھنے کی تحقیق

اس حدیث کے بعض مسائل اور فوائد صحیح البخاری: ۱۰۴ میں گزر چکے ہیں اور باقی پر ہم یہاں گفتگو کر رہے ہیں:

اس حدیث میں علم کی باتوں کے لکھنے کا جواز ہے' کیونکہ اہل یمن کے ایک شخص نے کہا: یا رسول اللہ! یہ (خطبہ) میرے لیے لکھ دیں تو آپ نے فرمایا: اس کو ابو فلاں کے لیے لکھ دو' بعض علماء نے لکھنے کو مکروہ کہا ہے' کیونکہ لکھنے سے حفظ کرنے کی عادت نہیں رہتی' اور یہ حدیث ان کے خلاف حجت ہے' نیز سب سے بڑی حجت اور دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید کو لکھا گیا ہے' جو تمام علوم کی اصل ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وحی نازل ہونے کے بعد اس کو خود لکھواتے تھے' شعبی نے کہا: جب تم کوئی علم کی بات سنو تو اس کو لکھ لیا کرو' خواہ تم کو دیوار پر لکھنا پڑے' میں کہتا ہوں کہ اختلاف کا محل مصحف کے ماسوا میں ہے' سو مصحف کے لکھنے سے ان کے خلاف دلیل قائم نہیں ہوگی۔

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ متقدمین صحابہ اور تابعین مصحف میں علم کی باتوں کے لکھنے کو ناپسند کرتے تھے' اسی طرح تدوین سنت کے لیے احادیث کو لکھنے کے بھی خلاف تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۲۵۱)

احادیث اور علم کی باتوں کو لکھنے کی ممانعت میں احادیث اور آثار

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آپ کی احادیث لکھنے کی اجازت طلب کی تو آپ نے اجازت نہیں دی۔ (سنن دارمی: ۴۵۵' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قرآن کے علاوہ مجھ سے اور کوئی چیز نہ لکھو' سو جس نے قرآن کے علاوہ مجھ سے کوئی اور چیز لکھی ہو تو وہ اس کو مٹا دے۔ (سنن دارمی: ۴۵۴' صحیح مسلم: ۳۰۰۴' مسند احمد ج ۱ ص ۲۱)

ابراہیم کاپیوں میں حدیث لکھنے کو مکروہ کہتے تھے' وہ کہتے تھے: ان کو مصحف کے مشابہ کیا جا رہا ہے۔

(سنن دارمی: ۴۶۸' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۹ ص ۱۸)

ابراہیم تیمی بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود کو یہ خبر پہنچی کہ کچھ لوگوں کے پاس کچھ لکھی ہوئی چیزیں ہیں' جن سے وہ خوش ہوتے ہیں' حضرت ابن مسعود ان کو ملامت کرتے رہے' پھر ان کے پاس جا کر ان کو مٹا دیا' پھر کہا: تم سے پہلے اہل کتاب ہلاک ہو گئے' وہ اپنے علماء کی کتابوں کو ترجیح دیتے تھے اور انہوں نے اپنے رب کی کتاب کو چھوڑ دیا تھا۔

(سنن دارمی: ۴۷۱' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۹ ص ۵۷)

ابونضرہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوسعید خدری سے کہا: آپ ہمیں کچھ لکھواتے نہیں کیونکہ ہم یاد نہیں رکھ سکتے' انہوں نے کہا: ہم تم کو ہرگز نہیں لکھوائیں گے اور ہم اس لکھے ہوئے کو قرآن نہیں بنائیں گے' لیکن تم ہم سے سن کر یاد رکھو جیسے ہم رسول اللہ ﷺ سے سن کر یاد رکھتے تھے۔ (سنن دارمی: ۴۷۵)

ابتداء میں رسول اللہ ﷺ نے قرآن اور حدیث کے خلط ملط ہونے کے اندیشہ سے احادیث کو لکھنے سے منع فرمایا تھا' لیکن جب قرآن مجید کے بہت زیادہ یاد کر لینے کی وجہ سے یہ خطرہ نہیں رہا تو پھر آپ نے احادیث کو لکھنے کی اجازت دے دی' جیسا کہ درج ذیل احادیث سے ظاہر ہوتا ہے۔ لکھنے سے ممانعت کی دوسری وجہ یہ ہے کہ پھر لوگ لکھنے پر اعتماد کر لیں گے اور یاد کرنا چھوڑ دیں گے۔

احادیث اور علم کو لکھنے کے جواز کے ثبوت میں احادیث اور آثار

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کی احادیث کو جاننے والا اور کوئی نہ تھا' ماسوا حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کے' کیونکہ وہ اپنے ہاتھ سے لکھتے تھے اور دل سے یاد رکھتے تھے اور میں دل سے یاد رکھتا تھا اور ہاتھ سے لکھتا نہ تھا اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے لکھنے کی اجازت طلب کی تو آپ نے ان کو اجازت دے دی۔

(مسند احمد ج ۲ ص ۴۰۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۹۲۳۱۔ ج ۱۵ ص ۱۲۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

شعیب الارنؤط نے کہا: یہ حدیث صحیح ہے' اس کی سند حسن ہے' محمد بن اسحاق اور عمرو بن شعیب صدوق ہیں اور اس سند کے باقی رجال ثقہ ہیں۔

یہ حدیث اختصار کے ساتھ درج ذیل کتب میں ہے' جس میں مذکور ہے:

مجھ سے زیادہ کسی کے پاس رسول اللہ ﷺ کی احادیث نہیں تھیں' سوا حضرت عبداللہ بن عمرو کے' وہ لکھتے تھے اور میں نہیں لکھتا تھا۔ (صحیح البخاری: ۱۱۳' سنن ترمذی: ۲۶۶۸۔ ۳۸۴۱' سنن دارمی: ۴۸۳' السنن الکبریٰ للنسائی: ۵۸۵۳' صحیح ابن حبان: ۷۱۵۲' مصنف عبد الرزاق: ۲۰۴۸۹' مسند احمد ج ۲ ص ۲۴۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۷۳۸۹۔ ج ۱۲ ص ۳۵۱)

درج ذیل حدیث میں بھی رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص کو حدیث لکھنے کی اجازت دی ہے:

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: میں ہر اس حدیث کو لکھ لیتا تھا' جس کو میں رسول اللہ ﷺ سے سنتا تھا' میرا ارادہ اس کو محفوظ کرنے کا تھا' پھر مجھے قریش نے منع کیا' انہوں نے کہا: تم ہر وہ چیز جس کو رسول اللہ ﷺ سے سنتے ہو اس کو لکھ لیتے ہو اور رسول اللہ ﷺ بشر ہیں' کبھی غضب سے بات کرتے ہیں اور کبھی خوشی سے' پھر میں نے لکھنا چھوڑ دیا اور میں نے اس کا رسول اللہ ﷺ سے ذکر کیا' آپ نے فرمایا: تم لکھا کرو' پس اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! مجھ سے حق کے سوا کوئی چیز نہیں نکلتی۔

شعیب الارنؤط نے کہا: اس حدیث کی سند صحیح ہے' اس حدیث کے رجال ثقہ ہیں۔

(سنن ابوداؤد: ۳۶۴۶' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۹ ص ۵۰۔ ۴۹' جامع بیان العلم ص ۹۰۔ ۸۹' المستدرک ج ۱ ص ۱۰۶۔ ۱۰۵' سنن دارمی: ۴۸۹' مسند احمد ج ۲ ص ۱۶۲ طبع قدیم' مسند احمد: ۶۵۱۰۔ ج ۱۱ ص ۵۸۔ ۵۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

رسول اللہ ﷺ نے صدقات' دیات' فرائض اور سنن کے متعلق عمرو بن حزم وغیرہ کے لیے مکتوب لکھا۔ (سنن نسائی ج ۸ ص ۵۹' مراسیل ابوداؤد: ۹۴۔ ۹۳۔ ۹۲' مصنف عبد الرزاق: ۱۳۲۲۲' صحیح ابن حبان: ۶۵۵۹' سنن بیہقی ج ۴ ص ۹۰۔ ۸۹' المستدرک ج ۱ ص ۳۹۶۔ ۳۹۵)

محمد بن علی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلوار کے میان میں ایک صحیفہ تھا' جس میں لکھا ہوا تھا: جس شخص نے اپنے باپ کو گالی دی' وہ ملعون ہے' جس نے اپنی ماں کو گالی دی' وہ ملعون ہے' جو جانور غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا گیا' وہ ملعون ہے۔

(جامع بیان العلم ج ۱ ص ۳۰۵)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: علم کو لکھنے کے ساتھ مقید کرو۔

(الناسخ والمنسوخ: ۶۲۴' تاریخ بغداد ج ۱۰ ص ۴۶)

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: علم کو لکھنے کے ساتھ مقید کرو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۹ ص ۴۹' سنن داری: ۴۹۵' المستدرک ج ۱ ص ۱۰۶)

بشیر بن نہیک بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے احادیث سن کر لکھتا تھا اور جب اُن سے جدا ہونے کا ارادہ کرتا تو ان کے پاس اپنی لکھی ہوئی احادیث لاتا اور بتاتا کہ یہ وہ احادیث ہیں' جو میں نے آپ سے سنی ہیں' حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں: ہاں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۹ ص ۵۰' سنن داری: ۴۹۸)

ابوالملیح نے کہا: تم ہمارے لکھنے کی مذمت کرتے ہو حالانکہ قرآن مجید میں ہے: "عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّیْ فِیْ كِتٰبٍ". (طٰہٰ: ۵۲) اس کا علم میرے رب کے پاس ایک کتاب میں ہے یعنی لکھا ہوا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۹ ص ۵۱' سنن داری: ۴۹۳)

ثمامہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ اپنے بیٹوں سے کہتے تھے: اے بیٹو! علم کو لکھ کر مقید کرلو۔

(المعجم الکبیر: ۲۴۶' المستدرک ج ۱ ص ۱۰۶' سنن داری: ۴۹۵)

عبداللہ بن دینار بیان کرتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیز نے ابوبکر بن محمد بن حزم کو لکھا: تمہارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جو احادیث ثابت ہیں' وہ مجھے لکھ بھیجو کیونکہ مجھے خطرہ ہے کہ علم چلا جائے گا اور مٹ جائے گا۔ (سنن داری: ۴۹۱)

عبداللہ بن دینار بیان کرتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیز نے اہل مدینہ کی طرف لکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث کو تلاش کر کے لکھو' کیونکہ مجھے خطرہ ہے کہ علم مٹ جائے گا اور علماء دنیا سے چلے جائیں گے۔ (سنن داری: ۴۹۲)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس علم کو لکھ کر مقید کرلو۔ (سنن داری: ۵۰۲)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اجتہاد کی تحقیق

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عباس نے آپ سے کہا: یارسول اللہ! ماسوا اذخر کے کیونکہ ہم اس کو اپنے گھروں اور اپنی قبروں میں رکھتے ہیں' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ماسوا اذخر کے۔

اس کی شرح میں علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث اور اس کی مشابہ دیگر احادیث سے علماء اصول نے یہ استدلال کیا ہے کہ جن مسائل میں قرآن مجید کا صریح حکم نہیں ہوتا تھا' ان میں آپ اپنے اجتہاد سے فیصلہ کرتے تھے' اور یہی ان کے نزدیک زیادہ صحیح ہے اور بعض نے منع کیا ہے' امام شافعی' امام احمد اور امام ابویوسف آپ کے اجتہاد کے قائل ہیں اور آمدی کا بھی یہی مختار ہے' امام غزالی نے کہا: آپ کا اجتہاد کرنا جائز ہے اور اس کے وقوع میں توقف کیا ہے' اکثر محققین نے تمام اُمور میں توقف کیا ہے اور بعض علماء نے صرف جنگ کے اُمور میں اجتہاد کو جائز کہا ہے۔

جن علماء نے کہا ہے کہ آپ نے اجتہاد کیا ہے' ان کا استدلال اس حدیث سے ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں خطبہ دیا اور فرمایا: اے لوگو! تم پر حج فرض کر دیا گیا' سوج

کرو! ایک شخص نے کہا: یارسول اللہ! کیا ہر سال حج کریں؟ آپ خاموش رہے حتیٰ کہ اس نے تین بار یہ سوال کیا' پھر آپ نے فرمایا: اگر میں ہاں کہہ دیتا تو تم پر (ہر سال حج کرنا) واجب ہو جاتا اور تم اس کی طاقت نہ رکھتے' میں تم کو جس کام میں چھوڑ دوں' اس میں تم مجھ کو چھوڑ دو' تم سے پہلی امتیں زیادہ سوال کرنے کی وجہ سے ہلاک ہوگئیں' پس جب میں تم کو کسی کام کا حکم دوں تو تم اس کو اپنی طاقت کے مطابق ادا کرو اور جب میں تم کو کسی کام سے منع کروں تو اس کو چھوڑ دو۔ (صحیح مسلم: ۱۳۳۷' سنن نسائی: ۲۶۱۹)

اور ان کا استدلال ان آیات سے بھی ہے:

وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ. (آل عمران: ۱۵۹)

اور ان سے کام کا مشورہ کیا کریں' پھر جب آپ کا پختہ ارادہ ہو جائے تو اللہ پر توکل کریں۔

وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَغُلَّ. (آل عمران: ۱۶۱)

نبی کے لیے خیانت کرنا ممکن نہیں ہے۔

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَكُوْنَ لَهٗ أَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْأَرْضِ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْآخِرَةَ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ○ لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَا أَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ○ (الانفال: ۶۸۔۶۷)

نبی کے لیے (کافروں کو) قیدی بنانا جائز نہیں ہے حتیٰ کہ زمین میں (ان کا) خون بہا دیا جائے' تم لوگ متاعِ دنیا کا ارادہ کرتے ہو اور اللہ آخرت کا ارادہ کرتا ہے اور اللہ بہت غالب بے حد حکمت والا ہے ○ اور اگر اللہ کے پاس پہلے سے یہ لکھا ہوا نہ ہوتا (کہ اجتہادی خطاء پر گرفت نہیں ہوتی) تو تم نے جو (فدیہ) لیا تھا تو اس پر تمہیں سخت عذاب پہنچتا ○

اور اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے قیدیوں سے اللہ کے حکم سے فدیہ لیا ہوتا تو یہ عتاب نہ کیا جاتا۔

جو علماء نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اجتہاد کو جائز نہیں قرار دیتے' انہوں نے ان تمام دلائل کا یہ جواب دیا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ ان کاموں سے پہلے اللہ کا حکم مقارن ہو' یا ان کاموں سے پہلے آپ پر وحی کی گئی ہو کہ اس صورت میں آپ اس طرح کرلیں' مثلاً جب آپ نے اذخر کا استثناء نہیں کیا تھا اور حضرت عباس نے آپ سے سوال کیا تھا کہ آپ اذخر کا استثناء کرلیں' اس وقت حضرت جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے ہوں اور آپ کو استثناء کرنے کا اشارہ کیا ہو' لہٰذا آپ کا استثناء کرنا وحی سے ہوگا نہ کہ اجتہاد سے اور "**وشاورھم فی الامر**" کا یہ جواب دیا ہے کہ یہ جنگ کے معاملات کے ساتھ مخصوص ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۲۵۲)

* نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد کے متعلق ہم نے تفسیر تبیان القرآن' سورۃ الانعام: ۵۰ کی تفسیر میں بہت تفصیل سے گفتگو کی ہے' اس بحث کے عنوانات حسب ذیل ہیں:

① کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباعِ وحی کرنا اجتہاد کے منافی ہے ② نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد پر دلائل ③ صحابہ کرام کے اجتہاد پر دلائل ④ آپ کا اتباعِ وحی کرنا اجتہاد کے منافی نہیں ہے ⑤ اجتہاد کی تعریف ⑥ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد کے متعلق علماء اسلام کے مذاہب ⑦ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد میں توقف کے قائلین ⑧ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد کے وقوع کے متعلق مذاہب علماء ⑨ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد کے وقوع کے ثبوت میں احادیث۔ (تبیان القرآن ج ۳ ص ۴۸۳۔۴۷۶' فرید بک سٹال لاہور)

* نیز الاحقاف: ۹ کی تفسیر میں بھی ہم نے اس مسئلہ پر بحث کی ہے۔ (تبیان القرآن ج ۱۱ ص ۶۹)

* التوبہ: ۴۳ میں بھی ہم نے آپ کے اجتہاد پر بحث کی ہے۔ (تبیان القرآن ج ۵ ص ۱۴۸۔۱۴۶)

* النجم: ۴ میں بھی ہم نے آپ کے اجتہاد پر مفصل بحث کی ہے' اس کے عنوانات حسب ذیل ہیں:

① رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد کی تحقیق ② رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد میں مذاہب فقہاء ③ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد میں فقہاء احناف کا نظریہ ④ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خطاء اجتہادی میں مصنف کی تحقیق ⑤ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد کے وقوع کے ثبوت میں احادیث۔(تبیان القرآن ج۱۱ص ۴۸۷-۴۸۵)

* شرح صحیح مسلم: ۵۸۔ج۱ص ۴۱۰اور نمبر: ۲۷۵۶۔ج۳ص ۳۲۸-۳۱۸میں بھی اجتہاد کی بحث لائق مطالعہ ہے۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۳۲۰۱۔ج۳ص ۷۰۶پر ہے' اس کی شرح کے عنوانات ہیں:

① مکہ ابتداء آفرینش سے حرم ہے یا بعثت ابراہیم کے بعد ② حرم میں حدود جاری کرنے کے مذاہب ③ مکہ بذریعہ جنگ فتح ہونے پر دلائل ④ احادیث لکھنے پر دلیل۔

۱۱۳-حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرٌو قَالَ اَخْبَرَنِىْ وَهْبُ بْنُ مُنَبِّهٍ، عَنْ اَخِيْهِ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ مَا مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحَدٌ اَكْثَرَ حَدِيْثًا عَنْهُ مِنِّيْ، اِلَّا مَا كَانَ مِنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو، فَاِنَّهٗ كَانَ يَكْتُبُ وَلَا اَكْتُبُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمرو نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے وہب بن منبہ نے خبر دی از برادر خود' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے کسی کو مجھ سے زیادہ احادیث یاد نہیں تھیں سوا حضرت عبداللہ بن عمرو کے' کیونکہ وہ لکھتے تھے اور میں نہیں لکھتا تھا۔

تَابَعَهٗ مَعْمَرٌ، عَنْ هَمَّامٍ، عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ.

وہب بن منبہ کی معمر نے متابعت کی ہے از ہمام از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔

(سنن ترمذی: ۲۶۶۸-۳۸۴۱' سنن داری: ۴۸۳' السنن الکبریٰ للنسائی: ۵۸۵۳' صحیح ابن حبان: ۷۱۵۲' مصنف عبدالرزاق: ۲۰۴۸۹' مسند احمد ج۲ص ۲۴۹طبع قدیم' مسند احمد: ۷۳۸۹۔ج ۱۲ص ۳۵۱' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

باب کے عنوان سے اس حدیث کی مطابقت ظاہر ہے کیونکہ اس حدیث میں لکھنے کا ذکر ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) علی بن عبداللہ المدینی الامام (۲) سفیان بن عیینہ' ان کا تعارف ہو چکا ہے (۳) عمرو بن دینار ابو محمد المکی' یہ ائمہ مجتہدین میں سے ایک ہیں' یہ ۱۲۶ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) وہب بن منبہ ابن کامل بن سیج' انہوں نے حضرت جابر' حضرت عبداللہ بن عباس' حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم وغیرہم سے سماع کیا ہے' ابو زرعہ اور امام نسائی نے کہا: یہ ثقہ ہیں' الفلاس نے کہا: ضعیف ہیں' یہ گزشتہ کتابوں کی معرفت میں مشہور ہیں' انہوں نے کہا: میں نے اللہ تعالیٰ کی کتابوں میں سے ۹۲ کتابیں پڑھیں ہیں' یہ ان لوگوں میں سے ہیں' جن کو کسریٰ نے یمن بھیجا تھا' ان کی اصل ہرات سے ہے' ۱۲۴ھ میں فوت ہو گئے تھے' امام ابن ماجہ کے علاوہ باقی صحاح ستہ نے ان سے روایت کی ہے (۵) وہب کے بھائی ہمام بن منبہ ہیں' یہ وہب سے عمر میں بڑے تھے' یہ چار بھائی تھے اور وہب سب سے آخر میں فوت ہوئے' یہ ۱۳۱ھ میں فوت ہوئے تھے' ان سے بہت بڑی جماعت نے احادیث روایت کی ہیں (۶) معمر کا تعارف پہلے ہو چکا ہے (۷) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' ان کا تعارف بھی ہو چکا ہے۔(عمدۃ القاری ج۲ص ۲۵۳)

اس حدیث میں بھی لکھنے کا ثبوت ہے' اس کی تفصیل اور تحقیق حدیث: ۱۱۲میں گزر چکی ہے۔

۱۱۴- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَمَّا اشْتَدَّ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَعُهُ قَالَ ائْتُونِي بِكِتَابٍ اَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لَا تَضِلُّوْا بَعْدَهُ قَالَ عُمَرُ اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَلَبَهُ الْوَجَعُ وَعِنْدَنَا كِتَابُ اللّٰهِ حَسْبُنَا. فَاخْتَلَفُوْا وَكَثُرَ اللَّغَطُ قَالَ قُوْمُوْا عَنِّيْ وَلَا يَنْبَغِيْ عِنْدِي التَّنَازُعُ فَخَرَجَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَقُوْلُ اِنَّ الرَّزِيَّةَ كُلَّ الرَّزِيَّةِ مَا حَالَ بَيْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَيْنَ كِتَابِهِ. [اطراف الحدیث: ۳۰۵۳۔ ۳۱۶۸۔ ۴۴۳۱۔ ۴۴۳۲۔ ۵۶۶۹۔ ۷۳۶۶]

(صحیح مسلم: ۱۶۳۷ الرقم المسلسل: ۴۱۵۶۔ ۴۱۵۵۔ ۴۱۵۴ السنن الکبریٰ للنسائی: ۵۸۵۷۔ ۵۸۵۴۔ ۵۸۵۳ مسند احمد ج ۱ ص ۳۲۵ طبع قدیم مسند احمد: ۲۹۹۰۔ ج ۵ ص ۱۳۵)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن سلیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے ابن وہب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے یونس نے خبر دی از ابن شہاب از عبید اللہ بن عبد اللہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما انہوں نے کہا: جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا درد بہت زیادہ ہو گیا تو آپ نے فرمایا: میرے پاس کتاب (کاغذ) لاؤ میں تمہارے لیے ایسا مکتوب لکھ دوں جس کے بعد تم گمراہ نہیں ہو گے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: بے شک نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درد کا غلبہ ہے اور ہمارے پاس کتاب اللہ ہے جو ہمیں کافی ہے پھر صحابہ میں اختلاف ہوا اور کافی شور ہو گیا آپ نے فرمایا: میرے پاس سے اٹھ جاؤ' میرے پاس اختلاف نہیں کرنا چاہیے پھر حضرت ابن عباس یہ کہتے ہوئے باہر آئے: بے شک سب سے بڑی مصیبت وہ تھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے لکھنے کے درمیان حائل ہو گئی تھی۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے' کیونکہ اس حدیث میں لکھنے کا ذکر ہے۔

مشکل الفاظ کے معانی

اس حدیث میں ''اللغط'' کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: بلند آوازیں' شور۔ لیث نے کہا: اس کا معنی ہے: مبہم آوازیں' جن کا کوئی مطلب سمجھ میں نہ آئے' ''الرزیۃ'' کا معنی ہے: مصیبت۔

اس حدیث میں ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا درد بہت زیادہ ہو گیا' اس درد سے مراد ہے: مرض الموت' صحیح بخاری میں سعید بن جبیر سے روایت ہے کہ یہ آپ کی وفات سے چار روز پہلے جمعرات کا دن تھا۔ (صحیح البخاری: ۳۰۵۳۔ ۳۱۶۸)

علامہ ابن بطال مالکی کی حضرت عمر کی طرف سے توجیہات

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے پاس کاغذ قلم لاؤ' میں تمہارے لیے ایسا مکتوب لکھ دوں' جس کے بعد تم گم راہ نہیں ہو گے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ہمیں کتاب اللہ کافی ہے۔

حضرت عمر کے اس قول سے حضرت عمر کی دین میں فقہ معلوم ہوتی ہے اور ان کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے' کیونکہ ان کو یہ خطرہ تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسے امور لکھ دیں گے' جن پر عمل کرنے سے وہ عاجز ہوں گے اور عمل نہ کرنے کی وجہ سے پھر عذاب کے مستحق ہوں گے اور انہوں نے کہا کہ ہمیں کتاب اللہ کافی ہے' کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ. (الانعام: ۳۸) ہم نے کتاب میں کوئی چیز نہیں چھوڑی۔

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ. (المائدہ: ۳) آج ہم نے تمہارے لیے تمہارے دین کو کامل کر دیا۔

حضرت عمر نے جان لیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح اس وقت تک قبض نہیں کرے گا' جب تک آپ کے دین کو کامل نہیں کردے گا اور جب اللہ تعالیٰ نے یہ بتا دیا کہ اس نے اپنی کتاب میں کسی چیز کو نہیں چھوڑا اور دین کو کامل کر دیا ہے تو حضرت عمر نے ان آیتوں پر قناعت کر لی اور چونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مرض شدید تھا اور آپ پر درد کا غلبہ تھا' اس لیے انہوں نے آپ کو زحمت اور مشقت میں ڈالنا مناسب نہیں سمجھا' پس حضرت عمر' حضرت ابن عباس سے زیادہ فقیہ تھے' کیونکہ انہوں نے اس کو کافی سمجھا کہ دین مکمل ہو چکا ہے اور حضرت ابن عباس نے دین کے کامل ہونے کو کافی نہیں سمجھا' اس لیے انہوں نے کہا کہ سب سے بڑی مصیبت وہ تھی' جو آپ کے لکھنے کے درمیان حائل ہو گئی۔ (شرح ابن بطال ج ۱ ص ۱۸۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ ابن بطال مالکی کی توجیہات پر مصنف کا تبصرہ

علامہ بن بطال کی لکھی ہوئی آخری توجیہ صحیح ہے اور ان کی پہلی توجیہ صحیح نہیں ہے' جس میں انہوں نے یہ کہا ہے کہ ان کو یہ خطرہ تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسے امور لکھ دیں گے' جن پر عمل کرنے سے وہ عاجز ہوں گے اور عمل نہ کرنے کی وجہ سے پھر عذاب کے مستحق ہوں گے۔

حضرت عمر' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق یہ گمان کیسے کر سکتے تھے' جب کہ ان کو معلوم تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی امت پر آسانی چاہتے ہیں اور امت کا مشقت میں پڑنا آپ کو ناگوار ہے' قرآن مجید میں ہے:

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ○ (التوبۃ: ۱۲۸)

تمہارے پاس تمہاری جنس سے ایسے عظیم رسول آ چکے ہیں جن کو تمہارا مشقت میں پڑنا بہت گراں گزرتا ہے اور جو تمہاری آسانی پر حریص ہیں اور مؤمنوں پر بہت شفیق اور مہربان ہیں○

اسی طرح احادیث میں بھی یہ تصریح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی امت کا مشکل کاموں میں پڑنا دشوار تھا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر مجھے اپنی امت پر دشوار نہ ہوتا تو میں ان کو ہر نماز میں مسواک کرنے کا حکم دیتا۔ (صحیح البخاری: ۸۸۷' صحیح مسلم: ۲۵۲' سنن ابن ماجہ: ۲۹۰)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر مجھے اپنی امت پر دشوار نہ ہوتا تو میں کسی لشکر کے پیچھے نہ بیٹھتا۔ (صحیح البخاری: ۳۶' صحیح مسلم: ۱۸۷۶' سنن نسائی: ۵۰۲۹' سنن ابن ماجہ: ۲۷۵۳' مسند احمد ج ۲ ص ۳۹۹)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر مجھے اپنی امت پر دشوار نہ ہوتا تو میں ان کو حکم دیتا کہ وہ عشاء کو تہائی رات تک یا آدھی رات تک مؤخر کریں۔ (سنن ترمذی: ۱۶۷' سنن ابن ماجہ: ۶۹۱' مسند احمد ج ۲ ص ۲۵۰)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آدھی رات کو نکلے اور آپ نے مسجد میں نماز پڑھی' صحابہ نے بھی آپ کے ساتھ نماز پڑھی' صحابہ نے دوسروں سے یہ واقعہ بیان کیا تو اگلی رات بہت صحابہ جمع ہو گئے اور انہوں نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی' پھر انہوں نے صبح کو یہ بیان کیا تو تیسری رات بہت زیادہ اصحاب جمع ہو گئے اور انہوں نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی اور چوتھی رات اتنے اصحاب جمع ہو گئے کہ مسجد میں سما نہیں سکتے تھے' اس رات آپ نماز پڑھنے نہیں آئے' نمازِ فجر کے بعد آپ نے فرمایا: نماز کے لیے تمہارا شوق مجھ سے مخفی نہ تھا' لیکن مجھے یہ خطرہ ہوا کہ یہ نماز (تراویح) تم پر فرض کر دی جائے گی' پھر تم اس کو ادا کرنے سے عاجز ہو جاؤ گے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہو گئی اور تراویح کا معاملہ اسی طرح رہا۔

(صحیح البخاری: ۲۰۱۲' مسلم: ۷۶۱' سنن ابوداؤد: ۱۳۷۳' سنن نسائی: ۱۶۰۳' سنن ابن ماجہ: ۱۳۲۷)

اسی طرح اور بہت احادیث ہیں' جن سے واضح ہوتا ہے کہ نبی ﷺ امت کے لیے آسانی چاہتے تھے اور امت پر مشقت والی عبادات کو ناپسند کرتے تھے' پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کیسے یہ خطرہ ہو سکتا تھا کہ نبی ﷺ امت کے لیے ایسے پُر مشقت کام لکھ دیں گے' جن کے ادا کرنے سے وہ عاجز ہوں گے۔

علامہ ابن جوزی حنبلی کی حضرت عمر کی طرف سے توجیہات

علامہ عبدالرحمن بن علی بن محمد جوزی حنبلی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ نبی ﷺ کیا لکھ کر دینا چاہتے تھے' ایک قول یہ ہے کہ آپ یہ تصریح کرنا چاہتے تھے کہ آپ کے بعد خلیفہ کون ہوگا' اور دوسرا قول یہ ہے کہ آپ ان کو ایسے احکام لکھ کر دینا چاہتے تھے' جن کی وجہ سے کوئی اختلاف نہ رہتا' لیکن پہلا قول زیادہ مشہور ہے۔

حضرت عمر نے کہا: ہمارے پاس اللہ کی کتاب ہے جو ہمیں کافی ہے۔ علامہ خطابی نے اس کی وضاحت میں کہا: حضرت عمر نے یہ اس لیے کہا تھا کہ اگر آپ نے کسی ایسی چیز کی تصریح کر دی' جس سے اختلاف زائل ہو جائے تو پھر علماء کی فضیلت نہیں رہے گی اور اجتہاد نہیں ہو سکے گا۔ علامہ خطابی کی یہ وضاحت دو وجوں سے غلط ہے: (۱) ایک تو اس لیے کہ اس سے لازم آتا ہے کہ حضرت عمر کی رائے رسول اللہ ﷺ کی رائے سے بہتر تھی اور ایسا کہنا بداہۃً باطل ہے (۲) دوسرا اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ اگر کسی ایک چیز یا چند چیزوں کا تعین کر دیتے تو اس سے اجتہاد باطل نہیں ہوتا کیونکہ حوادث اتنے زیادہ ہیں ان کا حصر نہیں کیا جا سکتا' بلکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ خطرہ تھا کہ آپ پر مرض کا غلبہ ہے' کہیں آپ اس حالت میں کوئی ایسی بات نہ لکھوا دیں' جو عقل کے خلاف ہو اور اگر صحابہ کو یہ یقین ہوتا کہ آپ کو افاقہ ہے تو وہ سب آپ کے حکم کی تعمیل میں سبقت کرتے' اس پر قرینہ یہ ہے کہ بعض روایات میں ہے:

''اتراہ یھجر'' کیا تمہارے خیال میں آپ بے ربط باتیں کر رہے ہیں؟ یعنی جس طرح مریض غلبہ مرض کی وجہ سے بے تکی اور اول فول باتیں کرتا ہے۔ یہ استفہام انکاری ہے' یعنی آپ کا کلام بے ربط اور بے معنی نہیں ہے۔

(کشف المشکل ج ۱ ص ۱۱۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ ابن جوزی حنبلی کی توجیہات پر مصنف کا تبصرہ

علامہ ابن جوزی نے جو حضرت عمر کی طرف سے یہ توجیہ کی ہے کہ حضرت عمر کو یہ خطرہ تھا کہ کہیں آپ بیماری کے حال میں ایسی بات نہ لکھ دیں' جو خلاف عقل ہو' یہ توجیہ علامہ خطابی کی توجیہ سے بھی زیادہ بعید ہے' حضرت عمر نے جو کہا تھا کہ ہمیں کتاب اللہ کافی ہے' انہوں نے اس قول سے نبی ﷺ کی مخالفت کا ارادہ نہیں کیا تھا اور نہ ان کو یہ خطرہ تھا کہ آپ بیماری کے حال میں کوئی خلاف عقل یا غلط بات لکھ دیں گے' بلکہ وہ آپ کو اس تکلیف میں لکھنے کی مشقت سے بچانا چاہتے تھے اور ان کی رائے یہ تھی کہ آپ کا یہ حکم وجوبی نہیں ہے بلکہ بہ طور استحباب ہے اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ آپ نے کاغذ قلم منگوانے پر اصرار نہیں کیا اور اس کے بعد آپ چار دن تک ظاہراً حیات رہے مگر آپ نے دوبارہ کاغذ اور قلم لانے کا حکم نہیں دیا' اور چونکہ آپ نے حضرت عمر کے قول کا رد نہیں فرمایا' اس سے معلوم ہوا کہ آپ کے نزدیک حضرت عمر کا قول صحیح تھا۔

''اَھَجَرَ'' کی تحقیق

علامہ ابن جوزی نے کہا ہے کہ بعض روایات میں ''اَھَجَرَ'' کے الفاظ ہیں' وہ حدیث یہ ہے:

حضرت ابن عباس نے کہا کہ جمعرات کا دن اور کیسا (اندوہ ناک) تھا جمعرات کے دن! رسول اللہ ﷺ کا درد بہت سخت ہو

گیا' آپ نے فرمایا: مجھے (کاغذ' قلم) لاکر دو' میں تمہیں ایسا مکتوب لکھ دوں' جس کے بعد تم کبھی بھی گمراہ نہیں ہو گے' پھر صحابہ میں اختلاف ہو گیا اور نبی کے پاس اختلاف نہیں کرنا چاہیے' صحابہ نے کہا: آپ کا کیا حال ہے؟ ''اَھَجَر'' کیا آپ بے ربط باتیں کر رہے ہیں' آپ سے پوچھ لو' پھر صحابہ آپ کی طرف لوٹنے لگے' آپ نے فرمایا: مجھے چھوڑ دو! میں جس حال میں ہوں' وہ اس سے بہتر ہے جس کی طرف تم مجھے بلا رہے ہو! اور آپ نے ان کو تین چیزوں کی وصیت کی: (۱) مشرکین کو جزیرۂ عرب سے نکال دو (۲) جو وفد تمہارے پاس آئے' اس کو اسی طرح انعام دو' جس طرح میں ان کو انعام دیتا تھا' راوی نے کہا: تیسری وصیت کو میں بھول گیا۔

(صحیح البخاری: ۴۴۳۱' صحیح مسلم: ۷۔ ۱۶۳)

یہ لفظ اگر ''ھَجَر'' ہو تو اس کا معنی ھذیان ہے اور اگر ''ھِجر'' ہو تو اس کا معنی ہجرت کرنا اور جدا ہونا ہے۔ (مختار الصحاح ص ۳۹۷)

اس حدیث میں ''ھَجَر'' نہیں ہو سکتا' ورنہ اس کا معنی ہوگا: کیا آپ ہذیان کہہ رہے ہیں اور بے تکی باتیں کر رہے ہیں' آپ سے پوچھ لو اور جو شخص ہذیان کر رہا ہو' اس سے یہ پوچھنے کا کوئی معقول معنی نہیں ہے کہ کیا تم ہذیان کر رہے ہو؟ اور بے تکی باتیں کر رہے ہو؟

''ھَجَر'' کا معنی ہذیان ہے' جب اس کے مصدر میں ہا پر زبر ہو یعنی بیماری میں انسان جو بے ربط' بے فائدہ اور مہمل باتیں کرتا ہے' اور اس کا وقوع نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محال ہے' آپ سے صحت میں ہذیان ممکن ہے نہ مرض میں' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوٰى ○ (النجم: ۳) — آپ اپنی خواہش سے کلام نہیں کرتے ○

نیز آپ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے! اس منہ سے حق کے سوا اور کوئی بات نہیں نکلتی۔

(سنن ابوداؤد: ۳۶۴۶)

سو جس صحابی نے یہ کہا: اس کا مطلب یہ تھا کہ آپ کو کاغذ قلم لاکر دو' آپ کوئی ہذیان تو نہیں کہہ رہے' آپ حق کے سوا کوئی بات نہیں کہتے۔

''ھَجَر'' کا دوسرا معنی ہے: ہجرت کرنا' الوداع ہونا' جب اس کے مصدر میں ھا کے نیچے زیر ہو' یعنی کیا آپ زندگی سے الوداع ہو رہے ہیں اور آخری وقت میں وصیت کر رہے ہیں' آپ سے پوچھ لو اور اس حدیث کے آخر میں ہے: آپ نے تین وصیتیں فرمائیں' یہ اس معنی کی تائید کرتا ہے کہ ''ھجر'' کا معنی یہاں ہذیان نہیں ہے بلکہ ہجرت کرنا ہے' اور آپ نے جو وصیتیں فرمائیں' وہ بالکل صحیح اور معقول تھیں اور اس سے ان لوگوں کا رد ہو جاتا ہے' جنہوں نے یہ کہا کہ حضرت عمر کو یہ خطرہ تھا کہ آپ بیماری کے حال میں کوئی خلاف عقل بات کہہ دیں گے' حضرت عمر آپ کے متعلق ایسی بات کب سوچ سکتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اس الزام کا جواب کہ آپ کے تمام اقوال وحی کے موافق نہ تھے

بعض مشائخ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اعتراض دور کرنے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقوال کو غیر محفوظ قرار دیا ہے اور یہ ثابت کیا ہے کہ آپ غلط بات کہہ سکتے تھے' اس لیے حضرت عمر نے آپ کو کاغذ' قلم دینے سے منع کیا' انہوں نے کہا: آں حضرت کے تمام منطوقات اور معقولات یعنی اقوال و گفتار وحی کے مطابق نہ تھے' آیت کریمہ ''وما ینطق عن الھوی'' نص قرآنی سے مخصوص ہے جیسا کہ مفسرین نے بیان کیا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ مفسرین میں سے محققین نے لکھا ہے کہ آپ کا ہر قول وحی کے موافق تھا' امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ ھ نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے: اللہ تعالیٰ جس کو رسول بنانے کا ارادہ کرتا ہے' اس کو بچپن میں کفر سے اور برے کاموں مثلاً چوری' زنا اور جھوٹ سے محفوظ رکھتا ہے' پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ اپنے بچپن میں گم راہ نہیں ہوئے کیونکہ وہ اپنی خواہش سے کلام نہیں کرتے

تھے۔ (تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۲۳۴ 'دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۵ ھ)

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد قرطبی مالکی متوفی ۶۶۸ ھ لکھتے ہیں:

نیز یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ سنت بھی عمل میں وحی مُنزل کی طرح ہے اور اس تفسیر کے مقدمہ میں حضرت مقدام بن معدی کرب کی حدیث گزر چکی ہے' والحمد للہ۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۸ ص ۷۹ 'دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ ھ)

علامہ قرطبی نے حضرت مقدام بن معدی کرب کی جس حدیث کا حوالہ دیا ہے' وہ یہ ہے:

حضرت المقدام بن معدی کرب الکندی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر کے دن پالتو گدھے اور کئی چیزوں کو حرام کر دیا' پھر فرمایا: عنقریب ایک شخص اپنے تخت پر ٹیک لگائے ہوئے میری حدیث بیان کر کے کہے گا: ہمارے اور تمہارے درمیان صرف کتاب اللہ ہے' ہم اس میں جو حلال پائیں' وہ حلال ہے اور ہم جو اس میں حرام پائیں' وہ حرام ہے' سنو! جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حرام کیا ہے' وہ بھی اسی کی مثل حرام ہے' جس کو اللہ عزوجل نے حرام کیا ہے۔ (سنن داری: ۵۹۰ 'دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

علامہ قرطبی مالکی کی اس تفسیر سے واضح ہو گیا کہ ان کے نزدیک "وما ینطق عن الھوی" صرف قرآن مجید کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ آپ کے تمام اقوال کو شامل ہے۔

قاضی عبد اللہ بن عمر بیضاوی متوفی ۶۸۵ ھ' اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

آپ سے قرآن کا جو نطق صادر ہوتا ہے' یا آپ جو بھی نطق کرتے ہیں' وہ صرف اللہ کی' کی ہوئی وحی سے ہے' جو علماء آپ کے لیے اجتہاد کو جائز نہیں کہتے' انہوں نے اس آیت سے استدلال کیا ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ جب آپ پر وحی کی گئی کہ آپ اجتہاد کریں تو جو حکم آپ کے اجتہاد سے حاصل ہو گا' وہ بھی وحی ہو گا' اس پر یہ اعتراض ہے کہ وہ حکم وحی سے حاصل ہو گا' وحی نہیں ہو گا۔

(تفسیر البیضاوی مع حاشیہ شیخ زادہ ج ۸ ص ۵ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۹ ھ)

آپ کے ہر کلام کے برحق ہونے کے ثبوت میں احادیث

نیز احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ آپ کا ہر کلام حق ہوتا تھا:

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس منہ سے حق کے سوا اور کوئی بات نہیں نکلتی۔ (سنن ابو داؤد: ۳۶۴۶ 'مصنف ابن ابی شیبہ ج ۹ ص ۴۹ 'المستدرک ج ۱ ص ۱۰۵ 'سنن داری: ۴۸۹ 'مسند احمد ج ۲ ص ۱۶۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں حق کے سوا کوئی بات نہیں کہتا' آپ کے بعض اصحاب نے کہا: یا رسول اللہ! آپ ہم سے مذاق (بھی تو) کرتے ہیں' آپ نے فرمایا: میں حق کے سوا کوئی بات نہیں کہتا۔ (شعیب الارنؤوط نے کہا: اس حدیث کی سند محمد بن عجلان کی وجہ سے قوی ہے اور اس کے باقی رجال ثقہ ہیں' شیخین کے رجال ہیں۔)

(مسند احمد ج ۲ ص ۳۴۰ طبع قدیم 'مسند احمد: ۸۴۸۱ ۔ ج ۱۴ ص ۱۸۵ 'سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۲۴۸ 'الادب المفرد للبخاری: ۲۶۵ 'المعجم الاوسط: ۹۱۹)

حضرت حسان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جبریل امین نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سنت بھی اس طرح نازل کرتے تھے' جس طرح قرآن نازل کرتے تھے۔ (سنن داری: ۵۹۲ 'دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

سعید بن جبیر بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث بیان کی تو ایک شخص نے کہا: کتاب اللہ میں اس کے خلاف ہے' انہوں نے کہا: کیا میں نہیں دیکھ رہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث بیان کر رہا ہوں اور تم اس پر کتاب اللہ سے معارضہ کر رہے ہو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کتاب اللہ کو تم سے زیادہ جاننے والے تھے۔ (سنن داری: ۵۹۴)

"عَفَا اللّٰہُ عَنْکَ لِمَ اَذِنْتَ لَھُمْ" سے معارضہ کا جواب

اسی طرح ان بعض مشائخ نے یہ معارضہ کیا ہے کہ اگر آں حضرت کے تمام اقوال وگفتار وحی کے موافق ہوتے تو حق تعالیٰ کی طرف سے بعض اقوال پر اعتراض وارد نہ ہوتا اور ان سے معافی کی گنجائش نہ ہوتی۔ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو مخاطب کر کے فرماتا ہے:

عَفَا اللّٰہُ عَنْکَ لِمَ اَذِنْتَ لَھُمْ. (التوبہ: ۴۳) اللہ آپ کو معاف کرے آپ نے ان منافقین کو (غزوۂ تبوک میں شریک نہ ہونے کی) اجازت کیوں دی۔

میں کہتا ہوں: اگر اللہ نے پہلے آپ کو منافقین کو اجازت دینے سے لازماً منع کیا ہوتا تو آپ کا ان کو اجازت دینا فعل حرام اور گناہ کبیرہ ہوتا اور اگر ترجیحاً منع کیا ہوتا تو پھر آپ کا اجازت دینا' خلافِ اولیٰ اور مکروہ تنزیہی ہوتا' لیکن جب اللہ تعالیٰ نے پہلے آپ کو اس سے منع کیا ہی نہیں تو پھر آپ کا منافقین کو غزوۂ تبوک میں شریک نہ ہونے کی اجازت دینا' کس قسم کا گناہ ہے نہ یہ فعل مکروہ تنزیہی یا خلافِ اولیٰ ہے' بلکہ آپ کے لیے ان کو اجازت دینا یا نہ دینا دونوں فعل مباح تھے اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آپ سے محبت آمیز خطاب فرمایا ہے کہ اللہ آپ کو معاف فرمائے' آپ نے ان کو جہاد میں شامل نہ ہونے کی اجازت کیوں دے دی' حالانکہ اگر آپ اجازت نہ دیتے تو یہ پھر بھی جہاد میں شامل ہونے والے نہ تھے' یعنی ان کے حق میں آپ کا اجازت دینا اور نہ دینا دونوں برابر تھے۔

(تبیان القرآن ج ۵ ص ۱۴۸۔ ۱۴۷' التوبہ: ۴۳' فرید بک سٹال' لاہور' ۱۴۲۲ھ)

علاوہ ازیں میں یہ کہتا ہوں کہ قرآن مجید میں ہے:

قُلْ اِنَّمَآ اَتَّبِعُ مَا یُوْحٰٓی اِلَیَّ مِنْ رَّبِّیْ. (الاعراف: ۲۰۳) آپ کہیے: میں صرف اسی کی پیروی کرتا ہوں' جس کی میرے رب کی طرف سے وحی کی جاتی ہے۔

اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰٓی اِلَیَّ. (الانعام: ۵۰' یونس: ۱۵) میں صرف اس کی پیروی کرتا ہوں' جس کی میری طرف وحی کی جاتی ہے۔

لہٰذا آپ کا منافقین کو اجازت دینا بھی وحی کی بنیاد پر تھا اور یہ وحی خفی تھی' قرآن مجید نے حصر کر دیا ہے کہ آپ کا ہر قول وحی کے موافق ہے اور آپ کا ہر فعل وحی کے موافق ہے' نمازوں میں جو آپ کو سہو ہوئے' وہ بھی وحی خفی کے موافق تھے' تا کہ امت کے لیے ان کے سہو میں اسوہ اور نمونہ ہو جائے اور آپ کو جو نسیان ہوا' وہ بھی وحی خفی کے موافق تھا' جیسا کہ حدیث میں ہے:

امام مالک نے فرمایا: مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں بھولتا ہوں یا بھلا دیا جاتا ہوں تا کہ کوئی فعل سنت ہو جائے۔ (موطأ امام مالک' کتاب السہو' حدیث: ۲' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۰ھ)

بدر کے قیدیوں سے فدیہ لینے کی وجہ سے آپ کی خطا ثابت کرنا اور اس کا جواب

بدر کے قیدیوں سے آپ کا فدیہ لینا بھی اتباع وحی میں تھا اور فدیہ لینے میں اللہ تعالیٰ نے آپ پر عتاب نہیں فرمایا' بلکہ ان بعض نومسلم صحابہ پر عتاب فرمایا' جنہوں نے مال دنیا کی طمع میں فدیہ لینے کی رائے کو ترجیح دی تھی' رہے آپ تو آپ نے فدیہ لینے کو اس لیے ترجیح دی تھی کہ آپ کو علم تھا کہ ان قیدیوں میں سے بہت سے لوگ مسلمان ہو جائیں گے' سو آپ نے ان کے اسلام کی وجہ سے فدیہ لے کر قیدیوں کو آزاد کرنے کی رائے کو پسند کیا تھا۔

* بدر کے قیدیوں سے فدیہ لینے کی تحقیق الانفال: ۶۸۔ ۶۷ کی تفسیر میں تبیان القرآن ج ۴ ص ۶۹۷۔ ۶۹۲ میں مطالعہ فرمائیں۔

اس ضمنی بحث کے بعد ہم اب پھر اصل موضوع کی طرف رجوع کر رہے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کس وجہ سے کاغذ اور قلم

لانے سے منع کیا تھا۔

حافظ عسقلانی کی طرف سے حضرت عمر کی توجیہات اور اس کا بیان کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا لکھنا چاہتے تھے

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سمجھا تھا کہ آپ کے لیے از خود لکھنا یا لکھوانا' دشواری اور مشقت کا باعث ہوگا' لہٰذا آپ کو اس کی زحمت نہ دی جائے' علامہ قرطبی وغیرہ نے کہا ہے: آپ نے فرمایا: میرے پاس کاغذ اور قلم لاؤ' یہ آپ کا حکم تھا اور حکم کا تقاضا یہ ہے کہ اس پر عمل کیا جائے' لیکن حضرت عمر کی دوسرے اصحاب کے ساتھ رائے یہ تھی کہ یہ حکم وجوب کے لیے نہیں ہے' بلکہ آپ نے زیادہ بہتر کام کی طرف متوجہ فرمایا ہے' لہٰذا ان اصحاب نے آپ کو اس حالت میں اس مشقت میں ڈالنے کو ناپسند کیا اور جب کہ ان کے ذہنوں میں قرآن مجید کی یہ آیات بھی تھیں:

مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ. (الانعام:۳۸) ہم نے کتاب میں کوئی چیز نہیں چھوڑی۔

تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ. (النحل:۸۹) قرآن مجید ہر چیز کو بیان کرنے والا ہے۔

اس لیے حضرت عمر نے کہا: ہمیں کتاب اللہ کافی ہے۔

صحابہ کی دوسری جماعت کی رائے یہ تھی کہ افضل یہ ہے کہ آپ کو لکھنے دیا جائے' کیونکہ اس طرح آپ کے حکم پر عمل ہوگا اور چونکہ آپ نے بعد میں سب کو وہاں سے اٹھنے کا حکم دیا' اس سے واضح ہو گیا کہ آپ کا پہلا حکم اختیاری تھا' واجبی نہ تھا' یہی وجہ ہے کہ اس کے بعد آپ کئی روز تک زندہ رہے' لیکن آپ نے دوبارہ کاغذ اور قلم لانے کا حکم نہیں دیا' اگر آپ کا یہ حکم واجبی ہوتا تو صحابہ کے اختلاف کی وجہ سے آپ اپنے حکم کو ترک نہ فرماتے' کیونکہ آپ نے کفار کی شدید مخالفت کے باوجود تبلیغ کو ترک نہیں فرمایا' اور صحابہ بعض کاموں میں آپ سے اختلاف کرتے تھے' لیکن جب آپ کسی کام کا عزم فرما لیتے تو پھر آپ کے حکم پر عمل کرتے تھے' ان شاء اللہ اس کو ہم بسط اور تفصیل سے ''کتاب الاعتصام'' میں لکھیں گے (حافظ ابن حجر ''کتاب الاعتصام'' میں تفصیل سے لکھنا بھول گئے' وہاں صرف دو سطریں لکھی ہیں' دیکھئے فتح الباری ج ۸ ص ۴۸۴' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ) حضرت عمر کے اس قول کو ان کی موافقات میں سے شمار کیا گیا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا لکھنا چاہتے تھے' اس کی تفسیر میں اختلاف ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ آپ ایسی تحریر لکھنا چاہتے تھے' جس میں احکام کی صاف تصریح کر دی جاتی اور اختلاف نہ رہتا' دوسرا قول یہ ہے کہ آپ اپنے بعد ہونے والے خلفاء کے نام لکھنا چاہتے تھے تا کہ ان کے درمیان اختلاف نہ ہوتا۔ سفیان بن عیینہ نے کہا: اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ آپ جب اپنے مرض کی ابتداء میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھے تو آپ نے ان سے فرمایا' حدیث میں ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے مرض میں مجھ سے فرمایا: میرے لیے ابوبکر کو اور اپنے بھائی کو بلاؤ حتیٰ کہ میں ایک مکتوب لکھ دوں کیونکہ مجھے خطرہ ہے کہ کوئی تمنا کرنے والا تمنا کرے گا اور کوئی کہنے والا کہے گا کہ میں زیادہ مستحق ہوں اور اللہ اور مؤمنین ابوبکر کے غیر کا انکار کر دیں گے۔ (صحیح البخاری: ۵۶۶۶-۷۲۱۷' صحیح مسلم: ۲۳۸۷' طبقات کبریٰ ج ۳ ص ۱۸۰' السنن الکبریٰ للنسائی: ۷۰۸۱' صحیح ابن حبان: ۶۵۹۸' سنن بیہقی ج ۸ ص ۱۵۳' دلائل النبوۃ ج ۶ ص ۳۴۳' حلیۃ الاولیاء ج ۲ ص ۱۸۵' المعجم الاوسط: ۴۵۶۴' مسند احمد ج ۶ ص ۱۴۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۵۱۱۳۔ ج ۴۲ ص ۵۰)

اس کے باوجود نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو لکھا نہیں اور پہلا قول زیادہ ظاہر ہے' کیونکہ حضرت عمر نے کہا: ہمیں کتاب اللہ کافی ہے۔
نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے پاس سے اٹھ جاؤ اور میرے پاس اختلاف کرنا نہیں چاہیے۔
آپ کے اس ارشاد سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ صحابی کے لیے اولیٰ یہ تھا کہ وہ آپ کے حکم پر عمل کرتے' اگر چہ حضرت عمر کی اختیار کی ہوئی تاویل صحیح تھی' کیونکہ بعد میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے حکم پر عمل کرنے کے لیے نہیں فرمایا' علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ صحابہ کے اس اختلاف کی نظیر یہ ہے کہ آپ نے فرمایا تھا: تم میں سے کوئی شخص بنی قریظہ میں پہنچے بغیر نماز نہ پڑھے۔

(صحیح البخاری: ۹۴۶' صحیح مسلم: ۱۷۷۰)

بعض صحابہ نے کہا: اگر ہم نے بنو قریظہ میں پہنچ کر نماز پڑھی تو وقت نکل جائے گا اور آپ کا منشاء یہ نہیں تھا کہ ضرور بنی قریظہ میں عصر پڑھنا' سو انہوں نے راستہ میں نماز پڑھ لی اور بعض نے اس حکم کے ظاہر پر عمل کیا اور بنو قریظہ پہنچ کر نماز پڑھی اور آپ نے کسی فریق کو ملامت نہیں کیا۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۶۵۹ ۔ ۶۵۸' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

مصنف کی طرف سے حضرت عمر پر شیعہ علماء کے اعتراض کے جوابات اور دیگر مسائل

شیعہ علماء نے حضرت عمر رضی اللہ پر یہ اعتراض کیا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کاغذ اور قلم لانے کے لیے کہا تو حضرت عمر نے یہ جواب دیا کہ ہمیں اللہ کی کتاب کافی ہے' ہم کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ پر بھی ایسا ہی اعتراض ہوتا ہے' حدیث میں ہے:

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے اور حضرت فاطمہ بنت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور فرمایا: تم دونوں نماز نہیں پڑھتے' میں نے کہا: یا رسول اللہ! ہماری جانیں اللہ کے ہاتھ میں ہیں' پس جب وہ ہمیں اٹھانا چاہتا ہے تو ہم اٹھ جاتے ہیں' جب ہم نے یہ کہا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واپس چلے گئے اور مجھے کوئی جواب نہیں دیا' پھر میں نے سنا' آپ پیٹھ موڑ کر اپنے زانو پر ہاتھ مارتے ہوئے جا رہے تھے اور یہ فرما رہے تھے:

وَكَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا. (الکہف: ۵۴) اور انسان سب سے زیادہ جھگڑالو ہے۔

(صحیح البخاری: ۷۴۶۵ صحیح مسلم: ۷۷۵' سنن نسائی: ۱۶۰۸ ۔ ۱۶۰۷' مسند احمد ج ۱ ص ۹۱' مسند احمد: ۷۰۵ ۔ ج ۲ ص ۱۱۳)

اور اس کے علاوہ یہ حدیث ہے:

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ میں آپ کو طبق (بڑی پلیٹ) لا کر دوں' آپ اس میں ایسی چیزیں لکھ دیں' جس کے بعد آپ کی امت گم راہ نہیں ہوگی' حضرت علی نے کہا: مجھے یہ خطرہ ہوا کہ شاید آپ کی روح قبض ہو جائے' میں نے کہا: میں یاد رکھوں گا اور محفوظ رکھوں گا (یعنی طبق لا کر نہیں دیا)' آپ نے فرمایا: میں نماز کی' زکوٰۃ کی اور تمہاری باندیوں کے معاملہ میں وصیت کرتا ہوں۔ (مسند احمد ج ۱ ص ۹۰' طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۲۴۳' الادب المفرد للبخاری: ۱۵۶)

پہلی حدیث میں یہ تصریح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت علی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہما کو تہجد کے لیے اٹھانے گئے تو حضرت علی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پلٹ کر ایسا جواب دیا' جس سے آپ کو سخت افسوس ہوا اور دوسری حدیث میں یہ تصریح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لکھنے کے لیے طبق منگایا اور حضرت علی نے لا کر نہیں دیا اور کہا: میں یاد کر لوں گا' علماء شیعہ ان حدیثوں کا جواب دیں۔

حضرت عمر کی طرف سے توجیہ یہ ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوئی فیصلہ فرماتے اور صحابہ کو اس میں تردد ہوتا تو وہ آپ کے سامنے اپنی رائے اور اپنے اختلاف کو ظاہر کرتے اور جب وہ دیکھتے کہ اس فیصلہ پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جزم اور یقین ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے شبہات کو دلائل سے رد فرما دیا ہے تو پھر وہ آپ کے فیصلہ کو تسلیم کر لیتے اور آپ کے حکم پر عمل کرتے' جیسے مشرکین کے ساتھ حدیبیہ میں

جن شرائط پر صلح ہوئی تھی' حضرت عمر اور دیگر صحابہ کو ان شرائط سے اختلاف تھا' لیکن جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے شبہات کا جواب دے دیا تو وہ مطمئن ہو گئے اور صلح کی ان شرائط کو مان لیا' اسی طرح جب آپ نے عبداللہ بن ابی کی نمازِ جنازہ پڑھانے کا فیصلہ کیا تو حضرت عمر کو اس سے اختلاف تھا' لیکن جب آپ نے ان کے شبہات کا جواب دے دیا تو حضرت عمر نے آپ کے اس فیصلہ کو مان لیا' لیکن مرض الموت کے اس موقع پر جب آپ نے کاغذ اور قلم لانے کا حکم دیا اور اس پر حضرت عمر نے اپنا یہ شبہ پیش کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درد کا غلبہ ہے اور ہمارے پاس اللہ کی کتاب ہے' جو ہمیں کافی ہے تو آپ نے حضرت عمر کے اس قول کو رد نہیں فرمایا اور کاغذ اور قلم منگوانے پر اصرار نہیں فرمایا' اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول صحیح اور صائب تھا' ورنہ آپ کسی کے اختلاف کی وجہ سے حق بات کو کبھی بھی ترک نہیں فرماتے تھے۔

آپ نے جو کاغذ اور قلم لانے کا حکم دیا تھا' اس سے معلوم ہوا کہ امام اور سربراہ ملک عوام کی مصلحت کی وجہ سے موت کے وقت ان کے لیے کوئی وصیت کر سکتا ہے۔

ہوسکتا ہے کہ آپ حضرت ابوبکر کی خلافت کے متعلق لکھوانا چاہتے ہوں' جیسا کہ صحیح مسلم: ۲۳۸۷ اور صحیح بخاری: ۵۶۶۶ میں ہے' لیکن آپ نے اس کو اس لیے ترک کر دیا کہ آپ مختلف قرائن سے اس امر کا اظہار کر چکے ہیں' مثلاً آپ نے نمازوں میں حضرت ابوبکر کو امام بنایا اور کسی اور کو امام بنانے پر راضی نہیں ہوئے اور حضرت ابوبکر کی امارت میں مسلمانوں کو حج کے لیے بھیجا' سفر ہجرت میں اپنی رفاقت کے لیے حضرت ابوبکر کو منتخب کیا' سو آپ چاہتے تھے کہ مسلمان ان قرائن میں غور و فکر کر کے از خود اپنے اجتہاد اور اپنے انتخاب سے میرے بعد حضرت ابوبکر کو خلیفہ بنائیں۔

اس حدیث میں علم کی باتوں کو لکھنے کا ثبوت ہے اور یہی اس باب کا عنوان ہے۔

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لکھنے کا ثبوت ہے' کیونکہ آپ نے فرمایا: کاغذ اور قلم لاؤ تاکہ میں تمہارے لیے ایسا مکتوب لکھ دوں' جس کے بعد تم کبھی گم راہ نہیں ہو گے' اس سے معلوم ہوا کہ آپ کا اُمی ہونا' آپ کے لکھنے اور پڑھنے کے منافی نہیں ہے۔

شرح صحیح مسلم میں باب مذکور کی حدیث کی شرح

باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۴۱۱۹۔ ج ۴ ص ۵۱۷ پر مذکور ہے اور اس کی شرح میں حسب ذیل عنوانات ہیں:

(۱) اھجر کی تحقیق (۲) حدیث قرطاس میں حضرت عمر پر حضور کا کہنا نہ ماننے کا اعتراض اور اس کے جوابات (۳) کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت علی کی خلافت کے بارے میں کچھ لکھوانا چاہتے تھے۔

۴۰- بَابُ الْعِلْمِ وَالْعِظَةِ بِاللَّيْلِ — رات کو علم کی بات اور نصیحت کرنا

اس باب کی بابِ سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ بابِ سابق میں علم کی باتوں کو لکھنے کا بیان تھا' جو علم کو منضبط کرنے اور اس میں کوشش کرنے پر دلالت کرتا ہے اور یہ باب رات کو علم کی تعلیم اور تعلم پر دلالت کرتا ہے اور اس کے لیے بھی منضبط کرنے اور کوشش کرنے کی ضرورت ہے۔

۱۱۵- حَدَّثَنَا صَدَقَةُ قَالَ اَخْبَرَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ' عَنْ مَعْمَرٍ' عَنِ الزُّهْرِيِّ' عَنْ هِنْدٍ' عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ' وَعَمْرٍو وَيَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ' عَنِ الزُّهْرِيِّ' عَنْ هِنْدٍ' عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ اِسْتَيْقَظَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں صدقہ نے حدیث بیان کی' وہ کہتے ہیں: ہمیں ابن عیینہ نے خبر دی از معمر از زہری از ہند از ام سلمہ و عمرو و یحییٰ بن سعید از زہری از ھند از ام سلمہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ ایک رات نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیدار ہوئے تو آپ نے

فَقَالَ سُبْحَانَ اللّٰہِ مَاذَا أُنْزِلَ اللَّیْلَۃَ مِنَ الْفِتَنِ، وَمَاذَا فُتِحَ مِنَ الْخَزَائِنِ، اَیْقِظُوْا صَوَاحِبَ الْحُجَرِ، فَرُبَّ کَاسِیَۃٍ فِی الدُّنْیَا عَارِیَۃٌ فِی الْاٰخِرَۃِ.

فرمایا: سبحان اللہ! آج رات کیا کیا فتنے نازل کیے گئے ہیں! اور کیا کیا خزانے کھولے گئے ہیں، حجروں والیوں کو بیدار کرو، بہت سی عورتیں جو دنیا میں ملبوس ہوتی ہیں، آخرت میں برہنہ ہوں گی۔

[اطراف الحدیث: ۱۱۲۶۔ ۳۵۹۹۔ ۵۸۴۴۔ ۶۲۱۸۔ ۷۰۶۹] (سنن ترمذی: ۲۱۹۶، مصنف عبد الرزاق: ۲۰۷۴۸، المعجم الکبیر ج ۲۳ ص ۸۳۶، شعب الایمان: ۱۰۳۸۹، مسند ابویعلیٰ: ۶۹۸۸، المعجم الاوسط: ۹۳۰۰، مسند الشامیین: ۳۲۲۵، شرح السنۃ: ۹۲۱، مسند الحمیدی: ۲۹۲، صحیح ابن حبان: ۶۹۱، مسند احمد ج ۶ ص ۲۹۷ طبع قدیم، مسند احمد: ۲۶۵۴۴۔ ج ۴۴ ص ۱۶۷، موسسۃ الرسالۃ، بیروت)

اس باب کے عنوان میں دو اُمور ذکر کیے گئے ہیں: (۱) علم اور نصیحت کرنا۔ اس کی مطابقت حدیث کے اس جملہ میں ہے: آج رات کیا کیا فتنے نازل کیے گئے ہیں (۲) رات کو نصیحت کرنا۔ اس کی مطابقت حدیث کے اس جملہ میں ہے: حجروں والیوں کو بیدار کرو۔

حدیث مذکور کے رِجال کا تعارف اور حضرت ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ

(۱) صدقہ بن فضل المروزی ابوالفضل ائمہ ستہ میں سے صرف امام بخاری نے ان سے احادیث روایت کی ہیں، یہ حافظ اور امام تھے، ۲۲۳ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) سفیان بن عیینہ (۳) معمر بن راشد (۴) محمد بن مسلم الزہری (۵) عمرو بن دینار (۶) یحییٰ بن سعید انصاری، ان سب کا تعارف ہو چکا ہے (۷) ھند بنت الحارث الفراسیہ، یہ معبد بن المقداد کی زوجہ تھیں، امام مسلم کے علاوہ باقی ائمہ ستہ نے ان سے روایت کی ہے (۸) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا ان کا نام ھند ہے، ایک قول ہے: ان کا نام رملہ ہے، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ اور ابوامیہ حذیفہ کی بیٹی ہیں، یہ پہلے حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں، وہ فوت ہو گئے تو پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے نکاح کر لیا، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ۳۷۸، احادیث روایت کی ہیں، امام بخاری اور امام مسلم ان سے ۱۳، احادیث پر متفق ہیں، انہوں نے حبشہ اور مدینہ کی طرف ہجرت کی ہے، ابوسلمہ کے نکاح میں ان سے زینب پیدا ہوئیں، پھر ان کے بعد سلمہ، عمر اور درہ کی ولادت ہوئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شوال ۴ھ میں ان سے نکاح کیا، یہ ۵۹ھ میں فوت ہو گئیں، وفات کے وقت ان کی عمر ۸۴ سال تھی، حضرت ابوہریرہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی، البقیع میں ان کو دفن کیا گیا، ان سے بہت بڑی جماعت نے احادیث روایت کی ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲ ص ۲۶۰)

اس امت میں واقع ہونے والے بعض فتنے

اس حدیث میں فرمایا ہے: آج رات کیا کیا فتنے نازل کیے گئے ہیں اور کیا کیا خزانے کھولے گئے ہیں! اس کا معنی یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس رات خواب دیکھا اور اس میں آپ نے وہ فتنے دیکھے، جو آپ کے بعد واقع ہوں گے اور آپ نے وہ خزانے دیکھے، جو آپ کی امت کے لیے کھولے جائیں گے اور بیدار ہونے کے بعد آپ پر اس کی حقیقت منکشف ہوئی، آپ کے بعد جو فتنے ہوئے وہ مشہور ہیں، جیسے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قتل، جنگ جمل اور جنگ صفین اور جنگ نہروان، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاء کی شہادت، اس کے بعد کعبہ کو جلایا جانا اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی شہادت، اس کے بعد ۳۳۹ھ میں قرامطہ کعبہ پر حملہ آور ہوئے اور حجر اسود اکھاڑ کر لے گئے، جو ۲۲ سال تک ان کے پاس رہا، اور انہوں نے بہ کثرت حجاج کو شہید کیا، ۶۴۳ھ میں تاتاریوں نے بغداد پر حملہ کیا اور لاکھوں مسلمانوں کو شہید کر دیا، اس کے بعد اب تک مسلمان فتنوں کی زد میں ہیں۔

نیز اس حدیث میں فرمایا: حجروں والیوں کو جگاؤ، اس سے مراد ازواج مطہرات ہیں، نیز اس میں فرمایا: جو دنیا میں ملبوس ہوں گی وہ آخرت میں برہنہ ہوں گی، اس کا معنی یہ ہے کہ جو دکھاوے کے اعمال کریں گی، وہ آخرت میں بے عمل ہوں گی۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ شوہر کو چاہیے کہ وہ عبادت کے لیے رات کو اپنی بیوی کو اٹھائے۔

٤١- بَابُ السَّمَرِ فِي الْعِلْمِ رات کو علم کی باتیں کرنا

اس باب کے عنوان میں ''سمر'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: رات کو باتیں کرنا' اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ باب سابق میں رات کو علم کی باتیں کرنے اور نصیحت کرنے کا ذکر تھا اور اس باب میں مطلقاً رات کو باتیں کرنے کا ذکر ہے اور اس میں یہ تنبیہ ہے کہ عشاء کی نماز کے بعد جو باتیں کرنے کی ممانعت ہے' اس سے مراد دنیاوی باتیں اور قصے کہانیاں ہیں' نیکی' خیر اور فقہ کی باتیں عشاء کی نماز کے بعد بھی کرنا جائز ہیں۔

١١٦- حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُفَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ خَالِدٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمٍ وَاَبِي بَكْرِ بْنِ سُلَيْمَانَ بْنِ اَبِي حَثْمَةَ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ قَالَ صَلّٰى بِنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِشَاءَ فِي اٰخِرِ حَيَاتِهِ، فَلَمَّا سَلَّمَ قَامَ فَقَالَ اَرَاَيْتَكُمْ لَيْلَتَكُمْ هٰذِهِ، فَاِنَّ رَاْسَ مِئَةِ سَنَةٍ مِّنْهَا لَا يَبْقٰى مِمَّنْ هُوَ عَلٰى ظَهْرِ الْاَرْضِ اَحَدٌ.

[اطراف الحدیث: ۵۶۴-۶۰۱]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن عفیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے لیث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عبدالرحمان بن خالد نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از سالم و ابوبکر بن سلیمان بن ابی حثمہ کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی آخر حیات میں ہمیں عشاء کی نماز پڑھائی' پس جب آپ نے سلام پھیرا تو آپ نے کھڑے ہو کر فرمایا: مجھے بتاؤ یہ کون سی رات ہے' کیونکہ اس کے ٹھیک ایک سو سال بعد جو لوگ اب روئے زمین پر ہیں' ان میں سے کوئی باقی نہیں رہے گا۔

(صحیح مسلم: ۲۵۳۷' سنن ابوداؤد: ۴۳۴۸' سنن ترمذی: ۲۲۵۱' سنن کبریٰ للنسائی: ۵۸۷۱' سنن بیہقی ج ۱ ص ۴۵۳' دلائل النبوۃ ج ۶ ص ۵۰۰' مسند احمد ج ۲ ص ۱۲۱ طبع قدیم' مسند احمد: ۶۰۲۸- ج ۱۰ ص ۲۲۲)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز کے بعد صحابہ سے علم کی باتیں کیں۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) سعید بن عفیر (۲) لیث بن سعد' ان کا تعارف ہو چکا ہے (۳) عبدالرحمان بن خالد' یہ ہشام بن عبدالملک کی طرف سے مصر کے امیر تھے' ۱۱۸ھ میں ان کی مصر پر حکومت تھی' ان کے پاس الزہری کی کتاب تھی' جس میں دو سو یا تین سو احادیث تھیں' ابوحاتم نے کہا: یہ صالح ہیں' ابن یونس نے کہا: یہ ثبت فی الحدیث ہیں' یہ ۱۲۷ھ میں فوت ہو گئے تھے' امام بخاری' امام مسلم' امام ترمذی اور امام نسائی نے ان سے احادیث روایت کی ہیں (۴) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (۵) سالم بن عبداللہ بن عمر (۶) ابوبکر بن سلیمان بن ابی حثمہ' ان کا نام عبداللہ بن حذیفہ ہے' امام بخاری نے ان کی صرف زیر بحث حدیث کو روایت کیا ہے' یہ علماء قریش میں سے تھے' انہوں نے حضرت سعید بن زید اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے احادیث روایت کی ہیں' امام مسلم اور امام ترمذی نے ان سے احادیث روایت نہیں کیں (۷) حضرت عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہم ان کا تعارف گزر چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۲۶۵-۲۶۴)

عشاء کی نماز کے بعد باتیں کرنے کے جواز اور عدم جواز کے محامل

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال المالکی المتوفی ۴۴۹ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عشاء کے بعد یہ خبر دی کہ جو لوگ اس وقت روئے زمین پر زندہ ہیں' ایک سو سال کے بعد ان میں سے کوئی بھی زندہ نہیں رہے گا' آپ نے ان کو یہ نصیحت کی کہ ان کی عمریں کم ہیں اور پچھلی امتوں کی طرح ان کی لمبی عمریں نہیں ہیں' اس لیے ان کو عبادت کرنے میں زیادہ کوشش کرنی چاہیے' سلف صالحین رات کو علم کی باتیں کیا کرتے تھے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں کسی کام سے عشاء کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گیا' حضرت عمر نے کہا: اس وقت؟ میں نے کہا: میں نے فقہ کی بات کرنی ہے' انہوں نے کہا: اچھا!' میں نے ان سے باتیں کی' پھر میں جانے لگا تو حضرت عمرؓ نے کہا: بیٹھو' میں نے کہا: نماز (تہجد)! انہوں نے کہا: ہم نماز میں ہیں' پھر ہم بیٹھ کر باتیں کرتے رہے' حتیٰ کہ فجر طلوع ہوگئی۔

اس مسئلہ میں امام مالک کے مختلف اقوال ہیں' ایک قول یہ ہے کہ علم کے مذاکرہ سے نماز پڑھنا افضل ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ علم کا مذاکرہ افضل ہے' جب نیت درست ہو۔ (شرح ابن بطال ج ۱ ص ۱۸۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

حضرت عیسیٰ' حضرت خضر اور ابلیس کے زندہ رہنے سے اس حدیث پر اعتراض اور اس کے جوابات

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری اور جو علماء حضرت خضر علیہ السلام کی موت کے قائل ہیں' انہوں نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ اگر بالفرض حضرت خضر زندہ بھی تھے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے ایک سو سال پورے ہونے سے پہلے وہ فوت ہو گئے' اور جمہور اس کے خلاف ہیں اور جو علماء حضرت خضر علیہ السلام کی حیات کے قائل ہیں' وہ اس حدیث کا یہ جواب دیتے ہیں کہ حضرت خضر سمندر میں رہنے والے تھے اور یہ حدیث زمین پر رہنے والوں کے متعلق ہے' لہٰذا حضرت خضر اس حدیث میں داخل نہیں ہیں' بعض علماء نے اس حدیث کا مفہوم یہ بیان کیا ہے کہ جن لوگوں کو تم جانتے ہو اور ان کو پہچانتے ہو' ان میں سے کوئی ایک سو سال بعد زندہ نہیں رہے گا' پس حدیث کے الفاظ عام ہیں' لیکن اس سے مخصوص لوگوں کا ارادہ کیا گیا ہے۔

اور یہ جو فرمایا کہ ''جو لوگ روئے زمین پر ہیں'' اس قید سے فرشتوں سے احتراز کیا گیا ہے۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو زندہ ہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ روئے زمین پر نہیں ہیں بلکہ آسمان میں ہیں' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ابلیس بھی تو زندہ ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ روئے زمین پر نہیں ہے' بلکہ ہوا میں ہے یا آگ میں ہے یا حدیث سے مراد یہ ہے کہ روئے زمین پر اب جو انسان زندہ ہیں' وہ سو سال کے بعد زندہ نہیں رہیں گے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: یہ سب کمزور باتیں ہیں' اس حدیث پر نہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے اعتراض ہوتا ہے نہ ابلیس سے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مراد یہ ہے کہ اس وقت جو روئے زمین پر آپ کی امت ہے' وہ اب سے سو سال بعد زندہ نہیں رہے گی اور روئے زمین پر جو مسلمان یا کفار ہیں' وہ سب آپ کی امت ہیں' مسلمان آپ کی امت اجابت ہیں اور کفار آپ کی امت دعوت ہیں۔

اور رہے حضرت عیسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام' تو وہ آپ کی امت میں داخل نہیں ہیں اور رہا شیطان! تو وہ بنی آدم میں سے نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۲۶۷-۲۶۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* حدیث مذکور شرح صحیح مسلم: ۶۳۴۳- ج ۶ ص ۱۲۱۲ پر مذکور ہے' وہاں اس کی بہت مختصر شرح کی گئی ہے۔

۱۱۷- حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا الْحَكَمُ قَالَ سَمِعْتُ سَعِيْدَ بْنَ جُبَيْرٍ' عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا:

قَالَ بِتُّ فِي بَيْتِ خَالَتِي مَيْمُوْنَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ، زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَهَا فِي لَيْلَتِهَا، فَصَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِشَاءَ، ثُمَّ جَاءَ إِلٰى مَنْزِلِهٖ، فَصَلّٰى أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ، ثُمَّ نَامَ، ثُمَّ قَامَ، ثُمَّ قَالَ نَامَ الْغُلَيِّمُ؟ أَوْ كَلِمَةً تُشْبِهُهَا، ثُمَّ قَامَ، فَقُمْتُ عَنْ يَسَارِهٖ، فَجَعَلَنِي عَنْ يَمِينِهٖ، فَصَلّٰى خَمْسَ رَكَعَاتٍ، ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ نَامَ، حَتّٰى سَمِعْتُ غَطِيْطَهٗ أَوْ خَطِيْطَهٗ، ثُمَّ خَرَجَ إِلَى الصَّلٰوةِ.

[اطراف الحدیث: ١٣٨۔ ١٨٣۔ ٦٩٧۔ ٦٩٨۔ ٦٩٩۔ ٧٢٦۔ ٧٢٨۔ ٨٥٩۔ ٩٩٢۔ ١١٩٨۔ ٤٥٦٩۔ ٤٥٧٠۔ ٤٥٧١۔ ٤٥٧٢۔ ٥٩١٩۔ ٦٢١٥۔ ٦٣١٦۔ ٧٤٥٢]

ہمیں الحکم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے سعید بن جبیر سے سنا از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے کہا: میں ایک رات اپنی خالہ کے پاس رہا' جن کا نام حضرت میمونہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا ہے' جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ ہیں اور اس رات نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تھے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز پڑھی' پھر آپ اپنے گھر آ گئے' پھر آپ نے چار رکعات نماز پڑھی' پھر آپ سو گئے' پھر آپ کھڑے ہو گئے' پھر آپ نے فرمایا: چھوٹا لڑکا سو گیا؟ یا کوئی اور کلمہ اس کے مشابہ فرمایا' پھر آپ (نماز کے لیے) کھڑے ہو گئے' سو میں آپ کی بائیں جانب کھڑا ہو گیا' پس آپ نے مجھے دائیں جانب کر دیا' آپ نے پانچ رکعات نماز پڑھی' پھر دو رکعت نماز پڑھی' پھر آپ سو گئے' حتیٰ کہ میں نے آپ کے خراٹے لینے کی آواز سنی' پھر آپ نماز کے لیے باہر آ گئے۔

(صحیح مسلم: ٧٦٣' سنن ابوداؤد: ٦١٠' شمائل ترمذی: ٥' سنن نسائی: ١٦٢٠' السنن الکبریٰ للنسائی: ١٣٤١۔ ١٣٣٧' سنن ابن ماجہ: ١٣٦٣' مسند احمد ج١ ص٣٤١ طبع قدیم' مسند احمد: ٣١٧٥۔ ج٥ ص٢٥٨)

اس حدیث کی عنوان باب کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں مذکور ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کے بعد فرمایا: لڑکا سو گیا؟ اور اس حدیث کا عنوان ہے: عشاء کی نماز کے بعد باتیں کرنا۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

اس حدیث کے تمام رجال کا پہلے تعارف ہو چکا ہے' سوائے الحکم بن عتیبہ کے' ان کا نام عبد الکندی ہے اور ان کی کنیت ابوعبداللہ ہے' یحییٰ بن معین' عبدالرحمان بن مہدی اور ابوحاتم نے کہا: یہ ثقہ ہیں' یہ حماد کے ساتھ کوفہ کے فقیہ تھے' انہوں نے حضرت ابن ابی اوفی اور حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے اور ان سے شعبہ وغیرہ نے روایت کی ہے' یہ عابد اور عامل بالسنۃ تھے' ١١٤ھ میں فوت ہو گئے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ٢ ص ٢٦٩)

حضرت ام المؤمنین میمونہ بنت الحارث کا تذکرہ

حضرت ام المؤمنین میمونہ بنت الحارث الہلالیہ' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ٦ھ یا ٧ھ میں نکاح کیا' یہ ٥١ھ میں مقام سرف میں فوت ہو گئی تھیں' ایک قول ٦٦ھ کا ہے' مقام سرف میں ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کیا تھا' حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی' کہا گیا ہے کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری زوجہ تھیں' کیونکہ ان کے بعد آپ نے اور کسی سے نکاح نہیں کیا' یہ حضرت لبابہ بنت الحارث کی بہن ہیں' جو حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی زوجہ تھیں اور یہ حضرت عبداللہ اور حضرت الفضل وغیرہما کی ماں تھیں' یہ پہلی خاتون ہیں' جو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد اسلام لائیں' نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان سے ملاقات کیا کرتے تھے' یہ لبابہ کبریٰ ہیں' ان کی بہن لبابہ صغریٰ تھیں' جو حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ کی والدہ تھیں۔ (عمدۃ القاری ج ٢ ص ٢٧٠)

مختلف اوقات میں تہجد کی مختلف رکعات

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی ﷺ نے چار رکعات پڑھیں۔اس حدیث میں پہلے چار رکعات نماز پڑھنے کا ذکر ہے' پھر پانچ رکعات پڑھنے کا ذکر ہے' پھر دو رکعت پڑھنے کا ذکر ہے'اس طرح آپ نے گیارہ رکعات نماز پڑھیں اور صحیح بخاری میں دوسرے مقام پر ہے کہ:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کی رات کی نماز تیرہ رکعات تھی۔

(صحیح البخاری:۱۱۳۸' صحیح مسلم:۷۶۴' سنن ترمذی:۴۴۲' مسند احمد ج ۱ ص ۲۲۸)

اور یہ بھی حدیث ہے کہ صبح کی دو رکعت سنت کے علاوہ نبی ﷺ نے رات کو تیرہ رکعات پڑھیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ رات کو تیرہ رکعات نماز پڑھتے تھے' پھر جب آپ صبح کی اذان سنتے تو دو خفیف رکعات پڑھتے۔(صحیح البخاری:۱۱۷۰)

اس کی تفصیل اس حدیث میں ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ آپ نے دو رکعت نماز پڑھی' پھر دو رکعت پڑھی' پھر دو رکعت پڑھی' پھر دو رکعت پڑھی' پھر دو رکعت پڑھی' پھر دو رکعت پڑھی' پھر آپ نے وتر پڑھے' پھر آپ لیٹ گئے' حتیٰ کہ آپ کے پاس مؤذن آ گیا' پھر آپ نے دو خفیف رکعات پڑھیں' پھر آپ نے صبح کی نماز پڑھائی۔(صحیح البخاری:۱۸۳' صحیح مسلم:۷۶۳' سنن ابوداؤد:۱۳۶۷)

خلاصہ یہ ہے کہ آپ نے مختلف اوقات میں تہجد کی مختلف رکعات پڑھی ہیں تاکہ امت کے لیے آسانی ہو'اس کی مکمل تفصیل اور تحقیق ان شاء اللہ ''کتاب التهجد'' میں آئے گی۔

حدیث مذکور سے مسائل کا استخراج

(۱) اس حدیث میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی فضیلت ہے کہ وہ بچپن میں نبی ﷺ کے رات کے معمولات جاننے کے لیے ساری رات جاگتے رہے' ایک قول یہ ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ان کو یہ وصیت کی تھی کہ وہ نبی ﷺ کے رات کے اعمال کا مشاہدہ کریں۔

(۲) اس حدیث میں ذکر ہے کہ نبی ﷺ نماز پڑھنے کھڑے ہوئے تو حضرت ابن عباس بھی آپ کے ساتھ نماز میں شامل ہو گئے' اس میں نوافل کی جماعت کا ثبوت ہے' اور چونکہ نبی ﷺ پہلے سے نماز پڑھ رہے تھے' اس سے معلوم ہوا کہ امام کے لیے مقتدی کی نیت کرنا ضروری نہیں ہے' حضرت ابن عباس آپ کی بائیں طرف کھڑے ہوئے تھے' آپ نے ان کو کان سے پکڑ کر دائیں طرف کر دیا' اس سے معلوم ہوا کہ اگر مقتدی ایک ہو تو اس کو امام کی دائیں طرف کھڑے ہونا چاہیے' اور امام نماز میں بھی غلط کام کی اصلاح کر سکتا ہے اور عمل قلیل مفسد نماز نہیں ہے۔

(۳) حضرت ابن عباس ساری رات اپنی خالہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے پاس رہے' اس سے معلوم ہوا کہ نابالغ بچہ اپنے محارم کے ساتھ ساری رات گزار سکتا ہے' خواہ اس کی خالہ کے ساتھ اس کا شوہر بھی ہو۔

(۴) اس رات نبی ﷺ حضرت میمونہ کے گھر تھے' اس سے معلوم ہوا کہ آپ باری باری اپنی ازواجِ مطہرات کے پاس جاتے تھے' آپ پر یہ تقسیم واجب نہ تھی' لیکن آپ نے اپنے فضل سے اپنے اوپر یہ معمول لازم کر لیا تھا۔

(۵) آپ نے فرمایا: ''نَامَ الْغُلَيِّمُ'' کیا چھوٹا لڑکا سو گیا؟ اس ارشاد میں محبت کی وجہ سے نام کے بجائے صفت کے ذکر کرنے کا ثبوت

ہے اور تصغیر کا بھی ثبوت ہے۔

(۶) اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ نابالغ بچے کی نماز صحیح ہے اور اگر وہ اکیلا ہو تو اس کے ساتھ بھی جماعت ہو جاتی ہے۔

(۷) اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے کل گیارہ رکعات پڑھیں' جن میں دو رکعت سنت فجر تھیں' تین رکعت وتر اور چھ رکعت آپ نے تہجد کی نماز پڑھی' تہجد کی رکعات آپ نے کم از کم چار اور زیادہ سے زیادہ بارہ رکعات پڑھی ہیں۔

(۸) اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ مرد اپنی بیوی کے ساتھ محرم کی موجودگی میں بغیر جماع کے سو سکتا ہے' بعض روایات میں ہے کہ حضرت میمونہ اس رات حائضہ تھیں' ورنہ حضرت ابن عباس اس رات آپ کے معمولات کا مشاہدہ کرنے کے لیے جاگ کر رات نہ گزارتے۔

(۹) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر نبی ﷺ لیٹ کر سو جائیں تو اس سے آپ کا وضو نہیں ٹوٹتا' آپ کی آنکھیں سو جاتی ہیں اور آپ کا دل جاگتا رہتا ہے اور تمام انبیاء علیہم السلام کا یہی حال ہوتا ہے' اور لیلۃ التعریس میں جب آپ سوئے تھے اور سورج طلوع ہو گیا تھا' تو وہ اس کے منافی نہیں ہے' کیونکہ سورج کے طلوع کو دیکھنا' آنکھوں کا کام ہے اور وہ سوئی ہوئی تھیں۔

احادیث مکررہ میں ہر بار نئے نئے مسائل کا استخراج

اس حدیث کو امام بخاری نے انیس جگہ ذکر کیا ہے اور ہر جگہ اس سے ایک نیا مسئلہ مستنبط کیا ہے' مثلاً یہاں اس حدیث کو عشاء کی نماز کے بعد باتیں کرنے کے ثبوت میں ذکر کیا ہے' کیونکہ آپ نے فرمایا تھا: کیا چھوٹا لڑکا سو گیا؟ حدیث:۱۳۸ میں اس کو "تخفیف فی الوضو" کے باب میں ذکر کیا ہے' کیونکہ اس حدیث میں ذکر ہے کہ آپ نے کم پانی کے ساتھ تخفیف سے وضو کیا' پھر نماز پڑھی' حدیث:۱۸۳ میں اس کو "باب قراءة القراٰن بعد الحدث" میں ذکر کیا' کیونکہ اس حدیث میں ذکر ہے کہ جب آپ سو کر اٹھے تو آپ نے سورۂ آل عمران کی دس آیات تلاوت کیں' اس کے بعد وضو کیا۔ حدیث:۶۹۷ میں اس کو اس باب کے تحت ذکر کیا کہ جب ایک مقتدی ہو تو اس کو امام کی دائیں جانب کھڑا ہونا چاہیے' حدیث:۶۹۸ میں اس حدیث کو اس باب میں ذکر کیا کہ اگر مقتدی بائیں جانب کھڑا ہو جائے اور امام اس کو نماز میں دائیں جانب کھڑا کر دے تو اس سے اس کی نماز فاسد نہیں ہوتی' حدیث:۶۹۹ میں اس حدیث کو اس باب کے تحت ذکر کیا کہ امام نے کسی کو نماز پڑھانے کی نیت نہ کی ہو' پھر کوئی آ کر نماز میں شامل ہو جائے تو جماعت کی نماز صحیح ہے' حدیث:۷۲۶ میں اس حدیث کو اس باب میں ذکر کیا کہ اگر ایک آدمی امام کی بائیں طرف کھڑا ہو جائے اور امام اس کو نماز میں دائیں طرف کر دے تو اس کی نماز پوری ہو جائے گی' حدیث:۷۲۸ میں اس حدیث کو اس باب میں ذکر کیا: امام اور مسجد کی دائیں جانب' اس حدیث میں ذکر ہے کہ حضرت ابن عباس بائیں جانب کھڑے ہوئے تھے' آپ نے ان کو دائیں جانب کر دیا۔ حدیث:۸۵۹ میں اس حدیث کو بچوں کے وضو کرنے کے باب میں ذکر کیا' کیونکہ اس حدیث میں حضرت ابن عباس کے وضو کرنے کا ذکر ہے۔ حدیث:۹۹۲ میں اس حدیث کو "باب الوتر" کے تحت ذکر کیا ہے' کیونکہ اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ کے وتر پڑھنے کا ذکر ہے۔ حدیث:۱۱۹۸ میں اس حدیث کو نماز میں نماز کے کام میں ہاتھ سے استعانت کے باب میں ذکر کیا' کیونکہ اس حدیث میں ذکر کیا کہ نبی ﷺ نے بستر سے اٹھ کر ہاتھ کو آنکھوں پر ملا' پھر ایک لٹکی ہوئی مشک سے پانی لے کر وضو کیا۔ حدیث:۴۵۶۹ میں اس حدیث کو اس باب میں ذکر کیا' جس میں "اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ". (آل عمران:۱۹۰) پڑھنے کا ذکر ہے کیونکہ نبی ﷺ نے بستر سے اٹھ کر یہ آیت پڑھی تھی' حدیث:۴۵۷۰ میں اس حدیث کو "بَابُ: اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰهَ قِیٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِهِمْ. (آل عمران:۱۹۱)" میں ذکر کیا ہے' کیونکہ اس حدیث میں ذکر ہے' آپ نے آل عمران کی دس آیتیں پڑھیں' ان میں یہ آیت بھی ہے۔

حدیث: ۴۵۷۱ میں اس حدیث کو "بَابُ: رَبَّنَا اِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ اَخْزَيْتَهٗ. (آل عمران: ۱۹۲)" میں ذکر کیا ہے کیونکہ اس حدیث میں ذکر ہے کہ آپ نے بستر سے اٹھ کر آل عمران کی آخری دس آیتوں کو پڑھا' ان میں یہ آیت بھی ہے۔ حدیث: ۴۵۷۲ کو "بَابُ: رَبَّنَا اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ لِلْاِيْمَانِ. (آل عمران: ۱۹۳)" میں ذکر کیا ہے کیونکہ اس میں ذکر ہے کہ آپ نے بستر سے اٹھ کر آل عمران کی آخری دس آیتوں کو پڑھا' جن میں یہ آیت بھی ہے۔ حدیث: ۵۹۱۹ میں اس حدیث کو "باب الذوائب" (مینڈھیاں) میں ذکر کیا ہے' کیونکہ اس حدیث میں ذکر ہے کہ آپ نے میری مینڈھیوں یا میرے سر کو پکڑ کر بائیں جانب سے دائیں جانب کر دیا' حدیث: ۶۲۱۵ کو اس باب میں ذکر کیا ہے' جس میں آسمان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنے کا ذکر ہے' کیونکہ اس حدیث میں ذکر ہے کہ تہائی رات گزرنے کے بعد نبی ﷺ نے بیٹھ کر آسمان کی طرف دیکھا' پھر آل عمران کی آخری دس آیتیں پڑھیں۔ حدیث: ۶۳۱۶ میں اس حدیث کو اس باب میں ذکر کیا ہے' جس میں بیدار ہونے کے بعد دعا کرنے کا ذکر ہے' کیونکہ اس حدیث میں ذکر ہے کہ تہجد کی تیرہ رکعت پڑھنے کے بعد آپ سو گئے اور جب دوبارہ بیدار ہوئے تو آپ نے یہ دعا کی: اے اللہ! میرے دل میں نور کر دے' میری آنکھ میں نور کر دے' میرے کان میں نور کر دے اور میرے دائیں نور کر دے اور میرے بائیں نور کر دے اور میرے نیچے نور کر دے اور میرے آگے نور کر دے اور میرے پیچھے نور کر دے اور میرے لیے نور کر دے (یعنی مجھے مجسم نور کر دے)۔ حدیث: ۷۴۵۲ کو اس باب کے تحت ذکر کیا ہے' آسمانوں اور زمینوں اور دیگر مخلوقات کی تخلیق کیونکہ اس حدیث میں ذکر ہے کہ آپ نے "اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ. (آل عمران: ۱۹۰)" پڑھی' جس میں آسمانوں اور زمینوں کی تخلیق کا ذکر ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اس حدیث کو امام بخاری نے ۱۹ بار مکرر ذکر کیا ہے اور ہر بار اس حدیث سے ایک نیا مسئلہ نکالا ہے اور جس حدیث کو بھی امام بخاری جتنی بار مکرر ذکر کرتے ہیں' اس سے امام بخاری اتنے ہی مسائل کا استنباط اور استخراج کرتے ہیں۔

احادیث مکررہ میں سند کے تکرار کا تجزیہ

اسی طرح امام بخاری جس حدیث کو مکرر ذکر کرتے ہیں تو عموماً ہر مرتبہ اس کو نئی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں' مثلاً اس حدیث کو نمبر ۱۱۷ میں آدم سے روایت کیا' نمبر ۱۳۸ میں علی بن عبد اللہ سے' نمبر ۱۸۳ میں اسماعیل سے' نمبر ۶۹۷ میں سلیمان بن حرب سے' نمبر ۶۹۸ میں احمد سے' نمبر ۶۹۹ میں مسدد سے' نمبر ۷۲۶ میں قتیبہ بن سعید سے' نمبر ۷۲۸ میں موسیٰ سے' نمبر ۸۵۹ میں علی بن عبد اللہ سے' نمبر ۱۳۸ میں علی بن عبد اللہ سے روایت تھی' نمبر ۹۹۲ عبد اللہ بن مسلمہ سے' نمبر ۱۱۹۸ میں عبد اللہ بن یوسف سے' نمبر ۴۵۶۹ میں سعید بن ابی مریم سے' نمبر ۴۵۷۰ میں پھر علی بن عبد اللہ سے' یہ ان سے تیسری بار مکرر روایت ہے' نمبر ۴۵۷۱ میں پھر علی بن عبد اللہ سے' یہ ان سے چوتھی روایت ہے' نمبر ۴۵۷۲ میں قتیبہ بن سعید سے' نمبر ۷۲۶ بھی ان ہی سے تھی' نمبر ۵۹۱۹ میں علی بن عبد اللہ سے' یہ ان سے پانچویں روایت ہے' نمبر ۶۲۱۵ میں ابن ابی مریم سے' نمبر ۴۵۶۹ بھی ان سے روایت تھی' نمبر ۶۳۱۶ میں پھر علی بن عبد اللہ سے' یہ ان سے چھٹی مکرر روایت ہے' نمبر ۷۴۵۲ میں سعید بن ابی مریم سے' یہ ان سے تیسری مکرر روایت ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ ۱۹' احادیث میں سے علی بن عبد اللہ سے چھ مرتبہ' سعید بن ابی مریم سے تین مرتبہ' قتیبہ بن سعید سے دو مرتبہ مکرر روایت کی ہے اور یہ گیارہ مکرر اسانید ہیں اور آٹھ بار نئی اسانید سے روایت کی ہے۔

مکرر روایت کی یہ تفصیل اور تجزیہ صرف ہماری شرح کی خصوصیت ہے اور کسی شارح نے اس کی طرف توجہ نہیں کی۔

شرح صحیح مسلم میں حدیث مذکور کی شرح

باب مذکور کی یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۱۷۰۵۔ ۱۶۸۵۔ ج ۲ ص ۵۱۱ پر مذکور ہے' اس کی شرح میں حسب ذیل عنوانات ہیں:

(۱) حدیث ابن عباس سے مستفاد اُمور (۲۹) احکام شرعیہ (۲) دعاء نور (۳) لفظ رب کی تحقیق۔

۴۲- بَابُ حِفْظِ الْعِلْمِ — علم کی حفاظت کرنا

اس باب کی بابِ سابق کے ساتھ مناسبت اس طرح ہے کہ بابِ سابق میں عشاء کی نماز کے بعد باتیں کرنے کا ذکر تھا اور اس سے مقصود بھی علم کی حفاظت تھی اور یہ باب بھی علم کی حفاظت میں ہے۔

۱۱۸- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنِ الْاَعْرَجِ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ اِنَّ النَّاسَ يَقُوْلُوْنَ اَكْثَرَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ، وَلَوْ لَا اٰيَتَانِ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ مَا حَدَّثْتُ حَدِيْثًا، ثُمَّ يَتْلُوْا ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالْهُدٰى مِنْ بَعْدِ مَا بَيَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتٰبِ اُولٰٓئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ ○ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَبَيَّنُوْا فَاُولٰٓئِكَ اَتُوْبُ عَلَيْهِمْ وَاَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ﴾ (البقرہ: ۱۶۰۔ ۱۵۹) اِنَّ اِخْوَانَنَا مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ كَانَ يَشْغَلُهُمُ الصَّفْقُ بِالْاَسْوَاقِ، وَاِنَّ اِخْوَانَنَا مِنَ الْاَنْصَارِ كَانَ يَشْغَلُهُمُ الْعَمَلُ فِيْ اَمْوَالِهِمْ، وَاِنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ كَانَ يَلْزَمُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشِبَعِ بَطْنِهٖ، وَيَحْضُرُ مَا لَا يَحْضُرُوْنَ، وَيَحْفَظُ مَا لَا يَحْفَظُوْنَ.

[اطراف الحدیث: ۲۰۴۷-۲۳۵۰-۳۶۴۸-۷۳۵۴] (صحیح مسلم: ۲۴۹۲، السنن الکبریٰ للنسائی: ۵۸۶۷، سنن ابن ماجہ: ۲۶۳، مسند احمد ج ۲ ص ۲۴۰ طبع قدیم، مسند احمد: ۷۲۷۶۔ ج ۱۲ ص ۲۲۱، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالعزیز بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از اعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ انہوں نے کہا کہ لوگ کہتے ہیں کہ ابوہریرہ بہت احادیث بیان کرتے ہیں اور اگر کتاب اللہ میں یہ دو آیتیں نہ ہوتیں تو میں کوئی حدیث بیان نہ کرتا، پھر انہوں نے ان آیتوں کی تلاوت کی: ''بے شک جو لوگ ہماری نازل کی ہوئی دلیلوں اور ہدایت کو اس کے بعد چھپاتے ہیں، جب کہ ہم نے ان کو لوگوں کے لیے کتاب میں بیان کر دیا ہے، ان لوگوں پر اللہ لعنت کرتا ہے اور لعنت کرنے والے لعنت کرتے ہیں ○ سوا ان لوگوں کے جنہوں نے توبہ کی اور اصلاح کر لی اور (ان کا) بیان کر دیا تو یہ وہ لوگ ہیں جن کی میں توبہ قبول کرتا ہوں اور میں بہت توبہ قبول کرنے والا، بے حد رحم فرمانے والا ہوں ○'' (البقرہ: ۱۶۰۔ ۱۵۹) بے شک مہاجرین میں سے ہمارے بھائی بازاروں میں سودا کرنے میں مصروف رہتے تھے اور انصار میں سے ہمارے بھائی کھیتی باڑی میں مصروف رہتے تھے اور بے شک ابوہریرہ بھرے ہوئے پیٹ کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ لازم رہتا تھا اور ان مواقع پر حاضر ہوتا تھا، جب وہ حاضر نہیں ہوتے تھے اور ان احادیث کو یاد رکھتا تھا، جن کو وہ یاد نہیں رکھتے تھے۔

باب کے عنوان کے ساتھ اس کی مطابقت میں یہ الفاظ ہیں: اور ان احادیث کو یاد رکھتا تھا، جن کو وہ یاد نہیں رکھتے تھے۔

اس حدیث کے کل پانچ رجال ہیں، ان کا پہلے تعارف ہو چکا ہے۔

''الصفق'' کا معنی اور علم کے اظہار اور تبلیغ کا بیان

اس حدیث میں ''الصفق'' کا لفظ ہے، اس کا معنی ہے: ہاتھ پر ہاتھ مارنا، جب کوئی شخص بازار میں کوئی چیز خریدتا ہے تو سودا ہو جانے کے بعد ہاتھ پر ہاتھ مارتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ نے جو البقرہ کی دو آیتیں پڑھی تھیں، ان میں علم کو چھپانے کی مذمت ہے، حضرت ابوہریرہ کا مطلب یہ تھا کہ اگر علم کو چھپانا حرام نہ ہوتا تو میں کوئی حدیث بیان نہ کرتا، لیکن جب کہ علم کو چھپانا حرام ہے اور اس کا اظہار کرنا اور اس کی تبلیغ کرنا فرض،

ہے تو اس وجہ سے میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنی ہوئی تمام احادیث بیان کر دیں۔

حضرت ابوہریرہ اور حضرت عبداللہ بن عمرو کی احادیث کا تقابل

اس حدیث پر یہ اعتراض ہے کہ اس سے پہلے حضرت ابوہریرہ کی یہ حدیث گزر چکی ہے کہ نبی ﷺ کے اصحاب میں مجھ سے زیادہ کسی کے پاس احادیث نہیں تھیں' سوائے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کے' کیونکہ وہ احادیث لکھتے تھے اور میں نہیں لکھتا تھا' اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو کے پاس احادیث زیادہ محفوظ اور لکھی ہوئی تھیں اور حضرت ابوہریرہ نے احادیث زیادہ روایت کی ہیں' حضرت ابوہریرہ نے ۵۳۷۴ 'احادیث روایت کی ہیں اور حضرت عبداللہ بن عمرو نے ۷۰۰ 'احادیث روایت کی ہیں۔

علم کو دائماً طلب کرنے کی فضیلت' ضرورت کے وقت اپنے کمال کا اظہار اور کسب معاش کی فرضیت

اس حدیث میں علم کی حفاظت کرنے اور دائماً علم کو طلب کرنے کا ذکر ہے' کیونکہ حضرت ابوہریرہ احادیث کی طلب میں ہر وقت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر رہتے تھے اور اس سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے کہ انہوں نے طلب علم کو طلب مال پر ترجیح دی تھی اور حضرت ابوہریرہ نے اپنی اس فضیلت کو ظاہر کیا' اس سے معلوم ہوا کہ ضرورت کے وقت اپنی فضیلت اور اپنے کمال کا اظہار کرنا جائز ہے' یہاں ضرورت یہ تھی کہ لوگوں کے اس اعتراض کا جواب دیا جائے کہ حضرت ابوہریرہ بہت زیادہ احادیث روایت کرتے ہیں' اس سے معلوم ہوا کہ زیادہ روایت کرنا بھی جائز ہے اور تجارت کرنا بھی جائز' جیسا کہ مہاجرین تجارت کرتے تھے اور کاشت کاری کرنا بھی جائز ہے' جیسا کہ انصار کاشت کاری کرتے تھے اور اپنے اہل وعیال کی کفالت کرنے کے لیے اس قسم کے کسب کرنا مستحب ہیں اور اگر اور کوئی آمدنی کا ذریعہ نہ ہو تو پھر اپنی اور اپنے ماں باپ اور اہل وعیال کی کفالت کے لیے کسب معاش کرنا فرض ہے۔

* باب مذکور کی یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۶۲۷۵۔ ج ۶ ص ۱۱۶۲ پر مذکور ہے' اس کی شرح میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی سوانح بیان کی گئی ہے۔

۱۱۹- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ اَبِیْ بَكْرٍ اَبُوْ مُصْعَبٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ دِيْنَارٍ' عَنِ ابْنِ اَبِیْ ذِئْبٍ' عَنْ سَعِيْدِ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّیْ اَسْمَعُ مِنْكَ حَدِيْثًا كَثِيْرًا اَنْسَاهُ؟ قَالَ اُبْسُطْ رِدَاءَكَ فَبَسَطْتُهٗ' قَالَ فَغَرَفَ بِيَدَيْهِ ثُمَّ قَالَ ضُمَّهٗ. فَضَمَمْتُهٗ' فَمَا نَسِيْتُ شَيْئًا بَعْدَهٗ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن ابی بکر ابومصعب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن ابراہیم بن دینار نے حدیث بیان کی از ابن ابی ذئب از سعید المقبری از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں: میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں آپ سے بہ کثرت احادیث سنتا ہوں' جن کو میں بھول جاتا ہوں' آپ نے فرمایا: تم اپنی چادر پھیلاؤ' پس میں نے اپنی چادر پھیلائی' آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں سے چلو بنایا (اور اس کو میری چادر میں ڈال دیا)' پھر فرمایا: اس چادر کو اپنے جسم کے ساتھ چمٹا لو' سو میں نے اس چادر کو اپنے جسم کے ساتھ چمٹا لیا' پھر اس کے بعد میں کوئی چیز نہیں بھولا۔

حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ فُدَيْكٍ بِهٰذَا' اَوْ قَالَ غَرَفَ بِيَدِهٖ فِيْهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی فدیک نے یہی

حدیث بیان کی' یا کہا: آپ نے اپنے ہاتھ سے اس میں چلّو بنایا۔ [طرف الحدیث: ۳۶۴۸] (سنن ترمذی: ۳۸۳۵)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ باب کا عنوان ہے: علم کی حفاظت کرنا اور حضرت ابوہریرہ نے اپنے حافظہ کی شکایت کر کے جو حافظہ کی کمی کا تدارک کیا تھا' وہ علم کی حفاظت کے لیے ہی کیا تھا۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) احمد بن ابوبکر' ان کا نام القاسم ہے' یہ مدینہ کے عالم اور قاضی ہیں' ابوحاتم نے کہا: یہ صدوق ہیں' یہ ۹۲ سال کی عمر میں ۲۴۲ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) محمد بن ابراہیم بن دینار المدنی الانصاری' یہ امام مالک کے ساتھ اہل مدینہ کے مفتی تھے' امام بخاری نے کہا: یہ حدیث میں معروف تھے' ابوحاتم نے کہا: ثقہ تھے (۳) محمد بن عبد الرحمان بن المغیرہ بن ابی ذئب القرشی العامری' یہ ثقہ اور کبیر الشان تھے' امام احمد نے کہا: ابن ابی الذئب' امام مالک سے افضل تھے' یہ ۵۹ھ میں کوفہ میں فوت ہو گئے (۴) سعید بن ابی سعید المقبری المدنی (۵) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' ان کا تعارف بھی ہو چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۲۷۵)

نسیان' سہو اور خطاء میں فرق اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شفا دینا اور ہر درد کا درماں ہونا

اس حدیث میں ''نسیان'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: بھولنا اور علم کے بعد جہل۔ سہو اور نسیان میں یہ فرق ہے کہ نسیان میں علم کی صورت حافظہ اور مُدرِکہ دونوں سے نکل جاتی ہے اور سہو میں علم کی صورت صرف مدرکہ سے نکل جاتی ہے اور حافظہ میں موجود ہوتی ہے' اور سہو اور خطاء میں یہ فرق ہے کہ سہو میں معمولی تنبیہ سے انسان سمجھ جاتا ہے اور خطا میں معمولی تنبیہ کافی نہیں ہوتی' نسیان وہ حالت ہے' جو انسان پر غیر اختیاری طور پر طاری ہوتی ہے اور اس کا سبب حفظ کے اسباب سے غفلت برتنا ہے۔

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معجزہ ہے کہ آپ نے حضرت ابوہریرہ سے نسیان کو دور کر دیا اور چادر پھیلانے اور اس کو سینہ کے ساتھ چمٹانے سے نسیان کا دور کرنا' ایک اور طرح سے معجزہ ہے۔

حضرت ابوہریرہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نسیان کی شکایت کی تو آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ نسیان کے ازالہ کے لیے کسی طبیب یا معالج کے پاس جاؤ' میرا منصب تو صرف احکام شرعیہ بتانا ہے' اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صرف احکامِ شرعیہ بتانے کے لیے مبعوث نہیں ہوئے تھے' بلکہ آپ ہر درد کے درماں تھے اور آپ کے پاس ہر مشکل کا حل تھا اور آپ نے حضرت ابوہریرہ کا حافظہ قوی کر کے اس کو ثابت کر دیا۔

۱۲۰- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي أَخِي، عَنِ ابْنِ أَبِي ذِئْبٍ، عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ حَفِظْتُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وِعَاءَيْنِ فَأَمَّا أَحَدُهُمَا فَبَثَثْتُهُ، وَأَمَّا الْآخَرُ فَلَوْ بَثَثْتُهُ قُطِعَ هَذَا الْبُلْعُومُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' وہ کہتے ہیں: مجھے میرے بھائی نے حدیث بیان کی از ابن ابی ذئب از سعید المقبری از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے (علم کے) دو برتن یاد رکھے ہیں' ایک برتن کو تو میں نے پھیلا دیا اور دوسرے کو اگر میں پھیلاتا تو میرا یہ حلقوم کاٹ دیا جاتا۔

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ الْبُلْعُومُ مَجْرَى الطَّعَامِ.

ابوعبداللہ (امام بخاری) نے کہا: ''البلعوم'' وہ نالی ہے' جس سے طعام گزرتا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت بالکل واضح ہے' کیونکہ حضرت ابوہریرہ نے علم کی حفاظت کے لیے علم کے

ایک برتن کو لوگوں میں انڈیل دیا اور اپنی جان کی بقاء کے لیے دوسرے برتن کو نہیں انڈیلا۔

اس حدیث کے رجال کا تعارف ہو چکا ہے' اسماعیل بن ابی اویس کے بھائی کا نام عبدالحمید بن ابی اویس ہے' یہ ۲۰۲ھ میں فوت ہو گئے تھے۔

علم کے دو برتنوں کی تفصیل

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال المالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

''وِعاء'' اس ظرف کو کہتے ہیں' جس میں کوئی چیز جمع کی جائے۔ اس حدیث میں علم کے دو ''وعاء'' سے مراد علم کی دو قسمیں ہیں۔ حضرت ابوہریرہ نے علم کی ایک قسم وہ جمع کی' جس میں سنن اور احکامِ شرعیہ سے متعلق احادیث تھیں اور دوسری قسم وہ جمع کی' جس میں مستقبل میں واقع ہونے والے فتنوں کی خبریں تھیں' اول الذکر کو لوگوں میں پھیلا دیا اور ثانی الذکر کو بیان نہیں کیا۔

(شرح ابن بطال ج ۱ ص ۱۸۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

اس اعتراض کا جواب کہ علم کا چھپانا تو جائز نہیں ہے' پھر حضرت ابوہریرہ نے دوسری قسم کی احادیث کو کیوں بیان نہیں کیا؟

علامہ ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی بن محمد جوزی حنبلی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے لیے یہ کیسے جائز ہوا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث کو چھپا لیں' حالانکہ آپ نے فرمایا ہے: میری احادیث کی تبلیغ کرو' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے یہ کیسے جائز ہے کہ آپ ایسی احادیث بیان کریں' جن کی روایت کرنے والے کو قتل کر دیا جائے اور مسلمانوں اور صحابہ اور اخیار تابعین کے لیے کیسے جائز ہے کہ وہ اس شخص کو قتل کر دیں' جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث روایت کرے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہ نے جن احادیث کو چھپایا تھا' ان کا تعلق احکامِ شرعیہ سے نہیں تھا' کیونکہ ان کا چھپانا جائز نہیں ہے اور خود حضرت ابوہریرہ نے کہا تھا کہ اگر قرآن مجید کی دو آیتیں نہ ہوتیں (البقرہ: ۱۶۰-۱۵۹) تو میں کوئی حدیث نہ بیان کرتا' پس حضرت ابوہریرہ کے متعلق یہ کیسے گمان کیا جائے گا کہ وہ احکامِ شرعیہ میں سے کوئی حکم چھپا لیں گے' جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ فرما چکے ہیں: تم میں جو یہاں حاضر ہے' وہ غائب کو پہنچا دے۔ (صحیح البخاری: ۱۰۵) جن احادیث کو انہوں نے چھپایا تھا' وہ ایسی احادیث ہیں' جن میں آپ نے فرمایا تھا: فلاں شخص منافق ہے' اور عنقریب تم عثمان کو قتل کرو گے اور میری امت کی ہلاکت قریش کے لڑکوں کے ہاتھوں ہوگی' جو بنوفلاں ہیں۔ (صحیح البخاری: ۷۰۵۸' مسند احمد ج ۲ ص ۳۲۴) اگر حضرت ابوہریرہ قریش کے ان لڑکوں کے ناموں کی تصریح کرتے تو وہ ان کی تکذیب کرتے اور ان کو قتل کر دیتے۔

(کشف المشکل ج ۱ ص ۱۱۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

علم کے جس برتن کو حضرت ابوہریرہ نے نہیں پھیلایا' اس میں وہ احادیث ہیں' جن میں ظالم حکام کے اسماء' ان کے احوال اور ان کے زمانہ کی تصریح ہے' حضرت ابوہریرہ ان میں سے بعض کا اشارۃً ذکر کرتے تھے اور ان کی صراحت نہیں کرتے تھے کیونکہ اس سے ان کی جان کو خطرہ تھا' جیسے انہوں نے کہا: میں ۶۰ھ کی امارت سے اور بچوں کی امارت سے اللہ کی پناہ طلب کرتا ہوں اور اس میں یزید بن معاویہ کی خلافت کی طرف اشارہ تھا' جو کہ ۶۰ھ میں ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوہریرہ کی اس دعا کو قبول فرمایا اور وہ ۶۰ھ سے پہلے فوت ہو گئے اور اس کا کچھ ذکر ''کتاب الفتن'' میں آئے گا۔ ''کتاب الفتن'' میں حافظ ابن حجر نے لکھا ہے: بچوں کی امارت

میں پہلا امیر یزید بن معاویہ تھا' جو ۶۰ ھ میں خلیفہ ہوا اور ۶۴ ھ میں مر گیا' پھر اس کا بیٹا خلیفہ ہوا اور وہ چند مہینوں بعد مر گیا اور اس سے مراد بعض حکام ہیں' جو کم عمری میں حکمران بنا دیئے گئے۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۲۲۳۔۲۲۲' دارالمعرفۃ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ ابن المنیر نے کہا ہے کہ اس حدیث کو فرقۂ باطنیہ نے اپنے باطل عقائد کی تصحیح کا ذریعہ بنالیا ہے' ان کا یہ عقیدہ ہے کہ شریعت کا ایک باطن ہے اور ایک ظاہر ہے اور باطن سے ان کی مراد ہے: احکامِ شرعیہ کی قید سے آزاد ہونا ہے' اور دوسرے علماء نے کہا: اس سے مراد وہ احادیث ہیں' جن کا تعلق قیامت کی علامات سے ہے اور لوگوں کے احوال کے تغیر اور آخری زمانہ کی جنگوں سے ہے' پس جس کو ان کا شعور نہیں ہوگا' وہ ان کا انکار کرے گا۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۶۶۵' دارالمعرفۃ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حافظ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ نے بھی یہی کچھ لکھا ہے' اس کے بعد مزید لکھتے ہیں:

متصوفین نے کہا ہے کہ پہلے ظرف سے مراد ہے: احکام اور اخلاق کا علم اور دوسرے ظرف سے مراد ہے: اسرار اور حکمتوں کا علم' جو علماء اور عرفاء کے ساتھ خاص ہے اور دوسروں نے کہا: اس سے مراد مخفی علم ہے اور وہ راز ہے جو محفوظ ہے' اور یہ خدمت کا نتیجہ اور حکمت کا ثمرہ ہوتا ہے' یہ ان ہی کو حاصل ہوتا ہے جو مجاہدات کے سمندروں میں تیرا کی کرتے ہیں اور یہ ان ہی پر منکشف ہوتا ہے' جن کے دل مشاہدات کے انوار سے روشن ہوتے ہیں' کیونکہ یہ وہ اسرار ہیں جو دلوں میں جاگزین ہوتے ہیں اور یہ ریاضت کرنے والے نفوس کو حاصل ہوتے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۲۷۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۴۳- بَابُ الْإِنْصَاتِ لِلْعُلَمَاءِ — علماء کے لیے لوگوں کو خاموش کرنا

اس سے پہلا باب علم کی حفاظت کرنے میں تھا' اور یہ اس وقت ہوسکتا ہے جب علماء کے لیے لوگوں کو خاموش کیا جائے اور یہ ان دونوں بابوں میں مناسبت ہے۔

۱۲۱- حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِيْ عَلِيُّ بْنُ مُدْرِكٍ' عَنْ أَبِيْ زُرْعَةَ' عَنْ جَرِيْرٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ اِسْتَنْصِتِ النَّاسَ فَقَالَ لَا تَرْجِعُوْا بَعْدِيْ كُفَّارًا' يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حجاج نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے علی بن مدرک نے خبر دی از ابی زرعہ از جریر کہ نبی ﷺ نے حجۃ الوداع میں فرمایا: لوگوں کو خاموش کرو' پھر آپ نے فرمایا: میرے بعد تم کافر نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں مارو۔

[اطراف الحدیث: ۴۴۰۵۔۶۸۶۹۔۷۰۸۰]

(صحیح مسلم: ۶۵' سنن ابوداؤد: ۴۶۸۶' سنن نسائی: ۴۱۳۶' سنن ابن ماجہ: ۳۹۴۳' السنن الکبریٰ للنسائی: ۵۸۸۲' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۶۶۴' سنن دارمی: ۱۹۲۱' مسند ابوعوانہ ج ۱ ص ۲۵' صحیح ابن حبان: ۵۹۴۰' المعجم الکبیر: ۲۴۰۲' شرح السنۃ: ۲۵۵۰' مسند احمد ج ۴ ص ۳۵۸ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۹۱۶۷۔ ج ۳۱ ص ۵۰۴)

باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت حدیث کے اس جملہ میں ہے: لوگوں کو خاموش کرو۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) حجاج بن منہال الاغاطی (۲) شعبہ بن الحجاج' ان دونوں کا تعارف ہو چکا ہے (۳) علی بن مدرک النخعی الکوفی' یہ صالح' صدوق اور ثقہ ہیں' ۱۲۰ ھ میں فوت ہو گئے تھے' ان سے بہت بڑی جماعت نے احادیث روایت کی ہیں (۴) ابوزرعہ' ان کا نام ھرم بن جریر بن عبداللہ البجلی ہے' آپ سید اور مطاع تھے اور بہت حسین وجمیل اور بلند قامت تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۲۸۰)

''ایک دوسرے کی گردنیں مار کر کافر نہ ہو جانا'' اس حدیث کے محامل

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے بعد تم کافر نہ ہو جانا کہ تم ایک دوسرے کی گردنیں مارو۔
اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ آپ کی زندگی میں لوگ کافر نہیں ہوں گے اس لیے آپ نے اپنی وفات کے بعد اس سے منع فرمایا یعنی جب میں دنیا سے چلا جاؤں تو میرے بعد تم اپنے ایمان اور تقویٰ پر برقرار رہنا اور مسلمانوں سے جنگ نہ کرنا اور ان کے اموال کو باطل تاویل سے نہ حاصل کرنا یعنی تمہارے افعال کفار کے افعال کے مشابہ نہ ہوں اور تم ان کی طرح مسلمانوں کی گردنیں نہ مارنا۔

اس حدیث کے مزید محامل حسب ذیل ہیں:

(۱) جائز اور حلال سمجھ کر مسلمانوں کی گردنیں مارنا کفر ہے۔
(۲) مسلمانوں کی گردنیں مارنا' نعمت اسلام کی ناشکری ہے۔
(۳) مسلمانوں کی گردنیں مارنا کفر کے قریب ہے اور کفر تک پہنچاتا ہے۔
(۴) مسلمانوں کی گردنیں مارنا حقیقت میں کفر ہے' لہٰذا تم دائماً مسلمان رہو۔
(۵) میرے بعد تم ہتھیاروں سے مسلح ہو کر ایک دوسرے سے جنگ نہ کرنا۔
(۶) تم ایک دوسرے کو کافر قرار دے کر ایک دوسرے کو قتل نہ کرنا۔

علماء کی تکریم کی وجوہ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ لوگوں کو خاموش کرو' اس سے معلوم ہوا کہ علماء کی تعظیم و تکریم کرنا اور ان کا کلام سننے کے لیے لوگوں کو چپ کرانا متعلمین پر لازم ہے' قرآن مجید میں ہے:

لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ. نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز کے اوپر اپنی آوازوں کو بلند نہ کرو۔

(الحجرات:۲)

جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر آواز بلند کرنا منع ہے' اسی طرح جب علماء حدیث پڑھ رہے ہوں تو ان کی آواز پر آواز بلند کرنا بھی منع ہے' کیونکہ وہ بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز کے حکم میں ہے اور علماء کی تکریم اس لیے واجب ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کو زندہ کرتے ہیں اور آپ کی شریعت پر عمل کرتے ہیں اور اس کی تبلیغ کرتے ہیں۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۱۳۱۔ ج ۱ ص ۴۸۹ پر بیان کی گئی ہے' اس کی شرح میں ایک دوسرے کے قتل پر کفر کے اطلاق کی ۷ توجیہات بیان کی گئی ہیں۔

٤٤- بَابُ مَا يُسْتَحَبُّ لِلْعَالِمِ اِذَا سُئِلَ اَيُّ النَّاسِ اَعْلَمُ؟ فَيَكِلُ الْعِلْمَ اِلَى اللّٰهِ

جب عالم سے سوال کیا جائے کہ سب سے بڑا عالم کون ہے؟ تو اس کے لیے مستحب ہے کہ وہ اس کا علم اللہ کے سپرد کر دے

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ باب سابق عالم کی تعظیم کے بیان میں تھا اور اس باب میں یہ بتایا ہے کہ وہ تعظیم کا اس وقت مستحق ہے' جب وہ یہ کہے کہ سب سے زیادہ علم اللہ کا ہے۔

۱۲۲- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا ۔ امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے

سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرٌو قَالَ اَخْبَرَنِي سَعِيْدُ بْنُ جُبَيْرٍ قَالَ قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ اِنَّ نَوْفًا الْبَكَالِيَّ يَزْعَمُ اَنَّ مُوْسٰى لَيْسَ بِمُوْسٰى بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ اِنَّمَا هُوَ مُوْسٰى اٰخَرُ. فَقَالَ كَذَبَ عَدُوُّ اللّٰهِ، حَدَّثَنَا اُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَامَ مُوْسَى النَّبِيُّ خَطِيْبًا فِيْ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ، فَسُئِلَ اَيُّ النَّاسِ اَعْلَمُ؟ فَقَالَ اَنَا اَعْلَمُ، فَعَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ، اِذْ لَمْ يَرُدَّ الْعِلْمَ اِلَيْهِ، فَاَوْحَى اللّٰهُ اِلَيْهِ اَنَّ عَبْدًا مِنْ عِبَادِيْ بِمَجْمَعِ الْبَحْرَيْنِ هُوَ اَعْلَمُ مِنْكَ. قَالَ يَا رَبِّ وَكَيْفَ لِيْ بِهٖ؟ فَقِيْلَ لَهٗ احْمِلْ حُوْتًا فِيْ مِكْتَلٍ، فَاِذَا فَقَدْتَهٗ، فَهُوَ ثَمَّ، فَانْطَلَقَ وَانْطَلَقَ بِفَتَاهُ يُوْشَعَ بْنِ نُوْنٍ وَحَمَلَا حُوْتًا فِيْ مِكْتَلٍ، حَتّٰى كَانَا عِنْدَ الصَّخْرَةِ وَضَعَا رُءُوْسَهُمَا وَنَامَا، فَانْسَلَّ الْحُوْتُ مِنَ الْمِكْتَلِ، ﴿فَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِي الْبَحْرِ سَرَبًا﴾ (الکہف:٦١) وَكَانَ لِمُوْسٰى وَفَتَاهُ عَجَبًا، فَانْطَلَقَا بَقِيَّةَ لَيْلَتِهِمَا وَيَوْمِهِمَا، فَلَمَّا اَصْبَحَ قَالَ مُوْسٰى لِفَتَاهُ ﴿اٰتِنَا غَدَآءَنَا لَقَدْ لَقِيْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا﴾ (الکہف:٦٢) وَلَمْ يَجِدْ مُوْسٰى مَسًّا مِّنَ النَّصَبِ حَتّٰى جَاوَزَ الْمَكَانَ الَّذِيْ اُمِرَ بِهٖ. فَقَالَ لَهٗ فَتَاهُ ﴿اَرَاَيْتَ اِذْ اَوَيْنَآ اِلَى الصَّخْرَةِ فَاِنِّيْ نَسِيْتُ الْحُوْتَ﴾ (الکہف:٦٣) قَالَ مُوْسٰى ﴿ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ فَارْتَدَّا عَلٰى اٰثَارِهِمَا قَصَصًا﴾ (الکہف:٦٤) فَلَمَّا انْتَهَيَا اِلَى الصَّخْرَةِ، اِذَا رَجُلٌ مُسَجًّى بِثَوْبٍ، اَوْ قَالَ تَسَجّٰى بِثَوْبِهٖ، فَسَلَّمَ مُوْسٰى، فَقَالَ الْخَضِرُ وَاَنّٰى بِاَرْضِكَ السَّلَامُ؟ فَقَالَ اَنَا مُوْسٰى، فَقَالَ مُوْسٰى بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ؟ قَالَ نَعَمْ، قَالَ ﴿هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰى اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا قَالَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا﴾ (الکہف:٦٧۔٦٦) يَا مُوْسٰى، اِنِّيْ عَلٰى عِلْمٍ مِنْ عِلْمِ اللّٰهِ عَلَّمَنِيْهِ لَا تَعْلَمُهٗ اَنْتَ، وَاَنْتَ عَلٰى عِلْمٍ عَلَّمَكَ اللّٰهُ لَا اَعْلَمُهٗ. ﴿قَالَ سَتَجِدُنِيْ اِنْ

حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عمرو نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے سعید بن جبیر نے خبر دی انہوں نے بیان کیا: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا کہ بے شک نوف بکالی یہ زعم کرتا ہے کہ (قرآن میں حضرت خضر کے ساتھ) جس موسیٰ کا ذکر ہے وہ بنی اسرائیل کے موسیٰ نہیں ہیں وہ کوئی اور موسیٰ ہیں حضرت ابن عباس نے فرمایا: وہ اللہ کا دشمن جھوٹ بولتا ہے ہمیں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل میں خطبہ دے رہے تھے ان سے سوال کیا گیا کہ لوگوں میں سب سے بڑا عالم کون ہے؟ انہوں نے کہا: میں سب سے بڑا عالم ہوں اللہ عزوجل نے ان پر عتاب فرمایا کیونکہ انہوں نے علم کو اللہ کی طرف نہیں لوٹایا تب اللہ عزوجل نے ان کی طرف یہ وحی کی کہ بے شک میرے بندوں میں سے ایک بندہ مجمع البحرین میں ہے وہ آپ سے بڑا عالم ہے حضرت موسیٰ نے کہا: اے میرے رب! میں اس تک کیسے واصل ہوں گا؟ ان سے کہا گیا کہ آپ ایک ٹوکری میں (بھنی ہوئی) مچھلی رکھ لیں جس جگہ اس مچھلی کو گم پائیں گے وہیں خضر ہوں گے حضرت موسیٰ روانہ ہوئے اور ان کے ساتھ ان کے شاگرد حضرت یوشع بن نون بھی روانہ ہوئے اور انہوں نے ایک ٹوکری میں (بھنی ہوئی) مچھلی رکھ لی حتیٰ کہ جب وہ دونوں ایک چٹان کے پاس پہنچے تو ان دونوں نے اس پر اپنے سر رکھے اور سو گئے پس وہ مچھلی ٹوکری سے نکلی "اور اس نے سمندر میں سرنگ کی مثل اپنا راستہ بنا لیاO" (الکہف:٦١) اور موسیٰ اور ان کے شاگرد کے لیے یہ بہت عجیب بات تھی پھر وہ دونوں بقیہ رات اور دن تک چلتے رہے جب صبح ہوئی تو حضرت موسیٰ نے اپنے شاگرد سے کہا: "ہمارا ناشتا لاؤ ہمیں اس سفر سے تھکاوٹ ہوئی ہےO" (الکہف:٦٢) اور موسیٰ علیہ السلام کو تھکاوٹ اسی وقت محسوس ہوئی تھی جب انہوں نے اس جگہ سے تجاوز کیا تھا جس جگہ انہیں جانے کا حکم دیا گیا تھا پھر ان کے شاگرد نے ان سے کہا: "کیا آپ نے نہیں دیکھا جب ہم چٹان سے ٹیک لگا کر آرام کر رہے

شَآءَ اللّٰهُ صَابِرًا وَّلَآ اَعْصِيْ لَكَ اَمْرًا﴾ (الکہف:٦٩) فَانْطَلَقَا يَمْشِيَانِ عَلٰى سَاحِلِ الْبَحْرِ، لَيْسَ لَهُمَا سَفِيْنَةٌ، فَمَرَّتْ بِهِمَا سَفِيْنَةٌ، فَكَلَّمُوْهُمْ اَنْ يَحْمِلُوْهُمَا، فَعُرِفَ الْخَضِرُ، فَحَمَلُوْهُمَا بِغَيْرِ نَوْلٍ، فَجَآءَ عُصْفُوْرٌ فَوَقَعَ عَلٰى حَرْفِ السَّفِيْنَةِ، فَنَقَرَ نَقْرَةً اَوْ نَقْرَتَيْنِ فِي الْبَحْرِ، فَقَالَ الْخَضِرُ يَا مُوْسٰى مَا نَقَصَ عِلْمِيْ وَ عِلْمُكَ مِنْ عِلْمِ اللّٰهِ اِلَّا كَنَقْرَةِ هٰذَا الْعُصْفُوْرِ فِي الْبَحْرِ، فَعَمَدَ الْخَضِرُ اِلٰى لَوْحٍ مِّنْ اَلْوَاحِ السَّفِيْنَةِ فَنَزَعَهُ، فَقَالَ مُوْسٰى قَوْمٌ حَمَلُوْنَا بِغَيْرِ نَوْلٍ، عَمَدْتَّ اِلٰى سَفِيْنَتِهِمْ فَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ اَهْلَهَا؟ ﴿قَالَ اَلَمْ اَقُلْ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا. قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِيْ بِمَا نَسِيْتُ﴾ (الکہف:٧٣_٧٢) فَكَانَتِ الْاُوْلٰى مِنْ مُّوْسٰى نِسْيَانًا فَانْطَلَقَا فَاِذَا غُلَامٌ يَلْعَبُ مَعَ الْغِلْمَانِ، فَاَخَذَ الْخَضِرُ بِرَاْسِهِ مِنْ اَعْلَاهُ فَاقْتَلَعَ رَاْسَهُ بِيَدِهِ، فَقَالَ مُوْسٰى ﴿اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةً بِغَيْرِ نَفْسٍ﴾ (الکہف:٧٤) ﴿قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا﴾ (الکہف:٧٥). قَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ وَهٰذَا اَوْكَدُ ﴿فَانْطَلَقَا حَتّٰى اِذَا اَتَيَا اَهْلَ قَرْيَةِ اِ۟سْتَطْعَمَا اَهْلَهَا فَاَبَوْا اَنْ يُّضَيِّفُوْهُمَا فَوَجَدَا فِيْهَا جِدَارًا يُّرِيْدُ اَنْ يَّنْقَضَّ فَاَقَامَهُ﴾ (الکہف: ٧٧) قَالَ الْخَضِرُ بِيَدِهِ، فَاَقَامَهُ، فَقَالَ لَهُ مُوْسٰى ﴿لَوْ شِئْتَ لَاتَّخَذْتَ عَلَيْهِ اَجْرًا. قَالَ هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِيْ وَ بَيْنِكَ﴾ (الکہف:٧٨_٧٧). قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْحَمُ اللّٰهُ مُوْسٰى، لَوَدِدْنَا لَوْ صَبَرَ حَتّٰى يُقَصَّ عَلَيْنَا مِنْ اَمْرِهِمَا.

[طرف الحدیث:۷۴]

(صحیح مسلم:۲۳۸۰، سنن ترمذی:۳۱۴۹، السنن الکبریٰ للنسائی:۱۱۳۰۶)

تھے وہاں میں مچھلی بھول گیا تھا'' (الکہف: ۶۳) حضرت موسیٰ نے کہا: ''ہم اسی کو تلاش کر رہے تھے' پس وہ اپنے قدموں کے نشان تلاش کرتے ہوئے لوٹےO'' (الکہف: ۶۴) جب وہ اس چٹان تک پہنچے تو وہاں ایک شخص چادر اوڑھے ہوئے تھے یا کہا: اس نے چادر سے اپنے آپ کو چھپایا ہوا تھا' حضرت موسیٰ نے ان کو سلام کیا' پس حضرت خضر نے کہا: تمہاری زمین میں سلامتی کہاں ہے؟ پس انہوں نے کہا: میں موسیٰ ہوں! انہوں نے کہا: بنو اسرائیل کے موسیٰ؟ انہوں نے کہا: جی ہاں! کہا: ''کیا میں اس پر آپ کی پیروی کروں کہ آپ مجھے وہ سکھا دیں جو نیک علم آپ کو سکھایا گیا ہےO خضر نے کہا: آپ میرے ساتھ ہرگز صبر نہیں کر سکیں گےO'' (الکہف:۶۷_۶۶) اے موسیٰ! میرے پاس اللہ کے علم میں سے وہ علم ہے' جس کی اللہ نے مجھے تعلیم دی ہے' جس کا آپ کو علم نہیں ہے اور آپ کے پاس اللہ کا وہ علم ہے' جس کی اللہ نے آپ کو تعلیم دی ہے' جس کا مجھے علم نہیں ہے'' حضرت موسیٰ نے کہا: ان شاء اللہ! آپ مجھے صبر کرنے والا پائیں گے اور میں کسی بات میں آپ کی نافرمانی نہیں کروں گاO'' (الکہف:۶۹) پھر وہ دونوں روانہ ہوئے اور چلتے چلتے ساحل سمندر پر پہنچے' وہاں ان دونوں کے لیے کوئی کشتی نہیں تھی' پھر ان دونوں کے پاس سے ایک کشتی گزری' انہوں نے ان سے بات کی کہ وہ ان کو سوار کر لیں' انہوں نے حضرت خضر کو پہچان لیا' پس انہوں نے بغیر کسی معاوضہ کے ان دونوں کو سوار کر لیا' پھر ایک چڑیا آ کر کشتی کے کنارے بیٹھ گئی' اس نے سمندر میں ایک چونچ یا دو چونچیں ماریں' حضرت خضر نے کہا: اے موسیٰ! میرا علم اور آپ کا علم' اللہ کے علم کے مقابلہ میں ایسا ہے جیسے سمندر میں اس چڑیا کی ایک چونچ ہے' پھر حضرت خضر نے کشتی کے تختوں میں سے ایک تختہ کا ارادہ کیا اور اس کو اکھاڑ دیا' حضرت موسیٰ نے کہا: ان لوگوں نے بغیر معاوضہ کے ہمیں کشتی میں سوار کیا اور آپ نے اس کا تختہ اکھاڑ دیا تا کہ اس میں بیٹھنے والوں کو غرق کر دیں!'' حضرت خضر نے کہا: کیا میں نے نہیں کہا تھا کہ آپ میرے ساتھ ہرگز صبر نہیں کر سکیں گےO موسیٰ نے کہا: آپ میری بھول پر میری گرفت نہ کیجئے''

(الکہف: ۷۳۔۷۲) سو پہلی بار حضرت موسیٰ سے بھول ہوگئی' پھر وہ دونوں روانہ ہو گئے' پس وہاں ایک لڑکا لڑکوں کے ساتھ کھیل رہا تھا' حضرت خضر نے اس لڑکے کا سر اوپر کی طرف سے پکڑا اور اپنے ہاتھ سے اس کا سر دھڑ سے الگ کر دیا' پھر حضرت موسیٰ نے کہا: "کیا آپ نے ایک بے قصور جان کو بغیر کسی جان کے عوض کے قتل کر ڈالا" (الکہف: ۷۴) "خضر نے کہا: کیا میں نے آپ سے پہلے ہی نہیں کہا تھا کہ آپ میرے ساتھ ہرگز نہیں صبر کر سکیں گے O" (الکہف: ۷۵)۔ ابن عیینہ نے کہا: اس میں زیادہ تاکید ہے "پھر وہ دونوں روانہ ہو گئے حتیٰ کہ جب وہ ایک دیہات والوں کے پاس پہنچے تو دیہات والوں سے کھانا مانگا' انہوں نے ان دونوں کو مہمان بنانے سے انکار کر دیا' پھر ان دونوں نے وہاں ایک دیوار دیکھی' جو گرا چاہتی تھی' انہوں نے اس کی مرمت کر دی" (الکہف: ۷۷) خضر نے اپنے ہاتھ سے اس کی مرمت کی' تب حضرت موسیٰ نے ان سے کہا: "اگر آپ چاہتے تو اس پر کوئی معاوضہ لے لیتے! O حضرت خضر نے کہا: بس! یہ میرے اور آپ کے درمیان جدائی ہے" (الکہف: ۷۸۔۷۷) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ حضرت موسیٰ پر رحم فرمائے' ہم چاہتے تھے اگر وہ صبر کرتے حتیٰ کہ ان دونوں کے مزید واقعات ہم پر بیان کیے جاتے۔

حدیث: ۷۴ میں اس حدیث کی مکمل تخریج اور شرح گزر چکی ہے' باقی امور کی شرح ہم یہاں ذکر کریں گے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت واضح ہے کیونکہ عنوان میں ہے: جب عالم سے پوچھا جائے کہ سب سے بڑا عالم کون ہے؟ تو اس کے لیے مستحب یہ ہے کہ وہ اس علم کو اللہ کے سپرد کرے' اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام سے یہ سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا: سب سے بڑا عالم میں ہوں' پھر اس کے نتیجہ میں ان کو حضرت خضر علیہ السلام تک سفر کرنا پڑا۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) عبداللہ بن محمد الجعفی المسندی (۲) سفیان بن عیینہ (۳) عمرو بن دینار (۴) سعید بن جبیر (۵) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما' ان سب کا تعارف ہو چکا ہے (۶) نوف بن فضالہ ابویزید البکالی' وہ عالم فاضل اور دمشق والوں کے امام تھے' ابن التین نے کہا: وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دربان تھے اور قصہ گو تھے' مشہور یہ ہے کہ وہ کعب احبار کی بیوی کے بیٹے تھے اور ایک قول یہ ہے کہ وہ ان کے بھائی کے بیٹے تھے' البکالی میں بنی بکال کی طرف نسبت ہے' اکثر محدثین اس لفظ کو بکالی پڑھتے ہیں (۷) حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ' مشہور صحابی ہیں' ان کا تعارف ہو چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۲۸۴)

علم کے مضاف ہونے کی توجیہ' عتاب کا معنی اور حضرت موسیٰ پر عتاب کی توجیہ' مجمع البحرین کا مصداق اور پکی ہوئی مچھلی کے زندہ ہونے کی توجیہ

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نے کہا: بنی اسرائیل کے موسیٰ؟ اس پر یہ اعتراض ہے کہ اس جملہ میں موسیٰ بنی اسرائیل کی طرف مضاف ہے' حالانکہ موسیٰ علَم ہے اور علَم کی اضافت نہیں کی جاتی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ پہلے اس لفظ کو نکرہ بنایا گیا' پھر اس کی اضافت کی گئی اور نکرہ بنانے کی صورت یہ ہے کہ اس کا معنی ہے: ان میں سے ایک جن کا نام موسیٰ ہے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے: جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: میں سب سے بڑا عالم ہوں تو اللہ تعالیٰ نے ان پر عتاب فرمایا' عتاب کا معنی ہے: شفقت اور محبت سے کسی کو ملامت کرنا یا اس کے کسی نامناسب کام پر محبت سے ٹوکنا یا اس کی گرفت کرنا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے سوال کیا گیا تھا کہ سب سے بڑا عالم کون ہے؟ اور سائل کا منشاء یہ تھا کہ بنی اسرائیل میں سب سے بڑا عالم کون ہے؟ اور واقع میں بنی اسرائیل میں سب سے بڑے عالم حضرت موسیٰ علیہ السلام ہی تھے' اس لیے حضرت موسیٰ کا جواب صحیح تھا' لیکن چونکہ سوال مطلقاً تھا' اس لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ تنبیہ کی گئی کہ آپ کو چاہیے تھا' آپ کہتے کہ اس کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے۔

نیز اس حدیث میں ہے کہ ایک بندہ مجمع البحرین میں ہے' مجمع البحرین کا معنی ہے: بحر فارس اور بحر روم کے ملنے کی جگہ' ثعلبی نے حضرت ابی بن کعب سے روایت کیا ہے کہ یہ جگہ افریقہ میں ہے۔

جس چٹان پر حضرت موسیٰ اور حضرت یوشع بن نون سر رکھ کر سوئے تھے' اس چٹان میں آب حیات کا چشمہ تھا' اس کا پانی جس کو بھی لگ جاتا' وہ زندہ ہو جاتا' وہ مچھلی پکی ہوئی تھی' اس کو پانی نے چھوا تو وہ زندہ ہوگئی اور حرکت کرنے لگی اور ان کی ٹوکری سے نکل کر سمندر میں داخل ہوگئی۔

جس لڑکے کو حضرت خضر نے قتل کیا تھا' اس کا تعارف

جس لڑکے کو حضرت خضر علیہ السلام نے قتل کر دیا تھا' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: وہ ابھی بالغ نہیں ہوا تھا۔

الضحاک نے کہا: وہ لڑکا عمداً فساد کرتا تھا اور اپنے ماں باپ کو ایذاء پہنچاتا تھا' کلبی نے کہا: وہ لڑکا رات کو لوگوں کی چیزیں چرا لیتا تھا اور صبح کو اپنے ماں باپ کے پاس چلا جاتا اور وہ اس پر شفقت کی وجہ سے قسم کھا کر کہتے کہ یہ تو رات بھر ہمارے پاس رہا تھا' اس کے نام میں اختلاف ہے' الضحاک نے کہا: اس کا نام جیسون تھا' شعبہ نے کہا: اس کا نام جیسور تھا' ابن وھب نے کہا: اس کے باپ کا نام ملاس اور اس کی ماں کا نام رحمیٰ تھا۔

عالم یا شیخ کے کسی فعل پر اعتراض نہیں کرنا چاہیے' حضرت خضر کی نبوت پر دلیل اور دیگر مسائل

اس حدیث کے فوائد میں سے یہ ہے کہ علم کی طلب کے لیے سفر کرنا چاہیے اور سفر میں ناشتہ اور کھانے کی چیزیں ساتھ رکھنی چاہئیں اور عالم یا شیخ کا ادب اور احترام کرنا چاہیے اور ان کے اقوال اور افعال میں سے اگر کوئی چیز سمجھ میں نہ آئے تو اس پر اعتراض نہیں کرنا چاہیے اور یہ کہ ضرورت کے وقت کھانے کا سوال کرنا جائز ہے اور یہ کہ جب کسی کام میں دو خرابیاں ہوں تو بڑی خرابی کے مقابلہ میں چھوٹی خرابی کو برداشت کر لینا چاہیے' کیونکہ کشتی کا ایک تختہ اکھاڑ دینا چھوٹی خرابی ہے اور ظالم بادشاہ کا اس سالم کشتی کو غصب کر لینا بڑی خرابی ہے' حضرت خضر علیہ السلام نے اس کشتی کا ایک تختہ اکھاڑ کر اس کو عیب دار کر دیا' تا کہ ظالم بادشاہ اس کو غصب نہ کر سکے' نیز اس سے یہ معلوم ہوا کہ شریعت کے ہر حکم کو تسلیم کرنا چاہیے' خواہ اس کی حکمت معلوم نہ ہو یا سمجھ میں نہ آئے' جیسے خضر علیہ السلام نے اس کشتی کا تختہ اکھاڑ دیا اور اس لڑکے کو قتل کر دیا' بہ ظاہر یہ کام خراب اور فاسد تھے' لیکن یہ کام واقع میں صحیح تھے' جیسا کہ بعد میں ان

کاموں کی حکمت معلوم ہوگئی' اسی وجہ سے حضرت خضر علیہ السلام نے کہا:

وَمَا فَعَلْتُهُ عَنْ اَمْرِیْ. (الکہف:۸۲) میں نے اپنی رائے سے یہ کام نہیں کیے۔

حضرت خضر کے اس قول میں یہ دلیل ہے کہ انہوں نے یہ کام وحی سے کیے تھے اور وحی نبی پر نازل ہوتی ہے' سو اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نبی تھے' صرف ولی نہ تھے' بعض ملحدین اور مبتدعین یہ کہتے ہیں کہ حضرت خضر علیہ السلام ولی تھے اور ولی نبی سے افضل ہوتا ہے' اس لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام نبی ہونے کے باوجود ولی سے علم حاصل کرنے گئے' یہ عقیدہ باطل ہے' حضرت خضر علیہ السلام نبی اور رسول تھے اور ایک نبی کا دوسرے نبی سے علم حاصل کرنا جائز ہے۔

حضرت خضر نے جو چڑیا کی چونچ میں پانی اور سمندر کے پانی کی مثال دی' اس پر اعتراض کا جواب

ایک اعتراض یہ ہے کہ حضرت خضر نے کہا: میرے اور تمہارے علم کی مثال اللہ کے علم کے مقابلہ میں ایسے ہے' جیسے چڑیا کی چونچ میں پانی' سمندر کے پانی کے مقابلہ میں ہے' حالانکہ چڑیا کی چونچ میں جو پانی ہے' وہ بھی متناہی ہے اور سمندر کا پانی بھی متناہی ہے اور یہ متناہی کا متناہی کے ساتھ تقابل ہے اور حضرت خضر اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کے علم کی' اللہ کے علم کے مقابلہ میں جو نسبت ہے' وہ متناہی کا غیر متناہی کے ساتھ تقابل ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ اس مثال سے مقصود علم کی قلت اور عظمت میں تشبیہ دینا ہے اور اس سے من کل الوجوہ تشبیہ دینا مقصود نہیں ہے۔

ایک سوال یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کا یہ واقعہ کس جگہ پر ہوا تھا؟ اس کے متعلق دو قول ہیں: ایک قول یہ ہے کہ جس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام میدانِ تیہ میں تھے اور دوسرا قول یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مصر سے نکلنے سے پہلے یہ واقعہ ہوا تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۲۹۶ ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

✻ حضرت موسیٰ اور حضرت خضر کے اس واقعہ کی پوری تفصیل جاننے کے لیے تبیان القرآن ج ۷ ص ۱۹۲۔۱۶۰' الکہف: ۸۲۔ ۶۵ کا مطالعہ فرمائیں۔

۴۵- بَابُ مَنْ سَاَلَ وَهُوَ قَائِمٌ عَالِمًا جَالِسًا

جس نے کھڑے ہوئے سوال کیا اور عالم بیٹھا ہوا تھا

باب سابق کے ساتھ اس باب کی مناسبت اس طرح ہے کہ اس میں بھی عالم سے سوال کا ذکر تھا اور اس میں بھی عالم سے سوال کا ذکر ہے۔

۱۲۳- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ قَالَ اَخْبَرَنِیْ جَرِیْرٌ، عَنْ مَنْصُوْرٍ، عَنْ اَبِیْ وَائِلٍ، عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، مَا الْقِتَالُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ؟ فَاِنَّ اَحَدَنَا یُقَاتِلُ غَضَبًا، وَیُقَاتِلُ حَمِیَّةً، فَرَفَعَ اِلَیْهِ رَاْسَهٗ. قَالَ وَمَا رَفَعَ اِلَیْهِ رَاْسَهٗ اِلَّا اَنَّهٗ کَانَ قَائِمًا. فَقَالَ مَنْ قَاتَلَ لِتَکُوْنَ کَلِمَةُ اللّٰهِ هِیَ الْعُلْیَا، فَهُوَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عثمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے جریر نے خبر دی ہے از منصور از ابی وائل از حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا: ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر کہا: یارسول اللہ! اللہ کی راہ میں قتال کرنے کی کیا تعریف ہے؟ کیونکہ ہم میں سے ایک شخص غضب میں قتال کرتا ہے اور ایک شخص حمیت (زبان یا قبیلہ کے تعصب) میں قتال کرتا ہے' آپ نے اپنا سر اٹھایا' آپ نے جس وقت سر اٹھایا تو

[اطراف الحدیث: ۲۸۱۰-۳۱۲۶-۷۴۵۸] اس وقت وہ سائل کھڑا ہوا تھا' آپ نے فرمایا: جس نے اس لیے قتال کیا کہ اللہ کا دین سر بلند ہو' وہ اللہ عزوجل کی راہ میں قتال ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۹۰۴' سنن ابوداؤد: ۲۵۱۷' سنن ترمذی: ۱۶۴۶' سنن نسائی: ۳۱۳۶' سنن ابن ماجہ: ۲۷۸۳' مسند ابوعوانہ ج ۵ ص ۷۷-۷۶' مسند ابوداؤد طیالسی: ۴۸۸' مسند احمد ج ۴ ص ۴۱۷ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۹۷۳۹- ج ۳۲ ص ۵۱۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

باب کے عنوان سے اس حدیث کی مطابقت اس حیثیت سے ہے کہ اس حدیث میں ذکر ہے کہ جس وقت سائل نے یہ سوال کیا' اس وقت وہ کھڑا ہوا تھا اور اس باب سے امام بخاری کی غرض یہ ہے کہ جب عالم بیٹھا ہوا ہو اور کوئی شخص اس سے کھڑے ہوئے سوال کرے تو یہ اس باب سے نہیں ہے کہ جب لوگوں کے لیے کھڑے ہونے سے آپ نے منع فرمایا ہے اور جب کسی شخص میں اپنی تعظیم اور بڑائی کا خیال نہ ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اس حدیث کی سند میں عثمان کا ذکر ہے' اس سے مراد عثمان بن ابی شیبہ ہے اور جریر سے مراد جریر بن عبد الحمید ہے اور منصور سے مراد منصور بن المعتمر ہے اور ابووائل سے مراد شقیق بن ابی سلمہ ہے اور ابوموسیٰ سے مراد عبد اللہ بن قیس الاشعری رضی اللہ عنہ ہیں' ان سب کا تعارف ہو چکا ہے۔

نیک اعمال کا انسان کی نیت صالحہ پر موقوف ہونا

انسان کی تین قوتیں ہیں: قوتِ عقلیہ' قوتِ غضبیہ اور قوت شہوانیہ' اللہ کی راہ میں قتال اس وقت ہوگا' جب وہ قوتِ عقلیہ کے تقاضے سے قتال کرے گا اور اس وقت اس کا یہ قتال اللہ کے دین کی سر بلندی کے لیے ہوگا یا اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہوگا یا اجر آخرت کے لیے ہوگا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نیک اعمال انسان کی نیت صالحہ پر موقوف ہیں اور یہ کہ عبادت کے لیے اخلاص شرط ہے' جس عبادت کا محرک اور باعث کوئی دنیاوی امر ہو' اس کی وہ عبادت رائیگاں جائے گی اور مجاہدین کی فضیلت میں جو احادیث وارد ہیں' وہ ان مجاہدین کے متعلق ہیں جو دین کی سر بلندی کے لیے جہاد کرتے ہیں اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر مستفتی کسی سبب یا عذر سے کھڑا ہوا ہو اور مفتی بیٹھا ہوا ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اخلاص سے جہاد کی فضیلت اور دکھانے اور سنانے کے لیے جہاد کی مذمت میں احادیث

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آ کر پوچھا: ایک شخص مالِ غنیمت کے حصول کے لیے قتال کرتا ہے' ایک شخص اپنے ذکر اور شہرت کے لیے قتال کرتا ہے اور ایک شخص اس لیے قتال کرتا ہے کہ اس کا مقام دکھایا جائے' ان میں سے اللہ کی راہ میں قتال کرنے والا کون ہے؟ آپ نے فرمایا: جو اس لیے قتال کرے کہ اللہ کا دین سر بلند ہو' وہ اللہ کی راہ میں قتال کرنے والا ہے۔ (صحیح البخاری: ۲۸۱۰' صحیح مسلم: ۱۹۰۴)

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ عبد اللہ بن عمرو نے کہا: یارسول اللہ! مجھے جہاد اور غزوہ کے متعلق بتایئے' آپ نے فرمایا: اے عبد اللہ بن عمرو! اگر تم صبر کرتے ہوئے اور ثواب کی نیت سے قتال کرو گے تو تم صابر اور محتسب اٹھائے جاؤ گے اور اگر تم دکھاوے کے لیے اور مال کی کثرت کے لیے قتال کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں اس حال میں اٹھائے گا کہ تم ریاکار اور کثرت کے طالب ہو گے' اے عبد اللہ بن عمرو! تم جس حال میں قتال کرو گے یا قتل کیے جاؤ گے' اللہ عزوجل تم کو اسی حال میں اٹھائے گا۔

(سنن ابوداؤد: ۲۵۱۹)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا: یارسول اللہ! ایک آدمی جہاد فی سبیل اللہ کا ارادہ کرتا ہے اور وہ دنیا کی متاع کو طلب کرتا ہے' آپ نے فرمایا: اس کے لیے کوئی اجر نہیں ہے' لوگوں پر یہ حدیث بہت گراں گزری اور انہوں نے اس شخص سے کہا: تم اپنا سوال دوبارہ دہراؤ' اس نے دوبارہ کہا: یارسول اللہ! ایک آدمی جہاد فی سبیل اللہ کا ارادہ کرتا ہے اور وہ دنیا کی متاع کو طلب کرتا ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کے لیے کوئی اجر نہیں ہے' اس نے تیسری بار سوال دہرایا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا: اس کے لیے کوئی اجر نہیں ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۲۵۱۶' صحیح ابن حبان: ۴۶۳۷' المستدرک ج ۲ ص ۸۵' سنن بیہقی ج ۹ ص ۱۶۹' مسند احمد ج ۲ ص ۲۹۰ طبع قدیم' مسند احمد: ۷۹۰۱۔ ج ۱۳ ص ۲۷۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے آ کر کہا: یارسول اللہ! یہ بتایئے ایک شخص جہاد کرتا ہے' وہ اجر کو بھی طلب کرتا ہے اور شہرت کو بھی' اس کو کیا ملے گا؟ آپ نے فرمایا: اس کو کچھ نہیں ملے گا' اس نے تین بار سوال دہرایا' آپ نے ہر بار یہی فرمایا: اس کو کچھ نہیں ملے گا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ اس عمل کو قبول فرماتا ہے' جو خالص اس کے لیے ہو اور اس سے اس کی ذات کا ارادہ کیا گیا ہو۔ (سنن نسائی: ۳۱۴۰)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جہاد کی دو قسمیں ہیں: جس نے اللہ کی رضا کے لیے جہاد کیا اور امام کی اطاعت کی اور اپنے پاک مال کو خرچ کیا اور اپنے شریک کے ساتھ آسانی کی اور فساد سے پرہیز کیا' اس کی نیند اور بیداری سب کی سب اجر ہے' اور جس نے فخر کرتے ہوئے اور دکھانے اور سنانے کے لیے جہاد کیا اور امام کی نافرمانی کی اور زمین میں فساد کیا' اس کا معاملہ برابر برابر نہیں ہوگا۔ (سنن ابوداؤد: ۲۵۱۵' المعجم الکبیر: ۱۷۶۔ ج ۲۰' مسند الشامیین: ۱۱۵۹' المستدرک ج ۲ ص ۸۵' سنن بیہقی ج ۹ ص ۱۶۸' سنن دارمی: ۲۴۱۷' سنن نسائی: ۳۱۸۸' السنن الکبریٰ للنسائی: ۴۳۰۸' شعب الایمان: ۴۲۶۵' حلیۃ الاولیاء ج ۵ ص ۲۲۰' مسند احمد ج ۵ ص ۲۳۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۲۰۴۲۔ ج ۳۶ ص ۳۶۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۴۸۰۴۔ ج ۵ ص ۹۱۳ پر ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

٤٦- بَابُ السُّؤَالِ وَالْفُتْيَا عِنْدَ رَمْيِ الْجِمَارِ

شیطان کو کنکریاں مارتے وقت سوال کرنا

اس باب کی بابِ سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ بابِ سابق میں بھی عالم سے سوال کا ذکر تھا اور اس باب میں بھی عالم سے سوال کا ذکر ہے۔

١٢٤- حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ اَبِيْ سَلَمَةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عِيْسَى بْنِ طَلْحَةَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ الْجَمْرَةِ وَهُوَ يُسْئَلُ، فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، نَحَرْتُ قَبْلَ اَنْ اَرْمِيَ؟ قَالَ اِرْمِ وَلَا حَرَجَ قَالَ اٰخَرُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، حَلَقْتُ قَبْلَ اَنْ اَنْحَرَ؟ قَالَ اِنْحَرْ وَلَا حَرَجَ، فَمَا سُئِلَ عَنْ شَيْءٍ قُدِّمَ وَلَا اُخِّرَ اِلَّا قَالَ اِفْعَلْ وَلَا حَرَجَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز بن ابی سلمہ نے حدیث بیان کی' از زہری از عیسیٰ بن طلحہ از حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ انہوں نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جمرہ کے پاس دیکھا' آپ سے سوال کیا جا رہا تھا' ایک شخص نے کہا: یارسول اللہ! میں نے کنکریاں مارنے سے پہلے نحر (ذبح) کر لیا' آپ نے فرمایا: اب کنکریاں مار لو' کوئی حرج نہیں! دوسرے شخص نے کہا: یارسول اللہ! میں نے نحر کرنے سے پہلے سر مونڈ لیا' آپ نے فرمایا: اب نحر کر لو کوئی حرج

نہیں' آپ سے جس چیز کے بھی مقدم یا مؤخر کرنے کے متعلق سوال کیا گیا' آپ نے فرمایا: اب کرلو کوئی حرج نہیں۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح' حدیث: ۸۳ میں گزر چکی ہے۔

۴۷- بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی ﴿وَمَآ اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا﴾ (الاسراء: ۸۵)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: ''اور تم کو جو بھی علم دیا گیا ہے وہ کم ہے O'' (بنی اسرائیل: ۸۵)

اس باب کی بابِ سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ بابِ سابق میں بھی عالم سے سوال کا ذکر تھا اور اس باب میں بھی عالم سے سوال کا ذکر ہے' لیکن بابِ سابق میں عالم کے جواب کا ذکر تھا اور اس باب میں عالم نے سوال کا جواب نہیں دیا' کیونکہ اس جواب کی سائل کو اپنے کسی عمل میں ضرورت نہیں تھی اور جواب نہ دینے میں آپ کی نبوت کی تصدیق تھی' اس کی تفصیل یہ ہے:

اس باب کے عنوان میں آیت کا ایک حصہ ذکر کیا گیا ہے' پوری آیت اس طرح ہے:

وَیَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ وَمَآ اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًاO (بنی اسرائیل: ۸۵)

اور یہ لوگ آپ سے روح کے متعلق سوال کرتے ہیں' آپ کہیے کہ روح میرے رب کے امر سے ہے اور تم کو جو بھی علم دیا گیا ہے وہ تھوڑا ہے O

امام ابومنصور محمد بن محمد ماتریدی حنفی متوفی ۳۳۳ھ' اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

یہودیوں نے آپ سے اس معروف روح کے متعلق سوال کیا تھا' جس کے سبب سے بدن میں حیات ہوتی ہے' لیکن آپ نے اس کا جواب نہیں دیا اور روح کے علم کو اللہ تعالیٰ کی طرف مفوض کر دیا۔ (تاویلات اہل السنۃ ج ۷ ص ۱۰۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ' اس کی تفسیر میں اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ کے ایک کھیت میں تھا' آپ کے پاس ایک لاٹھی تھی' جس سے آپ ٹیک لگاتے تھے' آپ کے پاس سے یہودیوں کا ایک گروہ گزرا' ان میں سے بعض نے کہا: ان سے روح کے متعلق سوال کرو' اور بعض نے کہا: ان سے سوال نہ کرو' آپ اپنی لاٹھی پر ٹیک لگا کر کھڑے ہو گئے' میں آپ کے پیچھے کھڑا ہو گیا' انہوں نے آپ سے روح کے متعلق سوال کیا' میں نے جان لیا کہ آپ پر وحی نازل ہو رہی ہے' پھر آپ نے یہ آیت پڑھی ''وَیَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ وَمَآ اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًاO'' (بنی اسرائیل: ۸۵)۔

(جامع البیان جز ۱۵ ص ۱۷۸' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۲۵- حَدَّثَنَا قَیْسُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ سُلَیْمَانُ' عَنْ اِبْرَاهِیْمَ' عَنْ عَلْقَمَةَ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ بَیْنَا اَنَا اَمْشِیْ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ خِرَبِ الْمَدِیْنَةِ وَهُوَ یَتَوَكَّاُ عَلٰی عَسِیْبٍ مَّعَهٗ' فَمَرَّ بِنَفَرٍ مِّنَ الْیَهُوْدِ' فَقَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ سَلُوْهُ عَنِ الرُّوْحِ؟ وَقَالَ بَعْضُهُمْ لَا تَسْاَلُوْهُ' لَا یَجِیْءُ فِیْهِ بِشَیْءٍ تَكْرَهُوْنَهٗ' فَقَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قیس بن حفص نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش سلیمان نے حدیث بیان کی از ابراہیم از علقمہ از حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ کے کھنڈرات میں جا رہا تھا اور آپ جس لاٹھی پر ٹیک لگاتے تھے' وہ آپ کے ساتھ تھی' آپ یہود کے ایک گروہ کے پاس سے گزرے' انہوں نے ایک دوسرے سے کہا: ان

بَعْضُهُمْ لَنَسْأَلَنَّهُ، فَقَامَ رَجُلٌ مِّنْهُمْ فَقَالَ يَا اَبَا الْقَاسِمِ مَا الرُّوْحُ؟ فَسَكَتَ، فَقُلْتُ اِنَّهُ يُوْحٰى اِلَيْهِ، فَقُمْتُ، فَلَمَّا انْجَلٰى عَنْهُ فَقَالَ ﴿وَيَسْأَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا﴾ (بنی اسرائیل:۸۵) قَالَ الْاَعْمَشُ هٰكَذَا فِيْ قِرَاءَتِنَا.

[اطراف الحدیث:۴۷۲۱_۷۲۹۷_۷۴۵۶_۷۴۶۲] (صحیح مسلم:۲۷۹۴'سنن ترمذی:۳۱۴۱'السنن الکبریٰ للنسائی:۱۱۲۹۹'مسند ابویعلیٰ:۵۳۹۰'صحیح ابن حبان:۹۸'المعجم الصغیر:۳_۱'مسند احمد ج۱ ص۳۸۹ طبع قدیم'مسند احمد:۳۶۸۸_ج۶ص۲۱۴'مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

سے روح کے متعلق سوال کرو'ان میں سے بعض نے کہا: سوال نہ کرو' یہ کوئی ایسا جواب نہ دیں جس کو تم ناپسند کرو' دوسروں نے کہا: ہم ان سے ضرور سوال کریں گے' پھر ان میں سے ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا: یا ابا القاسم! روح کی کیا حقیقت ہے؟ پس آپ خاموش رہے' میں نے (دل میں) کہا: آپ کی طرف وحی کی جارہی ہے' پس میں کھڑا ہو گیا' جب آپ سے نزولِ وحی کی کیفیت دور ہو گئی تو آپ نے پڑھا: "اور یہ لوگ آپ سے روح کے متعلق سوال کرتے ہیں' آپ کہیے کہ روح میرے رب کے امر سے ہے اور تم کو جو بھی علم دیا گیا ہے وہ تھوڑا ہےO" (بنی اسرائیل:۸۵)۔ الاعمش نے کہا: ہماری قراءت میں اسی طرح ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں بھی اس آیت کا ذکر ہے' جس کا عنوان میں ذکر کیا گیا ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) قیس بن حفص بن القعقاع الدارمی ابومحمد البصری' ان سے احمد بن سعید الدارمی' ابوزرعہ اور ابوحاتم نے روایت کی ہے' یحییٰ بن معین نے کہا: یہ ثقہ ہیں' احمد بن عبداللہ نے کہا: ان کی روایت میں کوئی حرج نہیں ہے' یہ ۲۲۷ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) عبدالواحد بن زیاد البصری (۳) سلیمان بن مہران الاعمش الکوفی (۴) ابراہیم بن یزید النخعی (۵) علقمہ بن قیس النخعی (۶) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج۲ ص۳۰۰)

آیاتِ قرآنیہ میں رُوح کے اطلاقات

قرآن مجید میں روح کا اطلاق کئی معانی پر کیا گیا ہے' روح کا اطلاق حضرت جبریل پر ہے:

نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُO (الشعراء:۱۹۳)

قرآن کو روح امین (حضرت جبریل) نے نازل کیا ہےO

روح کا اطلاق قرآن مجید پر ہے:

وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا. (الشوریٰ:۵۲)

اسی طرح ہم نے اپنے حکم سے آپ پر قرآن مجید کو نازل کیا ہے۔

روح کا اطلاق بنوآدم یا ان کی ارواح پر ہے:

يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا. (النبا:۳۸)

جس دن ملائکہ اور بنوآدم صف بہ صف کھڑے ہوں گے۔ (جامع البیان جز۳۰ ص۳۱'داراحیاء التراث العربی'بیروت)

روح کے مباحث میں شارحین بخاری کی تقاریر

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اکثر علماء نے یہ کہا ہے کہ یہود نے آپ سے اس روح کی حقیقت کے متعلق سوال کیا تھا' جو جان داروں میں ہوتی ہے' ایک قول

ہے کہ ان کا سوال حضرت جبریل کے متعلق تھا' دوسرا قول ہے کہ ان کا سوال حضرت عیسٰی کے متعلق تھا' تیسرا قول ہے: ان کا سوال قرآن مجید کے متعلق تھا' چوتھا قول ہے: ان کا سوال عظیم روحانی مخلوق کے متعلق تھا' اس کے متعلق اور بھی اقوال ہیں' اس کی تفصیل ان شاء اللہ ''کتاب التفسیر'' میں آئے گی اور وہاں پر ہم یہ اشارہ کریں گے کہ روح حیوانی میں زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ اس کی حقیقت ان چیزوں میں سے ہے' جن کے علم کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ساتھ خاص کر لیا ہے۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۱۷۶' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

المہلب نے کہا ہے کہ یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ بعض چیزوں کے علم پر اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کو مطلع فرمایا ہے نہ کسی اور کو۔ اللہ تعالیٰ نے ارادہ کیا کہ اپنی مخلوق کا روح کے علم سے امتحان لے' پھر ان کو اس پر واقف کرے کہ وہ روح کے علم سے عاجز ہیں' حتیٰ کہ وہ عاجز ہو کر روح کے علم کو اللہ کی طرف لوٹا دیں' اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَا يُحِيطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ. (البقرہ:۲۵۵) اور وہ اللہ کے علم میں سے کسی چیز کا احاطہ نہیں کر سکتے' مگر جتنا وہ چاہے۔

اور روح کا علم ان چیزوں میں سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے کسی کو بھی اس کے علم پر مطلع کرنا نہیں چاہا۔

(شرح ابن بطال ج ۱ ص ۱۹۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ عبد الرحمان بن علی بن محمد جوزی حنبلی متوفی ۵۹۷ ھ لکھتے ہیں:

روح کے علم کے ساتھ اللہ تعالیٰ منفرد ہے' اس نے اس علم کی کسی کو خبر نہیں دی۔ لوگوں نے روح کی ماہیت کے بارہ میں بہت زیادہ کلام کیا ہے' حالانکہ قرآن نے اس کی خبر نہیں دی اور رسول سے اس کے متعلق سوال کیا گیا' مگر انہوں نے اس کو نہیں بیان کیا' اور مجھے فلاسفہ پر اتنا تعجب نہیں ہے' جتنا علماء اسلام پر تعجب ہے' جب ان کو علم ہے کہ قرآن نے روح کی حقیقت نہیں بتائی اور نہ رسول نے جن سے روح کے متعلق سوال کیا گیا تھا' اس کے باوجود بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ روح جسم ہے اور بعض کہتے ہیں کہ روح ایک چیز ہے اور نفس دوسری چیز ہے' انہوں نے ان اقوال کو فلاسفہ اور اطباء کے کلام سے اخذ کیا ہے اور روح تو اللہ عزوجل کے امر میں سے ایک امر ہے' روح کا علم صرف اس کے تصرفات سے ہوتا ہے' جیسے اللہ کے وجود پر صرف اس کے افعال سے استدلال کیا جاتا ہے' کیا تم نے نہیں دیکھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا: ''رَبِّ اَرِنِيْ كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى''. (البقرہ:۲۶۰) اے رب! تو مجھے دکھا کہ مُردوں کو کیسے زندہ کرے گا' پس جب زندہ کرنے کا ادراک حضرت ابراہیم کی قدرت میں نہیں تھا تو اللہ سبحانہ نے ان کو چند مردے دکھائے جن کو زندہ کر دیا گیا۔ (کشف المشکل ج ۱ ص ۱۲۵۔ ۱۲۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ شہاب الدین احمد القسطلانی المتوفی ۹۱۱ ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے روح کی ماہیت نہیں بتائی' کیونکہ اس کی ماہیت کے علم کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ساتھ خاص کر لیا ہے اور اس لیے کہ اس کے بیان نہ کرنے میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی تصدیق ہے اور اکثر متقدمین اور متاخرین علماء اور حکماء کا روح کی تعریف میں اختلاف ہے اور جس تعریف پر عام متکلمین کا اعتماد ہے' وہ یہ ہے کہ روح ایک جسم لطیف ہے' جس کا بدن میں اس طرح حلول ہوتا ہے' جس طرح پانی کا گلاب کے پھول میں حلول ہوتا ہے اور اشعری سے یہ منقول ہے کہ انسان کے جسم میں جو سانس داخل اور خارج ہوتا ہے' وہ روح ہے۔ (ارشاد الساری ج ۱ ص ۳۸۶' دار الفکر' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

بنو آدم کی روح کے متعلق امام اشعری نے کہا ہے کہ وہ سانس ہے' دوسری تعریف یہ ہے کہ وہ ایک جسم ہے' جو اجسام ظاہرہ اور اعضاء ظاہرہ کا شریک ہے' تیسری تعریف یہ ہے کہ روح جسم لطیف ہے اور اللہ تعالیٰ نے یہ عادت جاری کی ہے کہ اس کے بغیر حیات نہیں ہوتی' بعض علماء نے خون کو روح کہا ہے اور روح میں ستر (۷۰) اقوال ہیں۔

اس میں بھی اختلاف ہے کہ روح اور نفس ایک چیز ہیں یا الگ الگ ہیں' زیادہ صحیح یہ ہے کہ یہ دونوں متغائر ہیں اور نفس انسانیہ وہ چیز ہے' جس کو ہر شخص اپنے آپ سے تعبیر کرتا ہے' امام غزالی نے کہا: نفس مجردہ ہے' نہ وہ جسم ہے نہ جسمانی ہے' اور امام غزالی نے کہا کہ روح ایسا جوہر ہے جو قائم بنفسہ ہے اور غیر متحیز ہے' نہ وہ جسم میں داخل ہے اور نہ جسم سے خارج ہے' نہ اس سے متصل ہے اور نہ منفصل ہے۔

اکثر علماء نے یہ کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے روح کے علم کو مخلوق سے مبہم رکھا ہے اور اس کو اپنے ساتھ خاص کر لیا ہے' حتیٰ کہ انہوں نے یہ کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی روح کا علم نہیں تھا' میں کہتا ہوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے محبوب ہیں اور تمام مخلوق کے سردار ہیں' سو آپ کا منصب اس سے بہت بلند ہے کہ آپ کو روح کا علم نہ ہو اور آپ کو روح کا علم کیسے نہیں ہوگا' جب آپ کے اوپر اللہ تعالیٰ نے اپنا یہ احسان ذکر فرمایا ہے:

وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا○ (النساء: ۱۱۳)	آپ جو کچھ نہیں جانتے تھے' اللہ نے آپ کو اس کا علم دے دیا اور یہ آپ پر اللہ کا فضل عظیم ہے○

اور اکثر علماء نے یہ کہا ہے کہ اس آیت میں دلیل نہیں ہے کہ روح کو جانا نہیں جا سکتا اور نہ اس میں یہ دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو روح کا علم نہیں تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۳۰۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* تبیان القرآن ج ۶ ص ۷۹۳۔۷۸۶' بنی اسرائیل: ۸۵ میں ہم نے روح پر بہت طویل بحث کی ہے اور اس کے حسب ذیل عنوانات ہیں:

(۱) روح کا لغوی اور اصطلاحی معنی (۲) روح کی موت کی تحقیق (۳) جسم کی موت کے بعد روح کا مستقر (۴) روح کا حادث اور مخلوق ہونا (۵) نفس اور روح ایک چیز ہیں یا الگ الگ (۶) نفس امارہ' نفس لوامہ اور نفس مطمئنہ کی تعریفات (۷) عالم خلق اور عالم امر (۸) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو روح کا علم تھا یا نہیں۔

* باب مذکور کی یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۶۹۳۲ پر ہے اور اس کی شرح ص ۶۱۷۔۶۱۳ پر ہے اور شرح کے عنوانات حسب ذیل ہیں:
(۱) روح کی بحث (۲) یہودیوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کون سی روح کے متعلق سوال کیا تھا (۳) روح کی تعریف (۴) روح کی حقیقت مخفی رکھنے کی حکمت (۵) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو روح کا علم دیئے جانے کے متعلق اکابر علماء اسلام کی تصریحات۔

۴۸- بَابُ مَنْ تَرَكَ بَعْضَ الْاِخْتِيَارِ مَخَافَةَ اَنْ يَّقْصُرَ فَهْمُ بَعْضِ النَّاسِ عَنْهُ فَيَقَعُوْا فِيْ اَشَدَّ مِنْهُ

جس نے بعض اختیاری چیزوں کو اس خوف سے ترک کر دیا کہ بعض لوگوں کی عقلیں اس کو سمجھنے سے قاصر ہوں گی تو وہ کسی بڑے شر میں مبتلا ہو جائیں گے

باب سابق میں یہ بیان کیا گیا تھا کہ کبھی عالم کسی حکمت کی وجہ سے کسی سوال کا جواب نہیں دیتا اور اس باب میں بھی یہ بیان کیا

گیا ہے کہ کبھی عالم کسی اختیاری چیز کو کسی حکمت کی وجہ سے ترک کر دیتا ہے جیسے کعبہ کی از سر نو تعمیر کرنا جائز تھا لیکن نبی ﷺ نے اس حکمت کی وجہ سے اس کو ترک کر دیا کہ بعض نو مسلم جو زمانہ کفر کے قریب ہیں' ان کے دلوں میں یہ چیز ناگوار ہو گی' سو دونوں بابوں میں قدر مشترک حکمت ہے' یعنی باب سابق میں حکمت کی وجہ سے جواب ترک کرنے کا ذکر ہے اور اس باب میں حکمت کی وجہ سے ایک اختیاری کام کو ترک کرنے کا ذکر ہے۔

۱۲۶- حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰى' عَنْ اِسْرَآئِيْلَ' عَنْ اَبِىْ اِسْحَاقَ' عَنِ الْاَسْوَدِ قَالَ قَالَ لِىْ ابْنُ الزُّبَيْرِ كَانَتْ عَائِشَةُ تُسِرُّ اِلَيْكَ كَثِيْرًا' فَمَا حَدَّثَتْكَ فِى الْكَعْبَةِ؟ قُلْتُ قَالَتْ لِىْ قَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَائِشَةُ لَوْ لَا قَوْمُكِ حَدِيْثٌ عَهْدُهُمْ . قَالَ ابْنُ الزُّبَيْرِ . بِكُفْرٍ لَنَقَضْتُ الْكَعْبَةَ' فَجَعَلْتُ لَهَا بَابَيْنِ بَابٌ يَدْخُلُ النَّاسُ وَبَابٌ يَخْرُجُوْنَ فَفَعَلَهُ ابْنُ الزُّبَيْرِ . [اطراف الحدیث: ۱۵۸۳-۱۵۸۴-۱۵۸۵-۱۵۸۶-۳۳۶۸-۴۴۸۴-۷۲۴۳]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید اللہ بن موسیٰ نے حدیث بیان کی از اسرائیل از ابی اسحاق از اسود انہوں نے کہا: مجھ سے حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما نے کہا: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تم کو بہت راز کی باتیں بتاتی تھیں تو کعبہ کے بارے میں انہوں نے تم کو کیا بتایا ہے؟ حضرت عائشہ نے یہ بتایا کہ مجھ سے نبی ﷺ نے یہ فرمایا: اے عائشہ! اگر تمہاری قوم دورِ جاہلیت کے قریب نہ ہوتی' حضرت ابن الزبیر نے کہا: (یعنی) دورِ کفر کے قریب نہ ہوتی تو میں کعبہ کو منہدم کر کے از سر نو تعمیر کرتا اور اس کے دو دروازے بنا دیتا' ایک دروازے سے لوگ کعبہ میں داخل ہوتے اور دوسرے دروازے سے باہر نکلتے' پھر حضرت ابن الزبیر نے کعبہ کو اسی طرح بنا دیا۔

(صحیح مسلم: ۱۳۳۳' سنن نسائی: ۲۹۰۰' مسند الشافعی ج ۱ ص ۲۴۸' کتاب الام ج ۲ ص ۱۵۰' السنن الکبریٰ للنسائی: ۳۸۸۳' مسند ابویعلیٰ: ۴۳۶۳' صحیح ابن خزیمہ: ۲۷۲۶' صحیح ابن حبان: ۳۸۱۵' سنن بیہقی ج ۵ ص ۷۷' معرفۃ السنن والآثار: ۹۹۱۷' شرح السنۃ: ۱۹۰۳' مصنف عبد الرزاق: ۸۹۴۱' مسند احمد ج ۶ ص ۱۷۷ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۵۴۴۰- ج ۴۲ ص ۲۷۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس وجہ سے ہے کہ نبی ﷺ نے کعبہ کو منہدم کرنے کا ارادہ اس وجہ سے ترک کر دیا کہ قریش کعبہ کی بہت زیادہ تعظیم کرتے تھے تو اگر آپ یہ اختیاری کام کر لیتے تو ان کے بدظن ہونے کا اندیشہ تھا' اس وجہ سے آپ نے اس کام کو ترک کر دیا۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

اس حدیث کے چھ رجال ہیں' ان میں سے اسرائیل اور اسود کے سوا باقی سب کا تعارف ہو چکا ہے' ان دونوں کا تعارف درج ذیل ہے:

(۱) اسرائیل بن یونس بن ابی اسحاق السبیعی الہمدانی الکوفی' امام احمد نے کہا: یہ شیخ ثقہ ہے' اور وہ ان کے حافظہ پر تعجب کرتے تھے' انہوں نے اپنے دادا ابو اسحاق سے احادیث کا سماع کیا' یہ ۱۰۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۶۰ھ میں فوت ہو گئے (۲) اسود بن یزید بن قیس النخعی' یہ ابراہیم کے ماموں ہیں' انہوں نے نبی ﷺ کا زمانہ پایا لیکن آپ کی زیارت نہیں کی' یہ ۷۵ھ میں کوفہ میں فوت ہو گئے تھے' انہوں نے اسی (۸۰) حج اور عمرے کیے' یہ ہر روز ۷۰۰ رکعات نماز پڑھتے تھے' ان سے بہت بڑی جماعت نے احادیث کی روایت کی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۳۰۵)

حطیم کے باہر سے طواف کرنا اتفاقی ہے اور حطیم کے اندر سے طواف کرنا اختلافی ہے

امام مازری نے کہا ہے کہ قریش قواعد ابراہیم پر مکمل بیت اللہ نہ بنا سکے اور یہ اس کی دلیل ہے کہ حطیم بیت اللہ کا جز ہے' اور امام مالک اور امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ جس نے حطیم کے اندر سے طواف کیا' گویا اس نے طواف نہیں کیا' اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک وہ طواف دہرائے گا اور اگر وہ اپنے شہر چلا گیا ہے تو اس پر قربانی لازم ہے۔

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ ھ لکھتے ہیں:

''صحیح مسلم'' کی اس حدیث اور دیگر احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حطیم بیت اللہ کا جز ہے اور تمام علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ طواف حطیم کے باہر سے کریں' اختلاف اس میں ہے کہ اگر کسی نے حطیم کے اندر سے طواف کر لیا تو یہ اس کے لیے کافی ہوگا یا نہیں' جمہور کا قول یہ ہے کہ اس کے لیے یہ طواف کافی نہیں ہوگا اور امام ابوحنیفہ کا اس میں اختلاف ہے۔

اگر صحیح کام کرنے سے ضرر کا اندیشہ ہو تو اس کو ترک کر دیا جائے

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی خواہش کے باوجود کعبہ کی از سرِ نو تعمیر نہیں کی اور حطیم کو کعبہ میں داخل نہیں کیا اور اس کے دو دروازے نہیں بنائے۔ اس سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ جب کوئی کام کرنا صحیح ہو لیکن اس کام کے کرنے سے زیادہ ضرر کا اندیشہ ہو تو اس کام کو ترک کر دینا چاہیے اور لوگوں کو متنفر کرنے سے احتراز کرنا چاہیے' خلیفہ ہارون رشید نے امام مالک سے ذکر کیا کہ وہ دوبارہ کعبہ کو منہدم کر کے اس طرح بنانا چاہتا ہے' جس طرح حضرت ابن الزبیر نے بنایا تھا' کیونکہ حضرت ابن الزبیر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منشاء کے مطابق کعبہ کو بنا دیا تھا' جس کو حجاج بن یوسف نے منہدم کر کے دوبارہ قریش کی تعمیر کے مطابق بنا دیا تھا' جب ہارون رشید نے اپنا ارادہ ظاہر کیا تو امام مالک نے اس سے کہا: اے امیر المؤمنین! میں آپ کو قسم دیتا ہوں' آپ ایسا نہ کریں ورنہ ہر بادشاہ اپنی نام آوری کے لیے کعبہ کو منہدم کر کے از سرِ نو بناتا رہے گا اور لوگوں کے دلوں سے کعبہ کی ہیبت نکل جائے گی۔

(اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۴ ص ۴۲۸۔ ۴۲۷' دار الوفاء' بیروت' ۱۴۱۹ ھ)

شرح صحیح مسلم میں حدیث مذکور کی شرح

باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۳۱۳۶۔ ج ۳ ص ۵۹۲ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے حسب ذیل عنوانات ہیں:

(۱) فائدہ کے مقابلہ میں نقصان سے بچنا زیادہ اہم ہے (۲) تعمیر کعبہ کی تفصیل وار تاریخ (۳) یزید کے دورِ حکومت میں کعبہ کو جلانے کا پس منظر و پیش منظر (۴) بیعت یزید کے سلسلہ میں حضرت حسین کا موقف (۵) بیعت یزید کے سلسلہ میں جمہور صحابہ کا موقف (۶) واقعۂ حرہ کی تفصیلات (۷) مسلم بن عقبہ صحابی نہیں تھے (۸) مسلم بن عقبہ کی عبرت ناک موت (۹) واقعۂ حرہ کی وجہ سے یزید پر لعنت کی بحث (۱۰) مصنف کا موقف (۱۱) یزیدی فوجوں کا کعبہ کو جلانا (۱۲) یزیدی فوجوں کے خانہ کعبہ کو جلانے کی وجہ سے یزید کی تکفیر (۱۳) حضرت حسین کو شہید کرنے کی وجہ سے یزید پر لعنت کی بحث (۱۴) شہادتِ حسین پر حافظ ابن کثیر کا تبصرہ (۱۵) یزید پر لعنت کے سلسلہ میں امام غزالی کی رائے (۱۶) علامہ زبیدی کی رائے (۱۷) علامہ حلبی کی رائے اور مصنف کا مؤقف (۱۸) یزید کے کفریہ اشعار کی تحقیق (۱۹) جہاد مدینہ قیصر کی بشارت میں یزید کے دخول کی تحقیق (۲۰) حدیث مدینہ قیصر کی تحقیق (۲۱) حضرت حسین اور یزید کے بارے میں شیخ ابن تیمیہ کے نظریات (۲۲) لعن یزید کے بارے میں ابن جوزی کا نظریہ (۲۳) لعن یزید کے بارے میں محدث دہلوی کا نظریہ (۲۴) یزید کے متعلق حافظ ابن کثیر کی رائے (۲۵) لعن یزید کے بارے میں علامہ ابن حجر مکی کی رائے (۲۶) لعن یزید کے بارے میں اعلیٰ حضرت کی رائے (۲۷) یزید کی تکفیر اور اس پر لعنت کے سلسلہ میں مصنف کا موقف۔

یہ بحث شرح صحیح مسلم ج ۳ ص ۸ ۶۳۸ - ۵۹۲ پر مذکور ہے۔

۴۹- بَابُ مَنْ خَصَّ بِالْعِلْمِ قَوْمًا دُوْنَ قَوْمٍ كَرَاهِيَةَ اَنْ لَّا يَفْهَمُوْا

کسی ایک قوم کو کسی چیز کے علم کے ساتھ خاص کرنا اور اس خطرہ سے دوسروں کو نہ بتانا کہ وہ نہیں سمجھیں گے

اس باب میں اور بابِ سابق میں یہ مناسبت ہے کہ بابِ سابق میں یہ بیان کیا تھا کہ جب یہ خطرہ ہو کہ کسی صحیح کام سے لوگ اپنی کم فہمی کی وجہ سے شر میں مبتلا ہوں گے تو اس کام کو ترک کر دیا جائے اور اس باب میں یہ بتایا ہے کہ کوئی مسئلہ صرف خاص سمجھ دار لوگوں کو بتایا جائے اور نا سمجھ لوگوں کو نہ بتایا جائے' البتہ پہلا باب افعال میں تھا اور یہ باب اقوال میں ہے۔

وَقَالَ عَلِيٌّ حَدِّثُوا النَّاسَ بِمَا يَعْرِفُوْنَ' اَتُحِبُّوْنَ اَنْ يُّكَذَّبَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ؟

اور حضرت علی نے فرمایا: لوگوں سے ایسی احادیث بیان کرو' جن کو وہ سمجھ لیں' کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ اللہ اور اس کے رسول کی تکذیب کی جائے؟

اس سے حضرت علی کی مراد یہ ہے کہ لوگوں سے ان کی عقلوں کے مطابق کلام کرو' اس کے آخر میں یہ فرمایا ہے کہ جو چیز ان کے نزدیک غیر معروف ہو' اس کو چھوڑ دو' امام مسلم نے اپنی کتاب کے مقدمہ میں سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے کہ تم کسی قوم کو ایک حدیث نہ بیان کرو' جس کی ان کی عقلوں تک رسائی نہ ہو' ورنہ وہ حدیث ان لوگوں کے لیے فتنہ ہو جائے گی۔

۱۲۷- حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰى' عَنْ مَعْرُوْفِ بْنِ خَرَّبُوْذٍ' عَنْ اَبِى الطُّفَيْلِ عَنْ عَلِيٍّ بِذٰلِكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید اللہ بن موسیٰ نے حدیث بیان کی از معروف بن خربوذ از حضرت ابوالطفیل رضی اللہ عنہ از حضرت علی رضی اللہ عنہ یہی اثر روایت کیا۔

یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کا جو اثر پہلے بیان کیا گیا ہے' وہ مذکور الصدر سند سے بھی مروی ہے۔

اثر مذکور کے رجال کا تعارف اور حضرت ابوالطفیل رضی اللہ عنہ کا تذکرہ

یہ اثر عبید اللہ بن موسیٰ بن باذام نے خربوذ سے روایت کیا ہے' یحییٰ بن معین نے کہا: یہ ضعیف ہے' ابوحاتم نے کہا: ان کی حدیث لکھی جاتی ہے اور اس کے سوا بخاری میں ان کی کوئی اور حدیث نہیں ہے۔

حضرت ابوالطفیل رضی اللہ عنہ کا نام عامر بن واثلہ ہے' یہ غزوۂ احد کے سال پیدا ہوئے اور کوفہ میں رہائش اختیار کی' پھر مکہ میں منتقل ہو گئے' انہوں نے سعید الجریری سے کہا: آج میرے سوا تمہیں روئے زمین پر کوئی شخص یہ نہیں بتا سکتا کہ اس نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی ہے' یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے محبین میں سے تھے اور ان کے ساتھ تمام مشاہد میں حاضر رہے' حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی فضیلت کا اعتراف کرتے تھے' انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نو احادیث روایت کی ہیں' یہ وہ ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب میں سے سب سے آخر میں فوت ہو گئے تھے' امام بخاری نے ان کے صرف اس اثر کو روایت کیا ہے' امام مسلم' امام ابوداؤد' امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے بھی ان کی احادیث روایت کی ہیں' یہ ۱۱۰ھ میں مکہ میں فوت ہو گئے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۳۰۹)

۱۲۸- حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِىْ اَبِىْ' عَنْ قَتَادَةَ قَالَ حَدَّثَنَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معاذ بن ہشام نے حدیث

أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمُعَاذٌ رَدِيفُهُ عَلَى الرَّحْلِ. قَالَ يَا مُعَاذُ بْنَ جَبَلٍ قَالَ لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَ سَعْدَيْكَ، قَالَ يَا مُعَاذُ. قَالَ لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَسَعْدَيْكَ ثَلَاثًا، قَالَ مَا مِنْ اَحَدٍ يَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ صِدْقًا مِّنْ قَلْبِهٖ، اِلَّا حَرَّمَهُ اللّٰهُ عَلَى النَّارِ، قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اَفَلَا اُخْبِرُ بِهِ النَّاسَ فَيَسْتَبْشِرُوْا؟ قَالَ اِذًا يَتَّكِلُوْا وَاَخْبَرَ بِهَا مُعَاذٌ عِنْدَ مَوْتِهٖ تَاَثُّمًا.

[اطراف الحدیث:۱۲۹۔۶۲۲۷]

(صحیح مسلم:۳۲'الادب المفرد للبخاری:۹۴۳'السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۰۰۱۴'شرح السنۃ:۴۹'المعجم الکبیر:۲۵۵۔ج۲۰'مسند ابوداؤد والطیالسی: ۵۶۵'الاحاد والمثانی:۱۸۳۲'مسند البزار:۲۶۲۷'حلیۃ الاولیاء ج۸ص۲۲' مسندج۵ص۲۲۸۔۲۴۲ طبع قدیم'مسند احمد:۲۱۹۹۳۔۲۲۰۹۶۔ج۳۶ ص۳۱۹۔۴۱۴'مؤسسۃ الرسالۃ'بیروت)

بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی از قتادہ'انہوں نے کہا: ہمیں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (سواری کے) پالان پر بیٹھے ہوئے تھے اور حضرت معاذ آپ کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے' آپ نے فرمایا: یامعاذ بن جبل! انہوں نے کہا: میں حاضر ہوں' یارسول اللہ! آپ کی اطاعت کے لیے موجود ہوں' آپ نے (دوبارہ کہا:) یامعاذ! انہوں نے کہا: میں حاضر ہوں' یارسول اللہ! اور آپ کی اطاعت کے لیے موجود ہوں! یہ تین بار مکالمہ ہوا' آپ نے فرمایا: جوشخص بھی صدقِ دل سے یہ گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور محمد اللہ کے رسول ہیں' اللہ اس کو دوزخ پر حرام کر دے گا' حضرت معاذ نے کہا: یارسول اللہ! کیا میں لوگوں کو اس کی خبر نہ دے دوں تاکہ وہ خوش ہو جائیں' آپ نے فرمایا: پھر وہ اسی پر تکیہ کرلیں گے' اور حضرت معاذ نے اپنی موت کے وقت گناہ سے بچنے کے لیے اس کی خبر دے دی۔

اس باب کا عنوان ہے: کسی ایک قوم کو کسی چیز کے علم کے ساتھ خاص کرنا اور اس حدیث میں بتایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس عظیم بشارت کے ساتھ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو خاص کرلیا اور انہیں منع فرمادیا کہ وہ دوسرے لوگوں کو یہ خبر نہ بتائیں' ورنہ وہ اسی پر اعتماد کرلیں گے اور عمل کرنا چھوڑ دیں گے' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ عنوان میں تو ایک قوم کو کسی چیز کے ساتھ خاص کرلینے کا ذکر ہے' جب کہ حدیث میں ایک فرد کو خاص کرلینے کا ذکر ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ قوم سے مراد عام ہے' ایک شخص ہو یا کئی اشخاص ہوں' نیز یہاں پر حضرت معاذ کے ساتھ حضرت انس بھی تھے اور کبھی ایک شخص پر امت کا اطلاق بھی ہوجاتا ہے' جیسے قرآن مجید میں ہے:

اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا. (النحل:۱۲۰) بے شک ابراہیم اللہ کے مخلص اور مطیع بندے تھے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) اسحٰق بن ابراہیم ابن راھویہ' ان کا تعارف ہو چکا ہے (۲) معاذ بن ہشام الدستوائی' یہ اپنے والد اور ابن عون سے روایت کرتے ہیں اور ان سے امام احمد وغیرہ نے روایت کی ہے' ابن معین نے کہا: یہ صدوق ہیں اور حجت نہیں ہیں' ابن عدی نے کہا: یہ بعض اوقات غلطی کرتے ہیں اور مجھے امید ہے کہ یہ صدوق ہیں' یہ ۲۰۰ھ میں بصرہ میں فوت ہو گئے تھے (۳) ابوہشام (۴) قتادہ بن دعامہ (۵) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج۲ص۳۱۰)

''ردیف' رحل' لبیك' سعدیك' یتكلوا'' اور ''تاثما'' کے معانی

اس حدیث میں ''ردیف'' کا لفظ ہے' جوشخص سواری پر سوار کے پیچھے بیٹھا ہو اس کو ''ردیف'' کہتے ہیں' جو چیز دوسری چیز کے تابع ہو اس کو بھی ''ردیف'' کہتے ہیں' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے سواری پر بیٹھنے والے مختلف اوقات میں تیس سے زائد صحابہ تھے۔

رحل: اونٹ پر جو پالان ہوتا ہے اس کو ''رحل'' کہتے ہیں' لیکن اس حدیث میں جس سواری کا ذکر ہے' وہ دراز گوش تھا' جیسا

کہ ''کتاب الجهاد'' میں اس کا ذکر آئے گا۔

لبیك: یہ ''لَبَّ'' سے بنا ہے' یہ اصل میں تھا: ''اُلَبُّ لَكَ اِلْبَابًا بَعْدَ اِلْبَابٍ'' اس کا معنی ہے: میں آپ کی اطاعت اور فرماں برداری کے لیے حاضر ہوں۔

سعدیك: یہ اصل میں تھا: ''اُسْعِدُكَ لَكَ اِسْعَادًا بَعْدَ اِسْعَادٍ'' یہ بھی لبیک کے معنی میں ہے' اس کا معنی بھی ''لبیك'' کی مثل ہے' تاکید کے لیے اس کا ذکر کیا جاتا ہے۔

یتکلوا: اس کا مصدر ''اِتِّکَال'' ہے' اس کا معنی ہے: اعتماد کرنا' یعنی پھر لوگ صرف لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھنے پر اعتماد کرلیں گے اور عمل کرنا چھوڑ دیں گے۔

تأثمًا: ''تَاَثَّمَ فُلَانٌ'' کا معنی ہے: اس نے ایسا فعل کیا' جس سے وہ گناہ سے نکل گیا' اگر حضرت معاذ اس کی کسی کو کبھی بھی خبر نہ دیتے تو وہ علم کو چھپانے کی وعید میں داخل ہو جاتے اور اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب اور علماء سے یہ عہد لیا ہے کہ وہ ضرور علم کو بیان کریں گے اور چھپائیں گے نہیں' قرآن مجید میں ہے:

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُوْنَهٗ. (آل عمران:۱۸۷)

اور جب اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب سے پکا عہد لیا کہ وہ اس کو ضرور لوگوں سے بیان کریں گے اور چھپائیں گے نہیں۔

اس لیے حضرت معاذ نے اس آیت کے حکم پر عمل کرنے کے لیے اس بشارت کی خبر دے دی۔

حدیث مذکور کی بشارت کو مخفی رکھنے کی وجوہ

نبی ﷺ نے اس بشارت کو مخفی رکھنے کا جو حکم دیا تھا' اس میں اس بشارت پر اعتماد کر کے ترک عمل کے علاوہ اور کیا حکمت تھی؟ اس کے حسب ذیل جوابات ہیں:

(۱) اس بشارت کے ظاہر کا یہ تقاضا تھا کہ جس نے بھی توحید و رسالت کی گواہی دے دی' وہ دوزخ میں داخل نہیں ہوگا' جب کہ دلائل قطعیہ سے یہ ثابت ہے کہ جن موحدین نے گناہ کیے ہیں' ان میں سے بعض کو دوزخ میں داخل کیا جائے گا' پھر اللہ تعالیٰ ان کو اپنے فضل سے یا شفاعت کی وجہ سے دوزخ سے نکال لے گا اور چونکہ یہ معنی مخفی تھا' اس لیے آپ نے حضرت معاذ کو اس بشارت کا اعلانِ عام کرنے کا حکم نہیں دیا۔

(۲) اس حدیث کا محمل یہ ہے کہ جو اپنے تمام گناہوں پر توبہ کرنے کے بعد توحید اور رسالت کی گواہی دے اور اسی پر مر جائے' وہ دوزخ میں داخل نہیں ہوگا۔

(۳) یہ بشارت اکثر مسلمانوں کے لیے ہے کہ جو توحید اور رسالت کی صدقِ دل سے گواہی دیتا ہے' وہ نیک عمل کرتا ہے اور گناہوں سے مجتنب رہتا ہے' وہ دوزخ میں داخل نہیں ہوگا۔

(۴) اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ جس نے توحید اور رسالت کی گواہی دی' وہ ہمیشہ دوزخ میں نہیں رہے گا' اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ وہ اصلاً دوزخ میں داخل ہی نہیں ہوگا۔

(۵) اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ اس کے پورے جسم کو دوزخ کا عذاب نہیں ہوگا' کیونکہ مسلمان کے جسم کے مواضع سجود کو اور کلمہ پڑھنے والی زبان کو عذاب نہیں ہوگا۔

(۶) اس حدیث کا محمل یہ ہے کہ جس نے صدقِ دل سے کلمہ شہادت پڑھا اور اس کے تقاضوں پر عمل کیا' اس کو دوزخ کا عذاب نہیں

ہوگا۔

حدیث مذکور کے دیگر مسائل

(۱) جو لوگ مسائل کے حفظ اور ضبط کی زیادہ صلاحیت رکھتے ہوں' ان کو لطیف معانی اور اسرار پر مطلع کرنا چاہیے اور جن لوگوں میں یہ خصوصیت نہ ہو' ان کو ایسی باتیں نہیں بتانی چاہئیں تا کہ وہ اپنی کم فہمی کی بناء پر ان اسرار و رموز کو افشاء نہ کر دیں۔

(۲) اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ ایک سواری پر دو آدمی بیٹھ سکتے ہیں۔

(۳) اس سے معلوم ہوا کہ جس مسئلہ میں تردّد ہو کہ عام لوگوں کو اس کی خبر دی جائے یا نہیں' اس کے متعلق امام سے استفسار کر لینا چاہیے۔

(۴) جب کوئی امیر یا امام نام لے کر ندا کرے تو لبیک کہہ کر جواب دینا چاہیے۔

(۵) اس حدیث میں مسلمانوں کے لیے مغفرت کی عظیم بشارت ہے۔

* باب مذکور کی یہ حدیث شرح صحیح مسلم :۵۱- ج ا ص ۴۰۱ پر ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۱۲۹- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ قَالَ سَمِعْتُ اَبِیْ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسًا قَالَ ذُکِرَ لِیْ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِمُعَاذٍ مَنْ لَقِیَ اللّٰهَ لَا یُشْرِكُ بِهٖ شَیْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ . قَالَ اَلَا اُبَشِّرُ النَّاسَ؟ قَالَ لَا' اِنِّیْ اَخَافُ اَنْ یَّتَّکِلُوْا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معتمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے اپنے والد سے سنا' انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا' انہوں نے کہا: مجھ سے یہ ذکر کیا گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: جو شخص اللہ سے اس حال میں ملا کہ اس نے اللہ کے ساتھ بالکل شرک نہ کیا ہو وہ جنت میں داخل ہو گا' حضرت معاذ نے کہا: کیا میں اس کی لوگوں کو بشارت نہ دے دوں؟ آپ نے فرمایا: نہیں! مجھے خطرہ ہے کہ لوگ پھر اسی پر اعتماد کر لیں گے۔

اس حدیث کی تخریج' حدیث:۱۲۸ کی مثل ہے اور اس کی باب کے عنوان سے مطابقت بھی واضح ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) مسدد بن مسرھد' ان کا تعارف ہو چکا ہے (۲) معتمر بن سلیمان بن طرخان التیمی البصری' یہ اپنے والد اور منصور وغیرہما سے روایت کرتے ہیں اور ان سے ابن مہدی وغیرہ نے روایت کی ہے' یہ ثقہ اور صدوق ہیں اور علم اور عمل میں اپنے والد کی مثل تھے' یہ ۱۰۶ھ میں بصرہ میں پیدا ہوئے تھے اور ۱۸۷ھ میں فوت ہو گئے تھے' ان سے محدثین کی ایک بڑی جماعت نے احادیث کی روایت کی ہے (۳) معتمر کے والد سلیمان تیمی' یہ بنو مرہ میں گئے اور وہاں لوگوں سے تقدیر کے مسئلہ پر بحث کی' انہوں نے ان کو نکال دیا' پھر ان کو بنو تمیم نے قبول کر لیا اور یہ ان کے امام ہو گئے' شعبہ نے کہا: میں نے سلیمان سے زیادہ صادق کسی کو نہیں پایا' جب یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کرتے تو ان کے چہرے کا رنگ متغیر ہو جاتا' یہ بہت زیادہ عبادت گزار تھے' عشاء کے وضوء سے ساری رات نماز پڑھتے رہتے تھے' یہ اور ان کا بیٹا ساری رات مساجد میں گشت کرتے رہتے تھے' کبھی ایک مسجد میں نماز پڑھتے اور کبھی دوسری مسجد میں' یہ ۱۴۳ھ میں فوت ہو گئے تھے' ان کا میلان حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف تھا (۴) حضرت انس رضی اللہ عنہ' ان کا تعارف ہو چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۳۱۵)

اس اعتراض کا جواب کہ کیا رسالت پر ایمان اور عمل کے بغیر بھی انسان جنت میں چلا جائے گا؟

اس حدیث میں یہ ذکر ہے: جس نے اللہ کے ساتھ بالکل شرک نہیں کیا' وہ جنت میں داخل ہو جائے گا' اس میں صرف توحید کا ذکر ہے' رسالت کا ذکر نہیں ہے' حالانکہ رسالت پر ایمان کے بغیر توحید پر ایمان سے نفع نہیں ہوتا' اس لیے لا الہ الا اللہ کے ساتھ محمد رسول اللہ کا ذکر ضروری ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس کی مثال یہ ہے کہ جیسے کوئی شخص کہے: جس نے وضو کر لیا' اس کی نماز صحیح ہے یعنی جب کہ صحت نماز کی بقیہ شرائط بھی پوری کی جائیں' اور اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ جو شخص توحید پر ایمان لایا اور باقی ان چیزوں پر ایمان لایا' جن پر ایمان لانا واجب ہے تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس حدیث میں اعمال کا ذکر نہیں ہے' کیا بغیر عمل کے بھی مومن جنت میں چلا جائے گا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہے گا تو وہ بغیر عمل کے بھی جنت میں ابتداء چلا جائے گا اور اگر اللہ چاہے گا تو عمل نہ کرنے کی سزا کے بعد اس کو جنت میں داخل کر دے گا۔

۵۰- بَابُ الْحَيَاءِ فِي الْعِلْمِ — علم میں حیاء کا بیان

حیاء کا معنی اس سے پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ کسی کام پر مذمت کے خوف سے انسان پر تغیر کی جو کیفیت طاری ہوتی ہے' اس کو حیاء کہتے ہیں' اگر یہ سوال کیا جائے کہ علم میں حیاء سے کیا مراد ہے؟ حصول علم میں حیاء کرنی چاہیے یا حصول علم میں حیاء کو ترک کرنا چاہیے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ دونوں چیزیں مراد ہیں' بعض مواقع پر حصولِ علم میں حیاء مطلوب ہوتی ہے اور بعض مواقع پر حیاء کو ترک کرنا مطلوب ہوتا ہے۔

علم میں حیاء کی مثال یہ ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے سوال کیا کہ ایک درخت مومن کی مثل ہے' بتاؤ وہ کون سا درخت ہے؟ تو حضرت ابن عمر کے ذہن میں آیا کہ وہ کھجور کا درخت ہے' لیکن چونکہ وہاں پر اکابر صحابہ بھی بیٹھے ہوئے تھے تو ان کے سامنے زبان کھولنے سے حضرت ابن عمر نے حیاء کی۔ (صحیح البخاری:۶۱)

اور بعض مواقع پر حیاء کو ترک کرنا مطلوب ہوتا ہے' اس کی مثال مجاہد اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اقوال میں آ رہی ہے۔

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ باب سابق میں یہ بتایا تھا کہ لطائف اور اسرار کو صرف ان لوگوں کے سامنے بیان کیا جائے' جو اس کے اہل ہوں' اب اس باب میں یہ بتایا ہے کہ اگر کسی شخص کو کوئی مسئلہ معلوم کرنے کی حاجت ہو تو وہ اس وجہ سے اس کے معلوم کرنے کو ترک نہ کرے کہ ممکن ہے میں اس کے علم کا اہل نہ ہوں اور سوال کرنے سے حیاء کرے۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ لَا يَتَعَلَّمُ الْعِلْمَ مُسْتَحْيٍ وَّلَا مُسْتَكْبِرٌ.

اور مجاہد نے کہا: حیاء کرنے والا اور تکبر کرنے والا علم حاصل نہیں کر سکتا۔

یعنی جو شخص سوال کرنے سے حیاء کرے کہ لوگ کیا کہیں گے کہ اس کو اس بات کا بھی علم نہیں' یا جو آدمی اپنے آپ کو بہت بڑا عالم سمجھتا ہو اور وہ سوال کرنے کو اپنی بڑائی کے خلاف سمجھتا ہو' امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے کسی نے پوچھا: آپ نے اتنا عظیم علم کیسے حاصل کیا؟ تو امام اعظم نے فرمایا: میں نے کسی کو فائدہ پہنچانے میں کبھی بخل نہیں کیا اور کسی سے فائدہ حاصل کرنے میں کبھی عار نہیں سمجھا۔

وَقَالَتْ عَائِشَةُ نِعْمَ النِّسَاءُ نِسَاءُ الْأَنْصَارِ لَمْ يَمْنَعْهُنَّ الْحَيَاءُ أَنْ يَتَفَقَّهْنَ فِي الدِّيْنِ.

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: انصار کی خواتین کیا خوب خواتین ہیں' انہیں دین کو سمجھنے سے کبھی حیاء منع نہیں کرتی۔

امام بخاری نے یہ حدیث کا ایک فقرہ روایت کیا ہے اور جس حدیث کا یہ فقرہ روایت کیا ہے' وہ مکمل حدیث اس طرح ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حیض کے غسل کے متعلق سوال کیا' آپ نے فرمایا: تم میں سے کوئی ایک عورت اپنے پانی اور بیری کے پتوں کو لے کر اچھی طرح وضو کرے' پھر اپنے سر پر پانی ڈالے پھر اس کو اچھی طرح رگڑے' حتیٰ کہ اس کے سر کے تمام حصوں میں پانی پہنچ جائے' پھر اپنے سر پر پانی بہائے' پھر مشک کا ایک ٹکڑا لے کر اس سے پاکیزگی حاصل کرے' حضرت اسماء نے کہا: اس سے کیسے پاکیزگی حاصل کرے؟ آپ نے فرمایا: سبحان اللہ! اس سے پاکیزگی حاصل کرے' حضرت عائشہ نے چپکے سے ان سے کہا: اس مشک کے ٹکڑے سے خون کے نشانوں کو صاف کرے' پھر میں نے آپ سے غسل جنابت کے متعلق سوال کیا' آپ نے فرمایا: پانی لے کر اس سے طہارت کرے' پھر اچھی طرح وضو کرے' پھر اپنے سر پر پانی بہائے' پھر سر کو اچھی طرح ملے حتیٰ کہ سر کے تمام حصوں میں پانی پہنچ جائے' پھر اپنے پورے جسم پر پانی بہائے' حضرت عائشہ نے کہا: کیا خوب عورتیں ہیں' انصار کی عورتیں' انہیں دین کو سمجھنے سے حیا منع نہیں کرتی۔

(صحیح مسلم: ۳۳۲' الرقم المسلسل: ۷۴۳' سنن ابوداؤد: ۳۱۶-۳۱۵-۳۱۴' سنن ابن ماجہ: ۶۴۲)

انصار کی خواتین سے مراد اہل مدینہ کی خواتین ہیں۔

۱۳۰- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ زَيْنَبَ ابْنَةِ اُمِّ سَلَمَةَ، عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ جَاءَتْ اُمُّ سُلَيْمٍ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيِيْ مِنَ الْحَقِّ، فَهَلْ عَلَى الْمَرْاَةِ مِنْ غُسْلٍ اِذَا احْتَلَمَتْ؟ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا رَاَتِ الْمَاءَ فَغَطَّتْ اُمُّ سَلَمَةَ. تَعْنِيْ وَجْهَهَا. وَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَتَحْتَلِمُ الْمَرْاَةُ؟ قَالَ نَعَمْ، تَرِبَتْ يَمِيْنُكِ فَبِمَ يُشْبِهُهَا وَلَدُهَا؟

[اطراف الحدیث: ۲۸۲-۳۳۲۸-۶۰۹۱-۶۱۲۱]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن سلام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابومعاویہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از والد خود از زینب بنت ام سلمہ از حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا انہوں نے کہا کہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور کہنے لگیں: یارسول اللہ! اللہ حق بیان کرنے سے حیاء نہیں فرماتا' کیا عورت پر بھی غسل (واجب) ہوتا ہے' جب اسے احتلام ہو جائے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب وہ پانی دیکھ لے' حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اپنا منہ ڈھانپ لیا اور کہا: یارسول اللہ! عورت کو بھی احتلام ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! تمہارے ہاتھ خاک آلودہ ہوں! پس اس کا بچہ کس چیز سے اس کے مشابہ ہوتا ہے؟

(صحیح مسلم: ۳۱۳' سنن ترمذی: ۱۲۲' سنن نسائی: ۱۹۷' سنن ابوداؤد: ۲۳۷' سنن ابن ماجہ: ۶۰۰' السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۰۹' سنن بیہقی ج ۱ ص ۲۶۵' سنن دارمی: ۷۶۳' مسند ابوعوانہ ج ۱ ص ۲۹۲' صحیح ابن حبان: ۱۱۶۶' مسند الشامیین: ۱۷۴۹' مسند احمد ج ۶ ص ۹۲ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۴۶۱۰- ج ۴۱ ص ۱۵۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں حیاء کا ذکر ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) محمد بن سلام البیکندی (۲) ابومعاویہ محمد بن حازم التیمی (۳) ہشام بن عروہ (۴) عروہ بن الزبیر بن العوام' ان کا تعارف گزر چکا ہے (۵) زینب بنت ام سلمہ' یہ زینب بنت عبداللہ بن عبدالاسد المخزومی ہیں' ان کی نسبت ان کی اُس ماں کی طرف ہے جو ام المؤمنین ہیں' ان کے اس شرف کو بیان کرنے کے لیے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ربیبہ (لے پالک) ہیں' اور یہ بتانے کے لیے کہ ان

کی روایت ان کی ماں سے ہے' جن کا نام پہلے برّہ تھا' پھر نبی ﷺ نے اس نام کو بدل کر ان کا نام زینب رکھ دیا' یہ اپنے زمانہ کی خواتین میں سب سے زیادہ فقیہ تھیں' ان کی والدہ حبشہ کی سرزمین میں پیدا ہوئیں اور وہاں سے ان کو لے کر آئیں' یہ عمر' سلمہ اور ذرّہ کی بہن تھیں' امام بخاری نے صرف ان کی یہی ایک حدیث روایت کی ہے اور امام مسلم نے دوسری حدیث روایت کی ہے' یہ ۷۳ھ میں فوت ہو گئی تھیں' ان سے بہت بڑی جماعت نے احادیث روایت کی ہیں (۶) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا' یہ نبی ﷺ کی زوجہ تھیں' ان کا نام ھند بنت ابی امیہ ہے' ان کا تعارف ہو چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۳۱۸)

اللہ تعالیٰ کے حیاء کرنے کا معنیٰ ہے: کسی کام کو ترک کرنا

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اللہ تعالیٰ حق سے حیاء نہیں فرماتا' اس کا معنیٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ حق بیان کرنے کو ترک نہیں فرماتا' اسی طرح میں بھی اپنی حاجت کے سوال کو ترک نہیں کرتی' جس کا سوال کرنے میں عموماً عورتیں حیاء کرتی ہیں' کیونکہ عورتوں کی منی کا نازل ہونا' اس پر دلالت کرتا ہے کہ ان کو مردوں کی شدید خواہش ہے' حیاء کی تاویل ہم نے ترک کرنے سے اس لیے کی ہے کہ حیاء انسان کی اس کیفیت کو کہتے ہیں' جو کسی عیب یا مذمت کے خوف سے طاری ہوتی ہے اور یہ معنیٰ اللہ تعالیٰ کے لیے محال ہے' جیسا کہ اس حدیث میں ہے:

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک تمہارا رب تبارک وتعالیٰ حیاء فرمانے والا کریم ہے' جب بندہ اس کی طرف اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے تو وہ ان کو خالی لوٹانے سے حیاء فرماتا ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۱۴۸۸' سنن ترمذی: ۳۵۵۶' سنن ابن ماجہ: ۳۸۶۶)

اس حدیث میں اللہ تعالیٰ نے بندہ کی دعا قبول نہ کرنے اور اس کے ہاتھوں کے خالی لوٹانے کو حیاء سے تعبیر فرمایا ہے' پس اللہ تعالیٰ کا ہاتھوں کے خالی لوٹانے کو ترک فرمانا' اس کا حیاء فرمانا ہے' جیسے کریم کا کسی محتاج کے لوٹانے کو ترک کرنا' اس کا حیاء کرنا ہے۔

بچہ ماں یا باپ کے کس وجہ سے مشابہ ہوتا ہے؟

اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے عورت کی منی پر اس کے بچہ کی اس کے ساتھ مشابہت سے استدلال فرمایا ہے' جیسا کہ ایک اور حدیث میں حضرت ام سلیم کے جواب میں فرمایا:

پس مشابہت کس وجہ سے ہوتی ہے؟ مرد کا پانی گاڑھا سفید ہوتا ہے اور عورت کا پانی پتلا زرد ہوتا ہے' پس ان میں سے جس کا پانی بھی غالب ہو اور سابق ہو' اسی کی وجہ سے مشابہت ہوتی ہے۔

(صحیح مسلم: ۳۱۱' سنن نسائی: ۲۰۰۔۱۹۵' السنن الکبریٰ للنسائی: ۲۰۲' سنن ابن ماجہ: ۶۰۱)

ایک اور حدیث میں فرمایا:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک عورت نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: جب عورت کو احتلام ہو اور وہ پانی دیکھ لے تو کیا وہ غسل کرے گی؟ آپ نے فرمایا: ہاں! حضرت عائشہ نے اس عورت سے کہا: تمہارے ہاتھ خاک آلودہ ہوں اور جنگ زدہ ہوں' حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں: پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس عورت کو چھوڑ دو' عورت کی اپنے بچے کے ساتھ مشابہت اس پانی کی وجہ سے ہوتی ہے' جب عورت کا پانی مرد کے پانی پر غالب ہو جائے تو بچہ اپنے ماموں کے مشابہ ہوتا ہے اور جب مرد کا پانی عورت کے پانی پر غالب ہو جائے تو بچہ اپنے چچاؤں کے مشابہ ہوتا ہے۔ (صحیح مسلم: ۳۱۴' الرقم المسلسل: ۷۰۰)

حدیث مذکور کے دیگر مسائل اور فوائد

(۱) پیش آمدہ مسئلہ کے متعلق عالم سے سوال کرنے میں حیاء نہیں کرنی چاہیے۔

(۲) عورت یا مرد جس کو بھی احتلام ہو اور اس کے کپڑوں پر پانی لگ جائے' اس پر غسل واجب ہو جاتا ہے۔

(۳) مرد کا پانی سفید ہوتا ہے اور اس کی بو گندھے ہوئے آٹے کی طرح ہوتی ہے اور جب پانی خشک ہو جاتا ہے تو اس کی بو انڈے کی طرح ہوتی ہے' مرد کا پانی اچھل کر نکلتا ہے اور اس کے بعد جسم پر نقاہت اور کمزوری طاری ہوتی ہے اور اس پانی کے خروج کے وقت جسم کو لذت آتی ہے اور اس کے آلہ میں شہوت ہوتی ہے اور شہوت اور لذت سے خروج منی کے بعد غسل واجب ہوتا ہے اور عورت کی منی کے خروج کے بعد اس پر غسل واجب ہو جاتا ہے' خواہ اس کو شہوت ہو یا نہ ہو اور شہوت سے مراد یہ ہے کہ عورت کو مرد سے اور مرد کو عورت سے جماع کی خواہش ہو۔

(۴) اس حدیث میں قیاس کا ثبوت ہے اور ایک چیز کے لیے اس کی نظیر کا حکم ثابت کرنا ہے اور اس میں عورت کی منی کا ثبوت ہے۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۷۱۸-۷۱۷۔ ج ۱ ص ۱۰۰۹ پر ہے' وہاں اس حدیث کی شرح نہیں کی گئی۔

۱۳۱- حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ مِنَ الشَّجَرِ شَجَرَةً لَا يَسْقُطُ وَرَقُهَا' وَهِيَ مَثَلُ الْمُسْلِمِ' حَدِّثُوْنِيْ مَا هِيَ؟ فَوَقَعَ النَّاسُ فِيْ شَجَرِ الْبَادِيَةِ' وَوَقَعَ فِيْ نَفْسِيْ اَنَّهَا النَّخْلَةُ' قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ فَاسْتَحْيَيْتُ' فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَخْبِرْنَا بِهَا' فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هِيَ النَّخْلَةُ' قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ فَحَدَّثْتُ اَبِيْ بِمَا وَقَعَ فِيْ نَفْسِيْ' فَقَالَ لَاَنْ تَكُوْنَ قُلْتَهَا اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ اَنْ يَكُوْنَ لِيْ كَذَا وَكَذَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از عبداللہ بن دینار از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: درختوں میں سے ایک درخت ہے' جس کے پتے نہیں گرتے اور وہ مسلم کی مثل ہے' مجھے بتاؤ وہ کون سا درخت ہے؟ پس لوگوں کے ذہن جنگل کے درختوں میں چلے گئے اور میرے ذہن میں یہ آیا کہ وہ کھجور کا درخت ہے' پھر مجھے (بتانے سے) حیاء آئی' صحابہ نے کہا: یارسول اللہ! ہمیں بتایئے وہ کون سا درخت ہے؟ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ کھجور کا درخت ہے' حضرت عبداللہ بن عمر نے کہا: میں نے اپنے والد کو بتایا' جو میرے ذہن میں آیا تھا' انہوں نے کہا: اگر تم اس وقت بتا دیتے تو میرے لیے یہ اس سے زیادہ محبوب تھا کہ مجھے اتنا اور اتنا مال جاتا۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح' صحیح البخاری: ۶۱ میں گزر چکی ہے۔

۵۱- بَابُ مَنِ اسْتَحْيَا فَاَمَرَ غَيْرَهٗ بِالسُّؤَالِ

جس شخص نے حیاء کی اور دوسرے شخص کو سوال کرنے کا حکم دیا

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت واضح ہے کیونکہ دونوں بابوں میں حیاء کا ذکر ہے۔

۱۳۲- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دَاوُدَ' عَنِ الْاَعْمَشِ' عَنْ مُنْذِرٍ الثَّوْرِيِّ' عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ الْحَنَفِيَّةِ' عَنْ عَلِيٍّ قَالَ كُنْتُ رَجُلًا مَذَّاءً فَاَمَرْتُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' وہ کہتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن داؤد نے حدیث بیان کی از الاعمش از منذر الثوری از محمد بن الحنفیہ از حضرت علی رضی اللہ عنہ' وہ بیان

الْمِقْدَادَ اَنْ یَّسْاَلَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَسَاَلَہٗ فَقَالَ فِیْہِ الْوُضُوْءُ. [اطراف الحدیث:۱۷۸-۲۶۹]

کرتے ہیں کہ میں ایسا شخص تھا' جس کو مذی بہت آتی تھی' میں نے حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے سوال کریں' انہوں نے سوال کیا تو آپ نے فرمایا: اس میں وضو کرنا ہے۔

(صحیح مسلم: ۳۰۳' الرقم المسلسل: ۶۸۱' سنن نسائی: ۱۵۲' السنن الکبریٰ للنسائی: ۵۸۸۸' مسند البزار: ۶۵۰-۶۵۹' مسند احمد ج ۱ ص ۸۰ طبع قدیم' مسند احمد: ۶۰۶-ج ۲ ص ۴۳' مؤسسة الرسالة' بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت واضح ہے' کیونکہ باب کا عنوان ہے: حیاء کی وجہ سے دوسرے کو سوال کرنے کا حکم دینا' اور مذی عورت کے ساتھ چھیڑ چھاڑ سے نکلتی ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے یہ سوال کرتے ہوئے حیاء آتی تھی کیونکہ آپ کی صاحبزادی ان کے نکاح میں تھیں' اس لیے انہوں نے حضرت مقداد رضی اللہ عنہ سے کہا کہ وہ آپ سے یہ سوال کریں۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) مسدد بن مسرھد' ان کا تعارف ہو چکا ہے (۲) عبداللہ بن داؤد بن عامر الخریبی' یحییٰ بن معین نے کہا: یہ ثقہ مامون ہیں' ابوزرعہ اور محمد بن سعد نے کہا: یہ ثقہ' ناسک ہیں' انہوں نے کہا: میں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا' سوا ایک مرتبہ کے کم عمری میں' ابوحاتم نے کہا: یہ اپنی رائے پر عمل کرتے تھے اور صادق تھے' سوائے امام مسلم کے ان سے ائمہ ستہ نے روایت کی ہے' یہ ۲۱۳ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) سلیمان الاعمش' ان کا تعارف ہو چکا ہے (۴) منذر بن یعلیٰ' ابویعلی الثوری' ان کی احمد بن عبداللہ اور عبدالرحمان نے توثیق کی ہے اور ان سے ایک جماعت نے روایت کی ہے (۵) محمد بن حنفیہ' یہ محمد بن علی بن ابی طالب الہاشمی ہیں' الحنفیہ ان کی ماں تھیں' ان کا نام خولہ بنت جعفر الحنفی الیمامی ہے' یہ بنوحنیفہ کے قیدیوں میں سے تھیں' محمد بن حنفیہ اس وقت پیدا ہوئے' جب حضرت عمر کی خلافت کے دو سال رہ گئے تھے' یہ ۸۰ یا ۸۱ سال کی عمر میں ۱۱۴ھ میں فوت ہو گئے تھے اور بقیع میں دفن کیے گئے' ان سے ایک جماعت نے روایت کی ہے (۶) حضرت علی بن ابی طالب الہاشمی رضی اللہ عنہ' ان کا تعارف گزر چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۳۲۳)

مذی' ودی اور منی کی تعریفات

اس حدیث میں مذی کا ذکر ہے' ابن الاثیر لکھتے ہیں کہ یہ وہ چکنی تری ہے' جو عورتوں سے چھیڑ چھاڑ کے وقت مرد کے آلہ سے نکلتی ہے' اور اس کے نکلنے کے بعد جسم میں کمزوری طاری نہیں ہوتی اور نہ اس کے نکلنے کا احساس ہوتا ہے اور یہ مردوں کی بہ نسبت عورتوں کی زیادہ نکلتی ہے اور ودی وہ چکنی تری ہے' جو پیشاب کے بعد آلہ سے نکلتی ہے اور منی وہ سفید پانی ہے' جس سے بچہ پیدا ہوتا ہے' اس کے خروج کے بعد جسم پر نقاہت اور کمزوری طاری ہوتی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۳۲۴)

حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ کا تذکرہ

اس حدیث میں حضرت مقداد کا ذکر ہے:

حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ قدیم الاسلام صحابی ہیں' اسود بن عبد یغوث نے ان کی پرورش کی تھی یا ان کو بیٹا بنا لیا تھا' اسلام لانے والوں میں ان کا چھٹا نمبر تھا' یہ بدری صحابی ہیں' یہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ دونوں گھوڑوں پر سوار تھے' انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ۴۲ احادیث روایت کی ہیں' امام بخاری اور امام مسلم ایک حدیث پر متفق ہیں اور امام مسلم ۳ احادیث کے ساتھ منفرد ہیں' مدینہ سے دس میل کے فاصلہ پر جرف کے مقام پر ان کی وفات ہوئی' اس وقت ان کی عمر ۷۲ سال تھی' ۳۳ھ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ان کی وفات ہوئی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھائی' ائمہ کی ایک جماعت نے ان سے احادیث

روایت کی ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۳۲۵)

خروج مذی پر وضو کا وجوب اور بیوی کے والد کا احترام

اس حدیث میں آپ نے بتایا کہ مذی میں وضو ہے یعنی مذی کے خروج سے غسل واجب نہیں ہوتا' بلکہ وضو واجب ہوتا ہے کیونکہ یہ نجس ہے' اسی لیے اس کے خروج کے بعد آلہ کو دھونا واجب ہے۔

حضرت علی نے حضرت مقداد سے کہا: تم رسول اللہ ﷺ سے یہ مسئلہ معلوم کرو' اس سے معلوم ہوا کہ استفتاء میں نیابت جائز ہے' نیز اس سے یہ معلوم ہوا کہ اپنی بیوی کے والد کا احترام کرنا چاہیے اور ان کے سامنے ایسی بات کا ذکر نہیں کرنا چاہیے' جو ان کی بیٹی کے ساتھ جماع یا بوس و کنار کے ساتھ متعلق ہو' کیونکہ مذی کا خروج بیوی کے ساتھ بوس و کنار کی وجہ سے ہوتا ہے۔

یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۶۰۳۔ ج ا ص ۱۰۰۰ پر مذکور ہے' اس کی شرح کا عنوان ہے: باب مذکور کی حدیث کے مسائل۔

۵۲- بَابُ ذِكْرِ الْعِلْمِ وَالْفُتْيَا فِي الْمَسْجِدِ

علم اور فتویٰ کا مسجد میں ذکر کرنا

فتویٰ کا معنی ہے: کسی پیش آمدہ مسئلہ کا شرعی جواب' جو عموماً مستند فقہاء سے حاصل کیا جاتا ہے' بابِ سابق کے ساتھ اس کی مناسبت یہ ہے کہ بابِ سابق میں حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے خروج مذی کے متعلق سوال کیا تھا اور اس باب کی حدیث میں ہے: ایک شخص نے نبی ﷺ سے حج کے احرام کے متعلق سوال کیا' یعنی دونوں بابوں میں ایک امر دینی کے متعلق سوال کا ذکر ہے۔

۱۳۳- حَدَّثَنِي قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا نَافِعٌ مَوْلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَجُلًا قَامَ فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مِنْ اَيْنَ تَأْمُرُنَا اَنْ نُهِلَّ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُهِلُّ اَهْلُ الْمَدِينَةِ مِنْ ذِي الْحُلَيْفَةِ، وَيُهِلُّ اَهْلُ الشَّامِ مِنَ الْجُحْفَةِ، وَيُهِلُّ اَهْلُ نَجْدٍ مِنْ قَرْنٍ. وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ وَيَزْعُمُونَ اَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَيُهِلُّ اَهْلُ الْيَمَنِ مِنْ يَلَمْلَمَ، وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَقُولُ لَمْ اَفْقَهْ هٰذِهِ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

[اطراف الحدیث: ۱۵۲۲۔ ۱۵۲۵۔ ۱۵۲۷۔ ۱۵۲۸۔ ۷۳۴۴]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث بن سعد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں نافع نے حدیث بیان کی' جو حضرت عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما کے آزاد شدہ غلام ہیں از حضرت عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما کہ ایک شخص مسجد میں کھڑا ہو کر کہنے لگا: یا رسول اللہ! آپ ہمیں کس جگہ سے احرام باندھنے کا حکم دیتے ہیں' پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اہل مدینہ' ذوالحلیفۃ سے احرام باندھیں اور اہل شام جحفہ سے احرام باندھیں اور اہل نجد قرن سے احرام باندھیں' اور حضرت عمر نے کہا: لوگوں کا یہ زعم ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ اہل یمن' یلملم سے احرام باندھیں اور حضرت ابن عمر یہ کہتے تھے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس کو نہیں سمجھا۔

(صحیح مسلم: ۱۱۸۱' الرقم المسلسل: ۲۷۵۷' سنن ابوداؤد: ۱۷۳۷' سنن نسائی: ۲۶۵۸' سنن ابن ماجہ: ۲۹۱۴' سنن ترمذی: ۸۳۱' سنن بیہقی ج ۵ ص ۲۶' مسند ابوحنیفہ: ۲۲۴' صحیح ابن حبان: ۳۷۶۱' مسند احمد ج ۲ ص ۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۴۴۵۵۔ ج ۸ ص ۲۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ ایک شخص نے مسجد میں رسول اللہ ﷺ سے حج میں احرام

باندھنے کا مسئلہ معلوم کیا۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) قتیبہ بن سعید (۲) لیث بن سعد' ان کا تعارف ہو چکا ہے (۳) نافع بن سرجس' ایک قول یہ ہے کہ یہ مغرب کے رہنے والے تھے' دوسرا قول یہ ہے کہ یہ نیشاپور کے رہنے والے تھے' تیسرا قول ہے: یہ کابل کے رہنے والے تھے' حضرت عبداللہ بن عمر نے ان کو بعض غزوات میں حاصل کیا تھا' اور عمر بن عبدالعزیز نے ان کو مصر بھیج دیا تھا تا کہ یہ سنت کا علم حاصل کریں۔ یہ ۱۱۷ھ میں مدینہ میں فوت ہو گئے (۴) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' ان کا تعارف ہو چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۳۲۸۔۳۲۷)

"اھلال" کا معنی اور مواقیت کا جغرافیائی مواضع وقوع

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں "یُھِلُّ" کا لفظ ہے' یہ "اِھْلَال" سے بنا ہے' اس کا معنی ہے: احرام باندھ کر بلند آواز سے تلبیہ کہنا۔ جب بچہ پیدا ہونے کے بعد بلند آواز سے روتا ہے تو اس کو "اِسْتَھَلَّ" کہتے ہیں۔

"ذوالحلیفۃ" علامہ نووی نے کہا: یہ مدینہ سے چھ میل کے فاصلہ پر ایک جگہ ہے' قاضی عیاض نے کہا: یہ مدینہ سے سات میل کے فاصلہ پر ہے' ابن حزم نے کہا: یہ مدینہ سے چار میل کے فاصلہ پر ہے اور مکہ سے ۱۹۸ میل کے فاصلہ پر ہے۔ (مدینہ سے چھ یا سات میل پر ایک گاؤں ہے' جہاں سے اہل مدینہ احرام باندھتے ہیں۔ معجم البلدان ص ۱۱۹)

"الجحفۃ" یہ مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک جگہ ہے' جو شام کی جانب ہے۔ یہ مکہ سے چھ یا سات مراحل پر واقع ہے' یہ سمندر کے قریب ایک شہر ہے۔ (مدینہ اور مکہ کی راہ پر چوتھی منزل پر ایک گاؤں ہے) یہ اہل شام اور مصر کی میقات ہے۔
(معجم البلدان اُردو' ص ۹۴)

"اھل نجد"' "نجد" کا معنی ہے: زمین کا جو حصہ زمین کے اوپر ہو' اس کو "نجد" اس لیے کہتے ہیں کہ یہ پتھریلی زمین ہے اور یہاں جانا بہت صعوبت کا باعث ہے' "نجد" حجاز اور شام کے درمیان ایک جگہ ہے۔ (عرب کا وسطی علاقہ' اس کا مرکزی شہر الریاض ہے' اس کی حدود بدلتی رہتی ہیں' اب اس کے مشرق میں بحرین ہے' مغرب میں حجاز ہے' شمال میں عراق اور جنوب میں صحراء ہے۔ معجم البلدان اُردو ص ۳۳۹)

"قرن" یہ گول اور چکنا پہاڑ ہے' جو شخص نجد کے راستہ سے آئے' اس کا میقات قرن المنازل ہے' یہ مکہ سے مشرق کی طرف ہے' یہاں سے مکہ ۲۷ میل ہے۔ (یہ مکہ سے اکیاون میل اور طائف سے چھتیس میل دور ہے۔ معجم البلدان اُردو ص ۲۷۲)

"یلملم" یہ تہامہ کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ ہے اور مکہ سے دو مرحلوں کے فاصلہ پر ہے' ابن حزم نے کہا: یہ مکہ کے جنوب میں ہے اور اس سے مکہ ۳۰ میل ہے' البکری نے کہا: اس کی وادیاں سمندر میں گرتی ہیں' یہ یمن کے راستہ میں ہے اور یہ تہامہ کے بڑے راستہ میں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۳۳۰۔۳۲۸ ملخصا)

"یلملم" مکہ کے جنوب میں دو شب کی مسافت پر اہل یمن کی میقات' جہاں حضرت معاذ بن جبل کی مسجد بھی ہے یا طائف کے قریب ایک پہاڑ۔ (معجم البلدان اُردو ص ۳۶۴)

* اس باب کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۲۶۹۹۔ ج ۳ ص ۲۷۹۔۲۷۸ پر ہے' اس کی شرح میں حسب ذیل عنوانات ہیں:
① میقات کا لغوی اور شرعی معنی ② میقات سے گزرنے میں مذاہب اربعہ ③ احناف کا موقف ④ احرام کا فلسفہ۔

۵۳- بَابُ مَنْ اَجَابَ السَّائِلَ بِاَكْثَرَ مِمَّا سَاَلَهٗ

جس نے سائل کے سوال سے زیادہ جواب دیئے

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ باب سابق میں بھی سوال اور جواب تھے اور اس باب میں بھی سوال اور جواب کا ذکر ہے۔

۱۳٤- حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ ذِئْبٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَعَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ رَجُلًا سَاَلَهٗ مَا يَلْبَسُ الْمُحْرِمُ؟ فَقَالَ لَا يَلْبَسُ الْقَمِيْصَ، وَلَا الْعِمَامَةَ، وَلَا السَّرَاوِيْلَ، وَلَا الْبُرْنُسَ، وَلَا ثَوْبًا مَسَّهُ الْوَرْسُ، اَوِ الزَّعْفَرَانُ، فَاِنْ لَّمْ يَجِدِ النَّعْلَيْنِ فَلْيَلْبَسِ الْخُفَّيْنِ، وَلْيَقْطَعْهُمَا حَتّٰى يَكُوْنَا تَحْتَ الْكَعْبَيْنِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی ذئب نے حدیث بیان کی از نافع از ابن عمر رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور از الزہری از سالم از ابن عمر از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، ایک شخص نے آپ سے سوال کیا: محرم کیا پہنے؟ آپ نے فرمایا: وہ قمیص نہ پہنے اور عمامہ نہ پہنے اور شلوار نہ پہنے اور نہ ٹوپی پہنے اور نہ ایسا کپڑا پہنے جس کو زعفران یا ورس سے رنگا ہوا ہو، پس اگر اس کو جوتے نہ ملیں تو وہ موزے پہن لے اور ان کو کاٹ لے حتیٰ کہ وہ ٹخنوں کے نیچے ہو جائیں (ورس سے مراد خوشبودار گھاس ہے)۔

[اطراف الحدیث: ۳۶۶- ۱۵۴۲- ۱۸۳۸- ۱۸۴۲- ۵۷۹۴- ۵۸۰۳- ۵۸۰۵- ۵۸۰۶- ۵۸۴۷- ۵۸۵۲] (صحیح مسلم: ۱۱۷۷، الرقم المسلسل: ۲۷۴۳، سنن ابوداؤد: ۱۸۲۴، سنن نسائی: ۲۶۶۹- ۲۶۷۴، سنن ابن ماجہ: ۲۹۲۹- ۲۹۳۲، مسند الشافعی ج ۱ ص ۳۰۰، السنن الکبریٰ للنسائی: ۳۶۴۹، مسند ابویعلیٰ: ۵۸۰۵، صحیح ابن حبان: ۳۷۸۴، سنن بیہقی ج ۵ ص ۴۹، شرح السنۃ: ۱۹۷۶، مسند احمد ج ۲ ص ۶۳ طبع قدیم، مسند احمد: ۵۳۰۸- ج ۹ ص ۲۲۵، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت حدیث کے اس جملہ میں ہے: پس اگر اس کو جوتے نہ ملیں تو وہ موزے پہن لے، کیونکہ یہ جملہ اس کے سوال سے زائد ہے۔

اس حدیث کے چھ رجال ہیں، ان سب کا پہلے ذکر کیا جا چکا ہے، آدم کا پورا نام آدم بن ابی ایاس ہے، اور ابن ابی ذئب کا نام محمد بن عبد الرحمان مدنی ہے، اور نافع حضرت ابن عمر کے آزاد کیے ہوئے غلام ہیں اور الزہری محمد بن مسلم بن شہاب ہیں اور سالم وہ حضرت عبد اللہ بن عمر کے بیٹے ہیں اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔

''الکعبین'' کی تفسیر علامہ بدر الدین عینی سے

''الکعبین'' کے متعلق علامہ بدر الدین محمود بن احمد العینی المتوفی ۸۵۵ھ نے صحیح البخاری کی اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے:

یہ ''کعب'' کا تثنیہ ہے اور یہاں اس سے مراد وسط قدم کی وہ جگہ (ہڈی یا جوڑ) ہے جہاں جوتی کا تسمہ باندھتے ہیں نہ کہ وہ اُبھری ہوئی ہڈی جو پنڈلی کے جوڑ کی جگہ ہوتی ہے، کیونکہ ''کعب'' سے مراد وہ اُبھری ہوئی ہڈی وضو کے باب میں ہوتی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲ ص ۳۳۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

علامہ عینی کی تفسیر پر مصنف کا تبصرہ

علامہ عینی کا مطلب یہ ہے کہ حج میں "کعب" سے مراد ٹخنہ نہیں ہے' بلکہ اس سے وسط قدم مراد ہے' یعنی موزوں کو وسط قدم تک کاٹا جائے نہ کہ صرف ٹخنوں تک لیکن اس پر قوی اشکال یہ ہے کہ حدیث میں "کعبین" کا لفظ ہے جو کہ تثنیہ کا صیغہ ہے' اس کا معنی ہے: دو ہڈیاں اور وسط قدم میں تو صرف ایک ہڈی ہے' اس پر "کعبین" کا لفظ صادق نہیں آئے گا' "کعبین" کا لفظ تو صرف ٹخنوں پر صادق آئے گا' جو ہر پیر میں دو ہوتے ہیں' اس پر دوسرا قوی اشکال یہ ہے کہ موزوں کو "کعبین" تک کاٹنے کا مقصد تو یہ ہے کہ جوتوں کی بجائے ان کٹے ہوئے موزوں کو پہن کر چلا جائے اگر "کعبین" سے مراد ٹخنے لیے جائیں تو پھر ٹخنوں تک موزوں کو کاٹ کر ان کو جوتوں کی جگہ پہن کر چلا جا سکتا ہے' لیکن اگر "کعبین" سے مراد وسط قدم کی ہڈی لی جائے اور وہاں تک موزوں کو کاٹ دیا جائے تو ان کٹے ہوئے موزوں کو پہن کر چلا نہیں جا سکتا' کیونکہ اب ان موزوں کے ٹھہرنے اور نکلنے کی کوئی صورت نہیں ہوگی اور مُحرم کی عجیب صورتِ حال ہوگی' اس کا آدھا پیر تو موزے کے اندر ہوگا اور آدھا پیر موزے سے باہر ہوگا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کو اس مضحکہ خیز صورتِ حال پر محمول کرنا درست نہیں ہے۔

علامہ ابن حجر کا "کعب" کی تفسیر میں ہشام کے قول کو کتبِ لغت سے ردّ کرنا

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ' اس حدیث (۱۵۴۲) کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام محمد بن حسن اور فقہاء احناف میں سے ان کے متبعین نے کہا ہے کہ "کعب" سے مراد یہاں وہ ہڈی ہے' جو قدم کے وسط میں ہوتی ہے' جس جگہ جوتی کا تسمہ باندھتے ہیں' اس پر یہ اعتراض ہے کہ "کعب" کا یہ معنی اہل لغت کے نزدیک معروف نہیں ہے' اور اس پر یہ اعتراض بھی کیا گیا ہے کہ امام محمد کا یہ قول ثابت نہیں ہے' اور اس قول کو ان سے نقل کرنے کا سبب یہ ہے کہ ہشام بن عبید اللہ الرازی نے مُحرم کے مسئلہ میں ان سے یہ سنا کہ مُحرم کو جب جوتے نہ ملیں تو وہ اپنے موزوں کو کاٹ لے' پھر امام محمد نے اپنے ہاتھ سے کاٹنے کی جگہ کی طرف اشارہ کیا اور اس کو ہشام نے وضو میں پیر دھونے کی طرف نقل کر دیا' اسی وجہ سے علامہ ابن بطال اور دوسرے ان علماء پر ردّ کیا گیا ہے' جنہوں نے امام ابوحنیفہ سے یہ نقل کیا ہے کہ "کعب" سے مراد وہ معین ہڈی ہے' جو قدم کی پشت پر ہے اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ "کعب" کا یہ معنی امام محمد سے منقول ہے اور اگر بالفرض یہ نقل صحیح ہو تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہو اور اصمعی نے امامیہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ "کعب" وہ گول ہڈی ہے' جو پنڈلی کی ہڈی کے نیچے پنڈلی اور قدم کے جوڑ پر ہوتی ہے اور جمہور اہل لغت نے یہ کہا ہے کہ ہر قدم میں دو "کعب" ہوتے ہیں۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۱۱۹' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حافظ ابن حجر کی تحقیق سے یہ واضح ہو گیا کہ "کعب" سے مراد وسط قدم کی ہڈی لینا' امام ابوحنیفہ کا قول ہے' نہ اس کو امام محمد بن حسن شیبانی نے کہیں لکھا ہے' یہ صرف علامہ ابوالحسن مرغینانی متوفی ۵۹۳ھ اور شارحین "ہدایہ" نے ہشام بن عبد اللہ الرازی کے قول سے مستنبط کیا ہے' "ہدایہ" کی شرح میں علامہ عینی نے اس کے بالکل برخلاف لکھا ہے' جو انہوں نے بخاری کی شرح "عمدۃ القاری" میں لکھا ہے۔

علامہ عینی کا "کعب" کی تفسیر میں ہشام کے قول کو کتبِ لغت' قواعد نحو اور احادیث سے ردّ کرنا

علامہ مرغینانی صاحب ہدایہ نے "ہدایہ" میں لکھا: "الکعب" سے مراد وہ اُبھری ہوئی بلند ہڈی ہے۔

اس کی شرح میں علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

"الکعب" وہ ہڈی ہے' جو قدم کے جوڑ میں ہوتی ہے' جو پنڈلی اور قدم کے ملنے کی جگہ پر بلند ہوتی ہے (یعنی ٹخنے) اور الاصمعی نے

ان لوگوں کے قول کا انکار کیا ہے جنہوں نے کہا: یہ ہڈی قدم کی پشت پر ہوتی ہے انہوں نے جوہری سے یہ نقل کیا ہے کہ زجاج نے کہا ہے کہ ''الکعبان'' دو بلند ہڈیاں ہیں جو پنڈلی کے آخر میں قدم کے ساتھ ہوتی ہیں (یعنی ٹخنے) اور ہڈیوں کا ہر جوڑ ''کعب'' ہے مگر یہ دونوں ''کعب'' دائیں اور بائیں قدم میں ظاہر ہوتے ہیں اس وجہ سے اس کی ضرورت نہیں پڑتی کہ کہا جائے دو ''کعب'' وہ ہیں جن کی یہ اور یہ صفت ہے۔ (الصحاح للجوہری ج۱ ص ۲۱۳ دار العلم للملایین بیروت ۱۴۰۴ھ) علامہ زبیدی متوفی ۱۲۰۵ھ نے اس عبارت پر یہ اضافہ کیا ہے کہ ''کعب'' سے مراد وہ ہڈی لینا جو قدم کی پشت پر ہوتی ہے یہ شیعہ کا قول ہے اور اصمعی نے اس قول کا رد کیا ہے۔ (تاج العروس ج۱ ص ۴۵۶ دار احیاء التراث العربی بیروت) علامہ ابن اثیر الجزری متوفی ۶۰۶ھ نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔ (النہایہ ج ۴ ص ۱۵۴ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ) علامہ طاہر پٹنی گجراتی متوفی ۹۸۶ھ نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔

(مجمع بحار الانوار ج ۴ ص ۴۱۶ مکتبہ دار الایمان مدینہ منورہ ۱۴۱۵ھ)

علامہ عینی لکھتے ہیں: اور ''المختصر'' میں لکھا ہوا ہے: ہر پیر میں دو ''کعب'' ٹخنے ہوتے ہیں اور پنڈلی اور قدم کے ملنے کی جگہ پر دو طرفوں کی ہڈیاں ہوتی ہیں۔ (مختصر القدوری ص ۳۰ ادارۃ القرآن ۱۴۲۲ھ) ابن جنی نے کہا: ابو کبیر کا قول اس پر دلالت کرتا ہے کہ ''الکعبین'' وہ بلند ہڈیاں ہیں جو ہر پنڈلی کے نیچے اس کی کروٹوں میں ہوتی ہیں اور وہ معین ہڈی جو قدم کی پشت میں ہوتی ہے وہ کعب نہیں ہے اور الازہری نے ''التہذیب'' میں ثعلب سے نقل کیا ہے کہ ''الکعبان'' دو بلند ہڈیاں ہیں انہوں نے کہا: یہ ابوعمرو بن العلاء اور الاصمعی کا قول ہے اور ''کتاب المنتہیٰ'' اور ''جامع القزاز'' میں مذکور ہے: ''الکعب'' وہ بلند ہڈی ہے جو پنڈلی اور قدم کے ملنے کی جگہ پر ہوتی ہے اور ہر پیر میں دو ''کعب'' (ٹخنے) ہوتے ہیں اور اس کی جمع ''کعوب'' اور ''کعاب'' ہے۔

امامیہ اور تمام وہ لوگ جو پیروں پر مسح کے قائل ہیں انہوں نے کہا: یہ گول ہڈی ہے جیسی بکریوں اور گایوں کی ہڈی ہوتی ہے جو پنڈلی کے نیچے وہاں رکھی ہوئی ہے جہاں پنڈلی اور قدم کا جوڑ ہے جو تسمہ باندھنے کی جگہ ہے اور فخر الدین ابن الخطیب نے کہا: الاصمعی نے ''الکعب'' میں امامیہ کے قول کو اختیار کیا ہے اور کہا: دو بلند طرفوں کو ''نجمان'' کہا جاتا ہے اور یہ نقل اس کے خلاف ہے کہ ''کعب'' وسط قدم کی ہڈی ہے اور اگر ''کعب'' وہ ہوتا جس کو انہوں نے ذکر کیا ہے تو ہر پیر میں ایک ''کعب'' ہوتا پھر مناسب یہ تھا کہ یوں کہا جاتا کہ پیروں کو ''کعاب'' تک دھویا جائے کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ انسان کی خلقت میں جو عضو واحد ہے اس کا تثنیہ جمع کے صیغہ سے آتا ہے جیسے قرآن مجید میں ہے:

فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا. (التحریم: ۴) پس بے شک تم دونوں کے دل راہِ اعتدال سے کچھ ہٹ چکے ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ''الی الکعبین'' کی جگہ ''الی الکعاب'' کیوں نہیں فرمایا اور ''کعب'' سے قدم کے پشت کی ہڈی کو مراد لینا ایک مخفی چیز ہے جس کو شارحین کے سوا کوئی نہیں جانتا اور ہم نے جو ''کعبین'' کا معنی ذکر کیا ہے (یعنی ٹخنے) یہ معنی ہر ایک کو معلوم ہے اور مکلف کرنے کا مدار ظاہر معنی پر ہوتا ہے نہ کہ مخفی معنی پر نیز حضرت عثمان کی حدیث میں ہے کہ انہوں نے اپنے دائیں پیر کو ''الکعبین'' تک دھویا پھر اسی طرح بائیں پیر کو دھویا۔

(صحیح البخاری: ۱۵۹ صحیح مسلم: ۲۲۶ الرقم المسلسل: ۵۲۷ سنن ابوداؤد: ۱۰۶ سنن نسائی: ۸۴)

یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ ہر پیر میں دو ''کعب'' (ٹخنے) ہیں اور اسی طرح یہ حدیث ہے:

حضرت النعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار فرمایا: اپنی صفوں کو سیدھا رکھو اللہ کی قسم! تم اپنی

صفوں کو سیدھا رکھو ورنہ اللہ تمہارے دلوں کو ایک دوسرے کے خلاف کر دے گا' حضرت نعمان نے کہا: میں نے دیکھا کہ ایک آدمی اپنے کندھے کو اپنے صاحب کے کندھے کے ساتھ چمٹا تا تھا اور اپنے گھٹنے کو اس کے گھٹنے کے ساتھ اور اپنے ''کعب'' کو اس کے ''کعب'' کے ساتھ۔ (سنن ابوداؤد: ۶۶۲)

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ ایک شخص اپنے ''کعب'' کو اپنے صاحب کے ''کعب'' کے ساتھ چمٹا تا تھا' اگر ''کعب'' کا معنی وسط قدم کی ہڈی ہو تو پھر کوئی شخص اپنے ''کعب'' کو نماز میں اپنے صاحب کے ''کعب'' کے ساتھ نہیں ملا سکتا' یہ اسی وقت ہو سکتا ہے' جب ''کعب'' کا معنی ٹخنے ہو۔

درج ذیل حدیث میں بھی اس پر دلیل ہے کہ ''کعب'' کا معنی وسط قدم کی ہڈی نہیں ہو سکتا' بلکہ اس کا معنی ٹخنہ ہی ہو سکتا ہے۔

حضرت طارق بن عبد اللہ المحاربی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ذوالمجاز کے بازار میں دیکھا' آپ کے اوپر سرخ جبہ تھا اور آپ فرما رہے تھے: اے لوگو! کہو لا الٰہ الا اللہ (اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے) تم فلاح پالو گے' اور ایک آدمی آپ کے پیچھے آپ کو پتھر مار رہا تھا اور آپ کی کونچوں (ایڑی کے اوپر کے پٹھوں) اور آپ کے ''کعبین'' (ٹخنوں) سے خون بہہ رہا تھا' اور وہ آدمی یہ کہہ رہا تھا: اے لوگو! اس کی بات نہ ماننا' یہ بہت بڑا جھوٹا ہے' میں نے پوچھا: یہ شخص کون ہیں؟ لوگوں نے بتایا: یہ عبد المطلب کے بیٹے ہیں' پھر میں نے پوچھا: یہ آدمی کون ہے' جو ان کا پیچھا کر رہا ہے اور ان کو پتھر مار رہا ہے؟ لوگوں نے کہا: یہ عبد العزیٰ ابولہب ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۴ ص ۳۰۰' ادارۃ القرآن' ۱۴۰۶ھ' صحیح ابن حبان: ۶۵۶۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۱۴ھ' سنن دارقطنی: ۲۹۴۴۔ ج ۳ ص ۴۴' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۲ھ' المستدرک: ۴۲۱۹۔ ج ۲ ص ۶۱۲' ذہبی نے کہا: یہ حدیث صحیح ہے' مکتبہ نزار مصطفیٰ' ۱۴۲۰ھ' جمع الجوامع للسیوطی: ۱۱۴۵۱' سنن بیہقی ج ۱ ص ۷۶)

علامہ عینی فرماتے ہیں: یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ ''کعب'' سے مراد وہ بلند اُبھری ہوئی ہڈی ہے' جو قدم کی جانب میں ہوتی ہے' یعنی ٹخنہ' جب کوئی شخص کسی چلنے والے کو پیچھے سے پتھر مارے گا تو وہ اس کے وسط قدم کی پشت پر نہیں لگے گا' وہ اس کے ٹخنے پر ہی لگ سکتا ہے۔

صاحب ''ہدایہ'' نے کہا: ''کعب'' کا یہی معنی صحیح ہے' علامہ عینی فرماتے ہیں: صاحب ''ہدایہ'' نے اس قول کو صحیح کہہ کر ہشام بن عبد اللہ رازی کی روایت سے احتراز کیا ہے کہ ''کعب'' قدم کی پشت پر اس جگہ کو کہتے ہیں' جہاں تسمہ باندھا جاتا ہے' فقہاء نے کہا ہے کہ ہشام کو امام محمد بن حسن رحمہ اللہ سے نقل کرنے میں سہو ہوا ہے' کیونکہ امام محمد نے مُحرِم کے مسئلہ میں یہ کہا ہے کہ اگر اس کو جوتے نہ ملیں تو وہ موزوں کو ''کعبین'' (ٹخنوں) کے نیچے سے کاٹ لے اور امام محمد نے اپنے ہاتھ سے کاٹنے کی جگہ کی طرف اشارہ کیا' پس ہشام نے اس قول کو ''باب طہارت'' میں نقل کر دیا۔

علامہ ابن حجر نے بخاری کی شرح میں کہا ہے کہ امام ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ ''کعب'' وہ ہڈی ہے' جو قدم کی پشت میں اُبھری ہوئی ہوتی ہے اور اس پر اعتراض کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ نے جو کہا ہے اس کو اہل لغت نہیں پہچانتے' علامہ عینی فرماتے ہیں: یہ ابن حجر کی امام ابوحنیفہ کے مذہب سے جہالت ہے' کیونکہ ابن حجر نے جو نقل کیا ہے' وہ امام ابوحنیفہ کا قول نہیں ہے اور نہ امام ابوحنیفہ کے اصحاب میں سے کسی نے اس قول کو نقل کیا ہے' پس اس نے یہ کیسے کہہ دیا کہ امام ابوحنیفہ نے ایسے ایسے کہا ہے اور یہ ان کی ائمہ کے خلاف بہت بڑی جرأت ہے۔ (البنایہ شرح الہدایہ ج ۱ ص ۱۷۔ ۶۹' مکتبہ حقانیہ' ملتان' ۱۴۰۸ھ)

''کعب'' کی تفسیر میں علامہ ابن حجر اور علامہ عینی کی عبارات پر مصنف کا محاکمہ

دراصل علامہ عینی خود بھول گئے کہ وہ ''عمدۃ القاری شرح بخاری'' میں کیا لکھ چکے ہیں' انہوں نے وہاں لکھا ہے کہ ''کعب'' سے مراد وسط قدم کی وہ ہڈی ہے' جس پر جوتی کا تسمہ باندھتے ہیں' نہ کہ وہ اُبھری ہوئی ہڈی' جو پنڈلی کے جوڑ کی جگہ ہوتی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲ص ۳۳۵) اور علامہ عینی نے علامہ ابن حجر پر جو یہ عتاب کیا ہے کہ انہوں نے کہا ہے کہ امام ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ ''کعب'' وسط قدم کی ہڈی ہے اور یہ اہل لغت کے نزدیک ثابت نہیں' سو یہ بھی علامہ عینی کا بے جا عتاب ہے' علامہ ابن حجر نے کہا ہے کہ بعض فقہاء احناف نے اس طرح کہا ہے اور انہوں نے یہ تصریح کی ہے کہ یہ امام ابوحنیفہ کا قول ہے نہ امام محمد کا' ہم علامہ عینی کی طرف سے علامہ ابن حجر کی روح سے معذرت خواہ ہیں اور ہم اس پر شرمندہ ہیں کہ ہمارے بہت بڑے حنفی عالم نے علامہ ابن حجر کی شان میں نازیبا کلمات کہے' جب کہ وہ ان کلمات کے مصداق نہیں ہیں اور جو کچھ علامہ عینی نے ان کے خلاف کہا' وہ ان سے بَری ہیں' اللہ تعالیٰ ان دونوں محققین پر اپنی رحمتیں نازل کرے اور ان کے درجات بلند کرے' بے شک علامہ ابن حجر نے بھی یہ ثابت کیا ہے کہ ''کعب'' سے مراد وسط قدم کی ہڈی نہیں ہے' بلکہ ٹخنے کی ہڈی ہے' لیکن انہوں نے صرف اہل لغت کے مبہم اقوال سے استدلال کیا ہے' اس پر انہوں نے ایک بھی حدیث نہیں پیش کی' جب کہ علامہ عینی نے اس پر متعدد کتب لغت کے حوالے دیئے ہیں' نحوی قواعد سے استدلال کیا ہے اور حضرت عثمان' حضرت نعمان بن بشیر اور حضرت طارق بن عبد اللہ محاربی رضی اللہ عنہم کی صحیح اور صریح احادیث سے استدلال کیا ہے' جس سے واضح ہوتا ہے کہ علامہ ابن حجر کی بہ نسبت علامہ عینی کی احادیث پر بہت گہری نظر ہے اور علم میں ان کا مرتبہ حافظ ابن حجر سے کہیں زیادہ ہے' لیکن انسانی کمزوریوں سے کوئی بشر خالی نہیں ہے اور معاصرانہ تعصب بھی انسانی کمزوری ہے۔

علامہ زین الدین ابن نجیم اور علامہ شامی کا ''کعب'' کی تفسیر میں ہشام کے قول کو رد کرنا

علامہ زین الدین ابن نجیم مصری متوفی ۹۷۰ھ نے علامہ عینی کی طرف سے لکھا ہے' وہ لکھتے ہیں:

ہشام نے جو امام محمد سے روایت کی ہے کہ ''کعب'' کا معنی وسط قدم کی پشت ہے' یہ ان کا سہو ہے' کیونکہ انسان کے جن اعضاء کا تثنیہ (دو' دو) لکھنا ہو تو ان کو جمع کے صیغہ کے ساتھ لکھا جاتا ہے' جیسے'' فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا ''(التحریم: ۴) میں ہے' یعنی تم دونوں کے دل قدرے کج ہو گئے اور اگر ہشام کی روایت صحیح ہوتی تو قرآن مجید میں ''الی الکعبین'' کی بجائے ''الی الکعاب'' ہوتا جیسے ''الی المرافق'' ہے۔ اسی طرح ''المبسوط'' میں ہے' لیکن بہتر یہ ہے کہ اس روایت پر لغت اور سنت سے رد کیا جائے' رہی لغت تو صحاح میں یہ تصریح ہے کہ ''کعب'' ابھری ہوئی بلند ہڈی کو کہتے ہیں اور الاصمعی نے اس قول کو رد کر دیا ہے کہ ''کعب'' کا معنی وسط قدم کی پشت ہے' انہوں نے کہا کہ ''کعب'' کلام عرب میں علو (بلندی) سے ماخوذ ہے' اسی وجہ سے ''کعبۃ'' کہتے ہیں' کیونکہ وہ بلند ہے اور رہی سنت تو امام ابوداؤد نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی قسم! تم اپنی صفوں کو سیدھا رکھو ورنہ اللہ تمہارے دلوں کو ٹیڑھا کر دے گا' حضرت نعمان بن بشیر نے کہا: میں نے دیکھا کہ ایک آدمی اپنے کندھے کو اپنے صاحب کے کندھے سے ملاتا اور اپنے ''کعب'' کو اپنے صاحب کے ''کعب'' سے ملاتا (اور یہ اسی وقت ہوگا' جب ''کعب'' کا معنی ٹخنہ ہو نہ کہ وسط قدم کی پشت کی ہڈی)۔ (البحر الرائق ج ۱ص ۱۴۔۱۳' المکتبۃ الماجدیہ' کوئٹہ)

علامہ سید محمد امین بن عمر بن عبد العزیز شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

''الکعبین'' قدم کی دونوں جانبوں میں دو اُبھری ہوئی ہڈیاں ہیں (یعنی ٹخنے) پھر انہوں نے ''البحر الرائق'' کے دلائل کے حوالے سے ہشام کی اس روایت کا رد کیا ہے کہ ''الکعب'' وسط قدم کی پشت کی ہڈی ہے۔

(ردالمحتار ج ا ص ۱۹۰ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۹ھ)

''کعب'' کی تفسیر میں ''صحیح البخاری'' کے دیوبندی شارحین کی لغزش

''صحیح بخاری'' کے دیوبندی شارحین اس تحقیق پر مطلع نہیں ہو سکے اور انہوں نے زیر بحث حدیث البخاری: ۱۳۴ کی شرح میں لکھا ہے کہ ''کعب'' کا معنی وسط قدم کی پشت کی ہڈی ہے۔

سید احمد رضا بجنوری لکھتے ہیں:

اگر جوتے کو اوپر سے اس طرح چاروں طرف سے کاٹ دیا جائے کہ پاؤں کا اوپر کا حصہ اور بیچ کی ہڈی کھلی رہی تو وہ بھی جائز ہے۔(انوار الباری ج ۶ ص ۳۱۲ ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

اس عبارت میں دوسری غلطی یہ ہے کہ حدیث میں تو جوتے نہ ملنے کی صورت میں موزوں کو ٹخنوں کے نیچے سے کاٹنے کا حکم ہے اور انہوں نے اس کی شرح میں جوتے کو چاروں طرف سے کاٹنے کو لکھا ہے۔

شیخ تقی عثمانی لکھتے ہیں:

''کعبین'' سے وسط قدم کی ہڈی مراد ہے یعنی اس طرح کاٹ لیں کہ اس سے نیچے ہو جائیں۔

(انعام الباری ج ۲ ص ۲۲۶ مکتبۃ الحراء کراچی)

''کعب'' سے وسط قدم مراد لینے کی تاویل کا ابطال

بعض علماء نے یہ لکھا ہے کہ وضو کی بحث میں ''کعب'' سے مراد ٹخنہ ہے اور محرم کی بحث میں ''کعب'' سے مراد وسط قدم کی ہڈی ہے سو یہ قول بالکل غلط ہے کیونکہ جب کتب لغت' نحوی قواعد اور احادیث سے ثابت ہو گیا کہ ''کعب'' کا معنی ٹخنہ ہے تو اس کو محرم کی بحث میں وسط قدم کی ہڈی پر محمول کرنے کا کیا جواز ہے! نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے محرم کے متعلق ہی فرمایا ہے کہ وہ موزے کو ''کعبین'' کے نیچے سے کاٹ لے' اور ''کعبین'' تثنیہ کا صیغہ ہے' اس کا معنی ہے: دو ''کعب'' اور ہر پیر میں دو کعب ٹخنے ہی ہوتے ہیں' وسط قدم کی ہڈی تو ایک ہے' دو نہیں ہے' اس پر ''کعبین'' کا اطلاق کیسے درست ہو گا! دوسرے یہ کہ اگر موزے کو وسط قدم سے کاٹ دیا جائے تو آدھا پیر موزے کے اندر ہو گا اور آدھا پیر موزے سے باہر ہو گا اور آدھے پیر کا موزہ پہن کر نہ صرف یہ کہ چلنا بہت مشکل ہو گا بلکہ یہ صورت انتہائی مضحکہ خیز ہو گی اور حدیث رسول کو ایسے مضحکہ خیز معنی پر محمول کرنا جائز نہیں ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور امام محمد ''کعب'' کے اس معنی سے بری ہیں۔

امام محمد کی ''المبسوط'' میں ہشام کی عبارت کی تحقیق

ہم نے اس مسئلہ کی زیادہ تحقیق کے لیے امام محمد کی ''المبسوط'' (کتاب الاصل) کا مطالعہ کیا' اس میں امام محمد کی یہ عبارت نہیں ہے' جس کو فقہاء احناف نے نقل کیا ہے' البتہ شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ نے اس طرح لکھا ہے:

ہشام نے امام محمد رحمہ اللہ سے یہ نقل کیا ہے کہ جب محرم کو جوتے نہ ملیں تو وہ اپنے موزوں کو ''کعبین'' کے نیچے سے کاٹ دے تاکہ وہ موزے جوتوں کے حکم میں ہو جائیں اور ہشام نے امام محمد کی طرف سے یہ تفسیر کی ہے کہ اس جگہ ''کعب'' سے مراد وہ جوڑ ہے جو وسط قدم میں تسمہ باندھنے کی جگہ پر ہوتا ہے' اسی وجہ سے ہمارے متاخرین مشائخ نے کہا ہے کہ محرم کے ''المشك'' پہننے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ وہ ''کعب'' کو نہیں چھپاتا تو وہ جوتوں کے حکم میں ہے۔(المبسوط ج ۴ ص ۱۳۹ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

ہشام کی یہ تفسیر اس لیے غلط ہے کہ وسط قدم میں کوئی جوڑ نہیں ہے' انسان کے قدم یا پیر کا عضو ایک سیدھا اور سپاٹ جسم ہے' اس

میں کوئی جوڑ نہیں ہے جوڑ صرف پیر کی دونوں جانبوں میں ہے جہاں پنڈلی ختم ہوتی ہے اور اس کی دونوں جانبوں میں ٹخنے ہیں اور یہی ''کعبین'' کا مصداق ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ شمس الائمہ سرخسی کا جو قدیم نسخہ ہمارے پاس ہے اس میں ہشام کی منقولہ عبارت نہیں ہے اس کی عبارت اس طرح ہے:

امام محمد نے کہا: محرم نہ قباء (اچکن) پہنے نہ قمیص نہ شلوار نہ ٹوپی کیونکہ حضرت ابن عمر نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ محرم نہ قباء پہنے نہ قمیص نہ شلوار اور نہ ٹوپی اور نہ موزے البتہ اگر اس کو جوتے نہ ملیں تو وہ موزوں کو ''کعبین'' (ٹخنوں) کے نیچے سے کاٹ دے۔ (المبسوط ج ۴ ص ۷ دار المعرفہ بیروت ۱۳۹۸ھ)

محرم کے لیے چمڑے اور ریگزین کی چپل پہننے کا جواز

ہم اس مسئلہ کی گہرائی اور گیرائی میں اس لیے گئے ہیں کہ ہمارے زمانہ میں ناواقف عوام میں یہ مسئلہ مشہور ہو گیا ہے کہ مُحرم کے لیے اسفنج یا ربڑ کی ایسی چپل پہننا ضروری ہے جس میں پیر کی پوری پشت کھلی رہتی ہے اور چمڑے یا ریگزین کی ایسی چپل یا ایسا جوتا پہننا جائز نہیں ہے جس میں پیر کی پشت ڈھکی ہوئی ہو خواہ ٹخنے کھلے ہوئے ہوں جب کہ ایسی چپل یا ایسے جوتے پہننا بالکل جائز ہیں جیسا کہ ہماری تفصیل اور تحقیق سے ظاہر ہو چکا ہے۔

* ہم نے شرح صحیح مسلم: ۲۶۸۹ ج ۳ ص ۲۴۶ میں بھی یہ مسئلہ لکھا تھا لیکن وہاں اختصار سے صرف چار سطریں لکھی تھیں جب کہ یہاں ''نعمۃ الباری'' میں اس مسئلہ کو بالکل ''الم نشرح'' کر دیا ہے۔ الحمد للّٰہ علٰی ذلك.

اس اعتراض کا جواب کہ آپ سے سوال کیا گیا کہ مُحرم کیا پہنے؟ تو آپ نے جواب میں وہ کپڑے ذکر کیے جن کا پہننا ان کے لیے جائز نہیں

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ایک شخص نے آپ سے سوال کیا کہ مُحرم کیا پہنے؟ تو آپ نے جواب میں ان کپڑوں کا ذکر فرمایا جن کا پہننا محرم کے لیے جائز نہیں ہے بہ ظاہر جواب یہ ہونا چاہیے تھا کہ محرم فلاں فلاں کپڑے پہنے تو اس خلاف ظاہر جواب کی کیا توجیہ ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اس خلاف ظاہر جواب کے حسب ذیل فوائد اور حکمتیں ہیں:

(۱) محرم کے لیے جن کپڑوں کا پہننا ناجائز ہے وہ منحصر اور منضبط ہیں اور جن کپڑوں کا پہننا اس کے لیے جائز ہے وہ غیر منضبط اور غیر منحصر ہیں۔

(۲) اصل اشیاء میں اباحت ہے مُحرم کے لیے جن کپڑوں کا پہننا ناجائز تھا ان کو آپ نے بتا دیا تا کہ معلوم ہو جائے کہ ان کے ماسوا کپڑوں کا پہننا جائز ہے۔

(۳) اگر بالفرض آپ یہ فرماتے کہ مُحرم فلاں فلاں کپڑے پہنے تو ہو سکتا تھا کہ کوئی شخص مفہوم مخالف سے یہ سمجھ لیتا کہ غیر محرم ان کپڑوں کے علاوہ کپڑوں کو نہیں پہن سکتا۔

(۴) آپ نے اس جواب سے یہ تنبیہ فرمائی ہے کہ دراصل سائل کو چاہیے تھا کہ وہ یہ پوچھتا کہ محرم کون سا لباس نہیں پہن سکتا اور اس کے لیے کون سا لباس پہننا حرام ہے کیونکہ حرام سے بچنا زیادہ اہم ہے باقی رہا جواز تو اس کا جاننا زیادہ اہم نہیں ہے کیونکہ وہ قیاس سے بھی معلوم ہو سکتا ہے۔

(۵) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جن جزوی ملبوسات کو پہننے سے منع فرمایا ہے وہ اپنے ضمن میں کلیات کے حامل ہیں مثلاً آپ نے قمیص اور شلوار

کو پہننے سے منع فرمایا' اس سے یہ کلیہ نکلتا ہے کہ محرم کے لیے سلا ہوا کوئی کپڑا پہننا جائز نہیں ہے' شلوار کے لفظ سے اس پر متنبہ فرمایا کہ شرم گاہ کو چھپانے کے لیے کوئی سلا ہوا کپڑا پہننا جائز نہیں' عمامہ اور ٹوپی کے لفظ سے اس پر متنبہ فرمایا کہ احرام میں سر کو ڈھانپنا جائز نہیں' خواہ سلے ہوئے کپڑے سے' خواہ اَن سلے کپڑے سے اور موزوں کے ذکر سے پیروں کو ڈھانپنے کی حدود کا ذکر فرمایا اور زعفران اور ورس کے ذکر سے یہ بتایا کہ محرم کے لیے کسی قسم کی خوشبو لگانا جائز نہیں اور آپ نے مذکر کے صیغے ذکر فرمائے' اس میں یہ تنبیہ فرمائی کہ لباس کے یہ احکام خصوصاً مردوں کے لیے ہیں' عورت کے لیے اپنے تمام جسم کو چھپانا جائز ہے' خواہ لباس سلا ہوا ہو یا ان سلا البتہ اس کے لیے منہ کو ڈھانپنا حرام ہے۔

(۶) احرام میں آپ نے جس قسم کے لباس سے منع فرمایا ہے' اس میں یہ حکمت ہے کہ محرم کو خوش نما لباس سے احتراز کرنا چاہیے اور سادہ لباس میں رہنا چاہیے' ممنوع کاموں سے پرہیز کرنا چاہیے اور عبادت میں دل لگانا چاہیے اور کفن کے مشابہ لباس پہنے' تاکہ اس کو موت اور آخرت کی یاد آتی رہے اور خوشبو سے منع کرنے کی حکمت یہ ہے' تاکہ وہ دنیا کی زینت اور دنیا کی مرغوبات سے دور رہے۔

موزوں کو نیچے سے کاٹے بغیر پہننے میں مذاہب ائمہ

اس حدیث میں اس شخص کو موزے پہننے کی اجازت دی ہے' جس کو جوتے نہ ملیں' لیکن اس کے لیے شرط یہ ہے کہ موزوں کو ٹخنوں کے نیچے سے کاٹ دے' ائمہ ثلاثہ کا یہی مذہب ہے' اس کے برخلاف امام احمد کا یہ مسلک ہے کہ محرم ٹخنوں کے نیچے سے موزوں کو کاٹے بغیر بھی ان کو پہن سکتا ہے' ان کا استدلال ان احادیث سے ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خطبہ میں یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس محرم کو تہ بند نہ ملے' وہ شلوار پہن لے اور جس کو جوتے نہ ملیں' وہ موزے پہن لے۔

(صحیح البخاری: ۱۸۴۰' صحیح مسلم: ۱۱۷۸' الرقم المسلسل: ۲۷۴۸' سنن ترمذی: ۸۳۴' سنن نسائی: ۲۶۷۱' سنن ابن ماجہ: ۲۹۳۱)

اس سلسلہ میں دوسری حدیث یہ ہے:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو جوتے نہ ملیں' وہ موزے پہن لے اور جس شخص کو تہ بند نہ ملے' وہ شلوار پہن لے۔ (صحیح مسلم: ۱۱۷۹' الرقم المسلسل: ۲۷۵۱)

چونکہ ان احادیث میں موزوں کو کاٹنے کی شرط نہیں ہے' اس لیے امام احمد نے کہا ہے کہ موزوں کو کاٹے بغیر بھی پہننا جائز ہے' اور ان کے اصحاب یہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر کی جس حدیث میں موزوں کو کاٹنے کا حکم دیا ہے' وہ ان احادیث سے منسوخ ہے اور ان کا زعم یہ ہے کہ موزوں کو کاٹنا مال کو ضائع کرنا ہے۔

امام مالک' امام شافعی' امام ابوحنیفہ اور جمہور فقہاء کا مسلک یہ ہے کہ موزوں کو ٹخنوں کے نیچے سے کاٹے بغیر ان کا پہننا جائز نہیں ہے اور حضرت ابن عباس اور حضرت جابر کی احادیث جو مطلق ہیں' ان کو ان احادیث پر محمول کرنا واجب ہے' جن میں موزوں کو کاٹنے کا حکم دیا ہے' کیونکہ مطلق کو مقید پر محمول کر دیا جاتا ہے اور ثقہ راوی کی حدیث میں جو الفاظ زائد ہوں' ان کو قبول کر لیا جاتا ہے' اور ان کا موزوں کے کاٹنے کو مال کا ضائع کرنا قرار دینا صحیح نہیں ہے' کیونکہ رسول اللہ کے حکم کی تعمیل میں جو کام کیا جائے' اس کو تضییع مال کہنا جائز نہیں ہے۔

امام مالک اور امام شافعی یہ کہتے ہیں کہ جس نے ضرورت کی بناء پر موزے پہنے' اس پر فدیہ واجب نہیں ہے کیونکہ اگر اس پر فدیہ

واجب ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بتا دیتے' اور امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں: اس پر فدیہ واجب ہے' جیسے اس محرم پر فدیہ واجب ہوتا ہے' جو سر میں جوؤں کے عذر کی وجہ سے سر منڈائے۔

حضرت جابر اور حضرت ابن عباس کی حدیثوں میں یہ بھی مذکور ہے کہ جس کو تہ بند نہ ملے' وہ شلوار پہن سکتا ہے' امام شافعی اور جمہور کا یہی مسلک ہے' البتہ امام مالک اس کو منع کرتے ہیں کیونکہ حضرت ابن عمر کی حدیث میں اس کا ذکر نہیں ہے اور صحیح یہ ہے کہ عذر کی حالت میں محرم شلوار پہن سکتا ہے۔ (شرح مسلم للنووی مع صحیح مسلم ج ۵ ص ۳۱۶۷-۳۱۶۷ ملخصاً' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

علامہ بدرالدین عینی فرماتے ہیں: امام ابوحنیفہ کا بھی یہی مسلک ہے کہ جس محرم کو تہ بند نہ ملے' وہ شلوار پہن سکتا ہے' لیکن امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس شخص کو فدیہ دینا ہوگا۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۳۳۸)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۲۶۸۷۔ ج ۳ ص ۲۳۷ پر ہے' اس کی شرح میں مذاہب اربعہ میں احرام کی کیفیت کا بیان ہے۔

''کتاب العلم'' کا اختتام

صحیح البخاری: ۱۳۴ پر ''کتاب العلم'' ختم ہوگئی' ''کتاب العلم'' میں ۱۰۲' احادیث اور ۱۸' متابعات اور تعلیقات وغیرہ ہیں اور اس میں ۱۶ مکرر احادیث ہیں اور ان میں ۱۶' احادیث ایسی ہیں' جن کو امام مسلم نے روایت نہیں کیا اور اس میں ۲۲ صحابہ کے آثار ہیں۔

ابن رشد نے کہا ہے کہ امام بخاری نے ''کتاب العلم'' کو اس باب پر ختم کیا ہے: **''باب من اجاب السائل باکثر مما سئل عنه''** جس نے سائل کے سوال سے زیادہ جواب دیئے' اس میں یہ اشارہ ہے کہ امام بخاری خیر خواہی کے جذبہ اور نیت صحیحہ پر اعتماد کرتے ہوئے انتہا پر پہنچ گئے ہیں اور اس سے کچھ پہلے انہوں نے یہ باب ذکر کیا تھا: **''من خص بالعلم قوما دون قوم کراهية ان لا يفهموا''** جس نے علم کی بات کسی ایک قوم کو بتائی' نہ کہ دوسروں کو ان کی نا سمجھی کو ناپسند کرتے ہوئے' تو امام بخاری نے بھی ایسا کیا ہے اور بعض مقامات پر اس وجہ سے ان احادیث کو روایت نہیں کیا' جو ان کے نزدیک صحیح الاسناد تھیں۔

(فتح الباری ج ۱ ص ۶۷۷ ملخصاً' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

آج ۷ ربیع الثانی ۱۴۲۷ھ/ ۶ مئی ۲۰۰۶ء بروز ہفتہ ''صحیح البخاری'' کی ''کتاب العلم'' کی شرح مکمل ہوگئی۔ **الحمدلله حمدا کثیرا طیباً مبارکا فیه کما یحب ربنا و یرضی۔** الٰہ العٰلمین! ''صحیح البخاری'' کی باقی کتب کی شرح بھی مکمل فرما دے!

ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم○ ربنا واجعلنا مسلمين لك وتب علينا انك انت التواب الرحيم○

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

٤- كِتَابُ الْوُضُوْءِ [اَلطَّهَارَةِ]

وضوء کا بیان

ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ امام بخاری نے اپنی کتاب کو''باب الوحی'' سے شروع کیا' پھر''کتاب الایمان'' کو ذکر کیا' اس کے بعد''کتاب العلم'' کو ذکر کیا اور اب اس کے بعد''کتاب الوضوء'' کو ذکر کیا' صحیح البخاری کے بعض نسخوں میں''کتاب الوضوء'' کے بجائے''کتاب الطهارة'' لکھا ہوا ہے۔ کیونکہ طہارت زیادہ اعم لفظ ہے وضو' غسل اور تیمم سب کو شامل ہے اور طہارت کا معنی نجاست کو زائل کرنا ہے' خواہ نجاست حقیقی اور حسی ہو یا حکمی ہو' اس لیے''کتاب الوضوء'' کے بجائے''کتاب الطهارة'' زیادہ موزوں لفظ ہے۔

''وضوء'' کا لغوی اور شرعی معنی

''الوضوء''''الوضاءة'' سے ماخوذ ہے' اس کا معنی حسن اور صفائی ہے' اگر یہ لفظ''وَضوء'' ہو تو اس کا معنی وہ پانی ہے' جس سے وضو کیا جائے' اور اگر یہ لفظ''وُضوء'' ہو تو اس کا معنی وضو کرنے کا فعل ہے''طَهور'' اور''طُهور'' کے بھی اسی طرح دو معنی ہیں''وضوء'' کا شرعی معنی عنقریب وضوء کی احادیث سے معلوم ہو جائے گا اور اس آیت (المائدہ:٦) سے جس کو امام بخاری باب:١ کے عنوان میں ذکر کر رہے ہیں۔

١ - بَابُ مَاجَاءَ فِي الْوُضُوْءِ

وضوء کے متعلق جو احادیث وارد ہیں

وَقَوْلُ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ﴾ (المائدہ:٦).

اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد:''جب تم نماز کے قیام (کا ارادہ کرو) تو تم اپنے چہروں کو دھوؤ اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں سمیت اور اپنے سروں پر مسح کرو اور اپنے پیروں کو ٹخنوں سمیت دھوؤO'' (المائدہ:٦)۔

''صلٰوۃ'' کا لغوی اور شرعی معنی

امام بخاری نے''کتاب الوضوء'' کو اس آیت سے اس لیے شروع کیا ہے کہ وضوء کے مسائل کو مستنبط کرنے میں اصل یہ آیت ہے اور قرآن مجید کی آیت سے افتتاح کر کے تبرک حاصل کرنا بھی مقصود ہے۔

اس آیت میں''صلٰوۃ'' کا لفظ ہے' یہ لفظ''صلا'' سے بنا ہے' جس کا معنی وہ ہڈی ہے' جس پر دو کولہے ہیں' کیونکہ نماز کے رکوع اور سجود میں نمازی کے دونوں کولہے ہلتے ہیں' اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ''صلٰوۃ'' کا معنی دعا ہے اور نماز کے آخر میں دعا ہوتی ہے' اس لیے اس کو''صلٰوۃ'' کہتے ہیں اور''صلٰوۃ'' نبی ﷺ پر درود پڑھنے کو بھی کہتے ہیں اور نماز کے آخری تشہد میں آپ پر درود

پڑھا جاتا ہے اس لیے نماز کو "صلوٰۃ" کہتے ہیں اور "صلوٰۃ" کا شرعی معنی عبادت کے افعال مخصوصہ اور اذکار معلومہ ہیں اس آیت میں چہروں کو دھونے اور ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھونے اور سروں پر مسح کرنے کا حکم ہے مسح کا معنی ہے: گیلا ہاتھ پھیرنا اور اس آیت میں ٹخنوں تک پیروں کو دھونے کا حکم ہے "الکعبین" کا معنی ٹخنے ہیں جس کی تفصیل اور تحقیق البخاری: ۱۳۴ میں گزر چکی ہے اور یہی وضوء کا شرعی معنی ہے۔

اس اعتراض کا جواب کہ آیت وضوء سے بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ نماز میں قیام کے بعد وضوء کیا جائے

بہ ظاہر اس آیت کا معنی ہے: جب تم نماز میں قیام کا ارادہ کرو تو وضوء کرو جب کہ نماز میں قیام سے پہلے وضوء کیا جاتا ہے اس لیے یہاں پر مراد یہ ہے کہ جب تم نماز میں قیام کا ارادہ کرو تو وضوء کرو اس پر پھر اعتراض ہوگا کہ اگر نمازی نے پہلے سے وضوء کیا ہو تو کیا پھر بھی اس پر وضوء کرنا واجب ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں مراد ہے: جب تم بے وضوء ہو اور نماز میں قیام کا ارادہ کرو تو پھر وضوء کرو۔ اس کی نظیر یہ آیت ہے:

فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○ (النحل:۹۸)

پس جب تم قرآن پڑھو تو شیطان مردود سے اللہ کی پناہ طلب کرو ○

بہ ظاہر اس کا معنی یہ ہے کہ جب تم قرآن پڑھ چکو تو پھر "اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم" پڑھو حالانکہ تعوذ کو قرآن مجید کی تلاوت سے پہلے پڑھنا چاہیے اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں مراد یہ ہے کہ جب تم قرآن کریم پڑھنے کا ارادہ کرو تو پھر تعوذ پڑھو۔

اس اعتراض کا جواب کہ وضوء کا معروف اور مسنون طریقہ آیت وضوء کے خلاف ہے

ایک اور اعتراض یہ ہے کہ اس آیت میں پہلے چہروں کو دھونے کا حکم ہے حالانکہ وضوء کا معروف اور مسنون طریقہ یہ ہے کہ پہلے ہاتھ دھوئے جائیں پھر کلی کی جائے پھر ناک میں پانی ڈالا جائے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت سے مراد یہ ہے کہ پاک پانی سے وضوء کیا جائے اور پانی کے پاک ہونے کا تین اوصاف سے پتا چلتا ہے پانی میں نجاست کا رنگ نہ ہو اور اس میں نجاست کا ذائقہ نہ ہو اور اس میں نجاست کی بُو نہ ہو جب پانی سے ہاتھ دھوئے تو معلوم ہو گیا اس میں نجاست کا رنگ نہیں ہے جب کلی کی تو معلوم ہو گیا کہ اس میں نجاست کا ذائقہ نہیں ہے اور جب ناک میں پانی ڈالا تو معلوم ہو گیا کہ اس میں نجاست کی بو نہیں ہے اور جب پانی کے اوصاف ثلاثہ سے اس کی طہارت کا یقین حاصل ہو گیا تو پھر وضوء کرنا شروع کر دیا۔

امام بخاری فرماتے ہیں:

قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ وَ بَيَّنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ فَرْضَ الْوُضُوْءِ مَرَّةً مَرَّةً وَتَوَضَّاَ اَيْضًا مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ وَثَلَاثًا ثَلَاثًا وَلَمْ يَزِدْ عَلٰى ثَلَاثٍ وَكَرِهَ اَهْلُ الْعِلْمِ الْاِسْرَافَ فِيْهِ وَاَنْ يُّجَاوِزُوْا فِعْلَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام ابو عبد اللہ نے کہا: اور نبی ﷺ نے یہ بیان کیا ہے کہ وضوء کا فرض ایک ایک بار دھونا ہے اور آپ نے دو دو بار بھی دھویا ہے اور تین تین بار بھی اور تین بار سے زیادہ نہیں دھویا اور اہل علم نے وضوء میں اسراف کو مکروہ کہا ہے اور نبی ﷺ کے فعل سے تجاوز کرنے کو بھی مکروہ کہا ہے۔

یہاں امام بخاری نے ایک ایک بار دو دو بار اور تین تین بار دھونے کے متعلق احادیث معلقہ ذکر کی ہیں اس کے بعد ان کے متعلق احادیث موصولہ بھی ذکر کی ہیں البخاری: ۱۵۷ میں ایک ایک بار دھونے کی حدیث ہے البخاری: ۱۵۸ میں دو دو بار دھونے کی حدیث ہے اور البخاری: ۱۵۹ میں تین تین بار دھونے کی حدیث ہے۔

''وضـو''میں اسراف کرنے کو امام بخاری نے مکروہ کہا ہے' اس سے مراد مکروہ تنزیہی ہے' مکروہ تحریمی نہیں ہے' امام احمد نے تین بار سے زیادہ دھونے کو ناجائز کہا ہے اور ابن المبارک نے کہا: مجھے خطرہ ہے کہ وہ شخص گناہ گار ہو گا۔

اعضاء وضوء کو تین تین بار سے زیادہ دھونے کی کراہت کی دلیل

تین بار سے زیادہ دھونا' اس حدیث کی وجہ سے مکروہ ہے:

عمرو بن شعیب اپنے والد (عبداللہ بن عمرو) سے' اپنے دادا (عمرو بن العاص) سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے کہا: یارسول اللہ! وضوء کس طرح ہوتا ہے' آپ نے ایک پانی کا برتن منگایا' پھر اس میں سے پانی لے کر تین مرتبہ اپنے ہاتھوں کو دھویا' پھر تین مرتبہ اپنے چہرے کو دھویا' پھر تین مرتبہ اپنی کلائیوں کو دھویا' پھر اپنے سر کا مسح کیا' پھر شہادت کی دو انگلیوں کو اپنے کانوں میں داخل کیا' پھر اپنے انگوٹھوں سے اپنی کانوں کے ظاہر پر مسح کیا اور شہادت کی دو انگلیوں سے کانوں کے باطن پر مسح کیا' پھر اپنے دونوں پیروں کو تین تین بار دھویا' پھر فرمایا: اس طرح وضوء ہوتا ہے' جس نے اس پر زیادتی کی یا اس سے کمی کی تو اس نے برا کام کیا اور ظلم کیا۔ (سنن ابوداؤد: ۱۳۵' سنن نسائی: ۱۴۰' سنن ابن ماجہ: ۴۲۲' مسند احمد ج ۲ ص ۱۸۰)

آپ نے تین دفعہ سے کم دھونے یا تین دفعہ سے زیادہ دھونے کو جو برا کام اور ظلم فرمایا ہے' یہ اس شخص کے لیے ہے' جو تین دفعہ دھونے کو صحیح اور سنت نہ سمجھے اور جو شخص تین دفعہ سے کم ایک بار یا دو بار دھوئے اور اس کی یہ نیت ہو کہ آپ نے بھی ایک ایک بار اور دو دو بار دھویا ہے تو وہ اس وعید میں داخل نہیں ہے' اسی طرح جو شخص اپنا شک دور کرنے کے لیے یا زیادہ صفائی حاصل کرنے کے لیے یا ٹھنڈک حاصل کرنے کے لیے تین تین بار سے زیادہ دھوئے' وہ بھی اس وعید میں داخل نہیں ہے۔

(فتح القدیر ج ۱ ص ۳۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

٢- بَابٌ لَا تُقْبَلُ صَلٰوةٌ بِغَيْرِ طُهُوْرٍ — بغیر طہارت کے نماز قبول نہیں ہوتی

اس عنوان میں طہارت سے مراد عام ہے' جو غسل اور وضوء دونوں کو شامل ہے' اس باب کو بعد کے ابواب پر اس لیے مقدم کیا ہے کہ یہ کتاب وضوء اور غسل کے احکام میں ہے اور نماز ان میں سے کسی ایک کے بغیر مقبول نہیں ہوتی۔ اس عنوان کی صحت پر دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بغیر طہارت کے نماز قبول نہیں ہوتی اور نہ خیانت کے مال سے صدقہ قبول ہوتا ہے۔ (صحیح مسلم: ۲۲۴' الرقم المسلسل: ۵۲۴' سنن ترمذی: ۱' سنن ابن ماجہ: ۲۷۲' مسند احمد ج ۲ ص ۱۹)

١٣٥- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُقْبَلُ صَلٰوةُ مَنْ أَحْدَثَ حَتّٰى يَتَوَضَّأَ قَالَ رَجُلٌ مِّنْ حَضْرَمَوْتَ مَا الْحَدَثُ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ؟ قَالَ فُسَاءٌ أَوْ ضُرَاطٌ. [طرف الحدیث: ٦٩٥٤]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن ابراہیم الحنظلی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی' از ہمام بن منبہ' بے شک انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس آدمی نے وضوء توڑ دیا' اس کی نماز اس وقت تک قبول نہیں ہو گی جب تک کہ وہ وضوء نہ کر لے' حضرموت کے ایک شخص نے کہا: اے ابوہریرہ! حدث کیا ہے؟ انہوں نے کہا: بغیر آواز کے ہوا کا خارج ہونا یا آواز سے ہوا کا خارج ہونا۔

(صحیح مسلم:٢٢٥ الرقم المسلسل:٢٥٢٦ سنن ابوداؤد:٦٠ سنن ترمذی:٧٦ سنن ابن ماجہ:٥١٥ صحیح ابن خزیمہ:٢٧ سنن بیہقی ج ١ ص ١١٧۔١٢٠ مسند احمد ج ٢ ص ٤١٠ طبع قدیم مسند احمد:١٣-٩٣ ج ١٥ ص ١٨٠ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ کلیۃً مطابقت نہیں ہے کیونکہ باب کا عنوان عام ہے: طہارت کے بغیر نماز قبول نہیں ہوتی اور حدیث خاص ہے کہ وضوء کے بغیر نماز قبول نہیں ہوتی۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں اوران سب کا تعارف ہو چکا ہے اوران کی احادیث کو ائمہ ستہ نے روایت کیا ہے ماسوا اسحٰق بن راھویہ کے کیونکہ امام ابن ماجہ نے ان کی احادیث کو روایت نہیں کیا' اسحاق بن ابراہیم الحنظلی' اسحاق بن راھویہ کے نام سے مشہور ہیں اور عبدالرزاق بن ھمام ہیں اور معمر بن راشد ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ٢ ص ٣٧٠)

''اَحْدَثَ' حَضْرَمَوْت' فُسَاءٌ'' اور ''ضُرَاطٌ'' کے معانی

اس حدیث میں ''احدث'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: جس شخص نے اپنا وضوء توڑ دیا۔

''حضرموت'' یہ یمن کے ایک شہر یا اس کے ایک قبیلہ کا نام ہے' یہ اصل میں دو نام تھے' جن کو ملا کر ایک نام بنا دیا گیا۔

''فساء او ضراط'' یہ دونوں اس معنی میں مشترک ہیں کہ جو ہوا دبر سے خارج ہو' اگر وہ ہوا بغیر آواز کے ہو تو اس کو ''فساء'' کہتے ہیں اور اگر وہ ہوا آواز کے ساتھ خارج ہو تو اس کو ''ضراط'' کہتے ہیں۔

اس اعتراض کا جواب کہ حضرت ابوہریرہ نے صرف ہوا خارج ہونے کو وضوء ٹوٹنے کا سبب بیان کیا ہے' حالانکہ وضوء ٹوٹنے کے اور بھی اسباب ہیں

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری المالکی القرطبی المتوفی ٤٤٩ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث پر یہ اعتراض ہے کہ حضرت ابوہریرہ نے وضوء ٹوٹنے کے صرف دو سبب بیان کیے ہیں' حالانکہ وضوء ٹوٹنے کے اور بھی اسباب ہیں: پیشاب اور پاخانہ کرنے' مذی اور ودی کے نکلنے' مباشرت کرنے' ٹیک لگا کر سونے اور خون نکلنے سے بھی وضوء ٹوٹ جاتا ہے اور امام شافعی کے نزدیک عورت کو چھونے اور مسِ ذکر سے بھی وضوء ٹوٹ جاتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہ نے وضوء ٹوٹنے کا وہ سبب بیان کیا ہے' جو سبب غالب ہے اور جس کا اکثر وقوع ہوتا ہے۔

(شرح ابن بطال ج ١ ص ٢١٤' دارالکتب العلمیہ بیروت' ١٤٢٤ھ)

نمازِ جنازہ' نمازِ عید اور سجدۂ تلاوت کے لیے وضوء کرنے کا وجوب

اس حدیث میں مذکور ہے کہ جس نے وضوء توڑ دیا' اس کی نماز قبول نہیں ہوگی' حتیٰ کہ وہ وضوء کرے۔

اس سے معلوم ہوا کہ تمام نمازوں کے لیے وضوء کرنا ضروری ہے اور اس میں نمازِ جنازہ اور نمازِ عیدین وغیرہما داخل ہیں' شعبی اور محمد بن جریر طبری نے کہا ہے کہ نمازِ جنازہ بغیر وضوء کے پڑھنا جائز ہے' ان کا یہ قول باطل ہے کیونکہ ان کا یہ قول اس باب کی حدیث اور اجماع کے خلاف ہے' فقہاء شافعیہ نے کہا ہے کہ اگر کسی شخص نے عمداً بغیر عذر کے بے وضوء نماز پڑھی تو وہ گنہ گار ہوگا' کافر نہیں ہوگا اور امام ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ وہ کافر ہو جائے گا' کیونکہ اس نے نماز کو کھیل بنا لیا۔

شیخ علی بن احمد بن سعید بن حزم اندلسی متوفی ٤٥٦ ھ نے کہا ہے کہ سجدۂ تلاوت نماز نہیں ہے' اس لیے بغیر وضوء کے سجدۂ تلاوت کرنا جائز ہے' اسی طرح جنبی اور حائض کے لیے بھی سجدۂ تلاوت ادا کرنا جائز ہے اور اس میں قبلہ کی طرف منہ کرنا بھی شرط نہیں

ہے۔(المحلی بالآثار ج ۱ ص ۷۹ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

اسی طرح مشہور غیر مقلد عالم شیخ محمد بن علی بن محمد شوکانی متوفی ۱۲۵۵ھ نے بھی لکھا ہے:

سجدۂ تلاوت کی احادیث میں کوئی ایسی حدیث نہیں ہے جو اس پر دلالت کرے کہ سجدۂ تلاوت کرنے والے کو با وضوء ہونا چاہیے۔(نیل الاوطار ج ۲ ص ۳۸۰ دار الوفاء ۱۴۲۱ھ)

ہمارے نزدیک یہ دونوں قول باطل ہیں سجدۂ تلاوت ادا کرنے کے لیے بھی باوضوء ہونا ضروری ہے حدیث میں ہے:

عن ابن عمر لا یسجد الرجل الا وھو طاھر. حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ کوئی شخص بغیر وضوء کے سجدہ نہ کرے۔

(السنن الکبریٰ ج ۲ ص ۳۲۵ مطبوعہ ملتان)

امام ابن ابی شیبہ نے حماد اور سعید بن جبیر سے روایت کیا ہے کہ جب جنبی شخص آیت سجدہ کو سنے تو غسل کرے اس کے بعد سجدہ کرے۔(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۳ ادارۃ القرآن کراچی ۱۴۰۶ھ)

* اس مسئلہ کو ہم نے زیادہ تفصیل اور تحقیق سے تبیان القرآن ج ۱۱ ص ۶۹۶۔ ۶۹۴ الواقعہ: ۷۹ میں لکھا ہے۔

نماز کے دوران ازخود وضوء ٹوٹ جائے تو دوبارہ وضوء کر کے اسی نماز پر بناء کر سکتا ہے یا نہیں؟

علامہ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وضوء ٹوٹنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے خواہ وضوء ٹوٹنا اختیاری ہو یا اضطراری۔

(فتح الباری ج ۱ ص ۶۸۰ دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

دراصل علامہ ابن حجر نے یہ فقہاء احناف پر تعریض کی ہے کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ اگر نماز میں انسان کا وضوء ازخود بلا قصد ٹوٹ گیا تو اس کی نماز باطل نہیں ہوگی وہ دوبارہ وضوء کر کے اسی نماز پر بنا کر سکتا ہے۔

علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر المرغینانی المتوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

جس شخص کا نماز میں وضوء ٹوٹ جائے وہ واپس جائے اگر امام ہے تو کسی کو خلیفہ بنا دے اور وضوء کرے اور اسی نماز پر بناء کرے اور قیاس یہ ہے کہ دوبارہ نماز پڑھے اور یہی امام شافعی کا قول ہے کیونکہ وضوء ٹوٹنا نماز کے منافی ہے اور وضوء کے لیے چل کر جانا اور قبلہ سے منحرف ہونا نماز کو فاسد کر دیتے ہیں لہٰذا یہ عمداً وضوء توڑنے کے مشابہ ہو گیا۔(ہدایہ اولین ص ۱۲۸ مکتبہ شرکت علمیہ ملتان)

ہمارا استدلال درج ذیل احادیث سے ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو (نماز میں) قے آ جائے یا نکسیر آ جائے یا مذی نکل آئے تو وہ واپس جائے اور وضوء کرے پھر اس کی جو نماز گزر چکی ہے اس نماز پر بناء کرے اور وہ اس درمیان میں بات نہ کرے۔(سنن ابن ماجہ: ۱۲۲۱ سنن دارقطنی: ۵۵۴ کامل ابن عدی ج ۱ ص ۲۹۶)

ابن جریج اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جب تم میں سے کسی شخص کو نماز میں قے آ جائے یا تھوڑی سی قے ہو تو وہ لوٹ جائے اور وضوء کرے اور اپنی نماز پر بناء کرے جب تک اس نے کلام نہ کیا ہو۔

(سنن دارقطنی: ۵۵۵ سنن بیہقی ج ۱ ص ۱۴۲ سنن دارقطنی: ۵۶۰)

ابن جریج اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کسی شخص کو قے آ جائے یا تھوڑی سی قے یا اس کی مذی نکل آئے اور وہ نماز میں ہو تو وہ واپس جائے اور وضوء کرے پھر واپس آ کر اپنی نماز پر بناء کرے جب تک اس نے

کلام نہ کیا ہو۔ (سنن دار قطنی: ٥٦١ 'سنن بیہقی ج ١ ص ١٤٣-١٤٢)

ان احادیث سے ظاہر ہو گیا کہ جس شخص نے نماز میں وضوء ٹوٹنے کے بعد دوبارہ وضوء کر کے اسی نماز پر بناء کی ہے' اس کا یہ عمل اس باب کی حدیث کے خلاف نہیں ہے کیونکہ اس نے بہر حال وضوء کر کے نماز پڑھی ہے' اگر چہ قیاس یہ ہے کہ وہ از سرِ نو نماز پڑھے اور اس مسئلہ میں حدیث بھی وارد ہے' اور وہ حدیث یہ ہے:

حضرت علی بن طلق الحنفی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کی نماز میں ہوا خارج ہو جائے تو وہ لوٹ جائے' پھر وضوء کرے اور اپنی نماز کو دہرائے۔ (سنن ابوداؤد: ١٠٠٥ 'سنن ترمذی: ١١٦٤ 'سنن بیہقی ج ٢ ص ٢٥٥ 'شرح السنۃ: ٧٥٣ 'صحیح ابن حبان: ٢٢٣٧ 'سنن دار قطنی: ٥٥٣ 'مسند احمد ج ١ ص ٨٦)

ایک وضوء سے متعدد نمازیں پڑھنے کا جواز

قرآن مجید میں ہے: جب تم میں سے کوئی نماز میں قیام کا ارادہ کرے تو اپنے چہروں کو دھوئے اور ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھوئے (الخ) یعنی مکمل وضوء کرے۔ آیا ہر نماز کے لیے اس پر وضوء کرنا ضروری ہے یا ایک نماز سے کئی نمازیں پڑھ سکتا ہے؟ اس سلسلہ میں یہ حدیث ہے:

سلیمان بن بریدہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتح مکہ کے دن ایک وضوء سے کئی نمازیں پڑھیں اور اپنے موزوں پر مسح کیا' حضرت عمر نے کہا: آج آپ نے وہ کام کیا ہے' جو اس سے پہلے آپ نہیں کرتے تھے' آپ نے فرمایا: اے عمر! میں نے عمداً یہ کام کیا ہے۔ (صحیح مسلم: ٢٧٧ 'الرقم المسلسل: ٦٣٠ 'سنن ابوداؤد: ١٧٢ 'سنن ترمذی: ٦١ 'سنن نسائی: ١٣٣ 'سنن ابن ماجہ: ٥١٠)

شرح صحیح مسلم میں حدیث مذکور کی شرح

باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ٥٤٤ ۔ ج ١ ص ٨٦٣ پر مذکور ہے اور اس کے عنوانات حسب ذیل ہیں:

① موجب طہارت کی تحقیق ② فاقد الطہورین پر نماز کے وجوب میں فقہاء شافعیہ کے اقوال ③ فاقد الطہورین پر نماز کے وجوب میں فقہاء احناف کا نظریہ ④ بلا طہارت نماز پڑھنے والے کو کافر قرار دینے کی تحقیق ⑤ فاسقوں کے لیے زجراً دعا نہ کی جائے ⑥ مال حرام سے استبراء کا طریقہ۔

٣- بَابُ فَضْلِ الْوُضُوْءِ وَالْغُرُّ الْمُحَجَّلُوْنَ مِنْ اٰثَارِ الْوُضُوْءِ

وضوء کی فضیلت اور آثارِ وضوء سے جن مسلمانوں کے چہرے اور ہاتھ پیر سفید اور چمک دار ہوں گے

اس باب کا خلاصہ یہ ہے کہ وضوء کرنے کی وجہ سے وضوء کرنے والے مسلمانوں کو دوسروں پر فضیلت دی جائے گی اور اس باب کی پہلے باب سے مناسبت یہ ہے کہ پہلے باب میں یہ بتایا تھا کہ وضوء کے بغیر نماز جائز نہیں ہے اور اس باب میں وضوء کی فضیلت بیان فرمائی ہے۔

١٣٦- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ خَالِدٍ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِيْ هِلَالٍ، عَنْ نُعَيْمٍ الْمُجْمِرِ قَالَ رَقِيْتُ مَعَ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَلٰى ظَهْرِ الْمَسْجِدِ فَتَوَضَّاَ، فَقَالَ اِنِّيْ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی' از خالد از سعید بن ابی ہلال از نعیم المجمر' انہوں نے کہا: میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسجد کی چھت پر چڑھا' حضرت ابوہریرہ نے وضوء

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ أُمَّتِي يُدْعَوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ غُرًّا مُحَجَّلِينَ مِنْ آثَارِ الْوُضُوءِ فَمَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ أَنْ يُطِيلَ غُرَّتَهُ فَلْيَفْعَلْ. (صحیح مسلم:۲۴۶ الرقم المسلسل:۵۶۸ سنن ابن ماجہ:۴۲۸۲ سنن نسائی:۱۵۰ مسند ابوعوانہ ج۱ ص ۲۴۳ صحیح ابن خزیمہ:۶ ۱۰ مسند احمد ج۲ ص ۳۳۴ طبع قدیم مسند احمد :۸۴۱۳ ج ۱۴ ص ۱۳۶ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

کیا' پھر کہا: بے شک میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: بے شک میری امت کو وضوء کے آثار کی وجہ سے قیامت کے دن ''غُرّ مُحجّل'' (جن کے چہرے اور ہاتھ پیر سفید اور روشن ہوں) کہہ کر پکارا جائے گا' پس تم میں سے جو شخص اپنی سفیدی کو طول دینا چاہے' سو وہ ایسا کرے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں بھی آثارِ وضوء سے غرمحجل ہونے کا ذکر ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) یحییٰ بن بکیر (۲) لیث بن سعد مصری' ان کا تعارف ہو چکا ہے (۳) خالد بن یزید البربری' فقیہ' مفتی تابعی ہیں' ثقہ ہیں' ۱۳۹ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) سعید بن ابی ہلال اللیثی' یہ مصر میں پیدا ہوئے اور مدینہ میں پرورش پائی' پھر ہشام کی خلافت میں دوبارہ مصر لوٹ آئے اور ۱۳۵ھ میں فوت ہو گئے (۵) نعیم بن عبد اللہ المجمر' یہ حضرت ابوہریرہ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہما وغیرہ سے روایت کرتے ہیں' اور ان سے ان کے بیٹے محمد اور امام مالک روایت کرتے ہیں' امام ابوحاتم اور دوسروں نے ان کی توثیق کی ہے' یہ بیس سال حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی مجلس میں رہے ہیں' المجمر ان کے والد کی صفت ہے' اس کا معنی ہے: لوبان کی دھونی دینے والا' یہ مسجد میں لوبان کو سلگا کر اس کی خوشبو پھیلاتے تھے' صحابہ میں بھی نعیم بن عبد اللہ النمام نام کے لوگ تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۳۷۴)

''غرّ محجّل'' کا معنی

اس حدیث میں ''غرّ محجل'' کا لفظ ہے۔ ''غُرّۃ'' اس گھوڑے کو کہتے ہیں' جس کا ماتھا سفید ہو اور ''مُحجّل'' اس گھوڑے کو کہتے ہیں' جس کے تین پیر سفید ہوں' قیامت کے دن وضوء کرنے والے مسلمانوں کے آثارِ وضوء سے ان کے چہرے اور ان کے ہاتھ پیر سفید ہوں گے۔

امت دعوت اور امت اجابت

اس میں آپ نے فرمایا ہے: میری امت غرمحجل ہوگی' آپ کی امت کی دو قسمیں ہیں: امت دعوت اور امت اجابت' امت اجابت وہ لوگ ہیں' جو آپ پر ایمان لائے اور امت دعوت وہ لوگ جن کو آپ نے اسلام کی دعوت دی اور وہ آپ پر ایمان نہیں لائے' یہاں اُمت اجابت کی فضیلت مراد ہے۔

آثارِ وضوء سے چہرے' ہاتھوں اور پاؤں کا سفید ہونا' اس امت کی خصوصیت ہے

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطال البکری المالکی المتوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

ابومحمد اصیلی نے کہا ہے کہ یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ وضوء کرنا آپ کی امت کی خصوصیت ہے' دوسری امتیں وضوء نہیں کرتی تھیں۔ (شرح ابن بطال ج ۱ ص ۲۱۶ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۴ھ)

مصنف کے نزدیک آپ کی امت کی خصوصیت آثارِ وضوء سے غرمحجل ہونا ہے' وضوء کرنا آپ کی امت کی خصوصیت نہیں ہے کیونکہ پہلی امتیں بھی وضوء کرتی تھیں:

حضرت سارہ کو جب ایک کافر بادشاہ نے گرفتار کر لیا اور وہ بُری نیت سے ان کی طرف کھڑا ہوا تو انہوں نے کھڑے ہو کر وضوء

کیا اور نماز پڑھی اور یہ دعا کی: اے اللہ! بے شک میں تجھ پر اور تیرے رسول پر ایمان لائی ہوں اور میں نے اپنے شوہر کے علاوہ اپنی عصمت کی حفاظت کی ہے' سو تو اس کافر کو مجھ پر مسلط نہ کر' پھر اس کافر کا پیر زمین میں دھنس گیا۔

(صحیح البخاری: ٢٢١٧' صحیح مسلم ٢٣٧١' مسند احمد ج ٢ ص ٤٠٣)

بنی اسرائیل کا ایک عابد تھا جریج' اس کو اس کی ماں نے نماز میں آواز دی' وہ سوچنے لگا: ایک طرف ماں بلا رہی ہے' دوسری طرف نماز ہے' وہ نماز میں مشغول رہا۔ ماں نے تین دفعہ آواز دی' وہ نہیں گیا تو ماں نے اس کو بددعا دی: اے اللہ! یہ اس وقت تک نہ مرے جب تک کہ فاحشہ عورت کے فتنہ میں مبتلا نہ ہو جائے' ایک چرواہی نے جریج کو دعوتِ گناہ دی' اس نے انکار کیا' اس نے کسی چرواہے سے اپنی خواہش پوری کر لی اور اس کے ہاں ناجائز بچہ پیدا ہو گیا اور اس نے جُریج پر اس کا الزام لگا دیا' لوگوں نے جریج کو مارا اور اس کا گرجا منہدم کر دیا' جُریج نے وضوء کیا اور نماز پڑھی' پھر اس نوزائیدہ بچے سے کہا: اے لڑکے! تیرا باپ کون ہے؟ اس نومولود بچے نے کہا: میرا باپ چرواہا ہے۔ (صحیح البخاری: ٢٤٨٢' صحیح مسلم: ٢٥٥٠)

ہاتھوں کو کہنیوں سے اوپر اور پیروں کو ٹخنوں سے اوپر دھونے کی ممانعت پر علامہ ابن بطال اور قاضی عیاض کے دلائل

اس حدیث میں ہے: پس تم میں سے جو شخص اپنی سفیدی کو طول دینا چاہے' وہ ایسا کرے۔

علامہ ابن بطال مالکی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ نے حدیث کے اس جملہ کی یہ تاویل کی ہے کہ وضوء کی حد سے زیادہ وضوء کرنا چاہیے' پس وہ آدھی پنڈلیوں تک وضوء کرتے تھے اور آدھے بازو تک وضوء کرتے تھے اور یہ کہتے تھے کہ میں یہ پسند کرتا ہوں کہ میری سفیدی طویل ہو جائے اور اس فعل میں حضرت ابو ہریرہ کی کسی نے موافقت نہیں کی اور تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ وضوء میں اللہ اور رسول کی معین کردہ حدود سے تجاوز نہیں کرنا چاہیے اور رسول اللہ ﷺ فضیلت کے حصول میں تمام لوگوں پر سبقت کرنے والے تھے اور سب سے زیادہ رغبت کرنے والے تھے اور جہاں تک ہمیں معلوم ہے' آپ نے کبھی وضوء کی حدود سے تجاوز نہیں کیا۔

اور حضرت ابو ہریرہ کے خلاف اس آیت میں دلیل ہے:

وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ. (الطلاق:١) اور جس نے اللہ کی حدود سے تجاوز کیا' اس نے اپنی جان پر ظلم کیا۔

عمرو بن شعیب نے اپنے والد سے' اپنے دادا سے یہ روایت کی ہے کہ ایک شخص نے نبی ﷺ سے وضوء کے متعلق سوال کیا تو آپ نے پانی کا برتن منگایا اور تین تین مرتبہ وضوء کیا اور فرمایا: اسی طرح وضوء کرنا چاہیے جس نے اس سے زیادہ بار وضوء کیا' اس نے حد سے تجاوز کیا اور ظلم کیا۔ (سنن ابوداؤد: ١٣٥' سنن نسائی: ١٤٠' سنن ابن ماجہ: ٤٢٢' مسند احمد ج ٢ ص ١٨٠)

اور نبی ﷺ نے جو فرمایا ہے: تم میں سے جو شخص طاقت رکھتا ہو وہ اپنی سفیدی کو لمبا کرے' اس کا محمل یہ ہے کہ تم میں سے جو شخص ہر نماز کے لیے دائماً وضوء کر سکتا ہو تو وہ ایسا کرے کیونکہ اس سے غرہ لمبا ہوتا ہے یعنی اس کا نور قوی ہوتا ہے اور اس کی رونق دگنی چوگنی ہوتی ہے' پس غرہ قیامت کے دن چہرے کے نور سے کنایہ ہے اور طول اور دوام کا معنی متقارب ہے۔

(شرح ابن بطال ج ١ ص ٢١٦' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ھ)

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی اندلسی متوفی ٥٤٤ھ نے بھی وضوء کو لمبا کرنے کی ممانعت پر یہی دلائل دیے ہیں۔

(اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۲ ص ۴۴' دارالوفاء بیروت' ۱۴۱۹ھ)

علامہ ابن بطال اور قاضی عیاض کے دلائل پر علامہ نووی شافعی اور علامہ عینی کا تبصرہ

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن بطال مالکی اور قاضی عیاض مالکی نے جو یہ دعویٰ کیا ہے کہ کہنیوں اور ٹخنوں سے اوپر دھونا مستحب نہیں ہے' سو ان کا یہ دعویٰ باطل ہے اور ان کا یہ دعویٰ کیسے صحیح ہو سکتا ہے جب کہ یہ فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے اور یہی ہمارا مذہب ہے اور ہمارے نزدیک اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے' اور اگر کوئی مخالف اس کی مخالفت کرے تو اس کو ان دلائل سے رد کر دیا جائے گا' اور علامہ ابن بطال اور قاضی عیاض نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ ''جس نے تین دفعہ سے زیادہ دھویا یا کم دھویا تو اس نے بُرا کام کیا اور ظلم کیا'' ان کا یہ استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ اس سے مراد عدد میں زیادتی اور کمی ہے' یعنی تین بار سے زیادہ دھوئے یا تین بار سے کم دھوئے۔ (شرح صحیح مسلم للنووی مع صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۱۸۷' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

علامہ بدرالدین عینی حنفی علامہ ابن بطال پر رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

یہ فعل حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی ثابت ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ اپنی امت کو کیسے پہچانیں گے' جس کو آپ نے نہیں دیکھا؟ فرمایا: وہ وضوء کے آثار سے غرّ محجل ہوں گے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۰)

پھر علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ وضوء کو کتنی مقدار تک لمبا کرنا مستحب ہے' پس کہا گیا ہے کہ ہاتھوں کو کندھوں تک دھوئے اور پیروں کو گھٹنوں تک دھوئے' ایک قول ہے: نصف بازو اور نصف پنڈلی تک دھوئے اور ایک قول اس سے اوپر تک ہے۔ اسی طرح علامہ ابن بطال کا یہ کہنا بھی صحیح نہیں ہے کہ سفیدی کو لمبا کرنے کا معنی اس پر دوام کرنا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲ ص ۳۷۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ ابن بطال اور قاضی عیاض کے دلائل پر مصنف کا تبصرہ

علامہ نووی اور علامہ عینی نے علامہ ابن بطال کی اس دلیل کا جواب نہیں دیا کہ قرآن مجید میں ہے:

وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ. (الطلاق:۱) اور جس نے اللہ کی حدود سے تجاوز کیا' اس نے اپنی جان پر ظلم کیا۔

یعنی بیوی کو طلاق دینے کے لیے ضروری ہے کہ اسے اس طہر میں طلاق دے' جس میں جماع نہ کیا ہو اور دورانِ عدت اس کو گھر سے نہ نکالے' اگر اس نے بیوی کو زمانہ حیض میں طلاق دی یا اس طہر میں طلاق دی' جس میں جماع کر چکا تھا' یا دورانِ عدت اس کو گھر سے نکال دیا تو اس نے اللہ کی حدود سے تجاوز کیا اور اپنے اوپر ظلم کیا یا اس نے تین طلاقیں دینے کے بعد بھی بیوی کو اپنے اوپر حلال سمجھا' پھر بھی اس نے اللہ کی حدود سے تجاوز کیا اور اپنی جان پر ظلم کیا۔

سورۂ طلاق کی یہ آیت کہنیوں اور ٹخنوں سے اوپر ہاتھوں اور پیروں کے دھونے پر صادق نہیں آتی' کیونکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے کہیں یہ نہیں فرمایا کہ ہاتھوں کو دھونے کے لیے کہنیاں حد ہیں' اس کے اوپر نہ دھونا' اور پیروں کو دھونے کے لیے ٹخنے حد ہیں' ان کے اوپر نہ دھونا' بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہنیوں اور ٹخنوں کے اوپر دھونے کی ترغیب دی ہے کہ ''پس تم میں سے جو شخص اپنی سفیدی کو طول دینا چاہے' وہ ایسا کرے''۔

نیز علامہ ابن بطال نے زیر بحث حدیث کا یہ محمل بتایا ہے کہ "تم میں سے جو شخص ہر نماز کے لیے دائماً وضوء کر سکتا ہو تو وہ ایسا کرے" ظاہر ہے' یہ مستحب حکم ہے اور اس محمل کی صورت میں معنی یہ ہوگا کہ جو شخص ہر نماز کے لیے وضوء کر سکتا ہو تو افضل ہے' ورنہ اس کے بغیر بھی درست ہے' حالانکہ وضوء کے بغیر تو نماز جائز ہی نہیں ہے۔

حدیث مذکور کے دیگر مسائل اور فوائد

(۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وضوء کرنے والوں کو قیامت کے دن یہ عزت اور کرامت حاصل ہوگی کہ ان کے چہرے اور ہاتھ پیر سفید اور روشن ہوں گے۔

(۲) قیامت کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی امت کو اس علامت سے پہچان لیں گے اور جس حدیث میں یہ ہے کہ آپ قیامت کے دن مرتدین کو بھی "اصیحابی" (میرے صحابی) فرمائیں گے' اس میں تاویل کرنا واجب ہے کہ آپ بے توجہی سے ایسا فرمائیں گے' یا آپ کا مطلب یہ ہے کہ کیا یہ میرے صحابی ہیں' جن کے چہرے کالے ہیں اور جن کا اعمال نامہ ان کے بائیں ہاتھ میں ہے! یعنی یہ میرے صحابی نہیں ہو سکتے' اور یہ استفہام انکاری ہے۔

(۳) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ چہرے' ہاتھوں اور پیروں کی سفیدی کو لمبا کرنے کے لیے ان کی حدود سے کس قدر زیادہ دھونا مستحب ہے۔

(۴) اس حدیث کی اس پر قطعی دلالت ہے کہ پیروں کو دھونا فرض ہے اور ان پر مسح کرنا کافی نہیں ہے۔

(۵) اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو آخرت میں ہونے والے مغیبات پر مطلع فرمایا ہے۔

(۶) اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی امت کو قیامت کے دن ان خصوصی نعمتوں سے نوازے گا' جو کسی اور امت کو عطا نہیں فرمائیں۔

(۷) اس حدیث میں اس کا بیان ہے کہ مسجد کی چھت پر وضوء کرنا جائز ہے' بعض علماء نے اس کو مکروہ تنزیہی کہا ہے اور بعض نے اس کو بلاکراہت جائز کہا ہے' تاہم مسجد کو تھوک اور ناک کی رطوبت سے منزہ رکھنا چاہیے اور اگر مسجد میں وضوء کرنا پڑے تو وضوء کے غسالہ کے لیے ایک برتن رکھنا چاہیے۔

(۸) بعض علماء نے اس حدیث کے پیش نظر کہا ہے کہ وضوء کرنا اس امت کی خصوصیت ہے' لیکن یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ احادیث صحیحہ میں حضرت سارہ اور بنی اسرائیل کے عابد جریج کے وضوء کرنے کا بھی ذکر ہے' جیسا کہ اس سے پہلے ہم باحوالہ بیان کر چکے ہیں' علامہ ابن بطال نے اس کے خلاف درج ذیل حدیث سے استدلال کیا ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۱ ص ۱۶)

از زید عمی از معاویہ بن قرہ از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پانی منگا کر اس سے ایک ایک بار وضوء کیا' پھر فرمایا: یہ وہ وضوء ہے' جس کے بغیر اللہ تعالیٰ نماز کو قبول نہیں فرماتا' پھر پانی منگا کر دو دو بار وضوء کیا' پھر فرمایا: یہ وہ وضوء ہے جس پر دگنا اجر ملے گا' پھر کچھ دیر کے بعد پانی منگایا اور تین تین بار وضوء کیا' پھر فرمایا: یہ میرا وضوء ہے اور مجھ سے پہلے نبیوں کا وضوء ہے۔ (سنن ابن ماجہ: ۴۲۰' سنن ابوداؤد الطیالسی: ۱۸۱' سنن دارقطنی: ۲۵۳' سنن بیہقی ج ۱ ص ۸۰' المستدرک ج ۱ ص ۵۰' مسند ج ۲ ص ۹۸)

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ آپ سے پہلے نبی بھی وضوء کرتے تھے' اس لیے وضوء کرنا آپ کی امت کی خصوصیت نہیں ہے لیکن اس حدیث کی سند ضعیف ہے' علامہ بوصیری نے کہا ہے کہ یہ حدیث زید عمی سے مروی ہے اور وہ ضعیف ہے اور اس کا بیٹا کذاب ہے اور معاویہ بن قرہ کی حضرت عمر سے ملاقات نہیں ہوئی۔ (زوائد ابن ماجہ ج ۱ ص ۱۷۱)

امام ابن ابی حاتم نے کہا کہ میں نے اپنے والد سے اس حدیث کے متعلق سوال کیا' جس کو عبدالرحیم بن زید العمی نے اپنے والد سے انہوں نے معاویہ بن قرہ سے انہوں نے حضرت ابن عمر سے روایت کیا ہے' جس میں مذکور ہے کہ آپ نے ایک ایک بار وضوء کر کے فرمایا' الحدیث۔ میرے والد نے کہا: عبدالرحیم بن زید متروک الحدیث ہے' زید العمی ضعیف الحدیث ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کی روایت صحیح نہیں ہے' امام ابوزرعہ سے اس حدیث کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا: میرے نزدیک اس کی سند واہی (ضعیف) ہے اور معاویہ بن قرہ حضرت ابن عمر سے نہیں ملے۔ (علل دارقطنی ج ۱ ص ۴۵)

شرح صحیح مسلم میں حدیث مذکور کی شرح

باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۴۸۷۔ ج ۱ ص ۸۹۶ پر ہے' اس کی شرح کے حسب ذیل عنوانات ہیں:

① غرّہ اور تحجیل میں فقہاء شافعیہ کا نظریہ ② غرہ اور تحجیل میں فقہاء حنبلیہ کا نظریہ ③ غرہ اور تحجیل میں فقہاء مالکیہ کا نظریہ ④ غرّہ اور تحجیل میں فقہاء احناف کا نظریہ ⑤ حوض سے دور کیے جانے والوں کی تعیین میں مختلف اقوال ⑥ بعض مرتدین کو حوض پر اصحابی کہنے کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اعتراض کے جوابات ⑦ مستقبل کے یقینی امور کے متعلق ان شاء اللہ کہنے کا بیان ⑧ بعد میں آنے والے امتیوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیکھنے کی تحقیق ⑨ عوام کے سامنے شرعی رخصتوں پر عمل کرنے سے پرہیز کیا جائے۔

٤- بَابُ لَا يَتَوَضَّأُ مِنَ الشَّكِّ حَتّٰى يَسْتَيْقِنَ

شک کی وجہ سے وضوء نہ کرے حتیٰ کہ وضوء (ٹوٹنے کا یقین) ہو جائے

فقہاء کی اصطلاح میں شک اس کو کہتے ہیں کہ علم اور جہل کی دونوں جانبیں برابر ہوں اور آدمی کو کسی چیز پر حکم لگانے میں تردد اور توقف ہو اور اس کا کسی طرف میلان نہ ہو' تو پھر یہ شک ہے اور اگر ایک جانب راجح اور دوسری جانب مرجوح ہو تو راجح جانب ظن ہے اور مرجوح جانب وہم ہے' اور جب شک اور وہم دونوں زائل ہو جائیں تو پھر وہ یقین ہے۔ اس باب کی بابِ سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ دونوں بابوں میں وضوء کے احکام ہیں' بابِ سابق میں وضوء کی فضیلت کا حکم تھا اور اس باب میں وضوء کا یہ حکم ہے کہ اگر وضوء ٹوٹنے میں شک ہو تو اس سے وضوء کرنا لازم نہیں ہے' حتیٰ کہ وضوء ٹوٹنے کا یقین ہو جائے۔

۱۳۷- حَدَّثَنَا عَلِيٌّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ' عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ وَعَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيْمٍ' عَنْ عَمِّهٖ اَنَّهٗ شَكَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّجُلُ الَّذِيْ يُخَيَّلُ اِلَيْهِ اَنَّهٗ يَجِدُ الشَّيْءَ فِي الصَّلٰوةِ' فَقَالَ لَا يَنْفَتِلْ اَوْ لَا يَنْصَرِفْ حَتّٰى يَسْمَعَ صَوْتًا اَوْ يَجِدَ رِيْحًا. [اطراف الحدیث: ۱۷۷۔ ۲۰۵۶]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الزہری نے حدیث بیان کی از سعید بن المسیب اور از عبّاد بن تمیم از عم خود' انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک شخص نے یہ شکایت کی کہ اس کو نماز میں یہ خیال آتا ہے کہ نماز میں کچھ ہو گیا ہے (ہوا خارج ہو گئی ہے)' آپ نے فرمایا: وہ نماز سے اس وقت تک نہ مڑے' حتیٰ کہ وہ آواز سنے یا اس کو بدبو آئے۔

(صحیح مسلم: ۳۶۱' الرقم المسلسل: ۷۸۲' سنن ابوداؤد: ۱۷۶' سنن نسائی: ۱۶۰' سنن ابن ماجہ: ۵۱۳' سنن ابوداؤد: ۱۷۷' سنن ترمذی: ۷۵' سنن دارمی: ۷۲۱' صحیح ابن خزیمہ: ۲۸۔ ۲۴' سنن بیہقی ج ۱ ص ۱۷۷۔ ۱۶۱' مسند احمد ج ۴ ص ۴۰ طبع قدیم' مسند احمد: ۵۵۔ ۹۳۔ ج ۱۵ ص ۲۰۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں آپ کا یہ ارشاد ہے کہ وہ اس وقت تک نماز سے نہ

مڑے حتیٰ کہ وہ آواز سنے یا اس کو بدبو آئے اس کا مفاد یہ ہے کہ وہ اس وقت تک وضوء نہ کرے حتیٰ کہ اس کو وضوء ٹوٹنے کا یقین ہو جائے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) علی بن عبداللہ ابن المدینی (۲) سفیان بن عیینہ (۳) محمد بن مسلم الزہری (۴) سعید بن المسیب' ان کا تعارف ہو چکا ہے (۵) عباد بن تمیم ابن تمیم بن زید الانصاری المدنی' یہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے غزوۂ خندق یاد ہے اس وقت میری عمر پانچ سال تھی لہٰذا ان کو صحابہ میں شمار کرنا چاہیے' لیکن ابن الاثیر وغیرہ نے کہا ہے کہ یہ تابعی ہیں' صحابی نہیں ہیں اور یہی مشہور ہے' جس قول کے مطابق یہ صحابی ہیں' تو صحابہ میں ان کے سوا اور کسی کا نام عباد بن تمیم نہیں ہے (۶) عباد بن تمیم کے چچا' ان کا نام حضرت عبداللہ بن زید بن عاصم الانصاری رضی اللہ عنہ ہے' ان کے ماں باپ صحابی ہیں اور ان کے بھائی حبیب بن زید وہ شخص ہیں' جن کو مسیلمہ کذاب نے قتل کر کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا تھا' حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے حضرت وحشی رضی اللہ عنہ کے ساتھ مل کر مسیلمہ کذاب کو قتل کیا' حضرت عبداللہ بن زید نے ۴۸ احادیث کو روایت کیا ہے' جن میں سے ۸ احادیث پر امام بخاری اور امام مسلم متفق ہیں' اس نام کے ایک اور صحابی ہیں: حضرت عبداللہ بن زید' جنہوں نے خواب میں اذان کے کلمات سنے تھے' ان کی صرف ایک حدیث مشہور ہے' جو اذان کی حدیث ہے' امام ترمذی نے امام بخاری سے نقل کیا ہے کہ ان کی صرف یہی ایک حدیث ہے' لیکن انہوں نے اس کے علاوہ بھی دو حدیثیں روایت کی ہیں' حضرت عبداللہ بن زید جو اس حدیث کے راوی ہیں' وہ ستر سال کی عمر میں واقعۂ حرہ میں قتل کر دیئے گئے تھے' واقعۂ حرہ ۶۳ھ کے آخر میں ہوا تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۳۸۱-۳۸۰)

باب مذکور کی حدیث کی مؤید دیگر احادیث

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص اپنے پیٹ میں کچھ محسوس کرے اور اس کو یہ اشکال ہو کہ اس سے کوئی چیز نکلی ہے یا نہیں؟ تو وہ مسجد سے نہ نکلے حتیٰ کہ وہ آواز سنے یا بدبو محسوس کرے۔

(صحیح مسلم: ۳۶۲' الرقم المسلسل: ۷۸۳' سنن ابوداؤد: ۱۷۷)

سہیل بن ابی صالح اپنے والد سے روایت کرتے ہیں اور وہ حضرت ابو ہریرہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وضوء صرف آواز سے واجب ہوتا ہے یا بدبو سے۔ (سنن ترمذی: ۷۴' سنن ابن ماجہ: ۵۱۵' مسند احمد ج ۲ ص ۴۱۰)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب تم میں سے کسی شخص کے پاس شیطان آئے اور کہے: تمہارا وضوء ٹوٹ گیا تو تم (دل میں) کہو: تو نے جھوٹ بولا' سوا اس کے کہ اس کو ناک میں بدبو آئے یا وہ اپنے کان سے آواز سنے۔

(المستدرک ج ۱ ص ۱۳۴' مسند احمد ج ۳ ص ۱۲ ص ۵۴-۵۱-۵۰)

اگر وضوء میں شک ہو جائے تو وضوء کرنے یا نہ کرنے میں مذاہب ائمہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری المالکی المتوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

علماء کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ شک یقین کو زائل نہیں کرتا اور یقین کے بعد اگر شک ہو جائے تو اس کو لغو قرار دیا جائے گا' اور اس میں اختلاف بھی ہے' ابن القاسم نے امام مالک سے روایت کیا ہے کہ جس کو طہارت کے یقین کے بعد وضوء ٹوٹنے کا شک ہو جائے اس پر وضوء کرنا واجب ہے اور ابن وہب نے امام مالک سے روایت کیا ہے کہ اس کے لیے وضوء کرنا مستحب ہے اور ابن نافع نے امام مالک سے روایت کیا ہے کہ اس پر وضوء نہیں ہے۔

ثوری امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب اور امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ وہ اپنے یقین پر بنا کرے اور اس کو یقین ہے کہ اس کا وضوء ہے اسی طرح وہ بے وضوء ہونے اور باوضوء ہونے میں یقین پر بنا کرے اور ان کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ نماز سے نہ مڑے حتیٰ کہ آواز سن لے یا بدبو محسوس کرے اور اس میں کوئی فرق نہیں ہے کہ اس کو پہلی بار یہ معاملہ پیش آیا ہو یا وہ اس کا عادی ہو انہوں نے کہا ہے کہ اصول یقین پر مبنی ہوتے ہیں اس حدیث میں ہے:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کسی ایک کو اپنی نماز میں شک ہو جائے اور اس کو معلوم نہ ہو کہ اس نے تین رکعات پڑھی ہیں یا چار رکعات پڑھی ہیں تو وہ اپنے شک کو چھوڑ دے اور ان رکعات پر بنا کرے جو یقینی ہیں پھر سلام پھیرنے سے پہلے دو سہو کے سجدے کرے۔ (الحدیث)

(صحیح مسلم: 571 الرقم المسلسل: 1229 سنن ابوداؤد: 1024-1029 سنن نسائی: 1238 سنن ابن ماجہ: 1210)

اسی طرح اگر اس کو شک ہے کہ اس نے اپنی بیوی کو طلاق دی ہے یا نہیں؟ تو اس کو طلاق دینا لازم نہیں ہے کیونکہ اس کو اپنے نکاح کا یقین ہے اسی طرح اگر اس کو شک ہو گیا کہ اس کے کپڑے یا بدن پر نجاست لگی ہے یا نہیں؟ تو چونکہ اس کو پہلے طہارت کا یقین تھا وہ اس طہارت پر بناء کرے۔

مصنف کے نزدیک لانڈری اور ڈرائی کلینرز میں دیے ہوئے کپڑوں کا بھی یہی حکم ہے اگر وہ ناپاک کپڑے دیئے تھے تو وہ دھل کر آنے کے بعد بھی ناپاک ہیں کیونکہ لانڈری میں سب کپڑے ملے جلے دھونے جاتے ہیں الگ الگ ہر کپڑے کو نہیں دھویا جاتا لہٰذا جیسے کپڑے دیئے تھے وہ دھل کر آنے کے بعد بھی ویسے ہی ہیں اگر پاک کپڑے دیئے تھے تو پہلے ان کے پاک ہونے کا یقین تھا اب ان کے ناپاک ہونے کا شک ہے اور یقین شک سے زائل نہیں ہوتا اور اگر ناپاک کپڑے دیئے تھے تو پہلے ان کے ناپاک ہونے کا یقین تھا اور اب ان کے پاک ہونے کا شک ہے اور یقین شک سے زائل نہیں ہوتا۔

علامہ ابن بطال فرماتے ہیں: بعض اہل علم نے یہ کہا ہے کہ یہ حدیث جس میں مذکور ہے کہ جس کو اپنے وضوء میں شک ہو جائے وہ نماز سے نہ مڑے حتیٰ کہ وہ آواز سن لے یا بدبو محسوس کرے یہ حدیث اس حدیث کے معارض ہے کہ جس کو اپنی نماز میں شک ہو جائے کہ اس نے تین رکعات پڑھی ہیں یا چار تو وہ ایک رکعت اور پڑھ لے اور کم رکعات پر بنا کرے پہلی حدیث میں آپ نے یقین پر عمل کرنے اور شک کو لغو قرار دینے کا حکم دیا اور دوسری حدیث میں یقین کو لغو قرار دیا اور اس کو ایک رکعت پڑھنے کا حکم دیا۔

لیکن یہ بات اس طرح نہیں ہے جس طرح ان علماء نے گمان کیا ہے بلکہ یہ دونوں حدیثیں شک کو لغو قرار دینے میں اور یقین پر عمل کرنے میں متفق ہیں اور جس حدیث کو انہوں نے اس باب کی حدیث کے معارض سمجھا ہے اس میں یہ مذکور ہے کہ جس کو اپنی نماز میں شک ہو اور اس کو یہ معلوم نہ ہو کہ اس نے تین رکعت پڑھی ہیں یا چار پڑھی ہیں اس کو تین رکعات پر تو یقین ہے اور چوتھی رکعت میں شک ہے تو وہ اس شک کو لغو قرار دے اور تین رکعت جو یقینی ہیں اس پر عمل کرے اور ایک رکعت اور پڑھ لے۔ والحمد للہ۔

(شرح ابن بطال ج ۱ ص ۲۱۸-۲۱۹، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

حدیث مذکور کے دیگر مسائل اور فوائد

(۱) اس حدیث میں مذکور ہے کہ جس شخص کو نماز میں خیال آتا تھا کہ شاید اس کی ہوا خارج ہو گئی ہے اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق پوچھا اس سے معلوم ہوا کہ انسان کو جو عوارض پیش آئیں ان کے متعلق علماء سے سوال کرنا چاہیے۔

(۲) کسی مسئلہ کا حل معلوم کرنے کے لیے حیا نہیں کرنی چاہیے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کو ہر چیز کی تعلیم دیتے تھے اور جب تک

وضوء نہ ٹوٹے' ایک وضوء سے کئی نمازیں پڑھنے کی تعلیم دیتے تھے۔

(۳) صحابہ کرام اپنے ہر حال کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دیتے تھے۔

* اس باب کی حدیث شرح صحیح مسلم:۷۰۸۔ج ۱ص ۱۰۴۳ پر ہے' اس کی شرح کا یہ عنوان ہے: شک سے یقین زائل نہیں ہوتا۔

٥- بَابُ التَّخْفِيفِ فِي الْوُضُوْءِ — وضوء میں تخفیف

بابِ سابق کے ساتھ اس باب کی مناسبت یہ ہے کہ بابِ سابق میں شک کی صورت میں وضوء کو برقرار رکھنے کا حکم دیا تھا اور یہ وضوء کے معاملہ میں مشقت سے بچانا ہے اور اس باب میں وضوء میں تخفیف کا بیان ہے اور یہ بھی وضوء میں مشقت سے بچانا ہے۔

١٣٨- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ' عَنْ عَمْرٍو قَالَ اَخْبَرَنِيْ كُرَيْبٌ' عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَامَ حَتّٰى نَفَخَ' ثُمَّ صَلّٰى' وَرُبَّمَا قَالَ اِضْطَجَعَ حَتّٰى نَفَخَ' ثُمَّ قَامَ فَصَلّٰى.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عمرو' انہوں نے کہا: مجھے کریب نے خبر دی از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سو گئے' حتیٰ کہ آپ نے خراٹے لیے' پھر آپ نے نماز پڑھی اور بعض دفعہ یہ کہا کہ آپ لیٹ گئے' حتیٰ کہ آپ نے خراٹے لیے' پھر آپ نے کھڑے ہو کر نماز پڑھی۔

ثُمَّ حَدَّثَنَا بِهٖ سُفْيَانُ مَرَّةً بَعْدَ مَرَّةٍ' عَنْ عَمْرٍو عَنْ كُرَيْبٍ' عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ بِتُّ عِنْدَ خَالَتِيْ مَيْمُوْنَةَ لَيْلَةً' فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ اللَّيْلِ' فَلَمَّا كَانَ فِيْ بَعْضِ اللَّيْلِ' قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَوَضَّاَ مِنْ شَنٍّ مُعَلَّقٍ وُضُوْءًا خَفِيْفًا. يُخَفِّفُهٗ عَمْرٌو وَيُقَلِّلُهٗ. وَقَامَ يُصَلِّيْ' فَتَوَضَّاْتُ نَحْوًا مِمَّا تَوَضَّاَ' ثُمَّ جِئْتُ فَقُمْتُ عَنْ يَسَارِهٖ. وَرُبَّمَا قَالَ سُفْيَانُ عَنْ شِمَالِهٖ. فَحَوَّلَنِيْ فَجَعَلَنِيْ عَنْ يَمِيْنِهٖ' ثُمَّ صَلّٰى مَاشَاءَ اللّٰهُ' ثُمَّ اضْطَجَعَ فَنَامَ حَتّٰى نَفَخَ' ثُمَّ اَتَاهُ الْمُنَادِيْ فَاٰذَنَهٗ بِالصَّلٰوةِ' فَقَامَ مَعَهٗ اِلَى الصَّلٰوةِ' فَصَلّٰى وَلَمْ يَتَوَضَّاْ. قُلْنَا لِعَمْرٍو اِنَّ نَاسًا يَقُوْلُوْنَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَنَامُ عَيْنُهٗ وَلَا يَنَامُ قَلْبُهٗ؟ قَالَ عَمْرٌو سَمِعْتُ عُبَيْدَ بْنَ عُمَيْرٍ يَقُوْلُ رُؤْيَا الْاَنْبِيَاءِ وَحْيٌ' ثُمَّ قَرَاَ ﴿اِنِّيْ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْ اَذْبَحُكَ﴾ (الصافات:۱۰۲).

پھر ہمیں سفیان نے ایک مرتبہ کے بعد دوسری بار حدیث بیان کی از عمرو از کریب از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے کہا: میں نے ایک رات اپنی خالہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے ہاں گزاری' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم رات کو اٹھے' پھر جب رات کا کچھ حصہ گزر گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اٹھ کر مشک سے پانی لے کر وضوء کیا' عمرو نے کہا: خفیف اور قلیل وضوء کیا اور آپ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے' پھر میں نے بھی اسی طرح وضوء کیا' جس طرح آپ نے وضوء کیا تھا' پھر میں آ کر آپ کی بائیں جانب کھڑا ہو گیا' اور کبھی سفیان نے ''یسار'' کے بجائے ''شمال'' کا لفظ استعمال کیا' دونوں کا معنی بائیں جانب ہے' پھر آپ نے مجھے پھیر کر اپنی دائیں جانب کر لیا' پھر جتنی اللہ نے چاہا' آپ نے نماز پڑھی' پھر آپ لیٹ کر سو گئے' حتیٰ کہ آپ خراٹے لینے لگے' پھر مؤذن آپ کے پاس آیا اور اس نے آپ کو نماز کی اطلاع دی' آپ اس کے ساتھ کھڑے ہو کر نماز کی طرف گئے' پھر آپ نے نماز پڑھائی اور آپ نے وضوء نہیں کیا' ہم نے عمرو سے کہا: لوگ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں سوتی تھیں اور آپ کا دل نہیں سوتا تھا' عمرو نے کہا: میں نے عبید بن عمیر کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کا خواب وحی ہوتا ہے' پھر

انہوں نے یہ آیت پڑھی: ''میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں تم کو ذبح کر رہا ہوں'' (الصّٰفّٰت: ۱۰۲)۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح' صحیح البخاری: ۱۱۷ میں گزر چکی ہے' وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

حدیث مذکور کے بعض اہم مسائل اور فوائد

(۱) اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم لیٹ کر سو گئے' اور آپ کا وضوء نہیں ٹوٹا' اسی طرح باقی انبیاء علیہم السلام کا بھی حکم ہے' اسی وجہ سے عبید بن عمیر نے کہا کہ انبیاء علیہم السلام کا خواب وحی ہوتا ہے' علامہ خطابی نے کہا ہے کہ نیند آپ کے قلب کو اس لیے بیدار رکھتی ہے کہ آپ خواب میں ہونے والی وحی کو محفوظ رکھ سکیں۔

(۲) اس حدیث میں نابالغ لڑکے کا اپنے محرم کے گھر میں رات کو رہنے کا ثبوت ہے' خواہ اس کی اہلیہ بھی ساتھ ہو۔

(۳) اس میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی فضیلت ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے شب کے معمولات کو دیکھنے کے لیے جاگتے رہے اور آپ کے افعال کی اقتداء کی' نیز اس حدیث میں ذکر ہے کہ آپ نے تخفیف سے وضوء کیا' یعنی ایک ایک بار اعضاء وضوء کو دھویا اور باب کا عنوان بھی یہی ہے۔

(۴) اس میں نفل کی جماعت کا ثبوت ہے اور یہ کہ ایک فرد کے ساتھ بھی جماعت ہو جاتی ہے' خواہ اس کو نماز پڑھانے کی پہلے نیت نہ کی ہو اور اگر ایک مقتدی ہو تو اس کو امام کی دائیں طرف کھڑا ہونا چاہیے' اور امام نماز میں عمل قلیل سے کسی غلطی کی اصلاح کر سکتا ہے' جیسے آپ نے حضرت ابن عباس کو بائیں جانب سے دائیں جانب پھیر دیا' اور مؤذن کو چاہیے کہ امام کو نماز کی اطلاع دے اور اس میں یہ ثبوت بھی ہے کہ چھوٹے بچے کے کان کو مروڑنا جائز ہے۔

٦- بَابُ إِسْبَاغِ الْوُضُوْءِ — مکمل وضوء کرنا

اس باب کی بابِ سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ بابِ سابق میں وضوء کی تخفیف کا ذکر تھا اور اس باب میں وضوء کی تکمیل کا ذکر ہے۔

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ إِسْبَاغُ الْوُضُوْءِ اَلْإِنْقَاءُ.

حضرت ابن عمر نے کہا: وضوء کا اسباغ اور تکمیل یہ ہے کہ اعضاء وضوء کو صاف کیا جائے۔

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ' اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس تعلیق کو امام عبدالرزاق نے اپنی ''مصنف'' میں سند صحیح کے ساتھ موصولاً روایت کیا ہے اور یہ کسی چیز کی اس کے لازم کے ساتھ تفسیر کرنا ہے' کیونکہ جب مکمل اور تام وضوء کیا جائے تو اس سے عادۃً اعضاء وضوء صاف ہو جاتے ہیں اور امام ابن منذر نے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عمر وضوء میں اپنے پیروں کو سات بار دھوتے تھے اور وہ پیروں کو دھونے میں اس لیے مبالغہ کرتے تھے کہ عموماً وہ لوگ ننگے پیر چلتے تھے اور اس سے پیروں پر دھول اور مٹی لگ جاتی تھی۔

(فتح الباری ج ۱ ص ۶۸۴' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے تین بار سے زیادہ دھونے کو ظلم اور بُرائی فرمایا ہے تو حضرت ابن عمر سات بار کیوں دھوتے تھے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ظلم اور بُرائی اس وقت ہے' جب طہارت کے لیے تین بار دھونے کو ناکافی قرار دے کر تین بار سے زیادہ دھویا جائے' لیکن اگر جسم سے میل کچیل اتارنے اور اعضاء وضوء کو صاف کرنے کے لیے تین بار سے زیادہ دھویا جائے تو

پھر یہ جائز ہے اور جو شخص تین بار دھونے کو وضوء کے لیے کافی سمجھتا ہو تو پھر اس کا تین بار سے زیادہ دھونا نورٌ علیٰ نور ہے۔

١٣٩- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ مُوْسَى بْنِ عُقْبَةَ، عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، أَنَّهُ سَمِعَهُ يَقُوْلُ دَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ عَرَفَةَ، حَتَّى إِذَا كَانَ بِالشِّعْبِ نَزَلَ فَبَالَ، ثُمَّ تَوَضَّأَ وَلَمْ يُسْبِغِ الْوُضُوْءَ، فَقُلْتُ الصَّلٰوةَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! فَقَالَ الصَّلٰوةُ أَمَامَكَ فَرَكِبَ، فَلَمَّا جَاءَ الْمُزْدَلِفَةَ نَزَلَ فَتَوَضَّأَ، فَأَسْبَغَ الْوُضُوْءَ ثُمَّ أُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ، فَصَلَّى الْمَغْرِبَ، ثُمَّ أَنَاخَ كُلُّ إِنْسَانٍ بَعِيْرَهُ فِيْ مَنْزِلِهِ، ثُمَّ أُقِيْمَتِ الْعِشَاءُ فَصَلَّى، وَلَمْ يُصَلِّ بَيْنَهُمَا.

[اطراف الحدیث: ١٨١-١٦٦٧-١٦٦٩-١٦٧٢]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از موسیٰ بن عقبہ از کریب مولیٰ حضرت ابن عباس از حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہم انہوں نے حضرت اسامہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عرفہ سے روانہ ہوئے حتیٰ کہ جب آپ ایک گھاٹی پر پہنچے تو آپ نے اتر کر پیشاب کیا اور کامل وضوء نہیں کیا، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! نماز؟ آپ نے فرمایا: نماز تمہارے آگے (پڑھنی) ہے پھر آپ سوار ہوئے، پس جب آپ مزدلفہ پہنچ گئے تو آپ نے اتر کر وضوء کیا، سو کامل وضوء کیا، پھر نماز کی اقامت کہی گئی، پس آپ نے مغرب کی نماز پڑھی، پھر ہر انسان نے اپنے اونٹ کو اپنے ٹھکانے پر بٹھا دیا، پھر عشاء کی نماز کی اقامت کہی گئی، پس آپ نے نماز پڑھی اور ان دونوں نمازوں کے درمیان آپ نے کوئی (نفل) نماز نہیں پڑھی۔

(صحیح مسلم: ١٢٨٠، الرقم المسلسل: ٣٠٣٤، سنن ابوداؤد: ١٩٢١، سنن نسائی: ٣٠٣١، سنن کبریٰ للنسائی: ٤٠٦١، سنن ابن ماجہ: ٣٠١٩، سنن دارمی: ١٨٨١، مسند ابوعوانہ: ٣٤٨٠، شرح السنۃ: ٢٦، سنن بیہقی ج ٥ ص ١٢٢، مسند احمد ج ٥ ص ٢٠٠ طبع قدیم، مسند احمد: ٢١٨٣٢-٢١٨٣١-٢١٨١٤-٢١٧٦١-٢١٧٤٢، ج ٣٦ ص ٦٨، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت حدیث کے اس جملہ میں ہے: آپ نے وضوء کیا اور کامل وضوء نہیں کیا، یعنی اعضاء وضوء کو تین تین بار نہیں دھویا، صرف ایک ایک بار دھویا۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(١) عبداللہ بن مسلمہ (٢) امام مالک رحمہ اللہ، ان کا تعارف ہو چکا ہے (٣) موسیٰ بن عقبہ بن ابی عیاش المدنی، انہوں نے کریب اور ام خالد صحابیہ رضی اللہ عنہا وغیرہما سے روایت کی ہے، اور ان سے امام مالک، سفیان بن عیینہ اور سفیان ثوری نے روایت کی ہے، یہ مفتی اور ثقہ تھے، یہ ١٤١ھ میں فوت ہو گئے تھے، ان کے مغازی تمام مغازی سے زیادہ صحیح ہیں (٤) کریب، ان کا تعارف ہو چکا ہے (٥) حضرت اسامہ بن زید بن حارثہ رضی اللہ عنہما، یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب ابن محبوب ہیں، یہ آپ کے آزاد کردہ غلام تھے اور آپ کی باندی ام ایمن کے بیٹے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اٹھارہ سال کی عمر میں عامل بنا دیا تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت ان کی عمر بیس سال تھی، انہوں نے ١٢٨ احادیث روایت کی ہیں، پندرہ احادیث پر امام بخاری اور امام مسلم متفق ہیں اور دو دو حدیثوں کے ساتھ امام بخاری اور امام مسلم منفرد ہیں، یہ ٥٥ سال کی عمر میں ٥٤ھ میں وادی القریٰ میں فوت ہو گئے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ٢ ص ٣٩٢)

"عَرَفَات، شِعْب" اور "مُزْدَلِفَة" کے معانی

اس حدیث میں "عرفۃ" کا لفظ ہے، یہ اسم زمان ہے اور اس سے مراد ٩ ذوالحجہ کا دن ہے، ایک قول یہ ہے کہ عرفۃ اور عرفات یہ

دونوں لفظ ایک مخصوص جگہ کے اسم ہیں' عرفات اس جگہ کو کہتے ہیں: جہاں حاجی نو ذوالحج کو وقوف کرتے ہیں' قرآن مجید میں ہے:

فَاِذَآ اَفَضۡتُمۡ مِّنۡ عَرَفٰتٍ. (البقرہ:۱۹۸) پس جب تم عرفات سے واپس روانہ ہو۔

اس جگہ کو عرفات اس لیے کہتے ہیں کہ اس جگہ حضرت آدم نے حضرت حواء کو پہچان لیا تھا' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو ہند میں اتارا تھا اور حضرت حواء کو جدہ میں اتارا تھا اور ان دونوں نے اس جگہ (موقف) میں ایک دوسرے کو پہچان لیا تھا' اس جگہ کو عرفات کہنے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس جگہ حج کی تمام عبادات کی تعلیم دی تھی یا اس وجہ سے کہ اس جگہ کے پہاڑوں کا نام اعراف ہے' یا اس لیے کہ یہاں آ کر تمام لوگ اپنے گناہوں کا اعتراف کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے ان گناہوں کی مغفرت کا سوال کرتے ہیں۔

شِعب: دو پہاڑوں کے درمیان جو راستہ ہوتا ہے' اس کو ''شِعب'' اور گھاٹی کہتے ہیں۔

المزدلفة: یہ عرفات اور منیٰ کے درمیان ایک مخصوص جگہ ہے' اس جگہ کو مزدلفہ اس لیے کہتے ہیں کہ حجاج اس جگہ وقوف کر کے اللہ کا تقرب حاصل کرتے ہیں' وقوف کا معنی ہے: کھڑے ہو کر دعا کرنا' اس جگہ کو جمع بھی کہتے ہیں کیونکہ حضرت آدم اور حضرت حواء اس جگہ جمع ہوئے تھے'' ازدلاف '' کا معنی ہے: قریب ہونا' جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: '' وَزُلَفًا مِّنَ الَّيۡلِ ''. (ہود:۱۱۴) رات کے قریب' اور اس جگہ حضرت آدم اور حضرت حواء ایک دوسرے کے قریب ہوئے تھے' اس وجہ سے اس جگہ کو مزدلفہ کہتے ہیں' قتادہ نے کہا: اس جگہ کو مزدلفہ اس لیے کہتے ہیں کہ اس جگہ دو نمازوں کو جمع کر کے پڑھا جاتا ہے اور '' ازدلاف '' کا معنی تقرب اور اجتماع ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

وَاُزۡلِفَتِ الۡجَنَّةُ لِلۡمُتَّقِيۡنَ ۝ (الشعراء:۹۰' ق:۳۱) اور جنت متقین کے قریب کر دی گئی ۝

عرفات اور مزدلفہ کے درمیان آپ کے کامل وضوء نہ کرنے کی توجیہ اور ان شارحین کا ردّ جنہوں نے اس وضوء کو استنجاء پر محمول کیا

اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عرفات سے مزدلفہ جاتے ہوئے ایک گھاٹی میں اترے' آپ نے پیشاب کیا اور کامل وضوء نہیں کیا' یعنی صرف ایک ایک بار اعضاء وضوء کو دھویا۔

واللہ اعلم! آپ نے یہ اس وجہ سے کیا کہ حجاج کو مزدلفہ کی طرف جلدی روانہ ہونا چاہیے' پس آپ نے اتنی مقدار وضوء کیا' جس سے حدث (بے وضوئی) مرتفع ہو جائے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بغیر وضوء کے نہیں رہتے تھے' بعض شارحین نے کہا ہے کہ کامل وضوء نہ کرنے سے ہو سکتا ہے یہ مراد ہو کہ آپ نے صرف استنجاء کیا ہو' میں کہتا ہوں: یہ صحیح نہیں ہے' کیونکہ دوسری حدیث میں ہے کہ حضرت اسامہ نے آپ کو وضوء کرایا تھا:

حضرت اسامہ بن زید بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عرفہ سے روانہ ہوئے تو آپ نے گھاٹی میں قضاء حاجت کی' حضرت اسامہ بن زید نے کہا: پھر میں آپ پر پانی ڈال رہا تھا اور آپ وضوء کر رہے تھے۔ (صحیح البخاری:۱۸۱)

اور ظاہر ہے کہ یہاں پانی ڈالنے سے مراد نماز کے وضوء کے لیے پانی ڈالنا ہے' نہ کہ استنجاء مراد ہے کیونکہ یہ جائز نہیں ہے کہ کوئی آپ کو استنجاء کرائے اور اس حال میں آپ کے قریب جائے اور اس تاویل کے صحیح ہونے کی دلیل یہ ہے کہ حضرت اسامہ بن زید نے وضوء کرانے کے بعد کہا: یارسول اللہ! نماز؟ تو آپ نے بتایا: نماز آگے پڑھنی ہے' اور یہ محال ہے کہ آپ نے نماز کا وضوء نہ کیا ہو اور حضرت اسامہ آپ سے نماز پڑھنے کے لیے کہیں۔

مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نمازوں کو جمع کرنا اور حضرت اسامہ کے نماز یاد دلانے کی توجیہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نماز تمہارے آگے ہے'اس ارشاد میں آپ نے یہ بتایا کہ جو شخص عرفہ سے مزدلفہ کی طرف روانہ ہو تو وہ مغرب اور عشاء مزدلفہ میں پڑھے اور مغرب کی نماز کو اس کے معروف وقت میں نہ پڑھے'اور حضرت اسامہ کو یہ معلوم نہیں تھا کہ مغرب کی نماز مزدلفہ میں پڑھی جائے گی' کیونکہ یہ حجۃ الوداع کا واقعہ ہے اور یہ پہلی نماز تھی' جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نمازوں کو جمع کر کے پڑھا اور جب آپ مزدلفہ پہنچے تو پھر آپ نے کامل وضوء کیا یعنی تمام اعضاء وضوء پر تین تین بار پانی ڈالا۔

آپ نے گھاٹی میں جو کامل وضوء نہیں کیا تھا' اس کی وجہ یہ بھی تھی کہ مزدلفہ کی طرف جاتے ہوئے بہ کثرت اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جاتا ہے اور آپ بغیر وضوء کے اللہ تعالیٰ کا ذکر نہیں کرتے تھے۔

حضرت اسامہ نے جو آپ سے کہا تھا: یارسول اللہ! نماز؟ اس سے یہ معلوم ہوا کہ ادنیٰ' اعلیٰ کو نماز یاد دلا سکتا ہے' حضرت اسامہ کو یہ اندیشہ تھا کہ افعالِ حج کی کثرت اور ذکر اللہ میں مشغول ہونے کی وجہ سے آپ نماز کو بھول نہ جائیں' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بتایا کہ مغرب کی نماز مزدلفہ پہنچ کر عشاء کی نماز کے ساتھ پڑھنی ہے اور علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کو جمع کر کے پڑھنا سنت مؤکدہ ہے۔

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ آپ نے مغرب اور عشاء میں نفل نہیں پڑھے' اس میں یہ دلیل ہے کہ سفر میں نفل نہ پڑھے جائیں' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اگر میں سفر میں نفل نماز پڑھوں تو فرض پورے نہ پڑھ لوں اور قصر نہ کروں۔

حضرت ابن عمر کے اس قول کی کسی نے موافقت نہیں کی اور سفر میں نفل نماز پڑھنا اور اس کو ترک کرنا دونوں جائز ہیں' البتہ مزدلفہ میں یہ خصوصیت ہے کہ وہاں جب مغرب اور عشاء کی نمازوں کو جمع کر کے پڑھا جائے گا تو ان کے درمیان نفل نماز نہیں پڑھی جائے گی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سفر میں پیادہ اور سواری پر نفل پڑھے ہیں۔ (شرح ابن بطال ج ۱ ص ۲۲۷-۲۲۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نماز کے درمیان نفل نہ پڑھنے میں مذاہب ائمہ

علامہ قرطبی اور ابن وہب نے کہا ہے کہ مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نماز کے درمیان نفل پڑھنا جائز ہے' میں کہتا ہوں کہ اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ آپ نے ان نمازوں کے درمیان نفل نہیں پڑھے' ہوسکتا ہے کہ علامہ قرطبی نے مغرب کی نماز کے بعد نفل پڑھنے کو اس لیے جائز کہا ہو کہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ مغرب کی نماز پڑھنے کے بعد ہر شخص نے اپنے اونٹ کو اپنے ٹھکانے پر بٹھا دیا اور جب مغرب کی نماز کے بعد اونٹوں کو بٹھا سکتے ہیں تو نماز بھی پڑھ سکتے ہیں اور امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ جمع تاخیر جیسا کہ مزدلفہ میں ہے' اس میں دو نمازوں کے درمیان نفل پڑھ سکتے ہیں اور جمع تقدیم جیسا کہ عرفات میں ہے' اس میں دو نمازوں کے درمیان نفل نہیں پڑھ سکتے' اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک ان نمازوں کے درمیان نفل پڑھنا منع ہے' کیونکہ ان نمازوں کے درمیان نفل پڑھنا ان کو جمع کرنے کے منافی ہے۔

نیز اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نماز کا وقت مشترک ہے اور یہ صرف مزدلفہ میں ہے' اسی طرح عرفات میں ظہر اور عصر کا وقت مشترک ہے اور یہ صرف عرفات میں ہے اور کسی جگہ نہیں ہے۔

امام شافعی نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ قضاء نماز کے لیے اذان نہیں دی جاتی' کیونکہ مزدلفہ میں مغرب کی نماز عشاء کے وقت میں پڑھی گئی اور اس کے لیے اذان نہیں دی گئی' لیکن ان کا یہ استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ مزدلفہ میں جو مغرب کی نماز

عشاء کے وقت میں پڑھی گئی تھی' وہ قضاء نہیں تھی' بلکہ مغرب کی نماز کا وقت مزدلفہ میں عشاء کے وقت میں منتقل ہو گیا تھا۔

اس حدیث میں ہے کہ مغرب کی نماز کے بعد ہر شخص نے اپنے اونٹ کو اپنے ٹھکانے پر بٹھا دیا' اس سے معلوم ہوا کہ ان دو نمازوں کے درمیان کوئی کام کر لیا جائے یا کوئی بات کر لی جائے تو وہ ان دو نمازوں کے جمع کرنے کے منافی نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲ ص ۳۹۷۔۳۹۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۲۹۸۳۔ج ۳ ص ۵۱۰ پر ہے' اس کی شرح کے حسب ذیل عنوانات ہیں:
(۱) مزدلفہ میں نمازِ مغرب پڑھنے کا طریقہ (۲) احناف کے نزدیک مزدلفہ میں جمع بین الصلوٰتین کا طریقہ (۳) تلبیہ کہنے کی مدت میں مذاہب ائمہ۔

٧- بَابُ غَسْلِ الْوَجْهِ بِالْيَدَيْنِ مِنْ غُرْفَةٍ وَّاحِدَةٍ

ایک ہاتھ سے چلّو بنا کر دونوں ہاتھوں سے چہرے کو دھونا

باب کے اس عنوان میں ''غرفۃ'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: چلّو بھرنا' اس کا ذکر قرآن مجید کی اس آیت میں ہے:

اِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةً بِيَدِهٖ. (البقرہ: ۲۴۹) مگر جو اپنے ایک ہاتھ سے چلّو بھر لے۔

اس عنوان سے امام بخاری کی غرض یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں سے چلّو بنانا ضروری نہیں ہے' کیونکہ جب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وضوء کی طرح وضوء کر کے دکھایا تو اپنے ایک ہاتھ سے چلّو بنا کر پانی لیا' پھر اس کے ساتھ دوسرا ہاتھ ملایا' پھر اس کے ساتھ اپنا چہرہ دھویا' جیسا کہ ان شاء اللہ عنقریب آئے گا۔

اس باب کی بابِ سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ بابِ سابق میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وضوء کی صفت اور کیفیت بیان کی گئی تھی کہ آپ نے مکمل وضوء نہیں کیا تھا اور اعضاء وضوء کو صرف ایک ایک بار دھویا تھا اور اس باب میں بھی آپ کے وضوء کی صفت بیان کی گئی ہے کہ آپ نے کس طرح چلّو میں پانی لے کر دونوں ہاتھوں سے چہرے کو دھویا۔

١٤٠- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْ سَلَمَةَ الْخُزَاعِيُّ مَنْصُوْرُ بْنُ سَلَمَةَ قَالَ اَخْبَرَنَا ابْنُ بِلَالٍ يَعْنِي سُلَيْمَانَ' عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ' عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ' عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهٗ تَوَضَّاَ فَغَسَلَ وَجْهَهٗ' اَخَذَ غُرْفَةً مِّنْ مَّاءٍ فَمَضْمَضَ بِهَا وَاسْتَنْشَقَ' ثُمَّ اَخَذَ غُرْفَةً مِّنْ مَّاءٍ فَجَعَلَ بِهَا هٰكَذَا' اَضَافَهَا اِلٰى يَدِهِ الْاُخْرٰى' فَغَسَلَ بِهَا وَجْهَهٗ ثُمَّ اَخَذَ غُرْفَةً مِّنْ مَّاءٍ فَغَسَلَ بِهَا يَدَهُ الْيُمْنٰى' ثُمَّ اَخَذَ غُرْفَةً مِّنْ مَّاءٍ فَغَسَلَ بِهَا يَدَهُ الْيُسْرٰى' ثُمَّ مَسَحَ بِرَاْسِهٖ' ثُمَّ اَخَذَ غُرْفَةً مِّنْ مَّاءٍ' فَرَشَّ عَلٰى رِجْلِهِ الْيُمْنٰى حَتّٰى غَسَلَهَا' ثُمَّ اَخَذَ غُرْفَةً اُخْرٰى فَغَسَلَ بِهَا رِجْلَهٗ يَعْنِي الْيُسْرٰى' ثُمَّ قَالَ هٰكَذَا رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبد الرحیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو سلمہ الخزاعی منصور بن سلمہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن بلال یعنی سلیمان نے خبر دی از زید بن اسلم از عطا بن یسار از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ انہوں نے وضوء کیا' پھر اپنے چہرے کو دھویا' پھر ایک چلّو میں پانی لیا' اس سے کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا' پھر ایک چلّو میں پانی لیا' پھر اس سے اسی طرح کیا' پھر اس کے ساتھ دوسرا ہاتھ ملایا' پھر اس سے چہرے کو دھویا' پھر ایک چلّو میں پانی لیا' پس اس کے ساتھ دایاں ہاتھ دھویا' پھر ایک چلّو میں پانی لیا اور اس کے ساتھ بایاں ہاتھ دھویا' پھر اپنے سر کا مسح کیا' پھر ایک چلّو میں پانی لے کر اپنے دائیں پیر پر پانی ڈالا' حتیٰ کہ اس کو دھولیا' پھر دوسرے چلّو میں پانی لیا' سو اس کے ساتھ بایاں پیر دھویا' پھر کہا: میں نے اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وضوء

يَتَوَضَّأُ. کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۱۳۷، سنن ترمذی: ۲۸، سنن نسائی: ۱۰۱، سنن ابن ماجہ: ۴۰۳، مسند احمد ج ۴ ص ۴۲ طبع قدیم، مسند احمد ج ۲۶ ص ۳۹۴، مؤسسۃ الرسالۃ، سنن ترمذی اور مسند احمد میں یہ حدیث حضرت عبداللہ بن زید سے مروی ہے، جس میں یہ ذکر ہے کہ آپ نے ایک چلو سے پانی لے کر کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا۔)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: پھر ایک چلو میں پانی لیا' پھر اس کے ساتھ دوسرا ہاتھ ملایا' پھر اس سے چہرے کو دھویا۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) محمد بن عبد الرحیم بن ابی زہیر البغدادی' یہ یزید بن ہارون اور روح سے روایت کرتے ہیں' اور ان سے امام بخاری' امام ابوداؤد' امام ترمذی' امام نسائی اور دیگر روایت کرتے ہیں' یہ بزاز تھے اور ۲۵۵ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) ابوسلمہ منصور بن سلمہ الخزاعی البغدادی' انہوں نے امام مالک وغیرہ سے روایت کی ہے اور ان سے الصفانی وغیرہ نے روایت کی ہے' یہ ۲۲۰ھ میں المصیصہ میں فوت ہو گئے تھے (۳) سلیمان بن بلال المدنی (۴) زید بن اسلم' ان دونوں کا تعارف ہو چکا ہے (۵) عطاء بن یسار (۶) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما' ان کا تعارف ہو چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۳۹۸)

''مضمضۃ'' اور ''استنشاق'' کا معنی

اس حدیث میں ''تمضمض'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: منہ میں پانی ڈال کر اس پانی کو منہ میں گھمانا' پھر اس پانی کی کلی کر دینا۔
''استنشاق'' ناک میں پانی داخل کرنا' پھر ناک صاف کرنا اور اس پانی کو نکال دینا۔

نیا پانی لے کر سر کا مسح کرنا اور کانوں کے مسح کی تفصیل

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت ابن عباس نے دونوں ہاتھ دھونے کے بعد سر کا مسح کیا' اس پر یہ اعتراض ہے کہ اس حدیث میں سر پر مسح کرنے کے لیے نیا پانی لینے کا ذکر نہیں ہے' بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہاتھ دھونے کے بعد ہاتھوں پر جو تری تھی' اسی سے سر کا مسح کر لیا' حالانکہ وہ تری تو مستعمل پانی کے حکم میں ہے اور اس سے مسح کرنا صحیح نہیں ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ''سنن ابوداؤد'' میں نیا پانی لینے کا ذکر ہے اور بعض احادیث دوسری بعض احادیث کی تفسیر کرتی ہیں' ''سنن ابوداؤد'' کی وہ حدیث یہ ہے:

عطاء بن یسار بیان کرتے ہیں کہ ہم سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: کیا تم پسند کرتے ہو کہ میں تمہیں دکھاؤں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کس طرح وضوء کرتے تھے؟ پھر انہوں نے پانی کا ایک برتن منگایا اور دائیں ہاتھ سے ایک چلو میں پانی لیا' پھر کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا' پھر دوسرے چلو میں پانی لیا اور دونوں ہاتھ ملا کر ان سے اپنے چہرے کو دھویا' پھر چلو میں پانی لیا اور اس سے اپنے دائیں ہاتھ کو دھویا' پھر چلو میں پانی لیا اور اس سے اپنے بائیں ہاتھ کو دھویا' پھر اپنے ہاتھ میں پانی لے کر اس پانی کو جھاڑا' پھر اس پانی کی تری کے ساتھ اپنے سر اور کانوں کا مسح کیا۔ (سنن ابوداؤد: ۱۳۷، سنن ترمذی: ۳۵)

اور سنن نسائی میں کانوں کا مسح کرنے کی تفصیل ہے' اس میں مذکور ہے کہ:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اپنے سر کا اور کانوں کا مسح کیا' کانوں کے باطن کا شہادت کی انگلی سے مسح کیا اور کانوں کے ظاہر کا انگوٹھوں سے مسح کیا۔ (سنن نسائی: ۱۰۲، سنن ترمذی: ۳۶، مسند احمد ج ۱ ص ۲۶۸)

کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کی کیفیت میں مذاہب ائمہ

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ حضرت ابن عباس نے ایک چلو میں پانی لیا' اس سے کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا۔
ایک چلو پانی سے کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا' یہ امام شافعی کا مذہب ہے' اس لیے حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی نے لکھا ہے:
اس حدیث سے ایک چلو پانی سے کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کو جمع کرنے کی دلیل ہے۔
(فتح الباری ج ا ص ۶۸۵' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ ابوالحسن علی بن محمد الماوردی الشافعی المتوفی ۴۵۰ھ لکھتے ہیں:
کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کی کیفیت میں دو قول ہیں:
(۱) اس قول کو المزنی اور الربیع نے نقل کیا ہے کہ ایک چلو میں پانی لے کر کلی کرے اور اسی سے ناک میں پانی ڈالے اور یہ عمل تین بار کرے۔
(۲) اس قول کو البویطی نے روایت کیا ہے کہ وہ دو چلوؤں میں پانی لے' ایک چلو پانی سے کلی کرے اور دوسرے چلو سے ناک میں پانی ڈالے اور یہ عمل تین بار کرے' پہلے کلی کرے اور پھر ناک میں پانی ڈالے۔
(الحاوی الکبیر ج ا ص ۱۲۵۔ ۱۲۴' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۴ھ)

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ ''باب المضمضة والاستنشاق من کف واحد'' کے تحت لکھتے ہیں:
بعض اہل علم نے کہا ہے کہ ایک ہاتھ میں پانی لے کر اس سے کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا کافی ہے اور بعض نے کہا ہے کہ الگ الگ پانی کے چلو سے کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا زیادہ پسندیدہ ہے' امام شافعی نے کہا: اگر ان دونوں کو ایک چلو میں جمع کر لیا تو یہ جائز ہے اور اگر ان کو الگ الگ چلو سے کیا تو یہ ہمارے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے۔ (سنن ترمذی ص ۳۰' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۳ھ)
علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی الحنفی المتوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:
کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا سنت ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر دوام کیا ہے اور ان کی کیفیت یہ ہے کہ تین مرتبہ کلی کرے اور ہر مرتبہ نیا پانی لے' پھر اسی طرح تین مرتبہ ناک میں پانی ڈالے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اسی طرح وضوء کرنا منقول ہے۔
(ہدایہ اولین ص ۱۸' مکتبہ شرکت علمیہ' ملتان)

الگ الگ پانی کے چلو سے کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کے متعلق احادیث سے دلائل

طلحہ اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گیا' اس وقت آپ وضوء کر رہے تھے اور پانی آپ کے چہرے اور آپ کی ڈاڑھی سے آپ کے سینہ پر بہ رہا تھا' میں نے دیکھا' آپ الگ الگ پانی سے کلی کر رہے تھے اور ناک میں پانی ڈال رہے تھے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۳۹)
طلحہ بن مصرف اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین مرتبہ کلی کی اور تین مرتبہ ناک میں پانی ڈالا' آپ ہر بار کے لیے نیا پانی لیتے تھے۔ الحدیث (المعجم الکبیر: ۴۰۹۔ ج ۱۹ ص ۱۸۱۔ ۱۸۰)
حضرت عبداللہ بن زید بن عاصم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: انہوں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وضوء کیا' پس آپ نے کلی کی' پھر ناک میں پانی ڈالا' پھر تین بار چہرہ دھویا' پھر تین بار دایاں ہاتھ دھویا' پھر تین بار دوسرا ہاتھ دھویا اور اس پانی سے سر کا مسح کیا' جو ہاتھوں سے بچا ہوا نہیں تھا اور پیروں کو دھویا' حتیٰ کہ ان کو صاف کر لیا۔ (صحیح مسلم: ۲۳۶' الرقم المسلسل: ۵۴۸)

اس حدیث سے وجہ استدلال یہ ہے کہ اس میں ذکر ہے کہ پہلے تین بار کلی کی اور پھر تین بار ناک میں پانی ڈالا اور یہ اسی وقت ہو سکتا ہے' جب ان دونوں کے لیے الگ الگ پانی لیا ہو اور ایک چلو میں دونوں کو جمع نہ کیا ہو۔

حضرت عبداللہ صنابحی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی بندہ وضوء کرے' پس کلی کرے تو اس سے اس کے منہ کے گناہ نکل جاتے ہیں' پس جب وہ ناک میں پانی ڈال کر ناک صاف کرتا ہے تو اس کی ناک کے گناہ نکل جاتے ہیں' پھر جب وہ اپنا چہرہ دھوتا ہے تو اس کے چہرے سے گناہ نکل جاتے ہیں' حتیٰ کہ اس کی آنکھوں کی پلکوں سے بھی گناہ نکل جاتے ہیں' پس جب وہ ہاتھ دھوتا ہے تو اس کے ہاتھوں کے گناہ نکل جاتے ہیں' حتیٰ کہ اس کے ناخنوں کے نیچے سے بھی گناہ نکل جاتے ہیں اور جب وہ سر کا مسح کرتا ہے تو اس کے سر کے گناہ نکل جاتے ہیں' حتیٰ کہ اس کے کانوں سے بھی گناہ نکل جاتے ہیں' پس جب وہ پیر دھوتا ہے تو اس کے پیروں کے گناہ نکل جاتے ہیں حتیٰ کہ پیروں کے ناخنوں کے نیچے سے بھی گناہ نکل جاتے ہیں۔

(المستدرک: ۴۴۶۔ ج ۱ ص ۱۳۰' یہ حدیث امام بخاری اور مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے' اور اس میں کوئی علت نہیں ہے' علامہ ذہبی نے حاکم کی موافقت کی ہے' الترغیب والترہیب للمنذری ج ۱ ص ۱۵۳' دارالحدیث' قاہرہ' المشکوٰۃ: ۲۹۷)

اس حدیث سے وجہ استدلال یہ ہے کہ آپ نے کلی کرنے سے گناہوں کے نکلنے کا الگ ذکر کیا ہے اور ناک میں پانی ڈالنے سے گناہوں کے نکلنے کا الگ ذکر فرمایا ہے' اس سے معلوم ہوا کہ دونوں کے لیے الگ الگ پانی لیا گیا ہے۔

الامام الحسین بن مسعود البغوی الشافعی المتوفی ۵۱۶ھ لکھتے ہیں:

کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کی کیفیت میں اختلاف ہے۔ بعض نے کہا: ان کو ایک چلو پانی میں جمع کرے اور بعض نے کہا: پہلے ایک چلو سے کلی کرے' پھر اس کے بعد دوسرے چلو سے ناک میں پانی ڈالے۔ طلحہ بن مصرف نے اپنے والد اور انہوں نے اپنے دادا رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گیا' اس وقت آپ وضوء کر رہے تھے' میں نے دیکھا: آپ جدا جدا چلو سے کلی کرتے تھے اور ناک میں پانی ڈالتے تھے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۳۹) حسن بصری کا بھی یہی مذہب ہے' اور شقیق بن سلمہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو دیکھا' انہوں نے الگ الگ پانی سے کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا اور انہوں نے کہا: اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وضوء کیا ہے اور میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا' انہوں نے تین تین بار وضوء کیا اور الگ الگ پانی سے وضوء کیا اور ناک میں پانی ڈالا' اور کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی طرح وضوء کیا ہے۔

(شرح السنۃ ج ۱ ص ۴۳۷۔۴۳۶' المکتب الاسلامی' بیروت' ۱۴۰۳ھ)

حضرت عثمان اور حضرت علی کی حدیثوں کو حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی نے ''تلخیص الحبیر'' ج ۱ ص ۱۱۵' (مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ) میں ثابت کیا ہے۔

اکثر روایات میں یہ ذکر ہے کہ ایک چلو پانی سے کلی بھی کی جائے اور ناک میں پانی بھی ڈالا جائے' لیکن یہ تمام روایات بیان جواز پر محمول ہیں اور افضل یہ ہے کہ الگ الگ چلو سے کلی کی جائے اور ناک میں پانی ڈالا جائے' جیسا کہ ہر عضو کو دھونے کے لیے الگ الگ چلو سے پانی لیا جاتا ہے اور منہ اور ناک بھی الگ الگ عضو ہیں' اس لیے ان کو دھونے کے لیے الگ الگ چلو سے پانی لیا جائے۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دونوں ہاتھوں سے منہ کو دھونا چاہیے کیونکہ حضرت ابن عباس نے دونوں ہاتھوں کو ملا کر منہ دھویا تھا' اور دائیں عضو سے دھونے کی ابتداء کرنی چاہیے اور دھونے کے لیے دایاں ہاتھ استعمال کرنا چاہیے۔

بعض لوگوں نے کہا ہے کہ ناک میں پانی بائیں ہاتھ سے ڈالے' لیکن یہ صحیح نہیں ہے' حدیث میں ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دایاں ہاتھ وضوء کرنے اور طعام کے لیے تھا اور بایاں ہاتھ قضاء حاجت اور اس قسم کے دوسرے کاموں کے لیے تھا۔ (صحیح البخاری: ١٦٨، صحیح مسلم: ٢٦٨، سنن ابوداؤد: ٣٣، سنن ترمذی: ٦٠٨، سنن نسائی: ١١٢)

٨- بَابُ التَّسْمِيَةِ عَلٰى كُلِّ حَالٍ وَعِنْدَ الْوِقَاعِ

ہر حال میں بسم اللہ پڑھنا اور جماع کے وقت بھی

امام بخاری نے پہلے سات ابواب وضوء کے اوصاف سے متعلق ذکر کیے اور اب استنجاء کے ابواب شروع کر رہے ہیں اور درمیان میں اس باب کو ذکر کیا' جس میں ہر کام سے پہلے بسم اللہ پڑھنے کا ذکر ہے' اگرچہ ان کو یہ چاہیے تھا کہ پہلے بسم اللہ پڑھنے کا باب ذکر کرتے' پھر استنجاء کے متعلق ابواب کا ذکر کرتے' پھر وضوء کے اوصاف کے ابواب ذکر کرتے' لیکن چونکہ اہم مقصود وضوء کے اوصاف کو ذکر کرنا تھا' اس لیے پہلے انہوں نے وضوء کے اوصاف کے ابواب کا ذکر کیا' پھر بسم اللہ پڑھنے کے باب کو ذکر کیا اور اس کے بعد استنجاء کے ابواب کا ذکر کیا۔

١٤١- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ، عَنْ مَنْصُوْرٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ اَبِي الْجَعْدِ، عَنْ كُرَيْبٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ اَنَّ اَحَدَكُمْ اِذَا اَتٰى اَهْلَهٗ قَالَ بِاسْمِ اللّٰهِ، اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ، وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا، فَقُضِيَ بَيْنَهُمَا وَلَدٌ لَمْ يَضُرَّهٗ.

[اطراف الحدیث: ٣٢٧١_ ٣٢٨٣_ ٥١٦٥_ ٦٣٨٨_ ٧٣٩٦]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از منصور از سالم بن ابی الجعد از کریب از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ اس حدیث کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچاتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: اگر تم میں سے کوئی شخص جب اپنی بیوی کے پاس جائے اور یہ دعا کرے: اللہ کے نام سے (ابتداء کرتا ہوں) اے اللہ! ہم سے شیطان کو دور رکھ اور ہم کو جو عطاء فرمائے' اس سے بھی شیطان کو دور رکھ' پھر ان کے درمیان جو اولاد مقدر کی جائے' اس کو شیطان ضرر نہیں پہنچا سکے گا۔

(صحیح مسلم: ١٤٣٤، الرقم المسلسل: ٣٤٧٠، سنن ابوداؤد: ٢١٦١، سنن ترمذی: ١٠٩٢، السنن الکبریٰ للنسائی: ٩٠٣٠، سنن ابن ماجہ: ١٩١٩، عمل الیوم واللیلۃ: ٢٦٦، مصنف عبد الرزاق: ١٠٤٦٦، مصنف عبد الرزاق ج ٤ ص ٣١١، سنن دارمی: ٢٠١٢، صحیح ابن حبان: ٩٨٣، المعجم الکبیر: ١٢١٩٥، کتاب الدعاء: ٩٤١، شرح السنۃ: ١٣٣٠، مسند ابوداؤد الطیالسی: ٢٧٠٥، مسند احمد ج ١ ص ٢١٧ طبع قدیم' مسند احمد: ١٨٦١، ج ٣ ص ٣٦١' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس باب کے عنوان کے دو جز ہیں: ہر حال میں بسم اللہ پڑھنا اور جماع کے وقت بسم اللہ پڑھنا اور اس حدیث کی مطابقت باب کے جزء ثانی کے اعتبار سے ہے۔

وضوء سے پہلے بسم اللہ پڑھنے کے متعلق حسب ذیل احادیث ہیں:

وضوء سے پہلے بسم اللہ پڑھنے کے متعلق احادیث

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس کا وضوء نہ ہو' اس کی نماز نہیں ہوتی اور جو بسم اللہ نہ پڑھے' اس کا وضوء (کامل) نہیں ہوتا۔ (سنن ابوداؤد: ١٠١، سنن ترمذی: ٢٥، سنن ابن ماجہ: ٣٩٩، مسند احمد ج ٥ ص ٣٨١)

امام بیہقی نے کہا ہے کہ اس حدیث کی اسانید غیر قوی ہیں' امام احمد نے کہا: ان میں سے کوئی حدیث ثابت نہیں ہے' پھر امام احمد نے روایت کیا ہے:

انس بن مالک بیان کرتے ہیں کہ جب نبی ﷺ نے پانی کے برتن میں ہاتھ رکھا اور آپ کی انگلیوں سے پانی چشمہ کی طرح ابلنے لگا تو آپ نے فرمایا: بسم اللہ پڑھ کر وضوء کرو (یہ حدیث ثابت ہے) اس وقت آپ کے ساتھ تقریباً ستر (۷۰) اصحاب تھے۔

(معرفۃ السنن والآثار: ۵۳۔ ج ۱ ص ۱۵۴ السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۱ ص ۴۳ مصنف عبد الرزاق: د ۲۰۵۳ مسند ابو یعلیٰ: ۳۰۳۶ صحیح ابن خزیمہ: ۱۴۴ صحیح ابن حبان: ۶۵۴۴ سنن نسائی: ۷۸ مسند احمد ج ۳ ص ۱۶۵ طبع قدیم مسند احمد: ۱۲۶۹۴۔ ج ۲۰ ص ۱۲۱۔ ۱۲۰ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کی سند صحیح ہے امام بخاری اور امام مسلم کی شرط کے مطابق ہے۔

بابِ مذکور کی حدیث کے رجال کا تعارف

اس حدیث کے چھ رجال ہیں:

(۱) علی بن عبد اللہ المدینی (۲) جریر بن عبد الحمید (۳) منصور بن المعتمر ان کا تعارف ہو چکا ہے (۴) سالم بن ابی الجعد الاشجعی الکوفی التابعی یہ حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں اور ان سے منصور اور اعمش روایت کرتے ہیں ۱۰۰ھ میں فوت ہو گئے تھے یہ ثقہ راویوں میں سے ہیں لیکن یہ ارسال اور تدلیس کرتے تھے (۵) کریب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام (۶) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ان کا تعارف ہو چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۴۰۵)

شیطان رزق قضا اور دیگر مشکل الفاظ کے معانی

اس حدیث میں ''اھل'' کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: بیوی اس کی جمع ''اھلات'' اور ''اھالی'' ہے۔

جَنِّبْنَا: ''جَنَّبَ، یُجَنِّبُ'' کا معنی ہے: دور کرنا' قرآن مجید میں ہے:

وَاجْنُبْنِیْ وَبَنِیَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ ○ (ابراہیم: ۳۵) مجھے اور میری اولاد کو بت پرستی سے دور رکھ ○

''شیطان'' اگر اس کا مادہ ''شطن'' ہو تو اس کا وزن ''فیعال'' ہے اور اس کا معنی ہے: دور ہونا یعنی شیطان نیکی اور خیر سے دور ہے اور اگر اس کا مادہ ''شیط'' ہو تو اس کا وزن ''فعلان'' ہے اور اس کا معنی ہے: ہلاک ہونا یعنی شیطان اللہ تعالیٰ کے قہر و غضب میں ہلاک ہو گیا نیز اس کا معنی باطل ہے جن اور انس میں سے ہر وہ جو سرکش اور متکبر ہو اس کو شیطان کہتے ہیں عرب سانپ کو بھی شیطان کہتے ہیں۔

''مَا رَزَقْتَنَا'' اس کا مادہ رزق ہے جس سے نفع حاصل ہو وہ رزق ہے اس کی جمع ارزاق ہے قرآن مجید میں بارش پر بھی رزق کا اطلاق کیا ہے:

وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ رِّزْقٍ. (الجاثیہ: ۵) اور اللہ نے آسمان سے جو رزق نازل کیا ہے۔

وَفِی السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ. (الذاریت: ۲۲) اور آسمان میں تمہارا رزق ہے۔

اور رزق کا معنی حصہ اور نصیب ہے قرآن مجید میں ہے:

وَتَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ اَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ ○ (الواقعہ: ۸۲) اور تم نے جھٹلانے کو اپنا حصہ بنا لیا ○

معتزلہ نے کہا: رزق کا شرعی معنی ہے: جاندار کو کسی چیز سے نفع اٹھانے پر قادر کرنا اور اس کا دوسرے کو اس سے نفع اٹھانے سے روکنا اس لیے انہوں نے کہا: حرام چیز رزق نہیں ہے اہل السنۃ نے کہا: حرام چیز بھی رزق ہے کیونکہ رزق کا لغت میں معنی حصہ اور نصیب ہے پس جس شخص نے حرام چیز سے نفع اٹھایا سو وہی اس کا حصہ اور نصیب ہے اور وہی اس کا رزق ہے اگر حرام چیز رزق نہ ہو تو جس شخص نے ساری عمر سود اور چوری کا مال کھایا تو اس تفسیر کی بناء پر لازم آئے گا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو رزق نہیں دیا حالانکہ اللہ

تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا. زمین پر چلنے والے جتنے جان دار ہیں ان سب کا رزق اللہ کے ذمہ ہے۔ (ھود: ٦)

''فقضٰی'' یہ لفظ ''قضا'' سے بنا ہے اس کے متعدد معانی ہیں'' قضا'' کا معنی ہے: حکم دینا۔ قرآن مجید میں ہے:

وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ. (بنی اسرائیل: ٢٣) اور آپ کے رب نے یہ حکم دیا ہے کہ تم اس کے سوا اور کسی کی عبادت نہ کرو۔

''قضٰی حاجته'' کا معنی ہے: اس کی ضرورت پوری کر کے فارغ ہو گیا'' قضٰی دینه'' کا معنی ہے: اس کا قرض ادا کر دیا' ''قضٰی نحبه'' کا معنی ہے: اس کی روح قبض کر لی وہ مر گیا'' قضٰی الیه الامر'' کا معنی ہے: اس تک معاملہ پہنچا دیا'' قضاهُ'' کا معنی ہے: اس کو مقدر کر دیا' اس حدیث میں قضاء کا معنی حکم دینا یا مقدر کرنا ہے۔

شیطان کے ضرر پہنچانے کے محامل

اس حدیث میں مذکور ہے کہ جب انسان اپنی بیوی سے جماع کرنے سے پہلے بسم اللہ پڑھے اور یہ دعا کرے کہ اللہ مجھ کو اور میری اولاد کو شیطان سے دور رکھے تو شیطان اس کی اولاد کو ضرر نہیں پہنچا سکے گا' یعنی اللہ کے نام کی برکت سے اس بچہ پر شیطان کا تسلط نہیں ہوگا اور وہ اللہ تعالیٰ کے ان محفوظ بندوں میں سے ہو جائے گا' جن کے متعلق فرمایا ہے:

اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ. (الحجر: ٤٢) میرے (خاص) بندوں پر تجھے کوئی غلبہ نہ ہو سکے گا۔

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ شیطان اس کو دینی ضرر نہ پہنچا سکے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ شیطان اس کو بدنی ضرر نہ پہنچا سکے' اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کا معنی یہ ہو کہ شیطان اس کی عقل کو اور اس کے بدن کو خراب نہ کر سکے' ہر چند کہ حدیث کے الفاظ میں عموم ہے کہ شیطان اس کو کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچا سکے گا' لیکن یہ تخصیص ضروری ہے' ورنہ لازم آئے گا کہ وہ گناہوں سے بالکل معصوم ہو جائے' حالانکہ ایسا نہیں ہوتا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو خبر دی ہے' اس کا وقوع ضروری ہے اور جب ہم اس ضرر کو عقل اور بدن کے ضرر پر محمول کریں گے تو پھر اس کا وقوع ممتنع نہیں ہوگا۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ شیطان اس کو مرگی میں مبتلا نہیں کر سکے گا' بعض نے کہا: شیطان اس کی ولادت کے وقت اس کو انگلی نہیں چبھوئے گا' جب کہ دوسروں کو وہ انگلی چبھوتا ہے' جس کی وجہ سے بچہ روتا ہے اور ہم اس حدیث کو ضرر کی تمام اقسام پر محمول نہیں کرتے' کیونکہ شیطان سب کو وسوسہ بھی ڈالتا ہے اور گناہوں پر ابھارتا بھی ہے' داؤدی نے کہا ہے: وہ اس بچہ کو فتنۂ کفر میں مبتلا نہیں کر سکے گا۔

علامہ سندی نے کہا ہے کہ اس حدیث کو کسی نے بھی عموم ضرر پر محمول نہیں کیا' کیونکہ حدیث میں وارد ہے کہ بنو آدم کے ہر بچہ کو شیطان اپنی انگلی سے مس کرتا ہے' سوائے حضرت مریم اور ان کے بیٹے کے۔ (مسند احمد ج ٢ ص ٢٢٨۔ ٢٩٢۔ ٣١٩ طبع قدیم)

ایک قول یہ ہے کہ شیطان اس کو کفر کے ساتھ گم راہ نہیں کر سکے گا' ایک قول یہ ہے کہ وہ اس کو گناہ کبیرہ میں مبتلا نہیں کر سکے گا' ایک قول یہ ہے کہ جب وہ گناہ کے بعد توبہ کرنا چاہے گا تو وہ اس کو توبہ سے روک نہیں سکے گا' ایک قول یہ ہے کہ جنات اس کو نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔ (حاشیہ مسند احمد ج ٣ ص ٣٦١' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اللہ تعالیٰ کے ذکر اور اس سے دعا کی پناہ میں رہنا اور پاکیزہ اولاد کی دعا کرنا اور ہر نیک کام سے پہلے بسم اللہ پڑھنا

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنے آپ کو ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے ذکر اور اس سے دعا کی پناہ میں رکھے اور اس کے نام سے برکت حاصل کرتا رہے اور یہ یقین رکھے کہ ہر نیک عمل میں اللہ تعالیٰ ہی اس کا معین اور مددگار ہے۔

جماع سے پہلے بسم اللہ پڑھے اور حدیث میں مذکور دعا مانگے' امام غزالی نے کہا: بسم اللہ کے بعد سورۂ اخلاص پڑھے اللہ اکبر اور لا الہ الا اللہ پڑھے اور یہ کہے کہ اے اللہ! اگر تو نے میرے لیے اولاد مقدر کی ہے تو مجھے پاکیزہ اولاد عطا فرما۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ جب جماع سے پہلے بھی بسم اللہ پڑھنا مستحب ہے تو ہر نیک کام سے پہلے خصوصاً وضوء سے پہلے بسم اللہ پڑھنا مستحب ہے۔

انسان کی تمام زندگی میں شیطان کا اس کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرنا

اس حدیث میں یہ اشارہ بھی ہے کہ شیطان ہر وقت انسان کے ساتھ لازم رہتا ہے' جب وہ اپنی ماں کے رحم سے باہر آتا ہے' اس وقت سے موت تک انسان کے ساتھ لازم رہتا ہے' حتیٰ کی اس کی رگوں میں خون کی طرح دوڑتا رہتا ہے اور جب انسان سو جاتا ہے تو اس کے نتھنوں میں رات گزارتا ہے اور جب انسان غافل ہوتا ہے تو اس کو وسوسے ڈالتا ہے اور جب وہ اللہ کا ذکر کرتا ہے تو پیچھے ہٹ جاتا ہے اور جب انسان سو جاتا ہے تو اس کی گدی میں تین گرہیں لگا دیتا ہے کہ رات بہت لمبی ہے اور جب انسان بیدار ہو کر اللہ کا ذکر کرتا ہے اور وضوء کرتا ہے اور نماز پڑھتا ہے تو یہ تینوں گرہیں کھل جاتی ہیں' غرض شیطان ہر وقت انسان کو دینی ضرر پہنچانے کی تگ و دو میں لگا رہتا ہے' اللہ تعالیٰ ہم کو ہمیشہ شیطان کے شر سے اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۳۴۲۹۔ ج ۳ ص ۸۶۳ پر ہے' وہاں اس حدیث کی شرح نہیں کی گئی۔

۹- بَابُ مَا يَقُوْلُ عِنْدَ الْخَلَاءِ — بیت الخلاء میں دخول کے وقت کیا کہے؟

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ باب سابق میں جماع سے پہلے اللہ تعالیٰ کے ذکر کا بیان تھا اور اس باب میں بیت الخلاء جانے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے ذکر کا بیان ہے' سو دونوں بابوں میں قدر مشترک اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا ہے۔

۱۴۲- حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ' عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ صُهَيْبٍ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسًا يَقُوْلُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ الْخَلَاءَ قَالَ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَآئِثِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عبد العزیز بن صہیب' انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب بیت الخلاء میں داخل ہوتے تو یہ دعا کرتے: اے اللہ! میں خبث اور خبائث سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔

تَابَعَهُ ابْنُ عَرْعَرَةَ 'عَنْ شُعْبَةَ. وَقَالَ غُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ اِذَا اَتَى الْخَلَاءَ. وَقَالَ مُوْسٰى عَنْ حَمَّادٍ اِذَا دَخَلَ. وَقَالَ سَعِيْدُ بْنُ زَيْدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ اِذَا اَرَادَ اَنْ يَّدْخُلَ. [طرف الحدیث: ۶۳۲۲]

شعبہ سے اس حدیث کی روایت میں محمد بن عرعرہ نے آدم کی متابعت کی ہے' اور غندر نے کہا: جب آپ بیت الخلاء میں جاتے اور موسیٰ نے حماد سے روایت کیا ہے: جب آپ بیت الخلاء میں داخل ہوتے اور سعید بن زید نے کہا: ہمیں عبد العزیز نے حدیث

بیان کی: جب آپ بیت الخلاء میں داخل ہونے کا ارادہ کرتے۔

(صحیح مسلم: ۳۷۵'الرقم المسلسل: ۸۰۹' سنن ابوداؤد: ۴' سنن نسائی: ۱۹' السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۹' سنن ابن ماجہ: ۲۹۸' سنن ترمذی: ۵' المنتقیٰ: ۲۸' مسند ابویعلیٰ: ۳۹۱۴' صحیح ابن حبان: ۱۴۰۷' کتاب الدعاء: ۳۵۹' عمل الیوم واللیلۃ: ۱۷' شرح السنۃ: ۱۸۶' مسند احمد ج ۳ ص ۲۸۲ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۳۹۹۹۔ج ۲۱ ص ۳۱۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس دعا میں ہے: اے اللہ! میں خبث اور خبائث سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔

اس حدیث کے چار رجال ہیں:

(۱) آدم (۲) شعبہ (۳) عبد العزیز بن صہیب (۴) حضرت انس رضی اللہ عنہ' ان کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

''خبث'' اور ''خبائث'' کا معنی اور اٹیچ باتھ میں بسم اللہ پڑھنے کی ممانعت

اس حدیث میں ''خبث'' اور ''خبائث'' سے پناہ مانگنے کا ذکر ہے' اس سے مراد شیاطین اور ان کی مؤنثات ہیں' کیونکہ شیاطین بیت الخلاء میں حاضر ہوتے ہیں' یہ وہ مقامات ہیں' جہاں پر اللہ تعالیٰ کا ذکر نہیں کیا جاتا' اس لیے ان سے احتراز کرنے کے لیے آپ بیت الخلاء میں داخل ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے تھے۔

''خبث'' سے مراد کفر یا شر ہے اور ''خبائث'' سے مراد شیاطین ہیں' ابن الاعرابی نے کہا کہ کلام عرب میں خبث مکروہ چیز کو کہتے ہیں' اگر وہ مکروہ کلام ہو تو وہ سب وشتم ہے' اگر وہ مکروہ طعام ہو تو وہ حرام ہے اور ''خبائث'' ''خبیثۃ'' کی جمع ہے یعنی جو نیک اور محمود فعل نہ ہو یعنی افعال مذمومہ اور خصال ردیئہ۔

آپ جب بیت الخلاء میں داخل ہونے کا ارادہ کرتے تو یہ دعا پڑھتے تھے' کیونکہ یہ جگہ اللہ تعالیٰ کا پاک نام لیے جانے کے قابل نہیں ہے اور بیت الخلاء میں اللہ تعالیٰ کا دل میں ذکر کرنا چاہیے' نہ کہ زبان سے۔

آج کل گھروں میں اٹیچ باتھ روم بنے ہوئے ہوتے ہیں' جن میں ایک طرف قضاء حاجت کی جگہ ہوتی ہے اور دوسری طرف وضوء کرنے کی جگہ ہوتی ہے اور درمیان میں کوئی آڑ یا حجاب نہیں ہوتا' سو اس میں بھی اللہ تعالیٰ کا نام لینا صحیح نہیں ہے اور وضوء کرنے سے پہلے باتھ روم سے باہر آ کر بسم اللہ پڑھنی چاہیے اور وضوء کی دعائیں اس جگہ نہیں مانگنی چاہئیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شیطان کے شر سے پناہ کی دعا کی توجیہ

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کرتے تھے: اے اللہ! میں خبث اور خبائث سے تیری پناہ میں آتا ہوں' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا شیاطین سے پناہ طلب کرنا عبودیت کے اظہار اور تعلیم امت کے لیے ہے' ورنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمام جنات اور انسانوں کے شر سے محفوظ ہیں۔

بیت الخلاء میں دعا اور اذکار کی ممانعت اور جو تعویذ غلاف میں ہو' اس کو بیت الخلاء میں لے جانے کا جواز

اس حدیث میں یہ مذکور ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیت الخلاء میں داخل ہوتے تو یہ دعا کرتے: اے اللہ! میں خبث اور خبائث سے تیری پناہ میں آتا ہوں' اس حدیث کا یہ معنی نہیں ہے کہ آپ بیت الخلاء میں داخل ہونے کے بعد زبان سے یہ دعا کرتے تھے' بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ جب آپ بیت الخلاء میں داخل ہونے کا ارادہ کرتے تو یہ دعا کرتے تھے' جس طرح قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○ (النحل: ۹۸) — پس جب آپ قرآن پڑھیں تو شیطان مردود سے اللہ کی پناہ طلب کریں ○

اس آیت کا یہ معنی نہیں ہے کہ قرآن پڑھنے کے بعد شیطان مردود سے اللہ کی پناہ طلب کریں' بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ جب آپ

قرآن پڑھنے کا ارادہ کریں تو شیطان مردود سے اللہ کی پناہ طلب کریں اسی طرح اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ جب آپ بیت الخلاء میں داخل ہونے کا ارادہ کرتے تو یہ دعا پڑھتے' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بغیر طہارت کے اللہ تعالیٰ کا ذکر نہیں کرتے تھے' حدیث میں ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سے گزرا' اس وقت آپ پیشاب کر رہے تھے' اس نے آپ کو سلام کیا تو آپ نے اس کے سلام کا جواب نہیں دیا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تیمم کیا' پھر اس شخص کے سلام کا جواب دیا۔

(صحیح مسلم: ۳۷۰' سنن ترمذی: ۹۰' سنن ابوداؤد: ۱۶' سنن نسائی: ۳۷' سنن ابن ماجہ: ۳۵۳)

دوسری حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیر سے سلام کا جواب دینے کا عذر بیان فرمایا ہے:

المہاجر بن قنفذ بیان کرتے ہیں کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے' اس وقت آپ پیشاب کر رہے تھے' انہوں نے آپ کو سلام کیا' آپ نے ان کے سلام کا جواب نہیں دیا' حتیٰ کہ آپ نے وضوء کر لیا' پھر آپ نے اُن کے سامنے عذر بیان کیا اور فرمایا: میں نے بغیر طہارت کے اللہ تعالیٰ کے ذکر کرنے کو ناپسند کیا۔ (سنن ابوداؤد: ۱۷' سنن نسائی: ۳۸' سنن ابن ماجہ: ۳۵۰)

بیت الخلاء میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا تو دور کی بات ہے' آپ تو بیت الخلاء جانے سے پہلے اپنی انگوٹھی بھی اتار لیتے تھے' کیونکہ اس میں اللہ کا نام لکھا ہوا تھا' حدیث میں ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیت الخلاء میں داخل ہونے (کا ارادہ) کرتے تو اپنی انگوٹھی اتار کر رکھ دیتے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۹' سنن ترمذی: ۱۷۴۶' سنن نسائی: ۵۲۲۸' سنن ابن ماجہ: ۳۰۲)

انگوٹھی پر کوئی غلاف نہیں ہوتا' اس لیے آپ انگوٹھی کو اتار دیتے تھے' لیکن جس ذکر پر کوئی غلاف ہو' اس کو بیت الخلاء میں لے جانا جائز ہے' جیسے تعویذ چمڑے یا چاندی کے غلاف میں ہو۔ (درمختار مع ردالمحتار ج ۱ ص ۲۸۸' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

بعض علماء نے بیت الخلاء میں دعا کرنے اور ذکر کرنے کو جائز کہا ہے اور اس حدیث سے استدلال کیا ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر وقت (یا تمام اوقات میں) اللہ کا ذکر کرتے تھے۔

(سنن ابوداؤد: ۱۸' سنن ترمذی: ۳۳۸۴' سنن ابن ماجہ: ۳۰۲)

اس استدلال کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کا یہ معنی نہیں ہے کہ آپ ہر وقت زبان سے اللہ کا ذکر کرتے تھے' بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ آپ بعض اوقات زبان سے اللہ کا ذکر کرتے تھے اور بعض اوقات دل سے اللہ کا ذکر کرتے تھے۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۳د۔ ب ج ۱ ص ۱۰۵۹ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۱۰ - بَابُ وَضْعِ الْمَاءِ عِنْدَ الْخَلَاءِ — بیت الخلاء کے پاس پانی رکھنا

باب سابق کے ساتھ اس کی مناسبت واضح ہے کیونکہ دونوں بابوں میں بیت الخلاء کے متعلق احکام ہیں۔

۱۴۳ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ قَالَ حَدَّثَنَا وَرْقَاءُ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي يَزِيدَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ الْخَلَاءَ فَوَضَعْتُ لَهُ وَضُوءًا قَالَ مَنْ وَضَعَ هٰذَا؟ فَأُخْبِرَ فَقَالَ اللّٰهُمَّ فَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہاشم بن القاسم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ورقاء نے حدیث بیان کی از عبید اللہ بن ابی یزید از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیت الخلاء میں داخل ہوئے تو میں نے آپ کے وضوء کے لیے پانی رکھا' آپ نے پوچھا: یہ کس نے رکھا ہے؟ پس آپ کو خبر دی گئی تو آپ نے دعا کی: اے اللہ! اس کو دین میں فقہ عطا فرما!

اس حدیث کی تخریج اور شرح' صحیح البخاری: ۷۵ میں گزر چکی ہے اور اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت حدیث کے اس جملہ میں ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیت الخلاء میں داخل ہوئے تو میں نے آپ کے وضوء کے لیے پانی رکھا۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) عبداللہ بن محمد الجعفی المسندی'' باب امور الایمان'' میں ان کا تعارف ہو چکا ہے (۲) ہاشم بن القاسم ابوالنضر الخراسانی' یہ حافظ' ثقہ' صاحب سنت تھے' اہل بغداد ان پر فخر کرتے تھے' ۲۰۷ ھ میں ۷۳ سال کی عمر میں فوت ہو گئے (۳) ورقاء بن عمر الیشکری الکوفی' یہ خوارزم کے تھے' مدائن میں سکونت رکھی' انہوں نے عبداللہ بن محمد اور دیگر سے روایت کی ہے' اور ان سے الفریابی نے روایت کی ہے' یہ ۱۶۷ ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) عبید اللہ بن ابی یزید المکی' یہ ثقہ اور کثیر الحدیث تھے' ۱۲۶ ھ میں فوت ہو گئے تھے (۵) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما' ان کا تعارف ہو چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۱۲-۱۵)

بعض علماء کا پانی سے استنجاء کا انکار کرنا اور ان کے رد میں احادیث

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بیت الخلاء میں پانی رکھنا حدث سے استنجاء کے لیے ہے' اس میں ان علماء کا رد ہے' جنہوں نے پانی سے استنجاء کرنے کا انکار کیا ہے' انہوں نے کہا: پانی سے استنجاء کرنا صرف عورتوں کے لیے مشروع ہے اور مرد صرف پتھر سے استنجاء کرتے تھے۔ (شرح ابن بطال ج ۱ ص ۲۴۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ ھ)

میں کہتا ہوں کہ متعدد احادیث سے ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پانی سے استنجاء کرتے تھے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت الخلاء سے باہر آتے تو پانی سے استنجاء کر کے آتے تھے۔

(صحیح ابن حبان: ۱۴۴۱' موسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۱۴ ھ)

ابراہیم بیان کرتے ہیں کہ ہمیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی بیت الخلاء میں داخل ہوتے تو پانی سے استنجاء کرتے تھے یا وضوء کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۵۳' ادارۃ القرآن' کراچی)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی قضاء حاجت کر کے آتے تو میں اور انصار کا ایک اور لڑکا مشکیزہ میں پانی لاتے' جس سے آپ استنجاء کرتے تھے۔ (صحیح البخاری: ۱۵۰' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۵۲' مسند احمد ج ۳ ص ۲۰۳' صحیح مسلم: ۲۷۱' شرح السنۃ: ۱۹۵' صحیح ابن خزیمہ: ۸۵' صحیح ابن حبان: ۱۴۴۲)

معاذہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ تم اپنے شوہروں سے کہو کہ وہ پانی سے استنجاء کیا کریں' کیونکہ مجھے ان سے یہ کہتے ہوئے حیاء آتی ہے' بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پانی سے استنجاء کرتے تھے۔

(سنن ترمذی: ۱۹' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۵۲' سنن بیہقی ج ۱ ص ۱۰۵' مسند احمد ج ۱ ص ۱۱۴-۱۱۳' صحیح ابن حبان: ۱۴۴۳)

۱۱- بَابٌ لَا تُسْتَقْبَلُ الْقِبْلَةُ بِغَائِطٍ أَوْ بَوْلٍ، إِلَّا عِنْدَ الْبِنَاءِ، جِدَارٍ أَوْ نَحْوِهِ

پاخانہ یا پیشاب کے وقت قبلہ کی طرف منہ نہ کیا جائے' لیکن جب عمارت میں ہو یا کسی دیوار یا اس طرح کی کسی چیز کی آڑ ہو تو کوئی حرج نہیں

بعض علماء نے کہا ہے کہ قبلہ کی طرف منہ کرنا اس وقت متحقق ہوگا' جب کھلے میدان یا جنگل میں قضاء حاجت کی جائے' لیکن

جب انسان کسی عمارت مثلاً بیت الخلاء میں ہو یا کسی دیوار کی آڑ میں بیٹھا ہو تو پھر یہ نہیں کہا جائے گا کہ اس کا قبلہ کی طرف منہ ہے' لیکن یہ قول صحیح نہیں ہے' کیونکہ جب انسان کا قبلہ کی طرف منہ ہوگا تو یہی صادق آئے گا کہ اس کا قبلہ کی طرف منہ ہے' خواہ وہ صحراء میں ہو یا میدان میں یا کسی عمارت میں ہو یا کسی دیوار کے پیچھے ہو' اور جس طرح بیت الخلاء میں اس کے اور قبلہ کے درمیان بیت الخلاء کی دیوار حائل ہوتی ہے' اسی طرح کھلے میدان اور صحراء کے آگے بھی پہاڑ اور ٹیلے اور شہر کی عمارتیں حائل ہوتی ہیں' اس لیے ان میں شرعی حکم کے لحاظ سے فرق کرنا صحیح نہیں ہے۔

اس باب کی بابِ سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ دونوں باب قضاء حاجت اور بیت الخلاء کے ذکر میں مشترک ہیں۔

١٤٤- حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ ذِئْبٍ قَالَ حَدَّثَنِی الزُّهْرِیُّ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيْدَ اللَّيْثِيِّ، عَنْ اَبِیْ اَيُّوْبَ الْاَنْصَارِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَتٰى اَحَدُكُمُ الْغَائِطَ، فَلَا يَسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ وَلَا يُوَلِّهَا ظَهْرَهٗ، شَرِّقُوْا اَوْ غَرِّبُوْا.

[طرف الحدیث: ٣٩٤]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی ذئب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے زہری نے حدیث بیان کی از عطاء بن یزید اللیثی از حضرت ابی ایوب انصاری رضی اللہ عنہ' انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص پاخانہ کرنے جائے تو نہ قبلہ کی طرف منہ کرے اور نہ اس کی طرف پیٹھ کرے' مشرق کی طرف منہ کرو یا مغرب کی طرف منہ کرو۔

(صحیح مسلم: ٢٦٤' الرقم المسلسل: ٥٩٨' سنن ابوداؤد: ٨' سنن نسائی: ٢٢-٢١' سنن ابن ماجہ: ٣١٨' موطأ امام مالک: ٤٦٣' مصنف ابن ابی شیبہ ج ١ ص ١٥٠' المعجم الکبیر: ٣٩٣١' مسند احمد ج ٥ ص ٤١٤ طبع قدیم' مسند احمد: ٢٣٥١٤-ج ٣٨ ص ٤٩٦' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: جب تم میں سے کوئی شخص پاخانہ کرنے جائے تو نہ قبلہ کی طرف منہ کرے اور نہ اس کی طرف پیٹھ کرے' لیکن امام بخاری نے عنوان میں عمارت یا دیوار وغیرہ کی آڑ کا جو استثناء ذکر کیا ہے' اس کا اس حدیث میں بالکل ذکر نہیں ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف اور حضرت ایوب انصاری کا تذکرہ اور ان کی قبر کے پاس دعا کا قبول ہونا

(١) آدم بن ابی ایاس (٢) محمد بن عبد الرحمٰن بن مغیرہ بن الحارث بن ابی ذئب (٣) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری' ان سب کا تعارف ہو چکا ہے (٤) ابویزید عطاء بن یزید اللیثی' یہ تابعی ہیں' ١٨٢ھ یا ١٨٥ھ میں فوت ہو گئے تھے (٥) حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ' ان کا نام خالد بن زید بن کلیب بن ثعلبہ الانصاری البخاری ہے' یہ غزوۂ بدر اور عقبہ ثانیہ میں حاضر تھے' جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ آئے تو ان کے پاس ایک مہینہ ٹھہرے تھے' یہ معزز صحابہ رضی اللہ عنہم سے ہیں' انہوں نے ١٥٠' احادیث روایت کی ہیں' ان میں سے سات احادیث پر امام بخاری اور امام مسلم متفق ہیں' امام بخاری ایک حدیث کے ساتھ منفرد ہیں' یہ جنگوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے' ٥٠ھ میں قسطنطنیہ میں جہاد کرتے ہوئے فوت ہو گئے' اس جہاد میں یہ یزید بن معاویہ کے ساتھ تھے' یہ اس کے ساتھ نکلے' پھر بیمار ہو گئے' جب ان کا مرض زیادہ ہو گیا تو انہوں نے اپنے اصحاب سے کہا: جب میں فوت ہو جاؤں تو مجھے اٹھا لینا اور جب تمہارا دشمن سے مقابلہ ہو تو مجھے تم اپنے قدموں کے نیچے دفن کر دینا' سو انہوں نے ایسا ہی کیا' ان کی قبر قسطنطنیہ کی سرحد کے قریب معروف ہے' اس کی آج تک تعظیم کی جاتی ہے' لوگ وہاں بارش کی طلب کے لیے دعا کرتے ہیں تو وہاں بارش ہو جاتی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ٢ ص ٣٢٠)

حافظ جمال الدین ابوالحجاج یوسف المزی المتوفی ۷۴۲ھ لکھتے ہیں:

یہ عقبہ میں حاضر ہوئے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب ہجرت کر کے مدینہ آئے تو ان کے پاس ٹھہرے تھے' یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بدر' احد اور تمام مشاہد میں حاضر تھے' ان کا گھر مدینہ میں تھا' خوارج کے ساتھ جنگ نہروان میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے' اور ان کے بعد ایک لمبے عرصہ تک زندہ رہے اور حضرت معاویہ بن ابی سفیان کی خلافت میں روم کے شہر میں جہاد کرتے ہوئے فوت ہوئے' القسطنطنیہ کی سرحد میں ان کی قبر ہے۔

سعید بن المسیب نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابوایوب نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ڈاڑھی مبارک میں کوئی مکروہ چیز لگی دیکھی' انہوں نے اس کو نکال کر آپ کو دکھائی' آپ نے ان کو دعا دی کہ ابوایوب میں جو مکروہ چیز ہو' اللہ اس کو نکال لے۔ (مجمع الزوائد ج ۹ ص ۳۲۳)

حضرت ابوایوب کے آزاد کردہ غلام افلح بیان کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت ام ایوب نے حضرت ابوایوب سے کہا: کیا آپ سن رہے ہیں کہ لوگ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق کیا کہہ رہے ہیں؟ حضرت ابوایوب نے کہا: کیوں نہیں! یہ جھوٹ ہے' اے ام ایوب! کیا تم ایسا کر سکتی ہو؟ انہوں نے کہا: نہیں! اللہ کی قسم! ' حضرت ابوایوب نے کہا: اللہ کی قسم! حضرت عائشہ تم سے بہت افضل ہیں' پھر جب قرآن نازل ہوا اور اس میں تہمت لگانے والوں کا ذکر ہوا اور اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل کی:

لَوْ لَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَيْرًا وَّقَالُوْا هٰذَآ اِفْكٌ مُّبِيْنٌ۝ (النور: ۱۲)

ایسا کیوں نہ ہوا کہ جب مومن مردوں اور مومن عورتوں نے اس بات کو سنا تو وہ ان کے متعلق نیک گمان کرتے اور کہتے: یہ صریح بہتان ہے۝

یعنی جس طرح حضرت ابوایوب نے حضرت ام ایوب سے بات کی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق نیک گمان کیا۔

ابوزبید بیان کرتے ہیں کہ میں اور نوف بکالی' حضرت ابوایوب کی عیادت کے لیے گئے' نوف نے کہا: اے اللہ! ان کو عافیت میں رکھ اور شفا دے' حضرت ابوایوب نے کہا: یہ نہ کہو' بلکہ یہ کہو: اے اللہ! اگر اس کی زندگی پوری ہوگئی ہے تو اس کو بخش دے اور اس پر رحم فرما اور اگر اس کی زندگی باقی ہے تو اس کو شفا دے اور اجر عطا فرما۔

حضرت ابوایوب ۵۰ھ میں فوت ہو گئے تھے' ۵۱ھ اور ۵۲ھ کے بھی قول ہیں۔

(تہذیب الکمال ج ۵ ص ۵۳ ۔ ۳۵۲' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۴ھ)

علامہ ابن الاثیر علی بن محمد الجزری المتوفی ۶۳۰ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابوایوب جس لشکر کے ساتھ قسطنطنیہ جہاد کے لیے گئے تھے' اس کا امیر یزید بن معاویہ تھا' حضرت ابوایوب بیمار ہو گئے تو یزید عیادت کے لیے آیا اور پوچھا: آپ کی کوئی خواہش ہو تو بتائیں' حضرت ابوایوب نے بتایا کہ جب میں مر جاؤں تو مجھے دشمن کے علاقہ میں دور تک لے جانا' پھر مجھے وہاں دفن کر کے لوٹ آنا' جب حضرت ابوایوب فوت ہو گئے تو ان کو القسطنطنیہ کے قریب دفن کر دیا' وہاں ان کی قبر ہے اور لوگ ان کی قبر کے پاس بارش کی طلب کے لیے دعا کرتے ہیں۔

(اسد الغابہ ج ۲ ص ۱۲۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

حافظ ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر متوفی ۵۷۱ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابوایوب اس سال فوت ہوئے جب یزید بن معاویہ نے القسطنطنیہ پر حملہ کیا' یہ ۵۲ھ کا واقعہ ہے' یزید بن معاویہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی' ان کی قبر سرزمین روم میں قسطنطنیہ کے قلعہ کی بنیاد کے پاس ہے اور مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ اہل روم ان کی قبر کی

حفاظت کرتے ہیں اور اس کی دیکھ بھال کرتے ہیں اور جب ان پر قحط آئے تو ان کی قبر کے پاس بارش کے لیے دعا کرتے ہیں۔

نیز لکھا ہے: جب بارش نہ ہو تو اہل روم ان کی قبر کو کھول دیتے ہیں' پھر ان پر بارش ہوتی ہے۔

نیز لکھا ہے کہ ابوسعید المعیطی نے کہا ہے کہ اہل روم نے ان کی قبر پر سفید گنبد بنا دیا ہے اور اس پر قندیل روشن کرتے ہیں۔

(تاریخ دمشق الکبیر ج ۱۸ ص ۴۵۔ ۴۴' داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حافظ شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان الذہبی متوفی ۷۴۸ھ لکھتے ہیں:

الواقدی نے کہا: مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ اہل روم ان کی قبر کی حفاظت کرتے ہیں اور وہاں بارش کے حصول کی دعا کرتے ہیں۔

(سیر اعلام النبلاء ج ۴ ص ۶۵۔ ۶۴' دارالفکر بیروت' ۱۴۱۷ھ)

قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنے میں امام ابوحنیفہ کا مذہب

حافظ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے اس پر استدلال کیا ہے کہ قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنا جائز نہیں ہے' خواہ صحراء میں قضاء حاجت کی جائے یا کسی عمارت میں' انہوں نے اس حدیث کے عموم سے استدلال کیا ہے' اور مجاہد' ابراہیم نخعی' سفیان ثوری' ابوثور اور ایک روایت کے مطابق امام احمد کا بھی یہی مسلک ہے اور حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ جو اس حدیث کے راوی ہیں' ان کا بھی یہی مسلک ہے' نیز اس ممانعت کی وجہ قبلہ کی تعظیم ہے اور وہ صحرا اور عمارت دونوں میں موجود ہے' اگر عمارت میں قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنا اس لیے جائز ہو کہ اس کے اور قبلہ کے درمیان عمارت کی دیواریں حائل ہیں تو صحرا میں بھی اس کے اور قبلہ کے درمیان ٹیلے اور پہاڑ اور دوسرے شہروں کی عمارتیں حائل ہوتی ہیں اور اس سلسلہ میں اور بھی احادیث ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۲ ص ۴۲۲)

امام ابوحنیفہ کے مذہب کی تائید میں احادیث

حضرت ابوایوب الانصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص قضاء حاجت کے لیے جائے تو نہ قبلہ کی طرف منہ کرے نہ پیٹھ کرے' خواہ پیشاب کرے یا پاخانہ' لیکن مشرق کی طرف منہ کرے یا مغرب کی طرف' حضرت ابوایوب نے کہا: جب ہم شام گئے تو وہاں کے بیت الخلاء قبلہ کی طرف بنے ہوئے تھے تو ہم منحرف ہو کر بیٹھتے تھے اور اللہ سے استغفار کرتے تھے۔ (سنن ابوداؤد: ۹' سنن ترمذی: ۸' مسند احمد ج ۵ ص ۴۱۷۔ ۴۱۶' المعجم الکبیر: ۳۸۷۴' مسند الحمیدی: ۳۷۸' سنن بیہقی ج ۱ ص ۹۱' شرح السنۃ: ۱۷۴' صحیح ابن حبان: ۱۴۱۶)

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ان سے کہا گیا کہ تمہارے نبی تمہیں ہر چیز کی تعلیم دیتے ہیں' حتیٰ کہ قضاء حاجت کی بھی تعلیم دیتے ہیں' حضرت سلمان نے کہا: ہاں! آپ نے ہمیں پاخانہ یا پیشاب کرتے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنے سے منع کیا ہے اور دائیں ہاتھ سے استنجاء کرنے سے منع کیا ہے اور تین پتھروں سے کم سے استنجاء کرنے سے منع کیا ہے اور لید یا ہڈی سے استنجاء کرنے سے منع کیا ہے۔ (صحیح مسلم: ۲۶۲' سنن ابوداؤد: ۷' سنن ترمذی: ۱۶' سنن ابن ماجہ: ۳۱۶)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں تمہارے لیے باپ کی جگہ ہوں' تمہیں تعلیم دیتا ہوں' پس جب تم میں سے کوئی شخص قضاء حاجت کے لیے جائے تو نہ قبلہ کی طرف منہ کرے' نہ قبلہ کی طرف پیٹھ کرے اور نہ دائیں ہاتھ سے استنجاء کرے اور آپ تین پتھروں کا حکم دیتے تھے اور لید اور ہڈی سے منع کرتے تھے۔

(صحیح مسلم: ۲۶۵، سنن ابوداؤد: ۸، سنن نسائی: ۴۰، سنن ابن ماجہ: ۳۱۳)

حضرت معقل بن ابی معقل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیشاب یا پاخانہ کرتے وقت ہمیں دونوں قبلوں کی طرف منہ کرنے سے منع کیا۔ (سنن ابوداؤد: ۱۰، سنن ابن ماجہ: ۳۱۹، مسند احمد: ۱۷۸۵۵، دارالفکر)

قضاء حاجت کے وقت داؤد ظاہری کے نزدیک مطلقاً قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنے کا جواز

داؤد ظاہری کا مذہب یہ ہے کہ قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنا یا پیٹھ کرنا مطلقاً جائز ہے اور حضرت ابوایوب انصاری کی حدیث منسوخ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۴۲۳)

داؤد ظاہری کا استدلال اس حدیث سے ہے:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیشاب کے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنے سے منع کیا' پھر میں نے آپ کی وفات سے ایک سال پہلے دیکھا' آپ قبلہ کی طرف منہ کر رہے تھے۔

(سنن ابوداؤد: ۱۳، سنن ترمذی: ۹، سنن ابن ماجہ: ۳۲۵، مسند احمد ج ۳ ص ۳۶۰)

داؤد ظاہری کی دلیل کا رد

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے استدلال کرنا ضعیف ہے' کیونکہ یہ آپ کے فعل کی حکایت ہے' اس میں عموم نہیں ہے۔ ہوسکتا ہے کہ آپ کا یہ فعل کسی عذر کی وجہ سے ہو اور یا آپ کا یہ فعل کسی عمارت یا بیت الخلاء میں ہو۔

(تلخیص الحبیر ج ۱ ص ۱۵۲، مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز، مکہ مکرمہ، ۱۴۱۷ھ)

میں کہتا ہوں کہ اگر آپ کا یہ فعل کسی عمارت میں یا بیت الخلاء میں ہوتا تو حضرت جابر اس کو کیسے دیکھ سکتے تھے' اس کا صحیح جواب یہ ہے کہ پیشاب کے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنے سے آپ کا منع فرمانا' آپ کا قول ہے اور اس حدیث میں آپ کا فعل ہے اور قول اور فعل میں جب تعارض ہو تو آپ کا قول آپ کے فعل پر راجح ہوتا ہے اور دوسرا جواب یہ ہے کہ قبلہ کی طرف منہ کرنے کی ممانعت تحریم پر دلالت کرتی ہے اور اس حدیث سے اس کی اباحت ثابت ہوتی ہے اور جب تحریم اور اباحت میں تعارض ہو تو تحریم کو ترجیح ہوتی ہے اور تیسرا جواب یہ ہے کہ ممانعت میں عموم کا صیغہ ہے اور اس حدیث میں تخصیص ہے اور عام حکم خاص فعل پر راجح ہوتا ہے۔

حضرت جابر کی اس حدیث پر شیخ علی بن احمد بن سعید بن حزم اندلسی متوفی ۴۵۶ھ نے جرح کی ہے' وہ لکھتے ہیں:

رہی حضرت جابر کی حدیث تو وہ ابان بن صالح کی روایت ہے اور وہ مشہور نہیں ہے' اور نیز اس حدیث میں یہ مذکور نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع کرنے کے بعد قبلہ کی طرف منہ کر کے پیشاب کیا تھا۔ اگر ایسا ہوتا تو حضرت جابر اس کو بتاتے' اور اگر یہ استدلال صحیح ہو تو اس میں صرف قبلہ کی طرف منہ کرنے کا جواز ہے اور قبلہ کی طرف پیٹھ کرنے کا جواز بالکل نہیں ہے' اور یہ جائز نہیں ہے کہ جس بات کا حدیث میں ذکر نہ ہو' اس کا از خود اضافہ کیا جائے اور یہ بات نہیں ہے کہ آپ نے دو چیزوں سے منع کیا ہو اور ایک کی ممانعت منسوخ ہو جائے تو اس سے دوسری ممانعت بھی منسوخ ہو جائے' لہٰذا اس حدیث سے ان کا یہ ثابت کرنا باطل ہو گیا کہ قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ اور پیٹھ کرنے کی ممانعت منسوخ ہو گئی ہے۔ (المحلی بالآثار ج ۱ ص ۱۹۲، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۴ھ)

مشرق یا مغرب کی طرف منہ کرنے کی توجیہ

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی اس حدیث میں آپ کا یہ ارشاد ہے کہ مشرق کی طرف منہ کرو یا مغرب کی طرف منہ کرو' یہ

خطاب اہل مدینہ کے لیے ہے یا ان لوگوں کے لیے ہے' جن کا قبلہ مدینہ کی سمت پر ہے اور جن کا قبلہ مشرق یا مغرب کی سمت پر ہو وہ قضاء حاجت کے وقت مشرق یا مغرب کی طرف منہ نہیں کریں گے' بلکہ وہ مشرق یا مغرب کی دائیں یا بائیں جانب منہ کریں گے۔

شرح صحیح مسلم میں باب مذکور کی حدیث کی شرح

باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم :۵۱۷۔ ج ا ص ۹۳۵ پر ہے اور اس کی شرح کے حسب ذیل عنوانات ہیں:

(۱) قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنے میں فقہاء شافعیہ کا نظریہ (۲) قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنے میں فقہاء مالکیہ کا نظریہ (۳) قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنے میں فقہاء حنبلیہ کا نظریہ (۴) قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنے میں فقہاء احناف کا نظریہ۔

١٢- بَابُ مَنْ تَبَرَّزَ عَلٰى لَبِنَتَيْنِ — جو شخص قضاء حاجت کے لیے دو اینٹوں پر بیٹھا

باب سابق میں بالعموم قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنے کی ممانعت تھی اور اس باب میں ائمہ ثلاثہ اور امام بخاری کی رائے کے مطابق بیت الخلاء میں قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنے کا جواز ہے' یعنی پہلے باب میں عام ممانعت تھی' خواہ صحرا میں قضاء حاجت کرے یا بیت الخلاء میں اور اس باب میں خاص ممانعت ہے صرف صحرا میں' بہ ظاہر یہ حدیث امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے موقف کے خلاف ہے' اس حدیث کی شرح میں ان شاء اللہ ہم اس حدیث کی توجیہات بیان کریں گے۔

١٤٥- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ، عَنْ عَمِّهِ وَاسِعِ بْنِ حَبَّانَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّهُ كَانَ يَقُوْلُ اِنَّ نَاسًا يَقُوْلُوْنَ اِذَا قَعَدْتَ عَلٰى حَاجَتِكَ فَلَا تَسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ وَلَا بَيْتَ الْمَقْدِسِ. فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ لَقَدِ ارْتَقَيْتُ يَوْمًا عَلٰى ظَهْرِ بَيْتٍ لَّنَا، فَرَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى لَبِنَتَيْنِ مُسْتَقْبِلًا بَيْتَ الْمَقْدِسِ لِحَاجَتِهِ. وَقَالَ لَعَلَّكَ مِنَ الَّذِيْنَ يُصَلُّوْنَ عَلٰى اَوْرَاكِهِمْ؟ فَقُلْتُ لَا اَدْرِيْ وَاللّٰهِ. قَالَ مَالِكٌ يَعْنِي الَّذِيْ يُصَلِّيْ وَلَا يَرْتَفِعُ عَنِ الْاَرْضِ، يَسْجُدُ وَهُوَ لَاصِقٌ بِالْاَرْضِ.

[اطراف الحدیث: ۱۴۸۔ ۱۴۹۔ ۳۱۰۲] (صحیح مسلم: ۲۶۶' الرقم المسلسل: ۶۰۰' سنن ابوداؤد: ۱۲' سنن ترمذی: ۱۱' سنن نسائی: ۲۳' سنن ابن ماجہ: ۳۲۲' موطأ امام مالک: ۴۶۵' السنن الکبریٰ للنسائی: ۲۲' صحیح ابن خزیمہ: ۵۹' صحیح ابن حبان: ۱۴۲۱' سنن دار قطنی ج ا ص ۶۱' سنن بیہقی ج ا ص ۹۲' شرح السنہ: ۱۷۶' المعجم الکبیر: ۱۳۳۱۲' مسند احمد ج ۲ ص ۴۱ طبع قدیم' مسند احمد ج ۹ ص ۴۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از یحییٰ بن سعید از محمد بن یحییٰ بن حبان از عم خود واسع بن حبان از عبداللہ بن عمر' وہ بیان کرتے ہیں کہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ جب تم اپنی قضاء حاجت کے لیے بیٹھو تو نہ قبلہ کی طرف منہ کرو' نہ بیت المقدس کی طرف' پس حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: بے شک میں ایک دن اپنے گھر کی چھت پر چڑھا تو میں نے دیکھا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو اینٹوں پر بیٹھے ہوئے قضاء حاجت کر رہے تھے' آپ کا منہ بیت المقدس کی طرف تھا' حضرت ابن عمر نے (واسع بن حبان سے) کہا: شاید تم ان لوگوں میں سے ہو' جو اپنے کولہوں کو بچھا کر نماز پڑھتے ہیں؟ واسع بن حبان نے کہا: اللہ کی قسم! میں آپ کی بات نہیں سمجھا' امام مالک نے حضرت ابن عمر کے قول کا مطلب بتایا یعنی جو شخص اس طرح نماز پڑھے کہ زمین سے اوپر نہ اٹھے' وہ زمین سے چپکا ہوا سجدہ کرے (مردوں کا اس طرح نماز پڑھنا خلاف سنت ہے' اس طرح عورتیں نماز پڑھتی ہیں)' حضرت ابن عمر کا مطلب یہ تھا کہ شاید جس طرح تم خلاف سنت طریقہ سے نماز پڑھتے ہو' اسی طرح تم خلاف سنت طریقہ سے قضاء حاجت کرتے

ہو یعنی بیت الخلاء میں قبلہ کی طرف منہ نہیں کرتے)۔

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس جملہ میں ہے: میں نے دیکھا' رسول اللہ ﷺ دو اینٹوں پر بیٹھے ہوئے قضاء حاجت کر رہے تھے' آپ کا منہ بیت المقدس کی طرف تھا۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) عبداللہ بن یوسف التنیسی (۲) امام مالک بن انس (۳) یحیٰی بن سعید الانصاری المدنی' ان کا تعارف ہو چکا ہے (۴) محمد بن یحیٰی بن حبان الانصاری البخاری' ان کا رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں حلقہ تھا' یہ مفتی' ثقہ اور کثیر الحدیث تھے' ۱۲۱ھ میں مدینہ میں فوت ہو گئے (۵) محمد بن یحیٰی کے عم محترم یہ واسع بن حبان الانصاری البخاری المازنی ہیں' یہ ثقہ تھے' ایک قول ہے: ان کی ایک روایت ہے' اس وجہ سے ان کا صحابہ میں شمار ہوتا ہے' ان کے والد حبان بن منقذ بن عمر ہیں اور وہ صحابی ہیں (۶) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما۔

(عمدۃ القاری ج ۲ ص ۴۲۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حدیث مذکور سے بیت الخلاء میں قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنے کا جواز ----- اور اس میں مذاہب ائمہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری المالکی القرطبی المتوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

فقہاء میں سے ابراہیم النخعی' ابن سیرین اور مجاہد نے یہ کہا ہے کہ قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنا یا پیٹھ کرنا مکروہ ہے' اور ان لوگوں کی نظر سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث غائب تھی' جو اس پر دلالت کرتی ہے کہ یہ ممانعت صحرا اور میدانوں میں ہے' گھروں میں نہیں ہے اور کسی نے یہ روایت نہیں کیا کہ نبی ﷺ نے قضاء حاجت کے وقت صحرا میں قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کی' آپ سے صرف یہ مروی ہے کہ آپ نے گھر میں ایسا کیا۔

امام احمد بن حنبل نے کہا: قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنے کی ممانعت کی حدیث کے لیے حضرت ابن عمر کی یہ حدیث ناسخ ہے اور اس کی دلیل یہ حدیث ہے:

مروان الاصفر بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا' حضرت ابن عمر نے اپنی اونٹنی کو قبلہ کی طرف بٹھایا' پھر بیٹھ کر قبلہ کی طرف منہ کر کے پیشاب کیا' میں نے کہا: اے ابوعبدالرحمان! کیا اس فعل سے منع نہیں کیا گیا؟ حضرت ابن عمر نے کہا: کیوں نہیں! اس فعل سے صرف کھلی جگہ میں منع کیا گیا ہے' لیکن جب تمہارے اور قبلہ کے درمیان کوئی آڑ یا حجاب ہو تو پھر کوئی حرج نہیں ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۱۱' امام ابوداؤد اس روایت کے ساتھ منفرد ہیں۔)

وکیع بیان کرتے ہیں کہ میں نے شعبی سے کہا کہ حضرت ابوہریرہ یہ کہتے ہیں کہ قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف نہ منہ کرو اور نہ پیٹھ کرو اور حضرت ابن عمر کہتے ہیں کہ اچانک میری نظر اٹھ گئی تو میں نے دیکھا کہ نبی ﷺ اپنے بیت الخلاء میں قبلہ کی طرف منہ کیے ہوئے تھے' شعبی نے کہا: حضرت ابن عمر بھی صادق ہیں اور حضرت ابوہریرہ بھی صادق ہیں' حضرت ابوہریرہ کا قول جنگلوں اور صحراؤں کے متعلق ہے اور حضرت ابن عمر کا قول بیوت الخلاء کے متعلق ہے اور رہے تمہارے بیت الخلاء تو ان کے لیے کوئی قبلہ نہیں ہے۔

یہ آثار اس پر دلالت کرتے ہیں کہ حضرت ابوایوب انصاری کی حدیث کو حضرت ابن عمر کی حدیث سے صحرا اور میدان کے ساتھ خاص کر لیا گیا ہے۔

رہا حضرت ابن عمر کا یہ کہنا کہ لوگ اس طرح کہتے ہیں کہ جب تم قضاء حاجت کے لیے بیٹھو تو نہ قبلہ کی طرف منہ کرو نہ بیت

المقدس کی طرف تو ان کے اس قول میں یہ دلیل ہے کہ صحابہ کرام سنتوں سے معانی حاصل کرنے میں مختلف تھے اور ان میں سے ہر ایک اس پر بالعموم عمل کرتا تھا' جو اس نے نبی ﷺ سے سنا تھا۔

علامہ ابن القصار نے کہا: حضرت ابن عمر کے لیے یہ کیسے جائز ہوا کہ وہ نبی ﷺ کی شرم گاہ کی طرف دیکھیں' اس کا جواب یہ ہے کہ ان کی اچانک نظر پڑ گئی تو انہوں نے دیکھ لیا اور انہوں نے قصداً نہیں دیکھا' پھر جو کچھ انہوں نے دیکھا تھا' اس کو نقل کر دیا۔

حافظ یوسف بن عبد اللہ بن محمد ابن عبد البر المالکی القرطبی المتوفی ٤٦٣ ھ مذکور الصدر دلائل نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

حضرت ابو ایوب کی مطلقاً ممانعت والی حدیث کو صحراء پر محمول کرنا اور حضرت ابن عمر کی رخصت والی حدیث کو بیت الخلاء پر محمول کرنا جیسا کہ شعبی نے کہا ہے' یہ امام مالک کا اور ان کے اصحاب کا اور امام شافعی اور ان کے اصحاب کا قول ہے اور یہی ابن المبارک اور اسحاق بن راھویہ کا قول ہے۔

اور ثوری اور کوفیوں (فقہاء احناف) کا مذہب یہ ہے کہ قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ اور پیٹھ کرنا جائز نہیں ہے' صحراء میں نہ بیت الخلاء میں' امام احمد بن حنبل کا بھی یہی قول ہے اور ان کا استدلال حضرت ابو ایوب انصاری' حضرت ابو ہریرہ' حضرت عبد اللہ بن مسعود' حضرت سہل بن حنیف' حضرت عبد اللہ بن الحارث بن جزء الزبیدی اور حضرت سلمان رضی اللہ عنہم کی احادیث سے ہے' جن میں رسول اللہ ﷺ نے قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنے سے مطلقاً منع فرمایا ہے۔

(تمہید ج ١ ص ٢٥٩' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٩ ھ)

علامہ موفق الدین عبد اللہ بن احمد بن محمد بن قدامہ حنبلی متوفی ٦٢٠ ھ لکھتے ہیں:

امام احمد سے اس مسئلہ میں دو روایتیں ہیں: ایک روایت یہ ہے کہ قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنا مطلقاً جائز نہیں ہے' خواہ وہ صحراء میں ہو یا بیت الخلاء میں اور یہی ثوری اور امام ابو حنیفہ کا قول ہے' کیونکہ احادیث میں بالعموم ممانعت ہے اور دوسری روایت یہ ہے کہ بیت الخلاء میں قبلہ کی طرف منہ اور پیٹھ کرنا جائز ہے اور یہ حضرت ابن عمر سے مروی ہے اور یہی امام مالک' امام شافعی اور ابن المنذر کا قول ہے۔ (المغنی ج ١ ص ٢٠٦' دار الحدیث' قاہرہ' ١٤٢٥ ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عمر کا یہ نظریہ تھا کہ قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنے کی ممانعت صرف صحراء میں ہے' جب کہ وہاں کوئی حجاب نہ ہو' جیسا کہ اس پر امام ابو داؤد اور امام حاکم کی احادیث دلالت کرتی ہیں۔ (فتح الباری ج ١ ص ٦٩١' دار المعرفہ' بیروت' ١٤٢٦ ھ)

امام ابو حنیفہ کی طرف سے حدیث مذکور سے استدلال کے جوابات

حضرت ابن عمر کی اس حدیث سے ائمہ ثلاثہ نے بیت الخلاء میں قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنے کے جواز پر استدلال کیا ہے' امام ابو حنیفہ کی طرف سے اس حدیث سے استدلال کے حسب ذیل جوابات ہیں:

(١) ممانعت کی حدیث متعدد صحابہ سے مروی ہے' جن میں حضرت ابو ایوب انصاری' حضرت ابو ہریرہ' حضرت عبد اللہ بن مسعود' حضرت سہل بن حنیف' حضرت عبد اللہ بن الحارث اور حضرت سلمان رضی اللہ عنہم ہیں' اور رخصت کی حدیث صرف حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اور جو حدیث چھ صحابہ سے مروی ہو' وہ اس حدیث پر راجح ہے' جو صرف ایک صحابی سے مروی ہو۔

(٢) حضرت ابن عمر نے قصداً اور بہ غور نہیں دیکھا تھا کہ بیت الخلاء میں قضاء حاجت کے وقت رسول اللہ ﷺ کا منہ بیت المقدس کی طرف تھا' اتفاقاً ان کی نظر پڑ گئی تھی' اس حالت میں عام آدمی کی طرف بھی دیکھنا جائز نہیں ہے' چہ جائیکہ رسول اللہ ﷺ کی

طرف' سو ہو سکتا ہے کہ حضرت ابن عمر کو دیکھنے میں خطاء واقع ہوئی ہو اس لیے اس حالت میں ان کی روایت قابل اعتماد نہیں ہے' خصوصاً جب کہ اس کے خلاف متعدد احادیث صحیحہ ہیں۔

(۳) ممانعت کی احادیث عام ہیں اور رخصت کی حدیث خاص ہے اور عام خاص پر مقدم ہوتا ہے' لہٰذا ممانعت کی احادیث راجح ہیں۔

(۴) ممانعت کی احادیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قول ہے اور رخصت کی حدیث میں آپ کا فعل ہے اور آپ کا قول آپ کے فعل پر راجح ہوتا ہے' لہٰذا ممانعت کی احادیث راجح ہیں۔

(۵) ممانعت کی احادیث تحریم پر دلالت کرتی ہیں اور رخصت کی حدیث اباحت پر دلالت کرتی ہے اور جب تحریم اور اباحت میں تعارض ہو تو تحریم راجح ہوتی ہے' لہٰذا ممانعت کی احادیث راجح ہیں۔

(٦) ممانعت کی احادیث میں کعبہ کا زیادہ احترام ہے' اس لیے وہ راجح ہیں۔

(۷) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کعبہ سے افضل ہیں' اس لیے قضاء حاجت کے وقت بیت الخلاء میں آپ کی پیٹھ کعبہ کی طرف ہو تو کوئی حرج نہیں' اس کے برخلاف ہمارا یہ مقام نہیں' ہم پر کعبہ کا احترام لازم ہے اور ہمارا اس حالت میں کعبہ کی طرف پیٹھ کرنا جائز نہیں ہے۔

(۸) **بعض علماء نے کہا ہے کہ نبی** صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز میں عین کعبہ کی طرف منہ کرنے کے مکلف تھے اور ہم سمت کعبہ کی طرف منہ کرنے کے مکلف ہیں' اسی طرح آپ قضاء حاجت کے وقت عین کعبہ کی طرف منہ یا پیٹھ نہ کرنے کے مکلف تھے' سو جب حضرت ابن عمر نے آپ کو دیکھا تو آپ کی پیٹھ سمت کعبہ کی طرف تھی نہ کہ عین کعبہ کی طرف اور یہ غور تحقیق کرنے کا موقع نہ تھا۔

✻ یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۵۱۹۔ ج ۱ ص ۹۳٦ پر ہے' اس کی شرح میں فقہاء شافعیہ کا نظریہ بیان کیا گیا ہے۔

١٣- بَابُ خُرُوْجِ النِّسَاءِ اِلَى الْبَرَازِ
خواتین کا کھلے میدان میں (قضاء حاجت کے لیے) نکلنا

''براز'' کا معنی وسیع میدان ہے اور یہ قضاء حاجت سے کنایہ ہے' حدیث میں ہے:

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تین لعنت کی جگہوں سے بچو' پانی کے گھاٹ پر' عام راستہ پر اور سائے کی جگہوں پر براز (قضاء حاجت) کرنے سے (اس حدیث میں آپ نے قضاء حاجت کے لیے ''براز'' کا لفظ فرمایا ہے)۔ (سنن ابوداؤد: ۲٦' سنن ابن ماجہ: ۳۲۸)

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ باب سابق میں بیت الخلاء میں قضاء حاجت کا ذکر تھا اور اس باب میں کھلے میدان میں قضاء حاجت کا ذکر ہے۔

١٤٦- **حَدَّثَنَا** يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ أَزْوَاجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُنَّ يَخْرُجْنَ بِاللَّيْلِ إِذَا تَبَرَّزْنَ إِلَى الْمَنَاصِعِ وَهُوَ صَعِيْدٌ أَفْيَحُ فَكَانَ عُمَرُ يَقُوْلُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُحْجُبْ نِسَاءَكَ فَلَمْ يَكُنْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُ فَخَرَجَتْ سَوْدَةُ بِنْتُ زَمْعَةَ زَوْجُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عقیل نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج رات کو قضاء حاجت کے لیے المناصع کی طرف جاتی تھیں' المناصع کا معنی ہے: وسیع میدان۔ حضرت عمر' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ کہتے تھے کہ آپ اپنی ازواج کو حجاب میں رکھیں' اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس طرح نہیں کرتے تھے' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً مِّنَ اللَّيَالِي عِشَاءً، وَكَانَتِ امْرَأَةً طَوِيْلَةً، فَنَادَاهَا عُمَرُ اَلَا قَدْ عَرَفْنَاكِ يَا سَوْدَةُ، حِرْصًا عَلٰى اَنْ يُّنْزَلَ الْحِجَابُ، فَاَنْزَلَ اللّٰهُ اٰيَةَ الْحِجَابِ.

کی زوجہ حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا ایک رات کو عشاء کے وقت قضاء حاجت کے لیے نکلیں، وہ دراز قد خاتون تھیں، ان کو حضرت عمر نے آواز دے کر کہا: اے سودہ! ہم نے آپ کو پہچان لیا ہے، حضرت عمر کو یہ حرص تھی کہ پردہ کے احکام نازل ہو جائیں، پھر اللہ نے حجاب کی آیت نازل کردی۔

[اطراف الحدیث: ۱۴۷۔۴۷۹۵۔۵۲۳۷۔۶۲۴۰]

(صحیح مسلم: ۲۱۷۰، الرقم المسلسل: ۵۵۶۷، سنن بیہقی ج ۷ ص ۸۸، مسند احمد ج ۶ ص ۲۲۳ طبع قدیم، مسند احمد: ۲۵۸۶۶۔ ج ۴۳ ص ۵۴، مؤسسة الرسالة، بیروت)

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس جملہ میں ہے: رات کو ازواج قضاء حاجت کے لیے "المناصع" یعنی وسیع میدان کی طرف جاتی تھیں، امام بخاری نے اس باب سے یہ اشارہ کیا ہے کہ پہلے گھروں میں بیت الخلاء بنے ہوئے نہیں ہوتے تھے، اس لیے ازواج قضاء حاجت کے لیے کھلے میدانوں میں جاتی تھیں اور یہ ان کے لیے رخصت تھی، پھر جب گھروں میں بیت الخلاء بن گئے تو ان کو ضروری کام کے سوا گھروں سے نکلنے سے منع کر دیا گیا، جس کی تصریح اگلے باب میں آرہی ہے۔

اس حدیث کے تمام رجال کا اسی ترتیب کے ساتھ "کتاب الوحی" میں تعارف ہو چکا ہے۔

"المناصع" اور "افیح" کا معنی

اس حدیث میں "المناصع" کا لفظ ہے، یہ "منصع" کی جمع ہے، "ناصع" کا معنی ہے: خالص، الازہری نے کہا ہے: یہ وہ جگہیں ہیں، جو مدینہ سے باہر تھیں اور اس میں "افیح" کا لفظ ہے، اس کا معنی ہے: واسع۔ (التنقیح علی الجامع الصحیح ج ۱ ص ۱۳۶)

حجاب کے تین مراتب

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتے تھے: آپ اپنی ازواج کو حجاب میں رکھیں۔

قرآن مجید میں حجاب کے متعلق تین حکم ہیں:

(۱) يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ. (الاحزاب: ۵۹)

اے نبی! آپ اپنی ازواج سے اور اپنی صاحب زادیوں سے اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہیے کہ وہ اپنے اوپر اپنی چادریں لٹکا لیا کریں۔

اس حکم کا منشاء یہ ہے کہ وہ اپنے چہروں کو اجنبی مردوں سے حجاب میں رکھیں اور عورتوں پر فرض ہے کہ وہ اپنے چہروں اور ہاتھوں کو چھپا کر رکھیں۔

(۲) اِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ. (الاحزاب: ۵۳)

جب تم نبی کی ازواج سے کوئی چیز طلب کرو تو پردے کے پیچھے سے طلب کرو۔

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ ازواج مطہرات اور مسلمانوں کے درمیان پردہ لٹکا دیا جائے۔

(۳) وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى. (الاحزاب: ۳۳)

اور اپنے گھروں میں ٹک کر رہو اور قدیم جاہلیت کی طرح اپنے بناؤ سنگھار کا اظہار نہ کرو۔

اس آیت میں یہ حکم دیا ہے کہ ازواجِ مطہرات اپنے گھروں میں لازم رہیں اور اگر کسی ضرورت کی وجہ سے گھر سے باہر جانا

پڑے تو بناؤ سنگھار کر کے گھر سے باہر نہ نکلیں۔

حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت سودہ بنت زمعہ ایک رات کو عشاء کے وقت قضاء حاجت کے لیے باہر نکلیں۔

حضرت سودہ بنت زمعہ بن قیس القرشیہ العامریہ بہت پہلے اسلام لائی تھیں اور بیعت کر چکی تھیں وہ پہلے اپنے عم زاد کے نکاح میں تھیں جن کا نام السکران بن عمرو تھا وہ ان کے ساتھ اسلام لائے تھے اور ان دونوں نے ایک ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی پھر جب یہ مکہ میں آئیں تو ان کے خاوند فوت ہو گئے پھر ان سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نکاح کر لیا یہ واقعہ حضرت خدیجہ کی وفات کے بعد ہوا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح سے پہلے ہوا پھر انہوں نے مدینہ ہجرت کی جب ان کی عمر زیادہ ہو گئی تو آپ نے ان کو طلاق دینے کا ارادہ کیا حضرت سودہ نے کہا: آپ مجھے طلاق نہ دیں اور انہوں نے اپنی باری حضرت عائشہ کے لیے کر دی پھر آپ نے ان کو رکھ لیا ان سے پانچ احادیث مروی ہیں امام بخاری نے ان سے دو احادیث روایت کی ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے آخر میں ان کی وفات ہوئی ایک قول ہے کہ حضرت معاویہ کے زمانہ میں ۵۴ھ میں ان کی وفات ہوئی۔

(عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۴۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

علامہ عزالدین ابن الاثیر ابوالحسن علی بن محمد الجزری المتوفی ۶۰۶ھ سے علامہ عینی نے یہ احوال نقل کیے ہیں ان کے علاوہ علامہ ابن الاثیر نے لکھا ہے:

حضرت سودہ کا بدن بھاری تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ان کی عمر زیادہ ہو گئی اور ان سے کوئی اولاد نہیں ہوئی حتیٰ کہ آپ فوت ہو گئے۔

محمد بن علی بن الحسین نے اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کل پندرہ عورتوں سے نکاح کیا تھا اور حضرت خدیجہ بنت خویلد کے بعد آپ نے جس خاتون سے سب سے پہلے نکاح کیا تھا وہ حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا تھیں حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے کہا: میرا باپ بہت بوڑھا ہے وہ حج کرنے کی طاقت نہیں رکھتا! آپ نے فرمایا: یہ بتاؤ اگر تمہارے باپ پر قرض ہوتا پس تم اس کی طرف سے قرض ادا کرتے تو کیا تمہاری طرف سے وہ قرض قبول کیا جاتا؟ اس نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: تو اللہ بہت زیادہ رحم فرمانے والا ہے تم اپنے باپ کی طرف سے حج کرو۔ (مسند احمد ج ۶ ص ۴۲۹)

حضرت سودہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے آخر میں فوت ہو گئی تھیں۔

(اسد الغابہ ج ۷ ص ۱۵۸۔۱۵۷ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۵ھ)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مشورہ اور ان کی رائے کی فضیلت

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ عرض کرتے رہتے تھے کہ آپ اپنی ازواج کو حجاب میں رکھیں اس سے معلوم ہوا کہ ادنیٰ کے لیے اعلیٰ کو مشورہ دینا جائز ہے اور اس میں مشورہ دینے کی فضیلت ہے بہ شرطیکہ مشورہ دینے سے کسی کو مشکل اور دشواری میں ڈالنا مقصود نہ ہو اور اس میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فضیلت ہے کہ ان کے مشورہ کے بعد حجاب کے احکام نازل ہوئے اور سورۃ الاحزاب کی وہ آیتیں نازل ہوئیں جن کا ہم نے پہلے ذکر کیا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کی تائید میں حسب ذیل آیات نازل ہوئی ہیں:

حضرت عمر کی رائے کی موافقت میں آیات حجاب کا نازل ہونا

(۱) یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ. (الاحزاب:۵۹)

اے نبی! آپ اپنی ازواج سے اور اپنی صاحب زادیوں سے اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہیں کہ وہ اپنے اوپر اپنی چادریں لٹکا لیا کریں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ مشورہ دیتے تھے کہ آپ اپنی ازواج کو حجاب میں رکھیں' جیسا کہ اس حدیث میں ہے' سو حضرت عمر کی رائے کے موافق یہ آیت نازل ہوئی۔

حضرت عمر کی رائے کی موافقت میں ازواجِ مطہرات کو تنبیہ فرمانا

(۲) عَسٰی رَبُّهٗۤ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ یُّبْدِلَهٗۤ اَزْوَاجًا خَیْرًا مِّنْكُنَّ. (التحریم:۵)

اگر وہ (نبی) تم کو طلاق دے دیں تو ان کا رب عنقریب ان کو تمہارے بدلہ میں تم سے بہتر بیویاں عطا فرمائے گا۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج غیرت میں جمع ہوگئیں تو میں نے ان سے کہا: اگر وہ (نبی) تم کو طلاق دے دیں تو ان کا رب عنقریب ان کو تمہارے بدلہ میں تم سے بہتر بیویاں عطا فرمائے گا' تب التحریم:۵ نازل ہوگئی۔ (جامع البیان جز ۲۹ ص ۱۸۳' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حضرت عمر کی رائے کی موافقت میں مقام ابراہیم کو مصلی بنانا

(۳) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ! کاش! آپ مقامِ ابراہیم کو مصلی بنالیں' تو یہ آیت نازل ہوئی:

وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّی. (البقرہ:۱۲۵)

اور تم مقام ابراہیم کو مصلی بنالو۔

(جامع البیان ج ۱ ص ۶۱۷' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

ان آیات کا ذکر اس حدیث میں بھی ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر نے کہا: میں نے اپنے رب کی موافقت تین آیات میں کی ہے: میں نے کہا: یارسول اللہ! اگر ہم مقام ابراہیم کو مصلّٰی بنالیں' تو یہ آیت نازل ہوگئی: "وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّی". (البقرہ:۱۲۵) اور آیت حجاب میں' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اگر آپ اپنی ازواج کو یہ حکم دیں کہ وہ حجاب میں رہیں' کیونکہ ان سے نیک اور بد ہر قسم کے آدمی بات کرتے ہیں تو آیت حجاب نازل ہوگئی (الاحزاب:۵۹) اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج آپ کے خلاف غیرت میں جمع ہوئیں تو میں نے ان سے کہا: اگر وہ (نبی) تم کو طلاق دے دیں تو ان کا رب عنقریب ان کو تمہارے بدلہ میں تم سے بہتر بیویاں عطا فرمائے گا تو التحریم:۵ نازل ہوگئی۔ (صحیح البخاری:۴۰۲' سنن ترمذی:۲۹۶۰' سنن ابن ماجہ:۱۰۰۹' سنن دارمی:۱۸۴۹' مسند البزار:۲۲۱-۲۲۰' صحیح ابن حبان: ۶۸۹۶' المعجم الصغیر:۸۶۸' سنن بیہقی ج ۷ ص ۸۸' شرح السنہ:۳۸۸۷' مسند ابوداؤد الطیالسی:۴۱' مسند احمد ج ۱ ص ۲۴ طبع قدیم' مسند احمد:۱۵۷- ج ۱ ص ۲۹۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث میں صرف تین آیات میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی موافقت کا ذکر ہے' حالانکہ حضرت عمر کی موافقت کی آیات کی تعداد بہت زیادہ ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ تین آیات زیادہ مشہور تھیں' باقی آیات حسب ذیل ہیں:

حضرت عمر کی رائے کی موافقت میں ان مسلمانوں پر عتاب جنہوں نے غزوۂ بدر میں قیدیوں سے فدیہ لینے کو اختیار کیا تھا

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗۤ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِى الْاَرْضِ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ○ (الانفال:٦٧)

نبی کے پاس اس وقت تک قیدی نہیں ہونے چاہئیں جب تک کہ (کافروں کا) خون نہ بہایا جائے' تم لوگ دنیا کا مال چاہتے ہو اور اللہ آخرت کا ارادہ فرماتا ہے اور اللہ بہت غالب' بے حد حکمت والا ہے○

حضرت عمر بن الخطاب کی روایت کے آخر میں ہے:

ابوزمیل نے کہا: غزوۂ بدر کے دن تیسرے آسمان سے مدد آئی' پس ستر کفار قتل کر دیئے گئے اور ستر کفار قید کر لیے گئے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: جب قیدیوں کو گرفتار کر لیا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر سے کہا: ان قیدیوں کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے؟ حضرت ابوبکر نے کہا: اے نبی اللہ! یہ چچا اور رشتہ داروں کی اولاد ہیں' میری رائے یہ ہے کہ آپ ان سے فدیہ لے لیں' اس سے ہمیں کفار کے خلاف قوت حاصل ہو جائے گی' پھر ہو سکتا ہے کہ اللہ ان کو اسلام کے لیے ہدایت دے دے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کہا: اے ابن الخطاب! تمہاری کیا رائے ہے؟ (حضرت عمر نے کہا:) نہیں! اللہ کی قسم! یا رسول اللہ! میری وہ رائے نہیں ہے' جو ابوبکر کی رائے ہے' لیکن میری رائے یہ ہے کہ ہم ان پر قدرت پا چکے ہیں' سو ہم ان کی گردنیں اڑا دیں' آپ حضرت علی کو موقع دیں' وہ عقیل کی گردن اڑا دیں' اور مجھے فلاں پر موقع دیں' میں اس کی گردن اڑا دوں' یہ لوگ کفر کے ائمہ اور صنادید ہیں' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم' حضرت ابوبکر کے قول کی طرف مائل ہوئے اور میرے قول کی طرف مائل نہیں ہوئے' دوسرے دن صبح کو جب میں آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور حضرت ابوبکر دونوں بیٹھے ہوئے رو رہے تھے' میں نے کہا: یا رسول اللہ! مجھے بتایئے آپ اور آپ کے یہ صاحب کس وجہ سے رو رہے ہیں؟ پس اگر مجھے بھی از خود رونا آیا تو میں روؤں گا اور اگر مجھے رونا نہ آیا تو میں آپ دونوں کے رونے کی وجہ سے زبردستی روؤں گا' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: میں اس لیے رو رہا ہوں کہ تمہارے اصحاب کے فدیہ لینے کی وجہ سے میرے اوپر ان کا عذاب پیش کیا گیا' جو اس درخت کے قریب آ چکا تھا' وہ درخت نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے قریب تھا' اور اللہ عزوجل نے یہ آیتیں نازل فرمائیں:

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗۤ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِى الْاَرْضِ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ○ لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَاۤ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ○ فَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا وَّاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ○ (الانفال:٦٧-٦٩)

نبی کے پاس اس وقت تک قیدی نہیں ہونے چاہئیں' جب تک کہ کافروں کا خون نہ بہایا جائے' تم لوگ دنیا کا مال چاہتے ہو اور اللہ آخرت کا ارادہ فرماتا ہے' اور اللہ بہت غالب بے حد حکمت والا ہے○ اگر اللہ کی طرف سے پہلے ہی یہ حکم لکھا ہوا نہ ہوتا تو جو کچھ تم نے فدیہ لیا ہے' اس پر تمہیں بہت بڑا عذاب پہنچتا○ پس تم نے جو حلال اور پاکیزہ غنیمت حاصل کی ہے' اس کو خوب کھاؤ پیو اور اللہ سے ڈرتے رہو' بے شک اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے○

پھر اللہ نے مسلمانوں کے لیے مال غنیمت کو حلال کر دیا۔ (صحیح مسلم: ۱۷۶۳' الرقم المسلسل: ۴۵۰۷' سنن ابوداؤد: ۲۶۹۰' سنن ترمذی: ۳۰۸۱' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۰ ص ۳۵۰۔ ج ۱۴ ص ۳۶۶۔ ۳۶۵' مسند البزار: ۱۹۶' صحیح ابن حبان: ۴۷۹۳' سنن بیہقی ج ۶ ص ۳۲۱' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۳ ص ۵۲۔ ۵۱' دلائل النبوۃ لابی نعیم: ۴۰۸' مسند احمد ج ۱ ص ۳۰ طبع قدیم' مسند احمد ج ۱ ص ۳۳۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

فدیہ لینے پر عتاب کی توجیہ

الانفال:٦٩ میں ہے: ''اگر اللہ کی طرف سے یہ حکم پہلے ہی لکھا ہوا نہ ہوتا''۔ اس کی تفسیر میں امام محمد بن جریر طبری متوفی ٣١٠ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ اس امت کو مالِ غنیمت کھلانے والا ہے اور انہوں نے اللہ کے حکم سے پہلے بدر کے قیدیوں سے فدیہ لے لیا تھا' اس وجہ سے ان پر عتاب کیا گیا۔ (جامع البیان جز ١٠ ص ٥٣' دار احیاء التراث العربی بیروت' ١٤٢١ھ)

امام الحسین بن مسعود البغوی متوفی ٥١٦ھ نے لکھا ہے کہ فدیہ کی رقم چالیس اوقیہ تھی اور ایک اوقیہ چالیس درہم کا تھا۔
(معالم التنزیل ج ٢ ص ٣١٠' دار احیاء التراث العربی بیروت' ١٤٢٠ھ)

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ٦٦٨ھ نے الانفال:٦٨ کی تفسیر میں اس آیت کی چار وجوہ بیان کی ہیں:

(١) اس امت سے پہلے مالِ غنیمت کو کھانا حرام تھا اور اللہ تعالیٰ نے لوحِ محفوظ میں یہ لکھ دیا تھا کہ اس امت کے لیے مالِ غنیمت حلال ہے' اگر پہلے سے یہ حکم لکھا ہوا نہ ہوتا تو ان کے فدیہ لینے کی وجہ سے ان پر عذاب آتا۔

(٢) اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو پہلے فدیہ لینے سے منع نہیں کیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے پہلے یہ لکھ دیا تھا کہ جس کام کو مسلمان کریں' جس سے ان کو پہلے منع نہ کیا ہو تو اس پر ان کو عذاب نہیں ہوگا' اگر یہ پہلے لکھا ہوا نہ ہوتا تو ان پر عذاب آتا۔

(٣) اللہ تعالیٰ نے لوحِ محفوظ میں یہ لکھ دیا تھا کہ اہل بدر کو عذاب نہیں ہوگا' اگر یہ لکھا ہوا نہ ہوتا تو ان پر عذاب آتا۔

(٤) اللہ تعالیٰ نے لوحِ محفوظ میں یہ لکھ دیا تھا کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہوتے ہوئے عذاب نہیں آئے گا' اگر یہ حکم پہلے سے لکھا ہوا نہ ہوتا تو ان پر عذاب آتا۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ٧ ص ٤٠٦-٤٠٧' دار الفکر بیروت' ١٤١٥ھ)

* ان آیات کی مزید تفصیل اور تحقیق کے لیے تبیان القرآن ج ٤ ص ٧٠٠-٦٩٩ کا مطالعہ فرمائیں۔

حضرت عمر کی رائے کی موافقت میں منافقین کی نمازِ جنازہ پڑھنے کی ممانعت

(٥) وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓی اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا. (التوبہ:٨٤)
ان (منافقین) میں سے کوئی مرجائے تو آپ اس کی نماز جنازہ کبھی بھی نہ پڑھیں۔

یہ آیت بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کے موافق نازل ہوئی ہے' حدیث میں ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب عبد اللہ بن ابی فوت ہوگیا تو اس کا بیٹا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور کہا: یا رسول اللہ! مجھے اپنی قمیص عطا کیجئے' میں اس میں اس کو کفن دوں گا اور اس کی نماز جنازہ پڑھیں اور اس کے لیے استغفار کریں' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اپنی قمیص عطا کر دی' اور فرمایا: مجھے مطلع کرنا' میں اس کی نماز پڑھوں گا' جب آپ نے اس کی نماز پڑھانے کا ارادہ کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو کھینچا اور کہا: کیا اللہ نے آپ کو منافقین پر نماز پڑھنے سے منع نہیں کیا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے دو چیزوں کا اختیار ہے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْلَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ. (التوبہ:٨٠)
آپ ان کے لیے استغفار کریں یا ان کے لیے استغفار نہ کریں' اگر آپ ان کے لیے ستر مرتبہ (بھی) استغفار کریں تو اللہ ان کی ہرگز مغفرت نہیں کرے گا۔

پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر نماز پڑھی تو یہ آیت نازل ہوگئی:

وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا. (التوبہ:۸۴) ان منافقین میں سے کوئی مر جائے تو آپ (آئندہ) اس کی نمازِ جنازہ کبھی نہ پڑھیں۔

(صحیح البخاری:۱۲۶۹، صحیح مسلم:۲۷۷۴، سنن ترمذی:۳۰۹۸، سنن نسائی:۱۸۹۶، سنن ابن ماجہ:۱۵۲۳، مسند احمد ج ۲ ص ۱۸)

حضرت عمر کے قول کے موافق ''فتبارك الله احسن الخالقین'' کا نازل ہونا

(٦) فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ○ (المومنون:۱۴) پس اللہ برکت والا ہے جو سب سے حسین پیدا کرنے والا ہے○

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے چار آیتوں میں اپنے رب کی موافقت کی ہے اور تیسری آیت یہ بیان کی کہ جب یہ آیت نازل ہوئی:

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ○ (المومنون:۱۲) بے شک ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصہ سے پیدا کیا○

جب یہ آیت نازل ہوئی تو میں نے کہا: ''تبارك الله احسن الخالقین'' تو یہ آیت نازل ہوئی: ''فتبارك الله احسن الخالقین'' (المومنون:۱۴)۔ (مسند ابوداؤد والطیالسی:۱۴، المعجم الکبیر:۱۲۴۴۴، الدر المنثور ج ٦ ص ۹۸، دار احیاء التراث العربی بیروت)

حضرت عمر کی رائے کی موافقت میں شراب کی تحریم کا نازل ہونا

(٧) يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ○ اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِى الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ○ (المائدہ:۹۱-۹۰)

اے ایمان والو! شراب اور جوا اور بت اور فال کے تیر محض ناپاک ہیں، شیطانی کاموں سے ہیں، پس تم ان سے بچو تاکہ کامیاب ہو جاؤ○ شیطان یہی چاہتا ہے کہ تمہارے درمیان شراب اور جوئے کے ذریعہ عداوت اور بغض پیدا کردے اور تم کو اللہ کی یاد اور نماز سے روک دے تو کیا تم باز آنے والے ہو؟○

شراب کی تحریم کی یہ آیتیں بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کے موافق نازل ہوئی ہیں، حدیث میں ہے:

ابو میسرہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر نے دعا کی: اے اللہ! ہمارے لیے شراب کے متعلق شافی بیان کردے تو یہ آیت نازل ہوئی:

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَاِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا. (البقرہ:۲۱۹) لوگ آپ سے شراب اور جوئے کے متعلق سوال کرتے ہیں، آپ کہیے: ان دونوں میں بہت بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لیے اس میں دنیاوی فائدہ ہے اور ان کا گناہ ان کے نفع سے بہت زیادہ ہے۔

حضرت عمر نے پھر دعا کی: اے اللہ! ہمارے لیے شراب کے متعلق شافی بیان کردے تو یہ آیت نازل ہوئی:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى. (النساء:۴۳) اے ایمان والو! تم نشہ کی حالت میں نماز کے قریب نہ جاؤ۔

حضرت عمر نے پھر دعا کی: اے اللہ! ہمارے لیے شراب کے متعلق شافی بیان کردے تو پھر المائدہ:۹۱-۹۰ نازل ہوئی، جس

کے آخر میں ہے: کیا تم باز آنے والے ہو؟ حضرت عمر نے کہا: ہم باز آ گئے' ہم باز آ گئے۔

(سنن ترمذی: ۳۰۴۹' سنن ابوداؤد: ۳۶۷۰' سنن نسائی: ۵۵۵۵' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۸ ص ۱۱۲' المستدرک ج ۴ ص ۱۴۳' سنن بیہقی ج ۸ ص ۲۸۵' مسند احمد ج ۱ ص ۵۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۳۷۸۔ ج ۱ ص ۴۴۳۔ ۴۴۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)۔

حضرت عمر کا حضرت جبریل کی حمایت کرنا اور اس پر البقرۃ: ۹۷ کا نازل ہونا

(۸) قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ. (البقرہ: ۹۷)

آپ کہیے کہ جو شخص جبریل کا دشمن ہو (تو ہوا کرے) بے شک اس نے تو آپ کے دل پر اللہ کے اذن سے قرآن نازل کیا ہے۔

یہ آیت بھی حضرت عمر کی رائے کے موافق نازل ہوئی ہے' حدیث میں ہے:

عامر بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر یہود کی طرف گئے اور ان سے کہا: میں تم کو اس ذات کی قسم دیتا ہوں' جس نے تورات کو حضرت موسیٰ پر نازل کیا! کیا تم (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو اپنی کتاب میں لکھا ہوا پاتے ہو؟ انہوں نے کہا: ہاں! حضرت عمر نے کہا: پھر ان کی پیروی کرنے سے تمہیں کیا چیز مانع ہے؟ انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ نے جس رسول کو بھی بھیجا' اس کا فرشتوں سے کوئی کفیل ہوتا ہے اور بے شک جبریل (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا کفیل ہے اور وہ فرشتوں میں سے ہمارا دشمن ہے اور میکائل ہمارا دوست ہے' وہ ہم پر سلامتی لاتا ہے' اگر ان کے پاس میکائل آتا ہوتا تو ہم ان پر ایمان لے آتے' حضرت عمر نے کہا: میں تمہیں اس ذات کی قسم دیتا ہوں' جس نے حضرت موسیٰ پر تورات کو نازل کیا ہے! ان دونوں فرشتوں کا اللہ کی جناب میں کیا مرتبہ ہے؟ انہوں نے کہا: جبریل اللہ کی دائیں جانب ہے اور میکائل اللہ کی بائیں جانب ہے' حضرت عمر نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ دونوں اللہ کے حکم سے نازل ہوتے ہیں' میکائل جبریل کے دشمن پر سلامتی نہیں لاتے اور نہ جبریل میکائل کے دشمن پر سلامتی لاتے ہیں' ابھی ان میں یہ بات ہو رہی تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے آئے' یہودیوں نے کہا: اے ابن الخطاب! یہ تمہارے پیغمبر ہیں' حضرت عمر آپ کی طرف کھڑے ہو گئے اور اس وقت آپ پر یہ آیت نازل ہوئی: ''قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ'' (البقرہ: ۹۷) آپ کہیے جو شخص جبرئیل کا دشمن ہے (تو ہوا کرے)۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۴ ص ۲۸۵' ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۴۰۶ھ)

حضرت عمر کی رائے کے موافق قرآن مجید کی آیات کے نازل ہونے کا سبب

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کے موافق یہ آیات اس لیے نازل ہوئی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر کی زبان کو اظہارِ حق کا ذریعہ بنا دیا تھا' حدیث میں ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ نے حق کو عمر کی زبان اور اس کے دل میں رکھ دیا ہے اور حضرت ابن عمر نے کہا: جب بھی لوگوں کو کوئی امر پیش آیا اور لوگوں نے اس کے متعلق کوئی بات کہی اور حضرت عمر نے اس کے متعلق کوئی اور بات کہی تو قرآن حضرت عمر کے قول کے موافق نازل ہو جاتا۔ (سنن ترمذی: ۳۶۸۲)

راستہ میں خواتین سے باتیں کرنے کا اور اپنی ماں کو نیکی کی نصیحت کرنے کا جواز اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حضرت عمر کے مشورہ پر عمل نہ کرنے کی وجہ

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عمر نے آواز دے کر کہا: اے سودہ! ہم نے آپ کو پہچان لیا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ مرد راستے میں عورتوں سے بات کر سکتے ہیں' حضرت سودہ رضی اللہ عنہا ام المؤمنین ہیں' اس سے معلوم ہوا کہ انسان اپنی ماں کو نیکی کی نصیحت کر سکتا ہے' کیونکہ اس کلام سے حضرت عمر کی غرض یہ تھی کہ حضرت سودہ حجاب میں رہا کریں' اسی طرح

حضرت عمر نے رسول اللہ ﷺ کو جو یہ مشورہ دیا تھا کہ آپ اپنی ازواج کو حجاب میں رکھیں' وہ بھی رسول اللہ ﷺ کی خیر خواہی کی وجہ سے کہا تھا' اور رسول اللہ ﷺ کو بھی علم تھا کہ آپ کی ازواج کا پردہ میں رہنا بہتر ہے' لیکن آپ اس معاملہ میں وحی کا انتظار کر رہے تھے کہ جب اللہ تعالیٰ کا حکم آ جائے گا تو پھر آپ اس پر عمل کرائیں گے' اور ظاہر ہے کہ حضرت عمر کے مشورہ پر عمل کرنے کے بجائے اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کرنے میں زیادہ فضیلت تھی' اس لیے رسول اللہ ﷺ حضرت عمر کے مشورہ پر عمل نہیں کر رہے تھے۔

١٤٧- حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَدْ اُذِنَ اَنْ تَخْرُجْنَ فِيْ حَاجَتِكُنَّ . قَالَ هِشَامٌ يَعْنِي الْبَرَازَ.

(صحیح مسلم: ٢١٧٠' الرقم المسلسل: ٥٥٦٤)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں زکریاء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسامہ نے حدیث بیان کی' از ہشام بن عروہ از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا از نبی ﷺ' آپ نے فرمایا: بے شک تمہیں اپنی ضروریات پوری کرنے کے لیے گھر سے نکلنے کی اجازت دے دی گئی ہے۔ ہشام نے کہا: یعنی قضاء حاجت کے لیے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے' کیونکہ اس باب کا عنوان ہے: عورتوں کا قضاء حاجت کے لیے کھلے میدان میں نکلنا' اور اس حدیث میں یہ بیان ہے کہ عورتوں کو اجازت دی گئی ہے کہ وہ قضاء حاجت کے لیے اپنے گھروں سے نکل سکتی ہیں' حضرت سودہ حجاب کے احکام نازل ہونے کے بعد قضاء حاجت کے لیے نکلیں اور ان کا جسم بہت بڑا تھا تو حضرت عمر نے ان کو پہچان لیا اور کہا: اے سودہ! اللہ کی قسم! آپ ہم سے نہیں چھپ سکی ہیں' آپ غور کریں کہ آپ کس طرح باہر نکل رہی ہیں' حضرت سودہ نے واپس آ کر نبی ﷺ سے اس واقعہ کی شکایت کی' آپ اس وقت رات کا کھانا کھا رہے تھے' اسی وقت آپ پر وحی نازل ہوئی تو آپ نے فرمایا: بے شک تمہیں قضاء حاجت کے لیے گھر سے باہر نکلنے کی اجازت دے دی گئی ہے۔

(صحیح مسلم: ٢١٧٠' الرقم المسلسل: ٥٥٦٤)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں' ان میں سے پہلے زکریا بن یحییٰ بن صالح اللؤلؤی ہیں' ان کی کنیت ابو یحییٰ' بلخی ہے' یہ حافظ' فقیہ اور مصنف فی السنۃ تھے' یہ ٢٣٠ھ میں بغداد میں فوت ہو گئے تھے اور وہیں مدفون ہوئے۔

دوسرے راوی ابو اسامہ حماد بن اسامہ کوفی ہیں' ان کا تعارف ہو چکا ہے' تیسرے راوی ہشام بن عروہ ہیں' چوتھے راوی عروہ کے والد الزبیر بن عوام رضی اللہ عنہ ہیں اور پانچویں راویہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں' ان سب کا تعارف ہو چکا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ٢ ص ٤٣٣)

خواتین کے لیے اپنی ضروریات میں گھر سے نکلنے کی اجازت

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خواتین اپنی ضروریات پوری کرنے کے لیے گھر سے باہر نکل سکتی ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حجاب کے احکام نازل ہونے کے بعد ان کو قضاء حاجت کے لیے گھر سے باہر نکلنے کی اجازت دی اور جب ان کے لیے قضاء حاجت کے لیے گھر سے باہر نکلنا جائز ہے تو دیگر ضروریات کے لیے بھی گھر سے باہر نکلنا جائز ہے اور نبی ﷺ نے عیدین کی نماز کے لیے ان کو جانے کا حکم دیا ہے بلکہ پانچ وقت کی نمازوں کے لیے مسجد میں جانے کی اجازت دی ہے' اور مردوں سے فرمایا ہے کہ وہ اپنی عورتوں کو مسجد میں جا کر نماز پڑھنے سے منع نہ کریں اور حج اور عمرہ کے لیے آپ خود ازواجِ مطہرات کو اپنے ساتھ لے کر گئے اور حضرت ام المؤمنین کو

آپ نے ان کے والدین سے ملنے کے لیے گھر سے باہر نکلنے کی اجازت دی' اس سے معلوم ہوا کہ خواتین اپنے رشتہ داروں سے ملنے کے لیے گھر سے نکل سکتی ہیں اور جب آپ بیمار ہو گئے تو دیگر ازواج آپ کی عیادت کے لیے آتی تھیں' اس سے معلوم ہوا کہ خواتین کا اپنے بیمار رشتہ داروں کی عیادت کے لیے گھر سے باہر نکلنا جائز ہے۔

جنگ جمل میں حضرت عائشہ کے گھر سے نکلنے پر اعتراض کا جواب

اس تفصیل سے شیعہ کا یہ اعتراض ساقط ہو گیا کہ جنگ جمل میں حضرت عائشہ نے گھر سے باہر نکل کر "وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ". (الاحزاب: ۳۳) کے حکم کی مخالفت کی' کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت سے پہلے حج کرنے کے لیے مکہ مکرمہ گئی تھیں اور یہ جائز تھا' اس دوران باغیوں نے مدینہ منورہ پر قبضہ کر کے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر ڈالا تو حضرت طلحہ' حضرت زبیر اور ان کے رفقاء مکہ میں حضرت عائشہ سے ملے اور آپ کو مدینہ واپس جانے سے منع کیا اور ان سے درخواست کی کہ بصرہ میں ہمارے موافقین ہیں' آپ وہاں چلیں' مدینہ جانے میں یہ خطرہ ہے کہ باغی آپ کے ساتھ بھی بے ادبی سے پیش نہ آئیں' سو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان کے ہمراہ بصرہ چلی گئیں' ادھر باغیوں نے حضرت علی سے کہا: یہ لوگ آپ کی حکومت کو ختم کرنے کے لیے بصرہ میں جمع ہو رہے ہیں' اس سے پہلے کہ یہ لوگ پہل کریں' آپ ان پر حملہ کر کے ان کی قوت کو ختم کر دیں تو حضرت علی بھی بصرہ روانہ ہو گئے' وہاں دونوں طرف سے اکابرین میں مذاکرات ہوئے اور اس پر اتفاق ہو گیا کہ خون عثمان کا قصاص لیا جائے گا' اس پر باغیوں نے محسوس کیا کہ اب ان کی بقاء کو خطرہ ہے' پس رات کے اندھیرے میں چند باغیوں نے حضرت طلحہ اور حضرت زبیر کے پڑاؤ پر اچانک حملہ کر دیا اور یہ کہا کہ علی نے معاہدہ شکنی کی اور کچھ نے حضرت علی کے لشکر پر حملہ کر دیا اور کہا کہ طلحہ اور زبیر نے عہد شکنی کی اور یوں باغیوں کی سازش کامیاب ہو گئی اور فریقین میں جنگ چھڑ گئی اور جو ہونا تھا وہ ہوا' حضرت علی رضی اللہ عنہ' حضرت طلحہ اور حضرت زبیر کی لاشوں کو دیکھ کر بہت روئے اور کہا: کاش! میں اس واقعہ سے بیس سال پہلے مر گیا ہوتا' انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ان کے بھائی محمد بن ابوبکر کے ہمراہ عزت اور احترام کے ساتھ مدینہ منورہ بھیج دیا' حضرت ام المومنین جب بھی "وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ". (الاحزاب: ۳۳) کی تلاوت کرتیں تو اس واقعہ کو یاد کر کے بہت روتی تھیں۔

* اس واقعہ کو زیادہ تفصیل اور تحقیق سے جاننے کے لیے تبیان القرآن ج ۹ ص ۴۳۶۔ ۴۲۴' الاحزاب: ۳۲ کا مطالعہ فرمائیں۔

شرح صحیح مسلم میں باب مذکور کی حدیث کی شرح

باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۵۵۵۳۔ ج ۶ ص ۵۳۶ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے عنوانات حسب ذیل ہیں:
(۱) حجاب کے تین مراحل (۲) قضاء حاجت کے لیے ازواج مطہرات کے گھر سے باہر نکلنے کے تین احوال (۳) حدیث الباب کے مسائل۔

١٤- بَابُ التَّبَرُّزِ فِي الْبُيُوْتِ گھروں میں قضاء حاجت کرنا

پہلے گھروں میں بیت الخلاء بنے ہوئے نہیں تھے' اس لیے خواتین قضاء حاجت کے لیے صحراء اور میدان میں جاتی تھیں' جیسا کہ اس سے پہلے باب میں ذکر ہے' بعد میں گھروں میں بیت الخلاء بنا دیئے گئے تو پھر خواتین گھروں کے بیت الخلاء میں قضاء حاجت کرتی تھیں اور سوائے شرعی ضرورت کے گھر سے باہر نہیں نکلتی تھیں اور باب سابق اور اس باب میں مناسبت یہ ہے کہ باب سابق میں قضاء حاجت کے لیے میدان میں جانے کا ذکر تھا اور اس باب میں گھروں میں قضاء حاجت کا ذکر ہے اور قدر مشترک قضاء حاجت ہے۔

١٤٨- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ، عَنْ وَاسِعِ بْنِ حَبَّانَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ ارْتَقَيْتُ فَوْقَ ظَهْرِ بَيْتِ حَفْصَةَ لِبَعْضِ حَاجَتِي، فَرَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْضِي حَاجَتَهُ، مُسْتَدْبِرَ الْقِبْلَةِ، مُسْتَقْبِلَ الشَّامِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں انس بن عیاض نے حدیث بیان کی از عبید اللہ از محمد بن یحییٰ بن حبان از واسع بن حبان از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ام المؤمنین حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر کی چھت کے اوپر اپنے کسی کام سے چڑھا تو میں نے دیکھا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قضاء حاجت کر رہے تھے' آپ کی پیٹھ قبلہ کی طرف تھی اور منہ شام کی طرف تھا۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح' حدیث: ۱۴۵ میں گزر چکی ہے۔

حدیث: ۱۴۵ میں یہ ذکر نہیں تھا کہ آپ کی پیٹھ قبلہ کی طرف تھی' وہاں صرف یہ ذکر تھا کہ آپ کا منہ بیت المقدس کی طرف تھا' لیکن یہ دونوں ایک دوسرے کے بالمقابل ہیں اور بیت المقدس کی طرف منہ کرنے کو قبلہ کی طرف پیٹھ کرنا لازم ہے۔

باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے کہ آپ حضرت حفصہ کے گھر کی چھت پر بیت الخلاء میں قضاء حاجت کر رہے تھے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) ابراہیم بن المنذر' ان کا تعارف ہو چکا ہے (۲) انس بن عیاض ابوضمرہ اللیثی المدنی' یہ ثقہ عالم ہیں' شعبہ اور متعدد ائمہ سے روایت کرتے ہیں' ان سے امام احمد روایت کرتے ہیں' ۲۹۶ھ میں فوت ہو گئے تھے' کتب ستہ میں انس بن عیاض نام کا اور کوئی راوی نہیں ہے (۳) عبید اللہ بن عمر بن حفص بن عاصم بن عمر بن الخطاب' ابوعثمان القرشی المدنی' یہ اپنے والد' القاسم' سالم اور متعدد سے روایت کرتے ہیں اور ان سے عبد الرزاق اور دیگر روایت کرتے ہیں' یہ ۱۴۷ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) محمد بن یحییٰ بن حبان (۵) واسع بن حبان (۶) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' ان سب کا تعارف ہو چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۴۳۴)

٠٠٠- بَابٌ — باب

١٤٩- حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ قَالَ أَخْبَرَنَا يَحْيَى، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ أَنَّ عَمَّهُ وَاسِعَ بْنَ حَبَّانَ أَخْبَرَهُ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ أَخْبَرَهُ قَالَ لَقَدْ ظَهَرْتُ ذَاتَ يَوْمٍ عَلَى ظَهْرِ بَيْتِنَا، فَرَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَاعِدًا عَلَى لَبِنَتَيْنِ، مُسْتَقْبِلَ بَيْتِ الْمَقْدِسِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن ہارون نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے خبر دی از محمد بن یحییٰ بن حبان کہ ان کے چچا واسع بن حبان نے ان کو خبر دی کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ان کو خبر دی کہ بے شک میں ایک دن اپنے گھر کی چھت پر چڑھا تو میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دو اینٹوں پر بیت المقدس کی طرف منہ کر کے بیٹھے ہوئے ہیں۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح' حدیث: ۱۴۵ میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) یعقوب بن ابراہیم' ان کا تعارف ہو چکا ہے (۲) یزید بن ہارون' یہ حافظ اور متقن تھے' ان سے ذہلی اور دیگر نے روایت کی

ہے' یہ نابینا ہو گئے تھے' ۸۸ سال کی عمر میں ۲۰۶ھ میں واسط شہر میں فوت ہو گئے تھے (۳)(۴)(۵)(۶) یحییٰ بن سعید انصاری المدنی' ان کا ذکر کئی بار ہو چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۴۴۴۔ ۴۴۳)

۱۵- بَابُ الْاِسْتِنْجَاءِ بِالْمَاءِ — پانی کے ساتھ استنجاء کرنا

یعنی پانی کے ساتھ استنجاء کرنے کا شرعی حکم' استنجاء کا لغوی معنی ہے: مخرج کے منہ پر باقی نجاست کو زائل کرنا اور اس کا شرعی معنی ہے: قبل یا دبر پر لگی ہوئی نجاست کو مٹی کے ڈھیلوں یا پانی سے زائل کرنا' اس سے پہلے باب میں قضاء حاجت کا ذکر تھا اور اس باب میں قضاء حاجت کے اثر کو زائل کرنے کا ذکر ہے۔

۱۵۰- حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ هِشَامُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ اَبِيْ مُعَاذٍ، وَاسْمُهُ عَطَاءُ بْنُ اَبِيْ مَيْمُوْنَةَ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُوْلُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا خَرَجَ لِحَاجَتِهِ، اَجِيْءُ اَنَا وَغُلَامٌ مَعَنَا اِدَاوَةٌ مِّنْ مَّاءٍ، يَعْنِيْ يَسْتَنْجِيْ بِهِ.

[اطراف الحدیث: ۱۵۱۔ ۱۵۲۔ ۲۱۷۔ ۵۰۰]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید ہشام بن عبدالملک نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی معاذ' ان کا نام عطاء ابن ابی میمونہ ہے' انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قضاء حاجت کے لیے نکلتے تو میں اور ایک لڑکا آتا' ہمارے ساتھ پانی کا برتن ہوتا' آپ اس سے استنجاء کرتے تھے۔

(صحیح مسلم: ۲۷۰' الرقم المسلسل: ۶۰۸' سنن ابوداؤد: ۴۳' سنن نسائی: ۴۵' السنن الکبریٰ للنسائی: ۴۸)

عنوان باب کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس جملہ میں ہے: آپ اس (پانی) سے استنجاء کرتے۔ امام بخاری نے اس باب سے ان لوگوں پر رد کرنے کا قصد کیا ہے' جو کہتے ہیں: پانی کے ساتھ استنجاء کرنا مکروہ ہے اور یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پانی کے ساتھ استنجاء نہیں کیا' ہم عنقریب ان شاء اللہ اس سلسلہ میں مفصل احادیث بیان کریں گے' صحیح البخاری: ۱۴۳ کی شرح میں بھی اس کی کافی وضاحت ہو چکی ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) ابوالولید ہشام بن عبدالملک البصری (۲) شعبہ بن الحجاج' ان کا تعارف ہو چکا ہے (۳) ابومعاذ عطا بن میمونہ البصری التابعی' یہ ۱۳۰ھ میں فوت ہو گئے تھے' یہ تقدیر کا انکار کرتے تھے (۴) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' ان کا تعارف گزر چکا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲ ص ۴۳۹)

''غلام'' اور ''اداوۃ'' کا معنی

اس حدیث میں ''غلام'' کا لفظ ہے' ''غلام'' اس نوعمر لڑکے کو کہتے ہیں' جس کی مسیں بھیگ چکی ہوں' زمخشری نے کہا ہے کہ غلام اس نوعمر لڑکے کو کہتے ہیں' جس کی ڈاڑھی آنے والی ہو۔

''اداوۃ'' چمڑے کے چھوٹے برتن کو کہتے ہیں' جس میں پانی رکھا جاتا ہے۔

پانی سے استنجاء کرنے کی ممانعت کے متعلق احادیث

امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

ھمام بیان کرتے ہیں کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے پانی سے استنجاء کرنے کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا: پھر ہمیشہ میرے

ہاتھ سے بدبو آتی رہے گی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۶۳۵ - ج ۱ ص ۱۴۲ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ ھ)
قضاء حاجت کے بعد ہاتھوں کو صابن سے دھولینا چاہیے' خصوصاً جراثیم کش صابن مثلاً ڈیٹول کے صابن سے' اس سے بدبو بھی زائل ہو گی اور پیلیا (یرقان) کا خطرہ بھی نہیں رہے گا' اگر استنجاء کرنے کے بعد صابن سے ہاتھ دھوئے بغیر کھانے پینے کی چیزوں کو ہاتھ لگایا جائے اور ان کو کھایا جائے تو اس سے پیلیا کا خطرہ ہے' گٹر کے پانی سے یہ بیماری پھیلتی ہے' پاکستان کے شہروں میں سیوریج سسٹم کی خرابی کی وجہ سے سڑکوں پر گٹر کا پانی بہتا رہتا ہے' پھر دھوپ لگنے سے اس کے بخارات فضا میں اٹھتے ہیں اور گزرنے والوں کے سانس کے ذریعہ ان کے جسم میں اس کے جراثیم داخل ہو جاتے ہیں' اسی طرح لوگ سڑک پر بلغم تھوک دیتے ہیں اور دھوپ لگنے سے اس سے بخارات اٹھتے ہیں اور سانس کے ذریعہ تھوکنے والے کی بیماریاں دوسروں میں منتقل ہو جاتی ہیں' ہمارے ملک کے لوگوں میں اجتماعی شعور اور احساسِ ذمہ داری نہیں ہے۔

ابراہیم بیان کرتے ہیں کہ اسود اور عبد الرحمان بن یزید بیت الخلاء میں داخل ہوتے اور پتھروں سے استنجاء کرتے اور اس پر اضافہ نہیں کرتے تھے اور پانی کو نہیں چھوتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۶۳۶)
یہ تابعین کا عمل ہے' جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عمل کے مقابلہ میں مرجوح ہے' پتھروں سے استنجاء کرنے سے کھال چھل جانے کا خطرہ ہے' آج کل گھروں میں جو بیت الخلاء بنے ہوئے ہوتے ہیں' وہاں استنجاء کرنے کے بعد ان پتھروں کو رکھنا بہت دشوار ہے' مساجد میں جو استنجاء خانے بنے ہوتے ہیں' بعض لوگ استنجاء کرنے کے بعد ان پتھروں کو بیت الخلاء کے اندر اس کی نالی میں ڈال دیتے ہیں' جس کی وجہ سے سیوریج سسٹم خراب ہو جاتا ہے اور بیت الخلاء کی نالی سے پانی نہیں گزرتا اور وہ بند ہو جاتا ہے۔

حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تین پتھروں سے استنجاء کیا جائے' جن میں لید نہ ہو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۶۳۸)

اس حدیث میں پتھروں سے مراد مٹی کے ڈھیلے ہیں اور اس کا محل گاؤں اور دیہات ہیں یا چھوٹے شہر ہیں' جہاں شہر کے باہر جنگل اور کھلے میدان ہوتے ہیں' وہاں مٹی کے ڈھیلوں سے استنجاء کر کے ان ڈھیلوں کو وہیں پھینک دیا جاتا ہے' اس سے گھروں کے اندر بنے ہوئے بیت الخلاء میں ڈھیلوں سے استنجاء کرنا مراد نہیں ہے' علاوہ ازیں اس حدیث میں بیانِ جواز مراد ہے' استحباب نہیں ہے۔

بشر کہتے ہیں کہ طاؤس نے کہا: تین پتھروں سے استنجاء کرو' میں نے کہا: اگر مجھے تین پتھر نہ ملیں؟ انہوں نے کہا: پھر تین لکڑیوں سے استنجاء کرو' میں نے کہا: اگر مجھے تین لکڑیاں نہ ملیں؟ انہوں نے کہا: پھر خاک کی تین مٹھیوں سے استنجاء کرو۔
(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۶۳۹)

تین پتھروں کی وضاحت اس سے پہلے کی جا چکی ہے' نیز یہ طاؤس کا قول ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث نہیں ہے' تین لکڑیوں سے استنجاء کرنے سے خراش پڑنے کا خطرہ ہے اور خاک کی مٹھی کے لیپ سے صفائی حاصل نہ ہونے کا امکان ہے۔

پانی سے استنجاء کرنے کے متعلق احادیث اور آثار

معاذہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اپنے شوہروں سے کہو کہ وہ پیشاب اور پاخانے کے اثر کو پانی سے دھولیا کریں' کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ عمل کرتے تھے اور میں لوگوں سے حیاء کرتی ہوں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۶۱۸)
ابن سیرین بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ خواتین سے فرماتی تھیں: اپنے شوہروں سے کہو کہ وہ بیت الخلاء سے نکلنے کے بعد (یعنی قضائے حاجت کے بعد) استنجاء کیا کریں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۶۱۹)

فریعہ' حضرت حذیفہ کی زوجہ تھیں' وہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت حذیفہ پانی سے استنجاء کرتے تھے۔ (مصنف: ۱۶۲۰)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیت الخلاء میں داخل ہوتے تو میں اور میرا ہم عمر ایک اور لڑکا پانی کا مشکیزہ اور نیزہ اٹھا کر لے جاتے تھے' سو آپ پانی سے استنجاء کرتے تھے۔ (مصنف: ۱۶۲۱)

ابراہیم بیان کرتے ہیں کہ مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بھی بیت الخلاء میں داخل ہوتے تو وضوء کرتے یا پانی سے استنجاء کرتے تھے۔ (مصنف: ۱۶۲۴)

ابو النحاس بیان کرتے ہیں کہ میں ایک سفر میں حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا' وہ پانی سے استنجاء کرتے تھے۔ (المصنف: ۱۶۲۲)

یحییٰ بن ابی کثیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ حوض سے پانی لے کر استنجاء کرتے تھے۔ (مصنف: ۱۶۲۸)

یعقوب بن مجمع بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عویم بن ساعدہ سے پوچھا: تمہاری وہ کون سی طہارت ہے' جس کی وجہ سے اللہ نے تمہاری تعریف فرمائی ہے؟ انہوں نے کہا: ہم پچھلے حصہ کو پانی سے دھوتے ہیں۔ (مصنف: ۱۶۲۹)

محمد بن یوسف بن عبد اللہ بن سلام بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے پاس قباء میں آئے تو فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہاری طہارت کی تعریف اور تحسین کی ہے:

فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ۝ (التوبہ: ۱۰۸) اس بستی میں ایسے لوگ ہیں' جو خوب پاک ہونے کو پسند کرتے ہیں اور اللہ خوب پاک ہونے والوں کو پسند کرتا ہے۝

کیا تم مجھے اس کی خبر نہیں دو گے؟ انہوں نے کہا: یارسول اللہ! ہم نے تورات میں پڑھا تھا کہ پانی سے استنجاء کرنا چاہیے۔ (مصنف: ۱۶۳۰)

شعبی بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: ''فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ۝'' (التوبہ: ۱۰۸) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے اہل قباء! اللہ تعالیٰ نے تمہاری تعریف اور تحسین کس وجہ سے فرمائی ہے؟ انہوں نے کہا: ہم میں سے ہر شخص بیت الخلاء سے نکل کر پانی سے استنجاء کرتا ہے۔ (المصنف: ۱۶۳۱)

عبد الملک بن عمیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم سے پہلے لوگ مینگنیاں کرتے تھے اور تم پتلا پاخانہ کرتے ہو' اس لیے تم ڈھیلوں کے بعد پانی سے استنجاء کیا کرو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۶۳۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

کسی بڑے عالم کو چھوٹوں سے ایسی خدمت لینی چاہیے؟

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت انس اور ایک اور لڑکا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے استنجاء کے لیے پانی لے جاتے تھے' اس سے معلوم ہوا کہ صالحین اور اہل فضل کی اس قسم کی خدمت کرنی چاہیے اور ان سے برکت حاصل کرنی چاہیے۔

کسی نیک شخص اور بڑے عالم کو لڑکوں سے اس قسم کی خدمت لینی چاہیے۔

١٦- بَابُ مَنْ حُمِلَ مَعَهُ الْمَاءُ لِطُهُوْرِهٖ جس شخص کی طہارت کے لیے پانی لے جایا گیا

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت ظاہر ہے کہ دونوں بابوں میں پانی سے استنجاء کرنے کا ذکر ہے۔ امام بخاری نے کہا:

وقال اَبُو الدَّرْدَآءِ اَلَيْسَ فِيْكُمْ صَاحِبُ النَّعْلَيْنِ وَالطَّهُوْرِ وَالْوِسَادِ؟ اور حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا تم میں جوتے اٹھانے والے اور وضوء کرانے والے اور تکیہ اٹھانے والے نہیں ہیں؟

حضرت ابو الدرداء کا نام عویمر بن مالک بن عبد اللہ بن قیس ہے' یہ افاضل صحابہ میں سے ہیں' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں یہ دمشق کے قاضی تھے' ۳۲ھ میں فوت ہو گئے تھے' ان کی قبر دمشق میں ہے۔

امام بخاری نے جو حضرت ابو الدرداء کے قول کا ذکر کیا ہے' یہ ایک حدیث کا قطعہ ہے' پوری حدیث اس طرح ہے:

علقمہ بیان کرتے ہیں کہ میں شام میں داخل ہوا' پس میں نے دو رکعت نماز پڑھی' پھر میں نے دعا کی: اے اللہ! مجھے کوئی ہم نشین میسر کر! پس میں نے ایک بوڑھے شخص کو آتے ہوئے دیکھا' جب وہ قریب ہوا تو میں نے دل میں کہا: مجھے امید ہے کہ میری دعا قبول ہوگئی' اس نے مجھ سے پوچھا: تم کہاں سے آئے ہو؟ میں نے کہا: میں اہل کوفہ سے ہوں' اس نے کہا: کیا تم میں (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے جوتے اٹھانے والے اور تکیہ اٹھانے والے اور پانی کا برتن لانے والے نہیں ہیں؟ کیا تم میں وہ نہیں ہیں' جن کو شیطان سے پناہ دی گئی ہے' کیا تم میں وہ نہیں ہیں' جو راز رکھنے والے ہیں' جن کے سوا اس راز کو کوئی نہیں جانتا؟ ابن ام عبد نے '' واللیل '' کی کیسے قراءت کی ہے؟ میں نے کہا: '' وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشٰى○وَالنَّهَارِ إِذَا تَجَلّٰى○وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْأُنْثٰى○ '' (اللیل: ۳-۱) اس نے کہا: مجھے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ سورت پڑھائی ہے اور آپ کا منہ میرے منہ کی طرف تھا' اب شام کے لوگ مجھے اس قراءت سے ہٹانا چاہتے ہیں۔

(صحیح البخاری: ۳۷۶۱' سنن ترمذی: ۳۹۳۹' صحیح مسلم: ۸۲۴' الرقم المسلسل: ۱۹۱۳)

۱۵۱- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ' عَنْ أَبِي مُعَاذٍ هُوَ عَطَاءُ بْنُ أَبِي مَيْمُونَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسًا يَقُولُ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا خَرَجَ لِحَاجَتِهِ' تَبِعْتُهُ أَنَا وَغُلَامٌ مِّنَّا مَعَنَا إِدَاوَةٌ مِّنْ مَّاءٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' از ابی معاذ اور وہ عطاء بن ابی میمونہ ہیں' انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جب قضاء حاجت کے لیے نکلتے تو میں اور ہم میں سے ایک اور لڑکا آپ کے پیچھے جاتا اور ہمارے ساتھ پانی کا مشکیزہ ہوتا تھا۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح کے لیے صحیح البخاری: ۱۵۰ کا مطالعہ کریں۔

باب کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس جملہ میں ہے کہ ہمارے ساتھ پانی کا مشکیزہ ہوتا تھا۔

اس حدیث کے تمام رجال کا پہلے تعارف ہو چکا ہے۔

۱۷- بَابُ حَمْلِ الْعَنَزَةِ مَعَ الْمَاءِ فِي الْاِسْتِنْجَاءِ

استنجاء کے لیے پانی کے ساتھ نیزہ کو اٹھانا

اس باب کے عنوان میں '' العنزۃ '' کا لفظ ہے' یہ لاٹھی سے لمبا ہوتا ہے اور جنگ میں استعمال ہونے والے نیزہ یا بھالے سے چھوٹا ہوتا ہے اور اس کی نچلی طرف لوہے کا نوک دار پھل ہوتا ہے اور اس کو بوڑھے لوگ سہارے کے لیے استعمال کرتے ہیں۔

'' مفتاح العلوم '' میں مذکور ہے کہ نجاشی نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو نیزہ ہدیہ میں پیش کیا تھا' جب آپ عیدگاہ میں نماز پڑھانے کے لیے جاتے تو وہ آپ کے سامنے زمین میں گاڑ دیا جاتا' آپ کے بعد وہ نیزہ آپ کے خلفاء رضی اللہ عنہم کے پاس رہا اور '' طبقات کبریٰ '' میں مذکور ہے کہ نجاشی نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو تین نیزے ہدیہ کیے تھے' ایک نیزہ آپ نے اپنے پاس رکھ لیا' ایک نیزہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو عطا کیا اور ایک نیزہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو عطا کیا۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۴۴۴' فتح الباری ج ۱ ص ۶۹۳)

ان دونوں بابوں میں مناسبت یہ ہے کہ ان دونوں بابوں میں پانی سے استنجاء کرنے کا ذکر ہے۔

۱۵۲- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ اَبِي مَيْمُوْنَةَ سَمِعَ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُوْلُ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْخُلُ الْخَلَاءَ، فَاَحْمِلُ اَنَا وَغُلَامٌ اِدَاوَةً مِّنْ مَّاءٍ وَعَنَزَةً، يَسْتَنْجِيْ بِالْمَاءِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن جعفر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عطاء بن ابی میمونہ انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت الخلاء میں داخل ہوتے تو میں اور ایک اورلڑکا پانی کا مشکیزہ اور نیزہ اٹھا کر لے جاتے' آپ پانی سے استنجاء کرتے۔

تَابَعَهُ النَّضْرُ وَشَاذَانُ عَنْ شُعْبَةَ. اَلْعَنَزَةُ عَصًا عَلَيْهِ زُجٌّ.

محمد جعفر کی متابعت النضر اور شاذان نے کی ہے از شعبہ۔ ''العنزہ'' اس لاٹھی کو کہتے ہیں: جس پر نوک دار لوہے کا پھل ہو۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح کے لیے صحیح البخاری: ۱۵۰ کا مطالعہ کریں۔

نیزہ ساتھ رکھنے کی حکمتیں

(۱) نماز کے وقت سامنے نیزہ گاڑ کر اس کو سترہ بنادیا جائے تاکہ کھلی فضاء میں لوگ اس کے سامنے سے گزرسکیں۔

(۲) اس نیزہ سے منافقوں اور یہودیوں کی سازشوں کا توڑ کیا جاسکے' وہ آپ کو قتل کرنے کی سازشیں کرتے رہتے تھے' اس لیے آپ اپنی مدافعت کے لیے اپنے پاس نیزہ رکھتے تھے۔

(۳) موذی جانوروں اور حشرات الارض اور سانپ اور بچھو سے بچاؤ کے لیے آپ نیزہ رکھتے تھے۔

(۴) قضاء حاجت کے وقت نرم جگہ بنانے کے لیے نیزہ کی ضرورت پڑتی ہے۔

(۵) بعض اوقات اس پر کوئی چیز ٹانگی ہوتی ہے اور بعض اوقات نیزہ سے سہارا لیا جاتا ہے اور اس پر ٹیک لگائی جاتی ہے۔

۱۸- بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْاِسْتِنْجَاءِ بِالْيَمِيْنِ — دائیں ہاتھ سے استنجاء کرنے کی ممانعت

جمہور فقہاء کے نزدیک دائیں ہاتھ سے استنجاء کرنا مکروہ تنزیہی ہے اور اس کی وجہ دائیں ہاتھ کا شرف اور اس کی فضیلت ہے۔

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ دونوں بابوں میں استنجاء کرنے کا طریقہ بیان فرمایا ہے۔

۱۵۳- حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ، هُوَ الدَّسْتَوَائِيُّ، عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِيْ كَثِيْرٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ قَتَادَةَ، عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا شَرِبَ اَحَدُكُمْ فَلَا يَتَنَفَّسْ فِي الْاِنَاءِ، وَاِذَا اَتَى الْخَلَاءَ فَلَا يَمَسَّ ذَكَرَهُ بِيَمِيْنِهِ، وَلَا يَتَمَسَّحْ بِيَمِيْنِهِ. [اطراف الحدیث: ۱۵۴-۵۶۳۰]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں معاذ بن فضالہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی' جو کہ الدستوائی ہیں از یحییٰ بن ابی کثیر از عبد اللہ بن ابی قتادہ از والد خود کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص کچھ پیئے تو برتن میں سانس نہ لے اور جب وہ بیت الخلاء میں جائے تو اپنے دائیں ہاتھ سے اپنے آلہ کو نہ چھوئے اور نہ دائیں ہاتھ سے استنجاء کرے۔

(صحیح مسلم: ۲۶۷' الرقم المسلسل: ۶۰۲' سنن ابوداؤد: ۳۱' سنن ترمذی: ۱۵' سنن نسائی: ۲۵-۲۴' سنن ابن ماجہ: ۳۱۰' السنن الکبریٰ للنسائی: ۶۸۸۳' صحیح ابن خزیمہ: ۷۹' مصنف عبد الرزاق: ۱۹۵۸۴' مسند الحمیدی: ۴۲۸' مسند احمد ج ۴ ص ۳۸۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۹۴۱۹-ج ۳۲ ص ۱۹۱)

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس جملہ میں ہے: نہ دائیں ہاتھ سے استنجاء کرے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) معاذ بن فضالہ البصری' یہ ثوری وغیرہ سے روایت کرتے ہیں اور ان سے امام بخاری اور دیگر روایت کرتے ہیں (۲) ہشام بن ابی عبد اللہ الدستوائی (۳) یحییٰ بن ابی کثیر' ان دونوں کا تعارف ہو چکا ہے (۴) عبد اللہ بن ابی قتادہ ابوابراہیم بلخی' یہ ۹۵ھ میں فوت ہو گئے تھے' ان سے محدثین کی ایک جماعت نے روایت کی ہے (۵) ابوقتادہ الحارث یا نعمان یا عمرو بن ربعی المدنی' یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھڑ سوار تھے' یہ اُحد' خندق اور اس کے بعد کے غزوات میں حاضر تھے' مشہور یہ ہے کہ یہ بدر میں حاضر نہیں ہوئے' انہوں نے ۱۷۰ احادیث روایت کی ہیں' امام بخاری اور امام مسلم گیارہ حدیثوں پر متفق ہیں' امام بخاری دو حدیثوں کے ساتھ منفرد ہیں اور امام مسلم آٹھ حدیثوں کے ساتھ منفرد ہیں' ان کے مناقب بہت زیادہ ہیں' یہ ۵۴ھ میں ستر سال کی عمر میں مدینہ میں فوت ہو گئے تھے' ایک قول یہ ہے کہ کوفہ میں فوت ہو گئے تھے' ان کے علاوہ اور کسی صحابی کی کنیت ابوقتادہ نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۴۴۷)

پانی میں پھونک مارنے کی ممانعت

اس حدیث میں فرمایا ہے: جب تم میں سے کوئی شخص کچھ پیئے تو برتن میں سانس نہ لے۔ منہ کو برتن سے الگ کیے بغیر سانس لینا مکروہ ہے' برتن سے پانی وغیرہ کو پیتے وقت تین مرتبہ سانس لینا چاہیے اور ہر مرتبہ منہ برتن سے الگ کرے' منہ سے جو آدمی سانس لیتا ہے' اس کو تنفس کہتے ہیں' اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ پانی میں پھونک نہیں مارنی چاہیے' کیونکہ انسان کے جسم میں جو بیماریاں ہوتی ہیں' ان کے جراثیم سانس کے ذریعہ اس پانی میں منتقل ہو جائیں گے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پانی میں پھونک مارنے سے منع فرمایا' ایک شخص نے کہا: میں پانی کے برتن میں تنکا دیکھتا ہوں' آپ نے فرمایا: اس پانی کو گرا دو' اس شخص نے کہا: میں ایک سانس میں پینے سے سیر نہیں ہوتا' آپ نے فرمایا: پھر تم اپنے منہ کو پانی کے برتن سے الگ کرو۔ (سنن ترمذی: ۱۸۸۷' امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔)

جن احادیث میں مذکور ہے کہ تین سانس میں پانی پینا چاہیے' ان کا بھی یہی محمل ہے کہ منہ کو پانی کے برتن سے الگ کر کے سانس لے۔

باب مذکور کی حدیث کی مؤید دیگر احادیث

اس حدیث میں دائیں ہاتھ سے پیشاب کے آلہ کو چھونے سے منع کیا ہے اور دائیں ہاتھ سے استنجاء کرنے سے بھی منع فرمایا ہے' اس سلسلہ میں یہ احادیث بھی ہیں:

عبد اللہ بن ابی قتادہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص پیشاب کرے تو اپنے آلہ کو اپنے دائیں ہاتھ سے نہ چھوئے اور جب بیت الخلاء میں جائے تو دائیں ہاتھ سے استنجاء نہ کرے اور جب پانی پیئے تو ایک سانس میں پانی نہ پیئے۔ (سنن ابوداؤد: ۳۱' سنن ترمذی: ۱۵' سنن نسائی: ۲۴)

اس حدیث میں پیشاب کے طریقہ کے ساتھ پانی پینے کا طریقہ بھی بتایا ہے کیونکہ پیشاب کا سبب پانی پینا ہے تو جب آپ نے مسبب کا طریقہ اور ادب بتایا تو سبب کا طریقہ اور ادب بھی بتا دیا۔

پانی پینے کے آداب میں یہ حدیث بھی ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم اونٹ کی طرح ایک سانس میں پانی نہ پیؤ بلکہ تم دو یا تین سانس میں پانی پیؤ اور جب تم پانی پیو تو بسم اللہ پڑھو اور جب تم پانی پی چکو تو الحمد للہ پڑھو۔ (سنن ترمذی: ۱۸۸۵)

اور دائیں ہاتھ سے استنجاء کرنے کی ممانعت میں یہ حدیث بھی ہے:

نبی ﷺ کی زوجہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے اپنا دایاں ہاتھ کھانے' پینے اور کپڑوں کے لیے مخصوص کیا ہوا تھا اور اس کے ماسوا کے لیے بایاں ہاتھ مخصوص کیا ہوا تھا۔ (سنن ابوداؤد: ۳۲)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۵۲۱۔ ج ا ص ۹۳۶ پر ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

١٩- بَابُ لَا يُمْسِكُ ذَكَرَهٗ بِيَمِيْنِهٖ اِذَا بَالَ

پیشاب کرتے وقت اپنے آلہ کو اپنے دائیں ہاتھ سے نہ پکڑے

اس سے پہلے باب میں پیشاب کے وقت آلہ کو چھونے سے منع فرمایا تھا اور اس باب میں آلہ کو پکڑنے سے منع فرمایا ہے اور دونوں بابوں میں قدر مشترک آلہ کو دایاں ہاتھ نہ لگانا ہے۔

١٥٤- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا الْاَوْزَاعِيُّ' عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِيْ كَثِيْرٍ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ قَتَادَةَ' عَنْ اَبِيْهِ' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا بَالَ اَحَدُكُمْ فَلَا يَاْخُذَنَّ ذَكَرَهٗ بِيَمِيْنِهٖ' وَلَا يَسْتَنْجِيْ بِيَمِيْنِهٖ' وَلَا يَتَنَفَّسْ فِي الْاِنَاءِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اوزاعی نے حدیث بیان کی' از یحییٰ بن ابی کثیر از عبداللہ بن ابی قتادہ از والد خود از نبی ﷺ' آپ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص پیشاب کرے تو اپنے آلہ کو اپنے دائیں ہاتھ سے نہ پکڑے اور نہ اپنے دائیں ہاتھ سے استنجاء کرے اور نہ برتن میں سانس لے۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح' صحیح البخاری: ۱۵۳ میں گزر چکی ہے۔

٢٠- بَابُ الْاِسْتِنْجَاءِ بِالْحِجَارَةِ

پتھروں سے استنجاء کرنا

اس باب کے عنوان میں اور حدیث میں جو پتھروں کا لفظ ہے' ہوسکتا ہے کہ اس سے مراد مٹی کے ڈھیلے ہوں کیونکہ پتھر بہت سخت ہوتے ہیں اور ان سے کھال کے چھلنے یا اس سے خراش پڑنے کا خطرہ ہے' اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ دونوں بابوں میں استنجاء کرنے کے احکام ہیں۔

١٥٥- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَكِّيُّ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدِ بْنِ عَمْرٍو الْمَكِّيُّ' عَنْ جَدِّهٖ' عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ اتَّبَعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَخَرَجَ لِحَاجَتِهٖ' فَكَانَ لَا يَلْتَفِتُ' فَدَنَوْتُ مِنْهُ فَقَالَ ابْغِنِيْ اَحْجَارًا اَسْتَنْفِضْ بِهَا. اَوْ نَحْوَهٗ. وَلَا تَاْتِنِيْ بِعَظْمٍ' وَلَا رَوْثٍ. فَاَتَيْتُهٗ بِاَحْجَارٍ بِطَرَفِ ثِيَابِيْ فَوَضَعْتُهَا اِلٰى جَنْبِهٖ وَاَعْرَضْتُ عَنْهُ' فَلَمَّا قَضٰى اَتْبَعَهٗ بِهِنَّ. [طرف الحدیث: ۳۸۶۰' اس حدیث کو ائمہ ستہ میں سے بقیہ نے روایت نہیں کیا اور نہ امام احمد نے۔]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن محمد مکی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن یحییٰ بن سعید بن عمرو المکی نے حدیث بیان کی از جد خود از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ قضاء حاجت کے لیے نکلے تو میں آپ کے پیچھے پیچھے گیا' آپ ادھر اُدھر نہیں دیکھتے تھے' میں آپ کے قریب ہوا تو آپ نے فرمایا: مجھے پتھر تلاش کر کے لا کر دو' میں ان سے استنجاء کروں گا اور میرے پاس ہڈی اور گوبر نہ لانا' میں کپڑے کی ایک طرف میں پتھر لے کر آیا' پس وہ میں نے آپ کے پہلو میں لا کر رکھ دیئے اور آپ سے منہ پھیر لیا' جب آپ قضاء حاجت سے فارغ ہو گئے تو آپ نے ان پتھروں سے استنجاء کیا۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: مجھے پتھر تلاش کر کے لا کر دو' میں ان سے استنجاء کروں گا۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) احمد بن محمد بن عون ابوالولید الغسانی الازرقی المکی' یہ صاحب'' تاریخ مکہ'' کے دادا ہیں' ابوالولید مذکور نے امام مالک سے روایت کی ہے اور ان سے امام بخاری نے روایت کی ہے' ان کے پوتے ابوالولید محمد بن عبد اللہ نے'' تاریخ مکہ'' لکھی ہے' یہ ۲۲۲ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) عمرو بن یحییٰ بن سعید' ابوامیہ القریشی المکی الاموی' عمرو مذکور عبدالملک بن مروان کے زمانہ میں دمشق پر غالب ہو گئے تھے' عبدالملک بن مروان نے ان کو قتل کر دیا اور ان کی اولاد کو مدینہ بھیج دیا' عمرو بن یحییٰ نے اپنے باپ اور دادا سے روایت کی ہے اور ان سے امام بخاری اور امام ابن ماجہ نے روایت کی ہے (۳) عمرو بن یحییٰ کے دادا' سعید بن عمرو بن سعید بن العاص' التابعی الثقہ' انہوں نے حضرت ابن عباس وغیرہ سے روایت کی ہے اور ان سے ان کے بیٹوں اسحاق اور خالد اور ان کے پوتے عمرو بن یحییٰ نے روایت کی ہے' امام ترمذی کے علاوہ باقی ائمہ ستہ نے ان سے احادیث روایت کی ہیں (۴) حضرت ابو ہریرہ' عبدالرحمان رضی اللہ عنہ۔

(عمدۃ القاری ج ۲ ص ۴۵۳)

ہڈی اور گوبر سے استنجاء کرنے کی ممانعت کی وجہ

امام بخاری نے'' مناقب الانصار'' میں اس حدیث کو زیادہ تفصیل سے روایت کیا ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کے وضوء اور آپ کے استنجاء کے لیے مشکیزہ میں پانی لے کر جا رہے تھے' پس جس وقت وہ آپ کے پیچھے پیچھے جا رہے تھے' آپ نے فرمایا: یہ کون ہے؟ میں نے کہا: میں ابو ہریرہ ہوں' آپ نے فرمایا: میرے لیے پتھر تلاش کر کے لاؤ' جن سے میں استنجاء کروں اور ہڈی اور گوبر لے کر نہ آنا' میں اپنے کپڑے کے پلو میں چند پتھر لپیٹ کر لایا' حتیٰ کہ میں نے وہ آپ کے پہلو میں رکھ دیئے' پھر میں واپس چلا گیا' حتیٰ کہ جب آپ فارغ ہو گئے تو میں پھر آ گیا اور میں نے پوچھا: ہڈی اور گوبر کی کیا وجہ تھی؟ آپ نے فرمایا: وہ جنات کے طعام کا حصہ ہیں اور بے شک میرے پاس نصیبین کے جنات کا وفد آیا تھا اور وہ بہت اچھے جنات تھے' انہوں نے مجھ سے زاد (خوراک) کا سوال کیا تو میں نے ان کے لیے اللہ سے دعا کی: اے اللہ! یہ جس ہڈی یا گوبر کے پاس سے گزریں' یہ اس کے اوپر طعام پائیں۔ (صحیح البخاری: ۳۸۶۰)

اس حدیث میں مذکور ہے: میرے پاس نصیبین کے جنات کا وفد آیا' ہو سکتا ہے کہ یہ اسی رات کا واقعہ ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ نے اسی رات کے واقعہ کی خبر دی ہو اور نصیبین الجزیرہ کا مشہور شہر ہے' ابن التین نے کہا: وہ شام میں ہے' اور اس میں مجاز ہے کیونکہ الجزیرہ شام اور عراق کے درمیان ہے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے کہ وہ جس ہڈی یا گوبر کے پاس سے گزریں' اس پر طعام پالیں' ابن التین نے کہا: یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ اس سے طعام کو چکھ لیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اللہ اس پر طعام کو پیدا کر دے'' صحیح مسلم'' میں حضرت ابن مسعود سے روایت ہے کہ گوبر ان کے جانوروں کی خوراک ہے اور یہ اس حدیث کے منافی نہیں ہے' کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اس حدیث میں یہ مراد ہو کہ ان کے جانور گوبر کے اوپر اپنی خوراک پالیں۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۵۶' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

میں کہتا ہوں کہ صحیح مسلم میں حضرت ابن مسعود کی روایت کا متن اس طرح ہے:

جنات نے آپ سے زاد کا سوال کیا تو آپ نے فرمایا: ہر وہ ہڈی جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو' جب وہ تمہارے ہاتھ میں آئے گی تو اس پر تمہارے لیے پہلے سے زیادہ گوشت بھرا ہوا ہوگا' اور ہر مینگنی تمہارے جانوروں کا چارا ہوگی' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ان

سے استنجاء نہ کیا کرو کیونکہ یہ تمہارے بھائیوں کا طعام ہے۔ (صحیح مسلم:٤٥٠ 'الرقم المسلسل:٩٩٠)

حضرت سواد بن قارب کو ایک جن کا رسول اللہ ﷺ کی بعثت کی خبر دینا اور ان کا یہ خبر سن کر اسلام لانا

حافظ اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ٧٧٤ھ شافعی دمشقی نے لیلۃ الجن میں جنات سے رسول اللہ ﷺ کی ملاقات کی بحث میں حضرت سواد بن قارب رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے کا مفصل واقعہ ذکر کیا ہے' وہ لکھتے ہیں: حضرت سواد بن قارب زمانہ جاہلیت میں کاہن تھے' حضرت سواد بن قارب بیان کرتے ہیں کہ ایک جن میرے پاس آ کر کہتا تھا کہ لوئی بن غالب میں سے اللہ کے رسول مبعوث ہو چکے ہیں' جب کئی راتوں کو بار بار آ کر اس جن نے مجھ سے یہ کہا تو میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں مکہ میں حاضر ہوا' نبی ﷺ نے مجھے دیکھتے ہی فرمایا: مرحبا! اے سواد بن قارب! ہمیں معلوم ہے تم کس لیے آئے ہو؟ حضرت سواد نے کہا: یارسول اللہ! میں نے چند اشعار کہے ہیں' وہ آپ مجھ سے سن لیں' آپ نے فرمایا: اے سواد! کہو' پھر میں نے وہ اشعار پڑھے:

اتانی رئی بعد لیل وھجعۃ	ولم یک فیما قد بلوت بکاذب
رات کو سونے کے بعد میرے پاس ایک جن آیا	میں جس میں مبتلا ہوا ہوں وہ اس میں جھوٹا نہیں ہے
ثلاث لیال قولہ کل لیلۃ	اتاك رسول من لوی بن غالب
وہ مسلسل تین راتیں آیا اور ہر رات اس کا کہنا تھا	تمہارے پاس لوی بن غالب سے رسول آ چکے ہیں
فاشھد ان اللّٰہ لا رب غیرہ	وانك مامون علی کل غائب
پس میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی رب نہیں	اور بے شک آپ ہر غیب پر امین ہیں
وانك ادنی المرسلین وسیلۃ	الی اللّٰہ یا ابن الاکرمین الاطایب
اور بے شک آپ تمام رسولوں سے زیادہ قریب وسیلہ ہیں	اللہ کی طرف اے مکرم اور پاک لوگوں کے بیٹے!
وکن لی شفیعا یوم لا ذو شفاعۃ	سواك بمغن عن سواد بن قارب
آپ میری شفاعت کرنے والے ہو جائیں' جس دن	آپ کے سوا کوئی شفاعت کرنے والا نہیں ہو گا' جو

سواد بن قارب کو (عذاب سے) بچا سکے۔

نبی ﷺ یہ اشعار سن کر ہنسے' حتیٰ کہ آپ کی ڈاڑھیں ظاہر ہو گئیں اور آپ نے فرمایا: اے سواد! تم نے فلاح پالی۔

(تفسیر ابن کثیر ج ٤ ص ١٨٣' دار الفکر بیروت' ١٤١٩ھ)

حافظ ابن کثیر نے اس روایت کو امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ٤٥٨ھ سے نقل کیا ہے' دیکھئے:

دلائل النبوۃ للبیہقی ج ٢ ص ٢٥١۔ ٢٥٠' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٣ھ

اس کے مزید حوالہ جات درج ذیل ہیں:

المعجم الکبیر للطبرانی التوفی ٣٦٠ھ' رقم: ٦٤٧٥۔ ج ٧ ص ٩٤۔ دار احیاء التراث العربی' بیروت' المستدرک للحاکم التوفی ٤٠٥ھ' ج ٣ ص ٦٠٩۔ دار الباز' مکہ مکرمہ' دلائل النبوۃ لابی نعیم متوفی ٤٣٠ھ' ج ١ ص ١١٤۔ ١١٣۔ دار النفائس' بیروت' الاستیعاب لابن عبد البر التوفی ٤٦٣ھ' ج ٢ ص ٢٣٤' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٥ھ' الوفا لابن الجوزی التوفی ٥٩٧ھ' ص ١٤٩' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٠٨ھ' عمدۃ القاری للعینی التوفی ٨٥٥ھ' ج ١٧ ص ١١' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ' فتح الباری ج ٥ ص ٦٣' دار المعرفہ' بیروت' ١٤٢٦ھ' سبل الہدیٰ والرشاد لمحمد بن یوسف الصالحی التوفی ٩٤٢ھ' ج ٢ ص ٢٠٩' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٤ھ' مختصر سیرۃ الرسول'

للشیخ عبداللہ بن الشیخ محمد بن عبدالوہاب النجدی المتوفی ۱۲۴۲ھ ص ٦٩ 'المکتبۃ السلفیۃ لاہور۔

محترم اشیاء سے استنجاء کرنے کا عدم جواز اور دیگر مسائل

اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوہریرہ کو استنجاء کے لیے پتھر لانے کا حکم دیا' اور فرمایا: ہڈی اور گوبر نہ لانا' اس سے معلوم ہوا کہ پتھروں اور مٹی کے ڈھیلوں سے استنجاء کرنا جائز ہے اور ہڈی اور گوبر سے استنجاء کرنا جائز نہیں ہے' کیونکہ ان میں جنات کی اور ان کے جانوروں کی خوراک ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہڈی سے استنجاء کرنے سے منع فرمایا ہے' اس سے معلوم ہوا کہ کھانے پینے کی تمام چیزوں کے ساتھ استنجاء کرنا ممنوع ہے اور دیگر تمام محترم اشیاء سے استنجاء کرنا ممنوع ہے' مثلاً علمی کتابوں کے اوراق کے ساتھ' البتہ ٹوائلٹ پیپر رول کے ساتھ استنجاء کرنا جائز ہے' کیونکہ اس کاغذ میں لکھے جانے کی صلاحیت نہیں ہوتی اور اس کی وضع ہی استنجاء کرنے کے لیے ہوتی ہے۔

حضرت ابوہریرہ ازخود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے پیچھے جا رہے تھے' اس سے معلوم ہوا کہ بزرگوں کی اجازت کے بغیر بھی ان کے پیچھے پیچھے جانا جائز ہے اور بزرگوں کا اپنے متبعین سے خدمت لینا جائز ہے' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قضاء حاجت میں مشغول ہوئے تو حضرت ابوہریرہ وہاں سے چلے گئے' اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص قضاء حاجت کر رہا ہو' اس کے پاس نہیں ٹھہرنا چاہیے۔

۲۱- بَابُ لَا يُسْتَنْجٰى بِرَوْثٍ — گوبر سے استنجاء نہ کرے

بابِ سابق میں یہ حدیث تھی کہ استنجاء کے لیے گوبر نہ لانا اور اس باب میں یہ بیان ہے کہ گوبر سے استنجاء نہ کرے اور اس سے ان دونوں بابوں کی مناسبت بالکل ظاہر ہے۔

١٥٦- حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ' عَنْ اَبِیْ اِسْحَاقَ قَالَ لَيْسَ اَبُوْ عُبَيْدَةَ ذَكَرَهٗ' وَلٰكِنْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْاَسْوَدِ' عَنْ اَبِيْهِ اَنَّهٗ سَمِعَ عَبْدَ اللّٰهِ يَقُوْلُ اَتَى النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْغَائِطَ' فَاَمَرَنِیْ اَنْ اٰتِيَهٗ بِثَلَاثَةِ اَحْجَارٍ' فَوَجَدْتُ حَجَرَيْنِ' وَالْتَمَسْتُ الثَّالِثَ فَلَمْ اَجِدْهُ' فَاَخَذْتُ رَوْثَةً فَاَتَيْتُهٗ بِهَا' فَاَخَذَ الْحَجَرَيْنِ وَاَلْقَى الرَّوْثَةَ وَقَالَ هٰذَا رِكْسٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زہیر نے حدیث بیان کی از ابواسحاق' انہوں نے کہا: اس حدیث کو ابوعبیدہ نے ذکر نہیں کیا' لیکن عبدالرحمان بن الاسود نے اپنے والد سے روایت کی کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ سنا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قضاء حاجت کے لیے آئے اور مجھے حکم دیا کہ میں آپ کو تین پتھر (یا مٹی کے ڈھیلے) لا کر دوں' پس مجھے دو پتھر مل گئے' میں نے تیسرے پتھر کو تلاش کیا تو وہ مجھے نہیں ملا تو میں نے گوبر (کا ٹکڑا) اٹھا لیا' پس وہ آپ کے پاس لے آیا' آپ نے دو پتھر لے لیے اور گوبر کو پھینک دیا اور فرمایا: یہ نجس ہے۔

وَقَالَ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ يُوْسُفَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِیْ اِسْحَاقَ حَدَّثَنِیْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ.

اور ابراہیم بن یوسف نے اپنے والد سے' انہوں نے ابواسحاق سے روایت کی ہے کہ مجھے عبدالرحمٰن نے حدیث بیان کی ہے۔

(سنن ترمذی: ١٧' سنن نسائی: ٤٢' سنن ابن ماجہ: ٣١٤' مصنف ابن ابی شیبہ ج ١٤ ص ٢٢٣' المعجم الکبیر: ٩٩٥٢' مسند احمد ج ١ ص ٣٨٨ طبع قدیم' مسند احمد: ٣٦٨٥۔ ج ٦ ص ٢١٠' مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

امام بخاری نے اس تعلیق کو اس لیے وارد کیا ہے کہ ابواسحاق اس روایت میں مدلس نہیں ہیں' بلکہ انہوں نے عبدالرحمٰن بن اسود

سے اس حدیث کو خود سنا ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) ابونعیم الفضل بن دکین (۲) زہیر بن معاویہ الجعفی الکوفی (۳) ابواسحاق عمرو بن عبداللہ السبیعی' ان سب کا تعارف ہو چکا ہے (۴) عبدالرحمان بن الاسود ابوحفص النخعی کوفی' عالم کامل' یہ اپنے والد اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں اور ان سے الاعمش وغیرہ روایت کرتے ہیں' یہ ہر روز سات سو رکعات پڑھا کرتے تھے اور عشاء کے وضوء سے فجر کی نماز پڑھتے تھے' یہ ۹۹ھ میں فوت ہو گئے تھے (۵) الاسود بن یزید الکوفی النخعی (۶) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۴۵۹)

ابوعبیدہ کے اپنے والد حضرت ابن مسعود سے سماع پر دلائل

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے ابواسحاق کی از ابوعبیدہ از ابن مسعود کی روایت سے عدول کیا ہے' حالانکہ یہ سند اعلیٰ تھی' کیونکہ ابوعبیدہ کا اپنے والد حضرت ابن مسعود سے سماع ثابت نہیں ہے' سو یہ روایت منقطع ہو جاتی بلکہ انہوں نے ابواسحاق کی از عبدالرحمان الاسود از والد خود از ابن مسعود کی روایت کو ذکر کیا ہے' کیونکہ یہ روایت متصل ہے۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۶۹۸' دارالمعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حافظ محمود بن احمد عینی حنفی کے نزدیک ابوعبیدہ کا حضرت ابن مسعود سے سماع ثابت ہے' سو وہ حافظ ابن حجر کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اس قائل کا یہ قول مردود ہے کیونکہ امام طبرانی نے ''المعجم الاوسط'' میں اس سند کے ساتھ ایک حدیث روایت کی ہے: زیاد بن سعد از ابی الزبیر' انہوں نے کہا: مجھے یونس بن عتاب الکوفی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے ابوعبیدہ بن عبداللہ سے سنا' وہ بیان کرتے تھے کہ انہوں نے اپنے والد سے سنا' وہ کہتے تھے کہ میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ایک سفر میں تھا۔ الحدیث (میرے پاس ''المعجم الاوسط'' کے دو نسخے ہیں اور ان دونوں میں یہ سند نہیں ہے' ہو سکتا ہے کہ علامہ عینی کے پاس کوئی اور نسخہ ہو' جس میں یہ سند مذکور ہو۔ سعیدی غفرلہٗ)۔

اس کے بعد علامہ عینی لکھتے ہیں: ابوعبیدہ کے حضرت ابن مسعود سے سماع پر دوسری دلیل یہ ہے کہ حاکم نے حضرت یوسف علیہ السلام کے ذکر میں اس سند سے ایک حدیث ذکر کی ہے: ابواسحاق' ابوعبیدہ سے اور وہ اپنے والد (حضرت ابن مسعود) سے روایت کرتے ہیں' حاکم نے کہا: اس حدیث کی سند صحیح ہے اور حافظ ذہبی نے بھی کہا: یہ سند صحیح ہے۔ (المستدرک ج ۲ ص ۵۷۲ طبع قدیم' المستدرک: ۴۰۹۱ طبع جدید) اور امام ترمذی نے متعدد احادیث کو حسن قرار دیا ہے' جن میں ابوعبیدہ کی اپنے والد حضرت ابن مسعود سے روایت ہے:

(۱) جب یوم بدر میں قیدیوں کو لایا گیا۔ (سنن ترمذی: ۱۷۱۴)
(۲) جب آپ دو رکعت میں بیٹھتے تو گویا آپ گرم پتھر پر تھے۔ (سنن ترمذی: ۳۶۶)
(۳) ''وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ''. (آل عمران: ۱۶۹) کی تفسیر میں۔ (سنن ترمذی: ۳۰۱۱)

میں کہتا ہوں کہ اس استدلال پر یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ پہلی دو سندوں کو ذکر کرنے کے بعد امام ترمذی نے یہ کہہ دیا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے' لیکن ابوعبیدہ کا اپنے والد سے سماع نہیں ہے' تاہم تیسری حدیث کو ذکر کرنے کے بعد انہوں نے صرف اتنا کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔ علامہ عینی اس کے جواب میں لکھتے ہیں کہ محدثین کے نزدیک حدیث حسن کی شرط یہ ہے کہ اس کی سند متصل ہو' اگر

ابوعبیدہ کا اپنے والد حضرت ابن مسعود سے سماع نہ ہو تو پھر یہ احادیث منقطع ہوں گی اور پھر ان کو حسن قرار دینا صحیح نہیں ہوگا۔

(عمدۃ القاری ج ٢ ص ٤٦٠' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

نیز علامہ عینی لکھتے ہیں کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ابوعبیدہ نے اپنے والد حضرت ابن مسعود سے حدیث کا سماع نہ کیا ہو کیونکہ جب حضرت ابن مسعود فوت ہو گئے تو ابوعبیدہ کی عمر سات سال تھی' اور متعدد اہل نقل نے تصریح کی ہے کہ سات سال کی عمر میں مسافر محدثین سے بھی سماع صحیح ہے تو ان محدثین سے سماع کیوں کر صحیح نہیں ہوگا' جو مقیم اور متوطن ہوں اور سننے والے کے والد بھی ہوں۔

(عمدۃ القاری ج ٢ ص ٤٦١- دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

استنجاء کی مشروعیت میں مذاہب ائمہ

استنجاء کی مشروعیت میں اختلاف ہے' امام شافعی' امام احمد اور ایک روایت کے مطابق امام مالک کے نزدیک استنجاء کرنا واجب ہے اور امام ابوحنیفہ' ان کے اصحاب اور ایک قول کے مطابق امام مالک کے نزدیک استنجاء کرنا سنت ہے' مزنی شافعی کا بھی یہی قول ہے۔ (عمدۃ القاری ج ٢ ص ٤٥٦)

ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے سرمہ لگایا تو طاق مرتبہ لگائے' جس نے ایسا کیا تو اچھا کیا اور جس نے نہیں کیا تو کوئی حرج نہیں اور جس نے استنجاء کیا تو طاق مرتبہ کرے' جس نے ایسا کیا تو اچھا ہے اور جس نے ایسا نہیں کیا تو کوئی حرج نہیں۔ الحدیث (سنن ابوداؤد: ٣٥' سنن ابن ماجہ: ٣٤٩٨)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے طاق مرتبہ استنجاء نہیں کیا تو کوئی حرج نہیں' اس میں یہ دلیل ہے کہ استنجاء واجب نہیں ہے۔

آیا تین پتھروں سے استنجاء کرنا ضروری ہے یا دو پتھر بھی کافی ہیں؟

علامہ ابوالحسن علی بن محمد الماوردی الشافعی المتوفی ٤٥٠ھ لکھتے ہیں:

ہمارے نزدیک تین پتھروں سے استنجاء کرنا واجب ہے اور ہماری دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص قضاء حاجت کے لیے جائے تو اپنے ساتھ تین پتھر لے جائے' جس سے استنجاء کرے' یہ تین پتھر اس سے کفایت کریں گے۔

(سنن ابوداؤد: ٤٠' سنن نسائی: ٤٤' سنن دارقطنی ج ١ ص ٥٥)

علامہ الماوردی نے کہا ہے: جب آپ نے تین پتھر لے جانے کا حکم دیا اور کفایت کو تین پتھروں پر معلق کیا تو معلوم ہوا کہ تین پتھروں سے استنجاء کرنا واجب ہے اور اس سے کم پتھر کافی نہیں ہیں۔ (الحاوی الکبیر ج ١ ص ١٩٢' دار الفکر' بیروت' ١٤١٤ھ)

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث کمال پر محمول ہے یعنی کامل استنجاء تین پتھروں سے ہوگا اور تین پتھروں سے کم سے بھی استنجاء صحیح ہے کیونکہ باب مذکور کی اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ جب حضرت ابن مسعود دو پتھر اور گوبر لے کر آئے تو آپ نے دو پتھر لے لیے اور گوبر کو پھینک دیا' اگر تین پتھر واجب ہوتے تو آپ حضرت ابن مسعود سے فرماتے: جاؤ تیسرا پتھر بھی تلاش کر کے لاؤ۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس استدلال پر یہ اعتراض کیا ہے کہ "مسند احمد" میں یہی حدیث اس سند سے ہے: معمر از ابی اسحاق از علقمہ از ابن مسعود اس میں یہ مذکور ہے کہ آپ نے گوبر کو پھینک دیا اور فرمایا: یہ نجس ہے' میرے پاس پتھر لاؤ۔ (فتح الباری ج ١ ص ٦٩٨)

اس سے معلوم ہوا کہ تین پتھر ضروری ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ضرور حافظ ابن حجر کو مغالطہ ہوا ہے' یہ حدیث صحیح سند کے ساتھ ''مسند احمد'' میں دو جگہ مذکور ہے' رقم: ۳۶۸۵' ج ا ص ۳۸۸ 'اور رقم: ۴۴۳۵' ج ا ص ۴۶۵' اور دونوں جگہ حافظ کے نقل کردہ اضافی الفاظ نہیں ہیں' البتہ ''مسند احمد'' رقم: ۴۲۹۹' ج ا ص ۴۵۰ میں یہ الفاظ ہیں کہ آپ نے گوبر کو پھینک دیا اور فرمایا: میرے پاس پتھر لاؤ۔

علامہ شعیب الارنؤوط نے کہا ہے: ان اضافی الفاظ کے بغیر یہ حدیث صحیح ہے' الفاظ کی یہ زیادتی اس وقت صحیح ہوتی' جب یہ ثابت ہوتا کہ ابواسحاق السبیعی نے اس حدیث کو علقمہ بن قیس سے سنا ہے۔ (حافظ ابن حجر نے اس حدیث کی یہی سند ذکر کی ہے از ابی اسحاق از علقمہ از ابن مسعود۔ (فتح الباری ج ا ص ۶۹۸)) اور ابوحاتم اور ابوزرعہ نے کہا ہے کہ ابواسحاق نے علقمہ سے کوئی حدیث نہیں سنی۔ (حاشیہ مسند احمد: ۴۲۹۹۔ ج ا ص ۴۵۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس تحقیق سے واضح ہو گیا کہ حافظ ابن حجر عسقلانی کا اعتراض باطل ہے اور استنجاء کے لیے تین پتھر شرط نہیں ہیں اور یہی احناف کثرہم اللہ کا مذہب ہے' والحمد للہ۔

حافظ ابن حجر کا حدیث منقطع کو مرسل قرار دینا

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: یہ بھی کہا گیا ہے کہ ابواسحاق کا علقمہ سے سماع نہیں ہے' لیکن کرابیسی نے اس حدیث کا ان سے سماع ثابت کیا ہے اور اگر مان لیا جائے کہ یہاں کوئی راوی چھوٹا ہوا ہے تو حدیث مرسل ہمارے مخالفین کے نزدیک حجت ہوتی ہے اور ہمارے نزدیک بھی حجت ہوتی ہے' اگر اس کی قوت پر قرینہ ہو۔ (فتح الباری ج ا ص ۶۹۸)

میں کہتا ہوں کہ کرابیسی کی کیا اہمیت ہے؟ جب امام ابوحاتم اور حافظ ابوزرعہ ایسے اکابر ائمہ یہ تصریح کر چکے ہیں کہ ابواسحاق نے علقمہ سے کوئی حدیث نہیں سنی' رہا علامہ ابن حجر کا اس حدیث کو مرسل کہنا' سو یہ بہت عجیب ہے' حدیث مرسل تو وہ ہوتی ہے جس میں تابعی درمیان سے صحابی کو چھوڑ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرے' خود حافظ ابن حجر عسقلانی نے حدیث مرسل کی یہ تعریف کی ہے:

ھو ما سقط من آخرہ من بعد التابعی ھو المرسل وصورتہ ان یقول التابعی سواء کان کبیرا او صغیرا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کذا.	جس حدیث کی سند کے آخر سے تابعی کے بعد راوی ساقط ہو' وہ حدیث مرسل ہے' اس کی صورت یہ ہے کہ تابعی خواہ کم عمر ہو یا بزرگ' وہ کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس طرح فرمایا۔

(شرح نخبۃ الفکر مع شرحہ لعلی القاری ص ۴۰۰۔ ۳۹۹' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

اور یہاں صورت یہ ہے کہ ابواسحاق نے علقمہ سے روایت کی اور علقمہ نے حضرت ابن مسعود سے اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اور ابواسحاق اور علقمہ کے درمیان راوی چھوٹا ہوا ہے تو یہ حدیث منقطع ہوئی' مرسل کیسے ہو گئی اور حافظ ابن حجر ایسے ماہر فن حدیث کا اس کو مرسل کہنا بہت عجیب اور باعث حیرت ہے!

تین سے کم پتھروں سے استنجاء کے جواز پر مزید دلائل

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

پتھروں کے عدد میں ائمہ کا اختلاف ہے' امام مالک اور امام ابوحنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ تین پتھروں سے کم سے بھی استنجاء کرنا جائز ہے' بہ شرطیکہ ان سے صفائی حاصل ہو جائے اور امام شافعی نے کہا: تین پتھروں سے کم سے استنجاء کرنا جائز نہیں ہے' خواہ صفائی حاصل ہو جائے۔

جن احادیث میں تین پتھروں سے استنجاء کرنے کا حکم دیا ہے' ان کی توجیہ کرتے ہوئے علامہ ابن بطال لکھتے ہیں:

اور جائز ہے کہ تین پتھروں کو استحسان پر محمول کیا جائے‘ خواہ تین سے کم پتھروں سے صفائی حاصل ہو جائے‘ اس لیے کہ استنجاء پتھر سے مسح کرنا ہے اور شریعت میں مسح میں تکرار واجب نہیں ہے‘ اس کی دلیل سر اور موزوں کا مسح ہے‘ نیز یہ وہ نجاست ہے‘ جس کا اثر معاف ہے‘ پس ضروری ہے کہ اس میں مسح کا تکرار واجب نہ ہو‘ نیز اگر پتھر کی تین اطراف ہوں تو وہ تین پتھروں کے قائم مقام ہے‘ اسی طرح جب ایک یا دو پتھروں سے بھی نجاست زائل ہو جائے تو وہ بھی تین پتھروں کے قائم مقام ہیں۔

(شرح ابن بطال ج ۱ ص ۲۴۸۔ ۲۴۷‘ دار الکتب العلمیہ‘ بیروت‘ ۱۴۲۴ھ)

شیخ محمد بن ابوبکر ابن قیم جوزی حنبلی متوفی ۷۵۱ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص قضاء حاجت کے لیے جائے تو اپنے ساتھ تین پتھر لے جائے۔ (سنن ابوداؤد: ۴۰‘ سنن نسائی: ۴۴‘ مسند احمد ج ۶ ص ۱۰۸) اگر کوئی شخص اپنے ساتھ کپڑے کا ٹکڑا لے گیا‘ جو پتھروں سے زیادہ صفائی کرتا ہو تو وہ بھی جائز ہے یا اُون یا روئی یا ریشم کا ٹکڑا لے گیا یا اس کی مثل کوئی اور چیز لے گیا تو وہ بھی جائز ہے کیونکہ شارع کی غرض صرف یہ ہے کہ نجاست زائل ہو جائے اور صفائی حاصل ہو جائے تو جس چیز سے پتھروں سے زیادہ صفائی حاصل ہو‘ اس سے استنجاء کرنا بہ طریق اولیٰ جائز ہے۔ (جامع الفقہ ج ۱ ص ۱۳۸‘ دار الوفاء‘ ریاض‘ ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ اس عبارت سے معلوم ہوا کہ پتھروں کے بجائے ٹوائلٹ پیپر رول سے استنجاء کرنا چاہیے‘ اوّل اس لیے کہ آج کل شہروں میں جو ٹوائلٹ بنے ہوتے ہیں‘ ان میں پتھروں کے استعمال سے حرج ہوگا‘ اگر ٹوائلٹ میں وہ پتھر ڈال دیئے جائیں تو ٹوائلٹ بند ہو جائیں گے‘ نیز اس سے ہاتھ نجاست سے آلودہ بھی نہیں ہوں گے اور اس کے بعد پانی سے استنجاء کر لیا جائے۔

گوبر کے نجس ہونے میں مذاہب فقہاء اور ابن حزم‘ داؤد اور دیگر غیر مقلدین کا ردّ

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت ابن مسعود دو پتھروں کے ساتھ تیسرا گوبر کا ٹکڑا لائے تھے‘ آپ نے گوبر کے ٹکڑے کو پھینک دیا اور فرمایا: یہ نجس ہے۔ ''صحیح بخاری‘ سنن نسائی‘ مصنف ابن ابی شیبہ'' اور ''المعجم الکبیر'' وغیرہ میں مذکور ہے کہ آپ نے فرمایا: یہ ''رِکس'' ہے اور سنن ابن ماجہ: ۳۱۴ میں ہے: آپ نے فرمایا: یہ ''رجس'' ہے‘ اور ''رکس'' اور ''رجس'' ان دونوں لفظوں کا معنی نجس ہے اور اس حدیث میں اس کی صراحت ہے کہ گوبر نجس ہے۔ علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کے تحت مذاہب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

گوبر کی نجاست کی صفت میں علماء کا اختلاف ہے‘ امام ابوحنیفہ کے نزدیک یہ نجاست غلیظہ ہے‘ یہی امام زفر کا قول ہے‘ امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک یہ نجاست خفیفہ ہے اور امام مالک کے نزدیک گوبر طاہر ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲ ص ۴۶۲‘ دار الکتب العلمیہ‘ بیروت‘ ۱۴۲۱ھ)

ابن وہب بیان کرتے ہیں: ہم نے امام مالک سے کہا کہ راستوں میں جانوروں کا گوبر اور ان کا پیشاب اور ان کا پاخانہ ہوتا ہے‘ امام مالک نے کہا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے‘ یہ چیزیں ہمیشہ سے راستوں میں ہوتی تھیں اور مسلمان بارش اور کیچڑ میں داخل ہوتے تھے اور نماز پڑھتے تھے اور کپڑوں کو نہیں دھوتے تھے۔ (المدونۃ الکبریٰ ج ۱ ص ۲۰‘ دار احیاء التراث العربی‘ بیروت)

غیر مقلدین کے نزدیک بھی گوبر پاک ہے‘ شیخ علی بن احمد بن سعید بن حزم اندلسی متوفی ۴۵۶ھ لکھتے ہیں:

داؤد نے کہا: ہر حیوان کا پیشاب اور پاخانہ پاک ہے‘ خواہ اس کا گوشت کھایا جاتا ہو یا نہ کھایا جاتا ہو‘ ہوا انسان کے پیشاب اور پاخانے کے‘ وہ نجس ہیں۔

شیخ ابن حزم نے کہا: امام ابوحنیفہ نے کہا: یہ نجاست غلیظہ ہے' ان کا یہ قول فاسد ہے' اس کی اصل سنت صحیحہ میں ہے' نہ ضعیفہ میں' نہ قرآن میں' نہ قیاس میں' نہ اجماع میں' نہ یہ کسی ایسے شخص کا قول ہے' جس کی رائے صحیح ہو۔

(المحلی بالآثار ج ۱ ص ۱۷۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

مشہور غیر مقلد عالم حافظ عبداللہ روپڑی لکھتے ہیں:

گوبر حنفی مذہب میں پاک نہیں' مگر حدیث سے اس کی طہارت ثابت ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھو' اس سے معلوم ہوا کہ ماکول اللحم چار پایہ کا گوبر' پیشاب پاک ہے۔ (میں کہتا ہوں کہ یہ استدلال فاسد ہے' بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھنے سے یہ کب لازم آتا ہے کہ ان کے پیشاب اور گوبر پر نماز پڑھی جائے' اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ باڑے میں کسی صاف جگہ پر مصلیٰ بچھا کر اس پر نماز پڑھی جائے۔ سعیدی غفرلہٗ) ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چند آدمیوں کو جو مدینہ میں آ کر بیمار ہو گئے' فرمایا: تم اونٹنیوں کا پیشاب اور دودھ پیو' وہ شفایاب ہو گئے' اس سے بھی معلوم ہوا کہ ماکول اللحم چار پایہ کا بول (پیشاب)' گوبر پاک ہے۔ (فتاویٰ اہل حدیث ج ۱ ص ۲۴۲' ادارہ احیاء السنۃ النبویہ' سرگودھا)

دوسری حدیث سے استدلال میں حافظ روپڑی نے کئی غلطیاں کی ہیں' ایک یہ ہے کہ اس حدیث میں کہیں گوبر کا ذکر نہیں ہے اور انہوں نے اس حدیث سے گوبر کے پاک ہونے کو بھی کشید کر لیا' دوسری غلطی یہ ہے کہ اس حدیث میں ہے کہ چند بیمار آدمیوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اونٹنیوں کا پیشاب پینے کی اجازت دی تھی' نہ کہ تمام امت مسلمہ کو' لہٰذا اونٹنیوں کا پیشاب مطلقاً پاک نہ ہوا' تیسری غلطی یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بالعموم فرمایا ہے: پیشاب سے بچو کیونکہ عام عذاب قبر اس سے ہوتا ہے۔ (سنن دارقطنی ج ۱ ص ۱۲۸' سنن ابن ماجہ: ۳۴۸) اور اس حدیث میں جوان بیماروں کو اونٹنیوں کا پیشاب پینے کا حکم دیا ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کو وحی کے ذریعہ معلوم ہو گیا تھا کہ ان کی بیماری کا علاج اسی سے ہو سکتا ہے' سو یہ حدیث ان کے ساتھ مخصوص ہے' پیشاب پینے کے جواز میں عام نہیں ہے۔

غیر مقلدین نے گوبر کے نجس ہونے کے قول کو امام ابوحنیفہ کے ساتھ مخصوص کر دیا ہے' حالانکہ امام شافعی کا بھی یہی قول ہے۔

علامہ یحییٰ بن زکریا نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

ابن حزم نے اپنی کتاب ''محلی'' میں داؤد سے یہ نقل کیا ہے کہ اس نے کہا ہے کہ آدمی کے سوا ہر حیوان کا پیشاب اور گوبر پاک ہے' اس کا یہ قول انتہائی فاسد ہے۔

جن حیوانات کا گوشت کھایا جاتا ہے' ان کا پیشاب اور گوبر ہمارے نزدیک نجس ہے اور امام ابوحنیفہ اور ابویوسف وغیرہما کے نزدیک بھی اور امام مالک اور امام احمد نے ان کو پاک کہا ہے' امام محمد کے نزدیک بھی ان کا گوبر نجس ہے۔

(شرح المہذب ج ۲ ص ۵۷۸۔۵۷۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۳ھ)

اس باب کی حدیث میں صحیح بخاری: ۱۵۶ اور سنن ابوداؤد وغیرہ کے حوالے سے بتایا جا چکا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گوبر کے ٹکڑے کو نجس فرمایا' اس کے علاوہ صحیح البخاری: ۱۵۵ میں یہ حدیث بھی گزر چکی ہے کہ آپ نے حضرت ابوہریرہ سے فرمایا: مجھے پتھر تلاش کر کے لا کر دو' میں ان سے استنجاء کروں گا اور میرے پاس ہڈی اور گوبر نہ لانا۔

ان صحیح اور صریح احادیث کے بعد گوبر کے نجاست غلیظہ ہونے میں کیا شک رہ جاتا ہے!

۲۲- بَابُ الْوُضُوْءِ مَرَّةً مَرَّةً — ایک ایک بار وضو کرنا

اس باب کی ابواب سابقہ کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ سابقہ ابواب میں استنجاء کے مسائل بیان کیے گئے تھے اور اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اعضاء وضوء میں سے ہر عضو کو ایک ایک بار دھونا' اور ظاہر ہے کہ استنجاء کے بعد وضو کیا جاتا ہے' اس لیے امام بخاری نے استنجاء کے ابواب کے بعد وضوء کے ابواب شروع کیے۔

١٥٧- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ' عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ' عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ' عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ تَوَضَّاَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّةً مَرَّةً.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از زید بن اسلم از عطاء بن یسار از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک ایک بار وضوء کیا۔

(سنن ابوداؤد: ١٣٨' سنن ترمذی: ٤٢' سنن نسائی: ٨٠' مسند عبد بن حمید: ٧٠٢' سنن دارمی: ٦٩٦-٧١١' صحیح ابن حبان: ١٠٩٥' شرح السنۃ: ٢٢٦' مسند ابوداؤد الطیالسی: ٢٦٦٠' صحیح ابن خزیمہ: ١٧١' سنن بیہقی ج ١ ص ٨٠-٧٣' مسند احمد ج ١ ص ٢٣٣ طبع قدیم' مسند احمد: ٢٠٧٢-ج ٣ ص ٤٩٩' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت بالکل ظاہر ہے' کیونکہ اس حدیث میں ایک ایک بار وضوء کرنے کا ذکر ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(١) محمد بن یوسف بیکندی (٢) سفیان' ہوسکتا ہے کہ یہ سفیان بن عیینہ ہو اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ سفیان ثوری ہو اور یہی راجح ہے' کیونکہ ابونعیم نے اپنی کتاب میں اس کی تصریح کی ہے (٣) زید بن اسلم تابعی مدنی (٤) عطاء بن یسار (٥) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' ان سب کا تعارف ہو چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ٣ ص ٣)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عام معمول یہ تھا کہ آپ اعضاء وضوء کو تین تین بار دھوتے تھے' لیکن آپ نے بیانِ جواز کے لیے ایک ایک مرتبہ بھی اعضاء وضوء کو دھویا' تاکہ اگر کبھی پانی کم ہو یا وقت کم ہو تو ایک ایک مرتبہ بھی اعضاء وضوء کے دھونے سے وضوء ہو جائے اور یہ وضوء بھی آپ کی سنت ہو۔

٢٣- بَابُ الْوُضُوْءِ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ

دو دو مرتبہ وضوء کرنا

اس حدیث کی بابِ سابق کے ساتھ مناسبت بالکل ظاہر ہے۔

١٥٨- حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عِيْسٰى قَالَ حَدَّثَنَا يُوْنُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ' عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيْمٍ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّاَ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حسین بن عیسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یونس بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں فلیح بن سلیمان نے حدیث بیان کی از عبداللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم از عباد بن تمیم از حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو دو مرتبہ وضوء کیا۔

(سنن ابوداؤد: ١٣٦' سنن ترمذی: ٤٣' مصنف ابن ابی شیبہ ج ١ ص ١١' صحیح ابن حبان: ١٠٩٤' المستدرک ج ١ ص ١٥٠' سنن بیہقی ج ١ ص ٧٩' ابن الجارود: ٧١' مسند احمد ج ٢ ص ٢٨٨ طبع قدیم' مسند احمد: ٧٧٨٧-٨٧٦٢' ایضاً ج ١٣ ص ٢٦١' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت۔ ان کتب حدیث میں یہ حدیث حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے اور صحیح بخاری: ١٥٨ میں یہ حدیث حضرت عبداللہ بن زید سے مروی ہے۔)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت بالکل واضح ہے' کیونکہ اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ کے دو' دو مرتبہ وضوء کرنے کا ذکر ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) الحسین بن عیسیٰ بن حمران البسطامی الدامغانی' یہ ائمہ عربیہ میں سے ثقہ تھے' انہوں نے امام بخاری' امام مسلم' امام ابوداؤد' امام نسائی اور امام ابن خزیمہ سے احادیث روایت کی ہیں' انہوں نے نیشاپور میں رہائش رکھی اور وہیں ۲۴۷ھ میں فوت ہو گئے (۲) یونس بن محمد بن مسلم بغدادی' یہ حافظ تھے' ۲۰۷ یا ۲۰۸ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) فلیح بن سلیمان' ان کا لقب فلیح ہے اور ان کا نام عبد الملک ہے' ان کا تعارف ہو چکا ہے (۴) عبداللہ بن ابی بکر المدنی الانصاری' یہ تابعی تھے' ۱۳۵ھ میں فوت ہو گئے (۵) عباد بن تمیم بن زید بن عاصم انصاری' ان کے صحابی ہونے میں اختلاف ہے (۶) حضرت عبداللہ بن زید بن عاصم المازنی رضی اللہ عنہ' ان کا تعارف ہو چکا ہے۔ یہ عبداللہ بن زید بن عبدربہ کے ماسوا ہیں' جنہوں نے اذان کا خواب دیکھا تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۶۔۵)

اس حدیث سے بھی مقصودات کے لیے سہولت فراہم کرنا ہے۔

٢٤- بَابُ الْوُضُوْءِ ثَلَاثًا ثَلَاثًا
تین تین مرتبہ وضوء کرنا

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت بالکل واضح ہے۔

١٥٩- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْاُوَيْسِيُّ قَالَ حَدَّثَنِيْ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ اَنَّ عَطَاءَ بْنَ يَزِيْدَ اَخْبَرَهُ اَنَّ حُمْرَانَ مَوْلٰى عُثْمَانَ اَخْبَرَهُ اَنَّهُ رَاٰى عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ دَعَا بِاِنَاءٍ' فَاَفْرَغَ عَلٰى كَفَّيْهِ ثَلَاثَ مِرَارٍ فَغَسَلَهُمَا' ثُمَّ اَدْخَلَ يَمِيْنَهُ فِي الْاِنَاءِ' فَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ' ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا' وَيَدَيْهِ اِلَى الْمِرْفَقَيْنِ ثَلَاثَ مِرَارٍ' ثُمَّ مَسَحَ بِرَاْسِهِ' ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ ثَلَاثَ مِرَارٍ اِلَى الْكَعْبَيْنِ' ثُمَّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَوَضَّاَ نَحْوَ وُضُوْئِيْ هٰذَا' ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ لَا يُحَدِّثُ فِيْهِمَا نَفْسَهُ' غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ.

[اطراف الحدیث: ۱۶۰۔ ۱۶۴۔ ۱۹۳۴۔ ۶۴۳۳]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالعزیز بن عبداللہ الاویسی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی' از ابن شہاب کہ ان کو عطاء بن یزید نے خبر دی کہ ان کو حضرت عثمان کے آزاد کردہ غلام حمران نے خبر دی کہ انہوں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو دیکھا' انہوں نے پانی کا برتن منگایا اور اپنے دونوں ہاتھوں پر تین مرتبہ پانی انڈیلا' پھر ان دونوں ہاتھوں کو دھویا' پھر انہوں نے اپنا دایاں ہاتھ برتن میں ڈالا' پھر اس سے کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا' پھر اپنا چہرہ تین بار دھویا اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں تک تین بار دھویا' پھر اپنے سر کا مسح کیا' پھر اپنے دونوں پیروں کو ٹخنوں تک تین بار دھویا' پھر کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے میرے اس وضوء کی طرح وضوء کیا' پھر دو رکعت نماز اس طرح پڑھی' جس میں اپنے نفس سے کوئی بات نہ کی (اپنے اختیار سے کوئی بات نہ سوچی) تو اس کے گزشتہ گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

(صحیح مسلم: ۲۲۶' الرقم المسلسل: ۵۳۷' سنن ابوداؤد: ۱۰۶' سنن نسائی: ۸۴' سنن ابن ماجہ: ۲۸۵' السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۷۶' صحیح ابن حبان: ۳۶۰' مسند احمد ج ۱ ص ۶۸ طبع قدیم' مسند احمد: ۴۸۹۔ ج ۱ ص ۵۲۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

عنوان باب کے ساتھ مطابقت اس چیز میں ہے کہ اس حدیث میں اعضاء وضوء کو تین تین بار دھونے کا ذکر ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) عبدالعزیز الاویسی (۲) ابراہیم بن سعد (۳) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (۴) عطاء بن یزید التابعی ان سب کا تعارف ہو چکا ہے (۵) حمران بن ابان بن خالد بن عمرو یہ عین التمر کے قیدیوں میں سے تھے ان کو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ نے قید کیا تھا اور ان کو بہت ذہین پایا' پھر ان کو حضرت عثمان کی خدمت میں پیش کر دیا' انہوں نے ان کو آزاد کر دیا اور یہ ان کے منشی اور دربان تھے' امام بخاری نے ان کا ضعفاء میں شمار کیا ہے اور اپنی صحیح میں ان کی روایت سے استدلال کیا ہے' ابن سعد نے کہا: یہ کثیر الحدیث تھے اور میں نے نہیں دیکھا کہ ان کی احادیث سے استدلال کیا جاتا ہو' یہ ۷۵ھ میں فوت ہو گئے تھے' حجاج نے ان پر ایک لاکھ (درہم) کا جرمانہ کیا تھا' بعد میں عبدالملک کی سفارش سے وہ درہم واپس کر دیئے تھے (۶) حضرت امیر المؤمنین عثمان بن عفان رضی اللہ' ان کا لقب ذوالنورین ہے' کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی صاحب زادی حضرت رقیہ رضی اللہ ان کے عقد میں دی تھیں' وہ ان کے پاس فوت ہو گئیں' پھر حضرت ام کلثوم رضی اللہ ان کے عقد میں دیں' حضرت عثمان نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ۱۴۶ حدیثیں روایت کی ہیں' امام بخاری نے ان میں سے ۱۱ حدیثیں روایت کی ہیں' یکم محرم ۲۴ھ کو انہیں خلیفہ بنایا گیا اور ۱۸ ذوالحجہ ۳۵ھ کو انہیں شہید کر دیا گیا' الاسود التجیبی نے ان کو قتل کیا تھا۔ (حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ الاسود نے حضرت عثمان کا گلا گھونٹ دیا تھا' اور ایک روایت یہ ذکر کی ہے کہ سودان بن حمران نے آپ کو تلوار سے قتل کیا تھا' ایک روایت ذکر کی ہے کہ رومان بن سودان نے تلوار کے وار سے آپ کو قتل کیا تھا۔ (البدایہ والنہایہ ج ۵ ص ۲۷۸-۲۷۶' دار الفکر بیروت' ۱۴۱۹ھ)) ہفتہ کی شب بقیع میں حضرت عثمان کو دفن کر دیا گیا' ان کی عمر اس وقت ۸۲ سال تھی' حکیم بن حزام نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھائی' ان کے دورِ خلافت میں بیت المال میں بہت اموال جمع ہو گئے تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۳ ص ۷)

اس حدیث میں تین تین بار کلی کرنے' ناک میں پانی ڈالنے اور چہرہ' ہاتھوں اور پیروں کو تین تین بار دھونے کا ذکر ہے' ان کی تفصیل اور بیانِ مذاہب ہم صحیح البخاری: ۱۴۰ میں ذکر کر چکے ہیں' اس حدیث میں سر پر ایک بار مسح کرنے کا ذکر ہے۔

سر پر مسح کی کیفیت اور سر پر مسح کی تعداد میں مذاہب

قاضی عیاض بن موسیٰ اندلسی مالکی متوفی ۵۴۴ھ لکھتے ہیں:

چہرے' ہاتھوں اور پیروں کو تین تین بار دھونے کا بہ کثرت احادیث میں ذکر ہے اور سر پر صرف ایک بار مسح کرنے کا ذکر ہے' پس امام ابوحنیفہ اور امام مالک کے نزدیک سر کے مسح میں تکرار نہیں ہے اور امام شافعی کے نزدیک سر کے مسح میں بھی تکرار سنت ہے۔

(اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۲ ص ۱۴-۱۳' دار الوفاء' ۱۴۱۹ھ)

علامہ ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب الماوردی الشافعی متوفی ۴۵۰ھ لکھتے ہیں:

امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا: پھر سر کا مسح تین بار کرے اور مستحب یہ ہے کہ پورے سر کا مسح کرے اور کنپٹیوں کا مسح کرے' سر کے اگلے حصہ سے مسح کی ابتداء کرے پھر ہاتھوں کو گدی تک لے جائے' پھر ہاتھوں کو لوٹا کر اسی جگہ لائے' جہاں سے ابتداء کی تھی۔

(مختصر المزنی ص ۲)

سر پر تین بار مسح کرنے کی دلیل یہ حدیث ہے:

حمران بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ نے وضوء کیا' پھر سابقہ روایت کی طرح بیان کیا اور اس حدیث میں کہا کہ انہوں نے سر پر تین بار مسح کیا اور تین بار پیروں کو دھویا۔ (سنن ابوداؤد: ۱۰۷)

اس کے بعد امام ابوداؤد نے حدیث:١٠٨' حدیث:١٠٦ کی مثل بیان کی' پھر فرمایا:
حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی تمام صحیح احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں کہ انہوں نے صرف ایک بار سر کا مسح کیا' کیونکہ انہوں نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عثمان نے اعضاء وضوء کو تین تین بار دھویا اور سر کا مسح صرف ایک بار کیا اور سر کے مسح میں تعداد کا ذکر نہیں کیا' جس طرح دیگر اعضاء وضوء میں تعداد کا ذکر کیا تھا۔ (سنن ابوداؤد ص ٣٣' دار الفکر' بیروت)

علامہ مرغینانی لکھتے ہیں: امام شافعی نے جو تین بار مسح کرنے کی روایت کی ہے' وہ ایک پانی سے تین بار مسح کرنے پر محمول ہے' اور وہ بھی جائز ہے' جیسا کہ امام ابوحنیفہ سے منقول ہے' کیونکہ فرض مسح کرنا ہے اور تین بار نئے پانی سے مسح کرنے سے مسح نہیں رہے گا' بلکہ وہ سر کا دھونا ہو جائے گا۔ (ہدایہ اولین ص ٢٢' مکتبہ شرکت علمیہ' ملتان)

نماز میں بُرے کاموں کا منصوبہ بنانا مذموم ہے اور نیک کاموں کا منصوبہ بنانا مستحسن ہے

اس حدیث کے آخر میں فرمایا: جس شخص نے میرے اس وضوء کی طرح وضوء کیا' پھر دو رکعت نماز اس طرح پڑھی کہ اس میں اپنے نفس سے کوئی بات نہ کی تو اس کے گزشتہ گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

انسان کے دماغ میں جو خیالات آتے ہیں' ان کی پانچ قسمیں ہیں:

(١) ھاجس: کسی چیز کا اچانک خیال آ جائے۔
(٢) خاطر: کسی چیز کا بار بار خیال آئے۔
(٣) حدیث نفس: جس چیز کا خیال آئے' نفس یا ذہن اس چیز کی طرف راغب ہو اور اس کے حصول کا منصوبہ بنائے۔
(٤) ھم: غالب جانب اس چیز کو حاصل کرنے کی ہو اور مغلوب جانب اس کو ترک کرنے کی ہو' مبادا اس میں کوئی ضرر ہو۔
(٥) عزم: مغلوب جانب بھی زائل ہو جائے اور وہ اس کے حصول کا پختہ ارادہ اور نیت کر لے۔

اگر انسان کے ذہن میں گناہ کا خیال آ جائے تو پہلے تین مرتبوں میں اس سے مواخذہ نہیں ہوگا' نہ پچھلی امتوں میں مواخذہ تھا' نہ اس امت میں ہے اور چوتھے مرتبہ میں پچھلی امتوں پر مواخذہ تھا' اس امت میں نہیں ہے اور جب گناہ کا عزم کر لے گا تو پھر اس سے مواخذہ ہوگا' خواہ وہ اس کے بعد گناہ کا ارتکاب نہ کرے۔ نماز میں انسان اگر کسی بُرے کام کے متعلق حدیث نفس کرے یعنی کسی بُرائی اور گناہ کا منصوبہ بنائے تو وہ مذموم ہے اور اگر کسی نیکی کا منصوبہ بنائے تو وہ محمود اور مستحب ہے' کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نماز کی حالت میں بھی لشکر کی صفیں مرتب کرتا رہتا ہوں۔ (صحیح البخاری۔ العمل فی الصلوٰۃ:١٨)

نماز میں خود بہ خود خیالات آتے رہتے ہیں' انہیں آنے دیں از خود کسی کام کے متعلق نہ سوچیں' خصوصاً کسی بُرے کام کے متعلق۔

وضوء کے بعد دو رکعت نماز پڑھنے سے کن گناہوں کی بخشش ہوگی

اس حدیث میں فرمایا ہے: اس کے گزشتہ گناہ بخش دیئے جائیں گے' حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کا ظاہر معنی یہ ہے کہ اس کے گناہ کبیرہ اور صغیرہ سب معاف کر دیئے جائیں گے' لیکن علماء نے اس کو صغائر کے ساتھ خاص کیا ہے' کیونکہ دوسری روایت میں کبائر کا استثناء فرمایا ہے' پس جس کے صغیرہ اور کبیرہ گناہ ہوں' اس کے صغائر معاف کر دیئے جائیں گے' اور جس کے صرف صغائر ہوں' وہ معاف کر دیئے جائیں گے اور جس کے صرف کبائر ہوں' ان میں تخفیف کر دی جائے گی' اور جس کے نہ صغائر ہوں نہ کبائر' اس کی نیکیوں میں اضافہ کر دیا جائے گا۔ (فتح الباری ج ١ ص ٢٠٧' دار المعرفۃ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

وضوء کے بعد دو رکعت نماز ''سنت وضوء'' ہے نہ کہ تحیۃ الوضوء

وضوء کے بعد جو دو رکعت نماز پڑھی جاتی ہے اس کو فقہاء سنت وضوء سے تعبیر کرتے ہیں جیسا کہ رد المحتار ج ۲ ص ۴۰۴ میں مذکور ہے۔

بعض علماء دیو بند نے اس کو ''تحیۃ الوضوء'' کہا ہے۔(انوار الباری ج ۷ ص ۴۰۸ انعام الباری ج ۲ ص ۲۶۹) یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ ''تحیۃ الوضوء'' کا معنی ہے: وضوء کا شکرانہ یعنی دو رکعت نماز پڑھ کر وضوء کرنے کا شکر ادا کیا جائے' حالانکہ نماز مقصود ہے اور وضوء اس کا ذریعہ ہے اور نماز اعلیٰ عبادت ہے اور وضوء ادنیٰ عبادت ہے اور ادنیٰ کے لیے اعلیٰ کو شکرانہ بنانا صحیح نہیں ہے۔

شیخ عبد الحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ نے لکھا ہے کہ ''تحیۃ الوضوء'' اور شکر وضوء کوئی چیز نہیں ہے۔(الی قولہ) کیونکہ نماز اصل اور مقصود لذاتہ ہے' جب کہ وضوء اس کی فرع اور اس کے طفیل ہے۔ وضوء نماز کے لیے ہے نہ کہ نماز وضوء کے لیے۔(اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۱۹۸' مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ) اور علامہ شامی نے لکھا ہے کہ تحیۃ المسجد اور شکر وضوء کے لیے کوئی علیحدہ نماز نہیں ہے۔(رد المحتار ج ۲ ص ۴۰۴) نیز انہوں نے لکھا ہے کہ تحیۃ المسجد بھی اصل میں ''تحیۃ رب المسجد'' ہے' کیونکہ جب انسان بادشاہ کے گھر جاتا ہے تو گھر کے بجائے بادشاہ کو سلام کرتا ہے۔(رد المحتار ج ۲ ص ۳۹۹' دار احیاء التراث العربی بیروت)

وضوء کے بعد جو دو رکعت نماز پڑھی جاتی ہے اس کو سنت وضوء دو وجہوں سے کہا جاتا ہے' ایک وجہ یہ ہے کہ جیسا کہ اس باب کی حدیث میں ہے: جس شخص نے میرے اس وضوء کی طرح وضوء کیا' پھر دو رکعت نماز اس طرح پڑھی کہ اس میں اپنے نفس سے کوئی بات نہ کی تو اس کے گزشتہ گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اور اس سلسلہ میں دوسری حدیث یہ ہے:

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس مسلمان نے اچھی طرح وضوء کیا' پھر کھڑے ہو کر دو رکعت نماز پڑھی اور وہ اپنے قلب اور اپنے چہرے سے اس نماز ہی کی طرف متوجہ تھا تو اس کے لیے جنت واجب ہو جائے گی۔(صحیح مسلم: ۲۳۴' الرقم المسلسل: ۵۴۲' سنن ابوداؤد: ۱۶۹' سنن نسائی: ۱۵۱)

وضوء کے بعد دو رکعت نماز کو سنت وضوء اس لیے بھی کہا جاتا ہے کہ ہر وضوء کے بعد دو رکعت نماز پڑھنا' حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی سنت ہے' جیسا کہ اس حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صبح کی نماز کے وقت حضرت بلال سے کہا: اے بلال! تم نے اسلام میں کون سا ایسا عمل کیا ہے' جس کے اجر کی تم کو زیادہ توقع ہے؟ کیونکہ میں نے جنت میں اپنے آگے تمہارے نعلین کی آواز کو سنا' حضرت بلال نے کہا: میں نے کوئی ایسا عمل نہیں کیا' جس کے اجر کی مجھے زیادہ توقع ہو' بے شک میں دن یا رات میں' جب بھی وضوء کرتا ہوں تو میں اس وضوء کے ساتھ وہ نماز پڑھتا ہوں' جس کا پڑھنا میرے لیے مقدر کیا گیا ہے۔(صحیح البخاری: ۱۱۴۹' صحیح مسلم: ۲۴۵۸) سو اس حدیث کے اعتبار سے وضوء کے بعد دو رکعت نماز حضرت بلال کی سنت بھی ہے۔

١٦٠- وعن إبراهيم قال قال صالح بن كيسان قال ابن شهاب ولكن عروة يحدث عن حمران فلما توضأ عثمان قال ألا أحدثكم حديثا لولا آية ما حدثتكموه؟ سمعت النبي صلى الله عليه وسلم يقول لا يتوضأ رجل يحسن وضوءه ويصلي

امام بخاری روایت کرتے ہیں: از ابراہیم انہوں نے کہا: صالح بن کیسان نے بیان کیا کہ ابن شہاب نے کہا: لیکن عروہ حدیث بیان کرتے ہیں: از حمران کہ جب حضرت عثمان نے وضوء کیا تو کہا: کیا میں تم کو ایک حدیث بیان نہ کروں' اگر ایک آیت نہ ہوتی تو میں تم کو وہ حدیث بیان نہ کرتا؟ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے

الصَّلٰوةَ، اِلَّا غُفِرَلَهُ مَا بَيْنَهُ وَ بَيْنَ الصَّلٰوةِ حَتّٰى يُصَلِّيَهَا. قَالَ عُرْوَةُ الْاٰيَةُ ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ﴾ (البقرہ:١٥٩).

ہوئے سنا ہے: جو شخص بھی اچھی طرح وضوء کر کے نماز پڑھے گا' اللہ اس کے اور اس نماز کے درمیان کے گناہوں کو بخش دے گا' حتیٰ کہ وہ اس نماز کو پڑھ لے۔ عروہ نے کہا: وہ آیت یہ ہے: "بے شک جو لوگ ہمارے نازل کیے ہوئے دلائل اور ہدایت کو چھپاتے ہیں' باوجود اس کے کہ ہم ان کو اپنی کتاب میں لوگوں کے لیے بیان کر چکے ہیں' ان لوگوں پر اللہ کی اور تمام لعنت کرنے والوں کی لعنت ہے" (البقرہ:١٥٩)۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح' صحیح البخاری:١٥٩ میں گزر چکی ہے اور اس کے رجال کا بھی پہلے تعارف ہو چکا ہے۔

عالم دین پر تبلیغ کا واجب ہونا اور دیگر مسائل

(١) البقرۃ:١٥٩' ہر چند کہ اہل کتاب کے علماء کے متعلق نازل ہوئی ہے' لیکن اس کی خصوصیت سبب کا اعتبار نہیں ہے بلکہ اس کے الفاظ کے عموم کا اعتبار ہے اور عالم پر واجب ہے کہ وہ اپنے علم کے موافق تبلیغ کرے کیونکہ علم کے چھپانے پر اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی ہے۔

(٢) جب انسان اخلاص سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے تو اللہ اس کی عبادت کو قبول فرماتا ہے اور اس کو بخش دیتا ہے۔

(٣) اس سے پہلی حدیث میں متبادر یہ تھا کہ جو شخص وضوء کرنے کے بعد دو رکعت نفل نماز پڑھے گا' جس کو سنت وضوء کہتے ہیں' اس کو یہ مغفرت حاصل ہوگی اور اس حدیث سے عموم مراد ہے' جو شخص بھی وضوء کر کے نماز پڑھے گا' خواہ وہ کوئی بھی نماز ہو۔

٢٥- بَابُ الْاِسْتِنْثَارِ فِي الْوُضُوْءِ — وضوء میں ناک میں پانی ڈالنا

باب سابق کے ساتھ اس باب کی مناسبت یہ ہے کہ بابِ سابق میں ناک میں پانی ڈالنے اور وضوء کے تمام اُمور کا ذکر تھا اور اس باب میں صرف ناک میں پانی ڈالنے کا ذکر ہے تو یہ باب بہ منزلہ جزء ہے اور بابِ سابق بہ منزلہ کل ہے اور ان دونوں بابوں میں جزء اور کل کی مناسبت ہے' امام بخاری فرماتے ہیں:

ذَكَرَهُ عُثْمَانُ' وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ زَيْدٍ' وَابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

حضرت عثمان' حضرت عبداللہ بن زید اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم نے اس کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے۔

اس کا معنی یہ ہے کہ ان صحابہ نے وضوء میں ناک میں پانی ڈالنے کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی حدیث تو ابھی صحیح البخاری:١٥٩ میں گزری ہے اور حضرت عبداللہ بن زید کی حدیث عنقریب صحیح البخاری:١٨٥ میں آئے گی اور حضرت ابن عباس کی حدیث صحیح البخاری:١٤٠ میں گزر چکی ہے۔

١٦١- **حَدَّثَنَا** عَبْدَانُ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا يُوْنُسُ' عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَبُوْ اِدْرِيْسَ' اَنَّهُ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ مَنْ تَوَضَّاَ فَلْيَسْتَنْثِرْ' وَمَنِ اسْتَجْمَرَ فَلْيُوْتِرْ.

[طرف الحدیث:١٦٢]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے ابوادریس نے خبر دی کہ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا' از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: جس نے وضوء کیا' وہ ناک میں پانی ڈالے

اور جس نے پتھر سے استنجاء کیا' وہ طاق مرتبہ کرے۔

(صحیح مسلم: ۲۳۷' الرقم المسلسل: ۵۴۹' سنن نسائی: ۸۶' سنن ابن ماجہ: ۴۰۹' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۷' صحیح ابن خزیمہ: ۷۵' مسند ابوعوانہ ج ۱ ص ۲۴۷' سنن بیہقی ج ۱ ص ۱۰۳' معرفۃ السنن والآثار: ۷۵' شرح السنۃ: ۲۱۱' سنن دارمی: ۷۰۳' المعجم الصغیر: ۱۲۷' مسند البزار: ۹۲۳۹' مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۷۲۲۱۔ ج ۱۲ ص ۱۵۵' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس جملہ میں ہے: جس نے وضوء کیا وہ ناک میں پانی ڈالے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) عبدان بن عبداللہ المروزی (۲) عبداللہ بن المبارک (۳) یونس بن یزید الایلی (۴) محمد بن مسلم الزہری' ان کا تعارف ہو چکا ہے (۵) ابوادریس عائذ اللہ بن عبداللہ الخولانی' یہ جلیل القدر تابعی تھے' حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت میں دمشق میں قاضی تھے ۸۰ھ میں فوت ہو گئے تھے (۶) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۲۱)

ناک میں پانی ڈالنے کی تفصیل ہم صحیح البخاری: ۱۴۰ میں کر چکے ہیں' اس حدیث میں مذکور ہے: جس نے پتھر سے استنجاء کیا' وہ طاق مرتبہ کرے اور طاق کا لفظ ایک پر بھی صادق آتا ہے' سو یہ حدیث امام ابوحنیفہ کے موقف پر واضح دلیل ہے کہ تین پتھروں سے استنجاء کرنا ضروری نہیں ہے اور اس میں فقہاء شافعیہ کا رد ہے اور امام مالک اور امام ابوحنیفہ کی دلیل ہے' اس پر مفصل بحث صحیح البخاری: ۱۵۶ میں ہے۔

* یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۴۶۸۔ ج ۱ ص ۸۸۳ پر ہے۔

٢٦- بَابُ الْإِسْتِجْمَارِ وِتْرًا — پتھروں سے طاق مرتبہ استنجاء کرنا

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ بابِ سابق میں بھی پتھروں سے طاق مرتبہ استنجاء کرنے کا ذکر تھا اور اس باب میں بھی اس کا ذکر ہے۔

١٦٢- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ اَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْاَعْرَجِ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا تَوَضَّاَ اَحَدُكُمْ فَلْيَجْعَلْ فِيْ اَنْفِهٖ ثُمَّ لِيَنْثُرْ، وَمَنِ اسْتَجْمَرَ فَلْيُوْتِرْ، وَاِذَا اسْتَيْقَظَ اَحَدُكُمْ مِّنْ نَّوْمِهٖ فَلْيَغْسِلْ يَدَهٗ قَبْلَ اَنْ يُّدْخِلَهَا فِيْ وَضُوْئِهٖ، فَاِنَّ اَحَدَكُمْ لَا يَدْرِيْ اَيْنَ بَاتَتْ يَدُهٗ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابی الزناد از اعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص وضوء کرے تو اپنی ناک میں پانی ڈال کر ناک صاف کرے اور جو پتھر سے استنجاء کرے تو طاق مرتبہ کرے اور جب تم میں سے کوئی شخص نیند سے بیدار ہو تو وہ وضوء کے پانی کے برتن میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے اپنے ہاتھ کو دھو لے کیونکہ تم میں سے کوئی شخص نہیں جانتا کہ اس کے ہاتھ نے رات کہاں گزاری ہے۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح' صحیح البخاری: ۱۶۱ میں ملاحظہ فرمائیں۔

اس حدیث کے رجال کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

بیدار ہونے کے بعد پانی کے برتن میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے ان کو دھونے کا سنت ہونا اور اس کے ضمن میں متعدد مسائل

اس حدیث میں فرمایا ہے: جب تم میں سے کوئی شخص نیند سے بیدار ہو تو وہ وضو کے پانی کے برتن میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے اپنے ہاتھ کو دھولے کیونکہ تم میں سے کوئی شخص نہیں جانتا کہ اس کے ہاتھ نے رات کہاں گزاری؟ اس حدیث کے مسائل حسب ذیل ہیں:

(۱) اس کی وجہ یہ ہے کہ مسلمان دن میں پاخانہ اور پیشاب کرتے ہیں اور پتھر سے استنجاء کرتے تھے اس کے باوجود پاخانہ کی جگہ کی گردنوں میں کچھ نجاست رہ جاتی تھی اور اتنی مقدار معاف تھی پھر پسینہ آنے سے وہ نجاست گیلی ہو جاتی اور رات کو سوتے میں اس جگہ ہاتھ لگ جاتا تو ہاتھ بھی نجس ہو جاتا' اس لیے فرمایا: پانی کے برتن میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے ہاتھوں کو دھولیا جائے تاکہ وضوء کرنے کا پانی نجس نہ ہو جائے۔

(۲) وضوء سے پہلے ہاتھوں کا دھونا سنت ہے' اس کو واجب اس لیے نہیں قرار دیا کہ ہاتھوں پر لگنے والی نجاست یقینی نہیں' محتمل ہے۔

(۳) عام اہل علم نے کہا ہے کہ ہاتھوں کا دھونا مستحب ہے' کیونکہ پہلے پانی کی طہارت کا یقین تھا اور اب یہ شک ہو گیا کہ ہو سکتا ہے کہ اس کے ہاتھوں پر نجاست لگ گئی ہو اور اس پانی میں ہاتھ ڈالنے سے وہ پانی نجس ہو گیا ہو' لیکن یقین شک سے زائل نہیں ہوتا' اس لیے ہاتھوں کا دھونا ضروری نہیں ہے اور چونکہ اس پانی کی طہارت کا پہلے یقین تھا' اس لیے اس میں اگر ہاتھ ڈال بھی دیئے گئے' پھر بھی وہ پانی پاک ہی قرار دیا جائے گا۔

(۴) اس حدیث میں فرمایا ہے: کیونکہ اس کو پتا نہیں ہے کہ اس کے ہاتھ نے رات کہاں گزاری؟ رات کا ذکر غالب احوال کے اعتبار سے ہے' ورنہ دن میں بھی سو کر اٹھے تو اس کا یہی حکم ہے کہ وہ پانی کے برتن میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے ہاتھوں کو دھولے۔

(۵) اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ کم پانی میں نجاست مؤثر ہو جاتی ہے' اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ پانی کا دو مٹکوں کی مقدار ہونا پانی کی طہارت کا معیار نہیں ہے' ورنہ رسول اللہ ﷺ یہ فرما دیتے کہ اگر دو مٹکوں کی مقدار پانی ہو تو اس میں ہاتھ ڈالا جا سکتا ہے اور فقہاء شافعیہ کا دو مٹکوں کی مقدار پانی کو طہارت کا معیار قرار دینا صحیح نہیں ہے۔

(۶) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عبادات میں احتیاط پر عمل کرنا چاہیے' اسی لیے آپ نے نجاست کے وہم کی بناء پر ہاتھ دھونے کا حکم دیا۔

(۷) نجاست متوہمہ میں آپ نے دھونے کا حکم دیا ہے اور پانی کے چھڑکنے کو کافی نہیں قرار دیا تو نجاست محققہ مثلاً شیر خوار بچے کے پیشاب میں تو پانی کا چھڑکنا بہ طریق اولیٰ کافی نہیں ہوگا' بلکہ اس کا بھی دھونا ضروری ہوگا' جب کہ فقہاء شافعیہ یہ کہتے ہیں کہ شیر خوار لڑکے کا پیشاب' اگر کپڑے پر لگ جائے تو اس پر پانی کا چھڑک دینا کافی ہے' دھونا ضروری نہیں ہے۔

(۸) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عبادات میں احتیاط پر عمل کرنا چاہیے اور یقینی طہارت پر عمل کرنا چاہیے' اس طرح تین دن قربانی کے لیے یقینی ہیں اور چوتھے دن قربانی کرنا مشکوک ہے' پس احتیاط یہ ہے کہ تین دنوں میں قربانی کی جائے اور چوتھے دن قربانی نہ کی جائے۔

٢٧- بَابُ غَسْلِ الرِّجْلَيْنِ، وَلَا يَمْسَحُ عَلَى الْقَدَمَيْنِ

پیروں کو دھویا جائے اور قدموں پر مسح نہ کیا جائے

یعنی جب قدموں پر چمڑے کے موزے پہنے ہوئے نہ ہوں تو ان پر مسح نہیں کیا جائے گا' اس باب کی باب سابق کے ساتھ

مناسبت یہ ہے کہ دونوں باب احکام وضوء پر مشتمل ہیں۔

١٦٣- حَدَّثَنَا مُوْسٰى قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ اَبِيْ بِشْرٍ، عَنْ يُوْسُفَ بْنِ مَاهَكَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَمْرٍو قَالَ تَخَلَّفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنَّا فِيْ سَفْرَةٍ سَافَرْنَاهَا، فَاَدْرَكَنَا وَقَدْ اَرْهَقَنَا الْعَصْرُ، فَجَعَلْنَا نَتَوَضَّأُ وَنَمْسَحُ عَلٰى اَرْجُلِنَا، فَنَادٰى بِاَعْلٰى صَوْتِهِ وَيْلٌ لِّلْاَعْقَابِ مِنَ النَّارِ مَرَّتَيْنِ اَوْ ثَلَاثًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی از ابی بشر از یوسف بن ماہک از حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا کہ ہم نے ایک سفر کیا تھا اس سفر میں نبی ﷺ ہم سے پیچھے رہ گئے تھے پس آپ نے ہم کو پالیا اس وقت ہم عصر کی نماز میں تاخیر کر چکے تھے پس ہم وضوء کرنے لگے اور ہم اپنے پیروں پر مسح کر رہے تھے پس آپ نے بہ آوازِ بلند دو یا تین بار فرمایا: (بے دھلی) ایڑیوں کے لیے دوزخ کی آگ کا عذاب ہو۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح صحیح البخاری: ٦٠ میں گزر چکی ہے۔

٢٨- بَابُ الْمَضْمَضَةِ فِي الْوُضُوْءِ — وضوء میں کلی کرنا

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ یہ دونوں باب احکام وضوء پر مشتمل ہیں۔

قَالَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

وضوء میں کلی کرنے کی حدیث کو حضرت ابن عباس اور حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہم نے نبی ﷺ سے روایت کیا ہے۔

امام بخاری نے ان دو حدیثوں کی یہاں تعلیق ذکر کی ہے اور ان کی سند متصل کے ساتھ تفصیل سے روایت بھی کی ہے حضرت ابن عباس کی حدیث صحیح البخاری: ١٤٠ میں گزر چکی ہے اور حضرت عبداللہ بن زید کی حدیث عنقریب صحیح البخاری: ١٨٦ میں آئے گی۔ ان شاء اللہ

١٦٤- حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عَطَاءُ بْنُ يَزِيْدَ، عَنْ حُمْرَانَ مَوْلٰى عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ اَنَّهُ رَاٰى عُثْمَانَ دَعَا بِوَضُوْءٍ، فَاَفْرَغَ عَلٰى يَدَيْهِ مِنْ اِنَائِهِ، فَغَسَلَهُمَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، ثُمَّ اَدْخَلَ يَمِيْنَهُ فِي الْوَضُوْءِ، ثُمَّ تَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ وَاسْتَنْثَرَ، ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا وَيَدَيْهِ اِلَى الْمِرْفَقَيْنِ ثَلَاثًا، ثُمَّ مَسَحَ بِرَاْسِهِ، ثُمَّ غَسَلَ كُلَّ رِجْلٍ ثَلَاثًا، ثُمَّ قَالَ رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ نَحْوَ وُضُوْئِيْ هٰذَا وَقَالَ مَنْ تَوَضَّاَ نَحْوَ وُضُوْئِيْ هٰذَا، ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ لَا يُحَدِّثُ فِيْهِمَا نَفْسَهُ، غَفَرَ اللّٰهُ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری انہوں نے کہا: مجھے عطاء بن یزید نے خبر دی از حمران جو حضرت عثمان بن عفان کے آزاد کردہ غلام ہیں انہوں نے دیکھا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے وضوء کا پانی منگایا پھر اس پانی کو برتن سے اپنے دونوں ہاتھوں پر انڈیلا پھر انہیں تین بار دھویا پھر اپنا دایاں ہاتھ پانی کے برتن میں ڈالا پھر کلی کی پھر ناک میں پانی ڈالا پھر ناک صاف کی پھر تین بار اپنے چہرے کو دھویا اور تین بار اپنے ہاتھوں کو کہنیوں تک دھویا پھر اپنے سر کا مسح کیا پھر اپنے ہر پیر کو تین بار دھویا پھر کہا: میں نے دیکھا کہ نبی ﷺ نے میرے اس وضوء کی طرح وضوء کیا اور فرمایا: جس نے میرے اس وضوء کی طرح وضوء کیا پھر دو رکعت نماز پڑھی جس میں اپنے نفس سے کوئی بات نہیں کی اللہ تعالیٰ اس کے

گزشتہ گناہوں کو معاف فرمادے گا۔

اس حدیث کی تشریح اور شرح' صحیح البخاری: ۱۶۴ میں گزر چکی ہے۔

باب کے عنوان سے اس حدیث کی مطابقت اس جملہ میں ہے: پھر کلی کی۔

۲۹- بَابُ غَسْلِ الْاَعْقَابِ — ایڑیوں کو دھونا

یہ باب ایڑیوں کو دھونے کے بیان میں ہے' اور ان دونوں بابوں میں مناسبت یہ ہے کہ یہ دونوں باب وضوء کے احکام میں ہیں۔

وَكَانَ ابْنُ سِيْرِيْنَ يَغْسِلُ مَوْضِعَ الْخَاتَمِ اِذَا تَوَضَّاَ.

اور ابن سیرین جب وضوء کرتے تھے تو انگوٹھی کی جگہ کو دھوتے تھے۔

امام بخاری نے اس حدیث کو تعلیقاً ذکر کیا ہے' اور امام ابن ابی شیبہ نے اس حدیث کو سند صحیح متصل کے ساتھ روایت کیا ہے:
ہشیم خالد سے' وہ ابن سیرین سے روایت کرتے ہیں کہ جب وہ وضوء کرتے تھے تو اپنی انگوٹھی کو حرکت دیتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۲۴۔ ج ۱ ص ۴۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

اگر انگوٹھی تنگ ہو تو اس کو حرکت دینا اور گھمانا وضوء کی سنت ہے' کیونکہ یہ انگلیوں میں خلال کرنے کے قائم مقام ہے اور اگر انگوٹھی ڈھیلی اور کھلی ہو تو اس کو حرکت دینے کی ضرورت نہیں ہے' امام ابوحنیفہ' امام شافعی اور امام احمد کا یہی مسلک ہے۔

١٦٥- **حَدَّثَنَا** اٰدَمُ بْنُ اَبِیْ اِيَاسٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ زِيَادٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ وَكَانَ يَمُرُّ بِنَا وَالنَّاسُ يَتَوَضَّؤُوْنَ مِنَ الْمِطْهَرَةِ. قَالَ اَسْبِغُوا الْوُضُوْءَ' فَاِنَّ اَبَا الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَيْلٌ لِّلْاَعْقَابِ مِنَ النَّارِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم بن ابی ایاس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن زیاد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ ہمارے پاس سے گزر رہے تھے اور لوگ لوٹے سے وضوء کر رہے تھے' حضرت ابوہریرہ نے کہا: مکمل وضوء کرو' کیونکہ ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: (بے دھلی) ایڑیوں کے لیے آگ کا عذاب ہو۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح' صحیح البخاری: ۶۰ میں گزر چکی ہے۔

۳۰- بَابُ غَسْلِ الرِّجْلَيْنِ فِی النَّعْلَيْنِ' وَلَا يَمْسَحُ عَلَى النَّعْلَيْنِ — پیروں کو جوتوں میں دھونا اور جوتوں پر مسح نہ کرے

اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ جب پیر جوتوں میں ہوں تو ان کو دھونے کا کیا حکم ہے؟ باب سابق کے ساتھ اس کی مناسبت اس طرح ہے کہ باب سابق میں ایڑیوں کے دھونے کا حکم ہے اور اس باب میں پیروں کے دھونے کا حکم ہے اور ایڑیاں پیروں کی جز ہیں' تو ان بابوں میں جز اور کل کی مناسبت ہے۔

١٦٦- **حَدَّثَنَا** عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ' عَنْ سَعِيْدِ الْمَقْبُرِيِّ' عَنْ عُبَيْدِ بْنِ جُرَيْجٍ اَنَّهُ قَالَ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ يَا اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ' رَاَيْتُكَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از سعید مقبری از عبید بن جریج' انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے

تَصْنَعُ اَرْبَعًا لَمْ اَرَ اَحَدًا مِّنْ اَصْحَابِكَ يَصْنَعُهَا؟ قَالَ وَمَا هِيَ يَا ابْنَ جُرَيْجٍ؟ قَالَ رَاَيْتُكَ لَا تَمَسُّ مِنَ الْاَرْكَانِ اِلَّا الْيَمَانِيَيْنِ وَرَاَيْتُكَ تَلْبَسُ النِّعَالَ السِّبْتِيَّةَ، وَرَاَيْتُكَ تَصْبُغُ بِالصُّفْرَةِ، وَرَاَيْتُكَ اِذَا كُنْتَ بِمَكَّةَ اَهَلَّ النَّاسُ اِذَا رَاَوُا الْهِلَالَ وَلَمْ تُهِلَّ اَنْتَ حَتّٰى كَانَ يَوْمُ التَّرْوِيَةِ. قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ اَمَّا الْاَرْكَانُ فَاِنِّي لَمْ اَرَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمَسُّ اِلَّا الْيَمَانِيَيْنِ، وَاَمَّا النِّعَالُ السِّبْتِيَّةُ، فَاِنِّي رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلْبَسُ النِّعَالَ الَّتِي لَيْسَ فِيْهَا شَعْرٌ، وَيَتَوَضَّاُ فِيْهَا، فَاَنَا اُحِبُّ اَنْ اَلْبَسَهَا، وَاَمَّا الصُّفْرَةُ فَاِنِّي رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْبُغُ بِهَا، فَاَنَا اُحِبُّ اَنْ اَصْبُغَ بِهَا، وَاَمَّا الْاِهْلَالُ، فَاِنِّي لَمْ اَرَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُهِلُّ حَتّٰى تَنْبَعِثَ بِهِ رَاحِلَتُهُ.

[اطراف الحدیث:١٥١٤_١٥٥٢_١٦٠٩_٢٨٦٥_٥٨٥١]

(صحیح مسلم:١١٨٧' الرقم المسلسل:٢٧٧٣' سنن ابوداؤد:١٧٧٢' سنن نسائی:١١٧' سنن ابن ماجہ:٣٦٢٦' شمائل ترمذی:٧٤' صحیح ابن حبان: ٣٧٦٣' سنن بیہقی ج٥ ص٣١_٧٦' شرح السنۃ:١٨٧٠' مسند الحمیدی: ٦٥١' مصنف ابن ابی شیبہ ج٨ ص٣٤٣' مسند احمد ج٢ ص١٧_١٨ طبع قدیم' مسند احمد:٤٦٧٢_ج٨ ص٢٩٨)

کہا: اے ابوعبد الرحمان! میں نے آپ کو چار ایسے کام کرتے ہوئے دیکھا ہے کہ آپ کے اصحاب میں سے کوئی ایک بھی ان کاموں کو نہیں کرتا؟ حضرت ابن عمر نے کہا: اے ابن جریج! وہ کون سے کام ہیں؟ انہوں نے کہا: میں نے دیکھا ہے کہ آپ (کعبہ کے) ارکان میں سے صرف دو رکن یمانی کو مَس کرتے ہیں' اور میں نے آپ کو دیکھا ہے کہ آپ بغیر بالوں کے چمڑے کے جوتے پہنتے ہیں اور میں نے آپ کو دیکھا ہے کہ آپ زرد رنگ کے ساتھ رنگتے ہیں اور میں نے آپ کو دیکھا ہے کہ جب آپ مکہ میں ہوتے ہیں تو لوگ جب چاند دیکھ لیتے ہیں تو احرام باندھ لیتے ہیں اور آپ احرام نہیں باندھتے حتیٰ کہ آٹھ ذوالحجہ ہو جائے' حضرت عبد اللہ بن عمر نے کہا: رہے ارکان (کعبہ کے کونے) تو میں نے رسول اللہ ﷺ کو صرف دو رکن یمانی کو مَس کرتے ہوئے دیکھا ہے اور رہی بغیر بالوں کے چمڑے کی بات تو میں نے دیکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایسے چمڑے کے جوتے پہنتے تھے' جن پر بال نہیں ہوتے تھے اور ان ہی جوتوں میں وضو کرتے تھے' پس میں بھی محبت کرتا ہوں کہ ان جوتوں کو پہنوں اور رہا زرد رنگ تو میں نے رسول اللہ ﷺ کو زرد رنگ سے رنگتے ہوئے دیکھا ہے اور رہا احرام باندھنا تو میں نے دیکھا کہ نبی ﷺ اسی وقت احرام باندھتے تھے' جب آپ کی اونٹنی آپ کو لے کر چل پڑتی تھی۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: اور آپ جوتوں میں وضوء کرتے تھے' کیونکہ اس حدیث سے متبادر یہ ہے کہ نبی ﷺ اپنے پیروں کو جوتوں میں ہی دھوتے تھے اور وہ جوتے بند نہیں ہوں گے' وہ جوتے ایسے ہوں گے' جیسے ہماری کھلی ہوئی یا اسفنج (SPONGE) کی چپل ہوتی ہے' جس میں پیر کو آسانی سے دھویا جا سکے۔

امام بخاری کے عنوان میں جوتوں پر مسح کی ممانعت کی توجیہ

امام بخاری نے اس باب کے عنوان میں کہا ہے: اور جوتوں پر مسح نہ کرے' اس سے ان کا مقصود اس حدیث کو رد کرنا ہے:
عباد نے کہا: مجھے اوس بن ابی اوس الثقفی نے خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ نے وضوء کیا' اور اپنے جوتوں اور قدموں پر مسح کیا' عباد نے کہا: میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ لوگوں کے وضوء کی جگہ آئے' پس آپ نے وضوء کیا اور اپنے جوتوں اور قدموں پر مسح کیا۔
(سنن ابوداؤد:١٦٠' امام ابوداؤد اس روایت میں منفرد ہیں۔)

اس طرح یہ حدیث ہے:

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وضوء کیا اور جرابوں اور جوتوں پر مسح کیا۔

(سنن ابوداؤد:١٥٩' سنن ترمذی:٩٩' سنن ابن ماجہ:١٥٥٩)

اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد امام ابوداؤد فرماتے ہیں: عبدالرحمان بن مہدی اس حدیث کو روایت نہیں کرتے تھے کیونکہ حضرت مغیرہ سے معروف یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے موزوں پر مسح کیا ہے۔ (سنن ابوداؤد ص ٢٢' دارالفکر بیروت' ١٤٢١ھ)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں اور عبید بن جریج کے سوا باقی سب کا تعارف پہلے ہو چکا ہے' اور وہ مدنی اور ثقہ ہیں' ابن تمیم کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ٣ ص ٣٦)

صرف حجر اسود اور رکن یمانی کی تعظیم کی وجہ

اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ (کعبہ کے) ارکان میں سے صرف دو رکن یمانی کو مَس کرتے ہیں۔ کعبہ کے ارکانِ اربعہ کعبہ کے چار کونے ہیں' دو رکن یمانی ہیں' جو شمال کی سمت میں واقع ہیں' ایک کونے میں حجر اسود ہے اور دوسرے کونے میں رکن یمانی ہے' ان کی تعظیم اس وجہ سے کی جاتی ہے کہ یہ دو کونے قواعد ابراہیم پر ہیں' اس کے مقابل جو دو کونے ہیں' ان کو رکن عراقی اور رکن شامی کہا جاتا ہے' یہ حقیقت میں کونے نہیں ہیں' نہ قواعد ابراہیم پر ہیں' ان کے بعد جو کعبہ کا حصہ تھا' اس کو قریش نے بناء کعبہ میں شامل نہیں کیا اور اس کو خارج کر دیا' جواب حطیم کہلاتا ہے' اس لیے یہ ارکان درحقیقت کعبہ کے وسط میں ہیں اور کعبہ کے کونے نہیں ہیں' اسی لیے ان کی تعظیم نہیں کی جاتی۔

سائل کا مقصد یہ تھا کہ باقی صحابہ تو کعبہ کے چاروں کونوں کو مَس کرتے ہیں اور ان کی تعظیم کرتے ہیں اور آپ صرف حجر اسود اور رکن یمانی کی تعظیم کرتے' جن کو سائل نے تغلیباً دو رکن یمانی کہا۔

فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ دو رکن یمانی کے مقابل جو دو رکن شامی ہیں' اب ان کی تعظیم نہیں کی جاتی کیونکہ وہ قواعد ابراہیم پر نہیں ہیں' اس کے برخلاف ان کے مقابل جو دو کونے ہیں' یعنی حجر اسود اور رکن یمانی' وہ چونکہ قواعد ابراہیم پر ہیں' اس لیے ان کی تعظیم کی جاتی ہے' حجر اسود کو بوسہ بھی دیا جاتا ہے اور اس کو مَس بھی کیا جاتا ہے اور رکن یمانی کو صرف مَس کیا جاتا ہے' علامہ حصکفی متوفی ١٠٨٨ھ نے لکھا ہے: امام محمد نے کہا ہے کہ رکن یمانی کو بوسہ دے' علامہ شامی نے لکھا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ اس کو بوسہ نہ دے' امام محمد کا قول بہت ضعیف ہے۔ (ردالمحتار مع الدرالمختار ج ٣ ص ٤٥٣' داراحیاء التراث العربی بیروت' ١٤١٩ھ)

کپڑوں اور ڈاڑھی کو زرد رنگ سے رنگنا

اس حدیث میں زرد رنگ سے رنگنے کے متعلق سوال ہے' حدیث کے الفاظ کپڑوں کو رنگنے اور بالوں کو رنگنے دونوں کو شامل ہیں اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے دونوں کا رنگنا ثابت ہے۔ کپڑوں کو رنگنے کے متعلق یہ حدیث ہے:

زید بن اسلم بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنی ڈاڑھی کو زرد رنگ سے رنگتے تھے' حتیٰ کہ ان کے کپڑے بھی زرد رنگ سے بھر جاتے تھے' ان سے کہا گیا کہ آپ زرد رنگ کے ساتھ کیوں رنگتے ہیں؟ انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زرد رنگ سے رنگتے ہوئے دیکھا ہے اور مجھے اس سے زیادہ اور کوئی چیز محبوب نہیں ہے' اور وہ اپنے تمام کپڑوں کو حتیٰ کہ اپنے عمامہ کو بھی زرد رنگ سے رنگتے تھے (آپ نے زیادہ تر سیاہ رنگ کا عمامہ باندھا ہے)۔ (سنن ابوداؤد: ٤٠٦٤' سنن نسائی: ٥١٠٠)

بالوں کو رنگنے کے متعلق یہ حدیث ہے:

حضرت ابن عمر بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بغیر بالوں کے چمڑے کی جوتی پہنتے تھے اور اپنی ڈاڑھی کو ورس اور زعفران (زرد رنگ) کے ساتھ رنگتے تھے اور حضرت ابن عمر بھی اسی طرح کرتے تھے۔ (سنن ابوداؤد: ۴۲۱۰، سنن نسائی: ۵۲۵۹)

احرام باندھنے کے وقت میں اختلافِ ائمہ اور امام ابوحنیفہ کے مذہب پر دلیل

احرام باندھنے کے وقت میں بھی اختلاف ہے' بعض کے نزدیک ذوالحجہ کا چاند دیکھتے ہی اس کے استقبال کے لیے حج کا احرام باندھ لیا جائے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما آٹھ ذوالحجہ کو احرام باندھتے تھے اور جب ان کو لے کر سواری چل پڑتی تھی' اس وقت تلبیہ پڑھتے تھے کیونکہ قبل از وقت احرام باندھنے کی کیا ضرورت ہے۔ امام شافعی' امام مالک اور امام احمد نے کہا ہے: اس وقت احرام باندھے جب سواری اس کو لے کر چل پڑے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا: نماز پڑھنے کے بعد سواری پر بیٹھنے سے پہلے احرام باندھے۔

سعید بن جبیر نے حضرت ابن عباس سے پوچھا کہ صحابہ کا احرام باندھنے کے وقت میں کیوں اختلاف ہے؟ تو حضرت ابن عباس نے اس کی وجہ بتائی' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حج کرنے کے لیے نکلے' جب آپ نے مسجد ذوالحلیفہ میں دو رکعت نماز پڑھ لی تو نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے حج کا احرام باندھ لیا اور تلبیہ پڑھا' جس کو لوگوں نے سنا' پھر آپ اونٹنی پر سوار ہوئے اور جب آپ کو لے کر اونٹنی چل پڑی تو آپ نے تلبیہ پڑھا اور جب لوگوں نے آپ سے تلبیہ سنا تو انہوں نے کہا: آپ نے احرام اس وقت باندھا' جب اونٹنی پر سوار ہو کر روانہ ہوئے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روانہ ہوئے اور جب آپ شرف البیداء پر پہنچے تو آپ نے تلبیہ پڑھا اور لوگوں نے اس کو سنا تو انہوں نے کہا: آپ نے احرام اس وقت باندھا' جب آپ شرف البیداء کی بلندی پر چڑھے اور اللہ کی قسم! آپ نے احرام اس وقت باندھا تھا' جب آپ مسجد ذوالحلیفہ میں دو رکعت نماز پڑھ کر فارغ ہوئے تھے' پھر اس کے بعد آپ سواری پر بیٹھے اور جب وہ چل پڑی تو آپ نے تلبیہ پڑھا اور جب آپ شرف البیداء کی بلندی پر چڑھے تو پھر آپ نے تلبیہ پڑھا۔ (سنن ابوداؤد: ۱۷۷۰)

سعید بن جبیر نے کہا: جس نے حضرت ابن عباس کے قول پر عمل کیا' وہ حج کے لیے جس جگہ دو رکعت نماز پڑھے تو وہیں نماز پڑھنے کے بعد احرام باندھ لے اور جب روانہ ہو تو تلبیہ پڑھے۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۴۰-۳۹' دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۲۷۱۴۔ ج ۳ ص ۲۹۰ پر ہے' وہاں اس کی شرح کے حسب ذیل عنوانات ہیں:
(۱) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے احرام باندھنے کی جگہ میں اختلاف روایات (۲) رکن یمانی کی تعظیم کی وجہ (۳) احرام کے لباس کو رنگنے کا جواز (۴) خضاب کا حکم۔

۳۱- بَابُ التَّيَمُّنِ فِي الْوُضُوْءِ وَالْغُسْلِ
وضو اور غسل میں دائیں طرف سے ابتداء کرنا

یعنی وضوء میں جن دو اعضاء کو دھویا جائے' ان میں دھونے کی ابتداء دائیں عضو سے کی جائے' اس سے پہلے باب میں پیروں کو دھونے کا ذکر تھا' اس میں بھی دائیں پیر کو پہلے دھویا جاتا ہے۔

۱۶۷- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيرِيْنَ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَهُنَّ فِي غُسْلِ ابْنَتِهِ ابْدَأْنَ بِمَيَامِنِهَا وَمَوَاضِعِ الْوُضُوْءِ مِنْهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی از حفصہ بنت سیرین از ام عطیہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحب زادی کو

[اطراف الحدیث: ۱۲۵۳-۱۲۵۴-۱۲۵۵-۱۲۵۶-۱۲۵۷-۱۲۵۸-۱۲۵۹-۱۲۶۰-۱۲۶۱-۱۲۶۲-۱۲۶۳] غسل دینے کے متعلق ان سے فرمایا: ان کی دائیں طرف اور وضوء کی جگہوں سے غسل کی ابتداء کرنا۔

(صحیح مسلم: ۹۳۹' الرقم المسلسل: ۲۱۴۰' سنن ابوداؤد: ۳۱۴۵' سنن ترمذی: ۹۹۰' سنن نسائی: ۱۸۸۴' السنن الکبریٰ للنسائی: ۲۰۱۱' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۲۴۱' المعجم الکبیر: ۱۶۰-ج ۲۵' سنن بیہقی ج ۳ ص ۳۸۸' معرفۃ السنن والآثار ج ۵ ص ۲۲۴' المنتقی: ۵۱۹' مسند احمد ج ۶ ص ۴۰۸ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۰۳۰۲-ج ۳۵ ص ۲۸۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: ان کو غسل دینے کی ابتداء دائیں طرف سے کرنا۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف اور حضرت ام عطیہ کا تذکرہ

(۱) مسدد بن مسرھد (۲) اسماعیل بن علیہ (۳) خالد الحذاء (۴) حفصہ بنت سیرین انصاریہ' محمد بن سیرین کی بہن' ان کا تعارف ہو چکا ہے (۵) حضرت ام عطیہ بنت کعب انصاریہ رضی اللہ عنہا' ان کا نام نسیبہ ہے' یہ صحابیہ ہیں' یہ مردہ عورتوں کو غسل دیتی تھیں اور بیمار عورتوں کا علاج کرتی تھیں اور زخمی عورتوں کی مرہم پٹی کرتی تھیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جہاد میں شرکت کرتی تھیں' انہوں نے آپ کے ساتھ سات غزوات میں شرکت کی ہے اور غزوۂ خیبر میں شرکت کی ہے' انہوں نے ۴۰ احادیث کی روایت کی ہے' جن میں سے چھ یا سات حدیثوں پر امام بخاری اور امام مسلم متفق ہیں' وہ دونوں ایک ایک حدیث کے ساتھ منفرد ہیں' ان سے بہت سے محدثین نے روایت کی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۴۲)

حدیث مذکور میں آپ کی جس صاحب زادی کو غسل دینے کا ذکر ہے' وہ حضرت سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا ہیں-- یا سیدہ زینب رضی اللہ عنہا؟ اور دیگر مسائل

اس حدیث میں مذکور ہے: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی صاحب زادی کو غسل دینے کے متعلق ان سے فرمایا۔

آپ کی اس صاحب زادی کا نام ام کلثوم رضی اللہ عنہا تھا' حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی زوجہ تھیں' ان کو حضرت اسماء بنت عمیس اور حضرت صفیہ بنت عبد المطلب رضی اللہ عنہما نے غسل دیا تھا اور حضرت ام عطیہ بھی ان کو غسل دینے کے موقع پر موجود تھیں اور انہوں نے غسل دینے کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کو روایت کیا ہے۔

امام مسلم نے روایت کیا ہے کہ یہ حضرت زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھیں۔ (صحیح مسلم: ۹۳۹' الرقم المسلسل: ۲۱۳۸) یہ ۲ھ کے اوائل میں فوت ہوگئی تھیں' لیکن قاضی عیاض نے بعض اہل سیر سے نقل کیا ہے کہ یہ حضرت ام کلثوم تھیں اور کہا کہ صحیح یہ ہے کہ یہ سیدہ حضرت زینب تھیں' جیسا کہ امام مسلم کی روایت میں تصریح ہے۔ (اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۳ ص ۳۸۸) اور ان میں تطبیق دی گئی ہے کہ حضرت ام عطیہ نے حضرت سیدہ زینب کو غسل دیا تھا اور وہ سیدہ ام کلثوم کو غسل دینے کے موقع پر حاضر تھیں اور امام منذری نے اپنے حواشی میں ذکر کیا ہے کہ جب حضرت ام کلثوم فوت ہوئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوۂ بدر میں مشغول تھے' لیکن یہ غلط ہے' وہ حضرت سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا تھیں اور جب حضرت ام کلثوم کو دفن کیا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عزت مآب صاحب زادیاں مدفون ہوگئیں' علامہ نووی نے بھی یہی کہا ہے کہ جن کو غسل دیا گیا' وہ حضرت سیدہ زینب تھیں۔

چونکہ اس حدیث میں فرمایا ہے کہ ''وضو کی جگہوں سے ابتداء کرنا'' اس سے معلوم ہوا کہ میت کو غسل دینے سے پہلے اس کو وضوء کرانا چاہیے اور یہ کہ اس کی دائیں طرف کے اعضاء کو پہلے دھونا چاہیے۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۲۰۷۰-ج ۲ ص ۷۵۷ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

١٦٨- حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ اَخْبَرَنِیْ اَشْعَثُ بْنُ سُلَیْمٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبِیْ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُعْجِبُهُ التَّیَمُّنُ فِیْ تَنَعُّلِهٖ وَتَرَجُّلِهٖ وَطُهُوْرِهٖ وَفِیْ شَاْنِهٖ كُلِّهٖ.

[اطراف الحدیث:٤٢٦_٥٣٨٠_٥٨٥٤_٥٩٢٦]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حفص بن عمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے اشعث بن سلیم نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے اپنے والد سے سنا از مسروق از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر چیز میں دائیں طرف سے ابتداء کرنا پسند تھا' جوتی پہننے میں اور کنگھی کرنے میں اور وضوء کرنے میں اور اپنے تمام کاموں میں۔

(صحیح مسلم:٢٦٨' الرقم المسلسل:٦٠٥' سنن ابوداؤد:٤١٤٠' سنن ترمذی:٦٠٨' سنن نسائی:١١٢_٥٢٤٠' السنن الکبریٰ للنسائی:٩٣٢٠' سنن ابن ماجہ:٤٠١' مسند ابوداؤد الطیالسی:١٤١٠' صحیح ابن خزیمہ:١٧٩' مسند ابوعوانہ ج١ ص٢٢٢' صحیح ابن حبان:١٠٩١' سنن کبریٰ ج١ ص٨٦' شعب الایمان: ٦٣٨٠' معرفۃ السنن والآثار:٧٥٦' شرح السنۃ:٢١٦' مسند احمد ج٦ ص٩٤ طبع قدیم' مسند احمد:٢٤٦٢٧_ج٤١ ص١٧٤' موسسۃ الرسالۃ بیروت)

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس جملہ میں ہے کہ آپ ہر کام میں دائیں طرف سے ابتداء کو پسند کرتے تھے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(١) حفص بن عمر الحوضی البصری' یہ ثبت اور حجت ہیں' امام احمد نے کہا: ان پر ایک حرف کی بھی گرفت نہیں ہے' ٢٢٥ھ میں بصرہ میں فوت ہوئے تھے (٢) شعبہ بن الحجاج' ان کا تعارف ہو چکا ہے (٣) اشعث بن سلیم' کوفہ کے ثقات میں سے ہیں (٤) سلیم بن الاسود المحاربی ابو الشعثاء' ان کی کنیت زیادہ مشہور ہے (٥) مسروق بن الاجدع الکوفی ابو عائشہ' یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے پہلے مسلمان ہو گئے تھے' انہوں نے صحابہ کے ابتدائی دور کو پایا' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کو بیٹا بنا لیا تھا' پس انہوں نے اپنی بیٹی کا نام عائشہ رکھ دیا اور ان کی کنیت ابو عائشہ ہو گئی (٦) حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا۔ (عمدۃ القاری ج٣ ص٤٣)

حدیث مذکور کے بعض مسائل

اس حدیث میں ''تیمن'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: دائیں طرف سے ابتداء کرنا' کسی چیز کو دائیں ہاتھ سے دینا اور دائیں جانب کا قصد کرنا' اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر فضیلت حاصل ہے اور یہ کہ ہر کام میں دائیں جانب کو فضیلت حاصل ہے۔

حضرت ابن عمر نے فرمایا: مسجد میں بہترین جگہ مسجد کی دائیں جانب ہے' سعید بن المسیب نے کہا: مسجد کی دائیں جانب میں نماز پڑھے' ابراہیم کو یہ پسند تھا کہ مسجد کی دائیں جانب میں نماز پڑھے' حضرت انس' حسن بصری اور ابن سیرین مسجد کی دائیں جانب میں نماز پڑھتے تھے۔ (عمدۃ القاری ج٣ ص٤٧)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ٥٤٧۔ ج١ ص٩٣٧ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

٣٢- بَابُ الْتِمَاسِ الْوَضُوْءِ إِذَا حَانَتِ الصَّلٰوةُ

جب نماز کا وقت آئے تو پانی کو طلب کرنا

باب سابق میں یہ بیان کیا گیا تھا کہ وضوء میں دائیں جانب سے ابتداء کرنا اور اس باب میں وضوء کے لیے پانی طلب کرنے کا

بیان ہے اور دونوں بابوں میں قدر مشترک وضوء ہے۔امام بخاری فرماتے ہیں:

وَقَالَتْ عَائِشَةُ حَضَرَتِ الصُّبْحُ ، فَالْتُمِسَ الْمَاءُ فَلَمْ يُوجَدْ ، فَنَزَلَ التَّيَمُّمُ.

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: صبح ہو گئی' پانی کو طلب کیا گیا تو پانی نہیں ملا' پھر تیمم کی آیت نازل ہوئی۔

یہ تعلیق صحیح ہے اور یہ ایک حدیث کا قطعہ ہے' جس کو امام بخاری نے ''کتاب التیمم'' میں آیت تیمم کے نزول کے قصہ میں بیان کیا ہے اس کا مفصل ذکر صحیح البخاری: ۳۳۴ میں ہے۔

١٦٩ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ، أَنَّهُ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَانَتْ صَلٰوةُ الْعَصْرِ ، فَالْتَمَسَ النَّاسُ الْوَضُوءَ ، فَلَمْ يَجِدُوهُ ، فَأُتِيَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِوَضُوءٍ ، فَوَضَعَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ذٰلِكَ الْإِنَاءِ يَدَهُ ، وَأَمَرَ النَّاسَ أَنْ يَتَوَضَّئُوا مِنْهُ ، قَالَ فَرَأَيْتُ الْمَاءَ يَنْبُعُ مِنْ تَحْتِ أَصَابِعِهِ حَتّٰى تَوَضَّئُوا مِنْ عِنْدِ آخِرِهِمْ. [اطراف الحدیث: ۱۹۵۔ ۲۰۰۔ ۳۵۷۲۔ ۳۵۷۳۔ ۳۵۷۴۔ ۳۵۷۵]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از اسحاق بن عبد اللہ بن ابی طلحہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ عصر کی نماز کا وقت آ گیا' پس لوگوں نے وضوء کے لیے پانی کو طلب کیا تو ان کو پانی نہیں ملا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس برتن میں پانی لایا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس برتن میں اپنا ہاتھ رکھا اور لوگوں کو حکم دیا کہ اس برتن کے پانی سے وضوء کریں' حضرت انس نے کہا: میں نے دیکھا کہ آپ کی انگلیوں کے نیچے سے پانی اُبل رہا تھا' حتیٰ کہ تمام لوگوں نے وضوء کر لیا۔

(صحیح مسلم: ۲۲۷۹' الرقم المسلسل: ۵۸۳۲' سنن ترمذی: ۳۶۳۱' سنن نسائی: ۷۶' مسند الشافعی ج ۲ ص ۱۸۶' صحیح ابن حبان: ۶۵۳۹' مسند احمد ج ۳ ص ۱۳۲ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۲۳۴۸۔ ج ۱۹ ص ۵۲' مؤسسة الرسالة' بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: پس لوگوں نے وضوء کے لیے پانی طلب کیا۔

اس حدیث کے رجال کا پہلے تعارف ہو چکا ہے۔

آپ کی انگلیوں سے پانی جاری ہونے کے متعدد واقعات

اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ کے پاس برتن میں پانی لایا گیا' بعض احادیث میں ہے: وسیع پیالہ لایا گیا۔ (صحیح البخاری: ۳۵۷۴) بعض احادیث میں ہے: شیشہ کا برتن لایا گیا' بعض احادیث میں ہے: آپ کے پاس ٹب لایا گیا۔ (صحیح البخاری: ۳۵۷۵)

اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے لوگوں کو وضوء کرنے کا حکم دیا' بعض روایات میں ہے کہ اس پانی سے ۷۰ صحابہ نے وضوء کیا۔ (صحیح البخاری: ۳۵۷۴) بعض روایات میں ہے: ۸۰ صحابہ نے وضوء کیا۔ (صحیح البخاری: ۳۵۷۵) بعض روایات میں ہے: پندرہ سو اصحاب نے وضوء کیا۔ (صحیح البخاری: ۳۵۷۶) بعض روایات میں ہے: تین سو اصحاب نے وضوء کیا۔ (صحیح البخاری: ۳۵۷۲) صحابہ کی تعداد میں اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ کئی مواقع پر وضوء کے لیے پانی کم تھا اور آپ نے برتن میں اپنا ہاتھ رکھا تو آپ کی انگلیوں سے چشمے کی طرح پانی اُبلنے لگا' کسی موقع پر ستر صحابہ تھے' کسی موقع پر اسی صحابہ تھے' کسی موقع پر پندرہ سو صحابہ تھے' حضرت انس نے کہا: اگر ہم ایک لاکھ بھی ہوتے تو وہ پانی ہمیں کافی ہو جاتا۔ (صحیح البخاری: ۳۵۷۶) اور کسی موقع پر تین سو صحابہ تھے۔ (صحیح البخاری: ۳۵۷۲)

نبی ﷺ کے معجزات کا تمام انبیاء علیہم السلام کے معجزات سے زیادہ عظیم ہونا

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پتھر پر لاٹھی ماری تو اس کی ضرب سے بارہ چشمے پھوٹ پڑے، وہ بھی بہت عظیم معجزہ تھا' لیکن رسول اللہ ﷺ کا معجزہ سب سے عظیم ہے' کیونکہ پتھر اور زمین کی تہہ میں عادۃً پانی موجود ہوتا ہے اور اگر معروف آلات سے زمین کو پانی تک کھودا جائے تو وہاں پانی نکل آتا ہے' حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ یہ تھا کہ آپ نے معروف آلات کے بغیر محض لاٹھی کی ضرب سے پانی نکال لیا' اور نبی ﷺ نے انگلیوں سے پانی نکالا' جہاں پر پانی عادۃً ہوتا نہیں ہے۔

نیز اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ وضوء کے لیے پانی کو طلب کرنا اس وقت واجب ہے' جب نماز کا وقت آ جائے کیونکہ نبی ﷺ نے صحابہ کو اس پر ملامت نہیں کی کہ تم نے پہلے پانی کو کیوں تلاش نہیں کیا' اور اس حدیث میں معجزہ کا ثبوت ہے اور اس پر دلیل ہے کہ نبی ﷺ کا معجزہ ہر نبی کے معجزہ کی جنس سے افضل ہوتا ہے' حضرت داؤد علیہ السلام کے ہاتھ پر لوہا نرم ہو جاتا تھا اور وہ اس سے زرہ بنا لیتے تھے اور نبی ﷺ کے لیے پتھروں کو نرم کر دیا گیا' احد پہاڑ آپ سے محبت کرتا تھا' آپ نے فرمایا: احد پہاڑ ہے' یہ ہم سے محبت کرتا ہے' ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔ (البخاری: ١٤٨٢) جب کہ لوہا تو معروف اسباب سے پگھل کر نرم ہو جاتا ہے اور پتھر ٹوٹ تو جاتا ہے' نرم نہیں ہوتا' سو جس کی طبیعت میں نرمی نہیں ہوتی' وہ بھی آپ کے لیے نرم ہو گیا' حضرت سلیمان علیہ السلام سے پرندے کلام کرتے تھے تو آپ سے پتھروں نے کلام کیا' اور پرندوں کا کلام کرنا' اتنا باعث حیرت نہیں' کیونکہ ان کی زبان ہوتی ہے اور وہ بولتے ہیں' کمال تو آپ کا ہے کہ آپ سے پتھروں نے کلام کیا' جن کی زبان نہیں ہوتی۔

آپ نے فرمایا: بعثت کی راتوں میں مکہ کا ایک پتھر مجھ کو سلام کرتا تھا' میں اس کو اب بھی پہچانتا ہوں۔

(صحیح مسلم: ٢٢٧٧' سنن ترمذی: ٣٦٢٤' مسند احمد ج ۵ ص ۸۹)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے چار مردوں کو زندہ کیا' یہ بھی اتنا باعث حیرت نہیں' کیونکہ وہ مردے انسان تھے اور ان میں پہلے حیات تھی' لیکن آپ سے آپ کے منہ میں رکھے ہوئے گوشت کے ٹکڑے نے کلام کیا اور اس میں حیات آ گئی اور علم آ گیا' اس نے آپ سے کہا: مجھ میں زہر ملا ہوا ہے۔ (سنن ابوداؤد: ٤٥١٢) درختوں میں حیات آ گئی' جن میں عادۃً حیات نہیں ہوتی اور وہ آپ کے بلانے پر اپنی جڑوں کو کھینچتے ہوئے چلے آئے' بلکہ کوئی ان کو پیغام دیتا کہ تم کو (سیدنا) محمد (ﷺ) بلاتے ہیں تو وہ السلام علیک یا رسول اللہ کہتے ہوئے چلے آتے۔ (سنن ترمذی: ٣٦٢٨' مسند احمد ج ١ ص ٢٢٣) ان میں حیات آ گئی' قوت سماع آ گئی' قوت کلام آ گئی۔ حضرت علی بیان کرتے ہیں: آپ کے سامنے مکہ کا جو پہاڑ آتا یا درخت آتا' وہ کہتا: السلام علیک یا رسول اللہ۔ (سنن ترمذی: ٣٦٢٦)

غور کیجئے! درختوں کو آپ کا پیغام ملے تو وہ آپ کی اطاعت کرتے ہیں' اگر ہم کو آپ کا پیغام ملے اور ہم آپ کی اطاعت نہ کریں تو ایسا نہ ہو کہ قیامت کے دن درخت آگے ہوں اور ہم پیچھے ہوں' پتھر اور درخت بھی آپ پر سلام پڑھتے ہیں تو جو اپنے آپ کو مسلمان کہلا کر آپ پر سلام نہ پڑھے' وہ پتھروں اور درختوں سے بھی گیا گزرا ہے!

شرح صحیح مسلم میں باب مذکور کی حدیث کی شرح

باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ٥٨٢٤۔ ج ٦ ص ٧٠٦ پر مذکور ہے' اس کی شرح میں حسب ذیل عنوانات ہیں:

(١) معجزہ کی تعریف (٢) رسول اللہ ﷺ کے معجزہ سے کم چیز زیادہ ہوئی' معدوم چیز موجود کیوں نہ ہوئی؟ (٣) جس چیز میں برکت ہو اس کا حساب کرنے سے اس کی برکت کیوں ختم ہو جاتی ہے؟ (٤) نبی ﷺ کا غیب کی خبریں دینا۔

۳۳- بَابُ الْمَاءِ الَّذِیْ یُغْسَلُ بِهٖ شَعْرُ الْاِنْسَانِ

جس پانی سے انسان کا بال دھویا گیا ہو (اس کا شرعی حکم)

یہ باب اس پانی کے بیان میں ہے جس سے بنو آدم کے بال دھوئے گئے ہوں اور اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت اس طرح ہے کہ باب سابق میں وضوء کے لیے پانی کو طلب کرنے کا ذکر تھا اور وضوء کے لیے پاک پانی کو طلب کیا جاتا ہے اور اس باب میں یہ بتایا ہے کہ انسان کے بال پاک ہیں' پس جس پانی سے انسان کے بال دھوئے گئے ہوں' وہ بھی پاک ہوگا' اس سے معلوم ہوا کہ یہ دونوں باب پاک پانی کے حکم پر مشتمل ہیں۔ امام بخاری فرماتے ہیں:

وَكَانَ عَطَاءٌ لَا يَرٰی بِهٖ بَاْسًا اَنْ يُّتَّخَذَ مِنْهَا الْخُيُوْطُ وَالْحِبَالُ.

اور عطاء کے نزدیک اس میں کوئی حرج نہیں تھا کہ انسان کے بالوں سے دھاگے اور رسیاں بنائی جائیں۔

اس تعلیق کو امام محمد بن اسحاق الفاکہی نے "اخبارِ مکہ" میں سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے کہ عطاء بن ابی رباح اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے کہ منی میں انسانوں کے جو بال مونڈے جاتے ہیں' ان سے فائدہ حاصل کیا جائے۔

عطاء بن ابی رباح کے قول سے معلوم ہوا کہ انسان کے بال پاک ہیں' تکریم بنو آدم کی وجہ سے ان بالوں سے رسیاں بنانا جائز نہیں ہے۔

جب انسان کے بال اس کے سر میں ہوں تو وہ بالاتفاق پاک ہیں' لیکن جب وہ بال کٹ کر یا مونڈ کر سر سے الگ ہو جائیں تو اختلاف ہے' ائمہ ثلاثہ کے نزدیک وہ پاک ہیں اور امام شافعی کے اس میں دو قول ہیں' تاہم انہوں نے بھی نجاست کے قول سے رجوع کر لیا ہے۔

انسان کے بالوں کی طہارت یا نجاست میں مذاہب فقہاء

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی لکھتے ہیں:

علامہ نووی نے کہا ہے کہ حسن بصری' عطاء اور اوزاعی نے کہا ہے کہ موت سے بال نجس ہو جاتے ہیں' لیکن دھونے سے پاک ہو جاتے ہیں اور قاضی ابو الطیب نے کہا ہے کہ بال' اون اور ہڈی اور کھر میں حیات جاری ہوتی ہے اور یہ موت سے نجس ہو جاتے ہیں' یہی وہ مذہب ہے جس کو المزنی' البویطی' الربیع اور حرملہ نے امام شافعی سے روایت کیا ہے اور الکرخی نے امام شافعی سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے آدمی کے بالوں کے نجس ہونے کے قول سے رجوع کر لیا۔

(شرح المہذب ج ۲ ص ۲۲۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۳ھ)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مونڈے ہوئے بالوں میں مذاہب فقہاء

الماوردی نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بال کے متعلق صحیح اور قطعی مذہب یہ ہے کہ وہ پاک ہیں' علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ الماوردی کے اس قول سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے بالوں کے متعلق کوئی اور قول بھی ہے' ہم اس قول سے اللہ کی پناہ میں آتے ہیں اور بعض شافعیہ نے تو یہ بھی کہا ہے کہ آپ کے بالوں کے متعلق دو قول ہیں' اس قول کا قائل دائرۂ اسلام سے خارج ہے اور اس شخص نے یہ کیسے کہا' جب کہ آپ کے فضلات کو بھی طاہر کہا گیا ہے تو آپ کے بالوں کے متعلق دو قول کیسے ہو سکتے ہیں۔

الماوردی نے کہا ہے کہ آپ نے اپنے بال تبرک کے لیے تقسیم فرمائے تھے اور کسی چیز کا تبرک ہونا' پاک ہونے پر موقوف نہیں ہے۔ علامہ عینی نے کہا: میں کہتا ہوں کہ یہ سب سے بدتر قول ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۵۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک بالوں کے متعلق علامہ ابواسحاق شیرازی شافعی متوفی ۴۵۵ھ لکھتے ہیں:

رہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال تو اگر ہم یہ کہیں کہ آپ کے علاوہ دوسرے انسانوں کے بال پاک ہیں تو آپ کے بال بہ طریق اولیٰ پاک ہیں اور اگر ہم کہیں کہ دوسروں کے بال نجس ہیں تو آپ کے بال کے متعلق دو قول ہیں' ایک قول یہ ہے کہ وہ نجس ہیں کیونکہ جو چیز دوسروں کی نجس ہے' وہ آپ کی بھی نجس ہے' جیسے خون (معاذ اللہ۔ سعیدی غفرلہٗ) اور ابوجعفر ترمذی نے کہا کہ آپ کے بال پاک ہیں' کیونکہ آپ نے حضرت ابوطلحہ کو اپنے بال دیئے' پس انہوں نے وہ لوگوں میں تقسیم کر دیئے۔ (المہذب ج ۱ ص ۱۱' دار الفکر بیروت)

اس عبارت کی شرح میں علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

مذہب صحیح قطعی یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال پاک ہیں اور جس نے کہا: آپ کے بال نجس ہیں' اس نے کہا: آپ نے بال تبرک کے لیے تقسیم کیے تھے اور تبرک نجس چیز کے ساتھ بھی ہوتا ہے' جس طرح پاک چیز کے ساتھ ہوتا ہے' اسی طرح یہ بات الماوردی اور دوسرے فقہاء نے کہی ہے اور بالوں کی جتنی مقدار صحابہ نے لی تھی' اتنی مقدار معاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ آپ کے بالوں کی طہارت قطعی ہے' جیسا کہ ابوجعفر ترمذی وغیرہ نے کہا ہے۔ (شرح المہذب ج ۲ ص ۲۲۷۔۲۲۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۳ھ)

الماوردی کے نزدیک آپ کے بالوں اور آپ کے فضلات کا نجس ہونا

علامہ بدرالدین عینی اور علامہ نووی نے جو قول الماوردی کی طرف منسوب کیا ہے' وہ بہر حال ان کی کتاب میں نہیں ہے' لیکن ان کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں اور آپ کے فضلات کے نجس ہونے کے قائل ہیں۔

علامہ ابوالحسن علی بن محمد الماوردی الشافعی التوفی ۴۵۰ھ لکھتے ہیں:

ہمارے اصحاب میں سے ابوجعفر ترمذی کا یہ زعم ہے کہ صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بال طاہر ہیں اور دوسرے لوگوں کے بال نجس ہیں' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منیٰ میں جب اپنے بال منڈوائے تو ان کو اپنے اصحاب میں تقسیم کر دیا' اگر وہ بال نجس ہوتے تو آپ ان کو منع فرما دیتے' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اس فضیلت کے ساتھ مختص ہونا متنازع نہیں ہے' الماوردی نے کہا: اور اگر یہ آپ کے بالوں کی طہارت کی دلیل ہے تو ابوطیبہ نے آپ کو فصد لگا کر آپ کا خون آپ کے سامنے پی لیا تھا۔ (تلخیص الحبیر ج ۱ ص ۴۲' اتحاف السنن ج ۲ ص ۳۱۷) تو کیا یہ کہا جائے گا کہ آپ کا خون بھی پاک ہے؟ ابوجعفر نے کہا: آپ کا خون بھی پاک ہے کیونکہ یہ جائز نہیں ہے کہ آپ کسی شخص کو ناجائز کام پر برقرار رکھیں اور آپ نے ابوطیبہ کو خون پینے پر برقرار رکھا تھا۔

اس پر یہ رد کیا گیا ہے کہ ایک عورت نے آپ کا پیشاب پی لیا تو آپ نے اس سے فرمایا: اب کبھی تمہارے پیٹ میں درد نہیں ہوگا۔ (دلائل النبوۃ: ۱۵۹' اتحاف السنن ج ۷ ص ۱۱' مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۷۱' کنز العمال: ۳۲۲۵۶)

تو کیا اب آپ کے پیشاب کو بھی پاک کہیں' ابوجعفر نے کہا: کیونکہ پیشاب طعام اور مشروب سے منقلب (بدلہ) ہوتا ہے اور بال اور خون اس طرح نہیں ہیں' وہ اصل خلقت سے ہیں' کسی چیز کا بدل نہیں ہیں۔

ابوجعفر پر یہ رد کیا گیا ہے کہ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خون کو طاہر کہنے پر تمہاری یہ دلیل باطل ہوگئی کہ آپ نے ابوطیبہ کو خون پینے پر برقرار رکھا تھا' کیونکہ آپ نے اس عورت کو بھی پیشاب پینے پر برقرار رکھا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طہارت اور نجاست میں باقی امت کی طرح ہیں' جو چیز باقی امت کی پاک ہے' وہ آپ کی بھی پاک ہے اور جو چیز باقی امت کی نجس ہے' وہ آپ کی بھی نجس ہے (العیاذ باللہ! باقی امت کے بلغم سے گھن آتی ہے اور صحابہ آپ کے بلغم کو زمین پر گرنے نہیں دیتے تھے' اپنے ہاتھوں پر لے کر اپنے چہرے اور جسم پر ملتے تھے۔ (صحیح البخاری: ۲۷۳۲۔۲۷۳۱) سعیدی غفرلہٗ) اور آپ نے جو بال تقسیم کیے تھے' اس سے جو استدلال کیا ہے' اس پر یہ

اعتراض ہے کہ کئی مرتبہ آپ نے بالوں کو گرادیا اور ان کو تقسیم نہیں کیا' صرف ایک مرتبہ منٰی میں بالوں کو تقسیم کیا اور اس کے دو سبب تھے:
ایک اپنے اصحاب کو برکت پہنچانا اور دوسرا سبب تھا کہ جن کو بال عطا کیے' ان کو شرف اور فضیلت عطا کرنا' تاکہ وہ اس پر فخر کریں اور
بعض روایات میں ہے: آپ نے دوبارہ خون پینے سے ابوطیبہ کو منع کیا اور فرمایا: تمہارے جسم کو اللہ نے آگ پر حرام کر دیا ہے۔

(الحاوی الکبیر ج ا ص ۳-۷۱ دارالفکر بیروت' ۱۴۱۴ھ)

الماوردی نے صراحتہ یہ نہیں کہا کہ تبرک کے لیے کسی چیز کا پاک ہونا ضروری نہیں ہے' لیکن ان کی بحث سے لازم یہی آتا ہے'
اسی لیے علامہ نووی نے اور علامہ عینی نے کہا ہے کہ الماوردی کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منڈائے ہوئے بال نجس ہیں اور آپ
نے جو اپنے اصحاب میں بال تقسیم کیے تھے' وہ برکت پہنچانے کے لیے تھے اور برکت پہنچانے کے لیے اس چیز کا پاک ہونا شرط نہیں
ہے اور الماوردی کے نزدیک نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خون اور پیشاب بھی نجس ہے۔ (العیاذ باللہ!)

شیخ تھانوی کے نزدیک نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضلات کا نجس ہونا

اسی طرح شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۴ھ نے بھی اپنی آخری تصنیف میں لکھا ہے:

بعض روایات کا تو ثبوت مقدوح ہے اور بعض کی دلالت اور بعض روایات میں شارحین کا یہ قول مذکور ہے: میں نے پیا اور مجھے
پتا نہیں تھا اور ایک روایت میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نہی فرمانا مذکور ہے اور وہ یہ ہے کہ سالم بن ابی الحجاج نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فصد لگائی'
پھر خون نگل لیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا تم نہیں جانتے کہ ہر خون حرام ہے اور دوسری روایت میں دوبارہ نہ پینا' کیونکہ ہر خون
حرام ہے' پس مسئلہ بالکل منقح ہو گیا کہ طہارت کا دعویٰ بلا دلیل ہے۔ (بوادر النوادر ص ۴۴۹' شیخ غلام علی اینڈ سنز' لاہور)

شیخ تھانوی نے اس پر غور نہیں کیا کہ کسی چیز کا حرام ہونا' اس کی نجاست کو مستلزم نہیں ہے' انسان کا گوشت کھانا بھی حرام ہے' لیکن
وہ نجاست کی بناء پر حرام نہیں ہے' کرامت کی بناء پر حرام ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خون کا پینا تو بہ طریق اولیٰ کرامت کی وجہ سے
حرام ہو گا نہ کہ نجاست کی بناء پر۔

الماوردی کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منڈائے ہوئے بال اور آپ کے فضلات نجس ہیں (العیاذ باللہ) لیکن بہ کثرت علماء
شافعیہ کے نزدیک آپ کے بال مبارک اور آپ کے فضلات طاہر ہیں۔

بعض غیر مقلد علماء کے نزدیک نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضلات کا نجس ہونا

معروف غیر مقلد عالم عبداللہ روپڑی متوفی ۱۳۸۴ھ لکھتے ہیں:

ام ایمن سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ایک مٹی کا پیالہ تھا' جس میں آپ رات کو (عذر کی بناء پر) پیشاب کیا
کرتے تھے۔ ایک رات میں پیاسی ہو گئی پس غلطی سے وہ پیشاب پی لیا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس میں نے اس کا ذکر کیا۔
فرمایا: اس دن کے بعد تجھے کبھی پیٹ کا درد نہیں ہو گا۔ اس روایت سے آپ کے پیشاب کا پاک ہونا ثابت نہیں ہوتا' کیونکہ غلطی سے
پیا گیا ہے۔ رہا آپ کا یہ فرمانا کہ تیرے پیٹ میں درد نہیں ہو گا' یہ علاج ہے۔ بعض نجس چیز بھی علاج بن جاتی ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے
کہ چونکہ یہ غلطی اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کی وجہ سے ہوئی تھی' اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس کا معاوضہ یہ دیا کہ اس نجس چیز کو
اس کے لیے شفاء بنا دیا' بہر صورت اس غلط فعل کو طہارت کی دلیل بنانا غلط ہے۔

(فتاویٰ اہل حدیث ج ا ص ۲۵۱-۲۵۰' مطبوعہ ادارہ احیاء السنۃ النبویہ سرگودھا)

حیرت ہے کہ یہی صاحب جنہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیشاب کو نجس لکھا ہے یہی مصنف بیل بلکہ ہر وہ جانور جس کا گوشت کھایا

جاتا ہو اُس کے پیشاب کو نہ صرف پاک بلکہ حلال قرار دیتے ہیں۔ اُن کی عبارت درج ذیل ہے:

قضیب گاؤ (بیل کا آلۂ تناسل) حنفیہ کے نزدیک مکروہ ہے' مگر یہ مذہب صحیح نہیں۔ بلکہ ماکول اللحم (جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہو) کا گوبر پیشاب تک پاک اور حلال ہے۔ (فتاوی اہل حدیث ج ۲ ص ۵۲۶)

تاہم بعض غیر مقلد علماء نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضلات کو پاک لکھا ہے۔ چنانچہ شیخ وحید الزمان متوفی ۱۳۲۸ھ لکھتے ہیں:

آنحضرت کے تو تمام فضلات تک پاک اور طاہر تھے' آپ پر دوسرے آدمیوں کا قیاس نہیں ہو سکتا ہے۔

(تیسیر الباری ج ۱ ص ۱۷۹' مطبوعہ نعمانی کتب خانہ' لاہور' ۱۹۹۰ء)

اکثر شافعیہ کے نزدیک نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضلاتِ مبارکہ طاہر ہیں

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس حدیث سے اس پر استدلال کیا ہے کہ انسان کا بال جسم سے الگ ہونے کے بعد پاک ہوتا ہے کیونکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر کے بال کو اپنے پاس بہ طور تبرک رکھا' تاہم اس پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بال مکرم ہے' اس پر دوسرے انسان کے بال کو قیاس نہیں کیا جا سکتا' علامہ ابن المنذر اور علامہ خطابی نے اس اعتراض کا یہ جواب دیا ہے کہ خصوصیت بغیر دلیل کے ثابت نہیں ہوتی اور اصل میں خصوصیت کا نہ ہونا ہے۔ اس جواب کا یہ رد کیا گیا ہے کہ ان کو چاہیے کہ یہ منی کی طہارت پر بھی اس حدیث سے استدلال نہ کریں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کے کپڑوں سے منی کو کھرچ دیا کرتی تھیں' کیونکہ یہ کہنا جائز ہے کہ آپ کی منی پاک ہے اور اس پر دوسروں کی منی کو قیاس نہیں کیا جائے گا' اور حق یہ ہے کہ احکام شرعیہ میں آپ کا وہی حکم ہے' جو تمام مکلفین کا ہے' ماسوا ان احکام کے جن کی خصوصیت دلیل سے ثابت ہو اور آپ کے فضلات (خون' منی' بول اور براز وغیرہ) کی طہارت پر بہ کثرت دلائل ہیں اور ائمہ نے اس کو آپ کی خصوصیت قرار دیا ہے اور ائمہ نے آپ کے فضلات کی طہارت کو آپ کی خصوصیات میں سے شمار کیا ہے' اس لیے اکثر فقہاء شافعیہ کی کتابوں میں اس کے خلاف جو کچھ لکھا ہے' اس کی طرف توجہ نہ کی جائے کیونکہ ائمہ کے درمیان اس پر اتفاق ہو چکا ہے کہ آپ کے فضلات طاہر ہیں۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۱۱۷' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بالوں کی طہارت کی بحث میں چونکہ آپ کے فضلات (خون اور بول و براز) کی طہارت کا ذکر کیا گیا ہے' اس لیے ہم چاہتے ہیں کہ اصل احادیث کے حوالوں سے آپ کے فضلات کی طہارت کو بیان کر دیں۔ فنقول و باللّٰہ التوفیق:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضلات کی طہارت کے متعلق احادیث

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قضاء حاجت کے لیے (بیت الخلاء میں) گئے' پھر میں گئی تو میں نے وہاں جا کر کوئی چیز نہیں دیکھی اور مجھے وہاں مشک کی خوشبو آ رہی تھی' میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں نے وہاں کوئی چیز نہیں دیکھی' آپ نے فرمایا: بے شک زمین کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ ہم انبیاء کی جماعت سے جو کچھ نکلے' اس کو ڈھانپ لے۔ (المستدرک ج ۴ ص ۷۰ طبع قدیم المستدرک: ۰ ۶۹۵ طبع جدید المکتبۃ العصریہ ۱۴۲۰ھ' کنز العمال: ۳۲۲۵۳' الطبقات الکبریٰ ج ۱ ص ۱۳۵ طبع جدید ۱۴۱۸ھ' علامہ خفاجی متوفی ۱۰۶۹ھ نے لکھا ہے کہ ابن دحیہ نے کہا: اس حدیث کی سند ثابت ہے اور یہ اس باب میں سب سے قوی حدیث ہے' نسیم الریاض ج ۲ ص ۲۱ طبع جدید ۱۴۲۱ھ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہم جماعت انبیاء کے اجسام اہل جنت کی ارواح پر بنائے گئے ہیں اور زمین کو حکم دیا گیا ہے کہ ہم سے جو چیز نکلے اس کو نگل لے۔ (الفردوس بماثور الخطاب: ۱۴۳' جمع الجوامع: ۸۰۳۶' کنز العمال: ۳۲۲۴)

حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گھر کی ایک جانب میں مٹی کا ایک برتن رکھا ہوا تھا' آپ رات کو اٹھ کر

اس میں پیشاب کرتے تھے' ایک رات میں اٹھی' مجھے پیاس لگ رہی تھی' میں نے اس برتن سے پی لیا اور مجھے پتا نہیں چلا (کہ یہ پیشاب ہے) جب صبح ہوئی تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے ام ایمن! اس مٹی کے برتن کو اٹھاؤ اور اس میں جو کچھ ہے' اس کو پھینک دو' میں نے کہا: اللہ کی قسم! اس میں جو کچھ ہے' اس کو میں نے پی لیا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہنسے' حتیٰ کہ آپ کی ڈاڑھیں ظاہر ہوگئیں' پھر آپ نے فرمایا: سنو! اس کے بعد کبھی تمہارے پیٹ میں درد نہیں ہوگا[1] (المستدرک ج ۴ ص ۶۴-۶۳ طبع قدیم' المستدرک: ۶۹۱۲ طبع جدید' المعجم الکبیر: ۲۳۰-ج ۲۵ ص ۸۹' کنز العمال: ۳۲۲۵۶' جمع الجوامع: ۲۷۵۴۹' تاریخ دمشق الکبیر ج ۴ ص ۱۰۸۹-۲۰۷' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۱ھ' حافظ الہیثمی نے کہا: اس حدیث کی سند ضعیف ہے' مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۷۱' البدایہ والنہایہ ج ۴ ص ۴۲۱' الطبع الجدید ۱۴۱۸ھ)

حکیمہ بنت امیمہ بنت رقیقہ اپنی ماں رضی اللہ عنہا سے روایت کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک لکڑی کا پیالہ تھا' جس میں آپ پیشاب کرتے تھے اور اس کو اپنے تخت کے نیچے رکھتے تھے' آپ نے اس میں پیشاب کیا' پھر آپ آئے تو دیکھا کہ اس پیالہ میں کوئی چیز نہیں تھی' ایک خاتون جن کا نام برکہ تھا' جو حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی خدمت کرتی تھی اور ان کے ساتھ سرزمین حبشہ سے آئی تھی' آپ نے ان سے پوچھا: وہ پیشاب کہاں ہے جو اس پیالہ میں تھا؟ انہوں نے کہا: میں نے اس کو پی لیا' آپ نے فرمایا: تم پر دوزخ کی آگ منع کردی گئی ہے۔ (المعجم الکبیر: ۴۷۷-ج ۲۴ ص ۱۸۹' المعجم الکبیر: ۵۲۷-ج ۲۴ ص ۲۰۶-۲۰۵' السنن الکبری ج ۷ ص ۶۷' تاریخ دمشق الکبیر: ۵۲۰۰-ج ۷۲ ص ۳۸' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۱ھ' حافظ الہیثمی نے کہا: اس حدیث کے راوی صحیح ہیں اور ثقہ ہیں' مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۷۱' البدایہ والنہایہ ج ۴ ص ۳۲۲-۳۲۱ طبع جدید ۱۴۱۸ھ)

عامر بن عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فصد لگائی' آپ نے مجھ سے پوچھا: تم نے اس (خون) کا کیا کیا؟ میں نے کہا: میں نے اس کو غائب کردیا' آپ نے فرمایا: شاید تم نے پی لیا' میں نے کہا: میں نے اس کو پی لیا۔ (کشف الاستار عن زوائد البزار: ۲۴۳۶' حافظ الہیثمی نے کہا: بزار کی سند صحیح اور ثقہ ہے' مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۷۰)

بریہ بن عمر بن سفینہ اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فصد لگائی' آپ نے فرمایا: یہ خون لے جاؤ اور اس کو چوپایوں' پرندوں اور لوگوں سے چھپا کر دفن کردو' میں نے اس کو چھپ کر پی لیا' پھر میں نے اس کا ذکر کیا تو آپ ہنسے۔ (المعجم الکبیر: ۶۴۳۴' مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۷۰' التاریخ الکبیر للبخاری: ۵۴۱۸-۲۵۲۴-ج ۴ ص ۱۸۰' المطالب العالیہ: ۳۸۴۸' السنن الکبری للبیہقی ج ۷ ص ۶۷' تلخیص الحبیر ج ۱ ص ۴۲)

عبدالرحمن بن ابی سعید اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے والد مالک بن سنان بیان کرتے ہیں کہ جب جنگ احد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ زخمی ہوگیا تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خون چوس کر نگل لیا' ان سے کہا گیا: کیا تم نے خون پی لیا؟ انہوں نے کہا: ہاں! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خون پی لیا' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرا خون جس کے خون کے ساتھ مل گیا' اس کو دوزخ کی آگ نہیں چھوئے گی۔ (المعجم الاوسط: ۹۰۹۸' دارالفکر' بیروت' ۱۴۲۰ھ' مجمع الزوائد ج ۶ ص ۱۱۴) (حافظ الہیثمی نے کہا: اس حدیث کی سند میں کوئی ایسا راوی نہیں ہے' جس کے ضعف پر اجماع ہو' مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۷۰)

حضرت ابوسعید خدری کے والد مالک بن سنان بیان کرتے ہیں کہ جنگ احد میں جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ زخمی ہوگیا تو انہوں نے آپ کے زخم سے خون چوس لیا' حتیٰ کہ آپ کا چہرہ بالکل سفید اور صاف ہوگیا' ان سے کہا گیا کہ اس خون کو تھوک دو' انہوں نے کہا: نہیں! خدا کی قسم! میں اس خون کو کبھی نہیں تھوکوں گا! پھر وہ پیٹھ موڑ کر جہاد کرنے چلے گئے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کسی جنتی

[1] حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ برکہ نام کی دو عورتوں نے لکڑی کے پیالہ سے آپ کا پیشاب پیا' ایک کی کنیت ام ایمن تھی اور دوسری کی کنیت ام یوسف تھی' جب ام یوسف نے آپ کا پیشاب پی لیا تو آپ نے فرمایا: تم صحت مند رہو گی' سو وہ تاحیات بیمار نہیں ہوئیں۔ (تلخیص الحبیر ج ۱ ص ۴۴)

آدمی کو دیکھنا چاہتا ہے' وہ اس کو دیکھ لے پس وہ شہید ہو گئے۔

(دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۳ ص ۳۲ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' تلخیص الحبیر ج ۱ ص ۴۳' رقم الحدیث: ۱۹)

عامر بن عبد اللہ بن الزبیر بیان کرتے ہیں کہ ان کے والد حضرت عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فصد لگائی' جب وہ فصد لگا کر فارغ ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا: اے عبد اللہ! اس خون کو ایسی جگہ گرادو' جہاں اس کو کوئی نہ دیکھے' حضرت ابن الزبیر کہتے ہیں کہ جب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سے گیا تو میں نے اس خون کو پی لیا' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس واپس گیا تو آپ نے فرمایا: شاید تم نے اس کو پی لیا؟ میں نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: تم کو خون پینے کے لیے کس نے کہا تھا؟ تمہیں لوگوں کی طرف سے افسوس ہوگا اور لوگوں کو تمہاری طرف سے افسوس ہوگا! دوسری روایت میں ہے: آپ نے فرمایا: تم نے وہ خون کیوں پیا؟ حضرت ابن الزبیر نے کہا: میں نے یہ پسند کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خون میرے پیٹ میں ہو! آپ نے حضرت ابن الزبیر کے سر پر ہاتھ پھیر کر فرمایا: تمہیں لوگوں کی طرف سے افسوس ہوگا اور لوگوں کو تمہاری طرف سے افسوس ہوگا اور تم کو صرف قسم پوری کرنے کے لیے دوزخ کی آگ چھوئے گی۔ (حلیۃ الاولیاء' ج ۱ ص ۳۳۰ طبع قدیم' حلیۃ الاولیاء: ۱۱۶۷-۱۱۶۶ طبع جدید' سنن دارقطنی ج ۱ ص ۲۲۸ طبع قدیم' سنن دارقطنی: ۸۷۱ طبع جدید' المستدرک ج ۳ ص ۵۵۴ طبع قدیم' المستدرک: ۶۳۴۳ طبع جدید' تاریخ دمشق الکبیر: ۶۲۲۵-۶۲۲۴- ۶۲۲۳-۶۲۲۲ - ج ۳۰ ص ۱۲۵-۱۲۴' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۱ھ' سنن کبریٰ للبیہقی ج ۷ ص ۶۷' تلخیص الحبیر: ۱۸- ج ۱ ص ۴۳-۴۲' کنز العمال: ۳۷۲۴۴-۳۳۵۹۱' البدایہ والنہایہ ج ۶ ص ۹۹-۹۸' الطبع الجدید' ۱۴۱۸ھ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابن الزبیر سے فرمایا: تمہیں لوگوں کی طرف سے افسوس ہوگا اور لوگوں کو تمہاری طرف سے افسوس ہوگا' اس میں حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہ کی شہادت کی پیش گوئی ہے' حضرت ابن الزبیر نے ۶۳ھ میں مکہ میں اپنی حکومت قائم کر دی تھی' بنوامیہ کو اس پر افسوس ہوا' یزید نے محرم چونسٹھ ہجری میں ان کے خلاف لشکر بھیجا اور کعبہ پر سنگ باری کی گئی اور کعبہ کے پردوں کو جلایا گیا اور چودہ ربیع الاول ۶۴ھ کو یزید کے مرنے کے بعد یہ لشکر واپس آ گیا' پھر عبد الملک بن مروان نے اپنے دورِ حکومت میں حجاج بن یوسف کی کمان میں لشکر بھیجا' بالآخر سترہ جمادی الاولیٰ ۷۲ھ میں حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا اور حضرت ابن الزبیر اور بنوامیہ دونوں فریقوں کو ایک دوسرے سے افسوس ہوا اور یوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیش گوئی پوری ہو گئی۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابن الزبیر سے یہ جو فرمایا کہ تم کو صرف قسم پوری کرنے کے لیے دوزخ کی آگ چھوئے گی' اس میں ان آیتوں کی طرف اشارہ ہے:

وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا ○ ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّنَذَرُ الظّٰلِمِيْنَ فِيْهَا جِثِيًّا ○ (مریم: ۷۲-۷۱)

اور بے شک تم سے ہر شخص ضرور دوزخ پر وارد ہوگا' یہ آپ کے رب کے نزدیک قطعی فیصلہ کیا ہوا ہے ○ پھر ہم متقین کو دوزخ سے نکال لیں گے اور ظالموں کو اس میں گھٹنوں کے بل چھوڑ دیں گے ○

اس آیت کی تفسیر میں جمہور مفسرین کا مختار یہ ہے کہ مسلمانوں کو صرف اللہ تعالیٰ کی اس قسم کو پورا کرنے کے لیے دوزخ میں داخل کیا جائے گا اور پھر ان کو نکال لیا جائے گا اور دوزخ مسلمانوں پر ٹھنڈی ہوگی اور کافروں کو جلا رہی ہوگی' اور اس میں حکمت یہ ہے کہ کافروں کو دوہرا عذاب ہو' ایک عذاب ان کو اپنے جلنے کا ہوگا اور دوسرا عذاب یہ ہوگا کہ ان کے مخالف مسلمان اسی دوزخ سے گزر رہے ہیں اور ان کو عذاب نہیں ہو رہا' حسب ذیل احادیث اس تفسیر پر دلیل ہیں:

حضرت یعلیٰ بن منبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن دوزخ مومن سے کہے گی:

جزیا مومن فقد اطفأ نورك لهبی.

اے مومن! (جلدی سے) گزر جا کیونکہ تیرے نور نے میرے شعلہ کو بجھادیا ہے۔

(المعجم الکبیر ج ۲۲ ص ۲۵۸' حافظ الہیثمی نے کہا: اس کی سند میں سلیم بن منصور بن عمار ضعیف راوی ہیں' مجمع الزوائد: ۱۸۴۴۶)

حضرت ابوسمیہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اس آیت میں "ورود" کا معنی دخول ہے' پس ہر نیک اور بدشخص دوزخ میں داخل ہوگا اور مؤمنوں پر دوزخ اس طرح ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جائے گی جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام پر آگ ٹھنڈی ہوگئی تھی' پھر ہم متقین کو دوزخ سے نکال لیں گے اور ظالموں کو اس میں گھٹنوں کے بل چھوڑ دیں گے۔ (مسند احمد ج ۳ ص ۱۵۹' حافظ الہیثمی نے کہا: اس حدیث کے راوی ثقہ ہیں۔ مجمع الزوائد: ۱۸۴۴۷)

اس کی پوری بحث تبیان القرآن جلد سابع میں مریم: ۷۲-۷۱ کی تفسیر میں ملاحظہ فرمائیں۔

حافظ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ کا قول ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیشاب اور آپ کے تمام فضلات طاہر ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۱۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ سید ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

بعض ائمہ شافعیہ نے یہ تصریح کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیشاب اور آپ کے تمام فضلات طاہر ہیں' اور یہی امام ابوحنیفہ کا قول ہے۔ (رد المحتار ج ۱ ص ۳۵۳' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

ہم نے اس سے پہلے علامہ عینی کی یہ عبارت نقل کی ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک آپ کے فضلات طاہر ہیں' لیکن حیرت ہے کہ شیخ انور شاہ کشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ نے لکھا ہے: مجھے عینی میں یہ عبارت نہیں ملی۔ (فیض الباری ج ۱ ص ۲۵۱' مطبع حجازی' قاہرہ)

اسی طرح شیخ کشمیری کے شاگرد سید احمد رضا بجنوری لکھتے ہیں:

فرمایا: یہ مسئلہ تو سب کتابوں میں پایا جاتا ہے' مگر خود ائمہ مذاہب سے نقول نہیں ملتیں' البتہ "مواہب" میں امام ابوحنیفہ سے ایک قول نقل ہوا ہے' جو عینی کے حوالے سے ہے' مگر مجھے ابھی تک عینی میں وہ عبارت نہیں ملی ہے۔

(انوار الباری ج ۶ ص ۳۵۰' ادارہ تالیفات اشرفیہ' ملتان)

... - وَسُؤْرِ الْكِلَابِ وَمَمَرِّهَا فِي الْمَسْجِدِ

کتوں کا جھوٹا اور ان کا مسجد میں گزرنا

اس کا عطف بھی عنوان پر ہے' اس باب کے دو جز ہیں' یعنی جس پانی سے انسان کا بال دھویا گیا ہو اس کا حکم اور کتے کے جھوٹے پانی اور ان کے مسجد میں گزرنے کا حکم۔

امام بخاری فرماتے ہیں:

وَقَالَ الزُّهْرِيُّ إِذَا وَلَغَ الْكَلْبُ فِي إِنَاءٍ لَيْسَ لَهُ وَضُوءٌ غَيْرُهُ يَتَوَضَّأُ بِهِ. وَقَالَ سُفْيَانُ هٰذَا الْفِقْهُ بِعَيْنِهِ يَقُولُ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿فَلَمْ تَجِدُوْا مَاءً فَتَيَمَّمُوْا﴾ (النساء: ٤٣). وَهٰذَا مَاءٌ. وَفِي النَّفْسِ مِنْهُ شَيْءٌ. يَتَوَضَّأُ

اور زہری نے کہا: جب کتا کسی برتن میں منہ ڈال دے اور انسان کے پاس کوئی اور پانی نہ ہو' جس سے وہ وضوء کرے تو وہ اس پانی سے وضوء کرے' سفیان نے کہا: یہ بعینہٖ فقہ ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "پس تم پانی نہ پاؤ تو تیمم کرو" (النساء: ۴۳) اور یہ پانی

وَيَتَيَمَّمُ. ہے اور اس سے دل میں کچھ تردد ہے تو اس پانی سے وضوء کرے اور تیمم کرے۔

یہاں سفیان سے مراد سفیان ثوری ہے انہوں نے کہا: جب کتے کے جھوٹے کے سوا اور کوئی پانی نہ ہو تو اس سے وضوء کرے اور چونکہ دل میں اس سے کچھ تردد ہے تو اس کے بعد تیمم بھی کرے۔

١٧٠- حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ، عَنْ عَاصِمٍ، عَنِ ابْنِ سِيرِينَ قَالَ قُلْتُ لِعَبِيدَةَ عِنْدَنَا مِنْ شَعَرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَصَبْنَاهُ مِنْ قِبَلِ أَنَسٍ، أَوْ مِنْ قِبَلِ أَهْلِ أَنَسٍ، فَقَالَ لَأَنْ تَكُونَ عِنْدِي شَعَرَةٌ مِنْهُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مالک بن اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں اسرائیل نے حدیث بیان کی از عاصم از ابن سیرین انہوں نے کہا: میں نے عبیدہ سے کہا: ہمارے پاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک بال ہے جو ہمیں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یا حضرت انس کے گھر والوں کی طرف سے ملا تھا تو انہوں نے کہا: میرے پاس آپ کا ایک بال ہو یہ مجھے دنیا و مافیہا سے زیادہ محبوب ہے۔

اس حدیث کو صرف امام بخاری نے روایت کیا ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(١) مالک بن اسماعیل ابوغسان النہدی یہ حجت اور عابد تھے ان سے امام مسلم اور سنن اربعہ کے مصنفین نے روایت کی ہے ٢١٩ھ میں فوت ہو گئے تھے (٢) اسرائیل بن یونس ان کا تعارف ہو چکا ہے (٣) عاصم بن سلیمان البصری یہ ثقہ اور حافظ ہیں ١٤٢ھ میں فوت ہو گئے تھے (٤) محمد بن سیرین ان کا تعارف ہو چکا ہے (٥) عبیدہ بن عمرو السلمانی یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ایمان لے آئے تھے اور آپ سے ان کی ملاقات نہیں ہوئی ان سے بہت سے محدثین نے روایت کی ہے یہ ٧٢ھ میں فوت ہو گئے تھے۔

(عمدۃ القاری ج ٣ ص ٥٥)

امام بخاری نے اس باب کے دو عنوان قائم کیے تھے: ایک اس پانی کا حکم بیان کرنا جس سے انسان کے بال کو دھویا گیا ہو دوسرا کتے کے جھوٹے کا حکم بیان کرنا زہری کے قول سے انہوں نے کتے کے جھوٹے کا حکم بیان کیا اور حدیث: ١٧٠ سے انسان کے بال کا حکم بیان کیا۔

انسان کے سر سے بال الگ ہونے کے بعد ان کے طاہر ہونے پر دلائل

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی المتوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

المہلب نے کہا ہے کہ امام بخاری نے اس عنوان سے امام شافعی کے اس قول کو رد کرنے کا اشارہ کیا ہے کہ انسان کا بال جب اس کے جسم سے الگ ہو جائے تو وہ نجس ہو جاتا ہے اور اگر وہ پانی میں گر جائے تو وہ پانی بھی نجس ہو جاتا ہے پھر عطا کے قول اور حدیث: ١٧٠ سے یہ استدلال کیا کہ انسان کا بال طاہر ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بالوں کو بہ طور تبرک صحابہ میں تقسیم کیا اور اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جب انسان کے بال اور اس کے ناخن اس کے جسم سے الگ ہو جائیں تو وہ طاہر ہیں کیونکہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اپنی ٹوپی میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بال سی کر رکھا ہوا تھا جنگ یمامہ میں ان کے سر سے ٹوپی گر گئی تو ان کو بہت صدمہ ہوا اور انہوں نے عین حالت جنگ میں وہ ٹوپی اٹھائی ان کے اصحاب کو یہ بہت ناگوار ہوا کیونکہ اس وقفہ میں کئی مسلمان شہید ہو گئے حضرت

خالد نے کہا: میں نے اس ٹوپی کی قیمت کی وجہ سے اس کو نہیں اٹھایا' بلکہ میں نے اس وجہ سے اس ٹوپی کو اٹھایا ہے کہ مبادا یہ ٹوپی مشرکین کے ہاتھوں میں آ جائے اور اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بال مبارک ہو۔

(شرح ابن بطال ج ۱ ص ۲۶۹۔ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

١٧١- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ قَالَ اَخْبَرَنَا سَعِيدُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبَّادٌ، عَنِ ابْنِ عَوْنٍ، عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ، عَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا حَلَقَ رَاْسَهٗ، كَانَ اَبُوْ طَلْحَةَ اَوَّلَ مَنْ اَخَذَ مِنْ شَعَرِهٖ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبد الرحیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سعید بن سلیمان نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں عباد نے حدیث بیان کی' از ابن عون از ابن سیرین از حضرت انس رضی اللہ عنہ کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر منڈایا تو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ پہلے وہ شخص تھے' جنہوں نے آپ کے بال لیے۔

(صحیح مسلم: ۱۳۰۵' الرقم المسلسل: ۳۰۹۷۔ ۳۰۹۶' سنن ابوداؤد: ۱۹۸۲۔ ۱۹۸۱' سنن ترمذی: ۹۱۲' السنن الکبریٰ للنسائی: ۴۱۱۶' مسند الحمیدی: ۱۲۲۰' صحیح ابن خزیمہ: ۲۹۲۸' صحیح ابن حبان: ۳۸۷۹' سنن بیہقی ج ۱ ص ۲۵' مسند احمد ج ۱ ص ۱۱۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۲۰۹۲۔ ج ۱۹ ص ۱۴۴' مؤسسة الرسالة' بیروت)

اس حدیث میں انسان کے بال کے طاہر ہونے پر دوسری دلیل ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) محمد بن عبد الرحیم صاعقہ' ان کا تعارف ہو چکا ہے (۲) سعید بن سلیمان الضبی البزار الواسطی' ان سے امام بخاری اور امام ابوداؤد نے روایت کی ہے' انہوں نے ۶۰ حج کیے تھے' یہ ایک سو سال کی عمر گزار کر ۲۲۵ھ میں فوت ہو گئے (۳) عباد بن عوام الواسطی ابوسہل' یہ ثقہ اور صدوق تھے' امام احمد نے کہا: یہ مضطرب الحدیث تھے اور محمد بن سعد نے کہا: یہ متشیع تھے' ہارون نے ان کو گرفتار کر کے پھر رہا کر دیا تھا' یہ ۱۸۵ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) عبد اللہ بن عون' یہ تابعی تھے اور اپنے زمانہ میں سید القراء تھے' ان کا تعارف ہو چکا ہے (۵) محمد بن سیرین (۶) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ (۷) حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ' یہ حضرت اُم سلیم جو حضرت انس کی والدہ تھیں' ان کے خاوند تھے' حضرت ابوطلحہ کا نام زید بن سہل بن الاسود النجاری تھا' یہ بدر' احد اور تمام مشاہد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حاضر تھے' ۳۳ھ میں مدینہ میں فوت ہو گئے۔ حضرت عثمان بن عفان نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھی۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۵۵)

یہ انصار کے نقباء میں سے تھے' انہوں نے ۹۲' احادیث روایت کی ہیں' امام بخاری اور امام مسلم دو حدیثوں پر متفق ہیں' امام بخاری ایک حدیث کے ساتھ منفرد ہیں اور امام مسلم دوسری ایک حدیث کے ساتھ منفرد ہیں' حضرت انس بیان کرتے ہیں کہ جنگ حنین میں حضرت ابوطلحہ نے بیس کافروں کو قتل کیا تھا' جنگ احد میں وہ بہت بڑی آزمائش میں مبتلا ہوئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع کرتے ہوئے ان کا ایک ہاتھ شل ہو گیا تھا' حضرت انس نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد یہ چالیس سال زندہ رہے (اور جنگ جمل میں شہید کیے گئے۔ سعیدی غفرلہ)۔ (خلاصۃ تذہیب الکمال ج ۱ ص ۳۸۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

احباب کو عطیات عطاء کرنا اور دیگر مسائل

(۱) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب میں اپنے سر کے بال تقسیم کیے' اس سے معلوم ہوا کہ اپنے اصحاب کو عطیات دے کر انہیں خوش رکھنا چاہیے۔

(۲) جب اپنے اصحاب کو خوش کرنے کے لیے عطیات دیئے جائیں تو اس میں مساوات لازم نہیں ہے۔
(۳) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتداء کی وجہ سے سر کا منڈانا سنت یا مستحب ہے۔
(۴) حدیبیہ میں آپ کا سر خراش نے مونڈا تھا اور اس موقع پر معمر بن عبد اللہ نے آپ کا سر مونڈا تھا۔
(۵) اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک بالوں کی تعظیم ہے اور تبرک عطا کرنے کا جواز ہے۔
حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بال سے تبرک حاصل کرنے اور اس کو حفاظت سے رکھنے کا ثبوت ہے۔(فتح الباری ج ۱ ص ۲۷۱ دار المعرفہ بیروت)

باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم میں

باب مذکور کی یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۳۰۴۹۔ ج ۳ ص ۵۴۴ پر مذکور ہے اور اس کی شرح کے حسب ذیل عنوانات ہیں:
(۱) یوم نحر کو افعال حج کی ترتیب (۲) علماء احناف کی موافقت حدیث (۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موئے مبارک کی تعظیم اور تکریم (۴) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موئے مبارک سے تبرک کے ثبوت میں فقہاء اسلام کی عبارات (۵) موئے مبارک اور فضلات شریفہ کی طہارت اور بعض علماء کے تسامح اور علمی غلطیوں کا بیان (۶) فضلات شریفہ کی طہارت پر دلائل۔

۰۰۰- بَابُ اِذَا شَرِبَ الْکَلْبُ فِیْ اِنَاءِ اَحَدِکُمْ فَلْیَغْسِلْهُ سَبْعًا

جب تم میں سے کسی ایک کے برتن سے کتا پی لے تو وہ اس کو سات مرتبہ دھوئے

۱۷۲- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ یُوْسُفَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ اَبِی الزِّنَادِ، عَنِ الْاَعْرَجِ، عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا شَرِبَ الْکَلْبُ فِیْ اِنَاءِ اَحَدِکُمْ فَلْیَغْسِلْهُ سَبْعًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی از امام مالک از ابی الزناد از اعرج از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب کتا تم میں سے کسی ایک کے برتن سے (پانی) پی لے تو وہ اس کو سات مرتبہ دھوئے۔

(صحیح مسلم: ۲۷۹، الرقم المسلسل: ۶۳۲، سنن نسائی: ۶۳، السنن الکبریٰ للنسائی: ۶۵، سنن ابن ماجہ: ۳۶۳، موطأ امام مالک ج ۱ ص ۳۴، مسند الشافعی ج ۱ ص ۲۳، المنتقی: ۵۰، مسند ابوعوانہ ج ۱ ص ۲۰۷، سنن بیہقی ج ۱ ص ۲۴۰، شرح السنۃ: ۲۸۸، مسند احمد ج ۲ ص ۴۶۰ طبع قدیم، مسند احمد: ۹۹۲۹۔ ج ۱۶ ص ۲۳، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

باب کے عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں مذکور ہے: جس برتن میں کتا منہ ڈال دے اس کو سات مرتبہ دھویا جائے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں اور ان سب کا تعارف کیا جا چکا ہے۔

کتے کے جھوٹے کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال القرطبی المالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:
جس پانی کے برتن میں کتا منہ ڈال دے اس کے حکم میں علماء کا اختلاف ہے:

زہری، امام مالک اور امام اوزاعی کا یہ قول ہے کہ یہ پانی طاہر ہے اس سے وضوء اور غسل کرنا جائز ہے جب اس کے سوا کوئی اور پانی نہ ملے اور سفیان ثوری، ابن الماجشون اور امام مالک کے اصحاب میں سے ابن مسلمہ نے یہ کہا ہے کہ اس پانی سے وضوء بھی کرے اور تیمم بھی کرے انہوں نے اس پانی کو مشکوک قرار دیا ہے۔

امام ابوحنیفہ، ان کے اصحاب، لیث، امام شافعی اور ابوثور کا مذہب یہ ہے کہ جس پانی کے برتن میں کتا منہ ڈال دے وہ پانی نجس ہے۔ ابن القصار مالکی نے کہا کہ کتے کے جھوٹے کے پاک ہونے پر دلیل یہ ہے کہ آپ نے اس کے جھوٹے برتن کو سات مرتبہ دھونے کا حکم دیا ہے اور اگر اس میں نجاست ہوتی تو آپ اس کو ایک مرتبہ دھونے کا حکم دیتے کیونکہ نجاست کو دھونے میں عبادت یہ ہے کہ اس کو زائل کیا جائے نہ یہ کہ اس کو کئی مرتبہ دھویا جائے اور یہ جائز ہے کہ کسی پاک چیز کو کسی وجہ سے کئی مرتبہ دھویا جائے جیسے اعضاء وضوء کو دو دو مرتبہ اور تین تین مرتبہ دھویا جاتا ہے حالانکہ غرض ایک مرتبہ دھونے سے پوری ہو جاتی ہے اور امام مالک نے کہا ہے کہ جب کتا کھانے میں منہ ڈال دے تو وہ کھانا کھایا جائے گا اور حدیث پر عمل کرنے کے لیے اس برتن کو سات مرتبہ دھویا جائے گا۔

نیز ابن القصار مالکی نے کہا ہے کہ کتوں کے طاہر ہونے پر دلیل یہ ہے کہ شریعت میں یہ ثابت ہے کہ طاہر وہ چیز ہے جس سے نفع اٹھانے کو بغیر کسی ضرورت کے ہمارے لیے مباح کر دیا گیا ہو جب کہ اس سے نفع نہ اٹھانا بھی ہماری قدرت میں ہو اور نجس وہ چیز ہے جس سے نفع اٹھانے سے ہمیں منع کر دیا گیا ہو جب کہ اس سے نفع اٹھانا ہماری قدرت میں ہو اور اس پر دلائل قائم ہیں کہ بغیر کسی ضرورت کے کتوں سے نفع اٹھانا جائز ہے جیسے شکاری کتے ہیں اور کھیتوں اور مویشیوں کی حفاظت کے کتے ہیں اور کتے کے جھوٹے برتن کو سات مرتبہ دھونے کا حکم تغلیظاً ہے کیونکہ مہمانوں اور گزرنے والوں کے خوف کی وجہ سے انہیں کتوں کو رکھنے سے منع کیا گیا تھا۔ (شرح ابن بطال ج ۱ ص ۲۶۷۔ ۲۷۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

کتے کے جھوٹے کے متعلق فقہاء احناف کا مذہب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس باب کی حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ کتے نجس ہیں کیونکہ طہارت یا تو حدث سے حاصل ہوتی ہے یا نجس سے یہاں پر حدث تو ہے نہیں اس لیے یہ متعین ہو گیا کہ کتے کے منہ ڈالنے سے برتن نجس ہو جائے گا اسی لیے اس کو سات مرتبہ دھونے کا حکم دیا ہے کیونکہ کتا جب پانی کے برتن میں منہ ڈالے گا تو اس کا لعاب اس برتن میں لگے گا اور لعاب اس کے گوشت سے پیدا ہوتا ہے اور اس سے معلوم ہوا کہ اس کا گوشت نجس ہے اور اس کا جھوٹا بھی نجس ہے امام مالک اور امام بخاری جو کتے کو پاک کہتے ہیں ان کے نزدیک کتے کے جھوٹے برتن کو سات مرتبہ دھونے کا حکم تعبدی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۵۷ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

کتے کے منہ ڈالنے سے برتن کے نجس ہو جانے پر ہماری دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب کتا کسی برتن میں منہ ڈال دے تو اس کو پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس کو سات مرتبہ دھوئے اور پہلی بار مٹی سے دھوئے۔

(صحیح مسلم: ۲۷۹ الرقم المسلسل: ۶۳۹ سنن دار قطنی: ۱۸۱۔ ۱۸۰ ابن عدی فی الکامل ج ۳ ص ۸۸۲)

اس حدیث میں آپ نے کتے کے جھوٹے برتن کو پاک کرنے کا طریقہ بتایا ہے اس سے معلوم ہوا کہ کتے کا جھوٹا برتن نجس ہے اور اس کو سات مرتبہ دھونا تعبدی حکم نہیں ہے بلکہ حصول طہارت کا حکم ہے اور سات مرتبہ دھونا استحباب کے لیے ہے ورنہ طہارت تین مرتبہ دھونے سے بھی حاصل ہو جاتی ہے اس کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ نے فرمایا: جب کتا کسی برتن میں منہ ڈال دے تو اس چیز کو گرا دو اور اس برتن کو تین مرتبہ دھوؤ۔

(سنن دار قطنی: ۱۹۳۔ ۱۹۲ 'ابن عدی فی الکامل ج ۲ ص ۷۶۷ 'شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۲۴)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۵۵۸۔ ج ۱ ص ۹۵۷ پر مذکور ہے اس کی شرح کے حسب ذیل عنوانات ہیں:
(۱) کتے کے جھوٹے برتن کو پاک کرنے کے متعلق ائمہ ثلاثہ کا نظریہ (۲) کتے کے جھوٹے برتن کو پاک کرنے کے متعلق امام ابوحنیفہ کا نظریہ۔

۱۷۲- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ سَمِعْتُ أَبِي، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ رَجُلًا رَأَى كَلْبًا يَأْكُلُ الثَّرَى مِنَ الْعَطَشِ، فَأَخَذَ الرَّجُلُ خُفَّهُ فَجَعَلَ يَغْرِفُ لَهُ بِهِ حَتَّى أَرْوَاهُ، فَشَكَرَ اللّٰهُ لَهُ، فَأَدْخَلَهُ الْجَنَّةَ.

[اطراف الحدیث: ۲۳۶۳ـ۲۴۶۶ـ۶۰۰۹]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الصمد نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الرحمان بن عبد اللہ بن دینار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے اپنے والد سے سنا از ابی صالح از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم کہ ایک شخص نے دیکھا کہ ایک کتا پیاس کی وجہ سے کیچڑ کھا رہا تھا' پھر اس شخص نے اپنے موزہ کو پکڑا اور اس کتے کے لیے چلو میں پانی لیا' حتیٰ کہ (خوب پانی پلا کر) اس کتے کو سیراب کر دیا' اللہ تعالیٰ نے اس کے اس فعل کی قدر افزائی کی اور اس کو جنت میں داخل کر دیا۔

(صحیح مسلم: ۲۲۴۴' الرقم المسلسل: ۵۷۵۱' سنن ابوداؤد: ۲۵۵۰' الادب المفرد: ۳۷۸' صحیح ابن حبان: ۵۴۴' مسند الشہاب: ۱۱۳' سنن بیہقی ج ۴ ص ۱۸۶۔ ۱۸۵' مسند احمد ج ۲ ص ۳۷۵ طبع قدیم' مسند احمد ج ۱۴ ص ۲۶۱ ۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) اسحاق بن منصور الکوسج نیشاپوری' امام مسلم نے کہا: یہ ثقہ مامون ہیں' ائمہ میں سے ایک ہیں' ۲۵۱ ھ میں فوت ہو گئے تھے' ان سے امام بخاری' امام مسلم' امام ترمذی' امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے روایت کی ہے (۲) عبد الصمد بن عبد الوارث' ان کا تعارف ہو چکا ہے (۳) عبد الرحمان بن عبد اللہ بن دینار المدنی العدوی' یہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام تھے' ان میں کلام کیا گیا ہے لیکن یہ صدوق ہیں' ان سے امام بخاری نے روایت کی ہے' امام مسلم نے نہیں کی اور امام ابوداؤد' امام ترمذی اور امام نسائی نے روایت کی ہے (۴) ان کے والد عبد اللہ بن دینار' یہ بھی حضرت ابن عمر کے آزاد کردہ غلام تھے' یہ تابعی ہیں' یہ قوی نہیں ہیں (۵) ابوصالح الزیات ذکوان' ان کا تعارف ہو چکا ہے (۶) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۶۳۔ ۶۲)

اللہ تعالیٰ کے شکر کا معنی

اس حدیث میں مذکور ہے: اللہ تعالیٰ نے اس کا شکر کیا' شکر کا معنی ہے: احسان اور انعام کرنے والے نے جو نعمت عطا کی ہے' اس پر اس کی تعریف کرنا' اور یہاں اس سے مراد صرف تعریف اور تحسین ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے اس شخص کے اس نیک کام کو سراہا اور اس کی قدر افزائی کی' یا اس سے مراد ہے: اللہ تعالیٰ نے اس کو اس کے اس نیک کام کی جزا دی اور کسی کا شکر ادا کرنا بھی درحقیقت اس کی نیکی کی جزا دینا ہے۔ ایک سوال یہ ہے کہ یہ واقعہ کب ہوا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بنی اسرائیل کے زمانہ کا واقعہ ہے' اسی لیے اس شخص کا نام نہیں لیا گیا۔

اللہ تعالیٰ کی بے نیازی

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جانوروں کے ساتھ بھی نیکی کرنی چاہیے' اس شخص نے ایک کتے کے ساتھ نیکی کی' اللہ تعالیٰ نے اس کو جنت میں داخل کر دیا' ایک عورت نے ایک بلی کو باندھ کر رکھا' نہ اس کو کچھ کھانے کو دیا' نہ اس کو آزاد کیا کہ وہ باہر جا کر کچھ کھا لیتی' وہ بھوک سے مرگئی تو اللہ تعالیٰ نے اس عورت کو دوزخ میں داخل کر دیا۔ (صحیح مسلم: ۹۰۴) اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے' ایک کتے کو پانی پلانے پر جنت عطا کر دیتا ہے اور ایک بلی پر ظلم کرنے سے دوزخ میں ڈال دیتا ہے۔

حدیث مذکور سے کتے کی طہارت پر استدلال اور اس کا جواب

علامہ ابن بطال مالکی لکھتے ہیں کہ مہلب نے کہا ہے کہ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ کتے کا جھوٹا پاک ہے کیونکہ اس شخص نے اپنے موزہ میں پانی بھرا اور اس موزہ سے کتے کو پانی پلایا اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اس موزہ میں اس کتے کا جھوٹا پانی باقی رہا اور چونکہ اس حدیث میں اس موزہ کو دھونے کا ذکر نہیں ہے' اس سے معلوم ہوا کہ اس نے اس موزہ کو پہنا اور اس سے نماز پڑھی' پس معلوم ہوا کہ کتے کا جھوٹا پاک ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۱ ص ۲۶۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں یہ مذکور نہیں ہے کہ اس آدمی نے اپنے موزہ سے کتے کو پانی پلایا' حتیٰ کہ کتے کا منہ موزہ سے مس ہوا ہو' یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس نے چلو میں موزہ سے پانی لے کر اس چلو سے پانی کتے کے منہ میں ڈالا ہو اور اگر موزہ سے اس کا منہ لگا کر ہی پانی پلایا ہو تو بعد میں اس موزہ کو دھو لیا ہو اور حدیث میں دھونے کا ذکر نہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس نے دھویا نہ ہو کیونکہ کسی چیز کا ذکر نہ ہونا' اس چیز کے نہ ہونے کی دلیل نہیں ہے اور اگر بالفرض نہ دھویا ہو اور کتے کا جھوٹا پاک ہو' پھر بھی یہ پچھلی شریعت کا واقعہ ہے اور ہم پر حجت نہیں ہے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ لوگ جن جانوروں کے مالک ہوں' ان پر ان کو کھلانا اور پلانا واجب ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۳ ص ۶۴)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۵۷۴۳۔ ج ۶ ص ۶۲۲ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح میں صرف یہ لکھا ہے کہ جانوروں کے ساتھ نیکی کرنی چاہیے اور انہیں کھلانا پلانا چاہیے۔

۱۷۴- وَقَالَ اَحْمَدُ بْنُ شَبِيْبٍ حَدَّثَنَا اَبِيْ' عَنْ يُوْنُسَ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ حَمْزَةُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ' عَنْ اَبِيْهِ قَالَ كَانَتِ الْكِلَابُ تَبُوْلُ وَتُقْبِلُ وَتُدْبِرُ فِي الْمَسْجِدِ فِيْ زَمَانِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' فَلَمْ يَكُوْنُوْا يَرُشُّوْنَ شَيْئًا مِنْ ذٰلِكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: اور احمد بن شبیب نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی از یونس از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے حمزہ بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی از والد خود کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں مسجد میں کتے پیشاب کرتے تھے اور آتے جاتے رہتے تھے' پس وہ اس کی وجہ سے پانی نہیں ڈالتے تھے۔

(سنن ابوداؤد: ۳۸۲' صحیح ابن خزیمہ: ۳۰۰)

یہ وہ حدیث ہے' جس کو امام بخاری نے پہلے تعلیقاً ذکر کیا تھا اور اس حدیث سے اس پر استدلال کیا تھا کہ کتا پاک ہے اور اس کا جھوٹا پاک ہے اور اس کا مسجد سے گزرنا جائز ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) احمد بن شبیب بن سعید التمیمی البصری' یہ امام بخاری کے شیخ ہیں' انہوں نے اس حدیث کے علاوہ ان کی کوئی اور روایت ذکر

نہیں کی' یہ صدوق ہیں' امام نسائی نے ان کی روایت ذکر کی' یہ ٢٠٠ھ کے بعد مکہ میں فوت ہو گئے تھے (٢) ان کے والد شبیب مذکور' یہ یونس کے اصحاب میں سے تھے اور تجارت کے لیے مصر آتے جاتے رہتے تھے (٣) یونس بن زید ایلی (٤) ابن شہاب محمد بن مسلم الزہری' ان دونوں کا تعارف پہلے ہو چکا ہے (٥) حمزہ بن عبد اللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہم' ابو عمارہ القرشی العدوی المدنی التابعی' یہ ثقہ ہیں اور قلیل الحدیث ہیں (٦) ان کے والد حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ٣ ص ٦٤)

مسجد میں کتوں کے آنے جانے اور پیشاب کرنے کی توجیہ

چونکہ اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں کتے مسجد میں آتے جاتے تھے اور پیشاب بھی کرتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو مقرر رکھا اور مسجد کو دھونے کا حکم نہیں دیا' اس سے امام بخاری نے یہ استدلال کیا ہے کہ کتے پاک ہیں اور بہ ظاہر اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کتوں کا پیشاب بھی پاک ہو' لیکن یہ بہت بعید ہے' کتوں کے پیشاب کرنے سے مسجد کی زمین نجس ہو جاتی تھی اور اس کو دھونے کا حکم اس لیے نہیں دیا جاتا تھا کہ زمین خشک ہونے کے بعد پاک ہو جاتی ہے اور چونکہ شروع میں مسجد میں دروازے نہیں تھے' اس لیے کتے مسجد میں آتے جاتے تھے اور ظاہر ہے کہ کتے مسجد میں اسی وقت آتے جاتے ہوں گے' جب مسجد میں کوئی نمازی نہیں ہوتا ہوگا۔

کتوں کو طاہر کہنے والوں کا رد اور کتوں کے مسجد میں پیشاب کرنے کی مزید توجیہات

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ان لوگوں کی کوئی دلیل نہیں ہے جو کہتے ہیں: کتے طاہر ہیں اور ان کا پیشاب بھی طاہر ہے' کیونکہ اس پر اتفاق ہے کہ کتوں کا پیشاب نجس ہے' پہلے مسجد بند نہیں کی جاتی تھی اور کتے ان میں آتے جاتے تھے اور پیشاب بھی کرتے تھے' مگر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کے پیشاب کرنے کا علم نہیں تھا اور نہ آپ کے اصحاب کو اس کا علم تھا اور نہ راوی کو یہ علم تھا کہ کتوں نے کس جگہ پیشاب کیا ہے اور اگر اس کا علم ہوتا تو ضرور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس جگہ کو دھونے کا حکم دیتے' جیسا کہ آپ نے اعرابی کے پیشاب کرنے کے بعد اس جگہ کو دھونے کا حکم دیا تھا' یہ اس پر دلیل ہے کہ پیشاب جس کا بھی ہو' وہ نجس ہے۔

علامہ خطابی نے کہا ہے: اس حدیث کی یہ تاویل ہے کہ کتے مسجد میں پیشاب نہیں کرتے تھے' بلکہ مسجد کی ملحقہ جگہوں میں پیشاب کرتے تھے اور راستہ عبور کرنے کے لیے مسجد میں آتے جاتے تھے' کیونکہ یہ جائز نہیں ہے کہ کتوں کو رات میں مسجد میں آنے دیا جائے' حتیٰ کہ وہ پیشاب کر کے مسجد کو نجس کریں' ان کا مسجد میں آنا جانا نادر اوقات میں ہوتا تھا اور اس دور میں مسجد کے دروازے نہیں تھے' جس سے کتوں کے آنے میں رکاوٹ ہوتی۔ (معالم السنن للخطابی مختصر المنذری ج ١ ص ٢٢٦' دار المعرفۃ بیروت)

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ علامہ خطابی نے یہ تاویل فقہاء احناف کی مخالفت کی وجہ سے کی ہے' کیونکہ ہمارے اصحاب یہ کہتے ہیں کہ جب زمین پر کوئی نجاست لگ جائے اور وہ دھوپ سے خشک ہو جائے اور ہوا سے اس کے اثرات نکل جائیں تو وہ زمین نماز پڑھنے کے لیے پاک ہو جاتی ہے' اس میں امام شافعی' امام احمد اور امام زفر کا اختلاف ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ امام ابوداؤد نے اس حدیث کا یہ عنوان قائم کیا ہے: زمین کا خشک ہونے کے بعد پاک ہونا۔

(سنن ابوداؤد: ٣٨٣۔ ج ١ ص ١٥٧' دار الفکر' بیروت' ١٤١٦ھ)

نیز اس حدیث میں مذکور ہے کہ وہ اس پر پانی نہیں بہاتے تھے' یہ بھی اس کی دلیل ہے کہ ان کے نزدیک زمین خشک ہونے کے بعد پاک ہو جاتی ہے اور خطابی کی تاویل کے مردود ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ کتے مسجد میں پیشاب کرتے

تھے اور انہوں نے کہا تھا: کتے مسجد کی ملحقہ جگہ میں پیشاب کرتے تھے۔ اس حدیث کی سب سے عمدہ تاویل یہ ہے کہ یہ ابتداء اسلام کا واقعہ ہے' جب کہ ممانعت سے پہلے ہر چیز اصل میں مباح تھی' بعد میں مساجد کی تکریم کا اور ان کو پاک کرنے کا اور ان میں دروازے بنانے کا حکم دیا گیا۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ٦٦۔ ١٥' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

کتوں کی طہارت پر علامہ ابن بطال مالکی کے دلائل

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی القرطبی المتوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ہے کہ کتے مسجد میں آتے جاتے تھے اور وہ غالباً اپنی ناک بھی رگڑ تے ہوں گے اور پانی کو چاٹتے ہوں گے اور کھانے کا بچا کچھا بھی کھاتے ہوں گے' کیونکہ مسجد میں مسافر طلباء رہتے تھے اور وفود بھی آتے رہتے تھے اور مسجد اہل الصفہ کا مسکن تھا' اگر کتے نجس ہوتے تو ان کو مسجد میں داخل ہونے سے منع کر دیا جاتا' کیونکہ اس پر اتفاق ہے کہ نجاست کو مسجد سے دور رکھا جائے' قرآن مجید میں ہے:

اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا. (التوبۃ:٢٨)

مشرکین محض نجس ہیں' سو اس سال کے بعد وہ مسجد حرام کے قریب نہ آئیں'

حدیث میں ہے کہ کتے مسجد میں آتے جاتے تھے' اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کتے بار بار مسجد میں آتے جاتے تھے اور ان کو کوئی منع نہیں کرتا تھا' اس سے معلوم ہوا کہ کتے نجس نہیں ہیں۔ (شرح ابن بطال ج ١ ص ٢٧٦' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ھ)

علامہ ابن بطال مالکی کے دلائل کے جوابات

علامہ ابن بطال نے کتے کے پاک ہونے پر جو دلائل دیئے ہیں' وہ سب ان کے گمان اور اندازوں پر مبنی ہیں' ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ کتوں کا آنا اسی وقت ہو سکتا تھا جب مسجد خالی ہو' نمازیوں کے ہوتے ہوئے کتے کیسے آ سکتے تھے' اس لیے کسی کے منع کرنے یا نہ کرنے کا کیا سوال تھا' نیز کتے کا صرف لعاب نجس ہے' اس کا جسم نجس نہیں ہے اور یہ کسی حدیث میں تصریح نہیں ہے کہ کتے کا لعاب مسجد میں لگا تھا' اور حدیث میں جو کتوں کے مسجد میں پیشاب کرنے کا ذکر ہے' اس کی توجیہ میں علامہ ابن بطال نے ایک لفظ بھی نہیں لکھا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ نے علامہ ابن بطال کا رد کرتے ہوئے لکھا ہے کہ علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ اصحاب صفہ مسجد میں کھاتے پیتے بھی تھے اور کتوں کی عادت ہے کہ وہ کھانے پینے کی چیزیں ڈھونڈ کر کھاتے ہیں اور جب کھائیں گے تو ان کا لعاب بھی گرے گا' اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے مسجد کی طہارت میں شک ہوگا اور پہلے مسجد کی طہارت کا یقین تھا اور یقین شک سے زائل نہیں ہوتا' نیز اس حدیث سے کتوں کے طاہر ہونے پر استدلال کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ اس حدیث میں کتوں کے پیشاب کرنے کا بھی ذکر ہے اور کتوں کے پیشاب کی نجاست پر اتفاق ہے' لہٰذا اس حدیث سے کتوں کے طاہر ہونے پر استدلال کرنا درست نہیں ہے' پھر اس پر یہ اعتراض کیا کہ بعض کے نزدیک کتوں کا کھانا جائز ہے' لہٰذا ان کے نزدیک کتوں کا پیشاب پاک ہوگا اور ابن وہب مالکی نے کہا ہے کہ آدمی کے سوا تمام حیوانات کا پیشاب پاک ہے۔ (فتح الباری ج ١ ص ٦١٧' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

ہم اس سے پہلے حدیث: ١٥٦ کی شرح میں ''المدونۃ الکبریٰ'' ج ١ ص ٢٠ کے حوالے سے لکھ چکے ہیں کہ امام مالک کے نزدیک تمام جانوروں کا پیشاب پاک ہے اور بہ ظاہر امام بخاری کا بھی یہی موقف ہے کہ کتے کا پیشاب پاک ہے' اس لیے انہوں نے اس حدیث کو روایت کیا اور اس کے خلاف انہوں نے کوئی تبصرہ نہیں کیا اور نہ کتوں کے مسجد میں پیشاب کرنے کی کوئی تاویل کی' اسی وجہ

سے اس حدیث کی شرح میں علامہ عینی نے فرمایا: امام بخاری نے اس حدیث سے کتے کے پیشاب کی طہارت پر استدلال کیا ہے۔(عمدۃ القاری ج ۳ ص ٦۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ١٤٢١ھ)

١٧٥- حَدَّثَنِي حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ ابْنِ أَبِي السَّفَرِ، عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِذَا أَرْسَلْتَ كَلْبَكَ الْمُعَلَّمَ فَقَتَلَ فَكُلْ، وَإِذَا أَكَلَ فَلَا تَأْكُلْ، فَإِنَّمَا أَمْسَكَ عَلٰى نَفْسِهِ. قُلْتُ أُرْسِلُ كَلْبِي فَأَجِدُ مَعَهُ كَلْبًا آخَرَ؟ قَالَ فَلَا تَأْكُلْ، فَإِنَّمَا سَمَّيْتَ عَلٰى كَلْبِكَ وَلَمْ تُسَمِّ عَلٰى كَلْبٍ آخَرَ.

[اطراف الحدیث: ٢٠٥٤-٥٤٧٥-٥٤٧٦-٥٤٧٧-٥٤٨٣-٥٤٨٤-٥٤٨٥-٥٤٨٦-٥٤٨٧-٧٣٩٧]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے حفص بن عمر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابن ابی السفر از شعبی از حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ انہوں نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تو آپ نے فرمایا: جب تم نے اپنا سدھایا ہوا کتا چھوڑا اور اس نے (شکار) کو قتل کر دیا تو تم کھالو اور جب اس نے (اس میں سے کچھ) کھالیا تو تم اس کو مت کھاؤ کیونکہ اس کتے نے اس کو اپنے لیے شکار کیا ہے میں نے کہا: میں اپنا کتا چھوڑتا ہوں پھر میں اس کے ساتھ ایک دوسرا کتا پاتا ہوں آپ نے فرمایا: پھر تم مت کھاؤ کیونکہ تم نے اپنے کتے پر بسم اللہ پڑھی ہے اور تم نے دوسرے کتے پر بسم اللہ نہیں پڑھی۔

(صحیح مسلم: ١٩٢٩، الرقم المسلسل: ٤٨٨٨، سنن ابوداؤد: ٢٨٤٧، سنن ترمذی: ١٤٦٥، سنن نسائی: ٤٢٧٨، سنن ابن ماجہ: ٣٢١٥، السنن الکبریٰ: ٤٧٧٥، المنتقیٰ: ٩١٤، مسند ابوعوانہ ج ۵ ص ١٢٨، المعجم الکبیر: ١٤٣ - ج ١٧، سنن بیہقی ج ٩ ص ٢٣٦، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ٣٧٥، سنن دارمی: ٢٠٠٣، مسند الحمیدی: ٩١٣، الاستذکار: ٢١٨٥٥، مسند احمد ج ٤ ص ٢٥٦ طبع قدیم، مسند احمد: ١٨٢٤٥ - ج ٣٠ ص ١٧٨، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث سے امام بخاری نے اپنے مؤقف پر استدلال کیا ہے کہ کتے کا جھوٹا پاک ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(١) حفص بن عمر (٢) شعبہ بن الحجاج (٣) ابن ابی السفر الکوفی (٤) الشعبی ان کا نام عامر ہے ان کا تعارف ہو چکا ہے (۵) حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ یہ ٩ھ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ٦٦ احادیث روایت کی ہیں امام بخاری اور مسلم ان میں سے تین حدیثوں پر متفق ہیں اور امام مسلم دو حدیثوں کے ساتھ منفرد ہیں یہ مختار کے زمانہ میں کوفہ آئے تھے اس وقت ان کی عمر ١٢٠ سال تھی اور ١٠٠ھ میں قرقیسیا میں فوت ہو گئے ابو حاتم السجستانی نے لکھا ہے کہ حضرت عدی بن حاتم کی عمر ١٨٠ سال تھی۔ (عمدۃ القاری ج ٣ ص ٦٦)

حدیث مذکور سے امام مالک کا کتے کے جھوٹے کی طہارت پر استدلال اور اس کا جواب

اس حدیث میں مذکور ہے کہ سدھائے ہوئے کتے کا کیا ہوا شکار جائز ہے حالانکہ وہ شکار کو منہ سے پکڑ کر لاتا ہے اور اس سے اس کے منہ کا لعاب بھی شکار پر لگتا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ شکار کو دھو کر کھانا اس سے معلوم ہوا کہ کتے کا جھوٹا پاک ہے اسی وجہ سے امام مالک نے کہا کہ اگر کتے کا لعاب نجس ہے تو شکاری کتے کا کیا ہوا شکار کھانا کیسے جائز ہوگا؟ الاسماعیلی نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ اس حدیث میں یہ بتایا گیا ہے کہ سدھائے ہوئے کتے کا شکار کرنا ذکاۃ اور ذبح کے قائم مقام ہے اور اس میں اس کی نجاست کا ثبوت ہے نہ نفی ہے اور اس کے لعاب کے نجس ہونے کی دلیل یہ ہے کہ آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ شکار کے خون کو دھو لینا کیونکہ جب وہ اپنی کچلیوں سے شکار کو زخمی کرے گا تو اس کا خون تو نکلے گا لیکن چونکہ مسلمانوں میں یہ مقرر اور معروف تھا کہ خون نجس

ہے اور اس کو دھویا جاتا ہے' اس لیے خون دھونے کو آپ نے ان کے عرف کی طرف مفوض کر دیا اسی طرح آپ نے کتے کے لعاب کے دھونے کو بھی ان کے عرف کی طرف مفوض کر دیا کیونکہ مسلمانوں کے نزدیک یہ مقرر اور معروف تھا کہ کتے کا جھوٹا نجس ہے اور آپ نے اس کے جھوٹے برتن کو پاک کرنے کے لیے سات مرتبہ دھونے کا حکم دیا ہے۔

(فتح الباری ج ۱ ص ۷۱۷-۷۱۶' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

شکار کرنے کے بعض احکام

اس حدیث میں یہ فرمایا ہے کہ تم نے اپنے کتے پر بسم اللہ پڑھی ہے' اس سے یہ معلوم ہوا کہ شکاری کتے کے شکار کے حلال ہونے کی شرط یہ ہے کہ بسم اللہ پڑھ کر شکاری کتے کو شکار پر چھوڑا جائے' دوسری شرط یہ ہے کہ وہ کتا سدھایا ہوا ہو' تیسری شرط یہ ہے کہ کتا شکار کو اپنے مالک کے لیے رکھے اور خود اس میں سے نہ کھائے۔

کھانے کی ضرورت اور دیگر فوائد اور ضروریات کے لیے شکار کرنا جائز ہے اور محض شغل اور کھیل کود کی وجہ سے شکار کرنا حرام ہے۔

٣٤- بَابُ مَنْ لَمْ يَرَ الْوُضُوْءَ إِلَّا مِنَ الْمَخْرَجَيْنِ الْقُبُلِ وَالدُّبُرِ

جس کے نزدیک صرف پیشاب اور پاخانے کے راستہ سے کسی چیز کے نکلنے سے وضوء ٹوٹتا ہے

امام بخاری فرماتے ہیں:

لِقَوْلِهِ تَعَالٰى ﴿أَوْ جَآءَ أَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ﴾ (النساء: ٤٣). وَقَالَ عَطَاءٌ. فِيمَنْ يَخْرُجُ مِنْ دُبُرِهِ الدُّوْدُ' أَوْ مِنْ ذَكَرِهِ نَحْوُ الْقَمْلَةِ. يُعِيْدُ الْوُضُوْءَ.

کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "یا تم میں سے کوئی شخص بیت الخلاء سے آئے" (النساء: ۴۳' المائدہ: ۶) اور عطاء نے کہا: جس شخص کی سرین سے کیڑا نکل آئے یا اس کے آلہ سے جوں کی مثل کوئی چیز نکل آئے' وہ وضوء دہرائے۔

یہ حدیث مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۴ ۔ ج ۱ ص ۴۳ پر مذکور ہے۔

وَقَالَ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ إِذَا ضَحِكَ فِي الصَّلٰوةِ أَعَادَ الصَّلٰوةَ وَلَمْ يُعِدِ الْوُضُوْءَ.

اور حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما نے کہا: جب کوئی شخص نماز میں ہنسے تو وہ نماز کو دہرائے اور وضوء کو نہ دہرائے۔

اس معلق حدیث کو امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ نے روایت کیا ہے' جو درج ذیل ہے:

حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہما سے سوال کیا گیا: ایک شخص نماز میں ہنستا ہے؟ انہوں نے کہا: وہ نماز دہرائے اور وضوء نہ دہرائے۔ (معرفۃ السنن والآثار ج ۱ ص ۲۴۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۲ھ)

امام مالک اور امام شافعی کا مذہب ہے کہ ہنسنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے اور وضوء نہیں ٹوٹتا اور امام ابوحنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ نماز میں قہقہہ مار کر ہنسنے سے نماز اور وضوء دونوں ٹوٹ جاتے ہیں اور صرف ہنسنے سے نماز ٹوٹتی ہے' وضوء نہیں ٹوٹتا اور صرف تبسم سے وضوء ٹوٹتا ہے نہ نماز' قہقہہ وہ ہے کہ نمازی خود بھی اس کی آواز سنے اور اس کے ساتھ کھڑا ہوا شخص بھی سنے اور ہنسی وہ ہے کہ وہ خود اس کی آواز سنے' دوسرا نہ سنے اور تبسم وہ ہے جس میں بالکل آواز نہ نکلے' امام اعظم ابوحنیفہ کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت معبد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نماز پڑھ رہے تھے' اس وقت ایک نابینا نماز پڑھنے آیا' وہ ایک گڑھے میں گر گیا تو نمازی ہنسنے لگے' حتیٰ کہ انہوں نے قہقہہ لگایا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے بعد مڑ کر فرمایا: تم میں سے جو قہقہہ مار کر ہنسا ہے' وہ وضوء اور نماز

وہرائے۔(سنن دار قطنی: ۱:۶۱۱ التحقیق لابن الجوزی: ۲۳۹ الخلافیات للبیہقی ج ۱ ص ۳۸۲)

وَقَالَ الْحَسَنُ اِنْ اَخَذَ مِنْ شَعْرِهٖ اَوْ اَظْفَارِهٖ اَوْ خَلَعَ خُفَّيْهِ فَلَا وُضُوْءَ عَلَيْهِ.

اور الحسن (البصری) نے کہا: اگر اس نے اپنا بال توڑا یا ناخن تراشے یا موزے اتارے تو اس پر وضو نہیں ہے۔

پہلی تعلیق ''مصنف ابن ابی شیبہ'': ۱۷۵۔ج ۱ ص ۵۵ پر ہے' اور دوسری تعلیق ''مصنف ابن ابی شیبہ'' میں ہے۔(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۹۶۸) امام شافعی نے کہا ہے کہ اگر اس نے اپنا بال توڑا یا ناخن تراشا تو اس پر وضوء کرنا واجب ہے اور ہمارے اصحاب حنفیہ نے کہا ہے کہ اگر اس نے وضوء کے بعد اپنا سر منڈوایا' یا مونچھیں تراشیں یا ناخن تراشے یا ایک موزہ برہنہ کیا اس پر دوبارہ وضو نہیں ہے اور اگر اس نے دونوں موزے اتار دیئے تو امام احمد اور امام شافعی کا قول قدیم یہ ہے کہ وہ دوبارہ وضوء کرے گا' امام مالک نے کہا: وہ اس کی تلافی میں دونوں پیر دھوئے گا' ورنہ دوبارہ وضوء کرے گا' امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب نے کہا: جب وہ وضوء کا ارادہ کرے گا تو دونوں پیر دھوئے گا' یہی امام شافعی کا قول جدید ہے۔(عمدۃ القاری ج ۳ ص ۷۳)

وَقَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ لَا وُضُوْءَ اِلَّا مِنْ حَدَثٍ.

اور حضرت ابو ہریرہ نے کہا: وضوء صرف حدث سے واجب ہوتا ہے۔

یہ حدیث ''مسند احمد'' ج ۲ ص ۴۱۰ میں ہے' علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ وضوء صرف پیشاب اور پاخانے کی جگہ سے کسی چیز کے نکلنے سے واجب ہوتا ہے' لیکن حدیث کے الفاظ عام ہیں' جو نیند' بے ہوشی' جنون اور کسی جگہ سے خون نکلنے کو بھی شامل ہیں۔

وَيُذْكَرُ عَنْ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ فِيْ غَزْوَةِ ذَاتِ الرِّقَاعِ' فَرُمِيَ رَجُلٌ بِسَهْمٍ' فَنَزَفَهُ الدَّمُ' فَرَكَعَ وَسَجَدَ وَمَضٰى فِيْ صَلَاتِهٖ.

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا جاتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ ذات الرقاع میں تھے تو ایک شخص کو تیر مارا گیا' جس سے اس کا خون جاری ہو گیا' وہ رکوع اور سجود کرتا رہا اور نماز پڑھتا رہا۔

یہ مکمل حدیث کا ایک قطعہ ہے' مکمل حدیث اس طرح ہے:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوۂ ذات الرقاع میں گئے تو ایک شخص نے کسی مشرک کی عورت کو قتل کر دیا تو اس مشرک نے قسم کھائی کہ وہ اس وقت تک نہیں رکے گا حتیٰ کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں خون نہ بہا لے' وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نشانات پر چلتا ہوا نکلا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جگہ قیام کیا' آپ نے فرمایا: ہماری کون حفاظت کرے گا؟ مہاجرین میں سے ایک شخص اور انصار میں سے ایک شخص نے کہا: ہم حاضر ہیں! آپ نے فرمایا: تم گھاٹی کے منہ پر پہرا دینا' جب وہ دونوں شخص گھاٹی کے منہ پر گئے تو مہاجر لیٹ گیا اور انصاری کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگا اور وہ مشرک بھی پہنچ گیا' جب اس نے ایک شخص کو دیکھا تو وہ سمجھ گیا کہ وہ قوم کا پہرہ دار ہے' اس نے اپنا تیر نکالا اور کمان میں رکھ کر تیر چھوڑ دیا' حتیٰ کہ اس نے تین تیر مارے اور وہ انصاری رکوع اور سجود کرتا رہا' پھر اس کا مہاجر ساتھی بیدار ہوا' جب مشرک نے یہ دیکھا کہ یہ لوگ خبردار ہو گئے ہیں تو وہ بھاگ گیا' اور جب مہاجر نے انصاری کے جسم سے خون بہتے ہوئے دیکھا تو کہا: سبحان اللہ! تم کو جب پہلا تیر لگا تو تم نے مجھے کیوں نہیں جگایا؟ انصاری نے کہا: میں جو سورت پڑھ رہا تھا' میں نے اس کو منقطع کرنا پسند نہیں کیا۔(سنن ابوداؤد: ۱۹۸)

امام شافعی نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ پاخانے اور پیشاب کے راستوں کے علاوہ جسم کے کسی حصہ سے خون نکلے تو اس سے وضوء نہیں ٹوٹتا' ورنہ اس انصاری کو جب پہلا تیر لگا تھا تو وہ اسی وقت نماز توڑ دیتا اور اس کے بعد وہ بے وضو نماز پڑھتا نہ رہتا' ہم اس حدیث کے جواب میں یہ کہتے ہیں کہ اس حدیث سے استدلال اس وقت صحیح ہوتا' جب وہ انصاری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

سامنے یہ واقعہ بیان کرتا اور آپ اس کو نماز دہرانے کا حکم نہ دیتے' دوسرا جواب یہ ہے کہ جب اس کو تین بار مسلسل تیر لگے اور خون بہتا رہا تو لازماً اس کے کپڑوں پر بھی خون لگا ہوگا اور خون امام شافعی کے نزدیک بھی نجس ہے تو اس کے کپڑے نجس ہو گئے اور نجس کپڑوں کے ساتھ نماز نہیں ہوتی' اس وقت اگر نماز میں محو ہونے کی وجہ سے اس کی توجہ جسم سے خون نکلنے اور کپڑوں کے خون آلودہ اور نجس ہونے کی طرف نہیں ہوئی تو بعد میں اس نے نماز دہرائی ہوگی یا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے یہ واقعہ بیان کیا ہوگا تو آپ نے نماز دہرانے کا حکم دیا ہوگا۔

اور خون نکلنے سے وضوء کے ٹوٹنے پر ہماری دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت فاطمہ بنت ابی حبیش رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئیں اور کہا: یارسول اللہ! میں ایک ایسی عورت ہوں کہ مجھے استحاضہ آتا رہتا ہے اور میں پاک نہیں ہوتی' کیا میں نماز چھوڑ دوں؟ آپ نے فرمایا: یہ خون کسی رگ سے آتا ہے اور یہ حیض نہیں ہے' پس جب حیض آئے تو تم نماز چھوڑ دو اور جب حیض ختم ہو جائے تو تم خون صاف کر کے دھولو' ہشام نے کہا: میرے والد نے بیان کیا' آپ نے فرمایا: تم ہر نماز کے لیے وضوء کرو حتیٰ کہ (دوسری نماز کا) وقت آ جائے۔ (صحیح البخاری: ۳۰۶) ہر نماز کے لیے وضوء کرو' حتیٰ کہ اس نماز کا وقت آ جائے' یہ الفاظ امام ترمذی کی روایت میں ہیں۔ (سنن ترمذی: ۱۲۵)

خون نکلنے سے وضوء ٹوٹنے کے ثبوت میں علامہ بدرالدین عینی حنفی نے اس حدیث کو بڑے طمطراق سے پیش کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۷۶-۷۵) لیکن میرے نزدیک اس حدیث سے وضوء ٹوٹنے پر استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ استحاضہ کا خون اگرچہ رگ سے نکلتا ہے لیکن اس کا خروج پیشاب کے راستہ سے ہوتا ہے اور امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ پاخانے اور پیشاب کے راستوں کے علاوہ جسم کے کسی حصہ سے خون نکلے تو اس سے وضوء نہیں ٹوٹتا اور استحاضہ کا خون پیشاب کے راستہ سے نکلتا ہے' اس لیے یہ حدیث ان کے خلاف حجت نہیں ہے۔

ہاں نکسیر آنے سے جو خون نکلتا ہے' اس سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے اور یہ حدیث امام شافعی کے خلاف حجت ہوگی:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو (نماز میں) قے آ جائے یا نکسیر آ جائے یا اس کے پیٹ سے کوئی چیز نکل کر منہ تک آ جائے یا اس کو مذی آ جائے تو وہ مڑ کر واپس جائے' پس وضوء کرے اور اسی نماز پر بناء کرے اور اس دوران میں کلام نہ کرے۔ (سنن ابن ماجہ: ۱۲۲۱)

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو جب (نماز میں) نکسیر آ جاتی تو وہ نماز سے مڑ کر واپس جاتے' پس وضوء کرتے' پھر واپس آ کر اسی نماز پر بناء کرتے اور (اس دوران) کلام نہیں کرتے تھے۔ (موطأ امام مالک: ۸۱' دارالمعرفہ بیروت' ۱۴۲۰ھ)

امام مالک' یزید بن عبداللہ بن قسیط اللیثی سے روایت کرتے ہیں' انہوں نے دیکھا کہ سعید بن مسیب کو نماز پڑھتے ہوئے نکسیر آ گئی' وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں آئے' ان کے پاس پانی لایا گیا' انہوں نے وضوء کیا' پھر واپس آ کر اسی نماز پر بناء کی۔ (موطأ امام مالک: ۸۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صریح ارشاد اور صحابہ کے تعامل سے ثابت ہے کہ اگر نماز کے دوران نکسیر آ جائے یعنی ناک سے خون نکل آئے تو وضوء ٹوٹ جاتا ہے اور دوبارہ وضوء کر کے اسی نماز پر بناء کی جاتی ہے۔

فقہاء تابعین کا بھی یہی موقف ہے:

ابراہیم نے کہا: جب خون بہ جائے تو وضوء ٹوٹ جائے گا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۴۵۸)

حسن بصری کے نزدیک صرف بہنے والے خون سے وضوء ٹوٹتا تھا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ:۱۴۵۹)
عطاء نے کہا: جب ناک سے خون نکل کر ظاہر ہو جائے تو اس سے وضوء واجب ہو جاتا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ:۱۴۶۲)

وَقَالَ الْحَسَنُ مَازَالَ الْمُسْلِمُوْنَ يُصَلُّوْنَ فِيْ جِرَاحَاتِهِمْ. اور حسن بصری نے کہا: اور مسلمان ہمیشہ اپنے زخموں میں نماز پڑھتے رہے ہیں۔

حسن بصری کے اس قول کا یہ مطلب نہیں ہے کہ مسلمانوں کے زخموں سے خون بہتا رہتا تھا اور وہ نماز پڑھتے رہتے تھے' کیونکہ ہم ابھی "مصنف ابن ابی شیبہ":۱۴۵۹ سے نقل کر چکے ہیں کہ حسن بصری کے نزدیک بہنے والے خون سے وضوء ٹوٹ جاتا تھا بلکہ ان کے قول کا مطلب یہ ہے کہ مسلمان زخمی ہونے کے بعد نماز ترک نہیں کرتے بلکہ زخموں کی دوا دارو اور مرہم پٹی کرنے کے بعد نماز پڑھتے رہتے تھے۔

وَقَالَ طَاوُسٌ، وَمُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ، وَعَطَاءٌ، وَاَهْلُ الْحِجَازِ لَيْسَ فِي الدَّمِ وُضُوْءٌ. اور طاؤس اور محمد بن علی اور عطاء اور اہل حجاز نے کہا: خون نکلنے میں وضوء نہیں ہے۔

ان فقہاء تابعین کے قول کا بھی یہی مطلب ہے کہ صرف خون کے ظہور سے وضوء واجب نہیں ہوتا' بلکہ خون کے بہنے سے وضوء واجب ہوتا ہے کیونکہ ان میں سے عطاء نے یہ کہا ہے کہ جب ناک سے خون نکل کر ظاہر ہو جائے تو اس سے وضوء واجب ہو جاتا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ:۱۴۶۲) البتہ طاؤس کے نزدیک بہنے والے خون سے بھی وضوء نہیں ٹوٹتا تھا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ:۱۴۶۳۔۱۴۷۰)
لیکن یہ ان کی اجتہادی غلطی ہے۔

وَعَصَرَ ابْنُ عُمَرَ بَثْرَةً، فَخَرَجَ مِنْهَا الدَّمُ وَلَمْ يَتَوَضَّأْ. اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی پھنسی کو دبایا تو اس سے خون نکلا اور انہوں نے وضوء نہیں کیا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اثر فقہاء احناف کے خلاف نہیں ہے' کیونکہ فقہاء احناف کہتے ہیں کہ جو خون نکل کر بہے اور اس جگہ تک پہنچے' جس کا دھونا ضروری ہے' اس سے وضوء ٹوٹتا ہے اور کسی پھنسی یا زخم کو دبا کر خون نکالنے سے وضوء نہیں ٹوٹتا۔

وَبَزَقَ ابْنُ اَبِيْ اَوْفٰى دَمًا فَمَضٰى فِيْ صَلَاتِهٖ. اور حضرت ابن ابی اوفی نے خون تھوکا تو وہ نماز پڑھتے رہے۔

حضرت ابن ابی اوفی کا نام عبد اللہ ہے اور ابو اوفی کا نام علقمہ بن الحارث ہے' حضرت ابن ابی اوفی صحابی ابن صحابی ہیں' یہ بیعت رضوان اور بعد کے تمام مشاہد میں حاضر ہوئے تھے' یہ کوفہ میں فوت ہونے والے صحابہ میں آخری تھے' ان کی بینائی جاتی رہی تھی' یہ ان صحابہ میں سے ایک ہیں جن کی امام ابوحنیفہ نے زیارت کی ہے اور ان سے حدیث روایت کی ہے اور متعصب منکرین جو اس کا انکار کرتے ہیں' ان کے قول کی طرف التفات نہ کیا جائے' کیونکہ اس وقت حضرت امام ابوحنیفہ کی عمر سات سال تھی کیونکہ صحیح یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ کی ولادت ۸۰ھ میں ہوئی ہے اور یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک صحابی ان کے شہر میں مقیم ہوں اور انہوں نے ان کی زیارت نہ کی ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۷۸۔۷۷)

حضرت ابن ابی اوفی نے جو خون تھوکا تھا' اس میں یہ وضاحت نہیں ہے کہ وہ خون معدہ سے آیا تھا یا دانتوں سے' اگر معدہ سے خون آیا ہو تو اس سے وضوء نہیں ٹوٹتا اور اگر دانتوں سے خون آیا ہو اور خون مغلوب ہو' پھر بھی وضوء نہیں ٹوٹتا اور خون غالب ہو تو پھر وضوء ٹوٹ جاتا ہے' لیکن یہ متعین نہیں ہے۔

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ وَالْحَسَنُ فِيمَنْ يَحْتَجِمُ لَيْسَ عَلَيْهِ إِلَّا غَسْلُ مَحَاجِمِهِ.

اور حضرت ابن عمر اور حسن بصری نے کہا: جو شخص فصد لگوائے اس پر صرف یہ واجب ہے کہ وہ فصد کی جگہ کو دھولے۔

فقہاء احناف کی طرف سے اس اثر کا یہ جواب ہے کہ جو خون نکالا گیا ہو اس سے وضوء نہیں ٹوٹتا' دوسرا جواب یہ ہے کہ فصد لگوانے سے فوراً وضوء کرنا تو لازم نہیں ہے' وضوء کرنا تو اس وقت لازم ہوگا' جب وہ فصد لگوانے کے بعد نماز پڑھیں گے اور اس حدیث میں اس کا ذکر نہیں ہے' علاوہ ازیں بہت سی احادیث سے ثابت ہے کہ خون نکلنے سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے' ان میں سے بعض ہم پہلے بیان کر چکے ہیں اور بعض یہ ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کسی شخص کی نماز میں نکسیر آ جائے تو وہ نماز سے مڑ کر جائے' خون کو دھوئے' پھر اپنے وضوء کو دہرائے اور دوبارہ نماز پڑھے۔

(سنن دارقطنی: ۵۵۱' المعجم الکبیر: ۱۱۳۷۴' الکامل بن عدی ج ۳ ص ۲۵۴)

ابن جریج اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس کے پیٹ سے طعام اس کے منہ تک پہنچا' یا جس نے قے کی یا جس کو نکسیر آئی' وہ مڑ کر جائے' پس وضوء کرے اور اپنی نماز پوری کرے۔

(سنن دارقطنی: ۵۵۷' دار المعرفۃ بیروت' ۱۴۲۲ھ)

ابن جریج اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کو نماز میں نکسیر آئے یا اس کے پیٹ سے طعام اس کے منہ تک آ جائے تو وہ واپس جائے' پس وضوء کرے اور لوٹ کر آئے' پھر نماز میں جہاں سے گیا تھا' وہاں سے نماز پوری کرے' جب تک کہ اس نے کلام نہ کیا ہو' اس حدیث کی مثل ابن ابی ملیکہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے۔

(سنن دارقطنی: ۵۶۰' دار المعرفۃ بیروت' ۱۴۲۲ھ)

سنن دارقطنی: ۵۶۲ میں ابن جریج کے والد سے' سنن دارقطنی: ۵۶۴ اور ۵۶۵ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نکسیر آنے کی صورت میں دوبارہ وضوء کرنے کا حکم دیا۔

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے دیکھا' میری ناک سے خون بہ رہا تھا' آپ نے فرمایا: نیا وضوء کرو۔ (سنن دارقطنی: ۵۶۶' دار المعرفۃ بیروت)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایک قطرہ یا دو قطروں سے وضوء نہیں ہے' مگر یہ کہ بہنے والا خون ہو۔ (سنن دارقطنی: ۵۷۱' دار المعرفۃ بیروت)

اس کے علاوہ سنن دارقطنی: ۵۷۲' سنن دارقطنی: ۵۷۳' میں بھی خون نکلنے سے وضوء کرنے کے متعلق احادیث ہیں' ان میں سے بعض احادیث کے بعض رجال پر امام دارقطنی نے جرح بھی کی ہے' لیکن اولاً تو ہم نے ان احادیث اور آثار کو صحیح السند احادیث کی تائید میں ذکر کیا ہے' ثانیاً یہ اتنی کثیر تعداد میں احادیث ہیں کہ ان کے مجموعہ کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا' ثالثاً ان احادیث کو امام دارقطنی کے علاوہ دوسرے مصنفین نے بھی اپنی کتب میں روایت کیا ہے اور ان کثیر احادیث اور آثار سے یہ مسئلہ آفتاب سے زیادہ روشن ہو گیا کہ انسان کے بدن سے خون نکلے اور بہ جائے تو اس کا وضوء ٹوٹ جاتا ہے اور یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور ان کے اصحاب کا مسلک ہے۔ وللہ الحمد

١٧٦- حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم بن ابی ایاس نے

أَبِي ذِئْبٍ عَنْ سَعِيدِ الْمَقْبُرِيِّ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَزَالُ الْعَبْدُ فِي صَلوٰةٍ ، مَا كَانَ فِي الْمَسْجِدِ يَنْتَظِرُ الصَّلوٰةَ ، مَالَمْ يُحْدِثْ ، فَقَالَ رَجُلٌ أَعْجَمِيٌّ مَا الْحَدَثُ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ ؟ قَالَ الصَّوْتُ يَعْنِي الضَّرْطَةَ.

حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی ذئب نے حدیث بیان کی از سعید المقبری از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بندہ کا اس وقت تک نماز میں شمار ہوتا ہے جب تک وہ مسجد میں نماز کا انتظار کرتا رہے جب تک وہ حدث نہ کرے یعنی وہ وضوء نہ توڑے۔ ایک عجمی شخص نے پوچھا: اے ابو ہریرہ! حدث کیا ہے؟ انہوں نے کہا: آواز سے ہوا خارج کرنا۔

[اطراف الحدیث: ۴۷۷-۶۴۷-۶۵۹-۳۲۲۹]

(سنن ابوداؤد: ۴۶۹ سنن ترمذی: ۳۳۰ سنن نسائی: ۷۳۲ سنن ابن ماجہ: ۷۹۲ مسند ابوعوانہ ج ۲ ص ۲۲ صحیح ابن حبان: ۱۷۵۳ سنن بیہقی ج ۲ ص ۱۸۵ مسند احمد ج ۲ ص ۴۸۶ طبع قدیم مسند احمد: ۱۰۳۰۸ ج ۱۶ ص ۲۰۸ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس باب کا عنوان تھا: جس کے نزدیک صرف پیشاب اور پاخانے کے راستہ سے کسی چیز کے نکلنے سے وضوء ٹوٹتا ہے اور آواز کے ساتھ جو ہوا خارج ہوتی ہے وہ بھی پاخانے کے راستہ سے خارج ہوتی ہے اور اس سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے اس طرح یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

اس حدیث کے تمام رجال کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

حدیث مذکور کے مسائل

اس حدیث میں ارشاد ہے کہ بندہ کا اس وقت تک نماز میں شمار ہوتا ہے جب تک وہ مسجد میں نماز کا انتظار کرتا ہے اس میں نماز کا انتظار کرنے کی فضیلت ہے کیونکہ عبادت کا انتظار کرنا بھی عبادت ہے۔

اس حدیث پر یہ اعتراض ہے کہ جب اس عجمی شخص نے پوچھا: حدث کیا ہے؟ تو حضرت ابو ہریرہ نے کہا: آواز سے ہوا خارج کرنا حالانکہ بغیر آواز کے ہوا خارج کرنا بھی حدث ہے اور حدث کی اور بھی کئی صورتیں ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا یہ خیال تھا کہ سائل اسی خاص صورت کا حکم جاننا چاہتا ہے۔

۱۷۷- حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيمٍ عَنْ عَمِّهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَنْصَرِفُ حَتَّى يَسْمَعَ صَوْتًا أَوْ يَجِدَ رِيحًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الولید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن عیینہ نے حدیث بیان کی از الزہری از عباد بن تمیم از عم خود از نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا: اس وقت تک نماز سے مڑ کر نہ جائے جب تک کہ آواز نہ سنے یا بدبو نہ محسوس کرے۔

اس حدیث کی بھی باب کے عنوان سے مطابقت اسی طریقہ سے ہے جس طریقہ سے ہم نے اس سے پہلی حدیث کی مطابقت بیان کی ہے۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح کے لیے صحیح البخاری: ۱۳۷ کو ملاحظہ فرمائیں۔

۱۷۸- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ ، عَنِ الْأَعْمَشِ ، عَنْ مُنْذِرٍ أَبِي يَعْلَى الثَّوْرِيِّ ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَنَفِيَّةِ قَالَ قَالَ عَلِيٌّ كُنْتُ رَجُلًا مَذَّاءً ،

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از الاعمش از منذر ابو یعلی الثوری از محمد بن الحنفیہ وہ بیان کرتے ہیں

فَاسْتَحْيَيْتُ اَنْ اَسْاَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، فَاَمَرْتُ الْمِقْدَادَ بْنَ الْاَسْوَدِ فَسَاَلَهُ ، فَقَالَ فِيْهِ الْوُضُوْءُ . وَرَوَاهُ شُعْبَةُ عَنِ الْاَعْمَشِ.

کہ حضرت علی رضی اللہ نے کہا: میں ایسا شخص تھا' جسے مذی بہت آتی تھی' پس مجھے حیاء آئی کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق سوال کروں تو میں نے المقداد بن الاسود سے کہا کہ وہ آپ سے سوال کریں تو آپ نے فرمایا: اس میں وضوء ہے۔اس حدیث کو شعبہ نے بھی الاعمش سے روایت کیا ہے۔

اس سے پہلی دو حدیثوں میں پاخانے کے راستے سے کسی چیز کے خارج ہونے کا ذکر تھا' جس سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے اور اس حدیث میں پیشاب کے راستہ سے کسی چیز کے خارج ہونے کا ذکر ہے' جس سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے اور باب کے عنوان میں ذکر تھا کہ جس راستہ سے بھی کوئی چیز خارج ہو اس سے وضوء ٹوٹ جائے گا۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح کے لیے صحیح البخاری: ۱۳۲ ملاحظہ فرمائیں۔

۱۷۹- حَدَّثَنَا سَعْدُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ ، عَنْ يَحْيٰى ، عَنْ اَبِىْ سَلَمَةَ اَنَّ عَطَاءَ بْنَ يَسَارٍ اَخْبَرَهُ اَنَّ زَيْدَ بْنَ خَالِدٍ اَخْبَرَهُ اَنَّهُ سَاَلَ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قُلْتُ اَرَاَيْتَ اِذَا جَامَعَ فَلَمْ يُمْنِ؟ قَالَ عُثْمَانُ يَتَوَضَّاُ كَمَا يَتَوَضَّاُ لِلصَّلٰوةِ ، وَيَغْسِلُ ذَكَرَهُ. قَالَ عُثْمَانُ سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَسَاَلْتُ عَنْ ذٰلِكَ عَلِيًّا ، وَالزُّبَيْرَ ، وَطَلْحَةَ ، وَاُبَىَّ بْنَ كَعْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ فَاَمَرُوْهُ بِذٰلِكَ.

[طرف الحدیث: ۲۹۲] (صحیح مسلم: ۳۴۷' الرقم المسلسل: ۷۶۵' صحیح ابن خزیمہ: ۲۲۴' صحیح ابن حبان: ۱۲۷۰' سنن بیہقی ج ۱ ص ۱۶۴' شرح معانی الآثار: ۲۹۳۔ج ۱ ص ۶۸' مسند احمد ج ۱ ص ۶۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۴۴۸۔ج ۱ ص ۵۰۰' مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعد بن حفص نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شیبان نے حدیث بیان کی از یحییٰ از ابی سلمہ کہ عطاء بن یسار نے ان کو خبر دی کہ زید بن خالد نے ان کو خبر دی کہ انہوں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ سے یہ سوال کیا: میں نے کہا: یہ بتایئے کہ جب کوئی شخص جماع کرے اور اس کی منی نہ نکلے (تو کیا حکم ہے؟)' حضرت عثمان نے کہا: وہ اس طرح وضوء کرے' جس طرح نماز کے لیے وضوء کرتا ہے اور اپنے آلہ کو دھولے' حضرت عثمان نے کہا: میں نے یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے' (زید بن خالد نے کہا:) پھر میں نے حضرت علی' حضرت زبیر' حضرت طلحہ اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہم سے اس کا سوال کیا تو ان سب نے مجھے اسی طرح کرنے کا حکم دیا۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مناسبت اس وجہ سے ہے کہ اس حدیث میں آلہ سے منی نہ نکلنے کا ذکر ہے' جب کہ عادۃً ایسی صورت میں منی نکل آتی ہے اور باب کے عنوان میں یہی ذکر تھا کہ دو راستوں میں سے کسی ایک راستہ سے کوئی چیز نکل آئے تو وضوء ٹوٹ جاتا ہے اور یہاں مناسبت اس راستہ سے کوئی چیز نہ نکلنے میں ہے اور اس سے بھی وضوء ٹوٹ جاتا ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

اس حدیث میں کل گیارہ رجال ہیں' پانچ حدیث کے راوی ہیں:

(۱) سعد بن حفص کوفی (۲) شیبان بن عبد الرحمان النحوی (۳) یحییٰ بن ابی کثیر بصری تابعی (۴) ابو سلمہ عبد اللہ بن عبد الرحمان تابعی (۵) عطاء بن ابی یسار المدنی' ان سب کا تعارف ہو چکا ہے۔

ان کے بعد چھ مشہور صحابہ کا ذکر ہے' جن کا تعارف پہلے ہو چکا ہے: (۱) حضرت زید بن خالد الجہنی (۲) حضرت عثمان بن عفان

(۳) حضرت علی (۴) حضرت زبیر (۵) حضرت طلحہ (۶) حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہم۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۸۲)

اس حدیث میں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی سے جماع کرے اور انزال ہونے سے پہلے اپنا آلہ باہر نکال لے تو اس پر واجب ہے کہ وہ اپنے آلہ کو دھوئے اور وضوء کرے اور اس پر غسل واجب نہیں ہے' لیکن "کتاب الغسل" کے آخر میں آئے گا کہ یہ حکم بعد میں منسوخ ہو گیا اور اس پر غسل کرنا فرض ہے۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۲۰۷' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

✽ اس باب کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۶۸۸۔ ج ۱ ص ۱۰۳۶ پر ہے۔ وہاں اس کی شرح میں غسل جنابت کے سبب پر بحث کی گئی ہے۔

۱۸۰- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ هُوَ ابْنُ مَنْصُوْرٍ قَالَ اَخْبَرَنَا النَّضْرُ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ ذَكْوَانَ اَبِيْ صَالِحٍ، عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْسَلَ اِلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ، فَجَاءَ وَرَاْسُهُ يَقْطُرُ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَلَّنَا اَعْجَلْنَاكَ؟ فَقَالَ نَعَمْ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اُعْجِلْتَ اَوْ قُحِطْتَ فَعَلَيْكَ الْوُضُوْءُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی' جو ابن منصور ہیں' انہوں نے کہا: ہمیں النضر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از حکم از ذکوان ابی صالح' از حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کے ایک شخص کو بلایا' وہ اس حال میں آیا کہ اس کے سر سے پانی کے قطرے گر رہے تھے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شاید ہم نے تم کو جلدی بلالیا' اس نے کہا: جی ہاں! تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم کو جلدی بلالیا جائے یا تمہاری منی نہ نکلی ہو (انزال نہ ہوا ہو) تو پھر تم پر وضوء لازم ہے۔

تَابَعَهُ وَهْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ. قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ وَلَمْ يَقُلْ غُنْدَرٌ وَيَحْيٰى عَنْ شُعْبَةَ، الْوُضُوْءُ.

اس حدیث میں النضر کی وہب نے متابعت کی ہے' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' امام ابوعبداللہ بخاری نے کہا: غندر اور یحییٰ نے شعبہ کی روایت سے وضوء کا لفظ نہیں کہا۔

(صحیح مسلم: ۳۴۵' الرقم المسلسل: ۷۶۳' سنن ابن ماجہ: ۶۰۶' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۸۹' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۲۱۸۵' مسند ابوعوانہ ج ۱ ص ۲۸۶' شرح معانی الآثار: ۶۹' صحیح ابن حبان: ۱۱۷۱' سنن بیہقی ج ۱ ص ۱۶۵' مسند احمد ج ۳ ص ۲۱ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۱۱۶۲۔ ج ۱۷ ص ۲۵۳' مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت بھی حدیث سابق کی مثل ہے کیونکہ باب کا عنوان تھا کہ دو راستوں میں سے کسی ایک راستہ سے کسی چیز کا نکلنا' اور جب جماع کیا جائے اور انزال سے پہلے آلہ کو نکال لیا جائے تو منی تو نہیں نکلتی لیکن مذی وغیرہ نکلتی ہے' اس لیے اس حدیث میں اس صورت میں وضوء کو واجب فرمایا ہے' لیکن جیسا کہ ہم نے حدیث: ۱۷۹ میں لکھا تھا کہ یہ حدیث منسوخ ہے اور اس صورت میں غسل واجب ہو جاتا ہے' جس کو ہم ابھی ان شاء اللہ تفصیل سے بیان کریں گے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) اسحاق بن منصور بن بہرام (۲) النضر بن شمیل ابوالحسن المازنی البصری (۳) شعبہ بن الحجاج (۴) الحکم بن عتیبہ (۵) ابوصالح ذکوان الزیات (۶) حضرت ابوسعید الخدری سعد بن مالک الانصاری رضی اللہ عنہ' ان سب کا تعارف ہو چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۰۱)

قرائن اور قیافہ سے کوئی حکم لگانا

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس انصاری کو دیکھ کر فرمایا: شاید ہم نے تم کو جلدی بلا لیا' یعنی تم انزال سے پہلے اپنی بیوی سے الگ ہو گئے اور غسل کر کے فوراً آ گئے' اس حدیث میں قرائن اور قیافہ سے کوئی خبر دینے کا ثبوت ہے' کیونکہ اس انصاری نے جب آنے میں اتنی دیر کر دی' جتنی دیر میں غسل کیا جا سکتا ہے اور جب وہ آیا تو اس کے سر سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے' حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بلانے پر صحابہ اتنی دیر نہیں کرتے تھے تو آپ نے ان قرائن سے سمجھا کہ وہ اپنی بیوی سے جماع میں مشغول تھا۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ انسان کو ہمیشہ طہارت پر رہنا چاہیے کیونکہ آپ نے اس صحابی کو اس پر ملامت نہیں کی کہ اس نے غسل کرنے کی وجہ سے آنے میں دیر کیوں لگائی۔

اس حدیث میں فرمایا ہے: جب تمہیں انزال نہ ہوا ہو تو پھر تم پر وضوء کرنا لازم ہے یعنی غسل کی ضرورت نہیں ہے' قاضی عیاض نے کہا ہے کہ صحابہ کے اختلاف کے بعد صرف الاعمش اور داؤد ظاہری کا یہ مؤقف ہے' ورنہ سب کے نزدیک یہ حکم منسوخ ہو چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۸۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

جماع کے دوران انزال سے پہلے الگ ہونے پر صرف وضوء کرنے کا منسوخ ہونا اور وجوبِ غسل کے متعلق احادیث

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا گیا: ایک شخص جماع کرتا ہے اور اس کو انزال نہیں ہوا' حضرت عائشہ نے کہا: میں نے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس طرح کیا' پھر ہم دونوں نے اس جماع کے سبب سے غسل کیا۔

(سنن ترمذی: ۱۰۸' سنن ابن ماجہ: ۶۰۸' مسند احمد ج ۶ ص ۱۳۵۔ ۱۱۲۔ ۱۱۰۔ ۶۸۔ ۴۷' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۸۵' سنن بیہقی ج ۱ ص ۱۶۴)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: (جب مرد عورت کی) چار شاخوں کے درمیان بیٹھ گیا' پھر اس کو تھکا دیا تو غسل واجب ہو گیا۔ مسلم کی ایک روایت میں ہے: خواہ انزال نہ ہو۔ (صحیح البخاری: ۲۹۱' صحیح مسلم: ۳۴۸' سنن نسائی: ۱۹۱' سنن ابن ماجہ: ۶۱۰' امام ابوداؤد کی روایت میں یہ اضافہ ہے: ختنہ کی جگہ کو ختنہ کی جگہ کے ساتھ چپکا دیا تو تحقیق یہ ہے کہ غسل واجب ہو گیا۔ سنن ابوداؤد: ۲۱۶' مسند احمد ج ۲ ص ۴۷۔ ۹۷۔ ۱۱۲۔ ۱۲۳۔ ۱۳۵۔ ۱۶۱۔ ۲۲۷۔ ۲۳۹۔ ۶۲۵' موطأ امام مالک: ۱۰۶۔ ۱۰۷۔ ۱۰۸۔ ۱۱۰)

محمود بن لبید انصاری نے حضرت زید بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ سے سوال کیا: ایک شخص اپنی بیوی سے جماع کرے' پھر اس کو تھکا دے اور اس کو انزال نہ ہو؟ حضرت زید نے کہا: وہ غسل کرے گا' محمود نے کہا: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ یہ کہتے تھے کہ وہ غسل نہیں کرے گا' حضرت زید بن ثابت نے ان سے کہا: بے شک حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے موت سے پہلے اس قول سے رجوع کر لیا تھا۔ (موطأ امام مالک: ۱۰۹' معرفۃ السنن والآثار: ۲۴۷)

سعید بن مسیب بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اصحاب میں یہ بحث ہوئی کہ جب دو ختنے کی جگہیں مل جائیں تو آیا غسل واجب ہوگا یا نہیں؟ حضرت ابو موسیٰ نے کہا: میں ابھی تمہارے پاس اس کا جواب لاتا ہوں' وہ اٹھے اور میں بھی ان کے پیچھے گیا' حتیٰ کہ وہ حضرت عائشہ کے پاس آئے اور کہا: اے ام المؤمنین! میں آپ سے ایک چیز کا سوال کرنا چاہتا ہوں اور مجھے سوال کرنے سے حیاء آ رہی ہے' حضرت عائشہ نے فرمایا: سوال کرو' میں تمہاری ماں ہوں! حضرت ابو موسیٰ نے کہا: جب دو ختنے کی جگہیں مل جائیں تو کیا غسل واجب ہوتا ہے؟ حضرت عائشہ نے کہا: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ختنہ کی جگہ' میری ختنہ کی جگہ سے مل جاتی تھی تو آپ غسل کرتے تھے۔ (معرفۃ السنن والآثار: ۲۵۰' سنن بیہقی ج ۱ ص ۱۶۴' شرح معانی الآثار: ۳۰۷' نخب الافکار فی تنقیح مبانی الاخبار ج ۱ ص ۳۴۶۔ ۳۴۵)

ایک روایت میں ہے: حضرت ابوموسیٰ نے کہا: آپ کے بعد میں یہ مسئلہ کسی اور سے دریافت نہیں کروں گا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا کہ ایک آدمی اپنی بیوی سے جماع کرتا ہے پھر اس کو تھکا دیتا ہے کیا اس کے اوپر غسل ہے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیٹھی ہوئی تھیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں یہ کام کرتا ہوں' میں اور یہ' پھر ہم غسل کرتے ہیں۔ (صحیح مسلم: ٣٥٠' شرح معانی الآثار: ٣٠٩)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب مرد عورت کی چار شاخوں کے درمیان بیٹھ جائے اور اپنے آپ کو تھکائے تو اس پر غسل واجب ہو گیا' خواہ انزال ہو یا نہ ہو۔ (مسند احمد ج ٢ ص ٣٤٧ طبع قدیم' مسند احمد: ٨٥٤٧۔ ج ١٤ ص ٢٤٠' شرح معانی الآثار: ٣١١' سنن دار قطنی ج ١ ص ١١٣۔ ١١٢' سنن بیہقی ج ١ ص ١٦٣' مسند ابوعوانہ ج ١ ص ٢٨٨۔ ٢٨٧)

ان احادیث اور آثار سے یہ واضح ہو گیا کہ جب مرد اپنی عورت سے جماع کرے اور انزال سے پہلے الگ ہو جائے تو مرد اور عورت دونوں پر غسل واجب ہو جاتا ہے اور صرف وضوء کرنے کا حکم منسوخ ہو چکا ہے اور حضرت ابی بن کعب جنہوں نے وضوء کرنے کی حدیث روایت کی تھی' انہوں نے موت سے پہلے اس مسئلہ سے رجوع کر لیا تھا۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ٦٨٦۔ ج ١ ص ١٠٣٦ پر ہے' وہاں اس کی شرح کا عنوان ہے: غسل جنابت کا سبب۔

٣٥- بَابُ الرَّجُلِ يُوَضِّيءُ صَاحِبَهُ — ایک شخص اپنے صاحب (آقا) کو وضوء کرائے

باب سابق اور اس باب میں یہ مناسبت ہے کہ دونوں باب احکام پر مشتمل ہیں۔

١٨١- حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ قَالَ اَخْبَرَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ عَنْ يَحْيٰى عَنْ مُوْسَى ابْنِ عُقْبَةَ عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا اَفَاضَ مِنْ عَرَفَةَ عَدَلَ اِلَى الشِّعْبِ فَقَضٰى حَاجَتَهُ. قَالَ اُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ فَجَعَلْتُ اَصُبُّ عَلَيْهِ وَيَتَوَضَّأُ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَتُصَلِّيْ؟ فَقَالَ الْمُصَلّٰى اَمَامَكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن سلام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن ہارون نے حدیث بیان کی از یحییٰ از موسیٰ بن عقبہ از کریب' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام از حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وقوف عرفات کر کے روانہ ہوئے تو آپ ایک گھاٹی میں مڑ گئے' پس آپ نے قضاء حاجت کی' حضرت اسامہ بن زید نے کہا: میں آپ کے اوپر پانی ڈال رہا تھا اور آپ وضوء کر رہے تھے' پس میں نے کہا: یارسول اللہ! کیا آپ نماز پڑھیں گے؟ آپ نے فرمایا: نماز پڑھنے کی جگہ تمہارے آگے ہے۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح' صحیح البخاری: ١٣٩ میں مطالعہ فرمائیں۔

حدیث: ١٣٩ میں اس کا عنوان تھا: مکمل وضو کرنا' کیونکہ وہاں مذکور تھا کہ آپ نے المزدلفہ میں جا کر مکمل وضوء کیا اور اس حدیث میں حضرت اسامہ کے وضوء کرانے کا ذکر ہے۔

١٨٢- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ سَعِيْدٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ سَعْدُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّ نَافِعَ بْنَ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ اَخْبَرَهُ اَنَّهُ سَمِعَ عُرْوَةَ بْنَ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ يُحَدِّثُ عَنِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن علی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوہاب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے یحییٰ بن سعید سے سنا' انہوں نے کہا: مجھے سعد بن ابراہیم نے خبر دی' بے شک ان کو نافع بن جبیر بن مطعم نے

الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ أَنَّهُ كَانَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ، وَأَنَّهُ ذَهَبَ لِحَاجَةٍ لَهُ، وَأَنَّ مُغِيرَةَ جَعَلَ يَصُبُّ الْمَاءَ عَلَيْهِ وَهُوَ يَتَوَضَّأُ، فَغَسَلَ وَجْهَهُ وَيَدَيْهِ، وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ، وَمَسَحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ.

[اطراف الحدیث: ٢٠٣-٢٠٦-٣٨٨-٤٤٢١-٥٧٩٨]

خبر دی کہ انہوں نے عروہ بن المغیرہ بن شعبہ سے سنا' وہ حضرت المغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کرتے ہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے اور بے شک آپ قضاء حاجت کے لیے گئے اور حضرت مغیرہ آپ کے اوپر پانی ڈال رہے تھے اور آپ وضوء کر رہے تھے' سو آپ نے اپنا چہرہ اور اپنے دونوں ہاتھوں کو دھویا اور اپنے سر کا مسح کیا اور اپنے موزوں پر مسح کیا۔

(صحیح مسلم: ٢٧٤' الرقم المسلسل: ٦١٥' سنن ابوداؤد: ١٩١-١٤٩' سنن نسائی: ٨٢-٧٩' السنن الکبریٰ للنسائی: ١٦٥' سنن ابن ماجہ: ٥٤٥' معنف ابن ابی شیبہ ج ١ص ١٠٧-١٠٦' المعجم الکبیر: ٩٤٤-ج ٢٠' مسند ابوعوانہ ج ١ص ٢٥٧' مسند احمد ج ٤ص ٢٥٠ طبع قدیم' مسند احمد: ١٨١٩٠-ج ٣٠ص ١٢٦)

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت بالکل ظاہر ہے کیونکہ اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وضوء کرانے کا ذکر ہے۔

اس حدیث کے تمام رجال کا پہلے تذکرہ ہو چکا ہے۔

وضوء کرنے میں غیر سے مدد لینے کی اقسام اور اصاغر کا اکابر کی از خود خدمت کرنا

اس حدیث میں وضوء میں کسی کی مدد لینے کا ذکر ہے اور وضوء میں کسی کی استعانت لینے کی تین قسمیں ہیں: (١) کوئی شخص وضوء کرنے کے لیے صرف پانی لا کر رکھ دے' یہ بغیر کسی کراہت کے جائز ہے (٢) کوئی شخص وضوء کرنے والے کے اعضاء پر پانی ڈالے' یہ بھی بغیر کسی کراہت کے جائز ہے' کیونکہ حضرت مغیرہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعضاء پر پانی ڈالا' جیسا کہ اس حدیث میں ہے' بعض علماء نے اس کو مکروہ تنزیہی یا خلافِ اولیٰ کہا ہے' لیکن یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ مکروہ تنزیہی یا خلافِ اولیٰ اس وقت ہوتا' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس فعل سے منع کیا ہوتا اور علامہ ابن بطال نے نقل کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مکہ کے راستہ میں وضوء کرایا اور شعبہ نے از ابی بشر روایت کیا ہے کہ مجاہد حضرت ابن عمر پر پانی ڈال رہے تھے اور وہ اپنے پیر دھو رہے تھے اور سلف صالحین وضوء میں اس طرح کی استعانت لیتے تھے' حسن بصری نے کہا: میں نے دیکھا کہ عبد الرحمٰن بن ابزی اور الضحاک بن مزاحم حضرت امیر المؤمنین عثمان رضی اللہ عنہ پر لوٹے سے پانی ڈال رہے تھے اور وہ وضوء کر رہے تھے۔ (شرح ابن بطال ج ١ص ٢٨٦-٢٨٥)

تیسری صورت یہ ہے کہ کوئی شخص وضوء کرانے میں اعضاء پر پانی بھی ڈالے اور اپنے ہاتھوں سے اعضاء وضوء کو ملے بھی' یہ بیمار آدمی کے لیے عذر کی حالت میں بلا کراہت جائز ہے اور بغیر عذر کے مکروہ ہے۔

نیز اس حدیث میں سر پر مسح کرنے کا حکم ہے اور اس حدیث میں موزوں پر مسح کرنے کا ثبوت ہے' اس کی تفصیل ان شاء اللہ ''باب المسح علی الخفین'' میں آئے گی اور اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ چھوٹوں کو بڑوں کی خدمت کرنی چاہیے خواہ وہ اس کا حکم نہ دیں۔

٣٦- بَابُ قِرَاءَةِ الْقُرْآنِ بَعْدَ الْحَدَثِ وَغَيْرِهِ

حدث (وضوء ٹوٹنے) کے بعد قرآن مجید وغیرہ پڑھنا

قرآن مجید کے غیر سے مراد ہے اذکار و اوراد پڑھنا مثلاً یہ پڑھے: ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ أَحْيَا نَفْسِيْ بَعْدَ أَنْ أَمَاتَهَا وَإِلَيْهِ النُّشُوْرُ'' (سنن ترمذی: ٣٤١٧)' 'اللہ کی حمد ہے' جس نے مجھ پر موت ڈالنے کے بعد زندہ کیا اور اسی کی طرف دوبارہ اٹھنا ہے''۔ باب سابق میں مناسبت یہ ہے کہ باب سابق میں وضوء کرانے کا ذکر تھا اور اس باب میں وضوء کرتے کا ذکر ہے۔

وَقَالَ مَنْصُوْرٌ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ لَا بَأْسَ بِالْقِرَاءَةِ فِى الْحَمَّامِ وَبِكَتْبِ الرِّسَالَةِ عَلٰى غَيْرِ وُضُوْءٍ.

منصور نے ابراہیم سے روایت کی ہے کہ حمام میں قراءت کرنے سے اور بے وضوء رسالہ لکھنے سے کوئی حرج نہیں ہے۔

منصور سے مراد منصور بن المعتمر الکوفی ہیں' اور ابراہیم سے مراد ابراہیم بن یزید النخعی الکوفی ہیں' امام بخاری نے مکمل حدیث کا ایک ٹکڑا ذکر کیا ہے' مکمل حدیث اس طرح ہے:

عبد الرزاق از ثوری از حماد' انہوں نے کہا: میں نے ابراہیم سے حمام میں قرآن مجید پڑھنے کے متعلق سوال کیا' انہوں نے کہا: حمام قرآن مجید پڑھنے کے لیے نہیں بنائے گئے۔ (مصنف عبد الرزاق: ۱۱۴۹' طبع جدید' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

حمام میں قرآن مجید پڑھنے کے متعلق اختلاف ہے' امام ابوحنیفہ سے روایت ہے کہ یہ مکروہ ہے' اور امام محمد بن حسن سے روایت ہے کہ یہ مکروہ نہیں ہے' امام مالک کا بھی یہی قول ہے' امام ابوحنیفہ نے حمام میں قرآن کریم پڑھنے سے اس لیے منع فرمایا ہے کہ حمام کا حکم بیت الخلاء کا حکم ہے' کیونکہ وہ نجاست کی جگہ ہے اور ان کے نزدیک حمام میں مستعمل پانی نجس ہے اور امام محمد کے نزدیک یہ پانی طاہر ہے' اس لیے انہوں نے قراءت کو مکروہ نہیں کہا۔ (میں کہتا ہوں کہ مروجہ اٹیچ باتھ میں لیٹرین اور باتھ کے درمیان کوئی آڑ اور حجاب نہیں ہوتا' اس لیے اس میں قرآن مجید اور دیگر اذکار پڑھنا جائز نہیں ہیں۔ سعیدی غفرلہ)

اور ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ جنبی یا حائض کے لیے ایسا مکتوب لکھنا مکروہ ہے' جس میں قرآن مجید کی آیت ہو' اگرچہ ان کے لیے قرآن مجید پڑھنا جائز نہیں ہے' اور جب وہ قرآن مجید لکھیں گے تو ان کے ہاتھوں سے قلم کے واسطے سے قرآن مجید کو مس کرنا لازم آئے گا اور جنبی اور حائض کے لیے قرآن مجید کو مس کرنا جائز نہیں ہے۔

امام ابو یوسف کے نزدیک جب صحیفہ زمین پر ہو تو اس پر مصحف کو لکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ وہ اپنے ہاتھ سے قرآن مجید کو مس نہیں کر رہا اور وہ ایک ایک حرف لکھ رہا ہے اور ایک حرف قرآن نہیں ہے اور امام محمد نے کہا: میرے نزدیک مستحب یہ ہے کہ وہ نہ لکھے کیونکہ وہ قلم کے واسطے سے قرآن مجید کو مس کر رہا ہے اور حروف بکلیتھا قرآن ہیں اور مشائخ بخارا نے امام محمد کے قول پر فتویٰ دیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۹۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

وَقَالَ حَمَّادٌ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ إِنْ كَانَ عَلَيْهِمْ إِزَارٌ فَسَلِّمْ، وَإِلَّا فَلَا تُسَلِّمْ.

اور حماد نے ابراہیم سے روایت کیا ہے: اگر ان پر تہبند ہو تو ان کو سلام کرو ورنہ ان کو سلام نہ کرو۔

حماد سے مراد حماد بن ابی سلیمان فقیہ کوفہ ہیں' جو امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے استاذ ہیں' یعنی اگر اہل حمام برہنہ غسل کر رہے ہوں تو ان کو سلام نہ کرو' اور اگر وہ تہبند باندھ کر غسل کر رہے ہوں تو پھر ان کو سلام کرنے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

نوٹ: پہلے زمانہ میں آج کل کی طرح غسل خانے نہیں ہوتے تھے کہ ہر غسل خانہ میں دروازہ ہو' بلکہ ایک بڑے ہال میں پانی کے نل لگے ہوتے تھے اور درمیان میں کوئی دروازہ اور حجاب نہیں ہوتا تھا اور بہ یک وقت متعدد لوگ غسل کرتے تھے۔

۱۸۳- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ، عَنْ مَخْرَمَةَ بْنِ سُلَيْمَانَ، عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ بَاتَ لَيْلَةً عِنْدَ مَيْمُوْنَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهِيَ خَالَتُهُ، فَاضْطَجَعْتُ فِيْ عَرْضِ الْوِسَادَةِ، وَاضْطَجَعَ رَسُوْلُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از مخرمہ بن سلیمان از کریب' جو حضرت ابن عباس کے آزاد کردہ غلام ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کو خبر دی کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے ہاں رات گزاری

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَھْلُہٗ فِیْ طُوْلِھَا ' فَنَامَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَتّٰی اِذَا انْتَصَفَ اللَّیْلُ' اَوْ قَبْلَہٗ بِقَلِیْلٍ ' اَوْ بَعْدَہٗ بِقَلِیْلٍ ' اِسْتَیْقَظَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَجَلَسَ یَمْسَحُ النَّوْمَ عَنْ وَجْھِہٖ بِیَدِہٖ ' ثُمَّ قَرَاَ الْعَشْرَ الْاٰیَاتِ الْخَوَاتِمَ مِنْ سُوْرَۃِ اٰلِ عِمْرَانَ' ثُمَّ قَامَ اِلٰی شَنٍّ مُعَلَّقَۃٍ فَتَوَضَّاَ مِنْھَا فَاَحْسَنَ وُضُوْءَہٗ ' ثُمَّ قَامَ یُصَلِّیْ. قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَقُمْتُ فَصَنَعْتُ مِثْلَ مَا صَنَعَ ' ثُمَّ ذَھَبْتُ فَقُمْتُ اِلٰی جَنْبِہٖ ' فَوَضَعَ یَدَہُ الْیُمْنٰی عَلٰی رَاْسِیْ وَاَخَذَ بِاُذُنِی الْیُمْنٰی یَفْتِلُھَا' فَصَلّٰی رَکْعَتَیْنِ ' ثُمَّ رَکْعَتَیْنِ ' ثُمَّ رَکْعَتَیْنِ ' ثُمَّ رَکْعَتَیْنِ ' ثُمَّ رَکْعَتَیْنِ ' ثُمَّ رَکْعَتَیْنِ ' ثُمَّ اَوْتَرَ ' ثُمَّ اضْطَجَعَ حَتّٰی اَتَاہُ الْمُؤَذِّنُ ' فَقَامَ فَصَلّٰی رَکْعَتَیْنِ خَفِیْفَتَیْنِ ' ثُمَّ خَرَجَ فَصَلَّی الصُّبْحَ.

اور وہ ان کی خالہ تھیں' انہوں نے کہا: پس میں بستر کے عرض میں لیٹ گیا اور رسول اللہ ﷺ اور آپ کی اہلیہ بستر کے طول میں لیٹ گئے' پھر رسول اللہ ﷺ سو گئے' حتیٰ کہ جب آدھی رات ہو گئی یا اس سے کچھ پہلے یا کچھ بعد تو رسول اللہ ﷺ بیدار ہوئے' آپ بیٹھ گئے اور اپنے ہاتھوں سے اپنے چہرے پر نیند (آنکھوں) کو ملنے لگے' پھر آپ نے سورۂ آل عمران کی آخری دس آیتیں پڑھیں' پھر ایک لٹکی ہوئی مشک کے پاس گئے' پھر اس سے وضوء کیا' پس اچھی طرح وضوء کیا' پھر کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے' حضرت ابن عباس نے کہا: پس میں کھڑا ہوا اور میں نے بھی اسی طرح کیا' جس طرح آپ نے کیا تھا' پھر میں جا کر آپ کے پہلو میں کھڑا ہو گیا' آپ نے اپنا دایاں ہاتھ میرے سر پر رکھا اور میرے سیدھے کان کو پکڑ کر مروڑا (اور کان سے پکڑ کر مجھے بائیں جانب سے دائیں جانب کر دیا) پس آپ نے دو رکعت نماز پڑھی' پھر دو رکعت نماز پڑھی' پھر دو رکعت نماز پڑھی' پھر دو رکعت نماز پڑھی' پھر دو رکعت نماز پڑھی' پھر دو رکعت نماز پڑھی' پھر آپ نے وتر پڑھے' پھر آپ لیٹ گئے' حتیٰ کہ آپ کے پاس مؤذن آیا' پھر آپ نے کھڑے ہو کر دو خفیف (مختصر) رکعت نماز پڑھی' پھر آپ حجرہ سے نکل گئے اور فجر کی نماز پڑھائی۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح' صحیح البخاری: ۱۱۷ میں مطالعہ فرمائیں۔

بے وضوء قرآن مجید پڑھنے کی تحقیق

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ اس میں ان علماء کا رد ہے' جنہوں نے کہا ہے کہ بغیر وضوء کے قرآن مجید پڑھنا جائز نہیں ہے بہ شرطیکہ وہ جنبی نہ ہو' اور اس حدیث میں یہ کافی حجت ہے' کیونکہ آپ نے نیند سے اٹھ کر وضوء کرنے سے پہلے سورۂ آل عمران کی آخری دس آیتیں پڑھیں' اس کے بعد وضوء کیا۔ ابومریم حنفی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: اے امیر المؤمنین! کیا آپ بغیر وضوء کے قرآن مجید پڑھتے ہیں؟ حضرت عمر نے کہا: تم کو یہ فتویٰ کس نے دیا ہے' کیا مسیلمہ نے؟ نیز اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو صرف نماز پڑھنے کے لیے وضوء کرنے کا حکم دیا ہے اور حدیث صحیح میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ بیت الخلاء سے آئے' تو آپ کے پاس طعام لایا گیا' آپ سے کہا گیا: کیا آپ وضوء نہیں کریں گے؟ تو آپ نے فرمایا: میں نماز پڑھنے کا ارادہ کر رہا ہوں کہ وضوء کروں؟ (المطالب العالیہ: ۲۳۶۷) اسی معنی میں درج ذیل حدیث ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے پیشاب کیا تو حضرت عمر آپ کے پیچھے کوزے میں پانی لے گئے'

آپ نے پوچھا: اے عمر! یہ کیا ہے؟ حضرت عمر نے کہا: یہ پانی ہے جس سے آپ وضوء کریں گے' آپ نے فرمایا: مجھے یہ حکم نہیں دیا گیا کہ میں جب پیشاب کروں تو وضوء کروں اور اگر میں نے ایسا کیا تو یہ سنت ہو جائے گا۔

(سنن ابوداؤد: ٤٢' سنن ابن ماجہ: ٣٢٧' مسند احمد: ٢٤٦٩٧)

پس نبی ﷺ نے بے وضوء ہونے کے بعد نماز پڑھنے کے ارادہ تک طہارت کو مؤخر کر دیا۔

اور جمہور علماء نے بغیر وضوء کے قرآن مجید کے چھونے کو مکروہ کہا ہے اور شعبی اور محمد بن سیرین نے اس کی اجازت دی ہے۔ اسی طرح جمہور علماء کے نزدیک جنبی کا قرآن مجید کی تلاوت کرنا جائز نہیں ہے۔

(شرح ابن بطال ج ١ ص ٢٩٥-٢٩٦' دارالکتب العلمیہ بیروت ١٤٢٤ھ)

علامہ ابن بطال کے اس کلام کی متانت میں کوئی شک نہیں ہے' لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ جب آپ نیند سے اٹھے تھے تو آپ کا وضوء نہ تھا' ہو سکتا ہے کہ آپ وضوء کر کے سوئے ہوں اور آپ کی شان کے یہی لائق ہے کیونکہ آپ نے باوضوء سونے کی تلقین فرمائی ہے۔

حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جب تم اپنے بستر پر جاؤ تو وضوء کرو جیسے نماز کا وضوء ہے۔ (صحیح البخاری: ٢٤٧)

اور نیند سے آپ کا وضوء نہیں ٹوٹتا' سو آپ نے باوضوء ہی قرآن مجید کی آیات پڑھی تھیں اور بعد میں آپ کا وضوء کرنا نور علی نور کے حصول کے لیے تھا' تاہم دیگر دلائل سے یہ ثابت ہے کہ بے وضوء قرآن مجید کی تلاوت کرنا جائز ہے' جیسا کہ علامہ ابن بطال نے تحقیق سے ثابت کیا ہے۔

٣٧- بَابُ مَنْ لَمْ يَتَوَضَّأْ اِلَّا مِنَ الْغَشْيِ الْمُثْقِلِ

جس کے نزدیک صرف بھاری غشی سے وضوء واجب ہوتا ہے

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ یہ حصر کیسے صحیح ہوگا' جب کہ بھاری غشی کے علاوہ وضوء کے اور اسباب بھی ہیں' اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حصر مخاطب کے اعتقاد کے اعتبار سے ہے' گویا کہ مخاطب یہ سمجھتا تھا کہ مطلقاً غشی سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے' خواہ غشی خفیف ہو یا ثقیل ہو تو امام بخاری نے اس کا رد کرنے کے لیے حصر کے ساتھ عنوان قائم کیا کہ صرف بھاری غشی سے وضوء واجب ہوتا ہے اور باب سابق کے ساتھ اس باب کی مناسبت یہ ہے کہ باب سابق میں یہ بیان کیا تھا کہ قرآن مجید پڑھنے کے لیے وضوء کرنا لازم نہیں ہے اور اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ غشی خفیف کی وجہ سے وضوء کرنا لازم نہیں ہے۔

١٨٤- حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ ' عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ ' عَنِ امْرَاَتِهِ فَاطِمَةَ ' عَنْ جَدَّتِهَا اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِي بَكْرٍ اَنَّهَا قَالَتْ اَتَيْتُ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ خَسَفَتِ الشَّمْسُ ' فَاِذَا النَّاسُ قِيَامٌ يُصَلُّوْنَ ' وَاِذَا هِيَ قَائِمَةٌ تُصَلِّي ' فَقُلْتُ مَا لِلنَّاسِ؟ فَاَشَارَتْ بِيَدِهَا نَحْوَ السَّمَاءِ ' وَقَالَتْ سُبْحَانَ اللّٰهِ ' فَقُلْتُ اٰيَةٌ؟ فَاَشَارَتْ اَنْ نَعَمْ '

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از ہشام بن عروہ از زوجہ خود فاطمہ از جدہ خود حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نبی ﷺ کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئی' اس وقت سورج کو گہن لگا ہوا تھا' پس اس وقت لوگ کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے اور حضرت عائشہ بھی کھڑی ہوئی نماز پڑھ رہی تھیں' پس میں نے پوچھا: لوگوں کو کیا ہوا ہے؟ تو

فَقُمْتُ حَتّٰى تَجَلَّانِي الْغَشْيُ، وَجَعَلْتُ اَصُبُّ فَوْقَ رَاْسِيْ مَاءً، فَلَمَّا انْصَرَفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ مَا مِنْ شَيْءٍ كُنْتُ لَمْ اَرَهُ اِلَّا قَدْ رَاَيْتُهُ فِيْ مَقَامِيْ هٰذَا، حَتَّى الْجَنَّةَ وَالنَّارَ، وَلَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيَّ اَنَّكُمْ تُفْتَنُوْنَ فِي الْقُبُوْرِ مِثْلَ اَوْ قَرِيْبًا مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ. لَا اَدْرِيْ اَيَّ ذٰلِكَ قَالَتْ اَسْمَاءُ. يُؤْتٰى اَحَدُكُمْ فَيُقَالُ لَهُ مَا عِلْمُكَ بِهٰذَا الرَّجُلِ؟ فَاَمَّا الْمُؤْمِنُ اَوِ الْمُوْقِنُ. لَا اَدْرِيْ اَيَّ ذٰلِكَ قَالَتْ اَسْمَاءُ. فَيَقُوْلُ هُوَ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ، جَاءَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَالْهُدٰى، فَاَجَبْنَا وَاٰمَنَّا وَاتَّبَعْنَا، فَيُقَالُ نَمْ صَالِحًا، فَقَدْ عَلِمْنَا اِنْ كُنْتَ لَمُؤْمِنًا. وَاَمَّا الْمُنَافِقُ اَوِ الْمُرْتَابُ. لَا اَدْرِيْ اَيَّ ذٰلِكَ قَالَتْ اَسْمَاءُ. فَيَقُوْلُ لَا اَدْرِيْ سَمِعْتُ النَّاسَ يَقُوْلُوْنَ شَيْئًا فَقُلْتُهُ.

حضرت عائشہ نے اپنے ہاتھ سے آسمان کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا: سبحان اللہ! میں نے پوچھا: یہ کوئی علامت ہے؟ انہوں نے اشارہ کیا: ہاں! میں کھڑی ہوگئی' حتیٰ کہ مجھ پر غشی طاری ہوگئی اور میں اپنے سر کے اوپر پانی ڈالنے لگی' پس جب رسول اللہ ﷺ نماز سے فارغ ہوکر مڑے تو آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کی' پھر آپ نے فرمایا: جس چیز کو بھی میں نے پہلے نہیں دیکھا تو اس چیز کو میں نے اپنی اس جگہ میں دیکھ لیا ہے' حتیٰ کہ جنت اور دوزخ (کو بھی) اور میری طرف یہ وحی کی گئی ہے کہ تمہیں قبر کے اندر فتنہ میں مبتلا کیا جائے گا' جو دجال کے فتنہ کی مثل ہوگا یا قریب ہوگا' راوی کہتا ہے: مجھے یاد نہیں کہ حضرت اسماء نے کیا کہا تھا' تمہارے پاس کسی کو لایا جائے گا' پس کہا جائے گا: اس شخص کے متعلق تمہارا کیا علم ہے؟ پس رہا ایمان والا یا یقین والا' راوی کہتا ہے: مجھے پتا نہیں' حضرت اسماء نے کیا کہا تھا' پس وہ کہے گا: یہ محمد رسول اللہ ہیں' یہ ہمارے پاس دلائل اور ہدایت لے کر آئے تھے' ہم نے ان کی دعوت قبول کی اور ہم ایمان لے آئے اور ہم نے (ان کی) پیروی کی' پس کہا جائے گا: تم آرام سے سو جاؤ' پس تحقیق یہ ہے کہ ہم کو معلوم تھا کہ تم ضرور ایمان لانے والے ہو اور رہا منافق یا شک کرنے والا' راوی کہتا ہے: مجھے پتا نہیں کہ حضرت اسماء نے کیا کہا تھا' وہ کہے گا: میں نہیں جانتا' میں نے لوگوں کو کچھ کہتے ہوئے سنا تو میں نے بھی کہہ دیا۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح' صحیح البخاری: ٨٦ میں مطالعہ فرمائیں۔

٣٨- بَابُ مَسْحِ الرَّاْسِ كُلِّهٖ — پورے سر کا مسح کرنا

یعنی پورے سر کے مسح کرنے کا کیا حکم ہے' باب سابق کے ساتھ اس باب کی مناسبت یہ ہے کہ باب سابق میں غشی مثقل میں وضوء کا حکم تھا اور اس باب میں سر کے مسح کا ذکر ہے اور سر کا مسح وضوء کا جز ہے تو اس باب کی باب سابق کے ساتھ وہ مناسبت ہے' جو جز کی کل کے ساتھ مناسبت ہوتی ہے۔

لِقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ﴾ (المائدہ:٦).

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ''اور تم اپنے سروں کا مسح کرو'' (المائدہ:٦)۔

امام بخاری نے المائدہ:٦ سے پورے سر کے مسح کرنے پر استدلال کیا ہے اور یہ استدلال اس وقت مکمل ہوگا' جب ''برؤوسکم'' میں ''با'' زائدہ ہو۔

وَقَالَ ابْنُ الْمُسَيَّبِ اَلْمَرْاَةُ بِمَنْزِلَةِ الرَّجُلِ،

اور ابن المسیب نے کہا: عورت بھی مرد کی طرح ہے' وہ اپنے

تَمْسَحُ عَلٰی رَأْسِهَا.

سر کا مسح کرے گی۔

اس تعلیق کی اصل اس حدیث میں ہے: امام ابن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ روایت کرتے ہیں:

ہمیں وکیع نے حدیث بیان کی از سفیان عبدالکریم از سعید بن المسیب انہوں نے کہا: عورت اور مرد مسح کرنے میں برابر ہیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۴۱۔ ج ۱ ص ۳۰ دارالکتب العلمیہ بیروت)

اس تعلیق کا یہ معنی بھی ہوسکتا ہے کہ اصل مسح میں عورت مرد کے برابر ہے اور امام احمد سے منقول ہے کہ عورت کے لیے سر کے اگلے حصہ پر مسح کرنا کافی ہے لہٰذا یہ اثر امام بخاری کے موافق نہیں ہے۔

وَسُئِلَ مَالِكٌ اَيُجْزِئُ اَنْ يَّمْسَحَ بَعْضَ الرَّأْسِ؟ فَاحْتَجَّ بِحَدِيْثِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ.

اور امام مالک سے سوال کیا گیا: کیا سر کے بعض حصہ پر مسح کرنا کافی ہے تو انہوں نے حضرت عبداللہ بن زید کی حدیث سے استدلال کیا۔

حضرت عبداللہ بن زید کی حدیث حسب ذیل ہے:

۱۸۵- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى الْمَازِنِيِّ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ رَجُلًا قَالَ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ وَهُوَ جَدُّ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى اَتَسْتَطِيْعُ اَنْ تُرِيَنِيْ كَيْفَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ؟ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ زَيْدٍ نَعَمْ فَدَعَا بِمَاءٍ فَاَفْرَغَ عَلٰى يَدَيْهِ فَغَسَلَ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ مَضْمَضَ وَاسْتَنْثَرَ ثَلَاثًا ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا ثُمَّ غَسَلَ يَدَيْهِ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ اِلَى الْمِرْفَقَيْنِ ثُمَّ مَسَحَ رَأْسَهُ بِيَدَيْهِ فَاَقْبَلَ بِهِمَا وَاَدْبَرَ بَدَاَ بِمُقَدَّمِ رَأْسِهِ حَتّٰى ذَهَبَ بِهِمَا اِلٰى قَفَاهُ ثُمَّ رَدَّهُمَا اِلَى الْمَكَانِ الَّذِيْ بَدَاَ مِنْهُ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از عمرو بن یحییٰ المازنی از والد خود کہ ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے کہا اور وہ عمرو بن یحییٰ کے دادا ہیں کہ کیا آپ مجھے دکھا سکتے ہیں کہ کس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وضوء کرتے تھے؟ تو حضرت عبداللہ بن زید نے کہا: ہاں! پھر انہوں نے پانی منگایا اور اپنے دونوں ہاتھوں پر ڈالا پھر ان کو دو مرتبہ دھویا پھر تین مرتبہ کلی کی اور تین بار ناک میں پانی ڈالا پھر تین مرتبہ چہرے کو دھویا پھر اپنے دونوں ہاتھوں کو دو دو مرتبہ کہنیوں تک دھویا پھر دونوں ہاتھوں سے اپنے سر کا مسح کیا سر کے اگلے حصہ سے مسح شروع کیا پھر دونوں ہاتھ گدی تک لے جا کر وہیں واپس لائے جہاں سے مسح شروع کیا تھا پھر آپ نے اپنے دونوں پیروں کو دھویا۔

[اطراف الحدیث: ۱۸۶۔ ۱۹۱۔ ۱۹۲۔ ۱۹۷۔ ۱۹۹]

(صحیح مسلم: ۲۳۵ الرقم المسلسل: ۵۴۴ سنن ابوداؤد: ۱۱۹۔ ۱۱۸ سنن ترمذی: ۳۲ سنن نسائی: ۹۸۔ ۹۷ سنن ابن ماجہ: ۴۷۱۔ ۴۳۴ السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۰۳ المنتقی: ۷۳ صحیح ابن خزیمہ: ۱۵۷۔ ۱۷۳ مسند ابوعوانہ ج ۱ ص ۲۴۹۔ ۲۴۸ شرح معانی الآثار: ۱۲۰ صحیح ابن حبان: ۱۰۸۴ سنن بیہقی ج ۱ ص ۵۹ شرح السنۃ: ۲۲۳ مسند احمد ج ۴ ص ۳۸ طبع قدیم مسند احمد: ۱۶۴۳۱۔ ج ۲۶ ص ۳۶۱ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) عبداللہ بن یوسف التنیسی (۲) امام مالک بن انس (۳) عمرو بن یحییٰ بن عمارہ (۴) ان کے والد یحییٰ بن عمارہ بن ابی حسن (۵) جس شخص نے سوال کیا وہ عمرو بن یحییٰ ہیں امام بخاری نے کہا: وہ عمرو بن یحییٰ کے دادا ہیں یہ اطلاق مجازی ہے کیونکہ وہ ان کے والد کے چچا ہیں ان کو دادا اس لیے کہا کہ وہ دادا کے حکم میں ہیں (۶) حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ ان کا تعارف ہو چکا ہے۔

(عمدة القاری ج ۳ ص ۱۰۲-۱۰۱)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت حدیث کے اس جملہ میں ہے: پھر آپ نے اپنے سر کا مسح کیا۔

سر کے مسح میں مذاہب فقہاء

علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن محمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ ھ لکھتے ہیں:

اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ سر پر مسح کرنا واجب ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ. (المائدہ:۶) اپنے سروں پر مسح کرو۔

اور مقدار واجب میں اختلاف ہے امام احمد سے ایک روایت یہ ہے کہ ہر شخص پر واجب ہے کہ پورے سر کا مسح کرے اور امام مالک کا یہی مذہب ہے اور امام احمد سے دوسری روایت یہ ہے کہ سر کے بعض حصہ پر مسح کرنا بھی کافی ہے حسن بصری ثوری اوزاعی امام شافعی اور امام ابوحنیفہ کا بھی یہی مذہب ہے۔ (المغنی ج ۱ ص ۱۵۷-۱۵۶ دارالحدیث قاہرہ ۱۴۲۵ھ)

پورے سر کے مسح کرنے کے ثبوت میں امام مالک کے دلائل

امام مالک نے کہا: سر کا مسح کرنے میں عورت بھی مرد کی طرح ہے وہ اپنے پورے سر پر مسح کرے گی اگر اس نے مینڈھیاں بنائی ہوئی ہوں تو وہ ان مینڈھیوں پر مسح کرے گی دوپٹہ یا اور کسی چیز پر مسح نہیں کرے گی۔

(المدونۃ الکبریٰ ج ۱ ص ۱۶ داراحیاء التراث العربی بیروت)

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی القرطبی المتوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

فقہاء مالکیہ نے کہا ہے کہ جو آدمی چہرے اور ہاتھوں پر تیمم کرتا ہے وہ پورے چہرے اور پورے ہاتھوں پر مسح کرتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ جس عضو پر مسح کیا جاتا ہے وہ پورے عضو پر کیا جاتا ہے لہٰذا جب وضوء میں سر پر مسح کیا جائے گا تو پورے سر پر مسح کیا جائے گا نیز اس پر امت کا اجماع ہے کہ جب کسی شخص نے پورے سر کا مسح کر لیا تو اس کا فرض ادا ہو گیا اور جس نے سر کے بعض حصہ پر مسح کیا اس میں اختلاف ہے پس واجب ہے کہ سر کا مسح یقین کے ساتھ ادا کیا جائے اور یقین اس صورت میں ہے جب پورے سر کا مسح کیا جائے۔ (شرح ابن بطال ج ۱ ص ۲۹۴ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

تین بالوں کی مقدار سر پر مسح کرنے کی فرضیت پر فقہاء شافعیہ کے دلائل

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ ھ لکھتے ہیں:

ہمارا مشہور مذہب جس پر امام شافعی کی نصوص ہیں وہ یہ ہے کہ سر کا مسح کرنے کے وجوب کی کوئی مقدار معین نہیں ہے بلکہ جتنی مقدار پر مسح کرنا ممکن ہو وہ کافی ہے ہمارے اصحاب نے کہا: حتیٰ کہ اگر اس نے ایک بال پر بھی مسح کر لیا تو وہ کافی ہے اور ابوالحسن بن خیران نے کہا: فرضیت کی کم از کم مقدار تین بالوں پر مسح کرنا ہے۔ (الی قولہ) ہمارے اصحاب کی دلیل یہ ہے کہ مسح قلیل اور کثیر مقدار پر واقع ہوتا ہے اور صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیشانی کی مقدار پر مسح کیا ہے اور یہ حدیث پورے سر کے مسح کی فرضیت سے مانع ہے اور چوتھائی تہائی اور آدھے سر کی مقدار کی فرضیت سے بھی مانع ہے کیونکہ پیشانی چوتھے سر سے کم ہوتی ہے پس متعین ہو گیا کہ اتنی مقدار واجب ہے جس پر مسح کرنے کا اطلاق ہو سکے۔

(شرح المہذب ج ۲ ص ۴۲۶-۴۲۴ ملخصاً دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

چوتھائی سر کے مسح کی فرضیت پر امام ابوحنیفہ کے دلائل

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وضوء کیا' پس اپنی پیشانی کی مقدار (سر پر) مسح کیا اور عمامہ اور موزوں پر (مسح کیا)۔ (صحیح مسلم: ٢٧٤' الرقم المسلسل: ٦٢٥' مسند ابوعوانہ ج ١ ص ٢٥٩' المنتقیٰ: ٨٣' صحیح ابن حبان: ١٣٤٦' مسند احمد ج ٤ ص ٢٥٥)

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے موزوں پر مسح کیا اور سر کے اگلے حصے پر اور اپنے عمامہ پر۔
(صحیح مسلم: ٢٧٤' الرقم المسلسل: ٦٢٣' سنن ابوداؤد: ١٥٠' سنن ترمذی: ١٠٠' سنن نسائی: ١٠٨۔١٠٧' المعجم الکبیر: ٨٨٦۔ ج ٢٠' السنن الکبریٰ للنسائی: ١٠٧' مصنف ابن ابی شیبہ ج ١ ص ٢٣' سنن بیہقی ج ١ ص ٥٨)

ان حدیثوں میں یہ تصریح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیشانی کی مقدار سر پر مسح کیا اور پیشانی کی مقدار سر کا چوتھائی حصہ ہے' اس سے معلوم ہوا کہ سر کے چوتھائی حصہ پر مسح کرنا فرض ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ یہ احادیث تو اخبار آحاد ہیں اور خبر واحد سے فرضیت ثابت نہیں ہوتی؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ مسح کی فرضیت تو المائدہ: ٦ سے ثابت ہے' البتہ سر کی مقدار مجمل ہے' اس کا بیان ان احادیث میں ہے کہ وہ سر کا چوتھائی حصہ ہے جو پیشانی کی مقدار ہے اور ان احادیث سے امام مالک اور امام احمد کا بھی رد ہو گیا' جو پورے سر پر مسح کو فرض کہتے ہیں اور امام شافعی کا بھی رد ہو گیا' جو تین بالوں پر مسح کو بھی کافی کہتے ہیں' کیونکہ پیشانی کی مقدار تین بالوں سے بہت زیادہ ہے۔

امام احمد بن محمد الطحاوی متوفی ٣٢١ھ لکھتے ہیں:

ایک قوم نے کہا کہ پورے سر پر مسح کیا جائے' جیسا کہ وضوء میں پورے اعضاء کو دھویا جاتا ہے اور ایک قوم نے کہا کہ سر کے بعض حصہ پر مسح کیا جائے تو ہم نے دیکھا کہ وضوء میں سر پر مسح کرنا موزوں پر مسح کرنے کی مثل ہے اور موزوں میں پورے موزوں پر مسح نہیں کیا جاتا' بلکہ موزوں کے صرف اوپری حصہ پر مسح کیا جاتا ہے' خلاصہ یہ ہے کہ موزوں کے بعض حصوں پر مسح کیا جاتا ہے' اسی طرح سر کے بھی بعض حصہ پر مسح کیا جائے گا اور مسح کی نظیر مسح ہے' اس لیے سر کے مسح کو دھوئے جانے والے اعضاء پر قیاس کرنا درست نہیں ہے اور سر کے مسح کو موزوں کے مسح پر قیاس کرنا درست ہے۔ (شرح معانی الآثار ج ١ ص ٣٧ قدیمی کتب خانہ کراچی)

علامہ ابن بطال مالکی نے سر پر مسح کو تیمم کے مسح پر قیاس کیا ہے کہ تیمم میں پورے چہرے اور پورے ہاتھوں پر مسح کیا جاتا ہے' لہٰذا پورے سر پر مسح کرنا چاہیے' لیکن یہ قیاس درست نہیں ہے کیونکہ وضوء طہارت کی الگ نوع ہے اور تیمم طہارت کی دوسری نوع ہے اور ایک نوع کے رکن کو دوسری نوع کے رکن پر قیاس کرنا درست نہیں ہے' اس کے برخلاف امام طحاوی نے وضوء میں سر کے مسح کو وضوء میں موزوں کے مسح پر قیاس کیا ہے اور یہ طہارت کی ایک نوع کے رکن کو دوسرے رکن پر قیاس کرنا ہے اور یہ درست ہے۔

عمامہ پر مسح کرنے کے جوابات

حضرت مغیرہ کی اس حدیث سے چوتھائی سر پر مسح کے استدلال پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ آپ نے حدیث کے ایک جز سے استدلال کیا اور دوسرے جز کو چھوڑ دیا' اس حدیث میں عمامہ پر مسح کرنے کا بھی ذکر ہے اور آپ عمامہ پر مسح کے جواز کے قائل نہیں ہیں' اس کے جوابات درج ذیل ہیں:

(١) اگر ہم عمامہ پر مسح کو بھی اختیار کرتے تو اس سے خبر واحد سے قرآن مجید پر زیادتی لازم آتی' کیونکہ یہ حدیث خبر واحد ہے اور عمامہ پر مسح کا ذکر قرآن مجید میں نہیں ہے' لہٰذا اگر عمامہ پر مسح کا قول کیا جائے تو خبر واحد سے قرآن مجید پر زیادتی لازم آئے گی۔

(۲) نبی ﷺ نے جو عمامہ پر مسح کیا تھا' اس کی تاویل یہ ہے کہ آپ نے عمامہ کے نچلے حصہ پر مسح کیا تھا اور اس میں حال کا اطلاق محل پر ہے۔
(۳) راوی آپ سے دور تھا' آپ نے سر سے عمامہ اتارے بغیر سر پر مسح کیا تو راوی نے سمجھا کہ آپ نے عمامہ پر مسح کیا ہے۔
(۴) آپ کے سر پر کوئی زخم تھا' جس میں پانی کی تری لگنا باعث ضرر تھا اور عمامہ بہ منزلہ پٹی تھا تو آپ نے اس عذر کی وجہ سے عمامہ پر مسح کیا' یعنی حالت اضطرار میں عمامہ پر مسح کیا' حالت اختیار میں عمامہ پر مسح نہیں کیا۔

ہم نے جو دوسرا جواب ذکر کیا ہے' اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ وضوء کر رہے تھے' آپ کے سر پر قطری عمامہ تھا' آپ نے اپنا ہاتھ عمامہ کے نیچے داخل کیا اور سر کے اگلے حصہ پر مسح کیا اور عمامہ نہیں اتارا۔

(سنن ابوداؤد: ۱۴۷' سنن ابن ماجہ: ۵۶۴)

اس حدیث میں یہ ثبوت بھی ہے کہ آپ نے پورے سر پر مسح نہیں کیا' اس سے معلوم ہوا کہ پورے سر کا مسح کرنا فرض نہیں ہے' آپ نے صرف سر کے اگلے حصہ پر مسح کیا' جو سر کا چوتھائی حصہ ہے' سو اتنی مقدار پر مسح کرنا فرض ہے' نہ کہ صرف تین بالوں کی مقدار پر۔ وللہ الحمد

اس حدیث میں بھی ذکر ہے کہ آپ نے تین بار چہرے کو دھویا اور دو بار ہاتھوں کو دھویا' اس سے معلوم ہوا کہ وضوء میں چہرے اور ہاتھوں کو دھونے کے عدد میں اختلاف کرنا جائز ہے۔

* اس باب کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۴۶۳۔ ج ۱ ص ۸۸۰ پر ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

٣٩- بَابُ غَسْلِ الرِّجْلَيْنِ اِلَى الْكَعْبَيْنِ — پیروں کو ٹخنوں تک دھونا

یہ باب پیروں کو ٹخنوں تک دھونے کے بیان میں ہے' باب سابق اور اس باب میں مناسبت یہ ہے کہ یہ دونوں باب ارکانِ وضوء کے بیان میں ہیں' پہلے باب میں سر کے مسح کا بیان تھا اور اس باب میں پیروں کو ٹخنوں تک دھونے کا بیان ہے۔

١٨٦- حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ اَبِيْهِ شَهِدْتُ عَمْرَو بْنَ اَبِىْ حَسَنٍ سَاَلَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ زَيْدٍ عَنْ وُضُوْءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَدَعَا بِتَوْرٍ مِّنْ مَّاءٍ، فَتَوَضَّاَ لَهُمْ وُضُوْءَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاَكْفَاَ عَلٰى يَدِهٖ مِنَ التَّوْرِ، فَغَسَلَ يَدَيْهِ ثَلَاثًا، ثُمَّ اَدْخَلَ يَدَهٗ فِى التَّوْرِ، فَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ، وَاسْتَنْثَرَ ثَلَاثَ غَرَفَاتٍ، ثُمَّ اَدْخَلَ يَدَهٗ، فَغَسَلَ وَجْهَهٗ ثَلَاثًا، ثُمَّ غَسَلَ يَدَيْهِ مَرَّتَيْنِ اِلَى الْمِرْفَقَيْنِ، ثُمَّ اَدْخَلَ يَدَهٗ فَمَسَحَ رَاْسَهٗ، فَاَقْبَلَ بِهِمَا وَاَدْبَرَ مَرَّةً وَّاحِدَةً، ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ اِلَى الْكَعْبَيْنِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی از عمرو از والد خود کہ میں عمرو بن ابی حسن کے پاس موجود تھا' انہوں نے حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے نبی ﷺ کے وضوء کے متعلق سوال کیا' پس انہوں نے پانی کا بڑا تسلا منگایا' پھر ان کے لیے نبی ﷺ کے وضوء کی مثل وضوء کیا' پس اس برتن سے اپنے ہاتھ پر پانی انڈیلا' پھر تین بار اپنے ہاتھوں کو دھویا' پھر اس برتن میں ہاتھ ڈال کر تین چلو پانی کے لیے' پھر کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا' پھر اس برتن میں ہاتھ ڈال کر تین بار اپنے چہرے کو دھویا' پھر دو مرتبہ اپنے ہاتھوں کو کہنیوں تک دھویا' پھر اپنا ہاتھ برتن میں داخل کیا' پس اپنے سر کا مسح کیا' پھر دونوں ہاتھوں کو ایک بار سر کے اگلے حصہ سے

گدی تک لے گئے' پھر اپنے دونوں پیروں کو ٹخنوں تک دھویا۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح کے لیے صحیح البخاری: ۱۸۵ کا مطالعہ فرمائیں۔

٤٠- بَابُ اسْتِعْمَالِ فَضْلِ وَضُوْءِ النَّاسِ وضوء کے بچے ہوئے پانی کو استعمال کرنا

وضوء کے بچے ہوئے پانی سے مراد وہ پانی ہے' جو وضوء کرنے کے بعد برتن میں بچ گیا ہو اور اس سے وہ پانی بھی مراد ہو سکتا ہے' جو وضوء کرنے والے کے اعضاء سے ٹپک ٹپک کر قطرات کی صورت میں گر رہا ہو اور یہ وہ پانی ہے جس کو فقہاء اپنی اصطلاح میں مستعمل پانی کہتے ہیں:

امام ابوحنیفہ سے مستعمل پانی کے متعلق تین روایات ہیں: (۱) امام ابو یوسف نے ان سے روایت کیا ہے کہ پانی نجاست خفیفہ کے ساتھ نجس ہے (۲) حسن بن زیاد نے روایت کیا ہے کہ یہ نجاست غلیظہ کے ساتھ نجس ہے (۳) امام محمد بن الحسن اور امام زفر نے روایت کیا ہے کہ پانی فی نفسہٖ طاہر ہے' مطہر نہیں ہے اور ماوراء النہر کے فقہاء محققین کا یہی مختار ہے' اسبیجابی نے کہا: یہی قول صحیح ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔

علامہ عبدالوہاب بن احمد بن علی الشعرانی متوفی ۹۷۳ھ لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ جب وضوء کا پانی گرتے ہوئے دیکھتے تھے تو اس پانی سے جھڑنے والے ہر قسم کے گناہ دیکھتے تھے' کبائر' صغائر اور مکروہات۔ اسی بناء پر مستعمل پانی کے متعلق ان کے تین قول ہیں' انہوں نے مستعمل پانی کو نجاستِ غلیظہ کہا کہ ہو سکتا ہے اس سے وضوء کرنے والے کے گناہ کبیرہ گرے ہوں اور نجاست خفیفہ کہا کہ ہو سکتا ہے' اس سے گناہ صغیرہ گرے ہوں اور مستعمل پانی کو طاہر غیر مطہر کہا کہ ہو سکتا ہے کہ وضوء کرنے والے نے کوئی مکروہ تنزیہی یا خلافِ اولیٰ کام کیا ہو کیونکہ یہ حقیقت میں گناہ نہیں ہے اور اس کا کرنا جائز ہے۔ (المیزان الکبریٰ ج ۱ ص ۷۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

بابِ سابق کے ساتھ اس باب کی مناسبت یہ ہے کہ بابِ سابق وضوء کی صفت میں تھا اور یہ باب وضوء سے بچے ہوئے پانی کی صفت میں ہے۔

وَاَمَرَ جَرِيْرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ اَهْلَهٗ اَنْ يَّتَوَضَّؤُوْا بِفَضْلِ سِوَاكِهٖ. اور حضرت جریر بن عبداللہ نے اپنے گھر والوں کو یہ حکم دیا کہ وہ مسواک کے بچے ہوئے پانی سے وضوء کریں۔

امام بخاری نے یہ حدیث کا ایک قطعہ ذکر کیا ہے' پوری حدیث اس طرح ہے:

قیس بیان کرتے ہیں کہ حضرت جریر رضی اللہ مسواک کرتے تھے اور اپنے گھر والوں کو حکم دیتے تھے کہ وہ مسواک کے بچے ہوئے پانی سے وضوء کریں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۸۱۷۔ ج ۱ ص ۱۵۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

مسواک کے بچے ہوئے پانی سے مراد یہ ہے کہ مسواک کو نرم کرنے کے لیے کسی پانی کے برتن میں مسواک کو ڈال دیا جائے۔

۱۸۷- حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا الْحَكَمُ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا جُحَيْفَةَ يَقُوْلُ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْهَاجِرَةِ ' فَاُتِيَ بِوَضُوْءٍ فَتَوَضَّاَ ' فَجَعَلَ النَّاسُ يَاْخُذُوْنَ مِنْ فَضْلِ وَضُوْئِهٖ فَيَتَمَسَّحُوْنَ بِهٖ ' فَصَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الحکم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دوپہر کو نکل کر ہمارے پاس آئے' آپ کے پاس وضوء کا پانی لایا

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظُّهْرَ رَكْعَتَيْنِ، وَالْعَصْرَ رَكْعَتَيْنِ، وَبَيْنَ يَدَيْهِ عَنَزَةٌ. [اطراف الحدیث: ۳۷۶-۴۹۵-۴۹۹-۵۰۱-۶۳۳-۳۵۵۳-۵۷۸۶-۵۸۵۹]

گیا' پس آپ نے وضوء کیا' لوگ آپ کے وضوء کے بچے ہوئے پانی کو لینے لگے' پھر اس پانی کو اپنے اوپر ملتے' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ظہر کی دو رکعت نماز پڑھی اور عصر کی دو رکعت نماز پڑھی اور آپ کے سامنے نیزہ (مرکوز) تھا۔

(صحیح مسلم: ۵۰۳' الرقم المسلسل: ۱۱۰۳-۱۱۰۲' سنن نسائی: ۴۶۶' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۱۰۴۴' حلیۃ الاولیاء ج ۷ ص ۱۸۹-۱۸۸' سنن دارمی: ۱۴۰۹' مسند ابویعلیٰ: ۸۹۱' المعجم الکبیر ج ۲۲ ص ۳۲۰' مسند احمد ج ۴ ص ۳۰۷ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۸۷۴۴- ج ۳۱ ص ۴۱' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

باب کے عنوان سے مطابقت حدیث کے اس جملہ میں ہے: لوگ آپ کے وضوء کے بچے ہوئے پانی کو لینے لگے یعنی جو پانی آپ کے اعضاء سے لگ کر گرتا تھا' اس سے تبرک حاصل کرنے کے لیے اس پانی کو اپنے جسم پر ملتے تھے۔

اس حدیث کے چار رجال ہیں:

(۱) آدم بن ابی ایاس (۲) شعبہ بن الحجاج (۳) الحکم بن عتیبہ (۴) حضرت ابوجحیفہ وہب بن عبد اللہ الثقفی الکوفی' ان کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۱۰)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وضوء سے بچے ہوئے پانی کی طہارت اور برکت

اس حدیث میں مذکور ہے کہ لوگ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وضوء کے بچے ہوئے پانی کو لینے لگے' پھر اس پانی کو اپنے اوپر ملتے۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں آثار صالحین سے تبرک حاصل کرنے کا ثبوت ہے اور ان کے وضوء' ان کے طعام' ان کے مشروب اور ان کے لباس کی بچی ہوئی چیزوں کو استعمال کرنے کا ثبوت ہے۔ (صحیح مسلم بشرح النووی ج ۳ ص ۱۷۳۵' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

گویا کہ آپ کے وضوء سے جو پانی بچا تھا' اس کو صحابہ نے تقسیم کر لیا تھا' اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعضاء سے لگ کر جو وضوء کا پانی گرا تھا' اس کو صحابہ نے حاصل کیا تھا اور اس حدیث میں وضوء کے مستعمل پانی کے طاہر ہونے کی واضح دلیل ہے۔

(فتح الباری ج ۱ ص ۴۷۹' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں وضوء کے مستعمل پانی کے طاہر ہونے پر واضح دلیل ہے' اور اس پانی سے مراد وہ پانی ہے' جو آپ کے اعضاء سے لگ کر گرا تھا' اور اگر اس سے مراد وہ پانی ہو' جو آپ کے وضوء کے بعد برتن میں بچ گیا تھا تو اس سے مراد یہ ہے کہ صحابہ اس پانی کو بہ طور تبرک لے رہے تھے' یہ پانی طاہر تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک ہاتھ لگنے کی وجہ سے اس کی طہارت زیادہ ہو گئی تھی' نیز اس حدیث میں آثارِ صالحین سے تبرک حاصل کرنے کا ثبوت ہے اور یہ سفر کا واقعہ ہے' سو اس میں یہ دلیل ہے کہ سفر میں چار رکعت نماز کو قصر کر کے دو رکعت پڑھا جاتا ہے اور جب صحراء میں نماز پڑھی جائے تو امام کے سامنے نیزہ کو بہ طور سترہ گاڑ دینا چاہیے۔

(عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۱۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس پانی سے مراد برتن میں بچا ہوا پانی بھی ہو سکتا ہے اور وہ پانی بھی مراد ہو سکتا ہے' جو آپ کے اعضاء مبارکہ سے لگ کر گرا تھا'

حضرت سائب بن یزید نے اس پانی کو پیا تھا۔ (صحیح البخاری: ۱۹۰، صحیح مسلم: ۲۳۴۵، سنن ترمذی: ۳۶۴۳)
یہ زیادہ مناسب ہے، کیونکہ حضرت سائب نے اس پانی کو تبرک کے قصد سے پیا تھا اور اس صورت میں یہ حدیث مستعمل پانی کی طہارت پر دلیل ہوگی اور اس کے جواب میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ پانی انہوں نے دوا اور علاج کے طور پر پیا تھا، یعنی یہ مستعمل پانی نجس ہی تھا۔ (یہ جواب مردود ہے، کیونکہ حضور کے جسم سے لگ کر گرنے والا پانی نجس نہیں ہو سکتا۔ سعیدی غفرلہٗ) یا اس مستعمل پانی کا پاک ہونا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خواص میں سے ہے یا یہ ابتداء کا واقعہ ہے اور مستعمل پانی کا طاہر نہ ہونا بعد کا حکم ہے، اور امام ابوحنیفہ کے مذہب کے مطابق فتویٰ اس پر ہے کہ مستعمل پانی پاک ہے اور علامہ ابن حجر مکی نے اپنی شرح میں یہ کہا ہے کہ جو پانی آپ کے اعضاء سے لگ کر بہا ہو وہ نجس نہیں ہے، اسی وجہ سے ہمارے اکثر اصحاب کا مختار یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضلات بھی طاہر ہیں۔
(مرقات ج ۲ ص ۷۶ ـ ج ۲ ص ۱۷۳، مکتبہ حقانیہ پشاور)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ نے بھی اس حدیث کی شرح میں بعینہٖ یہی تقریر کی ہے، نیز انہوں نے لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بدن سے لگنے کی وجہ سے وہ مستعمل پانی نجس نہیں ہوا، حالانکہ بعض علماء نے آپ کے فضلات کو بھی پاک کہا ہے کیونکہ آپ کا وجود سرتاپا ظاہر و باطن مزکی و مطہر ہے، یعنی پاک کرنے والا ہے۔ (اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۲۶۲، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

* اس باب کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۱۰۲۲ ـ ج ۱ ص ۱۳۱۶ پر ہے، وہاں اس کی شرح کا عنوان ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غسالہ سے تبرک حاصل کرنے کا بیان۔

۱۸۸- وقال أبو موسى دعا النبي صلى الله عليه وسلم بقدح فيه ماء، فغسل يديه ووجهه فيه، ومج فيه، ثم قال لهما اشربا منه وافرغا على وجوهكما ونحوركما. [اطراف الحدیث: ۱۹۶ ـ ۴۳۲۸]
(صحیح مسلم: ۲۴۹۷، الرقم المسلسل: ۶۲۸۸)

اور حضرت ابوموسیٰ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پانی کا پیالہ منگوایا اور اس میں اپنے دونوں ہاتھوں کو اور چہرے کو دھویا اور کلی کی اور ان دونوں سے کہا: اس پانی کو پیو اور اس پانی کو تم دونوں اپنے چہروں اور اپنے سینوں پر ڈالو۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پیالہ میں کلی کر کے ان کو پینے کا حکم اس لیے دیا تھا تاکہ آپ اپنے لعاب مبارک کی برکت ان کو پہنچا دیں۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۲۹۷، دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ، فتح الباری ج ۱ ص ۲۹۵، طبع لاہور) اس نسخہ پر شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز کا حاشیہ ہے، لیکن انہوں نے حافظ ابن حجر کی اس عبارت پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔ حافظ ابن حجر کی اصل عبارت یہ ہے: "والغرض بذالك ايجاد البركة بريقه المبارك" یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اپنی کلی کا جو پانی پینے کا حکم فرمایا، اس سے آپ کی غرض یہ تھی کہ آپ اپنے لعاب دہن سے برکت کو وجود میں لائیں۔

باب مذکور کی تعلیق کی حدیث متصل

امام بخاری نے جو حدیث یہاں ذکر کی ہے، وہ ایک طویل حدیث کا قطعہ ہے، وہ حدیث اس طرح ہے:
حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تھا، اس وقت آپ مکہ اور مدینہ کے درمیان جعرانہ میں ٹھہرے ہوئے تھے اور آپ کے ساتھ حضرت بلال تھے، پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک اعرابی آیا اور اس نے کہا: آپ نے جو مجھ سے وعدہ کیا تھا، کیا آپ اس کو پورا نہیں کرتے! نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم بشارت قبول کرو، اس نے کہا: آپ مجھے بہت بشارتیں دے چکے ہیں! پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابوموسیٰ اور بلال کی طرف متوجہ ہوئے، گویا آپ غصہ میں تھے آپ نے فرمایا: اس شخص نے بشارت کو مسترد کر دیا

ہے تم دونوں قبول کرلو ان دونوں نے کہا: ہم نے قبول کرلیا' پھر آپ نے پانی کا پیالہ منگایا' اس میں اپنے دونوں ہاتھوں اور چہرے کو دھویا اور اس میں کلی کی' پھر فرمایا: تم دونوں اس سے پی لو اور اس کو تم دونوں اپنے چہروں اور سینوں پر ڈالو اور بشارت قبول کرو' پس ان دونوں نے پیالہ لیا اور اسی طرح کیا۔ (صحیح البخاری: ۴۳۲۸' صحیح مسلم: ۲۴۹۷)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لعاب دہن کا پاکیزہ اور خوشبودار ہونا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ پانی کے برتن میں کلی کرنا جائز ہے اور کلی میں منہ کے لعاب کی آمیزش ہوتی ہے۔ (علامہ عینی فرماتے ہیں:) میں کہتا ہوں کہ یہ صرف نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں ہے کیونکہ آپ کا لعاب مشک سے بھی زیادہ پاکیزہ ہے اور دوسرے شخص کے لعاب سے گھن آتی ہے' اسی لیے علماء نے اس کو مکروہ کہا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقام بہت بلند ہے اور صحابہ کرام آپ کے بلغم کو بھی جھپٹ کر لیتے تھے اور اس کی برکت اور خوشبو حاصل کرنے کے لیے' اس کو اپنے جسم اور کھال پر ملتے تھے۔ (صحیح البخاری: ۲۷۳۲۔۲۷۳۱) اور آپ کے منہ کی خوشبو کی مثل کسی کے منہ کی بو نہیں تھی' اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ فرشتوں سے باتیں کرتے تھے' اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کے جسم اور آپ کے منہ کو خوشبودار بنایا' اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پانی کے برتن میں پھونک مارنے سے اس وجہ سے منع فرمایا ہے کہ اس سے دوسرے شخص کو گھن آئے گی کیونکہ عموماً لوگوں کے منہ سے بدبو آتی ہے۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ آپ نے حضرت ابوموسیٰ کو وہ مشروب پینے کا حکم دیا' جس میں آپ نے کلی کی تھی اور اس کو چہرے اور سینے پر ڈالنے کا حکم دیا' ہوسکتا ہے یہ ان کی کسی بیماری کو دور کرنے کے لیے ہو اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ ان کو محض برکت پہنچانے کے لیے ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۱۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۶۲۸۳۔ ج ۶ ص ۱۱۷۸ پر مذکور ہے' اس کی شرح میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی سوانح بیان کی گئی ہے۔

۱۸۹- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ سَعْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبِيْ ' عَنْ صَالِحٍ ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ مَحْمُوْدُ بْنُ الرَّبِيْعِ قَالَ وَهُوَ الَّذِيْ مَجَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ وَجْهِهٖ وَهُوَ غُلَامٌ مِّنْ بِئْرِهِمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب بن ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی از صالح از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے حضرت محمود بن الربیع رضی اللہ عنہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: یہ وہی ہیں جن کے چہرے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے کنویں کے پانی سے کلی کی تھی' وہ اس وقت نوعمر لڑکے تھے۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح کے لیے صحیح البخاری: ۷۷ کا مطالعہ فرمائیں۔

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی کوئی مطابقت نہیں ہے' امام بخاری نے یہاں اس حدیث کو اس لیے ذکر کیا ہے کہ اس سے پہلی حدیث میں بھی آپ کے کلی فرمانے کا ذکر ہے۔

وَقَالَ عُرْوَةُ ' عَنِ الْمِسْوَرِ وَغَيْرِهٖ ' يُصَدِّقُ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا صَاحِبَهٗ وَاِذَا تَوَضَّاَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ

اور عروہ نے کہا' از مسور وغیرہ اور ان میں سے ہر ایک اپنے صاحب کی تصدیق کرتا ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وضوء کرتے تو آپ

علیہ وسلم کادوا یقتتلون علی وضوئہ. کے وضوء سے گرے ہوئے پانی کو لینے کے لیے صحابہ ایک دوسرے سے جھگڑتے۔

باب مذکور کی تعلیق کی حدیث متصل

یہ تعلیق ایک طویل حدیث کا قطعہ ہے' اس حدیث کا اس تعلیق سے متعلق حصہ درج ذیل ہے:

پھر عروہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اصحاب کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا' اس نے کہا: اللہ کی قسم! جب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بلغم تھوکتے تو وہ کسی نہ کسی شخص کے ہاتھ میں واقع ہوتا' پھر وہ اس بلغم کو اپنے چہرے اور ہاتھ پر ملتا اور جب بھی آپ کسی کام کا حکم دیتے تو وہ اس کو بجالانے میں سبقت کرتے اور جب آپ وضوء کرتے تو وہ آپ کے وضوء کے گرے ہوئے پانی کو لینے کے لیے ایک دوسرے سے جھگڑتے اور جب آپ بات کرتے تو آپ کے پاس سب اپنی آوازیں پست کر دیتے اور آپ کی تعظیم کی وجہ سے وہ آپ کو نظر بھر کر نہیں دیکھتے تھے۔ (صحیح البخاری: ٢٧٣٢-٢٧٣١)

صلح حدیبیہ کے موقع پر عروہ بن مسعود ثقفی نے یہ واقعہ اس طرح مشرکین کے سامنے بیان کیا تھا' امام بخاری نے اس حدیث کو مسور اور مروان سے روایت کیا ہے' یہ دونوں ہجرت کے دو سال بعد پیدا ہوئے تھے اور یہ واقعہ چھ ہجری کا ہے' اس وجہ سے ابوالفضل بن طاہر نے کہا ہے کہ یہ حدیث معلول ہے۔ (عمدۃ القاری ج ٣ ص ١١٤)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمزم کے ڈول میں کلی فرمانا

صحیح البخاری: ١٨٨-٤٣٢٨ میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک پیالہ میں کلی کی اور حضرت ابوموسیٰ اور حضرت بلال نے اس پانی کو پیا اور صحیح البخاری: ١٨٩ میں مذکور ہے کہ آپ نے حضرت محمود بن الربیع کے چہرے پر کلی کی' ان صحابہ نے آپ کی کلی والے پانی سے تبرک حاصل کیا اور آپ نے قیامت تک کی تمام امت مسلمہ کو برکت پہنچانے کے لیے زمزم کے کنویں میں کلی کی اور اب تمام دنیا کے مسلمان زمزم کا پانی پی کر آپ کے لعاب دہن کی برکتوں سے مستفید ہو رہے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زمزم کی طرف آئے' ہم نے آپ کے لیے پانی کا ایک ڈول نکالا' آپ نے اس کو پیا' پھر اس ڈول میں کلی فرمائی اور اس ڈول کو پھر زمزم کے کنویں میں ڈال دیا گیا۔ الحدیث

(مسند احمد ج ١ ص ٣٧٢ طبع قدیم' مسند احمد: ٣٥٦٧- ج ٥ ص ٣٦٧' مؤسسۃ الرسالۃ' المعجم الکبیر: ١١١٦٥' تاریخ مکہ للازرقی ج ٢ ص ٥٥' دار الاندلس بیروت' حافظ زیلعی نے کہا کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ نصب الرایہ ج ٣ ص ١٠٤' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٦ھ)

اس حدیث کی شرح میں شیخ ظفر احمد عثمانی دیوبندی لکھتے ہیں:

زمزم کے پانی کی برکت میں اور زیادہ برکت ہوگئی' اس کی لذت میں اور زیادہ لذت ہوگئی' اس کی شفاء میں اور زیادہ شفاء ہوگئی' اس کے نور میں اور زیادہ نور ہو گیا' اس کے طہور میں اور زیادہ طہور ہو گیا کیونکہ آپ نے اس ڈول میں کلی فرمائی' پھر اس ڈول کو زمزم کے کنویں میں ڈال دیا گیا' دیکھو آپ نے اپنی امت پر کس قدر رحم فرمایا اور شفقت فرمائی کہ آپ اپنے بعد قیامت تک آنے والی امت کو اپنے پس خوردہ پانی کی برکت اور طہارت سے محروم ہونے پر راضی نہیں ہوئے' آپ پر ہمارے باپ دادا اور مائیں فدا ہوں اور اللہ کی صلوٰۃ اور سلام آپ پر ہمیشہ ہمیشہ نازل ہوتی رہے اور آپ کی تمام آل اور اصحاب اور احباب پر۔

(اعلاء السنن ج ٧ ص ٣٢٢٥' دار الفکر بیروت' ١٤٢١ھ)

٠٠٠ - باب

١٩٠- حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ يُوْنُسَ قَالَ حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، عَنِ الْجَعْدِ قَالَ سَمِعْتُ السَّائِبَ بْنَ يَزِيْدَ يَقُوْلُ ذَهَبَتْ بِيْ خَالَتِيْ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّ ابْنَ أُخْتِيْ وَجِعٌ، فَمَسَحَ رَأْسِيْ وَدَعَا لِيْ بِالْبَرَكَةِ، ثُمَّ تَوَضَّأَ فَشَرِبْتُ مِنْ وَضُوْئِهِ، ثُمَّ قُمْتُ خَلْفَ ظَهْرِهِ فَنَظَرْتُ إِلَى خَاتَمِ النُّبُوَّةِ بَيْنَ كَتِفَيْهِ مِثْلَ زِرِّ الْحَجَلَةِ.

[اطراف الحدیث: ٣٥٤٠-٣٥٤١-٥٦٧٠-٦٣٥٢] (صحیح مسلم: ٢٣٤٥، الرقم المسلسل: ٥٩٧٢، سنن ترمذی: ٣٦٤٣، شمائل ترمذی: ١٦، السنن الکبریٰ للنسائی: ٧٥١٨)

باب

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالرحمان بن یونس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حاتم بن اسماعیل نے حدیث بیان کی از الجعد' انہوں نے کہا: میں نے حضرت السائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے میری خالہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لے گئیں اور عرض کیا: یارسول اللہ! بے شک میرے بھانجے کے سر میں درد ہے' آپ نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور میرے لیے برکت کی دعا کی' پھر آپ نے وضوء کیا' پھر میں نے آپ کے وضوء کا پانی پیا' پھر میں آپ کی پشت کے پیچھے کھڑا ہو گیا' پھر میں نے آپ کے دونوں کندھوں کے درمیان مہر نبوت کو دیکھا' جو چھپر کھٹ (مسہری) کی گھنڈی کی مثل تھی۔

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس جملہ میں ہے: میں نے آپ کے وضوء کے پانی سے پیا' یعنی وہ پانی جو آپ کے اعضاء شریفہ سے لگ کر قطرات کی صورت میں گرا یا اس سے مراد وہ پانی ہے' جو وضوء کرنے کے بعد برتن میں بچ گیا۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(١) عبدالرحمان بن یونس ابومسلم البغدادی' یہ حفاظ حدیث میں سے ایک ہیں' یہ ٢٢٤ھ میں فوت ہو گئے تھے (٢) حاتم بن اسماعیل الکوفی' یہ مدینہ میں رہے اور ہارون رشید کی خلافت میں مدینہ میں ١٨٦ھ میں فوت ہو گئے (٣) الجعد بن عبدالرحمان بن اوس المدنی الکندی' ان کو تصغیر کے ساتھ الجعید کہا جاتا ہے (٤) حضرت السائب بن یزید رضی اللہ عنہ' انہوں نے کہا: جب میری عمر سات سال کی تھی تو میرے والد نے مجھے حجۃ الوداع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حج کرایا' انہوں نے پانچ احادیث روایت کی ہیں اور ان سب کو امام بخاری نے روایت کیا ہے' یہ ٩١ھ میں مدینہ میں فوت ہو گئے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ٣ ص ١١٥-١١٤)

مہر نبوت کا معنی اور مفہوم

اس حدیث میں مہر نبوت کا ذکر ہے' اس سے مراد وہ چیز ہے' جو آپ کے خاتم النبیین ہونے کی دلیل ہے کہ آپ کے بعد کوئی نیا نبی مبعوث نہیں ہوگا' قاضی بیضاوی نے کہا: خاتم النبوۃ آپ کے دو کندھوں کے درمیان ایک نشان ہے' کتب متقدمہ میں اس کی صفت بیان کی گئی ہے اور مہر نبوت اس بات کی علامت ہے کہ آپ وہی نبی ہیں' جس کا آسمانی کتابوں میں وعدہ کیا گیا تھا۔

مہر نبوت کے متعلق متعدد روایات

اس حدیث میں بیان ہے کہ آپ کی مہر نبوت چھپر کھٹ کی گھنڈی کی مثل تھی' اس کے متعلق اور بھی روایات ہیں:

حضرت جابر بن سمرہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پشت میں مہر نبوت کو دیکھا' وہ کبوتر کے انڈے کی طرح تھی۔ (صحیح مسلم: ٢٣٤٤، الرقم المسلسل: ٥٩٧٠، سنن ترمذی: ٣٦٤٤، شمائل ترمذی: ١٧، مسند احمد ج ٥ ص ٩٠-٩٥-٩٨-١٠٢-١٠٧، المعجم الکبیر: ١٩٠٨-١٩١٨، الکامل لابن عدی ج ٢ ص ٧٢٦)

عمر بن اخطب انصاری بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے ابوزید! قریب آؤ! اور میری پشت پر ہاتھ

پھیرو، میں نے آپ کی پشت پر ہاتھ پھیرا تو میری انگلیاں مہر نبوت پر تھیں، راوی نے پوچھا: مہر نبوت کیسی تھی؟ انہوں نے کہا: وہ بالوں کا گچھا تھا۔ (شمائل ترمذی: ٢٠، مسند احمد ج ٥ ص ٧٧۔ ٣٤١، صحیح ابن حبان: ٦٠٩٦، المستدرک ج ٢ ص ٦٠٦)

ابونضرہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مہر نبوت کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے کہا: وہ آپ کی پشت میں اُبھرا ہوا گوشت کا ٹکڑا تھا۔ (شمائل ترمذی: ٢٢، مسند احمد ج ٣ ص ٦٩)

حضرت عبداللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا، اس وقت آپ اپنے اصحاب کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے، میں گھوم کر آپ کے پیچھے آ گیا، آپ سمجھ گئے کہ میرا کیا ارادہ ہے، آپ نے اپنی پشت سے چادر گرا دی تو میں نے آپ کے دونوں کندھوں کے درمیان ملی ہوئی انگلیوں کے مجموعہ کی طرح مہر نبوت دیکھی، اس کے گرد تل تھے، وہ چنے کے برابر مسّے تھے۔ (صحیح مسلم: ٢٣٤٦، الرقم المسلسل: ٥٩٧٣، شمائل ترمذی: ٢٣، مسند احمد ج ٥ ص ٨٣۔ ٨٢)

مہر نبوت کے متعلق متعدد روایات کا حاصل

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ٥٤٤ھ نے کہا ہے کہ مہر نبوت کی متعدد تفسیریں ہیں، حضرت السائب بن یزید نے کہا: وہ چھپر کھٹ کی گھنڈی کی طرح ہے، حضرت جابر بن سمرہ نے کہا: وہ کبوتر کے انڈے کی طرح ہے، حضرت عمر بن اخطب نے کہا: وہ بالوں کے گچھے کی طرح ہے، حضرت ابوسعید خدری نے کہا: وہ گوشت کے ابھرے ہوئے ٹکڑے کی طرح ہے، حضرت عبداللہ بن سرجس نے کہا: وہ چنے کے برابر مسّوں کے مجموعہ کی طرح ہے اور ان سب کا مآل ایک ہی ہے کہ وہ کبوتر کے انڈے کے برابر اُبھرا ہوا گوشت تھا۔ (اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ٧ ص ٣١٤۔ ٣١٣، دار الوفاء ١٤١٩ھ)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ٦٧٦ھ نے بھی قاضی عیاض کی عبارت کا خلاصہ نقل کیا ہے۔

(صحیح مسلم بشرح النووی ج ١٠ ص ٦١٧٩۔ ٦١٧٨، مکتبہ نزار مصطفی الباز، مکہ مکرمہ ١٤١٧ھ)

مہر نبوت کی حکمت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلب میں ایمان اور حکمت کو بھر دیا گیا، جیسا کہ احادیث صحیحہ میں ہے تو اس پر مہر لگا دی گئی، جیسا کہ جو برتن مشک اور موتیوں سے بھرا ہوا ہو تو اس پر مہر لگا دی جاتی ہے، تاکہ اس مہر کی وجہ سے دشمن اس برتن تک رسائی نہ حاصل کر سکے، کیونکہ جس چیز پر مہر لگا دی جائے، وہ محفوظ ہو جاتی ہے، اللہ تعالیٰ نے دنیا میں کسی چیز کی حفاظت کی یہی تدبیر کی ہے، اور مہر کی وجہ سے کسی چیز کے متعلق انسانوں کا شک اور جھگڑا ختم ہو جاتا ہے اور ان کو یقین ہو جاتا ہے کہ یہ وہی چیز ہے، پس جب اللہ تعالیٰ نے آپ کے قلب میں مہر لگا دی تو آپ کا قلب مطمئن ہو گیا اور اس میں نور باقی رہا اور قلب کی قوت پشت میں نافذ ہو گئی، پھر آپ کے کندھوں کے درمیان کبوتر کے انڈے کے برابر ابھرا ہوا گوشت ظاہر ہو گیا، اسی وجہ سے میدانِ حشر میں آپ کا نمایاں ظہور ہو گا اور تمام رسولوں میں سب سے پہلے آپ کو شفاعت عطا کی جائے گی اور آپ مقام محمود پر فائز ہوں گے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء میں ثناء صدق کے ساتھ آپ کو مخصوص کیا ہے اور آپ کے سوا کسی اور نبی نے صدق کی ثناء نہیں کی، جیسا کہ اس آیت میں ہے:

وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ. (یونس: ٢)

اور ایمان والوں کو یہ خوش خبری دیں کہ ان کے لیے ان کے رب کے پاس قدم صدق ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی تفسیر میں کہا: قدم صدق سے مراد سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں، جو قیامت کے دن تمہاری

شفاعت کرنے والے ہیں' اسی طرح حسن بصری' قتادہ اور زید بن اسلم نے اس آیت کی تفسیر کی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۱۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حضرت السائب بن یزید رضی اللہ عنہ کا تذکرہ اور بعض دیگر مسائل

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت السائب بن یزید کے سر پر ہاتھ پھیرا' اس سے معلوم ہوا کہ بچے کے سر پر ہاتھ پھیرنا چاہیے۔

حضرت السائب بن یزید ۲ھ میں پیدا ہوئے اور حجۃ الوداع میں حاضر ہوئے تھے اور جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تبوک سے آ رہے تھے تو یہ دوسرے بچوں کے ساتھ آپ کے استقبال کے لیے ثنیۃ الوداع کی طرف نکلے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۱۷)

حافظ بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' حضرت السائب بن یزید سے روایت کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوۂ تبوک سے مدینہ آئے تو لوگوں نے آپ کا استقبال کیا' میں بھی بچوں میں آپ کے ساتھ تھا۔ (صحیح البخاری: ۳۰۸۳) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ پہنچے تو عورتیں' بچے اور بچیاں مل کر یہ گا رہے تھے: "**طلع البدر علينا' من ثنيات الوداع ☆ وجب الشكر علينا ما دعا لله داع**"۔

میں کہتا ہوں کہ ہمارے علماء یہ کہتے ہیں کہ جب آپ مکہ سے مدینہ آئے تھے' اس وقت یہ اشعار پڑھے گئے تھے' لیکن ایسا نہیں ہے بلکہ یہ اس وقت کا واقعہ ہے' جب آپ غزوۂ تبوک سے مدینہ پہنچے تھے۔ (دلائل النبوۃ ج ۵ ص ۲۶۶۔۲۶۵)

شیخ ابن قیم جوزی متوفی ۷۵۱ھ نے بھی اسی طرح لکھا ہے' انہوں نے مزید یہ لکھا ہے کہ جو شخص مکہ سے مدینہ آئے تو اس راستہ میں ثنیات الوداع نہیں ہے' یہ مقام اس راستہ میں ہے' جب کوئی شخص شام سے مدینہ آئے۔ (زاد المعاد ج ۳ ص ۴۶۹)

حضرت السائب نے کہا: میں نے آپ کے وضوء کے پانی سے پیا' اس میں یہ دلیل ہے کہ وضوء کا مستعمل پانی پاک ہے' اس سے مراد وہ پانی ہے' جو آپ کے اعضاء شریفہ سے لگ کر قطرات کی صورت میں گرا تھا۔

وضوء کے مستعمل پانی کے متعلق امام ابوحنیفہ کے قول کو حافظ ابن حجر کا رد کرنا

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس باب میں جو احادیث ذکر کی ہیں' ان سے استدلال کر کے وہ اس شخص کے قول کا رد کرنا چاہتے ہیں' جو وضوء کے مستعمل پانی کو نجس کہتا ہے اور وہ ابو یوسف کا قول ہے' امام شافعی نے "کتاب الام" میں لکھا ہے: امام ابو یوسف اور امام محمد نے اس قول سے رجوع کر لیا' اور امام ابوحنیفہ سے وضوء کے مستعمل پانی کے متعلق تین روایات ہیں: (۱) یہ طاہر ہے' مطہر نہیں ہے (۲) یہ نجاست خفیفہ کے ساتھ نجس ہے (۳) یہ نجاست غلیظہ کے ساتھ نجس ہے' اور یہ احادیث امام ابوحنیفہ کا رد کرتی ہیں کیونکہ نجس چیز سے تبرک حاصل نہیں کیا جاتا اور نہ نجس چیز کو پیا جاتا ہے۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۷۳۱۔۷۳۰' ملخصاً' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حافظ بدر الدین عینی کا امام ابوحنیفہ کی طرف سے دفاع کرنا

علامہ بدر الدین محمود بن عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ' حافظ عسقلانی کی اس عبارت کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں: اس قائل نے اس تشنیع سے امام ابوحنیفہ پر رد کا ارادہ کیا ہے' اور اس کا رد بہت بعید ہے' کیونکہ جس پانی کو حضرت السائب نے پیا تھا' ضروری نہیں ہے کہ وہ وضوء کا مستعمل پانی ہو' وہ وضوء کے برتن میں بچا ہوا پانی بھی ہو سکتا ہے اور اگر بالفرض یہ پانی وہ تھا' جو آپ کے اعضاء شریفہ سے لگ کر گرا تھا تو امام ابوحنیفہ آپ کے مستعمل پانی کو نجس نہیں کہتے' وہ اس سے بری ہیں' وہ آپ کے

مستعمل پانی کو نجس کیسے کہہ سکتے ہیں' وہ تو آپ کے پیشاب کو بلکہ آپ کے تمام فضلات کو طاہر کہتے ہیں' اس کے باوجود ہم بتا چکے ہیں کہ یہ صحیح نہیں ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک وضوء کا مستعمل پانی نجس ہے کیونکہ فقہاء احناف کا فتویٰ اس قول پر ہے کہ وضوء کا مستعمل پانی طاہر غیر مطہر ہے' لہٰذا اس معاند کا شور وشغب منقطع ہو گیا۔ (عمدۃ القاری ج ٣ ص ١١٨' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

یہ دوسری جگہ ہے' جہاں علامہ عینی نے یہ تصریح کی ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام فضلات طاہر ہیں اور سخت حیرت ہے کہ شیخ انورشاہ کشمیری اور احمد رضا بجنوری نے لکھا ہے کہ مجھے ابھی تک عینی کی یہ عبارت نہیں ملی۔

* باب مذکور کی یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ٥٩٦٦۔ ج ٦ ص ٨٠٥ پر مذکور ہے' وہاں اس حدیث کی شرح نہیں کی گئی' صرف دو سطروں میں مہر نبوت کی مختلف احادیث میں تطبیق دی ہے۔

٤١- بَابُ مَنْ مَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ مِنْ غَرْفَةٍ وَّاحِدَةٍ

جس نے ایک چلو پانی سے کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا

باب سابق اور اس باب میں مناسبت یہ ہے کہ دونوں کا تعلق وضوء سے ہے۔

١٩١- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيٰى' عَنْ اَبِيْهِ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ اَنَّهٗ اَفْرَغَ مِنَ الْاِنَاءِ عَلٰى يَدَيْهِ فَغَسَلَهُمَا' ثُمَّ غَسَلَ. اَوْ مَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ. مِنْ كَفَّةٍ وَّاحِدَةٍ' فَفَعَلَ ذٰلِكَ ثَلَاثًا' فَغَسَلَ وَجْهَهٗ ثَلَاثًا ثُمَّ غَسَلَ يَدَيْهِ اِلَى الْمِرْفَقَيْنِ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ' وَمَسَحَ بِرَاْسِهٖ مَا اَقْبَلَ وَمَا اَدْبَرَ' وَغَسَلَ رِجْلَيْهِ اِلَى الْكَعْبَيْنِ' ثُمَّ قَالَ هٰكَذَا وُضُوْءُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن یحییٰ نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کہ انہوں نے برتن سے اپنے دونوں ہاتھوں پر پانی ڈالا' پس دونوں ہاتھوں کو دھویا' پھر انہوں نے ایک چلو سے دھویا یا کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا' پس یہ تین مرتبہ کیا' پھر تین مرتبہ چہرہ دھویا' پھر دو' دو مرتبہ دونوں ہاتھوں کو کہنیوں تک دھویا' پھر سر پر مسح کیا' آگے سے ہاتھ سر کے پیچھے لے گئے اور پیچھے سے ہاتھ آگے لائے' اور اپنے دونوں پیروں کو ٹخنوں تک دھویا' پھر کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وضوء اسی طرح تھا۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح کے لیے صحیح البخاری: ١٨٥ کا مطالعہ فرمائیں اور ایک چلو سے کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کی تحقیق صحیح البخاری: ١٤٠ میں مطالعہ فرمائیں۔

٤٢- بَابُ مَسْحِ الرَّاْسِ مَرَّةً

سر کا مسح ایک بار کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ سر کا مسح صرف ایک بار کیا جائے گا' باب سابق میں یہ بیان کیا تھا کہ ایک چلو پانی سے کلی کی جائے اور ناک میں پانی ڈالا جائے اور اس باب میں ایک بار سر کے مسح کا ذکر ہے اور یہ دونوں باب وضوء کے ارکان پر مشتمل ہیں' اس لیے باہم متناسب ہیں۔

١٩٢- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيٰى' عَنْ اَبِيْهِ قَالَ شَهِدْتُ عَمْرَو بْنَ اَبِيْ حَسَنٍ' سَاَلَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ زَيْدٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن یحییٰ نے حدیث بیان کی از والد خود'

عَنْ وُضُوْءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ' فَدَعَا بِتَوْرٍ مِّنْ مَّاءٍ فَتَوَضَّاَ لَهُمْ ' فَكَفَأَ عَلٰى يَدَيْهِ فَغَسَلَهُمَا ثَلَاثًا ' ثُمَّ اَدْخَلَ يَدَهُ فِي الْاِنَاءِ ' فَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ وَاسْتَنْثَرَ ثَلَاثًا ' بِثَلَاثِ غَرَفَاتٍ مِّنْ مَّاءٍ ' ثُمَّ اَدْخَلَ يَدَهُ فِي الْاِنَاءِ ' فَغَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا ' ثُمَّ اَدْخَلَ يَدَهُ فِي الْاِنَاءِ ' فَغَسَلَ يَدَيْهِ اِلَى الْمِرْفَقَيْنِ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ ' ثُمَّ اَدْخَلَ يَدَهُ فِي الْاِنَاءِ فَمَسَحَ بِرَاْسِهِ فَاَقْبَلَ بِيَدَيْهِ وَاَدْبَرَ بِهِمَا ' ثُمَّ اَدْخَلَ يَدَهُ فِي الْاِنَاءِ ' فَغَسَلَ رِجْلَيْهِ.

انہوں نے کہا: میں عمرو بن ابی حسن کے پاس تھا' انہوں نے حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وضوء کے متعلق سوال کیا' انہوں نے پانی کا تسلا (بڑا برتن) منگایا' پھر ان کے سامنے وضوء کیا' پھر اس تسلے کو اپنے دونوں ہاتھوں پر انڈیلا' پھر دونوں ہاتھوں کو تین بار دھویا' پھر اپنا ہاتھ پانی کے برتن میں ڈالا' پھر تین چلو پانی لے کر تین بار کلی کی اور تین بار ناک میں پانی ڈالا' پھر اپنا ہاتھ پانی کے برتن میں ڈالا' پس اپنے چہرے کو تین بار دھویا' پھر اپنا ہاتھ پانی کے برتن میں ڈالا' پس اپنے دونوں ہاتھوں کو دو بار کہنیوں تک دھویا' پھر اپنا ہاتھ برتن میں ڈالا' پس اپنے سر کا مسح کیا' پس اپنے دونوں ہاتھوں کو آگے سے پیچھے لے گئے' پھر پیچھے سے آگے لائے' پھر اپنے ہاتھ کو برتن میں ڈالا' پس اپنے دونوں پیروں کو دھویا۔

وَحَدَّثَنَا مُوْسٰى قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ مَسَحَ رَاْسَهُ مَرَّةً.

اور ہم کو موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہم کو وہیب نے حدیث بیان کی' وہ بیان کرتے ہیں: انہوں نے ایک بار سر کا مسح کیا۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح کے لیے صحیح البخاری: ۱۸۵' اور صحیح البخاری: ۱۴۰ کا مطالعہ فرمائیں۔

٤٣- بَابُ وُضُوْءِ الرَّجُلِ مَعَ امْرَاَتِهٖ ' وَفَضْلِ وَضُوْءِ الْمَرْاَةِ

مرد کا اپنی بیوی کے ساتھ وضوء کرنا اور عورت کے بچے ہوئے پانی سے وضوء کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ مرد اور اس کی بیوی ایک برتن سے پانی لے کر وضوء کریں اور عورت کے پانی لینے کے بعد جب مرد اس عورت کے چھوڑے ہوئے پانی سے وضوء کرے گا تو اس کا کیا حکم ہے۔ امام بخاری فرماتے ہیں:

وَتَوَضَّاَ عُمَرُ بِالْحَمِيْمِ مِنْ بَيْتِ نَصْرَانِيَّةٍ.

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نصرانیہ کے گھر سے گرم پانی لے کر وضوء کیا۔

اس اثر پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ حضرت عمر کے اس اثر کی باب کے عنوان کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ اس کتاب کی تدوین سے امام بخاری کی غرض صرف احادیث کی عبارات کو جمع کرنا نہیں ہے بلکہ ان کی غرض اس سے عام ہے' اس لیے وہ آثار صحابہ' فتاویٰ سلف' اقوال علماء اور قرآن مجید اور احادیث میں وارد مشکل الفاظ کے معانی بھی ذکر کرتے ہیں اور حضرت عمر کے اس اثر سے امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ گرم پانی سے وضوء کرنا جائز ہے اور نصرانی عورت کے گھر سے پانی لے کر وضوء کرنا جائز ہے' جب تک یہ ثابت نہ ہو کہ یہ پانی نجس ہے۔

۱۹۳- **حَدَّثَنَا** عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَّافِعٍ ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ ' اَنَّهُ قَالَ كَانَ الرِّجَالُ وَالنِّسَاءُ يَتَوَضَّئُوْنَ فِي زَمَانِ رَسُوْلِ اللّٰهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَمِيْعًا.

کے زمانہ میں مرد اور عورتیں اکٹھے وضوء کرتے تھے۔

(سنن ابوداؤد:۷۹' سنن نسائی:۷۱' سنن ابن ماجہ:۳۸۱' صحیح ابن خزیمہ:۲۰۵' سنن بیہقی ج ۱ص ۱۹۰' مسند احمد ج ۲ص ۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۴۴۸۱۔ج ۸ص ۶۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے صرف ایک جز میں مطابقت ہے' یعنی مرد اور عورت اکٹھے وضوء کرتے تھے اور اس حدیث میں یہ مذکور نہیں ہے کہ وہ ایک برتن سے پانی لے کر وضوء کرتے تھے' حتیٰ کہ یہ لازم آئے کہ مرد نے عورت کے بچے ہوئے پانی سے وضوء کیا' البتہ ایک اور حدیث میں یہ تصریح ہے:

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر نے کہا کہ ہم اور عورتیں ایک برتن سے پانی لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں وضوء کرتے تھے۔ (سنن ابوداؤد:۷۹' سنن نسائی:۷۱' سنن ابن ماجہ:۳۸۱)

مردوں اور عورتوں کا ایک برتن سے پانی لے کر وضوء کرنے کا جواز اور دیگر مسائل

(۱) صحابی جب کسی فعل کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ کی طرف نسبت کرے تو جمہور کے نزدیک وہ مرفوع حدیث کے حکم میں ہے۔

(۲) اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ مرد اور عورت کا ایک برتن سے پانی لے کر وضوء کرنا جائز ہے اور رہا عورت کے بچے ہوئے پانی سے وضوء کرنا تو امام شافعی کے نزدیک مرد کا اس پانی سے وضوء کرنا جائز ہے' امام بغوی نے کہا: اس میں کوئی کراہت نہیں ہے کیونکہ اس کے ثبوت میں احادیث صحیحہ وارد ہیں' امام مالک' امام ابوحنیفہ اور جمہور علماء کا بھی یہی قول ہے اور امام احمد نے کہا ہے کہ اگر وہ اس عورت کے ساتھ تنہا ہو تو پھر اس کے بچے ہوئے پانی سے وضوء کرنا جائز نہیں ہے۔

(۳) مردوں اور عورتوں کے ایک برتن سے پانی لے کر غسل کرنے کے متعلق امام طحاوی' علامہ قرطبی اور علامہ نووی نے یہ نقل کیا ہے کہ یہ جائز ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت عائشہ نے ایک برتن سے پانی لے کر غسل جنابت کیا اور دونوں نے اکٹھے نماز کے لیے وضوء کیا۔ (المعجم الکبیر:۱۲۰۱۶)

تاہم مردوں کا اجنبی عورتوں کے ساتھ ایک برتن سے پانی لے کر وضوء کرنا جائز نہیں ہے' البتہ مردوں کا اپنی بیویوں کے ساتھ ایک برتن سے پانی لے کر وضوء کرنا جائز ہے۔

٤٤- بَابُ صَبِّ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَضُوْءَهٗ عَلَى الْمُغْمٰى عَلَيْهِ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنے وضوء کے پانی کو بے ہوش شخص پر ڈالنا

بے ہوشی' جنون اور نیند میں فرق یہ ہے کہ جنون میں عقل مسلوب ہو جاتی ہے اور بے ہوشی میں عقل مغلوب ہو جاتی ہے اور نیند میں عقل مستور ہو جاتی ہے' باب سابق کے ساتھ اس باب کی مناسبت یہ ہے کہ دونوں بابوں میں وضوء کے بچے ہوئے پانی کا ذکر ہے' باب سابق میں یہ بتایا تھا کہ عورت کے وضوء کے بچے ہوئے پانی سے وضوء کرنا جائز ہے اور اس باب میں یہ بتایا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے وضوء کے بچے ہوئے پانی کو بے ہوش شخص پر ڈال دیا۔

١٩٤- حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرًا يَقُوْلُ جَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُوْدُنِيْ وَاَنَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از محمد بن المنکدر' انہوں نے کہا: میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے

مَرِيضٌ لَا أَعْقِلُ، فَتَوَضَّأَ وَصَبَّ عَلَيَّ مِنْ وَضُوئِهِ، فَعَقَلْتُ، فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ لِمَنِ الْمِيرَاثُ، إِنَّمَا يَرِثُنِي كَلَالَةٌ؟ فَنَزَلَتْ آيَةُ الْفَرَائِضِ.

[اطراف الحدیث: ۴۵۷۷-۵۶۵۱-۵۶۶۴-۵۶۷۶-۶۷۲۳-۶۷۴۳-۷۳۰۹]

ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت کرنے کے لیے تشریف لائے' میں اس وقت بیمار تھا اور مجھے ہوش نہیں تھا' آپ نے وضوء کیا اور مجھ پر اپنے وضوء کا پانی ڈالا تو مجھے ہوش آ گیا' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میری وراثت کس کو ملے گی میرا وارث تو صرف کلالہ ہوگا؟ پھر فرائض (وراثت کے احکام) کی آیت نازل ہوگئی۔

(صحیح مسلم: ۱۶۱۶' الرقم المسلسل: ۴۰۶۸' سنن ابوداؤد: ۲۸۸۶' سنن ترمذی: ۲۰۹۷' سنن ابن ماجہ: ۲۷۲۸' سنن نسائی: ۱۳۸' السنن الکبریٰ للنسائی: ۷۵۱۳' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۱۷۰۹' سنن دارمی: ۷۳۳' صحیح ابن حبان: ۱۲۶۶' سنن بیہقی ج۱ ص ۲۳۵۔ ج۶ ص ۲۱۲' شرح السنۃ: ۲۲۱۹' مسند احمد ج ۳ ص ۲۹۸ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۴۱۸۶۔ ج ۲۲ ص ۹۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) ابوالولید الطیالسی ہشام بن عبدالملک (۲) شعبہ بن الحجاج' ان کا تعارف ہو چکا ہے (۳) محمد بن المنکدر التیمی القرشی' یہ مشہور تابعی ہیں' یہ علم اور زہد کے جامع تھے' المنکدر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ماموں تھے' انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اپنی ضرورت کا ذکر کیا تو حضرت عائشہ نے فرمایا: میرے پاس جو پہلی چیز آئے گی' میں اس کو تمہارے پاس بھیجوں گی' پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس دس ہزار درہم آئے' حضرت عائشہ نے وہ ان کے پاس بھیج دیئے' انہوں نے اس رقم سے ایک باندی خرید لی' اس سے محمد پیدا ہوئے' جو بہت عبادت گزار اور پرسوز تھے' یہ ۱۳۱ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بہت بڑے صحابی ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۲۹)

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس جملہ میں ہے: مجھے ہوش نہیں تھا' آپ نے وضوء کیا اور مجھ پر اپنے وضوء کا پانی ڈالا۔

کلالہ اور فرائض کا معنی

اس حدیث میں کلالہ کا لفظ ہے' کلالہ اس شخص کو کہتے ہیں' جس کا نہ والد ہو نہ اس کی اولاد ہو۔

اور اس حدیث میں وراثت اور فرائض کا لفظ ہے' فرائض سے مراد ہے: کتاب اللہ میں وارثوں کے جو حصص مقدر ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وضوء کے پانی سے شفاء اور برکت کا حصول

علامہ بدرالدین عینی نے کہا ہے کہ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ہاتھوں کی برکت ہر بیماری کو زائل کر دیتی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۳۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ ابوالحسن ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں: اس حدیث میں صالحین کے پانی پر دم کرنے اور پانی کو ہاتھ لگانے اور اس سے ان کی برکت کی توقع کا ثبوت ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۱ ص ۳۰۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

دیوبندی شارح سید احمد رضا بجنوری لکھتے ہیں:

(۱) آں حضرت کے دست مبارک کی برکت سے ہر علت و مرض دور ہو جاتی تھی (۲) بزرگوں کے رقیہ' جھاڑ' پھونک وغیرہ سے بھی فائدہ اور برکت حاصل ہو سکتی ہے۔ (انوار الباری ج ۷ ص ۵۲' ادارہ تالیفات اشرفیہ' ملتان)

شیخ تقی عثمانی لکھتے ہیں:
رسول اللہ ﷺ نے بطورِ علاج اپنے وضوء کا پانی ان پر ڈالا' پہلے جو فضل النبی ﷺ آیا تھا' وہ بطور تبرک تھا اور یہ بطور علاج ہے' معلوم ہوا کہ دونوں طریقے جائز ہیں۔ (انعام الباری ج ۲ ص ۳۲۴' مکتبۃ الحراء' کراچی)

اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ اکابر کو اصاغر کی عیادت کرنی چاہیے۔

* باب مذکور کی یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۴۰۳۶۔ ج ۴ ص ۵۷ ۴ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے حسب ذیل عنوانات ہیں:
(۱) فرائض کا لغوی معنی (۲) مسلمان اور کافر کی ایک دوسرے کی وراثت میں مذاہب (۳) آثارِ صالحین سے تبرک حاصل کرنا (۴) کلالہ کی تعریف۔

٤٥- بَابُ الْغُسْلِ وَالْوُضُوْءِ فِي الْمِخْضَبِ وَالْقَدَحِ وَالْخَشَبِ وَالْحِجَارَةِ

مخضب اور پیالے اور لکڑی اور پتھر کے برتن میں غسل اور وضوء کرنا

"مخضب" کپڑے دھونے اور رنگنے کے برتن کو کہتے ہیں' اُردو میں اس کو ٹب یا لگن کہا جاتا ہے' علامہ عینی نے اس کا معنی "مرکن" لکھا ہے' اس باب کی بابِ سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ دونوں میں وضوء کا ذکر ہے۔

١٩٥- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُنِيْرٍ سَمِعَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ بَكْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ عَنْ أَنَسٍ قَالَ حَضَرَتِ الصَّلٰوةُ ' فَقَامَ مَنْ كَانَ قَرِيْبَ الدَّارِ إِلٰى أَهْلِهِ ' وَبَقِيَ قَوْمٌ ' فَأُتِيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِخْضَبٍ مِّنْ حِجَارَةٍ فِيْهِ مَاءٌ ' فَصَغُرَ الْمِخْضَبُ أَنْ يَّبْسُطَ فِيْهِ كَفَّهُ ' فَتَوَضَّأَ الْقَوْمُ كُلُّهُمْ . قُلْنَا كَمْ كُنْتُمْ؟ قَالَ ثَمَانِيْنَ وَزِيَادَةً.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن منیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے عبداللہ بن بکر سے سنا' انہوں نے کہا: ہمیں حمید نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ نماز کا وقت آ گیا تو جس کے اہل کا گھر قریب تھا' وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور باقی لوگ وہیں رہے' پھر رسول اللہ ﷺ کے پاس پتھر کا مخضب لایا گیا' جس میں پانی تھا' وہ مخضب اتنا چھوٹا تھا کہ آپ اس میں اپنی ہتھیلی نہیں پھیلا سکتے تھے' پھر تمام لوگوں نے اس سے وضوء کر لیا' ہم نے پوچھا: تم لوگ کتنے تھے؟ انہوں نے کہا: اسّی سے زیادہ تھے۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح' صحیح البخاری: ۱۶۹ میں گزر چکی ہے' وہاں مطالعہ فرمائیں۔

ہر قسم کے مادے کے برتن میں وضوء کرنے کا جواز

امام بخاری نے اس باب کے عنوان سے یہ بتایا ہے کہ ہر قسم کے مادے کے برتن سے وضوء کرنا جائز ہے' خواہ وہ برتن پتھر کا ہو یا لکڑی کا یا مٹی کا یا تانبے اور پیتل کا ہو' اس حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ وہ مخضب پتھر کا تھا' جس کے پانی سے آپ نے وضوء کیا تھا' اور بعض احادیث میں یہ تصریح بھی ہے کہ آپ نے پیتل کے برتن سے پانی لے کر وضوء فرمایا۔

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ آئے تو ہم نے آپ کے لیے پیتل کے طشت میں پانی نکالا تو آپ نے اس سے وضوء کیا۔ (سنن ابوداؤد: ۱۰۰' سنن ابن ماجہ: ۴۷۱' المستدرک: ۶۰۰۔ ج ۱ ص ۱۶۸)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں اور رسول اللہ ﷺ پیتل کے ایک طشت سے پانی لے کر غسل کرتے تھے۔ (المستدرک: ۶۰۱۔ ج ۱ ص ۱۶۹)

١٩٦- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ، عَنْ بُرَيْدٍ، عَنْ اَبِىْ بُرْدَةَ، عَنْ اَبِىْ مُوْسٰى اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعَا بِقَدَحٍ فِيْهِ مَاءٌ، فَغَسَلَ يَدَيْهِ وَوَجْهَهُ فِيْهِ، وَمَجَّ فِيْهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن العلاء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی' از برید از ابوبردہ از حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک پیالہ منگایا' جس میں پانی تھا' پھر آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں کو اور چہرہ کو اس میں دھویا اور اس میں کلی کی۔

اس حدیث کی تخریج اور اس کی شرح' صحیح البخاری: ١٨٨ میں گزر چکی ہے' وہاں مطالعہ فرمائیں۔

جس برتن میں کلی کی ہو' اس سے وضوء کرنے کا جواز

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

داؤدی نے کہا ہے کہ اس پانی سے وضوء کرنا جائز ہے' جس میں کلی کی ہو۔

اور اس میں یہ دلیل بھی ہے کہ اس پانی کو پینا بھی جائز ہے اور اس کو اپنے چہرے اور سینہ پر ڈالنا بھی جائز ہے۔

(عمدۃ القاری ج ٣ ص ١٣٣' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

١٩٧- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ اَبِىْ سَلَمَةَ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيٰى، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ اَتٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاَخْرَجْنَا لَهُ مَاءً فِىْ تَوْرٍ مِّنْ صُفْرٍ، فَتَوَضَّاَ فَغَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا، وَيَدَيْهِ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ، وَمَسَحَ بِرَاْسِهٖ، فَاَقْبَلَ بِهٖ وَاَدْبَرَ، وَغَسَلَ رِجْلَيْهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد العزیز بن ابی سلمہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن یحییٰ نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے تو ہم نے آپ کے لیے پیتل کے ایک طشت میں پانی نکالا تو آپ نے اس سے وضوء کیا' پس آپ نے اپنے چہرے کو تین بار دھویا اور اپنے ہاتھوں کو دو' دو بار دھویا اور اپنے سر کا مسح کیا' پس (اپنے ہاتھوں کو) آگے سے پیچھے لے گئے اور پیچھے سے آگے لائے اور اپنے دونوں پیروں کو دھویا۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح' صحیح البخاری: ١٨٥ میں گزر چکی ہے' وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

١٩٨- حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِىِّ قَالَ اَخْبَرَنِىْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ، اَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا ثَقُلَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاشْتَدَّ بِهٖ وَجَعُهُ، اسْتَاْذَنَ اَزْوَاجَهُ فِىْ اَنْ يُّمَرَّضَ فِىْ بَيْتِىْ، فَاَذِنَّ لَهُ، فَخَرَجَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ رَجُلَيْنِ تَخُطُّ رِجْلَاهُ فِى الْاَرْضِ، بَيْنَ عَبَّاسٍ وَّرَجُلٍ اٰخَرَ، قَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ فَاَخْبَرْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ فَقَالَ اَتَدْرِىْ مَنِ الرَّجُلُ الْاٰخَرُ؟ قُلْتُ لَا، قَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از زہری' انہوں نے کہا: مجھے عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ نے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیماری میں بوجھل ہو گئے اور آپ کا درد بہت شدید ہو گیا تو آپ نے اپنی ازواج سے یہ اجازت طلب کی کہ آپ اپنی بیماری کے ایام میرے گھر میں گزاریں' آپ کی ازواج نے آپ کو اجازت دے دی' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دو آدمیوں کے درمیان گھر سے نکلے' آپ کے دونوں پیر زمین میں گھسٹتے

هُوَ عَلِيٌّ. وَكَانَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا تُحَدِّثُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَعْدَمَا دَخَلَ بَيْتَهُ وَاشْتَدَّ وَجَعُهُ هَرِيقُوا عَلَيَّ مِنْ سَبْعِ قِرَبٍ لَمْ تُحْلَلْ أَوْكِيَتُهُنَّ، لَعَلِّي أَعْهَدُ إِلَى النَّاسِ. وَأُجْلِسَ فِي مِخْضَبٍ لِحَفْصَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ طَفِقْنَا نَصُبُّ عَلَيْهِ مِنْ تِلْكَ الْقِرَبِ، حَتَّى طَفِقَ يُشِيرُ إِلَيْنَا أَنْ قَدْ فَعَلْتُنَّ، ثُمَّ خَرَجَ إِلَى النَّاسِ.

[اطراف الحدیث: ٦٦٤۔٦٦٥۔٢٥٨٨۔٣٠٩٩۔٤٤٤٢۔٥٧١٤]

ہوئے لکیر بنا رہے تھے آپ حضرت عباس رضی اللہ اور ایک اور شخص کے درمیان (چل رہے تھے)' عبید اللہ نے کہا: پس میں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو خبر دی' انہوں نے کہا: کیا تم جانتے ہو کہ وہ دوسرا شخص کون تھا؟ میں نے کہا: نہیں' انہوں نے کہا: وہ حضرت علی رضی اللہ تھے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی تھیں کہ گھر میں داخل ہونے کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا درد زیادہ ہو گیا تو آپ نے فرمایا: مجھ پر سات ایسی مشکوں سے پانی ڈالو جن کی ڈوریاں کھولی نہ گئی ہوں' شاید کہ میں لوگوں کو نصیحت کروں اور آپ کو ایک ٹب میں بٹھا دیا گیا' وہ ٹب آپ کی زوجہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا تھا' پھر ہم آپ کے اوپر ان مشکوں سے پانی ڈالتے رہے' حتیٰ کہ آپ نے ہماری طرف اشارہ کیا کہ تم نے اپنا کام پورا کر لیا ہے' پھر ان لوگوں کی طرف چلے گئے۔

ہماری تحقیق کے مطابق اس متن کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں' دیگر کتب صحاح میں اور مسند احمد میں' اس متن کی روایت نہیں ہے' اس متن سے زائد عبارت کی روایت ہے یا اس سے کم متن کی روایت ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) ابوالیمان' ان کا نام حکم بن نافع ہے (۲) شعیب بن ابی حمزہ دینار' ابو بشر الحمصی (۳) محمد بن مسلم الزہری (۴) عبید اللہ بن عبداللہ (۵) حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا' ان سب کا تعارف ہو چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۳۴)

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس جملہ میں ہے: آپ کو ٹب میں بٹھا دیا گیا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم شافی الامراض ہیں' پھر وفات تک آپ کے بیمار رہنے کی توجیہ

اس حدیث میں مذکور ہے: جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیماری میں بوجھل ہو گئے اور آپ کا درد زیادہ ہو گیا۔

متعدد احادیث سے ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لعاب دہن سے یا آپ کے ہاتھ پھیرنے سے بیماروں کو شفاء ہو جاتی تھی' پھر کیا وجہ ہے کہ آپ خود بیمار ہو گئے اور کئی ایام تک بیمار رہے اور شفاء یاب نہیں ہوئے اور اسی بیماری میں آپ کی وفات ہو گئی' اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے معجزات اور کمالات ظاہر کرنے کے لیے آپ کے لعاب مبارک اور آپ کے ہاتھوں کے لمس میں شفاء رکھی اور یہ ظاہر کرنے کے لیے کہ آپ ان کمالات کے باوجود اللہ تعالیٰ کے بندہ ہیں اور خدا نہیں ہیں' آپ پر بیماری کے احوال طاری کیے' تاکہ آپ کے ان کمالات کو دیکھ کر کوئی شخص آپ میں الوہیت کا اعتقاد نہ کرے' جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے چند کمالات دیکھ کر ان کے بعض پیروکاروں نے ان کو خدا یا خدا کا بیٹا کہہ دیا تھا۔

آیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ازواج میں باریوں کی تقسیم واجب تھی یا نہیں؟

اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے ازواج مطہرات سے اجازت لی کہ آپ بیماری کے ایام حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر

گزاریں اس سے معلوم ہوا کہ آپ پر یہ واجب تھا کہ آپ باری باری ہر زوجہ کے گھر رہیں اور کسی ایک زوجہ کے پاس ایک سے زیادہ دن نہ رہیں اور چونکہ بیماری کے ایام میں بار بار گھر بدلنے میں مشقت اور زحمت ہوتی ہے اس لیے آپ نے باقی ازواج سے اجازت لی کہ آپ بیماری کے ایام حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر گزاریں۔

علامہ بدرالدین عینی نے یہ لکھا ہے کہ آپ پر ازواج کے لیے باریوں کی تقسیم واجب تھی ورنہ آپ ازواج سے اجازت نہ لیتے۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۳۶)

علامہ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے: اس حدیث سے استدلال کیا گیا ہے کہ آپ پر باریوں کی تقسیم واجب تھی اور یہ بھی احتمال ہے کہ آپ نے دیگر ازواج کی دل جوئی کے لیے ان سے اجازت طلب کی ہو۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۳۵ ۷ دار المعرفۃ بیروت)

مصنف کے نزدیک تحقیق یہ ہے کہ آپ پر ازواج میں باریوں کی تقسیم واجب نہ تھی قرآن مجید میں ہے:

تُرْجِیْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ وَتُؤْوِیْۤ اِلَیْكَ مَنْ تَشَآءُ. (الاحزاب:۵۱) ان میں سے جس کو آپ چاہیں اپنے پاس سے موخر کردیں اور جس کو چاہیں اپنے پاس رکھیں۔

اس آیت میں "ترجی" کا لفظ ہے یہ "ارجاء" سے بنا ہے اس کا معنی ہے: کسی چیز کو مؤخر کرنا یعنی ازواج میں سے آپ جس بیوی کی باری چاہیں مؤخر کردیں اور "تؤوی" کا لفظ ہے یہ "ایواء" سے بنا ہے اور اس کا معنی ہے: جگہ دینا اور یہاں مراد ہے: آپ جس بیوی کی باری کو چاہیں مقدم کردیں۔

اللہ تعالیٰ نے آپ پر بیویوں کی باری کی تقسیم واجب نہیں کی تھی اور آپ نے جو باریاں تقسیم کی ہوئی تھیں وہ محض آپ کا فضل اور آپ کی شفقت تھی اور آپ نے دیگر ازواج سے بیماری کے ایام حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر گزارنے کی اجازت طلب کی تھی وہ بھی آپ کی شفقت تھی اور آپ کا فضل تھا اور ان ازواج کی دل جوئی تھی۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور ایک اور شخص کے درمیان چل رہے تھے حضرت ابن عباس نے بتایا کہ جس شخص کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نام نہیں لیا وہ حضرت علی تھے۔

حضرت علی کا نام نہ لینے کی توجیہ

بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نام اس لیے نہیں لیا تھا کہ حضرت عائشہ کو حضرت علی سے شکایت تھی کیونکہ جب منافقین نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر حضرت صفوان بن معطل کے ساتھ تہمت لگائی اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی تفتیش کی تو باقی صحابہ نے تو یہ کہا: یارسول اللہ! اللہ کی قسم! ہم آپ کی اہلیہ کے متعلق سوائے خیر کے اور کچھ نہیں جانتے اور حضرت علی نے یہ کہا تھا: یارسول اللہ! اللہ نے آپ پر کوئی تنگی نہیں کی اور ان کے سوا اور بہت عورتیں ہیں۔ (صحیح البخاری:۲۶۶۱)

اس کی زیادہ بہتر توجیہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک جانب تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ تھے اور دوسری جانب آدمی بدل رہے تھے کبھی حضرت علی ہوتے کبھی حضرت فضل بن عباس ہوتے اور کبھی حضرت اسامہ بن زید ہوتے تو چونکہ دوسری جانب کوئی آدمی معین نہیں تھا اس لیے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے دوسری جانب کے لیے کسی شخص کا نام نہیں لیا۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سات مشکوں کے پانی سے غسل کرانے کی حکمت

اس حدیث میں مذکور ہے کہ جب آپ کا درد زیادہ ہو گیا تو آپ نے فرمایا: مجھ پر سات ایسی مشکوں سے پانی ڈالو جن کی ڈوریاں کھولی نہ گئیں ہوں۔ آپ نے پانی ڈالنے کا حکم اس لیے دیا تھا تا کہ بخار کی تیزی اور حدت میں تخفیف ہو جدید میڈیکل سائنس

کی بھی یہی تحقیق ہے کہ جب بخار بہت تیز ہو جائے تو برف سے ٹکور کرنی چاہیے اور آپ نے سات مشکوں کا جو فرمایا' ہو سکتا ہے' اس کی وجہ یہ ہو کہ اکثر اُمور شرعیہ میں سات کا عدد معتبر ہے' جیسے طواف کے سات چکر ہیں اور صفا اور مروہ میں سات بار سعی کی جاتی ہے اور شیطان کو سات کنکریاں ماری جاتی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی اکثر مخلوقات بھی سات ہیں' جیسے سات زمینیں اور سات آسمان ہیں اور ہفتہ کے دن بھی سات ہیں' یا سات مشکوں کی کوئی اور وجہ ہو' جس کا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کو ہے' باقی یہ جو فرمایا کہ ان مشکوں کی ڈوریاں کھولی نہ گئی ہوں' یہ اس لیے فرمایا کہ اگر ان مشکوں کا منہ کھلا ہوا ہو تو اس کے پانی میں گرد و غبار چلا جائے گا' آپ چاہتے تھے کہ آپ کے اوپر صاف اور شفاف پانی ڈالا جائے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بیماری میں زیادہ تکلیف زیادہ اجر کی موجب ہے

نیز اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ کو درد زیادہ ہو گیا تھا' آپ کو درد اس لیے زیادہ ہوتا تھا تا کہ آپ کا اجر زیادہ ہو' حدیث میں ہے:

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گیا' اس وقت آپ کو بخار چڑھا ہوا تھا' میں نے کہا: یا رسول اللہ! آپ کو بہت شدید بخار ہے' آپ نے فرمایا: ہاں! مجھے اتنا بخار آتا ہے' جتنا تم میں سے دو آدمیوں کو بخار آتا ہے' میں نے کہا: اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کے لیے اس میں دو اجر ہیں' آپ نے فرمایا: ہاں! یہ بات اسی طرح ہے' جس مسلمان کو بھی اذیت پہنچتی ہے' کانٹا ہو یا اس سے زیادہ کوئی چیز ہو' اللہ اس اذیت کو اس کے گناہوں کا کفارہ بنا دیتا ہے' جس طرح درخت سے پتے گرتے ہیں۔ (صحیح البخاری: ۵٦٤٧' صحیح مسلم: ۲۵۷۱)

حدیث الباب کے دیگر مسائل

اس حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غسل کے لیے ٹب میں بٹھایا گیا' اس سے معلوم ہوا کہ ٹب میں بیٹھ کر غسل کرنا سنت ہے' اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا: شاید میں تم کو نصیحت کروں' اس سے وصیت کرنے کا استحباب معلوم ہوا اور علاج کی نیت سے مریض کو غسل کرانے کا جواز معلوم ہوا' آپ نے فرمایا: مجھ پر سات ایسی مشکوں سے پانی ڈالو' جن کی ڈوریاں کھولی نہ گئی ہوں' اس سے علاج کا سنت ہونا ثابت ہوا اور ان لوگوں کا رد ہو گیا جو علاج کو توکل کے خلاف قرار دیتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیماری کے ایام حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر گزارنا چاہتے تھے' اس سے معلوم ہوا کہ انسان کی متعدد بیویاں ہوں تو یہ جائز ہے کہ اس کو کسی ایک بیوی کے پاس سکون حاصل ہو' اس سے آپ کی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ محبت کا پتا چلا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت معلوم ہوئی۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۳۷)

٤٦- بَابُ الْوُضُوْءِ مِنَ التَّوْرِ — طشت سے پانی لے کر وضوء کرنا

باب کے عنوان میں "تور" کا لفظ ہے' جس کا معنی طشت ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس حدیث میں اس کا معنی لوٹا ہو۔ باب سابق میں ٹب میں بٹھا کر غسل کرنے کا ذکر تھا اور اس باب میں طشت یا لوٹے سے وضوء کرنے کا ذکر ہے۔

١٩٩- حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَمْرُو بْنُ يَحْيٰى ، عَنْ اَبِيْهِ قَالَ كَانَ عَمِّيْ يُكْثِرُ مِنَ الْوُضُوْءِ ، قَالَ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ اَخْبِرْنِيْ كَيْفَ رَاَيْتَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّاُ؟ فَدَعَا بِتَوْرٍ مِّنْ مَّاءٍ ، فَكَفَاَ عَلٰى يَدَيْهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں خالد بن مخلد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عمرو بن یحییٰ نے حدیث بیان کی از والد خود' انہوں نے کہا: میرے چچا بہت وضوء کرتے تھے' انہوں نے حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے کہا: مجھے بتائیں آپ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو

فَغَسَلَهُمَا ثَلَاثَ مِرَارٍ، ثُمَّ اَدْخَلَ يَدَهُ فِي التَّوْرِ، فَمَضْمَضَ وَاسْتَنْثَرَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ مِّنْ غَرْفَةٍ وَاحِدَةٍ، ثُمَّ اَدْخَلَ يَدَهُ فَاغْتَرَفَ بِهَا، فَغَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، ثُمَّ غَسَلَ يَدَيْهِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ، ثُمَّ اَخَذَ بِيَدِهِ مَاءً فَمَسَحَ بِهِ رَأْسَهُ، فَاَدْبَرَ بِهِ وَاَقْبَلَ، ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ فَقَالَ هٰكَذَا رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ.

کس طرح وضوء کرتے ہوئے دیکھا ہے؟ انہوں نے پانی کا ایک تسلا منگایا' اور اس سے اپنے دونوں ہاتھوں پر پانی انڈیلا' پھر دونوں ہاتھوں کو تین بار دھویا' پھر اپنا ہاتھ تسلے میں داخل کیا' پس ایک چلو سے تین بار کلی کی اور تین بار ناک میں پانی ڈالا' پھر اپنا ہاتھ (تسلے میں) داخل کیا' اس سے چلو میں پانی لیا' پھر تین بار اپنے چہرے کو دھویا' پھر اپنے ہاتھوں کو کہنیوں تک دو دو بار دھویا' پھر اپنے ہاتھ میں پانی لیا' پس اپنے سر کا مسح کیا' پس اپنے ہاتھ کو پیچھے لے گئے اور آگے لائے' پھر اپنے دونوں پیروں کو دھویا' پھر فرمایا: اس طرح میں نے نبی ﷺ کو وضوء کرتے ہوئے دیکھا۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح' صحیح البخاری: ۱۸۵ میں گزر چکی ہے' وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

۲۰۰- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعَا بِاِنَاءٍ مِّنْ مَّاءٍ، فَاُتِيَ بِقَدَحٍ رَحْرَاحٍ فِيهِ شَيْءٌ مِّنْ مَّاءٍ، فَوَضَعَ اَصَابِعَهُ فِيهِ، قَالَ اَنَسٌ فَجَعَلْتُ اَنْظُرُ إِلَى الْمَاءِ يَنْبُعُ مِنْ بَيْنِ اَصَابِعِهِ، قَالَ اَنَسٌ فَحَزَرْتُ مَنْ تَوَضَّاَ مِنْهُ مَا بَيْنَ السَّبْعِينَ إِلَى الثَّمَانِينَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از ثابت از حضرت انس رضی اللہ عنہ کہ بے شک نبی ﷺ نے پانی کا برتن منگایا تو ایک کشادہ پیالہ لایا گیا' جس میں تھوڑا سا پانی تھا' آپ نے اس میں اپنی انگلیاں رکھ دیں' حضرت انس نے کہا: میں اس پانی کی طرف دیکھ رہا تھا' جو آپ کی انگلیوں سے اُبل رہا تھا' حضرت انس نے کہا: میں نے اندازہ کیا' جن لوگوں نے اس پانی سے وضوء کیا' ان کی تعداد ستر سے اسی تک تھی۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح' صحیح البخاری: ۱۶۹ میں ملاحظہ فرمائیں۔

٤٧- بَابُ الْوُضُوْءِ بِالْمُدِّ
ایک لیٹر پانی سے وضوء کرنا

"مُد" ایک پیمانہ ہے' جس میں تقریباً ایک لیٹر پانی آتا ہے' علامہ عینی نے لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ اور فقہاء عراق کے نزدیک ایک مُد دو رطل کا ہوتا ہے (رطل بھی ایک پیمانہ ہے' جو تقریباً نصف لیٹر کے برابر ہوتا ہے)' امام ابوحنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ ایک مد یعنی دو رطل سے وضوء کرتے تھے اور ایک صاع (چار لیٹر پانی) سے غسل کرتے تھے یعنی آٹھ رطل سے (سنن دار قطنی: ۳۰۹- ج۱ ص ۲۳۸' دار المعرفۃ' سنن بیہقی ج ۴ ص ۱۷۲)۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۳۹)

۲۰۱- حَدَّثَنَا اَبُو نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ جَبْرٍ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسًا يَقُولُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْسِلُ اَوْ كَانَ يَغْتَسِلُ بِالصَّاعِ إِلَى خَمْسَةِ اَمْدَادٍ، وَيَتَوَضَّاُ بِالْمُدِّ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں مسعر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابن جبر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ نبی ﷺ ایک صاع پانی سے پانچ مُد (چار لیٹر سے پانچ لیٹر) تک پانی سے غسل

کرتے تھے اور ایک مُد (ایک لیٹر) پانی سے وضوء کرتے تھے۔

(صحیح مسلم: ۳۲۵' الرقم المسلسل: ۷۲۲' سنن ابوداؤد: ۹۵' سنن ترمذی: ۶۰۹' سنن نسائی: ۳۴۵۔ ۲۲۶۔ ۷۳' سنن بیہقی ج ۱ ص ۸۹' مسند ابویعلیٰ: ۴۲۳۰' سنن دارمی: ۶۸۹' صحیح ابن خزیمہ: ۱۱۶' مسند ابوعوانہ ج ۱ ص ۲۳۲' صحیح ابن حبان: ۱۲۰۴۔ ۱۲۰۳' شرح السنۃ: ۲۷۷' سنن دار قطنی ج ۱ ص ۹۴۔ ج ۲ ص ۱۵۳' المعجم الاوسط: ۹۲۶' مسند احمد ج ۶ ص ۱۲۱' مسند احمد ج ۳ ص ۱۱۲ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۲۱۰۵۔ ج ۱۹ ص ۱۵۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) ابونعیم بن دکین' ان کا تعارف ہو چکا ہے (۲) مسعر بن کدام' ابونعیم نے کہا: مسعر اپنی حدیث میں بہت شک کرنے والے تھے' شعبہ نے کہا: ہم مسعر کو ان کے صدق کی وجہ سے مصحف کہتے تھے' ابراہیم بن سعد نے کہا: جب شعبہ اور سفیان کسی چیز میں شک کرتے تو وہ کہتے: چلو میزان کی طرف یعنی مسعر کی طرف' یہ ۱۵۵ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) ابن جبر' اس سے مراد جبر کے پوتے ہیں کیونکہ ابن جبر جو ابن سعد ہیں' ان کی اس کتاب میں حضرت انس سے کوئی روایت نہیں ہے' ابن جبر کو جابر بن عتیک کہا جاتا ہے (۴) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' ان کا تعارف ہو چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۴۰)

وضوء اور غسل میں پانی کی مقدار کا معین نہ ہونا اور فرق اور مکوک کے معنی

اس حدیث میں ذکر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک صاع سے پانچ مُد (چار لیٹر سے پانچ لیٹر) تک پانی سے غسل کرتے تھے' بعض اوقات آپ چار لیٹر پانی سے غسل کرتے اور بعض اوقات پانی زیادہ لیتے اور پانچ لیٹر پانی سے غسل کرتے' اس سے معلوم ہوا کہ غسل میں پانی کی مقدار معین نہیں ہے' بلکہ اس میں قلیل اور کثیر پانی کافی ہے' جب اس سے پورے بدن کا غسل ہو جائے اور مستحب یہ ہے کہ غسل اور وضوء میں پانی کی جو مقدار ذکر کی گئی ہے' اس سے کم پانی نہ لیا جائے اور جس آدمی کی جسامت اوسط جسامت سے کم ہو' وہ اس سے کم مقدار سے بھی غسل کر سکتا ہے اور جس کی جسامت اوسط جسامت سے زیادہ ہو' وہ اس سے زیادہ مقدار پانی کو بھی استعمال کر سکتا ہے۔

بعض احادیث میں ''فَرَق'' اور بعض میں ''فَرْق'' کا لفظ ہے' ابن الاثیر نے کہا کہ ''فَرَق'' ۱۶ رطل ہے یعنی آٹھ کلوگرام یا آٹھ لیٹر کا پیمانہ اور ''فَرْق'' ۱۲۰ رطل ہے یعنی ۶۰ کلوگرام یا ۶۰ لیٹر کا پیمانہ' اور بعض احادیث میں ''مکوک'' کا لفظ ہے' ''مکوک'' اور ''مُد'' کا ایک معنی ہے یعنی ایک کلوگرام اور ایک لیٹر کا پیمانہ۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۴۲)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ اتنی مقدار پانی کے ساتھ وضوء اور غسل کرنا جمہور فقہاء کے نزدیک مستحب ہے۔
(فتح الباری ج ۱ ص ۳۷۷)

* یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۶۴۵۔ ج ۱ ص ۱۰۱۸ پر ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

٤٨- بَابُ الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ — موزوں پر مسح کرنا

یعنی یہ باب موزوں پر مسح کرنے کے حکم میں ہے اور گزشتہ باب کے ساتھ اس باب کی مناسبت یہ ہے کہ یہ دونوں باب وضوء کے احکام پر مشتمل ہیں۔

۲۰۲- حَدَّثَنَا اَصْبَغُ بْنُ الْفَرَجِ الْمِصْرِيُّ' عَنِ ابْنِ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَمْرٌو' قَالَ حَدَّثَنَا اَبُو النَّضْرِ' عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اصبغ بن الفرج المصری نے حدیث بیان کی از ابن وہب' انہوں نے کہا: مجھے عمرو نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوالنضر نے حدیث بیان کی از

عُمَرَ، عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ مَسَحَ عَلَى الْخُفَّیْنِ. وَاَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ سَاَلَ عُمَرَ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ نَعَمْ، اِذَا حَدَّثَكَ شَیْـئًا سَعْدٌ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، فَلَا تَسْاَلْ عَنْهُ غَیْرَهٗ.

ابوسلمہ بن عبد الرحمان از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما از حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم کہ آپ نے موزوں پر مسح کیا اور بے شک حضرت عبداللہ بن عمر نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اس کے متعلق سوال کیا تو حضرت عمر نے کہا: ہاں! جب تمہیں حضرت سعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی حدیث بیان کریں تو تم اس کے متعلق کسی اور سے سوال نہ کرو۔

وَقَالَ مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ اَخْبَرَنِیْ اَبُو النَّضْرِ اَنَّ اَبَا سَلَمَةَ اَخْبَرَهٗ اَنَّ سَعْدًا حَدَّثَهٗ فَقَالَ عُمَرُ لِعَبْدِ اللّٰهِ نَحْوَهٗ.

اور موسیٰ بن عقبہ نے کہا: مجھے ابوالنضر نے خبر دی کہ بے شک ابوسلمہ نے ان کو خبر دی کہ بے شک حضرت سعد نے ان کو حدیث بیان کی تو حضرت عمر نے حضرت عبداللہ سے اسی کی مثل کہا۔

(سنن نسائی: ۱۲۱، صحیح ابن خزیمہ: ۱۸۲، مسند احمد ج ۱ ص ۱۵ طبع قدیم، مسند احمد: ۸۸۔ ج ۱ ص ۲۴۹، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

موزوں پر مسح کرنے میں مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطال المالکی القرطبی لکھتے ہیں:

موزوں پر مسح کرنے پر فقہاء کا اتفاق ہے اور امام مالک سے اس کے متعلق تین روایات ہیں اور امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ موزوں پر مسح کرنا جائز ہے۔

خوارج نے کہا ہے کہ موزوں پر مسح کرنا بالکل جائز نہیں ہے کیونکہ قرآن مجید میں اس کا ذکر نہیں ہے۔

شیعہ نے کہا ہے کہ موزوں پر مسح کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ حضرت علی نے موزوں پر مسح نہیں کیا۔

اہل سنت و جماعت کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہ شہرت یہ احادیث مروی ہیں کہ آپ نے موزوں پر مسح کیا ہے اور ان صحابہ سے بھی جو آپ سے سفر اور حضر میں جدا نہیں ہوتے تھے۔

جن صحابہ سے موزوں پر مسح کرنا منقول ہے ان کے اسماء یہ ہیں: (۱) حضرت عمر بن الخطاب (۲) حضرت علی (۳) حضرت سعد (۴) حضرت ابن مسعود (۵) حضرت المغیرہ بن شعبہ (۶) حضرت خزیمہ بن ثابت (۷) حضرت ابن عباس (۸) حضرت جریر بن عبداللہ (۹) حضرت انس (۱۰) حضرت عمرو بن العاص (۱۱) حضرت ابوایوب (۱۲) حضرت ابوامامہ الباہلی (۱۳) حضرت سہل بن سعد (۱۴) حضرت قیس بن سعد (۱۵) حضرت ابوموسیٰ اشعری (۱۶) حضرت جابر (۱۷) حضرت ابوسعید (۱۸) حضرت حذیفہ (۱۹) حضرت عمار (۲۰) حضرت ابومسعود الانصاری (۲۱) حضرت جابر بن سمرہ (۲۲) حضرت البراء بن عازب (۲۳) حضرت ابوبکرہ (۲۴) حضرت بلال (۲۵) حضرت صفوان بن عسال رضی اللہ عنہم۔ ان کے علاوہ اور اصحاب بھی ہیں حتیٰ کہ الحسن البصری نے کہا: مجھ سے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ستر اصحاب نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے موزوں پر مسح کیا ہے پس یہ حدیث، حدیث متواتر کے قائم مقام ہے۔

حضرت المغیرہ ۹ ھ میں غزوۂ تبوک میں تھے لہٰذا ان لوگوں کا قول ساقط ہو گیا، جو کہتے ہیں کہ وضوء کی آیت مدنی ہے اور اس سے موزوں پر مسح منسوخ ہو گیا اور غزوۂ تبوک مدینہ کا آخری غزوہ تھا اور سورۂ مائدہ اس سے پہلے نازل ہوئی تھی، جس میں آیت وضوء ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ.

اپنے سروں پر مسح کرو اور اپنے پیروں پر۔

(النساء: ۴۳ المائدہ: ٦)

فقہاء کی ایک جماعت نے کہا: جب "ارجلکم" پر زیر پڑھا جائے تو یہ آیت اس پر محمول ہے' جب موزے پہنے ہوئے ہوں تو اپنے سروں پر مسح کرو اور اپنے موزوں پر۔

موزوں پر مسح کے غیر منسوخ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ حضرت جریر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو موزوں پر مسح کرتے ہوئے دیکھا ہے اور حضرت جریر رضی اللہ عنہ سورۂ مائدہ کے نزول کے بعد اسلام لائے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سورۂ مائدہ کے نزول کے وقت اپنے اصحاب سے یہ نہیں کہا کہ اس آیت نے موزوں پر مسح کو منسوخ کر دیا۔

اور صحابہ میں سے کسی نے موزوں پر مسح کا انکار نہیں کیا' سوا حضرت ابن عباس کے اور حضرت علی' حضرت عائشہ' حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابوایوب سے بھی موزوں پر مسح کی روایت ہے۔

رہے حضرت ابن عباس اور حضرت ابوہریرہ تو ان سے اس کے انکار کے خلاف بھی روایت ہے' جو باقی صحابہ کی موافقت میں ہے۔

امام احمد بن حنبل سے کہا گیا کہ حضرت ابن عباس' حضرت عائشہ اور حضرت ابوایوب سے جو موزوں پر مسح کے انکار کی روایت ہے' آپ اس کے متعلق کیا کہتے ہیں؟ انہوں نے کہا: حضرت ابوایوب سے یہ روایت ہے کہ مجھے پیروں کا دھونا پسند ہے' اگر کسی شخص کا ایسا قول ہو اور وہ موزوں پر مسح کا انکار نہ کرے تو ہم اس کی مذمت نہیں کریں گے اور اس کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔

(شرح ابن بطال ج ۱ ص ۳۱۳۔ ۳۱۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ علاء الدین ابوبکر بن مسعود الکاسانی الحنفی المتوفی ۵۸۷ھ لکھتے ہیں:

صحابہ رضی اللہ عنہم کا موزوں کے مسح پر قولاً وفعلاً اجماع ہے' تمام صحابہ موزوں پر مسح کو جائز کہتے تھے' حتیٰ کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک موزوں پر مسح کرنے کے جواز کا عقیدہ رکھنا' اہل سنت وجماعت کی شرائط میں سے ہے' انہوں نے کہا: اہل سنت کی علامت یہ ہے کہ تم شیخین (حضرت ابوبکر اور حضرت عمر) کو فضیلت دو' اور دو دامادوں (حضرت عثمان اور حضرت علی) سے محبت رکھو' موزوں پر مسح کو جائز سمجھو اور چھواروں کے نبیذ کو حرام نہ قرار دو۔

امام ابوحنیفہ نے کہا: میں نے اس وقت تک موزوں پر مسح کو جائز نہیں کہا' جب تک کہ اس کا جواز مجھ پر روزِ روشن کی طرح واضح نہیں ہو گیا اور اس کا انکار کرنا صحابہ کرام پر رد کرنا ہے اور ان کو خطاء پر قرار دینا ہے' اس لیے علامہ کرخی نے کہا ہے: جو موزوں پر مسح کا انکار کرے مجھے اس پر کفر کا خطرہ ہے۔

حضرت عائشہ اور حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سورۃ المائدہ کے نزول کے بعد موزوں پر مسح کیا۔ (سنن دارقطنی ج ۱ ص ۱۹۴)

حضرت جریر بن عبد اللہ البجلی رضی اللہ عنہ نے وضوء کیا اور موزوں پر مسح کیا' جب ان سے اس کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا: میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وضوء کیا اور موزوں پر مسح کیا' ان سے پوچھا گیا: سورۃ المائدہ کے نزول کے بعد؟ تو انہوں نے کہا: میں سورۃ المائدہ کے نزول کے بعد ہی تو اسلام لایا ہوں۔ (مسند ابوداؤد الطیالسی: ۹۲' مسند احمد ج ۴ ص ۳۵۸' صحیح البخاری: ۳۸۷' صحیح مسلم: ۲۷۲' سنن ابوداؤد: ۱۵۴' سنن ترمذی: ۹۳' سنن ابن ماجہ: ۵۴۳' صحیح ابن خزیمہ: ۱۸۶' مصنف عبد الرزاق: ۷۵٦' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۷٦' المستدرک ج ۱ ص ۱٦۹) (بدائع الصنائع ج ۱ ص ۱۳۴۔ ۱۳۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

۲۰۳- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدِ الْحَرَّانِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الْمُغِيرَةِ، عَنْ أَبِيهِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ خَرَجَ لِحَاجَتِهِ، فَاتَّبَعَهُ الْمُغِيرَةُ بِإِدَاوَةٍ فِيهَا مَاءٌ، فَصَبَّ عَلَيْهِ حِينَ فَرَغَ مِنْ حَاجَتِهِ، فَتَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن خالد الحرانی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از یحییٰ بن سعید از سعد بن ابراہیم از نافع بن جبیر از عروہ بن المغیرہ از والد خود حضرت المغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ از رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ آپ قضاء حاجت کے لیے گھر سے نکلے حضرت المغیرہ چمڑے کے ایک برتن کو لے کر آپ کے پیچھے گئے جس میں پانی تھا جب آپ قضاء حاجت سے فارغ ہو گئے تو انہوں نے آپ کے اوپر پانی ڈالا پس آپ نے وضوء کیا اور موزوں پر مسح کیا۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح کے لیے صحیح البخاری: ۱۸۲ کا مطالعہ فرمائیں۔

۲۰۴- حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ عَمْرِو بْنِ أُمَيَّةَ الضَّمْرِيِّ، أَنَّ أَبَاهُ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْسَحُ عَلَى الْخُفَّيْنِ.

وَتَابَعَهُ حَرْبُ بْنُ شَدَّادٍ، وَأَبَانُ عَنْ يَحْيَى.

[طرف الحدیث: ۲۰۵]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شیبان نے حدیث بیان کی از یحییٰ از ابی سلمہ از جعفر بن عمرو بن امیہ الضمری کہ ان کے والد نے ان کو خبر دی کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو موزوں پر مسح کرتے ہوئے دیکھا۔

شیبان بن عبد الرحمان کی حرب بن شداد نے اور ابان نے متابعت کی ہے از یحییٰ۔

(صحیح مسلم: ۲۷۴، الرقم المسلسل: ۶۱۵، سنن ابوداؤد: ۱۵۱-۱۴۹، سنن نسائی: ۱۲۴-۸۲-۷۹، سنن ابن ماجہ: ۵۴۵، صحیح ابن خزیمہ: ۱۸۱، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۳، سنن بیہقی ج ۱ ص ۲۷۰، مسند احمد ج ۴ ص ۱۳۹ طبع قدیم، مسند احمد ج ۲۸ ص ۴۸۴ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) ابونعیم الفضل بن دکین (۲) شیبان بن عبد الرحمان النحوی (۳) یحییٰ بن ابی کثیر تابعی (۴) ابوسلمہ عبد اللہ بن عبد الرحمان بن عوف ان سب کا تعارف ہو چکا ہے (۵) جعفر بن عمرو بن امیہ الضمری یہ عبد الملک بن مروان کے رضاعی بھائی تھے اور کبار تابعین میں سے تھے ان کی وفات ۹۵ھ میں ہوئی (۶) حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ یہ غزوۂ بدر اور احد میں مشرکین کے ساتھ تھے اور اس وقت اسلام لائے جب مشرکین احد سے چلے گئے تھے یہ عرب کے بہادر آدمیوں میں سے تھے انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیس احادیث روایت کی ہیں امام بخاری نے ان میں سے دو حدیثیں روایت کی ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۴۹)

اس حدیث میں موزوں پر مسح کرنے کے جواز کا بیان ہے۔

۲۰۵- حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ قَالَ أَخْبَرَنَا الْأَوْزَاعِيُّ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ أَبِيهِ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْسَحُ عَلَى عِمَامَتِهِ وَخُفَّيْهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں اوزاعی نے خبر دی از یحییٰ از ابی سلمہ از جعفر بن عمرو از والد خود انہوں نے کہا: میں نے دیکھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عمامہ اور موزوں پر مسح کیا۔

وَتَابَعَهُ مَعْمَرٌ، عَنْ يَحْيٰى، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ عَمْرٍو قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اور اوزاعی کی متابعت معمر نے کی ہے از یحییٰ از ابی سلمہ از عمرو انہوں نے کہا: میں نے دیکھا کہ نبی ﷺ (نے اپنے عمامہ اور اپنے موزوں پر مسح کیا)۔

اس حدیث کی تشریح اور تخریج صحیح البخاری: ۲۰۴ میں ملاحظہ فرمائیں اور عمامہ پر مسح کی تحقیق صحیح البخاری: ۱۸۵ میں ملاحظہ فرمائیں۔

٤٩- بَابٌ إِذَا أَدْخَلَ رِجْلَيْهِ وَهُمَا طَاهِرَتَانِ

جب کسی شخص نے اپنے پیروں کو موزوں میں داخل کیا اور وہ پاک تھے

یعنی اس کے پیر حدث سے پاک تھے اس باب کی سابق باب کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ دونوں میں موزوں پر مسح کرنے کا حکم ہے۔

٢٠٦- حَدَّثَنَا أَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ، عَنْ عَامِرٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الْمُغِيْرَةِ، عَنْ أَبِيْهِ قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَفَرٍ، فَأَهْوَيْتُ لِأَنْزِعَ خُفَّيْهِ، فَقَالَ دَعْهُمَا، فَإِنِّيْ أَدْخَلْتُهُمَا طَاهِرَتَيْنِ. فَمَسَحَ عَلَيْهِمَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں زکریا نے حدیث بیان کی از عامر از عروہ بن المغیرہ از والد خود انہوں نے کہا: میں نبی ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھا میں نے آپ کے موزے اتارنے کا ارادہ کیا تو آپ نے فرمایا: ان کو رہنے دو کیونکہ میں نے ان میں پیروں کو پاک حالت میں داخل کیا ہے پس آپ نے ان پر مسح کیا۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) ابونعیم الفضل بن دکین (۲) زکریا بن ابی زائدہ الکوفی (۳) عامر بن شراحیل الشعبی التابعی انہوں نے کہا: میں نے پانچ سو صحابہ کو پایا یا اس سے زیادہ کو وہ سب یہ کہتے تھے کہ حضرت علی اور حضرت طلحہ اور حضرت زبیر جنت میں ہیں (۴) عروہ بن المغیرہ (۵) حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ ان سب کا تفصیلی تعارف ہو چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۵۱)

حافظ ابن حجر کے نزدیک موزے پہنتے وقت طہارتِ کاملہ کی شرط ہے اور فقہاء احناف کے نزدیک حدث کے وقت اس پر حافظ ابن حجر کا فقہاء احناف پر اعتراض

اس حدیث میں مذکور ہے کہ میں نے موزوں میں پیروں کو پاک حالت میں (یعنی باوضوء) داخل کیا ہے۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس مسئلہ میں اختلاف ہے خلاصہ یہ ہے کہ امام شافعی اور جمہور فقہاء نے اس طہارت سے وضوء شرعی مراد لیا ہے داؤد ظاہری نے ان کی مخالفت کی ہے اس نے کہا ہے کہ جب اس کے پیروں پر نجاست نہ ہو اور وہ موزوں کو پہن لے تو وہ ان پر مسح کر سکتا ہے کیونکہ اس نے پاک پیروں کو موزوں میں داخل کیا اور اگر اس نے پیروں کو وضوء کی نیت سے دھویا پھر موزوں کو پہن لیا پھر بعد میں باقی اعضاء پر وضوء کیا تو امام شافعی اور ان کے موافقین کے نزدیک اب بھی موزوں پر مسح کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ ان کے نزدیک وضوء میں ترتیب واجب ہے اور جس کے نزدیک ترتیب واجب نہیں ہے اس کے نزدیک بھی اس صورت میں موزوں پر مسح جائز نہیں ہے کیونکہ وضوء میں تجزی نہیں ہے لیکن فقہاء احناف میں سے صاحب ہدایہ نے کہا ہے: موزوں پر مسح کرنے کے جواز کی شرط یہ ہے کہ

موزوں کو طہارتِ کاملہ پر پہنا جائے اور طہارتِ کاملہ سے مراد یہ ہے کہ وضوء ٹوٹنے کے وقت طہارتِ کاملہ ہو نہ کہ موزوں کے پہننے کے وقت' پس اس صورت میں جب اس نے مکمل وضوء کیا' پھر اس نے وضوء توڑ دیا تو اس کے لیے اب موزوں پر مسح کرنا جائز ہے کیونکہ وضوء توڑنے کے وقت اس کی طہارت کامل تھی (ہدایہ کی عبارت ختم ہوئی)۔

علامہ عسقلانی کہتے ہیں کہ اس باب کی حدیث صاحب ہدایہ کے خلاف حجت ہے کیونکہ اس حدیث میں مسح کے جواز کے لیے موزے پہننے سے پہلے طہارت کو شرط قرار دیا ہے اور جس چیز کی صحت کسی شرط پر موقوف ہو' وہ چیز اس شرط کے بغیر صحیح نہیں ہوتی۔

(فتح الباری ج ۱ ص ۴۱۷ 'دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

فقہاء احناف کی طرف سے علامہ عینی کا جواب اور حافظ ابن حجر کا ردّ

حافظ ابن حجر عسقلانی کی اس تقریر کے ردّ میں حافظ بدر الدین عینی لکھتے ہیں:

صاحب ہدایہ نے یہ کہا ہے کہ جب موزوں کو طہارتِ کاملہ پر پہنا جائے' طہارتِ کاملہ کی شرط موزوں کو پہننے کے وقت نہیں ہے بلکہ وضوء ٹوٹنے کے وقت ہے اور ہمارا یہی مذہب ہے حتیٰ کہ اگر اس نے دونوں پیروں کو دھویا اور موزوں کو پہن لیا' پھر اس نے مکمل وضوء کر لیا' پھر اس نے وضوء توڑ دیا تو اس کا موزوں پر مسح کرنا کافی ہوگا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ موزے پیروں میں حدث کے حلول کرنے سے مانع ہیں' پس جو حدث سے منع کا وقت ہو' اس وقت طہارت کامل ہونی چاہیے' حتیٰ کہ اگر اس وقت طہارت ناقص ہو تو پھر موزے حدث کے لیے رافع بن جائیں گے' اور حافظ ابن حجر عسقلانی کے ردّ کی تقریر یہ ہے کہ اس باب کی حدیث صاحب ہدایہ کے خلاف حجت نہیں ہے' کیونکہ اوّلاً ہم یہ کہتے ہیں کہ طہارتِ کاملہ پر موزے پہننے کی شرط میں کسی کا اختلاف نہیں ہے' اختلاف اس میں ہے کہ طہارتِ کاملہ کی شرط موزے پہننے کے وقت ہے یا حدث کے وقت ہے' ہمارے نزدیک یہ حدث کے وقت شرط ہے اور امام شافعی کے نزدیک یہ موزے پہننے کے وقت ہے اور اس اختلاف کا نتیجہ اس وقت ظاہر ہوگا کہ جب ایک شخص پہلے اپنے پیروں کو دھوئے اور موزے پہن لے' پھر اس کے بعد پورا وضوء کرے' وضوء ٹوٹنے سے پہلے پھر وہ وضوء توڑ دے تو ہمارے نزدیک اس کا موزوں پر مسح کرنا جائز ہے اور امام شافعی کے نزدیک جائز نہیں ہے' کیونکہ حدث کے وقت اس کی طہارت کاملہ تھی اور موزے پہننے کے وقت اس کی طہارت کاملہ نہیں تھی' اسی طرح اگر اس نے ترتیب سے وضوء کیا' لیکن اس نے ایک پیر کو دھو کر موزہ پہن لیا' پھر دوسرا پیر دھو کر دوسرا موزہ پہن لیا' تب بھی ہمارے نزدیک اس کے حدث کے بعد اس کا موزوں پر مسح کرنا جائز ہے اور امام شافعی کے نزدیک اس کا موزوں پر مسح کرنا جائز نہیں ہے' حافظ ابن حجر نے جو یہ کہا ہے کہ جو چیز کسی شرط پر موقوف ہو' اس کا وجود اس شرط کے بغیر صحیح نہیں ہے' یہ قاعدہ درست ہے لیکن ہم یہ نہیں مانتے کہ نبی ﷺ نے طہارتِ کاملہ کی شرط موزے پہننے کے وقت عائد کی ہے' کیونکہ یہ بات حدیث کی عبارت سے مفہوم نہیں ہوتی' زیادہ سے زیادہ جو بات ہے' وہ یہ ہے کہ آپ نے یہ خبر دی ہے کہ جس وقت آپ نے موزے پہنے تھے' اس وقت آپ کے دونوں قدم طاہر تھے' پس ہم نے اس سے یہ مسئلہ نکالا کہ مسح کے جواز کے لیے طہارت شرط ہے' خواہ طہارت موزوں کے پہننے کے وقت ہو یا طہارت حدث کے وقت ہو اور موزے پہننے کے وقت کامل طہارت ہونے کی قید یہ ایک زائد چیز ہے' جو حدیث کی عبارت سے مفہوم نہیں ہوتی اور جب یہ بات واضح ہوگئی تو پھر یہ حدیث صاحب ہدایہ کے خلاف حجت نہیں ہے' بلکہ ان کے موافق حجت ہے اور امام شافعی کے خلاف حجت ہے کیونکہ اس حدیث میں یہ قید نہیں ہے کہ موزے پہننے کے وقت طہارت کامل ہونی چاہیے۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۵۲ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

زر بن حبیش بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت صفوان بن عسال المرادی کے پاس گیا' انہوں نے کہا: تم کس لیے آئے ہو؟ میں

نے کہا: میں علم کی طلب میں آیا ہوں' انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص بھی اپنے گھر سے علم کی طلب میں نکلتا ہے تو فرشتے اس کی رضا کے لیے اپنے پَر بچھاتے ہیں' زر نے کہا: میں آپ سے موزوں پر مسح کے متعلق سوال کرنے آیا ہوں' حضرت صفوان نے کہا: ہم اس لشکر میں تھے' جس کو رسول اللہ ﷺ نے بھیجا تھا' پس آپ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم اپنے موزوں پر مسح کریں' جب کہ ہم نے موزوں میں اپنے پیروں کو باوضوء داخل کیا ہو' جب ہم سفر کریں تو تین دن تک مسح کریں اور تین رات تک مسح کریں' جب ہم مقیم ہوں اور ہم موزوں کو پاخانے یا پیشاب کے وقت نہ اتاریں' صرف جنابت کے وقت اتاریں۔
الحدیث (صحیح ابن خزیمہ: ۱۹۳۔ ج۱ص۹۷' المکتب الاسلامی' بیروت' ۱۳۹۰ھ)

اس حدیث میں جو فرمایا ہے کہ ہم اپنے موزوں پر مسح کریں' اس میں یہ مقدر ہے کہ جب ہم اپنا وضوء توڑیں تو موزوں پر مسح کریں کیونکہ موزوں پر مسح کرنے کا وقت وضوء توڑنے کے بعد ہے اور اس سے پہلے وضوء کرنا جائز نہیں ہے' کیونکہ وضوء کر کے موزے پہنے ہوئے تھے اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے جو کہا ہے کہ یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ موزے پہننے سے پہلے طہارتِ کاملہ شرط ہے تو انہیں یہ بتانا چاہیے کہ دلالت کی اقسام میں سے یہ کون سی دلالت ہے۔

٥٠- بَابُ مَنْ لَّمْ يَتَوَضَّأْ مِنْ لَحْمِ الشَّاةِ وَالسَّوِيقِ

جس شخص نے بکری کا گوشت اور ستو کھا کر وضوء نہیں کیا

اس عنوان میں بکری کا ذکر قید احترازی نہیں ہے' کسی بھی حلال جانور کا پکا ہوا گوشت کھانے سے وضوء نہیں ٹوٹتا' اسی طرح ستو ہو یا آگ پر پکی ہوئی کوئی اور چیز ہو' اس کے کھانے سے وضوء نہیں ٹوٹتا۔ اس باب کی سابقہ ابواب کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ یہ تمام ابواب احکامِ وضوء پر مشتمل ہیں۔

وَاَكَلَ اَبُوْ بَكْرٍ وَ عُمَرُ وَ عُثْمَانُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ فَلَمْ يَتَوَضَّؤُا.

اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم نے کھایا' پھر وضوء نہیں کیا۔

امام بخاری نے یہ مکمل حدیث کا ایک قطعہ ذکر کیا ہے' مکمل حدیث امام طبرانی متوفی ۳۶۰ھ نے ''مسند الشامیین'' میں ذکر کی ہے:

سلیمان بن عامر بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اور حضرت عثمان کو دیکھا' انہوں نے آگ کی پکی ہوئی چیز کو کھایا اور وضوء نہیں کیا۔ (بہ حوالہ عمدۃ القاری ج ۳ص ۱۵۴)

نیز اس حدیث کی امام ابن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ نے بھی روایت کی ہے:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے ساتھ روٹی اور گوشت کھایا' انہوں نے نماز پڑھی اور وضوء نہیں کیا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۲۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

۲۰۷- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ' عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ' عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَكَلَ كَتِفَ شَاةٍ' ثُمَّ صَلّٰى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از زید بن اسلم از عطاء بن یسار از عبداللہ بن عباس کہ رسول اللہ ﷺ نے بکری کا شانہ (کندھا) کھایا' پھر نماز پڑھی اور وضوء نہیں کیا۔

[اطراف الحدیث: ۵۴۰۴۔۵۴۰۵] (صحیح مسلم: ۳۵۴' الرقم المسلسل: ۷۷۲' سنن ابوداؤد: ۱۸۷' سنن ابن ماجہ: ۴۹۰' المنتقی: ۲۲' صحیح ابن

خزیمہ: ۳۹۔ ۴۰، سنن بیہقی ج ۱ ص ۱۵۳، صحیح ابن حبان: ۱۱۳۳، المعجم الکبیر: ۱۰۷۸۹، مسند احمد ج ۱ ص ۲۲۷ طبع قدیم، مسند احمد: ۲۰۰۲، ج ۳ ص ۳۵۵، مؤسسة الرسالۃ، بیروت)

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس جملہ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بکری کا کندھا کھایا، پھر نماز پڑھی اور وضوء نہیں کیا۔

اس حدیث کے تمام رجال کا پہلے تعارف کیا جا چکا ہے۔

آگ سے پکی ہوئی چیز کھانے کے بعد وضوء نہ کرنے کے متعلق احادیث

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز کے لیے نکلے، انہوں نے آپ کے لیے کندھے کا گوشت پکایا تھا، آپ نے اس سے کھایا، پھر گھر سے نکلے، نماز پڑھی اور وضوء نہیں کیا۔

(سنن ترمذی: ۱۸۲۹، سنن نسائی: ۱۸۲، سنن ابن ماجہ: ۴۹۱، مسند احمد ج ۶ ص ۳۰۷، شرح معانی الآثار: ۳۶۵)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انصار کی ایک عورت نے ہماری دعوت کی، اس نے ہمارے لیے ایک بکری کو ذبح کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب روٹی اور گوشت رکھا، آپ نے اس سے کھایا، پھر پانی منگا کر وضوء کیا، پھر ظہر کی نماز پڑھائی، پھر بقیہ طعام منگایا، پھر آپ نماز کے لیے کھڑے ہوئے اور وضوء نہیں کیا۔

(شرح معانی الآثار: ۳۰۷، سنن ابوداؤد: ۱۹۱، سنن ترمذی: ۸۰، سنن ابن ماجہ: ۴۸۹، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۴۷، سنن بیہقی ج ۱ ص ۵۶)

ام حکیم بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے، آپ نے کندھے کا گوشت کھایا، پھر حضرت بلال نے اذان دی، آپ نے نماز پڑھی اور وضوء نہیں کیا۔ (مسند احمد ج ۶ ص ۴۱۹، المعجم الکبیر ج ۲۵ ص ۸۴، شرح معانی الآثار: ۳۷۳)

عبید اللہ اپنے دادا رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے بکری کا پیٹ پکایا، آپ نے اس سے کھایا، پھر عشاء کی نماز پڑھی اور وضوء نہیں کیا۔ (المعجم الکبیر ج ۲۵ ص ۸۵۔ ۸۴، شرح معانی الآثار: ۳۷۳)

علامہ بدر الدین عینی حنفی نے اس کی مثل ایک حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ بکری کے پیٹ سے مراد ہے: جس پر اس کا پیٹ مشتمل ہو یعنی انتڑیاں۔ (نخب الافکار فی تنقیح مبانی الاخبار ج ۱ ص ۳۸۸، قدیمی کتب خانہ، کراچی)

ام عامر بنت یزید ایک خاتون ہیں، جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیعت کی تھی، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک گوشت والی ہڈی لے کر آئیں، آپ نے اس سے گوشت کھایا، پھر آپ نے کھڑے ہو کر نماز پڑھی اور وضوء نہیں کیا۔

(المعجم الکبیر ج ۲۵ ص ۱۴۹۔ ۱۴۸، شرح معانی الآثار: ۳۸۲)

امام ترمذی نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اکثر اصحاب کا اس پر عمل ہے اور تابعین کا اور ان کے بعد کے فقہاء کا جیسے سفیان ثوری، ابن المبارک، امام شافعی، امام احمد اور امام اسحاق، انہوں نے گمان کیا کہ آگ کی پکی ہوئی چیز سے کھانے کے بعد وضوء واجب نہیں ہوتا اور یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دو کاموں میں سے آخری کام ہے اور سنن ترمذی: ۸۰ اس سے پہلی حدیث کے لیے ناسخ ہے، جس میں آگ سے پکی ہوئی چیز کو کھانے کے بعد وضوء کرنے کا حکم دیا تھا۔ (سنن ترمذی ص ۵۱۔ ۵۰، دار المعرفۃ، بیروت، ۱۴۲۳ھ)

آگ سے پکی ہوئی چیز کھانے کے بعد وضوء کرنے کا حکم اور اس کا منسوخ ہونا

جن احادیث میں آگ سے پکی ہوئی چیز کھانے کے بعد وضوء کرنے کا ذکر یا حکم ہے، وہ حسب ذیل ہیں:

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پنیر کا ایک ٹکڑا کھایا، پھر اس سے وضوء کیا۔

(المعجم الکبیر ج ۵ ص ۱۰۵ ' شرح معانی الآثار: ۳۳۹)

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس چیز کو آگ نے متغیر کر دیا ہو' اس سے وضوء کرو۔ (صحیح مسلم: ۳۵۲ ' الرقم المسلسل: ۷۷۱ ' سنن نسائی: ۱۷۱ ' شرح معانی الآثار: ۳۴۰)

سعید بن ابی سفیان بن المغیرہ بیان کرتے ہیں کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے تو انہوں نے ان کے لیے ستو منگائے' انہوں نے پی لیے' پھر حضرت ام حبیبہ نے کہا: اے بھتیجے! وضوء کرو' انہوں نے کہا: میں نے تو وضوء نہیں توڑا' حضرت ام حبیبہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: جس چیز کو آگ نے چھوا ہو' اس سے وضوء کرو۔

(سنن ابوداؤد: ۱۹۵ ' سنن نسائی: ۱۸۱-۱۸۰ ' شرح معانی الآثار: ۳۴۴)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس چیز کو آگ نے متغیر کر دیا ہو' اس سے وضوء کرو' خواہ پنیر کے ٹکڑے سے۔ (سنن ترمذی: ۷۹ ' سنن ابوداؤد: ۱۹۴ ' صحیح مسلم: ۳۵۲ ' سنن نسائی: ۱۷۵-۱۷۴-۱۷۳-۱۷۲ ' سنن ابن ماجہ: ۴۸۵ ' مصنف عبد الرزاق: ۶۶۱ ' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۵۰ ' مسند احمد ج ۲ ص ۴۷۹-۴۷۸-۴۷۰ ' شرح معانی الآثار: ۳۴۷ ' سنن بیہقی ج ۱ ص ۱۵۵)

یہ احادیث ان احادیث سے منسوخ ہو چکی ہیں' جن میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آگ سے پکی ہوئی چیز کو کھانے کے بعد وضوء نہیں کیا اور نماز پڑھی یا نماز پڑھائی اور جیسا کہ امام ترمذی نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آخری کام یہی تھا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جن احادیث میں آگ سے پکی ہوئی چیز کھانے کے بعد وضوء کرنے کا ذکر ہے' اس سے مراد وضوء لغوی ہو یعنی صرف ہاتھ دھونا اور کلی کرنا۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۶۹۶ - ج ۱ ص ۱۰۴۰ پر مذکور ہے' اس کی شرح میں بتایا ہے کہ جن احادیث میں آگ سے پکی ہوئی چیز کھانے کے بعد وضوء کرنے کا حکم ہے' وہ منسوخ ہیں یا اس وضوء سے مراد لغوی وضوء ہے۔

۲۰۸- حَدَّثَنِی یَحْیَی بْنُ بُکَیْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّیْثُ' عَنْ عُقَیْلٍ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ جَعْفَرُ بْنُ عَمْرِو بْنِ اُمَیَّةَ اَنَّ اَبَاهُ اَخْبَرَهٗ اَنَّهٗ رَاٰی رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَحْتَزُّ مِنْ کَتِفِ شَاةٍ' فَدُعِیَ اِلَی الصَّلٰوةِ' فَاَلْقَی السِّکِّیْنَ' فَصَلّٰی وَلَمْ یَتَوَضَّاْ.

[اطراف الحدیث: ۶۷۵-۲۹۲۳-۵۴۰۸-۵۴۲۲-۵۴۶۲]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے جعفر بن عمرو بن امیہ نے خبر دی' بے شک ان کو ان کے والد نے خبر دی کہ انہوں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بکری کے کندھے کا گوشت چھری سے کاٹ کاٹ کر کھا رہے تھے' پھر نماز کے لیے بلایا گیا تو آپ نے چھری ایک طرف رکھ دی' پس نماز پڑھی اور وضوء نہیں کیا۔

(صحیح مسلم: ۳۵۵-۳۴۷ ' سنن ابن ماجہ: ۴۹۰ ' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۱۲۵۵ ' مسند ابویعلیٰ: ۶۸۷۸ ' صحیح ابن حبان: ۱۱۵۰ ' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۴۸ ' سنن بیہقی ج ۱ ص ۵۳ ' الآحاد والمثانی: ۹۶۹ ' مسند احمد ج ۴ ص ۱۳۹ طبع قدیم ' مسند احمد: ۱۷۲۴۹ - ج ۲۸ ص ۴۸۶)

چھری سے گوشت کاٹ کر کھانے پر ایک فنی اعتراض کا جواب

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چھری سے گوشت کاٹ کاٹ کر کھا رہے تھے' اس پر یہ اعتراض ہے کہ ''سنن ابوداؤد'' میں اس کے خلاف حدیث ہے' وہ یہ ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم گوشت کو چھری سے کاٹ کر نہ کھایا کرو کیونکہ یہ عجمیوں کا

طریقہ ہے تم گوشت کو دانتوں سے کاٹ کر کھایا کرو کیونکہ یہ زیادہ خوش ذائقہ اور زیادہ لذیذ ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۳۷۷۸)

اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد امام ابوداؤد نے لکھ دیا ہے کہ یہ حدیث قوی نہیں ہے۔

اس حدیث میں نماز کے لیے بلانے والے کا ذکر نہیں ہے اور وہ حضرت بلال تھے اس سے یہ معلوم ہوا کہ مؤذن کے لیے امام کو بلانا جائز ہے۔

* اس باب کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۶۹۹۔ ج ۱ ص ۱۰۴۰ پر ہے وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

٥١- بَابُ مَنْ مَضْمَضَ مِنَ السَّوِيقِ وَلَمْ يَتَوَضَّأْ

جس نے ستو کھانے کے بعد کلی کی اور وضو نہیں کیا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر کسی نے ستو کھانے کے بعد صرف کلی کر لی اور وضو نہیں کیا تو یہ جائز ہے۔

۲۰۹- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ بُشَيْرِ بْنِ يَسَارٍ مَوْلَى بَنِي حَارِثَةَ أَنَّ سُوَيْدَ بْنَ النُّعْمَانِ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ خَرَجَ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ خَيْبَرَ، حَتّٰى إِذَا كَانُوا بِالصَّهْبَاءِ. وَهِيَ أَدْنَى خَيْبَرَ. فَصَلَّى الْعَصْرَ، ثُمَّ دَعَا بِالْأَزْوَادِ، فَلَمْ يُؤْتَ إِلَّا بِالسَّوِيقِ، فَأَمَرَ بِهِ فَثُرِّيَ، فَأَكَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَكَلْنَا، ثُمَّ قَامَ إِلَى الْمَغْرِبِ، فَمَضْمَضَ وَمَضْمَضْنَا. ثُمَّ صَلّٰى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ.

[اطراف الحدیث: ۲۱۵-۲۹۸۱-۴۱۷۵-۴۱۹۵-۵۳۸۴-۵۳۹۰-۵۴۵۴-۵۴۵۵]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از یحییٰ بن سعید از بشیر بن یسار جو بنو حارثہ کے آزاد کردہ غلام ہیں کہ بے شک حضرت سوید بن النعمان رضی اللہ عنہ نے ان کو خبر دی کہ وہ خیبر کے سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے جب وہ مقام صہباء پر پہنچے جو خیبر کے بہت قریب ہے تو آپ نے عصر کی نماز پڑھی پھر آپ نے کھانے کی چیزیں منگوائیں تو صرف ستو لائے گئے آپ نے ستو کو بھگونے کا حکم دیا سو ان کو بھگویا گیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھایا اور ہم نے کھایا پھر آپ مغرب کے لیے کھڑے ہوئے پس آپ نے کلی کی اور ہم نے کلی کی پھر آپ نے نماز مغرب پڑھی اور وضو نہیں کیا۔

(سنن نسائی: ۱۸۶ سنن ابن ماجہ: ۴۹۲ السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۹۱ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۴۸ صحیح ابن حبان: ۱۱۵۵ المعجم الکبیر: ۶۴۵۶ سنن کبریٰ للبیہقی ج ۱ ص ۱۶۰ شرح السنۃ: ۱۷۱ مسند الحمیدی: ۴۴۷ مسند احمد ج ۳ ص ۴۶۲ طبع قدیم مسند احمد: ۱۵۸۰۰۔ ج ۲۵ ص ۹۸ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس طرح ہے کہ آپ نے ستو کھانے کے بعد کلی کی پھر آپ نے نماز پڑھی اور وضو نہیں کیا۔

اس حدیث کے پہلے تین رجال کا تعارف ہو چکا ہے چوتھے بشیر بن یسار ہیں اور پانچویں حضرت سوید بن النعمان رضی اللہ عنہ ہیں یہ انصاری اوسی مدنی ہیں بیعت رضوان کے اصحاب سے ہیں ان سے سات احادیث مروی ہیں امام بخاری نے یہی ایک حدیث روایت کی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱ ص ۱۵۷)

کھانا کھانے کے بعد کلی کرنے کا استحباب ضرورت کے وقت ذخیرہ اندوزوں سے طعام نکلوانا اور دیگر مسائل

(۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کھانا کھانے کے بعد کلی کرنا مستحب ہے۔

(۲) اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے عصر کی نماز کے بعد ستو کھائے اور اس کے بعد پھر آپ نے مغرب کی نماز پڑھی' اس سے معلوم ہوا کہ ایک وضوء سے کئی نمازیں پڑھی جاسکتی ہیں۔

(۳) اس سے معلوم ہوا کہ شرکاء سفر سے کھانے کی چیزیں جمع کر کے مل کر کھانا مستحسن ہے' کیونکہ جماعت میں رحمت اور برکت ہے۔

(۴) اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ذخیرہ اندوزوں سے ضرورت کے وقت طعام نکلوانا جائز ہے۔

(۵) امام کو چاہیے کہ اہل لشکر کی ضروریات میں غور کرے اور جس کے پاس کھانے کی کوئی چیز نہ ہو' اس کو کھانا کھلوائے۔

۲۱۰- حَدَّثَنَا اَصْبَغُ قَالَ اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِی عَمْرٌو ، عَنْ بُكَيْرٍ ، عَنْ كُرَيْبٍ ، عَنْ مَيْمُوْنَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَكَلَ عِنْدَهَا كَتِفًا ثُمَّ صَلّٰى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ. (صحیح مسلم:۳۵۶' الرقم المسلسل:۷۷۶' المعجم الکبیر ج۲۴ ص۷۴' سنن بیہقی ج۱ ص۱۵۴' مسند احمد ج۶ ص۳۳۱ طبع قدیم' مسند احمد :۲۶۸۱۳۔ج۴۴ ص۳۹۵' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اصبغ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن وہب نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے عمرو نے خبر دی از بکیر از کریب از حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے پاس کندھے کا گوشت کھایا' پھر آپ نے نماز پڑھی اور وضوء نہیں کیا۔

اس حدیث میں کندھے کا گوشت کھانے کا ثبوت ہے' خواہ وہ کسی بھی حلال جانور کا گوشت ہو۔

* باب مذکور کی یہ حدیث شرح صحیح مسلم:۷۰۰۔ج۱ ص۱۰۴۰ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۵۲- بَابُ هَلْ يُمَضْمِضُ مِنَ اللَّبَنِ

کیا دودھ پینے کے بعد کلی کرے

۲۱۱- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ وَقُتَيْبَةُ قَالَا حَدَّثَنَا اللَّيْثُ ، عَنْ عُقَيْلٍ ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَرِبَ لَبَنًا فَمَضْمَضَ وَقَالَ اِنَّ لَهٗ دَسَمًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر اور قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب از عبید اللہ بن عبد اللہ از عتبہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دودھ پیا' پھر کلی کی اور فرمایا: اس کی چکنائی ہے۔

تَابَعَهٗ يُوْنُسُ ، وَصَالِحُ بْنُ كَيْسَانَ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ. [طرف الحدیث:۵۶۰۹]

یونس اور صالح بن کیسان نے عقیل کی متابعت کی ہے از الزہری۔

(صحیح مسلم:۳۵۸۔۷۷۷' سنن ابوداؤد:۱۹۶' سنن نسائی:۱۸۷' سنن ترمذی:۸۹' سنن ابن ماجہ:۴۹۸' صحیح ابن خزیمہ:۴۷' مسند ابویعلیٰ: ۲۴۱۸' سنن بیہقی ج۱ ص۱۶۰' شرح السنۃ:۱۷۰' مصنف عبد الرزاق:۶۴۹' مصنف ابن ابی شیبہ ج۱ ص۵۷' صحیح ابن حبان:۱۱۵۸' مسند احمد ج۱ ص۲۲۳ طبع قدیم' مسند احمد:۱۹۵۱۔ج۳ ص۴۱۹' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس جملہ میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دودھ پیا' پھر کلی کی۔

اس حدیث میں سات رجال ہیں' ان سب کا تعارف ہو چکا ہے۔

اس حدیث میں دودھ پینے کے بعد منہ کو صاف کرنے کی ترغیب ہے اور اسی سے یہ مستنبط ہوتا ہے کہ ہاتھوں کو صاف کرنا بھی مستحب ہے۔

٥٣- بَابُ الْوُضُوْءِ مِنَ النَّوْمِ
نیند سے وضوء کرنا

وَمَنْ لَمْ يَرَ مِنَ النَّعْسَةِ وَالنَّعْسَتَيْنِ أَوِ الْخَفْقَةِ وُضُوْءًا.

اور جس کے نزدیک ایک مرتبہ اونگھنے سے اور دو مرتبہ اونگھنے سے یا نیند کا جھونکا لینے سے وضوء نہیں ٹوٹتا۔

اونگھ' نیند کے جھونکے اور نیند میں فرق

اونگھ کا معنی یہ ہے کہ انسان کے حواس برقرار ہوں اور وہ اپنے پاس بیٹھے ہوئے شخص کی بات سن رہا ہو' لیکن اس کا معنی نہ سمجھ رہا ہو' اس کو عربی میں ''النعسة'' کہتے ہیں اور اگر اس کے ساتھ سر بھی نیچے کی طرف ہل رہا ہو اور ٹھوڑی سینے میں لگ رہی ہو تو وہ نیند کا جھونکا ہے' اس کو عربی میں ''الخفقة'' کہتے ہیں اور اگر اس کے حواس برقرار نہ رہیں اور اس کو اپنے ساتھ بیٹھے ہوئے شخص کی آواز سنائی نہ دے تو پھر وہ نیند ہے' نیند کی علامت خواب دیکھنا ہے خواہ خواب طویل ہو یا قصیر ہو۔

نیند سے وضوء ٹوٹنے میں مذاہب

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں: نیند سے وضوء ٹوٹنے یا نہ ٹوٹنے کے متعلق حسب ذیل اقوال ہیں:

(١) حضرت ابوموسیٰ اشعری اور سعید بن المسیب نے کہا: نیند سے کسی حال میں وضوء نہیں ٹوٹتا۔

(٢) الحسن البصری اور المزنی نے کہا: نیند سے ہر حال میں وضوء ٹوٹ جاتا ہے۔

(٣) الزہری' الاوزاعی' امام مالک اور ایک روایت کے مطابق امام احمد کے نزدیک کثیر نیند سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے اور قلیل نیند سے کسی حال میں بھی وضوء نہیں ٹوٹتا۔

(٤) امام ابوحنیفہ' داؤد اور امام شافعی کا ایک قول ہے: جب کوئی شخص نماز کی کسی حالت میں سو جائے' مثلاً رکوع' سجدہ' قیام اور قعود میں تو اس سے وضوء نہیں ٹوٹتا' خواہ وہ نماز میں ہو یا نہ ہو' اور اگر وہ کروٹ کے بل یا چت لیٹ کر سو جائے تو اس سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے۔

(٥) امام احمد کا ایک قول یہ ہے کہ صرف رکوع کی حالت میں سونے سے وضوء ٹوٹتا ہے۔

(٦) امام احمد کا دوسرا قول یہ ہے کہ صرف سجدہ کی حالت میں سونے سے وضوء ٹوٹتا ہے۔

(٧) امام شافعی کا قول یہ ہے کہ نماز میں نیند سے وضوء نہیں ٹوٹتا اور خارج نماز میں نیند سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے۔

(٨) امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ جب کوئی شخص زمین پر جم کر بیٹھ کر سو جائے تو اس سے وضوء نہیں ٹوٹتا' خواہ وہ نماز میں ہو یا غیر نماز میں اور خواہ وہ تھوڑی دیر سوئے' خواہ زیادہ دیر۔

(٩) ابن المبارک کا قول ہے کہ جو شخص اپنے مصلّٰی پر سجدہ میں سو جائے' اس کا وضوء نہیں ٹوٹتا اور اگر غیر نماز میں سجدہ میں سو جائے تو وضوء ٹوٹ جاتا ہے اور اگر عمداً نماز میں سو جائے تو وضوء ٹوٹ جاتا ہے۔

(١٠) علامہ ابوبکر بن العربی نے کہا: احادیث سے ثابت ہے کہ گیارہ حالتوں میں ہمارے سونے سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے: (١) چلتے ہوئے (٢) کھڑے ہوئے (٣) ٹیک لگا کر (٤) رکوع میں (٥) قیام میں (٦) چار زانو بیٹھے (٧) اکڑوں بیٹھے ہو' گھٹنوں کو ہاتھوں کے حلقہ میں لے کر (٨) سجدے میں (٩) سواری کی حالت میں (١٠) کروٹ کے بل لیٹ کر (١١) چت لیٹ کر' اور سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خصوصیت ہے کہ کسی حالت میں سونے سے آپ کا وضوء نہیں ٹوٹتا۔

(عمدۃ القاری ج ٣ ص ١٦٣' دارالکتب العلمیہ بیروت' ١٤٢١ھ)

۲۱۲- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا نَعَسَ اَحَدُكُمْ وَهُوَ يُصَلِّيْ فَلْيَرْقُدْ حَتّٰى يَذْهَبَ عَنْهُ النَّوْمُ، فَاِنَّ اَحَدَكُمْ اِذَا صَلّٰى وَهُوَ نَاعِسٌ، لَا يَدْرِىْ لَعَلَّهٗ يَسْتَغْفِرُ فَيَسُبُّ نَفْسَهٗ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کو نماز کی حالت میں اونگھ آ جائے تو وہ سو جائے حتیٰ کہ اس کی نیند چلی جائے کیونکہ جب تم میں سے کوئی شخص اونگھنے کی حالت میں نماز پڑھ رہا ہو تو اس کو پتا نہیں چلتا' شاید کہ وہ (اپنے نزدیک) دعاء استغفار کرے اور وہ (حقیقت میں) خود کو برا کہہ رہا ہو۔

(صحیح مسلم:۷۸۶' الرقم المسلسل: ۱۸۰۴' سنن ابوداؤد: ۱۳۱۰' سنن ترمذی: ۳۵۵' سنن نسائی: ۱۶۲' سنن ابن ماجہ: ۱۳۷۰' مسند ابوعوانہ ج ۲ ص ۲۹۷' مشکل الآثار: ۳۳۴۵' صحیح ابن حبان: ۲۵۸۳' سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۶' معرفۃ السنن والآثار: ۵۴۲۹' شرح السنۃ: ۹۴۰' مسند الحمیدی: ۱۸۵' مسند اسحاق بن راھویہ: ۶۱۷' المعجم الاوسط: ۸۱۳۴' مسند احمد ج ۶ ص ۵۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۴۲۸۷۔ ج ۴۰ ص ۳۳۱' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مناسبت اس حیثیت سے ہے کہ جب نماز میں اس پر نیند مستغرق ہو اور وہ بجائے مغفرت طلب کرنے کے یہ کہے کہ میری مغفرت نہ کر تو پھر وہ نماز منقطع کر کے سو جائے اور جب اس سے کم نیند ہو اور اونگھ ہو یا ایک دو مرتبہ نیند کا جھونکا لے تو پھر وہ معاف ہے اور اس سے وضوء نہیں ٹوٹے گا۔

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں اور ان سب کا تعارف ہو چکا ہے۔

نماز میں غلبہ نیند کے وقت دوبارہ نماز پڑھنے کے فوائد اور اگر نیند کا غلبہ نہ ہو تو وضوء کا نہ ٹوٹنا

(۱) اس حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب نماز میں نیند غالب ہو تو انسان نماز کو منقطع کر دے اور اس وقت اس کا وضوء بھی ٹوٹ جائے گا۔

(۲) جب نماز میں نیند غالب نہ ہو' صرف اونگھ ہو یا نیند کا جھونکا ہو تو اس سے وضوء نہیں ٹوٹے گا۔

(۳) نماز میں دعا مانگنی چاہیے اور اس میں کوئی تعیین نہیں ہے' تاہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت ابوبکر کو نماز میں حسب ذیل دعا مانگنے کے لیے فرمایا ہے: "اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ ظُلْمًا كَثِيْرًا، لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ فَاغْفِرْلِيْ مَغْفِرَةً مِنْ عِنْدِكَ وَارْحَمْنِيْ اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ"۔ (صحیح البخاری: ۸۳۴' صحیح مسلم: ۲۷۰۵' سنن ترمذی: ۳۵۳۱' سنن نسائی: ۱۲۹۸' سنن ابن ماجہ: ۳۸۳۵' مسند احمد ج ۱ ص ۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

(۴) عبادات میں احتیاط پر عمل کرنا چاہیے' کیونکہ یہ ہو سکتا تھا کہ انسان نیند کے غلبہ میں اپنے لیے دعا کے بجائے بددعا کرے' اس لیے آپ نے فرمایا کہ وہ ایسی حالت میں نماز منقطع کر دے اور سو جائے اور جب نیند دور ہو جائے تو پھر نماز پڑھے۔

(۵) نماز میں حضور قلب اور خضوع اور خشوع کی ترغیب دی گئی ہے' کیونکہ نیند کے غلبہ میں ذہن حاضر نہیں رہتا' اس لیے خضوع اور خشوع نہیں ہو سکتا۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۱۷۳۲۔ ج ۲ ص ۵۶۴ پر ہے' وہاں اس کی شرح میں صرف دو سطریں لکھی گئی ہیں۔

۲۱۳- حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں ابومعمر نے حدیث بیان

قَالَ حَدَّثَنَا اَيُّوْبُ، عَنْ اَبِیْ قِلَابَةَ، عَنْ اَنَسٍ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا نَعَسَ اَحَدُكُمْ فِی الصَّلٰوةِ فَلْيَنَمْ حَتّٰى يَعْلَمَ مَا يَقْرَاُ.

کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوارث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از ابوقلابہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: جب تم میں سے کسی ایک کو نماز میں اونگھ آ جائے تو وہ سو جائے' حتیٰ کہ وہ جان لے کہ وہ کیا پڑھ رہا ہے۔

(سنن نسائی: ۴۴۰' مسند ابویعلیٰ: ۲۸۰۲۔۲۸۰۰' مسند احمد ج ۳ ص ۱۰۰ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۱۹۷۱۔ ج ۱۹ ص ۳۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں' ان سب کا تعارف ہو چکا ہے۔

اس حدیث کے مسائل صحیح البخاری: ۲۱۲ کے مسائل کی مثل ہیں۔

المہلب نے کہا ہے کہ اس نماز سے مراد تہجد کی نماز ہے کیونکہ فرض نماز نیند کے اوقات میں نہیں ہوتی اور نہ اس میں اتنی دیر لگتی ہے کہ انسان کو نیند آ جائے' لیکن حدیث کے الفاظ میں عموم ہے' اس لیے اس کو تہجد کی نماز کے ساتھ مختص کرنا صحیح نہیں ہے۔

(فتح الباری ج ۱ ص ۶۴۷' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

٥٤- بَابُ الْوُضُوْءِ مِنْ غَيْرِ حَدَثٍ

بغیر وضوء ٹوٹنے کے وضوء کرنا

اس عنوان سے مراد یہ ہے کہ جو شخص باوضوء ہو وہ دوبارہ وضوء کرے اور باب سابق سے اس کی مناسبت یہ ہے کہ دونوں باب احکام وضوء سے متعلق ہیں۔

٢١٤- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ عَامِرٍ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسًا (ح) قَالَ وَحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنْ سُفْيَانَ قَالَ حَدَّثَنِیْ عَمْرُو بْنُ عَامِرٍ، عَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّاُ عِنْدَ كُلِّ صَلٰوةٍ، قُلْتُ كَيْفَ كُنْتُمْ تَصْنَعُوْنَ؟ قَالَ يُجْزِئُ اَحَدَنَا الْوُضُوْءُ مَا لَمْ يُحْدِثْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عمرو بن عامر' انہوں نے کہا: ہم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا' ح (امام بخاری نے پھر دوسری سند کی طرف تحویل کی) اور امام بخاری روایت کرتے ہیں: اور ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از سفیان' انہوں نے کہا: مجھے عمرو بن عامر نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ' انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے وقت وضوء کرتے تھے' میں نے پوچھا: آپ حضرات کس طرح کرتے تھے؟ انہوں نے کہا: ہم میں سے کسی ایک کو اس وقت تک وضوء کافی ہوتا تھا' جب تک اس کا وضوء نہ ٹوٹے۔

(سنن ابوداؤد: ۱۷۱' سنن ترمذی: ۶۰' سنن نسائی: ۱۳۱' سنن ابن ماجہ: ۵۰۹' مسند ابویعلیٰ: ۳۰۸۷' سنن دارمی: ۷۲۰' سنن بیہقی ج ۱ ص ۱۶۲' شرح السنۃ: ۲۳۰' مسند احمد ج ۳ ص ۱۳۲ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۲۳۴۶۔ ج ۱۹ ص ۳۵۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس جملہ میں ہے: ہم میں سے کسی ایک کو وضوء اس وقت تک کافی ہوتا تھا' جب تک اس کا وضوء نہ ٹوٹے۔

اس حدیث کے چند رجال ہیں' ان سب کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

ایک وضوء سے متعدد نمازیں پڑھنے کے متعلق احادیث

ایک وضوء سے متعدد نمازیں پڑھنے کے متعلق حسب ذیل احادیث ہیں:

سلیمان بن بریدہ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (پہلے) ہر نماز کے لیے علیحدہ وضوء کرتے تھے اور جب فتح مکہ ہوئی تو آپ نے متعدد نمازیں ایک وضوء سے پڑھیں۔

(سنن ترمذی:٦١' صحیح مسلم:٢٧٧' الرقم المسلسل:٦٣٠' سنن ابوداؤد:١٧٢' سنن ابن ماجہ:٥١٠' شرح معانی الآثار:٢١٢)

سلیمان بن بریدہ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتح مکہ کے دن پانچ نمازیں ایک وضوء سے پڑھیں اور اپنے موزوں پر مسح کیا' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ سے کہا: یارسول اللہ! آج آپ نے ایسا کیا ہے' جو آپ اس سے پہلے نہیں کرتے تھے؟ آپ نے فرمایا: اے عمر! میں نے یہ عمداً کیا ہے۔

(صحیح مسلم:٢٧٧_٦٣٠' سنن ابوداؤد:١٧٢' سنن ترمذی:٦١' سنن نسائی:١٣٣' مسند احمد ج ٥ ص ٣٥٨_٣٥١_٣٥٠' شرح معانی الآثار:٢١٣)

امام طحاوی نے کہا: بعض فقہاء نے ان احادیث کی بناء پر یہ کہا ہے کہ ہر نماز کے لیے وضوء کرنا واجب ہے اور اکثر علماء نے اس کے برخلاف یہ کہا ہے کہ وضوء صرف اسی وقت واجب ہے' جب وضوء ٹوٹ جائے (اور انسان اس عبادت کا ارادہ کرے جو بغیر وضوء کے جائز نہیں ہے۔سعیدی غفرلہٗ)' اس کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انصار کی ایک خاتون کے پاس گئے' آپ کے ساتھ آپ کے اصحاب بھی تھے' اس خاتون نے آپ کے سامنے ایک بھنی ہوئی بکری رکھی' آپ نے (اس سے) کھایا اور ہم نے کھایا' پھر ظہر کی نماز کا وقت آ گیا' پس آپ نے وضوء کیا اور نماز پڑھی' پھر آپ باقی کھانے کی طرف لوٹے' پس کھایا' پھر عصر کا وقت آ گیا' پس آپ نے نماز پڑھی اور وضوء نہیں کیا۔ (سنن ترمذی:٨٠' شرح معانی الآثار:٢١٥)

ہر نماز کے لیے علیحدہ وضوء کرنے کی فضیلت اور استحباب

امام ابوجعفر احمد بن محمد الطحاوی الحنفی المتوفی ٣٢١ھ فرماتے ہیں:

اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ آپ نے ظہر اور عصر کی نمازیں اس وضوء سے پڑھیں' جو آپ نے ظہر کے وقت کیا تھا' اور آپ نے ہر نماز کے لیے جو علیحدہ وضوء کیا تھا' وہ بہ طور وجوب نہیں کیا تھا بلکہ بہ طور استحباب کیا تھا' اس پر یہ حدیث دلیل ہے:

ابوغطیف الہذلی بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما کے ساتھ نمازِ ظہر پڑھی' پھر وہ اپنے گھر کی مجلس میں چلے گئے' میں بھی آپ کے ساتھ آیا' حتیٰ کہ عصر کی اذان ہوگئی' انہوں نے پانی منگا کر وضوء کیا' پھر گھر سے نکلے اور میں بھی ان کے ساتھ نکلا' پھر وہ اپنی مجلس میں لوٹ آئے اور میں بھی آ گیا' حتیٰ کہ مغرب کی اذان ہوگئی' انہوں نے پھر پانی منگا کر وضوء کیا' میں نے پوچھا: اے عبد الرحمان! یہ کیا وجہ ہے؟ کیا ہر نماز کے لیے وضوء کرنا واجب ہے؟ انہوں نے کہا: تم نے میرے عمل سے یہ سمجھا ہے! یہ سنت نہیں ہے' اگرچہ میرے لیے یہ کافی تھا کہ میں صبح کے وضوء سے تمام نمازیں پڑھوں' جب تک کہ میں وضوء نہ توڑ دوں' لیکن میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جس نے وضوء کے اوپر وضوء کیا' اللہ تعالیٰ اس کے لیے دس نیکیاں لکھ دیتا ہے' اس وجہ سے میں نے ہر نماز کے لیے نیا وضوء کرنے میں رغبت کی۔

(سنن ابوداؤد:٦٢' سنن ترمذی:٥٩' سنن ابن ماجہ:٥١٢' شرح معانی الآثار:٢١٦)

امام طحاوی نے کہا: پس ہوسکتا ہے کہ حضرت ابن بریدہ کی روایت کے مطابق نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر نماز کے لیے' جو وضوء کرتے تھے وہ

بھی وضوء پر وضوء کرنے کی فضیلت پانے کے لیے کرتے ہوں اور اس پر دلیل یہ حدیث ہے:

ہر نماز کے لیے نیا وضوء کرنا یا صرف مسواک کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت تھی

یحییٰ بن حبان' عبداللہ بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے ان سے پوچھا: آیا حضرت ابن عمر ہر نماز کے لیے وضوء کرتے تھے' خواہ ان کا وضوء ہو یا نہ ہو؟ انہوں نے کہا: مجھ سے اسماء بنت زید بن الخطاب نے بیان کیا کہ عبداللہ بن حنظلہ بن ابی عامر نے ان کو حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہر نماز کے لیے وضوء کرنے کا حکم دیا گیا' خواہ وضوء ہو یا نہ ہو' پھر جب آپ پر یہ امر دشوار ہوا تو پھر آپ کو ہر نماز کے لیے مسواک کرنے کا حکم دیا گیا اور حضرت ابن عمر یہ سمجھتے تھے کہ ان کو ہر نماز کے لیے وضوء کرنے کی طاقت ہے' اس وجہ سے وہ ہر نماز کے لیے وضوء کرتے تھے۔ (سنن ابوداؤد: ۴۸' شرح معانی الآثار: ۲۱۸)

امام طحاوی فرماتے ہیں: اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ پہلے ہر نماز کے لیے وضوء کرنے کا حکم تھا' پھر اس حکم کو منسوخ کر دیا گیا اور اب جب تک انسان وضوء نہ توڑے' اس پر وضوء کرنا واجب نہیں ہے۔

اگر اس پر یہ اعتراض کیا جائے کہ پھر تم کو ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کو واجب کہنا چاہیے' حالانکہ تم مسواک کے وجوب کے قائل نہیں ہو' اس کا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کا حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ خاص ہو اور امت کے لیے یہ حکم نہ ہو اور اس پر دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر مجھے اپنی امت پر دشوار نہ ہوتا تو میں ان کو ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کا حکم دیتا۔ (صحیح البخاری: ۸۸۷' صحیح مسلم: ۲۵۲' سنن ابوداؤد: ۴۶' سنن ترمذی: ۲۲' سنن نسائی: ۵۳۰' سنن ابن ماجہ: ۲۸۷' شرح معانی الآثار: ۲۱۹' مسند احمد ج ۱ ص ۱۲۰۔۸۰' ج ۲ ص ۲۳۳۔۴۲۹۔۴۰۰۔۳۹۹۔۲۸۷۔۲۵۹۔۲۵۰۔۲۴۵' ج ۵ ص ۴۱۰۔۱۹۳' ج ۶ ص ۴۲۹۔ ۳۲۵' سنن بیہقی ج ۱ ص ۳۷' صحیح ابن خزیمہ ج ۱ ص ۱۷۴)

اس طرح امام طحاوی نے تحقیق سے ثابت کر دیا ہے کہ ہر نماز کے لیے نیا وضوء کرنا اب واجب نہیں ہے' پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یہ واجب تھا' اب آپ پر بھی واجب نہیں ہے' اب وضوء پر وضوء کرنا صرف مستحب اور باعث فضیلت ہے۔

(شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۵۵۔۵۱ ملخصاً' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

علامہ بدرالدین عینی اور علامہ ابن حجر عسقلانی نے بھی اپنی شرح میں امام طحاوی کی اس تحقیق کا خلاصہ ذکر کیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۶۹۔۱۶۷' فتح الباری ج ۱ ص ۶۷۳)

۲۱۵- حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ قَالَ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ قَالَ أَخْبَرَنِي بُشَيْرُ بْنُ يَسَارٍ قَالَ أَخْبَرَنِي سُوَيْدُ بْنُ النُّعْمَانِ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ خَيْبَرَ، حَتَّى إِذَا كُنَّا بِالصَّهْبَاءِ، صَلَّى لَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَصْرَ، فَلَمَّا صَلَّى دَعَا بِالْأَطْعِمَةِ، فَلَمْ يُؤْتَ إِلَّا بِالسَّوِيقِ، فَأَكَلْنَا وَشَرِبْنَا، ثُمَّ قَامَ النَّبِيُّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں خالد بن مخلد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے بشیر بن یسار نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے حضرت سوید بن النعمان رضی اللہ عنہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہم خیبر کے سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نکلے' حتیٰ کہ جب مقام الصہباء پر پہنچے تو ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عصر کی نماز پڑھائی' جب آپ نماز پڑھا چکے

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْمَغْرِبِ، فَمَضْمَضَ، ثُمَّ صَلَّى لَنَا الْمَغْرِبَ وَلَمْ يَتَوَضَّأْ.

تو آپ نے کھانے کی چیزیں منگوائیں' پس صرف ستو لائے گئے پس ہم نے کھایا اور پیا' پھر نبی ﷺ مغرب کی نماز کے لیے کھڑے ہو گئے' پس آپ نے کلی کی' پھر آپ نے مغرب کی نماز پڑھائی اور وضوء نہیں کیا۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح کے لیے صحیح البخاری: ۲۰۹ کا مطالعہ فرمائیں۔

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مناسبت یہ ہے کہ آپ نے عصر اور مغرب کی نمازیں ایک وضوء سے پڑھیں اور حدیث: ۲۰۹ سے یہ ثابت کیا تھا کہ آگ پر پکی ہوئی چیز کے کھانے سے وضوء نہیں ٹوٹتا۔

۵۵- بَابٌ
باب

امام بخاری نے اس باب کا عنوان قائم نہیں کیا اور امام بخاری جس باب کا عنوان قائم نہ کریں' وہ باب ابواب سابقہ کے ساتھ ملحق ہوتا ہے' اس باب کی بابِ سابق کے ساتھ یہ مناسبت ہے کہ بابِ سابق میں یہ بتایا تھا کہ وضوء پر وضوء کرنے سے بہت اجر ہوتا ہے اور اس باب میں یہ بتایا ہے کہ پیشاب کے قطرات سے بدن اور کپڑوں کو بچانے سے بہت اجر ہوتا ہے اور نہ بچانے سے سخت عذاب ہوتا ہے۔امام بخاری نے فرمایا:

مِنَ الْكَبَائِرِ اَنْ لَّا يَسْتَتِرَ مِنْ بَوْلِهٖ. — کبیرہ گناہوں میں سے یہ ہے کہ انسان پیشاب سے نہ بچے۔

گناہ کبیرہ کی تعریف' صغیرہ اور کبیرہ میں فرق اور کبائر کے متعلق حدیث

''الکبائر''، ''کبیرہ'' کی جمع ہے اور ''کبیرۃ'' وہ قبیح اور مذموم کام ہے' جس سے شریعت میں سختی سے منع کیا گیا ہے' مثلاً قتل کرنا' زنا کرنا اور جہاد سے پیٹھ موڑ کر بھاگنا''کبائر'' کی تعداد میں اختلاف ہے' ایک صحیح حدیث میں مذکور ہے کہ کبائر سات ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: سات ہلاک کرنے والے کاموں سے بچو' صحابہ نے کہا: یارسول اللہ! وہ کون سے کام ہیں؟ آپ نے فرمایا: (۱) اللہ کے ساتھ شرک کرنا (۲) جادو کرنا (۳) اس نفس کو قتل کرنا جس کے ناحق قتل کو اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے (۴) سود کھانا (۵) یتیم کا مال کھانا (۶) میدانِ جہاد سے پیٹھ موڑنا (۷) پاک دامن بے خبر عورتوں کو زنا کی تہمت لگانا۔ (صحیح البخاری: ۲۷۶۶' صحیح مسلم: ۸۹' سنن ابوداؤد: ۲۸۷۴' سنن نسائی: ۳۶۷۳)

بعض احادیث میں ماں باپ کی نافرمانی اور بیت اللہ میں معصیت کو کبائر میں شمار کیا ہے۔

* ہم نے تبیان القرآن میں ۱۱۸ کبائر کی دلائل کے ساتھ مثالیں دی ہیں۔ (تبیان القرآن ج ۱۰ ص ۶۱۵ - ۶۱۲' الشوریٰ: ۳۷)

کبیرہ کی ایک یہ تعریف ہے: جس معصیت کے ساتھ دوزخ کی آگ کا ذکر ہو یا لعنت کا ذکر ہو یا غضب کا ذکر ہو یا عذاب کا ذکر ہو' وہ کبیرہ ہے۔ ایک شخص نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا: کبائر سات ہیں؟ انہوں نے فرمایا: بلکہ وہ سات سو تک ہیں' ایک تعریف یہ ہے کہ کبیرہ اضافی امر ہے' ہر گناہ اپنے سے بڑے گناہ کی بہ نسبت صغیرہ ہے اور اپنے سے چھوٹے گناہ کی بہ نسبت کبیرہ ہے اور ایک تعریف یہ ہے کہ واجب کا ترک اور مکروہ تحریمی کا ارتکاب صغیرہ گناہ ہے اور فرض کا ترک اور حرام کا ارتکاب کبیرہ گناہ ہے۔

۲۱۶- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ، عَنْ مَنْصُوْرٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِحَائِطٍ مِنْ حِيْطَانِ الْمَدِيْنَةِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عثمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از منصور از مجاہد از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ مدینہ یا

اَوْ مَكَّةَ، فَسَمِعَ صَوْتَ اِنْسَانَيْنِ يُعَذَّبَانِ فِي قُبُوْرِهِمَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَذَّبَانِ، وَمَا يُعَذَّبَانِ فِي كَبِيْرٍ ثُمَّ قَالَ بَلٰى كَانَ اَحَدُهُمَا لَا يَسْتَتِرُ مِنْ بَوْلِهٖ، وَكَانَ الْاٰخَرُ يَمْشِيْ بِالنَّمِيْمَةِ، ثُمَّ دَعَا بِجَرِيْدَةٍ فَكَسَرَهَا كِسْرَتَيْنِ فَوَضَعَ عَلٰى كُلِّ قَبْرٍ مِّنْهُمَا كِسْرَةً، فَقِيْلَ لَهٗ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لِمَ فَعَلْتَ هٰذَا؟ قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَلَّهٗ اَنْ يُّخَفَّفَ عَنْهُمَا مَا لَمْ يَيْبَسَا اَوْ اِلٰى اَنْ يَّيْبَسَا.

[اطراف الحدیث: ۲۱۸-۱۳۶۱-۱۳۷۸-۶۰۵۲-۶۰۵۵]

مکہ کے باغات میں سے کسی باغ کے پاس سے گزرے تو آپ نے دو انسانوں کی آوازیں سنیں' جنہیں ان کی قبروں میں عذاب دیا جا رہا تھا' تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ان دونوں کو عذاب دیا جا رہا ہے اور ان کو کسی بڑی چیز میں عذاب نہیں دیا جا رہا تھا' پھر فرمایا: کیوں نہیں! ان میں سے ایک پیشاب کے قطروں سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا چغلی کھاتا تھا' پھر آپ نے درخت کی ایک شاخ منگائی' پھر اس کے دو ٹکڑے کیے' پھر ہر قبر کے اوپر ان میں کا ایک ٹکڑا رکھ دیا' آپ سے پوچھا گیا: یا رسول اللہ! آپ نے ایسا کیوں کیا؟ آپ نے فرمایا: جب تک یہ خشک نہیں ہوں گے' ان کے عذاب میں تخفیف کر دی جائے گی۔

(صحیح مسلم: ۲۹۲' سنن ابوداؤد: ۲۰' سنن ترمذی: ۷۰' سنن ابن ماجہ: ۳۴۷' سنن نسائی: ۳۱' السنن الکبریٰ للنسائی: ۲۱۹۶' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۲۲۔ ج ۳ ص ۳۷۵' سنن دارمی: ۷۳۹' سنن بیہقی ج ۲ ص ۴۱۲' صحیح ابن خزیمہ: ۵۶' المنتقیٰ: ۱۳۰' شرح السنۃ: ۱۸۳' مساوی الاخلاق للخرائطی: ۲۳۶' مسند احمد ج ۱ ص ۲۲۵ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۹۸۰۔ ج ۳ ص ۴۴۱' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: ان میں سے ایک شخص پیشاب کے قطرات سے نہیں بچتا تھا۔

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں' ان سب کا پہلے تعارف ہو چکا ہے۔

''حائط'' اور ''نمیمه'' کا معنی

اس حدیث میں ''حائط'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: ایسا باغ جس کے چاروں طرف دیوار بنی ہوئی ہو اور جس باغ کی چار دیواری نہ ہو' اس کو ''حدیقه'' کہتے ہیں۔

اس میں ''لایستتر'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: وہ اپنے جسم اور اپنے کپڑوں کو پیشاب کے قطروں سے مَس ہونے سے مستور اور محفوظ نہیں رکھتا تھا' یعنی ان کو بچاتا نہیں تھا' پیشاب کے قطروں سے نہ بچنا بھی گناہ کبیرہ ہے کیونکہ اس کی وجہ سے حضرت سعد بن معاذ کو عذاب قبر ہوا تھا۔ (مسند احمد ج ۳ ص ۳۶۰)

اس حدیث میں ''النمیمه'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: دو آدمیوں کو لڑانے کے لیے ایک کی بات دوسرے کو پہنچانا کہ فلاں شخص تمہارے متعلق یہ کہتا تھا' اس کو اُردو میں چغلی کہتے ہیں' حدیث میں ہے: چغل خور جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

(صحیح البخاری: ۶۰۵۰' صحیح مسلم: ۱۰۵' سنن ابوداؤد: ۴۸۷۱' سنن ترمذی: ۲۰۲۶' الترغیب والترہیب ج ۳ ص ۴۹۷' طبع قدیم)

اس اعتراض کا جواب کہ آپ نے فرمایا: ان کو کسی کبیرہ چیز کے سبب عذاب نہیں ہو رہا' حالانکہ ان کو گناہ کبیرہ کے سبب سے عذاب ہو رہا تھا

اس حدیث میں ہے: آپ نے فرمایا: ان کو کسی بڑی چیز میں عذاب نہیں ہو رہا' اس پر یہ اعتراض ہے کہ ان میں سے ایک پیشاب کے قطرات سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا چغلی کرتا تھا اور یہ گناہ کبیرہ ہیں' اس کا جواب یہ ہے کہ واقع میں یہ گناہ کبیرہ تھے' لیکن ان کے نزدیک یہ کوئی بڑے گناہ نہیں تھے' جیسے قرآن مجید میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانے والوں کے متعلق فرمایا:

وَتَحْسَبُوْنَهٗ هَيِّنًا ۖ وَّهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ ○ (النور: ١٥) تم اس تہمت کو معمولی بات سمجھ رہے تھے حالانکہ یہ اللہ کے نزدیک بہت سنگین بات ہے ○

اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ آپ کے ارشاد کا یہ مطلب ہے کہ ان کو کسی ایسی چیز میں عذاب نہیں ہو رہا تھا' جس سے بچنا ان کے لیے بہت مشکل اور دشوار ہو بلکہ اس سے بچنا ان کے لیے بہت آسان تھا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس کے جواب میں یہ لکھا ہے کہ پہلے آپ نے یہ فرمایا کہ ان کو کسی کبیرہ چیز کے سبب سے عذاب نہیں ہو رہا تھا' پس اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی کی کہ ان کو گناہ کبیرہ کے سبب سے عذاب ہو رہا تھا تو آپ نے پہلے کلام سے اضراب کر کے فرمایا: کیوں نہیں! ان میں سے ایک پیشاب کے قطرات سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا چغلی کرتا تھا۔ گویا اس بعد والے کلام سے پہلے کلام منسوخ ہو گیا۔ (فتح الباری ج۱ ص۴۸۷)

حافظ ابن حجر کا یہ کلام صحیح نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر دی تھی کہ ان کو کسی کبیرہ چیز کے سبب سے عذاب نہیں ہو رہا اور خبر میں نسخ نہیں ہوتا۔ نسخ' حکم میں ہوتا ہے اور یہاں کوئی حکم نہیں ہے اور جب اس اعتراض کے دو قوی جواب ہیں' جن کا ہم نے ذکر کیا ہے تو پھر اس فضول جواب کی کیا ضرورت ہے؟ نیز اس اعتراض کا یہ جواب بھی ہو سکتا ہے کہ ان کو کسی بہت بڑے کبیرہ میں عذاب نہیں ہو رہا تھا' اگرچہ وہ فی نفسہ کبیرہ تھا۔

جن دو قبر والوں کو عذاب ہو رہا تھا' آیا وہ کافر تھے یا مسلمان تھے؟

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی لکھتے ہیں:

اس میں اختلاف ہے کہ جن دو آدمیوں کو قبروں میں عذاب ہو رہا تھا' آیا وہ کافر تھے یا مسلمان تھے؟

ابوموسیٰ المدینی نے کہا: وہ کافر تھے اور ان کا استدلال اس حدیث سے ہے:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بنوالنجار کی دو قبروں کے پاس سے گزرے' جو زمانۂ جاہلیت میں فوت ہو گئے تھے' آپ نے ان کی آوازیں سنیں' ان کو پیشاب اور چغلی کی وجہ سے عذاب ہو رہا تھا' اس حدیث کو انہوں نے ابن لہیعہ از اسامہ بن زید' اپنی کتاب "الترغیب والترہیب" میں ذکر کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث حسن ہے۔

بعض علماء نے کہا: وہ مسلمان تھے اور انہوں نے کہا: اس حدیث کی بعض سندوں سے مروی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم انصار کی بعض نئی قبروں کے پاس سے گزرے۔ الحدیث

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ وہ قبر والے مسلمان تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۷۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

جب تک درخت کی شاخ خشک نہ ہو' اس وقت تک عذاب میں تخفیف ہونے کی توجیہ

اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے درخت کی شاخ منگائی' پھر اس کے دو ٹکڑے کیے' پھر ان میں سے ہر ایک کی قبر پر ایک ٹکڑا رکھ دیا اور فرمایا: جب تک یہ خشک نہیں ہوں گے' شاید ان کے عذاب میں تخفیف ہوتی رہے گی۔

علامہ حمد بن محمد الخطابی المتوفی ۳۸۸ھ لکھتے ہیں:

عذاب میں یہ تخفیف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک کے اثر کی وجہ سے تھی یا آپ نے ان کے عذاب میں تخفیف کی دعا کی تھی اور جب تک ان شاخوں میں نمی رہے گی' ان کے عذاب میں تخفیف ہوتی رہے گی' اس کی یہ وجہ نہیں ہے کہ تر شاخ اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے اور خشک شاخ تسبیح نہیں کرتی' کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ. (بنی اسرائیل:۴۴) اور ہر چیز اللہ کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کرتی ہے۔

پس خشک شاخ بھی اللہ کی حمد اور اس کی تسبیح کرتی ہے' پھر تخفیف عذاب کی مدت شاخوں کے تر ہونے تک کیوں رکھی گئی؟ اس کی وجہ اللہ تعالیٰ کو یا اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کو معلوم ہے' جیسے دوزخ کے محافظ فرشتوں کی تعداد انیس ہے' اس کی وجہ اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے۔ (معالم السنن مع المنذری ج ۱ ص ۲۷' دار المعرفہ' بیروت)

تلاوتِ قرآن اور دیگر عبادات کے ایصالِ ثواب کا ثبوت

علامہ عینی نے علامہ خطابی کے حوالے سے لکھا ہے کہ اس حدیث میں قبروں پر قرآن مجید کی تلاوت کرنے کے استحباب کی دلیل ہے' کیونکہ جب درخت کی تسبیح سے میت کے عذاب میں تخفیف کی امید ہے تو قرآن مجید کی تلاوت سے میت کے عذاب میں تخفیف کی زیادہ امید ہے' امام ابوحنیفہ اور امام احمد کا یہ مسلک ہے کہ قرآن مجید کی تلاوت کا ثواب میت کو پہنچتا ہے' کیونکہ حدیث میں ہے:

امام ابوبکر النجار نے ''کتاب السنن'' میں روایت کیا ہے:

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص قبرستان کے درمیان سے گزرا اور اس نے گیارہ مرتبہ (سورہ) ''قل ھو اللہ احد'' کو پڑھا' پھر اس کا ثواب اس قبرستان کے مُردوں کو بخش دیا' تو اس شخص کو بھی اتنا اجر دیا جائے گا' جتنا اجر ان مُردوں کو دیا جائے گا۔ (جمع الجوامع: ۲۳۱۵۲)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص قبرستان میں گیا اور اس نے سورۂ یٰس تلاوت کی تو اللہ تعالیٰ اس دن ان مُردوں کے عذاب میں تخفیف کر دیتا ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے اپنے والدین کی یا ان میں سے کسی ایک کی قبر کی زیارت کی اور ان کے پاس یٰس کی تلاوت کی' اس کی مغفرت کر دی جائے گی۔ (کنز العمال: ۴۵۴۸۶)

(الدر المنثور ج ۷ ص ۳' دار احیاء التراث العربی' بیروت) (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۷۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

ایصالِ ثواب کے متعلق دلائل اور احادیث حسب ذیل ہیں:

شیخ ابن تیمیہ متوفی ۷۲۸ھ نے ''لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی'' سے ایصالِ ثواب پر اعتراض کے جواب میں لکھا ہے کہ اس آیت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ میت کے لیے جو دعائیں کی جائیں یا ان کی طرف سے جو نیک اعمال کیے جائیں' ان سے میت کو نفع نہیں پہنچتا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی:

رَبَّنَا اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ ○ (ابراہیم:۴۱) اے میرے رب! میرے لیے مغفرت فرما' اور میرے والدین کے لیے اور مؤمنوں کے لیے جس دن حساب ہوگا ○

اور حضرت نوح علیہ السلام نے دعا کی:

رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَیْتِیَ مُؤْمِنًا وَّلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ. (نوح:۲۸) اے میرے رب! میرے لیے مغفرت فرما اور میرے والدین کے لیے اور جو مؤمن میرے گھر داخل ہوا اور مؤمن مردوں اور مؤمن عورتوں کے لیے۔

یہ نبیوں اور رسولوں کی دعائیں اپنی امتوں اور مؤمنوں کے لیے ہیں اور ان کی یہ دعائیں انسان کے اعمال کا غیر ہیں اور ان کی دعاؤں کو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے قبول فرمائے گا اور ان سے انسان کو نفع ہوگا اور اس کی مغفرت ہوگی۔

سنن متواترہ سے دوسروں کے اعمال کا نفع آور ہونا ثابت ہے جن کا انکار کفر ہے مثلاً مسلمانوں کا میت کی نماز جنازہ پڑھنا اور نماز میں ان کے لیے دعا کرنا' اسی طرح قیامت کے دن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شفاعت کرنا کیونکہ ان کے ثبوت میں احادیث متواترہ ہیں' بلکہ مرتکب کبائر کی شفاعت کا اہل بدعت کے سوا کوئی انکار نہیں کرتا اور یہ ثابت ہے کہ آپ اہل کبائر کی شفاعت کریں گے اور آپ کی شفاعت اللہ تعالیٰ سے دعا اور اس سے سوال کرنا ہے' پس یہ امور اور ان کی امثال قرآن اور سنن متواترہ سے ثابت ہیں اور ایسی چیزوں کا منکر کافر ہے اور ایسی چیزیں احادیث صحیحہ سے بہ کثرت ثابت ہیں:

(۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا: میری ماں کا انتقال ہوگیا' اگر میں اس کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا اس کو نفع ہوگا؟ آپ نے فرمایا: ہاں! اس نے کہا: میرا ایک باغ ہے اور میں آپ کو گواہ کرتا ہوں کہ میں نے اس باغ کو اپنی ماں کی طرف سے صدقہ کر دیا۔ (سنن ابوداؤد: ۲۸۸۲' سنن ترمذی: ۶۶۹' سنن نسائی: ۳۶۵۵)

(۲) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ میری ماں کا اچانک انتقال ہوگیا اور انہوں نے کوئی وصیت نہیں کی اور میرا گمان ہے کہ اگر وہ بات کرتیں تو کچھ صدقہ کرتیں' پس اگر میں ان کی طرف سے کچھ صدقہ کردوں تو کیا اس سے ان کو نفع ہوگا؟ آپ نے فرمایا: ہاں! (صحیح البخاری: ۱۳۸۸' صحیح مسلم: ۱۰۰۴)

(۳) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ میرا باپ فوت ہوگیا اور اس نے کوئی وصیت نہیں کی' اگر میں اس کی طرف سے کچھ صدقہ کروں تو کیا اس کو فائدہ ہوگا؟ آپ نے فرمایا: ہاں! (صحیح مسلم: ۱۶۳۰)

(مجموع الفتاویٰ ج ۲۴ ص ۱۷۰' دار الجلیل' ریاض' ۱۴۱۸ھ)

* تبیان القرآن میں ہم نے اس بحث کو زیادہ تفصیل سے بیان کیا ہے' دیکھئے تبیان القرآن ج ۱۱ ص ۵۶۸۔ ۵۳۰' النجم: ۳۸۔۴۱۔

قبروں پر شاخ اور پھول وغیرہ رکھنے کا ثبوت

اس حدیث میں دونوں قبروں پر درخت کی شاخ کے ٹکڑوں کے رکھنے کا ثبوت ہے' فقہاء نے اس حدیث سے یہ مسئلہ مستنبط کیا ہے کہ قبر پر درخت کی شاخ' سبزہ اور پھول وغیرہ رکھنا جائز ہیں۔

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

قبرستان سے سر سبز گھاس کاٹنا مکروہ ہے اور سوکھی ہوئی گھاس کو کاٹنے میں کوئی حرج نہیں ہے' جیسا کہ ''البحر الرائق' درر غرر اور شرح المنیہ'' میں ہے' ''امداد'' میں اس کی یہ وجہ بیان کی ہے کہ تر و تازہ گھاس اللہ تعالیٰ کی حمد اور تسبیح کرتی ہے' جس سے میت کو تسکین ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے ذکر سے رحمت نازل ہوتی ہے۔ ''قاضی خاں'' میں بھی اسی طرح لکھا ہے' (علامہ شامی فرماتے ہیں:) میں کہتا ہوں: اس کی دلیل وہ حدیث ہے' جس میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سبز شاخ کو توڑ کر اس کے دو ٹکڑے کیے اور وہ ان دو قبروں پر رکھ دیئے' جن میں قبر والوں کو عذاب ہو رہا تھا اور اس کی علت ان شاخوں کا خشک نہ ہونا قرار دیا' یعنی ان شاخوں کی تسبیح کی برکت سے ان کے عذاب میں تخفیف ہوگی اور سبز گھاس کی تسبیح خشک گھاس کی تسبیح سے اکمل ہے کیونکہ سبز میں ایک قسم کی حیات ہوتی ہے اور اس عبارت اور اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کی وجہ سے سبز شاخ کو قبر پر رکھنا مستحب ہے' ہمارے زمانہ میں آس کے پھولوں کی شاخیں جو قبر پر رکھی جاتی ہیں' وہ اسی قیاس پر ہیں' فقہاء شافعیہ کی ایک جماعت نے بھی اس کی تصریح کی ہے اور یہ بعض

مالکیہ کے اس قول سے اولیٰ ہے کہ عذاب میں تخفیف نبی ﷺ کی برکت اور آپ کی دعا سے حاصل ہوئی (یہ علامہ خطابی کا قول ہے) اس لیے دوسروں کا آپ پر قیاس نہیں ہوگا' حالانکہ "صحیح بخاری" میں ہے کہ حضرت بریدہ بن حصیب رضی اللہ عنہ نے یہ وصیت کی تھی کہ ان کی قبر پر دو شاخیں رکھی جائیں۔ (ردالمحتار ج ۳ ص ۱۴۵' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

علامہ طحطاوی اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

درخت کی شاخ کے معنی میں ہر وہ چیز داخل ہے' جس میں کسی بھی درخت کی رطوبت ہو (الیٰ قولہ) "مشکوٰۃ" کی شرح میں لکھا ہے: ہمارے متاخرین اصحاب میں سے بعض ائمہ نے فتویٰ دیا ہے کہ پھولوں اور درخت کی شاخوں کو رکھنے کا جو معمول ہے' وہ اس حدیث کی وجہ سے سنت ہے اور جب درخت کی شاخ کی تسبیح کی وجہ سے تخفیف کی امید کی جاتی ہے تو قرآن مجید کی تلاوت کی برکت تو بہت عظیم ہے۔ (حاشیۃ الطحطاوی علیٰ مراقی الفلاح ص ۳۷۸' مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ' مصر' ۱۳۵۶ھ)

* یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۵۸۵۔ ج ۱ ص ۹۷۹ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے حسب ذیل عنوانات ہیں:

(۱) گناہ صغیرہ اور کبیرہ کی تحقیق (۲) قبر پر سبز شاخ اور پھول رکھنے کے متعلق فقہاء اربعہ کے نظریات اور بحث ونظر (۳) ایصال ثواب میں مذاہب فقہاء اور بحث ونظر (۴) باب مذکور کی حدیث کے دیگر مسائل (۵) برزخ اور دنیا سے رسول اللہ ﷺ کا بہ یک وقت رابطہ۔

شرح صحیح مسلم میں یہ شرح ۹۷۹ سے ۸۸۹ تک دس صفحات پر پھیلی ہوئی ہے' اس لیے شرح صحیح مسلم میں ان مباحث کو ضرور پڑھنا چاہیے' البتہ "نعمۃ الباری" میں بعض جزوی مباحث زیادہ ہیں۔

٥٦- بَابُ مَا جَاءَ فِيْ غَسْلِ الْبَوْلِ — پیشاب کو دھونے کے متعلق جو احادیث وارد ہیں

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت اس طرح ہے کہ باب سابق میں یہ بتایا تھا کہ پیشاب سے نہ بچنے کی وجہ سے صاحب قبر کو عذاب ہوتا ہے اور اس باب میں پیشاب کو دھونے کا ذکر ہے۔ امام بخاری ایک تعلیق کا ذکر فرماتے ہیں:

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِصَاحِبِ الْقَبْرِ كَانَ لَا يَسْتَتِرُ مِنْ بَوْلِهِ . وَلَمْ يَذْكُرْ سِوٰى بَوْلِ النَّاسِ.

اور نبی ﷺ نے ایک قبر والے کے متعلق فرمایا: وہ پیشاب کے قطروں سے نہیں بچتا تھا' اور آپ نے انسانوں کے پیشاب کے سوا اور کسی کے پیشاب کا ذکر نہیں کیا۔

یہ حدیث سابق (صحیح البخاری: ۲۱٦) کا ایک قطعہ ہے۔

۲۱۷- حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنِيْ رَوْحُ بْنُ الْقَاسِمِ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَطَاءُ بْنُ اَبِيْ مَيْمُوْنَةَ ' عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا تَبَرَّزَ لِحَاجَتِهِ ' اَتَيْتُهُ بِمَاءٍ فَيَغْسِلُ بِهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے روح بن القاسم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عطاء بن ابی میمونہ نے حدیث بیان کی از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہ نبی ﷺ جب قضاء حاجت کے لیے جاتے تو میں آپ کے لیے پانی لے جاتا' جس سے آپ دھوتے تھے۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح' صحیح البخاری: ۱۵۰ میں گزر چکی ہے' وہاں مطالعہ فرمائیں۔

حدیث: ۱۵۰ میں اس حدیث کو اس باب کے تحت ذکر کیا تھا: پانی سے استنجاء کرنا' اور یہاں اس حدیث کو اس باب کے تحت ذکر کیا ہے: پیشاب کو دھونے کے متعلق احادیث۔

٠٠٠ - بَابٌ

باب

اس باب کا بھی امام بخاری نے کوئی عنوان ذکر نہیں کیا اور یہ باب بھی ابواب سابقہ کے ساتھ ملحق ہے۔

٢١٨- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَازِمٍ قَالَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ' عَنْ مُجَاهِدٍ' عَنْ طَاوُسٍ' عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَبْرَيْنِ' فَقَالَ اِنَّهُمَا لَيُعَذَّبَانِ وَمَا يُعَذَّبَانِ فِيْ كَبِيْرٍ' اَمَّا اَحَدُهُمَا فَكَانَ لَا يَسْتَتِرُ مِنَ الْبَوْلِ' وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَكَانَ يَمْشِيْ بِالنَّمِيْمَةِ. ثُمَّ اَخَذَ جَرِيْدَةً رَطْبَةً' فَشَقَّهَا نِصْفَيْنِ' فَغَرَزَ فِيْ كُلِّ قَبْرٍ وَاحِدَةً. قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ' لِمَ فَعَلْتَ هٰذَا؟ قَالَ لَعَلَّهٗ يُخَفَّفُ عَنْهُمَا مَا لَمْ يَيْبَسَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی از مجاہد از طاؤس از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دو قبروں کے پاس سے گزرے' آپ نے فرمایا: ان دونوں کو ضرور عذاب دیا جا رہا ہے اور ان دونوں کو کسی بڑی چیز کے سبب سے عذاب نہیں دیا جا رہا' رہا ان دونوں میں سے ایک شخص تو وہ پیشاب کے قطروں سے نہیں بچتا تھا اور رہا دوسرا شخص تو وہ چغلی کھاتا تھا' پھر آپ نے ایک تر شاخ کو لے کر اس کے دو آدھے آدھے ٹکڑے کیے' پھر ہر قبر میں ایک ٹکڑے کو گاڑ دیا' صحابہ نے کہا: یا رسول اللہ! آپ نے ایسا کیوں کیا؟ آپ نے فرمایا: شاید جب تک یہ شاخیں خشک نہیں ہوں گی' ان کے عذاب میں تخفیف ہوتی رہے گی۔

قَالَ ابْنُ الْمُثَنّٰى وَحَدَّثَنَا وَكِيْعٌ قَالَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ قَالَ سَمِعْتُ مُجَاهِدًا مِثْلَهٗ.

ابن المثنیٰ نے کہا: اور ہمیں وکیع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے مجاہد سے اس حدیث کی مثل سنا ہے۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح' صحیح البخاری: ۲۱٦ میں گزر چکی ہے' وہاں مطالعہ فرمائیں۔

حدیث: ۲۱٦ میں شاخ کے ٹکڑوں کو قبروں پر رکھنے کا ذکر تھا اور اس حدیث میں ان کو قبروں پر گاڑنے کا ذکر ہے' اس سے معلوم ہوا کہ دونوں طرح جائز ہے' قبر پر ٹہنی کو رکھنا بھی اور ٹہنی کو گاڑنا بھی۔

علماء دیوبند کا قبروں پر پھول ڈالنے کو بدعت کہنا اور اس قول کا ابطال اور رد

ہم علامہ شامی اور دیگر فقہاء کے حوالوں سے بیان کر چکے ہیں کہ قبر پر درخت کی شاخ رکھنا اور سبزہ اور پھول رکھنا جائز ہے' کیونکہ اس کی اصل اس حدیث میں موجود ہے۔ تاہم حیرت ہوتی ہے کہ سید احمد رضا بجنوری نے لکھا ہے کہ شیخ شبیر احمد عثمانی اور شیخ انور شاہ کشمیری نے کہا ہے کہ مزارات پر پھول وغیرہ چڑھانا جو آج کل اہل بدعت نے رائج کر دیا ہے' یہ بدعت ہے' اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ اس کے غلط ہونے کے لیے یہ کافی ہے کہ فساق فجار کی قبروں کے بجائے صالحین کی قبروں پر پھول چڑھائے جاتے ہیں۔

(انوار الباری ج ۸ ص ۴۳ ملخصاً' ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

فقہاء کے علاوہ شارحین حدیث نے قبروں پر پھول چڑھانے کو جائز لکھا ہے' ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

قبروں پر پھول رکھنے کی اس حدیث میں اصل اصیل ہے' اسی وجہ سے ہمارے متاخرین اصحاب نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ اس زمانہ

میں قبروں پر پھول اور شاخ رکھنے کی عادت ہوگئی ہے وہ اس حدیث کی بناء پر سنت ہے۔ (مرقاۃ المفاتیح ج ۱ ص ۵۹ 'مکتبہ حقانیہ پشاور)

شیخ عبد الحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ ھ لکھتے ہیں:

ایک جماعت نے اس حدیث سے قبر پر سبزہ اور پھول اور ریحان ڈالنے پر استدلال کیا ہے۔

(اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۲۱۵ 'مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

غور فرمائیے! ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ ھ اور علامہ طحطاوی متوفی ۱۲۳۱ ھ نے اس حدیث کی بناء پر قبروں پر پھول ڈالنے کو سنت لکھا ہے اور علامہ شامی متوفی ۱۲۵۲ ھ نے اس حدیث کی بناء پر قبروں پر پھول ڈالنے کو مستحب لکھا ہے۔ ''فتاویٰ عالم گیری'' میں اس کو مستحسن لکھا ہے۔ (فتاویٰ عالم گیری ج ۵ ص ۳۵۱ 'طبع مصر) علامہ شربینی شافعی من قرن العاشر نے بھی اس کو سنت لکھا ہے۔ (مغنی المحتاج ج ۱ ص ۳۶۴) ڈاکٹر وہبہ زحیلی نے بھی اس کو سنت لکھا ہے۔ (الفقہ الاسلامی وادلتہ ج ۱ ص ۵۳۰)

ان اکابر فقہاء اور محدثین کے مقابلہ میں سید احمد رضا بجنوری دیوبندی کی بات کو کون سنتا اور مانتا ہے' جو یہ کہتے ہیں کہ قبروں پر پھول رکھنا بدعت ہے اور جن کو یہ بھی علم نہیں کہ جس فعل کی اصل سنت صحیحہ سے ثابت ہو وہ سنت ہوتا ہے نہ کہ بدعت۔

باقی رہا سید احمد رضا دیوبندی کا یہ کہنا کہ فساق فجار کی قبروں پر پھول کیوں نہیں چڑھائے جاتے؟ تو یہ بھی ان کی لاعلمی ہے' عام مسلمان اپنے رشتہ داروں کی قبروں پر پھول اور سبزہ ڈالتے ہیں اور ان میں اکثر بے عمل ہوتے ہیں تاکہ ان پھولوں اور سبزہ کی تسبیح کی برکت سے ان کی مغفرت ہو جائے' اور رہا ان کا یہ کہنا کہ پھر صالحین کی قبروں پر کیوں پھول چڑھائے جاتے ہیں' انہیں تو مغفرت کی ضرورت نہیں ہے' یہ تو ایسا ہی ہے جیسے کوئی کہے: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود کیوں پڑھا جاتا ہے اور آپ کے لیے رحمت کیوں طلب کی جاتی ہے' آپ تو خود رحمۃ للعالمین ہیں اور آپ کے لیے وسیلہ اور مقام محمود کی دعا کیوں کی جاتی ہے' جب کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں وعدہ فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو مقام محمود پر مبعوث فرمائے گا' اس اعتراض کے وقت انہوں نے اس آیت پر غور نہیں کیا:

وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ○ (الحج:۳۲) جو اللہ کے شعائر (نشانیوں) کی تعظیم کرے تو یہ تعظیم دلوں کے تقویٰ کی وجہ سے ہے○

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نشانی ہیں اور اولیاء اللہ اور ان کے مزارات بھی شعائر اللہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کی نشانیوں سے ہیں اور ان کی تعظیم کرنا دلوں کے تقویٰ کی وجہ سے ہے اور مزارات پر پھول ڈالنا' ان کی تعظیم کی وجہ سے ہے اور اس لیے تاکہ پھولوں کی تسبیح کی وجہ سے ان کی نیکیوں اور ان کے درجات میں اضافہ ہو' یہ دیوبندی علماء جو صالحین کی قبروں پر اس لیے پھول ڈالنے سے منع کرتے ہیں کہ وہ تو خود نیک ہیں' انہیں مغفرت کی ضرورت نہیں ہے تو کیا یہ لوگ صالحین کے مزارات پر قرآن مجید کی تلاوت سے بھی منع کریں گے! حالانکہ ہم دیکھتے ہیں یہ لوگ اپنے اکابر علماء کی یاد مناتے ہیں اور ان کے لیے اہتمام سے قرآن خوانی کرتے ہیں اور اس کے لیے باقاعدہ اخبارات میں اعلان بھی کیا جاتا ہے' پس واضح ہو گیا کہ قبروں پر پھول ڈالنے کو بدعت کہنا خود بدعت ہے اور شیخ انور شاہ کشمیری' شیخ شبیر احمد عثمانی اور سید احمد رضا بجنوری کے یہ اقوال قطعاً باطل اور مردود ہیں۔

٥٧- بَابُ تَرْكِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسِ الْاَعْرَابِيَّ حَتّٰى فَرَغَ مِنْ بَوْلِهِ فِي الْمَسْجِدِ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور لوگوں کا اعرابی کو چھوڑے رکھنا حتیٰ کہ وہ مسجد میں پیشاب کرنے سے فارغ ہو گیا

اس عنوان کے مطابق حدیث آرہی ہے' اعرابی سے مراد ہے: دیہات کا رہنے والا' باب سابق کے ساتھ اس باب کی مناسبت یہ ہے کہ دونوں باب پیشاب کے ازالہ پر مشتمل ہیں' باب سابق میں پیشاب کو دھونے کا حکم تھا اور اس باب میں پیشاب پر پانی بہانے کا حکم ہے اور وہ بھی پیشاب کو دھونے کے حکم میں ہے۔

۲۱۹- حَدَّثَنَا مُوْسٰی بْنُ اِسْمَاعِیْلَ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اِسْحَاقُ، عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَاٰی اَعْرَابِیًّا یَبُوْلُ فِی الْمَسْجِدِ، فَقَالَ دَعُوْهُ. حَتّٰی اِذَا فَرَغَ، دَعَا بِمَاءٍ فَصَبَّهٗ عَلَیْهِ. [اطراف الحدیث:۲۲۱-۶۰۲۵]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دیہاتی کو مسجد میں پیشاب کرتے ہوئے دیکھا' آپ نے فرمایا: اس کو چھوڑ دو' حتیٰ کہ جب وہ پیشاب سے فارغ ہو گیا تو آپ نے پانی منگا کر اس جگہ پر بہا دیا۔

(صحیح مسلم: ۲۸۴' الرقم المسلسل: ۶۴۶' صحیح مسلم: ۲۸۵' الرقم المسلسل: ۶۴۸' سنن نسائی: ۵۳' سنن ابن ماجہ: ۵۲۸' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۸ ص ۲۱۸' سنن دارمی: ۷۴۰' السنن الکبریٰ للنسائی: ۶۸۸۴' مسند ابوعوانہ ج ۵ ص ۳۴۵' صحیح ابن خزیمہ: ۲۹۳' صحیح ابن حبان: ۱۴۰۱' شرح السنۃ: ۵۰۰' سنن بیہقی ج ۲ ص ۴۲۸' مسند احمد ج ۳ ص ۱۱۴۔ ج ۳ ص ۱۹۱ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۳۳۷۳۔ ج ۱۹ ص ۱۸۱ مسند احمد: ۱۲۹۸۴۔ ج ۲۰ ص ۲۹۷' موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس جملہ میں ہے: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دیہاتی کو مسجد میں پیشاب کرتے ہوئے دیکھا تو آپ نے فرمایا: اس کو چھوڑ دو۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) موسیٰ بن اسماعیل التبوذکی البصری' ان کا تعارف ہو چکا ہے (۲) ہمام بن یحییٰ بن دینار العوذی' یہ تمام مشائخ کے نزدیک ثقہ اور ثبت تھے' ۱۶۳ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) اسحاق بن ابی طلحہ بن سہل الانصاری (۴) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' ان دونوں کا تعارف ہو چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۸۵)

زمین کے خشک ہونے سے اس کی طہارت پر اور ہر مائع چیز سے نجاست کے ازالہ پر احناف کے خلاف علامہ ابن بطال مالکی کے دلائل

اس حدیث میں مذکور ہے کہ جب اس اعرابی نے مسجد میں پیشاب کر دیا تو آپ نے پانی منگا کر اس جگہ پر بہا دیا۔

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی القرطبی المتوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس میں اختلاف ہے کہ جب زمین پیشاب یا کسی اور نجاست سے نجس ہو جائے تو اس کو کس طرح پاک کیا جائے گا' امام مالک' امام شافعی اور امام ابوثور نے کہا ہے کہ وہ پانی کے سوا اور کسی چیز سے پاک نہیں ہو گی اور انہوں نے اس باب کی حدیث سے استدلال کیا ہے۔

ابوقلابہ' حسن بصری اور ابن الحنفیہ سے روایت ہے کہ زمین خشک ہونے سے پاک ہو جاتی ہے اور یہی امام ابوحنیفہ' امام ابویوسف اور امام محمد رحمہم اللہ کا قول ہے' انہوں نے کہا ہے کہ دھوپ نجاست کو زائل کر دیتی ہے اور جب اس نجاست کا اثر چلا جائے تو اس زمین پر نماز پڑھ لو اور اس زمین سے تیمم نہ کرو۔

امام الطحاوی نے کہا ہے کہ اس میں اختلاف ہے کہ کپڑوں اور بدن سے نجاست کس چیز سے زائل ہوگی' امام مالک نے کہا ہے: یہ صرف اس پانی سے زائل ہو سکتی ہے' جس سے وضوء کیا جاتا ہے اور یہی امام زفر' امام محمد بن حسن اور امام شافعی کا قول ہے اور ان کی دلیل یہ آیت ہے:

وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً طَهُوْرًا ۝ (الفرقان:۴۸) ہم نے آسمان سے ایسا پانی نازل کیا ہے' جو پاک کرنے والا ہے ۝

اور انہوں نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ جب اعرابی نے مسجد میں پیشاب کر دیا تو نبی ﷺ نے اس پر پانی کا ایک ڈول بہانے کا حکم دیا' انہوں نے کہا کہ کپڑوں اور بدن کا بھی یہی حکم ہے۔

اور امام ابوحنیفہ نے اور امام ابو یوسف نے یہ کہا ہے کہ نجاست کو ہر مائع (رقیق اور بہنے والی) چیز سے زائل کرنا جائز ہے اور ہر پاک چیز سے اور آگ سے اور دھوپ سے' اور اگر مردار جانور کی کھال دھوپ میں خشک ہو جائے تو وہ رنگنے کے بغیر پاک ہو جاتی ہے' انہوں نے کہا کہ خمر (انگور کی شراب) جب سرکہ بن جائے تو وہ بھی پاک ہو جاتی ہے اور مٹکا بھی پاک ہو جاتا ہے' اور ہم جانتے ہیں کہ خمر بھی نجس تھی اور مٹکا بھی نجس تھا اور اس کو سرکہ کے سوا اور کسی چیز نے پاک نہیں کیا۔

(شرح ابن بطال ج ۱ ص ۳۳۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

زمین کے خشک ہونے سے اس کے پاک ہونے پر فقہاء احناف کے دلائل

علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

ہماری دلیل رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد ہے کہ زمین کا پاک ہونا اس کا خشک ہونا ہے' اور اس زمین سے تیمم اس لیے جائز نہیں ہے کہ تیمم کے لیے ''صعید طیب'' (بہت پاک ہونا) کی شرط قرآن مجید میں منصوص ہے' پس جس کی طہارت صرف حدیث سے ثابت ہے' اس سے تیمم ادا نہیں ہوگا۔ (ھدایہ اولین ص ۷۴' مکتبہ شرکۃ علمیہ' ملتان)

علامہ یوسف زیلعی حنفی متوفی ۷۶۲ھ نے کہا ہے کہ صاحب ہدایہ کے نقل کردہ الفاظ کے ساتھ حدیث غریب ہے یعنی غیر معروف ہے اور اس کا ثبوت نہیں ہے' البتہ دیگر الفاظ کے ساتھ یہ حدیث ثابت ہے۔ (نصب الرایہ ج ۱ ص ۲۷۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

دیگر الفاظ کے ساتھ احادیث حسب ذیل ہیں:

ایوب بیان کرتے ہیں کہ ابو قلابہ نے کہا کہ جب زمین خشک ہو جاتی ہے تو پاک ہو جاتی ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۲۵' مصنف عبد الرزاق: ۵۱۵۷)

عبد العزیز اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حسن بصری کو دیکھا' وہ پیشاب کے خشک نشان پر بیٹھے ہوئے تھے' میں نے ان سے کہا (اس کی کیا وجہ ہے؟) انہوں نے کہا: یہ خشک ہو چکا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۲۷)

امام ابوداؤد نے اپنی سنن میں باب: ۱۳۹ کا یہ عنوان قائم کیا ہے: زمین جب خشک ہو جائے تو اس کا پاک ہونا' اور اس عنوان پر اس حدیث سے استدلال کیا ہے:

حمزہ بن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں' میں مسجد میں سوتا تھا' میں نوعمر' کنوارا' نوجوان تھا اور کتے مسجد میں آتے جاتے تھے اور پیشاب کرتے تھے اور صحابہ اس جگہ کو بالکل نہیں دھوتے تھے۔

(سنن ابوداؤد: ۳۸۲)

علامہ عینی نے کہا ہے کہ یہ احادیث حکماً مرفوع ہیں کہ زمین خشک ہونے سے پاک ہو جاتی ہے کیونکہ جن تابعین نے یہ کہا ہے کہ زمین خشک ہونے سے پاک ہو جاتی ہے وہ اپنے زمانہ کے مفتی تھے جیسے ابن الحنفیہ اور ابن قلابہ اور کسی نے ان کے قول کی مخالفت نہیں کی تو یہ اجماع کے قائم مقام ہے اور صاحب ہدایہ نے جو حدیث ذکر کی ہے وہ روایت بالمعنی ہے۔

(البنایہ ج ١ ص ٥٢٠ 'المکتبۃ الامدادیہ' ملتان '١٤٠٨ھ)

ہر مائع چیز سے ازالۂ نجاست پر فقہاء احناف کے دلائل

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی ٥٩٣ھ لکھتے ہیں:

نجاست کو پاک کرنا پانی کے ساتھ جائز ہے اور ہر مائع طاہر کے ساتھ بھی جائز ہے جس سے نجاست کو زائل کرنا ممکن ہو جیسے سرکہ اور گلاب کا پانی وغیرہ جن کو نچوڑا جائے تو وہ نچڑ جائے اور یہ امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک ہے اور امام محمد امام زفر اور امام شافعی نے کہا ہے کہ نجاست کو صرف پانی کے ساتھ زائل کرنا جائز ہے کیونکہ مائع پہلی ملاقات کے ساتھ نجس ہو جائے گا اور نجس سے طہارت حاصل نہیں ہوتی' البتہ یہ قیاس پانی میں ضرورت کی وجہ سے ترک کر دیا گیا ہے۔ امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف یہ کہتے ہیں کہ مائع چیز نجاست کو اکھاڑ دے گی اور طہارت نجاست کے زائل ہونے سے حاصل ہو جائے گی۔

(ھدایہ اولین ص ٧٢-٧١ ' مکتبہ شرکت علمیہ ملتان)

سخت زمین پر پانی بہانے اور نرم زمین کو کھودنے کے متعلق فقہاء احناف کے مذہب پر دلائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

جب زمین پر تر نجاست لگ جائے' پس اگر زمین سخت ہو تو اس پر پانی بہا دیا جائے گا اور وہ پانی زمین کے اندر چلا جائے گا' جہاں اس کو نچوڑنا ممکن نہیں ہے اور ظاہر الروایۃ کے مطابق تین دفعہ پانی بہایا جائے گا اور ہر مرتبہ پانی زمین کے اندر چلا جائے گا (جیسا کہ اس باب کی حدیث میں ہے) اور اگر زمین نرم ہو تو زمین کو کھودا جائے گا اور گڑھا کر کے اس پر تین مرتبہ پانی بہا دیا جائے گا۔ (عمدۃ القاری ج ٣ ص ١٨٧ ' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

نرم زمین کو کھودنے کے متعلق حسب ذیل احادیث ہیں:

حضرت عبداللہ بن معقل بن مقرن رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اسی قصہ میں ایک اعرابی نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی اور اس نے مسجد میں پیشاب کر دیا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس مٹی پر اس نے پیشاب کیا ہے' اس کو کھرچ کر گرا دو اور اس جگہ پر پانی بہا دو۔ (سنن ابوداؤد: ٣٨١' سنن بیہقی ج ٢ ص ٤٢٨' تلخیص الحبیر: ٣٢)

طاؤس بیان کرتے ہیں کہ ایک اعرابی نے مسجد میں پیشاب کیا' لوگوں نے اس کو ڈانٹنے کا قصد کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس جگہ کو کھودو اور اس پر پانی کا ایک ڈول ڈال دو' تم تعلیم دو اور آسانی کرو اور مشکل میں نہ ڈالو۔

(مصنف عبدالرزاق: ١٦٦٣' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ' یہ حدیث مرسل ہے۔)

علامہ عینی فرماتے ہیں: اگر تم یہ اعتراض کرو کہ تم نے حدیث صحیح کو ترک کر کے حدیث ضعیف اور حدیث مرسل سے استدلال کیا ہے تو میں کہوں گا کہ ہم نے حدیث صحیح پر اس صورت میں عمل کیا ہے جب زمین سخت ہو اور جو حدیث تمہارے زعم میں ضعیف ہے نہ کہ ہمارے نزدیک اس پر اس صورت میں عمل کیا ہے جب زمین نرم ہو اور دونوں حدیثوں پر عمل کرنا' اس سے بہتر ہے کہ ایک حدیث پر عمل کیا جائے اور دوسری حدیث کو ترک کر دیا جائے اور رہی حدیث مرسل تو ہمارے نزدیک وہ معمول ہے اور جو حدیث مرسل پر عمل کو

ترک کرتا ہے' وہ اکثر احادیث پر عمل کو ترک کر دیتا ہے اور محدثین کے نزدیک جب دو صحیح مرسل حدیثیں کسی ایک مسند حدیث کے معارض ہوں تو حدیث مرسل پر عمل کرنا اولیٰ ہے' تو جب حدیث مرسل کا کوئی معارض نہ ہو تو اس وقت اس پر عمل کرنا زیادہ اولیٰ ہوگا۔
(عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۸۷)

مسجد میں کیا کام جائز ہیں اور کیا کام مکروہ تنزیہی ہیں اور کیا کام حرام ہیں؟

یہ حدیث صحیح مسلم: ۲۸۵ میں بھی ہے' وہاں اس کا متن حسب ذیل ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے' ایک اعرابی آیا' پھر وہ کھڑا ہو گیا اور مسجد میں پیشاب کرنے لگا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب نے اس کو ڈانٹا کہ رُکو' رُکو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس کا پیشاب منقطع نہ کرو' پھر صحابہ نے اس کو چھوڑ دیا' حتیٰ کہ اس نے پیشاب کر لیا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو بلایا' پس اس سے فرمایا: بے شک یہ مساجد اس پیشاب میں سے کسی چیز کے لیے نہیں بنائی گئیں اور نہ پاخانہ کے لیے' یہ مساجد تو صرف اللہ عزوجل کے ذکر اور نماز اور قرآن مجید کی تلاوت کے لیے بنائی گئی ہیں یا جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا' پھر آپ نے لوگوں میں سے ایک شخص کو حکم دیا' وہ پانی کا ایک ڈول لے کر آیا اور اس پر بہا دیا۔

اس حدیث میں فرمایا ہے: یہ مساجد اللہ عزوجل کے ذکر کے لیے ہیں' اس میں ذکر سے مراد عام ہے' یہ قرآن کی تلاوت' علم کی کتابوں کو پڑھنے اور پڑھانے' لوگوں کو وعظ کرنے اور نماز پڑھنے خواہ فرض ہو یا نفل' سب کو شامل ہے لیکن نفل پڑھنا گھر میں افضل ہے' اس کے علاوہ دوسرے کام مثلاً دنیاوی باتیں' ہنسنا' بغیر نیت اعتکاف کے مسجد میں ٹھہرنا اور دنیاوی کاموں میں مشغول ہونا' مسجد میں خلافِ اولیٰ اور مکروہ تنزیہی ہیں' ضرورت کی وجہ سے مسجد میں سونا بھی جائز ہے لیکن اس کو عادت نہیں بنانا چاہیے' مسجد میں لیٹنا اور ٹانگیں پھیلانا بھی جائز ہے اور مسجد میں پیشاب' پاخانہ کرنا اور دیگر مسجد کے احترام کے منافی کام کرنا حرام ہیں' بُرائی سے روکنا لازم ہے' اس لیے صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھے بغیر اس اعرابی کو مسجد میں پیشاب کرنے پر ڈانٹنے لگے۔

زیادہ بُرائی کے مقابلہ میں کم بُرائی کو اختیار کر لینا چاہیے

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کو منع کیا کہ اس کے پیشاب کو منقطع مت کرو' کیونکہ مسجد میں پیشاب کرنا بھی ایک بُرا کام ہے اور اس کا پیشاب منقطع کر دینے سے جو اس کو مرض پیدا ہوتا اور اس کو ضرر ہوتا' وہ اس سے زیادہ بُرا کام تھا تو آپ نے زیادہ بُرائی سے بچنے کے لیے کم بُرائی کو برداشت کرنے کا حکم دیا اور مسجد کو گندگی سے بچانا بھی ایک نیکی ہے اور اس اعرابی کو مرض اور ضرر سے بچانا' اس سے بڑی نیکی ہے' اس لیے آپ نے چھوٹی نیکی کے مقابلہ میں بڑی نیکی کے حصول کا حکم دیا' جب کہ مسجد کی صفائی تو بعد میں پانی بہا کر بھی حاصل ہو سکتی تھی۔

اس اعتراض کا جواب کہ جب مسجد دھوپ سے خشک ہونے کے بعد پاک ہو جاتی تو اس پر پانی کیوں بہایا گیا؟

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ مسجد میں پانی بہانے کی کیا ضرورت تھی' جب وہ پیشاب دھوپ اور ہوا سے خشک ہو جاتا تو مسجد تو پھر بھی پاک ہو جاتی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ دھوپ سے خشک ہونے تک مسجد کا وہ حصہ ناپاک رہتا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فوراً پانی بہانے کا حکم اس لیے دیا تا کہ مسجد کی طہارت جلد حاصل ہو۔

دیہاتی اور احکامِ شرعیہ سے ناواقف شخص کو نرمی سے مسئلہ بتانا چاہیے اور اس پر سختی نہیں کرنی چاہیے' اس لیے آپ نے صحابہ کو

اسے ڈانٹنے سے منع فرمایا اور جب وہ پیشاب سے فارغ ہو گیا تو فوراً پانی بہانے کا حکم دیا' اس سے معلوم ہوا کہ مسجد کو فوراً پاک کرنے سے مانع اس کا پیشاب میں مشغول ہونا تھا اور جب وہ مانع زائل ہو گیا تو آپ نے مسجد کو پاک کرنے کا حکم دیا' اس سے معلوم ہوا کہ کسی خرابی کو دور کرنے سے اگر کوئی چیز مانع ہو تو اس مانع کے زائل ہوتے ہی اس خرابی کو دور کرنا چاہیے۔

شرح صحیح مسلم میں باب مذکور کی حدیث کی شرح

یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۵٦۹۔۵٦۸۔۵٦۷۔ ج ۱ ص ۹٦۳۔۹٦۲ پر ہے اور اس کی شرح کے حسب ذیل عنوانات ہیں:

(۱) زمین سے نجاست کا اثر زائل ہونے سے اس کے پاک ہونے کا بیان (۲) مساجد میں دنیاوی کاموں اور سونے کا حکم (۳) حدیث مذکور سے بعض دیگر استنباط شدہ مسائل۔

۵۸- بَابُ صَبِّ الْمَاءِ عَلَى الْبَوْلِ فِي الْمَسْجِدِ

مسجد میں پیشاب پر پانی بہانا

یعنی اس باب میں یہ حکم بیان کیا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی بھی مسجد میں پیشاب کر دے تو اس پر پانی بہانے کا کیا حکم ہے؟ اس سے پہلے باب میں خصوصاً نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد کے متعلق یہ حکم تھا اور اس باب میں عام مساجد میں سے کسی مسجد کے متعلق یہ حکم ہے۔

۲۲۰- حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ ' عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ قَامَ اَعْرَابِيٌّ فَبَالَ فِي الْمَسْجِدِ ' فَتَنَاوَلَهُ النَّاسُ ' فَقَالَ لَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعُوْهُ ' وَهَرِيْقُوْا عَلٰى بَوْلِهٖ سَجْلًا مِّنْ مَّاءٍ . اَوْ ذَنُوْبًا مِّنْ مَّاءٍ . فَاِنَّمَا بُعِثْتُمْ مُيَسِّرِيْنَ ' وَلَمْ تُبْعَثُوْا مُعَسِّرِيْنَ. [طرف الحدیث: ٦۱۲۸]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود نے خبر دی کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: ایک اعرابی کھڑا ہوا' پھر اس نے مسجد میں پیشاب کر دیا' پس لوگ اس کو ڈانٹنے لگے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: اس کو چھوڑ دو اور اس کے پیشاب کے اوپر ایک ڈول ڈال دو یا فرمایا: ایک پانی کا ڈول ڈال دو کیونکہ تم آسانی کرنے کے لیے بھیجے گئے اور مشکل میں ڈالنے کے لیے نہیں بھیجے گئے۔

(سنن ابوداؤد: ۳۸۰' سنن ترمذی: ۱۴۷' سنن ابن ماجہ: ۵۳۰' سنن نسائی: ۵٦' مسند الحمیدی: ۹۳۸' المنتقی: ۱۴۱' مسند ابویعلیٰ: ۵۸۷٦' صحیح ابن خزیمہ: ۲۹۸' سنن بیہقی ج ۲ ص ۴۲۸' شرح السنۃ: ۲۹۱' مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۷۲۵۵۔ ج ۱۲ ص ۱۹۷' موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس جملے میں ہے: اس کے پیشاب کے اوپر پانی کا ایک ڈول ڈال دو۔

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں اور ان سب کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

حدیث مذکور کا مکمل متن

اس حدیث کا مکمل متن ''سنن ابوداؤد'' اور ''سنن ترمذی'' میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک اعرابی مسجد میں داخل ہوا' اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے' اس اعرابی نے دو رکعت نماز پڑھی' پھر یہ دعا کی: اے اللہ! مجھ پر رحم فرما اور (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اور ہمارے ساتھ اور کسی پر رحم نہ فرما' تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے وسیع چیز کو محدود کر دیا' پھر تھوڑی دیر بعد اس اعرابی نے مسجد کے ایک گوشہ میں پیشاب کر دیا' لوگ

اس کو منع کرنے کے لیے اس کی طرف جھپٹے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو منع کیا اور فرمایا: تم آسانی کرنے کے لیے بھیجے گئے ہو اور مشکل میں ڈالنے کے لیے نہیں بھیجے گئے' اس کے اوپر ایک ڈول ڈال دو یا فرمایا: پانی کا ایک ڈول ڈال دو۔

اس اعتراض کا جواب کہ مبعوث تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے' پھر صحابہ کو کیوں مبعوث قرار دیا؟

اس حدیث میں صحابہ سے فرمایا ہے: تم آسانی کرنے کے لیے بھیجے گئے ہو اور مشکل میں ڈالنے کے لیے نہیں بھیجے گئے ہو' حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے بھیجا تھا اور صحابہ کو نہیں بھیجا تھا' اس کا جواب یہ ہے کہ صحابہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء کرنے والے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت اور آپ کی سیرت پر عمل کرنے والے تھے تو مجازاً ان کو بھی فرمایا کہ تم آسانی کرنے کے لیے بھیجے گئے ہو' کیونکہ صحابہ تبلیغ کرنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قائم مقام تھے' یا اس لیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کو تبلیغ کرنے کا حکم دیتے تھے اور ان کو تبلیغ کرنے کے لیے بھیجتے تھے' گویا حاصل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجے گئے تھے اور صحابہ کرام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بھیجے گئے تھے۔

آسان احکام پر فتویٰ دینا چاہیے

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ علماء دین اور مفتیانِ کرام کو دین کے آسان احکام بیان کرنے چاہئیں اور مشکل احکام نہیں بیان کرنے چاہئیں' مثلاً جب یہ کہا جائے گا کہ ایلو پیتھک دواؤں سے علاج کرنا اور ضرورت کے وقت ایک آدمی کا خون دوسرے آدمی میں منتقل کرنا جائز نہیں ہے تو یہ لوگوں کو مشکل میں ڈالنا ہے' اس لیے اپنے زمانہ کے حالات اور عرف پر نظر رکھنی چاہیے اور آسان احکام بیان کرنے چاہئیں۔

اس حدیث کے دیگر فوائد اور مسائل ہم صحیح البخاری: ۲۱۹ میں بیان کر چکے ہیں۔

۲۲۱- وَحَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ ' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا' از نبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

٠٠٠- بَابُ يُهْرِيقُ الْمَاءَ عَلَى الْبَوْلِ
پیشاب پر پانی بہادے

وَحَدَّثَنَا خَالِدٌ قَالَ وَحَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ ' عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ جَاءَ اَعْرَابِيٌّ ' فَبَالَ فِيْ طَائِفَةِ الْمَسْجِدِ ' فَزَجَرَهُ النَّاسُ ' فَنَهَاهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ' فَلَمَّا قَضَى بَوْلَهُ اَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذَنُوْبٍ مِّنْ مَّاءٍ ' فَاُهْرِيْقَ عَلَيْهِ.

(ح' امام بخاری نے دوسری سند کی طرف تحویل کی:) اور ہمیں خالد نے حدیث بیان کی اور ہمیں سلیمان نے حدیث بیان کی از یحییٰ بن سعید' انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس بن مالک سے سنا' انہوں نے بیان کیا: ایک اعرابی آیا' اس نے مسجد کے ایک حصہ میں پیشاب کر دیا' پس لوگوں نے اس کو ڈانٹا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو منع فرمایا' پس جب وہ پیشاب سے فارغ ہو گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اس کے اوپر پانی کا ایک ڈول بہا دیا جائے۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح' صحیح البخاری: ۲۱۹ میں بیان کی جا چکی ہے' وہاں مطالعہ فرمائیں۔

حافظ ابن حجر کی شرح پر تنقید

حافظ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی نے اس کی شرح میں وہی فوائد اور مسائل بیان کیے ہیں' جن کو ہم حدیث:۲۱۹ کی شرح میں بیان کر چکے ہیں' اور اس کی شرح میں انہوں نے فقہاء احناف پر دو اعتراض کیے ہیں' ایک یہ کہ زمین پر اگر پیشاب کی نجاست ہو تو دھوپ سے خشک ہونے کے بعد وہ نجاست پاک ہو جاتی ہے' اگر اسی طرح زمین پاک ہو جاتی ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر پانی بہانے کا حکم کیوں دیا تھا؟ اس کا جواب بھی ہم حدیث:۲۱۹ کی شرح میں لکھ چکے ہیں' دوسرا اعتراض یہ کیا ہے کہ فقہاء احناف یہ کہتے ہیں کہ اگر زمین نرم ہو اور اس پر پیشاب کر دیا جائے تو اس کو کھود کر یا کھرچ کر اس کی مٹی دوسری جگہ ڈال دی جائے' حالانکہ اس کا ثبوت ایک ضعیف السند حدیث میں اور ایک مرسل حدیث میں ہے' اس اعتراض کا جواب بھی ہم حدیث:۲۱۹ میں ذکر کر چکے ہیں۔

ان امور کا بیان کرنے کے بعد حافظ ابن حجر نے لکھا: اس حدیث کے باقی فوائد ہم ان شاء اللہ ''کتاب الادب'' میں بیان کریں گے۔ (فتح الباری ج۱ ص۷۵۴' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

''کتاب الادب'' میں اس حدیث کا نمبر ۶۰۲۵ ہے' وہاں حافظ ابن حجر نے صرف اتنا لکھا ہے:

حضرت انس کی حدیث میں اس شخص کا قصہ ہے' جس نے مسجد میں پیشاب کر دیا تھا' اس کی مفصل شرح ''کتاب الطهارة'' میں ہو چکی ہے اور ''لا تزرموه'' کا معنی ہے: اس کا پیشاب منقطع نہ کرو۔ (فتح الباری ج۷ ص۱۶۳' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

گویا حافظ ابن حجر بھول گئے کہ انہوں نے ''کتاب الطهارة'' میں کیا لکھا تھا' یہ ہم نے حافظ ابن حجر کے دوسرے نسیان کی نشان دہی کی ہے۔

۵۹- بَابُ بَوْلِ الصِّبْيَانِ — بچوں کے پیشاب کا حکم

اس عنوان میں ''الصبيان'' کا لفظ ہے' ''صبيان''، ''صبی'' کی جمع ہے' اس کا معنی ہے: بچے' اس سے پہلے باب میں مرد کے پیشاب کا حکم بیان کیا تھا کہ جس جگہ مرد نے پیشاب کیا ہے' اس جگہ کو پاک کرنے کے لیے اس جگہ کو دھویا جائے گا' اور اس باب میں بچوں کے پیشاب کا حکم بیان کیا ہے کہ اگر دودھ پیتے بچے نے کپڑے پر پیشاب کر دیا تو آیا اس کو دھویا جائے گا یا نہیں؟ امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک دودھ پیتے لڑکے کا پیشاب طاہر ہے اور دودھ پیتی لڑکی کا پیشاب نجس ہے' اور امام مالک اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک دودھ پیتا لڑکا ہو یا لڑکی دونوں کا پیشاب نجس ہے اور اگر وہ کپڑے پر پیشاب کر دیں تو اس کپڑے کو دھویا جائے گا اور امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک دودھ پیتے لڑکے نے اگر کپڑے پر پیشاب کر دیا تو اس کو دھونے کی ضرورت نہیں ہے' اس پر صرف پانی کو چھڑک دینا کافی ہے۔

(المغنی لابن قدامہ ج۲ ص۲۸۶' دار الحدیث' قاہرہ' ۱۴۲۵ھ' شرح المہذب ج۳ ص۶۳۹۔۶۳۸' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۳ھ)

۲۲۲- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ أَنَّهَا قَالَتْ أُتِيَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِصَبِيٍّ، فَبَالَ عَلَى ثَوْبِهِ، فَدَعَا بِمَاءٍ فَأَتْبَعَهُ إِيَّاهُ. [اطراف الحدیث: ۵۴۶۸۔۶۰۰۲۔۶۳۵۵]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ہشام بن عروہ از والد خود از حضرت عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک بچہ لایا گیا' اس نے آپ کے کپڑے پر پیشاب کر دیا' آپ نے پانی منگایا اور اس پانی کو اس کپڑے کے تابع کیا' یعنی اس پانی کو اس کپڑے پر بہایا۔

(سنن ابن ماجہ: ۵۲۳' مسند ابوعوانہ ج ۱ ص ۲۰۱' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۲۰' مسند احمد ج ۶ ص ۵۲ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۴۲۵۶۔ ج ۴۰ ص ۳۰۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس جملہ میں ہے: آپ نے پانی منگایا اور پانی کو اس کپڑے پر بہایا۔

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں اور ان سب کا تعارف ہو چکا ہے۔

پیشاب سے آلودہ کپڑے پر پانی چھڑکنے کے متعلق احادیث

امام شافعی اور امام احمد یہ کہتے ہیں کہ دودھ پیتے بچے کا پیشاب پاک ہوتا ہے اور جس کپڑے پر اس نے پیشاب کیا ہو اس کو دھونا ضروری نہیں ہے' اس پر صرف پانی کو چھڑک لینا کافی ہے' ان کا استدلال ان احادیث سے ہے:

حضرت علی رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دودھ پیتے بچوں کے متعلق فرمایا: لڑکی کے پیشاب کو دھویا جائے گا اور لڑکے کے پیشاب پر پانی چھڑک دیا جائے گا (اس حدیث میں ''یُنْضِحُ'' کا لفظ ہے' جس کا معنی انہوں نے پانی چھڑکنا کیا ہے' ہمارے نزدیک اس کا معنی پانی بہانا ہے)۔ (سنن ابوداؤد: ۳۷۷۔۳۷۸' سنن ترمذی: ۶۱۰' سنن ابن ماجہ: ۵۲۵' مسند احمد ج ۱ ص ۷۶۔۹۷۔۱۳۷)

حضرت لبابہ بنت الحارث رضی اللہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت حسین بن علی رضی اللہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر پیشاب کر دیا' میں نے عرض کیا: آپ مجھے اپنا کپڑا دیں' میں اس کو دھو دوں' آپ نے فرمایا: لڑکیوں کے پیشاب سے کپڑا دھویا جاتا ہے اور لڑکوں کے پیشاب سے صرف پانی چھڑک دیا جاتا ہے (اس حدیث میں بھی ''ینضح'' کا لفظ ہے' ہمارے نزدیک اس کا معنی پانی بہانا ہے)۔

(سنن ابوداؤد: ۳۷۵' سنن ابن ماجہ: ۵۲۲' مسند احمد ج ۶ ص ۳۳۹' شرح معانی الآثار: ۵۶۸)

حضرت ام قیس بنت محصن رضی اللہ' نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس اپنے بچہ کو لائیں جو طعام نہیں کھاتا تھا (یعنی دودھ پیتا تھا)' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس کو اپنی گود میں بٹھا لیا' اس نے آپ کے کپڑے پر پیشاب کر دیا' آپ نے پانی منگایا' پس اس پر چھڑکا اور اس کو دھویا نہیں (اس میں بھی ''نضح'' کا لفظ ہے' تحقیق یہ ہے کہ اس کا معنی پانی بہانا ہے' باب مذکور کی حدیث بھی اس پر قرینہ ہے)۔

(صحیح البخاری: ۲۲۳' صحیح مسلم: ۲۸۷' الرقم المسلسل: ۶۵۳' سنن ترمذی: ۷۱' سنن نسائی: ۳۰۱' مسند احمد ج ۶ ص ۳۵۶' المعجم الکبیر ج ۲۵ ص ۴۳۵' مصنف عبدالرزاق: ۱۴۸۵' سنن بیہقی ج ۲ ص ۴۱۴' موطأ امام مالک: ۱۴۵' طہارت: ۱۱۰' سنن دارمی: ۷۴۵)

''نضح'' کا معنی پانی بہانا ہے' نہ کہ پانی چھڑکنا' اس کی ایک حدیث سے وضاحت

امام مالک اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک دودھ پیتے لڑکے اور دودھ پیتی لڑکی' دونوں کے پیشاب میں کوئی فرق نہیں ہے اور دونوں کا پیشاب نجس ہے' امام طحاوی نے کہا ہے کہ جن احادیث سے امام احمد اور امام شافعی نے استدلال کیا ہے' ان میں ''نضح'' کا لفظ ہے اور ''نضح'' کا معنی پانی چھڑکنا بھی ہے اور پانی بہانا اور دھونا بھی ہے' سو درج ذیل حدیث میں ''ینضح'' کا لفظ ہے اور اس کا معنی پانی بہانا ہے' یہاں پر پانی چھڑکنے کا معنی ہو ہی نہیں سکتا۔

(نخب الافکار فی تنقیح مبانی الاخبار فی شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۵۶۶' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

وہ حدیث یہ ہے:

ابولبید بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی قبیلہ طاحیہ کی طرف ہجرت کرتے ہوئے نکلا' اس کو بیرح بن اسد کہا جاتا تھا' وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی وفات کے چند ایام بعد مدینہ میں آیا' اس کو حضرت عمر رضی اللہ نے دیکھا تو پہچان لیا کہ یہ کوئی مسافر ہے' انہوں نے پوچھا: تم کون ہو؟ اس نے کہا: میں اہل عمان سے ہوں' حضرت عمر نے کہا: اہل عمان سے؟ اس نے کہا: جی ہاں! حضرت عمر اس کا ہاتھ پکڑ کر

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس لے گئے اور کہا: یہ شخص اس زمین کی طرف سے آیا ہے جس کے متعلق میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: بے شک میں ایک زمین کو جانتا ہوں جس کو عمان کہا جاتا ہے جس کی ایک طرف سے سمندر بہتا ہے (یہاں حدیث میں سمندر کے بہنے کے لیے "ینضح" کا لفظ ہے) وہاں عرب کا ایک قبیلہ ہے اگر ان کے پاس میرا سفیر جائے تو وہ اس کو تیر ماریں گے نہ پتھر۔ (مسند ابویعلیٰ:١٠٦ مسند احمد ج١ص٤٤ طبع قدیم مسند احمد:٢٠٨-٣ ج١ص٣٩٨ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

علامہ بدرالدین عینی نے لکھا ہے: اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ (نخب الافکارج١ص٥٦٦)

ابوعمرو ابن عبدالبر مالکی متوفی ٤٦٣ھ نے کہا: ظاہر یہ ہے کہ "النضح" کا معنی پانی بہانا ہے نہ کہ چھڑکنا کیونکہ پانی چھڑکنے سے تو نجاست اور پھیلتی ہے اور کبھی "نضح" کا ذکر کیا جاتا ہے اور اس سے مراد دھونا ہوتا ہے اور اسی طرح "الرش" کا ذکر کیا جاتا ہے اور اس سے مراد دھونا ہوتا ہے۔ (تمہید لابن عبدالبر بحوالہ نخب الافکار ج١ص٥٦٧ قدیمی کتب خانہ کراچی)

باب مذکور کی حدیث:٢٢٢ میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی منگایا اور اس پانی کو اس پیشاب آلودہ کپڑے کے تابع کیا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس کی شرح میں لکھا ہے: "ای اتبع رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم البول الذی علی الثوب الماء یصبّہ علیہ" یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشاب آلودہ کپڑے پر پانی بہایا۔

(فتح الباری ج١ص٥٤٧ دارالمعرفہ بیروت١٤٢٦ھ)

اور یہ فقہاء احناف اور فقہاء مالکیہ کے مؤقف پر قوی دلیل ہے کہ لڑکے کے پیشاب آلودہ کپڑے پر پانی بہایا جاتا ہے چھڑکا نہیں جاتا۔

علامہ سیوطی نے بھی اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے: "ای صبہ علیہ" اس کپڑے پر پانی بہایا۔

(تنویر الحوالک ص٨٢ دارالکتب العلمیہ بیروت)

دیگر احادیث سے اس کی تائید کہ "نضح" کا معنی دھونا اور پانی بہانا ہے نہ کہ پانی چھڑکنا

حضرت مقداد بن اسود بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے مجھے یہ حکم دیا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ معلوم کروں کہ ایک شخص جب اپنی بیوی کے قریب ہوتا ہے تو اس کی مذی نکل آتی ہے اس کے لیے کیا حکم ہے؟ کیونکہ میرے نکاح میں آپ کی صاحبزادی ہے اس لیے میں آپ سے خود سوال کرنے سے حیاء کرتا ہوں حضرت مقداد بیان کرتے ہیں: پھر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: جب تم اس حالت کو پاؤ تو اپنی شرم گاہ کو دھولو (یہاں پر بھی "نضح" کا لفظ ہے اور ایسی صورت میں شرم گاہ کو دھویا جاتا ہے اس پر پانی نہیں چھڑکا جاتا) اور تم اس طرح وضوء کرو جس طرح نماز کے لیے وضوء کرتے ہیں۔ (سنن ابوداؤد:٢٠٧ سنن نسائی:١٥٦ سنن ابن ماجہ:٥٠٥)

اس حدیث میں "نضح" کا معنی دھونا ہے اس پر دلیل یہ ہے کہ اسی قصہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مقداد سے فرمایا: "یغسل ذکرہ ویتوضو" وہ اپنا آلہ دھوئے اور وضوء کرے۔

(صحیح البخاری:١٣٤ صحیح مسلم:٣٠٣ الرقم المسلسل:٦٨١ سنن نسائی:١٥٢)

ایک اور حدیث میں بھی "نضح" بہ معنی دھونا ہے:

حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں مذی سے بہت تکلیف اور مشقت اٹھاتا تھا اور اس کی وجہ سے اکثر غسل کرتا

تھا' سو میں نے اس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ذکر کیا اور آپ سے اس کے متعلق پوچھا' آپ نے فرمایا: تمہیں اس سے وضوء کافی ہے' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میرے کپڑے پر جو مذی لگ جائے' اس کا کیا حکم ہے؟ فرمایا: تم اپنی ہتھیلی میں پانی لے کر' فتنضح بہ ثوبک ''اس سے اپنے کپڑے کو دھوؤ' جہاں پر مذی لگی ہو۔ (سنن ترمذی:١١٥' سنن ابوداؤد:٢١٠' سنن ابن ماجہ:٥٠٦)

اس تفصیل سے معلوم ہو گیا کہ جن احادیث میں لڑکے کے پیشاب کے لیے ''نضح'' کا لفظ آیا' اس کا معنی بھی دھونا ہے۔

اس پر یہ اعتراض ہے کہ ایک حدیث میں ہے:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بچے لائے جاتے تو آپ ان کو برکت دیتے اور ان کو گھٹی دیتے' ایک بچہ کو لایا گیا تو اس نے آپ پر پیشاب کر دیا' تو آپ نے اس کے بعد اس پر پانی ڈالا اور دھویا نہیں۔
(صحیح مسلم:٢٨٦' الرقم المسلسل:٦٤٩)

اس حدیث میں صراحت کے ساتھ دھونے کی نفی کی گئی ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ آپ نے اس کو خوب مل مل کر نہیں دھویا' اور اس حدیث میں بھی تصریح ہے کہ آپ نے اس پر پانی چھڑکا نہیں بلکہ پانی بہایا' جیسا کہ صحیح البخاری:٢٢٢ میں اس کی تصریح ہے' جس کو ہم حافظ ابن حجر عسقلانی کی شرح (فتح الباری ج١ ص ٥٤٧) اور علامہ سیوطی کی شرح (تنویر الحوالک ص ٨٢) سے نقل کر چکے ہیں۔

جن احادیث میں دودھ پیتے لڑکے کے پیشاب آلودہ کپڑے پر پانی بہانے اور اس کو دھونے کی تصریح ہے' وہ حسب ذیل ہیں:

دودھ پیتے لڑکے کے پیشاب آلودہ کپڑے پر پانی بہانے کے متعلق احادیث اور آثار

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بچے لائے جاتے' آپ ان کے لیے دعائے خیر کرتے' آپ کے پاس ایک بچہ لایا گیا' اس نے آپ پر پیشاب کر دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس پر خوب پانی بہاؤ۔
(مسند احمد ج٦ ص ٤٦ طبع قدیم' مسند احمد ج ٤٠ ص ٢٢٥' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حسن بصری اپنی والدہ سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب لڑکا طعام نہ کھاتا ہو تو اس کے پیشاب پر پانی بہایا جائے گا اور جب لڑکی ہو تو اس کے کپڑے کو دھویا جائے گا۔ (المعجم الاوسط:٢٧٤٢' الاستذکار:٣٧٤٦)

حسن بصری سے روایت ہے کہ لڑکا جب تک طعام نہ کھاتا ہو' اس کے پیشاب پر پانی بہایا جائے گا اور لڑکی کے پیشاب کو دھویا جائے گا۔ (مسند ابویعلیٰ:٦٨٨٧)

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ لڑکے اور لڑکی میں فرق یہ ہے کہ لڑکے کے پیشاب کا باریک سوراخ ہوتا ہے' اس کا پیشاب تنگ جگہ سے نکلتا ہے اور لڑکی کے پیشاب کی جگہ فراخ ہوتی ہے اور وہ پھیل کر نکلتا ہے اور کپڑے پر پھیل جاتا ہے' اس لیے اس کو مبالغہ کے ساتھ دھونے کا حکم دیا ہے اور لڑکے کے پیشاب پر صرف پانی بہانے کا حکم دیا ہے کیونکہ وہ پھیل کر نہیں نکلتا۔ (نخب الافکار ج١ ص ٥٦٨)

امام الحسین بن مسعود البغوی المتوفی ٥١٦ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: لڑکے کے پیشاب کے اوپر خوب پانی بہایا جائے' جب تک کہ وہ طعام نہ کھاتا ہو اور لڑکی کے پیشاب کو دھویا جائے' خواہ کھانا کھاتی ہو یا نہ کھاتی ہو۔

ایک جماعت کا مذہب ہے کہ لڑکے کے پیشاب کو دھونا واجب ہے' جس طرح باقی پیشاب کا حکم ہے اور یہ ابراہیم نخعی' سفیان ثوری اور فقہاء احناف کا مذہب ہے (اور فقہاء مالکیہ کا بھی)۔ (شرح السنۃ ج٢ ص ٨٧' المکتب الاسلامی' بیروت' ١٣٩٠ھ)

حضرت ابولیلیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تھا' پس حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو لایا گیا' انہوں نے آپ پر

پیشاب کر دیا' لوگوں نے ارادہ کیا' ان کو جلدی سے روکیں تو آپ نے فرمایا: یہ میرا بیٹا ہے' یہ میرا بیٹا ہے' جب وہ پیشاب سے فارغ ہو گئے تو آپ نے اس کے اوپر پانی بہا دیا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ١ ص ١٢٠ 'طبع کراچی' شرح معانی الآثار: ٥٧٩)

عبدالرحمان بن ابی لیلیٰ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا اور آپ کے پیٹ یا آپ کے سینہ پر حضرت حسن یا حضرت حسین رضی اللہ عنہما تھے' انہوں نے آپ پر پیشاب کر دیا' حتیٰ کہ میں نے تیزی کے ساتھ ان کو پیشاب کرتے دیکھا' ہم ان (کو اٹھانے کے لیے) ان کی طرف کھڑے ہوئے' آپ نے فرمایا: اس کو چھوڑ دو' پھر آپ نے پانی منگا کر اس پیشاب پر بہا دیا۔ (شرح معانی الآثار: ٥٨١)

حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے' تو میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ان کو مجھے عطا کیجئے یا ان کو مجھے دے دیجئے' میں ان کی کفالت کروں گی یا میں ان کو دودھ پلاؤں گی' سو آپ نے ایسا کر دیا' پھر میں حضرت حسین کو آپ کے پاس لے آئی اور انہیں آپ کے سینہ پر بٹھا دیا' انہوں نے آپ پر پیشاب کر دیا' جو آپ کے تہبند پر پہنچ گیا' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اپنا تہبند مجھے دیجئے' میں اس کو دھو دوں' آپ نے فرمایا: لڑکے کے پیشاب پر پانی بہایا جاتا ہے اور لڑکی کے پیشاب کو دھویا جاتا ہے۔ (شرح معانی الآثار: ٥٨٢)

ہم نے حدیث: ٥٦٨ روایت کی تھی' اس میں ''نضح'' کا لفظ تھا اور اس حدیث میں ''صب'' کا لفظ ہے' جس کا معنی پانی بہانا ہے' اس سے معلوم ہوا کہ وہاں بھی ''نضح'' کا معنی پانی بہانا ہے' پانی چھڑکنا نہیں ہے' تا کہ ان احادیث میں تضاد نہ ہو۔

(شرح معانی الآثار ج ١ ص ١٢٢ 'قدیمی کتب خانہ' کراچی)

حسن بصری کی والدہ بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو دیکھا' جو لڑکا کھانا نہ کھاتا ہو (صرف دودھ پیتا ہو) وہ اس کے پیشاب پر پانی بہاتی تھیں اور جب وہ کھانا کھاتا تھا تو اس کے پیشاب کو دھوتی تھیں اور وہ لڑکی کے پیشاب کو بھی دھوتی تھیں۔ (سنن ابوداؤد: ٣٧٩)

اور باب مذکور کی حدیث: ٢٢٢ میں بھی تصریح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ پیتے لڑکے کے پیشاب آلودہ کپڑے پر پانی بہایا' سو صحیح بخاری کی یہ حدیث اور باقی محولۃ الصدر احادیث فقہاء احناف کے مؤقف پر قوی دلیل ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پیشاب سے بچو کیونکہ عام عذاب قبر اسی سے ہوتا ہے۔ (سنن دارقطنی: ٤٥٧ 'دار المعرفہ' بیروت' اس حدیث کی سند صحیح ہے۔)

اس حدیث کا عموم اور اطلاق بھی یہ خبر دیتا ہے کہ شیر خوار لڑکے اور شیر خوار لڑکی کے پیشاب آلودہ کپڑوں میں فرق نہ کیا جائے اور ان کپڑوں پر پانی بہا کر ان کو دھویا جائے اور ان پر صرف پانی چھڑک کر گندگی کو مزید پھیلایا نہ جائے۔

٢٢٣- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ' عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ' عَنْ اُمِّ قَيْسٍ بِنْتِ مِحْصَنٍ اَنَّهَا اَتَتْ بِابْنٍ لَّهَا صَغِيْرٍ' لَمْ يَاْكُلِ الطَّعَامَ' اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' فَاَجْلَسَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَجْرِهٖ' فَبَالَ عَلٰى ثَوْبِهٖ' فَدَعَا بِمَاءٍ'

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن شہاب از عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ از ام قیس بنت محصن' بے شک وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنے چھوٹے بچے کو لے کر آئیں' جس نے ابھی طعام کھانا نہیں شروع کیا تھا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بچے کو اپنی گود میں بٹھا لیا' اس نے آپ کے کپڑے پر پیشاب

فَنَضَحَهُ وَلَمْ يَغْسِلْهُ. [طرف الحدیث:٥٦٩٣] کر دیا' آپ نے پانی منگا کر اس کپڑے پر بہایا (یا اس کو دھویا) اور اس کو (زیادہ رگڑ کر) نہیں دھویا۔

(صحیح مسلم:٢٨٧' الرقم المسلسل:٦٥٣' سنن ابوداؤد:٣٧٤' سنن ترمذی:١٧' سنن نسائی:٣٠٢' سنن ابن ماجہ:٥٢٤' مسند الحمیدی:٣٤٣' مصنف ابن ابی شیبہ ج ١ص ١٢٠' الاحاد والمثانی:٣٢٥٣' المنتقی:١٣٩' صحیح ابن خزیمہ:٢٨٥' مسند ابوعوانہ ج ١ص ٢٠٢' شرح معانی الآثار:٥٧٠' صحیح ابن حبان:١٣٧٣' المعجم الکبیر ج ٢٥ص ٤٣٦' سنن بیہقی ج ٢ص ٤١٤' شرح السنۃ:٢٩٤' موطأ امام مالک:١١٠' مسند احمد ج ٦ص ٣٥٥ طبع قدیم' مسند احمد ٢٦٩٩٦۔ ج ٤٤ص ٥٤٧' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت حدیث کے اس جملہ میں ہے: آپ نے پانی منگا کر (پیشاب آلودہ) کپڑے پر بہایا اور اس کو (زیادہ رگڑ کر) نہیں دھویا۔

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں اور ان سب کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

حدیث کے معنی کی وضاحت

اس حدیث میں ''نضحه'' کا لفظ ہے اور ہم حدیث:٢٢٢ میں تفصیل سے تحقیق کر چکے ہیں کہ اس کا معنی یہاں پر پانی بہانا اور دھونا ہے اور حدیث میں جو مذکور ہے: اور اس کو نہیں دھویا' اس کا معنی ہے: اس کو بہت رگڑ کر اور مَل مَل کر نہیں دھویا کیونکہ شیر خوار لڑکے کے پیشاب آلودہ کپڑے پر پانی بہانا بہ کثرت احادیث سے ثابت ہے' جس کو ہم حدیث:٢٢٢ کی شرح میں تفصیل سے با حوالہ بیان کر چکے ہیں۔

حافظ ابن حجر کے حدیث مذکور سے استنباط کردہ مسائل اور ان پر حافظ عینی کا تعاقب

(١) اس حدیث سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بچوں پر شفقت کا پتا چلتا ہے کہ بچوں کو آپ کی گود میں بٹھا دیا جاتا' وہ آپ کے کپڑوں پر پیشاب کر دیتے اور اس سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرے پر ناگواری اور ناراضگی کے آثار ظاہر نہیں ہوتے تھے۔

(٢) اس حدیث میں حُسنِ معاشرت اور تواضع کا بیان ہے اور اہل فضل کی برکت حاصل کرنے کے لیے بچوں کو ان کے پاس لے جانا ہے' حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس کے ساتھ یہ بھی لکھا ہے کہ بچوں کو حالت ولادت میں اور اس کے بعد اٹھا کر لے جانا ہے۔ (فتح الباری ج ١ص ٧٥٥' دارالمعرفہ) علامہ بدرالدین عینی نے اس کا رد کرتے ہوئے یہ لکھا ہے: یہ عبارت انہوں نے بغیر غور وفکر کے لکھی ہے' ورنہ بچوں کو حالت ولادت میں کب اٹھا کر لایا جا سکتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ٣ص ١٩٩) نیز حافظ عسقلانی نے اس حدیث کے فوائد میں یہ بھی لکھا ہے: مولود کو گھٹی دینا' علامہ عینی نے اس کا رد کرتے ہوئے لکھا ہے: اس حدیث میں گھٹی دینے کا ذکر نہیں ہے' اگر چہ دوسری احادیث میں تو مولود کو گھٹی دینے کا بھی ذکر ہے (جیسا کہ صحیح مسلم:٢٨٦ میں مذکور ہے) اس حدیث کے ظاہر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ام قیس اپنے بچہ کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حصولِ برکت اور طلب دعا کے لیے لائی تھیں' کیونکہ جس کے لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دعا فرما دیں' وہ دنیا اور آخرت میں مسعود ہو جاتا ہے' اگر چہ یہ بھی احتمال ہے کہ وہ بچہ کو گھٹی دلوانے کے لیے لائی ہوں' مگر اس کا حدیث میں ذکر نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ٣ص ١٩٩)

حافظ ابن حجر کے فقہاء احناف کے مذہب پر اعتراضات

حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ شیر خوار لڑکے اور لڑکی کے پیشاب آلودہ کپڑوں کے متعلق تین مذہب ہیں: (١) شافعیہ کا مذہب یہ ہے کہ لڑکے کے پیشاب میں پانی چھڑکنا کافی ہے' لڑکی کے پیشاب میں کافی نہیں ہے (٢) دونوں کے پیشاب میں پانی

چھڑکنا کافی ہے یہ اوزاعی کا مذہب ہے اور امام شافعی کا بھی ایک قول ہے اور امام مالک سے بھی مروی ہے (۳) فقہاء احناف اور امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ دونوں کے پیشاب آلودہ کپڑوں کو دھونا واجب ہے۔ ابن دقیق العید نے کہا ہے: انہوں نے قیاس کی پیروی کی ہے اور حدیث میں جو مذکور ہے: آپ نے اس کپڑے کو نہیں دھویا' انہوں نے اس کی جو تاویل کی ہے' وہ خلاف ظاہر ہے اور دوسری احادیث سے بعید ہے' اور لڑکے اور لڑکی کے پیشاب کے حکم میں فرق اس لیے ہے تاکہ مشقت کم ہو۔

(فتح الباری ج ۱ ص ۵۵۷' دار المعرفہ بیروت)

مصنف کی طرف سے حافظ ابن حجر کے جوابات

میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر کا یہ لکھنا کہ فقہاء احناف نے اپنے مذہب میں قیاس کی پیروی کی ہے' قطعاً باطل اور مردود ہے' ہم حدیث: ۲۲۲ کی شرح میں ان احادیث کا تفصیل سے باحوالہ ذکر کر چکے ہیں' جن کی پیروی میں فقہاء احناف نے کہا ہے کہ شیر خوار لڑکے کے پیشاب آلودہ کپڑوں کو بھی دھونا واجب ہے' اور اس حدیث میں جو مذکور ہے: آپ نے اس کپڑے کو نہیں دھویا' اس کی تاویل یہ کی ہے کہ اس کو زیادہ مَل مَل کر نہیں دھویا' یہ تاویل اس لیے کی ہے کہ دوسری احادیث میں اس کپڑے کو دھونے کا ذکر ہے' جن کو ہم حدیث: ۲۲۲ کی شرح میں بیان کر چکے ہیں' اگر یہ تاویل نہ کی جائے تو احادیث میں تعارض اور تضاد لازم آئے گا' سو یہ تاویل خلاف ظاہر نہیں بلکہ احادیث میں توافق اور تطبیق پیدا کرنے کے لیے ہے' نیز حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ شیر خوار لڑکے اور شیر خوار لڑکی کے پیشاب آلودہ کپڑوں میں فرق اس لیے کیا ہے' تاکہ دھونے کی مشقت کم ہو' حافظ ابن حجر کی اس عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ فقہاء شافعیہ اپنے اس مذہب میں قیاس کی پیروی کر رہے ہیں اور ان کا یہ قیاس صریح اور صحیح احادیث کے خلاف ہے' اس لیے باطل اور مردود ہے' نیز اسلام تو طہارت اور صفائی کی تعلیم دیتا ہے اور شیر خوار بچے کے پیشاب کو طاہر قرار دینا' اسلام کے اس اصول کے کلیۃً خلاف ہے۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۵۷۵۔ ج ۱ ص ۹۶۶ پر ہے' وہاں اس کی شرح کا عنوان ہے:
شیر خوار بچے کے پیشاب آلود کپڑے کے دھونے کے حکم میں مذاہب فقہاء اور دیگر مسائل۔

٦٠- بَابُ الْبَوْلِ قَائِمًا وَقَاعِدًا — کھڑے ہو کر اور بیٹھ کر پیشاب کرنا

یعنی اس باب میں کھڑے ہو کر اور بیٹھ کر پیشاب کرنے کا شرعی حکم بیان کیا گیا ہے' اس پر یہ اعتراض ہے کہ اس باب میں صرف کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کے متعلق احادیث ہیں' پھر باب کے عنوان میں بیٹھ کر پیشاب کرنے کا کیوں ذکر کیا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ بہ کثرت احادیث میں بیٹھ کر پیشاب کرنے کا ذکر ہے' اس لیے امام بخاری نے اس کا بھی ذکر کر دیا اور اس کی باب سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ یہ دونوں باب پیشاب کے حکم سے متعلق ہیں۔

٢٢٤- حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْاَعْمَشِ، عَنْ اَبِيْ وَائِلٍ، عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ اَتَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُبَاطَةَ قَوْمٍ، فَبَالَ قَائِمًا، ثُمَّ دَعَا بِمَاءٍ، فَجِئْتُهُ بِمَاءٍ فَتَوَضَّاَ. [اطراف الحدیث: ۲۲۵-۲۲۶-۲۴۷۱]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از الاعمش از ابی وائل از حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم قوم کے کچرا گھر (گھورے) پر آئے' پھر آپ نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا' پھر آپ نے پانی منگایا' سو میں آپ کے پاس پانی لے کر آیا' پھر آپ نے وضوء کیا۔

(صحیح مسلم: ۲۷۳، الرقم المسلسل: ۶۱۳، سنن ابوداؤد: ۲۳، سنن ترمذی: ۱۳، سنن نسائی: ۲۸۔۲۷۔۲۶۔۱۸، سنن ابن ماجہ: ۳۰۶۔۳۰۵، مسند ابوداؤد الطیالسی: ۴۰۶، مصنف عبد الرزاق: ۷۵۱، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۳، سنن دارمی: ۶۶۸، مسند البزار: ۲۸۶۳، المنتقی: ۳۶، صحیح ابن خزیمہ: ۶۱، صحیح ابن حبان: ۱۴۲۵۔۱۴۲۴، حلیۃ الاولیاء ج ۴ ص ۱۱۱، سنن بیہقی ج ۱ ص ۱۰۰، شرح السنۃ: ۱۹۳، مسند احمد ج ۵ ص ۳۸۲ طبع قدیم، مسند احمد: ۲۳۲۴۱۔ ج ۳۸ ص ۲۷۷، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں، ان سب کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

باب کے عنوان سے اس حدیث کی مطابقت اس جملہ میں ہے: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قوم کے کچرا خانہ پر آئے، پھر آپ نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا۔

غیر مملوک جگہ پر پیشاب کرنے کی توجیہات

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قوم کے کچرا گھر پر آئے اور وہاں پیشاب کیا، اس پر یہ سوال ہوتا ہے کہ کسی کی مملوکہ جگہ پر آپ کا پیشاب کرنا، کس طرح جائز ہوگا؟ اس سوال کے متعدد جواب ہیں:

(۱) یہ جگہ قوم کی ملکیت نہ تھی اور چونکہ قوم کے لوگ وہاں پر کچرا ڈالتے تھے، اس لیے اس کی اضافت قوم کی طرف کر دی۔

(۲) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم تھا کہ قوم کے لوگ آپ کے اس تصرف کو ناپسند نہیں کریں گے اور ایسی صورت میں تصرف جائز ہوتا ہے۔

(۳) جس چیز کی آپ کی امت مالک ہو، اس چیز پر آپ کا تصرف کرنا جائز ہے کیونکہ آپ تمام مؤمنین کی جانوں اور ان کے مالوں پر اقرب بالتصرف ہیں اور زیادہ ظاہر یہ ہے کہ لوگ اپنی املاک میں آپ کے تصرف سے خوش ہوتے تھے۔

کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کے حکم میں مذاہب

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کھڑے ہو کر پیشاب کرنا جائز ہے اور جب کھڑے ہو کر پیشاب کرنا جائز ہے تو بیٹھ کر پیشاب کرنا بہ طریق اولیٰ جائز ہے، امام مالک نے کہا ہے: اگر وہ ایسی جگہ ہے جہاں کھڑے ہو کر پیشاب کرنے سے چھینٹیں نہیں اڑتیں تو کوئی حرج نہیں ہے ورنہ مکروہ ہے، اور عام علماء نے یہ کہا ہے کہ کھڑے ہو کر پیشاب کرنا مکروہ تنزیہی ہے اور اگر کوئی عذر ہو تو پھر مکروہ نہیں ہے۔ حضرت انس، حضرت علی اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم سے اسی طرح مروی ہے، حضرت ابن مسعود اور ابراہیم بن سعد نے اس کو مکروہ کہا ہے، ابراہیم کھڑے ہو کر پیشاب کرنے والے کی شہادت کو جائز نہیں کہتے تھے اور ابن المنذر نے کہا: بیٹھ کر پیشاب کرنا مستحب ہے اور کھڑے ہو کر پیشاب کرنا مباح ہے اور ان میں سے ہر طریقہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہے۔

کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کی حدیث کی معارض احادیث کی توجیہات

باب مذکور کی حدیث کے معارض حسب ذیل احادیث ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: جس نے تم کو یہ حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہو کر پیشاب کرتے تھے اس کی تصدیق نہ کرو، آپ صرف بیٹھ کر پیشاب کرتے تھے۔ (سنن الترمذی: ۱۲، سنن نسائی: ۲۹، سنن ابن ماجہ: ۳۰۷، مسند احمد ج ۶ ص ۱۳۶)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے کھڑے ہو کر پیشاب کرتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: اے عمر! کھڑے ہو کر پیشاب نہ کیا کرو، اس کے بعد میں نے کبھی کھڑے ہو کر پیشاب نہیں کیا۔

(سنن ترمذی ج ۱ ص ۱۲، سنن ابن ماجہ: ۳۰۸)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کا جواب یہ ہے کہ وہ صرف گھر کے احوال پر مطلع تھیں اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے گھر کے باہر

کے حال کا ذکر کیا ہے اور حضرت عمر کی حدیث کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کو امام ترمذی نے ضعیف قرار دیا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کی توجیہات

(۱) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو کھڑے ہو کر پیشاب کیا تھا اس کی توجیہ میں امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ عرب یہ کہتے تھے کہ کھڑے ہو کر پیشاب کرنے سے کمر کے درد میں شفاء ہوتی ہے تو یہ گویا علاج کا ایک طریقہ ہے گھٹنوں میں درد کی شفاء کی بھی ایک روایت ہے۔

(۲) قاضی عیاض نے یہ کہا ہے کہ آپ مسلمانوں کے اُمور میں مشغول تھے اور اس میں بہت دیر ہو گئی حتیٰ کہ آپ کو زور سے پیشاب آنے لگا اس لیے آپ اپنی عادت کے مطابق زیادہ دور نہیں جا سکے اس لیے آپ نے کچرا گھر کا ارادہ کیا کیونکہ وہ نرم اور ریتیلی جگہ تھی اور حضرت حذیفہ آپ کے ستر کے لیے کھڑے ہو گئے تھے گویا وہاں بیٹھنے کی جگہ نہیں تھی۔

(۳) علامہ المازری نے کہا کہ کھڑے ہو کر پیشاب کرنے سے مقعد سے کچھ نکلنے کا خطرہ نہیں ہوتا جب کہ بیٹھ کر پیشاب کرنے سے یہ خطرہ ہوتا ہے۔

(۴) کچرا گھر کے قریب جو جگہ تھی وہ بلند تھی اور آپ ڈھلان کی جانب تھے اس لیے وہاں بیٹھنے کی جگہ نہیں تھی۔

(۵) علامہ منذری نے کہا: اس کچرا گھر میں تر نجاسات تھیں آپ کو خطرہ تھا کہ اگر آپ نے بیٹھ کر پیشاب کیا تو آپ کے اوپر چھینٹیں اُڑیں گی۔

(۶) امام طحاوی نے کہا: وہ ایسی جگہ تھی کہ بیٹھ کر پیشاب کرنے سے پیشاب کرنے والے کی طرف پیشاب بہ کر آتا ہے اس لیے آپ نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا۔

(۷) بعض علماء نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان جواز کے لیے اس مرتبہ کھڑے ہو کر پیشاب کیا ورنہ آپ کی عادتِ مبارکہ بیٹھ کر پیشاب کرنے کی تھی۔

حدیث مذکور کے دیگر فوائد

اس حدیث کے دیگر فوائد یہ ہیں:

(۱) قریب ترین جگہ پر جا کر پیشاب کرنا چاہیے۔

(۲) پیشاب کو زیادہ دیر تک روکنا مکروہ ہے کیونکہ اس میں ضرر اور بیماری کا خطرہ ہے۔

(۳) پیشاب کرنے والے کے لیے اپنے خادم سے وضوء کے لیے پانی منگانا جائز ہے کیونکہ آپ نے حضرت حذیفہ سے پانی منگایا تھا۔

(۴) تلامذہ اور مریدین کو اساتذہ اور مشائخ کی اور اصاغر کو اکابر کی خدمت کرنی چاہیے۔

(عمدۃ القاری ج ۳ ص ۲۰۳-۲۰۱ ملخصاً دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

٦١- بَابُ الْبَوْلِ عِنْدَ صَاحِبِهٖ ' وَالتَّسَتُّرِ بِالْحَائِطِ

اپنے کسی ساتھی یا دیوار کی آڑ میں پیشاب کرنا

باب سابق کے ساتھ اس حدیث کی مناسبت یہ ہے کہ یہ دونوں باب پیشاب کے حکم سے متعلق ہیں۔

۲۲۵- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ، عَنْ مَنْصُوْرٍ، عَنْ اَبِيْ وَائِلٍ، عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عثمان بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از

رَاَیْتُنِیْ اَنَا وَالنَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَتَمَاشٰی، فَاَتٰی سُبَاطَةَ قَوْمٍ خَلْفَ حَائِطٍ، فَقَامَ كَمَا يَقُوْمُ اَحَدُكُمْ، فَبَالَ، فَانْتَبَذْتُ مِنْهُ، فَاَشَارَ اِلَيَّ فَجِئْتُهُ فَقُمْتُ عِنْدَ عَقِبِهٖ حَتّٰى فَرَغَ.

منصور از ابی وائل از حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ مجھے یاد ہے کہ ایک مرتبہ میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جا رہے تھے' پھر آپ ایک دیوار کے پیچھے قوم کے کچرا گھر پر آئے' پھر آپ اس طرح کھڑے ہو گئے' جس طرح تم میں سے کوئی شخص کھڑا ہوتا ہے' پھر آپ نے پیشاب کیا' پس میں آپ سے پیچھے ہٹ گیا' پھر آپ نے مجھے اشارہ کیا تو میں آپ کے پاس آیا' پس میں آپ کی ایڑیوں کے پاس کھڑا ہو گیا حتیٰ کہ آپ فارغ ہو گئے۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح' صحیح البخاری: ۲۲۴ میں مطالعہ فرمائیں۔

حدیث مذکور کے مزید مسائل اور فوائد

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حذیفہ کو بلایا اور وہ آپ کی ایڑیوں کے پاس کھڑے ہو گئے' حتیٰ کہ آپ پیشاب سے فارغ ہو گئے' اس سے یہ معلوم ہوا کہ جب کوئی معزز شخص پیشاب کے لیے جائے تو اپنے ساتھ اپنے کسی ساتھی کو لے جائے' جو اس کے پیچھے کھڑا ہو جائے تا کہ اس کی آڑ اور حجاب ہو جائے۔ علامہ ابن بطال نے کہا: یہ حکم اس صورت میں ہے' جب وہ کھڑے ہو کر پیشاب کرے اور جب وہ بیٹھ کر پیشاب کرے تو پھر اس کے ساتھی کو اس سے دور چلے جانا چاہیے اور حضرت حذیفہ آپ کی حفاظت کے خیال سے آپ کے قریب آ کر کھڑے ہوئے تھے' نیز اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ جب انسان قضاء حاجت کے لیے جائے تو لوگوں کی نگاہوں سے مستور رہے اور کسی دیوار یا درخت کی آڑ میں کھڑا ہو' مہلب نے کہا: اس حدیث میں شاگرد اور مرید سے خدمت لینے کا ثبوت ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۱ ص ۲۴۲' دار الکتب الاسلامیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

٦٢- بَابُ الْبَوْلِ عِنْدَ سُبَاطَةِ قَوْمٍ — قوم کے کچرا گھر کے پاس پیشاب کرنا

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت ظاہر ہے' کیونکہ دونوں بابوں کا تعلق پیشاب کے حکم سے ہے۔

٢٢٦- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَرْعَرَةَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ مَنْصُوْرٍ، عَنْ اَبِیْ وَائِلٍ قَالَ كَانَ اَبُوْ مُوْسٰی الْاَشْعَرِیُّ يُشَدِّدُ فِی الْبَوْلِ، وَيَقُوْلُ اِنَّ بَنِیْ اِسْرَآئِيْلَ كَانَ اِذَا اَصَابَ ثَوْبَ اَحَدِهِمْ قَرَضَهٗ . فَقَالَ حُذَيْفَةُ لَيْتَهٗ اَمْسَكَ ، اَتٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُبَاطَةَ قَوْمٍ . فَبَالَ قَائِمًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عرعرہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از منصور از ابی وائل' انہوں نے کہا: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ پیشاب کے معاملہ میں بہت سختی کرتے تھے' وہ کہتے تھے کہ بنی اسرائیل میں جب کسی کے کپڑے پر پیشاب لگ جاتا تو وہ اس کپڑے کو کاٹ دیتا تھا' پس حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا: کاش! وہ یہ کہنے سے رک جاتے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قوم کے کچرا گھر پر آئے اور آپ نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح کے لیے صحیح البخاری: ۲۲۴ کا مطالعہ فرمائیں۔

کپڑوں پر پیشاب لگنے سے کپڑے کو کاٹ دینے کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد

اس حدیث میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا یہ قول ہے کہ بنی اسرائیل میں سے جب کسی ایک کے کپڑے پر پیشاب لگ جاتا

تو وہ اس کپڑے کو کاٹ دیتا تھا' اس کی تائید میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے:

حضرت عبدالرحمان بن حسنہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف گئے' آپ گھر سے نکلے اور آپ کے ساتھ ایک ڈھال تھی' آپ نے اس کے ساتھ پردہ کیا' پھر پیشاب کیا' پس ہم نے کہا: آپ کی طرف دیکھو' آپ ایسے پیشاب کر رہے ہیں' جیسے عورت پیشاب کرتی ہے۔ آپ نے اس بات کو سن لیا تو آپ نے فرمایا: کیا تم نہیں جانتے کہ بنی اسرائیل کے صاحب کے ساتھ کیا ہوا تھا؟ جب ان کو پیشاب لگ جاتا تو وہ اس جگہ کو کاٹ دیتے تھے' جہاں ان کا پیشاب لگا ہوتا تھا' اس صاحب نے ان کو منع کیا تو ان کو قبر میں عذاب دیا گیا۔ امام ابوداؤد نے کہا: منصور نے بیان کیا از ابووائل از حضرت ابوموسیٰ' اس حدیث میں یہ مراد ہے: وہ اپنی کھال کو کاٹ دیتا تھا اور عاصم کی سند سے بیان کیا از ابوموسیٰ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: وہ اپنے جسم کو کاٹ دیتا تھا۔ (سنن ابوداؤد: ٢٢' سنن نسائی: ٣٠' سنن ابن ماجہ: ٣٤٦)

اس حدیث میں صاحب سے مراد حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں اور جن کو عذاب دیا گیا' وہ بنی اسرائیل تھے اور یہاں کچھ عبارت مقدر ہے' یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کو اس سے منع کیا کہ ان کے جسم یا کپڑوں پر پیشاب لگے' وہ اس سے باز نہ آئے تو ان کو قبر میں عذاب دیا گیا۔

پیشاب کی چھینٹوں کے متعلق ہماری شریعت میں سختی نہیں ہے

حضرت حذیفہ نے کہا: کاش! حضرت ابوموسیٰ اشعری پیشاب کے معاملہ میں اتنی سختی کرنے سے رک جاتے' ان کا مقصود یہ تھا کہ پیشاب کے معاملہ میں اتنی سختی کرنا سنت کے خلاف ہے' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ جب کوئی شخص کھڑے ہو کر پیشاب کرے گا تو وہ پیشاب کی چھینٹوں کے لگنے کا محل بنے گا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس احتمال سے بچنے کی طرف توجہ نہیں کی۔ (عمدۃ القاری ج ٣ ص ٢٠٧)

علامہ ابن بطال لکھتے ہیں: حضرت حذیفہ کا یہ قول ان علماء کے لیے حجت ہے' جو پیشاب کے معاملہ میں رخصت دیتے ہیں' کیونکہ یہ معلوم ہے کہ جو شخص کھڑے ہو کر پیشاب کرے گا' اس کے اوپر سوئی کی نوک کے برابر پیشاب کے قطرات اڑ کر لگیں گے اور اس حدیث میں ہمارے لیے آسانی اور نرمی ہے' کیونکہ ہم سے پہلی امت اپنے کپڑوں میں اس جگہ کو کاٹ دیتی تھی' جہاں پیشاب لگتا تھا اور حضرت حذیفہ کی حدیث فقہاء احناف کے مذہب کے موافق ہے۔ (شرح ابن بطال ج ١ ص ٣٤٢)

علامہ بدرالدین عینی فرماتے ہیں:

سوئی کی نوک کے برابر پیشاب کی چھینٹوں کے حکم میں اختلاف ہے' امام مالک فرماتے ہیں: ان کو دھونا مستحب ہے' امام شافعی فرماتے ہیں: ان کو دھونا واجب ہے' امام ابوحنیفہ نے اس میں آسانی دی ہے' جس طرح انہوں نے باقی معمولی نجاستوں میں آسانی دی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ٣ ص ٢٠٧-٢٠٦' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

* صحیح البخاری کی حدیث: ٢٢٦-٢٢٥' شرح صحیح مسلم: ٥٣٣-٥٣٢' ج ١ ص ٩٤٤-٩٤٣ پر مذکور ہے' وہاں ان حدیثوں کی شرح نہیں کی گئی۔

٦٣- بَابُ غَسْلِ الدَّمِ — خون کو دھونا

اس باب کی باب سابق کے ساتھ یہ مناسبت ہے کہ باب سابق میں پیشاب کو دھونے کا بیان تھا اور اس باب میں خون کو دھونے کا ذکر ہے اور خون اور پیشاب دونوں نجس ہیں اور ان دونوں ابواب میں نجاست کو دھونے کا ذکر ہے۔

٢٢٧- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَتْنِي فَاطِمَةُ عَنْ اَسْمَاءَ قَالَتْ جَاءَتِ امْرَاَةٌ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ اَرَاَيْتَ اِحْدَانَا تَحِيْضُ فِي الثَّوْبِ، كَيْفَ تَصْنَعُ؟ قَالَ تَحُتُّهُ، ثُمَّ تَقْرُصُهُ بِالْمَاءِ، وَتَنْضَحُهُ، وَتُصَلِّيْ فِيْهِ.

[طرف الحدیث:٣٠٧]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از ہشام' انہوں نے کہا: مجھے فاطمہ نے حدیث بیان کی از حضرت اسماء رضی اللہ عنہا' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک عورت آئی' اس نے کہا: یہ بتایئے کہ ہم میں سے کوئی عورت اپنے کپڑوں میں حیض کا خون دیکھتی ہے' وہ کیا کرے؟ آپ نے فرمایا: اس خون کو کھرچ دے' پھر اس کو پانی سے ملے' پھر اس کو دھوئے' پھر ان کپڑوں میں نماز پڑھے۔

(صحیح مسلم:٢٩١' الرقم المسلسل:٦٦١' سنن ابوداؤد:٣٦٢-٣٦١' سنن ترمذی:١٣٨' سنن نسائی:٢٩٢' سنن ابن ماجہ:٦٢٩' صحیح ابن خزیمہ:٢٧٥' المعجم الکبیر:٢٩٠' ج ٢٤' سنن بیہقی ج ٢ ص ٤٠٦' مسند احمد ج ٦ ص ٣٤٦ طبع قدیم' مسند احمد:٢٦٩٣٢' ج ٤٤ ص ٤٩٩' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں اور ان سب کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: پھر اس کپڑے کو دھوئے۔

''حتّ' قرص'' اور ''نضح'' کا معنی

اس حدیث میں ''تحته'' کا لفظ ہے' ''حتّ'' کا معنی ہے: درخت سے پتے جھاڑنا اور یہاں مراد ہے: خشک خون کو کھرچ کر صاف کرنا اور ''تقرصه بالماء'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: پانی سے مَل مَل کر صاف کرنا۔

اور اس میں ''تنضحه'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: دھونا' شیر خوار لڑکے کے پیشاب آلودہ کپڑوں کو صاف کرنے کے لیے بھی حدیث میں ''ینضح'' کا لفظ ہے۔ فقہاء شافعیہ وہاں اس کا معنی پانی چھڑکنا کرتے ہیں اور ہم اس کا معنی پانی سے دھونا کرتے ہیں اور یہاں پر شوافع نے بھی ''تنضحه'' کا معنی پانی سے دھونا کیا ہے' اس لیے وہاں بھی اس کا معنی پانی سے دھونا کرنا چاہیے۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ خطابی مالکی نے کہا ہے: ''تنضحه'' کا معنی ہے: اس کو دھوئے اور علامہ قرطبی مالکی نے کہا ہے: اس پر پانی چھڑکے' علامہ عسقلانی فرماتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ اگر وہ کپڑا پاک ہے تو پانی چھڑکنے سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا اور اگر وہ کپڑا نجس ہے تو پانی چھڑکنے سے وہ پاک نہیں ہوگا' اس لیے علامہ خطابی نے جو اس کا معنی دھونا کیا ہے' وہ زیادہ اچھا ہے۔ (فتح الباری ج ١ ص ٥٨٧' دار المعرفہ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

ہر مائع چیز سے نجاست کے ازالہ پر دلیل

علامہ خطابی نے کہا ہے: اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ نجاست صرف پانی سے زائل ہوتی ہے اور دیگر مائعات سے زائل نہیں ہوتی اور امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف یہ کہتے ہیں کہ ہر مائع طاہر سے نجاست زائل ہو جاتی ہے' ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ہم میں سے کسی ایک کے پاس صرف ایک کپڑا ہوتا تھا' جس میں اسے حیض آ جاتا تھا' پس اگر اس کپڑے پر خون لگ جاتا تو وہ اس خون کو اپنے تھوک سے بھگوتی' پھر اس کو اپنے تھوک سے رگڑ کر صاف کرتی۔ (سنن ابوداؤد:٣٥٨)

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: اگر تھوک خون کو زائل کر کے کپڑے کو پاک نہ کرتا تو تھوک لگانے سے نجاست اور زیادہ ہو جاتی اور تھوک پانی کا غیر ہے اس سے ثابت ہوا کہ ہر مائع چیز سے نجاست زائل ہو جاتی ہے پھر حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: اس کا جواب یہ ہے کہ یہ احتمال ہے کہ وہ بعد میں پانی سے دھو لیتی ہوں۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۵۸۷۔۵۹۷ دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ ھ)

میں کہتا ہوں: اس حدیث میں بعد میں پانی سے دھونے کا ذکر نہیں ہے لہٰذا فقہاء احناف کا اس حدیث سے استدلال درست ہے اور حافظ ابن حجر کا حدیث میں احتمال نکال کر جواب دینا باطل اور مردود ہے۔

قلیل نجاست کی مقدار میں مذاہب فقہاء

علامہ ابو الحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

نجاسات کو زائل کرنے میں حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی یہ حدیث اصل ہے۔

اس حدیث میں '' النضح '' کا لفظ ہے اور کلام عرب میں اس سے مراد دھونا ہوتا ہے اور اس پر دلیل کہ اس حدیث میں اس سے مراد دھونا ہے وہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ بنت ابی حبیش رضی اللہ عنہا سے فرمایا: تم اپنے آپ سے خون کو دھوؤ اور نماز پڑھو اور علماء کے نزدیک یہ حدیث کثیر خون پر محمول ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خون کے نجس ہونے میں یہ شرط عائد کی ہے کہ وہ بہا ہوا خون ہو اور وہ کثیر جاری خون سے کنایہ ہے مگر خون کی جو مقدار معاف ہوتی ہے اس میں اختلاف ہے۔ فقہاء احناف نے یہ کہا ہے کہ خون اور باقی نجاسات میں درہم کی مقدار قلیل نجاست ہے اور درہم سے زیادہ مقدار کثیر نجاست ہے انہوں نے اس کا قیاس اس پر کیا ہے کہ جب پاخانہ کرنے کے بعد پتھر سے استنجاء کیا جائے تو مقعد کی کردنوں اور اطراف میں ایک درہم کے برابر نجاست لگی رہتی ہے اور اتنی مقدار معاف ہوتی ہے اس سے معلوم ہوا کہ ایک درہم کی مقدار نجاست قلیل ہے اور اس سے زیادہ کثیر ہے۔

امام مالک نے کہا: قلیل خون معاف ہے اور باقی نجاسات کی قلیل مقدار کو دھویا جائے گا اور ابن وہب نے ان سے روایت کیا ہے کہ حیض کا قلیل خون بھی کثیر خون کی طرح ہے اور امام شافعی کے نزدیک تھوڑا خون بھی دھویا جائے گا مگر پسو کا خون معاف ہے کیونکہ اس سے بچنا ممکن نہیں ہے۔

امام مالک نے جو کہا ہے کہ حیض کا قلیل خون بھی کثیر کی طرح ہے اس پر دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت اسماء سے حیض کے خون کے متعلق فرمایا: اس کو کھرچو پھر اس کو پانی سے ملو اور آپ نے قلیل خون اور کثیر میں فرق نہیں کیا اور نہ آپ نے حیض کے خون کی مقدار کے متعلق کوئی سوال کیا اور آپ نے حضرت فاطمہ بنت ابی حبیش سے فرمایا: تم اپنے خون کو دھوؤ اور نماز پڑھو اور اس حکم میں آپ نے درہم کی مقدار خون یا اس سے کم یا زیادہ کا فرق نہیں کیا۔

امام مالک کی جو دوسری روایت ہے کہ حیض کا قلیل خون معاف ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ قلیل خون کا معاف ہونا ضرورت کی وجہ سے ہے کیونکہ انسان کا غالب حال یہ ہے کہ اس کو پھنسی اور زخم ہوتا ہے اور اس پر پسو اور مچھر کا خون لگ جاتا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے بہنے والے خون کو حرام کر دیا اس سے معلوم ہوا کہ جو خون بہنے والا نہ ہو وہ معاف ہے اور تمام نجاستوں میں صرف بہنے والے خون کا استثناء کیا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اگر اللہ تعالیٰ قلیل خون کو بھی حرام کر دیتا تو لوگ خون کو گوشت کی رگوں سے بھی تلاش کر کے نکالتے لیکن ہم گوشت کو پکاتے ہیں اور ہنڈیا کے اوپر پیلاہٹ ہوتی ہے اور انسان کا غالب حال یہ نہیں ہے کہ اس کے کپڑوں اور بدن پر پاخانہ یا پیشاب لگا ہو کیونکہ اس سے بچنا ممکن ہے اس لیے صرف خون کی قلیل مقدار معاف ہے اور باقی نجاستوں کی قلیل

مقدار معاف نہیں ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۱ ص ۳۴۶-۳۴۵ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت '۱۴۲۴ھ)

فقہاء احناف کے نزدیک قلیل نجاست کی مقدار

فقہاء احناف کے نزدیک باقی نجاستوں میں بھی قلیل مقدار معاف ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ پاخانہ کرنے کے بعد پتھر سے استنجاء کرنے کو کافی قرار دیا گیا ہے اور اس کے بعد پانی سے دھونے کو فرض یا واجب قرار نہیں دیا گیا' حالانکہ پتھر سے استنجاء کرنے کے بعد مکمل صفائی نہیں ہوتی اور تھوڑی سی نجاست لگی رہتی ہے۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی لکھتے ہیں:

ہمارے فقہاء نے قلیل نجاست کی مقدار ایک درہم مقرر کی ہے' کیونکہ صاحب الاسرار نے حضرت علی اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے نجاست کی مقدار ایک درہم مقرر کی ہے اور ان کی اقتداء کرنا ہمارے لیے کافی حجت ہے اور حضرت عمر رضی اللہ سے مروی ہے: انہوں نے نجاست کو ایک ناخن کے برابر مقرر کیا ہے اور ''المحیط'' میں مذکور ہے: ان کا ناخن ہماری ہتھیلی کے برابر ہے' پس یہ اس پر دلیل ہے کہ ایک درہم سے کم نجاست نماز سے مانع نہیں ہے' اور ''محیط'' میں یہ بھی مذکور ہے کہ درہم کبیر ہتھیلی کی چوڑائی کی مثل ہے اور ''صلاۃ الاصل'' میں مذکور ہے کہ درہم کبیر ایک مثقال تک پہنچتا ہے اور علامہ سرخسی کے نزدیک ان کے زمانہ کا درہم معتبر ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۲۱۱-۲۱۰ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت '۱۴۱۵ھ)

قلیل نجاست کا معیار آیا درہم کی چوڑائی ہے یا اس کا وزن؟

علامہ برہان الدین محمود بن صدر الشریعہ ابن مازہ البخاری الحنفی المتوفی ۶۱۶ھ لکھتے ہیں:

(۷۵۵) یہ معلوم کرنا واجب ہے کہ ہمارے نزدیک نجاست کی قلیل مقدار معاف ہے کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے جب کپڑے میں قلیل نجاست کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا: جب میرے اس ناخن کی مقدار کے برابر نجاست ہو تو وہ جواز صلوٰۃ سے مانع نہیں ہے' کیونکہ قلیل نجاست سے بچنا ممکن نہیں ہے' کیونکہ مکھی نجاستوں پر بیٹھتی ہے' پھر وہ نمازی کے کپڑوں پر بیٹھتی ہے اور اس کے پروں اور پیروں میں نجاست ضرور ہوتی ہے' اس لیے عموم بلوٰی کی وجہ سے قلیل نجاست کو معاف کر دیا گیا اور صحیح آثار سے ثابت ہے کہ اکثر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین پتھروں سے استنجاء کو کافی سمجھتے تھے اور پتھر اصل نجاست کو زائل نہیں کرتا اور اگر قلیل نجاست معاف نہ ہوتی تو وہ پتھروں سے استنجاء کو کافی قرار نہ دیتے۔

(۷۵۶) پھر نجاست کی دو قسمیں ہیں: غلیظہ اور خفیفہ' سو نجاست غلیظہ جب درہم کی مقدار کے برابر ہو یا اس سے کم ہو تو جواز صلوٰۃ سے مانع نہیں ہے اور اگر ایک درہم کی مقدار سے زیادہ ہو تو پھر جواز صلوٰۃ سے مانع ہے اور اعتبار درہم کبیر کا ہے' درہم صغیر کا اعتبار نہیں ہے۔ امام محمد رحمہ اللہ نے ''الجامع الصغیر'' میں لکھا ہے: درہم کبیر دراہم میں بڑا ہوتا ہے اور انہوں نے یہ بیان نہیں کیا کہ درہم کبیر کی چوڑائی کا اعتبار ہے یا اس کے وزن کا۔

(۷۵۷) دوسرے مقام پر امام محمد نے فرمایا: درہم کبیر وہ ہے' جو ہتھیلی کی چوڑائی کے برابر ہو' جیسے الدرہم الشبلیلی اور کتاب الصلوٰۃ میں انہوں نے ذکر کیا کہ درہم کبیر کے وزن کا اعتبار ہے۔

(۷۵۸) امام ابوجعفر رحمہ اللہ نے امام محمد کے ان الفاظ میں تطبیق دی ہے' انہوں نے کہا: امام محمد نے جہاں درہم کی چوڑائی کا اعتبار کیا ہے' اس سے نجاست رقیقہ کی مقدار مراد ہے اور جہاں انہوں نے درہم کے وزن کا اعتبار کیا ہے' اس سے ان کی مراد نجاست غلیظہ کی مقدار ہے' اور یہی صحیح مذہب ہے کہ نجاست رقیقہ میں درہم کی چوڑائی قلیل نجاست ہے اور نجاست غلیظہ میں درہم کا وزن قلیل نجاست

ہے اور درہم کا اعتبار کرنے کی وجہ یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے ناخن کے برابر نجاست کو قلیل نجاست قرار دیا اور ان کا ناخن درہم کبیر کی مقدار کے برابر تھا اور حدث (وضوتوڑنے) کی جگہ کا اعتبار ہے کیونکہ شریعت نے نجاست کی اس مقدار کو معاف کر دیا ہے' جو وضوء توڑنے کی جگہ (مقعد) میں لگی ہوتی ہے' کیونکہ پتھر سے استنجاء کرنے کے بعد طہارت کا حکم لگایا جاتا ہے اور پتھر نجاست کو زائل کرتا ہے' اس کے اثر کو زائل نہیں کرتا' یہ اس کی دلیل ہے کہ موضع حدث (مقعد) میں جو نجاست لگی ہوتی ہے' شریعت نے اس کو معاف کر دیا اور موضع حدث (مقعد) درہم کبیر کی مقدار کے برابر ہے' لیکن انہوں نے موضع حدث (وضوء توڑنے کی جگہ یعنی مقعد) کے ذکر کو قبیح جانا' پس انہوں نے اس کا درہم سے کنایہ کیا' اسی طرح ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے کہا ہے۔

(المحیط البرہانی ج ١ ص ٣٠٧-٣٠٦ 'ادارۃ القرآن' کراچی' ١٤٢٤ھ)

باب مذکور کی حدیث کے دیگر مسائل

اس حدیث سے جو دیگر مسائل معلوم ہوئے' وہ یہ ہیں:

(١) خون بالاجماع نجس ہے (٢) نجاست کو زائل کرنے میں عدد شرط نہیں بلکہ صفائی شرط ہے (٣) عورت اپنے کپڑوں میں جب خون لگا ہوا دیکھے تو اس کو پانی سے دھو کر صاف کرے' پھر ان کپڑوں سے نماز پڑھ سکتی ہے۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ٥٨٣ - ج ١ ص ٩٧٧' پر مذکور ہے' اس کی شرح کا عنوان ہے:

نجاست کو زائل کرنے کے متعلق ائمہ مذاہب کی آراء۔

٢٢٨- حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْمُعَاوِيَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ' عَنْ اَبِيْهِ' عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ جَاءَتْ فَاطِمَةُ ابْنَةُ اَبِيْ حُبَيْشٍ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ' اِنِّيْ اِمْرَاَةٌ اُسْتَحَاضُ فَلَا اَطْهُرُ' اَفَاَدَعُ الصَّلٰوةَ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا اِنَّمَا ذٰلِكِ عِرْقٌ وَلَيْسَ بِحَيْضٍ' فَاِذَا اَقْبَلَتْ حَيْضَتُكِ فَدَعِي الصَّلٰوةَ' وَاِذَا اَدْبَرَتْ فَاغْسِلِيْ عَنْكِ الدَّمَ ثُمَّ صَلِّيْ. قَالَ وَقَالَ اَبِيْ ثُمَّ تَوَضَّئِيْ لِكُلِّ صَلٰوةٍ' حَتّٰى يَجِيْءَ ذٰلِكَ الْوَقْتُ.

[اطراف الحدیث: ٣٠٦-٣٢٠-٣٢٥-٣٣١]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابومعاویہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن عروہ نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت فاطمہ بنت ابی حبیش' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں' پس انہوں نے کہا: یارسول اللہ! بے شک میں ایک عورت ہوں' جس کا حیض مسلسل جاری رہتا ہے اور میں پاک نہیں ہوتی' کیا میں نماز چھوڑ دوں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں! یہ رگ (کا خون) ہے اور حیض نہیں ہے' پس جب تمہارا حیض آ جائے تو نماز کو چھوڑ دو اور جب حیض چلا جائے تو تم اپنے جسم سے خون صاف کرنا' پھر (غسل کر کے) نماز پڑھنا' میرے والد نے کہا: آپ نے فرمایا: پھر تم ہر نماز کے لیے وضوء کرنا حتیٰ کہ اس نماز کا وقت آ جائے۔

(صحیح مسلم: ٣٣٣' الرقم المسلسل: ٧٤٧' سنن ترمذی: ١٢٥' سنن نسائی: ٣٥٩' سنن ابن ماجہ: ٦٢١' السنن الکبریٰ للنسائی: ٢١٧' سنن دارقطنی ج ١ ص ٢٠٦' الطبقات الکبریٰ ج ٨ ص ٢٤٥' مصنف ابن ابی شیبہ ج ١ ص ١٢٥' مسند ابوعوانہ ج ١ ص ٣١٩' سنن بیہقی ج ١ ص ٣٢٤' مسند احمد ج ٦ ص ١٩٤ طبع قدیم' مسند احمد: ٢٥٦٢٢- ج ٣٤ ص ٣٠٠' مؤسسة الرسالة' بیروت)

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت حدیث کے اس جملہ میں ہے: اور جب حیض چلا جائے تو تم اپنے جسم سے خون

صاف کرنا۔

اس حدیث کے چھ رجال ہیں' پانچ کا تعارف پہلے کیا جا چکا ہے۔

چھٹی حضرت فاطمہ بنت ابی حبیش ہیں' یہ قرشیہ اسدیہ ہیں' ان کے والد حبیش' قیس بن المطلب تھے اور بعض نے کہا ہے: قیس بن عبدالمطلب تھے' یہ حضرت فاطمہ بنت قیس کے علاوہ خاتون ہیں' جن کو تین طلاقیں دی گئی تھیں۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۲۱۱)

حیض اور استحاضہ کا معنی

اس حدیث میں مذکور ہے: ''استحاض'' اس کا معنی ہے: حیض کی مدت گزرنے کے بعد میرا خون مسلسل جاری رہتا ہے یعنی وہ مستحاضہ تھیں' حیض اس خون کو کہتے ہیں' جو رحم سے نکلتا ہے اور رحم وہ جگہ ہے جہاں جماع کیا جاتا ہے اور جہاں سے بچہ کی ولادت ہوتی ہے اور استحاضہ وہ خون ہے' جو حیض کی کم از کم مدت سے کم دنوں میں آئے یا حیض کی زیادہ سے زیادہ مدت سے زیادہ دنوں میں آئے' یعنی تین دن سے کم آئے یا دس دن سے زیادہ آئے۔

اس اشکال کا جواب کہ آپ نے حیض ختم ہونے کے بعد نماز پڑھنے کا حکم دیا' حالانکہ اس سے پہلے غسل کرنا ضروری ہے

اس حدیث میں مذکور ہے: اور جب حیض چلا جائے تو تم اپنے جسم سے خون صاف کرنا' پھر نماز پڑھنا' اس حدیث پر یہ اشکال ہے کہ اس میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غسل کا ذکر نہیں کیا اور حیض ختم ہونے کے بعد غسل کرنا ضروری ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ اگرچہ اس روایت میں غسل کا ذکر نہیں ہے لیکن دوسری صحیح روایت میں غسل کا ذکر ہے' وہ روایت حسب ذیل ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ام حبیبہ بنت جحش رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا: بے شک حیض کے بعد میرا خون جاری رہتا ہے' آپ نے فرمایا: یہ رگ (کا خون) ہے' پس تم غسل کرو' پھر نماز پڑھو' پس وہ ہر نماز کے وقت غسل کرتی تھیں۔ (صحیح مسلم: ۳۳۴' الرقم المسلسل: ۷۳۹' سنن ابوداؤد: ۲۸۵' سنن ترمذی: ۱۲۹' سنن نسائی: ۲۰۵)

اور احادیث ایک دوسرے کی تفسیر کرتی ہیں' لہٰذا اس حدیث میں بھی یہی معنی مراد ہے کہ جب حیض چلا جائے تو تم غسل کرو' پھر نماز پڑھو۔

حائضہ عورت کو پیش آنے والے دیگر مسائل

(۱) اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت فاطمہ بنت ابی حبیش نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا' اس سے معلوم ہوا کہ عورت اپنے پیش آمدہ مسئلہ میں عالم دین سے براہِ راست سوال کر سکتی ہے۔

(۲) جو عورت حائضہ ہو' اس کا ایام حیض میں نماز پڑھنا جائز نہیں ہے' خواہ نماز فرض ہو یا نفل ہو' نہ اس کا طواف کرنا جائز ہے' نہ نماز جنازہ پڑھنا' نہ سجدۂ تلاوت کرنا' نہ سجدۂ شکر ادا کرنا۔

(۳) جب کسی عورت کا حیض منقطع ہو جائے' تو اس پر واجب ہے کہ وہ اسی وقت غسل کر کے اس وقت کی نماز پڑھے اور پھر اس کے لیے نماز اور روزے کو ترک کرنا جائز نہیں ہے اور وہ طاہرات کے حکم میں ہے۔

(۴) بعض فقہاء احناف نے اس حدیث سے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ اگر پیشاب اور پاخانے کے راستوں کے علاوہ بھی جسم کے کسی حصہ سے خون نکل آئے تو اس سے وضوء ٹوٹ جائے گا' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے استحاضہ میں وضوء ٹوٹنے کی علت یہ بیان فرمائی ہے کہ یہ رگ سے خون نکلا ہے' لیکن وہ پیشاب کے راستہ سے نکلا ہے اور پیشاب کے راستہ سے جو خون نکلے' اس سے وضوء ٹوٹنے میں

کسی کا اختلاف نہیں ہے۔

(۵) اس حدیث میں مذکور ہے کہ وہ ہر نماز کے لیے وضوء کرے' اس میں فقہاء احناف اور شوافع کا اختلاف ہے کہ مستحاضہ ہو یا کوئی اور صاحب عذر مثلاً جس کے پیشاب کے قطرات ہر وقت نکلتے رہتے ہیں یا جسم کے زخم سے ہر وقت خون بہتا رہتا ہے' آیا وہ ہر نماز کے لیے ایک وضوء کرے یا ہر نماز کے وقت کے لیے ایک وضوء کرے' فقہاء شافعیہ یہ کہتے ہیں کہ وہ ہر نماز کے لیے ایک وضوء کرے اور فقہاء احناف یہ کہتے ہیں کہ وہ ہر نماز کے وقت کے لیے ایک وضوء کرے اور اس پورے وقت میں فرائض اور نوافل اور تلاوتِ قرآن کر سکتا ہے' بہ شرطیکہ کسی اور وجہ سے اس کا وضوء نہ ٹوٹے اور جب دوسری نماز کا وقت آجائے گا تو پھر اس کو دوبارہ وضوء کرنا ہوگا۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۶۶۱۔ ج ۱ ص ۱۰۲۶ پر مذکور ہے' وہاں اس حدیث کی شرح میں صرف دو سطریں لکھی گئی ہیں۔

٦٤- بَابُ غَسْلِ الْمَنِيِّ وَفَرْكِهٖ، وَغَسْلِ مَا يُصِيبُ مِنَ الْمَرْاَةِ

منی کو دھونا اور اس کو کھرچنا اور عورت سے جو چیز بدن پر لگے' اس کو دھونا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر منی تر ہو تو اس کو دھو دیا جائے اور اگر منی خشک ہو تو اس کو کھرچ دیا جائے۔ اس عنوان میں ''فَرْك'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: کسی چیز کو اتنا رگڑنا کہ اس کا اثر زائل ہو جائے اور منی کا معنی ہے: وہ سفید اور گاڑھا پانی' جس سے بچہ پیدا ہوتا ہے اور جس کے خروج کے بعد مرد کا آلہ ڈھیلا پڑ جاتا ہے اور اس کی بو گوندھے ہوئے آٹے کی مثل ہوتی ہے اور اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب مرد عورت سے مقاربت کرتا ہے تو اس کے اندام نہانی سے جو رطوبت نکلتی ہے' اگر وہ مرد کے بدن یا اس کے کپڑوں پر لگ جائے تو اس کو بھی دھویا جائے گا' اس کو رطوبت فرج کہتے ہیں' اس عنوان میں یہ تین چیزیں بیان کی ہیں' لیکن اس باب میں جو حدیث بیان کی ہے' اس میں صرف منی آلودہ کپڑوں کو دھونے کا ذکر ہے۔

اس باب کی سابق باب کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ باب سابق میں خون آلودہ کپڑے کو دھونے کا ذکر تھا اور اس باب میں منی آلودہ کپڑے کو دھونے کا ذکر ہے اور خون اور منی دونوں نجس ہیں۔

۲۲۹- حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ قَالَ اَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ مَيْمُوْنِ الْجَزَرِيُّ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ اَغْسِلُ الْجَنَابَةَ مِنْ ثَوْبِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَخْرُجُ اِلَى الصَّلٰوةِ، وَاِنَّ بُقَعَ الْمَاءِ فِيْ ثَوْبِهٖ.

[اطراف الحدیث: ۲۳۰۔ ۲۳۱۔ ۲۳۲]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن المبارک نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن میمون الجزری نے خبر دی' از سلیمان بن یسار از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں: میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑوں سے جنابت (کے اثر یعنی منی) کو دھوتی تھی' آپ نماز پڑھنے کے لیے نکلتے اور پانی کے نشانات آپ کے کپڑوں میں ہوتے تھے۔

(صحیح مسلم: ۲۸۹' الرقم المسلسل: ۶۵۸' سنن ابوداؤد: ۳۷۳' سنن ترمذی: ۱۱۷' سنن نسائی: ۲۹۵' سنن ابن ماجہ: ۵۳۶' مسند احمد ج ۶ ص ۷۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۴۲۰۷۔ ج ۴۰ ص ۲۵۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' مسند اسحاق بن راھویہ: ۱۱۳۴' شرح معانی الآثار: ۲۶۷' سنن بیہقی ج ۲ ص ۴۱۹۔ ۴۱۸)

اس باب کے عنوان کے تین اجزاء تھے: منی کو دھونا' منی کو کھرچنا اور رطوبت فرج کو دھونا' اور حدیث میں صرف منی آلودہ کپڑوں کو دھونے کا ذکر ہے' بقیہ دو اجزاء کا ذکر نہیں ہے' سو اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت دلالت تضمنی کے اعتبار

سے ہے ٗ دلالت مطابقی کے اعتبار سے نہیں ہے۔

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں ٗ جن کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

منی کے طاہر یا نجس ہونے میں مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ آیا منی طاہر ہے یا نجس ہے ٗ امام مالک ٗ لیث ٗ اوزاعی ٗ ثوری اور امام ابوحنیفہ کا یہ مذہب ہے کہ منی نجس ہے ٗ مگر امام مالک کے نزدیک منی تر ہو یا خشک اس کو دھونا ضروری ہے اور ان کے نزدیک خشک منی کو کھرچنا جائز نہیں ہے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک تر منی کو دھویا جائے گا اور خشک منی کو کھرچ دینا کافی ہے اور امام شافعی ٗ امام احمد ٗ اسحاق اور ابوثور نے یہ کہا کہ منی طاہر ہے ٗ اس کو کپڑے سے کھرچ دیا جائے اور اگر نہ کھرچے تب بھی کوئی حرج نہیں ہے ٗ صحابہ میں سے حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم کے نزدیک منی کو کھرچنا جائز ہے ٗ حضرت ابن عباس فرماتے تھے: تم منی کو کسی کپڑے سے یا کسی تنکے سے کھرچ دو اور اگر اس کو نہ دھوؤ تو کوئی حرج نہیں ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۱ ص ۳۵۰۔۳۴۹ ٗ دارالکتب العلمیہ ٗ بیروت ٗ ۱۴۲۴ھ)

علامہ موافق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: منی طاہر ہے اور امام احمد سے دوسری روایت یہ ہے کہ یہ خون کی مثل نجس ہے اور مذہب میں پہلی روایت مشہور ہے اور یہی امام شافعی کا مذہب ہے۔ (المغنی ج ۲ ص ۲۸۷ ٗ دارالحدیث ٗ قاہرہ ٗ ۱۴۲۵ھ)

فقہاء مالکیہ اور فقہاء احناف کا استدلال باب مذکور کی حدیث سے ہے اور فقہاء شافعیہ اور فقہاء حنبلیہ کا استدلال درج ذیل احادیث سے ہے۔

منی کی طہارت پر امام شافعی اور امام احمد کے دلائل

ہمام بن الحارث بیان کرتے ہیں کہ وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاں بہ طور مہمان ٹھہرے ٗ ان کو احتلام ہو گیا ٗ حضرت عائشہ کی باندی نے دیکھا کہ وہ اپنے کپڑے سے منی کو دھو رہے تھے یا اس کپڑے کو دھو رہے تھے ٗ اس باندی نے حضرت عائشہ کو اس کی خبر دی ٗ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: مجھے یاد ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کپڑے سے منی کو کھرچنے کے علاوہ اور کچھ نہیں کرتی تھی (یعنی دھوتی نہیں تھی)۔ (صحیح مسلم: ۱۰۶۔۱۰۵ ٗ الرقم المسلسل: ۶۶۹۔۶۶۷ ٗ سنن ابوداؤد: ۳۷۱ ٗ سنن نسائی: ۲۹۴ ٗ سنن ترمذی: ۱۱۷ ٗ سنن ابن ماجہ: ۵۳۹ ٗ مسند احمد ج ۶ ص ۱۳۵۔۹۷۔۱۳۵ ٗ سنن دارقطنی ج ۱ ص ۱۲۵)

عروہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چادر سے منی کھرچ دیتی تھی اور ہمارے پاس ان دنوں اونی چادر تھی۔ (مسند احمد ج ۶ ص ۲۶۳)

علماء احناف کی طرف سے مذکورہ دلائل کے جوابات

امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی متوفی ۳۲۱ھ فرماتے ہیں:

منی نجس ہے اور ان آثار سے امام شافعی اور امام احمد کا استدلال درست نہیں ہے کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جس چادر اور جس کپڑے سے منی کھرچنے کا ذکر کیا ہے ٗ وہ آپ کے سونے کے کپڑے تھے ٗ نماز پڑھنے کے کپڑے نہیں تھے ٗ نماز پڑھنے کے کپڑوں کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا دھوتی تھیں (جیسا کہ اس باب کی حدیث میں ہے) اور ہم دیکھتے ہیں کہ جن کپڑوں میں پاخانہ اور پیشاب کی نجاست ہو ٗ ان کو پہن کر سونے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے ٗ تو منی آلودہ کپڑوں کو پہن کر سونے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ (شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۶۲ ٗ قدیمی کتب خانہ ٗ کراچی)

مصنف کے نزدیک یہ آثار امام ابوحنیفہ کے خلاف نہیں ہیں' کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہے: میں ان کپڑوں سے منی کھرچ دیتی تھی اور گیلی منی کو نہیں کھرچا جاتا' خشک منی کو ہی کھرچا جا سکتا ہے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک خشک منی کو کپڑے سے کھرچ دینا کافی ہے' سو یہ آثار امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مذہب کے خلاف نہیں ہیں' البتہ امام مالک کے خلاف ہیں' کیونکہ وہ خشک منی کو کھرچنے کے قائل نہیں ہیں۔ امام شافعی اور امام احمد جو کہتے ہیں کہ منی پاک ہے' ان کا مدعا تب ثابت ہوگا' جب یہ ثابت ہو کہ کپڑے سے منی کو دھوئے یا کھرچے بغیر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منی آلودہ کپڑے کے ساتھ نماز پڑھی ہو اور یہ ثابت نہیں ہے بلکہ اس کا خلاف ثابت ہے۔

حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما نے اپنی بہن' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا: کیا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کپڑوں کے ساتھ نماز پڑھتے تھے' جن کپڑوں کے ساتھ تم سے مجامعت کرتے تھے؟ انہوں نے کہا: ہاں! جب ان کپڑوں پر نجاست نہ لگی ہو۔ (سنن ابوداؤد:٣٦٦' سنن نسائی:٢٩٣' سنن ابن ماجہ:٥٤٠)

حضرت ام حبیبہ نے فرمایا: ہاں! جب ان کپڑوں پر نجاست نہ لگی ہو' اس سے معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک منی نجس ہے۔

صحابہ کرام کا منی آلودہ کپڑے کو دھونا یا اس سے منی کھرچنا

بہ کثرت صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ثابت ہے کہ وہ منی آلودہ کپڑوں سے منی کو دھوتے تھے اور اگر منی خشک ہو تو اس کو کھرچتے تھے:

عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب کوئی شخص اپنے کپڑے میں جنبی ہو جائے' پھر وہ اس میں (منی کا) نشان دیکھے تو اس کو چاہیے کہ وہ اس کو دھولے اور اگر اس کو اس کپڑے پر نشان نہ دکھائی دے تو وہ اس کپڑے کو بھگو کر دھوئے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ٨٩٧' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٦ھ)

عبداللہ بن عوف بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ جنابت سے آلودہ کپڑوں کے متعلق کہتے تھے: اگر تم منی کا نشان دیکھو تو اس کو دھولو اور اگر تم کو معلوم ہو کہ اس پر منی لگی ہے' پھر تم کو نظر نہیں آئی تو پورے کپڑے کو دھولو اور اگر تم کو شک ہو کہ کپڑے پر منی لگی ہے یا نہیں تو اس کپڑے کو پانی میں بھگو لو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ:٨٩٩)

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اگر تم سے منی لگنے کی جگہ چھپ جائے اور تم کو یقین ہو کہ منی لگی تھی تو تم پورے کپڑے کو دھوؤ۔ (مصنف ابن ابی شیبہ:٩٠٠)

عبدالکریم بن رشید بیان کرتے ہیں کہ جو شخص اپنے کپڑے میں جنبی ہو گیا اور اس کو منی کا نشان نظر نہیں آیا' اس کے متعلق حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ پورے کپڑے کو دھوئے گا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ:٩٠٢)

حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میرے کپڑے میں منی لگی ہو تو میں اس کو کس طرح (پاک) کروں؟ آپ نے فرمایا: تمہارے لیے یہ کافی ہے کہ تم ہاتھ سے پانی لے کر اس جگہ کو دھوؤ جہاں تم دیکھو کہ (منی) لگی تھی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ:٩٠٩) اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منی کو دھونے کا حکم دیا ہے اور اس سے حافظ ابن حجر کا یہ اعتراض ساقط ہو گیا کہ حدیث میں منی کو دھونے کا فعل ہے اور اس سے وجوب ثابت نہیں ہوتا۔ (فتح الباری ج ١ ص ٦٠٧) کیونکہ اس حدیث میں منی کو دھونے کا حکم ہے اور اس سے وجوب ثابت ہوتا ہے۔

الحکم بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اپنے کپڑے سے احتلام کے نشان کو دھوتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ:٩١٤)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ مجھے یاد ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کپڑے سے منی کو کھرچتی تھی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۱۷)

ہم نے امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مذہب کے موافق بہ کثرت احادیث اور آثار ذکر کیے ہیں کہ منی آلودہ کپڑے کو دھویا جاتا تھا یا خشک منی کو اس سے کھرچ دیا جاتا تھا' جس سے ثابت ہوتا ہے کہ منی نجس ہے اور جو لوگ منی کو طاہر کہتے ہیں' وہ کوئی ایک حدیث بھی نہیں پیش کر سکتے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تر منی کو دھوئے بغیر یا خشک منی کو کھرچے بغیر اس منی آلود کپڑے کے ساتھ نماز پڑھی ہو۔

منی کے نجس ہونے پر عقلی دلیل

امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی مصری متوفی ۳۲۱ھ فرماتے ہیں:

جو چیز وضو توڑنے کا سبب ہوتی ہے' وہ نجس ہوتی ہے' جیسے پیشاب' پاخانہ اور استحاضہ کا خون اور منی کا خروج بھی وضو توڑنے کا سبب ہے' اس لیے ضروری ہے کہ منی کا خروج بھی فی نفسہٖ نجس ہو۔ (شرح معانی الآثار ج ا ص ٦٧' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

منی کے طاہر ہونے پر فقہاء شافعیہ کے عقلی دلائل اور ان کے جوابات

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

وہ کہتے ہیں کہ منی سے طاہر جان دار پیدا ہوتا ہے' اس لیے اس کو طاہر ہونا چاہیے' ہم کہتے ہیں کہ بعض اوقات طاہر چیز نجس چیز سے پیدا ہوتی ہے' جیسے دودھ خون سے پیدا ہوتا ہے۔

وہ کہتے ہیں کہ منی انبیاء علیہم السلام کا مبدء ولادت ہے' اس لیے اس کو طاہر ہونا چاہیے' ہم کہتے ہیں کہ پھر علقہ (جما ہوا خون) کو بھی طاہر کہیں' کیونکہ وہ اقرب مبدأ ولادت ہے کیونکہ منی جما ہوا خون بنتی ہے' پھر وہ گوشت بنتی ہے' پھر اس میں ہڈیاں بنتی ہیں' پھر اس میں روح پھونکی جاتی ہے' نیز جس طرح منی انبیاء علیہم السلام کا مبدء ولادت ہے' اسی طرح وہ کافروں' مشرکوں' منافقوں اور اللہ کے دشمنوں فراعنہ اور ابوجہل وغیرہ کا بھی مبدأ ولادت ہے' لہٰذا اس کو نجس کہنا واجب ہے' نیز شہوت سے منی کا خروج ہوتا ہے' جس کے بعد غسل واجب ہوتا ہے' اس لحاظ سے بھی منی کو نجس ہونا چاہیے۔

وہ کہتے ہیں کہ انڈا مرغ کا مادہ منویہ ہے اور وہ پاک ہے' اس لیے منی کو پاک ہونا چاہیے' ہم کہتے ہیں کہ یہ قیاس صحیح نہیں ہے کیونکہ انڈا حلال ہے اور کھایا جاتا ہے' تو کیا یہ لوگ منی کو بھی حلال سمجھ کر کھائیں گے' نیز ہم کہتے ہیں کہ کبھی پاک چیز متغیر ہو کر نجس ہو جاتی ہے' جیسے غذا اور پانی پیٹ میں جا کر جب پاخانے اور پیشاب کی صورت میں متغیر ہو جائے تو وہ نجس ہو جاتی ہے اور کبھی نجس چیز متغیر ہو کر پاک ہو جاتی ہے' جیسے خون متغیر ہو کر دودھ بن جاتا ہے اور مرغ کا مادہ منویہ متغیر ہو کر انڈا بن جاتا ہے۔

وہ کہتے ہیں کہ حضرت آدم مٹی اور پانی سے پیدا کیے گئے اور مٹی اور پانی طاہر ہیں' لہٰذا حضرت آدم بھی طاہر ہیں' ہم کہتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کو کون نجس کہتا ہے' لیکن عام انسان مٹی اور پانی سے نہیں پیدا ہوتے اور انسان بھی پاک ہے' لیکن اس سے کچھ پاک چیزیں نکلتی ہیں' جن سے وضوء نہیں ٹوٹتا جیسے دودھ' پسینہ' آنسو' تھوک' رینٹ اور بلغم اور کچھ ناپاک چیزیں نکلتی ہیں' جن سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے' جیسے پیشاب' پاخانہ' حیض کا خون' مذی اور منی ہے اور اس سے واضح ہوا کہ منی ناپاک اور نجس ہے۔

(شرح ابن بطال ج ا ص ۳۵۱)

قرآن مجید میں منی کو "ماء مھین" (السجدہ: ۸) فرمایا' یعنی انسان کو حقیر پانی کے نچوڑ سے پیدا کیا اور منی کو حقیر فرمانا بھی اس کی نجاست کی طرف اشارہ ہے' چونکہ اس باب کے عنوان میں رطوبتِ فرج کا بھی ذکر کیا گیا ہے' اس لیے ہم چاہتے ہیں کہ رطوبت فرج کا بھی

شرعی حکم بیان کر دیں:

رطوبتِ فرج کا شرعی حکم

درج ذیل حدیث میں رطوبت فرج کا ذکر اور اس کا حکم ہے:

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ! جب مرد عورت کے ساتھ جماع کرے اور اس کو انزال نہ ہو؟ آپ نے فرمایا: عورت سے جو چیز اس کے جسم پر لگی ہے اس کو دھولے پھر وضوء کر کے نماز پڑھے امام بخاری نے کہا: غسل کر کے نماز پڑھنے میں زیادہ احتیاط ہے اور یہی آخری حکم ہے۔ (صحیح البخاری: ٢٩٣ 'صحیح مسلم: ٣٤٦ 'مسند احمد ج ٥ ص ١١٣)

علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ٦٢٠ ھ لکھتے ہیں:

فرج کی رطوبت نجس ہے کیونکہ یہ فرج کے اندر ہوتی ہے اور اس سے بچہ پیدا نہیں ہوتا' یہ مذی کے مشابہ ہے' دوسرا قول یہ ہے کہ یہ طاہر ہے کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کپڑے سے منی کو کھرچتی تھیں اور وہ منی جماع سے تھی کیونکہ آپ کو کبھی احتلام نہیں ہوا اور وہ منی فرج کی رطوبت سے ملی ہوتی تھی' پس اگر ہم رطوبت فرج کو نجس کہیں تو منی کو بھی نجس کہنا پڑے گا کیونکہ وہ منی عورت کی فرج سے نکلی تھی' پھر رطوبت فرج سے مل کر وہ منی بھی نجس ہو جائے گی۔ (المغنی ج ٢ ص ٢٨٤ - ٢٨٣ 'دار الحدیث' قاہرہ' ١٤٢٥ھ)

ظاہر ہے علامہ ابن قدامہ نے منی کا یہ حکم اپنے مذہب پر بیان کیا ہے کہ ان کے نزدیک منی طاہر ہے' اس لیے انہوں نے رطوبت فرج کو بھی طاہر قرار دیا ہے' جب کہ صحیح یہ ہے کہ منی نجس ہے' اس لیے رطوبت فرج بھی نجس ہوگی۔

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ١٢٥٢ ھ لکھتے ہیں:

فرج خارج کی رطوبت طاہر ہوتی ہے' کیونکہ وضوء میں فرج خارج کو دھونا سنت ہے' اگر وہ نجس ہوتی تو اس کو دھونا فرض ہوتا' فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ فرج خارج' خارج بدن کے حکم میں ہے' پس فرج خارج کی رطوبت اس طرح ہے' جس طرح منہ اور ناک کی رطوبت ہوتی ہے اور جس طرح بدن سے نکلنے والے پسینہ کی رطوبت ہوتی ہے۔

(رد المحتار ج ١ ص ٢٧٣ 'دار احیاء التراث العربی' بیروت' ١٤١٩ ھ)

علامہ حصکفی نے لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک فرج داخل کی رطوبت پاک ہے اور امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک فرج داخل کی رطوبت نجس ہے' لیکن جب جماع کے وقت مرد کے انزال کے بعد فرج سے رطوبت نکلے گی تو وہ منی سے مختلط ہوگی اور منی نجس ہے' اس لیے وہ رطوبت بھی نجس ہو جائے گی اور اس صورت میں وہ رطوبت بالاتفاق نجس ہوگی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی منی اور تمام فضلات امت کے حق میں طاہر ہیں' لیکن آپ کے حق میں موجب حدث ہیں' اسی لیے آپ پیشاب اور پاخانے کے بعد استنجاء کرتے تھے اور آپ کے منی آلود کپڑے اگر تر ہوں تو ان کو حضرت عائشہ دھوتی تھیں اور اگر خشک ہوں تو ان کو ناخنوں سے کھرچ دیتی تھیں۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ٥٨٠ - ج ١ ص ٩٦٩ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے حسب ذیل عنوانات ہیں:

(١) منی کی طہارت یا عدم طہارت میں مذاہب فقہاء (٢) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضلات کی طہارت کا بیان (٣) رطوبت فرج کی طہارت یا عدم طہارت کی تحقیق۔

٢٣٠- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرٌو' عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ قَالَ سَمِعْتُ عَائِشَةَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا:

(ح). وَحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مَيْمُوْنٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ عَنِ الْمَنِيِّ يُصِيْبُ الثَّوْبَ فَقَالَتْ كُنْتُ اَغْسِلُهُ مِنْ ثَوْبِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَخْرُجُ إِلَى الصَّلٰوةِ وَاَثَرُ الْغَسْلِ فِيْ ثَوْبِهِ بُقَعُ الْمَاءِ.

ہمیں عمرو نے حدیث بیان کی از سلیمان بن یسار انہوں نے کہا: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا' ح (امام بخاری دوسری سند کی طرف متحول ہوئے) اور ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن میمون نے حدیث بیان کی از سلیمان بن یسار انہوں نے کہا: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ جو منی کپڑے پر لگ جائے؟ حضرت عائشہ نے کہا: میں اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کپڑے سے دھوتی تھی' آپ نماز کے لیے نکلتے اور آپ کے کپڑے میں دھونے کا اثر پانی کے نشانات کی صورت میں ہوتا تھا۔

اس حدیث کی تخریج اور اس کی شرح کے لیے حدیث: ۲۲۹ کا مطالعہ کریں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کپڑے دھوتی تھیں' اس سے معلوم ہوا کہ حسن معاشرت کا یہ تقاضا ہے کہ بیویوں کو شوہروں کے کپڑے دھونے چاہئیں اور شوہروں کی خدمت سے متعلق دیگر کام بھی کرنے چاہئیں۔

٦٥- بَابُ إِذَا غَسَلَ الْجَنَابَةَ اَوْ غَيْرَهَا فَلَمْ يَذْهَبْ اَثَرُهُ

جب جنابت کو دھویا' یا کسی اور نجاست کو اور اس کا اثر نہیں گیا

اس باب میں امام بخاری یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ جب کسی نے منی آلود کپڑے کو یا کسی اور نجاست مثلاً حیض کے خون کو کپڑے سے دھویا اور دھونے کے بعد پانی کا نشان اس میں باقی رہا اور سوکھا نہیں تو اس کا کیا حکم ہے؟ باب سابق کے ساتھ اس کی مناسبت یہ ہے کہ دونوں بابوں میں منی آلود کپڑے کو دھونے کا ذکر ہے۔

۲۳۱- حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ الْمِنْقَرِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مَيْمُوْنٍ قَالَ سَأَلْتُ سُلَيْمَانَ بْنَ يَسَارٍ فِي الثَّوْبِ تُصِيْبُهُ الْجَنَابَةُ' قَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ كُنْتُ اَغْسِلُهُ مِنْ ثَوْبِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' ثُمَّ يَخْرُجُ إِلَى الصَّلٰوةِ' وَاَثَرُ الْغَسْلِ فِيْهِ بُقَعُ الْمَاءِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل المنقری نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن میمون نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے سلیمان بن یسار سے اس کپڑے کے متعلق سوال کیا' جس پر منی لگ جائے' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کپڑے کو دھوتی تھی' پھر آپ نماز کے لیے نکلتے اور کپڑے میں دھونے کا اثر پانی کے نشانات کی صورت میں ہوتا تھا۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح کے لیے حدیث: ۲۲۹ کا مطالعہ کریں۔

۲۳۲- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ قَالَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مَيْمُوْنِ بْنِ مِهْرَانَ' عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ' عَنْ عَائِشَةَ' اَنَّهَا كَانَتْ تَغْسِلُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن خالد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زہیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن میمون بن مہران نے حدیث بیان کی

الْمَنِيَّ مِنْ ثَوْبِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ' ثُمَّ أَرَاهُ فِيْهِ بُقْعَةً أَوْ بُقَعًا.

از سلیمان بن یسار از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کپڑے سے منی دھوتی تھیں' پھر میں اس کپڑے میں پانی کا نشان یا پانی کے نشانات دیکھتی تھی۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح کے لیے حدیث:۲۲۹ کا مطالعہ کریں۔

صحیح ابن خزیمہ کی ایک حدیث سے حافظ ابن حجر کا منی کی طہارت پر استدلال اور مصنف کی طرف سے اس کے جوابات

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ نے منی کی طہارت پر حسب ذیل حدیث سے استدلال کیا ہے:

امام ابن خزیمہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کپڑے سے منی کھرچ رہی ہوتی تھیں' جس وقت آپ نماز پڑھ رہے ہوتے تھے۔ (صحیح ابن خزیمہ:۲۹۰' مکتب اسلامی' بیروت) (فتح الباری ج ۱ ص ۶۹۰' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث سے حافظ ابن حجر نے اس پر استدلال کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منی کو کھرچے یا دھوئے بغیر منی آلود کپڑے سے نماز پڑھی' لہٰذا ثابت ہو گیا کہ منی طاہر اور پاک ہے۔

میں کہتا ہوں کہ امام ابن خزیمہ متوفی ۳۱۱ھ اس روایت میں منفرد ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حالت نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کپڑے سے منی کھرچ رہی تھیں' باقی تمام محدثین نے اس حدیث کو اس اضافہ کے بغیر روایت کیا ہے' لہٰذا حافظ ابن حجر کا منی کی طہارت پر استدلال ساقط ہو گیا۔

امام احمد نے حضرت عائشہ کی اس حدیث کو اپنی مسند میں پچیس جگہ روایت کیا ہے اور کسی روایت میں یہ مذکور نہیں ہے کہ آپ اس وقت نماز پڑھ رہے تھے' امام احمد کی روایت اس طرح ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کپڑے میں جب منی دیکھتی تو میں اس کو کھرچ دیتی' پس جب میں اس کو دیکھتی تو فوراً دھو دیتی یا بھگو دیتی۔ (مسند احمد: ۲۴۰۶۴۔ ج ۶ ص ۱۳۵' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت۔ اس حدیث کے دیگر ارقام یہ ہیں: ۲۴۱۵۸۔ ۲۴۲۰۷۔ ۲۴۳۷۸۔ ۲۴۶۵۹۔ ۲۴۷۰۲۔ ۲۴۹۳۶۔ ۲۴۹۳۹۔ ۲۴۹۳۰۔ ۲۵۰۰۸۔ ۲۵۰۳۴۔ ۲۵۰۳۵۔ ۲۵۰۹۸۔ ۲۵۲۹۳۔ ۲۵۶۱۲۔ ۲۵۶۱۴۔ ۲۵۷۷۸۔ ۲۵۹۸۵۔ ۲۶۰۲۴۔ ۲۶۰۵۹۔ ۲۶۰۱۸۶۔ ۲۶۲۶۴۔ ۲۶۲۶۵۔ ۲۶۲۶۶۔ ۲۶۳۹۵' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

امام ابن خزیمہ نے اس حدیث کو مختصراً اور مجملاً روایت کیا ہے' دیگر روایت میں اس کی تفصیل ہے' جس سے حافظ ابن حجر کا طہارت منی کا دعویٰ بالکلیہ ساقط ہو جاتا ہے' ملاحظہ فرمائیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کپڑے سے منی کھرچتی تھی' پھر آپ جاتے اور اس کپڑے میں نماز پڑھتے۔ (مسند احمد: ۲۴۹۳۶۔ ج ۶ ص ۱۲۵' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں: میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کپڑے سے منی کھرچتی' پھر آپ جاتے اور اس میں نماز پڑھتے۔

(مسند احمد: ۲۵۰۰۸۔ ج ۶ ص ۱۳۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کپڑے سے منی کھرچتی' پھر آپ اس میں نماز پڑھتے۔

(مسند احمد: ۲۵۷۷۸۔ ج ۶ ص ۱۳)

حضرت عائشہ فرماتی ہیں: جب رسول اللہ ﷺ کے کپڑے پر منی لگ جاتی تو میں اس کو دھوتی' پھر آپ نماز کے لیے جاتے اور میں اس کپڑے پر دھونے کا نشان دیکھتی۔ (مسند احمد: ۲۵۹۸۵۔ ج ٦ ص ۲۳۵)

حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنے کپڑے سے منی کو اذخر کی جڑ سے کھرچ کر صاف کرتے' پھر اس میں نماز پڑھتے۔ (مسند احمد: ۲٦۰۵۹۔ ج ٦ ص ۲۴۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

خلاصہ یہ ہے کہ اوّل تو امام ابن خزیمہ اپنی روایت کے اس اضافہ میں منفرد ہیں' ثانیاً مفصل روایت اس اضافہ کے خلاف ہے' ثالثاً اگر ہم اس اضافہ کو مان بھی لیں کہ حضرت عائشہ حضور کی نماز کی حالت میں آپ کے کپڑے سے منی کھرچتی تھیں تو حافظ ابن حجر کا استدلال تب صحیح ہوگا جب یہ بات ثابت ہو کہ نماز سے پہلے آپ کی اس طرف توجہ تھی کہ اس کپڑے پر منی لگی ہوئی ہے اور پھر آپ نے نماز پڑھی اور قوی احتمال یہ ہے کہ آپ نے بے توجہی میں منی آلود کپڑے سے نماز پڑھنی شروع کی' حضرت عائشہ نے منی لگی دیکھ کر اس کو کھرچنا شروع کر دیا' پس واضح ہو گیا کہ منی طاہر نہیں ہے۔ وللہ الحمد

٦٦- بَابُ اَبْوَالِ الْاِبِلِ وَالدَّوَآبِّ وَالْغَنَمِ وَمَرَابِضِهَا

اونٹوں' چوپایوں اور بکریوں کے پیشاب کا حکم اور ان کے باڑوں کا حکم

اس سے پہلے باب میں منی کا حکم بیان کیا تھا اور وہ نجس ہے اور اس باب میں ان جانوروں کے پیشاب کا حکم بیان کیا ہے اور وہ بھی نجس ہیں۔ امام بخاری فرماتے ہیں:

وَصَلّٰی اَبُوْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فِیْ دَارِ الْبَرِیْدِ وَالسِّرْقِیْنِ' وَالْبَرِّیَّةُ اِلٰی جَنْبِهٖ' فَقَالَ هَا هُنَا وَ ثَمَّ سَوَآءٌ.

اور حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے دارالبرید میں اور گوبر میں نماز پڑھی اور صحراء ان کے پہلو میں تھا' پس انہوں نے کہا: وہاں اور یہاں نماز پڑھنا برابر ہے۔

امام بخاری نے جو تعلیق ذکر کی' وہ ایک مکمل حدیث کا قطعہ ہے' علامہ عینی نے امام ابن ابی شیبہ کے حوالہ سے مکمل حدیث اس طرح ذکر کی ہے:

امام بخاری کی تعلیق مذکور کی اصل اور اس تعلیق میں مذکور مشکل الفاظ کے معانی

وکیع بیان کرتے ہیں: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی از مالک بن الحارث از والد خود' انہوں نے بیان کیا: ہم حضرت ابوموسیٰ کے ساتھ دارالبرید میں تھے تو نماز کا وقت آ گیا' پس حضرت ابوموسیٰ نے ہمیں گوبر اور بھوسے پر نماز پڑھائی' ہم نے کہا: ہم یہاں نماز نہیں پڑھتے' جب کہ صحراء آپ کے پہلو میں ہے' تو انہوں نے کہا: صحراء میں اور یہاں نماز پڑھنا برابر ہے۔
(عمدۃ القاری ج ۳ ص ۲۲۴)

''مصنف ابن ابی شیبہ'' میں مذکور الصدر حدیث ہمیں نہیں ملی' البتہ اس کے بجائے یہ حدیث ہے:

محمد بن عبید از الاعمش از مالک بن الحارث از والد خود' انہوں نے بیان کیا: ہم حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ عین التمر کے دارالبرید میں تھے' پس انہوں نے اذان اور اقامت کہی' ہم نے ان سے کہا: آپ صحراء کی طرف کیسے نکلیں گے' انہوں نے کہا: یہاں اور وہاں برابر ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۲٦۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱٦ھ' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۱۸' ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۴۰٦ھ)

''مصنف ابن ابی شیبہ'' کے ان مطبوعہ نسخوں میں گوبر اور بھوسے کا ذکر نہیں ہے' ضرور امام بخاری اور علامہ عینی کے پاس ''مصنف ابن ابی شیبہ'' کا کوئی ایسا نسخہ ہوگا' جس میں گوبر اور بھوسے کا ذکر ہوگا۔

اس حدیث میں دارالبرید کا ذکر ہے' دارالبرید اس حویلی کو کہتے ہیں: جہاں سلطان کی ڈاک لانے والے ٹھہرتے ہیں' یہاں اس سے مراد وہ حویلی ہے' جہاں خلفاء کے خطوط امراء کی طرف لے جانے والے ٹھہرتے تھے اور حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ' حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے زمانہ میں کوفہ کے امیر تھے اور یہ حویلی صحراء کی ایک طرف میں تھی' اسی وجہ سے صحراء اس کے پہلو میں تھا۔

اس حدیث میں ''سرقین'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: گوبر۔

تعلیق مذکور سے امام بخاری کا مقصود

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ ھ لکھتے ہیں:

اس تعلیق سے امام بخاری کا مقصد اہل ظاہر (غیر مقلدین) کی موافقت میں گوبر کو پاک قرار دینا ہے کیونکہ حضرت ابوموسیٰ نے گوبر کے اوپر نماز پڑھی اور جن چوپایوں کا گوشت نہیں کھایا جاتا' ان کو اونٹوں کے پیشاب کے اوپر قیاس کیا کیونکہ اس باب کی حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اونٹنیوں کے پیشاب پینے کا حکم دیا' لہٰذا ان کا پیشاب پاک ہوا تو امام بخاری نے ان کے اوپر باقی چوپایوں کے گوبر کو بھی قیاس کر لیا اور اس کو پاک قرار دیا' اسی وجہ سے امام بخاری نے کہا: حضرت ابوموسیٰ نے دارالبرید میں گوبر کے اوپر نماز پڑھی' تاکہ یہ حدیث اس پر دلالت کرے کہ تمام چوپایوں کا گوبر اور پیشاب پاک ہے' لیکن امام بخاری کا اس حدیث سے استدلال صحیح نہیں ہے' کیونکہ ممکن ہے حضرت ابوموسیٰ نے گوبر کے اوپر کپڑا بچھا کر نماز پڑھی ہو یا دارالبرید میں کسی صاف جگہ پر نماز پڑھی ہو' جہاں گوبر نہ ہو۔ (شرح ابن بطال ج ١ ص ٣٥٦' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

حافظ ابن حجر کا کپڑے یا چٹائی پر نماز پڑھنے کو بدعت قرار دینا اور مصنف کے نزدیک اس کا سنت ثابتہ ہونا

حافظ ابن حجر عسقلانی' علامہ ابن بطال پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اصل یہ ہے کہ کپڑا بچھائے بغیر نماز پڑھی جائے' سفیان ثوری نے اعمش کی سند سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ ہمیں ابوموسیٰ نے گوبر کی جگہ میں نماز پڑھائی۔ اس حدیث کا ظاہر یہ ہے کہ انہوں نے گوبر کے اوپر بغیر کسی حائل کے نماز پڑھائی اور سعید بن منصور نے سعید بن المسیب وغیرہ سے روایت کیا ہے کہ ''الطنفسة'' (چٹائی یا کپڑے) پر نماز پڑھنا بدعت ہے اور اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

(فتح الباری ج ١ ص ٦٣٧' دارالمعرفہ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر کا یہ کہنا غلط ہے کہ اصل یہ ہے کہ کپڑا بچھائے بغیر نماز پڑھی جائے' بلکہ اصل یہ ہے کہ کپڑا بچھا کر نماز پڑھی جائے اور سعید بن المسیب کا اس کو بدعت کہنا باطل ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' بہ کثرت صحابہ اور فقہاء تابعین چٹائی یا کپڑا بچھا کر اس پر نماز پڑھتے تھے' امام بخاری نے ایک باب قائم کیا ہے: چٹائی پر نماز' سو چٹائی پر نماز پڑھنا بدعت کیسے ہوگا!

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ان کی دادی ملیکہ نے کھانا تیار کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت کی' آپ نے اس سے کھایا' پھر فرمایا: کھڑے ہو جاؤ' میں تم کو نماز پڑھاتا ہوں' حضرت انس کہتے ہیں کہ پھر میں ایک چٹائی کی طرف کھڑا ہوا' جو زیادہ استعمال سے میلی ہو گئی تھی' میں نے اس کو پانی سے دھویا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس چٹائی پر کھڑے ہوئے' میں اور یتیم اس چٹائی پر آپ کے پیچھے صف میں کھڑے ہوئے اور بڑھیا ہمارے پیچھے تھی' پھر آپ نے ہمیں دو رکعت نماز پڑھائی' پھر تشریف لے گئے۔

(صحیح البخاری: ٣٨٠-٨٦٠' صحیح مسلم: ٦٥٨' سنن ابوداؤد: ٦١٢' سنن ترمذی: ٢٣٤' مسند احمد ج ٣ ص ١٣١)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کپڑے کے اوپر نماز پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ٤٠٢٠' دارالکتب العلمیہ)

حضرت میمونہ' حضرت ابوسعید' حضرت ام سلیم' حضرت عائشہ' حضرت انس رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کپڑے یا چٹائی پر نماز پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۰۲۵۔ ۴۰۲۴۔ ۴۰۲۳۔ ۴۰۲۲۔ ۴۰۲۱) اور صحابہ کرام میں سے حضرت ابن عمر' حضرت جابر بن عبداللہ' حضرت ابوذر' حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم کپڑے یا چٹائی پر نماز پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۰۳۲۔ ۴۰۳۰۔ ۴۰۲۷۔ ۴۰۲۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

حضرت ابن عباس' عمر بن عبدالعزیز' حضرت علی' حضرت ابوالدرداء اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہم ٹاٹ پر نماز پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۰۴۱۔ ۴۰۳۹۔ ۴۰۳۸۔ ۴۰۳۶۔ ۴۰۳۵)

حضرت انس اور حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چادر پر نماز پڑھی۔ (مصنف: ۴۰۴۳۔ ۴۰۴۲)

حضرت ابوالدرداء نے کہا: اگر میں چھ طنفسہ (چادر' کپڑا یا چٹائی) اوپر تلے رکھ کر بھی نماز پڑھوں تو پرواہ نہیں۔ (مصنف: ۴۰۴۴)

حضرت ابن عباس' ابوائل اور حسن بصری نے طنفسہ پر نماز پڑھی۔ (مصنف: ۴۰۴۹۔ ۴۰۴۶۔ ۴۰۴۵) ان کے علاوہ اور بہت زیادہ آثار ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ' صحابہ کرام اور فقہاء تابعین گھروں اور مسجدوں میں کپڑا یا چٹائی بچھا کر نماز پڑھتے تھے تو کون مانے گا کہ حضرت ابوموسیٰ ایسے عظیم صحابی دارالبرید میں گوبر کے اوپر کوئی کپڑا یا چٹائی بچھائے بغیر نماز پڑھیں گے اور ان احادیث اور آثار کے ہوتے ہوئے حافظ ابن حجر کی اس نقل کو کون تسلیم کرے گا کہ کپڑے یا چٹائی پر نماز پڑھنا بدعت ہے۔

جانوروں کے پیشاب اور گوبر کی طہارت اور نجاست میں مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہے' ان کے پیشاب کی طہارت میں علماء کا اختلاف ہے:

عطاء' نخعی' زہری' ابن سیرین' حکم اور شعبی کا مذہب یہ ہے کہ ان کا پیشاب طاہر ہے' امام مالک' ثوری محمد بن الحسن' زفر' حسن بن صالح' امام احمد اور اسحاق کا یہی مذہب ہے اور امام ابوحنیفہ' امام ابویوسف' امام شافعی اور ابوثور کا یہ مذہب ہے کہ تمام قسم کے پیشاب نجس ہیں۔

امام مالک اور امام احمد وغیرہ کی دلیل یہ ہے کہ حضرت انس کی حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عُرنیین کے لیے اونٹنیوں کے پیشاب اور ان کے دودھ کو پینا جائز قرار دیا تھا' اگر اونٹوں کا پیشاب نجس ہوتا تو آپ انہیں اس کے پینے کی اجازت نہ دیتے' امام ابوحنیفہ اور امام شافعی اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ آپ نے اونٹوں کے پیشاب پینے کی عام اجازت نہیں دی تھی' بلکہ صرف عرنیین کو ان کے خاص مرض کی وجہ سے اجازت دی تھی اور آپ کو وحی کے ذریعہ معلوم تھا کہ ان کا علاج اسی طرح ہو سکتا ہے۔

ابن علیہ اور اہل ظاہر (غیر مقلدین) کا مذہب یہ ہے کہ انسان کے علاوہ ہر حیوان کا پیشاب پاک ہے اور تمام فقہاء نے ان کی مخالفت کی ہے۔ امام ابوحنیفہ' امام ابویوسف' امام محمد اور امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ تمام گوبر نجس ہیں' امام مالک' ثوری اور زفر کا مذہب یہ ہے کہ جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہے' ان کا گوبر ان کے پیشاب کی طرح پاک ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۱ ص ۳۵۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

امام بخاری نے جو تعلیق ذکر کی ہے کہ حضرت ابوموسیٰ نے گوبر کے اوپر نماز پڑھی' اس سے ان کا مقصود اہل ظاہر کی موافقت کرنا ہے کہ ہر جانور کا گوبر پاک ہے۔

گوبر پر نماز پڑھنے کی ممانعت میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد

گوبر پر نماز پڑھنے کی ممانعت میں یہ حدیث صریح ہے:

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سات جگہوں پر نماز پڑھنا جائز نہیں ہے: (۱) بیت اللہ کی چھت پر (۲) مقبرہ میں (۳) گوبر اور لید پر (۴) مذبح میں (۵) حمام میں (۶) اونٹوں کے باڑوں میں (۷) شارع عام میں۔ (سنن ترمذی: ۳۴۷-۳۴۶، سنن ابن ماجہ: ۷۴۷-۷۴۶، مسند احمد ج ۲ ص ۴۵۱)

عام فقہاء نے یہ کہا ہے کہ اگر کسی شخص نے نجس جگہ پر کپڑا بچھا کر نماز پڑھی تو اس کی نماز صحیح ہے اور حضرت ابوموسیٰ کا گوبر پر نماز پڑھنا اسی پر محمول ہے اور اگر بالفرض انہوں نے گوبر پر ہی نماز پڑھی تھی تو یہ صرف ان کا فعل ہے اور کسی کے نزدیک جائز نہیں ہے۔
(شرح ابن بطال ج ۱ ص ۳۵۶، عمدۃ القاری ج ۳ ص ۲۲۵، فتح الباری ج ۱ ص ۷۶۳)

۲۳۳- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَدِمَ أُنَاسٌ مِّنْ عُكْلٍ أَوْ عُرَيْنَةَ، فَاجْتَوَوُا الْمَدِينَةَ، فَأَمَرَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِلِقَاحٍ، وَأَنْ يَشْرَبُوا مِنْ أَبْوَالِهَا وَأَلْبَانِهَا، فَانْطَلَقُوا، فَلَمَّا صَحُّوا، قَتَلُوا رَاعِيَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَاسْتَاقُوا النَّعَمَ، فَجَاءَ الْخَبَرُ فِي أَوَّلِ النَّهَارِ، فَبَعَثَ فِي آثَارِهِمْ، فَلَمَّا ارْتَفَعَ النَّهَارُ جِيءَ بِهِمْ، فَأَمَرَ فَقَطَعَ أَيْدِيَهُمْ وَأَرْجُلَهُمْ، وَسُمِرَتْ أَعْيُنُهُمْ، وَأُلْقُوا فِي الْحَرَّةِ يَسْتَسْقُونَ فَلَا يُسْقَوْنَ. قَالَ أَبُو قِلَابَةَ فَهَؤُلَاءِ سَرَقُوا وَقَتَلُوا، وَكَفَرُوا بَعْدَ إِيمَانِهِمْ، وَحَارَبُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ.

[اطراف الحدیث: ۱۵۰۱-۳۰۱۸-۴۱۹۲-۴۱۹۳-۴۶۱۰-۵۶۸۵-۵۶۸۶-۵۷۲۷-۶۸۰۲-۶۸۰۳-۶۸۰۴-۶۸۰۵]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ابی ایوب از ابی قلابہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ، انہوں نے بیان کیا کہ عکل یا عرینہ سے کچھ لوگ آئے، انہیں مدینہ موافق نہیں آیا تو نبی ﷺ نے یہ حکم دیا کہ وہ دودھ والی اونٹنیوں کے باڑے میں چلے جائیں اور ان کا پیشاب اور دودھ پئیں، پس وہ (اونٹنیوں کے پاس) چلے گئے، پس جب وہ تندرست ہو گئے تو وہ رسول اللہ ﷺ کے چرواہوں کو قتل کر کے اونٹوں کو ہانک کر لے گئے، دن کے ابتدائی حصہ میں یہ خبر آپ کے پاس آئی، آپ نے ان کے پیچھے آدمیوں کو دوڑایا، جب دن چڑھ گیا تو ان کو لایا گیا، آپ نے ان کے ہاتھ اور پیر کاٹنے کا حکم دیا اور ان کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیری گئیں اور ان کو پتھریلی زمین میں ڈال دیا گیا، وہ پانی مانگتے رہے تو ان کو پانی نہیں دیا گیا۔ ابوقلابہ نے کہا: ان لوگوں نے چوری کی اور قتل کیا اور ایمان لانے کے بعد کفر کیا اور اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کی۔

(صحیح مسلم: ۱۶۷۱، الرقم المسلسل: ۴۲۷۴، سنن ابوداؤد: ۴۳۶۴-۴۳۶۵-۴۳۶۶، سنن نسائی: ۴۰۴۹-۴۰۳۱-۳۰۵، سنن کبریٰ للنسائی: ۳۹۵، مسند ابویعلیٰ: ۲۸۱۶، صحیح ابن حبان: ۴۴۷۰، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۴ ص ۱۹۷، سنن بیہقی ج ۳ ص ۷، مسند احمد ج ۳ ص ۱۸۶ طبع قدیم، مسند احمد: ۱۲۹۳۲- ج ۲۰ ص ۲۶۷، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت حدیث کے اس جملہ میں ہے: نبی ﷺ نے یہ حکم دیا کہ یہ اونٹنیوں کا پیشاب اور دودھ پئیں۔

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں، ان سب کا پہلے ذکر ہو چکا ہے۔

''عکل'' یا ''عرینة' حرّة'' اور ''لقاح'' کے معانی

اس حدیث میں ''عکل'' یا ''عرینة'' کا ذکر ہے: ''عکل'' پانچ قبیلوں کا نام ہے انہوں نے بنو تمیم کے ساتھ حلف اٹھایا تھا اور ''عرینة'' سے مراد عرینہ بن عزیز بن نذیر ہے۔ بعض روایات میں ہے: یہ سات افراد تھے اور بعض میں ہے: یہ آٹھ افراد تھے۔

اس حدیث میں ''اجتووا'' کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: کسی شہر کی آب و ہوا کا ناموافق ہونا اور اس کا معنی ہے: پیٹ کی بیماری میں مبتلا ہوا۔

''حرة'' سیاہ پتھروں والی زمین کو ''حرة'' کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مدینہ کے ظاہر میں سیاہ پتھر بہت تھے یزید بن معاویہ کے ایام میں اس جگہ مشہور واقعہ ہوا تھا۔

اس حدیث میں ''لقاح'' کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: اونٹ۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اونٹ تھے جو آپ کا مال غنیمت سے حصہ تھا اور آپ ان اونٹنیوں کا دودھ پیتے تھے ان اونٹ اور اونٹنیوں کو صدقہ کے اونٹوں کے ساتھ رکھا گیا تھا عکل یا عرینہ کے ان افراد کو ان اونٹنیوں کے باڑہ میں بھیج دیا گیا' تا کہ یہ وہاں ان اونٹنیوں کا پیشاب اور دودھ پئیں۔ امام ابن سعد نے ذکر کیا ہے: انہوں نے اونٹنیوں کو ذبح کر دیا تھا۔

ہر جاندار کے پیشاب کا حرام ہونا' ضرورت کے وقت حرام سے علاج' عرنیین کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیرنے اور ان کو پانی نہ دینے کی توجیہ

(۱) اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا تھا کہ ان کو اونٹنیوں کا پیشاب پلایا جائے' اس حدیث سے امام مالک اور امام احمد نے یہ استدلال کیا ہے کہ جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہے' ان کا پیشاب پاک ہے اور ابوداؤد بن علیہ نے کہا کہ آدمی کے سوا ہر حیوان کا پیشاب پاک ہے' خواہ اس کا گوشت نہ کھایا جاتا ہو' اور امام ابوحنیفہ' امام شافعی اور امام ابو یوسف نے کہا کہ ہر پیشاب نجس ہے اور عرنیین کو ان کے مرض کی ضرورت کی وجہ سے اونٹنیوں کا پیشاب پینے کی اجازت دی تھی' جیسے خارش کی وجہ سے آپ نے ریشم پہننے کی اجازت دی ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وحی سے جان لیا تھا کہ ان کی شفاء اسی میں ہے اور حرام چیز سے شفاء طلب کرنا جائز ہے' بہ شرطیکہ اس سے شفاء کے حصول کا یقین ہو' جیسے اضطرار کے وقت مردار کو کھانا اور شدید پیاس کے وقت خمر کو پینا۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو بہ طور دوا پیشاب پینے کا حکم دیا تھا اور ان کے اجسام اس سے تندرست ہو گئے تھے۔

علامہ عینی نے فرمایا: اگر ہمارے زمانہ میں یہ فرض کیا جائے کہ کوئی شخص اپنی قوت علم سے یہ جان لے کہ فلاں مرض کا علاج کسی حرام چیز کو کھانے سے ہو سکتا ہے تو اس کے لیے اس حرام چیز کو کھانا جائز ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۲۳۱) تاہم ہر قسم کا پیشاب نجس اور حرام ہے' کیونکہ حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پیشاب سے بچو کیونکہ عام عذاب قبر اس سے ہوتا ہے۔ (سنن دار قطنی: ۴۵۷)

نیز حضرت ابوہریرہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اکثر عذاب قبر پیشاب کے سبب سے ہوتا ہے۔

(سنن دار قطنی: ۴۵۸' سنن ابن ماجہ: ۳۱۸' مسند احمد ج ۲ ص ۳۸۹۔ ۳۸۸۔ ۳۲۶' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۲۱' المستدرک ج ۱ ص ۱۸۳' سنن بیہقی ج ۲ ص ۴۱۲)

اس حدیث کا عموم اور اطلاق ہر قسم کے پیشاب کو شامل ہے' لہٰذا اس وعید سے بچنے کے لیے ہر قسم کے پیشاب سے احتراز واجب ہے۔

(٢) امام کو چاہیے کہ جو قبائل اور مسافرین اس کی طرف آئیں' ان کی ضروریات اور مصالح میں غور وفکر کرے۔

(٣) اس حدیث میں علاج کرنے کا ثبوت ہے' خواہ حرام چیز سے علاج کرنا پڑے۔

(٤) جب نبی ﷺ کو یہ خبر پہنچی کہ عرنیین آپ کے اونٹوں اور صدقہ کے اونٹوں کے محافظوں کو قتل کر کے اور اونٹوں کو ہنکا کر لے گئے ہیں تو آپ نے ان کے پیچھے ان کو گرفتار کرنے کے لیے لوگوں کو بھیجا' پھر ان پر حدود قائم کی گئیں' اس سے معلوم ہوا کہ صحراء میں حدود قائم کرنا جائز ہے۔

(٥) حدیث میں ہے: اللہ نے اس چیز میں تمہاری شفاء نہیں رکھی' جس کو تم پر حرام کر دیا ہے۔

(سنن بیہقی ج ١٠ص ٥' کنز العمال: ٢٨٣٢٧_٢٨٣١٩' شرح معانی الآثار: ٦٢٨' صحیح ابن حبان: ١٣٩١' المعجم الکبیر: ١٤٧٩_٧٤٩ ج ٢٣' مصنف ابن ابی شیبہ ج ٧ ص ٢٣' المستدرک ج ٤ ص ٢١٨)

پس جب پیشاب حرام ہے تو اس سے شفاء کیسے حاصل ہوئی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حالت اختیار میں اس سے شفا نہیں ہوگی اور حالت اضطرار میں ہوگی اور حالت اضطرار وہ ہے جب حرام چیز کے علاوہ اور کوئی ذریعہ علاج نہ ہو۔

(٦) ان کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیری گئیں اور یہ مثلہ کرنا ہے اور مثلہ کرنا جائز نہیں ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ انہوں نے نبی ﷺ کے چرواہوں کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیری تھیں' اس لیے ان کے ساتھ قصاصاً ایسا کیا گیا۔

(٧) اس پر اجماع ہے کہ جس کو قتل کرنا واجب ہو' اگر وہ پانی مانگے تو اس کو پانی پلا دیا جائے' اور اس حدیث میں ہے کہ وہ پانی مانگ رہے تھے اور ان کو پانی نہیں دیا گیا' اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ وہ اونٹنیوں کے محافظوں کو قتل کر کے اونٹنیاں ہنکا کر لے گئے تھے' اس لیے اس رات نبی ﷺ کے گھر دودھ نہیں پہنچ سکا اور نبی ﷺ کے گھر والے پیاسے رہے اور آپ نے ان کے خلاف یہ دعا کی: اے اللہ! ان کو پیاسا رکھ' جنہوں نے آل محمد کو آج رات پیاسا رکھا۔ (سنن نسائی: ٤٠٣٢)

(عمدۃ القاری ج ٣ ص ٢٢٣_٢٢٠ ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

* یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ٤٢٤٠_ج ٤ ص ٦٣٦ پر ہے' وہاں اس کی بہت تفصیل ہے' اس کے عنوانات حسب ذیل ہیں:
(١) واقعہ عرینہ کی تاریخ (٢) حلال جانوروں کے پیشاب کی نجاست میں مذاہب اور نجس چیزوں سے علاج کا بیان (٣) عرنیین کو آگ کا عذاب دینے اور پانی نہ دینے کی توجیہات (٤) کیا عرنیین کو ان کے جرم سے زیادہ سزا دی گئی (٥) آیت محاربہ کا شان نزول (٦) ڈاکہ کی تعریف (٧) ڈاکہ کا رکن (٨) ڈاکہ کی شرائط (٩) شہر میں ڈاکہ میں مذاہب فقہاء (١٠) ڈاکہ کی سزائیں (١١) مرتد کا اصطلاحی معنی (١٢) مرتد کے حکم میں مذاہب (١٣) مرتدہ کو قتل نہ کیا جائے اور بہت عنوان ہیں۔

٢٣٤- حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُو التَّيَّاحِ يَزِيْدُ بْنُ حُمَيْدٍ عَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ قَبْلَ اَنْ يُبْنَى الْمَسْجِدُ فِيْ مَرَابِضِ الْغَنَمِ. [اطراف الحدیث: ٤٢٨_٤٢٩]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو التیاح یزید بن حمید نے خبر دی' از حضرت انس رضی اللہ عنہ کہ نبی ﷺ مسجد بنائی جانے سے پہلے بکریوں کے باڑہ میں نماز پڑھتے تھے۔

(صحیح مسلم: ۵۲۴' الرقم المسلسل: ۱۱۵۴' سنن ترمذی: ۳۵۰' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۲۰۸۵' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۸۵' صحیح ابن حبان: ۱۳۸۵' شرح السنۃ: ۵۰۱' مسند احمد ج ۳ ص ۱۳۱ طبع قدیم' مسند احمد ج ۱۹ ص ۳۴۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس باب کے عنوان کا ایک جز بکریوں کا باڑہ تھا اور اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھتے تھے اور یہ اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت ہے۔

اس حدیث کے چار رجال ہیں اور ان سب کا پہلے تعارف ہو چکا ہے۔

بکریوں کے قرب میں پاک جگہ پر نماز پڑھنے کی اجازت اور اونٹوں کے قرب میں نماز پڑھنے کی ممانعت

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے کہا: یارسول اللہ! کیا میں بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھوں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! اس نے پوچھا: کیا میں اونٹوں کے بیٹھنے کی جگہ نماز پڑھوں؟ آپ نے فرمایا: نہیں۔ (معرفۃ السنن والآثار ج ۲ ص ۲۵۸' سنن بیہقی ج ۲ ص ۴۴۸)

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم نماز کا وقت پاؤ اور تم بکریوں کے باڑے میں ہو تو وہاں نماز پڑھ لو کیونکہ وہاں سکون اور برکت ہے اور جب تم نماز کا وقت پاؤ اور تم اونٹوں کے حوض کے پاس ہو تو وہاں سے نکل کر نماز پڑھو' کیونکہ اونٹ جن ہیں' جن سے پیدا کیے گئے ہیں' کیا تم نہیں دیکھتے کہ جب وہ بھاگتے ہیں تو کیسے ناک چڑھاتے ہیں (یعنی ان کے مزاج میں شر اور سرکشی ہے' یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ آگ سے پیدا کیے گئے ہیں اور حقیقۃً جن اور شیاطین میں سے ہیں۔ سعیدی غفرلہٗ)۔ (معرفۃ السنن والآثار: ۱۳۹۰' السنن الکبریٰ ج ۲ ص ۴۴۹' کنز العمال: ۱۹۱۷٦)

اس حدیث میں جن سے مراد شیطان ہے' جیسا کہ درج ذیل حدیث میں ہے:

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھو اور اونٹوں کے حوض کے قریب نماز نہ پڑھو کیونکہ وہ شیاطین سے پیدا کیے گئے ہیں۔ (سنن ابن ماجہ: ۷٦۹' سنن نسائی: ۷۳۱' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۹۱۳' مسند احمد ج ۴ ص ۸٦ طبع قدیم' مسند احمد: ۱٦۷۹۹۔ ج ۲۷ ص ۳۵۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھ لو اور اونٹوں کے حوض کے قریب نماز نہ پڑھو۔ (سنن ترمذی: ۳۴۸' مسند احمد ج ۲ ص ۴۵۱)

بکریوں اور اونٹوں کے باڑے میں نماز پڑھنے کے متعلق مذاہب ائمہ اور اونٹوں کو شیطان فرمانے کی توجیہ

علامہ ابوسلیمان حمد بن محمد خطابی المتوفی ۳۸۸ھ ان احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام مالک بن انس' امام احمد بن حنبل اور اسحاق بن راھویہ یہ کہتے ہیں کہ بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھنا مباح ہے اور اونٹوں کے باڑے میں نماز پڑھنا جائز نہیں ہے اور امام احمد یہ کہتے تھے کہ جس جگہ اونٹوں کا پیشاب ہو' وہاں نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے لیکن اونٹوں کے حوض کے پاس یا ان کے بیٹھنے کی جگہ کے پاس نماز پڑھنے سے حدیث میں ممانعت ہے اور ان فقہاء کے نزدیک گایوں کی جگہ میں نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

امام شافعی یہ کہتے تھے کہ جب اونٹوں کے حوض کے پاس یا اس کی سمت میں ان کا پیشاب یا ان کی مینگنیاں نہ ہوں تو وہاں نماز ہو جائے گی' لیکن اپنے اختیار سے میں اس جگہ نماز پڑھنے کو مکروہ قرار دیتا ہوں' ان کے نزدیک بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھنے کا بھی یہی حکم ہے' کیونکہ ان کے نزدیک کسی بھی جانور کے پیشاب' مینگنیوں اور گوبر میں کوئی فرق نہیں ہے اور یہ سب ان کے نزدیک نجس

ہیں۔ (میں کہتا ہوں کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی مذہب ہے۔ سعیدی غفرلہٗ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹوں کے متعلق فرمایا: یہ شیاطین سے ہیں' اس سے آپ کی مراد یہ ہے کہ ان میں توحش اور تنفر ہے اور ان میں شر اور فساد ہے اور بعض اوقات یہ نمازی کی نماز کو فاسد کر دیں گے اور عرب ہر سرکش کو شیطان کہتے ہیں' گویا کہ جب نمازی اونٹوں کے قرب میں نماز پڑھے گا تو وہ اپنی نماز میں ان سے ڈرتا رہے گا کیونکہ وہ نماز میں ان کے شر اور فساد سے مامون نہیں ہوگا اور یہ خطرہ رہے گا کہ وہ بھاگتے ہوئے نمازی کو روند ڈالیں گے اور بکریوں کے پاس نماز پڑھنے میں یہ خطرہ نہیں ہے۔

(معالم السنن مع مختصر المنذری ج ا ص ۲۶۹' دار المعرفۃ بیروت)

حافظ ابن حجر کا کپڑا یا چٹائی بچھا کر نماز پڑھنے کی طرف لوٹ آنا اور بکریوں اور اونٹوں کا فرق بیان کرنا

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھنے کی اجازت سے ان فقہاء نے استدلال کیا ہے' جو بکریوں کے پیشاب اور ان کی مینگنیوں کو پاک کہتے ہیں کیونکہ ان کا باڑہ ان کے پیشاب سے خالی نہیں ہوتا' لیکن اس استدلال میں یہ مناقشہ ہے کہ اس اجازت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ان کی مینگنیوں اور ان کے پیشاب پر بلا حائل نماز پڑھی جائے' بلکہ اس کے اوپر کوئی کپڑا یا چٹائی بچھا کر نماز پڑھی جائے اور حضرت انس اور حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چٹائی پر نماز پڑھی ہے (حدیث سابق کی شرح میں حافظ ابن حجر نے گوبر پر کپڑا بچھانے کا انکار کیا تھا اور کپڑے پر نماز پڑھنے کو بدعت کہا تھا' یہاں پر وہ بھول گئے کہ حدیث سابق کی شرح میں وہ کیا لکھ چکے ہیں۔ سعیدی غفرلہٗ) بکریوں کے قرب میں نماز پڑھنے کی اجازت اور اونٹوں کے قرب میں نماز پڑھنے کی ممانعت کی حافظ ابن حجر نے یہ وجہ بیان کی ہے کہ بکریاں جنت کے جانوروں میں سے ہیں اور اونٹ شیاطین میں سے ہیں۔ (فتح الباری ج ا ص ۶۷۷' دار المعرفۃ بیروت) لیکن یہ صحیح وجہ نہیں ہے' صحیح وجہ وہی ہے' جو علامہ خطابی نے بیان کی ہے کہ بکریوں کے قرب میں نماز پڑھنے سے نمازی کو کوئی گھبراہٹ نہیں ہوگی اور اس کو نماز میں یہ فکر نہیں ہوگی کہ بکری نماز کے دوران کوئی شر اور فساد کرے گی' جب کہ اونٹ کے قرب میں نماز پڑھنے سے یہ خطرہ رہے گا۔

اونٹ کا حقیقت میں شیطان نہ ہونا

میں کہتا ہوں کہ اونٹ کی تخلیق سے اللہ تعالیٰ نے اپنی توحید پر استدلال فرمایا ہے: "اَفَلَا یَنۡظُرُوۡنَ اِلَی الۡاِبِلِ کَیۡفَ خُلِقَتۡ" (الغاشیہ: ۱۷) تو اونٹ حقیقت میں جن اور شیطان کیسے ہوسکتا ہے' جب کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نے بہ کثرت اونٹوں کو رکھا ہے' اونٹوں پر سواری کی ہے اور اونٹنیوں کا دودھ پیا ہے' حج اور عمرہ میں اونٹوں پر سفر کیا جاتا تھا' جہاد کے لیے اونٹوں پر سامان لادا جاتا تھا' اونٹوں کی قربانی ہوتی تھی' ان کو نحر کیا جاتا تھا اور اونٹوں کا گوشت کھایا جاتا تھا' اس لیے صحیح یہی ہے کہ ان کو شیطان فرمانے سے ان کی سرکشی کی طرف اشارہ ہے۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۱۰۷۶۔ ج ۲ ص ۶۴ پر مذکور ہے' وہاں اس حدیث کی شرح نہیں کی گئی۔

٦٧- بَابُ مَا يَقَعُ مِنَ النَّجَاسَاتِ فِي السَّمْنِ وَالْمَاءِ

گھی اور پانی میں نجاستوں کا واقع ہونا

یعنی گھی اور پانی میں اگر کوئی نجس چیز گر جائے تو اس کا کیا شرعی حکم ہے؟ باب سابق کے ساتھ اس باب کی مناسبت یہ ہے کہ باب سابق میں ان جانوروں کے پیشاب کا حکم بیان کیا تھا' جن کا گوشت کھایا جاتا ہے اور پیشاب فی نفسہٖ نجس ہے اور اس باب میں

چوہیا کا ذکر ہے اور وہ فی نفسہ نجس ہے اور خون کا ذکر ہے وہ بھی فی نفسہ نجس ہے امام بخاری فرماتے ہیں:

وَقَالَ الزُّهْرِيُّ لَا بَأْسَ بِالْمَاءِ مَا لَمْ يُغَيِّرْهُ طَعْمٌ أَوْ رِيحٌ أَوْ لَوْنٌ. اور زہری نے کہا: اس وقت تک پانی میں کوئی حرج نہیں ہے جب تک اس کے ذائقہ یا بو یا رنگ کو نجاست متغیر نہ کردے۔

زہری سے مراد محمد بن مسلم بن شہاب زہری فقیہ مدنی ہیں امام بخاری نے جو تعلیق ذکر کی ہے اس کی اصل اس حدیث میں ہے:

فقہاء احناف کے نزدیک قلیل اور کثیر پانی کے طاہر اور نجس ہونے کا معیار

حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پانی کو کوئی چیز نجس نہیں کرتی 'مگر وہ چیز جو اس کی بو اور اس کے ذائقہ اور اس کے رنگ پر غالب آجائے۔ (سنن ابن ماجہ:۵۲۱)

اس سلسلہ میں یہ حدیث بھی ہے:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا: ہم بضاعہ کے کنویں سے وضوء کرتے ہیں یہ وہ کنواں تھا جس میں حیض آلودہ کپڑے ڈالے جاتے تھے اور کتوں کا گوشت اور بدبودار چیزیں۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پانی پاک کرنے والا ہے اسے کوئی چیز نجس نہیں کرتی (اس کنویں کا پانی جاری تھا اور اس سے باغات میں پانی دیا جاتا تھا)۔

(سنن ابوداؤد:٦٩' سنن ترمذی:٦٦' سنن نسائی:٣٢٥' مسند احمد ج ٣ ص ٨٦_٣١)

فقہاء احناف کا مذہب یہ ہے کہ پانی یا جاری ہوگا یا ٹھہرا ہوا ہوگا' اگر پانی جاری ہو تو وہ اس وقت تک نجس نہیں ہوگا جب تک کہ نجاست سے اس کا رنگ' بو اور ذائقہ متغیر نہ ہو جائے اور اگر وہ پانی ٹھہرا ہوا ہو جیسے تالاب یا حوض تو اگر اس کی ایک طرف ہلانے سے دوسری طرف ہل جاتی ہے تو وہ پانی قلیل ہے اور اگر اس کی ایک طرف ہلانے سے دوسری طرف نہیں ہلتی تو وہ پانی کثیر ہے امام محمد نے کہا: اگر میری مسجد کے برابر پانی ہو تو وہ کثیر ہے ورنہ قلیل ہے بعد میں ان کی مسجد کی پیمائش کی گئی تو وہ دردہ تھی یعنی دس ذراع لمبی اور دس ذراع چوڑی (ایک ذراع ڈیڑھ فٹ کا ہے) پس جو پانی کثیر ہے اس میں نجاست کے گرنے سے وہ پانی نجس نہیں ہوگا' تاوقتیکہ نجاست سے اس کا رنگ' بو یا ذائقہ تبدیل ہو جائے اور جو پانی قلیل ہے اس میں ایک قطرہ نجاست بھی گرے تو وہ نجس ہو جائے گا۔ (عمدۃ القاری ج ٣ ص ٢٣٨_٢٤٣ ملخصاً)

اس کے بعد امام بخاری نے دوسری تعلیق ذکر کی:

وَقَالَ حَمَّادٌ لَا بَأْسَ بِرِيشِ الْمَيْتَةِ. اور حماد نے کہا: مردار پرندے کے پر میں کوئی حرج نہیں ہے۔

یہ امام ابن ابی سلیمان حماد ہیں جو امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے استاذ ہیں یہ تعلیق ایک مکمل حدیث کا قطعہ ہے وہ حدیث یہ ہے:

عبدالرزاق از معمر از حماد: مردار کی اُون گرنے سے کوئی حرج نہیں' لیکن اس کو دھویا جائے گا اور مردار کے پر سے کوئی حرج نہیں۔ (مصنف عبدالرزاق:٢٠٦' دارالکتب العلمیہ بیروت' ١٤٢١ھ)

امام شافعی کے نزدیک بال جسم سے الگ ہو جائے تو نجس ہو جاتا ہے' امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کے نزدیک وہ پاک ہے۔

اس کے بعد امام بخاری تیسری تعلیق ذکر کرتے ہیں:

وَقَالَ الزُّهْرِيُّ فِي عِظَامِ الْمَوْتَى' نَحْوَ الْفِيلِ وَغَيْرِهِ. أَدْرَكْتُ نَاسًا مِنْ سَلَفِ الْعُلَمَاءِ' يَمْتَشِطُونَ اور زہری نے مردار مثلاً ہاتھی وغیرہ کی ہڈیوں کے متعلق کہا: میں نے متقدمین علماء کو پایا' وہ اس سے کنگھی کرتے تھے اور اس

بِهَا' وَيَدَّهِنُوْنَ فِيْهَا' لَا يَرَوْنَ بِهٖ بَأْسًا. میں تیل رکھتے تھے اور اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔

مردہ جانور کی ہڈیوں کی طہارت میں مذاہب فقہاء

زہری سے مراد محمد بن مسلم ابن شہاب زہری ہے' اور وغیرہ سے مراد ہاتھی کے علاوہ دوسرے جانور ہیں' جن کا گوشت نہ کھایا جاتا ہو' فقہاء احناف کے نزدیک مردہ جانور کے تمام اجزاء جن میں خون نہیں ہوتا' وہ پاک ہیں مثلاً سینگ' دانت' کھر' اُون اور بال۔ عمر بن عبد العزیز' حسن بصری' امام مالک' امام احمد' المزنی یہ کہتے ہیں کہ بال' اُون اور پر پاک ہیں' موت سے نجس نہیں ہوتے' جیسا کہ ہمارا مذہب ہے اور ہڈی' سینگ' کھر اور دانت نجس ہیں اور امام شافعی کے نزدیک بال کے علاوہ سب نجس ہیں اور اس میں اختلاف ہے' اور ہاتھی کے متعلق ہمارے فقہاء میں اختلاف ہے' امام محمد کے نزدیک وہ نجس العین ہے' حتیٰ کہ اس کی ہڈیوں کو بیچنا جائز نہیں ہے اور اس کی کھال رنگنے سے پاک نہیں ہوتی اور نہ وہ ذبح کرنے سے پاک ہوتی ہے اور امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک وہ باقی درندوں کی طرح ہے' اس کی ہڈیوں سے اور رنگنے کے بعد اس کی کھال سے فائدہ اٹھانا جائز ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۳ ص ۲۳۹۔۲۳۵ ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

اس کے بعد امام بخاری ایک اور تعلیق ذکر کرتے ہیں:

وَقَالَ ابْنُ سِيْرِيْنَ وَإِبْرَاهِيْمُ لَا بَأْسَ بِتِجَارَةِ الْعَاجِ. اور ابن سیرین اور ابراہیم نے کہا: ہاتھی کے دانت کی تجارت میں کوئی حرج نہیں ہے۔

یہ تعلیق ''مصنف عبد الرزاق'' سے لی گئی ہے' وہاں اس طرح مذکور ہے:

عبد الرزاق از ثوری از ہشام از ابن سیرین' وہ ہاتھی کے دانت کی تجارت میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔

(مصنف عبد الرزاق: ۲۱۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۲۳۵- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ' عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُوْدٍ' عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ' عَنْ مَيْمُوْنَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ عَنْ فَأْرَةٍ سَقَطَتْ فِيْ سَمْنٍ' فَقَالَ أَلْقُوْهَا وَمَا حَوْلَهَا فَاطْرَحُوْهُ' وَكُلُوْا سَمْنَكُمْ.

[اطراف الحدیث: ۲۳۶۔۵۵۳۸۔۵۵۳۹۔۵۵۴۰]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما از حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس چوہیا کے متعلق پوچھا گیا' جو گھی میں گر جائے' آپ نے فرمایا: اس چوہیا کو نکال کر پھینک دو اور جو اس کے ارد گرد گھی ہے' اس کو بھی پھینک دو اور اپنا گھی کھا لو۔

(سنن ابوداؤد: ۳۸۴۱' سنن ترمذی: ۱۷۹۸' سنن نسائی: ۴۲۶۵' مصنف عبد الرزاق: ۲۷۹' مسند الحمیدی: ۳۱۲' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۸ ص ۲۸۰' السنن الکبریٰ للنسائی: ۴۵۸۴' سنن دارمی: ۷۳۸' الآحاد والمثانی: ۳۰۹۹' المنتقیٰ: ۸۷۲' مسند ابویعلیٰ: ۷۰۷۸' صحیح ابن حبان: ۱۳۹۲' المعجم الکبیر: ۱۰۴۳۔ ج ۲۳' سنن بیہقی ج ۹ ص ۳۵۳' معرفۃ السنن والآثار: ۱۹۳۵۸' مسند احمد ج ۶ ص ۳۲۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۶۷۹۶۔ ج ۴۴ ص ۳۰۹' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت حدیث کے اس جملہ میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس چوہیا کے متعلق پوچھا گیا' جو گھی میں گر جائے۔

اس حدیث کے چھ رجال ہیں' ان سب کا تعارف ہو چکا ہے۔

جمے ہوئے گھی اور پگھلے ہوئے گھی کا فرق

اس حدیث میں مذکور ہے: چوہیا گھی میں گر جائے اور دوسری روایت میں ہے: وہ گھی میں گر کر مر جائے۔ (صحیح البخاری:٥٥٣٩) اور ''سنن نسائی'' میں ہے: وہ جامد گھی میں گر کر مر جائے۔ (سنن نسائی:٤٢٦٥) اس صورت میں اس کے اردگرد گھی کو نکال کر پھینکنا ہوگا اور اگر وہ گھی مائع ہو تو اس صورت میں اس سارے گھی کو نکال کر پھینکنا ہوگا۔

شہد اور شیرہ بھی اسی قیاس پر ہے' اور جو گھی مائع ہو تو جمہور کا مذہب یہ ہے کہ وہ تمام گھی نجس ہوگا' قلیل ہو یا کثیر ہو اور ایک قوم کا شاذ قول یہ ہے کہ پگھلا ہوا گھی پانی کی طرح ہے' لیکن یہ غیر معتبر قول ہے۔ (عمدۃ القاری ج ٣ ص ٢٤١' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

اعلیٰ حضرت کے نزدیک ناپاک گھی کو پاک کرنے کے تین طریقے

مسئلہ: از موضع بھوٹا بھوٹی بسوٹو لانڈ ملک افریقہ' مرسلہ حاجی اسماعیل میاں صاحب صدیقی حنفی قادری ابن امیر میاں' ٢٣ صفر ١٣٣٦ھ

گھی گرم تھا' اُس میں مرغی کا بچہ گرا اور فوراً مر گیا' یہ گھی کھانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: گھی ناپاک ہو گیا' بے پاک کیے اُس کا کھانا حرام ہے۔ پاک کرنے کے تین طریقے ہیں: ایک یہ کہ اُتنا ہی پانی اُس میں ملا کر جنبش دیتے رہیں یہاں تک کہ سب گھی اوپر آ جائے' اُسے اتار لیں اور دوسرا پانی اُسی قدر ملا کر یونہی کریں' پھر اتار کر تیسرے پانی سے اسی طرح دھوئیں اور اگر گھی سرد ہو کر جم گیا ہو تو تینوں بار اُس کے برابر پانی ملا کر جوش دیں' یہاں تک کہ گھی اوپر آ جائے' اُتار لیں۔ اقول: جوش دینے کی پہلی ہی بار حاجت ہے' پھر تو گھی رقیق ہو جائے گا اور پانی ملا کر جنبش دینا کفایت کرے گا۔ ''ردالمحتار'' میں ہے:

دوم: ناپاک گھی جس برتن میں ہے' اگر جمنے کی طرف مائل ہو گیا ہو' آگ پر پگھلا لیں اور ویسا ہی پگھلا ہوا پاک گھی' اُس برتن میں ڈالتے جائیں' یہاں تک کہ گھی سے بھر کر اُبل جائے' سب گھی پاک ہو جائے گا۔ ''جامع الرموز'' میں ہے: ''**المائع كالماء والدبس وغيرهما طهارته باجرائه مع جنسه مختلطا به**''۔

سوم: دوسرا گھی پاک لیں اور مثلاً تخت پر بیٹھ کر نیچے ایک خالی برتن رکھیں اور پرنالے کی مثل کسی چیز میں وہ پاک گھی ڈالیں' اس کے بعد یہ ناپاک گھی اُسی پرنالے میں ڈالیں' یوں کہ دونوں کی دھاریں ایک ہو کر پرنالے سے برتن میں گریں' اسی طرح پاک و ناپاک دونوں گھی ملا کر ڈالیں' یہاں تک کہ سب ناپاک گھی پاک گھی سے ایک دھار ہو کر برتن میں پہنچ جائے' سب پاک ہو گیا۔ ''خزانہ'' میں ہے: ''**اناء ان ماء احدهما طاهر والاخر نجس فصبا من مكان عال فاختلطا في الهواء ثم نزلا طهر كله**'' پہلے طریقہ میں پانی سے گھی کو تین بار دھونے میں گھی خراب ہونے کا اندیشہ ہے اور دوسرے طریقہ میں اُبل کر تھوڑا گھی ضائع جائے گا۔ تیسرا طریقہ بالکل صاف ہے' مگر اس میں احتیاط بہت درکار ہے کہ برتن میں ناپاک گھی کی کوئی بوند نہ پاک سے پہلے پہنچے نہ بعد کو گرے' نہ پرنالے میں بہاتے وقت اس کی کوئی چھینٹ اُڑ کر پاک گھی سے جدا برتن میں' ورنہ جتنا برتن میں پہنچایا' اب پہنچے گا' سب ناپاک ہو جائے گا۔ واللہ اعلم (فتاویٰ رضویہ ج ٢ ص ١٣٤۔١٣٣' دار العلوم امجدیہ' مکتبہ رضویہ' کراچی)

٢٣٦- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا مَعْنٌ قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُوْدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معن نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے حدیث بیان کی از ابن شہاب

مَيْمُوْنَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ عَنْ فَارَةٍ سَقَطَتْ فِيْ سَمْنٍ، فَقَالَ خُذُوْهَا وَمَا حَوْلَهَا فَاطْرَحُوْهُ. قَالَ مَعْنٌ حَدَّثَنَا مَالِكٌ مَا لَا اُحْصِيْهِ، يَقُوْلُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ مَيْمُوْنَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ.

از عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما از حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس چوہیا کے متعلق سوال کیا گیا' جو گھی میں گر گئی' آپ نے فرمایا: اس چوہیا کو اور اس کے گرد گھی کو نکال کر پھینک دو۔ معن نے کہا: ہمیں امام مالک نے ان گنت مرتبہ یہ حدیث بیان کی از حضرت ابن عباس از حضرت میمونہ رضی اللہ عنہم۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح' صحیح البخاری: ٢٣٥ میں مطالعہ فرمائیں۔

٢٣٧- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ قَالَ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ هَمَّامِ ابْنِ مُنَبِّهٍ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُلُّ كَلْمٍ يُكْلَمُهُ الْمُسْلِمُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، يَكُوْنُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَهَيْئَتِهَا، اِذْ طُعِنَتْ، تَفَجَّرُ دَمًا، اَللَّوْنُ لَوْنُ الدَّمِ، وَالْعَرْفُ عَرْفُ الْمِسْكِ. [اطراف الحدیث: ٢٨٠٣-٥٥٣٣]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ بن المبارک نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از ھمام بن منبہ از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: ہر وہ زخم جو مسلمان کو اللہ کی راہ میں لگتا ہے' قیامت کے دن اسی حالت میں ہوگا' جس حالت میں وہ زخم کھایا تھا' اس سے خون بہ رہا ہوگا' رنگ خون کا ہوگا اور اس سے مشک کی خوشبو آ رہی ہوگی۔

(صحیح مسلم: ١٨٧٦' الرقم المسلسل: ٤٧٧٩' سنن نسائی: ٣١٤٧' مسند الحمیدی: ١٠٩٢' سنن سعید بن منصور: ٢٥٧١' سنن بیہقی ج ٩ ص ١٦٤' معرفۃ السنن والآثار: ٢٠٩٩' صحیح ابن حبان: ٤٦٥٢' شرح السنۃ: ٢٦١٣' مسند احمد ج ٢ ص ٢٤٢ طبع قدیم' مسند احمد ج ١٢ ص ٤٥٠' موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مناسبت بہت بعید ہے' اس کی تقریر یہ ہے کہ اس حدیث میں مشک کا ذکر ہے اور مشک کی اصل وہ خون ہے' جو ہرن کی ناف میں سے گر جاتا ہے' اور چونکہ وہ خون ہے' اس لیے اس کو نجس ہونا چاہیے' جیسا کہ باقی خون بھی نجس ہوتے ہیں' لیکن چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مشک کی مدح فرمائی ہے' اس لیے وہ طاہر ہے' جیسا کہ ہاتھی کی ہڈیوں کی طہارت آثار سے بیان کی گئی ہے اور باب کے عنوان میں نجاستوں کا ذکر ہے۔ باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کے بُعد کی وجہ یہ ہے کہ اس حدیث میں شہید کی فضیلت کا بیان ہے اور اس میں آخرت کے حکم کا بیان ہے اور پانی کے طاہر یا نجس ہونے کا تعلق دنیا کے حکم سے ہے' سو بہ ظاہر اس حدیث کی ابوابِ سابقہ کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں ہے' ماسوا اس بعید مناسبت کے جس کو ہم نے بیان کیا ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(١) احمد بن محمد بن ابی موسیٰ المروزی المعروف بمردویہ' حاکم ابو عبد اللہ' الکلاباذی اور امام ابو نصر نے ان کا نام اسی طرح لکھا ہے اور امام الدارقطنی نے کہا: ان کا نام احمد بن محمد بن عدی ہے اور یہ شبویہ کے نام سے معروف ہیں۔ یہ ٢٣٥ھ میں فوت ہو گئے تھے' امام ترمذی اور امام نسائی نے ان سے احادیث روایت کی ہیں (٢) عبد اللہ بن المبارک (٣) معمر بن راشد (٤) ھمام بن المنبہ (٥) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ٣ ص ٢٤٥)

شہید کے خون کے مشک کی طرح خوشبودار ہونے کے فوائد

قیامت کے دن شہید اپنے زخم کے ساتھ اسی حالت میں آئے گا' جس حالت میں اس کو زخم لگا تھا' تاکہ اس کا بہتا ہوا خون شہید کی فضیلت پر گواہی دے اور ظالم کے ظلم پر گواہی دے اور اس سے قیامت کے دن اہل محشر کے سامنے شہید کی فضیلت ظاہر ہوگی' اسی

وجہ سے شہید کے خون کو دھویا نہیں جاتا اور نہ شہید کو غسل دیا جاتا ہے اور اس میں اس زخم کی فضیلت ہے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں لگتا ہے۔

اس حدیث میں فرمایا ہے: اس کے خون کا رنگ خون کی طرح ہوگا اور اس سے مشک کی خوشبو آ رہی ہوگی' اس کا معنی یہ ہے کہ وہ خون نجس نہیں ہوگا اور اس کو مشک کے مشابہ فرمایا ہے' وہ حقیقت میں مشک نہیں ہوگا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو مشک بنا دے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے' جس طرح اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بنو آدم کے نیک اعمال کو حسین اجسام میں اور بُرے اعمال کو قبیح اجسام میں منتقل کر دے گا تا کہ میزان میں ان کا وزن کیا جا سکے اور نیک اعمال حسین اجسام میں متشکل ہو کر قبر میں مؤمن کا دل بہلائیں گے اور بُرے اعمال قبیح اجسام میں متشکل ہو کر کافر کو ڈرائیں گے۔

* اس باب کی حدیث شرح صحیح مسلم: ٤٧٤٧۔ ج ٥ ص ١٨١ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

٦٨- بَابُ الْبَوْلِ فِي الْمَاءِ الدَّائِمِ — ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ جو پانی ٹھہرا ہوا ہو اور جاری نہ ہو' اس میں پیشاب کرنے کا کیا حکم ہے؟ اس سے پہلے باب میں یہ بیان کیا تھا کہ جس گھی یا جس پانی میں نجاست گر جائے' اس کا کیا حکم ہے؟ اور اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ جس ٹھہرے ہوئے پانی میں کوئی شخص پیشاب کر دے' اس کا کیا حکم ہے؟ اور پیشاب بھی نجس ہے' اس طرح یہ باب' بابِ سابق کے متناسب ہے۔

٢٣٨- **حَدَّثَنَا** أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ قَالَ أَخْبَرَنَا أَبُو الزِّنَادِ أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ هُرْمُزَ الْأَعْرَجَ حَدَّثَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ نَحْنُ الْاٰخِرُوْنَ السَّابِقُوْنَ. [اطراف الحدیث: ٨٧٦۔ ٨٩٦۔ ٢٩٥٦۔ ٣٤٨٦۔ ٦٦٢٤۔ ٦٨٨٧۔ ٧٠٣٦۔ ٧٤٩٥]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوالزناد نے خبر دی کہ عبدالرحمٰن بن ہرمز الاعرج نے ان کو حدیث بیان کی کہ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا' انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ ہم (دنیا میں) مؤخر کیے گئے ہیں' (آخرت میں) مقدم کیے جائیں گے۔

٢٣٩- **وَبِإِسْنَادِهِ** قَالَ لَا يَبُوْلَنَّ أَحَدُكُمْ فِي الْمَاءِ الدَّائِمِ الَّذِيْ لَا يَجْرِيْ ثُمَّ يَغْتَسِلُ فِيْهِ.

اور اسی سند کے ساتھ آپ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص ٹھہرے ہوئے پانی میں جو جاری نہ ہو' ہرگز پیشاب نہ کرے' پھر اس پانی میں غسل کرے۔

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں اور ان سب کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

یہ دونوں مستقل حدیثیں ہیں اور دوسری حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت بالکل ظاہر ہے' البتہ پہلی حدیث کو جو مقدم کیا ہے' اس کی حکمت میں اختلاف ہے' علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کو اور اس کے بعد والی حدیث کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک ساتھ سنا ہو' اس لیے انہوں نے ان دونوں حدیثوں کو ایک ساتھ بیان کر دیا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ھمام بن منبہ نے حضرت ابوہریرہ سے ان دونوں حدیثوں کو ایک ساتھ سنا ہو اور انہوں نے ان دونوں حدیثوں کو ایک ساتھ روایت کر دیا' ورنہ اس پہلی حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ کوئی مطابقت ظاہر نہیں ہے۔

کثیر پانی کے لیے قلتین معیار نہیں ہے اور دیگر فوائد

فقہاء احناف نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ جو بہت بڑا تالاب ہو' جب اس میں نجاست گر جائے تو اس سے وضوء

کرنا جائز نہیں ہے اس میں پانی کم ہو یا زیادہ' اور یہ حدیث اس پر بھی دلالت کرتی ہے کہ قلتین (دو گھڑے پانی) حامل نجاست ہوتے ہیں' کیونکہ یہ حدیث مطلق ہے اور اپنے اطلاق سے قلیل اور کثیر کو شامل ہے۔

یہ حدیث عام ہے' اس لیے اس کی بہت کثیر پانی سے تخصیص کرنا واجب ہے' جس کے ایک کنارے کو ہلایا جائے تو دوسرے کنارے کا پانی نہیں ہلتا' اس کی تخصیص ان عمومی دلائل سے کی جائے گی کہ جب تک نجاست پانی کے رنگ' بو اور مزے کو متغیر نہ کردے اس وقت تک وہ پاک کرنے والے وصف پر قائم رہے گا۔

اس حدیث میں ایسے پانی سے غسل جنابت کرنے سے منع فرمایا ہے اور اس ممانعت میں غسل کی دیگر اقسام بھی شامل ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۳ ص ۲۵۲۔۲۵۰ ملخصاً ۱۴۲۱ھ)

٦٩- بَابٌ اِذَا اُلْقِیَ عَلٰی ظَهْرِ الْمُصَلِّیْ قَذَرٌ اَوْ جِیْفَةٌ لَمْ تَفْسُدْ عَلَیْهِ صَلٰوتُهٗ

جب نمازی کی پشت پر کوئی گندگی ڈال دی جائے یا مردار ڈال دیا جائے تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب کوئی شخص نماز پڑھ رہا ہو اور حالت نماز میں کوئی دوسرا شخص اس پر نجاست ڈال دے تو اس نمازی کی نماز فاسد نہیں ہوگی' باب سابق کے ساتھ مناسبت اس طرح ہے کہ پہلے باب میں پانی میں نجاست واقع ہونے کا ذکر تھا اور اس باب میں نمازی کے اوپر نجاست واقع ہونے کا ذکر ہے۔ اس کے بعد امام بخاری نے یہ تعلیق ذکر کی ہے:

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ اِذَا رَاٰى فِیْ ثَوْبِهٖ دَمًا' وَهُوَ يُصَلِّیْ' وَضَعَهٗ وَمَضٰى فِیْ صَلٰوتِهٖ.

اور حضرت ابن عمر جب حالت نماز میں اپنے کپڑے پر خون دیکھتے تو اس کو اتار دیتے اور اپنی نماز جاری رکھتے۔

یہ اثر اس باب کے عنوان کے مطابق نہیں ہے' کیونکہ باب کا عنوان یہ ہے کہ جب نمازی کے اوپر کوئی نجاست ڈال دی جائے تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی اور حضرت ابن عمر جب اپنے کپڑے پر خون دیکھتے تو اس کو اتار دیتے یعنی ان کے نزدیک وہ خون آلودہ کپڑا مفسد نماز تھا اور اس پر دلیل یہ مفصل اثر ہے:

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر جب نماز میں ہوتے' پھر وہ اپنے کپڑے پر خون کو دیکھتے تو اگر وہ اس کپڑے کو اتار سکتے تو اتار دیتے اور اگر وہ اس کو اتار نہ سکتے تو نماز سے نکل جاتے' پس اس کپڑے کو دھوتے' پھر آ کر اسی نماز پر بناء کر کے بقیہ نماز پڑھتے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۸۵۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

اس سے معلوم ہوا کہ جب نمازی کو نماز میں وقوع نجاست کا علم ہو جائے تو اس کی نماز ٹوٹ جاتی ہے اور یہ اس باب کے عنوان کے خلاف ہے' اس کے بعد امام بخاری دوسری تعلیق ذکر کرتے ہیں:

وَقَالَ ابْنُ الْمُسَيَّبِ وَالشَّعْبِیُّ اِذَا صَلّٰى وَفِیْ ثَوْبِهٖ دَمٌ اَوْ جَنَابَةٌ' اَوْ لِغَيْرِ الْقِبْلَةِ' اَوْ تَيَمَّمَ وَصَلّٰى ثُمَّ اَدْرَكَ الْمَاءَ فِیْ وَقْتِهٖ' لَا يُعِيْدُ.

اور ابن المسیب اور الشعبی نے کہا: جب کوئی شخص نماز پڑھے اور اس کے کپڑے میں خون ہو یا جنابت (منی) ہو یا وہ غیر قبلہ کی طرف نماز پڑھ رہا ہو یا اس نے تیمم کر کے نماز پڑھی' پھر اس کو نماز کے وقت میں پانی مل گیا تو وہ نماز نہیں دہرائے گا۔

علامہ ابوالحسن علی بن خلف مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

جس شخص نے نجس کپڑے کے ساتھ نماز پڑھی' پھر نماز کے بعد اس کو علم ہوا تو اس کے متعلق اختلاف ہے' حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم اور عطاء' ابن المسیب' سالم' شعبی' نخعی' مجاہد' طاؤس اور زہری یہ کہتے ہیں کہ اس پر اعادہ نہیں ہے اور یہی اوزاعی' ابوثور اور اسحاق کا قول ہے اور ربیعہ اور امام مالک نے کہا: وہ نماز کو نماز کے وقت میں دہرائے گا اور امام شافعی اور امام احمد نے

کہا: وہ نماز کو ہمیشہ دہرائے گا (خواہ نماز کے وقت میں یا اس کے بعد) اور جس نے عمداً نجاست کے ساتھ نماز پڑھی تو وہ امام مالک اور اکثر علماء کے نزدیک ہمیشہ نماز کو دہرائے گا' کیونکہ اس نے نماز کا استخفاف کیا ہے۔

(شرح ابن بطال ج ١ ص ٣٦٤-٣٦٣' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٦ھ)

میں کہتا ہوں کہ صحیح یہی ہے کہ امام بخاری نے جتنی صورتیں ذکر کی ہیں' ان تمام صورتوں میں وہ نماز کو دہرائے گا' ماسوا اس کے کہ وہ اس نے اجتہاد سے غیر قبلہ کی طرف نماز پڑھی یا تیمم کر کے نماز پڑھی اور نماز میں اس کو پانی نظر نہیں آیا۔

٢٤٠- حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ اَخْبَرَنِیْ اَبِیْ' عَنْ شُعْبَةَ' عَنْ اَبِیْ اِسْحَاقَ' عَنْ عَمْرِو بْنِ مَیْمُوْنٍ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ بَیْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ سَاجِدٌ (ح). قَالَ وَحَدَّثَنِیْ اَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ قَالَ حَدَّثَنَا شُرَیْحُ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِیْمُ بْنُ یُوْسُفَ' عَنْ اَبِیْهِ' عَنْ اَبِیْ اِسْحَاقَ قَالَ حَدَّثَنِیْ عَمْرُو بْنُ مَیْمُوْنٍ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مَسْعُوْدٍ حَدَّثَهٗ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَانَ یُصَلِّیْ عِنْدَ الْبَیْتِ' وَاَبُوْ جَهْلٍ وَاَصْحَابٌ لَّهٗ جُلُوْسٌ' اِذْ قَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ اَیُّكُمْ یَجِیْءُ بِسَلَا جَزُوْرِ بَنِیْ فُلَانٍ' فَیَضَعُهٗ عَلٰی ظَهْرِ مُحَمَّدٍ اِذَا سَجَدَ؟ فَانْبَعَثَ اَشْقَی الْقَوْمِ فَجَاءَ بِهٖ' فَنَظَرَ حَتّٰی اِذَا سَجَدَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ' وَضَعَهٗ عَلٰی ظَهْرِهٖ بَیْنَ كَتِفَیْهِ' وَاَنَا اَنْظُرُ لَا اُغْنِیْ شَیْئًا' لَوْ كَانَ لِیْ مَنْعَةٌ' قَالَ فَجَعَلُوْا یَضْحَكُوْنَ وَیُحِیْلُ بَعْضُهُمْ عَلٰی بَعْضٍ' وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ سَاجِدٌ لَا یَرْفَعُ رَاْسَهٗ' حَتّٰی جَاءَتْهُ فَاطِمَةُ' فَطَرَحَتْ عَنْ ظَهْرِهٖ' فَرَفَعَ رَاْسَهٗ ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُمَّ عَلَیْكَ بِقُرَیْشٍ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ' فَشَقَّ عَلَیْهِمْ اِذْ دَعَا عَلَیْهِمْ' قَالَ وَكَانُوْا یَرَوْنَ اَنَّ الدَّعْوَةَ فِیْ ذٰلِكَ الْبَلَدِ مُسْتَجَابَةٌ' ثُمَّ سَمّٰی اَللّٰهُمَّ عَلَیْكَ بِاَبِیْ جَهْلٍ' وَعَلَیْكَ بِعُتْبَةَ بْنِ رَبِیْعَةَ' وَشَیْبَةَ بْنِ رَبِیْعَةَ' وَالْوَلِیْدِ بْنِ عُتْبَةَ' وَاُمَیَّةَ بْنِ خَلَفٍ' وَعُقْبَةَ بْنِ اَبِیْ مُعَیْطٍ. وَعَدَّ السَّابِعَ فَلَمْ نَحْفَظْهُ' قَالَ فَوَ الَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَقَدْ رَاَیْتُ الَّذِیْنَ عَدَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے خبر دی از شعبہ از ابی اسحاق از عمرو بن میمون از حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ' انہوں نے کہا: جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں تھے' ح (امام بخاری دوسری سند کی طرف متحول ہوئے) اور کہا: مجھے احمد بن عثمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شریح بن مسلمہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن یوسف نے حدیث بیان کی' از والد خود از ابی اسحاق' انہوں نے کہا: مجھے عمرو بن میمون نے حدیث بیان کی کہ حضرت عبداللہ بن مسعود نے ان کو حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب بیت اللہ کے پاس نماز پڑھ رہے تھے اور ابوجہل اور اس کے اصحاب وہاں بیٹھے ہوئے تھے' اس وقت انہوں نے ایک دوسرے سے کہا: تم میں سے کون ایسا کر سکتا ہے کہ بنو فلاں کے ہاں جو اونٹنی ذبح ہوئی ہے' اس کے بچہ دان کو لے کر آئے اور جب (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سجدہ کریں تو وہ ان کی پشت پر رکھ دے؟ تو قوم کا سب سے بدبخت شخص اٹھا' وہ اس بچہ دان کو لے کر آیا' پھر وہ انتظار کرتا رہا' حتیٰ کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ کیا تو اس نے اس بچہ دان کو آپ کی پشت کے اوپر آپ کے کندھوں کے درمیان رکھ دیا اور میں یہ منظر دیکھ رہا تھا اور آپ سے کسی چیز کو دور نہیں کر سکتا تھا' کاش! میرے مددگار ہوتے' حضرت ابن مسعود نے کہا: مشرکین ہنس رہے تھے اور ایک دوسرے کی طرف اس کام کی نسبت کر رہے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں تھے' اپنا سر نہیں اٹھا رہے تھے' حتیٰ کہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں' پس انہوں نے اس بچہ دان کو آپ کی پشت سے اٹھا کر پھینک دیا' پھر آپ نے اپنا سر اقدس اٹھایا' پھر آپ نے تین مرتبہ ان کے خلاف دعا کی: اے اللہ! قریش

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَرْعٰى فِي الْقَلِيْبِ قَلِيْبِ بَدْرٍ.

[اطراف الحدیث: ٥٢٠ـ ٢٩٣٤ـ ٣١٨٥ـ ٣٨٥٤ـ ٣٩٦٠]

(صحیح مسلم: ١٧٩٤ الرقم المسلسل: ٤٥٦٨ السنن الکبریٰ للنسائی: ٨٦٦٩ سنن نسائی: ٣٠٦ صحیح ابن خزیمہ: ٧٨٥ صحیح ابن حبان: ٦٥٧٠ مسند ابوداؤد الطیالسی: ٣٢٥ دلائل النبوۃ للبیہقی ج ٢ ص ٢٧٨ مصنف ابن ابی شیبہ ج ١٤ ص ٢٩٨ مسند ابویعلیٰ: ٥٣١٢ مسند البزار: ٢٣٩٨ دلائل النبوۃ لابی نعیم ج ١ ص ٣٥٠ـ ٣٤٩ مسند احمد ج ١ ص ٣٩٣ طبع قدیم مسند احمد: ٣٧٢٢ـ ج ٦ ص ٢٦٥ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

کو پکڑ لے۔ ان پر یہ دعا ناگوار گزری' راوی کا بیان ہے: وہ جانتے تھے کہ اس شہر میں دعا قبول ہوتی ہے' پھر آپ نے نام لے کر ان کے خلاف دعا کی: اے اللہ! ابوجہل کو پکڑ لے' عتبہ بن ربیعہ اور ولید بن عتبہ اور امیہ بن خلف اور عقبہ بن ابی معیط کو پکڑ لے اور آپ نے ساتویں کا بھی نام لیا' جس کو راوی نے یاد نہیں رکھا' حضرت ابن مسعود نے کہا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جن کا نام لے لے کر ان کے خلاف دعا کی تھی' میں نے ان سب کو دیکھا' وہ بدر کے کنویں میں اوندھے منہ گرے ہوئے تھے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

اس حدیث کے دس رجال ہیں' ان میں سے نو کا پہلے تعارف ہو چکا ہے۔ دسویں راوی عمرو بن میمون الاودی الکوفی ہیں' انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا زمانہ پایا اور آپ سے ملاقات نہیں کی' انہوں نے سو حج اور ایک عمرہ کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے عمال کو صدقہ ادا کیا' یہی وہ شخص ہیں جنہوں نے زمانۂ جاہلیت میں ایک بندر کو زنا کرتے ہوئے دیکھا' پھر سب بندروں نے مل کر اس کو رجم کر دیا۔ یہ ٧٥ھ میں فوت ہو گئے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ٣ ص ٢٥٥ـ ٢٥٤)

''سَلٰی'' کے معنی کی تحقیق اور اس کے معنی میں شیخ تقی عثمانی کی غلطی

اس حدیث میں ''سلا جزور'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: اونٹنی کا بچہ دان' یعنی وہ کھال جس میں اونٹنی کا بچہ لپٹا ہوا ہوتا ہے۔

علامہ جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور افریقی متوفی ٧١١ھ ''سلا'' کے معنی میں لکھتے ہیں:

''سلی'' اس باریک کھال کو کہتے ہیں' جس میں بچہ لپٹا ہوا اپنی ماں کے پیٹ سے نکلتا ہے۔

(لسان العرب ج ٧ ص ٢٢٨ دار صادر بیروت الطبعۃ الثانیۃ ٢٠٠٣ء)

مجد الدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی متوفی ٨١٧ھ نے لکھا ہے:

''السلی'' وہ کھال ہے جس میں انسانوں اور مویشیوں کا بچہ ہوتا ہے۔ (القاموس: ١٢٩٦ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ١٤٢٤ھ)

علامہ ابن بطال متوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں: ابوعبید نے کہا: ''السلا'' وہ کھال ہے' جس میں بچہ ہوتا ہے۔

(شرح ابن بطال ج ١ ص ٣٦٤)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ٦٧٦ھ لکھتے ہیں: ''السلا'' وہ لفافہ ہے' جس میں اونٹنی' تمام حیوانوں اور آدمیہ کا بچہ ہوتا ہے۔

(صحیح مسلم بشرح النووی ج ٨ ص ٤٩٨٩ مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ ج ٨ ص ٤٩٨٩)

علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ نے لکھا ہے: یہ وہ کھال ہے' جس میں بچہ ہوتا ہے۔ اصمعی نے کہا: مویشیوں اور انسانوں کا بچہ اس کھال میں ہوتا ہے۔ الجوہری نے کہا: یہ باریک کھال ہوتی ہے' جس میں بچہ ہوتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ٣ ص ٢٥٥)

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ نے لکھا ہے: جانوروں کا بچہ جس کھال میں ہوتا ہے' اس کو ''السلی'' کہتے ہیں اور آدمیوں کا بچہ جس کھال میں ہو' اس کو ''مُشیمَہ'' کہتے ہیں۔ (فتح الباری ج ١ ص ٣٧٣ دار المعرفۃ بیروت)

شیخ انور شاہ کشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ لکھتے ہیں:

''سلا'' بچہ دان اور اس کا ترجمہ اوجھڑی غلط ہے۔ (فیض الباری ج ۱ ص ۳۲۸ مطبعہ حجازی قاہرہ ۱۳۵۷ھ)

دیوبندی شارح سید احمد رضا بجنوری لکھتے ہیں: ''سلا'' حضرت شاہ صاحب نے فرمایا کہ اس کا ترجمہ اوجھڑی درست نہیں' صحیح ترجمہ بچہ دان ہے۔ (انوار الباری ج ۸ ص ۱۴۶' ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

اردو کے سیرت نگاروں اور اُردو مترجمین نے ''سلا'' کا معنی اوجھڑی لکھا ہے' جو بہرحال غلط ہے کیونکہ یہ معنی تمام لغات کی تصریحات اور تمام شروحات کے خلاف ہے' شیخ تقی عثمانی نے بھی اس کا معنی اور ترجمہ غلط لکھا ہے' وہ لکھتے ہیں:

''سلی'' اوجھڑی کو کہتے ہیں' جو کسی جانور کے پیٹ سے نکلتی ہے۔ (انعام الباری ج ۲ ص ۳۹۲' مکتبۃ الحراء' کراچی)

اس حدیث میں مذکور بعض معین اشخاص کے اسماء کا تعارف

اس حدیث میں بعض معین اشخاص کا ذکر ہے' جن کا مختصر تعارف حسب ذیل ہے:

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا

حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحب زادی ہیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوۂ احد کے بعد ان کا نکاح حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے کر دیا تھا' اس وقت ان کی عمر پندرہ سال پانچ ماہ تھی' انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ۱۸ احادیث روایت کی ہیں' صحیحین میں ان کی ایک حدیث ہے' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ام المؤمنین سے روایت ہے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے چھ ماہ بعد فوت ہو گئی تھیں' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو غسل دیا اور ان کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور ان کو رات میں دفن کیا گیا' ان کے فضائل بہت ہیں اور ان کی یہ ایک فضیلت کافی ہے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ٹکڑا ہیں۔

ابوجہل لعنۃ اللہ علیہ

اس کا نام عمرو بن ہشام تھا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو ابوجہل فرمایا تو اب سب اس کو اسی نام سے پہچانتے ہیں' اس کو حضرت معاذ بن عمرو بن الجموح اور حضرت معاذ بن عفراء رضی اللہ عنہما نے قتل کیا تھا' حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا اس کے پاس سے گزر ہوا تو یہ اوندھا پڑا تھا' وہ اس کا سر کاٹ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لے آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں' جس نے تجھے اے اللہ کے دشمن رسوا کر دیا' یہ شخص اس امت کا فرعون تھا اور یہ شخص ائمہ کفر کا سردار تھا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدہ میں گر گئے (یہ سجدۂ شکر کا ثبوت ہے)۔

عتبہ بن ربیعہ کو سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ نے قتل کیا تھا' ایک قول ہے: حضرت علی بھی اس کو قتل کرنے میں شریک تھے۔

شیبہ بن ربیعہ بن عبد شمس' یہ عتبہ بن ربیعہ کا بھائی ہے' اس کو بھی سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ نے قتل کیا تھا۔

الولید بن عتبہ' اس کو حضرت عبیدہ بن الحارث نے قتل کیا تھا' ایک قول ہے: حضرت حمزہ نے' ایک قول ہے: حضرت علی نے۔

امیہ بن خلف: حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے چند انصار کے نوجوانوں کے ساتھ مل کر اس کو قتل کیا تھا۔

عقبہ بن ابی معیط: اس کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قتل کیا تھا' ایک قول ہے: حضرت عاصم بن ثابت نے قتل کیا تھا' زیادہ صحیح یہ ہے کہ اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عرق الظبیہ میں قتل کیا تھا۔

عمارہ بن الولید بن المغیرہ: یہ وہی ساتواں شخص ہے' جس کا نام لینا راوی بھول گیا تھا' یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں سرزمین حبشہ میں فوت ہوا۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۲۵۵۔ ۲۵۴)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعائے ضرر کو بددعاء کہنے کا عدم جواز

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سات کافروں کا نام لے کر ان کے خلاف دعائے ضرر فرمائی' بعض اُردو کے سیرت نگاروں نے اس حدیث میں ''دَعَا عَلَیْهِمْ'' کا ترجمہ کیا ہے: ان پر بددعا کی۔

دیوبندی شارح سید احمد رضا بجنوری نے لکھا ہے:

ان سرکش کفار پر یہ بات بڑی شاق گزری کہ آپ نے ان پر بددعا کی۔ (انوار الباری ج ۸ ص ۱۴۶)

شیخ تقی عثمانی نے لکھا ہے:

جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے حق میں بددعا کی تو یہ بات ان کو بہت گراں گزری۔ (انعام الباری ج ۲ ص ۳۹۳)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کوئی فعل بد نہیں ہے' اس لیے آپ نے جو دعائے ضرر کی' اس کو بددعا کہنا ناجائز اور گناہ ہے' آپ کا ہر فعل حسن اور واجب الاتباع ہے' ہم اس سے پہلے بھی اس پر تفصیل سے لکھ چکے ہیں۔

اس اشکال کا جواب کہ آپ کی پشت پر نجاست ڈال دی گئی تو پھر آپ کیوں نماز پڑھتے رہے؟

اس حدیث میں ہے: آپ کی پشت پر ''سلی'' رکھی گئی تھی' یعنی وہ غلاف جس میں اونٹنی کا بچہ لپٹا ہوا ہوتا ہے' شرح صحیح مسلم میں میں نے ''تاج العروس'' ج ۱۰ ص ۱۸۳' کے حوالے سے ''سلی'' کا یہی معنی لکھا تھا اور یہی اس کا حقیقی معنی ہے لیکن میں نے لکھا تھا کہ اس سے مجازاً اوجھڑی مراد ہے کیونکہ بعض روایات میں ہے: اس میں خون اور گوبر بھی تھا اور گوبر اوجھڑی میں ہوتا ہے' تاہم اب میری رائے بدل گئی ہے کہ بلاوجہ اس کو مجاز پر محمول کرنا درست نہیں ہے اور ''سلی'' سے مراد اس کا حقیقی معنی ہی ہے اور اونٹنی کے پیٹ میں ''سلی'' کے اندر کچھ خون اور گوبر منتقل ہو گیا ہو تو یہ کچھ بعید نہیں ہے' اب یہاں یہ سوال ہے کہ جب ''سلی'' میں گوبر اور خون وغیرہ تھا اور وہ نجس ہیں' نیز وہ مشرکین کا ذبیحہ ہونے کی وجہ سے بھی نجس تھی تو اس نجاست کے ڈال دینے کے بعد آپ نماز کس طرح پڑھتے رہے' اس کا جواب یہ ہے کہ اس وقت آپ سجدہ میں تھے اور آپ کو پتا نہیں تھا کہ آپ کی پشت پر کیا ڈالا گیا ہے۔

اوجھڑی کھانے کا شرعی حکم

بعض دلائل اوجھڑی کھانے کی تحریم کا تقاضا کرتے ہیں' کیونکہ اوجھڑی گوبر کا محل ہے تو جس طرح مثانہ پیشاب کا محل ہونے کی وجہ سے مکروہ تحریمی ہے' اسی طرح گوبر کا محل ہونے کی وجہ سے اوجھڑی کو مکروہ تحریمی ہونا چاہیے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ نے اس دلیل کی وجہ سے اوجھڑی اور آنتوں کو مکروہ تحریمی قرار دیا ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۸ ص ۳۲۶' مکتبہ رضویہ کراچی) اور بعض دلائل اوجھڑی کی حلت کا تقاضا کرتے ہیں' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حلال جانور کی صرف سات چیزوں کو مکروہ تحریمی قرار دیا ہے' باقی چیزیں بلاکراہت حلال ہیں اور چونکہ اوجھڑی ان سات چیزوں میں نہیں ہے' اس لیے وہ بلاکراہت حلال ہے' سات چیزوں کے مکروہ تحریمی ہونے کے متعلق یہ حدیث ہے:

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بکری کی سات چیزوں کو مکروہ (تحریمی) قرار دیتے تھے: (۱) خون (۲) فرج (۳) خصیتین (۴) غدود (۵) ذکر (۶) مثانہ (۷) پتہ۔ (مصنف عبد الرزاق ج ۴ ص ۵۳۵' سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۷' مراسیل ابوداؤد ص ۱۹' المعجم الاوسط: ۹۴۷۶' الجامع الصغیر: ۷۱۶۱' الکامل لابن عدی ج ۵ ص ۱۲)

اور جب کسی چیز کی حلت اور حرمت میں دلائل متعارض ہوں تو وہ مکروہ تنزیہی ہوتی ہے' نیز ایک حدیث میں ہے: حضرت عائشہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے بکری کے معدہ کا ایک ٹکڑا کھایا' وہ حدیث یہ ہے:

حضرت نسیکہ ام عمرو بن جلاس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھی انہوں نے ایک بکری ذبح کی تھی' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم داخل ہوئے اور آپ کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی' آپ نے اس چھڑی کو رکھ دیا اور مسجد میں جا کر دو رکعت نماز پڑھی' پھر آپ بستر کی طرف گئے اور اس پر لیٹ گئے' پھر آپ نے پوچھا: کیا تمہارے پاس کھانے کی کوئی چیز ہے' ہم آپ کے پاس ایک پیالہ لائے' جس میں جو کی روٹی تھی اور اس میں بکری کے معدہ کا ٹکڑا تھا اور اس میں بکری کی دستی تھی' حضرت نسیکہ نے کہا: حضرت عائشہ معدہ کا ٹکڑا لے کر اس کو دانتوں سے کھانے لگیں' اس وقت انہوں نے کہا: ہم نے آج بکری ذبح کی تھی' اس کے سوا ہمارے پاس اور کچھ نہیں باقی رہا' آپ نے فرمایا: نہیں! وہ سب باقی ہے' جو اس کے سوا ہے۔

(المعجم الکبیر ج ٢٥ ص ٤٤' اس کی سند میں ابراہیم بن اسماعیل بن مجمع ضعیف راوی ہے' مجمع الزوائد ج ٥ ص ٣٦)

اسی طرح ایک حدیث میں یہ بھی مذکور ہے کہ آپ نے انتڑیاں کھائیں:

امام طحاوی نے کہا: ہمیں ابن خزیمہ نے محمد بن المنکدر سے روایت کی ہے کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کسی زوجہ کے پاس گیا' جن کا انہوں نے نام لیا تھا اور میں بھول گیا (وہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا تھیں)' وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس آئے اور میرے پاس بکری کا پیٹ لٹکا ہوا تھا' آپ نے فرمایا: اگر تم اس پیٹ سے میرے لیے فلاں فلاں چیز پکا دو' وہ کہتی ہیں: ہم نے آپ کے لیے وہ چیزیں پکا دیں' آپ نے ان کو کھایا اور وضوء نہیں کیا۔

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں: اس حدیث کی سند صحیح ہے اور اس حدیث میں پیٹ سے مراد انتڑیاں ہیں۔

(نخب الافکار فی تنقیح مبانی الاخبار فی شرح معانی الآثار ج ١ ص ٣٨٨' قدیمی کتب خانہ کراچی)

ان احادیث میں بکری کے معدہ اور انتڑیاں کھانے کا ثبوت ہے اور یہی اوجھڑی کے کھانے کا ثبوت ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دعائے ضرر کرنے کی توجیہ

ایک اعتراض یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جو زیادتی کی جائے' آپ اس پر صبر کرتے تھے اور اس کا بدلہ نہیں لیتے تھے تو اس موقع پر آپ نے کفار کے خلاف دعائے ضرر کیوں کی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کی ذات پر جو ظلم اور زیادتی کی جاتی تھی' اس کو آپ برداشت کر لیتے تھے' لیکن دین کے معاملہ میں آپ کسی زیادتی کو برداشت نہیں کرتے تھے' ان کافروں نے نماز کی حالت میں آپ کی پیٹھ پر نجاست ڈال کر آپ کی نماز اور آپ کی عبادت میں خلل ڈالا' اس لیے آپ نے ان کے خلاف دعائے ضرر کی۔

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

المہلب نے کہا: اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ جس کو ایذاء پہنچائی جائے' وہ ایذاء پہنچانے والے کے خلاف دعائے ضرر کر سکتا ہے' جیسے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کفار قریش کے خلاف دعائے ضرر کی تھی' علامہ ابن بطال فرماتے ہیں: یہ اس وقت ہے' جب کافر نے ایذاء پہنچائی ہو اور اگر مسلمان ایذاء پہنچائے تو زیادہ بہتر ہے کہ اس کے خلاف دعا نہ کی جائے' کیونکہ جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا لحاف چوری ہو گیا تو انہوں نے چور کے خلاف دعا کی تو آپ نے فرمایا: تم اس کے خلاف دعا کر کے اس سے تخفیف نہ کرو۔ (سنن ابوداؤد: ١٤٩٧)

المہلب نے کہا: اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا کے مقبول ہونے کا ثبوت ہے' کیونکہ آپ نے جن کے خلاف دعا کی تھی' وہ قبول ہو گئی اور حضرت ابن مسعود نے ان سب کو بدر کے کنویں میں اوندھے منہ پڑے ہوئے دیکھا۔

(شرح ابن بطال ج ١ ص ٣٦٤' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ھ)

* اس باب کی حدیث شرح صحیح مسلم: ٤٥٣٤۔ ج ٥ ص ٥٥٦ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح کے حسب ذیل عنوانات ہیں:

(١) لفظ "سلی" کی تحقیق (٢) اوجھڑی کھانے کا حکم۔

٧٠- بَابُ الْبُزَاقِ وَالْمُخَاطِ وَنَحْوِهِ فِي الثَّوْبِ

کپڑے میں تھوک' رینٹ اور اس کی مثل کا حکم

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر نمازی کے کپڑے میں تھوک یا رینٹ لگ گئی تو اس سے اس کی نماز میں ضرر نہیں ہوگا' اور باب سابق کے ساتھ اس کی مناسبت یہ ہے کہ باب سابق میں یہ بیان کیا تھا کہ اگر نمازی کی پیٹھ پر کوئی نجاست ڈال دی جائے تو امام بخاری کی رائے میں اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی اور اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ اگر نمازی کے کپڑے پر منہ کی یا ناک کی رطوبت لگ جائے تو اس سے اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی اور نہ اس کا کپڑا نجس ہوگا' اس کے بعد امام بخاری فرماتے ہیں:

وَقَالَ عُرْوَةُ عَنِ الْمِسْوَرِ وَمَرْوَانَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَمَنَ حُدَيْبِيَةَ فَذَكَرَ الْحَدِيثَ وَمَا تَنَخَّمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نُخَامَةً إِلَّا وَقَعَتْ فِي كَفِّ رَجُلٍ مِّنْهُمْ فَدَلَكَ بِهَا وَجْهَهُ وَجِلْدَهُ.

اور عروہ نے کہا: از مسور و مروان کہ حدیبیہ کے زمانہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نکلے' پھر حدیث کو بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بھی بلغم تھوکا تو وہ کسی نہ کسی صحابی کی ہتھیلی میں واقع ہوتا' وہ صحابی اس کو اپنے چہرے اور اپنی جلد پر ملتا۔

یہ تعلیق صحیح البخاری: ٢٧٣٢-٢٧٣١ کا ایک قطعہ ہے۔

اس تعلیق سے امام بخاری نے اس پر استدلال کیا ہے کہ منہ کی رطوبت اور ناک کی رطوبت طاہر ہے اور اس پر سب کا اجماع ہے' ماسوا اس کے کہ حضرت سلمان فارسی اور ابراہیم النخعی نے یہ کہا ہے کہ جب لعاب دہن منہ سے نکل جائے تو وہ نجس ہے' لیکن اس قول کا کوئی اعتبار نہیں کیونکہ شارع علیہ السلام نے یہ حکم دیا ہے کہ نمازی اپنے بائیں جانب یا اپنے قدموں کے نیچے تھوک دے اور خود شارع علیہ السلام اپنی چادر کے ایک پلو میں تھوک کر اس کو کپڑے میں مل لیتے تھے اور آپ نے فرمایا: یا اس طرح کرے (یعنی آدمی تھوک کو اپنے کپڑے میں اس طرح مل لے)۔ اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ منہ کی رطوبت طاہر ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا لعاب دہن ہر پاک اور طیب چیز سے زیادہ پاک اور طیب ہے اور اس تعلیق سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم اور توقیر کے لیے آپ کے بلغم کو بہ طور تبرک حاصل کیا جاتا تھا اور صحابہ اس کو اپنے جسم پر اور اپنی جلد پر ملتے تھے اور اس سے ان کی آپ کے ساتھ غایت محبت کا پتا چلتا ہے اور یہ کہ آپ کا بلغم انتہائی پاکیزہ اور خوشبودار ہوتا تھا اور بے مثل تھا' ورنہ دوسروں کا بلغم دیکھ کر انسان کو کراہت آتی ہے' جب کہ آپ کے بلغم کے حصول کے لیے صحابہ ایک دوسرے پر سبقت کی کوشش کرتے تھے۔

٢٤١- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ بَزَقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ثَوْبِهِ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ. طَوَّلَهُ ابْنُ مَرْيَمَ قَالَ أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ حَدَّثَنِي حُمَيْدٌ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسًا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

[اطراف الحدیث: ٤٠٥-٤١٢-٤١٣-٤١٧-٥٣١-٥٣٢-١٢١٤]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از حمید از حضرت انس رضی اللہ عنہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کپڑے میں تھوکا' امام ابوعبداللہ بخاری نے کہا: ابن ابی مریم نے اس کو زیادہ طوالت سے ذکر کیا ہے' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن ایوب نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے حمید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا از نبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

اس حدیث کے ۷ رجال ہیں:

(۱) محمد بن یوسف (۲) سفیان ثوری (۳) حمید (۴) امام بخاری' ان کا تعارف ہو چکا ہے (۵) سعید بن الحکم بن محمد بن ابی مریم المصری' یہ امام بخاری کے مشائخ میں سے ہیں' امام مالک سے روایت کرتے ہیں اور ۲۲۴ھ میں فوت ہو گئے تھے (۶) یحییٰ بن ایوب الغافقی المصری' یہ عمر بن الحکم بن مروان کے آزاد کردہ غلام ہیں' ۱۶۸ھ میں فوت ہو گئے تھے' ان میں ضعف ہے' ابوحاتم نے کہا: ان کی حدیث سے استدلال نہیں کیا جاتا' امام نسائی نے کہا: یہ قوی نہیں ہیں (۷) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' ان کا تعارف بھی ہو چکا ہے۔

(عمدۃ القاری ج۳ ص ۲۶۳)

اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں۔

۷۱- بَابٌ لَا يَجُوْزُ الْوُضُوْءُ بِالنَّبِيْذِ وَلَا بِالْمُسْكِرِ

نبیذ اور نشہ آور مشروب کے ساتھ وضوء کرنا جائز نہیں ہے

امام بخاری نے نبیذ کا علیحدہ ذکر کیا ہے اور اس کو نشہ اور مشروب میں شامل نہیں کیا' کیونکہ نبیذ کے ساتھ وضوء کرنا مختلف فیہ ہے۔

نبیذ کا لغوی معنی

نبیذ کا معنی کسی چیز کو ڈالنا اور پھینکنا ہے' علامہ عینی نے کہا: نبیذ اس پانی کو کہتے ہیں' جس میں کچھ کھجوروں کو ڈال دیا جاتا ہے تا کہ پانی میں ان کی مٹھاس آ جائے' علامہ ابن اثیر نے کہا: کھجوروں' منقٰی' شہد' گندم اور جو وغیرہ کو پانی میں ڈال کر رکھ دیا جائے تو اس مشروب کو نبیذ کہتے ہیں' خواہ یہ نشہ آور ہو یا نہ ہو' اگر یہ نشہ آور ہو تو اس سے وضوء کرنا بالاتفاق جائز نہیں ہے اور اگر یہ نشہ آور نہ ہو' لیکن ایک دو دن پڑے رہنے سے گاڑھا ہو جائے اور اس کے پینے سے سرور آئے تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس سے وضوء کرنا مکروہ تحریمی ہے اور اگر یہ گاڑھا نہ ہو' صرف اس میں مٹھاس ہو تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس سے بلا کراہت وضو کرنا جائز ہے اور اگر یہ نشہ آور ہو تو اس سے امام اعظم کے نزدیک وضوء کرنا حرام ہے۔

فقہاء احناف کے نزدیک نبیذ کی تعریف

علامہ علاء الدین محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی ۱۰۸۷ھ لکھتے ہیں:

(۱) کھجوروں اور منقٰی کے نبیذ کو اگر معمولی جوش دیا جائے تو اس کا پینا جائز ہے' خواہ وہ گاڑھا ہو' بہ شرطیکہ اس کو لہو و طرب (سرور اور مستی) کے بغیر پیا جائے اور اگر لہو کے لیے پیا جائے تو اس کی قلیل اور کثیر مقدار حرام ہے اور جب تک وہ نشہ آور نہ ہو اور اگر اس کو ظن غالب ہے کہ وہ نشہ آور ہے تو پھر اس کا پینا حرام ہے۔

(۲) کھجوروں اور منقٰی کو ملا کر معمولی جوش دیا جائے' خواہ وہ گاڑھا ہو جائے تو اس کا پینا حلال ہے' شرط مذکور کے ساتھ۔

(۳) شہد' گندم' انجیر' جو اور جوار کا نبیذ حلال ہے' خواہ اس کو جوش دیا جائے یا نہیں' شرط مذکور کے ساتھ۔

(۴) انگور کے شیرے کو جوش دیا' حتیٰ کہ اس کا دو تہائی اڑ جائے اور ایک تہائی رہ جائے' جب اس سے کھانے کو ہضم کرنے' علاج اور عبادت پر طاقت حاصل کرنے کے لیے پیا جائے تو جائز ہے اور اگر سرور اور مستی کے لیے پیا جائے تو حرام ہے۔

(الدر المختار مع رد المحتار ج ۱۰ ص ۴۴-۳۲' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

علامہ سید محمد امین بن عبد العزیز شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

نبیذ میں جوش دینے کی قید اس لیے لگائی ہے کہ جس نبیذ کو جوش نہ دیا گیا ہو اور کچے پانی میں کھجوریں یا منقّی ڈال دی ہوں اور پڑے پڑے وہ پانی گاڑھا ہو جائے اور اس میں جھاگ پیدا ہو جائے اور اس میں ازخود جوش آ جائے تو وہ نبیذ اجماع صحابہ سے حرام ہے' کھجوروں کے نبیذ کی حرمت اور حلت میں احادیث وارد ہیں اور ان میں تطبیق یہ ہے کہ جو نبیذ کچے پانی سے بنایا گیا ہو' وہ حرام ہے اور جس نبیذ کو آگ پر پکا کر بنایا گیا ہو' وہ حلال ہے۔ (ردالمحتار ج ١٠ ص ٣٢' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ١٤١٩ ھ)

فقہاء حنبلیہ کے نزدیک نبیذ کی تعریف

علامہ شمس الدین عبدالرحمان بن محمد بن قدامہ حنبلی متوفی ٦٨٢ ھ لکھتے ہیں:

نبیذ مباح ہے' جب تک پانی میں پڑے پڑے جوش نہ آئے یا اس پر پانی میں پڑے پڑے تین دن نہ گزر جائیں۔ نبیذ وہ مشروب ہے' جس میں کھجوریں یا منقّی یا کوئی اور چیز ڈال دی جائے تا کہ اس کا پانی میٹھا ہو جائے اور اس کی نمکینی چلی جائے' پس جب تک اس میں جوش نہ آئے یا اس پر تین دن نہ گزریں تو وہ مباح ہے کیونکہ اس کے بعد وہ نشہ آور ہو جاتا ہے اور ہر نشہ آور مشروب حرام ہے اور پانی میں کھجوروں کو اور منقّی کو یا ان کی مثل کو چھوڑے رکھنا مکروہ نہیں ہے تا کہ پانی ان کی مٹھاس لے لے' جب تک کہ وہ گاڑھا نہ ہو اور اس پر تین دن نہ گزر جائیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے معلوم تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روزے رکھ رہے ہیں' میں نے آپ کے افطار کے لیے کھوکھلے کدو میں نبیذ تیار کیا' جب میں اس کو آپ کے پاس لے کر گیا تو اس میں جوش آ رہا تھا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس کو دیوار کے پاس گرا دو' کیونکہ یہ ان لوگوں کا مشروب ہے' جو اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان نہیں لاتے۔

(سنن ابوداؤد: ٣٧١٦' سنن نسائی: ٥٧٠٢۔ ٥٦٢٦' سنن ابن ماجہ: ٣٤٠٩) (الشرح الکبیر والمغنی ج ١٢ ص ٣٩٤۔ ٣٩٣' دارالحدیث' قاہرہ' ١٤٢٥ ھ)

فقہاء شافعیہ کے نزدیک نبیذ سے وضوء کرنے کا حکم

علامہ ابوالحسن علی بن محمد الماوردی الشافعی متوفی ٤٥٠ ھ لکھتے ہیں:

کسی قسم کے نبیذ سے وضوء کرنا جائز نہیں ہے' خواہ وہ نبیذ آگ پر پکا کر بنایا ہو یا کچے پانی میں تیار کیا ہو' نہ حضر میں نہ سفر میں' اگر وہ نشہ آور ہو تو وہ نجس ہے' امام اوزاعی نے کہا کہ ہر قسم کے نبیذ سے وضوء کرنا جائز ہے' حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اسی طرح مروی ہے۔

امام ابوحنیفہ نے کہا: کھجوروں کا جو نبیذ جوش دے کر تیار کیا ہو' اس سے سفر میں وضوء کرنا جائز ہے خواہ وہ نشہ آور ہو' اور حضر میں اس سے وضوء کرنا جائز نہیں ہے۔

(میں کہتا ہوں: یہ امام ابوحنیفہ پر بہتان ہے' امام ابوحنیفہ کے نزدیک نشہ آور مشروب حرام ہے' اس کو پینا جائز ہے' نہ اس سے وضوء کرنا' جیسا کہ ہم شروع میں علامہ شامی اور علامہ حصکفی حنفی کے حوالوں سے بیان کر چکے ہیں۔)

امام محمد بن حسن نے کہا: نبیذ سے وضوء کرنے کو اور تیمم کرنے کو جمع کیا جائے گا' ان کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ لیلۃ الجن میں' میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھا' آپ نے فرمایا: اے عبداللہ! کیا تمہارے ساتھ پانی ہے؟ میں نے کہا: نہیں! میرے ساتھ کھجوروں کا نبیذ ہے' آپ نے فرمایا: اس کو لاؤ' وہ پاکیزہ کھجوریں ہیں اور پاک کرنے والا پانی ہے' پھر آپ نے نبیذ سے وضوء کیا اور ہم کو صبح کی نماز پڑھائی۔ (سنن ترمذی: ٨٨' سنن ابوداؤد: ٨٤' سنن ابن ماجہ: ٣٨٥۔ ٣٨٤' مسند احمد: ٤٢٩٦۔ ٣٨١٠۔ ج ١ ص ٤٤٩۔ ٤٠٢' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ٢٦٣۔ ج ١ ص ٢٦' مصنف عبدالرزاق: ٦٩٣' سنن بیہقی ج ١ ص ١٢)

نیز روایت ہے کہ حضرت علی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم نے نبیذ سے وضوء کیا۔ (سنن بیہقی ج ١ ص ١٣۔ ١٢)

اور ان کا یہ فعل قیاس سے تو ہو نہیں سکتا' لامحالہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے اس کو سنا ہوگا۔

نیز فقہاء احناف کی دلیل یہ آیت ہے: "فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا" (المائدہ:٦) جب تم پانی نہ پاؤ تو تیمم کرو اور نبیذ بھی پانی ہے' لہٰذا اس کے ہوتے ہوئے تیمم کرنا جائز نہیں ہے۔

علامہ ماوردی کہتے ہیں: ہماری دلیل یہ آیت ہے کہ جب تم پانی نہ پاؤ تو تیمم کرو (المائدہ:٦) اور نبیذ پانی نہیں ہے' لہٰذا جب نبیذ کے سوا اور پانی نہ ہو تو تیمم کرنا واجب ہے اور جن احادیث سے انہوں نے استدلال کیا ہے' وہ ضعیف ہیں۔

(الحاوی الکبیر ج ا ص ۵۱۔۴۹ ملخصاً' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۴ھ)

نبیذ سے وضوء کے جواز کے متعلق احادیث

میں کہتا ہوں: رسول اللہ ﷺ نے نبیذ کو "مَاءٌ طَهُوْرٌ" پاک کرنے والا پانی فرمایا ہے' سو رسول اللہ ﷺ کے مقابلہ میں علامہ ماوردی کے انکار کو کون سنے گا! اور ان احادیث کو ضعیف کہنا علم حدیث سے ناواقفیت ہے' یہ حدیث "سنن ترمذی' سنن ابوداؤد' سنن ابن ماجہ" میں ہے اور یہ کتب صحاح ہیں' ان کے علاوہ "مسند احمد' مصنف عبد الرزاق اور مصنف ابن ابی شیبہ" بھی مستند کتب حدیث ہیں۔ علاوہ ازیں یہ حدیث مسند ابویعلیٰ: ۵۰۴۶۔۵۳۰۱' المعجم الکبیر: ۹۹۶۳۔۹۹۶۷ اور سنن بیہقی میں طرق متعددہ سے مروی ہے۔ نیز یہ آثار ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نبیذ سے وضوء کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۶۴)

عکرمہ نے کہا: جس کو پانی نہ ملے' اس کے لیے نبیذ وضوء ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۶۵)

فقہاء مالکیہ کے نزدیک نبیذ سے وضوء کرنے کا حکم

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

امام مالک' ابو یوسف' امام شافعی اور امام احمد نے کہا: نبیذ سے وضوء کرنا جائز نہیں ہے' خواہ نبیذ کچے پانی میں بنایا ہو یا پکا کر' خواہ اس وقت پانی ہو یا نہ ہو یا کھجوروں کا نبیذ ہو یا کسی اور چیز کا' اور اگر وہ نبیذ گاڑھا ہو تو وہ نجس ہے' اس کا پینا جائز ہے' نہ اس سے وضوء کرنا اور حسن بصری نے نبیذ سے وضوء کرنے کی اجازت دی ہے' امام اوزاعی نے کہا: نبیذ کی تمام اقسام سے وضوء کرنا جائز ہے' اور یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے' امام ابوحنیفہ نے کہا: پانی کے ہوتے ہوئے نبیذ سے وضوء کرنا جائز نہیں ہے اور جب پانی نہ ہو تو صرف پکائے ہوئے نبیذ سے وضوء کرنا جائز ہے' جب وہ نشہ آور ہو اور کچے پانی کے نبیذ سے وضوء کرنا جائز نہیں ہے۔

(شرح ابن بطال ج ا ص ۳۶۷۔۳۶۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

میں کہتا ہوں کہ نشہ آور مشروب سے وضوء کے جواز کو امام ابوحنیفہ کی طرف منسوب کرنا ان پر بہتان ہے' ائمہ اور فقہاء احناف کی کتب سے یہ ہرگز ثابت نہیں ہے' بلکہ اس کے خلاف ثابت ہے:

شمس الائمہ ابوبکر محمد بن احمد حنفی سرخسی متوفی ۴۸۳ھ لکھتے ہیں:

کھجوروں کے نبیذ کا پینا حلال ہے' جب اس کو پکا کر جوش دیا گیا ہو اور جو نبیذ نشہ آور ہو' وہ حرام ہے۔

(المبسوط ج ۲۴ ص ۲۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

فقہاء حنبلیہ کے نزدیک نبیذ سے وضوء کرنے کا حکم

علامہ ابن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ لکھتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ نبیذ سے وضوء کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے اور حسن بصری

اور اوزاعی کا بھی یہی قول ہے اور عکرمہ نے کہا: جس کو پانی نہ ملے وہ نبیذ سے وضوء کرے اور اسحاق نے کہا: نبیذ سے وضوء اور تیمم کو جمع کرنا مستحب ہے اور امام ابوحنیفہ کا قول عکرمہ کی مثل ہے اور ان کی دلیل حضرت ابن مسعود کی حدیث ہے ہمارے نزدیک یہ جائز نہیں ہے اور ہماری دلیل آیت تیمم ہے۔ (المغنی ج ۱ص ۳۴ دارالحدیث قاہرہ ۱۴۲۵ھ)

شیخ محمد بن ابوبکر ابن قیم جوزی حنبلی متوفی ۷۵۱ھ لکھتے ہیں:

انہوں نے کھجوروں کے نبیذ سے وضوء کرنے کی اجازت دی ہے انہوں نے ایک قول میں نبیذ کی باقی اقسام کو کھجوروں کے نبیذ پر قیاس کیا ہے اور دوسرے قول میں منع کیا ہے اور جس طرح بھی ہو بہرحال کھجوروں کا نبیذ جائز ہے کھجوریں پاک ہیں اور پانی پاک کرنے والا ہے۔ (جامع الفقہ ج ۱ص ۱۱۰ دارالوفاء)

نیز ابن قیم جوزی لکھتے ہیں:

کھجوروں کے ساتھ وضوء کی حدیث کو قیاس پر مقدم کیا گیا ہے اور اکثر محدثین اس حدیث کو ضعیف کہتے ہیں اور امام ابوحنیفہ کا مذہب بھی یہ ہے کہ قیاس اور رائے پر عمل کرنے کی بہ نسبت حدیث ضعیف پر عمل کرنا اولیٰ ہے اسی وجہ سے ان کا مذہب اس ضعیف حدیث پر مبنی ہے کہ قہقہہ سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے حالانکہ یہ حدیث قیاس اور رائے کے خلاف ہے اسی طرح ان کا مذہب اس پر مبنی ہے کہ سفر میں کھجوروں کے نبیذ سے وضوء کرنا جائز ہے کیونکہ یہ حدیث قیاس اور رائے کے خلاف ہے۔ (جامع الفقہ ج ۱ص ۱۱۱ دارالوفاء)

ظلم یہ ہے کہ پھر بھی امام ابوحنیفہ قدس سرہ کو صاحب رائے کہا جاتا ہے اور فقہاء احناف کو اصحاب رائے کہا جاتا ہے!

فقہاء احناف کے نزدیک نبیذ سے وضوء کرنے کا حکم

امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ سے روایت ہے کہ جس شخص کو اور کوئی پانی نہ ملے وہ کھجوروں کے نبیذ سے وضوء کرے اور تیمم نہ کرے اور امام ابو یوسف نے کہا: وہ تیمم کرے اور وضوء نہ کرے اور امام محمد نے کہا: وہ اس نبیذ سے وضوء کرے پھر تیمم کرے اور کسی چیز کے نبیذ سے وضوء نہ کرے۔ (الجامع الصغیر ص ۴۷ ادارۃ القرآن کراچی ۱۴۱۱ھ)

علامہ حسن بن منصور اوزجندی حنفی المعروف بقاضی خاں متوفی ۵۹۲ھ لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ کے نزدیک کھجوروں کا نبیذ پانی کی طرح پاک کرنے والا ہے مگر اس سے وضوء کرنے کے لیے نیت شرط ہے پس اس کے ساتھ تیمم نہ کرے اور امام ابو یوسف کے نزدیک وہ بالکل پاک کرنے والا نہیں ہے پس تیمم کرے اور اس سے وضوء نہ کرے اور امام محمد کے نزدیک کھجوروں کا نبیذ گدھے کے جھوٹے کی طرح پاک کرنے میں مشکوک ہے پس اس سے وضوء اور تیمم کو جمع کرے۔ (شرح الزیادات ج ۱ص ۱۴۷۔۱۴۵ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۴۲۶ھ)

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

اگر کھجوروں کے نبیذ کے سوا اور پانی نہ ملے تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے کہا: اس سے وضوء کرے اور تیمم نہ کرے اس کی بناء لیلۃ الجن کی حدیث پر ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جب پانی نہیں ملا تو آپ نے اس سے وضوء کیا اور امام ابو یوسف نے کہا: تیمم کرے اور اس سے وضوء نہ کرے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے بھی ایک روایت یہی ہے اور یہی امام شافعی رحمہ اللہ کا قول ہے وہ تیمم کی آیت پر عمل کرتے ہیں کیونکہ وہ زیادہ قوی ہے یا نبیذ سے وضوء کرنا منسوخ ہے کیونکہ یہ آیت مدنی ہے اور لیلۃ الجن مکہ میں تھی اور امام محمد رحمہ اللہ نے کہا: نبیذ سے وضوء کرے اور تیمم کرے کیونکہ حدیث میں اضطراب ہے (بعض احادیث میں ہے: اس رات حضرت ابن مسعود آپ کے

ساتھ تھے اور بعض احادیث میں ہے: آپ کے ساتھ وہ اس رات نہیں تھے) اور تاریخ کا تعین نہیں ہے' پس دونوں کو جمع کرنے میں احتیاط ہے۔ (علامہ مرغینانی کہتے ہیں:) ہم کہتے ہیں کہ آپ کی جنات سے ملاقات کئی راتوں میں ہوئی تھی' اس لیے نبیذ سے وضوء کو منسوخ کرنے کا دعویٰ کرنا صحیح نہیں ہے اور یہ حدیث مشہور ہے' اس پر صحابہ رضی اللہ عنہم نے عمل کیا ہے اور اس کی مثل سے کتاب پر زیادتی کی جاتی ہے' اور نبیذ سے غسل کرنے کے متعلق ایک قول ہے کہ یہ جائز ہے' وضوء پر قیاس کرتے ہوئے اور ایک قول یہ ہے کہ یہ جائز نہیں کیونکہ غسل وضوء سے زیادہ ہے' اور جس نبیذ میں اختلاف ہے' وہ یہ ہے کہ وہ میٹھا ہو اور رقیق ہو اور اعضاء کے اوپر پانی کی طرح بہے اور جو نبیذ گاڑھا ہو' وہ حرام ہے' اس سے وضوء کرنا جائز نہیں اور جس نبیذ کو آگ نے متغیر کر دیا ہو' وہ بھی اسی اختلاف پر ہے اور جو نبیذ گاڑھا ہو' امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس سے بھی وضوء کرنا جائز ہے' کیونکہ ان کے نزدیک اس کا پینا حلال ہے' اور امام محمد کے نزدیک گاڑھے نبیذ کے ساتھ وضوء نہیں کیا جائے گا' کیونکہ ان کے نزدیک اس کا پینا جائز نہیں ہے' کھجوروں کے نبیذ کے علاوہ اور کسی چیز کے نبیذ سے وضوء کرنا جائز نہیں ہے۔ (ھدایہ اولین ص ۴۸-۴۷' مکتبہ شرکۃ علمیہ' ملتان)

نبیذ سے وضوء کرنے کی تحقیق کے بعد اب ہم امام بخاری کی اس تعلیق کو ذکر کر رہے ہیں:

وَكَرِهَهُ الْحَسَنُ وَاَبُو الْعَالِيَةِ. اور الحسن اور ابو العالیہ نے نبیذ سے وضوء کرنے کو مکروہ قرار دیا ہے۔

الحسن سے مراد حسن بصری ہیں اور ابو العالیہ سے مراد رفیع بن مہران الریاحی ہیں۔

یہ تعلیق' اثر مذکور ذیل کا خلاصہ ہے:

سفیان بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حسن کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ نبیذ اور دودھ سے وضوء نہ کرے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۴۹)

اور ابو العالیہ کی تعلیق سنن ابوداؤد: ۸۷ میں ہے اور کراہت سے مراد کراہت تنزیہی ہے اور یہ امام بخاری کے قائم کیے ہوئے عنوان کے خلاف ہے' کیونکہ انہوں نے نبیذ سے وضوء کو ناجائز کہا ہے۔ اس کے بعد امام بخاری دوسری تعلیق ذکر کرتے ہیں:

وَقَالَ عَطَاءٌ اَلتَّيَمُّمُ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنَ الْوُضُوْءِ بِالنَّبِيْذِ وَاللَّبَنِ. اور عطاء نے کہا: نبیذ اور دودھ سے وضوء کرنے کی بہ نسبت مجھے تیمم کرنا زیادہ پسند ہے۔

عطاء سے مراد عطاء بن ابی رباح ہے اور اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

ابن جریج بیان کرتے ہیں' عطاء نے کہا کہ وہ دودھ اور نبیذ سے وضوء کرنے کو مکروہ قرار دیتے ہیں اور انہوں نے کہا: ان کو تیمم کرنا اس سے زیادہ پسند ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۸۶)

یہ تعلیق بھی امام بخاری کے قائم کیے ہوئے عنوان کے خلاف ہے' امام بخاری نے نبیذ سے وضوء کو ناجائز کہا ہے اور عطاء کے قول کا خلاصہ یہ ہے کہ نبیذ سے وضوء کرنا جائز تو ہے لیکن تیمم کرنا اس سے بہتر ہے۔

نبیذ سے وضوء کرنے پر حافظ ابن حجر عسقلانی کا یہ اعتراض کہ یہ حدیث ضعیف ہے

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

احناف نے حضرت ابن مسعود کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لیلۃ الجن میں ان سے پوچھا: تمہارے مشکیزہ میں کیا ہے؟ انہوں نے کہا: نبیذ' آپ نے فرمایا: پاکیزہ کھجوریں ہیں اور پاک کرنے والا پانی ہے۔ سنن ابوداؤد: ۸۴' سنن

ترمذی: ۸۸' امام ترمذی نے یہ اضافہ کیا ہے کہ آپ نے اس سے وضوء کیا اور تمام علماء متقدمین کا اس حدیث کو ضعیف قرار دینے پر اتفاق ہے۔ (فتح الباری ج ا ص ۷۷۷' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حافظ بدرالدین عینی کی طرف سے اعتراض مذکور کا جواب

حافظ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ ان علماء نے اس حدیث کو اس لیے ضعیف قرار دیا ہے کہ امام ترمذی نے اس روایت کے متعلق کہا ہے کہ: یہ حدیث از ابوزید از عبداللہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مروی ہے اور ابوزید محدثین کے نزدیک مجہول شخص ہے۔ اس حدیث کے سوا اس کی اور کوئی روایت معروف نہیں ہے۔ (سنن ترمذی ص ۵۴' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۳ھ)

حافظ ابوبکر محمد بن عبداللہ المعروف بابن العربی مالکی متوفی ۵۴۳ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام ترمذی نے کہا: ابوزید مجہول ہے اور دوسروں نے کہا: ابوزید عمرو بن زید کا آزاد شدہ غلام ہے' اس سے راشد بن کیسان اور ابوروق نے احادیث روایت کی ہیں۔ (عارضۃ الاحوذی ج ا ص ۱۰۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

اور یہ معرفت ابوزید کو جہالت کی حد سے نکال دیتی ہے' رہا اس کا نام تو وہ معلوم نہیں اور ہوسکتا ہے کہ امام ترمذی کا یہ ارادہ ہو کہ اس کا نام مجہول ہے' علاوہ ازیں اس حدیث کو چودہ رجال نے حضرت ابن مسعود سے اسی طرح روایت کیا ہے' جس طرح ابوزید نے روایت کیا ہے:

(۱) ابورافع' امام طحاوی اور حاکم کی روایت میں۔ (شرح معانی الآثار: ۵۸۴' الناسخ والمنسوخ: ۹۲)

(۲) رباح ابوعلی' امام طبرانی کی ''معجم اوسط'' میں۔

(۳) حضرت عبداللہ بن عمر' ابوموسیٰ اصبہانی کی ''کتاب الصحابۃ'' میں۔

(۴) عمرو البکالی' ابواحمد کی ''کتاب الکنیٰ'' میں سند صحیح کے ساتھ۔

(۵) ابوعبیدہ بن عبداللہ۔

(۶) محمد بن عیسیٰ المدائنی' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ امام بیہقی نے کہا ہے کہ محمد بن عیسیٰ ضعیف الحدیث ہے تو میں کہوں گا کہ البرقانی نے کہا ہے کہ وہ ثقہ ہے' اس میں کوئی حرج نہیں' اور لالکائی نے کہا ہے: وہ صالح ہے' اس کی احادیث کا سماع کیا جاتا ہے۔

(۷) عبداللہ بن مسلمہ' حافظ ابوالحسن بن المظفر کی کتاب ''غرائب شعبہ'' میں۔

(۸) قابوس بن ظبیان از والد خود' یہ بھی ابن المظفر کے پاس عمدہ سند کے ساتھ ہے۔ (الناسخ والمنسوخ: ۹۳)

(۹) عبداللہ بن عمرو بن غیلان الثقفی' الاسماعیلی کے پاس جس کتاب میں انہوں نے یحییٰ بن ابی کثیر کی از یحییٰ احادیث جمع کی ہیں۔

(۱۰) حضرت عبداللہ بن عباس' امام طحاوی اور امام ابن ماجہ کے پاس۔ (شرح معانی الآثار: ۵۸۳' سنن ابن ماجہ: ۳۸۵)

(۱۱) ابووائل شقیق بن سلمہ' امام دارقطنی کے پاس۔ (سنن دارقطنی: ۲۴۵)

(۱۲) ابن عبداللہ' اس حدیث کی ابوعبیدہ بن عبداللہ نے طلحہ بن عبیداللہ از والد خود روایت کی ہے۔

(۱۳) ابوعثمان ابن سنہ' ابوحفص بن شاہین کی کتاب ''الناسخ والمنسوخ'' میں سند جید کے ساتھ' اس کی حاکم نے بھی ''مستدرک'' میں روایت کی ہے۔ (الناسخ والمنسوخ: ۹۴)

(۱۴) ابوعثمان النہدی' امام الدورقی کی مسند میں عمدہ سند کے ساتھ۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت ابن مسعود نے خود کہا ہے کہ میں لیلۃ الجن میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نہیں تھا' اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابن مسعودرات کے ابتدائی حصہ میں آپ کے ساتھ نہیں تھے' اور آخری حصہ میں آپ کے ساتھ تھے۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ لیلۃ الجن دوبار ہوئی' پہلی بار آپ کے ساتھ کوئی نہیں تھا' نہ حضرت ابن مسعود نہ کوئی اور' جیسا کہ ''صحیح مسلم'' میں ہے' اور دوسری بار آپ کے ساتھ حضرت ابن مسعود تھے' جیسا کہ ''تفسیر امام ابن ابی حاتم'' میں ہے' کھجور کے درختوں میں جن جنات نے آپ سے ملاقات کی تھی' وہ نینویٰ کے جنات تھے اور مکہ میں جن جنات نے آپ سے ملاقات کی تھی' وہ نصیبین کے جن تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۲۶۷-۲۶۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

حافظ ابن حجر کا دوسرا اعتراض کہ نبیذ سے وضوء کرنا منسوخ ہے

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ اگر یہ حدیث صحیح ہو تو پھر یہ منسوخ ہے' کیونکہ یہ واقعہ مکہ کا ہے' اور آیت تیمم المائدہ: ۶ بالاتفاق مدنی ہے' یا یہ اس پانی پر محمول ہیں' جس میں سوکھی ہوئی کھجوریں ڈالدیں' جنہوں نے پانی کے وصف کو متغیر نہیں کیا اور وہ نبیذ اس لیے بناتے تھے کہ عام طور پر ان کا پانی میٹھا نہیں ہوتا تھا۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۷۷۷' دار المعرفہ' بیروت)

حافظ بدر الدین عینی کی طرف سے اعتراض مذکور کا جواب

اس شخص نے یہ اعتراض ابن قصار مالکی اور ابن حزم ظاہری سے نقل کر کے لکھا ہے' اس پر تعجب ہے کہ اس نے اس اعتراض کے مردود ہونے کے علم کے باوجود اس کو لکھ دیا اور اس کے ردّ کی وجہ وہ ہے جس کو امام طبرانی نے المعجم الکبیر: ۴۶۵۷ میں اور امام دارقطنی نے روایت کیا ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام' نبی ﷺ کے پاس مکہ کی اونچی جگہ میں نازل ہوئے اور اپنی ایڑی سے اشارہ کیا تو پانی ابلنے لگا اور انہوں نے آپ کو وضوء کا طریقہ سکھایا' السہیلی نے کہا: آیت وضوء مکی ہے' لیکن یہ مدنی التلاوت ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آیۃ التیمم کہا ہے اور آیۃ الوضوء نہیں کہا کیونکہ وضوء اس سے پہلے فرض ہو چکا تھا' البتہ اس کی قرآن میں تلاوت اس وقت ہوئی جب آیت تیمم نازل ہوگئی اور قاضی عیاض نے کہا ہے کہ پہلے وضوء سنت تھا' حتیٰ کہ مدینہ میں قرآن نازل ہوا۔

(عمدۃ القاری ج ۳ ص ۲۶۷' دار الکتب الاسلامیہ' بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

اس جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی ﷺ کا مکہ میں وضوء کرنا آیت تیمم یا آیت وضوء کے نزول کے منافی نہیں ہے' کیونکہ آیت وضوء اگرچہ مدینہ میں نازل ہوئی ہے' لیکن اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریل کو بھیج کر ابتداء ہی میں آپ کو وضوء کرنا سکھا دیا تھا' نیز منسوخ تو حکم ہوتا ہے' خبر منسوخ نہیں ہوتی اور حدیث ابن مسعود میں تو نبیذ سے وضوء کرنے کی خبر ہے' حکم نہیں ہے اور رہا یہ کہنا کہ انہوں نے سوکھی ہوئی کھجوریں ڈال دی ہوں گی' اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا' پانی میں سوکھی ہوئی کھجوریں ڈالی جائیں یا تازہ کھجوریں ڈالی جائیں' اس سے نبیذ بہرحال بن جاتا ہے۔

* ہم نے تبیان القرآن میں نبیذ پینے کے متعلق پانچ احادیث اور چار آثار بیان کیے ہیں۔

(تبیان القرآن: ج ۶ ص ۴۹۲-۴۹۰' النحل: ۶۷)

امام ابوحنیفہ نے فرمایا: اگر مجھے تمام دنیا کا مال بھی دے دیا جائے تو میں نبیذ کے حرام ہونے کا فتویٰ نہیں دوں گا' کیونکہ اس سے بعض صحابہ کو فاسق قرار دینا لازم آتا ہے اور اگر مجھے تمام دنیا بھی دی جائے تو میں نبیذ نہیں پیوں گا' کیونکہ مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔ (ردالمحتار ج ۱۰ ص ۳۳-۳۲' دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۵ ھ)

٢٤٢- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے

قَالَ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ ' عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ ' عَنْ عَائِشَةَ ' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُلُّ شَرَابٍ اَسْكَرَ فَهُوَ حَرَامٌ. [اطراف الحدیث: ٥٥٨٥_٥٥٨٦]

حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الزہری نے حدیث بیان کی از ابی سلمہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ' آپ نے فرمایا: ہر وہ مشروب جو نشہ آور ہو' وہ حرام ہے۔

(صحیح مسلم: ٢٠٠١' الرقم المسلسل: ٥١١٣' سنن ابوداؤد: ٣٦٨٢' سنن ترمذی: ١٨٦٣' سنن نسائی: ٥٥٩٢' سنن ابن ماجہ: ٣٣٨٦' السنن الکبریٰ للنسائی: ٦٨١٣' مسند ابوداؤد الطیالسی: ١٤٧٨' مسند الحمیدی: ٢٨١' مصنف ابن ابی شیبہ ج ٧ ص ١٠٠' المنتقیٰ: ٨٥٥' مسند ابویعلیٰ: ٤٥٢٣' صحیح ابن حبان: ٥٣٩٧' سنن بیہقی ج ١ ص ٨_ج ٨ ص ٢٩٣' شرح السنۃ: ٣٠٠٩' مسند احمد ج ٦ ص ٣٦ طبع قدیم' مسند احمد: ٢٤٠٨٢_ج ٤٠ ص ٩٩' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت تاویل کے ساتھ ہے کیونکہ باب کا عنوان ہے: نشہ آور مشروب کے ساتھ وضوء جائز نہیں ہے اور اس حدیث میں مذکور ہے: نشہ آور مشروب حرام ہے اور چونکہ نشہ آور مشروب حرام ہے' اس لیے اس سے وضوء کرنا جائز نہیں ہے' اس حدیث کو درج کرنے کا صحیح مقام کتاب الاشربہ ہے اور امام بخاری نے اس کو وہاں بھی درج کیا ہے' اللہ جانے میں اس باب تک صحت وسلامتی کے ساتھ زندہ رہوں گا یا نہیں!

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں' ان سب کا پہلے تعارف ہو چکا ہے۔

خمر کا مطلقاً حرام ہونا اور ہر غیر خمر مشروب کی صرف اس مقدار کا حرام ہونا' جو نشہ آور ہو

اس حدیث میں حرام ہونے کا حکم مشروب مسکر پر لگایا ہے اور یہ قاعدہ ہے کہ جب کسی مشتق پر حکم لگایا جائے تو اس کا مبدأ اشتقاق اس حکم کی علت ہوتا ہے' لہٰذا کسی بھی مشروب کے حرام ہونے کی علت یہ ہے کہ وہ نشہ آور ہو' البتہ خمر (انگور کے کچے شیرہ سے بنائی ہوئی شراب یعنی انگور کا کچا شیرہ پڑے پڑے سڑ جائے اور جھاگ چھوڑ دے) مطلقاً حرام ہے' خواہ اس کا ایک قطرہ ہو' خواہ نشہ آور ہو یا نہ ہو۔ اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے:

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صفاء اور مروہ کے درمیان سات چکر لگائے' پھر آپ نے مکہ کی دیواروں میں سے ایک دیوار کے ساتھ ٹیک لگائی' پھر آپ نے فرمایا: کوئی پینے کی چیز ہے؟ تو آپ کے پاس نبیذ کا ایک پیالہ لایا گیا' آپ نے اس کو چکھا' پھر ماتھے پر شکن ڈالی اور اس کو واپس کر دیا' پھر آل حاطب میں سے ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا: یا رسول اللہ! یہ اہل مکہ کا مشروب ہے' پھر آپ نے اس کو واپس منگایا اور اس میں پانی ڈالا حتیٰ کہ اس میں جھاگ آ گئی' پھر آپ نے اس کو پیا اور فرمایا: خمر تو بعینہا حرام ہے اور ہر مشروب میں سے نشہ آور (مقدار) حرام ہے۔

(کتاب الضعفاء للعقیلی ج ٤ ص ١٢٤' السنن الکبریٰ للنسائی: ٥١٩٣' المعجم الکبیر: ١٠٨٣٧)

ہر چند کہ اس حدیث کی سند ضعیف ہے لیکن تعدد اسانید کی وجہ سے یہ حسن لغیرہ ہے اور لائق استدلال ہے۔

اس پر یہ اعتراض ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس کی کثیر مقدار نشہ آور ہو' اس کی قلیل مقدار بھی حرام ہے۔ (سنن ترمذی: ١٨٦٥' سنن ابوداؤد: ٣٦٨١' سنن ابن ماجہ: ٣٣٩٤)

اس کا جواب یہ ہے کہ حافظ زیلعی متوفی ٧٦٢ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کی سند میں ابوعثمان مجہول ہے' امام دار قطنی نے اس حدیث کی کئی اسانید ذکر کی ہیں اور وہ سب ضعیف ہیں۔

(نصب الرایہ ج ۵ ص ۱۴ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۶ھ)

علامہ کاسانی متوفی ۵۸۷ھ لکھتے ہیں:

یحییٰ بن معین نے اس حدیث کو رد کر دیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث ان لوگوں پر محمول ہے جو ایسے مشروبات کو سرور اور مستی لانے کے لیے پئیں جن کی کثیر مقدار نشہ آور ہو اور قلیل مقدار نشہ آور نہ ہو (اور جو بدن میں عبادت کی قوت حاصل کرنے کے لیے پئیں وہ اس حکم میں داخل نہیں ہیں۔ ردالمحتار ج ۱۰ ص ۳۴)۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ جس مشروب کی کثیر مقدار نشہ آور ہو اس کا وہ آخری گھونٹ نشہ آور ہے اور صرف وہ حرام ہے جس سے نشہ پیدا ہوا اور اس کی قلیل مقدار جو غیر نشہ آور ہے وہ حرام نہیں ہے اور یہ حدیث اس آخری گھونٹ پر محمول ہے۔

(بدائع الصنائع ج ٦ ص ۴۷ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ)

شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ "الخمرۃ" کو بعینہا حرام کیا گیا ہے خواہ قلیل ہو یا کثیر اور ہر مشروب میں سے نشہ آور کو حرام کیا گیا ہے۔ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ حرام وہ آخری گھونٹ ہے جس سے نشہ پیدا ہوتا ہے اور خمر بعینہا حرام ہے اور اس حکم میں قلیل اور کثیر برابر ہیں اور کھجوروں اور انگوروں کے پکے ہوئے شیرہ سے جو مشروب بنایا گیا ہو اس میں قلیل اور کثیر کا فرق ہے ان کی قلیل مقدار کے پینے میں کوئی حرج نہیں ہے حرام صرف وہ ہے جو اس کے پیالہ کا آخری حصہ ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: مشروب کا جو پیالہ نشہ آور ہو وہی حرام ہے۔ (المبسوط ج ۲۴ ص ۱۲۔۱۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

ایلو پیتھک اور ہومیو پیتھک دواؤں سے علاج کرنے کا شرعی جواز

ان تصریحات کی بناء پر میں یہ کہتا ہوں کہ ایلو پیتھک اور ہومیو پیتھک دواؤں سے علاج کرنا جائز ہے ایلو پیتھک کی جو مائع دوائیں ہوتی ہیں اور شربت ہوتے ہیں ان میں الکوحل کی معمولی مقدار ملی ہوئی ہوتی ہے اور ہومیو پیتھک دواؤں میں بھی الکوحل کی آمیزش ہوتی ہے اور دوا کی جتنی خوراک پی جاتی ہے جو عموماً چائے کے دو چمچے کے برابر ہوتی ہے اگر یہ دو چمچے صرف الکوحل ہوتی تو بھی یہ نشہ آور نہیں ہے جب کہ الکوحل خمر نہیں ہے اور اس دو چمچے کی مقدار میں الکوحل کے چند قطرات ہوتے ہیں باقی دوسرے کیمیائی اجزاء ہوتے ہیں اور ان سے مخلوط ہونے کے بعد الکوحل اپنی طبیعت اور ماہیت پر باقی نہیں رہتی جیسے خمر میں اگر نمک ڈال دیا جائے تو اس کی ماہیت بدل جاتی ہے اور وہ سرکہ بن جاتی ہے لہٰذا اوّل تو دوا کی مجوزہ خوراک میں الکوحل کے چند قطرات ہوتے ہیں جو کسی صورت میں نشہ آور نہیں ہیں ثانی یہ کہ اس میں دوسرے کیمیاوی اجزاء غالب مقدار میں موجود ہوتے ہیں جن کی وجہ سے الکوحل کی ماہیت بدل جاتی ہے الکوحل کی اس کم مقدار کو دواؤں میں اس لیے شامل کیا جاتا ہے کہ وہ دیر تک محفوظ رہ سکیں اور خراب ہونے نہ پائیں۔

باب مذکور کی حدیث کی تحقیق شرح صحیح مسلم میں

اس باب کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۵۰۹۴۔ ج ٦ ص ۲۵۴ پر مذکور ہے یہاں اس کی شرح نہیں کی گئی البتہ کتاب الاشربہ کا جو مقدمہ ہے اس میں بہت مفصل بحث کی ہے اس کے اہم عنوانات حسب ذیل ہیں:

(۱) خمر کا لغوی اور اصطلاحی معنی (۲) خمر اور دیگر نشہ آور مشروبات کے متعلق مذاہب فقہاء (۳) خمر اور دیگر مشروبات کے متعلق امام ابوحنیفہ کا نظریہ (۴) غیر خمر نشہ آور مشروبات کی قلیل مقدار کے جواز پر قرآن مجید سے استدلال (۵) غیر خمر نشہ آور مشروبات کی قلیل

مقدار کی حلت کے متعلق احادیث (٦) جس مشروب کی تیزی سے نشہ کا خدشہ ہو اس میں پانی ملانے کے بعد اس کو پینے کا جواز (٧) جس مشروب کی کثیر مقدار نشہ آور ہو اس کی قلیل مقدار کے حلال ہونے پر فقہاء احناف کے دلائل (٨) نبیذ کی تعریف اور اس کا حکم (٩) مثلث اور نبیذ شدید کے حلال ہونے پر فقہاء احناف کے دلائل (١٠) حضرت عمر' حضرت علی اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہم سے نشہ آور مشروب کی قلیل مقدار پینے کا جواز (١١) کبار صحابہ اور فقہاء تابعین سے نشہ آور مشروب کی قلیل مقدار پینے کا جواز (١٢) بھنگ کے شرعی حکم میں مذاہب فقہاء (١٣) حشیش کی تحقیق (١٤) افیون کی تعریف اور تحقیق (١٥) سکون آور دواؤں کا شرعی حکم (١٦) تمباکو نوشی کی تاریخ (١٧) تمباکو نوشی کے نقصانات (١٨) تمباکو نوشی کے متعلق فقہاء احناف کا مذہب (١٩) تمباکو نوشی کے متعلق دیگر مذاہب اور مصنف کا موقف (٢٠) الکوحل کی قلیل مقدار کے جواز کا محل اور ایلوپیتھک دواؤں اور پرفیوم وغیرہ کے جواز کا بیان۔

یہ بحث شرح صحیح مسلم ج ٦ ص ٢٢٣۔١٧٩ میں پھیلی ہوئی ہے۔

٧٢- بَابُ غَسْلِ الْمَرْاَةِ اَبَاهَا الدَّمَ عَنْ وَجْهِهٖ

عورت کا اپنے باپ کے چہرے سے خون کو دھونا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ عورت اپنے باپ کے چہرے سے خون کو دھو سکتی ہے' باب سابق کے ساتھ اس کی مناسبت یہ ہے کہ اس میں یہ بیان کیا تھا کہ امام بخاری کی رائے میں نبیذ سے وضوء جائز نہیں اور نشہ آور مشروب سے وضوء کرنا جائز نہیں اور یہ ایک حکم شرعی ہے اور اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ عورت اپنے باپ کے چہرے سے خون کو دھو سکتی ہے' یعنی نجاست کو بدن پر چھوڑنا جائز نہیں ہے اور یہ بھی ایک حکم شرعی ہے۔ اس کے ثبوت میں امام بخاری حسب ذیل تعلیق کو ذکر کرتے ہیں:

وَقَالَ اَبُو الْعَالِيَةِ اِمْسَحُوْا عَلٰى رِجْلِيْ' فَاِنَّهَا مَرِيْضَةٌ.

اور ابو العالیہ نے کہا: میرے پیر پر مسح کرو کیونکہ اس میں مرض ہے۔

ابو العالیہ کا نام رفیع بن مہران ریاحی ہے' امام بخاری نے جو تعلیق ذکر کی ہے' وہ ایک حدیث کا قطعہ ہے' مکمل حدیث یہ ہے:
معمر بیان کرتے ہیں: مجھے عاصم بن سلیمان نے خبر دی کہ ہم ابو العالیہ الریاحی کے پاس گئے' وہ بیمار تھے' انہوں نے ان کو وضوء کرایا' جب ان کا ایک پیر رہ گیا تو انہوں نے کہا: اس پر مسح کرو' کیونکہ اس میں مرض ہے اور اس پر سرخی اور ورم تھا۔
(مصنف عبد الرزاق: ٦٢٨' دار الکتب العلمیہ بیروت' ١٤٢١ھ)

٢٤٣- حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ' عَنْ اَبِيْ حَازِمٍ سَمِعَ سَهْلَ بْنَ سَعْدِ السَّاعِدِيَّ' وَسَاَلَهُ النَّاسُ' وَمَا بَيْنِيْ وَ بَيْنَهٗ اَحَدٌ بِاَيِّ شَيْءٍ دُوْوِيَ جُرْحُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَقَالَ مَا بَقِيَ اَحَدٌ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّيْ' كَانَ عَلِيٌّ يَجِيْءُ بِتُرْسِهٖ فِيْهِ مَاءٌ' وَفَاطِمَةُ تَغْسِلُ عَنْ وَجْهِهِ الدَّمَ' فَاُخِذَ حَصِيْرٌ فَاُحْرِقَ' فَحُشِيَ بِهٖ جُرْحُهٗ.

[اطراف الحدیث: ٢٩٠٣۔٢٩١١۔٣٠٣٧۔٤٠٧٥۔٥٢٤٨۔٥٧٢٢]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان بن عیینہ نے خبر دی از ابی حازم' انہوں نے حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ سے سنا اور لوگ ان سے سوال کر رہے تھے اور میرے اور ان کے درمیان اس وقت کوئی شخص نہیں تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زخم کا علاج کس چیز سے کیا گیا تھا؟ حضرت سہل نے کہا: اب اس بات کو مجھ سے زیادہ جاننے والا کوئی نہیں ہے' حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی ڈھال میں پانی لے کر آتے تھے اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ کے چہرے سے خون کو دھوتی تھیں' پھر

ایک چٹائی کو لے کر جلایا گیا اور اس کی راکھ آپ کے زخم میں بھر دی گئی۔

(صحیح مسلم: ۱۷۹۰' الرقم المسلسل: ۴۵۶۱' سنن ترمذی: ۲۰۸۵' سنن ابن ماجہ: ۳۴۶۴' مسند الحمیدی: ۹۲۹' صحیح ابن حبان: ۶۵۷۸' المعجم الکبیر: ۵۹۱۲' مسند احمد ج ۵ ص ۳۳۰ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۲۷۹۹۔ ج ۳۷ ص ۴۵۹' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ کے چہرے سے خون کو دھوتی تھیں۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) محمد بن سلام البیکندی' صحیح بخاری کے بعض نسخوں میں اسی طرح مذکور ہے' ابونعیم نے "المستخرج" میں اسی طرح لکھا ہے اور امام ابن ماجہ اور الاسماعیلی نے محمد بن الصباح از سفیان روایت کیا ہے (۲) سفیان بن عیینہ' ان کا تعارف ہو چکا ہے (۳) ابوحازم سلمہ بن دینار المدینی المخزومی' ۱۳۵ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) حضرت سہل بن سعد الساعدی الانصاری رضی اللہ عنہ' ان کا نام پہلے حزن تھا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا نام بدل کر سہل رکھ دیا' انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ۱۳۸' احادیث روایت کی ہیں' امام بخاری نے ان کی ۳۹' احادیث روایت کی ہیں' یہ ۱۰۰ سال کی عمر میں ۹۱ھ میں فوت ہو گئے تھے' یہ مدینہ میں فوت ہونے والے آخری صحابی تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۷۰۔۲۷۰)

باب مذکور کی حدیث کی زیادہ تفصیل

حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر کے اوپر خود توڑ دیا گیا اور آپ کا چہرہ خون آلود ہو گیا' اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ ڈھال میں پانی لا رہے تھے اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ کے چہرے سے خون دھو رہی تھیں' جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے دیکھا کہ پانی ڈالنے سے خون زیادہ بہ رہا ہے تو انہوں نے ایک چٹائی کو جلایا اور اس کی راکھ کو آپ کے زخم میں بھر دیا' پھر خون رُک گیا۔ (صحیح البخاری: ۵۷۲۲)

خواتین کے لیے اپنے محارم کا علاج کرنے کا جواز' انبیاء پر تکلیفوں کی حکمت' علاج کی مشروعیت اور اپنی علمی فضیلت کو بیان کرنے کا جواز

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورت اپنے والد اور دیگر محارم کے امراض میں ان کا علاج کر سکتی ہے اور اس حدیث میں دوا اور علاج کا ثبوت ہے' اس زمانہ میں خون روکنے اور مرہم پٹی کے جو اسباب تھے' ان کو اختیار کیا گیا۔

اس حدیث میں یہ بھی ثبوت ہے کہ انبیاء علیہم السلام بیماریوں اور تکلیفوں میں مبتلا ہوتے ہیں تاکہ ان کو زیادہ اجر ملے اور ان کی امت یہ جان لے کہ انبیاء علیہم السلام اتنے فضائل اور کمالات کے حامل ہونے کے باوجود بشر ہیں' ان کے اجسام پر بھی وہ تکلیفیں آتی ہیں' جو عام بشر کے اجسام پر آتی ہیں اور وہ یہ یقین کر لیں کہ وہ مخلوق ہیں' خدا نہیں ہیں اور ان کے معجزات دیکھ کر اس طرح فتنہ میں مبتلا نہ ہو جائیں' جس طرح نصاریٰ فتنے میں مبتلا ہو گئے تھے۔

اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ دوا اور علاج کرنا توکل کے خلاف نہیں ہے۔

حضرت سہل سے لوگوں نے پوچھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زخم کا علاج کس چیز سے کیا گیا تھا؟ اس سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احوال کے متعلق سوال کرنا چاہیے۔

حضرت سہل نے کہا: اس وقت اس بات کو مجھ سے زیادہ جاننے والا کوئی نہیں ہے' اس سے معلوم ہوا کہ ضرورت کے وقت اپنی علمی فضیلت اور بڑائی کو بیان کرنا جائز ہے۔

آیا نبی ﷺ نے احد میں خون آلود کرنے والے کفار کے لیے دعائے مغفرت کی تھی یا نہیں؟

حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے دعا کی: اے اللہ! میری قوم کو معاف فرما کیونکہ بے شک یہ (میری نبوت کو) نہیں جانتے۔

(صحیح ابن حبان: ۹۷۳، المعجم الکبیر: ۵۶۹۴، حافظ الہیثمی نے کہا: امام طبرانی کے رجال صحیح ہیں، مجمع الزوائد ج ۶ ص ۱۱۷)

ابو حاتم رضی اللہ عنہ نے کہا: نبی ﷺ نے یہ دعا اس وقت کی تھی جب احد میں آپ کا چہرہ خون آلود کر دیا گیا تھا اور اس دعا کا معنی یہ ہے کہ اے اللہ! میری قوم نے جو میرا چہرہ خون آلود کر دیا ہے، ان کے اس گناہ کو معاف فرما اور یہ کفار کے لیے دعائے مغفرت نہیں تھی اور اگر آپ ان کافروں کے لیے دعائے مغفرت کرتے تو لامحالہ وہ سب کافر اسی وقت اسلام لے آتے۔

(الاحسان فی تقریب صحیح ابن حبان ج ۳ ص ۲۵۵، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۴۱۴ھ)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: گویا میں نبی ﷺ کے چہرے کی طرف دیکھ رہا تھا، آپ انبیاء میں سے کسی نبی کی حکایت فرما رہے تھے کہ اس نبی کو ان کی قوم نے مار مار کر خون آلود کر دیا اور وہ اپنے چہرے سے خون کو صاف کرتے ہوئے کہہ رہے تھے: اے اللہ! میری قوم کو معاف فرما، بے شک یہ میری نبوت کو نہیں جانتے۔

(صحیح البخاری: ۳۴۷۷، صحیح مسلم: ۱۷۹۲، سنن ابن ماجہ: ۴۰۲۵، مسند احمد ج ۱ ص ۳۸۰)

علامہ نووی نے لکھا ہے: ہمارے نبی ﷺ کے لیے بھی اس کی مثل جنگ احد کے دن واقع ہوئی۔

(صحیح مسلم بشرح النووی ج ۸ ص ۴۹۸۳، مکتبہ نزار مصطفیٰ، مکہ مکرمہ، ۱۴۱۷ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ نبی ﷺ نے جس نبی کی حکایت کی ہے، اس سے مراد خود آپ کی ذات ہے، حافظ عسقلانی نے علامہ قرطبی کا رد کرتے ہوئے لکھا ہے: نبی ﷺ نے احد کے دن یہ فرمایا تھا: وہ قوم کیسے فلاح پائے گی، جس نے اپنے نبی کے چہرے کو خون آلود کر دیا۔ (صحیح البخاری ص ۸۵۲، دارارقم، بیروت) پھر حافظ ابن حجر نے صحیح ابن حبان: ۹۷۳ کی حدیث اور ابوحاتم کا کلام نقل کیا ہے، پھر اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ کلام اس پر مبنی ہے کہ نبی ﷺ کی دعا کے مقبول ہونے میں تاخیر جائز نہیں، حالانکہ نبی ﷺ نے تین دعائیں کیں تو اللہ تعالیٰ نے دو آپ کو عطا فرما دیں اور ایک سے منع فرما دیا، پھر علامہ قرطبی کے رد میں اس حدیث کو نقل کیا:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب جعرانہ میں رسول اللہ ﷺ حنین کا مال غنیمت تقسیم فرما رہے تھے تو لوگ آپ پر ٹوٹ پڑے تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کے بندوں میں سے ایک بندہ کو ایک قوم کی طرف مبعوث کیا گیا، اس قوم نے اس کو مارا اور خون آلود کر دیا، وہ بندہ خون کو اپنی پیشانی سے صاف کر رہا تھا اور کہہ رہا تھا: اے میرے رب! میری قوم کو معاف فرما! بے شک یہ (میری نبوت کو) نہیں جانتے، حضرت عبداللہ کہتے ہیں: گویا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی طرف دیکھ رہا تھا، آپ خون کو اپنی پیشانی سے صاف کر رہے تھے اور اس بندہ کی حکایت کر رہے تھے اور یہ دعا کر رہے تھے: اے میرے رب! میری قوم کو معاف فرما، کیونکہ یہ نہیں جانتے۔ (مسند ابو یعلیٰ: ۵۰۳۰۷-۴۹۹۲، مسند ابوداؤد الطیالسی: ۳۵۷، مسند البزار: ۳۶۵۲، صحیح ابن حبان: ۳۲۶۳، شعب الایمان: ۷۹۶۲، مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۲۴۰، مسند احمد ج ۱ ص ۴۵۷ طبع قدیم، مسند احمد ج ۷ ص ۷۶، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد حافظ ابن حجر نے لکھا ہے: اس حدیث سے ظاہر ہو گیا کہ نبی ﷺ نے جس نبی کی حکایت کی ہے، اس سے مراد خود آپ کی ذات گرامی نہیں تھی۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۷۶۴، دارالمعرفۃ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

صحیح ابن حبان: ٩٧٣ اور ابو حاتم کی تفسیر کا تقاضا یہ ہے کہ جن کافروں نے آپ کا چہرہ خون آلود کیا تھا' آپ نے ان کے لیے یہ دعا کی تھی کہ اللہ تعالیٰ ان کے اس جرم کو معاف فرما دے اور یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا انتہائی صبر اور حلم ہے اور اپنے دشمنوں کے لیے انتہائی عفو و کرم ہے اور اپنی ذات پر ہونے والی زیادتی کو معاف فرمانا ہے اور ان کے لیے ہدایت اور مغفرت کی دعا کرنا ہے اور انہوں نے آپ کے اوپر جو زیادتی کی تھی اور آپ کا چہرہ خون آلود کیا تھا' اس جرم کو ان کی اس جہالت کی وجہ سے کہ وہ آپ کی نبوت کو پہچانتے نہیں تھے' اس میں ان کو معذور قرار دینا ہے اور یہ آپ کا خلق عظیم ہے۔

اور وہ جو ''صحیح بخاری'' میں ہے کہ آپ نے فرمایا: وہ قوم کیسے فلاح پائے گی' جس نے اپنے نبی کا چہرہ خون آلود کر دیا! یہ آپ نے اس وقت فرمایا: جب آپ کا چہرہ کافروں نے خون آلود کر دیا تھا' بعد میں آپ پر اپنے مزاج کے مطابق رحمت غالب آ گئی اور آپ نے ان کے لیے معافی کی دعا فرما کر اپنے پہلے قول کی تلافی کر دی اور اس میں ہمارے لیے یہ نمونہ ہے کہ اگر کسی ظالم کے ظلم پر ہم فوری طور پر جذبات میں آ کر اس کے خلاف کوئی بات کہیں' جیسا کہ بشریت کا تقاضا ہے تو بعد میں اس کے حق میں دعا کر کے اپنے پہلے قول کی تلافی کر دیں۔

اور صحیح البخاری: ٣٤٧٧ میں آپ نے جس نبی کی حکایت فرمائی ہے' وہ بنی اسرائیل کے انبیاء میں سے کوئی نبی تھے' کیونکہ امام بخاری نے اس حدیث کو انبیاء بنی اسرائیل کے ذکر میں بیان کیا ہے اور اس سے مراد خود آپ کی ذاتِ گرامی نہیں ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر نے تحقیق کی ہے۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ٤٥٢٧۔ ج ٥ ص ٥٥٢ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

٧٣- بَابُ السِّوَاكِ — مسواک کرنا

اس باب میں مسواک کرنے کا بیان ہے' بابِ سابق کے ساتھ اس کی مناسبت یہ ہے کہ اس باب میں چہرے سے خون زائل کر کے چہرے کو صاف کرنے کا بیان تھا اور اس باب میں دانتوں سے میل کچیل اور پیلاہٹ کو زائل کر کے دانتوں کو صاف کرنے کا بیان ہے۔

اصل مقصود دانتوں کی صفائی ہے' اس زمانہ میں درخت کی شاخ یا پیلو کی جڑ سے مسواک کر کے دانتوں کو صاف کیا جاتا تھا' اب منجن' ٹوتھ پاؤڈر یا ٹوتھ پیسٹ سے دانتوں کو صاف کیا جاتا ہے' جیسے اس زمانہ میں زخم سے خون روکنے کے لیے چٹائی جلا کر راکھ زخم میں بھر دی جاتی تھی' اب جدید دوائیں مثلاً اسکن آئنٹ منٹ (Skin Ointtment) اور پولی فیکس (Poly Fax) ٹنچر بینزائل (Tincture Benzyl) وغیرہ زخم پر لگا دی جاتی ہے' اور کیونکہ مقصود علاج ہے اور جس طرح ہر زمانہ کے عرف اور رواج کے مطابق علاج کیا جاتا ہے' اسی طرح دانتوں کی صفائی بھی ہر زمانہ کے عرف کے مطابق ہو گی اور یہ خلاف سنت یا خلاف شریعت نہیں ہے۔ امام بخاری اس سلسلہ میں تعلیق ذکر کرتے ہیں:

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ بِتُّ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَنَّ.

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں رات گزاری تو آپ نے دانت صاف کیے۔

یہ تعلیق اس طویل حدیث کا قطعہ ہے' جس میں یہ ذکر ہے کہ حضرت ابن عباس نے اپنی خالہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے ہاں رات گزاری' تاکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے رات کے معمولات کا مشاہدہ کریں' اس حدیث کا کچھ حصہ گزشتہ ابواب میں گزر چکا ہے اور باقی آئندہ ابواب میں آئے گا۔

٢٤٤- حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ غَيْلَانَ بْنِ جَرِيْرٍ، عَنْ اَبِیْ بُرْدَةَ، عَنْ اَبِيْهِ قَالَ اَتَيْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَوَجَدْتُهٗ يَسْتَنُّ بِسِوَاكٍ بِيَدِهٖ، يَقُوْلُ اُعْ اُعْ، وَالسِّوَاكُ فِیْ فِيْهِ، كَاَنَّهٗ يَتَهَوَّعُ. (صحیح مسلم: ٢٥٤، الرقم المسلسل: ٥٨١، سنن ابوداؤد: ٤٩، سنن نسائی: ٣)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالنعمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از غیلان بن جریر از ابی بردہ از والد خود وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا' اس وقت آپ اپنے ہاتھ میں مسواک لے کر دانت صاف کر رہے تھے اور اُع اُع کر رہے تھے اور مسواک آپ کے منہ میں تھی' گویا کہ آپ قے کر رہے تھے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(١) ابوالنعمان محمد بن الفضل (٢) حماد بن زید (٣) غیلان بن جریر' یہ ١٢٩ھ میں فوت ہو گئے تھے (٤) ابو بردہ' ان کا نام عامر ہے (٥) ان کے والد حضرت عبداللہ بن قیس ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ٣ ص ٢٧٣)

بعض الفاظ کے معانی

اس حدیث میں ''اُع اُع'' کے الفاظ ہیں' جب مسواک کو حلق کے آخر تک لے جا کر حلق کو صاف کیا جائے تو ایسی آواز نکلتی ہے۔

''یتھوع'' بلا تکلف قے آنا۔

مسواک کرنے کا سنت مؤکدہ ہونا

یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ مسواک کرنا سنت مؤکدہ ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دن اور رات ہمیشہ مسواک کرتے تھے اور مسواک پر دوام کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت عبدالرحمان بن ابوبکر رضی اللہ عنہما' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور میں اپنے سینہ کی طرف آپ کا سہارا تھی اور حضرت عبدالرحمان کے پاس ایک تازہ مسواک تھی' جس سے وہ مسواک کر رہے تھے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر اس کی طرف مسلسل لگی ہوئی تھی' میں نے ان سے مسواک لے کر اس کو (اگلے سرے سے) کاٹا' پھر اس کو جھاڑا اور پاک کیا' پھر وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دی' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے دانت صاف کیے اور میں نے اس سے زیادہ اچھی طرح کبھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دانت صاف کرتے ہوئے نہیں دیکھا' پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فارغ ہو گئے تو آپ نے اپنا ہاتھ یا انگلی اوپر اٹھائی' پھر تین مرتبہ فرمایا: ''رفیق اعلیٰ میں'' پھر آپ میری ہنسلی اور ٹھوڑی کے درمیان (سر ٹکائے ہوئے) وصال فرما گئے۔ (صحیح البخاری: ٤٤٣٨)

مسواک کے مستحب ہونے پر اجماع ہے۔ علامہ مرغینانی حنفی متوفی ٥٩٣ھ نے کہا: مسواک کرنا سنت ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس پر دوام کرتے تھے اور جب مسواک نہ ہو تو انگلی سے دانت صاف کرے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس طرح کرتے تھے۔

(ھدایہ اولین ص ١٨' شرکۃ علمیہ' ملتان)

مسواک کرنے کا طریقہ

علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ٦٢٠ھ لکھتے ہیں:

اپنے دانتوں اور زبان پر مسواک کرے' حضرت ابوموسیٰ اشعری بیان کرتے ہیں کہ ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آئے' میں نے دیکھا آپ اپنی زبان پر مسواک کر رہے تھے۔ (صحیح البخاری: ٢٤٤' صحیح مسلم: ٢٢٠) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں اس قدر مسواک کرتا ہوں کہ مجھے خطرہ ہے کہ میں اپنے منہ کا اگلا حصہ گھسا دوں گا' اور عرض کی جانب مسواک کرے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عرضاً

مسواک کرو اور کبھی کبھی تیل لگاؤ اور طاق مرتبہ سرمہ لگاؤ۔ (لمذررالمنتثرہ:۳۱) دائیں طرف سے مسواک کی ابتداء کرنا مستحب ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جوتی پہننے میں' کنگھی کرنے میں' وضوء کرنے میں اور ہر کام میں دائیں جانب سے ابتداء کرنے کو پسند کرتے تھے۔ (صحیح البخاری:۱۶۸' صحیح مسلم:۲۲۶) اور مسواک کو دھولے تا کہ اس پر جو گرد و غبار اور میل ہے' وہ زائل ہو جائے' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے مسواک دیتے' میں اس کو دھوتی' میں اس سے ابتداء کر کے مسواک کرتی' پھر اس کو دھو کر آپ کو دیتی۔ (سنن ابوداؤد:۵۲) (المغنی لابن قدامہ ج ۱ ص ۱۲۰' دارالحدیث' قاہرہ' ۱۴۲۵ھ)

مسواک کی موٹائی چھنگلی کے برابر ہو اور اس کی لمبائی ایک بالشت ہو' پیلو کی جڑ سے مسواک کرنا مستحب ہے' مسواک کرنے کے وقت کا کوئی پیمانہ نہیں ہے' اس وقت تک مسواک کرے حتیٰ کہ اس کو یقین ہو جائے کہ اس کے دانتوں کا میل اور پیلاہٹ زائل ہو گئی ہے۔ ''المحیط'' میں مذکور ہے کہ عورتوں کا دنداسہ کرنا مسواک کے قائم مقام ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۲۷۴)

٢٤٥- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مَنْصُوْرٍ، عَنْ اَبِیْ وَائِلٍ، عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ، يَشُوْصُ فَاهُ بِالسِّوَاكِ. [اطراف الحدیث:۸۸۹-۱۱۳۶]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عثمان بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از منصور از ابووائل از حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو اٹھتے تو اپنے منہ کو مسواک سے صاف کرتے۔

(صحیح مسلم:۲۵۵' الرقم المسلسل:۵۸۲' سنن ابوداؤد:۵۵' سنن نسائی:۲' سنن ابن ماجہ:۲۸۶' صحیح ابن خزیمہ:۱۳۶' صحیح ابن حبان:۱۰۷۵' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۷۳' مسند احمد ج ۵ ص ۴۰۲ طبع قدیم' مسند احمد:۲۳۴۱۵-ج ۳۸ ص ۴۱۷-۴۱۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

* مذکور الصدر دونوں حدیثیں شرح صحیح مسلم:۵۰۱-۵۰۰-ج ۱ ص ۹۱۰ پر ہیں' ان کی شرح کے عنوانات حسب ذیل ہیں:

(۱) مسواک کا لغوی اور شرعی معنی (۲) مسواک کے متعلق احکام شرعیہ (۳) منجن اور ٹوتھ پیسٹ وغیرہ سے دانت صاف کرنا بھی مسواک کے حکم میں ہے (۴) احکام شرعیہ کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مفوض ہونا۔

٧٤- بَابُ دَفْعِ السِّوَاكِ اِلَى الْاَكْبَرِ
بڑی عمر کے شخص کو مسواک دینا

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ دونوں باب احکام مسواک کے متعلق ہیں۔

٢٤٦- وَقَالَ عَفَّانُ حَدَّثَنَا صَخْرُ بْنُ جُوَيْرِيَةَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَرَانِیْ اَتَسَوَّكُ بِسِوَاكٍ، فَجَاءَنِیْ رَجُلَانِ، اَحَدُهُمَا اَكْبَرُ مِنَ الْاٰخَرِ، فَنَاوَلْتُ السِّوَاكَ الْاَصْغَرَ مِنْهُمَا، فَقِيْلَ لِیْ كَبِّرْ، فَدَفَعْتُهُ اِلَى الْاَكْبَرِ مِنْهُمَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: اور عفان نے کہا: ہمیں صخر بن جویریہ نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے خواب میں دیکھا کہ میں ایک مسواک کے ساتھ مسواک کر رہا ہوں پس میرے پاس دو آدمی آئے' ان میں سے ایک دوسرے سے بڑی عمر کا تھا' میں نے مسواک چھوٹے کو دے دی تو مجھ سے کہا گیا کہ بڑے کو دیں' پھر میں نے وہ مسواک ان میں سے بڑے کو دے دی۔

قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ اخْتَصَرَهُ نُعَيْمٌ، عَنِ ابْنِ الْمُبَارَكِ، عَنْ اُسَامَةَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ

ابوعبداللہ (امام بخاری) نے کہا: نعیم نے اس حدیث کو مختصر روایت کیا ہے از ابن المبارک از اسامہ از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما۔

اللّٰہُ عَنْھُمْ. (صحیح مسلم:۲۲٬۱۷۰ الرقم المسلسل:۵۸۲۳_۷۳۶۶)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) عفان بن مسلم الصفار البصری ابوعثمان' ان سے آزمائش کے زمانے میں قرآن مجید کے متعلق سوال کیا گیا' انہوں نے قرآن مجید کو مخلوق کہنے سے انکار کیا' یہ جرح اور تعدیل کرتے تھے'ان سے کہا گیا: اس سے رک جاؤ اور ان کو دس ہزار دینار کی پیش کش کی گئی' انہوں نے انکار کر دیا اور کہا: میں حق کو نہیں چھپا سکتا' یہ ۲۲۰ھ میں بغداد میں فوت ہو گئے (۲) صخر بن جویریہ ابو نافع التیمی' یہ ثقہ راوی ہیں (۳) نافع حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے آزاد شدہ غلام (۴) حضرت عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما (۵) امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری (۶) نعیم بن حماد المروزی الخزاعی مصری' امام احمد نے کہا: ہم ان کو الفارض کہتے تھے کیونکہ یہ علم الفرائض کے سب سے بڑے عالم تھے'ان سے قرآن مجید کے متعلق سوال کیا گیا' انہوں نے ان کی منشاء کے مطابق جواب نہیں دیا تو ان کو قید کر لیا گیا' حتیٰ کہ یہ قید خانے میں ہی ۲۲۸ھ میں فوت ہو گئے' یہ اسحاق بن ہارون رشید کی خلافت کا زمانہ تھا (۷) عبداللہ بن المبارک (۸) اسامہ بن زید اللیثی' ان پر جرح کی گئی ہے' یہ ۱۵۳ھ میں فوت ہو گئے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۲۷۶)

اصل حدیث جس کا اختصار کیا گیا

اس حدیث میں مذکور ہے کہ اس کے متن کا نُعیم بن حماد نے اختصار کیا ہے' اصل حدیث کا متن اس طرح ہے:

نافع' حضرت ابن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے حضرت جبریل نے حکم دیا کہ میں بڑے کو دوں یا کہا: بڑے کو مقدم رکھو۔

(المعجم الاوسط:۳۲۴۲ مکتبۃ المعارف' ریاض' ۱۴۱۵ھ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مسواک کر رہے تھے اور آپ کے پاس دو شخص تھے' ان میں سے ایک دوسرے سے بڑا تھا تو مسواک کی فضیلت میں آپ کی طرف یہ وحی کی گئی کہ آپ ان میں سے بڑے کو مسواک دیں۔

(سنن ابوداؤد:۵۰)

اگر یہ سوال کیا جائے کہ حضرت عائشہ کی روایت میں بیداری کا واقعہ ہے اور امام بخاری نے خواب کا واقعہ بیان کیا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنا خواب بیداری میں بیان کر دیا تو اس کو حضرت عائشہ نے بیان کیا۔

بڑی عمر والے کی فضیلت

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب کسی مجلس میں بڑی عمر کا شخص موجود ہو تو اس کا حق مقدم ہے' ماسوا اس کے کہ کم عمر دائیں جانب ہو تو پھر دائیں جانب والے کا حق مقدم ہے' جیسا کہ آپ نے ایک مجلس میں کم عمر لڑکے کو اپنا بچا ہوا دودھ عطا کیا' کیونکہ وہ دائیں جانب تھے۔ (صحیح البخاری:۲۶۰۲_۲۳۵۱ صحیح مسلم:۲۰۳۰) اور حضرت حویصہ اور محیصہ اپنے مقتول کی دیت کے سلسلہ میں بات کرنے آئے تو آپ نے فرمایا: بڑے کو بات کرنے دو۔

(صحیح البخاری:۶۱۴۳_۲۷۰۲' صحیح مسلم:۱۶۶۹' سنن ابوداؤد:۴۵۲۰' سنن ترمذی:۱۴۲۲' سنن نسائی:۴۷۲۴' سنن ابن ماجہ:۲۶۷۷)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم:۵۸۱۶۔ ج۶ ص ۶۵۵ پر مذکور ہے' وہاں اس حدیث کی شرح نہیں کی گئی۔

۷۵- بَابُ فَضْلِ مَنْ بَاتَ عَلَى الْوُضُوْءِ اس شخص کی فضیلت جو وضوء کر کے رات کو سویا

باب سابق کے ساتھ اس باب کی مناسبت یہ ہے کہ دونوں بابوں میں وضوء کی فضیلت کا ذکر ہے' ہر چند کہ پہلے باب میں مسواک کی فضیلت ہے' لیکن مسواک بھی وضوء کی سنت ہے۔

٢٤٧- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ مَنْصُوْرٍ، عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ، قَالَ قَالَ لِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَتَيْتَ مَضْجَعَكَ، فَتَوَضَّأْ وُضُوْءَكَ لِلصَّلٰوةِ، ثُمَّ اضْطَجِعْ عَلٰى شِقِّكَ الْأَيْمَنِ، ثُمَّ قُلِ اللّٰهُمَّ أَسْلَمْتُ وَجْهِيْ إِلَيْكَ، وَفَوَّضْتُ أَمْرِيْ إِلَيْكَ، وَأَلْجَأْتُ ظَهْرِيْ إِلَيْكَ، رَغْبَةً وَرَهْبَةً إِلَيْكَ، لَا مَلْجَأَ وَلَا مَنْجَا مِنْكَ إِلَّا إِلَيْكَ، اَللّٰهُمَّ اٰمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِيْ أَنْزَلْتَ، وَبِنَبِيِّكَ الَّذِيْ أَرْسَلْتَ، فَإِنْ مُتَّ مِنْ لَيْلَتِكَ، فَأَنْتَ عَلَى الْفِطْرَةِ، وَاجْعَلْهُنَّ اٰخِرَ مَا تَتَكَلَّمُ بِهٖ. قَالَ فَرَدَّدْتُّهَا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا بَلَغْتُ اَللّٰهُمَّ اٰمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِيْ أَنْزَلْتَ، قُلْتُ وَرَسُوْلِكَ، قَالَ لَا، وَنَبِيِّكَ الَّذِيْ أَرْسَلْتَ.

[اطراف الحدیث: ٦٣١١-٦٣١٣-٦٣١٥-٧٤٨٨]

(صحیح مسلم: ٢٧١٠، الرقم المسلسل: ٦٧٥٥، سنن ابوداؤد: ٥٠٤٦، سنن ترمذی: ٣٥٧٤، السنن الکبریٰ للنسائی: ١٠٦١٩، عمل الیوم واللیلۃ للنسائی: ٧٨٣، مسند احمد ج ٤ ص ٢٩٠ طبع قدیم، مسند احمد: ١٨٥٦١، ج ٣٠ ص ٥٣٠، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن مقاتل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی از منصور از سعد بن عبیدہ از حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ مجھ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم اپنے بستر پر جاؤ تو اس طرح وضوء کرو جس طرح نماز کے لیے وضوء کرتے ہو پھر دائیں کروٹ پر لیٹ جاؤ پھر یہ دعا کرو: اے اللہ! میں نے اپنا چہرہ تیری طرف جھکا دیا اور اپنا معاملہ تیرے سپرد کر دیا اور میں نے تیرے ثواب کی رغبت سے اور تیرے عذاب کے خوف سے تجھ ہی کو اپنا پشت پناہ بنا دیا' تیرے سوا کوئی پناہ کی اور نجات کی جگہ نہیں ہے' اے اللہ! میں تیری اس کتاب پر ایمان لایا جو تو نے نازل کی ہے اور میں تیرے اس نبی پر ایمان لایا' جس کو تو نے بھیجا ہے' پھر اگر تم اس رات میں فوت ہو گئے تو فطرت پر فوت ہو گئے' اس دعا کو سب سے آخر میں پڑھنا' حضرت البراء نے کہا: میں نے اس دعا کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دہرایا' جب میں ان کلمات پر پہنچا: اے اللہ! میں تیری اس کتاب پر ایمان لایا' جس کو تو نے نازل کیا' تو میں نے کہا: اور میں تیرے اس رسول پر ایمان لایا' جس کو تو نے بھیجا (نبی کی بجائے رسول کہا) تو آپ نے فرمایا: وہی کہو: میں تیرے اس نبی پر ایمان لایا' جس کو تو نے بھیجا۔

اس حدیث کے چھ رجال ہیں' ان سب کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

دعا میں مذکور بعض کلمات کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے: میں نے اپنے چہرے کو تیری طرف جھکا دیا' اس کا معنی ہے: میں نے اپنی ذات کو تیرا فرماں بردار بنا دیا اور تیرے احکام کا اطاعت کرنے والا بنا دیا' اور میرے تمام اعضاء تیرے احکام کے تابع ہیں۔

اور اپنا معاملہ تیرے سپرد کر دیا: میں نے اپنے آپ کو تسلیم و رضا کا خوگر بنا دیا اور قضاء و قدر پر راضی ہو گیا۔

تجھ ہی کو اپنا پشت پناہ بنا دیا: میں نے اپنے تمام معاملات میں تجھ پر توکل کیا اور تجھ پر اعتماد کیا۔

تو تم فطرت پر فوت ہو گئے: یعنی دین اسلام پر فوت ہو گئے' اور فطرت کا معنی سنت ہے' اور اس کا معنی یہ ہے کہ دین قویم پر اور ملت ابراہیم پر فوت ہو گئے کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا تھا: ''اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○'' (البقرہ: ١٣١) میں نے رب العلمین کے لیے سر اطاعت خم کر دیا۔ اسی طرح جب وہ کہے گا: میں نے اپنے چہرہ کو تیری طرف جھکا دیا' تو اس کا معنی ہے: میں نے اپنے آپ کو تیرے سپرد کر دیا کیونکہ نفع کے حصول اور ضرر کو دفع کرنے کی مجھ میں قدرت نہیں ہے' پس میرا معاملہ تیرے حوالے ہے' تو جو چاہے کر۔

''وبنبیك الذی ارسلت'' کی ''وبرسولك الذی ارسلت'' پر وجوہ ترجیح

حضرت البراء نے جب کلمات دعا کو دہرایا تو کہا: میں تیرے اس رسول پر ایمان لایا' جس کو تو نے بھیجا (نبی کے بجائے رسول کہا) تو آپ نے فرمایا: نہیں! وہی کہو میں تیرے اس نبی پر ایمان لایا جس کو تو نے بھیجا۔ آپ نے حضرت البراء کے تبدیل شدہ الفاظ کو رد کر دیا' اس کی حسب ذیل وجوہ ہیں:

(۱) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو فرمایا تھا: ''میں تیرے اس نبی پر ایمان لایا' جس کو تو نے بھیجا'' اس میں نبوت اور رسالت کے دونوں وصف آ گئے اور حضرت البراء نے جو کہا: ''میں تیرے اس رسول پر ایمان لایا' جس کو تو نے بھیجا'' اس میں صرف رسالت کا ذکر ہے اور وصف رسالت کا تکرار ہے کیونکہ ''بھیجا'' بھی رسالت کا معنی ہے۔

(۲) وظائف اور اذکار کے الفاظ توقیفی ہوتے ہیں' ان میں ان ہی الفاظ کا اثر ہوتا ہے اور ان ہی پر اجر ملتا ہے' جو بتائے جاتے ہیں اور از خود الفاظ بدلنے سے نہ وہ اثر ہوتا ہے اور نہ وہ اجر ملتا ہے۔ اس لیے نابینا صحابی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو دعا تعلیم فرمائی تھی: ''اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ وَاَتَوَجَّهُ اِلَیْكَ بِمُحَمَّدٍ نَبِیِّ الرَّحْمَةِ یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ قَدْ تَوَجَّهْتُ بِكَ اِلٰی رَبِّیْ فِیْ حَاجَتِیْ هٰذِهٖ لِتُقْضٰی اَللّٰھُمَّ فَشَفِّعْهُ فِیَّ''۔

(سنن ابن ماجہ: ۱۳۸۵' السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۰۴۹۵' عمل الیوم واللیلۃ: ۶۵۹' صحیح ابن خزیمہ: ۱۲۱۹' المستدرک ج ۱ ص ۵۱۹۔ ۳۱۳' المعجم الکبیر: ۸۳۱۱' المعجم الصغیر: ۵۰۸' مسند احمد ج ۴ ص ۱۳۸ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۷۲۴۰۔ ج ۲۸ ص ۴۷۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

بعض علماء نے کہا ہے: اس حدیث میں یا محمد کو یا رسول اللہ سے بدل دینا چاہیے' لیکن ان علماء کا یہ قول صحیح نہیں ہے' صحیح وہی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے اور آپ کے بتائے ہوئے الفاظ کو اپنی رائے سے بدل دینا جائز نہیں ہے' جیسا کہ حضرت البراء نے جب ''بنبیك'' کی جگہ ''برسولك'' کہا تو آپ نے فرمایا: نہیں! وہی کہو جو میں نے کہا تھا۔

(۳) یہ بھی ہو سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دعا کے ان ہی الفاظ کی وحی کی گئی ہو تو یہ الفاظ توقیفی تھے' آپ نے ان ہی الفاظ کو لازم قرار دیا۔

(۴) نبی کا لفظ تو ''نبأ'' سے بنا ہے' جس کا معنی خبر دینا ہے یا ''نبو'' سے بنا ہے' جس کا معنی بلندی ہے اور نبی کو اس لیے نبی کہتے ہیں کہ وہ غیب کی خبریں دیتا ہے اور وہ اپنی امت پر بلند ہوتا ہے' سو جب ''بنبیك الذی ارسلت'' کہا تو یہ دونوں معنی حاصل ہو گئے اور جب ''برسولك الذی ارسلت'' کہا تو صرف رسالت کے معنی کا تکرار ہوا اور یہ معنی حاصل نہ ہوئے۔

(۵) ''وبرسولك الذی ارسلت'' کے الفاظ رسل ملائکہ کو بھی شامل ہیں کیونکہ وہ بھی رسول ہیں' جن کو اللہ نے بھیجا ہے اور جب ''وبنبیك الذی ارسلت'' کہا تو رسل ملائکہ سے احتراز ہو گیا۔

(۶) حافظ ابن حجر عسقلانی نے یہ وجہ بھی بیان کی ہے کہ نبی کے لفظ میں رسول کے لفظ سے زیادہ مدح ہے۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۷۸۰) لیکن علامہ عینی نے اس وجہ کو رد کر دیا ہے اور کہا ہے کہ بلکہ رسول کے لفظ میں نبی سے زیادہ مدح ہے کیونکہ رسالت نبوت کو مستلزم ہوتی ہے اور نبوت رسالت کو مستلزم نہیں ہوتی۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۲۸۰)

میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر کی بات صحیح ہے کیونکہ عربی میں رسول کا لفظ رسول اللہ کے ساتھ خاص نہیں ہے' بلکہ ہر سفیر اور قاصد اور پیغام لانے والے کو رسول کہا جاتا ہے' جب کہ نبی کا لفظ نبی کے ساتھ خاص ہے' اس کا اطلاق غیر نبی پر نہیں ہوتا' سو یہ وصف مخصوص ہے' جب کہ رسول لفظ مخصوص نہیں ہے' اس لیے نبی کے لفظ میں رسول کے لفظ سے زیادہ مدح ہے' اس لیے آپ نے فرمایا: نہیں! ''وبنبیك الذی ارسلت'' کہو۔

روایت بالمعنی کا جواز' رات کو وضوء کر کے اور اللہ کا ذکر کر کے سونا' دائیں کروٹ پر سونا اور موت کے وقت کلمہ طیبہ پڑھنے کی دعا کرنا

بعض علماء نے کہا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ روایت بالمعنی جائز نہیں ہے' بلکہ جب حدیث روایت کی جائے تو وہی الفاظ کہنے ضروری ہیں' جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمائے ہیں' میں کہتا ہوں کہ دعائیہ الفاظ کی حد تک تو یہ بات صحیح ہے' لیکن یہ عام قاعدہ نہیں ہے' جب کہ اس حدیث میں نبی کی جگہ رسول کے لفظ کو منع کرنے کی اور بھی وجوہ ہیں' جن کو ہم نے بیان کیا ہے' روایت بالمعنی کے جواز کے دلائل اپنی جگہ مذکور ہیں۔ (اس پر اجماع ہے کہ احادیث کا ترجمہ کرنا جائز ہے' یہ روایت بالمعنی کے جواز کی ایک دلیل ہے۔)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رات کو وضوء کر کے سونا اور اللہ سے دعا کر کے سونا مستحب عمل ہے۔

اس حدیث میں یہ تلقین کی گئی ہے کہ دائیں کروٹ پر سونا چاہیے' اطباء کہتے ہیں کہ بائیں کروٹ پر سونا چاہیے' اس سے کھانا جلد ہضم ہوتا ہے' بادشاہوں کا طریقہ چت لیٹ کر سونا ہے اور کافروں کا طریقہ اوندھے لیٹ کر سونا ہے' ہم مسلمانوں کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہدایت اور آپ کی سنت کے مطابق دائیں کروٹ پر لیٹ کر سونا چاہیے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کی اتباع کرنی چاہیے۔ اللہ کا ذکر کر کے سونا چاہیے تاکہ ہمارا خاتمہ بھی اللہ تعالیٰ کے ذکر پر ہو' وہ کتنے گم راہ اور بدنصیب لوگ ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ ہماری یہ دعا ہے کہ مرتے وقت ہماری زبان پر (اللہ کے نام کے بجائے) ہمارے پیر کا نام ہو' ہم ایسی دعاؤں سے اللہ کی پناہ طلب کرتے ہیں اور یہ دعا کرتے ہیں کہ مرتے وقت ہماری زبان پر ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' ہو۔ (آمین)

الحمد للہ رب العٰلمین! یہاں پر ''کتاب الوضوء'' ختم ہو گئی' اب ان شاء اللہ ''کتاب الغسل'' شروع ہو گی۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ٦٧٥٧۔ ج ٧ ص ٤٨٦ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی' صرف ڈیڑھ سطر میں فائدہ لکھا گیا ہے۔

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

٥-کِتَابُ الْغُسْلِ
غسل کا بیان

اس کتاب میں غسل کے احکام بیان کیے گئے ہیں' غسل کا معنی ہے: تمام جسم پر پانی بہانا' غرارے کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا۔
امام بخاری نے طہارت صغریٰ کے احکام سے فارغ ہونے کے بعد طہارت کبریٰ کا بیان شروع کیا۔

وقول اللّٰہ تعالیٰ ﴿وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴾ (المائدہ:٦)۔ وَقَوْلِهٖ جَلَّ ذِكْرُهٗ ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ وَلَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِيْ سَبِيْلٍ حَتّٰى تَغْتَسِلُوْا وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُوْرًا﴾ (النساء:٤٣)۔

اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد: ''اور اگر تم جنبی ہو تو اچھی طرح پاکیزگی حاصل کرلو اور اگر تم بیمار ہو یا مسافر ہو یا تم میں سے کوئی قضاء حاجت کر کے آئے یا تم نے عورتوں سے مباشرت کی ہو' پس تم پانی کو نہ پاؤ تو تم پاک مٹی سے تیمم کرو' سو تم اپنے چہروں اور اپنے ہاتھوں پر اس پاک مٹی سے مسح کرو' اللہ تم پر تنگی کرنا نہیں چاہتا' لیکن وہ تم کو خوب پاک کرنا چاہتا ہے تاکہ وہ تم پر اپنی نعمت کو پورا کردے شاید تم شکر ادا کرو O'' (المائدہ:٦) اور اللہ عزوجل کا قول ہے: ''اے ایمان والو! نشہ کی حالت میں نماز کے قریب نہ جاؤ' حتیٰ کہ تم یہ جان لو کہ تم کیا کہہ رہے ہو اور نہ جنابت کی حالت میں' مگر یہ کہ تم مسافر ہو حتیٰ کہ تم غسل کرلو اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی شخص قضاء حاجت کر کے آئے یا تم نے عورتوں سے مقاربت کی ہو' پھر تم پانی نہ پاؤ تو تم پاک مٹی سے تیمم کرلو' سو تم اپنے چہروں اور اپنے ہاتھوں پر مسح کرو' بے شک اللہ نہایت معاف کرنے والا بہت بخشنے والا ہے O'' (النساء:٤٣)۔

امام بخاری نے ''کتاب الغسل'' کو مذکور الصدر دو آیتوں سے شروع کیا ہے اور اس میں یہ بتایا ہے کہ جنبی پر غسل قرآن مجید کی نص صریح سے ثابت ہے' ایک یہ آیت ہے: ''اگر تم جنبی ہو تو اچھی طرح پاکیزگی حاصل کرلو'' (المائدہ:٦) یعنی غسل کرلو' اور دوسری یہ آیت ہے: ''اور نہ جنابت کی حالت میں مگر یہ کہ تم مسافر ہو' حتیٰ کہ تم غسل کرلو'' (النساء:٤٣) اس آیت میں صراحۃً بیان فرمایا کہ جنبی آدمی پر غسل کرنا فرض ہے۔

۱- بَابُ الْوُضُوْءِ قَبْلَ الْغُسْلِ غسل سے پہلے وضوء کرنا

اس باب میں یہ بتایا ہے کہ غسل کرنے سے پہلے وضوء کرنا سنت ہے' جیسا کہ اس باب میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے واضح ہوتا ہے۔

۲۴۸- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ' عَنْ هِشَامٍ' عَنْ اَبِيْهِ' عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ' بَدَاَ فَغَسَلَ يَدَيْهِ' ثُمَّ تَوَضَّاَ كَمَا يَتَوَضَّاُ لِلصَّلٰوةِ' ثُمَّ يُدْخِلُ اَصَابِعَهٗ فِي الْمَاءِ فَيُخَلِّلُ بِهَا اُصُوْلَ شَعْرِهٖ' ثُمَّ يَصُبُّ عَلٰى رَاْسِهٖ ثَلَاثَ غُرَفٍ بِيَدَيْهِ' ثُمَّ يُفِيْضُ الْمَاءَ عَلٰى جِلْدِهٖ كُلِّهٖ. [اطراف الحدیث: ۲۶۲-۲۷۲]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زوجۂ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب غسل جنابت کرتے تو پہلے اپنے ہاتھوں کو دھوتے' پھر اس طرح وضوء کرتے' جس طرح نماز کا وضوء کرتے تھے' پھر اپنی انگلیاں پانی میں داخل کر کے بالوں کی جڑوں میں خلال کرتے' پھر اپنے ہاتھوں سے تین چلّو پانی لے کر سر پر بہاتے' پھر اپنے تمام جسم پر پانی بہاتے۔

(صحیح مسلم: ۳۱۶' الرقم المسلسل: ۷۰۳' سنن نسائی: ۲۴۷' مصنف ابن ابی شیبہ ج۱ ص ۶۴-۶۳' صحیح ابن حبان: ۱۱۹۶' سنن بیہقی ج۱ ص ۱۷۵' معرفۃ السنن والآثار: ۱۴۲۵' شرح السنۃ: ۲۴۶' مصنف عبدالرزاق: ۹۹۷' مسند الحمیدی: ۱۶۳' مسند احمد ج۶ ص ۵۲ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۴۲۵۷-ج۴۰ ص۳۰۱' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

غسل سے پہلے وضوء کا سنت ہونا اور پیروں کو ابتداء میں دھونے اور غسل کے بعد دھونے کی احادیث میں تطبیق

اس حدیث کے شروع میں "کَانَ" ہے' جو دوام اور لزوم پر دلالت کرتا ہے یعنی آپ ہمیشہ جب غسل جنابت کرتے تو پہلے وضوء کرتے تھے' الا یہ کہ اگر جسم کے کسی حصہ پر ایسی چیز لگی ہو' جس کا دھونا واجب ہو تو پہلے اس کو دھوتے تھے' پھر اس کے بعد وضوء کرتے تھے اور یہ کہ غسل سے پہلے وضوء کرنا سنت ہے۔ غسل سے پہلے وضوء کرنے میں نکتہ یہ ہے کہ طہارت صغریٰ اور طہارت کبریٰ دونوں جمع ہو جائیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: آپ اس طرح وضوء کرتے تھے' جس طرح نماز سے پہلے وضوء کرتے تھے' اس کا معنی یہ ہے کہ آپ پیر بھی دھوتے تھے اور بعض اوقات آپ پیر غسل کے بعد دھوتے تھے' جیسا کہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے' ان احادیث میں تطبیق اس طرح دی گئی ہے کہ اگر غسل کرنے کی جگہ صاف ہو اور غسل کا پانی گزرنے کے لیے نالی ہو یا پانی وافر مقدار میں ہو تو آپ وضوء کے ساتھ پیروں کو دھو لیتے تھے اور اگر غسل کی جگہ صاف نہ ہو یا غسل کا پانی نکلنے کے لیے کوئی نالی نہ ہو یا پانی کی مقدار کم ہو تو آپ پیروں کا دھونا مؤخر کر دیتے اور غسل کے بعد پیروں کو دھوتے تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے: آپ بالوں کی جڑوں میں خلال کرتے تھے' ہمارے نزدیک یہ سنت ہے اور امام شافعی کے نزدیک واجب ہے۔

اس حدیث میں تمام جسم پر پانی بہانے کا ذکر ہے' ملنے کا ذکر نہیں ہے' ہمارے اور باقی ائمہ ثلاثہ کے نزدیک جسم کو ملنا مستحب ہے' علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ یہ لازم ہے' مگر یہ صحیح نہیں ہے۔

اس حدیث میں تین چلو پانی جسم پر بہانے کا ذکر ہے اور یہ بالاتفاق مستحب ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۳ ص ۲۸۶ 'فتح الباری ج ا ص ۷۸۲)

۲۴۹- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ' عَنِ الْأَعْمَشِ ' عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ ' عَنْ كُرَيْبٍ ' عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ' عَنْ مَيْمُونَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ تَوَضَّأَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وُضُوءَهُ لِلصَّلٰوةِ ' غَيْرَ رِجْلَيْهِ ' وَغَسَلَ فَرْجَهُ وَمَا أَصَابَهُ مِنَ الْأَذٰى ' ثُمَّ أَفَاضَ عَلَيْهِ الْمَاءَ ' ثُمَّ نَحّٰى رِجْلَيْهِ ' فَغَسَلَهُمَا ' هٰذِهٖ غُسْلُهُ مِنَ الْجَنَابَةِ. [اطراف الحدیث:۲۵۷-۲۵۹-۲۶۰-۲۶۵-۲۶۶-۲۷۴-۲۷۶-۲۸۱]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از اعمش از سالم بن ابی الجعد از کریب از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما از حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس طرح وضوء کیا' جس طرح نماز کے لیے وضوء کرتے ہیں' ماسوا اپنے پیروں کے اور اپنی شرم گاہ کو دھویا اور اس پر جو نجاست تھی' اس کو دھویا' پھر اپنے اوپر پانی بہایا' پھر اپنے پیروں کو ایک طرف رکھ کر انہیں دھویا' یہ آپ کا غسل جنابت تھا۔

(صحیح مسلم:۳۱۷' الرقم المسلسل:۷۰۷' سنن ابوداؤد:۲۴۵' سنن ترمذی:۱۰۳' سنن نسائی:۲۵۳' سنن ابن ماجہ:۴۶۷' صحیح ابن خزیمہ:۲۴۱' مصنف عبد الرزاق:۹۹۸' مسند الحمیدی:۳۱۹' صحیح ابن حبان:۱۱۹۰' المعجم الکبیر:۱۰۲۳-ج ۲۳' سنن دارقطنی ج ا ص ۱۱۴' سنن بیہقی ج ا ص ۱۷۳' معرفۃ السنن والآثار:۱۴۳۰' شرح السنۃ:۲۴۸' مسند احمد ج ۶ ص ۳۳۰ طبع قدیم' مسند احمد ج ۴۴ ص ۳۸۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کے سات رجال ہیں' ان سب کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

غسل کے بعد پیروں کو دھونے کی تصریح' منی اور جماع کے بعد نکلنے والی رطوبت فرج کی نجاست پر دلیل

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غسل کے بعد پیروں کو دھویا' اس کی وجوہ ہم حدیث:۲۴۸ کی شرح میں بیان کر چکے ہیں' اس میں ایک نکتہ یہ ہے کہ غسل کی ابتداء بھی وضوء سے ہو اور غسل کی انتہاء بھی وضوء پر ہو۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے اپنی شرم گاہ کو دھویا اور اس پر جو نجاست تھی' اس کو دھویا اور اس میں اس پر واضح دلیل ہے کہ منی نجس ہے اور جماع کے بعد جو رطوبت فرج نکلے' وہ بھی نجس ہے اور نجاست پر دلیل آپ کا ان کو دھونا ہے۔ حافظ ابن حجر نے لکھا ہے: جس نے اس سے منی اور رطوبت فرج کی نجاست پر استدلال کیا' اس نے بعید استدلال کیا۔ (فتح الباری ج ا ص ۷۸۳)

علامہ عینی نے حافظ ابن حجر کا رد کرتے ہوئے لکھا: یہ استدلال تو بالکل ظاہر ہے' ان کا اس پر اعتراض بعید ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۳ ص ۲۸۸)

۲- بَابُ غُسْلِ الرَّجُلِ مَعَ امْرَاَتِهٖ — مرد اپنی عورت کے ساتھ غسل کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مرد کا اپنی بیوی کے ساتھ ایک برتن سے پانی لے کر غسل کرنا جائز ہے۔ اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ دونوں باب غسل جنابت کے احکام سے متعلق ہیں:

۲۵۰- حَدَّثَنَا اٰدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ ' عَنِ الزُّهْرِيِّ ' عَنْ عُرْوَةَ ' عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ أَغْتَسِلُ أَنَا وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

امام بخاری بیان کرتے ہیں کہ ہمیں آدم بن ابی ایاس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی ذئب نے حدیث بیان کی از الزہری از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں

مِنْ اِنَاءٍ وَّاحِدٍ مِنْ قَدَحٍ یُقَالُ لَہُ الْفَرَقُ. کہ میں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک برتن سے پانی لے کر غسل کرتے تھے جس کو فرق کہا جاتا تھا (اس میں تقریباً آٹھ لیٹر پانی آتا تھا۔ عینی)۔

[اطراف الحدیث: ۲۶۱۔ ۲۶۳۔ ۲۷۳۔ ۲۹۹۔ ۵۹۵۶۔ ۷۳۳۹]

(صحیح مسلم: ۳۱۹ الرقم المسلسل: ۱۱۷ سنن ابوداؤد: ۲۳۸ سنن نسائی: ۲۳۱ السنن الکبریٰ للنسائی: ۲۳۵ مصنف عبد الرزاق: ۱۰۲۷ سنن بیہقی ج ۱ ص ۱۹۴ مسند احمد ج ۶ ص ۱۹۹ طبع قدیم مسند احمد: ۲۵۶۳۴۔ ج ۴۲ ص ۴۲۵ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: میں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک برتن سے پانی لے کر غسل کرتے تھے۔

مرد اور اس کی بیوی کا ایک برتن سے پانی لے کر غسل کرنے کا جواز اور ایک دوسرے کی شرم گاہ کی طرف دیکھنے کی تحقیق

علامہ عینی اور حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مرد اور عورت اکٹھے ایک برتن سے پانی لے کر غسل کر سکتے ہیں اسی طرح ایک برتن سے پانی لے کر وضوء بھی کر سکتے ہیں بعض احادیث میں عورت کے بچے ہوئے پانی سے وضوء کرنے کی ممانعت ہے اس حدیث کی سند پر جرح کی گئی ہے اور برتقدیر ثبوت وہ اس حدیث سے منسوخ ہے۔

الدراوردی نے کہا: اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ مرد عورت کی شرم گاہ کی طرف اور عورت مرد کی شرم گاہ کی طرف دیکھ سکتی ہے اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے:

امام ابن حبان نے سلیمان بن موسیٰ سے روایت کیا ہے کہ ان سے اس شخص کے متعلق سوال کیا گیا جو اپنی بیوی کی شرم گاہ کی طرف دیکھتا ہے انہوں نے کہا: میں نے عطاء سے اس کا سوال کیا انہوں نے کہا: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس کا سوال کیا تو انہوں نے اس حدیث (صحیح ابن حبان: ۱۲۶۲) کا ذکر کیا۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۲۹۱) حافظ ابن حجر نے لکھا ہے: یہ حدیث اسی مسئلہ پر نص ہے۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۷۸۵)

علامہ عینی اور حافظ ابن حجر نے صحیح ابن حبان کے حوالے سے جو ذکر کیا ہے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عائشہ ایک دوسرے کی شرم گاہ کی طرف دیکھتے تھے لیکن احادیث صحیحہ اس کے خلاف ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شرم گاہ کی طرف ہرگز نہیں دیکھا۔

(شمائل ترمذی: ۳۶۰ سنن ابن ماجہ: ۱۹۲۲۔ ۶۶۲ مسند احمد ج ۶ ص ۱۹۰۔ ۶۳ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۰۶ سنن بیہقی ج ۷ ص ۹۴ حلیۃ الاولیاء ج ۸ ص ۲۴۷ الکامل لابن عدی ج ۲ ص ۷۹۴ تاریخ بغداد ج ۴ ص ۲۲۵)

امام ابوالشیخ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنی ازواج سے جماع کرتے تھے تو اپنے سر پر کپڑا ڈال لیتے تھے اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شرم گاہ نہیں دیکھی اور نہ آپ نے میری شرم گاہ دیکھی۔ (ص ۲۳۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال حیاء کے یہی احادیث مناسب ہیں!

علامہ شہاب الدین احمد بن حجر الہیتمی المکی المتوفی ۹۷۴ھ لکھتے ہیں:

یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کمال حیاء ہے کہ آپ نے ایسا فعل نہیں کیا جس کی وجہ سے حضرت عائشہ آپ کی شرم گاہ کی طرف دیکھتیں بلکہ ایسا فعل کیا جس کا تقاضا اس کو دیکھنے سے ممانعت تھی اور یہ آپ کی عظیم حیاء ہے کیونکہ عورت اپنے خاوند کی شرم گاہ کو از خود

دیکھنے کی جرأت نہیں کرتی' جب تک کہ اس کو اپنے خاوند کی رضا کا علم نہ ہو اور اس کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے: میں نے آپ کی شرم گاہ نہیں دیکھی اور آپ نے میری شرم گاہ نہیں دیکھی۔ (اشرف الوسائل الی فہم الشمائل ص ۵۲۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ اور علامہ عبد الرؤف مناوی متوفی ۱۰۰۳ھ نے بھی اپنی شرحوں میں اس روایت کا ذکر کیا ہے۔

(جمع الوسائل فی شرح الشمائل ج ۲ ص ۲۱۷' شرح المناوی علی حاشیۃ جمع الوسائل ج ۲ ص ۲۱۷' اصح المطابع' کراچی)

* اس باب کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۶۴۳۵ ۔ ج ۱ ص ۱۰۱۶ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح کا عنوان ہے: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ازواج مطہرات کے ساتھ غسل کرنے کی وضاحت۔

نوٹ: اس حدیث میں غسل کے ایک برتن کا ذکر کیا گیا ہے' جس کو فرق کہتے ہیں۔ علامہ عینی نے اس میں پانی کی مقدار کے مختلف اوزان بیان کیے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۲۹۰) ہم نے شرح صحیح مسلم میں اس کا وزن ساڑھے تیرہ لیٹر لکھا ہے اور یہاں ''نعمۃ الباری'' میں اس کا وزن آٹھ لیٹر لکھا ہے۔

۳- بَابُ الْغُسْلِ بِالصَّاعِ وَنَحْوِهٖ

تقریباً چار لیٹر پانی سے غسل کرنا

۲۵۱- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنِیْ عَبْدُ الصَّمَدِ قَالَ حَدَّثَنِیْ شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ حَفْصٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا سَلَمَةَ يَقُوْلُ دَخَلْتُ اَنَا وَاَخُوْ عَائِشَةَ عَلٰى عَائِشَةَ' فَسَاَلَهَا اَخُوْهَا عَنْ غُسْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' فَدَعَتْ' بِاِنَاءٍ نَحْوٍ مِنْ صَاعٍ' فَاغْتَسَلَتْ' وَاَفَاضَتْ عَلٰى رَاْسِهَا' وَبَيْنَنَا وَبَيْنَهَا حِجَابٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عبد الصمد نے حدیث بیان کیا' انہوں نے کہا: مجھے شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابو بکر بن حفص نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے ابو سلمہ سے سنا' انہوں نے کہا: میں اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھائی' حضرت عائشہ کے پاس گئے' پس حضرت عائشہ کے بھائی نے ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غسل کے متعلق سوال کیا' حضرت عائشہ نے تقریباً چار لیٹر پانی کا ایک برتن منگایا' پھر آپ نے غسل کیا اور اپنے سر کے اوپر پانی ڈالا اور ہمارے اور حضرت عائشہ کے درمیان حجاب تھا۔

قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ. وَبَهْزٌ وَالْجُدِّيُّ' عَنْ شُعْبَةَ قَدْرِ صَاعٍ.

امام ابو عبد اللہ (بخاری) نے کہا: یزید بن ہارون اور بہز اور الجدی[1] نے شعبہ سے روایت کی ہے: اندازاً چار لیٹر۔

(صحیح مسلم: ۳۲۰' الرقم المسلسل: ۷۱۳' سنن نسائی: ۲۲۷)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) عبد اللہ بن محمد الجعفی المسندی (۲) عبد الصمد بن عبد الوارث التنوری (۳) شعبہ بن الحجاج (۴) ابو بکر بن حفص بن عمر بن سعد بن ابی وقاص' ان سب کا تعارف ہو چکا ہے (۵) ابو سلمہ عبد اللہ بن عبد الرحمان بن عوف' یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے رضاعی بھانجے

[1] الجدی کا معنی ہے: جدّہ شہر کا رہنے والا' اور یہ وہ شہر ہے جو مکہ معظمہ کے ساحل پر واقع ہے۔ (لسان العرب ج ۳ ص ۹۰' الصحاح ج ۲ ص ۴۵۳' فتح الباری ج ۱ ص ۷۸۶' عمدۃ القاری ج ۳ ص ۲۹۴) یہی وہ شہر ہے جس کو عوام الناس جدہ یا جدّہ کہتے ہیں' جب کہ اس کا صحیح تلفظ جیم کے پیش کے ساتھ ہے۔ یہ بات غلط مشہور ہے کہ حضرت حوا کی قبر جدّہ میں ہے۔ علامہ طبری متوفی ۳۱۰ھ نے اپنی سند کے ساتھ لکھا ہے کہ حضرت حوا' حضرت آدم کے ساتھ ہندوستان کے بُوذ نامی پہاڑ کے غار میں مدفون ہیں۔ (تاریخ طبری ج ۱ ص ۱۰۹-۸۱)

تھے' ان کو حضرت عائشہ کی بہن ام کلثوم بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما نے دودھ پلایا تھا تو حضرت عائشہ ان کی رضاعی خالہ ہو گئیں (۶) حضرت عائشہ کے رضاعی بھائی' ان کا نام عبداللہ بن یزید ہے' حضرت عائشہ کے ایک اور رضاعی بھائی تھے' ان کا نام کثیر بن عبید تھا' یہ متعین نہیں ہے کہ یہ کون سے بھائی تھے اور اقرب یہ ہے کہ وہ آپ کے بھائی عبدالرحمان تھے (۷) حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۲۹۳)

حضرت عائشہ کا اپنے محارم کو حجاب کے پیچھے غسل کر کے دکھانا

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی اندلسی متوفی ۵۴۴ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کا ظاہر یہ ہے کہ ان دونوں (حضرت عائشہ کے رضاعی بھانجے اور بھائی) نے حضرت عائشہ کا سر اور جسم کا اوپر وہ حصہ دیکھا' جس کو محرم کے لیے دیکھنا جائز ہے اور اگر ان دونوں نے آپ کے جسم کا اوپری حصہ نہ دیکھا ہوتا تو پھر حضرت عائشہ کے پانی منگانے اور غسل کرنے کا کوئی فائدہ نہ ہوتا' کیونکہ اگر حضرت عائشہ نے یہ سب پردے کے پیچھے کیا ہوتا تو پھر اس کا مآل یہ ہوتا کہ حضرت عائشہ ان کو بیان کرتیں اور ان دونوں کے اور حضرت عائشہ کے درمیان حجاب حائل تھا' وہ جسم کے ان حصوں کے لیے تھا' جن کو دیکھنا محارم کے لیے جائز نہیں ہے۔ (اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۲ ص ۱۶۳' دار الوفاء' ۱۴۱۹ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ ان دونوں نے حضرت عائشہ کے غسل کرنے کے عمل کو دیکھا یعنی سر دھونے اور اوپر کے جسم پر پانی بہانے کا مشاہدہ کیا کیونکہ اگر وہ اس کا بھی مشاہدہ نہ کر سکتے تو پھر حضرت عائشہ کے پانی طلب کر کے' ان دونوں کی موجودگی میں غسل کا عمل دکھانے کا کوئی فائدہ نہ ہوتا اور زبانی بیان کرنے میں اور عمل کر کے دکھانے میں کوئی فرق نہ رہتا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ان دونوں کا سوال پانی کی مقدار میں بھی تھا کہ غسل کے لیے کتنی مقدار پانی ضروری ہے اور غسل کی کیفیت کے متعلق بھی تھا' حضرت عائشہ نے اپنے عمل سے دونوں باتوں کی طرف رہنمائی کی' غسل کی کیفیت تو اپنے اوپر پانی بہا کر بتائی اور غسل کے لیے پانی کی مقدار ایک صاع (چار لیٹر پانی) سے غسل کر کے بتائی۔ اگر حضرت عائشہ ان کو صرف زبانی ہی بتا دیتیں تو ان کو پھر بھی مسئلہ معلوم ہو جاتا' لیکن ان کے اذہان میں اس قدر راسخ نہ ہوتا کیونکہ جب کوئی کام کر کے دکھایا جائے تو اس سے زیادہ شرح صدر ہوتا ہے' ہو سکتا ہے وہ یہ سمجھتے ہوں کہ ایک صاع پانی غسل کے لیے کافی نہیں ہو سکتا تو آپ نے حجاب کے پیچھے انہیں غسل کر کے دکھا دیا کہ اتنی مقدار میں پانی کافی ہو جاتا ہے۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۷۸۶۔۷۸۵' مع الایضاح' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

* اس باب کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۶۳۶۔ ج ۱ ص ۱۰۱۶ پر مذکور ہے' اس کی شرح میں حضرت عائشہ کے غسل کر کے دکھانے کی وضاحت کی گئی ہے۔

۲۵۲- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اٰدَمَ قَالَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ عَنْ اَبِي اِسْحَاقَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ جَعْفَرٍ، اَنَّهُ كَانَ عِنْدَ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ هُوَ وَاَبُوْهُ، وَعِنْدَهُ قَوْمٌ، فَسَاَلُوْهُ عَنِ الْغُسْلِ فَقَالَ يَكْفِيْكَ صَاعٌ. فَقَالَ رَجُلٌ مَا يَكْفِيْنِي، فَقَالَ جَابِرٌ كَانَ يَكْفِيْ مَنْ هُوَ اَوْفٰى مِنْكَ شَعَرًا وَخَيْرٌ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زہیر نے حدیث بیان کی از ابواسحاق' انہوں نے کہا: ہمیں ابوجعفر نے حدیث بیان کی کہ وہ اور ان کے والد حضرت جابر بن عبداللہ کے پاس تھے اور ان کے پاس اور لوگ بھی تھے' ان لوگوں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے غسل کے متعلق سوال

مِنْكَ، ثُمَّ اَمَّنَا فِيْ ثَوْبٍ. [اطراف الحدیث:۲۵۵-۲۵۶]
(صحیح مسلم:۳۲۹، الرقم المسلسل:۷۲۸، سنن ابن ماجہ:۵۷۷، سنن نسائی:۲۵۲)

کیا، حضرت جابر نے کہا: تمہارے لیے ایک صاع (چار لیٹر پانی) کافی ہے، ایک شخص نے کہا: میرے لیے یہ کافی نہیں ہے، حضرت جابر نے کہا: جن کے تم سے زیادہ بال تھے اور جو تم سے افضل تھے، ان کے لیے اتنا پانی کافی ہوتا تھا، پھر حضرت جابر نے ہمیں ایک کپڑے میں نماز پڑھائی۔

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس جملہ میں ہے: تمہارے لیے ایک صاع پانی کافی ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) عبداللہ بن محمد الجعفی (۲) یحییٰ بن آدم الکوفی، یہ ۲۰۳ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) زہیر بن معاویہ الکوفی الجزری (۴) ابواسحاق السبیعی عمرو بن عبداللہ الکوفی (۵) ابوجعفر محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب، یہ باقر کے نام سے مشہور ہیں، یہ بقیع میں عباس کے ساتھ مشہور گنبد میں دفن کیے گئے (۶) ان کے والد زین العابدین ہیں (۷) حضرت جابر رضی اللہ عنہ ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۲۹۵)

اس حدیث میں مذکور ہے کہ لوگوں میں سے ایک شخص نے سوال کیا، اس سے مراد حسن بن محمد بن علی بن ابی طالب ہیں، ان کے والد ابن الحنفیہ کے نام سے معروف تھے۔

غسل طہارت کے لیے چار لیٹر پانی کا کافی ہونا اور صرف تہبند باندھ کر نماز پڑھنے کا جواز

حضرت جابر نے کہا: جن کے بال تم سے زیادہ تھے اور جو تم سے افضل تھے، ان کے غسل کے لیے اتنا پانی کافی ہوتا تھا، اس سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ حضرت جابر نے ایک کپڑے میں نماز پڑھائی، محمد بن المنکدر سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت جابر کو ایک کپڑے میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور حضرت جابر نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک کپڑا پہنے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔

اس حدیث کے فوائد میں سے یہ ہے کہ ضرورت سے زیادہ پانی استعمال کرنا جائز نہیں ہے، اور مستحب یہ ہے کہ ایک صاع یعنی چار لیٹر پانی سے غسل کیا جائے، البتہ ٹھنڈک حاصل کرنے کے لیے یا صفائی کے قصد سے زیادہ پانی استعمال کرنا صحیح ہے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ایک کپڑا پہن کر نماز پڑھنا جائز ہے۔ حضرت جابر کے شاگرد نے ان پر اعتراض کیا کہ ایک صاع پانی میرے لیے کافی نہیں ہے اور حضرت جابر نے اس کا جواب دیا، اس میں مناظرہ کا ثبوت ہے۔

ننگے سر نماز پڑھنا خلاف سنت ہے

غیر مقلد ٹوپی اتار کر نماز پڑھتے ہیں اور ننگے سر نماز پڑھنے کو حضرت جابر کی سنت کہتے ہیں، لیکن صرف ٹوپی یا عمامہ اتارنے سے یہ سنت کیسے ادا ہوتی ہے، جب کہ انہوں نے بنیان، قمیص، شلوار اور ویس کوٹ، شیروانی وغیرہ پہنی ہوتی ہے، اگر حضرت جابر ہی کی سنت اپنانی ہے تو صرف ایک تہبند باندھ کر نماز پڑھا کریں۔ حضرت جابر نے اپنی وجہ خود بیان کی ہے کہ اس زمانہ میں ہر شخص کے پاس دو چادریں کب ہوتی تھیں اور اب جب کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو خوش حالی اور وسعت عطا فرمائی ہے اور وہ متعدد کپڑے پہنتے ہیں تو عمامہ یا ٹوپی پہن کر نماز پڑھنی چاہیے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عام اور غالب معمول یہی تھا کہ آپ عمامہ یا ٹوپی پہن کر نماز پڑھتے تھے۔

* اس باب کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۶۵۱- ج ۱ ص ۱۰۲۲ پر مذکور ہے، اس کی شرح میں بحث اور مناظرہ کا ثبوت لکھا ہے۔

۲۵۳- حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ جَابِرِ بْنِ زَيْدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن عیینہ نے حدیث بیان کی از عمرو از

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَيْمُوْنَةَ كَانَا يَغْتَسِلَانِ مِنْ إِنَاءٍ وَّاحِدٍ. وَقَالَ يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ، وَبَهْزٌ، وَالْجُدِّيُّ، عَنْ شُعْبَةَ قَدْرِ صَاعٍ.

جابر بن زید از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا ایک برتن سے پانی لے کر غسل کرتے تھے اور یزید بن ہارون اور بہز اور الجدی نے از شعبہ بیان کیا: وہ برتن ایک صاع کے اندازے کا تھا۔

قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ كَانَ ابْنُ عُيَيْنَةَ يَقُوْلُ اَخِيْرًا عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ مَيْمُوْنَةَ، وَالصَّحِيْحُ مَا رَوَاهُ اَبُوْ نُعَيْمٍ.

امام عبداللہ (بخاری) نے کہا: ابن عیینہ نے اخیر میں کہا از حضرت ابن عباس از حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا روایت ہے اور صحیح وہ ہے جو ابونعیم نے روایت کی ہے۔

(صحیح مسلم: ۳۲۲، الرقم المسلسل: ۷۱۸، سنن ترمذی: ۶۲، سنن نسائی: ۲۳۲، سنن ابن ماجہ: ۳۷۷، مصنف عبدالرزاق: ۱۰۳۷، صحیح ابن خزیمہ: ۱۰۸، سنن بیہقی ج ۱ ص ۱۸۸، سنن دارقطنی ج ۱ ص ۱۵۳، مسند احمد ج ۱ ص ۳۶۶، مسند احمد: ۳۴۶۵۔ ج ۵ ص ۴۲۳، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں، ان سب کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا ہے کہ مرد اور اس کی بیوی کا ایک برتن سے پانی لے کر غسل کرنا جائز ہے۔

* اس باب کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۶۴۱۔ ج ۱ ص ۱۰۱۷ پر مذکور ہے، وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

٤- بَابُ مَنْ اَفَاضَ عَلٰى رَاْسِهٖ ثَلَاثًا — جس شخص نے اپنے سر پر تین بار پانی ڈالا

باب سابق اور یہ باب دونوں احکام غسل سے متعلق ہیں۔

٢٥٤- حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، عَنْ اَبِيْ اِسْحَاقَ قَالَ حَدَّثَنِيْ سُلَيْمَانُ بْنُ صُرَدٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ جُبَيْرُ بْنُ مُطْعِمٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَّا اَنَا فَاُفِيْضُ عَلٰى رَاْسِيْ ثَلَاثًا. وَاَشَارَ بِيَدَيْهِ كِلْتَيْهِمَا. (صحیح مسلم: ۳۲۷، الرقم المسلسل: ۷۲۵، سنن ابوداؤد: ۲۳۹، سنن نسائی: ۲۵۰، سنن ابن ماجہ: ۵۷۵، المعجم الکبیر: ۱۴۸۳، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۶۴، سنن بیہقی ج ۱ ص ۱۷۶، مسند احمد ج ۴ ص ۸۲ طبع قدیم، مسند احمد ج ۲۷ ص ۳۱۴، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں زہیر نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق انہوں نے کہا: مجھے حضرت سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رہا میں، تو میں اپنے سر پر تین بار پانی ڈالتا ہوں، آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں کی طرف اشارہ کیا۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) ابونعیم الفضل بن دکین (۲) زہیر بن معاویہ الجعفی (۳) ابواسحاق السبیعی عمرو بن عبداللہ، ان کا تعارف ہو چکا ہے (۴) حضرت سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ یہ افاضل صحابہ میں سے ہیں، انہوں نے ۱۵ احادیث روایت کی ہیں، امام بخاری نے ان میں سے دو روایت کی ہیں، انہوں نے مسلمانوں میں سب سے پہلے کوفہ میں رہائش اختیار کی، انہوں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے خون کے مطالبہ میں چار ہزار مسلمانوں کی قیادت کی، ان کا نام التوابین رکھا گیا اور یہ ان کے امیر تھے، ان کو عبیداللہ بن زیاد کے لشکر نے الجزیرہ میں ۶۵ھ میں شہید کر دیا (۵) حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ انہوں نے ۶۰ احادیث روایت کی ہیں، امام بخاری نے ان میں سے ۹ احادیث روایت کی ہیں، یہ سادات قریش میں سے تھے، مدینہ منورہ میں ۵۴ھ میں فوت ہو گئے۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۲۹۸۔ ۲۹۷)

حدیث مذکور کی شرح

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ غسل میں سنت یہ ہے کہ تین دفعہ پورے جسم پر پانی بہایا جائے اور فرض یہ ہے کہ پورے جسم پر ایک مرتبہ پانی بہایا جائے اور ایک بار غرارہ کیا جائے اور ایک بار ناک میں پانی ڈالا جائے۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم:٦٤٩۔ ج١ص ١٠٢٢ پر مذکور ہے وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

٢٥٥- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ مِخْوَلِ بْنِ رَاشِدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُفْرِغُ عَلٰى رَأْسِهِ ثَلَاثًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از مخول بن راشد از محمد بن علی از حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سر پر تین بار پانی ڈالتے تھے۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح صحیح البخاری: ٢٥٤ میں ہو گئی ہے۔

* یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ٦٥٠۔ ج١ص ١٠٢٢ پر مذکور ہے۔

٢٥٦- حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا مَعْمَرُ بْنُ يَحْيَى بْنِ سَامٍ حَدَّثَنِي أَبُو جَعْفَرٍ قَالَ قَالَ لِي جَابِرٌ أَتَانِي ابْنُ عَمِّكَ، يُعَرِّضُ بِالْحَسَنِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَنَفِيَّةِ، قَالَ كَيْفَ الْغُسْلُ مِنَ الْجَنَابَةِ؟ فَقُلْتُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْخُذُ ثَلَاثَةَ أَكُفٍّ وَيُفِيضُهَا عَلٰى رَأْسِهِ، ثُمَّ يُفِيضُ عَلٰى سَائِرِ جَسَدِهِ، فَقَالَ لِيَ الْحَسَنُ إِنِّي رَجُلٌ كَثِيرُ الشَّعَرِ، فَقُلْتُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكْثَرَ مِنْكَ شَعَرًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں معمر بن یحییٰ بن سام نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے ابوجعفر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھ سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا انہوں نے کہا: میرے پاس آپ کے عم زاد آئے تھے اس سے ان کی مراد الحسن بن محمد الحنفیہ تھے انہوں نے کہا: غسل جنابت کس طرح ہوتا ہے؟ تو میں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تین بار ہتھیلیوں میں پانی لیتے اور اس کو اپنے سر پر ڈالتے پھر اپنے تمام جسم پر پانی ڈالتے مجھ سے حسن نے کہا: میں بہت زیادہ بالوں والا شخص ہوں تو میں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بال آپ سے بہت زیادہ تھے۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح کے لیے صحیح البخاری: ٢٥٢ کا مطالعہ کریں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خواہ بال بہت زیادہ ہوں پھر بھی سر پر تین بار پانی ڈالنا کافی ہے اور مسائل میں علماء سے سوال اور بحث کرنا جائز ہے۔

* یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ٦٥١۔ ج١ص ١٠٢٢ پر مذکور ہے وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

٥- بَابُ الْغُسْلِ مَرَّةً وَّاحِدَةً

ایک بار پانی ڈال کر غسل کرنا

٢٥٧- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ، عَنْ كُرَيْبٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَتْ مَيْمُونَةُ وَضَعْتُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد الواحد نے حدیث بیان کی از الاعمش از سالم بن ابی الجعد از کریب از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما

لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاءً لِلْغُسْلِ ' فَغَسَلَ يَدَيْهِ مَرَّتَيْنِ اَوْ ثَلَاثًا ' ثُمَّ اَفْرَغَ عَلٰى شِمَالِهِ ' فَغَسَلَ مَذَاكِيْرَهُ ' ثُمَّ مَسَحَ يَدَهُ بِالْاَرْضِ ' ثُمَّ مَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ ' وَغَسَلَ وَجْهَهُ وَيَدَيْهِ ' ثُمَّ اَفَاضَ عَلٰى جَسَدِهِ ' ثُمَّ تَحَوَّلَ مِنْ مَكَانِهِ فَغَسَلَ قَدَمَيْهِ.

وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غسل کے لیے پانی رکھا' آپ نے دو یا تین بار ہاتھوں کو دھویا' پھر اپنے بائیں ہاتھ پر پانی ڈالا' پھر اپنی شرم گاہ کو دھویا' پھر اپنے ہاتھ کو زمین پر رگڑا' پھر کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا اور اپنے چہرے اور دونوں ہاتھوں کو دھویا' پھر اپنے تمام جسم پر پانی بہایا' پھر اس جگہ سے منتقل ہوئے اور اپنے پیروں کو دھویا۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح کے لیے صحیح البخاری: ۲۴۹ کا مطالعہ کریں۔

٦- بَابُ مَنْ بَدَاَ بِالْحِلَابِ اَوِ الطِّيْبِ عِنْدَ الْغُسْلِ

غسل کے وقت حلاب یا خوشبو سے ابتداء کرنا

حلاب اس برتن کو کہتے ہیں جس میں اونٹنی کا ایک مرتبہ دوہا ہوا پورا دودھ سما سکے' اس کے بعد خوشبو کا ذکر کیا' کیونکہ عموماً غسل کے وقت خوشبو لگائی جاتی ہے۔

۲۵۸- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ ' عَنْ حَنْظَلَةَ ' عَنِ الْقَاسِمِ ' عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ ' دَعَا بِشَيْءٍ نَحْوَ الْحِلَابِ ' فَاَخَذَ بِكَفِّهِ ' فَبَدَاَ بِشِقِّ رَاْسِهِ الْاَيْمَنِ ' ثُمَّ الْاَيْسَرِ ' فَقَالَ بِهِمَا عَلٰى وَسْطِ رَاْسِهِ. (صحیح مسلم: ۳۱۸' الرقم المسلسل: ۷۱۰' سنن ابوداؤد: ۲۴۰' سنن نسائی: ۴۲۳)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعاصم نے حدیث بیان کی از حنظلہ از قاسم از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غسل جنابت کرتے تو حلاب کی مثل کوئی برتن منگاتے' پھر ہتھیلی میں پانی لے کر سر کی دائیں جانب سے ابتداء کرتے' پھر بائیں جانب' پھر دونوں ہتھیلیوں سے سر کے درمیان میں پانی ڈالتے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) محمد بن المثنیٰ' ان کا تعارف ہو چکا ہے (۲) ابوعاصم الضحاک بن مخلد البصری' ان کے علم اور عمل پر اتفاق ہے' ان کا لقب نبیل ہے' کیونکہ شعبہ نے قسم کھائی تھی کہ وہ ایک مہینہ حدیث نہیں بیان کریں گے' ابوعاصم کو یہ خبر پہنچی تو وہ ان کی مجلس میں گئے اور کہا: آپ حدیث بیان کریں' آپ کی قسم کے کفارے میں ایک غلام آزاد ہے' وہ اس سے بہت خوش ہوئے اور کہا: ابوعاصم النبیل' اس دن سے ان کا لقب نبیل پڑ گیا۔ باقی رجال کا تعارف ہو چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۳۰۴)

حدیث مذکور کی شرح

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ مستحب یہ ہے کہ غسل کے لیے پانی کا برتن تیار کیا جائے اور پہلے دائیں جانب' پھر بائیں جانب اور پھر سر کے وسط میں پانی ڈالا جائے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ باب کے عنوان میں خوشبو کا ذکر ہے اور حدیث میں خوشبو کا ذکر نہیں ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ امام بخاری نے حلاب اور خوشبو دونوں کا ذکر نہیں کیا تھا' بلکہ کہا تھا: حلاب یا خوشبو یعنی حدیث میں دونوں میں سے ایک کا ذکر ہوگا اور عنوان

میں خوشبو کا ذکر کر کے یہ اشارہ کیا کہ غسل سے پہلے یا بعد خوشبو کا لگانا جائز ہے۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۶۳۳ - ج ۱ ص ۱۰۱۵ - ۱۰۱۴ پر مذکور ہے وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۷- بَابُ الْمَضْمَضَةِ وَالْاِسْتِنْشَاقِ فِي الْجَنَابَةِ

(غسل) جنابت میں غرارے کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا

غسل جنابت میں غرارے اور ناک میں پانی چڑھانے کی فرضیت کی تحقیق

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

علماء کا اس پر اجماع ہے کہ غسل جنابت میں وضوء کرنا فرض نہیں ہے اور جب غسل جنابت سے وضوء کی فرضیت ساقط ہوگئی تو کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کی فرضیت بھی ساقط ہوگئی اور اس باب کی حدیث میں جو کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کا ذکر ہے تو وہ حصول فضیلت کا ذکر ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۱ ص ۳۸۶ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت '۱۴۲۴ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ نے علامہ ابن بطال کی اس عبارت کو نقل کر کے یہ لکھا ہے کہ غسل جنابت میں کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا واجب نہیں ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا غسل جنابت میں کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا حصول فضیلت کے لیے ہے' سو یہ مستحب ہے' واجب نہیں ہے۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۷۹۱ 'دارالمعرفہ' بیروت '۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ' ان دونوں کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

غسل جنابت میں کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا واجب ہے اور وجوب کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ غسل جنابت میں کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا اور کبھی اس کو ترک نہیں کیا اور کسی حدیث میں اس کو ترک کرنے کا ذکر نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۳ ص ۳۰۶ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت '۱۴۲۱ھ)

علامہ کمال الدین محمد بن عبدالواحد ابن الھمام متوفی ۸۶۱ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنبی کے لیے تین مرتبہ کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا فرض قرار دیا۔ (سنن دارقطنی ج ۱ ص ۱۱۵) لیکن اس پر اجماع ہے کہ اس سے دو مرتبہ کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا خارج ہے اور اس حدیث کی سند ضعیف ہے (تو ایک ایک مرتبہ کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا فرض ہے)۔ (فتح القدیر ج ۱ ص ۶۲ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت '۱۴۱۵ھ)

چونکہ غسل جنابت میں مبالغہ سے طہارت کی جاتی ہے' اس لیے کلی کی جگہ غرارے کیے جاتے ہیں۔ علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں: پورے منہ کے اندر کو دھونا فرض ہے' اگر غسل کرنے والے نے وہ پانی پی لیا تو بھی کافی ہے اور ناک کے اندر سوکھے ہوئے میل کے نیچے بھی پانی پہنچانا فرض ہے۔ (ردالمحتار ج ۱ ص ۲۵۵ 'داراحیاء التراث العربی بیروت '۱۴۱۵ھ)

۲۵۹- حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنِي سَالِمٌ، عَنْ كُرَيْبٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ حَدَّثَتْنَا مَيْمُونَةُ قَالَتْ صَبَبْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غُسْلًا، فَأَفْرَغَ بِيَمِينِهِ عَلَى يَسَارِهِ فَغَسَلَهُمَا، ثُمَّ غَسَلَ فَرْجَهُ، ثُمَّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص بن غیاث نے حدیث بیان کی' وہ کہتے ہیں: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی' وہ کہتے ہیں: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی' وہ کہتے ہیں: مجھے سالم نے حدیث بیان کی از کریب از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ کہتے ہیں: ہمیں حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے حدیث بیان کی'

قَالَ بِيَدِهِ الْأَرْضَ فَمَسَحَهَا بِالتُّرَابِ، ثُمَّ غَسَلَهَا، ثُمَّ تَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ، ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ، وَأَفَاضَ عَلٰى رَأْسِهِ، ثُمَّ تَنَحّٰى، فَغَسَلَ قَدَمَيْهِ، ثُمَّ أُتِيَ بِمِنْدِيْلٍ، فَلَمْ يَنْفُضْ بِهَا.

وہ بیان کرتی ہیں: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غسل کے لیے (برتن میں) پانی ڈالا تو آپ نے دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی ڈالا' پھر دونوں ہاتھوں کو دھویا' پھر اپنی شرم گاہ کو دھویا' پھر اپنے ہاتھ کو زمین پر رکھ کر مٹی کے ساتھ ملا' پھر اس ہاتھ کو دھویا' پھر کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا' پھر اپنے چہرے کو دھویا اور اپنے سر پر پانی بہایا' پھر ایک طرف گئے اور اپنے دونوں پیروں کو دھویا' پھر تولیا لایا گیا' آپ نے اس سے بدن نہیں پونچھا۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح' صحیح البخاری:۲۴۹ میں ملاحظہ کریں۔

تولیے سے بدن کو پونچھنا

اس حدیث میں مذکور ہے کہ پھر تولیا لایا گیا' آپ نے اس سے بدن نہیں پونچھا۔

علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ لکھتے ہیں:

وضوء اور غسل کے بعد اعضاء کو پونچھنے میں کوئی حرج نہیں ہے' امام احمد سے اسی طرح منقول ہے' حضرت عثمان' حضرت الحسن بن علی' حضرت انس رضی اللہ عنہم اور بہت سے اہل علم کا یہی موقف ہے اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے اس سے منع کیا ہے' کیونکہ حضرت میمونہ روایت کرتی ہیں کہ تولیا لایا گیا اور آپ نے اس سے بدن نہیں پونچھا۔ (صحیح البخاری:۲۵۹) اور پہلا قول زیادہ صحیح ہے کیونکہ اصل اشیاء میں اباحت ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تولیے کو ترک کرنا کراہت پر دلالت نہیں کرتا' کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک کپڑا تھا' جس سے آپ وضوء کے (اعضاء کو) پونچھا کرتے تھے۔ (سنن ابن ماجہ:۴۶۶)

(المغنی ج ۱ ص ۱۸۲۔۱۸۱' دار الحدیث' قاہرہ' ۱۴۲۵ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی لکھتے ہیں:

علامہ نووی شافعی نے کہا ہے کہ مستحب یہ ہے کہ بدن پونچھنے کو ترک کر دیا جائے اور ایک قول یہ ہے کہ گرمیوں میں بدن پونچھنا مکروہ ہے اور سردیوں میں مباح ہے۔

المہلب نے کہا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ آپ نے بدن پونچھنے کو اس لیے ترک کیا ہو تا کہ پانی کی تری باقی رہے' یا تواضع کے لیے' یا ہوسکتا ہے کہ وہ کپڑا ریشم کا ہو یا میلا ہو' اس لیے آپ نے اس کو ترک کر دیا۔ الاعمش کہتے ہیں کہ میں نے ابراہیم النخعی سے اس مسئلہ کا ذکر کیا' انہوں نے کہا: تولیے میں کوئی حرج نہیں ہے' آپ نے اس کو اس لیے واپس کر دیا تھا کہ عادت نہ بن جائے۔

التیمی نے اس حدیث کی شرح میں کہا ہے کہ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ آپ تولیے سے بدن پونچھتے تھے' اگر ایسا نہ ہوتا تو غسل کے بعد آپ کے پاس تولیا نہ لایا جاتا۔

ابن دقیق العید نے کہا: آپ کا اپنے ہاتھوں سے پانی کو جھاڑنا' اس پر دلیل ہے کہ بدن پونچھنے میں کوئی کراہت نہیں ہے کیونکہ دونوں کا مقصود پانی کو زائل کرنا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۲۸۹)

تولیے سے بدن کو پونچھنے میں حسب ذیل احادیث اور آثار ہیں:

حضرت ام ھانی کی حدیث میں ہے: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غسل سے فارغ ہوئے تو آپ نے اپنے آپ کو ایک کپڑے میں لپیٹ لیا۔

(صحیح البخاری:۳۰۵۷' صحیح مسلم:۳۳۶' سنن ابن ماجہ:۴۶۵' سنن نسائی:۲۲۵)

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اُون کا جبہ تھا' آپ نے وضوء کے بعد اس سے چہرہ پونچھا۔(سنن ابن ماجہ:۴۶۸)

حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہمارے پاس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آئے' ہم نے آپ کے لیے پانی رکھا' آپ نے غسل کیا' پھر ہم آپ کے پاس زرد رنگ کی چادر لائے' آپ نے اس چادر سے اپنے آپ کو لپیٹ لیا' پس گویا کہ میں آپ کے اوپر زرد رنگ کا اثر دیکھ رہا تھا۔(سنن ابن ماجہ:۴۶۶' سنن ابوداؤد:۵۱۸۵' السنن الکبریٰ:۱۰۱۵۷' المعجم الکبیر:۹۰۲۔ج ۱۸' شعب الایمان:۸۸۰۸' مسند احمد ج ۳ ص ۴۲۲' مسند احمد ج ۲۳ ص ۲۲۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک تولیا تھا' جس سے وضوء کے بعد آپ پونچھتے تھے۔
(سنن ترمذی:۵۳)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا' جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وضوء کرتے تو کپڑے کی ایک طرف سے اپنا چہرہ پونچھتے تھے۔(سنن ترمذی:۵۴)

عمرو بن حریث بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ غسل کرنے کے بعد ایک کپڑے سے بدن پونچھتے۔
(مصنف ابن ابی شیبہ:۱۵۷۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت'۱۴۱۶ھ)

زریق بیان کرتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ وضوء کرنے کے بعد اپنے چہرے اور اپنے ہاتھوں کو پونچھتے۔
(مصنف ابن ابی شیبہ:۱۵۸۳)

الحکم بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے چہرے کو اپنے کپڑے سے پونچھا۔(مصنف ابن ابی شیبہ:۱۵۸۷)

محمد بن منتشر اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ مسروق کے پاس ایک تولیا تھا' جس سے وہ پونچھتے تھے۔
(مصنف ابن ابی شیبہ:۱۵۷۸)

یونس بیان کرتے ہیں کہ حسن بصری اور محمد بن سیرین وضوء کے بعد تولیے سے پونچھنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔
(مصنف ابن ابی شیبہ:۱۵۷۹)

وضوء اور غسل کے قطرات کا نجس نہ ہونا

اس حدیث میں ذکر ہے: پھر تولیا لایا گیا' آپ نے اس سے بدن نہیں پونچھا' حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث سے استدلال کیا گیا ہے کہ وضوء اور غسل کے بعد جو پانی کے قطرات گرتے ہیں' وہ پاک ہیں' اس کے برخلاف غالی حنفی کہتے ہیں کہ وہ قطرات نجس ہیں۔(فتح الباری ج ا ص ۸۴۷' دارالمعرفہ بیروت'۱۴۲۶ھ)

حافظ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

یہ قائل خود غالی ہے اور اس کو مذہب حنفیہ کی حقیقت کا علم نہیں ہے کیونکہ فقہاء احناف کا مذہب اور ان کا فتویٰ یہ ہے کہ وضوء اور غسل کا مستعمل پانی پاک ہے' حتیٰ کہ اس کو پینا جائز ہے اور اس سے سالن پکانا اور آٹا گوندھنا جائز ہے اور جنہوں نے کہا ہے کہ مستعمل پانی نجس ہے' انہوں نے یہ نہیں کہا کہ قطرے گرنے کی حالت میں وہ نجس ہے' انہوں نے یہ کہا ہے کہ جب مثلاً وضوء کرنے

والے کے عضوء سے پانی بہ کر کسی جگہ جمع ہو جائے تو وہ نجس ہے' لیکن اس قول پر فتویٰ نہیں ہے' فتویٰ اس قول پر ہے کہ وہ پانی طاہر ہے' لیکن مطہر نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۲۹۰-۲۸۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٨- بَابُ مَسْحِ الْيَدِ بِالتُّرَابِ لِيَكُوْنَ (لِتَكُوْنَ) اَنْقٰى

ہاتھ کو مٹی کے ساتھ ملنا تا کہ وہ صاف ہو جائے

٢٦٠- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الزُّبَيْرِ الْحُمَيْدِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ ' عَنْ سَالِمِ بْنِ اَبِي الْجَعْدِ ' عَنْ كُرَيْبٍ ' عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ مَيْمُوْنَةَ ' اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ ' فَغَسَلَ فَرْجَهٗ بِيَدِهٖ ' ثُمَّ دَلَكَ بِهَا الْحَائِطَ ' ثُمَّ غَسَلَهَا ' ثُمَّ تَوَضَّاَ وُضُوْءَهٗ لِلصَّلٰوةِ ' فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ غُسْلِهٖ غَسَلَ رِجْلَيْهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن زبیر الحمیدی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی از سالم بن ابی الجعد از کریب از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما از حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غسل جنابت کیا' پھر آپ نے اپنی شرم گاہ کو اپنے ہاتھ سے دھویا' پھر اپنے ہاتھ کو دیوار پر ملا' پھر اس ہاتھ کو دھویا' پھر نماز کا وضوء کیا' پھر جب غسل سے فارغ ہو گئے تو اپنے پیروں کو دھویا۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح کے لیے صحیح البخاری: ۲۵۷ کا مطالعہ کریں' وہاں اس حدیث سے یہ مسئلہ بتایا تھا کہ سر پر ایک بار پانی ڈالنا جائز ہے اور یہاں یہ بتایا ہے کہ ہاتھ کو صاف کرنے کے لیے دیوار پر ملنا جائز ہے' وہاں پر زمین پر ملنے کا ذکر تھا اور یہاں دیوار پر ملنے کا ذکر ہے۔

٩- بَابُ هَلْ يُدْخِلُ الْجُنُبُ يَدَهٗ فِي الْاِنَاءِ قَبْلَ اَنْ يَغْسِلَهَا اِذَا لَمْ يَكُنْ عَلٰى يَدِهٖ قَذَرٌ غَيْرُ الْجَنَابَةِ؟

جب جنبی کے ہاتھ پر جنابت کے علاوہ کوئی اور نجاست نہ ہو تو کیا وہ ہاتھ دھونے سے پہلے برتن میں ہاتھ ڈال سکتا ہے؟

امام بخاری نے کہا ہے: جب جنابت کے علاوہ اور کوئی نجاست نہ ہو' اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جنابت بھی نجاست ہے' حالانکہ جب حضرت ابو ہریرہ جنبی تھے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سبحان اللہ! بے شک مسلمان نجس نہیں ہوتا۔ (صحیح البخاری: ۲۸۳' صحیح مسلم: ۳۷۱)

وَاَدْخَلَ ابْنُ عُمَرَ وَالْبَرَاءُ بْنُ عَازِبٍ يَدَهٗ فِي الطَّهُوْرِ وَلَمْ يَغْسِلْهَا ' ثُمَّ تَوَضَّاَ.

اور حضرت ابن عمر اور حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہما نے اپنا ہاتھ پانی میں ڈالا اور اس کو دھویا نہیں' پھر وضوء کیا۔

حضرت ابن عمر کی حدیث ''سنن سعید بن منصور'' میں ہے اور حضرت البراء بن عازب کی حدیث حسب ذیل ہے:

اسماعیل بن رجاء اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت البراء بن عازب نے اپنا ہاتھ دھونے سے پہلے وضوء کے پانی میں داخل کیا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۵۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

امام بخاری پر اعتراض ہوتا ہے کہ درج ذیل حدیث امام بخاری کے عنوان کے خلاف ہے:

محارب بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر نے کہا: جو شخص جنبی ہو اور وہ چلو سے پانی لے تو جو پانی باقی بچے گا' وہ نجس ہو گا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۹۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اس صورت پر محمول ہے' جب اس کے ہاتھ پر نجاست ہو۔

وَلَمْ يَرَ ابْنُ عُمَرَ وَابْنُ عَبَّاسٍ بَأْسًا بِمَا يَنْتَضِحُ مِنْ غُسْلِ الْجَنَابَةِ.

اور حضرت ابن عمر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم کے نزدیک غسل جنابت سے جو چھینٹیں اڑتی ہیں' ان میں کوئی حرج نہیں ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث ''مصنف عبدالرزاق'' میں ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث حسب ذیل ہے:

ابراہیم بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص غسل جنابت کرتا ہے اور اس سے چھینٹیں اڑ کر غسل کے پانی کے برتن میں پڑتی ہیں' حضرت ابن عباس نے فرمایا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۸۴)

اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ امام بخاری کا عنوان تو یہ تھا کہ جنبی ہاتھ دھوئے بغیر پانی میں ہاتھ ڈال دے تو پانی نجس نہیں ہوتا اور اس تعلیق سے یہ تو ثابت نہیں ہوتا' اس کا جواب یہ ہے کہ یہ التزاماً ثابت ہے کیونکہ جب غسل جنابت کی چھینٹیں پڑنے سے پانی نجس نہیں ہوتا تو جنبی کے ہاتھ ڈالنے سے بھی پانی نجس نہیں ہوگا' بہ شرطیکہ اس کے ہاتھ پر نجاست نہ ہو۔

۲۶۱- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ اَخْبَرَنَا اَفْلَحُ ' عَنِ الْقَاسِمِ ' عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ اَغْتَسِلُ اَنَا وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ اِنَاءٍ وَّاحِدٍ تَخْتَلِفُ اَيْدِيْنَا فِيْهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں افلح نے خبر دی از القاسم از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ میں اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک برتن سے پانی لے کر غسل کرتے تھے اور ہمارے ہاتھ اس برتن میں آگے پیچھے داخل ہوتے تھے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ حضرت عائشہ اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دونوں جنبی تھے' ان کے ہاتھوں پر نجاست نہ تھی اور وہ ہاتھ دھوئے بغیر پانی کے برتن میں ہاتھ ڈالتے تھے۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح' صحیح البخاری: ۲۵۰ میں گزر چکی ہے' وہاں اس حدیث سے یہ ثابت کیا تھا کہ شوہر اور بیوی کا ایک ساتھ غسل کرنا جائز ہے اور یہاں یہ ثابت کیا ہے کہ ان کا ہاتھ دھوئے بغیر پانی میں ہاتھ ڈالنا جائز ہے۔

۲۶۲- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ ' عَنْ هِشَامٍ ' عَنْ اَبِيْهِ ' عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ غَسَلَ يَدَهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غسل جنابت کرتے تو اپنا ہاتھ دھوتے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۲۴۸ کا مطالعہ فرمائیں۔

۲۶۳- حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ' عَنْ اَبِيْ بَكْرِ بْنِ حَفْصٍ ' عَنْ عُرْوَةَ ' عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ اَغْتَسِلُ اَنَا وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ اِنَاءٍ وَّاحِدٍ مِنْ جَنَابَةٍ. وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ اَبِيْهِ ' عَنْ عَائِشَةَ مِثْلَهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی بکر بن حفص از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک برتن سے پانی لے کر غسل جنابت کرتے تھے' اور از عبدالرحمان بن القاسم از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس کی مثل مروی ہے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۲۵۰ کا مطالعہ فرمائیں۔

٢٦٤- حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جَبْرٍ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُوْلُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْمَرْاَةُ مِنْ نِسَائِهٖ، يَغْتَسِلَانِ مِنْ اِنَاءٍ وَّاحِدٍ. زَادَ مُسْلِمٌ وَوَهْبٌ، عَنْ شُعْبَةَ مِنَ الْجَنَابَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عبداللہ بن عبداللہ بن جبر انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی ازواج میں سے ایک خاتون دونوں ایک برتن سے پانی لے کر غسل کرتے تھے۔ مسلم اور وہب نے از شعبہ یہ اضافہ کیا: جنابت سے یعنی غسل جنابت کرتے تھے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے بھی صحیح البخاری: ۲۵۰ کا مطالعہ فرمائیں۔

١٠- بَابُ تَفْرِيْقِ الْغُسْلِ وَالْوُضُوْءِ — غسل اور وضوء الگ الگ کرنا

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت اس طرح ہے کہ دونوں باب ایک جائز کام پر مشتمل ہیں' پہلا باب اس بیان میں ہے کہ جب ہاتھ پاک ہو تو اس کو پانی کے برتن میں داخل کرنا اور اس باب میں غسل اور وضوء کو الگ الگ کرنے کا ذکر ہے۔

وَيُذْكَرُ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ غَسَلَ قَدَمَيْهِ بَعْدَ مَا جَفَّ وَضُوْءُهٗ.

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ذکر کیا جاتا ہے کہ انہوں نے اعضاء وضوء خشک ہونے کے بعد اپنے پیروں کو دھویا۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

امام بیہقی' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے بازار میں غسل کیا' اپنے چہرے اور ہاتھوں کو دھویا اور سر کا مسح کیا' پھر ایک جنازے کے لیے بلایا گیا تو وہ نماز جنازہ پڑھانے کے لیے مسجد میں داخل ہوئے' پھر انہوں نے موزوں پر مسح کیا اور نماز جنازہ پڑھائی۔ (معرفۃ السنن والآثار: ۹۹' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۲ھ)

٢٦٥- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَحْبُوْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ، عَنْ سَالِمِ بْنِ اَبِي الْجَعْدِ، عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَتْ مَيْمُوْنَةُ وَضَعْتُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاءً يَغْتَسِلُ بِهٖ، فَاَفْرَغَ عَلٰى يَدَيْهِ، فَغَسَلَهُمَا مَرَّتَيْنِ اَوْ ثَلَاثًا، ثُمَّ اَفْرَغَ بِيَمِيْنِهٖ عَلٰى شِمَالِهٖ، فَغَسَلَ مَذَاكِيْرَهٗ، ثُمَّ دَلَكَ يَدَهٗ بِالْاَرْضِ، ثُمَّ تَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ، ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهٗ وَيَدَيْهِ، وَغَسَلَ رَاْسَهٗ ثَلَاثًا، ثُمَّ اَفْرَغَ عَلٰى جَسَدِهٖ، ثُمَّ تَنَحّٰى مِنْ مَّقَامِهٖ، فَغَسَلَ قَدَمَيْهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن محبوب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی از سالم بن ابی الجعد از کریب مولیٰ حضرت ابن عباس از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا کہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل کے لیے پانی رکھا' پس آپ نے ہاتھوں پر پانی ڈالا' پھر ان کو دو یا تین بار دھویا' پھر اپنے دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی ڈالا' پھر اپنی شرم گاہ کو دھویا' پھر اپنے اس ہاتھ کو زمین پر رگڑا' پھر کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا' پھر اپنے چہرے کو اور اپنے ہاتھوں کو دھویا' اور اپنے سر کو تین بار دھویا' پھر اپنے پورے جسم پر پانی بہایا' پھر اس جگہ سے ایک طرف ہو گئے' پس اپنے پیروں کو دھویا۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ٢٤٩ کا مطالعہ فرمائیں۔

١١- بَابُ مَنْ اَفْرَغَ بِيَمِينِهٖ عَلٰى شِمَالِهٖ فِي الْغُسْلِ

جس نے غسل میں دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی ڈالا

٢٦٦- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ اِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ قَالَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ، عَنْ سَالِمِ ابْنِ اَبِي الْجَعْدِ، عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلٰى ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ مَيْمُونَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ قَالَتْ وَضَعْتُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غُسْلًا وَسَتَرْتُهُ، فَصَبَّ عَلٰى يَدِهٖ، فَغَسَلَهَا مَرَّةً اَوْ مَرَّتَيْنِ. قَالَ سُلَيْمَانُ لَا اَدْرِيْ، اَذَكَرَ الثَّالِثَةَ اَمْ لَا. ثُمَّ اَفْرَغَ بِيَمِينِهٖ عَلٰى شِمَالِهٖ، فَغَسَلَ فَرْجَهُ، ثُمَّ دَلَكَ يَدَهُ بِالْاَرْضِ اَوْ بِالْحَائِطِ، ثُمَّ تَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ، وَغَسَلَ وَجْهَهُ وَيَدَيْهِ، وَغَسَلَ رَاْسَهُ، ثُمَّ صَبَّ عَلٰى جَسَدِهٖ، ثُمَّ تَنَحّٰى فَغَسَلَ قَدَمَيْهِ، فَنَاوَلْتُهُ خِرْقَةً، فَقَالَ بِيَدِهٖ هٰكَذَا، وَلَمْ يُرِدْهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی از سالم بن ابی الجعد از کریب' حضرت ابن عباس کے آزاد کردہ غلام از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما از حضرت میمونہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل کے لیے پانی رکھا اور آپ پر پردہ کیا' آپ نے اپنے (دائیں) ہاتھ پر ایک بار یا دو بار پانی ڈال کر دھویا' سلیمان نے کہا: مجھے پتا نہیں' انہوں نے تیسری بار کا ذکر کیا تھا یا نہیں' پھر آپ نے اپنے دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی ڈالا' پھر آپ نے اپنی شرم گاہ کو دھویا' پھر آپ نے اپنا ہاتھ زمین پر یا دیوار پر رگڑا' پھر آپ نے کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا اور اپنے چہرے کو اور ہاتھوں کو اور سر کو دھویا' پھر آپ نے اپنے تمام جسم پر پانی بہایا' پھر آپ ایک طرف ہو گئے اور اپنے پیروں کو دھویا' پھر میں نے آپ کو تولیا دیا' پس آپ نے ہاتھ سے اشارہ کیا اور اس کا ارادہ نہیں کیا۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح' صحیح البخاری: ٢٥٩ میں مطالعہ کریں' وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: غسل جنابت میں غرارے کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا اور یہاں اس حدیث کا عنوان ہے: غسل میں دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی ڈالنا۔

١٢- بَابُ اِذَا جَامَعَ ثُمَّ عَادَ، وَمَنْ دَارَ عَلٰى نِسَائِهٖ فِيْ غُسْلٍ وَّاحِدٍ

جب جماع کیا' پھر دوبارہ جماع کیا اور جس نے ایک غسل سے اپنی تمام ازواج سے جماع کیا

اس باب میں اس شخص کا حکم بیان کیا ہے' جس نے ایک بار جماع کرنے کے بعد دوسری بار جماع کیا' اور جس نے ایک غسل کے ساتھ ایک رات میں اپنی تمام ازواج کے ساتھ جماع کیا۔

ایک رات میں تمام ازواج کے ساتھ جماع کرنے پر اس حدیث میں تصریح ہے:

حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن اپنی تمام ازواج کے پاس گئے' اس کے پاس جا کر غسل کرتے اور اُس کے پاس جا کر غسل کرتے' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ ایک غسل ہی کیوں نہیں کرتے؟ آپ نے فرمایا: یہ (طریقہ) زیادہ ستھرا' زیادہ پاکیزہ اور زیادہ طاہر ہے۔ (سنن ابوداؤد: ٢١٩' سنن ابن ماجہ: ٥٩٠' مسند احمد: ٢٣٩٢٣' دارالفکر)

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جب کوئی شخص ایک بار جماع کرنے کے بعد دوسری بار جماع

کرے تو اس پر واجب ہے کہ وہ درمیان میں غسل کرے' اس کا جواب یہ ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ اس پر درمیان میں غسل کرنا واجب نہیں ہے اور اس کی تصریح اس حدیث میں ہے:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص اپنی بیوی کے پاس جائے' پھر وہ دوبارہ جانا چاہے تو دونوں جماع کرنے کے درمیان وضوء کریں۔

(صحیح مسلم: ۳۰۸' سنن ابوداؤد: ۲۲۰' سنن ترمذی: ۱۴۱' سنن نسائی: ۲۶۲' مسند احمد: ۱۱۱۶۱' دار الفکر)

ابواب سابقہ کے ساتھ اس باب کی مناسبت یہ ہے کہ ابواب سابقہ میں غسل جنابت کے احکام بیان کیے گئے تھے اور اس باب میں غسل جنابت کا بھی ذکر ہے اور اس کے سبب کا بھی بیان ہے۔

٢٦٧- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِی عَدِیٍّ ' وَيَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ، عَنْ شُعْبَةَ ' عَنْ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْتَشِرِ ' عَنْ اَبِيْهِ قَالَ ذَكَرْتُهُ لِعَائِشَةَ فَقَالَتْ يَرْحَمُ اللّٰهُ اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ' كُنْتُ اُطَيِّبُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ' فَيَطُوْفُ عَلٰى نِسَائِهِ ' ثُمَّ يُصْبِحُ مُحْرِمًا يَنْضَحُ طِيْبًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی عدی اور یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی از شعبہ از ابراہیم بن محمد بن المنتشر از والد خود' وہ کہتے ہیں: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس کا ذکر کیا' انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ ابوعبدالرحمان پر رحم فرمائے' میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خوشبو لگاتی تھی' پھر آپ تمام ازواج کے پاس گھومتے تھے' پھر صبح احرام باندھتے تھے اور آپ کے جسم سے خوشبو آ رہی ہوتی تھی۔

[طرف الحدیث: ۲۷۰]

(صحیح مسلم: ۱۱۹۲' الرقم المسلسل: ۲۷۹۶' سنن نسائی: ۴۱۴-۴۲۸' سنن ابن ماجہ: ۲۹۲۶' مسند الحمیدی: ۲۱۰' المنتقیٰ: ۴۱۴' مسند ابویعلیٰ: ۴۷۱۲' صحیح ابن خزیمہ: ۲۵۸۱' سنن بیہقی ج ۵ ص ۳۴' السنن الکبریٰ للنسائی: ۴۱۵۹' سنن دارقطنی ج ۲ ص ۲۷۴' حلیۃ الاولیاء ج ۷ ص ۲۴۶' مسند احمد ج ۶ ص ۳۹ طبع قدیم' مسند احمد ج ۴۰ ص ۱۳۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: پھر آپ تمام ازواج کے پاس گھومتے تھے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) محمد بن بشار' ان کا تعارف ہو چکا ہے (۲) ابن ابی عدی' ان کا نام محمد بن ابراہیم ہے' یہ ۱۹۴ھ میں بصرہ میں فوت ہو گئے تھے (۳) یحییٰ بن سعید القطان (۴) شعبہ بن الحجاج (۵) ابراہیم بن محمد المنتشر (۶) محمد مذکور کے والد (۷) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا۔

(عمدۃ القاری ج ۳ ص ۳۱۷-۳۱۶)

احرام سے پہلے جسم پر خوشبو لگانے میں مذاہب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ احرام باندھنے سے پہلے جسم پر خوشبو لگائی جائے' خواہ وہ خوشبو احرام باندھنے کے بعد جسم سے آتی رہے' احرام باندھنے کے بعد خوشبو کا لگانا حرام ہے' یہ امام شافعی' ابویوسف' امام احمد بن حنبل اور داؤد وغیرہم کا مذہب ہے' جماعت صحابہ' تابعین' جمہور فقہاء اور محدثین کا یہی مذہب ہے' صحابہ میں سے حضرت سعد بن ابی وقاص' حضرت ابن عباس' حضرت ابن الزبیر' حضرت معاویہ' حضرت عائشہ' حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہم کا یہی مذہب ہے۔

دوسرے فقہاء نے اس سے منع کیا ہے' امام مالک اور امام محمد بن الحسن کا یہی مذہب ہے' صحابہ کی ایک جماعت اور تابعین کا بھی

یہ مؤقف ہے' بعض علماء نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ یہ خوشبو ازواج کے لیے تھی' احرام کے لیے نہیں تھی اور حدیث میں عبارت مقدم اور مؤخر ہے' اصل میں عبارت یوں ہے: آپ ازواج کے پاس گھومتے تھے اور آپ سے خوشبو آ رہی ہوتی تھی' پھر صبح کو آپ احرام باندھتے تھے اور بعض روایات میں اس طرح سے ہے' اور غسل کرنے سے خوشبو زائل ہو جاتی ہے' خصوصاً اس صورت میں کہ بعض احادیث کے مطابق آپ ہر زوجہ کے پاس جانے کے بعد غسل کرتے تھے۔

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ یہ خوشبو ایک تیل کی تھی' غسل کرنے سے تیل کا اثر زائل ہو جاتا اور خوشبو باقی رہ جاتی۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جماع کے بعد فوراً غسل کرنا واجب نہیں ہے' غسل کرنا اس وقت واجب ہوتا ہے' جب انسان نماز پڑھنے کا ارادہ کرے۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۳۱۹۔۳۱۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

دوسری بار جماع کرنے سے پہلے آیا وضوء کرنا واجب ہے یا نہیں؟

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ ایک غسل کے ساتھ متعدد بیویوں کے ساتھ جماع کرنا جائز ہے' اختلاف اس میں ہے کہ آیا ایک بار جماع کرنے کے بعد دوسری بار جماع کرنے سے پہلے وضوء کرنا واجب ہے یا نہیں؟ حضرت عمر بن الخطاب سے یہ روایت ہے کہ جب دوبارہ جماع کرے تو اس سے پہلے وضوء کرے' عطاء اور عکرمہ کا بھی یہی قول ہے اور حسن بصری یہ کہتے تھے کہ اگر وہ وضوء کرنے سے پہلے دوسری بار جماع کر لے تو کوئی حرج نہیں ہے' امام مالک اور اکثر فقہاء کا یہی مذہب ہے کہ اس پر وضوء کرنا واجب نہیں ہے۔ امام احمد نے کہا: اگر اس نے وضوء کر لیا تو وہ میرے نزدیک اچھا ہے اور اگر اس نے وضوء نہیں کیا تو کوئی حرج نہیں ہے' اسحاق نے کہا: دوسری بار جماع کرنے سے پہلے شرم گاہ کو دھونا ضروری ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جو ایک شب میں تمام ازواج کے پاس گئے' اس کی وجوہ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جو ایک رات میں تمام ازواج کے پاس گئے' اس کی وجوہ حسب ذیل ہیں:

(۱) آپ پر ازواج کی باریاں مقرر کرنا واجب نہیں تھا' اسی وجہ سے جب آپ سفر پر جاتے تو قرعہ اندازی کر کے کسی زوجہ کو ساتھ لے جاتے' ورنہ جس کی باری ہوتی' اس کو لے کر جاتے۔

(۲) ابوعبید نے کہا: یہ ہو سکتا ہے کہ آپ نے ازواجِ مطہرات سے اجازت حاصل کر لی ہو' جیسا کہ آپ نے بیماری کے ایام حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر گزارنے کے لیے باقی ازواج سے اجازت حاصل کر لی تھی۔

(۳) مہلب نے کہا کہ ہو سکتا ہے' جس دن تمام ازواج کی باریاں ختم ہو گئی تھیں' اس دن آپ تمام ازواج کے پاس گئے اور اس دن کے بعد سے آپ نے از سرِ نو ازواجِ مطہرات کی باریاں مقرر فرما دیں۔

بعض علماء غسل میں مَلنے کو واجب نہیں قرار دیتے' وہ کہتے ہیں کہ اگر آپ نے جسم کو ملا ہوتا تو اس سے خوشبو نہ پھوٹتی۔ امام طحاوی نے کہا ہے کہ ممکن ہے آپ نے جسم کو ملا ہو اور جب خوشبو زیادہ لگائی ہوئی ہو تو مَل کر غسل کرنے سے خوشبو کے نشانات تو مٹ جاتے ہیں' لیکن اس کی چمک اور خوشبو باقی رہتی ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۱ ص ۳۹۲۔۳۹۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

شرح صحیح مسلم میں باب مذکور کی حدیث کی شرح

یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۲۷۰۴۔ ج ۳ ص ۲۹۵ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے حسب ذیل عنوانات ہیں:

① احرام سے پہلے بدن پر خوشبو لگانے میں مذاہب ائمہ ② احناف کی مؤید احادیث ③ محرم کے پھول سونگھنے میں مذاہب

اربعہ ④ کیا ازواجِ مطہرات میں دنوں کی مساوی تقسیم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر واجب تھی ⑤ جن ازواج سے نکاح اور رخصتی ہوئی' ان کی تعداد ⑥ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تعدد ازواج پر اعتراض کے جوابات۔ (شرح صحیح مسلم ج ۳ ص ۳۰۶۔۳۰۲)

نوٹ: چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواجِ مطہرات پر تفصیلی بحث "شرح صحیح مسلم" میں کر دی گئی ہے' اس لیے ہم یہاں "نعمۃ الباری" میں اس بحث کا اعادہ نہیں کر رہے۔

۲۶۸- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي ' عَنْ قَتَادَةَ قَالَ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدُوْرُ عَلٰى نِسَائِهِ فِي السَّاعَةِ الْوَاحِدَةِ مِنَ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ ' وَهُنَّ إِحْدٰى عَشْرَةَ. قَالَ قُلْتُ لِأَنَسٍ أَوَ كَانَ يُطِيْقُهُ ؟ قَالَ كُنَّا نَتَحَدَّثُ أَنَّهُ أُعْطِيَ قُوَّةَ ثَلَاثِيْنَ. وَقَالَ سَعِيْدٌ ' عَنْ قَتَادَةَ إِنَّ أَنَسًا حَدَّثَهُمْ تِسْعُ نِسْوَةٍ.

[اطراف الحدیث: ۲۸۴۔۵۰۶۸۔۵۲۱۵]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معاذ بن ہشام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی از قتادہ' انہوں نے کہا: ہمیں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دن اور رات کی ایک ساعت میں اپنی تمام ازواج کو عمل زوجیت سے مشرف فرماتے تھے' اور وہ گیارہ ازواج مطہرات تھیں' قتادہ کہتے ہیں: میں نے حضرت انس سے پوچھا: کیا آپ اس کی طاقت رکھتے تھے تو انہوں نے کہا: ہم یہ باتیں کرتے تھے کہ آپ کو تیس مردوں کی طاقت دی گئی تھی' اور سعید نے کہا از قتادہ' حضرت انس نے ان کو حدیث بیان کی کہ آپ کی نو ازواج تھیں۔

(سنن نسائی: ۱۳۶۵' صحیح ابن خزیمہ: ۲۳۱' صحیح ابن حبان: ۱۲۰۸' مسند ابویعلیٰ: ۲۹۴۱' سنن بیہقی ج ۷ ص ۵۴' شرح السنۃ: ۲۷۰' مسند احمد ج ۳ ص ۲۹۱ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۴۱۰۹' ج ۲۱ ص ۲۷۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں' ان سب کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

آیا آپ کی ازواج گیارہ تھیں یا نو؟ اس کی تحقیق

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام ابن خزیمہ نے کہا ہے کہ گیارہ ازواج کی تعداد کے ساتھ معاذ بن ہشام منفرد ہیں اور سعید بن ابی عروبہ وغیرہ نے قتادہ سے روایت کیا ہے کہ آپ کی نو ازواج تھیں اور امام بخاری نے دس ابواب کے بعد یہ روایت ذکر کی ہے کہ آپ ایک رات میں تمام ازواج کے پاس جاتے تھے اور اس دن آپ کے پاس نو ازواج تھیں۔ (صحیح البخاری: ۲۸۴) امام ابن حبان نے ان میں تطبیق دی ہے کہ ابتداء میں آپ کے پاس نو ازواج تھیں اور آخر میں گیارہ ہو گئی تھیں' جب آپ مدینہ میں آئے تو آپ کے نکاح میں صرف حضرت سودہ تھیں' پھر مدینہ میں آپ نے حضرت عائشہ کے ساتھ دخول کیا' پھر حضرت ام سلمہ کے ساتھ نکاح کیا' پھر حضرت حفصہ کے ساتھ' پھر حضرت زینب بنت خزیمہ کے ساتھ تیسرے اور چوتھے سال میں' پھر حضرت زینب بنت جحش کے ساتھ پانچویں سال میں' پھر حضرت جویریہ کے ساتھ چھٹے سال میں' پھر حضرت صفیہ' حضرت ام حبیبہ اور حضرت میمونہ کے ساتھ ساتویں سال میں' رضی اللہ عنہن۔ یہ وہ تمام ازواج ہیں' جو ہجرت کے بعد آپ کے نکاح میں تھیں اور حضرت ریحانہ میں اختلاف ہے۔ یہ بنو قریظہ کے قیدیوں میں تھیں' امام ابن اسحاق نے کہا ہے کہ آپ نے ان پر نکاح کو پیش کیا' لیکن انہوں نے باندی رہنے کو پسند کیا' اکثر علماء نے کہا ہے کہ وہ ۱۰ھ میں آپ سے پہلے فوت ہو گئی تھیں' اسی طرح حضرت زینب بنت خزیمہ بھی آپ کے دخول کے تھوڑے عرصہ بعد فوت ہو گئی تھیں' امام

ابن عبدالبر نے کہا ہے: وہ آپ کے پاس دو یا تین ماہ رہی ہیں' اس تفصیل کے مطابق آپ کے پاس نو ازواج سے زیادہ جمع نہیں رہیں' جب کہ حضرت سودہ نے اپنی باری حضرت عائشہ کو ہبہ کر دی تھی' اس طرح سعید بن ابی عروبہ کی روایت راجح قرار پاتی ہے کہ آپ کے پاس اس دن نو ازواج تھیں' لیکن معاذ بن ہشام کی روایت کا محمل یہ ہے کہ حضرت ماریہ اور حضرت ریحانہ کو ان کے ساتھ ملا لیا جائے اور آپ کی نساء کے لفظ کو عام رکھا جائے' خواہ وہ آپ کی ازواج ہوں یا آپ کی کنیزیں' تو پھر گیارہ کے عدد کا ایک محمل ہے۔

علامہ الدمیاطی نے اپنی ''سیرت'' میں لکھا ہے کہ آپ کی کل ازواج جن سے آپ نے دخول کیا یا صرف عقد کیا یا جن کو دخول سے پہلے طلاق دے دی یا جن کو نکاح کا پیغام دیا اور عقد نہیں کیا' ان کا عدد تیس ہے اور ''المختارۃ'' میں حضرت انس سے روایت ہے کہ آپ نے پندرہ خواتین سے نکاح کیا' ان میں سے گیارہ کے ساتھ دخول کیا اور جب آپ کی وفات ہوئی' اس وقت نو ازواج تھیں۔

(فتح الباری ج ۱ ص ۷۹۶' دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قوت چار ہزار مردوں کے برابر تھی

حضرت انس نے کہا: آپ کو تیس مردوں کی طاقت دی گئی تھی' اس کی شرح میں حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

اسماعیلی کی روایت میں تیس کے بجائے چالیس مردوں کی طاقت کا ذکر ہے اور ابونعیم نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ چالیس جنتی مردوں کی طاقت دی گئی تھی اور حضرت عبداللہ بن عمر نے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ گرفت میں اور جماع کرنے میں آپ کو چالیس مردوں کی قوت دی گئی تھی اور حضرت زید بن ارقم سے مرفوعاً روایت ہے کہ ایک جنتی مرد کو کھانے پینے' جماع کرنے اور شہوت میں سو مردوں کی طاقت دی جائے گی۔ (مسند احمد' سنن نسائی' مستدرک) اس حساب سے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قوت چار ہزار مردوں کے برابر ہے۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۷۹۷۔۷۹۶' دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حافظ بدرالدین عینی نے اس سے زیادہ تفصیل سے لکھا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۳۲۱۔۳۲۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے جس حدیث کا ذکر کیا ہے' وہ یہ ہے:

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک یہودی آ کر کہنے لگا: یا ابا القاسم! کیا آپ کا یہ زعم نہیں ہے کہ اہل جنت' جنت میں کھائیں گے اور پئیں گے اور اس نے اپنے اصحاب سے کہا ہوا تھا کہ اگر انہوں نے اس کا اقرار کر لیا تو میں ان سے بحث کروں گا' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیوں نہیں! اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! ایک جنتی کو ایک سو مردوں کے کھانے پینے' شہوت اور جماع کی قوت دی جائے گی' اس یہودی نے کہا: جو شخص کھاتا اور پیتا ہے' اس کو پھر حاجت بھی ہوتی ہے' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ان کی حاجت ایک پسینہ سے رفع ہوگی' جو ان کے تمام جسم سے نکلے گا' اس میں مشک کی طرح خوشبو ہوگی' پھر ان کا پیٹ پتلا ہو جائے گا۔

یہ حدیث صحیح ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ (صحیح ابن حبان: ۷۴۲۴' مسند البزار: ۳۵۲۲' المعجم الکبیر: ۵۰۰۷' البعث والنشور للبیہقی: ۳۵۴' الزھد لابن المبارک: ۱۴۵۹' سنن دارمی: ۲۸۲۵' السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۱۴۷۸' المعجم الاوسط: ۱۷۴۳' حلیۃ الاولیاء: ج ۷ ص ۲۶۶۔ ج ۸ ص ۱۱۶' مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۴۱۶' مسند احمد ج ۴ ص ۳۶۷ طبع قدیم' مسند احمد ج ۳۲ ص ۱۹' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کے شواہد حسب ذیل ہیں:

سنن ترمذی: ۲۵۳۶' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۲۰۱۲' صحیح ابن حبان: ۷۴۰۰' المعجم الاوسط: ۲۵۶۳

نوٹ: حافظ عسقلانی نے جس حدیث کا حوالہ دیا تھا' وہ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' جب کہ مذکورہ شواہد میں جو

حدیث مروی ہے اس کے راوی حضرت ابو ہریرہ ہیں۔

۱۳- بَابُ غَسْلِ الْمَذْيِ وَالْوُضُوْءِ مِنْهُ

مذی کو دھونا اور اس سے وضوء کرنا

اس باب میں مذی کو دھونے کا حکم بیان کیا گیا ہے مذی وہ رقیق پانی ہے جو عورت سے چھیڑ چھاڑ یا اس سے بوس و کنار یا اس کے متعلق سوچنے سے مرد کے آلہ سے نکلتا ہے اور مذی نکلنے سے غسل واجب نہیں ہوتا' وضوء واجب ہوتا ہے۔

۲۶۹- حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا زَائِدَةُ ' عَنْ اَبِيْ حَصِيْنٍ ' عَنْ اَبِيْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ' عَنْ عَلِيٍّ قَالَ كُنْتُ رَجُلًا مَذَّاءً ' فَاَمَرْتُ رَجُلًا اَنْ يَسْاَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ' لِمَكَانِ ابْنَتِهِ ' فَسَاَلَ فَقَالَ تَوَضَّاْ وَاغْسِلْ ذَكَرَكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زائدہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو حصین نے حدیث بیان کی' از ابو عبد الرحمٰن از حضرت علی رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا: میں ایسا شخص تھا' جس کو مذی بہت آتی تھی' میں نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کے متعلق سوال کرے' آپ کی صاحب زادی کی وجہ سے (خود سوال نہیں کیا)' تو انہوں نے سوال کیا' آپ نے فرمایا: وضوء کرو' اور اپنے آلہ کو دھولو۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح' صحیح البخاری: ۱۳۲ میں گزر چکی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا: جس شخص نے حیاء کی اور دوسرے شخص کو سوال کرنے کا حکم دیا' اور یہاں اس کا عنوان ہے: مذی کو دھونا اور اس سے وضوء کرنا' اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حرمت اور توقیر کی کس قدر حفاظت کرتے تھے اور جن باتوں سے عرف میں حیاء آتی ہے' ان کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کرنا خلاف ادب سمجھتے تھے۔

۱۴- بَابُ مَنْ تَطَيَّبَ ثُمَّ اغْتَسَلَ وَبَقِيَ اَثَرُ الطِّيْبِ

جس نے خوشبو لگائی' پھر غسل کیا اور خوشبو کا اثر باقی رہا

لوگ جماع کے وقت جسم پر خوشبو لگاتے تھے تاکہ زیادہ نشاط حاصل ہو' باب سابق کے ساتھ اس کی مناسبت یہ ہے کہ مذی نکلنے سے پہلے بھی انسان کو عورت کے ساتھ بوس و کنار سے نشاط اور لذت حاصل ہوتی ہے اور جماع کے وقت جسم پر خوشبو لگانے سے بھی نشاط اور لذت حاصل ہوتی ہے۔

۲۷۰- حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ ' عَنْ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْتَشِرِ ' عَنْ اَبِيْهِ قَالَ سَاَلْتُ عَائِشَةَ ' فَذَكَرْتُ لَهَا قَوْلَ ابْنِ عُمَرَ مَا اُحِبُّ اَنْ اُصْبِحَ مُحْرِمًا اَنْضَخُ طِيْبًا ' فَقَالَتْ عَائِشَةُ اَنَا طَيَّبْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ' ثُمَّ طَافَ فِيْ نِسَائِهِ ' ثُمَّ اَصْبَحَ مُحْرِمًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو النعمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو عوانہ نے حدیث بیان کی از ابراہیم بن محمد بن المنتشر از والد خود' انہوں نے کہا: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا اور ان سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ قول ذکر کیا: مجھے یہ پسند نہیں کہ میں صبح کو حالت احرام میں اٹھوں اور میرے جسم سے خوشبو آ رہی ہو۔ حضرت عائشہ نے کہا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم پر خوشبو لگاتی تھی' پھر آپ اپنی تمام ازواج کے پاس جاتے

پھر صبح کو حالت احرام میں ہوتے۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح 'صحیح البخاری: ۲۶۷ میں گزر چکی ہے' وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: جس نے جماع کیا' پھر دوبارہ جماع کیا اور ایک غسل کے ساتھ اپنی تمام ازواج کے پاس گیا' اور یہاں اس کا عنوان ہے: جس نے خوشبو لگائی' پھر غسل کیا اور خوشبو کا اثر باقی رہا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کا مسائل میں اختلاف ہوتا تھا' لیکن وہ مسائل میں اختلاف کے باوجود باہمی ادب واحترام کو قائم رکھتے تھے' آج کل کی طرح نہیں کہ کسی سے کسی مسئلہ میں اختلاف ہوا تو ذاتیات پر اتر آتے ہیں اور اس کوشش میں لگے رہتے ہیں کہ کسی طرح اس کے خلاف کوئی سخت فتویٰ لگا دیں' اور اس کی تحقیر اور تذلیل کے درپے رہتے ہیں۔

۲۷۱- حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا الْحَكَمُ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَأَنِّيْ أَنْظُرُ إِلَى وَبِيْصِ الطِّيْبِ فِيْ مَفْرِقِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ.

[اطراف الحدیث: ۱۵۳۸۔۵۹۱۸۔۵۹۲۳]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الحکم نے حدیث بیان کی از ابراہیم از اسود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں' گویا کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مانگ کی جگہ میں خوشبو کی چمک کو دیکھتی تھی اور آپ حالت احرام میں ہوتے تھے۔

(صحیح مسلم: ۱۱۹۰' الرقم المسلسل: ۲۷۸۶' سنن ابوداؤد: ۱۷۴۶' سنن نسائی: ۲۶۹۵' السنن الکبریٰ للنسائی: ۳۶۷۳' صحیح ابن حبان: ۳۷۶۱۳' سنن بیہقی ج ۵ ص ۳۴' مسند احمد ج ۶ ص ۳۸ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۴۱۰۷۔ ج ۴۰ ص ۱۲۹' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مناسبت اس جملہ میں ہے: میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مانگ کی جگہ میں خوشبو کو دیکھتی تھی۔

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں اور ان سب کا تعارف ہو چکا ہے۔

احرام باندھنے سے پہلے خوشبو لگانے میں امام مالک کا مذہب

قاضی ابوالفضل عیاض بن موسیٰ مالکی اندلسی متوفی ۵۴۴ھ لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ' امام شافعی' فقہاء محدثین اور صحابہ اور تابعین کی ایک جماعت کا مذہب یہ ہے کہ احرام باندھنے سے پہلے جسم پر خوشبو لگانا جائز ہے اور اگر وہ خوشبو احرام باندھنے کے بعد بھی آتی رہے تو یہ بھی جائز ہے' اور صحابہ اور تابعین کی دوسری جماعت اور امام مالک' الزہری اور امام محمد بن الحسن نے اس سے منع کیا ہے اور یہ کہا ہے کہ جسم پر خوشبو عورتوں سے جماع کے لیے لگائی جاتی تھی (عرب میں ایک قسم کی خوشبودار کریم ہوتی ہے یا خوشبودار تیل ہوتا ہے' جس کو جماع سے پہلے پورے جسم پر لگاتے ہیں' ہمارے ہاں اس کی جگہ اُبٹن لگانے کا رواج ہے) حضرت عائشہ' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم پر یہ خوشبو ازواج سے جماع کے لیے لگاتی تھیں' پھر آپ غسل کرتے تھے اور وہ خوشبو چلی جاتی تھی' پھر آپ احرام باندھتے تھے' خاص طور پر اس لیے کہ آپ ہر زوجہ سے جماع کے بعد غسل کرتے تھے' پھر اتنے غسل کرنے کے بعد کون سی خوشبو باقی رہ جاتی تھی؟ اور حضرت عائشہ نے جو فرمایا ہے: صبح کو آپ کے جسم سے خوشبو آ رہی ہوتی تھی۔ اس کا معنی ہے: آپ کے غسل کرنے اور احرام باندھنے سے پہلے آپ کے جسم سے خوشبو آ رہی ہوتی تھی اور وہ جو شعبہ کی روایت میں ہے: آپ حالت احرام میں صبح کرتے اور آپ کے جسم سے خوشبو آ رہی ہوتی' اس میں تقدیم اور تاخیر ہے اور اس کا معنی اس طرح ہے: آپ اپنی ازواج کے پاس جاتے اور آپ سے خوشبو آ رہی ہوتی' پھر آپ صبح کو احرام باندھتے اور وہ جو دوسری حدیث میں حضرت عائشہ نے فرمایا ہے: گویا کہ میں آپ کی مانگ کی جگہ میں خوشبو کی چمک دیکھتی تھی اور آپ احرام باندھے ہوئے ہوتے تھے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ خوشبودار تیل کا جسم اور اس کی خوشبو غسل سے ختم ہو جاتی تھی اور اس تیل کا اثر اور اس کی زینت بالوں میں

رہ جاتی تھی' جس کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا دیکھتی تھیں اور محرم کے بالوں میں تیل لگا رہے اور اس کی خوشبو نہ آئے تو کوئی حرج نہیں ہے' جب کہ اس نے احرام باندھنے سے پہلے تیل لگایا ہو۔ (اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۴ ص ۱۹۰-۱۸۸ ملخصاً' دار الوفاء' ۱۴۱۹ھ)

احرام باندھنے سے پہلے خوشبو لگانے میں ائمہ ثلاثہ کا مذہب

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جب احرام باندھنے کا ارادہ ہو تو جسم پر خوشبودار تیل یا خوشبودار کریم لگانا مستحب ہے اور اگر احرام باندھنے کے بعد وہ خوشبو آتی رہے تو کوئی حرج نہیں ہے' صرف احرام باندھنے کے بعد خوشبو لگانا منع ہے' یہ صحابہ کرام میں سے حضرت سعد بن ابی وقاص' حضرت ابن عباس' حضرت ابن الزبیر' حضرت معاویہ' حضرت عائشہ اور حضرت ام حبیبہ کا مذہب ہے اور فقہاء تابعین اور محدثین کا مذہب ہے' امام شافعی' امام ابوحنیفہ' امام احمد بن حنبل' ثوری' ابویوسف اور داؤد وغیرہم کا مذہب ہے۔

قاضی عیاض نے جو اس حدیث کی یہ تاویل کی ہے کہ حضرت عائشہ ازواج سے جماع کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم پر خوشبو لگاتی تھیں' اس تاویل کو حضرت عائشہ کا یہ قول رد کرتا ہے: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم پر آپ کے احرام کے لیے احرام باندھنے سے پہلے خوشبو لگاتی تھی اور بیت اللہ کے طواف سے پہلے احرام کھولنے کے لیے خوشبو لگاتی تھی۔

(صحیح مسلم: ۱۱۸۹' الرقم المسلسل: ۲۷۸۰)

اور یہ تاویل اس لیے بھی مردود ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: گویا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مانگ میں خوشبو کی چمک دیکھتی تھی' جب آپ تلبیہ پڑھ رہے ہوتے تھے۔ (صحیح مسلم: الرقم المسلسل: ۲۷۸۸) ایک اور حدیث میں ہے: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مانگ میں مشک کی چمک دیکھتی تھی اور آپ محرم ہوتے تھے۔ (صحیح مسلم: الرقم المسلسل: ۲۷۹۳)

ان صریح احادیث سے واضح ہو جاتا ہے کہ قاضی عیاض مالکی نے جو ان احادیث کی تاویل کی ہے' وہ صحیح نہیں ہے۔

(صحیح مسلم بشرح النووی ج ۵ ص ۳۲۱۲-۳۲۱۱ ملخصاً وموضحاً ومخرجاً' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

علامہ ابوسلیمان حمد بن محمد خطابی متوفی ۳۸۸ھ نے لکھا ہے کہ جمہور کے نزدیک احرام باندھنے سے پہلے جسم پر خوشبو لگانا جائز ہے' خواہ اس کی خوشبو احرام باندھنے کے بعد بھی آتی رہے۔ (معالم السنن ج ۲ ص ۲۸۷' مع مختصر المنذری' دار المعرفہ' بیروت)

علامہ بدر الدین عینی نے علامہ خطابی اور علامہ نووی کی عبارات کا خلاصہ لکھا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۳۲۸)

۱۵- بَابُ تَخْلِيلِ الشَّعَرِ' حَتّٰى إِذَا ظَنَّ أَنَّهُ قَدْ أَرْوٰى بَشَرَتَهُ أَفَاضَ عَلَيْهِ

بالوں میں خلال کرنا اور جب یہ یقین ہو گیا کہ کھال تک پانی پہنچ گیا تو اس پر پانی بہا دینا

اس باب میں بالوں میں خلال کرنے کا حکم بیان کیا گیا ہے اور باب سابق کے ساتھ اس کی مناسبت اس طرح ہے کہ باب سابق میں بالوں میں خوشبودار تیل لگانے کا بیان تھا اور اس باب میں بالوں تک پانی پہنچانے کا بیان ہے۔

۲۷۲- حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ' عَنْ أَبِيهِ' عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ' غَسَلَ يَدَيْهِ' وَتَوَضَّأَ وُضُوْءَهُ لِلصَّلٰوةِ' ثُمَّ اغْتَسَلَ' ثُمَّ يُخَلِّلُ بِيَدِهٖ شَعَرَهُ حَتّٰى إِذَا ظَنَّ أَنَّهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن عروہ نے خبر دی از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غسل جنابت کرتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو دھوتے اور نماز کا وضوء کرتے' پھر غسل (شروع)

قَدْ اَرْوٰی بَشَرَتَهٗ ' اَفَاضَ عَلَيْهِ الْمَاءَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ' ثُمَّ غَسَلَ سَائِرَ جَسَدِهٖ.

کرتے' پھر اپنے ہاتھ سے اپنے بالوں میں خلال کرتے اور جب یقین ہو جاتا کہ کھال تک پانی پہنچ گیا ہے تو پھر اپنے اوپر تین مرتبہ پانی ڈالتے' پھر تمام جسم کو دھوتے۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح' صحیح البخاری: ٢٤٨ میں گزر چکی ہے' وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: غسل سے پہلے وضوء کرنا' اور یہاں اس کا عنوان ہے: بالوں میں خلال کرنا' اور یہ دونوں مسئلے اس حدیث سے ثابت ہیں۔

٢٧٣- وَقَالَتْ كُنْتُ اَغْتَسِلُ اَنَا وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ اِنَاءٍ وَّاحِدٍ ' نَغْرِفُ مِنْهُ جَمِيْعًا.

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک برتن سے پانی لے کر غسل کرتے تھے' ہم اکٹھے چلو میں پانی لیتے تھے۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح' صحیح البخاری: ٢٥٠ میں گزر چکی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا: مرد کا اپنی بیوی کے ساتھ غسل کرنا' اور یہاں بالوں میں خلال کے باب میں اس حدیث کو ذکر کیا ہے اور اس حدیث کی اس باب کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں ہے۔

١٦- بَابُ مَنْ تَوَضَّاَ فِي الْجَنَابَةِ ثُمَّ غَسَلَ سَائِرَ جَسَدِهٖ وَلَمْ يُعِدْ غَسْلَ مَوَاضِعِ الْوُضُوْءِ مَرَّةً اُخْرٰی

جس نے جنابت میں وضوء کیا' پھر سارے جسم کو دھویا اور اعضاء وضوء کو دوبارہ نہیں دھویا

اس سے پہلے باب میں بالوں میں خلال کا ذکر تھا' وہ بھی غسل کے اکمال کے لیے ہے اور اس باب میں غسل سے پہلے وضوء کا ذکر ہے اور وہ بھی غسل کے اکمال کے لیے ہے۔

٢٧٤- حَدَّثَنَا يُوْسُفُ بْنُ عِيْسٰى قَالَ اَخْبَرَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوْسٰى قَالَ اَخْبَرَنَا الْاَعْمَشُ ' عَنْ سَالِمٍ ' عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ ' عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ' عَنْ مَيْمُوْنَةَ قَالَتْ وَضَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَضُوْءًا لِلْجَنَابَةِ ' فَاَكْفَاَ بِيَمِيْنِهٖ عَلٰى شِمَالِهٖ مَرَّتَيْنِ اَوْ ثَلَاثًا ' ثُمَّ غَسَلَ فَرْجَهٗ ' ثُمَّ ضَرَبَ يَدَهٗ بِالْاَرْضِ اَوِ الْحَائِطِ ' مَرَّتَيْنِ اَوْ ثَلَاثًا ' ثُمَّ مَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ ' وَغَسَلَ وَجْهَهٗ وَذِرَاعَيْهِ ' ثُمَّ اَفَاضَ عَلٰى رَاْسِهِ الْمَاءَ ' ثُمَّ غَسَلَ جَسَدَهٗ ' ثُمَّ تَنَحّٰى فَغَسَلَ رِجْلَيْهِ ' قَالَتْ فَاَتَيْتُهٗ بِخِرْقَةٍ فَلَمْ يُرِدْهَا ' فَجَعَلَ يَنْفُضُ بِيَدِهٖ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یوسف بن عیسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الفضل بن موسیٰ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے خبر دی از سالم از کریب' حضرت ابن عباس کے آزاد کردہ غلام از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما از حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل جنابت کے لیے پانی رکھا' آپ نے دو یا تین بار دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی انڈیلا' پھر آپ نے اپنی شرم گاہ کو دھویا' پھر آپ نے دو یا تین مرتبہ اپنا ہاتھ زمین یا دیوار پر رگڑا' پھر کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا اور اپنے چہرے کو اور اپنی کلائیوں کو دھویا' پھر اپنے سر پر پانی ڈالا' پھر اپنے جسم کو دھویا' پھر ایک طرف گئے اور اپنے پیروں کو دھویا۔ حضرت میمونہ کہتی ہیں: پس میں آپ کے پاس تولیا لائی تو آپ نے اس کا ارادہ نہیں کیا اور اپنے ہاتھ سے پانی جھاڑنے لگے۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح' صحیح البخاری: ٢٤٩ میں گزر چکی ہے' وہاں اس حدیث کو اس باب کے تحت ذکر کیا تھا: غسل سے پہلے وضوء کرنا' اور یہاں اس باب کے تحت ذکر کیا ہے: غسل میں اعضاء وضوء کو دوبارہ نہ دھونا' اور اس حدیث میں اعضاء وضوء کو دوبارہ

نہ دھونے کا ذکر ہے۔

١٧ - بَابُ اِذَا ذَكَرَ فِي الْمَسْجِدِ اَنَّهُ جُنُبٌ يَخْرُجُ كَمَا هُوَ وَلَا يَتَيَمَّمُ

جب کسی شخص کو مسجد میں یاد آئے کہ وہ جنبی ہے تو وہ اسی حالت میں مسجد سے نکل جائے اور تیمم نہ کرے

اس حدیث کی باب سابق کے ساتھ یہ مناسبت ہے کہ یہ دونوں باب جنبی کے احکام سے متعلق ہیں۔

٢٧٥- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ قَالَ اَخْبَرَنَا يُوْنُسُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ وَعُدِّلَتِ الصُّفُوْفُ قِيَامًا، فَخَرَجَ اِلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا قَامَ فِيْ مُصَلَّاهُ، ذَكَرَ اَنَّهُ جُنُبٌ، فَقَالَ لَنَا مَكَانَكُمْ. ثُمَّ رَجَعَ فَاغْتَسَلَ، ثُمَّ خَرَجَ اِلَيْنَا وَرَاْسُهُ يَقْطُرُ، فَصَلَّيْنَا مَعَهُ. تَابَعَهُ عَبْدُ الْاَعْلٰى، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ. وَرَوَاهُ الْاَوْزَاعِيُّ، عَنِ الزُّهْرِيِّ. [اطراف الحدیث: ٦٣٩-٦٤٠]

(صحیح مسلم: ٦٠٥، الرقم المسلسل: ١٣٤٢، سنن ابوداؤد: ٥٤١- ٢٣٥، سنن نسائی: ٧٩٢)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عثمان بن عمر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے خبر دی از الزہری از ابوسلمہ از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نماز قائم کی گئی اور لوگ کھڑے ہوئے صفیں برابر کی گئیں پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہماری طرف نکل کر آئے پس جب آپ اپنے مصلی پر کھڑے ہوئے تو آپ کو یاد آیا کہ آپ جنبی ہیں آپ نے فرمایا: تم لوگ اسی طرح کھڑے رہو پھر آپ گئے پس آپ نے غسل کیا پھر ہماری طرف نکل کر آئے اس حال میں کہ آپ کے سر سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے پس ہم نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی۔ عثمان بن علی کی عبد الاعلیٰ نے متابعت کی ہے از معمر بن راشد از محمد بن مسلم الزہری اور اس حدیث کو عبدالرحمان الاوزاعی نے محمد بن مسلم الزہری سے روایت کیا ہے۔

اس حدیث کے چھ رجال ہیں اور ان کا تعارف ہو چکا ہے۔

اقامت کے بعد تکبیر تحریمہ پڑھنے اور نمازیوں کے کھڑے ہونے میں مذاہب اور جنبی کے مسجد میں داخل ہونے میں مذاہب اور علامہ ابن بطال کا امام ابوحنیفہ پر اعتراض

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں صفوں کو برابر رکھنے کا حکم ہے اور وہ بالاجماع مستحب ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نمازیوں نے کھڑے ہو کر صفیں برابر کر لیں پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نکل کر آئے اس پر یہ اعتراض ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: تم اس وقت تک نہ کھڑے ہو جب تک کہ تم مجھے نہ دیکھو تو اس موقع پر صحابہ آپ کو دیکھنے سے پہلے کس طرح کھڑے ہو گئے تھے! اس کا جواب یہ ہے کہ ایسا ایک مرتبہ یا دو مرتبہ بیان جواز کے لیے ہوا تھا یا کسی عذر کی وجہ سے یا آپ نے یہ ارشاد اس کے بعد فرمایا تھا کہ مجھے دیکھنے سے پہلے کھڑے نہ ہو۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ آپ کے اس ارشاد کی کیا حکمت تھی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ بعض اوقات آپ کو آنے میں دیر ہو جاتی تھی اگر صحابہ پہلے سے آپ کے آنے کے انتظار میں کھڑے ہوتے تو ان کا قیام بہت طویل ہو جاتا اور وہ تھک جاتے۔

اس مسئلہ میں متقدمین اور متاخرین علماء کا اختلاف ہے کہ نمازی نماز کے لیے کس وقت کھڑے ہوں اور امام کب تکبیر کہے۔

امام شافعی اور ایک جماعت کا مذہب یہ ہے کہ مستحب یہ ہے کہ جب تک مؤذن پوری اقامت سے فارغ نہ ہو جائے اس وقت تک کوئی نہ کھڑا ہو اور حضرت انس رضی اللہ عنہ اس وقت کھڑے ہوتے تھے جب مؤذن "قد قامت الصلوٰۃ" کہتا تھا' امام احمد بن حنبل کا بھی یہی مذہب ہے' اور امام ابوحنیفہ کا یہ مذہب ہے کہ نمازی صف میں اس وقت کھڑے ہوں' جب مؤذن "حی علی الصلوٰۃ" کہے اور جب وہ "قد قامت الصلوٰۃ" کہے تو امام تکبیر پڑھے' اس حدیث کو امام ابن ابی شیبہ نے سوید بن غفلہ' قیس بن ابی سلمہ اور حماد سے روایت کیا ہے اور جمہور متقدمین اور متاخرین علماء نے یہ کہا ہے کہ جب تک مؤذن پوری اقامت سے فارغ نہ ہو جائے' اس وقت تک امام اللہ اکبر نہ کہے' اور امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ سنت یہ ہے کہ امام اس وقت نماز شروع کرے' جب صفیں برابر ہو جائیں اور مؤذن اقامت سے فارغ ہو جائے اور ہمارے نزدیک امام نماز اس وقت شروع کرے' جب مؤذن "قد قامت الصلوٰۃ" کہے' اور امام ابو یوسف نے کہا ہے: جب مؤذن پوری اقامت سے فارغ ہو جائے' تب امام اللہ اکبر کہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک پوری اقامت کے بعد امام نماز شروع کرے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس وقت نماز شروع کرے' جب مؤذن "قد قامت الصلوٰۃ" کہے۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام سے عبادات میں نسیان ہو جاتا تھا۔

اس حدیث سے امام بخاری نے یہ استدلال کیا ہے کہ جب جنبی بھول کر مسجد میں داخل ہو جائے' پھر اس کو یاد آئے کہ وہ جنبی ہے تو وہ اسی حالت میں مسجد سے نکل جائے اور تیمم نہ کرے۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ بعض تابعین یہ کہتے ہیں کہ جب جنبی بھول کر مسجد میں داخل ہو جائے تو وہ تیمم کر کے مسجد سے نکلے اور یہ حدیث ان کا رد کرتی ہے' ثوری اور اسحاق کا یہی قول ہے' اسی طرح امام ابوحنیفہ کہتے ہیں کہ جو مسافر جنبی ہو' وہ ایسی مسجد کے پاس سے گزرے جس میں پانی کا چشمہ ہو' وہ تیمم کر کے مسجد میں داخل ہو اور مسجد سے پانی نکالے' اور ابن زید کی "نوادر" میں ہے: جو آدمی مسجد میں سو جائے' پھر اس کو احتلام ہو جائے تو اس کو چاہیے کہ وہ تیمم کر کے مسجد سے نکلے' امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ وہ مسجد میں ٹھہرے بغیر نکل جائے اور داؤد اور مزنی نے یہ کہا ہے کہ وہ مطلقاً مسجد میں ٹھہر سکتا ہے' کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلم نجس نہیں ہوتا' امام سعید بن منصور نے سند جید کے ساتھ یہ حدیث روایت کی ہے کہ عطاء بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا ہے: صحابہ مسجد میں بیٹھے ہوتے تھے اور وہ جنبی ہوتے تھے اور حدیث میں ثقیف کے وفد کو مسجد میں ٹھہرانے کا ذکر ہے اور اہل الصفہ اور ان کے علاوہ لوگ مسجد میں رات کو رہتے تھے' اور امام احمد بن حنبل یہ کہتے تھے کہ جنبی مسجد میں بیٹھ سکتا ہے اور وضوء کے لیے جا سکتا ہے اور جن علماء نے کہا ہے کہ جنبی مسجد سے گزر سکتا ہے' انہوں نے اس آیت سے استدلال کیا ہے:

وَلَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِیْ سَبِیْلٍ. (النساء: ۴۳) اور جنبی مسجد کے قریب نہ جائے' مگر راستہ عبور کرنے کے لیے۔

یہاں تک علامہ عینی نے علامہ ابن بطال کی عبارت "شرح ابن بطال" ج ۱ ص ۳۹۷۔۳۹۶ سے نقل کی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۳ ص ۳۳۵۔۳۳۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

امام ابوحنیفہ پر علامہ ابن بطال کے اعتراض کا مصنف کی طرف سے جواب اور امام ابوحنیفہ اور امام مالک کا جنبی کو بغیر تیمم کے مسجد میں داخل ہونے سے منع کرنا اور امام شافعی اور امام احمد کا اس کی اجازت دینا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ نے کہا ہے: جو مسافر جنبی ہو' وہ پانی لینے کے لیے تیمم کر کے مسجد میں داخل ہو سکتا ہے' اسی طرح کوئی اور ضرورت

مند جنبی بھی تیمم کر کے مسجد میں داخل ہو سکتا ہے۔ یہ حدیث ان کے خلاف ہے۔

میں کہتا ہوں: اس میں مسجد میں بھول کر حالت جنابت میں بغیر تیمم کے مسجد میں داخل ہونے کا ثبوت ہے' نہ کہ عمداً جنبی کے لیے بغیر تیمم کے مسجد میں داخل ہونے کا ثبوت ہے' دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر بالفرض نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عمداً بھی حالت جنابت میں مسجد میں داخل ہوئے تو یہ آپ کی خصوصیت ہے' دوسروں کو اس پر قیاس نہیں کیا جا سکتا' حدیث میں ہے:

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے علی (بن ابوطالب)! کسی کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اس مسجد میں جنبی ہو' سوا میرے اور سوا تمہارے۔ علی بن المنذر نے کہا: اس حدیث کا کیا معنی ہے؟ انہوں نے کہا: میں نے ضرار بن صرد سے اس حدیث کا معنی پوچھا تو انہوں نے کہا: کسی کے لیے حالت جنابت میں مسجد سے گزرنا جائز نہیں ہے' سوا میرے اور تمہارے۔ (سنن ترمذی: ۳۷۲۷)

دوسری حدیث میں جنبی کے لیے مسجد میں داخل ہونے کی صریح ممانعت ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آئے تو آپ کے اصحاب نے اپنے گھروں کے دروازے مسجد میں نکالے ہوئے تھے' آپ نے فرمایا: ان گھروں کے دروازوں کا مسجد سے رخ پھیر دو' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوبارہ آئے اور لوگوں نے اس سلسلہ میں کوئی کارروائی نہیں کی تھی' اس امید پر کہ اس معاملہ میں کوئی رخصت نازل ہو جائے' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس گئے اور فرمایا: ان گھروں کے دروازوں کا مسجد سے رخ پھیر دو' کیونکہ میں حائضہ اور جنبی کے لیے مسجد کو حلال نہیں کرتا۔ (سنن ابوداؤد: ۲۳۲)

پس معلوم ہوا کہ کوئی جنبی مسجد میں داخل نہیں ہو سکتا' البتہ مجبوری کی صورت میں تیمم کر کے مسجد میں داخل ہو سکتا ہے اور قرآن مجید میں جو جنبی کے لیے مسجد میں راستہ عبور کرنے کی اجازت ہے' وہ بھی مجبوری کی حالت میں تیمم کر کے راستہ عبور کرنے پر محمول ہے تاکہ قرآن مجید اور احادیث میں تطبیق ہو اور یہ احادیث امام شافعی' امام احمد بن حنبل اور داؤد ظاہری کے خلاف ہیں' جو تیمم کے بغیر مسجد میں داخل ہونے' مسجد سے گزرنے اور مسجد میں بیٹھنے کی اجازت دیتے ہیں اور یہ احادیث امام اعظم ابوحنیفہ کی مؤید ہیں' جو مجبوری کی صورت میں بھی بغیر تیمم کے مسجد میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دیتے۔

نیز علامہ ابن بطال لکھتے ہیں: امام مالک اور فقہاء احناف نے کہا ہے کہ مسجد میں جنبی داخل نہ ہو اور نہ راستہ عبور کرنے والا۔ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کو مکروہ (تحریمی) قرار دیا ہے۔

جو فقہاء جنبی کو مسجد میں داخل ہونے سے منع کرتے ہیں' وہ النساء: ۴۳ کا معنی بہ طور عموم مجاز کے اس طرح کرتے ہیں:

تم حالت جنابت میں نماز اور نماز کی جگہ (مسجد) کے کسی حال میں قریب نہ جاؤ مگر یہ کہ تم مسافر ہو تو تم تیمم کر کے مسجد کے قریب جاؤ اور نماز پڑھو اور یہ معنی بہت عمدہ ہے اور پاکیزہ ہے کیونکہ اس میں مسجد کا احترام ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۱ ص ۳۹۷۔۳۹۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

میں کہتا ہوں کہ امام ابوحنیفہ نے جو مسافر کو حالت جنابت میں تیمم کر کے مسجد سے پانی لینے کے لیے اجازت دی ہے' اس کا استدلال بھی اسی طریقہ سے اس آیت سے ہے' مجھے حیرت ہے کہ علامہ بدر الدین عینی نے حنفیت میں بہت راسخ اور متصلب ہونے کے باوجود امام ابوحنیفہ پر علامہ ابن بطال کے اعتراض کا جواب نہیں لکھا' میں اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے اس اعتراض کا جواب دینے کی مجھے توفیق بخشی۔

بہر حال خلاصہ یہ ہے کہ امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک جنبی بغیر تیمم کے مسجد میں آ اور جا سکتا ہے اور ٹھہر سکتا ہے' داؤد ظاہری

ابن حزم اور غیر مقلدین کا بھی یہی موقف ہے اور امام ابوحنیفہ اور امام مالک کے نزدیک مجبوری کی صورت میں بھی کوئی شخص بغیر تیمم کے مسجد میں داخل نہیں ہو سکتا۔

* ہم نے "تبیان القرآن" ج ۱۱ ص ۶۹۹۔۶۹۷ 'الواقعہ: ۷۹ میں اس مسئلہ پر زیادہ تفصیل سے لکھا ہے اور ابن حزم اور غیر مقلدین کے تمام دلائل ذکر کر کے ان کے جوابات لکھے ہیں۔

* یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۱۲۶۸۔ ج ۲ ص ۲۱۶ پر مذکور ہے وہاں اس کی مختصر شرح کی گئی ہے۔

١٨ - بَابُ نَفْضِ الْيَدَيْنِ مِنَ الْغُسْلِ عَنِ الْجَنَابَةِ

غسل جنابت کے بعد ہاتھوں کو جھاڑنا

اس باب میں غسل جنابت کے بعد ہاتھوں کو جھاڑنے کا حکم بیان کیا گیا ہے باب سابق کے ساتھ اس کی مناسبت یہ ہے کہ یہ دونوں باب احکام غسل سے متعلق ہیں۔

٢٧٦- حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْ حَمْزَةَ قَالَ سَمِعْتُ الْاَعْمَشَ عَنْ سَالِمٍ عَنْ كُرَيْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَتْ مَيْمُوْنَةُ وَضَعْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غُسْلًا فَسَتَرْتُهُ بِثَوْبٍ وَصَبَّ عَلٰى يَدَيْهِ فَغَسَلَهُمَا ثُمَّ صَبَّ بِيَمِيْنِهِ عَلٰى شِمَالِهِ فَغَسَلَ فَرْجَهُ فَضَرَبَ بِيَدِهِ الْاَرْضَ فَمَسَحَهَا ثُمَّ غَسَلَهَا فَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ وَغَسَلَ وَجْهَهُ وَذِرَاعَيْهِ ثُمَّ صَبَّ عَلٰى رَاْسِهِ وَاَفَاضَ عَلٰى جَسَدِهِ ثُمَّ تَنَحّٰى فَغَسَلَ قَدَمَيْهِ فَنَاوَلْتُهُ ثَوْبًا فَلَمْ يَاْخُذْهُ فَانْطَلَقَ وَهُوَ يَنْفُضُ يَدَيْهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابوحمزہ نے خبر دی انہوں نے کہا: میں نے الاعمش سے سنا از سالم از کریب از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما انہوں نے کہا: حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل کے لیے پانی رکھا پھر میں نے آپ پر ایک کپڑے سے پردہ کیا اور آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں پر پانی بہایا پھر ان کو دھویا پھر اپنے دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی ڈالا پس اپنی شرم گاہ کو دھویا پھر اپنا ہاتھ زمین پر مارا پھر اس کو ملا پھر اس کو دھویا پھر کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا اور اپنے چہرے کو اور اپنی کلائیوں کو دھویا پھر اپنے سر پر پانی ڈالا اور اپنے پورے جسم پر پانی بہایا پھر ایک طرف گئے اور اپنے دونوں پیروں کو دھویا میں نے آپ کو تولیہ دیا آپ نے اس کو نہیں لیا اور چلے گئے اور آپ اپنے دونوں ہاتھوں کو جھاڑ رہے تھے۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح صحیح البخاری: ۲۴۹ میں گزر چکی ہے وہاں اس کا عنوان تھا: غسل سے پہلے وضوء کرنا اور یہاں اس کا عنوان ہے: غسل جنابت کے بعد ہاتھوں کو جھاڑنا۔

١٩ - بَابُ مَنْ بَدَاَ بِشِقِّ رَاْسِهِ الْاَيْمَنِ فِي الْغُسْلِ

جس نے غسل میں سر کی دائیں جانب سے ابتداء کی

٢٧٧- حَدَّثَنَا خَلَّادُ بْنُ يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ نَافِعٍ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں خلاد بن یحییٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن نافع نے حدیث

شَيْبَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنَّا اِذَا اَصَابَ اِحْدَانَا جَنَابَةٌ اَخَذَتْ بِيَدَيْهَا ثَلَاثًا فَوْقَ رَأْسِهَا، ثُمَّ تَأْخُذُ بِيَدِهَا عَلٰى شِقِّهَا الْاَيْمَنِ، وَبِيَدِهَا الْاُخْرٰى عَلٰى شِقِّهَا الْاَيْسَرِ.

بیان کی از الحسن بن مسلم از صفیہ بنت شیبہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں: جب ہم میں سے کسی کو جنابت پہنچتی تو وہ اپنے دونوں ہاتھوں سے تین بار پانی لے کر سر پر ڈالتی' پھر اپنے ہاتھ میں پانی لے کر سر کی دائیں جانب ڈالتی' پھر اپنے ہاتھ میں پانی لے کر سر کی بائیں جانب ڈالتی۔

اس حدیث کی مثل' صحیح البخاری: ۲۵۸ میں گزر چکی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا: جس نے غسل کے وقت حلاب سے یا خوشبو سے ابتداء کی' وہاں اس حدیث کی تخریج اور شرح بیان کر دی گئی ہے اور یہاں غسل میں سر کی دائیں جانب سے ابتداء کرنے کو بیان کیا ہے۔

۲۰- بَابُ مَنِ اغْتَسَلَ عُرْيَانًا وَحْدَهُ فِي الْخَلْوَةِ، وَمَنْ تَسَتَّرَ فَالتَّسَتُّرُ اَفْضَلُ

جس نے تنہائی میں برہنہ غسل کیا اور جس نے ستر کیا تو ستر افضل ہے

اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ ہر چند کہ تنہائی میں برہنہ غسل کرنا جائز ہے' لیکن اس میں بھی تہبند باندھ کر نہانا افضل ہے۔

سند ضعیف سے یہ حدیث مروی ہے کہ پانی میں بغیر تہبند کے داخل نہ ہو کیونکہ پانی میں بھی مخلوق ہے۔

(اتحاف السادۃ المتقین ج ۲ ص ۳۰۱)

علامہ ابن بطال نے اپنی سند کے ساتھ بعض اہل شام سے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عباس سمندر میں یا دریا میں بغیر تہبند کے غسل نہیں کرتے تھے' جب ان سے اس کے متعلق سوال کیا جاتا تو وہ کہتے: اس میں بھی ایک مخلوق ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۱ ص ۳۹۹)

وَقَالَ بَهْزٌ، عَنْ اَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ يُسْتَحْيٰى مِنْهُ مِنَ النَّاسِ.

اور بہز نے از والد خود از جد خود' یہ روایت بیان کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں کی بہ نسبت اللہ اس کا زیادہ حق دار ہے کہ اس سے حیاء کی جائے۔

اس تعلیق کی اصل اس حدیث میں ہے:

بہز بن حکیم اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں: میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم اپنی شرم گاہوں کو کس سے چھپائیں اور کس سے نہ چھپائیں؟ آپ نے فرمایا: اپنی شرم گاہ کو ہر ایک سے چھپاؤ ماسوا اپنی بیوی کے اور اپنی باندی کے' میں نے عرض کیا: جب لوگ ایک دوسرے کے ساتھ ہوں؟ آپ نے فرمایا: اگر تم یہ کر سکتے ہو کہ تمہاری شرم گاہ کو' کوئی نہ دیکھے تو اس کو' کوئی نہ دیکھے' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! جب ہم میں سے کوئی شخص اکیلا ہو؟ آپ نے فرمایا: لوگوں کی بہ نسبت اللہ اس کا زیادہ حق دار ہے کہ اس سے حیاء کی جائے۔ (سنن ابوداؤد: ۴۰۱۷' سنن ترمذی: ۲۷۹۴۔ ۲۷۶۹' سنن ابن ماجہ: ۱۹۲۰' المستدرک ج ۴ ص ۱۸۰' سنن بیہقی ج ۱ ص ۱۹۹۔ ج ۲ ص ۲۲۵۔ ج ۷ ص ۹۴' تاریخ بغداد: ۲۶۱۱۳' مسند احمد ج ۵ ص ۴۔ ۳)

۲۷۸- حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَتْ بَنُوْ اِسْرَائِيلَ يَغْتَسِلُوْنَ عُرَاةً، يَنْظُرُ بَعْضُهُمْ اِلٰى

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن نصر نے حدیث بیان کی' وہ کہتے ہیں: ہمیں عبدالرزاق نے حدیث بیان کی از معمر از ہمام بن منبہ از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' وہ بیان کرتے ہیں کہ بنو اسرائیل برہنہ غسل کرتے تھے' ایک دوسرے

بعض، وكَانَ مُوْسٰى يَغْتَسِلُ وَحْدَهٗ، فَقَالُوْا وَاللّٰهِ مَا يَمْنَعُ مُوْسٰى اَنْ يَغْتَسِلَ مَعَنَا اِلَّا اَنَّهٗ اٰدَرُ، فَذَهَبَ مَرَّةً يَغْتَسِلُ، فَوَضَعَ ثَوْبَهٗ عَلٰى حَجَرٍ، فَفَرَّ الْحَجَرُ بِثَوْبِهٖ، فَخَرَجَ مُوْسٰى فِيْ اِثْرِهٖ، يَقُوْلُ ثَوْبِيْ يَا حَجَرُ ثَوْبِيْ يَا حَجَرُ، حَتّٰى نَظَرَتْ بَنُوْ اِسْرَآئِيْلَ اِلٰى مُوْسٰى، فَقَالُوْا وَاللّٰهِ مَا بِمُوْسٰى مِنْ بَاْسٍ، وَاَخَذَ ثَوْبَهٗ، فَطَفِقَ بِالْحَجَرِ ضَرْبًا. فَقَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ وَاللّٰهِ اِنَّهٗ لَنَدَبٌ بِالْحَجَرِ، سِتَّةٌ اَوْ سَبْعَةٌ، ضَرْبًا بِالْحَجَرِ.

[اطراف الحدیث: ۳۴۰۴-۴۷۹۹]

(صحیح مسلم: ۳۳۹، الرقم المسلسل: ۷۵۴، سنن ترمذی: ۳۲۲۱، صحیح ابن حبان: ۶۲۱۱، سنن بیہقی ج ۱ ص ۹۸، مسند احمد ج ۲ ص ۳۱۵ طبع قدیم، مسند احمد: ۸۱۷۳۔ ج ۱۳ ص ۵۰۷، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

کی طرف دیکھتے رہتے تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اکیلے غسل کرتے تھے انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! موسیٰ کو ہمارے ساتھ غسل کرنے سے اور کوئی چیز مانع نہیں ہے سوا اس کے کہ ان کے خصیے سوجے ہوئے ہیں یا بہت بڑے ہیں، پس ایک دن حضرت موسیٰ غسل کر رہے تھے اور انہوں نے اپنے کپڑے ایک پتھر پر رکھ دیئے تھے تو وہ پتھر ان کے کپڑے لے کر بھاگ پڑا، پس حضرت موسیٰ اس کے پیچھے یہ کہتے ہوئے نکلے: اے پتھر! میرے کپڑے، اے پتھر! میرے کپڑے، حتیٰ کہ بنو اسرائیل نے حضرت موسیٰ کو دیکھ لیا، پھر وہ کہنے لگے: اللہ کی قسم! موسیٰ میں تو کوئی عیب نہیں ہے، اور حضرت موسیٰ نے اپنے کپڑے لے لیے اور پتھر کو مارنا شروع کر دیا، حضرت ابوہریرہ نے کہا: اللہ کی قسم! پتھر میں چھ یا سات ضرب کے نشان تھے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام تنہائی میں برہنہ ہو کر غسل کرتے تھے، لیکن یہ ہم سے پہلے انبیاء علیہم السلام کی شریعت ہے اور اس میں اختلاف ہے کہ شریعت سابقہ کی اتباع ہم پر بھی لازم ہے یا نہیں، زیادہ صحیح یہ ہے کہ اگر شریعت سابقہ کا قصہ مذمت کے ساتھ نہیں بیان کیا گیا تو وہ ہم پر بھی لازم ہے۔

تنہائی میں برہنہ غسل کرنے کا جواز اور تہبند باندھ کر نہانے کی فضیلت، انبیاء علیہم السلام کی صورت اور سیرت کا بے عیب ہونا اور پتھر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ انسان اگر تنہائی میں لوگوں کو دیکھنے سے محفوظ ہو تو وہ برہنہ ہو کر غسل کر سکتا ہے۔

اس حدیث میں یہ بھی دلیل ہے کہ ضرورت کے وقت انسان اپنی شرم گاہ دوسرے کو دکھا سکتا ہے، مثلاً علاج کی ضرورت ہو یا عیب سے خود کو بری کرنے کی ضرورت ہو۔

اس حدیث میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزے کا ثبوت ہے کہ پتھر ان کے کپڑے لے بھاگا، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا پتھر کو پکارنا اور اس کو مارنا، اس میں یہ ثبوت ہے کہ اس پتھر میں شعور اور ایک قسم کا ادراک تھا۔

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء علیہم السلام کو جسمانی لحاظ سے کامل اور بے عیب بنایا ہے اور ان کو عیوب اور نقائص سے منزہ بنایا ہے، جس طرح ان کی سیرت بے داغ ہے اسی طرح ان کی صورت بھی بے عیب ہے۔

بنو اسرائیل ایک دوسرے کے سامنے برہنہ ہو کر نہاتے تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام ان کو منع نہیں کرتے تھے، اس سے معلوم ہوا کہ یہ ان کی شریعت میں جائز تھا، لیکن مستحب یہ تھا کہ کسی کے سامنے برہنہ ہو کر غسل نہ کیا جائے، اسی لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام تنہائی میں کپڑے اتار کر غسل کرتے تھے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ نبی کی شان کا تقاضا یہ تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام تنہائی میں بھی تہبند باندھ کر غسل کرتے، اس کا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے انہوں نے کسی باریک کپڑے کا تہبند باندھا ہوا ہو جس سے بنی اسرائیل نے ان کا ستر دیکھ لیا ہو، یہ بھی ہو سکتا ہے کہ

وہ عام طور پر تہبند باندھ کر غسل کرتے ہوں اور اس موقع پر ان کو تہبند باندھنا یاد نہ رہا ہو اور اس میں اللہ تعالیٰ کی یہ حکمت ہو گی کہ بنو اسرائیل پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بے عیب ہونا واضح ہو جائے۔

(شرح ابن بطال ج ۱ ص ۴۰۰۔۳۹۹ 'عمدۃ القاری ج ۳ ص ۳۴۲ 'فتح الباری ج ۱ ص ۸۰۳۔۸۰۴)

* اس باب کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۶۷۸۔ ج ۱ ص ۱۰۳۱ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح کا عنوان ہے: تنہائی میں پردہ کے ساتھ غسل کرنے کی فضیلت۔

۲۷۹- وعن ابی ھریرۃ' عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال بینا ایوب یغتسل عریانا' فخر علیہ جراد من ذھب' فجعل ایوب یحتثی فی ثوبہ' فناداہ ربہ یا ایوب' الم اکن اغنیتک عما تری؟ قال بلی وعزتک' ولکن لا غنی بی عن برکتک. ورواہ ابراھیم' عن موسی بن عقبۃ' عن صفوان بن سلیم' عن عطاء بن یسار' عن ابی ھریرۃ' عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال بینا ایوب یغتسل عریانا.

[اطراف الحدیث: ۳۳۹۱۔۷۴۹۳]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس وقت حضرت ایوب علیہ السلام برہنہ غسل کر رہے تھے' ان کے اوپر سونے کی ٹڈی گر گئی' حضرت ایوب (پکڑنے کے لیے) اس پر کپڑا (ا) لنے لگے تو ان کو ان کے رب نے ندا کی: اے ایوب! آپ جو کچھ دیکھ رہے ہیں کیا میں نے آپ کو اس سے مستغنی نہیں کر دیا؟ حضرت ایوب نے کہا: کیوں نہیں! تیری عزت کی قسم! لیکن میں تیری برکت سے مستغنی نہیں ہوں۔ اس حدیث کو ابراہیم نے روایت کیا ہے از موسیٰ بن عقبہ از صفوان بن سلیم از عطاء بن یسار از حضرت ابوہریرہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: حضرت ایوب برہنہ غسل کر رہے تھے۔

(سنن نسائی: ۴۰۹' صحیح ابن حبان: ۶۲۲۹' سنن بیہقی ج ۱ ص ۱۹۸' کتاب الاسماء والصفات ص ۲۰۶' شرح السنۃ: ۲۰۴۷' مسند احمد ج ۲ ص ۳۱۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۸۱۵۹۔ ج ۱۳ ص ۴۹۲' موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث میں برکت کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: کثرت خیر۔

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ برہنہ غسل کرنا جائز ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام پر ٹڈی پکڑنے پر تو عتاب کیا لیکن برہنہ غسل کرنے پر عتاب نہیں کیا۔

علامہ داؤدی نے کہا ہے کہ انسان کو حالت فقر میں بہ قدر ضرورت جو رزق مل جائے' وہ اس کے لیے نعمت اور فضیلت ہے کیونکہ حضرت ایوب علیہ السلام سونے کی ٹڈی کو مال میں کثرت یا اظہار فخر کے لیے نہیں پکڑ رہے تھے' بلکہ اپنی اہم ضروریات پر خرچ کرنے کے لیے پکڑ رہے تھے۔ اس حدیث میں حلال مال کی حرص ہے اور غنا کی فضیلت ہے کیونکہ حضرت ایوب علیہ السلام نے اس کو برکت فرمایا۔ (شرح ابن بطال ج ۱ ص ۳۹۹' عمدۃ القاری ج ۳ ص ۳۴۵)

۲۱- باب التستر فی الغسل عند الناس
غسل میں لوگوں کے سامنے پردہ کرنا

باب سابق کے ساتھ اس کی مناسبت یہ ہے کہ پہلے باب میں تنہائی میں برہنہ غسل کرنے کا جواز ذکر کیا تھا اور اس باب میں لوگوں کے سامنے پردہ میں غسل کرنے کو بیان کیا ہے۔

۲۸۰- حدثنا عبد اللہ بن مسلمۃ' عن مالک'

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے

عَنْ اَبِی النَّضْرِ مَوْلٰی عُمَرَ بْنِ عُبَیْدِ اللّٰہِ اَنَّ اَبَا مُرَّۃَ مَوْلٰی اُمِّ ھَانِیٍٔ بِنْتِ اَبِیْ طَالِبٍ اَخْبَرَہٗ اَنَّہٗ سَمِعَ اُمَّ ھَانِیٍٔ بِنْتَ اَبِیْ طَالِبٍ تَقُوْلُ ذَھَبْتُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفَتْحِ ، فَوَجَدْتُہٗ یَغْتَسِلُ وَفَاطِمَۃُ تَسْتُرُہٗ ، فَقَالَ مَنْ ھٰذِہٖ؟ فَقُلْتُ اَنَا اُمُّ ھَانِیٍٔ.

[اطراف الحدیث: ۳۵۷-۳۱۷۱-۶۱۵۸]

حدیث بیان کی از امام مالک از ابی النضر جو کہ عمر بن عبید اللہ کے آزاد کردہ غلام ہیں کہ ابومرہ حضرت ام ھانی بنت ابی طالب کے آزاد کردہ غلام نے خبر دی کہ انہوں نے حضرت ام ھانی بنت ابی طالب رضی اللہ عنہا سے سنا: وہ بیان کرتی تھیں کہ میں فتح مکہ کے سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئی' میں نے آپ کو غسل کرتے ہوئے پایا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ پر پردہ کر رہی تھیں' آپ نے پوچھا: یہ کون ہیں؟ پس میں نے کہا: میں ام ھانی ہوں۔

(صحیح مسلم: ۳۳۶' الرقم المسلسل: ۷۴۸' سنن ترمذی: ۲۷۳۴' سنن نسائی: ۲۲۴' سنن ابن ماجہ: ۴۶۵' السنن الکبریٰ للنسائی: ۲۲۹' سنن داری: ۲۵۰۲-۱۴۵۳' الاحاد والمثانی: ۳۱۴۹' صحیح ابن حبان: ۱۱۸۸' المعجم الکبیر: ۱۰۱۷- ج ۲۴' سنن بیہقی ج ۱ ص ۱۹۸- ج ۹ ص ۹۴' شعب الایمان: ۸۸۸۸' شرح السنۃ: ۲۷۱۶' مسند احمد ج ۶ ص ۳۴۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۶۹۰۶- ج ۴۴ ص ۴۷۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

باب کے عنوان کے ساتھ مناسبت اس طرح ہے کہ آپ غسل کر رہے تھے اور حضرت فاطمہ آپ پر پردہ کر رہی تھیں۔

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں' جن میں سے چار کا پہلے تعارف ہو چکا ہے' پانچویں حضرت ام ھانی ہیں' ان کا نام فاختہ ہے' ایک قول ہے: فاطمہ ہے' یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بہن ہیں۔

شرم گاہوں کے چھپانے پر قرآن مجید اور حدیث سے دلائل

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس پر اجماع ہے کہ غسل کے وقت دیکھنے والوں کی نگاہوں سے پردہ کرنا واجب ہے اور جس طرح یہ جائز نہیں ہے کہ بغیر ضرورت کے اپنی شرم گاہ کسی کو دکھائے اسی طرح یہ بھی جائز نہیں ہے کہ بغیر ضرورت کے کسی کی شرم گاہ کو دیکھے۔

پردہ کی اصل قرآن مجید کی حسب ذیل آیت ہیں:

یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِیَسْتَاْذِنْکُمُ الَّذِیْنَ مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ وَالَّذِیْنَ لَمْ یَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْکُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ مِنْ قَبْلِ صَلٰوۃِ الْفَجْرِ وَحِیْنَ تَضَعُوْنَ ثِیَابَکُمْ مِّنَ الظَّھِیْرَۃِ وَمِنْ بَعْدِ صَلٰوۃِ الْعِشَآءِ ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّکُمْ لَیْسَ عَلَیْکُمْ وَلَا عَلَیْھِمْ جُنَاحٌ بَعْدَھُنَّ. (النور: ۵۸)

اے ایمان والو! تمہارے غلام (نوکر) اور تمہارے وہ بچے جو ابھی بالغ نہیں ہوئے ان کو چاہیے کہ وہ (آنے کے لیے) تین اوقات میں تم سے اجازت لیا کریں (۱) نماز فجر سے پہلے (۲) اور دوپہر کے وقت جب تم اپنے کپڑے اتار دیتے ہو (۳) اور نماز عشاء کے بعد یہ تین اوقات تمہارے پردے کے ہیں' ان اوقات کے بعد (آنے میں) نہ تم پر کوئی گناہ ہے اور نہ ان پر کوئی گناہ ہے۔

یہ وہ اوقات ہیں' جن میں انسان اپنی بیوی سے جماع کرتا ہے' لہٰذا ان اوقات میں اگر ان میں سے کوئی تمہارے گھر بغیر اجازت کے آیا تو وہ گنہ گار ہوگا کیونکہ ان اوقات میں یہ احتمال ہے کہ آنے والا تم کو برہنہ دیکھ لے۔

یٰبَنِیْۤ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَیْکُمْ لِبَاسًا یُّوَارِیْ سَوْاٰتِکُمْ وَرِیْشًا. (الاعراف: ۲۶)

اے اولادِ آدم! بے شک ہم نے تمہارے لیے ایسا لباس اتارا ہے' جو تمہاری شرم گاہوں کو چھپائے اور زینت ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے شرم گاہ چھپانے کو اپنی نعمت قرار دیا ہے۔

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ . (النور: ۳۰)

آپ مؤمنین سے کہیں کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کیا کریں' یہ ان کے لیے بہت پاکیزہ چیز ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نگاہوں کو پست رکھنے اور شرم گاہوں کو چھپانے کا حکم دیا ہے۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی شخص بیت اللہ کا برہنہ طواف نہ کرے۔

(صحیح البخاری: ۳۶۹' سنن ابوداؤد: ۱۹۴۶' صحیح مسلم: ۱۳۴۷' سنن نسائی: ۲۹۵۴)

جس نے بغیر عذر کے شرم گاہ کو نہیں چھپایا' اس کی شہادت قبول نہیں ہوگی

ائمہ فتویٰ اس پر متفق ہیں کہ جو بغیر تہبند کے حمام میں داخل ہوا (یعنی جس نے لوگوں کے سامنے برہنہ غسل کیا) اس کی شہادت قبول نہیں ہوگی۔ یہ امام مالک' امام ابوحنیفہ' ان کے اصحاب اور امام شافعی کا قول ہے' اور اس میں اختلاف ہے کہ جو شخص تہبند اتار کر حوض میں داخل ہوا اور دخول سے اس کی شرم گاہ ظاہر ہوگئی' امام مالک اور امام شافعی نے کہا: اس کی شہادت بھی ساقط ہو جائے گی' اور امام ابوحنیفہ اور ثوری نے کہا: وہ شخص معذور ہے' کیونکہ اس سے بچنا ممکن نہیں ہے۔

اور اس پر علماء کا اجماع ہے کہ شوہر اور بیوی ایک دوسرے کی شرم گاہ دیکھ سکتے ہیں۔

(شرح ابن بطال ج ۱ ص ۴۰۲۔۴۰۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

* اس باب کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۶۷۲۔ ج ۱ ص ۱۰۲۹ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۲۸۱- حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ ' عَنِ الْاَعْمَشِ' عَنْ سَالِمِ بْنِ اَبِي الْجَعْدِ' عَنْ كُرَيْبٍ' عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ' عَنْ مَيْمُوْنَةَ قَالَتْ سَتَرْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَغْتَسِلُ مِنَ الْجَنَابَةِ ' فَغَسَلَ يَدَيْهِ ' ثُمَّ صَبَّ بِيَمِيْنِهٖ عَلٰى شِمَالِهٖ ' فَغَسَلَ فَرْجَهٗ وَمَا اَصَابَهٗ ' ثُمَّ مَسَحَ بِيَدِهٖ عَلَى الْحَائِطِ اَوِالْاَرْضِ' ثُمَّ تَوَضَّاَ وُضُوْءَهٗ لِلصَّلٰوةِ غَيْرَ رِجْلَيْهِ ' ثُمَّ اَفَاضَ عَلٰى جَسَدِهِ الْمَاءَ ' ثُمَّ تَنَحّٰى فَغَسَلَ قَدَمَيْهِ . تَابَعَهٗ اَبُوْ عَوَانَةَ ' وَابْنُ فُضَيْلٍ ' فِي السَّتْرِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی از الاعمش از سالم بن ابی الجعد از کریب از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما از حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ستر کیا' اور اس وقت آپ غسل جنابت کر رہے تھے' آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں کو دھویا' پھر آپ نے اپنے دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی ڈالا' پھر اپنی شرم گاہ کو اور جو چیز اس پر لگی تھی' اس کو دھویا' پھر اپنے ہاتھ کو دیوار یا زمین پر ملا' پھر نماز کا وضوء کیا' سوا اپنے پیروں کے' پھر اپنے پورے جسم پر پانی ڈالا' پھر ایک طرف جا کر اپنے دونوں پیروں کو دھویا۔ اس حدیث میں "ستر" کے لفظ میں سفیان کی ابوعوانہ اور ابن فضیل نے متابعت کی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کو "کتاب الغسل" میں نو جگہ ذکر کیا ہے اور یہ نویں جگہ ہے اور اس حدیث سے نو مسائل مستنبط کیے ہیں اور ان کے اعتبار سے اس کے نو عنوان قائم کیے ہیں' ہم وہ نو عنوان یا نو مسائل لکھ رہے ہیں' جو امام بخاری نے اس حدیث سے مستنبط کیے ہیں:

(۱) حدیث: ۲۴۹' غسل سے پہلے وضوء کرنا (۲) حدیث: ۲۵۷' غسل میں ایک بار پانی ڈالنا (۳) حدیث: ۲۵۹' غسل جنابت میں کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا (۴) حدیث: ۲۶۰' ہاتھ کو صاف کرنے کے لیے مٹی سے ملنا (۵) حدیث: ۲۶۵' وضوء اور

غسل الگ الگ کرنا (۶) حدیث:۲۶۶ غسل میں دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی ڈالنا (۷) حدیث: ۲۷۴ جس نے وضوء کر کے غسل کیا' پھر اعضاء وضوء کو دوبارہ نہیں دھویا (۸) حدیث: ۲۷۶ جس نے غسل جنابت کے بعد ہاتھوں سے پانی جھاڑا (۹) حدیث: ۲۸۱ غسل میں لوگوں سے پردہ کرنا۔

علامہ بدرالدین عینی نے ان مکرر احادیث کی تعداد آٹھ لکھی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۳۴۷) لیکن ان سے گننے میں تسامح ہوا ہے' صحیح یہ ہے کہ ان مکرر احادیث کی تعداد نو ہے' جیسا کہ ہم نے تفصیل سے احادیث کے نمبروں کے حوالوں کے ساتھ بیان کیا ہے' اور اس سے یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ جب امام بخاری کسی حدیث کا مکرر ذکر کرتے ہیں تو اس سے ان کا مقصود الگ الگ مسائل کا استنباط ہوتا ہے اور یہ تکرار محض نہیں ہوتی' اس سے امام بخاری کی قوتِ استنباط اور صلاحیت استخراج مسائل کا پتا چلتا ہے۔

۲۲- بَابُ إِذَا احْتَلَمَتِ الْمَرْأَةُ — جب عورت کو احتلام ہو

اس باب میں عورت کے احتلام کا حکم بیان کیا گیا ہے' احتلام کا لفظ حُلم سے بنا ہے' اس کا معنی خواب ہے' یعنی انسان نیند میں جن چیزوں کو دیکھتا ہے' اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ دونوں بابوں کا تعلق غسل جنابت کے ساتھ ہے۔

اس عنوان پر یہ اعتراض ہے کہ احتلام تو مرد اور عورت دونوں کو ہوتا ہے' پھر اس باب کا عنوان عورت کے ساتھ کیوں خاص کیا گیا ہے؟ اس کا ایک جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں عورت نے احتلام کے متعلق سوال کیا تھا' دوسرا جواب یہ ہے کہ اس عنوان سے امام بخاری کا مقصود ان لوگوں پر رد کرنا ہے' جو کہتے ہیں کہ عورت کے احتلام کا وہ حکم نہیں ہے' جو مرد کے احتلام کا ہے۔

۲۸۲- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنَّهَا قَالَتْ جَاءَتْ اُمُّ سُلَيْمٍ' اِمْرَاَةُ اَبِيْ طَلْحَةَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ' اِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيِيْ مِنَ الْحَقِّ' هَلْ عَلَى الْمَرْاَةِ مِنْ غُسْلٍ اِذَا هِيَ احْتَلَمَتْ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَمْ' اِذَا رَاَتِ الْمَاءَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ہشام بن عروہ از والد خود از زینب بنت ابی سلمہ از حضرت ام سلمہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت ابوطلحہ کی بیوی حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئیں' پس انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! بے شک اللہ تعالیٰ حق سے حیا نہیں کرتا' آیا عورت پر بھی غسل واجب ہوتا ہے' جب اسے احتلام ہو جائے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہاں! جب وہ پانی دیکھ لے۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح' صحیح البخاری: ۱۳۰ میں گزر چکی ہے' وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: علم میں حیاء کرنا اور یہاں اس کا عنوان ہے: جب عورت کو احتلام ہو۔

۲۳- بَابُ عَرَقِ الْجُنُبِ' وَاَنَّ الْمُسْلِمَ لَا يَنْجُسُ — جنبی کا پسینہ' اور مسلم نجس نہیں ہوتا

یعنی یہ باب جنبی کے پسینہ کے ذکر میں ہے' امام بخاری نے عنوان میں یہ نہیں بیان کیا کہ جنبی کے پسینہ کا کیا حکم ہے' اور نہ اس باب کی حدیث میں جنبی کے پسینہ کا ذکر ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس کی توجیہ میں لکھا ہے:

امام بخاری نے اس عنوان سے یہ اشارہ کیا ہے کہ جنبی کے پسینہ میں اختلاف ہے' ایک قوم نے یہ کہا ہے کہ جنبی کا پسینہ نجس ہے کیونکہ کافر خود نجس العین ہے اور امام بخاری کے عنوان کا حاصل یہ ہے: جنبی کے پسینہ کا حکم اور مسلمان نجس نہیں ہوتا اور جب وہ نجس

نہیں ہے تو اس کا پسینہ بھی نجس نہیں ہے اور اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ کافر نجس ہے اور اس کا پسینہ بھی نجس ہے۔

(فتح الباری ج ۱ ص ۸۰۶' دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حافظ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

یہ کلام ذوق سے بعید اور خلافِ تحقیق ہے' کافر نجس العین نہیں ہے' حکماً نجس ہے' اس کا جھوٹا بھی پاک ہے اور اس کا پسینہ بھی پاک ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۵۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی کا کافر اور اس کے پسینہ کو نجس کہنا' کتب شافعیہ بلکہ کتب مذاہب اربعہ۔۔۔۔ بلکہ اجماع مسلمین کے خلاف ہے

میں کہتا ہوں کہ حافظ عینی کا یہ کہنا صحیح ہے کہ کافر نجس العین نہیں ہے' فقہاء شافعیہ کی کتابوں میں بھی اسی طرح لکھا ہے' حافظ ابن حجر عسقلانی نے اپنے مذہب کی کتابوں کی طرف مراجعت نہیں کی۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

ہمارے اور جمہور سلف کے نزدیک کفار کے برتن اور ان کے کپڑے پاک ہیں' بعض علماء نے فقہاء حنبلیہ سے ان کے نجس ہونے کو نقل کیا ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ. (التوبۃ:۲۸) اس کا سوا اور کوئی حکم نہیں کہ مشرکین نجس ہیں۔

ہمارے اصحاب شافعیہ کا استدلال اس آیت سے ہے:

وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ. (المائدہ:۵) اور اہل کتاب کا طعام تمہارے لیے حلال ہے۔

اور یہ معلوم ہے کہ وہ اپنا کھانا اپنے برتنوں میں پکاتے ہیں اور کھانے کی چیزوں میں اپنا ہاتھ لگاتے ہیں اور اصل طہارت ہے' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کفار کو مسجد میں داخل ہونے کی اجازت دیتے تھے' حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ ثمامہ بن اُثال نام کے ایک مشرک کو مسجد کے ستون سے باندھ دیا گیا۔ (صحیح البخاری:۴۶۹۔۴۶۲' صحیح مسلم:۱۷۶۴' سنن ابوداؤد:۲۶۷۹' سنن نسائی:۱۸۹) اور اگر کفار اور مشرکین نجس العین ہوتے تو آپ ان کو مسجد میں آنے کی اجازت نہ دیتے۔

''اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ''. (التوبۃ:۲۸) کا جواب یہ ہے کہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ مشرکین اپنے دین اور اپنے اعتقاد میں نجس ہیں اور اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ ان کے بدن اور ان کے کپڑے بھی نجس ہیں کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مسجد میں داخل کیا اور ان کے برتنوں کو استعمال کیا اور ان کا پکایا ہوا کھانا کھایا۔ (المجموع شرح المہذب ج ۲ ص ۲۷۱۔۲۷۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۳ھ)

نیز علامہ نووی نے لکھا ہے کہ جس آدمی کے اوپر نجاست نہ ہو' خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر' اگر وہ پانی میں گر کر مر جائے تو صحیح قول یہ ہے کہ وہ پانی نجس نہیں ہوگا۔

(المجموع شرح المہذب ج ۱ ص ۱۳۲' دارالفکر' بیروت' المجموع شرح المہذب ج ۲ ص ۱۰۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۳ھ)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں: ہمارا مذہب اور جمہور متقدمین اور متاخرین کا مذہب یہ ہے کہ طہارت اور نجاست میں کافر کا حکم مسلمان کی طرح ہے اور ''اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ''. (التوبۃ:۲۸) سے مراد اس کے اعتقاد کی نجاست ہے اور یہ مراد نہیں ہے کہ ان کے اعضاء' پیشاب اور پاخانہ کی طرح نجس ہیں' آدمی طاہر ہے خواہ مسلمان ہو یا کافر' اس کا پسینہ' اس کا لعاب اور اس کے آنسو

پاک ہیں خواہ وہ بے وضوء ہو جنبی ہو یا نفساء ہو اور ان تمام امور پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے۔

(صحیح مسلم بشرح النووی ج ۲ ص ۱۴۹۷، مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ ۱۴۱۷ھ)

علامہ ابن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ لکھتے ہیں: عام اہل علم کے نزدیک آدمی اور اس کا جھوٹا پانی طاہر ہے خواہ مسلمان ہو یا کافر۔

(المغنی ج ۱ ص ۶۷ دار الحدیث قاہرہ ۱۴۲۵ھ)

علامہ منصور بن یونس بہوتی حنبلی متوفی ۱۰۵۱ھ نے بھی اسی طرح لکھا ہے اور کہا ہے کہ مشرکین اپنے اعتقاد میں نجس ہیں نہ کہ ان کا بدن نجس ہے۔ (کشاف القناع مع الاقناع ج ۱ ص ۵۹ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ)

ان تصریحات سے واضح ہو گیا کہ حافظ ابن حجر عسقلانی کا کافر اور اس کے پسینہ کو نجس کہنا مذاہب اربعہ بلکہ اجماع مسلمین کے خلاف ہے اور حق وہ ہے جو علامہ عینی نے کہا ہے نیز اس سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ مفہوم مخالف سے استدلال کرنا صحیح نہیں ہے۔

۲۸۳- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ قَالَ حَدَّثَنَا بَكْرٌ، عَنْ اَبِي رَافِعٍ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقِيَهُ فِي بَعْضِ طَرِيْقِ الْمَدِيْنَةِ وَهُوَ جُنُبٌ، فَانْخَنَسْتُ مِنْهُ، فَذَهَبْتُ فَاغْتَسَلْتُ ثُمَّ جَاءَ، فَقَالَ اَيْنَ كُنْتَ يَا اَبَا هُرَيْرَةَ؟ قَالَ كُنْتُ جُنُبًا، فَكَرِهْتُ اَنْ اُجَالِسَكَ وَاَنَا عَلٰى غَيْرِ طَهَارَةٍ، فَقَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ، اِنَّ الْمُؤْمِنَ لَا يَنْجُسُ. [طرف الحدیث: ۲۸۵]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حمید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں بکر نے حدیث بیان کی از ابی رافع از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مدینہ کے کسی راستہ میں ملے اور وہ جنبی تھے (وہ کہتے ہیں:) میں لوٹ کر آپ سے مؤخر ہو گیا پھر میں نے جا کر غسل کیا پھر آ گیا آپ نے پوچھا: اے ابو ہریرہ! تم کہاں تھے؟ انہوں نے کہا: میں جنبی تھا میں نے آپ کے پاس بیٹھنا ناپسند کیا اور میں اس وقت طہارت پر نہیں تھا آپ نے فرمایا: سبحان اللہ! بے شک مسلمان نجس نہیں ہوتا۔

(صحیح مسلم: ۳۷۱ الرقم المسلسل: ۸۰۲ سنن ابوداؤد: ۲۳۱ سنن ترمذی: ۱۲۱ سنن نسائی: ۲۶۷ سنن ابن ماجہ: ۵۳۴ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۷۳ صحیح ابن حبان: ۱۲۵۹ سنن بیہقی ج ۱ ص ۱۸۹ شرح السنۃ: ۲۶۱ مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۵ طبع قدیم مسند احمد: ۷۲۱۱- ج ۱۲ ص ۱۴۵ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس جملے میں ہے: بے شک مسلمان نجس نہیں ہوتا۔

اس حدیث کے چھ رجال ہیں ان سب کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

کافر اور اس کے پسینہ کی طہارت پر فقہاء مالکیہ کے دلائل

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

المہلب نے کہا ہے کہ جب جنابت کا جسم میں حسی اثر نہ ہو تو اس وقت مؤمن کے اعضاء پاک ہوتے ہیں کیونکہ مؤمنین اپنے اعضاء کو پاک اور صاف رکھتے ہیں اس کے برخلاف مشرکین نجاست اور گندگی کی آلودگی سے اپنے آپ کو محفوظ نہیں رکھتے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے غالب احوال کے اعتبار سے فرمایا: ''اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ''. (التوبہ: ۲۸) اس آیت کی تفسیر میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس آیت کا یہ معنی نہیں ہے کہ ان کے اعضاء نجس ہیں بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ ان کے افعال نجس ہیں اور فقہاء کا اس میں کوئی

اختلاف نہیں ہے کہ جنبی کا اور حائض کا پسینہ پاک ہوتا ہے۔

علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ میرے نزدیک یہودی' نصرانی اور مجوسی کا پسینہ بھی پاک ہوتا ہے' اور دوسروں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کی عورتوں کو حلال کر دیا ہے اور یہ معلوم ہے کہ وہ پسینہ آنے سے محفوظ نہیں ہیں اور جب مسلمان ان سے مباشرت کریں گے تو ان کا پسینہ ان کے جسموں کو لگے گا' اس کے باوجود کتابیہ پر اسی صورت میں غسل فرض ہوتا ہے' جس صورت میں مسلمان عورت پر غسل فرض ہوتا ہے اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ابن آدم اپنی ذات میں نجس نہیں ہے' جب تک کہ اس پر کوئی خارجی نجاست نہ لگے۔ (شرح ابن بطال ج ۱ ص ۴۰۴۔ ۴۰۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

اہل فضل کا احترام' غسل جنابت کو مؤخر کرنے کا جواز اور جب جنبی کے جسم پر نجاست نہ ہو تو اس کے اعضاء کا طاہر ہونا

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اہل فضل کا احترام کرنا مستحب ہے اور ان کی مجلس میں بیٹھنے والے کو پاکیزہ صفات کے ساتھ متصف ہونا چاہیے' علماء نے کہا ہے کہ طالب علم جب اپنے استاذ کے پاس بیٹھے تو اس کو پاک اور صاف ہونا چاہیے' اس کے ناخن اور مونچھیں کٹی ہوئی ہوں اور اس کے منہ اور بدن سے بدبو نہ آ رہی ہو۔

عالم کو چاہیے کہ جب وہ اپنے متبع کی کوئی بات خلاف شرع دیکھے یا سنے تو اس کی اصلاح کرے۔

غسل جنابت کو مؤخر کرنا جائز ہے' مگر اتنی تاخیر نہ کرے کہ نماز کا وقت نکل جائے اور غسل سے پہلے وہ اپنے ضروری کام انجام دے سکتا ہے۔

جب جسم پر حسی نجاست نہ ہو تو اس سے کوئی ضرر نہیں ہے کیونکہ مؤمن کے اعضاء طاہر ہیں اور وہ اپنی طہارت کی حفاظت کرتا ہے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ فقراء مسلمین کی دل جوئی اور دل داری کرنا چاہیے۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۳۵۶۔ ۳۵۵)

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

بعض اہل ظاہر نے کہا ہے کہ کافر نجس العین ہے اور "اِنَّمَا الْمُشْرِکُوْنَ نَجَسٌ" (التوبۃ: ۲۸) سے استدلال کیا ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ ان کا اعتقاد نجس ہے اور جمہور کا استدلال اس سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کو جائز قرار دیا ہے اور یہ معلوم ہے کہ مسلمان ان سے مباشرت کے وقت ان کے پسینہ سے محفوظ نہیں ہوتا' اس سے معلوم ہوا کہ زندہ آدمی نجس نہیں ہوتا اور اس میں مردوں اور عورتوں کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔

(فتح الباری ج ۱ ص ۸۰۷' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر عسقلانی بھول گئے کہ وہ اس حدیث کے عنوان میں خود لکھ چکے ہیں کہ کافر اور اس کا پسینہ نجس ہے۔

نیز حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ امام ابن حبان نے اس حدیث کے باب کا یہ عنوان قائم کیا ہے: اس شخص پر رد کرنا جس کا زعم یہ ہے کہ جب جنبی کنویں میں گر جائے اور غسل کی نیت کرے تو کنویں کا پانی نجس ہو جائے گا۔

(فتح الباری ج ۱ ص ۸۰۷' دار المعرفہ' بیروت)

علامہ عینی لکھتے ہیں: یہ رد بھی مردود ہے کیونکہ یہ حدیث اس پر بالکل دلالت نہیں کرتی' حدیث کی عبارت اس پر دلیل ہے کہ جنبی بالکل نجس نہیں ہے اور اس حدیث میں اس کے ساتھ تعرض نہیں کیا گیا کہ جب جنبی غسل کی نیت کرے گا تو اس کا غسالہ پاک ہو

گا' حتیٰ کہ کنویں کے پانی کو نجس کہنے والے کا رد کیا جائے۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۵٦ ۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

* یہ حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۸۷۔ ج ۱ ص ۱۰۵٦ پر ہے' اس کی شرح کا عنوان ہے: آدمی کے جسم کی طہارت کا بیان۔

٢٤- بَابُ الْجُنُبِ يَخْرُجُ وَيَمْشِيْ فِي السُّوْقِ وَغَيْرِهٖ

جنبی نکلے اور بازار وغیرہ میں چلے

ان دونوں بابوں کی مناسبت ظاہر ہے کیونکہ دونوں کا تعلق جنبی کے احکام سے ہے' امام بخاری کہتے ہیں:

وَقَالَ عَطَاءٌ يَحْتَجِمُ الْجُنُبُ ، وَيُقَلِّمُ اَظْفَارَهٗ ، وَيَحْلِقُ رَاْسَهٗ ، وَاِنْ لَّمْ يَتَوَضَّاْ.

اور عطاء نے کہا: جنبی فصد لگائے اور اپنے ناخن تراشے اور اپنا سر مونڈے' خواہ اس نے وضوء نہ کیا ہو۔

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل حدیث ہے:

عبد الرزاق از ابن جریج' وہ بیان کرتے ہیں: میں نے عطاء سے پوچھا: آیا جنبی فصد لگا سکتا ہے' اور (موئے زیر ناف صاف کرنے کے لیے) چونے کا لیپ کر سکتا ہے اور اپنے ناخن تراش سکتا ہے اور اپنا سر مونڈ سکتا ہے اور اس نے وضوء نہ کیا ہو' انہوں نے کہا: ہاں! اس میں کیا ہے اور وہ تعجب کر رہے تھے۔ (مصنف عبد الرزاق: ۱۰۹۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

٢٨٤- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْاَعْلٰى بْنُ حَمَّادٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ، عَنْ قَتَادَةَ اَنَّ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ حَدَّثَهُمْ اَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَطُوْفُ عَلٰى نِسَائِهٖ فِي اللَّيْلَةِ الْوَاحِدَةِ ، وَلَهٗ يَوْمَئِذٍ تِسْعُ نِسْوَةٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد الاعلیٰ بن حماد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سعید نے حدیث بیان کی از قتادہ کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے ان کو حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک رات میں اپنی تمام ازواج کے پاس گئے اور ان دنوں آپ کی نو ازواج تھیں۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح' صحیح البخاری: ۲٦۸ میں گزر چکی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا: جب جماع کیا پھر دوبارہ جماع کیا اور جو شخص ایک غسل میں اپنی تمام ازواج کے پاس گیا' اور یہاں اس کا عنوان ہے: جنبی نکلے اور بازار وغیرہ میں چلے' کیونکہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک رات میں اپنی تمام ازواج کے ساتھ جماع کیا تو آپ حالت جنابت میں ایک زوجہ کے حجرہ سے دوسری زوجہ کے حجرہ میں جاتے تھے۔

٢٨٥- حَدَّثَنَا عَيَّاشٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْاَعْلٰى قَالَ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ ، عَنْ بَكْرٍ ، عَنْ اَبِيْ رَافِعٍ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ لَقِيَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا جُنُبٌ ، فَاَخَذَ بِيَدِيْ ، فَمَشَيْتُ مَعَهٗ حَتّٰى قَعَدَ ، فَانْسَلَلْتُ ، فَاَتَيْتُ الرَّحْلَ ، فَاغْتَسَلْتُ ثُمَّ جِئْتُ وَهُوَ قَاعِدٌ، فَقَالَ اَيْنَ كُنْتَ يَا اَبَا هُرَيْرَةَ؟ فَقُلْتُ لَهٗ ، فَقَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ يَا اَبَا هُرَيْرَةَ اِنَّ الْمُؤْمِنَ لَا يَنْجُسُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عیاش نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الاعلیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حمید نے حدیث بیان کی از بکر از ابی رافع از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے کہا: مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ملے اور میں اس وقت جنبی تھا' آپ نے میرا ہاتھ پکڑ لیا' پس میں آپ کے ساتھ چل پڑا' حتیٰ کہ آپ بیٹھ گئے' میں چپکے سے نکل گیا' پھر میں گھر آیا' پس میں نے غسل کیا' پھر میں آیا اور آپ بیٹھے ہوئے تھے' آپ نے فرمایا: اے ابا ہریرہ! تم کہاں تھے؟ تو میں نے آپ کو بتایا'

پس آپ نے فرمایا: سبحان اللہ! اے ابا ہریرہ! بے شک مومن نجس نہیں ہوتا۔

اس باب کی تخریج اور مفصل شرح' صحیح البخاری: ۲۸۳ میں گزر چکی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا: جنبی کا پسینہ (کا حکم) اور بے شک مسلم نجس نہیں ہوتا اور یہاں اس کا عنوان ہے: جنبی نکلے اور بازار وغیرہ میں چلے۔

بغیر وضوء کیے جنبی کے کھانے پینے میں مذاہب فقہاء اور حدیث مذکور کے دیگر فوائد

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے یہ بتانے کا ارادہ کیا ہے کہ جنبی نجس نہیں ہوتا اور وہ غسل کرنے سے پہلے اپنے تمام کاموں میں تصرف کر سکتا ہے اور اس سے ان بعض متقدمین کا رد ہو جاتا ہے' جو جنبی پر وضوء کو واجب کرتے ہیں۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ سے روایت ہے کہ جب وہ جنبی ہوتے تو وہ اپنے کسی کام کے لیے نہیں نکلتے تھے' حتیٰ کہ وہ نماز کا وضوء کر لیتے' حضرت ابن عباس سے بھی اس کی مثل مروی ہے' عطاء اور حسن کا بھی یہی قول ہے اور ان میں سے بعض نے یہ کہا ہے کہ وہ اس وقت تک کوئی چیز کھائے نہ پئے' حتیٰ کہ نماز کا وضوء کر لے' یہ قول حضرت علی' حضرت ابن عمر' حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہم اور عطاء سے مروی ہے' اور جس موقف پر لوگوں کا عمل ہے' یہ وہ ہے جو ابوالضحیٰ سے مروی ہے' ان سے سوال کیا گیا: آیا جنبی کھا سکتا ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! اور بازار میں چل سکتا ہے اور یہ ذکر نہیں کیا کہ وہ اس سے پہلے وضوء کرے اور یہ امام مالک کا قول ہے اور اکثر فقہاء کا یہ نظریہ ہے کہ جب وہ اپنے کاموں کے لیے نکلنا چاہے تو اس پر وضوء کرنا واجب نہیں ہے اور حضرت انس رضی اللہ کی حدیث میں یہ نہیں ہے کہ جب آپ اپنی تمام ازواج کے پاس گئے تھے تو آپ وضوء کرتے تھے اور نہ حضرت ابو ہریرہ کی حدیث میں یہ ہے کہ مومن اس وقت نجس نہیں ہوتا' جب وہ جنابت کے بعد وضوء کرے اور جن فقہاء نے یہ کہا ہے کہ جب جنبی کھانے کا ارادہ کرے تو اس پر وضوء کرنا واجب نہیں ہے' وہ امام مالک ہیں اور فقہاء احناف ہیں اور امام اوزاعی ہیں اور امام شافعی ہیں اور امام احمد ہیں اور اسحاق ہیں اور یہی وہ مذہب ہے' جس پر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ کی حدیث دلالت کرتی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ کی اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ عالم کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنے شاگرد یا اپنے تابع کا ہاتھ پکڑ کر اس کو اپنے ساتھ لے چلے' اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ادب کا تقاضا یہ ہے کہ شاگرد یا ماتحت معلم یا رئیس کو بتائے بغیر اس کی مجلس سے نہ جائے' کیونکہ جب حضرت ابو ہریرہ' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سے آپ کو بتائے بغیر چلے گئے' تو آپ نے پوچھا: اے ابو ہریرہ! تم کہاں تھے؟ (شرح ابن بطال ج ۱ ص ۴۰۵۔۴۰۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ ھ)

۲۵- بَابُ كَيْنُوْنَةِ الْجُنُبِ فِي الْبَيْتِ إِذَا تَوَضَّأَ قَبْلَ أَنْ يَغْتَسِلَ

جب جنبی غسل سے پہلے وضوء کر لے تو اس کا گھر میں ہونا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے: جب جنبی غسل سے پہلے وضوء کر لے تو اس کا گھر میں رہنا جائز ہے' باب سابق کے ساتھ اس کی مناسبت یہ ہے کہ یہ دونوں باب جنبی کے احکام سے متعلق ہیں۔

۲۸۶- حَدَّثَنَا أَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ وَ شَيْبَانُ عَنْ يَحْيٰى ' عَنْ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ أَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْقُدُ وَهُوَ جُنُبٌ ؟ قَالَتْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو نعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام اور شیبان نے حدیث بیان کی از یحییٰ از ابی سلمہ' انہوں نے کہا: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ سے

نَعَمْ، وَيَتَوَضَّأُ. [طرف الحدیث:۲۸۸]

سوال کیا: آیا نبی ﷺ حالت جنابت میں سو جاتے تھے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ہاں! اور آپ وضوء کرتے تھے۔

(صحیح مسلم:۳۰۵، الرقم المسلسل:۶۸۵، سنن ابوداؤد:۲۲۳۔ ۲۲۲، سنن نسائی:۲۵۶، سنن ابن ماجہ:۵۸۴، السنن الکبریٰ للنسائی:۹۰۴۴، مصنف ابن ابی شیبہ ج۱ ص۶۰، مسند ابویعلیٰ:۴۵۲۲، صحیح ابن خزیمہ:۲۱۳، معرفۃ السنن والآثار:۱۵۲۰، تاریخ بغداد ج۹ ص۳۶۸، مسند احمد ج۶ ص۳۶ طبع قدیم، مسند احمد:۲۴۰۸۳، ج۴۰ ص۱۰۱، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

باب مذکور کی حدیث کا سنن کی ایک حدیث سے تعارض اور اس کا جواب

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت ظاہر ہے، بعض علماء نے کہا ہے: امام بخاری نے اس عنوان سے اس حدیث کے ردّ کی طرف اشارہ کیا ہے:

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے، جس گھر میں تصویر ہو اور نہ (اُس گھر میں) جس میں کتا ہو اور نہ (اس میں) جس میں جنبی ہو۔ (سنن ابوداؤد:۴۱۵۲، سنن نسائی:۲۶۱، سنن ابن ماجہ:۳۶۵۰)

لیکن یہ قول حق سے بعید ہے، اس حدیث کو امام ابن حبان نے اور حاکم نے صحیح قرار دیا ہے، جس نے اس کو ضعیف کہا ہے، اس نے اس حدیث کو عبداللہ بن نجی کی وجہ سے ضعیف کہا ہے کہ یہ مجہول راوی ہے، لیکن العجلی نے اس کو ثقہ قرار دیا ہے۔

امام عبدالرحمان نسائی متوفی ۳۰۳ھ لکھتے ہیں: عبداللہ بن نجی بن سلمہ الحضرمی الکوفی ثقہ ہے۔

(الجرح والتعدیل للنسائی:۴۲۰۴، ترجمہ:۳۸۷، دارالبحوث للدراسات الاسلامیہ)

اس حدیث میں جنبی سے مراد وہ شخص ہے، جو غسل کرنے میں سستی کرتا ہے اور غسل میں تاخیر کرنے کو اپنی عادت بنالیتا ہے اور کتے سے مراد وہ کتا ہے، جس کو رکھنے کی اجازت نہیں ہے اور تصویر سے مراد جان دار کی تصویر، جس کو اہانت کے ساتھ نہ رکھا گیا ہو اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس حدیث میں جنبی سے مراد وہ شخص ہو، جس نے نہ غسل کیا ہو، نہ وضوء کیا ہو، پھر اس حدیث میں اور باب مذکور میں کوئی منافات نہیں رہے گی۔ (عمدۃ القاری ج۳ ص۳۵۸، فتح الباری ج۱ ص۸۰۸)

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ جب جنبی سونے کا ارادہ کرے تو وضوء کرلے، رہا یہ کہ یہ وضوء واجب ہے یا مستحب ہے، اس پر عنقریب کلام آئے گا۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم:۶۰۷۔ ج۱ ص۱۰۰۲ پر مذکور ہے، اس کی شرح کا عنوان ہے: مجامعت کے بعد دوبارہ مجامعت کرنے یا سونے سے پہلے وضوء کرنے کا استحباب۔

۲۶- بَابُ نَوْمِ الْجُنُبِ

جنبی کا سونا

۲۸۷- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ سَاَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيَرْقُدُ اَحَدُنَا وَهُوَ جُنُبٌ؟ قَالَ نَعَمْ، اِذَا تَوَضَّاَ اَحَدُكُمْ فَلْيَرْقُدْ وَهُوَ جُنُبٌ.

[اطراف الحدیث:۲۸۹۔۲۹۰]

(صحیح مسلم:۳۰۶، الرقم المسلسل: ۶۸۸، سنن نسائی:۲۵۸)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما از حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا: آیا ہم میں سے کوئی شخص حالت جنابت میں سو سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! جب تم میں سے کوئی شخص وضوء کرے تو وہ حالت جنابت میں سو جائے۔

جنبی کے سونے اور کچھ کھانے سے پہلے اور دوبارہ جماع کرنے سے پہلے وضوء یا غسل کرنے کی تحقیق اور اس میں مذاہب ائمہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

جنبی کے سونے میں علماء کا اختلاف ہے' ایک جماعت نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ظاہر حدیث کی بناء پر یہ کہا ہے کہ وہ وضوء کر کے سوئے' حضرت علی' حضرت عائشہ' حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہم اور تابعین میں سے النخعی' طاؤس' حسن بصری' امام مالک' امام ابوحنیفہ' امام شافعی اور امام احمد کا یہی مذہب ہے' اہل ظاہر (غیر مقلدین) کا شاذ قول یہ ہے کہ یہ وضوء کرنا واجب ہے' لیکن یہ قول متروک ہے' کسی نے اس کی موافقت نہیں کی' سعید بن مسیب نے یہ کہا ہے کہ اگر وہ چاہے تو وضوء کرنے سے پہلے سو جائے' امام ابو یوسف کا یہی مذہب ہے' کیونکہ وضوء اس کو جنابت سے طہارت کی طرف نہیں نکالتا اور ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

ابو اسحاق از الاسود بن یزید از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنبی ہوتے' پھر سو جاتے اور پانی کو ہاتھ نہ لگاتے' حتیٰ کہ بعد میں اٹھ کر غسل کرتے تھے۔ (سنن ابوداؤد: ۲۲۸' سنن ترمذی: ۱۱۹-۱۱۸)

(شرح ابن بطال ج ۱ ص ۴۰۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

امام ابوجعفر احمد بن محمد الطحاوی الحنفی المصری المتوفی ۳۲۱ھ' اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں:

یہ حدیث غلط ہے' کیونکہ ابو اسحاق نے ایک طویل حدیث کو مختصر کیا ہے اور اختصار میں خطاء کی ہے' اس کو چاہیے کہ سونے سے پہلے اس طرح وضوء کرے' جس طرح نماز کا وضوء کرتے ہیں۔ اصل حدیث اس طرح ہے:

ابو اسحاق بیان کرتے ہیں کہ میں اسود بن یزید کے پاس گیا اور میں نے کہا: مجھے وہ حدیث سنائیں' جو حضرت عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز کے متعلق بیان کی ہے' انہوں نے کہا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کے اوّل حصہ میں سوتے تھے اور آخری حصہ میں بیدار ہوتے تھے' پھر اگر آپ کو حاجت ہوتی تو اپنی حاجت پوری کرتے' پھر پانی کو ہاتھ لگانے سے پہلے سو جاتے' پھر اذان کے وقت اٹھتے اور اپنے اوپر پانی بہاتے اور اگر آپ جنبی ہوتے تو اس طرح وضوء کرتے' جس طرح نماز کا وضوء کرتے ہیں۔ (شرح معانی الآثار: ۷۳۷' مسند احمد ج ۶ ص ۱۰۲' سنن بیہقی ج ۱ ص ۲۰۲-۲۰۱)

اس حدیث میں اسود بن یزید نے یہ بیان کیا ہے کہ اگر آپ جنبی ہوتے اور سونے کا ارادہ کرتے تو نماز کا وضوء کرتے اور یہ جو حضرت عائشہ نے فرمایا ہے: پھر اگر آپ کو حاجت ہوتی تو اپنی حاجت کو پورا کرتے اور پانی کو چھونے سے پہلے سو جاتے' اس میں یہ احتمال ہے کہ آپ غسل کرنے سے پہلے سو جاتے' اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ وضوء کرنے سے پہلے سو جاتے' اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے:

اسود بن یزید' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب سونا یا کچھ کھانا چاہتے اور آپ جنبی ہوتے تو آپ وضوء کرتے۔ (شرح معانی الآثار: ۷۳۸' صحیح البخاری: ۲۸۸-۲۸۷-۲۸۶' صحیح مسلم: ۳۰۶-۳۰۵' سنن نسائی: ۲۵۸' سنن ابن ماجہ: ۵۸۴' مصنف عبدالرزاق: ۱۰۷۳' سنن بیہقی ج ۱ ص ۲۰۰)

از ابوسلمہ بن عبد الرحمان از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سونے کا ارادہ کرتے اور آپ جنبی ہوتے تو آپ نماز کا وضوء کرتے۔ (شرح معانی الآثار: ۷۴۰' صحیح مسلم: ۳۰۵' سنن ابوداؤد: ۲۲۲' سنن نسائی: ۲۵۷' سنن ابن ماجہ: ۵۸۴)

یہ اسود کے غیر کی حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ آپ جنبی ہوتے اور سونے کا ارادہ کرتے تو نماز کا وضوء کرتے۔

از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' وہ بیان فرماتی تھیں: جب تم میں سے کوئی شخص اپنی بیوی کے پاس جائے' پھر سونے کا ارادہ کرے تو اس وقت تک نہ سوئے' حتیٰ کہ نماز کا وضوء کرلے۔ (شرح معانی الآثار: ۷۴۶' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۶۰)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: آیا ہم میں سے کوئی شخص حالت جنابت میں سو جائے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! اور وہ وضوء کرے۔ (شرح معانی الآثار: ۷۴۹' صحیح البخاری: ۲۸۷' صحیح مسلم: ۳۰۶' سنن نسائی: ۲۵۸' موطأ امام مالک: ۷۶)

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اجازت دی ہے کہ جب جنبی سونے کا ارادہ کرے یا کھانے یا پینے کا ارادہ کرے تو نماز کا وضوء کرے۔ (شرح معانی الآثار: ۷۵۷' سنن ابوداؤد: ۲۲۵' سنن ترمذی: ۱۲۰)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں اپنی بیوی سے جماع کا ارادہ کرتا ہوں اور سونے کا ارادہ کرتا ہوں' آپ نے فرمایا: وضوء کرو اور سو جاؤ۔ (شرح معانی الآثار: ۷۵۹' سنن ابن ماجہ: ۵۸۶)

جنبی کے لیے کچھ کھانے سے پہلے وضوء کرنے کے وجوب کا منسوخ ہونا

امام طحاوی فرماتے ہیں: ان احادیث کی وجہ سے علماء کی ایک جماعت کا مذہب یہ ہے کہ جنبی کو کچھ کھانا نہیں چاہیے حتیٰ کہ وہ وضوء کرلے اور علماء کی دوسری جماعت نے اس کی مخالفت کی اور کہا: اگر جنبی وضوء کے بغیر کچھ کھالے تو کوئی حرج نہیں ہے' ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنبی ہوتے اور کچھ کھانے کا ارادہ کرتے تو اپنے ہاتھ دھو لیتے۔ (شرح معانی الآثار: ۷۶۰' سنن ابوداؤد: ۲۲۳' سنن نسائی: ۲۵۶' سنن ابن ماجہ: ۵۹۳' مسند احمد: ۸ ۲۴۳۱۳' دارالفکر)

اس سے پہلے حضرت عائشہ کی روایت میں ہے: جب آپ جنبی ہونے کے بعد کھانے کا ارادہ کرتے تو وضوء کرتے' اور اس حدیث میں ہے: آپ صرف ہاتھ دھوتے اور جب ان احادیث میں تضاد ہو گیا تو ہم نے دیکھا کہ جنابت کے بعد کھانے یا سونے سے پہلے وضوء کرنے کا حکم منسوخ ہو گیا اور اب صفائی کی غرض سے صرف ہاتھ دھونے کا حکم ہے اور اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیت الخلاء سے نکلے تو آپ سے کہا گیا: کیا آپ وضوء نہیں کریں گے؟ آپ نے فرمایا: میں نماز پڑھنے کا ارادہ کر رہا ہوں کہ وضوء کروں۔

(صحیح مسلم: ۳۷۴' الرقم المسلسل: ۸۲۶' سنن دارمی: ۷۷۱' مسند احمد ج ۱ ص ۳۵۹۔ ۲۸۲۔ ۲۲۲)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صرف نماز کے لیے وضوء کرتے تھے اور سونے سے پہلے جنبی کے وضوء کرنے کا وجوب منسوخ ہو گیا' اور اس کا استحباب باقی ہے۔ (نخب الافکار ج ۱ ص ۷۹۲' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

اسی طرح آپ نے یہ حکم دیا ہے: آدمی جب ایک بار جماع کرنے کے بعد دوسری بار جماع کرے تو وضوء کرے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص اپنی بیوی کے پاس جائے' پھر دوبارہ جانے کا ارادہ کرے تو اس کو چاہیے کہ وہ وضوء کرے۔

(شرح معانی الآثار: ۷۶۲' صحیح مسلم: ۳۰۸' سنن ابوداؤد: ۲۲۰' سنن نسائی: ۲۶۲' سنن ابن ماجہ: ۵۸۷)

دوبارہ جماع کرنے سے پہلے وضوء کرنے کے وجوب کا منسوخ ہونا

ہم نے ایک اور باب میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جماع کرتے تھے پھر دوبارہ جماع کرتے

تھے اور وضوء نہیں کرتے تھے۔ (شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۱۶۷' قدیمی کتب خانہ' کراچی' نخب الافکار ج ۱ ص ۷۹۴' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

اور یہ حدیث ہمارے نزدیک دوبارہ جماع کرنے سے پہلے وضوء کرنے کے وجوب کے حکم کے لیے ناسخ ہے اور اس کا استحباب باقی ہے۔ (شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۱۶۷' نخب الافکار فی تنقیح مبانی الاخبار ج ۱ ص ۷۹۴' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر بار جماع کرنے سے پہلے غسل کرتے تھے:

حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک دن میں اپنی تمام ازواج کے پاس جاتے اور اس کے پاس بھی غسل کرتے اور اُس کے پاس بھی غسل کرتے' آپ سے کہا گیا: یارسول اللہ! اگر آپ ایک ہی بار غسل کر لیتے! آپ نے فرمایا: یہ زیادہ ستھرا' زیادہ طاہر اور زیادہ پاکیزہ ہے۔ (شرح معانی الآثار: ۷۶۵' سنن ابوداؤد: ۲۱۹' سنن ابن ماجہ: ۵۹۰' مسند احمد ج ۶ ص ۸-۱۰-۳۹۱)

اس حدیث میں یہ بیان ہے کہ آپ کا یہ عمل بہ طور وجوب نہیں تھا بلکہ بہ طور استحباب تھا۔

اس کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک غسل کے ساتھ اپنی تمام ازواج کے ساتھ جماع کیا۔

(شرح معانی الآثار: ۷۶۷' صحیح مسلم: ۳۰۹' سنن ابوداؤد: ۲۱۸' سنن ترمذی: ۱۴۰' سنن ابن ماجہ: ۵۲۸' مسند احمد ج ۳ ص ۱۸۹-۲۲۵)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ جب انسان کو قدرت ہو تو کثرتِ جماع مکروہ نہیں ہے اور متعدد بار جماع کرنے کے بعد ایک بار غسل کرنا کافی ہے اور اس میں یہ اشارہ ہے کہ دو بار جماع کے درمیان وضوء کرنا واجب نہیں ہے اور اس کے متعلق جو حکم دیا گیا ہے' وہ منسوخ ہے۔ (نخب الافکار فی تنقیح مبانی الاخبار ج ۱ ص ۸۰۰' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے: حافظ ابن عبد البر مالکی نے کہا ہے کہ جنبی کے لیے سونے سے پہلے وضوء کرنے کا حکم جمہور کے نزدیک مستحب ہے' امام شافعی نے اس کو واجب نہیں کہا اور نہ ان کے اصحاب اس حکم کے وجوب کو پہچانتے ہیں۔

(فتح الباری ج ۱ ص ۸۱۰' دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے وقت آپ کی ازواج کی تعداد اور ان کے اسماء

حافظ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک غسل کے ساتھ اپنی تمام ازواج کے ساتھ جماع کیا:

اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فوت ہوئے' اس وقت آپ کی نو ازواج تھیں اور وہ یہ ہیں:

(۱) حضرت عائشہ بنت ابی بکر الصدیق تیمیہ (۲) حضرت حفصہ بنت عمر بن الخطاب العدویہ (۳) حضرت ام حبیبہ رملہ بنت ابی سفیان صخر بن حرب الامویہ (۴) حضرت زینب بنت جحش الاسدیہ (۵) حضرت ام سلمہ ھند بنت ابی امیہ المخزومیہ (۶) حضرت میمونہ بنت الحارث الہلالیہ (۷) حضرت سودہ بنت زمعہ العامریہ (۸) حضرت جویریہ بنت الحارث بن ابی ضرار المصطلقیہ (۹) حضرت صفیہ بنت حیی بن اخطب النضریہ الاسرائیلیہ الہارونیہ' رضی اللہ عنہن۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کل ازواج کی تعداد اور ان کی ترتیب اور ان کی تعداد جو آپ سے پہلے فوت ہو گئیں---- اور جن کے ساتھ آپ نے دخول کیا اور جن کے ساتھ آپ نے دخول نہیں کیا اور جن کو صرف نکاح کا پیغام دیا اور ان کے ساتھ نکاح نہیں کیا اور جن خواتین نے خود کو آپ کے اوپر پیش کیا' ان سب کے اسماء

(۱) حضرت خدیجہ بنت خویلد (۲) حضرت سودہ بنت زمعہ (۳) حضرت عائشہ (۴) حضرت حفصہ (۵) حضرت ام سلمہ (۶) حضرت جویریہ (۷) حضرت زینب بنت جحش (۸) حضرت زینب بنت خزیمہ (۹) حضرت ریحانہ بنت زید (۱۰) حضرت ام حبیبہ (۱۱) حضرت صفیہ (۱۲) حضرت میمونہ (۱۳) حضرت فاطمہ بنت ضحاک (۱۴) حضرت اسماء بنت نعمان' ان میں بہت اختلاف ہے اور جن پر اتفاق ہے' وہ گیارہ ہیں: (۱) حضرت خدیجہ (۲) حضرت سودہ (۳) حضرت عائشہ (۴) حضرت حفصہ (۵) حضرت زینب بنت خزیمہ (۶) حضرت ام سلمہ (۷) حضرت زینب بنت جحش (۸) حضرت ام حبیبہ (۹) حضرت جویریہ (۱۰) حضرت میمونہ (۱۱) حضرت صفیہ' رضی اللہ عنہن۔

جو آپ کی زندگی میں فوت ہو گئیں' وہ حضرت خدیجہ اور حضرت زینب بنت خزیمہ ہیں اور باقی نو ازواج آپ کے بعد فوت ہوئیں۔

ازواجِ مطہرات کے سنین وفات اور مقام تدفین

(۱) حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ہجرت سے پانچ سال پہلے مکہ میں فوت ہوئیں' ایک قول ہجرت سے چار سال پہلے کا ہے اور ایک تین سال پہلے کا ہے اور وہی صحیح قول ہے' اس وقت ان کی عمر ۶۵ سال تھی' وہ آپ کے ساتھ ۲۵ سال رہیں اور الحجون میں دفن کی گئیں۔

(۲) حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا مدینہ میں شوال ۵۴ھ میں فوت ہوئیں۔

(۳) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مدینہ میں ۵۷ھ میں فوت ہوئیں' ایک قول ۵۸ھ کا ہے' یہ ۱۹ رمضان کی تاریخ تھی' آپ نے حکم دیا تھا کہ آپ کو رات میں دفن کیا جائے' آپ کو البقیع میں دفن کیا گیا' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نمازِ جنازہ پڑھائی' اس وقت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں مروان مدینہ کا گورنر تھا۔ (علامہ ابن اثیر نے وفات کی تاریخ ۱۷ رمضان لکھی ہے اور آپ کی عمر اس وقت ۶۵ سال تھی۔ اسد الغابہ ج ۷ ص ۱۸۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

(۴) حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا شعبان ۴۵ھ میں فوت ہوئیں اور اُس وقت آپ کی عمر ۶۰ سال تھی۔

(۵) حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا ربیع الثانی ۴ھ میں فوت ہوئیں اور البقیع میں دفن کی گئیں۔

(۶) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا ۵۹ھ میں فوت ہوئیں اور البقیع میں دفن کی گئیں' حضرت ابو ہریرہ نے نماز پڑھائی' اس وقت آپ کی عمر ۸۴ سال تھی۔

(۷) حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا مدینہ میں ۲۰ھ میں فوت ہوئیں' اس وقت آپ کی عمر ۵۳ سال تھی' حضرت عمر نے نماز پڑھائی۔

(۸) حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا مدینہ میں ۴۴ھ میں فوت ہوئیں۔

(۹) حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا ربیع الاوّل ۵۶ھ میں فوت ہوئیں' اس وقت آپ کی عمر ۶۵ سال تھی۔

(۱۰) حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا مکہ سے دس میل پر مقام سرف میں ۵۶ھ میں فوت ہوئیں' اس وقت آپ کی عمر ۶۵ سال تھی۔

(۱۱) حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا مدینہ میں ۵۰ھ میں فوت ہوئیں' ایک قول ۵۲ھ کا ہے۔

(مختب الافکار فی تنقیح مبانی الاخبار فی شرح معانی الآثار ج ا ص ۸۰۰۔۷۹۹ 'قدیمی کتب خانہ کراچی)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا متعدد نکاح کرنا تبلیغ اسلام' احکامِ شرعیہ کی ترویج اور ان کے لیے نمونہ فراہم کرنے' دوست نوازی اور تشریعی مقاصد کے لیے تھا' نہ کہ شہوت کے تقاضے پورے کرنے کے لیے

سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو متعدد نکاح کیے' اس کے متعلق منکرین اسلام کہتے ہیں کہ آپ نے غلبہ شہوت کی وجہ سے یہ نکاح کیے تھے حالانکہ یہ حقائق کے خلاف ہے' مخالفین اسلام نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متعدد ازواج پر اعتراض کرتے ہیں' حالانکہ انبیاء سابقین علیہم السلام کی بھی متعدد ازواج تھیں' حضرت سلیمان علیہ السلام کے متعلق بائبل میں لکھا ہے:

(۱) سلیمان ان ہی کے عشق کا دم بھرنے لگا' اور اس کے پاس سات سو شاہزادیاں' اس کی بیویاں اور تین سو حرمیں تھیں۔

(سلاطین باب:۱۱' آیت:۳۔۲' کتاب مقدس ص ۳۴۰' بائبل سوسائٹی لاہور' ۱۹۹۲ء)

اس کے برخلاف سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نکاح میں بہ یک وقت کل نو ازواج تھیں' جب کہ آپ کی قوت تمام نبیوں سے زیادہ تھی' ہم پہلے '' فتح الباری '' اور '' عمدۃ القاری '' کے حوالوں سے بیان کر چکے ہیں کہ آپ میں چار ہزار مردوں کی قوت تھی' سو جن میں چار ہزار مردوں کی طاقت ہو' ان کا نو ازواج پر قناعت کرنا' اپنے نفس پر انتہائی ضبط اور صبر ہے یا غلبہ شہوت ہے!

(۲) سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عین عالم شباب میں ۲۵ سال کی عمر میں حضرت خدیجہ سے نکاح کیا' جو بیوہ خاتون تھیں اور ان کی عمر اس وقت ۴۰ سال تھی' وہ ۲۵ سال آپ کے نکاح میں رہیں اور ان کی زندگی میں آپ نے دوسری شادی نہیں کی اور ۵۰ سال کی عمر تک اسی بیوہ خاتون کے ساتھ رہے' اس کے بعد اپنی دوسری شادی حضرت سودہ سے کی' وہ بھی بیوہ خاتون تھیں اور آپ سے نکاح کے وقت ان کی عمر پچپن سال تھی' اور حضرت عائشہ کے علاوہ آپ نے جن خواتین سے نکاح کیے' وہ سب بیوہ تھیں یا مطلقہ تھیں' پس واضح ہو گیا کہ آپ کا متعدد نکاح کرنا غلبہ شہوت کی وجہ سے نہیں تھا' بلکہ اس کی اور وجوہ تھیں' جن کو ہم بیان کر رہے ہیں۔

(۳) آپ کی زیادہ شادیاں ۵۵ سال کی عمر سے ۵۹ سال کی عمر کے درمیان ہوئیں' اس لیے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ آپ نے جنسی جذبہ کی وجہ سے زیادہ شادیاں کیں۔

(۴) جس خاندان میں نکاح کیا جائے' اس خاندان سے تعلقات قائم ہو جاتے ہیں اور ملنے جلنے کے مواقع پیدا ہوتے ہیں اور ربط ضبط بڑھتا ہے' سو جن خاندانوں میں آپ نے نکاح کیے' ان میں تبلیغ اسلام کے مواقع پیدا ہو گئے' ان لوگوں کو آپ کی پاکیزہ سیرت اور اسلام کی حقانیت دیکھنے کا موقع ملا اور وہ لوگ مائل بہ اسلام ہو گئے۔

(۵) آپ کی خارجی زندگی دیکھ کر آپ کے معمولات دیکھنے والے مردوں کی تعداد بہت زیادہ تھی تو چاہیے تھا کہ آپ کی گھریلو اور نجی زندگی دیکھنے والی خواتین کی بھی زیادہ تعداد ہوتا کہ وہ آپ کے خانگی معمولات کو روایت کر سکیں۔

(۶) آپ نے زیادہ شادیاں تعلیمی مقاصد سے کیں' کیونکہ عورتوں کے مخصوص مسائل مثلاً حیض' نفاس' جنابت اور اُمورِ زوجیت کو خواتین ہی بیان کر سکتی تھیں۔

(۷) آپ نے تشریعی مقاصد سے بھی نکاح کیے' عربوں میں مشہور تھا کہ منہ بولا بیٹا' حقیقی بیٹے کے حکم میں ہوتا ہے اور اس کی بیوی سے نکاح کرنا حرام ہے' حضرت زید بن حارثہ آپ کے منہ بولے بیٹے تھے' جب انہوں نے اپنی بیوی حضرت زینب بنت جحش کو طلاق دے دی تو آپ نے ۳ یا ۵ ھ میں حضرت زینب سے نکاح کر کے عملاً یہ مسئلہ بتا دیا کہ منہ بولے بیٹے کی بیوی سے نکاح کرنا جائز ہے۔ (الاصابہ ج ۸ ص ۱۵۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

(۸) آپ نے بعض نکاح اپنے وفادار دوستوں کو ان کی وفاداری کا صلہ دینے کے لیے کیے' جیسے آپ نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کی صاحب زادیوں حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ سے نکاح کیے۔ (حضرت عائشہ سے ہجرت سے تین سال پہلے نکاح کیا۔

(الاصابہ ج۸ ص ۲۳۲) حضرت حفصہ سے ۳ھ میں نکاح کیا۔ (الاصابہ ج۸ ص ۸۷))

(۹) نجاشی نے آپ کا نکاح آپ کی اجازت سے ۷ھ میں حضرت ام حبیبہ سے کر دیا' اس سے آپ نے عملاً یہ مسئلہ بتا دیا کہ کسی شخص کا وکیل بھی اس کا نکاح کر سکتا ہے' اس وقت آپ مدینہ میں تھے اور حضرت ام حبیبہ حبشہ میں تھیں' آپ نے مکتوب کے ذریعہ اجازت دی تھی۔ (الاصابہ ج۸ ص ۱۴۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت) سو اس سے معلوم ہو گیا کہ لڑکا مثلاً انگلینڈ میں ہو اور لڑکی پاکستان میں ہو اور وہ خط یا ٹیلی فون کے ذریعہ کسی کو پاکستان میں اپنا وکیل بنا دے تو وہ وکیل اس کا نکاح کر دے گا اور لڑکی رخصت ہو کر انگلینڈ چلی جائے گی۔

(۱۰) بعض نکاح آپ نے کسی فتنہ کو زائل کرنے کے لیے کیے' ۷ھ میں خیبر کے مالِ غنیمت میں حضرت دحیہ کلبی نے آپ سے پوچھا کہ میں ایک کنیز لے لوں؟ آپ نے اجازت دے دی' انہوں نے حضرت صفیہ کو لے لیا' جو بنوقریظہ اور بنونضیر کی سردار تھیں' اس سے مسلمانوں میں اشتعال پیدا ہوا کہ یہ خاتون تو اپنی خاندانی عظمت کی بناء پر صرف آپ کے لائق ہیں' آپ نے حضرت دحیہ سے کہا: تم کوئی اور باندی لے لو اور فتنہ کو زائل کرنے کے لیے آپ نے ان سے نکاح کر لیا' یہ مطلقہ خاتون تھیں۔

(صحیح البخاری: ۳۷۱ ملخصاً' الاصابہ ج۸ ص ۲۱۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

(۱۱) حضرت عباس کی دل جوئی کی خاطر اور ان کی درخواست پر ۷ھ میں حضرت میمونہ سے نکاح کیا' حضرت میمونہ معمر بیوہ تھیں' ان کا کوئی سہارا نہیں تھا' اس لیے آپ نے ان سے نکاح کر لیا۔ یہ آخری خاتون ہیں' جن سے آپ نے نکاح کیا۔

(اسد الغابہ ج۷ ص ۲۶۳۔ ۲۶۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

(۱۲) ۵ یا ۶ھ میں بنومصطلق کے لوگ جنگ میں شکست کھا کر اسیر اور غلام ہو گئے تھے' یہ لوگ اسلام کے دشمن تھے اور جنگ میں شکست کھا چکے تھے' آپ نے ان کے ساتھ حسن سلوک کیا اور ان کے سردار کی بیٹی حضرت جویریہ کا زر مکاتبت ادا کر کے ان سے نکاح کر لیا' اس حسن سلوک سے متاثر ہو کر ان کا پورا قبیلہ مسلمان ہو گیا' اس نکاح کی برکت سے آپ نے بنومصطلق کے تمام قیدیوں کو رہا کر دیا۔ (الاصابہ ج۸ ص ۷۳۔ ۷۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

(۱۳) حضرت ام سلمہ کے خاوند حضرت ابوسلمہ ایک جنگ میں زخمی ہونے کے بعد فوت ہو گئے' انہوں نے ایک بیوہ اور چار بچے چھوڑے تھے' ان کا کوئی کفیل نہ تھا' سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی کفالت کرنے کے لیے ۳ یا ۴ھ میں ان سے نکاح کر لیا۔

(الاصابہ ج۸ ص ۴۰۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

(۱۴) حضرت زینب بنت خزیمہ کے پہلے شوہر طفیل تھے' ان کی وفات کے بعد ان کا نکاح حضرت عبیدہ بن حارث سے ہوا' جو جنگ بدر میں شہید ہو گئے تھے' اس کے بعد ان کا نکاح حضرت عبداللہ بن جحش سے ہوا' وہ بھی جنگ احد میں شہید ہو گئے' ان کے زخموں کی دادرسی کرنے کے لیے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے نکاح کر لیا' ۳ھ میں جب آپ نے ان سے نکاح کیا' اس وقت ان کی عمر تقریباً ۳۰ سال تھی اور وہ آپ کی زندگی میں ہی دو یا تین ماہ بعد فوت ہو گئیں۔

(الاصابہ ج۸ ص ۱۵۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' طبقات کبریٰ ج۸ ص ۹۲)

(۱۵) حضرت سودہ بنت زمعہ اپنے شوہر کے فوت ہونے کے بعد بے سہارا ہو گئیں تھیں اور وہ اس وقت کافی معمر تھیں' اس عمر میں ان

سے کون نکاح کرتا' آپ ان کا سہارا بنے اور آپ نے ان سے نکاح کر لیا۔

(اسد الغابہ ج ۷ ص ۱۵۸۔۱۵۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

(۱۶) حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے نکاح نہیں کیا تھا' ان کی زندگی میں اپنی امت کے لیے شوہر کا نمونہ نہیں ہے' باپ کا نمونہ نہیں ہے' بیوی اور بچوں کے حقوق ادا کرنے کا نمونہ نہیں ہے' سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد بیوہ' مطلقہ اور ایک کنواری خاتون کے ساتھ نکاح کیا' ان کے درمیان عدل وانصاف کیا' ان کے حقوق ادا کیے' اس میں امت کے لیے شوہر کا نمونہ ہے' آپ کے تین صاحبزادے اور چار صاحب زادیاں ہوئیں' آپ نے ان کی پرورش کی' تین صاحب زادے اور تین صاحب زادیاں آپ کی زندگی میں فوت ہوئیں' آپ نے ان پر صبر کیا' دو بیویوں کی وفات پر صبر کیا' ان کی تجہیز وتکفین کی' چار صاحب زادیوں کے نکاح کیے' ان سب کاموں میں امت کے لیے نمونہ ہے۔

(۱۷) عام طور پر لوگ غیر خاندان اور غیر کفو میں نکاح کو باعث عار سمجھتے ہیں' آپ نے اپنی دو ہاشمی صاحب زادیوں کا نکاح حضرت عثمان اموی رضی اللہ عنہ سے کر کے انسانیت کا پرچم بلند کیا اور امت کے لیے غیر کفو میں نکاح کرنے کا عملی نمونہ فراہم کیا۔

(۱۸) جن کے ساتھ آپ نے نکاح کیے' ان کو دنیا میں عزت ملی' وہ تمام مسلمانوں کی مائیں ہیں اور آخرت میں وہ آپ کے ساتھ جنت میں ہوں گی' سو تعدد ازواج کی وجہ سے متعدد خواتین کو دنیا اور آخرت کی عزت ملی اور شرف حاصل ہوا۔

(۱۹) سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر معاملہ میں عمل کا پہلو قول سے آگے ہوتا ہے' امت کو پانچ نمازیں پڑھنے کا حکم دیا' خود بہ شمول تہجد چھ نمازیں پڑھتے تھے اور چاشت اور اشراق پڑھتے تھے اور بہت نوافل پڑھتے تھے' امت کو چار ازواج میں عدل کرنے کا حکم دیا اور خود نو ازواج میں عدل کر کے دکھایا' پس کروڑوں صلوٰۃ وسلام ہوں' اس نبی پر جس نے متعدد نکاح کر کے امت کے لیے ہدایت اور فوز وفلاح کی راہیں روشن کر دیں!

٭ باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۶۱۰۔ ج ۱ ص ۱۰۰۲ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح کا عنوان ہے: مجامعت کے بعد دوبارہ مجامعت کرنے یا سونے سے پہلے وضوء کرنے کا استحباب۔

۲۷- بَابُ الْجُنُبِ يَتَوَضَّأُ ثُمَّ يَنَامُ — جنبی وضوء کرے' پھر سو جائے

اس سے پہلے باب میں جنبی کے سونے کا ذکر تھا اور اس باب میں یہ ذکر ہے کہ وہ وضوء کر کے سوئے۔

۲۸۸- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي جَعْفَرٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَنَامَ وَهُوَ جُنُبٌ، غَسَلَ فَرْجَهُ، وَتَوَضَّأَ لِلصَّلٰوةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' وہ کہتے ہیں: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عبید اللہ بن ابی جعفر از محمد بن عبد الرحمان از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سونے کا ارادہ کرتے اور آپ جنبی ہوتے تو اپنی شرم گاہ کو دھوتے اور نماز کا وضوء کرتے۔

اس حدیث کی تخریج صحیح البخاری: ۲۸۶ میں گزر چکی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا: جب جنبی غسل سے پہلے وضوء کر لے تو اس کا گھر میں ہونا' اور یہاں اس کا عنوان ہے: جنبی وضوء کرے' پھر سو جائے۔

۲۸۹- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ اسْتَفْتَى عُمَرُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جویریہ نے حدیث بیان کی

النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيَنَامُ أَحَدُنَا وَهُوَ جُنُبٌ؟ قَالَ نَعَمْ، إِذَا تَوَضَّأَ.

از نافع از عبداللہ وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر نے نبی ﷺ سے دریافت کیا: آیا ہم میں سے کوئی شخص سو سکتا ہے جب وہ جنبی ہو؟ آپ نے فرمایا: ہاں! جب وہ وضوء کر لے۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح' صحیح البخاری: ۲۸۷ میں گزر چکی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا: جنبی کا سونا اور یہاں اس کا عنوان ہے: جنبی وضوء کرے پھر سو جائے۔

۲۹۰- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِينَارٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّهُ قَالَ ذَكَرَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ تُصِيبُهُ الْجَنَابَةُ مِنَ اللَّيْلِ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأْ وَاغْسِلْ ذَكَرَكَ، ثُمَّ نَمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از عبداللہ بن دینار از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عمر بن الخطاب نے رسول اللہ ﷺ سے ذکر کیا کہ وہ رات کو جنبی ہو جاتے ہیں؟ تو ان سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم وضوء کر و اور اپنے آلہ کو دھولو' پھر سو جاؤ۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح' صحیح البخاری: ۲۸۷ میں گزر چکی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا: جنبی کا سونا' اور یہاں اس کا عنوان ہے: جنبی وضوء کرے' پھر سو جائے۔

۲۸- بَابُ إِذَا الْتَقَى الْخِتَانَانِ — جب دو ختنے کی جگہیں مل جائیں

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب مرد کے ختنے کی جگہ عورت کے ختنے کی جگہ سے مل جائے تو پھر کیا حکم ہے؟ یہ اس بناء پر ہے کہ عرب میں عورتوں کے ختنہ کا رواج تھا' مرد کا ختنہ یہ ہے کہ اس کے آلہ کے سر پر جو کھال کا زائد حصہ ہے' اس کو کاٹ دیا جائے' عورت کا ختنہ یہ ہے کہ اس کی فرج کے اوپر کی باریک کھال کو کاٹ دیا جائے' امام جصاص نے ''کتاب آداب القضاء'' میں حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ مرد کے لیے ختنہ سنت ہے اور عورت کے لیے عزت ہے۔

۲۹۱- حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ (ح) وَحَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ أَبِي رَافِعٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا جَلَسَ بَيْنَ شُعَبِهَا الْأَرْبَعِ، ثُمَّ جَهَدَهَا، فَقَدْ وَجَبَ الْغُسْلُ. تَابَعَهُ عَمْرُو بْنُ مَرْزُوقٍ، عَنْ شُعْبَةَ مِثْلَهُ. وَقَالَ مُوسَى حَدَّثَنَا أَبَانُ قَالَ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ قَالَ أَخْبَرَنَا الْحَسَنُ مِثْلَهُ.

(صحیح مسلم: ۳۴۸' الرقم المسلسل: ۷۶۵' شرح السنۃ: ۲۴۱' صحیح ابن حبان: ۱۱۸۲' سنن دار قطنی ج ۱ ص ۱۱۳' سنن بیہقی ج ۱ ص ۱۶۳' مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۷۱۹۸۔ ج ۱۲ ص ۱۲۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں معاذ بن فضالہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی (ح) اور ہمیں ابونعیم نے ہشام سے حدیث بیان کی از قتادہ از الحسن از ابی رافع از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ' انہوں نے فرمایا: جب مرد عورت کی چار شاخوں کے درمیان بیٹھ جائے' پھر اس کو تھکا دے تو بے شک اس پر غسل واجب ہو گیا۔ ہشام کی عمرو بن مرزوق نے متابعت کی ہے از شعبہ' اس حدیث کی مثل میں' اور موسیٰ نے کہا: ہمیں ابان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حسن نے اس حدیث کی مثل خبر دی۔

اس حدیث کے سات رجال ہیں اور ان سب کا تعارف ہو چکا ہے۔

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس حیثیت سے ہے کہ بعض روایات میں "پھر اس کو تھکا دے" کی جگہ مذکور ہے: اور ایک ختنہ کی جگہ دوسری ختنہ کی جگہ سے چپک جائے۔

چار شاخوں کا معنی

اس حدیث میں چار شاخوں کا لفظ ہے' اس سے مراد دو ہاتھ اور دو پیر ہیں' یا دو رانیں اور دو پیر ہیں' یا دو ٹانگیں اور دو ہونٹ ہیں اور اقرب یہ ہے کہ اس سے دو ہاتھ اور دو پیر مراد ہیں۔

نفس دخول بلا انزال سے آیا صرف وضوء واجب ہوتا ہے یا غسل؟

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں: اس حدیث سے یہ مسئلہ مستنبط ہوتا ہے کہ غسل کا واجب ہونا نزول منی پر موقوف نہیں ہے' بلکہ جب مرد کے آلہ کا سر عورت کے اندام نہانی میں غائب ہو جائے تو ان دونوں پر غسل واجب ہو جاتا ہے' خواہ ان دونوں کو انزال نہ ہو' اب اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے' صحابہ کے ابتدائی دور میں اس میں اختلاف تھا کیونکہ ایک جماعت کا یہ مذہب تھا کہ جس نے عورت کے ساتھ جماع کیا اور اس کو انزال نہیں ہوا' اس پر وضوء نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۳۷۶)

شیخ علی بن احمد بن سعید بن حزم اندلسی متوفی ۴۵۶ ھ لکھتے ہیں:

جن صحابہ کا یہ مؤقف تھا کہ اگر انزال نہ ہو تو جماع سے غسل واجب نہیں ہوتا' وہ حضرت عثمان بن عفان' حضرت علی بن ابی طالب' حضرت زبیر بن العوام' حضرت طلحہ بن عبید اللہ' حضرت سعد بن ابی وقاص' حضرت ابن مسعود' حضرت رافع بن خدیج' حضرت ابوسعید الخدری' حضرت ابی بن کعب' حضرت ابوایوب انصاری' حضرت ابن عباس' حضرت النعمان بن بشیر اور حضرت زید بن ثابت اور جمہور انصار ہیں رضی اللہ عنہم' اور فقہاء تابعین میں سے عطاء بن ابی رباح' ابوسلمہ بن عبد الرحمان بن عوف' ہشام بن عروہ اور الاعمش ہیں اور بعض اہل الظاہر (غیر مقلدین) ہیں۔ (المحلی بالآثار ج ۱ ص ۲۴۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ ھ)

وہ احادیث جن سے ثابت ہوتا ہے کہ نفس دخول بلا انزال سے صرف وضوء واجب ہوتا ہے نہ کہ غسل

جن آثار سے ان صحابہ اور فقہاء تابعین نے استدلال کیا' وہ حسب ذیل ہیں:

حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ ایک مرد جماع کرتا ہے اور اس کو انزال نہیں ہوتا' حضرت عثمان نے کہا: وہ اس طرح وضوء کرے' جس طرح نماز کا وضوء کرتا ہے اور اپنے آلہ کو دھولے' حضرت عثمان نے کہا: یہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے' حضرت زید بن خالد نے کہا: پھر میں نے یہ سوال حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت الزبیر بن عوام اور حضرت طلحہ بن عبید اللہ اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہم سے کیا تو انہوں نے بھی یہی حکم دیا' یحییٰ نے کہا: مجھے ابوسلمہ نے خبر دی کہ عروہ بن الزبیر نے ان کو خبر دی کہ انہوں نے اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے۔

(صحیح البخاری: ۲۹۲' صحیح مسلم: ۳۴۷' الرقم المسلسل: ۷۶۵)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: (عورت کو) تھکانے میں صرف وضوء ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۹۰)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس مرد کے متعلق دریافت کیا' جو جماع کرتا ہے' پھر عورت کو تھکا دیتا ہے' آپ نے فرمایا: اس پر جو چیز لگی ہے' اس کو دھولے اور اس طرح وضوء کرے' جس طرح نماز کا وضوء کرتے

ہیں۔(صحیح البخاری:۲۹۲ 'صحیح مسلم:۳۴۷ 'موطأ امام مالک:۷۳۔۷۲ 'مسند احمد ج ۵ ص ۱۱۴)

حضرت ابوسعید رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انصار کے ایک مرد کے پاس سے گزرے آپ نے اس کو بلایا' وہ آپ کے پاس اس حالت میں آیا کہ اس کے سر سے پانی کے قطرے گر رہے تھے' آپ نے فرمایا: شاید ہم نے تم کو جلدی بلا لیا' اس نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: جب تم کو جلدی بلا لیا جائے یا تمہیں انزال نہ ہوا ہو تو تمہارے اوپر (صرف) وضوء لازم ہے۔

(صحیح البخاری:۱۸۰ 'صحیح مسلم:۳۴۵ 'سنن ابن ماجہ:۶۰۶ 'مسند احمد ج ۳ ص ۲۱۔۲۶ 'سنن بیہقی ج ۱ ص ۱۶۵ 'مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۸۹ 'شرح معانی الآثار:۳۰۰)

حضرت ابوسعید رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پانی پانی کے سبب سے ہے یعنی غسل نزول منی کے سبب سے ہے۔(صحیح مسلم:۳۴۳ 'سنن ابوداؤد:۲۱۵ 'سنن ترمذی:۱۱۰ 'سنن نسائی:۱۹۹ 'سنن ابن ماجہ:۶۰۷ 'مسند احمد ج ۵ ص ۴۲۱۔۴۱۶)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انصار کے ایک مرد کو بلانے کے لیے کسی کو بھیجا' اس نے آنے میں دیر کر دی' آپ نے اس سے پوچھا: تمہیں کس چیز نے روک لیا تھا؟ اس نے کہا: میں اپنی بیوی سے عمل زوجیت کر رہا تھا' جب آپ کا پیغام بر آیا تو میں نے صرف غسل کیا اور کوئی کام نہیں کیا۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پانی صرف پانی کے سبب سے ہے (غسل صرف اس پر واجب ہے' جس کو انزال ہوا ہو)۔

(شرح معانی الآثار:۳۰۳ 'سنن ابوداؤد:۲۱۵ 'سنن ترمذی:۱۱۰ 'سنن نسائی:۱۹۹ 'سنن ابن ماجہ:۶۰۷)

جن احادیث میں یہ تصریح ہے کہ نفس دخول سے غسل واجب ہوتا ہے خواہ انزال نہ ہو

دوسرے صحابہ نے اس مسئلہ میں اختلاف کیا' انہوں نے کہا: اس صورت میں غسل ہے' خواہ اس کو انزال نہ ہوا ہو۔

(شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۶۹ 'قدیمی کتب خانہ' کراچی)

حضرت عائشہ رضی اللہ بیان کرتی ہیں کہ مجھ سے اس مرد کے متعلق سوال کیا گیا جو جماع کرے اور اس کو انزال نہ ہو تو میں نے کہا: میں نے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس طرح کیا' پھر ہم دونوں نے غسل کیا۔(سنن ترمذی:۱۰۸ 'سنن ابن ماجہ:۶۰۸ 'مسند احمد ج ۶ ص ۱۳۵۔۱۱۲۔۱۱۰۔۶۸۔۴۷ 'مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۸۵ 'سنن بیہقی ج ۱ ص ۱۶۴)

حضرت عائشہ رضی اللہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب دو ختنوں کی جگہیں مل جائیں تو غسل کرو۔

(صحیح البخاری:۲۹۱ 'صحیح مسلم:۳۴۸ 'سنن ابوداؤد:۲۱۶ 'سنن نسائی:۱۹۱ 'موطأ امام مالک:۷۵۔۷۳۔۷۲۔۷۱ 'مسند احمد ج ۶ ص ۱۳۵۔۱۲۳۔۱۱۲۔۹۷۔۴۷ 'شرح معانی الآثار:۳۰۶)

حضرت عائشہ رضی اللہ بیان کرتی ہیں: ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس مرد کے متعلق سوال کیا' جو اپنی بیوی سے جماع کرے' پھر اس کو تھکا دے' آیا اس پر غسل ہے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ بھی اس وقت بیٹھی ہوئی تھیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک میں اور یہ اس طرح کرتے ہیں' پھر ہم غسل کرتے ہیں۔(صحیح مسلم:۳۵۰)

جن احادیث میں مذکور ہے کہ غسل انزال سے واجب ہوتا ہے' وہ احتلام اور خواب پر محمول ہیں

امام طحاوی فرماتے ہیں: ان احادیث اور آثار سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جو شخص جماع کرے اور اس کو انزال نہ ہو' اس پر بھی غسل کرنا واجب ہے' اور جن احادیث میں ہے کہ پانی پانی سے واجب ہوتا ہے' وہ احتلام پر محمول ہیں یعنی وہ خواب میں دیکھے کہ وہ جماع کر رہا ہے اور اس کو انزال نہ ہو تو اس پر غسل واجب نہیں ہوگا۔

اور جن احادیث میں یہ مذکور ہے کہ جب تک اس کو انزال نہ ہو اس پر غسل واجب نہیں ہے' ان کے خلاف یہ احادیث ہیں:

(شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۷۱' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب مرد عورت کی چار شاخوں کے درمیان بیٹھ جائے' پھر اس کو تھکا دے تو اس پر غسل واجب ہو جاتا ہے۔ (صحیح بخاری: ۲۹۱' صحیح مسلم: ۳۴۸' شرح معانی الآثار: ۱۱' ۳' سنن ابوداؤد: ۲۱۶' سنن نسائی: ۱۹۱' ۳'

سنن ابن ماجہ: ۶۱۰' مسند احمد ج ۲ ص ۵۲۰۔ ۴۷۱۔ ۳۹۳۔ ۳۴۷۔ ۲۳۴' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۸۶۔ ۸۵' شرح السنۃ: ۲۴۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب مرد عورت کی چار شاخوں کے درمیان بیٹھ جائے' پھر ختنہ کی جگہ کو ختنہ کی جگہ کے ساتھ چپکا دے تو تحقیق یہ ہے کہ غسل واجب ہو گیا۔

(شرح معانی الآثار: ۳۱۴' صحیح بخاری: ۲۹۱' صحیح مسلم: ۳۴۸' سنن نسائی: ۱۹۱' ۳' سنن ابن ماجہ: ۶۱۰' جامع المسانید لابن الجوزی: ۷۵۴۱)

غسل انزال سے واجب ہوتا ہے' یہ حکم ابتداء اسلام میں تھا' اب منسوخ ہو چکا ہے' اب دخول بلا انزال سے بھی غسل واجب ہوتا ہے

امام طحاوی فرماتے ہیں: یہ احادیث پہلی احادیث کے خلاف ہیں' اب یہ دیکھنا ہے کہ ان میں سے کون سی احادیث دوسری احادیث کے لیے ناسخ ہیں' سو درج ذیل احادیث میں اس کی وضاحت ہے:

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ یہ حکم کہ پانی' پانی کے سبب سے ہے (غسل نزول منی کے سبب سے ہے) ابتداء اسلام میں تھا' جب اسلام مستحکم ہو گیا تو اس سے منع کر دیا گیا۔ (شرح معانی الآثار: ۳۱۶' سنن ابوداؤد: ۲۱۵۔ ۲۱۴' سنن ترمذی: ۱۱۱۔ ۱۱۰)

حضرت ابی بن کعب انصاری رضی اللہ نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پانی کو پانی کے سبب سے جو کہا تھا' یہ اول اسلام میں رخصت تھی' پھر اس سے منع کر دیا اور غسل کرنے کا حکم دیا۔ (شرح معانی الآثار: ۳۱۷' سنن ابوداؤد: ۲۱۵۔ ۲۱۴' سنن ترمذی: ۱۱۱۔ ۱۱۰)

محمود بن لبید نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ سے سوال کیا: ایک شخص اپنی بیوی سے جماع کرتا ہے' پھر اس کو تھکا دیتا ہے اور انزال نہیں ہوتا؟ حضرت زید نے کہا: وہ غسل کرے گا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۸۸)

سعید بن مسیب بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب' حضرت عثمان بن عفان اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم یہ کہتے تھے: جب ختنہ کی جگہ ختنہ کی جگہ سے مس کرے تو غسل واجب ہو جاتا ہے۔

(صحیح بخاری: ۲۹۱' صحیح مسلم: ۳۴۸' سنن نسائی: ۱۹۱' ۳' سنن ابن ماجہ: ۶۱۰' شرح معانی الآثار: ۳۲۱)

حبیب بن شہاب اپنے والد سے روایت کرتے ہیں: میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ سے سوال کیا کہ غسل کو کیا چیز واجب کرتی ہے؟ انہوں نے کہا: جب آلہ کا سر غائب ہو جائے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۸۶' ادارۃ القرآن' کراچی)

یہ احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں کہ پہلا حکم کہ جب جماع بغیر انزال کے ہو تو اس سے صرف وضوء واجب ہوتا ہے' غسل واجب نہیں ہوتا' منسوخ ہو چکا ہے۔

اس کی مزید وضاحت اس حدیث سے ہوتی ہے:

عبید بن رفاعہ انصاری بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت زید بن ثابت رضی اللہ کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے اور یہ ذکر کر رہے تھے کہ انزال سے غسل واجب ہوتا ہے اور حضرت زید نے کہا: جب تم میں سے کوئی شخص جماع کرے اور انزال نہ ہو تو وہ اپنی شرم گاہ کو دھوئے اور صرف نماز کا وضوء کر لے' پھر مجلس میں سے ایک شخص اٹھ کر گیا اور اس نے حضرت عمر رضی اللہ کو اس کی خبر دی' حضرت عمر نے

کہا: تم خود جاؤ اور حضرت زید کو لے کر آؤ' تاکہ تم ان پر گواہ ہو' وہ شخص حضرت زید کو لے کر آیا اور حضرت عمر کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیگر اصحاب بھی بیٹھے ہوئے تھے' ان میں حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بھی تھے' حضرت عمر نے حضرت زید سے کہا: تم اپنی جان کے دشمن ہو اور لوگوں کو یہ فتویٰ دیتے ہو' حضرت زید نے کہا: اللہ کی قسم! میں نے اپنی طرف سے یہ فتویٰ نہیں دیا' لیکن میں نے اپنے دو چچاؤں سے یہ سنا ہے' حضرت رفاعہ بن رافع اور حضرت ایوب انصاری سے' حضرت عمر نے ان اصحاب سے کہا: اب آپ لوگ کیا کہتے ہیں' پس ان میں اختلاف ہو گیا' حضرت عمر نے کہا: اے اللہ کے بندو! تم بہترین لوگ ہو' اہل بدر ہو' میں تمہارے بعد اور کس سے پوچھوں گا؟ حضرت علی نے کہا: آپ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج کی طرف پیغام بھیجئے' پھر جو حکم بھی ہو گا وہ ظاہر ہو جائے گا' پھر حضرت عمر نے حضرت حفصہ کی طرف پیغام بھیجا' انہوں نے کہا: مجھے اس کا علم نہیں' پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف پیغام بھیجا تو انہوں نے کہا: جب ایک ختنہ کی جگہ دوسرے ختنہ کی جگہ سے تجاوز کرے گی تو غسل واجب ہو جائے گا۔ (جامع المسانید لابن الجوزی: ۷۵۴۱' المسند ج ۶ ص ۴۷' صحیح مسلم: ۳۴۹) اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اب اگر مجھے علم ہوا کہ کسی نے یہ کام کیا ہے' پھر غسل نہیں کیا تو میں اس کو عبرت ناک سزا دوں گا۔ (شرح معانی الآثار: ۳۲۴' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۸۷)

امام ابوجعفر احمد بن الطحاوی الحنفی المتوفی ۳۲۱ ھ لکھتے ہیں:

ہم نے ان آثار کو جو روایت کیا ہے' ان سے ثابت ہوتا ہے کہ صرف دو شرم گاہوں کے ملنے اور دخول سے غسل واجب ہو جاتا ہے' خواہ انزال نہ ہو اور صرف وضوء کرنے کا حکم ان احادیث اور آثار سے منسوخ ہو گیا۔

قیاس سے اس کا ثبوت کہ نفس دخول غسل کا موجب ہے خواہ انزال نہ ہو

اور طریق نظر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ فرج میں جماع کرنا حدث ہے خواہ انزال نہ ہو' اب ایک قوم یہ کہتی ہے کہ یہ اغلظ حدث ہے اور اغلظ طہارت کو واجب کرتا ہے' جو غسل ہے اور دوسری قوم یہ کہتی ہے: یہ اخف حدث ہے اور یہ اخف طہارت کو واجب کرتا ہے' جو وضوء ہے۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ دو شرم گاہوں کا ملنا اور دخول اغلظ اشیاء ہے' حتیٰ کہ ایک آدمی روزے میں یا حج میں دخول کرے' خواہ انزال نہ ہو تو اس سے اس کا روزہ اور حج فاسد ہو جائے گا اور اس پر روزے اور حج کی قضاء لازم ہو گی اور حج کی قضا کرنی لازم ہو گی اور روزے میں قضاء اور کفارہ دونوں لازم ہوں گے' اور اگر اس کو انزال ہو جائے' تب بھی قضاء اور کفارہ ہی لازم ہو گا اور اس سے کچھ زیادہ لازم نہیں ہو گا' اس سے معلوم ہوا کہ انزال سے کچھ فرق نہیں پڑتا' اس لیے صرف شرم گاہوں کا ملنا اور نفس دخول ہی اغلظ حدث ہے' اس لیے اس سے اغلظ طہارت واجب ہو گی اور وہ غسل ہے۔

نظر کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ اگر کوئی انسان کسی اجنبی عورت کی شرم گاہ میں اپنی شرم گاہ کو داخل کرے اور انزال سے پہلے اپنے آلہ کو نکال لے تو اس پر حد واجب ہو گی اور اگر اس کو انزال ہو جائے' پھر بھی حد واجب ہو گی اور اس میں کوئی اضافہ نہیں ہو گا۔ اس سے بھی معلوم ہوا کہ اغلظ حدث صرف نفس دخول ہے' خواہ انزال نہ ہو' اس لیے اغلظ طہارت واجب ہو گی' جو غسل ہے اور یہی امام ابوحنیفہ' امام ابویوسف' امام محمد اور عام فقہاء کا قول ہے۔ (شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۷۷-۷۶' ملخصاً' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

دو شرم گاہوں کے ملنے سے خواہ انزال نہ ہو' وجوب غسل کے حکم میں امام مالک' امام احمد اور شافعی کی تصریح

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

فقہاء کی جماعت کا یہ مذہب ہے کہ جب دو شرم گاہیں مل جائیں تو غسل واجب ہو جاتا ہے' خواہ انزال نہ ہو' جیسا کہ صحیح البخاری: ۲۹۱ میں' اس کی تصریح ہے اور داؤد ظاہری کے سوا فقہاء تابعین اور ان کے بعد کے فقہاء کا بھی یہی مذہب ہے۔

(شرح ابن بطال ج ا ص ۴۰۹)

علامہ احمد بن محمد قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ ھ اور علامہ عبد الرحمان بن محمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۸۲ ھ لکھتے ہیں:

جب آلہ کا سر عورت کے اندام نہانی میں غائب ہو جائے' خواہ انزال نہ ہو تو اس سے غسل بالاتفاق واجب ہو جاتا ہے' اس میں صرف داؤد ظاہری نے اختلاف کیا ہے' اس نے کہا: اس سے صرف وضوء واجب ہوتا ہے۔ (المغنی ج ا ص ۲۶۶' دار الحدیث' قاہرہ' ۱۴۲۵ھ)

علامہ ابو الحسن علی بن محمد ماوردی شافعی متوفی ۴۵۰ ھ لکھتے ہیں:

داؤد بن علی ظاہری (غیر مقلدین کے امام) نے کہا ہے کہ اگر دو شرم گاہیں مل جائیں اور انزال نہ ہو تو اس سے غسل واجب نہیں ہوتا اور امام شافعی نے کہا ہے کہ اس سے غسل واجب ہو جاتا ہے' ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب دو ختنے کی جگہیں مل جائیں تو غسل واجب ہو جاتا ہے۔ (صحیح البخاری: ۲۹۱)

(الحاوی الکبیر ج ا ص ۲۵۶۔ ۲۵۵ ملخصاً' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۴ھ)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۶۹۳۔ ج ا ص ۱۰۴۳ پر مذکور ہے' اس کی شرح کا عنوان ہے: غسل جنابت کا سبب۔

۲۹- بَابُ غَسْلِ مَا يُصِيبُ مِنْ رُطُوبَةِ فَرْجِ الْمَرْأَةِ
جسم پر جو رطوبتِ فرج لگ جائے' اس کا دھونا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جماع کرنے سے جسم پر جو عورت کی فرج کی رطوبت لگ جائے' اس کے دھونے کا کیا حکم ہے؟ اس سے پہلے باب میں دو شرم گاہوں کے ملنے کا حکم بیان کیا تھا اور اس باب میں اس ملاپ سے جو فرج کی رطوبت جسم پر لگ جاتی ہے' اس کا حکم بیان کیا ہے' یہ ان دونوں بابوں میں مناسبت ہے۔

۲۹۲- حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ' عَنِ الْحُسَيْنِ' قَالَ يَحْيٰى وَاَخْبَرَنِيْ اَبُوْ سَلَمَةَ اَنَّ عَطَاءَ بْنَ يَسَارٍ اَخْبَرَهٗ اَنَّ زَيْدَ بْنَ خَالِدِ الْجُهَنِيَّ اَخْبَرَهٗ اَنَّهٗ سَاَلَ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ فَقَالَ اَرَاَيْتَ اِذَا جَامَعَ الرَّجُلُ امْرَاَتَهٗ فَلَمْ يُمْنِ؟ قَالَ عُثْمَانُ يَتَوَضَّاُ كَمَا يَتَوَضَّاُ لِلصَّلٰوةِ' وَيَغْسِلُ ذَكَرَهٗ. قَالَ عُثْمَانُ سَمِعْتُهٗ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' فَسَاَلْتُ عَنْ ذٰلِكَ عَلِيَّ بْنَ اَبِيْ طَالِبٍ' وَالزُّبَيْرَ بْنَ الْعَوَّامِ' وَطَلْحَةَ بْنَ عُبَيْدِ اللّٰهِ' وَاُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ' رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ' فَاَمَرُوْهُ بِذٰلِكَ' قَالَ يَحْيٰى وَاَخْبَرَنِيْ اَبُوْ سَلَمَةَ اَنَّ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ اَخْبَرَهٗ اَنَّ اَبَا اَيُّوْبَ اَخْبَرَهٗ اَنَّهٗ سَمِعَ ذٰلِكَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

(جامع المسانید لابن الجوزی' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ' مسند احمد ج ا ص ۹۹۴' صحیح مسلم: ۳۴۷)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو معمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوارث نے حدیث بیان کی از الحسین' یحییٰ نے کہا: اور مجھے ابو سلمہ نے خبر دی کہ ان کو عطاء بن یسار نے خبر دی کہ حضرت زید بن خالد جہنی نے ان کو خبر دی کہ انہوں نے حضرت عثمان بن عفان سے سوال کیا کہ یہ بتائیں کہ جب مرد اپنی عورت کے ساتھ جماع کرے اور اس کی منی نہ نکلے تو حضرت عثمان نے کہا: وہ اس طرح وضوء کرے' جس طرح نماز کے لیے وضوء کرتا ہے اور اپنے آلہ کو دھو لے' حضرت عثمان نے کہا: میں نے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے' میں نے اس کا حضرت علی بن ابی طالب' حضرت الزبیر بن العوام' حضرت طلحہ بن عبید اللہ اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہم سے سوال کیا تو ان سب نے یہی حکم دیا اور یحییٰ نے کہا: اور مجھے ابو سلمہ نے خبر دی کہ عروہ بن الزبیر نے ان کو خبر دی کہ حضرت ابو ایوب نے ان کو خبر دی کہ انہوں نے اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے۔

یہ حدیث صحیح البخاری: ۱۷۹ میں گزر چکی ہے اس کی مزید تخریج اور شرح وہاں ملاحظہ فرمائیں' وہاں اس کا عنوان تھا: جس کے نزدیک صرف آگے اور پیچھے کے راستے سے کسی چیز کے نکلنے سے وضوء ٹوٹتا ہے' اور یہاں اس کا عنوان ہے: جسم پر لگی ہوئی رطوبت فرج کو دھونے کا حکم' اس کی وضاحت اس باب کی دوسری حدیث کی تشریح میں آئے گی۔

۲۹۳- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى' عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَبِيْ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَبُوْ اَيُّوْبَ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ اَنَّهٗ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ' اِذَا جَامَعَ الرَّجُلُ الْمَرْاَةَ فَلَمْ يُنْزِلْ؟ قَالَ يَغْسِلُ مَا مَسَّ الْمَرْاَةَ مِنْهُ' ثُمَّ يَتَوَضَّاُ وَيُصَلِّيْ. قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ اَلْغُسْلُ اَحْوَطُ' وَذَاكَ الْاٰخِرُ' وَاِنَّمَا بَيَّنَّا لِاخْتِلَافِهِمْ. (صحیح ابن حبان: ۱۱۶۹' سنن بیہقی: ج ۱ ص ۱۶۴' جامع المسانید لابن الجوزی: ۶' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از ہشام بن عروہ' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے ابوایوب نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ نے خبر دی' وہ بیان کرتے ہیں: میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! جب کوئی مرد اپنی بیوی سے جماع کرے' پس اس کو انزال نہ ہو' آپ نے فرمایا: عورت کے ساتھ جماع کرنے سے جو رطوبت اس کے جسم پر لگی ہو' اس کو دھولے' پھر وضوء کرے اور نماز پڑھے۔ امام ابوعبداللہ نے کہا: غسل کرنے میں زیادہ احتیاط ہے اور یہی آخری حکم ہے' ہم نے اس کو صرف ان کے اختلاف کی وجہ سے بیان کیا ہے۔

کتاب الغسل میں امام بخاری کی عبارت پر بحث ونظر

امام بخاری نے فرمایا: یہی آخری حکم ہے یعنی یہ حکم غیر منسوخ ہے اور شارع علیہ السلام نے پہلے وضوء کرنے کا اور بعد میں غسل کرنے کا حکم دیا ہے' ان دو حکموں میں یہ آخری حکم ہے' امام بخاری نے جو کہا ہے' اس میں زیادہ احتیاط ہے' اس سے معلوم ہوا کہ امام بخاری کے نزدیک غسل کرنا مستحب ہے' اس وجہ سے علامہ ابن العربی نے امام بخاری پر رد کیا ہے کہ جمہور فقہاء نے اس صورت میں غسل کو واجب کہا ہے ماسوا داؤد ظاہری کے اور جمہور کے مقابلہ میں اس کے خلاف کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

علامہ ابن العربی کے امام بخاری پر دو اعتراض کہ امام بخاری نے اس صورت میں غسل کو مستحب کہا ہے' حالانکہ یہ غسل واجب ہے اور انہوں نے ضعیف السند حدیث کو اپنی صحیح میں داخل کیا

علامہ ابوبکر محمد بن عبداللہ ابن العربی المالکی لکھتے ہیں:

اس مسئلہ میں مشکل چیز امام بخاری کا اختلاف ہے' انہوں نے کہا ہے: یہ غسل مستحب ہے' حالانکہ وہ ائمہ دین میں سے ہیں اور اس مسئلہ میں کوئی خفا نہیں ہے کیونکہ صحابہ نے اس مسئلہ میں اختلاف کیا تھا' پھر رجوع کر لیا اور وہ اس پر متفق ہو گئے کہ دو شرم گاہوں کے ملنے سے غسل واجب ہو جاتا ہے خواہ انزال نہ ہو اور حضرت عثمان اور حضرت ابی بن کعب نے اس مسئلہ میں رجوع کر لیا تھا اور انہوں نے اس مسئلہ میں حضرت عائشہ سے رجوع کیا اور حضرت عائشہ رضی اللہ نے بتایا کہ اس صورت میں غسل واجب ہوتا ہے۔ امام بخاری پر تعجب ہے کہ انہوں نے حضرت عائشہ کی حدیث کو اثبات غسل میں اور حضرت عثمان کی اور حضرت ابی بن کعب کی حدیث کو نفی غسل میں برابر قرار دیا ہے' حالانکہ حضرت عثمان کی حدیث ضعیف ہے' کیونکہ اس کا مرجع الحسین بن ذکوان المعلم کی طرف ہے' جو یحییٰ بن ابی کثیر از ابی سلمہ از عطاء بن یسار از زید بن الحسین سے روایت کرتا ہے اور اس کا یحییٰ سے سماع نہیں ہے' اس نے اس سے صرف

نقل کیا ہے اور امام بخاری نے اس کو قطعی صیغہ کے ساتھ داخل کیا ہے' اس حدیث میں یہ علت قادحہ ہے اور حسین کی یحییٰ سے روایت میں مخالفت کی گئی ہے کیونکہ الحسین کے غیر نے اس حدیث کی حضرت عثمان سے موقوفاً روایت کی ہے اور اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا ذکر نہیں ہے اور یہ اس حدیث میں دوسری علت قادحہ ہے اور اس حدیث میں ابوسلمہ کی بھی مخالفت کی گئی ہے' کیونکہ انہوں نے اس حدیث کی از زید بن اسلم از عطاء بن یسار از زید بن خالد روایت کی ہے کہ انہوں نے پانچ یا چار اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تو انہوں نے اس صورت میں وضوء کا حکم دیا اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا ذکر نہیں کیا اور یہ اس حدیث میں تیسری علت قادحہ ہے' اس حدیث میں یہ تین علل قادحہ ہیں' ان میں سے اگر ایک علت قادحہ بھی ہو تو امام بخاری اس حدیث کو اپنی صحیح میں داخل نہیں کرتے تو جس حدیث میں یہ تین علل قادحہ ہیں' اس کو امام بخاری نے کیسے اپنی صحیح میں داخل کر لیا۔

اور حضرت ابی بن کعب کی حدیث کو داخل کرنا بھی ضعیف ہے کیونکہ' اس مسئلہ میں ان کا رجوع ثابت ہے۔

امام بخاری نے جو کہا ہے کہ غسل میں زیادہ احتیاط ہے' اس کی تاویل ہو سکتی ہے' کیونکہ جب دو حدیثوں میں تعارض ہو تو اس حدیث پر عمل کیا جائے' جس کی وجہ سے دین میں احتیاط ہو' سو وجوب غسل کے حکم میں احتیاط ہے اور امام بخاری ایسے امام کی طرف سے ایسی ہی تاویل لائق ہے۔ (عارضۃ الاحوذی ج ۱ ص ۱۴۰۔۱۳۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

حافظ ابن حجر کی طرف سے امام بخاری پر پہلے اعتراض کا جواب

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ' امام بخاری کی طرف سے جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

علامہ ابن العربی نے جو امام بخاری کی طرف سے تاویل کی ہے' اس کے متعلق میں کہتا ہوں کہ امام بخاری کے تصرف سے یہی ظاہر ہے' کیونکہ انہوں نے اس باب کا یہ عنوان قائم نہیں کیا کہ غسل کو ترک کرنا جائز ہے' انہوں نے اس باب کی حدیث سے رطوبت فرج کے دھونے پر استدلال کیا ہے' جو ایک اور مسئلہ ہے' ہاں! علامہ ابن العربی نے جو یہ کہا ہے کہ التقاء ختنین کی صورت میں غسل کے وجوب پر صحابہ کا اتفاق ہو گیا تھا' اس پر اعتراض ہے کیونکہ اس مسئلہ میں صحابہ کا اختلاف مشہور ہے اور تابعین کا بھی اس مسئلہ میں اختلاف رہا ہے' امام شافعی کی عبارت سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ جس حدیث میں ہے: "پانی' پانی سے واجب ہوتا ہے' وہ ثابت ہے لیکن وہ منسوخ ہے' اس میں بعض تابعین کا اختلاف ہے' جمہور نے یہ کہا ہے کہ اس صورت میں غسل واجب ہے اور یہی صحیح ہے۔

(فتح الباری ج ۱ ص ۸۱۳' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حافظ ابن حجر کے جواب پر علامہ عینی کی جرح

علامہ بدر الدین حافظ محمود بن احمد عینی نے حافظ ابن حجر کے جواب پر جرح کی ہے' وہ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے جو اس حدیث کا عنوان قائم کیا ہے' اس سے یہی مفہوم ہوتا ہے کہ دو شرم گاہوں کے صرف ملنے کی صورت میں غسل کو ترک کرنا جائز ہے' کیونکہ اس باب کے عنوان میں انہوں نے صرف رطوبت فرج کے دھونے پر اقتصار کیا ہے کہ اس کو دھونا واجب ہے اور غسل غیر واجب ہے لیکن وہ احتیاط کی وجہ سے مستحب ہے اور اس قائل نے جو یہ کہا ہے کہ صحابہ کا اس مسئلہ میں اختلاف مشہور ہے' یہ بھی مردود ہے کیونکہ امام بخاری نے (اور اسی طرح امام ابن ابی شیبہ نے) ثابت کیا ہے کہ حضرت عمر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے سامنے اس مسئلہ کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آدمی بھیج کر معلوم کرایا تو حضرت عائشہ نے یہ حدیث سنائی کہ جب ایک ختنہ کی جگہ دوسری ختنہ کی جگہ سے تجاوز کر جائے تو غسل واجب ہو جاتا ہے' اس موقع پر حضرت عمر نے کہا: اب اگر میں نے کسی سے یہ سنا کہ غسل صرف انزال سے واجب ہوتا ہے تو میں اس کو عبرت ناک سزا دوں گا' یہ واقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب

کے سامنے ہوا اور کسی نے اس پر اعتراض یا انکار نہیں کیا۔ (شرح معانی الآثار: ۳۲۴' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۸۷) پس اس مسئلہ میں صحابہ کا اتفاق ثابت ہو گیا اور علامہ ابن العربی کا یہ لکھنا صحیح ہے کہ صحابہ کا پہلے اس میں اختلاف تھا' پھر انہوں نے رجوع کر لیا اور وہ سب اس پر متفق ہو گئے کہ اس صورت میں غسل واجب ہوتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۳۷۶-۳۷۵ ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر کا علامہ ابن العربی کے دوسرے اعتراض کے جواب سے گریز

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن العربی کا امام بخاری پر اصل اعتراض یہ نہیں ہے کہ ان کی عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس صورت میں غسل مستحب ہے' حالانکہ اس صورت میں غسل واجب ہے' کیونکہ انہوں نے خود امام بخاری کی طرف سے تاویل کر دی' جس کو حافظ ابن حجر نے بھی قبول کر لیا ہے' علامہ ابن العربی کا امام بخاری پر اصل اعتراض یہ ہے کہ امام بخاری نے اپنی صحیح میں جو حدیث: ۲۹۲ درج کی ہے' جس میں الحسین کی حضرت عثمان سے روایت ہے' اس میں تین علل قادحہ ہیں' جب کہ ایک علت قادحہ بھی ہو تو وہ حدیث ضعیف السند ہوتی ہے اور اس کو امام بخاری اپنی صحیح میں درج نہیں کرتے' پھر اس حدیث کو انہوں نے اپنی صحیح میں کیسے درج کر دیا؟ حافظ ابن حجر امام بخاری کے بہت بڑے حامی اور زبردست وکیل ہیں' ان کو چاہیے تھا کہ وہ یا تو علامہ ابن العربی کے اس اعتراض کا جواب دیتے یا پھر انصاف کے تقاضے سے تسلیم کر لیتے کہ یہ حدیث ضعیف السند ہے اور اس کو امام بخاری کا اپنی صحیح میں داخل کرنا صحیح نہیں ہے' لیکن حیرت ہے کہ حافظ ابن حجر نے علامہ ابن العربی کے اس اعتراض کا ذکر تک نہیں کیا اور بلاوجہ اس بحث میں الجھ گئے کہ علامہ ابن العربی نے کہا ہے کہ صحابہ کا اس مسئلہ میں اتفاق ہو گیا تھا' حالانکہ ان کا اختلاف مشہور ہے اور حافظ ابن حجر کا یہ جواب بھی مردود ہے' جیسا کہ علامہ عینی نے امام طحاوی کے حوالے سے ثابت کر دیا ہے۔

رطوبت فرج کی طہارت یا نجاست کے متعلق فقہاء شافعیہ کے دو قول

علامہ ابو اسحاق ابراہیم بن علی شیرازی شافعی متوفی ۴۵۵ھ لکھتے ہیں:

رہی عورت کی فرج کی رطوبت تو منصوص یہ ہے کہ وہ نجس ہے کیونکہ یہ وہ رطوبت ہے جو محل نجاست میں پیدا ہوتی ہے' لہٰذا یہ نجس ہے اور ہمارے بعض اصحاب نے یہ کہا ہے کہ یہ طاہر ہے' جیسے بدن کی دیگر رطوبات پاک ہیں۔

(المہذب ج ۱ ص ۴۸' دار الفکر' بیروت)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ اس عبارت کی شرح میں لکھتے ہیں:

رطوبت فرج وہ سفید پانی ہے' جو مذی اور پسینہ کے درمیان متردد ہے' اسی وجہ سے اس میں اختلاف ہے' علامہ شیرازی نے اس کتاب میں اور "التنبیہ" میں اس کو ترجیح دی ہے کہ یہ نجس ہے اور علامہ البندنیجی نے بھی اس کو نجس کہا ہے اور علامہ بغوی اور علامہ رافعی نے یہ کہا ہے کہ زیادہ صحیح یہ ہے کہ یہ طاہر ہے' علامہ ماوردی نے بھی اس کو طاہر کہا ہے اور امام شافعی نے اپنی بعض کتابوں میں اس کی طہارت کی تصریح کی ہے اور ابن سریج نے امام شافعی سے اس کی نجاست کو نقل کیا ہے' خلاصہ یہ ہے کہ اس مسئلہ میں دو قول امام شافعی سے منصوص ہیں اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ یہ طاہر ہے۔

رطوبت فرج کی نجاست پر حضرت زید بن خالد کی حدیث سے استدلال کیا جاتا ہے' انہوں نے حضرت عثمان بن عفان سے سوال کیا: یہ بتائیے کہ ایک آدمی اپنی بیوی سے جماع کرے اور منی نہ نکلے' حضرت عثمان نے کہا: وہ نماز کا وضوء کرے اور اپنے آلہ کو دھولے' حضرت عثمان نے کہا: میں نے اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے۔ (صحیح البخاری: ۲۹۲-۱۷۹' صحیح مسلم: ۳۴۷) اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! جب ایک آدمی عورت سے جماع کرے اور اس کو انزال نہ ہو؟ آپ نے

فرمایا: اس عورت کی جو رطوبت اس کے جسم پر لگی ہے اس کو دھولے پھر وضوء کرے اور نماز پڑھے۔ (صحیح البخاری: ۲۹۳' صحیح مسلم: ۳۴۶)
یہ دونوں حدیثیں صرف وضوء سے نماز کے جواز کے حق میں منسوخ ہیں اور مرد کے آلہ کو دھونے اور اس پر جو عورت کی رطوبت لگی ہے اس کے دھونے کے حق میں ثابت ہیں اور منسوخ نہیں ہیں اور اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ عورت کی فرج کی رطوبت نجس ہے اور دوسرا قائل اس کو استحباب پر محمول کرے گا' لیکن جمہور فقہاء کے نزدیک مطلق امر وجوب کے لیے ہے۔
(المجموع شرح المہذب ج ۳ ص ۶۱۳۔ ۶۱۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۳ھ)

رطوبت فرج کی طہارت اور نجاست کے متعلق مذہب احناف

علامہ نووی شافعی نے اس حدیث سے مطلقاً رطوبت فرج کو نجس قرار دیا ہے' لیکن یہ استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ اس حدیث میں اس رطوبت کو دھونے کا حکم دیا ہے' جو جماع کے وقت عورت کی فرج داخل سے نکلتی ہے' وہ بلاشبہ نجس ہے کیونکہ اس سے مذی یا منی مختلط ہوتی ہے اور ہم صحیح البخاری: ۱۷۹ کی شرح میں علامہ شامی حنفی کے حوالے سے لکھ چکے ہیں کہ جو رطوبت فرج خارج سے نکلتی ہے' وہ طاہر ہے' وہ جسم کی دیگر رطوبات لعابِ دہن اور پسینہ کی طرح ہے اور جو رطوبت جماع کے وقت فرج داخل سے نکلتی ہے' وہ نجس ہے۔
(رد المحتار ج ۱ ص ۲۷۴۔ ۲۷۳' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

علامہ ابراہیم حلبی حنفی متوفی ۹۵۶ھ لکھتے ہیں:
عورت پر غسل کے وجوب کی شرط یہ ہے کہ اس کی منی فرج داخل سے فرج خارج کی طرف نکلے' حتیٰ کہ اس کی منی اپنے مقام سے نکلے اور فرج داخل سے فرج خارج کی طرف نہ نکلے تو اس پر غسل واجب نہیں ہوگا' اس مسئلہ کو تاتارخانیہ نے ''ظاہر الروایۃ'' کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ (غنیۃ المستملی ص ۴۶' سہیل اکیڈمی لاہور' ۱۴۱۲ھ)
ہماری اس تحقیق سے ظاہر ہو گیا کہ فقہاء شافعیہ میں سے بعض کا مطلقاً رطوبت فرج کو طاہر قرار دینا اور بعض کا اس کو مطلقاً نجس قرار دینا محض عبث ہے اور بلا دلیل ہے اور صحیح یہ ہے کہ فرج خارج سے جو رطوبت نکلتی ہے' وہ طاہر ہے اور جماع کے وقت فرج داخل سے جو رطوبت نکلتی ہے' وہ نجس ہے کیونکہ وہ منی یا مذی کے ساتھ مختلط ہوتی ہے اور وہ نجس ہیں' اس لیے یہ رطوبت بھی نجس ہو جائے گی۔

''کتاب الغسل'' کا اختتام

الحمد للہ رب العلمین! آج ۱۹ جمادی الثانی ۱۴۲۷ھ/ ۱۶ جولائی ۲۰۰۶ء کو ''کتاب الغسل'' ختم ہو گئی' الٰہ العلمین! جس طرح آپ نے صحیح بخاری کی اس ''کتاب الغسل'' کی شرح کو مکمل کرنے کی توفیق دی ہے' اس کی باقی کتب کی تکمیل کی بھی توفیق عطا فرمائیں' میری' میرے والدین کی' میرے اساتذہ' میرے احباب اور میرے تلامذہ کی' اس کتاب کے ناشر' کمپوزر' مصحح اور بائنڈر کی' تمام قارئین اور تمام مسلمین کی مغفرت فرما دیں' ہمیں دنیا اور آخرت میں عزت اور وجاہت عطا فرمائیں اور دنیا اور آخرت کے عذاب سے محفوظ اور مامون رکھیں' دنیا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت اور آخرت میں آپ کی شفاعت سے بہرہ مند فرمائیں۔
و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین و الصلوۃ و السلام علی سیدنا محمد خاتم النبیین قائد المرسلین شفیع المذنبین و علی آلہ و اصحابہ و ازواجہ و ذریتہ و امتہ اجمعین.

نحمدہ ونصلی ونسلم علٰی رسولہ الکریم

٦ - كِتَابُ الْحَيْضِ
حیض کا بیان

اس کتاب میں حیض کے احکام بیان کیے گئے ہیں' جب امام بخاری طہارت کے احکام سے فارغ ہو گئے تو اب انہوں نے انجاس کے احکام کے بیان کو شروع کیا اور حیض کو نفاس پر مقدم کیا کیونکہ نفاس کی بہ نسبت حیض کا وقوع زیادہ ہوتا ہے۔

حیض کا لغوی اور اصطلاحی معنی

لغت میں حیض کا معنی سیلان اور بہنا ہے اور شرع میں اس کا معنی وہ خون ہے' جو کسی صحت مند عورت کے رحم سے نکلتا ہے' الازہری نے کہا: حیض وہ خون ہے' جو عورت کے بالغ ہونے کے بعد رحم کے گڑھے سے نکلتا ہے' حیض کی مدت کم از کم تین دن اور زیادہ سے زیادہ دس دن ہے یا جو کسی عورت کی عادت معینہ ہو اور استحاضہ وہ خون ہے' جو تین دن سے کم آئے یا دس دن سے زیادہ آئے۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۳۷۷)

امام بخاری فرماتے ہیں:

وَقَوْلُ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ قُلْ هُوَ اَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِي الْمَحِيْضِ' اِلٰى قَوْلِهٖ. وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ﴾. (البقرہ:۲۲۲)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''اور آپ سے (لوگ) حیض کے متعلق سوال کرتے ہیں: آپ کہیے: وہ نجاست ہے' سو تم ایام حیض میں عورتوں سے مجتنب رہو (یہاں تک) اور اللہ پاکیزگی اختیار کرنے والوں سے محبت فرماتا ہےO'' (البقرہ:۲۲۲)

حیض کے متعلق قرآن مجید کی آیت کی تفسیر

اس آیت کے نزول کا سبب یہ ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہود کے ہاں کسی عورت کو حیض آ جاتا تو وہ اس عورت کو اپنے گھر سے نکال دیتے' وہ اس کے ساتھ کھاتے تھے' نہ پیتے تھے' نہ مجامعت کرتے تھے' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کے متعلق سوال کیا گیا تو اللہ تعالیٰ نے البقرہ:۲۲۲ نازل فرمادی' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ان سے گھروں میں مل جل کر رہو' اور جماع کے علاوہ ان کے ساتھ تمام کام کرو۔ تب یہود نے کہا: یہ شخص ہر بات میں ہماری مخالفت کرتا ہے' پھر اسید بن حضیر اور عباد بن بشر' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور کہنے لگے: یارسول اللہ! یہود اس اس طرح کہتے ہیں تو کیا ہم ایام حیض میں عورتوں سے جماع نہ کرلیا کریں! تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ متغیر ہو گیا اور ہم نے گمان کیا کہ آپ ان پر ناراض ہو گئے ہیں' پس وہ دونوں (مجلس سے) چلے گئے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس دودھ کا ہدیہ آیا' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو بلایا اور دودھ پلایا' تب ہم نے گمان کیا کہ آپ ان سے ناراض نہیں ہوئے۔ (صحیح مسلم:

۳۰۲'الرقم المسلسل: ٦٨٠'سنن ابوداؤد: ۲۵۸'سنن ترمذی: ۲۹۷۷'سنن نسائی: ۲۸۷'سنن ابن ماجہ: ٦٤٤'مسند احمد ج ٦ص ۱۳۲)

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ ''اَذًی'' کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''اَذًی'' اس گھناؤنی چیز کو کہتے ہیں: جس سے ایذاء پہنچے اور اس آیت میں حیض کو ''اَذًی'' اس لیے فرمایا گیا ہے کہ اس میں سخت بدبو ہوتی ہے' اس میں نجاست ہوتی ہے اور اس سے گھن آتی ہے' پس ''اَذًی'' کا لفظ کئی معانی کا جامع ہے اور بعض علماء نے کہا ہے کہ ''اَذًی'' کا معنی نجس ہے۔ (دراصل ''اَذًی'' کا معنی ایذاء اور تکلیف ہے اور چونکہ نجاست سے بھی تکلیف ہوتی ہے' اس لیے نجاست کو ''اَذًی'' کہتے ہیں۔) (جامع البیان ج ۲ص ۴۵۷' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

اس آیت سے مراد یہ ہے کہ حیض نجاست ہے' پس ایام حیض میں مرد کو عورت کے ساتھ جماع کرنے سے اجتناب کرنا لازم ہے۔

۱ - بَابٌ كَيْفَ كَانَ بَدْءُ الْحَيْضِ' وَقَوْلُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا شَيْءٌ كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلٰى بَنَاتِ اٰدَمَ

حیض کی ابتداء کس طرح ہوئی' اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد: یہ وہ چیز ہے جس کو اللہ نے آدم کی بیٹیوں پر لکھ دیا ہے

اس تعلیق کو امام بخاری خود عنقریب سند متصل کے ساتھ بیان کریں گے۔ (حدیث: ۲۹۴ میں)

وَقَالَ بَعْضُهُمْ كَانَ اَوَّلُ مَا اُرْسِلَ الْحَيْضُ عَلٰى بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ.

اور بعض نے کہا: سب سے پہلے حیض بنی اسرائیل پر بھیجا گیا تھا۔

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل حدیث ہے:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں مرد اور عورتیں اکٹھے نماز پڑھتے تھے' پس عورت کا کوئی دوست ہوتا تھا' وہ اپنے دوست کے لیے عمدہ لباس پہن کر لمبی نماز پڑھتی تھی' پھر ان عورتوں کے اوپر حیض ڈال دیا گیا' تو حضرت ابن مسعود کہتے تھے' ان کو اس طرح مؤخر کرو' جس طرح اللہ نے ان کو مؤخر کیا ہے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۵۱۲۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ وَحَدِيْثُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَكْثَرُ.

امام ابوعبداللہ بخاری کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث اکثر ہے۔

یعنی آپ کی حدیث صحابہ رضی اللہ عنہم کے اقوال کی بہ نسبت زیادہ قوی اور زیادہ قبول کی جانے والی ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس کا معنی یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث تمام بنات آدم کو شامل ہے' لہٰذا وہ اسرائیلیات کو اور ان سے پہلے کی عورتوں کو بھی شامل ہے' علامہ داؤدی نے کہا: حدیث میں اور حضرت ابن مسعود کے قول میں کوئی منافات نہیں ہے' کیونکہ بنی اسرائیل کی عورتیں بھی بنات آدم سے ہیں' حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ ان میں تطبیق اس طرح دی جاسکتی ہے کہ بنی اسرائیل کی عورتوں میں بہت عرصہ تک حیض رہا اور یہ ان کی سزا تھی نہ کہ حیض کی ابتداء ان سے ہوئی اور حاکم اور ابن منذر نے حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے کہ جب حضرت حواء کو جنت سے زمین پر اتار دیا گیا تو ان سے حیض کی ابتداء ہوئی اور جب اس طرح ہے تو حضرت آدم کی بیٹیاں حضرت حواء کی بھی بیٹیاں ہیں۔ (فتح الباری ج ۱ص ۸۱۵' دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۲٦ھ)

۰۰۰- بَابُ الْاَمْرِ بِالنُّفَسَاءِ اِذَا نُفِسْنَ

نفاس والی عورتوں کو جب نفاس آئے تو انہیں حکم دینا

٢٩٤- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْمَدِيْنِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ الْقَاسِمِ قَالَ سَمِعْتُ الْقَاسِمَ يَقُوْلُ سَمِعْتُ عَائِشَةَ تَقُوْلُ خَرَجْنَا لَا نَرٰى اِلَّا الْحَجَّ ' فَلَمَّا كُنَّا بِسَرِفَ حِضْتُ ' فَدَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا اَبْكِيْ ' قَالَ مَا لَكِ اَنُفِسْتِ؟ . قُلْتُ نَعَمْ ' قَالَ اِنَّ هٰذَا اَمْرٌ كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلٰى بَنَاتِ اٰدَمَ ' فَاقْضِيْ مَا يَقْضِي الْحَاجُّ ' غَيْرَ اَنْ لَّا تَطُوْفِيْ بِالْبَيْتِ. قَالَتْ وَضَحّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ نِّسَائِهٖ بِالْبَقَرِ.

[اطراف الحدیث: ٣٠٥-٣١٦-٣١٧-٣١٩-٣٢٨-١٥١٦-١٥١٨-١٥٥٦-١٥٦٠-١٥٦١-١٥٦٢-١٦٣٨-١٦٥٠-١٧٠٩-١٧٢٠-١٧٣٣-١٧٥٧-١٧٦٢-١٧٧١-١٧٧٢-١٧٨٦-١٧٨٧-٤٣٩٥-٤٤٠١-٥٥٤٨-٦١٥٧]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ المدینی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے عبد الرحمان بن القاسم سے سنا' انہوں نے کہا: میں نے قاسم کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا: ہم گھر سے نکلے اور ہم صرف حج کا ارادہ کر رہے تھے' جب ہم مقام سرف پر پہنچے تو مجھے حیض آ گیا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس آئے' اس وقت میں رو رہی تھی' آپ نے پوچھا: تمہیں کیا ہوا؟ کیا تمہیں حیض آ گیا! میں نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: یہ وہ چیز ہے' جس کو اللہ نے آدم کی بیٹیوں پر لکھ دیا ہے' پس تم وہ افعال کرو جو حج کرنے والے کرتے ہیں' سوا اس کے کہ تم بیت اللہ کا طواف نہ کرنا' حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ازواج کی طرف سے گائے کی قربانی کی۔

(صحیح مسلم: ١٢١١' الرقم المسلسل: ٢٨٧٠' سنن ابوداؤد: ١٧٨٠-١٧٧٩' سنن نسائی: ٢٧١' سنن ابن ماجہ: ٢٩٦٥' سنن بیہقی ج ۵ ص ۲' شرح السنۃ: ١٨٧٤' مسند الحمیدی: ٢٠٥' مسند احمد ج ٦ ص ٢٧٣ طبع قدیم' مسند احمد: ٢٤٠٧٦- ج ٤٠ ص ١٠٨' موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

عنوانِ باب کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس جملہ میں ہے: بے شک یہ وہ چیز ہے' جس کو اللہ نے آدم کی بیٹیوں پر لکھ دیا ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(١) علی بن عبد اللہ المدینی' ابن الاثیر نے کہا: یہ مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف منسوب ہیں اور یہ خلاف قیاس ہے' قیاس مدنی ہے' الجوہری نے کہا: مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف نسبت کرتے ہوئے مدنی کہا جائے گا اور مدینۃ المنصور کی طرف نسبت کرتے ہوئے مدینی کہا جائے گا (٢) سفیان بن عیینہ (٣) عبد الرحمان بن القاسم (٤) قاسم بن محمد بن ابی ابکر الصدیق رضی اللہ عنہ (٥) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا۔ (عمدۃ القاری ج ٣ ص ٣٨٠)

حائض' نفساء اور جنبی کے طواف کے احکام

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب احرام باندھنے کے بعد عورت کو حیض آ جائے تو اس کو چاہیے کہ وہ تمام افعال حج ادا کرے لیکن وہ بیت اللہ کا طواف نہ کرے' اور اگر اس نے حالت حیض میں بیت اللہ کا طواف کر لیا تو حیض سے پاک ہونے کے بعد اس کو ایک اونٹ کی قربانی دینی ہوگی' اس طرح نفاس والی عورت یا جنبی نے نفاس اور جنابت سے پاک ہونے سے پہلے بیت اللہ کا طواف کر لیا تو ان کو اونٹ کی قربانی دینی ہوگی' اور اگر کسی نے بغیر وضوء کے طواف قدوم کر لیا تو اس کا صدقہ دینا ہوگا' امام شافعی کے نزدیک طواف کے لیے وضوء شرط نہیں ہے' اس لیے ان کے نزدیک اس پر کوئی چیز لازم نہیں ہے' ہر نفلی طواف کا یہی حکم ہے' اور اگر طواف

زیارت بے وضوء کرلیا تو اسے ایک بکری کی قربانی دینی ہوگی' اور اگر جنبی نے طواف زیارت کیا تو اس پر اونٹ کی قربانی ہے' اس طرح حائضہ اور نفساء کا حکم ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مرد عورتوں کی طرف سے قربانی کر سکتا ہے' ہاں! اگر قربانی واجب ہو تو ان سے اجازت لینا ضروری ہے اور نفلی قربانی میں ان سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے۔

امام مالک نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ گائے کی قربانی اونٹ سے افضل ہے' دیگر فقہاء بہ شمول امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ اونٹ کی قربانی افضل ہے کیونکہ ساعت جمعہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ کی قربانی کو گائے کی قربانی پر مقدم فرمایا ہے۔

شرح صحیح مسلم میں حدیث مذکور کی شرح

یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۲۸۱۴۔ ج ۳ ص ۳۸۳۔ ۳۸۲' پر مذکور ہے' اس کی شرح کے حسب ذیل عنوانات ہیں:

(۱) افراد' تمتع اور قران کے معنی (۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حج میں ائمہ کا اختلاف' آیا آپ کا حج افراد تھا' تمتع تھا یا قران تھا؟ (۳) آپ کے حج کے بارے میں روایات کے اختلاف کی توجیہ (۴) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حج قران ہونے پر دلائل اور افراد اور تمتع کی روایات کے جوابات (۵) افراد' تمتع اور قران میں مذاہب ائمہ (۶) افضلیت قران پر احناف کے دلائل (۷) بعض شارحین کا حج کی متعارض روایات کی تطبیق میں تسامح (۸) ائمہ ثلاثہ کے دلائل کے جوابات (۹) قران میں طواف کے متعلق ائمہ کے مذاہب (۱۰) قران میں دو طوافوں پر احناف کا احادیث سے استدلال (۱۱) ہدی روانہ کرنے والے متمتع کے حلال ہونے میں مذاہب ائمہ (۱۲) شوافع اور مالکیہ کے دلائل (۱۳) شوافع اور مالکیہ کے دلائل کا جواب (۱۴) حنابلہ کے دلائل (۱۵) احناف کے دلائل (۱۶) علم رسالت پر اعتراض کا جواب (۱۷) حضرت عائشہ کی اپنے حج میں تمتع میں ہدی کی نفی کرنے کی توجیہ (۱۸) طواف کے لیے طہارت کی شرط میں مذاہب (۱۹) عورت کا بغیر محرم کے حج کرنا (۲۰) مکہ میں عمرہ کرنے والے کے میقات میں مذاہب (۲۱) حج کے احرام کو عمرہ کے ساتھ تبدیل کرنے میں مذاہب ائمہ (۲۲) امام احمد کی موافقت میں شیخ ابن تیمیہ کے دلائل اور ان کے جوابات (۲۳) حضرت عمر کے تمتع سے منع کرنے کی تاویلات اور توجیہات۔

نوٹ: حدیث مذکور ''صحیح مسلم'' کے باب: احرام کی اقسام' میں درج ہے' اس باب میں ۴۴' احادیث ہیں اور مذکور الصدر عنوانات کا تعلق صرف اس حدیث کی شرح کے ساتھ نہیں ہے بلکہ ۴۴' احادیث کے ساتھ ہے۔

٢- بَابُ غَسْلِ الْحَائِضِ رَأْسَ زَوْجِهَا وَتَرْجِيلِهِ

حائض کا اپنے خاوند کا سر دھونا اور اس میں کنگھی کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ حیض والی عورت اپنے خاوند کا سر دھو سکتی ہے اور اس میں کنگھی کر سکتی ہے' باب سابق کے ساتھ اس کی مناسبت یہ ہے کہ دونوں باب حائض کے احکام کے ساتھ متعلق ہیں۔

۲۹۵- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ' عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ' عَنْ أَبِيهِ' عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ أُرَجِّلُ رَأْسَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا حَائِضٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے حدیث بیان کی از ہشام بن عروہ از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر میں کنگھی کرتی تھی اور میں اس وقت حائض ہوتی تھی۔

[اطراف الحدیث: ۲۹۶۔ ۳۰۱۔ ۲۰۲۸۔ ۲۰۲۹۔ ۲۰۳۱۔ ۲۰۴۶]

(سنن ترمذی: ١٣٢، سنن نسائی: ٣٨٧-٢٧٦، السنن الکبریٰ للنسائی: ٣٣٨٠، مصنف عبد الرزاق: ١٢٣٣-١٠٣١، مصنف ابن ابی شیبہ ج ١ ص ٣٥، سنن دارمی: ١٠٣٧، المنتقیٰ: ١٠٦، سنن بیہقی ج ١ ص ١٨٩، شرح السنۃ: ٣١٧، مسند احمد ج ١ ص ١٨٩ طبع قدیم، مسند احمد: ٢٥٥٦٣- ج ٤١ ص ٣٦٤، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث میں صرف کنگھی کرنے کا ذکر ہے اور سر دھونے کا ذکر نہیں ہے لہٰذا اس باب کے عنوان کے ایک جز کے ساتھ مطابقت ہے۔

بیوی کی مرضی سے اس سے خدمت لینے کا جواز

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ حائض اپنے شوہر کے سر میں کنگھی کر سکتی ہے اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ حائض اپنے شوہر کے سر کو دھو سکتی ہے اور اس میں کنگھی کر سکتی ہے اور اس سے یہ معلوم ہوا کہ بیوی کی مرضی سے اس سے خدمت لی جا سکتی ہے۔

٢٩٦- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى قَالَ أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ أَخْبَرَهُمْ قَالَ أَخْبَرَنِي هِشَامٌ، عَنْ عُرْوَةَ أَنَّهُ سُئِلَ أَتَخْدُمُنِي الْحَائِضُ، أَوْ تَدْنُو مِنِّي الْمَرْأَةُ وَهِيَ جُنُبٌ؟ فَقَالَ عُرْوَةُ كُلُّ ذٰلِكَ عَلَيَّ هَيِّنٌ، وَكُلُّ ذٰلِكَ تَخْدُمُنِي، وَلَيْسَ عَلٰى أَحَدٍ فِي ذٰلِكَ بَأْسٌ، أَخْبَرَتْنِي عَائِشَةُ أَنَّهَا كَانَتْ تُرَجِّلُ، تَعْنِي رَأْسَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهِيَ حَائِضٌ، وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَئِذٍ مُجَاوِرٌ فِي الْمَسْجِدِ، يُدْنِي لَهَا رَأْسَهُ، وَهِيَ فِي حُجْرَتِهَا، فَتُرَجِّلُهُ وَهِيَ حَائِضٌ.

(جامع المسانید لابن الجوزی: ٧٣٣٩، مکتبۃ الرشد ریاض ١٤٢٦ھ
باقی تخریج وہی ہے جو حدیث: ٢٩٥ کی ہے۔)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن یوسف نے خبر دی کہ بے شک ابن جریج نے ان کو خبر دی انہوں نے کہا: مجھے ہشام نے خبر دی از عروہ بے شک ان سے سوال کیا گیا: آیا حائض میری خدمت کر سکتی ہے یا عورت اگر جنبی ہو تو میرے قریب ہو سکتی ہے؟ عروہ نے کہا: یہ سب چیزیں میرے اوپر آسان ہیں اور میری بیوی اس طرح میری خدمت کرتی ہے اور اس میں کسی کے لیے بھی کوئی حرج نہیں ہے مجھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سر میں کنگھی کرتی تھیں اور وہ حائض ہوتی تھیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مسجد میں معتکف ہوتے تھے آپ اپنا سر حضرت عائشہ کے قریب کرتے اور وہ اپنے حجرہ میں ہوتی تھیں پس وہ آپ کے سر میں کنگھی کرتیں اور وہ حائض ہوتی تھیں۔

حائض کو چھونے اور اس کو مس کرنے کا جواز

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی لکھتے ہیں:

امام ابن شیبہ نے از منبوذ از مادر خود یہ روایت کی ہے کہ حضرت ابن عباس، حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے تو انہوں نے کہا: کیا وجہ ہے کہ میں تمہارے بال بکھرے ہوئے دیکھ رہی ہوں انہوں نے کہا: میری کنگھی کرنے والی ام عمار حائض ہے حضرت میمونہ نے کہا: اے بیٹے! حیض ہاتھ میں تو نہیں ہوتا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنا سر ہم میں سے کسی ایک کے حجرہ میں رکھتے تھے اور وہ حائض ہوتی تھی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ١ ص ٢٠٢، ادارۃ القرآن کراچی، مسند احمد ج ٦ ص ٣٣١ طبع قدیم، مسند احمد: ٢٦٨١١- ج ٤٤ ص ٣٩١)

باب مذکور کی حدیث میں عروہ کا استدلال حضرت میمونہ کے استدلال کی طرح ہے اور وہ حائض کی طہارت میں اور اس سے جسمانی قرب میں حجت ہے اور اس میں یہ دلیل ہے کہ قرآن مجید میں جو ہے:

وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ فِى الْمَسٰجِدِ. اور جب تم مسجدوں میں معتکف ہو تو عورتوں سے مباشرت مت

کرو۔ (البقرہ:۱۸۷)

اس آیت میں مباشرت سے مراد جماع ہے اس آیت میں عورت کو چھونے اور اس کو مَس کرنے کی ممانعت نہیں ہے کیا تم نہیں دیکھتے کہ نبی ﷺ اپنا سر حضرت عائشہ کے قریب کر دیتے تھے اور وہ آپ کے سر میں کنگھی کرتی تھیں حالانکہ وہ حائض ہوتی تھیں۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ اس حدیث سے امام شافعی کا رد ہوتا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ عورت کے چھونے سے مرد کا وضوء ٹوٹ جاتا ہے لیکن یہ دلیل صحیح نہیں ہے کیونکہ معتکف کے لیے باوضوء ہونا لازم نہیں ہے۔

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ مرد زینت کے لیے کنگھی کر سکتا ہے۔

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ حائض اپنے خاوند کی خدمت کر سکتی ہے اس کی صفائی کر سکتی ہے اور نبی ﷺ نے جب حضرت عائشہ سے مصلی طلب کیا اور انہوں نے کہا: میں حائض ہوں تو آپ نے فرمایا: تمہارا حیض تمہارے ہاتھ میں نہیں ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۴۵۴ ادارۃ القرآن کراچی)

نیز اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ حائض تنزیہاً اور تعظیماً مسجد میں داخل نہیں ہو سکتی اس کا مسجد میں داخل ہونا حرام ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۱ ص ۴۱۸ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ معتکف ٹھنڈک حاصل کرنے کے لیے یا صفائی کی غرض سے مسجد سے باہر غسل کرنے کے لیے نہیں جا سکتا ورنہ رسول اللہ ﷺ غسل کرنے کے لیے اپنے حجرہ میں چلے جاتے اور مسجد سے حجرہ میں اپنا سر داخل نہ کرتے۔

جنبی اور حائض کے جسم پر صرف حکمی نجاست ہے

علامہ ابن رجب حنبلی متوفی ۷۹۵ھ لکھتے ہیں:

خلاصہ یہ ہے کہ حائض کا بدن طاہر ہے اور اس کا پسینہ اور اس کا جھوٹا پاک ہے جس طرح جنبی کا پسینہ اور اس کا جھوٹا پاک ہے اس پر متعدد علماء کا اجماع ہے حماد سے سوال کیا گیا: آیا حائض اپنے پسینہ سے آلود کپڑوں کو دھوئے گی؟ انہوں نے کہا: یہ کام صرف مجوس کرتے ہیں لیکن امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب یہ کہتے ہیں کہ جنبی اور حائض کے بدن پر نجاست حکمیہ ہوتی ہے جو غسل سے زائل ہو جاتی ہے۔ (فتح الباری لابن رجب ج ۱ ص ۴۰۲ دار ابن الجوزی جدہ ۱۴۱۷ھ)

۳- بَابُ قِرَاءَةِ الرَّجُلِ فِي حِجْرِ امْرَأَتِهِ وَهِيَ حَائِضٌ

مرد کا اپنی حائض بیوی کی گود میں قرآن پڑھنا

باب سابق میں حائض کا اپنے خاوند کا سر دھونے کا ذکر تھا اس میں حائض کے جسم کے ساتھ مَس کرنے کا ذکر تھا اور اس باب میں حائض کی گود میں قرآن مجید پڑھنے کا ذکر ہے اس میں بھی حائض کے جسم کے ساتھ مَس کا ذکر ہے۔ اس کے بعد اس تعلیق کا ذکر ہے:

وکان أَبُو وَائِلٍ يُرْسِلُ خَادِمَهُ وَهِيَ حَائِضٌ إِلَى أَبِي رَزِينٍ، فَتَأْتِيهِ بِالْمُصْحَفِ، فَتُمْسِكُهُ بِعِلَاقَتِهِ.

اور ابو وائل اپنی خادمہ کو ابو رزین کی طرف بھیجتے تھے اور وہ حائض ہوتی تھی پھر وہ ان کے پاس مصحف کو لے کر آتی تھی اور اس کو مصحف کے غلاف کی ڈوری سے پکڑتی تھی۔

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل حدیث میں ہے:

مغیرہ بیان کرتے ہیں کہ ابووائل اپنی حائض خادمہ کو ابو رزین کے پاس بھیجتے وہ ان سے ان کے پاس مصحف لے کر آتی اور اس

کو مصحف کے غلاف کی ڈوری سے پکڑتی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ:۷۴۲۱)

اس تعلیق سے معلوم ہوا کہ جنبی اور حائض مصحف کو اس کے غلاف کی ڈوری سے پکڑ کر اٹھا سکتے ہیں' حضرت عبداللہ بن عمر بن الخطاب' عطاء' حسن بصری' مجاہد' طاؤس' ابووائل رزین' امام ابوحنیفہ' امام مالک' امام شافعی اور امام احمد نے اس کی اجازت دی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۳ ص ۳۸۶)

حائض اور جنبی کو قرآن مجید کے چھونے اور پڑھنے کی ممانعت' اسی طرح بے وضوء کو بھی

معمر' عبداللہ بن ابی بکر سے' وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو بن حزم کو جو مکتوب لکھا تھا' اس میں مذکور تھا کہ بغیر طہر کے قرآن کو نہ چھوا جائے۔ (مصنف عبدالرزاق:۱۳۳۰)

یعنی جو شخص حدث سے پاک ہو' وہی قرآن مجید کو چھو سکتا ہے' خواہ حدث اصغر ہو یعنی بے وضوء۔ یا حدث اکبر ہو یعنی جنبی اور حائض اور نفساء' ان میں سے کوئی بھی قرآن مجید کو نہیں چھو سکتا۔

عطاء نے کہا: کوئی شخص بغیر وضوء کے مصحف کو نہ چھوئے۔ (مصنف عبدالرزاق:۱۳۳۵)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: غیر طاہر قرآن کو نہ چھوئے۔ (سنن نسائی:۴۸۵۳)

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جنابت کے سوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن مجید کی تلاوت سے کوئی چیز مانع نہیں تھی۔ (سنن ابوداؤد:۲۲۹' سنن ترمذی:۱۴۶' سنن نسائی:۲۶۵' سنن ابن ماجہ:۵۹۴' مسند احمد ج ۱ ص ۸۴)

حضرت ابن عمر بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حائض اور جنبی بالکل قرآن نہ پڑھیں۔

(سنن ترمذی:۱۳۱' سنن ابن ماجہ:۵۹۵' السنن الکبریٰ ج ۱ ص ۸۹)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ قرآن مجید کو طاہر کے سوا اور کوئی نہ چھوئے۔

(سنن دارقطنی:۴۳۱۔۴۳۰' سنن بیہقی ج ۱ ص ۸۸' المعجم الکبیر:۱۳۲۱۷)

ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم اپنے والد سے' وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل یمن کی طرف مکتوب بھیجا' اس میں یہ لکھا ہوا تھا کہ قرآن مجید کو طاہر کے سوا اور کوئی نہ چھوئے۔ (سنن دارقطنی:۴۳۲)

حکیم بن حزام بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: تم بغیر طہر کے قرآن مجید کو نہ چھونا۔

(سنن دارقطنی:۴۳۳' المستدرک ج ۳ ص ۴۸۵)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر تلوار لٹکائے ہوئے نکلے' ان سے کہا گیا کہ تمہارے بہنوئی اور بہن نے دین بدل لیا ہے' حضرت عمر ان کے پاس گئے' اس وقت ان کے پاس مہاجرین میں سے ایک شخص تھے جن کا نام خباب تھا' وہ ان سے سورہ طٰہٰ پڑھ رہے تھے' حضرت عمر نے کہا: مجھے وہ کتاب دو' جو تم پڑھ رہے تھے' میں بھی اس کو پڑھوں گا' حضرت عمر کتاب پڑھ سکتے تھے' ان کی بہن نے کہا: تم ناپاک ہو اور قرآن مجید کو صرف پاک لوگ ہی چھو سکتے ہیں' تم اٹھ کر غسل کرو یا وضوء کرو' حضرت عمر نے وضوء کیا' پھر کتاب کو پڑھا: طٰہٰ۔ (سنن دارقطنی:۴۳۴' سنن بیہقی ج ۱ ص ۸۸' دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۲۱۹' المعجم الاوسط:۳۶۵۴)

علقمہ بیان کرتے ہیں کہ ہم سلمان فارسی کے ساتھ ایک سفر میں تھے' انہوں نے قضاء حاجت کی' ہم نے کہا: آپ وضوء کریں تاکہ ہم آپ سے قرآن کی ایک آیت کے متعلق سوال کریں' انہوں نے کہا: تم مجھ سے سوال کرو' میں قرآن مجید کو چھوؤں گا نہیں۔

(سنن دارقطنی:۴۳۵' مصنف ابن ابی شیبہ:۱۱۰۰' المستدرک ج ۱ ص ۱۸۳)

شیخ ابن حزم اور غیر مقلدین کے نزدیک حائض اور جنبی قرآن مجید کو چھو سکتے ہیں' ہم نے تبیان القرآن میں " لَا یَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ " (الواقعہ:٧٩) میں ان کا بہت مفصل اور مدلّل ردّ کیا ہے۔ دیکھئے تبیان القرآن ج ١١ ص ٧٠٠۔ ٦٨٧۔

٢٩٧- حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ الْفَضْلُ بْنُ دُكَيْنٍ سَمِعَ زُهَيْرًا، عَنْ مَنْصُوْرِ ابْنِ صَفِيَّةَ اَنَّ اُمَّهٗ حَدَّثَتْهُ اَنَّ عَائِشَةَ حَدَّثَتْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَتَّكِئُ فِيْ حِجْرِيْ وَاَنَا حَائِضٌ، ثُمَّ يَقْرَاُ الْقُرْاٰنَ.

[طرف الحدیث:٧٥٤٩]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم الفضل بن دکین نے حدیث بیان کی' انہوں نے زہیر سے سنا از منصور بن صفیہ کہ ان کی والدہ نے ان کو حدیث بیان کی کہ بے شک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کو حدیث بیان کی کہ بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم میری گود میں ٹیک لگائے ہوئے تھے اور میں حائض تھی' پھر آپ قرآن پڑھتے تھے۔

(صحیح مسلم:٣٠١' الرقم المسلسل:٦٧٩' سنن نسائی:٢٧٣۔٣٧٩' سنن ابن ماجہ:٦٣٤' مسند احمد ج ٦ ص ٧٢ طبع قدیم' مسند احمد:٢٤٣٣٥۔ ج ٤٠ ص ٤٩٣' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی:٧٦٩٥' مکتبۃ الرشد' ریاض' ١٤٢٦ھ)

اس حدیث سے اس پر استدلال کیا گیا ہے کہ حائض کو چھونا اور اس کو مَس کرنا جائز ہے۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم:٦٠١۔ ج ١ ص ٩٩٩ پر ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

٤- بَابُ مَنْ سَمَّى النِّفَاسَ حَيْضًا
جس نے نفاس پر حیض کا اطلاق کیا

٢٩٨- حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِيْ كَثِيْرٍ، عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ اَنَّ زَيْنَبَ ابْنَةَ اُمِّ سَلَمَةَ حَدَّثَتْهُ اَنَّ اُمَّ سَلَمَةَ حَدَّثَتْهَا قَالَتْ بَيْنَا اَنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُضْطَجِعَةٌ فِيْ خَمِيصَةٍ، اِذْ حِضْتُ، فَانْسَلَلْتُ، فَاَخَذْتُ ثِيَابَ حِيْضَتِيْ، قَالَ اَنُفِسْتِ؟ قُلْتُ نَعَمْ، فَدَعَانِيْ، فَاضْطَجَعْتُ مَعَهٗ فِي الْخَمِيْلَةِ.

[اطراف الحدیث:٣٢٢۔٣٢٣۔١٩٢٩]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مکی بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از یحییٰ بن ابی کثیر از ابوسلمہ کہ زینب ام سلمہ کی بیٹی نے ان کو حدیث بیان کی کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے ان کو حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: جس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم چوکور منقش چادر میں لیٹے ہوئے تھے' مجھے حیض آ گیا' میں چپکے سے نکل گئی' پس میں نے اپنے حیض کے کپڑے لیے' آپ نے پوچھا: کیا تم کو نفاس آ گیا ہے؟ میں نے کہا: جی ہاں! آپ نے مجھ کو بلایا' پس میں آپ کے ساتھ چادر میں لیٹ گئی۔

(صحیح مسلم:٢٩٦' الرقم المسلسل:٦٦٩' سنن نسائی:٢٨٢۔٣٦٩۔٣٠٩' شرح السنۃ:٣١٦' مصنف عبد الرزاق:١٢٣٥' مسند احمد ج ٦ ص ٣٠٠ طبع قدیم' مسند احمد:٢٦٥٦٦۔ ج ٤٤ ص ١٩١' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کے چھ رجال ہیں' ان سب کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

"خمیصة" اور "خمیلة" کے معنی

اس حدیث میں "خمیصة" کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: چوکور چادر' جس پر نقش و نگار بنے ہوئے ہوں' ایک قول کے مطابق اس کا معنی ہے: موٹے کپڑے کی چادر' جس پر موٹے نقش و نگار ہوں' یہ ابن سیدہ کا قول ہے' صحاح میں ہے: سیاہ رنگ کی چوکور چادر خواہ اس پر نقش و نگار نہ ہوں' اور اس حدیث میں "خمیلة" کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: چادر۔

"فانسللت" میں چپکے سے نکل گئی۔ (عمدۃ القاری ج ٣ ص ٣٩١)

باب کے عنوان کی وضاحت اور حائض کے بعض احکام

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

المہلب نے کہا ہے: اس حدیث کا عنوان ہے: جس نے نفاس کا نام حیض رکھا۔ بہ ظاہر یوں ہونا چاہیے تھا: جس نے حیض کا نام نفاس رکھا' کیونکہ حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حیض پر نفاس کا اطلاق کیا ہے' امام بخاری نے جب یہ دیکھا کہ حیض اور نفاس کا حکم ایک ہے کہ دونوں میں نمازوں کو ترک کر دیا جاتا ہے تو انہوں نے یہ سمجھا کہ ان میں سے ہر ایک کا دوسرے پر اطلاق جائز ہے' حیض پر نفاس کے اطلاق کی تو اس حدیث میں تصریح تھی' تو انہوں نے اس کے عنوان میں نفاس پر حیض کے اطلاق کا ذکر کر دیا۔

(شرح ابن بطال ج ۱ ص ۴۲۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حائض اپنے خاوند کے ساتھ حیض کے کپڑے پہن کر ایک بستر میں سو سکتی ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مستحب یہ ہے کہ حائض اپنے عام کپڑوں کے علاوہ حیض کے کپڑے الگ تیار رکھے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ قرآن مجید میں ہے:

فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِي الْمَحِيْضِ. (البقرہ: ۲۲۲) ایامِ حیض میں عورتوں سے الگ رہو۔

تو پھر کیا ایک بستر پر بیوی کے ساتھ سونے سے اس حکم کی مخالفت نہیں ہوتی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ ایامِ حیض میں اپنی بیوی سے مجامعت نہ کرو' اور آپ نے جو حیض کو نفاس سے تعبیر فرمایا' اس میں یہ تنبیہ ہے کہ نماز اور روزے کے جائز نہ ہونے اور مسجد میں دخول' طوافِ کعبہ' قرآن مجید کی تلاوت اور مصحف کو چھونے کی ممانعت میں حیض اور نفاس کا حکم ایک ہے' مہلب نے کہا ہے: چونکہ امام بخاری کو نفاس کے متعلق الگ حدیث نہیں ملی' اس لیے انہوں نے اس حدیث کا عنوان قائم کیا' جس نے نفاس کو حیض کہا۔

نفاس والی عورتوں کے احکام

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نفاس والی عورتیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں چالیس دن بیٹھی رہتی تھیں' پھر ہم اپنے چہروں پر ورس نام کی خوشبودار گھاس کا لیپ کرتی تھیں۔

(سنن ترمذی: ۱۳۹' سنن ابوداؤد: ۳۱۱' سنن ابن ماجہ: ۶۴۸' مسند احمد ج ۶ ص ۳۰۹۔ ۳۰۴۔ ۳۰۲۔ ۳۰۰)

اہل علم صحابہ' تابعین اور بعد کے فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ نفاس والی عورت چالیس دن تک نماز نہیں پڑھے گی' ماسوا اس کے کہ وہ اس سے پہلے طہر کو دیکھ لے' پھر بے شک وہ غسل کرے گی اور نماز پڑھے گی' اگر اس نے چالیس دن کے بعد بھی خون دیکھا تو اکثر فقہاء کے نزدیک اب وہ نماز ترک نہیں کرے گی' حسن بصری سے روایت ہے کہ وہ پچاس دن تک نماز ترک کرے اور عطاء سے روایت ہے: وہ ساٹھ دن تک نماز ترک کرے۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۳۹۳۔ ۳۹۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۵۹۱۔ ج ۱ ص ۹۹۶ پر ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

٥- بَابُ مُبَاشَرَةِ الْحَائِضِ
حائض کے ساتھ مباشرت کرنا یعنی اس کے جسم کو اپنے جسم کے ساتھ لپٹانا

اس عنوان میں مباشرت کا معنی جماع نہیں ہے' بلکہ اس کا معنی ہے: اپنی حائض بیوی کے ساتھ اپنے جسم کو لپٹانا' باب سابق کے

ساتھ اس کی مناسبت یہ ہے کہ اس میں بھی حائض بیوی کو اپنے ساتھ لٹانے کا ذکر ہے اور اس میں بھی مباشرت کا یہی معنی ہے۔
مباشرت کا مادہ ''بشرۃ'' ہے اور ''بشرۃ'' کا معنی ہے: کھال اور مباشرت کا معنی ہے: ایک جسم کی کھال کو دوسرے جسم کی کھال کے ساتھ ملانا۔

٢٩٩- حَدَّثَنَا قَبِيْصَةُ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ اَغْتَسِلُ اَنَا وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ اِنَاءٍ وَّاحِدٍ كِلَانَا جُنُبٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قبیصہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از منصور از ابراہیم از الاسود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ میں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک برتن سے پانی لے کر غسل کرتے تھے ہم دونوں جنبی ہوتے تھے۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح صحیح البخاری: ٢٥٠ میں گزر چکی ہے وہاں اس کا عنوان تھا: مرد کا اپنی بیوی کے ساتھ غسل کرنا اور یہاں اس کا عنوان ہے: حائض کے ساتھ مباشرت کرنا اور اس عنوان کی اس حدیث کے ساتھ کوئی مطابقت نہیں البتہ اس باب کی دوسری حدیث اس عنوان کے مطابق ہے۔

٣٠٠- وَكَانَ يَاْمُرُنِيْ فَاَتَّزِرُ فَيُبَاشِرُنِيْ وَاَنَا حَائِضٌ. [اطراف الحدیث: ٣٠٢-٢٠٣٠]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: اور آپ مجھے حکم دیتے تو میں تہبند باندھ لیتی پھر آپ مجھے اپنے ساتھ لپٹاتے اور میں حائض ہوتی۔

(صحیح مسلم: ٢٩٣ الرقم المسلسل: ٦٦٥ سنن ابوداؤد: ٢٦٨ سنن ترمذی: ١٣٢ سنن ابن ماجہ: ٦٣٦ سنن نسائی: ٢٨٥-١٧٦ مصنف ابن ابی شیبہ ج ٤ ص ٢٥٤ المستدرک ج ١ ص ١٧٢ سنن بیہقی ج ١ ص ٣١٠-٣١١ سنن دارمی: ١٠٦١ المعجم الاوسط: ٦٨٧١ مسند احمد ج ٦ ص ٣٣ طبع قدیم مسند احمد: ٢٤٠٤٦- ج ٤٠ ص ٥٠ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کے چھ رجال ہیں اور ان سب کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔
اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: پھر آپ مجھے اپنے جسم کے ساتھ لپٹاتے۔

مباشرت کا معنی اور حائض سے مباشرت کی اقسام

اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ مجھے تہبند باندھنے کا حکم دیتے اس جملہ میں یہ دلیل ہے کہ یہاں مباشرت کا معنی جماع نہیں ہے بلکہ یہاں مباشرت کا معنی لمس ہے یعنی مرد کا اپنی کھال کو عورت کے کھال کے ساتھ ملانا اور مس کرنا۔

حائض کے ساتھ مباشرت کی کئی قسمیں ہیں: (١) حائض کے ساتھ جماع کیا جائے اور اس کی فرج میں اپنا آلہ داخل کیا جائے یہ بالا جماع حرام ہے اور ''فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِي الْمَحِيْضِ''. (البقرہ: ٢٢٢) کے حکم کی صریح خلاف ورزی ہے جو شخص اس کی حلت کا اعتقاد رکھے وہ کافر ہے اور اگر کسی نے حرام سمجھتے ہوئے یہ کام کیا تو وہ اللہ تعالیٰ سے توبہ کرے اور دوبارہ یہ کام نہ کرے اس میں اختلاف ہے کہ اس پر کفارہ واجب ہوگا یا نہیں امام احمد اور امام شافعی کا قول قدیم یہ ہے کہ اس پر کفارہ واجب ہوگا اور امام شافعی کا قول جدید یہ ہے کہ اس پر کفارہ واجب نہیں ہوگا اور اس پر سوا استغفار کے اور کچھ لازم نہیں ہے اکثر علماء کا اور ہمارا یہی قول ہے پھر کفارہ کی مقدار میں اختلاف ہے بعض نے کہا: وہ ایک غلام کو آزاد کرنا ہے بعض نے کہا: وہ ایک دینار یا نصف دینار ہے۔ بعض نے کہا: یہ صدقہ کرنا مستحب ہے۔

حائض سے مباشرت کی دوسری قسم یہ ہے کہ اس کے جسم کے ناف کے اوپر اور گھٹنے سے نیچے سے لذت حاصل کی جائے' یہ بالاتفاق جائز ہے۔حائض سے مباشرت کی تیسری قسم یہ ہے کہ اس کی فرج اور دبر کے علاوہ ناف اور گھٹنے کے درمیان سے لذت حاصل کی جائے' امام ابوحنیفہ' امام ابو یوسف' امام شافعی اور امام مالک کے نزدیک یہ حرام ہے' امام محمد بن حسن اور امام احمد کے نزدیک یہ جائز ہے' ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہود کی عورت حائض ہو جاتی تو وہ اس کے ساتھ کھانا پینا ترک کر دیتے اور نہ اس کو گھر میں اپنے ساتھ رکھتے اور نہ اس سے جماع کرتے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب نے آپ سے اس کے متعلق دریافت کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: " وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ قُلْ هُوَ اَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِي الْمَحِيْضِ ". (البقرہ:۲۲۲) لوگ آپ سے حیض کا حکم دریافت کرتے ہیں' آپ کہیے: وہ نجاست ہے' پس تم ایام حیض میں عورتوں سے الگ رہو یعنی ان سے جماع نہ کرو' تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم ان سے جماع اور دخول کے سوا سب کچھ کرو۔ الحدیث

(صحیح مسلم: ۳۰۲' سنن ابن ماجہ: ۶۴۴' مسند احمد ج ۳ ص ۱۳۲' کنز العمال: ۴۴۸۹۴)

وہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو تہبند کے اوپر سے مباشرت کی ہے' وہ استحباب پر محمول ہے' امام محمد کا یہ قول حضرت علی' حضرت ابن عباس اور حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہم سے منقول ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۳ ص ۳۹۶۔۳۹۵' ملخصاً' شرح ابن بطال ج ۱ ص ۴۲۴۔۴۲۳' ملخصاً' فتح الباری ج ۱ ص ۸۱۹' ملخصاً)

* اس باب کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۵۸۷۔ ج ۱ ص ۹۹۴ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے عنوانات ہیں:
(۱) حائضہ عورت سے مباشرت کی اقسام اور ان کے احکام (۲) منکرین حدیث کے ایک اعتراض کا جواب۔

۳۰۱- وَكَانَ يُخْرِجُ رَاْسَهٗ اِلَيَّ وَهُوَ مُعْتَكِفٌ ' فَاَغْسِلُهٗ وَاَنَا حَائِضٌ.

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری طرف اپنا سر نکالتے اور آپ اس حال میں معتکف ہوتے' پس میں آپ کا سر دھوتی اور میں اس وقت حائض ہوتی۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح' صحیح البخاری: ۲۹۵ میں گزر چکی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا' حائض کا اپنے خاوند کا سر دھونا اور کنگھی کرنا اور یہاں اس حدیث کو" مباشرت الحائض "کے عنوان کے تحت ذکر کیا ہے اور جیسا کہ ہم بتا چکے ہیں کہ مباشرت کا معنی ہے: ایک جسم کی کھال کو دوسرے جسم کی کھال سے ملانا' تو جب حضرت عائشہ آپ کا سر دھوتی تھیں' تو آپ کے ہاتھوں کی کھال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر کی کھال سے ملتی تھی۔

۳۰۲- حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ خَلِيْلٍ قَالَ اَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْ اِسْحَاقَ ' هُوَ الشَّيْبَانِيُّ ' عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْاَسْوَدِ' عَنْ اَبِيْهِ 'عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَتْ اِحْدَانَا اِذَا كَانَتْ حَائِضًا ' فَاَرَادَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّبَاشِرَهَا' اَمَرَهَا اَنْ تَتَّزِرَ فِيْ فَوْرِ حَيْضَتِهَا ' ثُمَّ يُبَاشِرُهَا. قَالَتْ وَاَيُّكُمْ يَمْلِكُ اِرْبَهٗ؟ كَمَا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْلِكُ اِرْبَهٗ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن خلیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں علی بن مسہر نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسحاق نے خبر دی' جو شیبانی ہیں از عبد الرحمان بن الاسود از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا کہ جب ہم میں سے کوئی عورت حائضہ ہوتی' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے ساتھ اپنے جسم کو لپٹانا چاہتے تو آپ اس کو حکم دیتے' وہ حیض کے جوش کے اوپر تہبند باندھ لیتی' پھر آپ اس کو اپنے جسم کے

تَابَعَهُ خَالِدٌ وَ جَرِيرٌ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ.

ساتھ لپٹا لیتے' حضرت عائشہ نے فرمایا: تم میں سے کون اپنی خواہش پر ضبط کرسکتا ہے؟ جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی خواہش پر ضبط کرتے تھے۔ علی بن مسہر کی متابعت خالد اور جریر نے کی ہے از شیبانی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۰۰ میں تفصیل سے گزر چکی ہے۔

٣٠٣- حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا الشَّيْبَانِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ شَدَّادٍ قَالَ سَمِعْتُ مَيْمُونَةَ تَقُولُ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَرَادَ اَنْ يُّبَاشِرَ امْرَاَةً مِّنْ نِّسَآئِهِ اَمَرَهَا فَاتَّزَرَتْ وَهِيَ حَائِضٌ. وَرَوَاهُ سُفْيَانُ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ. (صحیح مسلم: ۲۹۴' الرقم المسلسل: ۶۶۷' سنن ابوداؤد: ۲۱۶۷' سنن دارمی: ۱۰۴۶' سنن بیہقی ج ۱ ص ۳۱۱' مسند احمد ج ۶ ص ۳۳۵ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۶۸۴۶۔ ج ۴۴ ص ۴۲۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالنعمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الشیبانی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن شداد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب اپنی ازواج میں سے کسی عورت کو اپنے ساتھ لپٹانا چاہتے تو اس کو تہبند باندھنے کا حکم دیتے اور وہ اس وقت حائض ہوتی' اور اس حدیث کو سفیان نے شیبانی سے روایت کیا ہے۔

باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب اپنی ازواج میں سے کسی کو اپنے ساتھ لپٹانا چاہتے تو اس کو تہبند باندھنے کا حکم دیتے۔

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں اور ان سب کا تعارف ہو چکا ہے۔ اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۳۰۰ میں کردی گئی ہے۔

٦- بَابُ تَرْكِ الْحَائِضِ الصَّوْمَ
حائض کا روزے کو ترک کر دینا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ حائض ایام حیض میں روزوں کو ترک کر دے اور وہ بعد میں روزوں کی قضاء کرے گی' اس کے برخلاف حائض نمازوں کو جو ترک کرے گی' ان کی قضاء نہیں ہے' باب سابق کے ساتھ اس باب کی مناسبت یہ ہے کہ یہ دونوں باب حائض کے احکام میں ہیں۔

٣٠٤- حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ اَبِي مَرْيَمَ قَالَ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ اَخْبَرَنِي زَيْدٌ' هُوَ ابْنُ اَسْلَمَ' عَنْ عِيَاضِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ' عَنْ اَبِي سَعِيدِ الْخُدْرِيِّ' قَالَ خَرَجَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي اَضْحًى' اَوْ فِطْرٍ' اِلَى الْمُصَلّٰى' فَمَرَّ عَلَى النِّسَآءِ' فَقَالَ يَا مَعْشَرَ النِّسَآءِ تَصَدَّقْنَ' فَاِنِّي اُرِيتُكُنَّ اَكْثَرَ اَهْلِ النَّارِ. فَقُلْنَ وَبِمَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ تُكْثِرْنَ اللَّعْنَ' وَتَكْفُرْنَ الْعَشِيرَ' مَا رَاَيْتُ مِنْ نَاقِصَاتِ عَقْلٍ وَدِينٍ اَذْهَبَ لِلُبِّ الرَّجُلِ الْحَازِمِ مِنْ اِحْدَاكُنَّ. قُلْنَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن ابی مریم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن جعفر نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے زید نے خبر دی جو کہ زید بن اسلم ہے از عیاض بن عبداللہ از ابی سعید الخدری' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عید الاضحیٰ یا عید الفطر میں عیدگاہ کی طرف نکلے' آپ خواتین کے پاس سے گزرے تو آپ نے فرمایا: اے عورتوں کی جماعت! تم صدقہ کیا کرو کیونکہ مجھے دکھایا گیا ہے کہ تم اکثر اہل دوزخ ہو' انہوں نے کہا: یارسول اللہ! وہ کس وجہ سے؟ آپ نے فرمایا: تم لعنت بہت کرتی ہو اور خاوند کی ناشکری کرتی ہو' میں نے کوئی ناقص عقل

وَمَا نُقْصَانُ دِيْنِنَا وَعَقْلِنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ؟ قَالَ اَلَيْسَ شَهَادَةُ الْمَرْاَةِ مِثْلَ نِصْفِ شَهَادَةِ الرَّجُلِ؟ قُلْنَ بَلٰى، قَالَ فَذٰلِكَ مِنْ نُقْصَانِ عَقْلِهَا، اَلَيْسَ اِذَا حَاضَتْ لَمْ تُصَلِّ وَلَمْ تَصُمْ ؟ قُلْنَ بَلٰى، قَالَ فَذٰلِكَ مِنْ نُقْصَانِ دِيْنِهَا. [اطراف الحدیث: ۱۴۶۲۔۱۹۵۱۔۲۶۵۸]

(صحیح مسلم: ۷۹، الرقم المسلسل: ۲۴۳۔۶۷۹، سنن ابوداؤد: ۴۶۷۹، سنن نسائی: ۱۵۷۸۔۱۵۷۵، سنن ابن ماجہ: ۴۰۰۳، سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۱۴۸، شعب الایمان: ۲۹، مسند احمد ج ۲ ص ۶۷ طبع قدیم، مسند احمد: ۵۳۴۳۔ ج ۹ ص ۲۴۶، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اور ناقص دین والی ایسی نہیں دیکھی جو کسی محتاط مرد کی عقل کو زائل کرنے والی ہو! انہوں نے کہا: یارسول اللہ! ہمارے دین اور ہماری عقل کا نقصان کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: کیا ایسا نہیں ہے کہ عورت کی گواہی مرد کی گواہی کی نصف کی مثل ہوتی ہے؟ انہوں نے کہا: کیوں نہیں! آپ نے فرمایا: یہ عورتوں کی عقل کا نقصان ہے کیا ایسا نہیں ہے کہ عورت کو جب حیض آتا ہے تو وہ نماز پڑھتی ہے نہ روزے رکھتی ہے؟ انہوں نے کہا: کیوں نہیں! آپ نے فرمایا: یہ اس کے دین کا نقصان ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: عورت کو جب حیض آتا ہے تو وہ نماز پڑھتی ہے نہ روزے رکھتی ہے۔

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں ان سب کا تعارف ہو چکا ہے۔

لعن، کفر اور عقل کے معانی اور عورتوں کا ناقص العقل اور ناقص الدین ہونا اکثری حکم ہے، کلی نہیں ہے

اس حدیث میں مذکور ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نکلے یعنی اپنے گھر سے یا اپنی مسجد سے عیدگاہ کی طرف نکلے۔

''اللعن'' اس کا اسم لعنت ہے اس کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور کرنے کی دعا کرنا۔ اگر بالکلیہ رحمت سے دور کرنا مراد ہو تو یہ لعنت صرف کفار پر کی جاسکتی ہے اور اگر اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کے قرب خاص سے دور کرنا مراد ہو تو یہ لعنت فساق پر بھی کی جا سکتی ہے۔

''یکفرن'' یہ لفظ کفر سے بنا ہے اس کا معنی ستر ہے یعنی نعمت کو چھپانا اور اس کا شکر ادا نہ کرنا' یہاں مراد ہے: خاوند کی نافرمانی کرنا۔

عقل اس کا معنی ہے: روکنا' انسان میں جو ادراک کی قوت انسان کو بُرے کاموں سے روکتی ہے امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس کا محل دماغ ہے اور امام شافعی کے نزدیک اس کا محل دل ہے عقل کی کئی تعریفیں ہیں: (۱) یہ وہ قوت ہے جس سے غائب چیزوں کا ادراک ہوتا ہے (۲) یہ وہ قوت ہے جس سے حقائق اشیاء کا انکشاف ہوتا ہے (۳) یہ وہ قوت ہے جس سے بُرے اور اچھے کاموں کی تمیز ہوتی ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا ایسا نہیں ہے کہ عورت کی گواہی مرد کی گواہی کی نصف کی مثل ہوتی ہے؟ اس میں اس آیت کی طرف اشارہ ہے:

فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ. (البقرہ: ۲۸۲)

پس اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں، جن کو تم گواہوں میں سے پسند کرلو۔

اس حدیث پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ ہر عورت تو مرد سے ناقص نہیں ہوتی بعض عورتیں مرد سے کامل بھی ہوتی ہیں جیسا کہ حدیث میں ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہیں دنیا کی عورتوں میں سے یہ عورتیں کافی ہیں: مریم بنت عمران'

خدیجہ بنت خویلد' فاطمہ بنت محمد اور آسیہ زوجہ فرعون۔

(سنن ترمذی:۳۸۷۸' مسند احمد ج ۳ ص ۱۳۵' المستدرک ج ۳ ص ۱۵۷' مصنف عبدالرزاق:۲۰۹۱۹' شرح السنۃ ج ۱ ص ۳۴۹)

اس کا جواب یہ ہے کہ جب کُل پر کسی چیز کا حکم لگایا جائے تو وہ اس کو مستلزم نہیں ہوتا کہ اس کل کے ہر فرد پر وہ حکم لگایا جائے' بعض مردوں کا حافظہ کمزور ہوتا ہے اور بعض عورتوں کا حافظہ بہت قوی ہوتا ہے' بعض مرد غبی ہوتے ہیں اور بعض عورتیں بہت ذہین ہوتی ہیں' لیکن اکثر مردوں کی عقل کامل ہوتی ہے اور اکثر عورتوں کی عقل ناقص ہوتی ہے اور اس حدیث میں اکثریت کے اعتبار سے عورتوں کو ناقص العقل فرمایا ہے اور چونکہ ہر عورت حیض میں مبتلا ہوتی ہے' اس لیے ہر عورت کی نماز اور روزے کی عبادت مرد کی عبادت سے کم ہوتی ہے' یہ خلقت کے اعتبار سے ہے' ورنہ بہت مرد ایسے ہیں' جو نماز پڑھتے ہیں نہ روزے رکھتے ہیں اور بعض عورتیں ان کی بہ نسبت زیادہ نماز پڑھتی ہیں اور زیادہ روزے رکھتی ہیں' سو عورتوں کا دین میں ناقص ہونا' یہ بھی اکثری حکم ہے کُلی حکم نہیں ہے اور شرع اور عرف میں اکثر افراد پر کل کا حکم لگا دیا جاتا ہے۔

خواتین کو وعظ کرنا' عیدین اور جمعہ کے لیے خواتین کو مساجد میں جانے سے فقہاء کا منع کرنا' وعظ کا طریقہ اور حدیث مذکور کے دیگر متعدد فوائد

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عید الفطر یا عید الاضحیٰ کے دن امام کو قوم کے ساتھ نماز عید پڑھنے کے لیے عید گاہ جانا مستحب ہے۔

عید کے دن مسلمانوں کو نیکیوں اور صدقات کی ترغیب دینی چاہیے کیونکہ اس دن اغنیاء اور فقراء جمع ہوتے ہیں اور اغنیاء کو دیکھ کر فقراء کو حسرت آتی ہے' خصوصاً یتیم فقراء اور بیوہ فقراء کو' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خصوصاً خواتین کو صدقہ کی ترغیب دی کیونکہ ان میں سے اکثر پر بخل غالب ہوتا ہے۔

اس حدیث سے واضح ہوا کہ نماز عید کے لیے عورتوں کا عید گاہ میں جانا جائز ہے' علماء نے کہا: یہ صرف آپ کے زمانہ کے ساتھ مخصوص تھا' لیکن آج کل خوب صورت اور جوان عورت نہ جائے کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس (بناؤ سنگھار) کو دیکھ لیتے' جو عورتوں نے آپ کے بعد ایجاد کیا ہے تو ان کو مساجد میں آنے سے اسی طرح منع کر دیتے' جس طرح بنی اسرائیل کی عورتوں کو مساجد میں آنے سے منع کر دیا گیا۔ (صحیح البخاری:۸۶۹' صحیح مسلم:۴۴۵' سنن ابوداؤد:۵۶۹)

علامہ عینی فرماتے ہیں: حضرت عائشہ کا یہ کلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے تھوڑے عرصہ بعد کا ہے' لیکن آج کل جو عورتیں اپنے حسن کی نمائش کرتی ہیں' نعوذ باللہ من ذالک' تو انہیں عید یا غیر عید میں گھر سے نکلنے کی بالکل اجازت نہیں دینی چاہیے' امام ابوحنیفہ نے ایک بار اجازت دی اور دوسری بار منع کر دیا' بعض فقہاء نے نوجوان عورتوں کو منع کیا ہے اور بوڑھی عورتوں کو اجازت دی ہے' امام مالک اور امام ابو یوسف کا یہی مذہب ہے' علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی متوفی ۵۸۷ھ نے کہا ہے: اس پر اجماع ہے کہ جوان عورت کو عیدین' نماز جمعہ بلکہ کسی بھی نماز کے لیے گھر سے نکلنے کی اجازت نہیں دی جائے گی' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے عورتوں سے فرمایا ہے: ''وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ'' (الاحزاب:۳۳) اور تم اپنے گھروں میں رہو' کیونکہ ان کا گھر سے نکلنا فتنہ کا سبب ہے اور بوڑھی عورتوں کو نماز عیدین کے لیے گھر سے نکلنے کی اجازت دی جائے گی۔ علامہ نووی نے ''شرح المہذب'' میں کہا ہے کہ جوان عورت اور جس پر شہوت آئے' اس کا گھر سے نکلنا مکروہ ہے اور جن احادیث میں عورتوں کو نماز عید وغیرہ میں نکلنے کی اجازت دی گئی ہے' وہ آپ کے زمانہ کے ساتھ مخصوص ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وعظ اور نصیحت میں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرانا چاہیے' اور کسی شخص معین کو مخاطب نہیں کرنا

چاہیے بلکہ عموم اور شمول کے صیغوں سے خطاب کرنا چاہیے اور یہ کہ صدقہ عذاب کو دور کرتا ہے اور گناہوں کو مٹاتا ہے اور نعمت کا انکار کرنا اور اس کا شکر ادا نہ کرنا حرام ہے اور باعث عذاب ہے اور گفتگو میں کسی پر لعنت کرنا یا اس کو گالی دینا حرام اور فسق ہے اور کفر باللہ کے غیر پر کفر کا اطلاق جائز ہے' خواتین نے آپ سے پوچھا کہ ہمارے یہ کثرت دوزخی ہونے کا کیا سبب ہے؟ اس سے معلوم ہوا کہ متعلم استاذ سے سمجھنے کے لیے سوال کر سکتا ہے۔

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ حائض کا نماز پڑھنا اور روزے رکھنا منع ہے' نماز اس سے ساقط ہو جائے گی اور روزوں کی وہ قضاء کرے گی اور اس میں یہ تصریح ہے کہ عورت کی گواہی مرد کی گواہی کی نصف ہے اور اس حدیث میں نیک کاموں کے لیے چندہ کرنے کی اصل ہے اور اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلق عظیم اور آپ کی رحمت اور آپ کی شفقت کا بیان ہے' آپ پر افضل صلوات اور اشرف تحیات نازل ہوں۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۴۰۵۔ ۴۰۳ ملخصا)

٧- بَابُ تَقْضِي الْحَائِضُ الْمَنَاسِكَ كُلَّهَا اِلَّا الطَّوَافَ بِالْبَيْتِ

حائض تمام مناسکِ حج ادا کرے سوائے بیت اللہ کے طواف کے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر کسی عورت کو احرام باندھنے کے بعد حیض آ جائے تو وہ حج بیت اللہ کے سوا باقی تمام مناسک حج ادا کرے گی۔ مناسک' منسک کی جمع ہے' اس کا معنی ہے: حج کی عبادات کی جگہیں اور منسک مذبح یعنی قربانی کی جگہ کو بھی کہتے ہیں' اس کا مادہ نسک ہے' اس کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور عبادت اور ہر وہ فعل جس سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کیا جائے۔

ان دونوں بابوں میں مناسبت یہ ہے کہ پہلے باب میں حالت حیض میں روزہ کو ترک کرنے کا ذکر ہے اور وہ فرض ہے اور اس باب میں حالت حیض میں بیت اللہ کے طواف کو ترک کرنے کا ذکر ہے اور وہ بھی فرض ہے۔

جنبی اور حائض کے قرآن پڑھنے کے جواز پر امام بخاری کے دلائل اور مصنف کے جوابات

امام بخاری فرماتے ہیں:

وَقَالَ اِبْرَاهِيْمُ لَا بَاْسَ اَنْ تَقْرَاَ الْاٰيَةَ .

اور ابراہیم (نخعی) نے کہا: حائض کے ایک آیت پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اس اثر کی اور اس کے بعد کے آثار کی باب کے عنوان سے مناسبت یہ ہے کہ حیض ہر عبادت کے منافی نہیں ہے بلکہ حالت حیض میں تسبیح' تحمید اور تہلیل پڑھنا جائز ہے' اسی طرح ایک جماعت کے نزدیک ایک آیت سے کم پڑھنا جائز ہے اور ابراہیم نخعی کے نزدیک ایک آیت پڑھنا جائز ہے' اسی طرح طواف کے سوا باقی مناسک بھی ادا کرنے جائز ہیں' جنبی کا بھی یہی حکم ہے۔

اس تعلیق کی اصل یہ اثر ہے:

حماد' ابراہیم سے روایت کرتے ہیں: انہوں نے کہا کہ چار شخص قرآن نہ پڑھیں: (۱) جو بیت الخلاء میں ہو (۲) جو حمام میں ہو (۳) جو جنبی ہو (۴) جو (عورت) حیض والی ہو۔ ماسوا ایک آیت اور اس کی مثل کے خصوصاً جنبی اور حائض کے لیے۔

(سنن دارمی: ۹۹٦' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

ابراہیم نخعی سے دوسری روایت یہ ہے کہ جنبی اور حائض ایک آیت سے بھی کم پڑھے۔

چنانچہ ابو خالد الاحمر نے از حجاج از عطاء از حماد از ابراہیم اور سعید بن جبیر حائض اور مُجنب کے بارے میں یہ روایت کی ہے کہ وہ آیت کی ابتداء کریں اور اس کو آخر تک نہ پڑھیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۹۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱٦ ھ)

مغیرہ نے ابراہیم سے روایت کیا ہے کہ حیض والی عورت ایک آیت سے کم پڑھے' پوری آیت نہ پڑھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ:۱۰۹۷)
امام بخاری نے جو ابراہیم نخعی سے یہ نقل کیا ہے کہ حائض ایک آیت پڑھ سکتی ہے' اس کی بہ نسبت ابراہیم نخعی کی مذکور الصدر دو روایتیں زیادہ قرین قیاس ہیں' جن میں انہوں نے جنبی اور حائض کو ایک مکمل آیت کی بھی اجازت نہیں دی' اور اس کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حائض اور جنبی بالکل قرآن نہ پڑھیں۔
(سنن ترمذی:۱۳۱' سنن ابن ماجہ:۵۹۶۔۵۹۵' سنن دار قطنی:۴۱۲۰' سنن بیہقی ج۱ص۸۹' العقیلی ج۱ص۹۰)

اس کے بعد امام بخاری نے دوسری تعلیق ذکر کی:

وَلَمْ يَرَ ابْنُ عَبَّاسٍ بِالْقِرَاءَةِ لِلْجُنُبِ بَأْسًا. اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما جنبی کے لیے قرآن مجید پڑھنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:
خالد از عکرمہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے کہ جنبی ایک آیت یا دو آیتیں پڑھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ:۱۰۸۹' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۶ھ)
اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابن عباس کی انفرادی رائے ہے' جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صریح ممانعت کے مقابلہ میں حجت نہیں ہے۔

پھر امام بخاری تیسری تعلیق ذکر کرتے ہیں:

وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ اَحْيَانِهٖ. اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام اوقات میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے تھے۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر وقت اللہ عزوجل کا ذکر کرتے تھے۔
(صحیح مسلم:۳۷۳' مسند احمد ج۶ص۷۰' جامع المسانید لابن الجوزی:۷۲۶۶' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)
امام بخاری کے استدلال کی تقریر یہ ہے کہ جب آپ ہر وقت ذکر کرتے تھے' تو یہ اس کو مستلزم ہے کہ آپ حالت جنابت میں بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے تھے اور ذکر قرآن مجید کی تلاوت کو بھی شامل ہے' اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ حالت جنابت میں بھی قرآن مجید پڑھتے تھے۔
امام بخاری کا یہ استدلال اس لیے صحیح نہیں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں ہر حال میں قرآن مجید پڑھاتے تھے' سوائے جنابت کے حال کے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ:۱۰۷۸) اور یہ ہر حال میں ذکر کے خلاف نہیں ہے' یعنی جنابت کے حال میں آپ قرآن مجید کی تلاوت کے علاوہ اور کوئی ذکر کرتے تھے' مثلاً تسبیح اور تہلیل وغیرہ اور یہ ذکر بھی آپ دل سے کرتے تھے' زبان سے نہیں کرتے تھے' حدیث میں ہے: آپ نے بے وضوء ہونے کی حالت میں ایک صحابی کو سلام کا جواب بھی نہیں دیا' کیونکہ سلام کا لفظ اللہ تعالیٰ کا اسم ہے:
المہاجر بن قنفذ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس وقت سلام کیا' جب آپ وضوء کر رہے تھے' آپ نے ان کو جواب نہیں دیا' جب آپ وضوء سے فارغ ہو گئے تو آپ نے فرمایا: مجھے تمہارے سلام کا جواب دینے سے اس کے سوا اور

کوئی چیز مانع نہیں تھی کہ میں نے بغیر طہارت کے اللہ تعالیٰ کے ذکر کو ناپسند کیا۔

(سنن ابوداؤد:١٧' سنن نسائی:٣٨' سنن ابن ماجہ:٣٥٠' مسند احمد ج ٤ ص ٣٤٥۔ ج ٥ ص ٨٠' شرح معانی الآثار:١٠٢' المستدرک ج ٣ ص ٤٧٩)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیشاب کر رہے تھے' اس وقت ایک شخص آپ کے پاس سے گزرا' اس نے آپ کو سلام کیا' آپ نے اس کے سلام کا جواب نہیں دیا' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تیمم کر کے اس شخص کے سلام کا جواب دیا۔

(صحیح مسلم:٣٧٠' سنن ابوداؤد:١٦' سنن ترمذی:٩٠' سنن نسائی:٣٧' سنن ابن ماجہ:٣٥٣)

غور کیجئے! جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بے وضوء ہونے کے حال میں زبان سے اللہ کا ذکر مکروہ سمجھتے ہیں تو آپ جنابت کے حال میں زبان سے اللہ کا ذکر کیسے کریں گے' پھر جنابت کے حال میں قرآن مجید کی تلاوت کرنا تو آپ کی شان سے اور بھی زیادہ بعید ہے' اس لیے ماننا پڑے گا کہ جنابت کے حال میں آپ دل سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے تھے' بلکہ ہم کہتے ہیں کہ جنابت کے حال میں زبان سے اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کرنا بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے' کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کی زیادہ تعظیم اور تقدیس ہے کہ یہ حال زبان سے اس کے ذکر کے لائق نہیں ہے۔ ہمارے ان جوابات سے واضح ہو گیا کہ آپ ہر وقت اللہ کا ذکر کرتے تھے' اس سے امام بخاری کا یہ استدلال کرنا کہ آپ حالت جنابت میں تلاوتِ قرآن کرتے تھے' نہ صرف یہ کہ بہت بعید ہے' بلکہ اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور تقدیس کے خلاف ہے' بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت اور آپ کے مزاج کے برعکس ہے۔

وَقَالَتْ اُمُّ عَطِيَّةَ كُنَّا نُؤْمَرُ اَنْ يَّخْرُجَ الْحُيَّضُ فَيُكَبِّرْنَ بِتَكْبِيْرِهِمْ وَيَدْعُوْنَ .

اور حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ہمیں یہ حکم دیا جاتا تھا کہ حائض عورتیں نکلیں' پس وہ مسلمانوں کی تکبیر کے ساتھ تکبیر پڑھیں اور دعا کریں۔

یہ امام بخاری کی چوتھی تعلیق ہے اور اس کو خود امام بخاری نے اپنی صحیح میں موصولاً روایت کیا ہے:

حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہمیں یہ حکم دیا جاتا تھا کہ ہم آزاد اور پردہ دار خواتین کو (عیدگاہ میں) لے جائیں اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ حائض خواتین بھی خیر اور مسلمانوں کی دعا کے مواقع پر حاضر ہوں اور حائض خواتین عیدگاہ میں داخل نہ ہوں' حضرت حفصہ نے حیرت سے کہا: حائض خواتین بھی؟ تو ایک عورت نے کہا: کیا وہ میدان عرفات میں اور فلاں فلاں مقام میں نہیں جاتی۔ (صحیح البخاری:٩٧٤۔٣٢٤' صحیح مسلم:٨٩٠' سنن ابوداؤد:١١٣٦' سنن نسائی:١٥٥٨' سنن ابن ماجہ:١٣٠٨)

امام بخاری کے استدلال کی تقریر یہ ہے کہ جب حائض عیدگاہ سے باہر اور میدان عرفات میں دعا کر سکتی ہے اور دعا میں قرآن کی آیات بھی ہوتی ہیں تو پھر وہ قرآن مجید کی تلاوت بھی کر سکتی ہے' امام بخاری کا یہ استدلال بھی صحیح نہیں ہے' دعا میں قرآن مجید کی آیت پڑھنا اور چیز ہے اور قصداً قرآن مجید کی تلاوت کرنا اور بات ہے' خصوصاً جب کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: حائض اور جنبی بالکل قرآن نہ پڑھیں۔ (سنن ترمذی:١٣١)

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اَخْبَرَنِىْ اَبُوْ سُفْيَانَ اَنَّ هِرَقْلَ دَعَا بِكِتَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَرَاَ فَاِذَا فِيْهِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿يَآ اَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ﴾ الْاٰيَةَ (آل عمران:٦٤).

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: مجھے ابوسفیان نے خبر دی کہ ہرقل نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مکتوب منگایا' پھر اس کو پڑھا تو اس میں لکھا ہوا تھا: اللہ ہی کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت رحم فرمانے والا' بہت مہربان ہے'' اے اہل کتاب! آؤ ایک بات کی طرف'' الآیہ (آل عمران:٦٤)

یہ امام بخاری کی پانچویں تعلیق ہے اور صحیح البخاری: ۷ کی طویل حدیث کا ایک قطعہ ہے۔امام بخاری کی اس حدیث سے استدلال کی تقریر یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ مکتوب جس میں قرآن مجید کی دو آیتیں لکھی ہوئی تھیں' ہرقل اور رومیوں کی طرف بھیجا اور وہ کافر تھے اور کافر جنبی ہوتا ہے اور انہوں نے اس مکتوب کو چھوا اور پڑھا' اس سے معلوم ہوا کہ جنبی کا قرآن مجید کو چھونا اور پڑھنا جائز ہے۔حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے لکھا ہے: اس کا جواب یہ ہے کہ اس مکتوب میں ان دو آیتوں کے علاوہ بھی لکھا ہوا تھا کہ یہ مکتوب محمد بن عبد اللہ اور اللہ کے رسول کی طرف سے عظیم بصریٰ کے نام ہے اور ہرقل عظیم روم کی طرف' جو ہدایت کی پیروی کرے اس پر سلام ہو' پس بے شک میں تم کو اسلام کی دعوت دیتا ہوں' تم اسلام قبول کرلو' سلامت رہو گے' اللہ تم کو اس کے دو اجر عطا فرمائے گا' پھر اگر تم نے اعراض کیا تو تمہارے متبعین کے اسلام نہ لانے کا تم پر گناہ ہوگا۔الحدیث' پس یہ مکتوب ایسا ہے' جیسے فقہ کی کتاب یا تفسیر میں قرآن مجید کی آیت لکھی ہوئی ہو اور فقہ کی کتاب یا تفسیر کی کتاب کو بے وضوء ہاتھ لگانا اور پڑھنا جمہور کے نزدیک جائز ہے کیونکہ ان سے قرآن مجید کی تلاوت کا قصد نہیں کیا جاتا اور امام احمد نے اور بہت سے فقہاء شافعیہ نے یہ تصریح کی ہے کہ تبلیغ کی مصلحت سے کفار کو اس قسم کے مکاتیب لکھنا جائز ہے اور ثوری نے کہا: کسی نصرانی آدمی کو قرآن مجید کی اس امید پر تعلیم دینا جائز ہے کہ شاید وہ اسلام لائے' اور امام احمد نے کہا: میں اس کو مکروہ جانتا ہوں کہ قرآن مجید کو اس کی لائق جگہ پر نہ رکھا جائے اور ان کا یہ قول بھی ہے کہ اگر اس سے ہدایت کی توقع ہو تو پھر جائز ہے' ورنہ نہیں اور بعض علماء نے کہا: اس حدیث میں یہ دلیل نہیں ہے کہ جنبی کے لیے قرآن مجید پڑھنا جائز ہے کیونکہ جنبی کو تلاوت قرآن سے اس صورت میں منع کیا ہے' جب وہ قرآن کی تلاوت کا قصد کرے اور وہ یہ جانتا ہو کہ جس کی وہ تلاوت کر رہا ہے' وہ قرآن ہے اور اگر وہ کسی صفحہ کو پڑھے اور اس کو یہ علم نہ ہو کہ یہ قرآن ہے تو پھر اس کے لیے ممانعت نہیں ہے اور اسی طرح کافر کے لیے اس صفحہ کو پڑھنے کا حکم ہے۔اس کی مزید تحقیق ان شاء اللہ ''کتاب الجهاد'' میں آئے گی۔(فتح الباری ج ۱ ص ۸۲۲' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ) ''کتاب الجهاد'' میں یہ پوری حدیث نمبر: ۳۱۷۴ پر ہے' لیکن حافظ ابن حجر عسقلانی حسب عادت بھول گئے اور انہوں نے وہاں اس کی شرح میں ایک لفظ بھی نہیں لکھا۔

وَقَالَ عَطَاءٌ عَنْ جَابِرٍ حَاضَتْ عَائِشَةُ فَنَسَكَتِ الْمَنَاسِكَ كُلَّهَا، غَيْرَ الطَّوَافِ بِالْبَيْتِ، وَلَا تُصَلِّي.

اور عطاء نے از جابر کہا کہ حضرت عائشہ کو حیض آ گیا تو انہوں نے بیت اللہ کے طواف کے سوا تمام مناسک حج ادا کیے اور وہ نماز نہیں پڑھتی تھیں۔

یہ امام بخاری کی چھٹی تعلیق ہے' اس تعلیق کی اصل حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی ایک طویل حدیث ہے' جس میں یہ جملہ ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مکہ میں آئیں اور وہ حائض تھیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو یہ حکم دیا کہ وہ حج کے تمام مناسک ادا کریں' سوا اس کے کہ وہ طواف نہیں کریں گی اور نماز نہیں پڑھیں گی' حتیٰ کہ وہ حیض سے پاک ہو جائیں۔(صحیح البخاری: ۷۲۳۰' مسند احمد ج ۳ ص ۲۹۲)

امام بخاری کے استدلال کی تقریر یہ ہے کہ آپ نے حضرت عائشہ کو قرآن مجید پڑھنے سے منع نہیں کیا' اس سے معلوم ہوا کہ حائض کا قرآن مجید پڑھنا جائز ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ ''سنن ترمذی'' میں تصریح ہے کہ آپ نے حائض اور جنبی کو قرآن مجید پڑھنے سے مطلقاً منع فرما دیا تھا۔

وَقَالَ الْحَكَمُ إِنِّي لَأَذْبَحُ وَأَنَا جُنُبٌ، وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى ﴿وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ﴾ (الانعام: ۱۲۱).

اور حکم نے کہا: بے شک میں حالت جنابت میں ذبح کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ''اور جس جانور پر اللہ کا نام نہ ذکر کیا جائے' اس کو مت کھاؤ'' (الانعام: ۱۲۱)۔

یہ امام بخاری کی ساتویں تعلیق ہے' جس سے انہوں نے یہ استدلال کیا ہے کہ جنبی کا قرآن مجید کی تلاوت کرنا جائز ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ جانور کو ذبح کرتے وقت قرآن مجید کی تلاوت نہیں کی جاتی بلکہ بسم اللہ' اللہ اکبر کہا جاتا ہے اور جنبی کے لیے قرآن پڑھنے کی ممانعت ہے' ذکر کرنے کی ممانعت نہیں ہے' اگرچہ افضل یہ ہے کہ باوضوء ذکر کیا جائے اور یہ حکم کا فعل ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فعل نہیں ہے۔

جمہور فقہاء کے نزدیک جنبی اور حائض کے قرآن پڑھنے کی ممانعت اور ان کی مستدل حدیث کی سند کی تحقیق

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ ھ لکھتے ہیں:

امام مالک کے اس مسئلہ میں دو قول ہیں' اور امام ابوحنیفہ' امام شافعی' امام احمد اور ابوثور نے حائض کو قرآن مجید پڑھنے سے منع کیا ہے' اور اسی کی مثل حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما' عطاء' ابوالعالیہ' سعید بن جبیر اور زہری سے مروی ہے۔

(شرح ابن بطال ج ١ ص ٤٢٦' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ ھ)

جمہور ائمہ اور فقہاء کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت عبداللہ بن سلمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیت الخلاء سے آ کر منہ دھونے کے بعد قرآن مجید پڑھنے لگے تو حضرت علی نے بیان کیا کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیت الخلاء سے آنے کے بعد ہمیں قرآن مجید پڑھاتے اور ہمارے ساتھ گوشت کھاتے اور جنابت کے سوا آپ کو قرآن مجید پڑھنے سے کوئی چیز مانع نہیں تھی۔

(سنن ابوداؤد: ٢٢٩' سنن ترمذی: ١٤٦' سنن نسائی: ٢٦٦-٢٦٥' سنن ابن ماجہ: ٥٩٤' مصنف ابن ابی شیبہ: ١٠٧٨' مسند الحمیدی: ٥٧' صحیح ابن حبان: ٨٠٠-٧٩٩' سنن دارقطنی ج ١ ص ١١٩' مسند ابویعلیٰ: ٣٦٥' مسند احمد ج ١ ص ٨٣ طبع قدیم' مسند احمد: ٦٢٧-ج ٢ ص ٦١' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

شعیب الارنؤط اس حدیث کی سند کے متعلق لکھتے ہیں:

اس حدیث کی سند حسن ہے' امام حبان' العجلی اور یعقوب بن شیبہ نے اس حدیث کی توثیق کی ہے' امام ابن عدی نے "الکامل" میں کہا ہے کہ یہ حدیث حضرت علی' حضرت حذیفہ اور ان کے غیر سے مروی ہے اور مجھے امید ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے' امام ابن حبان' امام ابن خزیمہ اور حاکم نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے اور ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے۔

(حاشیہ مسند احمد ج ٢ ص ٦١' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ ھ' اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں:

جمہور نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث سے استدلال کیا ہے' اس کو اصحاب السنن نے روایت کیا ہے' امام ترمذی اور امام ابن حبان نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے' بعض نے اس کے بعض راویوں کو ضعیف کہا ہے اور حق یہ ہے کہ یہ حدیث حسن ہے اور استدلال کی صلاحیت رکھتی ہے۔ (فتح الباری ج ١ ص ٨٢٢' دارالمعرفہ' بیروت' ١٤٢٦ ھ)

اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد امام ابوداؤد نے اس پر سکوت کیا ہے اور امام ابوداؤد نے اپنے مکتوب میں لکھا ہے: میں جس حدیث پر کوئی حکم نہ لگاؤں' وہ میرے نزدیک عمل کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔

(مکتوب امام ابوداؤد ص ٤' مع سنن ابوداؤد ج ١ ص ٤' مطبع مجتبائی لاہور)

ہم نے اس مسئلہ میں اس قدر تحقیق اس لیے کی ہے کہ امام بخاری نے اپنے زعم میں یہ ثابت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حالت جنابت میں قرآن پڑھتے تھے' حالانکہ یہ بات واقع کے خلاف ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دامن اس سے پاک ہے' سو میری یہ محنت رسول اللہ

ﷺ کی اس سے براءت ثابت کرنے کے لیے بے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ اس تحریر کو قبول فرمالیں۔ (آمین)

٣٠٥- حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ اَبِی سَلَمَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا نَذْكُرُ اِلَّا الْحَجَّ، فَلَمَّا جِئْنَا سَرِفَ طَمِثْتُ، فَدَخَلَ عَلَیَّ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا اَبْكِیْ فَقَالَ مَا يُبْكِيْكِ؟ قُلْتُ لَوَدِدْتُ وَاللّٰهِ اَنِّیْ لَمْ اَحُجَّ الْعَامَ. قَالَ لَعَلَّكِ نُفِسْتِ؟ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَاِنَّ ذٰلِكِ شَیْءٌ كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلٰى بَنَاتِ اٰدَمَ، فَافْعَلِیْ مَا يَفْعَلُ الْحَاجُّ، غَيْرَ اَنْ لَّا تَطُوْفِیْ بِالْبَيْتِ حَتّٰى تَطْهُرِیْ.

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۷۱۹۰، مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز بن ابی سلمہ نے حدیث بیان کی از عبدالرحمان بن القاسم از قاسم بن محمد از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے کہا: ہم نبی ﷺ کے ساتھ گئے ہم صرف حج کا ذکر کر رہے تھے جب ہم مقام سرف پر پہنچے تو مجھے حیض آ گیا پس نبی ﷺ میرے پاس آئے اور میں رو رہی تھی آپ نے پوچھا: تم کیوں رو رہی ہو؟ میں نے کہا: میں (حج کرنا) چاہتی تھی اور اللہ کی قسم! بے شک میں اس سال حج نہیں کر سکوں گی آپ نے فرمایا: شاید تم کو نفاس (حیض) آ گیا ہے؟ میں نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: یہ وہ چیز ہے جس کو اللہ نے آدم کی بیٹیوں پر لکھ دیا ہے پس تم وہ سب کرو جو حج کرنے والے کرتے ہیں سوا اس کے کہ تم بیت اللہ کا طواف نہ کرنا حتیٰ کہ تم (حیض سے) پاک ہو جاؤ۔

یہ حدیث صحیح البخاری: ۲۹۴ میں گزر چکی ہے وہاں اس کا عنوان تھا: حیض کی ابتداء کس طرح ہوئی اور یہاں اس کا عنوان ہے: حائض سوائے طواف کے تمام مناسک حج ادا کرے اور اس حدیث میں ان دونوں باتوں کا ذکر ہے۔

٨ - بَابُ الْاِسْتِحَاضَةِ — استحاضہ کا بیان

اس باب میں استحاضہ کا حکم بیان کیا گیا ہے جو خون عورت کی رگ سے نکلے اور فرج سے اس کے مخصوص وقت کے بغیر باہر آئے اس کو استحاضہ کہتے ہیں اور باب سابق سے اس کی مناسبت یہ ہے کہ حیض اور استحاضہ دونوں عورت کے احکام میں سے ہیں۔

٣٠٦- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ اَنَّهَا قَالَتْ قَالَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ اَبِیْ حُبَيْشٍ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّیْ لَا اَطْهُرُ، اَفَاَدَعُ الصَّلٰوةَ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا ذٰلِكِ عِرْقٌ وَّلَيْسَ بِالْحَيْضَةِ، فَاِذَا اَقْبَلَتِ الْحَيْضَةُ فَاتْرُكِی الصَّلٰوةَ، فَاِذَا ذَهَبَ قَدْرُهَا، فَاغْسِلِیْ عَنْكِ الدَّمَ وَصَلِّیْ.

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۷۴۰۷، مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ہشام بن عروہ از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت فاطمہ بنت حبیش رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے کہا: یارسول اللہ! بے شک میں پاک نہیں ہوتی کیا میں نماز چھوڑ دوں؟ تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ صرف رگ (کا خون ہے) اور یہ حیض نہیں ہے پس جب حیض آئے تو تم نماز چھوڑ دو اور جب حیض کی مقدار چلی جائے تو تم اپنے جسم سے خون کو دھولو اور نماز پڑھو۔

یہ حدیث صحیح البخاری: ۲۲۸ میں گزر چکی ہے وہاں اس کا عنوان تھا: خون کو دھونا اور یہاں اس کا عنوان ہے: استحاضہ کا بیان۔

٩- بَابُ غَسْلِ دَمِ الْمَحِيْضِ — حیض کے خون کو دھونا

ان دونوں بابوں میں مناسبت ظاہر ہے۔

٣٠٧- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ الْمُنْذِرِ، عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِيْ بَكْرٍ اَنَّهَا قَالَتْ سَاَلَتِ امْرَاَةٌ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اَرَاَيْتَ اِحْدَانَا، اِذَا اَصَابَ ثَوْبَهَا الدَّمُ مِنَ الْحَيْضَةِ، كَيْفَ تَصْنَعُ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَصَابَ ثَوْبَ اِحْدَاكُنَّ الدَّمُ مِنَ الْحَيْضَةِ، فَلْتَقْرُصْهُ، ثُمَّ لِتَنْضَحْهُ بِمَاءٍ، ثُمَّ لِتُصَلِّيْ فِيْهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ہشام از فاطمہ بنت المنذر از حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ ایک عورت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا اس نے کہا: یارسول اللہ! یہ بتایئے کہ جب ہم میں سے کسی ایک کے کپڑے پر حیض کا خون لگ جائے تو وہ کیا کرے؟ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کسی ایک کے کپڑے پر حیض کا خون لگ جائے تو وہ اس کو کھرچے پھر اس کو پانی سے دھوئے پھر اس میں نماز پڑھے۔

یہ حدیث صحیح البخاری: ٢٢٧ میں گزر چکی ہے وہاں اس کا عنوان تھا: خون کا دھونا' اور یہاں اس کا عنوان ہے: حیض کے خون کو دھونا۔

٣٠٨- حَدَّثَنَا اَصْبَغُ قَالَ اَخْبَرَنِیْ ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ حَدَّثَهُ عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَتْ اِحْدَانَا تَحِيْضُ، ثُمَّ تَقْتَرِصُ الدَّمَ مِنْ ثَوْبِهَا عِنْدَ طُهْرِهَا، فَتَغْسِلُهُ وَتَنْضَحُ عَلٰى سَائِرِهِ، ثُمَّ تُصَلِّيْ فِيْهِ.

(سنن ابن ماجہ: ٦٣٠)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اصبغ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابن وہب نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے عمرو بن الحارث نے خبر دی از عبد الرحمان بن القاسم' ان کو حدیث بیان کی از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے کہا: ہم میں سے کسی ایک کو حیض آتا' پھر وہ اس کو پاک کرنے کے وقت اس کے خون کو کھرچتی' پھر اس کو دھوتی' پھر سارے کپڑے کو دھوتی' پھر اس میں نماز پڑھتی۔

اس حدیث کی مطابقت باب کے عنوان کے ساتھ اس طرح ہے کہ اس میں حیض کے خون کو دھونے کا ذکر ہے۔

١٠- بَابُ الْاِعْتِكَافِ لِلْمُسْتَحَاضَةِ

مستحاضہ کا اعتکاف

اس باب میں مستحاضہ کے اعتکاف کا بیان کیا گیا ہے' اور اس کا حکم یہ ہے کہ یہ جائز ہے' اعتکاف کا لغت میں معنی ہے: ٹھہرنا' اور شرع میں اس کا معنی ہے: مسجد میں روزے کے ساتھ اعتکاف کی نیت سے ٹھہرنا' باب سابق میں طہارت کے لیے حیض کے خون کو دھونے کا ذکر تھا اور اس باب میں مستحاضہ کے اعتکاف کا ذکر ہے اور اس میں مناسبت یہ ہے کہ یہ دونوں کام عبادات ہیں۔

٣٠٩- حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ خَالِدٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِعْتَكَفَ مَعَهُ بَعْضُ نِسَائِهِ وَهِيَ مُسْتَحَاضَةٌ تَرَى الدَّمَ، فَرُبَّمَا وَضَعَتِ الطَّسْتَ تَحْتَهَا مِنَ الدَّمِ. وَزَعَمَ عِكْرِمَةُ اَنَّ عَائِشَةَ رَاَتْ مَاءَ الْعُصْفُرِ، فَقَالَتْ كَاَنَّ هٰذَا شَيْءٌ كَانَتْ فُلَانَةُ تَجِدُهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی از خالد از عکرمہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کی ازواج میں سے کوئی اعتکاف میں بیٹھ گئیں اور وہ مستحاضہ تھیں' خون کو دیکھتی تھیں' پس بعض اوقات وہ خون کی وجہ سے اپنے نیچے تھال کو رکھ لیتیں (تاکہ خون مسجد میں نہ گرے) اور عکرمہ نے کہا:

[اطراف الحدیث: ۳۱۰-۳۱۱-۲۰۳۷] حضرت عائشہ نے زرد رنگ کا پانی دیکھا تو انہوں نے کہا: گویا یہ وہی چیز ہے جو فلانہ (زوجہ) دیکھتی تھیں۔

(سنن ابوداؤد: ۲۴۷۶' سنن ابن ماجہ: ۱۷۸۰' سنن دارمی: ۸۸۲' سنن بیہقی ج ۱ ص ۳۲۸' السنن الکبریٰ: ۳۳۴۶' مسند احمد ج ٦ ص ۱۳۱ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۴۹۹۸- ج ۴۱ ص ۴٦۰' موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اعتکاف میں بیٹھنے والی آپ کی زوجہ کی تعیین اور مستحاضہ کے اعتکاف میں بیٹھنے کا جواز

اس حدیث میں مذکور ہے: آپ کی بعض ازواج اعتکاف میں بیٹھ گئیں' اس سے مراد کون سی ازواج ہیں' اس میں تین اقوال ہیں: حضرت سودہ بنت زمعہ' حضرت رملہ ام حبیبہ بنت ابوسفیان اور حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہن۔

اس میں مذکور ہے: جو فلانہ دیکھتی تھی۔ اس سے مراد وہی زوجہ محترمہ ہیں' جن کے اعتکاف میں بیٹھنے کا پہلے ذکر ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مستحاضہ مسجد میں اعتکاف میں بیٹھ سکتی ہے' مستحاضہ کے حکم میں وہ شخص ہے' جس کے پیشاب کے قطرات ہر وقت جاری رہتے ہوں یا جس کے زخم سے خون ہر وقت جاری رہتا ہو' بہ شرطیکہ ان کا خون یا پیشاب مسجد میں نہ گرے اور اس زمانہ میں عورتیں مسجد میں اعتکاف میں نہ بیٹھیں' انہوں نے اپنے گھر میں نماز پڑھنے کے لیے جو جگہ بنائی ہو' وہاں اعتکاف میں بیٹھ جائیں۔ بعض اوقات ڈاکٹر آپریشن کے بعد مریض کے ساتھ پلاسٹک کی تھیلی لگا دیتے ہیں' جس میں اس کا پیشاب جمع ہوتا رہتا ہے' ایسے شخص کا مسجد میں آنا جائز نہیں ہے کیونکہ مسجد میں نجاست کا لانا جائز نہیں ہے۔

۳۱۰- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ، عَنْ خَالِدٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتِ اعْتَكَفَتْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِمْرَاَةٌ مِنْ اَزْوَاجِهٖ، فَكَانَتْ تَرَى الدَّمَ وَالصُّفْرَةَ، وَالطَّسْتُ تَحْتَهَا، وَهِيَ تُصَلِّيْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی از خالد از عکرمہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کی ازواج میں سے ایک خاتون اعتکاف میں بیٹھیں' پس وہ خون کو اور زرد رنگ کو دیکھتی تھیں اور ان کے نیچے تھال تھا اور وہ نماز پڑھتی تھیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۰۹ میں ملاحظہ فرمائیں۔

۳۱۱- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ، عَنْ خَالِدٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ بَعْضَ اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ اعْتَكَفَتْ وَهِيَ مُسْتَحَاضَةٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معتمر نے حدیث بیان کی از خالد از عکرمہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ بے شک امہات المؤمنین میں سے کوئی اعتکاف میں بیٹھیں اور وہ مستحاضہ تھیں۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۳۰۹ میں ملاحظہ فرمائیں۔

۱۱- بَابُ هَلْ تُصَلِّي الْمَرْاَةُ فِيْ ثَوْبٍ حَاضَتْ فِيْهِ؟

آیا عورت اس کپڑے میں نماز پڑھ سکتی ہے جس میں اس کو حیض آیا تھا؟

اس باب کے عنوان میں یہ سوال ہے کہ آیا عورت اس کپڑے میں نماز پڑھ سکتی ہے' جس میں اس کو حیض آیا تھا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہاں پڑھ سکتی ہے' باب سابق میں مستحاضہ کے نماز پڑھنے کا ذکر تھا اور اس باب میں حائض کے غسل کے بعد اس کے حیض والے

کپڑے کو پاک کرنے کے بعد اس کپڑے میں نماز پڑھنے کا ذکر ہے اور نماز پڑھنا ان دونوں بابوں میں قدر مشترک ہے۔

۳۱۲- حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ اَبِىْ نَجِيْحٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ مَا كَانَ لِاِحْدَانَا اِلَّا ثَوْبٌ وَاحِدٌ، تَحِيْضُ فِيْهِ، فَاِذَا اَصَابَهُ شَىْءٌ مِنْ دَمٍ، قَالَتْ بِرِيْقِهَا، فَقَصَعَتْهُ بِظُفُرِهَا. (سنن ابوداؤد:۳۵۸)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن نافع نے حدیث بیان کی از ابن ابی نجیح از مجاہد انہوں نے بیان کیا: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ ہم میں سے کسی ایک کے پاس صرف ایک کپڑا ہوتا تھا' جس میں اس کو حیض آ جاتا تھا' پس جب اس کپڑے میں کچھ خون لگ جاتا تو وہ اس پر اپنا تھوک لگاتی' پھر اس کو اپنے ناخن سے کھرچ دیتی۔

اس حدیث کی مطابقت باب کے عنوان کے ساتھ اس طرح ہے کہ اس میں یہ ذکر ہے کہ ہم میں سے کسی ایک کے پاس صرف ایک کپڑا ہوتا تھا اس میں اس کو حیض آ جاتا' وہ اس کو دھولیتی اور ظاہر ہے کہ وہ صرف اسی میں نماز پڑھتی تھی اور یہی اس باب کا عنوان ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ وہ اس خون پر اپنا تھوک لگاتی' یعنی تھوک سے اس خون کو بھگو لیتی اور اس میں یہ دلیل ہے کہ پانی کے علاوہ کسی بھی مائع چیز سے نجاست کو دھویا جا سکتا ہے اور یہی احناف کا مذہب ہے۔

۱۲- بَابُ الطِّيْبِ لِلْمَرْاَةِ عِنْدَ غُسْلِهَا مِنَ الْمَحِيْضِ

حیض سے غسل کرتے وقت عورت کا خوشبو لگانا

یعنی جب عورت حیض سے پاک ہونے کے لیے غسل کرے تو اس کا حیض کے خون کی جگہ پر خوشبو لگانا مباح ہے۔ باب سابق کے ساتھ اس باب کی مناسبت یہ ہے کہ بابِ سابق میں حیض کے خون کو دھونے کا ذکر تھا اور اس میں زیادہ صفائی کے لیے غسل کے وقت اس جگہ خوشبو لگانے کا ذکر ہے تاکہ حیض کی بدبو زائل ہو جائے۔

۳۱۳- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ اَيُّوْبَ، عَنْ حَفْصَةَ، عَنْ اُمِّ عَطِيَّةَ، قَالَتْ كُنَّا نُنْهٰى اَنْ نُّحِدَّ عَلٰى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثٍ، اِلَّا عَلٰى زَوْجٍ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا، وَلَا نَكْتَحِلَ، وَلَا نَتَطَيَّبَ، وَلَا نَلْبَسَ ثَوْبًا مَصْبُوْغًا اِلَّا ثَوْبَ عَصْبٍ، وَقَدْ رُخِّصَ لَنَا عِنْدَ الطُّهْرِ، اِذَا اغْتَسَلَتْ اِحْدَانَا مِنْ مَحِيْضِهَا، فِىْ نُبْذَةٍ مِّنْ كُسْتِ اَظْفَارٍ، وَكُنَّا نُنْهٰى عَنِ اتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ. قَالَ رَوَاهُ هِشَامُ بْنُ حَسَّانَ، عَنْ حَفْصَةَ، عَنْ اُمِّ عَطِيَّةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن عبدالوہاب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ایوب از حفصہ' از حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا' وہ فرماتی ہیں کہ ہمیں میت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرنے سے منع کیا جاتا تھا' ماسوا خاوند کے' اس پر چار ماہ دس دن سوگ ہوتا تھا' ہم (سوگ میں) سرمہ لگاتی تھیں نہ خوشبو لگاتی تھیں' نہ رنگا ہوا کپڑا پہنتی تھیں' سوا اس کپڑے کے جو رنگ میں بُنا ہوا ہوتا تھا' اور ہمیں یہ اجازت دی گئی تھی کہ ہم حیض سے طہارت کے لیے جب غسل کریں تو (اس جگہ) تھوڑی سی خوشبو لگالیں اور ہم کو جنائز کے پیچھے جانے سے منع کیا جاتا تھا۔ امام بخاری نے کہا: اس حدیث کو ہشام بن حسان نے از حفصہ از ام عطیہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم روایت کیا ہے۔

[اطراف الحدیث:۱۲۷۸-۱۲۷۹-۵۳۴۰-۵۳۴۱-۵۳۴۲-۵۳۴۳]

(صحیح مسلم:۹۳۸' الرقم المسلسل:۲۱۳۱' سنن ابوداؤد:۲۳۰۲' سنن نسائی:۳۵۳۶' سنن ابن ماجہ:۲۰۸۷' مصنف ابن ابی شیبہ ج۵ ص۲۸۱۔

٢٨٠ المعجم الکبیر: ١٣٩٩ ـ ج ٢٥ ' سنن سعید بن منصور: ٢١٣٥ ' مسند احمد ج ٦ ص ٤٠٨ طبع قدیم ' مسند احمد: ٢٧٣٠٤ ـ ج ٤٥ ص ٢٨٥ ـ ٢٨٤ ' مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ' جامع المسانید لابن الجوزی: ٦٣٦٧ ' مکتبۃ الرشد ریاض ' ١٤٢٦ ھ)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: ہمیں یہ اجازت دی گئی تھی کہ ہم حیض سے طہارت کے لیے غسل کے وقت اس جگہ تھوڑی سی خوشبو لگا لیں۔

اس حدیث میں حضرت ام عطیہ کے علاوہ باقی سب کا تعارف ہو چکا ہے ' حضرت ام عطیہ فاضلات صحابیہ میں سے ہیں ' ان کا نام نسیبہ بنت الحارث ہے ' یہ بیماروں کی تیمارداری کرتی تھیں ' زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی تھیں اور مردہ عورتوں کو غسل دیتی تھیں ' ان کے نام میں دوسرا قول یہ ہے کہ یہ نسیبہ بنت کعب انصاریہ ہیں ' ان سے چالیس احادیث مروی ہیں ' ساٹھ احادیث پر امام بخاری اور امام مسلم متفق ہیں اور ان میں سے ہر ایک صرف ایک حدیث کے ساتھ منفرد ہے۔

(خلاصۃ تذہیب تہذیب الکمال: ١٠٨٩١ ـ ج ٣ ص ٥٠٨ ' دار الکتب العلمیہ بیروت ' ١٤٢٢ ھ)

'' کست اظفار '' کے معنی کی تحقیق

اس حدیث میں '' نبذة من کست اظفار '' کے الفاظ ہیں '' نبذة '' کے معنی ہیں: '' قطعة '' ایک ٹکڑا ' تھوڑی سی چیز ' اس روایت میں '' کست اظفار '' کے الفاظ ہیں ـ علامہ ابن التین نے کہا ہے: صحیح '' قسط ظفار '' ہے '' ظفار '' عدن کے سواحل میں سے ایک ساحل ہے ' علامہ قرطبی نے کہا: یہ یمن کا ایک شہر ہے '' صحیح مسلم '' میں ہے: '' قسط و اظفار '' یہ زیادہ احسن ہے کیونکہ یہ خوشبو کی دو قسمیں ہیں: '' قسط '' کا معنی ہے: سیاہ رنگ کی ایک خوشبو کا ٹکڑا ' اور '' اظفار '' کا معنی ہے: ایک قسم کے لوبان کی دھونی ' غسل دینے والی کو اس کی اجازت دی گئی ہے ' ایک قول ہے کہ '' ظفار '' یمن کے چار شہروں کا نام ہے ' دوسروں نے کہا: '' اظفار '' ایک قسم کا عطر ہے۔ (عمدۃ القاری ج ٣ ص ٤١٩)

اردو میں '' قسط اظفار '' کو نکھ کہتے ہیں ' اس کا معنی ہے: ایک خوشبودار جڑ۔ (قائد اللغات ص ٩٧٤ ' فیروز اللغات ص ١٣٧٤)

شوہر کی موت پر سوگ کرنے کا وجوب

اس حدیث میں شوہر کے مرنے پر سوگ کا وجوب ہے ' امام ابوحنیفہ کے نزدیک خواہ اس کی بیوی مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ ' کم عمر ہو یا زیادہ عمر کی ہو ' کنواری ہو یا بیوہ ' تاہم نابالغہ پر سوگ کرنا واجب نہیں ہے ' اور سوگ کے ایام میں سرمہ لگانا ' خوشبو لگانا اور رنگے ہوئے کپڑے پہننا جائز نہیں ہیں اور اس حدیث میں سوگ کرنے والی کے لیے بھی اجازت ہے کہ وہ حیض کی بدبو زائل کرنے کے لیے تھوڑی سی خوشبو کا اس جگہ لیپ کر لے ' آج کل اس جگہ کسی خوشبودار کریم کو لگایا جا سکتا ہے ' اور اس حدیث میں عورتوں کو جنازے کے ساتھ جانے سے منع کیا گیا ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے: المہلب نے کہا ہے کہ حیض کے خون کی بدبو کو زائل کرنے کے لیے اس کو کسی چیز کو سلگا کر دھونی دینے کی اجازت دی گئی ہے اور عنقریب '' اتباع الجنائز '' کے باب میں اس پر کلام آئے گا۔ (فتح الباری ج ١ ص ٧٨٢) لیکن '' اتباع النساء الجنائز '' کے باب میں حدیث: ١٢٧٨ میں انہوں نے اس خوشبو کے مسئلہ پر ایک لفظ بھی نہیں لکھا۔ دیکھئے: فتح الباری ج ٢ ص ٧٢٨ ' اور حسب عادت بھول گئے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے محفوظ رکھے۔ (آمین)

* باب مذکور کی حدیث ' شرح صحیح مسلم: ٢٠٦١ ـ ج ٢ ص ٧٥٥ پر ہے ' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

١٣- بَابُ دَلْكِ الْمَرْاَةِ نَفْسَهَا إِذَا تَطَهَّرَتْ مِنَ الْمَحِيْضِ، وَكَيْفَ تَغْتَسِلُ، وَتَاْخُذُ فِرْصَةً مُمَسَّكَةً، فَتَتَّبِعُ بِهَا اَثَرَ الدَّمِ

جب عورت حیض سے طہارت حاصل کرے تو اس کا اپنے جسم کو ملنا اور وہ کیسے غسل کرے اور وہ مشک کا ٹکڑا لے کر اس خون کے نشان کو صاف کرے

سابق باب کے ساتھ اس باب کی مناسبت یہ ہے کہ دونوں بابوں میں خوشبو کے استعمال کا ذکر ہے۔

٣١٤- حَدَّثَنَا يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ مَنْصُوْرِ بْنِ صَفِيَّةَ، عَنْ اُمِّهِ، عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ امْرَاَةً سَاَلَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ غُسْلِهَا مِنَ الْمَحِيْضِ؟ فَاَمَرَهَا كَيْفَ تَغْتَسِلُ، قَالَ خُذِيْ فِرْصَةً مِنْ مِسْكٍ، فَتَطَهَّرِيْ بِهَا. قَالَتْ كَيْفَ اَتَطَهَّرُ؟ قَالَ تَطَهَّرِيْ بِهَا. قَالَتْ كَيْفَ؟ قَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ، تَطَهَّرِيْ، فَاجْتَبَذْتُهَا اِلَيَّ، فَقُلْتُ تَتَبَّعِيْ بِهَا اَثَرَ الدَّمِ.

[اطراف الحدیث: ٣١٥۔ ٧٣٥٧]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن عیینہ نے حدیث بیان کی از منصور بن صفیہ از والدہ خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ ایک عورت نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حیض سے غسل کے متعلق سوال کیا؟ آپ نے اس کو حکم دیا کہ وہ کیسے غسل کرے آپ نے فرمایا کہ تم مشک کا ٹکڑا لو اور اس سے طہارت حاصل کرو اس نے کہا: کیسے طہارت حاصل کروں؟ آپ نے فرمایا: اس سے طہارت حاصل کرو اس نے کہا: کیسے؟ آپ نے فرمایا: سبحان اللہ! اس سے طہارت حاصل کرو، حضرت عائشہ کہتی ہیں: میں نے اس کو اپنی طرف کھینچ کر کہا: اس مشک کے ٹکڑے سے خون کے نشان کو (مل کر) صاف کرو۔

(صحیح مسلم: ٣٣٢، الرقم المسلسل: ٧٣٢، سنن نسائی: ٢٥١۔ ٤٢٧، مسند ابویعلیٰ: ٤٣٣٧، صحیح ابن حبان: ١٢٠٠۔ ١١٩٩، سنن بیہقی ج ١ ص ١٨٣، شرح السنۃ: ٢٥٢، مسند احمد ج ٦ ص ١٢٢ طبع قدیم، مسند احمد: ٢٤٩٠٧۔ ج ٤١ ص ٣٩٣۔ ٣٩٢، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید لابن الجوزی: ٧٣٠٠، مکتبۃ الرشد ریاض ١٤٢٦ھ)

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس جملہ میں ہے: مشک کے ٹکڑے سے خون کے نشان کو صاف کرو، البتہ اس حدیث میں صراحۃً غسل کے وقت جسم کو ملنے کا ذکر نہیں ہے، سو عنوان کے ایک جز کے ساتھ حدیث کی مطابقت ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

اس حدیث کی سند میں صرف یحییٰ مذکور ہے، ابن السکن نے کہا: یہ یحییٰ بن موسیٰ البلخی ہے، بیہقی نے کہا: یہ یحییٰ بن جعفر ہے، الغسانی نے کہا: یہ یحییٰ بن عیینہ ہے، ابن السکن نے کہا: جہاں بھی امام بخاری صرف یحییٰ کہیں، اس سے مراد یحییٰ بن موسیٰ البلخی ہے، جو بخت کے ساتھ معروف ہے، یہ نیک مسلمانوں میں سے تھے اور ٢٤٠ھ میں فوت ہو گئے تھے، علامہ کرمانی نے کہا: ہمارے پاس بعض نسخوں میں یحییٰ بن البیکندی لکھا ہوا ہے، صاحب التوضیح نے کہا: ہمارے بعض شیوخ کی شرح میں یحییٰ بن معاویہ بن اعین ہے۔

دیگر رجال کا تعارف اس سے پہلے کیا جا چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ٣ ص ٤٢٣)

سوال کرنے والی عورت کی تعیین، حیض کی بدبو زائل کرنے کے لیے فرج (اندام نہانی) پر غسل کے وقت خوشبو لگانا اور دیگر مسائل

اس حدیث میں مذکور ہے: ایک عورت نے سوال کیا، وہب کی روایت میں ہے کہ وہ عورت انصاری تھی، امام مسلم نے اس کا نام اسماء بنت شکل لکھا ہے، الخطیب نے کہا: اس کا نام اسماء بنت یزید ہے۔

علامہ نووی نے لکھا ہے کہ جمہور علماء نے یہ کہا کہ اس کی فرج کے اوپر جو خون کا نشان ہے، اس کو مشک کے ٹکڑے سے صاف کرے تاکہ حیض کے خون کی بدبو زائل ہو جائے، نبی ﷺ نے اپنی طبعی حیاء کی وجہ سے ایک اجنبی عورت کے سامنے اس کو صراحت کے ساتھ نہیں بیان فرمایا، اس لیے حضرت عائشہ نے اس کو سمجھا دیا، اگر مشک کا ٹکڑا میسر نہ ہو تو کسی کپڑے کے ٹکڑے میں خوشبو لگا کر اس سے حیض کے خون کی بدبو کو زائل کیا جائے۔ (صحیح مسلم بشرح النواوی ج ۲ ص ۱۳۹۲-۱۳۹۱، مکتبہ نزار مصطفیٰ، مکہ مکرمہ، ۱۴۱۷ھ)

اس حدیث سے معلوم ہونے والے دیگر مسائل یہ ہیں:

(۱) دینی مسائل کو معلوم کرنے میں حیاء نہیں کرنی چاہیے اور اگر بات سمجھ میں نہ آئے تو معلم سے بار بار پوچھنا چاہیے۔
(۲) کسی خوشبودار چیز کو فرج پر لگا کر حیض کے خون کی بدبو زائل کرنی چاہیے۔
(۳) جن چیزوں کا تعلق شرم گاہ سے ہو، ان کا صراحت سے ذکر کرنے کے بجائے، کنایہ اور تعریض سے ذکر کرنا چاہیے۔
(۴) اجنبی خواتین کے سامنے شرم گاہ کے ذکر سے احتراز کرنا چاہیے، جس طرح آپ نے اس عورت کے سامنے فرج کا ذکر نہیں کیا۔
(۵) عورت دوسری عورتوں کو شرم گاہ کا ذکر کر کے مسئلہ سمجھا سکتی ہے، جیسا کہ حضرت عائشہ نے اس عورت کو سمجھایا۔
(۶) متعلم کو اگر بات سمجھ میں نہ آئے تو نرمی سے دوبارہ سہ بارہ سمجھانا چاہیے اور اس سے تنگ نہیں ہونا چاہیے اور تعجب کے موقع پر سبحان اللہ کہنا چاہیے اور اس سے رسول اللہ ﷺ کے حسن اخلاق کا پتا چلتا ہے۔

* باب مذکور کی حدیث، شرح صحیح مسلم: ۶۵۶- ج ۱ ص ۱۰۲۴ پر مذکور ہے، وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

١٤- بَابُ غُسْلِ الْمَحِيضِ — حیض میں غسل کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ عورت حیض سے طہارت حاصل کرنے کے لیے اسی طرح غسل کرے گی، جس طرح جنابت سے طہارت حاصل کرنے کے لیے غسل کرتی ہے، البتہ اس میں حیض کے خون کی بدبو زائل کرنے کے لیے اس جگہ خوشبو لگائی جائے گی۔

٣١٥- حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا مَنْصُوْرٌ، عَنْ أُمِّهِ، عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ امْرَأَةً مِّنَ الْأَنْصَارِ، قَالَتْ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ أَغْتَسِلُ مِنَ الْمَحِيضِ؟ قَالَ خُذِي فِرْصَةً مُّمَسَّكَةً، فَتَوَضَّئِي ثَلَاثًا. ثُمَّ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَحْيَا، فَأَعْرَضَ بِوَجْهِهِ، أَوْ قَالَ تَوَضَّئِي بِهَا. فَأَخَذْتُهَا فَجَذَبْتُهَا، فَأَخْبَرْتُهَا بِمَا يُرِيدُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں منصور نے حدیث بیان کی از والدۂ خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ انصار کی ایک عورت نے نبی ﷺ سے عرض کیا: میں حیض سے کس طرح غسل کروں؟ آپ نے فرمایا: مشک کا ٹکڑا لے کر اس سے تین مرتبہ طہارت حاصل کرو، پھر نبی ﷺ نے حیاء سے اپنا چہرہ دوسری طرف پھیر لیا یا آپ نے فرمایا: اس سے طہارت حاصل کرو، پھر میں نے اس کو پکڑ کر اپنی طرف کھینچا اور اس کو بتایا کہ نبی ﷺ کی کیا مراد ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۱۴ میں ملاحظہ فرمائیں۔

۱۵ - بَابُ امْتِشَاطِ الْمَرْأَةِ عِنْدَ غُسْلِهَا مِنَ الْمَحِيضِ

حیض سے غسل کے وقت عورت کا کنگھی کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ حیض سے غسل کے وقت عورت اپنے بالوں میں کنگھی کر سکتی ہے' دونوں بابوں میں مناسبت یہ ہے کہ یہ دونوں باب عورت کی زیادہ صفائی اور ستھرائی سے متعلق ہیں۔

۳۱۶- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ أَهْلَلْتُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ، فَكُنْتُ مِمَّنْ تَمَتَّعَ وَلَمْ يَسُقِ الْهَدْيَ، فَزَعَمَتْ أَنَّهَا حَاضَتْ، وَلَمْ تَطْهُرْ حَتّٰى دَخَلَتْ لَيْلَةُ عَرَفَةَ، فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ، هٰذِهِ لَيْلَةُ عَرَفَةَ، وَإِنَّمَا كُنْتُ تَمَتَّعْتُ بِعُمْرَةٍ؟ فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْقُضِي رَأْسَكِ، وَامْتَشِطِي، وَأَمْسِكِي عَنْ عُمْرَتِكِ فَفَعَلْتُ، فَلَمَّا قَضَيْتُ الْحَجَّ، أَمَرَ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ، لَيْلَةَ الْحَصْبَةِ، فَأَعْمَرَنِي مِنَ التَّنْعِيمِ، مَكَانَ عُمْرَتِي الَّتِي نَسَكْتُ.

[طرف الحدیث:۱۵۵۶][(صحیح مسلم:۱۲۱۱' الرقم المسلسل: ۲۸۶۲' سنن ابوداؤد:۱۷۸۱' سنن نسائی:۲۷۶۴' صحیح ابن حبان:۳۹۲۷' سنن بیہقی ج۴ ص۳۵۳' المعجم الاوسط:۷۰۹۵' مسند احمد ج۶ ص۱۶۴ طبع قدیم' مسند احمد:۲۵۳۰۷' ج۴۲ ص۱۸۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی:۷۱۹۰' مکتبۃ الرشد' ریاض'۱۴۲۶ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن شہاب نے حدیث بیان کی از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا: میں نے حجۃ الوداع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ احرام باندھا' میں ان لوگوں میں سے تھی جنہوں نے حج تمتع کا احرام باندھا تھا اور ھدی روانہ نہیں کی تھی' پھر حضرت عائشہ نے بتایا کہ ان کو حیض آ گیا اور وہ پاک نہیں ہوئیں حتیٰ کہ عرفہ کی شب آ گئی' پس انہوں نے کہا: یارسول اللہ! یہ عرفہ کی شب ہے اور میں نے عمرہ کے ساتھ تمتع کیا تھا؟ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: اپنے سر کے بال کھول' اور کنگھی کرو اور اپنے عمرہ کو موقوف کر دو' پس میں نے اس طرح کیا' پھر جب میں نے حج ادا کر لیا تو آپ نے حضرت عبد الرحمان کو لیلۃ الحصبۃ (جس دن ایام تشریق کے بعد لوگ منیٰ سے واپسی میں وادی محصب میں ٹھہرتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی وہاں ٹھہرے تھے) میں حکم دیا کہ میں نے جس عمرہ کا احرام باندھا تھا' اس کی جگہ مجھے مقام تنعیم سے عمرہ کرائیں۔

حدیث: ۲۹۴ میں حضرت عائشہ کے حج کے احرام باندھنے کا ذکر ہے اور اس باب کی حدیث میں ان کے عمرہ کے احرام باندھنے کا ذکر ہے' آیا یہ حدیث غلط ہے یا ان دونوں حدیثوں میں تطبیق ہے؟

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس روایت میں کافی اضطراب ہے' قاسم نے کہا ہے کہ حضرت عائشہ نے حج کا احرام باندھا تھا' جیسا کہ گزر چکا ہے۔ حضرت عائشہ نے کہا: ہم گھر سے نکلے اور ہم صرف حج کا ارادہ کرتے تھے' پھر جب ہم مقام سرف میں پہنچے تو مجھے حیض آ گیا۔ صحیح البخاری: ۲۹۴ اور عروہ کی اس روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ نے عمرہ کا احرام باندھا تھا اور ''تمہید'' میں مذکور ہے کہ امام اوزاعی' امام شافعی' ابوثور اور ابن علیہ نے عروہ کی اس حدیث کو رد کر دیا ہے اور کہا ہے کہ عروہ کی یہ حدیث غلط ہے' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اصحاب میں سے کسی نے بھی عروہ کی متابعت نہیں کی' اسماعیل بن اسحاق نے کہا ہے کہ القاسم' الاسود اور عمرہ کا اس پر اجماع ہے کہ ام المؤمنین نے حج کا احرام باندھا تھا' عمرہ کا احرام نہیں باندھا تھا اور عروہ کی یہ حدیث غلط ہے۔

دونوں حدیثوں میں تطبیق

حضرت عائشہ نے جو کہا ہے کہ میں نے عمرہ کے ساتھ تمتع کیا تھا' یہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ وہ پہلے عمرہ کرنے والی تھیں' علامہ نووی نے کہا ہے کہ اگر تم یہ کہو کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی زیادہ صحیح روایت یہ ہے کہ ہم صرف حج کو دیکھتے تھے اور صرف حج کا ارادہ کرتے تھے اور ہم حج کا احرام باندھ کر نکلے تھے تو اس حدیث کی اس باب کی حدیث کے ساتھ کیسے تطبیق ہو گی کیونکہ اس میں حضرت عائشہ نے کہا ہے کہ میں نے عمرہ کے ساتھ تمتع کیا تھا' تو میں کہتا ہوں کہ خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عائشہ نے پہلے حج کا احرام باندھا تھا' پھر اس احرام کو عمرہ کی طرف فسخ کر دیا' جب آپ نے لوگوں کو حج کا احرام فسخ کر کے عمرہ کا احرام باندھنے کا حکم دیا کیونکہ انہوں نے ھدی روانہ نہیں کی تھی' پھر حضرت عائشہ نے عمرہ کا احرام باندھ لیا' پھر جب حضرت عائشہ کو حیض آ گیا اور ان کے لیے عمرہ کو پورا کرنا مشکل ہو گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حکم دیا کہ وہ حج کا احرام باندھ لیں تو انہوں نے حج کا احرام باندھ لیا اور انہوں نے حج کے احرام کو عمرہ کے احرام پر باندھ لیا اور وہ قارنہ ہو گئیں' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارا طواف' حج اور عمرہ کے لیے کافی ہے اور یہ جو آپ نے فرمایا ہے: اپنے عمرہ کو موقوف کر دو' اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ اپنے عمرہ کو باطل کر دو بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ حج اور عمرہ دونوں میں اپنے عمل کو جاری رکھو اور عمرہ کے افعال کو پورا کر کے اس سے اعراض کر لو اور سر کے بال کھولنے اور ان میں کنگھی کرنے سے عمرہ کا باطل کرنا لازم نہیں آتا کیونکہ ہمارے نزدیک یہ دونوں کام احرام میں جائز ہیں' بایں طور کہ بال نہ ٹوٹیں' لیکن بغیر عذر کے سر میں کنگھی کرنا مکروہ ہے اور حضرت عائشہ کے کنگھی کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ان کا عذر تھا کہ ان کے سر میں جوئیں تھیں اور ایک قول یہ ہے کہ حقیقت میں کنگھی کرنا مراد نہیں ہے بلکہ انگلیوں سے بالوں کو سیدھا کرنا مراد ہے تاکہ وہ حج کے احرام کے لیے غسل کر لیں' خصوصاً اس صورت میں کہ انہوں نے اپنے بالوں کو چپکایا ہوا تھا اور اس صورت میں غسل اسی وقت صحیح ہوتا' جب پانی تمام بالوں میں پہنچ جاتا اور اس لیے انہیں بالوں کو کھولنا لازم تھا۔

اگر تم یہ کہو کہ اس کا معنی یہ ہے کہ آپ نے یہ ارادہ کیا کہ حضرت عائشہ کا حج سے الگ ایک عمرہ ہو جائے' جیسے باقی امہات المؤمنین اور دیگر ان صحابہ کا عمرہ تھا' جنہوں نے حج کا احرام فسخ کر کے عمرہ کا احرام باندھا تھا اور انہوں نے عمرہ کو پورا کر کے حج کا احرام باندھا' پس ان کو مستقل عمرہ حاصل ہوا اور مستقل حج حاصل ہوا اور حضرت عائشہ کو صرف وہ عمرہ حاصل ہوا' جو حج قران میں داخل تھا' پس انہوں نے جس عمرہ کا ابتداء میں ارادہ کیا تھا' جو حج میں داخل نہیں تھا اور مستقل عمرہ تھا تو حج کے بعد انہوں نے وہ عمرہ کیا اور اس عمرہ سے ان کو حیض نے روک دیا تھا اور انہوں نے یہ اس لیے کیا کہ ان کی عبادات پر حرص تھی' تو میں کہوں گا کہ مشہور اور ثابت یہ ہے کہ حضرت عائشہ کا صرف حج تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو یہ حکم دیا تھا کہ آپ عمرہ کو چھوڑ دیں اور حضرت عائشہ نے جو کہا تھا کہ میں صرف ایک حج کے ساتھ لوٹوں گی' اس میں اس کی واضح دلیل ہے' اور حضرت عائشہ نے کہا تھا کہ میری صواحب حج اور عمرہ کے ساتھ لوٹیں گی اور میں حج کے ساتھ لوٹوں گی' اس میں عمرہ چھوڑنے کی واضح دلیل ہے' اس لیے کہ اگر ان کا حج عمرہ پر داخل ہوتا تو وہ اور آپ کی صواحب برابر ہو جاتیں اور آپ کو عمرہ کے بعد دوسرا عمرہ کرنے کی ضرورت نہ ہوتی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو آپ کے عمرہ اخیرہ کے بعد فرمایا: یہ تمہارے عمرہ کی جگہ ہے' یہ اس میں صریح ہے کہ آپ پہلے عمرہ سے نکل گئی تھیں اور اس کو چھوڑ دیا تھا تاکہ یہ دوسرا عمرہ پہلے عمرے کی جگہ ہو جائے۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۴۳۰۔۴۲۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۲۸۰۶۔ ج ۳ ص ۳۷۹۔۳۷۸ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

١٦- بَابُ نَقْضِ الْمَرْاَةِ شَعْرَهَا عِنْدَ غُسْلِ الْمَحِيْضِ

حیض سے غسل کے وقت عورت کا اپنے بالوں کو کھولنا

باب سابق میں کنگھی کرنے کا ذکر تھا اور اس باب میں بالوں کو کھولنے کا ذکر ہے اور یہ دونوں ایک جنس سے ہیں۔

٣١٧- حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ أُسَامَةَ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ خَرَجْنَا مُوَافِيْنَ لِهِلَالِ ذِي الْحِجَّةِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَحَبَّ أَنْ يُّهِلَّ بِعُمْرَةٍ فَلْيُهْلِلْ، فَإِنِّيْ لَوْ لَا أَنِّيْ أَهْدَيْتُ لَأَهْلَلْتُ بِعُمْرَةٍ. فَأَهَلَّ بَعْضُهُمْ بِعُمْرَةٍ، وَأَهَلَّ بَعْضُهُمْ بِحَجٍّ، وَكُنْتُ أَنَا مِمَّنْ أَهَلَّ بِعُمْرَةٍ، فَأَدْرَكَنِيْ يَوْمُ عَرَفَةَ وَأَنَا حَائِضٌ، فَشَكَوْتُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ دَعِيْ عُمْرَتَكِ، وَانْقُضِيْ رَأْسَكِ، وَامْتَشِطِيْ وَأَهِلِّيْ بِحَجٍّ. فَفَعَلْتُ، حَتّٰى إِذَا كَانَ لَيْلَةُ الْحَصْبَةِ، أَرْسَلَ مَعِيَ أَخِيْ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ أَبِيْ بَكْرٍ، فَخَرَجْتُ إِلَى التَّنْعِيْمِ، فَأَهْلَلْتُ بِعُمْرَةٍ مَكَانَ عُمْرَتِيْ. قَالَ هِشَامٌ وَلَمْ يَكُنْ فِيْ شَيْءٍ مِنْ ذٰلِكَ هَدْيٌ وَلَا صَوْمٌ وَلَا صَدَقَةٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسامہ نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے کہا: ہم ھلال ذی الحجہ کی پہلی تاریخ کو نکلے' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو عمرہ کا احرام باندھنا چاہتا ہو' وہ عمرہ کا احرام باندھ لے کیونکہ اگر میں نے ھدی روانہ نہ کی ہوتی تو میں بھی عمرہ کا احرام باندھتا' پس بعض صحابہ نے عمرہ کا احرام باندھ لیا اور بعض نے حج کا احرام باندھا' اور میں ان لوگوں میں سے تھی جنہوں نے عمرہ کا احرام باندھا' پھر مجھے یوم عرفہ نے اس حال میں پایا کہ میں حائض تھی' میں نے اس کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی' آپ نے فرمایا: تم اپنے عمرہ کو چھوڑ دو اور اپنے سر کے بال کھول دو اور کنگھی کر لو اور حج کا احرام باندھ لو' سو میں نے ایسا کر لیا' پھر جب الحصبہ کی رات آئی تو آپ نے میرے ساتھ میرے بھائی حضرت عبدالرحمان بن ابوبکر کو بھیجا' پس میں مقام تنعیم کی طرف گئی' پھر میں نے اپنے (پہلے) عمرہ کی جگہ عمرہ کا احرام باندھا۔ ہشام نے کہا: اس میں کوئی چیز لازم نہیں تھی' ھدی نہ روزہ نہ صدقہ۔

ہشام کا یہ قول صحیح نہیں ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج کی طرف سے گائے کی قربانی کی تھی۔

یہ حدیث' حدیث سابق: ٣١٦ کی مثل ہے اور اس کی شرح بھی اس کی مثل ہے۔

١٧- بَابُ ﴿مُخَلَّقَةٍ وَّغَيْرِ مُخَلَّقَةٍ﴾ (الحج:٥)

گوشت کا وہ لوتھڑا جس کی شکل وصورت نمایاں اور واضح ہو یا نہ ہو

یہ باب اس بیان میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کو پیدا کرنے کا ارادہ فرماتا ہے اور جب نطفہ رحم میں ہوتا ہے تو فرشتہ پوچھتا ہے: اس لوتھڑے کی صورت بنائی جائے گی یا نہیں؟ پس اگر اللہ تعالیٰ فرمائے: اس کی صورت نہیں بنائی جائے گی تو وہ رحم اس لوتھڑے کو خون کی صورت میں ساقط کر دیتا ہے اور اگر فرمائے: صورت بنائی جائے گی تو پھر فرشتہ پوچھتا ہے: مرد کی یا عورت کی؟ ہوسکتا ہے کہ امام بخاری نے اس آیت کریمہ کی تفسیر بیان کرنے کا ارادہ کیا ہو اور اس وجہ سے اس حدیث کو روایت کیا ہو۔

اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ پہلے باب میں حیض سے غسل کا بیان تھا اور اس باب میں یہ بیان ہے کہ حاملہ عورت کو حیض نہیں آتا۔

٣١٨- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِي بَكْرٍ، عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ وَكَّلَ بِالرَّحِمِ مَلَكًا، يَقُوْلُ يَا رَبِّ نُطْفَةٌ، يَا رَبِّ عَلَقَةٌ، يَا رَبِّ مُضْغَةٌ، فَاِذَا اَرَادَ اَنْ يَّقْضِيَ خَلْقَهُ قَالَ اَذَكَرٌ اَمْ اُنْثٰى؟ اَشَقِيٌّ اَمْ سَعِيْدٌ؟ فَمَا الرِّزْقُ وَالْاَجَلُ ؟ فَيُكْتَبُ فِيْ بَطْنِ اُمِّهِ. [اطراف الحدیث:٣٣٣٣-٦٥٩٥]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از عبید اللہ بن ابی بکر از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نے فرمایا: بے شک اللہ عزوجل نے رحم کے ساتھ ایک فرشتہ مقرر کر دیا ہے جو کہتا ہے: یارب! نطفہ یا رب! جما ہوا خون یارب! گوشت کا لوتھڑا پس جب اللہ اس کی تخلیق کا ارادہ کرتا ہے تو فرشتہ کہتا ہے: مذکر یا مؤنث؟ بدبخت یا نیک بخت؟ اس کا رزق کتنا ہے؟ اور اس کی مدت حیات کتنی ہے؟ پھر وہ سب اس کی ماں کے پیٹ میں لکھ دیا جاتا ہے۔

(صحیح مسلم:٢٦٤٦ الرقم المسلسل:٦٦٠٢ السنۃ لابی عاصم:١٨٧ حلیۃ الاولیاء: ج٦ص٢٨٠ سنن بیہقی ج٧ ص٤٢١ مسند احمد ج٣ص١١٧ طبع قدیم مسند احمد:١٢١٥٧ ج١٩ص٢٠١ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس طرح ہے کہ اس میں "مخلقة" اور "غير مخلقة" کی تفسیر ہے کیونکہ اس میں مذکور ہے: جب اللہ اس کی تخلیق کا ارادہ کرتا ہے تو فرشتہ کہتا ہے-------

اس حدیث کے چار رجال ہیں اور ان کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

اللہ تعالیٰ کو ہر چیز کی قضاء وقدر کا علم ہونا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم قیامت پر استدلال

المہلب نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو مخلوق کے پیدا کرنے سے پہلے اس کے احوال کا علم ہوتا ہے اور یہ اہل سنت و جماعت کا مذہب ہے۔

اس حدیث میں جو ذکر کیا گیا ہے: رزق مدت حیات سعادت اور شقاوت اور مرد یا عورت ہونا یہ تمام اُمور فرشتے کے لیے ظاہر ہو جاتے ہیں اور اسے ان کو لکھنے اور ان کو نافذ کرنے کا حکم دیا جاتا ہے ورنہ اللہ تعالیٰ کی قضاء اس کا علم اور اس کا ارادہ ان سب چیزوں پر مقدم ہے۔

قاضی عیاض نے کہا ہے: اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ ایک سو بیس دن کے بعد روح پھونک دی جاتی ہے جب چار ماہ پورے ہونے کے بعد پانچواں مہینہ شروع ہو جاتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج٣ ص٤٣٨ دار الکتب العلمیہ بیروت ١٤٢١ھ)

میں کہتا ہوں کہ جب فرشتے کو علم ہوتا ہے کہ کون انسان کب مرے گا؟ اور وہ جنتی ہے یا دوزخی؟ اور جس انسان کی موت قیامت کے دن آئے گی فرشتے کو اس واسطے سے قیامت کا بھی علم ہوتا ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان چیزوں کا علم کیوں نہیں ہوگا!

* یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ٦٦٠٤- ج٧ ص ٢٦٣ پر ہے اس کی شرح کے حسب ذیل عنوانات ہیں:

(١) کیا اللہ تعالیٰ کے علم سابق میں انسانوں کا جنتی یا جہنمی ہونا ان کے مکلف ہونے کے منافی ہے (٢) جبر اور قدر کے اعتبار سے مسئلہ تقدیر پر اشکال اور اس کا جواب۔

١٨- بَابُ كَيْفَ تُهِلُّ الْحَائِضُ بِالْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ

حائض حج اور عمرہ کا احرام کس طرح باندھے؟

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ حائض حج اور عمرہ کا احرام کس طرح باندھے؟ باب سابق کے ساتھ اس باب کی مناسبت یہ ہے کہ باب سابق میں یہ بتایا گیا تھا کہ حاملہ عورت کو حیض نہیں آتا اور یہ بھی حیض کے احکام میں سے ہے اور اس باب میں حائض کے حج یا عمرہ کے احرام باندھنے کی کیفیت کو بیان کیا گیا ہے۔

٣١٩- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ، فَمِنَّا مَنْ أَهَلَّ بِعُمْرَةٍ، وَمِنَّا مَنْ أَهَلَّ بِحَجٍّ، فَقَدِمْنَا مَكَّةَ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَحْرَمَ بِعُمْرَةٍ وَلَمْ يُهْدِ فَلْيُحْلِلْ، وَمَنْ أَحْرَمَ بِعُمْرَةٍ وَأَهْدَى فَلَا يَحِلُّ حَتَّى يَحِلَّ بِنَحْرِ هَدْيِهِ، وَمَنْ أَهَلَّ بِحَجٍّ فَلْيُتِمَّ حَجَّهُ. قَالَتْ فَحِضْتُ، فَلَمْ أَزَلْ حَائِضًا حَتَّى كَانَ يَوْمُ عَرَفَةَ، وَلَمْ أُهْلِلْ إِلَّا بِعُمْرَةٍ، فَأَمَرَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ أَنْقُضَ رَأْسِي، وَأَمْتَشِطَ، وَأُهِلَّ بِحَجٍّ، وَأَتْرُكَ الْعُمْرَةَ، فَفَعَلْتُ ذٰلِكَ، حَتَّى قَضَيْتُ حَجِّي، فَبَعَثَ مَعِي عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ أَبِي بَكْرٍ، وَأَمَرَنِي أَنْ أَعْتَمِرَ مَكَانَ عُمْرَتِي مِنَ التَّنْعِيمِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عُقیل از ابن شہاب از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ حجۃ الوداع میں گئے' ہم میں سے بعض نے عمرہ کا احرام باندھا اور ہم میں سے بعض نے حج کا احرام باندھا' پس ہم مکہ میں آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: جس نے عمرہ کا احرام باندھا ہے اور ھدی روانہ نہیں کی' وہ احرام کھول دے اور جس نے عمرہ کا احرام باندھا اور ھدی روانہ کی ہے' وہ اس وقت تک احرام نہ کھولے حتیٰ کی اس کی ھدی کو نحر کر دیا جائے اور جس نے حج کا احرام باندھا ہے' وہ اپنے حج کو پورا کرے' حضرت عائشہ نے کہا: مجھے حیض آ گیا اور میں مسلسل حائض رہی حتیٰ کہ عرفہ کا دن آ گیا اور میں نے صرف عمرہ کا احرام باندھا تھا' پس مجھے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حکم دیا کہ میں اپنے سر کے بال کھول دوں اور کنگھی کروں اور حج کا احرام باندھ لوں اور عمرہ کو ترک کر دوں' پس میں نے ایسا کر لیا' حتیٰ کہ میں نے حج ادا کر لیا' پھر آپ نے میرے ساتھ حضرت عبدالرحمان بن ابوبکر کو بھیجا اور مجھے حکم دیا کہ میں اپنے اس عمرہ کی جگہ مقام تنعیم سے عمرہ کروں۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ٣١٦ کا مطالعہ کریں' وہاں اس کا عنوان تھا: حیض سے غسل کے وقت عورت کا کنگھی کرنا' اور یہاں اس کا عنوان ہے: حائض کس طرح حج اور عمرہ کا احرام باندھے' اور اس حدیث میں یہ دونوں امر بیان کیے گئے ہیں۔

١٩- بَابُ إِقْبَالِ الْمَحِيضِ وَإِدْبَارِهِ

حیض کا آنا اور جانا

یہ باب حیض کے آنے اور جانے کے متعلق ہے۔

حیض کے آنے اور جانے کی علامتیں

علامہ ابن بطال مالکی نے کہا ہے: حیض کے آنے کا معنی ہے: خون کا اچانک نکل آنا' اور حیض کے جانے کا معنی ہے: طہر کا آنا اور اس کی دو علامتیں ہیں: خالص سفید پانی کا آنا اور یا فرج میں رکھا ہوا کپڑا بالکل خشک ہو۔

(شرح ابن بطال ج ١ ص ٤٤٣' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

علامہ بدرالدین عینی حنفی نے کہا ہے: ہمارے اصحاب حنفیہ کے نزدیک حیض کے جانے کی علامت یہ ہے کہ خون کا آنا منقطع ہو جائے اور حیض کے زمانہ یا حیض کی عادت میں خون نہ آئے' جب اس کی عادت میں خلل ہو تو وہ غور کرے اور اگر اس کی عادت نہ ہو تو کم مدت پر غور کرے۔

سابق باب کے ساتھ اس باب کی مناسبت یہ ہے کہ دونوں بابوں میں حیض کے آنے کا ذکر ہے۔امام بخاری فرماتے ہیں:

وكُنَّ نِسَاءٌ يَبْعَثْنَ إِلَى عَائِشَةَ بِالدُّرْجَةِ فِيهَا الْكُرْسُفُ فِيهِ الصُّفْرَةُ، فَتَقُولُ لَا تَعْجَلْنَ حَتَّى تَرَيْنَ الْقَصَّةَ الْبَيْضَاءَ، تُرِيدُ بِذٰلِكَ الطُّهْرَ مِنَ الْحَيْضَةِ.

اور خواتین حضرت عائشہ کی طرف ایک ڈبہ بھیجتی تھیں' جس میں حیض کے کپڑے ہوتے تھے' اس میں زرد رنگ ہوتا تھا' حضرت عائشہ فرماتیں: تم جلدی نہ کیا کرو حتیٰ کہ تم خالص سفیدی دیکھو' اس سے آپ حیض سے طہر کا ارادہ کرتی تھیں۔

یہ تعلیق موطأ امام مالک: ۹۷ میں ہے۔(تنویر الحوالک ص ۷۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

وَبَلَغَ ابْنَةَ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ أَنَّ نِسَاءً يَدْعُونَ بِالْمَصَابِيحِ مِنْ جَوْفِ اللَّيْلِ، يَنْظُرْنَ إِلَى الطُّهْرِ، فَقَالَتْ مَا كَانَ النِّسَاءُ يَصْنَعْنَ هٰذَا، وَعَابَتْ عَلَيْهِنَّ.

اور حضرت زید بن ثابت کی بیٹی کو یہ خبر پہنچی کہ خواتین آدھی رات کو اٹھ کر چراغ میں طہر کو دیکھتی ہیں تو انہوں نے کہا: یہ عورتیں کیا کرتی ہیں اور ان کی مذمت کرتیں۔

یہ تعلیق موطأ امام مالک: ۹۸ میں ہے۔(تنویر الحوالک ص ۷۷)

٣٢٠- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ أَبِي حُبَيْشٍ كَانَتْ تُسْتَحَاضُ، فَسَأَلَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ذٰلِكِ عِرْقٌ، وَلَيْسَتْ بِالْحَيْضَةِ، فَإِذَا أَقْبَلَتِ الْحَيْضَةُ فَدَعِي الصَّلٰوةَ، وَإِذَا أَدْبَرَتْ فَاغْتَسِلِي وَصَلِّي.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ حضرت فاطمہ بنت ابی حبیش کا خون جاری رہتا تھا' انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا' آپ نے فرمایا: یہ رگ (کا خون) ہے' اور حیض نہیں ہے' پس جب حیض آئے تو تم نماز کو چھوڑ دو اور جب حیض چلا جائے تو تم غسل کر کے نماز پڑھو۔

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۷۰۹۰' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۲۲۸ کا مطالعہ کریں' وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: خون کو دھونا' اور یہاں اس کا عنوان ہے: حیض کا آنا اور جانا' اور یہ دونوں چیزیں اس حدیث میں مذکور ہیں۔

٢٠- بَابُ لَا تَقْضِي الْحَائِضُ الصَّلٰوةَ — حائض نماز کی قضاء نہ کرے

اس باب میں یہ بتایا گیا ہے کہ حائض نماز کو قضاء نہیں کرے گی اور یہ نہیں کہا کہ نماز کو چھوڑ دے کیونکہ نماز کو قضاء نہ کرنا زیادہ عام اور شامل لفظ ہے' باب سابق کے ساتھ اس کی مناسبت یہ ہے کہ اُس میں بھی حیض آنے پر نماز چھوڑنے کا ذکر تھا اور اس میں بھی ہے۔

وقال جَابِرٌ وَأَبُو سَعِيدٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَدَعُ الصَّلٰوةَ.

اور حضرت جابر اور حضرت ابوسعید نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے: نماز کو چھوڑ دے۔

اس تعلیق کی اصل صحیح البخاری: ۳۰۴ میں ہے' مگر اس میں یہ الفاظ ہیں کہ جب عورت کو حیض آتا ہے تو وہ نماز نہیں پڑھتی اور نماز کا نہ پڑھنا' نماز چھوڑنے کو مستلزم ہے۔

۳۲۱- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ قَالَ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ قَالَ حَدَّثَتْنِي مُعَاذَةُ أَنَّ امْرَأَةً قَالَتْ لِعَائِشَةَ أَتَجْزِي إِحْدَانَا صَلَاتَهَا إِذَا طَهُرَتْ؟ فَقَالَتْ أَحَرُورِيَّةٌ أَنْتِ؟ كُنَّا نَحِيضُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَا يَأْمُرُنَا بِهِ، أَوْ قَالَتْ فَلَا نَفْعَلُهُ.

(صحیح مسلم: ۳۳۵، الرقم المسلسل: ۷۴۵، سنن ابوداؤد: ۲۶۲۔ ۲۶۳، سنن ترمذی: ۱۳۰، سنن نسائی: ۳۸۲، سنن ابن ماجہ: ۶۳۱، المنتقی: ۱۰۱، سنن دارمی: ۹۸۰، صحیح ابن خزیمہ: ۱۰۰۱، مصنف عبدالرزاق: ۱۲۷۹، مسند احمد ج ۶ ص ۳۲ طبع قدیم، مسند احمد: ۲۴۰۳۶۔ ج ۴۰ ص ۳۹، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید لابن الجوزی: ۷۳۲۵، مکتبۃ الرشد ریاض، ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ھمام نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے معاذہ نے حدیث بیان کی کہ ایک عورت نے حضرت عائشہ سے کہا: کیا ہم میں سے کسی ایک کے لیے یہ کافی ہے کہ جب وہ حیض سے پاک ہو جائے تو وہ (پچھلی) نمازیں پڑھے؟ حضرت عائشہ نے فرمایا: کیا تم حروریہ ہو؟ ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حیض آتا تھا تو آپ ہمیں نماز پڑھنے کا حکم نہیں دیتے تھے یا حضرت عائشہ نے فرمایا: ہم یہ نہیں کرتے تھے یعنی نماز نہیں پڑھتے تھے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: ہمیں حیض آتا تو آپ ہمیں نماز پڑھنے کا حکم نہیں دیتے تھے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) موسیٰ بن اسماعیل المنقری التبوذکی (۲) ھمام بن یحییٰ بن دینار العدوی، امام احمد نے کہا: یہ تمام مشائخ کے نزدیک ثبت ہیں ۱۶۳ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) قتادہ الاکمہ المفسر (۴) معاذہ بنت عبداللہ العدویہ الزاہدہ، یہ شب بیدار تھیں ۸۳ھ میں فوت ہو گئی تھیں (۵) حضرت عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہا۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۴۴۵)

سوال کرنے والی عورت کا نام اور ''حروریۃ'' کا معنی

اس حدیث میں مذکور ہے: ایک عورت نے سوال کیا، قتادہ نے بیان کیا: اس عورت کا نام معاذہ ہے، جو اس حدیث کی راویہ ہے۔ کیا تم حروریہ ہو؟ حروریہ میں حروراء کی طرف نسبت ہے، یہ کوفہ کے قریب ایک بستی ہے، اس جگہ سب سے پہلے خوارج کا اجتماع ہوا تھا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے کلام کا معنی یہ ہے کہ کیا تم خارجیہ ہو، کیونکہ خوارج کی ایک جماعت یہ کہتی تھی کہ ایام حیض میں عورت کی جو نمازیں فوت ہو جائیں، طہر کے بعد ان نمازوں کی قضاء کرنا واجب ہے اور یہ اجماع کے خلاف ہے۔ فقہاء احناف نے کہا ہے کہ حائض نماز کے وقت میں صاف اور پاک جگہ پر بیٹھ جائے اور جتنی دیر نماز پڑھنے میں لگتی ہے اتنی دیر وہاں بیٹھ کر تسبیح اور تہلیل اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتی رہے۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۶۶۹۔ ج ۱ ص ۱۰۲۹۔ ۱۰۲۸ پر مذکور ہے، وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی، البتہ چار سطروں پر مشتمل فائدہ بیان کیا گیا ہے۔

۲۱- بَابُ النَّوْمِ مَعَ الْحَائِضِ وَهِيَ فِي ثِيَابِهَا

حائض کے ساتھ سونا جب کہ وہ حیض کے کپڑے پہنے ہو

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب حائض اپنے حیض کے کپڑے پہنے ہوئے ہو تو اس کے ساتھ سونے کا کیا حکم ہے اور یہ جائز ہے جیسا کہ اس باب کی حدیث اس پر دلالت کرتی ہے۔

٣٢٢- حَدَّثَنَا سَعْدُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ، عَنْ يَحْيٰى، عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ، عَنْ زَيْنَبَ ابْنَةِ اَبِيْ سَلَمَةَ حَدَّثَتْهُ اَنَّ اُمَّ سَلَمَةَ قَالَتْ حِضْتُ وَاَنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْخَمِيْلَةِ، فَانْسَلَلْتُ، فَخَرَجْتُ مِنْهَا، فَاَخَذْتُ ثِيَابَ حَيْضَتِيْ فَلَبِسْتُهَا، فَقَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنُفِسْتِ؟ قُلْتُ نَعَمْ، فَدَعَانِيْ، فَاَدْخَلَنِيْ مَعَهٗ فِي الْخَمِيْلَةِ. قَالَتْ وَحَدَّثَتْنِيْ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُقَبِّلُهَا وَهُوَ صَائِمٌ، وَكُنْتُ اَغْتَسِلُ اَنَا وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ اِنَاءٍ وَّاحِدٍ مِنَ الْجَنَابَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعد بن حفص نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شیبان نے حدیث بیان کی از یحییٰ از ابی سلمہ از زینب بنت ابی سلمہ' وہ بیان کرتی ہیں کہ ان کو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے حدیث بیان کی کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک چادر میں (لیٹی ہوئی) تھی کہ مجھے حیض آ گیا' میں چپکے سے اٹھی اور بستر سے نکل گئی' پھر میں نے اپنے حیض کے کپڑے لے کر ان کو پہنا' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: کیا تم کو نفاس آ گیا؟ میں نے کہا: جی ہاں! پس آپ نے مجھے بلایا اور مجھے اپنے ساتھ چادر میں داخل کر لیا' زینب بنت ابی سلمہ نے کہا: اور حضرت ام سلمہ نے مجھے یہ حدیث بیان کی کہ میں روزے سے ہوتی تھی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم مجھے بوسہ دیتے تھے اور میں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک برتن سے پانی لے کر غسل جنابت کرتے تھے۔

(جامع المسانید لابن الجوزی: ٧٦٥٦' مکتبۃ الرشد ریاض' ١٤٢٦ھ' مسند احمد ج٦ ص٢٩١' السنن الکبری للنسائی: ٣٠٧٣- ٣٠٧٢' المعجم الکبیر: ٧٨٩- ج٢٣ ص٣٤٠)

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٩٨ میں ملاحظہ فرمائیں' وہاں اس کا عنوان تھا: جس نے حیض کو نفاس کہا' اور یہاں اس کا عنوان ہے: حائض کے ساتھ سونا جب کہ وہ حیض کے کپڑے پہنے ہو' اور اس حدیث میں یہ دونوں باتیں ہیں۔

٢٢- بَابُ مَنْ اَخَذَ ثِيَابَ الْحَيْضِ سِوٰى ثِيَابِ الطُّهْرِ

جس نے طہارت کے کپڑوں کے علاوہ حیض کے کپڑے بنائے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جس عورت نے عام لباس کے علاوہ حیض کے کپڑے تیار کیے' سابق باب کے ساتھ اس باب کی مناسبت یہ ہے کہ دونوں بابوں میں حیض کے کپڑوں کا ذکر ہے۔

٣٢٣- حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ يَحْيٰى، عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ، عَنْ زَيْنَبَ ابْنَةِ اَبِيْ سَلَمَةَ، عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ بَيْنَا اَنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مُضْطَجِعَةٌ فِيْ خَمِيْلَةٍ، حِضْتُ فَانْسَلَلْتُ، فَاَخَذْتُ ثِيَابَ حَيْضَتِيْ، فَقَالَ اَنُفِسْتِ؟ فَقُلْتُ نَعَمْ، فَدَعَانِيْ، فَاضْطَجَعْتُ مَعَهٗ فِي الْخَمِيْلَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں معاذ بن فضالہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از یحییٰ از ابی سلمہ از زینب بنت ابی سلمہ از حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ جس وقت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک چادر میں لیٹی ہوئی تھی' مجھے حیض آ گیا' میں چپکے سے بستر سے نکل گئی' میں نے اپنے حیض کے کپڑے لیے' آپ نے پوچھا: کیا تمہیں نفاس آ گیا؟ میں نے کہا: جی ہاں! آپ نے مجھے بلایا' میں آپ

کے ساتھ ایک چادر میں لیٹ گئی۔

یہ وہی حدیث ہے جو ابھی صحیح البخاری: ۳۲۲ میں گزری ہے وہاں اس کا عنوان تھا: حائض کے ساتھ سونا جب کہ وہ حیض کے کپڑے پہنے ہو اور یہاں اس کا عنوان ہے: جس نے طہارت کے کپڑوں کے علاوہ حیض کے کپڑے بنائے اور اس حدیث میں ان دونوں باتوں کا ذکر ہے۔

٢٣- بَابُ شُهُوْدِ الْحَائِضِ الْعِيْدَيْنِ وَدَعْوَةَ الْمُسْلِمِيْنَ، وَيَعْتَزِلْنَ الْمُصَلّٰى

حائض کا عیدین اور مسلمانوں کی دعا میں حاضر ہونا اور عید گاہ سے نکل جانا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ حائض عیدین اور مسلمانوں کی دعا کے مواقع پر حاضر ہوگی اور عید گاہ یا مسجد سے باہر بیٹھے گی۔ ان دونوں بابوں میں مناسبت یہ ہے کہ دونوں باب حائض کے احکام پر مشتمل ہیں یا یہ ہے کہ حائض کا حیض کے کپڑے تیار کرنا بھی عبادت ہے اور عید گاہ اور مسلمانوں کی دعا کے مواقع میں حاضر ہونا بھی عبادت ہے۔

٣٢٤- حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ، هُوَ ابْنُ سَلَامٍ، قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ، عَنْ اَيُّوْبَ، عَنْ حَفْصَةَ قَالَتْ كُنَّا نَمْنَعُ عَوَاتِقَنَا اَنْ يَخْرُجْنَ فِي الْعِيْدَيْنِ، فَقَدِمَتِ امْرَاَةٌ، فَنَزَلَتْ قَصْرَ بَنِيْ خَلَفٍ، فَحَدَّثَتْ عَنْ اُخْتِهَا، وَكَانَ زَوْجُ اُخْتِهَا غَزَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ، وَكَانَتْ اُخْتِيْ مَعَهُ فِيْ سِتٍّ، قَالَتْ كُنَّا نُدَاوِي الْكَلْمٰى، وَنَقُوْمُ عَلَى الْمَرْضٰى، فَسَاَلَتْ اُخْتِي النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعَلٰى اِحْدَانَا بَاْسٌ، اِذَا لَمْ يَكُنْ لَهَا جِلْبَابٌ، اَنْ لَا تَخْرُجَ؟ قَالَ لِتُلْبِسْهَا صَاحِبَتُهَا مِنْ جِلْبَابِهَا، وَلْتَشْهَدِ الْخَيْرَ وَدَعْوَةَ الْمُسْلِمِيْنَ. فَلَمَّا قَدِمَتْ اُمُّ عَطِيَّةَ، سَاَلْتُهَا اَسَمِعْتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَتْ بِاَبِيْ، نَعَمْ، وَكَانَتْ لَا تَذْكُرُهُ اِلَّا قَالَتْ بِاَبِيْ، سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ تَخْرُجُ الْعَوَاتِقُ وَذَوَاتُ الْخُدُوْرِ، اَوِ الْعَوَاتِقُ ذَوَاتُ الْخُدُوْرِ، وَالْحُيَّضُ، وَلْيَشْهَدْنَ الْخَيْرَ وَدَعْوَةَ الْمُؤْمِنِيْنَ، وَيَعْتَزِلُ الْحُيَّضُ الْمُصَلّٰى. قَالَتْ حَفْصَةُ فَقُلْتُ اَلْحُيَّضُ؟ فَقَالَتْ اَلَيْسَ تَشْهَدُ عَرَفَةَ، وَكَذَا وَكَذَا [اطراف الحدیث: ٣٥١-٩٧١-٩٧٤-٩٨٠-٩٨١-١٦٥٢]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی جو ابن سلام ہیں انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوہاب نے خبر دی از ایوب از حفصہ وہ بیان کرتی ہیں کہ ہم نوجوان کنواری عورتوں کو عید گاہ میں جانے سے منع کرتی تھیں پس ایک عورت آئی اور وہ قصر بنی خلف میں ٹھہری اس نے اپنی بہن سے حدیث روایت کی اس کی بہن کا خاوند نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بارہ غزوات میں شریک رہا تھا اور میری بہن اپنے شوہر کے ساتھ چھ غزوات میں شریک تھی اس نے کہا: ہم زخمیوں کی دوا دارو کرتی تھیں اور بیماروں کی تیمارداری کرتی تھیں پھر میری بہن نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا: آیا ہم سے کسی پر کوئی حرج ہے جب اس کے پاس چادر نہ ہو تو وہ گھر سے نہ نکلے؟ آپ نے فرمایا: اس کی سہیلی اس کو چادر پہنا دے اور وہ نیکی اور مسلمانوں کی دعا کے مواقع پر حاضر ہو پھر جب حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا آئیں تو میں نے ان سے پوچھا: کیا آپ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات کو سنا ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! آپ پر میرے باپ فدا ہوں! اور وہ جب بھی آپ کا ذکر کرتی تھیں تو کہتی تھیں: ہاں! آپ پر میرے باپ فدا ہوں! میں نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: نوجوان عورتیں اور پردہ دار عورتیں گھر سے نکلیں یا نوجوان پردہ دار عورتیں اور حیض والی عورتیں گھروں سے نکلیں اور نیکی اور مسلمانوں کی دعا کے مواقع پر حاضر ہوں اور حیض والی عورتیں عید گاہ سے باہر رہیں۔ حفصہ بیان کرتی ہیں: میں نے

کرتی ہیں: میں نے کہا: حیض والی عورتیں؟ اس خاتون نے کہا: کیا
وہ میدانِ عرفات میں اور فلاں فلاں جگہ نہیں جاتیں۔

(صحیح مسلم: ۸۹۰، الرقم المسلسل: ۲۰۲۳، سنن ابوداؤد: ۱۱۳۷، سنن نسائی: ۱۵۵۹، سنن ابن ماجہ: ۱۳۰۸، المعجم الکبیر: ۱۳۰۔ج ۲۵، صحیح ابن خزیمہ: ۱۴۶۶، مسند الحمیدی: ۳۶۲۔۳۶۱، سنن بیہقی ج ۳ ص ۳۰۶، مسند احمد ج ۵ ص ۸۴ طبع قدیم، مسند احمد: ۲۰۷۸۹۔ج ۳۴ ص ۳۸۴، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید لابن الجوزی: ۷۶۳۵، مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: آپ نے فرمایا: نوجوان عورتیں اور پردہ دار عورتیں گھر سے نکلیں اور نیکی اور مسلمانوں کی دعا کے موقع پر حاضر ہوں۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) محمد بن سلام بیکندی، ابوذر کی روایت میں اسی طرح ہے اور کریمہ کی روایت میں ہے: محمد اور وہ ابن سلام ہے اور اکثرین کی روایت میں صرف محمد ہے اور باپ کا ذکر نہیں ہے (۲) عبد الوہاب الثقفی (۳) ایوب السختیانی، ان کا تعارف ہو چکا ہے (۴) حفصہ بنت سیرین ام الھذیل الانصاریہ البصریہ، یہ محمد بن سیرین کی بہن ہیں، ان سے ایک جماعت روایت کرتی ہے (۵) ایک عورت کا ذکر ہے، اس کا نام معلوم نہیں ہو سکا (۶) اس کی بہن، ایک قول ہے: یہ حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا کی بہن ہے، علامہ قرطبی نے تصریح کی ہے کہ وہ خود ام عطیہ تھیں (۷) ان کی بہن کے خاوند، ان کا نام معلوم نہیں ہو سکا (۸) حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا ان کے نام میں اختلاف ہے، ایک قول ہے: ان کا نام نسیبہ بنت الحارث ہے، دوسرا قول ہے: ان کا نام نسیبہ بنت کعب ہے، علامہ ابن جوزی نے "تنقیح" میں ان کا نام نُسیمہ لکھا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۴۴۹)

"عواتق، قصر بني خلف" اور "جلباب" وغیرہ کے معانی

حدیث مذکور میں "عواتق" کا لفظ ہے، یہ "عاتقه" کی جمع ہے، اس کا معنی ہے: نوجوان عورت جو اپنے گھر میں پردہ سے رہتی ہو، ابوزید نے کہا: "عاتقه" وہ ہے جو غیر شادی شدہ ہو، ثابت نے کہا: "عاتقه" کنواری لڑکی ہے، جو شوہر کے پاس نہ گئی ہو، ثعلب نے کہا: اس کو "عاتقه" اس لیے کہتے ہیں کہ اس کو ماں باپ کی خدمت سے آزاد کر دیا گیا ہو اور ابھی تک خاوند کے پاس نہ گئی ہو، "المخصص" میں لکھا ہے: یہ وہ لڑکی ہے جو بلوغ تک پہنچ گئی ہو، الازہری نے کہا: یہ وہ لڑکی ہے، جو بالغہ ہو اور ابھی اس کی شادی نہ ہوئی ہو۔

"قصر بني خلف" یہ بصرہ کا ایک مکان ہے، جو طلحہ بن عبد اللہ بن خلف الخزاعی کی طرف منسوب ہے۔

"جلباب" یہ بڑے دوپٹے کو کہتے ہیں، ایسی چادر جس سے عورت اپنے سر اور سینہ کو ڈھانپ لے، ایک قول یہ ہے کہ یہ اتنی بڑی چادر ہے، جو عورت کے پورے جسم کو ڈھانپ لے۔

خیر کے مواقع پر حاضر ہو یعنی سماع حدیث کی مجلس میں اور مریضوں کی عیادت کے مواقع میں۔

دعاء مسلمین، نمازِ جمعہ، نمازِ عیدین اور نمازِ استسقاء کے مواقع پر حاضر ہو اور مسلمانوں کی دعا پر آمین کہے۔

نمازِ عید کے لیے خواتین کے عیدگاہ میں جانے کے متعلق ائمہ اربعہ کے مذاہب

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حائض اللہ تعالیٰ کے ذکر کو ترک نہ کرے، وہ محافل خیر اور مجالس ذکر میں حاضر ہو لیکن مسجد کے اندر نہ داخل ہو۔

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

المہلب نے کہا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حیض سے پاک عورتیں اور حیض والی عورتیں عیدین میں اور مسلمانوں کی جماعت میں حاضر ہوں اور حیض والی عورتیں عیدگاہ سے باہر رہیں' وہ دعا میں شامل ہوں اور آمین کہیں اور یہ امید رکھیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی حاضری کو قبول فرمائے گا۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ حائض کا مسجد میں جانا جائز نہیں ہے' وہ اس کے علاوہ دیگر مقامات پر جا سکتی ہے اور وہ عبادات کے مواقع پر حاضر ہونے کے لیے عاریۃً کپڑے لے کر پہن سکتی ہے اور عورتوں کا غزوات میں جا کر زخمیوں کی مرہم پٹی کرنا جائز ہے' خواہ وہ غیر محرم ہوں لیکن غیر محرم کے پاس حجاب کے ساتھ جائیں یا کسی اور کو مرہم پٹی کے لیے کہیں۔

مصنف کے نزدیک یہ عہد رسالت کے ساتھ مخصوص ہے کیونکہ اس وقت اضطرار کی کیفیت تھی اور اتنے مرد میسر نہیں تھے اور اب جب کہ مردوں کی کثرت ہے تو اب خواتین کا اجنبی مردوں کی مرہم پٹی اور تیمارداری کرنا جائز نہیں ہے' البتہ بیمار اور زخمی عورتوں کی مرہم پٹی اور تیمارداری عورتیں کر سکتی ہیں' ہمارے ہاں المیہ یہ ہے کہ ہسپتالوں میں مردوں کے وارڈ میں خواتین نرس ہوتی ہیں اور عورتوں کے وارڈ میں مرد نرس ہوتے ہیں' جنہیں وارڈ بوائے کہتے ہیں' اسی طرح دفاتر میں مردوں کے پاس خاتون سیکرٹری ہوتی ہے اور خواتین کے پاس مرد سیکرٹری ہوتے ہیں' یہ سخت بے حیائی ہے اور احکام شرعیہ کے ساتھ کھلی بغاوت ہے۔

نیز علامہ ابن بطال لکھتے ہیں: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورت کی حدیث کو قبول کرنا جائز ہے' کیونکہ اس خاتون نے کہا: ہم زخمیوں کو دوا دیتے تھے' اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں کیے ہوئے اعمال کی خبر دینا جائز ہے' خواہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کاموں کی خبر نہ دی ہو' اور اس صحابی سے حدیث کو نقل کرنا جائز ہے' جس کا نام معلوم نہ ہو۔

(شرح ابن بطال ج ١ ص ٤٤٨۔ ٤٤٧' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ھ)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ٦٧٦ھ لکھتے ہیں:

ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ جو عورتیں بناؤ سنگھار نہ کریں' ان کا عیدین میں جانا جائز ہے اور اس حدیث کا انہوں نے یہ جواب دیا ہے کہ وہ زمانہ بے راہ روی کے مفسدات سے محفوظ تھا اور اس زمانہ میں عورتوں کے مساجد میں جانے سے بہت سے فتنوں کا اندیشہ اور خرابیوں کا خطرہ ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا تھا: اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عورتوں کے اس بناؤ سنگھار کو دیکھ لیتے' جس کو انہوں نے آپ کے بعد ایجاد کر لیا ہے تو ان کو مساجد میں جانے سے اس طرح منع فرما دیتے' جس طرح بنو اسرائیل کی عورتوں کو مساجد میں جانے سے منع کر دیا گیا تھا۔ (صحیح البخاری: ٨٦٩' صحیح مسلم: ٤٤٥' سنن ابوداؤد: ٥٦٩)

ہمارے اصحاب کا اس میں اختلاف ہے کہ یہ ممانعت تنزیہ کے لیے ہے یا تحریم کے لیے ہے۔

(صحیح مسلم بشرح النووی ج ٤ ص ٢٥٠٢' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ١٤١٧ھ)

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی اندلسی متوفی ٥٤٤ھ لکھتے ہیں:

متقدمین کا عیدین کی نماز کے لیے خواتین کے جانے میں اختلاف ہے' ایک جماعت کے نزدیک ان کا جانا واجب ہے' ان میں حضرت ابوبکر' حضرت علی اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم ہیں' اور ان میں سے بعض نے ان کو منع کیا ہے' یہ عروہ اور قاسم ہیں' اور بعض نے جوان عورت کو منع کیا ہے اور ان کے غیر کو منع نہیں کیا' اور بعض نے گھومنے پھرنے والی عورتوں کو اجازت دی ہے اور یہ عروہ' قاسم اور یحییٰ بن سعید ہیں اور یہی امام مالک اور امام ابو یوسف کا مذہب ہے اور امام ابوحنیفہ کا قول اس میں مختلف ہے' ایک بار انہوں نے عیدین کی نماز کے لیے اجازت دی اور دوسری بار منع کیا اور امام الطحاوی نے کہا: ابتداء اسلام میں ان کو نماز عیدین کے لیے گھروں سے نکلنے

کا حکم دیا گیا تھا تا کہ دشمنوں کی نظروں میں مسلمانوں کی کثرت ہو دوسروں نے کہا: اس کی تحقیق کے لیے تاریخ کی ضرورت ہے اور عورتوں کی کثرت اس قسم سے نہیں ہے جس سے دشمنوں کو ڈرایا جائے۔ (اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۳ ص ۲۹۸ دارالوفاء ۱۴۱۹ھ)

حافظ زین الدین عبدالرحمان بن شہاب الدین ابن رجب حنبلی متوفی ۷۹۵ھ لکھتے ہیں:

حائض کو جو عید گاہ سے نکلنے کا حکم دیا گیا ہے اس کے متعلق کہا گیا ہے کہ عید گاہ مسجد ہے اور حائض کا اس میں ٹھہرنا جائز نہیں ہے ہمارے بعض اصحاب کے کلام سے اسی طرح ظاہر ہوتا ہے ابوموسیٰ نے ''شرح الخرقی'' میں اسی طرح لکھا ہے اور ان کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ عید گاہ مسجد نہیں ہے اور جنبی اور حائض اس میں ٹھہر سکتے ہیں اور حدیث میں جو حائض کو عید گاہ سے نکلنے کا حکم دیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ عید گاہ میں نماز پڑھنے والوں کے لیے وسعت اور کشادگی ہو لیکن اس توجیہ پر یہ اعتراض ہے کہ حائض کا دوسری خواتین سے مجالس میں متمیز ہونا ضروری نہیں ہے ہاں! عورتوں کا مردوں سے مجلس میں الگ اور متمیز ہونا ضروری ہے کیونکہ عورتوں اور مردوں کے اختلاط سے کئی مفاسد کے وقوع کا خطرہ ہے۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ عیدین کے دن عید گاہ مساجد کے حکم میں ہے کیونکہ اس دن اس میں لوگوں کا اجتماع ہوتا ہے یہ خلاف دوسرے ایام کے اور زیادہ ظاہر یہ ہے کہ حائض کو جو عید گاہ سے نکلنے کا حکم دیا ہے وہ صرف نماز کے وقت کے ساتھ مخصوص ہے تا کہ جو عورتیں حیض سے پاک ہیں ان کو نماز پڑھنے میں تنگی اور دشواری نہ ہو پھر خطبہ سننے کے وقت حائض عورتیں طاہرات کے ساتھ مل کر بیٹھ سکتی ہیں۔

اس حدیث میں عورتوں کو عید کی نماز میں حاضر ہونے کا حکم دیا گیا ہے کیونکہ یہ نیکی کا موقع اور مسلمانوں کی دعاء کی جگہ ہے۔

اس پر مفصل بحث اپنے مقام پر آئے گی یہاں پر مقصود یہ بتانا ہے کہ حائض عید گاہ میں داخل ہو سکتی ہے یا نہیں حفصہ بنت سیرین نے اس کا انکار کیا تو حضرت ام عطیہ نے اس کے جواب میں کہا کہ حائض میدانِ عرفات میں اور فلاں فلاں جگہ پر جاتی ہے ان کی مراد یہ تھی کہ وہ وقوف مزدلفہ کے لیے مزدلفہ میں جاتی ہے شیطان کو کنکریاں مارنے کے لیے منٰی میں جاتی ہے اور حائض طواف بیت اللہ کے سوا وہ تمام کام کرتی ہے جو حج کرنے والے کرتے ہیں اسی طرح حائض عیدین کے مجمع میں بھی جائے گی کیونکہ وہ بھی اہل دعا اور ذکر میں سے ہے لہٰذا اس کے لیے عیدین کی نماز کے موقع پر جانا جائز ہے رہا اس کا عید گاہ میں داخل ہونا تو ہمارے اصحاب نے یہ تصریح کی ہے کہ عید گاہ مسجد کے حکم میں نہیں ہے عید کے دن نہ کسی اور دن۔

(فتح الباری لابن رجب حنبلی ج ۱ ص ۵۰۷-۵۰۸ ملخصاً دارابن الجوزی ریاض ۱۴۱۷ھ)

علامہ ابن رجب حنبلی نے آخر میں یہ لکھ دیا ہے کہ خواتین نمازِ عید کے لیے جاسکتی ہیں اور چونکہ ان کے نزدیک عید گاہ مسجد کے حکم میں نہیں ہے اس لیے حیض والی خواتین بھی عید گاہ میں داخل ہو سکتی ہیں اور وہاں طاہرات کے ساتھ مل کر بیٹھ سکتی ہیں۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

ابن المبارک سے روایت ہے کہ میں آج کل خواتین کے عید کے لیے نکلنے کو مکروہ قرار دیتا ہوں اور اگر کوئی عورت ضرور نکلنا چاہے تو وہ بغیر زینت کے دو سادہ چادروں میں نکلے اور اس کا شوہر چاہے تو اس کو منع کر سکتا ہے اور ثوری سے روایت ہے کہ ان کا آج کل نکلنا مکروہ ہے۔ علامہ عینی فرماتے ہیں: آج کل فتویٰ اس پر ہے ان کا نکلنا مطلقاً ممنوع ہے خصوصاً مصر کے شہروں میں۔

حدیث مذکور کے دیگر مسائل

اس حدیث سے اس پر استدلال کیا گیا ہے کہ عیدین کی نماز واجب ہے کیونکہ آپ نے فرمایا: اگر عورت کے پاس چادر نہ ہو تو

وہ کسی سہیلی سے مانگ لے علامہ قرطبی نے کہا: اس سے عیدین کی نماز کے وجوب پر استدلال صحیح نہیں ہے اس سے مقصود نماز کی عادت ڈالنا ہے اور نیکی میں شریک کرنا ہے اور شعار اسلام کا اظہار کرنا ہے القشیری نے کہا: اس وقت اہل اسلام بہت کم تھے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عبادت کرنے کے لیے کسی سے کپڑا مانگ کر پہننا جائز ہے۔

یہ بھی معلوم ہوا کہ عورت کی حدیث کو قبول کرنا جائز ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانہ میں جو اعمال کیے جاتے تھے ان کو نقل کرنا اور ان کو قبول کرنا جائز ہے خواہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کی خبر نہ دی ہو۔

اگر زخمیوں کی مرہم پٹی کرنے کے لیے مرد دستیاب نہ ہوں یا کم ہوں تو میدان جہاد میں خواتین سے یہ خدمت لینا جائز ہے۔

اس حدیث سے پردہ کا وجوب ثابت ہوا اور خواتین کا بغیر چادر اوڑھے گھر سے نکلنا جائز نہیں ہے۔

خواتین کو عیدگاہ کے اندر داخل نہیں ہونا چاہیے تاکہ عورتوں کا مردوں کے ساتھ اختلاط نہ ہو اور نہ وہاں نماز پڑھنی چاہیے اس مسئلہ میں اختلاف ہے امام مالک اور امام احمد کے نزدیک یہ جائز ہے امام شافعی کے نزدیک اس ممانعت میں تنزیہ اور تحریم کے دو قول ہیں اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک یہ مطلقاً ممنوع ہے۔

حافظ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ حدیث میں ہے: حیض والی عورتیں عیدگاہ سے نکل جائیں علامہ کرمانی نے لکھا ہے: یہ امر وجوب کے لیے ہے اور ان کا عیدین کے لیے نکلنا اور مسلمانوں کی دعا میں شریک ہونا مستحب ہے حالانکہ علامہ نووی نے کہا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ ان کا عیدگاہ سے نکلنا واجب نہیں ہے۔ (فتح الباری ج ١ ص ٨٣٥ دار المعرفہ بیروت ١٤٢٦ ھ)

* یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ١٩٥٣۔ ج ٢ ص ٦٦٥ پر مذکور ہے وہاں اس کا عنوان ہے: عیدین میں عورتوں کا جانا۔

٢٤- بَابُ إِذَا حَاضَتْ فِي شَهْرٍ ثَلَاثَ حِيَضٍ، وَمَا يُصَدَّقُ النِّسَآءُ فِي الْحَيْضِ وَالْحَمْلِ وَفِيمَا يُمْكِنُ مِنَ الْحَيْضِ

جب عورت کو ایک ماہ میں تین حیض آئیں اور حیض اور حمل میں عورتوں کی جو تصدیق کی جاتی ہے اور ان کے حیض کو اس صورت پر محمول کیا جاتا ہے جو ممکن ہو

لِقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ اَنْ يَّكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِيْ اَرْحَامِهِنَّ﴾ (البقرۃ: ٢٢٨).

کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''اور عورتوں کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ارحام میں جو پیدا کیا ہے اس کو چھپائیں'' (البقرۃ: ٢٢٨)۔

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب کسی عورت کو ایک ماہ میں تین حیض آجائیں تو اس کا کیا حکم ہے اور اس کے حیض کی تکرار کو جو ممکن ہو اس پر حمل کیا جائے گا امام طبرانی نے سند صحیح کے ساتھ زہری سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ارحام میں حمل یا حیض جس کو بھی پیدا کیا ہے عورتوں کے لیے اس کو چھپانا جائز نہیں ہے تاکہ ان کی عدت پوری ہو سکے۔ امام ماتریدی متوفی ٣٣٣ ھ نے لکھا ہے: حضرت علی حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ اس آیت سے مراد ہے: وہ حمل اور حیض کو نہ چھپائیں حیض کی جگہ رحم ہے اور جب حمل ہو جاتا ہے تو وہ حیض کے خون کو نکلنے سے منع کر دیتا ہے۔ زمانۂ جاہلیت میں عورتیں حمل کو چھپا لیتی تھیں تاکہ اس بچہ کو کسی اور کی طرف منسوب کر سکیں تو اسلام میں ان کو اس فعل سے منع کر دیا گیا۔ (تاویلات اہل السنۃ ج ٢ ص ١٦٣۔١٦١ دار الکتب العلمیہ بیروت ١٤٢٦ ھ)

امام بخاری فرماتے ہیں:

وَيُذْكَرُ عَنْ عَلِيٍّ وَشُرَيْحٍ اِنِ امْرَاَةٌ جَاءَتْ بِبَيِّنَةٍ مِنْ بِطَانَةِ اَهْلِهَا، مِمَّنْ يُرْضَى دِينُهُ، اَنَّهَا حَاضَتْ ثَلَاثًا فِي شَهْرٍ صُدِّقَتْ.

اور حضرت علی اور شریح سے ذکر کیا جاتا ہے کہ اگر عورت اپنے گھر کے افراد میں سے کوئی ایسا گواہ لے آئے جو اس کے احوال کو جانتا ہو اور جس کا دین پسندیدہ ہو کہ اس کو ایک ماہ میں تین حیض آ گئے ہیں تو اس کی تصدیق کی جائے گی۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

عامر بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت نے اپنے شوہر کے خلاف حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سامنے مقدمہ پیش کیا جو اس کو طلاق دے چکا تھا' اس عورت نے کہا: مجھے ایک ماہ میں تین حیض آ چکے ہیں' حضرت علی نے شریح سے کہا: تم ان کے درمیان فیصلہ کرو' شریح نے کہا: امیر المؤمنین! آپ یہاں موجود ہیں' حضرت علی نے فرمایا: تم ان کے درمیان فیصلہ کرو' شریح نے پھر کہا: امیر المؤمنین! آپ یہاں موجود ہیں' حضرت علی نے فرمایا: تم ان کے درمیان فیصلہ کرو' تب شریح نے کہا: اگر اس کے گھر میں اس کے احوال کو جاننے والا ایسا فرد گواہی دے' جس کا دین اور امانت پسندیدہ ہو اور وہ یہ کہے کہ اس کو تین حیض آ چکے ہیں اور ہر حیض کے بعد اس کا طہر گزر چکا ہے' جس میں یہ نماز پڑھتی تھی تو اس کا دعویٰ قبول کیا جائے گا ورنہ نہیں' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: '' قالون قالون '' یہ رومی زبان کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: تم نے اچھا فیصلہ کیا ہے۔ (سنن دارمی: ۸۵۸' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

ایک ماہ میں تین حیض گزرنے کے دعویٰ کے متعلق ائمہ اربعہ کے مذاہب

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

امام مالک نے بھی اس کی مثل کہا ہے کہ اگر مطلقہ یہ کہے کہ مجھے ایک ماہ میں تین حیض آ گئے ہیں تو عورتوں سے اس کے متعلق سوال کیا جائے گا' اگر اس کے نزدیک یہ ممکن ہو تو اس عورت کی تصدیق کر دی جائے گی۔

امام ابو حنیفہ نے یہ کہا ہے کہ جب عورت یہ دعویٰ کرے کہ دو ماہ سے کم میں اس کی عدت پوری ہو گئی ہے اور وہ ان عورتوں میں سے ہو جن کو حیض آتا ہے تو اس کی تصدیق نہیں کی جائے گی کیونکہ یہ عادۃً ممکن نہیں ہے کہ کسی عورت کا حیض اور طہر دونوں کم از کم مدت کے ہوں' کیونکہ جب حیض اکثر مدت کا ہو تو طہر کم از کم مدت کا ہوتا ہے اور جب حیض کم از کم مدت کا ہو تو طہر اکثر مدت کا ہوتا ہے۔

امام ابو یوسف اور امام محمد نے یہ کہا ہے کہ انتالیس دن سے کم میں اس عورت کے دعویٰ کی تصدیق نہیں کی جائے گی کیونکہ ان کے نزدیک حیض کی کم از کم مدت تین دن ہے اور طہر کی کم از کم مدت پندرہ دن ہے۔

امام شافعی نے کہا: بتیس دنوں سے زیادہ میں اس کے دعویٰ کی تصدیق کی جائے گی' اس کی صورت یہ ہے کہ جب اس کے شوہر نے اس کو طلاق دی تو اس کے طہر میں ایک ساعت رہتی تھی' اس کو ایک دن حیض آیا اور پندرہ دن طہر کے گزرنے' پھر اس کو ایک دن حیض آیا اور پندرہ دن طہر کے گزرنے' پھر جب تیسرے حیض کا خون آیا تو اس کی عدت پوری ہو گئی۔

(شرح ابن بطال ج ۱ ص ۴۴۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ زین الدین عبد الرحمان بن شہاب ابن رجب حنبلی متوفی ۷۹۵ھ لکھتے ہیں:

ابن المبارک' نخعی اور اسحاق بن راھویہ نے کہا ہے کہ اگر مطلقہ عورت یہ کہے کہ اس کو ایک ماہ میں تین حیض آ چکے ہیں تو اس عورت کی تصدیق کی جائے گی اور یہ اکثر فقہاء کا مذہب ہے' ان میں امام مالک' امام احمد اور اسحاق وغیرہم ہیں' اور یہ قول دو قاعدوں پر مبنی ہے۔ اوّل یہ ہے کہ الاقراء میں اختلاف ہے' آیا اس سے مراد طہر ہے یا حیض ہے اور اس میں دو قول مشہور ہیں' امام مالک اور امام

شافعی کا مذہب یہ ہے کہ اس سے مراد طہر ہے اور امام احمد سے صحیح روایت یہ ہے کہ اس سے مراد حیض ہے۔

اور دوسرا قاعدہ یہ ہے کہ کم از کم حیض کی مدت اور دو حیضوں کے درمیان کم از کم طہر کی مدت میں اختلاف ہے' امام شافعی اور امام احمد کے مشہور مذہب کے مطابق کم از کم حیض کی مدت ایک دن اور ایک رات ہے اور دو حیضوں کے درمیان کم از کم طہر کی مدت امام شافعی اور ایک روایت کے مطابق امام احمد کے نزدیک پندرہ دن ہے اور امام مالک کے اکثر اصحاب کا بھی یہی مذہب ہے' اور امام احمد کا مشہور مذہب یہ ہے کہ اس کی کم از کم مدت تیرہ دن ہے اور اسحاق کے نزدیک اس کی مدت دس دن ہے اور ابن القاسم نے امام مالک سے اسی قول کی روایت کی ہے' پس جس کے نزدیک الاقراء سے مراد حیض ہے اور کم از کم طہر کی مدت تیرہ دن ہے تو اس کے نزدیک انتیس دن میں تین حیض گزر سکتے ہیں' سو اس طرح امام مالک اور امام احمد کے نزدیک ایک ماہ میں تین حیض گزر سکتے ہیں اور امام شافعی کے نزدیک اس کے لیے تینتیس دن ضروری ہیں۔ (فتح الباری لابن رجب ج ۱ ص ۵۱۳۔۵۱۲ ملخصاً' دار ابن الجوزی ریاض' ۱۴۱۷ھ)

وَقَالَ عَطَاءٌ اَقْرَاؤُهَا مَا كَانَتْ. وَبِهٖ قَالَ اِبْرَاهِيْمُ.

اور عطاء نے کہا ہے کہ عورت کے حیض کی مدت وہی ہوگی' جو پہلے ہوتی تھی' ابراہیم نخعی کا بھی یہی قول ہے۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

ابن جریج' عطاء سے روایت کرتے ہیں کہ مستحاضہ اپنے حیض کے ایام کی مدت میں نماز نہیں پڑھے گی۔

(مصنف عبد الرزاق: ۱۱۵۷)

وَقَالَ عَطَاءٌ اَلْحَيْضُ يَوْمٌ اِلٰى خَمْسَ عَشْرَةَ.

اور عطاء نے کہا: حیض کی مدت ایک دن سے پندرہ دن تک ہے۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

عطاء نے کہا: اکثر حیض پندرہ دن ہے۔ (سنن دار قطنی: ۸٦۷' سنن بیہقی ج ۱ ص ۳۲۱)

حیض کی کم از کم اور زیادہ سے زیادہ مدت میں مذاہب ائمہ

علامہ شمس الدین عبد الرحمان بن محمد ابن قدامہ حنبلی متوفی ٦٨٢ھ لکھتے ہیں:

امام احمد کا مشہور مذہب یہ ہے کہ کم از کم حیض کی مدت ایک دن اور ایک رات ہے اور اس کی زیادہ سے زیادہ مدت پندرہ دن ہے' اور یہ عطاء بن ابی رباح اور ابوثور کا مذہب ہے اور امام احمد سے ایک روایت یہ ہے کہ کم از کم مدت ایک دن ہے اور زیادہ سے زیادہ مدت سترہ دن ہے' الخلال نے کہا کہ اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ امام احمد کے نزدیک کم از کم مدت ایک دن ہے اور زیادہ سے زیادہ مدت پندرہ دن ہے اور اقل اور اکثر مدت میں امام شافعی کا مذہب بھی اسی طرح ہے' اور امام ابو حنیفہ اور ان کے دو صاحبوں کا مذہب یہ ہے کہ حیض کی کم از کم مدت تین دن ہے اور زیادہ سے زیادہ دس دن ہے' کیونکہ حدیث میں ہے:

حضرت واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حیض کی کم از کم مدت تین دن ہے اور زیادہ سے زیادہ مدت دس دن ہے۔ (سنن دار قطنی: ۸۳۵۔ ج ۱ ص ۳۸۵' دار المعرفہ بیروت)

امام مالک نے کہا: کم از کم حیض کی کوئی حد نہیں ہے' وہ ایک ساعت بھی ہو سکتی ہے۔ (المغنی ج ۱ ص ۲۰۱' دار الحدیث قاہرہ' ۱۴۲۵ھ)

وَقَالَ مُعْتَمِرٌ' عَنْ اَبِيْهِ سَاَلْتُ ابْنَ سِيْرِيْنَ عَنِ الْمَرْاَةِ تَرَى الدَّمَ' بَعْدَ قُرْئِهَا بِخَمْسَةِ اَيَّامٍ؟ قَالَ

اور معتمر اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے ابن سیرین سے اس عورت کے متعلق سوال کیا' جو طہر کے پانچ دنوں کے

اَلنِّسَآءُ اَعْلَمُ بِذٰلِكَ.

بعد خون کو دیکھتی ہے؟ انہوں نے کہا: عورتیں اس کو زیادہ جانتی ہیں۔

اس اثر کی اصل یہ حدیث ہے:

محمد بن عیسیٰ بیان کرتے ہیں: ہمیں معتمر نے حدیث بیان کی از والد خود از الحسن کہ جو عورت طہر کے ایام میں خون دیکھ لے' انہوں نے کہا: میری رائے یہ ہے کہ وہ غسل کرے اور نماز پڑھے اور ابن سیرین نے کہا: وہ مٹیالے اور پیلے رنگ میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔ (سنن دارمی: ٨٦٩' دارالمعرفہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٣٢٥- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ اَبِيْ رَجَاءٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ قَالَ سَمِعْتُ هِشَامَ بْنَ عُرْوَةَ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَبِيْ' عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ اَبِيْ حُبَيْشٍ' سَاَلَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ اِنِّيْ اُسْتَحَاضُ فَلَا اَطْهُرُ' اَفَاَدَعُ الصَّلٰوةَ؟ فَقَالَ لَا ' اِنَّ ذٰلِكَ عِرْقٌ' وَلٰكِنْ دَعِي الصَّلٰوةَ قَدْرَ الْاَيَّامِ الَّتِيْ كُنْتِ تَحِيْضِيْنَ فِيْهَا' ثُمَّ اغْتَسِلِيْ وَصَلِّيْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن ابی رجاء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے ہشام بن عروہ سے سنا' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے خبر دی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ حضرت فاطمہ بنت ابی حبیش رضی اللہ عنہا نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا کہ میرا خون جاری رہتا ہے لہٰذا میں پاک نہیں ہوتی' کیا میں نماز ترک کردوں؟ آپ نے فرمایا: نہیں! یہ رگ (سے خون نکلتا) ہے' لیکن جتنے ایام میں تمہیں حیض آتا تھا' اتنے ایام تک تم نماز چھوڑ دو' پھر غسل کرو اور نماز پڑھو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٢٨ میں گزر چکی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا: خون کو دھونا اور یہاں اس حدیث کا عنوان ہے: جب کسی عورت کو ایک ماہ میں تین حیض آئیں' تاہم اس حدیث میں اس عنوان پر کوئی دلالت نہیں ہے' ثبوت پر نہ نفی پر۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جس عورت کا خون ابتداء بلوغت سے مسلسل جاری ہو' وہ حیض کے ایام کا کس طرح تعین کرے گی' اس کا جواب یہ ہے کہ وہ ہر مہینہ کے ابتدائی دس دنوں کو حیض قرار دے گی اور باقی بیس دنوں کو طہر قرار دے گی۔

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حیض کے دنوں کے لیے ایام کا لفظ استعمال فرمایا ہے' اس سے امام ابوبکر رازی نے یہ استدلال کیا ہے کہ ایام جمع قلت ہے' جس کے افراد کم از کم تین اور زیادہ سے زیادہ دس ہوتے ہیں اور اس میں یہ اشارہ ہے کہ حیض کی کم از کم مدت تین دن ہے اور زیادہ سے زیادہ دس دن ہے۔ (عمدۃ القاری ج ٣ ص ٤٥٨' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٢٥- بَابُ الصُّفْرَةِ وَالْكُدْرَةِ فِيْ غَيْرِ اَيَّامِ الْحَيْضِ

غیر ایام حیض میں پیلا اور مٹیالہ رنگ

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ عورت غیر ایام حیض میں پیلا اور مٹیالہ رنگ دیکھے تو وہ حیض نہیں ہے۔

حیض کے خون کے رنگ

حیض کے خون کے چھ رنگ ہیں: (١) سیاہ (٢) سرخ (٣) پیلا (٤) مٹیالہ (٥) سبز (٦) خاکی۔

سرخ رنگ خون کا اصلی رنگ ہے' پیلا رنگ بھی خون کا رنگ ہے جب خون پتلا ہو' اور ایام حیض میں پیلا اور مٹیالہ رنگ حیض ہے' اور مٹیالہ رنگ امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے نزدیک حیض ہے اور سبز رنگ میں ہمارے مشائخ کا اختلاف ہے' امام ابومنصور نے کہا: اگر ابتداء میں سبز رنگ دیکھے تو وہ حیض ہے اور آخر میں دیکھے تو وہ حیض نہیں ہے اور خاکی رنگ مٹیالے رنگ کی ایک قسم ہے اور اس کا وہی حکم ہے' جو مٹیالے رنگ کا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ٣ ص ٤٥٨)

٣٢٦- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ، عَنْ أَيُّوْبَ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ كُنَّا لَا نَعُدُّ الْكُدْرَةَ وَالصُّفْرَةَ شَيْئًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی از ایوب از محمد از حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا انہوں نے کہا: ہم مٹیالے اور پیلے رنگ کو کچھ شمار نہیں کرتے تھے۔

(سنن ابوداؤد: ٣٠٨' سنن نسائی: ٣٦٦' سنن ابن ماجہ: ٦٤٧)

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں اور ان کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

پیلے اور مٹیالے رنگ کے حیض ہونے یا نہ ہونے میں مذاہب ائمہ

علامہ علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

جمہور علماء کا مذہب امام بخاری کے عنوان کے موافق ہے' اکثر علماء نے کہا ہے کہ پیلا اور مٹیالہ رنگ ایام حیض میں حیض ہے اور ایامِ حیض کے بعد وہ کچھ نہیں ہے' یہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' اور سعید بن المسیب' عطاء' الحسن البصری' ابن سیرین کا بھی یہی قول ہے' اور ربیعہ' ثوری' اوزاعی' لیث' امام ابوحنیفہ' امام محمد' امام شافعی' امام احمد' اسحاق اور امام بخاری کا بھی یہی مذہب ہے۔

اس میں دوسرا قول امام ابو یوسف کا ہے' وہ کہتے ہیں کہ پیلا اور مٹیالہ رنگ حیض کی ابتداء میں حیض نہیں ہے اور حیض کے آخر میں حیض ہے' کیونکہ حدیث میں ہے: پیلا اور مٹیالہ رنگ خون کے آخری ایام میں خون ہے' حتیٰ کہ تم سفیدی دیکھ لو۔

اس میں تیسرا قول' امام مالک کا ہے' وہ کہتے ہیں کہ مٹیالہ اور پیلا رنگ حیض ہے' خواہ ایام حیض ہوں یا غیر ایامِ حیض اور یہ قول حدیث کے خلاف ہے۔ (شرح ابن بطال ج ١ ص ٤٥٢' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ھ)

٢٦- بَابُ عِرْقِ الْاِسْتِحَاضَةِ — استحاضہ کی رگ

اس باب میں استحاضہ کی رگ کو بیان کیا گیا ہے اور باب سابق کے ساتھ اس کی مناسبت یہ ہے کہ یہ دونوں باب استحاضہ کے حکم پر مشتمل ہیں۔

٣٢٧- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا مَعْنٌ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِيْ ذِئْبٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، وَعَنْ عَمْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ أُمَّ حَبِيْبَةَ اُسْتُحِيْضَتْ سَبْعَ سِنِيْنَ، فَسَأَلَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذٰلِكَ، فَأَمَرَهَا أَنْ تَغْتَسِلَ، فَقَالَ هٰذَا عِرْقٌ. فَكَانَتْ تَغْتَسِلُ لِكُلِّ صَلٰوةٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معن نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابن ابی ذئب نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از عروہ از عمرہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ ہیں کہ حضرت ام حبیبہ کو سات سال سے خون جاری تھا' انہوں نے اس کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا' آپ نے انہیں غسل کرنے کا حکم دیا' آپ نے فرمایا: یہ رگ (کا خون) ہے' پھر وہ ہر نماز کے لیے غسل کرتی تھیں۔

(صحیح مسلم: ٣٣٤' الرقم المسلسل: ٧٤٩' سنن ابوداؤد: ٢٩٠' سنن ترمذی: ١٢٩' سنن نسائی: ٢٠٥' جامع المسانید لابن الجوزی: ٧٤٠٦' مکتبۃ الرشد' ریاض' ١٤٢٦ھ)

اس حدیث کے سات رجال ہیں اور عمرہ کے سوا سب کا تعارف پہلے ہو چکا ہے' عمرہ کا نام عمرہ بنت عبد الرحمان بن سعد الانصاریہ ہے' یہ ثقہ' حجۃ اور عالمہ ہیں' یہ ٩٨ھ میں فوت ہو گئی تھیں۔ (عمدۃ القاری ج ٣ ص ٣٦٠)

باب کے عنوان سے اس حدیث کی مطابقت واضح ہے کیونکہ اس میں رگ کا ذکر ہے' اس حدیث میں دو امر تحقیق طلب ہیں:
(١) مستحاضہ کے نام کی تحقیق (٢) ہر نماز کے بعد مستحاضہ کے غسل کی تحقیق۔

حدیث مذکور میں مستحاضہ کے نام میں ائمہ حدیث کا اختلاف

علامہ زین الدین عبد الرحمان بن شہاب ابن رجب حنبلی متوفی ٧٩٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مستحاضہ کے نام میں اختلاف ہے' اکثرین کی روایت میں ان کا نام ام حبیبہ ہے اور بعض نے کہا: وہ ام حبیبہ بنت جحش ہیں' امام مسلم کی روایت: ٧٠٤ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت ام حبیبہ بنت جحش' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہمشیر نسبتی ہیں' یہ حضرت عبد الرحمن بن عوف کے نکاح میں تھیں' ان کا سات سال خون جاری رہا' اور امام ابوداؤد الطیالسی نے از ابن ابی ذئب از الزہری روایت کیا ہے کہ یہ حضرت زینب بنت جحش تھیں' جن کا خون سات سال جاری رہا۔

اوران کو زینب کے نام میں وہم ہوا ہے' امام ابوداؤد اپنی سنن میں روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ حضرت ام حبیبہ بنت جحش کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں خون جاری رہا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو حکم دیا کہ وہ ہر نماز کے لیے غسل کریں۔ (سنن ابوداؤد: ٢٩٢)

(فتح الباری لابن رجب ج ١ ص ٥٢٤' دار ابن الجوزی' ریاض' ١٤١٧ھ)

امام ابوداؤد فرماتے ہیں: اس حدیث کو امام ابوداؤد الطیالسی (متوفی ٢٠٤ھ) نے روایت کیا ہے' میں نے اس حدیث کا ان سے سماع نہیں کیا' انہوں نے از سلیمان بن کثیر از الزہری از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس کو روایت کیا ہے' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت زینب بنت جحش کا خون جاری ہو گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر نماز کے لیے غسل کرو اور حدیث بیان کی' امام ابوداؤد نے کہا: اس حدیث کو عبد الصمد نے از سلیمان بن کثیر روایت کیا ہے کہ ہر نماز کے لیے وضوء کرو' امام ابوداؤد نے کہا: یہ عبد الصمد کا وہم ہے اور اس میں قول ابوالولید کا ہے۔ (سنن ابوداؤد ج ١ ص ١٣٣' دار المعرفہ' بیروت' ١٤٢٢ھ)

اس حدیث کو امام مسلم نے از عمرہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کیا ہے کہ حضرت ام حبیبہ بنت جحش رضی اللہ عنہا جو آپ کی ہمشیر نسبتی تھیں' کا سات سال سے خون جاری تھا۔ آپ نے فرمایا: یہ حیض نہیں ہے' رگ کا خون ہے' تم غسل کر کے نماز پڑھو۔
(صحیح مسلم: ٣٣٤' الرقم المسلسل: ٧٠٤)

امام مالک نے زینب بنت ابی سلمہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت زینب بنت جحش' جو حضرت عبد الرحمان بن عوف کے نکاح میں تھیں' ان کا خون جاری تھا اور وہ غسل کر کے نماز پڑھتی تھیں۔ (موطأ امام مالک: ١٠٦' تنویر الحوالک ص ٨٠' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٨ھ)

حافظ ابوعمر یوسف بن عبد اللہ بن عبد البر مالکی اندلسی متوفی ٤٦٣ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اسی طرح یحییٰ وغیرہ نے اس حدیث کو امام مالک سے موطأ میں روایت کیا ہے اور یہ امام مالک کا وہم ہے' کیونکہ حضرت زینب بنت جحش' حضرت عبد الرحمن بن عوف کے نکاح میں بالکل نہیں تھیں' وہ پہلے حضرت زید بن حارثہ کے نکاح میں تھیں' پھر ان کے طلاق دینے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نکاح میں آئیں اور جو حضرت عبد الرحمان بن عوف کے نکاح میں تھیں' وہ حضرت ام حبیبہ بنت جحش تھیں' یہ تین بہنیں تھیں: حضرت زینب' حضرت ام حبیبہ اور حضرت حمنہ بنت جحش' جو حضرت طلحہ بن عبید اللہ کے نکاح میں تھیں' ایک قول یہ ہے کہ ان تینوں کو استحاضہ آیا تھا' اور دوسرا قول یہ ہے کہ صرف حضرت ام حبیبہ اور حضرت حمنہ کو استحاضہ آیا تھا۔

(الاستذکار ج ٣ ص ٢٢٨۔ ٢٢٧' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

جس کا خون مسلسل جاری ہو آیا وہ ہر نماز کے لیے غسل کرے گی یا دو نمازوں کے لیے یا ہر روز غسل کرے گی؟

امام مسلم نے حضرت عائشہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت ام حبیبہ بنت جحش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا کہ میرا خون جاری رہتا ہے آپ نے فرمایا: یہ رگ کا خون ہے تم غسل کرو اور نماز پڑھو تو وہ نماز کے لیے غسل کرتی تھیں۔

(صحیح مسلم: ٣٣٤ الرقم المسلسل: ٧٩٤ سنن ابوداؤد: ٢٩٠ سنن ترمذی: ١٢٩ سنن نسائی: ٢٠٥)

اس حدیث کی شرح میں کہا گیا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں غسل کرنے کا حکم دیا تو انہوں نے اس سے یہ سمجھا کہ وہ ہر نماز کے لیے غسل کریں۔

دوسروں نے کہا کہ ان پر یہ واجب تھا کہ وہ ظہر اور عصر کے لیے ایک غسل کرلیں اور مغرب اور عشاء کے لیے غسل کرلیں ظہر کو اس کے آخر وقت میں پڑھیں اور عصر کو اس کے اوّل وقت میں پڑھ لیں اسی طرح مغرب کو آخر وقت میں اور عشاء کو اوّل وقت میں پڑھ لیں اور صبح کے لیے ایک غسل کرلیں۔ حضرت علی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے اس کی مثل مروی ہے اور یہ ابراہیم نخعی اور عبداللہ بن شداد کا قول ہے۔

دیگر فقہاء نے کہا ہے کہ وہ ہر دن میں ایک بار غسل کرلے جس وقت میں چاہے اس کو معقل بن یسار نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے حضرت علی نے فرمایا: جب اس کا حیض ختم ہو جائے تو وہ ہر روز غسل کرے۔

فقہاء کی ایک اور جماعت نے کہا: وہ ایک طہر سے لے کر دوسرے طہر تک کے لیے غسل کرے۔

(الاستذکار ج ٣ ص ٢٣١۔٢٢٨ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ١٤١٣ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ اس مسئلہ کے متعلق لکھتے ہیں:

یہ حدیث حضرت فاطمہ بنت ابی حبیش کی حدیث (صحیح البخاری: ٢٢٨) سے منسوخ ہے کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت فاطمہ کی حدیث سے فتویٰ دیا کہ وہ ہر نماز کے لیے وضوء کرلیں اور حضرت ام حبیبہ کی حدیث کی مخالفت کی اسی وجہ سے ابومحمد اشبیلی نے کہا ہے کہ حضرت فاطمہ کی حدیث استحاضہ کے باب میں سب سے صحیح حدیث ہے اور امام شافعی نے کہا ہے کہ آپ نے حضرت ام حبیبہ کو غسل کر کے نماز پڑھنے کا حکم دیا تھا اور وہ ہر نماز کے لیے نفلی طور پر غسل کرتی تھیں اور ابن شہاب الزہری نے یہ ذکر نہیں کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو ہر نماز کے لیے غسل کرنے کا حکم دیا تھا لیکن وہ اپنی طرف سے ہر نماز کے لیے غسل کرتی تھیں اور جمہور فقہاء کا یہی مذہب ہے کہ مستحاضہ پر یہ واجب نہیں ہے کہ وہ ہر نماز کے لیے غسل کرے لیکن اس پر یہ واجب ہے کہ وہ ہر نماز کے لیے وضوء کرے۔ (عمدۃ القاری ج ٣ ص ٤٦٢ دارالکتب العلمیہ بیروت ١٤٢١ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

امام ابوداؤد نے حضرت عائشہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں حضرت ام حبیبہ بنت جحش کا مسلسل خون جاری ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو ہر نماز کے لیے غسل کرنے کا حکم دیا۔ (سنن ابوداؤد: ٢٩٢)

حفاظ نے اس حدیث میں اس زیادتی پر طعن کیا ہے کیونکہ الزہری کے اثبات اصحاب سے یہ زیادتی ثابت نہیں ہے تاہم اگر اس حدیث میں غسل کے امر کو استحباب پر محمول کر دیا جائے تو دونوں حدیثوں میں تطبیق ہو جائے گی اس حدیث کی توجیہ میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد غسل نہیں ہے بلکہ یہ لفظ غَسل ہے یعنی ہر نماز کے وقت فرج سے خون اور نجاست کو دھولیا کریں کیونکہ نجاست کو زائل کرنا نماز کی صحت کے لیے شرط ہے۔ امام طحاوی نے کہا ہے کہ حضرت ام حبیبہ بنت جحش کی حدیث میں جو ہر نماز کے لیے غسل

کرنے کا حکم ہے وہ حضرت فاطمہ بنت ابی حبیش کی حدیث سے منسوخ ہے جس میں ہر نماز کے لیے وضوء کرنے کا حکم ہے لیکن دونوں حدیثوں کو جمع کرنا اور حضرت ام حبیبہ کی حدیث میں غسل کو استحباب پر محمول کرنا اولیٰ ہے۔

(فتح الباری ج ١ ص ٨٣٨ دار المعرفہ بیروت ١٤٢٦ ھ)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ٦٦٣ ۔ ج ١ ص ١٠٢٧ ۔ ١٠٢٦ پر مذکور ہے وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

٢٧- بَابُ الْمَرْاَةِ تَحِيْضُ بَعْدَ الْاِفَاضَةِ — جس عورت کو طواف زیارت کے بعد حیض آ جائے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جس عورت کو طواف زیارت کے بعد حیض آ جائے اس کا کیا حکم ہے؟ آیا وہ طواف وداع کو ترک کر کے قافلہ کے ساتھ جا سکتی ہے یا نہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہاں وہ طواف وداع کو ترک کر کے قافلہ کے ساتھ جا سکتی ہے باب سابق کے ساتھ اس کی یہ مناسبت ہے کہ باب سابق میں مستحاضہ کا حکم بیان کیا گیا تھا اور اس باب میں حائض کا حکم بیان کیا گیا ہے اور مستحاضہ اور حائض دونوں ایک جنس سے ہیں۔

٣٢٨- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهَا قَالَتْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اِنَّ صَفِيَّةَ بِنْتَ حُيَيٍّ قَدْ حَاضَتْ؟ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَلَّهَا تَحْبِسُنَا، اَلَمْ تَكُنْ طَافَتْ مَعَكُنَّ؟ فَقَالُوْا بَلٰى، قَالَ فَاخْرُجِيْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از عبداللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم از والد خود از عمرہ بنت عبدالرحمان از حضرت عائشہ زوجہ نبی ﷺ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے کہا: یارسول اللہ! بے شک صفیہ بنت حیی (رضی اللہ عنہا) کو حیض آ گیا ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: شاید یہ ہم کو روکنے والی ہیں کیا انہوں نے تمہارے ساتھ طواف (زیارت) نہیں کیا تھا؟ لوگوں نے کہا: کیوں نہیں! آپ نے فرمایا: پھر وہ روانہ ہوں۔

(صحیح مسلم: ١٢١١ سنن ترمذی: ٩٤٣ سنن نسائی فی الکبریٰ: ٤١٩٣ مسند الحمیدی: ٢٠٢ صحیح ابن حبان: ٣٩٠٢ شرح السنہ: ١٩٧٤ سنن بیہقی ج ٥ ص ١٦٢ مسند احمد ج ٦ ص ٣٩ طبع قدیم مسند احمد: ٢٤١١٣ ج ٤٠ ص ١٣٩ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: بے شک حضرت صفیہ بنت حیی کو (طواف زیارت کے بعد) حیض آ گیا ہے۔

اس حدیث کے چھ رجال ہیں ان کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

ام المؤمنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ

اس حدیث میں حضرت صفیہ کا ذکر ہے یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کی بیٹیوں میں سے ہیں فتح خیبر میں یہ نبی ﷺ کی قیدی ہو گئی تھیں آپ نے ان کو آزاد کر کے ان کے ساتھ نکاح کر لیا اور ان کے آزاد کرنے کو ان کا مہر قرار دیا ان کے ساتھ نکاح کرنے کی حکمت یہ تھی کہ ان کو قیدی بنائے رکھنا ان کے جاہ اور مرتبہ کے خلاف تھا اور کیونکہ یہ نبی زادی تھیں اس لیے اور کوئی مسلمان ان کے ہم پلہ نہ تھا اس لیے آپ نے خود ان سے نکاح فرما لیا ان سے دس احادیث مروی ہیں امام بخاری نے ان میں سے ایک حدیث روایت کی ہے علامہ واقدی نے کہا ہے: یہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ٦٠ ھ میں فوت ہو گئی تھیں اور دوسروں نے کہا ہے: یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ٣٦ ھ میں فوت ہوئی تھیں۔ (عمدۃ القاری ج ٣ ص ٢٦٣)

حائض سے طوافِ وداع کا ساقط ہو جانا اور طوافِ زیارت کا کسی سے ساقط نہ ہونا

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ حائض سے طوافِ وداع ساقط ہو جاتا ہے اور طوافِ زیارت حج کا رکن' اس کا کرنا ضروری ہے اور طوافِ زیارت حائض وغیر ہا سے ساقط نہیں ہوتا اور اگر عورت طوافِ زیارت سے پہلے حائض ہو جائے تو وہ مکہ مکرمہ میں قیام کرے گی' حتیٰ کہ طوافِ زیارت کر لے اور اگر وہ طوافِ زیارت کیے بغیر اپنے وطن چلی گئی تو وہ بہ دستور محرمہ رہے گی اور اس کا شوہر اس کے ساتھ جماع نہیں کر سکے گا حتیٰ کہ وہ طوافِ زیارت کرے اور باقی اُمور میں وہ احرام سے خارج ہو گئی اور اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ حائض طواف نہیں کر سکتی' اور اگر حائض نے طوافِ قدوم کیا تو اس پر ایک بکری کی قربانی ہے اور اگر حائض نے طوافِ زیارت کیا تو اس پر اونٹ کی قربانی ہے' اسی طرح جنبی کا حکم ہے اور اگر بے وضوء طوافِ قدوم کیا تو اس پر صدقہ ہے اور اگر بے وضوء طوافِ زیارت کیا تو اس پر بکری کی قربانی ہے اور امام شافعی کے نزدیک طواف کے لیے وضوء شرط نہیں ہے' اس لیے ان کے نزدیک اس صورت میں اس پر کچھ لازم نہیں ہے۔

٣٢٩- حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ اَسَدٍ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ طَاوٗسٍ ' عَنْ اَبِيْهِ ' عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ رُخِّصَ لِلْحَائِضِ اَنْ تَنْفِرَ اِذَا حَاضَتْ.
[اطراف الحدیث:١٧٥٥-١٧٦٠]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں معلّی بن اسد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی از عبداللہ بن طاؤس از والد خود از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ حائض کو یہ رخصت دی گئی ہے کہ جب اسے حیض آ جائے تو وہ قافلہ کے ساتھ روانہ ہو جائے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(١) معلّی بن اسد' یہ ٢١٩ھ میں فوت ہو گئے تھے (٢) وہیب بن خالد' یہ بصریوں میں اثبت مشائخ تھے (٣) عبداللہ بن طاؤس' یہ ١٣٢ھ میں فوت ہو گئے تھے' معمر نے کہا: میں نے ابن طاؤس جیسا فقیہ کوئی نہیں دیکھا اور ان کے والد طاؤس بن کیسان الیمانی الحمیری فرزندان فارس میں سے ہیں' ان سے زیادہ کوئی حدیث کو اچھی طرح نہیں پڑھتا تھا' وہ ١١٠ھ کے کچھ سال اوپر فوت ہو گئے تھے۔

اس حدیث میں بیان کیا گیا ہے کہ عذر کی وجہ سے طوافِ وداع ساقط ہو جاتا ہے' اس میں حدیث:٣٢٩ کی وضاحت ہے۔

٣٣٠- وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَقُوْلُ فِيْ اَوَّلِ اَمْرِهٖ اِنَّهَا لَا تَنْفِرُ' ثُمَّ سَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ تَنْفِرُ' اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَخَّصَ لَهُنَّ. [طرف الحدیث:١٧٦١]

طاؤس روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما پہلے یہ کہتے تھے کہ حائض (طوافِ وداع کیے بغیر) روانہ نہیں ہو سکتی' پھر میں نے ان سے یہ سنا کہ وہ روانہ ہو سکتی ہے' بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو اجازت دی ہے۔

پہلے حضرت ابن عمر یہ کہتے تھے کہ حائض طوافِ وداع کیے بغیر مکہ سے روانہ نہیں ہو سکتی' بعد میں ان کو معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حائض کو رخصت دی ہے تو انہوں نے اپنے پہلے قول سے رجوع کر لیا' اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما میں انانیت بالکل نہیں تھی اور حق واضح ہونے کے بعد وہ رجوع کر لیتے تھے اور خوفِ خدا رکھنے والے علماء کی یہی شان ہے کہ جب ان پر اپنے قولِ سابق کی خطاء منکشف ہو جاتی تو وہ اس سے رجوع کر لیتے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ٣ ص ٣٦٣)

اپنے قول سابق سے رجوع کرنے کی تحقیق

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ یا حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہما نے بیان فرمایا کہ غزوۂ تبوک کے سفر میں لوگوں کو سخت بھوک لگی ہوئی تھی' صحابہ کرام نے عرض کیا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! اگر آپ ہمیں اجازت دیں تو ہم پانی لانے والے اونٹوں کو ذبح کر کے کھالیں اور چربی کا تیل بنالیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اجازت دے دی' اتنے میں حضرت عمر آ گئے اور عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اگر آپ نے ایسا کیا تو سواریاں کم ہو جائیں گی' البتہ آپ لوگوں کا بچا ہوا کھانا منگوا لیجئے اور اس پر برکت کی دعا کیجئے' اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ وہ برکت عطا فرمائے گا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ٹھیک ہے' اور ایک چمڑے کا دسترخوان بچھا دیا' پھر لوگوں کا بچا ہوا کھانا منگوایا' کوئی شخص اپنی ہتھیلی میں جوار اور کوئی کھجوریں اور کوئی روٹی کے ٹکڑے لیے چلا آ رہا تھا' یہ سب چیزیں مل کر بہت تھوڑی مقدار میں جمع ہوئیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے برکت کی دعا فرمائی' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ سب اپنے اپنے برتنوں میں کھانا بھر لیں' چنانچہ تمام لوگوں نے اپنے اپنے برتن بھر لیے' یہاں تک کہ لشکر کے تمام برتن بھر گئے اور سبؓ نے مل کر کھانا کھایا اور سیر ہو گئے اور کھانا پھر بھی بچ گیا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ دیکھ کر فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور یہ کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں اور جو شخص بھی اس کلمہ پر یقین کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرے گا' وہ شخص جنتی ہوگا۔

(صحیح مسلم' کتاب الایمان: ۴۵' الرقم المسلسل: ۱۳۸)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے اور ہمارے ساتھ دیگر صحابہ کے علاوہ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما بھی بیٹھے ہوئے تھے' اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اٹھ کر چلے گئے اور کافی دیر تک تشریف نہ لائے تو ہمیں خوف ہوا کہ کہیں خدانخواستہ آپ کو کوئی تکلیف نہ پہنچی ہو' اس خیال سے ہم سب کھڑے ہو گئے' سب سے پہلے میں گھبرا کر آپ کی تلاش میں نکلا اور انصار بنی نجار کے باغ تک پہنچ گیا' میں باغ کے چاروں طرف گھومتا رہا' لیکن مجھے اندر جانے کے لیے کوئی دروازہ نہ ملا' اتفاقاً ایک نالہ دکھائی دیا' جو باہر کے کنویں سے باغ کے اندر کی طرف جا رہا تھا' میں لومڑی کی طرح سمٹ کر اس نالہ کے راستہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ابوہریرہ! میں نے عرض کیا: جی ہاں! یارسول اللہ! حضور نے فرمایا: کیا بات ہے؟ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ ہمارے درمیان تشریف فرما تھے' پھر آپ اچانک اٹھ کر تشریف لے گئے' آپ کی واپسی میں دیر ہو گئی' اس وجہ سے ہمیں خوف دامن گیر ہوا کہ کہیں دشمن آپ کو تنہا دیکھ کر پریشان نہ کریں' ہم سب گھبرا کر اٹھ کھڑے ہوئے اور سب سے پہلے میں آپ کی تلاش میں نکلا' پس میں اس باغ تک پہنچا اور لومڑی کی طرح سمٹ کر باغ کے اندر آ گیا' باقی صحابہ میرے پیچھے آ رہے ہیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی نعلین مبارک مجھے عطا فرمائیں اور فرمایا: اے ابوہریرہ! میری یہ دونوں جوتیاں لے کر چلے جاؤ اور باغ کے باہر جو شخص تم کو کلمہ طیبہ کی دلی یقین سے شہادت دیتا ہوا ملے' اس کو جنت کی بشارت دے دو' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ باغ کے باہر سب سے پہلے میری ملاقات حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ہوئی' انہوں نے پوچھا: اے ابوہریرہ! یہ جوتیاں کیسی ہیں؟ میں نے کہا: یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جوتیاں ہیں' جو حضور نے مجھے اس لیے دی ہیں کہ جو شخص بھی مجھے یقین کے ساتھ کلمہ طیبہ کی گواہی دیتا ہوا ملے' اس کو میں جنت کی بشارت دے دوں' یہ سن کر حضرت عمر نے میرے سینہ پر ایک ضرب لگائی' جس کی وجہ سے میں پیٹھ کے بل گر پڑا' پھر حضرت عمر نے مجھ سے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں واپس جاؤ' پس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پہنچ کر رونے لگا' ساتھ ہی حضرت عمر بھی پہنچ گئے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا:

اے ابوہریرہ! کیا ہوا؟ میں نے عرض کیا: سب سے پہلے میری ملاقات حضرت عمر سے ہوئی' میں نے ان کو آپ کا پیغام پہنچایا' انہوں نے میرے سینہ پر ضرب مار کر مجھے پیٹھ کے بل گرا دیا اور کہا: واپس چلے جاؤ' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر سے پوچھا: تم نے ایسا کیوں کیا؟ حضرت عمر نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا واقعی آپ نے ابوہریرہ کو اپنی جوتیاں دے کر بھیجا تھا کہ جو شخص اسے یقینِ قلب کے ساتھ کلمہ طیبہ کی گواہی دیتا ہوا ملے' اس کو یہ جنت کی بشارت دے دے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہاں! حضرت عمر نے عرض کیا: حضور ایسا نہ کریں' کیونکہ مجھے اندیشہ ہے کہ لوگ پھر کلمہ پر ہی بھروسا کر کے بیٹھ جائیں گے' ان کو عمل کرنے دیجئے' آپ نے فرمایا: اچھا پھر انہیں عمل کرنے دو۔ (صحیح مسلم' کتاب الایمان: ۵۲' رقم بلاتکرار: ۳۱' الرقم المسلسل: ۱۴۶)

علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ٦٧٦ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت عمر نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو ضرب ماری' جس سے وہ گر گئے اور بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا: کیا واقعی آپ نے ابوہریرہ کو اپنی نعلین دے کر بھیجا تھا کہ جو شخص بھی یقین سے ''لا الٰہ الا اللّٰہ'' کی گواہی دے' اس کو جنت کی بشارت دے دو؟ اس سے حضرت عمر کا مقصد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اعتراض کرنا یا آپ کے حکم کو مسترد کرنا نہ تھا' کیونکہ اس پیغام سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقصد صرف امت کی دلداری اور ان کو بشارت دینا تھا' حضرت عمر کی یہ رائے تھی کہ اس بشارت کو مخفی رکھنا بہتر ہے تاکہ ایسا نہ ہو کہ لوگ صرف کلمہ پڑھ لینے پر ہی تکیہ کر لیں اور اعمال سے غافل ہو جائیں' اور جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے یہ رائے پیش کی' تو آپ نے اس کو صحیح قرار دیا' اس حدیث میں اکابر کی اصاغر کی رائے سے موافقت کرنے کا بیان ہے' اس حدیث میں یہ بیان ہے کہ اگر اصاغر کی رائے میں کوئی مصلحت ہو تو اکابر کو ان کی رائے کی طرف رجوع کر لینا چاہیے۔

(صحیح مسلم بشرح النواوی ج ۱ ص ۵۸۱' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

اس سے پہلے ہم نے وہ احادیث بیان کی تھیں' جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تعلیم امت کے لیے اپنی سابق رائے سے رجوع فرما کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کو قبول فرمالیا۔ اب ہم وہ حدیث ذکر کر رہے ہیں کہ جس میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر کی رائے کی طرف رجوع فرمالیا۔

امام بخاری محمد بن اسماعیل متوفی ۲۵٦ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب اہل یمامہ سے جنگ ہو رہی تھی تو اس وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھے بلوایا اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی ان کے پاس تھے' حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ میرے پاس آئے اور انہوں نے کہا کہ جنگ یمامہ میں بہت سے قرآن کے قاری شہید ہو گئے اور مجھے یہ خطرہ ہے کہ اگر اسی طرح قرآن کے قاری شہید ہوتے رہے تو ہمارے پاس سے بہت سارا قرآن جاتا رہے گا اور میری رائے یہ ہے کہ آپ قرآن مجید کو جمع کرنے کا حکم دیں' میں نے حضرت عمر سے کہا کہ آپ اس کام کو کیسے کریں گے' جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں کیا؟ حضرت عمر نے کہا: اللہ کی قسم! اس کام میں خیر ہے' پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ مجھے مسلسل یہ مشورہ دیتے رہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے میرا سینہ بھی اس کام کے لیے کھول دیا اور میں نے دیکھا کہ حضرت عمر کی رائے درست ہے۔ (صحیح البخاری: ۴۹۸٦)

اسی طرح حضرت عمر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رائے کی طرف رجوع فرمالیا۔

امام ابن عبدالبر القرطبی متوفی ۴٦۳ھ لکھتے ہیں:

سعید بن المسیب بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ کہتے تھے کہ میں اس مسئلے سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں' جس کے مشورے

میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نہ ہوں انہوں نے کہا: ایک مجنونہ عورت کے ہاں چھ مہینے کے بعد بچہ پیدا ہو گیا حضرت عمر نے اس کو رجم کرنے کا ارادہ کیا تو حضرت علی نے ان سے کہا: قرآن مجید میں ہے:

''وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا''. (الاحقاف: ۱۵) وضع حمل کی مدت چھ ماہ بھی ہوتی ہے اور یہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجنون سے حکم تکلیف اٹھالیا ہے یعنی وہ مکلف نہیں ہے پھر حضرت عمر یہ کہتے تھے کہ اگر علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا ہے۔

(الاستیعاب ج ۳ ص ۲۰۶ دارالکتب العلمیہ بیروت)

شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ لکھتے ہیں:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے خطبے میں کہا کہ بہت زیادہ مہر نہ رکھا کرو تو ایک سیاہ چہرے والی عورت نے کہا کہ آیا آپ اپنی رائے سے یہ کہہ رہے ہیں یا اس کو آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے؟ کیونکہ آپ کے قول کے خلاف قرآن مجید میں ہے:

''وَّاٰتَيْتُمْ اِحْدٰهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَيْئًا''. (النساء: ۲۰) اور تم اپنی ازواج میں سے کسی کو ڈھیروں مال دے چکے ہو تو بھی اس میں سے کچھ واپس نہ لو۔ یہ جواب سن کر حضرت عمر حیران رہ گئے اور کہا کہ ہر شخص کو عمر سے زیادہ علم ہے حتیٰ کہ گھروں میں رہنے والی عورتوں کو بھی عمر سے زیادہ علم ہے۔ (المبسوط ج ۱۰ ص ۱۵۳۔ ۱۵۲ دارالمعرفہ بیروت ۱۰۹۸ھ جامع العلم وفضلہ ج ۲ ص ۹۲۰)

اسی طرح بعض دیگر صحابہ نے بھی ایک دوسرے کے قول کی طرف رجوع کیا ہے۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن عكرمة ان اهل المدينة سالوا ابن عباس عن امراة طافت ثم حاضت قال لهم تنفر قالوا لا ناخذ بقولك وندع قول زيد قال اذا قدمتم المدينة فاسئلوا فقدموا المدينة فكان فى من سالوا ام سليم فذكرت حديث صفية.

(صحیح البخاری: ۱۷۵۹۔ ۱۷۵۸ صحیح مسلم: ۱۳۲۸ السنن الکبریٰ للنسائی: ۴۱۹۹)

عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ اہل مدینہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ سوال کیا کہ جس عورت نے طواف (زیارت) کر لیا ہو پھر اس کو حیض آ جائے تو آیا وہ (طواف وداع کے بغیر) واپس جا سکتی ہے؟ حضرت ابن عباس نے فرمایا: جا سکتی ہے اہل مدینہ نے کہا: ہم آپ کے قول کی وجہ سے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے قول کو ترک نہیں کریں گے (حضرت زید کہتے تھے کہ وہ طواف وداع کیے بغیر نہیں جا سکتی) حضرت ابن عباس نے فرمایا: جب تم مدینہ جاؤ تو اس مسئلہ کی تحقیق کر لینا جب وہ مدینہ گئے تو انہوں نے اس کی تحقیق کی اور حضرت ام سلیم سے بھی پوچھا تو انہوں نے حضرت صفیہ کی (یہ) حدیث بیان کی (کہ ایسی صورت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت صفیہ کو طواف وداع کیے بغیر جانے کی اجازت دی تھی)۔

جب اہل مدینہ کو حضرت صفیہ کی یہ حدیث مل گئی تو انہوں نے حضرت ابن عباس کے پاس جا کر حق کا اعتراف کر لیا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

پھر اہل مدینہ حضرت ابن عباس کے پاس گئے اور کہا: جس طرح آپ نے ہمیں حدیث سنائی تھی ہمیں اسی طرح حدیث مل گئی۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۵۸۸ طبع لاہور)

اور حضرت زید بن ثابت کو جب یہ حدیث مل گئی تو انہوں نے بھی رجوع فرما لیا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی' امام مسلم اور امام نسائی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ پھر حضرت زید بن ثابت رضی اللہ نے رجوع کرلیا اور حضرت ابن عباس سے فرمایا: مجھے یہ یقین ہے کہ آپ نے سچ کے سوا اور کچھ نہیں کہا' یہ ''صحیح مسلم'' کی عبارت ہے اور ''سنن نسائی'' میں یہ عبارت ہے: عکرمہ کہتے ہیں کہ میں حضرت ابن عباس کے پاس بیٹھا تھا' ان سے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ نے پوچھا: آپ یہ فتویٰ دیتے ہیں؟ حضرت ابن عباس نے فرمایا: اس انصاری خاتون سے اس کے متعلق حدیث معلوم کرلو' حضرت زید نے ان سے حدیث پوچھی اور ہنستے ہوئے (اپنے قول سے) رجوع کرلیا اور کہا: جس طرح آپ نے بیان کیا تھا' اسی طرح حدیث ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے کئی مسائل میں اپنے شاگردوں کے قول کی طرف رجوع کیا' امام مالک نے کئی اقوال میں رجوع کیا اور امام احمد اور امام شافعی کے ہر مسئلے میں دو قول ہیں' یعنی انہوں نے بعد والے قول میں اپنے پہلے قول سے رجوع کرلیا۔

علامہ سید ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب عزیز کے سوا کسی کتاب کے لیے عصمت کو مقدر نہیں فرمایا یا کسی اور کتاب کی عصمت پر راضی نہیں ہے' یہ صرف اسی کی کتاب کی شان ہے' جس کے حق میں فرمایا: ''لَا یَاْتِیْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ'' (حم السجدہ: ۴۲) اس کتاب میں باطل سامنے سے آسکتا ہے نہ پیچھے سے۔

سو قرآن مجید کے علاوہ دوسری کتابوں میں خطائیں اور لغزشیں واقع ہوتی ہیں' کیونکہ وہ انسان کی تصنیفات ہیں اور خطاء اور لغزش انسان کی سرشت ہے۔

علامہ عبد العزیز بخاری نے ''اصول بزودی'' کی شرح میں لکھا ہے کہ بویطی نے امام شافعی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ امام شافعی نے کہا: میں نے اس کتاب کو تصنیف کیا ہے' میں نے اس میں صحت اور صواب کو ترک نہیں کیا' لیکن اس میں ضرور کوئی نہ کوئی بات اللہ تعالیٰ کی کتاب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کے خلاف ہوگی' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِیْهِ اخْتِلَافًا كَثِیْرًا○ (النساء: ۸۲)

اور اگر قرآن اللہ کے غیر کی جانب سے ہوتا تو لوگ اس میں ضرور بہت سے اختلاف پاتے○

لہٰذا تم کو اس کتاب میں جو بات کتاب اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کے خلاف ملے اس کو چھوڑ دو' کیونکہ میں کتاب اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کی طرف رجوع کرنے والا ہوں' مزنی بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام شافعی کی کتاب ''الرسالۃ'' ان کے سامنے اسّی مرتبہ پڑھی اور ہر مرتبہ امام شافعی اس میں کسی خطاء پر مطلع ہوئے' بالآخر امام شافعی نے فرمایا: اب چھوڑ دو' اللہ تعالیٰ اس بات سے انکار فرماتا ہے کہ اس کی کتاب کے سوا اور کوئی کتاب صحیح ہو۔

(ردالمحتار علی الدر المختار ج ۱ ص ۱۰۴۔۱۰۳' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

امام ابوحنیفہ نے بعض مسائل میں اپنے شاگردوں امام ابو یوسف اور امام محمد کے اقوال کی طرف رجوع کرلیا' اسی طرح امام مالک نے بعض مسائل میں رجوع کرلیا' امام شافعی کے تقریباً ہر مسئلہ میں دو قول ہیں' ایک قول قدیم اور ایک قول جدید' قول جدید میں قول قدیم سے رجوع فرمالیا ہے' اسی طرح امام احمد کے بھی تقریباً ہر مسئلہ میں دو قول ہیں اور بعد کے قول میں پہلے قول سے رجوع فرما لیا ہے۔

سو میں نے بھی بعض مسائل میں رجوع کر کے اپنے دامن کو ان نفوس قدسیہ کے مقدس دامن کے ساتھ وابستہ کیا ہے اور اپنے

عجز وانکسار اور للّٰہیت کو واضح کیا ہے' کیونکہ وہی شخص کسی مسئلہ میں رجوع نہیں کرتا' جو اپنے آپ کو ہمہ دان اور غلطیوں سے مبرا اور منزہ جانتا ہو اور ہر قسم کی خطاء سے پاک ہونا تو صرف اللہ عزوجل کی صفت ہے اور عصمت تو صرف نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خاصہ ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا متوفی ١٣٤٠ھ فرماتے ہیں:

شاہ (عبدالعزیز محدث دہلوی) صاحب سے اس مسئلہ میں غلطی ہوئی اور وہ نہ فقط فتاویٰ بلکہ ''تفسیر عزیزی'' میں بھی ہے اور ایک نہ ان کا فتاویٰ بلکہ کسی بشر غیر معصوم کی کوئی کتاب ایسی نہیں' جس میں سے کچھ متروک نہ ہو' سیدنا امام مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''کل ماخوذ من قولہ و مردود علیہ الا صاحب ھذا القبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' ہر شخص کے قول سے کچھ لیا بھی جاتا ہے اور کچھ ردّ بھی کیا جاتا ہے' ماسوا صاحب گنبد خضراء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ٨ ص ٣٥٦' مکتبہ رضویہ' کراچی)

الحمدللہ رب العلمین! میں نے ''شرح صحیح مسلم'' کی بارہ اور ''تبیان القرآن'' کی تین عبارات سے رجوع کر لیا ہے' ان کی تفصیل شرح صحیح مسلم ج ٦ کے آخر میں ص ١٢٦٤۔ ١٢٦٣' الطبع الثالث عشر' شوال ١٤٢٦ھ/نومبر ٢٠٠٥ء پر مذکور ہے۔

٢٨- بَابُ اِذَا رَاَتِ الْمُسْتَحَاضَةُ الطُّهْرَ — جب مستحاضہ طہر کو دیکھ لے

یہ باب اس کے بیان میں ہے کہ جب مستحاضہ طہر کو دیکھ لے یعنی جب اس کا خون منقطع ہو جائے تو وہ غسل کر کے نماز پڑھ لے' خواہ اس کا طہر ایک ساعت کا ہو' اس کی دلیل حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا اثر ہے' جس کا عنقریب ذکر کیا جائے گا۔

حافظ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ' اس عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی جب مستحاضہ کے لیے رگ کا خون حیض کے خون سے متمیز ہو جائے تو استحاضہ کے زمانہ کو طہر کہا جائے گا کیونکہ وہ حیض کے زمانہ کی بہ نسبت طہر ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ اس سے خون کے انقطاع کا ارادہ کیا جائے اور پہلا معنی عبارت کے زیادہ موافق ہے۔

(فتح الباری ج ١ ص ٨٣٩' دار المعرفہ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

حافظ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ' حافظ ابن حجر کا ردّ کرتے ہیں:

اس عبارت میں کئی خدشات ہیں: (١) یہ عبارت اس پر دلالت کرتی ہے کہ مستحاضہ کا خون دائماً جاری ہو لیکن وہ حیض کے خون میں اور رگ کے خون میں تمیز کر سکتی ہو' جب کہ اس عنوان کا معنی ہے: مستحاضہ طہر کو دیکھے اور طہر اس وقت ہو گا' جب خون منقطع ہو جائے اور اس قائل نے کہا ہے کہ اس کا خون مستمر ہو تو پھر یہ طہر کیسے ہو گا! (٢) اس نے استحاضہ کے خون کو مجازاً طہر کہا ہے اور بغیر ضرورت کے کسی عبارت کو مجاز پر محمول نہیں کیا جاتا (٣) اس نے کہا: یہ معنی عبارت کے سیاق کے زیادہ موافق ہے۔ یہ کہنا بھی غلط ہے بلکہ سیاق عبارت کے موافق یہ ہے کہ وہ طہر کو دیکھے' یعنی اس کا خون منقطع ہو جائے۔

امام بخاری ایک اثر ذکر کرتے ہیں:

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ تَغْتَسِلُ وَتُصَلِّيْ وَلَوْ سَاعَةً' وَيَاْتِيْهَا زَوْجُهَا اِذَا صَلَّتْ' اَلصَّلٰوةُ اَعْظَمُ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: مستحاضہ غسل کرے اور نماز پڑھے' خواہ ایک ساعت کے لیے حیض منقطع ہوا ہو اور جب وہ نماز پڑھ لے تو اس کا خاوند اس سے مباشرت کرے' نماز اعظم ہے۔

اس اثر کی اصل یہ حدیث ہے:

انس بن سیرین بیان کرتے ہیں کہ آل انس کی ایک عورت کو استحاضہ آ گیا' انہوں نے مجھے حکم دیا کہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کروں' حضرت ابن عباس نے کہا: جب تک وہ خون کی جولانی دیکھ رہی ہے تو نماز نہ پڑھے اور جب وہ طہر کو دیکھے' خواہ

وہ دن کی ایک ساعت میں ہو تو وہ غسل کر کے نماز پڑھے۔ (سنن دارمی: ۸۰۳ دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

٣٣١- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ عَنْ زُهَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَقْبَلَتِ الْحَيْضَةُ فَدَعِي الصَّلٰوةَ وَاِذَا اَدْبَرَتْ فَاغْسِلِي عَنْكِ الدَّمَ وَصَلِّي. (سنن ابوداؤد: ۲۸۳)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی از زہیر انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب حیض آئے تو تم نماز چھوڑ دو اور جب حیض چلا جائے تو تم اپنے جسم سے خون کو دھوؤ اور نماز پڑھو۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۲۲۸ کا مطالعہ کریں' وہاں اس کا عنوان تھا: خون کو دھونا' اور یہاں عنوان ہے: جب مستحاضہ طہر کو دیکھے' اور اس حدیث میں یہ دونوں امر ہیں۔

٢٩- بَابُ الصَّلٰوةِ عَلَى النُّفَسَآءِ وَسُنَّتِهَا نفاس والی عورتوں کی نماز جنازہ پڑھنا اور اس کا طریقہ

یہ باب نفاس والی عورتوں کی نماز جنازہ اور اس کے طریقہ کے بیان میں ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں "کتاب الحیض" میں داخل کیا ہے' حالانکہ اس حدیث کی حیض کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں' اس کی مناسبت "کتاب الجنائز" کے ساتھ ہے' اور نہ ہی اس باب کی باب سابق کے ساتھ کوئی مناسبت ہے کیونکہ باب سابق مستحاضہ کے متعلق تھا اور یہ باب نفاس والی عورت کے متعلق ہے' البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ مستحاضہ کا خون بھی جاری ہوتا ہے اور نفاس والی عورت کا خون بھی جاری ہوتا ہے' اسی طرح جب نفاس والی عورت کی نماز جنازہ پڑھی جا سکتی ہے تو حیض والی عورت کی بھی نماز جنازہ پڑھی جا سکتی ہے۔

٣٣٢- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ اَبِي سُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنَا شَبَابَةُ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ حُسَيْنٍ الْمُعَلِّمِ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ اَنَّ امْرَاَةً مَاتَتْ فِي بَطْنٍ فَصَلّٰى عَلَيْهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَامَ وَسَطَهَا. [اطراف الحدیث: ۱۳۳۱-۱۳۳۲]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن ابی سریج نے حدیث بیان کی' وہ کہتے ہیں: ہمیں شبابہ نے خبر دی' وہ کہتے ہیں: ہمیں شعبہ نے خبر دی از حسین المعلم از ابن بریدہ از حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت کا زچگی میں انتقال ہو گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نماز جنازہ پڑھی اور آپ اس کے وسط میں کھڑے ہوئے۔

(صحیح مسلم: ۹۶۴' الرقم المسلسل: ۲۲۰۰' سنن ترمذی: ۱۰۳۵' سنن نسائی: ۱۹۷۵' سنن ابن ماجہ: ۱۴۹۳' المنتقی: ۵۴۴' المعجم الکبیر: ۶۷۶۴' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۹۰۲' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳۱۲' السنن الکبریٰ للنسائی: ۲۱۰۶' صحیح ابن حبان: ۳۰۶۷' المعجم الاوسط: ۲۱۴۲' سنن بیہقی ج ۴ ص ۳۴-۳۳' شرح السنۃ: ۱۴۹۷' مسند احمد ج ۵ ص ۱۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۰۱۶۲- ج ۳۳ ص ۳۳۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) احمد بن ابی سریج ابو جعفر رازی' ابو جعفر کا نام الصباح ہے' امام بخاری احمد سے روایت میں منفرد ہیں (۲) شبابہ ابن سوار الفزاری المدائنی' یہ اصل میں خراسان کے تھے' ۲۰۴ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) شعبہ بن الحجاج' ان کا تعارف ہو چکا ہے (۴) حسین المعلم' ان کا تعارف بھی ہو چکا ہے (۵) عبداللہ بن بریدہ بن الحصیب الاسلمی المروزی' مشہور تابعی ہیں (۶) حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ' ان سے ۱۲۳ احادیث مروی ہیں' زیاد نے ان کو چھ مہینہ کوفہ پر اپنا خلیفہ بنایا تھا اور چھ مہینہ بصرہ پر' یہ ۵۹ھ میں فوت ہو گئے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۴۶۸)

زچگی میں فوت ہونے والی عورت کا نام' اور نماز جنازہ پڑھاتے ہوئے امام کے کھڑے ہونے کی جگہ میں مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ایک عورت زچگی میں فوت ہوگئی' امام مسلم نے اپنی روایت میں ان کا نام ام کعب ذکر کیا ہے' اس حدیث کا معنی ہے: وہ پیٹ کے کسی مرض کے سبب سے فوت ہوگئیں اور علامہ ابن اثیر نے کہا ہے: وہ نفاس میں فوت ہوگئیں' علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ وہ ولادت کے سبب سے یعنی زچگی میں فوت ہوگئیں۔

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ نماز جنازہ میں امام کے کھڑے ہونے کی جگہ میں اختلاف ہے' امام احمد نے کہا ہے کہ عورت کے وسط کے مقابل کھڑا ہو اور مرد کے سینہ کے مقابل اور فقہاء احناف نے کہا ہے کہ دونوں کے سینہ کے مقابل کھڑا ہو۔

علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی نے کہا ہے کہ ہمارے مذہب میں اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ سنت یہ ہے کہ نماز جنازہ میں امام مرد کے سینہ اور کندھوں کے پاس کھڑا ہو اور عورت کے درمیان میں کھڑا ہو اور حرب نے امام ابن حنبل سے امام ابوحنیفہ کے قول کی مثل روایت کیا ہے۔

''المبسوط'' میں مذکور ہے کہ نماز جنازہ میں امام کے بہترین کھڑے ہونے کی جگہ سینہ کے بالمقابل ہے۔

''جوامع الفقہ'' میں مذکور ہے: یہی مختار ہے اور امام طحاوی نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے اور الحسن نے امام ابوحنیفہ سے روایت کی ہے کہ عورت کے وسط کے مقابل کھڑا ہو' یہی ابن ابی لیلیٰ اور النخعی کا قول ہے۔

''البدائع'' میں مذکور ہے کہ سینہ ہی وسط ہے کیونکہ سینہ کے اوپر دونوں ہاتھ اور سر ہے اور اس کے نیچے پیٹ اور ٹانگیں ہیں۔

''التحفۃ'' اور ''المفید'' میں مذکور ہے: ہمارے اصحاب کی مشہور روایت اور ''کتاب الاصل'' وغیرہ میں یہ ہے کہ مرد اور عورت کے سینہ کے بالمقابل کھڑا ہو اور الحسن سے روایت ہے کہ دونوں کے وسط کے مقابل کھڑا ہو' مگر عورت کے سر کے زیادہ قریب ہو اور امام ابویوسف سے روایت ہے کہ عورت کے وسط کے مقابل کھڑا ہو اور مرد کے سر کے مقابل۔

''المفید'' میں مذکور ہے کہ ظاہر الروایۃ میں ہے کہ دونوں کے سینہ کے بالمقابل کھڑا ہو۔

امام مالک نے کہا ہے کہ مرد کے وسط کے مقابل کھڑا ہو اور عورت کے کندھوں کے بالمقابل۔

فقہاء شافعیہ نے کہا ہے کہ سینہ کے بالمقابل کھڑا ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۲۶۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٣٠- بَابٌ

باب

امام بخاری نے اس باب کا عنوان قائم نہیں کیا اور جب وہ باب کا عنوان قائم نہ کریں تو وہ باب' باب سابق کے ساتھ لاحق اور اس کا تتمہ ہوتا ہے۔

٣٣٣- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُدْرِكٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمَّادٍ قَالَ أَخْبَرَنَا أَبُو عَوَانَةَ اِسْمُهُ الْوَضَّاحُ مِنْ كِتَابِهِ قَالَ أَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ الشَّيْبَانِيُّ ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَدَّادٍ قَالَ سَمِعْتُ خَالَتِي مَيْمُونَةَ ' زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهَا كَانَتْ تَكُوْنُ حَائِضًا لَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحسن بن مدرک نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن حماد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے خبر دی' ان کا نام ان کی کتاب میں الوضاح ہے' انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان شیبانی نے خبر دی از عبداللہ بن شداد' انہوں نے کہا: میں نے اپنی خالہ حضرت میمونہ

تُصَلِّيْ، وَهِيَ مُفْتَرِشَةٌ بِحِذَاءِ مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهُوَ يُصَلِّيْ عَلٰى خُمْرَتِهٖ إِذَا سَجَدَ أَصَابَنِيْ بَعْضُ ثَوْبِهٖ.

زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم رضی اللہ عنہا سے سنا کہ وہ حائض تھیں' نماز نہیں پڑھتی تھیں' اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سجدہ گاہ کے سامنے لیٹی ہوئی تھیں اور آپ اپنے مصلّٰی پر نماز پڑھ رہے تھے اور جب آپ سجدہ کرتے تو آپ کا کچھ کپڑا مجھے لگتا۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) الحسن بن مدرک' ابوعلی السدوسی' یہ حافظ بصری ہیں (۲) یحییٰ بن حماد شیبانی: یہ ابوعوانہ کے داماد ہیں' ۲۱۵ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) ابوعوانہ: ان کا نام وضاح ہے' ان کا تعارف ہو چکا ہے (۴) سلیمان بن ابی سنان فیروز ابواسحاق الشیبانی (۵) عبداللہ بن شداد' ان کا تعارف ہو چکا ہے (۶) حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۴۷۰)

حائض کا نجس نہ ہونا' عورت کا نمازی کے سامنے ہونے کا جواز اور قیمتی جانمازوں پر نماز پڑھنے کی تحقیق

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ حائض نجس نہیں ہوتی کیونکہ اگر وہ نجس ہوتی تو حالت نماز میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کپڑا ان پر نہ پڑتا۔

اسی طرح نفاس والی عورت بھی نجس نہیں ہوتی اور نہ جنبی نجس ہوتا ہے۔

اگر حائض نمازی کے قریب ہو تو اس سے نمازی کی نماز میں خلل نہیں پڑتا۔

نمازی کے سامنے بستر پر لیٹنا جائز ہے' اس میں ان لوگوں کا رد ہے' جو کہتے ہیں کہ نمازی کے سامنے سے عورت گزر جائے تو اس کی نماز ٹوٹ جاتی ہے۔

علامہ بدرالدین عینی فرماتے ہیں:

اس حدیث میں ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم خمرہ پر نماز پڑھ رہے تھے' خمرہ کا معنی چھپانا ہے' چونکہ مصلّٰی نمازی کے چہرے کو چھپا لیتا ہے' اس لیے اس کو خمرہ کہتے ہیں' نیز جو مصلّٰی کھجور کی شاخوں سے بنایا جائے' اس کو خمرہ کہتے ہیں۔

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تواضع کا بیان ہے کہ آپ کھجور کی چٹائی پر نماز پڑھتے تھے اور امراء اور متکبرین قیمتی ریشم کی جانمازوں پر نماز پڑھتے ہیں اور قیمتی جانمازوں پر نماز پڑھنا مکروہ ہے' اس میں تکبر اور سرکشی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۴۷۱)

میں کہتا ہوں کہ اگر کسی شخص میں تکبر نہ ہو اور وہ صرف اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے بہرہ اندوز ہونے کے لیے اور ان نعمتوں پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے لیے قالین کے بنے ہوئے مصلّٰی اور قیمتی جانمازوں پر نماز پڑھے تو جائز ہے' بلکہ مستحب ہے۔ حضرت عمر نے فرمایا: جب تمہیں اللہ تعالیٰ نے وسعت دی ہے تو وسعت کو اختیار کرو۔ (صحیح البخاری: ۳۶۵) اور حدیث میں ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کے دل میں ذرہ کے برابر بھی تکبر ہو' وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا' ایک شخص نے کہا: آدمی یہ پسند کرتا ہے کہ اس کے کپڑے اچھے ہوں اور اس کی جوتی اچھی ہو' آپ نے فرمایا: اللہ جمیل ہے اور جمال کو پسند کرتا ہے' تکبر حق کا انکار کرتا ہے اور لوگوں کو حقیر جانتا ہے۔

(صحیح مسلم: ۲۵۹٬ سنن ترمذی: ۱۹۹۹٬ سنن ابوداؤد: ۴۰۹۱٬ سنن ابن ماجہ: ۵۹)

ابو الاحوص اپنے والد سے روایت کرتے ہیں' وہ کہتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گھٹیا کپڑے پہنے ہوئے گیا' آپ نے پوچھا: تمہارے پاس مال ہے؟ میں نے کہا: جی ہاں! آپ نے پوچھا: کس قسم کا مال ہے؟ میں نے کہا: مجھے اللہ تعالیٰ نے اونٹ' بکریاں' گھوڑے اور غلام عطا کیے ہیں' آپ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے تمہیں مال عطا کیا ہے تو اس کی نعمت اور کرامت کا اثر تم پر

دکھائی دینا چاہیے۔ (سنن ابوداؤد: ٤٠٦٣، سنن نسائی: ٥٢٣٩)

عمرو بن شعیب اپنے والد (حضرت عبداللہ بن عمرو) سے اپنے دادا (حضرت عمرو بن العاص) سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرتا ہے کہ اپنی نعمت کا اثر اپنے بندہ پر دیکھے۔

(سنن ترمذی: ٢٨١٩، مسند احمد ج ٢ ص ١٨١ طبع قدیم)

''کتاب الحیض'' کا اختتام

الحمد للہ رب العلمین! آج ٢٦ جمادی الثانی ١٤٢٧ھ/ ٢٣ جولائی ٢٠٠٦ء کو صحیح البخاری کی ''کتاب الحیض'' مکمل ہوگئی۔ الہ العلمین! جس طرح آپ نے محض اپنے کرم سے صحیح البخاری کی یہ کتاب مکمل کرادی ہے اس کی باقی کتب کی بھی تکمیل کرادیں' امام بخاری' صحاح ستہ کے مؤلفین اور باقی ائمہ حدیث کے درجات بلند فرمائیں اور اس ناکارہ کی محض اپنے فضل سے مغفرت فرمادیں' مجھے اور جملہ قارئین کو دنیا اور آخرت کے عذاب سے مامون اور محفوظ رکھیں اور دنیا میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت اور آخرت میں آپ کی شفاعت عطا فرمائیں اور جنت الفردوس کو ہمارا ٹھکانا بنادیں! آمین یارب العلمین! و آخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العلمین. والصلوٰة والسلام علٰی سیدنا محمد خاتم النبیین قائد المرسلین شفیع المذنبین وعلٰی آلہ واصحابہ وازواجہ وذریاتہ وامتہ اجمعین.

۞۞۞۞۞

نحمده ونصلی ونسلم علٰی رسوله الکریم

۷- كِتَابُ التَّيَمُّمِ

تیمّم کا بیان

اس سے پہلے "کتاب الوضوء" تھی اور تیمم وضوء کی فرع ہے' اس لیے "کتاب الوضوء" کے بعد "کتاب التیمم" کو شروع کیا۔

"تیمم" کی اصل "الامّ" ہے' اس کا معنی قصد کرنا ہے' کیونکہ تیمم میں مٹی کا قصد کر کے اس سے چہرے اور ہاتھوں پر مسح کرنے کا قصد کیا جاتا ہے' اس کا شرعی معنی ہے: نماز یا اور کسی عبادت کے لیے پاک مٹی کا قصد کر کے چہرے اور ہاتھوں پر ملنا۔ تیمم کی دلیل قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا. (النساء:۴۳' المائدہ:۶) پس تم پاک مٹی کا قصد کرو۔

اور اس کی دلیل میں بہ کثرت احادیث ہیں' جن کا اس کتاب میں ذکر کیا جائے گا اور بے وضوء اور جنبی کے لیے تیمم کے جواز پر اجماع ہے' حضرت عمر اور حضرت ابن مسعود اور تابعین میں سے ابراہیم نخعی' جنبی کے لیے تیمم کے جواز کے قائل نہیں تھے' لیکن بعد میں انہوں نے رجوع کر لیا۔ تیمم کا جواز اس امت کی فضیلت اور خصوصیت ہے' پچھلی امتوں کو یہ فضیلت حاصل نہ تھی۔

۱- بَابٌ وَقَوْلُ اللّٰهِ تَعَالٰی ﴿فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ﴾ (النساء:۴۳)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "پس تم پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی کا قصد کرو' پھر اس سے اپنے چہروں اور ہاتھوں پر مسح کرو" (النساء:۴۳۔ المائدہ:۶)

۳۳۴- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ' عَنْ اَبِيْهِ' عَنْ عَائِشَةَ' زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَعْضِ اَسْفَارِهِ' حَتّٰى اِذَا كُنَّا بِالْبَيْدَاءِ' اَوْ بِذَاتِ الْجَيْشِ' اِنْقَطَعَ عِقْدٌ لِّيْ' فَاَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْتِمَاسِهِ' وَاَقَامَ النَّاسُ مَعَهُ' وَلَيْسُوْا عَلٰى مَاءٍ' فَاَتَى النَّاسُ اِلٰى اَبِيْ بَكْرِ الصِّدِّيْقِ' فَقَالُوْا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از عبدالرحمٰن بن القاسم از والد خود از حضرت عائشہ زوجۂ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رضی اللہ عنہا' انہوں نے بیان کیا کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کسی سفر میں نکلے' حتیٰ کہ جب ہم مقام البیداء یا ذات الجیش میں پہنچے تو میرا ہار ٹوٹ کر گر گیا' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کو ڈھونڈنے کے لیے ٹھہر گئے اور لوگ بھی آپ کے ساتھ ٹھہر گئے اور لوگ پانی کے پاس نہیں تھے' پھر لوگ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا: کیا آپ نہیں

اَلَا تَرٰی مَا صَنَعَتْ عَائِشَةُ ؟ اَقَامَتْ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسِ، وَلَيْسُوْا عَلٰى مَاءٍ، وَلَيْسَ مَعَهُمْ مَاءٌ، فَجَاءَ اَبُوْ بَكْرٍ، وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاضِعٌ رَاْسَهٗ عَلٰى فَخِذِيْ قَدْ نَامَ، فَقَالَ حَبَسْتِ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسَ، وَلَيْسُوْا عَلٰى مَاءٍ، وَلَيْسَ مَعَهُمْ مَاءٌ! فَقَالَتْ عَائِشَةُ فَعَاتَبَنِيْ اَبُوْ بَكْرٍ، وَقَالَ مَا شَاءَ اللّٰهُ اَنْ يَّقُوْلَ، وَجَعَلَ يَطْعُنُنِيْ بِيَدِهٖ فِيْ خَاصِرَتِيْ، فَلَا يَمْنَعُنِيْ مِنَ التَّحَرُّكِ اِلَّا مَكَانُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى فَخِذِيْ، فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ اَصْبَحَ عَلٰى غَيْرِ مَاءٍ، فَاَنْزَلَ اللّٰهُ اٰيَةَ التَّيَمُّمِ ﴿فَتَيَمَّمُوْا﴾ فَقَالَ اُسَيْدُ بْنُ الْحُضَيْرِ مَا هِيَ بِاَوَّلِ بَرَكَتِكُمْ يَا اٰلَ اَبِيْ بَكْرٍ، قَالَتْ فَبَعَثْنَا الْبَعِيْرَ الَّذِيْ كُنْتُ عَلَيْهِ، فَاَصَبْنَا الْعِقْدَ تَحْتَهٗ.

دیکھ رہے ہو کہ حضرت عائشہ نے کیا کیا ہے؟ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور لوگوں کو ٹھہرا لیا' اور لوگ پانی کے پاس نہیں ہیں اور نہ لوگوں کے ساتھ پانی ہے! پھر حضرت ابوبکر آئے اور اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے زانو پر سر رکھ کر سو چکے تھے' انہوں نے کہا: تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اور لوگوں کو ٹھہرا لیا' حالانکہ لوگ پانی کے پاس نہیں ہیں اور نہ لوگوں کے ساتھ پانی ہے! حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں: حضرت ابوبکر نے مجھے ڈانٹا اور جو اللہ نے چاہا' وہ کہتے رہے اور وہ اپنے ہاتھ سے میری کوکھ میں چٹکی لے رہے تھے اور مجھے ہلنے سے کوئی چیز مانع نہیں تھی' سوا اس کے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سر میرے زانو پر تھا' پھر صبح کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہوئے' اس وقت وہاں پانی نہیں تھا' پس اللہ تعالیٰ نے تیمم کی آیت نازل فرما دی: ''پس تم تیمم کرو'' پھر اسید بن الحضیر نے کہا: اے آل ابی بکر! یہ تمہاری کوئی پہلی برکت تو نہیں ہے! حضرت عائشہ نے کہا: پھر ہم نے اس اونٹ کو اٹھایا' جس پر میں تھی تو ہم نے ہار کو اس کے نیچے پالیا۔

[اطراف الحدیث:۳۳۶_۳۶۷۲_۳۶۷۳_۴۵۸۳_۴۶۰۷_۴۶۰۸_۵۱۶۴_۵۲۵۰_۵۸۸۲_۶۸۴۴_۶۸۴۵] (صحیح مسلم: ۳۶۷' الرقم المسلسل: ۷۹۴' سنن نسائی: ۳۱۰' السنن الکبریٰ للنسائی: ۲۹۹' موطأ امام مالک: ۸۹' تنویر الحوالک ص ۷۳' مصنف عبد الرزاق: ۸۸۰' صحیح ابن خزیمہ: ۲۶۲' صحیح ابن حبان: ۱۳۰۰' المعجم الکبیر: ۱۲۹_ج ۲۳' سنن بیہقی ج ۱ ص ۲۰۵_۲۰۴' شرح السنۃ: ۳۰۷' مسند احمد ج ۶ ص ۱۷۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۵۴۵۵_ج ۴۲ ص ۲۸۶_۲۸۵' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۷۵۶۴' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں' جن کا پہلے تعارف ہو چکا ہے۔

البیداء اور ذات الجیش کا تعین اور غزوہ بنو المصطلق اور غزوہ المریسیع کی تاریخ

اس حدیث میں البیداء اور ذات الجیش کا ذکر ہے' یہ مکہ اور مدینہ کے درمیان دو مقام ہیں۔

کسی سفر میں' علامہ ابن عبد البر نے ''التمہید'' اور ''الاستذکار'' میں لکھا ہے: یہ سفر غزوہ بنو المصطلق کا تھا' لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔ اور امام ابن سعد اور امام ابن حبان نے لکھا ہے کہ غزوہ بنو المصطلق ہی غزوہ المریسیع تھا' جس میں منافقین نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر حضرت صفوان بن المعطل رضی اللہ عنہ کے ساتھ تہمت لگائی تھی' اس حدیث میں ہے کہ حضرت عائشہ نے فرمایا: میرا سیپیوں کا ہار ٹوٹ گیا تھا' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو ڈھونڈنے کے لیے لوگوں کو ٹھہرا لیا' امام ابن سعد نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیر کے دن ۲ رمضان ۵ھ کو غزوہ مریسیع کے لیے نکلے تھے' اور امام بخاری نے امام ابن اسحاق سے ۶ھ کو نقل کیا ہے اور موسیٰ بن عقبہ سے ۴ھ کو نقل کیا ہے' اور تہمت لگانے کا واقعہ غزوہ مریسیع یا غزوہ بنو المصطلق میں ہوا تھا اور آیت تیمم کے نزول کا واقعہ اس کے بعد کسی غزوہ کے سفر میں ہوا ہے' جیسا کہ ہم ان شاء اللہ عنقریب بیان کریں گے۔

ہار ملنے کے سلسلہ میں دو حدیثوں میں تعارض کا جواب

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ عبداللہ بن نمیر کی ہشام سے روایت ہے: آپ نے ایک شخص کو بھیجا تو اس نے ہار کو پالیا' اور امام مالک کی روایت میں ہے: ہم نے اونٹ کو اٹھایا تو ہم نے ہار کو پالیا اور ان میں تضاد ہے' میں کہتا ہوں کہ المہلب نے کہا ہے کہ ان میں تناقض نہیں ہے' کیونکہ یہ ہوسکتا ہے کہ آپ نے اسید بن حضیر کو بھیجا ہو اور انہوں نے ہار کی تلاش سے لوٹنے کے بعد اس کو پالیا ہو اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ہار کی تلاش میں بھیجنے کے بعد آپ نے اونٹ کو اٹھایا تو اس کے نیچے سے ہار مل گیا ہو' پس ان میں تعارض نہیں رہے گا۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: یہ دو الگ الگ واقعے ہیں' کیونکہ ایک روایت میں '' عِقْد '' کا لفظ ہے اور دوسری روایت میں '' قِلَادَة '' کا لفظ ہے' لہٰذا ان دو روایتوں میں تعارض نہیں رہا اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ حضرت عائشہ نے کہا ہے کہ آپ نے ایک آدمی کو بھیجا' پس اس نے ہار کو پالیا' اس سے حضرت عائشہ کی مراد یہ تھی کہ آپ نے ہار کو پالیا' لہٰذا تعارض نہیں رہا۔

آیت تیمم کے نزول کا واقعہ' منافقوں کے تہمت لگانے کے واقعہ کے بعد کسی غزوہ کا ہے

ہشام بن عروہ کی اس کے بعد جو روایت ہے' اس میں مذکور ہے: پس اللہ کی قسم! جب بھی آپ پر کوئی ایسی مصیبت نازل ہوئی' جس کو آپ ناپسند کرتی ہوں تو اللہ نے اس میں مسلمانوں کے لیے خیر رکھ دی اور '' کتاب النکاح '' میں یہ الفاظ ہیں: مگر اللہ نے اس میں آپ کے لیے نجات کی راہ اور مسلمانوں کے لیے اس میں برکت رکھ دی اور اس میں یہ خبر ہے کہ تیمم کا واقعہ تہمت لگائے جانے کے بعد کا واقعہ ہے اور اس پر دوسری دلیل یہ ہے کہ امام ابن ابی شیبہ کی روایت میں ہے: حضرت ابوہریرہ نے کہا: جب آیت تیمم نازل ہوئی تو مجھے پتا نہیں چلا کہ میں اس کے ساتھ کیا کروں اور حضرت ابوہریرہ غزوہ بنوالمصطلق کے بعد ۷ ھ میں اسلام لائے تھے اور '' کتاب المغازی '' میں آئے گا' ان شاء اللہ تعالیٰ کہ غزوہ ذات الرقاع' حضرت ابوموسیٰ اشعری کے آنے کے بعد ہوا ہے اور وہ اس وقت آئے تھے' جب حضرت ابوہریرہ اسلام لائے تھے' نیز امام طبرانی نے روایت کیا ہے کہ منافقوں کی تہمت لگانے کا واقعہ آیت تیمم کے نزول کے واقعہ سے پہلے کا ہے' کیونکہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ نے فرمایا: جب میرے ہار کے واقعہ میں جو ہوا سو ہوا اور تہمت لگانے والوں نے جو کہا سو کہا' پھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک اور غزوہ میں گئی اور اس میں بھی میرا ہار گر گیا' حتیٰ کہ لوگ اس کو ڈھونڈنے کے لیے ٹھہر گئے اور فجر طلوع ہوگئی' پھر حضرت ابوبکر سے مجھے عتاب کا سامنا ہوا اور انہوں نے کہا: اے بیٹی! ہر وہ سفر جس میں تم ہوتی ہو' اس میں کوئی پریشانی اور مصیبت ہوتی ہے' لوگوں کے پاس پانی نہیں ہے' پھر اللہ تعالیٰ نے تیمم کی رخصت نازل فرمادی تو حضرت ابوبکر نے کہا: بے شک تمہارا عمل برکت والا تھا۔

(المعجم الکبیر: ۱۵۹۔ج ۲۳' ص ۱۲۱' دار احیاء التراث العربی' بیروت)

علامہ بدرالدین عینی فرماتے ہیں: اس حدیث کی سند جید حسن ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۶)

حدیث مذکور سے بیس مسائل کا استنباط

علامہ بدرالدین عینی نے لکھا ہے: اس حدیث سے حسب ذیل مسائل مستنبط ہوتے ہیں:

(۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایسی جگہ پر قیام کرنا جائز ہے' جہاں پانی نہ ہو اور نہ اس وقت لوگوں کے ساتھ پانی ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ لوگوں کے پاس پینے کے لیے تو پانی ہو' مگر وضوء کے لیے پانی نہ ہو۔

(۲) اس سے معلوم ہوا کہ کسی شادی شدہ عورت کی شکایت اس کے والد سے کرنی جائز ہے کیونکہ لوگوں نے حضرت عائشہ کی شکایت

حضرت ابوبکر سے کی اور رسول اللہ ﷺ سے اس لیے شکایت نہیں کی کہ آپ سوئے ہوئے تھے یا حضرت عائشہ کی رسول اللہ ﷺ سے شکایت کرنا آپ کی ناراضگی کا موجب تھا۔

(۳) کسی فعل کی نسبت اس فعل کے سبب کی طرف کرنا جائز ہے' لوگوں نے ایسی جگہ ٹھہرانے کی نسبت حضرت عائشہ کی طرف کی' حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو اس جگہ ٹھہرایا تھا کیونکہ ٹھہرانے کا سبب حضرت عائشہ کے ہار کو تلاش کرنا تھا۔

(۴) کسی شخص کا اپنی بیٹی کے پاس جانا جائز ہے' خواہ اس وقت اس کا شوہر اس کے زانو پر سر رکھ کر سو رہا ہو۔

(۵) کسی شخص کا اپنی شادی شدہ بیٹی کو ڈانٹنا جائز ہے' خواہ اس وقت وہ اپنے شوہر کے پاس ہو۔

(۶) حضرت ابوبکر حضرت عائشہ کی کوکھ میں چٹکیاں لے رہے تھے' اس سے انسان کا جسم مضطرب ہو جاتا ہے' لیکن حضرت عائشہ ہلی بھی نہیں' مبادا رسول اللہ ﷺ کی آنکھ کھل جائے' اس سے پتا چلتا ہے کہ حضرت عائشہ کے دل میں رسول اللہ ﷺ کا کتنا احترام تھا اور آپ سے کس قدر محبت تھی۔

(۷) اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ کے رات کو تہجد کی نماز پڑھنے کا ذکر نہیں ہے' اس سے معلوم ہوا کہ آپ پر تہجد کی نماز فرض نہیں تھی اور کبھی کبھی آپ تہجد کو ترک بھی کر دیتے تھے۔

(۸) اس کے بعد کی روایت میں ہے کہ نماز کا وقت آیا تو پانی کو تلاش کیا گیا' اس سے معلوم ہوا کہ نماز کا وقت آنے سے پہلے وضوء کے لیے پانی کو تلاش کرنا ضروری نہیں ہے۔

(۹) اس واقعہ کے بعد المائدہ:٦ نازل ہوئی ہے' جس میں وضوء کرنے کا حکم ہے اور پانی نہ ملنے کی صورت میں تیمم کرنے کا حکم ہے' اس سے معلوم ہوا کہ آیت وضوء نازل ہونے سے پہلے بھی مسلمانوں پر وضوء کرنا فرض تھا' یہی وجہ ہے کہ جب وہ ایسی جگہ ٹھہرے جہاں پانی نہیں تھا وہ پریشان اور مضطرب ہوئے کہ حضرت عائشہ نے رسول اللہ ﷺ کو ایسی جگہ ٹھہرا لیا' جہاں پانی نہیں ہے اور انہوں نے اس بات کی حضرت ابوبکر سے شکایت کی اور حضرت ابوبکر نے اس بات پر حضرت عائشہ کو ڈانٹا اور ان کی کوکھ میں چٹکیاں لیں۔

علامہ ابن عبد البر نے کہا ہے کہ تمام اہل مغازی کے نزدیک یہ مسلم ہے کہ جب سے نبی ﷺ پر نماز فرض ہوئی ہے' آپ نے کوئی نماز بغیر وضوء کے نہیں پڑھی اور اس سے یہ معلوم ہوا کہ قرآن مجید میں آیات کے نزول سے پہلے بھی وحی خفی کے ذریعہ نبی ﷺ کو احکام شرعیہ کا علم ہوتا تھا' اگر یہ سوال کیا جائے کہ جب آپ کو پہلے علم تھا کہ نماز کے لیے وضوء کرنا فرض ہے تو پھر بعد میں یہ آیت کس لیے نازل ہوئی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ تاکہ وضوء کی فرضیت کا علم وحی جلی سے بھی حاصل ہو' جس طرح اس کا علم پہلے وحی خفی سے ہوا تھا اور اس میں منکرین حدیث کا بھی رد ہے' جو وحی خفی اور حجیت حدیث کے قائل نہیں ہیں' ورنہ وہ بتائیں کہ المائدہ:٦ کے نزول سے پہلے وضوء کی فرضیت کس دلیل سے ثابت تھی۔

(۱۰) اس میں یہ دلیل ہے کہ تیمم میں طہارت کی نیت کرنا واجب ہے' کیونکہ تیمم کا معنی قصد کرنا ہے۔

(۱۱) اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ تیمم کے حکم میں تندرست اور مریض' بے وضوء اور جنبی سب مساوی ہیں' حجاز' عراق' شام اور مشرق اور مغرب کے تمام علماء کا اس پر اجماع ہے' حضرت عمر بن الخطاب اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما یہ کہتے تھے کہ جنبی کے لیے تیمم کرنا جائز نہیں ہے اور اس کی طہارت صرف غسل سے ہو سکتی ہے' کیونکہ قرآن مجید میں یہ حکم ہے:

وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا. (المائدہ:٦) اور اگر تم جنبی ہو تو غسل کرو۔

وَلَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِىْ سَبِيْلٍ حَتّٰى تَغْتَسِلُوْا.
اور تم حالت جنابت میں مسجد کے قریب نہ جاؤ مگر راستہ عبور کرنے کے لیے حتیٰ کہ تم غسل کرلو۔ (النساء: ۴۳)

اور جمہور صحابہ فقہاء تابعین اور بعد کے علماء نے جنبی کے لیے تیمم کے جواز پر اس آیت سے استدلال کیا ہے:

وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا.
اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی شخص بیت الخلاء سے آیا ہو یا تم نے بیویوں سے جماع کیا ہو پھر تم کو پانی میسر نہ ہو تو پھر تم پاک مٹی سے تیمم کرو۔

(النساء: ۴۳ المائدہ: ٦)

(۱۲) اس حدیث میں سفر میں تیمم کرنے کے جواز پر دلیل ہے اور اس پر اجماع ہے جب کہ شہر میں تیمم کرنے میں اختلاف ہے امام مالک اور ان کے اصحاب یہ کہتے ہیں کہ شہر میں اور سفر میں تیمم کرنا برابر ہے جب پانی نہ ہو یا مرض یا شدید خوف ہو یا وقت نکلنے کی وجہ سے پانی کا استعمال مشکل ہو ابوعمر نے کہا: امام ابوحنیفہ اور امام محمد کا بھی یہی قول ہے اور امام شافعی نے کہا: شہر میں تندرست آدمی کے لیے تیمم کرنا جائز نہیں ہے سوا اس کے کہ اس کو پانی کے استعمال سے ہلاکت کا خطرہ ہو اور امام ابویوسف اور امام زفر نے کہا: شہر میں تیمم کرنا کسی حال میں جائز نہیں ہے نہ مرض کی وجہ سے نہ وقت نکلنے کے خوف کی وجہ سے امام شافعی کا بھی یہی مذہب ہے اور لیث اور طبری نے کہا ہے: جب شہر میں پانی نہ ہو اور وقت نکلنے کا خطرہ ہو تو تندرست اور بیمار دونوں تیمم کر سکتے ہیں وہ نماز پڑھ کر دہرائیں گے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک وقت نکلنے کے خوف کی وجہ سے تیمم کرنا جائز نہیں ہے۔

(۱۳) جب امن کا زمانہ ہو تو عورتوں کے ساتھ غزوات وغیرہ کا سفر کرنا جائز ہے اور اگر ایک شخص کے نکاح میں کئی ازواج ہوں تو وہ جس کو چاہے ساتھ لے کر سفر پر جا سکتا ہے اور اگر ان کے درمیان قرعہ اندازی کرلے تو بہتر ہے اور جس کے نام قرعہ نکل آئے اس کو ساتھ لے کر سفر میں چلا جائے۔

(۱۴) اس حدیث میں مال حلال کی عزت وحرمت پر دلیل ہے اس کو ضائع نہیں کرنا چاہیے خواہ وہ چیز کم قیمت کی ہو کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا وہ ہار بارہ درہم کا تھا۔

(۱۵) مال کی حفاظت کرنی چاہیے اور اگر وہ گم جائے تو اس کو تلاش کرنا چاہیے خواہ اس کی تلاش میں نماز کا وقت آجائے اور گم شدہ چیز کو تلاش کرنا توکل کے خلاف نہیں ہے۔ ایک فرد کا نقصان پوری قوم کا نقصان ہے کیونکہ اس ہار کو سب نے مل کر تلاش کیا تھا۔

(۱٦) اس میں کسی چیز کو عاریۃً لینا اور اس کو لے کر اس کی اجازت سے سفر کرنے کا ثبوت ہے کیونکہ حضرت عائشہ نے یہ ہار حضرت اسماء سے عاریۃً لیا تھا۔

(۱۷) عورتوں کے زیورات پہننے کا جواز کیونکہ ہار زینت کے لیے پہنا جاتا ہے۔

(۱۸) اس میں مرد کا اپنی بیوی کے زانو پر سر رکھنے کا جواز ہے۔

(۱۹) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں مشقت برداشت کرنے کا ثبوت ہے کیونکہ حضرت عائشہ فرماتی ہیں: جب حضرت ابوبکر میری چٹکیاں لے رہے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نیند میں خلل پڑنے کی وجہ سے میں نے اپنے آپ کو ہلنے سے بھی روکا ہوا تھا۔

(۲۰) اس میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت کی دلیل ہے کیونکہ جب غزوہ بنومصطلق کے سفر میں آپ کا ہار گم ہوا اور آپ قافلہ کے ساتھ نہ مل سکیں اور منافقین نے حضرت صفوان بن معطل کے ساتھ آپ پر تہمت لگائی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی پاک دامنی اور براءت میں سورۂ نور کی دس آیات نازل فرمائیں اور پاک دامن عورتوں پر تہمت لگانے والوں پر اسّی (۸۰) کوڑے مارنے کا

حکم نازل ہوا اور مسلمان عورتوں کی عزت کی حفاظت کا قانون نازل ہوا اور اس کے بعد اس سفر میں جب آپ کے ہار کی تلاش میں نماز کا وقت نکل گیا اور مسلمانوں نے آپ پر طعن کیا تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں میں تخفیف کے لیے تیمم کا حکم نازل کر دیا' اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی شان میں کوئی تہمت اور کوئی طعن گوارا نہیں ہے' پس اللہ تعالیٰ نے اس طعن سے آپ کی خلاصی کی صورت بنا دی اور مسلمانوں پر آپ کی وجہ سے احسان کر دیا' تا کہ کوئی یہ نہ کہے کہ حضرت عائشہ کی وجہ سے ان کی نماز کا وقت نکل گیا' بلکہ یہ کہے کہ حضرت عائشہ کی برکت کی وجہ سے قیامت تک کے مسلمانوں کو تیمم کی رخصت اور سہولت حاصل ہو گئی اور یہ وہ رخصت ہے' جو اس سے پہلے کسی نبی کی امت کو حاصل نہیں ہوئی۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۱۔ ۹ ملخصا وموضحا ومرتبا' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

النساء: ۴۳ اور المائدہ: ۶ دونوں میں آیت تیمم ہے اور ہر چند کہ سورۃ النساء' سورۂ مائدہ پر مقدم ہے' لیکن آیت تیمم خواہ سورۃ النساء کی ہو یا سورۃ المائدہ کی ہو' اس واقعہ سے پہلے نازل نہیں ہوئی تھی' اسی وجہ سے تیمم کے حکم کی سہولت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی برکت سے حاصل ہوئی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم غیب پر ایک اعتراض کا جواب

بعض لوگ کہتے ہیں کہ اگر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم غیب ہوتا تو آپ فوراً بتا دیتے کہ فلاں جگہ ہار پڑا ہوا ہے اور جب آپ نے اس طرح نہیں بتایا تو معلوم ہوا کہ آپ کو علم غیب نہیں ہے۔ اس اعتراض کے حسب ذیل جوابات ہیں:

(۱) کسی چیز کے علم کو یہ لازم نہیں ہے کہ اس کا اظہار بھی کیا جائے' اللہ تعالیٰ کو قیامت کے وقوع کا علم ہے اور کفار بار بار پوچھتے تھے کہ قیامت کب آئے گی مگر اللہ تعالیٰ نے نہیں بتایا۔

(۲) اگر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فوراً بتا دیتے کہ ہار کہاں پڑا ہوا ہے تو ہار کو تلاش نہ کیا جاتا' اس کو ڈھونڈنے میں دیر نہ ہوتی' لوگ حضرت عائشہ کو ملامت نہ کرتے' آیت تیمم کے نزول کا سبب متحقق نہ ہوتا' حضرت عائشہ کی فضیلت ظاہر نہ ہوتی اور وہ بیس مسائل معلوم نہ ہوتے' جن کا علامہ عینی نے اس حدیث سے استنباط اور استخراج کیا ہے۔

(۳) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مستقبل میں واقع ہونے والے ہر ہر جزئی امر کا علم نہیں دیا گیا اور نہ یہ نبوت کا تقاضا ہے بلکہ آپ کو گزشتہ امور اور مستقبل میں واقع ہونے والے امور کا علم تمام مخلوق سے زیادہ دیا گیا ہے اور یہ علم بھی تدریجی ہے اور نزول قرآن کے ضمن میں مکمل ہوا ہے' اسی کے اعتبار سے آپ کو عالم ماکان وما یکون کہا جاتا ہے' ہمارا یہ عقیدہ نہیں ہے کہ آپ کو ہر وقت تمام جزئیات کا علم محیط حاصل ہو' ایسا علم تو اللہ عزوجل کا خاصہ ہے' اللہ عزوجل کا علم غیر متناہی ہے اور آپ کا علم متناہی ہے' آپ کے علم کو اللہ کے علم کے مقابلہ میں وہ نسبت بھی نہیں ہے' جو قطرہ کی نسبت سمندر کے مقابلہ میں ہوتی ہے کیونکہ قطرہ کی سمندر کے ساتھ جو نسبت ہے' وہ متناہی کی متناہی کی طرف نسبت ہے اور آپ کے علم کی جو نسبت اللہ تعالیٰ کے علم کے مقابلہ میں ہے' وہ متناہی کی غیر متناہی کی طرف نسبت ہے' اللہ تعالیٰ کا علم ذاتی ہے عطاء غیر ہے' ازلی ابدی ہے' واجب ہے' اس کا سلب ممکن نہیں' اقصیٰ غایت کمال پر ہے' معلوم کی ذات' ذاتیات' اعراض' احوال لازمہ' مفارقہ' ذاتیہ' اضافیہ' ماضیہ' مستقبلہ' موجودہ' ممکنہ سے کوئی ذرہ کسی وجہ سے اس سے مخفی نہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم عطائی ہے' حادث ہے' ممکن ہے' اس کا سلب ممکن ہے اور معلوم کے تمام احوال کو محیط نہیں ہے۔

* باب مذکور کی یہ حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۰۷۔ ج ۱ ص ۱۰۴۷ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح کے حسب ذیل عنوانات ہیں:

① تیمم کی شرائط اور شرعی احکام میں فقہاء کے نظریات ② حدیث تیمم سے استنباط شدہ مسائل ③ حضرت عائشہ کے گم شدہ ہار کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کی بحث ④ تیمم کے بعض مسائل۔

۳۳۵- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ قَالَ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ (ح). قَالَ وَحَدَّثَنِي سَعِيْدُ بْنُ النَّضْرِ قَالَ اَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ قَالَ اَخْبَرَنَا سَيَّارٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ' هُوَ ابْنُ صُهَيْبِ الْفَقِيْرُ' قَالَ اَخْبَرَنَا جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ' اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اُعْطِيْتُ خَمْسًا لَمْ يُعْطَهُنَّ اَحَدٌ قَبْلِيْ نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ مَسِيْرَةَ شَهْرٍ' وَجُعِلَتْ لِيَ الْاَرْضُ مَسْجِدًا وَّطَهُوْرًا' فَاَيُّمَا رَجُلٍ مِّنْ اُمَّتِيْ اَدْرَكَتْهُ الصَّلٰوةُ فَلْيُصَلِّ' وَاُحِلَّتْ لِيَ الْغَنَائِمُ وَلَمْ تَحِلَّ لِاَحَدٍ قَبْلِيْ' وَاُعْطِيْتُ الشَّفَاعَةَ' وَكَانَ النَّبِيُّ يُبْعَثُ اِلٰى قَوْمِهٖ خَاصَّةً' وَبُعِثْتُ اِلَى النَّاسِ عَامَّةً. [اطراف الحدیث:۴۳۸-۳۱۲۲]

(صحیح مسلم:۵۲۱' الرقم المسلسل:۱۱۴۳' سنن نسائی:۴۳۵-۷۳۲' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۴۰۲-ج ۱۱ ص ۴۳۲' سنن داری:۱۳۸۹' صحیح ابن حبان:۶۳۹۸' سنن بیہقی ج ۱ ص ۲۱۲-ج ۲ ص ۳۲۹' دلائل النبوۃ ج ۵ ص ۴۷۳-۴۷۲' شرح السنۃ:۳۶۱۶' مسند احمد ج ۳ ص ۳۰۴ طبع قدیم' مسند احمد:۱۴۲۶۴-ج ۲۲ ص ۱۶۶-۱۶۵' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی:۹۲۴' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن سنان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشیم نے حدیث بیان کی' ح' (امام بخاری دوسری سند کی طرف متحول ہوئے) کہا: اور مجھے سعید بن نضر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشیم نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں سیار نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید نے حدیث بیان کی اور وہ ابن صہیب الفقیر ہے' انہوں نے کہا: ہمیں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے ایسی پانچ چیزیں دی گئی ہیں' جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں دی گئیں' میری ایسے رعب سے مدد کی گئی ہے' جو ایک ماہ کی مسافت سے طاری ہوتا ہے اور میرے لیے تمام روئے زمین کو مسجد اور طہارت کا ذریعہ بنا دیا گیا ہے' پس میری امت میں سے جو شخص بھی جس جگہ بھی نماز کا وقت پالے' وہ وہیں نماز پڑھ لے اور میرے لیے غنیمتوں کو حلال کر دیا گیا ہے اور مجھ سے پہلے کسی کے لیے ان کو حلال نہیں کیا گیا' اور مجھے شفاعت عطا کی گئی ہے اور (پہلے) نبی کو کسی خاص قوم کی طرف مبعوث کیا جاتا تھا اور مجھے تمام لوگوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) محمد بن سنان العوقی' ان کا تعارف ہو چکا ہے (۲) ہشیم ابو معاویہ الواسطی' ابن عون نے بیان کیا کہ ہشیم عشاء کے وضوء سے فجر کی نماز دس سال تک پڑھتے رہے' پھر ان کی وفات ہو گئی' یہ بغداد میں ۱۸۳ھ میں فوت ہوئے (۳) سعید بن النضر ابو عثمان البغدادی' یہ ساحل جیجون میں فوت ہوئے (۴) سیار بن ابی سیار ابو الحکم الواسطی' یہ واسط میں ۱۲۲ھ میں فوت ہوئے (۵) یزید بن صہیب الفقیر' ابو عثمان الکوفی' یہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے مشائخ میں سے ایک ہیں' ان کو فقیر اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ اپنی پشت کی فقار نامی ہڈی کی شکایت کرتے تھے' ورنہ یہ مال کے اعتبار سے فقیر نہیں تھے (۶) حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہما' ان کا تعارف ہو چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۱)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مزید بارہ خصائص

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں اپنے پانچ خصائص بیان فرمائے ہیں' علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ نے احادیث کا تتبع کر کے آپ کے مزید بارہ خصائص ذکر کیے ہیں' جن کا ذکر حسب ذیل ہے:

(۲۔۱) ''صحیح مسلم'' میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ سے روایت ہے کہ مجھے انبیاء علیہم السلام پر چھ وجوہ سے فضیلت دی گئی ہے: مجھے جامع الکلم دیئے گئے ہیں (یعنی ایسا کلام جس میں الفاظ کم ہوں اور معانی زیادہ ہوں) اور مجھ پر نبوت کو ختم کر دیا گیا ہے۔

(صحیح مسلم: ۵۲۳'الرقم المسلسل: ۱۱۴۷)

(۴۔۳) نیز ''صحیح مسلم'' میں حضرت حذیفہ رضی اللہ سے روایت ہے کہ مجھے لوگوں پر تین وجوہ سے فضیلت دی گئی ہے' ہماری صفیں فرشتوں کی صفوں کی طرح کر دی گئی ہیں اور ہمارے لیے تمام روئے زمین کو مسجد بنا دیا گیا ہے اور اس کی مٹی کو پاک کرنے والا بنا دیا گیا ہے۔ (صحیح مسلم: ۵۲۲'الرقم المسلسل: ۱۱۴۵)

(۵) امام نسائی کی روایت میں ان خصائص کا ذکر ہے: مجھے سورۂ بقرہ کی آخری آیات عرش کے خزانے کے نیچے سے دی گئیں' جو مجھ سے پہلے کسی کو دی گئی ہیں اور نہ میرے بعد کسی کو دی جائیں گی۔ (السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۰۲۲)

(۷۔۶) امام عبداللہ بن علی بن الجارود نیشاپوری متوفی ۳۰۷ھ کی حضرت انس سے روایت ہے:

میرے لیے ہر پاک زمین مسجد اور طہور بنا دی گئی ہے۔ (المنتقیٰ: ۱۲۴)

اور حضرت ابوامامہ سے روایت ہے: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے انبیاء پر چار وجوہ سے فضیلت دی ہے' تمام روئے زمین کو میرے لیے اور میری امت کے لیے مسجد اور طہور بنا دیا' پس میری امت میں سے جو شخص جہاں بھی نماز کو پالے' تو وہیں اس کی مسجد اور طہور ہے اور رعب سے میری مدد کی گئی ہے' ایک ماہ کی مسافت سے میرے دشمنوں کے دلوں میں میرا رعب ڈال دیا گیا ہے۔ الحدیث (مسند احمد: ۲۲۲۰۹۔ ج ۵ ص ۵۶)

(۸) حضرت انس بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اور مجھے کوثر دی گئی ہے۔ (مسند احمد: ۱۲۵۴۲۔ ج ۳ ص ۱۵۲)

(۱۱۔۹) حضرت علی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے وہ خصلتیں دی گئی ہیں' جو کسی نبی کو نہیں دی گئیں۔ مجھے تمام روئے زمین کی چابیاں دی گئی ہیں اور میرا نام احمد رکھا گیا ہے اور میری امت کو خیر الامم بنایا گیا ہے۔

(مسند احمد: ۷۶۳۔ ج ۱ ص ۹۸)

(۱۲) حضرت السائب بن یزید روایت کرتے ہیں: مجھے انبیاء علیہم السلام پر فضیلت دی گئی ہے' مجھے تمام لوگوں کی طرف رسول بنایا گیا ہے اور میں نے اپنی شفاعت کو اپنی امت کے لیے ذخیرہ کر لیا ہے۔ (بسیار تلاش کے باوجود مجھے اس حدیث کا حوالہ نہیں مل سکا۔ سعیدی غفرلہٗ)

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ان احادیث میں تعارض ہے' بعض احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تین خصائص کا ذکر ہے' بعض احادیث میں چار خصائص کا' بعض میں پانچ کا اور بعض میں چھ خصائص کا ذکر ہے' علامہ قرطبی نے اس کے جواب میں کہا: یہ تعارض نہیں ہے' تعارض جب ہوتا' جب آپ نے حصر کے ساتھ یہ خصائص بیان کیے ہوں' مثلاً بعض میں فرماتے: مجھے صرف تین وجوہ سے فضیلت دی گئی ہے اور بعض احادیث میں فرماتے: مجھے صرف چار وجوہ سے فضیلت دی گئی ہے' عدد کا ذکر حصر کو مستلزم نہیں ہوتا' مثلاً کوئی شخص کہے: میرے پاس پندرہ درہم ہیں' پھر کہے: میرے پاس بیس درہم ہیں تو ان میں تعارض نہیں ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جیسے جیسے آپ کو خصائص عطا فرماتا رہا' آپ ویسے ویسے اس کی خبر دیتے رہے۔

(المفہم ج ۲ ص ۱۱۶۔ ۱۱۵' دار ابن کثیر بیروت' ۱۴۲۰ھ) (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۳۔ ۱۲' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ۸۵ خصائص

امام محمد بن ابراہیم الخرکوشی نیشاپوری متوفی ۴۰۶ھ لکھتے ہیں:
نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کل ۸۵ خصائص ہیں' جن سے آپ دوسرے انبیاء علیہم السلام سے ممتاز ہیں' تفصیل حسب ذیل ہے:

وفات کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دس خصائص

(۱) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم افضل المرسلین ہیں (۲) آپ خاتم الانبیاء ہیں (۳) آپ سب سے پہلے زمین سے اٹھیں گے (۴) قیامت کے دن آپ کی امت سب نبیوں کی امتوں سے زیادہ ہوگی (۵) آپ تمام نبیوں کے حق میں شہادت دیں گے کہ انہوں نے اپنی امتوں کو تبلیغ کر دی تھی (۶) آپ شفاعت کبریٰ کریں گے یعنی سب سے پہلے آپ سب کی شفاعت کریں گے (۷) حمد کا جھنڈا آپ کے ہاتھ میں ہوگا (۸) حوض مورود اور نہر کوثر آپ ہی کے لیے ہے (۹) آپ سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے (۱۰) ہر شخص سے خود اس کی ذات کے متعلق سوال ہوگا اور آپ سے آپ کی ذات کے بجائے دوسروں کے متعلق سوال ہوگا۔

باب نبوت کے ساتھ متعلق آٹھ خصائص

(۱۱) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت کا قیامت تک باقی رہنا (۱۲) آپ کا تمام مخلوق کی طرف مبعوث ہونا (۱۳) آپ کی کتاب کا معجز ہونا اور اس کی مثل کا محال ہونا (۱۴) آپ کی انگلیوں سے پانی کا چشمہ کی طرح ابل کر نکلنا (۱۵) آپ کو لیلۃ القدر کا عطا کیا جانا (۱۶) یوم جمعہ کا آپ کے اور آپ کی امت کے لیے عید ہونا (۱۷) آپ کے حق میں شعر گوئی کا ممنوع ہونا (۱۸) آپ کا پس پشت بھی سامنے کی طرح دیکھنا۔

شریعت کے ساتھ مختص نو خصائص

(۱۹) آثار وضوء کا غرمحجل ہونا (۲۰) تیمم (۲۱) مسواک کا سنت مؤکدہ ہونا (۲۳-۲۲) تمام روئے زمین کا مسجد اور اس کی مٹی کا طہور ہونا (۲۴) آپ کی آنکھیں سوتی ہیں اور دل بیدار رہتا ہے اور نیند سے آپ کے وضوء کا نہ ٹوٹنا (۲۵) پانی سے استنجاء کا مستحب ہونا (۲۶) کثیر پانی اور جاری پانی میں نجاست کا مؤثر نہ ہونا (۲۷) نجاست کو پانی سے دھونا' یعنی طہارت کے لیے کپڑے یا کھال کو نہ کاٹنا۔

نماز کے ساتھ مختص نو خصائص

(۲۸) آپ کو عشاء کی نماز دی گئی' جو اس سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئی (۲۹) آپ کو جمعہ کی نماز دی گئی' وہ بھی آپ کا خاصہ ہے (۳۰) نماز باجماعت پڑھنا (۳۱) عیدین کی نماز (۳۲) تہجد کی نماز (۳۳) سورج گرہن اور چاند گرہن کی نماز (۳۴) نماز استسقاء (۳۵) اذان اور اقامت (۳۶) وتر' یہ تمام امور اس امت کی خصوصیت ہیں۔

جہاد سے متعلق نو خصائص

(۳۷) آپ کے لیے مال غنیمت حلال کر دیا گیا' جو اس سے پہلی امتوں میں حرام تھا (۳۸) حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو مال غنیمت سے حاصل کر کے ان کے ساتھ نکاح کیا (۳۹) آپ سب سے تیز رفتار شہسوار تھے (۴۰) آپ جب جنگ کے لیے جاتے تو کبھی رجوع نہیں کرتے تھے (۴۱) آپ قتال کے بغیر ہتھیار نہیں اتارتے تھے (۴۲) خواہ دشمن کی تعداد زیادہ ہو آپ شکست نہیں کھاتے تھے (۴۳) اپنے لیے زمین رکھنا اور دوسروں کو عطا کرنا' آپ کے ساتھ مخصوص تھا (۴۴) وصال کے روزے آپ کی خصوصیت تھی (یہ خصوصیت جہاد بالنفس کے اعتبار سے ہے۔ سعیدی غفرلہ) (۴۵) آپ آنکھ سے خفیہ اشارہ نہیں کرتے تھے۔

نکاح کے باب میں پندرہ خصائص

(۴۶) لفظ ہبہ سے نکاح کا جواز آپ کے ساتھ مخصوص ہے (۴۷) آپ سے مہر کو ساقط کر دیا گیا اور آپ کے لیے بغیر کسی عوض کے نکاح حلال ہے (۴۸) بغیر ولی اور بغیر گواہ کے آپ کے ساتھ نکاح کا جواز (۴۹) آپ کی وفات کے بعد آپ کی ازواج سے نکاح کا حرام ہونا (۵۰) آپ کی وفات کے بعد آپ کی ازواج کے نفقہ کا وجوب (۵۱) ازواج میں آپ پر باریوں کی تقسیم کا واجب نہ ہونا (۵۲) جب آپ کسی باندی سے دخول کر لیں تو اس کی ماں اور بیٹی کا آپ پر حرام نہ ہونا (یہ صحیح نہیں ہے۔سعیدی غفرلہٗ) (۵۳) چار سے زیادہ عورتوں کو نکاح میں رکھنا (۵۴) کسی عورت کو طلاق مغلظہ دے کر بغیر حلالہ کے اس سے دوبارہ نکاح کرنا (اس کا وقوع نہیں ہوا۔سعیدی غفرلہٗ) (۵۵) ازواج کے سامنے تخییر پیش کرنے کا آپ پر وجوب (۵۶) تخییر کے بعد آپ پر دوسری عورتوں سے نکاح کا حرام ہونا' ایک قول یہ ہے کہ پھر بھی آپ کے لیے دوسری عورتوں سے نکاح مباح تھا (۵۷) آپ ہر ایک کے کفو تھے' خواہ عورت کسی قدر معزز ہو (۵۸) باندیوں کے ساتھ نکاح کا آپ پر حرام ہونا' الا یہ کہ آپ ان کو آزاد کر کے نکاح کریں (۵۹) آپ پر ذمیات کے ساتھ نکاح کا حرام ہونا (۶۰) اگر بہ فرض محال آپ کی کوئی زوجہ بدکاری کرے تو اس پر دگنا عذاب ہونا۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پچیس جامع خصائص

(۶۱) جب مسلمانوں کے پاس نفقہ نہ ہو تو آپ پر ان کی کفالت کا واجب ہونا (۶۲) آپ پر تہجد' وتر اور مسواک کا واجب ہونا (صحیح یہ ہے کہ ابتداء میں آپ پر تہجد واجب تھی' بعد میں اس کا وجوب منسوخ ہو گیا اور وتر امت پر بھی واجب ہے' لیکن شافعیہ کے نزدیک امت پر وتر واجب نہیں ہے۔سعیدی غفرلہٗ) (۶۳) آپ پر زکوٰۃ اور نفلی صدقہ کا حرام ہونا (۶۴) کسی ناجائز بات کو سن کر آپ پر واجب ہے کہ اس کا رد کریں اور آپ کا کوئی کام ناجائز نہیں ہے (۶۵) تمام لوگوں کو جتنے علوم کا مکلف کیا گیا ہے' آپ تنہا ان تمام علوم کے مکلف ہیں (۶۶) آپ ہر روز ستر بار استغفار کرتے ہیں (بلکہ سو بار۔سعیدی غفرلہٗ) (۶۷) آپ اپنی خواہش سے کوئی بات نہیں کرتے (۶۸) آپ ٹیک لگا کر نہیں کھاتے تھے (۶۹) آپ کچا لہسن' پیاز اور گندنا نہیں کھاتے تھے (۷۰) آپ گوہ نہیں کھاتے تھے (۷۱) آپ مقروض کی نماز جنازہ نہیں پڑھتے تھے تاوقتیکہ اس کے قرض کا کوئی کفیل نہ ہو جائے (۷۲) آپ کے لیے وصول کے روزوں کا جواب (۷۳) حالت احرام میں آپ کے لیے نکاح کرنا جائز تھا (۷۴) آپ کے لیے مکہ میں قتال کرنا جائز کر دیا گیا تھا (۷۵) آپ کی وجہ سے مدینہ کو حرم بنا دیا گیا (۷۶) آپ کو تنہا تمام کفار سے قتال کا مکلف کیا گیا (۷۷) آپ سو جاتے حتیٰ کہ خراٹے لیتے' پھر اٹھ کر بغیر وضوء کے نماز پڑھتے (۷۸) آپ بیٹھ کر نماز پڑھتے' اس کا اجر بھی کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کے برابر تھا (۷۹) آپ اگر کسی نمازی کو دورانِ نماز بلاتے تو اس پر آپ کے بلانے پر آنا واجب تھا (۸۰) آپ کے متعلق میت سے قبر میں سوال کیا جاتا ہے (۸۱) آپ نے کسی کو اپنا وارث نہیں بنایا' آپ کی وفات کے بعد آپ کا مال صدقہ تھا (۸۲) آپ کے لیے حالت جنابت میں مسجد میں دخول کو مباح کر دیا گیا (۸۳) آپ کے لیے یہ مباح کر دیا گیا کہ آپ اپنے حق میں فیصلہ کر دیں' اسی طرح آپ کے لیے مباح کر دیا گیا کہ آپ اپنی اولاد کے حق میں فیصلہ کر دیں (۸۴) آپ کے لعاب مبارک کا موجب شفا ہونا (۸۵) آپ کے پیشاب اور خون کا طاہر ہونا اور صحابہ کرام کا ان کو پینا' پیشاب پینے والی کے لیے فرمایا: تمہارے پیٹ میں کبھی درد نہیں ہوگا' اور خون پینے والے کے متعلق فرمایا: تم پر دوزخ حرام کر دی گئی۔

(شرف المصطفیٰ ج ۴ ص ۲۷۷۔ ۲۴۴ ملخصاً موضحاً ومضیفاً' دار البشائر الاسلامیہ' مکہ مکرمہ' ۱۴۲۴ھ)

یہ تمام خصائص قرآن اور سنت سے ثابت ہیں' ہم نے طوالت کی وجہ سے ان کے دلائل کو ذکر نہیں کیا۔

حدیث مذکور شرح صحیح مسلم میں

باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۱۰۶۵۔ ج ۲ ص ۳۸ پر مذکور ہے اور چونکہ اس حدیث میں مذکور ہے: مجھے شفاعت عطا کی گئی ہے تو وہاں اس کی شرح میں شفاعت پر بحث کی گئی اور اس کی شرح کے حسب ذیل عنوانات ہیں:

(۱) شفاعت (۲) شفاعت کا لغوی اور اصطلاحی معنی (۳) اہل قبلہ کے شفاعت میں نظریات (۴) خوارج کے شبہ کا ازالہ (۵) معتزلہ کے شبہ کا ازالہ (۶) بعض مخالفین کے شبہ کا ازالہ (۷) انبیاء علیہم السلام کی حضور الوہیت میں وجاہت (۸) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حضور الوہیت میں وجاہت قرآن سے (۹) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وجاہت احادیث سے (۱۰) شفاعت پر قرآن کریم سے دلائل (۵۱ آیات) (۱۱) شفاعت پر احادیث سے دلائل (۱۴۰ احادیث) (۱۲) اقسام شفاعت (۱۴۹ اقسام) (۱۳) نظریہ کفارہ مسیح اور شفاعت میں فرق (۱۴) استشفاع۔

۲- بَابُ إِذَا لَمْ يَجِدْ مَاءً وَلَا تُرَابًا جب کوئی شخص پانی پائے نہ مٹی

اس باب میں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ جب کسی شخص کو پانی نہ ملے' جس سے وہ وضوء کر سکے اور نہ اس کو مٹی ملے' جس سے وہ تیمم کر سکے' اس کا جواب مقدر ہے کہ آیا وہ بغیر وضوء اور بغیر تیمم کے نماز پڑھے گا یا نہیں اور اس میں علماء کے کئی مذاہب ہیں' جن کو ہم ان شاء اللہ شرح میں ذکر کریں گے۔

''کتاب التیمم'' کی گزشتہ احادیث کے ساتھ اس باب کی مناسبت یہ ہے کہ پہلے امام بخاری نے وہ احادیث ذکر کیں کہ جس شخص کو پانی نہ ملے تو وہ شخص پاک مٹی سے تیمم کر لے اور اب یہ بیان کیا کہ جس شخص کو پانی ملے نہ مٹی' وہ کیا کرے؟

۳۳۶- حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ بْنُ يَحْيَى قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا اسْتَعَارَتْ مِنْ أَسْمَاءَ قِلَادَةً فَهَلَكَتْ فَبَعَثَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا فَوَجَدَهَا، فَأَدْرَكَتْهُمُ الصَّلٰوةُ وَلَيْسَ مَعَهُمْ مَاءٌ فَصَلَّوْا، فَشَكَوْا ذٰلِكَ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ آيَةَ التَّيَمُّمِ، فَقَالَ أُسَيْدُ بْنُ حُضَيْرٍ لِعَائِشَةَ جَزَاكِ اللّٰهُ خَيْرًا فَوَاللّٰهِ مَا نَزَلَ بِكِ أَمْرٌ تَكْرَهِينَهُ، إِلَّا جَعَلَ اللّٰهُ ذٰلِكِ لَكِ وَلِلْمُسْلِمِينَ فِيهِ خَيْرًا.

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۷۵۶۴، مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں زکریا بن یحیٰی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن نمیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن عروہ نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے عاریۃً ہار لیا' وہ (گر کر) گم ہو گیا' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو بھیجا' پھر اس نے (یا آپ نے) اس ہار کو پالیا' پھر نماز کا وقت آ گیا اور لوگوں کے پاس پانی نہیں تھا' پس لوگوں نے (بغیر وضوء کے) نماز پڑھ لی' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کی شکایت کی تو اللہ تعالیٰ نے تیمم کی آیت نازل کر دی۔ پس حضرت اسید بن حضیر نے حضرت عائشہ سے کہا: اللہ آپ کو اچھی جزاء دے پس اللہ کی قسم! جب بھی آپ پر کوئی ایسی چیز پیش آئی جو آپ کو ناپسند ہو تو اللہ نے اس میں آپ کے لیے اور مسلمانوں کے لیے خیر رکھ دی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۳۴ میں گزر چکی ہے' وہاں اس کا عنوان ذکر نہیں کیا گیا تھا اور زائد امور کی شرح ہم یہاں بیان کر رہے ہیں۔

حدیث میں اس کی تصریح کہ صحابہ نے بغیر وضوء اور بغیر تیمّم کے نماز پڑھی تھی

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس عنوان میں مٹی کے نہ ملنے کا ذکر کیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ صحابہ نے بغیر وضوء کے نماز پڑھی کیونکہ ان کے پاس پانی نہیں تھا اور نہ ہی انہوں نے تیمم کیا تھا کیونکہ اس وقت تک انہیں تیمم کرنے کا علم نہیں تھا' پس گویا کہ انہوں نے نہ پانی پایا اور نہ مٹی۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۷ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے:

امام طبرانی از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے ہار عاریۃً لیا' وہ ان کی گردن سے گر گیا' حضرت عائشہ نے اس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ذکر کیا' آپ نے اسے ڈھونڈنے کے لیے لوگوں کو بھیجا' انہوں نے اس کو تلاش کیا اور پالیا' پھر نماز کا وقت آ گیا تو لوگوں نے بغیر طہارت کے نماز پڑھ لی' پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف لوٹے اور اس کا ذکر کیا تو اللہ تعالیٰ نے تیمم کی رخصت نازل فرما دی' تب حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ سے کہا: اللہ آپ کو جزاء خیر دے پس اللہ کی قسم! جب بھی آپ پر کوئی ایسی مصیبت آئی' جو آپ کو ناگوار گزری تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے اور مسلمانوں کے لیے اس میں خیر کر دی۔ (المعجم الکبیر: ۱۳۱۔ ج ۲۳ ص ۵۰' دار احیاء التراث العربی بیروت)

''فاقد الطهورين'' (جو شخص وضوء اور تیمّم پر قادر نہ ہو) کے متعلق فقہاء مالکیہ کا موقف

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

علامہ سحنون مالکی اور مزنی شافعی نے یہ کہا ہے کہ جو شخص کسی ایسی جگہ قید ہو جہاں اس کو پانی میسر ہو نہ مٹی اور نماز کا وقت آ جائے تو وہ بغیر وضوء اور تیمم کے اشاروں سے نماز پڑھے' جیسے وہ اشخاص نماز پڑھتے ہیں' جو دشمن کا پیچھا کر رہے ہوں اور ان پر اس نماز کا اعادہ نہیں ہے۔ ابن قاسم مالکی' امام ابو یوسف' امام محمد اور امام شافعی نے کہا ہے: ان پر اس نماز کا اعادہ واجب ہے۔

ابن خویز منداد نے کہا ہے کہ اہل مدینہ نے امام مالک سے روایت کی ہے کہ جو لوگ پانی اور مٹی پر قادر نہ ہوں' حتیٰ کہ نماز کا وقت نکل جائے' وہ نماز نہ پڑھیں اور ان پر اس نماز کا اعادہ نہیں ہے اور ان سے نماز ساقط ہے اور یہی امام مالک کا صحیح مذہب ہے۔

جن فقہاء نے کہا ہے کہ وہ نماز پڑھ لیں اور ان پر اس نماز کی قضاء نہیں ہے' ان کی دلیل یہ ہے کہ جو صحابہ ہار ڈھونڈنے گئے تھے اور انہوں نے بغیر وضوء کے نماز پڑھ لی تھی' نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کو دوبارہ تیمم کر کے نماز پڑھنے کا حکم نہیں دیا۔

المہلب نے کہا ہے کہ جب بغیر وضوء کے تیمم کے ساتھ نماز پڑھنا جائز ہے تو ہمارے لیے پانی اور مٹی نہ ملنے کی صورت میں بغیر تیمم اور بغیر وضوء کے بھی نماز پڑھنا جائز ہے۔

ابو ثور نے کہا: اس مسئلہ کا قیاس اس شخص پر ہے' جس کو کپڑے نہ ملیں تو اس کا برہنہ نماز پڑھنا جائز ہے اور اس پر نماز کا اعادہ نہیں ہے۔

اسی طرح جس کو پانی اور مٹی نہ ملے' اس کا وضوء اور تیمم کے بغیر نماز پڑھنا جائز ہے اور اس پر اعادہ نہیں ہے' وہ اپنی طاقت اور استطاعت کے مطابق نماز ادا کرے گا۔

ابن القصار مالکی نے کہا: جو لوگ اپنی قدرت اور طاقت کے مطابق بے وضوء نماز پڑھیں' ان پر اعادہ نہیں ہے' جیسے مستحاضہ اور جس کو سلس البول ہو (یعنی ہر وقت پیشاب کے قطرات گرتے رہیں) و علیٰ ہذا القیاس' اور جس مسافر کو پیاس کا خوف ہو اور وہ پانی کے

ہوتے ہوئے تیمم کرکے نماز پڑھے' یہ مسئلہ بھی اسی قیاس پر ہے۔
اور جن فقہاء نے یہ کہا ہے کہ جس کو پانی اور مٹی میسر نہ ہو' وہ نماز پڑھ لے اور بعد میں اعادہ کرے' انہوں نے احتیاط پر عمل کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: اللہ تعالیٰ بغیر طہور کے نماز قبول نہیں کرتا۔
(سنن ترمذی:۱' صحیح مسلم:۲۲۴' سنن ابن ماجہ:۲۷۲' مسند احمد ج ۲ ص ۱۹)(شرح ابن بطال ج ۱ ص ۴۶۶-۴۶۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

''فاقد الطهورين'' کے متعلق فقہاء شافعیہ کا موقف

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:
اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ'' فاقد الطهورين '' کے اوپر نماز پڑھنا واجب ہے کیونکہ انہوں نے یہ سمجھ کر نماز پڑھی کہ ان پر نماز پڑھنا فرض ہے' اور اگر اس حالت میں نماز پڑھنا ممنوع ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان پر انکار فرما دیتے' امام شافعی' امام احمد' جمہور محدثین اور اکثر اصحاب مالک کا یہی موقف ہے' لیکن اس میں اختلاف ہے کہ آیا ان پر اعادہ واجب ہے یا نہیں' امام شافعی نے یہ تصریح کی ہے کہ ان پر اعادہ واجب ہے' ان کی دلیل یہ ہے کہ یہ عذر نادر ہے' اس لیے ان سے اعادہ ساقط نہیں ہوگا' امام احمد کے قول مشہور کے مطابق' نیز سحنون مالکی اور ابن المنذر کا موقف یہ ہے کہ ان پر اعادہ واجب نہیں ہے' ان کی دلیل اس باب کی حدیث ہے' اگر ان پر اعادہ واجب ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کو بیان فرما دیتے کیونکہ وقت حاجت سے بیان کو مؤخر کرنا جائز نہیں ہے' لیکن اس دلیل کو رد کر دیا گیا ہے کہ اعادہ فوراً تو واجب نہیں ہے' اس لیے وجوب اعادہ کی الگ دلیل ہونی چاہیے' امام ابوحنیفہ اور امام مالک کا مشہور قول یہ ہے کہ وہ نماز نہ پڑھے اور اگر نماز پڑھ لی ہے تو ان پر اعادہ واجب ہے اور علامہ نووی نے'' شرح المہذب '' میں لکھا ہے کہ ان کا نماز پڑھنا مستحب ہے اور اعادہ واجب ہے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۱۲' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۴ھ)
میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ اعادہ فوراً واجب نہیں ہوتا بلکہ نماز کو فوراً قضاء کرنا واجب ہے کیونکہ موت کا کوئی پتا نہیں اور کسی حدیث سے یہ ثابت نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بعد میں ان کو نماز قضاء کرنے کا حکم دیا ہو' اس لیے صحیح یہ ہے کہ اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ان پر اس نماز کا اعادہ نہیں تھا۔

''فاقد الطهورين'' کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا موقف

اگر کوئی شخص وضوء کے لیے پانی اور تیمم کے لیے مٹی نہ پائے تو وہ اپنے حال کے موافق نماز پڑھے' ہماری دلیل یہ حدیث ہے کہ جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ہار گم ہو گیا تو آپ نے چند صحابہ کو ہار ڈھونڈنے کے لیے بھیجا' پھر نماز کا وقت آ گیا تو انہوں نے بغیر وضوء کے نماز پڑھ لی' پھر وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور آپ کو یہ ماجرا بتایا تو تیمم کی آیت نازل ہو گئی اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان پر انکار نہیں کیا اور ان کو اعادہ کرنے کا حکم نہیں دیا۔ (صحیح البخاری:۳۳۶) اس سے معلوم ہوا کہ اعادہ واجب نہیں ہے اور اس لیے کہ طہارت شرط ہے' پس طہارت نہ ہونے کی وجہ سے نماز کو مؤخر نہیں کیا جائے گا' جیسے ستر اور استقبال قبلہ کا حکم ہے' اور جب یہ ثابت ہو گیا تو جس شخص نے اپنے حال کے موافق نماز پڑھی' پھر اس کو پانی مل گیا یا مٹی مل گئی تو وہ نماز نہیں دہرائے گا اور امام احمد کا دوسرا قول یہ ہے کہ وہ نماز دہرائے گا کیونکہ نماز کی ایک شرط مفقود ہو گئی' اور پہلا قول صحیح ہے کیونکہ وہ حدیث کے موافق ہے' نیز اس لیے کہ اس کو جو حکم دیا گیا تھا' اس نے اس پر عمل کر لیا' پس وہ اپنے ذمہ سے بری ہو گیا اور اس لیے کہ یہ نماز کی ایک شرط ہے' جو عجز کی وجہ سے ساقط ہو جائے گی' اور اس لیے کہ اس نے اپنی طاقت کے مطابق فرض ادا کر لیا اب اس پر اعادہ نہیں ہوگا' جیسے کوئی شخص ستر سے عاجز تھا' اس نے برہنہ نماز پڑھ لی یا جس شخص کو سمت قبلہ کا علم نہیں تھا' اس نے غیر قبلہ کی طرف نماز پڑھ لی' یا جو شخص قیام سے عاجز تھا' اس نے بیٹھ کر نماز پڑھ لی تو

ان سب پر نماز کا اعادہ نہیں ہے کیونکہ حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے اس حال پر چھوڑ دو جس پر میں نے تم کو چھوڑ دیا ہے' تم سے پہلی امتیں اپنے انبیاء سے سوال کرنے اور اختلاف کرنے کی وجہ سے ہلاک ہوگئیں' پس جب میں تم کو کسی کام سے منع کروں تو اس سے باز آ جاؤ اور جب میں تم کو کسی چیز کا حکم دوں تو اس پر اپنی طاقت کے مطابق عمل کرو۔

(صحیح البخاری: ۷۲۸۸ 'صحیح مسلم: ۱۳۳۷ 'مسند احمد: ۹۷۸۷ 'دارالفکر)

اور نماز کی باقی شرائط پر طہارت کو قیاس کرنا اولیٰ ہے۔ (المغنی ج ۱ ص ۳۲۵۔ ۳۲۴ 'دارالحدیث' قاہرہ' ۱۴۲۵ھ)

''فاقد الطہورین'' کے متعلق فقہاء احناف کا موقف

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ نے کہا: جو شخص شہر میں قید ہو' جب اس کو پانی ملے نہ مٹی ملے تو وہ نماز نہ پڑھے اور جب کوئی چیز مل جائے تو وہ نماز پڑھ لے' امام ابویوسف' امام محمد اور امام شافعی نے کہا ہے: وہ نماز پڑھ لے اور بعد میں دہرائے۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۹ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ محمد امین عمر بن عبد العزیز شامی متوفی ۱۲۵۲ھ ''درمختار'' کی شرح میں لکھتے ہیں:

جس شخص کو پانی اور مٹی میسر نہ ہو' بایں طور کہ اس کو کسی نجس جگہ میں قید کر دیا گیا ہو اور پاک مٹی کی طرف اس کا نکلنا ممکن نہ ہو' امام ابوحنیفہ کے نزدیک وہ نماز کو موخر کرے گا کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: بغیر طہور کے نماز نہیں ہے۔ (صحیح مسلم: ۲۲۴' سنن ابوداؤد: ۴۷ ۱۸' مسند احمد ج ۲ ص ۲۰' سنن بیہقی ج ۱ ص ۴۲) اور امام ابویوسف اور امام محمد نے کہا کہ وہ وقت کے احترام میں نمازیوں کے ساتھ تشبہ کرے یہ واجب ہے' اگر اس کو خشک جگہ مل جائے تو وہ رکوع اور سجود کرے ورنہ کھڑے ہو کر اشارہ سے نماز پڑھے اور اس میں نماز کی نیت نہ کرے' کیونکہ یہ نماز کے ساتھ مشابہت ہے' حقیقت میں نماز نہیں ہے' جیسے جب حائض رمضان میں پاک ہو جائے تو وہ رمضان کے مہینہ کی حرمت کی وجہ سے دن میں کھانے پینے سے رکی رہے گی اور یہ روزہ کی مشابہت ہے' روزہ نہیں ہے' بعد میں اس کی قضاء کرے گی' اسی طرح ''فاقد الطہورین'' بھی نماز کے وقت کے احترام کی وجہ سے نماز کے مشابہ رکوع اور سجود کرے گا اور وہ حقیقت میں نماز نہیں ہے' بعد میں اس نماز کو قضاء کرے گا۔ (ردالمحتار والدرالمختار ج ۱ ص ۳۷۵۔ ۳۷۴ 'داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

مذاہب اربعہ کا خلاصہ اور مصنف کی تحقیق

میں کہتا ہوں کہ امام مالک اور امام احمد کا مشہور قول یہ ہے کہ ''فاقد الطہورین'' نماز پڑھے گا اور اس پر اعادہ نہیں ہے' جیسا کہ صحیح البخاری: ۳۳۶ میں ہے اور قوت دلیل کے اعتبار سے ان کا مذہب راجح ہے' امام شافعی نے کہا ہے کہ وہ نماز پڑھے اور اس پر اعادہ واجب ہے اور وجوب اعادہ پر کوئی دلیل نہیں ہے' امام ابوحنیفہ نے فرمایا ہے کہ وہ نماز نہ پڑھے' ان کی دلیل وہ حدیث ہے کہ بغیر طہارت کے نماز قبول نہیں ہوتی' مگر تحقیق یہ ہے کہ عذر کی صورت میں طہارت کی شرط ساقط ہو جاتی ہے اور جیسے مستحاضہ اور دیگر معذورین سے طہارت کی شرط ساقط ہو جاتی ہے' ان کے خون کے یا پیشاب کے قطرات گرتے رہیں پھر بھی ان کی نماز صحیح ہے اور قوی ترین دلیل صحابہ کا پانی نہ ملنے کی صورت میں نماز پڑھنا اور اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار نہ کرنا ہے اور ہمارے فقہاء احناف نے اس دلیل کا کوئی جواب نہیں دیا' اس لیے صحیح یہی ہے کہ ''فاقد الطہورین'' نماز پڑھے اور اس پر اعادہ واجب نہیں ہے۔ **لعل اللہ یحدث بعد ذالک امرا.** امام اعظم فرماتے ہیں: جب کوئی حدیث صحیح ہو تو وہی میرا مذہب ہے اور صحیح بخاری کی یہ حدیث صحیح ہے۔

اس حدیث کی تخریج حسب ذیل ہے:
صحیح البخاری: ۳۳۴-۳۳۶-۱۵۰۴-۳۶۷۲-۳۷۷۳-۴۵۸۳-۴۶۰۷-۵۱۶۴-۵۲۵۰-۵۸۸۲-۶۸۴۴-۶۸۴۵ صحیح مسلم: ۳۶۷، الرقم المسلسل: ۷۹۵، سنن ابوداؤد: ۳۱۷، سنن نسائی: ۳۲۲، سنن ابن ماجہ: ۵۶۸، السنن الکبریٰ: ۳۱۲، مسند الحمیدی: ۱۶۵، سنن دارمی: ۷۴۶، صحیح ابن خزیمہ: ۲۶۱، صحیح ابن حبان: ۱۷۰۹، المعجم الکبیر: ۱۳۱، ج ۲۳، سنن بیہقی ج۱ ص ۱۴، شرح السنۃ: ۳۰۴، مصنف عبد الرزاق: ۸۷۸۹، مسند احمد ج ۶ ص ۵۷ طبع قدیم، مسند احمد ج ۴۰ ص ۳۴۲، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، تحب الافکار ج۱ ص ۶۷۹-۶۷۸-۶۷۶ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

یہ حدیث تمام کتب صحاح اور سنن میں مذکور ہے، پھر اس کی صحت میں کیا شبہ ہو سکتا ہے۔

تاہم امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی طرف سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ امام اعظم نے جس حدیث سے استدلال کیا ہے، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صریح قول ہے کہ بغیر طہارت کے نماز قبول نہیں ہوتی اور ائمہ ثلاثہ نے جس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ پانی نہ ملنے کی صورت میں صحابہ نے بغیر وضوء کے نماز پڑھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر انکار نہیں فرمایا، یہ آپ کی تقریر ہے اور جب آپ کے صریح قول اور آپ کی تقریر میں تعارض ہو تو آپ کے قول کو ترجیح دی جائے گی۔ یہ جواب صرف میری خصوصیت ہے، کسی حنفی عالم نے امام اعظم کی طرف سے اس حدیث کا کوئی جواب نہیں دیا۔

فالحمد للّٰہ حمدًا کثیرًا طیبًا مبارکًا فیہ کما یحب ربنا ویرضی.

نوٹ: اگر کوئی شخص پانی میسر ہونے کے باوجود بے وضوء نماز پڑھے تو یہ گناہ کبیرہ ہے اور اگر وضوء کو غیر ضروری سمجھ کر بے وضوء نماز پڑھے تو یہ کفر ہے۔

۳- بَابُ التَّيَمُّمِ فِي الْحَضَرِ إِذَا لَمْ يَجِدِ الْمَاءَ وَخَافَ فَوْتَ الصَّلٰوةِ

شہر میں تیمم کرنا، جب کوئی شخص پانی نہ پائے اور نماز کے قضاء ہونے کا خوف ہو

اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ شہر میں تیمم کرنے کا کیا حکم ہے، اور اس میں دو قیدیں ہیں: (۱) پانی نہ ملے (۲) نماز کا وقت نکلنے کا خوف ہو، اور پانی نہ ملنے میں یہ صورت بھی داخل ہے کہ شہر میں پانی تو ہو لیکن اس کے حصول پر قدرت نہ ہو، مثلاً پانی کنویں میں ہو لیکن اس کے پاس کنویں سے پانی نکالنے کا آلہ نہ ہو۔ بابِ سابق کے ساتھ اس کی مناسبت یہ ہے کہ باب سابق میں یہ ذکر تھا کہ سفر میں پانی نہ ہو اور اس باب میں یہ ذکر ہے کہ شہر میں پانی نہ ہو۔

نماز فوت ہونے کے خوف سے شہر میں تیمم کے جواز پر آثار صحابہ سے استدلال

وبہ قَالَ عَطَاءٌ. اور عطاء کا بھی یہی قول ہے۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:
ابن جریج عطاء سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے کہا: جب تم شہر میں ہو اور نماز کا وقت آ جائے اور تمہارے پاس پانی نہ ہو تو تم پانی کا انتظار کرو، اگر تمہیں نماز کے فوت ہونے کا خوف ہو تو تیمم کر کے نماز پڑھو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۷۰۱، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۶ھ)

علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:
شہر میں تیمم کے جواز کی تین شرطیں ہیں: (۱) اگر وہ وضوء میں مشغول ہوا تو نماز جنازہ کے فوت ہو جانے کا خوف ہو (۲) نماز عید کے فوت ہونے کا خوف ہو (۳) جنبی کو یہ خوف ہو کہ اگر اس نے غسل کیا تو وہ سخت بیمار ہو جائے گا یا مر جائے گا۔

امام تمرتاشی نے یہ کہا ہے کہ شہر میں پانی نہ ہونے کی وجہ سے تیمم کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ یہ بہت نادر ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۹ 'نخب الافکار فی تنقیح مبانی الاخبار فی شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۶۸۲ 'قدیمی کتب خانہ کراچی)

وَقَالَ الْحَسَنُ ' فِي الْمَرِيْضِ عِنْدَهُ الْمَاءُ ' وَلَا يَجِدُ مَنْ يُّنَاوِلُهُ يَتَيَمَّمُ.

اور حسن بصری نے اس مریض کے متعلق کہا' جس کے پاس پانی ہو اور اس کو کوئی وضوء کرانے والا نہ ہو تو وہ تیمم کر (کے نماز پڑھ) لے۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

امام ابن ابی شیبہ نے حسن بصری اور ابن سیرین سے روایت کیا ہے' جس شخص کو یہ امید ہو کہ وہ وقت کے اندر پانی کے استعمال پر قادر ہو جائے گا' وہ تیمم نہ کرے۔

امام بخاری نے اس کے مفہوم مخالف سے یہ استدلال کیا ہے کہ جس کو یہ امید نہ ہو' وہ تیمم کر سکتا ہے۔

وَاَقْبَلَ ابْنُ عُمَرَ مِنْ اَرْضِهٖ بِالْجُرُفِ ' فَحَضَرَتِ الْعَصْرُ بِمَرْبَدِ النَّعَمِ فَصَلّٰى ' ثُمَّ دَخَلَ الْمَدِيْنَةَ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ ' فَلَمْ يُعِدْ.

اور حضرت ابن عمر' جرف سے اپنی زمین پر آئے تو اونٹوں کے باڑے میں عصر کا وقت آ گیا' پس انہوں نے نماز پڑھ لی' پھر مدینہ میں داخل ہوئے اور ابھی سورج بلند تھا تو انہوں نے نماز نہیں دہرائی۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

نافع بیان کرتے ہیں کہ وہ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جرف سے آئے' حتیٰ کہ جب وہ اونٹوں کے باڑے پر پہنچے تو حضرت عبداللہ بن عمر نے سواری سے اتر کر پاک مٹی سے تیمم کیا' اپنے چہرے پر اور ہاتھوں پر کہنیوں تک مسح کیا' پھر نماز پڑھی۔

(موطأ امام مالک: ۹۰' تنویر الحوالک ص ۵۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

جرف مدینہ سے تین میل شام کی جانب ایک مقام ہے۔

درج ذیل احادیث بھی اس تعلیق کی اصل ہیں:

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اونٹوں کے باڑے میں تیمم کر کے نماز پڑھی اور وہ اس وقت مدینہ سے تین میل دور تھے' پھر وہ مدینہ میں داخل ہوئے تو سورج بلند تھا' انہوں نے نماز نہیں دہرائی۔ (سنن دار قطنی: ۶۰۷' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر نے مدینہ سے ایک میل یا دو میل پر تیمم کیا' پھر عصر کی نماز پڑھی' پھر وہ آئے تو سورج بلند تھا' انہوں نے نماز نہیں دہرائی۔ (سنن دار قطنی: ۷۰۸' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

شہر سے تین میل دور آنے پر انسان مسافر نہیں ہوتا' اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت ابن عمر شہر میں تیمم کے جواز کے قائل تھے' اس لیے انہوں نے تین میل کے فاصلہ پر تیمم کیا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت ابن عمر تیمم کرنے سے پہلے باوضوء ہوں لیکن چونکہ ان کی عادت ہر نماز سے پہلے نیا وضوء کرنے کی تھی اور وہاں پانی نہیں تھا تو انہوں نے وضوء کے قائم مقام تیمم کر لیا' اس صورت میں یہ تعلیقات اس باب کے عنوان کے مطابق نہیں ہوں گی' کیونکہ عنوان ہے: شہر میں تیمم کرنا' جب کوئی شخص پانی نہ پائے اور نماز کے قضاء ہونے کا خوف ہو۔

اس تعلیق پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ امام بخاری نے اس تعلیق کو مختصر ذکر کیا ہے اور اس میں تیمم کا ذکر نہیں ہے' اس لیے یہ تعلیق باب

کے موافق نہیں ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ امام بخاری نے تو تیمم کا ذکر کیا تھا' لیکن جن ناقلین نے صحیح بخاری کے نسخوں کو نقل کیا' ان سے تیمم کا لفظ چھوٹ گیا۔

۳۳۷- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ رَبِيعَةَ، عَنِ الْأَعْرَجِ قَالَ سَمِعْتُ عُمَيْرًا، مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ أَقْبَلْتُ أَنَا وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَسَارٍ، مَوْلَى مَيْمُونَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، حَتَّى دَخَلْنَا عَلَى أَبِي جُهَيْمِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ الصِّمَّةِ الْأَنْصَارِيِّ، فَقَالَ أَبُو جُهَيْمٍ أَقْبَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ نَحْوِ بِئْرِ جَمَلٍ، فَلَقِيَهُ رَجُلٌ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ، فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى أَقْبَلَ عَلَى الْجِدَارِ، فَمَسَحَ بِوَجْهِهِ وَيَدَيْهِ، ثُمَّ رَدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از جعفر بن ربیعہ از الاعرج' انہوں نے کہا: میں نے عمیر سے سنا' جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام ہیں' انہوں نے کہا: میں اور عبداللہ بن یسار حضرت میمونہ زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آزاد کردہ غلام آئے حتیٰ کہ ہم حضرت ابوجہیم بن الحارث بن الصمہ الانصاری رضی اللہ عنہ کے ہاں داخل ہوئے' پس حضرت ابوجہیم نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیر جمل کی طرف سے آئے' ایک شخص نے آپ سے ملاقات کی اور آپ کو سلام کیا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو جواب نہیں دیا' حتیٰ کہ آپ دیوار کے پاس آئے اور آپ نے چہرے اور ہاتھوں پر مسح کیا' پھر اس کے سلام کا جواب دیا۔

(صحیح مسلم: ۳۶۹' الرقم المسلسل: ۸۰۰' سنن ابوداؤد: ۳۲۹' سنن نسائی: ۳۱۱' السنن الکبریٰ للنسائی: ۳۰۷' الآحاد والمثانی: ۲۱۷۵' صحیح ابن خزیمہ: ۲۷۴' سنن دارقطنی ج ۱ ص ۱۷۶' سنن کبریٰ ج ۱ ص ۲۰۵' شرح السنۃ: ۳۱۰' مسند احمد ج ۴ ص ۱۶۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۷۵۴۱۔ ج ۲۹ ص ۸۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) یحییٰ بن بکیر' یہ یحییٰ بن عبداللہ بن بکیر القرشی المخزومی' ابوزکریا المصری ہیں (۲) لیث بن سعد' مشہور امام ہیں (۳) جعفر بن ربیعہ بن شرحبیل الکندی المصری ہیں' یہ ۱۳۵ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) الاعرج' یہ عبدالرحمان بن ہرمز ہیں (۵) عمیر' یہ عمیر بن عبد اللہ الہاشمی ہیں' ۱۰۴ھ میں مدینہ میں فوت ہو گئے تھے (۶) عبداللہ بن یسار المدنی الھلالی ہیں (۷) حضرت ابوجہیم رضی اللہ عنہ' یہ عبداللہ بن الحارث بن الصمہ الخزرجی صحابی ہیں' امام بخاری نے ان سے دو حدیثیں روایت کی ہیں' صحابہ میں ایک اور شخص ابوجہم نام کے ہیں' وہ قرشی ہیں اور یہ انصاری ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۲۲)

حالت جنابت میں قرآن مجید کی تلاوت نہ کرنے پر دلیل

باب کے عنوان سے اس حدیث کی مطابقت اس طرح ہے کہ آپ نے سلام کا جواب دینے کے لیے شہر میں تیمم کیا' جب کہ آپ تیمم کرنے سے پہلے بھی سلام کا جواب دے سکتے تھے' اس میں یہ دلیل ہے کہ جب شہر میں نماز فوت ہونے کا خوف ہو' پھر بھی تیمم کیا جا سکتا ہے' بلکہ وہ زیادہ مؤکد ہے کیونکہ نماز بغیر وضوء اور تیمم کے جائز نہیں اور سلام کا جواب بغیر وضوء اور تیمم کے دینا جائز ہے' نیز اس میں یہ دلیل بھی ہے کہ آپ نے بے وضوء سلام کا جواب دینا پسند نہیں کیا کیونکہ سلام کے جواب میں لفظ سلام ذکر کیا جاتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کا اسم ہے اور آپ نے اللہ تعالیٰ کا نام بے وضوء لینا پسند نہیں کیا تو جب آپ بے وضوء اللہ تعالیٰ کا نام نہیں لیتے تھے تو آپ حالت جنابت میں قرآن مجید کی تلاوت کیسے کر سکتے ہیں' سو اس حدیث میں امام بخاری کا رد ہے' جو اس کے قائل ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

بے وضوء قرآن مجید کی تلاوت کرتے تھے۔

اس حدیث میں بیر جمل کا ذکر ہے' یہ مدینہ کے قریب ایک جگہ ہے۔

باب مذکور کی مؤید دیگر احادیث

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیشاب کر رہے تھے' اس وقت آپ کے پاس سے ایک شخص گزرا' اس نے آپ کو سلام کیا' آپ نے اس کے سلام کا جواب نہیں دیا' پھر آپ نے تیمم کر کے اس شخص کے سلام کا جواب دیا۔

(صحیح مسلم: ۳۷۰' سنن ابوداؤد: ۱۶' سنن ترمذی: ۹۰' سنن نسائی: ۳۷' سنن ابن ماجہ: ۳۵۳)

حضرت مہاجر بن قنفذ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے' اس وقت آپ پیشاب کر رہے تھے' انہوں نے آپ کو سلام کیا' آپ نے ان کے سلام کا جواب نہیں دیا' حتیٰ کہ آپ نے وضوء کیا' پھر آپ نے اس سے اپنا عذر بیان کیا اور فرمایا: میں نے بغیر طہارت کے اللہ تعالیٰ کے ذکر کو ناپسند کیا۔ (سنن ابوداؤد: ۱۷' سنن نسائی: ۳۸' سنن ابن ماجہ: ۳۵۰' مسند احمد ج ۴ ص ۳۴۵' سنن بیہقی ج ۱ ص ۹۰' صحیح ابن حبان: ۸۰۳' المستدرک ج ۱ ص ۱۶۷' شرح معانی الآثار: ۱۰۲' نخب الافکار ج ۱ ص ۱۴۳)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سے گزرا' اس وقت آپ پیشاب کر رہے تھے' اس نے آپ کو سلام کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم مجھے ایسی حالت میں دیکھو تو مجھے سلام نہ کیا کرو' اگر تم نے سلام کیا تو میں تمہیں جواب نہیں دوں گا۔ (سنن ابن ماجہ: ۳۵۲)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سے گزرا' اس وقت آپ پیشاب کر رہے تھے' اس نے آپ کو سلام کیا تو آپ نے اس کے سلام کا جواب نہیں دیا۔

(صحیح مسلم: ۳۷۰' سنن ابوداؤد: ۱۶' سنن ترمذی: ۹۰' سنن نسائی: ۳۷' سنن ابن ماجہ: ۳۵۳)

نافع' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سے گزرا' اس وقت آپ پیشاب کر رہے تھے' اس نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلام کیا' آپ نے اس کے سلام کا جواب دے دیا' جب وہ گزر گیا تو آپ نے اس کو آواز دے کر بلایا اور فرمایا: میں نے تمہارے سلام کا جواب صرف اس لیے دیا ہے کہ مجھے یہ خوف تھا کہ تم جا کر دل میں سوچو گے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلام کیا اور آپ نے جواب نہیں دیا' جب تم مجھے اس حال میں دیکھو تو مجھے سلام نہ کرو' اگر تم نے سلام کیا تو میں تمہیں جواب نہیں دوں گا۔ (اس حدیث کو امام بزار نے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے۔ عمدۃ القاری ج ۴ ص ۲۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سے گزرا' اس وقت آپ پیشاب کر رہے تھے' اس نے آپ کو سلام کیا' آپ نے اس کے سلام کا جواب نہیں دیا' جب آپ فارغ ہو گئے تو آپ نے زمین پر ہاتھ مار کر تیمم کیا' پھر اس کے سلام کا جواب دیا۔ (سنن ابن ماجہ: ۳۵۱)

شہر میں تیمم کرنے کے جواز کے متعلق مذاہب ائمہ

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ جب شہر میں کسی شخص کو یہ خوف ہو کہ اگر وہ وضوء کرنے میں مشغول ہوا تو نماز کا وقت نکل جائے گا تو آیا اس کے لیے تیمم کرنا جائز ہے' امام مالک نے کہا: وہ تیمم کر کے نماز پڑھ لے اور اس نماز کو نہیں دہرائے گا' اوزاعی' ثوری' امام ابو حنیفہ اور امام محمد کا بھی یہی قول ہے۔ (مصنف کہتا ہے: امام ابو حنیفہ کے نزدیک صرف نماز جنازہ اور نماز عیدین کے فوت ہونے

کے خوف سے شہری کے لیے تیمم کرنا جائز ہے اور دیگر فرض نمازوں کے فوت ہونے کے خوف سے ان کے نزدیک تیمم کرنا جائز نہیں ہے۔ ہدایہ اوّلین ص ۵۴-۴۹)

امام مالک سے دوسری روایت یہ ہے کہ وہ تیمم کر کے نماز پڑھ لے اور اس نماز کو دہرائے گا' لیث اور امام شافعی کا بھی یہی قول ہے۔

امام مالک سے تیسری روایت یہ ہے کہ وہ وضوء کرے' خواہ سورج طلوع ہو جائے اور یہی امام ابویوسف اور زفر کا قول ہے[1] انہوں نے کہا: وہ بالکل نماز نہ پڑھے اور نماز کا فرض اس کے ذمہ ہے' حتیٰ کہ وہ پانی سے وضوء کرنے پر قادر ہو جائے' کیونکہ ان کے نزدیک شہر میں تیمم کرنا جائز نہیں ہے' ان کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تیمم کی رخصت مریض اور مسافر کے لیے دی ہے اور تیمم کو صرف مرض اور سفر کی وجہ سے مباح کیا ہے' اس لیے شہری اور تندرست آدمی کے لیے تیمم کرنا جائز نہیں ہے۔ (امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی مذہب ہے اور ان کی بھی یہی دلیل ہے۔ سعیدی غفرلہٗ)

المہلب نے کہا ہے: بیر جمل کی حدیث (صحیح البخاری: ۳۳۷) میں شہر میں تیمم کرنے کے جواز کی دلیل ہے' مگر اس حدیث میں یہ دلیل نہیں ہے کہ اس تیمم کے ساتھ نماز پڑھنا بھی جائز ہے' اس تیمم کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف سلام کا جواب دینے کا ارادہ کیا تھا' کیونکہ بغیر طہارت کے آپ اللہ کے ذکر کو ناپسند کرتے تھے۔

علامہ ابن بطال کہتے ہیں: میں نے بعض اہل علم کو علامہ مہلب کی یہ دلیل سنائی تو انہوں نے کہا: اس حدیث سے شہر میں تیمم کرنے کا جواز مستنبط ہوتا ہے' جب شہر کے پانی تک پہنچنے میں نماز کے فوت ہونے کا خوف ہو کیونکہ جب شہر میں سلام کا جواب دینے کے لیے تیمم کرنا جائز ہے' جب کہ آپ کے لیے تیمم سے پہلے بھی سلام کا جواب دینا جائز تھا تو اس سے یہ استنباط ہوتا ہے کہ جب شہر میں نماز کے فوت ہونے کا خوف ہو تو اس کے لیے تیمم کرنا جائز ہے بلکہ یہ زیادہ مؤکد ہے کیونکہ نماز بغیر وضوء اور تیمم کے جائز نہیں ہے اور سلام کا جواب دینا بغیر وضوء اور تیمم کے جائز ہے اور نیز تیمم صرف بیماروں اور مسافروں کے لیے مباح کیا گیا ہے تاکہ جب انہیں نماز کے فوت ہونے کا خوف ہو تو وہ نماز کو اپنے وقت میں پڑھ لیں' لہٰذا ہر وہ شخص جس کو پانی میسر نہ ہو اور اس کو نماز کے فوت ہونے کا خوف ہو تو وہ تیمم کرے' مسافر اور مریض کے لیے یہ نص سے ثابت ہے اور شہری اور تندرست کے لیے یہ قیاس سے ثابت ہے اور یہ دلیل قاطع ہے۔

نیز فقہاء احناف نے نماز جنازہ اور نماز عیدین کے لیے شہری اور تندرست کے لیے تیمم کرنے کو جائز قرار دیا ہے' سو باقی نمازوں کے لیے بھی شہری اور تندرست کے لیے تیمم کو جائز قرار دینا چاہیے۔ (شرح ابن بطال ج ۱ ص ۴۶۶-۴۶۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

شہری اور تندرست کے تیمم کے جواز پر علامہ ابن بطال کے دلائل کے جوابات

میں کہتا ہوں کہ علامہ المہلب کا یہ کہنا صحیح ہے کہ صحیح البخاری: ۳۳۷ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جس تیمم کا ذکر ہے' وہ آپ نے صرف سلام کا جواب دینے کے لیے کیا تھا اور یہ تیمم شہر میں نماز کے جواز کے لیے نہیں تھا اور علامہ ابن بطال نے دوسرے علماء سے پوچھ کر جو

[1] صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی متوفی ۱۳۶۷ھ رحمہ اللہ لکھتے ہیں: وقت اتنا تنگ ہو گیا کہ وضوء یا غسل کرے گا تو نماز قضاء ہو جائے گی تو چاہیے کہ تیمم کر کے نماز پڑھ لے' پھر وضوء یا غسل کر کے اعادہ کرنا لازم ہے۔ (بہار شریعت' حصہ دوم' ص ۳۴' مطبوعہ ضیاء القرآن' لاہور)
صدر الشریعہ کا بیان کردہ یہ مسئلہ امام زفر کے مؤقف کے مطابق ہے' کیونکہ دیگر ائمہ احناف کے برخلاف امام زفر اس بات کے قائل ہیں کہ وقت تنگ ہو تو تیمم کر کے نماز ادا کرنی چاہیے اور بعد میں وضوء کر کے اس کو دوہرایا جائے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ نے بھی امام زفر کے قول پر فتویٰ دیا ہے اور اُن کی تائید میں ایک رسالہ ''الظفر لقول زفر'' تحریر فرمایا ہے جو کہ فتاویٰ رضویہ ج ۳ ص ۴۴۱ تا ۴۳۳ (مطبوعہ لاہور) میں موجود ہے۔

اس کے جواب میں یہ کہا ہے کہ قرآن مجید میں جو مسافروں اور بیماروں کے لیے تیمم کو مباح کیا گیا ہے اس کے ساتھ یہ شرط بھی ملحوظ ہے کہ پانی نہ ملے اور ان کو وضوء کرنے کی وجہ سے نماز کے فوت ہونے کا خوف ہو انہوں نے اپنی رائے سے اس شرط کا اضافہ کیا ہے قرآن مجید میں اس کا ذکر نہیں ہے پھر اس شرط پر انہوں نے شہری اور تندرست کو قیاس کیا کہ اس کو بھی اگر وضوء کرنے کی وجہ سے نماز کے فوت ہونے کا خوف ہو تو وہ بھی تیمم کر سکتے ہیں اس طرح تیمم کی بیمار اور مسافر کے ساتھ خصوصیت نہیں رہے گی اور ہر شخص تیمم کر سکے گا علامہ ابن بطال نے اپنی اس دلیل کو دلیل قاطع کہا ہے اور در حقیقت یہ دلیل باطل ہے اور نص قرآن کے خلاف اور اس کے مزاحم ہے۔

نیز علامہ ابن بطال نے اس سے معارضہ کیا ہے کہ فقہاء احناف نے کہا ہے کہ جب شہری کو وضوء کرنے کی وجہ سے نماز جنازہ یا عیدین کی نماز کے فوت ہونے کا خوف ہو تو وہ تیمم کر سکتا ہے لہٰذا دیگر فرائض کے لیے بھی شہری اس صورت میں تیمم کر سکتا ہے۔

علامہ ابن بطال کا یہ معارضہ بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ نماز جنازہ اور عیدین کی نماز کی قضاء نہیں ہوتی' لہٰذا یہ نمازیں اگر فوت ہو جائیں تو ان کی تلافی نہیں ہو سکتی' اس وجہ سے شہری کو ان کے لیے تیمم کی اجازت دی گئی اور اگر باقی نمازیں وضوء میں اشتغال کی وجہ سے فوت ہو جائیں تو ان کی قضاء نماز سے تلافی ہو سکتی ہے' اس لیے دیگر فرائض کو نماز جنازہ اور نماز عیدین پر قیاس کرنا درست نہیں ہے۔

باب مذکور کی حدیث کو منسوخ قرار دینے کے جوابات

بعض علماء نے کہا ہے کہ نبی ﷺ نے سلام کا جواب دینے کے لیے جو تیمم یا وضوء کیا تھا' وہ المائدہ:۶ سے منسوخ ہو گیا ہے' کیونکہ اس آیت میں نماز پڑھنے کے لیے وضوء اور تیمم کا حکم دیا ہے اور اس کے منسوخ ہونے پر دوسری دلیل یہ ہے کہ حدیث میں ہے: نبی ﷺ نے نیند سے اٹھ کر سورۂ آل عمران کی آخری دس آیات پڑھیں' پھر وضوء کیا۔ (صحیح البخاری: ۱۸۳) اور جب بغیر وضوء کے قرآن مجید کی آیات پڑھی جا سکتی ہیں تو بغیر وضوء کے سلام کا جواب بھی دیا جا سکتا ہے' لیکن یہ کہنا بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ قرآن مجید میں نماز پڑھنے کے لیے وضوء اور تیمم کرنے کا حکم دیا ہے' لیکن اس میں حصر نہیں کیا جب کہ قرآن مجید کو چھونے کے لیے بھی وضوء کیا جاتا ہے اور طواف کعبہ کے لیے بھی وضوء کیا جاتا ہے اور نبی ﷺ نے نیند سے اٹھ کر جو قرآن مجید کی آیات پڑھیں' اس کا ایک جواب یہ ہے کہ نیند سے آپ کا وضوء نہیں ٹوٹتا اور اس کے بعد جو آپ نے وضوء کیا' وہ حصول فضیلت کے لیے تھا' دوسرا جواب یہ ہے کہ بالفرض اگر آپ اس وقت بے وضوء تھے تو آپ نے بیان جواز کے لیے آیات پڑھیں اور باب مذکور کی حدیث میں ہے کہ آپ نے تیمم کر کے سلام کا جواب دیا اور سنن ابوداؤد:۱۶ میں ہے: آپ نے حضرت مہاجر بن قنفذ کو وضوء کر کے سلام کا جواب دیا' تو ان دونوں صورتوں میں آپ نے مستحب پر عمل کیا' لہٰذا ''صحیح البخاری'' کی حدیث مذکور کو منسوخ قرار دینا صحیح نہیں ہے۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم:۷۲۶۔ ج ۱ ص ۱۰۵۱ پر ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

٤- بَابُ الْمُتَيَمِّمِ هَلْ يَنْفُخُ فِيهِمَا؟ کیا تیمم کرنے والا اپنے ہاتھوں پر پھونک مارے؟

اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ آیا تیمم کرنے والا اپنے ہاتھوں میں پھونک مار سکتا ہے تاکہ اس کے ہاتھوں پر لگی ہوئی مٹی اڑ جائے' اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ دونوں بابوں کا تعلق تیمم کے احکام سے ہے۔

٣٣٨- حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا الْحَكَمُ عَنْ ذَرٍّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبْزَى، عَنْ أَبِيهِ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَقَالَ إِنِّي

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الحکم نے حدیث بیان کی از ذر از سعید بن عبدالرحمٰن بن ابزی

اَجْنَبْتُ فَلَمْ اُصِبِ الْمَاءَ ؟ فَقَالَ عَمَّارُ بْنُ يَاسِرٍ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ اَمَا تَذْكُرُ اَنَّا كُنَّا فِيْ سَفَرٍ اَنَا وَاَنْتَ ' فَاَمَّا اَنْتَ فَلَمْ تُصَلِّ ' وَاَمَّا اَنَا فَتَمَعَّكْتُ فَصَلَّيْتُ ' فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ' فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا كَانَ يَكْفِيْكَ هٰكَذَا. فَضَرَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِكَفَّيْهِ الْاَرْضَ ' وَنَفَخَ فِيْهِمَا ' ثُمَّ مَسَحَ بِهِمَا وَجْهَهُ وَكَفَّيْهِ؟

[اطراف الحدیث:۳۳۹-۳۴۰-۳۴۱-۳۴۲-۳۴۳-۳۴۵-۳۴۶-۳۴۷]

از والد خود انہوں نے کہا: ایک شخص حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آیا' اس نے کہا: میں جنبی ہوگیا' پھر مجھے پانی نہیں ملا؟ پس حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے کہا: کیا آپ کو یاد ہے' ہم دونوں ایک سفر میں تھے' رہے آپ تو آپ نے نماز نہیں پڑھی اور رہا میں تو میں زمین میں لوٹ پوٹ ہوگیا' پس میں نے نماز پڑھ لی' پھر میں نے اس کا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ذکر کیا' تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہیں صرف اس طرح کرنا کافی تھا' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھ زمین پر مارے' پھر ان میں پھونک ماری' پھر ان دونوں ہاتھوں کو اپنے چہرے اور ہاتھوں پر ملا۔

(صحیح مسلم:۳۶۸' الرقم المسلسل:۷۹۶' سنن ابوداؤد:۳۲۱' سنن نسائی:۳۲۰' سنن ابن ماجہ:۵۶۹' سنن ابوداؤد:۳۲۶' السنن الکبریٰ للنسائی: ۳۰۵-۳۰۳' صحیح ابن خزیمہ:۲۶۸' صحیح ابن حبان:۱۳۰۹-۱۳۰۶' مسند البزار:۱۳۸۵' سنن دارقطنی ج ۱ص ۱۸۳' سنن ابوداؤد الطیالسی:۶۳۸' المنتقی: ۱۲۵' مسند احمد ج ۴ ص ۲۶۵ طبع قدیم' مسند احمد:۱۸۳۳۲-ج ۳۰ ص ۲۷۵' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی:۵۶۶۴' مکتبۃ الرشد لابن الجوزی' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) آدم بن ابی ایاس (۲) شعبہ بن الحجاج (۳) الحکم بن عتیبہ (۴) ذر بن عبد اللہ الہمدانی (۵) سعید بن عبد الرحمان' ان سب کا تعارف ہو چکا ہے (۶) سعید کے والد عبد الرحمان بن ابزیٰ' یہ صحابی خزاعی کوفی ہیں' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو خراسان کا عامل بنایا تھا (۷) حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ (۸) حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما' ان کا تعارف ہو چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۲۶)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نزدیک جنبی کے لیے تیمم کا جائز نہ ہونا

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نزدیک جنبی کے لیے تیمم جائز نہیں تھا کیونکہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: رہے آپ تو آپ نے نماز نہیں پڑھی۔ یہ حدیث مختصر ہے' اس کی تفصیل اس حدیث میں ہے:

حضرت عبد الرحمٰن بن ابزیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس تھا' پس ان کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے کہا: ہم کسی جگہ ایک ماہ یا دو ماہ ٹھہرتے ہیں' پھر حضرت عمر نے کہا: میں تو اس وقت تک نماز نہیں پڑھوں گا حتیٰ کہ میں پانی کو پالوں' پھر حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے کہا: اے امیر المؤمنین! کیا آپ کو یاد ہے کہ میں اور آپ اونٹوں پر سفر کر رہے تھے' پھر ہم دونوں جنبی ہو گئے رہا میں تو میں زمین میں لوٹ پوٹ ہوگیا' پھر ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گئے تو میں نے آپ سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: تمہارے لیے یہ کافی تھا کہ تم اس طرح کر لیتے' آپ نے دونوں ہاتھ زمین پر مارے' پھر ان پر پھونک ماری' پھر ان ہاتھوں سے چہرے اور دونوں ہاتھوں پر نصف ہاتھ تک مسح کیا' تب حضرت عمر نے کہا: اے عمار! اللہ سے ڈرو' حضرت عمار نے کہا: اے امیر المؤمنین! اگر آپ چاہیں تو اللہ کی قسم! میں کبھی اس کا ذکر نہیں کروں گا' حضرت عمر نے کہا: ہرگز نہیں! اللہ کی قسم! ہم اس معاملہ میں تم کو تمہارے مؤقف پر قائم رہنے دیں گے۔ (سنن ابوداؤد:۳۲۲' صحیح مسلم:۳۶۸' الرقم المسلسل:۷۹۸' سنن نسائی:۳۱۵)

قیاس اور اجتہاد پر دلیل

اس حدیث میں قیاس کی دلیل ہے کیونکہ حضرت عمار نے کہا: میں زمین میں لوٹ پوٹ ہو گیا' انہوں نے اجتہاد کیا کہ حدث اصغر میں تو صرف چہرے اور ہاتھوں پر مٹی سے مسح کیا جاتا ہے اور یہ تیمم وضوء کا قائم مقام ہوتا ہے اور حدث اکبر یعنی جنابت میں تو پورے جسم پر مٹی سے مسح ہونا چاہیے تاکہ وہ غسل کا قائم مقام ہو' کیونکہ غسل میں پورے جسم پر پانی بہایا جاتا ہے تو تیمم میں پورے جسم پر مسح ہونا چاہیے' پھر جب انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ واقعہ سنایا تو آپ نے انہیں بتایا کہ حدث اصغر اور حدث اکبر دونوں میں تیمم کی ایک صفت ہے یعنی مٹی یا پتھر پر ہاتھ مار کر چہرے اور ہاتھوں پر مسح کرنا' اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صحابہ حضور کے زمانہ میں اجتہاد کرتے تھے اور کبھی صحابہ کو اجتہاد میں خطاء واقع ہو جاتی تھی' نیز خطاء منکشف ہونے کے بعد اجتہاد کرنے والے پر اس تیمم سے پڑھی ہوئی نماز کا اعادہ نہیں ہے۔

تیمم کی کیفیت میں مذاہب ائمہ

امام احمد کے نزدیک تیمم میں صرف ایک بار پاک مٹی پر ہاتھ مار کر چہرے اور ہاتھوں پر مسح کرنا ہے' علامہ ابن عبدالبر نے کہا: یہ حضرت عمار سے سب سے زیادہ ثابت روایت ہے' اور حضرت عمار کی باقی روایات میں بہت اختلاف ہے' اللہ تعالیٰ نے دونوں ہاتھوں کو کہنیوں تک دھونا وضوء میں فرض کیا ہے' پھر تیمم میں فرمایا:

فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ. اپنے چہروں اور ہاتھوں پر مسح کرو۔

(النساء: ۴۳' المائدہ: ۶)

اور ظاہر ہے یہاں پر ہاتھوں پر وہیں تک مسح کرنے کا حکم دیا ہے' جہاں تک وضوء میں ہاتھوں کو دھونے کا حکم دیا تھا' اور وضوء میں ہاتھوں کو کہنیوں تک دھونے کا حکم دیا تھا تو تیمم میں بھی کہنیوں تک ہاتھوں پر مسح کرنا مراد ہے۔

علماء کا کیفیت تیمم میں اختلاف ہے' امام ابوحنیفہ' امام مالک' امام شافعی اور ان کے اصحاب کا مذہب یہ ہے کہ ایک بار پاک مٹی پر ہاتھ مار کر چہرے پر مسح کیا جائے اور دوسری بار پاک مٹی پر ہاتھ مار کر دونوں ہاتھوں پر کہنیوں تک مسح کیا جائے' البتہ امام مالک کے نزدیک پہنچوں تک مسح کرنا فرض ہے اور کہنیوں تک مسح کرنے میں اختیار ہے۔

حسن بن حی اور ابن ابی لیلیٰ نے کہا: تیمم میں دو بار ہاتھ مارنا ہے اور ہر بار چہرے اور ہاتھوں پر کہنیوں تک مسح کیا جائے اور الزہری نے کہا: ہاتھوں پر بغلوں تک مسح کیا جائے۔

ابن سیرین نے کہا: تیمم میں تین ضربات ہیں' ایک ضرب سے چہرے پر مسح کیا جائے' دوسری ضرب سے ہتھیلیوں پر مسح کیا جائے اور تیسری ضرب سے کلائیوں پر مسح کیا جائے۔

تیمم کی کیفیت میں حضرت عمار سے مختلف اور مضطرب روایات ہیں اور ہر روایت کے موافق کسی نہ کسی مجتہد نے اپنا مذہب بنالیا ہے' اس لیے صحیح یہ ہے کہ اس میں ظاہر کتاب کی طرف رجوع کیا جائے اور ظاہر کتاب سے یہ پتا چلتا ہے کہ تیمم میں دو ضربیں ہیں' ایک ضرب سے چہرے پر مسح کیا جائے اور دوسری ضرب سے ہاتھوں پر کہنیوں تک مسح کیا جائے' جیسا کہ وضوء میں ایک بار چہرے کو دھویا جاتا ہے اور دوسری بار ہاتھوں کو کہنیوں تک دھویا جاتا ہے اور ان احادیث کی اتباع کرتے ہوئے جن میں یہ ذکر ہے کہ تیمم میں دو ضربیں ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۲۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

دو بار پاک مٹی پر ہاتھ مار کر چہرے اور ہاتھوں پر مسح کرنے کے متعلق احادیث اور آثار

حضرت جابر رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تیمم میں ایک ضرب چہرے کے لیے ہے اور ایک ضرب کلائیوں پر کہنیوں تک ہے۔ اس حدیث کے تمام رجال ثقات ہیں۔ (سنن دار قطنی: ۶۷۹ المستدرک ج ۱ ص ۱۸۰ سنن بیہقی ج ۱ ص ۲۰۷)

ابوالزبیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت جابر رضی اللہ کے پاس ایک شخص نے آ کر کہا: میں جنبی ہو گیا اور میں مٹی میں لوٹ پوٹ ہو گیا' حضرت جابر نے فرمایا: تم زمین پر ہاتھ مارو اور چہرے پر مسح کرو' پھر دوسری بار زمین پر ہاتھ مارو اور اپنے ہاتھوں پر کہنیوں تک مسح کرو۔ (سنن دار قطنی: ۶۸۰۔ ج ۱ ص ۴۲۱' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تیمم میں دو ضربیں ہیں' ایک ضرب چہرے کے لیے اور ایک ضرب کہنیوں تک ہاتھوں کے لیے۔ (سنن دار قطنی: ۶۷۳ المستدرک ج ۱ ص ۱۷۹ مجمع الزوائد ج ۱ ص ۲۶۷ سنن بیہقی ج ۱ ص ۲۰۷)

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر کہتے تھے کہ تیمم میں دو ضربیں ہیں' ایک چہرے کے لیے اور ایک ضرب ہتھیلیوں سے کہنیوں تک کے لیے۔ (سنن دار قطنی: ۶۷۴' سنن بیہقی ج ۱ ص ۲۰۷)

سالم روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ نے کہا: ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ دو ضربوں سے تیمم کیا ہے' ایک ضرب چہرے اور ہتھیلیوں کے لیے اور ایک ضرب کلائیوں سے کہنیوں تک کے لیے۔ (سنن دار قطنی: ۶۷۷' سنن بیہقی ج ۱ ص ۲۰۷)

حضرت ابن عمر رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس مدینہ کی گلیوں میں سے کسی گلی میں گزرا' آپ اس وقت بیت الخلاء سے آئے تھے' اس نے آپ کو سلام کیا' آپ نے اس کو جواب نہیں دیا' حتیٰ کہ قریب تھا' وہ شخص غائب ہو جاتا' آپ نے اپنے دونوں ہاتھ دیوار پر مارے اور ان کے ساتھ چہرے پر مسح کیا' پھر دوسری بار دیوار پر ہاتھ مارے اور ان کے ساتھ اپنی کلائیوں پر مسح کیا' پھر اس شخص کے سلام کا جواب دیا' پھر فرمایا: مجھے تمہارے سلام کا جواب دینے سے اور کوئی چیز مانع نہیں تھی مگر یہ کہ میں طہر پر نہیں تھا۔ اس حدیث کو امام ابوداؤد نے اپنی سنن میں روایت کیا ہے' مگر یہ محمد بن ثابت العبدی کی روایت ہے اور وہ اکثر اہل حدیث کے نزدیک قوی نہیں ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۳۳۰' معرفۃ السنن والآثار: ۳۰۹' السنن الکبریٰ ج ۱ ص ۲۰۶' تلخیص الحبیر ج ۱ ص ۲۳۶)

حضرت علی رضی اللہ نے فرمایا: تیمم میں دو ضربیں ہیں' ایک ضرب چہرے کے لیے ہے اور ایک ضرب کلائیوں کے لیے ہے۔ (سنن دار قطنی: ۶۸۳' سنن بیہقی ج ۱ ص ۲۱۲' مصنف عبدالرزاق: ۸۲۴)

حسن بصری نے کہا: تیمم میں ایک ضرب چہرے کے لیے ہے اور ایک ضرب ہاتھوں کے لیے ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۵۸' ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۴۰۶ھ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تیمم میں اپنے دونوں ہاتھوں کو پاک مٹی پر مارا جائے' پھر ان کے ساتھ چہرے پر مسح کیا جائے' پھر دوسری بار ہاتھوں کو مارا جائے اور ان کے ساتھ اپنی کلائیوں پر کہنیوں تک مسح کیا جائے۔

(مسند البزار: ۳۱۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۰۴ھ)

حضرت عائشہ رضی اللہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تیمم میں دو ضربیں ہیں' ایک ضرب چہرے کے لیے ہے اور دوسری ضرب کہنیوں سمیت کلائیوں کے لیے ہے۔ (مسند البزار: ۳۱۱' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۰۴ھ)

طاؤس اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ تیمم میں دو ضربیں ہیں' ایک ضرب چہرے کے لیے ہے اور ایک ضرب کہنیوں سمیت کلائیوں کے لیے ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۶۸۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

ابن ابی ذئب بیان کرتے ہیں کہ الزہری نے کہا: تیمم میں دو ضربیں ہیں' ایک ضرب چہرے کے لیے ہے اور ایک ضرب کلائیوں کے لیے ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۶۸۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت'۱۴۱۶ھ)

ابوالزبیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے اپنے دونوں ہاتھوں کو زمین پر مارا اور ان کے ساتھ اپنے چہرے پر مسح کیا' پھر دوسری بار اپنے ہاتھوں کو زمین پر مارا' پھر ان کے ساتھ کہنیوں سمیت اپنی کلائیوں پر مسح کیا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۶۸۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت'۱۴۱۶ھ)

ابن طاؤس اپنے والد سے روایت کرتے ہیں' انہوں نے کہا: تیمم میں دو ضربیں ہیں' ایک ضرب چہرے کے لیے ہے اور ایک ضرب کہنیوں سمیت کلائیوں کے لیے ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۶۹۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت'۱۴۱۶ھ)

چہرے پر مٹی کا لیپ نہ کیا جائے

باب مذکور کی حدیث میں مذکور ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھوں کو زمین پر مارا' پھر ان پر پھونک ماری' پھر ان کے ساتھ اپنے چہرے پر اور ہاتھوں پر مسح کیا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ پھونک مار کر مٹی اڑانا سنت یا مستحب ہے اور جس پتھر پر مٹی نہ ہو' اس پر ہاتھ مار کر تیمم کرنا بھی صحیح ہے۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۷۲۳۔ ج۱ ص ۱۰۴۹ پر ہے' وہاں اس حدیث کی شرح نہیں کی گئی۔

۵- بَابُ التَّيَمُّمِ لِلْوَجْهِ وَالْكَفَّيْنِ چہرے اور ہتھیلیوں پر تیمم کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ تیمم میں ایک ضرب ہے اور اس ضرب سے چہرے اور ہتھیلیوں پر مسح کیا جائے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی نے اس باب کی شرح میں کہا ہے کہ یہ واجب ہے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۱۴' دارالمعرفہ بیروت'۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی نے اس پر رد کیا ہے کہ باب کے عنوان میں ایسا کوئی لفظ نہیں ہے' جو اس کے وجوب پر دلالت کرے۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت'۱۴۲۱ھ)

نیز حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس عنوان کو جزم کے صیغہ کے ساتھ لکھا ہے' حالانکہ اس میں اختلاف مشہور ہے کیونکہ ایک ضرب کے ساتھ تیمم کرنے کی دلیل قوی ہے' کیونکہ اس حدیث کے علاوہ جو اور احادیث تیمم کی صفت میں وارد ہیں' ان میں حضرت ابوجہیم اور حضرت عمار کی حدیثوں کے علاوہ کوئی حدیث صحیح نہیں ہے' اور ان کے علاوہ ضعیف روایات ہیں' یا ان کے مرفوع یا موقوف ہونے میں اختلاف ہے اور راجح یہ ہے کہ وہ غیر مرفوع ہیں اور رہی حضرت ابوجہیم کی حدیث تو اس میں دو ہاتھوں کا ذکر مجملاً ہے اور رہی حضرت عمار کی حدیث تو صحیحین کے مطابق اس میں ہتھیلیوں کا ذکر ہے اور کہنیوں کا ذکر سنن میں ہے اور ایک روایت میں نصف ذراع کا ذکر ہے اور ایک روایت میں بغلوں تک کا ذکر ہے اور جو کہنیوں تک کی روایت ہے' اسی طرح جو نصف ذراع (ہاتھ) کی روایت ہے' اس میں بحث ہے' اور جو بغلوں تک کی روایت ہے' اس کے متعلق امام شافعی وغیرہ نے کہا ہے: اگر یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے واقع ہوا ہے تو اس کے بعد جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا تیمم ہے' وہ اس کے لیے ناسخ ہے اور اگر یہ آپ کے امر کے بغیر ہوا ہے تو حجت وہ طریقہ ہے' جس کا آپ نے حکم دیا ہے اور صحیحین کی جس حدیث میں چہرے اور ہتھیلیوں پر اقتصار ہے (جو اس باب کی حدیث ہے) اس کی تقویت اس سے ہوتی ہے کہ حضرت عمار' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اسی پر فتویٰ دیتے تھے اور حدیث کا راوی اس حدیث کی مراد کو دوسروں سے زیادہ جاننے والا ہے

خصوصاً وہ راوی جو صحابی اور مجتہد ہو اور عنقریب اس پر کلام اس باب میں آئے گا' جس میں ایک ضرب پر اقتصار کو بیان کیا گیا ہے۔
(لیکن حافظ ابن حجر بھول گئے اور اس باب میں انہوں نے اس پر کلام نہیں کیا' دیکھئے: فتح الباری ج ۲ ص ۲۶۔۲۵' دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ) (فتح الباری ج ۲ ص ۱۵' دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حافظ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس قائل کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ حضرت ابوجہیم اور حضرت عمار کی حدیثوں کے علاوہ اور کوئی حدیث صحیح نہیں ہے کیونکہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تیمم میں ایک ضرب چہرے کے لیے ہے اور ایک ضرب کہنیوں سمیت کلائیوں کے لیے ہے' امام دار قطنی نے کہا: اس حدیث کے تمام راوی ثقات ہیں۔ (سنن دار قطنی: ۶۷۹) اور حاکم نے کہا: اس حدیث کی اسناد صحیح ہے اور ذہبی نے بھی کہا: اس حدیث کی اسناد صحیح ہے۔ (المستدرک ج ۱ ص ۱۸۰) اور جس نے اس حدیث کی صحت کا انکار کیا ہے' اس کے قول کی طرف التفات نہیں کیا جائے گا' اگر تم یہ اعتراض کرو کہ ایک جماعت نے اس حدیث کو موقوفاً روایت کیا ہے تو میں کہوں گا کہ اس کا مرفوع ہونا زیادہ قوی اور زیادہ ثابت ہے کیونکہ وہ دو وجہوں سے مسند ہے' اور اس قائل کا یہ کہنا بھی غلط ہے کہ حضرت ابوجہیم کی حدیث میں دو ہاتھوں کا ذکر مجمل ہے کیونکہ اس پر اجمال کی تعریف صادق نہیں آتی' بلکہ وہ مطلق ہے اور ہتھیلیوں اور کہنیوں اور اس سے آگے تک ہاتھ کے حصہ کو شامل ہے' اس حدیث میں ذکر ہے: آپ نے اپنے چہرے اور ہاتھوں پر مسح کیا۔ (صحیح البخاری: ۳۳۷) اگرچہ "صحیح بخاری" کی روایت میں ہاتھوں کا ذکر مطلق اور عام ہے لیکن امام دار قطنی نے ہاتھوں کی تخصیص کلائیوں کے ساتھ کر دی ہے' انہوں نے حضرت ابوجہیم کی روایت میں ذکر کیا:

پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے چہرے اور کلائیوں پر مسح کیا۔ (سنن دار قطنی: ۶۶۰' دارالمعرفہ ۱۴۲۲ھ) لہٰذا یہ روایت امام بخاری کی روایت کی تفسیر ہے' پس امام دار قطنی کی روایت زیادہ واضح اور زیادہ کاشف ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر کی ساری بحث کی بنیاد یہ تھی کہ دو ضربوں کے ساتھ تیمم صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہے اور جب علامہ عینی نے یہ ثابت کر دیا کہ دو ضربوں کے ساتھ تیمم صحیح حدیث سے ثابت ہے تو حافظ ابن حجر کی پوری عبارت ساقط ہو گئی۔

۳۳۹- حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ اَخْبَرَنِی الْحَكَمُ' عَنْ ذَرٍّ' عَنْ سَعِيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبْزٰى' عَنْ اَبِيْهِ قَالَ عَمَّارٌ بِهٰذَا' وَضَرَبَ شُعْبَةُ بِيَدَيْهِ الْاَرْضَ' ثُمَّ اَدْنَاهُمَا مِنْ فِيْهِ' ثُمَّ مَسَحَ وَجْهَهُ وَكَفَّيْهِ. وَقَالَ النَّضْرُ اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ' عَنِ الْحَكَمِ قَالَ سَمِعْتُ ذَرًّا يَقُوْلُ عَنِ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبْزٰى. قَالَ الْحَكَمُ وَقَدْ سَمِعْتُهُ مِنِ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ' عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قَالَ عَمَّارٌ اَلصَّعِيْدُ الطَّيِّبُ وَضُوْءُ الْمُسْلِمِ يَكْفِيْهِ مِنَ الْمَاءِ.

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۵۷۶۴' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حجاج نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے الحکم نے خبر دی از ذر از سعید بن عبد الرحمان بن ابزیٰ از والد خود کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے اس طرح کیا اور شعبہ نے اپنے دونوں ہاتھ زمین پر مارے' پھر ان کو اپنے منہ کے قریب کیا' پھر اپنے چہرے پر مسح کیا اور اپنی ہتھیلیوں پر مسح کیا' اور نضر نے کہا: ہمیں شعبہ نے از الحکم خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے ذر کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے' از عبد الرحمان بن ابزیٰ' حکم نے کہا: میں نے ابن عبد الرحمٰن از والد خود سنا ہے کہ حضرت عمار نے کہا: پاک مٹی مسلمان کا وضوء ہے' وہ اس کو پانی سے کافی ہے۔

اس حدیث کی مکمل شرح گزشتہ حدیث: ۳۳۸ کے تحت گزر چکی ہے' وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

۳۴۰- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ'

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب

عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ ذَرٍّ، عَنِ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبْزٰى، عَنْ اَبِيهِ اَنَّهُ شَهِدَ عُمَرَ، وَقَالَ لَهُ عَمَّارٌ كُنَّا فِي سَرِيَّةٍ فَاَجْنَبْنَا، وَقَالَ تَفَلَ فِيهِمَا.

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۵۶۶۴)

نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' از الحکم از ابن عبد الرحمان بن ابزیٰ از والد خود کہ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس موجود تھے اور حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ ہم دونوں ایک لشکر میں تھے' پس ہم دونوں جنبی ہو گئے اور انہوں نے پھونک ماری جس میں تھوک کی چھینٹیں تھیں۔

اس حدیث کی شرح کے لیے بھی صحیح البخاری: ۳۳۸ کا مطالعہ فرمائیں۔

۳۴۱- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ ذَرٍّ، عَنِ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبْزٰى، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ قَالَ عَمَّارٌ لِعُمَرَ تَمَعَّكْتُ، فَاَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَكْفِيكَ الْوَجْهُ وَالْكَفَّانِ. (جامع المسانید لابن الجوزی: ۵۶۶۴)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے خبر دی از الحکم از ذر از ابن عبد الرحمٰن بن ابزیٰ از عبد الرحمان' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: میں (زمین پر) لوٹ پوٹ ہو گیا تھا' پھر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو آپ نے فرمایا: تمہیں (تیمم میں) چہرے اور ہتھیلیوں پر مسح کرنا کافی تھا۔

اس حدیث کی مفصل شرح بھی صحیح البخاری: ۳۳۸ میں گزر چکی ہے اور مزید شرح ہم یہاں بیان کر رہے ہیں۔

تیمم کی کیفیت میں مذاہب ائمہ

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تیمم میں صرف چہرے اور ہتھیلیوں پر مسح کرنا ہوتا ہے اور کسی چیز پر مسح نہیں کیا جاتا اور امام احمد اور اسحاق کا یہی مذہب ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

تیمم کی کیفیت میں فقہاء کا اختلاف ہے' ہمارا اور اکثرین کا مذہب یہ ہے کہ تیمم میں دو ضربیں ضروری ہیں' ایک ضرب چہرے کے لیے اور ایک ضرب کہنیوں سمیت ہاتھوں کے لیے' حضرت علی بن ابی طالب' حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہم' حسن بصری' شعبی' سالم بن عبد اللہ بن عمر' سفیان ثوری' امام مالک' امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب اور دیگر فقہاء رحمہم اللہ کا یہی مذہب ہے۔

اور ایک جماعت کا یہ مذہب ہے کہ تیمم میں صرف ایک ضرب واجب ہے' جس سے چہرے اور ہتھیلیوں پر مسح کیا جائے' یہ مذہب ان فقہاء کا ہے: عطاء' مکحول' الاوزاعی' امام احمد' اسحاق' ابن المنذر اور عام محدثین۔ زہری سے منقول ہے کہ ہاتھوں سے بغلوں تک مسح کرنا واجب ہے' اسی طرح ہمارے اصحاب نے کتب مذہب میں بیان کیا ہے اور امام ابوسلیمان الخطابی نے کہا ہے کہ ہمارے علماء میں سے کسی ایک کا بھی اس میں اختلاف نہیں ہے کہ کہنیوں سے آگے ہاتھ پر تیمم میں مسح کرنا لازم نہیں ہے' نیز ہمارے اصحاب نے ابن سیرین سے نقل کیا ہے کہ تیمم میں تین ضربات سے کم جائز نہیں ہیں' ایک ضرب چہرے کے لیے' دوسری ضرب ہتھیلیوں کے لیے اور تیسری ضرب کلائیوں کے لیے۔

حدث اصغر اور حدث اکبر دونوں کے لیے تیمم کا جواز

تمام علماء کا اس پر اجماع ہے کہ حدث اصغر (بے وضوء ہونا) کے لیے تیمم جائز ہے' اسی طرح تمام زمانوں کے فقہاء اور ان سے

پہلے علماء کا اس پر اجماع ہے کہ جنبی' حائض اور نفاس والی کے لیے تیمم کرنا جائز ہے اور متقدمین اور متاخرین میں سے کسی کا اس میں اختلاف نہیں ہے' سوا حضرت عمر بن الخطاب اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کے۔ اسی کی مثل امام ابراہیم نخعی تابعی سے منقول ہے' ایک قول یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنے قول سے رجوع کر لیا تھا اور جنبی کے لیے تیمم کے جواز میں احادیث صحیحہ مشہورہ وارد ہیں۔

جنبی تیمم کر کے نماز پڑھے تو نماز کے اعادہ کی تفصیل

جب جنبی تیمم کر کے نماز پڑھے' پھر اس کو پانی مل جائے تو علماء کا اجماع ہے کہ اس پر غسل کرنا واجب ہے' سوا اس کے کہ ابوسلمہ بن عبدالرحمان امام تابعی نے کہا ہے کہ اس پر غسل لازم نہیں ہے اور اس مذہب کے متروک ہونے پر متقدمین اور متاخرین کا اجماع ہے اور احادیث مشہورہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنبی کو حکم دیا ہے کہ جب اسے پانی مل جائے تو وہ غسل کرے' واللہ اعلم۔ مسافر اور شہری کو جب پانی نہ ملے تو اس کا اپنی بیوی سے جماع کرنا جائز ہے' وہ اپنی شرم گاہوں کو دھولیں اور نماز پڑھیں اور ان کے لیے تیمم کرنا کافی ہے اور جب انہوں نے اپنی شرم گاہوں کو دھولیا ہے تو ان پر نماز کا اعادہ نہیں ہے اور اگر انہوں نے اپنی شرم گاہوں کو نہیں دھویا ہے تو ان پر نماز کا اعادہ کرنا واجب ہے' بشرطیکہ ہم یہ کہیں کہ رطوبت فرج نجس ہے اور اگر ہم یہ کہیں کہ رطوبت فرج نجس نہیں ہے تو پھر ان پر نماز کا اعادہ نہیں ہے۔ (میں کہتا ہوں کہ جماع کے بعد جو فرج سے رطوبت نکلتی ہے' وہ قطعی طور پر نجس ہے' اس لیے ان پر مطلق نماز کا اعادہ واجب ہے۔ سعیدی غفرلہٗ)

محدث کے اعضاء یا کپڑوں پر نجاست ہو تو تیمم کر کے نماز پڑھنے کی تفصیل

جب محدث کے بعض اعضاء پر نجاست ہو اور وہ وضوء کے بدلے تیمم کا ارادہ کرے تو ہمارے اور جمہور فقہاء کے نزدیک اس کا تیمم کرنا جائز نہیں ہے اور امام احمد بن حنبل نے یہ کہا ہے کہ جب اس کے بدن پر نجاست ہو اور اس کے کپڑوں پر نجاست نہ ہو تو اس کا تیمم کرنا جائز ہے اور اگر اس کے کپڑوں پر نجاست ہو تو پھر اس کا تیمم کرنا جائز نہیں ہے اور نماز کا اعادہ کرنے میں امام احمد کے اصحاب کا اختلاف ہے۔ ابن المنذر نے یہ کہا ہے کہ وہ شخص نجاست کی جگہ پر مٹی سے مسح کر لے اور نماز پڑھ لے' یہ ثوری' اوزاعی اور ابوثور کا مذہب ہے۔

اس کی تفصیل کہ کسی عذر کی وجہ سے تیمم کر کے نماز پڑھنے کے بعد اس کا اعادہ نہیں ہے

جس شخص نے مرض یا زخم کی وجہ سے تیمم کر کے نماز پڑھی ہے تو ہمارا مذہب یہ ہے کہ اس پر نماز کا اعادہ نہیں ہے اور جس شخص نے پانی سے عاجز ہونے کی وجہ سے تیمم کر کے نماز پڑھی ہے تو اگر وہ ایسی جگہ پر ہے' جہاں غالباً پانی نہیں ملتا' مثلاً سفر میں تو اس پر اعادہ واجب نہیں ہے اور اگر وہ ایسی جگہ پر ہے' جہاں نادراً پانی نہیں ملتا' مثلاً شہر میں تو مذہب صحیح کے مطابق اس پر نماز کا اعادہ واجب ہے۔

زمین کی جنس سے تیمم کرنے کے جواز میں مذاہب ائمہ

جس چیز کی جنس سے تیمم کیا جائے' اس میں بھی فقہاء کا اختلاف ہے' امام شافعی' امام احمد' ابن المنذر' داؤد ظاہری کے نزدیک صرف اس مٹی سے تیمم کرنا جائز ہے' جس کا غبار ہو اور اس سے جسم آلودہ ہو جائے اور امام ابوحنیفہ اور امام مالک کے نزدیک زمین کی تمام چیزوں سے تیمم کرنا جائز ہے' حتیٰ کہ دھلے ہوئے پتھر سے بھی تیمم کرنا جائز ہے (میں کہتا ہوں کہ امام ابوحنیفہ کی دلیل صحیح البخاری: ۳۳۸ ہے' اس میں یہ ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں ہاتھ زمین پر مارے پھر ان میں پھونک ماری' تاکہ خاک یا غبار اڑ جائے' اس سے معلوم ہوا کہ صاف پتھر سے بھی تیمم کرنا جائز ہے۔ سعیدی غفرلہٗ) اور بعض اصحاب مالک کا یہ مذہب ہے کہ جو چیز زمین سے متصل

ہو مثلاً لکڑی وغیرہ اس سے بھی تیمم کرنا جائز ہے' اور برف سے تیمم کرنے میں امام مالک سے دو روایتیں ہیں' اوزاعی اور سفیان ثوری نے یہ کہا ہے کہ برف سے اور ہر وہ چیز جو زمین پر ہو' اس سے تیمم کرنا جائز ہے۔

تیمم کر کے فرض نماز' نوافل اور نماز جنازہ پڑھنے میں مذاہب ائمہ

رہا تیمم کا حکم تو ہمارا اور اکثرین کا مذہب یہ ہے کہ تیمم حدث کو زائل نہیں کرتا' بلکہ نماز کو مباح کرتا ہے' پس اس سے فرض نماز اور جس قدر نوافل پڑھنا چاہے' وہ مباح ہیں اور ایک تیمم کے ساتھ دو فرضوں کو جمع نہ کرے اور اگر اس نے تیمم سے فرض کی نیت کی ہے تو اس سے فرض اور نفل دونوں پڑھنا جائز ہیں اور اگر اس نے تیمم سے نفل کی نیت کی ہے تو اس سے فرض نماز پڑھنا جائز نہیں ہے اور اس کے لیے ایک تیمم کر کے کئی جنازوں پر نماز پڑھنا جائز ہے اور اس کے لیے ایک تیمم سے فرض نماز اور نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے اور وقت سے پہلے وہ تیمم نہ کرے اور جس شخص نے پانی نہ ملنے کی وجہ سے تیمم کیا' پھر اس نے حالت نماز میں پانی دیکھ لیا تو اس کی نماز باطل نہیں ہوگی' بلکہ اس کے لیے نماز کو مکمل کرنا جائز ہے۔ (صحیح مسلم بشرح النووی ج ۲ ص ۱۴۶۹-۱۴۷۱ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

فقہاء احناف کے نزدیک ایک تیمم سے دو فرض نمازوں کے پڑھنے کا جواز اور اس پر دلائل

علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۹۷۰ھ لکھتے ہیں:

وقت سے پہلے تیمم کرنا جائز ہے اور دو فرضوں کے لیے بھی تیمم کرنا جائز ہے' کیونکہ جب پانی نہ ہو تو ہمارے نزدیک تیمم وضوء کا بدل مطلق ہے اور جب تک پانی نہ ملے' اس سے حدث مرتفع ہو جاتا ہے اور ایسا نہیں ہے کہ یہ نماز کو مباح کرتا ہو اور حدث قائم رہتا ہو' جیسا کہ امام شافعی نے کہا ہے کہ تیمم وضوء کا بدل ضروری ہے اور اس کے باوجود حدث قائم رہتا ہے' پس وقت سے پہلے تیمم کرنا جائز نہیں ہے اور نہ ایک تیمم سے ایک سے زیادہ فرض پڑھنے جائز ہیں' ہمارے نزدیک تیمم حدث کو اٹھانے والا ہے' ان کے نزدیک تیمم حدث کو نہیں اٹھاتا' صرف نماز کو مباح کر دیتا ہے' ہماری دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پاک مٹی مسلمان کا وضوء ہے خواہ وہ دس سال تک پانی نہ پائے اور جب وہ پانی کو پالے تو اس سے اپنے جسم کو گیلا کرے۔ (سنن ابوداؤد: ۳۳۲' سنن ترمذی: ۱۲۴' سنن نسائی: ۳۲۱' سنن دار قطنی ج ۱ ص ۱۸۷۔ ۱۸۶' المستدرک ج ۱ ص ۱۸۶' سنن بیہقی ج ۱ ص ۲۳۰۔ ۲۱۷۔ ۲۱۲' مسند احمد ج ۵ ص ۱۸۰۔ ۱۵۵)

نیز حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے ابوذر! پاک مٹی پاک کرنے والی ہے خواہ تم دس سال تک پانی نہ پاؤ' پس جب تم پانی کو پالو تو اس سے اپنی جلد کو مس کرو۔ (سنن ابوداؤد: ۳۳۳)

امام ترمذی کی روایت کے یہ الفاظ ہیں: پاک مٹی مسلمان کا طہور ہے' خواہ وہ دس سال تک پانی نہ پائے اور جب وہ پانی کو پالے تو اپنی کھال کو پانی سے مس کرے' بے شک یہ خیر ہے۔ (سنن ترمذی: ۱۲۴)

امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے اور جمہور فقہاء نے یہ کہا ہے کہ جب جنبی اور حائض کو پانی نہ ملے تو وہ تیمم کر کے نماز پڑھیں' حضرت ابن مسعود جنبی کے لیے تیمم کو جائز نہیں کہتے تھے خواہ اس کو پانی نہ ملے اور انہوں نے اپنے اس قول سے رجوع کر لیا اور کہا: جب جنبی کو پانی نہ ملے تو وہ تیمم کر لے۔ (سنن ترمذی ص ۷۰' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۳ھ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہمارے لیے تمام روئے زمین کو مسجد اور طہور بنا دیا گیا ہے۔ (صحیح مسلم: ۵۲۲' مسند احمد ج ۵ ص ۳۸۳' سنن بیہقی ج ۱ ص ۲۱۳)

طہور کا معنی مطہر ہے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت یہ ہے کہ تمام زمین کو آپ کے لیے مطہر بنا دیا گیا' ان احادیث سے

واضح ہو گیا کہ جب تک پانی نہ ملے' تیمم طہارت مطلقہ ہے اور طہارت ضروریہ نہیں ہے' اس سے دو فرض بھی پڑھے جا سکتے ہیں اور وقت سے پہلے تیمم بھی کیا جا سکتا ہے۔ (البحر الرائق ج ۱ ص ۱۵۶' مکتبہ ماجدیہ' کوئٹہ)

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ کا فقہاء شافعیہ کے برعکس تیمم میں کلائیوں کے بجائے ہتھیلیوں پر مسح کو صحیح قرار دینا

اس حدیث میں مذکور ہے کہ تمہارے لیے چہرے اور ہتھیلیوں پر مسح کرنا کافی ہے۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ' اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ نووی نے اس حدیث کی توجیہ میں لکھا ہے: اس حدیث سے ضرب کی صورت کی تعلیم دینا مراد ہے' یعنی کس طرح زمین پر ہاتھ مارا جائے اور پورا تیمم کس کیفیت سے کیا جائے' یہ مراد نہیں ہے' لیکن اس پر یہ رد کیا گیا ہے کہ اس حدیث سے یہی مراد ہے کہ پورا تیمم کس طرح کیا جائے کیونکہ آپ نے فرمایا: تمہارے لیے صرف اتنا کافی ہے کہ تم چہرے اور ہتھیلیوں پر مسح کرو' اور یہ جو کہا گیا ہے کہ جس طرح وضوء میں پوری کلائیوں کو دھونا فرض ہے' اسی طرح تیمم میں پوری کلائیوں پر مسح کرنا فرض ہے تو یہ نص کے مقابلہ میں قیاس کرنا ہے اور یہ فاسد الاعتبار ہے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۱۶' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

امام ترمذی کا کلائیوں کے بجائے ہتھیلیوں پر مسح کی روایت کو بعض اہل علم کے حوالے سے ضعیف قرار دینا

حافظ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ' حافظ ابن حجر کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ہم کہتے ہیں کہ اس حدیث سے مراد تیمم میں ضرب کی صورت کی تعلیم دینا ہے' نہ کہ اس حدیث میں پورے تیمم کی تعلیم دینا مراد ہے کیونکہ امام طحاوی اور دوسرے ائمہ نے یہ کہا ہے کہ حضرت عمار کی حدیث تیمم میں حجت کی صلاحیت نہیں رکھتی کیونکہ اس حدیث میں یہ تصریح نہیں ہے کہ تیمم صرف ہتھیلیوں پر مسح ہے یا صرف پہنچوں تک ہے یا صرف کہنیوں تک ہے یا صرف کندھوں تک ہے یا صرف بغلوں تک ہے جیسا کہ اہل علم کی ایک جماعت ان میں سے ہر ایک احتمال کی طرف گئی ہے' اسی وجہ سے امام ترمذی نے کہا ہے کہ حضرت عمار کی جس حدیث میں ہے: تیمم چہرے اور ہتھیلیوں پر ہے' اس کو ضعیف قرار دیا ہے کیونکہ حضرت عمار سے تیمم میں کندھوں اور بغلوں تک مسح کرنے کی بھی روایت ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۴۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں: صحیح بخاری کی حدیث مذکور سنن ترمذی: ۱۴۴ پر ہے' امام ترمذی نے اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد اس پر حسب ذیل تبصرہ کیا ہے:

بعض اہل علم نے کہا ہے جن میں حضرت ابن عمر' حضرت جابر' ابراہیم نخعی اور حسن بصری ہیں کہ تیمم میں ایک ضرب چہرے کے لیے ہے اور ایک ضرب کہنیوں سمیت ہاتھوں کے لیے ہے' سفیان ثوری' امام مالک' ابن المبارک' امام شافعی کا یہی مذہب ہے۔ (اور امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف اور امام محمد کا بھی یہی مذہب ہے۔ سعیدی غفرلہٗ)

اور حضرت عمار سے یہ حدیث: تیمم چہرے اور ہتھیلیوں کے لیے ہے' دیگر اسانید سے بھی مروی ہے اور حضرت عمار سے تیمم میں کندھوں اور بغلوں تک مسح کرنے کی بھی حدیث مروی ہے' پس بعض اہل علم نے حضرت عمار کی اس حدیث کو تیمم چہرے اور ہتھیلیوں پر ہے' کو ضعیف قرار دیا ہے کیونکہ حضرت عمار سے کندھوں اور بغلوں تک مسح کرنا بھی مروی ہے۔

(سنن ترمذی ص ۸۱' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۳ھ)

میں کہتا ہوں کہ ایک ضرب سے چہرے اور ہتھیلیوں پر مسح کی حدیث اس لیے بھی ضعیف اور مرجوح ہے کہ یہ اس صحیح حدیث کے

خلاف ہے جس میں مذکور ہے: تیمم میں دو ضربیں ہیں' ایک ضرب سے چہرے پر مسح ہے اور دوسری ضرب سے کہنیوں سمیت کلائیوں پر مسح ہے اور امام ابوحنیفہ' امام مالک اور امام شافعی نے اسی حدیث سے استدلال کیا ہے اور مجتہدین جس حدیث سے استدلال کریں' وہ اس حدیث کی صحت پر دلیل ہوتی ہے' حیرت ہے کہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے شافعی المذہب ہونے کے باوجود اپنے مذہب کے خلاف اس حدیث کو صحیح اور راجح قرار دیا ہے' جس میں ایک ضرب سے چہرے اور ہتھیلیوں پر مسح کا ذکر ہے حالانکہ وہ حدیث مضطرب اور ضعیف ہے' اب ہم اس حدیث کے خلاف فقہاء شافعیہ کے دلائل ذکر کر رہے ہیں:

امام شافعی اور فقہاء شافعیہ کا ایک ضرب سے چہرے اور ہتھیلیوں پر مسح کی روایت کو رد کرنا اور اس کو اجماع مسلمین کے خلاف قرار دینا

علامہ ابوالحسن علی بن محمد الماوردی الشافعی التوفی ۴۵۰ھ لکھتے ہیں:

مزنی بیان کرتے ہیں کہ امام شافعی نے کہا ہے کہ تیمم میں زمین پر ایک ہاتھ مارا جائے اور اس سے چہرے پر مسح کیا جائے' پھر دوسری بار زمین پر ہاتھ مارا جائے اور اس سے کہنیوں سمیت کلائیوں پر مسح کیا جائے۔ (مختصر المزنی ص ٦)

الماوردی نے کہا: یہی صحیح ہے کہ تیمم میں چہرے اور کلائیوں پر مسح ہے اور امام شافعی کا مذہب ہے کہ تیمم میں دو ضربوں سے کم کافی نہیں ہیں' ایک ضرب چہرے کے لیے اور ایک ضرب کلائیوں کے لیے' کیونکہ حدیث میں ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تیمم میں دو ضربیں ہیں' ایک ضرب چہرے کے لیے ہے اور ایک ضرب کہنیوں سمیت کلائیوں کے لیے ہے۔ (سنن دارقطنی: ٦٧٣' المستدرک ج ۱ ص ۱۷۹)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تیمم میں ایک ضرب چہرے کے لیے ہے اور ایک ضرب کہنیوں سمیت کلائیوں کے لیے ہے۔ (سنن دارقطنی: ٦٧٩' المستدرک ج ۱ ص ۱۸۰)

الماوردی کہتے ہیں کہ جب ثابت ہو گیا کہ تیمم میں دو ضربیں ہیں تو دو ضربوں سے کم تیمم میں کفایت نہیں کریں گے۔

(الحاوی الکبیر ج ۱ ص ۲۹۹۔ ۲۹۸' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۴ھ)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی الشافعی متوفی ٦٧٦ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے آیت وضوء میں چار اعضاء کی طہارت کو واجب کیا ہے' پھر آیت وضوء کے آخر میں تیمم میں دو اعضاء کی طہارت کو ساقط کر دیا' پس تیمم میں وہ دو اعضاء باقی رہے' جن کا وضوء میں ذکر کیا ہے اور مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ تیمم میں چہرے اور ہاتھوں پر پورا پورا مسح کیا جاتا ہے اور امام بیہقی نے بیان کیا ہے کہ امام شافعی نے کہا ہے کہ حضرت عمار کی چہرے اور ہتھیلیوں پر ایک ضرب سے مسح کی جو روایت ہے' ہم نے اس پر عمل کرنے سے منع کیا ہے کیونکہ یہ حدیث ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دو ضربوں سے چہرے اور کلائیوں پر مسح کیا ہے اور یہ حدیث قرآن مجید کے زیادہ مشابہ ہے اور اس کے بہت شواہد ہیں۔

(معرفۃ السنن والآثار ج ۱ ص ۲۹۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۲ھ)

اس کے بعد علامہ نووی نے تفصیل کے ساتھ ان شواہد کا ذکر کیا ہے۔ (شرح المہذب ج ۳ ص ۲۰۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۳ھ)

علامہ نووی شافعی کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ حافظ ابن حجر کا چہرے اور ہتھیلیوں پر مسح کی روایت کو اختیار کرنا نہ صرف جمہور کے خلاف ہے' بلکہ یہ قول مسلمانوں کے اجماع کے خلاف ہے اور اپنے امام سے انحراف ہے۔

۳۴۲- حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم نے حدیث بیان

الْحَكَمِ، عَنْ ذَرٍّ، عَنِ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ شَهِدْتُ عُمَرَ، فَقَالَ لَهُ عَمَّارٌ، وَسَاقَ الْحَدِيثَ. (جامع المسانید لابن الجوزی: ۵۶۶۴)

کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از الحکم از ذر از ابن عبد الرحمان از عبد الرحمن، انہوں نے کہا: میں حضرت عمر کے پاس تھا کہ عمار نے ان سے کہا، اور پھر حدیث بیان کی۔

اس حدیث پر مفصل بحث گزشتہ حدیث: ۳۴۱ میں گزر چکی ہے۔

۳۴۳- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ ذَرٍّ، عَنِ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبْزَى، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ قَالَ عَمَّارٌ فَضَرَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ الْأَرْضَ، فَمَسَحَ وَجْهَهُ وَكَفَّيْهِ. (جامع المسانید لابن الجوزی: ۵۶۶۴)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از الحکم از ذر از ابن عبد الرحمان بن ابزی از والد خود، انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عمار رضی اللہ نے کہا: پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا ہاتھ زمین پر مارا، پھر اپنے چہرے اور ہتھیلیوں پر مسح کیا۔

اس حدیث پر بھی مبسوط بحث صحیح البخاری: ۳۴۱ میں گزر چکی ہے، تاہم حضرت عمار کی تیمم کے متعلق ہم دیگر روایات بھی بیان کر رہے ہیں، تاکہ واضح ہو جائے کہ تیمم کے متعلق حضرت عمار کی روایات مضطرب ہیں۔

تیمم کے متعلق حضرت عمار کی مضطرب روایات

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ ان سے سفر میں تیمم کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا: حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کہنیوں تک مسح کرے۔

(معرفۃ السنن والآثار: ۳۲۵ السنن الکبریٰ ج ۱ ص ۲۱۰ سنن ابوداؤد: ۳۲۸ البحر الزخار مسند البزار: ۱۳۹۰ ج ۴ ص ۲۲۸)

عبید اللہ بن عبد اللہ از والد خود از حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ روایت کرتے ہیں، انہوں نے کہا: ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کندھوں تک تیمم کیا ہے۔

(معرفۃ السنن والآثار: ۳۱۷ السنن الکبریٰ ج ۱ ص ۲۰۵۔ ۲۰۴ سنن ابن ماجہ: ۵۶۶ سنن ابوداؤد: ۳۲۰ شرح السنۃ ج ۲ ص ۱۰۴)

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے تیمم کی رخصت نازل کی تو مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کھڑے ہوئے، انہوں نے اپنے ہاتھ زمین پر مارے، پھر اپنے چہروں اور ہاتھوں پر کندھوں تک مسح کیا اور ہاتھوں کے باطن سے بغلوں تک مسح کیا۔ (معرفۃ السنن والآثار: ۳۲۰ السنن الکبریٰ ج ۱ ص ۲۰۹ سنن ابوداؤد: ۳۲۰)

ابوموسیٰ اور ابن الزبیر نے حضرت عمار سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے ان کو چہرے اور کلائیوں تک لوٹا دیا۔

(معرفۃ السنن والآثار: ۳۲۷)

حضرت عمار رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہیں صرف اس طرح کرنا کافی ہے، آپ نے اپنے ہاتھ کو زمین پر مٹی کی طرف مارا، پھر اس پر پھونک ماری اور اپنے چہرے پر اور ہاتھوں کے جوڑ تک مسح کیا اور اس میں کلائیوں کا ذکر نہیں ہے۔ (معرفۃ السنن والآثار: ۳۲۳ سنن ابوداؤد: ۳۲۶ صحیح ابن خزیمہ: ۲۷۰ السنن الکبریٰ ج ۱ ص ۲۰۹)

حضرت عمار بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہیں صرف اس طرح کرنا کافی تھا، پھر آپ نے دونوں ہاتھ زمین پر مارے، پھر ان پر پھونک ماری، پھر ان کے ساتھ اپنے چہرے اور اپنے ہاتھوں پر نصف کلائیوں تک مسح کیا۔

(سنن ابوداؤد: ۳۲۳-۳۲۴-۳۲۲' مصنف عبدالرزاق: ۹۱۵)

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھونک ماری اور اس کے ساتھ اپنے چہرے اور ہتھیلیوں پر کہنیوں تک یا کلائیوں تک مسح کیا۔ (سنن ابوداؤد: ۳۲۵)

حضرت عمار بیان کرتے ہیں کہ میں مسلمانوں کے ساتھ تھا' حتیٰ کہ یہ رخصت نازل ہوگئی کہ جب ہمیں پانی نہ ملے تو ہم مٹی سے تیمم کرلیں' پس ہمیں یہ حکم دیا گیا کہ ہم ایک بار چہرے کے لیے زمین پر ہاتھ ماریں اور دوسری بار کہنیوں سمیت ہاتھوں کے لیے زمین پر ہاتھ ماریں۔ (البحر الزخار مسند البزار: ۱۳۸۴-ج ۴ ص ۲۲۱' مکتبۃ العلوم والحکم المدینۃ المنورۃ' ۱۴۲۴ھ' سنن ابوداؤد: ۳۲۵' مسند ابویعلیٰ: ۱۶۳۰)

حضرت عمار کی یہی وہ حدیث ہے' جو قابل عمل ہے اور دوسری احادیث صحیحہ کے موافق ہے اور امام ابوحنیفہ' امام مالک اور امام شافعی نے اسی حدیث سے استدلال کیا ہے' اور اگر یہ حدیث امام بخاری کے معیار پر پوری نہیں تو کوئی حرج نہیں' امام مالک اور امام ابوحنیفہ کے معیار پر پوری ہے اور انہوں نے اس سے اس وقت استدلال کیا' جب امام بخاری پیدا بھی نہیں ہوئے تھے' ہوسکتا ہے کہ بعد میں اس کی سند میں کوئی ایسا راوی آ گیا ہو' جس کی وجہ سے یہ حدیث امام بخاری کے معیار سے گر گئی ہو' لیکن امام ابوحنیفہ' امام مالک اور امام شافعی' امام بخاری پر مقدم ہیں' سو جس سند سے ان کو یہ حدیث پہنچی' اس میں وہ راوی نہ تھا' لہٰذا امام بخاری کے معیار پر پوری نہ ہونے کی وجہ سے یہ لازم نہیں آتا کہ حدیث فی نفسہ صحیح نہ ہو' حافظ ابن حجر عسقلانی اس نکتہ کو نہ سمجھ سکے اور انہوں نے امام بخاری کی تائید میں اس حدیث کو فاسد الاعتبار قرار دے دیا۔

حضرت عمار سے تیمم کے متعلق جو احادیث مروی ہیں' ان میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہتھیلیوں پر مسح کے لیے فرمایا' اور ہاتھوں کے جوڑ یعنی پہنچوں تک مسح کے لیے فرمایا اور نصف کلائیوں تک مسح کے لیے فرمایا اور کہنیوں تک مسح کے لیے فرمایا اور آپ نے اور مسلمانوں نے کندھوں تک مسح کیا اور بغلوں تک مسح کیا اور دو ضربوں کے ساتھ چہرے اور کہنیوں سمیت ہاتھوں پر مسح کیا' سو حضرت عمار کی حدیث میں اتنا شدید اضطراب ہے اور جو حدیث مضطرب ہو وہ لائق استدلال نہیں ہوتی' پھر حافظ ابن حجر کا اس مضطرب حدیث کی صحت پر اصرار کرنا اور اس کو ترجیح دینا سخت باعث حیرت ہے' جب کہ جمہور فقہاء نے اس مضطرب روایت کو مسترد کردیا ہے۔

٦- بَابُ الصَّعِيْدُ الطَّيِّبُ وَضُوْءُ الْمُسْلِمِ ' يَكْفِيْهِ مِنَ الْمَاءِ

پاک مٹی مسلمان کے لیے آلہ طہارت ہے اور اس کو پانی سے کافی ہے

اس عنوان کی تائید میں یہ حدیث ہے:

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پاک مٹی مسلمان کا طہور ہے' خواہ وہ دس سال تک پانی نہ پائے اور جب وہ پانی کو پالے تو اپنی کھال کو پانی سے مس کرے' بے شک یہ خیر ہے۔

(سنن ترمذی: ۱۲۴' سنن ابوداؤد: ۳۳۲' سنن نسائی: ۳۲۱' مصنف عبدالرزاق: ۹۱۳)

امام بخاری اس تعلیق کو ذکر کرتے ہیں:

وَقَالَ الْحَسَنُ يُجْزِئُهُ التَّيَمُّمُ مَا لَمْ يُحْدِثْ.

اور حسن بصری نے کہا: جب تک کوئی آدمی بے وضوء نہ ہو' اس کو تیمم کافی ہے۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

از حسن بصری' انہوں نے کہا: ایک تیمم کافی ہے جب تک کوئی شخص بے وضوء نہ ہو۔ (مصنف عبدالرزاق: ۸۳۶)

وَاَمَّ ابْنُ عَبَّاسٍ وَهُوَ مُتَيَمِّمٌ.

اور حضرت ابن عباس نے امامت کی اور وہ اس وقت متیمم تھے۔

اس تعلیق کی اصل ''مصنف ابن ابی شیبہ'' اور ''سنن بیہقی'' میں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۶)

وَقَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ لَا بَأْسَ بِالصَّلٰوةِ عَلَى السَّبْخَةِ، وَالتَّيَمُّمِ بِهَا.

اور یحییٰ بن سعید نے کہا: نمکین اور بنجر زمین پر نماز پڑھنے میں اور اس سے تیمم کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

۳۴۴- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَوْفٌ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ رَجَاءٍ، عَنْ عِمْرَانَ قَالَ كُنَّا فِي سَفَرٍ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَاِنَّا اَسْرَيْنَا، حَتّٰى كُنَّا فِيْ اٰخِرِ اللَّيْلِ، وَقَعْنَا وَقْعَةً، وَلَا وَقْعَةَ اَحْلٰى عِنْدَ الْمُسَافِرِ مِنْهَا، فَمَا اَيْقَظَنَا اِلَّا حَرُّ الشَّمْسِ، وَكَانَ اَوَّلَ مَنِ اسْتَيْقَظَ فُلَانٌ ثُمَّ فُلَانٌ ثُمَّ فُلَانٌ. يُسَمِّيهِمْ اَبُوْ رَجَاءٍ فَنَسِيَ عَوْفٌ. ثُمَّ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ الرَّابِعُ، وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا نَامَ لَمْ يُوْقَظْ حَتّٰى يَكُوْنَ هُوَ يَسْتَيْقِظُ لِاَنَّا لَا نَدْرِيْ مَا يَحْدُثُ لَهٗ فِيْ نَوْمِهٖ، فَلَمَّا اسْتَيْقَظَ عُمَرُ وَرَاٰى مَا اَصَابَ النَّاسَ، وَكَانَ رَجُلًا جَلِيْدًا، فَكَبَّرَ وَرَفَعَ صَوْتَهٗ بِالتَّكْبِيْرِ، فَمَا زَالَ يُكَبِّرُ وَيَرْفَعُ صَوْتَهٗ بِالتَّكْبِيْرِ، حَتَّى اسْتَيْقَظَ بِصَوْتِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا اسْتَيْقَظَ شَكَوْا اِلَيْهِ الَّذِيْ اَصَابَهُمْ، قَالَ لَا ضَيْرَ اَوْ لَا يَضِيْرُ، اِرْتَحِلُوْا. فَارْتَحَلَ فَسَارَ غَيْرَ بَعِيْدٍ، ثُمَّ نَزَلَ فَدَعَا بِالْوَضُوْءِ فَتَوَضَّاَ وَنُوْدِيَ بِالصَّلٰوةِ فَصَلّٰى بِالنَّاسِ، فَلَمَّا انْفَتَلَ مِنْ صَلَاتِهٖ، اِذَا هُوَ بِرَجُلٍ مُعْتَزِلٍ لَمْ يُصَلِّ مَعَ الْقَوْمِ، قَالَ مَا مَنَعَكَ يَا فُلَانُ اَنْ تُصَلِّيَ مَعَ الْقَوْمِ؟ قَالَ اَصَابَتْنِيْ جَنَابَةٌ وَلَا مَاءَ، قَالَ عَلَيْكَ بِالصَّعِيْدِ، فَاِنَّهٗ يَكْفِيْكَ. ثُمَّ سَارَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاشْتَكٰى اِلَيْهِ النَّاسُ مِنَ الْعَطَشِ، فَنَزَلَ فَدَعَا فُلَانًا. كَانَ يُسَمِّيْهِ اَبُوْ رَجَاءٍ نَسِيَهٗ عَوْفٌ. وَدَعَا عَلِيًّا فَقَالَ اذْهَبَا فَابْتَغِيَا الْمَاءَ. فَانْطَلَقَا، فَتَلَقَّيَا امْرَاَةً بَيْنَ مَزَادَتَيْنِ، اَوْ سَطِيْحَتَيْنِ مِنْ مَّاءٍ عَلٰى بَعِيْرٍ لَهَا، فَقَالَا لَهَا اَيْنَ الْمَاءُ؟ قَالَتْ عَهْدِيْ بِالْمَاءِ اَمْسِ هٰذِهٖ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عوف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابورجاء نے حدیث بیان کی از عمران' انہوں نے کہا: ہم نبی ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے' بے شک ہم رات میں سفر کر رہے تھے' حتیٰ کہ ہم رات کے آخری حصہ میں پہنچے اور لیٹ کر سو گئے اور مسافر کے لیے رات کے آخری حصے میں سونے سے زیادہ اور کوئی میٹھی چیز نہیں ہوتی' پھر ہم کو صرف سورج کی گرمی نے بیدار کیا' سب سے پہلے فلاں شخص بیدار ہوا' پھر فلاں شخص بیدار ہوا' پھر فلاں شخص بیدار ہوا' ابورجاء نے ان صحابہ کے نام لیے تھے لیکن عوف بھول گئے' پھر چوتھے حضرت عمر بن الخطاب بیدار ہوئے اور نبی ﷺ جب سوئے ہوتے تھے تو ہم آپ کو بیدار نہیں کرتے تھے حتیٰ کہ آپ خود بیدار ہوں کیونکہ ہم نہیں جانتے تھے کہ نیند میں آپ پر کیا کیفیات طاری ہیں' پس جب حضرت عمر بیدار ہوئے اور انہوں نے دیکھا کہ لوگوں پر کیا مصیبت آ چکی ہے اور وہ بہت ہمت والے مرد تھے' انہوں نے بلند آواز سے اللہ اکبر کہا' پھر وہ مسلسل بلند آواز سے اللہ اکبر کہتے رہے' حتیٰ کہ نبی ﷺ آپ کی آواز سے بیدار ہو گئے' جب آپ بیدار ہوئے تو لوگوں نے آپ سے اس مصیبت کی شکایت کی' جو انہیں پہنچی تھی' آپ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں' یا فرمایا: کوئی نقصان نہیں' یہاں سے روانہ ہو' پس آپ چلے' ابھی تھوڑی دور چلے تھے کہ آپ سواری سے اترے اور وضوء کے لیے پانی منگایا' پھر آپ نے وضوء کیا اور نماز کے لیے اذان دی گئی' پھر آپ نے لوگوں کو نماز پڑھائی' پس جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے دیکھا' ایک شخص الگ کھڑا تھا' اس نے لوگوں کے ساتھ نماز نہیں پڑھی' آپ نے فرمایا: اے فلاں! تم کو لوگوں کے ساتھ نماز پڑھنے سے کس چیز نے منع کیا؟ اس نے

السَّاعَةَ، وَنَفَرُنَا خُلُوْفًا، قَالَا لَهَا انْطَلِقِي إِذًا، قَالَتْ إِلَى أَيْنَ؟ قَالَا إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَتِ الَّذِي يُقَالُ لَهُ الصَّابِيءُ؟ قَالَا هُوَ الَّذِي تَعْنِيْنَ فَانْطَلِقِي، فَجَاءَا بِهَا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَدَّثَاهُ الْحَدِيْثَ، قَالَ فَاسْتَنْزَلُوْهَا عَنْ بَعِيْرِهَا، وَدَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِإِنَاءٍ، فَفَرَّغَ فِيْهِ مِنْ أَفْوَاهِ الْمَزَادَتَيْنِ، أَوِ السَّطِيْحَتَيْنِ، وَأَوْكَأَ أَفْوَاهَهُمَا، وَأَطْلَقَ الْعَزَالِيَ، وَنُوْدِيَ فِي النَّاسِ اسْقُوْا وَاسْتَقُوْا، فَسَقَى مَنْ سَقَى، وَاسْتَقَى مَنْ شَاءَ، وَكَانَ اٰخِرُ ذَاكَ أَنْ أَعْطَى الَّذِي أَصَابَتْهُ الْجَنَابَةُ إِنَاءً مِنْ مَاءٍ، قَالَ اذْهَبْ فَأَفْرِغْهُ عَلَيْكَ. وَهِيَ قَائِمَةٌ تَنْظُرُ إِلَى مَا يُفْعَلُ بِمَائِهَا، وَايْمُ اللّٰهِ، لَقَدْ أُقْلِعَ عَنْهَا، وَإِنَّهُ لَيُخَيَّلُ إِلَيْنَا أَنَّهَا أَشَدُّ مِلْأَةً مِنْهَا حِيْنَ ابْتَدَأَ فِيْهَا، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اجْمَعُوْا لَهَا. فَجَمَعُوْا لَهَا مِنْ بَيْنِ عَجْوَةٍ وَدَقِيْقَةٍ وَسَوِيْقَةٍ، حَتّٰى جَمَعُوْا لَهَا طَعَامًا، فَجَعَلُوْهُ فِي ثَوْبٍ، وَحَمَلُوْهَا عَلَى بَعِيْرِهَا، وَوَضَعُوا الثَّوْبَ بَيْنَ يَدَيْهَا، قَالَ لَهَا تَعْلَمِيْنَ مَا رَزِئْنَا مِنْ مَائِكِ شَيْئًا، وَلٰكِنَّ اللّٰهَ هُوَ الَّذِي أَسْقَانَا. فَأَتَتْ أَهْلَهَا وَقَدِ احْتَبَسَتْ عَنْهُمْ، قَالُوْا مَا حَبَسَكِ يَا فُلَانَةُ؟ قَالَتِ الْعَجَبُ لَقِيَنِي رَجُلَانِ، فَذَهَبَا بِي إِلَى هٰذَا الَّذِي يُقَالُ لَهُ الصَّابِيءُ، فَفَعَلَ كَذَا وَكَذَا، فَوَاللّٰهِ إِنَّهُ لَأَسْحَرُ النَّاسِ مِنْ بَيْنِ هٰذِهِ وَهٰذِهِ. وَقَالَتْ بِإِصْبَعَيْهَا الْوُسْطَى وَالسَّبَّابَةِ، فَرَفَعَتْهُمَا إِلَى السَّمَاءِ تَعْنِي السَّمَاءَ وَالْأَرْضَ. أَوْ إِنَّهُ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ حَقًّا. فَكَانَ الْمُسْلِمُوْنَ بَعْدَ ذٰلِكَ، يُغِيْرُوْنَ عَلَى مَنْ حَوْلَهَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ، وَلَا يُصِيْبُوْنَ الصِّرْمَ الَّذِي هِيَ مِنْهُ، فَقَالَتْ يَوْمًا لِقَوْمِهَا مَا أُرٰى أَنَّ هٰؤُلَاءِ الْقَوْمَ يَدَعُوْنَكُمْ عَمْدًا، فَهَلْ لَكُمْ فِي الْإِسْلَامِ؟ فَأَطَاعُوْهَا فَدَخَلُوْا فِي الْإِسْلَامِ. قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ صَبَأَ خَرَجَ

کہا: میں جنبی ہو گیا ہوں اور (غسل کے لیے) پانی نہیں ہے' آپ نے فرمایا: تم پاک مٹی کا قصد کرلو (تیمم کرو) وہ (تمہاری طہارت کے لیے) کافی ہے' پھر نبی ﷺ روانہ ہوئے' پھر لوگوں نے آپ سے پیاس کی شکایت کی' آپ سواری سے اترے اور آپ نے فلاں کو بلایا' ابورجاء نے اس کا نام لیا تھا اور عوف بھول گئے اور حضرت علی کو بلایا اور فرمایا: تم دونوں جاؤ اور پانی کی تلاش کرو' پس وہ دونوں گئے' ان کو ایک عورت ملی' جس کے اونٹ پر پانی کی دو بڑی مشکیں رکھی ہوئی تھیں' ان دونوں نے اُس سے کہا: پانی کہاں ہے؟ اس نے کہا: میں کل سے اس وقت تک اس پانی کی حفاظت کر رہی ہوں اور ہمارے گھر والے پیچھے ہیں' ان دونوں نے کہا: تب تم ہمارے ساتھ چلو' اس نے کہا: کہاں تک؟ ان دونوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ کے پاس' اس نے کہا: ان کے پاس جن کے متعلق کہا جاتا ہے انہوں نے اپنا دین بدل لیا ہے' انہوں نے کہا: ہاں! وہی جن کا تم ارادہ کر رہی ہو' پس روانہ ہو' پھر وہ اس کو لے کر نبی ﷺ کے پاس آئے اور آپ کو سارا واقعہ سنایا' پھر مسلمانوں نے اس عورت کو اس کے اونٹ سے اتارا اور نبی ﷺ نے برتن منگایا اور ان بڑی مشکوں میں سے ایک کا منہ کھول کر برتن میں پانی انڈیلا' پھر ان مشکوں کا منہ باندھ دیا' پھر اس بڑی مشک کے نچلے حصہ کا منہ کھول دیا اور لوگوں میں اعلان فرما دیا کہ خوب پانی پیو اور پلاؤ' پھر جس نے جتنا چاہا پیا اور جتنا چاہا پلایا' اور آخر میں اس شخص کو برتن سے پانی دیا گیا' جو جنبی تھا' آپ نے فرمایا: جاؤ اور اپنے اوپر پانی بہاؤ اور وہ عورت کھڑی ہوئی دیکھ رہی تھی کہ اس کے پانی کے ساتھ کیا کیا جا رہا ہے اور اللہ کی قسم! ان بڑی مشکوں سے پانی نکالا گیا اور ہمیں معلوم ہو رہا تھا کہ جب ان مشکوں سے پانی نکالنے کی ابتداء کی گئی تھی' ان میں اس سے بھی زیادہ پانی بھرا ہوا ہے' تب نبی ﷺ نے فرمایا: اس کے لیے (کھانے کی چیزوں کو) جمع کرو' پھر اس کے لیے عجوہ کھجوریں' گندم' جو اور ستو وغیرہ جمع کر کے ان کو ایک پوٹلی میں باندھ دیا گیا' اور اس کو اس کے اونٹ پر سوار کر دیا گیا' اور اس پوٹلی کو اس کے سامنے رکھ دیا' آپ نے اس عورت سے

مِنْ دِيْنٍ إِلٰى غَيْرِهٖ وَقَالَ أَبُو الْعَالِيَةِ الصَّابِئِيْنَ فِرْقَةٌ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ يَقْرَؤُوْنَ الزَّبُوْرَ.

[اطراف الحدیث:۳۴۸-۳۵۷۱] [صحیح مسلم:۶۸۲، الرقم المسلسل:۱۵۳۵، دلائل النبوۃ للبیہقی ج۴ ص۲۷۶-۲۷۷، دلائل النبوۃ لابی نعیم:۳۲۰، مسند البزار:۳۵۸۴، صحیح ابن خزیمہ:۹۹۷-۹۸۷-۲۷۱-۱۱۳، صحیح ابن حبان:۱۳۰۲-۱۳۰۱، مصنف عبد الرزاق:۲۰۵۳۷، مصنف ابن ابی شیبہ ج۱ ص۱۵۶- ج۲ ص۶۷، سنن دارمی:۷۴۳، المعجم الکبیر:۱۸ ج-۲۷۶-۲۷۷، سنن بیہقی ج۱ ص۳۲، شرح السنۃ:۳۱۷، مسند ابوداؤد الطیالسی:۸۵۷، مسند احمد ج۴ ص۴۳۵-۴۳۴ طبع قدیم، مسند احمد :۱۹۸۹۸- ج۳۳ ص۱۳۱-۱۲۹، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید لابن الجوزی:۵۸۳۸، مکتبۃ الرشد ریاض، ۱۴۲۶ھ)

فرمایا: تم جانتی ہو کہ ہم نے تمہارے پانی سے کچھ کم نہیں کیا' لیکن اللہ تعالیٰ نے ہمیں پانی پلایا ہے' پھر وہ عورت اپنے گھر والوں کے پاس پہنچی اور وہ اتنی دیر ان سے غائب رہی تھی' اس کے گھر والوں نے کہا: اے فلانہ! تم اتنی دیر کہاں رکی رہی تھیں؟ اس نے کہا: بہت تعجب خیز بات ہے' مجھے دو آدمی ملے اور وہ مجھے اس شخص کے پاس لے گئے' جس کو صابی (دین بدلنے والا) کہا جاتا ہے' اس نے اس طرح اور اس طرح کیا اور اس نے اپنی درمیان والی انگلی اور شہادت کی انگلی سے زمین اور آسمان کی طرف اشارہ کر کے کہا: وہ اس کے اور اس کے درمیان لوگوں میں سب سے بڑا جادوگر ہے یا پھر وہ ضرور اللہ کا برحق رسول ہے' اس کے بعد مسلمان اس کے اردگرد مشرکین پر حملے کرتے تھے' لیکن اس بستی پر حملہ نہیں کرتے تھے جس میں وہ عورت رہتی تھی' ایک دن اس عورت نے اپنے لوگوں سے کہا: میرا خیال ہے کہ یہ مسلمان تم لوگوں کو دانستہ چھوڑ رہے ہیں' تو کیا تمہیں اسلام قبول کرنے میں کوئی رغبت ہے؟ تو ان لوگوں نے اس عورت کی اطاعت کی اور اسلام میں داخل ہو گئے۔ امام ابوعبداللہ (بخاری) نے کہا: ''صبا'' کا معنی ہے: ایک دین سے نکل کر دوسرے دین میں داخل ہونا اور ابو العالیہ نے کہا: الصابئین' اہل کتاب کا فرقہ ہے جو زبور کی تلاوت کرتا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: تم پاک مٹی کا قصد کرلو وہ (تمہاری) طہارت کے لیے کافی ہے کیونکہ اس باب کا عنوان ہے: پاک مٹی مسلمان کا وضوء ہے' اس کو پانی سے کافی ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) مسدد بن مسرہد' ان کا تعارف ہو چکا ہے (۲) یحییٰ بن سعد القطان' بندار نے کہا: میرا گمان ہے' انہوں نے کبھی اللہ تعالیٰ کی معصیت نہیں کی (۳) عوف الاعرابی' ان کو عوف الصدوق کہا جاتا ہے (۴) ابو رجاء العطاردی' ان کا نام عمران بن ملحان ہے' امام بخاری نے کہا: زیادہ صحیح یہ ہے کہ یہ ابن تیم ہے' انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا اور آپ کی زیارت نہیں کی' یہ فتح مکہ کے بعد اسلام لائے تھے' انہوں نے ۱۲۰ سال کی عمر پائی اور ۱۰۰ھ کے بعد فوت ہوئے (۵) حضرت عمران بن حصین' یہ غزوۂ خیبر کے بعد اسلام لائے تھے' انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ۱۸۰ احادیث روایت کی ہیں' صحیح بخاری میں ان کی ۱۲ احادیث ہیں' حضرت عمر نے ان کو بصرہ میں فقہ کی تعلیم دینے کے لیے بھیجا تھا' فرشتے ان کو سلام کرتے تھے' یہ بصرہ میں قاضی تھے اور ۵۲ھ میں فوت ہو گئے تھے۔ (عمدۃ القاری ج۴ ص۳۸)

حدیث مذکور میں جس سفر کا ذکر ہے اس کی تعیین

اس حدیث میں مذکور ہے: ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے اس سفر کی تعیین میں اختلاف ہے امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ غزوۂ خیبر سے واپسی کے بعد یہ واقعہ پیش آیا۔ (صحیح مسلم: ۶۸۰) اور امام ابوداؤد نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جس رات نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حدیبیہ سے آئے' پس آپ ایک جگہ ٹھہرے تو آپ نے فرمایا: ہماری (نماز کی) حفاظت کون کرے گا' تو حضرت بلال نے کہا: میں۔ (سنن ابوداؤد: ۴۴۵) اور امام مالک نے زید بن اسلم سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک رات مکہ کے راستے سے آ رہے تھے تو آپ نے حضرت بلال کو مقرر کیا کہ وہ ان کو نماز کے لیے بیدار کر دیں' پھر حضرت بلال سو گئے اور سب مسلمان سو گئے' حتیٰ کہ سب اس وقت بیدار ہوئے' جب ان پر سورج طلوع ہو چکا تھا۔
(موطأ امام مالک: ۲۶)

اس اعتراض کے متعدد جوابات کہ جب نیند میں آپ کا دل بیدار رہتا ہے تو آپ کو سورج ۔۔۔۔۔۔ کے طلوع کا پتا کیوں نہیں چلا

اس حدیث میں ہے: جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سوئے ہوئے ہوتے تھے تو ہم آپ کو بیدار نہیں کرتے تھے! اگر یہ سوال کیا جائے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ میری آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا' تو اس وادی میں آپ کی نیند کی کیا توجیہ کی جائے گی حتیٰ کہ سورج طلوع ہو گیا اور نماز کا وقت گزر گیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کی آنکھوں کی نیند اور قلب کی بیداری غالب اوقات میں ہے اور کبھی کبھی اس کے خلاف ہو جاتا تھا' اس کی دلیل یہ ہے کہ اس حدیث کے آخر میں ہے: اللہ تعالیٰ نے ہماری روحوں کو قبض کر لیا تھا اور اگر اللہ چاہتا تو ہماری روحوں کو اس وقت کے علاوہ لوٹا دیتا۔ (موطأ امام مالک: ۲۶) اور ''مسند احمد'' میں حضرت ابن مسعود سے روایت ہے: اگر اللہ ارادہ فرماتا کہ تم نہ سوؤ تو تم نہ سوتے' لیکن اللہ تعالیٰ نے ارادہ کیا' یہ تمہارے بعد والوں کے لیے نمونہ ہو جائے (کہ قضاء نماز کو کس طرح ادا کیا جاتا ہے' پس اسی طرح جو شخص سو جائے یا بھول جائے' وہ بعد میں نماز پڑھ لے)۔ ''مسند احمد'' میں حضرت ابن عباس سے موقوفاً روایت ہے کہ مجھے اس قضاء نماز کی رخصت کے بدلہ میں دنیا اور مافیہا مل جائے تو میں اس سے خوش نہیں ہوں اور امام ابن ابی شیبہ نے مسروق سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سورج طلوع ہونے کے بعد جو قضاء نماز پڑھی' مجھے اس رخصت کے مقابلہ میں دنیا اور مافیہا مل جائے تو وہ مجھے پسند نہیں ہے۔ (تنویر الحوالک ص ۳۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

اس سوال کا دوسرا جواب یہ ہے کہ آپ کی نیند ایسی نہیں ہوتی تھی کہ آپ کے قلب پر محیط اور مستغرق ہو جائے اور آپ کو وضوء ٹوٹنے کا ادراک نہ ہو' یعنی آپ کے قلب کو نیند کی حالت میں آپ کے جسم کا ادراک ہوتا تھا نہ کہ گرد و پیش کا' لہٰذا طلوع شمس کا ادراک نہ ہونا' آپ کے قلب کے بیدار رہنے کے منافی نہیں کیونکہ جس رات حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر آپ کے رات کے احوال کا مشاہدہ کر رہے تھے' اس حدیث کے آخر میں ہے: حضرت ابن عباس نے کہا: آپ سو گئے' حتیٰ کہ میں نے آپ کے خراٹوں کی آواز سنی' پھر نماز کی اقامت کہی گئی تو آپ نے نماز پڑھائی اور وضوء نہیں کیا۔

اور اس کا تیسرا جواب یہ ہے کہ اس وادی کی نیند میں صرف آپ کی آنکھوں کے سونے کا ذکر ہے اور سورج کے طلوع کا ادراک آنکھوں سے ہوتا ہے اور وہ سوئی ہوئی تھیں' اس لیے آپ کو سورج کے طلوع کا ادراک نہیں ہوا اور یہ دل کا فعل نہیں ہے' دل تو یادِ الٰہی میں بیدار تھا۔

ابو عمر نے کہا: وادی میں نیند کا واقعہ ایک بار ہوا تھا' قاضی عیاض نے کہا ہے کہ دو بار ہوا تھا اور قاضی ابو بکر ابن العربی نے کہا ہے

کہ یہ واقعہ تین بار ہوا تھا۔

اگر انسان کی تقصیر کے بغیر نماز قضاء ہو جائے تو اس پر گرفت نہیں ہو گی

اس حدیث میں مذکور ہے: نبی ﷺ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں' نبی ﷺ نے یہ صحابہ کی تالیف قلب اور دل جوئی کے لیے فرمایا تھا کیونکہ صحابہ کو اس پر افسوس ہو رہا تھا کہ وہ نماز فجر کو اس کے وقت پر نہیں پڑھ سکے' آپ نے ان کو تسلی دی کہ انہوں نے عمداً نماز کو قضاء نہیں کیا اور نیند سے وقت پر آنکھ نہ کھلنا' انسان کے اختیار میں نہیں ہے' پس اگر کسی غیر اختیاری سبب سے انسان کی نماز قضاء ہو جائے تو اس سے اس پر مواخذہ نہیں ہوگا۔

حدیث مذکور سے تیس سے زیادہ مسائل کا استنباط

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

(۱) حضرت عمر نے بلند آواز سے اللہ اکبر کہہ کر رسول اللہ ﷺ کو جگایا' اس سے معلوم ہوا کہ اکابر کو ادب سے جگانا چاہیے۔

(۲) صحابہ کرام کو صبح کی نماز کے قضاء ہونے پر افسوس ہوا' اس سے معلوم ہوا کہ عبادت کے فوت ہونے پر افسوس ہونا چاہیے۔

(۳) نبی ﷺ نے صحابہ کی دل جوئی کے لیے فرمایا: کوئی حرج نہیں' اس سے معلوم ہوا کہ اگر نماز کے قضاء ہونے میں انسان کی تقصیر نہ ہو تو پھر اس پر گرفت نہیں ہو گی۔

(۴) ایک شخص جنبی تھا' پانی نہ ہونے کی وجہ سے اس نے غسل نہیں کیا' رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا: تم پاک مٹی سے تیمم کر لو' اس سے معلوم ہوا کہ جنبی بھی طہارت کے لیے تیمم کر سکتا ہے' اس موقع پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے' لیکن وہ اس کو اسی طرح بھول گئے' جس طرح حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کی حدیث کو بھول گئے تھے' اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر ایسے عظیم صحابی بھی بعض واقعات اور مسائل کو بھول جاتے تھے۔

(۵) نبی ﷺ نے اس شخص سے پوچھا: تم نے ہمارے ساتھ نماز کیوں نہیں پڑھی' اس نے بتایا کہ میں جنبی ہوں اور غسل کے لیے پانی نہیں ہے' اس سے معلوم ہوا کہ جب عالم اور حاکم کوئی خلاف شرع کام دیکھے تو اس کا سبب معلوم کرے' پھر اس کا حکم اور حل بیان کرے۔

(۶) نبی ﷺ نے اس شخص کو جماعت سے نماز نہ پڑھنے پر سرزنش اور ملامت نہیں کی بلکہ اس کو نرمی سے اس مسئلہ کا حل بتایا' اس سے معلوم ہوا کہ جب کوئی شخص کسی عذر کی وجہ سے کوئی خلاف شرع کام کرے تو اس کو ملامت نہیں کرنی چاہیے۔

(۷) اس واقعہ میں باجماعت نماز پڑھنے کی ترغیب اور تاکید ہے اور جو شخص جماعت سے نماز نہ پڑھے' حاکم کو چاہیے کہ وہ اس کا سبب معلوم کرے۔

(۸) جو شخص بغیر عذر کے جماعت کے ساتھ نماز نہ پڑھے' اس پر انکار اور ملامت کرنی چاہیے۔

(۹) اس سے معلوم ہوا کہ جو نماز فوت ہو جائے' اس کی قضاء کرنا واجب ہے اور اس میں تاخیر کرنا گناہ ہے' کیونکہ آپ نے اس شخص کو فوراً تیمم کرنے کا حکم دیا۔

(۱۰) اس وادی میں جس جگہ نماز فجر قضاء ہوئی تھی' آپ نے فرمایا: اس جگہ شیطان کا اثر ہے اور فوراً وہاں سے روانہ ہونے کا حکم دیا' اس سے معلوم ہوا کہ جس شہر میں کوئی فتنہ ہو' جس سے دین اور عبادت میں خلل ہو تو اپنے دین کو بچانے کے لیے اور خود کو معصیت سے محفوظ رکھنے کے لیے اس جگہ سے نکلنا واجب ہے' جیسے نبی ﷺ نے اس وادی سے نکلنے کا حکم دیا اور یہ بھی معلوم

ہوا کہ جس جگہ کوئی معصیت ہوئی ہو' خواہ وہ معصیت غیر اختیاری ہو' وہاں عبادت نہیں کرنی چاہیے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وادی سے نکلنے کے بعد نماز قضاء کی۔

(۱۱) جس شخص کو یاد آ جائے کہ اس کی نماز قضاء ہوگئی ہے' اس پر لازم ہے کہ وہ اس کی اصلاح کے لیے طہارت اور وضوء کرے اور اس جگہ کو تلاش کرے' جہاں نماز پڑھنے کے لیے اس کا دل مطمئن ہو' جیسا کہ شارع علیہ السلام کو جب قضاء نماز یاد آئی تو آپ وہاں سے روانہ ہو گئے اور آپ نے بھی وضوء کیا اور مسلمانوں نے بھی وضوء کیا۔

(۱۲) اس حدیث میں مذکور ہے کہ اس وادی سے روانہ ہونے کے بعد نماز کے لیے اذان دی گئی' اس سے معلوم ہوا کہ قضاء نماز کے لیے اذان دینا مستحب ہے' لیکن اس کا مورد یہ ہے کہ کسی جنگل یا وادی میں نماز قضاء ہوئی ہو' اگر شہر میں نماز قضاء ہو' جیسے عموماً بعض لوگوں کی نماز قضاء ہو جاتی ہے اور وہ شہر میں اپنی قضاء نمازوں کے لیے اذان دیں گے تو خلافِ معمول کام دیکھ کر لوگ اس کے متعلق سوال کریں گے اور وہ بتائیں گے کہ ہماری نماز قضاء ہوگئی ہے' تو اس سے معصیت کا اعلان ہوگا کیونکہ عموماً لوگوں کی اپنی تقصیر کی وجہ سے نماز قضاء ہوتی ہے اور معصیت کا اعلان کرنا جائز نہیں ہے۔

(۱۳) چونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قضاء نماز کی جماعت کرائی' اس سے معلوم ہوا کہ اگر ایک جماعت کی نماز قضاء ہو جائے تو وہ اس کو باجماعت ادا کریں۔

(۱۴) جب اس سفر میں لوگوں کے لیے پینے اور وضوء کے لیے پانی نہ رہا تو انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی شکایت کی' اس سے معلوم ہوا کہ اگر قوم کو' اس طرح کی کوئی مصیبت پہنچے تو اپنے امیر سے اس کی شکایت کرنی چاہیے اور امیر کو اس کے ازالہ کی کوشش کرنی چاہیے' جس طرح آپ نے پانی کو تلاش کرنے کے لیے حضرت علی اور ایک اور شخص کو بھیجا۔

(۱۵) جو پانی ایک عورت کی ملکیت میں تھا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو پانی پلانے کے لیے اور ان کے مویشیوں کو پانی پلانے کے لیے اور مسلمانوں کے وضوء اور غسل کے لیے اس پانی کو لے لیا' اس میں یہ دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمام کائنات کے مالک ہیں' جو چیز چاہیں' جس سے چاہیں بغیر کسی ظاہری عوض کے لے سکتے ہیں۔

(۱۶) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کو عجوہ کھجوریں' گندم' جو اور ستو وغیرہ دیئے' اس وقت وہ عورت مشرکہ تھی' اس میں مشرکہ کو ہبہ کرنے کے جواز کی دلیل ہے اور چونکہ اس عورت نے پانی لینے پر کوئی انکار یا مزاحمت نہیں کی تھی اور یہ اس کی طرف سے نیکی تھی تو آپ نے اس کی نیکی کا بدلہ نیکی سے دیا اور اس آیت پر عمل کیا:

هَلْ جَزَآءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ ○ (الرحمٰن:۶۰) نیکی کا بدلہ نیکی کے سوا اور کیا ہے ○

(۱۷) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کے پانی کی ضرورت کے لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ایک اور صحابی کو بھیجا' اس سے معلوم ہوا کہ پیاس کا ازالہ بھی وضوء اور طہارت کی طرح اہم ہے۔

(۱۸) حضرت علی اور دوسرے صحابی رضی اللہ عنہما تنہائی میں اس عورت سے ملے' اس سے معلوم ہوا کہ ضرورتِ شرعیہ کی وجہ سے تنہائی میں اجنبی عورت سے ملنا جائز ہے' جب کہ فتنہ کا خوف نہ ہو۔

(۱۹) آپ نے اس مشرکہ کی مشکوں سے طہارت اور پینے کے لیے پانی لیا' اس سے پتا چلا کہ مشرکوں کے برتنوں کو استعمال کرنا جائز ہے' جب کہ برتنوں میں کوئی ظاہری نجاست نہ ہو۔

(۲۰) ضرورتِ شرعیہ کے وقت معاوضہ دے کر حربی مشرکوں کا مال لینا جائز ہے کیونکہ آپ نے پانی کے معاوضہ میں اس عورت کو عجوہ

کھجوریں اور گندم وغیرہ دے دیئے تھے۔

(۲۱) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے اجتہاد سے بلند آواز سے اللہ اکبر اللہ اکبر پڑھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بیدار کیا' اس سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی موجودگی میں صحابہ کرام کا اجتہاد کرنا جائز ہے۔

(۲۲) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ نے اس وادی سے روانہ ہونے کے بعد فجر کی قضاء نماز ادا کی' اس سے پتا چلا کہ کسی شرعی وجہ سے قضاء نماز کو تاخیر سے ادا کرنا جائز ہے' جب کہ یہ تاخیر سستی' غفلت اور فوت شدہ نماز کی ادائیگی کو غیر اہم سمجھنے کی وجہ سے نہ ہو۔

(۲۳) جن مشرکین سے کوئی نیکی یا کوئی فائدہ حاصل ہوا ہو' ان کی رعایت اور ان کی حفاظت کرنے کا جواز' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ اس عوت کے پاس کی بستیوں پر حملہ کرتے اور اس بستی کو چھوڑ دیتے اور اس کا اثر یہ ہوا کہ وہ لوگ از خود مسلمان ہو گئے۔

(۲۴) اس حدیث کے راوی نے کہا: اللہ کی قسم! ان بڑی مشکوں سے پانی نکالا گیا اور ہمیں لگ رہا تھا کہ اس میں پہلے سے بھی زیادہ پانی ہے' اس میں یہ دلیل ہے کہ بغیر قسم طلب کرنے کے بھی قسم کھانا جائز ہے اور کسی اہم اور غیر معمولی واقعہ کی اہمیت بیان کرنے کے لیے اس کو قسم کھا کر بیان کرنا جائز ہے۔

(۲۵) مسلمانوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پیاس کی شکایت کی' اس میں یہ دلیل ہے کہ جب عوام پر کوئی آفت نازل ہو تو وہ حکام سے اس کے ازالہ کے لیے کہیں۔

(۲۶) میں کہتا ہوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رات کے آخری حصہ میں سونے سے پہلے نماز کے وقت جگانے کے لیے حضرت بلال کو مقرر کیا تھا' اس میں یہ دلیل ہے کہ جب نماز کے وقت آنکھ نہ کھلنے کا خطرہ ہو تو ایسا انتظام کر لیا جائے' جس سے آنکھ کھل جائے۔ (مثلاً ٹائم پیس یا موبائل فون میں الارم سیٹ کر دیا جائے۔ سعیدی غفرلہٗ)

(۲۷) اس میں یہ دلیل ہے کہ اگر نماز فوت ہو جائے تو اس کی قضاء کرنا واجب ہے اور تاخیر سے قضاء ساقط نہیں ہوتی۔

(۲۸) اس واقعہ سے یہ ثابت ہوا کہ ضرورت مند اپنی ضرورت کی چیز کسی سے لے سکتا ہے' خواہ وہ دینے پر راضی ہو یا نہ ہو' بہ شرطیکہ اس کو اس کا معاوضہ ادا کر دیا جائے' اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ خاص ہو اور اگر اس کو عام قرار دیا جائے تو پھر یہ اس صورت پر محمول ہے' جب ضرورت اضطرار کے درجہ میں ہو اور پھر معاوضہ دینا بھی ضروری نہیں ہے۔

(۲۹) علامہ عینی نے کہا ہے: بعض اوقات نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عام لوگوں کی طرح نیند کا غلبہ ہوتا ہے اور اس موقع پر اس میں یہ حکمت تھی کہ مسلمانوں کو قضاء نماز پڑھنے کا طریقہ معلوم ہو جائے' اور میں یہ کہتا ہوں کہ دوسری وجہ یہ تھی کہ آپ خواب میں اللہ تعالیٰ کے حسن کے جلووں میں محو اور مستغرق تھے' اس لیے آپ کو سورج کے طلوع ہونے اور نماز کے قضاء ہونے کا پتا نہیں چل سکا اور صحیح بات یہ ہے کہ آپ کی یہ نماز صورۃً قضاء تھی' حقیقۃً ادا تھی' کیونکہ آپ کو اس دن کی نماز اسی وقت میں ادا کرنے کا حکم تھا' قرآن مجید میں ہے:

اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰی اِلَیَّ. (یونس:۱۵) میں صرف اسی چیز کی پیروی کرتا ہوں' جس کی میری طرف وحی کی جاتی ہے۔

سو آپ کا کوئی فعل اتباع وحی کے بغیر نہیں ہوتا اور اس دن آپ کا نماز فجر کو طلوع آفتاب کے بعد پڑھنا' یہ بھی وحی کے مطابق تھا' سو آپ نے اس دن نماز فجر اپنے وقت میں پڑھی تھی' یہ ادا تھی' قضاء نہیں تھی۔ (سعیدی غفرلہٗ)

(۳۰) اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ دنوں کا تعین کیے بغیر بھی سفر کرنا جائز ہے۔

(۳۱) اس حدیث میں سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت پر عظیم معجزہ اور دلیل ہے کیونکہ ان مشکوں سے مسلمانوں نے پانی لے کر اپنے برتنوں میں بھر لیا' وضوء کیا اور جنبی نے غسل کیا' مسلمانوں نے خود پانی پیا اور اپنے مویشیوں کو پانی پلایا اور وہ مشکیں پانی سے اسی طرح بھری رہیں' جس طرح پہلے بھری ہوئی تھیں' بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ قاضی عیاض نے لکھا ہے کہ بعض روایات میں ہے کہ ان مسلمانوں کی تعداد چالیس تھی' اس عورت کے پانی میں کسی چیز کو ملایا نہیں گیا' پھر ان مشکوں سے اتنا پانی نکالنے کے باوجود اس پانی کا پہلے سے زیادہ ہونا' اس بات کی دلیل ہے کہ یہ اللہ عز وجل کا فعل تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بہت حیرت انگیز معجزہ تھا۔

(اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۲ ص ۶۷۷)

(۳۲) اس میں یہ دلیل ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ' اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کرنے میں سب مسلمانوں سے زیادہ سخت اور قوی تھے۔

(۳۳) جب مسلمان کفار پر غلبہ پالیں تو صرف غلبہ پانے سے ہی کفار کے مرد مسلمانوں کے غلام اور ان کی عورتیں مسلمانوں کی باندیاں ہو جاتی ہیں' سو وہ عورت بھی مسلمانوں کی باندی ہو گئی تھی' پھر کیا وجہ ہے کہ آپ نے اس کو چھوڑ دیا اور کھانا وغیرہ دے کر رخصت کیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس کے ساتھ آپ کا یہ حسن سلوک اس کے اور اس کے گھر کے دیگر افراد کے بہ طیب خاطر اسلام قبول کرنے کا باعث بنا' اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ نے اس عورت کو اس سے پہلے امان دے دی ہو یا وہ عورت ان لوگوں میں سے ہو' جن سے آپ نے اس سے پہلے معاہدہ کر لیا تھا۔

(۳۴) جب وہ عورت امان یا معاہدۂ امن میں تھی تو پھر آپ نے اس کے پانی میں تصرف کر کے اس کا پانی کیوں لیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس وقت مسلمانوں کو پانی کی ضرورت تھی اور ضرورت کی وجہ سے ممنوع کام مباح ہو جاتے ہیں۔

(۳۵) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس وادی سے بدشگونی لی کہ وہاں شیطان کا اثر ہے اور اس وادی سے نکلنے کا حکم دیا' حالانکہ آپ نے بدفالی لینے سے منع فرمایا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بدفالی یا بدشگونی نہیں تھی' بلکہ آپ نے نور نبوت سے جان لیا تھا کہ اس وادی میں شیطان کا اثر ہے اور دوسری وجہ یہ تھی کہ آپ نے اس پر متنبہ فرمایا کہ جس جگہ کوئی معصیت ہوئی ہو' خواہ غیر ارادی ہو' اس جگہ عبادت نہیں کرنی چاہیے' اس لیے اگر کسی وادی میں مسلمانوں سے کوئی نماز فوت ہو جائے تو وہ اس وادی سے نکلنے کے بعد اس نماز کو قضاء کریں اور ایک قول یہ ہے کہ اس وادی سے نکل کر دوسری جگہ نماز پڑھنا صرف نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مخصوص تھا۔

الصابئین کے معنی میں اختلاف اور البقرہ: ۶۲ کی تفسیر

امام بخاری نے کہا ہے کہ صابی اس کو کہتے ہیں' جو ایک دین سے نکل کر دوسرے دین میں داخل ہو جائے اور ابو العالیہ نے کہا: الصابئین' اہل کتاب کا فرقہ ہے' جو زبور کی تلاوت کرتا ہے۔ علامہ عینی فرماتے ہیں: صابئین کی تفسیر میں اختلاف ہے' مجاہد نے کہا: وہ یہودی ہیں نہ نصرانی ہیں' ان کا کوئی دین نہیں ہے' ان کا ذبیحہ نہیں کھایا جائے گا نہ ان کی عورتوں سے نکاح کیا جائے گا اور ابن زید نے کہا: الصابئون کا اہل ادیان میں سے ایک دین ہے' وہ جزیرہ الموصل کے رہنے والے ہیں اور لا الٰہ الا اللہ پڑھتے ہیں' ان کا کوئی عمل نہیں ہے' ان کے پاس کتاب ہے نہ نبوت ہے اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان نہیں لائے اور حسن بصری سے روایت ہے کہ زیاد نے خبر دی کہ الصابئون قبلہ کی طرف منہ کر کے پانچ نمازیں پڑھتے ہیں' انہوں نے ان پر جزیہ مقرر کرنے کا ارادہ کیا' پھر ان کو خبر دی گئی کہ وہ فرشتوں کی عبادت کرتے ہیں۔ البقرہ: ۶۲ میں ان کا ذکر ہے' ایک قول یہ ہے کہ ان میں سے جو ایمان لائے' وہ منافق تھے' انہوں نے ایمان کو ظاہر کیا اور ان کے دل میں کفر تھا' اور جو یہودی ہیں' انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لائے ہوئے دین کو تبدیل کر لیا' اور نصاریٰ کافر ہیں' انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا اور خدا کا بیٹا کہا اور الصابئون بھی کافر ہیں' وہ حق کے مخالف ہیں' اور البقرہ: ۶۲

کی تفسیر میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ "ان الذین امنوا" سے مراد وہ لوگ ہیں جو برحق مؤمن ہیں "والذین ھادوا" سے مراد وہ یہود ہیں جنہوں نے دین میں تغیر کرنے سے توبہ کر لی یا تغیر نہیں کیا اور "والنصاری" سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے انصار ہیں اور "الصابئون" سے مراد وہ لوگ ہیں جو باطل سے نکل کر حق کی طرف آ گئے اور "من امن باللّٰہ" کا معنی ہے: جو ان میں سے اللہ پر ایمان رکھنے میں دائم رہے پس ان ہی کے لیے اجر ہے اور پوری آیت کا معنی اس طرح ہے:

اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَالَّذِیۡنَ ھَادُوۡا وَالنَّصٰرٰی وَالصّٰبِئِیۡنَ مَنۡ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَالۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَھُمۡ اَجۡرُھُمۡ عِنۡدَ رَبِّھِمۡ وَلَا خَوۡفٌ عَلَیۡھِمۡ وَلَا ھُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ○ (البقرۃ: ۶۲)

بے شک جو لوگ برحق مؤمن ہیں اور جن یہودیوں نے دین میں تغیر نہیں کیا اور انصار عیسیٰ اور باطل سے حق کی طرف نکلنے والے ان میں سے جس کا بھی دائماً اللہ پر ایمان رہا اور اس نے نیک عمل کیے سو ان ہی کے لیے ان کے رب کے پاس ان کا اجر ہے اور نہ ان پر کوئی خوف ہو گا اور نہ وہ غمگین ہوں گے○

علامہ نسفی نے "الصابئین" کے متعلق کہا ہے کہ امام ابوحنیفہ یہ فرماتے ہیں: وہ نبی پر اعتقاد رکھتے ہیں اور ان کے پاس کتاب ہے ان کی عورتوں سے نکاح کرنا جائز ہے اور ان کا ذبیحہ حلال ہے اور امام ابو یوسف اور امام محمد نے کہا ہے: وہ ستاروں کی تاثیر کا اعتقاد رکھتے ہیں ان کی عورتوں سے نکاح کرنا جائز ہے اور نہ ان کا ذبیحہ کھانا جائز ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۹۴-۷۴ ملخصاً و مزیداً و مخرجاً دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

حدیث مذکور کی شرح، شرح صحیح مسلم میں

حدیث مذکور شرح صحیح مسلم: ۱۴۶۱-۱۴۶۰- ج ۲ ص ۳۴۰-۳۳۶ پر مذکور ہے اور اس کی شرح کے حسب ذیل عنوانات ہیں:
(۱) قلب رسالت کے بیدار رہنے کی تحقیق (۲) واقعہ تعریس کی تعداد (۳) آثار شر اور خیر کے ثمرات اور اوقات منہیہ میں مذاہب (۴) احادیث میں تطبیق (۵) قضاء نمازوں کی اذان میں مذاہب (۶) حضور سے نماز فجر قضاء ہونے کی وجوہات (۷) مقام مصطفیٰ (۸) سنتوں کی قضاء میں مذاہب ائمہ (۹) ائمہ ثلاثہ کے دلائل کا جواب (۱۰) احناف کی دلیل (۱۱) علم رسالت (۱۲) دلائل الوہیت و نبوت (۱۳) بعض شارحین کا تسامح (۱۴) کثیر نمازوں کی قضاء کا طریقہ (۱۵) قضاء عمری (۱۶) مزید مسائل۔

نوٹ: یہ شرح ۱۲ صفحات پر مشتمل ہے۔

۷- بَابُ اِذَا خَافَ الۡجُنُبُ عَلٰی نَفۡسِهِ الۡمَرَضَ اَوِ الۡمَوۡتَ، اَوۡ خَافَ الۡعَطَشَ، تَیَمَّمَ

جب جنبی کو اپنے نفس پر مرض یا موت کا خطرہ ہو یا انسان کو پیاس کا خوف ہو تو وہ تیمم کر لے

اس عنوان کے تحت تین مسائل ہیں:

(۱) جب جنبی کو اپنے نفس کے اوپر غسل سے مرض کا خوف ہو تو پانی حاصل ہونے کے باوجود اس کے لیے تیمم کرنا مباح ہے امام ابوحنیفہ امام شافعی اور امام مالک کے نزدیک اگر مرض کے زیادہ ہونے کا خوف ہو تب بھی وہ تیمم کر سکتا ہے اور امام مالک سے ایک روایت ممانعت کی ہے۔ عطاء اور حسن بصری نے کہا ہے: اس کے لیے تیمم کرنا بالکل جائز نہیں ہے اور طاؤس نے اس کو مکروہ کہا ہے جب پانی نہ ہو تو پھر وہ تیمم کر سکتا ہے اور جب پانی موجود ہو تو پھر تیمم نہیں کر سکتا' امام ابو یوسف اور امام محمد کا بھی

یہی قول ہے۔

(۲) جب جنبی کو اپنے نفس پر غسل کرنے سے موت کا خطرہ ہو تو پھر اس پر اتفاق ہے کہ اس کے لیے تیمم کرنا جائز ہے" فتاویٰ قاضی خاں" میں مذکور ہے کہ جب جنبی شہر میں ہو اور تندرست ہو اور سردی کی وجہ سے غسل کرنے سے اس کو ہلاکت کا خطرہ ہو تو اس کے لیے تیمم کرنا جائز ہے اور مسافر کو جب غسل کرنے سے ہلاکت کا خطرہ ہو تو اس کے لیے تیمم کرنا بالاتفاق جائز ہے اور جو شخص شہر میں بے وضوء ہو تو امام ابوحنیفہ کے قول کی تخریج میں اختلاف ہے۔ شیخ الاسلام سرخسی نے اس کو جائز کہا ہے اور الحلوانی نے ناجائز کہا ہے۔

(۳) جب کسی شخص کو اپنے نفس پر پیاس کا خوف ہو تو اس کے لیے تیمم کرنا جائز ہے یا اس کو اپنے ساتھی یا اپنی سواری پر پیاس کا خوف ہو' پھر بھی اس کے لیے تیمم کرنا جائز ہے اور" شرح الوجیز" میں مذکور ہے: اگر کسی شخص کو اپنی جان یا مال پر درندے یا چور کا خطرہ ہو' وہ بھی تیمم کر سکتا ہے' اگر اس کو اس وقت پیاس لگی ہو یا پیاس کی توقع ہو' خواہ اپنے لیے یا اپنے رفیق کے لیے یا کسی ایسے جانور کے لیے جس کی شرعاً مذمت نہیں ہے' پھر بھی وہ تیمم کر سکتا ہے' اور" مغنی ابن قدامہ" میں مذکور ہے کہ اگر پانی فساق (غنڈوں) کے پاس ہو اور عورت کو خطرہ ہو کہ اگر وہ پانی لینے گئی تو وہ اس کی آبرو ریزی کریں گے تو اس کے لیے تیمم کرنا جائز ہے۔

اس باب کی بابِ سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ یہ تمام ابواب تیمم کے احکام سے متعلق ہیں۔

وَيُذْكَرُ اَنَّ عَمْرَو بْنَ الْعَاصِ اَجْنَبَ فِيْ لَيْلَةٍ بَارِدَةٍ' فَتَيَمَّمَ وَ تَلَا ﴿وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا﴾ (النساء:۲۹)' فَذَكَرَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يُعَنِّفْهُ.

اور ذکر کیا جاتا ہے کہ سردی کی ایک رات میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ جنبی ہو گئے' انہوں نے تیمم کیا اور یہ آیت پڑھی: "اور تم اپنی جانوں کو قتل نہ کرو' بے شک اللہ تم پر رحم فرمانے والا ہے" (النساء:۲۹)۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا گیا تو آپ نے ان کو ملامت نہیں کی۔

حضرت عمرو بن العاص کے غسل کے بجائے تیمم کرنے کی تفصیل اور اس حدیث کی تشریح

حضرت عمرو بن العاص القریشی السہمی ابوعبداللہ' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں فتح مکہ سے آٹھ سال پہلے حاضر ہوئے تھے' وہ قریش کے زاہدین میں سے تھے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو عمان کا حاکم بنایا' وہ وہاں حکومت کرتے رہے' حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا' ان سے ۳۷ احادیث مروی ہیں' جن میں سے امام بخاری نے ۳ احادیث روایت کی ہیں' یہ ۴۳ھ میں عید الفطر کے دن مصر میں فوت ہوئے اور یہ اس وقت وہیں پر حکمران تھے' ان کے بیٹے حضرت عبداللہ نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھائی' پھر انہوں نے لوگوں کو عید کی نماز پڑھائی' اس حدیث کو امام ابوداؤد نے موصولاً روایت کیا ہے:

عبد الرحمان بن جبیر' حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں' انہوں نے کہا: غزوہ ذات السلاسل میں سردی کی ایک رات میں' میں جنبی ہو گیا' مجھے خوف ہوا کہ اگر میں نے غسل کیا تو میں ہلاک ہو جاؤں گا' پس میں نے تیمم کر لیا' پھر میں نے اپنے اصحاب کو فجر کی نماز پڑھائی' پھر لوگوں نے اس واقعہ کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا' آپ نے فرمایا: اے عمرو! تم نے اپنے اصحاب کو اس حال میں نماز پڑھا دی کہ تم جنبی تھے' پھر میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی کہ کس چیز نے مجھے غسل سے روک دیا تھا اور میں نے کہا: میں نے اللہ تعالیٰ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:

لَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا○ (النساء:۲۹)

تم اپنی جانوں کو قتل نہ کرو' بے شک اللہ تم پر رحم فرمانے والا ہے○ (سنن ابوداؤد:۳۳۴)

امام ابوداؤد اس حدیث کی روایت میں منفرد ہیں۔

ذات السلاسل وادی القریٰ کے پیچھے ہے اور یہ مدینہ منورہ سے دس دن کی مسافت پر ہے' سلسل کا معنی جذام ہے اور یہ جگہ جذام کی سرزمین ہے' اس لیے اس کو ذات السلاسل کہتے ہیں' یہ غزوہ جمادی الاوّل ۸ ہجری میں ہوا تھا۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو سردی کی وجہ سے حالت جنابت میں تیمم کرنے پر ملامت نہیں کی اور آپ نے ان کے اس عمل کو مقرر اور ثابت رکھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ انہوں نے اس تیمم کے ساتھ جو نماز پڑھائی تھی' اس کا اعادہ نہیں ہوگا اور یہ حدیث ان لوگوں کے خلاف حجت ہے' جو اس تیمم کے ساتھ نماز کو واجب الاعادہ قرار دیتے ہیں اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس شخص کو وضوء کرنے میں ہلاکت کا خطرہ ہو' وہ تیمم کر سکتا ہے' خواہ سخت سردی کی وجہ سے ہلاکت کا خطرہ ہو یا کسی اور وجہ سے خواہ وہ سفر میں ہو یا شہر میں ہو' خواہ وہ جنبی ہو یا بے وضوء ہو' اس حدیث میں یہ بھی دلیل ہے کہ صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانے میں اجتہاد کرتے تھے' اس کی تائید میں درج ذیل حدیث ہے:

باب کے عنوان کی تائید میں ایک اور حدیث اور اس کی تشریح

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں تھے' ایک شخص ہمارے ساتھ تھا' اس کے سر پر پتھر آ کر لگا' جس نے اس کا سر پھاڑ دیا' پھر اس کو احتلام ہو گیا' اس نے اپنے اصحاب سے پوچھا: کیا تم میرے لیے تیمم کرنے کی رخصت پاتے ہو' انہوں نے کہا: ہم تمہارے لیے تیمم کی رخصت نہیں پاتے' تم پانی کے استعمال پر قادر ہو' اس نے غسل کیا پس وہ فوت ہو گیا' پھر جب ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس آئے تو آپ کو اس حادثہ کی خبر دی گئی' آپ نے فرمایا: انہوں نے اس کو قتل کر دیا' اللہ ان کو قتل کرے' ان کو جب اس مسئلہ کا علم نہیں تھا تو انہوں نے کسی سے سوال کیوں نہیں کیا کیونکہ لاعلمی کی شفاء سوال کرنا ہے' اس کے لیے تیمم کرنا کافی تھا' یا وہ اپنے زخم پر کوئی کپڑا رکھ کر پٹی باندھ لیتا' پھر اس پر مسح کر لیتا اور باقی جسم پر پانی بہا لیتا۔ (سنن ابوداؤد:۳۳۶)

امام ابوداؤد اس حدیث کی روایت میں بھی منفرد ہیں۔

اس حدیث میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانہ میں اجتہاد پر دلیل ہے اور یہ کہ صحابہ کرام کو بعض اوقات اجتہاد میں خطاء ہو جاتی تھی اور یہ کہ مفتی اپنے اجتہاد سے فتویٰ دے اور اس پر عمل کر کے کوئی شخص ہلاک ہو جائے تو مفتی پر اس کی دیت یا قصاص نہیں ہے' نیز اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مختلف امراض میں پرہیز کرنا واجب ہے۔

اور اس میں یہ دلیل بھی ہے کہ جب جنبی کو غسل کرنے سے جان کا خطرہ ہو تو وہ تیمم کر سکتا ہے' اور یہ امام بخاری کے عنوان پر دوسری حدیث سے استدلال ہے۔

۳۴۵- حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ ' هُوَ غُنْدَرٌ ' عَنْ شُعْبَةَ ' عَنْ سُلَيْمَانَ ' عَنْ اَبِيْ وَائِلٍ قَالَ قَالَ اَبُوْمُوْسٰى لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ اِذَا لَمْ يَجِدِ الْمَاءَ لَا يُصَلِّيْ؟ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ لَوْ رَخَّصْتُ لَهُمْ فِيْ هٰذَا' كَانَ اِذَا وَجَدَ اَحَدُهُمُ الْبَرْدَ قَالَ هٰكَذَا' يَعْنِيْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں بشر بن خالد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی' وہ غندر ہیں از شعبہ از سلیمان از ابی وائل' انہوں نے کہا: حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہا: جب کوئی شخص پانی نہ پائے تو وہ نماز نہ پڑھے؟ حضرت عبداللہ نے کہا: اگر

تَیَمَّمَ، وَصَلّٰی. قَالَ قُلْتُ فَاَیْنَ قَوْلُ عَمَّارٍ لِعُمَرَ؟ قَالَ اِنِّی لَمْ اَرَ عُمَرَ قَنِعَ بِقَوْلِ عَمَّارٍ.

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۵۶۶۴)

میں ان کو اس کی اجازت دوں تو جس کو ذرا سی بھی سردی لگے گی وہ اس طرح کرے گا یعنی تیمم کرے گا اور نماز پڑھ لے گا۔ حضرت ابوموسیٰ کہتے ہیں: میں نے کہا: پھر حضرت عمار نے جو حضرت عمر سے کہا تھا اس کی کیا توجیہ ہوگی؟ حضرت ابن مسعود نے کہا: میں نے نہیں دیکھا کہ حضرت عمر، حضرت عمار کے قول سے مطمئن ہوئے ہوں۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۳۳۸ میں گزر چکی ہے، وہاں اس کا عنوان تھا: آیا تیمم میں ہاتھوں پر پھونک ماری جائے گی؟ اور یہاں اس کا عنوان ہے: جب جنبی کو اپنے آپ پر مرض یا ہلاکت کا خطرہ ہو یا کسی شخص کو پیاس کا خوف ہو تو وہ تیمم کر سکتا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس جملہ میں ہے: یعنی وہ تیمم کرے گا اور نماز پڑھے گا۔

اس حدیث کے تمام رجال کا تعارف ہو چکا ہے۔

۳۴۶- حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبِیْ عَنِ الْاَعْمَشِ قَالَ سَمِعْتُ شَقِیْقَ بْنَ سَلَمَةَ قَالَ کُنْتُ عِنْدَ عَبْدِ اللّٰهِ وَاَبِیْ مُوْسٰی، فَقَالَ لَهٗ اَبُوْ مُوْسٰی اَرَاَیْتَ یَا اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، اِذَا اَجْنَبَ فَلَمْ یَجِدْ مَاءً، کَیْفَ یَصْنَعُ؟ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ لَا یُصَلِّیْ حَتّٰی یَجِدَ الْمَاءَ. فَقَالَ اَبُوْ مُوْسٰی فَکَیْفَ تَصْنَعُ بِقَوْلِ عَمَّارٍ حِیْنَ قَالَ لَهُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ یَکْفِیْکَ؟ قَالَ اَلَمْ تَرَ عُمَرَ لَمْ یَقْنَعْ بِذٰلِكَ؟ فَقَالَ اَبُوْ مُوْسٰی فَدَعْنَا مِنْ قَوْلِ عَمَّارٍ، کَیْفَ تَصْنَعُ بِهٰذِهِ الْاٰیَةِ؟ فَمَا دَرٰی عَبْدُ اللّٰهِ مَا یَقُوْلُ فَقَالَ اِنَّا لَوْ رَخَّصْنَا لَهُمْ فِیْ هٰذَا، لَاَوْشَكَ اِذَا بَرَدَ عَلٰی اَحَدِهِمُ الْمَاءُ اَنْ یَّدَعَهٗ وَیَتَیَمَّمَ. فَقُلْتُ لِشَقِیْقٍ فَاِنَّمَا کَرِهَ عَبْدُ اللّٰهِ لِهٰذَا؟ قَالَ نَعَمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی، از الاعمش، انہوں نے کہا: میں نے شقیق بن سلمہ سے سنا، انہوں نے کہا: میں حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما کے پاس تھا، حضرت ابوموسیٰ نے حضرت ابن مسعود سے کہا: اے ابوعبدالرحمٰن! جب ایک آدمی جنبی ہو جائے اور وہ پانی نہ پائے تو وہ کیا کرے؟ حضرت ابن مسعود نے کہا: وہ نماز نہ پڑھے حتیٰ کہ وہ پانی پا لے، حضرت ابوموسیٰ نے کہا: پھر آپ حضرت عمار کی اس حدیث کی کیا توجیہ کریں گے، جب ان سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے لیے یہ کافی تھا؟ حضرت ابن مسعود نے کہا: کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ حضرت عمر اس حدیث سے مطمئن نہیں ہوئے تھے۔ حضرت ابوموسیٰ نے کہا: اچھا! حضرت عمار کی حدیث کو چھوڑیں، یہ بتائیں کہ آپ اس آیت تیمم کا کیا جواب دیں گے؟ پھر حضرت عبداللہ بن مسعود کی سمجھ میں نہیں آیا، وہ کیا جواب دیں۔ تب انہوں نے کہا: بے شک اگر ہم اس صورت میں لوگوں کو تیمم کی اجازت دے دیں تو قریب ہے کہ ان لوگوں میں سے کسی کو پانی ٹھنڈا لگے گا تو وہ پانی کو چھوڑ کر تیمم کرے گا۔ اعمش کہتے ہیں: میں نے شقیق سے کہا: کیا حضرت ابن مسعود صرف اس وجہ سے جنبی کے لیے تیمم کو مکروہ کہتے تھے؟ انہوں نے کہا: ہاں!

۸- بَابُ اَلتَّیَمُّمُ ضَرْبَةٌ

تیمم میں ایک ضرب ہے

۳۴۷- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْاَعْمَشِ، عَنْ شَقِيْقٍ قَالَ كُنْتُ جَالِسًا مَعَ عَبْدِ اللّٰهِ وَاَبِيْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ، فَقَالَ لَهُ اَبُوْ مُوْسٰى لَوْ اَنَّ رَجُلًا اَجْنَبَ، فَلَمْ يَجِدِ الْمَاءَ شَهْرًا، اَمَا كَانَ يَتَيَمَّمُ وَيُصَلِّيْ؟ فَكَيْفَ تَصْنَعُوْنَ بِهٰذِهِ الْاٰيَةِ فِيْ سُوْرَةِ الْمَائِدَةِ ﴿فَلَمْ تَجِدُوْا مَاءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا﴾ (المائدہ: ٦)؟ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ لَوْ رُخِّصَ لَهُمْ فِيْ هٰذَا، لَاَوْشَكُوْا اِذَا بَرَدَ عَلَيْهِمُ الْمَاءُ اَنْ يَّتَيَمَّمُوا الصَّعِيْدَ. قُلْتُ وَاِنَّمَا كَرِهْتُمْ هٰذَا لِذَا؟ قَالَ نَعَمْ. فَقَالَ اَبُوْ مُوْسٰى اَلَمْ تَسْمَعْ قَوْلَ عَمَّارٍ لِعُمَرَ بَعَثَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَاجَةٍ، فَاَجْنَبْتُ فَلَمْ اَجِدِ الْمَاءَ، فَتَمَرَّغْتُ فِي الصَّعِيْدِ كَمَا تَمَرَّغُ الدَّابَّةُ، فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّمَا كَانَ يَكْفِيْكَ اَنْ تَصْنَعَ هٰكَذَا. فَضَرَبَ بِكَفِّهٖ ضَرْبَةً عَلَى الْاَرْضِ، ثُمَّ نَفَضَهَا، ثُمَّ مَسَحَ بِهِمَا ظَهْرَ كَفِّهٖ بِشِمَالِهٖ، اَوْ ظَهْرَ شِمَالِهٖ بِكَفِّهٖ، ثُمَّ مَسَحَ بِهِمَا وَجْهَهٗ؟ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ اَلَمْ تَرَ عُمَرَ لَمْ يَقْنَعْ بِقَوْلِ عَمَّارٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا؟

امام بخاری روایت کرتے ہیں، ہمیں محمد بن سلام نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابو معاویہ نے خبر دی از الاعمش از شقیق انہوں نے کہا: میں حضرت عبداللہ اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا، پس حضرت عبداللہ سے حضرت ابوموسیٰ نے کہا: اگر کوئی شخص جنبی ہو جائے اور اس کو ایک ماہ تک پانی نہ ملے تو کیا وہ تیمم کر کے نماز پڑھے؟ پس آپ سورۂ مائدہ کی اس آیت کا کیا جواب دیں گے: ''پس تم پانی کو نہ پاؤ تو پاک مٹی سے تیمم کرو'' (المائدہ:٦)، حضرت عبداللہ نے کہا: اگر ان کے لیے اس صورت میں تیمم کی اجازت دے دی جائے تو عنقریب جن کو پانی ٹھنڈا لگے گا وہ (پاک) مٹی سے تیمم کر لیں گے، میں نے کہا: آپ اس وجہ سے تیمم کو ناپسند کرتے ہیں؟ انہوں نے کہا: ہاں، پھر حضرت ابوموسیٰ نے کہا: کیا آپ نے نہیں سنا کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کیا کہا تھا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کام کے لیے بھیجا، سو میں جنبی ہو گیا اور مجھے پانی نہیں ملا تو میں مٹی میں اس طرح لوٹ پوٹ ہو گیا، جس طرح چوپایہ لوٹ پوٹ ہو جاتا ہے، پھر میں نے اس کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: تمہارے لیے یہ کافی تھا کہ تم اس طرح کرتے، آپ نے اپنی ہتھیلی کو ایک بار زمین پر مارا، پھر اس کو جھاڑا، پھر بائیں ہاتھ سے ہتھیلی کی پشت پر مسح کیا، یا فرمایا: بائیں ہاتھ کی پشت پر ہتھیلی سے مسح کیا، پھر دونوں ہتھیلیوں سے چہرے پر مسح کیا، حضرت عبداللہ نے کہا: کیا تم نے نہیں دیکھا کہ حضرت عمر، حضرت عمار کے قول سے مطمئن نہیں ہوئے تھے رضی اللہ عنہما؟

وَزَادَ يَعْلٰى عَنِ الْاَعْمَشِ، عَنْ شَقِيْقٍ كُنْتُ مَعَ عَبْدِ اللّٰهِ وَاَبِيْ مُوْسٰى، فَقَالَ اَبُوْ مُوْسٰى اَلَمْ تَسْمَعْ قَوْلَ عَمَّارٍ لِعُمَرَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَنِيْ اَنَا وَاَنْتَ فَاَجْنَبْتُ، فَتَمَعَّكْتُ بِالصَّعِيْدِ، فَاَتَيْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرْنَاهُ، فَقَالَ اِنَّمَا كَانَ يَكْفِيْكَ هٰكَذَا. وَمَسَحَ وَجْهَهٗ وَكَفَّيْهِ وَاحِدَةً؟

یعلیٰ نے از الاعمش از شقیق یہ اضافہ کیا ہے کہ میں حضرت عبداللہ اور حضرت ابوموسیٰ کے ساتھ تھا، حضرت ابوموسیٰ نے کہا: کیا آپ نے نہیں سنا، حضرت عمار نے حضرت عمر سے کہا تھا: بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اور آپ کو بھیجا، پس میں جنبی ہو گیا تو میں نے زمین میں پاک مٹی پر لوٹ لگائی، پھر ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور ہم نے آپ کو اس واقعہ کی خبر دی تو آپ نے فرمایا: تمہیں اس طرح کافی تھا اور آپ نے چہرے اور ہتھیلیوں پر

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۵۶۶۴ ٬مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ) ایک بار مسح کیا۔

صحابہ کرام کا مسائل میں ایک دوسرے سے اختلاف کے باوجود باہمی تعظیم وتکریم کو قائم رکھنا

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام میں بھی مسائل میں اختلاف ہوتا تھا اور وہ اس پر بحث بھی کرتے تھے٬ لیکن باہمی ادب و احترام میں فرق نہیں آنے دیتے تھے اور ذاتیات پر نہیں اتر آتے تھے٬ اگر آج یہ اختلاف ہوتا٬ ایک عالم کہتا: جنبی کے لیے تیمم جائز ہے اور دوسرا منع کرتا٬ تو مجوز فوراً مانع پر فتویٰ لگا دیتا کہ یہ شخص قرآن مجید کی اس آیت کا منکر ہے:

اَوۡ لٰمَسۡتُمُ النِّسَآءَ فَلَمۡ تَجِدُوۡا مَآءً فَتَيَمَّمُوۡا صَعِيۡدًا طَيِّبًا. (المائدہ:۶) یا تم عورتوں سے جماع کرلو پس تم پانی نہ پاؤ تو تم پاک مٹی سے تیمم کرلو۔

اور قرآن مجید کا انکار کفر ہے٬ سو یہ شخص کافر ہے۔

اور مانع مجوز پر یہ فتویٰ لگاتا کہ یہ شخص درج ذیل آیت کا منکر ہے:

اِنۡ كُنۡتُمۡ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوۡا. (المائدہ:۶) اگر تم جنبی ہو تو غسل کرو۔

اور قرآن مجید کا انکار کفر ہے٬ سو یہ شخص کافر ہے۔

یوں ایک دوسرے کی تکفیر کی جاتی اور دونوں طرف سے رسالے لکھے جاتے اور خوب ایک دوسرے پر تبرا بازی کی جاتی۔ اس کے برخلاف صحابہ کرام کی وسعت ظرف اور باہمی احترام کا حال یہ تھا کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کی پیش کردہ حدیث سے مطمئن نہیں ہوئے تو حضرت عمر نے حضرت عمار سے کہا: اے عمار! آپ اللہ سے ڈریں٬ حضرت عمار نے کہا: اے امیر المؤمنین! اگر آپ چاہیں تو اللہ کی قسم! میں کبھی بھی اس حدیث کا ذکر نہیں کروں گا٬ حضرت عمر نے فرمایا: ہرگز نہیں! ہم ضرور آپ کو آپ کے مؤقف پر قائم رکھیں گے۔ (سنن ابوداؤد: ۳۲۲ ٬سنن نسائی: ۳۱۱)

اس حدیث سے مناظرہ کا طریقہ معلوم ہوا کہ مناظرہ میں ایک فریق جب ایک دلیل سے دوسرے کے موقف کو تسلیم نہ کرے تو دوسرا فریق اس سے قوی دلیل پیش کرے٬ پس جب حضرت ابن مسعود نے حضرت عمار کی حدیث کو مسترد کر دیا تو حضرت ابوموسیٰ اشعری نے قرآن مجید کی آیت تیمم سے استدلال کیا اور حضرت ابن مسعود لاجواب ہو گئے۔

اس کی نظیر یہ ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نمرود سے مناظرہ ہوا تو انہوں نے توحید پر دلیل پیش کرتے ہوئے فرمایا:

رَبِّيَ الَّذِيۡ يُحۡيٖ وَيُمِيۡتُۙ. (البقرہ:۲۵۸) میرا رب وہ ہے٬ جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے۔

نمرود نے زندہ کرنے اور مارنے کا معنی نہیں سمجھا اور قید خانے سے اُس شخص کو رہا کر دیا٬ جسے پھانسی دینی تھی اور ایک بے قصور شخص کو پھانسی دے دی٬ پھر کہا:

اَنَا اُحۡيٖ وَاُمِيۡتُ. (البقرہ:۲۵۸) میں (بھی) زندہ کرتا ہوں اور مارتا ہوں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب یہ دیکھا کہ یہ شخص زندہ کرنے اور مارنے کے معنی کو نہیں سمجھا تو آپ نے دوسری دلیل پیش کی:

فَاِنَّ اللّٰهَ يَاۡتِيۡ بِالشَّمۡسِ مِنَ الۡمَشۡرِقِ فَاۡتِ بِهَا مِنَ الۡمَغۡرِبِ. (البقرہ:۲۵۸) پس بے شک اللہ سورج کو مشرق سے نکالتا ہے تو اس کو مغرب سے نکال دے۔

یعنی اللہ تعالیٰ سورج کو جس معروف جانب سے طلوع کرتا ہے تو سورج کو اس کی مخالف جانب سے طلوع کر کے دکھا٬ نمرود سے اس کا کوئی جواب نہیں بن پڑا اور وہ حیران اور ششدر ہو کر ساکت ہو گیا٬ اسی طرح حضرت ابوموسیٰ اشعری نے جب آیت تیمم سے

استدلال کیا تو حضرت ابن مسعود لاجواب ہو گئے۔

امام ترمذی اور امام ابن ابی شیبہ نے تصریح کی ہے کہ بعد میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنے مؤقف سے رجوع کر لیا تھا۔
(سنن ترمذی ص ۷۰ 'دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۳ھ 'مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۶۶۹) اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق علامہ نووی اور علامہ عینی نے لکھا ہے کہ انہوں نے اپنے مؤقف سے رجوع کر لیا تھا۔
(صحیح مسلم بشرح النووی ج ۲ ص ۱۴۶۹ 'مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ ۱۴۱۷ھ 'عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

اور اہل حق کی یہی شان ہے کہ جب ان پر حق واضح ہو جائے تو وہ رجوع کر لیتے ہیں' جس طرح اللہ تعالیٰ نے اس ناکارہ کو بھی چند عبارات کو تبدیل کرنے کی توفیق دی ہے۔

الحمد للّٰہ علٰی ذالک حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ کما یحب ربنا ویرضی.

۹- بَابٌ
باب

امام بخاری نے اس باب کا کوئی عنوان قائم نہیں کیا اور جس باب کا کوئی عنوان نہ ہو' وہ گزشتہ ابواب کے ساتھ لاحق ہوتا ہے' سو یہ باب بھی گزشتہ ابواب کے ساتھ لاحق ہے۔

۳۴۸- حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا عَوْفٌ' عَنْ اَبِیْ رَجَاءٍ قَالَ حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ حُصَیْنٍ الْخُزَاعِیُّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَاٰی رَجُلًا مُعْتَزِلًا' لَمْ یُصَلِّ فِی الْقَوْمِ' فَقَالَ یَا فُلَانُ' مَا مَنَعَكَ اَنْ تُصَلِّیَ فِی الْقَوْمِ؟ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ' اَصَابَتْنِیْ جَنَابَةٌ وَلَا مَاءَ' قَالَ عَلَیْكَ بِالصَّعِیْدِ' فَاِنَّهٗ یَكْفِیْكَ.

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۵۸۳۸ 'مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں عوف نے خبر دی از ابی رجاء' انہوں نے کہا: ہمیں عمران بن الحصین الخزاعی نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا' وہ الگ کھڑا ہوا تھا' اس نے لوگوں کے ساتھ نماز نہیں پڑھی تھی' آپ نے فرمایا: اے فلاں! تمہیں لوگوں کے ساتھ نماز پڑھنے سے کس چیز نے منع کیا؟ اس نے کہا: یارسول اللہ! میں جنبی ہو چکا ہوں اور پانی نہیں ہے' آپ نے فرمایا: تم پاک مٹی کو لازم کر لو (اس سے تیمم کرو) وہ تمہیں کافی ہے۔

یہ حدیث اس طویل حدیث کا ایک قطعہ ہے' جس کو امام بخاری نے صحیح البخاری: ۳۴۴ میں روایت کیا ہے' اس کی مفصل شرح وہاں گزر چکی ہے۔ یہ ''کتاب التیمم'' کی آخری حدیث ہے اور ہم ''نعمۃ الباری فی شرح صحیح البخاری'' کی جلد اوّل میں یہیں تک احادیث لانا چاہتے تھے' اب نعمۃ الباری کی جلد ثانی ان شاء اللہ ''کتاب الصلوٰۃ'' سے شروع ہو گی۔

''کتاب التیمم'' کی تکمیل اور ''نعمۃ الباری'' کی جلد اوّل کا اختتام

الحمد للہ رب العلمین! آج ۵ رجب ۱۴۲۷ھ/ یکم اگست ۲۰۰۶ء بہ روز منگل بعد نماز فجر ''کتاب التیمم'' کی تکمیل ہو گئی اور اس کے ساتھ ہی ''نعمۃ الباری'' کی جلد اوّل کی تکمیل بھی ہو گئی۔ الٰہ العلمین! جس طرح آپ نے اس جلد کی تکمیل کرا دی ہے' اس کی باقی جلدوں کو بھی مکمل کرا دیں (آمین)۔ ۱۳ ذوالحج ۱۴۲۶ھ بہ روز جمعہ ''نعمۃ الباری'' کی تصنیف کا آغاز کیا تھا' اس طرح تقریباً سات ماہ اور بیس دنوں میں یہ جلد مکمل ہو گئی' میں جب سے لکھ رہا ہوں' یہ جلد سب سے کم عرصہ میں مکمل ہوئی ہے' کیونکہ میں نے اس کو بہت سرعت اور تیز رفتاری کے ساتھ لکھا ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ مجھے معلوم ہے کہ اب میرے پاس زندگی کا بہت کم وقت رہ گیا ہے'

اب میری عمر چاند کے حساب سے اے سال ہو چکی ہے' اس لیے میں چاہتا ہوں کہ جتنی بھی عمر باقی ہے' اس میں زیادہ سے زیادہ اس شرح پر کام کرلوں اور اللہ کے فضل سے کوئی بعید نہیں کہ وہ اس شرح کو مکمل کرا دے' اللہ تعالیٰ اس شرح کو قبول فرمائے اور اس کو تمام مسلمانوں کے نزدیک مقبول اور مفید بنا دے' میری' میرے والدین کی' میرے اساتذہ کی' میرے احباب کی' اس کتاب کے ناشر کی اور تمام قارئین کی مغفرت فرما دے۔

و آخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العٰلمین و الصلٰوۃ و السلام علٰی سیدنا محمد خاتم النبیین قائد المرسلین وعلٰی آلہ و اصحابہ و ازواجہ و ذریاتہ و امتہ اجمعین.

نعمۃ الباری فی شرح صحیح البخاری' جلداوّل کی ڈائری

تقویم میلادی	تقویم ہجری	دن	ایک ماہ کے صفحات	کل صفحات	تعدادِ حدیث
۱۸ جنوری ۲۰۰۶ء	۲۷ ذوالحج ۱۴۲۶	جمعہ			
یکم فروری ۲۰۰۶ء	۲ محرم ۱۴۲۷ھ	بدھ	۲۸	۲۸	۴
یکم مارچ ۲۰۰۶ء	۳۰ محرم ۱۴۲۷ھ	بدھ	۹۰	۱۱۸	۴۱
یکم اپریل ۲۰۰۶ء	۲ ربیع الاوّل ۱۴۲۷ھ	ہفتہ	۱۱۰	۲۱۸	۸۶
یکم مئی ۲۰۰۶ء	۲ ربیع الثانی ۱۴۲۷ھ	پیر	۱۰۷	۳۲۵	۱۲۴
یکم جون ۲۰۰۶ء	۴ جمادی الاولی ۱۴۲۷ھ	جمعرات	۹۳	۴۱۸	۱۶۶
یکم جولائی ۲۰۰۶ء	۵ جمادی الثانیہ ۱۴۲۷ھ	ہفتہ	۱۰۹	۵۲۷	۲۳۷
یکم اگست ۲۰۰۶ء	۵ رجب ۱۴۲۷ھ	منگل	۱۶۳	۶۹۰	۳۴۸
۹ اگست ۲۰۰۶ء	۱۳ رجب ۱۴۲۷ھ	مقدمہ نعمۃ الباری	۶۴	۷۵۴	۷

ماخذ ومراجع

کتب الٰہیہ

۱- قرآن مجید
۲- تورات
۳- انجیل

کتب احادیث

۴- امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت' متوفی ۱۵۰ھ' مسند امام اعظم' مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز' کراچی
۵- امام مالک بن انس اصبحی' متوفی ۱۷۹ھ' موطا امام مالک' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۰۹ھ
۶- امام عبداللہ بن مبارک' متوفی ۱۸۱ھ' کتاب الزہد' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت
۷- امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم' متوفی ۱۸۳ھ' کتاب الآثار' مطبوعہ مکتبہ اثریہ' سانگلہ ہل
۸- امام محمد بن حسن شیبانی' متوفی ۱۸۹ھ' موطا امام محمد' مطبوعہ نور محمد' کارخانہ تجارت کتب' کراچی
۹- امام محمد بن حسن شیبانی' متوفی ۱۸۹ھ' کتاب الآثار' مطبوعہ ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۴۰۷ھ
۱۰- امام محمد بن ادریس شافعی' متوفی ۲۰۴ھ' المسند' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۰۰ھ
۱۱- امام سلیمان بن داؤد الجارود' المتوفی ۲۰۴ھ' مسند ابوداؤد الطیالسی' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۵ھ
۱۲- امام محمد بن عمر بن واقد متوفی ۲۰۷ھ' کتاب المغازی' مطبوعہ عالم الکتب' بیروت' ۱۴۰۴ھ
۱۳- امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی' متوفی ۲۱۱ھ' مصنف عبدالرزاق' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۳۹۰ھ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ
۱۴- امام عبداللہ بن الزبیر حمیدی' متوفی ۲۱۹ھ' المسند' مطبوعہ عالم الکتب' بیروت
۱۵- امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ' متوفی ۲۳۵ھ' المصنف' مطبوعہ ادارہ القرآن' کراچی' ۱۴۰۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ
۱۶- امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ' متوفی ۲۳۵' مصنف ابن ابی شیبہ' مطبوعہ دار الوطن' بیروت' ۱۴۱۸ھ
۱۷- امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ' متوفی ۲۳۵ھ' مصنف ابن ابی شیبہ' مطبوعہ مجلس علمی' بیروت' ۱۴۲۷ھ
۱۸- امام احمد بن حنبل' متوفی ۲۴۱ھ' المسند' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۳۹۸ھ' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۳ھ' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۲۰ھ' عالم الکتب' بیروت' ۱۴۱۹ھ
۱۹- امام ابوعبداللہ بن عبدالرحمان دارمی متوفی ۲۵۵ھ' سنن دارمی' مطبوعہ دار الکتاب العربی' ۱۴۰۷ھ' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۰ھ

۲۰- امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ صحیح بخاری مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۲ھ دارارقم بیروت

۲۱- امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ الادب المفرد مطبوعہ دارالمعرفہ بیروت ۱۴۱۲ھ

۲۲- امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ صحیح مسلم مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ کرمہ ۱۴۱۷ھ

۲۳- امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ سنن ابن ماجہ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱۴۱۵ھ دارالجیل بیروت ۱۴۱۸ھ

۲۴- امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی متوفی ۲۷۵ھ سنن ابوداؤد مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۴ھ

۲۵- امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی متوفی ۲۷۵ھ مراسیل ابوداؤد مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

۲۶- امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ سنن ترمذی مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱۴۱۴ھ دارالجیل بیروت ۱۹۹۸ء

۲۷- امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ شمائل محمدیہ مطبوعہ المکتبۃ التجاریہ مکہ مکرمہ ۱۴۱۵ھ

۲۸- امام علی بن عمر دارقطنی متوفی ۲۸۵ھ سنن دارقطنی مطبوعہ نشر السنہ ملتان دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۷ھ

۲۹- امام ابن ابی عاصم متوفی ۲۸۷ھ الاحاد والمثانی مطبوعہ دارالرایہ ریاض ۱۴۱۱ھ

۳۰- امام احمد عمرو بن عبدالخالق بزار متوفی ۲۹۲ھ البحر الزخار المعروف بہ مسند البزار مطبوعہ مؤسسۃ القرآن بیروت

۳۱- امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ سنن نسائی مطبوعہ دارالمعرفہ بیروت ۱۴۱۲ھ

۳۲- امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ عمل الیوم واللیلہ مطبوعہ مؤسسۃ الکتب الثقافیہ بیروت ۱۴۰۸ھ

۳۳- امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ سنن کبریٰ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۱ھ

۳۴- امام ابوبکر محمد بن ہارون الرویانی متوفی ۳۰۷ھ مسند الصحابہ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۷ھ

۳۵- امام احمد بن علی المثنی التمیمی المتوفی ۳۰۷ھ مسند ابویعلیٰ موصلی مطبوعہ دارالمامون التراث بیروت ۱۴۰۴ھ

۳۶- امام عبداللہ بن علی بن جارود نیشاپوری متوفی ۳۰۷ھ المنتقی مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۷ھ

۳۷- امام محمد بن اسحاق بن خزیمہ متوفی ۳۱۱ھ صحیح ابن خزیمہ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۵ھ

۳۸- امام ابوعوانہ یعقوب بن اسحاق متوفی ۳۱۶ھ مسند ابوعوانہ مطبوعہ دارالباز مکہ مکرمہ

۳۹- امام ابوجعفر احمد بن محمد الطحاوی متوفی ۳۲۱ھ تحفۃ الاخیار مطبوعہ دار بلنسیہ ریاض ۱۴۲۰ھ

۴۰- امام ابوجعفر احمد بن محمد الطحاوی متوفی ۳۲۱ھ شرح معانی الآثار مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور ۱۴۰۴ھ

۴۱- امام ابوجعفر احمد بن محمد الطحاوی متوفی ۳۲۱ھ مسند الامام الطحاوی مطبوعہ مکتبۃ الحرمین الدبئ ۱۴۲۶ھ

۴۲- امام ابوجعفر محمد بن عمرو العقیلی متوفی ۳۲۲ھ کتاب الضعفاء الکبیر دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ

۴۳- امام ابوحاتم محمد بن حبان البستی متوفی ۳۵۴ھ الاحسان بہ ترتیب صحیح ابن حبان مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۴۰۷ھ

۴۴- امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی المتوفی ۳۶۰ھ معجم صغیر مطبوعہ مکتبہ سلفیہ مدینہ منورہ ۱۳۸۸ھ مکتب اسلامی بیروت ۱۴۰۵ھ

۴۵- امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی المتوفی ۳۶۰ھ معجم اوسط مطبوعہ مکتبۃ المعارف ریاض ۱۴۰۵ھ دارالفکر بیروت ۱۴۲۰ھ

۴۶- امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی المتوفی ۳۶۰ھ معجم کبیر مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت

۴۷- امام عبداللہ بن عدی الجرجانی المتوفی ۳۶۵ھ الکامل فی ضعفاء الرجال مطبوعہ دارالفکر بیروت دارالکتب العلمیہ بیروت

۱۴۱۲ھ
۴۸- امام ابوحفص عمر بن احمد المعروف بابن شاہین التوفی ۳۸۵ھ' الناسخ والمنسوخ من الحدیث' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۲ھ
۴۹- امام عبداللہ بن محمد بن جعفر المعروف بابی الشیخ' متوفی ۳۹۶ھ' کتاب العظمۃ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت
۵۰- امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری' متوفی ۴۰۵ھ' المستدرک' مطبوعہ دارالباز' مکہ مکرمہ' مطبوعہ دارالمعرفہ بیروت' ۱۴۱۸ھ' المکتبۃ العصریہ بیروت' ۱۴۲۰ھ
۵۱- امام ابونعیم احمد بن عبداللہ اصبہانی' متوفی ۴۳۰ھ' حلیۃ الاولیاء' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ
۵۲- امام ابونعیم احمد بن عبداللہ اصبہانی' متوفی ۴۳۰ھ' دلائل النبوۃ' مطبوعہ دارالنفائس' بیروت
۵۳- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' سنن کبریٰ' مطبوعہ نشرالسنہ' ملتان
۵۴- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' کتاب الاسماء والصفات' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی' بیروت
۵۵- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' معرفۃ السنن والآثار' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت
۵۶- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' دلائل النبوۃ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۳ھ
۵۷- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' کتاب الآداب' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۰۶ھ
۵۸- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' کتاب فضائل الاوقات' مطبوعہ مکتبہ المنارۃ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۰ھ
۵۹- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' شعب الایمان' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۰۱ھ
۶۰- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی' متوفی ۴۵۸ھ' الجامع لشعب الایمان' مطبوعہ مکتبہ الرشد' ریاض' ۱۴۲۳ھ
۶۱- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' البعث والنشور' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۴ھ
۶۲- امام ابوعمر یوسف ابن عبدالبر قرطبی' متوفی ۴۶۳ھ' جامع بیان العلم وفضلہ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت
۶۳- امام ابوشجاع شیرویہ بن شہردار بن شیرویہ الدیلمی' التوفی ۵۰۹ھ' الفردوس بماثور الخطاب' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۰۶ھ
۶۴- امام حسین بن مسعود بغوی' متوفی ۵۱۶ھ' شرح السنہ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۲ھ
۶۵- امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر' متوفی ۵۷۱ھ' تاریخ دمشق الکبیر' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۱ھ
۶۶- امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر' متوفی ۵۷۱ھ' تہذیب تاریخ دمشق' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۷ھ
۶۷- امام ابوالفرج عبدالرحمان بن علی بن محمد جوزی' متوفی ۵۹۷ھ' جامع المسانید' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ
۶۸- امام مجدالدین المبارک بن محمد الشیبانی' المعروف بابن الاثیر الجزری' متوفی ۶۰۶ھ' جامع الاصول' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ
۶۹- امام زکی الدین عبدالعظیم بن عبدالقوی المنذری' التوفی ۶۵۶ھ' الترغیب والترہیب' مطبوعہ دارالحدیث' قاہرہ' ۱۴۰۷ھ دار ابن کثیر' بیروت' ۱۴۱۴ھ
۷۰- امام ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی' متوفی ۶۶۸ھ' التذکرۃ فی امور الآخرہ' مطبوعہ دارالبخاری' مدینہ منورہ
۷۱- امام ولی الدین تبریزی' متوفی ۷۴۲ھ' مشکوٰۃ' مطبوعہ اصح المطابع دہلی' دارارقم' بیروت

۷۲- حافظ جمال الدین عبداللہ بن یوسف زیلعی' متوفی ۷۶۲ھ' نصب الرایہ' مطبوعہ مجلس علمی سورۃ ہند' ۱۳۵۷ھ' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ
۷۳- حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی' المتوفی ۸۰۷ھ' مجمع الزوائد' مطبوعہ دار الکتاب العربی' بیروت' ۱۴۰۲ھ
۷۴- حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی' المتوفی ۸۰۷ھ' کشف الاستار' مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ' بیروت' ۱۴۰۴ھ
۷۵- امام ابو العباس احمد بن ابوبکر بوصیری' شافعی' متوفی ۸۴۰ھ' اتحاف الخیرۃ المہرۃ بزوائد المسانید العشرۃ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ
۷۶- حافظ علاء الدین بن علی بن عثمان ماردینی ترکمان' متوفی ۸۴۵ھ' الجواہر النقی' مطبوعہ نشر السنہ' ملتان
۷۷- حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی' متوفی ۸۴۸ھ' تلخیص المستدرک' مطبوعہ مکتبہ دار الباز' مکہ مکرمہ
۷۸- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی' متوفی ۸۵۲ھ' المطالب العالیہ' مطبوعہ مکتبہ دار الباز' مکہ مکرمہ
۷۹- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ۹۱۱ھ' الجامع الصغیر' مطبوعہ دار المعرفہ بیروت' ۱۳۹۱ھ' مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ۱۴۲۰ھ
۸۰- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ۹۱۱ھ' جامع الاحادیث الکبیر' مطبوعہ دار الفکر' بیروت ۱۴۱۴ھ
۸۱- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ۹۱۱ھ' البدور السافرہ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۶ھ' دار ابن حزم' بیروت' ۱۴۱۴ھ
۸۲- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ۹۱۱ھ' جمع الجوامع' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ
۸۳- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ۹۱۱ھ' الخصائص الکبریٰ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۰۵ھ
۸۴- علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی برہان پوری' متوفی ۹۷۵ھ' کنز العمال' مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ' بیروت

کتب تفاسیر

۸۵- امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری' متوفی ۳۱۰ھ' جامع البیان' مطبوعہ دار المعرفہ بیروت' ۱۴۰۹ھ' دار الفکر' بیروت
۸۶- امام عبد الرحمٰن بن محمد بن ادریس بن ابی حاتم رازی' متوفی ۳۲۷ھ تفسیر القرآن العزیز' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ
۸۷- امام ابو منصور محمد بن محمد ماتریدی حنفی' متوفی ۳۳۳ھ' تاویلات اہل السنۃ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ
۸۸- علامہ ابو الحسن علی بن احمد واحدی نیشاپوری' متوفی ۴۶۸ھ' الوسیط' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ
۸۹- امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی' متوفی ۶۰۶ھ' تفسیر کبیر' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ
۹۰- علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی' متوفی ۶۶۸ھ' الجامع لاحکام القرآن' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ
۹۱- قاضی ابو الخیر عبداللہ بن عمر بیضاوی شیرازی شافعی' متوفی ۶۸۵ھ' انوار التنزیل' مطبوعہ دار فراس للنشر والتوزیع' مصر
۹۲- علامہ ابو البرکات احمد بن محمد نسفی' متوفی ۷۱۰ھ' مدارک التنزیل' مطبوعہ دار الکتب العربیہ' پشاور
۹۳- علامہ اسماعیل حقی حنفی' متوفی ۱۱۳۷ھ' روح البیان' مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ' کوئٹہ' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۱ھ
۹۴- علامہ ابو الفضل سید محمود آلوسی حنفی' متوفی ۱۲۷۰ھ' روح المعانی' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۷ھ
۹۵- شیخ اشرف علی تھانوی' متوفی ۱۳۶۴ھ' بیان القرآن' مطبوعہ تاج کمپنی' لاہور

۹۶- شیخ محمود الحسن دیوبندی، متوفی ۱۳۳۹ھ و شیخ شبیر احمد عثمانی، متوفی ۱۳۶۹ھ حاشیۃ القرآن، مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ لاہور

کتب شروح حدیث

۹۷- ابوسلیمان حمد بن محمد الخطابی الشافعی المتوفی ۳۸۸ھ معالم السنن، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۶ھ
۹۸- ابوسلیمان حمد بن محمد الخطابی الشافعی المتوفی ۳۸۸ھ اعلام السنن، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۸ھ
۹۹- علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال مالکی اندلسی متوفی ۴۴۹ھ شرح صحیح البخاری، مطبوعہ مکتبہ الرشید، ریاض، ۱۴۲۰ھ
۱۰۰- حافظ ابوعمرو ابن عبدالبر مالکی، متوفی ۴۶۳ھ الاستذکار، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ، بیروت، ۱۴۱۳ھ
۱۰۱- حافظ ابوعمرو ابن عبدالبر مالکی متوفی ۴۶۳ھ، تمہید، مطبوعہ مکتبہ القدوسیہ لاہور ۱۴۰۴ھ، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۹ھ
۱۰۲- قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ، اکمال المعلم بفوائد مسلم، مطبوعہ دار الوفا، بیروت ۱۴۱۹ھ
۱۰۳- علامہ عبدالرحمٰن بن علی بن محمد جوزی متوفی ۵۹۷ھ، کشف المشکل علی صحیح البخاری، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ
۱۰۴- امام عبدالعظیم بن عبدالقوی منذری، متوفی ۶۵۶ھ، مختصر سنن ابوداؤد، مطبوعہ دار المعرفہ، بیروت
۱۰۵- علامہ ابوعبداللہ فضل اللہ الحسن التورپشتی، متوفی ۶۶۱ھ، کتاب المیسر فی شرح مصابیح السنۃ، مکتبہ نزار مصطفیٰ ۱۴۲۲ھ
۱۰۶- علامہ ابوالعباس احمد بن عمر ابراہیم القرطبی المالکی، المتوفی ۶۵۶ھ، المفہم، مطبوعہ دار ابن کثیر، بیروت، ۱۴۱۷ھ
۱۰۷- علامہ یحییٰ بن شرف نووی، متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع، کراچی، ۱۳۷۵ھ
۱۰۸- علامہ شرف الدین حسین بن محمد الطیبی، متوفی ۷۴۳ھ، شرح الطیبی، مطبوعہ ادارۃ القرآن، ۱۴۱۳ھ
۱۰۹- علامہ ابن رجب حنبلی، متوفی ۷۹۵ھ، فتح الباری، دار ابن الجوزی، ریاض، ۱۴۱۷ھ
۱۱۰- علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی، متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۵ھ
۱۱۱- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی، متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ، لاہور، دار الفکر، بیروت، ۱۴۲۰ھ
۱۱۲- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، نتائج الافکار فی تخریج الاحادیث الاذکار، دار ابن کثیر، بیروت
۱۱۳- حافظ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی، متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ، دار الکتب العلمیہ، ۱۴۲۱ھ
۱۱۴- حافظ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، شرح سنن ابوداؤد، مطبوعہ مکتبہ الرشید، ریاض، ۱۴۲۰ھ
۱۱۵- علامہ محمد بن محمد سنوسی مالکی متوفی ۸۹۵ھ، مکمل اکمال المعلم، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۵ھ
۱۱۶- علامہ احمد قسطلانی، متوفی ۹۱۱ھ، ارشاد الساری، مطبوعہ مطبعہ میمنہ، مصر، ۱۳۰۶ھ
۱۱۷- حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، التوشیح علی الجامع الصحیح، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۰ھ
۱۱۸- حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، الدیباج علی صحیح مسلم بن حجاج، مطبوعہ ادارۃ القرآن، کراچی، ۱۴۱۲ھ
۱۱۹- حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، تنویر الحوالک، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۸ھ

۱۲۰- علامہ ابویحییٰ زکریا بن محمد انصاری متوفی ۹۲۶ھ تحفۃ الباری بشرح صحیح البخاری مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۵ھ
۱۲۱- علامہ عبدالرؤف مناوی شافعی متوفی ۱۰۰۳ھ فیض القدیر مطبوعہ دارالمعرفہ بیروت ۱۳۹۱ھ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ ۱۴۱۸ھ
۱۲۲- علامہ عبدالرؤف مناوی شافعی متوفی ۱۰۰۳ھ شرح الشمائل مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی
۱۲۳- علامہ علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ جمع الوسائل مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی
۱۲۴- علامہ علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ شرح مسند ابی حنیفہ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۰۵ھ
۱۲۵- علامہ علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ مرقات مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱۳۹۰ھ مکتبہ حقانیہ پشاور
۱۲۶- علامہ علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ الاسرار المرفوعۃ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۰۵ھ
۱۲۷- شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی 1052ھ اشعۃ اللمعات مطبوعہ مطبع تیج کمار لکھنو
۱۲۸- علامہ محمد التاؤدی التوفی ۱۲۰۹ھ حاشیۃ التاؤدی علی صحیح البخاری مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۸ھ
۱۲۹- شیخ محمد بن علی بن محمد شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ تحفۃ الذاکرین مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ مصر ۱۳۵۰ھ
۱۳۰- نواب صدیق حسن خاں متوفی ۱۳۰۷ھ عون الباری مطبوعہ دارالرشید حلب سوریا
۱۳۱- شیخ رشید احمد گنگوہی متوفی ۱۳۲۳ھ لامع الدراری علی جامع البخاری مطبوعہ ایچ۔ایم سعید کمپنی کراچی
۱۳۲- شیخ عبدالرحمن مبارک پوری متوفی ۱۳۲۵ھ تحفۃ الاحوذی مطبوعہ نشر السنہ ملتان دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۹ھ
۱۳۳- شیخ وحید الزمان متوفی ۱۳۲۸ھ تیسیر الباری مطبوعہ نعمانی کتب خانہ لاہور
۱۳۴- شیخ انور شاہ کشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ فیض الباری مطبوعہ مطبع حجازی مصر ۱۳۵۷ھ
۱۳۵- شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ھ فتح الملہم مطبوعہ مکتبۃ الحجاز کراچی
۱۳۶- شیخ محمد بن زکریا بن محمد بن یحییٰ کاندھلوی اوجز المسالک الی مؤطا مالک مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۰ھ
۱۳۷- شیخ محمد تقی عثمانی انعام الباری مطبوعہ مکتبۃ الحراء کراچی
۱۳۸- شیخ سلیم اللہ خاں کشف الباری مطبوعہ مکتبہ فاروقیہ کراچی
۱۳۹- نبیل بن منصور (ابھی حیات ہیں) انیس الساری مطبوعہ مؤسسۃ الریان کویت

کتب اسماء الرجال

۱۴۰- امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ التاریخ الکبیر مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۲ھ
۱۴۱- امام احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ منہج الامام النسائی فی الجرح والتعدیل دارالاحیاء التراث العربی بیروت ۱۴۲۴ھ
۱۴۲- امام ابوبکر احمد بن علی خطیب بغدادی متوفی ۴۶۳ھ تاریخ بغداد دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۷ھ
۱۴۳- حافظ جمال الدین ابوالحجاج یوسف مزی متوفی ۷۴۲ھ تہذیب الکمال مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱۴۱۴ھ
۱۴۴- حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۷۴۸ھ میزان الاعتدال مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۶ھ
۱۴۵- حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی التوفی ۷۴۸ھ الکاشف مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱۴۱۸ھ

۱۴۶- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی' متوفی ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت
۱۴۷- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی' متوفی ۸۵۲ھ تقریب التہذیب' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت
۱۴۸- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ۹۱۱ھ' اللآلی المصنوعہ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۷ھ
۱۴۹- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ۹۱۱ھ' طبقات الحفاظ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۴ھ
۱۵۰- علامہ محمد بن طولون متوفی ۹۵۳ھ' الشذرۃ فی الاحادیث المشتہرۃ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۳ھ
۱۵۱- علامہ محمد طاہر پٹنی' متوفی ۹۸۶ھ' تذکرۃ الموضوعات' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ
۱۵۲- علامہ علی بن سلطان محمد القاری' التوفی ۱۰۱۴ھ' موضوعات کبیر' مطبوعہ مطبع مجتبائی' دہلی
۱۵۳- علامہ اسماعیل بن محمد العجلونی' متوفی ۱۱۶۲ھ' کشف الخفاء ومزیل الالباس' مطبوعہ مکتبۃ الغزالی' دمشق

کتب لغت

۱۵۴- امام اللغۃ خلیل احمد فراہیدی' متوفی ۱۷۵ھ' کتاب العین' مطبوعہ انتشارات اسوہ' ایران' ۱۴۱۴ھ
۱۵۵- علامہ اسماعیل بن حماد الجوہری' متوفی ۳۹۸ھ' الصحاح' مطبوعہ دار العلم' بیروت' ۱۴۰۴ھ
۱۵۶- علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی' متوفی ۵۰۲ھ' المفردات' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ
۱۵۷- علامہ محمود بن عمر زمخشری' متوفی ۵۸۳ھ' الفائق' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۷ھ
۱۵۸- علامہ محمد بن اثیر الجزری' متوفی ۶۰۶ھ' نہایہ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ
۱۵۹- علامہ محمد بن ابوبکر بن عبد القادر رازی متوفی ۶۶۰ھ' مختار الصحاح' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ
۱۶۰- علامہ یحییٰ بن شرف نووی' متوفی ۶۷۶ھ' تہذیب الاسماء واللغات' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت
۱۶۱- علامہ جمال الدین محمد بن مکرم بن منظور افریقی' متوفی ۷۱۱ھ' لسان العرب' مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ' قم' ایران
۱۶۲- علامہ مجد الدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی' متوفی ۸۱۷ھ' القاموس المحیط' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت
۱۶۳- علامہ محمد طاہر پٹنی' متوفی ۹۸۶ھ' مجمع بحار الانوار' مطبوعہ مکتبہ دار الایمان' المدینۃ المنورہ' ۱۴۱۵ھ
۱۶۴- علامہ سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی' متوفی ۱۲۰۵ھ' تاج العروس' مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ' مصر
۱۶۵- لوئیس معلوف الیسوعی' متوفی ۱۸۶۷ء' المنجد' مطبوعہ المطبعۃ الکاثولیکیہ' بیروت' ۱۹۲۷ء
۱۶۶- ابونعیم عبد الحکیم خان نشتر جالندھری' قائد اللغات' مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی' لاہور
۱۶۷- قاضی عبد النبی بن عبد الرسول احمد نگری' دستور العلماء' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ

کتب تاریخ' سیرت وفضائل

۱۶۸- امام محمد بن سعد' متوفی ۲۳۰ھ' الطبقات الکبریٰ' مطبوعہ دار صادر بیروت' ۱۳۸۸ھ' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ
۱۶۹- امام ابوسعید عبد الملک بن ابی عثمان نیشاپوری متوفی ۴۰۶ھ' شرف المصطفیٰ' مطبوعہ دار البشائر الاسلامیہ' مکہ مکرمہ' ۱۴۲۴ھ
۱۷۰- امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری' متوفی ۳۱۰ھ' تاریخ الامم والملوک' مطبوعہ دار القلم' بیروت

۱۷۱- حافظ ابوعمرو یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبر متوفی ۴۶۳ھ الاستیعاب مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت
۱۷۲- قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ الشفاء مطبوعہ عبدالتواب اکیڈمی ملتان دارالفکر بیروت ۱۴۱۵ھ
۱۷۳- علامہ عبدالرحمن بن علی جوزی متوفی ۵۹۷ھ الوفاء مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد
۱۷۴- علامہ ابوالحسن علی بن ابی الکرم الشیبانی المعروف بابن الاثیر متوفی ۶۳۰ھ اسد الغابہ مطبوعہ دارالفکر بیروت دارالکتب العلمیہ بیروت
۱۷۵- علامہ ابوالحسن علی بن ابی الکرم الشیبانی المعروف بابن الاثیر متوفی ۶۳۰ھ الکامل فی التاریخ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت
۱۷۶- علامہ شمس الدین احمد بن محمد بن ابی بکر بن خلکان متوفی ۶۸۱ھ وفیات الاعیان مطبوعہ منشورات الشریف الرضی ایران
۱۷۷- حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۷۴۸ھ سیر اعلام النبلاء مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱۴۱۷ھ
۱۷۸- شیخ ابوعبداللہ محمد بن ابی بکر ابن القیم الجوزیہ المتوفی ۷۵۱ھ زاد المعاد مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱۴۱۹ھ
۱۷۹- علامہ تاج الدین ابونصر عبدالوہاب سبکی متوفی ۷۷۱ھ طبقات الشافعیہ الکبریٰ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۰ھ
۱۸۰- حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر شافعی متوفی ۷۷۴ھ البدایہ والنہایہ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱۴۱۸ھ
۱۸۱- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ الاصابہ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت
۱۸۲- علامہ نور الدین علی بن احمد سمہودی متوفی ۹۱۱ھ وفاء الوفاء مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۰۱ھ
۱۸۳- علامہ احمد قسطلانی متوفی ۹۱۱ھ المواہب اللدنیہ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۶ھ
۱۸۴- علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی متوفی ۹۴۲ھ سبل الہدیٰ والرشاد مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۴ھ
۱۸۵- علامہ علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ شرح الشفاء مطبوعہ دارالفکر بیروت دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ
۱۸۶- علامہ احمد شہاب الدین خفاجی متوفی ۱۰۶۹ھ نسیم الریاض مطبوعہ دارالفکر بیروت دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ
۱۸۷- علامہ محمد عبدالباقی زُرقانی متوفی ۱۱۲۴ھ شرح المواہب اللدنیہ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱۳۹۳ھ

کتب فقہ حنفی

۱۸۸- شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ المبسوط مطبوعہ دارالمعرفہ بیروت ۱۳۹۸ھ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ
۱۸۹- شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ شرح سیر کبیر مطبوعہ المکتبہ الثورۃ الاسلامیہ افغانستان ۱۴۰۵ھ
۱۹۰- علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی متوفی ۵۸۷ھ بدائع الصنائع مطبوعہ ایچ - ایم - سعید اینڈ کمپنی ۱۴۰۰ھ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ
۱۹۱- علامہ حسین بن منصور اوز جندی متوفی ۵۹۲ھ فتاویٰ قاضی خاں مطبوعہ مطبعہ کبریٰ بولاق مصر ۱۳۱۰ھ
۱۹۲- علامہ حسین بن منصور اوز جندی متوفی ۵۹۲ھ شرح الزیادات دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۲۶ھ
۱۹۳- علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی ۵۹۳ھ ہدایہ اولین وآخرین مطبوعہ شرکت علمیہ ملتان
۱۹۴- علامہ برہان الدین محمود بن صدر الشریعہ ابن مازہ البخاری متوفی ۶۱۶ھ المحیط البرہانی مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی ۱۴۲۴ھ
۱۹۵- امام فخر الدین عثمان بن علی متوفی ۷۴۳ھ تبیین الحقائق مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۴۲۱ھ

۱۹۶- علامہ محمد بن محمود بابرتی' متوفی ۷۸۶ھ' عنایہ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ
۱۹۷- علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی' متوفی ۸۵۵ھ' بنایہ' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۱ھ
۱۹۸- علامہ کمال الدین بن ہمام' متوفی ۸۶۱ھ' فتح القدیر' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ
۱۹۹- علامہ ابراہیم بن محمد حلبی' متوفی ۹۵۶ھ' غنیۃ المستملی' مطبوعہ سہیل اکیڈمی' لاہور' ۱۴۱۲ھ
۲۰۰- علامہ زین الدین بن نجیم' متوفی ۹۷۰ھ' البحرالرائق' مطبوعہ مطبعہ علمیہ' مصر' ۱۳۱۱ھ
۲۰۱- ملا بن سلطان محمد القاری' المتوفی ۱۰۱۴ھ' فتح باب العنایۃ' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۶ھ
۲۰۲- علامہ علاء الدین محمد بن علی بن محمد حصکفی' متوفی ۱۰۸۸ھ' الدرالمختار' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی' بیروت
۲۰۳- ملا نظام الدین' متوفی ۱۱۶۱ھ' فتاویٰ عالمگیری' مطبوعہ مطبع کبریٰ امیریہ بولاق' مصر' ۱۳۱۰ھ
۲۰۴- علامہ احمد بن محمد طحطاوی' متوفی ۱۲۳۱ھ' حاشیۃ الطحطاوی' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ
۲۰۵- علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی' متوفی ۱۲۵۲ھ' منحۃ الخالق' مطبوعہ مطبعہ علمیہ' مصر' ۱۳۱۱ھ
۲۰۶- علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی' متوفی ۱۲۵۲ھ' تنقیح الفتاویٰ الحامدیہ' مطبوعہ دارالاشاعۃ العربی' کوئٹہ
۲۰۷- علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی' متوفی ۱۲۵۲ھ' رسائل ابن عابدین' مطبوعہ سہیل اکیڈمی' لاہور' ۱۳۹۶ھ
۲۰۸- علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی' متوفی ۱۲۵۲ھ' ردالمحتار' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۷ھ' ۱۴۱۹ھ
۲۰۹- اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلی' متوفی ۱۳۴۰ھ' فتاویٰ رضویہ قدیم' مطبوعہ مکتبہ رضویہ' کراچی
۲۱۰- اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلی' متوفی ۱۳۴۰ھ' فتاویٰ رضویہ جدید' مطبوعہ جامعہ نظامیہ رضویہ' لاہور
۲۱۱- صدرالشریعۃ علامہ امجد علی' متوفی ۱۳۶۷ھ' بہارِ شریعت' مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز' لاہور' ۱۴۱۶ھ

کتب فقہ شافعی

۲۱۲- امام محمد بن ادریس شافعی' متوفی ۲۰۴ھ' الام' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' ۱۴۰۳ھ
۲۱۳- علامہ ابوالحسین علی بن محمد حبیب ماوردی شافعی' متوفی ۴۵۰ھ' الحاوی الکبیر' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۴ھ
۲۱۴- علامہ ابواسحاق شیرازی' متوفی ۴۵۵ھ' المہذب' مطبوعہ دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۳۹۳ھ
۲۱۵- علامہ یحییٰ بن شرف نووی' متوفی ۶۷۶ھ' شرح المہذب' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۳ھ

کتب فقہ مالکی

۲۱۶- امام سحنون بن سعید تنوخی مالکی' متوفی ۲۵۶ھ' المدونۃ الکبریٰ' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی' بیروت
۲۱۷- قاضی ابوالولید محمد بن احمد بن رشد مالکی اندلسی' متوفی ۵۹۵ھ' بدایۃ المجتہد' مطبوعہ دارالفکر' بیروت
۲۱۸- علامہ ابوالبرکات احمد دردیر مالکی' متوفی ۱۱۹۷ھ' الشرح الکبیر' مطبوعہ دارالفکر' بیروت
۲۱۹- علامہ شمس الدین محمد بن عرفہ دسوقی' متوفی ۱۲۱۹ھ' حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر' مطبوعہ دارالفکر' بیروت

کتب فقہ حنبلی

۲۲۰- علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ متوفی ۶۲۰ھ المغنی مطبوعہ دارالحدیث قاہرہ ۱۴۲۵ھ
۲۲۱- علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ متوفی ۶۲۰ھ الکافی مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۴ھ
۲۲۲- شیخ ابوالعباس تقی الدین بن تیمیہ متوفی ۷۲۸ھ مجموعۃ الفتاویٰ مطبوعہ ریاض مطبوعہ دارالجیل بیروت ۱۴۱۸ھ
۲۲۳- علامہ شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن فتاح مقدسی متوفی ۷۶۳ھ کتاب الفروع مطبوعہ عالم الکتب بیروت
۲۲۴- علامہ موسیٰ بن احمد صالحی متوفی ۹۶۰ھ کشاف القناع مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ

۞۞۞۞۞

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نعمۃ الباری

فی

شرح صحیح البخاری

علامہ غلام رسول سعیدی

الجزء الثانی

وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ لَا تُحْصُوْھَا

اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرو تو شمار نہ کر سکو گے (ابراہیم: ۳۴)

نِعمۃ الباری فی شرح صحیح البخاری

جِلد دوئم

الاحادیث: ۹۴۱ —— ۳۴۹

کتاب الصلوٰۃ، کتاب مواقیت الصلوٰۃ، کتاب الاذان، کتاب الجمعۃ

تصنیف

علامہ غلام رسول سعیدی

شیخ الحدیث، دار العلوم نعیمیہ، کراچی-۳۸

ناشر

فرید بک سٹال ۳۸-اُردو بازار لاہور

فرید بک سٹال ۳۸۔ اردو بازار لاہور

الطبع الاوّل : شعبان 1429ھ / اگست 2008ء
الطبع السادس : شعبان 1434ھ / جون 2013ء
تصحیح : حافظ محمد اکرم ساجد، محمد اشتیاق
مطبع : رومی پبلیکیشنز اینڈ پرنٹرز لاہور
قیمت : -/710 روپے

Farid Book Stall
Phone No:092-42-37312173-37123435
Fax No.092-42-37224899
Email:info@faridbookstall.com
Visit us at:www.faridbookstall.com

فرید بک سٹال ۳۸۔ اردو بازار لاہور
فون نمبر ۰۹۲۔۴۲۔۳۷۳۱۲۱۷۳۔۳۷۱۲۳۴۳۵
فیکس نمبر ۰۹۲۔۴۲۔۳۷۲۲۴۸۹۹
ای۔میل: info@faridbookstall.com
ویب سائٹ: www.faridbookstall.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست مضامین

نعمة الباری فی شرح صحیح البخاری (جلد دوئم)

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
☆	خطبة الکتاب	51
	۸ ۔ کتاب الصلوٰة	53
	باب:۱	
1	شب معراج میں نمازوں کو فرض کیے جانے کی کیفیت	53
2	اس کی توجیہ کہ آپ نے حضرت ام ھانی کے گھر کو اپنا گھر فرمایا اور اس کی حکمت کہ فرشتے دروازہ سے آنے کے بجائے چھت میں شگاف کر کے آئے	56
3	شق صدر کی تعداد اور اس کی حکمت	57
4	سونے کے طشت کی توجیہ اور حکمت کا معنی	57
5	''نسم'' کا معنی اور اس اعتراض کا جواب کہ کفار کے لیے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جاتے' پھر حضرت آدم نے اپنی بائیں جانب کفار کی روحوں کو کیسے دیکھا؟	57
6	ایک روایت میں ہے: حضرت ابراہیم چھٹے آسمان پر تھے' دوسری روایت میں ہے: وہ ساتویں آسمان پر تھے' اس تعارض کا جواب	58
7	ابن شہاب' ابن حزم اور ابوحبہ کا تعارف	58
8	''المستوی'' اور ''صریف الاقلام'' کا معنی	58
9	نمازوں میں تخفیف کی تفصیل	58
10	''السدرة المنتھی'' کا معنی	59
11	پانچ نمازوں کی فرضیت اور اس سے پہلے کتنی نمازیں فرض تھیں	59
12	تمام نبیوں میں سے صرف حضرت موسیٰ نے آپ کی امت کے لیے نمازوں میں تخفیف کی سفارش کی' اس کی وجہ	60
13	انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں ہیں' پھر آپ نے ان کو آسمانوں پر کیسے دیکھا؟	60
14	ہمارے نبی ﷺ نے آسمانوں پر جن نبیوں سے ملاقات کی' ان کی وجہ ترجیح	60
15	رات کے وقت میں معراج کرانے کی وجوہ	61
16	آپ کو معراج کرانے کی حکمت	62
17	سدرة کو مختلف رنگوں کا ڈھانپنا	62
18	نبی ﷺ کی روح کا سب سے زیادہ قوی ہونا	62
19	شرح صحیح مسلم میں حدیث مذکور کی شرح	63
20	علامہ ابن بطال مالکی کا امام ابوحنیفہ پر اعتراض کہ انہوں نے وتر کو فرض کہہ کر چھ فرائض بنادیئے	64
21	مصنف کی طرف سے علامہ ابن بطال کے اعتراض کا جواب	64
22	حافظ ابن حجر شافعی کا سفر میں نماز کے قصر کے وجوب اور عزیمت کی نفی کرنا	65
23	سفر میں وجوب قصر پر مصنف کے پیش کردہ دلائل اور حافظ ابن حجر کے اعتراض کے جوابات	66

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
24	شرح صحیح مسلم میں حدیث مذکور کی شرح	68
	باب:۲	
25	کپڑے پہن کر نماز پڑھنے کا وجوب	68
26	شرم گاہ کو چھپانے کے حکم میں مذاہب فقہاء	68
	باب:۳	
27	نماز میں گدی پر تہبند میں گرہ لگانا	73
28	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	73
29	حدیث مذکور کے مسائل	74
	باب:٤	
30	ایک کپڑے کو اپنے گرد لپیٹ کر نماز پڑھنا	74
31	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	75
32	صرف تہبند باندھ کر نماز پڑھنے کی تحقیق	75
33	بھائی کے بجائے ماں کا بیٹا کہنے کی توجیہ اور حضرت ام ھانی ء کا تعارف	77
34	فلان بن ھبیرہ کے مصداق کا تعین	77
35	حدیث مذکور کے دیگر مسائل	78
36	ایک کپڑا پہن کر نماز پڑھنے کا جواز اور ایک سے زیادہ کپڑے پہن کر نماز پڑھنے کا استحباب	78
	باب:۵	
37	جب ایک کپڑے میں نماز پڑھے تو اس (کے سروں) کو اپنے کندھوں پر ڈال لے	79
38	تہبند کے سروں کو کندھوں پر ڈال کر باندھنے کے حکم کی وجہ	79
	باب:٦	
39	جب کپڑا تنگ ہو	80
40	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	81
41	حدیث:٣٦١ کے حدیث:٣٥٩ سے تعارض کا جواب، نماز میں کسی کا ستر دیکھنے سے خود کو محفوظ رکھنا اور حکام کے پاس رات کو جانا	81
	باب:۷	
42	جبہ شامیہ پہن کر نماز پڑھنا	83
43	کفار کے بُنے ہوئے کپڑوں میں مذاہب ائمہ	83
	باب:۸	
44	نماز میں برہنہ ہونے کی کراہت	84
45	تعمیر کعبہ اور آپ کے تہبند اتارنے کے واقعہ کی تاریخ	85
46	مصنف کے نزدیک آپ کے تہبند اتارنے کے واقعہ کی تحقیق	87
47	اجنبی لوگوں کے سامنے برہنہ ہونے کی ممانعت کے متعلق احادیث	87
48	شرم گاہ کو چھپانے میں فقہاء کی تصریحات	88
	باب:۹	
49	قمیص، شلوار، جانگیہ اور شیروانی میں نماز پڑھنے کا بیان	88
	باب:۱۰	
50	جس شرم گاہ کو چھپایا جائے	89
51	صما اور احتباء کا معنی	90
52	بیع لماس کا معنی	90
53	''بیع النباذ'' اور ''منابذہ'' کا معنی	90
54	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	91
55	حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو کس سال میں حج کا امیر بنایا گیا تھا؟	91
56	اعلانِ براءت کا قرآن مجید میں ذکر	92
57	حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اعلانِ براءت کے لیے بھیجنے کی حکمت	92
58	شرح صحیح مسلم میں حدیث مذکور کی شرح	93

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
	باب:11	
59	بغیر چادر کے نماز پڑھنا	93
	باب:12	
60	ران کے متعلق جو احادیث ذکر کی جاتی ہیں	93
61	تعلیقات مذکورہ ذیل سے امام بخاری کا یہ ثابت کرنا کہ ران شرم گاہ ہے	94
62	تعلیقات مذکورہ ذیل سے یہ ثابت کرنا کہ ران شرم گاہ نہیں ہے	94
63	جب ران شرم گاہ نہیں ہے تو پھر حضرت جرھد کی حدیث میں اس کو شرم گاہ کہنے کی توجیہ	95
64	تعلیق مذکور کو امام بخاری کا بے مقصد وارد کرنا	95
65	علامہ اسماعیلی کا امام بخاری پر اعتراض اور حافظ ابن حجر کا جواب	96
66	حافظ ابن حجر کے جواب پر مصنف کا تبصرہ	96
67	خیبر کا معنی اور اس کا محل وقوع	98
68	حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا تذکرہ	98
69	آیا آپ نے اپنی ران سے تہبند قصداً ہٹایا تھا یا سہواً؟	98
70	درج ذیل جملہ آیا آپ کی دعا تھی یا نیک شگون؟	98
71	اس اعتراض کا جواب کہ آپ نے مالِ غنیمت کی تقسیم سے پہلے حضرت دحیہ کو باندی کیسے عطا کی؟	99
72	حضرت صفیہ بنت حیی ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کا تذکرہ	99
73	اس اعتراض کا جواب کہ نبی ﷺ نے حضرت دحیہ کو حضرت صفیہ ہبہ کر کے واپس لے لیں حالانکہ کسی کو کوئی چیز ہبہ کر کے واپس لینا مکروہ ہے	99
74	دورانِ جنگ نعرۂ تکبیر لگانا اور حضرت صفیہ کے آزاد کرنے کو ان کا مہر قرار دینے کی تحقیق	100
75	رسول اللہ ﷺ کے ولیمہ کی خصوصیت	101

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
	باب:13	
76	عورت کتنے کپڑے پہن کر نماز پڑھ سکتی ہے؟	101
77	''متلفعات'' اور ''مروط'' کا معنی اور ان عورتوں کو نہ پہچاننے کا سبب	102
78	نماز میں عورت کے ضروری کپڑوں میں مذاہب فقہاء	102
79	فجر کے مستحب وقت میں مذاہب فقہاء	103
	باب:14	
80	جب کسی شخص نے ایسے کپڑے میں نماز پڑھی' جس میں نقش ونگار تھے اور ان نقوش پر نظر ڈالی	103
81	''خمیصة'' اور ''انبجانية'' کا معنی اور حضرت ابوجہم رضی اللہ عنہ کا تذکرہ	104
82	نماز میں کسی چیز کی طرف معمولی توجہ کی جائے تو وہ نماز میں فساد کی موجب نہیں' تاہم اس سے اعراض کرنا افضل ہے	104
83	نقش ونگار والے کپڑوں کو پہن کر نماز پڑھنے کا جواز' تاہم اس کا خلاف اولیٰ ہونا	105
	باب:15	
84	صلیب یا تصویر والے کپڑے پہن کر آیا نماز فاسد ہو جاتی ہے یا نہیں؟ اور اس کی ممانعت میں احادیث	106
85	''قرام'' کا معنی	106
86	تصویر کے متعلق مذاہب فقہاء	106
	باب:16	
87	جس نے ریشم کی اچکن میں نماز پڑھی' پھر اس کو اتار دیا	108
88	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	109
89	نبی ﷺ کو ریشم کی اُچکن کا ہدیہ کس نے دیا تھا؟	109
90	متقین کا معنی	109

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
91	ریشم کی ممانعت کے متعلق احادیث	109
	باب:۱۷	
92	سرخ کپڑے میں نماز پڑھنا	110
93	حافظ ابن حجر عسقلانی کا فقہاء احناف پر اعتراض کہ وہ سنت سے ثابت سرخ لباس پہننے کو مکروہ کہتے ہیں	110
94	حافظ عینی کا حافظ ابن حجر کے اعتراض کو رد کرنا	110
95	فقہاء احناف کا سرخ رنگ کے لباس پہننے کو مستحب قرار دینا	110
96	سرخ لباس پہننے کے متعلق دیگر احادیث	111
97	سرخ لباس پہننے کے متعلق مذاہب فقہاء اور حدیث مذکور کے دیگر مسائل اور فوائد	112
	باب:۱۸	
98	چھت' منبر اور لکڑی پر نماز پڑھنا	112
99	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	114
100	''اثل الغابة'' کا معنی اور منبر بنانے والے کا نام	114
101	امام کے مقتدیوں سے بلند جگہ پر نماز پڑھانے میں فقہاء مالکیہ کا نظریہ	114
102	امام کے مقتدیوں سے بلند جگہ پر نماز پڑھانے میں فقہاء حنبلیہ کا نظریہ	115
103	امام کے مقتدیوں سے بلند جگہ پر نماز پڑھانے میں فقہاء شافعیہ کا نظریہ	115
104	امام کے مقتدیوں سے بلند جگہ پر نماز پڑھانے میں فقہاء احناف کا نظریہ	116
105	نماز میں ایک دو قدم چلنے کا جواز اور دیگر مسائل	116
106	اگر کسی عذر کی وجہ سے امام بیٹھ کر نماز پڑھائے تو مقتدی کھڑے ہو کر نماز پڑھیں	117
107	چھت اور لکڑی پر نماز پڑھنے کی دلیل	118
108	ایلاء کا لغوی اور شرعی معنی	118
	باب:۱۹	
109	جب نمازی کا کپڑا سجدہ میں اس کی بیوی پر پڑ جائے	118
	باب:۲۰	
110	چٹائی پر نماز پڑھنا	118
111	کشتی میں نماز پڑھنے کی تحقیق	119
112	کشتی میں نماز پڑھنے کے متعلق فقہاء احناف کا نظریہ	119
113	چلتی ٹرین میں نماز پڑھنے کی تحقیق	120
114	حدیث مذکور کے رجال	121
115	حدیث مذکور سے مستنبط مسائل	121
	باب:۲۱	
116	مصلّٰی (جانماز) پر نماز پڑھنا	121
	باب:۲۲	
117	بستر پر نماز پڑھنا	122
118	عورت' کتے اور گدھے کے نمازی کے آگے سے گزرنے سے نماز کے ٹوٹ جانے کی حدیث کی تحقیق	123
119	سوئے ہوئے شخص کے پیچھے نماز پڑھنے کے جواز کی تحقیق	123
120	عورت کے جسم کو چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا' اس پر فقہاء احناف کا استدلال اور اس پر حافظ ابن حجر کا رد کرنا	124
121	علامہ عینی کا حافظ ابن حجر کے جواب کو رد کرنا	124
	باب:۲۳	
122	شدید گرمی میں کپڑے پر سجدہ کرنا	125
	باب:۲۴	
123	جوتے پہنے ہوئے نماز پڑھنا	126

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
124	جوتے پہن کر نماز پڑھنے کے متعلق دیگر احادیث	126
125	امام غزالی اور حافظ عینی کے نزدیک جوتے پہن کر نماز پڑھنا افضل ہے	127
126	حافظ ابن حجر کے نزدیک جوتے پہن کر نماز پڑھنے کے بجائے جوتے اتار کر نماز پڑھنا افضل ہے	127
127	جوتوں پر لگی ہوئی نجاست کے ازالہ میں مذاہب ائمہ	128
128	ہمارے دور میں اس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں کہ جوتے اتار کر نماز پڑھی جائے	128
	باب:٢٥	
129	موزے پہن کر نماز پڑھنا	128
	باب:٢٦	
130	جب کوئی شخص مکمل سجدہ نہ کرے	129
131	حدیث مذکور کے رجال	130
132	رکوع اور سجود کو طمانیت کے ساتھ ادا کرنے میں مذاہب ائمہ	130
133	تعدیل ارکان کا امام ابوحنیفہ کے نزدیک واجب ہونا	130
	باب:٢٧	
134	بغلوں کو ظاہر کرے اور بازوؤں کو سجدہ میں پہلوؤں سے دور رکھے	131
135	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	131
136	ابن کے الف لکھنے اور نہ لکھنے کا قاعدہ	132
137	عورتوں اور مردوں کی نماز کے طریقہ کا فرق	132
	باب:٢٨	
138	قبلہ کی طرف منہ کرنے کی فضیلت	132
139	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	133
140	''خفروا'' کا معنی	133

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
141	جو شخص توحید و رسالت کا اقرار نہ کرے اور فرائض اسلام میں سے کسی فرض کا انکار کرے وہ کافر حربی ہے	134
142	جو شخص توحید و رسالت کا معتقد ہو لیکن کسی کفریہ عقیدہ کا حامل ہو یا توہین رسالت کا مرتکب ہو وہ بھی کافر ہے	134
143	اکابر علماء دیوبند کا اہل سنت و جماعت کے علماء اور عوام پر فتویٰ تکفیر نہیں ہے	134
144	جلاؤ گھیراؤ کے بجائے صبر وضبط سے کام لیا جائے' مولانا سلیم اللہ	135
145	لوگوں کے معاملات ظاہر پر محمول ہیں نہ کہ باطن پر	136
146	اہل مکہ پر نماز میں عین کعبہ کی طرف منہ کرنا ضروری ہے اور دیگر شہر والوں پر سمت کعبہ کی طرف منہ کرنا ضروری ہے	136
	باب:٢٩	
147	اہل مدینہ' اہل شام اور مشرق کا قبلہ' اور مشرق اور مغرب میں کوئی قبلہ نہیں ہے	137
148	قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف مطلقاً منہ یا پیٹھ نہ کرنے کا ثبوت	138
	باب:٣٠	
149	اللہ تعالیٰ کا ارشاد: ''مقامِ ابراہیم کو مصلّٰی بنالو'' (البقرہ:١٢٥)	138
150	مقامِ ابراہیم کا مصداق اور اس کی جگہ کا تعین	138
151	عمرہ میں سعی کا واجب ہونا	139
152	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	140
153	حطیم کعبہ میں نماز پڑھنا کعبہ کے اندر نماز پڑھنے کے حکم میں ہے	140
154	دو متعارض حدیثوں میں تطبیق	140

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
155	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	141
	باب: ۳۱	
156	قبلہ کی طرف توجہ کی جائے انسان جہاں کہیں بھی ہو	142
157	بیت المقدس سے کعبہ کی طرف تحویل کا باعث اور محرک	143
158	حدیث مذکور کے بعض اہم مسائل	143
159	فرض نماز کو سواری پر پڑھنے کے اعذار	144
160	چلتی ٹرین میں نماز پڑھنا اعذار مذکورہ سے بڑا عذر ہے	144
161	المحیط کی اصل عبارت	145
162	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	146
163	آپ کا ہماری مثل بشریت میں حصر کس اعتبار سے ہے اور آپ کس چیز میں ہماری مثل ہیں	146
164	آپ کے بھولنے اور ہمارے بھولنے کا فرق	146
165	اُمورِ تبلیغیہ میں آپ کا بھولنا ممکن نہیں اور احکام کے منسوخ ہونے کا ثبوت	147
	باب: ۳۲	
166	قبلہ کے متعلق احادیث اور جس کا یہ نظریہ ہے کہ جس نے سہواً غیر قبلہ کی طرف نماز پڑھی اس پر نماز کا اعادہ نہیں ہے	147
167	سہواً غیر قبلہ کی طرف نماز پڑھنے کے متعلق مذاہب فقہاء	147
168	نماز میں نبی ﷺ کی خصوصیات	148
169	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	149
170	اس اعتراض کا جواب کہ حضرت عمر نے یہ کیوں کہا کہ میں نے اپنے رب کی موافقت کی جب کہ ان کی موافقت میں آیات نازل نازل ہوئیں	149
171	حضرت عمر کی موافقت میں نازل ہونے والی آیات کی تعداد	150
172	غیرت کا معنی اور جو ازواج غیرت میں اکٹھی ہوئی تھیں ان کا بیان	151
173	اس اعتراض کا جواب کہ بخاری اور مسلم کی ان دو حدیثوں میں تعارض ہے	152
174	اس اعتراض کا جواب کہ ازواجِ مطہرات نے مغافیر کی بو کا کہہ کر نبی ﷺ سے جھوٹ بولا	152
175	دوسرے نبیوں کی شریعت پر عمل کرنا نبی ﷺ کی ناراضگی کا موجب ہے پھر حضرت عمر نے مقامِ ابراہیم کو مصلیٰ بنانے کی درخواست کیوں کی؟	153
176	ازواجِ مطہرات کے حجاب کی تحقیق	154
177	رسول اللہ ﷺ کی ازواج تمام دنیا کی عورتوں سے افضل ہیں پھر کیسے فرمایا: اللہ ان کے بدلہ میں ان سے بہتر ازواج لے آئے گا؟	155
178	حدیث مذکور کا حدیث: ۳۹۹ سے ایک تعارض کا جواب اور دیگر مسائل	157
	باب: ۳۳	
179	بلغم کو مسجد سے ہاتھ کے ساتھ کھرچنا	158
180	قبلہ کا احترام کرنا اور حدیث مذکور کے دیگر مسائل	158
181	نبی ﷺ کی تواضع اور انکسار اور اپنے ہاتھوں سے دیوارِ قبلہ کو صاف کرنا	159
	باب: ۳۴	
182	کنکری کے ساتھ مسجد سے رینٹ کو کھرچ کر صاف کرنا	160
	باب: ۳۵	
183	نماز میں اپنی دائیں جانب نہ تھوکے	161
	باب: ۳۶	
184	اپنی بائیں جانب تھوکے یا اپنے بائیں قدم کے نیچے	162

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
	باب:۳۷	
185	مسجد میں تھوکنے کا کفارہ	162
	باب:۳۸	
186	مسجد میں بلغم کو دفن کرنا	163
	باب:۳۹	
187	جب بے اختیار بلغم نکل آئے تو اس کو کپڑے کے پلو میں رکھ لے	163
188	مسجد کی حفاظت کا مستحب ہونا اور دیگر مسائل	164
	باب:۴۰	
189	امام کا لوگوں کو نماز پوری کرنے کی نصیحت کرنا اور قبلہ کا ذکر کرنا	164
190	دیکھنے اور دکھائی دینے میں اہل سنت کا موقف اور نبی ﷺ کے پس پشت دیکھنے کی کیفیت	164
191	سربراہ قوم کو چاہیے کہ وہ قوم کی عبادات کی نگرانی کرے اور ان کی خطاؤں پر متنبہ کرے	165
192	حدیث مذکور کے رجال	166
	باب:۴۱	
193	آیا یہ کہا جائے گا کہ یہ فلاں کی مسجد ہے؟	166
194	گھوڑ دوڑ وغیرہ میں ہار جیت کی شرط کے بغیر مقابلہ کرنے کا جواز	166
195	تیراندازی وغیرہ کے مقابلہ میں مذاہب فقہاء، ایک جانب اور دونوں جانبوں سے شرط کا حکم اور محلل کا بیان	167
196	محلل کے متعلق حدیث	167
197	محلل کا شرعی معنی	168
198	اضمار شدہ گھوڑے اور غیر اضمار شدہ گھوڑے کا معنی	168
199	''الحفیاء'' اور ''ثنیۃ الوداع'' کا معنی	168
200	ثنیۃ الوداع کی خصوصی تحقیق	168
201	شرح صحیح مسلم میں باب مذکور کی حدیث کی شرح	170
	باب:۴۲	
202	تقسیم کرنا اور مسجد میں خوشوں کا لٹکانا	171
203	نبی ﷺ کی بے نفسی، مال کی تقسیم میں اصول پرستی اور اقرباء کی رعایت نہ کرنا	172
204	بحرین کا جغرافیائی محل وقوع	173
205	بحرین سے آئے ہوئے مال کی مقدار	173
206	حدیث مذکور کے دیگر مسائل اور فوائد	173
	باب:۴۳	
207	جس نے کسی شخص کو مسجد میں کھانے کے لیے بلایا اور جس نے اس کو قبول کیا	174
208	کن صورتوں میں دعوت کو قبول کرنا چاہیے اور کن صورتوں میں عذر پیش کرنا چاہیے اور کن صورتوں میں دعوت کو مسترد کرنا چاہیے	175
	باب:۴۴	
209	مردوں اور عورتوں کے درمیان مسجد میں فیصلہ کرنا اور لعان کرنا	175
210	لعنت کا معنی اور اس کی قسمیں	175
211	لعان کا معنی	175
212	حدیث مذکور میں سوال کرنے والے کا نام	177
213	لعان کے حکم کے نزول کی تفصیل	177
214	ایک مجلس میں تین طلاقوں کے وقوع کی دلیل اور مخالفین کے اعتراض کے جوابات	177
215	حدیث مذکور کی شرح، شرح صحیح مسلم میں	178
	باب:۴۵	
216	جب کوئی شخص کسی کے گھر میں داخل ہو تو جہاں چاہے نماز پڑھے یا جہاں اسے حکم دیا جائے، اور وہ تجسس نہ کرے	178

نمبرشار	عنوان	صفحہ
217	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	179
218	نبی ﷺ کا اپنی امت پر کرم فرمانا' مسجد' بیت اور گھر میں نوافل کی جماعت	179
	باب:46	
219	گھروں میں مساجد	179
220	نبی ﷺ کا لوگوں کے دلوں میں ایمان اور نفاق پر مطلع ہونا اور اخلاص سے لا الٰہ الا اللہ پڑھنے والے پر دوزخ کا حرام ہونا	181
221	نابینا کو امام بنانے کا جواز' اور عذر کی وجہ سے جماعت ترک کرنے کا جواز	181
222	اس اعتراض کا جواب کہ حضرت عتبان نے اپنے گھر میں نبی ﷺ سے نماز پڑھوائی' حالانکہ مہمان سے نماز پڑھوانے کی ممانعت ہے	182
223	حدیث مذکور کے دیگر مسائل اور فوائد	182
224	شیخ عبد العزیز بن باز کا صالحین کو حصول تبرک کے لیے بلانے کو سبب شرک قرار دینا اور مصنف کا اس پر رد	183
225	حضرت عمر کا حضرت عباس کے توسل سے دعا کرنا' شیخ ابن باز کے خلاف حجت ہے	184
226	شیخ عبد العزیز بن باز کا علماء سے استفادہ اور حصول برکت کو شرک کا سبب قرار دینا اور مصنف کا اس پر رد	185
227	شرک کی تعریف	185
228	نبی ﷺ کے غیر میں احادیث صحیحہ سے برکت کا ثبوت اور ان سے برکت کا حصول	185
	باب:47	
229	مسجد وغیرہ میں دخول کے لیے دائیں طرف سے داخل ہونا	187
	باب:48	
230	کیا زمانہ جاہلیت کی قبروں کو کھودا جائے اور ان کی جگہ مسجدیں بنادی جائیں؟	187
231	قبرستان میں نماز پڑھنے کے متعلق مذاہب فقہاء	188
232	حضرت ام المؤمنین ام حبیبہ کا تذکرہ	189
233	حضرت ام المؤمنین ام سلمہ کا تذکرہ	189
234	نبیوں کی قبروں کی عبادت کی ابتداء کیسے ہوئی اور کسی ممنوع کام کا ذریعہ اور اس کا دروازہ بند کرنا	189
235	قبروں کی عبادت اور ان پر مجسمے رکھنے کی ممانعت اور صالحین کی قبروں کے قرب اور جوار میں مسجد بنانے کا جواز	190
236	مدینہ منورہ آنے کی تاریخ	192
237	نبی ﷺ کا بنو النجار سے باغ خریدنا	192
238	ضرورت کی بناء پر مشرکین کی قبروں کو کھودنے کا جواز	192
239	نبی ﷺ کا رجز پڑھنا' آپ سے تعلیم شعر کی نفی کے خلاف نہیں ہے	192
240	سماع پر علامہ قرطبی کا تبصرہ	193
241	شیخ عبد العزیز بن باز کا اولیاء اللہ کے مولد کے نزدیک مسجد بنانے پر اعتراض اور مصنف کے جوابات	193
	باب:49	
242	بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھنا	194
	باب:50	
243	اونٹوں کی جگہوں میں نماز پڑھنا	194
244	حدیث مذکور کے رجال	195
245	سواری کو سترہ بنانے کا جواز	195
	باب:51	
246	جس نے تنور یا آگ یا کسی ایسی چیز کے سامنے نماز	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	پڑھی جس کی عبادت کی جاتی تھی اور اس کا ارادہ اخلاص سے اللہ کی عبادت کرنا تھا	195
247	''کسوف' خسوف'' اور'' افظع'' کا معنی	196
248	سورج گہن لگنے پر نماز پڑھنے کا استحباب' جنت اور دوزخ کا مخلوق ہونا' نبی ﷺ کا زمین سے دوزخ کو دیکھنا اور دیگر مسائل	196
	باب:٥٢	
249	قبرستان میں نماز پڑھنے کی کراہت	197
250	حدیث مذکور کا باب کے مطابق نہ ہونا	197
251	قبرستان میں نماز کی ممانعت کے متعلق احادیث	197
	باب:٥٣	
252	جس جگہ دھنسایا گیا ہو اور عذاب کی جگہ نماز پڑھنا	198
253	بابل کا معنی اور سترہ جگہوں پر نماز پڑھنے کی ممانعت	198
254	عنوان کے ساتھ حدیث کی مطابقت	199
255	وادئ ثمود میں رو کر گزرنے کی توجیہ اور غیر مقلدین کے نظریہ کا باطل ہونا	199
256	''الحجر'' کا مصداق	200
257	وادئ ثمود اور وادئ محسر سے جلدی جلدی گزرنے کی توجیہ	200
	باب:٥٤	
258	گرجے میں نماز پڑھنے کا حکم	201
259	اس اعتراض کا جواب کہ نبی ﷺ نے سورج گہن کی نماز پڑھی حالانکہ آپ کے سامنے آگ تھی اور آگ کی پرستش کی جاتی ہے	202
260	گرجے میں نماز پڑھنے کے متعلق مذاہب فقہاء	202
261	فقہاء احناف کے نزدیک گرجے میں نماز پڑھنے کا شرعی حکم	202
	باب:٥٥	203
262	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر نہیں ہے' پھر عیسائیوں کی اس بات پر کیوں مذمت کی گئی کہ انہوں نے اپنے نبی کی قبر کو سجدہ گاہ بنالیا؟	203
263	اس اعتراض کا جواب کہ نبی ﷺ نے عیسائیوں پر بھی قبر پرستی کی وجہ سے لعنت کی ہے حالانکہ اس وقت حضرت عیسیٰ آسمان پر تھے اور ان کی قبر نہیں تھی	204
264	قبروں پر تعمیر کرنے' چونا پھیرنے اور لکھنے کی ممانعت کی توجیہ اور صالحین کی قبروں پر گنبد بنانے کا جواز	205
	باب:٥٦	
265	نبی ﷺ کا یہ ارشاد کہ میرے لیے تمام روئے زمین کو مسجد اور پاک کرنے والی بنادیا گیا ہے	206
	باب:٥٧	
266	مسجد میں عورت کا سونا	206
267	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	207
268	'' وشاح' سعید' حدیاۃ' خباءؓ' حفش '' اور '' اعاجیب '' کے معانی	208
269	جس کا کوئی مسکن نہ ہو اس کے لیے مسجد میں قیام کا جواز اور تذلیل اور دینی آزمائش کے موقع پر ہجرت کرنے کا لزوم	208
	باب:٥٨	
270	مردوں کا مسجد میں سونا	208
271	مسجد میں سونے کے متعلق مذاہب فقہاء	209
272	مسجد میں سونے کے متعلق مصنف کا مؤقف	210
273	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	210
274	حضرت علی کو حضرت فاطمہ کا عم زاد کہنے کی توجیہ' کنیت کا معنی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت	211
275	ستر اصحاب صفہ کی تعیین اور '' رداء' ازار '' اور	

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
	''کساء'' کا معنی	211
	باب:۵۹	
276	سفر سے آنے کے بعد نماز پڑھنا	212
277	باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مناسبت	212
	باب:۶۰	
278	جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں داخل ہو تو (بیٹھنے سے پہلے) دو رکعت نماز پڑھے	213
279	جمہور فقہاء کے نزدیک تحیۃ المسجد پڑھنے کا استحباب	213
280	غیر مقلدین کے نزدیک تحیۃ المسجد پڑھنے کا وجوب	213
281	غیر مقلدین کے دلائل کا ابطال	213
	باب:۶۱	
282	مسجد میں وضوء توڑنا	214
283	نماز کے بعد مسجد میں نماز کی جگہ پر بیٹھنے کی فضیلت اور مسجد میں وضوء توڑنے کا مکروہ ہونا	214
284	مسجد میں بغیر وضوء کے بیٹھنے میں فقہاء کا اختلاف	215
285	علامہ ابن بطال اور علامہ عینی کی شرحوں میں محاکمہ	215
	باب:۶۲	
286	مسجد کو بنانا	216
287	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	218
288	سلف صالحین کے نزدیک مسجد کی تزیین کا مکروہ ہونا	218
289	مسجد کی تزیین کی ابتداء اور فقہاء احناف کے نزدیک مسجد کی تزیین کی گنجائش	219
	باب:۶۳	
290	مسجد کی تعمیر میں تعاون	219
291	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	220
292	حضرت عمار کے جن قاتلین کا حدیث میں ذکر ہے وہ خوارج تھے اور اس حدیث کے دیگر مسائل اور فوائد	221
293	اس اعتراض کا جواب کہ حضرت عمار کو حضرت معاویہ کے لشکر نے قتل کیا تھا تو پھر وہ دوزخ کی طرف بلانے والے قرار پائے	222
294	علامہ ابن بطال اور المہلب کے جواب پر حافظ ابن حجر عسقلانی کا تبصرہ	222
295	حضرت عمار کے قاتلین پر باغی اور دوزخ کی طرف بلانے والے کے اطلاق پر مصنف کی توجیہ	223
296	حضرت علی کے حضرت معاویہ کے متعلق دعائیہ کلمات اور اس سلسلے میں دیگر احادیث	224
297	حضرت علی کے قصاص عثمان نہ لینے کی وجوہ	225
298	حضرت معاویہ کے باغی نہ ہونے پر مزید دلائل	225
	باب:۶۴	
299	منبر کی سیڑھیوں اور مسجد میں بڑھئی (درکھان) اور مستری (کاری گر) سے مدد حاصل کرنا	226
300	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	227
301	منبر بنانے کے متعلق دو حدیثوں کے تعارض کا جواب	227
	باب:۶۵	
302	جس نے مسجد بنائی	227
303	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	228
304	مسجد بنانے کی فضیلت	228
305	مسجد نبوی کی دوبارہ تعمیر پر لوگوں کے اعتراضات	228
306	مسجد بنانے کی فضیلت میں دیگر احادیث	229
307	اس اعتراض کا جواب کہ اس حدیث میں مسجد بنانے والے کو جنت میں ایک مثل ملنے کا ذکر ہے حالانکہ قرآن مجید میں دس مثلوں کا بیان ہے	229
308	حافظ عسقلانی کے جوابات پر حافظ عینی کا تبصرہ	230

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	باب:٦٦	
309	جب کوئی شخص مسجد سے گزرے تو تیر کی نوک کو اپنے ہاتھ سے پکڑ لے	230
310	حدیث مذکور کی سند میں ابہام کا ازالہ علامہ عینی سے	231
311	حدیث مذکور کی سند میں ابہام کا ازالہ علامہ ابن بطال سے	231
312	حدیث مذکور کی سند میں ابہام کا ازالہ علامہ عسقلانی سے	231
313	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	232
314	باب مذکور کی حدیث کی مؤید دیگر احادیث	232
315	مسلمانوں کا تھوڑا سا بھی ناحق خون بہانا نبی ﷺ پر دشوار ہے	232
316	مسلمانوں کا مسجدوں میں فائرنگ اور بم دھماکے کرنا دنیا میں اسلام کی بدنامی کا باعث ہے	233
	باب:٦٧	
317	مسجد میں گزرنا	233
318	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	234
	باب:٦٨	
319	مسجد میں شعر پڑھنا	234
320	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	234
321	حدیث مذکور کی باب کے عنوان سے مطابقت	234
322	باب مذکور کی مؤید دیگر احادیث	235
323	مسجد میں جن اشعار کا پڑھنا جائز ہے اور جن اشعار کا پڑھنا جائز نہیں ہے	236
324	کسی قسم کے اشعار کا بنانا اور پڑھنا جائز ہے اور کس قسم کے اشعار کا بنانا اور پڑھنا جائز نہیں ہے	236
	باب:٦٩	
325	مسجد میں جنگی مشق کرنے والے اصحاب	237

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
326	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	238
327	مسجد میں جنگی مشقوں کی توجیہ	238
328	اس اعتراض کا جواب کہ مسجد میں جنگی مشق کرنا قرآن اور حدیث کے خلاف ہے	239
	باب:٧٠	
329	مسجد کے منبر پر خرید وفروخت کا ذکر کرنا	240
330	حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ	241
331	زرکتابت یا بدل کتابت کا معنی	241
332	وَلاء کا معنی	242
333	سنت پر کتاب اللہ کا اطلاق	242
334	مسجد میں خرید وفروخت کا ناجائز ہونا	242
335	اپنے غلام یا باندی کو مکاتب کرنے کا ثبوت	242
336	جب باندی کو آزاد کر دیا جائے تو اس کے لیے خیارِ عتق کا ثبوت	243
337	اس کی تحقیق کہ جب حضرت بریرہ کو آزاد کیا گیا تو اس وقت ان کے شوہر مغیث آزاد تھے یا غلام؟	243
338	حدیث مذکور کے دیگر فوائد	244
	باب:٧١	
339	مسجد میں قرض کا تقاضا کرنا اور مقروض کو پکڑنا	245
340	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	246
341	حدیث مذکور کی باب کے عنوان سے مطابقت	246
342	مسجد میں اپنے حق کا مطالبہ کرنا، دوفریقوں میں صلح کرانا، تنگ دست کی ادائیگی میں تخفیف کرانا اور دیگر مسائل	246
343	حافظ ابن حجر کے تتبع سے مزید فوائد	247
	باب:٧٢	
344	مسجد کی صفائی کرنا اور مسجد سے کپڑوں کی دھجیاں، تنکے اور لکڑیاں چننا	247

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
345	حدیث مذکور کے رجال	248
346	مسجد کی صفائی کرنا' صالحین کی خدمت کرنا اور قبرستان میں نماز پڑھنا	248
347	دفن کے بعد قبر پر نماز جنازہ پڑھنے میں مذاہب فقہاء	248
348	غائبانہ نمازِ جنازہ کا عدم جواز	249
	باب:۷۳	
349	مسجد میں خمر کی تجارت کو حرام قرار دینا	250
350	حدیث مذکور کے رجال	250
351	مسجد میں سود کی آیات پڑھنے کے بعد خمر کی تجارت کی تحریم بیان کرنے کی توجیہ	250
352	شرح صحیح مسلم میں حدیث مذکور کی شرح	251
	باب:۷۴	
353	مسجد کے خادمین	251
	باب:۷۵	
354	قیدی یا مقروض کو مسجد میں باندھنا	252
355	حدیث مذکور کے رجال	252
356	''عفریت'' اور ''جن'' کا معنی	252
357	آیا انسان جنات کو دیکھ سکتے ہیں یا نہیں؟	253
358	مقروض وغیرہ کو ستون سے باندھنا' ہمارے نبی ﷺ کی جنات پر تصرف کی قدرت اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا کی رعایت	253
359	جنات کا سانپوں کی شکل میں متشکل ہونا	254
360	جنات کے دوسری شکلوں میں متشکل ہونے کی قدرت پر بعض علماء کا اختلاف اور ان کی رائے کا بے وزن ہونا	255
	باب:۷۶	
361	جب کوئی شخص اسلام لائے تو غسل کرے نیز قیدی کو مسجد میں باندھنا	256
362	صوبہ نجد کا محل وقوع	256
363	اسلام قبول کرنے والے کے غسل کرنے میں مذاہب فقہاء	257
364	کفار اور اہل کتاب کے مسجد میں داخل ہونے کے متعلق مذاہب فقہاء	258
365	نبی ﷺ کا نور نبوت سے یہ جان لینا کہ ثمامہ اسلام لے آئیں گے' اس لیے آپ نے اس کو کھولنے کا حکم دیا	259
366	علامہ عینی کا علامہ کرمانی اور علامہ ابن جوزی کی شرحوں پر اعتراض	259
367	مصنف کا علامہ ابن جوزی اور علامہ کرمانی کی طرف سے جواب اور تینوں شروح میں محاکمہ	260
368	علامہ ابن جوزی کی تائید میں صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی مفصل روایت	261
	باب:۷۷	
369	بیماروں اور دوسروں کے لیے مسجد میں خیمہ لگانا	262
370	حدیث مذکور کے رجال	262
371	مسجد سے نجاست کے زائل کرنے پر علامہ ابن بطال کا انکار اور مصنف کا ان پر رد	262
	باب:۷۸	
372	کسی ضرورت کی بناء پر اونٹ کو مسجد میں داخل کرنا	263
373	حدیث مذکور کے رجال	264
374	حلال جانوروں کے پیشاب کے پاک ہونے پر امام مالک کے دلائل اور دیگر فوائد حدیث	264
375	حلال جانوروں کے پیشاب کے پاک ہونے پر امام احمد کے دلائل اور دیگر مسائل	264
376	سواری پر بیٹھ کر طواف کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء	265

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
377	باب مذکور کی حدیث کی توجیہ	265
378	حلال جانوروں کے پیشاب کے پاک ہونے پر امام مالک اور امام احمد کے استدلال کے مصنف کی طرف سے جوابات	265
	باب: ۷۹	266
379	حدیث مذکور کی احادیث سابقہ کے ساتھ بعید مناسبت ہے	267
380	حضرت اسید بن حضیر اور عباد بن بشر کی کرامت اور اس کے صدور کی توجیہ	267
381	اولیاء اللہ کو نور عطا کیے جانے کی دیگر احادیث اور روایات	267
382	خرقِ عادت کی چھ قسمیں	268
	باب: ۸۰	
383	مسجد میں ذیلی دروازہ اور گزرنے کی جگہ	269
384	حدیث مذکور کے رجال	270
385	تمام صحابہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ فہم وفراست والے تھے	270
386	حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے رسول اللہ ﷺ پر احسان کا معنی	270
387	"خلیل" کے متعدد معانی	270
388	حضرت ابوبکر کی خصوصی تکریم	271
389	حضرت علی کے دروازہ کے سوا باقی دروازوں کو بند کرنے کی حدیث اور اس کی سند پر بحث ونظر	271
390	حضرت علی کے دروازہ کے سوا باقی دروازوں کو بند کرنے کے متعلق دیگر احادیث	272
391	حضرت علی کے دروازہ کو باقی رکھنے کی احادیث کی تقویت	273
392	حضرت ابوبکر اور حضرت علی کے دروازوں کو باقی رکھنے کے متعلق وارد حدیثوں میں تطبیق	273
	باب: ۸۱	
393	کعبہ اور مساجد کے دروازے اور ان میں قفل لگانا	275
394	حضرت عثمان بن طلحہ کا تذکرہ	276
395	مسجد کے دروازوں کا ثبوت اور حضرت عثمان بن ابی طلحہ' حضرت بلال اور حضرت اسامہ کو کعبہ کے اندر لے جانے کی تخصیص کی توجیہ	276
	باب: ۸۲	
396	مشرک کا مسجد میں دخول	276
	باب: ۸۳	
397	مساجد میں آواز بلند کرنا	277
398	حدیث مذکور کے رجال	277
399	مسجد میں آواز بلند کرنے والوں کو حضرت عمر کے سزا دینے کی توجیہ	277
400	مسجد میں آواز بلند کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء	278
401	حاکم کو یہ اختیار ہے کہ کسی غیر شرعی کام پر اپنے اجتہاد سے سزا دے	278
	باب: ۸۴	
402	مسجد میں حلقہ بنانا اور بیٹھنا	279
403	اس اعتراض کا جواب کہ مسجد میں حلقہ بنانے کی ممانعت ہے	280
404	رات اور دن کے نوافل کی رکعات میں مذاہب فقہاء	280
405	رات اور دن کے نوافل میں امت پر آسانی ہے' چار چار رکعات کا بھی ثبوت ہے اور دو دو رکعات کا بھی	280
406	رسول اللہ ﷺ سے تین رکعت وتر کا ثبوت	281
407	صحابہ کرام سے تین رکعت وتر کا ثبوت	282

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
408	فقہاء تابعین سے تین رکعت وتر کا ثبوت	283
409	وتر کی نماز کی مغرب کی نماز کے ساتھ مشابہت پر ایک اعتراض کا جواب	283
410	ایک رکعت نماز وتر پڑھنے کی ممانعت	283
	باب:۸۵	
411	مسجد میں لیٹنا اور ٹانگ پھیلانا	285
412	اس اعتراض کا جواب کہ بعض احادیث میں چت لیٹنے اور ٹانگ پر ٹانگ رکھنے کی ممانعت ہے	285
413	اوندھے منہ لیٹ کر سونے کی ممانعت اور لیٹنے اور سونے کی چار اقسام	286
	باب:۸۶	
414	لوگوں کے ضرر کے بغیر راستے میں مسجد کا ہونا	287
415	بغیر ضرر کے راستہ میں مسجد بنانے کی دلیل	288
	باب:۸۷	
416	بازار کی مسجد میں نماز پڑھنا	289
417	علامہ کرمانی' علامہ ابن بطال اور علامہ ابن حجر کی شروح پر علامہ عینی کے اعتراضات اور مصنف کے جوابات	289
418	چاروں شرحوں کے درمیان مصنف کا محاکمہ	291
419	جماعت سے نماز پڑھنے پر پچیس درجہ فضیلت اور ستائیس درجہ فضیلت کی احادیث میں تطبیق کی توجیہات	292
	باب:۸۸	
420	مسجد وغیرہ میں انگلیوں کے اندر انگلیاں ڈالنا	294
421	حدیث: ٤٧٨ـ٤٨٠ کے رجال کا تعارف	294
422	حدیث مذکور کا مکمل متن	295
423	''حثالہ'' کا معنی	295
424	''مرجت عهودهم'' کا معنی	295
425	انگلیوں میں انگلیاں ڈالنے میں اختلاف فقہاء	295
426	مسجد کو جاتے وقت اور مسجد میں تشبیک کی ممانعت میں احادیث اور آثار	296
427	تشبیک کی مختلف اور متعارض احادیث میں تطبیق کی توجیہات	297
428	تشبیک کی ممانعت کے اسباب	297
429	حدیث مذکور کے رجال	298
430	تمام مسلمان ایک جسم کی طرح ہیں' لہٰذا ایک فرد کو دوسرے فرد کی' ایک شہر کو دوسرے شہر کی اور ایک ملک کو دوسرے ملک کی مدد کرنی چاہیے	298
431	حدیث مذکور کے رجال	299
432	''العشی'' کا معنی اور اس قصہ میں نماز کی تعیین	300
433	حضرت ذوالیدین کا تذکرہ	300
434	رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نہ میں بھولا ہوں نہ نماز میں تقصیر کی گئی ہے' اس کلام کے صادق ہونے پر ایک اشکال کا جواب	300
435	رسول اللہ ﷺ کے سجدہ ہائے سہو کرنے کی توجیہات	301
	باب:۸۹	
436	وہ مساجد جو مدینہ منورہ کے راستہ پر ہیں اور وہ جگہیں جہاں نبی ﷺ نے نماز پڑھی	302
437	حدیث مذکور کے رجال	303
438	شرف الروحاء کی تعیین اور اس وادی کی فضیلت میں احادیث	303
439	حدیث مذکور سے حافظ ابن حجر کا آثار صالحین سے برکت حاصل کرنے پر استدلال اور جس جگہ نبی ﷺ نے نماز پڑھی ہو' اس جگہ نماز پڑھنے کا استحباب	303
440	شیخ عبد العزیز بن باز کا حافظ ابن حجر عسقلانی پر ردّ	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	کرنا اور جس جگہ نبی ﷺ نے نماز پڑھی ہے' اس کے تلاش کرنے کو اور وہاں نماز پڑھنے کو غیر مشروع اور ذریعہ شرک بتانا	304
441	مصنف کی طرف سے شیخ عبد العزیز بن باز کی عبارت کا محاسبہ اور اس کی تردید	304
442	مساجد کے احاطہ میں صالحین کے مزار بنانے پر شیخ محمد تقی عثمانی کی شہادت	305
443	صالحین کے قرب میں مسجد بنانے پر سیّد احمد رضا بجنوری کی شہادت	306
444	نبی ﷺ کی نماز کی جگہوں اور آپ کے آثار سے برکت حاصل کرنے پر شیخ گنگوہی اور شیخ کاندھلوی کی شہادت	308
445	شیخ کشمیری کا حضرت ابن عمر کے عمل کو مستحسن قرار دینا	308
446	''ذوالحلیفہ' سمرۃ' بطحاء' شفیر' اکمہ' خلیج'' اور ''کثب'' کے معانی	309
447	''حیث'' اور ''جنب'' کا معنی' شرف الروحاء کا محل وقوع' ''یعلم'' اور ''حافۃ الطریق'' کا معنی	310
448	''العرق'' اور ''منصرف الروحاء'' کا معنی	310
449	''سرحۃ' الرویثۃ' وجاہ'' اور ''بطح'' کا معنی	311
450	''تلعۃ' العرج' ھضبۃ' رضم' سلمات'' اور ''ھاجرہ'' کے معانی	311
451	''ھرشی' غلوۃ'' اور ''مسیل'' کا معنی	312
452	''مرالظھران'' اور ''صفراوات'' کا معنی	312
453	''ذی طوی'' کا معنی	312
454	''فرضتی الجبل'' کا معنی	313
455	نبی ﷺ اور صالحین امت کی نماز کی جگہ سے	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	حصول برکت کے متعلق فقہاء اسلام کی عبارات	313
	ابواب سترۃ المصلی	315
	باب: ۹۰	
456	امام کا سترہ' اس کے پیچھے والوں کا سترہ ہے	315
457	حدیث مذکور کے رجال	316
458	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت کی وجوہ	316
459	سترہ کے متعلق دیگر احادیث اور سترہ کی تحقیق	316
460	امام کا سترہ مقتدیوں کا بھی سترہ ہے' اس کے متعلق صریح احادیث اور آثار	317
461	سُترہ کے فوائد اور سُترہ میں مذاہب فقہاء	317
462	سترہ کی مقدار اور کن چیزوں کو سترہ بنانا جائز ہے اور کن چیزوں کو سترہ بنانا ممنوع ہے؟	318
463	عورت' کتے اور گدھے کے نمازی کے سامنے سے گزرنے سے نماز کے منقطع ہونے کے متعلق احادیث	319
464	عورت اور گدھے کے نمازی کے سامنے سے گزرنے سے نماز منقطع نہ ہونے کے متعلق احادیث	319
465	ان مختلف احادیث میں وجہ تطبیق	320
	باب: ۹۱	
466	نمازی اور سترہ کے درمیان کتنی مقدار فاصلہ ہونا چاہیے	320
467	حدیث مذکور کے رجال	320
468	نمازی اور سترہ کے درمیان کی مقدار میں مذاہب فقہاء	321
	باب: ۹۲	
469	چھوٹے نیزہ کی طرف نماز پڑھنا	321

نمبرشار	عنوان	صفحہ
	باب:۹۳	
470	نیزہ کی طرف نماز پڑھنا	322
	باب:۹۴	
471	مکہ وغیرھا میں سترہ	322
	باب:۹۵	
472	ستون کی طرف نماز پڑھنا	323
473	المصحف کے ستون کا معنی	324
474	حدیث مذکور کے رجال	324
475	ستون کو سترہ بنانے کی توجیہ	325
	باب:۹۶	
476	بغیر جماعت کے ستونوں کے درمیان نماز	325
	باب:۹۷	326
	باب:۹۸	
477	سواری، اونٹ، درخت اور پالان کی طرف نماز پڑھنا	326
	باب:۹۹	
478	تخت یا چارپائی پر نماز پڑھنا	327
479	علماء غیر مقلدین کا نماز میں رسول اللہ ﷺ کے خیال کو اپنے گدھے اور بیل کے خیال سے بدتر قرار دینا	327
480	عبارت مذکورہ کی توجیہ کا رد	328
481	عین حالت نماز میں رسول اللہ ﷺ کی تعظیم کے متعلق احادیث	328
482	جب نمازی حضور ذہن اور غور وفکر کے ساتھ نماز پڑھے گا تو یہ ممکن نہیں کہ وہ نماز میں رسول اللہ ﷺ کا تصور نہ کرے	330
	باب:۱۰۰	
483	نمازی اپنے سامنے سے گزرنے والے کو دھکا دے کر دور بھگائے	331
484	نمازی کے آگے سے گزرنے کی ممانعت کو علامہ عینی اور حافظ ابن حجر کا کعبہ میں بھی عام قرار دینا	331
485	مصنف کا کعبہ میں بھی ممانعت کے شمول پر تبصرہ	331
486	حدیث مذکور کے رجال	333
487	باب مذکور کی مؤید دیگر احادیث	333
488	اگر کوئی شخص نمازی اور سترہ کے درمیان سے گزرے تو امام مالک کے نزدیک اس کو نرمی سے روکے اور اس سے لڑنا منع ہے	333
489	نمازی کے آگے سے گزرنے والے کو شیطان فرمانے کی وجہ اور اگر سترہ نہ ہو تو پھر نمازی کے آگے گزرنے والے کو منع نہیں کیا جائے گا	334
490	فقہاء احناف کے نزدیک نمازی کے آگے سے گزرنے والے کو سبحان اللہ کہہ کر منع کیا جائے گا یا اشارہ سے	334
491	کعبہ میں نمازی کے آگے سے گزرنے کا جواز	334
	باب:۱۰۱	
492	نمازی کے آگے سے گزرنے والے کا گناہ	335
493	علامہ ابن بطال کا حضرت ابوجہیم کی حدیث میں چالیس سے مراد چالیس سال لینا اور جاہل کو معذور قرار دینا	336
494	علامہ ابن بطال کی شرح پر مصنف کا تبصرہ	336
495	نمازی کے آگے سے گزرنے والے کے لیے مزید وعید کی احادیث	336
	باب:۱۰۲	
496	کسی شخص کا دوسرے شخص کی طرف منہ کرنا جب کہ وہ نماز پڑھ رہا ہو	337
497	حضرت عمر کے بجائے حضرت عثمان کا نام ذکر کرنے میں امام بخاری کی خطاء	337

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
498	لوگوں کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے میں مذاہب فقہاء	338
	باب:۱۰۳	
499	سوئے ہوئے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا	339
	باب:۱۰۴	
500	عورت کے پیچھے نفل پڑھنا	339
	باب:۱۰۵	
501	جس شخص نے یہ کہا کہ نماز کو کوئی چیز قطع نہیں کرتی	340
	باب:۱۰۶	
502	جس شخص نے نماز میں اپنی گردن پر چھوٹی بچی کو اٹھایا	341
503	حدیث مذکور کے رجال	341
504	حضرت اُمامہ رضی اللہ عنہا کو اٹھا کر نماز پڑھانے کی کیفیت کے متعلق احادیث	341
505	بچی کو اٹھا کر نماز پڑھنے میں مذاہب فقہاء' اس عمل کثیر کی متعدد علماء سے توجیہات' اور عمل کثیر کی تعریف	342
	باب:۱۰۷	
506	جب کسی شخص نے ایسے بستر کی طرف نماز پڑھی جس پر کوئی حائض عورت ہو	344
	باب:۱۰۸	
507	کیا کوئی شخص سجدہ کے وقت اپنی بیوی کو ہاتھ لگا کر اشارہ کرے تا کہ وہ سجدہ کرلے؟	345
	باب:۱۰۹	
508	عورت نمازی سے کوئی نجاست اٹھا کر پھینک دے	345
	۹-کتاب مواقیت الصلوٰۃ	
	باب:۱	
1	نماز کے اوقات اور ان کی فضیلت	348
2	حدیث مذکور کے رجال	349
3	عمر بن عبدالعزیز نے جو نماز میں تاخیر کی تھی' یہ ان کا معمول نہیں تھا اور مؤخر ہونے والی نماز کی تعیین	349
4	حضرت جبریل کا پانچ نمازوں میں نبی ﷺ کو امامت کرانا	349
5	رسول اللہ ﷺ کا مقتدی ہونا' آپ کے افضل ہونے کے منافی نہیں	350
6	نماز کو اول وقت میں پڑھنے کا استحباب' علماء کا امراء کو غلط کام پر ٹوکنا اور اس حدیث کو ضعیف قرار دینے کا جواب	350
7	شرح صحیح مسلم میں پانچ نمازوں کے اوقات پر دلائل اور دیگر مباحث	351
	باب:۲	
8	اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (اے لوگو!) اللہ کی طرف رجوع کرتے ہوئے اس سے ڈرتے رہو اور نماز کو قائم رکھو اور مشرکین میں سے نہ ہو جاؤ۔ (الانعام: ۳۲)	351
	باب:۳	
9	اقامت نماز پر بیعت کرنا	352
	باب:۴	
10	نماز کفارہ ہے	353
11	فتنہ کے معانی اور بیوی' مال اور اولاد کے فتنہ کا بیان	354
12	نیک کاموں سے وہ گناہ معاف ہوتے ہیں جو کبیرہ سے کم ہوں اور کبیرہ گناہوں کی معافی کے لیے توبہ کرنا ضروری ہے	354
13	حضرت عمر کی ذات فتنوں کے سیلاب کے سامنے بہ منزلہ بند تھی' اس بند کے ٹوٹنے کے بعد جو فتنوں کا سیلاب آیا' وہ آج تک جاری ہے	355

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
14	حدیث مذکور کے رجال	356
15	حدیث مذکور کی متعدد روایات	356
16	ھود: ۱۱۴ کی تفسیر	357
17	پانچ نمازوں کے پڑھنے سے ان کے درمیان کے گناہوں کی معافی کے متعلق احادیث	357
18	ھود: ۱۱۴ میں ''الحسنات'' سے پانچ نمازیں مراد لینا راجح ہے	358
	باب:۵	
19	نماز کو اپنے وقت میں پڑھنے کی فضیلت	358
20	حدیث مذکور کے رجال	359
21	''برّ الوالدین'' اور ''جهاد في سبيل الله'' کا معنی	359
22	مذکورہ تین اعمال کو ذکر کرنے کی خصوصیت	359
23	افضل اعمال کی حدیثوں میں تعارض کا جواب	359
24	نماز کو اوّل وقت میں پڑھنے کی فضیلت پر دلیل اور نماز کے بعد ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے کی فضیلت پر دلیل	360
25	اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کے شکر کے ساتھ والدین کے ساتھ نیکی کرنے اور ان کا شکر ادا کرنے کی وجوہ	360
	باب:٦	
26	پانچ نمازیں کفارہ ہیں	361
27	حدیث مذکور کے رجال	361
28	حافظ ابن حجر کے استاذ علامہ بلقینی کی طرف سے اس اشکال کا جواب کہ اجتناب کبائر سے صغائر کا کفارہ ہو جاتا ہے' پھر پانچ نمازوں سے کون سا کفارہ ہوا؟	362
29	علامہ بلقینی کے جواب پر مصنف کا تبصرہ	362
30	اشکال مذکور کا جواب علامہ عینی کی طرف سے	363
31	علامہ عینی کے جواب پر مصنف کا تبصرہ اور پھر مصنف کا جواب	363
	باب:۷	
32	نماز کو اس کے وقت سے ضائع کرنا	363
33	ظالم حکمرانوں کا نماز کو تاخیر سے پڑھنا	364
34	حدیث مذکور کے رجال	364
	باب:۸	
35	نمازی اپنے رب سے سرگوشی کرتا ہے	365
36	اعتدال سے سجدہ کرنے کی کیفیت	366
	باب:۹	
37	سخت گرمی میں ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنا	366
38	حدیث مذکور کے رجال	366
39	نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنے کی حکمت اور ''فیح'' کا معنی	366
40	ٹھنڈے وقت میں نماز پڑھنے کا مستحب ہونا اور ٹھنڈے وقت کی تحدید	367
41	مؤذن کا مصداق اور ''فيئ التلول'' کا معنی اور اس پر دلیل کہ دو مثل سائے تک ظہر کا وقت رہتا ہے	368
42	جہنم کے سرد اور گرم طبقوں میں منافات کا نہ ہونا	368
43	حضرت خباب کی حدیث ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنے کے خلاف ہے' اس کی توجیہات	369
	باب:۱۰	
44	سفر میں ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنا	369
	باب:۱۱	
45	ظہر کا وقت زوال سے ہے	370
46	ظہر کی نماز کے وقت میں مذاہب اربعۂ زوال کے	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	وقت میں ظہر کی نماز کی فرضیت پر دلائل اور امام ابوحنیفہ پر اعتراضات	371
47	علامہ ابن بطال کے اعتراض کا علامہ عینی کی طرف سے جواب	373
48	حافظ ابن حجر عسقلانی کا بھی اس ضعیف قول کو امام ابوحنیفہ کی طرف منسوب کرنے کی وجہ سے علامہ ابن بطال پر ردّ کرنا	373
49	علامہ عینی کا علامہ سرخسی حنفی کی عبارت سے علامہ ابن بطال پر ردّ کرنا	374
50	مصنف کا مقدم ائمہ احناف کی عبارات سے علامہ ابن بطال پر ردّ کرنا	374
51	امام ابوحنیفہ پر علامہ ابن بطال کے اعتراضات کا اجمالی جائزہ اور ان اعتراضات کے جوابات	376
52	حضرت ابو برزہ اسلمی کا تذکرہ	378
53	فجر کے وقت میں امام اعظم کے مذہب کی تائید اور عصر کے وقت میں امام اعظم کے مذہب کی توجیہ	378
	باب:۱۲	
54	ظہر کی نماز کو عصر تک مؤخر کرنا	379
55	دو نمازوں کو ملا کر پڑھنے کی کیفیت	380
56	علامہ ابن بطال کا امام ابوحنیفہ پر دو مثل سائے اور ظہر اور عصر کے درمیان فاصلہ قرار دینے کا اعتراض اور مصنف کی طرف سے اس کا جواب	380
57	بارش کے عذر کی وجہ سے دو نمازوں کو حقیقۃً جمع کرنے کی کیفیت میں ائمہ ثلاثہ کے مذاہب	381
58	دو نمازوں کو حقیقۃً جمع نہ کرنے اور صورۃً جمع کرنے کی وجہ سے علامہ ابن بطال کا امام ابوحنیفہ پر اعتراض	381
59	مصنف کی طرف سے علامہ ابن بطال کے اعتراض کا جواب	382
	باب:۱۳	
60	عصر کا وقت	382
61	عصر کا اوّل وقت دو مثل سایا ثابت کرنے کے لیے علامہ عینی کا ایک حدیث سے استدلال اور اس پر مصنف کا تبصرہ	383
62	عصر کے اوّل وقت کے متعلق دو مثل سائے کی احادیث پر کلام	384
63	حدیث مذکور کے رجال	385
64	بنو عمرو بن عوف کے لوگوں کا عصر کو مؤخر کر کے پڑھنا	386
65	حدیث مذکور کے رجال	386
66	عمر بن عبد العزیز کے تاخیر سے عصر کی نماز پڑھنے کی توجیہ	386
67	عوالی کا معنی	387
	باب:۱۴	
68	اس کا گناہ جس کی عصر کی نماز فوت ہوگئی	387
69	''وتر'' کا معنی نماز کو اپنے وقت میں پڑھنے کی اہمیت اور عصر کی نماز کی تعظیم کی خصوصیت	388
	باب:۱۵	
70	عصر کی نماز ترک کرنے والے کا گناہ	389
71	حدیث مذکور کے رجال	390
72	عمداً عصر کی نماز ترک کرنے والے کی مغفرت کیسے ہوگی؟	390
	باب:۱۶	
73	نمازِ عصر کی فضیلت	390
74	حدیث مذکور کے رجال	391
75	اللہ تعالیٰ کو آخرت میں دیکھنے کی تحقیق	391
76	معتزلہ وغیرہ کا اللہ تعالیٰ کو نہ دیکھنے پر قرآن مجید	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	سے استدلال اور ان کے جوابات	391
77	اللہ تعالیٰ کو آخرت میں دیکھنے کے متعلق قرآن مجید کی آیات	392
78	معتزلہ کی عقلی دلیل کا جواب	392
79	حدیث مذکور کے دیگر فوائد	392
80	فرشتوں کے باری باری آنے کی کیفیت اور قرآن مجید میں صرف فجر کے وقت کے ذکر کی توجیہ	393
81	فرشتوں کا بنوآدم کی عبادت کا اعتراف کرنا	394
	باب:۱۷	
82	جس نے غروب (آفتاب) سے پہلے عصر کی نماز کی ایک رکعت کو پالیا	394
83	جن کو عصر یا فجر کی ایک رکعت کا وقت ملا ان کی نماز پوری کرنے کے متعلق مذاہب ائمہ	395
84	فجر اور عصر کی نماز پوری کرنے کے متعلق امام اعظم کے مذہب کی تفصیل	396
85	سورج طلوع ہونے کے بعد فجر کی نماز پوری کرنے میں احادیث کی مخالفت ہے	396
86	طلوع آفتاب کے بعد نماز پوری نہ کرنے اور غروب آفتاب کے بعد نماز پوری کرنے کے فرق کی وضاحت	397
87	باب مذکور کی حدیث کا محمل	397
88	اس اعتراض کا جواب کہ گزشتہ امتوں کے زمانہ میں اس امت کی بقاء کس طرح متصور ہو سکتی ہے؟	398
89	اس اعتراض کا جواب کہ اہل انجیل اور اہل تورات کو قیراط قیراط اجر دینا کس طرح صحیح ہوگا جب کہ انہوں نے دین میں تحریف کر لی تھی؟	399
90	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کی فضیلت اور عصر کا وقت دو مثل سائے سے شروع ہونے کی دلیل	399
	باب:۱۸	
91	مغرب کا وقت	400
92	حدیث مذکور کے رجال	400
93	مغرب کی نماز کے وقت میں مذاہب فقہاء	401
94	حجاج کا تذکرہ اور اس کے آنے پر نمازوں کے اوقات معلوم کرنے کا سبب اور ''غلس'' کا معنی	402
95	نمازوں کے مستحب اوقات	402
	باب:۱۹	
96	جس کے نزدیک مغرب کو عشاء کہنا مکروہ ہے	403
	باب:۲۰	
97	العشاء اور العتمہ کا ذکر کرنا اور جس کے نزدیک ان دونوں کے ذکر کی گنجائش ہے	403
	باب:۲۱	
98	عشاء کا وقت جب لوگ جمع ہوں یا تاخیر سے آئیں	405
	باب:۲۲	
99	عشاء کی فضیلت	406
100	''اعتم'' کا معنی احکام اسلام کا ظہور کہاں نہیں ہوا تھا؟ عشاء کی نماز پڑھنے سے پہلے سونے کا جواز اور دیگر فوائد حدیث	407
101	نصف شب تک نماز کو مؤخر کرنے کی توجیہ	408
	باب:۲۳	
102	عشاء سے پہلے سونا مکروہ ہے	408
103	عشاء کی نماز سے پہلے سونے اور بعد میں باتیں کرنے کی کراہت کی توجیہ	408
	باب:۲۴	
104	جس پر نیند کا غلبہ ہو اس کے لیے عشاء سے پہلے سونے کا جواز	409

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
105	حدیث مذکور کے رجال	410
106	جس پر نیند کا غلبہ ہو اس کے لیے عشاء پڑھنے سے پہلے سونے کا جواز' تہائی رات تک نماز مؤخر کرنے کا استحباب اور دیگر مسائل	411
	باب:۲۵	
107	عشاء کا وقت آدھی رات تک ہے	411
108	حدیث مذکور کے رجال	412
	باب:۲۶	
109	فجر کی نماز کی فضیلت	412
110	فجر اور عصر کی پابندی کرنے والا اگر دیگر گناہوں میں ملوث رہا تو وہ جنت میں کیسے داخل ہوگا؟	413
	باب:۲۷	
111	فجر کا وقت	414
112	حدیث مذکور کے رجال	414
113	حدیث مذکور کے رجال	415
114	حدیث مذکور کے رجال	415
115	فجر کی نماز کا اصل وقت سفیدی پھیلنے کے بعد ہے	416
	باب:۲۸	
116	جس نے نمازِ فجر کی ایک رکعت پالی	416
	باب:۲۹	
117	جس نے نماز کی ایک رکعت پالی	416
	باب:۳۰	
118	فجر کے بعد نماز حتیٰ کہ سورج بلند ہو جائے	417
119	عصر کے بعد نوافل کی ممانعت پر ایک حدیث سے معارضہ کا جواب	417
120	طلوعِ شمس اور غروبِ شمس کے وقت نماز پڑھنے سے ممانعت کی توجیہ	418
121	طلوعِ شمس سے قبل اور غروبِ شمس سے قبل نماز پڑھنے میں مذاہب فقہاء اور علامہ ابن بطال کے فقہاء احناف پر اعتراضات	418
122	فقہاء احناف پر اعتراضات کے مصنف کی طرف سے جوابات	420
	باب:۳۱	
123	غروبِ شمس سے پہلے نماز کا قصد نہ کرے	421
124	حدیث مذکور کے رجال	421
125	حدیث مذکور کے رجال	422
126	حضرت معاویہ کا عصر کے بعد نفل پڑھنے سے منع فرمانا اور اس پر ایک حدیث سے تعارض کا جواب	422
	باب:۳۲	
127	جس کے نزدیک صرف عصر اور فجر کے بعد نماز پڑھنا مکروہ ہے	422
	باب:۳۳	
128	عصر کے بعد قضاء نمازوں کو پڑھنا	423
129	حدیث مذکور کے رجال	424
130	عصر کے بعد آپ کا ہمیشہ دو رکعت نماز پڑھنا اور اس سے منع فرمانے میں تعارض ہے' اس کا جواب	425
131	شرح صحیح مسلم میں احادیث مذکورہ کی شرح	425
	باب:۳۴	
132	اَبر آلود دن میں جلدی نماز پڑھنا	426
	باب:۳۵	
133	وقت گزرنے کے بعد اذان دینا	426
134	حدیث مذکور کے رجال	427
135	روح کی تعریف اور اس کے افعال اور آثار	427
136	نبی ﷺ اور دیگر انبیاء علیہم السلام کا نیند سے وضوء نہ ٹوٹنا	427
137	نیند کی حالت میں نماز کا فوت ہو جانا گناہ نہیں ہے	428

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
138	جس وادی میں نماز قضاء ہوئی تھی' اس وادی سے نکل کر دوسری جگہ نماز پڑھنے کی وجوہ	428
139	امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس وادی سے نکل کر دوسری جگہ نماز پڑھنے کی وجہ اور اس پر حافظ ابن عبدالبر کا اعتراض	429
140	حافظ ابن عبدالبر کے اعتراض کا جواب	430
141	اس وادی میں جوازِ نماز کی تحقیق	430
142	رات کے آخری حصہ میں قیام کرنا' نمازِ فجر کی حفاظت کا انتظام کرنا اور دیگر اہم مسائل	430
143	قضاء نماز کے لیے اذان دینا اور اقامت کہنا اور سنت فجر کی قضاء کرنا	431
144	قضاء نماز کو فوراً پڑھنا واجب نہیں' طلوعِ شمس کے وقت نماز پڑھنے کا عدم جواز اور قضاء نماز کی جماعت کا جواز	431
145	سنت فجر کو قضاء کرنے میں مذاہب	431
	باب:۳۶	
146	جس نے نماز کا وقت گزرنے کے بعد جماعت سے نماز پڑھائی	432
147	حدیث مذکور کے رجال	432
148	خندق کا معنی اور اس کی تفصیل	432
149	غزوۂ خندق کے دن قضاء ہونے والی نمازوں کی تعداد	433
150	غزوۂ خندق کے موقع پر قضاء ہونے والی نمازوں کے متعلق مختلف احادیث میں تطبیق	433
151	قضاء نمازوں کی ترتیب کا وجوب اور ان کی شرائط	434
	باب:۳۷	
152	جو شخص کسی نماز کو پڑھنا بھول گیا تو جب وہ اس نماز کو یاد کرے' اس کو پڑھ لے اور اس وقت صرف اسی نماز کو پڑھے گا	435

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
153	حدیث مذکور کے رجال	435
154	قضاء نماز کو فوراً ادا کرنے پر ایک اعتراض کا جواب	435
155	اس کی توجیہ کہ فوت شدہ نماز کا کفارہ صرف اس کی قضاء کرنا ہے	436
156	جو نماز کے وقت نشہ میں تھا یا سو گیا تھا یا نماز کو بھول گیا تھا' اس کا کفارہ صرف اس نماز کو ادا کرنا ہے	436
157	غیر مقلدین کے نزدیک جس نے عمداً نماز کو ترک کیا' وہ اس نماز کی قضاء نہیں کرے گا' اس پر شیخ ابن حزم کے دلائل اور مصنف کے جوابات	436
158	عمداً نماز ترک کرنے پر نماز قضاء کرنے کی دلیل	438
159	عمداً نماز ترک کرنے والے کو غیر مقلدین کا' کافر اور واجب القتل قرار دینا	439
160	تارکِ نماز کو کافر قرار دینے کے متعلق متاخرین غیر مقلدین علماء کی تصریحات	440
161	بے عمل اور تارکِ نماز کے متعلق غیر مقلدین کا مسلک	443
162	بے عمل کلمہ گو کے متعلق نبی ﷺ کا ارشاد	443
163	بے عمل اور تارکِ نماز کے متعلق اہل سنت اور اہل حق کا مسلک	443
164	بے نمازی کے متعلق شیخ عبدالعزیز بن باز کا مفصل فتویٰ	444
165	میرا دوست نماز پڑھتا ہے اور نہ روزہ رکھتا ہے	444
166	تارکِ نماز کے ساتھ سکونت	445
167	نماز میں سستی کرنے والے کی صحبت	445
	باب:۳۸	
168	نمازوں کو ترتیب وار قضاء کرنا' پہلے پہلی نماز' پھر دوسری نماز	446

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	باب:۳۹		5	خوابوں سے ہوا' حالانکہ وہ اسلام کا شعار ہے	455
169	عشاء کی نماز کے بعد باتیں کرنے کا مکروہ ہونا	446	6	اقامت کے کلمات کی تعداد میں مذاہب ائمہ	456
	باب:۴۰		7	علامہ خطابی کی دلیل کا جواب	456
170	عشاء کی نماز کے بعد فقہ اور خیر کی باتیں کرنا	447	8	اقامت کے کلمات' دو دو بار پڑھنے کے متعلق احادیث اور آثار	457
171	سو سال کی غلط تاویلیں اور سب سے آخر میں فوت ہونے والے صحابی	448	9	کھڑے ہو کر اذان دینے کا سنت ہونا	458
	باب:۴۱		10	اذان کے دیگر مباحث' اور ان میں ترجیع کی بحث	459
172	گھر والوں اور مہمان کے ساتھ عشاء کے بعد باتیں کرنا	449	11	حضرت ابو محذورہ کو اذان کی تعلیم دیتے وقت ان سے شہادتین کو دہروانے کی توجیہ	459
173	حدیث مذکور کے رجال	450	12	ترجیع کے ثبوت میں ائمہ ثلاثہ کی دلیل اور امام ابوحنیفہ پر اعتراض	460
174	''اصحاب الصفة' غنثر ''اور'' جدع'' کے معانی اور حضرت عبدالرحمان کو ڈانٹنے کی توجیہ	450	13	ائمہ ثلاثہ کی دلیل کا جواب اور امام ابوحنیفہ کے مسلک پر ٹھوس دلائل	460
175	امیروں پر لازم کرنا کہ وہ بھوکوں کو کھانا کھلائیں' زکوٰۃ کے علاوہ مال میں حقوق اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کا قول سے بڑھ کر ہونا	451	14	اذان کے دیگر مباحث میں'' اشھد ان محمدًا رسول اللّٰہ'' سن کر انگوٹھے چومنا	461
176	سربراہِ قوم کے پاس کھانا کھانا' مہمانوں کی خدمت کسی کے سپرد کر دینا' برکت والا کھانا استاذ اور شیخ کے پاس پیش کرنا	451	15	اذان کے بعد صلوٰۃ وسلام پڑھنے کے متعلق فقہاء احناف کی تصریحات	462
177	اولاد کا والد کے ڈر سے چھپنا' والد کا اولاد کو ڈانٹنا اور بددعا دینا اور دیگر فوائد	452	16	آیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی خود بھی اذان دی ہے یا نہیں؟	462
				باب:۲	
178	کتاب'' مواقیت الصلوٰۃ'' کا اختتام	452	17	اذان کے کلمات دو دو ہیں	463
	۱۰ - کتاب الاذان	453		باب:۳	
	باب:۱		18	اقامت کے کلمات ایک ایک بار ہیں' سوائے'' قد قامت الصلوٰۃ'' کے	464
1	اذان کی ابتداء	453			
2	حدیث مذکور کے رجال	454		باب:۴	
3	اذان کی ابتداء اور اذان کے کلمات کے ثبوت میں احادیث	454	19	اذان دینے کی فضیلت	464
4	اس اعتراض کا جواب کہ اذان کا ثبوت صحابہ کے		20	'' ضراط '' کا معنی اور شیطان کے گوز مارنے کی توجیہات	465

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
21	اذان کی فضیلت میں دیگر احادیث	466
	باب:۵	
22	بلند آواز سے اذان دینا	467
23	حدیث مذکور کے رجال	468
24	قیامت کے دن اذان دینے والے کی تعظیم اور تکریم	468
25	لاؤڈ اسپیکر پر اذان دینے کا استحباب اور ایامِ فتنہ میں شہروں سے نکل کر جنگلوں میں رہنے کا جواز	468
	باب:٦	
26	اذان کے سبب سے جانوں کا محفوظ رہنا	469
27	حدیث مذکور کے دیگر مسائل اور فوائد اور اذان کی وجہ سے جان اور مال کا محفوظ رہنا	469
	باب:۷	
28	مؤذن سے اذان سننے والا کیا کہے	470
29	ائمہ ثلاثہ کے نزدیک اذان کا جواب دینا مستحب ہے اور فقہاء احناف کے نزدیک واجب ہے	470
30	اذان کے کلمات کے جواب دینے کی کیفیت	471
31	اذان کے کلمات کے جواب دینے کے متعلق دیگر احادیث اور آثار	471
32	اذان کے کلمات کا جواب دینے کے وجوب کے متعلق دیگر فقہاء احناف کی تصریحات	472
33	جمہور فقہاء احناف کے موقف پر امام طحاوی کا معارضہ	473
34	امام طحاوی کے معارضہ کا جواب علامہ عینی سے	474
35	امام طحاوی کے معارضہ کا جواب مصنف سے	474
36	علامہ شامی کی تحقیق کا جواب	474
37	حدیث مذکور کے رجال	477
38	احادیث میں اذان کے جواب کی تفصیل	477
	باب:۸	
39	اذان کے بعد دعا	478
40	حدیث مذکور کے رجال	478
41	وسیلہ کا معنی	478
42	دعوتِ تامہ صلوٰۃ قائمہ اور مقامِ محمود کے معانی	478
43	رسول اللہ ﷺ کے لیے کس نیت سے وسیلہ کی دعا کرے	479
44	شفاعت کی اقسام	480
45	اذان کے بعد دعا کے متعلق دیگر احادیث	480
	باب:۹	
46	اذان کے لیے قرعہ اندازی کرنا	480
47	حدیث مذکور کے رجال	481
48	اذان کی فضیلت' حضرت سعد بن ابی وقاص کے قرعہ اندازی کرنے کا واقعہ اور قرعہ اندازی کی شرعی حیثیت	481
49	صف اوّل میں نماز پڑھنے کی فضیلت کی وجہ اور دوپہر کو نماز پڑھنے کی فضیلت کی وجہ	482
50	عشاء اور فجر کی نماز کی فضیلت کی وجہ	482
	باب:۱۰	
51	اذان کے درمیان بات کرنا	482
52	حدیث مذکور کے رجال	483
53	اذان کے درمیان کلام کرنے میں مذاہب ائمہ	483
	باب:۱۱	
54	نابینا کو جب کوئی شخص وقت کی خبر دینے والا ہو تو اس کی اذان کا حکم	484
55	نابینا کی اذان کے متعلق مذاہب ائمہ اور حدیث مذکور کے دیگر فوائد	485
56	حضرت عبداللہ ابن اُمّ مکتوم کا تعارف	486

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
57	فجر کی اذان وقت سے پہلے دینے میں مذاہب ائمہ	486
	باب:۱۲	
58	فجر کے بعد اذان	486
	باب:۱۳	
59	فجر سے پہلے اذان دینا	488
60	حدیث مذکور کے رجال	488
61	فجر سے پہلے اذان دینے کے وقت میں مختلف اقوال اور فجر کاذب اور فجر صادق کی علامت	488
	باب:۱۴	
62	اذان اور اقامت کے درمیان کتنا وقفہ ہے اور جو لوگ نماز کی اقامت کا انتظار کریں	489
63	حدیث مذکور کے رجال	489
64	اذان اور اقامت کے درمیان وقفہ کے متعلق حدیث	489
65	اذان کے بعد نوافل پڑھنے کا جواز	490
66	نماز مغرب سے پہلے دو رکعت پڑھنے میں مذاہب فقہاء	490
	باب:۱۵	
67	جو اقامت کا انتظار کریں	491
68	سنت فجر کے بعد دائیں کروٹ پر لیٹنا اور گھر میں نماز کا انتظار کرنا بھی مسجد میں نماز کے انتظار کی مثل ہے	492
	باب:۱۶	
69	ہر دو اذانوں کے درمیان اس کے لیے نماز ہے، جو پڑھنا چاہے	492
	باب:۱۷	
70	جس نے کہا: سفر میں بھی ایک مؤذن اذان دے	492
71	حدیث مذکور کے رجال	493
72	حضرت ابن عمر کے اثر سے امام بخاری کا اختلاف	493
	باب:۱۸	
73	جب مسافروں کی ایک جماعت ہو تو وہ اذان دیں اور اقامت کہیں	494
74	اور مؤذن کا یہ کہنا کہ سردی کی رات میں بارش کی رات میں نمازیں گھروں میں پڑھو	494
75	لفظ ''ضجنان'' کی تحقیق	496
76	سفر میں اذان دینے اور اقامت پڑھنے کے متعلق مذاہب فقہاء	496
	باب:۱۹	
77	کیا مؤذن اپنا منہ ادھر اُدھر کرے اور کیا نماز میں التفات کرے	497
	باب:۲۰	
78	کسی آدمی کا یہ کہنا کہ ہم سے نماز فوت ہوگئی	498
79	حدیث مذکور کے رجال	499
80	مسبوق کی رہی ہوئی نماز کے اوّل یا آخر میں مذاہب فقہاء	499
	باب:۲۱	
81	نماز کے لیے دوڑتا ہوا نہ آئے، سکون اور وقار کے ساتھ آئے	500
	باب:۲۲	
82	جب لوگ امام کو اقامت کے وقت دیکھیں تو کب کھڑے ہوں	500
83	نماز کے لیے کھڑے ہونے کے وقت میں مذاہب فقہاء	501
84	نماز کے لیے کھڑے ہونے کے وقت کے متعلق احادیث کی تحقیق	501
85	برصغیر کی مساجد میں نماز کے لیے کھڑے ہونے کے وقت میں علماء کا اختلاف	503

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
86	امام اور نمازیوں کا مسجد میں ''حی علی الفلاح'' پر کھڑے ہونا اور اس مسئلہ میں فقہاء احناف کی عبارات	503
	باب:۲۳	
87	جلدی میں نماز کی طرف دوڑتا ہوا نہ جائے اور اس کو چاہیے کہ سکون اور وقار کے ساتھ کھڑا ہو	504
	باب:۲۴	
88	آیا کسی ضرورت کی وجہ سے (نمازی) مسجد سے نکل سکتا ہے؟	504
89	اذان کے بعد مسجد سے نکلنے کی ممانعت میں احادیث اور آثار	504
90	حدیث مذکور کے بعض اہم مسائل	505
	باب:۲۵	
91	جب امام کہے کہ تم اپنی جگہوں پر ٹھہرو حتیٰ کہ میں واپس آؤں تو وہ اس کا انتظار کریں	505
	باب:۲۶	
92	کسی شخص کا یہ کہنا کہ ہم نے نماز نہیں پڑھی	506
	باب:۲۷	
93	اقامت کے بعد امام کو کوئی ضرورت پیش آئے	506
94	لوگوں کے سامنے دو آدمیوں کا سرگوشیاں کرنا، اقامت اور تکبیر تحریمہ کے درمیان فصل کرنا اور دیگر مسائل	507
	باب:۲۸	
95	اقامت نماز کے وقت کلام کرنا	507
	باب:۲۹	
96	نماز با جماعت کا واجب ہونا	507
97	نماز با جماعت کے وجوب پر دلائل	507
98	''عرقاً'' اور ''مرماتین'' کے معنی	508
99	نماز با جماعت کے متعلق فقہاء کی آراء	508
100	با جماعت نماز پڑھنے کے وجوب میں احادیث اور آثار	509
101	نماز با جماعت کے واجب یا مسنون ہونے کے متعلق فقہاء احناف کی عبارات	510
102	نماز با جماعت کے متعلق فقہاء حنبلیہ کی عبارات	512
103	نماز با جماعت کے متعلق فقہاء مالکیہ کی عبارات	512
104	نماز با جماعت کے متعلق فقہاء شافعیہ کی عبارات	513
	باب:۳۰	
105	نماز با جماعت کی فضیلت	513
106	امام بخاری کی تعلیق کے خلاف دیگر احادیث	513
107	جماعت ثانیہ کی تحقیق	514
108	جماعت ثانیہ کے ثبوت میں دیگر احادیث و آثار	514
109	جماعت ثانیہ کے متعلق مذاہب ائمہ	515
110	جماعت ثانیہ کے متعلق ملا علی قاری کا مسلک	515
111	جماعت ثانیہ کے متعلق فقہاء احناف کا مؤقف	515
112	جماعت ثانیہ کے متعلق اعلیٰ حضرت کی وضاحت	517
113	جماعت ثانیہ کے متعلق احادیث، آثار اور فقہاء کی عبارات کا خلاصہ	518
	باب:۳۱	
114	فجر کی نماز کو جماعت سے پڑھنے کی فضیلت	520
115	حدیث مذکور کے رجال	521
116	زیادہ مشقت اٹھا کر نماز پڑھنے کا زیادہ اجر ہونا ہے	521
	باب:۳۲	
117	دوپہر کے وقت نماز پڑھنے کی فضیلت	522
118	راستہ سے تکلیف دہ چیز ہٹا دینے کا اجر	522
119	شہید کا معنی، اس کی وجہ تسمیہ اور اس کا شرعی حکم	523

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
120	حکمی شہداء کی تعداد	524
	باب:۳۳	
121	(مسجد کو جاتے ہوئے) قدموں کا شمار	524
122	بنوسلمہ سے یہ کہنے کی وجہ کہ تمہارے قدموں کے نشان لکھے جائیں گے	524
123	اگر قریب والی مسجد کا امام صحیح العقیدہ ہو تو اس کا حق ہے ورنہ جس مسجد کا امام صحیح العقیدہ ہو اس میں نماز پڑھے	524
	باب:۳٤	
124	عشاء کی نماز جماعت سے پڑھنے کی فضیلت	525
	باب:۳۵	
125	دو یا اس سے زائد افراد کی جماعت	525
	باب:۳٦	
126	جو مسجد میں نماز کے انتظار میں بیٹھا اور مساجد کی فضیلت	526
127	حدیث مذکور کے رجال	527
128	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	527
129	اللہ کے سائے کی توجیہ	527
130	''عدل'' کا معنی' امام عادل کی تعریف' امام عادل کی فضیلت اور امام غیر عادل کی مذمت میں احادیث	527
131	جوانی میں عبادت کرنے کی فضیلت	528
132	مسجد کے ساتھ دل معلق ہونے کا معنی	529
133	اللہ کی وجہ سے دو محبت کرنے والوں کی فضیلت میں احادیث	529
134	خوف خدا کی بناء پر گناہ سے باز رہنے کے متعلق قرآن مجید کی آیات اور ان پر عمل کرنے کا اجرو ثواب	530
135	صدقاتِ نفلیہ کو چھپا کر دینے کی فضیلت اور صدقات واجبہ کو کھلے عام دینے کا جواز	531
136	اللہ کی یاد میں رونے کی اقسام اور خوف خدا سے رونے کی فضیلت	532
	باب:۳۷	
137	دن کی ابتداء میں اور دن ڈھلے مسجد میں جانے کی فضیلت	533
138	حدیث مذکور کے رجال	533
139	مسجد میں جانے کی ترغیب	534
	باب:۳۸	
140	جب نماز کی اقامت پڑھی جائے تو صرف فرض نماز پڑھی جائے	534
141	حدیث مذکور کے رجال	535
142	نمازِ فجر کی جماعت کے وقت سنت فجر پڑھنے کے متعلق مذاہب فقہاء	535
143	نمازِ فجر کی جماعت کے وقت سنت فجر پڑھنے کی ممانعت میں احادیث اور آثار	536
144	نمازِ فجر کی جماعت کے وقت سنت فجر پڑھنے کے متعلق فقہاء احناف کا مؤقف	537
	باب:۳۹	
145	جماعت میں حاضر ہونے کے لیے مریض کی حد	538
146	حدیث مذکور کی شرح کے سابقہ عنوانات	539
147	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کو مصر کی عورتوں کے ساتھ تشبیہ دینے کی توجیہ	539
148	ایام مرض میں آپ نے مسجد میں جا کر جو نماز پڑھی تھی اس میں آپ امام تھے یا حضرت ابوبکر؟	540
149	ایامِ مرض میں حضرت ابوبکر کی اقتداء میں نبی ﷺ کے نماز پڑھنے کے متعلق احادیث	540
150	آپ کے قول' فعل اور تقریر سے حضرت ابوبکر کی	

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
	امامت کا ثبوت	541
151	رخصت کے ہوتے ہوئے شدت پر عمل کرنے کا جواز اور رسول اللہ ﷺ اور دیگر صالحین کا شدتِ مرض میں بھی جماعت سے نماز پڑھنا	541
152	حدیث مذکور کے دیگر مسائل اور فوائد	542
	باب: ٤٠	
153	بارش یا کسی اور سبب سے گھر میں نماز پڑھنے کی رخصت	543
	باب: ٤١	
154	کیا امام بارش میں حاضرین کو نماز پڑھائے اور جمعہ کے دن بارش میں خطبہ دے؟	544
155	حدیث مذکور کے رجال	545
156	حدیث کی عنوان سے مطابقت کے لیے یہ کافی ہے کہ عنوان کے بعض اجزاء کا حدیث میں ذکر ہو	545
157	اساتذہ اور علماء کو کھانے کی دعوت دینا' چٹائی پر نماز پڑھنا اور نوافل کی جماعت کا ثبوت	546
158	جماعت سے نماز نہ پڑھنے کے دس اعذار	546
159	چاشت کی نماز کا مستحب ہونا اور ام المؤمنین کے انکار کا جواب	548
	باب: ٤٢	
160	جب کھانا آ جائے اور نماز کی اقامت کہی گئی ہو	548
161	کھانے کو نماز پر مقدم کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء	549
162	اس حدیث کا جواب جس میں نماز کو مؤخر نہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے	549
	باب: ٤٣	
163	جب امام کو نماز کی طرف بلایا جائے اور اس کے ہاتھ میں کوئی چیز ہو جس کو وہ کھا رہا ہو	550
	باب: ٤٤	
164	جو شخص گھر کے کام کاج میں مشغول ہو پھر نماز کی اقامت کہی جائے تو وہ گھر سے نکل جائے	551
165	کام کاج کے کپڑوں میں اور آستینوں کو اڑس کر مالکیہ کے نزدیک نماز پڑھنے کا جواز	551
166	ردی اور معمولی کپڑوں میں نماز نہیں پڑھنی چاہیے	552
167	آستینیں چڑھا کر نماز پڑھنا مکروہ ہے	552
168	نبی ﷺ کی تواضع' سادگی اور محاسنِ اخلاق	552
	باب: ٤٥	
169	جس شخص نے لوگوں کو نماز پڑھائی اور اس کا ارادہ صرف یہ تھا کہ وہ لوگوں کو نبی ﷺ کی نماز اور اس کے طریقہ کی تعلیم دے	553
170	حدیث مذکور کے رجال	553
171	نماز کا طریقہ سکھانے کے لیے لوگوں کو نماز پڑھانا	554
172	جلسہ استراحت میں مذاہب ائمہ	554
	باب: ٤٦	
173	اصحابِ علم وفضل نماز پڑھانے کے زیادہ حق دار ہیں	554
	باب: ٤٧	
174	جو شخص کسی سبب کی وجہ سے امام کے پہلو میں کھڑا ہو	557
	باب: ٤٨	
175	جو شخص لوگوں کو نماز پڑھانے کے لیے داخل ہوا' پھر پہلا (اصل) امام آ گیا تب امام پیچھے ہٹے یا نہ ہٹے نماز جائز ہے	558
176	حدیث مذکور کے رجال	559
177	بنو عمرو بن عوف کا تعارف اور ان کی طرف جانے کا وقت اور جانے کی وجہ	559
178	بنو عمرو بن عوف کی طرف جانے کے متعلق حدیث	560

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
179	نماز میں حضرت ابوبکر نے دونوں ہاتھ کیوں بلند کیے تھے اس سلسلہ میں حدیث	560
180	دو فریقوں کے درمیان صلح کرانا، ایک نماز کو دو اماموں کا پڑھانا اور امام مسجد وقت پر موجود نہ ہو تو دوسرے کا نماز پڑھا دینا	560
181	عین حالت نماز میں رسول اللہ ﷺ کی تعظیم کرنا اور حضرت ابوبکر کا افضل امت ہونا	560
182	نماز میں کسی نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے متعلق مذاہب ائمہ	561
183	بلاضرورت نماز میں اِدھر اُدھر دیکھنے کی ممانعت اور بہ وقت ضرورت مڑ کر دیکھنے کے متعلق احادیث	561
184	نماز میں کسی کو اپنا خلیفہ بنانے کے متعلق مذاہب ائمہ	562
185	امام کے لیے صفوں کے درمیان سے گزرنے کا جواز، عمل قلیل کا مفسد صلوٰۃ نہ ہونا اور دینی وجاہت ملنے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا	562
186	ادب کا حکم پر مقدم ہونا	562
	باب:۴۹	
187	جب سب قراءت میں برابر ہوں تو جوان میں بڑی عمر کا ہو وہ نماز پڑھائے	563
	باب:۵۰	
188	جب امام کچھ لوگوں کی زیارت کرے، پھر ان کو نماز پڑھائے	564
	باب:۵۱	
189	امام صرف اس لیے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے	564
190	نبی ﷺ کے بیٹھ کر نماز پڑھنے کا سبب	567
191	جب امام بیٹھ کر نماز پڑھے تو مقتدیوں کے متعلق مذاہب ائمہ	568
192	مرضِ وفات میں جو نماز نبی ﷺ نے پڑھی اس میں آپ کے امام ہونے پر دلائل	568
	باب:۵۲	
193	جو لوگ امام کے پیچھے ہیں وہ کب سجدہ کریں	570
194	حدیث مذکور کے رجال	571
195	متابعت کا معنی	571
	باب:۵۳	
196	اس شخص کا گناہ جس نے امام سے پہلے سر اٹھایا	571
197	حدیث مذکور کے رجال	571
198	اس امت میں مسخ کے وقوع کے متعلق علماء کے اقوال	571
199	اس امت میں مسخ کے وقوع کے متعلق احادیث	572
	باب:۵۴	
200	غلام اور آزاد شدہ غلام کی امامت	572
201	مصحف (قرآن مجید) سے دیکھ کر نماز پڑھنے کی تحقیق	572
202	مصحف سے دیکھ کر پڑھتے ہوئے امامت کرنے کے متعلق فقہاء مالکیہ کا نظریہ	573
203	مصحف سے دیکھ کر پڑھتے ہوئے امامت کرنے کے متعلق فقہاء شافعیہ کا نظریہ	573
204	مصحف سے دیکھ کر پڑھتے ہوئے امامت کرنے کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا نظریہ	573
205	مصحف سے دیکھ کر پڑھتے ہوئے امامت کرنے کے متعلق غیر مقلدین کا نظریہ	573
206	مصحف سے دیکھ کر امامت کرانے کی ممانعت میں فقہاء تابعین کے آثار	574
207	مصحف سے دیکھ کر پڑھتے ہوئے امامت کرنے	

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
	کے متعلق احناف کا نظریہ	574
208	غلام کو امام بنانے کے متعلق احادیث	575
209	غلام کی امامت کے متعلق مذاہب فقہاء	575
210	غلام کی امامت کے متعلق فقہاء احناف کی تصریحات	576
211	طوائف کے بیٹے کی امامت کے متعلق فقہاء تابعین اور ائمہ مذاہب کے نظریات	576
212	دیہاتی کی امامت کے متعلق فقہاء تابعین اور ائمہ مذاہب کے نظریات	577
213	نابالغ لڑکے کی امامت کے متعلق احادیث اور آثار	577
214	نابالغ لڑکے کی امامت کے متعلق مذاہب ائمہ	578
215	حدیث مذکور کے رجال	579
216	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مناسبت اور حضرت سالم مولیٰ ابوحذیفہ کا تعارف	579
217	حدیث مذکور کے رجال	580
218	غلام کے حاکم بننے کی توجیہ اور جو اپنی طاقت سے اقتدار پر قبضہ کرے اُس کی اطاعت کا وجوب	580
	باب:٥٥	
219	جب امام کی نماز مکمل نہ ہو اور مقتدی کی نماز مکمل ہو جائے	580
220	حدیث مذکور کے رجال	581
221	باب مذکور کی مؤید دیگر احادیث	581
222	تاخیر سے نماز پڑھنے والوں کی اقتداء میں نماز پڑھنے سے پہلے لوگ گھروں میں وقت پر اپنی نماز پڑھیں	582
223	تاخیر سے نماز پڑھنے والوں کی اقتداء میں لوگ نماز پڑھیں اور گھروں میں اپنی نماز نہ پڑھیں	582
224	امام ابوحنیفہ کے نزدیک مقتدی کی نماز صحت اور فساد میں امام کی نماز کے تابع ہے اور امام شافعی	

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
	کے نزدیک نہیں	583
	باب:٥٦	
225	''المفتون'' اور ''المبتدع'' کی امامت	583
226	بدعت کا لغوی اور اصطلاحی معنی	583
227	نواب صدیق حسن بھوپالی کا اقسامِ بدعت کا انکار کرنا اور مصنف کا ان پر رد	585
228	نواب صدیق حسن خان کے ممدوح ابن تیمیہ اور شوکانی کا بدعتِ حسنہ اور بدعتِ سیئہ کی تقسیم کرنا	585
229	بدعت کی تقسیم کے متعلق علماء غیر مقلدین کی تصریحات	586
230	حدیث مذکور کے رجال	587
231	حضرت عثمان کے ایامِ فتنہ میں امامِ فتنہ کا مصداق کون تھا؟	587
232	آیا حضرت عثمان نے باغیوں کی اقتداء میں نماز پڑھنے کی اجازت دی تھی یا نہیں!	588
233	متغلب فاسق کی اقتداء میں نماز پڑھنا اور جمعہ کو ترک نہ کرنا خواہ جمعہ عادل پڑھائے یا ظالم	588
234	حضرت عثمان کے ایامِ فتنہ میں نماز پڑھانے والے	589
235	فساق فجار اور باغیوں کی اقتداء میں نماز پڑھنے کے متعلق احادیث اور آثار	590
236	فساق اور اہل بدعت کی اقتداء میں نماز پڑھنے کے متعلق فقہاء مالکیہ کا مؤقف	590
237	فساق اور اہل بدعت کی اقتداء میں نماز پڑھنے کے متعلق فقہاء شافعیہ کا مؤقف	590
238	فساق اور اہل بدعت کی اقتداء میں نماز پڑھنے کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا مؤقف	591
239	فساق اور اہل بدعت کی اقتداء میں نماز پڑھنے کے متعلق فقہاء احناف کا مؤقف	591

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
240	شیخ تھانوی کی صحیح بخاری اور مشکوٰۃ کی معروف حدیث سے بے خبری	592
	باب:٥٧	
241	جب دو نمازی ہوں تو مقتدی امام کی دائیں جانب کھڑا ہو	592
	باب:٥٨	
242	جب نمازی امام کی بائیں جانب کھڑا ہو اور امام اس کو دائیں جانب کر دے تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی	593
	باب:٥٩	
243	جب امام نمازیوں کی امامت کی نیت نہ کرے پھر نمازی آئیں تو ان کی نیت کرے	593
	باب:٦٠	
244	جب امام لمبی نماز پڑھائے اور نمازی کو کوئی کام ہو تو وہ اقتداء چھوڑ کر نماز پڑھے	594
245	اوساطِ مفصل کی دو سورتوں کا بیان	594
246	جماعت سے نماز شروع کرنے کے بعد اس سے نکلنے میں مذاہب فقہاء	595
247	عذر کی حالت میں جماعت سے نکلنے کا جواز اور بغیر عذر کے جماعت سے نکلنے کا عدم جواز	595
248	حضرت معاذ کی نماز سے نکلنے والے صحابی کے نام کے متعلق دو روایتیں	596
249	نفل پڑھنے والے کی اقتداء میں فرض پڑھنے کے جواز میں مذاہب ائمہ	597
250	نفل پڑھنے والے کی اقتداء میں فرض نماز کا عدم جواز	597
251	حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی حدیث کا جواب	598
252	خلاصہ بحث	599
253	حضرت معاذ کی حدیث سے فقہاء شافعیہ کے مؤقف کا رد	600
	باب:٦١	
254	قیام رکوع اور سجود پورا کرنے میں امام کا تخفیف کرنا	600
	باب:٦٢	
255	جب کوئی شخص اپنی نماز پڑھے تو جس قدر چاہے لمبی نماز پڑھے	601
	باب:٦٣	
256	جس شخص نے اپنے امام کی لمبی نماز پڑھانے کی شکایت کی	601
	باب:٦٤	
257	نماز میں اختصار اور اس کو مکمل کرنا	603
	باب:٦٥	
258	جس نے بچے کے رونے کی آواز سن کر نماز میں تخفیف کی	603
259	حدیث مذکور کے رجال	604
260	آنے والے نمازی کو جماعت میں شامل کرنے کے لیے رکوع کو لمبا کرنے میں مذاہب فقہاء	604
261	مسئلہ مذکورہ میں فقہاء احناف کی تصریحات	604
	باب:٦٦	
262	جب کسی شخص نے نماز پڑھی پھر اپنی قوم کو نماز پڑھائی	606
	باب:٦٧	
263	جس نے نمازیوں کو امام کی تکبیر سنائی	606
	باب:٦٨	
264	ایک شخص امام کی اقتداء کرے اور نمازی مقتدی کی اقتداء کریں	607

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	باب:۶۹	
265	جب امام کو شک ہو تو کیا وہ لوگوں کے قول پر عمل کر سکتا ہے؟	609
	باب:۷۰	
266	جب امام نماز میں روئے	610
	باب:۷۱	
267	اقامت اور اس کے بعد صفوں کو برابر کرنا	611
268	صفوں کو برابر کرنے کے متعلق مزید احادیث اور اس مسئلہ میں مذاہب فقہاء	612
269	صفوں کو برابر رکھنے اور چہروں کے درمیان مخالفت کرنے کا معنی	612
270	نبی ﷺ کے پس پشت دیکھنے کی تحقیق	613
271	''میں نہیں جانتا کہ اس دیوار کے پیچھے کیا ہے'' اس حدیث کی تحقیق	616
	باب:۷۲	
272	صفیں برابر کرتے ہوئے امام کا نمازیوں کی طرف متوجہ ہونا	617
	باب:۷۳	
273	صفِ اول (کی فضیلت)	617
	باب:۷۴	
274	صف کو قائم کرنا نماز کے اہتمام سے ہے	618
	باب:۷۵	
275	جو صفوں کو قائم نہ رکھیں ان کا گناہ	619
276	نمازوں کی صفوں کو برابر رکھنے کا وجوب	619
	باب:۷۶	
277	صف میں کندھے کو کندھے کے ساتھ ملانا اور قدم کو قدم سے	620
278	صفوں کو برابر رکھنے کے متعلق دیگر احادیث	620
279	جماعت میں اپنا ٹخنہ دوسرے کے ٹخنے سے ملانا چاہیے	620
280	جماعت کی صف میں کندھے سے کندھا اور ٹخنے سے ٹخنہ ملانے کی تحقیق	621
	باب:۷۷	
281	جب کوئی شخص امام کی بائیں جانب کھڑا ہو اور امام اس کو دائیں جانب کر دے تو اس کی نماز مکمل ہو جائے گی۔	623
	باب:۷۸	
282	تنہا ایک عورت کی بھی صف ہوتی ہے	623
	باب:۷۹	
283	مسجد اور امام کی دائیں جانب	624
	باب:۸۰	
284	جب امام اور نمازیوں کے درمیان دیوار یا سترہ ہو	624
285	حدیث مذکور کے رجال	625
286	نوافل کو مسجد کے بجائے گھر میں پڑھنا افضل ہے	625
287	اگر امام اور نمازیوں کے درمیان راستہ یا دریا حائل ہو تو نماز کے جواز میں مذاہب فقہاء اور امام مالک کے دلائل	625
288	فقہاء احناف کے نزدیک اگر امام اور مقتدی کے درمیان اونچی دیوار، شارع عام یا دریا حائل ہو تو اقتداء جائز نہیں	626
289	فقہاء حنبلیہ کے نزدیک اگر امام اور نمازیوں کے درمیان شارع عام یا دریا حائل ہو تو نماز کے جواز میں دو قول ہیں	627
290	فقہاء شافعیہ کے نزدیک اگر امام اور نمازیوں کے درمیان شارع عام یا دریا حائل ہو تو نماز کے جواز میں دو قول	627

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
291	مسلمانوں پر رات کی نماز فرض کی جانے کی توجیہ اور دیگر مسائل	627
	باب:۸۱	
292	رات کی نماز	628
293	نوافل کو گھر میں پڑھنے کی فضیلت میں احادیث	629
294	مسجد نبوی اور مسجد حرام کی بھی بہ نسبت گھر میں نوافل پڑھنے کی فضیلت	630
295	صحیح البخاری کی ''کتاب الاذان'' کا اختتام	630
	ابواب صفة الصلوٰة	
	باب:۸۲	
296	تکبیر پڑھنے کا وجوب اور نماز کا افتتاح	631
297	نماز میں اللہ اکبر سے نماز کے افتتاح میں مذاہب فقہاء	631
298	مرض یا کمزوری کی وہ حد جس میں نماز بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے	632
299	کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھنے کا شرعی حکم	633
300	امام صرف ''سمع اللّٰہ لمن حمدہ'' کہے اور مقتدی صرف ''ربنا لك الحمد'' کہے	634
301	''ربنا لك الحمد'' کی جگہ ''اللھم ربنا ولك الحمد'' کہنا افضل ہے	635
	باب:۸۳	
302	تکبیرہ اولیٰ میں افتتاحِ نماز کے ساتھ رفع یدین کرنا	635
303	رفع یدین کے وقت کانوں یا کندھوں تک ہاتھ بلند کرنے میں مذاہب فقہاء	636
304	رکوع میں جاتے ہوئے اور رکوع سے سر اٹھاتے ہوئے رفع یدین کرنے میں مذاہب فقہاء	636
305	ترک رفع یدین کے متعلق احادیث اور آثار	637
306	رکوع کے ساتھ ثبوتِ رفع یدین کی روایات کے جوابات اور ترکِ رفع یدین کی قیاس سے تائید	638
	باب:۸۴	
307	(نمازی) جب اللہ اکبر کہے، جب رکوع کرے اور رکوع سے سر اٹھائے تو رفع یدین کرے	639
	باب:۸۵	
308	کہاں تک ہاتھوں کو بلند کرے؟	640
	باب:۸۶	
309	جب دو رکعت پڑھ کر کھڑا ہو تو رفع الیدین کرنا	641
310	فقہاء مالکیہ کے نزدیک دو رکعت کے بعد کھڑے ہو کر رفع یدین کرنے کا شرعی حکم	641
311	مسئلہ مذکور میں فقہاء شافعیہ کی تحقیق	641
312	مسئلہ مذکورہ میں فقہاء حنبلیہ کی تحقیق	642
313	مسئلہ مذکورہ میں فقہاء احناف کی تحقیق	642
	باب:۸۷	
314	نماز میں دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھنا	642
315	نماز میں ہاتھ باندھنے کے متعلق مذاہب فقہاء اور فریقین کے دلائل	643
316	ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کے متعلق احادیث اور آثار	644
317	ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھنے کے متعلق آثار	645
318	سینہ پر ہاتھ باندھنے کے متعلق احادیث اور آثار	645
319	سینہ پر اور ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے میں کون سا طریقہ افضل ہے؟	645
	باب:۸۸	
320	نماز میں خشوع کا بیان	645
	باب:۸۹	
321	نمازی تکبیر کے بعد کیا کہے	646

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
322	نماز میں بسم اللہ کو جہراً نہ پڑھنے کی دلیل	646
323	حدیث مذکور کے رجال	647
324	خطاء کا معنی اور خطاؤں سے پاک کرنے کی دعا سے کیا مراد ہے	647
325	حدیث میں مذکور افتتاحِ نماز کی دعا بعض اوقات پر محمول ہے	648
326	نماز کے افتتاح کی وہ دعا جس پر آپ نے دوام کیا	648
	باب: ۹۰	649
327	حدیث مذکور کے رجال	650
328	حدیث مذکور کی باب کے عنوان سے مناسبت	650
329	سورج گہن کی نماز کے راویوں کی تعداد	651
330	صلوٰۃ کسوف کا معنی	651
331	سورج گہن کی نماز کے ثبوت میں قرآن مجید اور حدیث سے دلائل	651
332	سورج گہن کی نماز میں مذاہب ائمہ	651
333	فقہاء احناف کے مسلک کے موافق احادیث	652
334	سورج گہن کی نماز میں ایک رکعت میں ایک سے زائد رکوع کی روایات مضطرب ہیں	653
335	سورج گہن کی نماز کے مسائل	654
	باب: ۹۱	
336	نماز میں امام کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنا	654
337	حدیث مذکور کے رجال	654
338	نماز میں نمازی کی طرف دیکھنے میں مذاہب ائمہ	655
339	ظہر اور عصر کی نمازوں میں قراءت کرنے کے متعلق احادیث	655
340	نبی ﷺ نے اصل جنت کو دیکھا تھا یا اس کی مثال کو؟	657
341	نبی ﷺ نے جنت کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا' اس سے مراد جنت کا علم نہیں ہے	657
342	نبی ﷺ نے جنت اور دوزخ کو متعدد بار دیکھا تھا	658
343	جنت کے خوشوں کو توڑنے کا ارادہ بدلنے کی وجوہ	658
	باب: ۹۲	
344	نماز میں نظر اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھنا	659
345	نماز میں آسمان کی طرف سر اٹھا کر دیکھنے کا مکروہ ہونا	659
346	خارج از نماز آسمان کی طرف دیکھنے کا حکم اور آنکھیں بند کر کے نماز پڑھنے کا حکم	660
	باب: ۹۳	
347	نماز میں التفات کرنا	660
348	حدیث مذکور کے رجال	660
349	نماز کے حصہ کو شیطان کے اچکنے کا معنی	661
350	نماز میں اِدھر اُدھر التفات کرنے کا حکم	661
351	نماز میں التفات کے متعلق احادیث	661
	باب: ۹۴	
352	کیا کسی پیش آمدہ امر کی وجہ سے نماز میں مڑ کر دیکھے؟ کسی چیز یا قبلہ کی جانب بلغم کو دیکھے (تو کیا کرے)	662
353	نماز میں عمل قلیل کا جواز	663
	باب: ۹۵	
354	امام اور مقتدیوں کے لیے تمام نمازوں میں قرآن مجید پڑھنے کا وجوب خواہ حضر میں ہوں یا سفر میں اور کن نمازوں میں بلند آواز سے قرآن پڑھا جائے گا اور کن نمازوں میں آہستہ آواز سے	664
355	حدیث مذکور کے رجال	665
356	حضرت سعد بن ابی وقاص نے جو اپنے مخالف کے لیے دعا ضرر کی اس کی تفصیل	666

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
357	حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی حدیث سے امام ابوحنیفہ کا اپنے موقف پر استدلال	666
358	نماز کی پہلی دو رکعت میں قراءت کے وجوب اور دوسری دو رکعت میں قراءت کے استحباب کے متعلق آثار	667
359	حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو معزول کرنے کی توجیہ اور ظالم کے خلاف دعا کرنے کا جواز	667
360	انبیاء علیہم السلام کی دعاء ضرر کی توجیہ	668
361	انبیاء علیہم السلام کی دعاء ضرر کو بددعا کہنے کا عدم جواز	668
362	حدیث مذکور کے رجال	669
363	حدیث مذکور کا باب کے عنوان کے مطابق نہ ہونا	669
364	امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنے میں مذاہب ائمہ	669
365	امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ نہ پڑھنے پر ہمارا قرآن مجید سے استدلال اور فقہاء ثلاثہ کے اعتراضات کے جوابات	670
366	علامہ عینی کا امام ابوحنیفہ کے دفاع میں امام دارقطنی پر رد کرنا	671
367	رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر کا نماز میں پوری سورۂ فاتحہ نہ پڑھنا	672
368	امام کے پیچھے قراءت ترک کرنے کے متعلق احادیث' آثار اور فتاویٰ تابعین	672
369	حدیث مذکور کے رجال	675
370	سلام کا جواب دینے کی اہمیت اور اعرابی کو نماز دہرانے کے حکم کی توجیہ	675
371	نماز میں سورہ فاتحہ پڑھنے کے فرض نہ ہونے کی دلیل اور رکوع اور سجود میں طمانیت کے وجوب کی دلیل	676
372	آخری دو رکعت میں قرآن پڑھنے کے وجوب پر علامہ خطابی کا استدلال	676
373	فرض کی آخری دو رکعت میں قرآن مجید پڑھنے کا واجب نہ ہونا	677
374	اعرابی کی حدیث میں دیگر واجبات کو ذکر نہ کرنے کی توجیہ	677
	باب:٩٦	
375	ظہر کی نماز میں قرآن پڑھنا	678
376	آخری دو رکعت میں قرآن مجید نہ پڑھنے کے متعلق مزید آثار	678
377	حدیث مذکور کے رجال	679
378	نماز کی آخری دو رکعتوں میں پہلی دو رکعتوں کی نصف قراءت پڑھنے کے متعلق احادیث	679
379	نماز کی آخری دو رکعتوں میں قرآن نہ پڑھنے کے متعلق احادیث	680
380	اس کا خلاصہ کہ نماز کی آخری دو رکعتوں میں کیا پڑھا جائے	680
	باب:٩٧	
381	عصر کی نماز میں قرآن پڑھنا	681
	باب:٩٨	
382	مغرب کی نماز میں قرآن پڑھنا	681
383	نبی ﷺ کی پڑھی ہوئی آخری نماز کا مصداق	682
384	حدیث مذکور کے رجال	682
385	مفصل کا معنی اور اس کی اقسام	683
386	مغرب کے کم وقت میں نبی ﷺ کا سورۃ الاعراف پڑھ لینا	683
	باب:٩٩	
387	مغرب کی نماز میں بلند آواز سے قرآن پڑھنا	683

نمبرشار	عنوان	صفحہ
	باب: ۱۰۰	
388	عشاء کی نماز میں بلند آواز سے قرآن پڑھنا	684
389	سورۃ الانشقاق کے سجدہ کی تفصیل	684
390	فجر ظہر عصر اور عشاء کی نمازوں میں قراءت کی مقدار اور سفر میں قراءت کم کرنا	685
	باب: ۱۰۱	
391	عشاء کی نماز میں آیت سجدہ کو پڑھنا	685
	باب: ۱۰۲	
392	عشاء کی نماز میں قرآن پڑھنا	686
	باب: ۱۰۳	
393	پہلی دو رکعتوں میں زیادہ قرآن پڑھے اور آخری دو رکعتوں میں قرآن پڑھنے کو ترک کردے	686
	باب: ۱۰۴	
394	نمازِ فجر میں قرآن پڑھنا	686
395	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	688
396	ان نمازوں کی تفصیل جن میں بلند آواز سے قرآن پڑھا جائے اور جن میں آہستہ قرآن پڑھا جائے اور اس میں مذاہب فقہاء	688
397	نماز میں سورۂ فاتحہ پڑھنے کے وجوب کے متعلق احادیث	688
	باب: ۱۰۵	
398	نمازِ فجر میں بلند آواز سے قرآن مجید پڑھنا	689
399	حدیث مذکور کے رجال	690
400	عکاظ کا لغوی اور عرفی معنی اور اس کا محل وقوع	690
401	اس اعتراض کا جواب کہ فجر کی نماز تو معراج میں فرض ہوئی تھی اور یہ قصہ معراج سے پہلے کا ہے	691
402	شیاطین اور جنات کے معانی اور محامل	691
403	''شہاب ثاقب'' کا معنی	691
404	رسول اللہ ﷺ کے پاس جنات کے وفد کے آنے کی تاریخ	692
405	جنات کی پیدائش ان کی موت اور ان کی جزاء اور سزا کا بیان	692
406	رسول اللہ ﷺ جنات اور انسانوں کے رسول ہیں	693
407	حدیث مذکور کے رجال	694
408	اس حدیث میں مریم: ۶۴ اور الاحزاب: ۲۱ کو ذکر کرنے کی توجیہ	694
	باب: ۱۰۶	
409	نماز کی ایک رکعت میں دو سورتوں کو جمع کر کے پڑھنا اور سورت کی آخری آیات کو پڑھنا اور ایک سورت سے پہلی سورت کو پڑھنا اور سورت کے اوّل حصہ کو پڑھنا	695
410	مثانی کی تعریفات	696
411	حدیث مذکور کے رجال	697
412	مسجد قبا کے امام مذکور کے تعارف	697
413	ایک رکعت میں دو سورتیں پڑھنے کے متعلق مذاہب فقہاء	698
414	نماز میں سورۂ فاتحہ پڑھنے کے فرض نہ ہونے پر دلائل	698
415	جب قرآن کی محبت کی وجہ سے کسی عمل کے کرنے پر جنت کی بشارت ہے تو صاحب قرآن کی محبت کی وجہ سے کسی عمل کا خیر ہونا زیادہ لائق ہے	699
416	ان دو سورتوں کی نظائر جن کو رسول اللہ ﷺ ایک رکعت میں جمع کرتے تھے	700
417	مفصل کی دو سورتوں کو ایک رکعت میں جمع کرنا آپ کا معمول تھا اور بعض اوقات آپ سورہ بقرہ اور دوسری لمبی سورتوں کو بھی جمع کرتے تھے	700

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	باب:۱۰۷	
418	آخری دو رکعتوں میں فاتحۃ الکتاب کو پڑھا جائے	701
	باب:۱۰۸	
419	جس نے ظہر اور عصر میں آہستہ قرآن پڑھا	701
	باب:۱۰۹	
420	جب امام آیت کو سنائے	701
	باب:۱۱۰	
421	پہلی رکعت کو لمبا کرے	702
	باب:۱۱۱	
422	بلند آواز سے آمین کہنا	702
423	آمین کے معنی کی تحقیق	702
424	آمین کہنے والے فرشتوں کے مصداق میں متعدد اقوال	704
425	امام کے آمین کہنے میں مذاہب فقہاء	704
426	بلند آواز سے آمین کہنے میں مذاہب فقہاء	704
427	آہستہ آمین کہنے کے متعلق احادیث اور آثار	705
	باب:۱۱۲	
428	آمین کہنے کی فضیلت	706
429	فرشتوں کی آمین کے ساتھ آمین کہنے کی فضیلت	706
	باب:۱۱۳	
430	مقتدی کا بلند آواز سے آمین کہنا	706
431	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ عدم مطابقت اور آہستہ آمین کہنے کی دلیل	707
432	آمین کہنے میں بہ ظاہر دو حدیثوں کے تعارض میں تطبیق	707
433	حدیث مذکور کو عنوان کے مطابق کرنے کی علامہ ابن بطال کی سعی لاحاصل	707
434	آمین بالجہر اور آمین بالسر کی دونوں حدیثیں صحیح اور معمول بہ ہیں	708
435	سورہ فاتحہ کو بلند آواز سے پڑھنے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بلند آواز سے آمین پڑھنے کے تعارض کا جواب	708
	باب:۱۱۴	
436	جب کسی شخص نے صف میں داخل ہونے سے پہلے رکوع کر لیا	708
437	حدیث مذکور کے رجال	709
438	ایک آدمی کی صف کے پیچھے نماز کا جواز	709
439	ایک آدمی کی صف کے پیچھے نماز کے متعلق اختلافِ فقہاء	710
	باب:۱۱۵	
440	رکوع میں تکبیر کو مکمل پڑھنا	710
441	حدیث مذکور کے رجال	711
442	نماز میں جھکتے ہوئے اور اٹھتے ہوئے دائماً تکبیرات پڑھنے کے متعلق مذاہب فقہاء	711
443	نماز میں جھکتے ہوئے اور اٹھتے ہوئے دائماً تکبیرات پڑھنے کے متعلق احادیث اور آثار	712
444	نماز میں جھکتے ہوئے اور اٹھتے ہوئے تکبیرات نہ پڑھنے کے متعلق آثار	712
445	سب سے پہلے تکبیرات کو ترک کرنے والے کا مصداق	713
446	تکبیراتِ انتقال کو ترک کرنے کی توجیہ	713
447	تکبیراتِ انتقال کے حکم شرعی میں مذاہب فقہاء	713
	باب:۱۱۶	
448	سجدہ میں تکبیر کو مکمل پڑھنا	714
	باب:۱۱۷	
449	سجدہ سے اٹھ کر تکبیر پڑھنا	715

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
	باب:۱۱۸	
450	رکوع میں ہتھیلیوں کو گھٹنوں پر رکھنا	716
451	حدیث مذکور کے رجال	716
452	رکوع میں گھٹنوں پر ہاتھ رکھنے میں مذاہب فقہاء	717
453	رکوع میں گھٹنوں پر ہاتھ رکھنے کے متعلق احادیث	717
	باب:۱۱۹	
454	جب کوئی نمازی پورا رکوع نہ کرے	718
	باب:۱۲۰	
455	رکوع میں پشت کو سیدھا رکھنا	718
	باب:۱۲۱	
456	رکوع پورا کرنے کی حد اور رکوع میں اعتدال اور طمانیت	718
457	حدیث مذکور کے رجال	719
458	رکوع اور سجود کی زیادہ سے زیادہ اور کم سے کم مقدار اور رکوع میں اعتدال	719
459	رکوع میں اعتدال اور پشت کو سیدھا رکھنے کے متعلق احادیث اور آثار	719
	باب:۱۲۲	
460	جس نے رکوع صحیح نہیں کیا' اس کو نبی ﷺ نے نماز دہرانے کا حکم دیا	720
461	تعدیل ارکان کی فرضیت میں اختلاف فقہاء	721
	باب:۱۲۳	
462	رکوع میں دعا کرنا	721
463	حدیث مذکور کے رجال	722
464	رکوع اور سجود میں دعائیں اور تسبیحات پڑھنے کے متعلق مذاہب فقہاء	722
465	رکوع اور سجود میں نبی ﷺ کی دعائیں	722

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
	باب:۱۲۴	
466	امام اور مقتدی جب رکوع سے سر اٹھائیں تو کیا کہیں؟	723
	باب:۱۲۵	
467	''اللھم ربنا ولك الحمد'' کی فضیلت	723
	باب:۱۲۶	724
468	حدیث مذکور کے رجال	724
469	رکوع کے بعد دعا پڑھنے میں مذاہب فقہاء	724
470	دعاء قنوت کو رکوع سے پہلے یا رکوع کے بعد پڑھنے میں مذاہب فقہاء	725
471	حدیث مذکور کے رجال	725
472	فجر اور مغرب کی نمازوں میں دعاء قنوت کا منسوخ ہونا اور علامہ خطابی کے اعتراض کا جواب	726
473	فجر کی نماز میں قنوت نہ پڑھنے کے متعلق آثار	726
474	حدیث مذکور کے رجال	727
475	حمد مذکور کے دیگر کلمات	727
476	حدیث مذکور کے مسائل	727
	باب:۱۲۷	
477	رکوع سے سر اٹھا کر اطمینان سے کھڑے ہونا	728
478	قومہ میں آپ کا طویل قیام	728
	باب:۱۲۸	
479	سجدہ کے وقت اللہ اکبر کہتے ہوئے جھکنا	729
480	سجدہ میں جاتے ہوئے پہلے اپنے ہاتھوں کو زمین پر رکھے یا اپنے گھٹنوں کو؟	729
481	پہلے گھٹنوں کو زمین پر رکھنے کے متعلق احادیث اور آثار	730
482	جن مسلمانوں کے حق میں آپ نے دعاء خیر کی	731
483	جن لوگوں کے لیے آپ نے دعاء ضرر کی	732

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
	باب:۱۲۹	
484	سجدہ کی فضیلت	732
485	''طواغیت'' کا معنی اور اس کی تفصیل	735
486	اللہ تعالیٰ کس صفت میں آئے گا جو مسلمان اس کو نہیں پہچانیں گے اور اس سلسلہ میں بحث ونظر	735
487	''یوبق'' اور ''یخردل'' کا معنی اور مرجئہ معتزلہ اور خوارج کا رد	736
488	آخرت میں اللہ تعالیٰ کے دکھائی دینے پر اہل سنت کے دلائل اور معتزلہ کی دلیل کے جوابات	736
489	سجدہ کی فضیلت میں دیگر احادیث	737
	باب:۱۳۰	
490	سجدہ میں بازوؤں کو کشادہ رکھے اور (پیٹ سے) دور رکھے	737
	باب:۱۳۱	
491	انگلیوں کی اطراف کا منہ قبلہ کی طرف رکھے	738
	باب:۱۳۲	
492	جب نمازی پورا سجدہ نہ کرے	738
	باب:۱۳۳	
493	سجدہ سات ہڈیوں پر ہے	738
494	حدیث مذکور کے رجال	739
495	جن اعضاء پر سجدہ کرنا فرض ہے ان میں مذاہب فقہاء	739
496	چہرے کے علاوہ باقی چھ اعضاء پر سجدہ فرض نہ ہونے کے دلائل	739
497	امام ابوحنیفہ پر علامہ ابن بطال کے اعتراض کا جواب	740
498	ناک پر سجدہ کرنے کے متعلق احادیث اور آثار	740
499	بالوں یا کپڑوں کو موڑ کر نماز پڑھنا مکروہ ہے	741
	باب:۱۳۴	
500	ناک پر سجدہ کرنا	743
	باب:۱۳۵	
501	مٹی یا کیچڑ میں ناک پر سجدہ کرنا	743
502	پیشانی اور ناک پر سجدہ کرنے کی دلیل	744
503	زیادہ کیچڑ میں نماز پڑھنے کا عدم جواز	744
	باب:۱۳۶	
504	جب شرم گاہ کھل جانے کا خطرہ ہو تو کپڑے کو گرہ لگانا اور باندھنا	745
	باب:۱۳۷	
505	نمازی بال نہ موڑے	745
	باب:۱۳۸	
506	نمازی نماز میں اپنے کپڑے کو نہ موڑے	745
	باب:۱۳۹	
507	سجدہ میں تسبیح پڑھنا اور دعا کرنا	746
	باب:۱۴۰	
508	دو سجدوں کے درمیان ٹھہرنا	746
	باب:۱۴۱	
509	نمازی سجدہ میں اپنی کلائیاں نہ بچھائے	747
	باب:۱۴۲	
510	جو نمازی نماز کی طاق رکعت میں بیٹھ کر پھر کھڑا ہوا	749
511	جلسہ استراحت میں مذاہب فقہاء	749
512	جلسہ استراحت کے ترک پر جمہور فقہاء کے دلائل	749
513	نماز کی طاق رکعت میں دو سجدوں کے بعد بیٹھے بغیر دوسری یا چوتھی رکعت کے لیے کھڑے ہونے کے متعلق احادیث اور آثار	750
514	جلسہ استراحت کے مسنون نہ ہونے پر مزید دلائل	751
	باب:۱۴۳	
5.5	نمازی زمین پر کس طرح ٹیک لگائے جب کسی رکعت کے لیے کھڑا ہو	751

نمبرشار	عنوان	صفحہ
	باب:۱۴۴	
516	نمازی دونوں سجدوں سے اٹھتے وقت تکبیر پڑھے	752
517	حدیث مذکور کے رجال	752
	باب:۱۴۵	
518	تشہد میں بیٹھنے کا طریقہ	753
519	نماز میں عورت کے بیٹھنے کے طریقہ میں مذاہب فقہاء	753
520	عورت کے نماز میں بیٹھنے اور سجدہ کرنے کے طریقہ میں فقہاء احناف کی تصریحات	754
521	عورتوں کی نماز کے طریقہ کے متعلق احادیث اور آثار	755
522	نماز میں عورت کے سجدہ کرنے کا طریقہ	755
523	ائمہ مذاہب کے نزدیک نماز میں بیٹھنے کا مسنون طریقہ	756
524	حدیث مذکور کے رجال	757
525	دونوں تشہدوں میں بیٹھنے کا ایک طریقہ ہونے کا ثبوت	758
	باب:۱۴۶	
526	جن فقہاء کے نزدیک تشہد اوّل واجب نہیں ہے کیونکہ نبی ﷺ دو رکعت پڑھ کر کھڑے ہو گئے اور آپ نے رجوع نہیں کیا	759
527	حدیث مذکور کے رجال	760
528	تشہد اوّل کے فرض ہونے کی نفی اور نماز میں سجدۂ سہو کرنے کا محل	760
	باب:۱۴۷	
529	پہلے قعدہ میں تشہد پڑھنا	760
	باب:۱۴۸	
530	آخری قعدہ میں تشہد پڑھنا	760
531	تشہد کے الفاظ کے معانی	761
	باب:۱۴۹	
532	سلام سے پہلے دعا کرنا	763
533	فتنہ کا معنی اور حضرت مسیح ابن مریم اور مسیح الدجال کا معنوی فرق	764
534	قرض لینے کے جواز اور عدم جواز کے محامل	764
535	نماز کی دعا کا طریقہ	765
	باب:۱۵۰	
536	تشہد سے فراغت کے بعد نمازی کون سی دعا کو اختیار کرے اور یہ واجب نہیں ہے	766
	باب:۱۵۱	
537	جس نے اپنی پیشانی اور ناک سے مٹی پونچھی حتیٰ کہ نماز پڑھی	766
	باب:۱۵۲	
538	نماز کا سلام پھیرنا	767
539	لفظ ''سلام'' سے نماز ختم کرنے میں مذاہب ائمہ اور ان کی دلیل پر علامہ عینی کا اعتراض اور مصنف کا جواب	767
540	حدیث مذکور کے رجال	769
541	نماز ختم ہونے کے بعد امام اپنے مصلیٰ پر کھڑا رہے	769
	باب:۱۵۳	
542	نمازی اس وقت سلام پھیرے جب امام سلام پھیرتا ہے	770
	باب:۱۵۴	
543	جو نمازی نماز کے سلام پر اکتفاء کرکے امام کو الگ سے سلام نہ کرے	770
	باب:۱۵۵	
544	نماز کے بعد اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا	771

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
545	حدیث مذکور کے رجال	771
546	نماز کے بعد اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کے متعلق دیگر احادیث اور آثار	771
547	نماز کے بعد ذکر کے متعلق فقہاء مالکیہ کا نظریہ	772
548	نماز کے بعد ذکر بالجہر کرنے کے متعلق فقہاء شافعیہ کا نظریہ	772
549	نماز کے بعد ذکر بالجہر کرنے کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا نظریہ	773
550	نماز کے بعد ذکر بالجہر کرنے کے متعلق فقہاء احناف کا نظریہ	773
551	حدیث مذکور کے رجال	775
552	فقیر صابر اور غنی شاکر میں کون افضل ہے؟	775
553	حدیث مذکور کے رجال	776
554	نماز کے بعد اذکار پڑھنے کا مستحب ہونا	776
	باب:۱۵۶	
555	امام جب سلام پھیرے تو لوگوں کی طرف منہ کر کے بیٹھے	777
556	نماز کے بعد لوگوں کی طرف منہ کرنے کی حکمت	777
557	محکمہ موسمیات کا بارش کی پیشگی اطلاع دینے کا حکم	778
	باب:۱۵۷	
558	امام کا سلام پھیرنے کے بعد اپنے مصلیٰ پر ٹھہرنا	779
559	سلام پھیرنے کے بعد امام کا اپنی جگہ بیٹھے رہنے میں فقہاء کا اختلاف	779
	باب:۱۵۸	
560	جس شخص نے لوگوں کو نماز پڑھائی' پھر اسے کوئی کام یاد آیا تو وہ لوگوں کو پھلانگتا ہوا چلا گیا	781
561	حدیث مذکور کے رجال	782
562	رسول اللہ ﷺ کی مال دنیا سے بے رغبتی	782

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
	باب:۱۵۹	
563	نماز سے فارغ ہونے کے بعد دائیں طرف اور بائیں طرف مڑ کر بیٹھنا	782
564	سلام پھیرنے کے بعد دائیں اور بائیں جانب مڑ کر بیٹھنے کے متعلق احادیث اور آثار	783
565	حدیث مذکور کے رجال	784
566	ایک تعارض کا جواب اور احکام شرعیہ میں ترمیم کرنے کی مذمت	784
	باب:۱۶۰	
567	کچے لہسن' پیاز اور گندنا کے متعلق جو احادیث وارد ہیں' اور نبی ﷺ کا یہ ارشاد کہ جس نے بھوک یا بغیر بھوک کے لہسن یا پیاز کھایا' وہ ہماری مسجد کے قریب نہ آئے	784
568	بدبو کی وجہ سے لہسن اور پیاز کھا کر مسجد میں جانے کی ممانعت اور اس سلسلہ میں دیگر مسائل	786
	باب:۱۶۱	
569	بچوں کا وضوء کرنا اور ان پر غسل اور وضوء اور جماعت اور عیدین اور جنازوں میں حاضر ہونا کب واجب ہوتا ہے اور ان کی صفوں کا بیان	788
570	حدیث مذکور کے رجال	789
571	دفن کیے جانے کے بعد قبر پر نماز جنازہ پڑھنے کی مدت اور اس میں مذاہب فقہاء	789
572	حدیث مذکور کے رجال	790
573	آیا جمعہ کے دن غسل کرنا واجب ہے یا مستحب ہے	790
	باب:۱۶۲	
574	رات کو اور اندھیرے میں خواتین کا مساجد کی طرف جانا	793
575	نماز پڑھنے کے لیے عورتوں کے مسجد میں جانے	

نمبرشار	عنوان	صفحہ
	کے متعلق فقہاء مالکیہ کا نظریہ	793
576	نماز کے لیے خواتین کے مسجد میں جانے کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا نظریہ	794
577	نماز کے لیے خواتین کے مسجد میں جانے کے متعلق فقہاء شافعیہ کا نظریہ	794
578	نماز کے لیے خواتین کے مسجد میں جانے کے متعلق فقہاء احناف کا نظریہ	795
579	حدیث مذکور کے رجال	795
580	عورتوں کے مسجد میں جانے کی اجازت کے متعلق احادیث اور آثار	796
581	عورتوں کے مسجد میں جانے کی کراہت کے متعلق احادیث اور آثار	796
	باب:۱۶۳	
582	نمازیوں کا امام عالم کے کھڑے ہونے کا انتظار کرنا	797
583	عورتوں کے نت نئے فیشن کی وجہ سے حضرت عائشہ کا ان کو مسجد میں جانے سے منع کرنا	798
	باب:۱٦٤	
584	عورتوں کی نماز مردوں کے پیچھے ہو	798
	باب:۱٦٥	
585	صبح کی نماز پڑھ کر عورتوں کا جلدی مڑنا اور مسجد میں کم ٹھہرنا	799
	باب:۱٦٦	
586	عورت کا اپنے خاوند سے مسجد کی طرف جانے کی اجازت طلب کرنا	799
	۱۱-کتاب الجمعة	801
	باب:۱	
1	جمعہ کی نماز کی فرضیت	801
2	یہود اور نصاریٰ کا ہفتہ اور اتوار کو معظم دن قرار دینا اور مسلمانوں کا جمعہ کو مقدس دن قرار دینا	802
	باب:۲	
3	جمعہ کے دن غسل کرنے کی فضیلت اور آیا بچوں اور عورتوں پر بھی جمعہ کے دن حاضر ہونا واجب ہے؟	803
4	حدیث مذکور کے رجال	804
5	کھڑے ہو کر خطبہ دینا' سربراہِ ملک کا عوام کی عبادات کی تفتیش کرنا' جمعہ کے دن کے غسل کا مستحب ہونا اور دیگر مسائل	804
	باب:۳	
6	جمعہ کے دن خوشبو لگانا	805
	باب:٤	
7	جمعہ کی فضیلت	806
8	حدیث مذکور کے مسائل	806
	باب:٥	806
	باب:٦	
9	جمعہ کے دن تیل لگانا	807
10	حدیث مذکور کے رجال	807
11	جمعہ کے دن تیل لگانے اور خوشبو لگانے کا استحباب	808
12	خطبہ کے دوران کلام کرنے کی ممانعت میں اختلاف فقہاء اور معصیت کے وقوع سے پہلے اس کی مغفرت کی تحقیق	808
13	حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث پر ایک اعتراض کا جواب	809
	باب:۷	
14	جمعہ کے دن سب سے اچھا دستیاب لباس پہنے	809
15	جمعہ کے دن نبی ﷺ کا عمدہ لباس پہننا	810
16	کفار کا احکامِ فرعیہ کا مخاطب نہ ہونا' اور جمعہ کے دن عمدہ لباس پہننے کے متعلق احادیث	810

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	باب:۸	
17	جمعہ کے دن مسواک کرنا	811
18	حدیث مذکور کے رجال	812
19	مسواک کے متعلق احکام	812
	باب:۹	
20	جس شخص نے دوسرے کی مسواک کو استعمال کیا	813
21	حدیث مذکور کے رجال	814
	باب:۱۰	
22	جمعہ کے دن فجر کی نماز میں کس سورت کو پڑھا جائے	814
23	سجدہ والی سورت کو نماز میں پڑھنا	814
24	جمعہ کے دن فجر کی نماز میں سورۃ السجدۃ اور سورۃ الدھر کو پڑھنے کے متعلق فقہاء احناف کا موقف	815
	باب:۱۱	
25	بستیوں اور شہروں میں جمعہ کی نماز	815
26	حدیث مذکور کے رجال	816
27	''بحرین'' اور ''جُوَاثی'' کے معانی اور مصادیق	816
28	گاؤں اور دیہات میں جمعہ قائم کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء	816
29	فقہاء احناف کے نزدیک شہر کی تعریفات	817
30	گاؤں اور دیہات میں جمعہ نہ ہونے کے متعلق احادیث اور آثار	821
31	حدیث مذکور کے رجال	822
32	''ایلہ'' کا معنی اور مصداق	822
33	ہر شخص کی نگہبانی کا دائرہ کار	822
34	عامل اور والی خواہ سلطان کا مقرر کیا ہوا ہو یا عوام نے مقرر کیا ہو وہ جمعہ پڑھا سکتا ہے	823
	باب:۱۲	
35	عورتیں اور بچے جن پر جمعہ میں حاضر ہونا فرض نہیں ہے آیا ان پر غسل ہے یا نہیں؟	824
	باب:۱۳	826
	باب:۱۴	
36	بارش میں جمعہ نہ پڑھنے کی رخصت	827
	باب:۱۵	
37	کہاں سے جمعہ پڑھنے کے لیے آنا چاہیے اور کس پر جمعہ پڑھنا واجب ہے کیونکہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے: جب جمعہ کے دن نماز کی اذان دی جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑ پڑو۔ (الجمعہ:۹)	827
38	حدیث مذکور کے رجال	828
39	''العوالی'' کا معنی	828
40	گاؤں والوں پر جمعہ فرض ہونے کے متعلق مذاہب فقہاء	828
	باب:۱۶	
41	زوال شمس کے بعد جمعہ کا وقت ہوتا ہے	829
42	حدیث مذکور کے رجال	830
43	نماز جمعہ کے وقت میں مذاہب ائمہ	831
44	زوال کے وقت جمعہ پڑھنے کے متعلق مزید احادیث اور آثار	831
	باب:۱۷	
45	جب جمعہ کے دن سخت گرمی ہو	832
46	زوال سے پہلے جمعہ پڑھنے کا عدم جواز	832
	باب:۱۸	
47	جمعہ کی طرف چل کر جانا' اور اللہ عزوجل کا ارشاد: پس دوڑو اللہ کے ذکر کی طرف۔ (الجمعہ:۹)	833
48	الجمعہ:۹ میں سعی کے معنی کی تحقیق	833

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
49	باب مذکور کی حدیث کے موافق دیگر احادیث	834	64	عذر کی صورت میں منبر پر بیٹھ کر جمعہ کا خطبہ دینے کا جواز	842
	باب:۱۹			باب:۲۸	
50	جمعہ کے دن دو آدمیوں کے درمیان تفرقہ نہ کرے	835	65	امام جب خطبہ دے تو نمازیوں کی طرف منہ کرے اور نمازی امام کی طرف منہ کریں' حضرت ابن عمر اور حضرت انس رضی اللہ عنہم نے امام کی طرف منہ کیا	843
	باب:۲۰		66	جمعہ کے دن دورانِ خطبہ امام کی طرف منہ کرنے کی حکمت	844
51	جمعہ کے دن کوئی شخص اپنے بھائی کو اٹھا کر اس کی جگہ نہ بیٹھے	835		باب:۲۹	
52	کسی شخص کو اس کی جگہ سے اٹھا کر وہاں خود بیٹھنے کی خرابیاں	836	67	جس نے خطبہ میں حمد وثناء کے بعد اما بعد (یعنی حمد وثناء کے بعد) کہا	844
	باب:۲۱		68	حدیث مذکور کے رجال	846
53	جمعہ کے دن کی اذان کا حکم	836	69	حدیث مذکور کے رجال	848
54	حضرت عثمان کا مقام الزوراء پر تیسری اذان کا اضافہ کرنا	837	70	مشکل الفاظ کے معانی اور حدیث مذکور کے مسائل	848
55	مصنف کے نزدیک کون سی اذان پر سعی واجب ہوتی ہے	837	71	''امابعد'' کا معنی اور سب سے پہلے ''امابعد'' کا استعمال کس نے کیا اور خطبہ جمعہ میں کس قدر کلام لانا چاہیے	849
	باب:۲۲			باب:۳۰	
56	جمعہ کے دن مؤذن واحد ہوگا	837	72	جمعہ کے دن دو خطبوں کے درمیان بیٹھنا	849
	باب:۲۳		73	جمعہ کے دن مسجد میں بیٹھنے اور دو خطبوں کے درمیان بیٹھنے کے متعلق احادیث	849
57	جب امام منبر پر اذان سنے تو اس کا جواب دے	838	74	جمعہ کے دو خطبوں کے درمیان بیٹھنے کے حکم میں مذاہب فقہاء	850
	باب:۲۴			باب:۳۱	
58	اذان کے وقت (خطیب کا) منبر پر بیٹھنا	838	75	خطبہ کو بہ غور سننا	850
	باب:۲۵		76	حدیث مذکور کے رجال	851
59	خطبہ کے وقت اذان دینا	839	77	خطبہ سننے کے حکم میں مذاہب فقہاء	851
	باب:۲۶		78	دورانِ خطبہ کلام کرنے یا سلام کا اور چھینک کا	
60	منبر پر خطبہ دینا	839			
	باب:۲۷				
61	کھڑے ہو کر خطبہ دینا	841			
62	حدیث مذکور کے رجال	841			
63	سنت یہ ہے کہ جمعہ کا خطبہ منبر پر کھڑے ہو کر دیا جائے	841			

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	جواب دینے میں مذاہب فقہاء	852
	باب: ۳۲	
79	جب امام خطبہ دینے کے دوران یہ دیکھے کہ ایک شخص آیا ہے تو اسے دو رکعت نماز پڑھنے کا حکم دے	852
80	خطبہ جمعہ کے دوران نماز پڑھنے میں مذاہب فقہاء اور امام مالک کے مؤقف پر دلائل اور باب مذکور کی حدیث کا جواب	853
81	خطبہ جمعہ کے دوران نماز نہ پڑھنے کے متعلق امام ابوحنیفہ کے مؤقف پر دلائل	854
	باب: ۳۳	
82	جو شخص اس وقت مسجد میں داخل ہوا' جب امام خطبہ جمعہ پڑھ رہا تھا تو وہ دو خفیف رکعت پڑھ لے	856
	باب: ۳۴	
83	خطبہ کے دوران دونوں ہاتھ بلند کرنا	856
	باب: ۳۵	
84	جمعہ کے دن خطبہ میں بارش کے نزول کی دعا کرنا	856
85	امام مالک کا خطبہ میں ہاتھ بلند کرنے کا انکار کرنا	857
86	دعا میں ہاتھ بلند کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء اور بارش کی دعا کے لیے نماز استسقاء کے پڑھنے کا لازم نہ ہونا	858
	باب: ۳۶	
87	جمعہ کے دن جب امام خطبہ دے رہا ہو تو خاموش رہنا اور جب اس نے اپنے ساتھی سے کہا: چپ کرو تو اس نے لغو کام کیا	858
88	خطبہ جمعہ کے درمیان باتیں کرنے کی ممانعت کے متعلق احادیث اور آثار	859
89	خطبہ جمعہ کے درمیان باتیں کرنے کی ممانعت اور رخصت کے محامل	860
	باب: ۳۷	
90	جمعہ کے دن دعا قبول ہونے کی ساعت	861
91	جمعہ کے دن دعا قبول ہونے کی ساعت کے متعلق فقہاء مالکیہ کا نظریہ	861
92	جمعہ کے دن دعا قبول ہونے کی ساعت کے متعلق احادیث اور آثار	862
93	جمعہ کے دن جس ساعت میں دعا قبول ہوتی ہے' اس کے متعلق فقہاء احناف کا نظریہ	863
	باب: ۳۸	
94	جب جمعہ کی نماز میں بعض لوگ امام کو چھوڑ کر چلے جائیں اور بعض امام کے ساتھ باقی رہیں تو امام اور باقی ماندہ لوگوں کی نماز جائز ہے	864
95	حدیث مذکور کے رجال	865
96	جمعہ کی صحت کے لیے نماز کی کتنی مقدار میں امام کے ساتھ مقتدیوں کی مشارکت ضروری ہے' اس میں مذاہب فقہاء	865
97	جمعہ کے دن نبی ﷺ کو چھوڑ کر نہ جانے والے صحابہ کے اسماء	866
98	خطبہ چھوڑ کر چلے جانے والے صحابہ کی طرف سے توجیہ	866
99	انعقادِ جمعہ کے لیے کم از کم مقتدیوں کی تعداد میں مذاہب ائمہ	866
	باب: ۳۹	
100	جمعہ سے پہلے اور جمعہ کے بعد کی نماز کی مقدار	867
101	جمعہ کی سنتوں کی تفصیل	867
	باب: ۴۰	
102	اللہ تعالیٰ کا ارشاد: پس جب نماز ادا کر لی جائے تو زمین میں پھیل جاؤ' اور اللہ تعالیٰ کا فضل تلاش کرو۔ (الجمعہ:۱۰)	867

نمبرشمار	عنوان	صفحہ	نمبرشمار	عنوان	صفحہ
103	نمازِ جمعہ پڑھنے کے بعد کاروبار کرنا واجب نہیں، مباح ہے	868			
104	اللہ کا فضل طلب کرنے کے محامل	868			
105	حدیث مذکور کے رجال	869			
106	بڑی عمر کی اجنبی عورت سے سلام اور کلام کرنے اور اس کی دعوت کھانے کا جواز	869			
	باب: ٤١				
107	جمعہ کے بعد قیلولہ کرنا	870			
108	اختتامی کلمات	870			
☆	نعمۃ الباری فی شرح صحیح البخاری، جلد ثانی کی ڈائری	871			
☆	ماخذ ومراجع	873			

۞ ۞ ۞ ۞ ۞

خطبة الكتاب

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله ربّ العالمين' الّذى جعلنا من المسلمين' ووصفنا بخير امّة من الامم الماضين' وانعم علينا بتنزيل القرآن الكريم وهدانا به الى الصراط المستقيم. والصلٰوة والسلام على اشرف الانبياء والمرسلين قائد الغر المحجلين' الذى شرح الفرقان باحاديثه وبيانه القويم' وكشف عن اسراره وغوامضه لهداية الناس اجمعين' وانقذنا بحسن سيرته من الظلمات والضلال المبين. وعلى اله الطيبين واصحابه الطاهرين الذين قاموا باشاعة الدين المتين مع كمال الخلوص والجهد العظيم' وعلى ازواجه الطاهرات امهات المومنين' وعلى جميع الائمة التابعين من المفسرين والمحدثين المخلصين الكاملين الى يوم الدين.

وبعد فيقول العبد الفقير الى مولاه القدير غلام رسول السعيدى دائم الاحتياج الى كرم ربه السرمدى انى بعد الفراغ من التفسير قد شرعت فى شرح الصحيح للامام البخارى (عليه نعمة البارى) توكلا على رحمة الله وفضله العميم. ولا يكون تحريره وتقريره وتكميله الا نعمته العظمٰى. فلذا سميته بنعمة البارى فى شرح صحيح البخارى. (تقبله الله بلطفه وتغمدنى بغفرانه بمحض فضله)

اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له واشهد ان سيدنا ومولانا محمدا عبده ورسوله. اعوذ بالله من شرور نفسى ومن سيئات اعمالى. من يهده الله فلا مضل له ومن يضلل' فلا هادى له. اللهم ارنى الحق حقًا وارزقنى اتباعه. اللهم ارنى الباطل باطلًا وارزقنى اجتنابه. اللهم اجعلنى فى تصنيف هذا الكتاب على صراط مستقيم واجعله موافقًا باسمه واحفظه من شرور الاشرار والحاسدين. اللهم اجعله خالصا لوجهك الكريم ومقبولًا عندك وعند رسولك الرؤف الرحيم واجعله شائعًا ومستفيضًا ومفيضًا مرغوبًا فى اطراف العالمين الى يوم الدين واجعله لى ولجميع من انتسب الى من المسلمين صدقة جارية الى يوم القيامة وارزقنى زيارة النبى الكريم ﷺ فى الدنيا وشفاعته فى الاخرة واحينى على الاسلام بالسلامة وامتنى على الايمان بالكرامة. اللهم انت ربى لا اله الا انت خلقتنى وانا عبدك وانا على عهدك ووعدك ما استطعت. اعوذ بك من شر ما صنعت ابوء لك بنعمتك على وابوء لك بذنبى فاغفرلى فانه لا يغفر الذنوب الا انت. رب اوزعنى ان اشكر نعمتك التى انعمت على وعلى والدى وان اعمل صالحًا ترضٰه. آمين يا رب العالمين بجاه سيد المرسلين ﷺ.

خطبۃ الکتاب

تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لیے مخصوص ہیں' جس نے ہمیں مسلمان بنایا اور سب سے بہترین امت کا لقب عطا فرمایا' قرآن مجید نازل فرما کر ہم پر احسان کیا اور اس کتاب کے ذریعہ ہمیں سیدھی راہ دکھائی۔ حمد کے بعد سب سے افضل اور بلند رتبہ پیغمبر آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام ہو' جو سفید رو اور سفید ہاتھ پیروں والوں کے قائد ہیں' جنہوں نے اپنی احادیث اور مستحکم بیان سے قرآن مجید کی تشریح فرمائی اور تمام لوگوں کی ہدایت کے لیے اس کے اسرار و رموز سے پردہ اٹھایا اور ہمیں اپنا بہترین نمونہ عمل عطا کر کے ظلمت و گمراہی سے نجات بخشی۔ آپ کے بعد آپ کی اولادِ پاک اور صحابہ کرام پر رحمتوں کا نزول ہو' جو پورے اخلاص اور محنت کے ساتھ اشاعت دین میں مصروف رہے' اور آپ کی ازواجِ مطہرات پر رحمتوں کا نزول ہو' جو مسلمانوں کی مائیں ہیں اور ان سب کے بعد تا قیام قیامت آنے والے مخلص اور باکمال ائمہ مفسرین اور محدثین پر رحمتیں نازل ہوں۔

حمد و صلوٰۃ کے بعد رب کائنات کے دائمی کرم کا بندۂ محتاج غلام رسول سعیدی غفرلہٗ عرض پرداز ہے کہ میں ''تفسیر تبیان القرآن'' سے فارغ ہونے کے بعد اللہ عزوجل کی رحمت اور اس کی عنایت پر بھروسا کرتے ہوئے ''صحیح بخاری'' کی شرح کا آغاز کر چکا ہوں۔ چونکہ ظاہری قُویٰ اس عظیم کام کے متحمل نہیں ہیں' اس لیے تصنیف کے جملہ مراحل سے گزر کر پایۂ تکمیل کو پہنچنے تک اس شرح کا مکمل دار و مدار صرف اور صرف اللہ عزوجل کی خصوصی نعمت اور احسان پر ہے۔ اسی لیے میں نے اس شرح کا نام ''نعمۃ الباری فی شرح صحیح البخاری'' رکھا ہے۔ (اللہ تعالیٰ اپنے لطف و عنایت سے اس تصنیف کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے اور محض اپنے فضل و کرم سے مجھے اپنی بخشش میں ڈھانپ لے۔)

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں' وہ اکیلا ہے' اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ میں اپنے نفس کے شر اور بداعمالیوں سے اللہ عزوجل کی پناہ میں آتا ہوں۔ جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت دے اُسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جس کو وہ گمراہی پر چھوڑ دے' اس کو کوئی راہِ راست پر نہیں لا سکتا۔ اے اللہ! مجھ پر حق واضح فرما اور مجھے اس کی اتباع عطا فرما اور باطل کو مجھ پر منکشف فرما اور اس سے بچنے کی توفیق مرحمت فرما۔ اے اللہ! مجھے اس شرح کی تصنیف میں صراطِ مستقیم پر گامزن فرما اور اس شرح کو اسم بہ مسمّٰی کر دے اور اسے شریروں کے شر اور حاسدوں کے حسد سے محفوظ فرما۔ اے اللہ! اس تصنیف میں صرف اپنی رضا مقدر فرما دے اور اس کو اپنی اور اپنے مہربان رسول (سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) کی بارگاہ میں مقبول بنا دے' اور صبح قیامت تک اس کو اکنافِ عالم میں مشہور و مقبول' مرغوب و محبوب اور اثر آفرین بنا دے' اس کو میرے لیے اور میرے جملہ مسلمان متعلقین کے لیے قیامت تک صدقۂ جاریہ بنا۔ مجھے دنیا میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اور قیامت میں آپ کی شفاعت سے بہرہ مند فرما۔ مجھے سلامتی کے ساتھ اسلام پر زندگی اور عزت کے ساتھ ایمان پر خاتمہ نصیب فرما۔ اے اللہ! تو میرا رب ہے' تیرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں' تو نے مجھے پیدا کیا ہے اور میں تیرا بندہ ہوں اور تجھ سے کیے ہوئے وعدہ اور عہد پر اپنی طاقت کے مطابق قائم ہوں۔ میں اپنی بداعمالیوں کے شر سے تیری پناہ میں آتا ہوں' تیرے مجھ پر جو انعامات ہیں' ان کا میں اقرار کرتا ہوں اور اپنے گناہوں کا اعتراف کرتا ہوں۔ میری بخشش فرما' کیونکہ تیرے سوا کوئی گناہوں کو معاف کرنے والا نہیں ہے۔ پروردگار! تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر جو انعامات فرمائے ہیں' اُن پر مجھے ہمیشہ شکر ادا کرنے کی توفیق عطا فرما اور مجھے ایسے نیک اعمال کی توفیق دے جو تجھے محبوب اور پسند ہوں۔ آمین یارب العلمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

۸- كِتَابُ الصَّلٰوةِ
نماز کا بیان

یہ کتاب نماز کے احکام کے بیان میں ہے' طہارت نماز کی شرط ہے اور نماز مشروط ہے' امام بخاری جب شرط کے متعلق احادیث روایت کرنے سے فارغ ہو گئے تو پھر انہوں نے مشروط کے متعلق احادیث کی روایت کا آغاز کیا۔

''صلوٰۃ'' کا غالب معنی لغت میں دعا ہے' قرآن مجید میں ہے:

صَلِّ عَلَيْهِمْ . (التوبہ:۱۰۳) آپ ان کے حق میں دعا کیجئے۔

اور ''صلوٰۃ'' کا معنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے رحمت طلب کرنا ہے یعنی آپ پر درود پڑھنا' قرآن مجید میں ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ. (الاحزاب:۵٦) اے ایمان والو! نبی پر درود پڑھو۔

دعا اور درود نماز کے اجزاء میں سے ہیں' سو کل کا نام اشرف اجزاء پر رکھ دیا گیا۔ عرب کا مقولہ ہے:

صليت العود على النار. میں نے ٹیڑھی لکڑی کو سیدھا کرنے کے لیے آگ پر رکھا۔

جس طرح ٹیڑھی لکڑی کو آگ کی حرارت سے سیدھا کیا جاتا ہے' اسی طرح نماز میں خوف الٰہی کی حرارت سے نفس کی کجی کو سیدھا کیا جاتا ہے۔

١ - بَابُ كَيْفَ فُرِضَتِ الصَّلَوَاتُ فِي الْإِسْرَاءِ
شب معراج میں نمازوں کو فرض کیے جانے کی کیفیت

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ شب معراج میں نمازوں کو کس کیفیت سے فرض کیا گیا۔

جمہور سلف صالحین اس پر متفق ہیں کہ آپ کو آپ کے بدن اور آپ کی روح کے ساتھ معراج ہوئی ہے' مکہ سے بیت المقدس تک معراج نص قرآن سے ثابت ہے اور بیت المقدس سے پہلے آسمان تک اور پہلے آسمان سے سدرۃ المنتہیٰ تک احادیث مشہورہ سے ثابت ہے' معراج کب ہوئی' اس میں بھی اختلاف ہے۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام بیہقی نے موسیٰ بن عقبہ سے روایت کی ہے کہ ہجرت سے ایک سال پہلے معراج ہوئی' سُدی سے روایت ہے کہ ہجرت سے سولہ ماہ پہلے معراج ہوئی' سدی کے قول کے مطابق ذوالقعدۃ میں معراج ہوئی اور زہری کے قول کے مطابق ربیع الاوّل میں معراج ہوئی اور ایک قول یہ ہے کہ رجب کی ستائیسویں شب میں معراج ہوئی' حافظ عبدالغنی بن سرور المقدسی کا یہی مختار ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۵۹ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

امام بخاری فرماتے ہیں:

وقال ابْنُ عَبَّاسٍ حَدَّثَنِي أَبُو سُفْيَانَ فِي حَدِيثِ هِرَقْلَ فَقَالَ يَأْمُرُنَا يَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. بِالصَّلٰوةِ وَالصِّدْقِ وَالْعَفَافِ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: مجھے حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے ہرقل کی حدیث میں بیان کیا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں نماز پڑھنے' سچ بولنے اور پاک دامن رہنے کا حکم دیتے ہیں۔

اس تعلیق کی اصل صحیح البخاری: ۷ کی مفصل روایت ہے' امام بخاری نے اس تعلیق کو یہاں اس لیے ذکر کیا ہے کہ نمازوں کو فرض کیے جانے کی کیفیت کی معرفت سے پہلے نفسِ نماز کی معرفت ہو جائے۔

٣٤٩- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ' عَنْ يُونُسَ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ' عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ أَبُو ذَرٍّ يُحَدِّثُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فُرِجَ عَنْ سَقْفِ بَيْتِي وَأَنَا بِمَكَّةَ' فَنَزَلَ جِبْرِيلُ' فَفَرَجَ صَدْرِي' ثُمَّ غَسَلَهُ بِمَاءِ زَمْزَمَ' ثُمَّ جَاءَ بِطَسْتٍ مِنْ ذَهَبٍ مُمْتَلِئٍ حِكْمَةً وَإِيمَانًا' فَأَفْرَغَهُ فِي صَدْرِي' ثُمَّ أَطْبَقَهُ' ثُمَّ أَخَذَ بِيَدِي فَعَرَجَ بِي إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا' فَلَمَّا جِئْتُ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا' قَالَ جِبْرِيلُ لِخَازِنِ السَّمَاءِ افْتَحْ' قَالَ مَنْ هٰذَا؟ قَالَ جِبْرِيلُ' قَالَ هَلْ مَعَكَ أَحَدٌ؟ قَالَ نَعَمْ' مَعِيَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' فَقَالَ أُرْسِلَ إِلَيْهِ؟ قَالَ نَعَمْ' فَلَمَّا فَتَحَ عَلَوْنَا السَّمَاءَ الدُّنْيَا' فَإِذَا رَجُلٌ قَاعِدٌ عَلٰى يَمِينِهِ أَسْوِدَةٌ' وَعَلٰى يَسَارِهِ أَسْوِدَةٌ' إِذَا نَظَرَ قِبَلَ يَمِينِهِ ضَحِكَ' وَإِذَا نَظَرَ قِبَلَ يَسَارِهِ بَكٰى' فَقَالَ مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالْابْنِ الصَّالِحِ' قُلْتُ لِجِبْرِيلَ' مَنْ هٰذَا؟ قَالَ هٰذَا آدَمُ' وَهٰذِهِ الْأَسْوِدَةُ عَنْ يَمِينِهِ وَشِمَالِهِ نَسَمُ بَنِيهِ' فَأَهْلُ الْيَمِينِ مِنْهُمْ أَهْلُ الْجَنَّةِ' وَالْأَسْوِدَةُ الَّتِي عَنْ شِمَالِهِ أَهْلُ النَّارِ' فَإِذَا نَظَرَ عَنْ يَمِينِهِ ضَحِكَ' وَإِذَا نَظَرَ قِبَلَ شِمَالِهِ بَكٰى' حَتّٰى عَرَجَ بِي إِلَى السَّمَاءِ الثَّانِيَةِ' فَقَالَ لِخَازِنِهَا افْتَحْ' فَقَالَ لَهُ خَازِنُهَا مِثْلَ مَا قَالَ الْأَوَّلُ' فَفَتَحَ. قَالَ أَنَسٌ فَذَكَرَ أَنَّهُ وَجَدَ فِي السَّمٰوٰتِ آدَمَ' وَإِدْرِيسَ'

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از یونس از ابن شہاب از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' انہوں نے کہا: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے گھر کی چھت میں شگاف کیا گیا اور میں اس وقت مکہ میں تھا' پھر حضرت جبریل نازل ہوئے' پس میرے سینہ کو شق کیا' پھر انہوں نے اس کو زمزم کے پانی سے دھویا' پھر وہ سونے کا طشت لے کر آئے' جو حکمت اور ایمان سے بھرا ہوا تھا' پس اس کو میرے سینہ میں انڈیل دیا' پھر اس کو بند کر دیا' پھر مجھے آسمانِ دنیا کی طرف چڑھایا' پس جب میں آسمانِ دنیا کی طرف آیا تو حضرت جبریل نے آسمان کے محافظ سے کہا: کھولو! اس نے کہا: کون ہے؟ انہوں نے کہا: جبریل ہے' اس نے کہا: کیا آپ کے ساتھ کوئی ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! میرے ساتھ (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں' اس نے کہا: کیا انہیں بلایا گیا ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! پس جب اس نے آسمان کو کھولا تو ہم آسمان دنیا کے اوپر گئے' وہاں ایک شخص بیٹھا ہوا تھا' اس کی دائیں طرف بھی کچھ لوگ تھے اور بائیں طرف بھی کچھ لوگ تھے جب وہ دائیں طرف دیکھتے تو ہنستے اور جب بائیں طرف دیکھتے تو روتے' پس انہوں نے کہا: نیک نبی اور نیک بیٹے کو خوش آمدید ہو' میں نے حضرت جبریل سے کہا: یہ کون ہیں؟ انہوں نے کہا: یہ آدم (علیہ السلام) ہیں' اور یہ لوگ جو ان کی دائیں طرف اور بائیں طرف ہیں' یہ ان کی اولاد کی روحیں ہیں' سو ان میں سے جو دائیں طرف والے ہیں وہ اہل جنت ہیں اور جو لوگ بائیں طرف والے ہیں وہ

وَمُوْسٰى، وَعِيْسٰى، وَاِبْرَاهِيْمَ، صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ، وَلَمْ يُثْبِتْ كَيْفَ مَنَازِلُهُمْ، غَيْرَ اَنَّهُ ذَكَرَ اَنَّهُ وَجَدَ اٰدَمَ فِي السَّمَاءِ الدُّنْيَا، وَاِبْرَاهِيْمَ فِي السَّمَاءِ السَّادِسَةِ، قَالَ اَنَسٌ فَلَمَّا مَرَّ جِبْرِيْلُ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاِدْرِيْسَ، قَالَ مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالْاَخِ الصَّالِحِ. فَقُلْتُ مَنْ هٰذَا؟ قَالَ هٰذَا اِدْرِيْسُ، ثُمَّ مَرَرْتُ بِمُوْسٰى، فَقَالَ مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالْاَخِ الصَّالِحِ، قُلْتُ مَنْ هٰذَا؟ قَالَ هٰذَا مُوْسٰى، ثُمَّ مَرَرْتُ بِعِيْسٰى، فَقَالَ مَرْحَبًا بِالْاَخِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ، قُلْتُ مَنْ هٰذَا؟ قَالَ هٰذَا عِيْسٰى، ثُمَّ مَرَرْتُ بِاِبْرَاهِيْمَ، فَقَالَ مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالْاِبْنِ الصَّالِحِ، قُلْتُ مَنْ هٰذَا؟ قَالَ هٰذَا اِبْرَاهِيْمُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فَاَخْبَرَنِي ابْنُ حَزْمٍ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ وَاَبَا حَبَّةَ الْاَنْصَارِيَّ كَانَا يَقُوْلَانِ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ عُرِجَ بِي حَتّٰى ظَهَرْتُ لِمُسْتَوًى اَسْمَعُ فِيْهِ صَرِيْفَ الْاَقْلَامِ. قَالَ ابْنُ حَزْمٍ وَاَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَفَرَضَ اللّٰهُ عَلٰى اُمَّتِي خَمْسِيْنَ صَلٰوةً، فَرَجَعْتُ بِذٰلِكَ، حَتّٰى مَرَرْتُ عَلٰى مُوْسٰى، فَقَالَ مَا فَرَضَ اللّٰهُ لَكَ عَلٰى اُمَّتِكَ؟ قُلْتُ فَرَضَ خَمْسِيْنَ صَلٰوةً، قَالَ فَارْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ، فَاِنَّ اُمَّتَكَ لَا تُطِيْقُ ذٰلِكَ، فَرَاجَعَنِي فَوَضَعَ شَطْرَهَا فَرَجَعْتُ اِلٰى مُوْسٰى، قُلْتُ وَضَعَ شَطْرَهَا، فَقَالَ رَاجِعْ رَبَّكَ، فَاِنَّ اُمَّتَكَ لَا تُطِيْقُ، فَرَاجَعْتُ فَوَضَعَ شَطْرَهَا، فَرَجَعْتُ اِلَيْهِ، فَقَالَ ارْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ، فَاِنَّ اُمَّتَكَ لَا تُطِيْقُ ذٰلِكَ، فَرَاجَعْتُهُ، فَقَالَ هِيَ خَمْسٌ، وَهِيَ خَمْسُوْنَ، لَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ، فَرَجَعْتُ اِلٰى مُوْسٰى، فَقَالَ رَاجِعْ رَبَّكَ، فَقُلْتُ اسْتَحْيَيْتُ مِنْ رَبِّي، ثُمَّ انْطَلَقَ بِي حَتّٰى انْتَهٰى بِي اِلٰى سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى، وَغَشِيَهَا اَلْوَانٌ لَا اَدْرِي مَا

اہل دوزخ ہیں' پس جب وہ دائیں طرف دیکھتے ہیں تو ہنستے ہیں اور جب وہ بائیں طرف دیکھتے ہیں تو روتے ہیں' حتیٰ کہ حضرت جبریل نے مجھے دوسرے آسمان کی طرف چڑھایا' پھر اس کے محافظ سے کہا: کھولو' اس کے محافظ نے ان سے اسی طرح کلام کیا' جس طرح پہلے آسمان کے محافظ نے کلام کیا تھا' پھر اس نے (آسمان کا دروازہ) کھول دیا' حضرت انس رضی اللہ نے بیان کیا: آپ نے آسمانوں میں حضرت آدم' حضرت ادریس' حضرت موسیٰ' حضرت عیسیٰ اور حضرت ابراہیم صلوات اللہ علیہم سے ملاقات کی' اور یہ نہیں بیان کیا کہ وہ کن آسمانوں میں تھے' البتہ انہوں نے یہ بیان کیا کہ آپ نے آسمان دنیا میں حضرت آدم علیہ السلام سے ملاقات کی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام سے چھٹے آسمان میں ملاقات کی۔ حضرت انس رضی اللہ نے کہا: جب حضرت جبریل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت ادریس علیہ السلام کے پاس سے گزرے تو انہوں نے کہا: نیک نبی اور نیک بھائی کو خوش آمدید ہو' میں نے کہا: یہ کون ہیں؟ تو حضرت جبریل نے کہا: یہ حضرت ادریس علیہ السلام ہیں' پھر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا تو انہوں نے کہا: نیک نبی اور نیک بھائی کو خوش آمدید ہو' میں نے کہا: یہ کون ہیں؟ تو حضرت جبریل نے کہا: یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں' پھر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا تو انہوں نے کہا: نیک بھائی اور نیک نبی کو خوش آمدید ہو' میں نے کہا: یہ کون ہیں؟ تو انہوں نے کہا: یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں' پھر میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس سے گزرا تو انہوں نے کہا: نیک نبی اور نیک بیٹے کو خوش آمدید ہو' میں نے کہا: یہ کون ہیں' تو حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا: یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ ابن شہاب الزہری نے کہا: مجھے ابن حزم نے خبر دی کہ حضرت ابن عباس اور حضرت ابوحبہ انصاری دونوں یہ کہتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر مجھے اور اوپر چڑھایا گیا' حتیٰ کہ میں مقام استویٰ پر چڑھا' جہاں میں نے قلموں کے چلنے کی آواز سنی' ابن حزم اور حضرت انس رضی اللہ نے بیان کیا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پس اللہ نے میری امت پر پچاس نمازیں فرض کردیں' میں ان نمازوں کو لے کر لوٹا' حتیٰ کہ میں حضرت

هِيَ، ثُمَّ أُدْخِلْتُ الْجَنَّةَ، فَإِذَا فِيهَا حَبَايِلُ اللُّؤْلُؤِ، وَإِذَا تُرَابُهَا الْمِسْكُ. [اطراف الحدیث: ۱۶۳۶۔ ۳۳۴۲]

(صحیح مسلم: ۱۶۳۔ الرقم المسلسل: ۴۰۸، السنن الکبریٰ للنسائی: ۳۱۴، سنن نسائی: ۴۴۸۔ ۱۳۹۹، جامع المسانید لابن الجوزی: ۲۹۲، مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ، جامع المسانید لابن الجوزی: ۱۲۸۵، مکتبۃ الرشد ۱۴۲۶ھ)

موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا انہوں نے کہا: آپ کے لیے آپ کی امت پر اللہ تعالیٰ نے کیا فرض کیا؟ میں نے کہا: پچاس نمازیں فرض کی ہیں، انہوں نے کہا: آپ اپنے رب کے پاس واپس جائیں کیونکہ آپ کی امت ان کی طاقت نہیں رکھتی، انہوں نے مجھے واپس کر دیا، پس اللہ نے آدھی نمازیں کم کر دیں، میں حضرت موسیٰ کی طرف گیا اور میں نے کہا: اللہ نے آدھی نمازیں کم کر دیں، انہوں نے پھر کہا: آپ اپنے رب کے پاس جائیں، کیونکہ آپ کی امت ان کی طاقت نہیں رکھتی، میں پھر اللہ تعالیٰ کے پاس گیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ (فرض) پانچ نمازیں ہیں اور (اجر میں) پچاس ہیں، میرا قول میرے نزدیک تبدیل نہیں کیا جاتا، میں پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف لوٹا، انہوں نے کہا: آپ پھر اپنے رب کے پاس جایئے، میں نے کہا: (اب) مجھے اپنے رب سے حیا آتی ہے، پھر حضرت جبریل مجھے لے گئے، حتیٰ کہ سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے اور اس کو مختلف رنگوں نے ڈھانپ رکھا تھا، میں ازخود نہیں جانتا کہ وہ کیا ہیں، پھر مجھے جنت میں داخل کیا گیا، اچانک میں نے جنت میں موتی کی لڑیاں دیکھیں اور جنت کی مٹی مشک تھی۔

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں نماز فرض کیے جانے کی کیفیت کو بیان کیا گیا ہے۔

اس حدیث کے چھ رجال ہیں اور ان سب کا تعارف پہلے کیا جا چکا ہے۔

اس کی توجیہ کہ آپ نے حضرت ام ھانی کے گھر کو اپنا گھر فرمایا اور اس کی حکمت کہ فرشتے دروازہ سے آنے کے بجائے چھت میں شگاف کر کے آئے

اس حدیث میں مذکور ہے: میرے گھر کی چھت میں شگاف کیا گیا اور میں اس وقت مکہ میں تھا۔

اس پر یہ اعتراض ہے کہ شب معراج، آپ حضرت ام ھانی رضی اللہ عنہا کے گھر تھے، تو آپ نے یہ کیسے فرمایا کہ میرے گھر کی چھت میں شگاف کیا گیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ تھوڑی سی مناسبت کی وجہ سے بھی اپنی طرف اضافت کر دی جاتی ہے، حضرت ام ھانی آپ کی چچا زاد بہن تھیں، اس لیے آپ نے ان کے گھر کو اپنا گھر فرمایا، پھر اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ بعض روایات میں ہے کہ آپ اس رات حطیم کعبہ میں تھے تو اس سے مطابقت کس طرح ہو گی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ زمزم سے سینہ دھونے کے بعد آپ حضرت ام ھانی کے گھر چلے گئے تھے، پھر وہاں سے آپ کو معراج کرائی گئی، فرشتے گھر کے دروازہ سے نہیں آئے، بلکہ چھت میں شگاف کر کے چھت کے وسط سے آئے، اس میں یہ حکمت تھی کہ فرشتوں نے آنے کے لیے معمول کے خلاف راستہ اختیار کیا، تاکہ یہ اس پر دلیل ہو کہ واقعہ معراج خلافِ معمول اور خلافِ عادت اُمور پر مشتمل ہے، نیز اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ اس سفر میں بالآخر اوپر کی طرف جانا ہے۔

شق صدر کی تعداد اور اس کی حکمت

اس حدیث میں مذکور ہے کہ میرے سینہ کو شق کیا گیا۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ مسند احمد میں روایت ہے کہ آپ کا سینہ اس وقت چاک کیا گیا تھا' جب آپ بچپن میں بنو سعد میں حضرت حلیمہ سعدیہ کے پاس تھے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کا سینہ دو بار چاک کیا گیا' اور شق صدر میں حکمت یہ تھی کہ آپ کے سینہ سے خون کا وہ لوتھڑا نکال دیا جائے' جس کے متعلق فرشتوں نے کہا تھا: یہ آپ میں شیطان کا حصہ تھا' اور دوسری بار شق صدر اس لیے کیا گیا کہ شب معراج میں جن حقائق کو آپ نے دیکھنا تھا' ان کی صلاحیت آپ کے سینہ میں رکھ دی جائے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ بھی روایت ہے کہ ایک بار اور آپ کا شق صدر ہوا تھا' جب غار حراء میں حضرت جبریل آپ کے پاس وحی لے کر آئے تھے' اور اس میں حکمت یہ تھی کہ آپ کے سینہ میں وحی قبول کرنے کی صلاحیت رکھ دی جائے۔

سونے کے طشت کی توجیہ اور حکمت کا معنی

اس حدیث میں مذکور ہے: پھر انہوں نے اس قلب کو زمزم کے پانی سے دھویا' پھر وہ سونے کا طشت لے کر آئے' جو ایمان اور حکمت سے بھرا ہوا تھا۔

زمزم کے پانی سے دھونے کی حکمت یہ ہے کہ زمزم کو آپ کے قلب کے ساتھ مس ہونے کا شرف حاصل ہو جائے اور طشت کا معنی تھال ہے' سونے کے طشت پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ سونے کا استعمال مردوں پر حرام ہے' پھر آپ کے قلب کو سونے کے طشت میں کیوں رکھا گیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ سونے کے برتنوں کا استعمال کرنا ہم پر حرام ہے' فرشتوں پر حرام نہیں ہے' دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ واقعہ سونے اور چاندی کے برتنوں کے استعمال کی ممانعت سے پہلے کا ہے اور اصل اشیاء میں اباحت ہے' اور ان کے استعمال کی ممانعت مدینہ میں ہجرت کے بعد ہوئی تھی اور یہ واقعہ ہجرت سے پہلے کا ہے اور سونے کے طشت کی حکمت یہ ہے کہ سونے کے برتن جنت میں ہوں گے اور سونا سب سے قیمتی دھات ہے اور سونے کے خواص میں سے یہ ہے کہ اس کو آگ نہیں کھاتی' نہ اس کو مٹی کھاتی ہے' نہ اس کو مٹی متغیر کرتی ہے اور سونا ہر دھات سے زیادہ صاف ہوتا ہے۔

اس حدیث میں حکمت کا ذکر ہے' حکمت کا معنی علم ہے' اس کی تعریف ہے: وہ علم جس کا تعلق اللہ تعالیٰ کی معرفت اور احکام شرعیہ کے ساتھ ہو اور اس کا حامل خواہش نفس کی اتباع سے مجتنب ہو' اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ آپ کا شرح صدر لیلۃ المعراج میں ہوا تھا' تا کہ اس رات آپ کو جو عظیم نشانیاں دکھائی جانی تھیں' آپ کے دل میں ان کی طمانیت حاصل ہو۔

''نسم'' کا معنی اور اس اعتراض کا جواب کہ کفار کے لیے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جاتے' پھر حضرت آدم نے اپنی بائیں جانب کفار کی روحوں کو کیسے دیکھا؟

اس حدیث میں ''نسم بنیه'' کے الفاظ ہیں۔ ''النسم''، ''نسمة'' کی جمع ہے' ''نسمة'' کا معنی روح ہے اور اس سے مراد اولادِ آدم کی ارواح ہیں۔ قاضی عیاض نے کہا: اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ اہل نار کی روحیں بھی آسمان میں ہیں اور احادیث میں یہ وارد ہے کہ کفار کی روحیں سجین میں ہیں اور مؤمنین کی روحیں جنت کی نعمتوں میں ہیں' پھر آسمان میں یہ روحیں کیسے جمع ہو گئیں' پھر انہوں نے اس کا یہ جواب دیا کہ یہ روحیں بعض اوقات حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے پیش کی جاتی ہیں' سو جس وقت ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وہاں سے گزر ہونا تھا' اس وقت بھی روحیں حضرت آدم کے سامنے پیش کی گئیں۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ قرآن مجید میں یہ تصریح ہے کہ کفار کے لیے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے' پھر حضرت

آدم علیہ السلام کی بائیں جانب کفار کی روحیں کیسے آ گئیں' اس کا جواب یہ ہے کہ ہوسکتا ہے جنت حضرت آدم علیہ السلام کی دائیں جانب ہو اور دوزخ حضرت آدم علیہ السلام کی بائیں جانب ہو اور جنت میں مؤمنین کی روحوں اور دوزخ میں کفار کی روحوں کو آپ کے لیے منکشف کر دیا گیا ہو اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ان روحوں سے مراد وہ روحیں ہوں' جو ابھی تک اجسام میں داخل نہیں ہوئی تھیں اور روحیں اجسام سے پہلے پیدا کی گئی ہیں اور جن روحوں نے اجسام میں داخل ہونے کے بعد ایمان سے متصف ہونا تھا' وہ حضرت آدم کی دائیں طرف رکھی گئی ہوں اور جن روحوں نے کفر کے ساتھ متصف ہونا تھا' ان کو حضرت آدم کی بائیں طرف رکھا گیا ہو۔

ایک روایت میں ہے: حضرت ابراہیم چھٹے آسمان پر تھے' دوسری روایت میں ہے: وہ ساتویں آسمان پر تھے' اس تعارض کا جواب

اس حدیث میں مذکور ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو چھٹے آسمان میں دیکھا اور دوسری روایت میں ہے: آپ نے حضرت ابراہیم کو ساتویں آسمان میں دیکھا' اس کا جواب یہ ہے کہ پہلے حضرت ابراہیم چھٹے آسمان میں تھے' بعد میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اوپر ساتویں آسمان پر گئے تو وہ بھی آپ کے ساتھ ساتویں آسمان پر چلے گئے۔

ابن شہاب' ابن حزم اور ابوحبہ کا تعارف

اس حدیث میں ابن شہاب' ابن حزم اور ابوحبہ کا ذکر ہے' ابن شہاب سے مراد محمد بن مسلم بن شہاب الزہری ہیں اور ابن حزم' ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم الانصاری البخاری المدنی ہیں' ان کے والد کا نام محمد تھا' وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں پیدا ہوئے' وہ فقیہ اور فاضل تھے' ان کو یوم حرہ میں قتل کر دیا گیا' اس وقت ان کی عمر ترپن سال تھی' وہ تابعی تھے' لیکن علامہ ابن الاثیر نے ان کا صحابہ میں ذکر کیا ہے' الزہری نے ان سے سماع نہیں کیا کیونکہ وہ ان سے پہلے فوت ہو چکے تھے۔

ابوحبہ کے نام میں اختلاف ہے' ابوزرعہ نے کہا: ان کا نام عامر ہے' ایک قول ہے کہ عمر ہے' دوسرا قول ہے: ثابت ہے' الواقدی نے کہا: مالک ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۶۱)

''المستوی'' اور ''صریف الاقلام'' کا معنی

اس حدیث میں مذکور ہے: حتیٰ کہ میں مستویٰ پر چڑھا' جہاں میں نے قلموں کے چلنے کی آواز سنی۔

''مستویٰ'' کا معنی ہے: چڑھنے کی جگہ' عزت والی جگہ۔

''صریف الاقلام'' کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ کے فیصلوں اور اس کی وحی کو فرشتے قلموں سے جو لکھتے ہیں اس کی آواز اور لوحِ محفوظ سے دیکھ کر جو لکھتے ہیں اور جو کچھ اللہ چاہتا ہے' اس کو لکھنے کی آواز اور وہ جو احکام نافذ کرتا ہے اور مخلوق کی جو تدبیر کرتا ہے' فرشتے اس کو لکھتے ہیں' اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے' وہ کسی چیز کو لکھنے یا لکھانے سے مستغنی ہے' اس نے اپنی کسی حکمت سے فرشتوں کے لکھنے کا انتظام کیا ہوا ہے۔

نمازوں میں تخفیف کی تفصیل

اس حدیث میں مذکور ہے: پس اللہ نے میری امت پر پچاس نمازیں فرض کر دیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سفارش سے ان میں سے آدھی کم کر دیں اور مالک بن صعصعہ کی روایت میں ہے: ان میں سے دس کم کر دیں اور ثابت کی روایت میں ہے: پانچ کم کر دیں' اس باب کی روایت کا تقاضا یہ ہے کہ آپ چار مرتبہ اللہ تعالیٰ کے پاس گئے' پہلی مرتبہ آدھی نمازیں کم کیں' دوسری مرتبہ تیرہ

نمازیں کم کیں' تیسری مرتبہ سات نمازیں کم کیں اور چوتھی مرتبہ اللہ تعالیٰ نے پانچ نمازیں فرض کر دیں اور ان کا اجر پچاس نمازیں کر دیا۔

''السدرة المنتهٰی'' کا معنی

''السدرة'' کا معنی ہے: بیر کا درخت' یہ درخت ساتویں آسمان پر ہے اور اس کا سایا ساتوں آسمانوں پر ہے' ایک روایت میں ہے: یہ درخت چھٹے آسمان پر ہے' ان میں تطبیق اس طرح ہے کہ اس کی جڑ چھٹے آسمان میں ہے اور اس کا تنا ساتویں آسمان میں ہے۔ اس کو منتہٰی اس لیے کہتے ہیں کہ ہر مقرب فرشتے اور ہر نبی مرسل کے علم کی اس پر انتہاء ہو جاتی ہے۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا: یہ درخت عرش کے نیچے ہے' کوئی فرشتہ اس سے تجاوز نہیں کر سکتا' نہ کوئی نبی اس سے تجاوز کر سکتا ہے' زمین سے جو چیزیں اوپر چڑھتی ہیں' اس درخت پر ان کی انتہا ہو جاتی ہے' ایک قول ہے: شہداء کی روحوں کی اس پر انتہا ہو جاتی ہے' ایک قول ہے: مومن کی روح کی اس پر انتہا ہو جاتی ہے اور ملائکہ مقربین اس کے لیے مغفرت کی دعا کرتے ہیں۔

پانچ نمازوں کی فرضیت اور اس سے پہلے کتنی نمازیں فرض تھیں

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ پانچ نمازیں شب معراج میں فرض کی گئیں ہیں' امام ابن اسحاق نے کہا ہے کہ پھر جبریل علیہ السلام آئے اور انہوں نے وادی کی ایک جانب میں ایڑی ماری تو وہاں پر پانی کا چشمہ جاری ہو گیا' پھر حضرت جبریل نے اس چشمہ سے وضوء کیا اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کو دیکھ رہے تھے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا ہاتھ پکڑ کر وہاں آئے اور آپ نے اس چشمہ سے اسی طرح وضوء کیا' جس طرح حضرت جبریل نے وضوء کیا تھا' پھر آپ نے اور حضرت خدیجہ نے دو رکعت نماز پڑھی' جس طرح حضرت جبریل نے دو رکعت نماز پڑھی تھی' ایک جماعت نے کہا ہے: اس سے پہلے کوئی نماز فرض نہیں تھی' سوا اس کے کہ آپ کو رات میں قیام کا حکم دیا گیا تھا' جس میں رکعات کی کوئی تحدید نہیں تھی اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کے دو تہائی حصہ میں یا ایک تہائی حصہ میں قیام فرماتے تھے' آپ کے ساتھ صحابہ بھی قیام کرتے تھے۔

علامہ علاء الدین محمد بن علی بن محمد الحصکفی التوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

اہل سیر کا اس پر اجماع ہے کہ وضوء اور غسل مکہ میں نماز کے ساتھ جبریل علیہ السلام کی تعلیم سے فرض ہوئے ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوئی نماز بغیر وضوء کے نہیں پڑھی۔

علامہ سید محمد امین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

آیت وضوء مدنی ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پانچ نمازوں کی فرضیت سے پہلے بھی نماز پڑھتے تھے اور آپ کے اصحاب بھی' اس میں اختلاف ہے کہ پانچ نمازوں کی فرضیت سے پہلے کوئی نماز فرض تھی یا نہیں' ایک قول یہ ہے کہ اس سے پہلے فجر اور عصر کی نمازیں فرض تھیں' کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا. (طٰہٰ:۱۳۰)

اور آپ اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کیجئے' طلوع آفتاب سے پہلے اور اس کے غروب سے پہلے۔

(درمختار و ردالمحتار ج ا ص ۱۸۱۔ ۱۸۰' دار احیاء التراث العربی بیروت)

اور سورۃ المزمل سے ثابت ہے کہ رات کی نماز بھی فرض تھی۔

تمام نبیوں میں سے صرف حضرت موسیٰ نے آپ کی امت کے لیے نمازوں میں تخفیف کی سفارش کی' اس کی وجہ

ایک سوال یہ ہے کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تمام نبیوں میں سے صرف سیدنا محمد ﷺ کی امت کے لیے نمازوں میں تخفیف کی سفارش کی' اس کا جواب یہ ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ دیکھا کہ آپ کی امت اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت مکرم ہے اور آپ نے یہ دعا کی تھی کہ اے اللہ! مجھے سیدنا محمد ﷺ کی امت میں سے بنا دے۔ (کتاب السنہ ج ۱ ص ۳۰۵' تاریخ دمشق ج ۶۴ ص ۹۰' در منثور ج ۳ ص ۴۸۸) اس وجہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آپ کی امت کے لیے نمازوں میں تخفیف کی سفارش کی اور چونکہ دوسرے انبیاء علیہم السلام کی یہ دعا منقول نہیں ہے' اس لیے انہوں نے یہ سفارش نہیں کی۔

انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں ہیں' پھر آپ نے ان کو آسمانوں پر کیسے دیکھا؟

ایک سوال یہ ہے کہ نبی ﷺ نے انبیاء علیہم السلام کو آسمانوں پر کیسے دیکھا' جب کہ انبیاء علیہم السلام زمین پر اپنی اپنی قبر میں آرام فرما ہیں' علامہ ابن عقیل اور علامہ ابن التین نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی روحوں کو ان کے جسموں کی صورتوں میں متشکل کر دیا تھا اور انہوں نے کہا: حشر کے دن جب لوگوں کو اٹھایا جائے گا' اس دن ان کی روحیں ان کے جسموں میں لوٹائی جائیں گی' ماسوا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کیونکہ وہ زندہ ہیں' اور وہ زمین کی طرف نازل ہوں گے۔ علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ انبیاء علیہم السلام زندہ ہیں اور ہمارے نبی ﷺ نے انبیاء علیہم السلام کو حقیقۃً دیکھا ہے اور صحیح مسلم میں یہ حدیث ہے کہ نبی ﷺ' حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرے' اس وقت وہ اپنی قبر میں کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے اور پھر آپ نے حضرت موسیٰ کو چھٹے آسمان میں بھی دیکھا' یہ بھی ہو سکتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام جسم مثالی کے ساتھ آسمانوں پر گئے ہوں۔

ہمارے نبی ﷺ نے آسمانوں پر جن نبیوں سے ملاقات کی' ان کی وجہ ترجیح

ہمارے نبی ﷺ نے جن انبیاء علیہم السلام کو آسمانوں پر دیکھا' ان کی آپ کے ساتھ خاص مناسبت تھی' حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ آپ کی یہ مناسبت تھی کہ جس طرح حضرت آدم کا دشمن ابلیس تھا اور اس کی دشمنی کی وجہ سے ان کو جنت چھوڑ کر زمین پر آنا پڑا' اسی طرح ہمارے نبی ﷺ کا دشمن ابو جہل تھا اور دیگر صنادید قریش تھے' جن کی وجہ سے آپ کو مکہ چھوڑ کر مدینہ آنا پڑا۔

حضرت ادریس علیہ السلام کے ساتھ مناسبت یہ تھی کہ وہ پہلے نبی ہیں' جنہوں نے قلم کے ساتھ لکھا' پھر قلم سے لکھنے کا طریقہ تمام دنیا میں رائج ہو گیا' اسی طرح ہمارے نبی ﷺ نے دنیا کے اہم بادشاہوں کی طرف تبلیغی مکاتیب بھیجے' جس کی وجہ سے تمام دنیا میں اسلام پھیل گیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ہمارے نبی ﷺ نے اس حال میں دیکھا کہ انہوں نے البیت المعمور کی طرف اپنی کمر کی ٹیک لگائی ہوئی تھی' اسی طرح ہمارے نبی ﷺ نے آخری عمر میں بیت اللہ کے ساتھ ٹیک لگائی ہوئی تھی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ظالم اور جابر بادشاہ کے قہر کی وجہ سے اپنی سرزمین چھوڑ کر مدین جانا پڑا' اسی طرح ہمارے نبی ﷺ کو بھی مکہ سے مدینہ ہجرت کرنی پڑی۔

رہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو یہود نے ان کو قتل کرنے کا قصد کیا تھا' اسی طرح ہمارے نبی ﷺ کو بھی یہود نے قتل کرنے کا قصد کیا تھا' جب انہوں نے بکری کے گوشت میں زہر ملا کر آپ کو کھلایا۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام نے یہود کے بہت مظالم برداشت کیے' حتیٰ کہ انہوں نے آپ کو ذبح کر دیا' اسی طرح ہمارے نبی ﷺ

نے قریش سے بہت صدمات اٹھائے' لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان کے شر سے محفوظ رکھا۔
رہے حضرت یوسف علیہ السلام تو انہوں نے اپنے بھائیوں کے کیے ہوئے مظالم کو معاف فرما دیا اور فرمایا:
لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ. (یوسف:۹۲) میں آج تمہیں کوئی ملامت نہیں کرتا۔
اسی طرح ہمارے نبی ﷺ نے فتح مکہ کے دن قریش کے تمام مظالم کو معاف فرما دیا اور فرمایا: میں تمہیں ملامت نہیں کرتا۔
رہے حضرت ہارون علیہ السلام تو وہ بنی اسرائیل کے نزدیک محبوب تھے' حتیٰ کہ وہ ان کو حضرت موسیٰ پر ترجیح دیتے تھے اسی طرح ہمارے نبی ﷺ امت کے نزدیک محبوب ہیں حتیٰ کہ وہ آپ کو اپنی جان' اپنے والدین' اپنی اولاد اور اپنے مال پر ترجیح دیتے ہیں۔

رات کے وقت میں معراج کرانے کی وجوہ

نبی ﷺ کو معراج رات میں کرائی گئی ہے نہ کہ دن میں' جیسا کہ قرآن مجید میں اس کی تصریح ہے' اس کی حسب ذیل وجوہ ہیں:

(۱) رات کے وقت میں خلوت ہوتی ہے اور یہ وقت بادشاہوں کے ساتھ مجالست کا اور ان سے مناجات کا ہوتا ہے۔
(۲) اللہ تعالیٰ نے متعدد انبیاء علیہم السلام کو رات کے وقت میں کرامات سے نوازا ہے' حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق فرمایا:
فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا. (الانعام:۷۶) جب ان پر رات کی تاریکی چھا گئی تو انہوں نے ایک ستارہ دیکھا۔
حضرت لوط علیہ السلام کے متعلق فرمایا:
فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ. (ھود:۸۱) آپ اپنے گھر والوں کو لے کر رات کے ایک حصہ میں نکل جائیں۔
حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق فرمایا:
اِذْ رَاٰ نَارًا فَقَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْٓا اِنِّيْٓ اٰنَسْتُ نَارًا. (طٰہٰ:۱۰) جب موسیٰ نے اپنے گھر والوں سے کہا: تم ٹھہرو میں نے آگ دیکھی ہے۔
وَوٰعَدْنَا مُوْسٰى ثَلٰثِيْنَ لَيْلَةً وَّاَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ. (الاعراف:۱۴۲) اور جب ہم نے موسیٰ سے تیس راتوں کا وعدہ کیا اور مزید دس راتوں کا۔
(۳) اللہ تعالیٰ نے متعدد آیات میں رات کے ذکر کو دن پر مقدم فرمایا ہے:
وَجَعَلْنَا الَّيْلَ وَالنَّهَارَ اٰيَتَيْنِ. (بنی اسرائیل:۱۲) اور ہم نے رات اور دن کو دو نشانیاں بنا دیا۔
وَلَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ. (یٰس:۴۰) اور نہ رات دن پر سبقت کرنے والی ہے۔
(۴) رات اصل ہے اور چاند کی تاریخ کی ابتداء رات سے ہوتی ہے۔
(۵) ہر رات کے ساتھ دن ہوتا ہے اور کبھی صرف دن ہوگا اور رات نہیں ہوگی جیسے قیامت کا دن۔
(۶) رات کے وقت میں دعا قبول ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے مغفرت اور عطا کا نزول ہوتا ہے۔
(۷) نبی ﷺ اکثر رات میں سفر کرتے تھے۔
(۸) رات کا وقت عبادت میں کوشش کرنے کا ہے' نبی ﷺ رات کو اتنا زیادہ قیام کرتے تھے کہ آپ کے پاؤں مبارک سوج جاتے

تھے۔

(۹) آپ رات میں بہت زیادہ عبادت کرتے تھے' اللہ عزوجل نے خود اس میں کمی کرنے کا حکم دیا' فرمایا:

یٰاَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ O قُمِ الَّیْلَ اِلَّا قَلِیْلًا O — اے چادر اوڑھنے والے! O رات کو قیام کیجئے مگر تھوڑا O

(المزمل: ۲-۱)

وَمِنَ الَّیْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ. (بنی اسرائیل: ۷۹) — رات کے ایک حصہ میں آپ تہجد پڑھیے۔

سو جب آپ کی زیادہ عبادت رات میں ہوتی تھی تو آپ کو معراج بھی رات میں کرائی گئی۔

(۱۰) جب معراج رات میں ہوئی تو یہ واقعہ لوگوں کی نظر سے غائب تھا' پھر جنہوں نے اس واقعہ کی تصدیق کی' ان کا اجر بہت زیادہ ہو گیا۔

آپ کو معراج کرانے کی حکمت

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ سے مناجات کرنے کے لیے معراج کرائی گئی' اسی وجہ سے یہ معراج اچانک کرائی گئی اور یہ بہت عظیم اور دل میں جاگزین ہونے والی ہے' حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پہلے ہم کلامی کا وعدہ کیا گیا تھا' پھر آپ کو شرف کلام سے نوازا اور دونوں میں بہت فرق ہے' وہ چالیس راتوں تک اس کا انتظار کرتے رہے اور آپ کو بغیر انتظار کی مشقت میں ڈالے بلا لیا گیا' اور ان دونوں کے مقام میں بہت فرق ہے' ایک کو پہاڑ طور پر بلایا گیا اور دوسرے کو البیت المعمور کے اوپر بلایا گیا' حضرت سلیمان کی ایک ماہ کی مسافت کے لیے ہوا کو مسخر کیا گیا اور آپ کو ایک ساعت میں فرش سے عرش پر لے جایا گیا اور سب سے بڑی حکمت یہ ہے کہ آپ کو اپنے رب کا دیدار کرایا گیا' سب نبیوں نے اللہ کی بن دیکھے گواہی دی' تنہا آپ نے اللہ کو دیکھ کر اس کے واحد ہونے کی گواہی دی۔

سدرۃ کو مختلف رنگوں کا ڈھانپنا

اس حدیث میں مذکور ہے کہ سدرۃ کو مختلف رنگوں نے ڈھانپ رکھا تھا' میں از خود نہیں جانتا کہ وہ کیا ہیں۔

ایک قول ہے کہ وہ سونے کے پروانے تھے' دوسرا قول ہے: وہ متعدد انوار تھے' جو سدرہ سے نکل رہے تھے اور اس سے اس طرح گر رہے تھے' جس طرح پروانے گرتے ہیں' وہ پروانے سونے کے تھے کیونکہ سونا بہت صاف اور چمک دار ہوتا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح کا سب سے زیادہ قوی ہونا

سوال ہوتا ہے کہ آسمانوں اور اس کے اوپر چڑھنا جسم انسانی کے لیے کس طرح متصور ہو سکتا ہے جب کہ انسانی جسم بہت کثیف ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ارواح چار قسم کی ہیں: (۱) وہ ارواح جو صفاتِ بشریہ سے مکدر ہیں' یہ عوام کی ارواح ہیں' جن پر قوتِ حیوانیہ کا غلبہ ہوتا ہے' وہ عروج کی بالکل صلاحیت نہیں رکھتیں (۲) وہ ارواح جن میں کامل قوتِ نظریہ ہوتی ہے اور وہ علوم کو حاصل کر لیتی ہیں' یہ علماء کی ارواح ہیں (۳) وہ ارواح جو اخلاقِ حمیدہ کے ساتھ متصف ہونے کی وجہ سے کامل قوتِ مدبرہ کی حامل ہوتی ہیں' یہ ریاضت اور مجاہدہ کرنے والوں کی ارواح ہیں (۴) وہ ارواح جن کو قوتِ نظریہ اور قوتِ عملیہ دونوں میں کمال حاصل ہوتا ہے اور یہ انبیاء اور صدیقین کی ارواح ہیں' جیسے جیسے ان کی ارواح کی قوت زیادہ ہوتی ہے' ان میں زمین سے اوپر اٹھنے کی صلاحیت زیادہ ہوتی ہے اور جب انبیاء علیہم السلام کی ارواح بہت قوی ہوتی ہیں تو وہ آسمان کی طرف عروج کر سکتی ہیں اور چونکہ ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روحانی قوت سب سے زیادہ تھی' اس لیے آپ نے ''قاب قوسین او ادنیٰ'' کی طرف عروج کیا۔

(معراج کے یہ تمام اسرار اور نکات عمدۃ القاری ج ۴ ص ۷۷-۶۴ سے ماخوذ ہیں)

شرح صحیح مسلم میں حدیث مذکور کی شرح

حدیث مذکور شرح صحیح مسلم ج ۱ ص ۶۷۵' نمبر ۳۲۳ پر مذکور ہے اور اس کی شرح کے عنوان حسب ذیل ہیں:

(۱) معراج کا لغوی معنی (۲) معراج کا اصطلاحی معنی (۳) شب معراج اللہ تعالیٰ کو دیکھنے میں علماء امت کا بیان (۴) سورۂ بنی اسرائیل میں معراج کا ذکر اور اس کے فوائد اور نکات (۵) لفظ ''سبحان'' کے اسرار (۶) لفظ ''عبده'' کے اسرار (۷) لفظ ''اسریٰ'' کے اسرار (۸) معراج کے متعلق سورہ والنجم کی آیات (۹) ''والنجم اذا ھوی'' کے اسرار (۱۰) ''ثم دنا فتدلی'' کے اسرار (۱۱) ''فکان قاب قوسین'' کے اسرار (۱۲) حضرت جبریل کا دو مرتبہ حضور کو اپنی صورت دکھانا (۱۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے موجب فضیلت اللہ کا قرب اور اس کا دیدار ہے نہ کہ حضرت جبریل کا قرب اور ان کا دیدار (۱۴) شب معراج دیدار الٰہی کے بیان میں احادیث اور آثار (۱۵) شب معراج دیدارِ الٰہی کے متعلق علماء مالکیہ کا نظریہ (۱۶) شب معراج دیدارِ الٰہی کے متعلق علماء حنبلیہ کا نظریہ (۱۷) شب معراج دیدارِ الٰہی کے متعلق علماء شافعیہ کا نظریہ (۱۸) شب معراج دیدارِ الٰہی کے متعلق علماء احناف کا نظریہ (۱۹) واقعۂ معراج کی تاریخ (۲۰) واقعۂ معراج کی ابتداء کی جگہ (۲۱) معراج کی احادیث میں تعارض کی توجیہ (۲۲) کتب احادیث کے مختلف اقتباسات سے واقعۂ معراج کا مربوط بیان (۲۳) رات میں معراج کرانے کے اسرار (۲۴) معراج کی ابتداء کی جگہ کے متعلق مختلف روایات میں تطبیق (۲۵) حضرت ام ہانی کے گھر کی چھت شق کر کے فرشتے کے آنے کے اسرار (۲۶) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر سے سفر معراج شروع نہ ہونے کے اسرار (۲۷) شق صدر کے متعلق احادیث کی تخریج اور تحقیق (۲۸) تین بار شق صدر کرنے کے اسرار (۲۹) ''ھٰذا حظك من الشیطان'' کے اسرار (۳۰) قلب اطہر کو سونے کے طشت میں رکھنے کے اسرار (۳۱) شق صدر کے اسرار کا تتمہ (۳۲) براق پر سواری کے اسرار (۳۳) قبر میں حضرت موسیٰ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھنے کے اسرار (۳۴) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حاضر و ناظر ہونے کی تحقیق (۳۵) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قبر انور میں سلام کا جواب دینا (۳۶) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس قبر انور میں درود پیش کیا جانا (۳۷) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قبر انور میں نماز پڑھنا (۳۸) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس قبر انور میں امت کے اعمال کو پیش کیا جانا (۳۹) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تمام کائنات کو ملاحظہ فرمانا (۴۰) صالحین امت کا نیند اور بیداری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کرنا (۴۱) اجسادِ مثالیہ کا تعدد (۴۲) انبیاء اور اولیاء کا آن واحد میں متعدد جگہ موجود ہونا (۴۳) شب معراج عالم برزخ دکھائے جانے کے اسرار (۴۴) مسجد اقصیٰ میں انبیاء علیہم السلام کی امامت کرانے کے اسرار (۴۵) آسمانوں پر جانے کے اسرار (۴۶) سدرۃ المنتہیٰ سے آگے جانے کے اسرار (۴۷) ''قف یا محمد فان ربك یصلی'' کے اسرار (۴۸) حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شفاعت سے نمازوں میں کمی کے اسرار (۴۹) ''الصلوٰۃ معراج المؤمنین'' کے اسرار (۵۰) کفار قریش کو دیئے ہوئے جوابات کے اسرار (۵۱) شب معراج دیدار الٰہی کے اسرار۔

معراج کی یہ تفصیل شرح صحیح مسلم میں ص ۶۷۱-۷۷۲ تک پھیلی ہوئی ہے اور اس قدر جامع تفصیل قارئین کو اور کسی کتاب میں نہیں ملے گی۔ وذالك فضل الله یوتیه من یشاء.

* اور تبیان القرآن' سورۃ بنی اسرائیل: ۱' ج ۶ ص ۶۱۷-۶۴۳ میں بھی معراج کا تفصیلی بیان ہے۔

۳۵۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ ' عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ ' عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ ' عَنْ عَائِشَةَ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ قَالَتْ فَرَضَ اللّٰهُ الصَّلٰوةَ حِيْنَ فَرَضَهَا ' رَكْعَتَيْنِ رَكْعَتَيْنِ ' فِي الْحَضَرِ وَالسَّفَرِ '

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از صالح بن کیسان از عروہ بن الزبیر از حضرت عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ اللہ نے نماز فرض کی' جب نماز کو فرض کیا تو دو دو

فَأُقِرَّتْ صَلٰوۃُ السَّفَرِ، وَزِیْدَ فِیْ صَلٰوۃِ الْحَضَرِ. رکعت فرض کیں حضر میں اور سفر میں' پھر سفر کی نماز برقرار رہی اور حضر میں نماز زیادہ کر دی گئی۔

[اطراف الحدیث: ۱۰۹۰-۳۹۳۵]

(صحیح مسلم: ۶۸۵' الرقم المسلسل: ۱۵۴۲' سنن ابوداؤد: ۱۱۹۸' سنن نسائی: ۴۵۳' موطأ امام مالک۔ کتاب قصر الصلوٰۃ: ۸' شرح معانی الآثار: ۲۳۴۸' صحیح ابن حبان: ۲۷۳۶' المعجم الاوسط: ۷۸۹۷' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۴۵۱' سنن دارمی: ۱۵۰۹' سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۴۳' سنن کبریٰ للنسائی: ۳۱۷' مسند احمد ج ۶ ص ۲۷۲ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۶۳۳۸۔ ج ۴۳ ص ۳۵۵' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں' جن کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

باب کے عنوان سے مطابقت اس جملہ میں ہے: جب نماز کو فرض کیا گیا۔

علامہ ابن بطال مالکی کا امام ابوحنیفہ پر اعتراض کہ انہوں نے وتر کو فرض کہہ کر چھ فرائض بنا دیئے

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

فرض نماز کے عدد پر امت کا اجماع ہے کہ وہ پانچ نمازیں ہیں اور نمازوں کے رکوع اور سجود کے عدد پر بھی امت کا اجماع ہے' سوائے امام ابوحنیفہ کے' ان کا شاذ قول ہے' انہوں نے فرائض میں وتر کو زیادہ کیا ہے اور معراج کی حدیث میں وتر کا ذکر نہیں ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

مصنف کی طرف سے علامہ ابن بطال کے اعتراض کا جواب

میں کہتا ہوں کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے وتر کو فرض نہیں کہا' بلکہ وتر کو واجب کہا اور وجوب کی دلیل یہ ہے کہ نبی ﷺ نے وتر فوت ہونے کی صورت میں اس کی قضا کرنے کا حکم دیا ہے' حدیث میں ہے:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص وتر سے سو گیا یا اس کو بھول گیا تو اس کو جب یاد آئے تو وتر پڑھ لے یا جب بیدار ہو تو پڑھ لے۔ (سنن ترمذی: ۴۶۵' سنن ابوداؤد: ۱۴۳۱' سنن ابن ماجہ: ۱۱۸۸' مسند احمد ج ۳ ص ۳۱)

ائمہ ثلاثہ وتر کو سنت یا نفل کہتے ہیں اور یہ حدیث ان کے خلاف حجت ہے کیونکہ سنت یا نفل فوت ہو جائے تو اس کی قضاء نہیں ہوتی' اور فرائض میں وتر داخل نہیں ہے' جیسا کہ حدیث معراج میں تصریح ہے کہ فرض صرف پانچ نمازیں ہیں' پس لامحالہ وتر کو واجب قرار دینا ہوگا۔

رہا یہ کہ علامہ ابن بطال نے یہ کہا ہے کہ امام ابوحنیفہ نے وتر کو فرض قرار دیا ہے تو بہ ظاہر یہ امام ابوحنیفہ پر افتراء ہے' فقہاء احناف کی تمام کتابوں میں یہ لکھا ہوا ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک وتر واجب ہے اور علامہ ابن بطال نے جو اس کو فرض سے تعبیر کیا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ائمہ ثلاثہ فرض اور واجب میں فرق نہیں کرتے اور اسی طرح حرام اور مکروہ تحریمی میں فرق نہیں کرتے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک ان میں فرق ہے' فرض وہ ہے جس کے فعل کا لزوم ایسی دلیل سے ثابت ہو جس کا ثبوت بھی قطعی ہو اور اس کی لزوم پر دلالت بھی قطعی ہو اور اگر ان میں سے کوئی ایک چیز ظنی ہو تو پھر وہ واجب ہوگا' مثلاً نماز پڑھنے کا قرآن مجید میں حکم ہے' اس کا ثبوت بھی قطعی ہے اور اس کی لزوم پر دلالت بھی قطعی ہے' لہٰذا نماز فرض ہے اور وتر کی قضاء کرنے کا نبی ﷺ نے حکم دیا ہے' اس کی لزوم پر دلالت تو قطعی ہے' لیکن اس کا ثبوت قطعی نہیں کیونکہ اس کا ثبوت خبر واحد سے ہے اور وہ ظنی ہے' اس لیے وتر واجب ہے' فرض نہیں ہے' اور چونکہ ائمہ ثلاثہ اور ان کے متبعین فرض اور واجب میں فرق نہیں کرتے' اس لیے علامہ ابن بطال نے لکھ دیا کہ امام ابوحنیفہ وتر کو فرض کہتے ہیں' حالانکہ امام ابوحنیفہ وتر کو فرض نہیں کہتے' واجب کہتے ہیں اور یہ امام ابوحنیفہ کی دقت نظر ہے' جس سے یہ ظاہر بین لوگ عاری

ہیں اور اپنی لاعلمی کی وجہ سے امام ابوحنیفہ پر اعتراض کرتے ہیں۔ حیرت ہے کہ علامہ عینی نے ابن بطال کا یہ اعتراض دیکھا نہیں' ورنہ وہ اس کا جواب ضرور لکھتے۔

حافظ ابن حجر شافعی کا سفر میں نماز کے قصر کے وجوب اور عزیمت کی نفی کرنا

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

حضر (شہر) کی نمازوں میں دو رکعت کا اضافہ مدینہ منورہ میں کیا گیا ہے' جیسا کہ حسب ذیل حدیث میں اس کی تصریح ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ مکہ میں دو دو رکعت نماز فرض کی گئی' پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں آئے تو آپ نے ہر دو رکعت نماز کے ساتھ دو رکعت بڑھا دیں' ماسوا مغرب کے کیونکہ وہ دن کے وتر ہیں اور ماسوا فجر کی نماز کے کیونکہ اس میں طویل قراءت ہوتی ہے (اور جب آپ سفر کرتے تو پہلے طریقہ سے نماز پڑھتے)۔ (صحیح ابن خزیمہ: ۹۴۴۔ ۳۰۵' صحیح ابن حبان: ۲۷۳۸' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۴ ص ۱۳۲' مسند احمد ج ۶ ص ۲۴۱ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۶۰۴۲۔ ج ۴۳ ص ۱۶۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کے ظاہر سے فقہاء احناف نے استدلال کیا ہے اور کہا ہے کہ سفر میں نماز کو قصر کرنا عزیمت ہے (یعنی واجب ہے) رخصت نہیں ہے' اور ان کے مخالفین (ائمہ ثلاثہ) نے قرآن مجید کی اس آیت سے استدلال کیا ہے:

وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ فَلَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ اِنْ خِفْتُمْ اَنْ یَّفْتِنَکُمُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا. (النساء:۱۰۱)

اور جب تم زمین میں سفر کرو تو تم پر نمازوں کے قصر کرنے میں کوئی گناہ نہیں ہے' اگر تم کو یہ خوف ہو کہ کفار تم کو فتنہ میں مبتلا کر دیں گے (یعنی تم پر حملہ کریں گے)۔

اس آیت میں یہ فرمایا ہے کہ قصر کرنے سے تم کو گناہ نہیں ہوگا' سو یہ آیت قصر کی عزیمت اور وجوب پر دلالت نہیں کرتی بلکہ قصر کی رخصت پر دلالت کرتی ہے اور قصر کے رخصت ہونے پر یہ حدیث بھی دلیل ہے:

حضرت یعلیٰ بن امیہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ یہ بتائیں کہ لوگ نماز قصر کرتے ہیں' حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اگر تم کو کفار کے حملہ کا خوف ہو تو نماز قصر کرو' اور اب کفار کے حملہ کا خوف نہیں ہے' حضرت عمر نے فرمایا: جس طرح تم کو اس پر تعجب ہوا' مجھے بھی اس پر تعجب ہوا تھا تو میں نے اس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: یہ صدقہ ہے' اللہ نے تم پر صدقہ کیا ہے' تم اس کے صدقہ کو قبول کرو۔

(صحیح مسلم: ۶۸۶' سنن ابوداؤد: ۱۱۹۹' سنن ترمذی: ۳۰۳۴' سنن نسائی: ۱۴۳۲' سنن ابن ماجہ: ۱۰۶۵' سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۴۱' مسند احمد ج ۱ ص ۲۵)

صحیح بخاری: ۳۵۰' میں یہ دلیل ہے کہ سفر کی نماز دو رکعت ہی ہے' اس کا ائمہ ثلاثہ یہ جواب دیتے ہیں کہ یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد نہیں ہے اور حضرت عائشہ نے وہ زمانہ نہیں پایا' جب نمازیں فرض ہوئی تھیں۔ ائمہ ثلاثہ کی طرف سے جواب دو وجہ سے کمزور ہے' اولاً اس لیے کہ یہ بات اپنی رائے سے نہیں کہی جاسکتی' اس لیے حضرت عائشہ کا قول حکماً مرفوع ہے۔ ثانیاً اس لیے کہ اگر حضرت عائشہ اس وقت موجود نہیں تھیں تو انہوں نے یہ بات نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یا کسی اور صحابی سے سنی ہوگی' سو یہ حدیث مرسل صحابی ہے' امام الحرمین نے یہ کہا ہے کہ اگر یہ حدیث ثابت ہوتی تو اس کو تواتر سے منقول ہونا چاہیے تھا' یہ جواب بھی کمزور ہے کیونکہ اس کی مثل میں تواتر لازم نہیں ہے' ائمہ ثلاثہ نے کہا ہے کہ حضرت عائشہ کی حدیث کے یہ حدیث معارض ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی کی زبان سے حضر (شہر) میں چار رکعت نماز فرض کی ہیں اور سفر میں دو رکعت اور خوف کی حالت میں ایک رکعت۔ (صحیح مسلم: ۶۸۷۔ الرقم المسلسل: ۱۵۴۶' سنن ابوداؤد: ۱۲۴۷' سنن نسائی: ۴۵۵' سنن ابن ماجہ: ۱۰۶۸)

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابن عباس کی حدیث کا یہ محمل ہے کہ اضافہ کے بعد حضر میں نماز چار رکعت ہوگئی' لہٰذا یہ حضرت عائشہ کی حدیث کے معارض نہیں ہے۔ انہوں نے ایک دلیل یہ قائم کی ہے کہ فقہاء احناف کا قاعدہ ہے کہ جب راوی کی روایت اور اس کی رائے میں تعارض ہو تو اس کی رائے کا اعتبار کیا جاتا ہے' نہ کہ اس کی روایت کا اور حضرت عائشہ کی روایت اگرچہ یہ ہے کہ سفر میں دو رکعت نماز ہے' لیکن حضرت عائشہ کی رائے یہ ہے کہ سفر میں پوری نماز پڑھنی چاہیے' اس لیے ان کی روایت غیر ثابت ہے' اس دلیل کا جواب یہ ہے کہ عروہ حضرت عائشہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت عائشہ سے سوال کیا گیا کہ سفر میں پوری نماز کیوں پڑھتی ہیں؟ تو انہوں نے وہی تاویل کی جو حضرت عثمان نے تاویل کی تھی۔ (صحیح البخاری: ۱۰۹۰' سنن ابوداؤد: ۱۲۰۰) (کہ انہوں نے مکہ میں بھی اپنا گھر بنالیا تھا) لہٰذا حضرت عائشہ کی روایت اور ان کی رائے میں کوئی تعارض نہیں ہے' پس ان کی روایت صحیح ہے اور ان کی رائے ان کی تاویل پر مبنی ہے۔

جو چیز مجھ پر منکشف ہوئی ہے وہ اس کے مطابق ہے' جو اس حدیث میں ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ مکہ میں دو' دو رکعت نماز فرض کی گئی' پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں آئے تو آپ نے ہر دو رکعت نماز کے ساتھ دو رکعت بڑھا دیں' ماسوا مغرب کے کیونکہ وہ دن کے وتر ہیں اور ماسوا فجر کی نماز کے کیونکہ اس میں طویل قراءت ہوتی ہے۔ (صحیح ابن خزیمہ: ۳۰۵۔۹۴۴' صحیح ابن حبان: ۲۷۳۸' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۴ ص ۱۳۴' مسند احمد ج ۶ ص ۲۴۱)

پھر جب فرض کی چار رکعت نماز مستحکم ہوگئی تو النساء: ۱۰۱ کے نازل ہونے کے بعد سفر کے اندر نماز میں تخفیف کر دی گئی اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ علامہ ابن الاثیر نے شرح المسند میں ذکر کیا ہے کہ ۴ھ میں نماز قصر کی گئی ہے اور ان کے علاوہ دوسروں نے بھی ذکر کیا ہے کہ ۴ھ میں نماز قصر کی گئی ہے' البتہ الدولابی نے یہ ذکر کیا ہے کہ ۲ھ میں نماز کو قصر کیا گیا ہے اور سہیلی نے ذکر کیا ہے کہ ہجرت کے ایک سال بعد نماز کو قصر کیا گیا ہے اور ایک قول یہ بھی ہے کہ ہجرت کے چالیس دن بعد نماز کو قصر کیا گیا ہے' اس لحاظ سے حضرت عائشہ نے جو فرمایا ہے کہ سفر میں نماز دو رکعت برقرار رکھی گئی' اس کا معنی ہے: سفر میں تخفیف کی وجہ سے دو رکعت نماز کر دی گئی' اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ وہ شروع سے دو رکعت پر برقرار رہی' اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ قصر عزیمت ہے۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۳۲' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

سفر میں وجوبِ قصر پر مصنف کے پیش کردہ دلائل اور حافظ ابن حجر کے اعتراض کے جوابات

میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ سفر میں نماز کو قصر کرنا عزیمت نہیں ہے رخصت ہے' بلکہ سفر میں نماز کو قصر کرنا واجب ہے کیونکہ خود حافظ ابن حجر نے سنن ابوداؤد اور دیگر کتب حدیث کے حوالہ سے یہ حدیث ذکر کی ہے کہ جب حضرت عمر نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ عرض کیا کہ سفر میں نماز کو اس وقت قصر کیا جائے' جب کفار کے حملہ کا خوف ہو اور اب ان کے حملہ کا خوف نہیں ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ صدقہ ہے' اللہ نے تم پر صدقہ کیا ہے' تم اس کے صدقہ کو قبول کرو۔ (صحیح مسلم: ۶۸۶)

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قصر کرنے کا امر کیا ہے اور امر پر عمل کرنا واجب ہے' لہٰذا سفر میں نماز کو قصر کرنا واجب ہے۔

ائمہ ثلاثہ کی طرف سے یہ اعتراض بھی کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے النساء: ۱۰۱ میں فرمایا ہے: جب تم زمین میں سفر کرو تو نماز کو قصر کرنے میں تم پر کوئی گناہ نہیں ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ سفر میں نماز کو قصر کرنا مباح ہے نہ کہ نماز کو قصر کرنا واجب ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ قصر کرنا مباح تب ہوتا جب اس آیت میں یوں فرمایا جاتا: جب تم زمین میں سفر کرو تو نماز کو قصر نہ کرنے میں تم پر کوئی گناہ نہیں ہے اور جب یوں فرمایا ہے کہ نماز کو قصر کرنے میں تم پر کوئی گناہ نہیں ہے تو یہ قصر کے وجوب کے منافی نہیں ہے' اس کی نظیر یہ حدیث

ہے:

عروہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ سوال کیا کہ یہ بتائیے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا. (البقرہ:۱۵۸) بے شک صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں' سو جس نے بیت اللہ کا حج کیا یا عمرہ کیا' اس پر ان کا طواف کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

عروہ نے کہا: پس اللہ کی قسم! اگر کوئی شخص صفا اور مروہ کا طواف نہ کرے تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے' (یعنی ان کی سعی واجب نہیں ہے) حضرت عائشہ نے فرمایا: اے میرے بھتیجے! تم نے بُری بات کہی ہے' اگر ایسا ہوتا جس طرح تم نے اس آیت کی تاویل کی ہے تو اللہ تعالیٰ اس طرح فرماتا: جو شخص صفا اور مروہ کا طواف نہ کرے اس پر کوئی گناہ نہیں ہے' لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ آیت انصار کے لیے نازل فرمائی ہے' وہ اسلام لانے سے پہلے مناۃ کے لیے احرام باندھتے تھے اور مُشَلّل کے پاس اس کی عبادت کرتے تھے اور صفا اور مروہ کے درمیان طواف کرنے میں حرج سمجھتے تھے' جب وہ اسلام لے آئے تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم پہلے صفا اور مروہ کے درمیان طواف کرنے میں حرج سمجھتے تھے' تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: بے شک صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں' سو جس نے بیت اللہ کا حج کیا یا عمرہ کیا' اس پر ان کا طواف کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (البقرہ:۱۵۸)

حضرت عائشہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت سے صفا اور مروہ کے درمیان طواف کرنا ثابت ہے' پس کسی شخص کے لیے ان کے درمیان طواف کو ترک کرنا جائز نہیں ہے۔ (صحیح البخاری:۱۶۴۳' صحیح مسلم:۱۲۷۷' سنن ترمذی:۲۹۶۵' سنن نسائی:۲۹۶۵' سنن ابن ماجہ:۲۹۸۶' مسند احمد ج ۶ ص ۱۴۴' جامع المسانید لابن الجوزی:۷۳۶۷' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اسلوب پر ہم کہتے ہیں کہ النساء:۱۰۱ میں فرمایا ہے: ''جب تم زمین میں سفر کرو تو نماز کو قصر کرنے میں تم پر کوئی گناہ نہیں ہے''۔ یہ آیت قصر کے وجوب کے منافی نہیں ہے' یہ آیت قصر کے وجوب کے اس وقت منافی ہوتی جب اس آیت میں اس طرح ہوتا: ''جب تم زمین میں سفر کرو تو تم پر نماز کو قصر نہ کرنے میں کوئی گناہ نہیں ہے''۔ باقی رہا یہ کہ اس اسلوب سے کیوں فرمایا ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ مسلمان دائماً حضر میں چار رکعت نماز پڑھتے تھے' جب انہیں سفر میں دو رکعت نماز پڑھنے کے لیے کہا گیا تو ان کو یہ وہم ہو سکتا تھا کہ چار رکعت کی بجائے دو رکعت نماز پڑھنے کی وجہ سے ان کی عبادت میں کوئی کمی ہو گئی ہے یا شاید اس میں کوئی گناہ یا حرج ہو تو اللہ تعالیٰ نے ان کی تسلی کے لیے یہ آیت نازل فرمائی کہ جب تم زمین میں سفر کرو تو نماز کو قصر کرنے میں تم پر کوئی حرج نہیں ہے۔ (النساء:۱۰۱)

النساء:۱۰۱ سے جو ائمہ ثلاثہ کا استدلال تھا' اس کا ایک جواب ہم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اسلوب سے دیا ہے اور اس استدلال کا دوسرا جواب ہم حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث سے پیش کر رہے ہیں:

امیہ بن عبد اللہ بن خالد بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا: ہم قرآن مجید میں صلوٰۃ الحضر اور صلوٰۃ الخوف کا ذکر پڑھتے ہیں اور ہمیں اس میں صلوٰۃ السفر کا ذکر نہیں ملا' حضرت عبد اللہ بن عمر نے جواب دیا: اللہ تعالیٰ نے ہماری طرف سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث فرمایا' ہم اور کچھ نہیں جانتے ہم صرف وہی کرتے ہیں جو ہم نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کرتے ہوئے دیکھا ہے (یعنی آپ سفر میں قصر کرتے تھے' سو ہم سفر میں قصر کرتے ہیں۔ سعیدی غفرلہٗ)۔ (سنن ابن ماجہ:۱۰۶۶' سنن نسائی:۴۵۴)

قصر کے وجوب پر اس حدیث سے بھی اعتراض کیا جاتا ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سفر میں نماز کو قصر بھی کرتے تھے اور پوری نماز بھی پڑھتے تھے اور روزہ چھوڑتے بھی تھے اور روزہ رکھتے بھی تھے۔ امام دارقطنی نے کہا: اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

(سنن دارقطنی: ۲۲۶۶' دارالمعرفۃ بیروت' ۱۴۲۲ھ' سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۴۱' ملتان)

اس حدیث کی سند متعدد وجوہ سے ضعیف ہے' جن وجوہ کو ہم نے شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۷۹ میں بیان کیا ہے' بر سبیل تنزل اس کا جواب یہ ہے کہ قوی حدیث اس حدیث کے معارض ہے:

عیسیٰ بن حفص بن عاصم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں ایک سفر میں مکہ کے راستہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ تھا' انہوں نے ہمیں ظہر کی نماز دو رکعت پڑھائی' پھر وہ آگے چلے' ہم بھی ان کے ساتھ تھے' وہ اپنی قیام گاہ پر آئے اور بیٹھ گئے' ہم بھی ان کے ساتھ بیٹھ گئے' پھر ان کی لوگوں پر نظر پڑی' جو نماز پڑھ رہے تھے' انہوں نے پوچھا: یہ لوگ کیا کر رہے ہیں؟ میں نے کہا: یہ لوگ نفل پڑھ رہے ہیں' حضرت ابن عمر نے کہا: اگر میں نفل نماز پڑھوں تو میں فرض نماز پوری نہ پڑھ لوں! اے میرے بھتیجے! میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سفر میں رہا ہوں' آپ نے کبھی سفر میں دو رکعت سے زیادہ نماز نہیں پڑھی' حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی روح کو قبض کر لیا' اور میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہا ہوں' انہوں نے کبھی سفر میں دو رکعت سے زیادہ نماز نہیں پڑھی' حتیٰ کہ اللہ نے ان کی روح کو قبض کر لیا' اور میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہا ہوں' انہوں نے کبھی سفر میں دو رکعت سے زیادہ نماز نہیں پڑھی' حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی روح کو قبض کر لیا اور تحقیق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ. البتہ تحقیق تمہارے لیے رسول اللہ میں حسین نمونہ ہے۔

(الاحزاب: ۲۱)

(صحیح البخاری: ۱۱۰۲-۱۱۰۱' سنن ابوداؤد: ۱۲۲۳' سنن نسائی: ۱۴۵۷' سنن ابن ماجہ: ۱۰۷۱)

اس حدیث سے آفتاب سے زیادہ روشن طریقہ سے واضح ہو گیا کہ سفر میں نماز کو قصر کرنا واجب ہے۔

شرح صحیح مسلم میں حدیث مذکور کی شرح

یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۱۴۶۷ - ج ۲ ص ۳۵۴ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے عنوانات حسب ذیل ہیں:

(۱) وجوب قصر میں مذاہب (۲) ائمہ ثلاثہ کے دلائل اور ان کے جوابات (۳) منیٰ میں حضرت عثمان کے قصر نہ کرنے کی وجہ (۴) دیگر دلائل کا جواب (۵) وطن کی اقسام اور احکام (۶) سفر معصیت کے احکام (۷) سنن کا حکم (۸) کیا ہوائی جہاز سے کم وقت میں بغیر مشقت کے سفر کرنا رخصت قصر کے منافی ہے؟

۲ - بَابُ وُجُوْبِ الصَّلٰوةِ فِي الثِّيَابِ کپڑے پہن کر نماز پڑھنے کا وجوب

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ کپڑے پہن کر نماز پڑھنا واجب ہے' اس سے مراد یہ ہے کہ شرم گاہ کو چھپانا واجب ہے' واضح رہے کہ مرد کی شرم گاہ ناف سے لے کر گھٹنے تک ہے اور عورت کی شرم گاہ اس کا پورا جسم ہے' ماسوا اس کے چہرے' اس کے ہاتھ اور اس کے پیروں کے۔

شرم گاہ کو چھپانے کے حکم میں مذاہب فقہاء

امام مالک کے نزدیک نماز میں شرم گاہ کو چھپانا نماز کی صحت کی شرط نہیں ہے' بلکہ یہ نماز کی سنت ہے اور ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایسے پانی کے پاس رہتے تھے' جو لوگوں کے گزرنے کی جگہ پر تھا' ہمارے پاس

سے سوار گزرتے تھے' ہم ان سے پوچھتے تھے کہ لوگوں کو کیا ہوا ہے؟ لوگوں کو کیا ہوا ہے؟ اور یہ شخص کون ہے؟ وہ کہتے تھے: اس شخص کا یہ زعم ہے کہ اللہ نے اس کو رسول بنایا ہے' اور اس کی طرف وحی نازل کی ہے یا اللہ نے اس کی طرف یہ وحی کی ہے' پس میں اس کلام کو حفظ کر لیتا تھا' اور گویا کہ وہ کلام میرے سینہ میں محفوظ تھا' اور لوگ فتح مکہ تک لوگوں کو اسلام لانے پر ملامت کرتے تھے اور کہتے تھے: ابھی اس شخص کو اور اس کی قوم کو چھوڑے رکھو' اگر وہ ان پر غالب آ گیا تو وہ سچا نبی ہوگا' پھر جب مکہ فتح ہو گیا تو تمام لوگوں نے اسلام لانے میں سبقت کی اور میرے والد نے بھی اپنی قوم کے ساتھ اسلام لانے میں سبقت کی' پھر جب میرے والد واپس آئے تو انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! میں برحق نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سے آیا ہوں اور انہوں نے فرمایا ہے: تم فلاں فلاں وقت میں نماز پڑھو اور تم میں سے ایک شخص اذان دے اور تم میں سے جس شخص کو سب سے زیادہ قرآن یاد ہو' وہ نماز پڑھائے' پھر انہوں نے تلاش کیا تو مجھ سے زیادہ کسی کو قرآن یاد نہیں تھا' کیونکہ میں سواروں سے قرآن سنتا رہتا تھا' پس انہوں نے مجھے آگے بڑھا کر امام بنا دیا' اس وقت میری عمر چھ یا سات سال تھی اور میرا صرف ایک تہ بند تھا' جب میں سجدہ کرتا تھا تو وہ سمٹ کر یا سکڑ کر اوپر اٹھ جاتا تھا' تو قبیلہ کی ایک عورت نے کہا: تم اپنے قاری کی مقعد کو ہم سے چھپاتے کیوں نہیں! پھر لوگوں نے میرے لیے قمیص خریدی' سو مجھے کسی چیز سے اتنی خوشی نہیں ہوئی جتنی اس قمیص سے خوشی ہوئی تھی۔ (صحیح البخاری: ۴۳۰۲' سنن ابوداؤد: ۵۸۵' سنن نسائی: ۷۶۶۔۷۸۸' مسند احمد ج ۵ ص ۳۰' صحیح ابن خزیمہ: ۱۵۱۲' المعجم الکبیر: ۶۳۵۱' المنتقیٰ: ۳۰۹' سنن دار قطنی ج ۲ ص ۴۲' المستدرک ج ۳ ص ۴۷' سنن بیہقی ج ۳ ص ۹۱)

قاضی ابوالولید محمد بن احمد بن رشد مالکی قرطبی اندلسی متوفی ۵۹۵ ھ لکھتے ہیں:

امام مالک کا ظاہر مذہب یہ ہے کہ شرم گاہ کو چھپانا نماز کی سنتوں میں سے ہے' اور امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ شرم گاہ کو چھپانا نماز کے فرائض میں سے ہے' اس اختلاف کی وجہ درج ذیل آیت کی تفسیر میں اختلاف ہے:

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ. اے اولادِ آدم! تم مسجد میں ہر بار حاضر ہونے کے وقت لباس پہن لیا کرو۔ (الاعراف: ۳۱)

اس میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ اس آیت میں امر وجوب کے لیے ہے یا استحباب کے لیے ہے' پس جو کہتے ہیں: اس آیت میں امر وجوب کے لیے ہے' وہ کہتے ہیں کہ نماز میں شرم گاہ کو چھپانا واجب ہے' ان کی دلیل یہ ہے کہ پہلے عورتیں بیت اللہ کا برہنہ طواف کرتی تھیں' تب یہ آیت نازل ہوئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کرے گا اور نہ کوئی بیت اللہ کا برہنہ طواف کرے گا' اور جن فقہاء نے یہ کہا کہ اس آیت میں لباس پہننے کا حکم استحباب کے لیے ہے' وہ کہتے ہیں کہ شرم گاہ کو چھپانا سنت ہے' اور لباس سے مراد چادر اور تہبند وغیرہ ہے۔ (بدایۃ المجتہد ج ۱ ص ۸۳۔۸۲' مکتبہ علمیہ' لاہور' ۱۳۹۶ ھ)

علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ ھ لکھتے ہیں:

مردوں پر واجب ہے کہ وہ ناف سے لے کر گھٹنوں تک اپنے جسم کو چھپائیں اور یہ نماز کی صحت کے لیے شرط ہے' امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا بھی یہی قول ہے' امام مالک کے نزدیک یہ نماز کی صحت کی شرط نہیں ہے' ہماری دلیل یہ احادیث ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ بالغہ (لڑکی) کی نماز بغیر دوپٹہ کے قبول نہیں فرماتا۔ (سنن ابوداؤد: ۶۴۱' سنن ترمذی: ۳۷۷' سنن ابن ماجہ: ۶۵۵' مسند احمد ج ۶ ص ۱۵۰)

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں گرمیوں میں ہوتا ہوں تو آیا میں صرف ایک قمیص میں نماز پڑھ لوں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! اور کانٹے سے اس (کے گریبان) کو بند کر لو۔

(سنن ابوداؤد: ۶۳۲ 'سنن ترمذی: ۳۳۹ 'سنن بیہقی ج ۲ ص ۳۳۹)

مرد کی شرم گاہ کی حد ناف سے گھٹنے تک ہے' امام احمد نے اس کی تصریح کی ہے' امام مالک' امام شافعی' امام ابوحنیفہ اور اکثر فقہاء کا یہی قول ہے' دوسری روایت یہ ہے کہ صرف ذکر اور دبر شرم گاہ ہیں' امام احمد سے پوچھا گیا: شرم گاہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا: فرج اور دبر' کیونکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جنگ خیبر کے دن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ران سے کپڑا ہٹایا۔ (صحیح البخاری: ۳۷۱' صحیح مسلم: ۱۳۶۵) اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر میں اپنی ران سے کپڑا ہٹائے ہوئے تھے' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آنے کی اجازت طلب کی تو آپ نے ان کو آنے کی اجازت دی اور آپ اسی حال پر رہے' پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آنے کی اجازت طلب کی اور آپ اسی حال پر رہے۔ (صحیح مسلم' الرقم المسلسل: ۱۴۲۶' مسند احمد ج ۱ ص ۷۱)

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ ران شرم گاہ نہیں ہے۔

اور امام احمد نے جرھد سے یہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اس حال میں دیکھا کہ ان کی ران کھلی ہوئی تھی تو آپ نے فرمایا: اپنی ران کو چھپاؤ کیونکہ ران شرم گاہ ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۴۰۱۴ 'سنن ترمذی: ۲۷۹۸ 'مسند احمد ج ۳ ص ۴۷۹_۴۷۸ 'سنن الدارقطنی ج ۱ ص ۲۲۴)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فرمایا: اپنی ران کو نہ کھولنا اور کسی زندہ یا مردہ کی ران کو نہ دیکھنا۔

(سنن ابوداؤد: ۴۰۱۵ 'سنن ابن ماجہ: ۱۴۶۰ 'سنن الدارقطنی ج ۱ ص ۲۲۵ 'دارقطنی کی سند ضعیف ہے)

اس حدیث میں صریح دلالت ہے کہ مرد کی ران بھی شرم گاہ ہے اور اس کو چھپانا واجب ہے۔

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ناف کے نیچے اور گھٹنوں کے اوپر کا حصہ شرم گاہ ہے۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۱۸۷) (المغنی ج ۲ ص ۱۳۲ 'ملخصاً' دارالحدیث' قاہرہ' ۱۴۲۵ھ)

نیز علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

اگر آزاد عورت کا چہرے کے سوا کوئی عضو کھلا ہوا ہو تو وہ نماز دہرائے گی' اس پر اتفاق ہے کہ عورت کے لیے نماز میں اپنے چہرہ کو کھولنا جائز ہے' اور چہرے اور ہتھیلیوں کے سوا اور کسی عضو کو کھولنا جائز نہیں ہے' اور اس پر اہل علم کا اجماع ہے کہ عورت نماز میں اپنے پورے سر کو ڈھانپے گی' امام ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ عورت کے دونوں قدم عورت نہیں ہیں' کیونکہ وہ بالعموم ظاہر ہوتے ہیں' اور ہمارے بعض اصحاب نے کہا ہے کہ عورت مجسم واجب الستر ہے' کیونکہ حدیث میں ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عورت (مجسم) شرم گاہ ہے' جب وہ نکلتی ہے تو شیطان اس کو تاڑتا ہے۔ (سنن ترمذی: ۱۱۷۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئیں اور ان کے اوپر باریک کپڑے تھے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے اعراض فرمایا اور فرمایا: اے اسماء! جب عورت بالغہ ہو جاتی ہے تو اس کا صرف یہ اور یہ دکھائی دینا جائز ہے اور آپ نے چہرے اور ہتھیلیوں کی طرف اشارہ کیا۔ (سنن ابوداؤد: ۴۱۰۴)

نماز میں عورت کے پیروں کو ڈھانپنے کے متعلق یہ حدیث بھی ہے:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا: کیا عورت قمیص اور دوپٹے کے ساتھ نماز پڑھ سکتی ہے' اس کے اوپر تہبند نہ ہو؟ آپ نے فرمایا: جب کہ اس کی قمیص اتنی لمبی ہو جو اس کے پیروں کی پشت کو چھپا لے۔

(سنن ابوداؤد: ۶۴۰_۶۳۹)

اور نماز میں عورت کے سر ڈھانپنے کے متعلق یہ حدیث ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ بالغہ عورت کی نماز بغیر دوپٹے کے قبول نہیں فرماتا۔

(سنن ابوداؤد: ۶۴۱ 'سنن ترمذی: ۳۷۷ 'سنن ابن ماجہ: ۶۵۵)

اور ہتھیلیوں کے متعلق دو روایتیں ہیں' ایک یہ ہے کہ ان کا ستر واجب نہیں ہے کیونکہ چیز لینے دینے کے لیے ہاتھوں کو کھولنے کی ضرورت پڑتی ہے اور دوسری روایت ہے کہ ان کا ستر واجب ہے' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عورت مجسم واجب الستر ہے۔

(المغنی ج ۲ ص ۱۵۶_۱۵۵ 'دار الحدیث' قاہرہ' ۱۴۲۵ھ)

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کے عموم سے چہرہ اور ہتھیلیاں خارج ہیں' کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود ان دونوں کا استثناء فرمایا ہے' جیسا کہ سنن ابوداؤد: ۴۱۰۴ میں تصریح ہے۔

امام بخاری فرماتے ہیں:

وَقَوْلُ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ﴾ (الاعراف: ۳۱). **فَنَزَلَتْ ﴿خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ﴾.**

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: تم مسجد میں ہر بار حاضر ہونے کے وقت لباس پہن لیا کرو۔ (الاعراف: ۳۱)

اس آیت میں ''زینت'' کا لفظ ہے' اس سے مراد وہ لباس ہے جو شرم گاہ کو چھپائے اور اس آیت میں مسجد سے مراد نماز ہے' یعنی نماز پڑھتے وقت اتنا لباس پہننا ضروری ہے' جس سے تمہاری شرم گاہ چھپ جائے۔ اس کے بعد امام بخاری فرماتے ہیں:

وَيُذْكَرُ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَزُرُّهٗ وَلَوْ بِشَوْكَةٍ. فِيْ اِسْنَادِهٖ نَظَرٌ.

اور حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا جاتا ہے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اور کانٹے سے اس کو بند کر لو۔ اس کی سند پر اعتراض ہے۔

اس تعلیق کی اصل سنن ابوداؤد: ۶۳۲ میں ہے' ہم اس حدیث کو مفصل حوالہ جات کے ساتھ ''شرم گاہ کو چھپانے کے حکم میں مذاہب فقہاء'' کے تحت بیان کر چکے ہیں۔

امام بخاری نے کہا ہے کہ اس کی سند پر اعتراض ہے' اعتراض کی تقریر یہ ہے کہ اس کی سند میں موسیٰ بن ابراہیم ہے۔ ابن القطان نے کہا: وہ موسیٰ بن محمد بن ابراہیم بن الحارث التیمی ہے اور وہ منکر الحدیث ہے اور چونکہ اس کی سند پر اعتراض ہے' اس لیے امام بخاری نے اس تعلیق کا صیغہ تمریض کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

علامہ بدر الدین عینی فرماتے ہیں: لیکن امام ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں موسیٰ بن ابراہیم سے روایت کیا ہے کہ میں نے حضرت سلمہ سے سنا ہے کہ میں نے صرف ایک قمیص پہنی ہوئی تھی یا صرف ایک جبہ پہنا ہوا تھا تو میں نے پوچھا: میں اس کو بند کر لوں' تو آپ نے فرمایا: ہاں! خواہ ایک کانٹے سے' اس کو امام ابن حبان نے بھی اپنی سند کے ساتھ موسیٰ بن ابراہیم سے روایت کیا ہے' حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں شکار میں ہوتا ہوں اور میں نے صرف ایک قمیص پہنی ہوئی ہوتی ہے' آپ نے فرمایا: اس کو بند کر لو' خواہ ایک کانٹے سے۔ اس کو امام حاکم نے بھی اپنی مستدرک میں روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث مدنی صحیح ہے' ان احادیث سے ظاہر ہو گیا کہ ان احادیث کی سندوں میں جس موسیٰ کا ذکر ہے' یہ وہ نہیں ہے' جس کو ابن القطان نے گمان کیا ہے اور اس میں ضعف بھی ہے۔ جس راوی میں ضعف ہے' وہ موسیٰ بن ابراہیم التیمی ہے اور جس راوی کی حدیث صحیح ہے' وہ

موسیٰ بن ابراہیم المخزومی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۸۲-۸۱ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۲ھ)

اس کے بعد امام بخاری نے یہ تعلیق ذکر کی ہے:

وَمَنْ صَلّٰى فِي الثَّوْبِ الَّذِيْ يُجَامِعُ فِيْهِ مَا لَمْ يَرَ فِيْهِ اَذًى.

اور جس شخص نے اس کپڑے میں نماز پڑھی جس میں اس نے جماع کیا تھا۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنی بہن حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا: آیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسے کپڑے میں نماز پڑھتے تھے جس میں آپ جماع کرتے تھے انہوں نے کہا: ہاں! جب آپ اس میں نجاست نہیں دیکھتے تھے۔ (سنن ابوداؤد: ۳۶۶ سنن نسائی: ۲۹۳ سنن ابن ماجہ: ۵۴۰)

اس کے بعد امام بخاری نے درج ذیل تعلیق ذکر کی ہے:

وَاَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ لَّا يَطُوْفَ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ.

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ حکم دیا کہ کوئی شخص بیت اللہ کا برہنہ طواف نہیں کرے گا۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: مجھے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس حج میں یوم نحر کو منیٰ میں اعلان کرنے والوں میں بھیجا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کرے گا اور نہ کوئی بیت اللہ میں برہنہ طواف کرے گا۔ (صحیح البخاری: ۳۶۹)

۳۵۱ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ اُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ اُمِرْنَا اَنْ نُّخْرِجَ الْحُيَّضَ يَوْمَ الْعِيْدَيْنِ، وَذَوَاتِ الْخُدُوْرِ، فَيَشْهَدْنَ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِيْنَ وَدَعْوَتَهُمْ، وَيَعْتَزِلُ الْحُيَّضُ عَنْ مُصَلَّاهُنَّ، قَالَتِ امْرَاَةٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اِحْدَانَا لَيْسَ لَهَا جِلْبَابٌ؟ قَالَ لِتُلْبِسْهَا صَاحِبَتُهَا مِنْ جِلْبَابِهَا. وَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَجَاءٍ حَدَّثَنَا عِمْرَانُ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِيْرِيْنَ حَدَّثَتْنَا اُمُّ عَطِيَّةَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن ابراہیم نے حدیث بیان کی از محمد از حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا کہ ہمیں یہ حکم دیا گیا تھا کہ ہم حیض والی عورتوں کو اور پردہ دار عورتوں کو عیدین کے دن گھروں سے نکالیں پس وہ مسلمانوں کی جماعت میں اور ان کی دعا میں حاضر ہوں اور حیض والی عورتیں ان کی نماز کی جگہوں سے الگ بیٹھیں ایک عورت نے کہا: یارسول اللہ! ہم میں سے کسی کے پاس چادر نہ ہو تو؟ آپ نے فرمایا: وہ اپنی سہیلی کی چادر پہن لے اور عبداللہ بن رجاء نے کہا: ہمیں عمران نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن سیرین نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے حدیث بیان کی کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اسی طرح سنا ہے۔

اس حدیث کی مفصل شرح صحیح البخاری: ۳۲۴ میں گزر چکی ہے وہاں اس حدیث کو اس باب کے تحت ذکر کیا تھا: ''حائض کا عیدین میں اور مسلمانوں کی دعا میں حاضر ہونا اور نماز کی جگہ سے الگ بیٹھنا'' اور یہاں اس حدیث کو اس باب کے تحت ذکر کیا ہے: ''نماز میں کپڑے پہننے کا وجوب'' اور اس حدیث میں حائض کے عیدین میں جانے کا بھی ذکر ہے اور یہ بھی ذکر ہے کہ اگر اس کے

پاس چادر نہ ہو تو وہ اپنی بغل سے چادر لے کر جائے اس طرح یہ حدیث دونوں بابوں کے موافق ہے۔

۳ - بَابُ عَقْدِ الْاِزَارِ عَلَى الْقَفَا فِي الصَّلٰوةِ

نماز میں گدی پر تہبند میں گرہ لگانا

یہ باب اس بیان میں ہے کہ جو شخص نماز میں داخل ہو وہ اپنی گدی پر تہبند میں گرہ لگائے' اس باب کی اور اس سے پہلے والے باب کی اور اس کے بعد کے پندرہ ابواب کی باہمی مناسبت یہ ہے کہ ان سب کا تعلق کپڑوں کے ساتھ ہے' البتہ درمیان میں پانچ ابواب ایسے ہیں' جن کا تعلق کپڑوں کے ساتھ نہیں ہے' وہ یہ ہیں: (۱) ران کے متعلق جو ذکر کیا جاتا ہے (۲) منبر' چھت اور لکڑی پر نماز (۳) چٹائی پر نماز (۴) مصلی پر نماز (۵) بستر پر نماز۔ ان کی مناسبت ان ابواب میں بیان کی جائے گی۔

امام بخاری فرماتے ہیں:

وَقَالَ اَبُوْ حَازِمٍ عَنْ سَهْلٍ صَلَّوْا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَاقِدِيْ اُزْرِهِمْ عَلٰى عَوَاتِقِهِمْ.

اور ابوحازم نے حضرت سہل سے روایت کی ہے کہ صحابہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اس حال میں نماز پڑھی کہ انہوں نے اپنے کندھوں پر اپنی چادروں میں گرہ لگائی ہوئی تھی۔

اس تعلیق کی اصل اس حدیث میں ہے:

حضرت سہل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ لوگ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اس حال میں نماز پڑھ رہے تھے کہ انہوں نے اپنی چادریں اپنے کندھوں پر اس طرح باندھی ہوئی تھی' جیسے بچوں کی چادریں بندھی ہوتی ہیں اور آپ نے عورتوں سے فرمایا: تم اپنے سروں کو اس وقت تک نہ اٹھانا حتیٰ کہ مرد سیدھے ہو کر بیٹھ جائیں۔ (صحیح البخاری: ۳۶۲)

۳۵۲ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ قَالَ حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ وَاقِدُ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، قَالَ صَلّٰى جَابِرٌ فِيْ اِزَارٍ قَدْ عَقَدَهُ مِنْ قِبَلِ قَفَاهُ، وَثِيَابُهُ مَوْضُوْعَةٌ عَلَى الْمِشْجَبِ، قَالَ لَهُ قَائِلٌ تُصَلِّيْ فِيْ اِزَارٍ وَّاحِدٍ؟ فَقَالَ اِنَّمَا صَنَعْتُ ذٰلِكَ لِيَرَانِيْ اَحْمَقُ مِثْلُكَ، وَاَيُّنَا كَانَ لَهُ ثَوْبَانِ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟

[اطراف الحدیث: ۳۵۳-۳۶۱-۳۷۰] (جامع المسانید لابن الجوزی: ۸۶۸' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عاصم بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے واقد بن محمد نے حدیث بیان کی از محمد بن المنکدر' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت جابر نے تہبند پہنے ہوئے نماز پڑھی' جس کی گرہ انہوں نے اپنی گدی کی طرف سے لگائی ہوئی تھی' اور ان کے (دیگر) کپڑے کھونٹی پر ٹنگے ہوئے تھے' کسی کہنے والے نے ان سے کہا: آپ ایک تہبند پہنے ہوئے نماز پڑھ رہے ہیں' انہوں نے کہا: میں صرف اس لیے یہ کر رہا ہوں تاکہ تم جیسا احمق مجھے دیکھ لے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں ہم میں سے کس کے پاس دو کپڑے ہوتے تھے؟

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) احمد بن یونس' ان کا پورا نام احمد بن عبداللہ بن یونس التمیمی الیربوعی الکوفی ہے' یہ اپنے دادا کی طرف منسوب ہیں' یہ ۹۴ سال کی عمر میں کوفہ میں ربیع الاول ۲۲۷ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) عاصم بن محمد بن زید بن عبداللہ بن عمر بن الخطاب ہیں (۳) واقد بن محمد القرشی العدوی العمری المدنی' یہ عاصم بن محمد کے بھائی ہیں (۴) محمد بن المنکدر' یہ مشہور تابعی ہیں' ان کا تعارف ہو چکا ہے

(۵) حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہما' یہ مشہور صحابی ہیں'ان کا تعارف ہو چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۸۵)

حدیث مذکور کے مسائل

اس حدیث میں مذکور ہے: حضرت جابر نے فرمایا: میں نے یہ اس لیے کیا ہے تا کہ تم جیسا احمق مجھے دیکھ لے حضرت جابر نے اس کو اس لیے سختی سے ڈانٹا کہ اس نے حضرت جابر کے فعل پر اعتراض کیا تھا اور احمق کا معنی جاہل ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کسی کے پاس زیادہ کپڑے ہوں' پھر بھی وہ ایک کپڑے کے ساتھ نماز پڑھ سکتا ہے تا کہ عام لوگوں کو یہ مسئلہ معلوم ہو جائے کہ ایک کپڑے کے ساتھ بھی نماز ہو جاتی ہے۔

نیز اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ عالم اپنے شاگرد کو کسی غلطی پر احمق اور جاہل وغیرہ کہہ کر ڈانٹ سکتا ہے۔

۳۵۳ - حَدَّثَنَا مُطَرِّفٌ اَبُوْ مُصْعَبٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِي الْمَوَالِيْ ' عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ قَالَ رَاَيْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يُصَلِّيْ فِيْ ثَوْبٍ وَاحِدٍ ' وَقَالَ رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ فِيْ ثَوْبٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مطرف ابو مصعب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الرحمن بن ابی الموالی نے حدیث بیان کی از محمد بن المنکدر' انہوں نے کہا: میں نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کو ایک کپڑا پہنے ہوئے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور انہوں نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا' آپ ایک کپڑا پہنے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۵۲ میں کر دی گئی ہے' اس حدیث میں یہ اضافہ ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے یہ بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی صرف ایک تہبند کے ساتھ نماز پڑھی ہے' تا کہ معلوم ہو جائے کہ صرف ایک تہبند باندھ کر بھی نماز پڑھنا جائز ہے اور کبھی آپ کے کسی امتی کو صرف ایک کپڑا میسر ہو تو وہ بھی آپ کی سنت کو پالے اور صرف تہبند باندھ کر نماز پڑھ لے' غیر مقلدین ٹوپی اتار کر ننگے سر نماز پڑھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت جابر نے جب صرف ایک کپڑے کے ساتھ نماز پڑھی تو ان کے سر پر ٹوپی یا عمامہ نہیں تھا' لیکن جب وہ لوگ قمیص' شلوار اور بنیان وغیرہ پہنے ہوئے ہوتے ہیں تو صرف ٹوپی یا عمامہ اتارنے سے حضرت جابر کی سنت کیسے ادا ہو جاتی ہے' اس کو سمجھنے سے ہم قاصر ہیں۔

٤ - بَابُ الصَّلٰوةِ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ مُلْتَحِفًا بِهٖ

ایک کپڑے کو اپنے گرد لپیٹ کر نماز پڑھنا

اس باب میں یہ بتایا گیا ہے کہ ایک کپڑے کو اپنے گرد لپیٹ کر نماز پڑھنا جائز ہے' امام بخاری فرماتے ہیں:

قَالَ الزُّهْرِيُّ فِيْ حَدِيْثِهٖ اَلْمُلْتَحِفُ الْمُتَوَشِّحُ ' وَهُوَ الْمُخَالِفُ بَيْنَ طَرَفَيْهِ عَلٰى عَاتِقَيْهِ ' وَهُوَ الْاِشْتِمَالُ عَلٰى مَنْكِبَيْهِ . قَالَ قَالَتْ اُمُّ هَانِئٍ اِلْتَحَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِثَوْبٍ ' وَخَالَفَ بَيْنَ طَرَفَيْهِ عَلٰى عَاتِقَيْهِ. (جامع المسانید لابن الجوزی: ۷۵۷۸)

الزہری نے اپنی حدیث میں بیان کیا ہے کہ "ملتحف" کا معنی "متوشح" ہے' اور "متوشح" وہ شخص ہے جو چادر کے دونوں سروں کے پلّے اپنے کندھوں پر ڈال کر (گرہ لگا دے) اور یہی کندھوں پر چادر لپیٹنے کا معنی ہے۔ حضرت ام ھانی رضی اللہ عنہا نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چادر کے دو مخالف سروں کو اپنے کندھوں پر ڈال لیا۔

٣٥٤ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوسٰى قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عُمَرَ ابْنِ أَبِي سَلَمَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ، قَدْ خَالَفَ بَيْنَ طَرَفَيْهِ.

[اطراف الحدیث:٣٥٥-٣٥٦]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید اللہ بن موسیٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن عروہ نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک کپڑا پہنے ہوئے نماز پڑھی اس کے دونوں سرے مخالف رکھے (دایاں سرا بائیں کندھے پر ڈال لیا اور بایاں سرا دائیں کندھے پر ڈال دیا اور باہم گرہ لگا دی)۔

(صحیح مسلم:٥١٧ الرقم المسلسل:١١٣٢ سنن ترمذی:٣٣٩ سنن نسائی:٧٦٣ سنن ابن ماجہ:١٠٤٩ صحیح ابن خزیمہ:٧٦١ المعجم الکبیر:٨٢٧٨ مصنف ابن ابی شیبہ ج١ص ٣١٤ صحیح ابن حبان:٢٢٩٢ مصنف عبد الرزاق:١٣٦٥ الاحاد والمثانی:٦٨٣ سنن بیہقی ج ٢ص ٢٣٧ مسند احمد ج ٤ ص ٢٦ طبع قدیم مسند احمد:١٦٣٢٩ ج ٢٦ ص ٢٤٩ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت جامع المسانید لابن الجوزی:٥٨٠٧ مکتبۃ الرشد ریاض ١٤٢٦ھ)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(١) عبید اللہ بن موسیٰ بن باذام العبسی الکوفی امام بخاری نے کہا: یہ ٢١٣ھ میں فوت ہو گئے تھے (٢) ہشام بن عروہ (٣) عروہ بن الزبیر بن العوام (٤) حضرت عمر بن ابی سلمہ ابوسلمہ کا نام ہے: عبد اللہ المخزومی ابوحفص حضرت عمر بن ابی سلمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لے پالک ہیں یہ ٢ھ میں حبشہ میں پیدا ہوئے تھے اور ٨٣ھ میں عبد الملک بن مروان کے زمانہ میں فوت ہوئے۔

(عمدۃ القاری ج ٤ ص ٨٨)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک کپڑا پہنے ہوئے نماز پڑھی اور اس کے دونوں سرے مخالف رکھے۔

صرف تہبند باندھ کر نماز پڑھنے کی تحقیق

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث: ٣٥٢-٣٥٣ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جب دیگر کپڑے موجود ہوں پھر بھی ایک کپڑا پہن کر نماز پڑھنا جائز ہے لیکن حضرت ابن عمر اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہم نے اس کی مذمت کی ہے حضرت ابن عمر نے نافع کو ایک کپڑے کے ساتھ نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو کہا: کیا تمہارے پاس دو کپڑے نہیں ہیں؟ اللہ تعالیٰ اس کا زیادہ حق دار ہے کہ تم اپنے آپ کو اس کے لیے مزین کرو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے انہوں نے روایت کی: تم میں سے کوئی شخص نماز میں اپنے گرد اس طرح کپڑا نہ لپیٹے جس طرح یہود کپڑا لپیٹتے ہیں اور جس کے پاس دو کپڑے ہوں وہ ایک کپڑے کو اوپر پہن لے اور دوسرے کپڑے کا تہبند باندھ لے۔ اس حدیث کو موسیٰ بن عقبہ نے از نافع از حضرت ابن عمر از رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بغیر کسی شک کے روایت کیا ہے۔

امام طحاوی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے نافع کو دو کپڑے پہنائے پھر نافع ایک کپڑا پہن کر نماز پڑھ رہے تھے تو حضرت ابن عمر نے ان کی مذمت کی اور فرمایا: اللہ تعالیٰ اس کا زیادہ حق دار ہے کہ تم اس کے لیے زینت اختیار کرو اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قول ذکر کیا ہے نہ حضرت عمر کا۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک کپڑا پہن کر نماز پڑھنے کے متعلق صحابہ کی ایک جماعت نے احادیث روایت کی ہیں ان کے اسماء یہ ہیں: حضرت جابر حضرت ابوہریرہ حضرت عمر بن ابی سلمہ اور حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہم اور یہ احادیث حضرت ابن عمر کے اس

قول کے خلاف ہیں، جس میں انہوں نے صرف ایک تہبند باندھ کر نماز پڑھنے سے منع کیا ہے اور فقہاء نے دیگر صحابہ کے قول پر عمل کیا ہے اور حضرت ابن عمر کے قول پر کسی نے عمل نہیں کیا۔ اس مسئلہ کی زیادہ تحقیق ان شاء اللہ صحیح البخاری: ۳۵۸ میں آئے گی۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۱۴۔ ۱۳، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

٣٥٥ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ، عَنْ عُمَرَ بْنِ اَبِيْ سَلَمَةَ اَنَّهٗ رَاَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ فِيْ ثَوْبٍ وَاحِدٍ فِيْ بَيْتِ اُمِّ سَلَمَةَ، قَدْ اَلْقٰى طَرَفَيْهِ عَلٰى عَاتِقَيْهِ.

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۵۸۰۷، مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی از حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا، آپ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں ایک کپڑا پہنے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے اور اس کپڑے کے دونوں مخالف سرے اپنے کندھوں پر رکھے ہوئے تھے (دایاں سرا بائیں کندھے پر ڈال لیا اور بایاں سرا دائیں کندھے پر ڈال لیا، پھر ان میں گرہ لگا دی)۔

اس حدیث کی شرح، گزشتہ حدیث: ۳۵۴ کے تحت کر دی گئی ہے، البتہ اس حدیث میں یہ اضافہ ہے کہ اس میں جگہ کی تعیین ہے کہ آپ نے ایک کپڑا پہن کر حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں نماز پڑھی تھی۔

٣٥٦ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ اِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ عُمَرَ بْنَ اَبِيْ سَلَمَةَ اَخْبَرَهٗ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ فِيْ ثَوْبٍ وَاحِدٍ، مُشْتَمِلًا بِهٖ، فِيْ بَيْتِ اُمِّ سَلَمَةَ، وَاضِعًا طَرَفَيْهِ عَلٰى عَاتِقَيْهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسامہ نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود کہ ان کو حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ میں نے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں ایک کپڑا پہنے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے، جس کو آپ نے اپنے گرد لپیٹا ہوا تھا، اور اس کپڑے کے دونوں سروں کو اپنے دونوں کندھوں پر ڈالا ہوا تھا۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۳۵۴ میں کر دی گئی ہے۔

٣٥٧ - حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ اَبِيْ اُوَيْسٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ، عَنْ اَبِي النَّضْرِ، مَوْلٰى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ اَنَّ اَبَا مُرَّةَ مَوْلٰى اُمِّ هَانِئٍ بِنْتِ اَبِيْ طَالِبٍ اَخْبَرَهٗ اَنَّهٗ سَمِعَ اُمَّ هَانِئٍ بِنْتَ اَبِيْ طَالِبٍ تَقُوْلُ ذَهَبْتُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفَتْحِ، فَوَجَدْتُهٗ يَغْتَسِلُ، وَفَاطِمَةُ ابْنَتُهٗ تَسْتُرُهٗ، قَالَتْ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ، فَقَالَ مَنْ هٰذِهٖ؟ فَقُلْتُ اَنَا اُمُّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن ابی اویس نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے امام مالک بن انس نے حدیث بیان کی از ابی النضر مولیٰ عمر بن عبید اللہ کہ ابو مرہ مولیٰ ام ھانی بنت ابی طالب نے ان کو خبر دی کہ انہوں نے حضرت ام ھانیء بنت ابی طالب سے سنا کہ میں فتح مکہ کے سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گئی، اس وقت آپ غسل کر رہے تھے اور آپ کی صاحب زادی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ پر پردہ کر رہی تھیں، وہ بیان کرتی ہیں

هَانِیءٍ بِنْتُ أَبِی طَالِبٍ، فَقَالَ مَرْحَبًا بِأُمِّ هَانِیءٍ. فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ غُسْلِهِ، قَامَ فَصَلّٰی ثَمَانِیَ رَكَعَاتٍ، مُلْتَحِفًا فِی ثَوْبٍ وَاحِدٍ، فَلَمَّا انْصَرَفَ، قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ، زَعَمَ ابْنُ أُمِّی أَنَّهُ قَاتِلٌ رَجُلًا قَدْ أَجَرْتُهُ، فُلَانَ بْنَ هُبَيْرَةَ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ أَجَرْنَا مَنْ أَجَرْتِ يَا أُمَّ هَانِیءٍ، قَالَتْ أُمُّ هَانِیءٍ، وَذَاكَ ضُحًى.

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۸۵۷۸ مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ
اس حدیث کی مفصل تخریج صحیح البخاری: ۲۸۰ میں کردی گئی ہے۔)

کہ میں نے آپ کو سلام کیا، آپ نے فرمایا: یہ کون ہے؟ میں نے کہا: میں ام ھانی بنت ابی طالب ہوں، آپ نے فرمایا: خوش آمدید! ام ھانیء! جب آپ غسل سے فارغ ہو گئے تو آپ نے ایک کپڑا اپنے گرد لپیٹ کر آٹھ رکعات نماز پڑھی، جب آپ نماز سے فارغ ہو گئے تو میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میری ماں کا بیٹا یہ کہتا ہے کہ وہ اس شخص کو قتل کرے گا جس کو میں پناہ دے چکی ہوں وہ فلاں بن ھبیرہ ہے، تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ام ھانیء جس کو تم نے پناہ دی ہے، اس کو ہم نے پناہ دی، حضرت ام ھانی نے کہا: وہ چاشت کا وقت تھا۔

بھائی کے بجائے ماں کا بیٹا کہنے کی توجیہ اور حضرت ام ھانیء کا تعارف

اس حدیث میں مذکور ہے: حضرت ام ھانیء بنت ابی طالب رضی اللہ عنہا نے کہا: میری ماں کا بیٹا یہ کہتا ہے کہ وہ اس شخص کو قتل کرے گا، جس کو میں پناہ دے چکی ہوں۔

حضرت ام ھانیء کی اس سے مراد حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں، انہوں نے اپنے بھائی کو "میری ماں کا بیٹا" اس طرح کہا، جس طرح حضرت ہارون علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا:

يَبْنَؤُمَّ لَا تَأْخُذْ بِلِحْيَتِي. (طٰہٰ: ۹۴) اے میری ماں کے بیٹے! میری ڈاڑھی نہ پکڑیے۔

بھائی کے بجائے ماں کا بیٹا کہنے میں ان کی شفقت کو زیادہ متوجہ کرنا ہے۔

حضرت ام ھانیء کا نام فاختہ ہے، ھانی ان کے بیٹے کا نام ہے، وہ اس کنیت سے مشہور ہوگئیں۔ حضرت ام ھانی فتح مکہ کے سال اسلام لائی تھیں۔

فلاں بن ھبیرہ کے مصداق کا تعین

اس حدیث میں مذکور ہے: فلاں بن ھبیرہ۔ حضرت ام ھانیء کے خاوند کا نام ھبیرہ بن ابی وہب بن عمر المخزومی ہے، حضرت ام ھانیء سے ھبیرہ کی یہ اولاد تھی: عمر، ھانیء، یوسف اور جعدہ، اور فلاں ابن ھبیرہ کی تفسیر میں کافی اختلاف ہے۔ امام طبرانی متوفی ۳۶۰ھ نے حضرت ام ھانیء سے روایت کیا ہے: فتح مکہ کے دن میرے پاس میرے دو مشرک دیور آئے، میں نے ان کو پناہ دے دی، پھر حضرت علی آئے، وہ ان کو قتل کرنا چاہتے تھے، پھر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی، اس وقت آپ مکہ کے بالائی حصہ میں ایک خیمہ میں تھے الحدیث۔ اس حدیث میں مذکور ہے: ہم نے اس کو پناہ دے دی جس کو تم نے پناہ دے دی، اور ہم نے اس کو امن میں رکھا جس کو تم نے امن میں رکھا۔ (المعجم الکبیر: ۱۰۱۳۔ ج ۲۴، داراحیاء التراث العربی بیروت)

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ حضرت ام ھانیء کی مراد ان کا ھبیرہ سے ایک بیٹا اور ایک لے پالک تھا، علامہ عینی نے کہا ہے:

حضرت ام ھانیء کی اس سے مراد ھبیرہ کا وہ بیٹا ہے، جو حضرت ام ھانیء کے علاوہ اس کی دوسری بیوی سے تھا، راوی اس کا نام بھول گیا اور اس کو فلاں بن ھبیرہ سے تعبیر کیا۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ معجم طبرانی میں ام ھانیء کے دو دیوروں کو پناہ دینے کا ذکر ہے اور امام

بخاری نے جو ابوالنضر کی روایت ذکر کی ہے' اس میں ایک بیٹے کا ذکر ہے؟ علامہ عینی فرماتے ہیں: اس میں کوئی حرج نہیں' ابوالنضر دوسرے کا ذکر کرنا بھول گیا' جیسا کہ وہ اس ایک کا نام بھول گیا اور فلاں سے تعبیر کیا۔

حدیث مذکور کے دیگر مسائل

اس حدیث میں ذکر ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غسل فرمارہے تھے اور حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ کا پردہ کر رہی تھیں' اس سے معلوم ہوا کہ مردوں پر عورتوں کا پردہ کرنا جائز ہے' پھر آپ نے حضرت ام ھانی ء کو مرحباء کہا' اس سے معلوم ہوا جو شخص زیارت اور ملاقات کے لیے آئے' اس کو مرحبا اور خوش آمدید کہنا چاہیے' نیز اس حدیث میں چاشت کی آٹھ رکعات پڑھنے کا ذکر ہے' اور اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ آزاد مسلمان خواہ مرد ہو یا عورت کسی مشرک کو پناہ دے سکتا ہے' خواہ مشرک ایک ہو یا متعدد ہوں' پھر جس کو اس نے پناہ دے دی ہو' اس کو قتل کرنا جائز نہیں ہے الا یہ کہ اس کو قتل نہ کرنے میں کوئی خرابی ہو۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۹۵۔ ۹۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۵۸ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ سَائِلًا سَاَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، عَنِ الصَّلٰوةِ فِيْ ثَوْبٍ وَّاحِدٍ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوَلِكُلِّكُمْ ثَوْبَانِ؟ [طرف الحدیث: ۳۶۵]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن شہاب از سعید بن المسیب از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک کپڑے میں نماز پڑھنے کے متعلق سوال کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم میں سے ہر شخص کے پاس دو کپڑے ہیں؟

(صحیح مسلم: ۵۱۵' الرقم المسلسل: ۱۱۲۸' سنن ابوداؤد: ۶۸۵' سنن نسائی: ۷۶۳' سنن ابن ماجہ: ۱۰۴۷' مسند الحمیدی: ۹۳۷' مسند ابویعلیٰ: ۵۸۸۳' المنتقی: ۱۷۰' صحیح ابن خزیمہ: ۷۵۸' صحیح ابن حبان: ۲۲۹۶' شرح السنۃ: ۵۱۱' سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۳۷۔ ۲۳۶' مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۷۲۵۱۔ ج ۱۲ ص ۱۹۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید: ۷۶۵۴' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: کیا تم میں سے ہر ایک کے پاس دو کپڑے ہیں؟ اس کا مفاد یہ ہے کہ ایک کپڑے میں بھی نماز ہو جاتی ہے۔

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں' ان سب کا پہلے تعارف ہو چکا ہے۔

ایک کپڑا پہن کر نماز پڑھنے کا جواز اور ایک سے زیادہ کپڑے پہن کر نماز پڑھنے کا استحباب

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

فقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ ایک کپڑا پہن کر نماز پڑھنا جائز ہے' حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم کا اس میں اختلاف ہے۔

امام عبدالرزاق نے از ابن عیینہ از عمرو از حسن بصری روایت کی ہے کہ حضرت ابی بن کعب اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما کا اس میں اختلاف ہوا کہ ایک کپڑا پہن کر نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ حضرت ابی بن کعب نے کہا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کپڑا پہن کر نماز پڑھی ہے' لہٰذا آج بھی ایک کپڑا پہن کر نماز پڑھنا جائز ہے' حضرت ابن مسعود نے کہا: یہ اس وقت جائز تھا' جب لوگوں کے پاس زیادہ کپڑے نہیں تھے' لیکن اب جب کہ لوگوں کو زیادہ کپڑے میسر ہیں تو دو کپڑوں میں نماز پڑھی جائے گی' پھر

حضرت عمر رضی اللہ عنہ منبر پر کھڑے ہوئے اور فرمایا: صحیح بات وہ ہے جو حضرت ابی بن کعب نے کہی ہے اور حضرت ابن مسعود نے بھی اپنے اجتہاد میں کوئی کوتاہی نہیں کی۔

امام طحاوی نے کہا: احادیث متواترہ سے ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک کپڑے کو اپنے گرد لپیٹ کر نماز پڑھی ہے جب کہ دوسرا کپڑا بھی موجود تھا' کیونکہ جب کسی شخص نے سوال کیا کہ آیا ایک کپڑے کے ساتھ نماز ہو جاتی ہے؟ تو آپ نے فرمایا: کیا تم میں سے ہر شخص کے پاس دو کپڑے ہیں؟ اور یہ جواب اس پر دلالت کرتا ہے کہ جس کے پاس دو کپڑے ہوں' اس کا بھی ایک کپڑے میں نماز پڑھنے کا وہی حکم ہے' جس کو صرف ایک کپڑا میسر ہو۔

اور دوسرے فقہاء نے یہ کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد کہ کیا تم میں سے ہر شخص کے پاس دو کپڑے ہیں' اس سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ ایک سے زیادہ کپڑے پہن کر نماز پڑھنا مستحب ہے' کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: صحیح تو وہ ہے جو حضرت ابی بن کعب نے کہا ہے' لیکن حضرت ابن مسعود نے بھی اپنے اجتہاد میں کوئی کوتاہی نہیں کی' اور حضرت عمر کا یہ قول حضرت ابن عمر کے اس قول سے اولیٰ ہے' جو ایک کپڑے میں نماز پڑھنے کو ناجائز کہتے ہیں۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۱۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۵ - بَابُ إِذَا صَلّٰى فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ فَلْيَجْعَلْ عَلٰى عَاتِقَيْهِ
جب ایک کپڑے میں نماز پڑھے تو اس (کے سروں) کو اپنے کندھوں پر ڈال لے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب کوئی شخص صرف ایک کپڑا پہن کر نماز پڑھے تو وہ اپنے تہبند کے سروں کو اپنے کندھوں پر مخالف جانب سے ڈال لے' دایاں سرا بائیں کندھے پر اور بایاں سرا دائیں کندھے پر' پھر ان میں گرہ لگا لے' جیسا کہ ابواب سابقہ میں گزر چکا ہے۔

۳۵۹ - حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ ' عَنْ مَالِكٍ' عَنْ اَبِي الزِّنَادِ' عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْاَعْرَجِ' عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُصَلِّيْ اَحَدُكُمْ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ' لَيْسَ عَلٰى عَاتِقَيْهِ شَيْءٌ.

[طرف الحدیث: ۳۶۰]

امام بخاری روایت کرتے ہیں' ہمیں ابوعاصم نے حدیث بیان کی از امام مالک از ابی الزناد از عبد الرحمان الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص ایک کپڑے میں اس طرح نماز نہ پڑھے کہ اس کے کندھوں پر کوئی چیز نہ ہو۔

(صحیح مسلم: ۵۱۵' الرقم المسلسل: ۵۱۵' سنن ابوداؤد: ۶۲۶' سنن ترمذی: ۳۳۹' سنن نسائی: ۷۶۳' سنن ابن ماجہ: ۱۰۴۹' السنن الکبریٰ للنسائی: ۷۵۶' مسند الحمیدی: ۹۶۴' سنن دارمی: ۱۳۷۸' صحیح ابن خزیمہ: ۷۶۵' مصنف عبد الرزاق: ۱۳۷۵' مسند ابویعلیٰ: ۶۲۹۲' شرح السنۃ: ۵۱۵' سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۳۸' مسند احمد ج ۲ ص ۲۴۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۷۳۰۲۔ ج ۱۲ ص ۲۵۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ۶۵۷۴' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کے رجال کا پہلے تعارف ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: تم میں سے کوئی شخص ایک کپڑے میں اس طرح نماز نہ پڑھے کہ اس کے کندھوں پر کوئی چیز نہ ہو۔

تہبند کے سروں کو کندھوں پر ڈال کر باندھنے کے حکم کی وجہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک کپڑا پہن کر نماز پڑھنے والے کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ اپنے تہبند کے سروں کو اپنے کندھوں پر ڈال لے' اس کی

وجہ یہ ہے کہ اگر وہ اپنے تہبند کے سروں کو اپنے کندھوں پر مخالف جانبوں سے نہیں باندھے گا تو یہ خطرہ ہوگا کہ اس کو نماز میں اپنی شرم گاہ دکھائی دے۔

ایک کپڑا پہن کر نماز پڑھنے سے متعلق تمام احادیث شرح صحیح مسلم: ۱۰۶۲۔ ۱۰۵۰۔ ج ۱ ص ۱۳۳۳۔ ۱۳۳۱ پر مذکور ہیں اور ان کی شرح کا یہ عنوان ہے: عمامہ یا ٹوپی کے ساتھ نماز پڑھنے کے استحباب پر دلائل

۳۶۰ - حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ ، عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِيْ كَثِيْرٍ ، عَنْ عِكْرِمَةَ قَالَ سَمِعْتُهُ ، اَوْ كُنْتُ سَاَلْتُهُ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ اَشْهَدُ اَنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ صَلّٰى فِيْ ثَوْبٍ وَّاحِدٍ فَلْيُخَالِفْ بَيْنَ طَرَفَيْهِ.

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۶۸۷۴ 'مکتبۃ الرشد ۱۴۲۶ھ' جامع المسانید لابن الجوزی: ۶۵۷۴ 'ریاض)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شیبان نے حدیث بیان کی از یحییٰ بن ابی کثیر از عکرمہ' انہوں نے کہا: میں نے یحییٰ سے سنا' یا یحییٰ سے سوال کیا تو انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ جس نے ایک کپڑے میں نماز پڑھی' وہ اس کے دونوں سروں کو ایک دوسرے کی مخالف جانب رکھے (یعنی دایاں سرا بائیں کندھے پر اور بایاں سرا دائیں کندھے پر رکھ کر ان میں گرہ لگا دے)۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۵۹ میں کر دی گئی ہے۔

٦ - بَابُ اِذَا كَانَ الثَّوْبُ ضَيِّقًا

جب کپڑا تنگ ہو

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب کسی شخص کے پاس صرف ایک کپڑا ہو اور وہ تنگ ہو یعنی کھلا نہ ہو تو وہ اس کپڑے کو کس طرح پہن کر نماز پڑھے۔

۳٦۱ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ صَالِحٍ قَالَ حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ سَاَلْنَا جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ الصَّلٰوةِ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ ، فَقَالَ خَرَجْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَعْضِ اَسْفَارِهٖ ، فَجِئْتُ لَيْلَةً لِبَعْضِ اَمْرِيْ ، فَوَجَدْتُهُ يُصَلِّيْ ، وَعَلَيَّ ثَوْبٌ وَاحِدٌ ، فَاشْتَمَلْتُ بِهٖ ، وَصَلَّيْتُ اِلٰى جَانِبِهٖ ، فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ مَا السُّرٰى يَا جَابِرُ؟ فَاَخْبَرْتُهُ بِحَاجَتِيْ ، فَلَمَّا فَرَغْتُ قَالَ مَا هٰذَا الْاِشْتِمَالُ الَّذِيْ رَاَيْتُ؟ قُلْتُ كَانَ ثَوْبًا ، يَعْنِيْ ضَاقَ ، قَالَ فَاِنْ كَانَ وَاسِعًا فَالْتَحِفْ بِهٖ ، وَاِنْ كَانَ ضَيِّقًا فَاتَّزِرْ بِهٖ.

(صحیح مسلم: ۵۱۸' الرقم المسلسل: ۱۱۳۶' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۱۳' صحیح ابن خزیمہ: ۷۶۲' مسند احمد ج ۳ ص ۳۰۰ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۴۲۰۳۔ ج ۲۲ ص ۱۱۴' مؤسسۃ الرسالۃ بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۸۶۸)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن صالح نے حدیث بیان کی' وہ کہتے ہیں: ہمیں فلیح بن سلیمان نے حدیث بیان کی از سعید بن الحارث' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے ایک کپڑے میں نماز پڑھنے کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے کہا: میں کسی سفر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گیا' پھر میں اپنے کسی کام سے رات کے وقت آپ کے پاس آیا تو میں نے آپ کو نماز پڑھتے ہوئے پایا اور مجھ پر اس وقت (صرف) ایک کپڑا تھا' میں نے اس کو اپنے گرد لپیٹ لیا اور آپ کی ایک جانب نماز پڑھنے لگا' جب آپ نماز سے فارغ ہو گئے تو آپ نے فرمایا: اے جابر! رات کو کس لیے آئے ہو؟ تو میں نے آپ کو اپنی حاجت کی خبر دی' پس جب میں فارغ ہو گیا تو آپ نے فرمایا: میں تمہارے اوپر یہ کیسا کپڑا لپٹا ہوا دیکھ رہا ہوں؟ میں نے کہا: یہ کپڑا تنگ تھا' آپ نے فرمایا: اگر کپڑا وسیع ہو تو اس کو لپیٹ لیا کرو اور اگر تنگ ہو تو اس کا تہبند باندھ لیا کرو۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: آپ نے فرمایا: اگر کپڑا وسیع ہو تو اس کو لپیٹ لیا کرو اور اگر تنگ ہو تو اس کا تہبند باندھ لیا کرو۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) یحییٰ بن صالح ابوزکریا الوحاظی الحمصی' یہ حافظ اور فقیہ ہیں' ۲۲۲ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) فلیح بن سلیمان' ان کا تعارف ہو چکا ہے (۳) سعید بن الحارث' یہ مدینہ کے قاضی تھے (۴) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما' ان کا تعارف ہو چکا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۰۰)

حدیث: ۳۶۱ کے حدیث: ۳۵۹ سے تعارض کا جواب' نماز میں کسی کا ستر دیکھنے سے خود کو محفوظ رکھنا' اور حکام کے پاس رات کو جانا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

حضرت جابر رضی اللہ کی یہ حدیث (۳۶۱) حضرت ابوہریرہ کی اس حدیث کی تفسیر کرتی ہے' جس میں آپ کا ارشاد ہے: ''تم میں سے کوئی شخص ایک کپڑے میں اس طرح نماز نہ پڑھے کہ اس کے کندھوں پر کچھ نہ ہو'' (حدیث: ۳۵۹) آپ نے اس ایک کپڑے سے یہ ارادہ کیا تھا کہ وہ اتنا وسیع کپڑا ہو کہ اس کو لپیٹنا ممکن ہو اور اگر وہ اتنا وسیع کپڑا نہ ہو' جس کو لپیٹا جا سکے تو اس کا تہبند باندھ لیا جائے۔

امام طحاوی نے کہا ہے کہ بہ ظاہر اس باب کی حدیث (۳۶۱) کے وہ حدیث معارض ہے' جس میں آپ نے فرمایا ہے: ''تم میں سے کوئی شخص ایک کپڑے میں اس طرح نماز نہ پڑھے کہ اس کے کندھوں پر کچھ نہ ہو'' (حدیث: ۳۵۹) اس تعارض کا جواب یہ ہے کہ ممانعت اس صورت میں ہے کہ اس کے دوسروں کو وہ اپنے کندھوں پر نہ ڈال سکے تو اس کپڑے میں نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے' وہ اس کپڑے کو تہبند کی طرح باندھ لے' اس طرح ان دونوں حدیثوں کا تعارض دور ہو جائے گا اور ان میں تطبیق ہو جائے گی۔

علامہ ابن بطال فرماتے ہیں: امام طحاوی کے قول کی صحت کی دلیل یہ ہے کہ وہ لوگ اپنی چادروں کی اپنے کندھوں پر گرہ لگاتے تھے' جن کے پاس ایک کے سوا دوسری چادر نہیں ہوتی تھی' کیونکہ اگر ان کے پاس دوسری چادر بھی ہوتی تو وہ اس کو ضرور نماز میں پہنتے اور پھر عورتوں سے یہ فرمانے کی ضرورت نہ پیش آتی کہ تم اس وقت تک سجدہ سے اپنے سروں کو نہ اٹھانا حتیٰ کہ مرد سیدھے ہو کر بیٹھ جائیں' اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ حضرت عمرو بن ابی سلمہ رضی اللہ اپنے قبیلہ کے لوگوں کو نماز پڑھاتے تھے اور ان کا تہبند چھوٹا تھا اور سجدہ میں وہ سمٹ کر ان کی پشت پر آ جاتا تھا' جس سے ان کی مقعد برہنہ ہو جاتی تھی' پھر جب ان کو بڑی قمیص لا کر دی گئی تو انہوں نے کہا: مجھے جتنی خوشی اس قمیص سے ہوئی' اتنی خوشی کسی اور چیز سے نہیں ہوئی' اور اس سے یہ معلوم ہوا کہ تہبند چھوٹا ہونے کی وجہ سے یا ہوا کے اڑانے کی وجہ سے امام کا ستر کھل جائے اور وہ فوراً اس کو درست کر لے تو اس سے اس کی نماز نہیں ٹوٹتی اور جب اس صورت میں امام کی نماز نہیں ٹوٹتی تو مقتدی کی نماز بھی نہیں ٹوٹے گی اور کسی کی شرم گاہ پر اچانک نظر پڑ جائے تو فوراً نظر ہٹالی جائے' اس میں کوئی گناہ نہیں' گناہ کبیرہ یہ ہے کہ کسی اجنبی کی شرم گاہ کو قصداً دیکھا جائے' اس پر توبہ کرنا لازم ہے' اسی وجہ سے نماز میں عورتوں کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ وہ اس وقت تک سجدہ سے اپنے سروں کو نہ اٹھائیں' حتیٰ کہ مرد سیدھے ہو کر بیٹھ جائیں' مبادا کسی مرد کا سجدہ میں ستر کھل جائے اور

اس پر عورت کی نظر پڑ جائے۔

نبی ﷺ نے حضرت جابر سے پوچھا: تم رات کو کیسے آئے' کیونکہ بغیر کسی ضرورت کے رات کو آپ کے پاس کوئی نہیں آتا تھا' اور جب آپ نے سوال کیا تو حضرت جابر نے اپنی ضرورت بتائی اور آپ نے ان کی ضرورت پوری کی' اس سے معلوم ہوا کہ اپنی ضرورت کی وجہ سے رات کو حکام کے پاس جانا جائز ہے' کیونکہ وہ تخلیہ کا وقت ہوتا ہے اور وہ تسلی سے اپنی بات سنا سکتے ہیں۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۲۰۔۱۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۳۶۲ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى ' عَنْ سُفْيَانَ قَالَ حَدَّثَنِي اَبُو حَازِمٍ ' عَنْ سَهْلٍ قَالَ كَانَ رِجَالٌ يُصَلُّوْنَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ' عَاقِدِيْ اُزُرِهِمْ عَلٰى اَعْنَاقِهِمْ ' كَهَيْئَةِ الصِّبْيَانِ ' وَقَالَ لِلنِّسَاءِ ' لَا تَرْفَعْنَ رُؤُوْسَكُنَّ حَتّٰى يَسْتَوِيَ الرِّجَالُ جُلُوْسًا. [اطراف الحدیث: ۸۱۴۔۱۲۱۵]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از سفیان' انہوں نے کہا: مجھے ابو حازم نے حدیث بیان کی از حضرت سہل رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ کے ساتھ مرد اس طرح نماز پڑھتے تھے کہ ان کا تہبند بچوں کی طرح ان کی گردنوں پر بندھا ہوتا تھا' اور نبی ﷺ نے عورتوں سے فرمایا: تم اپنے سروں کو سجدہ سے اس وقت تک نہ اٹھاؤ حتیٰ کہ مرد سیدھے ہو کر بیٹھ جائیں۔

(صحیح مسلم: ۴۴۱' الرقم المسلسل: ۹۷۰' سنن ابوداؤد: ۶۳۰' سنن نسائی: ۷۶۶' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۵۴۔۵۳' السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۴۲' صحیح ابن خزیمہ: ۷۶۳' صحیح ابن حبان: ۲۳۰۱' المعجم الکبیر: ۵۹۶۴' سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۴۱' مسند ابویعلیٰ: ۷۵۴۲۔۷۵۴۱' مسند احمد ج ۳ ص ۴۳۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۵۵۶۲۔ ج ۲۴ ص ۳۳۴' موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حافظ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب چادر اتنی بڑی ہو کہ اس کو اپنے کندھوں پر لپیٹا جا سکتا ہو تو وہ اس کا تہبند باندھنے سے افضل ہے' اس حدیث میں عورتوں کو منع فرمایا ہے کہ وہ مردوں کے سیدھا بیٹھنے سے پہلے سجدہ سے سر نہ اٹھائیں' مبادا ان کی نظر مردوں کے ستر پر پڑ جائے'' مسند احمد'' اور'' سنن ابوداؤد'' میں حضرت اسماء بنت ابی بکر سے صراحتہً یہ حدیث مروی ہے کہ عورت اپنے سر کو نہ اٹھائے' حتیٰ کہ مرد اپنے سروں کو اٹھا لیں' اس کو ناپسند کرتے ہوئے کہ عورتوں کی نظر مردوں کی شرم گاہ پر پڑ جائے۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۳۹' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے جس حدیث کو نقل کیا ہے' اس کا مکمل متن اس طرح ہے:

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما بیان کرتی ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: تم میں سے جو عورتیں اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتی ہیں' وہ (سجدے سے) اپنے سروں کو نہ اٹھائیں حتیٰ کہ ہم اپنے سروں کو نہ اٹھالیں' اس کو ناپسند کرتے ہوئے کہ مردوں کے تہبند چھوٹے ہونے کی وجہ سے عورتوں کی نظر مردوں کی شرم گاہ پر پڑ جائے' اس زمانہ میں مرد چھوٹے تہبند باندھا کرتے تھے۔ (سنن ابوداؤد: ۸۵۱' مصنف عبد الرزاق: ۵۱۰۹' المعجم الکبیر: ۲۶۰۔ ج ۲۴' سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۴۱' مسند الحمیدی: ۳۲۷' تاریخ بغداد ج ۹ ص ۲۱۷' مسند احمد ج ۶ ص ۳۴۸ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۶۹۴۷۔ ج ۴۴ ص ۵۱۱' موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کے شواہد حسب ذیل ہیں' یعنی یہ حدیث درج ذیل صحابہ سے بھی مروی ہے:

(۱) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ' مسند احمد: ۱۰۹۹۴' موسسۃ الرسالۃ' بیروت

(۲) حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما' مسند احمد: ۱۴۱۲۳' موسسۃ الرسالۃ' بیروت

(۳) حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ' مسند احمد: ۱۵۵۶۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت

واضح رہے کہ حافظ ابن حجر نے اس حدیث کو اختصار اور روایت بالمعنی کے اعتبار سے نقل کیا ہے۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۸۹۰۔ ج ا ص ۱۴۳۴ پر مذکور ہے' وہاں اس حدیث کی شرح نہیں کی گئی۔

۷ - بَابُ الصَّلٰوةِ فِي الْجُبَّةِ الشَّامِيَّةِ جبہ شامیہ پہن کر نماز پڑھنا

جبہ کا معنی ہے: لمبا کوٹ' یہ کندھوں سے لے کر ٹخنوں تک کا لباس ہے' یہ درمیان سے کوٹ اور شیروانی کی طرح کھلا ہوا ہوتا ہے اور اس میں بٹن لگے ہوئے ہوتے ہیں' شامیہ کا معنی ہے: شام کا بنا ہوا۔ علامہ عینی نے لکھا ہے: اس سے مراد وہ جبہ ہے: جس کو کفار نے بُنا ہو' یہ جبہ غزوۂ تبوک میں حاصل ہوا تھا اور شام میں اس وقت کفار کی حکومت تھی' اور یہ اس وقت تک فتح نہیں ہوا تھا۔ اس تاویل سے ہمارا مقصد یہ واضح کرنا ہے کہ امام بخاری نے یہ عنوان اس لیے قائم کیا ہے کہ کفار کے بنائے ہوئے کپڑوں کو پہن کر نماز پڑھنا جائز ہے' جب تک کہ اس کے اوپر کوئی نجاست دکھائی نہ دے۔

امام بخاری فرماتے ہیں:

وَقَالَ الْحَسَنُ فِي الثِّيَابِ يَنْسُجُهَا الْمَجُوسُ لَمْ يَرَ بِهَا بَأْسًا. حسن (بصری) نے کہا: جن کپڑوں کو مجوس نے بُنا ہو' ان میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اس حدیث کو نعیم بن حماد نے از معتمر از ہشام روایت کیا ہے' اس کے الفاظ یہ ہیں: اس کپڑے کو دھونے سے پہلے پہن کر نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے' جس کو مجوس نے بُنا ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۰۳) اس کے بعد دوسری تعلیق ہے:

وَقَالَ مَعْمَرٌ رَأَيْتُ الزُّهْرِيَّ يَلْبَسُ مِنْ ثِيَابِ الْيَمَنِ مَا صُبِغَ بِالْبَوْلِ. اور معمر نے کہا: میں نے زہری کو دیکھا وہ یمن کے ان کپڑوں کو پہنتے تھے' جن کو پیشاب سے رنگا جاتا تھا۔

یہ حدیث مصنف عبد الرزاق: ۱۴۹۸ میں مذکور ہے۔

وَصَلّٰى عَلِيٌّ فِي ثَوْبٍ غَيْرِ مَقْصُوْرٍ. حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بغیر دھلے ہوئے کپڑے میں نماز پڑھی۔

اس حدیث کو امام ابن سعد نے از عطاء بن محمد روایت کیا ہے' انہوں نے کہا: میں نے دیکھا حضرت علی رضی اللہ عنہ بغیر دھلی ہوئی سوتی قمیص پہن کر نماز پڑھ رہے تھے۔

علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ فرماتے ہیں: ان تینوں آثار میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ کفار کے بُنے ہوئے کپڑوں کو پہن کر نماز پڑھنا جائز ہے اور دھونے کے بعد ان کپڑوں کو بھی پہننا جائز ہے' جن کو پیشاب سے رنگا جاتا ہے اور نئے کپڑوں کو دھونے سے پہلے پہننا جائز ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۰۴)

کفار کے بُنے ہوئے کپڑوں میں مذاہب ائمہ

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

کفار کے بنائے ہوئے کپڑوں میں نماز پڑھنے کے بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے' امام مالک اور جمہور علماء کا مذہب یہ ہے کہ کفار کے بُنے ہوئے کپڑوں کو پہن کر نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ تاہم امام مالک نے ان کے بُنے ہوئے کپڑوں کو پہن کر نماز پڑھنے کو مکروہ کہا ہے' انہوں نے کہا: جس شخص نے ان کے بُنے ہوئے کپڑے پہن کر نماز پڑھی ہے' وہ نماز کو اس کے وقت میں دہرائے' اور فقہاء احناف اور امام شافعی نے کہا ہے کہ ان کے بنائے ہوئے لباس کے پہننے میں کوئی حرج نہیں ہے' خواہ ان کو نہ دھویا

جائے جب تک کہ اس میں نجاست ظاہر نہ ہو مگر امام ابوحنیفہ نے کہا ہے: میں کہتا ہوں کہ مسلمان ان کی بنائی ہوئی شلوار اور تہبند کو بغیر دھوئے ہوئے پہنے تو میرے نزدیک وہ مکروہ ہے اور اسحاق نے کہا: ان کے تمام کپڑوں کو پاک کیا جائے گا اور جبہ شامیہ کی حدیث میں یہ تصریح نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہننے سے پہلے اس کو دھویا تھا یا نہیں' اس لیے اس حدیث میں کسی کے حق میں کوئی دلیل نہیں ہے اور الزہری نے جو پیشاب سے رنگے ہوئے کپڑے کو پہن کر نماز پڑھی تو یہ معلوم ہے کہ انہوں نے اس کپڑے کو دھوئے بغیر اس میں نماز نہیں پڑھی اور مسلمان پر لازم ہے کہ وہ ان کے بُنے ہوئے کپڑے کو دھوئے تا کہ اس کپڑے کی طہارت کا یقین ہو جائے۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۲۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

٣٦٣ - حَدَّثَنَا يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ' عَنِ الْاَعْمَشِ' عَنْ مُسْلِمٍ' عَنْ مَسْرُوْقٍ' عَنْ مُغِيْرَةَ ابْنِ شُعْبَةَ قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَفَرٍ' فَقَالَ يَا مُغِيْرَةُ' خُذِ الْاِدَاوَةَ. فَاَخَذْتُهَا' فَانْطَلَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى تَوَارٰى عَنِّيْ' فَقَضٰى حَاجَتَهٗ' وَعَلَيْهِ جُبَّةٌ شَامِيَّةٌ' فَذَهَبَ لِيُخْرِجَ يَدَهٗ مِنْ كُمِّهَا فَضَاقَتْ' فَاَخْرَجَ يَدَهٗ مِنْ اَسْفَلِهَا' فَصَبَبْتُ عَلَيْهِ' فَتَوَضَّاَ وُضُوْءَهٗ لِلصَّلٰوةِ' وَمَسَحَ عَلٰى خُفَّيْهِ' ثُمَّ صَلّٰى.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابومعاویہ نے حدیث بیان کی از الاعمش از مسلم از مسروق از حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا' میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھا' آپ نے فرمایا: اے مغیرہ! (پانی کا) برتن اٹھا لو میں نے برتن لے لیا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چلے گئے حتیٰ کہ مجھ سے چھپ گئے' پھر آپ نے قضاء حاجت کی اور آپ کے اوپر شامی جُبہ تھا' آپ اس آستین سے اپنا ہاتھ نکالنے لگے' وہ تنگ تھی' پس آپ نے اپنا ہاتھ آستین کے نیچے سے نکال لیا' میں نے آپ کے اوپر پانی ڈالا تو آپ نے نماز کا وضوء کیا اور اپنے موزوں پر مسح کیا' پھر آپ نے نماز پڑھی۔

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۲۰۴ ۶۴' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۸۲ میں گزر چکی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا: ایک شخص اپنے صاحب کو وضوء کرائے' اور یہاں اس کا عنوان ہے: شامی جبہ پہن کر نماز پڑھنا۔

اس حدیث کے اہم فوائد اور مسائل حسب ذیل ہیں:

(۱) سفر میں عالم اور استاذ کی خدمت کرنا اور اگر ضرورت ہو تو آستین کے نیچے سے ہاتھ نکالنا

(۲) تنگ آستین والے جبہ کو پہننے کا جواز

(۳) کفار کے بنائے ہوئے کپڑوں کو پہن کر نماز پڑھنے کا جواز (اس کی تفصیل تعلیقات کی شرح میں گزر چکی ہے۔)

٨ - بَابُ كَرَاهِيَةِ التَّعَرِّيْ فِي الصَّلٰوةِ

نماز میں برہنہ ہونے کی کراہت

یہ باب اس امر کے بیان میں ہے کہ نماز یا غیر نماز میں برہنہ ہونا مکروہ تحریمی ہے۔

٣٦٤ - حَدَّثَنَا مَطَرُ بْنُ الْفَضْلِ قَالَ حَدَّثَنَا رَوْحٌ قَالَ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ بْنُ اِسْحَاقَ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يُحَدِّثُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' كَانَ يَنْقُلُ مَعَهُمْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مطر بن الفضل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں روح نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زکریا بن اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن دینار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں

الْحِجَارَةَ لِلْكَعْبَةِ، وَعَلَيْهِ إِزَارُهُ، فَقَالَ لَهُ الْعَبَّاسُ عَمُّهُ يَا ابْنَ أَخِي، لَوْ حَلَلْتَ إِزَارَكَ، فَجَعَلْتَ عَلَى مَنْكِبَيْكَ دُونَ الْحِجَارَةِ، قَالَ فَحَلَّهُ فَجَعَلَهُ عَلَى مَنْكِبَيْهِ، فَسَقَطَ مَغْشِيًّا عَلَيْهِ، فَمَا رُؤِيَ بَعْدَ ذٰلِكَ عُرْيَانًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. [اطراف الحدیث:۱۵۸۲۔ ۳۸۲۹] (صحیح مسلم: ۳۴۰، الرقم المسلسل: ۷۵۶، مصنف عبد الرزاق: ۱۱۰۳، صحیح ابن حبان: ۱۶۰۳، مسند احمد ج ۳ ص ۲۹۵ طبع قدیم، مسند احمد: ۱۴۱۴۰۔ ج ۲۲ ص ۳۵ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

نے سنا حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما یہ حدیث بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کی تعمیر کے لیے لوگوں کے ساتھ پتھر اٹھا کر لا رہے تھے اور آپ نے تہبند باندھا ہوا تھا' آپ سے آپ کے چچا عباس نے کہا: اے میرے بھتیجے! اگر تم اپنے تہبند کو اتار دو اور اس کو اپنے کندھوں کے اوپر پتھر کے نیچے رکھ دو' حضرت جابر نے کہا: پھر انہوں نے آپ کا تہبند اتار کر آپ کے کندھوں پر رکھ دیا' سو آپ بے ہوش ہو کر گر گئے' اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی برہنہ نہیں دیکھا گیا۔

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں: (۱) مطہر بن الفضل المروزی (۲) روح بن عبادہ القیسی (۳) زکریا بن اسحاق المکی (۴) عمرو بن دینار الجمحی (۵) حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہما' ان سب کا تعارف ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: اس کے بعد آپ کو برہنہ نہیں دیکھا گیا' یہ نبوت سے پہلے اور نبوت کے بعد کے احوال کو شامل ہے اور عام ازیں کہ نماز ہو یا غیر نماز۔

تعمیر کعبہ اور آپ کے تہبند اتارنے کے واقعہ کی تاریخ

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

بعثت سے کافی پہلے کعبہ کی تعمیر ہوئی' اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نابالغ تھے اور آپ کی عمر اس وقت پندرہ سال تھی' اللہ تعالیٰ نے آپ کو رسول بنا کر اپنی مخلوق کی طرف بھیجا اور آپ کو ان تمام چیزوں کا علم دیا جن کو آپ پہلے نہیں جانتے تھے اور آپ پر قرآن نازل کیا جس نے آپ کو اس پر برانگیختہ کیا کہ آپ یہ حکم دیں کہ بیت اللہ میں کوئی برہنہ طواف نہیں کرے گا' اور آپ کے اس حکم نے جاہلیت کی ان عادات کو منسوخ کر دیا کہ وہ ایک دوسرے کی شرم گاہوں کو دیکھتے تھے' اللہ تعالیٰ نے آپ کو پاکیزہ اخلاق اور شریفانہ خصال پر پیدا کیا تھا' کیا تم نے نہیں دیکھا جب آپ کے چچا عباس نے آپ کا تہبند اتارا تو آپ بے ہوش ہو کر گر گئے اور اس کے بعد کسی نے آپ کو برہنہ نہیں دیکھا۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۲۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ ھ)

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کم عمری میں آپ کو قبیح کاموں سے محفوظ رکھا' اور اخلاقِ جاہلیت سے آپ کی حفاظت کی' اس پر پہلے کلام گزر چکا ہے کہ آپ اعلانِ نبوت سے پہلے کفر اور گناہوں سے معصوم تھے' اس حدیث میں یہ مذکور نہیں ہے کہ آپ کی شرم گاہ لوگوں پر منکشف ہو گئی تھی' کیونکہ تہبند اتارتے ہی آپ زمین پر بے ہوش ہو کر گر گئے تھے اور یہ کسی کی آپ پر نظر پڑنے سے پہلے ہوا' اور اس کی تاکید اس سے ہوتی ہے کہ ایک اور حدیث میں مذکور ہے: آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک میری تکریم یہ ہے کہ میں ختنہ کیا ہوا پیدا ہوا اور کوئی شخص میری شرم گاہ پر مطلع نہیں ہوا۔ (تحفۃ المودود فی احکام المولود ص ۱۵۹)

بعض روایات میں مذکور ہے کہ ایک فرشتہ نازل ہوا اور اس نے میرا تہبند باندھ دیا۔

(اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۲ ص ۱۹۱۔ ۱۹۰' دار الوفا' ۱۴۱۹ ھ)

علامہ ابو العباس احمد بن عمر بن ابراہیم القرطبی المتوفی ۶۵۶ ھ لکھتے ہیں:

جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تہبند آپ کے کندھے پر رکھا گیا تو آپ زمین پر گر گئے' اس میں یہ دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے بچپن میں آپ کی حفاظت کی اور اللہ تعالیٰ نے خود آپ کو ادب سکھایا اور کسی اور کو آپ کی تادیب پر مامور نہیں کیا' اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ آپ کی نگرانی کرتا رہا' حتیٰ کہ افعال جاہلیت کو آپ کے نزدیک مکروہ بنا دیا اور آپ کو ان افعال سے محفوظ رکھا' حتیٰ کہ ان میں سے کوئی چیز آپ پر جاری نہیں ہوئی اور یہ سب اللہ تعالیٰ کا آپ پر لطف و کرم تھا اور آپ میں محاسن کو جمع کرنا تھا۔

(المفہم ج ۶ ص ۱۱۸' دار ابن کثیر' بیروت' ۱۴۲۰ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

یہ حدیث مرسل الصحابی ہے کیونکہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ اس قصہ کے وقت موجود نہیں تھے' ہو سکتا ہے انہوں نے اس قصہ کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہو یا کسی اور صحابی سے سنا ہو' جو اس قصہ کے وقت موجود تھے' اور امام طبرانی نے اور ابونعیم نے ''دلائل النبوۃ'' میں از ابن لھیعہ از ابوالزبیر روایت کی ہے' وہ کہتے ہیں: میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا کوئی شخص برہنہ کھڑا ہو سکتا ہے' انہوں نے کہا: مجھے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ خبر دی ہے کہ جب کعبہ منہدم ہو گیا تو اس کی تعمیر نو کے لیے قریش کا ہر خاندان پتھر لا رہا تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عباس کے ساتھ پتھر لا رہے تھے اور انہوں نے اپنے کپڑے اپنے کندھوں کے اوپر رکھے ہوئے تھے اور اس سے پتھر اٹھانے کی طاقت حاصل کر رہے تھے' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پس میرا پیر مڑ گیا اور میں گر پڑا اور میرا کپڑا گر گیا' میں نے عباس سے کہا: میرا کپڑا لائیں' اس کے بعد میں کبھی برہنہ نہیں ہوا ماسوا غسل کرنے کے' لیکن ابن لھیعہ ضعیف راوی ہے' البتہ عبدالعزیز بن سلیمان نے اس کی ابوالزبیر سے متابعت کی ہے' جس کا ابونعیم نے ذکر کیا ہے' پس اگر یہ روایت محفوظ ہے تو فبہا ورنہ اس موقع پر صحابہ میں سے حضرت عباس موجود تھے' جیسا کہ اس باب کی حدیث میں ہے' پس ہو سکتا ہے کہ حضرت جابر نے ان سے اس حدیث کو سنا ہو۔

ابونعیم نے ''المعرفۃ'' میں اور ''دلائل'' میں از سماک بن حرب از عکرمہ از حضرت ابن عباس روایت کیا ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے میرے والد عباس بن عبدالمطلب نے یہ حدیث بیان کی کہ جب قریش نے کعبہ کی تعمیر کی تو دو دو آدمی پتھر اٹھا کر لا رہے تھے' پس میں نے اور میرے بھتیجے نے اپنے اپنے تہبند اپنے کندھوں کے نیچے رکھ لیے اور ہم ان پر پتھر رکھ رہے تھے' پس جب ہم لوگوں کے قریب پہنچتے تو ہم اپنے تہبند باندھ لیتے' پس جس وقت وہ میرے آگے چل رہے تھے تو وہ گر گئے' میں دوڑا تو ان کی نظر آسمان کی طرف تھی' میں نے پوچھا: کیا ہوا؟ تو انہوں نے کہا: مجھے برہنہ چلنے سے منع کیا گیا ہے' حضرت عباس نے کہا: میں نے اس بات کو چھپا لیا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی نبوت کو ظاہر کر دیا' اس حدیث کی سند میں بھی ضعیف راوی ہیں۔

اسی طرح امام ابن اسحاق نے اپنی سیرت میں روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں اپنے ہم عمر لڑکوں کے ساتھ تھا اور ہم نے اپنے اپنے تہبند اپنے کندھوں کے اوپر رکھے ہوئے تھے کیونکہ ہم پتھروں کو اٹھا کر لا رہے تھے کہ اچانک کسی نے زور سے مجھے مکا مارا' پھر کہا: اپنا تہبند باندھ لو' یہ ایک اور قصہ ہے۔ ازرقی نے اس سے دھوکا کھایا ہے اور کہا ہے: جب کعبہ کی تعمیر ہو رہی تھی تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نوعمر لڑکے تھے۔ (میرے نزدیک یہ روایت صحیح نہیں ہے۔ سعیدی غفرلہ)

امام عبدالرزاق اور امام طبرانی نے روایت کیا ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اجیاد سے پتھر اٹھا اٹھا کر لا رہے تھے تو آپ پر ایک چادر تھی' وہ چادر تنگ ہو گئی تو آپ نے اس کو اٹھا کر اپنے کندھے پر رکھ لیا' اس چادر کے چھوٹے ہونے کی وجہ سے آپ کی شرم گاہ ظاہر ہو گئی' پس نداء کی گئی: اے محمد! اپنی شرم گاہ ڈھانپئے' پھر اس کے بعد آپ کو برہنہ نہیں دیکھا گیا' اس واقعہ اور آپ کی بعثت کے درمیان پانچ سال کا عرصہ تھا' اس وقت آپ کی عمر پینتیس سال تھی۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۱۵۱۔ ۱۵۰ ملخصاً' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

الزہری نے کہا ہے کہ جب قریش نے کعبہ کی تعمیر کی تھی' اس وقت نبی ﷺ بالغ نہیں ہوئے تھے' ابن بطال اور ابن التین نے کہا ہے: اس وقت آپ کی عمر پندرہ سال تھی' اور ہشام نے کہا ہے کہ کعبہ کی تعمیر اور آپ کی بعثت میں پانچ سال کا عرصہ تھا' ایک قول یہ ہے کہ کعبہ کی تعمیر اس وقت ہوئی' جب آپ کی عمر چھتیس سال تھی' امام بیہقی نے یہ ذکر کیا ہے کہ کعبہ کی تعمیر اس وقت ہوئی' جب ابھی آپ نے حضرت خدیجہ سے نکاح نہیں کیا تھا' اور مشہور یہ ہے کہ قریش نے کعبہ کی تعمیر اس وقت کی' جب حضرت خدیجہ سے آپ کے نکاح پر دس سال کا عرصہ گزر چکا تھا اور اس وقت آپ کی عمر پینتیس سال تھی اور یہی وہ قول ہے جس کی تصریح امام محمد بن اسحاق نے کی ہے اور موسیٰ بن عقبہ نے کہا ہے کہ کعبہ کی تعمیر بعثت سے پندرہ سال پہلے ہوئی' یعنی اس وقت آپ کی عمر پچیس سال تھی' امام ابن اسحاق کی سیرت میں مذکور ہے کہ نبی ﷺ نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے بچپن میں آپ کو کس طرح محفوظ رکھا' آپ نے بتایا کہ میں قریش کے لڑکوں کے ساتھ پتھر اٹھا اٹھا کر لا رہا تھا' جن سے لڑکے کھیل رہے تھے' ہم سب نے اپنا اپنا تہبند اپنے اپنے کندھے پر رکھا ہوا تھا' ہم اس پر پتھر رکھ رہے تھے' ہم سب برہنہ ہو گئے تھے' میں اسی طرح آگے جا رہا تھا کہ کسی نے مجھے زور سے مکا مارا' پھر کہا: اپنا تہبند باندھو پھر میں نے اپنا تہبند باندھ لیا' پھر میں تہبند باندھے ہوئے اپنے کندھے پر پتھر رکھ کر لا رہا تھا' سہیلی نے کہا ہے: اگر یہ روایت صحیح ہے تو پھر آپ کی برہنگی کا واقعہ دوبار ہوا ہے' آپ کے بچپن میں اور تعمیر کعبہ کے وقت۔ (میرے نزدیک یہ روایت صحیح نہیں ہے۔ سعیدی غفرلہٗ) (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۰۷-۱۰۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

مصنف کے نزدیک آپ کے تہبند اتارنے کے واقعہ کی تحقیق

میں کہتا ہوں کہ کعبہ کی تعمیر کے وقت میں کافی اضطراب ہے' الزہری نے کہا ہے: کعبہ کی تعمیر اس وقت ہوئی تھی' جب آپ بالغ نہیں ہوئے تھے۔ قاضی عیاض اور علامہ قرطبی نے اسی قول کو اختیار کیا ہے اور یہی قرین قیاس ہے کیونکہ کسی نابالغ لڑکے سے تو اس کا چچا شفقت سے یہ کہہ سکتا ہے کہ اپنا تہبند اتار کر اپنے کندھے کے اوپر رکھ لو تاکہ تمہیں پتھر نہ چبھیں اور مشہور قول کے مطابق کعبہ کی تعمیر اس وقت ہوئی تھی' جب آپ کی عمر پینتیس سال تھی اور پینتیس سال کے مرد سے یہ کہنا متصور نہیں ہے کہ آپ اپنا تہبند اتار کر اپنے کندھے کے اوپر رکھ لیں اور نہ ہی اس مرد کا تہبند اتارنا متصور ہو سکتا ہے۔

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں آپ کے تہبند اتارنے کا واقعہ حضرت جابر سے روایت کیا گیا ہے' اگر یہ آپ کے بچپن کا واقعہ ہو تو پھر اس روایت کے صحیح ہونے کی ایک وجہ ہے جیسا کہ امام ابن شہاب زہری' قاضی عیاض اور علامہ قرطبی نے کہا ہے اور اگر کعبہ کی تعمیر اس وقت ہوئی تھی جب آپ کی عمر پینتیس سال تھی' جیسا کہ مشہور قول ہے تو پھر ہمارے نزدیک آپ کے تہبند اتارنے کا واقعہ درایۃً صحیح نہیں ہے۔ ہم نے تبیان القرآن' سورۃ الاعراف: ۲۸ کی تفسیر میں ج ۴ ص ۱۰۴-۱۰۲ میں اس کو تفصیل سے بیان کر دیا ہے۔

اجنبی لوگوں کے سامنے برہنہ ہونے کی ممانعت کے متعلق احادیث

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک بھاری پتھر اٹھایا' جب میں اس کو اٹھا کر چل رہا تھا تو میرا تہبند گر گیا تو مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنا کپڑا اٹھاؤ اور برہنہ نہ چلو۔ (صحیح مسلم: ۳۴۱' سنن ابوداؤد: ۴۰۱۶)

بہز بن حکیم اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ ہم اپنی شرم گاہیں کس کے سامنے ظاہر کریں اور کس سے چھپائیں؟ آپ نے فرمایا: اپنی بیوی اور اپنی باندی کے سوا سب سے اپنی شرم گاہ کی حفاظت کرو' میں نے کہا: جب لوگ ایک دوسرے کے ساتھ مخلوط ہوں؟ آپ نے فرمایا: جب تم اس کی طاقت رکھتے ہو کہ تمہاری شرم

گاہ کو کوئی نہ دیکھے تو کوئی نہ دیکھے میں نے کہا: یارسول اللہ! جب ہم میں سے کوئی شخص اکیلا ہو؟ آپ نے فرمایا: لوگوں کی بہ نسبت اللہ تعالیٰ اس کا زیادہ مستحق ہے کہ اس سے حیاء کی جائے۔ (سنن ابوداؤد: ۴۰۱۷، سنن ترمذی: ۲۷۹۴)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کوئی مرد دوسرے مرد کی برہنگی نہ دیکھے اور کوئی عورت دوسری عورت کی برہنگی نہ دیکھے۔ الحدیث (صحیح مسلم: ۷۴ ۳۳ سنن ابوداؤد: ۴۰۱۸، سنن ترمذی: ۲۷۹۳، سنن ابن ماجہ: ۶۶۱)

شرم گاہ کو چھپانے میں فقہاء کی تصریحات

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

کسی شخص کا اس طرح برہنہ ہونا جائز نہیں ہے کہ دیکھنے والے کو اس کی شرم گاہ نظر آئے اور نہ اس کا برہنہ ہو کر چلنا جائز ہے کہ اس کی شرم گاہ اجنبی لوگوں سے محفوظ نہ ہو اور اس کا خلوت میں بھی برہنہ ہونا جائز نہیں ہے ماسوا اس کے غسل کے وقت یا اس کی بیوی کے سامنے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: جب کوئی شخص اپنی شرم گاہ کو کھولتا ہے تو فرشتہ اس سے اعراض کرتا ہے حضرت ابوموسیٰ اشعری نے کہا: میں اندھیری جگہ بیٹھ کر غسل کرتا ہوں اور اپنے رب سے حیاء کی وجہ سے سیدھا کھڑا نہیں ہوتا لیکن یہ استحباب پر محمول ہے وجوب پر نہیں، توضیح میں مذکور ہے کہ جب ہم نے خلوت میں بھی ستر کو واجب کیا ہے تو آیا دریا اور چشمہ میں بغیر تہبند کے غسل کرنے کے لیے اترنا جائز ہے یا نہیں؟ اس کے جواب میں دو قول ہیں: ایک یہ کہ نہیں دوسرا یہ کہ ہاں کیونکہ دریا اور چشمہ کا پانی شرم گاہ کو چھپانے میں تہبند کے قائم مقام ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۰۷، دارالکتب العربیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

* اس باب کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۶۸۰۔ ج ۱ ص ۱۰۳۳ پر مذکور ہے وہاں اس کی مفصل شرح نہیں کی گئی صرف ایک فائدہ بیان کیا گیا ہے۔

۹ - بَابُ الصَّلٰوةِ فِي الْقَمِيْصِ وَالسَّرَاوِيْلِ وَالتُّبَّانِ وَالْقَبَاءِ

قمیص شلوار جانگیہ اور شیروانی میں نماز پڑھنے کا بیان

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ان کپڑوں میں نماز پڑھنے کا شرعی حکم کیا ہے قمیص شلوار جانگیہ اور شیروانی یا اچکن لباس کے معروف نام ہیں۔

۳۶۵ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَامَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَاَلَهُ عَنِ الصَّلٰوةِ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ؟ فَقَالَ اَوَكُلُّكُمْ يَجِدُ ثَوْبَيْنِ؟ ثُمَّ سَاَلَ رَجُلٌ عُمَرَ فَقَالَ اِذَا وَسَّعَ اللّٰهُ فَاَوْسِعُوْا جَمَعَ رَجُلٌ عَلَيْهِ ثِيَابَهُ صَلّٰى رَجُلٌ فِيْ اِزَارٍ وَرِدَاءٍ فِيْ اِزَارٍ وَقَمِيْصٍ فِيْ اِزَارٍ وَقَبَاءٍ فِيْ سَرَاوِيْلَ وَرِدَاءٍ فِيْ سَرَاوِيْلَ وَقَمِيْصٍ فِيْ سَرَاوِيْلَ وَقَبَاءٍ فِيْ تُبَّانٍ وَقَبَاءٍ فِيْ تُبَّانٍ وَقَمِيْصٍ قَالَ وَاَحْسِبُهُ قَالَ فِيْ تُبَّانٍ وَرِدَاءٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ایوب از محمد از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف کھڑا ہوا اور اس نے ایک کپڑے میں نماز پڑھنے کے متعلق سوال کیا آپ نے فرمایا: کیا تم میں سے ہر شخص کے پاس دو کپڑے ہیں پھر ایک شخص نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سوال کیا تو انہوں نے کہا: جب اللہ تعالیٰ نے تمہیں وسعت دی ہے تو تم وسعت کو اختیار کرو ایک شخص نے اپنے اوپر اپنے کپڑے جمع کیے اور نماز پڑھی اور ایک شخص نے تہبند اور چادر میں نماز پڑھی اور ایک شخص نے تہبند اور قمیص میں نماز پڑھی اور ایک شخص نے

(جامع المسانید لابن الجوزی:۶۲۶۳ مکتبۃ الرشد ۱۴۲۶ھ) شیروانی اور چادر میں نماز پڑھی اور ایک شخص نے شلوار اور قمیص میں نماز پڑھی اور ایک شخص نے شلوار اور شیروانی میں نماز پڑھی اور ایک شخص نے جانگیہ اور قمیص میں نماز پڑھی اور میرا گمان ہے انہوں نے کہا: جانگیہ اور چادر میں نماز پڑھی۔

اس حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ایک کپڑا پہن کر نماز پڑھنا جائز ہے لیکن جب کسی شخص کے پاس زیادہ کپڑے ہوں تو ایک سے زیادہ کپڑوں میں نماز پڑھنا مستحب ہے اس کی تفصیل دیکھنے کے لیے صحیح البخاری: ۳۵۸ کا مطالعہ کیجئے۔

۳٦٦- حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ عَلِيٍّ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِي ذِئْبٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ سَاَلَ رَجُلٌ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا يَلْبَسُ الْمُحْرِمُ؟ فَقَالَ لَا يَلْبَسُ الْقَمِيصَ، وَلَا السَّرَاوِيلَ، وَلَا الْبُرْنُسَ، وَلَا ثَوْبًا مَسَّهُ الزَّعْفَرَانُ، وَلَا وَرْسٌ، فَمَنْ لَمْ يَجِدِ النَّعْلَيْنِ فَلْيَلْبَسِ الْخُفَّيْنِ، وَلْيَقْطَعْهُمَا حَتّٰى يَكُوْنَا اَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ. وَعَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ. (جامع المسانید لابن الجوزی:۳۳۵۰ مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عاصم بن علی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی ذئب نے حدیث بیان کی از الزہری از سالم از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ محرم کیا پہنے؟ آپ نے فرمایا: وہ قمیص نہ پہنے اور شلوار نہ پہنے اور ٹوپی نہ پہنے اور زعفران اور خوشبودار گھاس سے رنگا ہوا کپڑا نہ پہنے اور جس کو جوتے نہ ملیں تو وہ موزے پہن لے اور موزوں کو نیچے سے کاٹ لے حتیٰ کہ وہ ٹخنوں سے نیچے ہو جائیں اور از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس حدیث کی مثل مروی ہے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۳۴ میں کر دی گئی ہے وہاں اس کا عنوان تھا: ''جس نے سائل کے سوال سے زیادہ جوابات دیئے'' اور یہاں متعدد کپڑوں میں نماز پڑھنے کے بیان میں اس حدیث کو ذکر کیا ہے اور اس حدیث میں دونوں باتیں ہیں۔

۱۰- بَابُ مَا يَسْتُرُ مِنَ الْعَوْرَةِ
جس شرم گاہ کو چھپایا جائے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ شرم گاہ کو چھپانا واجب ہے شرم گاہ سے مراد وہ اعضاء ہیں جن کو دکھانے سے انسان کو حیاء آتی ہے اور جن کو ظاہر کرنا عرف میں معیوب سمجھا جاتا ہے۔

۳٦٧- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا لَيْثٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ، عَنْ اَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ اَنَّهُ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ اشْتِمَالِ الصَّمَّاءِ، وَاَنْ يَحْتَبِيَ الرَّجُلُ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ لَيْسَ عَلٰى فَرْجِهِ مِنْهُ شَيْءٌ.

[اطراف الحدیث: ۱۹۹۱-۲۱۴۴-۲۱۴۷-۵۸۲۰-۵۸۲۲-۶۲۸۴]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ از حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشتمال صماء سے اور ایک کپڑے میں بہ طور احتباء بیٹھنے سے منع فرمایا کہ شرم گاہ پر کپڑے کا کوئی حصہ نہ ہو۔

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۲۰۴۲ مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ سنن نسائی: ۵۳۵۵ مسند احمد ج ۳ ص ۶-۴۶)

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں ان سب کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: اس کی شرم گاہ پر کپڑے کا کوئی حصہ نہ ہو۔

صمّاء اور احتباء کا معنی

صمّاء لباس کی اس قسم کو کہتے ہیں کہ مثلاً انسان تہبند باندھے اور آگے سے یا پیچھے سے تہبند اٹھا کر اپنے کندھوں پر رکھ لے' جس سے اس کی اگلی یا پچھلی شرم گاہ کھل جائے۔

اور احتباء لباس کی اس قسم کو کہتے ہیں کہ مثلاً انسان نے صرف تہبند باندھا ہوا ہو اور وہ اپنی مقعد زمین پر ٹکا کر دونوں گھٹنے کھڑے کر کے بیٹھ جائے' اس طرح بیٹھنے میں یہ خطرہ ہے کہ اس کی شرم گاہ کھل جائے گی اور دکھائی دے گی۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۱۲)

۳٦۸ - حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ بْنُ عُقْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعَتَيْنِ عَنِ اللِّمَاسِ وَالنِّبَاذِ، وَأَنْ يَشْتَمِلَ الصَّمَّاءَ، وَأَنْ يَحْتَبِيَ الرَّجُلُ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ. [اطراف الحدیث: ۵۸۴۔ ۵۸۸۔ ۱۹۹۲۔ ۲۱۴۵۔ ۲۱۴۶۔ ۵۸۱۹۔ ۵۸۲۱]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قبیصہ بن عقبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دو قسم کی بیع سے منع کیا: الملماس اور النباذ اور اشتمال الصمّاء سے منع کیا اور ایک کپڑے میں بہ طور احتباء بیٹھنے سے۔

(صحیح مسلم: ۱۵۱۲' سنن ابوداؤد: ۳۳۷۷' سنن ابن ماجہ: ۲۱۷۰۔ ۳۵۵۹' سنن ترمذی: ۱۳۱۰' مسند احمد ج ۲ ص ۳۷۹' جامع المسانید ابن الجوزی: ۴۳۵۰)

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں' ان کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت صمّاء اور احتباء کی ممانعت میں ہے' کیونکہ لباس کی اس قسم سے شرم گاہ کھل جاتی ہے اور باب کا عنوان ہے: شرم گاہ کو چھپانا۔

بیع لماس کا معنی

''لماس'' اور ''ملامسہ'' کا معنی ہے: ایک دوسرے کو چھونا اور اس کی حسب ذیل تین تاویلات ہیں:

(۱) بائع (بیچنے والا) ایک پیکٹ میں خریدار کو کپڑا دے یا اندھیرے میں دے اور اس سے کہے: میں نے اتنے روپے میں تم کو یہ کپڑا فروخت کیا' بہ شرطیکہ تم اس کو چھو کر دیکھ لو اور تمہارا چھونا تمہارے دیکھنے کے قائم مقام ہوگا اور پھر دیکھنے کے بعد تم کو اسے واپس کرنے کا کوئی اختیار نہیں ہوگا۔

(۲) بائع صرف چھونے کو بیع قرار دے کہ جس نے اس چیز کو چھو لیا اس کی بیع ہو گئی اور اسے وہ چیز خریدنی ہوگی۔

(۳) بائع یہ کہے کہ جب تم نے اس چیز کو چھو لیا تو بیع ہو گئی اور پھر تمہارے لیے خیار مجلس نہیں ہوگا۔

''بیع النباذ'' اور ''منابذہ'' کا معنی

''منابذہ'' کا معنی ہے: کسی چیز کو پھینکنا اور اس کی بھی حسب ذیل تاویلات ہیں:

(۱) بائع صرف پھینکنے کو بیع قرار دے اور یہ کہے کہ جب میں نے تمہاری طرف اس چیز کو پھینک دیا تو تمہیں رد کرنے کا اختیار نہیں رہے گا۔

(۲) یا اس سے مراد ہے: کنکری پھینکنا اور اس کی بھی تین تاویلات ہیں:

(۱) بائع یہ کہے کہ میں جس کپڑے یا جس چیز پر کنکری پھینک دوں گا' اس چیز کا خریدنا تم پر واجب ہوگا اور تمہارا اختیار منقطع ہو جائے گا۔

(۲) بائع یہ کہے کہ جب تک میں کنکری پھینکتا ہوں' تمہیں اختیار ہے اور جب میں نے کنکری پھینک دی تو تمہارا اختیار نہیں رہے گا۔

(۳) وہ صرف کنکری پھینکنے کو بیع قرار دے اور کہے کہ میں نے جس چیز پر کنکر پھینک دیا' اس کی اتنے روپے کے عوض بیع ہو گئی۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۱۴۔ ۱۱۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۶۹ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَخِي ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَمِّهِ قَالَ أَخْبَرَنِي حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ بَعَثَنِي أَبُو بَكْرٍ فِي تِلْكَ الْحَجَّةِ، فِي مُؤَذِّنِينَ يَوْمَ النَّحْرِ، نُؤَذِّنُ بِمِنًى أَنْ لَّا يَحُجَّ بَعْدَ الْعَامِ مُشْرِكٌ، وَلَا يَطُوفَ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ. قَالَ حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ثُمَّ أَرْدَفَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِيًّا فَأَمَرَهُ أَنْ يُّؤَذِّنَ بِبَرَاءَةٍ. قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ فَأَذَّنَ مَعَنَا عَلِيٌّ فِي أَهْلِ مِنًى يَوْمَ النَّحْرِ لَا يَحُجُّ بَعْدَ الْعَامِ مُشْرِكٌ، وَلَا يَطُوفُ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ. [اطراف الحدیث: ۱۶۲۲۔ ۳۱۷۷۔ ۴۳۶۳۔ ۴۶۵۵۔ ۴۶۵۶۔ ۴۶۵۷]

(صحیح مسلم: ۱۳۴۷' الرقم المسلسل: ۳۲۲۹' سنن نسائی: ۲۹۵۷' سنن ابوداؤد: ۱۹۴۶' صحیح ابن خزیمہ: ۲۷۰۲)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن شہاب کے بھتیجے نے حدیث بیان کی ازعم خود' انہوں نے کہا: مجھے حمید بن عبد الرحمان بن عوف نے خبر دی کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ نے بیان کیا کہ مجھے حضرت ابوبکر رضی اللہ نے اس حج میں یوم النحر کو اعلان کرنے والوں میں بھیجا کہ ہم منیٰ میں یہ اعلان کریں کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کرے گا اور نہ کوئی بیت اللہ کا برہنہ طواف کرے گا۔ حمید بن عبد الرحمان نے کہا: پھر ان کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کو بھیجا اور ان کو یہ حکم دیا کہ وہ براءت کا اعلان کریں' حضرت ابوہریرہ بیان کرتے ہیں کہ پھر ہمارے ساتھ حضرت علی نے یوم النحر (قربانی کے دن) کو اہل منیٰ میں یہ اعلان کیا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کرے گا اور نہ کوئی بیت اللہ کا برہنہ طواف کرے گا۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) اسحاق بن ابراہیم' صحیح بخاری کے اکثر نسخوں میں صرف اسحاق کا ذکر ہے اور نسبت کا ذکر نہیں ہے' اسی وجہ سے حافظ نے اس میں تردد کیا ہے' بعض نے کہا: یہ اسحاق بن منصور ہے' بعض نے کہا: اسحاق بن ابراہیم ہے' اور مشہور اسحاق بن راھویہ ہے کیونکہ ان میں سے ہر ایک یعقوب بن ابراہیم سے روایت کرتا ہے اور جس نسخہ میں اسحاق بن ابراہیم ہے' وہ زیادہ صحیح ہے (۲) یعقوب بن ابراہیم بن سعد' یہ عبد الرحمان بن عوف کے نواسے ہیں (۳) ابن شہاب کے بھتیجے' وہ محمد بن عبد اللہ الزہری کے بھتیجے ہیں' اور الزہری محمد بن مسلم بن شہاب ہیں (۴) ان کے چچا اور وہ الزہری ہیں (۵) حمید بن عبد الرحمان بن عوف رضی اللہ (۶) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۱۵۔ ۱۱۴)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: ''کوئی شخص بیت اللہ کا برہنہ طواف نہ کرے''۔ یہ جملہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ شرم گاہ کو چھپانا واجب ہے اور یہی باب کا عنوان ہے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ کو کس سال میں حج کا امیر بنایا گیا تھا؟

اس حدیث میں مذکور ہے: ''اس حج میں''۔ اس سے مراد وہ حج ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ کو حج کا امیر بنایا تھا' یہ حجۃ الوداع سے ایک سال پہلے تھا' اور یہ نو ہجری کا سال تھا۔

اعلانِ براءت کا قرآن مجید میں ذکر

اس حدیث میں مذکور ہے: ''اعلان کرنے والوں میں'' وہ جماعت جو قربانی کے دن منٰی میں اعلان کر رہی تھی کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کرے گا' اور کوئی شخص کعبہ کا برہنہ طواف نہیں کرے گا' قرآن مجید میں ہے:

وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ اَنَّ اللّٰهَ بَرِيْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ وَرَسُوْلُهٗ. (التوبہ:۳) اور اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے حج اکبر کے دن اعلان عام ہے کہ اللہ اور اس کا رسول مشرکین سے بیزار ہیں۔

سنن ابوداؤد میں ہے: ''یوم الحج الاکبر'' قربانی کا دن ہے' مشہور یہ ہے کہ ''الحج الاکبر'' حج ہے اور ''حج اصغر'' عمرہ ہے اور بعض روایات سے ثابت ہے کہ جو حج جمعہ کے دن ہو' وہ حج اکبر ہے اور اس حج میں ستر حج کا ثواب ہوتا ہے۔ شرح صحیح مسلم (ج ۳ ص ۶۹۲۔۶۸۸) میں' میں نے اس کی کافی تحقیق کی ہے۔ ۱۹۹۴ء میں جب میں نے حج کیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے مجھے بھی حج اکبر عطا کیا تھا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اعلانِ براءت کے لیے بھیجنے کی حکمت

پھر حضرت ابوبکر کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کو بھیجا' یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت علی کو بھیجا' حضرت ابوبکر کے روانہ ہونے کے بعد سورۂ توبہ کا ابتدائی حصہ نازل ہوا' پس کہا گیا: یارسول اللہ! اگر آپ حضرت ابوبکر کو بھیج دیتے کہ وہ لوگوں کے سامنے حج کے موقع پر مشرکین سے براءت کی آیات پڑھتے' تو آپ نے فرمایا: مشرکین سے براءت کی آیات کو وہی شخص پڑھ سکتا ہے جو میرا قریبی رشتہ دار ہو' پھر آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلا کر فرمایا: تم جاؤ اور قربانی کے دن منٰی میں لوگوں کے سامنے سورۂ توبہ کی ابتدائی آیات پڑھنا جن میں مشرکین سے براءت کا اعلان کیا گیا ہے' پھر حضرت علی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اونٹنی العضباء پر سوار ہوئے' حتیٰ کہ ذوالحلیفہ کے مقام پر حضرت ابوبکر سے مل گئے' حضرت ابوبکر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اونٹنی کی آواز سنی' دیکھا تو وہ حضرت علی تھے' حضرت ابوبکر نے پوچھا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو حج کا امیر بنا دیا ہے؟ حضرت علی نے فرمایا: نہیں! لیکن مجھے اس لیے بھیجا ہے کہ لوگوں کے سامنے اعلانِ براءت میں کروں' حضرت ابوبکر نے پھر پوچھا کہ آپ امیر ہیں یا مامور ہیں؟ حضرت علی نے کہا: بلکہ میں مامور ہوں' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مشرکین سے اعلانِ براءت صرف وہ شخص کر سکتا ہے' جو آپ کے اہل بیت سے ہو۔

بعض روایات میں ہے کہ حضرت ابوبکر واپس گئے اور پوچھا: یارسول اللہ! کیا میرے متعلق کوئی حکم نازل ہوا ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں! لیکن جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام آئے اور انہوں نے کہا: آپ کی طرف سے یا آپ خود معاہدہ فسخ کریں گے یا آپ کا قریبی رشتہ دار' اگر یہ سوال کیا جائے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اعلانِ براءت کرانے میں کیا حکمت تھی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اعلانِ براءت معاہدہ توڑنے کے اعلان کو متضمن ہے اور عرب میں یہ دستور تھا کہ معاہدہ باقی رکھنے یا توڑنے کا اعلان یا تو صاحب معاہدہ خود کرتا تھا یا اس کا قریبی رشتہ دار' اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ چاہا کہ مشرکین کے ساتھ صلح کا جو حدیبیہ میں معاہدہ کیا گیا تھا' اس کو توڑنے کا اعلان آپ کا قریبی رشتہ دار کرے' تاکہ اس میں کسی کو اعتراض کی گنجائش نہ رہے۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کعبہ میں برہنہ طواف کو باطل کر دیا اور اس سے یہ ظاہر ہو گیا کہ شرم گاہ کو چھپانا واجب ہے اور یہی اس باب کا عنوان ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۱۶۔۱۱۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

شرح صحیح مسلم میں حدیث مذکور کی شرح

باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۸۳-۳ ج ۳ ص ۶۷۷ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے عنوان حسب ذیل ہیں:
(۱) معاہدہ حدیبیہ کو توڑنے کا سبب (۲) ۹ھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حج کے التواء کا سبب (۳) حضرت ابوبکر کی امارت کے باوجود حضرت علی سے اعلانِ براءت کرانے کا سبب (۴) حضرت ابوبکر کو احکامِ حج کا امیر بنانے اور حضرت علی سے اعلانِ براءت کرانے میں حکمت (۵) کافر کے مسجد میں داخل ہونے کے بارے میں مالکیہ کا نظریہ (۶) کافر کے مسجد میں داخل ہونے کے بارے میں حنابلہ کا نظریہ (۷) کافر کے مسجد میں داخل ہونے کے بارے میں شوافع کا نظریہ (۸) کافر کے مسجد میں داخل ہونے کے بارے میں احناف کا نظریہ (۹) مؤقف احناف پر احادیث سے دلائل (۱۰) ائمہ ثلاثہ کی دلیل کے جوابات (۱۱) یوم حج اکبر کی تعیین میں مختلف اقوال (۱۲) یوم حج اکبر کے متعلق احادیث (۱۳) جس سال یوم عرفہ جمعہ کے دن ہوا اس سال حج اکبر ہونے کی تحقیق (۱۴) حج اکبر کے متعلق مختلف روایات میں تطبیق (۱۵) جس سال یوم عرفہ جمعہ کے دن ہوا اس سال حج اکبر ہونے کے ثبوت میں روایات (۱۶) جس سال یوم عرفہ جمعہ کے دن ہوا اس سال حج اکبر ہونے کا ثبوت از روئے درایت۔

* یہ بحث شرح صحیح مسلم میں ص ۶۷۷ سے ۶۹۲ تک پھیلی ہوئی ہے۔

۱۱ - بَابُ الصَّلٰوةِ بِغَيْرِ رِدَاءٍ
بغیر چادر کے نماز پڑھنا

۳۷۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ اَبِي الْمَوَالِيْ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰى جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، وَهُوَ يُصَلِّيْ فِيْ ثَوْبٍ مُلْتَحِفًا بِهٖ، وَرِدَاؤُهُ مَوْضُوْعٌ، فَلَمَّا انْصَرَفَ قُلْنَا يَا اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ، تُصَلِّيْ وَرِدَاؤُكَ مَوْضُوْعٌ؟ قَالَ نَعَمْ اَحْبَبْتُ اَنْ يَرَانِي الْجُهَّالُ مِثْلُكُمْ، رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ هٰكَذَا.

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۸۶۸، مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد العزیز بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی الموالی نے حدیث بیان کی از محمد بن المنکدر' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے پاس گیا' اس وقت وہ ایک کپڑے کو اپنے گرد لپیٹ کر نماز پڑھ رہے تھے اور ان کی چادر رکھی ہوئی تھی' جب وہ نماز سے فارغ ہو گئے تو ہم نے کہا: اے ابو عبد اللہ! آپ نماز پڑھ رہے ہیں اور آپ کی چادر رکھی ہوئی ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! میں نے یہ پسند کیا کہ تم ایسے جاہل مجھ کو دیکھ لیں' میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اسی طرح نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۵۲ میں کر دی گئی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا: ''نماز میں تہبند کو گدی پر باندھنا'' اور یہاں اس کا عنوان ہے: ''بغیر چادر کے نماز پڑھنا'' اور یہ دونوں امر اس حدیث میں موجود ہیں۔

۱۲ - بَابُ مَا يُذْكَرُ فِي الْفَخِذِ
ران کے متعلق جو احادیث ذکر کی جاتی ہیں

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ آیا ران شرم گاہ ہے یا نہیں؟ اور اس باب کی ابواب سابقہ سے یہ مناسبت ہے کہ سابقہ ابواب میں نماز میں کندھوں پر کپڑا باندھنے کا ذکر تھا اور اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ آیا ران کو کپڑے سے ڈھانپنا چاہیے یا نہیں۔ اس کے بعد امام بخاری نے یہ تعلیق ذکر کی ہے:

قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ وَيُرْوٰى عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، وَجَرْهَدٍ، وَمُحَمَّدِ بْنِ جَحْشٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ

امام ابو عبد اللہ نے کہا از حضرت ابن عباس و حضرت جرھد و حضرت محمد بن جحش رضی اللہ عنہم از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روایت کی گئی ہے کہ ران

عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلْفَخِذُ عَوْرَةٌ. شرم گاہ ہے۔

تعلیقات مذکورہ ذیل سے امام بخاری کا یہ ثابت کرنا کہ ران شرم گاہ ہے

اس تعلیق کی اصل یہ احادیث ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ران شرم گاہ ہے۔ (سنن ترمذی:۲۷۹۶'مسند احمد ج۱ص۲۷۵)

حضرت جرھد بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں جرھد کے پاس سے گزرے'اس وقت حضرت جرھد کی ران کھلی ہوئی تھی' تو آپ نے فرمایا: ران شرم گاہ ہے۔ (سنن ترمذی:۲۷۹۵'مسند احمد ج۳ص۴۷۸)

عبداللہ بن جرھد اسلمی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ران شرم گاہ ہے۔ (سنن ترمذی:۲۷۹۷)

امام ترمذی نے کہا: اس باب میں عبداللہ بن جحش سے بھی روایت کی گئی ہے (وہ حسب ذیل ہے:)

حضرت محمد بن جحش رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھا' آپ کا معمر پر گزر ہوا'اس وقت ان کی رانیں کھلی ہوئی تھیں' تو آپ نے فرمایا: اے معمر! اپنی رانوں کو ڈھکو کیونکہ ران شرم گاہ ہے۔

(المعجم الکبیر:۵۵۵۔ ۵۵۴۔ ۵۵۳۔ ۵۵۲۔ ۵۵۱۔ ج۱۹ص۲۴۶'داراحیاء التراث العربی بیروت)

تعلیقات مذکورہ ذیل سے یہ ثابت کرنا کہ ران شرم گاہ نہیں ہے

وَقَالَ اَنَسٌ حَسَرَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنْ فَخِذِهٖ. اور امام بخاری نے کہا: حضرت انس بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ران سے کپڑا ہٹایا۔

اس تعلیق کو خود امام بخاری حدیث:۳۷۱ میں سند موصول سے روایت کررہے ہیں۔

وَحَدِیْثُ اَنَسٍ اَسْنَدُ، وَحَدِیْثُ جَرْهَدٍ اَحْوَطُ حَتّٰی نَخْرُجَ مِنِ اخْتِلَافِهِمْ. حضرت انس کی حدیث کی سند زیادہ قوی ہے اور حضرت جرھد کی حدیث میں احتیاط ہے' حتیٰ کہ ہم ان کے اختلاف سے نکل جائیں۔

امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ ران کے شرم گاہ ہونے یا نہ ہونے میں اختلاف ہے اور احتیاط اس میں ہے کہ ران کو شرم گاہ قرار دیا جائے۔

وَقَالَ اَبُوْ مُوْسٰی غَطَّی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رُكْبَتَیْهِ حِیْنَ دَخَلَ عُثْمَانُ. اور حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا: جب حضرت عثمان داخل ہوئے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے گھٹنوں کو ڈھانپ لیا۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے حجرے میں لیٹے ہوئے تھے' آپ نے اپنی رانوں یا پنڈلیوں کو کھولا ہوا تھا' پس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اجازت طلب کی تو آپ نے ان کو اجازت دے دی' اور آپ اسی حالت میں تھے' پس ان سے باتیں کرتے رہے' پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اجازت طلب کی' آپ نے ان کو اجازت دے دی اور آپ اسی حالت میں تھے' پس ان سے باتیں کرتے رہے' پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اجازت طلب کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اٹھ کر بیٹھ گئے اور اپنے کپڑے درست کر لیے' پھر حضرت عثمان داخل ہوئے' پس آپ نے ان سے باتیں کیں' جب وہ چلے گئے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: حضرت ابوبکر آئے تو آپ نے ان کی کوئی پرواہ نہیں کی' پھر حضرت عمر آئے تو آپ نے ان کی کوئی پرواہ نہیں کی اور کوئی اہتمام نہیں کیا' پھر جب

حضرت عثمان آئے تو آپ اٹھ کر بیٹھ گئے اور آپ نے اپنے کپڑے درست کر لیے؟ آپ نے فرمایا: میں اس شخص سے حیاء کیوں نہ کروں جس سے فرشتے (بھی) حیاء کرتے ہیں۔ (صحیح مسلم: ۲۴۰۱ الرقم المسلسل: ۶۰۹۲)

حضرت ابوموسیٰ کی حدیث میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گھٹنوں کو کھولا ہوا تھا اور حضرت عثمان کے آنے پر گھٹنوں کو ڈھانپ لیا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے: آپ نے رانوں کو کھولا ہوا تھا اور حضرت عثمان کے آنے پر ان کو ڈھانپ لیا' ان تعلیقوں سے امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ رانوں کے شرم گاہ ہونے یا نہ ہونے میں احادیث مختلف ہیں اور حضرت جرھد رضی اللہ عنہ کی حدیث پر عمل کرنے میں احتیاط ہے۔

جب ران شرم گاہ نہیں ہے تو پھر حضرت جرھد کی حدیث میں اس کو شرم گاہ کہنے کی توجیہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

مہلب نے کہا ہے کہ امام بخاری نے اس حدیث سے اس پر استدلال کیا ہے کہ ران شرم گاہ نہیں ہے' ورنہ حضرت ابوبکر اور عمر کے آنے پر ران کو کھلا نہ رکھتے' اس سے معلوم ہوا کہ ران کا شرم گاہ ہونا اس قدر قوی نہیں ہے جتنا کسی چیز کے شرم گاہ ہونے کے لیے قوی الثبوت ہونا چاہیے' اس کے باوجود ران کو ڈھانپنے کا حکم دیا جاتا ہے۔

علامہ ابن بطال فرماتے ہیں: ران کو ڈھانپنے کا اس لیے حکم دیا جاتا ہے کہ ران کا کھلا ہونا کہیں اصل شرم گاہ کے کھلے ہونے کا ذریعہ نہ بن جائے' اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ران شرم گاہ ہے' چونکہ ران شرم گاہ کے قریب اور اس کے جوار میں ہے' اس لیے اس کو بھی شرم گاہ فرمایا' اس لیے اس پر اجماع ہے کہ جس نے اس طرح نماز پڑھی کہ اس کا آلہ اور اس کی مقعد کھلی ہوئی تھی تو اس پر اس نماز کا اعادہ واجب ہے اور جس نے اس حال میں نماز پڑھی کہ اس کی ران کھلی ہوئی تھی تو اس نماز کا اعادہ کرنے میں اختلاف ہے۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ جب ران کا شرم گاہ ہونا قطعی اور حتمی نہیں ہے تو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عثمان کے آنے پر اپنی رانوں کو کیوں ڈھانپ لیا؟ اس کا جواب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود دیا ہے کہ میں اس سے حیاء کیوں نہ کروں جس سے آسمان کے فرشتے بھی حیاء کرتے ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اصحاب میں سے ہر ایک کی خصوصی فضیلت بیان فرماتے تھے' اگرچہ نفس حیاء تمام اصحاب میں تھی' لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ میں حیاء کا عنصر بہت غالب تھا۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۳۶۔۳۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

حضرت ابوموسیٰ کی تعلیق میں گھٹنے کا ذکر ہے' گھٹنا شرم گاہ نہیں ہے اور حضرت عثمان کے آنے پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گھٹنے کو ڈھانپنا بہ طور استحباب تھا اور ران کے ادب اور احترام کی وجہ سے تھا۔ اس کے بعد امام بخاری نے اس باب کی آخری تعلیق ذکر کی:

وَقَالَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفَخِذُهٗ عَلٰى فَخِذِيْ ' فَثَقُلَتْ عَلَيَّ ' حَتّٰى خِفْتُ اَنْ تَرُضَّ فَخِذِيْ.

اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قرآن نازل کیا اور آپ کی ران میری ران کے اوپر تھی' وہ مجھ پر اتنی وزنی اور بھاری ہوگئی کہ مجھے خطرہ تھا کہ میری ران ٹوٹ جائے گی۔

امام بخاری نے اس تعلیق کو النساء: ۹۵ کی تفسیر میں موصولاً روایت کیا ہے۔

(صحیح البخاری: ۴۵۹۲' سنن ترمذی: ۳۰۳۳' سنن نسائی: ۳۰۹۷' مسند احمد ج ۵ ص ۱۸۴)

تعلیق مذکور کو امام بخاری کا بے مقصد وارد کرنا

یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ ران شرم گاہ ہے اور نہ اس پر دلالت کرتی ہے کہ ران شرم گاہ نہیں ہے' اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اور حضرت زید بن ثابت دونوں کی رانوں پر کپڑا نہ ہوتا اور دونوں کی رانیں برہنہ ہوتیں اور آپ کی ران حضرت زید بن ثابت کی ران پر ہوتی' پھر اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا کہ ران شرم گاہ نہیں ہے' لیکن اس حدیث میں اس طرح مذکور نہیں ہے' پھر امام بخاری نے اس تعلیق کو کس مقصد سے ذکر کیا ہے' یہ واضح نہیں ہے۔

علامہ اسماعیلی کا امام بخاری پر اعتراض اور حافظ ابن حجر کا جواب

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ اسماعیلی نے اس تعلیق پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اس حدیث سے امام بخاری نے اس پر استدلال کیا ہے کہ ران شرم گاہ نہیں ہے اور یہ اس وقت ثابت ہوتا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ران اور حضرت زید بن ثابت کی ران کے درمیان کپڑا حائل نہ ہوتا اور اس حدیث میں اس طرح مذکور نہیں ہے' بلکہ معروف یہ ہے کہ دونوں کی رانوں پر کپڑا تھا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی اس اعتراض کے جواب میں لکھتے ہیں: ظاہر یہ ہے کہ امام بخاری نے اصل سے استدلال کیا ہے۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۴۴ دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

حافظ ابن حجر کے جواب پر مصنف کا تبصرہ

میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر کا یہ جواب بالکل درست نہیں ہے' حافظ ابن حجر نے جو یہ کہا ہے کہ امام بخاری نے اصل سے استدلال کیا ہے' کیا اس سے ان کی یہ مراد ہے کہ اصل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ دونوں کی رانیں برہنہ تھیں' العیاذ باللہ' تب ہی یہ ثابت ہوگا کہ ران شرم گاہ نہیں ہے اور یہ معنی بداھۃً باطل ہے اور اگر اصل سے یہ مراد ہے کہ دونوں کی رانوں پر کپڑا تھا تو اس سے امام بخاری کا مقصود ثابت نہیں ہوتا کہ ران شرم گاہ نہیں ہے اور علامہ اسماعیلی کا اعتراض لوٹ آتا ہے' سو حافظ ابن حجر کا امام بخاری کی طرف سے جواب نہ بن سکا۔

۳۷۱ - حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عُلَيَّةَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ صُهَيْبٍ، عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَزَا خَيْبَرَ، فَصَلَّيْنَا عِنْدَهَا صَلٰوةَ الْغَدَاةِ بِغَلَسٍ، فَرَكِبَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَرَكِبَ أَبُو طَلْحَةَ، وَأَنَا رَدِيفُ أَبِي طَلْحَةَ، فَأَجْرٰى نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي زُقَاقِ خَيْبَرَ، وَإِنَّ رُكْبَتِي لَتَمَسُّ فَخِذَ نَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ حَسَرَ الْإِزَارَ عَنْ فَخِذِهِ، حَتّٰى إِنِّي أَنْظُرُ إِلٰى بَيَاضِ فَخِذِ نَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا دَخَلَ الْقَرْيَةَ قَالَ اَللّٰهُ أَكْبَرُ، خَرِبَتْ خَيْبَرُ، إِنَّا إِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِينَ. قَالَهَا ثَلَاثًا، قَالَ وَخَرَجَ الْقَوْمُ إِلٰى أَعْمَالِهِمْ، فَقَالُوا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن علیہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد العزیز بن صہیب نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر میں جہاد کیا' ہم نے خیبر کے پاس منہ اندھیرے صبح کی نماز پڑھی' پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہوئے' اور حضرت ابوطلحہ سوار ہوئے' اور میں حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے پیچھے سواری پر بیٹھا ہوا تھا' پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کی گلیوں میں گھوڑے کو دوڑایا' اور بے شک میرا گھٹنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ران کو چھو رہا تھا' پھر آپ نے اپنی ران سے تہبند ہٹایا حتیٰ کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ران کی سفیدی کو دیکھ رہا تھا' پس جب آپ بستی میں داخل ہوئے تو آپ نے فرمایا: اللہ اکبر! خیبر ویران ہوگیا' بے شک ہم جن لوگوں کی بستی میں پہنچتے ہیں تو ان لوگوں کی صبح کیسی بُری ہوتی ہے جن کو ڈرایا گیا ہے' آپ نے یہ کلمات تین

مُحَمَّدٌ. قَالَ عَبْدُ الْعَزِيْزِ وَقَالَ بَعْضُ أَصْحَابِنَا وَالْخَمِيْسُ يَعْنِي الْجَيْشَ. قَالَ فَأَصَبْنَاهَا عَنْوَةً، فَجُمِعَ السَّبْيُ، فَجَاءَ دِحْيَةُ، فَقَالَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ، أَعْطِنِي جَارِيَةً مِّنَ السَّبْيِ، قَالَ اذْهَبْ فَخُذْ جَارِيَةً. فَأَخَذَ صَفِيَّةَ بِنْتَ حُيَيٍّ، فَجَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ، أَعْطَيْتَ دِحْيَةَ صَفِيَّةَ بِنْتَ حُيَيٍّ، سَيِّدَةَ قُرَيْظَةَ وَالنَّضِيْرِ؟ لَا تَصْلُحُ إِلَّا لَكَ. قَالَ ادْعُوْهُ بِهَا. فَجَاءَ بِهَا فَلَمَّا نَظَرَ إِلَيْهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خُذْ جَارِيَةً مِّنَ السَّبْيِ غَيْرَهَا. قَالَ فَأَعْتَقَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَزَوَّجَهَا. فَقَالَ لَهُ ثَابِتٌ يَا أَبَا حَمْزَةَ، مَا أَصْدَقَهَا؟ قَالَ نَفْسَهَا، أَعْتَقَهَا وَتَزَوَّجَهَا، حَتّٰى إِذَا كَانَ بِالطَّرِيْقِ، جَهَّزَتْهَا لَهُ أُمُّ سُلَيْمٍ، فَأَهْدَتْهَا لَهُ مِنَ اللَّيْلِ، فَأَصْبَحَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَرُوْسًا، فَقَالَ مَنْ كَانَ عِنْدَهُ شَيْءٌ فَلْيَجِئْ بِهِ. وَبَسَطَ نِطَعًا، فَجَعَلَ الرَّجُلُ يَجِيْءُ بِالتَّمْرِ، وَجَعَلَ الرَّجُلُ يَجِيْءُ بِالسَّمْنِ، قَالَ وَأَحْسِبُهُ قَدْ ذَكَرَ السَّوِيْقَ، قَالَ فَحَاسُوْا حَيْسًا، فَكَانَتْ وَلِيْمَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

مرتبہ فرمائے، خیبر کے لوگ اپنے کام کے لیے نکلے تو انہوں نے کہا: محمد (راوی) عبد العزیز نے بیان کیا اور ہمارے بعض اصحاب نے کہا اور خمیس یعنی لشکر، پھر ہم نے جنگ سے خیبر کو فتح کر لیا، پھر قیدیوں کو جمع کیا گیا، پس حضرت دحیہ آئے اور کہا: یا رسول اللہ! مجھے قیدیوں میں سے ایک باندی دے دیں، آپ نے فرمایا: جاؤ! ایک باندی لے لو، انہوں نے صفیہ بنت حیی کو لے لیا، ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر کہا: یا نبی اللہ! آپ نے حضرت دحیہ کو صفیہ بنت حیی عطا کر دی، جو بنو قریظہ اور بنو نضیر کی سردار ہے، وہ صرف آپ کے لائق ہے، آپ نے فرمایا: دحیہ کو اس کے ساتھ بلاؤ، حضرت دحیہ اس کے ساتھ آئے، پس جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف دیکھا تو آپ نے فرمایا: تم اس کے سوا قیدیوں میں سے کوئی اور باندی لے لو، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو آزاد کر کے ان سے نکاح کر لیا، حضرت انس سے ثابت نے کہا: اے ابوحمزہ! آپ نے حضرت صفیہ کا مہر کیا تھا؟ انہوں نے کہا: وہ خود تھیں، آپ نے ان کو آزاد کر کے ان سے نکاح کر لیا (ان کے آزاد کرنے کو ان کا مہر قرار دیا) حتیٰ کہ جب آپ راستے میں تھے تو حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے ان کو تیار کیا (دلہن بنایا) پھر رات کو انہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بہ طور دولہا کے صبح کی، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کے پاس (کھانے کی) کوئی چیز ہے وہ لے کر آئے اور چمڑے کا دستر خوان بچھا دیا، پھر کوئی شخص کھجوریں لے کر آیا اور کوئی شخص گھی لے کر آیا اور میرا گمان ہے ستو کا ذکر کیا، پھر انہوں نے حیس (ایک قسم کا حلوہ) بنا لیا اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ولیمہ تھا۔

[اطراف الحدیث: ٦١٠ـ٩٤٧ـ٢٢٣٥ـ٢٢٢٨ـ٢٨٨٩ـ٢٨٩٣ـ٢٩٤٣ـ٢٩٤٤ـ٢٩٤٥ـ٢٩٩١ـ٣٠٨٥ـ٣٠٨٦ـ٣٣٦٧ـ٣٦٤٧ـ٤٠٨٣ـ٤٠٨٤ـ٤١٩٧ـ٤١٩٨ـ٤٢٠٠ـ٤٢٠١ـ٤٢١١ـ٤٢١٢ـ٥١٥٩ـ٥١٦٩ـ٥٣٨٧ـ٥٤٢٥ـ٦٣٦٣ـ٦٣٦٩] (صحیح مسلم: ١٨٠٢، الرقم المسلسل: ٣٤٢٥، سنن نسائی: ٣٣٨٠، سنن ابوداؤد: ٢٩٩٨، السنن الکبریٰ للنسائی: ٦٥٩٩، صحیح ابن خزیمہ: ١٥٠٣، مسند ابوداؤد الطیالسی: ٢١٢٧، صحیح ابن حبان: ٦٥٢١، مسند احمد ج ٣ ص ١٠٢ طبع قدیم، مسند احمد: ١١٩٩٢ـ ج ١٩ ص ٥٠، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید لابن الجوزی: ٣٠٣، مکتبۃ الرشد ریاض ١٤٢٦ھ)

حدیث مذکور کے چار رجال ہیں: (١) یعقوب بن ابراہیم الدورقی (٢) اسماعیل بن علیہ (٣) عبد العزیز بن صہیب البنانی البصری الاعمٰی (٤) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: پھر آپ نے اپنی ران سے تہبند ہٹایا' حتیٰ کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ران کی سفیدی دیکھی۔

خیبر کا معنی اور اس کا محل وقوع

اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر میں جہاد کیا' یعنی آپ نے اس شہر میں جہاد کیا جس کا نام خیبر ہے' یہود کی لغت میں خیبر کا معنی ہے: قلعہ' سب سے پہلے بنی اسرائیل کا جو شخص اس قلعہ میں رہا تھا' اس کا نام خیبر تھا' اسی کے نام پر اس قلعہ کا نام خیبر رکھ دیا گیا' یہ شہر مدینہ منورہ سے شمال مشرق میں چھ مرحلہ کی مسافت پر ہے' یہاں پر کھجور کے باغات بہ کثرت ہیں' اسلام کی ابتداء میں یہاں بنو قریظہ اور بنو نضیر رہتے تھے' امام ابن سعد نے کہا: غزوۂ خیبر جمادی الاولیٰ ۷ ھ میں ہوا تھا' امام ابن اسحاق نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حدیبیہ سے لوٹنے کے بعد ذوالحجہ' محرم اور باقی عرصہ مدینہ میں رہے' پھر خیبر کے لیے روانہ ہوئے اور ۶ ھ میں ایک ماہ اور چند ایام باقی رہتے تھے۔ مشہور قول امام ابن سعد کا ہے۔

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا تذکرہ

اس حدیث میں حضرت ابوطلحہ کے سوار ہونے کا ذکر ہے' حضرت ابوطلحہ کا نام زید بن سہل انصاری ہے' یہ عقبہ میں اور تمام مشاہد میں حاضر رہے ہیں' یہ نقباء میں سے ایک ہیں' ان سے ۹۲ احادیث مروی ہیں' امام بخاری نے ان کی تین حدیثوں کو روایت کیا ہے' یہ مدینہ میں یا شام میں ۳۲ ھ یا ۳۴ ھ میں فوت ہو گئے تھے' حضرت انس رضی اللہ عنہ ان کے لے پالک تھے۔

آیا آپ نے اپنی ران سے تہبند قصداً ہٹایا تھا یا سہواً؟

اس حدیث میں مذکور ہے کہ پھر آپ نے اپنی ران سے تہبند ہٹایا' حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس جملہ کی شرح میں لکھا ہے: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قصداً اپنا تہبند ران سے نہیں ہٹایا تھا' جس سے یہ استدلال ہو کہ ران شرم گاہ نہیں ہے کیونکہ اگر ران شرم گاہ ہوتی تو آپ اس کی برہنگی پر برقرار نہ رہتے' کیونکہ آپ اس سے معصوم ہیں' اگر یہ فرض کیا جائے کہ ران شرم گاہ نہیں ہے' پھر بھی مختار اس کو ڈھانپنا ہے اور یہ ہوسکتا ہے کہ آپ نے بیان جواز کے لیے غیر مختار پر عمل کیا ہو' لیکن اس پر یہ اعتراض ہے کہ پھر آپ پر لازم تھا کہ آپ بیان کر دیتے کہ یہ سہواً ہوا ہے' جیسے جب آپ سے نماز میں سہو ہوا تو آپ نے بعد میں بیان فرما دیا کہ میں نماز میں بھول گیا تھا اور حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ اس کیفیت پر برقرار رہے تھے' کیونکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: میں آپ کی ران کی سفیدی دیکھ رہا تھا۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۳۶' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ ھ)

علامہ بدر الدین عینی نے اس کی شرح میں لکھا ہے: جب حضرت انس رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ران کھلی ہوئی دیکھی تو انہوں نے یہ گمان کیا کہ آپ نے ران خود کھولی ہے' اس لیے انہوں نے کہا: آپ نے ران سے کپڑا ہٹایا حالانکہ واقع میں اس طرح نہیں تھا' رش کی وجہ سے یا گھوڑا دوڑانے کی وجہ سے آپ کی ران سے کپڑا ہٹ گیا تھا' اور آپ کے حال کریم کے یہی مناسب ہے کہ آپ نے قصداً ران سے کپڑا نہیں ہٹایا تھا جب کہ آپ فرما چکے ہیں کہ ران شرم گاہ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۲۵)

درج ذیل جملہ آیا آپ کی دعا تھی یا نیک شگون؟

اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے فرمایا: بے شک ہم جن لوگوں کی بستی میں پہنچتے ہیں تو ان لوگوں کی صبح کیسی خراب ہوتی ہے' جن کو ڈرایا گیا ہے۔

یہ یہودیوں کے خلاف نبی ﷺ کا دعائیہ جملہ ہے یا آپ نے نیک شگون کے طور پر ایسا فرمایا یا آپ نے یہودیوں کی شکست کی پیشگی خبر دی ہے۔

اس اعتراض کا جواب کہ آپ نے مالِ غنیمت کی تقسیم سے پہلے حضرت دحیہ کو باندی کیسے عطا کی؟

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت دحیہ رضی اللہ سے فرمایا: جاؤ! کوئی باندی لے لو۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ مالِ غنیمت کی تقسیم سے پہلے نبی ﷺ کے لیے حضرت دحیہ کو باندی عطا کرنا کیسے جائز ہو گیا۔

اس اعتراض کے حسب ذیل جوابات ہیں:

(۱) نبی ﷺ نے حضرت دحیہ کو اس لیے اجازت دی تھی کہ بعد میں آپ کے حصہ کا جو خمس ہو گا' اس میں سے اس باندی کو محسوب کر لیا جائے گا۔

(۲) نبی ﷺ نے حضرت دحیہ کو حضرت صفیہ کے بدلے میں سات نفوس عطا کیے تھے اور انہوں نے خوشی سے حضرت صفیہ کو واپس کیا تھا' اس لیے اس میں کراہت کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

(۳) یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ نے حضرت دحیہ کو اس لیے اجازت دی ہو کہ بعد میں اس باندی کی قیمت لگا کر اس قیمت کو حضرت دحیہ کے حصہ سے وضع کر لیا جائے۔

(۴) اگر چہ بہ ظاہر تقسیم سے پہلے اس مالِ غنیمت میں تمام مسلمانوں کا حق تھا' لیکن حقیقت میں نبی ﷺ تمام مسلمانوں کی جانوں اور مالوں پر خود ان مسلمانوں سے زیادہ تصرف کرنے کے مالک ہیں' قرآن مجید میں ہے:

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ .(الاحزاب:۶) نبی مؤمنین کی جانوں پر تصرف کرنے کے زیادہ مستحق ہیں۔

حضرت صفیہ بنت حیی ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کا تذکرہ

ان کا پورا نام ہے: صفیہ بنت حیی بن اخطب بن سعیہ' یہ حضرت ہارون علیہ السلام کی بیٹیوں میں سے ہیں' ان کی والدہ کا نام برہ بنت سموئل ہے' الواقدی نے کہا ہے: یہ حضرت معاویہ کی خلافت میں ۵۰ ھ میں فوت ہو گئی تھیں اور ان کو البقیع میں دفن کیا گیا تھا' پہلے کنانہ بن ابی الحقیق کے نکاح میں تھیں' جو جنگ خیبر میں قتل کر دیا گیا تھا۔

صحیح مسلم: ۱۳۶۵' کی ایک روایت میں ہے: نبی ﷺ نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو حضرت دحیہ سے سات باندیوں کے عوض خرید لیا تھا' لیکن اس پر خریدنے کا اطلاق مجازاً ہے' نبی ﷺ نے ان کی تکریم اور ان کی فضیلت ظاہر کرنے کے لیے ان کے بدلہ میں ان کو سات باندیاں یا سات غلام عطا کیے تھے اور آپ نے ان کو اس لیے لیا تھا کہ وہ خاندانِ نبوت سے تھیں کیونکہ آپ نے فرمایا تھا: وہ میرے بھائی حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کی اولاد میں سے ہیں اور ایک سردار کی صاحب زادی ہیں' علاوہ ازیں وہ بہت حسین و جمیل تھیں' جو ان سے کثرتِ نکاح کی خواہش کا باعث تھا' تاکہ ان سے جو اولاد ہو' وہ بھی حسین و جمیل ہو' سو ان وجوہ سے نبی ﷺ نے ان سے نکاح کیا تھا نہ کہ شہوتِ نفسانیہ کی وجہ سے کیونکہ نبی ﷺ اس سے معصوم ہیں۔

اس اعتراض کا جواب کہ نبی ﷺ نے حضرت دحیہ کو حضرت صفیہ ہبہ کر کے واپس لے لیں حالانکہ کسی کو کوئی چیز ہبہ کر کے واپس لینا مکروہ ہے

اس اعتراض کے حسب ذیل جوابات ہیں:

(۱) نبی ﷺ نے حضرت دحیہ کو خصوصیت کے ساتھ حضرت صفیہ ہبہ نہیں کی تھیں' بلکہ آپ کا مطلب یہ تھا کہ باندیوں میں سے کوئی

باندی لے لو آپ کا یہ مطلب نہیں تھا کہ ان باندیوں میں سے جو سب سے اعلیٰ اور افضل باندی ہو اس کو لے لو۔

(۲) اگر ہبہ برقرار رکھنے میں خطرہ ہو تو اس ہبہ سے رجوع کرنا بلا کراہت جائز ہے اور یہاں ایسا ہی تھا کیونکہ مسلمانوں کو یہ گوارا نہیں تھا کہ حضرت دحیہ کے پاس حضرت صفیہ رہیں' جو صرف نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شایانِ شان تھیں۔

(۳) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' حضرت دحیہ کے بہ منزلہ والد ہیں اور والد اپنی اولاد کو ہبہ کر کے بلا کراہت واپس لے سکتا ہے۔

(۴) جس کو ہبہ کیا ہے اس کی رضا سے ہبہ کی ہوئی چیز واپس لی جائے تو پھر کوئی کراہت نہیں ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت دحیہ کی رضا سے حضرت صفیہ کو واپس لیا تھا۔

(۵) جس کو ہبہ کیا گیا ہے' اگر اس کو ہبہ کی ہوئی چیز کا کوئی عوض یا بدلہ دے دیا جائے تو پھر اس سے ہبہ شدہ چیز کو واپس لینے میں کوئی کراہت نہیں ہے اور علامہ واقدی نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت دحیہ کو کنانہ بن ربیع بن ابی الحقیق کی بہن عطا کر دی تھی اور انہوں نے خوش دلی سے حضرت صفیہ کو واپس کر دیا تھا۔

(۶) قاضی عیاض نے کہا ہے کہ میرے نزدیک حضرت صفیہ اموال فئی میں سے تھیں' کیونکہ وہ کنانہ بن الربیع کی بیوی تھیں اور وہ اور ان کے اہل بنو الحقیق میں سے تھے اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس شرط پر صلح کر لی تھی کہ وہ کوئی خزانہ نہیں چھپائیں گے اور اگر انہوں نے کچھ چھپایا تو پھر ان کی حفاظت کی کوئی ذمہ داری نہیں ہے' اور آپ نے ان سے حیی بن اخطب کے خزانے کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے اس کو چھپا لیا' پھر آپ ان کے پاس اس خزانے پر مطلع ہو گئے تو انہوں نے اپنا عہد توڑ دیا' پھر آپ نے ان کو قید کر لیا اور حضرت صفیہ بھی ان قیدیوں میں سے تھیں' پس وہ مال فئے میں سے تھیں نہ کہ خمس میں سے تھیں اور مال فئے میں امام جس طرح چاہے تصرف کر سکتا ہے۔ علامہ عینی فرماتے ہیں: قاضی عیاض نے یہ جواب اپنے مذہب کے مطابق دیا ہے کہ فئے میں سے خمس نہیں نکالا جا سکتا اور دوسروں کا مذہب یہ ہے کہ مال فئے میں سے بھی خمس نکالا جا سکتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۲۸۔ ۱۲۷' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

(۷) میں کہتا ہوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت صفیہ کو جو دحیہ سے حضرت صفیہ کو جو دے کر واپس لیا تھا' اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے کیونکہ آپ تمام مسلمانوں کی جانوں اور مالوں کے مالک ہیں اور ان کی جانوں اور مالوں پر تصرف کرنے کے ان سے زیادہ مستحق ہیں۔

دورانِ جنگ نعرۂ تکبیر لگانا اور حضرت صفیہ کے آزاد کرنے کو ان کا مہر قرار دینے کی تحقیق

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنگ کے دوران تین بار فرمایا: اللہ اکبر۔ اس سے معلوم ہوا کہ میدانِ جنگ میں اللہ اکبر کہنا چاہیے اور دوسرے اذکار بھی کرنے چاہئیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو آزاد کر کے ان سے نکاح کر لیا اور ان کے آزاد کرنے کو ان کا مہر قرار دیا' امام شافعی' امام احمد اور امام ابو یوسف کے نزدیک آزاد کرنے کو مہر قرار دیا جا سکتا ہے اور امام مالک اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک یہ جائز نہیں ہے' مہر کے لیے مال متقوم ہونا ضروری ہے' وہ کہتے ہیں کہ یہ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خاصہ تھا کیونکہ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے یہ جائز قرار دیا ہے کہ آپ بغیر مہر کے نکاح کر لیں تو آپ کے لیے یہ بھی جائز ہے کہ آپ اپنی کنیز کو آزاد کر کے اس کے آزاد کرنے کو اس کا مہر قرار دے دیں' آپ کی خصوصیت کی دلیل قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ اِنْ اَرَادَ النَّبِيُّ اَنْ يَّسْتَنْكِحَهَا خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ قَدْ

اور کوئی مسلمان عورت اپنے آپ کو نبی پر ہبہ کر دے' اگر نبی اس سے نکاح کرنے کا ارادہ کریں تو یہ صرف آپ کے لیے حلال

عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِيْٓ اَزْوَاجِهِمْ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ لِكَيْلَا يَكُوْنَ عَلَيْكَ حَرَجٌ وَّكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًاO (الاحزاب: ۵۰)

ہے نہ کہ عام مسلمانوں کے لیے' ہمیں معلوم ہے ہم نے مسلمانوں کی بیویوں اور ان کی کنیزوں کے متعلق جو کچھ فرض کیا ہے (آپ کے لیے بغیر مہر کے نکاح اس لیے حلال کیا ہے) تا کہ آپ پر کوئی تنگی نہ رہے' اور اللہ بے حد بخشنے والا بہت رحم فرمانے والا ہےO

اس آیت میں یہ تصریح ہے کہ آپ بغیر مہر کے تقرر کے نکاح کر سکتے ہیں' لہٰذا آپ کا حضرت صفیہ سے نکاح بغیر مہر کے تھا اور آپ کا انہیں آزاد کرنا محض آپ کا ان پر فضل اور احسان تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ولیمہ کی خصوصیت

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ شبِ زفاف کے بعد ولیمہ کرنا سنت ہے' اور مسلمانوں نے اپنے کھانے پینے کی چیزیں جمع کر کے آپ کا ولیمہ کیا۔ اس حدیث میں مذکور ہے' آپ نے فرمایا: جس کے پاس (کھانے کی) کوئی چیز ہے وہ لے کر آئے' اس سے بھی یہ معلوم ہوا کہ آپ مسلمانوں کے اموال کے مالک ہیں' آپ نے ان کے کھانے کی چیزوں سے اپنا ولیمہ کیا اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کھانے کی کسی بھی چیز سے ولیمہ کیا جا سکتا ہے۔

* یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۴۵۵۰۔ ج ۵ ص ۵۸۵۔ ۵۸۴ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

(۱) خیبر کا لغوی معنی' جغرافیائی محل وقوع' تاریخ اور غزوہ خیبر کے اہم واقعات (۲) ران کے شرم گاہ ہونے کی تحقیق (۳) خیبر کا تمام علاقہ صلح سے فتح ہوا تھا یا بعض (۴) اللہ تعالیٰ کے لیے ''میں فدا ہوں'' کہنے کی توجیہ۔

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کا واقعہ صحیح مسلم کی کتاب النکاح میں اور باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۳۳۹۳۔ ج ۳ ص ۸۴۰ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے عنوان حسب ذیل ہیں:

(۱) ران کے شرم گاہ ہونے میں مذاہب (۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت دحیہ کو باندی ہبہ کر کے کیوں واپس لی تھی (۳) لونڈی کو آزاد کرنے کو مہر قرار دینے میں مذاہب۔

۱۳ - بَابُ فِيْ كَمْ تُصَلِّي الْمَرْاَةُ مِنَ الثِّيَابِ؟

عورت کتنے کپڑے پہن کر نماز پڑھ سکتی ہے؟

امام بخاری اس تعلیق کو ذکر کرتے ہیں:

وَقَالَ عِكْرِمَةُ لَوْ وَارَتْ جَسَدَهَا فِيْ ثَوْبٍ لَاَجْزَتْهُ.

اور عکرمہ نے کہا: اگر عورت اپنے پورے جسم کو ایک کپڑے میں چھپا لے تو یہ اس کے لیے کافی ہے۔

اس سلسلہ میں حضرت عکرمہ کا اثر اور دیگر آثار حسب ذیل ہیں:

امام عبدالرزاق نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عکرمہ سے روایت کیا' اگر عورت ایک کپڑے کو سر پر اوڑھ لے حتیٰ کہ اس کا کوئی بال دکھائی نہ دے تو یہ اس کے لیے دوپٹہ سے کافی ہے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۵۰۴۷۔ ج ۳ ص ۴۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

محمد بن ابی بکر نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا: عورت کتنے کپڑوں میں نماز پڑھے؟ انہوں نے فرمایا: دوپٹہ میں اور اتنی لمبی قمیص میں جو اس کے پیروں کی پشت کو چھپا لے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۵۰۴۲۔ ج ۳ ص ۴۴)

مکحول بیان کرتے ہیں' انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا: عورت کتنے کپڑوں میں نماز پڑھے' انہوں نے فرمایا:

حضرت علی رضی اللہ سے سوال کرو پھر مجھے آ کر بتاؤ' انہوں نے کیا جواب دیا ہے' پھر انہوں نے حضرت علی سے سوال کیا' انہوں نے فرمایا: دوپٹے میں اور لمبی قمیص میں' پھر انہوں نے حضرت عائشہ کو آ کر بتایا تو انہوں نے فرمایا: انہوں نے سچ کہا۔

(مصنف عبدالرزاق: ۵۰۴۳)

عطاء نے کہا: عورت قمیص میں اور دوپٹہ میں اور تہبند میں نماز پڑھے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۵۰۵۰)

۳۷۲ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِي عُرْوَةُ اَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ لَقَدْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الْفَجْرَ فَيَشْهَدُ مَعَهُ نِسَاءٌ مِّنَ الْمُؤْمِنَاتِ مُتَلَفِّعَاتٍ فِي مُرُوْطِهِنَّ ثُمَّ يَرْجِعْنَ اِلٰى بُيُوْتِهِنَّ مَا يَعْرِفُهُنَّ اَحَدٌ. [اطراف الحدیث: ۵۷۸۔ ۸۶۷۔ ۸۷۲]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے عروہ نے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز پڑھاتے' آپ کے ساتھ مسلمان عورتیں بھی نماز پڑھتیں جو اپنی چادروں میں لپٹی ہوئی ہوتی تھیں' پھر وہ اپنے گھروں کو لوٹتیں' ان کو کوئی بھی نہیں پہچانتا تھا۔

(صحیح مسلم: ۶۴۵' الرقم المسلسل: ۱۴۳۰' سنن نسائی: ۵۴۶' سنن ابن ماجہ: ۶۶۹' السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۴۴۳' مسند الحمیدی: ۱۷۴' سنن دارمی: ۱۲۱۹' صحیح ابن خزیمہ: ۳۵۰' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۱۴۵۹' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۲۰' مسند ابویعلیٰ: ۴۴۱۵' صحیح ابن حبان: ۱۴۹۹۔ ۱۵۰۰' المعجم الاوسط: ۸۷۵۴' سنن بیہقی ج ۱ ص ۴۵۴' مسند احمد ج ۶ ص ۳۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۴۰۵۱۔ ج ۶ ص ۵۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس جملہ میں ہے: مسلمان عورتیں بھی نماز پڑھتیں جو اپنی چادروں میں لپٹی ہوئی ہوتی تھیں' اور یہ صرف ایک چادر ہوتی تھی' لیکن ظاہر یہ ہے کہ وہ یہ چادر' قمیص اور دوپٹہ کے اوپر اوڑھتی تھیں اور یہ چادر برقع کے قائم مقام ہوتی تھی۔

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں اور ان سب کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

''متلفعات'' اور ''مروط'' کا معنی اور ان عورتوں کو نہ پہچاننے کا سبب

اس حدیث میں ''متلفعات'' کا لفظ ہے' ''التلفع'' کا معنی یہ ہے کہ سر پر کپڑا ڈالا جائے' پھر اس کو اپنے جسم پر لپیٹ لیا جائے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ موٹی چادر ہوتی تھی۔

''مروط'' یہ ''مرط'' کی جمع ہے' اس کا معنی ہے: اون کی یا سوت کی موٹی چادر' جس کو بہ طور تہبند باندھ لیا جائے' سیاہ یا سبز چادر کو بھی ''مرط'' کہتے ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ انہیں کوئی نہیں پہچانتا تھا' ان کو نہ پہچاننا یا تو چادر میں لپٹی ہونے کی وجہ سے تھا یا اندھیرے کی وجہ سے' دور سے ان کا صرف جسم دکھائی دیتا تھا اور یہ نہیں پتا چلتا تھا کہ یہ کون ہیں۔ صحیح مسلم میں یہ اضافہ ہے: اندھیرے کی وجہ سے۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عورت اگر ایک کپڑے میں لپٹ کر نماز پڑھ لے تو جائز ہے' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس چادر کے نیچے عورتوں نے دوپٹہ' قمیص اور تہبند باندھا ہوا ہوتا ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ باب کی حدیث میں اس کا ذکر نہیں ہے' اور اس بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے۔

نماز میں عورت کے ضروری کپڑوں میں مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

عورت کے لیے نماز میں کتنے کپڑے پہننا ضروری ہے' اس میں علماء کا اختلاف ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن' حضرت ابن عباس' امام مالک' امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ وہ لمبی قمیص پہن کر اور دوپٹہ اوڑھ کر نماز پڑھے' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' عبیدہ اور عطاء نے یہ کہا ہے کہ وہ قمیص' دوپٹہ اور تہبند کے ساتھ نماز پڑھے' مجاہد اور ابن سیرین نے یہ کہا ہے کہ وہ چار کپڑوں کے ساتھ نماز پڑھے' قمیص' دوپٹہ' تہبند اور اس کے اوپر ایک بڑی چادر ہو۔

علامہ ابن المنذر نے کہا: عورت پر لازم ہے کہ اپنے چہرے اور ہتھیلیوں کے سوا اپنے تمام بدن کو چھپائے' خواہ ایک کپڑے کے ساتھ چھپائے یا زیادہ کپڑوں کے ساتھ' متقدمین نے تین یا چار کپڑوں کا جو حکم دیا ہے' وہ صرف استحباب کے طور پر ہے۔

امام احمد بن حنبل نے کہا: عورت کا پورا جسم واجب الستر ہے' حتیٰ کہ اس کے ناخن بھی' امام مالک اور امام شافعی نے کہا: عورت کے قدم بھی واجب الستر ہیں' اگر اس نے نماز پڑھی اور اس کے قدم کھلے ہوئے تھے وہ وقت میں نماز دہرائے گی' اسی طرح اگر اس نے نماز پڑھی اور اس کے بال کھلے ہوئے تھے' تب بھی وہ نماز وقت میں دہرائے گی اور امام شافعی کے نزدیک وہ ہمیشہ نماز دہرائے گی اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک عورت کے قدم واجب الستر نہیں ہیں' اگر اس نے نماز پڑھی اور اس کے قدم کھلے ہوئے تھے تو اس کی نماز درست ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۳۸۔۳۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۵ھ)

علامہ موفق الدین عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ لکھتے ہیں:

جب آزاد عورت کا چہرے کے سوا نماز میں کوئی عضو کھلا ہوا ہو تو وہ نماز دہرائے گی' اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ عورت نماز میں اپنا چہرہ کھول سکتی ہے اور چہرے اور ہتھیلیوں کے سوا اور کسی عضو کا کھولنا جائز نہیں ہے اور ہتھیلیوں کے متعلق دو قول ہیں' اور مستحب یہ ہے کہ عورت اتنی لمبی قمیص میں نماز پڑھے جو اس کے پیروں کو ڈھانپ لے اور دوپٹہ اوڑھ کر نماز پڑھے جو اس کے سر اور گردن کو ڈھانپ لے اور قمیص کے اوپر ایک بڑی چادر اوڑھے' حضرت عمر' حضرت ابن عمر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم کا یہی قول ہے' امام شافعی کا بھی یہی قول ہے' امام احمد فرماتے ہیں: اس کے لیے دوپٹہ اوڑھنا اور اتنی لمبی قمیص پہننا ضروری ہے' جو اس کے قدموں کو چھپا لے۔ (المغنی ج ۲ ص ۱۵۷۔۱۵۵' ملتقطا وملخصا' دار الحدیث' قاہرہ' ۱۴۲۵ھ)

فجر کے مستحب وقت میں مذاہب فقہاء

ہم نے بیان کیا ہے کہ صحیح مسلم: ۶۴۵ میں مذکور ہے کہ اندھیرے کی وجہ سے عورتوں کو کوئی نہیں پہچانتا تھا' اس وجہ سے امام مالک' امام شافعی اور امام احمد کا مذہب یہ ہے کہ فجر کی نماز بالکل اول وقت میں پڑھی جائے' جب اندھیرا پھیلا ہوا ہو' اور امام ابوحنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ فجر کی نماز ذرا تاخیر سے پڑھی جائے' جب روشنی ہو جائے' ہماری دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ صبح کی نماز روشن وقت میں پڑھو کیونکہ اس میں زیادہ اجر ہے۔ (سنن ترمذی: ۱۵۴' سنن ابوداؤد: ۴۲۴' سنن ابن ماجہ: ۶۷۲' مسند احمد ج ۳ ص ۴۶۵۔ ج ۴ ص ۱۴۰)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۳۵۷۔ ج ۲ ص ۲۷۰ پر مذکور ہے' اس کی شرح کا عنوان ہے: فجر کے مستحب وقت میں مذاہب ائمہ۔

۱۴ - بَابُ اِذَا صَلّٰى فِيْ ثَوْبٍ لَهٗ اَعْلَامٌ وَنَظَرَ اِلٰى عَلَمِهَا

جب کسی شخص نے ایسے کپڑے میں نماز پڑھی' جس میں نقش و نگار تھے اور ان نقوش پر نظر ڈالی

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے: جب کسی شخص نے ایسے کپڑے میں نماز پڑھی' جس میں نقش و نگار تھے اور اس نے نماز میں ان

نقوش کی طرف دیکھا تو آیا اس کی نماز مکروہ ہے یا نہیں۔

۳۷۳ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ قَالَ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى فِي خَمِيصَةٍ لَهَا اَعْلَامٌ، فَنَظَرَ اِلٰى اَعْلَامِهَا نَظْرَةً، فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ اذْهَبُوْا بِخَمِيصَتِي هٰذِهِ اِلٰى اَبِي جَهْمٍ، وَائْتُونِي بِاَنْبِجَانِيَّةِ اَبِي جَهْمٍ، فَاِنَّهَا اَلْهَتْنِي اٰنِفًا عَنْ صَلٰوتِي. وَقَالَ هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، عَنْ اَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُنْتُ اَنْظُرُ اِلٰى عَلَمِهَا وَاَنَا فِي الصَّلٰوةِ، فَاَخَافُ اَنْ تَفْتِنَنِي.

[اطراف الحدیث: ۷۵۲۔۵۸۱۷]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن شہاب نے حدیث بیان کی از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی چادر میں نماز پڑھی جس میں نقش و نگار تھے آپ نے اس کے نقش و نگار کی طرف نظر ڈالی پھر جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا: میری اس چادر کو ابوجہم کے پاس لے جاؤ اور مجھے ابوجہم کی سادہ چادر لا دو کیونکہ اس چادر نے ابھی مجھے نماز میں غافل کر دیا تھا اور ہشام بن عروہ نے کہا از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نماز میں اس کے نقش و نگار کی طرف دیکھ رہا تھا پس مجھے خوف ہوا کہ یہ چادر مجھے آزمائش میں ڈال دے گی۔

(صحیح مسلم: ۵۵۶ الرقم المسلسل: ۱۲۱۶ سنن ابوداؤد: ۹۱۴۔ ۴۰۵۳ سنن نسائی: ۷۷۰ سنن ابن ماجہ: ۳۵۵۰ مسند الحمیدی: ۱۷۲ مسند اسحاق بن راھویہ: ۶۲۱ السنن الکبریٰ للنسائی: ۷۸۴ صحیح ابن خزیمہ: ۹۲۸ مسند ابویعلیٰ: ۴۴۱۴ صحیح ابن حبان: ۲۳۳۷ سنن بیہقی ج ۲ ص ۴۲۳ شرح السنہ ج ۱ ص ۵۲۳ مسند احمد ج ۶ ص ۳۷ طبع قدیم مسند احمد: ۲۴۰۸۷۔ ج ۴۰ ص ۱۰۵ موسسۃ الرسالۃ بیروت جامع المسانید لابن الجوزی: ۷۵۰۳ مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں ان سب کا تعارف ہو چکا ہے۔

''خَمِيْصَة'' اور ''اَنْبِجَانِيَة'' کا معنی اور حضرت ابوجہم رضی اللہ عنہ کا تذکرہ

''خمیصۃ'' سیاہ رنگ کی اونی یا سوتی موٹی چادر جس پر نقش و نگار بنے ہوئے ہوں۔

''انبجانیۃ'' موٹی اور سادہ چادر جس پر نقش و نگار نہ ہوں۔

اس حدیث میں حضرت ابوجہم کا ذکر ہے ان کا نام عامر بن حذیفہ العدوی ہے یہ قرشی مدنی صحابی ہیں کہا گیا ہے کہ ان کا نام عبید ہے یہ فتح مکہ کے دن اسلام لائے تھے یہ قریش کے نزدیک بہت عظیم تھے اور نسب کے عالم تھے یہ دو مرتبہ کعبہ کی تعمیر کے موقع پر حاضر تھے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کے اخیر میں فوت ہو گئے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۳۸۔ ۱۳۷)

نماز میں کسی چیز کی طرف معمولی توجہ کی جائے تو وہ نماز میں فساد کی موجب نہیں تاہم اس سے اعراض کرنا افضل ہے

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

نماز میں کسی چیز کو دیکھنے سے اگر نماز کے رکوع اور سجود میں خلل نہ ہو تو اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی تاہم جس چیز کو دیکھنے سے نمازی اپنی نماز سے یا اس کے خشوع سے غافل ہو جائے تو وہ مکروہ تنزیہی یا خلاف اولیٰ ہے اسی لیے جب اس چادر کے نقش و نگار نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے خشوع میں کچھ خلل ڈالا تو آپ نے اس چادر کو ناپسند کیا اور اس کو واپس کر دیا۔

سفیان بن عیینہ نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ چادر حضرت ابوجہم کی طرف اس لیے واپس کی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے

غافل کرنے کا سبب تھی' جیسا کہ جب لیلۃ التعریس کے موقع پر ایک وادی میں آپ کی اور مسلمانوں کی نماز فجر فوت ہوگئی تو آپ نے فرمایا: اس وادی سے نکلو' اس میں شیطان کا اثر ہے (موطأ امام مالک: ۲۶' تنویر الحوالک ص ۳۵' صحیح مسلم: ۳۰۹) اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم وسوسوں کو دفع کرنے میں اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سب سے زیادہ قوی ہیں' لیکن آپ نے اس چادر کو اس لیے ناپسند کیا کہ وہ بہر حال نماز کے خشوع سے توجہ ہٹانے کی موجب ہے' اسی وجہ سے آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا تھا: تم اپنا پردہ ہمارے سامنے سے ہٹا دو' کیونکہ اس کی تصاویر مسلسل میری نماز میں مجھے دکھائی دیتی رہیں۔ (صحیح البخاری: ۳۷۴)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوجہم کو نقش و نگار والی چادر جو واپس کی تھی' اس میں ان کو یہ تنبیہ تھی کہ وہ اس چادر کو نماز کے وقت استعمال نہ کریں کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بہ نسبت حضرت ابوجہم اس کے زیادہ لائق تھے کہ وہ اس چیز سے اجتناب کریں' جو نماز کے خشوع سے غافل کرنے کی سبب ہے اور آپ کی یہ مراد نہیں تھی کہ وہ اس چادر کو نماز کے علاوہ دیگر اوقات میں بھی استعمال نہ کریں' اور اس کی نظیر یہ حدیث ہے:

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سیراء (ایک قسم کا ریشم) کا ایک حلّہ مسجد کے دروازے پر فروخت ہوتے ہوئے دیکھا' حضرت عمر نے کہا: یا رسول اللہ! اگر آپ اس حلّہ کو خرید لیں اور جمعہ کے دن اس کو پہنا کریں اور اس دن جب آپ کے پاس کوئی وفد آئے' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو وہ شخص پہنتا ہے' جس کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہوتا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سیراء کے کچھ حلّے آئے' آپ نے ان میں سے ایک حلّہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو بھی دیا' تو حضرت عمر نے کہا: یا رسول اللہ! آپ نے مجھے یہ حلّہ پہنایا ہے حالانکہ آپ نے عطارد کے حلّے کے متعلق وہ فرمایا جو فرمایا تھا' آپ نے فرمایا: میں نے تم کو یہ حلّہ اس لیے نہیں دیا کہ تم خود اس کو پہنو۔ (صحیح البخاری: ۸۸۶' صحیح مسلم: ۲۰۶۸' سنن ابوداؤد: ۱۰۷۶' سنن نسائی: ۱۳۸۱)

زیر بحث حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ جس کو کوئی چیز ہبہ کی جائے' جب وہ از خود ہبہ کرنے والے کو وہ چیز واپس کر دے تو اس کے قبول کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور اس پر کوئی ملامت نہیں ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوجہم سے دوسری سادہ چادر اس لیے منگائی تھی کہ حضرت ابوجہم کی دل شکنی نہ ہو اور وہ یہ جان لیں کہ ان کی چادر ان کے ہدیہ کو ناپسند کرنے کی وجہ سے اور ان کے استخفاف کی وجہ سے واپس نہیں کی بلکہ شرعی عذر کی وجہ سے واپس کی ہے' اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ استاد اپنے شاگرد کے نام کے بجائے اس کی کنیت ذکر کر سکتا ہے' جس طرح آپ نے حضرت ابوجہم کے نام کے بجائے ان کی کنیت کو ذکر کیا۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۴۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

نقش و نگار والے کپڑوں کو پہن کر نماز پڑھنے کا جواز' تاہم اس کا خلافِ اولیٰ ہونا

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

چونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نقش و نگار والی چادر کو قبول کیا اور اس کو پہن کر نماز پڑھی' اس سے معلوم ہوا کہ نقش و نگار والی چادر کو پہن کر نماز پڑھنا جائز ہے' پھر چونکہ اس کے نقش و نگار سے آپ کی نماز کے خشوع میں فرق آیا اور آپ نے اس چادر کو واپس کر دیا تو اس سے معلوم ہوا کہ ایسی چادر اوڑھ کر نماز پڑھنا خلاف اولیٰ ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر نماز میں کسی چیز کی طرف تھوڑی سی توجہ کی جائے تو وہ نماز میں موجب طعن نہیں ہے اور یہ کہ جو چیز نماز میں غفلت کا سبب ہو' اس سے اعراض کرنا چاہیے۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۳۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۱۴۰۔ ج ۲ ص ۱۲۵ پر ہے' اس کی شرح کے عنوان ہیں: (۱) اشیاء زینت کا حکم (۲) ایک

اشکال کا جواب۔

١٥ - بَابٌ إِنْ صَلَّى فِيْ ثَوْبٍ مُصَلَّبٍ أَوْ تَصَاوِيْرَ هَلْ تَفْسُدُ صَلٰوتُهُ؟ وَمَا يُنْهٰى مِنْ ذٰلِكَ

صلیب یا تصویر والے کپڑے پہن کر آیا نماز فاسد ہو جاتی ہے یا نہیں؟ اور اس کی ممانعت میں احادیث

امام بخاری نے اپنی طرف سے کوئی حکم نہیں لگایا کہ ایسے کپڑے کو پہن کر آیا نماز پڑھنا حرام ہے یا نہیں؟ کیونکہ اس میں اختلاف ہے کہ ایسے کپڑے کو پہن کر نماز پڑھنا حرام ہے یا مکروہ ہے' اس باب کی بابِ سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ بابِ سابق میں ایسے کپڑے کے ساتھ نماز پڑھنے کا ذکر تھا' جس میں نماز پڑھنا خلافِ اولیٰ ہے اور اس باب میں اس کپڑے میں نماز پڑھنے کا ذکر ہے' جس کے ساتھ نماز پڑھنا حرام یا مکروہ ہے۔

٣٧٤ - حَدَّثَنَا أَبُوْ مَعْمَرٍ ' عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ ابْنُ صُهَيْبٍ ' عَنْ أَنَسٍ كَانَ قِرَامٌ لِعَائِشَةَ ' سَتَرَتْ بِهِ جَانِبَ بَيْتِهَا ' فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمِيْطِيْ عَنَّا قِرَامَكِ هٰذَا ' فَإِنَّهُ لَا تَزَالُ تَصَاوِيْرُهُ تَعْرِضُ فِيْ صَلٰوتِيْ. [طرف الحدیث: ۵۹۵۹] (مسند احمد ج ۳ ص ۱۵۱ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۲۵۳۱۔ ج ۲۰ ص ۱۱' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۲۸۴' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو معمر عبد اللہ بن عمرو نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوارث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد العزیز بن صہیب نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک پردہ تھا' جس کو انہوں نے گھر کی ایک جانب میں لٹکایا ہوا تھا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم اپنے اس پردہ کو ہمارے سامنے سے ہٹا دو کیونکہ اس کی تصاویر مسلسل میری نماز میں سامنے رہی ہیں۔

اس حدیث کے چار رجال ہیں' ان سب کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس جملہ میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تصویر والے پردہ کے متعلق فرمایا: اس کو ہمارے سامنے سے ہٹا دو۔

''قرام'' کا معنی

اس حدیث میں ''قرام'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: اون کا باریک پردہ' اس کی جمع ''قروم'' ہے۔

تصویر کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ خطابی نے کہا ہے: اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ ہر قسم کی تصاویر ممنوع ہیں خواہ مجسم ہوں یا غیر مجسم' خواہ وہ کسی پردہ میں ہو' چادر پر ہو یا دیوار پر ہو۔

علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ نے کہا ہے کہ جس لباس میں تصاویر ہوں' ان میں نماز پڑھنا مکروہ تنزیہی ہے اور جس نے تصویر والے کپڑے میں نماز پڑھی یا نماز میں تصویر کی طرف دیکھا تو علماء کے نزدیک اس کی نماز جائز ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز نہیں دہرائی۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۴۰)

مصنف کے نزدیک علامہ ابن بطال کا اس حدیث سے تصویر والے کپڑے کو پہن کر نماز کے جواز پر استدلال کرنا درست نہیں ہے کیونکہ اس حدیث میں یہ مذکور نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تصویر والے کپڑے میں نماز پڑھی' البتہ اس میں یہ مذکور ہے کہ نماز میں آپ کے سامنے تصویریں تھیں۔

المہلب نے کہا ہے کہ نماز میں تصویروں کو سامنے رکھنے سے اس لیے منع فرمایا ہے کہ اس سے نماز کے خشوع میں کمی آتی ہے' اور آپ نماز سے غفلت کے اسباب کو منقطع کرنا چاہتے تھے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: اگر نمازی کے سامنے پردہ میں تصاویر نہ ہوں تو پھر پردہ میں تصاویر کا منقوش یا مطبوع ہونا جائز ہے۔ ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

بسر بن سعید بیان کرتے ہیں کہ ان کو حضرت زید بن خالد الجہنی رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث بیان کی کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے ان کو یہ حدیث سنائی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس گھر میں تصویر ہو اس گھر میں فرشتے داخل نہیں ہوتے' بسر نے کہا: پھر حضرت زید بن خالد بیمار ہو گئے تو ہم نے ان کی عیادت کی' وہ جس گھر میں تھے اس میں ایک پردہ میں تصاویر تھیں' تو میں نے عبید اللہ الخولانی سے کہا: کیا حضرت زید بن خالد نے ہمیں تصاویر (کی ممانعت) کے متعلق حدیث نہیں بیان کی تھی؟ عبید اللہ خولانی نے کہا: ہاں! حضرت زید نے کہا تھا' مگر وہ تصویر جو کپڑے میں چھپی ہوئی ہو' کیا تم نے حضرت زید سے یہ نہیں سنا تھا؟ میں نے کہا: نہیں' عبید اللہ نے کہا: کیوں نہیں! انہوں نے اس کا ذکر کیا تھا۔ (صحیح البخاری: ۳۲۲۶)

سنن نسائی: ۵۳۶۴ میں یہ اضافہ ہے: عبید اللہ نے کہا: کیوں نہیں! یہ میرے لیے زیادہ خوش گوار ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: ہمارے اصحاب نے اس سے یہ استدلال کیا ہے کہ وہ صورتیں جو کپڑے میں چھپی ہوئی ہوں اور ان کو فرش پر بچھا دیا جائے اور اہانت سے رکھا جائے' وہ اس باب کی ممانعت سے مستثنیٰ ہیں' سفیان ثوری' ابراہیم نخعی' امام مالک اور ایک روایت کے مطابق امام احمد کا بھی یہی قول ہے۔

علامہ ابن عبد البر نے کہا: ابو القاسم نے بیان کیا ہے کہ امام مالک کے نزدیک مجسمے مکروہ ہیں اور چادروں' تکیوں اور کپڑوں پر تصویروں میں کوئی حرج نہیں ہے اور ان کے نزدیک مجسمے کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا مکروہ ہے' اور امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب گھروں میں مجسموں کے رکھنے کو مکروہ قرار دیتے ہیں اور جن کپڑوں میں تصویریں ہوں اور ان کو بچھایا جائے تو وہ ان کو مکروہ نہیں کہتے اور اس میں ان کا اختلاف نہیں ہے کہ جو پردے لٹکے ہوئے ہوں' ان کی تصاویر مکروہ ہیں اور رہے فقہاء شافعیہ تو انہوں نے تصاویر کو مطلقاً مکروہ کہا ہے' خواہ وہ کپڑوں میں چھپی ہوئی ہوں یا بستر پر بچھی ہوئی ہوں اور ان کا استدلال ان احادیث سے ہے جن میں تصاویر کی ممانعت ہے اور انہوں نے کپڑے میں چھپی ہوئی اور مجسم تصویر میں کوئی فرق نہیں کیا۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۴۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حافظ زین الدین عبد الرحمان بن شہاب الدین ابن رجب حنبلی متوفی ۷۹۵ھ لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث سے یہ استدلال کیا جاتا ہے کہ جو تصاویر نصب ہوں' ان کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا مکروہ ہے کیونکہ اس میں نصاریٰ اور بت پرستوں کی مشابہت ہے' اور جس کپڑے میں تصاویر چھپی ہوئی ہوں' اس میں علماء کے دو قول ہیں' آیا ان کپڑوں کو پہننا جائز ہے یا نہیں' ایک روایت کے مطابق امام احمد نے ان کے پہننے کی اجازت دی ہے اور انہوں نے حضرت زید بن خالد کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے' جس میں مذکور ہے: مگر وہ تصویر جو کپڑے میں چھپی ہوئی ہو۔

(صحیح البخاری: ۳۲۲۶-۵۹۵۸' سنن ترمذی: ۱۷۵۰' سنن نسائی: ۵۳۶۴' مسند احمد ج ۳ ص ۴۸۶)

اور بہت سے متقدمین ایسی انگوٹھی پہنتے تھے' جس کے نگینہ میں کسی حیوان کی تصویر ہوتی تھی' اور امام مالک' ثوری اور ہمارے بعض اصحاب نے کہا ہے کہ یہ مکروہ ہے۔

اس باب کی حدیث میں ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کی تصاویر میری نماز میں مسلسل میرے سامنے رہیں۔ (حدیث:۳۷۴) اور یہ اس کے منافی نہیں ہے کہ گھر میں تصاویر ایسی جگہ پر ہوں جہاں نماز میں نظر نہ پڑے' اور امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ وہ انگوٹھی نہ پہنی جائے' جس میں مجسم تصویر ہو اور نہ اس میں نماز پڑھی جائے اور وہ کپڑا پہنا جا سکتا ہے جس میں تصاویر ہوں' اور جس چادر میں تصاویر ہوں' اس پر نماز پڑھنے کی اکثر علماء نے اجازت دی ہے اور کم علماء نے اس سے منع کیا ہے۔

امام ابن ابی عاصم نے کتاب اللباس میں ایک عنوان قائم کیا ہے: جس نے کہا کہ جب چادر میں تصویریں ہوں تو اس پر نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے' اور اس میں اپنی سند کے ساتھ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایسے مصلی پر نماز پڑھتے تھے جس میں تصاویر تھیں۔ (فتح الباری لابن رجب ج ۲ ص ۲۱۲۔۲۱۰' دار ابن الجوزیہ' ریاض' ۱۴۱۷ھ)

علامہ ابن رجب حنبلی نے یہ نہیں لکھا کہ ابن ابی عاصم کی کس کتاب میں یہ حدیث ہے اور بر تقدیر ثبوت یہ حدیث بے جان چیزوں کی تصاویر پر محمول ہے۔

ہمارے نزدیک دینی اور معاشی ضرورت کے لیے پاسپورٹ سائز کی تصویر کھنچوانا جائز ہے' دینی ضرورت مثلاً حج اور عمرہ کے لیے اور معاشی ضرورت مثلاً غیر ممالک میں ملازمت کے حصول کے لیے یا ڈرائیونگ لائسنس حاصل کرنے کے لیے' اس کے علاوہ شوقیہ تصاویر کھنچوانے سے احتراز کرنا چاہیے۔

۱۶ - بَابُ مَنْ صَلّٰى فِىْ فَرُّوْجِ حَرِيْرٍ ثُمَّ نَزَعَهٗ

جس نے ریشم کی اچکن میں نماز پڑھی پھر اس کو اتار دیا

اس باب کے عنوان میں ''فروج'' کا لفظ ہے' ''فروج'' اس اچکن کو کہتے ہیں جس کے بیچ میں شگاف ہو' پرانے زمانے میں اس قسم کی اچکن بنائی جاتی تھی' علامہ قرطبی نے کہا ہے: قباء اور فروج دونوں کی آستینیں تنگ ہوتی تھیں اور اس کے پیچھے درمیان میں شگاف ہوتا تھا' جنگ اور سفر میں ان کو استعمال کیا جاتا تھا اور اس عنوان میں ''حریر'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ریشم ہے۔

۳۷۵ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ' عَنْ يَزِيْدَ' عَنْ اَبِى الْخَيْرِ' عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ اُهْدِىَ اِلَى النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرُّوْجُ حَرِيْرٍ' فَلَبِسَهٗ فَصَلّٰى فِيْهِ' ثُمَّ انْصَرَفَ' فَنَزَعَهٗ نَزْعًا شَدِيْدًا' كَالْكَارِهِ لَهٗ' وَقَالَ لَا يَنْبَغِىْ هٰذَا لِلْمُتَّقِيْنَ.

[طرف الحدیث:۵۸۰۱]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از ابی الخیر از حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک ریشم کی اچکن ہدیہ کی گئی' آپ نے اس کو پہن کر نماز پڑھی' پھر جب آپ فارغ ہو گئے تو آپ نے اس کو بہت سختی سے اتارا' جیسے اس سے نفرت کرنے والے ہوں اور آپ نے فرمایا: یہ متقین کے لائق نہیں ہے۔

(صحیح مسلم:۲۰۷۵' الرقم المسلسل:۵۳۲۸' سنن نسائی:۷۷۰' السنن الکبریٰ للنسائی:۷۵۷' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۸ ص ۳۴۸' المعجم الکبیر: ۷۶۰۔ج ۱۷' مسند احمد ج ۳ ص ۱۴۳ طبع قدیم' مسند احمد ج ۲۸ ص ۵۲۵' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی:۵۳۴۸' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ آپ نے ریشمی اچکن کو اتار دیا۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) عبد اللہ بن یوسف التنیسی' ان کا تعارف ہو چکا ہے (۲) اللیث بن سعد' علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ منصور نے ان کو مصر کی ولایت کی پیش کش کی تھی' انہوں نے مسترد کر دی' علامہ عینی نے کہا: یہ تھوڑی سی مدت کے لیے حاکم رہے تھے اور یہ امام ابوحنیفہ کے مذہب پر تھے (۳) یزید بن حبیب' ان کا تعارف ہو چکا ہے (۴) ابوجعفر مرثد (۵) حضرت عقبہ بن عامر الجہنی رضی اللہ عنہ' ان سے ۵۵ احادیث مروی ہیں' امام بخاری نے ان میں سے آٹھ روایت کی ہیں' یہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں مصر کے حاکم تھے۔ ۵۸ ھ میں فوت ہو گئے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۴۴)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ریشم کی اچکن کا ہدیہ کس نے دیا تھا؟

اس حدیث میں مذکور ہے: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ریشم کی ایک اچکن ہدیہ کی گئی۔ یہ اچکن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دومۃ الجندل کے امیر اکیدر بن عبد الملک نے ہدیہ کی تھی' امام ابونعیم نے لکھا ہے کہ وہ مسلمان ہو گیا اور اس نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سیراء کا حلّہ ہدیہ کیا' اور علامہ ابن الاثیر نے لکھا ہے: اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہدیہ کیا اور آپ سے صلح کی اور مسلمان نہیں ہوا' یہ اہل سیرت کے درمیان اختلاف ہے اور جس نے کہا ہے کہ وہ مسلمان ہو گیا تھا' اس نے ظاہر اً خطا کی' وہ نصرانی تھا' اور جب اس نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صلح کی تو وہ اپنے قلعہ کی طرف لوٹ گیا اور وہیں رہا' پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے دومۃ الجندل کا محاصرہ کیا تو اس کو قتل کر دیا' اس وقت وہ مشرک نصرانی تھا اور دومۃ الجندل قلعہ کا نام ہے' اصحاب لغت اس لفظ کو ''دُومۃ'' پڑھتے ہیں اور اصحاب الحدیث اس کو ''دَومۃ'' پڑھتے ہیں' یہ جگہ شام اور عراق کے درمیان حد فاصل ہے' دمشق سے یہ سات مراحل کے فاصلہ پر ہے اور مدینہ سے تیرہ مراحل کے فاصلہ پر ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۴۴)

متقین کا معنی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے فرمایا: یہ متقین کے لائق نہیں ہے' متقین سے مراد ہیں: مومنین صالحین' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ متقی عورتیں بھی متقین میں داخل ہیں حالانکہ ان کے لیے ریشم حلال ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جمع مذکر سالم میں عورتیں داخل نہیں ہوتیں' دوسرا جواب یہ ہے کہ عورتوں کے لیے ریشم کے حلال ہونے کے اور دلائل ہیں۔

ریشم کی ممانعت کے متعلق احادیث

مردوں کے لیے ریشم پہننا حرام ہے اور عورتوں کے لیے حلال ہے اور جنگ اور خارش کی حالت میں مردوں کے لیے ریشم پہننا جائز ہے اور اس کے متعلق حسب ذیل احادیث ہیں:

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ریشم کا لباس اور سونا میری امت کے مردوں پر حرام کر دیا گیا ہے اور ان کی عورتوں کے لیے حلال ہے۔ (سنن ترمذی: ۱۷۲۰' مسند احمد ج ۴ ص ۳۹۴)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جابیہ میں خطبہ دیا اور فرمایا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ریشم پہننے سے منع فرمادیا ہے مگر دو یا تین یا چار انگل کی مقدار۔

(صحیح البخاری: ۵۸۲۸' صحیح مسلم: ۲۰۶۹' سنن ابوداؤد: ۴۰۴۲' سنن نسائی: ۵۳۱۰' سنن ابن ماجہ: ۳۵۹۳' سنن ترمذی: ۱۷۲۱' مسند احمد ج ۱ ص ۵۱)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد الرحمن بن عوف اور حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ دونوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کسی غزوہ میں جوؤں کی شکایت کی تو آپ نے ان دونوں کو ریشم کی قمیص پہننے کی اجازت دی اور میں نے ان دونوں پر

وہ قمیص دیکھی۔

(صحیح البخاری: ۲۹۲۰، صحیح مسلم: ۲۰۷۶، سنن ابوداؤد: ۴۰۵۶، سنن ترمذی: ۱۷۲۲، سنن نسائی: ۵۳۱۰، سنن ابن ماجہ: ۳۵۹۲، مسند احمد ج ۳ ص ۱۲۲)

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ پہلے ریشم مردوں پر بھی حلال تھا' جب ہی نبی ﷺ نے ریشمی اچکن میں نماز پڑھی تھی' بعد میں مردوں کے لیے اس کی حلت منسوخ ہوگئی۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۵۳۱۳۔ ج ۶ ص ۳۴۶ پر مذکور ہے' اس کی شرح میں حسب ذیل مسائل ہیں:

(۱) مردوں پر ریشم حرام ہونے کی تفصیل اور دیگر مسائل (۲) سونے چاندی کے بٹن اور گھڑی کے چین کا حکم

۱۷ - بَابُ الصَّلٰوةِ فِي الثَّوْبِ الْاَحْمَرِ سرخ کپڑے میں نماز پڑھنا

اس باب میں سرخ لباس پہن کر نماز پڑھنے کا حکم بیان کیا گیا ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی کا فقہاء احناف پر اعتراض کہ وہ سنت سے ثابت سرخ لباس پہننے کو مکروہ کہتے ہیں

حافظ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس عنوان سے سرخ لباس پہننے کے جواز کی طرف اشارہ کیا ہے اور اس میں احناف کے ساتھ اختلاف ہے' انہوں نے کہا ہے: سرخ لباس پہننا مکروہ ہے اور انہوں نے اس باب کی حدیث کی یہ تاویل کی ہے کہ نبی ﷺ نے جن چادروں کا حلّہ پہنا ہوا تھا' وہ سرخ دھاری دار چادریں تھیں' احناف نے سرخ لباس کی کراہت پر اس حدیث سے استدلال کیا ہے:

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کے پاس سے دو آدمی سرخ لباس پہنے ہوئے گزرے' انہوں نے آپ کو سلام کیا' آپ نے ان کے سلام کا جواب نہیں دیا۔ (سنن ابوداؤد: ۴۰۶۹)

اور یہ حدیث ضعیف الاسناد ہے' اگرچہ سنن ترمذی کے بعض نسخوں میں یہ لکھا ہوا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے' اور اگر یہ حدیث حسن بھی ہو تو اس کے معارض اس سے زیادہ قوی صحیح بخاری کی حدیث موجود ہے' اور ہو سکتا ہے کہ آپ کے سلام کا جواب نہ دینے کا کوئی اور سبب ہو' اور امام بیہقی نے اس حدیث کو اس پر محمول کیا ہے کہ اس کپڑے کو بننے کے بعد سرخ رنگ میں رنگا گیا تھا اور جس کپڑے کو بننے سے پہلے سرخ رنگ میں رنگا گیا ہو' اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۴۹' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حافظ عینی کا حافظ ابن حجر کے اعتراض کو ردّ کرنا

علامہ بدر الدین عینی حنفی' حافظ ابن حجر عسقلانی کا ردّ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

سرخ لباس پہننے کے جواز میں فقہاء احناف کا کوئی اختلاف نہیں' اگر یہ قائل مذہب احناف کو جانتا ہوتا تو یہ بات نہ کہتا اور اس نے جو احناف کی طرف سے اس باب کی حدیث کی تاویل ذکر کی ہے' وہ بھی بے فائدہ ہے کیونکہ جب فقہاء احناف سرخ لباس پہننے سے منع ہی نہیں کرتے تو انہیں اس حدیث کی تاویل کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۴۷۔۱۴۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

فقہاء احناف کا سرخ رنگ کے لباس پہننے کو مستحب قرار دینا

میں کہتا ہوں کہ فقہاء احناف نے تصریح کی ہے کہ اگر کسی نجس چیز کو ملا کر کپڑے کو سرخ رنگ دیا جائے تو وہ مکروہ ہے' اور اگر کسی نجس چیز کی آمیزش کے بغیر کپڑے کو سرخ رنگ دیا جائے تو پھر جائز ہے' بلکہ وہ سرخ لباس پہننے کو مستحب قرار دیتے ہیں۔

علامہ محمد امین بن عمر بن عبد العزیز ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

علامہ شرنبلالی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ نے سرخ رنگ کے کپڑے پہننے کے جواز میں ایک رسالہ لکھا ہے' اس میں مذکور ہے: ہم نے

سرخ رنگ کی حرمت میں کوئی نص قطعی نہیں پائی اگر کوئی شخص عورتوں کی مشابہت یا عجمیوں کی مشابہت کے قصد سے یا تکبر کی نیت سے سرخ رنگ کے کپڑے پہنے تو پھر مکروہ ہے ورنہ نہیں اگر کسی نجس چیز کے ساتھ کپڑے کو سرخ رنگ میں رنگا جائے پھر بھی مکروہ ہے اور کپڑے کو دھونے سے یہ کراہت زائل ہو جاتی ہے اور سرخ رنگ کے جواز میں ہمیں امام اعظم کی نص صریح اور اباحت پر دلیل قطعی ملی ہے اور وہ یہ ہے کہ انہوں نے لباس کو مزین کرنے کا مطلقاً حکم دیا ہے اور صحیح البخاری: ۳۵۵۱ اور صحیح مسلم: ۲۳۳۷ میں حضرت البراء رضی اللہ کی حدیث ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو سرخ رنگ کے حلے میں دیکھا یہ حدیث سرخ رنگ کے کپڑے پہننے کے جواز کا تقاضا کرتی ہے اور اس حدیث سے حرمت اور کراہت کی نفی ہو جاتی ہے بلکہ اس حدیث سے سرخ رنگ کے کپڑے پہننے کا استحباب ثابت ہوتا ہے تاکہ نبی ﷺ کی اقتداء کی جائے اور جو شخص اس موضوع پر زیادہ دلائل چاہتا ہو وہ اس رسالہ کا مطالعہ کرے۔ (ردالمحتار ج ۹ ص ۴۳۶-۴۳۳ مفصلاً بخرجاً دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۹ھ)

۳۷۶- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَرْعَرَةَ قَالَ حَدَّثَنِي عُمَرُ بْنُ أَبِي زَائِدَةَ، عَنْ عَوْنِ بْنِ أَبِي جُحَيْفَةَ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي قُبَّةٍ حَمْرَاءَ مِنْ أَدَمٍ، وَرَأَيْتُ بِلَالًا أَخَذَ وَضُوءَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَرَأَيْتُ النَّاسَ يَبْتَدِرُونَ ذَاكَ الْوَضُوءَ، فَمَنْ أَصَابَ مِنْهُ شَيْئًا تَمَسَّحَ بِهِ، وَمَنْ لَمْ يُصِبْ مِنْهُ شَيْئًا أَخَذَ مِنْ بَلَلِ يَدِ صَاحِبِهِ، ثُمَّ رَأَيْتُ بِلَالًا أَخَذَ عَنَزَةً فَرَكَزَهَا وَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حُلَّةٍ حَمْرَاءَ مُشَمِّرًا، صَلَّى إِلَى الْعَنَزَةِ بِالنَّاسِ رَكْعَتَيْنِ، وَرَأَيْتُ النَّاسَ وَالدَّوَابَّ يَمُرُّونَ مِنْ بَيْنِ يَدَيِ الْعَنَزَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عرعرہ نے حدیث بیان کی وہ کہتے ہیں: مجھے عمر بن ابی زائدہ نے حدیث بیان کی از عون بن ابی جحیفہ از والد خود رضی اللہ وہ بیان کرتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو سرخ چمڑے کے خیمہ میں دیکھا اور میں نے دیکھا کہ حضرت بلال رضی اللہ نے رسول اللہ ﷺ کے بچے ہوئے پانی کو لیا اور میں نے دیکھا کہ لوگ اس پانی پر جھپٹ رہے تھے جس کو اس پانی میں سے کچھ پانی مل جاتا وہ اس کو اپنے بدن پر لگاتا اور جس کو اس پانی میں سے کچھ بھی نہ ملتا وہ اپنے ساتھی کے ہاتھ کی تری کو لے لیتا پھر میں نے حضرت بلال کو دیکھا انہوں نے ایک نیزہ کو زمین میں گاڑ دیا اور نبی ﷺ سرخ حلہ پہنے ہوئے نکلے آپ نے اپنے تہبند کو پنڈلیوں سے اونچا کیا ہوا تھا آپ نے نیزہ کے سامنے لوگوں کو دو رکعت نماز پڑھائی اور میں نے دیکھا لوگ اور مویشی نیزے کے پار سے گزر رہے تھے۔

اس حدیث کی مفصل شرح صحیح البخاری: ۱۸۷ میں گزر چکی ہے وہاں اس کے باب کا عنوان تھا: وضوء کے بچے ہوئے پانی کو استعمال کرنا سو اس حدیث میں اس کا ذکر ہے البتہ حدیث: ۱۸۷ میں یہ ذکر نہیں تھا کہ نبی ﷺ نے سرخ رنگ کا حلہ پہنا ہوا تھا۔
حلہ کا معنی ہے: ایک رنگ اور ایک قسم کے کپڑے کی دو چادریں ایک چادر اوپر اوڑھ لی جائے اور ایک چادر کو تہبند بنالیا جائے اس کا مطلب یہ ہے کہ نبی ﷺ نے سرخ رنگ کی دو چادریں پہنی ہوئی تھیں اور نصف پنڈلیوں تک تہبند باندھا ہوا تھا۔

سرخ لباس پہننے کے متعلق دیگر احادیث

نبی ﷺ نے سرخ حلہ پہنا ہوا تھا اس کا ذکر باب مذکور کی حدیث میں ہے اس کے علاوہ یہ حدیث بھی ہے:
حضرت البراء رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ درمیانی قامت کے تھے میں نے آپ کو سرخ رنگ کے حلے میں دیکھا اور میں نے آپ سے زیادہ حسین شخص کوئی نہیں دیکھا۔

(صحیح البخاری: ۵۸۴۸۔ ۵۵۱۔ ۳۵۵۱ ' صحیح مسلم: ۲۳۳۷ ' سنن ابوداؤد: ۴۱۸۳۔ ۴۰۷۲ ' سنن ترمذی: ۲۸۱۱ ' سنن نسائی: ۵۳۲۳۔ ۵۲۴۷)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ عید کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سرخ چادر پہنتے تھے۔ (المعجم الاوسط: ۷۶۰۹)

سرخ لباس پہننے کے متعلق مذاہب فقہاء اور حدیث مذکور کے دیگر مسائل اور فوائد

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ سرخ لباس پہننا جائز ہے اور اس شخص کا رد ہے' جو سرخ لباس پہننے کو مکروہ کہتا ہے اور یہ کہ دیندار اور زاہد سردار کے لیے رنگ دار لباس پہننا جائز ہے اور سب سے مشہور رنگ سرخ ہے اور دنیا کی سب سے حسین زینت بھی سرخ رنگ میں ہے' قرآن مجید میں ہے:

فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ فِيْ زِيْنَتِهٖ. (القصص: ۷۹) پس قارون اپنے زینت والے لباس میں اپنی قوم کے پاس آیا۔

قارون سرخ لباس پہن کر آیا تھا' جس کو اللہ تعالیٰ نے زینت قرار دیا۔

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ. (الاعراف: ۳۲) آپ کہیے کہ اللہ کی زینت کو کس نے حرام قرار دیا ہے۔

لہٰذا اس آیت میں ہر زینت داخل ہے اور سرخ لباس بھی زینت ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۴۳ ' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

حافظ زین الدین عبدالرحمان بن شہاب الدین ابن رجب حنبلی متوفی ۷۹۵ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو سرخ حلہ پہنا تھا' اس کا معنی یہ ہے کہ وہ مکمل سرخ نہیں تھا' حضرت البراء بن عازب نے جو آپ کو سرخ حلہ میں دیکھا تھا' اس سے مراد بھی یہی ہے کہ وہ سرخ دھاری دار حلہ تھا۔

طاؤس' مجاہد اور عطاء نے سرخ کپڑوں کے پہننے کو مکروہ کہا ہے' حسن بصری اور ابن سیرین نے کہا: یہ آل قارون کی زینت ہے' امام احمد بن حنبل نے اسی کی تصریح کی ہے' وہ مردوں اور عورتوں دونوں کے لیے سرخ لباس کو مکروہ کہتے ہیں۔

(فتح الباری لابن رجب ج ۲ ص ۲۲۰۔ ۲۱۸ ' ملتقطاً ' دار ابن الجوزی' ریاض' ۱۴۱۷ھ)

یہ دراصل فقہاء حنبلیہ کا مسلک ہے' جس کو حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں فقہاء احناف کی طرف منسوب کر کے انہیں حدیث اور سنت کی مخالفت کا مرتکب قرار دیا ہے' حالانکہ فقہاء احناف اس الزام سے بری ہیں' جیسا کہ ہم نے فقہاء احناف کے حوالہ جات سے واضح کر دیا ہے۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں سرخ لباس پہننے اور سرخ لباس پہن کر نماز پڑھنے کا جواز ہے اور اس میں آثار صالحین سے تبرک حاصل کرنے کا جواز ہے' اور اس میں صحراء میں نمازی کے آگے نیزہ سے سترہ قائم کرنے کا ثبوت ہے اور اس حدیث میں سفر میں نماز قائم کرنے کا ثبوت ہے اور ہمارے نزدیک سفر میں نماز کو قصر کرنا واجب ہے' اور اس میں یہ ثبوت ہے کہ سترہ کے پار نمازیوں کے آگے سے لوگ گزر سکتے ہیں' اور اس میں یہ دلیل ہے کہ وضوء کا مستعمل پانی پاک ہوتا ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وضوء سے بچے ہوئے پانی کو صحابہ اپنے جسم پر مل رہے تھے اور آپ کے وضوء کا بچا ہوا پانی تو ہر طاہر سے بڑھ کر طاہر اور طیب ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۴۹ ' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۸ - بَابُ الصَّلٰوةِ فِي السُّطُوْحِ وَالْمِنْبَرِ وَالْخَشَبِ

چھت' منبر اور لکڑی پر نماز پڑھنا

جب مقتدی نماز میں امام سے بلند جگہ پر ہو تو اس کی نماز کے جواز میں اختلاف ہے' بعض تابعین اور فقہاء مالکیہ اس کی نماز کو نا جائز کہتے ہیں' اس لیے امام بخاری نے اس مسئلہ میں اپنے موقف کے اظہار کے لیے یہ عنوان قائم کیا' امام بخاری لکھتے ہیں:

قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ وَلَمْ يَرَ الْحَسَنُ بَاْسًا اَنْ يُّصَلِّیَ عَلَی الْجَمْدِ وَالْقَنَاطِرِ وَاِنْ جَرٰی تَحْتَهَا بَوْلٌ' اَوْ فَوْقَهَا' اَوْ اَمَامَهَا' اِذَا كَانَ بَيْنَهُمَا سُتْرَةٌ.

ابو عبد اللہ (امام بخاری) نے کہا: حسن بصری اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے کہ برف پر نماز پڑھی جائے یا پل پر خواہ اس کے نیچے سے پیشاب بہہ رہا ہو یا اس کے اوپر یا اس کے سامنے بہ شرطیکہ نمازی اور پیشاب کے درمیان سترہ اور حجاب ہو۔

امام بخاری نے یہ معین نہیں کیا کہ نمازی اور نجاست کے درمیان کتنا فاصلہ ہو' بعض مالکیہ نے کہا ہے کہ اس کو نجاست سے زیادہ فاصلہ پر ہونا چاہیے ورنہ نماز نہیں ہوگی۔

وَصَلّٰی اَبُوْ هُرَيْرَةَ عَلٰی ظَهْرِ الْمَسْجِدِ بِصَلٰوةِ الْاِمَامِ.

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے مسجد کی چھت پر امام کی اقتداء میں نماز پڑھی۔

اس تعلیق کی اصل درج ذیل حدیثیں ہیں:

صالح مولی التوءمۃ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسجد کے اوپر امام کی اقتداء میں نماز پڑھی اور امام نیچے تھا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۱۵۸۔ ج ۲ ص ۳۵' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۶ھ)

سعید بن مسلم بیان کرتے ہیں کہ میں نے سالم بن عبد اللہ بن عمر کو دیکھا' انہوں نے ایک شخص کے ساتھ مسجد کی چھت پر مغرب کی نماز پڑھی اور وہ امام کی اقتداء کر رہے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۱۶۰)

وَصَلَّی ابْنُ عُمَرَ عَلَی الثَّلْجِ.

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے برف پر نماز پڑھی۔

۳۷۷ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ حَازِمٍ قَالَ سَاَلُوْا سَهْلَ ابْنَ سَعْدٍ مِنْ اَیِّ شَیْءٍ الْمِنْبَرُ؟ فَقَالَ مَا بَقِیَ بِالنَّاسِ اَعْلَمُ مِنِّیْ' هُوَ مِنْ اَثْلِ الْغَابَةِ' عَمِلَهٗ فُلَانٌ مَوْلٰی فُلَانَةَ' لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' وَقَامَ عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ عُمِلَ وَوُضِعَ' فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ' كَبَّرَ وَقَامَ النَّاسُ خَلْفَهٗ' فَقَرَاَ وَرَكَعَ' وَرَكَعَ النَّاسُ خَلْفَهٗ' ثُمَّ رَفَعَ رَاْسَهٗ ثُمَّ رَجَعَ الْقَهْقَرٰی فَسَجَدَ عَلَی الْاَرْضِ ثُمَّ عَادَ اِلَی الْمِنْبَرِ ثُمَّ قَرَاَ ثُمَّ رَكَعَ ثُمَّ رَفَعَ رَاْسَهٗ ثُمَّ رَجَعَ الْقَهْقَرٰی' حَتّٰی سَجَدَ بِالْاَرْضِ' فَهٰذَا شَاْنُهٗ. قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ سَاَلَنِیْ اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ عَنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ قَالَ فَاِنَّمَا اَرَدْتُّ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو حازم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: لوگوں نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ منبر کس چیز سے بنا تھا؟ انہوں نے کہا: اب لوگوں میں اس کو مجھ سے زیادہ جاننے والا کوئی باقی نہیں ہے' یہ مقام غابہ میں جھاؤ کے درخت کی لکڑی سے بنا ہوا ہے' فلاں عورت کا جو آزاد کردہ فلاں غلام تھا' اس نے اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بنایا تھا' جب یہ بنا کر رکھا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر کھڑے ہوئے' پس آپ نے قبلہ کی طرف منہ کر کے اللہ اکبر کہا اور لوگ آپ کے پیچھے کھڑے ہو گئے' آپ نے قراءت کی اور رکوع کیا' اور لوگوں نے آپ کے پیچھے رکوع کیا' پھر آپ نے سر اٹھایا' پھر آپ الٹے پیر واپس مڑے' پھر آپ نے زمین پر سجدہ کیا' پھر آپ منبر کی طرف لوٹے' پھر آپ نے قراءت

وَسَلَّمَ کَانَ اَعْلٰی مِنَ النَّاسِ، فَلَا بَأْسَ اَنْ یَّکُوْنَ الْاِمَامُ اَعْلٰی مِنَ النَّاسِ بِھٰذَا الْحَدِیْثِ. قَالَ فَقُلْتُ اِنَّ سُفْیَانَ بْنَ عُیَیْنَۃَ، کَانَ یُسْاَلُ عَنْ ھٰذَا کَثِیْرًا، فَلَمْ تَسْمَعْہُ مِنْہُ؟ قَالَ لَا.

[اطراف الحدیث: ۴۴۸-۹۱۷-۲۰۹۴-۲۵۶۹]

کی' پھر رکوع کیا' پھر آپ نے رکوع سے سر اٹھایا' پھر آپ الٹے پیر واپس مڑے' حتیٰ کہ آپ نے زمین پر سجدہ کیا' پس یہی آپ کا طریقہ تھا۔ امام ابوعبداللہ (بخاری) نے کہا: علی بن عبداللہ نے کہا: مجھ سے امام احمد بن حنبل نے اس حدیث کے متعلق سوال کیا' انہوں نے کہا: میں نے صرف یہ ارادہ کیا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں سے بلند تھے' پس اس حدیث کی بناء پر اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ امام لوگوں سے بلند ہو' علی بن عبداللہ نے امام احمد بن حنبل سے کہا: سفیان بن عیینہ سے اس حدیث کے متعلق بہت سوال کیا جاتا تھا' آپ نے اس حدیث کو ان سے نہیں سنا؟ انہوں نے کہا: نہیں۔

(صحیح مسلم: ۵۴۴' الرقم المسلسل: ۱۱۹۶' سنن ابن ماجہ: ۱۴۱۶' مسند الحمیدی: ۹۲۶' صحیح ابن خزیمہ: ۱۵۲۲' سنن دارمی: ۱۲۵۸' المنتقی: ۳۱۲' المعجم الکبیر: ۵۸۸۱' سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۰۸' دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۵۵۴' مسند احمد ج ۵ ص ۳۳۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۲۸۱۷۔ ج ۳۷ ص ۵۱۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۲۴۱۹' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) علی بن عبداللہ ابن المدینی (۲) سفیان بن عیینہ (۳) ابوحازم سلمۃ بن دینار (۴) حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ' یہ آخری صحابی ہیں جو مدینہ میں فوت ہوئے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۵۲)

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مناسبت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ آپ نے منبر پر کھڑے ہو کر نماز پڑھائی' آپ اونچی جگہ پر کھڑے تھے اور مقتدی آپ سے نیچے تھے۔

''اثل الغابۃ'' کا معنی اور منبر بنانے والے کا نام

اس حدیث میں ''اثل الغابۃ'' کا ذکر ہے' ''اثل'' ایک درخت ہے' جس کے پتے نہیں ہوتے' اس میں پھلیاں ہوتی ہیں جن میں دانے ہوتے ہیں' یہ اشنان کے درخت کی مثل ہوتا ہے' اُردو میں اس کو جھاؤ کا درخت کہتے ہیں' اور ''الغابۃ'' مدینہ منورہ سے نو میل دور ایک جگہ ہے' جہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنیوں کو چرانے کے لیے رکھا جاتا تھا۔

جس شخص نے اس منبر کو بنایا تھا' اس کا نام قبیصہ المخزومی تھا' یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا نام میمون یا صلاح تھا اور وہ حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کا غلام تھا' ایک قول یہ ہے کہ وہ انصار کی ایک عورت کا آزاد کردہ غلام تھا۔

امام کے مقتدیوں سے بلند جگہ پر نماز پڑھانے میں فقہاء مالکیہ کا نظریہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ امام مقتدیوں سے بلند ہو تو اس کا کیا حکم ہے' امام شافعی نے کہا ہے کہ یہ جائز ہے اور اس حدیث سے استدلال کیا ہے' نیز امام شافعی نے کہا ہے کہ امام اپنے پیچھے مقتدیوں کو تعلیم دینے کا ارادہ کرے اور زمین پر سجدہ کرے' اور اس حدیث میں ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: اے لوگو! میں نے یہ اس لیے کیا تھا کہ تم میری اقتداء کرو اور میری نماز کے طریقہ کو جان لو۔ امام بخاری نے اس کو نمازِ جمعہ میں ذکر کیا ہے' امام ابوحنیفہ نے ایسا کرنے کو

مکروہ کہا ہے اور یہ کہا ہے کہ ان کی نماز مکمل ہے۔

جس منبر پر رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھی تھی' اس کی تین سیڑھیاں تھیں' یہ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور امام مالک نے کہا ہے کہ مجھے یہ پسند نہیں ہے کہ امام مسجد کی چھت پر نماز پڑھائے اور لوگ اس سے نیچے ہوں یا اپنے نمازیوں سے بلند جگہ پر نماز پڑھائے' اگر امام نے ایسا کیا تو مقتدی ہمیشہ نماز کا اعادہ کریں گے' کیونکہ وہ عبث کام کر رہے ہیں' سوا اس صورت کے کہ امام کا بلند ہونا معمولی سا ہو تو پھر ان کی نماز جائز ہے۔

ابن عباد نے کہا کہ امام مالک نے اس کو اس لیے مکروہ کہا ہے کہ بنو امیہ تکبر کی وجہ سے بلند جگہ پر کھڑے ہو کر نماز پڑھاتے تھے اس وجہ سے امام مالک نے اس فعل کو عبث اور موجب فساد نماز قرار دیا' اور یہ صرف اس صورت میں جائز ہے' جب امام لوگوں کو نماز کی تعلیم دینے کا قصد کرے' جیسا کہ اس باب کی حدیث میں ہے' علقمہ نے بیان کیا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اپنے بھائی عتبہ بن مسعود کی عیادت کرنے گئے' انہوں نے دیکھا کہ وہ ایک لکڑی پر نماز پڑھ رہے تھے' انہوں نے اس لکڑی کو پھینک دیا اور کہا: یہ شیطانی کام ہے' اپنا چہرہ زمین پر رکھو اور اگر تم اس کی طاقت نہیں رکھتے تو اشارہ سے نماز پڑھو' حسن بصری اور ابن سیرین نے اس کو مکروہ کہا ہے اور ائمہ فتویٰ ایسی نماز کو جائز کہتے ہیں اور ان کی دلیل یہ ہے کہ نبی ﷺ نے مچان پر نماز پڑھی اور منبر پر بھی۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۴۸-۴۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

امام کے مقتدیوں سے بلند جگہ پر نماز پڑھانے میں فقہاء حنبلیہ کا نظریہ

حافظ عبد الرحمان بن شہاب الدین ابن رجب حنبلی متوفی ۷۹۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کے تحت تین مسائل ہیں' پہلا مسئلہ درج ذیل ہے:

جو چیز زمین سے دائماً بلند ہو یا عارضی طور پر بلند ہو' اکثر علماء کے نزدیک اس پر نماز پڑھنا جائز ہے۔

ابو طالب نے کہا: میں نے امام احمد سے تخت پر نماز پڑھنے کے متعلق سوال کیا' خواہ فرض ہو یا نفل' انہوں نے کہا: اگر اس پر سطح زمین کی طرح نماز پڑھنا ممکن ہو تو پھر اس پر نماز پڑھنا جائز ہے' اور اس میں علماء کا اختلاف نہیں ہے' مگر شاذ اختلاف قدیم ہے۔

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ جو چیز زمین پر بنائی گئی ہو' جیسے مسجد کی گیلری یا مسجد کی چھت کے اوپر تو اس کی ہر صورت جائز ہے اور اس میں کوئی کراہت نہیں ہے۔

اگر مقتدی امام کی نماز کے ساتھ چھت پر نماز پڑھے اور امام مسجد کے نیچے ہو تو یہ جائز ہے جیسا کہ امام بخاری نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور سفیان نے از یونس بن عبید از عبد ربہ روایت کیا ہے کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو دیکھا' انہوں نے بصرہ میں جمعہ کی نماز مچان (گیلری) میں امام کے پیچھے پڑھی' امام احمد نے اس اثر سے استدلال کیا ہے۔

تیسرا مسئلہ ایسی چیز پر نماز پڑھنے کا ہے' جو اپنے حال پر باقی نہ رہے' حسن بصری نے اس پر نماز کو جائز کہا ہے' اس کا معنی یہ ہے کہ اگر دریا میں پانی جم جائے تو اس کے اوپر نماز پڑھنا جائز ہے۔

(فتح الباری لابن رجب ج ۲ ص ۲۳۱-۲۲۵ ملتقطاً' دار ابن الجوزیہ' ریاض' ۱۴۱۷ھ)

امام کے مقتدیوں سے بلند جگہ پر نماز پڑھانے میں فقہاء شافعیہ کا نظریہ

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

ابن دقیق العید نے کہا ہے کہ جو شخص بلند جگہ پر نماز پڑھائے اور اس کا قصد نماز کی تعلیم دینا نہ ہو تو یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ اس

حدیث میں یہ صورت شامل نہیں ہے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۵۱ 'دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

امام کے مقتدیوں سے بلند جگہ پر نماز پڑھانے میں فقہاء احناف کا نظریہ

اس حدیث میں امام کے بلند جگہ پر نماز پڑھانے کی دلیل ہے' کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے بلند جگہ پر نماز پڑھائی اور نبی ﷺ نے اس کی یہ دلیل بیان فرمائی ہے' تا کہ لوگوں کو نماز پڑھنے کے طریقہ کی تعلیم دی جائے' پس اگر امام کسی سبب سے بلند جگہ پر نماز پڑھائے' جیسے اس حدیث میں ہے تو یہ مستحب ہے ورنہ مکروہ ہے' امام شافعی اور امام احمد کا بھی یہی قول ہے' اور امام شافعی اور امام احمد نے ایک قول میں منع بھی کیا ہے اور ابن حزم نے امام ابوحنیفہ سے بھی ایک منع کا قول نقل کیا ہے لیکن وہ صحیح نہیں ہے' صحیح یہ ہے کہ ان کے نزدیک یہ کراہت (تنزیہی) کے ساتھ جائز ہے اور ہمارے اصحاب سے منقول ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک یہ جائز ہے' جب کہ امام ایک آدمی کی قامت کے برابر بلند ہو اور امام مالک کے نزدیک اگر تھوڑا سا بلند ہو تو پھر جائز ہے۔

نماز میں ایک دو قدم چلنے کا جواز اور دیگر مسائل

اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ اگر نمازی نماز میں تھوڑا سا چلے تو یہ جائز ہے' محیط میں مذکور ہے: ایک قدم چلنے سے نماز باطل نہیں ہوتی اور دو قدم یا زیادہ چلنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے' اس قول کی بناء پر چاہیے تھا کہ یہ نماز فاسد ہو جاتی' لیکن ہم یہ کہتے ہیں کہ اگر کسی مصلحت کی بناء پر دو قدم یا زیادہ چلے تو پھر نماز کو فاسد نہیں ہونا چاہیے اور مکروہ بھی نہیں ہونا چاہیے جیسے جو آدمی اکیلا صف کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہو اس کے لیے جائز ہے کہ وہ اگلی صف سے ایک آدمی کو اپنی طرف کھینچ لے اور دو صفیں بن جائیں اور جس کو کھینچا گیا ہے' اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی خواہ وہ ایک یا دو قدم چلے' علامہ خطابی نے کہا ہے کہ تھوڑا سا کام کرنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی کیونکہ منبر کی تین سیڑھیاں تھیں' آپ دوسری سیڑھی پر کھڑے تھے اور دوسری سیڑھی سے زمین پر آنے میں دو قدم کے برابر چلنا پڑتا ہے۔

اس حدیث میں منبر بنانے کا جواز ہے اور یہ کہ خطیب کو بلند جگہ پر بیٹھنا چاہیے۔

اس حدیث میں نماز میں نمازیوں کو نماز کی تعلیم دینے کا ثبوت ہے اور یہ عبادت میں شرک کرنا نہیں ہے بلکہ یہ ایسا ہے جیسا کہ نمازیوں کو سنانے کے لیے بلند آواز کے ساتھ تکبیر کہی جاتی ہے۔

اور اس میں یہ دلیل بھی ہے کہ جب عالم کسی چیز کے علم کے ساتھ منفرد ہو تو وہ یہ بتائے کہ اس چیز کا صرف مجھے علم ہے اور کسی کو اس کا علم نہیں ہے' جیسے حضرت سہل بن سعد نے کہا: صرف مجھے یہ علم ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا منبر کس چیز سے بنا تھا' وہ مقام غابہ کی جھاؤ کی لکڑی سے بنا تھا۔

* یہ حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۱۱۸۔ ج ۲ ص ۱۱۴ پر مذکور ہے' وہاں اس حدیث کی شرح کا عنوان ہے: استن حنانہ۔

۳۷۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ قَالَ اَخْبَرَنَا حُمَيْدُ الطَّوِيلُ، عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَقَطَ عَنْ فَرَسِهٖ، فَجُحِشَتْ سَاقُهٗ اَوْ كَتِفُهٗ، وَاٰلٰى مِنْ نِّسَائِهٖ شَهْرًا، فَجَلَسَ فِيْ مَشْرُبَةٍ لَّهٗ، دَرَجَتُهَا مِنْ جُذُوْعٍ فَاَتَاهُ اَصْحَابُهٗ يَعُوْدُوْنَهٗ، فَصَلّٰى بِهِمْ جَالِسًا وَهُمْ قِيَامٌ. فَلَمَّا سَلَّمَ قَالَ اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِيُؤْتَمَّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبد الرحیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن ہارون نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حمید الطویل نے خبر دی از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ ﷺ اپنی گھوڑی سے گر گئے' پس آپ کی پنڈلی یا آپ کا کندھا زخمی ہو گیا اور آپ نے اپنی ازواج کے پاس ایک ماہ تک نہ جانے کی قسم کھائی تھی' پس آپ اپنے مچان (گیلری) میں بیٹھ گئے' جس کی سیڑھیاں کھجور کے درخت کی تنے

بِهٖ، فَإِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوْا، وَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوْا، وَإِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوْا، وَإِنْ صَلّٰى قَائِمًا فَصَلُّوْا قِيَامًا. وَنَزَلَ لِتِسْعٍ وَّعِشْرِيْنَ، فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، إِنَّكَ اٰلَيْتَ شَهْرًا؟ فَقَالَ إِنَّ الشَّهْرَ تِسْعٌ وَّعِشْرُوْنَ.

[اطراف الحدیث:۶۸۹_۷۳۲_۷۳۳_۸۰۵_۱۱۱۴_۱۹۱۱_۲۴۶۹_۵۲۰۱_۵۲۸۹_۶۶۸۴]

ہوئی تھیں' پس آپ کے اصحاب آپ کی عیادت کرنے کے لیے آئے' آپ نے ان کو بیٹھ کر نماز پڑھائی اور وہ کھڑے ہوئے تھے' جب آپ نے سلام پھیرا تو فرمایا: امام اس لیے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے' پس جب وہ تکبیر کہے تو تم تکبیر کہو اور جب وہ رکوع کرے تو تم رکوع کرو اور جب وہ سجدہ کرے تو تم سجدہ کرو اور اگر وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھے تو تم کھڑے ہو کر نماز پڑھو اور آپ انتیس دن بعد مچان (گیلری) سے اتر آئے' صحابہ نے کہا: یارسول اللہ! آپ نے تو ایک ماہ کی قسم کھائی تھی؟ آپ نے فرمایا: مہینہ انتیس دن کا بھی ہوتا ہے۔

(صحیح مسلم:۴۱۱' الرقم المسلسل:۸۹۶' سنن ابوداؤد:۶۰۱' سنن ترمذی:۶۶۱' سنن نسائی:۸۳۲' سنن ابن ماجہ:۱۲۳۸' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۲۵' مسند الحمیدی:۱۱۸۹' مسند ابویعلیٰ:۳۵۵۸' المنتقیٰ:۲۲۹' صحیح ابن خزیمہ:۹۷۷' صحیح ابن حبان:۲۱۰۲' سنن بیہقی ج ۳ ص ۷۸' شرح السنۃ:۸۵۰' مسند احمد ج ۳ ص ۱۱۰ طبع قدیم' مسند احمد:۱۲۰۷۴۔ ج ۱۹ ص ۱۲۹' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی:۲۴۱۹' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کے چار رجال ہیں اور ان کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

اس حدیث کا عنوان تھا: چھت' منبر اور لکڑی پر نماز پڑھنا' اور اس حدیث میں مچان (گیلری) پر نماز پڑھنے کا ذکر ہے اور وہ مچان بھی لکڑی کا تھا۔

اگر کسی عذر کی وجہ سے امام بیٹھ کر نماز پڑھائے تو مقتدی کھڑے ہو کر نماز پڑھیں

اس حدیث میں مذکور ہے کہ اگر امام کھڑے ہو کر نماز پڑھے تو تم بھی کھڑے ہو کر نماز پڑھو۔ اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ اگر امام بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم بھی بیٹھ کر نماز پڑھو۔ امام احمد' ابن حزم اور غیر مقلدین کا یہی موقف ہے کہ اگر امام کسی عذر کی وجہ سے بیٹھ کر نماز پڑھے تو مقتدی بھی بیٹھ کر نماز پڑھیں' خواہ ان کو کوئی عذر نہ ہو' اور امام مالک نے کہا ہے کہ جو شخص قیام پر قادر ہو' وہ بیٹھنے والے امام کے پیچھے نماز نہ پڑھے' کھڑے ہو کر نہ بیٹھ کر' اور امام ابوحنیفہ' امام شافعی اور جمہور سلف نے یہ کہا ہے کہ جو شخص قیام پر قادر ہو وہ بیٹھنے والے امام کے پیچھے کھڑے ہو کر ہی نماز پڑھے گا' اس میں فرض اور نفل دونوں برابر ہیں' کیونکہ قیام فرض ہے' امام سے یہ فرض اس کے عذر کی وجہ سے ساقط ہو گیا اور مقتدی کے لیے بغیر عذر کے فرض کو ترک کرنا جائز نہیں ہے' اور باب مذکور کی حدیث کا جواب یہ ہے کہ:

یہ حدیث منسوخ ہے اور اس کی ناسخ وہ حدیث ہے' جس میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرض الموت میں بیٹھ کر نماز پڑھی اور آپ کے پیچھے صحابہ نے کھڑے ہو کر نماز پڑھی اور حضرت ابوبکر کھڑے ہو کر مسلمانوں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے افعال کی خبر دے رہے تھے' امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑے پر سوار ہوئے' پس آپ اس گھوڑے سے گر گئے اور آپ کا دایاں پہلو چھل گیا' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی نمازیں بیٹھ کر پڑھیں' سو ہم نے بھی آپ کے پیچھے بیٹھ کر نماز پڑھی' جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا: امام اس لیے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے' پس جب وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھے تو تم

کھڑے ہو کر نماز پڑھو اور جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم سب بیٹھ کر نماز پڑھو۔

امام ابوعبداللہ (بخاری) نے کہا: الحمیدی نے کہا کہ آپ نے جو فرمایا ہے: جب امام بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم بھی بیٹھ کر نماز پڑھو؛ یہ آپ نے اپنے پہلے مرض میں فرمایا تھا' پھر اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیٹھ کر نماز پڑھی اور صحابہ نے آپ کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھی' آپ نے ان کو بیٹھنے کا حکم نہیں دیا اور جو آخری بات ہو اس پر عمل کیا جاتا ہے اور آخری بات نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فعل ہے۔

(صحیح البخاری:۶۸۹' جامع المسانید:۴۵۹' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

چھت اور لکڑی پر نماز پڑھنے کی دلیل

اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے مچان میں نماز پڑھی اور صحابہ نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی۔

حدیث کے اس جملہ میں چھت پر اور لکڑی پر نماز پڑھنے کی دلیل ہے کیونکہ مچان اپنی نچلی جگہ کے اعتبار سے چھت کے حکم میں ہے اور اس پر نماز پڑھنا چھت پر نماز پڑھنے کی مثل ہے اور چونکہ مچان لکڑی کا بنا ہوا تھا' اس لیے یہ لکڑی پر نماز پڑھنے کی بھی دلیل ہے۔

ایلاء کا لغوی اور شرعی معنی

اس حدیث میں ایلاء کا ذکر ہے' ایلاء کا لغوی معنی ہے: قسم کھانا' یعنی اپنی بیوی کے قریب نہ جانے کی قسم کھانا' اصطلاحی ایلاء یہ ہے کہ کوئی شخص یہ قسم کھائے کہ وہ چار ماہ تک اپنی بیوی کے قریب نہیں جائے گا' پھر اگر اس نے قسم پوری کر لی تو اس کی بیوی اس سے بائن ہو جائے گی اور اگر وہ چار ماہ سے پہلے اپنی بیوی کے قریب چلا گیا تو اس کو قسم توڑنے کا کفارہ دینا ہوگا اور اگر اس نے چار ماہ سے کم کی قسم کھائی' جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قسم کھائی تھی کہ آپ ایک ماہ تک اپنی ازواج کے قریب نہیں جائیں گے تو یہ لغوی ایلاء ہے' قسم پوری کرنے سے نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

۱۹ - بَابٌ إِذَا أَصَابَ ثَوْبُ الْمُصَلِّي امْرَأَتَهُ إِذَا سَجَدَ
جب نمازی کا کپڑا سجدہ میں اس کی بیوی پر پڑ جائے

اس باب کا مقصد یہ ہے کہ جب نمازی کا کپڑا سجدہ میں اس کی بیوی پر لگ جائے تو آیا اس کی نماز فاسد ہو گی یا نہیں؟ اور ظاہر حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کی نماز فاسد نہیں ہو گی۔

۳۷۹ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، عَنْ خَالِدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ الشَّيْبَانِيُّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ شَدَّادٍ، عَنْ مَيْمُونَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي وَأَنَا حِذَاءَهُ، وَأَنَا حَائِضٌ، وَرُبَّمَا أَصَابَنِي ثَوْبُهُ إِذَا سَجَدَ. قَالَتْ وَكَانَ يُصَلِّي عَلَى الْخُمْرَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی از خالد' انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان بن شیبانی نے حدیث بیان کی از عبداللہ بن شداد از حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے اور میں آپ کے بالمقابل تھی' اس وقت میں حائض تھی' بعض مرتبہ جب آپ سجدہ کرتے تو آپ کا کپڑا مجھ پر پڑ جاتا اور آپ مصلّے (جانماز) پر نماز پڑھ رہے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۳۳ میں گزر چکی ہے' وہاں اس حدیث کا کوئی عنوان قائم نہیں کیا تھا۔

۲۰ - بَابُ الصَّلٰوةِ عَلَى الْحَصِيْرِ
چٹائی پر نماز پڑھنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ چٹائی پر نماز پڑھنا جائز ہے۔

کشتی میں نماز پڑھنے کی تحقیق

وَصَلّٰی جَابِرٌ وَّاَبُوْ سَعِیْدٍ فِی السَّفِیْنَةِ قَائِمًا. اورحضرت جابر اور حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہما نے کشتی میں کھڑے ہوکرنماز پڑھی۔

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل حدیث ہے:

حمید بیان کرتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کشتی میں نماز پڑھنے کے متعلق سوال کیا گیا تو حضرت انس کے آزاد کردہ غلام عبد اللہ بن ابی عتبہ نے بیان کیا' وہ اس وقت ہمارے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابوسعید الخدری' حضرت ابو الدرداء اور حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ سفر کیا' حمید نے کہا: انہوں نے اور بھی کچھ لوگوں کے اسماء ذکر کیے' پس ہمارے امام کشتی میں کھڑے ہوئے ہم کو نماز پڑھا رہے تھے اور ہم ان کے پیچھے کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے اور اگر ہم چاہتے تو کشتی کو ساحل پر لگا کر کشتی سے باہر آ سکتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۵۶۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

اس اثر کو چٹائی پر نماز پڑھنے کے باب میں ذکر کیا ہے کیونکہ دونوں میں یہ مناسبت ہے کہ چٹائی پر نماز پڑھنے والا بھی زمین سے منفصل ہے اور کشتی پر نماز پڑھنے والا بھی زمین سے منفصل ہے۔

کشتی میں نماز پڑھنے کے متعلق فقہاء احناف کا نظریہ

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس اثر سے بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ کشتی پر نماز پڑھنا اس وقت جائز ہے' جب نمازی کھڑا ہوا ہو۔

امام ابوحنیفہ نے یہ کہا ہے کہ کشتی میں کھڑے ہوکر اور بیٹھ کر دونوں طرح نماز پڑھنا جائز ہے' خواہ عذر ہو یا نہ ہو' حسن بن مالک' ابوقلابہ اور طاؤس کا بھی یہی قول ہے' اور کشتی میں بیٹھ کر نماز پڑھنے کے متعلق حسب ذیل آثار ہیں:

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ ہم جنادہ بن ابی امیہ کے ساتھ سمندر کے راستہ جہاد کرتے تھے اور کشتی میں بیٹھ کر نماز پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۵۵۹ ۔ ج ۲ ص ۶۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

ابن سیرین بیان کرتے ہیں: ہم حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ساتھ بنی سیرین کی طرف بڑے جہاز میں بیٹھ کر گئے' انہوں نے ہماری امامت کی اور بیٹھ کر ہمیں دو رکعت نماز پڑھائی' پھر ہمیں دو رکعت اور پڑھائیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۵۶۰)

خالد بیان کرتے ہیں کہ ابوقلابہ کشتی میں بیٹھ کر نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۵۶۱)

اور اس لیے کہ کشتی میں سفر کرنے سے عموماً سر چکراتا ہے اور گویا کہ یہ عذر محقق ہے اور اولیٰ یہ ہے کہ اگر کشتی سے باہر آ کر نماز پڑھ سکتا ہے تو باہر آ کر نماز پڑھ لے۔

امام ابو یوسف اور امام محمد نے کہا ہے کہ کشتی میں بغیر عذر کے بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز نہیں ہے' کیونکہ قیام نماز کا رکن ہے اور اس کو بغیر عذر کے ترک کرنا جائز نہیں ہے' اور یہ اختلاف اس کشتی میں ہے جو کنارے پر بندھی ہوئی نہ ہو اور اگر کشتی کنارے پر بندھی ہو تو اس میں بیٹھ کر نماز پڑھنا اجماعاً جائز نہیں ہے' ایک قول یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک کشتی خواہ چل رہی ہو خواہ لنگر انداز ہو' اس میں بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز ہے اور اس پر لازم ہے کہ نماز شروع کرتے وقت قبلہ کی طرف منہ کرے کیونکہ اس کے لیے کشتی گھر کے حکم میں ہے' حتیٰ کہ جب وہ رکوع اور سجود کرنے پر قادر ہو تو وہ اس میں اشاروں سے نماز نہیں پڑھے گا' بہ خلاف اس شخص کے جو سواری پر سوار ہو' امام بخاری دوسری تعلیق ذکر کرتے ہیں:

وَقَالَ الْحَسَنُ يُصَلِّي قَائِمًا مَا لَمْ تَشُقَّ عَلٰى أَصْحَابِكَ، تَدُوْرُ مَعَهَا، وَإِلَّا فَقَاعِدًا.

اور حسن بصری نے کہا: کھڑے ہو کر نماز پڑھے جب تک کہ تمہارے اصحاب پر دشوار نہ ہو، تم کشتی کے ساتھ گھومتے رہو ورنہ بیٹھ کر نماز پڑھو۔

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل احادیث ہیں:

عاصم بیان کرتے ہیں کہ شعبی، حسن بصری اور ابن سیرین نے کہا: کشتی میں کھڑے ہو کر نماز پڑھو، حسن بصری نے کہا: تمہارے اصحاب پر دشوار نہ ہو تو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ:۶۵۶۵)

ابن سیرین نے کہا: تم چاہو تو کشتی میں کھڑے ہو کر نماز پڑھو اور تم چاہو تو بیٹھ کر نماز پڑھو اور کھڑے ہونا افضل ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ:۶۵۶۶)

حسن بصری اور ابن سیرین نے کہا: کشتی میں کھڑے ہو کر جماعت کے ساتھ نماز پڑھو اور جب کشتی قبلہ سے گھوم جائے تو تم بھی اس کے ساتھ گھوم جاؤ۔ (مصنف ابن ابی شیبہ:۶۵۷۷)

علامہ عینی نے کہا ہے کہ اگر تم پر کھڑے ہو کر نماز پڑھنا دشوار ہو تو بیٹھ کر نماز پڑھو کیونکہ حرج کو دور کیا گیا ہے۔
(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۶۲، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

چلتی ٹرین میں نماز پڑھنے کی تحقیق

اگر کوئی ٹرین ڈیڑھ، دو گھنٹہ تک مسلسل تیز رفتاری سے دوڑتی رہے اور درمیان میں بالکل نہ رکے اور اس دوران نماز کا وقت آ کر نکل جائے تو چلتی ٹرین میں نماز پڑھنا جائز ہے کیونکہ اس حالت میں زمین پر اتر کر نماز پڑھنا ممکن نہیں ہے، اگر اس نے زمین پر اتر کر نماز پڑھنے کی کوشش کی تو اس کی ہلاکت کا یقینی خطرہ ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ. (البقرہ:۱۹۵) اور اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو۔

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ. (النساء:۲۹) اور اپنی جانوں کو قتل نہ کرو۔

اور جب میدان جہاد میں دشمن سے قتال کے دوران نماز کا وقت آ جائے اور معمول کے مطابق سواری سے اتر کر زمین پر نماز پڑھنے میں جان کی ہلاکت کا خطرہ ہو تو اللہ تعالیٰ نے اجازت دی ہے کہ چلتے ہوئے نماز پڑھ لی جائے یا سواری پر نماز پڑھ لی جائے، قرآن مجید میں ہے:

فَاِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا اَوْ رُكْبَانًا. (البقرہ:۲۳۹) اگر تم کو جان کا خوف ہو تو چلتے ہوئے نماز پڑھو یا سواری پر۔

اور اگر سفر کے دوران ٹرین اتنے وقت کے لیے ٹھہرتی ہے کہ اس میں نماز پڑھی جا سکتی ہے، پس جب ٹرین رک جائے تو اس میں نماز پڑھے، بہر حال کسی صورت میں نماز کو ترک نہ کرے، اس مسئلہ کو زیادہ دلائل اور حوالہ جات کے ساتھ ہم شرح صحیح مسلم میں لکھ چکے ہیں، دیکھئے شرح صحیح مسلم: ۱۵۱۸۔ ج ۲ ص ۴۰۷۔ ۳۹۷۔

۳۸۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ طَلْحَةَ، عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ جَدَّتَهُ مُلَيْكَةَ، دَعَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِطَعَامٍ صَنَعَتْهُ لَهُ، فَاَكَلَ مِنْهُ، ثُمَّ قَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از اسحاق بن عبد اللہ بن ابی طلحہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہ ان کی دادی حضرت ملیکہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کھانے کی دعوت دی

قُوْمُوْا فَلِاُصَلِّيَ لَكُمْ. قَالَ اَنَسٌ فَقُمْتُ اِلٰى حَصِيْرٍ لَنَا قَدِ اسْوَدَّ مِنْ طُوْلِ مَا لُبِسَ، فَنَضَحْتُهُ بِمَاءٍ، فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَفَفْتُ وَالْيَتِيْمُ وَرَاءَهُ وَالْعَجُوْزُ مِنْ وَّرَائِنَا، فَصَلّٰى لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ انْصَرَفَ.

[اطراف الحدیث: ۷۲۷-۸۶۰-۸۷۱-۸۷۴-۱۱۶۴]

جو انہوں نے آپ کے لیے تیار کیا تھا' آپ نے اس کو کھایا' پھر فرمایا: کھڑے ہو میں تم کو نماز پڑھاؤں' حضرت انس نے کہا: میں اس چٹائی کی طرف کھڑا ہوا' جو لمبے عرصہ سے استعمال کی وجہ سے میلی ہو چکی تھی' میں نے اس کو پانی سے دھویا' پس رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے اور میں نے اور یتیم نے آپ کے پیچھے صف بنائی اور بڑھیا ہمارے پیچھے کھڑی ہوئی' پس رسول اللہ ﷺ نے ہمیں دو رکعت نماز پڑھائی' پھر آپ چلے گئے۔

(صحیح مسلم: ۶۵۸' الرقم المسلسل: ۱۴۷۱' سنن ابوداؤد: ۶۱۲' سنن ترمذی: ۲۳۴-۲۵۴' سنن نسائی: ۸۰۱' سنن ابن ماجہ: ۷۵۶' السنن الکبریٰ للنسائی: ۷۲۷' صحیح ابن حبان: ۲۲۰۵' شرح السنۃ: ۸۲۸' مسند احمد ج ۳ ص ۱۳۱ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۲۳۴۰۔ ج ۱۹ ص ۲۴۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۱۶۶' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبداللہ بن یوسف التنیسی (۲) امام مالک بن انس (۳) اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ' ان کو اسحاق بن ابی طلحہ بھی کہا جاتا ہے (۴) زید بن سہل الانصاری البخاری' امام مالک حدیث میں اسحاق کے اوپر کسی کو مقدم نہیں کرتے تھے' یہ ۱۳۲ھ میں مدینہ میں فوت ہو گئے تھے (۵) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ (۶) ان کی دادی حضرت ملیکہ۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۶۳)

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس طرح ہے کہ اس میں چٹائی پر نماز پڑھنے کا ذکر ہے۔

حدیث مذکور سے مستنبط مسائل

☆ اس حدیث میں ذکر ہے کہ حضرت انس کی دادی نے رسول اللہ ﷺ کو کھانے کی دعوت دی تو آپ نے اس کو قبول فرمالیا' اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی عذر نہ ہو تو کھانے کی دعوت کو قبول کر لینا چاہیے۔

☆ کھانے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ان سب کو نماز پڑھائی' اس میں گھر میں نوافل کی جماعت کا ثبوت ہے۔

☆ افضل یہ ہے کہ نوافل گھر میں پڑھے جائیں کیونکہ مساجد کو فرائض کی ادائیگی کے لیے بنایا گیا ہے۔

☆ دعوت دینے والے کے گھر کو برکت پہنچانے کے لیے کھانے کے بعد وہاں نفل نماز پڑھنی چاہیے۔

☆ ہوسکتا ہے کہ آپ کا قصد یہ ہو کہ عورت کو نماز کی تعلیم دی جائے کیونکہ عورتیں نماز میں کم حاضر ہوتی تھیں۔

☆ جانماز کو میل کچیل سے صاف رکھنا چاہیے اور مہمان کی تکریم کے لیے جانماز کو دھو کر صاف کرنا چاہیے۔

☆ بچہ کو مرد کے ساتھ ایک صف میں کھڑا کرنا چاہیے اور عورتوں کو مردوں سے مؤخر کھڑا کرنا چاہیے۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۶۵-۱۶۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' فتح الباری ج ۲ ص ۵۴' دارالمعرفہ' بیروت)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۳۹۸۔ ج ۲ ص ۲۹۳ پر مذکور ہے' وہاں کسی عنوان کے بغیر اس کی شرح کی گئی ہے۔

۲۱ - بَابُ الصَّلٰوةِ عَلَى الْخُمْرَةِ

مصلّی (جانماز) پر نماز پڑھنا

۳۸۱ - حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ الشَّيْبَانِيُّ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَدَّادٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے

عَنْ مَيْمُوْنَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ عَلَى الْخُمْرَةِ.

کہا: ہمیں سلیمان الشیبانی نے حدیث بیان کی از عبد اللہ بن شداد از حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم خمرہ (جانماز) پر نماز پڑھتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۳۳ میں گزر چکی ہے' وہاں اس حدیث کا کوئی عنوان نہیں تھا۔

۲۲ - بَابُ الصَّلٰوةِ عَلَى الْفِرَاشِ — بستر پر نماز پڑھنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ بستر پر نماز پڑھنا جائز ہے اور دونوں بابوں میں مناسبت یہ ہے کہ چٹائی پر نماز پڑھی جائے یا بستر پر' دونوں زمین سے منفصل ہیں۔ امام بخاری لکھتے ہیں:

وَصَلّٰى اَنَسٌ عَلٰى فِرَاشِهٖ.

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اپنے بستر پر نماز پڑھی۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

حمید بیان کرتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ اپنے بستر پر نماز پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۸۱۰۔ ج ۱ ص ۳۴۴)

وَقَالَ اَنَسٌ كُنَّا نُصَلِّيْ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ' فَيَسْجُدُ اَحَدُنَا عَلٰى ثَوْبِهٖ.

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے تھے تو ہم میں سے ایک شخص اپنے کپڑے پر سجدہ کرتا تھا۔

اس تعلیق کی اصل صحیح البخاری: ۳۸۵ میں عنقریب آ رہی ہے۔

اس اثر کی مناسبت باب کے عنوان سے اس طرح ہے کہ کپڑے پر سجدہ اس وقت ہوگا' جب وہ بچھایا ہوا ہو اور بستر بھی بچھایا ہوا ہوتا ہے۔

۳۸۲ - حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ ' عَنْ اَبِي النَّضْرِ ' مَوْلٰى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ ' عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ' عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهَا قَالَتْ كُنْتُ اَنَامُ بَيْنَ يَدَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرِجْلَايَ فِيْ قِبْلَتِهٖ ' فَاِذَا سَجَدَ غَمَزَنِيْ فَقَبَضْتُ رِجْلَيَّ' فَاِذَا قَامَ بَسَطْتُهُمَا' قَالَتْ وَالْبُيُوْتُ يَوْمَئِذٍ لَيْسَ فِيْهَا مَصَابِيْحُ.

[اطراف الحدیث: ۳۸۳۔ ۳۸۴۔ ۵۰۸۔ ۵۱۱۔ ۵۱۲۔ ۵۱۳۔ ۵۱۴۔ ۵۱۵۔ ۵۱۹۔ ۹۹۷۔ ۱۲۰۹۔ ۶۲۷۶]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے حدیث بیان کی از ابی النضر جو عمر بن عبید اللہ کے آزاد کردہ غلام ہیں' از ابی سلمہ بن عبد الرحمان از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم' وہ بیان کرتی ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سوتی تھی اور میرے دونوں پیر آپ کے قبلہ کی جانب ہوتے تھے' سو جب آپ سجدہ کرتے تو مجھے ہاتھ سے اشارہ کرتے تو میں اپنے پیر کھینچ لیتی' پھر جب آپ کھڑے ہوتے تو میں اپنے پیروں کو پھر پھیلا لیتی اور گھروں میں ان دنوں چراغ نہیں ہوتے تھے۔

(صحیح مسلم: ۵۱۲' الرقم المسلسل: ۱۱۲۵' سنن ابوداؤد: ۷۱۳' سنن نسائی: ۱۶۶' سنن ابن ماجہ: ۹۵۶' مسند الحمیدی: ۱۷۱' صحیح ابن خزیمہ: ۸۲۲' صحیح ابن حبان: ۲۳۴۳' مسند احمد ج ۶ ص ۴۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۴۱۶۹۔ ج ۴۰ ص ۱۹۹' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں' ان سب کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مناسبت اس جملہ میں ہے: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سوتی تھی کیونکہ عموماً سونا بستر پر ہوتا تھا اور عنوان میں بستر کا ذکر ہے' تاہم اس حدیث میں یہ ثبوت نہیں ہے کہ آپ نے حضرت عائشہ کے بستر پر نماز پڑھی تھی۔

عورت‘ کتے اور گدھے کے نمازی کے آگے سے گزرنے سے نماز کے ٹوٹ جانے کی حدیث کی تحقیق

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سامنے سوتی تھی۔ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ مرد کا اپنی بیوی کے سامنے کھڑے ہو کر نماز پڑھنا جائز ہے اور عورت کے سامنے ہونے سے مرد کی نماز نہیں ٹوٹتی‘ بعض فقہاء نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے علاوہ دیگر کے لیے اس کو مکروہ کہا ہے کیونکہ وہ اس کی طرف دیکھے گا اور دل اس میں مشغول رہے گا اور اس میں فتنہ کا خوف ہے‘ اور رہے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تو آپ ان تمام چیزوں سے منزہ ہیں‘ علاوہ ازیں یہ رات کا وقت تھا اور گھر میں چراغ نہیں تھا۔

جو شخص عورت کے سامنے نماز پڑھے‘ اس کی نماز باطل نہیں ہوتی اور نہ اس کی جس کے سامنے سے عورت گزرے‘ یہ متقدمین اور متاخرین جمہور فقہاء کا موقف ہے‘ امام ابوحنیفہ‘ امام مالک اور امام شافعی ان میں شامل ہیں‘ اور یہ معلوم ہے کہ عورت کا نمازی کے سامنے لیٹے ہوئے ہونا‘ اس کے سامنے گزرنے سے زیادہ شدید ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: عورت‘ گدھے اور کتے کے سامنے سے گزرنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۲۹۹ طبع قدیم‘ مسند احمد: ۹۸۳ے۔ ج ۳ ص ۳۶۱‘ سنن ابن ماجہ: ۹۵۰‘ المعجم الکبیر: ۳۱۶۱)

امام احمد نے کہا ہے کہ سیاہ کتا نماز توڑ دیتا ہے اور میرے دل میں گدھے اور کتے کے متعلق بھی کچھ ہے‘ اور جس حدیث میں ہے کہ ان کے گزرنے سے نماز منقطع ہو جاتی ہے‘ اس کا جواب یہ ہے کہ ان کے گزرنے سے نماز ناقص ہو جاتی ہے کیونکہ دل ان چیزوں کے ساتھ مشغول ہو جاتا ہے اور اس سے مراد یہ نہیں ہے کہ ان کے گزرنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے‘ کیونکہ عورت کو دیکھنے سے وسوسے آتے ہیں اور گدھا مکروہ آواز نکالتا ہے اور کتا فتنہ میں ڈالتا ہے اور مضطرب کرتا ہے اور چونکہ یہ چیزیں نماز منقطع کرنے کا سبب بنتی ہیں‘ اس لیے ان پر نماز قطع کرنے کا اطلاق کر دیا گیا۔

اس حدیث کا دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث مذکور ذیل حدیث سے منسوخ ہے:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: نماز کو کوئی چیز نہیں توڑتی (اور نمازی کے آگے سے گزرنے والے کو) تم اپنی پوری طاقت سے دفع کرو‘ وہ شیطان ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۷۱۹)

اور شارع علیہ السلام کے اور قبلہ کے درمیان حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تھیں‘ نیز حدیث میں ہے کہ گدھی نمازیوں کے آگے چر رہی تھی اور اس پر کسی نے انکار نہیں کیا۔ (صحیح البخاری: ۴۹۳‘ صحیح مسلم: ۵۰۴‘ سنن ابوداؤد: ۷۱۵‘ سنن ترمذی: ۳۳۷‘ سنن نسائی: ۷۵۱‘ سنن ابن ماجہ: ۹۴۷)

حضرت ابن عباس اور عطاء نے یہ کہا ہے کہ جو عورت نماز منقطع کرتی ہے‘ اس سے مراد حائض عورت ہے۔ (صحیح ابن خزیمہ: ۸۳۲‘ صحیح ابن حبان: ۲۳۱۲) علامہ عینی فرماتے ہیں کہ بعض روایات میں یہ تصریح ہے کہ شعبہ نے کہا: میرا گمان ہے کہ جس حدیث میں ہے کہ حضرت عائشہ آپ کے سامنے لیٹی ہوئی تھیں‘ حضرت عائشہ نے فرمایا: میں اس وقت حائض تھی‘ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ بعض احادیث میں ہے کہ کتا‘ خنزیر‘ یہودی اور نصرانی نماز کو منقطع کر دیتا ہے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۲۳۵۳۔ ۲۳۵۲) اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۷۰۔ ۱۶۹‘ مفصلاً ومخرجاً‘ دارالکتب العلمیہ‘ بیروت‘ ۱۴۲۱ھ)

سوئے ہوئے شخص کے پیچھے نماز پڑھنے کے جواز کی تحقیق

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو شخص سویا ہوا ہو‘ اس کے سامنے کھڑے ہو کر نماز پڑھنا جائز ہے اور بعض علماء نے اس کو مکروہ کہا ہے اور ان کا استدلال حسب ذیل حدیث سے ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص سویا ہوا ہو یا باتیں کر رہا ہو اس کے پیچھے نماز نہ پڑھو۔
(سنن ابوداؤد: ۶۹۴' سنن ابن ماجہ: ۹۵۹)

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث محمد بن کعب سے مروی ہے اور اس کی سند ضعیف ہے۔

باب مذکور کی حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نماز میں عمل قلیل کرنا جائز ہے۔

عورت کے جسم کو چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا' اس پر فقہاء احناف کا استدلال اور اس پر حافظ ابن حجر کا ردّ کرنا

اس حدیث میں مذکور ہے کہ جب آپ سجدہ کرتے تو مجھے ہاتھ سے اشارہ کرتے۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ عورت کے جسم کو چھونے سے وضوء ٹوٹتا ہے نہ نماز ٹوٹتی ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا ہاتھ حضرت عائشہ کے پیروں کو لگایا تھا' لیکن یہ استدلال اس لیے مردود ہے کہ ہوسکتا ہے کہ حضرت عائشہ کے پیروں پر کپڑا ہو یا یہ آپ کی خصوصیت ہو' سو یہ ثابت نہ ہوا کہ عورت کے جسم کو چھونے سے وضوء نہیں ٹوٹتا۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۵۵' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی کا حافظ ابن حجر کے جواب کو ردّ کرنا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس جواب کا ردّ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ اصل یہ ہے کہ پیر کے اوپر عرفاً کوئی کپڑا نہیں ہوتا نہ ہاتھ کے اوپر ہوتا ہے اور یہ بہت بعید ہے کہ آپ نے ان کے کپڑے کے اوپر سے ان کو ہاتھ لگا کر اشارہ کیا تھا' جیسا کہ امام شافعی کا قول ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۵۱)

حافظ ابن حجر نے دوسرا جواب یہ دیا ہے کہ ہوسکتا ہے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت ہو' یہ جواب اس لیے صحیح نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس مقام پر مقامِ تشریع میں تھے' یہ آپ کی خصوصیت کا مقام نہیں تھا' کیونکہ یہ معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے تمام اقوال اور افعال کو معصوم رکھا ہے اور بغیر دلیل کے خصوصیت کا دعویٰ باطل ہے' کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو آپ ہمارے لیے کسی حدیث میں یہ دلیل قائم کرتے کہ آپ کے حق میں عورت کے جسم کو چھونا وضوء ٹوٹنے کا سبب نہیں ہے' جیسا کہ آپ نے نیند کے متعلق فرمادیا کہ میری آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل جاگتا رہتا ہے اور نیند سے آپ کا وضوء نہیں ٹوٹتا اور اس کا انکار کرنا عناد اور مکابرہ ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۷۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

✻ یہ حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۰۴۷۔ ج ۱ ص ۱۳۲۳ پر مذکور ہے' اس کی شرح میں ص ۱۳۳۰ پر صراطِ مستقیم (مصنفہ: شیخ اسماعیل دہلوی) کی ایک توہین آمیز عبارت پر بحث کی گئی ہے۔

۳۸۳ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عُرْوَةُ اَنَّ عَائِشَةَ اَخْبَرَتْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّيْ، وَهِيَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ، عَلٰى فِرَاشِ اَهْلِهِ، اِعْتِرَاضَ الْجَنَازَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے عروہ نے خبر دی کہ ان کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے اور حضرت عائشہ آپ کے اور قبلہ کے درمیان آپ کے اہل کے بستر کے اوپر جنازہ کی طرح لیٹی ہوئی تھیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۸۲ میں گزر چکی ہے' وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

۳۸٤ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ ' عَنْ يَزِيدَ ' عَنْ عِرَاكٍ ' عَنْ عُرْوَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّيْ ' وَعَائِشَةُ مُعْتَرِضَةٌ بَيْنَهُ وَ بَيْنَ الْقِبْلَةِ ' عَلَى الْفِرَاشِ الَّذِيْ يَنَامَانِ عَلَيْهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از یزید از عراک از عروہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کے اور قبلہ کے درمیان اس بستر پر لیٹی ہوئی تھیں' جس پر وہ دونوں سوتے تھے۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۳۸۲ میں گزر چکی ہے۔

۲۳ - بَابُ السُّجُوْدِ عَلَى الثَّوْبِ فِيْ شِدَّةِ الْحَرِّ

شدید گرمی میں کپڑے پر سجدہ کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ شدید گرمی میں نمازی اپنے کپڑے کی مثلاً آستین یا دامن پر سجدہ کرسکتا ہے۔ باب سابق کے ساتھ اس کی مناسبت یہ ہے کہ اس میں بستر پر نماز پڑھنے کا ذکر تھا اور اس میں کپڑے پر سجدہ کرنے کا ذکر ہے اور دونوں بابوں میں یہ بات مشترک ہے' زمین پر سجدہ نہیں کیا گیا بلکہ زمین اور سجدہ کے درمیان بستر یا کپڑا حائل تھا۔

وَقَالَ الْحَسَنُ كَانَ الْقَوْمُ يَسْجُدُوْنَ عَلَى الْعِمَامَةِ وَالْقَلَنْسُوَةِ ' وَيَدَاهُ فِيْ كُمِّهِ.

اور حسن بصری نے کہا: لوگ عمامہ پر سجدہ کرتے تھے اور ٹوپی پر اور ان کے ہاتھ اپنی آستین میں ہوتے تھے۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیثیں ہیں:

اشعث بیان کرتے ہیں کہ حسن بصری اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے کہ آدمی کپڑے پر سجدہ کرے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۷۷۵)

ابراہیم بیان کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سخت سردی میں لوگوں کو جمعہ کی نماز پڑھائی' پھر اپنے کپڑے کے ایک پلو کو زمین پر رکھ کر اس پر سجدہ کیا' پھر فرمایا: اے لوگو! جب تم میں سے کسی کو شدید گرمی یا سردی لگے تو وہ کپڑے کے پلو پر سجدہ کرلیا کرے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۷۶۷۔ ج ۱ ص ۲۴۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شدید گرمی میں نماز پڑھتے تھے اور جب ہم میں سے کسی شخص کے لیے زمین پر چہرہ رکھنا ممکن نہ ہوتا تو وہ زمین پر کپڑا بچھا کر اس پر سجدہ کرتا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۷۶۹)

۳۸۵ - حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ ' هِشَامُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ ' قَالَ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ قَالَ حَدَّثَنِيْ غَالِبٌ الْقَطَّانُ ' عَنْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ ' عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ' قَالَ كُنَّا نُصَلِّيْ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ' فَيَضَعُ اَحَدُنَا طَرَفَ الثَّوْبِ ' مِنْ شِدَّةِ الْحَرِّ ' فِيْ مَكَانِ السُّجُوْدِ. [اطراف الحدیث: ۵۴۲۔ ۱۲۰۸]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید ہشام بن عبدالملک نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے بشر بن المفضل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے غالب القطان نے حدیث بیان کی از بکر بن عبداللہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا: ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے تھے' پھر ہم میں سے کوئی شخص گرمی کی شدت کی وجہ سے اپنے کپڑے کا پلو سجدہ کی جگہ پر رکھتا۔

(صحیح مسلم: ۶۲۰' الرقم المسلسل: ۱۳۸۱' سنن ابوداؤد: ۶۶۰' سنن ترمذی: ۵۸۴' سنن نسائی: ۱۱۱۶' سنن ابن ماجہ: ۱۰۲۳' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱

ص ۲۶۹' سنن دارمی: ۱۳۳۷' مسند ابو یعلیٰ: ۴۱۵۲۰' صحیح ابن خزیمہ: ۶۷۵' صحیح ابن حبان: ۲۳۵۴' سنن بیہقی ج ۲ ص ۱۰۵' شرح السنۃ: ۳۵۷' مسند احمد ج ۳ ص ۱۰۰ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۱۹۷۰۔ ج ۱۹ ص ۳۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۱۳۴' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں' ان سب کا تعارف ہو چکا ہے' اس کی سند کے دوسرے راوی ہیں: بشر بن المفضل الرقاشی العثمانی' یہ ہر روز چار سو رکعت نماز پڑھتے تھے' اور تیسرے راوی غالب القطان ہیں' ان کا نام ہے: غالب بن خطاف۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: پھر ہم میں سے کوئی شخص گرمی کی شدت کی وجہ سے اپنے کپڑے کا پلو سجدہ کی جگہ پر رکھتا۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ نماز میں تھوڑا سا عمل معاف ہے کیونکہ سجدہ کی جگہ پر کپڑا رکھنا بھی ایک عمل ہے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۳۰۷۔ ج ۲ ص ۲۴۲ پر مذکور ہے' اس کی شرح کا عنوان ہے: نمازی کا اپنے فاضل کپڑے پر سجدہ کرنا۔

٢٤ - بَابُ الصَّلٰوةِ فِي النِّعَالِ — جوتے پہنے ہوئے نماز پڑھنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جوتے پہن کر نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے' باب سابق میں چہرے کو کپڑے سے ڈھانپ کر نماز پڑھنے کا حکم بیان کیا تھا اور اس باب میں پیروں کو جوتوں سے ڈھانپ کر نماز پڑھنے کا حکم بیان کیا ہے۔

٣٨٦ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ بْنُ اَبِىْ اِيَاسٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْ مَسْلَمَةَ سَعِيْدُ بْنُ يَزِيْدَ الْاَزْدِىُّ ' قَالَ سَاَلْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ اَكَانَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّىْ فِىْ نَعْلَيْهِ ؟ قَالَ نَعَمْ. [طرف الحدیث:۵۸۵]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم بن ابی ایاس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ابو مسلمہ سعید بن یزید الازدی نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سوال کیا: کیا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جوتے پہنے ہوئے نماز پڑھتے تھے؟ انہوں نے کہا: ہاں!

(صحیح مسلم: ۵۵۵' الرقم المسلسل: ۱۲۱۴' سنن ترمذی: ۴۰۰' سنن نسائی: ۷۷۵' سنن دار قطنی ج ۱ ص ۳۱۶' سنن دارمی: ۱۳۷۷' المنتقیٰ: ۱۷۴' مسند ابو یعلیٰ: ۴۳۴۲۔ ۳۶۶۷' صحیح ابن خزیمہ: ۱۰۱۰' سنن بیہقی ج ۲ ص ۴۳۱' شرح السنۃ: ۵۳۲' مسند احمد ج ۳ ص ۱۰۰ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۱۹۷۶۔ ج ۱۹ ص ۳۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کے چار راوی ہیں' ان کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ جب حضرت انس سے پوچھا گیا کہ کیا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جوتے پہنے ہوئے نماز پڑھتے تھے تو انہوں نے کہا: ہاں! یعنی آپ جوتے پہنے ہوئے نماز پڑھتے تھے اور یہی باب کا عنوان ہے۔

جوتے پہن کر نماز پڑھنے کے متعلق دیگر احادیث

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھا رہے تھے تو اچانک آپ نے اپنے جوتے اتار دیئے اور ان کو بائیں طرف رکھ دیا' جب صحابہ نے یہ دیکھا تو انہوں نے بھی اپنے جوتے اتار دیئے' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پڑھ لی تو آپ نے پوچھا: تمہیں اپنے جوتے اتارنے پر کس چیز نے برانگیختہ کیا؟ انہوں نے کہا: ہم نے آپ کو جوتے اتارتے دیکھا تو ہم نے بھی جوتے اتار دیئے' آپ نے فرمایا: بے شک مجھے جبریل نے آ کر خبر دی تھی کہ آپ کے جوتوں میں کوئی گھناؤنی چیز یا نجاست ہے تو میں نے ان جوتوں کو اتار دیا' پس جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں آئے تو دیکھ لے' پس اگر اس کے

جوتوں میں کوئی گھناؤنی چیز یا نجاست ہو تو اس کو رگڑ کر صاف کرلے پھر ان کو پہن کر نماز پڑھے۔

(سنن ابوداؤد: ۶۵۰ 'سنۃ ابی عاصم ج ۲ ص ۹۲ 'سنن بیہقی ج ۲ ص ۴۰۲ 'مشکوٰۃ: ۷۶۶)

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہود کی مخالفت کرو وہ جوتے اور موزے پہن کر نماز نہیں پڑھتے۔ (سنن ابوداؤد: ۶۵۲)

حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد (عبداللہ بن عمرو بن العاص) سے اور وہ اپنے دادا (حضرت عمرو بن العاص) رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ننگے پیر اور جوتے پہن کر نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۶۵۳ 'سنن ابن ماجہ: ۱۰۳۸)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص اپنے جوتے اتارے تو ان جوتوں سے کسی کو ایذاء نہ پہنچائے اور ان جوتوں کو اپنے دونوں پیروں کے درمیان رکھے یا جوتے پہن کر نماز پڑھے۔

(سنن ابوداؤد: ۶۵۵)

امام غزالی اور حافظ عینی کے نزدیک جوتے پہن کر نماز پڑھنا افضل ہے

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ننگے پیر بھی نماز پڑھی ہے' اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت پر عمل کرنے کے قصد سے ننگے پیر نماز پڑھنی چاہیے' علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جوتے پہن کر نماز پڑھنے اور یہود کی مخالفت کرنے کا حکم دیا ہے' اس لیے یہود کی مخالفت کے قصد سے جوتے پہن کر نماز پڑھنا مستحب ہے اور یہ سنت مقصودہ بالذات نہیں ہے اور آپ نے چونکہ ننگے پیر بھی نماز پڑھی ہے' اس لیے ننگے پیر نماز پڑھنا بلا کراہت جائز ہے اور امام غزالی نے احیاء العلوم میں بعض فقہاء سے نقل کیا ہے کہ جوتے پہن کر نماز پڑھنا افضل ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۷۷ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر کے نزدیک جوتے پہن کر نماز پڑھنے کے بجائے جوتے اتار کر نماز پڑھنا افضل ہے

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن دقیق العید نے کہا ہے کہ جوتے پہن کر نماز پڑھنے کی رخصت ہے' یہ مستحب نہیں ہے کیونکہ جوتے پہن کر نماز پڑھنا نماز کی سنت مقصودہ نہیں ہے' قرآن مجید میں ہے: تم ہر نماز میں اپنی زینت پہنو (الاعراف: ۳۱) ہر چند کہ جوتے پہننا لباس کی زینت میں داخل ہے لیکن اس کے خلاف یہ ہے کہ انسان جوتے پہن کر زمین پر چلتا ہے اور زمین پر اکثر نجاستیں پڑی ہوتی ہیں (ہمارے شہروں میں گٹر سے اُبلا ہوا نجس پانی سڑکوں پر پڑا ہوتا ہے' جن کی نجاست سے جوتے آلودہ ہو جاتے ہیں۔ سعیدی) اس وجہ سے نماز میں جوتوں کی زینت ساقط ہو جاتی ہے اور جن جوتوں کی زینت اور ازالہ نجاست میں تعارض ہو تو ازالہ نجاست کو ترجیح دی جائے گی اور جوتوں کو اتار کر نماز پڑھنا راجح ہوگا کیونکہ وہ نجاست سے آلودہ ہوتے ہیں اور جوتوں کی زینت مرجوح ہوگی اور جب مفاسد کو دفع کرنے اور مصالح کے حصول میں تعارض ہو تو مفاسد کے دفع کرنے کو ترجیح دی جاتی ہے' لہٰذا نماز میں جوتے پہننے کی زینت اور جوتے اتار کر ان کی نجاست کے ازالہ میں جب تعارض ہوگا تو جوتے اتار کر نماز پڑھنے کو ترجیح دی جائے گی۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۵۷۰ 'موضحاً ومفصلاً' دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے جو اصولی بحث کی ہے' اس کا تقاضا یہ ہے کہ جوتے اتار کر نماز پڑھنا افضل ہے جب کہ جوتے اتار کر

نماز پڑھنا بھی رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے' لہٰذا آپ کی سنت کے قصد سے جوتے اتار کر نماز پڑھنی چاہیے۔

جوتوں پر لگی ہوئی نجاست کے ازالہ میں مذاہب ائمہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

جب جوتوں میں نجاست نہ ہو تو جوتے پہن کر نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور اگر جوتوں میں نجاست ہو تو ان کو رگڑ کر صاف کر لیا جائے' پھر ان کو پہن کر نماز پڑھی جائے۔

اوزاعی اور ابوثور وغیرہ نے یہ کہا ہے کہ جب جوتوں پر تر نجاست ہو تو ان کو مٹی میں رگڑ لیا جائے تو وہ پاک ہو جاتے ہیں اور امام مالک اور امام ابوحنیفہ نے یہ کہا ہے کہ تر نجاست سے اس وقت تک جوتے پاک نہیں ہوں گے' جب تک کہ ان کو پانی سے دھویا نہ جائے اور اگر خشک نجاست ہو تو اس کو رگڑ کر صاف کرنے سے جوتے پاک ہو جائیں گے اور امام محمد اور امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ نجاست تر ہو یا خشک' جب تک جوتوں کو پانی سے دھویا نہیں جائے گا' وہ پاک نہیں ہوں گے۔

(شرح ابن بطال ج ٢ ص ٥٥۔ ٥٤' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ٢٠٠٠ء)

ہمارے دور میں اس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں کہ جوتے اتار کر نماز پڑھی جائے

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی ٥٩٣ھ نے کہا ہے کہ جس چیز پر ایسی نجاست لگی ہو جو دکھائی دیتی ہو' اس کو زائل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس کو اتنی بار دھویا جائے کہ دھونے والے کو ظن غالب ہو کہ وہ نجاست زائل ہو گئی ہے اور جو نجاست دکھائی نہ دیتی ہو (جیسے جانوروں کا پیشاب اور گٹر کا پانی) اس کو پاک کرنے کے لیے اس کو تین مرتبہ دھونا ضروری ہے اور تین مرتبہ دھونے کی اصل یہ حدیث ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص نیند سے بیدار ہو تو پانی میں اس وقت تک اپنا ہاتھ نہ ڈالے جب تک کہ اس کو تین مرتبہ دھو نہ لے کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ اس کے ہاتھ نے رات کہاں گزاری ہے۔ (سنن نسائی: ١٦١۔ ج ١ ص ١٠٧' دار المعرفۃ' بیروت' ١٤١٢ھ)

اور ظاہر الروایۃ میں ہے کہ تین دفعہ دھونے میں ہر بار نچوڑنا ضروری ہے۔ (ہدایہ اولین ص ٧٨' مکتبہ شرکت علمیہ' ملتان)

اور جس چیز کو نچوڑا نہ جا سکے جیسے چمڑا' ریگزین اور پلاسٹک وغیرہ اس کو ہر بار دھونے کے بعد خشک کیا جائے اور یہ خشک کرنا نچوڑنے کے قائم مقام ہے' ہمارے شہر کی سڑکوں اور گلیوں میں بالعموم گھوڑوں' گدھوں' کتوں اور بلیوں کا پیشاب اور اُبلے ہوئے گٹروں کا پانی پڑا ہوا ہوتا ہے' جس سے جوتوں کے تلے نجس ہو جاتے ہیں اور اس نجاست کو زائل کرنے کے لیے ان کو اس طرح تین بار دھونا ضروری ہے کہ ان کو ہر بار دھو کر خشک کیا جائے کیونکہ ان کو نچوڑا نہیں جا سکتا' اس کے بغیر جوتے پاک نہیں ہوں گے اور ناپاک جوتوں کے ساتھ کسی کے نزدیک بھی نماز پڑھنا جائز نہیں ہے' اور اس پُر مشقت عمل میں اتنا وقت صرف ہو گا کہ نماز کا وقت نکل جائے گا' اس لیے ہمارے دور میں اس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں ہے کہ جوتے اتار کر ننگے پیر نماز پڑھی جائے اور چونکہ رسول اللہ ﷺ نے ننگے پیر بھی نماز پڑھی ہے' اس لیے اس میں حصولِ سنت کا قصد کر لیا جائے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ١١٣٨۔ ج ٢ ص ١٢٤ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

① جوتیوں کے ساتھ نماز پڑھنا ② جوتیوں کی طہارت ③ چمڑے اور پلاسٹک کی طہارت

٢٥ - بَابُ الصَّلٰوةِ فِی الْخِفَافِ — موزے پہن کر نماز پڑھنا

اس سے پہلے باب میں جوتے پہن کر نماز پڑھنے کا حکم بیان کیا گیا تھا اور اس باب میں موزے پہن کر نماز پڑھنے کا حکم بیان کیا گیا ہے اور جوتوں اور موزوں میں یہ مناسبت ہے کہ دونوں پیروں کو ڈھانپ لیتے ہیں۔

۳۸۷ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْاَعْمَشِ قَالَ سَمِعْتُ اِبْرَاهِيْمَ يُحَدِّثُ عَنْ هَمَّامِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ رَاَيْتُ جَرِيْرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ بَالَ ثُمَّ تَوَضَّاَ، وَمَسَحَ عَلٰى خُفَّيْهِ، ثُمَّ قَامَ فَصَلّٰى، فَسُئِلَ فَقَالَ رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَنَعَ مِثْلَ هٰذَا. قَالَ اِبْرَاهِيْمُ فَكَانَ يُعْجِبُهُمْ، لِاَنَّ جَرِيْرًا كَانَ مِنْ اٰخِرِ مَنْ اَسْلَمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از الاعمش انہوں نے کہا: میں نے ابراہیم سے سنا وہ ھمام بن الحارث سے حدیث بیان کرتے ہیں انہوں نے کہا: میں نے حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا انہوں نے پیشاب کیا پھر وضوء کیا اور اپنے موزوں پر مسح کیا پھر انہوں نے کھڑے ہو کر نماز پڑھی پس ان سے سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا: میں نے دیکھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح کیا تھا ابراہیم نے کہا: محدثین کو یہ حدیث اس لیے پسند تھی کہ حضرت جریر آخر میں اسلام لائے تھے۔

۳۸۸ - حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ، عَنِ الْاَعْمَشِ، عَنْ مُسْلِمٍ، عَنْ مَسْرُوْقٍ، عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ وَضَّاْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَمَسَحَ عَلٰى خُفَّيْهِ وَصَلّٰى.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن نصر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی از الاعمش از مسلم از مسروق از حضرت المغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وضوء کرایا، پھر آپ نے موزوں پر مسح کیا اور نماز پڑھی۔

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۶۴۰۲ مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ)

ان دونوں حدیثوں کی شرح صحیح البخاری: ۱۸۲ میں گزر چکی ہے وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: ایک شخص اپنے صاحب کو وضوء کرائے اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت المغیرہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وضوء کرایا اور آپ نے موزوں پر مسح کیا اور موزوں پر مسح کرنے کی پوری تفصیل وہاں بیان کی جا چکی ہے۔

۲۶ - بَابٌ اِذَا لَمْ يُتِمَّ السُّجُوْدَ — جب کوئی شخص مکمل سجدہ نہ کرے

اس باب میں بیان کیا گیا ہے کہ جب کوئی شخص مکمل سجدہ نہ کرے تو اس پر وعید شدید ہے اس باب کی اس سے پہلے مذکور اس باب کے ساتھ مناسبت ہے جس میں کپڑے پر سجدہ کرنے کا جواز بیان کیا گیا تھا ان دونوں بابوں سے سجدہ کرنے کا حکم بیان کیا گیا ہے۔

۳۸۹ - اَخْبَرَنَا الصَّلْتُ بْنُ مُحَمَّدٍ اَخْبَرَنَا مَهْدِيٌّ، عَنْ وَاصِلٍ، عَنْ اَبِيْ وَائِلٍ، عَنْ حُذَيْفَةَ اَنَّهُ رَاٰى رَجُلًا لَا يُتِمُّ رُكُوْعَهُ وَلَا سُجُوْدَهُ، فَلَمَّا قَضٰى صَلٰوتَهُ، قَالَ لَهُ حُذَيْفَةُ مَا صَلَّيْتَ. قَالَ وَاَحْسِبُهُ قَالَ. لَوْ مُتَّ مُتَّ عَلٰى غَيْرِ سُنَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. [اطراف الحدیث: ۷۹۱-۸۰۸]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الصلت بن محمد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں مہدی نے خبر دی از واصل از ابی وائل از حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ انہوں نے ایک شخص کو دیکھا وہ پورا رکوع اور پورا سجدہ نہیں کر رہا تھا جب اس شخص نے نماز پڑھ لی تو حضرت حذیفہ نے اس سے کہا: تم نے نماز نہیں پڑھی اور میرا گمان ہے انہوں نے کہا: اگر تم (اسی طرح نماز پڑھتے ہوئے) مر گئے تو سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے غیر پر مرو گے۔

(سنن نسائی: ۱۳۱۱ مصنف عبد الرزاق: ۳۷۳۲-۳۷۳۳ مسند البزار: ۲۸۱۹ صحیح ابن حبان: ۱۸۹۴ شرح السنۃ: ۶۱۶ سنن بیہقی ج ۲ ص ۳۸۶، السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۲۳۵-۶۰۸ مسند احمد ج ۵ ص ۳۸۴ طبع قدیم مسند احمد: ۲۳۲۵۸-ج ۳۸ ص ۲۹۴ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مناسبت اس طرح ہے کہ جو شخص جلدی جلدی نماز پڑھے اور کامل سجدہ نہ کرے اس کو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے یہ وعید سنائی ہے کہ اگر وہ اسی طرح نماز پڑھتا رہا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت پر نہیں مرے گا۔

حدیث مذکور کے رجال

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں: (۱) الصلت بن محمد بن عبد الرحمان الخارکی البصری ان کی نسبت الخارک کی طرف ہے یہ جگہ بصرہ کے سواحل میں سے ہے (۲) مہدی بن میمون ابو یحییٰ الازدی یہ ۱۷۲ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) واصل بن حبان یہ کپڑے تھے (۴) ابو وائل شقیق بن سلمہ (۵) حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۸۱)

رکوع اور سجود کو طمانیت کے ساتھ ادا کرنے میں مذاہب ائمہ

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اس شخص سے کہا: تم نے نماز نہیں پڑھی اس کا معنی یہ ہے کہ تم نے کامل نماز نہیں پڑھی کیونکہ نفس رکوع اور نفس سجدہ نماز میں فرض ہے اور رکوع اور سجدہ میں طمانیت امام ابو حنیفہ اور امام محمد کے نزدیک سنت ہے اور امام شافعی اور امام ابو یوسف کے نزدیک رکوع اور سجود میں طمانیت فرض ہے ان کے نزدیک ایسی نماز حقیقۃً نہیں ہوتی اور اس نماز کو دوبارہ پڑھنا فرض ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۸۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

تعدیل ارکان کا امام ابو حنیفہ کے نزدیک واجب ہونا

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

قاضی الصدر نے اپنی شرح میں تعدیل ارکان میں بہت تشدید کی ہے انہوں نے کہا: امام ابو حنیفہ اور امام محمد کے نزدیک ہر رکن کو مکمل کرنا واجب ہے اور امام ابو یوسف اور امام شافعی کے نزدیک فرض ہے لہٰذا رکوع، سجود اور قومہ کے درمیان اتنی دیر ٹھہرے کہ ہر عضو مطمئن ہو جائے اور یہ امام ابو حنیفہ اور امام محمد کے نزدیک واجب ہے حتیٰ کہ اس کو ترک کیا یا اس میں سے کچھ کو ترک کیا تو اس پر سجدہ سہو کرنا لازم ہے اور اگر عمداً ترک کیا تو بہت شدید مکروہ ہے اور اس پر لازم ہے کہ وہ نماز دوبارہ پڑھے اور یہ ترتیب کے ساقط ہونے میں بھی معتبر ہے (یعنی جس نے پانچ نمازیں ایسی پڑھیں وہ صاحب ترتیب نہیں رہے گا) جیسے کسی شخص نے حالت جنابت میں طواف کیا تو اس پر اس طواف کا اعادہ لازم ہے اور معتبر پہلا قول ہے۔ (یعنی تخریج جرجانی کے اعتبار سے امام ابو حنیفہ اور امام محمد کے نزدیک تعدیل ارکان سنت ہے اور تخریج کرخی کے اعتبار سے واجب ہے حتیٰ کہ تعدیل کو ترک کرنے سے سہو کے دو سجدے لازم آئیں گے اسی طرح ہدایہ میں ہے اور دوسرے قول پر کنز، الوقایہ اور ملتقی میں جزم کیا ہے اور دلائل کا تقاضا بھی یہی ہے البحر الرائق میں مذکور ہے کہ اس سے جرجانی کا قول ضعیف ہو جاتا ہے اسی طرح قومہ یعنی رکوع سے اٹھنے میں اور جلسہ یعنی دو سجدوں کے درمیان بیٹھنے میں بھی تعدیل یعنی طمانیت واجب ہے یہی علامہ ابن ہمام کا مختار ہے البحر الرائق میں کہا ہے کہ چاروں میں طمانیت واجب ہے یعنی رکوع، سجود، قومہ اور جلسہ میں کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر مواظبت (دوام) کی ہے اور جس اعرابی نے جلدی جلدی نماز پڑھی تھی آپ نے اسے نماز دہرانے کا حکم دیا تھا اور اس لیے کہ قاضی خان نے کہا ہے کہ جس نے سہواً قومہ کو ترک کر دیا تو اس پر سجدہ سہو لازم ہے اور اسی طرح المحیط میں ہے اور دو سجدوں کے درمیان جلسہ کا بھی یہی حکم ہے کیونکہ سب میں کلام واحد ہے اور ان سب میں طمانیت کو واجب قرار دینا یہ محقق ابن ہمام کا قول ہے اور ان کے شاگرد ابن امیر حاج کا قول ہے حتیٰ کہ انہوں نے کہا: یہی قول صحیح ہے)۔

خلاصہ یہ ہے کہ روایت اور درایت کے اعتبار سے زیادہ صحیح تعدیل ارکان کا وجوب ہے اور رہا قومہ اور جلسہ تو مشہور یہ ہے کہ ان میں تعدیل سنت ہے اور وجوب کی بھی روایت ہے اور یہی دلائل کے موافق ہے اور یہی علامہ ابن ہمام اور ان کے بعد متاخرین کا قول ہے اور تم جان چکے ہو کہ ان کے شاگرد نے کہا: یہی صحیح ہے اور امام ابو یوسف نے ان تمام میں تعدیل کو فرض کہا ہے اور المجمع میں اور العینی نے اسی کو اختیار کیا ہے اور امام طحاوی نے ہمارے تینوں اماموں سے اسی کو روایت کیا ہے' اور الفیض میں مذکور ہے کہ اسی میں زیادہ احتیاط ہے اور یہی امام مالک' امام شافعی اور امام احمد کا مذہب ہے اور علامہ البرکلی نے ایک رسالہ لکھا ہے: ''معدل الصلاۃ'' اس میں اس مسئلہ کو بہت وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے اور اس میں وجوب کے دلائل بہت تفصیل سے بیان کیے ہیں اور ذکر کیا ہے کہ اس کو ترک کرنے سے تیس آفات لازم آتی ہیں اور ایک دن اور ایک رات کی نمازوں میں جو اس کے ترک سے مکروہات لازم آتے ہیں' ان کی تعداد تین سو پچاس ہے' اس رسالہ کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ (ردالمحتار ج ۲ ص ۱۳۹' داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۹ھ)

مصنف کے نزدیک بھی راجح یہی ہے کہ رکوع' سجود قومہ اور جلسہ کو اطمینان سے ادا کرنا واجب ہے' اول اس لیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو ہمیشہ اطمینان سے ادا کیا ہے اور مواظبت اور دوام دلیل وجوب ہے اور ثانی اس لیے کہ جس اعرابی نے ان میں طمانیت کو ترک کیا تھا' آپ نے اس کو دوبارہ نماز پڑھنے کا حکم دیا تھا اور فرمایا تھا: نماز پڑھو' تم نے نماز نہیں پڑھی۔ (صحیح البخاری: ۷۹۳) اور ثالث اس لیے کہ اس طرح نماز پڑھنے والے کو حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے وعید سنائی کہ اگر تم اسی طرح نماز پڑھتے ہوئے مر گئے تو تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقہ کے خلاف پر مرو گے۔

۲۷ - بَابٌ يُبْدِي ضَبْعَيْهِ وَيُجَافِي فِي السُّجُوْدِ

بغلوں کو ظاہر کرے اور بازوؤں کو سجدہ میں پہلوؤں سے دور رکھے

اس سے پہلے باب میں طمانیت سے سجدہ کرنے کا ذکر تھا اور اس باب میں سجدہ میں بازوؤں کو پہلوؤں سے دور رکھنے کا ذکر ہے اور ان دونوں چیزوں کا تعلق سجدہ کے احکام سے ہے۔

۳۹۰ - اَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ مُضَرَ' عَنْ جَعْفَرٍ' عَنِ ابْنِ هُرْمُزَ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ مَالِكٍ بْنِ بُحَيْنَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا صَلَّى فَرَّجَ بَيْنَ يَدَيْهِ' حَتَّى يَبْدُوَ بَيَاضُ إِبْطَيْهِ. وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي جَعْفَرُ بْنُ رَبِيْعَةَ نَحْوَهُ.

[اطراف الحدیث: ۸۰۷۔ ۳۵۶۴]

امام بخاری روایت کرتے ہیں' ہمیں یحییٰ بن بکیر نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں بکر بن مضر نے حدیث بیان کی از جعفر از ابن ھرمز از عبد اللہ بن مالک ابن بحینہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھتے تو اپنے دونوں بازوؤں کو کشادہ رکھتے حتیٰ کہ آپ کی بغلوں کی سفیدی (کی جگہ) ظاہر ہوتی' اور لیث نے کہا: مجھے جعفر بن ربیعہ نے اس کی مثل حدیث بیان کی۔

(صحیح مسلم: ۴۹۵' الرقم المسلسل: ۱۰۸۵' سنن نسائی: ۱۱۰۲' المعجم الاوسط: ۸۶۷۰' مسند احمد ج ۵ ص ۳۴۵ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۲۹۲۳۔ ج ۳۸ ص ۱۱' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) یحییٰ بن بکیر' (۲) بکر بن مضر' ابوعبید نے کہا: مضر کا نام مضر بن نزار بن معد بن عدنان ہے (۳) جعفر کا نام جعفر بن ربیعہ بن شرجیل المصری ہے' یہ ۱۳۵ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) ابن ھرمز ان کا نام عبد الرحمان الاعرج ہے' یہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بروایت کرتے ہیں (۵) عبد اللہ بن مالک ابن بحینہ رضی اللہ عنہ' بحینہ عبد اللہ کی ماں کا نام ہے' یہ اپنے والدین کی طرف منسوب ہیں' یہ

قدیم الاسلام ہیں اور نبی ﷺ کے صحابی ہیں' یہ بہت عبادت گزار اور فاضل تھے' ہمیشہ روزے سے رہتے تھے' حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں فوت ہو گئے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۸۲)

ابن کے الف لکھنے اور نہ لکھنے کا قاعدہ

علامہ نووی نے کہا ہے کہ عبد اللہ بن مالک میں مالک پر تنوین پڑھی جائے اور ابن بحسینہ میں ابن کو الف کے ساتھ لکھا جائے کیونکہ ابن بحسینہ مالک کی صفت نہیں ہے بلکہ عبد اللہ کی صفت ہے' ان کے والد کا نام مالک ہے اور ان کی ماں کا نام بحسینہ ہے' پس بحسینہ مالک کی بیوی ہیں اور عبد اللہ کی ماں ہیں پس یہ ابن دو متناسل علموں (ناموں) کے درمیان واقع نہیں ہے' ابن کا الف اس وقت نہیں لکھا جاتا جب وہ دو متناسل علموں کے درمیان واقع ہو جیسے عبد اللہ بن عمر بن الخطاب اور جب ایسا نہ ہو تو دوسرے ابن سے پہلے الف کو لکھا جاتا ہے' جیسے عبد اللہ بن مالک ابن بحسینہ یا عبد اللہ بن ابی ابن سلول' سلول عبد اللہ کی ماں کا نام ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۸۲)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ عنوان میں سجدہ میں بازوؤں کو پہلوؤں سے دور رکھنے کا ذکر ہے اور حدیث میں نماز میں بازوؤں کو پہلوؤں سے دور رکھنے کا ذکر ہے اور اس حدیث میں نماز سے مراد سجدہ ہے اور کل کا اطلاق جز پر ہے۔

عورتوں اور مردوں کی نماز کے طریقہ کا فرق

اس حدیث میں مذکور ہے: جب آپ نماز پڑھتے تو دونوں بازوؤں کو پہلوؤں سے دور رکھتے' یہ مردوں کے نماز پڑھنے کا طریقہ ہے اور عورتیں اور ہیجڑے اپنے بازوؤں کو اپنے پہلوؤں سے ملا کر رکھیں کیونکہ ان کے حق میں ستر مطلوب ہے اور بعض فقہاء نے کہا ہے کہ ان کے حق میں سنت چار زانو بیٹھنا ہے اور بعض نے کہا ہے کہ ان کو بازو کھلے رکھنے اور بازو ملا کر رکھنے کا اختیار ہے۔

یزید بن ابی حبیب بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ دو عورتوں کے پاس سے گزرے' جو نماز پڑھ رہی تھیں' آپ نے فرمایا: جب تم نماز پڑھا کرو تو اپنے جسم کے بعض حصے کو زمین سے لگایا کرو کیونکہ اس میں عورتیں مردوں کی طرح نہیں ہیں۔

(مراسیل ابوداؤد ص ۸' مطبع مجتبائی' پاکستان' لاہور' ۱۴۰۵ھ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' جب عورت نماز میں بیٹھے تو اپنی ایک ران دوسری ران پر رکھ لے اور جب سجدہ کرے تو اپنے پیٹ کو رانوں کے ساتھ چمٹائے' یہ اس کے لیے زیادہ ستر کی مثل ہے۔ (کنز العمال ج ۷ ص ۵۴۹' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۰۵ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۰۰۷۔ ج ۱ ص ۱۳۰۴ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۲۸ - بَابُ فَضْلِ اِسْتِقْبَالِ الْقِبْلَةِ — قبلہ کی طرف منہ کرنے کی فضیلت

پہلے امام بخاری نے ستر عورت (شرم گاہ چھپانے) اور اس سے متعلق ابواب بیان کیے اور یہ نماز کی پہلی شرط ہے' اس کے بعد انہوں نے قبلہ کی طرف منہ کرنے کے ابواب کو شروع کیا اور یہ نماز کی دوسری شرط ہے۔ سو امام بخاری نے کہا:

يَسْتَقْبِلُ بِاَطْرَافِ رِجْلَيْهِ، قَالَهٗ اَبُوْ حُمَيْدٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

حضرت ابوحمید رضی اللہ عنہ' نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ (سجدہ میں) پیروں کی انگلیوں کے سروں کو قبلہ کی طرف رکھتے تھے۔

امام بخاری نے ''باب یستقبل القبلة باطراف رجليه'' میں اس حدیث کو ذکر کیا ہے' اور صحیح البخاری: ۸۲۸ میں اس مکمل

حدیث کو پوری سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

حضرت ابوحمید کا نام عبدالرحمن بن سعد الساعدی الانصاری المدنی ہے' ایک قول یہ ہے کہ ان کا نام المنذر ہے' ان پر ان کی کنیت کا غلبہ تھا' یہ حضرت معاویہ کے زمانے میں فوت ہو گئے تھے' ان سے ۲۶' احادیث مروی ہیں' تین احادیث کی روایت پر امام بخاری اور امام مسلم متفق ہیں اور ان میں سے ہر ایک' ایک حدیث کے ساتھ منفرد ہے۔

(خلاصۃ تذہیب تہذیب الکمال ج ۳ ص ۲۳۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

حدیث کے اس قطعہ کی باب کے عنوان سے اس طرح مناسبت ہے کہ قبلہ کی طرف منہ کرنے کی فضیلت یہ ہے کہ پورے جسم کو قبلہ کی طرف متوجہ کیا جائے' حتیٰ کہ جب سجدہ کرے' تب بھی انگلیوں کے سروں کو قبلہ کی طرف متوجہ کرے اور یہ عمل سنت یا مستحب ہے' درمختار میں زاہدی معتزلی کی اتباع میں اس کو فرض لکھا ہوا ہے' یہ صحیح نہیں ہے' فرض وہ ہوتا ہے جس کے کرنے کا لزوم ایسی دلیل سے ثابت ہو جو قطعی الثبوت بھی ہو اور قطعی الدلالۃ بھی ہو' اور فرض صرف سجدہ ہے اور سجدہ کی تعریف ہے: پیشانی کو زمین پر رکھنا اور جن اعضاء پر سجدہ موقوف ہے' وہ ہاتھ اور گھٹنے ہیں' پیروں پر سجدہ کرنا موقوف نہیں ہے' لہٰذا پیروں کا زمین پر رکھنا بھی فرض نہیں ہے' چہ جائیکہ پیروں کی انگلیوں کے سروں کا قبلہ کی طرف متوجہ کرنا فرض ہو' درمختار کے علاوہ اور فقہاء احناف کی کسی کتاب میں اس کو فرض نہیں لکھا' سب نے اس کو سنت یا مستحب لکھا ہے' اس کی پوری تفصیل اور مکمل تحقیق ہم نے شرح صحیح مسلم: ۹۹۸۔ ج ا ص ۱۲۹۹۔ ۱۲۹۱ میں کر دی ہے' وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

۳۹۱- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَبَّاسٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ الْمَهْدِيِّ قَالَ حَدَّثَنَا مَنْصُوْرُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ مَيْمُوْنِ بْنِ سِيَاهٍ، عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰى صَلَاتَنَا وَاسْتَقْبَلَ قِبْلَتَنَا، وَاَكَلَ ذَبِيْحَتَنَا، فَذٰلِكَ الْمُسْلِمُ، الَّذِيْ لَهٗ ذِمَّةُ اللّٰهِ وَذِمَّةُ رَسُوْلِهٖ، فَلَا تُخْفِرُوا اللّٰهَ فِيْ ذِمَّتِهٖ.

[اطراف الحدیث: ۳۹۲۔ ۳۹۳] (سنن نسائی: ۵۰۱۳۔ ۴۹۷۳)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن عباس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن مہدی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں منصور بن سعد نے حدیث بیان کی' از میمون بن سیاہ' از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے ہماری (طرح) نماز پڑھی اور ہمارے قبلہ کی طرف منہ کیا اور ہمارے ذبیحہ کو کھایا' پس یہ وہ مسلمان ہے جس کے لیے اللہ کا ذمہ ہے اور اس کے رسول کا ذمہ ہے' پس تم اللہ کے ذمہ کو پامال نہ کرو۔

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں قبلہ کی طرف منہ کرنے کا ذکر ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) عمرو بن عباس الاھوازی البصری' یہ ۲۳۵ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) عبدالرحمان بن مہدی بن حسان' ابوسعید البصری اللؤلؤی (۳) منصور بن سعد' یہ اللؤلؤی البصری کے صاحب تھے (۴) میمون بن سیاہ' سیاہ فارسی کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: کالا' اس کو منصرف اور غیر منصرف دونوں طرح پڑھنا جائز ہے (۵) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۸۵)

''خفر'' کا معنی

اس حدیث میں مذکور ہے: ''فلا تخفروا''' ''خفر'' کا معنی ہے: عہد شکنی کرنا۔

جو شخص توحید و رسالت کا اقرار نہ کرے اور فرائض اسلام میں سے کسی فرض کا انکار کرے وہ کافر حربی ہے

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کی بعض سندوں میں یہ عبارت ہے: مجھے لوگوں سے قتال کرنے کا حکم دیا گیا ہے حتیٰ کہ وہ یہ شہادت دیں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں۔ (سنن نسائی: ۵۰۱۳) اور اس باب کی حدیث نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس وقت فرمائی تھی' جب بت پرست اللہ تعالیٰ کی توحید کا اقرار نہیں کرتے تھے اور جب ان سے کہا جاتا: "لا الٰہ الا اللّٰہ" کہو تو وہ تکبر کرتے تھے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو وحدانیت کا اقرار کرنے اور بت پرستی کو ترک کرنے کی دعوت دی' پس ان میں سے جس نے اس کا اقرار کر لیا' وہ اسلام کے رنگ میں داخل ہو گیا اور آپ نے دوسرے ان کافروں سے قتال کیا' جو اللہ کی توحید کو مانتے تھے اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کا انکار کرتے تھے اور تب آپ نے فرمایا: مجھے لوگوں سے قتال کرنے کا حکم دیا ہے حتیٰ کہ وہ یہ شہادت دیں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں' اور جس نے توحید اور رسالت کا اقرار کیا اور فرائض میں سے کسی چیز کا بھی انکار کیا' اس کا خون حلال ہے اور وہ حربی کافر ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۶۰-۵۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

جو شخص توحید و رسالت کا معتقد ہو لیکن کسی کفریہ عقیدہ کا حامل ہو یا توہین رسالت کا مرتکب ہو وہ بھی کافر ہے

جو لوگ توحید اور رسالت کا اقرار کرتے ہوں' لیکن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی اور شخص کو بھی نبی مانتے ہوں تو وہ بھی کافر ہیں کیونکہ وہ ختم نبوت کے منکر ہیں' اسی طرح جو لوگ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے صحابی ہونے کا انکار کریں' یا یہ کہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد صرف چھ مسلمان رہ گئے تھے باقی سب مرتد ہو گئے تھے' یا جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائیں یا جو قرآن مجید میں تحریف کا عقیدہ رکھیں وہ سب کافر ہیں' اسی طرح جس نے آپ کے زمانہ میں یا آپ کے بعد کسی اور نبی کے مبعوث ہونے کو جائز قرار دیا' یا جس نے آپ کے علم کو شیطان اور ملک الموت کے علم سے کم کہا یا جس نے آپ کے علم غیب کو بچوں' پاگلوں اور جانوروں کے علم سے تشبیہ دی یا جس نے نماز میں آپ کے خیال کو گدھے اور بیل کے تصور میں ڈوب جانے سے زیادہ برا کہا' یہ سب لوگ کافر ہیں اور جو شخص ان کی کفریہ عبارات پر مطلع ہو کر اور وجہ کفر کو سمجھ کر ان کو مسلمان سمجھے اور ان کی تعظیم بجالائے وہ بھی کافر ہے' خواہ وہ اللہ تعالیٰ کی توحید اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کو مانتا ہو اور ہماری طرح نماز پڑھتا ہو اور نماز میں ہمارے قبلہ کی طرف منہ کرتا ہو' یہ اجمالی عبارت ہے۔ اس کی تفصیل اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قدس سرہٗ کی ان کتابوں میں ہے:

(۱) قہر الدیان علی مرتد بقادیان (۲) الجراز الدیانی علی المرتد القادیانی (۳) رد الرفضہ (۴) تمہید ایمان (۵) حسام الحرمین (۶) الکوکب الشہابیہ۔

واضح رہے کہ ان لوگوں کے رد میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ کی یہ کتابیں سال ہا سال سے چھپ رہی ہیں اور ان کی تبلیغ تام ہو چکی ہے اور ان لوگوں پر حجت تمام ہو چکی ہے اور جو لوگ ان کفریہ عبارات کے قائل اور معتقد نہیں ہیں' ان پر فتویٰ تکفیر نہیں ہے' خواہ وہ اپنے آپ کو شیعہ' دیوبندی یا وہابی کہتے ہوں۔

اکابر علماء دیوبند کا اہل سنت و جماعت کے علماء اور عوام پر فتویٰ تکفیر نہیں ہے

بارہ ربیع الاول ۱۴۲۷ھ/ گیارہ اپریل ۲۰۰۶ء کو عید میلاد النبی کے دن نشتر پارک میں بم دھماکا کیا گیا' جس کے نتیجہ میں سٹیج پر بیٹھے ہوئے تقریباً ساٹھ سے زیادہ علماء اہل سنت شہید ہو گئے' اس الم ناک موقع پر ممتاز دیوبندی عالم شیخ سلیم اللہ خان کا درج ذیل بیان روزنامہ جنگ میں شائع ہوا' جس سے اس موضوع پر روشنی پڑتی ہے:

جلاؤ گھیراؤ کے بجائے صبر وضبط سے کام لیا جائے' مولانا سلیم اللہ

کراچی (اسٹاف رپورٹر) صدر اتحاد تنظیمات المدارس دینیہ پاکستان' صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان شیخ الحدیث و مہتمم جامعہ فاروقیہ' کراچی مولانا سلیم اللہ خان نے ۱۲ ربیع الاوّل کو نشتر پارک میں دہشت گردی کے واقعہ کی مذمت کرتے ہوئے امت مسلمہ کے نام ایک پیغام میں کہا ہے کہ سانحہ نشتر پارک میں رسول اللہ ﷺ کی بارگاہِ اقدس میں نذرانہ عقیدت و محبت پیش کرنے والے ۶۰ سے زائد شہید اور بہت سے زخمی ہوئے' یہ صرف بنیاد پرست' کلمہ گو' نمازی' چہروں پر ڈاڑھی' سروں پر عمامے اور شرعی لباس میں ملبوس تھے' ان کا قصور اسلام و ایمان پر جمے رہنا' اسلام کو اپنی شناخت بنالینا' خاتم النبیین ﷺ کی محبت و عقیدت کے اظہار میں جذباتی انداز اختیار کرنا تھا۔ وہ مسلمان تھے' ان کے نقطہ نظر کے بعض حصوں سے اختلاف رکھنے کے باوجود ہمیں ان کے اس بربریت اور ظلم کے ساتھ شہید اور زخمی کیے جانے کا بے حد افسوس ہے' ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ درجات عطا فرمائے' پس ماندگان کو صبر جمیل اور اجر جزیل عطا فرمائے اور ان کی بہترین کفالت فرمائے۔ انہوں نے مزید کہا کہ جلاؤ گھیراؤ کے بجائے صبر وضبط سے کام لیا جائے اور اتحاد کی فضاء قائم رکھی جائے۔ مولانا سلیم اللہ نے کہا کہ مولانا رشید احمد گنگوہی' مولانا محمد قاسم نانوتوی' مولانا خلیل احمد سہارنپوری' مولانا اشرف علی تھانوی وغیرہ اکابرین وعلماء دیوبند کا بریلوی مکتب فکر سے اختلاف کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں لیکن انہوں نے کبھی ان کی تکفیر نہیں کی' ان کے بعض نظریات و اعمال سے اختلاف کیا ہے اور ایسا اختلاف ایمان و کفر کا اختلاف نہیں ہوتا' بلکہ علماء محققین کے نزدیک تو جتنے فرقے اپنی نسبت اسلام کی طرف کرتے ہیں خواہ قدریہ ہوں یا جبریہ' معتزلہ ہوں یا خوارج' مرجئہ ہوں یا جہمیہ وغیرہ اسلام سے خارج نہیں ہیں' ان کا مسلک یقیناً غلط ہے اور ان سے استدلال میں غلطی ہوئی ہے۔ انہوں نے اسلام ہی کو اپنا دین سمجھا ہے' اس سے بیزاری کا اظہار کبھی نہیں کیا' لہٰذا جب تاویل کی گنجائش رہتی ہے تو ان کو اسلام سے خارج قرار نہیں دیا جا سکتا۔ مسلم شریف کتاب الایمان میں صفحہ ۱۰۳۔۱۰۲ میں' بخاری شریف کی کتاب التوحید والرد علی الجہمیہ ج ۲ ص ۱۱۰۸۔۱۱۰۷ میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی مفصل روایت ہے۔

(روزنامہ جنگ کراچی' جمعرات ۱۴ ربیع الاوّل ۱۴۲۷ھ/ ۱۳ اپریل ۲۰۰۶ء)

۳۹۲- حَدَّثَنَا نُعَيْمٌ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ حُمَيْدِ الطَّوِيلِ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ، حَتّٰى يَقُولُوا لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، فَإِذَا قَالُوهَا وَصَلَّوْا صَلَاتَنَا، وَاسْتَقْبَلُوا قِبْلَتَنَا، وَذَبَحُوا ذَبِيحَتَنَا، فَقَدْ حَرُمَتْ عَلَيْنَا دِمَاؤُهُمْ وَأَمْوَالُهُمْ، إِلَّا بِحَقِّهَا، وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللّٰهِ.

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۵۱۲' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں نُعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن المبارک نے حدیث بیان کی از حمید الطویل از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے قتال کروں حتیٰ کہ وہ کہیں لا الٰہ الا اللہ' پس جب وہ یہ کلمہ پڑھ لیں اور ہماری (طرح) نماز پڑھیں اور ہمارے قبلہ کی طرف منہ کریں اور ہماری طرح ذبح کریں تو ان کی جانیں اور ان کے اموال ہم پر حرام ہو جائیں گے' ماسوا اس جان اور مال کے جس پر کسی کا حق ہو اور ان کا حساب اللہ پر ہے۔

اس حدیث کی اہم شرح اور تخریج' صحیح البخاری: ۳۹۱ میں کردی گئی ہے' دیگر زائد شرح یہاں بیان کی جا رہی ہے۔

لوگوں کے معاملات ظاہر پر محمول ہیں نہ کہ باطن پر

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ لوگوں کے معاملات ظاہر پر محمول کیے جاتے ہیں نہ کہ باطن پر' سو جس شخص نے شعائر دین پر عمل کیا' اس پر اسلام کے احکام نافذ کیے جائیں گے' جب تک اس کے خلاف کوئی چیز ظاہر نہ ہو' لہٰذا جب کوئی اجنبی شخص مسلمانوں کے شہر میں داخل ہو اور اس کی ظاہری وضع قطع مسلمانوں جیسی ہو تو اس کو مسلمان ہی قرار دیا جائے' خواہ اس کا عقیدہ کچھ بھی ہو' جب تک کہ اس شخص سے اسلام کے خلاف کوئی چیز ظاہر نہ ہو۔

اس حدیث میں صرف لا الٰہ الا اللہ کا ذکر ہے اور اس سے مراد پورا کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے اور یہ اسلام کی پہلی علامت ہے' اس کے بعد ہماری طرح نماز پڑھنے اور ہمارے قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا ذکر ہے اور نماز اہم ترین عبادت ہے' حتیٰ کہ جس نے عمداً نماز کو ترک کیا' اس نے کافروں کا سا کام کیا اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک تارکِ نماز کو قتل کر دیا جائے گا اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس کو قید کر لیا جائے گا حتیٰ کہ وہ نمازی بن جائے' اور جس نے قبلہ کو عمداً ترک کیا' اس کی نماز نہیں ہوگی اور جو نماز نہ پڑھے وہ دین دار نہیں ہے' اور کلمہ پڑھنا' پانچ وقت کی نماز پڑھنا اور ہمارے قبلہ کی طرف منہ کرنا یہ وہ ظاہری اُمور ہیں جن پر کسی شخص کا مسلمان ہونا موقوف ہے۔

اہل مکہ پر نماز میں عین کعبہ کی طرف منہ کرنا ضروری ہے اور دیگر شہر والوں پر سمت کعبہ کی طرف منہ کرنا ضروری ہے

جو شخص مکہ مکرمہ میں رہتا ہو' اس پر عین کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا ضروری ہے' خواہ اس کے اور کعبہ کے درمیان کوئی دیوار یا مکان حائل ہو یا نہ ہو' اگر اس نے غور و فکر کر کے کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی' پھر بعد میں معلوم ہوا کہ اس سے خطاء ہوئی ہے تو اس پر اس نماز کا لوٹانا واجب نہیں ہے کیونکہ اس شخص پر جو فرض تھا' وہ اس نے ادا کر دیا۔ ابوالبقاء نے ذکر کیا ہے کہ حضرت جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مسجد نبوی کی محراب کعبہ کی سمت پر قائم کی اور رسول اللہ ﷺ نے کعبہ کو دیکھ لیا تھا اور اسی سمت پر مسجد نبوی کا قبلہ ہے' اور جو شخص کعبہ سے غائب ہو' اس پر عین کعبہ کی طرف منہ کرنا فرض نہیں ہے بلکہ اس پر سمت کعبہ کی طرف منہ کرنا فرض ہے' یہ کرخی' ابوبکر رازی اور عامۃ مشائخ الحنفیہ کا قول ہے اور ابوعبداللہ الجرجانی کا قول ہے کہ حاضر اور غائب سب پر عین کعبہ کی طرف منہ کرنا ضروری ہے اور یہی امام شافعی کا مذہب ہے۔ امام بیہقی نے معرفۃ الآثار میں لکھا ہے کہ حدیث مرفوع میں ہے: جو لوگ مسجد حرام میں نماز پڑھتے ہیں' ان کا قبلہ عین کعبہ ہے اور اہل مکہ کا قبلہ مسجد حرام ہے' اور دیگر شہروں کا قبلہ مکہ مکرمہ ہے' لیکن اس حدیث کی سند ضعیف ہے اور اس سے استدلال صحیح نہیں ہے۔

کسی شخص کے مسلمان ہونے کے جملہ قرائن اور شواہد میں سے یہ بھی ہے کہ وہ مسلمانوں کا ذبیحہ کھاتا ہو' کیونکہ دیگر مذاہب کے لوگ اور بت پرست مسلمانوں کا ذبیحہ کھانے میں تنگی محسوس کرتے ہیں۔

اس حدیث کے آخر میں ہے: اور ان کا حساب اللہ پر ہے۔ اس کی شرح صحیح البخاری: ۲۵ میں کر دی گئی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۸۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

اس حدیث کی روایت کے بعد امام بخاری نے حسب ذیل تعلیق ذکر کی ہے:

وَقَالَ عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ قَالَ سَأَلَ مَيْمُونُ بْنُ

اور علی بن عبد اللہ نے کہا: ہمیں خالد بن الحارث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حمید نے حدیث بیان کی' انہوں نے

بِيَـاهٍ اَنَـسَ بْـنَ مَالِكٍ قَالَ يَا اَبَا حَمْزَةَ' مَا يُحَرِّمُ دَمَ الْعَبْـدِ وَمَالَـهُ؟ فَقَالَ مَنْ شَهِدَ اَنْ لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ' وَاسْتَقْبَلَ قِبْلَتَنَا' وَصَلّٰى صَلَاتَنَا' وَاَكَلَ ذَبِيْحَتَنَا' فَهُوَ الْمُسْلِمُ' لَهُ مَا لِلْمُسْلِمِ' وَعَلَيْهِ مَا عَلَى الْمُسْلِمِ.

کہا: میمون بن سیاہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ سے سوال کیا اور کہا: اے ابوحمزہ! بندہ کی جان اور مال کو کیا چیز حرام کرتی ہے؟ تو انہوں نے کہا: جس نے لا الہ الا اللہ کی شہادت دی اور ہمارے قبلہ کی طرف منہ کیا اور ہماری (طرح) نماز پڑھی اور ہمارا ذبیحہ کھایا' پس وہ مسلمان ہے' اس کے وہ حقوق ہیں جو مسلمان کے حقوق ہیں اور اس پر وہ احکام فرض ہیں جو مسلمان پر فرض ہیں۔

اس تعلیق کی سند میں علی بن عبد اللہ سے مراد علی بن المدینی ہیں' اور ابوحمزہ' حضرت انس رضی اللہ کی کنیت ہے' اس تعلیق کے بعد امام بخاری نے اپنی سند کے ساتھ ایک اور حدیث روایت کی ہے:

۳۹۳ - قَالَ ابْنُ اَبِيْ مَرْيَمَ اَخْبَرَنَا يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ قَالَ حَدَّثَنَا اَنَسٌ' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ابن ابی مریم نے کہا: ہمیں یحییٰ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں حمید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حضرت انس رضی اللہ نے حدیث بیان کی از نبی صلی اللہ علیہ وسلم ۔

یہ حدیث بھی معلق ہے' اور یہ وہی حدیث ہے جس کی میمون بن سیاہ نے حضرت انس رضی اللہ سے روایت کی تھی' اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۹۱ میں کر دی گئی ہے۔

۲۹ - بَابُ قِبْلَةِ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ' وَاَهْلِ الشَّامِ' وَالْمَشْرِقِ لَيْسَ فِي الْمَشْرِقِ وَلَا فِي الْمَغْرِبِ قِبْلَةٌ

اہل مدینہ' اہل شام اور مشرق کا قبلہ' اور مشرق اور مغرب میں کوئی قبلہ نہیں ہے

اہل مدینہ اور اہل شام کے بعد اہل مشرق کا ذکر اس لیے کیا ہے کہ اہل اسلام کے اکثر شہر مشرق میں ہیں' عنوان میں جو کہا ہے کہ اہل مدینہ' اہل شام اور مشرق کا قبلہ' یہ مبتداء ہے اور اس کی خبر یہ ہے: مشرق اور مغرب میں قبلہ نہیں ہے' اور مشرق اور مغرب میں قبلہ نہ ہونا' یہ تمام شہروں کے اعتبار سے نہیں ہے بلکہ صرف مدینہ منورہ اور ان شہروں کے اعتبار سے ہے' جن کا قبلہ مدینہ منورہ کے موافق ہے' اور مدینہ منورہ کا قبلہ مدینہ منورہ کے شمال میں ہے۔ اس کے بعد امام بخاری نے یہ تعلیق ذکر کی:

لِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَسْتَقْبِلُوا الْقِبْلَةَ بِغَائِطٍ اَوْ بَوْلٍ' وَلٰكِنْ شَرِّقُوْا اَوْ غَرِّبُوْا.

کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: پاخانہ یا پیشاب کرتے وقت قبلہ کی طرف منہ نہ کرو لیکن مشرق یا مغرب کی طرف منہ کرو۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

حضرت ابوایوب رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پاخانہ یا پیشاب کرتے وقت تم نہ قبلہ کی طرف منہ کرو نہ قبلہ کی طرف پیٹھ کرو' لیکن مشرق کی طرف منہ کرو یا مغرب کی طرف منہ کرو۔

(سنن نسائی: ۲۱' صحیح البخاری: ۱۴۴' صحیح مسلم: ۲۶۴' سنن ابوداؤد: ۹' سنن ترمذی: ۸' سنن ابن ماجہ: ۱۸' مسند احمد ج ۵ ص ۴۲۱)

اس حدیث کی مکمل شرح' صحیح البخاری: ۱۴۴ میں گزر چکی ہے۔

۳۹۴ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ' عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيْدَ' عَنْ اَبِيْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی'

اَيُّوْبَ الْاَنْصَارِيِّ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اَتَيْتُمُ الْغَائِطَ فَلَا تَسْتَقْبِلُوا الْقِبْلَةَ وَلَا تَسْتَدْبِرُوْهَا وَلٰكِنْ شَرِّقُوْا اَوْ غَرِّبُوْا. قَالَ اَبُوْ اَيُّوْبَ فَقَدِمْنَا الشَّامَ فَوَجَدْنَا مَرَاحِيْضَ بُنِيَتْ قِبَلَ الْقِبْلَةِ فَنَنْحَرِفُ وَنَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ تَعَالٰى. وَعَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَطَاءٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا اَيُّوْبَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ.

انہوں نے کہا: ہمیں الزہری نے حدیث بیان کی از عطاء بن یزید از حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم قضاء حاجت کے لیے جاؤ تو نہ قبلہ کی طرف منہ کرو نہ قبلہ کی طرف پیٹھ کرو لیکن مشرق یا مغرب کی طرف منہ کرو۔ حضرت ابوایوب نے کہا: پس ہم شام میں گئے وہاں ہم نے دیکھا بیت الخلاء قبلہ کی جانب بنے ہوئے تھے تو ہم قبلہ سے منحرف ہو کر بیٹھتے تھے اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتے تھے اور از الزہری از عطاء انہوں نے کہا: میں نے اس حدیث کی مثل ابوایوب سے سنی از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف مطلقاً منہ یا پیٹھ نہ کرنے کا ثبوت

اس حدیث کی مکمل اور مفصل شرح' صحیح البخاری: ۱۴۴ میں گزر چکی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا: پاخانہ یا پیشاب کے وقت قبلہ کی طرف منہ نہ کیا جائے' مگر جب کسی عمارت میں قضاء حاجت کی جائے۔ مگر وہاں اس حدیث کے آخر میں حضرت ایوب انصاری کے اس قول کا اضافہ نہیں تھا کہ جب ہم شام میں گئے تو وہاں جو بیت الخلاء بنے ہوئے تھے' وہ قبلہ کی جانب تھے' ہم قبلہ سے منحرف ہو کر بیٹھتے تھے اور کسی تقصیر پر اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتے تھے۔ حضرت ابوایوب انصاری کے اس قول سے امام شافعی اور امام بخاری کے اس نظریہ کا رد ہو جاتا ہے کہ جب بیت الخلاء یا دیوار کی آڑ میں قضاء حاجت کی جائے تو پھر قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کی جا سکتی ہے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے اس نظریہ کی تائید ہوتی ہے کہ قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنا مطلقاً ممنوع ہے خواہ کھلے میدان میں قضاء حاجت کی جائے یا بیت الخلاء میں اور یہی نظریہ صریح حدیث کے بھی مطابق ہے اور قبلہ کی تعظیم کے بھی مناسب ہے اور اس باب کی حدیث اس باب کے عنوان کے بھی مطابق ہے کہ اہل مدینہ اور اہل شام کے مشرق اور مغرب میں قبلہ نہیں ہے۔

٣٠ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى﴾ (البقرہ:۱۲۵)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: "مقام ابراہیم کو مصلّٰی بنالو" (البقرہ:۱۲۵)

مقام ابراہیم کا مصداق اور اس کی جگہ کا تعین

السُدی نے کہا ہے: مقام سے مراد وہ پتھر ہے جس کو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی زوجہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدم کے نیچے رکھا تھا' پھر انہوں نے آپ کا سر دھویا' اس قول کی علامہ قرطبی نے روایت کی ہے اور اس قول کو ضعیف قرار دیا ہے' اور دوسروں نے اس قول کو راجح قرار دیا ہے' اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: مقام ابراہیم سے مراد پورا حرم ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے حج میں طواف کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ سے کہا: یہ ہمارے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مقام ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں' حضرت عمر نے کہا: ہم اس کو مصلّٰی نہ بنالیں؟ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور تم مقام ابراہیم کو مصلّٰی (نماز پڑھنے کی جگہ) بنالو۔ (البقرہ:۱۲۵)

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۹۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام ازرقی نے اخبار مکہ میں اسانید صحیحہ کے ساتھ روایت کی ہے کہ مقام ابراہیم وہی ہے' جس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پیر کا

نشان ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے دور میں یہ پتھر اسی جگہ رکھا ہوا تھا' جس جگہ اب رکھا ہوا ہے' پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں سیلاب آیا' جو اس پتھر کو بہا کر لے گیا' حتیٰ کہ یہ مکہ کے نشیب میں پہنچ گیا' پھر اس کو وہاں سے اٹھا کر لایا گیا اور پہلے کی جگہ پر رکھ دیا گیا' جہاں پر وہ اب موجود ہے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۶۱' دار المعرفۃ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

۳۹۵ - حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ قَالَ سَأَلْنَا ابْنَ عُمَرَ' عَنْ رَجُلٍ طَافَ بِالْبَيْتِ الْعُمْرَةَ' وَلَمْ يَطُفْ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ' أَيَأْتِي امْرَأَتَهُ؟ فَقَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' فَطَافَ بِالْبَيْتِ سَبْعًا' وَصَلَّى خَلْفَ الْمَقَامِ رَكْعَتَيْنِ' وَطَافَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ' وَ ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ (الاحزاب:۲۱).

[اطراف الحدیث: ۱۶۲۳-۱۶۲۷-۱۶۴۵-۱۶۴۷-۱۷۹۳]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحمیدی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن دینار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اس شخص کے متعلق سوال کیا' جو شخص عمرہ کے لیے بیت اللہ کا طواف کرے اور الصفا اور المروہ کے درمیان سعی نہ کرے' کیا وہ اپنی بیوی سے مباشرت کر سکتا ہے؟ حضرت ابن عمر نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آئے اور آپ نے بیت اللہ کے گرد سات طواف کیے' پھر مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعت نماز پڑھی اور الصفا اور المروۃ کے درمیان سعی کی اور تمہارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں عمدہ نمونہ ہے (الاحزاب:۲۱)۔

(صحیح مسلم: ۱۲۳۴' سنن نسائی: ۲۹۶۶-۲۹۶۰-۲۹۳۰' سنن ابن ماجہ: ۲۹۵۹' السنن الکبریٰ للنسائی: ۳۹۵۲-۳۹۱۱' مسند الحمیدی: ۶۶۸' مسند ابویعلیٰ: ۵۶۳۴' صحیح ابن خزیمہ: ۲۷۶۰' سنن بیہقی ج ۵ ص ۹۷' مسند احمد ج ۲ ص ۱۵ طبع قدیم' مسند احمد: ۴۶۴۱-ج ۸ ص ۲۶۵' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

۳۹۶ - وَسَأَلْنَا جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ فَقَالَ لَا يَقْرَبَنَّهَا حَتّٰى يَطُوفَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ.

[اطراف الحدیث: ۱۶۲۴-۱۶۴۶-۱۷۹۴] (صحیح مسلم: ۱۲۳۴' الرقم المسلسل: ۲۹۴۷' اس کی تخریج بھی مذکور الصدر ہے)

اور ہم نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے سوال کیا تو انہوں نے کہا: (عمرہ کرنے والا) اس وقت تک اپنی بیوی سے مقاربت نہ کرے جب تک کہ الصفاء اور المروۃ کے درمیان سعی نہ کر لے۔

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں اور ان سب کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقام ابراہیم میں نماز پڑھی۔

عمرہ میں سعی کا واجب ہونا

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ عمرہ میں الصفا اور المروۃ کے درمیان سعی کرنا (دوڑنا) واجب ہے' یہ تمام فقہاء کا مذہب ہے' تاہم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک روایت ہے کہ جس شخص نے بیت اللہ کا طواف کر لیا' وہ اپنی بیوی سے مباشرت کر سکتا ہے خواہ اس نے سعی نہ کی ہو' لیکن یہ قول ضعیف ہے اور سنت کے مخالف ہے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ طواف میں سات چکر لگانا ضروری ہیں' اور مقام ابراہیم کے پیچھے نماز پڑھنے میں دو قول ہیں' ایک قول یہ ہے کہ یہ سنت ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ واجب ہے اور تحقیق یہ ہے کہ اگر طواف سنت ہو تو یہ نماز سنت ہے اور اگر طواف واجب ہو تو یہ نماز واجب ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۹۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۸۹۵- ج ۳ ص ۴۶۳ پر مذکور ہے' وہاں اس حدیث کی شرح نہیں کی گئی۔

۳۹۷ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى ، عَنْ سَيْفٍ يَعْنِي ابْنَ سُلَيْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ مُجَاهِدًا قَالَ أُتِيَ ابْنُ عُمَرَ ، فَقِيلَ لَهُ هٰذَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ الْكَعْبَةَ ، فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ فَأَقْبَلْتُ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ خَرَجَ ، وَأَجِدُ بِلَالًا قَائِمًا بَيْنَ الْبَابَيْنِ ، فَسَأَلْتُ بِلَالًا فَقُلْتُ أَصَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْكَعْبَةِ ؟ قَالَ نَعَمْ ، رَكْعَتَيْنِ ، بَيْنَ السَّارِيَتَيْنِ اللَّتَيْنِ عَلٰى يَسَارِهِ إِذَا دَخَلْتَ ، ثُمَّ خَرَجَ ، فَصَلّٰى فِي وَجْهِ الْكَعْبَةِ رَكْعَتَيْنِ.

[اطراف الحدیث: ۴۶۸ـ ۵۰۴ـ ۵۰۵ـ ۵۰۶ـ ۱۱۶۷ـ ۱۵۹۸ـ ۱۵۹۹ـ ۲۹۸۸ـ ۴۲۸۹ـ ۴۴۰۰]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از سیف' انہوں نے کہا: میں نے مجاہد سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما آئے' ان سے کہا گیا: یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں' جو کعبہ میں داخل ہو گئے تو حضرت ابن عمر نے کہا: میں آیا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کعبہ سے باہر نکل آئے' میں نے دیکھا حضرت بلال رضی اللہ عنہ دو دروازوں کے درمیان کھڑے ہوئے تھے' میں نے حضرت بلال سے سوال کیا اور کہا: کیا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کعبہ میں نماز پڑھی ہے؟ انہوں نے کہا: جب آپ کعبہ میں داخل ہوئے تو آپ کی بائیں جانب جو دو ستون ہیں' ان کے درمیان آپ نے دو رکعت نماز پڑھی ہے' پھر آپ باہر نکلے اور کعبہ کے سامنے دو رکعت نماز پڑھی۔

(صحیح مسلم: ۱۳۲۹' الرقم المسلسل: ۳۱۷۲' سنن ابوداؤد: ۲۰۲۵ـ ۲۰۲۳' سنن نسائی: ۲۹۰۳ـ ۲۹۰۲' مسند الحمیدی: ۶۹۲ـ ۱۴۹' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۱۸۴۹ـ ۱۱۱۵' المعجم الکبیر: ۱۳۵۱۰' صحیح ابن حبان: ۳۲۰۴ـ ۳۲۰۳ـ ۳۲۰۲' شرح السنۃ: ۴۴۷' سنن بیہقی ج ۲ ص ۳۲۶' مسند احمد ج ۲ ص ۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۴۴۶۴ـ ج ۸ ص ۳۵' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۳۳۵۸' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) مسدد بن مسرھد (۲) یحییٰ القطان (۳) سیف بن سلیمان المخزومی المکی' یہ بہت زیادہ سچے تھے' ۱۵۱ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) امام مجاہد (۵) حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۹۵)

حطیم کعبہ میں نماز پڑھنا کعبہ کے اندر نماز پڑھنے کے حکم میں ہے

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کعبہ کے اندر داخل ہو گئے' اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ کعبہ کے اندر داخل ہونا نہ صرف جائز ہے بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے۔

آج کل کعبہ کا دروازہ بند رہتا ہے اور مسلم ممالک کے سربراہوں کے لیے کھولا جاتا ہے اور صرف وہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس سنت پر عمل کر سکتے ہیں' تاہم حطیم بھی کعبہ میں داخل ہے اور اس کا جز ہے اور یہ کھلا ہوا ہوتا ہے اور عام مسلمان اس میں داخل ہو کر اس میں نماز پڑھتے ہیں' اس طرح عام مسلمانوں کو بھی کعبہ میں داخل ہو کر نماز پڑھنے کا شرف اور سعادت حاصل ہو جاتی ہے' اور جب وہ حطیم میں داخل ہوں تو ننگے پیر داخل ہوں اور احترام سے داخل ہوں' اور اس میں دو رکعت نماز پڑھیں کیونکہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث بیان کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کعبہ میں داخل ہو کر دو رکعت نماز پڑھی تھی۔

دو متعارض حدیثوں میں تطبیق

علامہ نووی متوفی ۶۷۶ھ نے کہا ہے کہ تمام ائمہ حدیث کا حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی حدیث پر اجماع ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کعبہ میں دو رکعت نماز پڑھی ہے' کیونکہ یہ روایت مثبت ہے' اور اس میں زیادہ علم کا ثبوت ہے' اس لیے اس کی ترجیح واجب ہے' حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے کہا ہے: آپ نے کعبہ میں نماز نہیں پڑھی تھی۔ (صحیح مسلم: ۱۳۳۰) اسی طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما

نے بھی کہا ہے کہ آپ نے کعبہ میں نماز نہیں پڑھی تھی۔ (صحیح مسلم:١٣٣١) یہ دونوں حدیثیں کعبہ میں آپ کے نماز پڑھنے کی نفی کرتی ہیں اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی حدیث آپ کے نماز پڑھنے کو ثابت کرتی ہیں اور جب نفی اور اثبات کی خبروں میں تعارض آ جائے تو اثبات کی خبر کو ترجیح دی جاتی ہے اس لیے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی روایت راجح ہے جس میں یہ ثبوت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کعبہ میں نماز پڑھی تھی اور اس کا سبب یہ ہے کہ جب حضرت بلال' حضرت اسامہ اور حضرت عثمان بن طلحہ کعبہ میں داخل ہوئے تو کعبہ کا دروازہ بند کر دیا اور وہ سب دعا میں مشغول ہو گئے اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دعا میں مشغول ہیں تو وہ بھی دعا میں مشغول ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوسری جانب تھے اور حضرت بلال آپ کے قریب تھے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو رکعت نماز پڑھی' جس کو حضرت بلال نے آپ کے قریب ہونے کی وجہ سے دیکھ لیا اور آپ نے بہت تخفیف سے نماز پڑھی تھی اور حضرت اسامہ آپ سے دور تھے اور بہ دستور دعا میں مشغول تھے' اس لیے وہ نہیں دیکھ سکے' اس لیے انہوں نے اپنے گمان کے مطابق آپ کے کعبہ میں نماز پڑھنے کی نفی کر دی۔ (صحیح مسلم بشرح النووی ج ٦ ص ٣٥٨٨۔٣٥٨٧' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ١٤١٧ھ)

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال متوفی ٤٤٩ھ نے لکھا ہے کہ مہلب نے کہا: یہ بھی ہو سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دو مرتبہ کعبہ کے اندر داخل ہوئے ہوں' ایک مرتبہ آپ نے اس میں نماز پڑھی ہو' جیسے حضرت بلال کی روایت ہے اور ایک مرتبہ آپ نے نماز نہ پڑھی ہو' جیسے حضرت اسامہ اور حضرت ابن عباس کی روایت ہے' پس دونوں حدیثوں میں تعارض نہیں ہے۔

(شرح ابن بطال ج ٢ ص ٦٨' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ٣١٢٦۔ ج ٣ ص ٥٨٧ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:
(١) کعبہ میں نماز پڑھنے کے متعلق حضرت اسامہ اور حضرت ابن عباس کی روایات میں تطبیق (٢) کعبہ میں نماز پڑھنے کے حکم میں مذاہب ائمہ۔

٣٩٨ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ عَطَاءٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ قَالَ لَمَّا دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَيْتَ، دَعَا فِي نَوَاحِيهِ كُلِّهَا، وَلَمْ يُصَلِّ حَتّٰى خَرَجَ مِنْهُ، فَلَمَّا خَرَجَ رَكَعَ رَكْعَتَيْنِ فِي قِبَلِ الْكَعْبَةِ، وَقَالَ هٰذِهِ الْقِبْلَةُ.

[اطراف الحدیث: ١٦٠١۔٣٣٥١۔٣٣٥٢۔٤٢٨٨]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن نصر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الرزاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے خبر دی از عطاء' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا' انہوں نے بیان کیا: جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیت اللہ میں داخل ہوئے تو آپ نے اس کی تمام اطراف میں دعا کی اور نماز نہیں پڑھی حتیٰ کہ آپ اس سے باہر نکل آئے' پھر جب آپ باہر آئے تو آپ نے کعبہ کے سامنے دو رکعت نماز پڑھی اور فرمایا: یہ قبلہ ہے۔

(صحیح مسلم: ١٣٣٠' الرقم المسلسل: ٣١٧٩' سنن نسائی: ٢٩١٦' السنن الکبریٰ للنسائی: ٣٨٩٢' مصنف عبد الرزاق: ٩٠٥٦' صحیح ابن خزیمہ: ٣٣٢' شرح السنۃ: ٤٤٨' صحیح ابن حبان: ٣٢٠٨' المستدرک ج ١ ص ٤٧٩' سنن بیہقی ج ٢ ص ٣٢٨' مسند احمد ج ٥ ص ٢٠١ طبع قدیم' مسند احمد: ٢١٧٥٣۔ ج ٣٦ ص ٨٧' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(١) اسحاق بن نصر' اسماء رجال الصحیحین میں ذکر کیا گیا ہے کہ ان کا نام اسحاق بن ابراہیم بن نصر ابراہیم السعدی ہے' یہ مدینہ

میں رہتے تھے امام بخاری نے اپنی کتاب میں ان سے متعدد روایات کی ہیں' کہیں کہا: ہمیں اسحاق بن ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی' کہیں کہا: ہمیں اسحاق بن نصر نے حدیث بیان کی' اور ان کے دادا کی طرف نسبت کی (۲) امام عبد الرزاق بن ھمام الصنعانی متوفی ۲۱۱ھ (۳) عبد الملک بن عبد العزیز بن جریج (۴) عطاء بن ابی رباح (۵) حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۹۹)

یہ حدیث' اس سے پہلی حدیث سے متعارض ہے اور صحیح البخاری: ۳۹۷ کی شرح میں ان کی تطبیق بیان کر دی گئی ہے۔

۳۱ - بَابُ التَّوَجُّهِ نَحْوَ الْقِبْلَةِ حَيْثُ كَانَ قبلہ کی طرف توجہ کی جائے' انسان جہاں کہیں بھی ہو

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ انسان خواہ سفر میں ہو یا حضر میں' فرض پڑھ رہا ہو یا نفل' اس پر لازم ہے کہ وہ قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ.

اور تم جہاں کہیں بھی ہو تو اپنا چہرہ قبلہ کی طرف پھیرا کرو۔

(البقرہ: ۱۴۴)

باب سابق میں یہ بیان کیا گیا تھا کہ مقام ابراہیم کو مصلّٰی بنالو اور اس باب میں یہ بیان فرمایا ہے: قبلہ کی طرف توجہ کی جائے اور دونوں بابوں کا تعلق بیت اللہ سے ہے۔ اس کے بعد درج ذیل تعلیق ہے:

وَقَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ وَكَبِّرْ.

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قبلہ کی طرف منہ کرو اور تکبیر پڑھو۔

یہ حدیث صحیح البخاری: ۶۲۵۱ کا ایک قطعہ ہے۔

۳۹۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَجَاءٍ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْبَرَاءِ ابْنِ عَازِبٍ، رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، صَلَّى نَحْوَ بَيْتِ الْمَقْدِسِ، سِتَّةَ عَشَرَ أَوْ سَبْعَةَ عَشَرَ شَهْرًا، وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحِبُّ أَنْ يُوَجَّهَ إِلَى الْكَعْبَةِ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ ﴿قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ﴾ (البقرة: ١٤٤) فَتَوَجَّهَ نَحْوَ الْكَعْبَةِ. وَقَالَ السُّفَهَاءُ مِنَ النَّاسِ، وَهُمُ الْيَهُوْدُ ﴿مَا وَلّٰهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِيْ كَانُوْا عَلَيْهَا قُلْ لِّلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَاءُ إِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾ (البقرة: ١٤٢) فَصَلّٰى مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ ثُمَّ خَرَجَ بَعْدَ مَا صَلّٰى، فَمَرَّ عَلٰى قَوْمٍ مِّنَ الْأَنْصَارِ فِيْ صَلٰوةِ الْعَصْرِ، نَحْوَ بَيْتِ الْمَقْدِسِ، فَقَالَ هُوَ يَشْهَدُ أَنَّهُ صَلّٰى مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن رجاء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسرائیل نے حدیث بیان کی' از ابو اسحاق از حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت المقدس کی طرف منہ کر کے سولہ یا سترہ مہینے نماز پڑھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ پسند کرتے تھے کہ آپ کو کعبہ کی طرف متوجہ کر دیا جائے' تب اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی: ہم آپ کے چہرہ کا بار بار آسمان کی طرف پھرنا دیکھ رہے ہیں۔ (البقرہ: ۱۴۴) پھر آپ کو کعبہ کی طرف متوجہ کر دیا گیا اور لوگوں میں سے جہلاء نے کہا اور وہ یہود تھے: ان کو ان کے اس قبلہ سے کس نے پھیر دیا' جس پر یہ پہلے تھے؟ آپ کہیے: مشرق اور مغرب اللہ ہی کے لیے ہیں' وہ جس کو چاہتا ہے سیدھے راستہ کی طرف ہدایت دیتا ہے' (البقرہ: ۱۴۲) پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک شخص نے نماز پڑھی' وہ نماز پڑھنے کے بعد باہر نکلا اور انصار کے لوگوں کے پاس سے گزرا' وہ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز عصر

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَاَنَّهُ تَوَجَّهَ نَحْوَ الْكَعْبَةِ، فَتَحَرَّفَ الْقَوْمُ، حَتّٰى تَوَجَّهُوْا نَحْوَ الْكَعْبَةِ.

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۶۴۴ مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ)

پڑھ رہے تھے پس ان نے کہا: وہ گواہی دیتا ہے کہ اس نے (ابھی) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی ہے اور آپ کعبہ کی طرف منہ کیے ہوئے تھے پھر وہ لوگ مڑ گئے اور انہوں نے کعبہ کی طرف منہ کر لیا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۴۰ میں گزر چکی ہے وہاں اس کا عنوان تھا: نماز امور ایمان سے ہے اور یہاں اس کا عنوان ہے: قبلہ کی طرف توجہ کی جائے انسان جہاں کہیں بھی ہو اور اس حدیث میں دونوں چیزوں کا ذکر ہے۔

بیت المقدس سے کعبہ کی طرف تحویل کا باعث اور محرک

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام طبری نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی طرف ہجرت کی اور وہاں کے رہنے والے اکثر یہود تھے جو اپنی نماز میں بیت المقدس کی طرف منہ کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو نماز میں بیت المقدس کی طرف منہ کرنے کا حکم دیا پس یہود اس سے خوش ہوئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سترہ مہینے بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے رہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ چاہتے تھے کہ آپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قبلہ کی طرف منہ کریں پس آپ اس کی دعا کرتے تھے اور آسمان کی طرف دیکھتے تھے تب یہ آیت نازل ہوئی: ہم آپ کے چہرہ کا بار بار آسمان کی طرف پھرنا دیکھ رہے ہیں۔ (البقرہ: ۱۴۴) اور امام طبری نے مجاہد سے روایت کی ہے کہ آپ یہ پسند کرتے تھے کہ آپ کو کعبہ کی طرف پھیر دیا جائے کیونکہ یہود یہ کہتے تھے کہ (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہماری مخالفت کرتے ہیں اور ہمارے ہی قبلہ کی پیروی کرتے ہیں تب یہ آیت نازل ہوئی۔ (جامع البیان ج ۲ ص ۲۷-۲۶) حضرت ابن عباس کی اس حدیث سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ بیت المقدس کی طرف منہ کرنا ہجرت کے بعد واقع ہوا ہے لیکن ایک اور سند سے حضرت ابن عباس نے روایت کی ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے اور کعبہ آپ کے سامنے ہوتا تھا اور ان دونوں حدیثوں کو جمع کرنا ممکن ہے بایں طور کہ جب آپ نے ہجرت کی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا کہ آپ بیت المقدس کی طرف ہی منہ کر کے نماز پڑھتے رہیں اور امام طبرانی نے ابن جریج کی سند سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی پھر آپ کو بیت المقدس کی طرف پھیر دیا گیا اور اس وقت آپ مکہ میں ہی تھے سو آپ نے تین سال تک بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی پھر آپ نے ہجرت کی اور مدینہ آنے کے بعد سولہ مہینے تک بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی پھر اللہ نے آپ کو کعبہ کی طرف متوجہ کر دیا۔

حضرت ابن عباس کی پہلی حدیث میں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم دیا اس سے ان لوگوں کا رد ہو جاتا ہے جو کہتے ہیں کہ آپ نے اپنے اجتہاد سے بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی تھی۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۶۳ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے بعض اہم مسائل

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ احکام میں نسخ ہوتا رہتا ہے اور جمہور کے نزدیک اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جو حکم سنت سے ثابت ہو وہ قرآن سے منسوخ ہو جاتا ہے امام شافعی کے اس مسئلہ میں دو قول ہیں اور اس حدیث میں خبر واحد کے قبول کرنے پر دلیل ہے اور اس میں یہ تصریح ہے کہ قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا واجب ہے اور یہ کہ اب قبلہ کعبہ ہے اور اس میں یہ ذکر ہے کہ ایک

نماز دو جہتوں کی طرف منہ کر کے پڑھی گئی۔

٤٠٠ - حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ جَابِرٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي عَلٰى رَاحِلَتِهِ حَيْثُ تَوَجَّهَتْ، فَإِذَا أَرَادَ الْفَرِيضَةَ، نَزَلَ فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ.

[اطراف الحدیث: ۱۰۹۴-۱۰۹۹-۴۱۴۰]

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۱۰۵۰، مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن ابی کثیر نے حدیث بیان کی از محمد بن عبد الرحمان از حضرت جابر رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سواری پر نماز پڑھتے تھے جس طرف بھی سواری کا منہ ہو پس جب آپ فرض پڑھنے کا ارادہ کرتے تو سواری سے اترتے اور قبلہ کی طرف منہ کرتے۔

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں ان کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: پس جب آپ فرض پڑھنے کا ارادہ کرتے تو سواری سے اترتے اور قبلہ کی طرف منہ کرتے۔

فرض نماز کو سواری پر پڑھنے کے اعذار

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں اس پر دلیل ہے کہ فرض نماز میں قبلہ کی طرف منہ کرنے کو ترک نہیں کیا جائے گا اور اس پر تمام فقہاء کا اجماع ہے لیکن شدید خوف میں اس کو ترک کرنے کی اجازت دی گئی ہے اور خلاصۃ الفتاویٰ میں مذکور ہے کہ عذر کی حالت میں سواری پر نماز پڑھنا جائز ہے ان اعذار میں سے ایک عذر بارش ہے امام محمد سے منقول ہے کہ جب کوئی شخص سفر میں ہو اور بارش ہو جائے اور اس کو سواری سے اتر کر نماز پڑھنے کے لیے کوئی خشک جگہ نہ ملے تو وہ قبلہ کی طرف منہ کر کے سواری پر بیٹھا رہے اور اشاروں سے نماز پڑھے اور اگر اس کے لیے یہ ممکن نہ ہو تو وہ قبلہ کی طرف پیٹھ کر کے بھی نماز پڑھ سکتا ہے یہ اس صورت میں ہے کہ وہاں اتنی کیچڑ ہو جس میں اس کا منہ چھپ جائے لیکن اگر وہاں اتنی کیچڑ نہ ہو لیکن زمین گیلی ہو تو وہ گیلی زمین پر نماز پڑھ لے۔

دیگر اعذار میں سے یہ ہے کہ وہ سواری سرکش ہو اگر وہ سواری سے اتر جائے تو اس کے لیے خود سوار ہونا ممکن نہ ہو اور ان اعذار میں سے چور اور بیماری کا خطرہ ہے اور اس کا بہت بوڑھا ہونا ہے اور وہاں کوئی ایسا شخص میسر نہ ہو جو اس کو سواری پر سوار کرا سکے اسی طرح درندے کا خطرہ بھی ہے۔ المحیط میں مذکور ہے کہ ان صورتوں میں وہ سواری پر فرض نماز پڑھ سکتا ہے اور عذر زائل ہونے کے بعد اس پر اس نماز کا اعادہ لازم نہیں ہے اور یہ اس وقت ہے جب وہ شہر سے باہر ہو۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۲۰۳، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

چلتی ٹرین میں نماز پڑھنا اعذار مذکورہ سے بڑا اعذر ہے

فقہاء احناف نے ان صورتوں میں سواری پر فرض نماز پڑھنے کی اجازت دی ہے جب راستہ میں کیچڑ ہو جب سواری سرکش ہو جب سواری سے اتر کر نماز پڑھنے میں مرض کا یا سامان چوری ہونے کا خطرہ ہو جب بارش ہو جب سوار بہت بوڑھا ہو اور ان سب سے بڑا خطرہ چلتی ہوئی تیز رفتار ٹرین سے اتر کر نماز پڑھنے میں ہے کیونکہ اس میں اس کی جان یا اس کے اعضاء کی ہلاکت کا یقینی خطرہ ہے تو جب ان کم خطرات میں سواری پر فرض پڑھنا جائز ہے تو اس سے زیادہ خطرہ میں بہ طریق اولیٰ چلتی ٹرین میں نماز پڑھنا جائز ہونا

چاہیے اور بعد میں اس کا اعادہ لازم نہیں ہوگا۔

المحیط کی اصل عبارت

علامہ عینی نے اپنی عبارت میں المحیط کا حوالہ دیا ہے ہم چاہتے ہیں کہ المحیط کی اصل عبارت پیش کر دیں۔

علامہ برہان الدین ابوالمعالی محمود بن صدر الشریعۃ ابن مازہ البخاری المتوفی ۶۱۶ ھ لکھتے ہیں:

مسافر بغیر ضرورت کے سواری پر فرض نماز نہ پڑھے اور ضرورت کے وقت اس کے لیے سواری پر فرض نماز اور وتر پڑھنا جائز ہے کیونکہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اصحاب کے ساتھ تھے کہ بارش ہوگئی' آپ نے منادی کو حکم دیا کہ وہ نداء کرے کہ تم اپنی سواریوں پر نماز پڑھو۔ (سنن نسائی: ۶۴۷' مسند احمد: ۱۴۸۸۶' مسند احمد ج ۳ ص ۳۱۶)

ان اعذار میں سے یہ ہیں کہ اگر وہ سواری سے اترا تو اس کو اپنی جان پر یا اپنی سواری پر چور یا درندہ کا خطرہ ہو یا راستہ میں کیچڑ ہو اور اس کو زمین پر خشک جگہ نہ ملے یا اس کی سواری سرکش ہو' اگر وہ اس سے اتر گیا تو وہ بغیر کسی کی مدد کے اس پر سوار نہیں ہو سکے گا یا وہ بہت بوڑھا ہو اور بغیر کسی کی مدد کے وہ از خود سواری پر سوار نہیں ہو سکے گا' اور اس کو سوار کرنے والا میسر نہ ہو' ان تمام حالتوں میں سواری پر فرض نماز پڑھنا جائز ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

فَإِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا أَوْ رُكْبَانًا . (البقرہ: ۲۳۹) اگر تم کو جان کا خطرہ ہو تو تم پیدل چلتے ہوئے نماز پڑھو یا سواری پر۔

اور ہم نے جو اعذار بیان کیے ہیں' ان ہی پر یہ قیاس ہے کہ جو شخص جنگل میں یا قافلہ میں سفر کر رہا ہو تو اس کے لیے سواری پر فرض نماز پڑھنا جائز ہے کیونکہ اگر وہ سواری سے اترا تو اس کو اپنی جان اور اپنے سامان کا خطرہ ہوگا کیونکہ قافلہ اس کا انتظار نہیں کرے گا۔

اور حسن نے امام ابوحنیفہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فجر کی دو سنتوں کو بھی فرض کے ساتھ لاحق کیا ہے اور عذر کی حالت میں ان سنتوں کو بھی سواری پر پڑھے۔ (المحیط البرہانی ج ۲ ص ۴۲۶' ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۴۲۶ ھ)

٤٠١ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ، عَنْ مَنْصُوْرٍ، عَنْ إِبْرَاهِيْمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ . قَالَ إِبْرَاهِيْمُ لَا أَدْرِيْ زَادَ أَوْ نَقَصَ، فَلَمَّا سَلَّمَ قِيْلَ لَهُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَحَدَثَ فِي الصَّلٰوةِ شَيْءٌ؟ قَالَ وَمَا ذَاكَ؟ قَالُوْا صَلَّيْتَ كَذَا وَكَذَا، فَثَنٰى رِجْلَيْهِ، وَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ، وَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ، ثُمَّ سَلَّمَ . فَلَمَّا أَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهٖ قَالَ إِنَّهُ لَوْ حَدَثَ فِي الصَّلٰوةِ شَيْءٌ لَنَبَّأْتُكُمْ بِهٖ، وَلٰكِنْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ، أَنْسٰى كَمَا تَنْسَوْنَ، فَإِذَا نَسِيْتُ فَذَكِّرُوْنِيْ، وَإِذَا شَكَّ أَحَدُكُمْ فِي الصَّلٰوةِ فَلْيَتَحَرَّ الصَّوَابَ فَلْيُتِمَّ عَلَيْهِ، ثُمَّ لِيُسَلِّمْ، ثُمَّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عثمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از منصور از ابراہیم از علقمہ' انہوں نے کہا: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پڑھائی' ابراہیم نے کہا: مجھے پتا نہیں اس نماز میں آپ نے کچھ زیادتی کی یا کچھ کمی کی' پس جب آپ نے سلام پھیرا تو آپ سے کہا گیا: یارسول اللہ! کیا نماز میں کوئی نیا حکم نازل ہوا ہے؟ آپ نے پوچھا: اس کا کیا سبب ہے؟ صحابہ نے کہا: آپ نے اس طرح اور اس طرح نماز پڑھی ہے' آپ نے اپنے پیر موڑے اور قبلہ کی طرف منہ کیا اور دو سجدے کیے' پھر سلام پھیرا' پھر ہماری طرف منہ کر کے فرمایا: اگر نماز میں کوئی نیا حکم نازل ہوتا تو میں تمہیں اس کی خبر دیتا' لیکن میں صرف تمہاری

يَسْجُدْ سَجْدَتَيْنِ.

[اطراف الحدیث: ۴۰۴-۱۲۲۶-۶۶۷۱-۷۲۴۹]

مثل بشر ہوں' میں اس طرح بھولتا ہوں جس طرح تم بھولتے ہو' پس جب میں بھول جاؤں تو تم مجھے یاد دلایا کرو اور جب تم میں سے کسی کو نماز میں شک ہو جائے تو اسے غور کر کے صحیح بات معلوم کرنی چاہیے' پھر اپنی نماز پوری کرنی چاہیے' پھر سلام پھیر کر دو سجدے کرنے چاہئیں۔

(صحیح مسلم: ۵۷۲' الرقم المسلسل: ۱۲۵۱' سنن ابوداؤد: ۱۰۲۰' سنن نسائی: ۱۲۴۲' سنن ابن ماجہ: ۱۲۱۱' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۴۴۶' السنن الکبریٰ: ۶۲۰' المنتقیٰ: ۱۹۶' صحیح ابن خزیمہ: ۵۹۵' سنن دار قطنی ج ۱ ص ۳۳۹' مسند احمد ج ۱ ص ۴۳۸ طبع قدیم' مسند احمد: ۴۱۷۶' جامع المسانید لابن الجوزی: ۴۱۹۰' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) عثمان بن ابی شیبہ (۲) جریر بن عبد الحمید (۳) منصور بن المعتمر (۴) ابراہیم بن یزید النخعی (۵) علقمہ بن قیس النخعی (۶) حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۲۰۴)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس جملہ میں ہے: آپ نے دونوں پیر موڑے اور قبلہ کی طرف منہ کیا' کیونکہ آپ نے سلام پھیرنے کے بعد سہو کے دو سجدے کیے تھے۔

آپ کا ہماری مثل بشریت میں حصر کس اعتبار سے ہے اور آپ کس چیز میں ہماری مثل ہیں

اس حدیث میں مذکورہ ہے: لیکن میں صرف تمہاری مثل بشر ہوں۔ ''انما'' کا کلمہ حصر کے لیے ہے' لیکن کبھی یہ حصر مطلق کے لیے ہوتا ہے اور کبھی حصر مخصوص کے لیے ہوتا ہے' جو قرائن اور سیاق کلام سے سمجھ میں آتا ہے' اس ارشاد کا یہ مطلب نہیں ہے کہ میں اور کچھ نہیں ہوں' صرف بشر ہوں' کیونکہ آپ کی بہت صفات ہیں' آپ نبی اور رسول ہیں' بلکہ قائد المرسلین ہیں' سید آدم و بنی آدم ہیں' رحمۃ للعالمین ہیں' شفیع المذنبین ہیں' اللہ تعالیٰ کے نائب مطلق ہیں' اس لیے اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ میں تمہاری مثل بشر ہوں' فرشتہ نہیں ہوں یا خدا نہیں ہوں کہ میرے لیے بھولنا محال ہو۔

ایک غور طلب چیز یہ ہے کہ آپ کس چیز میں ہماری مثل ہیں؟ آپ کی کوئی صفت ہماری کسی صفت کی مثل نہیں ہے' آپ کا دیکھنا ہمارے دیکھنے کی مثل نہیں ہے' آپ آگے پیچھے' دائیں بائیں' اوپر نیچے یکساں دیکھتے تھے' آپ کے لیے شش جہات ایک جہت کے حکم میں تھیں' آپ جنات اور فرشتوں کو دیکھتے تھے حتیٰ کہ آپ نے اللہ عزوجل کو دیکھا' اسی طرح آپ حیوانات کی باتیں سنتے تھے' جنات اور فرشتوں کی باتیں سنتے تھے' خود اللہ عزوجل کا کلام سنتے تھے' اس لیے آپ کا سننا' آپ کا دیکھنا' آپ کا کسی چیز کو چکھنا اور چھونا کوئی وصف ہمارے کسی وصف کی مثل نہیں ہے' بعض لوگوں نے کہا: آپ نفس بشریت میں ہماری مثل ہیں' میں کہتا ہوں: مجرد نفس بشریت خارج میں متحقق نہیں ہے' خارج میں جو بشریت ہے وہ بشریت مخصوصہ ہے اور آپ کسی مخصوص بشر کی مثل نہیں ہیں' پھر آپ کس چیز میں ہماری مثل ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ آپ خدا نہ ہونے میں ہماری مثل ہیں' جس طرح ہم خدا نہیں ہیں' آپ بھی خدا نہیں ہیں' کسی وجودی صفت میں آپ ہماری مثل نہیں ہیں بلکہ عدمی صفت میں ہماری مثل ہیں' یعنی عدم الوہیت میں آپ ہماری مثل ہیں۔

آپ کے بھولنے اور ہمارے بھولنے کا فرق

اس حدیث میں ہے: میں اس طرح بھولتا ہوں' جس طرح تم بھولتے ہو۔ لغت میں ''نسیان'' حفظ اور یاد رکھنے کی ضد ہے' اور

اصطلاح میں ''نسیان'' کا معنی ہے: دل کا کسی چیز سے غافل ہونا' یعنی دل کا ایک چیز سے غافل ہو کر دوسری چیز میں مشغول ہونا بلکہ ایک چیز میں شدت اشتغال کی وجہ سے دوسری چیز سے غافل ہو جانا۔ ہمارا نماز میں بھولنا یہ ہے کہ ہم دنیا کی کسی چیز میں شدت اشتغال کی وجہ سے نماز کے کسی رکن کو بھول جاتے ہیں اور آپ کا بھولنا یہ ہے کہ حسن الوہیت کے جلووں میں شدت اشتغال کی وجہ سے نماز کے کسی رکن کو بھول جاتے ہیں' سو ہمارا بھولنا نقص ہے اور آپ کا بھولنا عین کمال ہے۔

آپ نے فرمایا: پس تم مجھے یاد دلا دیا کرو' یعنی میں جب سلام پھیرنے کے قریب پہنچ جاؤں تو مجھے سبحان اللہ کہہ کر یاد دلا دیا کرو۔

اُمورِ تبلیغیہ میں آپ کا بھولنا ممکن نہیں اور احکام کے منسوخ ہونے کا ثبوت

آپ سے کہا گیا: یارسول اللہ! کیا نماز میں کوئی نیا حکم نازل ہوا ہے؟ اس میں یہ دلیل ہے کہ اسلام میں احکام منسوخ بھی ہوتے رہتے تھے' کیونکہ آپ نے فرمایا: اگر نماز میں کوئی نیا حکم نازل ہوتا تو میں تم کو اس کی خبر دیتا۔

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ آپ کے بعض افعال میں سہو اور نسیان واقع ہو جاتا تھا لیکن آپ اس پر برقرار نہیں رہتے تھے' لیکن اُمورِ تبلیغیہ میں اور کسی چیز کی خبر دینے میں آپ سے سہو اور نسیان نہیں ہوتا تھا اور یہ ممکن نہیں ہے کہ انبیاء علیہم السلام کسی چیز کی واقع کے خلاف خبر دیں عمداً نہ سہواً' صحت میں نہ مرض میں' رضا میں نہ غضب میں۔ (اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۲ ص ۵۱۴' ملخصاً' دارالوفاء' ۱۴۱۹ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۱۷۶۔ ج ۲ ص ۱۴۱ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:
(۱) خصائص مصطفیٰ (۲) بشریت (۳) مثلیت (۴) آپ کا نسیان (۵) پانچ رکعات کی تصحیح۔

۳۲ - بَابُ مَا جَاءَ فِي الْقِبْلَةِ، وَمَنْ لَا يَرَى الْإِعَادَةَ عَلَى مَنْ سَهَا، فَصَلَّى إِلَى غَيْرِ الْقِبْلَةِ
قبلہ کے متعلق احادیث اور جس کا یہ نظریہ ہے کہ جس نے سہواً غیر قبلہ کی طرف نماز پڑھی اس پر نماز کا اعادہ نہیں ہے

اس باب میں اور باب سابق میں یہ فرق ہے کہ باب سابق میں یہ بیان کیا تھا کہ قبلہ کی طرف توجہ کی جائے اور اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ جس نے سہواً غیر قبلہ کی طرف نماز پڑھی' اس پر اعادہ نہیں ہے۔

سہواً غیر قبلہ کی طرف نماز پڑھنے کے متعلق مذاہب فقہاء

امام ابوحنیفہ' ان کے اصحاب' امام مالک اور امام بخاری کا یہ مسلک ہے کہ جس نے سہواً غیر قبلہ کی طرف نماز پڑھی' اس پر نماز کا اعادہ کرنا لازم نہیں ہے' تاہم اگر اس نے وقت کے اندر نماز کو دہرا لیا تو یہ مستحسن ہے' ابن المنذر' حسن بصری اور الزہری نے کہا ہے: وہ ہمیشہ نماز کو دہرائے گا' اور امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ اگر نماز پڑھنے کے بعد اس پر یہ منکشف ہوا کہ اس نے غیر قبلہ کی طرف نماز پڑھی ہے تو وہ نماز دوبارہ پڑھے اور اگر بغیر غور و فکر کے اس پر یہ منکشف نہ ہو تو اس پر اعادہ نہیں ہے اور التوضیح میں مذکور ہے: امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ اگر اس کو خطاء کا یقین نہ ہو تو اس پر اعادہ نہیں ہے ورنہ اس پر اعادہ لازم ہے' امام ابوحنیفہ کے مسلک پر دلیل یہ حدیث ہے:

عبد اللہ بن عامر بن ربیعہ اپنے والد سے یہ روایت کرتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں اندھیری رات میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے ہم کو پتا نہیں چلا کہ قبلہ کس طرف ہے' پس ہم میں سے ہر شخص نے اپنے اجتہاد سے نماز پڑھ لی' پس جب صبح ہوئی تو ہم نے اس بات کا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ذکر کیا' تو یہ آیت نازل ہوئی:

فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ. (البقرہ:۱۱۵) پس تم جس طرف بھی منہ کرو وہیں اللہ کی ذات ہے۔

(سنن ترمذی:۳۴۵ 'سنن ابن ماجہ:۱۰۲۰)

اس حدیث کے بعد بیان مذاہب میں امام ترمذی لکھتے ہیں:

اکثر اہل علم کا یہی مذہب ہے' انہوں نے کہا: جب کوئی شخص ابر آلود موسم میں غیر قبلہ کی طرف نماز پڑھ لے' پھر نماز پڑھنے کے بعد اس پر منکشف ہو کہ اس نے غیر قبلہ کی طرف نماز پڑھی ہے تو اس کی نماز جائز ہے' سفیان ثوری' ابن المبارک' امام احمد اور اسحاق کا یہی مذہب ہے۔ (سنن ترمذی ص ۱۰۷ 'دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۳ھ)

امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی مذہب ہے' لیکن امام ترمذی نے امام اعظم سے تعصب کی وجہ سے ان کے مذہب کا ذکر نہیں کیا۔

وَقَدْ سَلَّمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ رَكْعَتَيِ الظُّهْرِ ' وَاَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ بِوَجْهِهٖ ' ثُمَّ اَتَمَّ مَا بَقِيَ.

اور بے شک نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ظہر کی دو رکعت میں سلام پھیر دیا اور لوگوں کی طرف اپنا چہرہ کر لیا' پھر آپ نے باقی نماز کو پورا کیا۔

یہ تعلیق حدیث مذکور ذیل کا ایک قطعہ ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں ظہر یا عصر کی نمازوں میں سے کوئی ایک نماز پڑھائی' پھر دو رکعت میں سلام پھیر دیا' پھر مسجد کے قبلہ کی جانب ایک لکڑی کے ستون سے ٹیک لگا کر بہ اندازِ غضب کھڑے ہو گئے' اور لوگوں میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما بھی تھے' وہ آپ سے بات کرنے سے ڈرے اور لوگ جلدی سے باہر نکلنے لگے' حضرت ذوالیدین نے کھڑے ہو کر کہا: یارسول اللہ! آیا نماز کم کر دی گئی ہے یا آپ بھول گئے ہیں؟ پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دائیں بائیں دیکھ کر فرمایا: ذوالیدین کیا کہہ رہے ہیں؟ لوگوں نے کہا: ذوالیدین سچ کہہ رہے ہیں' آپ نے صرف دو رکعت نماز پڑھائی ہے' پس آپ نے دو رکعت نماز اور پڑھی اور سلام پھیر دیا' پھر اللہ اکبر پڑھا اور سجدہ (سہو) کیا' پھر اللہ اکبر پڑھا' پھر اٹھے' پھر اللہ اکبر پڑھا اور (دوسرا) سجدہ (سہو) کیا' پھر اللہ اکبر پڑھا اور (سجدہ سے) اٹھے۔ (صحیح مسلم:۵۷۳)

نماز میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیات

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کو علم تھا کہ احکامِ شرعیہ میں نسخ واقع ہوتا رہتا ہے تبھی حضرت ذوالیدین نے پوچھا: آیا نماز کم کر دی گئی ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبلہ سے پیٹھ پھیر کر کھڑے ہو گئے' حضرت ذوالیدین نے آپ سے بات کی' آپ نے ان سے بات کی اور دوسرے صحابہ سے بات کی' پھر آپ نے قبلہ کی طرف منہ کر کے دو رکعت نماز اور پڑھا دی اور سلام پھیر کر سہو کے دو سجدے کیے۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ قبلہ سے پیٹھ پھیر لیں' آپ کسی سے بات کر لیں' کوئی آپ سے بات کر لے' آپ کی نماز قائم رہتی ہے اور آپ جس سے بات کریں اور جو آپ سے بات کرے' اس کی نماز بھی قائم رہتی ہے' اس کے برخلاف کوئی اور مسلمان قبلہ سے عمداً پیٹھ پھیر لے یا کسی اور شخص سے بات کر لے تو اس کی نماز ٹوٹ جاتی ہے' اور یہ حدیث امام بخاری کے مقصد پر بھی دلالت کرتی ہے کیونکہ آپ نے سہواً قبلہ سے پیٹھ پھیری تھی' تاہم ان کے مقصود پر مکمل دلالت نہیں کرتی' کیونکہ ان کا مقصود تھا کہ جو شخص سہواً غیر قبلہ کی طرف نماز پڑھے' اس کی نماز جائز ہے اور اس حدیث میں یہ مذکور ہے کہ آپ نے سہواً قبلہ سے پیٹھ پھیری' یہ مذکور نہیں ہے کہ آپ نے سہواً غیر قبلہ کی طرف نماز پڑھی۔

۴۰۲ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ قَالَ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ عُمَرُ وَافَقْتُ رَبِّي فِي ثَلَاثٍ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لَوِ اتَّخَذْنَا مِنْ مَقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى، فَنَزَلَتْ ﴿وَاتَّخِذُوا مِنْ مَقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى﴾ (البقرہ:۱۲۵)، وَآيَةُ الْحِجَابِ، قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ، لَوْ أَمَرْتَ نِسَاءَكَ أَنْ يَحْتَجِبْنَ، فَإِنَّهُ يُكَلِّمُهُنَّ الْبَرُّ وَالْفَاجِرُ، فَنَزَلَتْ آيَةُ الْحِجَابِ، وَاجْتَمَعَ نِسَاءُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْغَيْرَةِ عَلَيْهِ، فَقُلْتُ لَهُنَّ ﴿عَسَى رَبُّهُ إِنْ طَلَّقَكُنَّ أَنْ يُبْدِلَهُ أَزْوَاجًا خَيْرًا مِنْكُنَّ﴾ (التحریم:۵). فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن عون نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ھشیم نے حدیث بیان کی از حمید از حضرت انس رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے اپنے رب کی تین چیزوں میں موافقت کی ہے' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کاش! ہم مقام ابراہیم کو نماز پڑھنے کی جگہ بنا لیں تو یہ آیت نازل ہوگئی: اور تم مقام ابراہیم کو نماز پڑھنے کی جگہ بنا لو۔ (البقرہ:۱۲۵) اور پردہ کی آیت میں' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کاش! آپ اپنی ازواج کو پردہ کرنے کا حکم دیں کیونکہ ان سے نیکوکار اور بدکار (ہر طرح کا آدمی) بات کرتا ہے' تو پردہ کی آیت نازل ہوگئی' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج آپ کے خلاف غیرت میں اکٹھی ہوگئیں تو میں نے آپ کی ازواج سے کہا: اگر آپ نے تم سب کو طلاق دے دی تو عنقریب آپ کا رب آپ کو (تمہارے) بدلے میں تم سے بہتر ازواج عطا کر دے گا۔ (التحریم:۵) تو یہی آیت نازل ہوگئی۔

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ قَالَ أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ قَالَ حَدَّثَنِي حُمَيْدٌ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسًا بِهٰذَا.

[اطراف الحدیث: ۴۴۸۳-۴۷۹۰-۴۹۱۶]

امام ابوعبد اللہ (بخاری) نے کہا: ہمیں ابن ابی مریم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن ایوب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھ سے حمید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث سنی ہے۔

(سنن ترمذی:۲۹۶۰' سنن ابن ماجہ:۱۰۰۹' السنن الکبریٰ للنسائی:۱۱۶۱۱' سنن دارمی:۱۸۴۹' مسند البزار:۲۲۰' صحیح ابن حبان:۶۸۹۶' المعجم الصغیر: ۸۶۸' شرح السنۃ:۳۸۸۷' سنن بیہقی ج ۷ ص ۸۸' مسند ابوداؤد الطیالسی:۴۱' مسند احمد ج ۱ ص ۲۴ طبع قدیم' مسند احمد:۱۵۷۔ ج ۱ ص ۲۹۷' مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: اور تم مقام ابراہیم کو نماز پڑھنے کی جگہ بنالو۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) عمرو بن میمون ابوعثمان الواسطی البزاز' یہ بصرہ میں رہتے تھے اور ۲۲۵ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) ھشیم بن بشیر (۳) حمید الطویل (۴) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ (۵) حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ' ان سب کا تعارف ہو چکا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۲۱۴)

اس اعتراض کا جواب کہ حضرت عمر نے یہ کیوں کہا کہ میں نے اپنے رب کی موافقت کی' جب کہ ان کی موافقت میں آیات نازل ہوئیں

اس حدیث میں مذکور ہے: میں نے اپنے رب کی موافقت کی' یہ باب مفاعلہ سے ہے' جس کا خاصہ ہے: مشارکت' یعنی ہر ایک

نے دوسرے کی موافقت کی' واقع میں اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر کی موافقت کی تھی' کیونکہ جس طرح حضرت عمر نے کہا' اسی طرح آیت نازل ہوگئی' لیکن حضرت عمر رضی اللہ نے ادباً کہا: میں نے اپنے رب کی موافقت کی۔

حضرت عمر کی موافقت میں نازل ہونے والی آیات کی تعداد

اس حدیث میں تین چیزوں میں موافقت کا ذکر ہے' حالانکہ حضرت عمر نے تین سے زیادہ چیزوں میں موافقت کی ہے' جو حسب ذیل ہیں:

(۱) بدر کے قیدیوں سے فدیہ لینے کے متعلق حضرت عمر کی رائے یہ تھی کہ ان سے فدیہ نہ لیا جائے' بلکہ ان کو قتل کر دیا جائے' اس کے موافق یہ آیت نازل ہوگئی:

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗۤ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِى الْاَرْضِ۔ (الانفال:۶۷) نبی کے لیے قیدی بنانا جائز نہیں ہے حتیٰ کہ ان کا زمین میں اچھی طرح خون بہادے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ستر کافروں کو قتل کرنے کے بعد کافروں کو قید کیا تھا' اس لیے آپ کا عمل اس آیت کے خلاف نہیں۔

(۲) حضرت عمر کی رائے یہ تھی کہ آپ رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کی نماز جنازہ نہ پڑھیں اور اسی کے موافق یہ آیت نازل ہوئی:

وَلَا تُصَلِّ عَلٰۤى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا۔ (التوبہ:۸۴) اور ان میں سے کوئی مر جائے تو آپ کبھی بھی اس کی نمازِ جنازہ نہ پڑھیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عبداللہ بن ابی کی نمازِ جنازہ پڑھادی' اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی' اس لیے آپ کے نماز پڑھانے پر کوئی اعتراض نہیں ہے اور آپ کے نماز پڑھانے کی یہ حکمت تھی کہ جب اس کی قوم نے آپ کا حسن خلق دیکھا کہ آپ نے اپنے کٹر مخالف کی درخواست کو رد نہیں کیا تو اس کی قوم کے ایک ہزار آدمی اسلام میں داخل ہو گئے۔

امام ابن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ نے روایت کی ہے' ہمیں یہ حدیث بیان کی گئی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری قمیص یا میری نماز جنازہ اس سے اللہ کے عذاب کو دور نہیں کر سکتی اور بے شک مجھے یہ امید ہے کہ اس سبب سے اس کی قوم کے ایک ہزار آدمی اسلام لے آئیں گے۔ (جامع البیان ج۱۰ ص ۲۳۲' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

(۳) شراب کی تحریم کی آیات' حضرت عمر رضی اللہ کی رائے کے موافق نازل ہوئیں۔

(۴) جب یہ آیات نازل ہوئیں:

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍO ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِىْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍO (المؤمنون:۱۳۔۱۲) اور بے شک ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصہ سے پیدا کیاO پھر اس کو نطفہ بنا کر مضبوط جگہ میں رکھاO

تو حضرت عمر نے بے ساختہ کہا:

فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَO (المؤمنون:۱۴) پس اللہ بہت برکتوں والا ہے' جو سب سے بہترین پیدا کرنے والا ہےO

تو یہ آیت اسی طرح نازل ہوگئی۔

(۵) جب حضرت عائشہ رضی اللہ پر تہمت لگائی گئی تو حضرت عمر نے پوچھا: یارسول اللہ! ان سے آپ کا نکاح کس نے کیا تھا؟ آپ نے فرمایا: اللہ نے' حضرت عمر نے کہا: کیا آپ کی یہ رائے ہے کہ اللہ نے آپ سے ان کا عیب چھپا لیا تھا!

سُبۡحٰنَكَ هٰذَا بُهۡتَانٌ عَظِيۡمٌ ۝ (النور:۱۶) اے اللہ! تو پاک ہے یہ بہت بڑا بہتان ہے ۝

پھر یہ آیت اسی طرح نازل ہوگئی۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ نے حق کو عمر کی زبان اور دل میں رکھ دیا ہے اور حضرت ابن عمر نے کہا: جب بھی لوگوں پر کوئی امر پیش آیا' پس لوگوں نے اس کے متعلق کوئی بات کہی اور حضرت عمر نے بھی اس کے متعلق کوئی بات کہی تو قرآن حضرت عمر کی کہی ہوئی بات کے مطابق نازل ہو جاتا۔ (سنن ترمذی: ۳۶۸۲' مسند احمد ج ۲ ص ۵۳)

ہم نے مقالاتِ سعیدی ص ۱۷۵ میں سولہ ایسی آیات کا باحوالہ ذکر کیا ہے' جو حضرت عمر کی رائے کے موافق نازل ہوئی ہیں۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ پھر حضرت عمر نے یہ کیوں کہا ہے کہ میں نے اپنے رب کی تین آیات میں موافقت کی ہے' اس کا ایک جواب یہ ہے کہ کسی عدد کے ساتھ تخصیص اس کے ماسوا کی نفی نہیں کرتی' دوسرا جواب یہ ہے کہ ان آیات کی شہرت کی وجہ سے حضرت عمر نے ان تین آیات کا ذکر کیا۔

اس حدیث میں آیت حجاب کا ذکر ہے' وہ یہ آیت ہے:

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ. (الاحزاب:۵۹) اے نبی! اپنی ازواج سے کہیے اور اپنی بیٹیوں اور مومنین کی بیویوں سے کہ اپنے اوپر چادریں ڈال لیا کریں۔

غیرت کا معنی اور جو ازواج غیرت میں اکٹھی ہوئی تھیں' ان کا بیان

اس حدیث میں ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج غیرت میں اکٹھی ہوگئیں۔

غیرت کا معنی ہے: اپنے محبوب سے شدید محبت کی وجہ سے محبوب میں کسی کی شرکت کا ناگوار ہونا' حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شدید محبت تھی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' حضرت زینب بن جحش رضی اللہ عنہا کے پاس شہد پینے کی وجہ سے زیادہ ٹھہرتے تھے تو یہ ان کو ناگوار ہوتا اور انہوں نے آپ کو ان کے پاس ٹھہرنے سے روکنے کے لیے یہ حیلہ کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا: آپ نے مغافیر کھایا ہے' عرفط نام کے ایک درخت پر گوند لگتا تھا' جس کی بو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ناپسند تھی' اس گوند کو مغافیر کہتے ہیں۔

اس واقعہ کی تفصیل درج ذیل حدیثوں میں ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے پاس ٹھہرتے تھے اور ان کے پاس شہد پیتے تھے' پس میں نے اور حضرتِ حفصہ رضی اللہ عنہا نے یہ مشورہ کیا کہ ہم میں سے جس کے پاس بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آئیں' وہ آپ سے یہ کہے کہ مجھے آپ سے مغافیر کی بو آرہی ہے' کیا آپ نے مغافیر کھایا ہے؟ پھر ان میں سے کسی ایک کے پاس آپ گئے تو اس نے یہ کہا' آپ نے فرمایا: نہیں! میں نے زینب بنت جحش کے پاس شہد پیا ہے اور اب میں اس کو کبھی نہیں پیوں گا' تب یہ آیتیں نازل ہوئیں:

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ. (التحریم:۱) اے نبی! آپ اپنے آپ کو اس چیز سے کیوں روکتے ہیں جس کو اللہ نے آپ کے لیے حلال کر دیا ہے۔

وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِيُّ اِلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِيْثًا. (التحریم:۳) اور جب نبی نے اپنی کسی بیوی کو راز کی بات بتائی۔

(صحیح بخاری: ۵۲۶۷' صحیح مسلم: ۱۴۷۴' الرقم المسلسل: ۳۶۱۴' سنن ابوداؤد: ۳۷۱۴' سنن نسائی: ۳۷۹۵۔ ۳۴۲۱' السنن الکبریٰ للنسائی: ۵۶۱۴' مسند احمد ج ۶ ص ۶۰۔۵۹)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہد اور مٹھاس کو پسند کرتے تھے اور آپ جب عصر کی نماز سے فارغ

ہوتے تو اپنی ازواج کے پاس جاتے' پس ان میں سے کسی ایک کے قریب جاتے' پس آپ حضرت حفصہ بنت عمر کے پاس گئے اور ان کے پاس معمول سے زیادہ ٹھہرے' پس مجھے ان پر غیرت آئی (یعنی ان کے پاس زیادہ ٹھہرنا مجھے ناگوار گزرا)' میں نے اس کے متعلق سوال کیا تو مجھے بتایا گیا کہ آپ کے خاندان کی ایک عورت نے آپ کو شہد کا ڈبا پیش کیا' پھر نبی ﷺ کو اس سے شہد پیش کیا' تب میں نے دل میں کہا: اللہ کی قسم! ہم ضرور اس کے لیے کوئی حیلہ کریں گے' پس میں نے حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا سے کہا: عنقریب آپ کے پاس نبی ﷺ آئیں گے' جب وہ آپ کے قریب آئیں تو آپ ان سے کہیں: آپ نے مغافیر کھایا ہے؟ وہ آپ سے کہیں گے: نہیں' پھر آپ ان سے کہیں: تب یہ آپ کے پاس سے بو کیسی آ رہی ہے؟ آپ کہیں گے: مجھے حفصہ نے شہد پلایا تھا' تو آپ ان سے کہیں: شہد کی مکھی نے عرفط درخت کی پتیوں کو چوس لیا ہوگا اور عنقریب میں بھی یہی کہوں گی' اور اے صفیہ! تم بھی یہی کہنا' حضرت سودہ کہتی ہیں کہ جب نبی ﷺ دروازے پر کھڑے ہوئے تو میں نے تمہارے ڈر سے ارادہ کیا کہ میں وہی کہوں جو تم نے کہا تھا' پھر جب آپ حضرت سودہ کے پاس گئے تو انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! آپ نے مغافیر کھایا ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں' حضرت سودہ نے کہا: پھر آپ سے یہ بو کیسی آ رہی ہے؟ آپ نے فرمایا: مجھے حفصہ نے شہد پلایا ہے' حضرت سودہ نے کہا: شہد کی مکھی نے عرفط درخت کی پتیوں کو چوس لیا ہوگا' پھر جب آپ میرے پاس آئے تو میں نے بھی یہی کہا' پھر جب آپ حضرت صفیہ کے پاس گئے تو انہوں نے بھی یہی کہا' پھر جب آپ حضرت حفصہ کے پاس گئے تو انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! میں آپ کو اس سے شہد پلاؤں' آپ نے فرمایا: مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے' حضرت سودہ کہتی تھیں: اللہ کی قسم! ہم نے آپ کو شہد سے روک دیا' تو میں نے ان سے کہا: چپ رہو۔ (صحیح البخاری: ۵۲۶۸' صحیح مسلم: ۱۴۷۴' الرقم المسلسل: ۳۶۱۵)

اس اعتراض کا جواب کہ بخاری اور مسلم کی ان دو حدیثوں میں تعارض ہے

ان حدیثوں پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ عبید بن عمیر کی روایت میں ہے: حضرت زینب بنت جحش نے رسول اللہ ﷺ کو شہد پلایا تھا اور ہشام بن عروہ کی روایت میں حضرت حفصہ نے آپ کو شہد پلایا تھا' بہ ظاہر یہ تعارض ہے؟

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس تعارض کے جواب میں لکھا ہے کہ یہ متعدد واقعات ہیں۔ پہلے حضرت حفصہ کے شہد پلانے کا واقعہ ہے اور پھر حضرت زینب بنت جحش کے شہد پلانے کا واقعہ ہے' اس لیے ان میں تعارض نہیں ہے۔

اور ترجیح کے طریقہ سے عبید بن عمیر کی حدیث راجح ہے' کیونکہ مفسرین نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ہے کہ نبی ﷺ پر شہد کو روکنے والی حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما تھیں۔

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ ہشام بن عروہ کی روایت درایۃً صحیح نہیں ہے کیونکہ اس روایت کے مطابق نبی ﷺ کے خلاف ایک دوسری کی مدد کرنے والی تین ازواج تھیں: حضرت عائشہ' حضرت سودہ اور حضرت صفیہ' اور قرآن مجید میں تصریح ہے کہ یہ دو بیویاں تھیں کیونکہ قرآن مجید میں تثنیہ کا صیغہ ہے: ''وَاِنۡ تَظٰهَرَا عَلَيۡهِ'' (التحریم: ۴) اور اگر تم نبی کے خلاف ایک دوسرے کی مدد کرو گی۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ دو بیویاں حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما تھیں۔ اس لیے عبید بن عمیر کی روایت صحیح ہے' جس میں یہ ذکر ہے کہ حضرت زینب بنت جحش' نبی ﷺ کو شہد پلاتی تھیں اور اس کے خلاف حیلہ کرنے کا حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ نے مشورہ کیا۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۴۵۲' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

اس اعتراض کا جواب کہ ازواجِ مطہرات نے مغافیر کی بو کا کہہ کر نبی ﷺ سے جھوٹ بولا

اگر اس حدیث پر یہ اعتراض کیا جائے کہ پھر لازم آئے گا کہ ازواجِ مطہرات نے نبی ﷺ سے جھوٹ بولا' اس کا جواب یہ

ہے کہ جھوٹ تب ہوتا جب وہ آپ کو یہ خبر دیتیں کہ آپ نے مغافیر کھایا ہے جب کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تھا: کیا آپ نے مغافیر کھایا ہے؟ یہ آپ کے منہ سے کیسی بو آرہی ہے؟ انہوں نے یہ بات سوالیہ انداز میں کہی اور حرف استفہام کو ذکر نہیں کیا' اور اس کو انہوں نے حیلہ سے تعبیر کیا' یعنی یہ آپ کو شہد پینے سے یا حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے پاس زیادہ ٹھہرنے سے روکنے کی خفیہ تدبیر تھی اور حیلہ کرنا جائز ہے' جیسے حضرت یوسف علیہ السلام نے بنیامین کو اپنے پاس روکنے کے لیے حیلہ کیا تھا' اسی طرح حضرت عائشہ اور حفصہ رضی اللہ عنہما نے یہ تدبیر اس لیے اختیار کی تا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ دیر اپنے پاس ٹھہرا سکیں۔

یہ بحث مصنف کے خصائص میں سے ہے اور کسی شرح میں یہ تفصیل نہیں ہے۔

دوسرے نبیوں کی شریعت پر عمل کرنا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی کا موجب ہے' پھر حضرت عمر نے مقام ابراہیم کو مصلّٰی بنانے کی درخواست کیوں کی؟

اس حدیث میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سوال کا ذکر ہے کہ مقام ابراہیم کو مصلّٰی بنالیا جائے' اس پر یہ اعتراض ہے کہ حضرت عمر کو یہ علم تھا کہ دوسری ملت کی پیروی کرنے سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوتے ہیں کیونکہ جب حضرت عمر' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تورات پڑھ رہے تھے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوئے اور آپ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے! اگر تمہارے سامنے حضرت موسیٰ ظاہر ہوتے اور تم ان کی پیروی کرتے اور مجھے چھوڑ دیتے تو تم سیدھے راستے سے گم راہ ہو جاتے اور اگر وہ زندہ ہوتے اور میری نبوت کو پالیتے تو میری پیروی کرتے۔ (سنن دارمی: ۴۳۵) تو پھر حضرت عمر نے یہ سوال کیوں کیا کہ مقامِ ابراہیم کو مصلّٰی بنالیا جائے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید کی چند آیات پڑھ کر حضرت عمر کو علم ہوا کہ ہماری شریعت میں حضرت ابراہیم کی ملت کی پیروی کرنا پسندیدہ ہے' اس لیے انہوں نے یہ سوال کیا اور وہ آیات یہ ہیں' جن میں حضرت ابراہیم کے متعلق فرمایا ہے:

اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا. (البقرہ: ۱۲۴) بے شک میں آپ کو تمام لوگوں کا امام بنانے والا ہوں۔

ثُمَّ اَوْحَیْنَآ اِلَیْكَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا. (النحل: ۱۲۳) پھر ہم نے آپ کی طرف یہ وحی کی کہ آپ ابراہیم کی ملت کی پیروی کیجئے جو ادیانِ باطلہ سے اعراض کرنے والے ہیں۔

فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا. (آل عمران: ۹۵) سو (اے مسلمانو!) تم ابراہیم کی ملت کی پیروی کرو جو ادیانِ باطلہ سے اعراض کرنے والے ہیں۔

مِلَّةَ اَبِیْكُمْ اِبْرٰهِیْمَ هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِیْنَ مِنْ قَبْلُ وَفِیْ هٰذَا. (الحج: ۷۸) (یہ) تمہارے باپ ابراہیم کی ملت ہے' اس نے اس سے پہلے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے اور اس (قرآن) میں (بھی)۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ان کا ذکر سنا:

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے کہا: یارسول اللہ! یہ قربانیاں کیسی ہیں؟ آپ نے فرمایا: یہ تمہارے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہیں۔ (سنن ابن ماجہ: ۳۱۲۷' مسند احمد ج ۴ ص ۳۶۸)

اور انہوں نے دیکھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے افعال کی حج میں اتباع کی جاتی ہے اور ان کی سنت کے مطابق ختنہ کیا جاتا ہے اور بیت اللہ کے بنانے کی بھی ان کی طرف نسبت ہے اور مقام میں ان کے قدم کا نقش قائم ہے جیسے کسی عمارت کے بنانے والے کا نام اس عمارت پر کندہ ہوتا ہے' جس طرح آج کل بھی سنگ بنیاد رکھنے کا رواج ہے' جس سے بنانے والے کی یادگار قائم رہتی ہے تو

حضرت عمر نے سوچا کہ کعبہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یادگار کے طور پر اس پتھر کو مصلّٰی بنالیا جائے' جس پر ان کے پیر کا نقش اب تک قائم ہے' تاکہ مسلمانوں کے دلوں میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یاد قائم رہے اور کعبہ میں نماز پڑھتے وقت اور حج کرتے وقت یہ ذہنوں میں رہے کہ ہمارے پہلے مقتدیٰ اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جدامجد اور اس کعبہ کے بانی حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ ''مقام'' کا معنی ہے: کھڑے ہونے کی جگہ' یعنی یہ پتھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے کھڑے ہونے کی جگہ تھا' جس پر آپ کے پیر کا نشان ثبت تھا' اس کی حضرت عمر کے نزدیک یہ عظمت تھی کہ انہوں نے درخواست کی کہ اس کو مصلّٰی بنالیا جائے' اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس چیز کی کسی نبی کی طرف نسبت ہو' اس کو یادگار بنانا حضرت عمر کے نزدیک جائز تھا' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موئے مبارک اور آپ کے دیگر تبرکات کو جو بہ طور یادگار محفوظ رکھے جاتے ہیں اور ان کی زیارت کی جاتی ہے اور آپ کا میلاد منایا جاتا ہے' اس کی اصل بھی یہی آیت اور یہی حدیث ہے' نیز مقام ابراہیم کو مصلّٰی بنانا' حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس دعا کے مقبول ہونے کا اظہار ہے:

وَاجْعَلْ لِّیْ لِسَانَ صِدْقٍ فِی الْاٰخِرِیْنَ O (الشعراء: ۸۴) اور میرا ذکرِ خیر بعد کے لوگوں میں باقی رکھنا O

ازواجِ مطہرات کے حجاب کی تحقیق

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اور میں نے پردہ کی آیت میں اللہ تعالیٰ کی موافقت کی۔

پہلے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عرب کے رواج کے مطابق ازواجِ مطہرات کو پردہ میں نہیں رکھتے تھے اور آپ پر یہ مخفی نہیں تھا کہ آپ کی ازواج کا پردہ میں رہنا بہتر ہے' لیکن آپ اس معاملہ میں وحی کا انتظار فرمارہے تھے' ازواجِ مطہرات کے حجاب کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی ہے:

وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ. (الاحزاب: ۵۳) اور جب تم نبی کی ازواج سے کسی چیز کا سوال کرو تو ان سے پردہ کی اوٹ سے سوال کرو۔

یہ آیت سورۃ الاحزاب کی ہے اور جمہور اربابِ سیر و مغازی کا اتفاق ہے کہ غزوۃ الاحزاب ۵ ہجری میں ہوا ہے۔

(فتح الباری ج ۷ ص ۳۹۳' لاہور' ۱۴۲۶ھ)

ازواجِ مطہرات کے حجاب کا ذکر اس حدیث میں ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں تمام لوگوں سے زیادہ حجاب کے متعلق جاننے والا ہوں' اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بھی مجھ سے اس کے متعلق سوال کرتے تھے' حضرت انس نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زینب کے ساتھ شبِ زفاف کی صبح کی' آپ نے ان کے ساتھ مدینہ میں نکاح کیا تھا' پھر آپ نے دن چڑھنے کے بعد لوگوں کو ولیمہ کے لیے بلایا' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھ گئے اور لوگوں کے اٹھنے کے بعد کچھ لوگ آپ کے ساتھ بیٹھے رہے' حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہوگئے' پھر آپ چلے گئے اور میں بھی آپ کے ساتھ چلا گیا حتیٰ کہ آپ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کے دروازہ پر پہنچ گئے' پھر آپ نے گمان کیا کہ شاید اب وہ لوگ حجرہ سے باہر نکل گئے ہوں گے' سو آپ لوٹ آئے اور میں بھی آپ کے ساتھ لوٹ آیا' جب کہ وہ لوگ اپنی جگہوں پر اسی طرح بیٹھے ہوئے تھے' آپ پھر لوٹ کر گئے اور میں بھی آپ کے ساتھ لوٹ گیا' حتیٰ کہ آپ حضرت عائشہ کے حجرہ تک پہنچے' پھر آپ لوٹ آئے اور میں بھی لوٹ آیا' اس وقت وہ لوگ کھڑے ہوگئے' پھر آپ نے میرے اور اپنے گھر کے درمیان پردہ ڈال دیا اور اللہ تعالیٰ نے حجاب کی آیت نازل کر دی۔

(صحیح البخاری: ۵۴۶۶' صحیح مسلم: ۱۴۲۸' الرقم المسلسل: ۳۴۴۳' السنن الکبریٰ للنسائی: ۶۶۱۶)

اور وہ یہ آیت ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتَ النَّبِیِّ اِلَّاۤ اَنْ یُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَیْرَ نٰظِرِیْنَ اِنٰىهُ وَلٰكِنْ اِذَا دُعِیْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَاْنِسِیْنَ لِحَدِیْثٍ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ یُؤْذِی النَّبِیَّ فَیَسْتَحْیٖ مِنْكُمْ وَاللّٰهُ لَا یَسْتَحْیٖ مِنَ الْحَقِّ وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ. (الاحزاب:۵۳)

اے ایمان والو! نبی کے گھر میں داخل نہ ہو سوا اس کے کہ تمہیں کھانے کے لیے بلایا جائے' کھانا پکنے کا انتظار نہ کرتے رہو بلکہ جب تمہیں بلایا جائے اس وقت جاؤ' پھر جب کھانا کھا چکو تو فوراً چلے جاؤ اور (وہاں) باتوں میں دل نہ لگاؤ' بے شک تمہارے اس عمل سے نبی کو تکلیف پہنچتی ہے' سو وہ تم سے حیا کرتے ہیں' اور اللہ حق بات کہنے سے نہیں رکتا' اور جب تم نبی کی بیویوں سے کوئی چیز مانگو تو پردہ کے پیچھے سے مانگو' یہ تمہارے دلوں اور ان کے دلوں کے لیے نہایت پاکیزگی کا باعث ہے۔

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر شافعی متوفی ۷۷۴ھ نے لکھا ہے: نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نکاح حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے ساتھ غزوہ بنو قریظہ کے بعد ذوالقعدہ پانچ ہجری میں ہوا اور اسی تاریخ کو حجاب کے احکام نازل ہوئے۔

(البدایہ والنہایہ ج ۳ ص ۴۰۵' دار الفکر بیروت' ۱۴۱۹ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ازواجِ مطہرات پر جو حجاب فرض ہے' وہ عام مسلم خواتین کی بہ نسبت زیادہ سخت اور مؤکد ہے' عام مسلم خواتین تو گواہی یا علاج کی ضرورت کی وجہ سے اجنبی مردوں کے سامنے چہرے اور ہاتھوں کو کھول سکتی ہیں اور ازواجِ مطہرات کو اس کی بھی اجازت نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۱۷۷' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ازواج تمام دنیا کی عورتوں سے افضل ہیں' پھر کیسے فرمایا: اللہ ان کے بدلہ میں ان سے بہتر ازواج لے آئے گا؟

اس حدیث کے آخر میں التحریم: ۵ کی آیت ذکر کی گئی ہے' جس میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اگر آپ نے تم سب کو طلاق دے دی تو عنقریب آپ کا رب آپ کو (تمہارے) بدلے میں تم سے بہتر ازواج عطا کر دے گا۔

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنی ازواج کو طلاق نہیں دیں گے لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کا اظہار فرمایا ہے کہ اگر بالفرض نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنی ازواج کو طلاق دے دی تو اللہ تعالیٰ آپ کے نکاح میں ان سے بہتر ازواج لے آئے گا اور یہ اللہ تعالیٰ نے ازواج کے متعلق اس لیے فرمایا ہے تاکہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نافرمانی کرنے اور آپ کو ناراض کرنے اور آپ کے خلاف مدد کرنے سے ڈرتی رہیں۔ اس آیت پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ جن عورتوں کو ازواج کے بدلہ میں لایا جائے گا' وہ ازواج سے بہتر کیسے ہو سکتی ہیں' جب کہ روئے زمین پر کوئی عورت امہات المؤمنین سے بہتر نہیں ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اس صورت میں ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ان کی نافرمانی اور آپ کو ایذاء پہنچانے کی وجہ سے ان کو طلاق دے دیتے' پھر ازواج تمام دنیا کی عورتوں سے بہتر ہونے کی صفت پر باقی نہیں رہتیں اور دوسری عورتیں جو آپ کی اطاعت گزار ہوتیں' وہ ان سے بہتر ہوتیں لیکن جب حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق توبہ کر لی تو پھر وہی سب سے اعلیٰ اور افضل رہیں۔

(تفسیر کبیر ج ١٠ ص ٥٧١ 'دار احیاء التراث العربی بیروت' ١٤١٥ھ)

امام ابو منصور محمد بن محمود ماتریدی متوفی ٣٣٣ھ لکھتے ہیں:

یہ ہوسکتا ہے کہ وہ عورتیں اپنی ذات کے اعتبار سے تو آپ کی ازواج سے بہتر نہ ہوتیں لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں ازواج مطہرات سے بہتر ہوتیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

مُسْلِمٰتٍ مُّؤْمِنٰتٍ قٰنِتٰتٍ تٰئِبٰتٍ. الخ (التحریم:٥) مسلمان' مومن' خشوع کرنے والیاں' توبہ کرنے والیاں۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج بھی اس صفت پر تھیں' کیا تم نہیں دیکھتے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: آپ حضرت حفصہ سے رجوع کر لیجئے کیونکہ وہ بہت روزے رکھنے والی اور بہت قیام کرنے والی ہیں۔

اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ عورتیں اپنے حسن و جمال اور اپنے نسب کے اعتبار سے ازواج مطہرات سے بہتر ہوتیں۔

حضرت حفصہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا راز فاش کر دیا تھا' آپ نے حضرت حفصہ کی دل جوئی کے لیے ان سے فرمایا تھا: میں آئندہ شہد نہیں پیوں گا یا فرمایا تھا: میرے بعد ابوبکر اور عمر خلیفہ ہوں گے لیکن تم یہ کسی کو بتانا نہیں' حضرت حفصہ نے یہ بات حضرت عائشہ کو بتا دی تھی' اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (اے نبی کی دونوں بیویو!) اگر تم دونوں اللہ کے سامنے توبہ کر لو تو بہتر ہے' پس بے شک تم دونوں کے دل (نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شدت محبت میں) بہت جھک گئے ہیں' اگر تم نبی کے خلاف ایک دوسرے کی مدد کرو گی تو یقیناً ان کا کارساز اللہ ہے' اور جبریل ہیں اور نیک مسلمان ہیں اور ان کے علاوہ فرشتے بھی ان کی مدد کرنے والے ہیں۔ (التحریم:٣) اور احادیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو ایک طلاق دے دی تھی' پھر حضرت جبریل علیہ السلام نازل ہوئے اور آپ سے کہا کہ آپ حضرت حفصہ سے رجوع کر لیں' وہ بہت روزے رکھنے والی اور بہت قیام کرنے والی ہیں اور یہ جنت میں بھی آپ کی زوجہ ہیں۔ (تاویلات اہل السنۃ ج ١٠ ص ٨٢)

امام ماتریدی مزید لکھتے ہیں: اس آیت کا معنی یہ ہوسکتا ہے کہ وہ عورتیں ازواج مطہرات سے اس لحاظ سے بہتر ہوتیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی نہ کرتیں اور آپ کی مخالفت میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرتیں اور اگر حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ توبہ نہ کرتیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت میں ایک دوسرے کی مدد کرتی رہتیں تو پھر وہ عورتیں ان ازواج سے بہتر ہوتیں' لیکن جب انہوں نے آپ کی نافرمانی سے توبہ کر لی اور آپ کے خلاف ایک دوسرے کی مدد نہیں کی تو وہ اپنے مرتبہ پر برقرار رہیں اور وہی تمام دنیا کی عورتوں سے افضل رہیں۔ (تاویلات اہل السنۃ ج ١٠ ص ٨٦ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

٤٠٣ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ بَيْنَا النَّاسُ بِقُبَاءٍ فِيْ صَلٰوةِ الصُّبْحِ، اِذْ جَاءَهُمْ اٰتٍ فَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اللَّيْلَةَ قُرْاٰنٌ، وَقَدْ اُمِرَ اَنْ يَّسْتَقْبِلَ الْكَعْبَةَ، فَاسْتَقْبِلُوْهَا وَكَانَتْ وُجُوْهُهُمْ اِلَى الشَّامِ، فَاسْتَدَارُوْا اِلَى الْكَعْبَةِ. [اطراف الحدیث: ٤٤٨٨۔ ٤٤٩٠۔ ٤٤٩١۔ ٤٤٩٣۔ ٤٤٩٤۔ ٧٢٥١]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں مالک بن انس نے خبر دی از عبداللہ بن دینار از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت لوگ صبح کی نماز میں قباء میں تھے' ایک آنے والا آیا اور اس نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر آج رات قرآن نازل ہوا ہے اور آپ کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ آپ قبلہ کی طرف منہ کریں' پس تم بھی قبلہ کی طرف منہ کر لو' اس وقت نمازیوں کے چہرے شام کی طرف تھے' وہ فوراً کعبہ کی طرف پھر گئے۔

(صحیح مسلم: ۵۲۶' الرقم المسلسل: ۱۱۵۸' سنن نسائی: ۷۴۵' سنن ترمذی: ۳۴۱۔ ۲۹۶۳' السنن الکبریٰ للنسائی: ۵۴۵' سنن دارمی: ۱۲۳۷' صحیح ابن خزیمہ: ۴۳۵' سنن دارقطنی ج ۱ ص ۲۷۳' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۳۵' المعجم الکبیر: ۵۳۰۔ ج ۲۴' مسند احمد ج ۲ ص ۱۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۴۶۴۲۔ ج ۸ ص ۲۶۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۳۴۹۱' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: آپ کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ آپ قبلہ کی طرف منہ کریں۔

حدیث مذکور کا حدیث: ۳۹۹ سے ایک تعارض کا جواب اور دیگر مسائل

اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ کے پاس ایک آنے والا آیا' اس کا نام عبّاد بن بشر تھا' اس حدیث میں صبح کی نماز میں آنے کا ذکر ہے' اس سے پہلے حدیث: ۳۹۹ میں حضرت البراء کی روایت میں عصر کی نماز کا ذکر تھا' ان دونوں حدیثوں میں کوئی منافات نہیں ہے' کیونکہ جو مدینہ میں داخل تھے' ان کے پاس عصر کے وقت خبر پہنچی اور جو مدینہ سے خارج تھے' ان کے پاس صبح کے وقت خبر پہنچی۔

اس حدیث میں مذکور ہے: آج رات آپ پر قرآن نازل ہوا' اس سے مراد قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ. (البقرہ: ۱۴۴) بے شک ہم آپ کے چہرے کا آسمان کی طرف پھرنا دیکھ رہے ہیں۔

اس حدیث کے اکثر مسائل اور فوائد حضرت البراء کی حدیث: ۳۹۹ میں بیان کیے جا چکے ہیں' مزید فوائد میں سے یہ ہے کہ نبی ﷺ کو جو حکم دیا جائے' اس کا کرنا آپ کی امت پر بھی لازم ہوتا ہے کیونکہ آپ کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ آپ نماز میں کعبہ کی طرف منہ کریں' پھر یہ آپ کی امت پر بھی لازم ہو گیا' حتیٰ کہ انہوں نے نماز میں اپنا منہ کعبہ کی طرف کر لیا' جو لوگ قباء میں نماز پڑھ رہے تھے' ان سے ایک شخص نے کہا: اب قبلہ بدل گیا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے نماز میں کعبہ کی طرف منہ کر لیا ہے' وہ شخص ان کی نماز سے خارج تھا' پھر بھی انہوں نے اس کے قول پر عمل کیا حالانکہ جو شخص خارج از نماز ہو' اس کے قول پر عمل کرنا جائز نہیں ہے بلکہ خارج از نماز کے قول پر عمل کرنا مفسد صلوٰۃ ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث خلاف قیاس ہے' اس کی نظیر یہ ہے کہ جب مسافر امام نماز پڑھا رہا ہو اور اس کی اقتداء میں مقیم بھی نماز پڑھ رہے ہوں تو وہ سلام پھیرنے کے بعد نمازیوں سے کہتا ہے: تم لوگ اپنی نماز پوری کرو کیونکہ میں مسافر ہوں اور اس کے پیچھے نماز پڑھنے والے مقیم نمازی اس کے قول پر عمل کر کے اپنی نماز پوری کرتے ہیں' حالانکہ وہ مسافر امام سلام پھیرنے کے بعد ان کی نماز سے خارج ہو چکا ہوتا ہے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۰۸۰۔ ج ۲ ص ۶۷ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح کے عنوان حسب ذیل ہیں:

(۱) نسخ کی بحث (۲) نسخ کی تعریفات (۳) نسخ کی اقسام (۴) نسخ القرآن بالقرآن (۵) نسخ القرآن بالحدیث (۶) نسخ الحدیث بالحدیث (۷) نسخ الحدیث بالقرآن (۸) تحویل قبلہ کی تاریخ (۹) کعبہ کی طرف پہلی نماز (۱۰) روایات میں تطبیق (۱۱) خبر واحد پر عمل (۱۲) ورود شرع سے قبل تکلیف کا حکم (۱۳) دیگر فوائد (۱۴) مکہ میں قبلہ کا رخ۔

یہ ابحاث ص ۶۸ سے ص ۷۳ تک ہیں۔

۴۰۴ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنْ شُعْبَةَ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظُّهْرَ خَمْسًا، فَقَالُوْا أَزِيْدَ فِي الصَّلٰوةِ؟ قَالَ وَمَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از شعبہ از الحکم از ابراہیم از علقمہ از حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے ظہر کی پانچ رکعت نماز پڑھائی تو لوگوں نے کہا: کیا

ذَاكَ؟ قَالُوا صَلَّيْتَ خَمْسًا! فَثَنٰى رِجْلَيْهِ، وَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ.

نماز زیادہ کر دی گئی ہے؟ آپ نے فرمایا: اس کا کیا سبب ہے؟ لوگوں نے کہا: آپ نے پانچ رکعت پڑھائی ہیں! آپ نے اپنے پیر (قبلہ کی طرف) موڑے اور (سہو کے) دو سجدے کیے۔

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۴۱۹۰ 'مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۴۰۱ کا مطالعہ کریں' وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: کعبہ کی طرف منہ کرنا جہاں کہیں بھی ہو' اور اس حدیث کا عنوان ہے: "قبلہ کے متعلق احادیث اور جس نے سہواً قبلہ کی طرف نماز پڑھی' اس پر نماز کا اعادہ نہیں ہے"۔ اور اس حدیث میں کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا بھی ذکر ہے اور یہ بھی ذکر ہے کہ آپ نے کعبہ سے پیٹھ پھیرنے کے بعد کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی اور اس نماز کا اعادہ نہیں کیا۔

۳۳ - بَابُ حَكِّ الْبُزَاقِ بِالْيَدِ مِنَ الْمَسْجِدِ — بلغم کو مسجد سے ہاتھ کے ساتھ کھرچنا

اس باب کی ابواب سابقہ سے یہ مناسبت ہے کہ اس سے پہلے قبلہ کے متعلق ابواب کا ذکر ہو رہا تھا اور اب ابواب مسجد کا ذکر ہو رہا ہے اور قبلہ اور مسجد میں مناسبت ظاہر ہے۔

٤٠٥ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى نُخَامَةً فِي الْقِبْلَةِ، فَشَقَّ ذٰلِكَ عَلَيْهِ، حَتّٰى رُئِيَ فِي وَجْهِهٖ، فَقَامَ فَحَكَّهُ بِيَدِهٖ، فَقَالَ إِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا قَامَ فِي صَلٰوتِهٖ، فَإِنَّهُ يُنَاجِي رَبَّهُ، أَوْ إِنَّ رَبَّهُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ، فَلَا يَبْزُقَنَّ أَحَدُكُمْ قِبَلَ قِبْلَتِهٖ، وَلٰكِنْ عَنْ يَسَارِهٖ أَوْ تَحْتَ قَدَمَيْهِ. ثُمَّ أَخَذَ طَرَفَ رِدَائِهٖ، فَبَصَقَ فِيهِ، ثُمَّ رَدَّ بَعْضَهُ عَلٰى بَعْضٍ، فَقَالَ أَوْ يَفْعَلُ هٰكَذَا. (سنن ابوداؤد: ۳۸۹' مسند الحمیدی: ۱۲۱۹' سنن دارمی: ۱۴۰۳' مسند احمد ج ۳ ص ۱۹۹۔۱۸۸)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن جعفر نے حدیث بیان کی از حمید از حضرت انس رضی اللہ عنہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قبلہ (کی جانب) بلغم کو دیکھا' آپ کو یہ ناگوار گزرا حتیٰ کہ آپ کے چہرے پر اس کے اثرات ظاہر ہوئے' آپ نے اس بلغم کو اپنے ہاتھ سے کھرچ دیا' پھر آپ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص اپنی نماز میں ہوتا ہے تو وہ اپنے رب سے کلام کرتا ہے یا اس کا رب اس کے اور قبلہ کے درمیان (متوجہ) ہوتا ہے' سو تم میں سے کوئی شخص قبلہ کی جانب نہ تھوکے' لیکن اپنی بائیں جانب یا اپنے قدموں کے نیچے تھوک دے' پھر آپ نے اپنی چادر کے ایک پلو کو پکڑ کر اس میں تھوکا' پھر تھوک کے بعض حصہ کو بعض پر مل دیا' پھر فرمایا: یا اس طرح کرے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۴۱ میں گزر چکی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا: بلغم اور رینٹ وغیرہ کو کپڑے میں ملنا۔

قبلہ کا احترام کرنا اور حدیث مذکور کے دیگر مسائل

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں قبلہ کی تکریم اور اس کی تنزیہ کا ثبوت ہے' کیونکہ نمازی اپنے رب سے مناجات کر رہا ہوتا ہے' اس لیے اس پر واجب ہے کہ جب وہ دنیا کے لوگوں کے چہروں کے سامنے کھڑا ہوتا ہے تو جن چیزوں سے ان لوگوں کی تکریم کرتا ہے' قبلہ کی بھی ان چیزوں سے تکریم کرے' بلکہ ان سے زیادہ تکریم کرے اور جب وہ مخلوق کے منہ کے سامنے تھوکنا ان کے ادب واحترام کے خلاف سمجھتا ہے تو خالق کے سامنے تھوکنا اس سے زیادہ خلاف ادب سمجھے۔

طاؤس رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ اللہ کے قبلہ کی تکریم کرو اور قبلہ کی جانب نہ تھوکو۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ تھوک اور بلغم پاک ہوتا ہے' اسی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو کپڑے میں ملنے کا حکم دیا ہے' تاہم طبعاً یہ مکروہ ہے اور اس سے گھن آتی ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۸۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

نیز اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دائیں جانب کو بائیں جانب پر فضیلت حاصل ہے' اسی لیے آپ نے بائیں جانب یا قدموں کے نیچے تھوکنے کا حکم دیا ہے' یعنی اگر شدید کھانسی کے ساتھ بلغم آئے اور اس کو تھوکے بغیر کوئی چارہ نہ ہو تو دائیں جانب کے بجائے بائیں جانب تھوکے' یہ حکم اس وقت تھا جب مسجد کا کچا فرش ہوتا تھا' نمازی اپنی بائیں جانب تھوک کر اس کو مٹی کے نیچے دبا دے' لیکن اب جب کہ مسجد میں دریاں اور قالین بچھے ہوئے ہوتے ہیں تو نمازی دریوں یا قالین کے اوپر تھوک کر دریوں اور قالینوں کو خراب نہ کرے بلکہ اگر مجبوراً اس کو تھوکنا پڑے تو اپنے کپڑے کے پلو میں تھوک لے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبلہ کی جانب بلغم دیکھا تو آپ کو ناگوار گزرا اور آپ کے چہرے پر ناگواری کے اثرات ظاہر ہوئے' اس سے معلوم ہوا کہ امت کے ناشائستہ کاموں سے آپ کو تکلیف پہنچتی ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تواضع اور انکسار اور اپنے ہاتھوں سے دیوارِ قبلہ کو صاف کرنا

اس حدیث میں مذکور ہے کہ کسی کے جمے ہوئے بلغم کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے مبارک ہاتھوں سے کھرچ کر صاف کیا' اس سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل میں مسجد کی کتنی عزت اور قبلہ کا کتنا احترام تھا۔ آج اگر ہماری مساجد میں سے کسی مسجد کے قبلہ میں یا دیوارِ قبلہ میں کسی کا بلغم یا رینٹ ہو تو کسی نمازی کو اسے خود صاف کرنے کا خیال نہیں آئے گا بلکہ وہ خادم یا مؤذن کو بلا کر ڈانٹے گا اور اسے صاف کرنے کے لیے کہے گا اور اسے خود کسی کا بلغم صاف کرتے ہوئے عار آئے گا یا گھن آئے گی اور وہ اس کو اپنے وقار اور مرتبہ کے خلاف سمجھے گا۔

سوچیے! ہم کیا ہیں اور ہمارا مقام کیا ہے! یہ دو عالم کے سردار' عرش کے شہ سوار اور محبوب کردگار ہیں' ان کو دیوارِ قبلہ سے کسی کا بلغم یا رینٹ صاف کرتے ہوئے کوئی کراہت نہیں آرہی' کوئی گھن نہیں آرہی' یہ اپنے ہاتھ سے بلغم صاف کر رہے ہیں' یہ وہ ہاتھ ہیں جو اپنے ہاتھوں سے کفار کی طرف کنکریاں ماریں تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى. (الانفال:۱۷) (اے رسولِ معظم!) تم نے کنکریاں نہیں ماریں جب تم نے کنکریاں ماری تھیں لیکن وہ کنکریاں اللہ نے ماری تھیں۔

جب ان کا ہاتھ صحابہ کے ہاتھوں پر ہو تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ. (الفتح:۱۰) اللہ کا ہاتھ ہے ان کے ہاتھوں پر۔

جو ان کے ہاتھ پر بیعت کرے تو اللہ فرماتا ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ. (الفتح:۱۰) بے شک جو لوگ آپ سے بیعت کر رہے ہیں وہ یقیناً اللہ سے بیعت کر رہے ہیں۔

یہ وہ ہاتھ ہیں کہ وہ ان سے اشارہ کریں تو چاند شق ہو جائے' سورج پلٹ جائے' یہ وہ ہاتھ ہیں کہ دعا کے لیے اٹھیں تو اجابت آگے بڑھ کر استقبال کرے۔

وہ ان ہاتھوں سے کسی کے بلغم اور رینٹ کی گندگی کھرچ رہے ہیں اور دیوارِ قبلہ کو صاف کر رہے ہیں۔

۴۰۶ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے

مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى بُصَاقًا فِيْ جِدَارِ الْقِبْلَةِ، فَحَكَّهُ، ثُمَّ اَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ اِذَا كَانَ اَحَدُكُمْ يُصَلِّيْ فَلَا يَبْصُقْ قِبَلَ وَجْهِهٖ، فَاِنَّ اللّٰهَ قِبَلَ وَجْهِهٖ اِذَا صَلّٰى. [اطراف الحدیث: ۷۵۳۔ ۱۲۱۳۔ ۶۱۱۱]

حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع از حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیوار قبلہ میں تھوک دیکھا تو آپ نے اس کو کھرچ دیا' پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھتا ہے تو وہ اپنے سامنے نہ تھوکے کیونکہ جب وہ نماز پڑھتا ہے تو اللہ اس کے سامنے ہوتا ہے۔

(صحیح مسلم: ۵۴۷' الرقم المسلسل: ۱۲۰۱' سنن نسائی: ۷۲۴' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۲۲۲۷' مسند الحمیدی: ۷۲۸' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۶۴' مسند ابویعلیٰ: ۵۹۷۵' صحیح ابن خزیمہ: ۸۷۵' شرح السنۃ: ۴۹۳' مسند احمد ج ۳ ص ۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۱۰۲۵۔ ج ۱۷ ص ۱۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۳۴۱۹' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث سے متبادر یہ ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مبارک ہاتھ سے دیوارِ قبلہ سے بلغم کھرچ کر صاف کر دیا۔

٤٠٧ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى فِيْ جِدَارِ الْقِبْلَةِ مُخَاطًا اَوْ بُصَاقًا اَوْ نُخَامَةً فَحَكَّهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ہشام بن عروہ از والد خود از حضرت عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیوارِ قبلہ میں رینٹ (ناک کی رطوبت) یا تھوک یا بلغم دیکھا تو آپ نے اس کو کھرچ کر صاف کر دیا۔

مؤخر الذکر دونوں حدیثوں (۴۰۶۔۴۰۷) کی شرح وہی ہے' جو صحیح البخاری: ۴۰۵ میں کر دی گئی ہے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۱۲۵۔ ج ۲ ص ۱۱۹ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

(۱) تھوکنے کے احکام (۲) مسجد کی صفائی (۳) علوم نبوت۔

٣٤ - بَابُ حَكِّ الْمُخَاطِ بِالْحَصٰى مِنَ الْمَسْجِدِ

کنکری کے ساتھ مسجد سے رینٹ کو کھرچ کر صاف کرنا

یہ باب کنکری کے ساتھ مسجد سے رینٹ کو صاف کرنے کے بیان میں ہے اور بابِ سابق کے ساتھ اس کی مناسبت یہ ہے کہ اس میں ہاتھ سے بلغم یا رینٹ کو کھرچ کر صاف کرنے کا بیان تھا۔ امام بخاری فرماتے ہیں:

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اِنْ وَطِئْتَ عَلٰى قَذَرٍ رَطْبٍ فَاغْسِلْهُ وَاِنْ كَانَ يَابِسًا فَلَا.

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اگر تم تر نجاست پر چلے ہو تو اس کو دھو لو اور خشک نجاست پر چلے ہو تو پھر نہیں۔

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل حدیث ہے:

یحییٰ بن وثاب بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ سوال کیا گیا کہ ایک شخص نماز کے لیے نکلا اور وہ نجاست پر چلتا ہوا گیا؟ حضرت ابن عباس نے فرمایا: اگر وہ نجاست تر ہے تو جس جگہ وہ نجاست لگی ہے اس کو دھو لے اور اگر وہ نجاست خشک ہے تو پھر اس کو کوئی نقصان نہیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۰۸۔ ج ۱ ص ۵۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

۴۰۸، ۴۰۹ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ أَخْبَرَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ وَأَبَا سَعِيدٍ حَدَّثَاهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى نُخَامَةً فِي جِدَارِ الْمَسْجِدِ، فَتَنَاوَلَ حَصَاةً فَحَكَّهَا، فَقَالَ إِذَا تَنَخَّمَ أَحَدُكُمْ، فَلَا يَتَنَخَّمَنَّ قِبَلَ وَجْهِهِ، وَلَا عَنْ يَمِينِهِ، وَلْيَبْصُقْ عَنْ يَسَارِهِ، أَوْ تَحْتَ قَدَمِهِ الْيُسْرٰى. [اطراف الحدیث: ۴۱۰-۴۱۱-۴۱۴]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن شہاب نے خبر دی از حمید بن عبد الرحمان کہ حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہما نے ان کو حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد کی دیوار میں بلغم کو دیکھا تو آپ نے ایک کنکری پکڑ کر اس کو کھرچ دیا' پھر آپ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص بلغم تھوکے تو وہ اپنے سامنے تھوکے نہ اپنی دائیں' اسے چاہیے کہ وہ اس کو اپنی بائیں جانب تھوکے یا اپنے بائیں قدم کے نیچے تھوکے۔

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۲۰۴۴' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۴۰۵ میں گزر چکی ہے' وہاں ہاتھ سے بلغم صاف کرنے کا ذکر تھا' اور یہاں کنکری کے ساتھ بلغم صاف کرنے کا ذکر ہے۔

۳۵ - بَابُ لَا يَبْصُقُ عَنْ يَمِينِهِ فِي الصَّلٰوةِ — نماز میں اپنی دائیں جانب نہ تھوکے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ نمازی' نماز میں اپنی دائیں جانب نہ تھوکے اور بابِ سابق کے ساتھ اس کی مناسبت واضح ہے۔

۴۱۰، ۴۱۱ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ حُمَيْدِ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ، وَأَبَا سَعِيدٍ أَخْبَرَاهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى نُخَامَةً فِي حَائِطِ الْمَسْجِدِ، فَتَنَاوَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَصَاةً فَحَتَّهَا، ثُمَّ قَالَ إِذَا تَنَخَّمَ أَحَدُكُمْ، فَلَا يَتَنَخَّمْ قِبَلَ وَجْهِهِ، وَلَا عَنْ يَمِينِهِ، وَلْيَبْصُقْ عَنْ يَسَارِهِ، أَوْ تَحْتَ قَدَمِهِ الْيُسْرٰى.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب از حمید بن عبد الرحمان کہ حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد کی دیوار میں بلغم کو دیکھا تو آپ نے کنکری پکڑ کر اس کو کھرچ دیا' پھر آپ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص بلغم تھوکے تو اپنے چہرے کے سامنے تھوکے نہ اپنی دائیں طرف بلکہ بائیں طرف تھوکے یا اپنے بائیں قدم کے نیچے۔

(صحیح مسلم: ۵۴۸' الرقم المسلسل: ۱۲۰۳' سنن نسائی: ۷۲۵' سنن ابن ماجہ: ۷۶۱' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۲۲۲۷' مسند الحمیدی: ۷۲۸' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۶۴' مسند ابویعلیٰ: ۹۷۵' صحیح ابن خزیمہ: ۸۷۵' شرح السنۃ: ۴۹۳' مسند احمد ج ۳ ص ۶ طبع قدیم' مسند احمد ۱۱۰۲۵ - ج ۱۷ ص ۱۷' مؤسسۃ الرسالۃ بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۲۰۴۴' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۴۰۵ میں گزر چکی ہے۔

۴۱۲ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِي قَتَادَةُ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسًا قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَتْفُلَنَّ أَحَدُكُمْ بَيْنَ يَدَيْهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حفص بن عمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے قتادہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس

وَلَا عَنْ یَمِیْنِهٖ ' وَلٰكِنْ عَنْ یَسَارِهٖ ' اَوْ تَحْتَ رِجْلِهٖ.

رضی اللہ سے سنا ہے انہوں نے کہا: نبی ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص اپنے سامنے تھوکے نہ اپنی دائیں طرف بلکہ بائیں طرف تھوکے یا اپنے پیر کے نیچے۔

اس کی شرح کے لیے بھی صحیح البخاری: ۴۰۵ کا مطالعہ فرمائیں۔

٣٦ - بَابٌ لِیَبْزُقْ عَنْ یَسَارِهٖ اَوْ تَحْتَ قَدَمِهِ الْیُسْرٰی

اپنی بائیں جانب تھوکے یا اپنے بائیں قدم کے نیچے

٤١٣ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْمُؤْمِنَ اِذَا كَانَ فِی الصَّلٰوةِ ' فَاِنَّمَا یُنَاجِیْ رَبَّهٗ ' فَلَا یَبْزُقَنَّ بَیْنَ یَدَیْهِ ' وَلَا عَنْ یَمِیْنِهٖ ' وَلٰكِنْ عَنْ یَسَارِهٖ ' اَوْ تَحْتَ قَدَمِهٖ.

(جامع المسانید لابن الجوزی: ٥٠٢ مکتبۃ الرشد ریاض ١٤٢٦ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ سے سنا انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: بے شک جب مومن نماز میں ہوتا ہے تو وہ اپنے رب سے مناجات کرتا ہے سو وہ اپنے سامنے تھوکے اور نہ دائیں طرف لیکن بائیں تھوکے یا اپنے قدم کے نیچے۔

اس کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۴۰۵ کا مطالعہ کریں۔

٤١٤ - حَدَّثَنَا عَلِیٌّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ قَالَ حَدَّثَنَا الزُّهْرِیُّ ' عَنْ حُمَیْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ' عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَبْصَرَ نُخَامَةً فِیْ قِبْلَةِ الْمَسْجِدِ ' فَحَكَّهَا بِحَصَاةٍ ' ثُمَّ نَهٰی اَنْ یَبْزُقَ الرَّجُلُ بَیْنَ یَدَیْهِ ' اَوْ عَنْ یَمِیْنِهٖ ' وَلٰكِنْ عَنْ یَسَارِهٖ ' اَوْ تَحْتَ قَدَمِهِ الْیُسْرٰی . وَعَنِ الزُّهْرِیِّ ' سَمِعَ حُمَیْدًا ' عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ نَحْوَهٗ.

(جامع المسانید لابن الجوزی: ٢٠٤٣ مکتبۃ الرشد ریاض ١٤٢٦ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں الزہری نے حدیث بیان کی از حمید بن عبد الرحمان از حضرت ابوسعید کہ نبی ﷺ نے مسجد کے قبلہ کی جانب بلغم دیکھا آپ نے کنکری کے ساتھ اس کو کھرچ دیا' پھر آپ نے اس سے منع کیا کہ کوئی شخص اپنے سامنے تھوکے یا اپنی دائیں جانب لیکن اپنی بائیں جانب تھوکے یا اپنے الٹے قدم کے نیچے۔ اور زہری سے روایت ہے کہ انہوں نے حمید سے سنا از ابوسعید اس کی مثل۔

صحیح البخاری: ۴۰۵ کا مطالعہ کریں۔

٣٧ - بَابُ كَفَّارَةِ الْبُزَاقِ فِی الْمَسْجِدِ

مسجد میں تھوکنے کا کفارہ

اس باب میں مسجد میں تھوکنے کا کفارہ بیان کیا گیا ہے' کفارہ اس فعل کو کہتے ہیں جو کسی گناہ کو مٹا دے یا چھپا دے' اس کا مادہ کفر ہے اور اس کا معنی ستر اور چھپانا ہے' اسی وجہ سے کسان کو عربی میں کافر بھی کہتے ہیں' کیونکہ وہ بھی بیج کو زمین میں چھپاتا ہے اور دین اسلام کے مخالف کو بھی کافر کہتے ہیں کیونکہ وہ بھی دین حق کو چھپاتا ہے اور اسے مٹانے کے در پے ہوتا ہے۔

٤١٥ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا:

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْبُزَاقُ فِي الْمَسْجِدِ خَطِيئَةٌ، وَكَفَّارَتُهَا دَفْنُهَا.

ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسجد میں تھوکنا گناہ ہے اور اس کا کفارہ اس کو دفن کرنا ہے۔

(صحیح مسلم: ۵۵۲' الرقم المسلسل: ۱۲۱۰' سنن ابوداؤد: ۴۷۵' سنن ترمذی: ۵۷۲' سنن نسائی: ۷۲۳' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۱۹۸۸' سنن الدارمی: ۱۳۹۵' مسند ابویعلیٰ: ۳۲۲۲' صحیح ابن خزیمہ: ۱۳۰۹' شرح السنۃ: ۴۸۸' سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۹۱' صحیح ابن حبان: ۱۶۳۵۷۹' مسند احمد ج ۳ ص ۱۷۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۲۷۷۵۔ ج ۲۰ ص ۱۷۵۔ ۱۷۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اگر مسجد کچے فرش کی ہو جیسے کسی چھوٹے گاؤں میں ہوتی ہیں اور وہاں بلغم کو مٹی کے نیچے دبا دیا جائے تو وہ اس حدیث کے مطابق ہے اور جہاں مسجد کا پختہ سیمنٹ یا مزائک یا ٹائلز کا فرش ہو اور اس پر دریاں اور قالین بچھے ہوئے ہوں تو وہاں پر اگر بے اختیار بلغم آ جائے تو اس کو رومال یا کپڑے کے پلو میں لپیٹ کر رکھ لے اور بعد میں اس کپڑے کو صاف کر کے دھو لے۔

۳۸ - بَابُ دَفْنِ النُّخَامَةِ فِي الْمَسْجِدِ — مسجد میں بلغم کو دفن کرنا

ان دونوں بابوں کی مناسبت ظاہر ہے۔

٤١٦ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ هَمَّامٍ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا قَامَ أَحَدُكُمْ إِلَى الصَّلٰوةِ، فَلَا يَبْصُقْ أَمَامَهُ، فَإِنَّمَا يُنَاجِي اللّٰهَ مَا دَامَ فِي مُصَلَّاهُ، وَلَا عَنْ يَمِينِهِ، فَإِنَّ عَنْ يَمِينِهِ مَلَكًا، وَلْيَبْصُقْ عَنْ يَسَارِهِ، أَوْ تَحْتَ قَدَمِهِ، فَيَدْفِنُهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن نصر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد الرزاق نے حدیث بیان کی از معمر از ھمام از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص نماز کی طرف کھڑا ہو تو اپنے سامنے نہ تھوکے کیونکہ جب تک وہ اپنی نماز کی جگہ میں ہے' اللہ سے مناجات کر رہا ہے اور نہ اپنی دائیں طرف تھوکے کیونکہ اس کی دائیں طرف فرشتہ ہے' اس کو بائیں طرف تھوکنا چاہیے یا اپنے قدم کے نیچے' پھر اس کو دفن کر دے۔

اس حدیث پر یہ اعتراض ہے کہ اس کی بائیں طرف بھی تو فرشتہ ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ دائیں طرف والے فرشتے کو فضیلت حاصل ہے کیونکہ وہ نیکیاں لکھتا ہے۔ اس حدیث کے باقی مضمون کی شرح' حدیث: ۴۱۵ میں دیکھیں۔

۳۹ - بَابُ إِذَا بَدَرَهُ الْبُزَاقُ فَلْيَأْخُذْ بِطَرَفِ ثَوْبِهِ — جب بے اختیار بلغم نکل آئے تو اس کو کپڑے کے پلو میں رکھ لے

یعنی جب بے اختیار کھانسی اٹھے اور بلغم نکل آئے' جس کو روکنے پر وہ قادر نہ ہو تو اس کو کپڑے میں لپیٹ لے۔

٤١٧ - حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ قَالَ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ، عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى نُخَامَةً فِي الْقِبْلَةِ، فَحَكَّهَا بِيَدِهِ، وَرُئِيَ مِنْهُ كَرَاهِيَةٌ، أَوْ رُئِيَ كَرَاهِيَتُهُ لِذٰلِكَ، وَشِدَّتُهُ عَلَيْهِ، وَقَالَ إِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا قَامَ فِي صَلٰوتِهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مالک بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زہیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حمید نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبلہ کی جانب میں بلغم دیکھا' آپ نے اس کو اپنے ہاتھ سے کھرچ دیا' اور آپ پر کراہیت دیکھی گئی یا

فَاِنَّمَا يُنَاجِيْ رَبَّهٗ ، اَوْ رَبُّهٗ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ قِبْلَتِهٖ ، فَلَا يَبْزُقَنَّ فِيْ قِبْلَتِهٖ ، وَلٰكِنْ عَنْ يَسَارِهٖ اَوْ تَحْتَ قَدَمِهٖ. ثُمَّ اَخَذَ طَرَفَ رِدَائِهٖ ، فَبَزَقَ فِيْهِ ، وَرَدَّ بَعْضَهٗ عَلٰى بَعْضٍ ، قَالَ (اَوْ يَفْعَلُ هٰكَذَا).

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۵۰۲ 'مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

اس وجہ سے آپ پر شدید کراہیت دیکھی گئی' اور آپ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص نماز میں کھڑا ہوتا ہے تو وہ صرف اپنے رب سے مناجات کرتا ہے یا اس کا رب اس کے اور اس کے قبلہ کے درمیان ہوتا ہے' پس وہ اپنے قبلہ کی جانب نہ تھوکے لیکن بائیں جانب تھوکے یا اپنے قدم کے نیچے' پھر آپ نے اپنی چادر کا پلو پکڑا اور اس میں تھوک کر اس کو ایک دوسرے کے ساتھ ملایا اور فرمایا: (یا اس طرح کرے)۔

مسجد کی حفاظت کا مستحب ہونا اور دیگر مسائل

اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ گندگی کو زائل کرنا اور مسجد کو اس سے پاک رکھنا مستحب ہے' اور اس میں یہ ثبوت ہے کہ امام اور سربراہ کو مسجد کے احوال کی دیکھ بھال کرنی چاہیے اور مسجد کی تکریم اور اس کی حفاظت کرنی چاہیے اور اس میں یہ ثبوت ہے کہ اگر نمازی کو بے اختیار بلغم آ جائے تو وہ اس کو اپنے رومال یا کپڑے میں تھوک لے اور نماز کو فاسد نہ کرے اور اس میں ثبوت ہے کہ تھوک' بلغم اور رینٹ پاک ہیں' اگر وہ کپڑے پر لگے ہوں تو نماز جائز ہے' لیکن ان سے گھن آتی ہے اور اس میں یہ ثبوت ہے کہ دائیں جانب کو بائیں جانب پر شرف حاصل ہے' باقی مضمون کی شرح' حدیث: ۴۰۵ میں دیکھیں۔

۴۰ - بَابُ عِظَةِ الْاِمَامِ النَّاسَ فِيْ اِتْمَامِ الصَّلٰوةِ وَذِكْرِ الْقِبْلَةِ

امام کا لوگوں کو نماز پوری کرنے کی نصیحت کرنا اور قبلہ کا ذکر کرنا

اس باب کی ابواب سابقہ کے ساتھ یہ مناسبت ہے کہ ان میں مسجد کے قبلہ کی جانب تھوکنے سے منع فرمایا ہے' جو کہ ایک نصیحت ہے اور اس باب میں بھی نصیحت کا ذکر ہے۔

۴۱۸ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ ، عَنْ اَبِي الزِّنَادِ ، عَنِ الْاَعْرَجِ ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ هَلْ تَرَوْنَ قِبْلَتِيْ هَاهُنَا؟ فَوَاللّٰهِ مَا يَخْفٰى عَلَيَّ خُشُوْعُكُمْ وَلَا رُكُوْعُكُمْ ، اِنِّيْ لَاَرَاكُمْ مِنْ وَّرَاءِ ظَهْرِيْ.

[طرف الحدیث: ۷۴۱] (صحیح مسلم: ۴۲۴' الرقم المسلسل: ۹۳۳)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا تم یہ گمان کرتے ہو کہ میری توجہ صرف قبلہ کی طرف ہوتی ہے (اور میں کسی اور طرف نہیں دیکھتا) پس اللہ کی قسم! مجھ پر تمہارا خشوع مخفی ہے اور نہ تمہارا رکوع مخفی ہے اور بے شک میں تم کو اپنی پیٹھ کے پیچھے بھی دیکھتا ہوں۔

دیکھنے اور دکھائی دینے میں اہل سنت کا موقف اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پس پشت دیکھنے کی کیفیت

اس حدیث میں مذکور ہے کہ پس اللہ کی قسم! مجھ پر تمہارا خشوع مخفی ہے اور نہ تمہارا رکوع مخفی ہے اور بے شک میں تم کو اپنی پیٹھ کے پیچھے بھی دیکھتا ہوں۔

آپ کی اس رؤیت کے مسئلہ میں جمہور کا مؤقف یہ ہے اور وہی صحیح ہے کہ یہ "رؤیت" نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خصائص میں سے ہے اور آپ کا دیکھنا ادراکِ حقیقی ہے اور یہ خلاف عادت ہے' اسی وجہ سے امام بخاری نے اس حدیث کو علامات نبوت میں بھی ذکر کیا ہے اور

اس حدیث میں اشاعرہ کی دلیل ہے' جو یہ کہتے ہیں کہ دیکھنے کے لیے یہ شرط نہیں ہے کہ کوئی چیز انسان کے سامنے ہو اور بالمقابل ہو' وہ کہتے ہیں کہ چین میں اندھا شخص اندلس کے شہر کو دیکھ لے تو یہ ممکن ہے اور اہل سنت کے نزدیک یہی برحق ہے کہ دیکھنے کے لیے کوئی عضو مخصوص شرط ہے اور نہ کسی چیز کا بالمقابل اور قریب ہونا شرط ہے' اسی وجہ سے انہوں نے یہ کہا ہے کہ آخرت میں اللہ تعالیٰ کو دیکھنا ممکن ہے' اور معتزلہ' کرامیہ اور مشبہہ وغیرہ اس کا انکار کرتے ہیں' اور اہل سنت معقول اور منقول دونوں طرح سے اللہ تعالیٰ کے دکھائی دینے کو ثابت کرتے ہیں۔

اس میں بھی اختلاف ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پیٹھ کے پیچھے کس طرح دیکھتے ہیں؟ ایک قول یہ ہے کہ آپ کی پیٹھ میں ایک آنکھ تھی' جس سے آپ ہمیشہ دیکھتے تھے' دوسرا قول یہ ہے کہ آپ کے دو کندھوں میں سوئی کے ناکے' کے برابر دو آنکھیں تھیں' جس سے آپ دیکھتے تھے اور کوئی چیز آپ کے دیکھنے میں حاجب نہیں ہوتی تھی' تیسرا قول یہ ہے کہ دیوارِ قبلہ میں آپ کے لیے پیچھے کی تمام اشیاء کی صورتیں اس طرح منتقش ہو جاتی تھیں' جس طرح آئینہ میں صورتیں منعکس ہو جاتی ہیں' اور آپ اس میں لوگوں کے افعال کا مشاہدہ کرتے تھے۔

سربراہِ قوم کو چاہیے کہ وہ قوم کی عبادات کی نگرانی کرے اور ان کی خطاؤں پر متنبہ کرے

اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے فرمایا: مجھ پر تمہارا رکوع مخفی ہے نہ خشوع' یعنی تمہارا ظاہر اور باطن میرے سامنے عیاں اور بیاں ہوتا ہے' اس سے معلوم ہوا کہ امام اور سربراہ قوم جب قوم کے کسی کام میں کوئی نقص دیکھے تو ان کو متنبہ کرے اور ان کو صحیح کرنے پر ابھارے اور نصیحت کرے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۲۳۳۔ ۲۳۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

* یہ حدیث' شرح صحیح مسلم: ۸۶۲۔ ج ا ص ۱۲۱۹ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح کا عنوان ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت بصارت کے دائمی ہونے کا بیان۔

بعض علماء نے کہا ہے کہ آپ کی یہ صفت وقتی اور عارضی تھی' دائمی نہیں تھی۔ شرح صحیح مسلم میں قرآن مجید اور حدیث سے دلائل دے کر یہ ثابت کیا ہے کہ آپ کی یہ صفت دائمی تھی' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شاہد اور اعمالِ امت پر گواہ ہونے سے استدلال کیا ہے اور آپ کے فضائل میں بہت نکات بیان کیے ہیں اور خلیل احمد سہارنپوری نے شیخ محقق عبد الحق محدث دہلوی کے حوالہ سے جو لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیوار کے پیچھے کا علم نہیں ہے' اس کا دلائل سے رد کیا ہے۔ یہ بحث شرح صحیح مسلم ج ا ص ۱۲۲۶۔ ۱۲۲۰ پر چھ صفحات میں پھیلی ہوئی ہے۔

اس حدیث کی زیادہ تفصیل اور تحقیق ہم نے' صحیح البخاری: ۷۱۸ میں کی ہے۔

۴۱۹ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ صَالِحٍ قَالَ حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ ' عَنْ هِلَالِ بْنِ عَلِيٍّ' عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ صَلَّى بِنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةً ' ثُمَّ رَقِيَ الْمِنْبَرَ' فَقَالَ فِي الصَّلٰوةِ وَفِي الرُّكُوْعِ اِنِّيْ لَاَرَاكُمْ مِنْ وَّرَائِيْ كَمَا اَرَاكُمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن صالح نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں فلیح بن سلیمان نے حدیث بیان کی از ھلال بن علی از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز پڑھائی' پھر آپ منبر پر چڑھے' پھر آپ نے نماز اور رکوع کے متعلق فرمایا: بے شک میں تم کو اپنے پیچھے بھی ضرور اسی طرح دیکھتا ہوں' جس طرح سامنے دیکھتا ہوں۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) یحییٰ بن صالح الوحاظی (۲) فلیح (۳) ھلال بن علی' ان کو ھلال بن ابی ھلال بن علی بھی کہا جاتا ہے اور ابن اسامہ الفہری المدنی بھی کہا جاتا ہے' یہ ہشام بن عبد الملک کی خلافت کے آخر میں فوت ہو گئے تھے (۴) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۲۳۴)

اس حدیث کی شرح کے لیے گزشتہ حدیث: ۴۱۸ کو دیکھیں۔

۴۱ - بَابُ هَلْ يُقَالُ مَسْجِدُ بَنِيْ فُلَانٍ؟ آیا یہ کہا جائے گا کہ یہ فلاں کی مسجد ہے؟

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ آیا مسجد کی کسی قبیلہ یا کسی فرد یا اس کے بنانے والے کی طرف نسبت کرنا جائز ہے یا نہیں؟

ابراہیم نخعی یہ کہتے تھے کہ مسجد کی کسی شخص کی طرف نسبت کرنا جائز نہیں ہے' کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

''اَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ'' (الجن: ۱۸) یعنی مساجد صرف اللہ کی ہیں۔ اس باب کی احادیث ان کا رد کرتی ہیں اور آیت کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف مساجد کی اضافت حقیقی ہے اور اللہ تعالیٰ کے غیر کی طرف مساجد کی اضافت عرفی ہے' جو ایک مسجد کو دوسری مسجد سے ممتاز کرنے کے لیے ہوتی ہے۔ اس باب کی سابق ابواب کے ساتھ مناسبت اس طرح ہے کہ ابواب سابقہ کا تعلق بھی مساجد کے ساتھ تھا اور اس باب کا تعلق بھی مسجد کے ساتھ ہے۔

۴۲۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ' عَنْ نَافِعٍ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَابَقَ بَيْنَ الْخَيْلِ الَّتِيْ اُضْمِرَتْ مِنَ الْحَفْيَاءِ' وَاَمَدُهَا ثَنِيَّةُ الْوَدَاعِ' وَسَابَقَ بَيْنَ الْخَيْلِ الَّتِيْ لَمْ تُضَمَّرْ مِنَ الثَّنِيَّةِ اِلٰى مَسْجِدِ بَنِيْ زُرَيْقٍ' وَاَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ كَانَ فِيْمَنْ سَابَقَ بِهَا.

[اطراف الحدیث: ۲۸۶۸-۲۸۶۹-۲۸۷۰-۷۳۳۶]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع از حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اضمار شدہ گھوڑوں کا الحفیاء سے لے کر ثنیۃ الوداع تک مقابلہ کرایا اور جو گھوڑے غیر اضمار شدہ تھے' ان کا مقابلہ ثنیۃ الوداع سے لے کر مسجد بنو زریق تک کرایا اور حضرت عبد اللہ بن عمر ان صحابہ میں سے تھے' جنہوں نے اس مقابلہ میں حصہ لیا تھا۔

(صحیح مسلم: ۱۸۷۰' الرقم المسلسل: ۴۷۶۰' سنن ابوداؤد: ۲۵۷۵' السنن الکبریٰ للنسائی: ۴۴۳۴' سنن ترمذی: ۱۶۹۹' مصنف عبد الرزاق: ۹۶۹۵' المعجم الکبیر: ۱۳۴۵۹' سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۱۹' شرح السنۃ: ۲۶۵۰' مسند احمد ج ۲ ص ۵ طبع قدیم' مسند احمد: ۴۴۸۷۔ ج ۸ ص ۶۹۔۶۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۳۳۸۶' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس جملہ میں ہے: غیر اضمار شدہ گھوڑوں کا مقابلہ ثنیۃ الوداع سے مسجد بنو زریق تک کرایا۔ اس جملہ میں مسجد کی نسبت بنو زریق کی طرف کی گئی ہے اور یہی باب کا عنوان ہے۔

گھوڑ دوڑ وغیرہ میں ہار جیت کی شرط کے بغیر مقابلہ کرنے کا جواز

گھوڑوں میں دوڑ کا مقابلہ اگر شرط اور ہار جیت کے بغیر ہو تو یہ جائز ہے اور اگر شرط اور ہار جیت کے ساتھ ہو تو پھر یہ جوا ہے اور ناجائز اور حرام ہے۔ جوئے کی صورت یہ ہے کہ مقابلہ کرنے والے یہ شرط رکھیں کہ ہارنے والا جیتنے والے کو مثلاً ایک ہزار روپے دے گا اور ہارنے والا جیتنے والے کو لازمی طور پر یہ رقم دے تو یہ حرام ہے اور جس کھیل میں بھی اس قسم کی شرط رکھی جائے' وہ حرام ہے خواہ وہ تاش ہو' کرکٹ ہو یا والی بال ہو' اور اگر تیسرا شخص جیتنے والے کو انعام دے یا مقابلہ میں اوّل' دوم' سوم اور چہارم آنے والوں کو

انعامات دے تو یہ جائز ہے۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے گھوڑے سواروں میں مقابلہ کرایا' آپ کے پاس یمن کے حلے آئے ہوئے تھے آپ نے اوّل آنے والے کو تین حلے عطا فرمائے اور دوم آنے والے کو دو حلے عطا فرمائے اور سوم آنے والے کو ایک حلہ عطا فرمایا اور چہارم آنے والے کو ایک دینار عطا فرمایا اور پنجم آنے والے کو ایک درہم عطا فرمایا اور چھٹے نمبر پر آنے والے کو کچھ چاندی عطا فرمائی۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۲۳۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

تیراندازی وغیرہ کے مقابلہ میں مذاہب فقہاء' ایک جانب اور دونوں جانبوں سے شرط کا حکم اور محلّل کا بیان

علامہ علاء الدین محمد بن علی بن محمد الحصکفی التوفی ۱۰۸۸ھ اور علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۰ھ لکھتے ہیں:

تیراندازی' گھوڑے کو دوڑانے' اسی طرح خچر' گدھے' اونٹ کو دوڑانے اور پیدل چلنے کے مقابلہ میں کوئی حرج نہیں ہے' حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اونٹوں' گھوڑوں کو دوڑانے اور نیزہ بازی کے سوا اور کسی چیز میں مقابلہ کرنا جائز نہیں ہے۔ (سنن ابوداؤد:۲۵۷۴' سنن ترمذی:۱۷۰۰' سنن نسائی:۳۵۸۸۔۳۵۸۷)

کیونکہ یہ اُمور اسباب جہاد میں سے ہیں اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک پیدل چلنے میں مقابلہ کرنا جائز نہیں ہے بہ شرطیکہ اس پر انعام رکھا گیا ہو' اور انعام کے بغیر جائز ہے' اسی طرح ہر وہ کھیل مباح ہے جو جہاد میں مفید ہو' احادیث میں ہے کہ کشتی کے مقابلہ کی اجازت ہے کیونکہ وہ جہاد میں مفید ہے اور صرف کھیل اور مشغلہ کے طور پر کشتی کرنا مکروہ ہے' اسی طرح اس پر ''جُعل'' (انعام دینا) بھی جائز ہے' اس طور پر نہیں کہ وہ اس کا حق ہے' اور اگر مقابلہ میں ایک جانب سے مال کی شرط رکھی جائے کہ اگر وہ آگے بڑھ گیا تو اس کو اتنا مال ملے گا تو یہ جائز ہے' لیکن وہ اس کا مستحق نہیں ہوگا۔ جانب واحد کا مطلب یہ ہے کہ ایک شخص اپنے ساتھی سے کہے: اگر تم مجھ سے آگے نکل گئے تو میں تم کو اتنی رقم دوں گا اور اگر میں تم سے آگے بڑھ گیا تو میں تم سے کچھ نہیں لوں گا' اور مستحق ہونے کا معنی یہ ہے کہ اگر مغلوب نے غالب کو طے شدہ رقم نہیں دی تو اس کو دینے پر مجبور نہیں کیا جائے گا' اسی طرح الزیلعی' الذخیرہ' الخلاصۃ' التاتارخانیہ وغیرھا میں مذکور ہے' اور اگر کوئی تیسرا فریق مال کی شرط رکھے' پھر بھی جائز ہے' اس کی صورت یہ ہے کہ امیر یا سربراہ گھوڑوں کی دوڑ میں یا تیراندازی میں مقابلہ کرنے والوں سے یہ کہے کہ تم میں سے جو غالب ہوگا' اس کو اتنا انعام ملے گا اور جو مغلوب ہو گیا' اس کو کچھ نہیں ملے گا اور اگر جانبین سے شرط ہو تو پھر حرام ہے کیونکہ یہ قمار (جوا) ہے' قمار کی تعریف یہ ہے: ہر ایسا عقد جس میں مغلوب کو غالب کے لیے معین مال دینا پڑے اور ایک فریق کو نفع اور دوسرے فریق کو نقصان لازم ہو' سوا اس کے کہ وہ تیسرے محلّل کو اپنے گھوڑوں کے درمیان داخل کرلیں اور اس کا گھوڑا ان کے گھوڑوں کی مثل ہو اور اس سے یہ وہم ہو کہ اس کا گھوڑا ان دونوں کے گھوڑوں پر غالب آ جائے گا' پھر جب اس کا گھوڑا' ان دونوں کے گھوڑوں سے آگے نکل جائے تو وہ ان سے مال لے لے گا اور اگر وہ دونوں اس پر غالب آ جائیں تو وہ اس کو کچھ نہیں دیں گے اور پہلے ان دونوں کے درمیان یہ شرط ہو کہ ان میں سے جو بھی غالب ہوگا' وہ اپنے ساتھی سے مال لے گا۔ (درمختار و ردالمحتار ج ۹ ص ۴۹۳۔۴۹۱ ملخصاً وموضحاً ومخرجاً' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

محلّل کے متعلق حدیث

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: جس نے (اپنا) گھوڑا دو گھوڑوں کے درمیان داخل کیا اور اس کو

اپنے غالب ہونے کا یقین نہیں تھا تو کوئی حرج نہیں ہے اور جس نے (اپنا) گھوڑا دو گھوڑوں کے درمیان داخل کیا اور اس کو اپنے غالب ہونے کا یقین تھا تو پھر یہ قمار (جواء) ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۲۵۷۹، سنن ابن ماجہ: ۲۸۷۶، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۲ ص ۴۹۹، حلیۃ الاولیاء ج ۲ ص ۱۷۵، شرح السنۃ: ۲۶۵۴، سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۲۰، مسند ابویعلیٰ: ۵۸۶۴، المستدرک ج ۲ ص ۱۱۴، الکامل لابن عدی ج ۳ ص ۱۲۰۸، مسند احمد ج ۲ ص ۵۰۵ طبع قدیم، مسند احمد: ۱۰۵۵۷۔ ج ۱۶ ص ۳۲۷، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

محلِّل کا شرعی معنی

علامہ حمد بن محمد خطابی شافعی متوفی ۳۸۸ھ لکھتے ہیں:

جس تیسرے گھوڑے کو دو گھوڑوں کے درمیان داخل کیا جاتا ہے، اس کو محلل کہتے ہیں۔ اس کا معنی یہ ہے کہ وہ غالب آنے والے کے لیے اس رقم کو حلال کر دیتا ہے، جس کو وہ غالب آنے پر وصول کرتا ہے اور اس محلل کی وجہ سے یہ عقد قمار سے نکل جاتا ہے یعنی دو آدمیوں کے درمیان ایک مال دائر تھا اور ان میں سے ہر ایک وہ مال لے سکتا تھا، اور محلل کا معنی یہ ہے کہ وہ دو مقابلہ کرنے والوں کے درمیان اپنا گھوڑا داخل کرتا ہے تا کہ اس کا گھوڑا اس بات کی علامت ہو کہ وہ دونوں محض مشق اور ورزش کے لیے گھوڑے دوڑا رہے تھے نہ کہ حصولِ مال کے لیے، پس وہ ان کو قمار سے نکال دیتا ہے، اور جب اس کا گھوڑا ان کے گھوڑوں کی مثل ہو گا تو ان دونوں کو یہ خطرہ ہو گا کہ وہ ان دونوں پر غالب آ جائے گا اور مقرر رقم حاصل کر لے گا، تو وہ دونوں گھوڑا دوڑانے کی خوب کوشش اور جدوجہد کریں گے اور اگر وہ محلل کم عقل ہو گا اور اس کو غالب ہونے کا یقین ہو گا تو اس سے ان دونوں کو یہ خطرہ نہیں ہو گا کہ وہ ان سے آگے بڑھ کر مقرر رقم حاصل کرے گا اور اس سے تحلیل کا معنی حاصل نہیں ہو گا اور اس کا اپنے گھوڑے کو ان کے گھوڑوں کے درمیان داخل کرنا لغو ہو گا اور اس کا کوئی فائدہ نہیں ہو گا اور ایسا ہو گا کہ دو آدمیوں نے گھوڑا دوڑانے میں شرط رکھ کر مقابلہ کیا اور ان کے درمیان کوئی محلل نہیں تھا اور یہ عین قمار ہے، جو حرام ہے۔ (معالم السنن مع مختصر المنذری ج ۳ ص ۴۰۱-۴۰۰، دار المعرفۃ، بیروت)

اضمار شدہ گھوڑے اور غیر اضمار شدہ گھوڑے کا معنی

اس حدیث میں اضمار شدہ گھوڑوں اور غیر اضمار شدہ گھوڑوں کا ذکر ہے۔

اضمار اور تضمیر کا یہ معنی ہے کہ چالیس دن تک گھوڑے کو بہ تدریج زیادہ کھلایا اور پلایا جائے حتیٰ کہ وہ بہت فربہ ہو جائے، پھر بہ تدریج اس کی خوراک کم کی جائے تا کہ گھوڑے کا وزن کم ہو جائے، ایک قول یہ ہے کہ گھوڑے پر زین اور جل کا وزن ڈالا جائے اور اس سے مشقت کرائی جائے، حتیٰ کہ اس کو خوب پسینہ آئے، اور غیر اضمار شدہ گھوڑے کا معنی یہ ہے کہ اس گھوڑے کے ساتھ اضمار کا عمل نہ کیا جائے۔

''الحفیاء'' اور ''ثنیۃ الوداع'' کا معنی

''الحفیاء''، ''ثنیۃ الوداع'' سے پانچ سے سات میل کے فاصلہ پر ایک جگہ ہے اور ''ثنیۃ'' کا معنی گھاٹی ہے اور ''الوداع'' کا معنی ہے: رخصت کرنا، یہ وہ گھاٹی ہے جہاں مدینہ سے مکہ جانے والے لوگوں کو رخصت کرتے ہیں، یہ گھاٹی مدینہ سے مکہ کی جانب ہے، یا یہ وہ گھاٹی ہے جہاں مدینہ سے تبوک جانے والوں کو رخصت کرتے ہیں، مورخین اور شارحین نے ثنیۃ الوداع کی تفسیر میں ان دونوں گھاٹیوں کا ذکر کیا ہے۔

ثنیۃ الوداع کی خصوصی تحقیق

حافظ احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں:

ابوعمرو الادیب اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں آئے تو عورتیں اور بچے یہ پڑھ رہے تھے:

طلع البدر علینا من ثنیات الوداع وجب الشکر علینا ما دعا للہ داع

''ثنیات الوداع سے ہم پر چودھویں شب کا چاند طلوع ہوا' جب تک کوئی اللہ کے لیے دعوت دیتا ہے' ہم پر شکر ادا کرنا واجب ہے''۔
(دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۵۰۷-۵۰۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۳ھ)

نیز امام بیہقی اپنی سند کے ساتھ السائب بن یزید سے روایت کرتے ہیں:
جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوۂ تبوک سے واپس آئے تو میں نے بچوں کے ساتھ ثنیۃ الوداع پر آپ کا استقبال کیا (صحیح البخاری: ۳۰۸۳)
اور ابن عائشہ نے کہا ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ آئے تو عورتیں' بچے اور باندیاں یہ پڑھ رہے تھے:

طلع البدر علینا من ثنیات الوداع وجب الشکر علینا ما دعا للہ داع

میں کہتا ہوں کہ ہمارے علماء اس کا ذکر اس موقع کے عنوان سے کرتے ہیں' جب آپ مکہ سے مدینہ آئے تھے اور ہم نے اس کا وہاں بھی ذکر کیا ہے نہ کہ جب آپ تبوک سے مدینہ آئے تھے' اور اللہ ہی بہتر جانتا ہے' سو ہم نے اس کا یہاں بھی (یعنی تبوک سے آتے وقت بھی) ذکر کیا ہے۔ (دلائل النبوۃ ج ۵ ص ۲۶۶-۲۶۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۳ھ)

علامہ شہاب الدین ابوعبداللہ یعقوب بن عبداللہ الحموی الرومی البغدادی المتوفی ۶۲۶ھ لکھتے ہیں:
''ثنیۃ الوَداع'' (واؤ پر زبر ہے) ''الوَداع'' کا معنی ہے: کسی کے کوچ کے وقت اس کو رخصت کرنا۔ ''ثنیۃ الوداع'' ایک بلند گھاٹی ہے' جہاں سے مدینہ دکھائی دیتا ہے جو شخص مکہ مکرمہ جانے کا ارادہ کرتا ہے' وہ اس گھاٹی پر چڑھتا ہے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جن کو آخر میں مدینہ پر خلیفہ بنایا تھا' آپ نے اس وادی پر ان کو رخصت کیا تھا۔ (معجم البلدان ج ۲ ص ۸۶' داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۳۹۹ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:
حضرت السائب بن یزید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے یاد ہے کہ میں لڑکوں کے ساتھ ثنیۃ الوَداع کی طرف گیا' ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مل رہے تھے' ایک مرتبہ راوی سفیان نے لڑکوں کی بجائے ''بچوں کے ساتھ'' کہا۔ (صحیح البخاری: ۴۴۲۶)
حضرت السائب سے روایت ہے: مجھے یاد ہے میں بچوں کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملنے کے لیے ثنیۃ الوداع کی طرف نکلا' جب آپ غزوۂ تبوک سے آرہے تھے۔ (صحیح البخاری: ۴۴۲۷)

اس روایت میں جو تبوک سے آنے کا اضافہ ہے' اس کا الداؤدی نے انکار کیا ہے اور ابن قیم نے بھی اس کی اتباع کی ہے' اور کہا ہے کہ ثنیۃ الوداع مکہ کی جہت میں ہے نہ کہ تبوک کی جہت میں' بلکہ یہ مشرق اور مغرب کی طرح ایک دوسرے کے مقابل ہیں' اور کہا: ہاں! یہ ہوسکتا ہے کہ وہاں اس جہت میں کوئی اور گھاٹی ہو۔ (علامہ ابن حجر لکھتے ہیں:) میں کہتا ہوں کہ اس سے کوئی مانع نہیں ہے کہ وہ گھاٹی جہت حجاز میں ہو اور اس گھاٹی سے مسافر شام کی طرف نکلتے ہوں اور یہ واضح ہے' جیسے وہ ایک گھاٹی سے مکہ میں داخل ہوں اور دوسری گھاٹی سے مکہ سے نکل جائیں۔ (میرے نزدیک عبارت یوں ہونی چاہیے کہ وہ ایک گھاٹی سے مدینہ میں داخل ہوں اور دوسری گھاٹی سے مدینہ سے نکل جائیں' پہلی گھاٹی مکہ کی جہت میں ہو اور دوسری گھاٹی تبوک کی جہت میں ہو اور اگر حافظ ابن حجر کے یہ قول دونوں گھاٹیاں مکہ مکرمہ میں ہوں تو پھر یہ بالمقابل کیسے ہوں گی! سعیدی غفرلہٗ) اور یہ دونوں گھاٹیاں ایک راستہ پر ختم ہو رہی ہوں' اور ہم نے ''الخلعیات'' میں سند منقطع سے روایت کی ہے: جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں آئے تو عورتوں نے پڑھا: ''طلع البدر علینا من

ثنیات الوداع'' ایک قول یہ ہے کہ جب آپ مکہ سے ہجرت کر کے آ رہے تھے اس وقت پڑھا' دوسرا قول ہے: جب آپ تبوک سے آ رہے تھے اس وقت پڑھا۔ (میں کہتا ہوں: یہ بھی ہوسکتا ہے کہ دونوں دفعہ پڑھا ہو۔ سعیدی غفرلہٗ)

(فتح الباری ج ۵ ص ۴۴۶' دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر کی اس عبارت میں یہ تصریح ہے کہ ثنیۃ الوداع نام کی دو گھاٹیاں ہیں' ایک مکہ کی جہت میں ہے اور دوسری تبوک کی جہت میں ہے' البتہ ان کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ ابن قیم نے یہ کہا ہے کہ ثنیۃ الوداع مکہ کے راستہ میں ہے نہ کہ تبوک کے راستہ میں' یہ حافظ ابن حجر نے غلط لکھا ہے کیونکہ ابن قیم نے اس کے برعکس لکھا ہے' ملاحظہ فرمائیں: علامہ محمد بن ابی بکر ابن قیم الجوزیہ المتوفی ۷۵۱ھ لکھتے ہیں:

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' غزوہ تبوک سے واپسی میں مدینہ منورہ کے قریب ہوئے تو لوگ نکل کر آپ سے ملاقات کرنے لگے اور عورتیں' بچے اور باندیاں پڑھ رہی تھیں:

طلع البدر علینا من ثنیات الوداع وجب الشکر علینا ما دعا للّٰہ داع

بعض راوی ان اشعار میں وہم کرتے ہیں اور وہ یہ کہتے ہیں کہ وہ لوگ یہ اشعار اس وقت پڑھ رہے تھے' جب آپ ہجرت کر کے مکہ سے مدینہ آ رہے تھے اور یہ وہم ظاہر ہے کیونکہ ثنیات الوداع صرف شام کی سمت پر ہے اور مکہ سے مدینہ آنے والا ان کو نہیں دیکھ سکتا اور آدمی ان کے پاس سے اسی وقت گزرتا ہے جب وہ شام کی طرف متوجہ ہو۔ (زادالمعاد ج ۳ ص ۴۶۹' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

ہر چند کہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے ابن قیم کی عبارت غلط نقل کی ہے' لیکن ان کی عبارت سے یہ واضح ہو گیا کہ ثنیات الوداع نام کی دو گھاٹیاں ہیں' ایک مکہ سے مدینہ کے راستہ میں ہے اور دوسری تبوک سے مدینہ کے راستہ میں ہے اور جب آپ مکہ سے مدینہ آئے' جب بھی آپ کے استقبال کے وقت یہ اشعار پڑھے گئے اور جب آپ غزوۂ تبوک سے مدینہ واپس آئے' اس وقت بھی آپ کے استقبال کے وقت یہ اشعار پڑھے گئے۔

اس باب کی حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مسجد کی اضافت اس کے بنانے والے اور اس کے نمازیوں کی طرف کرنا جائز ہے' اسی طرح نیک اعمال کی نسبت' نیک کام کرنے والوں کی طرف کرنا جائز ہے۔

شرح صحیح مسلم میں باب مذکور کی حدیث کی شرح

باب مذکور کی یہ حدیث' شرح صحیح مسلم: ۴۷۲۸۔ ج ۵ ص ۸۳۶ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

(۱) گھڑ دوڑ میں مقابلہ اور اس کی تیاری کا بیان (۲) دوڑ کا مقابلہ (ریس) منعقد کرانے میں فقہاء شافعیہ کا نظریہ (۳) فقہاء مالکیہ کا نظریہ (۴) فقہاء حنبلیہ کا نظریہ (۵) فقہاء احناف کا نظریہ (۶) جوئے کی تعریف (۷) جوئے کے متعلق قرآن مجید کی آیات (۸) جوئے کے متعلق احادیث (۹) جوئے کے حکم میں فقہاء احناف کی رائے (۱۰) فقہاء شافعیہ کی رائے (۱۱) فقہاء مالکیہ کی رائے (۱۲) فقہاء حنبلیہ کی رائے (۱۳) معمہ' لاٹری اور سٹہ کا حکم (۱۴) بیمہ کیا چیز ہے (۱۵) بیمہ کی تاریخ اور ارتقاء (۱۶) مجوزین بیمہ کے عقلی اور شرعی دلائل (۱۷) مجوزین بیمہ کی طرف سے بیمہ میں عنصر قمار اور سود کی وضاحت (۱۸) انشورنس اور سود (۱۹) انشورنس کے سلسلہ میں دوسری خرابیوں کا احتمال (۲۰) بیمہ کے متعلق علامہ ابن عابدین شامی کی رائے (۲۱) بیمہ زندگی کے متعلق علماء مصر کا نظریہ (۲۲) آتش زدگی اور ناگہانی آفات سے تحفظ کی خاطر بیمہ کرانے کے متعلق علماء مصر کا نظریہ (۲۳) بیمہ کے متعلق اعلیٰ حضرت کا نظریہ (۲۴) سید مودودی کا نظریہ (۲۵) علماء شیعہ کا نظریہ (۲۶) مصنف کی تحقیق اور بحث ونظر (۲۷) بیمہ کے موجودہ نظام کے شرعی مفاسد (۲۸) کیا بیمہ قمار کو مستلزم ہے (۲۹) بیمہ کے موجودہ نظام کے

لیے قابل عمل اصلاحی ترامیم (۳۰) مسلمانوں کی فلاح کے لیے حکومت کسی امر مباح کو واجب کر سکتی ہے (۳۱) باہمی تعاون اور دوسروں کا بوجھ اٹھانے کی ہدایت سے بیمہ پر استدلال (۳۲) قتل خطاء کی دیت سے بیمہ پر استدلال (۳۳) دیت کی مقدار (۳۴) عاقلہ کا مصداق (۳۵) عاقلہ پر دیت مقرر کرنے کی حکمت (۳۶) بیمہ کے مسئلہ میں حرف آخر۔

بیمہ کی یہ بحث' شرح صحیح مسلم: ۲۸۷۴-ج ۵ ص ۸۷۵-۸۳۷ میں ۳۸ صفحات پر محیط ہے۔

۴۲ - بَابُ الْقِسْمَةِ ' وَتَعْلِيْقِ الْقِنْوِ فِي الْمَسْجِدِ

تقسیم کرنا اور مسجد میں خوشوں کا لٹکانا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مسجد میں چیزوں کی تقسیم کرنا اور خوشوں کو لٹکانا جائز ہے اور اس باب کی ابوابِ سابقہ کے ساتھ یہ مناسبت ہے کہ ان احکام کا مسجد کے ساتھ تعلق ہے' اس کے بعد امام بخاری نے ایک تعلیق ذکر کی ہے:

قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ اَلْقِنْوُ اَلْعِذْقُ ' وَالْاِثْنَانِ قِنْوَانِ ' وَالْجَمَاعَةُ اَيْضًا قِنْوَانٌ ' مِثْلَ صِنْوٍ وَصِنْوَانٍ.

ابوعبداللہ (امام بخاری) نے کہا: ''القنو'' کا معنی خوشا ہے اور اس کا تثنیہ کا صیغہ ''قنوانِ'' ہے اور جمع کا صیغہ بھی ''قنوانٌ'' ہے جیسے ''صنو'' اور ''صنوانٍ'' ہے۔

۴۲۱ - وَقَالَ اِبْرَاهِيْمُ يَعْنِي ابْنَ طَهْمَانَ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ صُهَيْبٍ ' عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَالٍ مِنَ الْبَحْرَيْنِ ' فَقَالَ انْثُرُوْهُ فِي الْمَسْجِدِ. وَكَانَ اَكْثَرَ مَالٍ اُتِيَ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ' فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى الصَّلٰوةِ وَلَمْ يَلْتَفِتْ اِلَيْهِ ' فَلَمَّا قَضَى الصَّلٰوةَ جَاءَ فَجَلَسَ اِلَيْهِ ' فَمَا كَانَ يَرٰى اَحَدًا اِلَّا اَعْطَاهُ ' اِذْ جَاءَهُ الْعَبَّاسُ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ' اَعْطِنِيْ ' فَاِنِّيْ فَادَيْتُ نَفْسِيْ وَفَادَيْتُ عَقِيْلًا ' فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُذْ . فَحَثَا فِيْ ثَوْبِهٖ ' ثُمَّ ذَهَبَ يُقِلُّهٗ فَلَمْ يَسْتَطِعْ ' فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ' اُؤْمُرْ بَعْضَهُمْ يَرْفَعْهُ اِلَيَّ ' قَالَ لَا. قَالَ فَارْفَعْهُ اَنْتَ عَلَيَّ ' قَالَ لَا. فَنَثَرَ مِنْهُ ' ثُمَّ ذَهَبَ يُقِلُّهٗ ' فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ' اُؤْمُرْ بَعْضَهُمْ يَرْفَعْهُ عَلَيَّ ' قَالَ لَا قَالَ فَارْفَعْهُ اَنْتَ عَلَيَّ ' قَالَ لَا . فَنَثَرَ مِنْهُ ' ثُمَّ احْتَمَلَهٗ ' فَاَلْقَاهُ عَلٰى كَاهِلِهٖ ' ثُمَّ انْطَلَقَ ' فَمَا زَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُتْبِعُهٗ بَصَرَهٗ حَتّٰى خَفِيَ عَلَيْنَا ' عَجَبًا مِنْ حِرْصِهٖ '

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ابراہیم نے کہا یعنی ابن طہمان نے از عبدالعزیز بن صہیب از حضرت انس رضی اللہ عنہ' انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بحرین کا مال آیا اور یہ سب سے زیادہ مال تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تھا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو مسجد میں پھیلا دو' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھانے کے لیے چلے گئے اور آپ نے اس مال کی طرف کوئی توجہ نہیں کی' جب آپ نے نماز پڑھ لی تو آپ اس مال کے پاس آ کر بیٹھ گئے' آپ جس شخص کو بھی دیکھتے' آپ اس کو اس مال سے عطا کرتے' اچانک آپ کے پاس حضرت عباس رضی اللہ عنہ آ گئے اور انہوں نے کہا: یارسول اللہ! مجھے دیجئے کیونکہ میں نے اپنا فدیہ بھی دیا تھا اور عقیل کا فدیہ بھی دیا تھا' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: آپ لے لیں' انہوں نے اپنا کپڑا اچھایا اور اس میں مال ڈالا حتیٰ کی اس کی چوٹی (بڑا ڈھیر) بن گئی' پھر وہ اس کو اٹھا نہ سکے' انہوں نے کہا: یارسول اللہ! آپ کسی سے کہیے کہ وہ اس کو اٹھا کر میرے اوپر رکھ دے' آپ نے فرمایا: نہیں! انہوں نے کہا: پھر آپ اس کو اٹھا کر میرے اوپر رکھ دیں' آپ نے فرمایا: نہیں! انہوں نے اس سے مال کم کیا پھر بھی اس کی چوٹی بن گئی' پس انہوں نے کہا: یارسول اللہ! آپ کسی سے کہیے یہ مال اٹھا کر میرے اوپر رکھ دے' آپ نے فرمایا:

فَمَا قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَثَمَّ مِنْهَا دِرْهَمٌ. [اطراف الحدیث: ٣٠٤٩۔٣١٦٥]

(جامع المسانید لابن الجوزی: ٥٠٣ 'مکتبۃ الرشد ریاض '١٤٢٦ھ)

نہیں! انہوں نے کہا: اچھا! آپ خود اٹھا کر میرے اوپر رکھ دیں آپ نے فرمایا: نہیں! انہوں نے اس سے کچھ مال کم کیا' پھر اٹھا کر اس کو اپنے کندھے کے اوپر رکھ لیا' پھر چلے گئے اور ان کی حرص پر تعجب کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کی نظر مسلسل ان کا پیچھا کرتی رہی' حتیٰ کہ وہ نظر سے اوجھل ہو گئے اور جب تک وہاں ایک درہم بھی باقی تھا' رسول اللہ ﷺ وہاں سے نہیں اٹھے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ یہ مناسبت ہے کہ مسجد میں مال تقسیم کے لیے رکھا گیا تھا اور اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ نبی ﷺ کو مالِ دنیا کے ساتھ کوئی دل چسپی نہ تھی' آپ کے پاس جو مال بھی آتا' آپ اس کو تقسیم کر دیتے تھے۔

نبی ﷺ کی بے نفسی' مال کی تقسیم میں اصول پرستی اور اقرباء کی رعایت نہ کرنا

آپ نے ہر ایک سے یہ کہا تھا کہ وہ اتنا مال لے جس کو وہ خود اٹھا کر لے جا سکے' حضرت عباس رضی اللہ عنہ یہ سمجھتے تھے کہ آپ ان کی قرابت کی وجہ سے ان کو خصوصی رعایت دیں گے اور زیادہ مال کسی کو اٹھا کر ان کے کندھے پر رکھنے کے لیے فرمائیں گے یا خود اٹھا کر رکھ دیں گے' لیکن نبی ﷺ نے اس کا انکار کر دیا اور یہ ظاہر فرمایا کہ جس طرح سب کو مال دیا گیا ہے' اسی طرح آپ کو بھی دیا جائے گا اور آپ کی قرابت کی وجہ سے آپ کو رعایت نہیں دی جائے گی یا آپ کے ساتھ امتیازی سلوک نہیں ہوگا' آپ نے اپنے عم محترم کی درخواست کو مسترد کر دیا' مگر مساوات کے اصول کا جھنڈا بلند کر دیا' آج اگر ہماری انتظامیہ کے کسی امیر کے پاس لوگوں میں تقسیم کے لیے کہیں سے مال آتا ہے تو پہلے وہ اپنا گھر بھرتا ہے' پھر اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں کا' پھر کہیں بعد میں عام لوگوں کا نمبر آتا ہے' جس کا نمونہ ہم نے ابھی ١٨ اکتوبر ٢٠٠٥ء کے زلزلہ زدگان میں بیرون ممالک سے آئی ہوئی امدادی تقسیم میں دیکھا ہے اور غیر ملکی میڈیا سے سنا اور اخباروں میں پڑھا ہے' اس بندر بانٹ کو دیکھ کر کون یقین کرے گا کہ یہ لوگ اس نبی کی امت ہیں' جس نے بحرین سے آئے ہوئے مال کو سب لوگوں میں تقسیم کر دیا اور اپنے عم محترم کی درخواست پر زیادہ مال اٹھانے میں ان سے تعاون نہیں کیا اور اپنے لیے اس مال میں سے کچھ نہیں رکھا۔

اس کی ایک اور نظیر یہ حدیث ہے:

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہ علیہا السلام نبی ﷺ کے پاس مجھے لے گئیں' وہ ان سے یہ شکایت کرنے گئی تھیں کہ چکی پیسنے سے ان کے ہاتھ میں چھالے پڑ گئے ہیں اور ان کو یہ خبر پہنچی تھی کہ آپ کے پاس کچھ غلام آئے ہیں' لیکن حضرت سیدہ کی آپ سے ملاقات نہیں ہوئی' پھر جب رسول اللہ ﷺ گھر آئے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت سیدہ فاطمہ کے آنے کی آپ کو خبر دی' پھر رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس آئے' اس وقت ہم اپنے بستر میں جا چکے تھے' ہم آپ کو دیکھ کر اٹھنے لگے تو آپ نے فرمایا: اپنی جگہ پر رہو' آپ آ کر میرے اور حضرت سیدہ کے درمیان بیٹھ گئے' حتیٰ کہ آپ کے قدموں کی ٹھنڈک میں نے اپنے پیٹ پر محسوس کی' پھر آپ نے فرمایا: کیا میں تم دونوں کو وہ چیز نہ بتاؤں جو تم دونوں کے سوال سے بہتر ہے' جب تم دونوں اپنے بستروں پر جاؤ تو ٣٣ مرتبہ سبحان اللہ پڑھو' ٣٣ مرتبہ الحمد للہ پڑھو اور ٣٤ مرتبہ اللہ اکبر پڑھو' پس یہ پڑھنا تم دونوں کے لیے خادم سے بہتر ہے۔

(صحیح البخاری: ٥٣٦١' صحیح مسلم: ٢٧٢٧' سنن ابوداؤد: ٥٠٦٢)

غور کیجئے! نبی ﷺ کے پاس مالِ غنیمت میں غلام اور باندیاں آئیں' آپ نے ان میں سے سب لوگوں کو حصہ دیا' نہیں دیا

تو اپنی اس سگی بیٹی کو جس کے ہاتھ میں چکی پیستے چھالے پڑ گئے تھے' آج ہماری انتظامیہ کے افسروں کی لوٹ مار اور اقرباء پروری دیکھتے ہوئے کون مانے گا کہ یہ اس نبی کی امت ہیں۔

بحرین کا جغرافیائی محل وقوع

اس حدیث میں مذکور ہے: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بحرین کا مال آیا۔

''بحرین''، ''بحر'' کا تثنیہ ہے اور یہ بصرہ اور عمان کے درمیان مشہور شہر ہے' قاضی عیاض نے کہا: بصرہ اور بحرین کے درمیان چوراسی (۸۴) فرسخ کا فاصلہ ہے' (ایک فرسخ تین شرعی میل کا ہے' ایک شرعی میل ایک انگریزی میل سے زیادہ ہے یعنی دو ہزار گز کا ہے۔ سعیدی) ابوعبید البکری نے کہا ہے: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہاں کے رہنے والوں سے صلح کی تو آپ نے وہاں پر حضرت العلاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ کو عامل (گورنر) بنا دیا' امام محمد بن سعد نے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب الجعرانہ سے واپس آئے یعنی حنین کے مال غنیمت کو تقسیم کرنے کے بعد تو آپ نے حضرت العلاء بن الحضرمی کو المنذر بن ساوی العبدی کی طرف بھیجا' جو بحرین کا حکمران تھا اور اس کو اسلام کی دعوت دی' پھر انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خط لکھا کہ وہ مسلمان ہو گیا اور اس نے آپ کی نبوت کی تصدیق کر دی۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۲۳۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

ڈاکٹر غلام جیلانی برق نے لکھا ہے: بحرین خلیج فارس کے مغربی ساحل پر ایک چھوٹی سی ریاست ہے' جس کا رقبہ اندازاً اڑھائی سو مربع میل ہے اور ۱۹۷۲ء میں اس کی آبادی تقریباً دو لاکھ تھی۔ (معجم البلدان (اردو) ص ۶۱' شیخ غلام علی اینڈ سنز پبلشرز لاہور)

بحرین سے آئے ہوئے مال کی مقدار

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ اور حافظ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام ابن ابی شیبہ نے حمید بن ھلال سے مرسلاً روایت کی ہے' یہ مال ایک لاکھ تھا اور اس مال کو حضرت العلاء بن الحضرمی نے البحرین کے خراج سے بھیجا تھا اور یہ پہلا خراج تھا جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بھیجا گیا تھا۔

امام بخاری نے کتاب المغازی میں حضرت عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل بحرین سے صلح کی اور ان پر حضرت العلاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ کو امیر بنایا اور ان کی طرف حضرت ابوعبیدہ بن الجراح کو بھیجا کہ وہاں سے جزیہ لے کر آئیں' پس حضرت ابوعبیدہ وہاں سے مال لے کر آئے اور جب انصار کو ان کے آنے کی خبر پہنچی۔ الحدیث

(صحیح البخاری: ۴۰۱۵۔۳۱۵۸' صحیح مسلم: ۲۹۶۱' سنن ترمذی: ۲۴۶۲' سنن ابن ماجہ: ۳۹۹۷)

اس سے متعین ہو گیا کہ یہ مال خراج کا تھا یا جزیہ کا تھا' جو سال بہ سال آتا تھا۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۵۰۷' دار المعرفہ' بیروت' عمدۃ القاری ج ۴ ص ۲۳۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

حدیث مذکور کے دیگر مسائل اور فوائد

علامہ ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ نے لکھا ہے:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صدقہ وغیرہ کا مال مسجد میں رکھنا جائز ہے اور اس میں سب لوگ مشترک ہیں کیونکہ ضرورت مند لوگوں کو مسجد میں آنے سے منع نہیں کیا جاتا' نیز لکھا ہے: اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں زکوٰۃ کے جو آٹھ مصارف بیان فرمائے ہیں' ان میں سے کسی ایک مصرف میں بھی زکوٰۃ دی جا سکتی ہے کیونکہ حضرت عباس نے شکایت کی تھی کہ وہ مقروض ہو گئے ہیں' اس لیے آپ نے اس مال سے ان کو لینے کی اجازت دی۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۸۸-۸۷ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ ابن بطال کا یہ لکھنا صحیح نہیں ہے کہ یہ صدقہ اور زکوٰۃ کا مال تھا کیونکہ مصنف ابن ابی شیبہ میں یہ تصریح ہے کہ یہ خراج کا مال تھا اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں تصریح ہے کہ یہ جزیہ کا مال تھا' لہٰذا اس مال کو زکوٰۃ اور صدقہ قرار دینا صحیح نہیں ہے۔

نیز اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب سربراہِ ملک کو یہ معلوم ہو کہ لوگوں کو مال کی ضرورت ہے تو اس کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اس مال میں سے کوئی چیز اپنے پاس رکھے۔

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سخاوت ہے کہ آپ نے وہ سب مال تقسیم کر دیا اور کسی کو لینے سے منع نہیں کیا اور آپ کا زہد ہے کہ آپ نے اس مال میں سے کچھ نہیں لیا۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے آپ سے کہا: یہ مال اٹھا کر ان کے کندھے پر رکھ دیں تو آپ نے نہیں رکھا' اس سے معلوم ہوا کہ سربراہِ ملک کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ کسی کے کہنے سے اپنے ہاتھ سے کوئی کام نہ کرے' پھر حضرت ابن عباس نے کہا: آپ کسی کو حکم دیں کہ وہ یہ مال میرے کندھے پر رکھ دے' تو آپ نے فرمایا: نہیں' اس سے معلوم ہوا کہ سربراہِ ملک کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ کسی کے ذاتی مفاد کے لیے کسی شخص کو کسی کام کے کرنے کا حکم نہ دے' جب کہ اس کام کی وجہ سے عام لوگوں کا نقصان ہو کیونکہ اگر حضرت عباس زیادہ مال لے جاتے تو اور لوگوں کے لیے مال کم بچتا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس کے کہنے سے کسی کو یہ حکم نہیں دیا کہ وہ مال ان کے کندھے پر رکھ دے' اس میں یہ حکمت بھی ہے کہ آپ حضرت عباس کو زیادہ مال اکٹھا کرنے سے روکنا چاہتے تھے کہ وہ اپنی ضروریات سے زیادہ دنیا کا مال نہ لیں اور جتنا مال آسانی سے اٹھا کر لے جا سکتے ہیں اسی پر قناعت کریں' اسی لیے آپ نے خود ان کے کندھے پر مال اٹھا کر نہ رکھا تاکہ اس کام میں آپ کی اعانت شامل نہ ہو' جو آپ کی مرضی کے خلاف ہے اور جس سے آپ منع فرماتے ہیں۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۸۸ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

٤٣ - بَابُ مَنْ دَعَا لِطَعَامٍ فِي الْمَسْجِدِ وَمَنْ أَجَابَ مِنْهُ

جس نے کسی شخص کو مسجد میں کھانے کے لیے بلایا اور جس نے اس کو قبول کیا

اس باب سے امام بخاری کا یہ مقصود ہے کہ مسجد میں کسی کو کھانے کی دعوت دینا اور کسی کا اس دعوت کو قبول کرنا' ان کاموں میں سے ہے جو مسجد میں مباح ہیں اور ان لغو کاموں سے نہیں ہے جو مسجد میں ممنوع ہیں' بابِ سابق کے ساتھ اس کی مناسبت یہ ہے کہ دونوں بابوں کا تعلق مسجد کے احکام سے ہے۔

٤٢٢ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ سَمِعَ أَنَسًا قَالَ وَجَدْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ مَعَهُ نَاسٌ، فَقُمْتُ، فَقَالَ لِي أَرْسَلَكَ أَبُو طَلْحَةَ؟. قُلْتُ نَعَمْ، فَقَالَ لِطَعَامٍ؟. قُلْتُ نَعَمْ، فَقَالَ لِمَنْ مَّعَهُ قُوْمُوْا فَانْطَلَقَ وَانْطَلَقْتُ بَيْنَ أَيْدِيْهِمْ.

[اطراف الحدیث: ۵۳۸۱-۵۴۵۰-۶۶۸۸]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از اسحاق بن عبد اللہ' انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد میں پایا' آپ کے ساتھ کچھ لوگ تھے' پس میں کھڑا ہو گیا' آپ نے مجھ سے فرمایا: تم کو ابوطلحہ نے بھیجا ہے؟ میں نے کہا: جی ہاں' آپ نے فرمایا: کھانے کے لیے؟ میں نے کہا: جی ہاں! آپ کے ساتھ جو لوگ تھے' آپ نے ان سے فرمایا: اٹھو' پس آپ چل پڑے اور میں بھی ان کے آگے چل پڑا۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں ذکر ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مسجد میں کھانے کی دعوت دی اور آپ نے اس کو قبول فرمالیا۔

کن صورتوں میں دعوت کو قبول کرنا چاہیے اور کن صورتوں میں عذر پیش کرنا چاہیے اور کن صورتوں میں دعوت کو مسترد کرنا چاہیے

اس حدیث میں یہ بیان ہے کہ مسجد میں کھانے کی دعوت دینا اور اس کو قبول کرنا جائز ہے اگر آدمی کو کوئی عذر نہ ہو تو اس کو دعوت قبول کر لینی چاہیے اگر وہ آدمی بیمار ہو اور پرہیزی کھانا کھاتا ہو اور دعوت میں پرہیزی کھانا میسر نہ ہو بلکہ مرغن اور چٹ پٹا کھانا ہو تو اس کو اس دعوت میں جانے سے عذر کر لینا چاہیے اور اگر اس دعوت میں مردوں اور عورتوں کا مخلوط اجتماع ہو اور رقص اور موسیقی وغیرہ کا پروگرام ہو جیسا کہ آج کل نکاح اور ولیمہ کی تقاریب میں ہوتا ہے تو ایسی دعوت کو مسترد کرنا واجب ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سلطان اور سربراہ کو کھانے کی دعوت دینی چاہیے اور اگر کوئی شرعی یا طبعی مانع نہ ہو تو ان کو دعوت قبول کر لینی چاہیے۔

جب کسی بڑی شخصیت کو دعوت دی جائے تو اسے چاہیے کہ وہ حاضرین مجلس کو بھی اپنے ساتھ لے جائے۔

اس دعوتِ طعام میں حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس کھانا کم مقدار میں تھا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکت سے وہ کھانا سب کے لیے کافی ہو گیا اور یہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کی دلیل ہے۔

٤٤ - بَابُ الْقَضَاءِ وَاللِّعَانِ فِي الْمَسْجِدِ بَيْنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ

مردوں اور عورتوں کے درمیان مسجد میں فیصلہ کرنا اور لعان کرنا

اس باب میں مسجد میں فیصلہ کرنے کا حکم بیان کیا گیا ہے اور لعان کرنے کا حکم بیان کیا گیا ہے فیصلہ کرنا عام ہے خواہ وہ لعان کا فیصلہ ہو یا کسی اور چیز کا اور لعان خاص ہے اور عنوان کی عبارت میں خاص کا عطف عام پر ہے۔

لعان کا معنی اور اس کی قسمیں

لعان لعن کا مصدر ہے اور ''لعن'' کا معنی ہے: دھتکارنا اور دور کرنا اور اس کی دو قسمیں ہیں کلیۃً اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور کرنا اور یہ دائمی عذاب ہے لعنت کی یہ قسم کفار کے ساتھ مخصوص ہے اور اس معنی میں شخصی طور پر صرف اسی پر لعنت کی جاسکتی ہے جس کی کفر پر موت معلوم ہو جیسے ابوجہل اور ابولہب وغیرہ اور صفات پر بالعموم لعنت کرنا جائز ہے جیسے جھوٹوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو اور ظالموں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو اور لعنت کی دوسری قسم ہے: اللہ تعالیٰ کی رضا اور قرب خاص سے دور کرنا یہ لعنت فاسق مسلمان پر کرنا بھی جائز ہے جیسے قرآن مجید میں مسلمان شخص کے خود اپنے اوپر لعنت کرنے کا ذکر ہے:

وَالْخَامِسَةُ أَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَيْهِ إِنْ كَانَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ○ (النور: ۷)

اور پانچویں بار وہ یہ کہے کہ اس پر اللہ کی لعنت ہو اگر وہ جھوٹوں میں سے ہو○

لعان کا معنی

لعان باب مفاعلہ کا مصدر ہے اور اس کا خاصہ ہر فریق کا ماخذ میں اشتراک ہے سو اس کا معنی ہے: ہر فریق کا ایک دوسرے پر لعنت کرنا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی کو کسی اجنبی مرد کے ساتھ بدکاری کرتے ہوئے دیکھے اور اس کے پاس چار

گواہ نہ ہوں تو وہ قاضی کے پاس اپنا مقدمہ پیش کرے اور قاضی اسے کہے کہ تم چار بار قسم کھاؤ کہ تم اپنی تہمت میں سچے ہو اور پانچویں بار کہو: مجھ پر لعنت ہو اگر میں جھوٹوں میں سے ہوں' قرآن مجید میں ہے:

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ اِلَّآ اَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ اَرْبَعُ شَهٰدٰتٍ بِاللّٰهِ اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ○وَالْخَامِسَةُ اَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كَانَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ○ (النور: ۷۔۶)

اور جو لوگ اپنی بیویوں پر بدکاری کی تہمت لگائیں اور ان کے پاس اپنی ذات کے سوا اور کوئی گواہ نہ ہو تو وہ چار بار اللہ کی قسم کھائیں کہ وہ سچوں میں سے ہے○ اور پانچویں بار وہ یہ کہیں کہ اس پر اللہ کی لعنت ہو اگر وہ جھوٹوں میں سے ہو○

اور قاضی عورت سے کہے کہ اگر بالفرض تم نے زنا کیا ہے تو تم اعتراف کر لو تم پر حد زنا جاری ہوگی ورنہ تم چار بار یہ قسم کھاؤ کہ اس کا خاوند اس پر جھوٹی تہمت لگا رہا ہے اور پانچویں بار یہ کہو کہ اگر اس کا خاوند سچا ہے تو اس پر اللہ کا غضب (لعنت) نازل ہو' قرآن مجید میں ہے:

وَيَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ اَنْ تَشْهَدَ اَرْبَعَ شَهٰدٰتٍ بِاللّٰهِ اِنَّهٗ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ○وَالْخَامِسَةَ اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَآ اِنْ كَانَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ○ (النور: ۹۔۸)

اور عورت سے حد زنا اس طرح دور ہو گی کہ وہ چار بار اللہ کی قسم کھا کر کہے کہ اس کا خاوند جھوٹوں میں سے ہے○ اور پانچویں بار یہ کہے کہ اس پر اللہ کا غضب نازل ہو اگر اس کا خاوند سچوں میں سے ہو○

اس آیت میں غضب بھی لعنت کے معنی میں ہے اور چونکہ اس صورت میں خاوند اور بیوی دونوں ایک دوسرے پر لعنت کرتے ہیں' اس لیے اس کو لعان کہا جاتا ہے اور چونکہ وہ دونوں مسلمان ہوتے ہیں' اس لیے یہاں لعنت کا معنی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے بالکلیہ دور کرنا نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے بالکلیہ دور ہونے کا معنی آخرت میں دائمی عذاب ہے اور وہ صرف کفار کے ساتھ مخصوص ہے' مسلمانوں کو دائمی عذاب نہیں ہو گا' جو مسلمان فاسق ہو اور اس کو عذاب ہو تو وہ عارضی عذاب ہوگا' پھر اس کی مغفرت ہو جائے گی اور وہ جنت میں چلا جائے گا تو اس صورت میں جو اپنی بیوی پر تہمت لگانے والا کہتا ہے کہ اگر وہ جھوٹوں میں سے ہو تو اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو' اس کا معنی یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کے قربِ خاص سے دور ہو جائے۔

ہم نے جو لعنت کی یہ دو قسمیں بیان کی ہیں' یہ ہماری شرح کے خصائص میں سے ہیں اور کسی شرح میں یہ مذکور نہیں ہیں' نیز جن علماء اکابر سے یہ منقول ہے کہ وہ یزید پر لعنت کرتے ہیں' ہمارے نزدیک یہ وہ لعنت نہیں ہے جس کا معنی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے کلیۃً دور کرنا اور دائمی عذاب ہے بلکہ یہ وہ لعنت ہے جس کا معنی اللہ کی رضا اور اس کے قربِ خاص سے دور کرنا ہے۔

۴۲۳ - حَدَّثَنَا يَحْيٰى قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِي ابْنُ شِهَابٍ' عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ' اَنَّ رَجُلًا قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرَاَيْتَ رَجُلًا وَجَدَ مَعَ امْرَاَتِهٖ رَجُلًا' اَيَقْتُلُهٗ؟ فَتَلَاعَنَا فِي الْمَسْجِدِ' وَاَنَا شَاهِدٌ.

[اطراف الحدیث: ۴۷۴۵۔۴۷۴۶۔۵۲۵۹۔۵۳۰۸۔۵۳۰۹۔ ۶۸۵۴۔۷۱۶۵۔۷۱۶۶۔۷۳۰۴]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الرزاق نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے ابن شہاب نے خبر دی از حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کہ ایک شخص نے کہا: یا رسول اللہ! یہ بتایئے ایک آدمی اپنی بیوی کے پاس ایک شخص کو پائے تو کیا وہ اس کو قتل کر دے؟ پھر ان دونوں نے مسجد میں لعان کیا (ایک دوسرے پر لعنت کی) اور میں اس کا مشاہدہ کر رہا تھا۔

(صحیح مسلم: ۱۴۹۲' الرقم المسلسل: ۳۶۷۳' سنن ابوداؤد: ۲۲۴۵' سنن نسائی: ۳۳۹۹' سنن ابن ماجہ: ۲۰۶۶' المعجم الکبیر: ۵۶۸۲_۵۶۹۰' سنن بیہقی ج ۷ ص ۳۹۹' شرح السنۃ: ۲۳۶۷' مصنف عبدالرزاق: ۱۲۴۴۷_۱۲۴۴۶' سنن دارمی: ۲۲۳۰' المنتقیٰ: ۷۵۶' صحیح ابن حبان: ۴۲۸۳_۴۲۸۵' مسند احمد ج ۵ ص ۳۳۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۲۸۳۲_ ج ۷ ص ۴۸۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں اور ان سب کا تعارف ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: ان دونوں نے مسجد میں لعان کیا' اور باب کا عنوان ہے: مسجد میں لعان کرنا۔

حدیث مذکور میں سوال کرنے والے کا نام

اس حدیث میں مذکور ہے: ایک شخص نے کہا: یارسول اللہ! یہ بتایئے ایک آدمی اپنی بیوی کے پاس ایک شخص کو پائے۔

سوال کرنے والے شخص کے نام میں اختلاف ہے' صحیح مسلم: ۱۴۹۲ میں ہے: وہ شخص حضرت عویمر العجلانی الانصاری رضی اللہ عنہ تھے' صحیح مسلم: ۱۴۹۷ میں ہے: وہ شخص حضرت عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ تھے اور صحیح مسلم: ۱۴۹۹ میں ہے: وہ شخص حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ تھے۔

لعان کے حکم کے نزول کی تفصیل

صحیح البخاری کی اس روایت میں یہ واقعہ اختصار کے ساتھ روایت کیا ہے' صحیح مسلم: ۱۴۹۲ میں اس کی تفصیل اس طرح ہے:

حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عویمر العجلانی' حضرت عاصم بن عدی انصاری کے پاس گئے اور ان سے کہا: اے عاصم! یہ بتاؤ کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے پاس کسی مرد کو پائے تو کیا اس کو قتل کر دے؟ پھر تم اس کو قتل کر دو گے یا پھر وہ کیا کرے؟ اے عاصم! تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے میرے لیے اس مسئلہ کا حل معلوم کرو' پھر حضرت عاصم رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ سوال کیا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سوال کو ناپسند کیا اور اس کی مذمت کی' حتیٰ کہ حضرت عاصم پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ بات شاق گزری' پھر حضرت عاصم' حضرت عویمر کے پاس گئے' انہوں نے پوچھا: اے عاصم! تم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا فرمایا: حضرت عاصم نے حضرت عویمر سے کہا: میں تمہارے پاس کوئی اچھی خبر نہیں لایا' تم نے جو سوال کیا ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ناگوار گزرا ہے' حضرت عویمر نے کہا: اللہ کی قسم! میں اس سوال سے ہرگز نہیں رکوں گا' حتیٰ کہ میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کرلوں' پھر حضرت عویمر نے لوگوں کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ سوال کیا اور کہا: یارسول اللہ! یہ بتایئے اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے پاس کسی (اجنبی) مرد کو پائے تو کیا وہ اس کو قتل کر دے؟ پھر آپ لوگ اس کو قتل کر دیں گے! یا پھر وہ کیا کرے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہارے متعلق اور تمہاری بیوی کے متعلق حکم نازل ہو گیا ہے' تم جاؤ اس کو لے کر آؤ' سہل نے کہا: پھر ان دونوں نے لعان کیا یعنی ایک دوسرے پر لعنت کی اور میں بھی اس وقت لوگوں کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تھا' جب وہ دونوں لعان سے فارغ ہو گئے تو حضرت عویمر نے کہا: یارسول اللہ! اگر میں نے اس کو اپنے پاس رکھا تو پھر میں جھوٹا ہوں گا' پھر انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیصلہ سے پہلے اس کو تین طلاقیں دے دیں' ابن شہاب نے کہا: یہ لعان کا طریقہ ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۴۹۲' الرقم المسلسل: ۳۶۷۳' سنن ابوداؤد: ۲۲۴۵' سنن نسائی: ۳۴۰۲' سنن ابن ماجہ: ۲۰۶۶' مسند احمد ج ۵ ص ۳۳۴)

ایک مجلس میں تین طلاقوں کے وقوع کی دلیل اور مخالفین کے اعتراض کے جوابات

اس حدیث سے صراحت کے ساتھ یہ بات معلوم ہوئی کہ ایک مجلس میں تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں' اور یہ حدیث غیر مقلدین

کے خلاف قوی حجت ہے مخالفین اس حدیث کے جواب میں یہ کہتے ہیں کہ حضرت عویمر نے لعان کے بعد تین طلاقیں دی تھیں اور لعان سے عورت بائنہ ہو جاتی ہے اور بائنہ ہونے کے بعد وہ طلاق کا محل نہیں رہتی ۔ اس کا جواب یہ ہے کہ وہ عورت قاضی کی تفریق اور اس کے فیصلہ کے بعد بائنہ ہوتی ہے اور اس حدیث میں تصریح ہے کہ حضرت عویمر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ سے پہلے اس کو تین طلاقیں دے دی تھیں' لہٰذا جب انہوں نے تین طلاقیں دیں تو ان کی بیوی بائنہ نہیں ہوئی تھی اور طلاق کا محل تھی ۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت عویمر نے یہ کہہ کر اس کو تین طلاقیں دی تھیں کہ یا رسول اللہ! اگر میں نے اس کو اپنے پاس رکھا تو پھر میں جھوٹا ہوں گا' اس کا معنی یہ ہے کہ حضرت عویمر کے نزدیک وہ ان کے نکاح میں تھی اور اس کو اپنے پاس رکھنا ممکن تھا اور وہ طلاق دینے کا محل تھی ۔

اس حدیث کے باقی مسائل ان شاء اللہ لعان کے باب میں بیان کیے جائیں گے ۔

حدیث مذکور کی شرح' شرح صحیح مسلم میں

باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۳۶۳۳-۳۶۳۳۔ ج ۳ ص ۱۱۳۴ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

(۱) لعان کا لغوی اور اصطلاحی معنی (۲) لعان کے شرعی معنی میں مذاہب فقہاء (۳) لعان کی وجہ تسمیہ (۴) بلاضرورت سوالات کو ناپسند کرنا (۵) زانی کو از خود قتل کرنے کا حکم (۶) لعان کے بعد تفریق میں مذاہب (۷) فقہاء احناف کے نظریہ پر دلائل (۸) علامہ نووی کے اعتراض کے جوابات (۹) لعان کی وجہ سے بچے کے نسب کی نفی میں مذاہب فقہاء ۔

٤٥ - بَابٌ اِذَا دَخَلَ بَيْتًا يُصَلِّيْ حَيْثُ شَآءَ، اَوْ حَيْثُ اُمِرَ، وَلَا يَتَجَسَّسُ

جب کوئی شخص کسی کے گھر میں داخل ہو تو جہاں چاہے نماز پڑھے' یا جہاں اسے حکم دیا جائے' اور وہ تجسس نہ کرے

٤٢٤ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ مَحْمُوْدِ بْنِ الرَّبِيْعِ، عَنْ عِتْبَانَ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتَاهُ فِيْ مَنْزِلِهِ، فَقَالَ اَيْنَ تُحِبُّ اَنْ اُصَلِّيَ لَكَ مِنْ بَيْتِكَ؟ قَالَ فَاَشَرْتُ لَهُ اِلٰى مَكَانٍ، فَكَبَّرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَصَفَفْنَا خَلْفَهُ، فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ. [اطراف الحدیث: ٤٢٥-٦٦٧-٦٨٦-٨٣٨-٨٤٠-١١٨٦-٤٠٠٩-٤٠١٠-٥٤٠١-٦٤٢٣-٦٩٣٨]

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں عبد اللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از محمود بن الربیع از حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر میں آئے' پس آپ نے فرمایا: تم اپنے گھر میں کس جگہ چاہتے ہو کہ میں وہاں تمہارے لیے نماز پڑھاؤں؟ حضرت عتبان نے کہا: پس میں نے ایک جگہ کی طرف اشارہ کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبیر پڑھی' پس ہم نے آپ کے پیچھے صف بنائی' سو آپ نے دو رکعت نماز پڑھائی ۔

(صحیح مسلم: ۳۳' الرقم المسلسل: ۱۴۸۰' سنن نسائی: ۷۸۴' سنن ترمذی: ۲۶۴۷' سنن ابن ماجہ: ۷۵۴' الاحاد والمثانی: ۱۹۳۲' عمل الیوم واللیلۃ للنسائی: ۱۱۰۸' سنن بیہقی ج ۲ ص ۱۸۲-۱۸۱' صحیح ابن حبان: ۱۶۱۲' المعجم الکبیر: ۴۹-ج ۱۸' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۱۲۴۱' صحیح ابن حبان: ۲۲۳' مسند احمد ج ۴ ص ۴۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۶۴۸۲-ج ۲۷ ص ۱۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) عبد اللہ بن مسلمہ القعنبی (۲) ابراہیم بن سعد' یہ حضرت عبد الرحمان بن عوف رضی اللہ کے پوتے ہیں (۳) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (۴) محمود بن الربیع الخزرجی الانصاری الصحابی (۵) حضرت عتبان بن مالک انصاری السالمی المدنی رضی اللہ' یہ نابینا تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں اپنی قوم کے امام تھے' ان سے ۱۰' احادیث مروی ہیں' صحیح البخاری میں ان کی ایک حدیث ہے' یہ حضرت معاویہ رضی اللہ کے زمانہ میں مدینہ میں فوت ہو گئے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۲۴۴)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنی امت پر کرم فرمانا' مسجد بیت اور گھر میں نوافل کی جماعت

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عتبان بن مالک کے گھر آئے۔

علامہ عینی نے لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس ہفتہ کے دن آئے تھے اور آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما بھی تھے اور ایک روایت میں ہے کہ جمعہ کے دن حضرت عتبان کی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے آپ سے کہا: میں چاہتا ہوں آپ میرے گھر تشریف لائیں اور امام ابن حبان نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ سے روایت کیا ہے کہ انصار کے ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس یہ پیغام بھیجا: آپ تشریف لائیں اور میرے گھر میں مسجد کے لیے ایک جگہ مقرر کر دیں' جس میں' میں نماز پڑھا کروں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب انسان کسی عذر کی وجہ سے مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے نہ جا سکے تو اپنے گھر میں نماز پڑھنے کے لیے ایک جگہ مقرر کر لے' اس کو مسجد بیت کہتے ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے گھر میں دو رکعت نماز جماعت سے پڑھائی' اس سے معلوم ہوا کہ گھر میں نوافل کی جماعت کرانا جائز ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے گھر آئے' اس سے معلوم ہوا کہ استاذ' امام اور رئیس کو اپنے متبعین کے گھر (بلانے پر) جانا چاہیے۔

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسن اخلاق' آپ کی تواضع اور آپ کی جلالت قدر کی دلیل ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۲۴۵)

٤٦ - بَابُ الْمَسَاجِدِ فِي الْبُيُوْتِ — گھروں میں مساجد

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ گھروں میں مساجد کا بنانا جائز ہے' اس سلسلہ میں یہ تعلیق ہے:

وَصَلَّى الْبَرَاءُ بْنُ عَازِبٍ فِيْ مَسْجِدِهِ فِيْ دَارِهِ جَمَاعَةً.

اور حضرت البراء بن عازب نے اپنے گھر کی مسجد میں جماعت کرائی۔

مصنف ابن ابی شیبہ میں یہ حدیث معنیً موجود ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۲۴۶)

حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ نے کہا: جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں نماز پڑھے تو اپنے گھر میں بھی نماز کا حصہ رکھے' بے شک اللہ اس کے گھر کی نماز میں خیر رکھنے والا ہے۔ (مصنف عبد الرزاق: ۴۸۵۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٢٥ - حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عُفَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِيْ عُقَيْلٌ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ مَحْمُوْدُ بْنُ الرَّبِيْعِ الْأَنْصَارِيُّ أَنَّ عِتْبَانَ بْنَ مَالِكٍ وَهُوَ مِنْ أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا مِنَ الْأَنْصَارِ أَنَّهُ أَتَى رَسُوْلَ اللّٰهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن عفیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے لیث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عقیل نے حدیث بیان کی از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے محمود بن الربیع الانصاری رضی اللہ نے خبر دی کہ حضرت عتبان بن مالک انصاری' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب میں سے ہیں اور وہ ان انصار

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ، قَدْ اَنْكَرْتُ بَصَرِيْ، وَاَنَا اُصَلِّيْ لِقَوْمِيْ، فَاِذَا كَانَتِ الْاَمْطَارُ، سَالَ الْوَادِي الَّذِيْ بَيْنِيْ وَبَيْنَهُمْ، لَمْ اَسْتَطِعْ اَنْ اٰتِيَ مَسْجِدَهُمْ فَاُصَلِّيَ بِهِمْ، وَوَدِدْتُّ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ، اَنَّكَ تَاْتِيْنِيْ فَتُصَلِّيَ فِيْ بَيْتِيْ، فَاَتَّخِذَهُ مُصَلًّى، قَالَ فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاَفْعَلُ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ. قَالَ عِتْبَانُ فَغَدَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبُوْ بَكْرٍ حِيْنَ ارْتَفَعَ النَّهَارُ، فَاسْتَاْذَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَذِنْتُ لَهُ، فَلَمْ يَجْلِسْ حِيْنَ دَخَلَ الْبَيْتَ، ثُمَّ قَالَ اَيْنَ تُحِبُّ اَنْ اُصَلِّيَ مِنْ بَيْتِكَ؟. قَالَ فَاَشَرْتُ لَهُ اِلٰى نَاحِيَةٍ مِّنَ الْبَيْتِ ، فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَبَّرَ، فَقُمْنَا فَصَفَفْنَا ، فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ ، قَالَ وَحَبَسْنَاهُ عَلٰى خَزِيْرَةٍ صَنَعْنَاهَا لَهُ ، قَالَ فَثَابَ فِي الْبَيْتِ رِجَالٌ مِّنْ اَهْلِ الدَّارِ ذَوُوْ عَدَدٍ، فَاجْتَمَعُوْا ، فَقَالَ قَائِلٌ مِّنْهُمْ اَيْنَ مَالِكُ بْنُ الدُّخَيْشِنِ اَوِ ابْنُ الدُّخْشُنِ؟ فَقَالَ بَعْضُهُمْ ذٰلِكَ مُنَافِقٌ لَا يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُلْ ذٰلِكَ ، اَلَا تَرَاهُ قَدْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ، يُرِيْدُ بِذٰلِكَ وَجْهَ اللّٰهِ ؟. قَالَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ ، قَالَ فَاِنَّا نَرٰى وَجْهَهُ وَنَصِيْحَتَهُ اِلَى الْمُنَافِقِيْنَ ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَرَّمَ عَلَى النَّارِ مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ، يَبْتَغِيْ بِذٰلِكَ وَجْهَ اللّٰهِ. قَالَ ابْنُ شِهَابٍ ثُمَّ سَاَلْتُ الْحُصَيْنَ بْنَ مُحَمَّدٍ الْاَنْصَارِيَّ، وَهُوَ اَحَدُ بَنِيْ سَالِمٍ ، وَهُوَ مِنْ سَرَاتِهِمْ، عَنْ حَدِيْثِ مَحْمُوْدِ بْنِ الرَّبِيْعِ، فَصَدَّقَهُ بِذٰلِكَ.

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۲۴۰۰ د' مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ)

میں سے ہیں جو بدر میں حاضر ہوئے تھے وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! میری بصارت بہت کم زور ہو گئی ہے اور میں اپنی قوم کو نماز پڑھاتا ہوں اور جب بارش ہوتی ہے تو میرے اور ان کے درمیان جو وادی ہے وہ بہنے لگتی ہے اور میں ان کی مسجد میں جانے کی اور انہیں نماز پڑھانے کی طاقت نہیں رکھتا' اور یا رسول اللہ! میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ میرے ہاں تشریف لائیں اور میرے گھر میں نماز پڑھیں' پس میں اس جگہ کو مصلیٰ بنالوں' انہوں نے بیان کیا: پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں ان شاء اللہ عنقریب ایسا کروں گا' حضرت عتبان نے بیان کیا: پس دوسرے روز دن چڑھنے کے بعد رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آ گئے' رسول اللہ ﷺ نے اجازت طلب کی تو میں نے آپ کو اجازت دی' گھر میں داخل ہونے کے بعد رسول اللہ ﷺ بیٹھے نہیں اور فرمایا: تم اپنے گھر میں کس جگہ پسند کرتے ہو جہاں میں نماز پڑھوں؟ انہوں نے کہا: میں نے گھر کی ایک جانب آپ کو اشارہ کیا' پس رسول اللہ ﷺ کھڑے ہو گئے اور آپ نے تکبیر پڑھی' پھر ہم بھی کھڑے ہو گئے اور ہم نے صف بنائی' آپ نے دو رکعت نماز پڑھائی' پھر سلام پھیر دیا' ہم نے آپ کو گوشت کا کھانا کھلانے کے لیے روک لیا جس کو ہم نے تیار کیا تھا' پھر گھر میں حویلی کے رہنے والے کافی لوگ آ گئے' وہ سب جمع تھے' ان میں سے کسی کہنے والے نے کہا: مالک بن دخیشن یا ابن الدخشن کہاں ہے؟ تو کسی نے کہا: وہ منافق ہے اللہ سے محبت کرتا ہے نہ اس کے رسول سے' تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایسا نہ کہو کیا تم نہیں دیکھتے کہ اس نے اللہ کی رضا جوئی کے لیے لا الہ الا اللہ پڑھا ہے؟ اس شخص نے کہا: اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے' پس بے شک ہم اس کا ملنا جلنا اور اس کی خیر خواہی منافقوں کے ساتھ دیکھتے ہیں' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پس بے شک اللہ نے اس شخص کو دوزخ کے اوپر حرام کر دیا ہے جس نے اللہ کی رضا جوئی کے لیے لا الٰہ الا اللہ پڑھا۔ ابن شہاب نے کہا: الحصین بن محمد الانصاری جو بنو سالم کے ایک فرد تھے اور ان کے سرداروں میں سے تھے' میں نے ان

سے محمود بن الربیع کی حدیث کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے اس کی تصدیق کی۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لوگوں کے دلوں میں ایمان اور نفاق پر مطلع ہونا اور اخلاص سے لا الہ الا اللہ پڑھنے والے پر دوزخ کا حرام ہونا

اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایسا نہ کہو کیا تم نہیں دیکھتے کہ مالک بن دخشن نے اللہ کی رضا جوئی کے لیے لا الہ الا اللہ پڑھا ہے؟

اس ارشاد سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے باطن میں ایمان کی اور نفاق سے بَری ہونے کی شہادت دی ہے' اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کے دلوں کے حال پر اور ایمان اور نفاق کی کیفیات پر مطلع ہوتے ہیں اور جب مناسب سمجھتے ہیں' اس کا اظہار فرما دیتے ہیں۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس حدیث میں صرف لا الہ الا اللہ کا ذکر ہے حالانکہ نجات کے لیے توحید اور رسالت دونوں پر ایمان لانا ضروری ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ لا الہ الا اللہ پورے کلمہ طیبہ کا علَم اور نام ہے' اس لیے اس سے توحید اور رسالت دونوں کی گواہی مراد ہے۔

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ آپ نے فرمایا: اللہ نے اس شخص کو دوزخ کے اوپر حرام کر دیا ہے' جس نے اللہ کی رضا جوئی کے لیے لا الہ الا اللہ پڑھا' اس ارشاد میں آپ نے فرائض اور واجبات پر عمل کرنے اور حرام اور مکروہ کاموں سے اجتناب کرنے کا ذکر نہیں فرمایا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جو شخص محض اللہ کی رضا کے لیے اخلاص سے کلمہ پڑھتا ہے' وہ اس کی برکت سے تمام فرائض اور واجبات پر عمل کرتا ہے اور تمام حرام اور مکروہ کاموں سے باز رہتا ہے اور بالفرض اگر وہ کسی گناہ میں ملوث ہو جائے تو مرنے سے پہلے توبہ کر لیتا ہے ورنہ اپنے گناہوں کی سزا پا کر پھر جنت میں چلا جائے گا اور دوزخ کا دائمی عذاب اس پر بہرحال حرام ہو گا۔

نابینا کو امام بنانے کا جواز' اور عذر کی وجہ سے جماعت ترک کرنے کا جواز

اس حدیث میں ذکر ہے: حضرت عتبان بن مالک نے آپ سے درخواست کی کہ ان کی نظر بہت کم زور ہو گئی ہے' وہ بارش کے ایام میں اپنی مسجد میں نماز پڑھانے کے لیے نہیں جا سکتے' آپ ان کے گھر میں کسی جگہ نماز پڑھا دیں تا کہ وہ اس جگہ کو اپنا مصلّی بنا لیں' اور بعض روایات میں یہ مذکور ہے کہ وہ نابینا ہو گئے ہیں۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ نابینا شخص کو امام بنانا جائز ہے' حضرت عبد اللہ ابن ام مکتوم بھی نابینا تھے اور جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوۂ تبوک میں گئے تھے تو ان کو امام بنا کر گئے تھے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بارش' اندھیرے' جان کے خطرہ یا اور کسی عذر کی بناء پر جماعت کو ترک کرنا' جائز ہے۔

حضرت عتبان بن مالک نے کہا: آپ جس جگہ نماز پڑھائیں گے اس کو میں مصلّی بنا لوں گا' اس سے معلوم ہوا کہ گھر میں کسی جگہ کو نماز کے لیے مخصوص کرنا جائز ہے اور جس جگہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھائیں یا پڑھیں' صحابہ کے نزدیک اس جگہ کی خاص اہمیت ہوتی ہے' حضرت عتبان چاہتے تھے: اس جگہ نماز پڑھیں' جہاں آپ نے نماز پڑھی ہے تا کہ آپ کے نماز پڑھنے کی وجہ سے اس جگہ جو برکات اور تجلیات نازل ہوئی ہیں' وہ ان پر بھی سایا فگن رہیں' جیسے حضرت عمر نے یہ چاہا تھا کہ مقام ابراہیم کو مصلّی بنا لیا جائے۔

اس اعتراض کا جواب کہ حضرت عتبان نے اپنے گھر میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نماز پڑھوائی' حالانکہ مہمان سے نماز پڑھوانے کی ممانعت ہے

بعض احادیث میں مذکور ہے کہ جب کوئی شخص کسی کے گھر اس کی زیارت یا ملاقات کے لیے جائے تو خود نماز نہ پڑھائے' بلکہ وہ گھر والا ہی نماز پڑھائے' جیسا کہ اس حدیث میں ہے:

بُدیل بن میسرہ بیان کرتے ہیں کہ ہمارے آزاد شدہ غلام ابوعطیہ نے روایت کیا کہ حضرت مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ ہمارے پاس ہماری نماز کی جگہ میں آتے تھے اور ہم سے باتیں کرتے تھے' ایک دن اس دوران نماز کا وقت آ گیا' پس ہم نے ان سے کہا: آپ آگے بڑھ کر نماز پڑھائیں' انہوں نے کہا: تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھاوے حتیٰ کہ میں اپنے نماز نہ پڑھانے کا سبب بیان کردوں' میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص کسی قوم سے ملاقات کے لیے جائے' وہ ان کو نماز نہ پڑھائے اور چاہیے کہ ان ہی میں سے کوئی شخص ان کو نماز پڑھائے۔ (سنن ترمذی:۳۵۶' سنن ابوداؤد:۵۹۶' سنن نسائی:۷۸۳' مسند احمد ج ۳ ص ۴۳۶)

اس حدیث کی روایت کے بعد امام ابوعیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ ھ لکھتے ہیں:

یہ حدیث حسن صحیح ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ اور تابعین میں سے اکثر کا اس پر عمل ہے' انہوں نے کہا ہے کہ مہمان کی بہ نسبت گھر والا نماز پڑھانے کا زیادہ حق دار ہے اور بعض اہل علم نے کہا ہے کہ جب گھر والا اجازت دے دے تو پھر مہمان کے نماز پڑھانے میں کوئی حرج نہیں ہے اور اسحاق اس حدیث کی وجہ سے بہت سختی کے ساتھ کہتے تھے: خواہ گھر والے نے اجازت دی ہو' پھر بھی گھر والے کے سوا اور کوئی نماز نہ پڑھائے اور مسجد میں بھی یہی حکم ہے' جب کوئی مہمان آئے تو وہ کہے کہ تم ہی میں سے کوئی شخص نماز پڑھائے۔ (سنن ترمذی ص ۱۷۳' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۳ ھ)

بہ ظاہر حضرت عتبان بن مالک کی حدیث' اس حدیث کے مخالف ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ عام اصول اور قاعدہ تو یہی ہے کہ مہمان کی بجائے میزبان نماز پڑھائے' جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے' لیکن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس قاعدہ سے مستثنیٰ ہیں' جہاں آپ ہوں وہاں آپ کے سوا اور کون امام ہو سکتا ہے' حتیٰ کہ شبِ معراج تمام نبیوں کے ہوتے ہوئے آپ کو نماز پڑھانے کے لیے آگے کیا گیا' نیز نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تو حضرت عتبان نے اپنے گھر بلایا ہی اس لیے تھا کہ آپ ان کے گھر میں کسی جگہ نماز پڑھا دیں۔ امام مالک نے کہا ہے کہ جب گھر میں میزبان سے افضل کوئی شخص ہو تو اسے نماز پڑھانے کے لیے کہا جائے اور حدیث میں ہے:

حضرت ابومسعود الانصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو سب سے زیادہ کتاب اللہ کا قاری ہو وہ نماز پڑھائے' اگر سب قراءت میں برابر ہوں تو جو ان میں سنت کا سب سے زیادہ عالم ہو وہ نماز پڑھائے اور اگر سنت میں سب برابر ہوں تو جو سب سے پہلے ہجرت کرنے والا ہو وہ نماز پڑھائے' اگر ہجرت کرنے میں سب برابر ہوں تو جو ان میں سب سے پہلے اسلام لایا ہو وہ نماز پڑھائے اور کوئی شخص کسی کی سلطنت میں نماز نہ پڑھائے اور نہ کوئی شخص کسی کی اجازت کے بغیر اس کی عزت والی جگہ پر بیٹھے' ایک روایت میں اسلام کی جگہ عمر کا ذکر ہے یعنی جس کی زیادہ عمر ہو وہ نماز پڑھائے۔

(صحیح مسلم:۶۷۳' سنن ابوداؤد:۵۸۲' سنن ترمذی:۲۳۵' سنن نسائی:۷۷۹' سنن ابن ماجہ:۹۸۰' مسند احمد ج ۴ ص ۱۱۸)

حدیث مذکور کے دیگر مسائل اور فوائد

☆ اگر صالحین میں سے کسی شخص کو نماز پڑھانے کے لیے کہا جائے تو اسے نماز پڑھا دینی چاہیے بہ شرطیکہ اس کو اس سے اپنی بڑائی کا خیال نہ آئے۔

☆ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا: میں ان شاء اللہ عنقریب ایسا کروں گا اور آپ دوسرے دن آ گئے' لہٰذا انسان کو اپنا وعدہ جلد پورا کرنا چاہیے۔

☆ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آنے کے بعد نماز پڑھائی' اس سے معلوم ہوا کہ دن میں نوافل کی جماعت کرانا جائز ہے۔

☆ حضرت عتبان بن مالک نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کھانا کھلانے کے لیے روک لیا' اس سے معلوم ہوا کہ علماء اور صالحین کی دعوت کر کے ان کی تکریم کرنی چاہیے۔

☆ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' حضرت عتبان کے گھر گئے تو حویلی کے تمام لوگ آپ کی زیارت کے لیے آ گئے' اس سے معلوم ہوا کہ جب کسی کے گھر کوئی عالم' استاذ یا مردِ صالح آئے تو اس کے علاقے اور محلہ کے سب لوگوں کو اس کی زیارت اور ملاقات کے لیے آنا چاہیے۔

☆ حاضرین میں سے کسی نے کہا: مالک بن دخشن نہیں آیا تو بتایا گیا وہ منافق ہے' اس سے معلوم ہوا کہ اگر جماعت میں سے کوئی شخص غیر حاضر ہو تو اس کی تحقیق کرنی چاہیے' اور یہ معلوم کرنا چاہیے کہ وہ کس وجہ سے حاضر نہیں ہوا۔

☆ جب حاضرین میں سے کسی نے کہا: مالک بن دخشن منافق ہے' تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا دفاع کیا اور فرمایا: اس نے اللہ کی رضا کے لیے لا الٰہ الا اللہ پڑھا ہے' اس سے معلوم ہوا کہ اگر کسی مسلمان پر منافق ہونے کی تہمت لگائی جائے تو اس کا دفاع کرنا چاہیے' بلکہ جس مسلمان کا پس پشت کوئی بھی عیب بیان کیا جائے' اس مسلمان کی اس عیب سے براءت کرنی چاہیے اور غیبت کرنے سے منع کرنا چاہیے۔

☆ حضرت عتبان نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بلایا تھا' پھر بھی آپ ان سے اجازت لے کر ان کے گھر گئے' اس سے معلوم ہوا کہ کسی کے گھر میں اس سے اجازت طلب کر کے جانا چاہیے خواہ اس نے خود بلایا ہو۔

☆ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے ساتھ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بھی لے کر گئے' اس سے معلوم ہوا کہ جب کسی استاذ' عالم یا صالح کو کسی جگہ بلایا جائے تو وہ اپنے مقرب شاگرد کو بھی اپنے ساتھ لے جائے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکر' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہت عزیز اور محبوب تھے اور ہر موقع اور ہر مجلس میں اُن کو اپنے ساتھ رکھتے تھے۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۹۶-۹۵' عمدۃ القاری ج ۴ ص ۲۵۲-۲۵۱)

شیخ عبدالعزیز بن باز کا صالحین کو حصولِ تبرک کے لیے بلانے کو سبب شرک قرار دینا اور مصنف کا اس پر ردّ

اس حدیث کی شرح میں یہ تمام مسائل اور فوائد حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی لکھے ہیں اور انہوں نے بھی یہ تصریح کی ہے کہ جس جگہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پڑھی ہو یا جس جگہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چلے ہوں' اس جگہ سے تبرک حاصل کرنا چاہیے اور اس سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ صالحین میں سے اگر کسی کو اس جگہ سے تبرک حاصل کرنے کے لیے دعوت دی جائے تو اس کو دعوت قبول کرنی چاہیے۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۸۰' دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۰۶ھ' فتح الباری ج ۱ ص ۵۲۲' دار نشر الکتب الاسلامیہ' لاہور' ۱۴۰۱ھ)

اس جگہ شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز نے حاشیہ میں اس پر اعتراض کیا ہے اور لکھا ہے: صحیح یہ ہے کہ حصولِ برکت کے لیے بلانا صرف نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ خاص ہے اور کسی دوسرے کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قیاس نہیں کیا جا سکتا' کیونکہ دونوں میں بہت بڑا فرق ہے اور اس چیز کا دروازہ کھولنا غلو اور شرک کی طرف لے جاتا ہے' جیسا کہ بعض لوگوں سے ایسا واقع ہوا ہے' ہم اللہ سے عافیت طلب کرتے ہیں۔ (حاشیہ فتح الباری ج ۱ ص ۵۲۲' مطبوعہ لاہور' ۱۴۰۱ھ)

اس میں تو کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ کوئی دوسرا مردِ صالح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے برابر نہیں ہو سکتا اور دونوں میں فرق عظیم ہے' لیکن شیخ بن باز کا یہ لکھنا صحیح نہیں ہے کہ حصولِ برکت کے لیے بلانا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ خاص ہے' کیونکہ خصوصیت تب ثابت ہوتی ہے جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوسروں کو حصولِ برکت کے لیے بلانے سے منع کیا ہوتا اور جب آپ نے اس سے منع نہیں کیا تو شیخ بن باز کا از خود اس سے منع کر کے شریعت سازی کرنے کا کیا جواز ہے! نیز شیخ نے لکھا ہے کہ اس چیز کا دروازہ کھولنا غلو اور شرک کی طرف لے جاتا ہے' اس کا مطلب یہ ہوگا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ کسی اور کو حصولِ برکت کے لیے بلانا غلو اور شرک ہوگا۔ شیخ بن باز کو یہ معلوم نہیں کہ جو چیز شرک ہو' وہ سب کے ساتھ شرک ہوتی ہے' اگر کسی کو حصولِ برکت کے لیے گھر بلانا اور اس سے نماز پڑھوانا شرک ہو تو پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گھر بلانا اور آپ سے نماز پڑھوانا بھی شرک قرار پائے گا' اور کیا شیخ بن باز کو یہ معلوم نہیں کہ جو کام اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہو' اس کو غیر کے لیے کیا جائے تب وہ شرک ہوتا ہے جیسے سجدۂ عبودیت اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے' سو اگر سجدۂ عبویت غیر اللہ کے لیے کیا جائے تو یہ شرک ہوگا' شیخ بن باز کسی مردِ صالح کو گھر بلانے اور اس سے نماز پڑھوانے کو شرک قرار دے رہے ہیں' اس کا معنی یہ ہے کہ گھر بلانا اور نماز پڑھوانا اللہ کے ساتھ خاص ہے' تبھی تو غیر اللہ کے لیے یہ کام شرک ہوگا' افسوس! ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور اس کی قدر و منزلت نہ کی!

یہ درست ہے کہ جس جگہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پڑھی ہو' اس سے جو برکت حاصل ہوگی وہ بے مثل ہوگی' لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ دوسرے صالحین کسی جگہ نماز پڑھیں گے تو اس سے بالکل برکت حاصل نہیں ہوگی' لاریب ان کے نماز پڑھنے سے بھی اس جگہ برکت حاصل ہوگی' اگرچہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حاصل شدہ برکت سے کم ہوگی' اس کی نظیر یہ حدیث ہے:

حضرت عمر کا حضرت عباس کے توسل سے دعا کرنا' شیخ ابن باز کے خلاف حجت ہے

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے قحط پڑنے پر حضرت عباس بن عبد المطلب کے وسیلہ سے بارش کی دعا کی اور کہا: ہم (پہلے) اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے تیری طرف توسل کرتے تھے' پس تو ہم پر بارش نازل فرماتا تھا اور اب بے شک ہم اپنے نبی کے محترم چچا سے تیری طرف توسل کر رہے ہیں' سو تو ہم پر بارش نازل فرما' پس ان پر بارش ہو جاتی تھی۔

(صحیح البخاری: ۱۰۱۰)

اس حدیث کی شرح میں حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: اس دعا کے بعد حضرت عمر نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' حضرت عباس کا اس طرح لحاظ کرتے تھے' جس طرح اولاد اپنے والد کا لحاظ کرتی ہے' پس اے لوگو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عم محترم کے معاملہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتداء کرو اور ان کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وسیلہ بناؤ' اس کے تھوڑی دیر بعد بارش ہوگئی۔ حافظ عسقلانی لکھتے ہیں: حضرت عباس کے اس قصہ سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ اہل خیر و صلاح (یعنی صالحین) اور اہل بیت نبوت سے شفاعت طلب کرنی چاہیے۔ (یعنی ان کے وسیلہ سے دعا کرنی چاہیے۔ سعیدی غفرلہٗ) (فتح الباری ج ۲ ص ۴۹۷' مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ' لاہور' ۱۴۰۱ھ)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: پہلے ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے توسل سے بارش کی دعا کرتے تھے' اب ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عم محترم حضرت عباس کے وسیلہ سے بارش کی دعا کرتے ہیں' اس سے معلوم ہوا کہ جو کام نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت کی وجہ سے آپ کے ساتھ کیا جاتا ہے' وہ دیگر صالحین کے ساتھ بھی کیا جا سکتا ہے حالانکہ آپ میں اور دیگر صالحین میں بہت فرق ہے اور اس حدیث کی شرح میں بھی حافظ عسقلانی نے یہی لکھا ہے کہ صالحین اور اہل بیت نبوت کے توسل سے دعا کرنی چاہیے' بلکہ انہوں نے تو یہ لکھا ہے کہ صالحین اور اہل

بیت نبوت سے استشفاع کرنا چاہیے اور استشفاع کا معنی ہے: شفاعت طلب کرنا یعنی ان سے شفاعت طلب کرنی چاہیے اور یہ عبارت تو شیخ ابن باز اور ان کے ہم مشرب لوگوں پر زیادہ باعثِ قہر اور ان کے لیے زہرہ گداز ہے' اس کے باوجود یہاں فتح الباری کے حاشیہ میں شیخ ابن باز نے حافظ عسقلانی پر کوئی اعتراض نہیں کیا' اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے نزدیک یہ عبارت صحیح ہے اور اس سے شرک کا کوئی خطرہ نہیں ہے تو پھر اسی اسلوب پر دیگر صالحین سے حصولِ برکت کے لیے ان کو گھر بلانے اور ان سے نماز پڑھوانے میں شرک کا خطرہ کیوں ہے۔

شیخ عبدالعزیز بن باز کا علماء سے استفادہ اور حصولِ برکت کو شرک کا سبب قرار دینا اور مصنف کا اس پر رد

نیز حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ جب امام یا عالم کسی کے گھر میں آئے تو اس محلہ کے لوگوں کو اس سے استفادہ کرنے کے لیے اور اس سے برکت حاصل کرنے کے لیے اس کے پاس مجتمع ہونا چاہیے۔

(فتح الباری ج ۱ ص ۵۲۳' دار نشر الکتب الاسلامیہ' لاہور' ۱۴۰۱ھ' فتح الباری ج ۲ ص ۸۰' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

اس عبارت پر شیخ عبدالعزیز بن باز نے فتح الباری کے حاشیہ پر یہ اعتراض لکھا ہے:

یہ عبارت غلط ہے اور صحیح یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غیر کے لیے اس سے منع کیا جائے گا تاکہ شرک تک پہنچانے کا ذریعہ بند ہو جائے' جیسا کہ اس سے پہلے گزر چکا ہے۔

شرک کی تعریف

یہ عبارت بھی ان ہی دلائل سے مردود ہے' جو ہم اس سے پہلے لکھ چکے ہیں' جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے استفادہ کرنا اور آپ سے برکت حاصل کرنا شرک نہیں تو علماء اور ائمہ سے استفادہ کرنا اور ان سے برکت حاصل کرنا شرک کیوں کر ہوگا' شرک تو صرف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو واجب الوجود مانا جائے یا اس کی کسی صفت کو قدیم اور مستقل بالذات مانا جائے یا اس کو عبادت کا مستحق قرار دیا جائے' اس کے سوا کوئی قول اور فعل شرک نہیں ہے' ان لوگوں نے شرک کو اس قدر عام اور ارزاں بنا دیا ہے کہ علماء اور ائمہ سے استفادہ کو بھی شرک قرار دے دیا ہے' ہم پوچھتے ہیں کہ کیا شیخ ابن باز اور ان کے ہم مشرب اصحاب نے دورانِ تعلیم اپنے اساتذہ اور اپنے امام شیخ محمد بن عبدالوہاب اور ان کے سلسلہ کے علماء سے استفادہ نہیں کیا! ضرور انہوں نے اس سے استفادہ کیا ہے تو اپنی اس عبارت کے مطابق وہ خود مشرک ہو گئے اور کیا کبھی وہ اپنے اکابر علماء اور اساتذہ سے پڑھنے کے لیے نہیں گئے اور ضرور گئے ہیں تو وہ اپنے قاعدہ سے ضرور مشرک ہو گئے اور یہ ان پر دوسری کاری ضرب ہے۔

شیخ ابن باز نے اپنے دونوں اعتراضوں میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غیر سے برکت کے حصول کو شرک قرار دیا ہے۔ آیئے! اب دیکھتے ہیں کہ آیا احادیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غیر سے برکت کے حصول کا ثبوت ہے یا نہیں؟ اس سلسلہ میں حسب ذیل احادیث ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غیر میں احادیثِ صحیحہ سے برکت کا ثبوت اور ان سے برکت کا حصول

جب آیت تیمم نازل ہوئی تو حضرت اسید بن الحضیر نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا:

ما ھی باول برکتکم یا آل ابی بکر. اے آل ابوبکر! یہ آپ کی کوئی پہلی برکت تو نہیں ہے۔

(صحیح البخاری: ۳۳۴' صحیح مسلم: ۳۶۷)

قیامت تک کے مسلمانوں کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے برکت حاصل ہوئی اور ان کو تیمم کی سہولت مل گئی۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ان من الشجر لما بركته كبركة المسلم. بعض درخت ایسے ہیں کہ ان کی برکت ضرور مسلمان کی برکت کی مثل ہے۔

(صحیح البخاری:۵۴۴۴)

اس سے مراد کھجور کا درخت تھا اور اس حدیث میں کھجور کے درخت اور عام مسلمان دونوں میں برکت کا ثبوت ہے۔

حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھنے کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: ''صلوا فيها فانها بركة'' اس میں نماز پڑھو کیونکہ اس میں نماز پڑھنا برکت ہے۔

(سنن ابوداؤد:۱۸۴' سنن ترمذی:۸۱' سنن ابن ماجہ:۴۹۴)

یعنی بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھ کر برکت حاصل کرو۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

البركة في نواصي الخيل. گھوڑوں کی پیشانیوں میں برکت ہے۔

(صحیح البخاری:۲۸۵۱' صحیح مسلم:۱۸۷۴)

یعنی گھوڑوں کو پال کر اور ان سے جہاد کر کے ان کی برکت حاصل کرو۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا کی:

اللهم اجعل بالمدينة ضعفي ما جعلت بمكة من البركة. (صحیح البخاری:۱۸۸۵' صحیح مسلم:۱۳۶۹) اے اللہ! تو نے جتنی برکتیں مکہ میں رکھی ہیں' اس سے دو چند برکتیں مدینہ میں رکھ دے۔

حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منبر پر کھڑے ہو کر فرمایا:

انما اخشى عليكم من بعدى ما يفتح عليكم من بركات الارض. (صحیح البخاری:۲۸۴۲) مجھے تم پر صرف یہ خوف ہے کہ میرے بعد تم پر زمین کی برکتیں کھول دی جائیں گی۔

حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہمیں یہ حکم دیا جاتا تھا کہ ہم عید کے دن پردہ دار عورتوں کو اور حیض والی عورتوں کو گھروں سے نکالیں اور لوگوں کے پیچھے رہیں اور ان کی تکبیر کے ساتھ تکبیر پڑھیں اور ان کی دعا کے ساتھ دعا کریں ''ويرجون بركة ذالك اليوم'' اور اس دن کی برکت کی امید رکھیں۔ (صحیح البخاری:۹۷۱)

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

بركة الطعام الوضوء قبله والوضوء بعده. کھانے سے پہلے ہاتھ دھونا اور کھانے کے بعد ہاتھ دھونا کھانے کی برکت ہے۔

(سنن ابوداؤد:۳۷۶۱_۱۸۴۶)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

تسحروا فان في السحور بركة. سحری کیا کرو کیونکہ سحری کرنے میں برکت ہے۔

(صحیح البخاری:۱۹۲۳' صحیح مسلم:۱۰۹۵)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے برکت حاصل ہوئی' کھجور کے درخت میں برکت ہے' عام مسلمانوں میں برکت ہے' بکریوں کے باڑے میں برکت ہے' گھوڑوں کی پیشانیوں میں برکت ہے' مدینہ منورہ میں مکہ مکرمہ سے دگنی برکتیں ہیں' زمین

میں برکتیں ہیں' عید کے دن میں برکت ہے' کھانے کے اوّل و آخر ہاتھ دھونے میں برکت ہے' سحری کھانے میں برکت ہے' اور اگر کسی میں برکت نہیں ہے تو شیخ عبدالعزیز بن باز کے نزدیک صالحین میں برکت نہیں ہے اور ان سے برکت کے حصول کے لیے جانا یا ان کو بلانا شرک کی طرف لے جاتا ہے' انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اس سے بڑھ کر اولیاء اللہ سے عداوت اور کیا ہو گی! حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

من عادیٰ لی ولیّا فقد اذنته بالحرب. جو میرے ولی سے عداوت رکھتا ہے' میں اس سے اعلان جنگ کر دیتا ہوں۔

(صحیح البخاری: ۶۵۰۲' صحیح ابن حبان: ۳۴۷' صفوۃ الصفوۃ لابن الجوزی ج ۱ ص ۱۵' مسند احمد ج ۶ ص ۲۵۶)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۵۷۔ ج ۱ ص ۴۰۶ پر مذکور ہے۔ اس کی شرح میں ۲۵ مسائل ذکر کیے گئے ہیں۔

٤٧ - بَابُ التَّيَمُّنِ فِيْ دُخُوْلِ الْمَسْجِدِ وَغَيْرِهٖ

مسجد وغیرہ میں دخول کے لیے دائیں طرف سے داخل ہونا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب انسان مسجد میں یا گھر میں داخل ہو تو دائیں طرف سے دخول کی ابتداء کرے۔

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَبْدَأُ بِرِجْلِهِ الْيُمْنٰى ' فَإِذَا خَرَجَ بَدَأَ بِرِجْلِهِ الْيُسْرٰى.

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما دخول کے وقت دائیں پیر سے ابتداء کرتے اور خروج کے وقت بائیں پیر سے ابتداء کرتے۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سنت سے یہ ہے کہ جب تم مسجد میں داخل ہو تو دائیں پیر سے ابتداء کرو اور جب تم مسجد سے نکلو تو بائیں پیر سے ابتداء کرو۔ (المستدرک: ۷۹۱ جدید' المستدرک ج ۱ ص ۲۱۸ قدیم)

٤٢٦ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ ' قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ' عَنِ الْاَشْعَثِ بْنِ سُلَيْمٍ ' عَنْ اَبِيْهِ ' عَنْ مَسْرُوْقٍ ' عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحِبُّ التَّيَمُّنَ مَا اسْتَطَاعَ ' فِيْ شَأْنِهٖ كُلِّهٖ' فِيْ طُهُوْرِهٖ وَتَرَجُّلِهٖ وَتَنَعُّلِهٖ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از الاشعث بن سلیم از والد خود از مسروق از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جہاں تک ہو سکے اپنے ہر کام میں دائیں جانب سے ابتداء کو پسند کرتے تھے' وضو کرنے میں' کنگھی کرنے میں اور جوتی پہننے میں۔

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۷۲۳۵' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۶۸ میں گزر چکی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا: وضوء اور غسل میں دائیں طرف سے ابتداء کرنا' اور یہاں اس کا عنوان ہے: مسجد میں دائیں طرف سے داخل ہونا۔

٤٨ - بَابُ هَلْ تُنْبَشُ قُبُوْرُ مُشْرِكِي الْجَاهِلِيَّةِ ' وَيُتَّخَذُ مَكَانُهَا مَسَاجِدَ؟

کیا زمانۂ جاہلیت کی قبروں کو کھودا جائے اور ان کی جگہ مسجدیں بنا دی جائیں؟

اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ جو مشرکین زمانۂ جاہلیت میں فوت ہو گئے ان کی قبروں کو کھود کر اس جگہ مسجدوں کو بنانا' جائز ہے۔

لِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَنَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ ' اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ.

کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: اللہ تعالیٰ یہود پر لعنت فرمائے جنہوں نے انبیاء علیہم السلام کی قبروں کو مساجد بنا لیا۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اس مرض میں فرمایا جس سے آپ صحت یاب نہیں ہوئے کہ اللہ تعالیٰ یہود اور نصاریٰ پر لعنت فرمائے جنہوں نے انبیاء علیہم السلام کی قبور کو مساجد بنالیا۔ (صحیح البخاری: ۱۳۹۰)

اس کے بعد یہ تعلیق ہے:

وَمَا يُكْرَهُ مِنَ الصَّلٰوةِ فِي الْقُبُوْرِ. اور قبروں پر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

اس تعلیق کی اصل درج ذیل حدیث ہے:

حضرت ابومرثد الغنوی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قبروں پر نہ بیٹھو اور نہ ان کی طرف منہ کر کے نماز پڑھو۔ (صحیح مسلم: ۹۷۲، سنن ابوداؤد: ۳۲۲۹، سنن ترمذی: ۱۰۵۰، سنن نسائی: ۷۶۰)

وَرَاٰى عُمَرُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يُصَلِّيْ عِنْدَ قَبْرٍ، فَقَالَ الْقَبْرَ الْقَبْرَ، وَلَمْ يَأْمُرْهُ بِالْاِعَادَةِ.

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ قبر کے پاس نماز پڑھ رہے ہیں، تو انہوں نے کہا: قبر سے بچو، قبر سے بچو اور ان کو نماز دوبارہ پڑھنے کا حکم نہیں دیا۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے دیکھا کہ میں ایک قبر کی طرف نماز پڑھ رہا تھا، انہوں نے مجھے اس سے منع کیا اور فرمایا: تمہارے آگے قبر ہے۔ (مصنف وکیع بن جراح)

حسن بصری بیان کرتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ وہ قبر کی طرف نماز پڑھ رہے تھے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ندا کی: قبر سے بچو، قبر سے بچو۔ اس حدیث کو امام بخاری کے شیخ ابونعیم نے روایت کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۲۵۵)

قبرستان میں نماز پڑھنے کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

امام احمد کے نزدیک قبرستان میں نماز پڑھنا حرام ہے، خواہ قبر کھودی ہوئی ہو یا نہ ہو، خواہ اس کی نجاست ڈھکی ہوئی ہو یا نہ ہو، خواہ وہ قبر دوسری قبروں کے درمیان ہو یا وہ قبر منفرد ہو مثلاً کسی کمرے میں ہو، انہوں نے اس حدیث کے ظاہر پر عمل کیا ہے کہ تمام روئے زمین مسجد ہے سوائے مقبرہ اور حمام کے۔ امام ابوحنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ قبرستان میں نماز پڑھنا مکروہ (تنزیہی) ہے اور امام شافعی نے کھودی ہوئی قبر اور اس کے غیر میں فرق کیا ہے، انہوں نے کہا: جب مردے کے گوشت اور اس سے نکلنے والی پیپ مٹی کے ساتھ مخلوط ہو تو پھر نجاست کی وجہ سے اس قبر کے پاس نماز پڑھنا جائز نہیں ہے اور اگر کسی شخص نے قبرستان میں پاک جگہ پر نماز پڑھی ہے تو اس کی نماز جائز ہے، ابومصعب نے امام مالک سے روایت کیا ہے کہ قبرستان میں نماز پڑھنا مکروہ ہے، جیسے جمہور کا قول ہے اور اہل ظاہر (غیر مقلدین) کا مذہب یہ ہے کہ قبرستان میں نماز پڑھنا حرام ہے خواہ مسلمانوں کا قبرستان ہو یا کافروں کا، ابن حزم نے حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابوہریرہ، حضرت انس اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے قبرستان میں نماز پڑھنے کی ممانعت نقل کی ہے اور تابعین میں سے ابراہیم نخعی، نافع بن جبیر بن مطعم، طاؤس، عمرو بن دینار اور خیثمہ سے ممانعت نقل کی ہے اور کہا ہے کہ ہمارے علم میں اس میں صحابہ اور فقہاء تابعین کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۲۵۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ ھ)

۴۲۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنَا امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں محمد بن المثنی نے

يَحْيٰى ، عَنْ هِشَامٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَبِيْ ، عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ اُمَّ حَبِيْبَةَ وَ اُمَّ سَلَمَةَ ، ذَكَرَتَا كَنِيْسَةً رَاَيْنَهَا بِالْحَبَشَةِ ، فِيْهَا تَصَاوِيْرُ ، فَذَكَرَتَا ذَالِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ اُولٰئِكَ اِذَا كَانَ فِيْهِمُ الرَّجُلُ الصَّالِحُ فَمَاتَ ، بَنَوْا عَلٰى قَبْرِهٖ مَسْجِدًا ، وَصَوَّرُوْا فِيْهِ تِلْكَ الصُّوَرَ ، فَاُولٰئِكَ شِرَارُ الْخَلْقِ عِنْدَ اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

[اطراف الحدیث: ۴۳۴-۱۳۴۱]

حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از ہشام انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے خبر دی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت ام حبیبہ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہما نے ذکر کیا کہ انہوں نے حبشہ میں ایک گرجا دیکھا جس میں تصاویر تھیں انہوں نے اس کا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ذکر کیا آپ نے فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جب ان میں کوئی مرد صالح فوت ہو جاتا ہے تو یہ اس کی قبر کو سجدہ گاہ بنا لیتے ہیں اور وہاں پر یہ مجسمے رکھ دیتے ہیں سو یہ لوگ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی بدترین مخلوق ہیں۔

(صحیح مسلم: ۵۲۸ الرقم المسلسل: ۱۱۶۱ سنن نسائی: ۷۰۳ صحیح ابن حبان: ۳۱۸۱ سنن کبریٰ ج ۴ ص ۸۰ شرح السنۃ: ۵۰۹ مسند احمد ج ۶ ص ۵۱ طبع قدیم مسند احمد: ۲۴۲۵۲ ج ۴۰ ص ۲۹۶ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت جامع المسانید لابن الجوزی: ۷۴۶۷ مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں ان سب کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مناسبت اس جملہ میں ہے: یہ وہ لوگ ہیں جب ان میں کوئی مرد صالح فوت ہو جاتا ہے تو یہ اس کی قبر کو سجدہ گاہ بنا لیتے ہیں اور وہاں پر یہ مجسمے رکھ دیتے ہیں اس حدیث میں نصاریٰ کی مذمت کی گئی ہے۔

حضرت ام المؤمنین ام حبیبہ کا تذکرہ

اس حدیث میں حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا ذکر ہے۔ ان کا نام رملہ بنت ابی سفیان صخر الامویہ ہے انہوں نے اپنے خاوند حضرت عبداللہ بن جحش کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی وہ وہاں پر فوت ہو گئے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے ۶ ھ میں نکاح کر لیا اور نجاشی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے ان کا مہر مقرر کیا تھا پھر ان کو آپ کے پاس روانہ کر دیا تھا یہ ان خواتین میں سے ہیں جنہوں نے اسلام کی طرف سبقت کی تھی یہ ۴۴ ھ میں مدینہ منورہ میں فوت ہو گئی تھیں۔

حضرت ام المؤمنین ام سلمہ کا تذکرہ

اس حدیث میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا بھی ذکر ہے یہ بھی ام المؤمنین ہیں اور ان کا نام ھند بنت ابی امیہ المخزومیہ ہے ان کے خاوند حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ نے ان کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی جب یہ دونوں مدینہ لوٹ آئے تو ان کے خاوند فوت ہو گئے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے نکاح کر لیا۔

نبیوں کی قبروں کی عبادت کی ابتداء کیسے ہوئی اور کسی ممنوع کام کا ذریعہ اور اس کا دروازہ بند کرنا

اس حدیث میں مذکور ہے کہ یہ لوگ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی بدترین مخلوق ہیں۔

علامہ ابوالعباس احمد بن عمر القرطبی المتوفی ۶۵۶ ھ لکھتے ہیں:

متقدمین نصاریٰ اپنے مرد صالح کی قبر پر اس کا مجسمہ بنا کر اس لیے رکھتے تھے تا کہ اس مرد صالح کی صورت دیکھ کر وہ مانوس ہوں اور اس کے نیک اعمال کو یاد کریں اور اس کی عبادت کی طرح خود بھی عبادت کرنے کی کوشش کریں اور ایسے نیک بندوں کی قبروں کے پاس اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں پھر جب کافی زمانہ گزر گیا اور ان کے بعد متاخرین آئے تو وہ قبروں پر ان مجسموں کی اغراض سے ناواقف تھے اور شیطان نے ان کے دلوں میں یہ وسوسہ ڈالا کہ ان کے آباء و اجداد ان مجسموں کی عبادت کرتے تھے تو انہوں نے ان

مجسموں کی تعظیم کی اور ان کی عبادت کرنی شروع کر دی' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسے کاموں سے ڈرایا اور ان کاموں کو سختی سے منع کیا اور ان کاموں پر عذاب کی وعید سنائی اور غیر اللہ کی عبادت کا ذریعہ اور اس کا دروازہ بند کر دیا اور فرمایا: اس قوم پر اللہ کا شدید غضب نازل ہو جو اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیتی ہے' پس تم قبروں کو مساجد نہ بناؤ۔ (موطأ امام مالک۔ کتاب السفر: ۸۵) یعنی میں تم کو اس کام سے منع کرتا ہوں اور فرمایا: اللہ (عزوجل) یہود اور نصاریٰ پر لعنت کرے جنہوں نے انبیاء علیہم السلام کی قبروں کو مساجد بنا لیا (صحیح مسلم: ۵۳۲) اور فرمایا: اے اللہ! میری قبر کو بُت نہ بنا' جس کی عبادت کی جائے۔ (تنویر الحوالک ص ۱۸۹' موطأ امام مالک' کتاب السفر: ۸۵) اسی وجہ سے مسلمانوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر انور پر آپ کی عبادت کا ذریعہ قطع کرنے میں بہت مبالغہ کیا اور آپ کی قبر کی دیواروں کو بہت اونچا کر دیا اور ان میں داخلہ کو مسدود کر دیا' پھر ان کو یہ خوف ہوا کہ کہیں آپ کی قبر کو قبلہ نہ بنا لیا جائے تو انہوں نے قبر کے دو رکنوں پر دو دیواریں بنا دیں' حتیٰ کہ کسی شخص کے لیے نماز میں عین قبر کی طرف منہ کرنا ممکن نہ ہو' اسی وجہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا تھا کہ اگر یہ خطرہ نہ ہوتا تو آپ کی قبر کو ظاہر کر دیا جاتا۔ (المفہم ج ۲ ص ۱۲۸' دار ابن کثیر' بیروت' ۱۴۲۰ھ)

قبروں کی عبادت اور ان پر مجسمے رکھنے کی ممانعت اور صالحین کی قبروں کے قرب اور جوار میں مسجد بنانے کا جواز

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ اس حدیث میں قبروں پر مساجد بنانے اور ان کے مجسمے رکھنے کی ممانعت ہے اور اس سے اس لیے منع کیا گیا ہے تاکہ قبروں کو اور مجسموں کو معبود نہ بنا لیا جائے۔ المھلب نے کہا ہے کہ اس سے اس لیے منع فرمایا ہے تاکہ غیر اللہ کی عبادت کرنے کا ذریعہ ختم ہو جائے کیونکہ ان لوگوں کا زمانہ بت پرستی کے زمانے کے قریب تھا اور وہ لوگ مجسموں کو معبود بناتے تھے اسی وجہ سے حضرت عمر نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو قبر کی طرف نماز پڑھنے سے منع کیا تھا۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۹۹)

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جان دار کی تصویر بنانا حرام ہے خصوصاً نیک آدمی کی' اور قبر پر عبادت کرنا منع ہے۔

علامہ **البیضاوی** نے کہا ہے: اس سے مراد یہ ہے کہ قبر کو برابر کر کے اس کے اوپر مسجد بنا دی جائے اور اس کے اوپر نماز پڑھی جائے' اور انہوں نے کہا: یہ مکروہ ہے کہ اس کے پاس مسجد بنائی جائے اور اس میں قبر کی طرف نماز پڑھی جائے' لیکن وہ مقبرہ جس کا نشان مٹ چکا ہو' جب اس میں مسجد بنائی جائے تاکہ اس میں نماز پڑھی جائے تو میں اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتا کیونکہ مقابر وقف ہیں' اسی طرح مسجد بھی وقف ہے اور ان کا معنی واحد ہے۔ (یہ فقہاء مالکیہ کا مذہب ہے' فقہاء احناف کے نزدیک مسلمانوں کا قبرستان خواہ پرانا ہو اور اس کے آثار مٹ چکے ہوں' اس پر مسجد بنانا جائز نہیں ہے اور نہ ایک وقف کو دوسرے وقف سے تبدیل کرنا جائز ہے۔ سعیدی غفرلہٗ) علامہ بیضاوی نے کہا ہے کہ چونکہ یہود اور نصاریٰ انبیاء علیہم السلام کی قبروں کو ان کی تعظیم کی وجہ سے سجدہ کرتے تھے اور ان کی قبروں کو اپنی نمازوں کا قبلہ بناتے تھے اور ان قبروں کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے اور انہوں نے ان قبروں کو بُت بنا لیا تھا' اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان پر لعنت کی اور مسلمانوں کو ایسا کرنے سے منع کیا۔

رہا وہ جس نے کسی نیک شخص کے قرب میں مسجد بنائی اور اس کے قرب سے حصولِ برکت کا قصد کیا نہ کہ اس کی تعظیم کا اور نہ اس کی طرف توجہ کا ارادہ کیا تو وہ اس وعید میں داخل نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۲۵۸۔ ۲۵۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۰۸۳۔ ج ۲ ص ۴۷ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

(۱) تصاویر کا حکم (۲) وڈیو ٹی۔وی اور سینما (۳) جوارِ قبر میں مسجد (۴) ایک اشکال کا جواب۔

* صالحین کی قبروں کے قرب میں مسجد بنانے پر مفصل بحث شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۸۷-۸۲ میں مذکور ہے' وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

٤٢٨ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ، فَنَزَلَ أَعْلَى الْمَدِينَةِ فِي حَيٍّ يُقَالُ لَهُمْ بَنُو عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ، فَأَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهِمْ أَرْبَعَ عَشْرَةَ لَيْلَةً، ثُمَّ أَرْسَلَ إِلَى بَنِي النَّجَّارِ، فَجَاؤُوا مُتَقَلِّدِي السُّيُوفِ، كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى رَاحِلَتِهِ، وَأَبُو بَكْرٍ رِدْفُهُ، وَمَلَأُ بَنِي النَّجَّارِ حَوْلَهُ، حَتَّى أَلْقَى بِفِنَاءِ أَبِي أَيُّوبَ، وَكَانَ يُحِبُّ أَنْ يُصَلِّيَ حَيْثُ أَدْرَكَتْهُ الصَّلٰوةُ، وَيُصَلِّي فِي مَرَابِضِ الْغَنَمِ، وَأَنَّهُ أَمَرَ بِبِنَاءِ الْمَسْجِدِ، فَأَرْسَلَ إِلَى مَلَإٍ مِنْ بَنِي النَّجَّارِ، فَقَالَ يَا بَنِي النَّجَّارِ، ثَامِنُونِي بِحَائِطِكُمْ هٰذَا. قَالُوا لَا وَاللّٰهِ، لَا نَطْلُبُ ثَمَنَهُ إِلَّا إِلَى اللّٰهِ، فَقَالَ أَنَسٌ فَكَانَ فِيهِ مَا أَقُولُ لَكُمْ، قُبُورُ الْمُشْرِكِينَ، وَفِيهِ خَرِبٌ، وَفِيهِ نَخْلٌ، فَأَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقُبُورِ الْمُشْرِكِينَ فَنُبِشَتْ، ثُمَّ بِالْخَرِبِ فَسُوِّيَتْ، وَبِالنَّخْلِ فَقُطِعَ، فَصَفُّوا النَّخْلَ قِبْلَةَ الْمَسْجِدِ، وَجَعَلُوا عِضَادَتَيْهِ الْحِجَارَةَ، وَجَعَلُوا يَنْقُلُونَ الصَّخْرَ وَهُمْ يَرْتَجِزُونَ، وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَهُمْ، وَهُوَ يَقُولُ:

اَللّٰهُمَّ لَا خَيْرَ إِلَّا خَيْرُ الْآخِرَهْ
فَاغْفِرْ لِلْأَنْصَارِ وَالْمُهَاجِرَهْ

[اطراف الحدیث: ۱۸۶۸-۲۱۰۶-۲۷۷۱-۲۷۷۹-۳۹۳۲]

(صحیح مسلم: ۵۲۴' الرقم المسلسل: ۱۱۵۳' سنن ابوداؤد: ۴۵۳' سنن ترمذی: ۳۵۰' سنن نسائی: ۷۰۱' سنن ابن ماجہ: ۷۴۲' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۲۰۸۵' مسند ابویعلیٰ: ۴۱۸۰' صحیح ابن خزیمہ: ۷۸۸' صحیح ابن حبان: ۲۳۲۸' حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۸۴-۸۳' سنن بیہقی ج ۲ ص ۴۳۸' شرح السنۃ: ۴۶۵' جامع المسانید لابن الجوزی: ۳۰۳' مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوارث نے حدیث بیان کی از ابی التیاح از حضرت انس رضی اللہ عنہ' انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں آئے اور مدینہ کی بلند جگہ میں ایک قبیلہ میں ٹھہرے' جن کو بنوعمرو بن عوف کہا جاتا تھا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں چودہ راتیں قیام کیا' پھر آپ نے بنوالنجار کو بلایا' پس وہ لوگ تلواریں لٹکائے ہوئے آئے' گویا کہ میں اب بھی دیکھ رہا ہوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری پر سوار ہیں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ کے پیچھے بیٹھے ہوئے ہیں اور بنو النجار کی جماعت آپ کے اردگرد ہے حتیٰ کہ آپ کی سواری حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کے گھر کے صحن میں ٹھہر گئی اور آپ یہ پسند کرتے تھے کہ جس جگہ نماز کا وقت آ جائے وہیں نماز پڑھ لیں اور آپ بکریوں کے باڑے میں بھی نماز پڑھ لیتے تھے اور بے شک آپ نے مسجد بنانے کا حکم دیا' پھر آپ نے بنوالنجار کی جماعت کی طرف پیغام بھیجا' پس آپ نے فرمایا: اے بنوالنجار! مجھے اپنا یہ باغ قیمتاً دے دو' انہوں نے کہا: نہیں' اللہ کی قسم! ہم اس کی قیمت صرف اللہ سے لیں گے' حضرت انس نے کہا: اس باغ میں وہ چیزیں تھیں جو میں تم کو بتاتا ہوں' اس میں مشرکین کی قبریں تھیں اور اس میں کھنڈرات تھے اور اس میں کھجور کے درخت تھے' پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ مشرکین کی قبروں کو کھودا جائے' سو ان کو کھودا گیا' پھر آپ نے حکم دیا کہ کھنڈرات کو ہموار کیا جائے' سو ان کو ہموار کیا گیا اور کھجور کے درختوں کو کاٹنے کا حکم دیا گیا' سو ان کو کاٹ دیا گیا اور مسجد کے قبلہ کی طرف ان درختوں کی قطار لگا دی گئی اور اس کے دو ستون پتھروں کے بنا دیئے' وہ پتھروں کو اٹھا کر لا رہے تھے اور رجز پڑھ رہے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے ساتھ تھے اور آپ فرما رہے تھے:

اے اللہ! آخرت کی بھلائی کے سوا اور کوئی بھلائی نہیں ہے
پس تو انصار اور مہاجرین کو بخش دے

اس حدیث کے چار رجال ہیں: (۱) مسدد بن مسرھد (۲) عبد الوارث بن سعید التیمی (۳) ابو التیاح یزید بن حمید الضبعی (۴) حضرت انس بن مالک رضی اللہ ۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۲۵۸)

مدینہ منورہ آنے کی تاریخ

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حاکم نے لکھا ہے کہ تواتر سے ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبا میں ۸ ربیع الاوّل کو پیر کے دن آئے تھے اور الخوارزمی نے لکھا ہے: اس وقت آپ کی عمر ترپن (۵۳) سال تھی۔ طبقات ابن سعد میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۴ ربیع الاوّل کو پیر کی شب غار سے نکلے تھے اور ایک قول ہے کہ بارہ ربیع الاوّل کو غار سے نکلے تھے اور حضرت کلثوم بن ھدم کے پاس ٹھہرے تھے اور ہمارے نزدیک یہی ثابت ہے اور حضرت جابر سے منقول ہے کہ جب آپ مدینہ آئے تو آپ نے ایک اونٹ ذبح کیا۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۲۶۲)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بنو النجار سے باغ خریدنا

اس حدیث میں مذکور ہے: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنو النجار سے فرمایا: مجھے اپنا یہ باغ قیمتاً دے دو انہوں نے کہا: نہیں! ہم اس باغ کی قیمت صرف اللہ تعالیٰ سے لیں گے' اس کا معنی یہ ہے کہ ہم آپ سے اس کی قیمت طلب نہیں کریں گے بلکہ ہم آپ کو یہ باغ بلا معاوضہ دیں گے اور اس کی قیمت یعنی اس کا اجر اللہ تعالیٰ سے لیں گے' امام محمد بن سعد نے الواقدی سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے یہ باغ دس دینار میں خرید لیا تھا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ نے اس کی قیمت ادا کی تھی۔

علامہ ابو العباس احمد بن عمر القرطبی المتوفی ۶۵۶ھ لکھتے ہیں:

یہ باغ سہل اور سہیل نام کے دو یتیم لڑکوں کا تھا۔ (وفاء الوفاء ج ۱ ص ۳۲۳) اور اس کی قیمت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ نے ادا کی تھی۔ (الطبقات الکبریٰ لابن سعد ج ۱ ص ۲۴۰۔ ۲۳۹) اگر یہ روایت صحیح ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس باغ کو بغیر قیمت کے قبول نہیں فرمایا تھا کیونکہ یہ باغ دو یتیم لڑکوں کا تھا' اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جس دیہات یا بستی میں رہائش ہو' وہاں جمعہ قائم کرنے کے لیے شعائر اسلام کے اظہار کے لیے مسجد بنانا جائز ہے۔ (فقہاء احناف کے نزدیک یہ ابتداء کا واقعہ ہے' بعد میں جمعہ کے لیے شہر کا ہونا شرط قرار دیا گیا' جیسا کہ اپنے مقام پر یہ بحث آئے گی۔ سعیدی غفرلہٗ)

ضرورت کی بناء پر مشرکین کی قبروں کو کھودنے کا جواز

اس حدیث میں مذکور ہے کہ مشرکین کی قبروں کو کھودا گیا۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ان قبروں کو کھودنا اور ان کے مردوں کو قبروں سے نکالنا کس طرح جائز تھا' اور قبر مردے کے ساتھ مخصوص ہوتی ہے اور اس میں مردہ کو محفوظ کیا جاتا ہے' اسی وجہ سے قبر کو بیچنا اور اس قبر سے مردہ کو منتقل کرنا' ناجائز ہوتا ہے' تو اس کے دو جواب ہیں' ایک یہ کہ جس زمین میں ان مشرکین کو دفن کیا گیا تھا وہ ان کی ملکیت نہ تھی' بلکہ وہ زمین غصب شدہ تھی' دوسرا جواب یہ ہے کہ قبر میں مردہ کا محفوظ ہونا وغیرہ یہ مسلمان کی قبر کے احکام میں سے ہے کیونکہ مسلمانوں کو قبروں میں دفن کرنا عبادت کے قبیل سے ہے اور کفار اور مشرکین کا قبروں میں مدفون ہونا از قبیل عبادت نہیں ہے۔ علاوہ ازیں ضرورت کی وجہ سے ان کی قبروں کو کھودنا جائز ہے' کیونکہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بتایا کہ ابو رغال کی قبر میں اس کے ساتھ سونا مدفون ہے تو صحابہ نے اس کی قبر کو کھود کر وہ سونا نکال لیا تھا۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رجز پڑھنا' آپ سے تعلیم شعر کی نفی کے خلاف نہیں ہے

اس حدیث میں مذکور ہے کہ وہ رجز پڑھ رہے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ان کے ساتھ رجز پڑھ رہے تھے۔

اس میں اختلاف ہے کہ آیا رجز بھی شعر کی اقسام سے ہے یا نہیں؟ اور صحیح یہ ہے کہ یہ بھی شعر کی قسم سے ہے کیونکہ شعر اس کلام موزون کو کہتے ہیں جس میں قافیہ کی رعایت کی جائے اور رجز بھی اسی طرح سے ہے۔

بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ رجز اس لیے شعر نہیں ہے کہ نبی ﷺ نے رجز پڑھا ہے اگر رجز شعر ہو تو لازم آئے گا کہ نبی ﷺ کو شعر کا علم تھا حالانکہ قرآن مجید میں ہے: ''وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ'' (یٰسٓ:٦٩) ہم نے آپ کو شعر نہیں سکھایا۔ یہ قول صحیح نہیں ہے کیونکہ جو ایک یا دو شعر پڑھ لے اس پر شاعر کا اطلاق کیا جاتا ہے نہ ہی یہ کہا جاتا ہے کہ اس کو شعر کا علم ہے۔

مصنف کے نزدیک اس کا صحیح جواب یہ ہے کہ اہل عرب اس کلام کو شعر کہتے تھے جس میں خیال آرائی اور مبالغہ اور جھوٹ ہو اسی وجہ سے وہ قرآن مجید کو شعر اور نبی ﷺ کو شاعر کہتے تھے کہ جنت' دوزخ' حور اور غلمان وغیرہ یہ سب خیال آفرینی اور مبالغہ آرائی ہے' اللہ تعالیٰ نے اس کا رد فرمایا کہ ہم نے اپنے نبی کو شعر نہیں سکھایا یعنی خیال آفرینی اور جھوٹ کی تعلیم نہیں دی ورنہ کلام موزون کے اعتبار سے تو قرآن مجید کی بہت سورتوں میں کلام موزون اور کلام منظوم ہے (مثلاً سورۃ الکوثر کو دیکھ لیں) تو اگر کلام موزون پر شعر ہونے کا مدار ہے تو قرآن مجید کی بہت سی سورتیں شعر قرار پائیں گی۔

سماع پر علامہ قرطبی کا تبصرہ

نیز علامہ قرطبی لکھتے ہیں: نبی ﷺ نے جو رجز یہ کلام پڑھا ہے' اس سے صوفیہ نے سماع کی اباحت پر استدلال کیا ہے' لیکن انہوں نے اس میں افراط کیا ہے اور حد جواز سے تجاوز کیا ہے اور آلاتِ موسیقی جو حرام ہیں' ان کو مباح کہا ہے اور رقص کرنے کو بھی جائز کہا ہے اور یہ مجنونوں' باطل پرستوں اور فساق کے افعال ہیں اور یہ لوگ شریعت میں ان چیزوں کو داخل کر دیتے ہیں' جو شریعت میں داخل نہیں ہیں' اللہ تعالیٰ اپنے فضل اور احسان سے ہمیں ان کاموں سے محفوظ اور مامون رکھے۔ (آمین)

(المفہم ج ٢ ص ١٢٤۔١٢١ ملخصاً' دار ابن کثیر بیروت' ١٤٢٠ھ)

شیخ عبد العزیز بن باز کا اولیاء اللہ کے مولد کے نزدیک مسجد بنانے پر اعتراض اور مصنف کے جوابات

اس حدیث کی شرح میں حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی المتوفی ٨٥٢ھ نے بھی لکھا ہے:

البیضاوی نے کہا ہے کہ جب یہود اور نصاریٰ انبیاء علیہم السلام کی تعظیم کے لیے ان کی قبروں کو سجدہ کرتے تھے اور ان کی قبروں کو اپنی نمازوں کا قبلہ قرار دیتے تھے اور ان کی قبروں کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے اور انہوں نے ان کی قبروں کو بت بنا لیا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو ایسا کرنے سے منع فرمایا' لیکن جن لوگوں نے صالحین کی قبر کے جوار اور قرب میں مسجد بنائی اور ان کے قرب سے حصولِ برکت کا قصد کیا نہ کہ ان کی تعظیم کا اور ان کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا' تو وہ اس وعید میں داخل نہیں ہیں۔

(فتح الباری ج ١ ص ٥٢٥' دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور' ١٤٠١ھ' فتح الباری ج ٢ ص ٨٢' دار المعرفہ بیروت' ١٤٢٦ھ)

شیخ عبد العزیز بن عبد اللہ بن باز اس کے حاشیہ پر لکھتے ہیں:

اس عبارت کا غلط ہونا واضح ہے' صحیح یہ ہے کہ یہ حرام ہے اور یہ بھی ان احادیث کے تحت داخل ہے' جن میں قبروں کو مسجد بنانے سے منع فرمایا ہے۔ (حاشیہ عبد العزیز بن باز فتح الباری ج ١ ص ٥٢٥' مطبوعہ لاہور)

میں کہتا ہوں کہ شیخ عبد العزیز بن باز نے جو لکھا ہے وہ صراحۃً اور بداہۃً غلط ہے' قبر پر مسجد بنانے کا معنی یہ ہے جیسا کہ علامہ عینی نے علامہ البیضاوی سے نقل کیا ہے کہ قبر کو ہموار کر کے اس کے اوپر مسجد بنائی جائے اور اس پر نماز پڑھی جائے۔ (عمدۃ القاری ج ٤ ص ٢٥٧' دار الکتب العلمیہ بیروت) اور یہ ہمارے نزدیک بھی جائز نہیں ہے اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے جس کو جائز کہا ہے وہ یہ ہے کہ کسی

مرد صالح اور ولی اللہ کے قرب میں مسجد بنائی جائے اور نماز میں اس کی تعظیم کا قصد کیا جائے نہ اس کی طرف منہ کیا جائے اور حدیث میں اس کی ممانعت نہیں ہے۔ حدیث میں اس بات کی ممانعت ہے کہ قبر کی طرف منہ کر کے صاحب قبر کی تعظیم کے قصد سے نماز پڑھی جائے اور اس کی ممانعت نہیں ہے کہ نہ صاحب قبر کی طرف منہ کیا جائے اور نہ اس کی تعظیم کے قصد سے نماز پڑھی جائے۔ کیا شیخ عبدالعزیز بن باز کے نزدیک ان دونوں باتوں میں فرق نہیں ہے! قبر کی طرف منہ کرنے اور نہ کرنے یعنی اثبات اور نفی میں کوئی فرق نہیں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صرف قبر والے کی تعظیم کے قصد سے اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے اور قبر والے کی تعظیم کے قصد کے بغیر اس کی قبر کی طرف منہ کیے بغیر اس کے نزدیک بنی ہوئی مسجد میں کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے سے منع نہیں فرمایا' پھر شیخ عبدالعزیز بن باز نے اس کی ممانعت کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف کیوں کی ہے اور جو بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں فرمائی' اس بات کی آپ کی طرف نسبت کرتے وقت انہیں درج ذیل حدیثوں کی وعید میں داخل ہونے کا کوئی خوف اور خطرہ نہیں تھا کہ

حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جس نے مجھ پر وہ بات کہی جو میں نے نہیں کہی' وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنا لے۔ (صحیح البخاری: ۱۰۹' مسند احمد: ۱۶۵۲۰۔ ج ۴ ص ۴۷)

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھ پر جھوٹ نہ باندھو' پس جو شخص مجھ پر جھوٹ باندھے وہ دوزخ میں داخل ہو جائے۔ (صحیح البخاری: ۱۰۶' مقدمہ صحیح مسلم: ۲' سنن ترمذی: ۲۶۶۰۔ ۳۱۷۵' سنن ابن ماجہ: ۳۱' مسند احمد ج ۱ ص ۸۳)

* باب مذکور کی حدیث کی شرح' شرح صحیح مسلم: ۱۰۷۵۔ ج ۲ ص ۶۳ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

(۱) مساجد بنانے کی ذمہ داری (۲) پھل دار درختوں کا کاٹنا (۳) قبور مشرکین پر مسجد بنانا (۴) رجز کی تعریف (۵) حضور کی شعر گوئی۔

۴۹ - بَابُ الصَّلٰوةِ فِيْ مَرَابِضِ الْغَنَمِ — بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھنا

اس باب کے عنوان میں اور حدیث میں "مرابض" کا لفظ ہے' اس کا مادہ "ربض" ہے' اس کا معنی ہے: کسی جگہ ٹھہرنا اور "مربض" بکریوں کے باڑے کو کہتے ہیں۔ اس باب کی باب سابق کے ساتھ یہ مناسبت ہے کہ اس باب کی حدیث میں بھی یہ ذکر تھا کہ جس جگہ نماز کا وقت آتا تھا' آپ وہیں نماز پڑھ لیتے تھے' حتیٰ کہ بکریوں کے باڑے میں بھی نماز پڑھ لیتے تھے' اور اس باب میں یہ ذکر ہے کہ مسجد بنانے سے پہلے آپ بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھ لیتے تھے۔

۴۲۹ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِي التَّيَّاحِ ' عَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ فِيْ مَرَابِضِ الْغَنَمِ ' ثُمَّ سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ كَانَ يُصَلِّيْ فِيْ مَرَابِضِ الْغَنَمِ ' قَبْلَ اَنْ يُبْنَى الْمَسْجِدُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابو التیاح از حضرت انس رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھ لیتے تھے' پھر میں نے ان سے یہ سنا کہ آپ مسجد بنانے سے پہلے بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھ لیتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۳۳ میں گزر چکی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا: اونٹوں' جانوروں اور بکریوں کے پیشاب اور ان کے باڑے کا حکم۔

۵۰ - بَابُ الصَّلٰوةِ فِيْ مَوَاضِعِ الْاِبِلِ — اونٹوں کی جگہوں میں نماز پڑھنا

اونٹوں کے باڑے میں نماز پڑھنے میں فقہاء کا اختلاف ہے' بعض فقہاء کے نزدیک جائز ہے اور بعض منع کرتے ہیں۔ مانعین

کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھو اور اونٹوں کے بیٹھنے کی جگہ میں نماز نہ پڑھو۔ (سنن ترمذی: ۳۴۸ 'مسند احمد ج ۲ ص ۴۵۱)

صحیح البخاری: ۲۳۴ کی شرح میں ہم نے اس کی زیادہ تفصیل لکھی ہے۔

جواز کے متعلق امام بخاری کی درج ذیل روایت ہے:

۴۳۰- حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ قَالَ اَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَيَّانَ قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ، عَنْ نَافِعٍ قَالَ رَاَيْتُ ابْنَ عُمَرَ يُصَلِّي اِلَى بَعِيْرِهٖ، وَقَالَ رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُهُ. [طرف الحدیث: ۵۰۷]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں صدقہ بن الفضل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان بن حیان نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں عبید اللہ نے حدیث بیان کی از نافع' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ کو اونٹ کی طرف نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور انہوں نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس طرح کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

(صحیح مسلم: ۵۰۲' الرقم المسلسل: ۱۰۹۷' سنن ابوداؤد: ۶۹۲' سنن ترمذی: ۳۵۲' المعجم الکبیر: ۱۳۴۰۴' سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۶۹' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۸۳' مسند احمد ج ۲ ص ۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۴۴۶۸- ج ۸ ص ۲۱' مؤسسة الرسالة بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) صدقہ بن الفضل ابو الفضل المروزی' یہ ۲۲۳ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) سلیمان بن حیان' ابو خالد الاحمر الازدی الجعفری الکوفی الامام' ۱۸۹ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) عبید اللہ بن عمر بن حفص بن عاصم بن عمر بن الخطاب' یہ فضل اور عبادت میں اہل مدینہ کے اکابر میں سے تھے' ۱۴۷ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) نافع' حضرت ابن عمر کے آزاد کردہ غلام ہیں (۵) حضرت عبد اللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۲۶۹)

اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت نہیں ہے کیونکہ باب کا عنوان ہے: اونٹوں کی جگہ پر نماز پڑھنا' اور حدیث میں ہے: سواری کی طرف نماز پڑھنا۔

سواری کو سُترہ بنانے کا جواز

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ سواری کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا جائز ہے' علامہ ابن التین نے امام مالک سے نقل کیا ہے کہ گھوڑوں اور گدھوں کی طرف منہ کر کے نماز نہ پڑھی جائے کیونکہ ان کا پیشاب نجس ہے' اور اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ اونٹ کے قریب نماز پڑھنا جائز ہے اور اگر آدمی نماز میں اونٹ اور سواری کو سُترہ بنائے تو یہ جائز ہے اور امام ترمذی نے بعض اہل علم سے نقل کیا ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے' اور علامہ ابن عبد البر نے الاستذکار میں لکھا ہے کہ سواری کو سُترہ بنانے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ ابن حزم نے لکھا ہے: جس نے اونٹ کی طرف نماز پڑھنے سے منع کیا' وہ باطل ہے۔

۵۱- بَابُ مَنْ صَلّٰى وَقُدَّامَهٗ تَنُّوْرٌ اَوْ نَارٌ اَوْ شَيْءٌ مِّمَّا يُعْبَدُ فَاَرَادَ بِهٖ وَجْهَ اللّٰهِ تَعَالٰى

جس نے تنور یا آگ یا کسی ایسی چیز کے سامنے نماز پڑھی جس کی عبادت کی جاتی تھی اور اس کا ارادہ اخلاص سے اللہ کی عبادت کرنا تھا

امام بخاری نے اس عنوان کو مبہم رکھا ہے اور یہ واضح نہیں کیا کہ آیا اس کی نماز جائز ہے یا نہیں؟ لیکن اس باب کے تحت انہوں نے جو احادیث وارد کی ہیں' ان سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس شخص کی نماز مکروہ نہیں ہے' پھر امام بخاری نے یہ تعلیق ذکر کی ہے:

وَقَالَ الزُّهْرِيُّ أَخْبَرَنِي أَنَسٌ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُرِضَتْ عَلَيَّ النَّارُ وَأَنَا أُصَلِّي.

اور الزہری نے کہا: مجھے حضرت انس رضی اللہ نے خبر دی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: مجھ پر آگ پیش کی گئی اور میں اس وقت نماز پڑھ رہا تھا۔

امام بخاری نے اس تعلیق کو صحیح البخاری: ۵۴۰ میں موصولاً روایت کیا ہے اور اس باب کا عنوان ہے: زوال کے نزدیک ظہر کا وقت۔

۴۳۱ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ انْخَسَفَتِ الشَّمْسُ، فَصَلَّى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ قَالَ أُرِيتُ النَّارَ، فَلَمْ أَرَ مَنْظَرًا كَالْيَوْمِ قَطُّ أَفْظَعَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں عبد اللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از مالک از زید بن اسلم از عطاء بن یسار از حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہ سورج کو گہن لگ گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے نماز پڑھی' پھر آپ نے فرمایا: مجھے آگ دکھائی گئی اور میں نے آج کی طرح قبیح منظر ہرگز نہیں دیکھا۔

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۳۲۵۱' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

''کسوف' خسوف'' اور ''افظع'' کا معنی

اس حدیث میں ''انخسفت'' کا لفظ ہے' اس کا مادہ ''خسوف'' ہے' اس کا معنی ہے: چاند کو گہن لگنا اور ''کسوف'' کا معنی ہے: سورج کو گہن لگنا اور مجازاً ایک کا دوسرے پر اطلاق ہو جاتا ہے۔ سورج اور چاند گہن کی نمازوں کی تفصیل ان شاء اللہ اپنے باب میں آئے گی۔

اس حدیث میں ''افظع'' کا لفظ ہے۔ ''فظیع'' کا معنی ہے: شنیع اور قبیح۔

سورج گہن لگنے پر نماز پڑھنے کا استحباب' جنت اور دوزخ کا مخلوق ہونا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا زمین سے دوزخ کو دیکھنا اور دیگر مسائل

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سورج گہن لگنے پر نماز پڑھنا مستحب ہے۔

اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جنت اور دوزخ کو پیدا کیا جا چکا ہے' معتزلہ اس کا انکار کرتے ہیں' وہ کہتے ہیں کہ ابھی جنت اور دوزخ کی کوئی ضرورت نہیں ہے' جب جزاء اور سزا کا مرحلہ آئے گا تو اللہ تعالیٰ ان کو فوراً پیدا کر دے گا۔ ہم کہتے ہیں کہ چونکہ قرآن اور حدیث سے ان کا وجود ثابت ہے' اس لیے ان کے مخلوق ہونے پر ہمارا ایمان ہے اور ان کی تخلیق کی بہت حکمتیں ہیں' ان میں سے ایک حکمت یہ ہے کہ شب معراج نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو یہ دونوں دکھائی گئیں۔

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے معجزہ کا ذکر ہے کہ آپ نے دوزخ کا مشاہدہ کیا' بایں طور کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اور دوزخ کے درمیان حجابات کو اٹھا دیا اور آپ نے اپنی آنکھوں سے دوزخ کو دیکھ لیا' جس طرح آپ کے اور مسجد اقصیٰ کے درمیان حجابات کو اٹھا دیا گیا تھا اور آپ نے مکہ میں رہتے ہوئے مسجد اقصیٰ کو دیکھ لیا تھا۔

اور اس حدیث میں امام بخاری کے قائم کردہ عنوان پر دلیل ہے کہ جب نمازی کے سامنے آگ ہو اور وہ اخلاص سے اللہ کے لیے نماز پڑھ رہا ہو تو اس کی نماز میں کوئی حرج نہیں ہے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۰۱۹۔ ج ۱ ص ۱۳۱۵ پر مذکور ہے' وہاں اس حدیث کی شرح نہیں کی گئی۔

۵۲ - بَابُ كَرَاهِيَةِ الصَّلٰوةِ فِي الْمَقَابِرِ قبرستان میں نماز پڑھنے کی کراہت

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ قبرستان میں نماز پڑھنا مکروہ ہے' بابِ سابق کے ساتھ اس باب کی مناسبت نفی اور اثبات میں ہے۔ بابِ سابق میں یہ بیان کیا گیا تھا کہ آگ کے سامنے نماز پڑھنا مکروہ نہیں ہے اور اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ قبر کے سامنے نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

۴۳۲ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى' عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنِي نَافِعٌ' عَنِ ابْنِ عُمَرَ' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِجْعَلُوْا فِي بُيُوْتِكُمْ مِنْ صَلَاتِكُمْ وَلَا تَتَّخِذُوْهَا قُبُوْرًا۔ [طرف الحدیث: ۱۱۸۷]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از عبید اللہ' انہوں نے کہا: مجھے نافع نے خبر دی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: اپنے گھروں میں بھی اپنی نمازوں کا حصہ رکھو اور اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ۔

(صحیح مسلم: ۷۷۷' الرقم المسلسل: ۱۷۸۹' سنن ابوداؤد: ۱۴۴۸۔ ۱۰۴۳' سنن نسائی: ۱۵۹۷' سنن ابن ماجہ: ۱۳۷۷' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۵۵' مسند احمد ج ۲ ص ۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۴۵۱۱۔ ج ۸ ص ۱۰۵' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں اور ان سب کا پہلے تعارف ہو چکا ہے۔

حدیث مذکور کا باب کے مطابق نہ ہونا

امام بخاری نے اس حدیث کا عنوان قائم کیا ہے: قبرستان میں نماز پڑھنے کی کراہت' اور اس عنوان کے تحت جو حدیث ذکر کی ہے' وہ اس عنوان کے خلاف ہے کیونکہ اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ تم اپنے گھروں میں اس طرح نہ رہو' جس طرح مردے قبروں میں رہتے ہیں' کیونکہ مردوں کے اعمال منقطع ہو جاتے ہیں اور وہ مکلف نہیں رہتے' اسی لیے آپ نے فرمایا ہے: اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ' یعنی یوں نہ کرو کہ جس طرح مردے قبروں میں نماز نہیں پڑھتے' تم بھی اپنے گھروں میں نماز نہ پڑھو' اور اس حدیث میں اس کا بیان نہیں ہے کہ تم قبرستان میں نماز پڑھو یا نہ پڑھو۔

حافظ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی مناسبت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اس حدیث کا محمل یہ ہے کہ گھروں میں مُردوں کو دفن نہ کرو' کیونکہ اگر ہمیشہ مُردوں کو گھروں میں دفن کیا جائے گا تو گھر قبرستان بن جائیں گے اور پھر گھروں میں نماز پڑھنا مکروہ ہوگا' صحیح مسلم کی حدیث میں اس کی صراحت ہے' آپ نے فرمایا: اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ اور اس کا ظاہر معنی یہ ہے کہ گھروں میں مردوں کو دفن نہ کرو۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۸۶' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کے ظاہر لفظ اس معنی پر دلالت نہیں کرتے' بلکہ جس معنی پر اس حدیث کے ظاہر لفظ دلالت کرتے ہیں' وہ یہ ہے کہ تم اپنے گھروں کو قبرستان کی طرح نماز سے خالی نہ رکھو' کیونکہ قبرستان عبادت کی جگہ نہیں ہے' اسی وجہ سے بعض فقہاء نے قبرستان میں نماز پڑھنے کو مکروہ کہا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۲۷۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

قبرستان میں نماز کی ممانعت کے متعلق احادیث

قبرستان میں نماز کی کراہت پر حسب ذیل احادیث دلالت کرتی ہیں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سات جگہوں پر نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے: (۱) بیت الخلاء (۲) کمیلا (ذبح خانہ) (۳) مقبرہ (۴) عام راستہ (۵) حمام (۶) اونٹوں کا اصطبل (۷) بیت اللہ کی چھت کے اوپر۔

(سنن ترمذی: ۳۴۶' سنن ابن ماجہ: ۷۴۷_۷۴۶)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حمام اور مقبرہ کے سوا تمام روئے زمین مسجد ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۴۹۲' سنن ترمذی: ۳۱۷' سنن ابن ماجہ: ۷۴۵' مسند احمد ج ۳ ص ۸۳)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۷۱۷۔ ج ۲ ص ۵۳۴ پر مذکور ہے' اس کی شرح کا عنوان ہے: گھر میں نوافل کی فضیلت۔

۵۳ - بَابُ الصَّلٰوةِ فِی مَوَاضِعِ الْخَسْفِ وَالْعَذَابِ

جس جگہ دھنسایا گیا ہو اور عذاب کی جگہ نماز پڑھنا

اس باب میں یہ بیان کیا جائے گا کہ جس جگہ دھنسایا گیا ہو یا عذاب دیا گیا ہو' وہاں نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے' امام بخاری نے اس کا حکم نہیں بیان کیا کہ آیا اس جگہ نماز پڑھنا مکروہ ہے یا ناجائز ہے' لیکن جو احادیث ذکر کی ہیں' ان سے پتا چلتا ہے کہ اس جگہ نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے' اس عنوان میں اور اس باب کی حدیث میں ''خسف'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: زمین میں دھنسنا۔

وَيُذْكَرُ اَنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كَرِهَ الصَّلٰوةَ بِخَسْفِ بَابِلَ.

اور ذکر کیا جاتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بابل کی دھنسی ہوئی جگہ میں نماز کو مکروہ قرار دیا۔

اس تعلیق کی اصل درج ذیل احادیث ہیں۔

حجر بن عنبس الحضرمی بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ النہروان کی طرف نکلے' حتیٰ کہ جب ہم بابل پر پہنچے تو عصر کی نماز کا وقت آ گیا' ہم نے کہا: ''الصلوٰۃ'' (نماز پڑھیے) آپ خاموش رہے' ہم نے پھر کہا: ''الصلوٰۃ'' آپ خاموش رہے' جب آپ اس جگہ سے نکل گئے تو آپ نے نماز پڑھی' پھر آپ نے فرمایا: میں اس جگہ نماز نہیں پڑھ سکتا تھا جس کو تین بار زمین میں دھنسایا گیا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۵۵۵۔ ج ۲ ص ۱۵۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

عبد اللہ بن ابی المحل بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس جگہ نماز پڑھنے کو مکروہ کہتے تھے جسے دھنسایا گیا ہو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۵۵۶)

ابن ابی المحل بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بابل کی جانب سے گزرے تو آپ نے وہاں نماز نہیں پڑھی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۵۵۷)

بَابِل کا معنی اور سترہ جگہوں پر نماز پڑھنے کی ممانعت

ابوعبید البکری نے کہا ہے کہ بَابِل عراق کا شہر ہے' جہاں جادو مشہور تھا۔

الجوہری نے کہا ہے کہ بابل عراق کی ایک جگہ کا نام ہے' جہاں جادو اور خمر (شراب) کو منسوب کیا جاتا ہے۔

بعض مقامات پر احادیث میں نماز پڑھنے سے منع کیا گیا ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سات جگہوں پر نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے: (۱) بیت الخلاء (۲) مذبح (۳) مقبرہ (۴) شارع عام (۵) حمام (۶) اونٹوں کے بیٹھنے کی جگہ (۷) بیت اللہ کی چھت پر۔ (سنن ترمذی: ۳۱۷)

قاضی ابوبکر ابن العربی نے کہا ہے کہ جن جگہوں پر نماز پڑھنا منع ہے' وہ تیرہ جگہیں ہیں' سات یہ ہیں اور چھ اور ہیں:

(۱) تمہارے سامنے بیت الخلاء کی دیوار ہو جس پر نجاست ہو (۲) گرجا (۳) یہودیوں کی عبادت گاہ (۴) تمہارے سامنے قبلہ کی جانب مجسمے یا تصویریں ہوں (۵) دار العذاب (۶) غصب شدہ زمین۔ بعض دیگر فقہاء نے ان جگہوں کا بھی اضافہ کیا ہے:

(۱) سوئے ہوئے شخص کی طرف منہ کر کے (۲) باتیں کرنے والے کی طرف منہ کر کے (۳) مسجد ضرار میں نماز پڑھنا (۴) جن پر کفر کا فتویٰ ہے ان کی مسجد میں نماز پڑھنا' پس سب ملا کر سترہ جگہوں پر نماز پڑھنا منع ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۲۸۰۔۲۷۹ ملخصاً دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۴۳۳ - حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِىْ مَالِكٌ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَدْخُلُوْا عَلٰى هٰؤُلَاءِ الْمُعَذَّبِيْنَ اِلَّا اَنْ تَكُوْنُوْا بَاكِيْنَ ' فَاِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا بَاكِيْنَ فَلَا تَدْخُلُوْا عَلَيْهِمْ ' لَا يُصِيْبُكُمْ مَا اَصَابَهُمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از عبد اللہ بن دینار از حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ان عذاب شدہ لوگوں کے پاس سے صرف روتے ہوئے گزرنا' پس اگر تم روتے ہوئے نہ گزر سکو تو ان کے پاس داخل نہ ہونا کہیں تم پر بھی وہ عذاب نہ آ جائے جو ان پر آیا تھا۔

[اطراف الحدیث: ۳۳۸۰۔۳۳۸۱۔۴۴۱۹۔۴۴۲۰۔۴۷۰۲]

(صحیح مسلم: ۲۹۸۰' الرقم المسلسل: ۷۳۵۸' السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۱۲۷۴' مسند الحمیدی: ۶۵۳' سنن بیہقی ج ۲ ص ۴۵۱' صحیح ابن حبان: ۶۲۰۱۔ ۶۲۰۰' شرح السنۃ: ۴۱۶۶' المعجم الکبیر: ۱۳۶۵۴' مسند احمد ج ۲ ص ۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۴۵۶۱۔ ج ۸ ص ۱۶۸۔۱۶۷' مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کے چار رجال ہیں اور ان کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

عنوان کے ساتھ حدیث کی مطابقت

یہ حدیث حضرت علی کے اثر کے مطابق ہے' کیونکہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تبوک کی طرف جاتے ہوئے مقام حجر سے گزرے' جہاں قوم ثمود کے مکانات تھے تو آپ اس جگہ نہیں ٹھہرے' اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ جب بابل کی دھنسی ہوئی جگہ پر پہنچے تو وہاں نہیں ٹھہرے' اس اعتبار سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اثر بھی باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

وادئ ثمود میں رو کر گزرنے کی توجیہ اور غیر مقلدین کے نظریہ کا باطل ہونا

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

المہلب نے کہا ہے کہ اس جگہ سے روئے بغیر گزرنے کی ممانعت بدشگونی کی وجہ سے ہے کیونکہ اس جگہ کے رہنے والوں پر اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہوا تھا۔ قرآن مجید میں ہے:

وَسَكَنْتُمْ فِىْ مَسٰكِنِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَتَبَيَّنَ لَكُمْ كَيْفَ فَعَلْنَا بِهِمْ وَضَرَبْنَا لَكُمُ الْاَمْثَالَ○ (ابراہیم: ۴۵)

اور تم ان لوگوں کے گھروں میں رہتے تھے جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا اور تم پر خوب واضح ہو چکا تھا کہ ہم نے ان کے ساتھ کیسا معاملہ کیا تھا اور ہم نے تمہیں سمجھانے کے لیے کئی مثالیں بیان کر دی تھیں○

پس اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں پر غضب نازل فرمایا' اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس جگہ سے بھی بدشگونی لی' جس جگہ آپ اور آپ کے صحابہ سوتے رہ گئے تھے اور سورج طلوع ہو گیا تھا' آپ نے اس جگہ قضاء نماز نہیں پڑھائی اور اس سے آگے جا کر قضاء نماز پڑھائی

اور فرمایا: اس جگہ شیطان کا اثر ہے' سو جس جگہ کسی قوم پر عذاب نازل کر کے اس کو زمین میں دھنسا دیا گیا ہو' وہاں نماز نہ پڑھنا زیادہ لائق ہے' مگر اس جگہ سے روتے ہوئے گزرنے کو آپ نے مباح کر دیا ہے اور قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ اس جگہ نماز پڑھنے سے نماز فاسد نہیں ہوگی کیونکہ نماز میں رونا' گڑگڑانا اور اللہ سے ڈرنا مطلوب ہوتا ہے' اور اگر یہاں بغیر روتے ہوئے نماز پڑھی تو اس کی نماز باطل نہیں ہوگی۔

بعض اہل ظاہر (غیر مقلدین) نے یہ کہا ہے کہ جس نے ثمود کے شہر مقام حجر میں سہواً بغیر روئے نماز پڑھی' اس پر سجدہ سہو لازم ہے اور جس نے عمداً ایسا کیا تو اس کی نماز باطل ہے' اسی طرح اس شخص کا حکم ہے' جس نے مسجد ضرار میں نماز پڑھی' ان لوگوں کا یہ قول ساقط الاعتبار ہے' اگر ان کے نزدیک عمداً رونے کو ترک کرنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے تو پھر سہواً رونے کو ترک کرنے سے سجدہ سہو سے نماز کیسے مکمل ہو جاتی ہے کیونکہ فقہاء کے نزدیک فرائض کے ترک کی سجدہ سہو سے تلافی نہیں ہوتی۔

عذاب کی جگہوں سے بغیر روئے گزرنے سے عذاب کی وجہ خود نبی ﷺ نے بیان فرمادی ہے' آپ نے فرمایا: کہیں تم پر بھی وہ عذاب نہ آجائے جو ان پر آیا تھا' اور اس حدیث میں کوئی ایسی بات مذکور نہیں ہے کہ جو وہاں بغیر روئے نماز پڑھے گا اس کی نماز باطل ہو جائے گی۔ اس حدیث میں صرف نزولِ عذاب کے خوف کا ذکر ہے اور ان لوگوں نے مسجد ضرار میں نماز پڑھنے کو بھی مواضع عذاب کے ساتھ لاحق کر دیا ہے اور اس کا اس حدیث میں ذکر نہیں ہے' یہ صرف ان لوگوں کا قیاس فاسد ہے حالانکہ یہ لوگ قیاس کے قائل نہیں ہیں اور یہ بھی تناقض ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۷۰ ۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

''الحجر'' کا مصداق

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ان عذاب شدہ لوگوں کے پاس سے صرف روتے ہوئے گزرنا۔

یعنی اصحاب الحجر کے گھروں کے پاس سے' یہ قوم ثمود کے گھر تھے اور یہ لوگ حضرت صالح علیہ السلام کی قوم تھے' الحجر شام اور حجاز کے درمیان ایک شہر ہے' قتادہ نے کہا: الحجر اس وادی کا نام ہے' جہاں یہ رہتے تھے' الزہری نے کہا: یہ ان کے شہر کا نام ہے۔

وادیٔ ثمود اور وادیٔ محسر سے جلدی جلدی گزرنے کی توجیہ

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ ان لوگوں کے گھروں میں ان کے بعد کوئی نہیں رہتا تھا' کیونکہ یہ ممکن نہیں ہے کہ کوئی شخص وہاں ساری عمر روتا رہے اور رسول اللہ ﷺ نے بغیر روئے ان کے گھروں میں داخل ہونے سے منع فرمادیا ہے' اور اس حدیث میں وہاں ٹھہرنے اور اس جگہ کو وطن بنانے سے آپ نے منع فرمادیا ہے اور اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ ان عذاب یافتہ لوگوں کے شہر سے جلد از جلد گزرنا چاہیے' جس طرح رسول اللہ ﷺ وادیٔ محسر سے جلدی جلدی گزرے تھے کیونکہ اس جگہ اصحاب الفیل کو ہلاک کیا گیا تھا' آپ نے اس جگہ سے روتے ہوئے گزرنے کا حکم اس لیے دیا تھا تا کہ لوگ ان پر عذاب نازل ہونے کی وجہ پر غور و فکر کریں۔

علامہ ابن جوزی نے کہا ہے: ایسے مقام پر غور و فکر کرنے کی تین قسمیں ہیں:

(۱) اس پر غور و فکر کرنا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے کفر کی وجہ سے ان پر عذاب نازل کیا تھا۔

(۲) یہ لوگ اپنے کفر اور فساد پر اللہ تعالیٰ کے سامنے ڈٹ گئے اور اپنے زعم میں انہوں نے دلیری کا مظاہرہ کیا۔

(۳) اس جگہ سے گزرنے والوں کو اس پر غور کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایمان اور اعمال صالحہ کی توفیق دی اور ایسی گمراہی میں مبتلا ہونے سے بچا لیا۔

اور اس حدیث میں اس پر دلیل ہے کہ جس جگہ زمین میں دھنسایا گیا ہو یا عذاب نازل کیا گیا ہو' وہاں نماز پڑھنا مکروہ ہے اور

بھی اس باب کا عنوان ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۲۸۳ـ ۲۸۲ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

٥٤ - بَابُ الصَّلٰوةِ فِي الْبِيْعَةِ — گرجے میں نماز پڑھنے کا حکم

اس حدیث میں عیسائیوں کے معبد میں نماز پڑھنے کا حکم بیان کیا گیا ہے اور اس کے لیے عنوان میں ''البیعۃ'' کا لفظ ہے اور مشہور یہ ہے کہ ''البیعۃ'' یہودیوں کا معبد ہے اور ''الکنیسۃ'' عیسائیوں کا معبد ہے اس وجہ سے امام بخاری پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ انہوں نے ''البیعۃ'' سے عیسائیوں کا معبد مراد لیا ہے حالانکہ ''البیعۃ'' یہودیوں کے معبد کو کہتے ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ بعض کے نزدیک ''البیعۃ'' کا لفظ یہود اور نصاریٰ دونوں کے معبد کے لیے عام ہے۔

وَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ إِنَّا لَا نَدْخُلُ كَنَائِسَكُمْ مِنْ أَجْلِ التَّمَاثِيْلِ الَّتِيْ فِيْهَا الصُّوَرُ. وَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يُصَلِّيْ فِي الْبِيْعَةِ، إِلَّا بِيْعَةً فِيْهَا تَمَاثِيْلُ.

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بے شک ہم تمہاری عبادت گاہوں میں ان صورتوں کے مجسموں کی وجہ سے داخل نہیں ہوں گے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ہر گرجے میں نماز پڑھتے تھے سوا اس گرجے کے جس میں مجسمے ہوتے تھے۔

اس تعلیق کی اصل درج ذیل احادیث ہیں:

حضرت عمر کے آزاد شدہ غلام اسلم بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ شام میں داخل ہوئے تو عیسائیوں کے سرداروں نے آپ کے لیے کھانا تیار کیا اور آپ کو دعوت دی تو آپ نے فرمایا: ہم تمہاری عبادت گاہوں میں ان صورتوں کے مجسموں کی وجہ سے داخل نہیں ہوں گے۔ (مصنف عبد الرزاق: ۱۶۱۲ـ ج ۱ ص ۴۱۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

اسلم بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ شام میں گئے تو نصاریٰ میں سے ایک شخص نے آپ کو کھانے کی دعوت دی اور حضرت عمر سے کہا: میری خواہش ہے کہ آپ اور آپ کے اصحاب میرے پاس آ کر میری عزت افزائی کریں وہ شخص نصاریٰ کے سرداروں میں سے تھا حضرت عمر نے فرمایا: ہم تمہاری عبادت گاہوں میں ان مجسموں کی وجہ سے داخل نہیں ہوتے۔

(مصنف عبد الرزاق: ۱۹۶۵۵ـ ۱۶۱۳)

٤٣٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدَةُ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ أُمَّ سَلَمَةَ ذَكَرَتْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَنِيْسَةً رَأَتْهَا بِأَرْضِ الْحَبَشَةِ، يُقَالُ لَهَا مَارِيَةُ، فَذَكَرَتْ لَهُ مَا رَأَتْ فِيْهَا مِنَ الصُّوَرِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُولٰئِكَ قَوْمٌ إِذَا مَاتَ فِيْهِمُ الْعَبْدُ الصَّالِحُ، أَوِ الرَّجُلُ الصَّالِحُ، بَنَوْا عَلٰى قَبْرِهِ مَسْجِدًا، وَصَوَّرُوْا فِيْهِ تِلْكَ الصُّوَرَ، أُولٰئِكَ شِرَارُ الْخَلْقِ عِنْدَ اللّٰهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدہ نے خبر دی از ہشام بن عروہ از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ حضرت ام سلمہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ذکر کیا کہ انہوں نے حبشہ کی سرزمین میں ایک گرجا دیکھا تھا جس کا نام ماریہ تھا انہوں نے اس کا ذکر کیا اور ان صورتوں کے مجسموں کا ذکر جو انہوں نے اس میں دیکھے تھے تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں کہ جب ان میں سے کوئی نیک بندہ یا نیک شخص فوت ہو جاتا ہے تو یہ اس کی قبر پر مسجد بنا دیتے ہیں اور اس کی قبر پر ان صورتوں کے مجسمے بنا دیتے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بدترین مخلوق ہیں۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۴۲۷ میں گزر چکی ہے وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: آیا مشرکین جاہلیت کی قبروں کو کھودا

جائے گا اور اس جگہ مسجد بنائی جائے گی؟ اور یہاں اس حدیث کا عنوان ہے: گرجے میں نماز پڑھنا۔

اس اعتراض کا جواب کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سورج گہن کی نماز پڑھی حالانکہ آپ کے سامنے آگ تھی اور آگ کی پرستش کی جاتی ہے

اس حدیث پر یہ اعتراض ہے کہ اس حدیث میں غیر مسلموں کے معبد میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے حالانکہ صحیح البخاری: ۴۳۱ میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سورج گہن کی نماز پڑھی اور فرمایا: مجھے آگ دکھائی گئی' حالانکہ آگ کی آتش پرست بھی عبادت کرتے ہیں' اس کا جواب یہ ہے کہ وہاں غیر اختیاری طور پر آپ کے سامنے آگ تھی اور یہاں اپنے اختیار سے غیر مسلموں کے معبد میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔

گرجے میں نماز پڑھنے کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

یہود اور نصاریٰ کے معبد میں نماز پڑھنے کے متعلق علماء کا اختلاف ہے' حضرت عمر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم نے وہاں صورتوں اور مجسموں کی وجہ سے نماز پڑھنے کو مکروہ کہا ہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اس معبد کو بیری کے پتوں کے پانی سے دھوؤ اور اس میں نماز پڑھو اور یہی امام مالک کا قول ہے۔

اسماعیل بن اسحاق نے کہا: امام مالک نے فرمایا: میں گرجے میں نماز پڑھنے کو مکروہ قرار دیتا ہوں' کیونکہ وہ لوگ خنزیر کھاتے ہیں اور شراب پیتے ہیں اور نجاست سے بہت کم احتیاط کرتے ہیں' ہاں! اگر کوئی شخص کیچڑ اور بارش کی شدت سے وہاں نماز پڑھنے پر مجبور ہو جائے جب کہ اسے یقین ہو کہ اس کو نجاست نہیں لگے گی تو اس کے وہاں نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے' اور حسن بصری نے گرجے میں نماز پڑھنے کو مکروہ کہا ہے' اور ابراہیم نخعی' شعبی' عطاء اور ابن سیرین نے اس میں نماز پڑھنے کی اجازت دی ہے' اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے شام میں یوحنا کے گرجے میں نماز پڑھی۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۱۱۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

فقہاء احناف کے نزدیک گرجے میں نماز پڑھنے کا شرعی حکم

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

تصاویر پر سجدہ نہ کرے کیونکہ یہ تصویر کی عبادت کے مشابہ ہے' امام محمد نے مبسوط میں اس کو مطلقاً مکروہ کہا ہے اور یہ بھی مکروہ ہے کہ اس کے سر کے اوپر چھت میں یا اس کے سامنے یا اس کے متوازی تصاویر ہوں یا کوئی تصویر لٹکی ہوئی ہو۔

(ہدایہ اولین ص ۱۴۲' مکتبہ شرکت علمیہ' ملتان)

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: فرشتے اس گھر میں نہیں داخل ہوتے' جس میں کتا ہو نہ اس گھر میں جس میں تصاویر ہوں۔

(صحیح البخاری: ۵۹۴۹' صحیح مسلم: ۲۱۰۶' سنن ابوداؤد: ۴۱۵۵' سنن ترمذی: ۲۸۰۴' سنن ابن ماجہ: ۳۶۴۹' مسند احمد ج ۴ ص ۲۹۔۲۸)

علامہ محمد امین بن عمر بن عبد العزیز ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ نے لکھا ہے:

میں کہتا ہوں کہ ظاہر یہ ہے کہ تصاویر کے ساتھ صلیب بھی لاحق ہے' اگرچہ وہ جاندار کی تصویر نہیں ہے اور اس لیے کہ اس میں نصاریٰ کے ساتھ تشبہ ہے اور مذموم چیز کے ساتھ تشبہ مکروہ ہے خواہ اس میں ان کے ساتھ تشبہ کا قصد نہ کیا گیا ہو۔

(ردالمحتار ج ۲ ص ۳۶۰' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

اور چونکہ گرجے میں صلیب' حضرت عیسیٰ اور حضرت مریم کے مجسمے بہ کثرت رکھے ہوئے ہوتے ہیں' اس لیے فقہاء احناف کے نزدیک بھی گرجے میں نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہوگا' خصوصاً تصاویر کے مجسموں کے سامنے۔

۵۵ - بَابٌ

باب

امام بخاری نے اس باب کا کوئی عنوان قائم نہیں کیا' لہٰذا یہ باب بھی بابِ سابق کے ساتھ لاحق ہے۔

۴۳۵' ۴۳۶ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ' عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ اَنَّ عَائِشَةَ وَعَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ قَالَا لَمَّا نُزِلَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ' طَفِقَ يَطْرَحُ خَمِيْصَةً لَّهُ عَلٰى وَجْهِهٖ ' فَاِذَا اغْتَمَّ بِهَا كَشَفَهَا عَنْ وَجْهِهٖ ' فَقَالَ وَهُوَ كَذٰلِكَ لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْيَهُوْدِ وَالنَّصَارٰى' اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ. يُحَذِّرُ مَا صَنَعُوْا. [اطراف الحدیث: ۱۳۳۰-۱۳۹۰-۳۴۵۳-۳۴۵۴-۴۴۴۱-۴۴۴۳-۴۴۴۴-۵۸۱۵-۵۸۱۶]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ نے خبر دی کہ حضرت عائشہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر مرض الموت نازل ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے چہرے پر سیاہ منقش چادر ڈالی' پھر جب آپ کو اس چادر سے تنگی ہوئی تو آپ نے اس چادر کو چہرے سے ہٹایا' پھر اسی حالت میں آپ نے فرمایا: یہود اور نصاریٰ پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو' جنہوں نے انبیاء علیہم السلام کی قبروں کو مساجد بنا دیا' آپ ان کے کیے ہوئے کاموں سے ڈرا رہے تھے۔

(صحیح مسلم: ۵۳۱' الرقم المسلسل: ۱۱۶۸' سنن نسائی: ۷۰۳' السنن الکبریٰ للنسائی: ۷۰۹۰' مصنف عبدالرزاق: ۱۵۹۱۷- ۹۷۵۴-۱۵۸۸' سنن بیہقی ج ۴ ص ۸۰' دلائل النبوۃ ج ۷ ص ۲۰۳' شرح السنۃ: ۳۸۲۵' خلق افعال العباد: ۴۶۹' کتاب الاسماء والصفات: ۲۰۴-۲۰۳' حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۱۴۳' مسند احمد ج ۱ ص ۲۱۸ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۸۸۴-ج ۳ ص ۴۷۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۷۴۱۸' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر نہیں ہے' پھر عیسائیوں کی اس بات پر کیوں مذمت کی گئی کہ اُنہوں نے اپنے نبی کی قبر کو سجدہ گاہ بنالیا؟

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں: اس حدیث پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ یہود کے تو انبیاء تھے جب کہ عیسائیوں کے نبی صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں' اور حضرت عیسیٰ اور ہمارے نبی علیہما السلام کے درمیان کوئی نبی نہیں ہے اور نہ ہی اُس کی قبر ہے تو پھر نصاریٰ کا اپنے انبیاء کی قبروں کو مسجد بنانے سے کیا مراد ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں انبیاء اور اُن کے صالحین پیروکار مراد ہیں' کیونکہ صحیح مسلم میں اس طرح ہے کہ وہ اپنے انبیاء اور اپنے صالحین کی قبروں کو مساجد بنا لیتے تھے۔ اسی وجہ سے اس سے پہلی حدیث (۴۳۴) میں ارشاد ہے کہ: یہ وہ قوم ہے جب ان میں سے کوئی نیک بندہ یا نیک آدمی فوت ہو جاتا تھا تو اس کی قبر پر مسجد بنا لیتے تھے اور اس پر بُت بنا کر رکھ دیتے تھے اور یہ اللہ کی بدترین مخلوق ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ یہود تو اپنے انبیاء کی قبروں پر اُن کے بت بناتے تھے اور نصاریٰ اپنے صالحین کی قبروں پر اُن کے بت بنا لیتے تھے۔ اس بدعت کو یہود نے شروع کیا تھا اور نصاریٰ نے اُن کی پیروی کی' اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ نصاریٰ بھی اُن کثیر انبیاء کی تعظیم کرتے تھے جن کی یہود تعظیم کرتے تھے۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۸۸' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ قسطلانی متوفی ۹۱۱ھ نے حافظ ابن حجر کے آخری جملہ سے یہ جواب مستنبط کیا ہے کہ حدیث میں جو مذکور ہے کہ یہود و نصاریٰ نے اپنے نبیوں کی قبروں کو مساجد بنالیا تھا' اس سے وہ انبیاء مراد نہیں ہیں جو اُن کی طرف مبعوث ہوئے تھے' بلکہ وہ دیگر انبیاء مراد ہیں' جن پر ان کو ایمان لانا ضروری تھا' جیسے حضرت نوح' حضرت ابراہیم اور دیگر انبیاء علیہم السلام۔

(ارشاد الساری ج ۲ ص ۱۰۸' دارالفکر' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ تاریخ میں اس کا ثبوت نہیں ہے کہ یہودیوں نے کسی نبی کی قبر کی پرستش کی ہو' اس کا جواب یہ ہے کہ کتب تاریخ میں کسی واقعہ کے مذکور نہ ہونے سے اُس واقعہ کی نفی لازم نہیں آتی' جب کہ ہمارے نزدیک کتب تاریخ کی بہ نسبت کتب احادیث معتبر ہیں۔

اس حدیث کی مزید شرح' صحیح البخاری: ۴۲۷ میں گزر چکی ہے۔

۴۳۷ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ ' عَنْ مَالِكٍ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ' عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ' عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَاتَلَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ' اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از ابن شہاب از سعید بن المسیب از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ یہود کو ہلاک کرے انہوں نے انبیاء علیہم السلام کی قبروں کو مساجد بنادیا۔

(صحیح مسلم: ۵۳۰' سنن ابوداؤد: ۳۲۲۷' السنن الکبریٰ: ۳۲۹۴' مسند ابویعلیٰ: ۵۸۴۴' مصنف عبد الرزاق: ۹۹۸۷' سنن بیہقی ج ۹ ص ۲۰۸' دلائل النبوۃ ج ۷ ص ۲۰۴' صحیح ابن حبان: ۳۹۴۰' حلیۃ الاولیاء ج ۷ ص ۱۲۴' شعب الایمان: ۱۱۱۵۱' المعجم الکبیر: ۵۶ ۳۴' مسند احمد ج ۲ ص ۲۸۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۷۸۲۶۔ ج ۱۳ ص ۲۲۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۶۷۷۴' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

اس اعتراض کا جواب کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عیسائیوں پر بھی قبر پرستی کی وجہ سے لعنت کی ہے۔۔۔۔۔۔ حالانکہ اس وقت حضرت عیسیٰ آسمان پر تھے اور ان کی قبر نہیں تھی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ اللہ یہود کو قتل کر دے۔اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ ان پر لعنت کرے۔''قـاتـل'' کا لفظ یہاں پر رحمت سے دھتکارنے کے معنی میں ہے' اس کا اور لعنت کا مصداق واحد ہے' اس حدیث میں یہود کا ذکر فرمایا ہے حالانکہ عیسائی بھی نبیوں کی قبروں پر سجدہ کرتے تھے' اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی ابتداء یہود نے کی تھی اور انہوں نے اس میں بہت غلو کیا تھا۔

اس سے پہلی حدیث (صحیح البخاری: ۴۳۶) میں فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ یہود اور نصاریٰ پر لعنت کرے' جنہوں نے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا' اس پر یہ اعتراض ہے کہ جس وقت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فرمایا تھا' اس وقت تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر نہیں بنی تھی اور وہ اس وقت آسمان میں تھے' اس کا جواب یہ ہے کہ اس وقت بھی عیسائیوں کے نبی تھے لیکن وہ رسول نہیں تھے جیسا کہ حواریین تھے اور حضرت عیسیٰ کی والدہ حضرت مریم کی بھی قبر تھی' نیز عکرمہ' قتادہ اور الزہری کی روایت میں ہے کہ جو تین افراد انطاکیہ کی طرف بھیجے گئے تھے' وہ بھی رسول تھے' جن کا ذکر اس آیت میں ہے:

اِذْ اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمُ اثْنَيْنِ فَكَذَّبُوْهُمَا فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ. (یٰس: ۱۴)

جب ہم نے ان کے پاس دو (رسولوں) کو بھیجا تو ان لوگوں نے دونوں کی تکذیب کی' پھر ہم نے تیسرے (رسول) سے تائید کی۔

اوران تین رسولوں کے نام صادق' صدوق اور شلوم تھے' قتادہ سے ایک روایت یہ ہے کہ ان کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھیجا تھا' اس قول کی بناء پر وہ نبی نہیں تھے چہ جائیکہ وہ رسول ہوتے' اور حضرت مریم کے متعلق ابن حزم اور علامہ قرطبی کا قول یہ ہے کہ وہ نبیہ تھیں' اسی طرح حضرت سارہ ام اسحاق اور ام موسیٰ علیہما الصلوٰۃ والسلام کے متعلق بھی ایک قول ہے کہ وہ وہ نبیہ تھیں' لیکن جمہور اہل سنت و جماعت کے نزدیک نبوت مردوں کے ساتھ مخصوص ہے اور کوئی عورت نبیہ نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۲۸۷)

قبروں پر تعمیر کرنے' چونا پھیرنے اور لکھنے کی ممانعت کی توجیہ اور صالحین کی قبروں پر گنبد بنانے کا جواز

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قبر کے اوپر کوئی عمارت بنانا جائز نہیں ہے' کیونکہ آپ نے قبر کے اوپر مسجد بنانے والوں پر لعنت کی ہے' اسی وجہ سے امام ابوداؤد نے اس حدیث کا عنوان قائم کیا ہے: قبر پر تعمیر کرنا۔

نیز امام احمد نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے' آپ نے قبر پر بیٹھنے سے منع فرمایا اور قبر پر چونا پھیرنے سے اور قبر پر تعمیر کرنے سے۔

(صحیح مسلم: ۹۷۰' سنن ابوداؤد: ۳۲۲۶۔ ۳۲۲۵' صحیح ابن حبان: ۳۱۶۳' مصنف عبد الرزاق: ۶۴۸۸' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳۳۵' مسند احمد ج ۳ ص ۲۹۵ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۴۱۴۸۔ ج ۲۲ ص ۵۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

امام ترمذی کی روایت میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبروں پر چونا پھیرنے اور قبروں پر لکھنے اور قبروں پر تعمیر کرنے سے اور قبروں کو پیروں سے روندنے سے منع فرمایا۔ (سنن ترمذی: ۱۰۵۲)

سنن نسائی میں حضرت جابر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبر پر تعمیر کرنے سے یا قبر پر اضافہ سے یا قبر کو زیادہ کرنے سے یا قبر پر چونا پھیرنے سے یا قبر پر لکھنے سے منع فرمایا۔

(سنن نسائی: ۲۰۲۳' سنن ابوداؤد: ۳۲۲۶' صحیح مسلم: ۹۷۰' سنن ترمذی: ۱۰۵۲' سنن ابن ماجہ: ۱۵۶۳)

ان احادیث میں جو قبر پر تعمیر کرنے کی ممانعت ہے' اس کا محمل یہ ہے کہ عین قبر کے اوپر اس کو ہموار کر کے تعمیر کی جائے یا عین قبر کے اوپر چونا پھیرا جائے یا عین قبر کے اوپر لکھا جائے' اگر قبر کے گرد چار دیواری بنادی جائے یا اس کے سرہانے کتبہ لگا دیا جائے یا زائرین کی سہولت کے لیے چار دیواری پر چھت ڈال دی جائے یا اولیاء اللہ کی تعظیم کے لیے ان کی قبروں پر گنبد بنا دیا جائے تو یہ جائز ہے کیونکہ اولیاء اللہ اور عباد صالحین بھی شعائر اللہ میں سے ہیں' قرآن مجید میں ہے:

وَمَنْ یُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَی الْقُلُوْبِO اور جو شخص اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کرتا ہے تو یہ دلوں کے تقویٰ کے سبب سے ہےO (الحج: ۳۲)

اس آیت میں قربانی کے جانوروں کو ''شعائر اللّٰہ'' فرمایا ہے اور البقرہ ۱۵۸ میں صفا اور مروہ کو ''شعائر اللّٰہ'' فرمایا ہے اور المائدہ: ۲ میں حرمت والے مہینوں (رجب' ذوالقعدہ' ذوالحجہ اور محرم) کو ''شعائر اللّٰہ'' فرمایا ہے' نیز فرمایا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحِلُّوْا شَعَآئِرَ اللّٰهِ. (المائدہ: ۲) اے ایمان والو! شعائر اللہ کی بے حرمتی نہ کرو۔

مفسرین نے اس آیت میں ''شعائر اللّٰہ'' کو عام قرار دیا ہے یعنی جو چیز بھی اللہ کی نشانی اور اللہ کی طرف منسوب ہے' اس کی بے حرمتی نہ کرو اور اس کی تعظیم کرو اور جب قربانی کے اونٹ' صفا اور مروہ کی پہاڑیاں اور حج اور عمرہ کے مہینے شعائر اللہ میں سے ہیں تو اولیاء اللہ بہ طریق اولیٰ شعائر اللہ میں داخل ہیں اور ان کی تعظیم بھی مطلوب ہے' اس لیے اولیاء اللہ کی قبروں پر گنبد بنانا جائز ہے' اس کی زیادہ تفصیل ان شاء اللہ کتاب الجنائز میں آئے گی۔

٥٦ - بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ مَسْجِدًا وَطَهُوْرًا

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ میرے لیے تمام روئے زمین کو مسجد اور پاک کرنے والی بنادیا گیا ہے

اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ جن سترہ جگہوں پر نماز پڑھنا مکروہ ہے' مثلاً اونٹوں کا باڑہ' مقابر اور شارع عام وغیرہ وہاں کراہت تحریم کے لیے نہیں ہے کیونکہ تمام روئے زمین پر نماز پڑھنا جائز ہے' علامہ عینی نے ان جگہوں میں بیت الخلاء کو بھی شامل کیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۲۸۷)

لیکن یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ جس جگہ نجاست ہو مثلاً بول و براز اور خون وغیرہ وہاں نماز پڑھنا حرام ہے کیونکہ نماز کی جگہ کا پاک ہونا ضروری ہے۔

٤٣٨ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ قَالَ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ قَالَ حَدَّثَنَا سَيَّارٌ، هُوَ اَبُو الْحَكَمِ، قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ الْفَقِيْرُ قَالَ حَدَّثَنَا جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُعْطِيْتُ خَمْسًا، لَمْ يُعْطَهُنَّ اَحَدٌ مِّنَ الْاَنْبِيَاءِ قَبْلِيْ نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ مَسِيْرَةَ شَهْرٍ، وَجُعِلَتْ لِيَ الْاَرْضُ مَسْجِدًا وَطَهُوْرًا، وَاَيُّمَا رَجُلٍ مِّنْ اُمَّتِيْ اَدْرَكَتْهُ الصَّلٰوةُ فَلْيُصَلِّ، وَاُحِلَّتْ لِيَ الْغَنَائِمُ، وَكَانَ النَّبِيُّ يُبْعَثُ اِلٰى قَوْمِهٖ خَاصَّةً، وَبُعِثْتُ اِلَى النَّاسِ كَافَّةً، وَاُعْطِيْتُ الشَّفَاعَةَ.

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۹۲۴' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن سنان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ھشیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سیار نے حدیث بیان کی وہ ابو الحکم ہیں' انہوں نے کہا: ہمیں یزید الفقیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے پانچ ایسی چیزیں دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے انبیاء میں سے کسی کو نہیں دی گئیں' ایک ماہ کی مسافت سے میری رعب سے مدد کی گئی ہے اور میرے لیے تمام روئے زمین کو مسجد اور پاک کرنے والی بنادیا گیا ہے اور میری امت میں سے جو شخص کہیں بھی نماز کا وقت پائے وہیں نماز پڑھ لے اور میرے لیے غنیمتوں کو حلال کردیا گیا اور (پہلے) نبی اپنی مخصوص قوم کی طرف مبعوث کیا جاتا تھا اور مجھے تمام لوگوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہے اور مجھے شفاعت دی گئی ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۳۵ میں گزر چکی ہے' وہاں اس کو کتاب التیمم میں ذکر کیا گیا تھا اور اس حدیث میں تیمم کا بھی ذکر ہے اور تمام روئے زمین کے مسجد ہونے کا بھی ذکر ہے۔

٥٧ - بَابُ نَوْمِ الْمَرْاَةِ فِي الْمَسْجِدِ

مسجد میں عورت کا سونا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ضرورت کے وقت عورت کا مسجد میں سونا جائز ہے یعنی جب اس کا اور کوئی ٹھکانا نہ ہو اور مسجد میں اس کی عزت اور ناموس کو خطرہ نہ ہو۔

٤٣٩ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ اِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ وَلِيْدَةً كَانَتْ سَوْدَاءَ لِحَيٍّ مِّنَ الْعَرَبِ، فَاَعْتَقُوْهَا فَكَانَتْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسامہ نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ عرب کے ایک قبیلہ

لَهُمْ ، قَالَتْ فَخَرَجَتْ صَبِيَّةٌ لَهُمْ ، عَلَيْهَا وِشَاحٌ أَحْمَرُ مِنْ سُيُوْرٍ ، قَالَتْ فَوَضَعَتْهُ ، أَوْ وَقَعَ مِنْهَا ، فَمَرَّتْ بِهِ حُدَيَّاةٌ وَهُوَ مُلْقًى ، فَحَسِبَتْهُ لَحْمًا فَخَطِفَتْهُ ، قَالَتْ فَالْتَمَسُوْهُ فَلَمْ يَجِدُوْهُ ، قَالَتْ فَاتَّهَمُوْنِيْ بِهِ ، قَالَتْ فَطَفِقُوْا يُفَتِّشُوْنَ ، حَتّٰى فَتَّشُوْا قُبُلَهَا ، قَالَتْ وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَقَائِمَةٌ مَّعَهُمْ ، اِذْ مَرَّتِ الْحُدَيَّاةُ فَاَلْقَتْهُ ، قَالَتْ فَوَقَعَ بَيْنَهُمْ ، قَالَتْ فَقُلْتُ هٰذَا الَّذِي اتَّهَمْتُمُوْنِيْ بِهِ ، زَعَمْتُمْ وَاَنَا مِنْهُ بَرِيْئَةٌ ، وَهُوَ ذَا هُوَ ، قَالَتْ فَجَاءَتْ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَسْلَمَتْ، قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَكَانَ لَهَا خِبَاءٌ فِي الْمَسْجِدِ اَوْ حِفْشٌ ، قَالَتْ فَكَانَتْ تَأْتِيْنِيْ فَتَحَدَّثُ عِنْدِيْ ، قَالَتْ فَلَا تَجْلِسُ عِنْدِيْ مَجْلِسًا ، اِلَّا قَالَتْ:

وَيَوْمُ الْوِشَاحِ مِنْ اَعَاجِيْبِ رَبِّنَا
اَلَا اِنَّـــهُ مِنْ بَلْدَةِ الْكُفْرِ اَنْجَانِيْ

کی ایک سیاہ فام باندی تھی' پس انہوں نے اس کو آزاد کر دیا' وہ ان کے ساتھ رہتی تھی' ایک دن ان لوگوں کی ایک بچی باہر نکلی' اس کے اوپر سرخ چمڑے کا ہار تھا (جس میں موتی جڑے ہوئے تھے) اس بچی نے اس ہار کو رکھ دیا یا اس سے کہیں گر گیا' وہاں سے ایک چیل گزری اور اس جگہ وہ ہار گرا ہوا تھا' اس چیل نے گمان کیا کہ وہ گوشت ہے' وہ اس کو جھپٹ کر لے گئی' اس باندی نے کہا: ان لوگوں نے اس ہار کو تلاش کیا وہ ان کو نہیں ملا' اس باندی نے کہا: پھر انہوں نے مجھ پر اس ہار کی تہمت لگائی' انہوں نے اس کی تلاشی لی حتیٰ کہ اس کے اندام نہانی کی بھی تلاشی لی' اس باندی نے کہا: پس اللہ کی قسم! میں ان کے پاس کھڑی ہوئی تھی کہ اچانک وہ چیل گزری اور اس نے وہ ہار پھینک دیا اور وہ ہار ان لوگوں کے درمیان گرا' اس باندی نے کہا: یہ ہے وہ ہار جس کی تم نے اپنے گمان سے مجھ پر تہمت لگائی تھی اور میں اس سے بری تھی اور وہ یہ پڑا ہے' حضرت عائشہ نے بیان کیا: پھر وہ باندی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئی اور اسلام لے آئی' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ اس کے لیے ایک مسجد میں ایک خیمہ تھا یا کٹیا تھی' حضرت عائشہ نے کہا: وہ میرے پاس آ کر باتیں کرتی تھی' وہ جب بھی میرے پاس بیٹھتی تھی تو یہ شعر پڑھتی تھی:

ہار کا دن ہمارے رب کی عجیب وغریب چیزوں سے ہے
سنو! اس نے مجھے کفر کے شہر سے نجات دے دی

قَالَتْ عَائِشَةُ فَقُلْتُ لَهَا مَا شَاْنُكِ ، لَا تَقْعُدِيْنَ مَعِيَ مَقْعَدًا اِلَّا قُلْتِ هٰذَا؟ قَالَتْ فَحَدَّثَتْنِيْ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ. [طرف الحدیث: ۳۸۳۵]

حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں: میں نے اس سے کہا: کیا وجہ ہے کہ جب بھی تم میرے ساتھ بیٹھتی ہو تو تم یہ شعر ضرور پڑھتی ہو؟ تب اس نے مجھے یہ واقعہ سنایا۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں:

(۱) عبید بن اسماعیل' بعض روایات میں عبید اللہ ہے (۲) ابو اسامہ حماد بن اسامہ (۳) ہشام بن عروہ (۴) عروہ بن الزبیر بن العوام (۵) ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۲۸۶)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: اس باندی کے لیے مسجد میں خیمہ تھا۔

''وشاح' سعید' حُدَیَّاۃ' خباءٌ' حفش ''اور''اعاجیب'' کے معانی

اس حدیث میں ''وِشَاح ''اور''سُیُوْر '' کے الفاظ ہیں' ان دونوں لفظوں کا معنی ہے: چمڑا۔ سرخ چمڑے میں سفید موتی لگے ہوئے تھے تو چیل نے سمجھا یہ فربہ گوشت ہے۔

نیز اس حدیث میں ''حُدَیَّاۃ '' کا لفظ ہے' یہ ''حَدْیَاۃٌ'' کی تصغیر ہے' اس کا معنی ہے: چیل' یعنی وہ چھوٹی چیل تھی۔

اس میں ''خِباءٌ'' اور''حِفش '' کے الفاظ ہیں''خِباءٌ'' کا معنی ہے: خیمہ' اور''حِفش '' کا معنی ہے: چھوٹا سا گھر' جھونپڑی یا کٹیا۔

نیز اس میں ''اعاجیب'' کا لفظ ہے' یہ ''اعجوبۃ'' کی جمع ہے' اس کا معنی ہے: نہایت عجیب۔

جس کا کوئی مسکن نہ ہو' اس کے لیے مسجد میں قیام کا جواز اور تذلیل اور دینی آزمائش کے موقع پر ہجرت کرنے کا لزوم

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

المہلب نے کہا ہے کہ جس شخص کا کوئی مسکن نہ ہو یا جس کے پاس رات گزارنے کے لیے کوئی جگہ نہ ہو' اس کے لیے مسجد میں رات گزارنا مباح ہے اور ایسا خیمہ لگانا جائز ہے جو مسکن کے مشابہ ہو' خواہ وہ عورت ہو یا مرد ہو۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس جگہ انسان کسی فتنہ یا دینی مصیبت میں مبتلا ہو' اس کو چاہیے کہ وہ اس جگہ سے ہجرت کر کے کسی پر امن اور محفوظ جگہ میں چلا جائے' جیسے وہ باندی اسلام لا کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور مسجد کی پناہ میں چلی گئی۔

قرآن مجید میں اس کی دلیل ہے:

اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا. کیا اللہ کی زمین وسیع نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کر لیتے۔

(النساء:۹۷)

پس ہر شخص پر لازم ہے کہ جب اسے لوگوں کی طرف سے تذلیل یا آزمائش کا سامنا ہو تو وہ وہاں سے ہجرت کر کے کسی محفوظ اور مامون جگہ چلا جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی زمین بہت وسیع ہے۔

چمڑے میں موتی جڑ کر اس کو دھاگے میں پرو کر ہار بنا دیا جائے تو عرب اس کو''وشاح '' کہتے ہیں اور''سیور''''سیر'' کی جمع ہے' اس کا معنی ہے: چمڑے کا تسمہ۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۱۱۲۔۱۱۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ ھ)

۵۸ - بَابُ نَوْمِ الرِّجَالِ فِي الْمَسْجِدِ مردوں کا مسجد میں سونا

باب سابق میں امام بخاری نے عورت کے مسجد میں سونے کے متعلق واحد کا صیغہ ذکر کیا تھا کیونکہ حدیث میں صرف ایک عورت کے مسجد میں سونے کا ذکر ہے اور اس باب میں مردوں کے مسجد میں سونے کے متعلق جمع کے صیغہ کا ذکر کیا ہے' کیونکہ احادیث میں مسجد کے اندر متعدد مردوں کے سونے کا ذکر ہے۔ دونوں بابوں میں مناسبت یہ ہے کہ پہلے باب میں مسجد کے اندر عورت کے سونے کا ذکر تھا اور اس باب میں مسجد کے اندر مردوں کے سونے کا ذکر ہے۔ اس کے بعد درج ذیل تعلیق ہے:

وَقَالَ اَبُوْ قِلَابَةَ' عَنْ اَنَسٍ قَدِمَ رَهْطٌ مِنْ عُكْلٍ' عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانُوْا فِي الصُّفَّةِ.

اور ابوقلابہ' حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ عکل کی ایک جماعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی تو وہ مسجد کے چبوترے میں ٹھہری۔

اس تعلیق کی اصل صحیح البخاری: ۲۳۴ میں گزر چکی ہے۔

وَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِي بَكْرٍ كَانَ اَصْحَابُ الصُّفَّةِ الْفُقَرَاءَ.

اور حضرت عبد الرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ عنہما نے کہا: اور وہ اصحاب الصفہ کے فقراء میں تھے۔

اس تعلیق کی اصل صحیح البخاری: ۶۰۲ میں ہے اور اس میں ایک طویل قصہ کا بیان ہے۔

ان دونوں تعلیقوں سے امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ قبیلہ عکل کے لوگ مسجد نبوی کے چبوترے میں ٹھہرے اور اصحاب صفہ بھی مسجد نبوی کے چبوترے میں ٹھہرے پس مردوں کا مسجد میں رہنا ثابت ہو گیا۔

۴۴۰- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِي نَافِعٌ قَالَ اَخْبَرَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ اَنَّهُ كَانَ يَنَامُ، وَهُوَ شَابٌّ اَعْزَبُ لَا اَهْلَ لَهُ، فِي مَسْجِدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

[اطراف الحدیث: ۱۱۲۱۔ ۱۱۵۶۔ ۳۷۳۸۔ ۳۷۴۰۔ ۷۰۱۵۔ ۷۰۱۶۔ ۷۰۲۹۔ ۷۰۳۰۔ ۷۰۳۱]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از عبید اللہ' انہوں نے کہا: ہمیں نافع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے حدیث بیان کی کہ وہ نوجوان اور کنوارے تھے' ان کی بیوی نہیں تھی اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسجد میں سوتے تھے۔

مسجد میں سونے کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

المہلب نے کہا ہے کہ اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ فقراء کے لیے مسجد میں ٹھہرنا جائز ہے اور غیر فقراء کے لیے مسجد میں سونا جائز ہے۔ اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے' جنہوں نے مسجد میں سونے کی اجازت دی ہے' وہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں مسجد میں رات کو سوتے تھے اور دن کو بھی سوتے تھے' اور سعید بن المسیب' الحسن البصری' عطاء اور ابن سیرین سے بھی اس کی مثل مروی ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا اس میں اختلاف ہے' انہوں نے فرمایا: مسجد کو سونے کی جگہ نہ بناؤ اور ان سے ایک روایت یہ ہے کہ اگر تم نماز پڑھنے کے لیے مسجد میں سو جاؤ تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

حضرت ابن عباس نے فرمایا: مسجد میں رات کو سونے کی جگہ بناؤ نہ دن کو۔ (سنن ترمذی ص ۱۵۹' دار المعرفۃ بیروت' ۱۴۲۳ھ)

امام مالک نے کہا: جس آدمی کا گھر ہو اس کے لیے مسجد میں نہ سونا مستحب ہے' اور جو آدمی ضعیف ہو اور جس کا گھر نہ ہو اس کے لیے انہوں نے اجازت دی ہے' امام احمد اور اسحاق کا بھی یہی قول ہے' اور امام مالک نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مہمان مسجد میں رہتے تھے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ' طاؤس' مجاہد اور اوزاعی نے مسجد میں سونے کو مکروہ کہا ہے۔

جن فقہاء نے مسافروں کو مسجد میں سونے کی اجازت دی ہے' ان کا قول اس باب کی احادیث کی وجہ سے اولیٰ ہے' سعید بن مسیب اور سلیمان بن یسار سے مسجد میں سونے کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا: تم کس وجہ سے یہ سوال کر رہے ہو حالانکہ اہل الصفہ مسجد میں سوتے تھے اور مسجد ہی ان لوگوں کا مسکن تھی اور طبری نے حسن بصری سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو مسجد میں سوئے ہوئے دیکھا اور ان کے پاس اور کوئی نہیں تھا اور وہ اس وقت امیر المؤمنین تھے اور حسن بصری نے کہا: متقدمین کی ایک جماعت مسجد میں سوتی تھی' طبری نے کہا: مسجد میں حلال چیزوں سے نفع اٹھانے میں کوئی حرج نہیں ہے' مثلاً کھانے پینے میں' بیٹھنے میں اور سونے میں۔

الحربی نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں ایک سایادار جگہ تھی جس کو الصفۃ کہتے تھے اس میں مساکین رہتے تھے۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۱۱۴ - ۱۱۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

(علامہ بدر الدین عینی نے بھی اس عبارت کو بعینہٖ نقل کر دیا ہے۔ عمدۃ القاری ج ۴ ص ۲۹۳)

مسجد میں سونے کے متعلق مصنف کا موقف

مصنف کے نزدیک حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول راجح ہے اور مسجد کو سونے کی جگہ اور مسجد میں سونے کی عادت نہیں بنانی چاہیے الا یہ کہ کوئی شخص مسافر ہو یا اس کا کوئی گھر نہ ہو کیونکہ جب آدمی سوتا ہے تو اس کے اعصاب ڈھیلے پڑ جاتے ہیں اور سوتے میں اس کی ہوا خارج ہو جاتی ہے اور بدبو پھیلتی ہے اور یہ مسجد کے آداب کے منافی ہے اور بدبو سے فرشتوں کو اذیت ہوتی ہے اور نیند میں آدمی کو پتا نہیں چلتا اور کپڑوں سے اس کا ستر ظاہر ہو جاتا ہے اور یہ بھی مسجد کے آداب کے منافی ہے صحابہ کرام سے جو مسجد میں سونا منقول ہے وہ ضرورت کی بناء پر تھا اور شاذ و نادر تھا اس لیے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کے مطابق مسجد میں سونے کا معمول نہیں بنانا چاہیے لوگ حرم شریف میں بھی سو جاتے ہیں یہ زیادہ معیوب ہے۔

٤٤١ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ أَبِي سَهْلِ بْنِ حَازِمٍ عَنْ سَعْدٍ قَالَ جَاءَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْتَ فَاطِمَةَ، فَلَمْ يَجِدْ عَلِيًّا فِي الْبَيْتِ، فَقَالَ أَيْنَ ابْنُ عَمِّكِ؟ قَالَتْ كَانَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ شَيْءٌ، فَغَاضَبَنِي فَخَرَجَ، فَلَمْ يَقِلْ عِنْدِي، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِإِنْسَانٍ اُنْظُرْ أَيْنَ هُوَ. فَجَاءَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ، هُوَ فِي الْمَسْجِدِ رَاقِدٌ، فَجَاءَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُضْطَجِعٌ، قَدْ سَقَطَ رِدَاؤُهُ عَنْ شِقِّهِ، وَأَصَابَهُ تُرَابٌ، فَجَعَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْسَحُهُ عَنْهُ وَيَقُولُ قُمْ أَبَا تُرَابٍ، قُمْ أَبَا تُرَابٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد العزیز بن ابی حازم نے حدیث بیان کی از ابی حازم از ابی سہل بن حازم از حضرت سعد رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر آئے پس آپ نے گھر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نہ پایا پس آپ نے فرمایا: تمہارے عم زاد کہاں ہیں؟ حضرت سیدہ فاطمہ نے کہا: میرے اور ان کے درمیان کچھ اختلاف ہو گیا تھا وہ مجھ پر ناراض ہوئے پس گھر سے نکل گئے اور میرے پاس قیلولہ نہیں کیا (وہ پہر کو گھر میں نہیں سوئے) تب رسول اللہ ﷺ نے کسی شخص سے فرمایا: جاؤ دیکھو! وہ کہاں ہیں؟ وہ شخص آیا اور اس نے بتایا: یا رسول اللہ! وہ مسجد میں سوئے ہوئے ہیں رسول اللہ ﷺ آئے تو وہ مسجد میں لیٹے ہوئے تھے ان کی چادر ان کے پہلو سے ڈھلک گئی تھی اور اس پر مٹی لگ گئی تھی تو رسول اللہ ﷺ ان سے مٹی صاف کر رہے تھے اور فرما رہے تھے: اے ابوتراب! اٹھو اے ابوتراب! اٹھو۔

[اطراف الحدیث: ۳۷۰۳ - ۶۲۰۴ - ۶۲۸۰]

(صحیح مسلم: ۲۴۰۹ الرقم المسلسل: ۶۱۱۲ الادب المفرد: ۸۵۲ جامع المسانید لابن الجوزی: ۲۳۹۴ مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) قتیبہ بن سعید (۲) عبد العزیز بن ابی حازم یہ مدنی ہیں امام مالک کے بعد مدینہ میں ان سے بڑا اور کوئی فقیہ نہیں تھا یہ ۱۸۴ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) ابوحازم ان کا نام سلمہ بن دینار الاعرج ہے (۴) حضرت سہیل بن سعد یہ صحابی ہیں اور صحابہ میں سب سے آخر میں فوت ہوئے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۲۹۳)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ اس میں مذکور ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ مسجد میں سوئے ہوئے تھے۔

حضرت علی کو حضرت فاطمہ کا عم زاد کہنے کی توجیہ' کنیت کا معنی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت

اس حدیث میں مذکور ہے: آپ نے حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: تمہارے عم زاد کہاں ہیں؟ اس سے مراد حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں' اور وہ حقیقت میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عم زاد تھے' آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ تمہارے خاوند کہاں ہیں؟ یا علی کہاں ہیں؟ کیونکہ آپ نے جان لیا تھا کہ ان دونوں کے درمیان کوئی مناقشہ ہے تو آپ نے از راہِ شفقت ان کے اور حضرت علی کے درمیان نسبی قرابت کا ذکر فرمایا' نیز اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ والد اپنی بیٹی کے گھر میں اس کے شوہر کی اجازت کے بغیر داخل ہو سکتا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے حضرت علی سے فرمایا: اے ابوتراب! اٹھو۔ اس میں یہ دلیل ہے کہ کنیت میں یہ ضروری نہیں ہے کہ بیٹے یا بیٹی کی طرف نسبت ہو بلکہ جس چیز کے ساتھ بھی کسی کا اشتغال ہو' اس کی طرف نسبت کی جا سکتی ہے۔ کنیت میں جو ''اب'' کا لفظ ذکر ہوتا ہے' اس کا معنی ہے: صاحب یا والا' ''ابو تراب'' کا معنی ہے: صاحب تراب یا مٹی والا' ابو ہریرہ کا معنی ہے: بلی والا' حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ بہت پسند تھا کہ ان کو ابوتراب کہہ کر پکارا جائے اور وہ اس سے بہت خوش ہوتے تھے' اس حدیث میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عظیم فضیلت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں بلانے اور اٹھانے مسجد میں گئے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۶۱۰۷۔ ج ۶ ص ۹۶۰۔ ۹۵۵ پر مذکور ہے' وہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بہت سے فضائل مذکور ہیں' مگر اس حدیث کی شرح نہیں ہے۔

۴۴۲ - حَدَّثَنَا يُوْسُفُ بْنُ عِيْسٰى قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ ' عَنْ اَبِيْهِ ' عَنْ اَبِىْ حَازِمٍ ' عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ لَقَدْ رَاَيْتُ سَبْعِيْنَ مِنْ اَصْحَابِ الصُّفَّةِ ' مَا مِنْهُمْ رَجُلٌ عَلَيْهِ رِدَاءٌ ' اِمَّا اِزَارٌ وَاِمَّا كِسَاءٌ ' قَدْ رَبَطُوْا فِىْ اَعْنَاقِهِمْ ' فَمِنْهَا مَا يَبْلُغُ نِصْفَ السَّاقَيْنِ ' وَمِنْهَا مَا يَبْلُغُ الْكَعْبَيْنِ ' فَيَجْمَعُهٗ بِيَدِهٖ ' كَرَاهِيَةَ اَنْ تُرٰى عَوْرَتُهٗ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یوسف بن عیسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن فضیل نے حدیث بیان کی از والد خود از ابی حازم از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ستر اصحاب صفہ کو دیکھا' ان میں سے کوئی شخص ایسا نہیں تھا' جس کے پاس اوپر کے بدن کو ڈھانپنے والی چادر ہو یا تہبند ہوتا تھا یا پورے بدن پر اوڑھنے والی چادر ہوتی تھی' وہ اس چادر کو اپنی گردن میں باندھ لیتے تھے' پس بعض کی چادر نصف پنڈلیوں تک پہنچتی تھی اور بعض کی ٹخنوں تک' پس وہ اس چادر کو اپنے ہاتھ سے سمیٹ لیتے تھے تاکہ ان کا ستر نہ کھل جائے۔

ستر اصحاب صفہ کی تعیین اور ''رداء' ازار'' اور ''کساء'' کا معنی

یہ ستر اصحاب صفہ جن کو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے دیکھا تھا' ان ستر اصحاب صفہ کے علاوہ تھے' جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوہ بیر معونہ میں بھیجا تھا' یہ بھی اصحاب صفہ میں سے تھے' لیکن یہ اصحاب صفہ' حضرت ابوہریرہ کے صُفّہ میں آنے سے پہلے اس چبوترہ میں موجود تھے۔

۱۔ اس حدیث میں ''رداء' ازار'' اور ''کساء'' کے الفاظ ہیں' ''رداء'' کا معنی ہے: وہ چادر جس سے بدن کے اوپر کے نصف حصہ کو ڈھانپا جائے' اور ''ازار'' کا معنی ہے: جس سے نچلے نصف بدن کو ڈھانپا جائے یعنی تہبند اور کساء کا معنی ہے: جسم پر اوڑھنے والی

چادر۔

اس باب کا عنوان ہے: مردوں کا مسجد میں سونا' ہر چند کہ اس حدیث میں صراحتہً مردوں کے سونے کا ذکر نہیں ہے لیکن اس حدیث میں اصحاب صفہ کا ذکر ہے اور وہ مسجد میں سوتے تھے' یوں یہ حدیث عنوان کے مطابق ہے۔

۵۹ - بَابُ الصَّلٰوةِ اِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ سفر سے آنے کے بعد نماز پڑھنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب کوئی شخص سفر سے آئے تو اسے مسجد میں آ کر نماز پڑھنی چاہیے اور اب اکثر ابواب مسجد سے متعلق ہیں' اس لیے ان کی باہمی مناسبت بیان کرنا ضروری نہیں ہے۔ اس کے بعد یہ تعلیق مذکور ہے:

وَقَالَ كَعْبُ بْنُ مَالِكٍ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ ' بَدَاَ بِالْمَسْجِدِ فَصَلّٰى فِيْهِ.

اور کعب بن مالک نے کہا: جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کسی سفر سے واپس آتے تو آپ مسجد سے ابتداء کرتے اور اس میں نماز پڑھتے۔

اس تعلیق کی اصل' صحیح البخاری: ۴۴۱۸ ہے' یہ غزوۂ تبوک کے بیان میں بہت طویل حدیث ہے' جس کو ان شاء اللہ اپنے موقع پر ذکر کیا جائے گا۔

۴۴۳ - حَدَّثَنَا خَلَّادُ بْنُ يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَارِبُ بْنُ دِثَارٍ ' عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ ' قَالَ مِسْعَرٌ اُرَاهُ قَالَ ضُحًى ' فَقَالَ صَلِّ رَكْعَتَيْنِ. وَكَانَ لِيْ عَلَيْهِ دَيْنٌ ' فَقَضَانِيْ وَزَادَنِيْ.

[اطراف الحدیث: ۱۸۰۱-۲۳۰۹-۲۳۸۵-۲۳۹۴-۲۴۷۰-۲۶۰۳-۲۶۰۴-۲۷۱۸-۳۰۸۷-۳۰۹۰]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں خلاد بن یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں مسعر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محارب بن دثار نے حدیث بیان کی از حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے کہا: میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ مسجد میں تھے' انہوں نے کہا: میرا گمان ہے کہ وہ چاشت کا وقت تھا' آپ نے فرمایا: دو رکعت نماز پڑھو' اور میرا آپ پر قرض تھا' آپ نے وہ قرض ادا کیا اور مجھے زیادہ دیا۔

(صحیح مسلم: ۷۱۴' سنن ابوداؤد: ۳۳۴۷' سنن ابن ماجہ: ۱۰۱۳' سنن ترمذی: ۳۱۶' سنن ابن ماجہ: ۲۲۹' السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۰۹' صحیح ابن حبان: ۲۴۹۷' حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۱۶۸' شرح السنۃ: ۴۸۰' تاریخ بغداد ج ۱۲ ص ۳۱۸' مصنف عبد الرزاق: ۱۶۷۳' المعجم الکبیر: ۳۲۸۰' المعجم الاوسط: ۴۳۲۱- ۸۹۵۳-۹۱۷۱' سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۹۴' مسند احمد ج ۵ ص ۲۹۵ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۲۵۲۳- ج ۳۷ ص ۲۰۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۱۰۱۳' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کے چار رجال ہیں اور ان سب کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مناسبت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ اس طرح مناسبت ہے کہ صحیح البخاری: ۲۰۹۷ میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک غزوہ میں تھا' آپ نے مجھ سے چند اوقیہ کے عوض ایک اونٹ خرید لیا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے پہلے مدینہ میں آ گئے' میں صبح کو پہنچا' اس وقت آپ نماز پڑھ رہے تھے' آپ نے فرمایا: تم اب آئے ہو؟ میں نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: پس مسجد میں داخل ہو اور دو رکعت نماز پڑھو اور یہ اس باب کے عنوان کے مطابق حدیث ہے' امام بخاری نے یہاں اس حدیث کو مختصر بیان کیا ہے اور پوری حدیث ذکر نہیں کی' بہر حال امام بخاری نے جتنی حدیث روایت کی ہے' وہ اس باب کے عنوان کے

مطابق نہیں ہے۔اس حدیث کی مفصل شرح ہم اپنے مقام پر ان شاء اللہ کتاب البیوع میں بیان کریں گے۔

٦٠ - بَابٌ إِذَا دَخَلَ اَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ (قَبْلَ اَنْ يَجْلِسَ)

جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں داخل ہو تو (بیٹھنے سے پہلے) دو رکعت نماز پڑھے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب کوئی شخص مسجد میں داخل ہو تو بیٹھنے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھے۔

٤٤٤ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ عَامِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ سُلَيْمٍ الزُّرَقِيِّ، عَنْ اَبِي قَتَادَةَ السَّلَمِيِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا دَخَلَ اَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ اَنْ يَّجْلِسَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از عامر بن عبد اللہ بن الزبیر از عمرو بن سلیم الزرقی از حضرت ابوقتادہ سلمی رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں داخل ہو تو وہ بیٹھنے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھے۔

[طرف الحدیث: ۱۱۶۳] (صحیح مسلم: ۷۱۴، الرقم المسلسل: ۱۶۲۴، سنن ابوداؤد: ۴۶۸۔۴۶۷، سنن ترمذی: ۳۱۶، سنن نسائی: ۷۲۹، سنن ابن ماجہ: ۱۰۱۳، مسند احمد ج ۵ ص ۲۹۵ طبع قدیم، مسند احمد: ۲۲۵۲۳۔ ج ۳۷ ص ۲۰۲، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید لابن الجوزی: ۱۳۷۶، مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ جو اس باب کا عنوان ہے وہ بعینہ اس حدیث میں مذکور ہے۔

جمہور فقہاء کے نزدیک تحیۃ المسجد پڑھنے کا استحباب

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اہل فتویٰ کی جماعت اس پر متفق ہے کہ یہ حدیث استحباب پر محمول ہے ہر وہ شخص جو مسجد میں باوضوء داخل ہو اور اس وقت نفل نماز پڑھنا جائز ہو تو اس کے لیے یہ مستحب ہے کہ وہ دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھے امام مالک نے کہا: یہ مستحسن ہے واجب نہیں ہے۔

غیر مقلدین کے نزدیک تحیۃ المسجد پڑھنے کا وجوب

اہل ظاہر (غیر مقلدین) نے یہ کہا ہے کہ ہر وہ شخص جو اس وقت مسجد میں داخل ہو جب نماز پڑھنا جائز ہو تو اس پر یہ نماز پڑھنا فرض ہے اور بعض اہل ظاہر نے کہا: یہ ہر وقت فرض ہے کیونکہ کسی نیک کام سے اس وقت تک منع نہیں کیا جاتا جب تک اس کے خلاف اس کے معارض کوئی دلیل نہ ہو۔

غیر مقلدین کے دلائل کا ابطال

امام طحاوی نے یہ کہا ہے کہ جمہور کی دلیل یہ ہے کہ جمعہ کے دن حضرت سلیک اس وقت آئے جب آپ خطبہ دے رہے تھے تو آپ نے ان کو دو رکعت نماز پڑھنے کا حکم دیا (صحیح البخاری: ۹۳۰، صحیح مسلم: ۸۷۵، سنن ابوداؤد: ۱۱۱۵، سنن ترمذی: ۵۱۰) اور ایک مرتبہ آپ نے دیکھا کہ ایک شخص لوگوں کی گردنیں پھلانگتا ہوا آ کر بیٹھ گیا تو آپ نے اس کو یہ نماز پڑھنے کا حکم نہیں دیا اور حضرت عبد اللہ بن بسر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جمعہ کے دن ایک شخص لوگوں کی گردنیں پھلانگتا ہوا آیا تو اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیٹھ جاؤ تم نے لوگوں کو ایذاء دی اور تم دیر سے آئے پس یہ حدیثیں حضرت سلیک کی حدیث کے خلاف ہیں اور ان میں تطبیق اس طرح ہو گی کہ حضرت سلیک کی حدیث کو استحباب پر محمول کیا جائے جس طرح جمہور نے کہا ہے۔

امام طحاوی نے کہا ہے کہ ان اہل ظاہر کا قول غلط ہے جنہوں نے کہا ہے کہ جب بھی کوئی شخص مسجد میں آئے تو وہ نماز پڑھے

کیونکہ نبی ﷺ نے طلوع شمس اور غروب شمس کے وقت نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے‘ اسی طرح جب سورج سر پر ہو‘ اس وقت بھی نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے‘ پس جو شخص ان اوقات میں مسجد میں داخل ہوگا تو اس کے لیے آپ کا یہ حکم نہیں ہے کہ وہ دو رکعت نماز پڑھے‘ آپ کا یہ حکم اس شخص کے لیے ہے جو ان اوقات سے پہلے مسجد میں داخل ہو۔ (شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۴۸۱‘ قدیمی کتب خانہ کراچی)

اور متقدمین کی ایک جماعت سے یہ مروی ہے کہ وہ مسجد سے گزرتے تھے اور نماز نہیں پڑھتے تھے‘ زید بن اسلم بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے بڑے بڑے اصحاب مسجد میں داخل ہوتے تھے‘ پھر باہر آتے اور نماز نہیں پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۹۹)

زید بن اسلم نے کہا: میں نے حضرت ابن عمر کو اس طرح کرتے ہوئے دیکھا‘ امام مالک نے اس کو حضرت زید بن ثابت اور سالم بن عبداللہ سے روایت کیا ہے‘ اور قاسم بن عبداللہ مسجد میں داخل ہوتے‘ پھر مسجد میں بیٹھ جاتے اور نماز نہیں پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۹۹) شعبی نے بھی اسی طرح کہا ہے اور جابر بن زید نے کہا: تم جب مسجد میں داخل ہو تو اس میں نماز پڑھو‘ پس اگر تم نماز نہیں پڑھتے تو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو‘ پھر گویا کہ تم نے نماز پڑھ لی۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۱۱۶‘ دار الکتب العلمیہ‘ بیروت‘ ۱۴۲۴ھ)

٦١ - بَابُ الْحَدَثِ فِي الْمَسْجِدِ — مسجد میں وضوء توڑنا

اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ مسجد میں وضوء توڑنے کا کیا حکم ہے‘ ہر چند کہ وضوء توڑنا عام ہے مگر یہاں اس سے مراد ہوا خارج کرنا ہے۔

٤٤٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ اَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْاَعْرَجِ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الْمَلَائِكَةَ تُصَلِّي عَلٰى اَحَدِكُمْ مَا دَامَ فِي مُصَلَّاهُ الَّذِي صَلّٰى فِيهِ، مَا لَمْ يُحْدِثْ، تَقُولُ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُ، اَللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی‘ انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی‘ از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ‘ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: فرشتے تمہارے لیے اس وقت تک مغفرت کی دعا کرتے رہتے ہیں جب تک کہ آدمی اپنی نماز کی جگہ میں رہتا ہے جب تک وہ اپنا وضوء نہیں توڑتا‘ فرشتے دعا کرتے رہتے ہیں: اے اللہ! اس کی مغفرت فرما‘ اے اللہ! اس پر رحم فرما۔

یہ حدیث صحیح البخاری: ۱۷۶ میں گزر چکی ہے‘ وہاں اس کا عنوان تھا: جس کے نزدیک وضوء صرف بول و براز کے راستوں سے کسی چیز کے نکلنے سے ٹوٹتا ہے۔ اس حدیث کے مزید مسائل اور فوائد درج ذیل ہیں:

نماز کے بعد مسجد میں نماز کی جگہ پر بیٹھنے کی فضیلت اور مسجد میں وضوء توڑنے کا مکروہ ہونا

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

السفاقسی نے کہا ہے کہ مسجد میں وضوء توڑنا گناہ ہے‘ اس کی وجہ سے وضوء توڑنے والا فرشتوں کی دعا سے محروم ہو جاتا ہے اور جب کہ اس گناہ کا کوئی کفارہ نہیں ہے‘ اس وجہ سے وہ فرشتوں کے استغفار سے محروم ہو جاتا ہے۔

علامہ ابن بطال مالکی نے کہا ہے کہ جو شخص یہ چاہتا ہو کہ بغیر کسی مشقت کے اس کے گناہ معاف ہو جائیں‘ اس کو نماز کے بعد نماز کی جگہ میں بیٹھنے کو لازم کر لینا چاہیے تاکہ فرشتے اس کے لیے زیادہ دعائیں اور استغفار کریں کیونکہ فرشتوں کی دعا کے مقبول ہونے کی بہت امید ہے‘ قرآن مجید میں ہے:

وَلَا يَشْفَعُوْنَ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى. (الانبیاء: ۲۸) اور وہ صرف ان ہی کی شفاعت کرتے ہیں جن کی شفاعت سے اللہ راضی ہو۔

مصنف کے نزدیک فرشتوں کی دعا کا مقبول ہونا دو وجہ سے ہے ایک اس وجہ سے کہ جب کوئی شخص دوسروں کے لیے دعا کرے تو اس کی دعا قبول ہوتی ہے دوسری وجہ یہ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کا فرماں بردار ہو اس کی معصیت نہ کرے اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول فرماتا ہے۔

علامہ ابن بطال فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: جس شخص کی آمین فرشتوں کی آمین کے موافق ہو جائے اس کے اگلے اور پچھلے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں اور جب امام آمین کہتا ہے تو فرشتے صرف ایک دفعہ آمین کہتے ہیں اور جو نمازی نماز کے بعد اپنی نماز کی جگہ میں جتنی دیر تک بیٹھا رہے اتنی دیر تک فرشتے اس کے لیے مغفرت کی دعا کرتے رہتے ہیں لہٰذا اس موقع کی دعا قبول ہونے کے زیادہ قریب ہے نیز نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک نماز کے بعد دوسری نماز کے لیے انتظار کرنے کو سرحد پر پہرہ دینے کے ساتھ تشبیہ دی ہے اور اس کو رباط (سرحد پر پہرہ دینا) فرمایا ہے اور اس کو تاکید کے ساتھ دو مرتبہ رباط فرمایا ہے پس ہر عقل والے مومن پر لازم ہے کہ جب اس کو نماز کے بعد نماز کی جگہ پر بیٹھنے کے فضائل معلوم ہوں تو وہ نماز کی جگہ پر بیٹھ کر زیادہ سے زیادہ فرشتوں کے استغفار کے حصول کی کوشش کرے۔ سعید ابن المسیب اور حسن بصری نے کہا ہے کہ مسجد میں عمداً بغیر وضوء کے بیٹھنا مکروہ ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۱۲۱-۱۲۰ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ فرماتے ہیں:

اس حدیث میں اس شخص کی فضیلت ہے جو مطلقاً نماز کا انتظار کرتا ہے خواہ وہ مسجد میں اس جگہ بیٹھا ہو یا کسی دوسری جگہ چلا گیا ہو اور اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ جو شخص مسجد میں اپنا وضوء توڑ دے اس کی یہ فضیلت باطل ہو جاتی ہے اور اس سے یہ معلوم ہوا کہ مسجد میں وضوء توڑنا مسجد میں تھوکنے سے زیادہ مکروہ ہے۔

مسجد میں بغیر وضوء کے بیٹھنے میں فقہاء کا اختلاف

(علامہ عینی مزید لکھتے ہیں:) علامہ مازری نے کہا ہے کہ امام بخاری نے اس حدیث سے ان لوگوں پر رد کرنے کا ارادہ کیا ہے جو بے وضوء شخص کو مسجد میں داخل ہونے سے منع کرتے ہیں یا مسجد میں بیٹھنے سے منع کرتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ اس مسئلہ میں متقدمین کا اختلاف ہے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ مسجد سے نکلے پھر انہوں نے پیشاب کیا پھر مسجد میں داخل ہو گئے اور وضوء نہیں کیا اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے اور یہ عطاء النخعی اور ابن جبیر سے بھی مروی ہے اور ابن المسیب اور حسن بصری نے یہ کہا ہے کہ مسجد میں بغیر وضوء کے عمداً بیٹھنا مکروہ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۰۰ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

علامہ ابن بطال اور علامہ عینی کی شرحوں میں محاکمہ

میں کہتا ہوں کہ علامہ عینی نے دو چیزوں میں علامہ ابن بطال سے اختلاف کیا ہے ایک یہ ہے کہ علامہ ابن بطال نے فرشتوں کی دعا کے حصول کے لیے مسجد میں نماز کی جگہ پر بیٹھنے کو لازم قرار دیا ہے اور علامہ عینی نے فرمایا ہے کہ جب تک نماز کے بعد وضوء نہ ٹوٹے اور انسان نماز کا انتظار کرتا رہے اس کو یہ فضیلت حاصل ہوتی ہے خواہ وہ مسجد میں ہو یا نہ ہو دوسری چیز یہ ہے کہ علامہ ابن بطال نے حتماً کہا ہے کہ بے وضوء شخص مسجد میں نہ بیٹھے اور علامہ عینی نے کہا ہے کہ اس میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ پہلے مسئلہ میں بہ ظاہر حدیث کے الفاظ سے علامہ ابن بطال کی تائید ہوتی ہے کیونکہ حدیث کے الفاظ ہیں: جب تک وہ اپنی نماز کی جگہ میں رہتا ہے غالباً علامہ عینی نے

ان الفاظ سے عموم مراد لیا ہے کہ جب تک اس کا وضوء نہ ٹوٹے اور وہ نماز کا منتظر رہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ فرشتوں سے مراد عام ہے خواہ وہ کراماً کاتبین ہوں' سیارگان ہوں یا کوئی اور فرشتے ہوں۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۹۳' دار المعرفۃ بیروت' ۱۴۰۶ھ)

٦٢ - بَابُ بُنْيَانِ الْمَسْجِدِ مسجد کو بنانا

اس باب میں مسجد نبوی کو بنانے کی صفت بیان کی گئی ہے۔ اس میں درج ذیل تعلیق ہے:

وَقَالَ اَبُوْ سَعِيْدٍ كَانَ سَقْفُ الْمَسْجِدِ مِنْ جَرِيْدِ النَّخْلِ.

اور حضرت ابوسعید رضی اللہ نے کہا: مسجد (نبوی) کی چھت کھجور کی شاخوں سے ہموار کی گئی تھی۔

اس تعلیق کی اصل درج ذیل حدیث میں ہے:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ بادل آئے' پس بارش ہوئی حتیٰ کہ مسجد کی چھت ٹپکنے لگی اور وہ چھت کھجور کی شاخوں سے ہموار کی گئی تھی' پھر نماز قائم کی گئی' پس میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پانی اور مٹی میں سجدہ کر رہے تھے' حتیٰ کہ میں نے مٹی کا اثر آپ کی پیشانی میں دیکھا۔

(صحیح البخاری: ۶۶۹' صحیح مسلم: ۱۱۶۷' سنن ابوداؤد: ۱۳۸۲' سنن ابن ماجہ: ۱۷۶۶' السنن الکبریٰ: ۳۳۴۲)

وَاَمَرَ عُمَرُ بِبِنَاءِ الْمَسْجِدِ ' وَقَالَ اَكِنَّ النَّاسَ مِنَ الْمَطَرِ ' وَاِيَّاكَ اَنْ تُحَمِّرَ اَوْ تُصَفِّرَ ' فَتَفْتِنَ النَّاسَ.

اور حضرت عمر رضی اللہ نے مسجد (نبوی) کو بنانے کا حکم دیا اور فرمایا: لوگوں کو بارش سے محفوظ رکھو اور سرخ رنگ یا زرد رنگ لگانے سے اجتناب کرو کہ لوگ فتنہ میں مبتلا ہوں گے۔

اس تعلیق کی اصل' اس باب کی حدیث: ۴۴۶ میں آ رہی ہے' فتنہ میں مبتلا ہونے کا معنی یہ ہے کہ لوگ مسجد کے رنگ و روغن دیکھنے میں مشغول اور منہمک ہوں گے اور ان کے خضوع اور خشوع میں فرق آئے گا۔

وَقَالَ اَنَسٌ يَتَبَاهَوْنَ بِهَا' ثُمَّ لَا يَعْمُرُوْنَهَا اِلَّا قَلِيْلًا.

حضرت انس رضی اللہ نے فرمایا: لوگ مساجد بنا کر فخر کریں گے اور اس کو (نمازوں سے) بہت کم آباد کریں گے۔

اس تعلیق کی اصل اس حدیث میں ہے:

ابوقلابہ الجرمی بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت انس رضی اللہ کے ساتھ الزاویہ میں جانے کا ارادہ کرتے تھے' ہم ایک مسجد کے پاس سے گزرے اور صبح کی نماز کا وقت آ گیا' حضرت انس نے فرمایا: اگر ہم اس مسجد میں نماز پڑھ لیں! کیونکہ بعض لوگ دوسری مسجد میں گئے ہیں' لوگوں نے پوچھا: کون سی مسجد میں؟ پس ہم نے ایک مسجد کا ذکر کیا تو حضرت انس نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا کہ وہ مسجدوں پر فخر کریں گے اور ان کو (نمازوں سے) بہت کم آباد کریں گے یا فرمایا: ان کو کم آباد کریں گے۔

امام ابوبکر (محمد بن اسحاق بن خزیمہ نیشاپوری متوفی ۳۱۱ھ) نے کہا: الزاویہ بصرہ کا ایک محل ہے' جو تقریباً دو فرسخ کے فاصلہ پر ہے۔ (صحیح ابن خزیمہ: ۱۳۲۱)

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ لوگ بڑھ چڑھ کر مساجد کو نقش و نگار سے مزین کریں گے' اس میں بیٹھ کر بحث کریں گے اور مساجد پر فخر کریں گے اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے' قرآن مجید کی تلاوت کرنے اور نماز پڑھنے میں مشغول نہیں ہوں گے یا بہت کم مشغول ہوں گے۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَتُزَخْرِفُنَّهَا كَمَا زَخْرَفَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصَارٰى.

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: تم ضرور مساجد کو مزین کرو گے جس طرح یہود اور نصاریٰ نے مزین کیا ہے۔

اس تعلیق کی اصل اس حدیث میں ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے مساجد پر چونے کا پلستر لگانے کا حکم نہیں دیا گیا' حضرت ابن عباس نے کہا: تم مساجد کو ضرور مزین کرو گے جیسے یہود و نصاریٰ نے مزین کیا ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۴۴۸)

علامہ عینی نے کہا ہے کہ ان احادیث کی بناء پر ہمارے اصحاب نے یہ کہا ہے کہ مساجد میں نقش و نگار بنانا اور ان کو مزین کرنا مکروہ ہے' اور ہمارے بعض اصحاب نے یہ کہا ہے کہ مساجد میں نقش و نگار بنانے میں کوئی حرج نہیں ہے اور یہ کراہت تنزیہی ہے یا خلاف اولیٰ ہے اور وقف کے مال سے مساجد کو مزین کرنا جائز نہیں ہے اور جس نے مال وقف سے مساجد کو مزین کیا' اسے اس مال کا تاوان دینا ہوگا اور تاوان دینے کی وجہ یہ ہے کہ اس نے وقف کے مال کو اس کے جائز مصرف میں خرچ نہیں کیا۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۰۳' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ ہمارے اس زمانہ میں لوگ اپنے گھروں اور بنگلوں کو بہت خوب صورت اور حسین و جمیل بناتے ہیں تو اللہ کا گھر اس کے زیادہ لائق ہے کہ اس کا گھر لوگوں کے اپنے گھروں سے زیادہ خوبصورت بنایا جائے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جب مساجد کو مزین کرنے سے منع کیا تھا' اس وقت لوگوں کے گھر بہت سادہ ہوتے تھے۔

٤٤٦ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ سَعْدٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ' عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ قَالَ حَدَّثَنَا نَافِعٌ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ اَخْبَرَهٗ اَنَّ الْمَسْجِدَ كَانَ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَبْنِيًّا بِاللَّبِنِ' وَسَقْفُهُ الْجَرِيْدُ' وَعُمُدُهٗ خَشَبُ النَّخْلِ' فَلَمْ يَزِدْ فِيْهِ اَبُوْ بَكْرٍ شَيْئًا' وَزَادَ فِيْهِ عُمَرُ' وَبَنَاهُ عَلٰى بُنْيَانِهٖ فِيْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' بِاللَّبِنِ وَالْجَرِيْدِ' وَاَعَادَ عُمُدَهٗ خَشَبًا' ثُمَّ غَيَّرَهٗ عُثْمَانُ' فَزَادَ فِيْهِ زِيَادَةً كَثِيْرَةً' وَبَنٰى جِدَارَهٗ بِالْحِجَارَةِ الْمَنْقُوْشَةِ وَالْقَصَّةِ' وَجَعَلَ عُمُدَهٗ مِنْ حِجَارَةٍ مَّنْقُوْشَةٍ' وَسَقَفَهٗ بِالسَّاجِ.

(سنن ابوداؤد: ۴۵۱' صحیح ابن خزیمہ: ۱۳۲۳' صحیح ابن حبان: ۱۶۰۱' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۲ ص ۵۴۱' مصنف عبد الرزاق: ۵۱۲۹' مسند احمد ج ۲ ص ۱۳۰ طبع قدیم' مسند احمد: ۶۱۳۹۔ ج ۱۰ ص ۲۸۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۳۶۲۲' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب بن ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی از صالح بن کیسان' انہوں نے کہا: ہمیں نافع نے حدیث بیان کی' حضرت عبد اللہ (بن عمر رضی اللہ عنہما) نے ان کو خبر دی کہ مسجد (نبوی) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں کچی اینٹوں کی بنی ہوئی تھی اور اس کی چھت کھجور کی شاخوں کی تھی اور اس کے ستون کھجور کے تنوں کے تھے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس میں کوئی اضافہ نہیں کیا' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس میں اضافہ کیا اور اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد کی بناء پر تعمیر کیا' کچی اینٹوں اور شاخوں سے بنایا اور اس کے ستون دوبارہ لکڑی کے بنا دیئے' پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس میں تبدیلی کی اور اس میں بہت اضافہ کیا' اس کی دیواریں نقش و نگار والے پتھروں اور چونے کی بنائیں اور اس کے ستون بھی منقش پتھروں کے بنائے اور اس کی چھت ساگوان کی لکڑی کی بنائی۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) علی بن عبد اللہ بن جعفر بن نجیح ابو الحسن' ان کو ابن المدینی البصری بھی کہا جاتا ہے (۲) یعقوب بن ابراہیم بن سعد بن ابراہیم بن عبد الرحمن بن عوف الزہری' ان کی اصل مدنی ہے اور یہ عراق میں تھے (۳) ان کے والد ابراہیم بن سعد (۴) صالح بن کیسان ابو محمد مؤدب' عمر بن عبد العزیز کے بیٹے (۵) حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام نافع (۶) حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۰۳)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ اس میں مسجد نبوی کے بنانے کا ذکر ہے۔

سلف صالحین کے نزدیک مسجد کی تزیین کا مکروہ ہونا

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متعدد احادیث اور سلف صالحین سے متعدد آثار میں منقول ہیں کہ مساجد کو منقش اور مزین بنانا مکروہ ہے' حبیب بن الشہید نے الحسن سے روایت کی ہے کہ جب مسجد بنائی گئی تو صحابہ نے کہا: یارسول اللہ! ہم اس کو کیسے بنائیں؟ تو آپ نے فرمایا: میں اپنے بھائی موسیٰ سے اعراض نہیں کرتا' اس کی چھت حضرت موسیٰ کی چھت کی طرح بناؤ' اور یزید بن الاصم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے مساجد کو مزین کرنے کا حکم نہیں دیا گیا۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے کہا: جب تم اپنی مساجد کو مزین کرو گے اور اپنے مصاحف (قرآن مجید) کو زیور پہناؤ گے تو تم پر ہلاکت آجائے گی۔

یہ آثار اور امام بخاری کی حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ مسجد کی تعمیر میں معتدل طریقہ اختیار کرنا چاہیے اور فتنہ انگیزی اور ایک دوسرے پر فخر کرنے کے خوف سے اس کی تزیین میں غلو کو ترک کر دینا چاہیے' کیا تم نہیں دیکھتے کہ جس شخص نے حضرت عمر سے مسجد کی تعمیر کے لیے کہا تو انہوں نے اس سے فرمایا: لوگوں کو بارش سے محفوظ رکھو اور سرخ اور زرد رنگ سے اجتناب کرو تاکہ لوگ فتنہ میں نہ پڑیں' ہو سکتا ہے کہ حضرت عمر نے اس چیز کو اس سے سمجھا ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابو جہم کی نقش و نگاروں والی چادر واپس کر دی تھی' جب نماز میں آپ کی نظر اس کے نقوش پر پڑی اور آپ نے فرمایا: مجھے خوف ہے کہ یہ مجھے فتنہ میں ڈال دے گی' یعنی اس پر نظر پڑنے سے میرے خضوع اور خشوع اور اللہ تعالیٰ کی طرف انہماک اور استغراق میں فرق آئے گا۔ (صحیح البخاری: ۳۷۳' صحیح مسلم: ۵۵۶)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے دنیا کے بہت سے ممالک پر فتح عطا فرمائی تھی اور ان کو بہت مال عطا فرمایا تھا' اس کے باوجود انہوں نے مسجد نبوی کو اس طرح سادہ رکھا' جس طرح وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں سادہ تھی' پھر جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا دور خلافت آیا تو انہوں نے صرف اتنی تبدیلی کی کہ کچی اینٹوں کی جگہ (منقش) پتھر اور چونا لگایا اور کھجور کی شاخوں کے بجائے ساگوان کی لکڑی کی چھت بنائی' پس حضرت عثمان اور حضرت عمر نے مسجد نبوی کو بہت زیادہ مزین نہیں کیا کیونکہ ان کو یہ علم تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک یہ کام مکروہ ہے اور تاکہ دنیاوی زیب و زینت کے حصول میں میانہ روی اور زہد میں ان کی اقتداء کی جائے۔

القاسم بن عبد الرحمن سے روایت ہے کہ انصار نے مال جمع کیا' پس کہا: یارسول اللہ! اس مسجد کو بنائیں تو آپ نے فرمایا: اس سے منافق خوش ہوں گے' اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مومنین کو چاہیے کہ وہ منافقین کو خوش نہ کریں۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۱۲۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

مسجد کی تزیین کی ابتداء اور فقہاء احناف کے نزدیک مسجد کی تزیین کی گنجائش

علامہ بدرالدین محمود بن عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ جس نے سب سے پہلے مسجد کو مزین کیا ہے' وہ الولید بن عبد الملک بن مروان تھا اور یہ کام صحابہ رضی اللہ عنہم کے زمانہ کے اخیر میں ہوا اور اکثر اہل علم نے فتنہ کے خوف سے اس پر سکوت کیا' ابن المنیر نے کہا: جب لوگوں نے اپنے گھروں کو خوب صورت بنایا اور مزین کیا تو پھر یہ مستحب ہو گیا کہ مساجد کو بھی اسی طرح خوب صورت بنایا جائے اور مزین کیا جائے تا کہ مساجد کی بے وقعتی نہ ہو اور بعض فقہاء نے کہا ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی قول ہے کہ جب مساجد کی تعظیم کے لیے ان کو مزین کیا جائے تو پھر یہ جائز ہے اور اس تزیین پر بیت المال سے خرچ نہ کیا جائے' میں کہتا ہوں کہ ہمارے اصحاب کا یہ مذہب ہے کہ مساجد کی تزیین مکروہ (تنزیہی) ہے اور ہمارے بعض اصحاب کا قول یہ ہے کہ مساجد کو منقش کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے' اس کا معنی یہ ہے کہ یہ خلافِ اولیٰ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۰۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس حدیث کی شرح میں زیادہ تر علامہ ابن بطال کی عبارت نقل کی ہے اور علامہ عینی نے جو شرح کی ہے' وہ بھی ان کی کتاب میں ہے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۹۵' دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

٦٣ - بَابُ التَّعَاوُنِ فِيْ بِنَاءِ الْمَسْجِدِ — مسجد کی تعمیر میں تعاون

اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ مسجد کی تعمیر میں تعاون کرنا باعث اجر وثواب ہے اور جو شخص جتنا زیادہ تعاون کرے گا' اتنا زیادہ اجر وثواب کا مستحق ہوگا۔

وَقَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ ﴿مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسَاجِدَ اللّٰهِ شَاهِدِيْنَ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ اُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ وَفِي النَّارِ هُمْ خَالِدُوْنَO اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰٓى اُولٰٓئِكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ﴾ (التوبہ:۱۸۔۱۷)۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: مشرکین کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ اللہ کی مساجد تعمیر کریں جب کہ وہ خود اپنے خلاف کفر کی گواہی دینے والے ہوں' ان کے اعمال ضائع ہو گئے اور وہ دوزخ میں ہمیشہ رہنے والے ہیںO اللہ کی مساجد صرف وہی لوگ تعمیر کر سکتے ہیں جو اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان لائے اور انہوں نے نماز قائم کی اور زکوٰۃ ادا کی اور اللہ کے سوا وہ کسی سے نہیں ڈرے اور عنقریب یہی لوگ ہدایت یافتہ لوگوں میں سے ہوں گےO (التوبہ:۱۸۔۱۷)

كَذَا فِيْ رِوَايَةِ الْاَكْثَرِيْنَ' وَفِيْ رِوَايَةِ اَبِيْ ذَرٍّ ﴿مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسَاجِدَ اللّٰهِ شَاهِدِيْنَ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ اُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ وَفِي النَّارِ هُمْ خَالِدُوْنَO اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰٓى اُولٰٓئِكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ﴾ (التوبہ:۱۸۔۱۷) وَلَمْ يَقَعْ فِيْ رِوَايَتِهٖ لَفْظُ وَقَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ.

اسی طرح اکثرین کی روایت میں ہے' اور ابوذر کی روایت میں ہے: مشرکین کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ اللہ کی مساجد کی تعمیر کریں اس حال میں کہ وہ خود اپنے خلاف کفر کی گواہی دینے والے ہوں' ان کے اعمال ضائع ہو گئے اور وہ دوزخ میں ہمیشہ رہنے والے ہیںO اللہ کی مساجد صرف وہی لوگ تعمیر کر سکتے ہیں جو اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان لائے ہوں اور انہوں نے نماز قائم کی اور زکوٰۃ ادا کی اور اللہ کے سوا وہ کسی سے نہیں ڈرے اور عنقریب یہی لوگ ہدایت یافتہ لوگوں میں سے ہوں گےO (التوبہ:۱۸۔۱۷) اور

ایک روایت میں اللہ عزوجل کے قول کا لفظ نہیں ہے۔

صحیح البخاری کے اکثر نسخوں میں یہ پوری دو آیتیں لکھی ہوئی ہیں۔

اس آیت میں مساجد سے مراد جنس مساجد ہے یعنی مشرکین کے لیے کسی بھی مسجد کی تعمیر کرنا جائز نہیں ہے اور جب وہ کوئی مسجد بھی تعمیر نہیں کر سکتے تو مسجد حرام کو بہ طریق اولیٰ تعمیر نہیں کر سکتے' نیز مسجد کی تعمیر میں تعاون کرنا باعث اجر و ثواب ہے اور مشرکین کا کوئی عمل باعث اجر و ثواب نہیں ہے' اس وجہ سے ان کے لیے مساجد کی تعمیر کرنا بالکل جائز نہیں ہے۔

٤٤٧ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُخْتَارٍ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ الْحَذَّاءُ، عَنْ عِكْرِمَةَ قَالَ لِي ابْنُ عَبَّاسٍ وَلِابْنِهِ عَلِيٍّ انْطَلِقَا إِلَى أَبِي سَعِيدٍ، فَاسْمَعَا مِنْ حَدِيثِهِ، فَانْطَلَقْنَا، فَإِذَا هُوَ فِي حَائِطٍ يُصْلِحُهُ، فَأَخَذَ رِدَاءَهُ فَاحْتَبَى، ثُمَّ أَنْشَأَ يُحَدِّثُنَا، حَتّٰى أَتٰى ذِكْرُ بِنَاءِ الْمَسْجِدِ، فَقَالَ كُنَّا نَحْمِلُ لَبِنَةً لَبِنَةً، وَعَمَّارٌ لَبِنَتَيْنِ لَبِنَتَيْنِ، فَرَآهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَنَفَضَ التُّرَابَ عَنْهُ، وَقَالَ وَيْحَ عَمَّارٍ، تَقْتُلُهُ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ، يَدْعُوهُمْ إِلَى الْجَنَّةِ، وَيَدْعُونَهُ إِلَى النَّارِ. قَالَ يَقُولُ عَمَّارٌ أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الْفِتَنِ.

[طرف الحدیث:۲۸۱۲]

(صحیح مسلم:۲۹۱۵' مسند ابوداؤد الطیالسی:۶۰۳' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۲ ص ۵۴۹-۵۴۸' السنن الکبریٰ للنسائی:۸۵۴۸' مسند احمد ج ۳ ص ۵ طبع قدیم' مسند احمد:۱۱۰۱۱- ج ۱۷ ص ۵۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد العزیز بن مختار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد الحذاء نے حدیث بیان کی از عکرمہ' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے مجھ سے اور اپنے بیٹے علی سے کہا: تم دونوں حضرت ابوسعید کے پاس جاؤ اور ان سے حدیث کا سماع کرو' پس ہم دونوں گئے' اس وقت حضرت ابوسعید اپنے باغ کی اصلاح کر رہے تھے' انہوں نے اپنی چادر لے کر اوڑھ لی' پھر ہمیں حدیث سنانے لگے حتیٰ کہ مسجد کی تعمیر کا ذکر آیا تو انہوں نے کہا: ہم ایک ایک اینٹ اٹھا کر لا رہے تھے اور حضرت عمار رضی اللہ عنہ دو دو اینٹیں اٹھا کر لا رہے تھے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس حال میں دیکھ لیا' آپ نے ان سے مٹی جھاڑی اور فرمایا: عمار پر افسوس ہے! اس کو ایک باغی جماعت قتل کرے گی' یہ ان کو جنت کی طرف بلائے گا اور وہ اس کو دوزخ کی طرف بلائیں گے۔ حضرت ابوسعید نے کہا: حضرت عمار کہتے تھے: میں فتنوں سے اللہ کی پناہ میں آتا ہوں۔

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ اس میں یہ ذکر ہے کہ صحابہ کرام مسجد کی تعمیر میں تعاون کے لیے اینٹیں اٹھا اٹھا کر لا رہے تھے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) مسدد بن مسرہد (۲) عبد العزیز بن مختار ابو اسحاق الدباغ البصری الانصاری (۳) خالد بن مہران الحذاء (۴) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام عکرمہ (۵) علی بن عبد اللہ بن عباس بن عبد المطلب القرشی الہاشمی ابو الحسن' ان کو ابو محمد بھی کہا جاتا ہے' جس رات حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی' اسی رات ان کی ولادت ہوئی' اس لیے حضرت علی کے نام پر ان کا نام علی رکھا گیا' اور ان کی کنیت پر ان کی کنیت ابو الحسن رکھی گئی' یہ عبادت' زہد' علم' عمل اور فقہ میں بہت فائق تھے اور بہت حسین و جمیل تھے' ہر روز ایک ہزار رکعت نماز پڑھتے تھے' یہ السفاح اور المنصور دونوں خلیفوں کے دادا تھے' ان کے پاس پانچ سو زیتون کے درخت تھے اور یہ ہر درخت کے پاس دو رکعت نماز پڑھتے تھے' ۱۲۰ھ میں ان کی وفات ہوئی' اس وقت ان کی عمر ۷۰ سال سے زیادہ تھی (۶) حضرت

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۰۶)

حضرت عمار کے جن قاتلین کا حدیث میں ذکر ہے وہ خوارج تھے اور اس حدیث کے دیگر مسائل اور فوائد

اس حدیث میں مذکور ہے: عمار پر افسوس ہے اس کو ایک باغی جماعت قتل کرے گی' یہ ان کو جنت کی طرف بلائے گا اور وہ اس کو دوزخ کی طرف بلائیں گے۔

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

المہلب نے کہا ہے کہ اس حدیث میں اس چیز کا بیان ہے' جس کا حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے قصہ میں اختلاف ہے اور یہ جو ارشاد ہے: یہ ان کو جنت کی طرف بلائے گا اور وہ اس کو دوزخ کی طرف بلائیں گے' یہ ان خوارج کے متعلق ہے جن کی طرف حضرت عمار کو بھیجا گیا تھا تا کہ وہ ان کو مسلمانوں کی جماعت کی طرف آنے کی دعوت دیں' اور صحابہ میں سے کسی ایک کو بھی اس ارشاد کا مصداق بنانا صحیح نہیں ہے' کیونکہ مسلمانوں میں سے کسی کے لیے یہ جائز نہیں' وہ صحابہ کرام کے متعلق سب سے عمدہ تاویل کے علاوہ کچھ اور کہے' کیونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب ہیں' جن کی اللہ تعالیٰ نے تعریف اور تحسین فرمائی اور ان کی فضیلت کی شہادت دی ہے' سو فرمایا:

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ. (آل عمران:۱۱۰) تم سب سے بہترین امت ہو جس کو لوگوں کے لیے ظاہر کیا گیا ہے۔

مفسرین نے کہا ہے کہ اس آیت کے اوّلین مصداق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب ہیں' اور یہ صحت کے ساتھ ثابت ہے کہ حضرت عمار کو خوارج کی طرف بھیجا گیا تھا' وہ ان کو مسلمانوں کی جماعت کی طرف بلا رہے تھے' جس جماعت کی عصمت کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شہادت دی ہے اور فرمایا ہے: میری امت گم راہی پر جمع نہیں ہوگی۔

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد مذکور سے حضرت عمار نے یہ سمجھا تھا کہ یہی (خوارج) دین میں وہ فتنہ ہیں' جس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرنی چاہیے اور اس فتنہ سے انہوں نے اس لیے پناہ طلب کی کہ کوئی شخص یہ نہیں جانتا کہ اس فتنہ میں اس کو اجر ملے گا یا اس سے مواخذہ ہوگا' ماسوا غلبہ ظن کے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ عکرمہ نے کہا: حضرت ابوسعید نے اپنی چادر لی اور اوڑھ کر بیٹھ گئے' اور ہمیں حدیث سنانی شروع کر دی' اس میں یہ دلیل ہے کہ محدث کو حدیث بیان کرنے کے لیے اہتمام سے بیٹھنا چاہیے۔

نیز اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اپنے بیٹے علی کو اور اپنے شاگرد عکرمہ کو حضرت ابوسعید خدری کے پاس حدیث کے سماع کے لیے بھیجا' اس میں یہ دلیل ہے کہ ایک عالم کو اپنے بیٹے اور اپنے شاگرد کو دوسرے عالم کے پاس استفادہ کے لیے بھیجنا چاہیے کیونکہ کوئی شخص پورے علم کا احاطہ نہیں کر سکتا۔

اس حدیث میں ذکر ہے کہ حضرت عمار دو دو اینٹیں اٹھا کر لا رہے تھے' اس میں یہ دلیل ہے کہ انسان کو نیکی کے کام میں زیادہ مشقت اٹھانی چاہیے تا کہ زیادہ اجر ملے' اسی وجہ سے ان کو یہ کرامت اور فضیلت حاصل ہوئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے مٹی جھاڑی اور ان کی اس فضیلت کا ذکر فرمایا جو ان کو بعد میں حاصل ہوگی۔

نیز اس حدیث میں ذکر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خبر دی کہ حضرت عمار کو باغی گروہ قتل کرے گا اور ایسا ہی ہوا' اس میں آپ کی نبوت کی علامت ہے اور علم غیب کا ثبوت ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۱۲۵۔۱۲۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ ھ)

اس اعتراض کا جواب کہ حضرت عمار کو حضرت معاویہ کے لشکر نے قتل کیا تھا تو پھر وہ دوزخ کی طرف بلانے والے قرار پائے

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ جنگ صفین میں شہید ہوئے اور وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے اور جن لوگوں نے ان کو قتل کیا' وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے اور حضرت معاویہ کے ساتھ صحابہ کی ایک جماعت تھی؟ علامہ ابن بطال نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ حضرت عمار کو خوارج نے شہید کیا تھا اور وہی اس حدیث کا صحیح مصداق ہیں کہ حضرت عمار ان کو جنت کی طرف بلا رہے تھے اور وہ ان کو دوزخ کی طرف بلا رہے تھے اور صحابہ کرام کے متعلق صرف وہی تاویل کرنی چاہیے جو سب سے عمدہ ہو' علامہ ابن بطال نے اس جواب میں المہلب کی اتباع کی ہے اور ایک جماعت نے ان کی اتباع کی ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: لیکن یہ جواب صحیح نہیں ہے' کیونکہ اس پر اتفاق ہے کہ حضرت عمار کی شہادت کے بعد خوارج نے حضرت علی کے خلاف خروج کیا تھا اور اس کی ابتداء اس وقت ہوئی تھی جب حضرت علی اور حضرت معاویہ کے درمیان حَکَم بنایا گیا تھا اور حَکَم بنانے کا واقعہ صفین میں قتال کے بعد ہوا تھا اور قطعی طور پر حضرت عمار کو اس سے پہلے شہید کر دیا گیا تھا۔

بعض علماء نے اس حدیث کا یہ جواب دیا ہے کہ جو لوگ حضرت عمار کو دوزخ کی دعوت دے رہے تھے' وہ کفار قریش تھے اور یہ جواب بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ ابن السکن اور کریمہ وغیرہما کی روایت میں زیادہ وضاحت ہے کہ جو لوگ حضرت عمار کو دوزخ کی دعوت دے رہے تھے' وہ حضرت عمار کے قاتلین تھے اور وہ اہل شام تھے' الحمیدی نے کہا ہے کہ شاید یہ اضافہ امام بخاری کے سامنے نہیں آیا یا یہ اضافہ ان کے سامنے آیا تھا لیکن انہوں نے اس کو عمداً حذف کر دیا اور اس کو اپنی صحیح میں ذکر نہیں کیا۔ اسماعیلی اور برقانی نے اس اضافہ کے ساتھ اس حدیث کی روایت کی ہے۔

اس اعتراض کا صحیح جواب یہ ہے کہ دونوں طرف کے صحابہ مجتہدین تھے اور وہ اپنے گمان میں دوسرے فریق کو جنت کی طرف بلا رہے تھے' اگرچہ واقع میں اس کے خلاف تھا اور جو اپنے گمان کی اتباع کر رہا ہو' اس پر کوئی ملامت نہیں ہوتی' اگر تم یہ کہو کہ جب مجتہد صحیح نتیجہ پر پہنچے تو اس کو دو اجر ملتے ہیں اور جب وہ خطا کرے تو اس کو ایک اجر ملتا ہے تو یہاں معاملہ کیسے ہوگا؟ میں کہتا ہوں کہ یہ جواب اقناعی ہے اور صحابہ کے حق میں اس کے خلاف کوئی بات کہنا مناسب نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کی تعریف کی ہے اور ان کی فضیلت کی شہادت دی اور فرمایا ہے: تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لیے ظاہر کی گئی ہے (آل عمران: ۱۱۰) اور مفسرین نے کہا ہے کہ اس آیت کے مصداق سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب ہیں۔

اس تقریر کے بعد علامہ عینی نے اس حدیث کے وہی فوائد ذرا تفصیل سے بیان کیے ہیں' جن کو پہلے علامہ ابن بطال بیان کر چکے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۰۸' دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ ابن بطال اور المہلب کے جواب پر حافظ ابن حجر عسقلانی کا تبصرہ

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن بطال کا جواب اس لیے بھی صحیح نہیں ہے کہ جن لوگوں کی طرف حضرت علی نے حضرت عمار کو بھیجا تھا وہ اہل کوفہ تھے' وہ واقعہ جمل سے پہلے حضرت عائشہ اور ان کے حامیوں کے خلاف لوگوں کو تیار کر رہے تھے اور ان میں بھی صحابہ کی جماعت تھی' جیسے حضرت معاویہ کے ساتھ صحابہ تھے بلکہ ان سے افضل تھے' لہٰذا جس اعتراض سے بچنے کی المہلب نے کوشش کی تھی' وہ پھر ان پر لوٹ

آیا۔اس کے علاوہ خرابی یہ ہے کہ ان صحابہ کرام پر خوارج کا اطلاق لازم آئے گا۔

مہلب پر ایک اور اعتراض یہ ہے کہ انہوں نے اس ناقص روایت کی شرح کی ہے' کیونکہ مکمل روایت میں یہ ضمیر حضرت عمار کے قاتلین کی طرف راجع ہے یعنی حضرت عمار اپنے قاتلین کو جنت کی طرف بلا رہے تھے اور وہ ان کو دوزخ کی طرف بلا رہے تھے اور حضرت عمار کے قاتلین اہل شام تھے' الحمیدی نے کہا ہے کہ امام بخاری نے اس اضافہ کو عمداً حذف کر دیا۔

علامہ عسقلانی فرماتے ہیں: امام بخاری نے اس اضافہ کو ایک نکتہ خفیہ کی بناء پر حذف کیا ہے' اور وہ یہ ہے کہ حضرت ابوسعید خدری نے اعتراف کیا ہے کہ انہوں نے اس اضافہ کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نہیں سنا' اس سے معلوم ہوا کہ یہ اضافہ اس روایت میں مدرجہ ہے اور جو روایت اس اضافہ کے ساتھ بیان کی گئی ہے' وہ امام بخاری کی شرط کے مطابق نہیں ہے' لہٰذا امام بخاری نے اس حدیث کے اتنے حصہ پر اقتصار کیا ہے جتنا حصہ حضرت ابوسعید نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا تھا۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۹۔۹۶ ملخصاً' دار المعرفۃ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حضرت عمار کے قاتلین پر باغی اور دوزخ کی طرف بلانے والے کے اطلاق پر مصنف کی توجیہ

اس حدیث پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اس میں مذکور ہے: عمار پر افسوس ہے! اس کو باغی جماعت قتل کرے گی' وہ ان کو جنت کی طرف بلائے گا اور وہ اس کو دوزخ کی طرف بلائیں گے' اور حضرت عمار کو حضرت معاویہ کے گروہ نے قتل کیا تھا اور ان پر اس حدیث میں باغی اور دوزخ کی طرف بلانے والا فرمایا ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ ان پر باغی اور دوزخ کی طرف بلانے والے کا اطلاق بہ اعتبار ظاہر ہے' حقیقت کے اعتبار سے نہیں ہے' کیونکہ حقیقت میں ان کے گمان کے اعتبار سے ان کا اقدام برحق تھا' وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قصاص کے طالب تھے حالانکہ واقع میں ان کا یہ اجتہاد مبنی بر خطاء تھا کیونکہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف جنگ کر رہے تھے اور وہ امیر برحق اور خلیفہ مسلمین تھے اور امیر برحق کے ساتھ جنگ کرنا بغاوت ہے اور دوزخ میں دخول کا سبب ہے' اس لیے ظاہر کے اعتبار سے وہ باغی تھے اور دوزخ کی طرف بلانے والے' لیکن حقیقت میں باغی نہیں تھے کیونکہ ان کا یہ اقدام اپنے اجتہاد کی وجہ سے تھا۔

اس حدیث کی نظیر قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

وَعَصٰی اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰی. (طٰہٰ:۱۲۱) اور آدم نے اپنے رب کی معصیت کی' پس وہ بے راہ ہوئے۔

اس آیت میں شجر ممنوعہ سے کھانے پر حضرت آدم علیہ السلام پر معصیت اور غوایت کا اطلاق بہ اعتبار ظاہر ہے' حقیقت میں وہ نبی معصوم ہیں اور ان کا شجر ممنوعہ سے کھانا معصیت نہ تھا' ان کے اجتہاد سے تھا' انہوں نے یہ سمجھا کہ اللہ تعالیٰ نے تنزیہاً منع فرمایا ہے اور وہ یہ بھول گئے کہ اللہ تعالیٰ نے تحریماً منع فرمایا ہے اور معصیت تب ہوتی' جب وہ قصداً ممنوع کام کا ارتکاب کرتے اور انہوں نے بھولے سے یہ کام کیا تھا' اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَنَسِیَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا۝ (طٰہٰ:۱۱۵) پس آدم بھول گئے اور ہم نے (ان کی معصیت کا) کوئی عزم نہ پایا۝

لہٰذا قرآن مجید میں حضرت آدم کے فعل پر معصیت کا اطلاق ظاہر اور صورت کے اعتبار سے ہے اور حقیقت کے اعتبار سے وہ معصیت نہیں ہے۔ اسی طرح اس حدیث میں حضرت معاویہ کے گروہ پر باغی ہونے اور دوزخ کی طرف بلانے والے ہونے کا اطلاق ظاہر اور صورت کے اعتبار سے ہے' حقیقت کے اعتبار سے نہیں ہے' اور اس پر دلیل یہ ہے کہ حضرت علی نے حضرت معاویہ اور

ان کے لشکر کے متعلق بہت دعائیں کی ہیں اور ان کی فضیلت میں بہت احادیث وارد ہیں:

حضرت علی کے حضرت معاویہ کے متعلق دعائیہ کلمات اور اس سلسلے میں دیگر احادیث

حارث بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ صفین سے واپس آئے تو آپ نے ایسی باتیں فرمائیں جو اس سے پہلے نہیں فرماتے تھے۔ آپ نے فرمایا: اے لوگو! حضرت معاویہ کی امارت کو ناپسند مت کرو' اللہ کی قسم! اگر تم نے ان کو گم کر دیا تو تمہارے کندھوں سے تمہارے سر حنظل کے پھل کی طرح گرنے لگیں گے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۷۸۴۳' کنز العمال: ۳۱۷۰۴' تاریخ دمشق ج ۶۲ ص ۱۰۶۔۱۰۵)

عبداللہ بن عروہ نے کہا: مجھے اس شخص نے خبر دی جو جنگ صفین میں حاضر تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کسی رات باہر نکلے' آپ نے اہل شام کی طرف دیکھ کر یہ دعا کی: اے اللہ! میری مغفرت فرما اور ان کی مغفرت فرما' پھر حضرت عمار لائے گئے تو آپ نے ان کے لیے بھی یہی دعا کی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۷۸۵۴)

یزید بن اصم بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جنگ صفین کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: ہمارے مقتول اور ان کے مقتول جنت میں ہیں اور یہ معاملہ میرے اور معاویہ کی طرف سونپ دیا جائے گا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۷۸۶۹' کنز العمال: ۳۱۷۰۰' تاریخ دمشق الکبیر ج ۶۲ ص ۹۷' بیروت)

نعیم بن ابی ہند اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں' میں صفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا تو نماز کا وقت آ گیا تو ہم نے بھی اذان دی اور اہل شام نے بھی اذان دی' ہم نے بھی اقامت کہی اور انہوں نے بھی اقامت کہی' پھر ہم نے نماز پڑھی اور انہوں نے بھی نماز پڑھی' پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مڑ کر دیکھا تو ہمارے درمیان بھی مقتولین تھے اور ان کے درمیان بھی مقتولین تھے۔ جب حضرت علی نماز سے فارغ ہو گئے تو میں نے ان سے پوچھا: آپ ہمارے مقتولین اور ان کے مقتولین کے متعلق کیا فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: جو ہم میں سے اور ان میں سے اللہ کی رضا اور آخرت کے لیے لڑتا ہوا قتل کیا گیا وہ جنت میں ہے۔

(سنن سعید بن منصور: ۲۹۶۸۔ ج ۲ ص ۳۴۵۔ ۳۴۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' کنز العمال: ۳۱۷۰۷)

حافظ ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر متوفی ۵۷۱ھ' اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ اور حضرت اسماء' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہم سے روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجرِ اسود اور مقامِ ابراہیم کے درمیان ہاتھ بلند کر کے دعا کر رہے تھے: اے اللہ! معاویہ کے بدن کو دوزخ کی آگ پر حرام کر دے' اے اللہ! دوزخ کی آگ کو معاویہ پر حرام کر دے۔ (تاریخ دمشق الکبیر: ۳۴۸۴۔ ج ۶۲ ص ۶۶۔ ۶۵' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ابھی تمہارے سامنے اہل جنت سے ایک شخص آئے گا' پھر حضرت معاویہ آئے۔ (تاریخ دمشق: ۱۳۴۹۹۔ ج ۶۲ ص ۷۰)

حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی اور برادر نسبتی ہیں اور وحی کے کاتب اور اس پر امین ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: میرے لیے میرے اصحاب اور میرے سسرال والوں کو چھوڑ دو (ان کو بُرا نہ کہو) پس جس نے ان کو بُرا کہا' اس پر اللہ کی لعنت ہو اور فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی۔ (تاریخ دمشق الکبیر: ۱۳۵۳۷۔ ج ۶۲ ص ۱۴۳)

حضرت رویم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک اعرابی آیا اور کہنے لگا: یا رسول اللہ! مجھ سے کشتی لڑیے' حضرت معاویہ نے کھڑے ہو کر کہا: میں تم سے کشتی لڑوں گا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: معاویہ ہرگز کبھی مغلوب نہیں ہوگا' پھر حضرت معاویہ نے اس

اعرابی کو پچھاڑ دیا' جنگ صفین کے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر مجھ سے اس حدیث کا پہلے ذکر کیا جاتا تو میں معاویہ سے جنگ نہ کرتا۔ (تاریخ دمشق: ۱۳۴۶۵- ج ۶۲ ص ۶۱)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس حدیث میں حضرت معاویہ کے لیے جو دعا فرمائی' اُسی کا اثر تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اسد اللہ الغالب ہونے کے باوجود حضرت معاویہ کو مغلوب نہ کر سکے۔

حضرت علی کے قصاصِ عثمان نہ لینے کی وجوہ

حضرت معاویہ کا حضرت علی سے یہ مطالبہ تھا کہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں سے قصاص لیں اور حضرت علی اخیر وقت تک قاتلین عثمان سے قصاص نہیں لے سکے' اس کی وجہ یہ ہے کہ قصاص اس وقت واجب ہوتا ہے جب اس کا شرعی ثبوت ہو اور شرعی ثبوت یہ ہے کہ کوئی شخص حضرت عثمان کے قتل کا اعتراف کرتا یا اس پر دو گواہ قائم ہوتے کہ فلاں شخص نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کیا ہے' لیکن حضرت علی کی شہادت تک یہ ثبوت مہیا نہیں ہو سکا' پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کیسے قصاص لیتے؟ اوّل تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتل مجہول اور نامعلوم تھے' ثانیاً: حضرت علی فرماتے تھے: مجھے سانس تو لینے دو' فتنے ختم ہو جائیں اور امن و امان قائم ہو جائے پھر میں تفتیش اور تحقیق کروں کہ قاتل فی الواقع کون ہے' کیونکہ اندھا قصاص تو نہیں لیا جا سکتا اور فی الفور قصاص لینا واجب نہیں ہے اور قصاص لینے میں تاخیر جائز ہے' لیکن ان پر پے در پے ایسی جنگیں مسلط کر دی گئیں کہ ان کو امن اور سکون کے ساتھ تفتیش اور تحقیق کرنے کا موقع نہیں مل سکا۔

حضرت معاویہ کے باغی نہ ہونے پر مزید دلائل

اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک حضرت معاویہ کی جماعت صراحۃً باغی ہوتی تو وہ ان سے جنگ موقوف نہ کرتے اور کبھی تحکیم کو قبول نہ کرتے۔

حافظ اسماعیل بن عمرو بن کثیر دمشقی متوفی ۷۷۴ھ روایت کرتے ہیں:

سفیان بن اللیل بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کوفہ سے مدینہ آئے تو میں نے ان سے کہا: اے مؤمنین کو ذلیل کرنے والے! حضرت حسن نے فرمایا: اس طرح مت کہو کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: دن اور رات کا سلسلہ اسی طرح چلتا رہے گا حتیٰ کہ معاویہ رضی اللہ عنہ حکمران بن جائیں گے' پس میں نے جان لیا کہ اللہ کا حکم نافذ ہونے والا ہے' پس میں نے اس بات کو ناپسند کیا کہ میرے اور ان کے درمیان مسلمانوں کا خون بہایا جائے۔

(تاریخ دمشق الکبیر: ۱۳۵۰۲- ج ۶۲ ص ۷۱' البدایہ والنہایہ ج ۵ ص ۶۳۴' کنز العمال: ۳۱۷۰۸)

حارث اعور بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے صفین سے لوٹ کر فرمایا: اے لوگو! معاویہ کی حکومت کو ناپسند نہ کرنا کیونکہ اگر تم نے ان کو گم کر دیا تو تم دیکھو گے کہ تمہارے سر تمہارے کندھوں سے اس طرح کٹ کٹ کر گریں گے' جس طرح حنظل کے پھل درخت سے گرتے ہیں۔ (کنز العمال: ۳۱۷۱۲' البدایہ والنہایہ ج ۵ ص ۶۳۴' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

حافظ ابن کثیر' امام بیہقی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

صفوان بن عمرو نے بیان کیا ہے کہ اہل شام کا لشکر ساٹھ ہزار تھا' ان میں سے بیس ہزار قتل کیے گئے اور اہل عراق کا لشکر ایک لاکھ بیس ہزار تھا' ان میں سے چالیس ہزار شہید کیے گئے اور امام بیہقی نے اس واقعہ کو "صحیح بخاری" اور "صحیح مسلم" کی اس حدیث پر منطبق کیا ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک کہ دو عظیم جماعتیں باہم عظیم جنگ نہیں کریں گی' حالانکہ ان دونوں جماعتوں کا دین واحد ہوگا۔ الحدیث (صحیح البخاری: ۷۱۲۱' صحیح مسلم: ۱۵۷)

امام بیہقی نے کہا ہے کہ وہ جماعتیں اسلام کا دعویٰ کریں گی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پیشین گوئی جنگ صفین پر منطبق ہوتی ہے۔ (دلائل النبوۃ ج ۶ ص ۴۱۹۔ ۴۱۸' البدایہ والنہایہ ج ۵ ص ۳۷۷۔ ۳۷۶)

نیز حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

امام احمد نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت کے دو گروہ ہوں گے' ایک گروہ ان دونوں سے خارج ہو جائے گا (یعنی خوارج) اور دونوں گروہوں میں سے جو گروہ حق کے زیادہ قریب ہوگا' وہ ان خوارج کو قتل کرے گا۔ (مسند احمد ج ۳ ص ۹۷' سنن سعید بن منصور: ۲۹۷۲)

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں: یہ حدیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی دلیل ہے' کیونکہ جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے اسی طرح واقع ہوا' اور اس حدیث میں آپ نے اہل شام اور اہل عراق کے دونوں گروہوں کے اوپر اسلام کا حکم لگایا ہے۔ اس طرح نہیں جس طرح رافضی فرقہ کا زعم باطل ہے اور وہ اہل شام کو کافر قرار دیتے ہیں اور اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ حضرت علی رضی اللہ کے اصحاب حق کے زیادہ قریب تھے اور یہی اہل سنت و جماعت کا مذہب ہے کہ حضرت علی رضی اللہ حق پر تھے اور حضرت معاویہ مجتہد تھے اور ان کو اجتہاد میں خطا لاحق ہوئی اور ان کو بھی ان شاء اللہ اجر ملے گا اور حضرت علی امام برحق ہیں اور ان کو دو اجر ملیں گے' جیسا کہ حدیث میں ہے:

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب حاکم اجتہاد کرے اور اس کی رائے درست ہو تو اس کو دو اجر ملتے ہیں اور جب اس کے اجتہاد میں خطاء ہو تو اس کو ایک اجر ملتا ہے۔

(صحیح البخاری: ۷۳۵۲' صحیح مسلم: ۱۷۱۶' سنن ابوداؤد: ۳۵۷۴' سنن ابن ماجہ: ۲۳۱۴' البدایہ والنہایہ ج ۵ ص ۳۸۲۔ ۳۸۱' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

یہ حدیث' شرح صحیح مسلم: ۷۱۹۴۔ ج ۷ ص ۹۷۷۔ ۸۷۷ پر مذکور ہے' اس کی شرح کا عنوان ہے: حضرت عمار بن یاسر کی شہادت' اس کی بہت مختصر شرح ہے چند سطروں میں۔

٦٤ - بَابُ الْاِسْتِعَانَةِ بِالنَّجَّارِ وَالصُّنَّاعِ فِيْ اَعْوَادِ الْمِنْبَرِ وَالْمَسْجِدِ

منبر کی سیڑھیوں اور مسجد میں بڑھئی (ترکھان) اور مستری (کاری گر) سے مدد حاصل کرنا

''صنّاع'' کا لفظ عام ہے اور ''النجار'' کا لفظ خاص ہے اور اس عبارت میں عام کا عطف خاص پر ہے۔

٤٤٨ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ' عَنْ اَبِيْ حَازِمٍ' عَنْ سَهْلٍ قَالَ بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى اِمْرَاَةٍ اَنْ مُرِىْ غُلَامَكِ النَّجَّارَ' يَعْمَلُ لِيْ اَعْوَادًا' اَجْلِسُ عَلَيْهِنَّ.

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۲۴۱۹' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد العزیز نے حدیث بیان کی از ابی حازم از حضرت سہل رضی اللہ' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت کی طرف پیغام بھیجا کہ تم اپنے بیٹے کو حکم دو جو بڑھئی ہے کہ وہ میرے لیے (منبر کی) سیڑھیاں بنا دے جن پر میں بیٹھوں گا۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۳۷۷ میں کر دی گئی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا: چھت' منبر اور لکڑی پر نماز پڑھنا۔

٤٤٩ - حَدَّثَنَا خَلَّادٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں خلاد نے حدیث بیان

اَیْمَنَ، عَنْ اَبِیْهِ، عَنْ جَابِرٍ اَنَّ امْرَاَةً قَالَتْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اَلَا اَجْعَلُ لَكَ شَیْئًا تَقْعُدُ عَلَیْهِ؟ فَاِنَّ لِیْ غُلَامًا نَجَّارًا قَالَ اِنْ شِئْتِ. فَعَمِلَتِ الْمِنْبَرَ.

[اطراف الحدیث: ۲۰۹۵۔ ۳۵۸۴۔ ۳۵۸۵]

کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد بن ایمن نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہ ایک عورت نے کہا: یارسول اللہ! کیا میں آپ کے لیے ایسی چیز نہ بنادوں جس پر آپ بیٹھیں؟ کیونکہ میرا لڑکا بڑھئی ہے آپ نے فرمایا: اگر تم چاہو پس اس عورت نے منبر بنا دیا۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) خلاد بن یحییٰ (۲) عبدالواحد بن ایمن الحبشی المکی القرشی المخزومی (۳) ان کے والد ایمن جو حضرت جابر سے روایت کرتے ہیں (۴) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۱۰)

منبر بنانے کے متعلق دو حدیثوں کے تعارض کا جواب

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کی حدیث حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث کے خلاف ہے کیونکہ حضرت سہل کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ نے خود اس عورت سے فرمایا تھا کہ وہ اپنے بیٹے سے کہے کہ وہ میرے لیے منبر بنادے اور حضرت جابر کی حدیث میں ہے کہ اس عورت نے اپنے بیٹے سے منبر بنوانے کی پیش کش کی تھی پھر اس نے منبر بنا دیا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ پہلے اس عورت نے منبر بنوا کر دینے کی پیش کش کی ہو اور آپ کی اس میں رغبت نہ ہو پھر جب اس لڑکے نے بنا کر دینے میں تاخیر کر دی اور آپ کو پتا تھا کہ وہ خوشی سے منبر بنا کر دے رہی ہے اور آپ چاہتے تھے جلدی بن جائے تو آپ نے اس عورت سے تقاضا کیا ہو اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آپ نے عورت کے پاس اس لیے پیغام بھیجا ہو کہ یہ معلوم کریں کہ وہ لڑکا کس قسم کی سیڑھیاں بنا رہا ہے اور یہ چاہا کہ وہ سیڑھیاں منبر میں ہونی چاہئیں۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ جو شخص کسی کام کے کرنے کا وعدہ کرے اور اس کی مدت معین نہ کرے اس سے اس کام کا تقاضا کرنا چاہیے اور اس کام کو مکمل کرنے کے لیے کہنا چاہیے۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۱۲۵ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ ھ)

علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ ھ اور حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ ھ نے اسی شرح کو معمولی تغیر سے نقل کیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۱۱۔۳۱۰ دارالکتب العلمیہ بیروت فتح الباری ج ۲ ص ۹۷ دارالمعرفۃ بیروت)

٦٥ - بَابُ مَنْ بَنٰى مَسْجِدًا

جس نے مسجد بنائی

اس باب میں مسجد بنانے کی فضیلت کو بیان کیا گیا ہے۔

٤٥٠ - حَدَّثَنَا یَحْیٰی بْنُ سُلَیْمَانَ حَدَّثَنِیْ ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِیْ عَمْرٌو اَنَّ بُكَیْرًا حَدَّثَهٗ اَنَّ عَاصِمَ بْنَ عُمَرَ بْنِ قَتَادَةَ حَدَّثَهٗ اَنَّهٗ سَمِعَ عُبَیْدَ اللّٰهِ الْخَوْلَانِیَّ اَنَّهٗ سَمِعَ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ یَقُوْلُ، عِنْدَ قَوْلِ النَّاسِ فِیْهِ حِیْنَ بَنٰى مَسْجِدَ الرَّسُوْلِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّكُمْ اَكْثَرْتُمْ، وَاِنِّیْ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّى

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن سلیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے ابن وہب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے عمرو نے خبر دی کہ بے شک بکیر نے ان کو حدیث بیان کی کہ بے شک عاصم بن عمر بن قتادہ نے ان کو حدیث بیان کی انہوں نے عبید اللہ الخولانی سے سنا انہوں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے سنا وہ بیان کرتے ہیں کہ جب انہوں نے رسول

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ بَنٰى مَسْجِدًا. قَالَ بُكَيْرٌ حَسِبْتُ اَنَّهٗ قَالَ يَبْتَغِىْ بِهٖ وَجْهَ اللّٰهِ ' بَنَى اللّٰهُ لَهٗ مِثْلَهٗ فِى الْجَنَّةِ. (صحیح مسلم: ۵۳۳، الرقم المسلسل: ۱۱۶۹، سنن ترمذی: ۳۱۸، سنن ابن ماجہ: ۷۳۶، صحیح ابن خزیمہ: ۱۲۹۱، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۱۰، مسند احمد ج ۱ ص ۶۱ طبع قدیم، مسند احمد ج ۱ ص ۴۸۹، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، جامع المسانید لابن الجوزی: ۵۲۷۱، مکتبۃ الرشد، ریاض ۱۴۲۶ھ)

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد بنائی اور لوگوں نے ان پر اعتراض کیے تو انہوں نے فرمایا: بے شک تم نے بہت اعتراض کیے ہیں اور میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس نے مسجد بنائی۔ بکیر نے کہا کہ میرا گمان ہے کہ انہوں نے فرمایا: اور وہ مسجد بنانے سے اللہ کی رضا طلب کرتا تھا تو اللہ اس کے لیے جنت میں اس کی مثل بنا دے گا۔

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت واضح ہے کیونکہ اس حدیث میں مسجد بنانے کی فضیلت کا ذکر ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) یحییٰ بن سلیمان الجعفی (۲) عبد اللہ بن وہب (۳) عمرو بن الحارث، ان کا لقب تھا درۃ الغواص (۴) بکیر بن عبد اللہ الاشج المدنی، یہ بہت پہلے مدینہ سے مصر چلے گئے تھے (۵) عاصم بن عمر الاوسی الانصاری، یہ ۱۲۰ھ میں مدینہ میں فوت ہو گئے تھے (۶) عبید اللہ بن الاسود الخولانی، یہ ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے لے پالک تھے (۷) حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۱۱)

مسجد بنانے کی فضیلت

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

مساجد اللہ تعالیٰ کے گھر ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مساجد کی اپنی طرف اضافت کی ہے، قرآن مجید میں ہے:

اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ. (التوبہ: ۱۸) اللہ کی مساجد کی صرف وہی تعمیر کرتے ہیں جو اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں۔

اور درج ذیل آیت میں اللہ تعالیٰ نے مساجد پر گھروں کا اطلاق فرمایا ہے:

فِىْ بُيُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ. (النور: ۳۶) جن گھروں کو بلند کرنے کا اللہ نے حکم دیا ہے اور ان میں اس کے نام کے ذکر کرنے کا حکم دیا ہے۔

پس مسجد دنیا میں سب سے افضل گھر ہے اور زمین کا سب سے عمدہ قطعہ ہے اور اللہ تعالیٰ نے مسجد بنانے والے کو یہ فضیلت عطا کی ہے کہ وہ اس کے لیے جنت میں محل بنا دے گا اور جب تک مسجد میں اللہ کا ذکر کیا جاتا رہے گا اور اس کے لیے نماز پڑھی جاتی رہے گی، اس کا اجر اور ثواب مسجد بنانے والے کے لیے اس کی زندگی میں بھی لکھا جاتا رہے گا اور اس کی موت کے بعد بھی لکھا جاتا رہے گا اور مسجد بنانے کا وہ اجر ہے، جو اس کے عمل کی جنس سے دیا جاتا رہے گا۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۱۲۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

مسجد نبوی کی دوبارہ تعمیر پر لوگوں کے اعتراضات

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

حضرت محمود بن لبید انصاری بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی بنانے کا ارادہ کیا تو لوگوں نے اس کو ناپسند کیا، ان کی خواہش تھی کہ مسجد کو اس کی حالت پر رہنے دیا جائے (صحیح مسلم: ۵۳۳، الرقم المسلسل: ۱۱۷۰) یعنی جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے

عہد میں مسجد تھی' اس کو اسی حالت میں رہنے دیا جائے' امام بغوی نے شرح السنۃ میں کہا ہے: شاید صحابہ نے اس لیے ناپسند کیا تھا کہ حضرت عثمان نقش ونگار والے پتھروں سے مسجد بنار ہے تھے' انہوں نے محض مسجد کی توسیع کرنے کو ناپسند نہیں کیا تھا اور حضرت عثمان نے مسجد کی توسیع نقش ونگار والے پتھروں سے کی تھی اور اس کو مزین بھی کیا تھا۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۹۸' دار المعرفۃ' بیروت)

مسجد بنانے کی فضیلت میں دیگر احادیث

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے: جس نے اللہ کے لیے مسجد بنائی خواہ چھوٹی ہو یا بڑی' اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں گھر بنا دیتا ہے۔ (سنن ترمذی: ۳۱۹)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: خواہ وہ پرندے کے گڑھے جتنی ہو یا اس سے چھوٹی ہو' اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں گھر بنا دیتا ہے۔ (سنن ابن ماجہ: ۷۳۸)

اس اعتراض کا جواب کہ اس حدیث میں مسجد بنانے والے کو جنت میں ایک مثل ملنے کا ذکر ہے' حالانکہ قرآن مجید میں دس مثلوں کا بیان ہے

اس حدیث میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جنت میں اس کی مثل بنا دے گا' اس پر یہ اعتراض ہے کہ مثل کے دو استعمال ہیں' ایک یہ کہ اس سے مراد مطلقاً مفرد ہوتا ہے' قرآن مجید میں ہے:

فَقَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ لِبَشَرَیْنِ مِثْلِنَا . (المؤمنون: ۴۷) پس انہوں نے کہا: کیا ہم اپنی مثل دو بشروں پر ایمان لے آئیں۔

اس آیت میں ''بشرین'' تثنیہ ہے' اس کے باوجود اس کی صفت مفرد کے صیغہ کے ساتھ لائی گئی ہے' اس سے معلوم ہوا کہ مثل کا لفظ صرف مفرد مستعمل ہوتا ہے اور دوسرا استعمال یہ ہے کہ اس کو موصوف کے مطابق لایا جاتا ہے' قرآن مجید میں ہے:

اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ . (الانعام: ۳۸) تمہاری مثل گروہ ہیں۔

اب اعتراض یہ ہے کہ اس حدیث کی بشارت کا تقاضا یہ ہے کہ مسجد بنانے والے کو جنت میں اس کی ایک مثل گھر دیا جائے' حالانکہ قرآن مجید میں ہے:

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا . (الانعام: ۱۶۰) جو شخص ایک نیکی لائے گا اس کو اس نیکی کی دس مثلیں ملیں گی۔

(۱) اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مسجد بنانے والے کو اس مسجد کی مثل دس گھر عطا فرمائے گا۔

(۲) بہ طور عدل اس کو مسجد کی مثل ایک گھر ملے گا اور بہ طور فضل اللہ تعالیٰ اس کی مثل دس گھر عطا فرمائے گا۔

(۳) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد اس آیت (الانعام: ۱۶۰) کے نزول سے پہلے تھا' مگر یہ جواب بعید ہے۔

(۴) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو ایک مثل فرمایا ہے' اس سے زیادہ کی نفی نہیں ہوتی۔

(۵) یہ زیادتی کیفیت کے اعتبار سے ہے' کئی چیزیں عدد میں کم ہوتی ہیں اور کیفیت میں زیادہ ہوتی ہیں مثلاً کسی کا ایک گھر دوسروں کے دس گھروں بلکہ سو گھروں سے افضل ہوتا ہے اور یہ فرق دنیا کی تنگی اور جنت کی وسعت کے اعتبار سے ہے کیونکہ صحیح حدیث میں ہے: جنت میں چابک جتنی جگہ بھی دنیا اور مافیہا سے بہتر ہے۔ (صحیح البخاری: ۳۲۵۰) امام احمد نے حضرت واثلہ سے روایت کیا ہے: اللہ اس کے لیے جنت میں اس سے افضل گھر بنا دے گا' اور امام طبرانی نے حضرت ابو امامہ سے روایت کیا ہے: اللہ اس کے لیے اس سے زیادہ وسیع گھر بنا دے گا' اس سے معلوم ہوا کہ مثل ہونے سے من کل الوجوہ مساوات کا قصد نہیں کیا جاتا۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۹۹ 'دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حافظ عسقلانی کے جوابات پر حافظ عینی کا تبصرہ

تیسرے جواب کے بعید ہونے کی وجہ یہ ہے کہ آپ کا یہ ارشاد' الانعام: ۱۶۰ کے نزول سے پہلے تھا' یہ تاریخ جاننے پر موقوف ہے اور وہ معلوم نہیں ہے۔ پانچویں جواب میں کہا ہے کہ یہ مثلیت کیفیت کے اعتبار سے ہے اور قرآن مجید میں جو دس مثلوں کا ذکر ہے وہ کمیت اور مقدار ہے' میں کہتا ہوں کہ جو مثلیت کمیت اور مقدار کے اعتبار سے ہو' اس کو مساوات کہتے ہیں جیسے ایک مقدار کا دوسری مقدار کے ساتھ متحد ہونا اور جو مثلیت کیفیت کے اعتبار سے ہو' اس کو مشابہت کہتے ہیں۔

اس کے بعد علامہ عینی لکھتے ہیں: مجھے جو جواب انوار الٰہیہ سے منکشف ہوا ہے' وہ یہ ہے کہ مسجد بنانے والے کو ایک گھر کی مثل دینا یہ اللہ تعالیٰ کا عدل ہے اور اس ایک گھر کے اوپر کیفیت اور کمیت (مقدار) کے اعتبار سے اضافہ فرمانا' یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۱۶ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ اس جواب میں حافظ عینی نے کوئی نئی بات نہیں پیش کی' یہی بات حافظ عسقلانی اپنے دوسرے جواب میں بیان کر چکے ہیں' نئی بات یہ ہے کہ حدیث میں مذکور ہے: مسجد بنانے والے کو جنت میں اس کی مثل ملے گی' اس سے ایک مثل مراد لینا مثل کے پہلے استعمال پر موقوف ہے' جس میں مثل سے مراد مفرد ہوتی ہے' جیسے ''اَنُؤْمِنُ لِبَشَرَیْنِ مِثْلِنَا'' (المومنون: ۴۷) میں ہے'' کیا ہم اپنے جیسے دو بشروں پر ایمان لائیں''۔ اور کیا ضروری ہے کہ حدیث میں مثل کا لفظ پہلے استعمال پر ہو' اگر مثل کا لفظ دوسرے استعمال پر ہو' جیسے ''اُمَمٌ اَمْثَالُکُمْ'' (الانعام: ۳۸) تمہاری مثل گروہ ہیں' میں ہے تو پھر اس سے متعدد امثال مراد لی جاسکتی ہیں اور پھر یہ حدیث الانعام: ۱۶۰ کے خلاف نہیں ہوگی اور اس سے یہ مراد ہوسکتی ہے کہ مسجد بنانے والے کو اللہ تعالیٰ جنت میں اس کی دس مثلیں عطا فرمائے اور یہی اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کے لائق اور اس کی سنت کے مطابق ہے۔ فافھم وتشکر۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۰۹۱۔ ج ۲ ص ۸۸ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

٦٦ - بَابٌ يَأْخُذُ بِنُصُوْلِ النَّبْلِ إِذَا مَرَّ فِي الْمَسْجِدِ

جب کوئی شخص مسجد سے گزرے تو تیر کی نوک کو اپنے ہاتھ سے پکڑ لے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب کوئی شخص مسجد کے پاس سے گزرے تو تیر کے پھل یا اس کی نوک کو اپنے ہاتھ سے پکڑ کر رکھے' اگر وہ اس نوک کو پکڑ کر نہیں رکھے گا تو ہوسکتا ہے وہ نوک کسی کے چبھ جائے۔

٤٥١ - **حَدَّثَنَا** قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ قُلْتُ لِعَمْرٍو اَسَمِعْتَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يَقُوْلُ مَرَّ رَجُلٌ فِي الْمَسْجِدِ وَمَعَهُ سِهَامٌ ' فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمْسِكْ بِنِصَالِهَا؟

[اطراف الحدیث: ۷۰۷۳۔ ۷۰۷۴]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے عمرو سے پوچھا: کیا تم نے حضرت جابر بن عبد اللہ سے سنا ہے' وہ کہتے تھے کہ ایک شخص مسجد سے گزرا اور اس کے ساتھ تیر تھے تو اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے تیر کی نوک یا پیکان کو پکڑ کر رکھو؟

(صحیح مسلم: ۲۶۱۴' الرقم المسلسل: ۶۵۳۸' سنن نسائی: ۷۱۸' سنن ابن ماجہ: ۳۷۷۷' مسند الحمیدی: ۱۲۵۲' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۳۶۔ ج ۸ ص ۵۸۲' سنن دارمی: ۶۳۳۔ ۱۴۰۲' مسند ابویعلیٰ: ۱۹۹۵۔ ۱۹۷۱۔ ۱۸۳۳' صحیح ابن خزیمہ: ۱۳۱۶' صحیح ابن حبان: ۱۶۴۷' سنن بیہقی ج ۸ ص ۲۳')

مسند احمد ج ۳ ص ۳۰۸ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۴۳۱۰۔ ج ۲۲ ص ۲۱۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: آپ نے فرمایا: اپنے تیر کی نوک یا پیکان کو پکڑ کر رکھو۔

اس حدیث کے چار رجال ہیں' جن کا پہلے تعارف ہو چکا ہے۔

حدیث مذکور کی سند میں ابہام کا ازالہ' علامہ عینی سے

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کی سند پر یہ اعتراض ہے کہ سفیان نے کہا: میں نے عمرو سے پوچھا: کیا تم نے حضرت جابر بن عبد اللہ سے یہ حدیث سنی تھی کہ وہ کہتے تھے کہ ـــــــــــ اس کے بعد عمرو کا جواب مذکور نہیں ہے کہ انہوں نے حضرت جابر سے یہ حدیث سنی تھی یا نہیں؟ اس کی تحقیق یہ ہے کہ اس میں محدثین کا اختلاف ہے کہ قاری کے سوال کے بعد شیخ کے جواب کے ذکر کرنے کی شرط ہے یا نہیں' مذہب راجح جس پر محققین ہیں اور امام بخاری بھی انہی میں سے ہیں' وہ مذہب یہ ہے کہ شیخ کا یہ کہنا کہ ''ہاں'' یہ شرط نہیں ہے' بلکہ شیخ کا سکوت کافی ہے جب کہ اس سے سوال کرنے والا بیدار مغز ہو' اس لحاظ سے حضرت جابر کی سند پر کوئی اعتراض نہیں ہے' علاوہ ازیں الاصیلی کی روایت میں ہے: عمرو نے کہا: ہاں! لہٰذا اس سند سے اعتراض ساقط ہو گیا۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۱۷۔۳۱۶)

حدیث مذکور کی سند میں ابہام کا ازالہ' علامہ ابن بطال سے

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث میں اسناد ظاہر نہیں ہے کیونکہ سفیان نے عمرو سے کہا: آپ نے حضرت جابر سے یہ حدیث سنی ہے کہ ایک شخص مسجد کے پاس سے گزرا اور اس کے پاس تیر تھے تو اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اپنے تیر کی نوک کو پکڑ کر رکھو' اور یہ نقل نہیں کیا کہ عمرو نے اس کے جواب میں کہا: ہاں' امام بخاری نے کتاب الصلوٰۃ کے علاوہ از علی بن عبد اللہ از سفیان' یہ حدیث ذکر کی ہے' اس میں ذکر ہے: سفیان نے عمرو سے کہا: کیا آپ نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ ایک شخص مسجد میں تیروں کے ساتھ گزرا تو اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اپنے تیروں کی نوکوں کو پکڑ کر رکھو؟ تو انہوں نے کہا: ہاں۔ (صحیح البخاری: ۷۰۷۳) لہٰذا ان کے ہاں کہنے سے سند کا ابہام دور ہو گیا۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۱۲۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

حدیث مذکور کی سند میں ابہام کا ازالہ' علامہ عسقلانی سے

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند میں سفیان کا ذکر ہے' اس سے مراد سفیان بن عیینہ ہیں اور عمرو کا ذکر ہے' اس سے مراد عمرو بن دینار ہیں' قتیبہ نے اس سند میں عمرو بن دینار کا جواب ذکر نہیں کیا' لیکن اصیلی کی روایت میں ہے کہ انہوں نے آخر میں کہا: ہاں! امام بخاری نے کتاب الفتن میں قتیبہ کے غیر از علی بن عبد اللہ از سفیان' اس روایت کی مثل ذکر کی ہے' اس کے آخر میں مذکور ہے: انہوں نے کہا: ہاں! (صحیح البخاری: ۷۰۷۳) امام مسلم نے اس حدیث کو از سفیان از عمرو از جابر بغیر سوال اور جواب کے روایت کیا ہے۔ (صحیح مسلم: ۲۶۱۴۔ ۲۶۱۵) نیز امام بخاری اور امام مسلم نے اس حدیث کو بغیر سفیان کے از حماد بن زید از عمرو بن دینار از حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کیا ہے کہ ایک شخص مسجد میں تیروں کے ساتھ گزرا اور اس نے تیروں کی نوکوں کو ظاہر کیا ہوا تھا تو اس کو یہ حکم دیا گیا کہ وہ اپنے تیروں کی نوکوں کو پکڑ کر رکھے تاکہ وہ نوکیں کسی مسلمان کو زخمی نہ کر دیں۔ (صحیح البخاری: ۷۰۷۴' صحیح مسلم: ۲۶۱۴' الرقم المسلسل: ۶۵۳۹)

حافظ عسقلانی کہتے ہیں کہ جب قاری شیخ سے پوچھے کہ کیا آپ کو فلاں نے یہ حدیث بیان کی ہے؟ تو سند میں شیخ کے جواب کو

ذکر نہ کرنا راجح مذہب ہے اور اس کے جواب کو ذکر کرنا مرجوح مذہب ہے اور امام بخاری نے دونوں مذہبوں پر عمل کیا ہے' کتاب الصلوٰۃ میں قاری کے سوال کے جواب میں شیخ کا قول ذکر نہیں کیا اور کتاب الفتن میں شیخ کا قول کا ذکر کیا ہے۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۱۰۰۔۹۹' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) قتیبہ بن سعید (۲) سفیان بن عیینہ (۳) عمرو بن دینار (۴) حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہما' ان سب کا تفصیلی تعارف ہو چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۱۶)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اپنے تیر کی نوک کو پکڑ لو۔

اس حدیث میں ''نصال'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: تیر اور نیزہ کے آخر میں جو لوہے کی نوک ہوتی ہے' اس کو پیکان بھی کہتے ہیں۔

باب مذکور کی حدیث کی مؤید دیگر احادیث

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب تم میں سے کوئی شخص کسی مجلس یا کسی بازار میں گزرے اور اس کے ہاتھ میں تیر ہو تو وہ اس تیر کی نوک کو پکڑ کر رکھے۔ امام ابوداؤد کی روایت میں ہے: مبادا وہ کسی مسلمان کے لگ جائے۔

(صحیح مسلم: ۲۶۱۵' الرقم المسلسل: ۶۵۴۱' سنن ابوداؤد: ۲۵۸۷' سنن ابن ماجہ: ۳۷۷۸)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے برہنہ تلوار پکڑنے سے منع فرمایا ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۲۵۸۸' سنن ترمذی: ۲۱۶۳)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم پاگلوں اور بچوں کو اور اپنی آوازوں کے بلند کرنے کو اور تلواروں کے سونتنے کو (میان سے نکالنے کو' اسی طرح کلاشنکوف لہرانے کو اور فائرنگ کرنے کو) اور خریدنے اور فروخت کرنے کو اور حدود قائم کرنے کو' اور آپس میں جھگڑنے کو اپنی مسجدوں سے دور رکھو اور جمعہ کے دنوں میں اپنی مسجدوں کے دروازوں پر لوبان وغیرہ کی دھونی دو اور وضوء کرنے کی جگہوں کو مسجدوں کے دروازوں پر بناؤ۔ (مصنف عبد الرزاق: ۱۷۲۹' ج ۱ ص ۴۴۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' المعجم الکبیر: ۳۶۹۔ ج ۲۰ ص ۱۷۳' مسند الشامیین: ۳۵۸۱' مجمع الزوائد ج ۲ ص ۲۶' کامل بن عدی: ۱۴۵۴' کنز العمال: ۲۰۸۳۵)

مسلمانوں کا تھوڑا سا بھی ناحق خون بہانا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر دشوار ہے

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مسلمان کی حرمت کی تاکید ہے تا کہ اس کو کوئی شخص خوف زدہ کرے نہ زخمی کرے' کیونکہ مسلمان عموماً مساجد کے پاس سے گزرتے ہیں' خصوصاً پانچ نمازوں کے اوقات میں' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ خطرہ ہوا کہ کسی تیر کی نوک سے کسی مسلمان کو ایذاء نہ پہنچے اور یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاقِ کریمہ کا اظہار ہے' نیز اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی ہتھیار سے مسلمان کا کم خون نکلے یا زیادہ نکلے' دونوں قسم کے ہتھیاروں سے مسلمانوں کو محفوظ رکھنا ضروری ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۸۲۔۷۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ' علامہ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ اور علامہ احمد القسطلانی متوفی ۹۱۱ھ' سب نے یہی شرح نقل کی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۱۷' فتح الباری ج ۲ ص ۱۰۰' ارشاد الساری ج ۲ ص ۱۲۵)

مسلمانوں کا مسجدوں میں فائرنگ اور بم دھماکے کرنا دنیا میں اسلام کی بدنامی کا باعث ہے

آج کل نام نہاد مسلمان دہشت گرد مسجدوں میں فائرنگ کرتے ہیں' بم دھماکے کرتے ہیں اور خودکش حملے کرتے ہیں' انہیں غور کرنا چاہیے کہ ان کا یہ عمل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کس قدر باعث اذیت ہے' زیادہ افسوس اس پر ہے کہ کئی مذہبی جماعتیں پہلے مخالف فرقوں کی مساجد میں بم دھماکے کراتی ہیں اور اپنے مخالف علماء کو ہلاک کرنے کے لیے ان پر خودکش حملے کراتی ہیں اور سادہ لوح نوجوانوں کی برین واشنگ کر کے ان کے دلوں میں شوقِ شہادت پیدا کرتی ہیں کہ فلاں عالم کافر ہے' تم خودکش دھماکے میں اس کو اڑا دو' سیدھے جنت میں جاؤ گے نہ صرف تم جنت میں جاؤ گے بلکہ اپنے تمام گھر والوں کو جنت میں لے جاؤ گے' پھر اس کے ردِ عمل میں ان کے مخالف فرقے کے لوگ انتقام لینے کے لیے اسی طرح کی کارروائی کرتے ہیں' یوں ایک دوسرے کی مساجد کی بے حرمتی کی جاتی ہے اور مسلمانوں کا خون بہتا رہتا ہے اور ملک میں بدامنی ہوتی ہے اور خوف و ہراس کی فضا پیدا ہوتی ہے اور غیر مسلم ممالک میں مسلمانوں کا مذاق اڑایا جاتا ہے کہ اس اسلام کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ امن اور سلامتی کا علم بردار ہے' بھارت میں جہاں آئے دن مسلم کش فسادات ہوتے رہتے ہیں' وہاں ہندو مسلمانوں پر طعنہ زن ہوتے ہیں: تم ہمیں مسلم کش حملوں پر کیوں مطعون کرتے ہو' تمہارے اسلامی ملک میں خود مسلمان ایک دوسرے کی گردنیں مار رہے ہیں' پاکستان میں مذہبی اختلاف کی وجہ سے مسلمان ایک دوسرے کا خون بہا رہے ہیں اور افغانستان اور عراق میں سیاسی اختلاف کی وجہ سے مسلمان ایک دوسرے کا خون بہا رہے ہیں' حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے غلطی سے ایک کلمہ گو کو قتل کر دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس پر اس قدر رنج ہوا اور آپ نے حضرت اسامہ کو اس قدر ملامت کی کہ انہوں نے کہا: کاش! میں اس دن سے پہلے اسلام نہ لایا ہوتا۔ (صحیح مسلم: ٩٦' الرقم المسلسل: ٢٧٢-٢٧١) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہر پیر اور جمعرات کو امت کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں' نیک اعمال سے آپ خوش ہوتے ہیں اور برے اعمال پر آپ استغفار کرتے ہیں۔ (الوفاء ص ٨٢٦) کفار مکہ تو آپ کو آپ کی صرف ظاہری حیات میں رنج پہنچاتے تھے' ہم اپنی اس خون ریزی سے آپ کو قبر میں رنج پہنچا رہے ہیں!!!

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ٦٥٣-٧ ج ٢ ص ٢٣٢ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

٦٧ - بَابُ الْمُرُوْرِ فِي الْمَسْجِدِ مسجد میں گزرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب تیر کے پیکان کو پکڑا ہو تو پھر اس تیر کو لے کر کوئی شخص مسجد میں جا سکتا ہے' تاہم امام بخاری کا قائم کردہ عنوان اس مفہوم کی ادائیگی سے قاصر ہے۔

٤٥٢ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ بُرْدَةَ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا بُرْدَةَ' عَنْ أَبِيهِ' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ مَرَّ فِي شَيْءٍ مِنْ مَسَاجِدِنَا' أَوْ أَسْوَاقِنَا' بِنَبْلٍ' فَلْيَأْخُذْ عَلَى نِصَالِهَا' لَا يَعْقِرْ بِكَفِّهِ مُسْلِمًا.

[طرف الحدیث: ٧٠٧٥]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الواحد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو بردہ بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے ابو بردہ سے سنا از والد خود از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: جو شخص ہماری مساجد میں سے کسی جگہ یا ہمارے بازار میں سے کسی جگہ تیر لے کر گزرے' پس اس کو چاہیے کہ وہ اس کے پیکان کو پکڑ کر رکھے' وہ اپنے ہاتھ سے کسی مسلمان کو زخمی نہ کرے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) موسیٰ بن اسماعیل التبوذکی (۲) عبد الواحد بن زیاد (۳) ابو بردہ بُرید بن عبد اللہ (۴) دوسرے ابو بردہ ان کا نام عامر ہے اور یہ پہلے ابو بردہ کے دادا ہیں (۵) حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ ان کا نام عبد اللہ بن قیس ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۱۸)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: جو شخص ہماری مساجد میں سے کسی جگہ گزرے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے گزشتہ حدیث: ۴۵۱ کا مطالعہ فرمائیں۔

٦٨ - بَابُ الشِّعْرِ فِي الْمَسْجِدِ — مسجد میں شعر پڑھنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مسجد میں شعر پڑھنے کا کیا حکم ہے۔

٤٥٣ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ الْحَكَمُ بْنُ نَافِعٍ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ اَنَّهُ سَمِعَ حَسَّانَ بْنَ ثَابِتٍ الْاَنْصَارِيَّ يَسْتَشْهِدُ اَبَا هُرَيْرَةَ اَنْشُدُكَ اللّٰهَ، هَلْ سَمِعْتَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ يَا حَسَّانُ، اَجِبْ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اَللّٰهُمَّ اَيِّدْهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ. قَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ نَعَمْ.

[اطراف الحدیث: ۳۲۱۲-۶۱۵۲]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الیمان الحکم بن نافع نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری انہوں نے کہا: مجھے ابو سلمہ بن عبد الرحمان بن عوف نے خبر دی کہ انہوں نے حضرت حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ سے سنا وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے شہادت طلب کرتے تھے کہ میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں کیا تم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: اے حسان! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جواب دو اے اللہ! اس کی روح القدس سے تائید فرما۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ہاں!

(صحیح مسلم: ۲۴۸۵ الرقم المسلسل: ۶۲۶۹ سنن ابوداؤد: ۵۰۱۴-۵۰۱۳ سنن نسائی: ۷۱۶ السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۰۰۰۰ مسند الحمیدی: ۱۱۰۵ عمل الیوم واللیلۃ للنسائی: ۱۷۱ صحیح ابن حبان: ۷۱۴۸ المعجم الکبیر: ۳۵۹۶-۳۵۸۷ صحیح ابن خزیمہ: ۱۳۰۷ مصنف عبد الرزاق: ۷۶۴۴ المعجم الاوسط: ۶۲۸۳ مسند احمد ج ۵ ص ۲۲۲ طبع قدیم مسند احمد: ۲۱۹۳۶ ج ۳۶ ص ۲۶۷ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت جامع المسانید لابن الجوزی: ۱۴۹۸ مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) ابو الیمان الحکم بن نافع (۲) شعیب بن ابی حمزہ ابو حمزہ کا نام دینار الحمصی ہے (۳) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (۴) ابو سلمہ (۵) حضرت حسان بن ثابت بن المنذر بن الحرام الانصاری المدنی یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعت گو شاعر تھے اسلام اور جاہلیت کے نامور شعراء میں سے تھے ابو نعیم نے کہا: عرب میں ان کی نظیر نہیں ہے کہ ایک شخص کے سلسلہ نسب میں چار ایسے افراد ہوں کہ ان میں سے ہر ایک کی عمر برابر ہو حضرت حسان کے آباء میں سے ہر ایک کی عمر ایک سو بیس سال تھی حضرت حسان کی عمر بھی ایک سو بیس سال تھی ساٹھ سال وہ جاہلیت میں زندہ رہے اور ساٹھ سال اسلام میں یہ ۵۰ھ میں مدینہ میں فوت ہو گئے (۶) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۲۰)

حدیث مذکور کی باب کے عنوان سے مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت ظاہر نہیں ہے کیونکہ باب کا عنوان ہے: مسجد میں شعر پڑھنا اور حدیث مذکور میں مسجد میں شعر پڑھنے کا ذکر نہیں ہے تاہم ایک اور حدیث ہے جس میں مسجد میں شعر پڑھنے کا ذکر ہے:

سعید بن المسیب بیان کرتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسجد میں گزرے اور حضرت حسان شعر پڑھ رہے تھے (حضرت عمر نے ان کے مسجد میں شعر پڑھنے پر اعتراض کیا) حضرت حسان نے کہا: میں مسجد میں شعر پڑھتا تھا اور مسجد میں آپ سے افضل موجود تھے' پھر انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی طرف مڑ کر کہا: میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: میری طرف سے جواب دو! اے اللہ! اس کی روح القدس سے تائید فرما! حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ہاں!

(صحیح البخاری: ۳۲۱۲' صحیح مسلم: ۲۴۸۵' سنن ابوداؤد: ۵۰۱۳' سنن نسائی: ۷۱۵)

جو شعر حق پر مشتمل ہو وہ مقبول ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حسان کے اشعار پر دعا دی ہے اور ایسے اشعار کو مسجد میں پڑھنے سے منع نہیں کیا جائے گا' اور اس حدیث کی روایت سے امام بخاری کا بھی یہی مقصود ہے۔

باب مذکور کی مؤید دیگر احادیث

حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے' آپ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے لیے دعا فرما رہے تھے: تم ان کفار کی ہجو کرو اور جبریل بھی تمہارے ساتھ ہیں۔

(صحیح مسلم: ۲۴۸۶' الرقم المسلسل: ۶۲۷۰' صحیح البخاری: ۶۱۵۳' السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۲۹۴)

ہشام اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس اکثر آتے تھے' پس میں نے ان کو برا کہا (کیونکہ وہ بھی حضرت عائشہ پر تہمت لگانے والوں میں سے تھے) تو حضرت عائشہ نے فرمایا: اے میرے بھتیجے! ان کو چھوڑ دو کیونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے مدافعت کرتے تھے۔ (صحیح مسلم: ۲۴۸۷' الرقم المسلسل: ۶۲۷۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت حسان نے عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے ابوسفیان کی ہجو کرنے کی اجازت دیجئے' آپ نے فرمایا: میری جو اس سے قرابت ہے تم اس کا کیا کرو گے؟ حضرت حسان نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو عزت دی ہے! میں آپ کو ان لوگوں میں سے اس طرح نکال لوں گا جس طرح گندھے ہوئے آٹے میں سے بال کو نکالیا جاتا ہے۔

(صحیح البخاری: ۶۱۴۳' صحیح مسلم: ۲۴۸۹' الرقم المسلسل: ۶۲۷۶)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قریش کی ہجو کرو کیونکہ ہجو ان کے خلاف تیز تیروں سے زیادہ ہے' پھر حضرت ابن رواحہ رضی اللہ عنہ کو بلایا گیا' آپ نے فرمایا: ان کی ہجو اور مذمت کرو' حضرت ابن رواحہ نے ان کی مذمت کی' لیکن آپ اس سے راضی نہیں ہوئے' پھر حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کو بلایا گیا' پھر حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو بلایا گیا' جب وہ آپ کے پاس آئے تو حضرت حسان نے کہا: اب وقت آ گیا ہے کہ تم اس شیر کو بلاؤ جو اپنی دم سے مارتا ہے' پھر انہوں نے اپنے منہ سے زبان باہر نکالی اور اس کو ہلانے لگے' پھر کہا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے! میں ان کو اپنی زبان سے اس طرح چیر پھاڑ کر رکھ دوں گا جس طرح چمڑے کو پھاڑتے ہیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جلدی نہ کرو کیونکہ ابوبکر قریش کے نسب سے زیادہ جاننے والے ہیں اور ان میں میرا نسب بھی ہے' تاکہ ابوبکر میرا نسب ان سے الگ کر دیں' حضرت حسان ابوبکر کے پاس گئے' پھر لوٹ آئے اور کہا: یارسول اللہ! آپ کا نسب الگ کر دیا گیا ہے' اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے! میں آپ کو ان سے اس طرح نکال لوں گا' جس طرح گندھے ہوئے آٹے سے بال نکال لیا جاتا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب تک تم اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے جواب دیتے رہو گے' روح القدس تمہاری تائید کرتا رہے گا' نیز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے

کہ حسان نے کفارِ قریش کی ہجو اور مذمت کر کے مسلمانوں کو شفا دی ہے (یعنی ان کا دل ٹھنڈا کر دیا) اور کفار کے دلوں کو بیمار کر دیا۔
(صحیح مسلم: ۲۴۹۰ الرقم المسلسل: ۸...)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت حسان کے لیے منبر رکھتے تھے وہ اس پر کھڑے ہو کر ان لوگوں کی ہجو (مذمت) کرتے تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں بدگوئی کرتے تھے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک روح القدس حسان کے ساتھ ہوتے ہیں جب تک وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے موافقت کرتے ہیں۔

(سنن ابوداؤد: ۵۰۱۵ سنن ترمذی: ۲۸۴۶ مسند احمد ج ۶ ص ...)

مسجد میں جن اشعار کا پڑھنا جائز ہے اور جن اشعار کا پڑھنا جائز نہیں ہے

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس باب کی حدیث سے معلوم ہوا کہ جو اشعار برحق ہیں ان کا مسجد میں پڑھنا جائز ہے اور جن اشعار میں جھوٹ خیالی باتیں عشقیہ مضامین عورتوں اور شراب کی تعریف اور فسق و فجور کا ذکر ہو ان کا مسجد میں پڑھنا جائز نہیں ہے۔

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا ہے کہ مسجد میں قصاص لیا جائے یا مسجد میں اشعار پڑھے جائیں یا مسجد میں حدود قائم کی جائیں۔ (سنن ابوداؤد: ۴۴۹۰)

عمرو بن شعیب اپنے والد عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے اور اپنے دادا حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے مسجد میں اشعار پڑھنے سے اور خرید و فروخت کرنے سے اور جمعہ کے دن نماز سے پہلے حلقے بنانے سے منع فرمایا ہے۔ (سنن ترمذی: ۳۲۲ سنن ابوداؤد: ۱۰۷۹ سنن نسائی: ۷۱۴۔ ۷۱۳ سنن ابن ماجہ: ۱۱۳۳۔ ۷۶۶۔ ۷۴۹ مسند احمد ج ۲ ص ...)

امام عبد الرزاق نے از ابن المنکدر راز اسید بن عبد الرحمٰن روایت کی ہے کہ ایک شاعر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اس وقت آپ مسجد میں تھے اس نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں شعر پڑھوں آپ نے فرمایا: نہیں اس نے کہا: کیوں نہیں تو آپ نے فرمایا: مسجد سے نکل جاؤ اس نے مسجد سے باہر آ کر شعر پڑھے تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو کپڑا عطا فرمایا اور فرمایا: یہ اس کا عوض ہے کہ تم نے اپنے رب کی مدح کی ہے۔

امام ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں ان اشعار کو جمع کیا ہے جن کا مسجد میں پڑھنا جائز ہے اور ان اشعار کو جمع کیا ہے جن کا مسجد میں پڑھنا ممنوع ہے اور ابونعیم اصفہانی نے کتاب المساجد میں لکھا ہے کہ جاہلیت کے اشعار کو اور باطل لوگوں کے اشعار کو مسجد میں پڑھنا جائز نہیں ہے اور اسلام کے اشعار کو اور برحق لوگوں کے اشعار کو مسجد میں پڑھنا ممنوع نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۲۲ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

کس قسم کے اشعار کا بنانا اور پڑھنا جائز ہے اور کس قسم کے اشعار کا بنانا اور پڑھنا جائز نہیں ہے

جن اشعار میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بے ادبی ہو یا جنت کی تنقیص کی گئی ہو فسق و فجور اور فحش کلام ہو اور مسلمانوں کی ہجو اور مذمت کی گئی ہو ایسے شعر بنانا اور پڑھنا ناجائز ہے ایسے اشعار کی حدیث میں مذمت کی گئی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کسی شخص کے پیٹ میں قے بھری ہوئی ہو وہ اس سے بہتر ہے کہ اس میں (بے ہودہ) شعر بھرا ہوا ہو۔

(سنن ابوداؤد: ۵۰۰۹ صحیح مسلم: ۲۲۵۸ سنن ترمذی: ۲۸۵۲ سنن ابن ماجہ: ۳۷۶۰ مسند احمد ج ۱ ص ۱۷۵ صحیح البخاری ...)

صحیح البخاری' صحیح مسلم اور سنن ابوداؤد میں یہ حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ سے مروی ہے اور سنن ترمذی' سنن ابن ماجہ اور مسند احمد میں یہ حدیث حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ سے مروی ہے۔

اور جن اشعار میں اللہ تعالیٰ' اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حمد اور نعت ہو' قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کے ہدایت اور نصیحت پر مشتمل مضامین ہوں' اولیاء اللہ کی منقبت اور کفار کی مذمت ہو' ان اشعار کا بنانا اور پڑھنا جائز ہے' حدیث میں ہے:

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بعض اشعار میں ضرور حکمت ہے۔

(صحیح البخاری:۶۱۴۵' سنن ابوداؤد:۵۰۱۰_۳۰۷۵۵)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک بعض اشعار میں حکمتیں ہوتی ہیں۔

(سنن ابوداؤد:۵۰۱۱_۳۷۵۶' سنن ترمذی:۲۸۴۵' مسند احمد ج ۱ ص ۳۶۹)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: شاعر کی کہی ہوئی سب سے سچی بات وہ ہے جو لبید نے کہی ہے:

الا کل شیء ما خلا اللّٰہ باطل. سنو! اللہ کے سوا ہر چیز باطل (فانی) ہے۔

(صحیح البخاری:۶۱۴۷' صحیح مسلم:۲۲۵۶' سنن ترمذی:۲۸۴۹' مسند احمد ج ۲ ص ۲۴۸)

حضرت انس رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عمرۃ القضاء ادا کرنے کے لیے مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے' حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ آپ کے آگے آگے یہ اشعار پڑھتے ہوئے چل رہے تھے:

خلوا بنی الکفار عن سبیلہ — اے اولادِ کفار! آپ کا راستہ چھوڑ دو۔
الیوم نضربکم علی تنزیلہ — آج ہم قرآن مجید کے حکم کے موافق تم پر ضرب لگائیں گے۔
ضربا یزیل الھام عن مقیلہ — ایسی ضرب جو کھوپڑی کو اپنی جگہ سے اکھاڑ دے گی۔
ویذھل الخلیل عن خلیلہ — اور دوست کو دوست سے جدا کر دے گی۔

حضرت عمر رضی اللہ نے حضرت ابن رواحہ رضی اللہ سے کہا: تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے اور اللہ تعالیٰ کے حرم میں شعر پڑھ رہے ہو! تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے عمر! اس کو رہنے دو' یہ اشعار کفار میں تیروں سے زیادہ تیزی سے تاثیر کرتے ہیں۔

(سنن ترمذی:۲۸۴۷' سنن نسائی:۲۸۹۳_۲۸۷۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا: کیا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی کوئی شعر پڑھا ہے؟ حضرت عائشہ نے فرمایا: آپ حضرت ابن رواحہ رضی اللہ کے اشعار پڑھتے تھے اور آپ یہ شعر پڑھتے تھے:

ویاتیک بالاخبار من لم تزود. زمانہ تمہارے پاس ان لوگوں کی خبریں لاتا ہے جن کو تم نے زادِ راہ نہیں دیا۔

(سنن ترمذی:۲۸۴۸' مسند احمد ج ۶ ص ۱۳۸)

باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم:۶۲۶۲_ج ۶ ص ۱۱۵۵ پر مذکور ہے' اس کی شرح کا عنوان ہے: حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ کی سوانح۔

٦٩ - بَابُ اَصْحَابِ الْحِرَابِ فِی الْمَسْجِدِ

مسجد میں جنگی مشق کرنے والے اصحاب

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مسجد میں جنگی مشق کرنا جائز ہے اس باب کے عنوان میں اصحاب الحراب کا ذکر ہے ان سے مراد وہ لوگ ہیں جو دین اسلام کے دشمنوں کے خلاف ہتھیاروں سے جنگ کرنے کی مشق کرتے ہیں۔

٤٥٤ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ صَالِحٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ لَقَدْ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا عَلٰى بَابِ حُجْرَتِي وَالْحَبَشَةُ يَلْعَبُوْنَ فِي الْمَسْجِدِ، وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتُرُنِي بِرِدَائِهِ، أَنْظُرُ إِلٰى لَعِبِهِمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد العزیز بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از صالح از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے عروہ بن الزبیر نے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے حجرہ کے دروازہ پر دیکھا اور حبشی مسجد میں جنگی مشقیں کر رہے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اپنی چادر میں چھپا رہے تھے' میں ان کی مشقوں کو دیکھ رہی تھی۔

[اطراف الحدیث: ۴۵۵۔ ۹۵۰۔ ۹۸۸۔ ۵۱۹۰۔ ۵۲۳۶]

(صحیح مسلم: ۸۹۲' الرقم المسلسل: ۲۰۳۰' سنن النسائی: ۱۵۹۳' السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۷۹۸' مسند الحمیدی: ۲۵۴' المعجم الاوسط: ۴۲۱۳' مسند احمد ج ۶ ص ۵۷ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۴۲۹۶۔ ج ۴۰ ص ۳۳۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) عبد العزیز بن عبد اللہ بن یحییٰ ابو القاسم القرشی العامری المدنی (۲) ابراہیم بن سعد بن ابراہیم بن عبد الرحمٰن بن عوف (۳) صالح بن کیسان ابو محمد مدرب' یہ عمر بن عبد العزیز کے بیٹے ہیں (۴) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (۵) عروہ بن الزبیر بن العوام (۶) ابراہیم بن المنذر الحزامی (۷) عبد اللہ بن وہب (۸) یونس بن یزید الایلی (۹) حضرت عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہا۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۳۴)

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس جملہ میں ہے: اور حبشی مسجد میں جنگی مشقیں کر رہے تھے۔

مسجد میں جنگی مشقوں کی توجیہ

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

المہلب نے کہا ہے کہ مسجد کو مسلمانوں کی نماز باجماعت کے لیے بنایا گیا ہے اور جن کاموں کی دین میں منفعت ہو ان کا مسجد میں کرنا بھی جائز ہے اور جنگی مشق کرنے سے جسم کی ورزش ہوتی ہے اور اعضاء اور پٹھے مضبوط ہوتے ہیں اور میدانِ جہاد میں کفار سے لڑنے کی مشق ہوتی ہے لہٰذا اس کو مسجد اور غیر مسجد دونوں جگہ کرنا جائز ہے۔

اس میں یہ دلیل بھی ہے کہ جو جائز کھیل ہو اس کو دیکھنا جائز ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ کو یہ کھیل اس لیے دیکھنے دیا ہو تا کہ حضرت عائشہ اس کھیل کی بعض حرکات کی روایت کریں اور مسلمانوں کو ان ہتھیاروں سے جنگ کرنے کا طریقہ معلوم ہو جائے۔

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلق کریم اور اپنی زوجہ کے ساتھ حسن معاشرت کا ذکر ہے' تاکہ مسلمان اپنی بیویوں کے ساتھ اچھے طریقہ سے پیش آئیں اور ان کی جائز خواہشوں کو پورا کریں' کیا تم نے نہیں دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے حجاب کیا ہوا تھا اور وہ حبشیوں کے کھیل کو دیکھ رہی تھیں۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۱۳۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

اس اعتراض کا جواب کہ مسجد میں جنگی مشق کرنا' قرآن اور حدیث کے خلاف ہے

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن التین نے ابوالحسن اللخمی سے نقل کیا ہے کہ مسجد میں جنگی مشق کرنا قرآن اور سنت سے منسوخ ہے' قرآن مجید میں ہے:

فِيْ بُيُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ يُسَبِّحُ لَهٗ فِيْهَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ O (النور:۳۶)

جن گھروں کے بلند کرنے کا اور جن گھروں میں اپنے نام کے ذکر کو بلند کرنے کا اللہ نے حکم دیا ہے' وہاں صبح اور شام اللہ کی تسبیح کرتے ہیں O

ان گھروں سے مراد مساجد ہیں' جہاں اللہ کا نام ذکر کیا جاتا ہے اور صبح اور شام اس کی تسبیح کی جاتی ہے' معترض کا مقصد یہ ہے کہ مساجد میں صرف اللہ کا ذکر اور تسبیح ہونی چاہیے اور جنگی مشقیں ایک قسم کا کھیل ہیں' اس سے مسجد کو پاک رکھنا چاہیے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جنگی مشقیں اور فوجی ورزشیں' جہاد کی تیاری اور اس کی تربیت کا حصہ ہیں اور جہاد اللہ تعالیٰ کے نام کو اور اس کے دین کو سربلند کرنے کا ذریعہ ہے' اس لیے یہ آیت جنگی مشقوں کے خلاف نہیں ہے۔

اسی طرح انہوں نے کہا ہے کہ درج ذیل حدیث بھی مسجد میں جنگی مشقوں کے خلاف ہے:

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم پاگلوں اور بچوں کو اور اپنی آوازوں کے بلند کرنے کو اور تلواروں کے سونتنے کو اور خرید وفروخت کرنے کو اور حدود قائم کرنے کو اور آپس میں جھگڑنے کو اپنی مسجدوں سے دور رکھو۔ (مصنف عبدالرزاق:۱۷۲۹۔ج ۲ ص ۳۶۹)

اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کی سند ضعیف ہے اور یہ صحیح البخاری کی اس صحیح السند روایت کے معارض نہیں ہو سکتی اور اگر اس حدیث کو صحیح بخاری کی اس حدیث کے لیے ناسخ کہا جائے تو نسخ کے لیے تاریخ کا علم ہونا ضروری ہے اور یہاں تاریخ معلوم نہیں ہے۔

بعض فقہاء مالکیہ نے امام مالک سے نقل کیا ہے کہ وہ حبشی مسجد سے باہر جنگی مشق کر رہے تھے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مسجد میں تھیں' لیکن یہ امام مالک سے ثابت نہیں ہے اور یہ اس حدیث کی بعض سندوں کے خلاف ہے' اور بعض روایات میں یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں مسجد میں کھیلنے سے منع کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: ان کو چھوڑ دو' اور جنگی مشق کرنا محض کھیل نہیں ہے' بلکہ اس میں جنگ کے موقع پر بہادری سے پیش آنے کی مشق کی جاتی ہے اور دشمن سے لڑنے کا حوصلہ ملتا ہے۔

اس کے بعد حافظ ابن حجر عسقلانی نے علامہ ابن بطال کی عبارت نقل کی ہے' جس کو ہم پیش کر چکے ہیں۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۱۰۲' دار المعرفۃ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

۴۵۵- زَادَ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ' عَنْ عُرْوَةَ' عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْحَبَشَةُ يَلْعَبُوْنَ بِحِرَابِهِمْ.

امام بخاری لکھتے ہیں: ابراہیم بن المنذر نے اضافہ کیا ہے: ہمیں ابن وہب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے یونس نے خبر دی از ابن شہاب از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور حبشی اپنی جنگی مشقوں کے ساتھ مشق کر رہے تھے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے گزشتہ حدیث: ۴۵۴ کا مطالعہ فرمائیں۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۹۶۱۔ج ۲ ص ۶۶۷ پر مذکور ہے۔ اس کا عنوان ہے: حضرت عائشہ کا حبشیوں کے کھیل کو

دیکھنا۔

۷۰ - بَابُ ذِكْرِ الْبَيْعِ وَالشِّرَاءِ عَلَى الْمِنْبَرِ فِي الْمَسْجِدِ

مسجد کے منبر پر خرید وفروخت کا ذکر کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا جائے گا کہ مسجد کے منبر پر خرید وفروخت کی خبر سنانا جائز ہے۔

٤٥٦ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ يَحْيٰى، عَنْ عَمْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ أَتَتْهَا بَرِيْرَةُ تَسْأَلُهَا فِيْ كِتَابَتِهَا، فَقَالَتْ إِنْ شِئْتِ أَعْطَيْتُ أَهْلَكِ وَيَكُوْنُ الْوَلَاءُ لِيْ، وَقَالَ أَهْلُهَا إِنْ شِئْتِ أَعْطَيْتِهَا مَا بَقِيَ. وَقَالَ سُفْيَانُ مَرَّةً إِنْ شِئْتِ أَعْتَقْتِهَا. وَيَكُوْنُ الْوَلَاءُ لَنَا، فَلَمَّا جَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَتْهُ ذٰلِكَ، فَقَالَ ابْتَاعِيْهَا فَأَعْتِقِيْهَا، فَإِنَّ الْوَلَاءَ لِمَنْ أَعْتَقَ. ثُمَّ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ. وَقَالَ سُفْيَانُ مَرَّةً فَصَعِدَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ. فَقَالَ مَا بَالُ أَقْوَامٍ يَشْتَرِطُوْنَ شُرُوْطًا لَيْسَتْ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ! مَنِ اشْتَرَطَ شَرْطًا لَيْسَ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ فَلَيْسَ لَهُ، وَإِنِ اشْتَرَطَ مِائَةَ مَرَّةٍ. قَالَ عَلِيٌّ قَالَ يَحْيٰى، وَعَبْدُ الْوَهَّابِ، عَنْ يَحْيٰى، عَنْ عَمْرَةَ. وَقَالَ جَعْفَرُ بْنُ عَوْنٍ عَنْ يَحْيٰى قَالَ سَمِعْتُ عَمْرَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، وَرَوَاهُ مَالِكٌ، عَنْ يَحْيٰى، عَنْ عَمْرَةَ أَنَّ بَرِيْرَةَ، وَلَمْ يَذْكُرْ صَعِدَ الْمِنْبَرَ.

[اطراف الحدیث: ۱۴۹۳۔ ۲۱۵۵۔ ۲۱۶۸۔ ۲۵۳۶۔ ۲۵۶۰۔ ۲۵۶۱۔ ۲۵۶۳۔ ۲۵۶۴۔ ۲۵۶۵۔ ۲۵۶۸۔ ۲۷۱۷۔ ۲۷۲۶۔ ۲۷۲۹۔ ۲۷۳۵۔ ۵۰۹۷۔ ۵۲۷۹۔ ۵۲۸۴۔ ۵۴۳۰۔ ۶۷۱۷۔ ۶۷۵۱۔ ۶۷۵۴۔ ۶۷۵۸۔ ۶۷۶۰]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از یحییٰ از عمرہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا کہ ان کے پاس حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا آئیں اور ان سے یہ سوال کیا کہ وہ ان کا زرِ کتابت ادا کر دیں' حضرت عائشہ نے فرمایا: اگر تم چاہو تو میں تمہارے مالکوں کو تمہارا زرِ کتابت ادا کر دوں اور وَلاء میرے لیے ہوگی' حضرت بریرہ کے مالکوں نے کہا: اگر آپ چاہیں تو باقی رقم ادا کر دیں' سفیان نے ایک بار کہا: اگر آپ چاہیں تو اس کو آزاد کر دیں اور وَلاء ہمارے لیے ہوگی' پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آئے تو میں نے آپ سے اس کا ذکر کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم بریرہ کو خرید کر آزاد کر دو کیونکہ وَلاء اس کے لیے ہوتی ہے جو آزاد کرتا ہے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر کھڑے ہوئے' ایک بار سفیان نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر چڑھے اور فرمایا: ان لوگوں کا کیا حال ہے جو ایسی شرط عائد کرتے ہیں جو کتاب اللہ میں نہیں ہے' جس نے ایسی شرط لگائی جو کتاب اللہ میں نہیں ہے' وہ شرط اس کے لیے نہیں ہوگی' خواہ وہ سو شرطیں لگائے۔ علی نے کہا' یحییٰ نے کہا اور عبد الوہاب نے از یحییٰ از عمرہ' اور جعفر بن عون نے کہا از یحییٰ' انہوں نے کہا: میں نے عمرہ سے سنا' انہوں نے کہا: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا۔ اس حدیث کو امام مالک نے روایت کیا ہے از یحییٰ از عمرہ کہ حضرت بریرہ' اور اس میں منبر پر چڑھنے کا ذکر نہیں کیا۔

(السنن الکبریٰ: ۴۳۰۳' مصنف عبد الرزاق: ۱۶۱۶۱' المعجم الاوسط: ۳۷۷۵' سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۳۳۹' مسند احمد ج ۶ ص ۴۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۴۰۵۴۔ ج ۴۰ ص ۵۸' مؤسسۃ الرسالۃ بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۷۳۲۸' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں' ان سب کا پہلے تعارف ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: تم بریرہ کو خرید کر آزاد کر دو۔

حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ

اس حدیث میں حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کا ذکر ہے۔

علامہ عزالدین ابن الاثیر علی بن محمد الجزری المتوفی ۶۳۰ ھ لکھتے ہیں:

حضرت بریرہ' حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی باندی تھیں' یہ پہلے بنی ھلال کے کسی شخص کی باندی تھیں' ایک قول یہ ہے کہ ابواحمد بن جحش کی باندی تھیں' ایک قول یہ ہے کہ چند انصار کی باندی تھیں' انہوں نے ان کو مکاتب کر دیا' پھر انہوں نے ان کو حضرت عائشہ کے ہاتھ فروخت کر دیا' پھر حضرت عائشہ نے ان کو آزاد کر دیا۔

ان کے خاوند کا نام مغیث تھا' وہ غلام تھے' جب حضرت بریرہ آزاد ہوئیں تو ان کو اختیار دیا گیا کہ وہ اس کے نکاح میں برقرار رہیں یا علیحدہ ہو جائیں' انہوں نے علیحدہ ہونے کو اختیار کر لیا' مغیث ان سے بہت محبت کرتے تھے' وہ ان کے فراق میں مدینہ کی گلیوں میں روتے ہوئے پھرتے تھے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بریرہ سے ان کی سفارش کی کہ وہ ان سے دوبارہ نکاح کر لیں' حضرت بریرہ نے حضور سے پوچھا: آیا یہ آپ کا حکم ہے یا آپ ان کی سفارش فرما رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: بلکہ میں سفارش کر رہا ہوں' حضرت بریرہ نے کہا: پھر میں ان سے نکاح کا ارادہ نہیں کرتی' اس میں اختلاف ہے کہ ان کے خاوند آزاد تھے یا غلام' صحیح بات یہ ہے کہ وہ غلام تھے۔ (ان کو بعد میں آزاد کر دیا گیا تھا۔ سعیدی غفرلہٗ)

عبدالملک بن مروان نے بیان کیا کہ میں حضرت بریرہ کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا' انہوں نے کہا: اے عبدالملک! میں تم میں چند خصلتیں دیکھ رہی ہوں' بے شک تم اس حکومت کی امارت کے اہل ہو' اگر تم حکمران بن جاؤ تو خون ریزی سے پرہیز کرنا' کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس شخص نے کسی کا ناحق خون بہایا ہوگا تو اس کو جنت کے دروازے سے دھتکار دیا جائے گا۔ (کامل ابن عدی ج ۳ ص ۱۱۴۰' تاریخ بغداد ج ۱۴ ص ۲۹' مجمع الزوائد ج ۷ ص ۳۰۱' کنز العمال: ۳۹۲۱۱' اسد الغابہ ج ۷ ص ۳۸۔۳۷' دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۰ھ)

حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا سے صرف ایک حدیث روایت کی گئی ہے۔

(خلاصۃ تذھیب تہذیب الکمال ج ۳ ص ۳۸۵' دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۲ھ)

زرِ کتابت یا بدلِ کتابت کا معنی

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ درخواست کی کہ وہ ان کا زرِ کتابت ادا کر دیں۔ جس غلام یا لونڈی کو اس کا مالک یہ کہے کہ تم اگر اتنی رقم مجھے لا کر دے دو تو تم آزاد ہو' اس غلام کو مکاتب اور اس باندی کو مکاتبہ کہتے ہیں اور اس رقم کو زرِ کتابت یا بدلِ کتابت کہتے ہیں' خواہ وہ رقم کما کر لائے یا کسی سے لا کر دے دے' مکاتب غلامی کی ذلت سے نکل جاتا ہے کیونکہ وہ محنت مزدوری کر سکتا ہے لیکن ابھی مکمل آزاد نہیں ہوتا' اس لیے اگر وہ کسی کا نقصان کر دے تو اس کا تاوان اس کے مالک کو دینا ہوگا' وہ ایک طرح سے آزاد ہے اور ایک طرح سے غلام ہے' وہ شتر مرغ کی طرح ہے' اگر اس سے اڑنے کے لیے کہا جائے تو وہ کہتا ہے: میں تو اونٹ ہوں' کیا اونٹ اڑتا ہے اور اگر اس پر بوجھ لادنے کے لیے کہا جائے تو وہ کہتا ہے: میں تو پرندہ ہوں' کیا پرندہ پر بوجھ لادا جاتا ہے' سو یہی حال مکاتب کا ہوتا ہے' بہر حال حضرت بریرہ سے ان کے مالکوں نے کہا تھا: تم اتنی رقم لا کر دو تو تم آزاد ہو' سو حضرت بریرہ اس رقم کے حصول کے لیے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئی تھیں۔

وَلَاء کا معنی

اگر باندی یا غلام آزاد ہونے کے بعد کچھ مال و دولت کما کر حاصل کرے اور مر جائے' پھر اگر اس کے وارث ہوں تو وہ مال اس کے وارثوں کو دیا جائے گا اور اگر اس کے وارث نہ ہوں تو پھر وہ مال اس کے آزاد کرنے والے کو دیا جاتا ہے' اس کو عصبہ سببی اور مولائے عتاقہ کہتے ہیں اور اس غلام یا باندی کی اس وراثت کو وَلَاء کہتے ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے قاعدہ کے مطابق حضرت بریرہ سے یہ فرمایا تھا کہ میں تم کو مطلوبہ رقم دے دوں گی اور وَلاء میری ہوگی اور حضرت بریرہ کے مالکوں نے مطلوبہ رقم لے کر آزاد کرنے کے لیے یہ شرط عائد کی تھی کہ وَلاء ہمارے لیے ہوگی' اس شرط کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے رد فرمایا تھا۔

سنت پر کتاب اللہ کا اطلاق

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے منبر پر کھڑے ہو کر فرمایا: ان لوگوں کا کیا حال ہے' جو ایسی شرط عائد کرتے ہیں' جو کتاب اللہ میں نہیں ہے۔ کتاب اللہ سے مراد شریعت ہے خواہ قرآن مجید ہو یا سنت ہو' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد ہے: وَلَاء آزاد کرنے والے کے لیے ہوتی ہے (حدیث مذکور:۴۵۶) اور حضرت بریرہ کے مالکان جو شرط لگا رہے تھے کہ وَلاء ان کے لیے ہوگی سو یہ شرط سنت کے خلاف تھی' جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کتاب اللہ سے تعبیر فرمایا کیونکہ آپ کی سنت پر عمل کرنے کا حکم بھی کتاب اللہ میں ہے' قرآن مجید میں ہے:

مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ. (النساء:۸۰) جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کر لی۔

مسجد میں خرید و فروخت کا ناجائز ہونا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

مساجد کو صرف اللہ تعالیٰ کے ذکر' تلاوتِ قرآن اور نماز کے لیے بنایا گیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مسجد میں خرید و فروخت کرنے سے منع فرمایا ہے' امام مالک اور علماء کی ایک جماعت کا یہی مذہب ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: جب تم کسی شخص کو مسجد میں خرید و فروخت کرتے ہوئے دیکھو تو کہو: اللہ تمہاری تجارت میں نفع نہ دے اور جب تم دیکھو کہ کوئی شخص مسجد میں اپنی کسی گم شدہ چیز کا اعلان کر رہا ہے تو کہو: اللہ تم پر وہ چیز واپس نہ کرے۔ (مجمع الزوائد ج ۲ ص ۲۵)

امام مالک نے عطاء بن یسار سے روایت کیا ہے کہ جو شخص مسجد میں خرید و فروخت کا ارادہ کرے تو تم اس سے کہو کہ تم دنیا کے بازار میں جاؤ' یہ آخرت کا بازار ہے۔

مسجد صرف اُمور اللہ کے لیے ہے اور جو چیز اُمور اللہ سے نہ ہو' اس کو مسجد سے دور رکھنا واجب ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۱۳۶۔ ۱۳۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

اپنے غلام یا باندی کو مکاتب کرنے کا ثبوت

حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا: وہ ان کا زر کتابت ادا کریں' اس سے معلوم ہوا کہ غلام یا لونڈی کو مکاتب بنانا جائز ہے' قرآن مجید میں ہے:

وَالَّذِیْنَ یَبْتَغُوْنَ الْكِتٰبَ مِمَّا مَلَكَتْ اَیْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوْهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِیْهِمْ خَیْرًا. (النور:۳۳) اور تمہارے غلاموں اور باندیوں میں سے جو مکاتب ہونا چاہے سو تم اس کو مکاتب کر دیا کرو اگر تمہارے علم میں اس کے اندر

بھلائی ہو۔

یعنی تمہارا غلام یہ کہے کہ اگر میں آپ کو اتنا مال لادوں تو آپ مجھے آزاد کر دیں اور تم اس کو قبول کر لو تو وہ غلام مکاتب ہو جائے گا خواہ وہ مال محنت مزدوری کر کے حاصل کرے یا کسی سے بہ طور مدد مانگے اور جب تک وہ مال ادا نہیں کرے گا' وہ مکمل آزاد نہیں ہوگا۔

جب باندی کو آزاد کر دیا جائے تو اس کے لیے خیار عتق کا ثبوت

حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا پہلے حضرت مغیث کے نکاح میں تھیں' جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کا زرِ کتابت ادا کر دیا اور وہ آزاد ہو گئیں تو انہوں نے حضرت مغیث سے نکاح کو فسخ کر دیا کیونکہ جب باندی آزاد کر دی جائے تو اس کو اختیار ہوتا ہے کہ وہ نکاح سابق کو برقرار رکھے یا نہیں کیونکہ باندی کا شوہر اس کے اوپر دو طلاقوں کا مالک ہوتا ہے اور آزاد عورت کا شوہر اس پر تین طلاقوں کا مالک ہوتا ہے تو جب باندی آزاد کر دی جاتی ہے تو اس پر اس کے شوہر کی ملکیت بڑھ جاتی ہے' اس لیے اس موقع پر باندی کو اختیار دیا جاتا ہے کہ وہ اپنے اوپر خاوند کی اس زیادہ ملکیت کو قبول کرتی ہے یا نہیں؟ اس کو خیار عتق کہتے ہیں' حضرت بریرہ نے اس اختیار سے کام لیتے ہوئے آزاد ہوتے ہی حضرت مغیث رضی اللہ عنہ سے نکاح کو فسخ کر دیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت بریرہ کے خاوند غلام تھے' ان کا نام مغیث تھا' گویا کہ میں ان کو دیکھ رہا ہوں' وہ حضرت بریرہ کے پیچھے پیچھے روتے ہوئے پھر رہے تھے اور ان کے آنسو ان کی ڈاڑھی پر بہہ رہے تھے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے عباس! کیا تم اس پر تعجب نہیں کرتے کہ مغیث کو بریرہ سے کتنی محبت ہے اور بریرہ کو مغیث سے کتنی نفرت ہے' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بریرہ سے فرمایا: کاش! تم مغیث سے رجوع کر لیتیں' انہوں نے پوچھا: یارسول اللہ! کیا آپ مجھے حکم دے رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: نہیں! میں صرف سفارش کر رہا ہوں' حضرت بریرہ نے کہا: مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

(صحیح البخاری: ۵۲۸۳)

اس حدیث میں ہماری دلیل ہے کہ جب باندی آزاد کر دی جائے تو اس کو خیار عتق حاصل ہوتا ہے۔

اس کی تحقیق کہ جب حضرت بریرہ کو آزاد کیا گیا تو اس وقت ان کے شوہر مغیث آزاد تھے یا غلام؟

علامہ علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

باندی یا مکاتبہ جب آزاد کر دی جائے تو اس کو اختیار دیا جاتا ہے خواہ وہ آزاد کے نکاح میں ہو یا غلام کے' امام شافعی نے کہا: جب باندی آزاد کر دی جائے تو اس کو اختیار نہیں ہوتا جب اس کا شوہر آزاد ہو' امام مالک اور امام احمد کا بھی یہی قول ہے اور اختلاف کا سبب یہ ہے کہ جب حضرت بریرہ کو آزاد کیا گیا تھا تو اس میں اختلاف ہے کہ ان کے شوہر اس وقت آزاد تھے یا غلام تھے' بعض روایات میں ہے: اس وقت ان کے شوہر آزاد تھے اور بعض میں ہے: وہ اس وقت غلام تھے۔

اسود بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت بریرہ کو آزاد کرنے کے لیے خریدا' ان کے مالکوں نے ان کی ولاء کی شرط لگائی' انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں نے حضرت بریرہ کو آزاد کرنے کے لیے خریدا ہے اور ان کے مالک ان کی ولاء کی شرط لگا رہے ہیں' آپ نے فرمایا: تم اس کو آزاد کر دو' کیونکہ ولاء اس کے لیے ہوتی ہے جو آزاد کرتا ہے' اسود نے کہا: حضرت عائشہ نے اس کو خرید کر آزاد کر دیا اور حضرت بریرہ کو اختیار دیا گیا تو انہوں نے اپنے آپ کو اختیار کر لیا اور کہا: اگر مجھے اتنا اتنا مال بھی دیا جائے تو میں مغیث کے ساتھ نہیں رہوں گی۔ اسود نے کہا کہ ان کے خاوند آزاد تھے' امام بخاری نے کہا کہ اسود کا قول منقطع ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میں نے ان کے خاوند کو غلام دیکھا ہے اور حضرت ابن عباس کا قول زیادہ صحیح ہے۔

(صحیح البخاری: ۶۷۵۴' سنن ابوداؤد: ۳۲۲۹' سنن ترمذی: ۱۱۵۵' سنن نسائی: ۳۴۴۹)

امام نسائی نے علقمہ اور اسود سے روایت کی ہے کہ ان دونوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ جس دن حضرت بریرہ کو آزاد کیا گیا' اس دن حضرت بریرہ کے خاوند آزاد تھے یا غلام تھے؟ تو حضرت عائشہ نے فرمایا: اس دن وہ آزاد تھے۔

(سنن نسائی: ۲۶۱۰_۳۴۴۷_۳۴۴۶' باب: خیار الامة تعتق وزوجها حر)

صحیح مسلم: ۱۵۰۴' سنن ابوداؤد: ۲۲۳۳' سنن ترمذی: ۱۱۵۴' اور سنن نسائی: ۳۴۵۱ میں مذکور ہے کہ حضرت بریرہ کے خاوند غلام تھے' اسی طرح صحیح البخاری: ۵۲۸۳ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' ان احادیث میں صرف یہ ذکر ہے کہ حضرت مغیث غلام تھے' یہ ذکر نہیں ہے کہ جس وقت حضرت بریرہ کو آزاد کیا گیا تھا' اس وقت وہ غلام تھے' لہٰذا ہو سکتا ہے کہ وہ پہلے غلام رہے ہوں اور جب حضرت بریرہ کو آزاد کیا گیا تھا اس وقت وہ آزاد ہو چکے ہوں' سو ان روایات میں دونوں احتمال ہیں اور امام نسائی کی صحیح حدیث میں یہ تصریح ہے کہ جس وقت حضرت بریرہ کو آزاد کیا گیا تھا' اس وقت ان کے شوہر آزاد تھے' پس یہ محتمل روایات امام نسائی کی صریح حدیث کے معارض نہیں ہو سکتیں۔

امام طحاوی نے کہا ہے کہ جب یہ آثار مختلف ہیں تو ان میں تطبیق دینا واجب ہے اور تطبیق اس طرح ہو سکتی ہے کہ وہ پہلے غلام تھے بعد میں آزاد کر دیئے گئے' اس کا الٹ تو نہیں ہو سکتا کیونکہ آزاد شخص پر غلامی نہیں آتی تو ان احادیث کو اسی پر محمول کرنا پڑے گا کہ جب حضرت بریرہ کو آزاد کیا گیا تو ان کے خاوند آزاد تھے' اور اس سے یہ ثابت ہو گیا کہ جب کسی باندی کو آزاد کیا جائے تو اس کو اختیار دیا جاتا ہے کہ وہ نکاح سابق کو برقرار رکھے یا نہ رکھے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت بریرہ سے ارشاد فرمایا: جاؤ! تمہارے ساتھ تمہاری فرج بھی آزاد ہو گئی ہے۔ (سنن دارقطنی ج ۳ ص ۲۱۹' دار المعرفۃ' بیروت)

(فتح باب العنایۃ فی شرح النقایۃ ج ۲ ص ۳۹۹_۳۹۷' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے دیگر فوائد

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

(۱) جب کسی بدعت کا وقوع ہو تو امام کے لیے مستحب ہے کہ وہ لوگوں کو خطاب کر کے اس بدعت کا رد کرے' جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان لوگوں کا رد کیا' جنہوں نے حضرت بریرہ کو مکاتبہ کرنے کے لیے یہ شرط لگائی کہ ان کی ولاء وہ لیں گے۔

(۲) امام کے لیے یہ مستحب ہے کہ جب وہ کسی کے برے کام کا رد کرے تو لوگوں کے سامنے اس برائی کے مرتکب کا نام لے کر اس کو رسوا نہ کرے' جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: ان لوگوں کا کیا حال ہے جو ایسی شرط لگاتے ہیں جو کتاب اللہ میں نہیں ہے اور ان کا نام نہیں لیا۔

(۳) اس حدیث میں برائی کا ازالہ کرنے میں بہت مبالغہ فرمایا ہے اور اس کی بہت مذمت کی ہے۔

(۴) حضرت بریرہ کو مکاتبہ کیا گیا تھا اور ان کے شوہر کو مکاتب نہیں کیا گیا تھا' اس سے معلوم ہوا کہ بغیر شوہر کے صرف بیوی کو مکاتبہ کرنا جائز ہے' یہ اس تقدیر پر ہے جب حضرت مغیث بھی غلام ہوں جیسا کہ بعض روایات میں ہے۔

(۵) جب کسی باندی کو مکاتب کر دیا جائے تو اس کے شوہر کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ اس کو زر کتابت کے حصول کے لیے تگ و دو کرنے سے منع کرے' جیسا کہ حضرت مغیث نے حضرت بریرہ کو منع نہیں کیا۔

(۶) اس سے یہ بھی استدلال ہو سکتا ہے کہ مکاتبہ کے اوپر اس دوران اپنے خاوند کی خدمت کرنا لازم نہیں ہے۔

(۷) مکاتبہ کے خاوند کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنی بیوی کو مکاتبہ ہونے سے منع کرے جب کہ اس کو یہ علم ہو کہ اگر اس کی بیوی آزاد ہوگئی تو وہ خیار عتق سے اس کے نکاح کو مسترد کر سکتی ہے کیونکہ حضرت بریرہ نے ایسا ہی کیا' اس کے باوجود حضرت مغیث نے ان کو مکاتبہ ہونے کی سعی سے منع نہیں کیا۔

(۸) شادی شدہ باندی کو فروخت کرنے سے اس پر طلاق واقع نہیں ہوتی کیونکہ جب حضرت عائشہ رضی اللہ نے حضرت بریرہ کو خرید لیا تب بھی حضرت بریرہ' حضرت مغیث کے نکاح میں تھیں تا آنکہ حضرت بریرہ نے خود نکاح سابق کو مسترد کر دیا۔

(۹) حضرت عائشہ رضی اللہ نے حضرت بریرہ کا زر کتابت قسط وار ادا کیا تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر انکار نہیں فرمایا' اس سے معلوم ہوا کہ زر کتابت کو نقد اور ادھار دونوں طرح ادا کرنا جائز ہے۔

(۱۰) جن روایات میں مذکور ہے کہ حضرت مغیث غلام تھے اور حضرت بریرہ آزاد کر دی گئی تھیں تو اگر حضرت بریرہ اس سابق نکاح کو برقرار رکھتیں تو جائز تھا' اس طرح ایک آزاد عورت غلام کے نکاح میں ہوتی' اس سے معلوم ہوا کہ آزاد عورت کا غلام سے نکاح جائز ہے اور اس سے غیر کفو میں نکاح کا جواز ثابت ہوا' اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اسلام میں ذات پات کا اعتبار نہیں' بس فریقین کا مسلمان ہونا ضروری ہے یا پھر لڑکی کا اہل کتاب سے ہونا ضروری ہے۔

(۱۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ باندی کا خبر دینا بھی معتبر ہے کیونکہ حضرت بریرہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ کو یہ خبر دی کہ ان کے مالکوں نے ان کو مکاتبہ کر دیا ہے اور اس بناء پر حضرت عائشہ رضی اللہ نے کارروائی کی۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۳۵۔۳۳۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۷۱ - بَابُ التَّقَاضِيْ وَالْمُلَازَمَةِ فِي الْمَسْجِدِ

مسجد میں قرض کا تقاضا کرنا اور مقروض کو پکڑنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مقروض سے مسجد میں قرض کا تقاضا کرنا اور مقروض کو مسجد میں پکڑ لینا جائز ہے۔

۴۵۷ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ قَالَ اَخْبَرَنَا يُوْنُسُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ كَعْبٍ اَنَّهُ تَقَاضَى ابْنَ اَبِيْ حَدْرَدٍ دَيْنًا كَانَ لَهُ عَلَيْهِ فِي الْمَسْجِدِ، فَارْتَفَعَتْ اَصْوَاتُهُمَا حَتّٰى سَمِعَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِيْ بَيْتِهِ، فَخَرَجَ اِلَيْهِمَا، حَتّٰى كَشَفَ سِجْفَ حُجْرَتِهِ فَنَادٰى يَا كَعْبُ. قَالَ لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ ضَعْ مِنْ دَيْنِكَ هٰذَا وَاَوْمَاَ اِلَيْهِ اَيِ الشَّطْرَ، قَالَ لَقَدْ فَعَلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ قُمْ فَاقْضِهِ.

[اطراف الحدیث: ۴۷۱۔ ۲۴۱۸۔ ۲۴۲۴۔ ۲۷۰۶۔ ۲۷۱۰]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عثمان بن عمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے خبر دی از الزہری از عبد اللہ بن کعب بن مالک از حضرت کعب رضی اللہ کہ انہوں نے حضرت ابن ابی حدرد رضی اللہ سے اپنے اس قرض کا مسجد میں تقاضا کیا جو ان پر تھا' پس ان دونوں کی آوازیں بلند ہو گئیں حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان آوازوں کو اپنے گھر میں سن لیا' آپ ان دونوں کی طرف نکلے حتیٰ کہ آپ نے اپنے حجرہ کا پردہ کھولا' پھر آپ نے آواز دی: اے کعب! انہوں نے کہا: لبیک یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا: تم اپنے قرض سے اتنا کم کر دو اور ہاتھ سے اشارہ کر کے بتایا: نصف' انہوں نے کہا: میں نے کر دیا' یا رسول اللہ! پھر آپ نے (ابن ابی حدرد سے) فرمایا: اٹھو! اب ان کا قرض ادا کر دو۔

(صحیح مسلم: ۱۵۵۸، الرقم المسلسل: ۳۹۰۹، سنن ابوداؤد: ۳۵۹۵، سنن نسائی: ۵۴۱۴ - ۵۴۰۸، السنن الکبریٰ للنسائی: ۵۹۶۵، سنن ابن ماجہ: ۲۴۲۹، المعجم الکبیر: ۱۷۷، ج ۱۹، الاحاد والمثانی: ۲۰۱۷، السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۶ ص ۵۲، مسند احمد ج ۳ ص ۴۶۰ طبع قدیم، مسند احمد: ۱۵۷۹۱، ج ۲۵ ص ۸۳، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) عبد اللہ بن محمد بن عبد اللہ بن جعفر بن الیمان ابوجعفر الجعفی البخاری المعروف بالمسندی، یہ بہ روز جمعرات ۲۴ ذوالقعدۃ ۲۲۹ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) عثمان بن عمر ابن فارس البصری (۳) یونس بن یزید (۴) محمد بن الزہری (۵) عبد اللہ بن کعب بن مالک الانصاری اسلمی المدنی (۶) حضرت کعب بن مالک الانصاری الشاعر رضی اللہ عنہ، یہ ان تین میں سے ایک ہیں جن کی اللہ تعالیٰ نے توبہ قبول فرمائی تھی اور جن کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی تھی:

وَعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا. (التوبہ: ۱۱۸)　اور ان تین شخصوں کی توبہ قبول فرمائی جو (غزوۂ تبوک سے) پیچھے رہ گئے تھے۔

ان سے ۸۰ حدیثیں مروی ہیں، امام بخاری نے ان میں سے چار حدیثیں روایت کی ہیں، یہ مدینہ منورہ میں ۵۰ھ میں فوت ہو گئے تھے، جب یہ نابینا ہو گئے تو ان کے بیٹے ان کی قیادت کرتے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۳۶ - ۳۳۵)

حدیث مذکور کی باب کے عنوان سے مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: حضرت کعب نے حضرت ابن حدرد سے مسجد میں اپنے اس قرض کا مطالبہ کیا جو ان پر تھا، اور عنوان میں ''ملازمہ'' کا بھی ذکر ہے یعنی مقروض کو پکڑنا، اس پر اس حدیث میں کوئی دلالت نہیں ہے لیکن امام بخاری نے اس حدیث کو کئی جگہ ذکر کیا ہے اور باب الصلح میں اس طرح روایت کی ہے: حضرت کعب بن مالک کا حضرت عبد اللہ بن ابی حدرد پر قرض تھا، پس حضرت کعب کی حضرت ابن ابی حدرد سے ملاقات ہوئی تو حضرت کعب نے حضرت ابن ابی حدرد کو پکڑ لیا، الحدیث (صحیح البخاری: ۲۴۲۴)

اور امام بخاری کی بعض احادیث میں ایسی ہی مناسبت ہوتی ہے۔

مسجد میں اپنے حق کا مطالبہ کرنا، دو فریقوں میں صلح کرانا، تنگ دست کی ادائیگی میں تخفیف کرانا اور دیگر مسائل

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسجد میں اپنے حقوق اور قرض کا مطالبہ کرنا جائز ہے، امام مالک نے کہا ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ ایک آدمی مسجد میں دوسرے آدمی کا سونا ادا کرے لیکن اگر وہ بہ طور تجارت یا بہ طور بیع صرف ادا کرے تو جائز نہیں ہے۔

المہلب نے کہا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تنگ دست سے قرض کی وصولی میں تخفیف کرنی چاہیے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دو آدمیوں میں صلح کرانے کے لیے ایک فریق سے ادائیگی میں تخفیف کر دینی چاہیے اور یہ ضروری نہیں ہے کہ جس سے تخفیف کی جائے، اس سے مشورہ بھی کیا جائے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابن ابی حدرد سے استصواب کیے بغیر ان کی ادائیگی میں تخفیف کر دی۔

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن بطال کا یہ لکھنا صحیح نہیں ہے، یہ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اختیار تھا کہ وہ کسی کے قرض کی رقم کو کم کر دیں اور کسی کو یہ اختیار نہیں ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

جس کے حق میں صلح کی جائے' اگر اس صلح میں اس کی خیر خواہی ہو تو اس کو ادا کرنے کا حکم دیا جائے' جس طرح آپ نے فرمایا: چلو اب کھڑے ہو اور ادا کرو۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہاتھ کے اشارے سے فرمایا: نصف ادا کرو' اس سے معلوم ہوا کہ جب اشارہ سے متکلم کی مراد سمجھ آ جائے تو اشارہ کرنا جائز ہے۔

اس حدیث کے عنوان سے معلوم ہوا کہ اگر قرض خواہ کو کہیں مقروض مل جائے خواہ مسجد میں ہی تو وہ اس کو پکڑ سکتا ہے۔

جب حضرت کعب بن مالک اور حضرت ابن حدرد کی آوازیں مسجد میں بلند ہو گئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجرہ سے نکل کر باہر آئے' اس سے معلوم ہوا کہ مسجد میں ان کی بلند آوازیں آپ کو ناگوار گزریں اور قرآن مجید کی قراءت اور اذان کے بغیر مسجد میں آواز بلند کرنا منع ہے' لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دونوں کو ملامت نہیں کی' اس سے معلوم ہوا کہ وہ اپنی آواز بلند کرنے میں معذور تھے۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۷ ۱۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مسلمانوں کے اموال پر ان سے زیادہ اختیار تھا اور صحابہ اپنے اموال کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مالک سمجھتے تھے' تب ہی تو آپ نے حضرت کعب سے استصواب کیے بغیر فرمایا: تم اپنے قرض کو آدھا کر دو اور انہوں نے کہا: میں نے کر دیا۔

حافظ ابن حجر کے تتبع سے مزید فوائد

حافظ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے علامہ ابن بطال کے فوائد نقل کرنے کے علاوہ لکھا ہے:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسجد میں آواز بلند کرنا جائز ہے بہ شرطیکہ بہت زیادہ بلند نہ ہو' اور یہ فرق کرنا چاہیے کہ اگر علم اور نیکی کی بات کہنی ہو تو بلند آواز سے کہنا جائز ہے اور اگر فضول اور لغویات ہو تو اس کے لیے آواز بلند کرنا جائز نہیں ہے' المہلب نے کہا ہے کہ اگر مسجد میں آواز بلند کرنا جائز نہ ہوتا تو آپ منع فرما دیتے' میں کہتا ہوں کہ آپ اس سے پہلے جو منع فرما چکے تھے آپ نے اس پر اکتفاء کر لیا اور چونکہ اس موقع پر آوازوں کو بلند کرنا ان کے درمیان قطع منازعت اور صلح کا سبب بنا تھا' اس لیے آپ نے یہاں ان سے درگزر فرمایا اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دروازہ پر پردہ لٹکانا جائز ہے کیونکہ آپ نے اپنے حجرہ سے پردہ ہٹا کر دیکھا تھا۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۱۰۴' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۳۸۷۲۔ ج ۴ ص ۴۷۳ پر مذکور ہے' اس کی شرح کا عنوان ہے: حضرت ابن ابی حدرد کی حدیث سے استنباط شدہ مسائل۔ اس عنوان کے تحت بارہ مسائل بیان کیے گئے ہیں۔

۷۲ - بَابُ كَنْسِ الْمَسْجِدِ، وَالْتِقَاطِ الْخِرَقِ وَالْقَذٰى وَالْعِيْدَانِ مِنْهُ

مسجد کی صفائی کرنا اور مسجد سے کپڑوں کی دھجیاں' تنکے اور لکڑیاں چننا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مسجد کی صفائی کرنی چاہیے اور مسجد سے دھجیاں' تنکے اور لکڑیوں کے ٹکڑوں کو چننا چاہیے۔

۴۵۸ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَبِي رَافِعٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَجُلًا أَسْوَدَ، أَوِ امْرَأَةً سَوْدَاءَ، كَانَ يَقُمُّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ثابت از ابی رافع از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہ ایک سیاہ فام

الْمَسْجِدَ، فَمَاتَ، فَسَأَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْهُ، فَقَالُوْا مَاتَ، قَالَ أَفَلَا كُنْتُمْ آذَنْتُمُوْنِيْ بِهٖ؟ دُلُّوْنِيْ عَلٰى قَبْرِهٖ، أَوْ قَالَ قَبْرِهَا. فَأَتٰى قَبْرَهَا فَصَلّٰى عَلَيْهِ. [اطراف الحدیث: ۴۶۰-۱۳۳۷]

مرد یا سیاہ فام عورت مسجد کی صفائی کرتے تھے، پس وہ شخص فوت ہو گیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے متعلق پوچھا: مسلمانوں نے بتایا کہ وہ شخص فوت ہو گیا، آپ نے فرمایا: تم نے مجھے اس کی اطلاع کیوں نہیں دی؟ مجھے اس مرد کی قبر بتاؤ یا اس عورت کی قبر بتاؤ، آپ اس کی قبر پر گئے اور اس کی نمازِ جنازہ پڑھی۔

(صحیح مسلم: ۹۵۶، الرقم المسلسل: ۲۱۸۰، سنن ابوداؤد: ۳۲۰۳، سنن ابن ماجہ: ۱۵۳۰، مسند ابوداؤد الطیالسی: ۲۴۴۶، صحیح ابن خزیمہ: ۱۲۹۹، سنن بیہقی ج ۴ ص ۴۷، شرح السنۃ: ۱۴۹۹، مسند ابویعلی: ۶۴۲۹، صحیح ابن حبان: ۳۰۸۶، مسند احمد ج ۲ ص ۳۵۳ طبع قدیم، مسند احمد: ۸۶۳۴۔ ج ۱۴ ص ۲۸۱، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، جامع المسانید لابن الجوزی: ۴۴۱۱، مکتبۃ الرشد، ریاض، ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) سلیمان بن حرب الواشحی البصری، واشح قبیلہ ازد کی شاخ ہے (۲) حماد بن زید (۳) ثابت البنانی (۴) ابورافع نُفَیع، یہ ستار تھے، بہت بڑے تابعی تھے، ابورافع صحابی ان کے علاوہ ہیں، کیونکہ ثابت البنانی نے ان صحابی کو نہیں پایا (۵) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۳۹)

مسجد کی صفائی کرنا، صالحین کی خدمت کرنا اور قبرستان میں نماز پڑھنا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مسجد کی صفائی کی ترغیب ہے کیونکہ جو شخص مسجد کی صفائی کرتا تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خصوصیت سے اس کے دفن ہونے کے بعد اس کی نماز جنازہ پڑھی۔ وکیع نے عبداللہ بن حنظب سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ گھوڑے پر سوار ہو کر مسجد قباء میں آئے، آپ نے وہاں نماز پڑھی، پھر کہا: اے یَرفا! میرے پاس ایک شاخ لے کر آؤ، وہ شاخ لے کر آیا تو حضرت عمر نے اپنے کپڑے کس کر اس شاخ سے مسجد کی صفائی کی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صالحین کی خدمت کرنی چاہیے اور ان سے برکت حاصل کرنی چاہیے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جب خادم ہو اور نظر نہ آئے تو اس کی تفتیش کرنی چاہیے۔

نیز جس شخص نے اپنے آپ کو مسلمانوں کی خدمت اور ان کو نفع پہنچانے کے لیے وقف کر دیا ہو، اس کے لیے دعا کرنی چاہیے اور اس کی تحسین کرنی چاہیے۔

صالحین کی نمازِ جنازہ میں حاضر ہونا چاہیے اور ان کی نماز جنازہ پڑھنی چاہیے۔

ابن القصار نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو تدفین کے بعد اس سیاہ فام کی نماز جنازہ پڑھی، اس میں یہ دلیل ہے کہ قبرستان میں نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے۔

اس حدیث میں "یقم المسجد" کے الفاظ ہیں، اس کا معنی ہے: مسجد کی صفائی کرتا تھا۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۱۳۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

دفن کے بعد قبر پر نماز جنازہ پڑھنے میں مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حضرت علی' حضرت ابوموسیٰ' حضرت ابن مسعود اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم کے نزدیک دفن کے بعد قبر پر نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے' امام شافعی اور امام احمد کا بھی یہی مذہب ہے' اور ابراہیم نخعی' الحسن البصری اور ثوری نے اس سے منع کیا ہے' امام مالک اور امام ابوحنیفہ کا بھی یہی مذہب ہے اور بعض فقہاء نے یہ کہا ہے کہ یہ صرف اس وقت جائز ہے جب ولی اور والی نے نماز جنازہ نہ پڑھی ہو' پھر جو جواز کے قائلین ہیں' ان میں یہ اختلاف ہے کہ کتنی مدت تک نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے' ایک قول ہے: ایک ماہ تک' ایک قول ہے: جب تک میت کا جسم بوسیدہ نہ ہو جائے اور ایک قول ہے: ہمیشہ جائز ہے' اس پر مزید بحث ان شاء اللہ کتاب الجنائز میں آئے گی۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی کی موت کی خبر دینا مستحب ہے' کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر ملامت کی کہ آپ کو کیوں نہیں بتایا کہ مسجد کی صفائی کرنے والا فوت ہو گیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۴۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

صدر الشریعہ علامہ عبید اللہ بن مسعود حنفی متوفی ۷۴۷ھ لکھتے ہیں:

جس کی نماز جنازہ پڑھے بغیر اس کو دفن کر دیا گیا تو جب تک یہ گمان نہ ہو کہ میت کا جسم پھٹ گیا ہو گا' اس وقت تک قبر پر اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ (النقایہ ج ۲ ص ۵۲)

نور الدین علی بن محمد بن سلطان (ملا علی قاری الہروی) متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

جس کو غسل دینے یا تیمم کرانے کے بعد دفن کر دیا گیا ہو اس کی قبر پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی تا کہ جہاں تک ممکن ہو واجب ادا کیا جائے' صحیح مذہب یہ ہے کہ جب تک یہ گمان نہ ہو کہ اس کا جسم پھٹ گیا ہو' اس وقت تک نماز جنازہ پڑھی جائے گی کیونکہ میت کے جسم کے پھٹنے کی مدت موسم کے سرد اور گرم ہونے کے اعتبار سے اور زمین کے نرم اور سخت ہونے کے اعتبار سے اور میت کے جسم کے موٹے اور دبلے ہونے کے اعتبار سے مختلف ہوتی ہے' لہٰذا اس میں غلبہ ظن معتبر ہے اور ہمارے ائمہ سے یہ بھی مروی ہے کہ تدفین کے تین دن بعد تک قبر پر نماز جنازہ پڑھی جا سکتی ہے۔ (شرح النقایہ ج ۲ ص ۵۲' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ نے بھی اسی قول کو زیادہ صحیح قرار دیا ہے' نیز انہوں نے لکھا ہے کہ اگر ولی کے علاوہ کسی اور شخص نے نماز جنازہ پڑھی ہو تو اس مدت میں ولی اس کی قبر پر نماز جنازہ پڑھ سکتا ہے۔

(ردالمحتار ج ۳ ص ۱۱۷' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

غائبانہ نماز جنازہ کا عدم جواز

میں کہتا ہوں کہ علامہ شامی کی یہ عبارت باب مذکور کی حدیث کے عین مطابق ہے کیونکہ مسجد کی صفائی کرنے والے کے بلکہ سب مسلمانوں کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ولی ہیں اور آپ کے نماز جنازہ پڑھے بغیر اس کو دفن کر دیا گیا تھا تو آپ نے دوسرے دن اس کی قبر پر نماز جنازہ پڑھی' نیز اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ مسلمانوں کی نماز جنازہ پڑھنے پر بہت حریص تھے' حتیٰ کہ اگر آپ کو بتائے بغیر کسی مسلمان کی تدفین کر دی جاتی تو آپ ملامت فرماتے اور اس مسلمان کی قبر پر اس کی نماز جنازہ پڑھتے' اس کے باوجود آپ نے نجاشی کے سوا کسی غائب کی نماز جنازہ نہیں پڑھی حالانکہ شرقاً غرباً مسلمان فوت ہوتے رہتے تھے' اگر آپ کے نزدیک بالعموم غائب کی نماز جنازہ پڑھنی جائز ہوتی تو آپ سب مسلمانوں کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھتے۔ (اس مسئلہ میں نجاشی کی خصوصیت پر جن روایات سے معارضہ کیا جاتا ہے' اس کا جواب تبیان القرآن' سورۂ آل عمران: ۲۰۰ کی تفسیر میں ج ۲ ص ۵۴۳۔ ۵۴۲ میں ملاحظہ فرمائیں۔)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۲۱۱۰- ج ۴ ص ۷۶۹- ۷۶۸ پر مذکور ہے وہاں اس حدیث کی شرح نہیں کی گئی۔

۷۳ - بَابُ تَحْرِيمِ تِجَارَةِ الْخَمْرِ فِي الْمَسْجِدِ
مسجد میں خمر کی تجارت کو حرام قرار دینا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ خمر کی تجارت حرام ہے اور خمر کا پینا حرام ہے خواہ مسجد میں اس کو پیا جائے یا کسی اور جگہ پر خمر انگور کے اس کچے شیرہ کو کہتے ہیں جو پڑے پڑے سڑ جائے اور اس میں جھاگ پیدا ہو جائے اور وہ نشہ آور ہو جائے امام ابوحنیفہ کے نزدیک خمر حرام قطعی ہے اس کا ایک قطرہ بھی پینا حرام ہے اور حد لگانے کا موجب ہے خواہ اس کے پینے سے نشہ ہو یا نہ ہو اس کے علاوہ باقی شرابیں حرام ظنی ہیں مثلاً جو شرابیں جو گندم یا کھجور وغیرہ سے بنائی جائیں ان کی اتنی مقدار پینا حرام ہے اور حد لگانے کا موجب ہے جس مقدار سے نشہ ہو جائے اور اس سے کم مقدار میں پینا اگر سرور و مستی کے لیے ہو تو پھر بھی حرام ہے اور اگر طاقت اور توانائی حاصل کرنے کے لیے ہو تو پھر جائز ہے اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ہر نشہ آور مشروب حرام ہے خواہ وہ انگور سے بنایا گیا ہو یا کسی اور چیز سے اور خواہ اس کو بہ مقدار نشہ پیا جائے یا اس سے کم۔

۴۵۹ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ، عَنْ أَبِي حَمْزَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ مُسْلِمٍ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا أُنْزِلَتِ الْآيَاتُ مِنْ سُورَةِ الْبَقَرَةِ فِي الرِّبَا، خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْمَسْجِدِ فَقَرَأَهُنَّ عَلَى النَّاسِ، ثُمَّ حَرَّمَ تِجَارَةَ الْخَمْرِ. [اطراف الحدیث: ۲۰۸۴-۲۲۲۶-۴۵۴۰-۴۵۴۱-۴۵۴۲-۴۵۴۳]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی از ابی حمزہ از الاعمش از مسلم از مسروق از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ جب سورۃ البقرہ کی سود سے متعلق آیات نازل ہوئیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسجد کی طرف نکلے اور ان آیات کو لوگوں کے سامنے پڑھا، پھر آپ نے خمر کی تجارت کو حرام کر دیا۔

(صحیح مسلم: ۱۵۸۰، الرقم المسلسل: ۳۹۶۹، سنن ابوداؤد: ۳۴۹۰، سنن ابن ماجہ: ۳۳۸۲، سنن نسائی: ۴۶۶۵، السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۱۰۵۶، سنن سعید بن منصور قسم التفسیر: ۴۵۱، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۶ ص ۴۴۵، صحیح ابن حبان: ۴۹۴۳، سنن دارمی: ۲۵۶۹، المنتقیٰ: ۵۷۶، مسند ابویعلیٰ: ۴۳۶۲، سنن بیہقی ج ۶ ص ۱۱، مسند احمد ج ۶ ص ۴۶ طبع قدیم، مسند احمد: ۲۴۱۹۳- ج ۴۰ ص ۲۲۶، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، جامع المسانید لابن الجوزی: ۷۴۳۹، مکتبۃ الرشد ریاض، ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عَبدان ان کا نام عبداللہ بن عثمان المروزی ہے عَبدان ان کا لقب ہے امام بخاری نے کہا: یہ ۲۲۱ھ میں فوت ہو گئے تھے یہ بصرہ کے رہنے والے تھے (۲) ابوحمزہ ان کا نام محمد بن میمون السکری ہے (۳) سلیمان الاعمش (۴) مسلم بن صُبَیح، ان کی کنیت ابو الضحیٰ الکوفی ہے (۵) مسروق بن الاجدع الکوفی (۶) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۴۱)

باب کے عنوان سے اس حدیث کی مطابقت اس جملہ میں ہے: آپ مسجد میں آئے اور خمر کی تجارت کو حرام فرما دیا۔

مسجد میں سود کی آیات پڑھنے کے بعد خمر کی تجارت کی تحریم بیان کرنے کی توجیہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس باب کو منعقد کرنے کی غرض یہ ہے کہ مسجد کو چونکہ نماز اور اللہ کے ذکر کے لیے بنایا گیا ہے اور مسجد کو بے حیائی اور برے کاموں سے محفوظ رکھنا واجب ہے اور سود اور شراب نوشی بہت بڑے بے حیائی کے کام ہیں اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تحریم

مسجد میں بیان فرمائی اور اس میں یہ دلیل ہے کہ کبائر کی ممانعت کا مسجد میں ذکر کرنا جائز ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۹۱ ۱۳ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

علامہ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

مسجد میں خمر (شراب) کی تحریم بیان کرنے کا یہ منشا نہیں تھا کہ اس کی تحریم مسجد کے ساتھ مخصوص ہے بلکہ یہ ہر جگہ حرام ہے قاضی عیاض مالکی نے لکھا ہے کہ خمر کی تحریم سود کی آیات کے نزول سے بہت پہلے ہو گئی تھی اور اس کو سود کی آیات کے ساتھ بیان کرنے کی یہ وجہ ہو سکتی ہے کہ خمر کی تحریم دوسری بار نازل ہوئی ہے علامہ عسقلانی فرماتے ہیں: یہ وجہ بھی ہو سکتی ہے کہ پہلے نفس خمر کی تحریم نازل ہوئی ہو اور اس موقع پر اس کی تجارت کی تحریم نازل ہوئی ہو۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۱۰۶ دارالمعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

شرح صحیح مسلم میں حدیث مذکور کی شرح

باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۳۹۳۴- ج ۴ ص ۳۱۷-۳۱۶ پر مذکور ہے اس کی شرح کے عنوان حسب ذیل ہیں:

(۱) اصل اشیاء میں اباحت ہے (۲) قرآن کی روشنی میں شراب کی حرمت کا بیان (۳) احناف کے نزدیک خمر کی تعریف اور خمر اور دیگر شرابوں کا حکم (۴) امام ابوحنیفہ پر نشہ آور شرابوں کو حلال کرنے کا اعتراض اور اس کا جواب (۵) الکوحل کا شرعی حکم (۶) الکوحل آمیز دواؤں پرفیوم اور الکوحل اور اسپرٹ کے دیگر مرکبات کا حکم مذاہب اربعہ کی روشنی میں (۷) خمر کو سرکہ بنانے پر علامہ نووی کے اعتراض کا جواب۔

یہ بحث شرح صحیح مسلم ج ۴ ص ۳۲۴-۳۱۵ پر محیط ہے۔

٧٤ - بَابُ الْخَدَمِ لِلْمَسْجِدِ — مسجد کے خادمین

اس عنوان میں "خَدَمٌ" کا لفظ ہے یہ "خادم" کی جمع ہے اس کا معنی ہے: (مسجد کے) خادمین۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿نَذَرْتُ لَكَ مَا فِي بَطْنِي مُحَرَّرًا﴾ (آل عمران:۳۵) لِلْمَسْجِدِ تَخْدُمُهُ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: عمران کی بیوی نے کہا: میرے پیٹ میں جو بھی بچہ ہے میں نے اس کی تیرے لیے نذر مانی ہے (آل عمران:۳۵) ان کا ارادہ تھا: آزاد کیا ہوا وہ مسجد کی خدمت کرے گا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے یہ اشارہ کیا ہے کہ مسجد کی خدمت کر کے اس کی تعظیم کرنا پچھلی امتوں میں بھی مشروع تھا کیا تم نہیں دیکھتے کہ حضرت مریم کی والدہ حنہ نے یہ نذر مانی تھی کہ ان کے اس حمل سے جو بچہ پیدا ہوگا وہ اس کو بیت المقدس کی خدمت کے لیے آزاد کر دیں گی یعنی وقف کر دیں گی اگر مسجد کی خدمت اللہ تعالیٰ کے تقرب کا ذریعہ نہ ہوتی تو وہ یہ نذر نہ مانتیں۔

٤٦٠ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ وَاقِدٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَبِي رَافِعٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ امْرَأَةً أَوْ رَجُلًا كَانَتْ تَقُمُّ الْمَسْجِدَ وَلَا أُرَاهُ إِلَّا امْرَأَةً فَذَكَرَ حَدِيثَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ صَلَّى عَلَى قَبْرِهِ.

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۱۱۴۴۱ مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن واقد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از ثابت از ابی رافع از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہ ایک عورت یا ایک مرد مسجد کی صفائی کرتا تھا اور میرا گمان صرف یہ ہے کہ وہ عورت تھی پھر انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث ذکر کی کہ آپ نے اس کی قبر پر اس کی نماز جنازہ پڑھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۵۸ میں گزر چکی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا: مسجد کی صفائی کرنا اور مسجد سے کپڑے کی دھجیاں' تنکے اور لکڑی کے ٹکڑے چننا' اور یہ بھی مسجد کی خدمت ہے۔

۷۵ - بَابُ الْأَسِيْرِ اَوِ الْغَرِيْمِ يُرْبَطُ فِي الْمَسْجِدِ

قیدی یا مقروض کو مسجد میں باندھنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ قیدی یا مقروض کو مسجد میں باندھنا جائز ہے اور قاضی شریح یہ حکم دیتے تھے کہ مقروض کو مسجد کے ستونوں میں سے کسی ستون کے ساتھ باندھ دیا جائے۔

٤٦١ - حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اَخْبَرَنَا رَوْحٌ وَمُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ زِيَادٍ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ عِفْرِيْتًا مِنَ الْجِنِّ تَفَلَّتَ عَلَيَّ الْبَارِحَةَ. اَوْ كَلِمَةً نَحْوَهَا. لِيَقْطَعَ عَلَيَّ الصَّلٰوةَ، فَاَمْكَنَنِيَ اللّٰهُ مِنْهُ، فَاَرَدْتُ اَنْ اَرْبِطَهٗ اِلٰى سَارِيَةٍ مِّنْ سَوَارِي الْمَسْجِدِ، حَتّٰى تُصْبِحُوْا وَتَنْظُرُوْا اِلَيْهِ كُلُّكُمْ، فَذَكَرْتُ قَوْلَ اَخِيْ سُلَيْمَانَ ﴿رَبِّ اغْفِرْلِيْ وَهَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا يَنْبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْ بَعْدِيْ﴾ (ص:۳۵) قَالَ رَوْحٌ فَرَدَّهٗ خَاسِئًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں روح اور محمد بن جعفر نے خبر دی از شعبہ از محمد بن زیاد از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گزشتہ رات ایک سرکش جن مجھ پر حملہ آور ہوا یا کوئی اور بات اس کی مثل فرمائی تا کہ وہ میری نماز منقطع کر دے' پس اللہ تعالیٰ نے مجھے اس پر قادر کر دیا' پس میں نے اس کو مسجد کے ستونوں میں سے کسی ستون کے ساتھ باندھنے کا ارادہ کیا' حتیٰ کہ تم سب صبح کو اس کی طرف دیکھتے' پھر مجھے اپنے بھائی حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا یاد آئی: اے میرے رب! مجھے بخش دے اور مجھے ایسا ملک عطا فرما جو میرے بعد اور کسی کے لائق نہ ہو۔ (ص:۳۵) روح نے کہا: پھر آپ نے اس کو ناکام واپس کر دیا۔

[اطراف الحدیث: ۱۲۱۰ـ ۳۲۸۴ـ ۳۴۲۳ـ ۴۸۰۸]

(صحیح مسلم: ۵۴۱' الرقم المسلسل: ۱۱۸۹' السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۱۳۹' سنن بیہقی ج ۲ ص ۱۹' شرح السنۃ: ۷۴۶' صحیح ابن حبان: ۶۴۱۹' مسند احمد ج ۲ ص ۲۹۸ طبع قدیم' مسند احمد: ۷۹۶۹۔ ج ۱۳ ص ۳۴۹' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۴۹۳۳' مکتبۃ الرشد' ریاض ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) اسحاق بن ابراہیم اور وہ ابن راھویہ ہیں (۲) روح بن عبادہ (۳) محمد بن جعفر' یہ غندر کے نام سے مشہور ہیں (۴) شعبہ بن الحجاج (۵) محمد بن زیاد (۶) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۴۳)

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس طرح ہے کہ حدیث میں قیدی کو مسجد میں باندھنے کا ذکر ہے اور یہی اس باب کا عنوان ہے اور رہا مقروض تو عنوان میں اس کو بھی باندھنے کا ذکر ہے اور حدیث میں اس کا اگرچہ ذکر نہیں ہے' مگر اس کو قیدی پر قیاس کیا جا سکتا ہے۔

''عفریت'' اور ''جن'' کا معنی

اس حدیث میں ''عِفریت من الجن'' کا ذکر ہے' اسی طرح قرآن مجید میں ہے:

قَالَ عِفْرِيْتٌ مِّنَ الْجِنِّ. (النمل:۳۹) ایک سرکش جن نے کہا:

''عفریت'' کا معنی ہے: اجنبی خبیث' زجاج نے کہا: ''عفریت'' کا معنی ہے: جو کسی مشکل اور غیر معمولی کام کو بہت سرعت

کے ساتھ کرنے والا ہو جو چیز موجود ہو اور جگہ نہ گھیرے وہ ارواح ہیں ان میں جو ارواح اجسام کے ساتھ متعلق نہ ہوں ان کی دو قسمیں ہیں بعض ارواح علویہ ہیں جیسے فرشتے اور بعض ارواح سفلیہ ہیں اور ارواحِ سفلیہ کی دو قسمیں ہیں: بعض خَیِّرَة (نیک) ہیں اور بعض شریرہ (بد) ہیں جو خیرۃ ہیں وہ نیک جنات ہیں اور جو شریرہ ہیں وہ سرکش جنات ہیں'' عفریت '' جن بھی ان ہی میں سے ہے۔

''جن'' کا معنی ہے: انسان کی آنکھ سے چھپی ہوئی چیز جنات کو اسی لیے جنات کہتے ہیں کہ وہ انسانوں کو نظر نہیں آتے' اسی طرح جنت بھی نظر نہیں آتی' انسان کے دل کو جنان کہتے ہیں' پیٹ کے بچے کو جنین کہتے ہیں' یہ چیزیں نظر نہیں آتیں۔

اس حدیث میں ''تفلت'' کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: کسی چیز کا اچانک در پیش ہونا'' البارحة '' کا معنی ہے: گزشتہ شب۔

آیا انسان جنات کو دیکھ سکتے ہیں یا نہیں؟

اس حدیث میں ہے: گزشتہ رات ایک سرکش جن مجھ پر حملہ آور ہوا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس جن کو دیکھ لیا تھا' نیز آپ نے یہ بھی فرمایا کہ میں نے اس کو کسی ستون کے ساتھ باندھنے کا ارادہ کیا حتیٰ کہ تم سب اس کو دیکھتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جنات کو دیکھنا ممکن ہے کیونکہ جنات اجسام لطیفہ ناریہ ہیں' لہٰذا ان کو دیکھنا محال نہیں ہے' اس پر یہ اعتراض ہوگا کہ قرآن مجید میں ہے:

اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ۔ (الاعراف:۲۷) بے شک وہ (شیطان) اور اس کا لشکر تمہیں اس طور سے دیکھتا ہے کہ تم اس کو نہیں دیکھتے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ انسان جنات کو نہیں دیکھتے اور انسانوں کا اسے دیکھنا اس آیت کے خلاف ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ یہ آیت عام اور غالب احوال پر محمول ہے اور بعض احوال میں انسانوں کا جنات کو دیکھنا ثابت ہے' جیسے حضرت سلیمان علیہ السلام کا جنات کو دیکھنا' ان سے کلام فرمانا اور ان سے کام لینا اور اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیکھنے کا ذکر ہے' اور یہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معجزہ ہے۔

مقروض وغیرہ کو ستون سے باندھنا' ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جنات پر تصرف کی قدرت اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا کی رعایت

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

المہلب نے کہا ہے کہ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جس شخص کے بھاگ جانے کا خطرہ ہو اور اس پر کسی قسم کا حق ہو' مثلاً اس پر قرض ہو' اس کو مسجد وغیرہ کے ستون کے ساتھ باندھنا جائز ہے' اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو عفریت جن کو دیکھا تھا' یہ آپ کی خصوصیت تھی اور آپ کا معجزہ تھا' جیسے فرشتوں کو دیکھنا آپ کی خصوصیت ہے' کیونکہ حدیث میں ہے: آپ نے حضرت جبریل علیہ السلام کو چھ سو پروں کے ساتھ دیکھا اور جس دن آپ خندق سے واپس ہوئے' اس دن آپ نے حضرت جبریل کو دیکھا اور اس حدیث میں ذکر ہے کہ آپ نے سرکش جن کو دیکھا' اور اللہ نے آپ کو اسے باندھنے پر قادر کر دیا کیونکہ وہ جسم لطیف ناری ہے لیکن آپ نے یہ چاہا کہ جنات پر تصرف کرنے کی صفت حضرت سلیمان علیہ السلام کے ساتھ خاص اور منفرد رہے کیونکہ انہوں نے یہ دعا کی تھی کہ اے رب! مجھے ایسی سلطنت عطا فرما جو میرے بعد اور کسی کے لائق نہ ہو (ص:۳۵) تو آپ کو یہ حرص تھی کہ اس دعا کی اجابت ان کے ساتھ خاص رہے اور یہ سلطنت دوسروں کے لیے ظاہر نہ ہو' لیکن چونکہ آپ اللہ تعالیٰ کے حبیب ہیں اور تمام انبیاء علیہم السلام کے کمالات اور معجزات کے جامع ہیں' اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کو بھی یہ معجزہ اور کمال عطا فرمایا اور آپ کو سرکش جن پر قادر کر دیا' لیکن آپ نے اس کا اظہار نہیں فرمایا

تا کہ یہ وہم نہ ہو کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا قبول نہیں ہوئی۔

یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے خاص تھا' عام لوگوں کے لیے یہ ممکن نہیں ہے اور کوئی شخص شیطان کو اس کی صورت میں نہیں دیکھ سکتا' جیسا کہ الاعراف: ۲۷ میں اس کی تصریح ہے' لیکن باقی لوگ جن اور شیطان کو اس وقت دیکھ سکتے ہیں جب وہ اپنی اصل صورت کے علاوہ کسی اور صورت اور شکل میں متشکل ہو کر آئے' جیسا کہ ایک انصاری نے اس وقت جن کو دیکھا تھا' جب وہ سانپ کی صورت میں متشکل ہو کر آیا' اس انصاری نے اس کو نیزہ گھونپ دیا تو اس جن نے اس انصاری کو قتل کر دیا اور وہ فوت ہو گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مدینہ میں جو جنات ہیں وہ اسلام لا چکے ہیں۔ (شرح ابن بطال ج ۲ص ۱۴۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

جنات کا سانپوں کی شکل میں متشکل ہونا

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن بطال نے جو حدیث کی ایک طرف ذکر کی ہے' اس کا پورا متن اس طرح ہے:

ابو السائب بیان کرتے ہیں کہ وہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کے گھر گئے تو دیکھا وہ نماز پڑھ رہے تھے' انہوں نے کہا: میں بیٹھ کر ان کے نماز سے فارغ ہونے کا انتظار کرنے لگا' اتنے میں گھر کے کونے میں رکھی ہوئی لکڑیوں میں سے آواز آئی' میں نے مڑ کر دیکھا تو ایک سانپ تھا' میں اس کو قتل کرنے کے لیے لپکا' حضرت ابو سعید نے مجھے بیٹھنے کا اشارہ کیا' سو میں بیٹھ گیا' جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو انہوں نے مکان کی ایک کوٹھڑی کی طرف اشارہ کیا اور کہا کہ کیا تم اس گھر کو دیکھ رہے ہو؟ میں نے کہا: ہاں' انہوں نے کہا: اس گھر میں ہمارا ایک نوجوان رہتا تھا' جس کی نئی نئی شادی ہوئی تھی' انہوں نے کہا: پھر ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ خندق کی طرف گئے' وہ نوجوان دوپہر کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اجازت لے کر اپنے گھر جاتا تھا' ایک دن اس نے اجازت طلب کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اپنے ہتھیار لے کر جاؤ' کیونکہ مجھے تم پر بنو قریظہ (کے حملہ) کا خطرہ ہے' وہ نوجوان اپنے ہتھیار لے کر چلا گیا' جب وہ گھر پہنچا تو دیکھا کہ اس کی بیوی دروازے کی دو پٹیوں کے درمیان کھڑی ہے' اس نے غیرت میں آ کر اس کو نیزہ مارنے کا قصد کیا' اس عورت نے کہا: اپنے نیزے کو روکو اور گھر کے اندر جا کر دیکھو' تم کو معلوم ہو جائے گا کہ میں کس وجہ سے باہر کھڑی ہوں! جب وہ اندر گیا تو اس نے دیکھا کہ ایک بہت بڑا سانپ کنڈلی مارے بستر پر بیٹھا ہے' اس نوجوان نے اس کو مارنے کا قصد کیا اور نیزہ اس سانپ میں گھونپ دیا' پھر باہر نکل کر وہ نیزہ مکان میں گاڑ دیا' وہ سانپ اس نوجوان پر لوٹ پوٹ ہو گیا اور یہ پتا نہ چل سکا کہ سانپ پہلے مرا یا وہ نوجوان' پھر ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اس واقعہ کا ذکر کیا' ہم نے عرض کیا کہ آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ اس کو زندہ کر دے' آپ نے فرمایا: اپنے اس ساتھی کے لیے اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرو' پھر فرمایا: مدینہ میں رہنے والے جنات مسلمان ہو گئے ہیں' پس جب تم ان سانپوں میں سے کسی کو دیکھو تو ان کو تین دن تک خبردار کرو' اس کے بعد بھی اگر سانپ دکھائی دے تو اس کو قتل کر دو کیونکہ وہ شیطان ہے۔ (صحیح مسلم: ۲۲۳۶' الرقم المسلسل: ۵۷۳۱' سنن ابوداؤد: ۵۲۵۹۔ ۵۲۵۸۔ ۵۲۵۷' سنن ترمذی: ۱۴۸۴' السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۰۸۷۱' مسند احمد ج ۳ص ۲۷)

حافظ ابو بکر محمد بن عبد اللہ ابن العربی المالکی المتوفی ۵۴۳ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس نوجوان کے لیے استغفار کرنے کا حکم دیا تھا' تو ہو سکتا ہے کہ اس کی وجہ یہ ہو کہ میت کے لیے مغفرت کی دعا کرنا سنت ہے اور ہو سکتا ہے کہ اس کی وجہ یہ ہو کہ اس نوجوان نے ایک مکروہ کام کیا تھا اور یہ احتمال زیادہ ظاہر ہے' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مدینہ کے جن مسلمان ہو چکے ہیں' پس جب تم ان سانپوں میں سے کسی کو دیکھو تو ان کو تین دن تک خبردار کرو' اس کے بعد بھی اگر سانپ دکھائی دے تو اس کو قتل کر دو کیونکہ وہ شیطان ہے۔ جنات کا وجود برحق ہے' زمانہ جاہلیت اور زمانہ اسلام کی اخبار متواترہ

سے ان کا وجود ثابت ہے' اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جنات کا ذکر فرمایا ہے اور یہ عقل کے نزدیک جائز ہے اور شرع سے ثابت ہے' ان کے وجود کا انکار کرنا گمراہی کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ نعوذ باللہ منہ

جنات کھاتے پیتے ہیں اور جس طرح ہم احکام کے مکلف ہیں اور ہم کو بُرے کاموں سے منع کیا گیا ہے وہ بھی مکلف ہیں' اللہ تعالیٰ نے جنات اور ملائکہ کو اس پر قدرت دی ہے کہ وہ مختلف شکلوں میں متشکل ہو جاتے ہیں' جس طرح اللہ تعالیٰ نے ہمیں مختلف حرکات پر قدرت عطا فرمائی ہے۔ (عارضۃ الاحوذی ج ۳ ص ۲۲۲۔۲۲۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

صحیح مسلم: ۲۲۳۶ میں جو جنات کو تین دن تک خبردار کرنے کا حکم دیا ہے' اس کی تفصیل اس حدیث میں ہے:

عبد الرحمان بن ابو لیلیٰ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو لیلیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب سانپ اپنے مسکن میں ظاہر ہو تو اس سے کہو کہ ہم حضرت نوح علیہ السلام کے عہد کے واسطے سے اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے واسطے سے تجھ سے یہ سوال کرتے ہیں کہ تو ہم کو ایذاء نہ پہنچا' پھر اگر سانپ لوٹ کر آئے تو اس کو قتل کر دو۔ (سنن ترمذی: ۱۴۸۵' سنن ابوداؤد: ۵۲۵۹)

جنات کے دوسری شکلوں میں متشکل ہونے کی قدرت پر بعض علماء کا اختلاف اور ان کی رائے کا بے وزن ہونا

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

جنات مختلف صورتوں میں متشکل ہو جاتے ہیں' وہ انسان کی' بہائم کی' سانپوں کی' بچھوؤں کی' اونٹوں کی' گایوں کی' بکریوں کی' گھوڑوں کی' خچروں کی' گدھوں کی اور پرندوں کی صورتوں میں متشکل ہو جاتے ہیں۔

قاضی ابویعلیٰ نے کہا ہے کہ شیطان کو یہ قدرت نہیں ہے کہ وہ اپنی شکل کو بدل لے اور کسی اور صورت میں متشکل ہو جائے' ان کے لیے صرف یہ جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو کچھ ایسے کلمات کی تعلیم دے اور کچھ ایسے افعال سکھائے کہ جب وہ ان افعال کو کر لیں اور وہ کلمات بول لیں تو اللہ تعالیٰ ان کو ایک صورت سے دوسری صورت میں منتقل کر دے' رہا یہ کہ وہ از خود کسی دوسری صورت میں منتقل ہو جائیں تو یہ محال ہے کیونکہ ایک صورت سے دوسری صورت میں منتقل ہونا اس کا تقاضا کرتا ہے کہ پہلی صورت فاسد ہو جائے اور اس کے اجزاء بکھر جائیں' اسی طرح فرشتوں کے دوسری صورت میں متشکل ہونے میں بھی یہی کلام ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۴۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام نسائی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے اس کو پچھاڑا اور اس کا گلا گھونٹنے حتیٰ کہ میں نے اس کی زبان کی ٹھنڈک اپنی زبان پر پائی' علامہ ابن بطال وغیرہ نے اس حدیث سے یہ سمجھا ہے کہ جب عفریت جن آپ کے سامنے ظاہر ہوا تھا تو وہ اپنی اصلی شکل میں نہیں آیا تھا اور جن کو اس کی اصلی شکل میں دیکھنا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۱۰۷' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ ابن بطال' قاضی ابوبکر ابن العربی' علامہ عینی اور علامہ عسقلانی سب نے یہ لکھا ہے کہ جنات مختلف شکلوں میں متشکل ہوتے ہیں اور احادیث میں سانپ کی شکل میں جنات کے آنے کی تصریح ہے' جیسا کہ صحیح مسلم اور سنن ترمذی کے حوالوں سے گزر چکا ہے' لہٰذا اگر قاضی ابویعلیٰ اس کا انکار کرتے ہیں تو کرتے رہیں' اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۱۱۱۔ ج ۲ ص ۹۹ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

(۱) جنات کا ثبوت (۲) جنات کی تخلیق (۳) جنات کی اقسام (۴) جنات کے افعال واحوال (۵) جنات کا مکلف ہونا (۶) جنات کی

جزاء وسزا (٧) جنات میں رسل (٨) انسان پر جن آ جانا (٩) جنات کو دیکھنا (١٠) ایک اشکال کا جواب (١١) حضرت سلیمان کی دعا سے معارضہ (١٢) لعن یزید (١٣) ترجمۃ الباب سے مناسبت۔ یہ بحث' شرح صحیح مسلم ج ١ ص ١١٠-١٠٠ پر محیط ہے۔

٧٦ - بَابُ الْاِغْتِسَالِ اِذَا اَسْلَمَ ، وَرَبْطِ الْاَسِيْرِ اَيْضًا فِي الْمَسْجِدِ

جب کوئی شخص اسلام لائے تو غسل کرے نیز قیدی کو مسجد میں باندھنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب کوئی کافر اسلام لائے تو اس کے غسل کا کیا حکم ہے اور قیدی کو مسجد میں باندھنے کا کیا حکم ہے؟

وَكَانَ شُرَيْحٌ يَاْمُرُ الْغَرِيْمَ اَنْ يُّحْبَسَ اِلٰى سَارِيَةِ الْمَسْجِدِ.

اور شریح مقروض کو مسجد کے ستون کے ساتھ باندھنے کا حکم دیتے تھے۔

٤٦٢ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ اَبِيْ سَعِيْدٍ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْلًا قِبَلَ نَجْدٍ، فَجَاءَتْ بِرَجُلٍ مِنْ بَنِيْ حَنِيْفَةَ، يُقَالُ لَهٗ ثُمَامَةُ بْنُ اُثَالٍ، فَرَبَطُوْهُ بِسَارِيَةٍ مِّنْ سَوَارِي الْمَسْجِدِ، فَخَرَجَ اِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا اَطْلِقُوْا ثُمَامَةَ. فَانْطَلَقَ اِلٰى نَخْلٍ قَرِيْبٍ مِّنَ الْمَسْجِدِ، فَاغْتَسَلَ ثُمَّ دَخَلَ الْمَسْجِدَ، فَقَالَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ.

[اطراف الحدیث: ٤٦٩-٢٤٢٢-٢٤٢٣-٤٣٧٢]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سعید بن ابی سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑے سواروں کی ایک جماعت کو نجد کی طرف بھیجا' وہ بنوحنیفہ کے ایک شخص کو گرفتار کر کے لائے' جس کو ثمامہ بن اُثال کہا جاتا تھا' انہوں نے اس کو مسجد کے ستونوں میں سے ایک ستون کے ساتھ باندھ دیا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طرف نکلے' تو لوگوں نے کہا: ثمامہ کو کھول دو' وہ مسجد کے قریب کھجور کے ایک درخت کی طرف گیا' پس اس نے غسل کیا' پھر مسجد میں داخل ہوا' پھر کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ ایک ہے' اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور (سیدنا محمد) اللہ کے رسول ہیں۔

(صحیح مسلم: ١٧٦٤' سنن ابوداؤد: ٢٦٧٩' سنن نسائی: ١٨٩' صحیح ابن خزیمہ: ٢٥٢' صحیح ابن حبان: ١٢٣٩' سنن بیہقی ج ١ ص ١٧١' دلائل النبوۃ ج ٤ ص ٧٩-٧٨' مسند احمد ج ٢ ص ٤٥٢ طبع قدیم' مسند احمد: ٩٨٣٣- ج ١٥ ص ٥١٩-٥١٧' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ٤٤٠٣' مکتبۃ الرشد' ریاض' ١٤٢٦ھ)

حدیث مذکور کے چار رجال ہیں' اور ان سب کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ اس طرح مطابقت ہے کہ اس میں یہ ذکر ہے کہ ثمامہ اثال کو گرفتار کر کے مسجد کے ایک ستون کے ساتھ باندھ دیا گیا۔

صوبہ نجد کا محل موقوع

اس حدیث میں ''نجد'' کا ذکر ہے' یہ جزیرہ عرب میں ہے۔ المدائنی نے کہا ہے کہ جزیرہ عرب کی پانچ اقسام ہیں: (١) تہامہ (٢) نجد (٣) حجاز (٤) عروض (٥) یمن۔ تہامہ' حجاز کی جنوبی سمت میں ہے' اور نجد حجاز اور عراق کے درمیان میں ہے اور حجاز ایک

پہاڑ ہے جس نے یمن کو مسدود کر دیا ہے حتیٰ کہ وہ شام کے ساتھ متصل ہے اور اسی میں مدینہ ہے اور عروض' یمامہ ہے جو بحرین کی طرف ہے اور واقدی نے کہا ہے کہ حجاز' مدینہ سے تبوک کی طرف ہے اور مدینہ سے کوفہ کے راستہ کی طرف ہے اور اس کے پیچھے سرزمین بصرہ تک نجد ہے اور عراق اور طائف کے درمیان نجد ہے اور وجرۃ کے پیچھے سے سمندر تک تہامہ ہے' اور تہامہ اور نجد کے درمیان حجاز ہے' اس کو حجاز اس لیے کہتے ہیں کہ وہ ان دونوں کے درمیان حاجز یعنی رکاوٹ ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۴۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

ڈاکٹر غلام جیلانی برق لکھتے ہیں:

''نجد'': لغوی معنی سطح مرتفع' مراد عرب کا وسطی علاقہ' جس کا مرکزی شہر ریاض ہے' اس کی حدود بدلتی رہیں' ایک زمانہ تھا کہ یمن' تہامہ' عراق اور شام بھی نجد میں شامل تھے' لیکن اب (۱۹۷۱ء) میں اس کی حدود یہ ہیں:

مشرق میں بحرین' مغرب میں حجاز' شمال میں عراق اور جنوب میں صحراء۔

''نجد'': عمان کے قریب ایک وسیع علاقہ ہے۔ (معجم البلدان ص ۳۳۹' شیخ غلام علی اینڈ سنز' کراچی)

اسلام قبول کرنے والے کے غسل کرنے میں مذاہب فقہاء

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

جو شخص اسلام لائے' اس کے غسل کرنے کے حکم کے متعلق فقہاء کا اختلاف ہے' امام مالک کے بھی اس میں مختلف اقوال ہیں:

(۱) امام مالک نے المدونہ میں کہا ہے کہ جب نصرانی اسلام لائے تو اس پر غسل کرنا واجب ہے کیونکہ وہ لوگ طہارت حاصل نہیں کرتے' امام احمد بن حنبل اور ابو ثور نے بھی اس پر غسل واجب کیا ہے۔

(۲) ابن وہب اور ابن ابی اویس نے امام مالک سے نقل کیا ہے کہ ان سے پوچھا گیا کہ ایک شخص مسلمان ہوا' آیا اس پر غسل واجب ہے یا اس کے لیے وضوء کرنا کافی ہے؟ امام مالک نے فرمایا: ہمیں یہ حدیث نہیں پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو بھی یہ حکم دیا ہو کہ وہ اسلام لائے تو غسل کرے۔

(۳) ابن المنذر نے کہا: امام شافعی نے فرمایا ہے کہ اس کا غسل کرنا مستحب ہے' اگر وہ جنبی نہیں ہے تو اس کا وضوء کرنا کافی ہے' اور ابن القاسم نے ''العتبیہ'' میں اسی کی مثل کہا ہے' انہوں نے کہا: جو اسلام لایا اس پر غسل کرنا واجب ہے' اگر اس نے وضوء کیا اور نماز پڑھی اور غسل نہیں کیا تو وہ ہمیشہ نماز کو دہرائے گا' جب کہ وہ پہلے جماع کر چکا ہو یا جنبی ہو اور یہ قول اس پر دلالت کرتا ہے کہ اگر وہ جنبی نہ ہو تو اس کے لیے وضوء کرنا کافی ہے' جیسے امام شافعی نے کہا ہے۔

المہلب نے کہا ہے: ثمامہ کی حدیث ابن وہب اور ابن ابی اویس کے خلاف حجت ہے کیونکہ ثمامہ جب گئے تو انہوں نے غسل کیا' پھر مسجد میں داخل ہوئے' پھر انہوں نے اسلام کی گواہی دی' اسی لیے امام مالک نے یہ کہا ہے کہ ہمیں یہ حدیث نہیں پہنچی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی اسلام لانے والے کو غسل کرنے کا حکم دیا ہو۔

ابو عبد اللہ بن ابی صفرہ نے کہا ہے: رہا امام مالک کا دوسرا قول' جس میں انہوں نے کہا ہے کہ اسلام لانے والے پر غسل کرنا واجب ہے' کیونکہ وہ طہارت حاصل نہیں کرتے' اس کا معنی یہ ہے کہ وہ نجاست سے اپنے بدنوں کو پاک نہیں کرتے' کیونکہ ان کے لیے جنابت سے پاک ہونا محال ہے' خواہ وہ اس کی نیت کریں کیونکہ ان کے لیے یہ مشروع نہیں ہے' لہٰذا امام شافعی' امام احمد اور ابن القاسم کا قول ساقط ہو گیا۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جب وہ جنبی نہیں ہوگا تو وہ بے وضوء ہوگا' پھر اس کے لیے نماز پڑھنا کس طرح مباح ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جب وہ غیر جنبی اور بے وضوء ہوگا تو نماز پڑھنے کے لیے اس پر وضوء کرنا واجب ہوگا اور اس پر غسل نہیں ہوگا کیونکہ وہ جنبی نہیں ہے' اس پر غسل کرنا سنت ہے کیونکہ وہ اپنے آپ کو نجاست سے پاک نہیں رکھتے۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۱۴۳۔ ۱۴۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

فقہاء احناف کے نزدیک اسلام لانے سے پہلے اگر کافر جنبی ہو یا حائض ہو یا نفساء ہو خواہ اس کا حیض اور نفاس منقطع ہو چکا ہو' اس پر غسل کرنا واجب ہے ورنہ اس کا غسل کرنا مستحب ہے یعنی وہ جنابت کے بعد غسل کر چکا ہو یا عورت حیض اور نفاس کے بعد غسل کر چکی ہو تو پھر اسلام لانے کے لیے اس کا غسل کرنا مستحب ہے۔

(الدر المختار ورد المختار ج ۱ ص ۲۷۶۔ ۲۷۵' دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۹ھ)

کفار اور اہل کتاب کے مسجد میں داخل ہونے کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ کافر مسجد میں داخل ہو سکتا ہے' علامہ ابن التین نے بیان کیا ہے کہ مجاہد سے منقول ہے کہ اہل کتاب مسجد میں داخل ہو سکتے ہیں اور عمر بن عبد العزیز اور قتادہ اور امام مالک اور مزنی شافعی نے کہا: یہ جائز نہیں ہے' اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے کہا: اہل کتاب مسجد میں داخل ہو سکتے ہیں اور دوسرے کافر مسجد میں داخل نہیں ہو سکتے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۴۹)

امام ابوحنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ امام احمد نے سند جید کے ساتھ روایت کیا ہے کہ:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہماری اس مسجد میں اس سال کے بعد کوئی مشرک داخل نہیں ہوگا مگر اہل ذمہ اور ان کے خدام۔ (مسند احمد ج ۳ ص ۳۳۹۔ ج ۳ ص ۳۹۲ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۵۲۲۱۔ ۱۴۹۴۹۔ ج ۲۳ ص ۳۸۷۔ ۱۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' مصنف عبد الرزاق: ۱۹۳۵۔ ۹۹۸۲)

امام مالک کا استدلال قرآن مجید کی اس آیت سے ہے:

اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا. (التوبہ: ۲۸)

مشرک محض ناپاک ہیں' سو وہ اس سال کے بعد مسجد حرام کے قریب نہ ہوں۔

میں کہتا ہوں کہ فقہاء احناف کے نزدیک اس آیت میں ''لا یقربوا'' اگرچہ صورۃً نہی کا صیغہ ہے لیکن معنیً نفی ہے' یعنی اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو مسجد میں داخل ہونے سے منع نہیں کیا بلکہ یہ خبر دی ہے کہ وہ اس سال کے بعد مسجد حرام میں داخل نہیں ہوں گے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں مشرکین سے مراد اہل کتاب کے ماسوا ہیں کیونکہ قرآن مجید میں اہل کتاب کے احکام' مشرکین کے احکام کے مغائر ہیں۔

علامہ علاء الدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

ذمی کا مسجد میں داخل ہونا مطلقاً جائز ہے اور امام مالک نے اس کو مطلقاً مکروہ کہا ہے اور امام شافعی اور امام احمد نے مسجد حرام میں کافر کے داخل ہونے کو منع کیا ہے۔ ہم کہتے ہیں: یہ نہی تکوینی ہے تکلیفی نہیں ہے اور تحقیق یہ ہے کہ فقہاء نے جنبی کے لیے مسجد کے عبور کرنے کو جائز کہا ہے اور اس وقت آیت کا معنی یہ ہوگا کہ مشرکین اس سال کے بعد برہنہ ہو کر حج یا عمرہ نہ کریں اور یہ سال نو ہجری تھا' جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس سورت کا اعلان کیا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے اور نہ برہنہ طواف کرے۔

(صحیح البخاری: ۱۶۲۲ 'صحیح مسلم: ۷-۱۳۴)

علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ اس عبارت کی شرح میں نہی تکوینی کا معنی لکھتے ہیں:

تکوین اللہ تعالیٰ کی صفت قدیمہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی صفات افعال اسی کی طرف راجع ہیں اور ''لا یقربوا'' کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان میں مسجد حرام کی طرف جانے کا فعل پیدا نہیں فرمائے گا اور امر تکوینی کی مثال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین سے فرمایا:

اِئْتِيَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا. (حٰم السجدہ:۱۱) تم دونوں خوشی سے یا ناخوشی سے حاضر ہو جاؤ۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے ان میں یہ فعل پیدا کر دیا' اور امر تکلیفی کی مثال ہے: ''اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ'' (البقرہ: ۴۳) تم نماز کو قائم کرو' امر تکوینی اور امر تکلیفی میں فرق یہ ہے کہ امر تکوینی میں فرماں برداری کے خلاف نہیں ہو سکتا اور امر تکلیفی میں فرماں برداری کے خلاف ہو سکتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ''فلا یقربوا'' کا صیغہ اگرچہ صورۃً نہی کا صیغہ ہے لیکن یہ معنیً نفی ہے اور اللہ نے یہ خبر دی ہے کہ مشرکین مسجد حرام کے قریب نہیں جائیں گے' کیونکہ یہ منقول نہیں ہوا کہ اس آیت کے نزول کے بعد سے لے کر آج تک کبھی مشرکین نے برہنہ ہو کر حج یا عمرہ کیا ہو' جیسا کہ وہ زمانہ جاہلیت میں کیا کرتے تھے۔

(ردالمحتار مع الدرالمختار ج ۹ ص ۴۷۲' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور نبوت سے یہ جان لینا کہ ثمامہ اسلام لے آئیں گے' اس لیے آپ نے اس کو کھولنے کا حکم دیا

علامہ ابوالفرج عبدالرحمان بن علی بن محمد جوزی حنبلی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ثمامہ نے قید کیے جانے کو اپنی عزت نفس کے خلاف سمجھا تھا' اس لیے وہ خود اسلام نہیں لایا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس چیز کو جان لیا' اس لیے آپ نے فرمایا: ثمامہ کو کھول دو' پس جب اس کو قید سے کھول دیا گیا تو وہ اسلام لے آیا' اس کی تفصیل یہ ہے کہ امام عبدالرزاق نے روایت کیا ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ثمامہ حنفی کو قید کر لیا گیا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صبح کو اس کے پاس گئے اور اس سے استفسار فرمایا: اے ثمامہ! اب تمہارا کیا خیال ہے؟ اس نے کہا: اگر آپ مجھے قتل کریں گے تو ایک گناہ گار شخص کو قتل کریں گے اور اگر آپ مجھ پر احسان کریں گے تو ایک شکر گزار شخص پر احسان کریں گے اور اگر آپ مال لینے کا ارادہ کرتے ہیں تو آپ جتنا مال چاہیں گے' آپ کو دیا جائے گا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب فدیہ لینے کو پسند کر رہے تھے' وہ کہہ رہے تھے: ہم اس کو قتل کر کے کیا کریں گے' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک دن اس کے پاس سے گزرے تو وہ اسلام لے آیا' پھر آپ نے اس کو کھول دیا اور اس کو حضرت ابوطلحہ کے باغ میں بھیجا اور اس کو غسل کرنے کا حکم دیا' پس اس نے غسل کیا اور دو رکعت نماز پڑھی' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہارا بھائی بہت عمدہ اسلام لایا ہے۔

(مصنف عبدالرزاق: ۹۸۶۵' صحیح ابن خزیمہ: ۲۵۳' صحیح ابن حبان: ۱۲۳۸' مسند احمد ج ۲ ص ۲۴۷' کشف المشکل لابن الجوزی ج ۱ ص ۲۸۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ عینی کا علامہ کرمانی اور علامہ ابن جوزی کی شرحوں پر اعتراض

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ کرمانی متوفی ۷۸۶ھ نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ امام کو یہ حق ہے کہ وہ کافر قیدی کو قتل کر دے یا غلام بنا لے' یا اس سے فدیہ لے کر اس کو چھوڑ دے یا اس پر احسان کر کے اس کو چھوڑ دے' اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر احسان کر کے اس کو چھوڑ دیا

کیونکہ اس میں یہ احتمال ہے کہ نبی ﷺ نے نور نبوت سے یہ جان لیا تھا کہ وہ (آپ کے احسان کرنے کے نتیجہ میں) دل سے ایمان لے آئے گا اور عنقریب کلمہ شہادت پڑھنے سے اس کا ایمان ظاہر ہو جائے گا۔ (شرح الکرمانی ج ۴ ص ۱۲۳ 'داراحیاء التراث العربی بیروت)

اسی طرح علامہ ابن جوزی نے بھی لکھا ہے۔ (ہم نے علامہ جوزی کی مفصل عبارت اس سے پہلے نقل کی ہے) علامہ بدرالدین عینی ان دونوں شارحین کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ اس شرح کو امام ابن خزیمہ اور امام ابن حبان کی وہ حدیث رد کرتی ہے' جس میں یہ مذکور ہے کہ ایک دن نبی ﷺ ثمامہ کے پاس سے گزرے تو وہ اسلام لے آیا' پھر آپ نے اس کو کھول دیا' اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ وہ آپ کے کھولنے سے پہلے اسلام لے آیا تھا۔ علامہ کرمانی کو تو اس شرح میں معذور قرار دیا جائے گا کیونکہ انہوں نے اس شرح کو حتماً ذکر نہیں کیا' بلکہ یہ کہا ہے کہ اس میں یہ احتمال ہے' اور وہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے واقف نہیں تھے' لیکن علامہ ابن جوزی اس حدیث سے کیسے غافل ہو گئے حالانکہ وہ حدیث کی کثرت پر مطلع ہیں! (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۵۰ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت '۱۴۲۱ھ)

مصنف کا علامہ ابن جوزی اور علامہ کرمانی کی طرف سے جواب اور تینوں شروح میں محاکمہ

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن جوزی صحیح ابن حبان اور صحیح ابن خزیمہ کی اس حدیث سے غافل نہیں ہیں' جس میں یہ تصریح ہے کہ ثمامہ' نبی ﷺ کے کھولنے سے پہلے اسلام لے آیا تھا اور اس کے بعد آپ نے اس کو کھولا تھا کیونکہ علامہ ابن جوزی نے اس حدیث کو خود اپنی مذکور شرح کے بعد امام عبد الرزاق کے حوالے سے مفصلاً ذکر کیا ہے' جس کو ہم نے دیگر متعدد حوالوں کے ساتھ نقل کیا ہے' لہٰذا علامہ ابن جوزی کو غافل کہہ کر خود علامہ عینی نے غفلت اور عجلت کا مظاہرہ کیا ہے۔

اب یہ سوال رہ جائے گا کہ جب علامہ ابن جوزی کے علم میں مصنف عبد الرزاق کی یہ حدیث تھی کہ ثمامہ آپ کے کھولنے سے پہلے اسلام لے آیا تھا اور آپ نے اس کو اسلام لانے کے بعد کھولا تھا' تو انہوں نے اپنی شرح میں یہ کیوں لکھا ہے کہ نبی ﷺ نے ثمامہ کے اسلام لانے سے پہلے اس کو کھول دیا تھا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ نبی ﷺ کو نور نبوت سے علم تھا کہ وہ اسلام لے آئے گا' سو وہ آپ کے کھولنے کے بعد اسلام لے آیا اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی حدیث میں یہ واقعہ اسی طرح مذکور ہے۔

صحیح البخاری میں اس طرح مذکور ہے:

مسلمانوں نے ثمامہ بن اثال کو گرفتار کر کے مسجد کے ستون سے باندھ دیا' نبی ﷺ اس کی طرف نکلے اور فرمایا: ثمامہ کو کھول دو' پھر ثمامہ مسجد کے قریب ایک کھجور کے درخت کے پاس گیا' پھر مسجد میں داخل ہوا' پھر کہا: ''اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ واشھد ان محمدا رسول اللّٰہ''۔ (صحیح البخاری: ۴۶۲)

دیکھئے اس حدیث میں صاف تصریح ہے کہ نبی ﷺ نے اس کے اسلام لانے سے پہلے اس کو کھولنے کا حکم دیا تھا اور اس نے بعد میں غسل کر کے کلمہ شہادت پڑھا اور علامہ ابن جوزی نے اسی حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ نبی ﷺ نے اس کے اسلام لانے سے پہلے اس کو کھولنے کا حکم اس لیے دیا تھا کہ آپ نے (نورِ نبوت سے) جان لیا تھا کہ وہ اسلام لے آئے گا اور ایسا ہی ہوا' اور علامہ کرمانی بھی صحیح بخاری کی اسی حدیث کی شرح کر رہے تھے' لہٰذا ان کی شرح بھی صحیح ہے' البتہ ان کا اس شرح کو احتمال سے ذکر کرنا غلط ہے' ان کو چاہیے تھا وہ اس شرح کو جزم اور یقین کے ساتھ لکھتے' جس طرح علامہ ابن جوزی نے لکھا ہے' پھر علامہ ابن جوزی کے وسعت علم کی یہ دلیل ہے کہ انہوں نے امام عبد الرزاق کی روایت کو ذکر کر کے یہ بھی بتا دیا کہ یہ روایت صحیح بخاری کی حدیث کے خلاف ہے کیونکہ اس روایت میں مذکور ہے کہ ثمامہ کے اسلام لانے کے بعد آپ نے اس کو کھولا تھا اور ظاہر ہے کہ صحیح بخاری کی حدیث کے

مقابلہ میں مصنف عبدالرزاق کی روایت کا کوئی اعتبار نہیں ہے' جب کہ صحیح مسلم: ۱۷۶۴ میں بھی یہ واقعہ صحیح بخاری کی طرح زیادہ تفصیل کے ساتھ ہے اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں یہ مذکور ہے کہ آپ کے کھولنے کے بعد ثمامہ اسلام لایا تھا اور صحیح ابن خزیمہ اور صحیح ابن حبان میں اس کے خلاف یہ مذکور ہے کہ آپ کے کھولنے سے پہلے ثمامہ اسلام لایا تھا تو صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے مقابلہ میں صحیح ابن خزیمہ اور صحیح ابن حبان کی کیا حیثیت ہے' کیا علامہ عینی صحیح ابن خزیمہ اور صحیح ابن حبان کی بنیاد پر علامہ ابن جوزی پر اعتراض کر کے جمہور کے خلاف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ان کے نزدیک صحیح ابن خزیمہ اور صحیح ابن حبان' صحیح بخاری اور صحیح مسلم پر راجح ہیں' لیکن ان کے اس نظریہ کو علمی دنیا میں کوئی قبول نہیں کرے گا۔

علامہ ابن جوزی کی تائید میں صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی مفصل روایت

یہ حدیث' صحیح البخاری: ۴۳۷۲ 'اور صحیح مسلم: ۱۷۶۴ میں زیادہ تفصیل کے ساتھ درج ہے' اس میں مذکور ہے کہ نبی ﷺ نے تیسرے دن ثمامہ کو کھولنے کا حکم دیا' اس کے بعد وہ کلمہ شہادت پڑھ کر مسلمان ہو گیا' اس کی عبارت درج ذیل ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے گھوڑے سواروں کے ایک دستہ کو نجد کی طرف بھیجا' وہ بنوحنیفہ کے ایک شخص کو گرفتار کر کے لے آئے' جس کو ثمامہ بن اثال کہا جاتا تھا' پس انہوں نے اس کو مسجد کے ستونوں میں سے ایک ستون کے ساتھ باندھ دیا' نبی ﷺ اس کی طرف نکلے اور فرمایا: اے ثمامہ! تمہاری کیا رائے ہے؟ اس نے کہا: میری رائے نیک ہے' اے محمد! اگر آپ مجھ کو قتل کریں گے تو اس شخص کو قتل کریں گے جس پر قصاص ہے' اور اگر آپ احسان کریں گے تو شکر گزار پر احسان کریں گے' اور اگر آپ مال چاہتے ہیں تو آپ سوال کریں آپ جتنا مال طلب کریں گے' آپ کو دیا جائے گا حتیٰ کہ دوسرے دن پھر آپ نے اس سے فرمایا: ثمامہ! تمہاری کیا رائے ہے؟ اس نے کہا: جو میں پہلے کہہ چکا ہوں کہ اگر آپ احسان کریں گے تو شکر گزار پر احسان کریں گے' آپ نے اس کو چھوڑ دیا' پھر تیسرے دن آپ نے فرمایا: اے ثمامہ! تمہاری کیا رائے ہے؟ اس نے کہا: میرے نزدیک وہی بات ہے جو میں آپ سے کہہ چکا ہوں' آپ نے فرمایا: ثمامہ کو کھول دو' وہ مسجد کے قریب ایک کھجور کے درخت کے پاس گیا' پس اس نے غسل کیا' پھر مسجد میں داخل ہو گیا' پھر کہا: "اشهد ان لا الله الّا اللّٰه واشهد ان محمدا رسول اللّٰه" یا محمد! پہلے مجھے روئے زمین پر آپ سے زیادہ کوئی شخص ناپسند نہیں تھا اور آج صبح آپ کا چہرہ مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے' اور اللہ کی قسم! پہلے مجھے آپ کے دین سے زیادہ کوئی دین ناپسند نہیں تھا اور اب آپ کا دین مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے اور اللہ کی قسم! پہلے آپ کا شہر مجھے سب سے زیادہ ناپسند تھا اور اب آپ کا شہر مجھے سب سے زیادہ پسند ہے' آپ کے سواروں نے مجھے گرفتار کر لیا اور میں اس وقت عمرہ ادا کرنے کے لیے جا رہا تھا' اب آپ بتائیں کہ آپ کی کیا رائے ہے؟ پھر رسول اللہ ﷺ نے اس کو بشارت دی اور اسے عمرہ کرنے کا حکم دیا' جب وہ مکہ پہنچا تو کسی کہنے والے نے کہا: کیا تم نے دین بدل لیا ہے؟ اس نے کہا: نہیں! لیکن میں سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مسلمان ہو گیا ہوں اور سنو! اب نبی ﷺ کی اجازت کے بغیر تمہارے پاس گندم کا ایک دانہ بھی نہیں آئے گا۔

(صحیح البخاری: ۴۳۷۲' صحیح مسلم: ۱۷۶۴)

علامہ ابن جوزی کی شرح اس حدیث کے مطابق ہے اور علامہ عینی نے علامہ ابن جوزی کی شرح پر جو اعتراض کیا ہے' وہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی حدیث کی تصریح کے خلاف ہے اور صحیح ابن خزیمہ اور صحیح ابن حبان کی روایت کے موافق ہے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۴۴۷۲۔ ج ۵ ص ۴۷۴ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے عنوانات حسب ذیل ہیں:

(۱) اسلام قبول کرنے کے بعد غسل کرنے کے حکم میں مذاہب فقہاء (۲) طالب اسلام کو کلمہ پڑھانے میں تاخیر کرنا جائز نہیں' بلکہ

خدشہ کفر ہے۔

۷۷ - بَابُ الْخَيْمَةِ فِي الْمَسْجِدِ لِلْمَرْضٰى وَغَيْرِهِمْ

بیماروں اور دوسروں کے لیے مسجد میں خیمہ لگانا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ بیماروں اور ان کے غیر کے لیے مسجد میں خیمہ لگانا جائز ہے۔

۴٦۳ - حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ بْنُ يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ أُصِيبَ سَعْدٌ يَوْمَ الْخَنْدَقِ فِي الْأَكْحَلِ، فَضَرَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْمَةً فِي الْمَسْجِدِ، لِيَعُوْدَهُ مِنْ قَرِيْبٍ، فَلَمْ يَرُعْهُمْ وَفِي الْمَسْجِدِ خَيْمَةٌ مِنْ بَنِي غِفَارٍ، إِلَّا الدَّمُ يَسِيلُ إِلَيْهِمْ، فَقَالُوْا يَا أَهْلَ الْخَيْمَةِ، مَا هٰذَا الَّذِي يَأْتِيْنَا مِنْ قِبَلِكُمْ؟ قَالُوْا سَعْدٌ يَغْذُوْ جُرْحُهُ دَمًا، فَمَاتَ فِيهَا.

[اطراف الحدیث: ۲۸۱۳-۳۹۰۱-۴۱۱۷-۴۱۲۲]

(صحیح مسلم: ۱۷٦۹، الرقم المسلسل: ۴۵۱۸، سنن ابوداؤد: ۳۱۰۱، سنن نسائی: ۷۱۰، جامع المسانید لابن الجوزی: ۷۵۱۴، مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲٦ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں زکریاء بن یحیٰی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ بن نمیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ جنگ خندق کے دن حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے بازو کی ایک رگ میں زخم آ گیا، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد میں ان کے لیے خیمہ لگا دیا تا کہ لوگ ان کی قریب سے عیادت کر لیں اور مسجد میں بنو غفار کا بھی خیمہ تھا، پھر لوگوں کو صرف اس چیز نے خوف زدہ کیا کہ ان کی طرف خون بہہ کر آ رہا تھا، پھر لوگوں نے کہا: اے خیمے والو! یہ کیا چیز ہے جو تمہاری طرف سے ہمارے پاس آ رہی ہے، پس لوگوں نے کہا: تو حضرت سعد کے زخم سے خون بہہ رہا ہے، پس وہ اس میں فوت ہو گئے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) زکریا بن یحیٰی بن عمر ابوالسکن الطائی الکوفی (۲) عبد اللہ بن نمیر (۳) ہشام بن عروہ بن الزبیر بن العوام (۴) ان کے والد عروہ (۵) حضرت عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہا۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۵۱)

وفات کے وقت حضرت سعد کی عمر ۳۷ سال تھی۔ (کشف المشکل ج ۱ ص ۲۹۰، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس جملہ میں ہے: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سعد کے لیے مسجد میں خیمہ لگا دیا۔

مسجد سے نجاست کے زائل کرنے پر علامہ ابن بطال کا انکار اور مصنف کا ان پر رد

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

المہلب نے کہا ہے کہ عذر کی وجہ سے مسجد میں رہنا جائز ہے، جیسے حضرت سعد بیماری کے ایام میں مسجد میں رہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سعد کا خیمہ مسجد میں لگایا، اس سے معلوم ہوا کہ سربراہ ملک یا کسی بڑے عالم کے لیے بار بار کسی مریض کی عیادت کے لیے جانا دشوار ہو تو وہ مریض کو ایسی جگہ منتقل کر لے جہاں وہ آسانی سے اس کی عیادت کر سکے۔

حضرت سعد کے بازو سے خون نکل کر مسجد میں بہتا رہا اور کسی نے اس کو دھویا نہیں، اس سے معلوم ہوا کہ نجاست کو زائل کرنا فرض نہیں ہے، اگر یہ فرض ہوتا تو اس کو دھو دیا جاتا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی زخمی کو مسجد میں رہنے کی اجازت نہ دیتے، اس سے معلوم ہوا کہ نجاست کو دھونا فرض نہیں ہے، اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعرابی کو مسجد میں پیشاب کرنے دیا تھا اور فرمایا: اس کو چھوڑ دو، اور اگر اس کا پیشاب کرنا حرام ہوتا تو آپ یہ نہ فرماتے: اس کو چھوڑ دو یعنی اس کو پیشاب کرنے دو۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۱۴۴ 'دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ ابن بطال کا یہ لکھنا صحیح نہیں ہے کہ مسجد سے نجاست کا زائل کرنا فرض نہیں ہے' بلکہ مسجد سے نجاست کا زائل کرنا فرض ہے اور اس حدیث میں یہ مذکور نہیں ہے کہ حضرت سعد کے بازو سے نکلنے والے خون کو بعد میں بھی مسجد سے دھویا نہیں گیا اور کسی چیز کے ذکر نہ کرنے سے اس کا عدم وقوع لازم نہیں آتا' ناک کی رطوبت اور بلغم پاک ہیں' لیکن ان کو بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد میں گرانے سے منع کیا ہے اور کسی نے مسجد میں قبلہ کی جانب تھوک دیا تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو خود اپنے مبارک ہاتھوں سے صاف کیا تو جب اس پاک چیز سے بھی مسجد کو صاف کیا گیا تھا تو خون جس کا ناپاک اور نجس ہونا مسلم ہے' اس سے مسجد کو کیوں کر نہ صاف کیا گیا ہوگا! اور علامہ ابن بطال کا اعرابی کے پیشاب پر قیاس کرنا بھی فاسد ہے کیونکہ جب صحابہ اس اعرابی کو منع کرنے کے لیے جھپٹے تو آپ نے فرمایا: اس کو رہنے دو اور اس کے پیشاب کے اوپر ایک ڈول پانی یا دو ڈول پانی بہادو۔ (صحیح البخاری: ۲۲۰)

آپ کا اس کے پیشاب پر دو ڈول پانی ڈلوانا' اس کی صریح دلیل ہے کہ مسجد میں اگر نجاست گر جائے تو اس نجاست کو زائل کرنا فرض ہے' باقی اس اعرابی کو پیشاب کرنے کے درمیان روکنے سے آپ نے منع فرمایا' کیونکہ اس سے اس کے مرض میں مبتلا ہونے کا خطرہ تھا۔ بہرحال مسجد سے نجاست کو زائل کرنا فرض ہے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۴۴۸۵۔ ج ۵ ص ۱۸۱۴ پر مذکور ہے' وہاں اس حدیث کی شرح نہیں کی گئی۔

۷۸ - بَابُ اِدْخَالِ الْبَعِيْرِ فِي الْمَسْجِدِ لِلْعِلَّةِ

کسی ضرورت کی بناء پر اونٹ کو مسجد میں داخل کرنا

بعض علماء نے اس باب کا یہ معنی بیان کیا ہے کہ جب آدمی پر ضعف طاری ہو تو وہ مسجد میں اونٹ پر سوار ہو کر آجائے' مگر امام بخاری نے جو عنوان قائم کیا ہے' وہ عام ہے یعنی مسجد میں اونٹ پر سوار ہو کر آنا خواہ ضعف ہو یا نہ ہو' جیسا کہ حسب ذیل تعلیق ہے:

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ طَافَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى بَعِيْرٍ.

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اونٹ پر سوار ہو کر طواف کیا۔

امام بخاری کی یہ تعلیق حسب ذیل کتب حدیث میں ہے اور خود امام بخاری نے بھی اس کی پوری سند کے ساتھ کتاب الحج میں روایت کی ہے: صحیح البخاری: ۱۶۰۷' صحیح مسلم: ۱۲۷۲' سنن ابوداؤد: ۱۸۷۷' سنن نسائی: ۲۹۵۴' سنن ابن ماجہ: ۲۹۴۸۔

٤٦٤ - حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ' عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ نَوْفَلٍ' عَنْ عُرْوَةَ' عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ اَبِيْ سَلَمَةَ' عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ شَكَوْتُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنِّيْ اَشْتَكِيْ' قَالَ طُوْفِيْ مِنْ وَّرَاءِ النَّاسِ وَاَنْتِ رَاكِبَةٌ. فَطُفْتُ' وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ اِلٰى جَنْبِ الْبَيْتِ' يَقْرَاُ ﴿وَالطُّوْرِO وَكِتَابٍ مَّسْطُوْرٍO﴾ (الطور: ۲۔۱).

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از محمد بن عبد الرحمان بن نوفل از عروہ از زینب بنت ابی سلمہ از حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شکایت کی کہ میں بیمار ہوں' آپ نے فرمایا: تم لوگوں کے پیچھے سواری پر بیٹھ کر طواف کرو' پس میں نے طواف کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیت اللہ کے پہلو میں نماز پڑھ رہے تھے اور آپ یہ تلاوت کر رہے تھے: "والطور O وکتاب مسطور O" (الطور: ۲۔۱)

[اطراف الحدیث: ۱۶۱۹۔۱۶۲۶۔ ۱۶۳۳۔ ۴۸۵۳] [صحیح مسلم: ۱۲۷۶' الرقم المسلسل: ۱۲۷۶' سنن ابوداؤد: ۱۸۸۲' سنن نسائی: ۲۹۲۵' سنن

ابن ماجہ:۲۹۶۱' السنن الکبریٰ للنسائی:۳۹۰۳' موطا امام مالک۔ کتاب الحج:۱۲۳' تنویر الحوالک ص ۳۴۰' المنتقیٰ:۴۶۲' مسند ابویعلیٰ:۶۹۷۶' صحیح ابن خزیمہ:۲۷۷۶' مصنف عبد الرزاق:۹۰۲۱' صحیح ابن حبان:۳۸۳۰' المعجم الکبیر:۸۰۴۔ج ۲۳' سنن بیہقی ج ۵ ص ۷۸' شرح السنۃ:۱۹۱۱' مسند احمد ج ۶ ص ۲۹۰ طبع قدیم' مسند احمد:۲۶۴۸۵۔ج ۴۴ ص ۸۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبد اللہ بن یوسف التنیسی (۲) امام مالک بن انس (۳) محمد بن عبد الرحمان بن الاسود بن نوفل' المعروف یتیم عروہ بن الزبیر (۴) عروہ ابن الزبیر (۵) زینب بنت ابی سلمہ' عبد اللہ بن الاسد المخزومی' ان کا نام پہلے برّہ تھا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام بدل کر زینب رکھ دیا (۶) ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا' ان کا نام ھند بنت ابی امیہ تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۴۵۴)

حلال جانوروں کے پیشاب کے پاک ہونے پر امام مالک کے دلائل اور دیگر فوائد حدیث

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

المہلب نے کہا: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہے ان کو مسجد میں داخل کرنا جائز ہے' کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ضرورت کی وجہ سے اونٹ پر بیٹھ کر طواف کرنے کی اجازت دی ہے اور ان کے پیشاب سے مسجد نجس نہیں ہوتی اور باقی جانور جن کا گوشت کھایا نہیں جاتا' ان کا مسجد میں داخل ہونا جائز نہیں ہے' اور یہی امام مالک کا قول ہے۔

جو شخص کسی سواری پر سوار ہو' اس کو چاہیے کہ وہ حتی الامکان لوگوں کے گزرنے کی جگہوں سے اجتناب کرے اور پیدل چلنے والوں سے الگ رہے' اسی طرح خواتین کو چاہیے کہ وہ راستوں کے کناروں پر چلیں' بعض علماء نے اس حدیث سے یہ مستنبط کیا ہے کہ بھیڑ اور رش کی وجہ سے عورتیں مردوں کے پیچھے سے طواف کریں' کیونکہ طواف بھی حکماً نماز ہے اور نماز میں عورتیں مردوں کے پیچھے کھڑی ہوتی ہیں' سو اسی طرح طواف میں بھی ہونا چاہیے۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۱۴۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ ھ)

حلال جانوروں کے پیشاب کے پاک ہونے پر امام احمد کے دلائل اور دیگر مسائل

علامہ عبد الرحمان بن شہاب الدین بغدادی ابن رجب حنبلی متوفی ۷۹۵ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جن جانوروں کا گوشت کھانا حلال ہے' ان کو مسجد میں داخل کرنا جائز ہے۔

ہمارے اصحاب حنبلیہ اور اصحاب مالک نے کہا ہے کہ جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہے ان کا پیشاب پاک ہے' انہوں نے کہا ہے کہ اگر اونٹ کا پیشاب نجس ہوتا تو اس کو مسجد میں داخل نہ کیا جاتا' اور امام بخاری نے کتاب العلم میں حضرت ضمام بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ کی حدیث روایت کی ہے کہ انہوں نے اونٹ کو مسجد میں داخل کر کے باندھ دیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے تھے۔ (صحیح البخاری:۶۳)

بعض فقہاء نے کہا ہے کہ ان کا پیشاب نجس ہے اور ان کو مسجد میں داخل کرنا مکروہ ہے' فقہاء شافعیہ نے اسی کی تصریح کی ہے' انہوں نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان جواز کے لیے اونٹ پر سوار ہو کر طواف کیا ہے' ان کا یہ قول اس لیے صحیح نہیں ہے کہ آپ نے حضرت ام سلمہ کو اونٹ پر بیٹھ کر طواف کرنے کا حکم دیا۔

جن جانوروں کا گوشت کھایا نہیں جاتا' ان کو مسجد میں داخل کرنا بالاتفاق مکروہ ہے' امام مالک نے کتوں اور شکاری پرندوں کے متعلق اس کی تصریح کی ہے اور امام احمد نے مسجد کے دروازے بند کرنے کی اجازت دی ہے تاکہ اس میں کتے داخل نہ ہوں۔

حضرت عمر سے روایت ہے کہ انہوں نے گھوڑے وغیرہ پر بیٹھ کر طواف کرنے سے منع کیا ہے' سفیان نے عمرو بن دینار سے

روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے بیت اللہ میں گھوڑے پر بیٹھ کر طواف کیا تو لوگوں نے اس کو منع کیا' اس نے کہا: تم مجھے منع کرتے ہو' پھر اس نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی طرف خط لکھا' حضرت عمر نے جواب لکھا: اس کو منع کرو' علامہ ابن رجب نے کہا: حضرت عمر نے اس لیے منع کیا تھا تاکہ مسجد کی صفائی میں مبالغہ کیا جائے اور تاکہ سوار پیدل طواف کرنے والوں کو ایذاء نہ پہنچائے۔

(فتح الباری لابن رجب حنبلی ج ۲ ص ۵۴۲ 'دار ابن الجوزی' ریاض' ۱۴۱۷ھ)

سواری پر بیٹھ کر طواف کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ عبدالرحمان بن علی بن محمد جوزی حنبلی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

جو شخص معذور ہو' اس کا سوار ہو کر طواف کرنا جائز ہے' اس میں سب کا اتفاق ہے' اور جو شخص غیر معذور ہو تو امام شافعی کے نزدیک اس کا بھی سوار ہو کر طواف کرنا جائز ہے' امام احمد کی بھی ایک روایت اس طرح ہے' امام مالک اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس کا طواف ہو جائے گا' لیکن اس پر ایک دم لازم آئے گا' یعنی اسے ایک قربانی کرنی ہوگی۔

(کشف المشکل ج ۱ ص ۲۹۰ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

باب مذکور کی حدیث کی توجیہ

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اونٹنی سدھائی ہوئی تھی اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی اونٹنی میں بھی یہی احتمال ہے' اس لیے ان سے یہ خطرہ نہیں تھا کہ وہ مسجد میں پیشاب کریں گی۔ (فتح الباری لابن حجر ج ۲ ص ۱۰۹ 'دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اونٹنی اور حضرت ام سلمہ کی اونٹنی کی توجیہ تو کر دی لیکن حضرت ضمام بن ثعلبہ تو پہلی بار مسجد میں آئے تھے اور انہوں نے اپنا اونٹ مسجد میں باندھ دیا تھا' اس کے متعلق تو یہ توجیہ نہیں ہو سکتی کہ ان کا اونٹ سدھایا ہوا تھا۔

حلال جانوروں کے پیشاب کے پاک ہونے پر امام مالک اور امام احمد کے استدلال کے مصنف کی طرف سے جوابات

میں کہتا ہوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو اونٹنی پر بیٹھ کر طواف کیا' یا حضرت ضمام بن ثعلبہ نے جو مسجد میں اونٹ باندھا تھا' اس سے اونٹ اور دیگر حلال جانوروں کے پیشاب کے پاک ہونے پر امام مالک اور امام احمد کا یہ استدلال کرنا صحیح نہیں ہے کہ ان کا پیشاب پاک ہے کیونکہ جس طرح ان کو مسجد میں داخل کرنے سے یہ خطرہ ہے کہ وہ پیشاب کر دیں گے' اسی طرح ان کو مسجد میں داخل کرنے سے یہ خطرہ بھی ہے کہ وہ مسجد میں گوبر یا لید کر دیں گے تو پھر چاہیے کہ حلال جانوروں کے گوبر اور لید کو بھی پاک کہا جائے' حالانکہ اس کا فقہاء میں سے کوئی بھی قائل نہیں ہے اور جب ان کا گوبر پاک نہیں ہے تو ان کا پیشاب بھی پاک نہیں ہونا چاہیے کیونکہ دلیل واحد ہے' نیز عہد رسالت میں چھوٹے بچوں کو بھی مسجد میں داخل کیا جاتا تھا تو کیا اس وجہ سے ان کے پیشاب کو بھی پاک قرار دیا جائے گا؟

دوسرا جواب یہ ہے کہ اس حدیث سے حلال جانوروں کے پیشاب کا اگر بالفرض پاک ہونا ثابت بھی ہو تو دوسری صحیح احادیث اس کے خلاف ثابت ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اکثر قبر کا عذاب پیشاب کی وجہ سے ہوتا ہے۔ امام دار قطنی نے کہا: اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ (سنن ابن ماجہ: ۳۴۸' مسند احمد ج ۲ ص ۳۸۹-۳۸۸-۳۲۶' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۲۱' سنن

دارقطنی: ۴۵۸، المستدرک ج ۱ ص ۱۸۳، الشریعۃ للآجری: ۳۶۳-۳۶۲، سنن بیہقی ج ۲ ص ۴۱۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پیشاب سے بچو' کیونکہ عام عذابِ قبر پیشاب کی وجہ سے ہوتا ہے۔ امام دارقطنی نے کہا: صحیح یہ ہے کہ یہ حدیث مرسل ہے۔ (سنن دارقطنی: ۴۵۷، دارالمعرفۃ بیروت ۱۴۲۲ھ)

امام مالک اور امام احمد نے جس حدیث سے حلال جانوروں کے پیشاب کے پاک ہونے پر استدلال کیا ہے' وہ زیادہ سے زیادہ اباحت پر دلالت کرتی ہے اور یہ احادیث صریحہ مطلقاً پیشاب کے حرام اور نجس ہونے پر دلالت کرتی ہیں اور جب اباحت اور تحریم کے دلائل میں تعارض ہو تو تحریم کو ترجیح دی جاتی ہے' لہٰذا صحیح یہی ہے کہ حلال جانوروں کا پیشاب نجس ہے' جیسا کہ امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا مذہب ہے' حیرت ہے کہ اس حدیث کی شرح میں علامہ بدرالدین عینی حنفی اور علامہ ابن حجر عسقلانی شافعی نے حلال جانوروں کے پیشاب کے پاک ہونے پر علامہ ابن بطال کی دلیل تو ذکر کی ہے لیکن اپنے موقف پر کوئی دلیل قائم نہیں کی اور نہ اس حدیث کا کوئی جواب لکھا ہے' علامہ ابن حجر نے صرف یہ لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی سدھائی ہوئی تھی اور حضرت ام سلمہ کی اونٹنی میں بھی یہی احتمال ہے' لیکن حضرت ضمام بن ثعلبہ کے اونٹ میں ان کا یہ جواب جاری نہیں ہوگا' وہ تو پہلی بار مسجد میں اونٹ پر بیٹھ کر آئے تھے اور اسی دن اسلام لائے' اس لیے باب مذکور کی حدیث سے امام مالک اور امام احمد کے استدلال کے صحیح جوابات وہی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ کی توفیق اور اس کی تائید سے ہم نے ذکر کیا ہے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۹۷۴۔ ج ۳ ص ۵۰۳ پر ہے' اس کی شرح کا عنوان ہے: حلال جانوروں کے بول و براز میں مذاہب ائمہ۔

۷۹ - بَابٌ

باب

اس باب کا امام بخاری نے کوئی عنوان قائم نہیں کیا' عام طور پر امام بخاری جس باب کا عنوان قائم نہ کریں' وہ ابوابِ سابقہ کے ساتھ ملحق ہوتا ہے اور اس میں مذکور حدیث' احادیث سابقہ کے مناسب ہوتی ہے' لیکن اس باب کے تحت جو امام بخاری نے حدیث ذکر کی ہے' اس کی سابقہ ابواب اور ان کی احادیث کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں ہے۔

٤٦٥ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ قَتَادَةَ قَالَ حَدَّثَنَا أَنَسٌ أَنَّ رَجُلَيْنِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، خَرَجَا مِنْ عِنْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي لَيْلَةٍ مُظْلِمَةٍ، وَمَعَهُمَا مِثْلُ الْمِصْبَاحَيْنِ، يُضِيْئَانِ بَيْنَ أَيْدِيْهِمَا، فَلَمَّا افْتَرَقَا صَارَ مَعَ كُلِّ وَاحِدٍ، مِنْهُمَا وَاحِدٌ حَتّٰى أَتٰى أَهْلَهُ. [اطراف الحدیث: ۳۶۳۹-۳۸۰۵]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معاذ بن ہشام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی از قتادہ' انہوں نے کہا: ہمیں حضرت انس رضی اللہ نے حدیث بیان کی' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے دو شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے اندھیری رات میں نکلے اور ان کے ساتھ دو چراغوں کی مثل کوئی دو چیزیں تھیں' جو ان کے آگے روشنی کر رہی تھیں' جب وہ جدا ہوئے تو ان میں سے ہر ایک کے ساتھ وہ چیز تھی' حتیٰ کہ وہ اپنے اپنے گھر پہنچ گئے۔

(السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۲۴۵، الطبقات الکبریٰ: ۸۲۴۵، مسند ابوداؤد الطیالسی: ۲۰۳۵، صحیح ابن حبان: ۲۰۳۲، دلائل النبوۃ لابی نعیم: ۵۰۳، مسند احمد ج ۳ ص ۱۹۰ طبع قدیم، مسند احمد: ۱۲۹۸۰۔ ج ۲۰ ص ۲۹۵، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید لابن الجوزی: ۴۵۰، مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں اور ان سب کا پہلے تعارف ہو چکا ہے۔

حدیث مذکور کی احادیث سابقہ کے ساتھ بعید مناسبت ہے

بہ ظاہر اس حدیث کی احادیث سابقہ کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں ہے' لیکن یہ کہا جا سکتا ہے کہ احادیث سابقہ مسجد کے متعلق ہیں اور اس حدیث کا بھی یہ مآل ہے کہ یہ دو صحابی جن کے نام اسید بن حضیر اور عباد بن بشر تھے' رسول اللہ ﷺ کے ساتھ دیر تک عشاء کی نماز کے انتظار میں مسجد میں بیٹھے رہے اور رات اندھیری تھی اور انہوں نے دور اپنے اپنے گھروں میں جانا تھا تو مسجد میں دیر تک ٹھہرنے کی وجہ سے ان کو یہ کرامت عطا کی گئی' اس وجہ سے اس حدیث کا مسجد کے ساتھ تعلق ہے اور احادیث سابقہ کا بھی مسجد کے ساتھ تعلق ہے۔

حضرت اسید بن حضیر اور عباد بن بشر کی کرامت اور اس کے صدور کی توجیہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس حدیث کو احکام مسجد کے باب میں اس لیے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے یہ دو صحابی عباد بن بشر اور اسید بن حضیر نماز میں مشغول تھے' یا رسول اللہ ﷺ سے علم پر مشتمل احادیث کے سماع میں مشغول تھے تو رسول اللہ ﷺ کی برکت سے اور مسجد کی فضیلت اور مسجد میں ٹھہرنے کی سعادت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کو دنیا میں نور عطا کر کے عزت اور کرامت سے سرفراز فرمایا۔

المہلب نے کہا ہے کہ اس حدیث میں نبی ﷺ کا معجزہ ہے' اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسے معجزات کے ساتھ ممتاز کیا ہے' جو آپ سے پہلے نبیوں کو عطا نہیں فرمائے' اور آپ کے اصحاب کو دنیا میں ایسے نور کی کرامت عطا فرمائی ہے' جس سے ضرورت کے وقت اندھیرے میں روشنی حاصل ہوگئی اور اس نور کا عطا کیا جانا خرقِ عادت اور خلافِ معمول ہے۔

اس حدیث سے یہ استدلال کیا جاتا ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی مساجد میں اس کی تسبیح کرتے ہیں' اللہ تعالیٰ ان کے دلوں میں اور ان کے تمام اعضاء میں' ان کے آگے اور ان کے پیچھے نور ڈال دیتا ہے اور ان کی دنیا اور آخرت کو منور کر دیتا ہے اور جن کے لیے اللہ تعالیٰ نور نہیں رکھتا' ان کے لیے کوئی نور نہیں ہوتا' پس جب وہ دونوں صحابی اندھیری رات میں نبی ﷺ کے پاس سے نکلے تو اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کی برکت سے اور آپ کی کرامت سے ان کے لیے ایسا نور مہیا کر دیا' جس کی وجہ سے وہ اپنے راستے کے اندھیرے میں روشنی حاصل کرتے رہے اور نبی ﷺ کا یہ ارشاد ہے: جو لوگ اندھیروں میں چل کر مساجد میں (نماز پڑھنے جاتے) ہیں' ان کو قیامت کے مکمل نور کی بشارت دے دو۔ (سنن ابوداؤد: ۵۶۱' سنن ترمذی: ۲۲۳) تو اللہ تعالیٰ نے ان کو دنیا میں بھی نور عطا فرمایا تا کہ نبی ﷺ پر ان کا ایمان اور زیادہ ہو جائے۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۱۳۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے علامہ ابن بطال کی شرح کا خلاصہ بیان کیا ہے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۱۰۹' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

اولیاء اللہ کو نور عطا کیے جانے کی دیگر احادیث اور روایات

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں اولیاء اللہ کی کرامت کے ثبوت پر واضح دلیل ہے' اور اس میں کوئی شک نہیں ہے' اور اس میں کرامت کے منکرین کا رد ہے اور اس کی مثل متقدمین اور متاخرین کے زمانوں میں بہ کثرت ہوتی رہی ہے' متقدمین کے زمانہ کی یہ مثالیں ہیں:

امام ابن عساکر وغیرہ نے حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس سے نکلے اور ان کے ہاتھ میں کھجور کی سوکھی ہوئی شاخ تھی' پس وہ روشن ہوگئی۔ (تاریخ دمشق الکبیر ج ۵۲ ص ۱۸۱' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

امام بیہقی نے روایت کی ہے کہ حضرت ابوعبس رضی اللہ عنہ' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نمازیں پڑھتے تھے' پھر بنوحارثہ کی طرف چلے جاتے' ایک رات اندھیری تھی اور بارش ہو رہی تھی تو ان کی لاٹھی روشن ہوگئی' حتیٰ کہ وہ بنوحارثہ کے گھر میں داخل ہوگئے۔

(دلائل النبوۃ ج ۶ ص ۷۹۔۷۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۳ھ)

محمد بن حمزہ بن عمرو الاسلمی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ہماری جماعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اندھیری رات میں بیٹھی ہوئی تھی' پس اچانک میری انگلیاں روشن ہوگئیں حتیٰ کہ سب نے میری انگلیوں کی طرف پیٹھ کی اور میری انگلیاں روشن تھیں۔

(دلائل النبوۃ ج ۶ ص ۷۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۳ھ)

تواتر سے ثابت ہے کہ طلباء علم کی جماعت اپنے شیخ امام علامہ حسان الدین الرھاوی کے ساتھ عینتاب کے شہر میں تھی اور سردی کی ایک اندھیری رات تھی' جب وہ منتشر ہوگئے تو ایک جماعت نے ارادہ کیا کہ شیخ کو ان کے گھر تک روشنی دکھائیں کیونکہ گھپ اندھیرا تھا' مگر شیخ اس پر راضی نہ ہوئے تو وہ لوٹ آئے' لوگ قسم کھا کر بتا رہے تھے کہ انہوں نے فانوسوں کی طرح دو عظیم نور دیکھے ایک شیخ کی دائیں جانب تھا اور دوسرا شیخ کی بائیں جانب تھا اور وہ نور شیخ کے ساتھ ساتھ رہے حتیٰ کہ شیخ اپنے گھر کے دروازہ پر پہنچ گئے' پھر جب گھر کا دروازہ کھلا اور شیخ گھر کے اندر داخل ہوئے تو وہ دونوں نور غائب ہوگئے اور لوگوں نے اس کے علاوہ بھی شیخ کی اور کرامات بیان کی ہیں اور شیخ مذکور ان مشائخ میں سے ایک ہیں' جن سے علم حاصل کیا جاتا ہے اور ان کے علم سے فائدہ اٹھایا جاتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۵۷۔۳۵۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

اس حدیث اور ان آثار میں اولیاء اللہ کی کرامت کا ثبوت ہے اور یہ خرقِ عادت کی قسم ہے' ہم اب خرقِ عادت کی اقسام بیان کر رہے ہیں:

خرقِ عادت کی چھ قسمیں

(۱) اعلانِ نبوت سے پہلے نبی کے لیے خرقِ عادت اور خلافِ معمول کام ظاہر کیا جائے تو اس کو ارہاص کہتے ہیں' جیسے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اعلانِ نبوت سے پہلے بادل کا سایا کرنا اور مکہ میں ایک پتھر کا آپ پر سلام پڑھنا اور درختوں اور پہاڑوں کا کہنا: ''السلام علیك یا رسول اللّٰه''۔

(۲) اعلانِ نبوت کے بعد نبی کے دعویٰ نبوت کی تصدیق کے لیے کسی خلافِ معمول کام کا ظاہر کیا جانا جیسے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اشارہ کرنے سے چاند کے دو ٹکڑے کیے گئے اور آپ پر قرآن مجید کا نزول ہوا اور آپ نے بغیر کسی سے پڑھے ہوئے ایسا فصیح و بلیغ کلام پیش کیا' جس کی آج تک کوئی نظیر نہیں لا سکا' حالانکہ مخالفین اسلام کی تعداد ہر دور میں بہت زیادہ رہی ہے اور دن بہ دن علوم میں ترقی ہو رہی ہے' اس کو معجزہ کہتے ہیں۔

(۳) جو شخص کافر ہو اور نبوت کا مدعی ہو' اس کے لیے ایسا خلافِ معمول کام ظاہر کیا جانا جو اس کے دعوے کا مکذب ہو' جیسے ایک کانے شخص نے مسیلمہ کذاب سے کہا: آپ دعا کریں میری کانی آنکھ ٹھیک ہو جائے' اس نے دعا کی تو اس کی دوسری آنکھ جو صحیح تھی' اس کی بینائی بھی جاتی رہی' اور جیسے غلام احمد قادیانی نے دعویٰ کیا ہے کہ میری نبوت کی دلیل یہ ہے کہ محمدی بیگم سے میرا نکاح ہو گا' اور محمدی بیگم کا نکاح دوسرے شخص سلطان محمد سے ہو گیا اور غلام احمد قادیانی اس سے نکاح کی حسرت میں ہی مر گئے' حالانکہ انہوں نے دوسری پیش گوئی یہ کی تھی کہ سلطان محمد مر جائے گا اور محمدی بیگم میرے نکاح میں آ جائے گی' لیکن اس کے بالکل الٹ ہوا' غلام احمد قادیانی مر گیا اور سلطان محمد تادیر زندہ رہا' اس کو اہانت کہتے ہیں۔

(۴) کافر جو مدعیٔ نبوت نہ ہو اس کے لیے کسی خلافِ عادت کو ظاہر کیا جائے، جیسے کوئی کافر دعا کرے اور اس کی دعا قبول ہو جائے، جیسے بلعم باعور کی دعا قبول ہو جاتی تھی، اس کو استدراج کہتے ہیں۔

(۵) کسی مومن کامل اور اللہ کے ولی کے لیے کوئی خلاف عادت کام ظاہر کیا جائے، جیسے آصف بن برخیا نے پلک جھپکنے سے پہلے تخت بلقیس حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے لا کر حاضر کر دیا، اور جیسے حضرت اسید بن حضیر اور عباد بن بشر کی کرامت کا اس باب کی حدیث میں ذکر ہے، اس کو کرامت کہتے ہیں۔

(۶) کسی عام مومن کے لیے کسی خلافِ معمول کام کو ظاہر کیا جائے جیسے کوئی عام شخص بارش کی دعا کرے، بارش کا موسم نہ ہو اور بارش ہو جائے، اس کو معونت کہتے ہیں۔

سو یہ خرقِ عادت کی چھ اقسام ہیں: (۱) ارہاص (۲) معجزہ (۳) اہانت (۴) استدراج (۵) کرامت (۶) معونت۔

٨٠ - بَابُ الْخَوْخَةِ وَالْمَمَرِّ فِي الْمَسْجِدِ — مسجد میں ذیلی دروازہ اور گزرنے کی جگہ

اس باب سے امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ مسجد میں ذیلی دروازہ اور گزرنے کا راستہ بنانا جائز ہے، ذیلی دروازہ سے مراد یہ ہے کہ مسجد کے صدر دروازہ کے علاوہ کوئی چھوٹا دروازہ ہو، مسجد نبوی میں ایسے متعدد چھوٹے چھوٹے دروازے تھے، جو مختلف صحابہ کرام کے گھروں کی جانب کھلتے تھے۔

٤٦٦ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ قَالَ حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو النَّضْرِ، عَنْ عُبَيْدِ بْنِ حُنَيْنٍ عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ خَطَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّ اللَّهَ خَيَّرَ عَبْدًا بَيْنَ الدُّنْيَا وَبَيْنَ مَا عِنْدَهُ، فَاخْتَارَ مَا عِنْدَ اللَّهِ. فَبَكَى أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، فَقُلْتُ فِي نَفْسِي مَا يُبْكِي هَذَا الشَّيْخَ إِنْ يَكُنِ اللَّهُ خَيَّرَ عَبْدًا بَيْنَ الدُّنْيَا وَبَيْنَ مَا عِنْدَهُ، فَاخْتَارَ مَا عِنْدَ اللَّهِ؟ فَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ الْعَبْدُ، وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ أَعْلَمَنَا، قَالَ يَا أَبَا بَكْرٍ لَا تَبْكِ، إِنَّ أَمَنَّ النَّاسِ عَلَيَّ فِي صُحْبَتِهِ وَمَالِهِ أَبُو بَكْرٍ، وَلَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيلًا مِنْ أُمَّتِي لَاتَّخَذْتُ أَبَا بَكْرٍ، وَلَكِنْ أُخُوَّةُ الْإِسْلَامِ وَمَوَدَّتُهُ، لَا يَبْقَيَنَّ فِي الْمَسْجِدِ بَابٌ إِلَّا سُدَّ، إِلَّا بَابَ أَبِي بَكْرٍ. [اطراف الحدیث: ۳۶۵۴-۳۹۰۴]

(صحیح مسلم: ۲۳۸۲، سنن ترمذی: ۳۶۶۰، سنن ابن ماجہ: ۹۳، السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۱۰۳، مسند احمد ج ۳ ص ۱۸ طبع قدیم، مسند احمد: ۱۱۱۳۴-ج ۱۷ ص ۲۱۶-۲۱۵، جامع المسانید لابن الجوزی: ۱۹۹۰، مکتبۃ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن سنان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں فلیح نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو النضر نے حدیث بیان کی از عبید بن حنین از بسر بن سعید از حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ، انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا، پس آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ایک بندہ کو دنیا کے درمیان اور جو اللہ کے پاس ہے اس کے درمیان اختیار دیا، پس اس بندے نے اس کو اختیار کر لیا جو اللہ کے پاس ہے، سو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ رونے لگے تو میں نے اپنے دل میں کہا: اس بوڑھے کو کیا چیز رلا رہی ہے، اگر اللہ نے ایک بندے کو دنیا کے درمیان اور جو اللہ کے پاس ہے اس میں اختیار دیا ہے اور اس بندے نے اس کو اختیار کر لیا جو اللہ کے پاس ہے؟ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی وہ بندے تھے اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ہم سب سے زیادہ علم والے تھے، آپ نے فرمایا: اے ابو بکر! تم مت روؤ، بے شک لوگوں میں سب سے زیادہ اپنی رفاقت میں مجھ پر احسان کرنے والے تم ہو اور اگر میں اپنی امت میں سے کسی کو خلیل بناتا تو میں ابو بکر کو خلیل بناتا، لیکن اسلام کے اعتبار سے بھائی ہونے کا رشتہ اور دوستی اپنی جگہ قائم ہے، مسجد میں کوئی دروازہ باقی نہیں رکھا جائے گا

الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ) مگر اس کو بند کر دیا جائے گا سوائے ابوبکر کے دروازہ کے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن سنان (۲) فلیح بن سلیمان، ان کا نام عبد الملک تھا اور ان کا لقب فلیح تھا، لیکن نام کی جگہ ان کا لقب مشہور ہو گیا (۳) ابو النضر، ان کا نام سالم بن ابی امیہ ہے۔ (۴) عبید بن حنین ابو عبد اللہ المدنی (۵) بسر بن سعید (۶) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ، ان کا نام سعد بن مالک ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۵۷)

اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں ''خوخۃ'' کا ذکر ہے اور ''خوخۃ'' کا معنی ہے: چھوٹا دروازہ یا ذیلی دروازہ اور یہی باب کا عنوان ہے۔

تمام صحابہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ فہم و فراست والے تھے

اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی وہ بندے تھے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہم سب سے زیادہ علم والے تھے۔

کیونکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ جان لیا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس بندے کے متعلق فرمایا ہے کہ اسے دنیا اور آخرت کے درمیان اختیار دیا گیا ہے، اس سے آپ کی مراد اپنی ذات ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حدیث میں جس بندے کو اختیار دیا گیا تھا، اس کو مبہم رکھا اور اس کا نام ذکر نہیں کیا تا کہ معلوم ہو جائے کہ صحابہ میں کون سب سے زیادہ فہم و فراست والا ہے اور وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے، اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرض الموت کا واقعہ تھا، جیسا کہ عنقریب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث سے ظاہر ہو جائے گا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر احسان کا معنی

اس حدیث میں مذکور ہے: آپ نے حضرت ابوبکر سے فرمایا: بے شک لوگوں میں سب سے زیادہ اپنی رفاقت میں مجھ پر احسان کرنے والے تم ہو۔

اس حدیث سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے ایسے فضائل اور حقوق ثابت ہوئے، جن میں مخلوق میں سے ان کا کوئی شریک نہیں ہے، اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ حضرت ابوبکر اپنی جان اور اپنے مال کو سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نچھاور کرنے والے تھے، علامہ قرطبی نے کہا: اس کا معنی یہ ہے کہ حضرت ابوبکر کے لیے ایسے حقوق تھے، اگر دوسرے کے لیے ایسے حقوق ہوتے تو وہ ان کی وجہ سے احسان جتاتا کیونکہ انہوں نے سب سے پہلے آپ کی نبوت کی تصدیق کی، جب آپ نے غزوۂ تبوک میں مال کی اپیل کی تو اپنا سارا کا سارا مال آپ کی خدمت میں پیش کر دیا، ہجرت کی رات آپ کے لیے اپنی جان خطرہ میں ڈالی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے مکارمِ اخلاق کی وجہ سے ان کے ان تمام احسانات کا اعتراف کیا، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کا بھی ہم پر احسان تھا، ہم نے اس کا بدلہ اتار دیا، سوائے ابوبکر کے، اس کا ہم پر ایسا احسان ہے، جس کا بدلہ قیامت کے دن اللہ اتارے گا اور مجھے کسی کے مال سے ایسا فائدہ نہیں پہنچا، جیسا فائدہ مجھے ابوبکر کے مال سے پہنچا ہے اور اگر میں کسی کو (دنیاوی) خلیل بناتا تو ابوبکر کو خلیل بناتا، سنو! تمہارے پیغمبر اللہ عزوجل کے خلیل ہیں۔

(سنن ترمذی: ۳۶۶۱، مسند احمد ج ۲ ص ۲۵۳)

''خلیل'' کے متعدد معانی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے فرمایا: اگر میں اپنی امت میں سے کسی کو خلیل بناتا تو میں ابوبکر کو خلیل بناتا۔

''خلیل'' کا معنی ہے: جو اپنے راستہ میں تمہارے موافق ہو' جو تمہاری سیرت کا مظہر ہو' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے خلیل ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کی صفات کے مظہر ہیں' ایک قول یہ ہے کہ ''خـلـت'' کا معنی ہے: انقطاع' یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے منقطع ہو کر صرف اللہ عزوجل کی طرف راجع ہو گئے' ایک قول یہ ہے کہ خلیل وہ ہے جس کے دل میں اپنے خلیل کے سوا اور کسی کی گنجائش نہ ہو' قاضی عیاض نے کہا: ''خِـلّـت'' کا معنی افتقار ہے یعنی آپ صرف اللہ تعالیٰ کی طرف **مفتقر** اور اس کے محتاج ہیں' اللہ تعالیٰ نے آپ کو خلیل بنایا یعنی آپ کی نصرت کی اور آپ کو آپ کے بعد والوں کا امام بنا دیا۔

آپ نے فرمایا: اگر میں اپنی امت میں سے کسی کو خلیل بناتا تو حضرت ابوبکر کو خلیل بناتا' اس کا معنی یہ ہے کہ حضرت ابوبکر اپنی ذات اور صفات کے اعتبار سے اس لائق تھے اور ان میں یہ استعداد اور صلاحیت تھی کہ آپ ان کو اپنا خلیل بنا لیتے کیونکہ ان کا دل اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اس کی محبت سے سرشار تھا اور ان کے دل میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی محبت کے سوا اور کسی کی محبت کی گنجائش نہ تھی' اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ خلیل کا زیادہ مرتبہ ہے یا حبیب کا زیادہ مرتبہ ہے' اور حق یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے خلیل بھی ہیں اور اللہ تعالیٰ کے حبیب بھی ہیں۔

حضرت ابوبکر کی خصوصی تکریم

اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے فرمایا: مسجد میں کوئی دروازہ باقی نہیں رکھا جائے گا' مگر اس کو بند کر دیا جائے گا سوائے ابوبکر کے دروازے کے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد اس پر دلالت کرتا ہے کہ حضرت ابوبکر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ وہ خصوصیت حاصل ہے' جو اور کسی کو حاصل نہیں ہے اور آپ نے حضرت ابوبکر کا وہ اکرام کیا ہے' جو کسی اور کا اکرام نہیں کیا۔

اور آپ کے اس ارشاد میں یہ اشارہ ہے کہ آپ کے نائب اور آپ کے بعد خلیفہ حضرت ابوبکر ہوں گے' کیونکہ ان کو کارِ خلافت انجام دینے کے لیے اور نماز پڑھانے کے لیے مسجد میں آنے کی ضرورت ہو گی' لہٰذا صرف ان ہی کے گھر کی طرف کھلنے والے دروازہ کو باقی رہنے دیا جائے گا' باقی سب دروازوں کو بند کر دیا جائے گا۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر کو نماز پڑھانے کا حکم دیا اور اس سے صحابہ نے یہ استدلال کیا کہ دین کا سب سے بڑا اور سب سے اہم رکن نماز ہے اور جب نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو امام بنا دیا ہے تو دین کے باقی امور میں بھی امامت اور قیادت کے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی لائق ہیں۔

حضرت علی کے دروازہ کے سوا باقی دروازوں کو بند کرنے کی حدیث اور اس کی سند پر بحث ونظر

اس حدیث پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق بھی ایسی ہی حدیث مروی ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سوا مسجد کے تمام دروازوں کو بند کرنے کا حکم دیا۔ (سنن ترمذی: ۳۷۳۲' مسند احمد ج ۱ ص ۳۳۰)

امام ابوعیسیٰ ترمذی نے کہا: یہ حدیث غریب ہے' ہم اس حدیث کو صرف شعبہ کی اس سند سے پہچانتے ہیں۔

(سنن ترمذی ص ۱۴۲۳۔۱۴۲۲' دار المعرفۃ' بیروت)

علامہ شعیب الارنؤط اس حدیث کی سند کی تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

شیخ ابن تیمیہ نے کہا: اس حدیث کو شیعہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت کے مقابلہ میں حضرت علی کی فضیلت ثابت کرنے کے لیے گھڑ لیا ہے' حضرت ابوبکر کے لیے صحیح بخاری: ۴۶۷ میں حضرت ابن عباس سے اور صحیح مسلم: ۲۳۸۲ میں حضرت

ابوسعید خدری سے اور صحیح مسلم: ۲۳۸۳ میں حضرت ابن مسعود سے ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا: مسجد میں کوئی دروازہ باقی نہیں رہنے دیا جائے گا' مگر اس کو بند کر دیا جائے گا سوائے ابوبکر کے دروازہ کے' تو شیعہ نے جعلی سند وضع کر کے حضرت علی رضی اللہ کے لیے بھی ایسی حدیث بنالی۔

امام ابن ابی حاتم نے لکھا ہے کہ اس حدیث کو امام عبدالرزاق اور امام احمد نے روایت کیا ہے' اس کی سند میں عثمان الجزری ہے' میں نے امام احمد سے عثمان الجزری کے متعلق سوال کیا' انہوں نے کہا: وہ احادیث منکرہ روایت کرتا ہے اور اس کی کتاب گم ہو چکی تھی۔ (الجرح والتعدیل ج ٦ ص ١٧٤)

یہ حدیث حضرت مالک بن الحویرث رضی اللہ سے بھی مروی ہے۔ (المعجم الکبیر: ٤٨٢۔ ج١٩) علامہ ابن جوزی نے کہا: اس کی سند میں دو راوی بہت زیادہ ضعیف ہیں۔ (العلل المتناہیہ ج١ ص٢١١)

علامہ ابن جوزی نے لکھا ہے: امام احمد نے کہا: یہ حدیث منکر ہے۔ (الموضوعات ج١ ص٣٦٦)

علامہ ذہبی نے کہا ہے کہ عمرو بن میمون نے حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے کہ حضرت علی کے دروازہ کے سوا سب دروازے بند کر دو' یہ حدیث منکر ہے۔ (لسان المیزان ج ٤ ص ١٣٨٤)

حضرت علی کے دروازے کے سوا باقی دروازوں کو بند کرنے کے متعلق اور بھی احادیث ہیں' علامہ ابن جوزی نے کہا: ان احادیث میں سے کسی حدیث کی سند صالح نہیں ہے۔ (الموضوعات ج١ ص٣٦٥)

(حاشیہ مسند احمد ج ٥ ص ١٨٧۔ ١٨٢' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت')

حضرت علی کے دروازہ کے سوا باقی دروازوں کو بند کرنے کے متعلق دیگر احادیث

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: علی کے دروازہ کے سوا باقی تمام دروازوں کو بند کر دو تو اس پر لوگوں نے نکتہ چینی کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی قسم! بے شک میں نے کسی چیز کو بند کیا نہ میں نے کسی چیز کو کھولا ہے لیکن مجھے جس چیز کا حکم دیا گیا ہے' میں نے اس کی پیروی کی ہے' اس حدیث کو امام احمد' امام نسائی اور حاکم نے ثقہ راویوں سے بیان کیا ہے۔ (السنن الکبریٰ للنسائی: ٨٣٦٩' المستدرک ج ٣ ص ١٢٥' مسند احمد ج ٤ ص ٣٦٩)

امام طبرانی نے ثقہ راویوں کی سند کے ساتھ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ سے روایت کیا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا کہ علی کے دروازے کے سوا تمام دروازے بند کر دیئے جائیں تو لوگوں نے کہا: یارسول اللہ! علی کے دروازے کے سوا تمام دروازے بند کر دیئے گئے' تو آپ نے فرمایا: میں نے تمہارے دروازوں کو بند نہیں کیا لیکن اللہ نے ان دروازوں کو بند کیا ہے۔

(المعجم الاوسط: ٣٩٣٠' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٠ھ' مسند احمد ج ٤ ص٣٦٩' المستدرک ج ٣ ص ١٢٥)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ مسجد کے تمام دروازے بند کر دیئے جائیں سوا حضرت علی کے دروازہ کے۔ (السنن الکبریٰ للنسائی: ٨٣٧٣)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: حضرت علی کے دروازے کے سوا مسجد کے تمام دروازے بند کر دیئے گئے' حضرت علی رضی اللہ مسجد میں داخل ہوتے تھے اور وہ جنبی ہوتے تھے اور ان کے لیے اس دروازہ کے سوا اور کوئی راستہ نہیں تھا۔

(السنن الکبریٰ: ٨٣٧٤۔ ٨٣٥٥)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں کہا کرتے تھے: تمام لوگوں میں افضل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں' پھر حضرت ابوبکر ہیں' پھر حضرت عمر ہیں اور حضرت ابن ابی طالب کو تین وصف دیئے گئے ہیں کہ اگر ان میں سے ایک وصف بھی مجھے مل جاتا تو وہ میرے نزدیک سرخ اونٹوں سے زیادہ محبوب تھا (١) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی صاحب زادی سے ان کا نکاح کیا اور ان سے ان کی اولاد ہوئی (٢) اور ان کے دروازہ کے سوا مسجد کے تمام دروازے بند کر دیئے گئے (٣) اور آپ نے جنگ خیبر کے دن ان کو جھنڈا عطا کیا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ١٢ ص ٩' مسند ابویعلیٰ: ٥٦٠١' مسند احمد ج ٢ ص ٢٦' مسند احمد: ٤٧٩٧' ج ٨ ص ٤١٦' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

امام نسائی نے العلاء بن عراء سے روایت کیا ہے کہ میں نے حضرت ابن عمر سے کہا کہ مجھے حضرت علی اور حضرت عثمان کے بارے میں بتایئے تو انہوں نے یہ حدیث ذکر کی اور کہا: حضرت علی کے متعلق کسی سے سوال نہ کرو' یہ دیکھو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک ان کا کیا مرتبہ تھا' مسجد میں ہمارے دروازے بند کر دیئے گئے اور ان کا دروازہ برقرار رکھا گیا۔

حضرت علی کے دروازہ کو باقی رکھنے کی احادیث کی تقویت

یہ تمام احادیث ایک دوسرے کی تقویت کرتی ہیں اور ان میں سے ہر حدیث استدلال کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے' چہ جائیکہ ان احادیث کا مجموعہ۔ علامہ ابن جوزی نے اس حدیث کو موضوعات میں درج کیا ہے اور انہوں نے حضرت سعد بن ابی وقاص' حضرت زید بن ارقم اور حضرت ابن عمر کی روایات کو اختصار سے ذکر کیا ہے اور بعض محدثین نے جو ان کی سندوں پر جرح کی ہے' اس کو نقل کیا ہے' اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ یہ حدیثیں بہت سندوں سے مروی ہیں اور علامہ ابن جوزی نے اس حدیث پر یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ حدیث ان احادیث صحیحہ کے خلاف ہے' جن میں یہ فضیلت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لیے ثابت ہے اور ان کا یہ زعم ہے کہ یہ حدیث رافضیوں نے اس صحیح حدیث کے مقابلہ میں گھڑلی ہے' جس میں یہ فضیلت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لیے ثابت ہے۔

حضرت ابوبکر اور حضرت علی کے دروازوں کو باقی رکھنے کے متعلق وارد حدیثوں میں تطبیق

یہ علامہ ابن جوزی کی سنگین خطا ہے کہ وہ احادیث صحیحہ کو رد کرنے کے طریقہ پر چل پڑے ہیں اور ان کا یہ وہم ہے کہ یہ حدیث صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی حدیث کے معارض ہے کیونکہ ان دونوں قصوں کو جمع کرنا ممکن ہے اور امام بزار نے اپنی مسند میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے' انہوں نے کہا: اہل کوفہ کی روایات اسانید حسنہ کے ساتھ حضرت علی کے قصہ میں ہیں اور اہل مدینہ کی روایات حضرت ابوبکر کے قصہ میں ہیں' پس اگر اہل کوفہ کی روایات ثابت ہوں تو ان کی اہل مدینہ کی روایات کے ساتھ تطبیق اس طرح سے ہے کہ حدیث میں ہے:

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے علی! میرے اور تمہارے سوا کسی کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اس مسجد میں جنبی ہو۔ علی بن منذر نے کہا: میں نے ضرار بن صرد سے پوچھا: اس حدیث کا کیا معنی ہے؟ انہوں نے کہا: میرے اور تمہارے سوا اور کسی کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ حالت جنابت میں اس مسجد سے گزرے یا اس مسجد کو راستہ بنائے۔ (سنن ترمذی: ٣٧٢٧)

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا دروازہ مسجد کی طرف تھا اور ان کے گھر کا اور کوئی دروازہ نہیں تھا' اس لیے آپ نے ان کے دروازہ کو بند کرنے کا حکم نہیں دیا' اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کے سوا اور کسی کو بھی مسجد میں حالت جنابت کے ساتھ گزرنے کی اجازت نہیں دی کیونکہ ان کے گھر کا دروازہ مسجد میں تھا اور دونوں حدیثوں میں تطبیق کا خلاصہ یہ ہے کہ مسجد میں کھلنے والے ایک دروازے کے سوا باقی تمام دروازوں کو دو مرتبہ بند کرنے کا حکم دیا گیا' ایک مرتبہ حضرت علی کے لیے اور

دوسری مرتبہ حضرت ابوبکر کے لیے اور یہ تطبیق اس وقت مکمل ہوگی' جب حضرت علی کے قصہ میں دروازے سے مراد حقیقی دروازہ (صدر دروازہ) ہو اور حضرت ابوبکر کے قصہ میں دروازہ سے مراد مجازی دروازہ ہو (ذیلی دروازہ)' گویا کہ جب صحابہ کے دروازے بند کرنے کا حکم دیا تو انہوں نے مسجد میں داخل ہونے کے لیے ایک چھوٹا دروازہ بنالیا' جس کو ''خوخہ'' کہتے ہیں' پھر بعد میں حضرت ابوبکر کے قصہ میں ان چھوٹے دروازوں کو بھی بند کرنے کا حکم دیا' سوائے حضرت ابوبکر کے ذیلی دروازہ کے' اس طریقہ سے ان دونوں حدیثوں میں تطبیق ہو جائے گی' امام ابوجعفر طحاوی نے بھی مشکل الآثار میں اسی طرح سے ان حدیثوں میں تطبیق دی ہے۔

(فتح الباری ج ۴ ص ۴۹ ۔۸ ۴۷ ' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ ھ)

علامہ بدرالدین عینی نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۲۴۵ ' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

امام ابوجعفر احمد بن محمد الطحاوی متوفی ۳۲۱ ھ کی عبارت یہ ہے:

مسجد کے دروازوں کے بند کرنے کے عمومی حکم سے حضرت ابوبکر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما دونوں کے دروازے مستثنیٰ ہیں اور جس کے دروازہ کے سوا باقی دروازوں کو بند کرنے کا بعد میں حکم دیا تھا' اس سے پہلے جس کے لیے دروازہ باقی رکھنے کا حکم دیا تھا' اس سے رجوع نہیں فرمایا تھا (پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دروازہ کو باقی رکھنے کا حکم دیا تھا' بعد میں مرض الموت میں حضرت ابوبکر کے دروازہ کو باقی رکھنے کا حکم دیا تھا) پس حضرت ابوبکر کا دروازہ اور حضرت علی کا دروازہ دونوں مستثنیٰ ہیں اور یہ دروازوں کو بند کرنے کے عمومی حکم سے خارج ہیں اور یہ حضرت ابوبکر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما دونوں کی خصوصیت ہے' جیسا کہ دوسرے اصحاب کی اور خصوصیات ہیں۔

(تحفۃ الاخیار بترتیب شرح مشکل الآثار ج ۹ ص ۱۴۰ ' دار بلنسیہ' ریاض' ۱۴۲۰ ھ)

ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ ھ لکھتے ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے دروازہ باقی رکھنے کی جو حدیث ہے' وہ پہلے کا واقعہ ہے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لیے جو دروازہ باقی رکھنے کی حدیث ہے' وہ بعد کا واقعہ ہے' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر مرض الموت طاری ہوا تھا' پھر ملا علی قاری نے اپنی شرح میں ان تمام احادیث کو نقل کیا ہے' جن کو حافظ ابن حجر عسقلانی نے حضرت علی کے لیے دروازہ باقی رکھنے کے ثبوت میں ذکر کیا ہے۔

(مرقاۃ المفاتیح ج ۱۰ ص ۴۷۸ ' المکتبۃ الحقانیہ' پشاور)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ ھ نے حافظ ابن حجر عسقلانی کے حوالے سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے مسجد میں دروازہ باقی رکھنے کے ثبوت میں تمام احادیث کو ذکر کیا ہے اور حضرت ابوبکر کے لیے مسجد کے دروازہ کی بقاء اور حضرت علی کے لیے مسجد میں دروازہ کی بقاء کی حدیثوں میں وہ تطبیق ذکر کی ہے' جو حافظ ابن حجر نے بیان کی ہے' نیز لکھا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے دروازہ کی بقاء کا قصہ پہلے کا واقعہ ہے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لیے دروازہ کی بقاء کا قصہ بعد کا واقعہ ہے۔

(اشعۃ اللمعات ج ۴ ص ۶۴۸ ۔ ۶۴۷ ' مکتبہ رشیدیہ' کوئٹہ)

شیخ محمد عبدالرحمان مبارک پوری متوفی ۱۳۵۳ ھ نے بھی شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی لمعات کے حوالے سے اس کا خلاصہ لکھا ہے۔ (تحفۃ الاحوذی ج ۱۰ ص ۲۲۲ ۔ ۲۲۱ ' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ تمام شارحین حدیث نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے اس فضیلت کو ثابت کیا ہے اور شیخ ابن تیمیہ اور علامہ ابن جوزی کا رد کیا ہے۔

۴٦۷ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْجُعْفِيُّ قَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد الجعفی نے

حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ سَمِعْتُ يَعْلَى بْنَ حَكِيمٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَرَضِهِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ، عَاصِبًا رَأْسَهُ بِخِرْقَةٍ، فَقَعَدَ عَلَى الْمِنْبَرِ، فَحَمِدَ اللَّهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ إِنَّهُ لَيْسَ مِنَ النَّاسِ أَحَدٌ أَمَنَّ عَلَيَّ فِي نَفْسِهِ وَمَالِهِ مِنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ أَبِي قُحَافَةَ، وَلَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا مِنَ النَّاسِ خَلِيلًا لَاتَّخَذْتُ أَبَا بَكْرٍ خَلِيلًا، وَلَكِنْ خُلَّةُ الْإِسْلَامِ أَفْضَلُ، سُدُّوا عَنِّي كُلَّ خَوْخَةٍ فِي هَذَا الْمَسْجِدِ غَيْرَ خَوْخَةِ أَبِي بَكْرٍ. [اطراف الحدیث: ٣٦٥٦-٣٦٥٧-٦٧٣٨] (جامع المسانید لابن الجوزی: ٣١٨١، مکتبۃ الرشد ریاض ١٤٢٦ھ)

حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں وہب بن جریر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے یعلیٰ بن حکیم سے سنا از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ جس مرض میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے تھے آپ اس مرض میں سر پر پٹی باندھے ہوئے گھر سے نکلے پھر آپ منبر پر بیٹھ گئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی پھر فرمایا: لوگوں میں کوئی ایسا نہیں ہے جس نے ابوبکر بن ابی قحافہ سے زیادہ اپنی جان اور مال کے ساتھ مجھ پر احسان کیا ہو اور اگر میں لوگوں میں سے کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو خلیل بناتا لیکن اسلام کی دوستی افضل ہے اس مسجد میں کھلنے والے ہر دروازہ کو بند کر دو سوائے ابوبکر کے دروازے کے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے گزشتہ حدیث: ٤٦٦ کا مطالعہ فرمائیں۔

٨١ - بَابُ الْأَبْوَابِ وَالْغَلَقِ لِلْكَعْبَةِ وَالْمَسَاجِدِ

کعبہ اور مساجد کے دروازے اور ان میں قفل لگانا

اس باب میں بیان کیا گیا ہے کہ کعبہ اور مساجد کے دروازے بنانا اور ان میں قفل لگانا جائز ہے۔

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ وَقَالَ لِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ قَالَ لِي ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ يَا عَبْدَ الْمَلِكِ، لَوْ رَأَيْتَ مَسَاجِدَ ابْنِ عَبَّاسٍ وَأَبْوَابَهَا.

امام ابوعبداللہ بخاری نے کہا: مجھ سے عبداللہ بن محمد نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ابن جریج انہوں نے کہا: مجھ سے ابن ابی ملیکہ نے کہا: اے عبدالملک! کاش تم حضرت ابن عباس کی مساجد اور ان کے دروازوں کو دیکھتے۔

٤٦٨ - حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ وَقُتَيْبَةُ قَالَا حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدِمَ مَكَّةَ، فَدَعَا عُثْمَانَ بْنَ طَلْحَةَ، فَفَتَحَ الْبَابَ، فَدَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبِلَالٌ، وَأُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ، وَعُثْمَانُ بْنُ طَلْحَةَ، ثُمَّ أُغْلِقَ الْبَابُ، فَلَبِثَ فِيهِ سَاعَةً، ثُمَّ خَرَجُوا، قَالَ ابْنُ عُمَرَ فَبَدَرْتُ فَسَأَلْتُ بِلَالًا، فَقَالَ صَلَّى فِيهِ، فَقُلْتُ فِي أَيٍّ؟ قَالَ بَيْنَ الْأُسْطُوَانَتَيْنِ. قَالَ ابْنُ عُمَرَ فَذَهَبَ عَلَيَّ أَنْ أَسْأَلَهُ كَمْ صَلَّى.

(جامع المسانید لابن الجوزی: ٣٣٥٨، مکتبۃ الرشد ریاض ١٤٢٦ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالنعمان اور قتیبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از ایوب از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں آئے آپ نے حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ کو بلایا پھر (کعبہ کا) دروازہ کھولا پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت بلال اور حضرت اسامہ بن زید اور حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہم کعبہ کے اندر داخل ہوئے پھر کعبہ کا دروازہ بند کر دیا گیا آپ اس میں کچھ ساعت ٹھہرے پھر سب نکل آئے حضرت ابن عمر نے کہا: میں نے سبقت کی اور حضرت بلال سے پوچھا تو انہوں نے بتایا: آپ نے کعبہ کے اندر نماز پڑھی ہے میں نے پوچھا: کس جگہ؟ تو انہوں نے بتایا: دو ستونوں کے درمیان

حضرت ابن عمر نے کہا: مجھے یہ خیال نہیں رہا کہ میں یہ پوچھتا کہ آپ نے کتنی رکعات نماز پڑھی تھی۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۳۹۷ کا مطالعہ فرمائیں' وہاں اس کا عنوان تھا: اہل مدینہ اور اہل شام کا قبلہ مشرق ہے' وہاں اس حدیث میں قبلہ کا ذکر بھی تھا۔ دیگر ضروری فوائد یہاں بیان کیے جائیں گے۔

حضرت عثمان بن طلحہ کا تذکرہ

حضرت عثمان بن طلحہ بن ابی طلحہ الحجبی کے والد اور چچا جنگ احد میں کفر کی حالت میں قتل کر دیے گئے تھے اور حضرت عثمان بن طلحہ نے حضرت خالد بن ولید اور عمرو کے ساتھ ہجرت کی تھی اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے اور ان کے عم زاد شیبہ بن عثمان کے حوالہ کعبہ کی چابیاں کی تھیں' علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ وہ صلح حدیبیہ کے دن اسلام لائے تھے اور کعبہ کی چابیاں انہیں فتح مکہ کے دن عطا کی تھیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے آل ابی طلحہ! تم ہمیشہ ہمیشہ کے لیے یہ چابیاں رکھو' تم سے صرف ظالم شخص ہی یہ چابیاں چھینے گا' پھر حضرت عثمان بن طلحہ مدینہ آ گئے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات تک وہیں رہے' پھر وہ مکہ مکرمہ منتقل ہو گئے اور ۴۲ھ میں وہیں فوت ہو گئے۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۶۴)

مسجد کے دروازوں کا ثبوت اور حضرت عثمان بن ابی طلحہ' حضرت بلال اور حضرت اسامہ کو کعبہ کے اندر لے جانے کی تخصیص کی توجیہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسجد کے دروازے بنانا صحیح ہے تاکہ مسجد کو عبادت کے علاوہ دوسرے کاموں سے منزہ کیا جائے اور مسجد کی حفاظت کی جائے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کعبہ کے اندر حضرت عثمان بن ابی طلحہ' حضرت بلال اور حضرت اسامہ کے ساتھ داخل ہوئے' حضرت عثمان بن ابی طلحہ کو اس لیے ساتھ لیا تھا کہ وہ کعبہ کے کلید بردار تھے اور کعبہ کو بند کرنا اور کھولنا ان ہی کے ذمہ تھا' حضرت بلال کو اس لیے ساتھ لیا تھا کہ وہ نمازوں کے لیے اذان دیتے تھے اور حضرت اسامہ کو اس لیے ساتھ لیا تھا کہ وہ مسجد کی دیگر خدمات کو انجام دیتے تھے' اس حدیث سے معلوم ہوا کہ امام جس کو چاہے' مسجد کی خدمت سپرد کر دے۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۱۵۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۸۲ - بَابُ دُخُوْلِ الْمُشْرِكِ الْمَسْجِدَ

مشرک کا مسجد میں دخول

۴۶۹ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِيْ سَعِيْدٍ اَنَّهُ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْلًا قِبَلَ نَجْدٍ، فَجَاءَتْ بِرَجُلٍ مِّنْ بَنِيْ حَنِيْفَةَ، يُقَالُ لَهُ ثُمَامَةُ بْنُ اُثَالٍ، فَرَبَطُوْهُ بِسَارِيَةٍ مِّنْ سَوَارِي الْمَسْجِدِ.

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۴۴۰۳' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' وہ کہتے ہیں: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از سعید بن ابی سعید' انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گھوڑے سواروں کا ایک دستہ نجد کی طرف بھیجا' وہ بنو حنیفہ کے ایک شخص کو گرفتار کر کے لے آئے' جس کا نام ثمامہ بن اثال تھا' انہوں نے اس کو مسجد کے ستونوں میں سے ایک ستون کے ساتھ باندھ دیا۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۴۶۲ کا مطالعہ فرمائیں' وہاں اس کا عنوان تھا: جب کوئی شخص اسلام لائے تو غسل کرے اور قیدی کو مسجد میں باندھنا۔

۸۳ - بَابُ رَفْعِ الصَّوْتِ فِي الْمَسَاجِدِ — مساجد میں آواز بلند کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مساجد میں آواز بلند کرنے کا کیا حکم ہے' آیا یہ جائز ہے' مکروہ ہے یا ممنوع ہے۔

٤٧٠ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا الْجُعَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ حَدَّثَنِي يَزِيدُ بْنُ خُصَيْفَةَ، عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ كُنْتُ قَائِمًا فِي الْمَسْجِدِ، فَحَصَبَنِي رَجُلٌ، فَنَظَرْتُ فَإِذَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، فَقَالَ اذْهَبْ فَأْتِنِي بِهٰذَيْنِ، فَجِئْتُهُ بِهِمَا، قَالَ مَنْ أَنْتُمَا أَوْ مِنْ أَيْنَ أَنْتُمَا؟ قَالَا مِنْ أَهْلِ الطَّائِفِ، قَالَ لَوْ كُنْتُمَا مِنْ أَهْلِ الْبَلَدِ لَأَوْجَعْتُكُمَا، تَرْفَعَانِ أَصْوَاتَكُمَا فِي مَسْجِدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جُعید بن عبدالرحمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن خصیفہ نے حدیث بیان کی از حضرت السائب بن یزید رضی اللہ' انہوں نے کہا: میں مسجد میں کھڑا ہوا تھا تو مجھے ایک شخص نے کنکر مارا' میں نے دیکھا تو وہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تھے' انہوں نے فرمایا: جاؤ! ان دو آدمیوں کو بلا کر لاؤ' میں ان دونوں کو لے آیا' حضرت عمر نے پوچھا: تم کون ہو یا کہاں سے آئے ہو؟ ان دونوں نے کہا: ہم طائف کے رہنے والے ہیں' حضرت عمر نے کہا: اگر تم اس شہر کے رہنے والے ہوتے تو میں تم کو دردناک سزا دیتا' تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں آواز بلند کر رہے تھے۔

اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں۔

باب کے عنوان سے اس حدیث کی مطابقت اس طرح ہے کہ مساجد میں آواز بلند کرنا ممنوع ہے کیونکہ حضرت عمر نے اس پر ناراضگی کا اظہار فرمایا۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) علی بن المدینی (۲) یحییٰ القطان (۳) الجُعید' ان کا نام الجعد بن عبد الرحمٰن بن اوس ہے' یہ ثقہ راوی ہیں' امام مسلم نے حضرت السائب سے ان کی صرف ایک حدیث روایت کی ہے (۴) یزید ابوخصیفہ' یہ حضرت السائب مذکور کے بھتیجے ہیں' اور خصیفہ ان کے دادا ہیں' اور ان کے والد عبداللہ بن خصیفہ ہیں (۵) حضرت السائب بن یزید رضی اللہ' یہ التمر کنوی کے بھانجے ہیں اور صحابی ہیں' ان کا مفصل تعارف پہلے ہو چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۶۶)

مسجد میں آواز بلند کرنے والوں کو حضرت عمر کے سزا نہ دینے کی توجیہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

حضرت عمر رضی اللہ نے ان دو آدمیوں کے مسجد میں آواز بلند کرنے کو اس لیے ناپسند کیا تھا کہ وہ مسجد میں بلند آواز سے شور کر رہے تھے اور لغو باتیں کر رہے تھے' حضرت عمر نے معلوم کیا کہ وہ کہاں کے رہنے والے ہیں' اگر وہ مدینہ منورہ کے رہنے والے ہوتے تو ان کو معلوم ہوتا کہ مسجد میں فضول باتیں کرنا اور شور کرنا ممنوع ہے اور جب انہوں نے یہ بتایا کہ وہ اس شہر کے رہنے والے نہیں ہیں تو پھر حضرت عمر رضی اللہ نے ان کو جہل کی وجہ سے معذور قرار دیا۔

مسجد میں آواز بلند کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء

امام مالک اور ایک جماعت کا مذہب یہ ہے کہ مسجد میں بالکل آواز بلند نہ کی جائے' خواہ کوئی علم کی بات ہو یا نہ ہو' امام مالک نے کہا: میں نے متقدمین علماء کو دیکھا' وہ مسجد میں آواز بلند کرنے کی مذمت کرتے تھے' اور اگر کسی علمی مسئلہ میں آواز بلند کی جائے تو میرے نزدیک وہ بھی مکروہ ہے اور میرے نزدیک اس میں کوئی خیر نہیں ہے۔

محمد بن مسلمہ نے مبسوط میں لکھا ہے کہ کسی نیکی کی خبر دینے کے لیے اور کسی جھگڑے کی وجہ سے اور لین دین کے متعلق مسجد میں آواز بلند کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے' کیونکہ مسجد لوگوں کے جمع ہونے کی جگہ ہے اور جہاں لوگ جمع ہوں' وہاں آواز بلند کرنے کی ضرورت پڑتی ہے' امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب نے مسجد میں آواز بلند کرنے کی اجازت دی ہے۔

سفیان بن عیینہ نے کہا: میں امام ابوحنیفہ کے پاس سے گزرا' وہ اپنے اصحاب کے ساتھ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے اور ان کی آواز بلند ہو رہی تھی' میں نے کہا: اے ابوحنیفہ! یہ مسجد ہے اس میں آواز نہیں بلند کرنی چاہیے' امام ابوحنیفہ نے کہا: رہنے دو! جب تک آواز بلند کر کے بات نہ کی جائے' یہ لوگ بات نہیں سمجھتے۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۱۵۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

حاکم کو یہ اختیار ہے کہ کسی غیر شرعی کام پر اپنے اجتہاد سے سزا دے

حافظ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس شخص کو کسی مسئلہ کا علم نہ ہو' اس کا عذر قبول کر لینا چاہیے' نیز حضرت عمر کا یہ کہنا کہ اگر تم اس شہر کے رہنے والے ہوتے تو میں تم کو دردناک سزا دیتا' اس پر محمول ہے کہ انہوں نے اس سلسلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی حدیث سنی ہوگی۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۱۱۲' دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین عینی' اس شرح پر تعاقب کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

یہ ضروری نہیں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے متعلق کوئی حدیث سنی ہو' یہ کیوں نہیں ہو سکتا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کو اپنے اجتہاد سے سزا دیتے' کیونکہ ملک کے سربراہ کو یہ حق ہے کہ وہ کسی غیر شرعی کام پر اپنے اجتہاد سے سزا دے۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۶۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ ان شارحین کا یہ لکھنا کہ جو جہالت کی وجہ سے غیر شرعی کام کرے' اس کا عذر قبول کر لینا چاہیے' صحیح نہیں ہے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور تک تو یہ بات صحیح تھی کیونکہ اس وقت تک احکام شرعیہ کی مکمل تبلیغ نہیں ہوئی تھی' لیکن اب تمام احکام شرعیہ کی مکمل تبلیغ ہو چکی ہے اور تمام احکام پر مشتمل کتابیں لکھی جا چکی ہیں' اب جہالت کا عذر مقبول نہیں ہے' مثلاً کوئی شخص اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دے اور کہے: مجھے پتا نہیں تھا کہ اس سے بیوی حرام ہو جاتی ہے تو اس کا یہ عذر قبول نہیں ہوگا یا کوئی شخص اپنی رضاعی بہن سے نکاح کر لے اور کہے کہ مجھے علم نہیں تھا کہ یہ نکاح حرام ہے تو اس کا یہ عذر مقبول نہیں ہے۔

٤٧١ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ یُوْنُسُ بْنُ یَزِیْدَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِیْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ کَعْبِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ کَعْبَ بْنَ مَالِكٍ اَخْبَرَهٗ اَنَّهٗ تَقَاضٰی ابْنَ اَبِیْ حَدْرَدٍ دَیْنًا لَهٗ عَلَیْهِ، فِیْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِی الْمَسْجِدِ،

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن وہب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے یونس بن یزید نے خبر دی از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے عبداللہ بن کعب بن مالک نے حدیث بیان کی کہ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ انہوں نے حضرت ابن ابی حدرد رضی اللہ عنہ

فَارْتَفَعَتْ اَصْوَاتُهُمَا، حَتّٰى سَمِعَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِيْ بَيْتِهٖ، فَخَرَجَ اِلَيْهِمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى كَشَفَ سِجْفَ حُجْرَتِهٖ، وَنَادٰى يَا كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ. قَالَ لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، فَاَشَارَ بِيَدِهٖ اَنْ ضَعِ الشَّطْرَ مِنْ دَيْنِكَ. قَالَ كَعْبٌ قَدْ فَعَلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُمْ فَاقْضِهٖ.

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۶۱۱۲، مکتبۃ الرشد ریاض، ۱۴۲۶ھ)

سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں مسجد کے اندر اپنے قرض کا تقاضا کیا، پھر دونوں کی آوازیں بلند ہو گئیں، حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان آوازوں کو اپنے گھر میں سن لیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان دونوں کی طرف نکلے، حتیٰ کہ آپ نے اپنے حجرہ کا پردہ کھولا اور آپ نے آواز دی، اے کعب بن مالک! انہوں نے کہا: میں حاضر ہوں یارسول اللہ! آپ نے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ تم اپنا آدھا قرض کم کر دو، حضرت کعب نے کہا: یارسول اللہ! میں نے کر دیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (حضرت ابن ابی حدرد سے) فرمایا: اٹھو اب قرض ادا کر دو۔

اس حدیث کی مفصل شرح، صحیح البخاری: ۴۵۷ میں گزر چکی ہے، وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: مسجد میں تقاضا کرنا اور مقروض کو پکڑنا، اور یہاں عنوان ہے: مسجد میں آواز بلند کرنا اور یہ حدیث ان دونوں عنوانوں کی صلاحیت رکھتی ہے۔

٨٤ - بَابُ الْحِلَقِ وَالْجُلُوْسِ فِي الْمَسْجِدِ

مسجد میں حلقہ بنانا اور بیٹھنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر مسجد میں علم کے لیے یا ذکر کے لیے یا قرآن مجید کے درس کے لیے حلقہ بنایا جائے تو یہ جائز ہے۔

٤٧٢ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ سَاَلَ رَجُلُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ مَا تَرٰى فِيْ صَلٰوةِ اللَّيْلِ؟ قَالَ مَثْنٰى مَثْنٰى، فَاِذَا خَشِيَ الصُّبْحَ صَلّٰى وَاحِدَةً، فَاَوْتَرَتْ لَهٗ مَا صَلّٰى. وَاِنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ اجْعَلُوْا اٰخِرَ صَلٰوتِكُمْ وِتْرًا، فَاِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَ بِهٖ.

[اطراف الحدیث: ۴۷۳-۹۹۰-۹۹۳-۹۹۵-۱۱۳۷]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں بشر ابن المفضل نے حدیث بیان کی از عبید اللہ از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا، اس وقت آپ منبر پر تھے (اس نے کہا:) رات کی نماز کے متعلق آپ کا کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا: دو، دو رکعت نماز پڑھو، پھر جب تم کو صبح ہونے کا خوف ہو تو (آخری دو رکعت کے ساتھ) ایک رکعت ملا لو تو تمام نماز وتر ہو جائے گی، اور حضرت ابن عمر یہ کہتے تھے کہ تم اپنی آخری نماز وتر پڑھو، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا حکم دیا ہے۔

(صحیح مسلم: ۷۴۹، الرقم المسلسل: ۱۷۱۷، سنن ابوداؤد: ۱۳۲۶، سنن نسائی: ۱۶۹۲، سنن ترمذی: ۴۳۷، سنن ابن ماجہ: ۱۳۱۹، شرح السنۃ: ۹۵۷-۹۵۶، مسند احمد ج ۲ ص ۱۱۹ طبع قدیم، مسند احمد: ۵۰۰۸-ج ۱۰ ص ۲۰۹، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید لابن الجوزی: ۳۳۹۴، مکتبۃ الرشد ریاض، ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں اور ان سب کا تعارف ہو چکا ہے۔

اس حدیث کا عنوان ہے: مسجد میں حلقہ بنانا، اور اس حدیث کی اس کے ساتھ اس طرح مناسبت ہے کہ جب آپ منبر پر بیٹھے ہوئے تھے تو اس وقت صحابہ بیٹھے ہوئے آپ کے ارشادات سن رہے ہوں گے اور یہ ایک قسم کا حلقہ بنانا ہے یا حلقہ کے مشابہ ہے۔

اس اعتراض کا جواب کہ مسجد میں حلقہ بنانے کی ممانعت ہے

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس نکل کر آئے تو ہم کو حلقے بنا کر بیٹھے ہوئے دیکھا تو آپ نے فرمایا: کیا وجہ ہے کہ میں تم کو گروہوں میں بیٹھے ہوئے دیکھ رہا ہوں۔ (صحیح مسلم: ۴۳۰)

اس کا جواب یہ ہے کہ جب کسی فائدہ اور منفعت کے بغیر حلقہ بنایا جائے تو وہ ممنوع ہے اور جب علم کی بات سننے کے لیے اور تعلیم و تعلم کے لیے یا درسِ قرآن اور درسِ حدیث کے لیے حلقہ بنایا جائے تو وہ مستحسن ہے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب خطیب منبر پر خطبہ دے رہا ہو اور اس سے دورانِ خطبہ دینی سوال کیا جائے تو اس کا جواب دینا جائز ہے۔

رات اور دن کے نوافل کی رکعات میں مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

نوافل کی رکعات میں فقہاء کا اختلاف ہے' امام مالک' امام شافعی اور امام احمد نے یہ کہا ہے کہ سنت یہ ہے کہ دن اور رات میں دو' دو رکعت نفل پڑھے جائیں اور امام ابوحنیفہ نے یہ کہا ہے کہ افضل یہ ہے کہ رات اور دن میں چار' چار رکعات نماز پڑھی جائے اور امام ابو یوسف نے یہ کہا ہے کہ افضل یہ ہے کہ رات میں دو' دو رکعت نفل پڑھے جائیں اور دن میں چار' چار رکعت نفل پڑھے جائیں' امام ابوحنیفہ نے رات کی نماز پر اس حدیث سے استدلال کیا ہے:

حضرت زرارہ بن اوفی رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ ام المومنین رضی اللہ سے رسول اللہ ﷺ کی رات کی نماز کے متعلق سوال کیا گیا' حضرت عائشہ رضی اللہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ لوگوں کو عشاء کی نماز پڑھاتے' پھر اپنے اہل کی طرف لوٹ آتے' پھر چار رکعت نماز پڑھتے' پھر اپنے بستر پر چلے جاتے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۳۴۸)

اور دن کی نماز کے متعلق امام ابوحنیفہ نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے:

معاذہ بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ سے سوال کیا کہ رسول اللہ ﷺ چاشت کی نماز کتنی رکعات پڑھتے تھے؟ حضرت عائشہ نے فرمایا: چار رکعات اور جتنی چاہتے زیادہ کر دیتے۔ (صحیح مسلم: ۷۱۹)

امام ابویعلیٰ نے اس حدیث کو اپنی مسند میں روایت کیا ہے اور اس میں یہ اضافہ ہے کہ آپ اس میں کلام کے ساتھ فصل نہیں کرتے تھے۔ (مسند ابویعلیٰ: ۴۳۶۶)

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ امام ترمذی نے حضرت ابن عمر سے روایت کیا ہے کہ رات کی نماز دو' دو رکعت ہے۔ (سنن ترمذی: ۴۳۷) اور امام ترمذی نے کہا ہے کہ امام شافعی اور امام احمد کا یہی مسلک ہے۔ (سنن ترمذی ص ۲۰۹' دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۳ھ)

اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں دن کی نماز کا ذکر نہیں ہے اور امام ابوحنیفہ کا سنن ابوداؤد اور صحیح مسلم سے استدلال ہے اور ان کی احادیث زیادہ قوی ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۷۰۔ ۳۶۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

رات اور دن کے نوافل میں امت پر آسانی ہے' چار چار رکعات کا بھی ثبوت ہے اور دو' دو رکعات کا بھی

میں کہتا ہوں کہ احادیث میں رات کی نماز چار' چار رکعت پڑھنے کا بھی ذکر ہے اور دو دو رکعت پڑھنے کا بھی ذکر ہے' دو' دو رکعت پڑھنے کے متعلق یہ حدیث ہے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے پوچھا: یا رسول اللہ! رات کی نماز کس طرح ہے؟ آپ نے فرمایا:

دو دو رکعت پس جب تمہیں صبح کا خوف ہو تو ایک رکعت کے ساتھ (آخری دو رکعت کو) وتر کر لو۔ (صحیح البخاری: ۱۱۳۷، صحیح مسلم: ۷۴۹، سنن ابوداؤد: ۱۳۲۶، سنن نسائی: ۱۶۹۳، سنن ابن ماجہ: ۱۳۲۰، مسند احمد ج ۲ ص ۳ طبع قدیم، مسند احمد: ۴۸۴۸۔ ج ۸ ص ۴۵۷، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اور رات کو چار رکعت نماز پڑھنے کے متعلق یہ حدیث ہے:

ابو سلمہ بن عبد الرحمان بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رمضان میں کس طرح نماز پڑھتے تھے؟ حضرت عائشہ نے فرمایا: رمضان ہو یا غیر رمضان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گیارہ رکعات سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے آپ چار رکعات نماز پڑھتے تم ان کے حسن اور طول کے متعلق نہ پوچھو پھر چار رکعات نماز پڑھتے تم ان کے طول اور حسن کے متعلق نہ پوچھو پھر آپ تین رکعات پڑھتے حضرت عائشہ نے کہا: میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا آپ وتر پڑھنے سے پہلے سو جاتے تھے؟ آپ نے فرمایا: اے عائشہ! میری آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا۔

(صحیح البخاری: ۱۱۴۷، صحیح مسلم: ۷۳۸، سنن ابوداؤد: ۱۳۴۱، سنن ترمذی: ۴۳۹، سنن نسائی: ۱۶۹۶، مسند احمد ج ۶ ص ۳۶)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رات کے نوافل میں رکعات کی کوئی حتمی اور لازمی قید مقرر نہیں فرمائی بلکہ آپ نے رات کو دو رکعت نماز بھی پڑھی ہے اور چار رکعت نماز بھی پڑھی اور سنن اور نوافل کے باب میں امت پر آسانی رکھی ہے اسی طرح دن کے نوافل میں بھی آپ نے آسانی رکھی ہے۔

دو دو رکعت پڑھنے کے متعلق یہ حدیث ہے:

حضرت عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: رات اور دن کی نماز دو دو رکعت ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۱۲۹۵، سنن ترمذی: ۵۹۷، سنن نسائی: ۱۶۶۵، سنن ابن ماجہ: ۱۳۲۲، مسند احمد ج ۲ ص ۲۶)

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے ظہر سے پہلے چار رکعات کی حفاظت کی اور ظہر کے بعد چار رکعات کی حفاظت کی اس کو اللہ تعالیٰ دوزخ پر حرام کر دے گا۔ (سنن ابوداؤد: ۱۲۶۹، سنن نسائی: ۱۸۱۳)

سہل بن معاذ بن انس الجہنی اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص صبح کی نماز پڑھنے کے بعد اپنی نماز کی جگہ بیٹھ گیا حتیٰ کہ اس نے چاشت کی دو رکعت نماز پڑھی اور اس دوران اس نے نیکی کے سوا اور کوئی بات نہیں کی تو اللہ اس کے گناہوں کو بخش دے گا خواہ وہ سمندر کے جھاگ سے زیادہ ہوں۔ (سنن ابوداؤد: ۱۲۸۷)

حضرت معاذہ سے چاشت کی چار رکعت نماز پڑھنے کا ذکر ہے۔ (صحیح مسلم: ۷۱۹)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رات اور دن کے نوافل اور سنن میں امت پر تنگی نہیں کی اور آپ نے ہر طرح نماز پڑھی ہے چار رکعات بھی اور دو رکعات بھی۔ وللہ الحمد

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تین رکعت وتر کا ثبوت

ان احادیث میں وتر کی نماز کا بھی ذکر آ گیا ہے تو ہم اس سلسلہ میں وتر کی نماز کی رکعات کی تحقیق کرنا چاہتے ہیں ابھی ہم نے ابو سلمہ بن عبد الرحمان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ روایت بیان کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آٹھ رکعات کے بعد تین رکعات وتر کی نماز پڑھی۔

(صحیح البخاری: ۱۱۴۷، صحیح مسلم: ۷۳۸، سنن ابوداؤد: ۱۳۴۱، سنن ترمذی: ۴۳۹، سنن نسائی: ۱۶۹۶، مصنف عبد الرزاق: ۴۷۱۳، مسند احمد ج ۶ ص ۳۶)

اس کے علاوہ تین رکعات نماز وتر کے متعلق درج ذیل احادیث ہیں:

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تین رکعات وتر پڑھا کرتے تھے' پہلی رکعت میں "سبح اسم ربك الاعلى" پڑھتے تھے' دوسری رکعت میں "قل يايها الكافرون" پڑھتے تھے اور تیسری رکعت میں "قل هو الله احد" پڑھتے تھے' اور نماز سے فارغ ہو کر تین بار "سبحان الملك القدوس" پڑھتے تھے۔

(سنن نسائی:۱۶۹۷۔۱۶۹۶۔۱۶۹۵' سنن ابوداؤد:۱۴۲۳' سنن ابن ماجہ:۱۱۷۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم "سبح اسم ربك الاعلى" اور "قل يايها الكفرون" اور "قل هو الله احد" کے ساتھ وتر پڑھتے تھے۔ (سنن ابن ماجہ:۱۱۷۲' سنن نسائی:۱۶۹۹۔۱۶۹۸' سنن ترمذی:۴۶۲' السنن الکبریٰ للنسائی:۱۴۲۶' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۹۹۔ ج ۱۴ ص ۲۶۳' مسند ابویعلیٰ:۲۵۵۵' سنن بیہقی ج ۳ ص ۳۸' سنن دارمی:۱۵۸۹' المعجم الکبیر:۱۲۶۷۹۔ ۱۲۴۳۴' صحیح ابن حبان:۲۴۴۸۔۲۴۳۶' مسند احمد ج ۱ ص ۲۹۹ طبع قدیم' مسند احمد:۲۷۲۰۔ ج ۴ ص ۴۵۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حضرت عبدالرحمان بن ابزیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وتر میں "سبح اسم ربك الاعلى" اور "قل يايها الكافرون" اور "قل هو الله احد" پڑھا کرتے تھے۔ (مصنف عبدالرزاق:۴۷۰۹۔۴۷۰۸۔۴۷۰۷' مسند احمد ج ۳ ص ۴۰۶)

عبد العزیز بن جریج بیان کرتے ہیں کہ ہم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وتر میں کون کون سی سورتیں پڑھتے تھے؟ حضرت عائشہ نے بتایا: آپ پہلی رکعت میں "سبح اسم ربك الاعلى" پڑھتے تھے اور دوسری رکعت میں "قل يايها الكافرون" پڑھتے تھے اور تیسری رکعت میں "قل هو الله احد" اور معوذتین پڑھتے تھے۔

(سنن ابن ماجہ:۱۱۷۳' سنن ابوداؤد:۱۴۲۴' سنن ترمذی:۴۶۲' مصنف عبدالرزاق:۴۷۱۰)

عامر شعبی بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رات کی نماز کے متعلق سوال کیا' ان دونوں نے کہا: تیرہ رکعت' ان میں سے آٹھ رکعت (تہجد) تھیں اور تین وتر تھے اور دو رکعت فجر کے بعد۔ (سنن ابن ماجہ:۱۳۶۱)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: رات کے وتر تین رکعت ہیں' جیسے دن کے وتر ہیں مغرب کی نماز۔ (سنن دارقطنی:۱۶۳۵۔ ج ۲ ص ۱۴۸' دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۲ھ' سنن بیہقی ج ۳ ص ۳۱۔۳۰' المعجم الاوسط للطبرانی:۷۱۷۰' مجمع البحرین للطبرانی:۱۰۸۹' مجمع الزوائد ج ۲ ص ۲۴۲)

ابوسلمہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخر شب میں تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ:۶۸۴۲)

صحابہ کرام سے تین رکعت وتر کا ثبوت

ابن السباق بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رات میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دفن کیا' پھر تین رکعت وتر پڑھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ:۶۸۲۱۔ ج ۲ ص ۹۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ' مصنف عبدالرزاق:۴۶۵۱)

حمید بیان کرتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ:۶۸۲۳' مصنف عبدالرزاق:۴۶۷۵)

زاذان بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ آخر شب میں تین رکعت وتر بیٹھ کر پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ:۶۸۴۳)

ابو غالب بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ:۶۸۲۵)

مکحول بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تین رکعت وتر پڑھتے تھے اور ان کے درمیان سلام سے فصل نہیں کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:۶۸۳۰)

ثابت بیان کرتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ نے تین رکعت وتر پڑھے اور صرف ان کے آخر میں سلام پھیرا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۳۹)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ کہتے تھے کہ رات کے وتر دن کے وتر مغرب کی نماز کی طرح ہیں۔ (مصنف عبد الرزاق: ۷ ۴۶۴)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ، تین رکعت وتر پڑھتے تھے اور مغرب کی طرح اس کے آخر میں سلام پھیر تے تھے۔

(مصنف عبد الرزاق: ۴۶۷۱)

فقہاء تابعین سے تین رکعت وتر کا ثبوت

حسن بصری نے کہا: مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ وتر تین رکعت ہیں اور ان کی صرف آخری رکعت میں سلام پھیرا جاتا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۳۳)

علقمہ نے کہا: وتر تین رکعت ہیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۲۹)

سعید بن جبیر تین رکعت وتر پڑھتے تھے اور رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۳۴)

مکحول تین رکعت وتر پڑھتے تھے اور دو رکعت کے بعد سلام نہیں پھیر تے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۳۵)

زیاد بن مسلم کہتے ہیں: میں نے ابو العالیہ سے وتر کے متعلق سوال کیا' انہوں نے کہا: مغرب کی نماز کی طرح وتر پڑھو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۳۸)

وتر کی نماز کی مغرب کی نماز کے ساتھ مشابہت پر ایک اعتراض کا جواب

ابراہیم التیمی نے کہا: فقہاء وتر کو مغرب کے ساتھ مشابہ کرنے کو مکروہ کہتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۳۱)

اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں تین رکعت میں مشابہت مراد نہیں ہے' بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ جس طرح مغرب سے پہلے کوئی نماز نہیں پڑھی جاتی' اگر اسی طرح وتر سے پہلے بھی کوئی نماز نہ پڑھی جائے تو یہ مکروہ ہے' اس کی وضاحت اس حدیث سے ہوتی ہے:

العلاء بن المسیب اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ نے فرمایا: دم کٹے تین رکعت وتر نہ پڑھے جائیں' اس سے پہلے دو رکعت پڑھو یا چار رکعت پڑھو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۲۷)

ایک رکعت نماز وتر پڑھنے کی ممانعت

حنابلہ' شوافع اور غیر مقلدین اس طرح تین رکعت وتر پڑھتے ہیں کہ دو رکعت پڑھ کر سلام پھیر دیتے ہیں' پھر دم کٹی ایک رکعت نماز پڑھتے ہیں' حالانکہ متعدد احادیث میں یہ وارد ہے کہ تین رکعت نماز وتر میں دو رکعت کے بعد سلام نہ پھیرا جائے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' وتر کی دو رکعتوں میں سلام نہیں پھیر تے تھے۔ (سنن نسائی: ۱۶۹۴)

حضرت عمر رضی اللہ تین رکعت کے درمیان سلام نہیں پھیر تے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۳۰)

حضرت انس رضی اللہ صرف تین رکعت کے آخر میں سلام پھیر تے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۳۹)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تین رکعت کے آخر میں سلام پھیر تے تھے۔ (مصنف عبد الرزاق: ۴۶۷۱)

حسن بصری نے کہا: تین رکعت کے آخر میں سلام پھیرنے پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۳۳)

مکحول تین رکعت وتر پڑھتے تھے اور دو رکعت کے بعد سلام نہیں پھیر تے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۳۵)

حضرت ابو سعید رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دم کٹی نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے کہ ایک شخص ایک رکعت نماز

پڑھ کر اس سے (نمازوں کو) وتر کرے۔ (تمہید ابن عبد البرج ۵ ص ۲۵۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

قارئین کو وتر کے تمام اہم عنوانات پر محیط اور باحوالہ بحث شاید کسی اور کتاب میں نہیں ملے گی۔

ذالك فضل الله يوتيه من يشاء.

٤٧٣ - حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَان قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ ' عَنْ اَيُّوْبَ ' عَنْ نَافِعٍ ' عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَجُلًا جَاءَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَخْطُبُ ' فَقَالَ كَيْفَ صَلٰوةُ اللَّيْلِ ؟ فَقَالَ مَثْنٰى مَثْنٰى ' فَاِذَا خَشِيْتَ الصُّبْحَ فَاَوْتِرْ بِوَاحِدَةٍ تُوْتِرُ لَكَ مَا قَدْ صَلَّيْتَ . قَالَ الْوَلِيْدُ بْنُ كَثِيْرٍ حَدَّثَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ حَدَّثَهُمْ اَنَّ رَجُلًا نَادَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ.

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۳۳۹۴' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو النعمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از ایوب از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور اس وقت آپ خطبہ دے رہے تھے' اس نے پوچھا: رات کی نماز کس طرح ہے؟ آپ نے فرمایا: دو' دو رکعت' پس جب تمہیں صبح ہونے کا خوف ہو تو (آخری دو رکعت کے ساتھ) ایک رکعت پڑھ لو' یہ تمہاری تمام پڑھی ہوئی رکعات کو وتر (طاق) کر دے گی۔ الولید بن کثیر نے کہا: مجھے عبید اللہ بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی کہ حضرت ابن عمر نے ان کو حدیث بیان کی کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پکارا اور اس وقت آپ مسجد میں تھے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۴۷۲ کا مطالعہ فرمائیں۔

٤٧٤ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ' عَنْ اِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ طَلْحَةَ اَنَّ اَبَا مُرَّةَ مَوْلٰى عَقِيْلِ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ اَخْبَرَهُ عَنْ اَبِيْ وَاقِدِ اللَّيْثِيِّ قَالَ بَيْنَمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ' فَاَقْبَلَ ثَلَاثَةُ نَفَرٍ' فَاَقْبَلَ اثْنَانِ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَذَهَبَ وَاحِدٌ. فَاَمَّا اَحَدُهُمَا فَرَاٰى فُرْجَةً فَجَلَسَ' وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَجَلَسَ خَلْفَهُمْ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَاَدْبَرَ ذَاهِبًا' فَلَمَّا فَرَغَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلَا اُخْبِرُكُمْ عَنِ الثَّلَاثَةِ ؟ اَمَّا اَحَدُهُمْ فَاَوٰى اِلَى اللّٰهِ فَاٰوَاهُ اللّٰهُ' وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَاسْتَحْيَا فَاسْتَحْيَا اللّٰهُ مِنْهُ' وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَاَعْرَضَ فَاَعْرَضَ اللّٰهُ عَنْهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از اسحاق بن عبد اللہ بن ابی طلحہ کہ عقیل بن ابی طالب کے غلام ابو مرہ نے ان کو خبر دی از حضرت ابو واقد اللیثی رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے کہ تین شخص آئے' دو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف بڑھ گئے اور ایک چلا گیا' ان دو میں سے ایک شخص نے مجلس میں کشادگی دیکھی تو وہ وہاں بیٹھ گیا اور دوسرا لوگوں کے پیچھے بیٹھ گیا اور تیسرا پیٹھ موڑ کر چلا گیا' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی بات سے فارغ ہو گئے تو آپ نے فرمایا: کیا میں تم کو ان تین آدمیوں کی خبر نہ دوں؟ رہا ان میں سے ایک شخص تو اس نے اللہ کی طرف پناہ لی تو اللہ نے اس کو پناہ دے دی' رہا دوسرا شخص تو اس نے اللہ سے حیاء کی تو اللہ بھی اس سے حیاء فرمائے گا (یعنی اس کو عذاب نہیں دے گا)' رہا تیسرا تو اس نے اعراض کیا' سو اللہ بھی اس سے اعراض فرمائے گا۔

یہ حدیث' صحیح البخاری: ۶۶ میں گزر چکی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا: جو شخص مجلس کے آخر میں بیٹھ گیا اور جس شخص نے حلقہ میں

کشادگی دیکھی تو وہاں بیٹھ گیا' اور یہاں اس کا عنوان ہے: مسجد میں حلقہ بنانا اور بیٹھنا' اور اس حدیث میں دونوں عنوانوں کی گنجائش ہے۔

۸۵ - بَابُ الْاِسْتِلْقَاءِ فِي الْمَسْجِدِ' وَمَدِّ الرِّجْلِ

مسجد میں لیٹنا اور ٹانگ پھیلانا

اس عنوان میں ''استلقاء'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: چت لیٹنا' اس عنوان سے امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ مسجد میں چت لیٹنا جائز ہے۔

٤٧٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ' عَنْ مَالِكٍ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ' عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيمٍ' عَنْ عَمِّهِ أَنَّهُ رَاٰی رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُسْتَلْقِيًا فِي الْمَسْجِدِ' وَاضِعًا إِحْدٰی رِجْلَيْهِ عَلَى الْأُخْرٰی . وَعَنِ ابْنِ شِهَابٍ' عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ' قَالَ كَانَ عُمَرُ وَعُثْمَانُ يَفْعَلَانِ ذٰلِكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از ابن شہاب از عباد بن تمیم از عم خود' وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو مسجد میں چت لیٹے ہوئے دیکھا' آپ نے اپنی ایک ٹانگ دوسری ٹانگ کے اوپر رکھی ہوئی تھی' از ابن شہاب از سعید بن المسیب' انہوں نے کہا کہ حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما اس طرح کرتے تھے۔

[اطراف الحدیث: ۵۹۶۹-۶۲۸۷] (صحیح مسلم: ۲۱۰۰' الرقم المسلسل: ۵۴۰۲' سنن ابوداؤد: ۴۸۶۶' سنن ترمذی: ۲۷۶۵' سنن نسائی: ۷۲۱' مسند الحمیدی: ۴۱۴' سنن دارمی: ۲۶۵۹' صحیح ابن حبان: ۵۵۵۲' شرح السنۃ: ۴۸۶' مسند احمد ج ۴ ص ۳۸ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۶۴۳۰- ج ۲۶ ص ۳۵۹' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کے تمام رجال کا تعارف ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: رسول اللہ ﷺ مسجد میں چت لیٹے ہوئے تھے اور آپ نے اپنی ایک ٹانگ دوسری ٹانگ پر رکھی ہوئی تھی۔

اس اعتراض کا جواب کہ بعض احادیث میں چت لیٹنے اور ٹانگ پر ٹانگ رکھنے کی ممانعت ہے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع کیا کہ کوئی شخص ایک ٹانگ دوسری ٹانگ پر رکھے اور وہ شخص اپنی پشت پر (چت) لیٹا ہوا ہو۔

(صحیح مسلم: ۲۰۹۹' سنن ابوداؤد: ۴۸۶۵' سنن ترمذی: ۲۷۶۶' سنن نسائی: ۵۳۵۷' تاریخ بغداد ج ۲ ص ۳۹۱)

علامہ ابوسلیمان حمد بن محمد خطابی شافعی متوفی ۳۸۸ھ لکھتے ہیں:

نبی ﷺ نے اس طرح لیٹنے سے اس لیے منع فرمایا کہ جب انسان نے شلوار نہ پہنی ہو اور صرف تہبند باندھ کر لیٹا ہوا ہو تو اس کی شرم گاہ ظاہر ہونے کا خدشہ ہے اور اس زمانہ میں زیادہ تر لوگ تہبند باندھتے تھے اور وہ بھی پورے نہیں ہوتے تھے اور جب تہبند چھوٹا ہو اور کوئی شخص چت لیٹ کر اپنی ایک ٹانگ دوسری ٹانگ پر رکھ لے تو وہ اپنی ران کے کھل جانے سے محفوظ نہیں رہے گا اور ران بھی شرم گاہ ہے اور جب تہبند پورا ہو اور تہبند باندھنے والا تہبند کے کھلنے سے بچتا ہو تو پھر مسجد میں چت لیٹ کر ایک ٹانگ دوسری ٹانگ پر رکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (معالم السنن مع مختصر المنذری ج ۷ ص ۲۰۸-۲۰۷' دار المعرفۃ' بیروت)

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

حضرت جابر رضی اللہ سے جو چت لیٹنے کی ممانعت منقول ہے وہ منسوخ ہے' کیونکہ امام بخاری نے باب مذکور کی حدیث کے بعد یہ بھی روایت کیا ہے کہ حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما مسجد میں چت لیٹتے تھے' اگر اس طرح لیٹنا ممنوع ہوتا تو حضرت عمر اور حضرت عثمان اس طرح نہ لیٹتے اور یہ متصور نہیں ہے کہ ان سے اس کی ممانعت مخفی تھی۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۱۵۸۔۱۵۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

حافظ ابن حجر نے علامہ ابن بطال پر یہ اعتراض کیا ہے کہ محض احتمال سے حضرت جابر کی حدیث کو منسوخ قرار دینا صحیح نہیں ہے۔(فتح الباری ج ۲ ص ۱۱۳' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ' حافظ ابن حجر کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

علامہ ابن بطال نے یہ نہیں کہا کہ حضرت جابر رضی اللہ کی حدیث کے منسوخ ہونے کا احتمال ہے' بلکہ انہوں نے پورے یقین کے ساتھ کہا ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ کی چت لیٹنے سے ممانعت کی حدیث منسوخ ہے اور اس پر یہ دلیل قائم کی ہے کہ حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما اس طرح لیٹتے تھے اور ان سے اس ممانعت کا مخفی ہونا متصور نہیں ہے۔

یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ ممانعت تنزیہی ہو اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی ضرورت کی بناء پر بیان جواز کے لیے چت لیٹے ہوں' یا اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس زیادہ صحابہ نہ ہوں' کیونکہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس صحابہ ہوتے تھے تو آپ مسجد میں وقار کے ساتھ چار زانو بیٹھتے تھے اور تواضع کے ساتھ بیٹھتے تھے' دو زانو بیٹھتے تھے یا اکڑوں بیٹھتے تھے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسجد میں ٹیک لگا کر بیٹھنا اور لیٹنا جائز ہے' البتہ مسجد میں منہ کے بل اوندھا لیٹنا جائز نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۰۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

اوندھے منہ لیٹ کر سونے کی ممانعت اور لیٹنے اور سونے کی چار اقسام

میں کہتا ہوں کہ اوندھے منہ لیٹنے کی ممانعت کے متعلق یہ حدیث ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا' وہ اپنے پیٹ کے بل (اوندھا) لیٹا ہوا تھا' آپ نے فرمایا: یہ لیٹنے کا ایسا طریقہ ہے جس کو اللہ پسند نہیں کرتا۔ (سنن ترمذی: ۲۷۶۸' مسند احمد ج ۲ ص ۲۸۷)

یعیش بن طخفہ بن قیس الغفاری بیان کرتے ہیں کہ میرے والد رضی اللہ اصحاب الصفہ میں سے تھے (وہ بیان کرتے ہیں کہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہمارے ساتھ عائشہ کے گھر چلو' چنانچہ ہم گئے' آپ نے فرمایا: اے عائشہ! ہم کو کچھ کھلاؤ' وہ جشیشہ (گندم کے موٹے آٹے میں گوشت یا کھجوریں ڈال کر بنایا ہوا طعام) لے کر آئیں' وہ پرندے کی خوراک کے برابر تھا' ہم نے اس کو کھالیا' پھر آپ نے فرمایا: اے عائشہ! ہمیں کچھ پلاؤ' وہ العس (بہت بڑا پیالہ جس میں چار کلو سما سکے) میں دودھ لے کر آئیں' سو ہم نے اس کو پی لیا' پھر فرمایا: اے عائشہ! ہمیں پلاؤ تو وہ چھوٹا پیالہ لائیں' پس ہم نے اس کو پی لیا' پھر فرمایا: اگر تم لوگ چاہو تو سو جاؤ' اور اگر تم چاہو تو مسجد میں چلے جاؤ تو جس وقت میں سحر کے وقت مسجد میں منہ کے بل (اوندھا) لیٹا ہوا تھا' میں نے دیکھا: ایک شخص مجھے اپنے پیر سے ہلا رہا ہے' میں نے دیکھا تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے' آپ نے فرمایا: اس طرح لیٹنا اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۵۰۴۰' سنن ابن ماجہ: ۳۷۲۳' صحیح ابن حبان: ۵۰۵۰' مسند احمد ج ۳ ص ۴۲۹)

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کے آخری حصہ میں لیٹتے تو دائیں کروٹ پر لیٹتے اور جب صبح سے تھوڑی دیر پہلے لیٹتے تو اپنی دونوں کلائیوں کو کھڑا کر کے اپنے سر کو اپنی ہتھیلیوں پر رکھ لیتے۔

(صحیح مسلم: ۳۱۳' الرقم المسلسل: ۱۸۳' شرح السنۃ: ۵۹ ۳۳' مسند احمد ج ۵ ص ۳۰۹)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ مؤخر الذکر حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عادتِ مبارکہ یہ تھی کہ جب رات کے آخری حصہ میں آپ لیٹتے تو دائیں کروٹ پر لیٹتے اور جب صبح کا وقت قریب ہوتا تو دونوں کلائیوں کو نصب کر کے ہتھیلیوں پر سر رکھ لیتے اور سو جاتے اور یہ اس لیے کرتے تھے تاکہ گہری اور میٹھی نیند نہ آئے اور نماز فجر فوت نہ ہو جائے' اور پہلی صورت میں جب آپ دائیں کروٹ پر سوتے تھے' اس کی وجہ یہ ہے کہ پھر بائیں جانب دل معلق رہتا تھا اور قرار اور سکون کم ہوتا تھا اور گہری نیند نہیں آتی تھی۔

اگر بائیں کروٹ پر لیٹا جائے تو دل اپنی جگہ پر سکون رہتا ہے اور گہری نیند آتی ہے اور اطباء چونکہ جسم کو آرام پہنچانا چاہتے ہیں' اس لیے وہ کہتے ہیں بائیں کروٹ پر سونا چاہیے تاکہ کھانا اچھی طرح ہضم ہو جائے اور ظاہر کی حرارت باطن میں پہنچ جائے' جو کھانے کے ہضم ہونے کی موجب ہے۔ (اشعۃ اللمعات ج ۴ ص ۳۶' مکتبہ رشیدیہ' کوئٹہ)

نیز محدث دہلوی تحریر فرماتے ہیں:

سونے کی چار قسمیں ہیں: (۱) چت لیٹ کر سونا' یہ غور و فکر کرنے والوں کا طریقہ ہے' جو آسمان اور اجرامِ فلکیہ کو دیکھ کر ان میں غور و فکر کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی قدرت اور حکمت پر استدلال کرتے ہیں (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام سے بھی چت لیٹنا ثابت ہے جیسا کہ اس باب کی حدیث: ۴۷۵ میں مذکور ہے۔ سعیدی غفرلہٗ) (۲) دائیں کروٹ پر سونا' یہ عبادت گزاروں کے سونے کا طریقہ ہے' کیونکہ اس صورت میں گہری نیند نہیں آتی اور انسان عبادت کے لیے اپنے وقت پر بیدار ہو جاتا ہے (۳) بائیں کروٹ پر سونا یہ اطباء کا طریقہ ہے کیونکہ اس صورت میں کھانا جلد ہضم ہوتا ہے اور جسم کو راحت اور آرام ملتا ہے (۴) منہ کے بل اوندھے لیٹ کر سونا' یہ غافل لوگوں کے سونے کا طریقہ ہے کیونکہ انسان کے بدن کا سب سے عزت والا حصہ سینہ ہے' وہ خاک ذلت پر ہوتا ہے یا نیچے ہوتا ہے اور یہ وہ طریقہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ ناپسند فرماتا ہے۔ (اشعۃ اللمعات ج ۴ ص ۳۷' مکتبہ رشیدیہ' کوئٹہ)

ان حدیثوں کی شرح میں حضرت محدث دہلوی منفرد ہیں' میں نے ان حدیثوں کی شرح کے لیے عمدۃ القاری' فتح الباری لابن رجب' فتح الباری لابن حجر' شرح نووی' معالم السنن' عارضۃ الاحوذی' تحفۃ الاحوذی اور مرقاۃ المفاتیح کو دیکھا' کسی نے بھی دائیں کروٹ پر سونے اور جب فجر قریب ہو تو کلائیوں کو نصب کر کے ہتھیلیوں پر سر رکھنے کی توجیہ نہیں بیان کی' نہ سونے کی مذکور الصدر اقسام بیان کیں' یہ صرف حضرت محدث دہلوی کا تفرد ہے' اللہ تعالیٰ ان کی قبر پر نور اور رحمتیں نچھاور فرمائے اور ان کے فیوضات سے ہمیں بھی حظ وافر عطا فرمائے۔ (آمین)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۵۳۹۰۔ ج ۶ ص ۴۰۸ پر مذکور ہے' وہاں کسی عنوان کے تحت شرح نہیں ہے' صرف فائدہ بیان کیا گیا ہے۔

۸۶ - بَابُ الْمَسْجِدِ يَكُوْنُ فِي الطَّرِيْقِ مِنْ غَيْرِ ضَرَرٍ بِالنَّاسِ

لوگوں کے ضرر کے بغیر راستے میں مسجد کا ہونا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ راستہ میں مسجد بنانا جائز ہے' بہ شرطیکہ اس سے لوگوں کو حرج نہ ہو' مسجد بنانے کی کئی اقسام ہیں' ایک قسم بالاتفاق جائز ہے' وہ یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی ملکیت میں مسجد بنائے' دوسری قسم بالاتفاق ناجائز ہے' وہ یہ ہے کہ کوئی شخص دوسرے کی ملکیت میں مسجد بنائے' اس میں نماز پڑھنے سے مسجد کا ثواب نہیں ملتا بلکہ دوسرے کی جگہ میں تصرف کرنے کی وجہ سے انسان

عذاب کا مستحق ہوتا ہے' شہروں میں عموماً لوگ سرکاری زمین پر حکومت یا اس کے مُجاز نمائندہ کی اجازت کے بغیر مسجد بنا لیتے ہیں' یہ بجائے ثواب کے الٹا گناہ ہے' اور تیسری قسم راستہ میں مسجد بنانا ہے' یہ اس وقت جائز ہے جب اس سے کسی کو حرج نہ ہو' بعض فقہاء نے اس کو بھی ناجائز ہے کہا ہے' امام بخاری نے اس عنوان سے ان کا رد کرنے کا قصد کیا ہے۔

وَبِهٖ قَالَ الْحَسَنُ وَاَيُّوْبُ وَمَالِكٌ. اور حسن بصری' ایوب اور مالک کا یہی قول ہے۔

ایوب سے مراد ایوب سختیانی ہیں اور مالک سے امام مالک بن انس مراد ہیں' ہر چند کہ جمہور فقہاء کا بھی یہی مسلک ہے لیکن چونکہ ان تین فقہاء نے اس کے جواز کی تصریح کی ہے' اس لیے امام بخاری نے خصوصیت کے ساتھ ان کا ذکر کیا ہے۔

٤٧٦ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عُرْوَةُ ابْنُ الزُّبَيْرِ اَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ لَمْ اَعْقِلْ اَبَوَيَّ اِلَّا وَهُمَا يَدِيْنَانِ الدِّيْنَ، وَلَمْ يَمُرَّ عَلَيْنَا يَوْمٌ اِلَّا يَاْتِيْنَا فِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، طَرَفَيِ النَّهَارِ بُكْرَةً وَعَشِيَّةً، ثُمَّ بَدَا لِاَبِيْ بَكْرٍ، فَابْتَنٰى مَسْجِدًا بِفِنَاءِ دَارِهٖ، فَكَانَ يُصَلِّيْ فِيْهِ وَيَقْرَاُ الْقُرْاٰنَ، فَيَقِفُ عَلَيْهِ نِسَاءُ الْمُشْرِكِيْنَ وَاَبْنَاؤُهُمْ يَعْجَبُوْنَ مِنْهُ وَيَنْظُرُوْنَ اِلَيْهِ، وَكَانَ اَبُوْ بَكْرٍ رَجُلًا بَكَّاءً، لَا يَمْلِكُ عَيْنَيْهِ اِذَا قَرَاَ الْقُرْاٰنَ، فَاَفْزَعَ ذٰلِكَ اَشْرَافَ قُرَيْشٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ.

[اطراف الحدیث: ۲۲۹۷۔ ۳۹۰۵۔ ۴۰۹۳۔ ۵۸۰۷۔ ۶۰۷۹]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے عروہ بن الزبیر نے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' وہ بیان کرتی ہیں: میں نے اسی وقت ہوش سنبھالا تھا' جب میرے والدین دین کے احکام پر عمل کرتے تھے اور ہر روز دن کی دونوں طرفوں میں صبح اور شام ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لاتے تھے' پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خیال آیا کہ وہ اپنے گھر کے صحن میں مسجد بنالیں' پھر وہ اس مسجد میں نماز پڑھتے تھے' اور (بلند آواز سے) قرآن مجید پڑھتے تھے' مشرکین کے بیٹے اور ان کی عورتیں سب اس کو سنتے اور اس پر تعجب کرتے اور حضرت ابوبکر کی طرف دیکھتے اور حضرت ابوبکر پر سوز اور دل گداز طبیعت کے مالک تھے' جب وہ قرآن پڑھتے تو ان کی آنکھیں بے قابو ہو جاتیں اور وہ آنسو بہاتے' قریش کے سردار اس منظر سے بہت گھبرا گئے۔

(مصنف عبد الرزاق: ۹۷۴۳' صحیح ابن حبان: ۶۲۷۷' دلائل النبوۃ لابی نعیم: ۲۳۰' شرح السنۃ: ۳۷۶۳' صحیح ابن خزیمہ: ۲۶۵' المستدرک ج ۳ ص ۴۔ ۳' سنن بیہقی ج ۹ ص ۹' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۲ ص ۴۷۵۔ ۴۷۱' مسند احمد ج ۶ ص ۱۹۸ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۵۶۲۶۔ ج ۴۲ ص ۴۱۹' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

بغیر ضرر کے راستہ میں مسجد بنانے کی دلیل

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

ابن شعبان نے کتاب الزاھی میں لکھا ہے کہ ان مساجد میں نماز پڑھنے سے اجتناب کرنا چاہیے جو راستوں میں' رہائش کی جگہوں میں اور کشتی کے لنگر انداز ہونے کی جگہوں پر بنائی گئی ہوں کیونکہ وہ ناحق جگہوں پر بنائی گئی ہیں اور جس شخص نے اس مسجد میں اس تاویل سے نماز پڑھی کہ وہ راستہ میں نماز پڑھ رہا ہے اور جس طرح راستہ پر اوروں کا حق ہے اس کا بھی حق ہے' تو اس کی نماز ہو جائے گی' اور اگر مسجد کسی وسیع جگہ پر ہو اور امام کا یہ ارادہ ہو کہ اس جگہ کو اور وسیع کرے' جس سے چلنے والوں کو ضرر نہ ہو تو امام مالک

کے نزدیک اس کو منع نہیں کیا جائے گا' اور ربیعہ نے راستہ میں مسجد بنانے سے منع کیا ہے' اور میرے نزدیک یہ قول زیادہ صحیح ہے اور میں نے ربیعہ کے قول کو اس لیے اختیار کیا ہے کہ راستہ میں حیض اور نفاس والی عورتیں بھی چلتی ہیں اور نابالغ اور ذمی بھی چلتے ہیں' اگر وہاں مسجد بنادی جائے تو ان کو ضرر ہوگا۔

امام مالک کے قول کی وجہ یہ ہے کہ مسجد میں اضافہ کرنا امام کا حق ہے' اور امام مالک نے راستہ میں مسجد بنانے کو جائز کہا ہے' اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ نے اپنے گھر میں مسجد بنائی تھی اور اس کی وجہ یہ ہے کہ گھروں کے صحن میں اگرچہ کسی کا کوئی حق نہیں ہوتا اور راستہ پر چلنے والے گھروں کے منافع کے مستحق نہیں ہوتے' لیکن مسجد مسلمانوں کی جماعت کا حصہ زمین ہے' اور کسی کے لیے اس کو ملکیت بنانا جائز نہیں ہے' لہٰذا مسجد راستہ کے حکم میں ہے' بلکہ اس میں راستہ سے زیادہ نفع ہے کیونکہ اس میں نماز پڑھی جاتی ہے' جو اسلام کے اعظم امور سے ہے' اور اس کے قائم کرنے میں احتیاط برتنا راستہ میں بچوں' حائض عورتوں اور ذمیوں کی رعایت کرنے سے زیادہ افضل ہے' امام بخاری نے اس حدیث کے عنوان میں امام مالک کے قول کی طرف میلان کیا ہے۔

اس حدیث سے حضرت ابوبکر رضی اللہ کی وہ فضیلت ظاہر ہوتی ہے' جس میں ان کا کوئی شریک نہیں ہے کیونکہ انہوں نے کتاب اللہ کی تبلیغ اور اس کے اظہار کے مقابلہ میں اپنی جان کی پرواہ نہیں کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وہی اس مرتبہ پر ہیں۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۱۵۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ اور علامہ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے علامہ ابن بطال کی شرح کا خلاصہ لکھ دیا ہے' علامہ کرمانی متوفی ۷۸۶ھ نے بھی ان ہی کا خلاصہ لکھا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۷۷' فتح الباری ج ۲ ص ۱۱۴' شرح الکرمانی ج ۴ ص ۱۳۸)

۸۷ - بَابُ الصَّلٰوةِ فِيْ مَسْجِدِ السُّوْقِ — بازار کی مسجد میں نماز پڑھنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ بازار کی مسجد میں نماز پڑھنا جائز ہے۔

علامہ کرمانی' علامہ ابن بطال اور علامہ ابن حجر کی شروح پر علامہ عینی کے اعتراضات اور مصنف کے جوابات

علامہ محمد بن یوسف کرمانی متوفی ۷۸۶ھ' اس عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس عنوان میں مسجد سے مراد مجازاً وہ جگہ ہے' جہاں نماز پڑھی جائے' خصوصیت کے ساتھ مسجد کی عمارت مراد نہیں ہے۔

(شرح الکرمانی ج ۴ ص ۱۴۰' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۱ھ)

علامہ عینی ان کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں: انہوں نے بغیر ضرورت کے امام بخاری کے عنوان میں مسجد کو مجاز پر محمول کیا ہے' اور اس سے نماز پڑھنے کی جگہ مراد لی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۷۷)

میں کہتا ہوں کہ علامہ کرمانی نے یہ اس لیے کہا ہے کہ اگر کوئی شخص بازار میں دکان میں نماز پڑھے تو یہ عنوان اس کو بھی شامل ہو جائے' لہٰذا مجاز کا ارادہ بلاضرورت نہیں ہے۔

علامہ ابن بطال متوفی ۴۴۹ھ' اس عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

''اسواق'' (بازاروں) سے مراد نماز پڑھنے کی جگہیں ہیں' ایک حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے پوچھا کہ زمین کا سب سے بدترین ٹکڑا کون سا ہے؟ تو آپ کو حضرت جبریل علیہ السلام نے آ کر خبر دی کہ زمین کا سب سے بدترین ٹکڑا بازار ہیں اور سب سے بہترین ٹکڑا مساجد ہیں' اس حدیث کو امام آجری نے اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے' امام بخاری کو خوف ہوا کہ جو شخص اس حدیث کو پڑھے گا' اس کو یہ وہم ہوگا کہ جب بازار زمین کا بدترین ٹکڑا ہیں تو وہاں نماز پڑھنا جائز نہیں ہوگا' اس لیے انہوں نے حضرت ابوہریرہ کی یہ

حدیث روایت کی کہ جس نے بازار میں تنہا نماز پڑھی تو اس کو نماز کے پچیس درجوں میں سے ایک درجہ ملے گا' جیسے کوئی شخص اپنے گھر میں اکیلے نماز پڑھے' تو امام بخاری نے یہ استدلال کیا کہ جب بازار میں تنہا نماز پڑھنا جائز ہے تو اولیٰ یہ ہے کہ بازار میں مسجد بنالی جائے تاکہ بازار میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کا ثواب مل جائے' جس طرح عذر کی حالت میں گھروں میں مسجد بنالی جاتی ہے تاکہ گھروں میں بھی جماعت سے نماز پڑھنے کی فضیلت حاصل ہو جائے۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۱۶۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ بدرالدین عینی نے اس شرح پر یہ اعتراض کیا ہے کہ علامہ ابن بطال کو یہ کہاں سے پتا چلا کہ امام بخاری کو یہ خوف ہوا کہ جو شخص اس حدیث کو پڑھے گا کہ زمین کا بدترین ٹکڑا بازار ہیں تو وہ بازار میں نماز نہیں پڑھے گا۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۷۷)

میں کہتا ہوں کہ علامہ عینی کا یہ اعتراض بالکل بے جان ہے' اس قسم کی عبارت محاورۃً لکھی جاتی ہے' اس عبارت سے علامہ ابن بطال کی مراد یہ تھی کہ اس حدیث کی بناء پر یہ وہم ہو سکتا تھا کہ جب زمین کا بدترین ٹکڑا بازار ہے تو پھر بازار میں نماز نہیں پڑھنی چاہیے' اس وہم کے ازالہ کے لیے امام بخاری نے یہ عنوان قائم کیا کہ بازار میں نماز جائز ہے اور جواز پر اس باب کی حدیث سے استدلال کیا۔

حافظ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ' اس عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس عنوان سے امام بخاری نے یہ اشارہ کیا ہے کہ جس حدیث میں مذکور ہے کہ زمین کا بدترین ٹکڑا بازار ہیں اور زمین کا بہترین ٹکڑا مساجد ہیں' جیسا کہ اس حدیث کو امام بزار نے روایت کیا ہے' اس حدیث کی سند صحیح نہیں ہے اور اگر بالفرض اس کی سند صحیح ہو تو یہ بازار میں مسجد بنانے سے مانع نہیں ہے' کیونکہ اب جس زمین کے ٹکڑے میں مسجد ہوگی' وہ زمین کا بہترین ٹکڑا ہوگا۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۱۱۵' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی نے اس شرح پر یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ شرح سب سے بعید ہے' اس قائل کو کہاں سے پتا چلا کہ امام بخاری نے اس عنوان سے اس طرح اشارہ کیا ہے' جس کا اس نے ذکر کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۷۷)

میں کہتا ہوں کہ اشارہ کا منشاء یہ ہے کہ امام بخاری نے امام بزار کی اس حدیث کو کہ زمین کا بدترین ٹکڑا بازار ہیں' اصالۃً روایت کیا نہ تعلیقاً روایت کیا' بلکہ اس کے برخلاف اس حدیث کو روایت کیا کہ بازار میں نماز پڑھنے سے پچیس درجہ اجر ملتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک امام بزار کی یہ روایت صحیح نہیں ہے اور اگر بالفرض یہ روایت صحیح ہو تو جب بازار میں مسجد بن جائے گی تو وہ زمین کا بدترین ٹکڑا نہیں رہے گی' بلکہ وہ زمین کا بہترین ٹکڑا ہو جائے گی' علاوہ ازیں علامہ ابن حجر نے یہ کہا ہے کہ اس عنوان سے اس طرف اشارہ ہے' یہ تو نہیں کہا: یہ عنوان اس باب میں عبارۃ النص ہے' لہٰذا اس شرح پر علامہ عینی کا اعتراض بالکل بے معنی اور مہمل ہے۔

دوسرے شارحین کی شرح پر تنقید کرنے کے بعد علامہ عینی خود امام بخاری کے عنوان کی شرح لکھتے ہیں:

جب امام بخاری نے حضرت ابوہریرہ کی اس حدیث کو روایت کرنے کا ارادہ کیا' جس میں یہ اشارہ ہے کہ نمازی کی نماز یا تو اس مسجد میں ہوگی جو نماز کے لیے بنائی گئی یا اس کے اپنے گھر میں ہوگی یا بازار میں ہوگی تو انہوں نے اس حدیث کا یہ عنوان لکھا: بازار کی مسجد میں نماز پڑھنے کا جواز' اور ان تین جگہوں میں سے بازار کی مسجد کا خصوصیت سے اس لیے ذکر کیا کہ بازار ایسی جگہ ہے جہاں شور و شغب زیادہ ہوتا ہے اور لوگ خرید و فروخت میں مشغول ہوتے ہیں اور اس میں سچی' جھوٹی قسمیں بہت کھائی جاتی ہیں تو یہاں یہ وہم ہو سکتا تھا کہ بازار میں نماز نہیں ہوگی' اس لیے امام بخاری نے خصوصیت کے ساتھ عنوان میں بازار کی مسجد کا ذکر کیا۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۷۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

چاروں شرحوں کے درمیان مصنف کا محاکمہ

میں کہتا ہوں کہ علامہ عینی نے امام بخاری کے عنوان کی بہت عمدہ اور جامع شرح کی ہے' لیکن ان کی شرح بھی علامہ عسقلانی کی شرح کا عکس ہے' علامہ عسقلانی نے یہ کہا تھا: چونکہ بعض احادیث میں یہ مذکور ہے: اللہ تعالیٰ کے نزدیک زمین کا بدترین ٹکڑا بازار ہیں (اس معنی کی حدیث' صحیح مسلم: ۲۸۸ میں بھی ہے) اس لیے کسی شخص کو یہ وہم ہو سکتا تھا کہ شاید بازار میں نماز نہیں ہوگی' لہٰذا امام بخاری نے عنوان میں لکھا: بازار کی مسجد میں نماز پڑھنا' یعنی اس کا جواز' حافظ ابن حجر نے اس وہم کا منشاء ایک حدیث کو بنایا اور حافظ عینی نے اس وہم کا منشاء اپنے اجتہاد سے بازار کے شور و شغب وغیرہ کو بنایا' نیز علامہ عینی کی شرح علامہ کرمانی سے بھی کچھ زیادہ مختلف نہیں ہے' انہوں نے کہا تھا کہ مساجد سے مراد نماز کی جگہیں ہیں تاکہ یہ عنوان گھر اور دکان میں پڑھی ہوئی نمازوں کو بھی شامل ہو جائے اور علامہ عینی نے بھی لکھا ہے کہ اس باب کی حدیث مسجد' گھر اور دکان میں پڑھی ہوئی نمازوں کو شامل ہے' فرق یہ ہے کہ علامہ کرمانی نے حدیث کے عموم کی وجہ سے عنوان کو عام کر دیا اور یہ کہا کہ عنوان میں جو مساجد کا ذکر ہے' اس سے مراد عموم ہے یعنی نماز کی جگہیں تاکہ امام بخاری کا عنوان حدیث کے مطابق ہو جائے اور اس اعتبار سے علامہ کرمانی کی شرح بہت اچھی ہے اور علامہ عینی کی شرح بھی بہت خوب ہے' انہوں نے عنوان میں بازار کی مسجد کے خصوصی ذکر کی توجیہ کی ہے۔" وللناس فيما يعشقون مذاهب "لوگوں کی پسند اور رجحان مختلف ہیں" "وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ" (البقرہ: ۱۴۸) ہر کسی کی خاص جہت ہے۔

كُلُّ حِزْبٍۭ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ۝ (الروم: ۳۲) ہر گروہ اس چیز سے خوش ہونے والا ہے جو اس کے پاس ہے ۝

وَصَلَّى ابْنُ عَوْنٍ فِيْ مَسْجِدٍ فِيْ دَارٍ يُغْلَقُ عَلَيْهِمُ الْبَابُ. اور ابن عون نے گھر کی مسجد میں نماز پڑھی' جس کا دروازہ لوگوں پر بند کیا ہوا تھا۔

امام بخاری کے عنوان میں بازار کی مسجد کا ذکر ہے اور اس اثر میں گھر کی مسجد کا ذکر ہے' لہٰذا یہ اثر امام بخاری کے عنوان کے مطابق نہیں ہے' علامہ کرمانی اس اثر کو ذکر کرنے کی وجہ لکھتے ہیں:

اس اثر کو ذکر کرنے سے شاید امام بخاری کی غرض فقہاء احناف پر رد کرنا ہے' جو یہ کہتے ہیں کہ گھر میں ایسی مسجد کا بنانا ممنوع ہے' جس کا دروازہ لوگوں سے محجوب ہو' یعنی بند کیا ہوا ہو۔ (شرح الکرمانی ج ۴ ص ۱۳۹' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۱ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ' فقہاء احناف کی طرف سے جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ (علامہ) کرمانی نے فقہاء احناف پر افتراء کیا ہے کیونکہ فقہاء احناف نے اس طرح نہیں کہا بلکہ اس سلسلہ میں مذہب یہ ہے کہ جس شخص نے اپنے گھر میں مسجد بنائی اور اس کا دروازہ الگ کر دیا تو یہ جائز ہے اور وہ مسجد ہو جائے گی' اور جب اس نے دروازہ بند کر دیا اور اس میں نماز پڑھی تو یہ بھی کراہت کے ساتھ جائز ہے' اسی طرح باقی مساجد کا بھی حکم ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۷۸۔۳۷۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی علامہ کرمانی پر رد کیا ہے اور لکھا ہے کہ فقہاء احناف نے اس صورت میں نماز کو مکروہ لکھا ہے حرام نہیں لکھا' اور اس اثر کی عنوان کے ساتھ یہ مناسبت بیان کی ہے کہ امام بخاری کا ارادہ یہ ہے کہ بازار کے اندر جو مسجد بنائی گئی ہو اس میں نماز پڑھنی جائز ہے کیونکہ ابن عون نے گھر کے اندر بنائی ہوئی مسجد میں نماز پڑھی' جس کا دروازہ لوگوں پر بند تھا۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۱۱۵' دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

میں کہتا ہوں: یہ بہت بعید مناسبت ہے مگر علامہ کرمانی کی بیان کردہ مناسبت سے بہتر ہے۔

٤٧٧ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْاَعْمَشِ، عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ صَلٰوةُ الْجَمِيْعِ تَزِيْدُ عَلٰى صَلٰوتِهٖ فِيْ بَيْتِهٖ، وَصَلٰوتِهٖ فِيْ سُوْقِهٖ، خَمْسًا وَّعِشْرِيْنَ دَرَجَةً، فَاِنَّ اَحَدَكُمْ اِذَا تَوَضَّاَ فَاَحْسَنَ، وَاَتَى الْمَسْجِدَ، لَا يُرِيْدُ اِلَّا الصَّلٰوةَ، لَمْ يَخْطُ خُطْوَةً اِلَّا رَفَعَهُ اللّٰهُ بِهَا دَرَجَةً، وَحَطَّ عَنْهُ بِهَا خَطِيْئَةً، حَتّٰى يَدْخُلَ الْمَسْجِدَ، وَاِذَا دَخَلَ الْمَسْجِدَ يُصَلِّيْ، كَانَ فِيْ صَلٰوةٍ مَا كَانَتْ تَحْبِسُهٗ، وَتُصَلِّيْ يَعْنِيْ عَلَيْهِ الْمَلٰٓئِكَةُ، مَا دَامَ فِيْ مَجْلِسِهِ الَّذِيْ يُصَلِّيْ فِيْهِ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهٗ، اَللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ، مَا لَمْ يُحْدِثْ فِيْهِ.

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۴۹۷۰، مکتبۃ الرشد ریاض، ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابومعاویہ نے حدیث بیان کی از الاعمش از ابی صالح از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: جماعت کے ساتھ نماز' کسی شخص کی اپنے گھر میں نماز اور اس کی بازار میں نماز پر پچیس درجہ زیادہ ہوتی ہے' پس جب تم میں سے کوئی شخص عمدہ طریقہ سے وضوء کرے اور مسجد میں آئے اور اس کا صرف نماز پڑھنے کا ارادہ ہو تو اس کے ہر قدم پر اللہ تعالیٰ اس کا ایک درجہ بلند فرماتا ہے اور اس کے ایک گناہ کو مٹا دیتا ہے' حتیٰ کہ وہ مسجد میں داخل ہو جائے اور جب وہ مسجد میں داخل ہو تو جب تک وہ نماز کی وجہ سے مسجد میں ٹھہرا رہتا ہے' اس کا نماز میں ہی شمار ہوتا ہے اور فرشتے اس کے لیے دعا کرتے رہتے ہیں' اے اللہ! اس کی مغفرت فرما' اے اللہ! اس پر رحم فرما' جب تک وہ وضوء نہ توڑے۔

جب تک وہ نماز کے انتظار میں مسجد میں رہے' فرشتے اس کے لیے دعا کرتے رہتے ہیں' اس کی شرح' صحیح البخاری: ۱۷۶ میں گزر چکی ہے' باقی اہم امور کی شرح حسب ذیل ہے:

باب کے ساتھ اس حدیث کی مناسبت اس جملہ میں ہے: اور اس کی بازار میں نماز پر پچیس درجہ زیادہ ہوتی ہے۔

اس حدیث میں اچھی طرح وضوء کرنے کا ذکر ہے' اس سے مراد ہے: ہر عضو کو تین تین بار دھوئے اور وضوء کی تمام سنتوں اور وضوء کے تمام مستحبات پر عمل کرے اور جو کام وضوء میں مکروہ ہیں' ان سے اجتناب کرے۔

اور اس حدیث میں ہے: وہ کسی کو ایذاء نہ دے یعنی اپنے قول اور فعل سے کسی کو ایذاء نہ دے۔

جماعت سے نماز پڑھنے پر پچیس درجہ فضیلت اور ستائیس درجہ فضیلت کی احادیث میں تطبیق کی توجیہات

اس حدیث میں ذکر ہے کہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے سے پچیس درجہ زائد اجر ہوتا ہے جب کہ ایک اور حدیث میں ہے کہ ستائیس درجہ زائد اجر ہوتا ہے۔ وہ حدیث یہ ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جماعت کے ساتھ نماز' تنہا نماز پر ستائیس درجہ فضیلت رکھتی ہے۔ (صحیح البخاری: ۶۴۵' صحیح مسلم: ۶۵۰' الرقم المسلسل: ۱۴۹۰' سنن نسائی: ۸۳۷)

ان حدیثوں میں حسب ذیل وجوہ سے تطبیق دی گئی ہے:

(۱) پہلے اللہ تعالیٰ نے پچیس درجہ فضیلت کی خبر دی' پھر بعد میں ستائیس درجہ فضیلت کی خبر دی کیونکہ ناقص مقدم ہوتا ہے اور زائد مؤخر ہوتا ہے۔

(۲) مسجد کے بغیر جماعت کے ساتھ نماز میں پچیس درجہ فضیلت ہے اور مسجد میں جماعت کے ساتھ پڑھنے میں ستائیس درجہ فضیلت

ہے۔

(۳) جس حدیث میں پچیس درجہ فضیلت بیان کی گئی ہے اس میں ہر قدم پر نیکی عطا فرمانے اور گناہ مٹانے کا بھی ذکر ہے' جب کہ وہ حدیث جس میں ستائیس درجہ فضیلت مذکور ہے' اس میں ہر قدم پر نیکی عطا فرمانے اور گناہ مٹانے کا ذکر نہیں ہے۔ یوں ایک اضافی فضیلت کے ذریعہ پچیس کو ستائیس کے برابر کیا گیا ہے۔

(۴) ثواب کے درجات کا یہ اختلاف نمازیوں کے مختلف احوال کے اعتبار سے ہے' جو شخص نماز کو کامل طریقہ سے اس کے تمام آداب کے ساتھ پڑھتا ہے' اس کو ستائیس درجہ ثواب ملتا ہے اور جو ان آداب کی رعایت نہیں کرتا' اس کو پچیس درجہ ثواب ملتا ہے۔

(۵) یہ بھی ہو سکتا ہے کہ درجات کا یہ اختلاف نمازی کے خضوع اور خشوع کی کمی اور بیشی کے اعتبار سے ہو۔

(۶) عصر اور فجر کی نمازوں میں چونکہ دن اور رات کے فرشتے مجتمع ہوتے ہیں' اس لیے ہو سکتا ہے ان میں ستائیس درجہ ثواب ہو اور باقی نمازوں میں پچیس درجہ ثواب ہو۔

(۷) ایک جواب یہ دیا گیا ہے کہ ان دونوں حدیثوں میں کوئی منافات نہیں ہے کیونکہ قلیل کثیر کے منافی نہیں ہے۔

(۸) علامہ فضل اللہ بن سعید الحسن التوریشی متوفی ۶۶۱ ھ لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے پچیس درجات کی خبر دی' پھر ستائیس درجات کی خبر دی' حقیقت میں اس کی وجہ علوم نبوت کی طرف راجع ہے' ہماری عقلیں اس کے ادراک سے قاصر ہیں۔ بہ طور احتمال یہ کہا جا سکتا ہے کہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کے فوائد مثلاً نمازیوں کا جمع ہونا اور ان کا صفیں بنانا' اقتداء کے فوائد اور شعائر اسلام کا اظہار' یہ تمام چیزیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر منکشف کی گئیں اور ان کی وجہ سے پہلے آپ کو پچیس درجہ جماعت کی فضیلت پر مطلع فرمایا اور پھر ستائیس درجہ فضیلت پر مطلع فرمایا لیکن اس کے حقیقی سبب کا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ہی کو علم ہے۔

(کتاب المیسر فی شرح مصابیح السنۃ ج ۱ ص ۲۸۵' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۲۲ھ)

(۹) علامہ محمد بن یوسف کرمانی متوفی ۷۸۶ ھ' پچیس درجہ فضیلت کی توجیہ میں لکھتے ہیں:

اس قسم کی چیزوں کے اسرار کا تو شارع علیہ السلام ہی کو علم ہے' لیکن بہ طور احتمال یہ کہا جا سکتا ہے کہ دن اور رات کی فرض نمازوں کی تعداد پانچ ہے' پھر اللہ تعالیٰ نے ان کا اجر بڑھایا اور پانچ کو پانچ میں ضرب دی تو پچیس کا عدد حاصل ہو گیا' لہٰذا ہر نماز کا اجر پچیس گنا کر دیا' پھر اگر یہ کہا جائے کہ ستائیس درجہ فضیلت کی کیا وجہ ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ دن اور رات کی فرض نمازوں کی رکعات کی تعداد سترہ ہے اور دن اور رات کی سنن مؤکدہ کی تعداد دس ہے تو ستائیس کا عدد حاصل ہو گیا تو اس طرح جماعت کے ساتھ نماز کا اجر ستائیس گنا کر دیا۔ (شرح الکرمانی ج ۴ ص ۱۳۹' داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۰۱ ھ)

علامہ بدرالدین عینی نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ دن اور رات کی سنن مؤکدہ کی تعداد دس نہیں بارہ ہے' اس طرح انتیس کا عدد حاصل ہو گا' پھر علامہ عینی لکھتے ہیں:

(۱۰) مجھے اس مقام پر انوار الٰہیہ' اسرار ربانیہ اور عنایات محمدیہ سے جو وجہ منکشف ہوئی ہے' وہ یہ ہے کہ ہر نیکی کا دس گنا اجر ملتا ہے' اور اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اس کو دگنا کر دیا اور چونکہ انسان پانچ وقت نماز پڑھتا ہے تو ان بیس میں پانچ اور ملائے تو پچیس کا عدد حاصل ہو گیا' لہٰذا جماعت کے ساتھ پڑھی جانے والی نماز کا اجر پچیس گنا کر دیا گیا' اور اس کی دوسری وجہ یہ ہے کہ عدد میں

اکائی ہے' دہائی ہے سینکڑہ ہے' ہزار ہے اور لاکھ ہے' اور ان میں متوسط سینکڑہ ہے اور اس کا چوتھائی پچیس ہے اور چوتھائی کل کے حکم میں ہوتا ہے' لہٰذا متوسط پچیس کا عدد ہو گیا اور اس لیے جماعت کے ساتھ پڑھی جانے والی نماز کا اجر پچیس گنا کر دیا گیا۔

ستائیس درجہ کی وجہ بیان کرتے ہوئے علامہ عینی لکھتے ہیں کہ سابقہ تقریر کے لحاظ سے بہ طور فضل نمازوں کا اجر بیس درجہ ہے اور ہفتہ کے دن سات ہیں' لہٰذا جب بیس کے ساتھ سات ملائے تو ستائیس کا عدد حاصل ہو گیا اور یوں جماعت کے ساتھ پڑھی جانے والی نماز کا اجر ستائیس درجہ زیادہ ہو گیا۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۸۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ یہ سب تک بندیاں ہیں اور ان کے انکشاف کی انوارِ الٰہیہ' اسرارِ ربانیہ اور عنایاتِ محمدیہ کی طرف نسبت کرنا مناسب نہیں ہے۔ اصل بات وہی ہے جو علامہ تورپشتی نے کہی ہے کہ اس کا حقیقی علم علومِ نبوت ہی کی طرف راجع ہے۔

۸۸ - بَابُ تَشْبِيْكِ الْاَصَابِعِ فِي الْمَسْجِدِ وَغَيْرِهٖ

مسجد وغیرہ میں انگلیوں کے اندر انگلیاں ڈالنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ انگلیوں کے اندر انگلیاں ڈالنا جائز ہے' خواہ مسجد میں انگلیوں کے اندر انگلیاں ڈالی جائیں خواہ کسی اور جگہ۔

۴۷۸'۴۷۹ - حَدَّثَنَا حَامِدُ بْنُ عُمَرَ' عَنْ بِشْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَاصِمٌ قَالَ حَدَّثَنَا وَاقِدٌ' عَنْ اَبِيْهِ' عَنِ ابْنِ عُمَرَ' اَوِ ابْنِ عَمْرٍو' قَالَ شَبَّكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَصَابِعَهٗ. [طرف الحدیث: ۴۸۰]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حامد بن عمر نے حدیث بیان کی از بشر' انہوں نے کہا ہمیں عاصم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں واقد نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت ابن عمر یا ابن عمرو رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگلیوں میں انگلیاں ڈالیں۔

۴۸۰ - وَقَالَ عَاصِمُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ مُحَمَّدٍ سَمِعْتُ هٰذَا الْحَدِيْثَ مِنْ اَبِيْ' فَلَمْ اَحْفَظْهُ' فَقَوَّمَهٗ لِيْ وَاقِدٌ' عَنْ اَبِيْهِ قَالَ سَمِعْتُ اَبِيْ وَهُوَ يَقُوْلُ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ ابْنَ عَمْرٍو' كَيْفَ بِكَ اِذَا بَقِيْتَ فِيْ حُثَالَةٍ مِّنَ النَّاسِ بِهٰذَا!؟ (مسند الحمیدی: ۲۷۷' مصنف عبد الرزاق: ۲۰۷۴۱' مسند ابویعلیٰ: ۵۵۹۳' صحیح ابن حبان: ۵۹۵۱۔ ۵۹۵۰' المعجم الکبیر: ۵۹۶۸۔ ۵۸۸۴' مجمع الزوائد ج ۷ ص ۲۷۹' مسند احمد ج ۲ ص ۱۶۲ طبع قدیم' مسند احمد: ۶۵۰۸۔ ج ۱۱ ص ۵۴)

اور عاصم بن علی نے کہا: ہمیں عاصم بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے یہ حدیث اپنے والد سے سنی تھی' میں نے اس کو محفوظ نہیں رکھا' پھر واقد نے اپنے والد کے واسطے سے نقل کر کے مجھے بتایا: میں نے اپنے والد سے سنا' وہ بیان کرتے تھے کہ حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عبد اللہ بن عمرو! اس وقت تمہارا کیا حال ہو گا جب تم لوگوں کے تلچھٹ میں اس طرح باقی رہ جاؤ گے (پھر آپ نے اپنی انگلیاں انگلیوں میں ڈالیں)۔

حدیث: ۴۷۸۔ ۴۸۰ کے رجال کا تعارف

(۱) حامد بن عمر البکراوی' یہ ابوبکر الثقفی کی اولاد سے ہیں' یہ نیشاپور میں رہتے تھے اور کرمان کے قاضی تھے' ان سے امام مسلم نے بھی روایت کی ہے' یہ ۲۳۴ھ میں نیشاپور میں ہی فوت ہو گئے (۲) بشر بن المفضل الرقاشی' یہ حجت ہیں' یہ ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن افطار کرتے تھے اور ہر روز چار سو رکعات پڑھتے تھے' ۱۸۹ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) عاصم بن محمد بن زید بن عبد اللہ بن

عمر بن الخطاب العمری المدنی' ان کی امام احمد وغیرہ نے توثیق کی ہے (۴) عاصم مذکور کے بھائی' یہ واقد بن محمد بن زید ہیں' ان کی امام ابوزرعہ وغیرہ نے توثیق کی ہے (۵) ان کے والد محمد بن عبد اللہ' ان کی بہت ائمہ نے توثیق کی ہے (۶) حضرت عبد اللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما (۷) حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما (۸) ابوعبد اللہ' اس سے مراد خود امام بخاری ہیں (۹) عاصم بن علی بن عاصم بن صہیب الواسطی' یہ امام بخاری اور امام دارمی کے شیخ ہیں' تہذیب التہذیب میں لکھا ہے: یہ ثقات شیوخ سے تھے' ابن معین نے کہا: یہ ضعیف تھے' ایک روایت میں ہے: یہ کچھ بھی نہیں تھے' دوسری روایت میں ہے: یہ کذاب تھے' یہ ۱۵ رجب ۲۲۱ھ میں فوت ہو گئے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۸۳۔۳۸۲)

حدیث مذکور کا مکمل متن

علامہ بدرالدین عینی نے امام الحمیدی کی الجمع بین الصحیحین کے حوالہ سے مسند ابن عمر میں حدیث مذکور کا مکمل متن اس طرح لکھا ہے:

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یا عبد اللہ بن عمرو! اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب تم لوگوں کے تلچھٹ میں اس طرح رہ جاؤ گے اور آپ نے اپنی انگلیاں انگلیوں میں ڈالیں' ان کی عہود اور امانتیں خلط ملط ہو جائیں گی' پھر وہ اس طرح ہو جائیں گے' پھر آپ نے اپنی انگلیاں انگلیوں میں ڈالیں' حضرت عبد اللہ بن عمرو نے پوچھا: یا رسول اللہ! میں اس وقت کیا کروں؟ آپ نے فرمایا: جو نیک بات ہو اس پر عمل کرنا اور جو بُری بات ہو اس کو چھوڑ دینا' اپنے خاص لوگوں کی طرف آنا اور عام لوگوں کو چھوڑ دینا۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۸۲' مسند احمد ج ۲ ص ۱۶۲)

''حثالہ'' کا معنی

کسی چیز کا اصل جوہر نکلنے کے بعد جو اس کے ردی اجزاء باقی رہ جاتے ہیں' اس کو ''حثالہ'' کہتے ہیں' اردو میں اس کو تلچھٹ کہتے ہیں یا جیسے بادام یا سرسوں کا تیل نکالنے کے بعد پھوک باقی رہ جاتا ہے' جس کو کھل کہتے ہیں یا جیسے آٹا چھاننے کے بعد بھوسی رہ جاتی ہے یا جیسے تیل صاف کرنے کے بعد یا شربت صاف کرنے کے بعد یا کسی چیز کے عرق کو کپڑے سے چھاننے کے بعد اس کا گاڑھا سیال مادہ بچ جاتا ہے یا جیسے مٹی کے تیل کو صاف کر کے پٹرول نکالتے ہیں' پھر جو گاڑھا سیال بچ جاتا ہے' جس کو ڈیزل اور موبل آئل کا نام دیا جاتا ہے' تارکول بھی اسی کی قسم ہے' یہاں مراد یہ ہے کہ جب نیک لوگوں کے اٹھ جانے کے بعد گھٹیا اور ردی لوگ رہ جائیں گے اور علماء کے اٹھ جانے کے بعد جہلاء رہ جائیں گے' اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا! تم ان لوگوں کے ساتھ خلط ملط اور گتھم گتھا ہو جاؤ گے' اس طرح پھر آپ نے انگلیوں میں انگلیاں ڈالیں۔

''مرجت عہودھم'' کا معنی

''مرج'' کا معنی ہے: دو چیزوں کا ملانا' ''مرجت عہودھم'' کا معنی ہے: لوگ اپنے کیے ہوئے عہود کو خلط ملط کر دیں گے اور ان کو پورا نہیں کریں گے اور ''مرجت اماناتھم'' کا معنی ہے: لوگ امانتوں کو ضائع کر دیں گے۔

انگلیوں میں انگلیاں ڈالنے میں اختلاف فقہاء

علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مسجد وغیرہ میں تشبیک کرنا جائز ہے' یعنی انگلیوں میں انگلیاں ڈالنا' امام مالک اور ابراہیم نخعی نے نماز میں تشبیک سے منع کیا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۸۲۸) اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور سالم نے نماز میں تشبیک کی اجازت دی

ہے' وہ خود بھی نماز کے اندر انگلیوں میں انگلیاں ڈالتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۸۳۱-۴۸۲۹) اور حسن بصری مسجد میں تشبیک کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۸۳۰) یعنی انگلیوں میں انگلیاں ڈالتے تھے اور امام مالک نے کہا: یہ لوگ مسجد میں تشبیک سے منع کرتے تھے اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۱۶۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

معمولی تغیر سے علامہ عینی متوفی ۸۵۵ھ اور علامہ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے بھی اس عبارت کو نقل کیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۸۳' فتح الباری ج ۲ ص ۱۱۶)

مسجد کو جاتے وقت اور مسجد میں تشبیک کی ممانعت میں احادیث اور آثار

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص اچھی طرح وضوء کرے' پھر نماز کے قصد سے مسجد کی طرف نکلے تو وہ اپنی انگلیوں میں تشبیک نہ کرے کیونکہ وہ نماز میں ہے۔

(سنن ترمذی: ۳۸۶' سنن ابن ماجہ: ۹۶۷' مسند احمد ج ۴ ص ۲۴۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جب تم میں سے کوئی شخص اپنے گھر میں وضوء کرے' پھر وہ نماز کے ارادہ سے گھر سے نکلے تو وہ اپنے واپس لوٹنے تک نماز میں ہی رہتا ہے' پس تم اس طرح نہ کرو: آپ نے ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ میں ڈالیں۔

(مصنف عبد الرزاق: ۳۳۴۰' یہ حدیث حضرت کعب بن عجرہ سے بھی مروی ہے' مصنف عبد الرزاق: ۳۳۳۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

ابن جریج' محمد بن سیرین سے روایت کرتے ہیں: نبی ﷺ' ایک شخص سے ملے' وہ ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ میں ڈالے ہوئے تھا' آپ نے فرمایا: تم کہاں جا رہے ہو؟ اس نے کہا: مسجد کی طرف' تو نبی ﷺ نے اس کے ہاتھ کی انگلیوں کو کھول دیا اور فرمایا: جب تم اپنے گھر سے مسجد کی طرف جاؤ تو اس طرح تشبیک نہ کرو۔

(مصنف عبد الرزاق: ۳۳۴۴' یہ حدیث حضرت کعب بن عجرہ سے بھی مروی ہے' مصنف عبد الرزاق: ۳۳۴۲-۳۳۴۱)

طاؤس کہتے ہیں: نماز میں تشبیک کرنا مکروہ ہے۔ (مصنف عبد الرزاق: ۳۳۴۵)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا' وہ مسجد کے وسط میں بیٹھا ہوا تھا اور تشبیک کرتے ہوئے خود سے باتیں کر رہا تھا' نبی ﷺ نے اس کی طرف اشارہ کیا' وہ نہیں سمجھا' پھر آپ نے حضرت ابو سعید خدری کی طرف مڑ کر فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھے تو اپنی انگلیوں میں تشبیک نہ کرے کیونکہ تشبیک شیطان کے عمل سے ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۸۲۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

سعید بن المسیب بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں ہو تو وہ تشبیک نہ کرے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۸۲۵)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص نماز کے لیے وضوء کرے تو اپنی انگلیوں میں تشبیک نہ کرے۔ (المعجم الاوسط للطبرانی: ۸۴۰' حافظ الہیثمی نے کہا: اس حدیث کی سند کے رجال صحیح ہیں' مجمع الزوائد ج ۱ ص ۲۴۰)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے کہا: جب تم مسجد میں ہو تو اپنی انگلیوں میں تشبیک ہرگز نہ کرو۔ (صحیح ابن خزیمہ: ۴۴۰' المستدرک ۷۴۵' کنز العمال: ۱۹۹۹۲)

تشبیک کی مختلف اور متعارض احادیث میں تطبیق کی توجیہات

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

صحیح البخاری: ۴۸۰ میں مذکور ہے کہ نبی ﷺ نے تشبیک کر کے دکھائی اور حضرت عبد اللہ بن عمر اور فقہاء تابعین سے بھی تشبیک کرنا منقول ہے اور مذکور الصدر احادیث اور آثار میں تشبیک کی ممانعت ہے۔ ابن المنیر نے کہا: اس کا جواب یہ ہے کہ اگر فضول' بے فائدہ اور عبث طریقہ سے تشبیک کی جائے تو وہ ممنوع ہے اور نبی ﷺ نے جو تشبیک کی تھی تو آپ نے خلط ملط اور گتھم گتھا ہونے کے معنی کو سمجھانے کے لیے اپنی انگلیاں انگلیوں میں ڈالی تھیں کہ تم اپنے زمانہ کے خسیس اور گھٹیا لوگوں کے ساتھ اس طرح مخلوط اور گتھم گتھانہ ہو جانا' سو آپ نے جو تشبیک کا عمل کیا تھا' وہ بامعنی اور بامقصد تھا۔

اور وہ ان احادیث کی ممانعت سے خارج ہے۔

اسماعیلی نے کہا: تشبیک اس صورت میں منع ہے جب انسان نماز پڑھ رہا ہو یا نماز کے قصد سے جا رہا ہو یا مسجد میں نماز کا منتظر ہو کیونکہ وہ بھی نمازی کے حکم میں ہے اور نبی ﷺ نے جو تشبیک کی تھی' وہ ان تمام صورتوں سے خارج تھی' اور حضرت ابو ہریرہ کی جس حدیث میں ہے کہ جب تک تم مسجد میں ہو' اس وقت تک تشبیک نہ کرو' اس کی سند ضعیف ہے۔ علامہ ابن بطال نے بھی اسی طرح کہا ہے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۱۱۶' دار المعرفۃ' بیروت' عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۸۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

تشبیک کی ممانعت کے اسباب

تشبیک کی ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ شیطان کا عمل ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۸۲۴)

اس ممانعت کا دوسرا سبب یہ ہے کہ اس عمل سے عموماً نیند آتی ہے اور نیند آنے سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے۔

اس ممانعت کا تیسرا سبب یہ ہے کہ تشبیک کی صورت میں اختلاف کی صورت ہے' یعنی ہر ہتھیلی کی انگلیاں مخالف جانب ہو جاتی ہیں' سو جو مسجد میں نماز کا منتظر ہو' وہ تشبیک نہ کرے کیونکہ نبی ﷺ نے صورتِ اختلاف سے منع فرمایا ہے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم (صفوں میں) اختلاف نہ رکھو ورنہ تمہارے دل مختلف ہو جائیں گے اور تم بازاروں کے فتنوں اور خرابیوں سے اجتناب کرو۔

(صحیح مسلم: ۴۳۲' سنن ابوداؤد: ۶۷۵' سنن ترمذی: ۲۲۸' سنن نسائی: ۸۱۱' مسند احمد ج ۱ ص ۴۵۷)

۴۸۱- حَدَّثَنَا خَلَّادُ بْنُ يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ' عَنْ اَبِىْ بُرْدَةَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِىْ بُرْدَةَ' عَنْ جَدِّهٖ' عَنْ اَبِىْ مُوْسٰى' عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الْمُؤْمِنَ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ' يَشُدُّ بَعْضُهٗ بَعْضًا. وَشَبَّكَ اَصَابِعَهٗ. [اطراف الحدیث: ۲۴۴۶-۶۰۲۶]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں خلاد بن یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ابی بردہ بن عبد اللہ بن ابی بردہ از جد خود از حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کہ نبی ﷺ نے فرمایا: بے شک مومن بنیاد کی طرح ہیں' وہ ایک دوسرے کے ساتھ جُڑ کر مضبوط ہوتے ہیں اور نبی ﷺ نے اپنی انگلیوں کو انگلیوں میں ڈالا۔

(صحیح مسلم: ۲۵۸۵' الرقم المسلسل: ۶۴۶۲' سنن ترمذی: ۱۹۲۸' سنن نسائی: ۲۵۶۰' مسند الحمیدی: ۷۷۲' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۵۰۳' صحیح ابن حبان: ۵۷۹' مسند ابو یعلیٰ: ۷۲۷۰' مسند احمد ج ۴ ص ۴۰۵ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۹۶۲۴۔ ج ۳۲ ص ۳۹۹' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۷۴۹۳' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) خلاد بن یحییٰ بن صفوان ابومحمد السلمی الکوفی' یہ مکہ میں رہتے تھے اور ۲۱۳ھ میں وہیں فوت ہو گئے (۲) السفیان الثوری (۳) ابوبردہ' ان کا نام بُرید ہے' یہ عبداللہ بن بردہ بن ابی موسیٰ الاشعری الکوفی ہے (۴) ابوبردہ بن ابی موسیٰ الکوفی الفقیہ قاضی الکوفہ ان کا نام الحارث ہے' ایک قول یہ ہے کہ ان کا نام عامر ہے (۵) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ' ان کا نام عبداللہ بن قیس ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۸۴)

اس حدیث میں ''بنیان'' کا لفظ ہے' اس کا معنی بنیاد ہے جو دیوار کی طرح ہو' اور اس میں ''تشبیك'' کا لفظ ہے' اس کی مکمل شرح' گزشتہ حدیث: ۴۸۰ میں گزر چکی ہے۔

تمام مسلمان ایک جسم کی طرح ہیں' لہٰذا ایک فرد کو دوسرے فرد کی' ایک شہر کو دوسرے شہر کی اور ایک ملک کو دوسرے ملک کی مدد کرنی چاہیے

اس حدیث میں مذکور ہے کہ مسلمان ایک بنیاد کی طرح ہیں' یعنی مسلمان ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرنے میں ایک بنیاد کی طرح ہیں۔ اس حدیث میں خبر حکم کے معنی میں ہے یعنی مسلمانوں کو ایک دوسرے کے ساتھ اس طرح جڑ کر رہنا چاہیے' جس طرح ایک بنیاد اور دیوار کی اینٹیں ایک دوسرے کے ساتھ جڑی ہوتی ہیں اور فرائض' واجبات اور مستحبات کی ادائیگی میں ایک دوسرے کی مدد کرنی چاہیے' اسی طرح جائز کاموں میں بھی ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرنا چاہیے' البتہ ناجائز کاموں میں تعاون نہیں کرنا چاہیے بلکہ حتی الامکان ناجائز کاموں سے منع کرنا چاہیے' یہ بھی ان کی خیر خواہی اور مدد ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے:

حضرت النعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایک دوسرے سے دوستی رکھنے' ایک دوسرے پر رحم کرنے اور نرمی کرنے میں مؤمنین ایک جسم کی مانند ہیں' جب جسم کے ایک عضو میں تکلیف ہو تو سارا جسم بخار اور بے خوابی میں اس کا شریک ہوتا ہے۔ (صحیح البخاری: ۶۰۱۱' صحیح مسلم: ۲۵۸۶)

اس حدیث کا بھی یہی معنی ہے کہ مسلمانوں کو ایک دوسرے کے ساتھ اس طرح مل کر رہنا چاہیے' جس طرح جسم کے تمام اعضاء ایک دوسرے کے ساتھ جڑ کر رہتے ہیں۔

حضرت النعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے دوسری روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمام مسلمان ایک شخص کی مانند ہیں' اگر اس کی آنکھ میں تکلیف ہو تو سارے جسم میں تکلیف ہوتی ہے اور اگر اس کے سر میں تکلیف ہو تو اس کے سارے جسم میں تکلیف ہوتی ہے۔ (صحیح مسلم: ۲۵۸۶' الرقم المسلسل: ۶۴۶۶)

اس حدیث کا منشاء یہ ہے کہ جس طرح انسان بیماری میں اپنا علاج کرتا ہے تو اگر اس کا پڑوسی یا خاندان کا کوئی فرد بیمار ہو اور وہ اپنا علاج نہ کر سکتا ہو تو وہ اس کا علاج کرائے' اسی طرح اگر پورے شہر کے لوگ کسی وبائی مرض میں یا قدرتی آفت اور مصیبت میں مبتلا ہو جائیں تو حتی الامکان ان کی مدد کرے اور آج کل چونکہ مواصلات اور رسد کے وسائل کی کثرت کی وجہ سے پوری دنیا سمٹ کر ایک گاؤں کی طرح ہو گئی ہے تو اگر ایک اسلامی ملک کسی آفت کا شکار ہو جائے تو تمام اسلامی ممالک کو اس کی مدد کے لیے اٹھ کر آگے بڑھنا چاہیے' جس طرح ۲۶ دسمبر ۲۰۰۴ء کو صبح سات بجے جب انڈونیشیا میں سمندری طوفان آیا' جس میں تین لاکھ افراد جاں بحق ہو گئے تھے تو تمام اسلامی ملکوں نے اس وقت انڈونیشیا کی مدد کی اور ۸ اکتوبر ۲۰۰۵ء کو جب پاکستان میں کشمیر اور سرحد کے علاقہ میں بہت

بڑا زلزلہ آیا' جس میں ہزاروں افراد جاں بحق ہو گئے تو اس وقت تمام اسلامی دنیا نے وہاں کے مسلمانوں کی مدد کی۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۶۱۲۴۔ ج ۷ ص ۱۶۳ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

٤٨٢ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ شُمَيْلٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ عَوْنٍ، عَنِ ابْنِ سِيرِينَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِحْدَى صَلَاتَيِ الْعَشِيِّ . قَالَ ابْنُ سِيرِينَ قَدْ سَمَّاهَا أَبُو هُرَيْرَةَ وَلٰكِنْ نَسِيتُ أَنَا قَالَ فَصَلَّى بِنَا رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ ، فَقَامَ إِلَى خَشَبَةٍ مَعْرُوضَةٍ فِي الْمَسْجِدِ، فَاتَّكَأَ عَلَيْهَا كَأَنَّهُ غَضْبَانُ ، وَوَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى الْيُسْرَى ، وَشَبَّكَ بَيْنَ أَصَابِعِهِ ، وَوَضَعَ خَدَّهُ الْأَيْمَنَ عَلَى ظَهْرِ كَفِّهِ الْيُسْرَى ، وَخَرَجَتِ السَّرَعَانُ مِنْ أَبْوَابِ الْمَسْجِدِ ، فَقَالُوا قَصُرَتِ الصَّلٰوةُ؟ وَفِي الْقَوْمِ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ ، فَهَابَاهُ أَنْ يُكَلِّمَاهُ ، وَفِي الْقَوْمِ رَجُلٌ فِي يَدَيْهِ طُولٌ ، يُقَالُ لَهُ ذُو الْيَدَيْنِ، قَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ، أَنَسِيتَ أَمْ قَصُرَتِ الصَّلٰوةُ؟ قَالَ لَمْ أَنْسَ وَلَمْ تُقْصَرْ . فَقَالَ أَكَمَا يَقُولُ ذُو الْيَدَيْنِ؟ فَقَالُوا نَعَمْ ، فَتَقَدَّمَ فَصَلَّى مَا تَرَكَ ، ثُمَّ سَلَّمَ ، ثُمَّ كَبَّرَ وَسَجَدَ مِثْلَ سُجُودِهِ أَوْ أَطْوَلَ ، ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ وَكَبَّرَ، ثُمَّ كَبَّرَ وَسَجَدَ مِثْلَ سُجُودِهِ أَوْ أَطْوَلَ، ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ وَكَبَّرَ . فَرُبَّمَا سَأَلُوهُ ثُمَّ سَلَّمَ ؟ فَيَقُولُ نُبِّئْتُ أَنَّ عِمْرَانَ بْنَ حُصَيْنٍ قَالَ ثُمَّ سَلَّمَ.[اطراف الحدیث: ۷۱۴۔ ۷۱۵۔ ۱۲۲۷۔ ۱۲۲۸۔ ۱۲۲۹۔ ۶۰۵۱۔ ۷۲۵۰]

(صحیح مسلم: ۵۷۳' الرقم المسلسل: ۱۲۶۵' سنن ابوداؤد: ۱۰۰۸' سنن ابن ماجہ: ۱۲۱۴' سنن ترمذی: ۳۹۹' سنن نسائی: ۱۲۲۱' صحیح ابن خزیمہ: ۱۰۳۵' صحیح ابن حبان: ۲۲۵۶۔ ۲۲۵۳' سنن بیہقی ج ۲ ص ۳۵۴' شرح السنۃ: ۷۶۰' مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۵ طبع قدیم' مسند احمد: ۷۲۰۱۔ ج ۱۲ ص ۱۳۰' جامع المسانید لابن الجوزی: ۷۵۰۴' مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن شمیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن عون نے خبر دی از ابن سیرین از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں ظہر اور عصر کی نمازوں میں سے کوئی ایک نماز پڑھائی' ابن سیرین نے کہا: حضرت ابوہریرہ نے اس نماز کا نام لیا تھا لیکن میں بھول گیا' انہوں نے کہا: آپ نے ہمیں دو رکعت نماز پڑھا کر سلام پھیر دیا' مسجد میں لکڑی کا ایک ستون تھا' آپ اس پر ٹیک لگا کر کھڑے ہو گئے' گویا کہ آپ غصہ میں تھے' آپ نے اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھا اور انگلیوں میں انگلیاں ڈالیں اور اپنا دایاں رخسار بائیں ہتھیلی پر رکھا اور لوگ سرعت سے چلتے ہوئے مسجد کے دروازے سے نکل گئے' پھر وہ کہہ رہے تھے کہ نماز کی مقدار کم ہو گئی؟ لوگوں میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر بھی تھے' وہ آپ سے بات کرنے سے ڈرے اور لوگوں میں لمبے ہاتھوں والا ایک شخص تھا اس کو ذوالیدین کہتے تھے' اس نے کہا: یارسول اللہ! آپ بھول گئے ہیں یا نماز کی مقدار کم ہو گئی ہے؟ آپ نے فرمایا: نہ میں بھولا ہوں نہ نماز کی مقدار کم ہوئی ہے' پھر آپ نے فرمایا: کیا اسی طرح ہوا ہے جس طرح ذوالیدین نے کہا ہے؟ لوگوں نے کہا: جی ہاں' پھر آپ آگے بڑھے اور جتنی نماز ترک کی تھی وہ پڑھا دی' پھر آپ نے سلام پھیرا' پھر اللہ اکبر کہا اور پہلے کی طرح یا اس سے لمبا سجدہ کیا' پھر سجدہ سے سر اٹھایا اور اللہ اکبر کہا' پھر اللہ اکبر کہا اور پہلے کی طرح یا اس سے لمبا سجدہ کیا' پھر آپ نے سر اٹھایا اور اللہ اکبر کہا' پس بعض اوقات لوگ ابن سیرین سے سوال کرتے: آیا پھر آپ نے سلام پھیر دیا (یا پہلے سلام پر اکتفاء کیا)؟ ابن سیرین نے کہا: مجھے یہ خبر دی گئی ہے کہ حضرت عمران بن حصین نے کہا: پھر آپ نے سلام پھیر دیا تھا۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) اسحاق بن منصور بن بہرام (۲) النضر بن شمیل (۳) عبداللہ بن عون (۴) محمد بن سیرین (۵) حضرت ابوہریرہ۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۸۲)

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس طرح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد میں تشبیک کی اور جب مسجد میں تشبیک جائز ہے تو دوسری جگہ بہ طریق اولیٰ جائز ہے' اور جن وجوہ سے آپ نے تشبیک سے منع فرمایا ہے' یہ ان وجوہ سے نہیں ہے۔

''العشی'' کا معنی اور اس قصہ میں نماز کی تعیین

اس حدیث میں ہے کہ آپ نے ''صلوٰۃ العشی'' میں ایک نماز پڑھائی اور سنن ابوداؤد: ۱۰۰۸ میں اس کی تفسیر یہ ہے کہ وہ ظہر یا عصر کی کوئی ایک نماز تھی' اور سنن ابوداؤد: ۱۰۱۴ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے ظہر کی نماز دو رکعت پڑھی' پھر سلام پھیر دیا' پھر آپ سے کہا گیا کہ کیا نماز کی مقدار کم ہوگئی ہے تو آپ نے دو رکعت نماز اور پڑھی' پھر (سہو کے) دو سجدے کیے۔
اس طرح اس قصہ میں صحیح البخاری: ۱۰۵۱ میں ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ظہر کی نماز دو رکعت پڑھی' پھر سلام پھیر دیا' ان حدیثوں سے یہ متعین ہوگیا کہ یہ واقعہ ظہر کی نماز کا تھا۔

حضرت ذوالیدین کا تذکرہ

حضرت ذوالیدین کا نام خرباق بن عبد عمرو اسلمی تھا' اس کو ذوالشمالین بھی کہا جاتا تھا' یہ ان کا لقب تھا' ان کے ہاتھ لمبے تھے اور یہ دونوں ہاتھوں سے کام کرتے تھے' ابن الاثیر نے کہا ہے کہ ذوالشمالین ایک اور صحابی تھے' وہ خزاعی تھے اور بنو زہرہ کے حلیف تھے' ان کو جنگ بدر میں شہید کر دیا گیا تھا' قاضی عیاض نے لکھا ہے: ان کا نام عمیر بن عبد عمرو تھا اور یہ خزاعی تھے' علامہ عینی نے کہا ہے کہ صحیح یہی ہے کہ ذوالیدین اور ذوالشمالین' حضرت خرباق کے دو لقب تھے' کیونکہ امام نسائی نے اس قصہ میں ذوالیدین اور ذوالشمالین دونوں کا ذکر کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۸۹۔۳۸۷ ملخصا)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نہ میں بھولا ہوں نہ نماز میں تقصیر کی گئی ہے' اس کلام کے صادق ہونے پر ایک اشکال کا جواب

اس حدیث میں ہے کہ نہ میں بھولا ہوں نہ نماز میں تقصیر کی گئی ہے۔
ایک روایت میں ہے کہ حضرت ذوالیدین نے کہا: آیا نماز کی مقدار کم ہوگئی ہے یارسول اللہ! یا آپ بھول گئے ہیں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ان میں سے کچھ نہیں ہوا' تو حضرت ذوالیدین نے کہا: یارسول اللہ! ان میں سے کچھ تو ہوگیا ہے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور پوچھا: کیا ذوالیدین نے سچ کہا ہے؟ لوگوں نے کہا: جی ہاں! یارسول اللہ!' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے باقی نماز پوری کی اور سلام پھیرنے کے بعد سہو کے دو سجدے کیے۔
(صحیح مسلم: ۵۷۳' الرقم المسلسل: ۱۲۶۷' سنن ابوداؤد: ۱۰۰۸' سنن ترمذی: ۳۹۹)

اس حدیث پر یہ اشکال ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ کلام کیسے صادق ہوگا کہ نہ میں بھولا ہوں نہ نماز میں تقصیر کی گئی ہے کیونکہ واقع میں ایک بات تو ضرور ہوگئی تھی یا آپ بھول گئے تھے یا نماز کم کر دی گئی تھی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کے ارشاد کا محمل یہ ہے کہ اپنے ظن اور گمان کے مطابق نہ میں بھولا ہوں اور نہ نماز میں کمی کی گئی ہے' کیونکہ آپ کا ظن یہی تھا کہ آپ نے چار رکعت نماز پڑھی ہے اور آپ کا یہ کلام آپ کے ظن میں واقع کے مطابق تھا' اس لیے آپ کا کلام صادق تھا' اگرچہ آپ کا ظن واقع کے مطابق نہ تھا اور اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے اور اسی لیے آپ نے سہو کے دو سجدے کیے' اسی طرح جتنی مرتبہ بھی آپ نے سہو کے سجدہ کیے' اپنے گمان میں آپ نے نماز درست پڑھی تھی لیکن واقع میں آپ کو سہو ہوگیا تھا۔

اس سلسلہ میں یہ احادیث ہیں:

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عصر کی نماز میں تین رکعت کے بعد سلام پھیر دیا تو ایک شخص آپ کی طرف کھڑا ہوا' جس کا نام خرباق تھا اور اس کے دونوں ہاتھ لمبے تھے' اس نے آپ سے کہا: یارسول اللہ! کیا نماز میں تقصیر کردی گئی ہے؟ آپ (اس عجیب اور خلاف معمول سوال پر) غصہ میں چادر گھسیٹتے ہوئے نکلے' پھر آپ نے پوچھا: کیا اس نے سچ کہا ہے؟ صحابہ نے کہا: جی ہاں! ' پھر آپ نے اس ایک رکعت کو پڑھا' پھر سلام پھیرا' پھر آپ نے سہو کے دو سجدے کیے' پھر سلام پھیرا۔ (صحیح مسلم: ۵۷۴' الرقم المسلسل: ۱۲۷۰' سنن ابوداؤد: ۱۰۱۸' سنن نسائی: ۱۲۳۶' سنن ابن ماجہ: ۱۲۱۵)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ظہر کی پانچ رکعت پڑھیں' آپ سے کہا گیا: کیا نماز کی رکعات میں اضافہ کر دیا گیا ہے؟ آپ نے پوچھا: اس سوال کا کیا سبب ہے؟ کسی نے کہا: آپ نے پانچ رکعات پڑھی ہیں' آپ نے سلام پھیرنے کے بعد سہو کے دو سجدے کیے۔

(صحیح البخاری: ۴۰۴' صحیح مسلم: ۵۷۲' سنن ابوداؤد: ۱۰۱۹' سنن ترمذی: ۳۹۲' سنن نسائی: ۱۲۵۳' سنن ابن ماجہ: ۱۲۰۵' مسند احمد ج ۱ ص ۳۷۶)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سجدہ ہائے سہو کرنے کی توجیہات

احادیث میں تین سجدہ ہائے سہو کے واقعات ہیں۔ صحیح البخاری: ۴۰۴ میں ہے کہ آپ نے ظہر کی پانچ رکعت پڑھا دیں' صحیح البخاری: ۱۰۵۱ میں ہے کہ آپ نے ظہر کی دو رکعت پڑھا دیں' اور صحیح مسلم: ۵۷۴ میں ہے کہ آپ نے عصر کی نماز کی تین رکعت پڑھا دیں۔ سہو کے یہ کل تین واقعات ہیں' بعض منکرین کمالِ نبوت پر اعتراض کرتے ہیں کہ دیکھئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی سہو ہو جاتا تھا' اس کا جواب یہ ہے کہ بالفرض اگر آپ کو نمازوں میں سہو نہ ہوتا تو ہمیں جن نمازوں میں سہو ہوتا' ہماری وہ نمازیں کس کے دامن میں پناہ لیتیں' اور ہماری نمازیں کس طرح درست ہوتیں' آپ نے سہو واقع ہونے کے بعد سلام پھیر کر سہو کے دو سجدے کیے' پھر تشہد' درود اور دعا پڑھ کر دوبارہ سلام پھیر کر نماز مکمل کر دی تو ہمیں معلوم ہو گیا کہ اگر نماز میں واجب کے ترک یا فرض کی ادائیگی میں تاخیر ہو جائے تو اس طرح سجدہ سہو کرنے سے نماز درست ہو جاتی ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عملاً سہو نہ ہوتا اور آپ صرف زبانی ہم کو سجدہ سہو ادا کرنے کا طریقہ بتا دیتے' پھر بھی ہم کو اس کا علم ہو جاتا' اس اعتراض کے متعدد جوابات ہیں:

(۱) اس طرح ہمیں مسئلہ کا علم تو ہو جاتا لیکن سجدہ سہو ادا کرنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت پر عمل کرنے کا ہمیں اجر و ثواب نہ ملتا اور ہمیں سجدہ سہو کی ادائیگی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتداء اور اتباع نصیب نہ ہوتی۔

(۲) قرآن مجید میں ہے:

''لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ'' (الاحزاب: ۲۱) تحقیق یہ ہے کہ رسول اللہ میں تمہارے لیے عمدہ نمونہ ہے۔

اس آیت کا تقاضا یہ ہے کہ ہر شرعی عمل کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں بہترین عملی نمونہ ہے۔ اس لیے ضروری تھا کہ نماز میں سہو ہونے کی وجہ سے نماز کی اصلاح کے لیے بھی آپ کی زندگی میں عملی نمونہ ہوتا۔

نیز حدیث میں ہے:

امام مالک بیان کرتے ہیں کہ انہیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک میں ضرور بھولتا ہوں یا بھلا دیا جاتا ہوں تاکہ میں کسی عمل کو سنت بنا دوں۔ (موطأ امام مالک۔ کتاب السہو۔ حدیث: ۲۔ ج ۱ ص ۱۰۸' دار المعرفۃ' بیروت)

(۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب نمازوں میں سہو ہوا تو یہ معلوم ہو گیا کہ اتنے عظیم کمالات کے باوجود آپ بندہ اور بشر ہیں' خدا نہیں ہیں تا کہ آپ کے عظیم کمالات کو دیکھ کر آپ کے متعلق کوئی الوہیت کا عقیدہ نہ رکھ لے' جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں علم اور قدرت کے چند کمالات دیکھ کر ان کے بعض ماننے والوں نے ان کو خدا یا خدا کا بیٹا کہہ دیا' اور آپ کے کمالات تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کہیں زیادہ تھے۔

(۴) سہو کی حقیقت یہ ہے کہ ایک چیز سے توجہ ہٹ کر دوسری چیز کی طرف مبذول ہو جائے' جیسے نماز میں ہماری توجہ نماز کے افعال سے ہٹ کر دنیاوی کاموں کی طرف لگ جاتی ہے اور ہم کو پتا نہیں چلتا کہ ہم نے کتنی رکعت پڑھی ہیں' نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ نماز کے افعال کی طرف متوجہ رہتے تھے لیکن کبھی آپ کی توجہ نماز کے افعال سے ہٹ کر حسن الوہیت کی تجلیات کی طرف منعطف ہو جاتی تھی اور آپ تجلیاتِ ذات اور مطالعہ صفات میں اس طرح منہمک اور مستغرق ہو جاتے کہ نماز کی رکعات کی طرف آپ کی توجہ نہ رہتی اور آپ کو سہو ہو جاتا' اس سے معلوم ہوا کہ نماز میں ہمارا سہو دنیا میں ڈوب جانا ہے اور آپ کا سہو موا! میں کھو جانا ہے' ہمارا سہو نقص ہے اور آپ کا سہو عین کمال ہے۔

ان احادیث میں یہ تصریح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرنے کے بعد سہو کے دو سجدے کیے اور اس کے بعد نماز کا سلام پھیرا اور یہی احناف کا مذہب ہے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم :۱۱۸۹۔ ج ۲ ص ۱۴۹ پر مذکور ہے' وہاں اس حدیث کی شرح نہیں کی گئی' لیکن اس باب میں مذکور دیگر سجدہ ہائے سہو کی شرح کی گئی ہے اور ان کی شرح کے عنوان درج ذیل ہیں:

(۱) سجدہ سہو میں مذاہب ائمہ اور ترجیح (۲) مذہب احناف (۳) شک کی صورت میں نماز کی ادائیگی (۴) خصائص مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم (۵) بشریت (۶) مثلیت (۷) آپ کا نسیان (۸) پانچ رکعات کی تصحیح۔

۸۹ - بَابُ الْمَسَاجِدِ الَّتِيْ عَلٰى طُرُقِ الْمَدِيْنَةِ ' وَالْمَوَاضِعِ الَّتِيْ صَلّٰى فِيْهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

وہ مساجد جو مدینہ منورہ کے راستہ پر ہیں اور وہ جگہیں جہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی

اس باب میں ان مساجد کا بیان کیا گیا ہے جو مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ کے درمیان راستہ میں ہیں اور جن جگہوں پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی ہے۔

۴۸۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبِیْ بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا فُضَيْلُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنَا مُوْسَى ابْنُ عُقْبَةَ قَالَ رَاَيْتُ سَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يَتَحَرّٰى اَمَاكِنَ مِنَ الطَّرِيْقِ فَيُصَلِّيْ فِيْهَا ' وَيُحَدِّثُ اَنَّ اَبَاهُ كَانَ يُصَلِّيْ فِيْهَا' وَاَنَّهُ رَاَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ فِيْ تِلْكَ الْاَمْكِنَةِ . وَحَدَّثَنِيْ نَافِعٌ' عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهُ كَانَ يُصَلِّيْ فِيْ تِلْكَ الْاَمْكِنَةِ . وَسَاَلْتُ سَالِمًا' فَلَا اَعْلَمُهُ اِلَّا وَافَقَ نَافِعًا فِي الْاَمْكِنَةِ كُلِّهَا ' اِلَّا اَنَّهُمَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن ابی بکر المقدمی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں فضیل بن سلیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں موسیٰ بن عقبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے سالم بن عبد اللہ کو دیکھا' وہ راستہ میں جگہوں کو تلاش کر رہے تھے تا کہ ان میں نماز پڑھیں اور وہ حدیث بیان کر رہے تھے کہ ان کے والد ان جگہوں میں نماز پڑھتے تھے' بے شک جن جگہوں پر انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تھا۔ وہ کہتے تھے: مجھے نافع نے حدیث بیان کی از حضرت ابن

اخْتَلَفَا فِي مَسْجِدٍ بِشَرَفِ الرَّوْحَاءِ.

[اطراف الحدیث: ۱۵۳۵-۲۳۳۶-۷۳۴۵]

عمر رضی اللہ عنہما کہ وہ ان جگہوں میں نماز پڑھتے تھے اور میں نے سالم سے سوال کیا تو انہوں نے ان تمام جگہوں میں نافع کی موافقت کی مگر ان دونوں کا شرف الروحاء کی مسجد میں اختلاف تھا۔

اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں۔

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس جملہ میں ہے: سالم بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنے والد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو ان جگہوں پر نماز پڑھتے ہوئے دیکھا' جن جگہوں پر انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تھا۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن ابی بکر بن علی بن عطاء بن مقدم البصری' یہ ۲۳۴ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) فضیل بن سلیمان النمیری (۳) موسیٰ بن عقبہ (۴) سالم بن عبداللہ بن عمر بن الخطاب (۵) نافع' حضرت عبداللہ بن عمر کے آزاد کردہ غلام (۶) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۹۴)

شرف الروحاء کی تعیین اور اس وادی کی فضیلت میں احادیث

شرف الروحاء ایک بلند جگہ ہے' یہ قبیلہ مُزینہ کی بستی ہے' جو مدینہ منورہ سے دو راتوں کی مسافت کے فاصلہ پر ہے' مدینہ منورہ اور اس بستی کے درمیان ۴۱ میل کا فاصلہ ہے' اس فاصلہ کے متعلق اور بھی اقوال ہیں۔

اصحاب الزہری نے حنظلہ بن علی سے روایت کی ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے' آپ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! حضرت عیسیٰ علیہ السلام روحاء کی وادی میں ضرور حج یا عمرہ کرتے ہوئے گزریں گے اور متعدد لوگوں سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حضرت عیسیٰ اس مسجد میں پہنچے جو عرق الظبیہ کے پاس بطن الروحاء میں ہے اور یہ وادی جنت کی وادیوں میں سے ہے اور مجھ سے پہلے اس وادی میں ستر انبیاء علیہم السلام نے نماز پڑھی ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام ستر اسرائیلیوں کے ساتھ اس جگہ سے حج اور عمرہ کرتے ہوئے گزرے تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۹۵)

حدیث مذکور سے حافظ ابن حجر کا آثارِ صالحین سے برکت حاصل کرنے پر استدلال اور جس جگہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پڑھی ہو' اس جگہ نماز پڑھنے کا استحباب

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ان جگہوں سے برکت حاصل کرتے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع میں ان کا شدید لگاؤ بہت مشہور ہے۔

اس حدیث کے خلاف اس روایت سے معارضہ نہیں کیا جا سکتا' جس میں مذکور ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک سفر میں دیکھا کہ لوگ ایک جگہ پہنچنے میں ایک دوسرے پر سبقت کر رہے ہیں' حضرت عمر نے اس کا سبب معلوم کیا تو لوگوں نے بتایا: اس جگہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پڑھی ہے' حضرت عمر نے کہا: جس شخص نے نماز پڑھنی ہے وہ پڑھے ورنہ لوٹ جائے' اہل کتاب صرف اس لیے ہلاک ہو گئے تھے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے آثار کو تلاش کرتے تھے' پھر ان جگہوں پر گرجے اور معبد بنا لیتے تھے۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ اس روایت کا محمل یہ ہے کہ حضرت عمر نے نماز پڑھنے کے بغیر اس جگہ کی زیارت کرنے کو مکروہ جانا یا

ان کو یہ خطرہ ہوا کہ بعد کے لوگوں میں سے جس کو اس واقعہ کی حقیقت کا علم نہیں ہوگا' وہ اس جگہ کی زیارت کرنے کو واجب سمجھے گا' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ان دونوں باتوں سے مامون تھے' اس سے پہلے (یہ حدیث گزر چکی ہے' البخاری: ۴۲۵ کہ) حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ سوال کیا تھا کہ آپ ان کے گھر آ کر نماز پڑھیں تا کہ وہ اس جگہ کو اپنی نماز پڑھنے کی جگہ بنالیں اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی اس درخواست کو منظور فرمالیا' سو یہ حدیث بھی آثارِ صالحین سے برکت حاصل کرنے میں حجت اور قوی دلیل ہے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۱۱۸' دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ فتح الباری ج ۱ ص ۵۶۹' لاہور' ۱۴۰۱ھ)

شیخ عبدالعزیز بن باز کا حافظ ابن حجر عسقلانی پر ردّ کرنا اور جس جگہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پڑھی ہے' اس کے تلاش کرنے کو اور وہاں نماز پڑھنے کو غیر مشروع اور ذریعہ شرک بتانا

شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز نے فتح الباری کے اس مقام پر حاشیہ لکھ کر حافظ ابن حجر عسقلانی کا ردّ کیا ہے' وہ لکھتے ہیں:

یہ لکھنا خطاء ہے اور صحیح وہ ہے جو ہم اس سے پہلے لکھ چکے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غیر کو آپ پر قیاس نہیں کیا جاسکتا اور حق یہ ہے کہ حضرت عمر نے انبیاء علیہم السلام کے آثار کو تلاش کرنے سے منع کیا ہے اور شرک کے ذریعہ کو بند کیا ہے اور وہ اپنے بیٹے کی بہ نسبت اس چیز کو زیادہ جاننے والے تھے اور جمہور علماء نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے پر عمل کیا ہے اور حضرت عتبان بن مالک کی حدیث اس کے خلاف نہیں ہے کیونکہ حضرت عتبان نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کا قصد کیا تھا' اس کے برخلاف راستے میں جن جگہوں پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نمازیں پڑھی تھیں' ان کو تلاش کرنا اور ان پر نماز پڑھنا غیر مشروع اور ناجائز ہے اور جیسا کہ اس پر حضرت عمر کا فعل دلالت کرتا ہے' اور جو شخص یہ فعل کرے گا اس کا یہ فعل اس کو بسا اوقات غلو اور شرک کی طرف لے جائے گا' جیسا کہ اہل کتاب کا فعل تھا۔

(حاشیہ فتح الباری ج ۱ ص ۵۶۹' دار نشر الکتب الاسلامیہ' لاہور' ۱۴۰۱ھ)

مصنف کی طرف سے شیخ عبدالعزیز بن باز کی عبارت کا محاسبہ اور اس کی تردید

صحیح البخاری: ۴۲۵ کی شرح میں ہم شیخ بن باز کی عبارت پر مفصل ردّ کر چکے ہیں' یہاں پر ہم یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ حافظ ابن حجر اور علامہ عینی وغیرہ نے حضرت عمر سے جو یہ نقل پیش کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے راستہ میں جن جگہوں پر نماز پڑھی تھی' ان جگہوں کے تلاش کرنے کو حضرت عمر نے پسند نہیں فرمایا اور یہ کہا کہ اہل کتاب صرف اس لیے ہلاک ہوئے تھے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے آثار کو تلاش کرتے تھے' پھر ان جگہوں پر گرجے اور معبد بنالیتے تھے' سو حافظ ابن حجر اور علامہ عینی نے اس نقل کا کوئی حوالہ نہیں لکھا اور نہ یہ قول کسی صحیح سند سے ثابت ہے۔ اس کے برخلاف حضرت عمر کا جو قول صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے' وہ یہ ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے آثار کی تعظیم کرتے تھے اور ان آثار پر عبادت کرتے تھے اور ان کو نماز پڑھنے کی جگہ بناتے تھے' حدیث میں ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر نے کہا: میں نے اپنے رب کی تین چیزوں میں موافقت کی ہے' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اگر ہم مقام ابراہیم کو نماز پڑھنے کی جگہ بنالیں' تو یہ آیت نازل ہوگئی:

وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى. (البقرہ: ۱۲۵) اور تم مقام ابراہیم کو اپنے نماز پڑھنے کی جگہ بنالو۔

(صحیح البخاری: ۴۰۲)

مقام ابراہیم وہ پتھر ہے' جس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پیر کا نشان ہے' حضرت عمر نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ عرض کیا: یارسول اللہ! اگر ہم مقام ابراہیم کو نماز پڑھنے کی جگہ بنالیں؟ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ' انبیاء علیہم السلام کے آثار کی تعظیم کرتے تھے اور تمام امت مسلمہ سے اس مقام کی تعظیم کرانا چاہتے تھے۔ اس صحیح حدیث اور قرآن مجید کی اس آیت سے معلوم ہوا کہ

حضرت عمر کی طرف اس غیر مستند قول کی نسبت صحیح نہیں ہے کہ انہوں نے راستوں پر ان جگہوں کو تلاش کرنے اور وہاں نماز پڑھنے سے منع کیا' جہاں ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ نے اثناء سفر میں نمازیں پڑھی تھیں' جو شخص انبیاء علیہم السلام کی اس قدر تعظیم کا معتقد ہو کہ جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پیر کا نشان ہو' اس جگہ کو نماز پڑھنے کی جگہ بنالینے کی درخواست کرتا ہو' یہ کیوں کر ممکن ہے کہ وہ سید الانبیاء کے نماز پڑھنے کی جگہ پر نماز پڑھنے اور اس جگہ کو تلاش کرنے سے منع کرے' لہٰذا صحیح بخاری کی اس حدیث اور قرآن مجید کی اس آیت کے معارض جن لوگوں نے بھی اس غیر مستند قول کو گھڑا ہے' وہ قطعاً باطل اور مردود ہے' یہ غیر مستند قول صحیح بخاری اور قرآن مجید کی اس آیت سے معارضہ کی بالکل صلاحیت نہیں رکھتا۔

شیخ بن باز نے جو یہ کہا ہے کہ راستے میں جن جگہوں پر نبی ﷺ نے نمازیں پڑھی تھیں ان کو تلاش کرنا اور ان پر نمازیں پڑھنا غیر مشروع اور ناجائز ہے اور یہ عمل شرک کی طرف لے جاتا ہے تو کیا ان کے نزدیک حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے حرام کام کیا تھا اور اس حدیث کے ذریعہ قیامت تک کی امت کو حرام کام کی ترغیب دی اور شرک کا سبب بنے۔

اسی طرح حضرت عمر نے جو مقام ابراہیم کی تعظیم کے لیے اس کو نماز کی جگہ بنانے کی رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی تو کیا وہ بھی حرام کے مرتکب ہوئے اور رسول اللہ ﷺ نے ان کو اس حرام کام سے منع کیوں نہیں کیا' پھر شیخ بن باز کے نزدیک رسول اللہ ﷺ پر کیا حکم عائد ہوگا کیونکہ آپ نے اس کو برقرار رکھا اور آج تک امت مسلمہ مقام ابراہیم کے قریب نمازیں پڑھ رہی ہے اور اس کو اپنی سعادت گردانتی ہے اور قرآن کی آیت' البقرہ: ۱۲۵ کے متعلق وہ کیا کہیں گے۔

اور جہاں تک آثارِ صالحین سے برکت حاصل کرنے اور اس کے قرب میں مسجد بنانے کا تعلق ہے تو ہم اس سے پہلے صحیح البخاری: ۴۲۵ کی شرح میں بہت تفصیل سے لکھ چکے ہیں۔

مزید وضاحت کے لیے ہم مشاہیر علماء دیوبند کے چند حوالہ جات پیش کر رہے ہیں کہ مسجد کے قریب صالحین کا مزار بنانا کوئی نیا طریقہ اور بدعت نہیں ہے بلکہ صدیوں سے سَلَف اور خَلَف کا معمول چلا آرہا ہے۔

مساجد کے احاطہ میں صالحین کے مزار بنانے پر شیخ محمد تقی عثمانی کی شہادت

شیخ محمد تقی عثمانی اپنے سفرنامہ میں بغداد کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

جدید شہر کے مختلف علاقے یکے بعد دیگرے گزرتے چلے گئے' یہاں تک کہ کار شہر کے قدیم حصے میں داخل ہوگئی' اور گلی کوچوں سے عہدِ گزشتہ کی بُو باس آنے لگی۔ تھوڑی دیر میں گاڑی ایک نیم پختہ سڑک کے کنارے رک گئی۔ یہاں ایک عالی شان مسجد کی دیوار نظر آئی' برابر میں ایک گلی تھی' اور مسجد کا دروازہ گلی میں کھلتا تھا۔ دروازہ قدیم شاہی عمارتوں کی طرح بڑا پُرشکوہ تھا۔ یہ حضرت شیخ عبدالقادر گیلانی قدس سرہٗ کی مسجد اور ان کا مدرسہ تھا' جس کے ایک حصہ میں حضرت شیخ رحمہ اللہ خود بھی آسودہ ہیں۔

یہ مسجد یہاں حضرت شیخ رحمہ اللہ کے زمانے ہی سے قائم ہے اور اسی کی دیوارِ قبلہ کے پیچھے حضرت شیخ رحمہ اللہ کا مزار مبارک ہے۔ وہاں حاضری کی سعادت نصیب ہوئی۔ (جہاں دیدہ ص ۱۹' مکتبہ معارف القرآن' کراچی' ۱۴۲۶ھ)

حضرت موسیٰ الکاظم رحمۃ اللہ علیہ کے مزار ہی کے احاطے میں جنوبی جانب ایک مسجد جامع ابی یوسف رحمہ اللہ کے نام سے بنی ہوئی ہے۔ اسی مسجد کے ایک حصے میں حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا مزار ہے۔ حضرت موسیٰ کاظم رحمۃ اللہ علیہ کے بعد یہاں حاضری ہوئی۔ (جہاں دیدہ ص ۳۶)

حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے مزار سے نکلے تو سورج ڈھلنے کے قریب تھا' اور اب دل میں شدید اشتیاق حضرت امام

ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حاضری کا تھا' جو یہاں سے کافی دُور واقع ہے' لیکن ہمارے ڈرائیور نے جو صرف ڈرائیونگ نہیں بلکہ مہمان نوازی کے فرائض بھی بڑے خلوص و محبت کے ساتھ انجام دے رہا تھا' مغرب کے وقت جامع الامام الاعظم رحمہ اللہ میں پہنچا دیا۔

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مزارِ مبارک کی وجہ سے یہ پورا علاقہ ''اعظمیہ'' کے نام سے مشہور ہے۔ اب تو یہ شہر کا خاصا بارونق علاقہ ہے' لیکن حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے عہدِ مبارک میں یہ ایک قبرستان تھا' اور چونکہ خلیفہ کی کنیز ''خیزران'' یہاں دفن ہوئی تھی' اس لیے مقبرۃ الخیزران کے نام سے مشہور تھا۔ خطیب نے تاریخِ بغداد میں لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سیرت کے مشہور راوی محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی قبرستان میں مدفون ہیں' لیکن اب دوسری قبریں تو بے نشان ہو چکی ہیں اور ان کی جگہ آبادی نے لے لی ہے' البتہ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا مزار ابھی باقی ہے' اور اس کے قریب ایک شاندار مسجد'' جامع الامام ابی حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ'' کے نام سے تعمیر کر دی گئی ہے۔ (جہاں دیدہ ص ۴۰)

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار ہمیشہ مرجع خاص و عام رہا بلکہ خطیب بغدادی اپنی سند سے امام شافعی کا یہ قول روایت کرتے ہیں کہ میں امام ابوحنیفہ سے برکت حاصل کرنے کے لیے روزانہ ان کی قبر پر جاتا ہوں' اور جب بھی مجھے کوئی ضرورت لاحق ہوتی ہے' میں دو رکعتیں پڑھ کر ان کی قبر پر حاضر ہوتا ہوں' اور وہاں اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت کا سوال کرتا ہوں' اللہ تعالیٰ میری حاجت جلد پوری فرما دیتے ہیں۔ حضرت امام صاحب کی قبر پر بیٹھ کر ایسا سکون محسوس ہوا جیسا بچہ ماں کی آغوش میں بیٹھ کر سکون محسوس کرتا ہے۔ (جہاں دیدہ ص ۴۳۔ ۴۲)

مدائن کے تذکرہ میں شیخ محمد تقی عثمانی لکھتے ہیں:

مدائن میں داخل ہو کر سب سے پہلے ایک جامع مسجد آتی ہے' اس جامع مسجد کے احاطے میں تین صحابہ کرام (رضوان اللہ علیہم) مدفون ہیں: حضرت سلمان فارسی' حضرت حذیفہ بن یمان اور حضرت عبد اللہ بن جابر رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ ان تینوں مزارات پر حاضر ہو کر سلام کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ (جہاں دیدہ ص ۴۸۔ ۴۷)

صالحین کے قرب میں مسجد بنانے پر سید احمد رضا بجنوری کی شہادت

مسجد بہ جوارِ صالحین کے عنوان سے سید احمد رضا بجنوری لکھتے ہیں:

یہاں یہ مسئلہ بھی لائق ذکر ہے کہ مقابر کے اندر یا قبورِ صالحین کے پاس مسجد بنانا کیسا ہے؟ نجدی حضرات نے تو حرمین شریفین کے پختہ مزارات صحابہ و تابعین کا انہدام کیا تھا تو جن مزارات کے ساتھ مساجد تھیں' وہ بھی منہدم کرا دی تھیں' حالانکہ اکابر اہل سنت (یعنی علماء دیو بند۔ سعیدی غفرلہٗ) نے اگرچہ مزارات پختہ بنانے کو ناجائز قرار دیا مگر جو بن گئے تھے' ان کا انہدام بھی کبھی پسند نہیں کیا تھا' کیونکہ اس سے بھی مقبورین کی توہین ہوتی ہے اور اس اہانت سے بچنا چاہیے تھا' تاہم انہدام مساجد کی تو کوئی بھی شرعی معقولیت نہ تھی' لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کے علماء و عوام نے ان مساجد کو مقابر کی مساجد قرار دیا۔ حافظ نے لکھا کہ امام احمد و اہل ظاہر مقبرہ میں نماز کو ناجائز فرماتے ہیں' کیونکہ ایک حدیث میں ہے کہ مقبرہ اور حمام نماز کی جگہ نہیں ہے' امام احمد وغیرہ نے اس کے ظاہر پر عمل کیا اور دوسرے اس کی علت نکال کر اس پر مدار رکھتے ہیں' مثلاً امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مقبرے میں اگر قبریں ٹوٹی پھوٹی یا اُدھڑی پڑی ہوں اور مقبورین کے لحم و شحم خون و پیپ وہاں کی مٹی میں مل گیا ہو تو ایسے مقبرہ میں نماز نہ پڑھی جائے اور اگر پاک صاف جگہ ہو تو نماز جائز بلا کراہت ہے' امام مالک بھی مقبرے میں نماز بلا کراہت جائز فرماتے ہیں' امام ابوحنیفہ' ثوری و اوزاعی کراہت کے قائل ہیں'

بوجہ نجاست وغیرہ۔

علامہ بیضاوی نے لکھا کہ یہود ونصاریٰ قبورِ انبیاء علیہم السلام کو سجدہ تعظیمی کرتے اور ان کو قبلہ بناتے تھے کہ نماز بھی ان ہی کی طرف کو پڑھتے تھے اس لیے ان پر لعنت کی گئی لیکن اگر کسی صالح کے قرب میں محض برکت کے خیال سے مسجد بنائی جائے تو وعید میں داخل نہ ہو گی غرض ممانعت صرف اس ڈر سے ہے کہ قبر کو وثن و بت نہ بنالیا جائے لیکن اس سے امن واطمینان ہو تو کوئی ممانعت نہ ہو گی البتہ بعض لوگوں نے سد ذرائع کے طور پر روکا ہے تو یہ بھی معقول وجہ ہے۔(فتح الباری بحوالہ فتح الملہم ج ۲ ص ۱۲۱) علامہ ابن حزم نے پانچ صحابہ سے "ممانعت صلوٰۃ عند القبر" نقل کی ہے اور پھر یہ بھی دعویٰ کیا کہ اس کے خلاف کسی صحابی سے ثابت نہیں ہے حالانکہ علامہ خطابی نے معالم السنن میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے "رخصت صلوٰۃ فی المقبرہ" نقل کی ہے اور حسن بصری نے بھی مقبرہ میں نماز پڑھی ہے۔(فتح الملہم ج ۲ ص ۱۲۱) حضرت ابن جریج کہتے ہیں کہ میں نے حضرت نافع سے پوچھا کہ ابن عمر وسط قبور میں نماز کو مکروہ سمجھتے تھے؟ انہوں نے کہا کہ ہم نے خود حضرت عائشہ و حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہما کی نماز جنازہ بقیع کے قبرستان میں پڑھی ہے حضرت ابوہریرہ امام تھے اور مقتدی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما وغیرہ تھے۔(اوجز ج ۲ ص ۲۱۱ از سنن بیہقی ج ۲ ص ۴۳۵)

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ علامہ طیبی رحمہ اللہ نے فرمایا: جو شخص کسی صالح کے جوار میں مسجد بنائے اس طرح کہ اس کی قبر مسجد سے باہر رہے اور مقصد اس کے قرب سے برکت حاصل کرنا ہو اس کی تعظیم یا اس کی طرف رخ کرنا نہ ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں بلکہ اس سے نفع کی بھی امید ہے۔(فیض الباری ج ۲ ص ۴۲)

راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ جس طرح دہلی میں حضرت خواجہ باقی باللہ کے مقبرہ میں مسجد ہے یا حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کے قبور سے متصل مسجد ہے یا سر ہند شریف و دیگر مقامات میں اولیاء عظام کے قرب میں مساجد بنی ہوئی ہیں وہ سب جواز بلا کراہت کے تحت ہیں اور ان کے اندر نماز بھی بلا کراہت جائز ہے۔(اسی طرح داتا گنج بخش حضرت علی ہجویری کے مزار کے قرب میں مسجد ہے اور لاہور میں ایسی کئی مساجد ہیں۔سعیدی غفرلہٗ)

چونکہ جامع صغیر کے حوالہ سے سُترہ کے ساتھ نماز میں عند الحنفیہ کسی قسم کی بھی کراہت نہیں ہے چونکہ ایک زمانہ میں علامہ ابن تیمیہ وغیرہ کے تشددات کا اثر دور دور تک پھیلا تھا تو خیال ہوتا ہے کہ اس کے اثرات ہندوستان میں بھی آئے تھے اور بعض مسائل میں ہمارے اکابر کا تشدد بھی شاید اسی کے تحت ہوا ہو چنانچہ یہ بھی نقل ہوا کہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمہ اللہ نے جو مسجد شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ کے مزار پر بنوائی ہے اس کو شاہ اسحٰق صاحب اچھا نہ جانتے تھے کیونکہ وہ فرماتے تھے کہ قبرستان میں مسجد نہیں بنوانا چاہیے اور استدلال میں یہی بخاری والی حدیث پیش کرتے تھے جس کی یہ تشریح چل رہی ہے اور اسی لیے شاہ اسحٰق صاحب اس مسجد میں کبھی نماز نہ پڑھتے الا نادراً ایک مرتبہ قبروں پر مسجد بنانے کے متعلق کسی نے آپ سے پوچھا تو فرمایا کہ نہ چاہیے اس نے کہا کہ پھر آپ کے نانا نے کیوں بنوائی ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ یہ ان سے پوچھو میرا مسلک یہی ہے۔(ارواح ثلاثہ ص ۹۰)

ایسا ہی ایک واقعہ ص ۳۴ پر بھی ہے وغیرہ جس سے حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ کے مسلک میں توسع اور شاہ اسحٰق صاحب کے مزاج میں تشدد ثابت ہوتا ہے اور حضرت شاہ اسماعیل صاحب رحمہ اللہ کے مزاج میں بھی غیر معمولی تشدد تھا حضرت شاہ اسحٰق رحمہ اللہ نے "اربعین" و "مائۃ مسائل" میں بھی شیخ عبدالحق محدث دہلوی حضرت شاہ ولی اللہ اور حضرت شاہ عبدالعزیز کے خلاف رائے و تشدد مسئلہ استمداد قبور وغیرہ میں اختیار کیا ہے اور ہمارے حضرت علامہ کشمیری رحمہ اللہ کی رائے میں توسع اور عدم تشدد ان کے رسالہ "تحلیل الذبائح فی حریم الضرائح" سے ثابت ہے جو کشمیر سے شائع ہوا تھا اور احقر کے پاس ہے۔ میں کہتا ہوں کہ جن مسائل میں حنفی

مسلک پر گنجائش نکل سکتی ہو ان میں تشدد مناسب نہیں اور اس بارے میں شاہ عبدالعزیز صاحب رحمہ اللہ کا اعتدال ہمارے لیے اسوہ بنے تو اچھا ہے۔ واللّٰہ المسؤل ان یوفقنا لما یحب ویرضاہ۔ (انوار الباری ج ۱۴ ص ۳۸۔۷ ۳٬ ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز کی جگہوں اور آپ کے آثار سے برکت حاصل کرنے پر شیخ گنگوہی اور شیخ کاندھلوی کی شہادت

شیخ رشید احمد گنگوہی متوفی ۱۳۲۳ھ حدیث مذکور کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس حدیث کو لانے سے یہ قصد کیا ہے کہ ان جگہوں کو بیان کریں جہاں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ کی طرف جاتے ہوئے اور واپس آتے ہوئے ٹھہرتے تھے تاکہ وہاں نماز پڑھ کر اور دعا مانگ کر برکت حاصل کی جائے۔

(لامع الدراری ج ۱ ص ۱۹۱٬ ایچ۔ ایم۔ سعید کمپنی کراچی)

شیخ محمد زکریا کاندھلوی اس کے حاشیہ پر لکھتے ہیں:

قاضی عیاض نے الشفاء میں لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم میں سے یہ ہے کہ آپ کے تمام مشاہد اور مکہ اور مدینہ کی تمام جگہوں اور جہاں آپ نے عبادت کی ہے اس کی تعظیم کی جائے اور جن چیزوں کو آپ نے چھوا ہے ان کی بھی تعظیم کی جائے۔ صفیہ بنت نجدہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت ابومحذورہ کے سر کے اگلے حصہ کے بال بہت لمبے تھے جو زمین تک لٹکتے تھے۔ ان سے کہا گیا کہ آپ ان بالوں کو مونڈ کیوں نہیں دیتے' انہوں نے بتایا کہ ان بالوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ہاتھوں سے چھوا تھا اور جن بالوں پر آپ کا مبارک ہاتھ لگا تھا' میں ان کو مونڈ نہیں سکتا' اور روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر جہاں بیٹھتے تھے' حضرت ابن عمر اس جگہ اپنے ہاتھ لگا کر پھر اپنے ہاتھوں کو چومتے تھے۔ (الشفاء ج ۲ ص ۷ ۴٬ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

اس کے بعد شیخ کاندھلوی نے سنن ابوداؤد اور صحیح بخاری کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بلغم تھوکتے تو کوئی نہ کوئی صحابی اسے اپنے ہاتھوں پر لے کر اپنے چہرے اور بدن پر ملتا اور آپ کے وضوء سے بچے ہوئے پانی کو لینے کے لیے صحابہ ایک دوسرے پر جھپٹ پڑتے تھے (صحیح البخاری: ۲۷۳۲) اور حضرت ام سلمہ نے آپ کا ایک مبارک بال ایک ڈبیا میں رکھا ہوا تھا' اس ڈبیا کو پانی میں ڈال کر وہ پانی بیماروں کو پلاتی تھیں تو ان کو شفاء ہو جاتی تھی۔ (صحیح البخاری: ۵۸۹۶) صحابہ کرام اور بعد کے لوگوں سے آپ کے آثار سے برکت حاصل کرنے کے واقعات اس قدر کثیر ہیں' جو شمار سے باہر ہیں۔

(حاشیہ لامع الدراری ج ۱ ص ۱۹۱٬ ایچ۔ ایم سعید کمپنی' کراچی)

شیخ کشمیری کا حضرت ابن عمر کے عمل کو مستحسن قرار دینا

شیخ محمد انور کشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اثناء سفر میں جن جگہوں پر نمازیں پڑھی تھیں' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ان میں سے بعض جگہوں پر مساجد بنالی تھیں تاکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آثار باقی رہیں' آپ کا مدینہ سے مکہ کا سفر سات ایام پر مشتمل تھا' اور جن جگہوں پر آپ نے نماز پڑھی ان کی تعداد ۳۵ ہے' ابن تیمیہ نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جو کام اتفاقاً صادر ہوئے' ان میں بھی آپ کی اتباع کرنا اس وقت حسن ہے' جب وہ کام اتفاقاً یعنی بغیر قصد کے کیے جائیں لیکن جب کوئی شخص تلاش کر کے اور غور و فکر سے وہ کام کرے تو اس کو ابن تیمیہ اچھا نہیں جانتے۔ (جیسے حضرت ابن عمر نے ان جگہوں کو تلاش کر کے وہاں نماز پڑھی۔ سعیدی غفرلہ) شیخ کشمیری لکھتے ہیں: لیکن میرے نزدیک ان کاموں میں بھی آپ کی اتباع کرنا باعث اجر ہے' جیسے وادی محصب میں نماز پڑھنا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس جگہ

نماز پڑھی تھی' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما وہاں نماز پڑھنے کو سنت کہتے تھے۔ (فیض الباری ج ۲ ص ۷۶ 'ملخصاً' مطبعہ حجازی' قاہرہ ۱۳۵۷ھ)

٤٨٤ - حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا اَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ اَخْبَرَهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانَ يَنْزِلُ بِذِى الْحُلَيْفَةِ حِيْنَ يَعْتَمِرُ، وَفِى حَجَّتِهٖ حِيْنَ حَجَّ، تَحْتَ سَمُرَةٍ، فِى مَوْضِعِ الْمَسْجِدِ الَّذِى بِذِى الْحُلَيْفَةِ، وَكَانَ اِذَا رَجَعَ مِنْ غَزْوٍ، كَانَ فِى تِلْكَ الطَّرِيْقِ، اَوْ فِى حَجٍّ اَوْ عُمْرَةٍ، هَبَطَ مِنْ بَطْنِ وَادٍ، فَاِذَا ظَهَرَ مِنْ بَطْنِ وَادٍ اَنَاخَ بِالْبَطْحَاءِ الَّتِى عَلٰى شَفِيْرِ الْوَادِى الشَّرْقِيَّةِ، فَعَرَّسَ ثَمَّ حَتّٰى يُصْبِحَ، لَيْسَ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الَّذِى بِحِجَارَةٍ، وَلَا عَلَى الْاَكَمَةِ الَّتِى عَلَيْهَا الْمَسْجِدُ، كَانَ ثَمَّ خَلِيْجٌ يُصَلِّى عَبْدُ اللّٰهِ عِنْدَهٗ، فِى بَطْنِهٖ كُثُبٌ، كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَمَّ يُصَلِّى، فَدَحَا السَّيْلُ فِيْهِ بِالْبَطْحَاءِ، حَتّٰى دَفَنَ ذٰلِكَ الْمَكَانَ الَّذِى كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ يُصَلِّى فِيْهِ. [اطراف الحدیث: ۱۵۳۲-۱۵۳۳-۱۷۹۹]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں انس بن عیاض نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں موسیٰ بن عقبہ نے حدیث بیان کی از نافع کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ان کو خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب عمرہ کرتے تھے اور جب آپ نے حج کیا تو آپ ذوالحلیفہ میں ببول کے درخت کے نیچے اترتے تھے' اس مسجد کی جگہ میں جو ذوالحلیفہ میں ہے اور جب آپ کسی غزوہ سے لوٹتے اور راستہ میں ذوالحلیفہ سے ہو کر گزرتے یا حج یا عمرہ سے واپسی ہو رہی ہوتی تو وادی عقیق کے نشیبی علاقے میں اترتے' پھر جب وادی کے نشیب سے اوپر آتے تو وادی کے بالائی کنارے بطحاء کے اس مشرقی حصہ پر اونٹنی بٹھاتے' جہاں کنکریوں اور ریت کا کشادہ نالہ ہے' یہاں آپ رات کے آخری حصہ سے صبح تک آرام فرماتے تھے' اس وقت آپ اس مسجد کے قریب نہیں ہوتے تھے جو پتھروں کی ہے اور آپ اس ٹیلے پر بھی نہیں ہوتے تھے' جس پر مسجد بنی ہوئی ہے' وہاں ایک گہرا نالہ تھا' حضرت عبداللہ وہیں نماز پڑھتے تھے' اس کے نشیب میں ریت کے کافی ٹیلے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہیں نماز پڑھتے تھے' کنکریوں اور ریت کے کشادہ نالہ کی طرف' سیلاب نے اس جگہ کے آثار و نشانات کو مٹا دیا' جہاں حضرت عبداللہ بن عمر نماز پڑھا کرتے تھے۔

''ذوالحلیفه' سمرة' بطحاء' شفیر' اکمه' خلیج'' اور ''کثب'' کے معانی

حدیث مذکور میں ''ذوالحلیفه'' کا لفظ ہے' یہ اہل مدینہ کا میقات ہے' یہ مدینہ سے چار میل کے فاصلہ پر ہے اور مکہ سے ۱۹۸ میل کے فاصلہ پر ہے' اور اس میں ''سمرة'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: ببول کا درخت' اس درخت میں کانٹے ہوتے ہیں' اور اس میں ''بطحاء'' کا لفظ ہے' جس زمین پر ریت اور بجری پھیلی ہوئی ہو' اس کو بطحاء کہتے ہیں' اور اس میں ''شفیر'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: کنارہ' اور اس میں ''اکمه'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: ٹیلہ' اور اس میں ''خلیج'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: کھاڑی' سمندر کا پانی کسی نالہ میں جمع ہو جائے تو اس کو ''خلیج'' کہتے ہیں۔ ''کثب'' ''کثیبة'' کی جمع ہے' اس کا معنی ہے: ریت کا ٹیلہ۔

٤٨٥ - وَاَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ حَدَّثَهٗ اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى حَيْثُ الْمَسْجِدُ الصَّغِيْرُ الَّذِى دُوْنَ الْمَسْجِدِ الَّذِى بِشَرَفِ الرَّوْحَاءِ، وَقَدْ

اور حضرت عبداللہ بن عمر نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جگہ نماز پڑھی' جہاں اب شرف الروحاء والی مسجد کے قریب ایک چھوٹی سی مسجد ہے' اور حضرت عبداللہ بن عمر اس جگہ کی علامت بتاتے

كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ يَعْلَمُ الْمَكَانَ الَّذِى كَانَ صَلَّى فِيهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، يَقُوْلُ ثَمَّ عَنْ يَمِيْنِكَ ، حِيْنَ تَقُوْمُ فِى الْمَسْجِدِ تُصَلِّيْ ، وَذٰلِكَ الْمَسْجِدُ عَلٰى حَافَّةِ الطَّرِيْقِ الْيُمْنٰى ، وَاَنْتَ ذَاهِبٌ اِلٰى مَكَّةَ ، بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْمَسْجِدِ الْاَكْبَرِ رَمْيَةٌ بِحَجَرٍ ، اَوْ نَحْوُ ذٰلِكَ.

تھے جہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی تھی وہ کہتے تھے کہ یہاں تمہاری دائیں جانب جب تم مسجد میں (قبلہ کی طرف) نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہوتے ہو جب تم مدینہ سے مکہ جاؤ تو یہ چھوٹی مسجد راستے کے دائیں جانب پڑتی ہے اس کے اور بڑی مسجد کے درمیان پتھر پھینکنے کی مقدار یا اسی کے قریب قریب فاصلہ ہے۔

''حیث'' اور ''جنب'' کا معنی' شرف الروحاء کا محل وقوع' ''یُعْلِم'' اور ''حافة الطريق'' کا معنی

اس حدیث میں ''حيث المسجد الصغير'' ہے اس کا معنی ہے: جہاں چھوٹی مسجد ہے ایک روایت میں ''جنب المسجد الصغير'' ہے یعنی چھوٹی مسجد کے پہلو میں اور اس میں ''شرف الروحاء'' کا لفظ ہے یہ ایک بستی ہے جو مدینہ منورہ سے دو راتوں کی مسافت پر ہے اور جو شخص مکہ کی طرف جا رہا ہو اس کے لیے یہاں آخری مسجد ہے اور مسجد اوسط اس وادی میں ہے جو اب وادی بنو سالم کے نام سے معروف ہے اور اس میں ''يُعْلِم'' کا لفظ ہے یہ علامت سے یا علم سے ماخوذ ہے یعنی حضرت عبد اللہ بن عمر اس کی علامت بتاتے تھے یا اس کی خبر دیتے تھے اور اس میں ''حافة الطريق'' کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: راستے کی جانب۔

٤٨٦ - وَاَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يُصَلِّيْ اِلَى الْعِرْقِ الَّذِىْ عِنْدَ مُنْصَرَفِ الرَّوْحَاءِ ، وَذٰلِكَ الْعِرْقُ انْتِهَاءُ طَرَفِهِ عَلٰى حَافَّةِ الطَّرِيْقِ ، دُوْنَ الْمَسْجِدِ الَّذِىْ بَيْنَهُ وَ بَيْنَ الْمُنْصَرَفِ ، وَاَنْتَ ذَاهِبٌ اِلٰى مَكَّةَ ، وَقَدِ ابْتُنِيَ ثَمَّ مَسْجِدٌ ، فَلَمْ يَكُنْ عَبْدُ اللّٰهِ يُصَلِّيْ فِيْ ذٰلِكَ الْمَسْجِدِ ، كَانَ يَتْرُكُهُ عَنْ يَسَارِهِ وَوَرَاءَهُ ، وَيُصَلِّيْ اَمَامَهُ اِلَى الْعِرْقِ نَفْسِهِ . وَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ يَرُوْحُ مِنَ الرَّوْحَاءِ ، فَلَا يُصَلِّي الظُّهْرَ حَتّٰى يَاْتِيَ ذٰلِكَ الْمَكَانَ ، فَيُصَلِّيْ فِيْهِ الظُّهْرَ ، وَاِذَا اَقْبَلَ مِنْ مَكَّةَ ، فَاِنْ مَرَّ بِهِ قَبْلَ الصُّبْحِ بِسَاعَةٍ ، اَوْ مِنْ اٰخِرِ السَّحَرِ ، عَرَّسَ حَتّٰى يُصَلِّيَ بِهَا الصُّبْحَ.

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما شرف الروحاء سے واپسی میں چھوٹی پہاڑی پر نماز پڑھتے تھے اس کا کنارہ اس راستہ پر ختم ہوتا ہے جو مسجد سے قریب ہے مسجد اور شرف الروحاء کے آخری حصہ کے درمیان مکہ جاتے ہوئے اب وہاں ایک مسجد بن گئی ہے حضرت عبد اللہ بن عمر اس مسجد میں نماز نہیں پڑھتے تھے بلکہ اس کو اپنی بائیں جانب اور اپنے پیچھے چھوڑ دیتے تھے اور اس کے آخر میں اس چھوٹی پہاڑی پر نماز پڑھتے تھے حضرت ابن عمر شرف الروحاء سے روانہ ہوتے تو اس وقت تک ظہر کی نماز نہیں پڑھتے تھے جب تک اس جگہ نہ پہنچ جائیں اور یہاں پہنچنے کے بعد ظہر کی نماز پڑھتے تھے اور اگر وہ مکہ سے آتے ہوئے صبح صادق سے کچھ پہلے یا سحری کے آخر میں وہاں سے گزرتے تو فجر کی نماز تک وہیں آرام کرتے' پھر وہاں فجر کی نماز پڑھتے۔

''العِرق'' اور ''منصرف الروحاء'' کا معنی

اس حدیث میں ''العِرق'' کا لفظ ہے یعنی ''عرق الظبة'' ۔علامہ کرمانی نے کہا: یہ چھوٹی پہاڑی ہے اور شور والی بنجر زمین کو بھی ''العِرق'' کہا جاتا ہے۔ خلیل نے کہا: اس کا معنی ریت کا پہاڑ ہے۔ داؤدی نے کہا: اس کا معنی بلند جگہ ہے' ابو منصور نے کہا: اس کا معنی چھوٹی پہاڑی ہے اور اس میں ''عند منصرف الروحاء'' کا لفظ ہے یعنی اس کے آخر میں۔

٤٨٧ - وَاَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ حَدَّثَهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ

اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ان کو حدیث بیان کی کہ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَنْزِلُ تَحْتَ سَرْحَةٍ ضَخْمَةٍ دُوْنَ الرُّوَيْثَةِ، عَنْ يَمِيْنِ الطَّرِيْقِ وَوُجَاهِ الطَّرِيْقِ، فِيْ مَكَانٍ بَطْحٍ سَهْلٍ، حَتّٰى يُفْضِيَ مِنْ اَكَمَةٍ دُوَيْنَ بَرِيْدِ الرُّوَيْثَةِ بِمِيْلَيْنِ، وَقَدِ انْكَسَرَ اَعْلَاهَا فَانْثَنٰى فِيْ جَوْفِهَا، وَهِيَ قَائِمَةٌ عَلٰى سَاقٍ، وَفِيْ سَاقِهَا كُثُبٌ كَثِيْرَةٌ.

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک بہت گھنے درخت کے قریب اترتے، جو رویثہ کی بستی کے قریب ہے راستے کی دائیں جانب اور راستے کے سامنے نرم اور وسیع جگہ میں حتیٰ کہ رویثہ سے دو میل کے قریب جو ٹیلہ ہے اس سے گزر جاتے، اس درخت کا اوپری حصہ ٹوٹ گیا ہے اور درمیان سے مڑ گیا ہے، وہ ایک جڑ پر کھڑا ہوا ہے اور اس کی جڑ میں بہت سے ٹیلے ہیں۔

''سرحة، الرويثة، وجاه'' اور ''بطح'' کے معانی

اس حدیث میں ''سرحة'' کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: بہت بڑا اور بہت گھنا درخت اور اس میں ''دون الرويثة'' کا لفظ ہے یعنی ''الرويثة'' کے قریب ''الرويثة'' ایک بستی ہے اس کے اور مدینہ منورہ کے درمیان سترہ فرسخ کی مسافت ہے اور اس میں ''وجاه'' کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: مقابل اور اس میں ''بطح'' کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: وسیع اور کھلا۔

٤٨٨ - وَاَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ حَدَّثَهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، صَلّٰى فِيْ طَرَفِ تَلْعَةٍ مِنْ وَّرَاءِ الْعَرْجِ، وَاَنْتَ ذَاهِبٌ اِلٰى هَضْبَةٍ، عِنْدَ ذٰلِكَ الْمَسْجِدِ قَبْرَانِ اَوْ ثَلَاثَةٌ، عَلَى الْقُبُوْرِ رَضْمٌ مِنْ حِجَارَةٍ عَنْ يَمِيْنِ الطَّرِيْقِ، عِنْدَ سَلِمَاتِ الطَّرِيْقِ، بَيْنَ اُولٰئِكَ السَّلِمَاتِ، كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ يَرُوْحُ مِنَ الْعَرْجِ، بَعْدَ اَنْ تَمِيْلَ الشَّمْسُ بِالْهَاجِرَةِ، فَيُصَلِّي الظُّهْرَ فِيْ ذٰلِكَ الْمَسْجِدِ.

اور نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ان کو حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عرج نامی بستی کے پیچھے ایک نالے کے کنارہ پر نماز پڑھی، جب کہ تم ایک بڑے پہاڑ کی طرف جا رہے ہو، اس مسجد کے پاس دو یا تین قبریں ہیں، ان قبروں کے اوپر سفید پتھر ہیں، راستے کے دائیں طرف راستے کے درختوں کے پاس، ان درختوں کے درمیان حضرت عبداللہ بن عمر دوپہر کے وقت سورج کے ڈھلنے کے بعد عرج نامی بستی سے روانہ ہوتے اور پھر ظہر کی نماز اس مسجد میں پڑھتے۔

''تَلعة، العَرج، هضبة، رضم، سلمات'' اور ''هاجره'' کے معانی

اس حدیث میں ''تَلْعَةٌ'' کا لفظ ہے، بلند اور چوڑی جگہ جس میں پانی بہتا ہو، یا وادی کے اوپر سے پانی بہنے کی جگہ، اور اس میں ''العرج'' کا لفظ ہے یہ مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کے راستہ میں ایک بستی ہے اس کے اور ''الرويثة'' کے درمیان چودہ میل کا فاصلہ ہے اور اس میں ''هضبة'' کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: بہت بڑا وسیع پہاڑ اور اس میں ''رضم حجارة'' کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: سفید پتھر اور اس میں ''سلمات'' کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: درخت، اور اس میں ''هاجره'' کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: دوپہر کا وقت۔

٤٨٩ - وَاَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ حَدَّثَهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، نَزَلَ عِنْدَ سَرَحَاتٍ عَنْ يَسَارِ الطَّرِيْقِ، فِيْ مَسِيْلٍ دُوْنَ هَرْشٰى، ذٰلِكَ الْمَسِيْلُ لَاصِقٌ بِكُرَاعِ هَرْشٰى، بَيْنَهُ وَبَيْنَ الطَّرِيْقِ قَرِيْبٌ مِّنْ غَلْوَةٍ، وَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ يُصَلِّيْ اِلٰى سَرْحَةٍ، هِيَ

اور نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ان کو حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان گھنے درختوں کے پاس اترے جو راستے کی بائیں جانب ہرشی کے قریب والے نالے میں ہیں، وہ نالہ ہرشی کے کنارے سے مل گیا ہے اس کے اور راستے کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنے فاصلہ تک تیر پھینکنے سے جاتا ہے،

اَقْرَبُ السَّرَحَاتِ اِلَى الطَّرِيْقِ ' وَهِيَ اَطْوَلُهُنَّ.

حضرت عبداللہ بن عمر اس گھنے درخت کے پاس نماز پڑھتے تھے جو ان گھنے درختوں میں راستے کے سب سے زیادہ قریب ہے اور وہ درخت سب سے لمبا ہے۔

''هَرْشٰی' غَلْوَةٌ''اور''مسیل''کا معنی

اس حدیث میں''هرشی''کا لفظ ہے ابوعبید نے کہا: یہ تہامہ کے شہروں میں سے ایک پہاڑ ہے اور یہ شام اور مدینہ منورہ کے راستوں کے ملنے کی جگہ پر ہے اور اس حدیث میں''غَلْوَةٌ''کا لفظ ہے''غلوة''اتنے فاصلہ کو کہتے ہیں کہ تیر کو کمان سے پھینکا جائے تو جتنے فاصلہ تک وہ تیر جاتا ہے اور اس میں''مسیل''کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: نالہ۔

٤٩٠ - وَاَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ حَدَّثَهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ' كَانَ يَنْزِلُ فِي الْمَسِيْلِ الَّذِيْ فِيْ اَدْنٰى مَرِّ الظَّهْرَانِ ' قِبَلَ الْمَدِيْنَةِ ' حِيْنَ يَهْبِطُ مِنَ الصَّفْرَاوَاتِ' يَنْزِلُ فِيْ بَطْنِ ذٰلِكَ الْمَسِيْلِ عَنْ يَسَارِ الطَّرِيْقِ' وَاَنْتَ ذَاهِبٌ اِلٰى مَكَّةَ لَيْسَ بَيْنَ مَنْزِلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَيْنَ الطَّرِيْقِ اِلَّا رَمْيَةٌ بِحَجَرٍ.

اور نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ان کو حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس نالہ میں اترتے تھے جو مدینہ منورہ کی جانب سے مرالظہران کے قریب ہے' جب تم صفراوات سے نیچے اترو تو راستہ کی بائیں جانب اس نالہ کے نشیب میں اترو گے اور تم مکہ مکرمہ کی طرف جا رہے ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اترنے کی جگہ اور راستہ کے درمیان صرف اتنا فاصلہ ہے جتنے فاصلہ تک پتھر پھینکنے کے بعد جاتا ہے۔

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۳۵۲۹' مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ)

''مرالظهران''اور''صفراوات''کا معنی

اس حدیث میں''مَرّ الظهران''کا لفظ ہے یہ ایک وادی ہے اس کے اور بیت اللہ کے درمیان سولہ میل کا فاصلہ ہے اور اس میں''صفراوات''کا لفظ ہے اس سے مراد وہ وادیاں اور پہاڑ ہیں جو''مرالظهران''کے بعد ہیں۔

٤٩١ - وَاَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ حَدَّثَهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ' كَانَ يَنْزِلُ بِذِيْ طُوًى ' وَيَبِيْتُ حَتّٰى يُصْبِحَ ' يُصَلِّي الصُّبْحَ حِيْنَ يَقْدَمُ مَكَّةَ ' وَمُصَلّٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذٰلِكَ عَلٰى اَكَمَةٍ غَلِيْظَةٍ ' لَيْسَ فِي الْمَسْجِدِ الَّذِيْ بُنِيَ ثَمَّ' وَلٰكِنْ اَسْفَلَ مِنْ ذٰلِكَ عَلٰى اَكَمَةٍ غَلِيْظَةٍ.

اور نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ان کو حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ذی طویٰ میں اترتے تھے اور وہیں صبح تک رات گزارتے تھے اور مکہ مکرمہ روانہ ہوتے ہوئے صبح کی نماز یہیں پڑھتے تھے اور ذی طویٰ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز پڑھنے کی جگہ بڑے ٹیلہ پر ہے' یہ وہ مسجد نہیں ہے جو اس سے نیچے بڑے ٹیلہ پر بنائی گئی ہے۔

''ذی طوی''کا معنی

اس حدیث میں''ذی طویٰ''کا لفظ ہے' جوہری نے کہا: یہ مکہ میں ایک جگہ ہے اور طویٰ شام کی ایک جگہ ہے۔

٤٩٢ - وَاَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ حَدَّثَهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِسْتَقْبَلَ فُرْضَتَيِ الْجَبَلِ' الَّذِيْ بَيْنَهُ وَ بَيْنَ الْجَبَلِ الطَّوِيْلِ نَحْوَ الْكَعْبَةِ ' فَجَعَلَ الْمَسْجِدَ

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ان کو حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس پہاڑ کے دونوں راستوں کی طرف متوجہ ہوئے جو آپ کے اور کعبہ کی طرف والے طویل پہاڑ

الَّذِیْ بُنِیَ ثَمَّ یَسَارَ الْمَسْجِدِ بِطَرَفِ الْاَكَمَةِ ' وَمُصَلَّى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَسْفَلَ مِنْهُ عَلَى الْاَكَمَةِ السَّوْدَاءِ ' تَدَعُ مِنَ الْاَكَمَةِ عَشَرَةَ اَذْرُعٍ اَوْ نَحْوَهَا' ثُمَّ تُصَلِّيْ مُسْتَقْبِلَ الْفُرْضَتَيْنِ مِنَ الْجَبَلِ الَّذِيْ بَيْنَكَ وَ بَيْنَ الْكَعْبَةِ.

کے درمیان ہے پس جو مسجد وہاں بنی ہوئی ہے اسے اس مسجد کے بائیں جانب رکھا جو ٹیلے کے کنارے پر بنی ہوئی ہے اور نبی ﷺ کے نماز پڑھنے کی جگہ اس کے نیچے سیاہ ٹیلے پر ہے ٹیلے سے تقریباً دس ہاتھ چھوڑ کر تم اس جگہ اس پہاڑ کے دونوں راستوں کی طرف منہ کر کے نماز پڑھو جو پہاڑ تمہارے اور کعبہ کے درمیان ہے۔

''فرضتی الجبل'' کا معنی

اس حدیث میں ''فرضتی الجبل'' کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: پہاڑ پر جانے کے دو راستے۔

ان احادیث میں جو الفاظ کے معانی بیان کیے گئے ہیں' وہ فتح الباری ج ۲ ص ۱۲۰۔۱۱۸ اور کشف المشکل ج ۱ ص ۳۰۲۔ ۲۹۸ اور تنقیح الزرکشی مع کشف المشکل میں مذکور ہیں۔

نبی ﷺ اور صالحین امت کی نماز کی جگہ سے حصولِ برکت کے متعلق فقہاء اسلام کی عبارات

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ ان احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

مکہ کے راستے میں جن جگہوں پر نبی ﷺ نے نمازیں پڑھی تھیں' حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ان جگہوں پر اس لیے نماز پڑھتے تھے کہ ان جگہوں سے برکت حاصل کریں اور ان جگہوں کی فضیلت میں رغبت کرتے تھے اور ہمیشہ سے لوگ صالحین اور اہل فضل کی جگہوں سے برکت حاصل کرتے رہے ہیں' کیا تم نہیں دیکھتے کہ حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے یہ سوال کیا تھا کہ آپ ان کے گھر میں نماز پڑھیں تا کہ وہ اس جگہ کو نماز پڑھنے کی جگہ بنالیں' تو نبی ﷺ نے اس جگہ نماز پڑھی۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے فعل کے خلاف از شعبہ از سلیمان التیمی از المعرور بن سوید روایت ہے' انہوں نے کہا: حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ایک سفر میں تھے' انہوں نے فجر کی نماز پڑھی' پھر وہ ایک جگہ آئے' پس لوگ بھی وہاں آئے اور کہنے لگے کہ نبی ﷺ نے اس جگہ نماز پڑھی ہے' حضرت عمر نے کہا: اہل کتاب صرف اس لیے ہلاک ہو گئے تھے کہ وہ اپنے انبیاء کے آثار کو تلاش کر کے وہاں گرجے اور ہیکل بنالیتے تھے' پس جو شخص نماز کا وقت پائے' وہ نماز پڑھ لے ورنہ روانہ ہو جائے۔

حضرت عمر کو صرف یہ خوف تھا کہ لوگ ان جگہوں پر نماز پڑھنے کو لازم کرلیں گے اور بعد کے لوگ ان جگہوں پر نماز پڑھنے کو واجب سمجھ لیں گے' اور اسی طرح عالم دین کو یہ چاہیے کہ جب وہ یہ دیکھے کہ لوگ نوافل اور مستحبات میں شدید التزام کرتے ہیں' پس بعض اوقات تو وہ ان کاموں کو کرے اور بعض اوقات ان کاموں کو ترک کر دے تا کہ عالم دین کے فعل سے یہ معلوم ہو جائے کہ یہ کام واجب نہیں ہیں۔ اشہب بیان کرتے ہیں کہ امام مالک سے ان جگہوں میں نماز پڑھنے کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا: مسجد قباء کے سوا کسی اور جگہ نماز پڑھنا مجھے پسند نہیں ہے۔

علامہ ابن بطال فرماتے ہیں کہ امام مالک نے مسجد قباء کا استثناء اس لیے کیا ہے کہ نبی ﷺ ہر ہفتہ کے دن مسجد قباء میں پیدل یا سواری پر جا کر نماز پڑھتے تھے اور ان جگہوں میں آپ نے ایسا نہیں کیا۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۱۷۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اور علامہ احمد قسطلانی شافعی متوفی ۹۱۱ھ نے مذکورہ عبارت من و عن نقل کی ہے اور دونوں نے آخر میں یہ اضافہ کیا ہے کہ:

علامہ بغوی شافعی نے کہا ہے: جن مساجد کے متعلق یہ ثابت ہے کہ نبی ﷺ نے وہاں نماز پڑھی ہے' اگر کوئی شخص وہاں نماز

پڑھنے کی نذر مان لے تو اس نذر کو پورا کرنا اسی طرح واجب ہے' جس طرح مساجد ثلاثہ کی نذر کو پورا کرنا واجب ہے' نیز علامہ قسطلانی نے یہ بھی لکھا ہے کہ ان مساجد میں سے اب صرف دو مسجدیں معروف ہیں: مسجد ذو الحلیفہ اور مسجد شرف الروحاء۔

(عمدة القاری ج ۴ ص ۴۰۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ارشاد الساری ج ۲ ص ۱۹۷' دار الفکر' بیروت)

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ نے بھی علامہ ابن بطال کی عبارت مذکورہ کو من وعن نقل کیا ہے۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۱۱۸)

علامہ ابن بطال نے حضرت عمر کے اثر کا کوئی حوالہ نہیں دیا کہ یہ اثر حدیث کی کس کتاب میں ہے اور انہوں نے جو سند ذکر کی ہے تو علامہ ابن بطال اور شعبہ کے درمیان بہت وسائط ہیں' اس لیے ان کا نقل کیا ہوا اثر حجت نہیں ہے اور جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تو خود آثار صالحین سے برکت حاصل کرتے تھے اور ان آثار کے قرب میں نماز پڑھنے کی ترغیب دیتے تھے' جیسا کہ ''وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّی'' (البقرہ:۱۲۵) سے واضح ہے اور اگر بالفرض یہ روایت ثابت ہو تو اس کے وہی جوابات ہیں' جو علامہ ابن بطال اور ان کی اتباع میں دوسرے شارحین نے دیئے ہیں۔

❁❁❁❁❁

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

اَبوَابُ سُتْرَةِ الْمُصَلِّیْ
نمازی کے سترہ کے ابواب

۹۰ - بَابُ سُتْرَةِ الْإِمَامِ سُتْرَةُ مَنْ خَلْفَهٗ امام کا سترہ اس کے پیچھے والوں کا سترہ ہے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب امام نماز پڑھا رہا ہو اور اس کے سامنے دیوار یا ایسی کوئی اور چیز نہ ہو تو اس امام کا سترہ اس کے پیچھے نماز پڑھنے والے نمازیوں کا بھی سترہ ہے۔

اس باب کی ابوابِ سابقہ کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ یہ باب ابوابِ سابقہ اور اس کے بعد کے پندرہ ابواب سب کا تعلق احکامِ مسجد سے ہے۔

۴۹۳ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُتْبَةَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهٗ قَالَ اَقْبَلْتُ رَاكِبًا عَلٰى حِمَارٍ اَتَانٍ، وَاَنَا يَوْمَئِذٍ قَدْ نَاهَزْتُ الْاِحْتِلَامَ، وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ بِالنَّاسِ بِمِنًى اِلٰى غَيْرِ جِدَارٍ، فَمَرَرْتُ بَيْنَ يَدَيْ بَعْضِ الصَّفِّ، فَنَزَلْتُ وَاَرْسَلْتُ الْاَتَانَ تَرْتَعُ، وَدَخَلْتُ فِي الصَّفِّ، فَلَمْ يُنْكِرْ ذٰلِكَ عَلَيَّ اَحَدٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن شہاب از عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ از حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا کہ میں ایک گدھے بلکہ گدھی پر سوار ہو کر آیا اور اس وقت میں بالغ ہونے کے قریب تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منیٰ میں لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے سامنے دیوار نہیں تھی پس میں صف کے بعض حصے سے آگے گزرا پھر میں اترا اور گدھی کو چرنے کے لیے چھوڑ دیا اور میں صف میں داخل ہو گیا اور مجھ پر کسی نے اعتراض نہیں کیا۔

اس حدیث کی مفصل شرح صحیح البخاری: ۷۶ میں گزر چکی ہے وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: کم عمر لڑکے کا سماع حدیث کب صحیح ہوتا ہے اور اس حدیث کا عنوان ہے: امام کا سترہ اس کے پیچھے نماز پڑھنے والوں کا بھی سترہ ہے۔

۴۹۴ - حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا خَرَجَ يَوْمَ الْعِيْدِ، اَمَرَ بِالْحَرْبَةِ فَتُوْضَعُ بَيْنَ يَدَيْهِ،

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبیداللہ بن نمیر نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب عید کے دن باہر نکلتے تو آپ نیزہ لانے کا حکم دیتے جو آپ کے سامنے گاڑ دیا

فَيُصَلِّي إِلَيْهَا وَالنَّاسُ وَرَاءَهُ ، وَكَانَ يَفْعَلُ ذٰلِكَ فِي السَّفَرِ ، فَمِنْ ثَمَّ اتَّخَذَهَا الْأُمَرَاءُ. جاتا' پھر آپ اس کی طرف نماز پڑھتے اور لوگ آپ کے پیچھے ہوتے اور آپ اس طرح سفر میں کرتے تھے' اسی وجہ سے حکام نیزہ رکھتے ہیں۔

[اطراف الحدیث: ۴۹۸۔ ۹۷۲۔ ۹۷۳]

(صحیح مسلم: ۵۰۱' الرقم المسلسل: ۱۰۹۵' سنن ابوداؤد: ۶۸۷' سنن نسائی: ۷۴۶' السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۲۲' سنن ابن ماجہ: ۱۳۰۵' مسند احمد ج ۲ ص ۱۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۴۶۱۴۔ ج ۸ ص ۲۳۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۳۴۷۳' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) اسحاق' ابوعلی جیانی نے کہا: اسحاق کے ساتھ کسی نسبت کا ذکر نہیں ہے' علامہ کرمانی نے کہا: بعض نسخوں میں اسحاق بن منصور لکھا ہے' ابونعیم وغیرہ نے بھی اسی پر جزم کیا ہے (۲) عبداللہ بن نمیر' ان کا تعارف ہو چکا ہے (۳) عبیداللہ بن عاصم بن عمر بن الخطاب' ابوعثمان القرشی العدوی المدنی' یہ ۱۴۴ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) نافع' حضرت ابن عمر کے آزاد کردہ غلام (۵) حضرت عبداللہ بن عمر بن الخطاب۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۴۰۵)

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت کی وجوہ

بہ ظاہر اس حدیث میں ایسا کوئی لفظ نہیں ہے' جو اس پر دلالت کرے کہ امام کا سترہ اس کے پیچھے نماز پڑھنے والوں کا سترہ ہے' تاہم علامہ عینی نے اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت کی تین وجوہ بیان کی ہیں:

(۱) مقتدیوں میں سے کسی ایک کے سترہ کو بھی نقل نہیں کیا گیا اور اگر مقتدیوں میں سے کسی ایک کا بھی سترہ ہوتا تو اس کو ضرور نقل کیا جاتا کیونکہ احکامِ شرعیہ کو نقل کرنے کے اسباب بہت کثرت کے ساتھ میسر تھے' پس اس میں یہ دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سترہ آپ کے پیچھے نماز پڑھنے والوں کا بھی سترہ ہے۔

(۲) اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس نیزہ کی طرف نماز پڑھ رہے تھے اور لوگ آپ کے پیچھے تھے۔ اس میں یہ دلیل ہے کہ لوگ اس سترہ میں داخل تھے کیونکہ وہ تمام افعال میں امام کے تابع تھے۔

(۳) اس حدیث میں مذکور ہے کہ لوگ آپ کے پیچھے تھے۔ اس میں یہ دلیل ہے کہ لوگ سترہ کے بھی پیچھے تھے' کیونکہ اگر ان کا کوئی الگ سترہ ہوتا تو پھر وہ آپ کے پیچھے نہ ہوتے' بلکہ اس سترہ کے پیچھے ہوتے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۴۰۵)

سترہ کے متعلق دیگر احادیث اور سترہ کی تحقیق

موسیٰ بن طلحہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص اپنے سامنے پالان کے پچھلے حصہ کی لکڑی کی طرح کی جتنی چیز رکھ لے' پھر نماز پڑھے تو پھر اس کی پرواہ نہ کرے کہ اس کے پیچھے سے کون گزر رہا ہے۔

(صحیح مسلم: ۴۹۹' الرقم المسلسل: ۱۰۹۱' سنن ابوداؤد: ۶۸۵' سنن ترمذی: ۳۳۵' سنن ابن ماجہ: ۹۴۰)

موسیٰ بن طلحہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ہم نماز پڑھتے تھے اور جانور ہمارے آگے سے گزرتے تھے' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کا ذکر کیا گیا تو آپ نے فرمایا: اگر تم میں سے کسی کے سامنے پالان کے پچھلے حصہ کی لکڑی کی طرح کی کوئی چیز ہو تو پھر اس کے آگے کسی کے گزرنے سے اسے کوئی ضرر نہیں ہوگا۔

(صحیح مسلم: ۵۰۱۔ الرقم المسلسل: ۱۰۹۲' سنن ابوداؤد: ۶۸۵' سنن ترمذی: ۳۳۵' سنن ابن ماجہ: ۹۴۰)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھے تو اپنے چہرے کے سامنے

کوئی چیز رکھ لے اگر اس کو کوئی چیز نہ ملے تو لاٹھی کو نصب کرے اگر وہ بھی نہ ملے تو ایک لکیر کھینچ دے پھر اگر اس کے سامنے سے کوئی گزرا تو اسے کوئی ضرر نہیں ہوگا۔

(سنن ابوداؤد: ۶۸۹ 'سنن ابن ماجہ: ۹۴۳ 'مسند احمد ج ۲ ص ۲۶۶ ۔ ۲۵۵ ۔ ۲۴۹ 'مصنف عبد الرزاق ج ۲ ص ۱۴ 'مکتب اسلامی' بیروت)

علامہ ابوالفضل عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ ھ ان احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

پالان کے پچھلے حصہ کی مقدار اور جو اس کے قریب ہو یہ سترہ کی لمبائی کی مقدار ہے اور نماز کی سنت ہے' اس کی کم از کم مقدار ایک ذراع (ڈیڑھ فٹ) ہے اور اس کی موٹائی نیزہ جتنی ہونی چاہیے' یہ امام مالک کے نزدیک ہے' ہمارے نزدیک سترہ نماز کے فضائل اور اس کے مستحبات سے ہے اور اس کی حکمت یہ ہے کہ سترہ کے پار انسان کی نظر نہ جائے اور سترہ پر جمی رہے اور اس کے خیالات ادھر اُدھر منتشر نہ ہوں کیونکہ جب وہ دوسری چیزوں کو دیکھے گا تو ان کی طرف توجہ ہوگی' اور اس کی جو مقدار مقرر کی گئی ہے' وہ اس کو منضبط کرنے کے لیے ہے' اور یہ مقدار کم از کم ہے' اور لکیر کھینچنے کا جو قول ہے وہ باطل ہے' ہر چند کہ اس کے متعلق حدیث وارد ہے' اور امام احمد بن حنبل نے اس پر عمل کیا ہے' لیکن وہ حدیث ضعیف ہے۔ (اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۲ ص ۴۱۴ 'دار الوفاء' ۱۴۱۹ ھ)

امام کا سترہ مقتدیوں کا بھی سترہ ہے' اس کے متعلق صریح احادیث اور آثار

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: امام کا سترہ اس کے پیچھے والوں کا بھی سترہ ہے۔

(المعجم الاوسط: ۴۶۸ 'مکتبۃ المعارف' ریاض' ۱۴۰۵ ھ' علامہ الہیثمی نے کہا: اس کی سند کا ایک راوی سوید بن عبد العزیز ضعیف ہے' مجمع الزوائد ج ۲ ص ۶۲)

عون بن ابی جحیفہ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا حضرت بلال رضی اللہ عنہ نیزہ لے کر نکلے اور اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ریتلی زمین میں گاڑ دیا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس نیزہ کی طرف ظہر اور عصر کی نماز پڑھائی' اس کے پار سے کتا' گدھا اور عورت گزر رہی تھی۔ (سنن ترمذی: ۱۹۷ 'مصنف عبد الرزاق: ۲۳۱۷ ۔ ج ۲ ص ۹ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ ھ' مسند احمد ج ۴ ص ۳۰۸)

اسود بن یزید بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پیچھے صفوں میں تھا' پس حضرت عمر نے نماز پڑھائی اور نیزہ ان کے سامنے تھا اور مسافر عورتیں ان کے سامنے سے گزر رہی تھیں اور اس سے ان کی نماز منقطع نہیں ہوئی۔ (مصنف عبد الرزاق: ۲۳۱۸)

ابراہیم نخعی بیان کرتے ہیں کہ اسود نے کہا کہ بسا اوقات حضرت عمر رضی اللہ عنہ نیزہ گاڑ دیتے اور اس کی طرف نماز پڑھتے اور مسافر عورتیں ان کے سامنے سے گزر رہی ہوتیں۔ (مصنف عبد الرزاق: ۲۳۱۹)

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: امام کا سترہ اس کے پیچھے والوں کا بھی سترہ ہے' امام عبد الرزاق نے کہا: میں اسی پر عمل کرتا ہوں اور یہی وہ چیز ہے جس پر تمام لوگوں کا عمل ہے۔ (مصنف عبد الرزاق: ۲۳۲۰)

سُترہ کے فوائد اور سُترہ میں مذاہب فقہاء

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

صحیح البخاری: ۴۹۴ میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب عید کے دن باہر نکلتے تو آپ نیزہ لانے کا حکم دیتے' جو آپ کے سامنے گاڑ دیا جاتا' پھر آپ اس کی طرف نماز پڑھتے اور لوگ آپ کے پیچھے ہوتے اور آپ اسی طرح سفر میں کرتے تھے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سفر میں دشمن سے محفوظ رہنے کے لیے اور احتیاط کی بناء پر اپنے ساتھ نیزہ رکھنا چاہیے اور اس میں خدام کو ساتھ رکھنے اور ان سے خدمت لینے کا جواز ہے اور اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ امام کا سترہ اس کے پیچھے نمازیوں کا بھی سترہ ہے' علامہ ابن بطال نے بعض علماء سے نقل کیا ہے کہ اس پر اجماع ہے' انہوں نے کہا کہ اس پر اجماع ہے کہ سترہ سنت اور مستحب

ہے علامہ ابھری نے کہا: مقتدی کا سترہ اس کے امام کا سترہ ہے لہٰذا اس کے آگے کسی کے گزرنے سے اسے ضرر نہیں ہوگا' کیونکہ مقتدی کی نماز امام کی نماز کے ساتھ متعلق ہے اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ جہاں انسان لوگوں کے گزرنے سے مامون نہ ہو وہاں پر سترہ رکھنا مشروع اور جائز ہے اور جہاں یہ اطمینان ہو کہ وہاں سامنے سے لوگ نہیں گزریں گے' وہاں سترہ کے متعلق امام مالک کے دو قول ہیں اور امام شافعی کے نزدیک احادیث کے عموم کی وجہ سے سترہ مطلقاً مشروع ہے اور اس لیے بھی کہ سترہ سے نظر کی حفاظت ہوتی ہے۔

اگر انسان کھلی فضاء میں ہو تو آیا بغیر سترہ کے نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ ابن القاسم مالکی نے حضرت ابن عباس کی حدیث کی وجہ سے اس کی اجازت دی ہے اور ابن ماجشون مالکی نے کہا ہے کہ سترہ پھر بھی ضروری ہے۔

عروہ' عطاء' سالم' قاسم' شعبی اور حسن بصری نے کہا ہے کہ لوگ کھلے میدان میں بغیر سترہ کے نماز پڑھتے تھے۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۱۷۵)

سترہ کی مقدار اور کن چیزوں کو سترہ بنانا جائز ہے اور کن چیزوں کو سترہ بنانا ممنوع ہے؟

علامہ عینی فرماتے ہیں: امام محمد نے کہا: جو شخص کھلے میدان میں نماز پڑھتا ہے' اس کے لیے مستحب یہ ہے کہ اس کے سامنے لاٹھی کی طرح کی کوئی چیز ہو' اگر کوئی چیز نہ ملے تو وہ درخت وغیرہ کو سترہ بنالے۔

اگر تم یہ کہو کہ سترہ کے لیے جس نیزہ کا ذکر کیا گیا ہے' اس کی طول میں کتنی حد ہے؟ تو میں کہوں گا کہ ہمارے اصحاب نے اس کی حد ایک ذراع (ڈیڑھ فٹ) یا اس سے زیادہ مقرر کی ہے اور اس میں انہوں نے حضرت طلحہ بن عبید اللہ کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم اپنے سامنے پالان کے پچھلے حصہ کی مثل رکھ لو' پھر تمہارے سامنے سے کسی کے گزرنے سے تمہیں ضرر نہیں ہوگا۔ (صحیح مسلم: ۴۹۹۔۵۰۱۔ الرقم المسلسل: ۱۰۹۲)

شیخ الاسلام نے اپنی مبسوط میں حضرت ابوجحیفہ کی حدیث (۴۹۵) ذکر کر کے یہ بیان کیا کہ نیزہ ایک ذراع (ڈیڑھ فٹ) لمبا اور ایک انگلی جتنا موٹا ہونا چاہیے' اس کی تائید حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے اس قول سے ہوتی ہے کہ سترہ کے لیے تیر کافی ہے اور الذخیرہ میں مذکور ہے کہ تیر کا طول ایک ذراع ہے اور اس کا عرض ایک انگلی جتنا ہے' اگر سترہ کا طول ایک ذراع سے کم ہو تو اس میں ہمارے مشائخ کا اختلاف ہے' شیخ الاسلام نے کہا: اگر ترکش کو سامنے رکھا جائے اور وہ ایک ذراع بلند ہو تو وہ بلا اختلاف سترہ ہے اور اگر اس سے کم ہو تو اس میں اختلاف ہے۔

غریب الروایۃ میں مذکور ہے: بڑا دریا اور راستہ سترہ نہیں ہے' مالکیہ نے کہا ہے: اونچی ٹوپی اور تکیہ کو سترہ بنانا جائز ہے اور چابک کو سترہ بنانا جائز نہیں ہے' آدمی کی پیٹھ کو سترہ بنانا جائز ہے اور چہرہ کو سترہ بنانا ممنوع ہے اور کروٹ میں اختلاف ہے' عورت کو سترہ بنانا ممنوع ہے اور محارم میں اختلاف ہے' سوئے ہوئے کو' مجنون کو اور کافر کو سترہ نہ بنایا جائے۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۴۰۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۰۱۷۔ ج ۱ ص ۱۳۱۴ پر مذکور ہے' اس کی شرح کا عنوان حسب ذیل ہے:
سترہ کی تعریف اور اس کا حکم۔

۴۹۵ - حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ' عَنْ عَوْنِ بْنِ اَبِيْ جُحَيْفَةَ قَالَ سَمِعْتُ اَبِيْ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عون

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى بِهِمْ بِالْبَطْحَاءِ، وَبَيْنَ يَدَيْهِ عَنَزَةٌ، الظُّهْرَ رَكْعَتَيْنِ، وَالْعَصْرَ رَكْعَتَيْنِ، تَمُرُّ بَيْنَ يَدَيْهِ الْمَرْأَةُ وَالْحِمَارُ.

بن ابی جحیفہ وہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو کھلے میدان میں نماز پڑھائی اور آپ کے سامنے نیزہ تھا' ظہر کی دو رکعت اور عصر کی دو رکعت' اور آپ کے سامنے سے عورت اور گدھا گزر رہا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۸۷ میں گزر چکی ہے' دیگر ضروری فوائد ہم یہاں بیان کر رہے ہیں۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب انسان صحراء میں ہو تو اس کو اپنے سامنے سترہ رکھنا چاہیے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر نمازی کے سامنے سے عورت اور گدھا گزر جائے تو اس سے اس کی نماز منقطع نہیں ہوتی' یہ جمہور علماء کا قول ہے اور حضرت انس' مکحول' ابوالاحوص' حسن بصری اور عکرمہ سے اس کے خلاف منقول ہے۔

عورت' کتے اور گدھے کے نمازی کے سامنے سے گزرنے سے نماز کے منقطع ہونے کے متعلق احادیث

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عورت اور کتے اور گدھے کا (سامنے سے گزرنا) نماز کو منقطع کر دیتا ہے۔ (سنن ابن ماجہ: ۹۵۰' مسند احمد ج ۲ ص ۲۹۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۷۹۸۳۔ ج ۱۳ ص ۳۶۱' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' مصنف عبد الرزاق: ۲۳۵۱' المعجم الکبیر: ۳۱۶۱' سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۷۵' کامل ابن عدی ج ۲ ص ۵۷۶۔ ج ۵ ص ۲۰۲۱۔ ج ۷ ص ۲۵۹۱۔ ج ۶ ص ۲۴۲۶)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: شعبہ نے کہا: یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: حائض عورت اور کتا نماز کو قطع کر دیتا ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۷۰۳' سنن نسائی: ۷۵۰' سنن ابن ماجہ: ۹۴۹' السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۲۷' صحیح ابن خزیمہ: ۸۳۲' صحیح ابن حبان: ۲۳۸۷' المعجم الکبیر: ۱۲۸۲۴' سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۷۴' مصنف عبد الرزاق: ۲۳۵۴' مسند احمد ج ۱ ص ۳۴۷ طبع قدیم' مسند احمد: ۳۲۴۱۔ ج ۵ ص ۲۹۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھے تو پالان کی آخری لکڑی کی مثل کو سترہ بنالے اور اگر اس کے سامنے پالان کی آخری لکڑی کی مثل کوئی چیز نہیں ہوگی تو اس کی نماز کو گدھا' عورت اور سیاہ کتا قطع کر دے گا۔ (صحیح مسلم: ۲۶۵' الرقم المسلسل: ۱۱۱۷' سنن ابوداؤد: ۷۰۲' سنن ترمذی: ۳۳۸' سنن ابن ماجہ: ۹۵۲' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۴۵۳' سنن دارمی: ۱۴۱۴' صحیح ابن حبان: ۲۳۸۵' سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۷۴' صحیح ابن خزیمہ: ۸۳۱۔ ۸۳۰' المعجم الصغیر: ۵۰۵۔ ۱۹۵' المعجم الاوسط: ۸۲۹۵۔ ۳۳۴۹' المعجم الکبیر: ۱۶۳۶۔ ۱۶۳۵' مسند احمد ج ۵ ص ۱۴۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۱۳۲۳۔ ج ۳۵ ص ۲۵۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

ان احادیث میں ان فقہاء کی دلیل ہے' جو کہتے ہیں کہ نمازی کے آگے سے عورت اور کتے اور گدھے کا گزرنا نماز کو قطع کر دیتا ہے۔

عورت اور گدھے کے نمازی کے سامنے سے گزرنے سے نماز منقطع نہ ہونے کے متعلق احادیث

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نماز کو کوئی چیز منقطع نہیں کرتی' نماز کے آگے سے گزرنے والے کو جتنا تم دفع کر سکتے ہو دفع کرو' وہ صرف شیطان ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۷۱۹' مشکوٰۃ: ۷۸۵)

مسروق بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے ذکر کیا گیا کہ کتے' گدھے اور عورت کا نمازی کے سامنے سے گزرنا' اس کی نماز کو قطع کر دیتا ہے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: تم نے ہمیں گدھوں اور کتوں کے مشابہ کر دیا ہے؟ اللہ کی قسم! میں نے ضرور دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے اور میں آپ کے اور قبلہ کے درمیان تخت پر لیٹی ہوئی تھی' مجھے کوئی کام ہوتا تو میں آپ

کے سامنے بیٹھنے کو ناپسند کرتی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایذاء دوں تو میں آپ کے پیروں کی طرف سے چپکے سے نکل جاتی۔

(صحیح البخاری: ۵۱۴ 'صحیح مسلم: ۵۱۲ 'الرقم المسلسل: ۱۱۲۳ 'سنن ابوداؤد: ۷۱۳-۷۱۲-۷۱۱ 'سنن نسائی: ۱۶۸-۱۶۷-۱۶۶)

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے اور آپ کے سامنے حضرت عائشہ تھیں اور آپ نماز پڑھتے رہے' اس سے معلوم ہوا کہ عورت کے سامنے ہونے سے مرد کی نماز منقطع نہیں ہوتی' اور گدھے کے نمازی کے سامنے سے گزرنے کے متعلق یہ حدیث ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں ایک گدھی پر سوار ہو کر آیا اور میں اس وقت بلوغت کے قریب تھا' اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منیٰ میں لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے' میں بعض صف کے آگے سے گزرا' پھر میں اترا اور گدھی کو میں نے چرنے کے لیے چھوڑ دیا اور میں صف میں داخل ہو گیا اور کسی نے مجھ پر اعتراض نہیں کیا۔

(صحیح البخاری: ۴۹۳ 'صحیح مسلم: ۵۰۴ 'سنن ترمذی: ۳۳۷ 'سنن نسائی: ۷۵۱ 'سنن ابن ماجہ: ۹۴۷ 'مسند احمد ج ۱ ص ۲۱۹)

ان مختلف احادیث میں وجہ تطبیق

ان احادیث میں یہ دلیل ہے کہ عورت اور گدھے کے نمازی کے سامنے سے گزرنے سے اس کی نماز نہیں ٹوٹتی اور جن اول الذکر احادیث میں یہ بیان ہے کہ عورت' کتے اور گدھے کے نمازی کے سامنے سے گزرنے سے اس کی نماز ٹوٹ جاتی ہے یا تو وہ احادیث ثانی الذکر احادیث سے منسوخ ہیں اور جمہور فقہاء کی یہی رائے ہے اور یا پھر اول الذکر احادیث کی یہ تاویل ہے کہ جب نمازی کے سامنے سے عورت' کتا یا گدھا گزرے گا تو نمازی کی توجہ اس کی طرف مبذول ہوگی اور نماز میں اس کا جو خشوع اور خضوع تھا' وہ منقطع ہو جائے گا۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی نے ان مختلف احادیث میں اسی طرح تطبیق دی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۴۰۸ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۹۱ - بَابُ قَدْرِ كَمْ يَنْبَغِي اَنْ يَّكُوْنَ بَيْنَ الْمُصَلِّيْ وَالسُّتْرَةِ

نمازی اور سترہ کے درمیان کتنی مقدار فاصلہ ہونا چاہیے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ نمازی اور سترہ کے درمیان کتنی مقدار کا فاصلہ ہونا چاہیے۔

٤٩٦ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ زُرَارَةَ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ اَبِيْ حَازِمٍ ' عَنْ اَبِيْهِ ' عَنْ سَهْلٍ قَالَ كَانَ بَيْنَ مُصَلّٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَيْنَ الْجِدَارِ مَمَرُّ الشَّاةِ. [طرف الحدیث: ۷۳۳۴]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن زرارہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز بن ابی حازم نے خبر دی از والد خود' از حضرت سہل رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جا نماز اور دیوار کے درمیان بکری کے گزرنے کی جگہ تھی۔

(صحیح مسلم: ۵۰۸ 'الرقم المسلسل: ۱۰۲۱ 'سنن ابوداؤد: ۶۹۶ 'صحیح ابن خزیمہ: ۱۴۳۵-۱۴۳۴-۸۰۴ 'جامع المسانید لابن الجوزی: ۲۴۲۸ 'مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عمرو بن زرارہ ابو محمد نیشاپوری' یہ ۲۳۸ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) عبدالعزیز بن ابی حازم (۳) ان کے والد حازم

(۴) حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۴۰۹)

نمازی اور سترہ کے درمیان کی مقدار میں مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

نمازی اور اس کے سترہ کے درمیان یہ کم سے کم فاصلہ ہے۔ عطاء امام شافعی اور امام احمد بن حنبل نے یہ کہا ہے کہ اس کی کم از کم مقدار تین ذراع (ساڑھے چار فٹ) ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کعبہ میں نماز پڑھی اور آپ کے اور قبلہ کے درمیان تین ذراع کا فاصلہ تھا' اور امام مالک نے اس کی کوئی حد مقرر نہیں کی' ابواسحاق السبیعی نے کہا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نماز پڑھتے تھے اور اپنے اور قبلہ کے درمیان تین ذراع کا فاصلہ رکھتے تھے' اور سہل بن ابی حثمہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو سترہ کے قریب ہو تاکہ اس کی نماز کو شیطان قطع نہ کرے۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۱۷۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

حافظ بدر الدین عینی اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے اسی عبارت کو معمولی تغیر سے بیان کیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۴۱۰' فتح الباری ج ۲ ص ۱۲۳)

۴۹۷ - حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ اَبِيْ عُبَيْدٍ' عَنْ سَلَمَةَ قَالَ كَانَ جِدَارُ الْمَسْجِدِ عِنْدَ الْمِنْبَرِ مَا كَادَتِ الشَّاةُ تَجُوْزُهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مکی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن ابی عبید نے حدیث بیان کی از حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ انہوں نے کہا: مسجد کی دیوار منبر کے پاس تھی' اس سے بکری بہ مشکل گزر سکتی تھی۔

(صحیح مسلم: ۵۰۹' الرقم المسلسل: ۱۱۱۵' سنن ابوداؤد: ۱۰۸۲' سنن ابن ماجہ: ۱۴۳۰' المعجم الکبیر: ۶۲۹۹' سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۷۲' مسند احمد ج ۴ ص ۵۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۶۵۳۲۔ ج ۲۷ ص ۸۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

یہ حدیث ثلاثی ہے' اس میں امام بخاری اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان صرف تین راوی ہیں' اس حدیث کی باب کے عنوان سے اس طرح مطابقت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر کے پہلو میں کھڑے ہوتے تھے کیونکہ اس وقت آپ کی مسجد میں محراب نہیں تھا' پس آپ کے اور دیوارِ قبلہ کے درمیان اتنی مسافت تھی جتنی مسافت منبر اور دیوارِ قبلہ کے درمیان تھی' پس گویا کہ حضرت سلمہ نے کہا: نمازی اور سترہ کے درمیان اتنا فاصلہ ہونا چاہیے جتنا فاصلہ آپ کے منبر اور دیوارِ قبلہ کے درمیان تھا۔

۹۲ - بَابُ الصَّلٰوةِ اِلَى الْحَرْبَةِ — چھوٹے نیزہ کی طرف نماز پڑھنا

اس عنوان میں "حربۃ" کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: چھوٹا نیزہ۔

۴۹۸ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى' عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنِيْ نَافِعٌ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُرْكَزُ لَهُ الْحَرْبَةُ' فَيُصَلِّيْ اِلَيْهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از عبید اللہ انہوں نے کہا: مجھے نافع نے خبر دی از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے چھوٹا نیزہ گاڑ دیا جاتا تھا' پھر آپ اس کی طرف نماز پڑھتے تھے۔

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۳۴۷۳' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۹۴ میں گزر چکی ہے۔

۹۳ - بَابُ الصَّلٰوةِ اِلَى الْعَنَزَةِ — نیزہ کی طرف نماز پڑھنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ نمازی اور قبلہ کے درمیان جو نیزہ گاڑا ہوا ہے' اس نیزہ کی طرف متوجہ ہو کر نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے۔

۴۹۹ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَوْنُ بْنُ اَبِي جُحَيْفَةَ قَالَ سَمِعْتُ اَبِي قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْهَاجِرَةِ ' فَاُتِيَ بِوَضُوْءٍ فَتَوَضَّاَ ' فَصَلّٰى بِنَا الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ ' وَبَيْنَ يَدَيْهِ عَنَزَةٌ ' وَالْمَرْاَةُ وَالْحِمَارُ يَمُرُّوْنَ مِنْ وَّرَائِهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عون بن ابی جحیفہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے اپنے والد رضی اللہ عنہ سے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوپہر کے وقت ہماری طرف نکلے' پس آپ کے وضوء کا پانی لایا گیا' پھر آپ نے وضوء کیا' پھر آپ نے ہمیں ظہر اور عصر کی نماز پڑھائی اور آپ کے سامنے نیزہ تھا اور عورت اور گدھا اس نیزہ کے پاس سے گزر رہے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۹۵ میں گزر چکی ہے۔

۵۰۰ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمِ بْنِ بَزِيْعٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَاذَانُ ' عَنْ شُعْبَةَ ' عَنْ عَطَاءِ بْنِ اَبِي مَيْمُوْنَةَ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا خَرَجَ لِحَاجَتِهٖ ' تَبِعْتُهُ اَنَا وَغُلَامٌ ' وَمَعَنَا عُكَّازَةٌ ' اَوْ عَصًا ' اَوْ عَنَزَةٌ ' وَمَعَنَا اِدَاوَاةٌ ' فَاِذَا فَرَغَ مِنْ حَاجَتِهٖ نَاوَلْنَاهُ الْاِدَاوَةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن حاتم بن بزیع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شاذان نے حدیث بیان کی از شعبہ از عطاء ابن ابی میمونہ' انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قضاء حاجت کے لیے جاتے تو میں اور ایک اور لڑکا آپ کے پیچھے جاتے اور ہمارے ساتھ ڈنڈا یا لاٹھی یا نیزہ ہوتا' اور ہمارے ساتھ چمڑے کا برتن ہوتا' جب آپ قضاء حاجت سے فارغ ہو جاتے تو ہم آپ کو وہ چمڑے کا برتن دیتے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۵۰ میں گزر چکی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا: پانی کے ساتھ استنجاء کرنا' اور یہاں اس کا عنوان ہے: نیزہ کی طرف نماز پڑھنا' اور اس حدیث میں نیزہ کا بھی ذکر ہے اور پانی کے ساتھ استنجاء کرنے کا بھی ذکر ہے۔

۹۴ - بَابُ السُّتْرَةِ بِمَكَّةَ وَغَيْرِهَا — مکہ وغیرہا میں سترہ

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ نمازی کے آگے سے گزرنے والے کو روکنے کے لیے سترہ قائم کرنا مستحب ہے خواہ وہ سترہ مکہ میں ہو یا غیر مکہ میں اور مکہ کی قید اس لیے لگائی ہے تاکہ کوئی شخص یہ وہم نہ کرے کہ سترہ قبلہ ہے اور مکہ میں کعبہ کے سوا اور کسی کو قبلہ نہیں بنانا چاہیے اور ہر وہ شخص جو کسی کھلی اور وسیع جگہ میں نماز پڑھے' اس کے لیے مستحب یہ ہے کہ وہ سترہ کی طرف نماز پڑھے خواہ وہ مکہ میں نماز پڑھے یا کسی اور جگہ نماز پڑھے' ہاں! اگر وہ مکہ مکرمہ کی ایسی مسجد میں نماز پڑھے جو مکہ کے قریب ہو اور وہاں کسی کے لیے نمازی کے آگے سے گزرنا ممکن نہ ہو تو پھر اس کو سترہ کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ مکہ کا قبلہ اس کا سترہ ہے اور اگر اس نے مسجد کے مؤخر حصے میں اس طرح نماز پڑھی کہ اس کے آگے سے گزرنا ممکن تھا یا مکہ مکرمہ کی باقی جگہوں میں بغیر کسی دیوار یا درخت یا اس جیسی کسی چیز کے نماز پڑھی تو پھر اس کو اپنے آگے سترہ رکھنا چاہیے' جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ کے علاوہ دیگر مقامات پر کھلی جگہ میں نیزہ کی طرف

نماز پڑھی۔

۵۰۱ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ أَبِي جُحَيْفَةَ قَالَ خَرَجَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْهَاجِرَةِ، فَصَلَّى بِالْبَطْحَاءِ الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ رَكْعَتَيْنِ، وَنَصَبَ بَيْنَ يَدَيْهِ عَنَزَةً وَتَوَضَّأَ، فَجَعَلَ النَّاسُ يَتَمَسَّحُونَ بِوَضُوئِهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از حکم از حضرت ابی جحیفہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دوپہر کے وقت نکلے' پھر آپ نے بجری والی ریتلی زمین (مدینہ کی وادی) میں ظہر اور عصر کی دو' دو رکعت نماز پڑھی اور اپنے سامنے نیزہ گاڑ دیا اور وضوء کیا' پھر لوگ آپ کے وضوء کے پانی کو اپنے جسم پر لگا رہے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۸۷ میں تفصیل سے گزر چکی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا: لوگوں کے وضوء کے بچے ہوئے پانی کو استعمال کرنا' اور یہاں اس کا عنوان ہے: مکہ وغیرہ میں سترہ' اور اس حدیث میں دونوں باتوں کا ذکر ہے۔

۹۵ - بَابُ الصَّلٰوةِ إِلَى الْأُسْطُوَانَةِ ستون کی طرف نماز پڑھنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ستون کی طرف نماز پڑھنا مستحب ہے۔

وَقَالَ عُمَرُ الْمُصَلُّونَ أَحَقُّ بِالسَّوَارِي مِنَ الْمُتَحَدِّثِينَ إِلَيْهَا.

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ستونوں کی طرف باتیں کرنے والوں کی بہ نسبت نماز پڑھنے والے زیادہ مستحق ہیں۔

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل حدیث ہے:

ادریس الصنعانی ایک شخص سے روایت کرتے ہیں' جس کو ہمدان کہا جاتا تھا' وہ اہل یمن کی ڈاک حضرت عمر رضی اللہ عنہ تک پہنچاتا تھا' وہ بیان کرتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ستونوں کی طرف باتیں کرنے والوں کی بہ نسبت نماز پڑھنے والے زیادہ مستحق ہیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۵۱۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

نمازیوں کے زیادہ مستحق ہونے کی وجہ یہ ہے کہ باتیں کرنے والے ستونوں کی طرف ٹیک لگانے کے محتاج ہوتے ہیں اور نماز پڑھنے والے ستون کو سترہ بنانے کے محتاج ہوتے ہیں' سو دونوں ستونوں کی طرف احتیاج میں مشترک ہیں لیکن نمازی چونکہ عبادت کرنے والے ہیں' اس لیے وہ ستونوں کے زیادہ مستحق ہیں۔

وَرَاٰى عُمَرُ رَجُلًا يُصَلِّي بَيْنَ أُسْطُوَانَتَيْنِ، فَأَدْنَاهُ إِلَى سَارِيَةٍ، فَقَالَ صَلِّ إِلَيْهَا.

اور حضرت عمر نے ایک شخص کو دیکھا' وہ دو ستونوں کے درمیان نماز پڑھ رہا تھا' انہوں نے اس کو ایک ستون کی طرف قریب کر کے کہا: اس کی طرف نماز پڑھو۔

اس تعلیق کی اصل اس حدیث میں ہے:

معاویہ بن قرہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے دیکھا' میں دو ستونوں کے درمیان نماز پڑھ رہا تھا تو انہوں نے میری پیٹھ کو پکڑ کر مجھے سترہ کے قریب کر دیا اور فرمایا: اس کی طرف نماز پڑھو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۵۰۱۔ ج ۲ ص ۱۴۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

۵۰۲ - حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں المکی بن ابراہیم نے

بْنُ اَبِیْ عُبَیْدٍ قَالَ کُنْتُ اٰتِیْ مَعَ سَلَمَةَ بْنِ الْاَکْوَعِ فَیُصَلِّیْ عِنْدَ الْاُسْطُوَانَةِ الَّتِیْ عِنْدَ الْمُصْحَفِ ' فَقُلْتُ یَا اَبَا مُسْلِمٍ ' اَرَاكَ تَتَحَرَّی الصَّلٰوةَ عِنْدَ هٰذِهِ الْاُسْطُوَانَةِ؟ قَالَ فَاِنِّیْ رَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَتَحَرَّی الصَّلٰوةَ عِنْدَهَا.

(صحیح مسلم:٥٠٩' الرقم المسلسل:١١١٥' سنن ابن ماجہ:١٤٣٠' جامع المسانید لابن الجوزی:٢٢٥٥' مکتبۃ الرشد ریاض'١٤٢٦ھ)

حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن ابی عبید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ کے پاس آیا' وہ المصحف کے پاس ایک ستون کے نزدیک نماز پڑھ رہے تھے' پس میں نے کہا: اے ابومسلم! میں دیکھتا ہوں کہ آپ اس ستون کو تلاش کر کے اس کے پاس نماز پڑھتے ہیں؟ انہوں نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قصد کر کے اس ستون کے پاس نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔

یہ حدیث ثلاثی ہے' اس میں امام بخاری اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان صرف تین راوی ہیں اور ان کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

المصحف کے ستون کا معنی

اس حدیث میں ''المصحف'' کا ذکر ہے' علامہ عینی لکھتے ہیں کہ یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں مصحف کی ایک خاص جگہ تھی' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ سے اس جگہ وہ مصحف رکھا ہوا تھا' صحیح مسلم میں یہ الفاظ ہیں کہ وہ صندوق کے پیچھے نماز پڑھتے تھے گویا کہ وہ مصحف (قرآن مجید) اس صندوق میں رکھا جاتا تھا اور جس ستون کا اس حدیث میں ذکر کیا گیا ہے' وہ ''اسطوانۃ المھاجرین'' کے نام سے مشہور تھا۔ آپ اس ستون کے پاس کھڑے ہو کر نماز پڑھتے تھے اور اس ستون کو پہلو میں نہیں رکھتے تھے' تاکہ صفوں میں خلل نہ ہو۔ (عمدۃ القاری ج ٤ ص ٤١٥)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم:١٠٣٨۔ ج ٧ ص ١٣٢٠ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

٥٠٣- حَدَّثَنَا قَبِیْصَةُ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ ' عَنْ عَمْرِو بْنِ عَامِرٍ ' عَنْ اَنَسٍ ' قَالَ لَقَدْ رَاَیْتُ كِبَارَ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَبْتَدِرُوْنَ السَّوَارِیَ عِنْدَ الْمَغْرِبِ. وَزَادَ شُعْبَةُ ' عَنْ عَمْرٍو ' عَنْ اَنَسٍ حَتّٰی یَخْرُجَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ .

[طرف الحدیث:٦٢٥]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قبیصہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عمرو بن عامر از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بڑے بڑے اصحاب کو دیکھا' وہ مغرب کے وقت ستونوں کی طرف سبقت کرتے تھے۔ شعبہ نے از عمرو از حضرت انس رضی اللہ عنہ یہ اضافہ کیا: حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حجرے سے نکل آتے۔

(سنن نسائی:٦٨١' صحیح ابن خزیمہ:١٢٨٨' صحیح ابن حبان:١٥٨٩' سنن دارمی:١٤٤١' مصنف عبد الرزاق:٣٩٨٦' سنن بیہقی ج ٢ ص ٤٧٦' مسند احمد ج ٣ ص ٢٨٠' مسند احمد:١٣٩٨٣۔ ج ٢١ ص ٤٠١' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(١) قبیصہ بن عقبہ الکوفی (٢) سفیان ثوری (٣) عمرو بن عامر الکوفی الانصاری' یہ عمرو بن عامر البصری نہیں ہیں کیونکہ وہ سلمی ہیں (٤) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ٤ ص ٤١٥)

ستون کو سترہ بنانے کی توجیہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

جب رسول اللہ ﷺ صحراء میں نیزہ گاڑ کر اس کو سترہ بناتے تھے تو مسجد کا ستون نیزہ کی بہ نسبت سترہ بنانے کے زیادہ لائق تھا کیونکہ آپ نے فرمایا ہے کہ سترہ کی مقدار پالان کی پچھلی لکڑی کے برابر ہونی چاہیے تو اس سے معلوم ہوا کہ پالان کی پچھلی لکڑی اور نیزہ کی بہ نسبت مسجد کا ستون سترہ بنانے کے زیادہ لائق ہے اور امام کو چاہیے کہ وہ ستون کو اپنے سامنے رکھے اور اس کے پہلو میں نہ کھڑا ہو تاکہ صفوں میں خلل نہ ہو۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۱۸۲۔۱۸۱)

٩٦ - بَابُ الصَّلٰوةِ بَيْنَ السَّوَارِيْ فِيْ غَيْرِ جَمَاعَةٍ

بغیر جماعت کے ستونوں کے درمیان نماز

اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ جب انسان اکیلا ہو تو وہ مسجد کے ستونوں کے درمیان نماز پڑھے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے' البتہ ستونوں کے درمیان جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا مکروہ ہے' کیونکہ اس سے صف منقطع ہوتی ہے۔

٥٠٤ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَيْتَ، وَأُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ، وَعُثْمَانُ بْنُ طَلْحَةَ، وَبِلَالٌ، فَأَطَالَ، ثُمَّ خَرَجَ كُنْتُ أَوَّلَ النَّاسِ دَخَلَ عَلٰى أَثَرِهِ، فَسَأَلْتُ بِلَالًا أَيْنَ صَلّٰى؟ قَالَ بَيْنَ الْعَمُوْدَيْنِ الْمُقَدَّمَيْنِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جویریہ نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ اور حضرت اسامہ بن زید اور حضرت عثمان بن طلحہ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہم بیت اللہ کے اندر داخل ہوئے' پس بہت دیر اندر رہے' پھر باہر نکلے تو سب سے پہلے میں ان کے پیچھے داخل ہوا' پھر میں نے حضرت بلال سے پوچھا: نبی ﷺ نے کس جگہ نماز پڑھی تھی؟ انہوں نے بتایا: سامنے کے دو ستونوں کے درمیان۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۹۷ میں گزر چکی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا: اہل مدینہ اہل شام کا قبلہ' اور یہاں اس کا عنوان ہے: بغیر جماعت کے ستونوں کے درمیان نماز پڑھنا' اور اس حدیث میں ان دونوں عنوانوں کا ذکر ہے۔

٥٠٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ الْكَعْبَةَ، وَأُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ، وَبِلَالٌ، وَعُثْمَانُ بْنُ طَلْحَةَ الْحَجَبِيُّ، فَأَغْلَقَهَا عَلَيْهِ، وَمَكَثَ فِيْهَا، فَسَأَلْتُ بِلَالًا حِيْنَ خَرَجَ مَا صَنَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ جَعَلَ عَمُوْدًا عَنْ يَسَارِهِ، وَعَمُوْدًا عَنْ يَمِيْنِهِ، وَثَلَاثَةَ أَعْمِدَةٍ وَرَاءَهُ، وَكَانَ الْبَيْتُ يَوْمَئِذٍ عَلٰى سِتَّةِ أَعْمِدَةٍ، ثُمَّ صَلّٰى. وَقَالَ لَنَا إِسْمَاعِيْلُ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ، وَقَالَ عَمُوْدَيْنِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت اسامہ بن زید اور حضرت بلال اور حضرت عثمان بن طلحہ الحجبی کعبہ کے اندر داخل ہوئے' پھر اس کا دروازہ بند کر دیا اور اس میں کچھ دیر ٹھہرے' پھر جب وہ کعبہ سے باہر نکلے تو میں نے حضرت بلال سے سوال کیا کہ نبی ﷺ نے کعبہ میں کیا کیا تھا؟ انہوں نے کہا: آپ نے ایک ستون کو بائیں جانب رکھا اور ایک ستون کو دائیں جانب رکھا اور تین ستونوں کو اپنے پیچھے اور بیت اللہ ان دنوں چھ ستونوں پر تھا' پھر

عَنْ يَمِينِهِ.

آپ نے نماز پڑھی اور ہم سے اسماعیل نے بیان کیا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی اور کہا: دوستون آپ کے دائیں جانب تھے۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۳۹۷ میں گزر چکی ہے۔

۹۷ - بَابٌ

باب

امام بخاری نے اس باب کا کوئی ترجمہ یا عنوان قائم نہیں کیا' اور اس کتاب میں ان کا اسلوب یہ ہے کہ وہ جس باب کا عنوان قائم نہیں کرتے' وہ ابوابِ سابقہ کے ساتھ ملحق ہوتا ہے۔

۵۰۶ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو ضَمْرَةَ قَالَ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ، عَنْ نَافِعٍ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ كَانَ إِذَا دَخَلَ الْكَعْبَةَ، مَشَى قِبَلَ وَجْهِهِ حِينَ يَدْخُلُ، وَجَعَلَ الْبَابَ قِبَلَ ظَهْرِهِ، فَمَشَى حَتَّى يَكُونَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجِدَارِ الَّذِي قِبَلَ وَجْهِهِ قَرِيبًا مِنْ ثَلَاثَةِ أَذْرُعٍ صَلَّى، يَتَوَخَّى الْمَكَانَ الَّذِي أَخْبَرَهُ بِهِ بِلَالٌ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى فِيهِ، قَالَ وَلَيْسَ عَلَى أَحَدِنَا بَأْسٌ، إِنْ صَلَّى فِي أَيِّ نَوَاحِي الْبَيْتِ شَاءَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوضمرہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں موسیٰ بن عقبہ نے حدیث بیان کی از نافع کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب کعبہ میں داخل ہوئے تو دخول کے وقت وہ اپنے منہ کی طرف چلے اور دروازہ کو اپنی پشت کے پیچھے رکھا' پھر چلے حتیٰ کہ ان کے درمیان اور اس دیوار کے درمیان جو ان کے منہ کی طرف تھی تقریباً تین ذراع (ساڑھے چار فٹ) کا فاصلہ تھا' (پھر) انہوں نے نماز پڑھی اور اس جگہ کا قصد کیا' جس جگہ کے متعلق ان کو حضرت بلال نے یہ خبر دی تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جگہ نماز پڑھی ہے' اور کہا: ہم میں سے جو شخص بیت اللہ کی کسی جانب نماز پڑھے' اس پر کوئی حرج نہیں ہے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے بھی صحیح البخاری: ۳۹۷ کا مطالعہ فرمائیں۔

۹۸ - بَابُ الصَّلٰوةِ إِلَى الرَّاحِلَةِ وَالْبَعِيرِ وَالشَّجَرِ وَالرَّحْلِ

سواری' اونٹ' درخت اور پالان کی طرف نماز پڑھنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مذکورہ اشیاء کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا جائز ہے۔

۵۰۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ الْبَصْرِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ يُعَرِّضُ رَاحِلَتَهُ فَيُصَلِّي إِلَيْهَا، قُلْتُ أَفَرَأَيْتَ إِذَا هَبَّتِ الرِّكَابُ؟ قَالَ كَانَ يَأْخُذُ الرَّحْلَ فَيُعَدِّلُهُ، فَيُصَلِّي إِلَى آخِرَتِهِ، أَوْ قَالَ مُؤَخَّرِهِ، وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَفْعَلُهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں محمد بن ابی بکر المقدمی البصری نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ ہمیں معتمر نے حدیث بیان کی از عبیداللہ از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری کو عرض میں کر لیتے' پھر اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے' میں نے کہا: یہ بتائیں کہ جب سواریاں اچھلتیں (تو آپ کیا کرتے تھے)؟ انہوں نے کہا: پھر آپ اس پالان یا کجاوے کو پکڑ لیتے' اس کو برابر رکھتے اور اس کی آخری لکڑی کو کھڑا کر کے اس کی طرف نماز پڑھتے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ

بھی ایسا ہی کرتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۳۰ میں گزر چکی ہے' وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: اونٹوں کی جگہوں میں نماز پڑھنا' اس حدیث میں سواری اور پالان کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا ذکر ہے' درخت اور اونٹ کی طرف نماز پڑھنے کا ذکر نہیں ہے' اونٹ کا ذکر تو سواری کے ذکر میں آ گیا ہے اور درخت کی طرف نماز پڑھنے کے متعلق یہ حدیث ہے:

امام نسائی سند حسن کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ بے شک میں نے جنگ بدر کے دن دیکھا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا ہم میں سے ہر شخص سویا ہوا تھا اور آپ ایک درخت کی طرف نماز پڑھ رہے تھے' حتیٰ کہ صبح ہو گئی۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۹۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۹۹ - بَابُ الصَّلٰوةِ اِلَى السَّرِيْرِ

تخت یا چارپائی پر نماز پڑھنا

۵۰۸ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ، عَنْ مَنْصُوْرٍ، عَنْ اِبْرَاهِيْمَ، عَنِ الْاَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اَعَدَلْتُمُوْنَا بِالْكَلْبِ وَالْحِمَارِ؟ لَقَدْ رَاَيْتُنِىْ مُضْطَجِعَةً عَلَى السَّرِيْرِ، فَيَجِىْءُ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَتَوَسَّطُ السَّرِيْرَ فَيُصَلِّىْ، فَاَكْرَهُ اَنْ اُسَنِّحَهُ، فَاَنْسَلُّ مِنْ قِبَلِ رِجْلَىِ السَّرِيْرِ، حَتّٰى اَنْسَلَّ مِنْ لِحَافِىْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عثمان بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از منصور از ابراہیم از اسود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے فرمایا: کیا تم نے ہمیں کتے اور گدھے کے برابر کر دیا ہے؟ میں نے خود کو دیکھا کہ میں تخت پر لیٹی ہوئی تھی' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آئے' آپ نے تخت کو وسط میں کر لیا' پھر آپ نماز پڑھ رہے تھے' میں نے اس کو ناپسند کیا کہ میں نماز میں آپ کے سامنے رہوں' پس میں تخت کے پیروں کی جانب سے آہستہ سے نکل کر اپنے لحاف سے باہر نکل آتی تھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۸۲ میں گزر چکی ہے' بعض ضروری امور بیان کیے جا رہے ہیں۔

علماء غیر مقلدین کا نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خیال کو اپنے گدھے اور بیل کے خیال سے بدتر قرار دینا

اس حدیث میں ذکر ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: کیا تم نے ہمیں کتے اور گدھے کے برابر کر دیا ہے! حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ جملہ اس موقع پر کہا تھا' جب بعض لوگوں نے یہ حدیث بیان کی: نمازی کے سامنے سے کتا' گدھا اور عورت گزر جائے تو اس کی نماز ٹوٹ جاتی ہے' حضرت عائشہ کو ان کی یہ حدیث اس لیے ناگوار گزری کہ اس ایک جملہ میں عورت کو کتے اور گدھے کے ساتھ ذکر کیا ہے اور چونکہ حضرت ام المؤمنین بھی عورت ہیں' اس لیے آپ نے فرمایا: کیا تم نے ہمیں کتے اور گدھے کے برابر کر دیا ہے' جب حضرت عائشہ کو اس سے ایذاء پہنچی کہ آپ کا ذکر کتے اور گدھے کے ساتھ کیا گیا تو اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر گدھے اور بیل کے ساتھ کیا جائے تو اس سے آپ کو کتنی ایذاء پہنچے گی۔

غیر مقلدین کے مشہور عالم شیخ اسماعیل دہلوی متوفی ۱۲۴۶ھ لکھتے ہیں:

زنا کے خیال سے (نماز میں) اپنی بیوی سے جماع کا خیال بہتر ہے اور شیخ اور ان جیسے معظمین خواہ جناب رسالت مآب ہی ہوں' کی طرف اپنی توجہ کو لگا دینا' اپنے بیل اور گدھے کے تصور میں استغراق سے کہیں زیادہ برا ہے۔

(صراط مستقیم ص ۸۶' مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور)

اس عبارت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توہین کی صرف یہی وجہ نہیں ہے کہ گدھے اور بیل کے تصور کے ساتھ آپ کی طرف توجہ

لگا دینے کا ذکر ہے بلکہ آپ کی طرف توجہ لگا دینے کو گدھے اور بیل کے تصور میں استغراق سے زیادہ بُرا قرار دیا گیا ہے' سوچیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس عبارت سے کس قدر ایذاء پہنچی ہوگی! قرآن مجید میں ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ. (الاحزاب:۵۷)

بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذاء پہنچاتے ہیں' اللہ ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت فرماتا ہے۔

عبارت مذکورہ کی توجیہ کا ردّ

اس عبارت کی توجیہ میں شیخ اسماعیل دہلوی نے یہ لکھا ہے کہ:

بیل اور گدھے کا خیال دل میں اس قدر تعظیم کے ساتھ نہیں آتا' جس قدر تعظیم اور اجلال کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا تصور آئے گا اور نماز میں غیر اللہ کا تعظیم کے ساتھ تصور شرک کی طرف کھینچ کر لے جاتا ہے۔ (صراط مستقیم ص ۸۶' مکتبہ سلفیہ لاہور)

یہ توجیہ قطعاً باطل اور مردود ہے کیونکہ نماز میں غیر اللہ کی تعظیم مطلقاً شرک نہیں ہے بلکہ تعظیم بہ طریقہ عبادت شرک ہے اور نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم معمول اور مشروع ہے۔ دیکھئے: سلام تعظیم کے لیے کیا جاتا ہے اور نماز کے تشہد میں ''**السلام علیك ایها النبی ورحمة الله وبركاته**'' پڑھا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بالفعل تعظیم کی ہے' حدیث میں ہے:

عین حالت نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کے متعلق احادیث

حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنو عمرو بن عوف کی آپس میں صلح کرانے کے لیے تشریف لے گئے' نماز کا وقت آ گیا تو مؤذن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا: کیا آپ لوگوں کو نماز پڑھائیں گے تو میں اقامت کہوں؟ حضرت ابوبکر نے کہا: ہاں' پھر حضرت ابوبکر نماز پڑھانے لگے' (اسی اثناء میں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آ گئے اور لوگ نماز پڑھ رہے تھے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم صفوں سے گزرتے ہوئے پہلی صف میں پہنچ گئے' پس لوگوں نے تالیاں بجائیں' اور حضرت ابوبکر نماز میں اِدھر اُدھر توجہ نہیں کرتے تھے' پھر جب لوگوں نے بہت زیادہ تالیاں بجائیں تو حضرت ابوبکر نے توجہ کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لیا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ کیا کہ تم اپنی جگہ قائم رہو' پھر حضرت ابوبکر نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کر کے اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو نماز پڑھاتے رہنے کا حکم دیا ہے' پھر حضرت ابوبکر پیچھے صف کے برابر کھڑے ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آگے بڑھ کر نماز پڑھائی' نماز سے فارغ ہو کر آپ نے فرمایا: اے ابوبکر! تمہیں (نماز پڑھانے سے) کس چیز نے روکا جب میں نے تمہیں نماز پڑھانے کا حکم دیا تھا؟ حضرت ابوبکر نے کہا: ابوقحافہ کے بیٹے کے لیے یہ ممکن ہی نہ تھا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے کھڑا ہو کر نماز پڑھائے! پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے تم لوگوں کو نماز میں اتنی زیادہ تالیاں بجاتے ہوئے کیوں دیکھا' جس شخص کو نماز میں کوئی تشویش ناک بات پیش آ جائے تو وہ سبحان اللہ کہے' کیونکہ جب وہ سبحان اللہ کہے گا تو امام اس کی طرف متوجہ ہوگا' تالیاں بجا کر امام کو متوجہ کرنا صرف خواتین کے لیے مشروع ہے۔ (صحیح البخاری:۱۲۳۴_۱۲۱۸_۶۸۴' صحیح مسلم:۴۲۱' الرقم المسلسل:۹۲۴' سنن ابوداؤد:۹۴۰' سنن نسائی:۷۸۳' سنن ابن ماجہ:۱۰۳۵' صحیح ابن حبان:۲۲۶۰' المعجم الکبیر:۵۷۷۱' سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۴۶_۲۴۵' صحیح ابن خزیمہ:۱۲۶۳' شرح السنۃ:۷۴۹' مسند الامام الطحاوی:۲۶۷۱' مکتبۃ الحرمین' دبئی' مسند احمد ج ۵ ص ۳۳۷ طبع قدیم' مسند احمد:۲۲۸۵۲_ج ۳۷ ص ۵۰۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی:۲۳۱۵' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے دوران آ گئے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ امامت چھوڑ کر پیچھے

صف میں کھڑے ہو گئے اور رسول اللہ ﷺ کے استفسار پر اپنے پیچھے ہٹنے کی یہ وجہ بیان کی: ابوقحافہ کے بیٹے کے لیے تو یہ ممکن ہی نہ تھا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے آگے کھڑا ہو کر نماز پڑھائے' اور اس میں کیا شک ہے کہ حضرت ابو بکر کا نماز میں پیچھے ہٹنا رسول اللہ ﷺ کی تعظیم کے لیے تھا اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی یہ تعظیم نماز میں کی تھی' اسی طرح تمام صحابہ' رسول اللہ ﷺ کے آنے پر جو تالیاں بجا رہے تھے' وہ بھی اس لیے کہ حضرت ابو بکر تالیوں کی آواز سن کر توجہ کریں اور رسول اللہ ﷺ کو دیکھ کر امامت چھوڑ کر پیچھے آ جائیں اور ان تمام صحابہ نے نماز میں رسول اللہ ﷺ کی تعظیم کی تھی۔

اس کے بعد دوسری بار بھی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عین حالت نماز میں رسول اللہ ﷺ کی تعظیم کی:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیماری کے ایام میں حضرت ابو بکر کو یہ حکم دیا تھا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں' سو حضرت ابو بکر ان کو نماز پڑھاتے تھے' عروہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے اپنے مرض میں تخفیف محسوس کی' آپ حجرے سے باہر آئے تو حضرت ابو بکر لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے' جب حضرت ابو بکر نے آپ کو دیکھا تو وہ پیچھے ہو گئے' آپ نے ان کو اشارہ کیا کہ تم اسی طرح نماز پڑھاتے رہو' پھر رسول اللہ ﷺ' حضرت ابو بکر کے پہلو میں بیٹھ گئے' پس حضرت ابو بکر' رسول اللہ ﷺ کی نماز کی اقتداء کر رہے تھے اور لوگ حضرت ابو بکر کی نماز کی اقتداء کر رہے تھے۔

(صحیح البخاری: ۶۸۳' صحیح مسلم: ۴۱۸' الرقم المسلسل: ۹۱۱' سنن ابن ماجہ: ۱۲۳۵۔ ۱۲۳۴۔ ۱۲۳۳' موطأ امام مالک۔ کتاب صلوۃ الجماعۃ: ۱۸' تنویر الحوالک ص ۱۵۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' دلائل النبوۃ ج ۷ ص ۲۲۷۔ ۲۲۶' مسند احمد ج ۱ ص ۳۵۷۔ ۳۵۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۳۳۵۵۔ ج ۵ ص ۳۵۸۔ ۳۵۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث میں بھی یہ تصریح ہے کہ حضرت ابو بکر نماز پڑھا رہے تھے' رسول اللہ ﷺ نے اشارہ بھی کیا کہ نماز پڑھاتے رہو' لیکن رسول اللہ ﷺ کو دیکھ کر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ پیچھے ہو گئے اور یہ عین حالت نماز میں رسول اللہ ﷺ کی تعظیم ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بھی حالت نماز میں رسول اللہ ﷺ کی تعظیم کی ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں رات کے آخری حصہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا' میں نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی' آپ نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے کھینچا' آپ نے مجھے اپنے آگے کیا' جب رسول اللہ ﷺ اپنی نماز کی طرف متوجہ ہوئے تو میں پھر پیچھے ہو گیا' رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھ لی' پھر نماز سے فارغ ہو کر مجھ سے فرمایا: یہ کیا بات ہے؟ میں تمہیں اپنے آگے کرتا تھا اور تم پیچھے ہٹ جاتے تھے' میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا کسی شخص کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ آپ کے آگے نماز پڑھے حالانکہ آپ اللہ کے رسول ہیں' جس نے آپ کو (بلند رتبہ) عطا کیا ہے' رسول اللہ ﷺ یہ بات سن کر خوش ہوئے' پھر آپ نے اللہ سے یہ دعا کی کہ اللہ تعالیٰ میرے علم اور میرے فہم کو زیادہ کرے۔

نوٹ: رسول اللہ ﷺ' حضرت ابن عباس کو بائیں جانب سے دائیں جانب کرنے کے لیے انہیں اپنے آگے سے دائیں جانب لا رہے تھے۔ (مسند احمد ج ۱ ص ۳۳۰ طبع قدیم' مسند احمد: ۳۰۶۰۔ ج ۵ ص ۱۷۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

شعیب الارنؤوط نے لکھا ہے کہ شیخین کی شرط کے مطابق اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ (حاشیہ مسند احمد: ۳۰۶۰)

اس حدیث میں بھی تصریح ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے عین حالت نماز میں رسول اللہ ﷺ کی تعظیم کی۔

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے بھی اس حدیث سے استدلال کر کے لکھا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے جواب سے خوش ہو کر رسول اللہ ﷺ نے ان کو دعا دی۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۶۲۵' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے بھی عین حالت نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم کی:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی' میں (آپ کے ساتھ) مسلسل کھڑا رہا' حتیٰ کہ میں نے ایک بُرے کام کا ارادہ کیا' ہم نے پوچھا: آپ نے کیا ارادہ کیا؟ انہوں نے بتایا کہ میں نے یہ ارادہ کیا تھا کہ میں بیٹھ جاؤں اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قیام میں چھوڑ دوں۔ (صحیح البخاری:۱۱۳۵' صحیح مسلم:۷۷۳' سنن ابن ماجہ:۱۴۱۸' صحیح ابن خزیمہ:۱۱۵۴' مسند احمد ج ۱ ص ۴۴۰ طبع قدیم' مسند احمد:۴۱۹۹۔ج ۷ ص ۲۵۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

نفل نماز بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے' پھر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیٹھ کر نماز پڑھنے کو بُرا کام کیوں جانا' صرف اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہوئے تھے' اور آپ کھڑے ہوں اور حضرت ابن مسعود بیٹھ جائیں' اس کو انہوں نے آپ کی تعظیم کے خلاف جانا' اس کے بعد حضرت ابن مسعود نے جتنی دیر نماز میں قیام کیا' وہ قیام صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم کے لیے تھا۔

جب نمازی حضور ذہن اور غور وفکر کے ساتھ نماز پڑھے گا تو یہ ممکن نہیں کہ وہ نماز میں ---------- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تصور نہ کرے

شیخ اسماعیل دہلوی نے لکھا ہے کہ نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تصور اپنے گدھے اور بیل کے تصور سے زیادہ بُرا ہے' میں پوچھتا ہوں کہ جب نمازی نماز میں ''یا ایھا النبی' یا ایھا الرسول' یا ایھا المزمل' یا ایھا المدثر'' اور ''محمد رسول اللّٰہ'' پر مشتمل آیات پڑھے گا تو کیا ذہن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تصور نہیں آئے گا اور جب ''السلام علیك ایھا النبی'' پڑھے گا تو آپ کا تصور نہیں آئے گا اور جب ''اللھم صل علٰی محمد وعلٰی آل محمد'' اور ''اللھم بارك علٰی محمد وعلٰی آل محمد'' پڑھے گا تو آپ کا تصور نہیں آئے گا' نماز میں شروع سے آخر تک آپ کا ذکر آتا ہے۔ شیخ اسماعیل دہلوی نمازی کو کہاں کہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تصور سے روکیں گے' جب بھی نمازی نماز میں پڑھے جانے والے الفاظ پر غور وفکر کرتے ہوئے نماز پڑھے گا اور حضور ذہن کے ساتھ نماز پڑھے گا تو یہ ممکن نہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر کرے اور اس کے ذہن میں آپ کا تصور نہ آئے۔

امام غزالی متوفی ۵۰۵ ھ نے کہا ہے کہ جب نمازی نماز میں ''السلام علیك ایھا النبی'' کہے تو ذہن میں آپ کے شخص کریم کو حاضر کر کے کہے: ''السلام علیك ایھا النبی ورحمة اللّٰہ وبرکاته''۔

(احیاء علوم الدین ج ۱ ص ۱۶۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۹ ھ)

امام عبدالوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ ھ نے کہا ہے کہ نماز کا موضوع اصالۃً اللہ تعالیٰ کا ذکر اور اس سے مناجات ہے لیکن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام احکام شرعیہ میں ہمارے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان واسطہ عظمیٰ ہیں تو ادب کا تقاضا یہ ہے کہ جب ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کریں تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صلوٰۃ (درود شریف) پڑھنا نہ بھولیں کیونکہ آپ اللہ تعالیٰ کے دربار سے کبھی جدا نہیں ہوتے (الیٰ قولہ) اور نماز میں تشہد اس لیے مشروع کیا گیا ہے کہ جو نمازی غفلت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے دربار میں بیٹھے ہوئے ہیں' ان کو اس پر متنبہ کیا جائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اس دربار میں تشریف فرما ہیں کیونکہ آپ اللہ تعالیٰ کے دربار سے کبھی جدا نہیں ہوتے' اس لیے نمازی آپ کو نماز میں بالمشافہ خطاب کر کے آپ کو سلام پیش کرے۔

(المیزان الکبریٰ الشعرانیہ ج ۱ ص ۱۹۸۔۱۹۷ ملتقطاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ جب نمازی غور وفکر اور استحضار ذہن کے ساتھ نماز پڑھے گا تو نماز میں شروع سے آخر تک کسی نہ کسی رکن میں آپ کا تصور ضرور کرے گا اور ظاہر ہے کہ وہ تعظیم اور تکریم کے ساتھ آپ کا تصور کرے گا' شیخ اسماعیل دہلوی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

بغض کی وجہ سے نماز میں آپ کے تصور کو اپنے گدھے اور بیل کے تصور سے برا کہہ کر اور آپ کے تصور سے منع کر کے کہیں یہ تلقین تو نہیں کر رہے کہ نمازی غفلت کے ساتھ بغیر غور وفکر کے اور بغیر حضور ذہن کے نماز پڑھے۔ (نعوذ باللّٰہ من ذالک)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم :۱۰۴۶۔ج ۱ ص ۱۳۳۰ پر مذکور ہے وہاں اس کی شرح میں صراطِ مستقیم کی توہین آمیز عبارت کا ذکر کیا گیا ہے لیکن اس پر بحث نہیں کی گئی۔ اس عبارت پر جتنی مفصل بحث کی گئی ہے اور نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم پر دلائل دیئے گئے ہیں وہ صرف نعمۃ الباری کی خصوصیت ہے۔ وللّٰہ الحمد.

۱۰۰ - بَابُ يَرُدُّ الْمُصَلِّي مَنْ مَرَّ بَيْنَ يَدَيْهِ

نمازی اپنے سامنے سے گزرنے والے کو دھکا دے کر دور بھگائے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ نمازی اپنے سامنے سے گزرنے والے کو دور کرے رہا یہ کہ وہ کس جگہ سے گزرنے والے کو دور کرے اور یہ دور کرنا آیا واجب ہے یا سنت ہے یا مستحب ہے؟ اس کی تفصیل ان شاء اللہ عنقریب آئے گی۔

وَرَدَّ ابْنُ عُمَرَ الْمَارَّ بَيْنَ يَدَيْهِ فِي التَّشَهُّدِ، وَفِي الْكَعْبَةِ، وَقَالَ إِنْ أَبَى إِلَّا أَنْ تُقَاتِلَهُ فَقَاتِلْهُ.

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کعبہ میں اپنی نماز کے تشہد میں سامنے سے گزرنے والے کو دور کیا اور فرمایا: اگر گزرنے والا بغیر لڑائی کے باز نہ آئے تو اس سے لڑو۔

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل احادیث ہیں:

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جو شخص نماز میں تمہارے سامنے سے گزرے اس کو مت چھوڑو اگر وہ لڑائی کے بغیر باز نہ آئے تو اس سے لڑو۔ (مصنف عبدالرزاق :۲۳۲۸۔ج ۲ ص ۱۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

نافع بیان کرتے ہیں: جو شخص بھی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی نماز کے آگے سے گزرتا تھا وہ اس کو نہیں چھوڑتے تھے۔ (مصنف عبدالرزاق :۲۳۲۹)

عمرو بن دینار بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے سامنے سے گزرا وہ نماز کے قعدہ میں تھے وہ قعدہ سے کھڑے ہو گئے پھر میرے سینہ میں دھکا دیا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ :۲۹۲۱۔ج ۱ ص ۲۵۴ دار الکتب العلمیہ بیروت)

نمازی کے آگے سے گزرنے کی ممانعت کو علامہ عینی اور حافظ ابن حجر کا کعبہ میں بھی عام قرار دینا

علامہ عینی اور حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ امام بخاری کے شیخ ابونعیم نے کتاب الصلوٰۃ میں اس روایت کے اندر کعبہ کا ذکر کیا ہے اور کعبہ کی تخصیص اس لیے کی ہے کہ یہ وہم نہ کیا جائے کہ چونکہ کعبہ میں نمازیوں کا بہت اژدھام اور رش ہوتا ہے اس لیے کعبہ میں نمازی کے آگے سے گزرنے کی رخصت ہو گی کیونکہ غیر کعبہ میں بھی جمعہ اور عید کے اجتماعات میں نمازیوں کا بہت اژدھام ہوتا ہے اس لیے نمازی کے آگے سے گزرنے کی ممانعت کعبہ اور غیر کعبہ دونوں کو شامل ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۴۲۳ فتح الباری ج ۲ ص ۱۲۹)

مصنف کا کعبہ میں بھی ممانعت کے شمول پر تبصرہ

میں کہتا ہوں کہ فقہ کا قاعدہ ہے کہ ضرورت کی وجہ سے ممنوع چیز مباح ہو جاتی ہے اور اب کعبہ میں نمازیوں کا اس قدر اژدھام ہوتا ہے کہ کعبہ میں ہر جگہ لوگ نماز پڑھ رہے ہوتے ہیں اور اگر وہاں نمازی کے آگے سے گزرنے کی رخصت نہ دی جائے تو کوئی شخص کسی جگہ سے گزر ہی نہیں سکتا اور بعض اوقات انسان کا گزرنا ضروری ہوتا ہے مثلاً اس کو بول و براز کی شدید حاجت ہو اور تاخیر کرنے میں مسجد حرام کے نجاست سے ملوث ہونے کا خطرہ ہو یا اس کو شدید بھوک یا پیاس ہو یا اس کا وضوء ٹوٹ گیا ہو اور اس کو دوبارہ وضوء

کرنے کی شدید ضرورت ہو یا اس کو کوئی ضروری دوا کھانی ہو اور ایسی دوسری بہت ضروریات ہو سکتی ہیں' بلکہ میں کہتا ہوں کہ ہمیں اس مسئلہ میں قیاس کرنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ حدیث صحیح میں یہ تصریح ہے کہ نبی ﷺ کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے اور مرد اور عورتیں آپ کے سامنے سے گزر رہے تھے' ہم اس حدیث کو اس بحث کے آخر میں ذکر کریں گے' اس لیے علامہ عینی اور حافظ ابن حجر کا یہ لکھنا صحیح نہیں ہے کہ نمازی کے آگے سے گزرنے کی ممانعت کعبہ اور غیر کعبہ دونوں میں عام ہے۔

۵۰۹ - حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا يُوْنُسُ ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ ، عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ اَنَّ اَبَا سَعِيْدٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (ح) . وَحَدَّثَنَا اٰدَمُ بْنُ اَبِيْ اِيَاسٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ الْمُغِيْرَةِ قَالَ حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ هِلَالٍ الْعَدَوِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ صَالِحٍ السَّمَّانُ قَالَ رَاَيْتُ اَبَا سَعِيْدِ الْخُدْرِيَّ فِيْ يَوْمِ جُمُعَةٍ ، يُصَلِّيْ اِلٰى شَيْءٍ يَسْتُرُهُ مِنَ النَّاسِ ، فَاَرَادَ شَابٌّ مِنْ بَنِيْ اَبِيْ مُعَيْطٍ اَنْ يَجْتَازَ بَيْنَ يَدَيْهِ ، فَدَفَعَ اَبُوْ سَعِيْدٍ فِيْ صَدْرِهِ ، فَنَظَرَ الشَّابُّ فَلَمْ يَجِدْ مَسَاغًا اِلَّا بَيْنَ يَدَيْهِ ، فَعَادَ لِيَجْتَازَ ، فَدَفَعَهُ اَبُوْ سَعِيْدٍ اَشَدَّ مِنَ الْاُوْلٰى ، فَنَالَ مِنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ ، ثُمَّ دَخَلَ عَلٰى مَرْوَانَ ، فَشَكَا اِلَيْهِ مَا لَقِيَ مِنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ ، وَدَخَلَ اَبُوْ سَعِيْدٍ خَلْفَهُ عَلٰى مَرْوَانَ ، فَقَالَ مَا لَكَ وَلِابْنِ اَخِيْكَ يَا اَبَا سَعِيْدٍ؟ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِذَا صَلّٰى اَحَدُكُمْ اِلٰى شَيْءٍ يَسْتُرُهُ مِنَ النَّاسِ ، فَاَرَادَ اَحَدٌ اَنْ يَجْتَازَ بَيْنَ يَدَيْهِ ، فَلْيَدْفَعْهُ ، فَاِنْ اَبٰى فَلْيُقَاتِلْهُ ، فَاِنَّمَا هُوَ شَيْطَانٌ . [طرف الحدیث: ۳۲۷۴]

(صحیح مسلم: ۵۰۵' الرقم المسلسل: ۱۱۰۹' سنن ابوداؤد: ۷۰۰' مسند ابویعلیٰ: ۱۲۴۰' صحیح ابن خزیمہ: ۸۱۹' سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۶۷' مسند احمد ج ۳ ص ۶۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۱۶۰۷ - ج ۱۸ ص ۱۵۱' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۲۰۰۳' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو معمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوارث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے حدیث بیان کی از حمید بن ہلال از ابوصالح کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی ﷺ نے فرمایا' (تحویل) اور امام بخاری نے کہا: ہمیں آدم بن ابی ایاس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان بن المغیرہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حمید بن ھلال العدوی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوصالح السمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے دیکھا کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ جمعہ کے دن کسی چیز کو لوگوں سے سُترہ بنا کر نماز پڑھ رہے تھے' بنوابی معیط کے ایک نوجوان نے ان کے سامنے سے گزرنے کا ارادہ کیا تو حضرت ابوسعید نے اس کے سینہ پر دھکا دیا' اس نوجوان نے ادھر اُدھر دیکھا مگر اس نے حضرت ابوسعید کے سامنے کے علاوہ اور کوئی جگہ نہ پائی' وہ دوبارہ ان کے سامنے سے گزرنے لگا' حضرت ابوسعید نے اس کو پہلی بار سے زیادہ زور سے دھکا دیا' اس نے حضرت ابوسعید سے تکلیف اٹھائی' اس نے مروان کے پاس جا کر حضرت ابوسعید سے پہنچنے والی تکلیف کی شکایت کی' حضرت ابوسعید بھی اس کے پیچھے پیچھے مروان کے پاس آئے' مروان نے کہا: اے ابوسعید! آپ کے اور آپ کے بھتیجے کے درمیان کیا معاملہ ہوا؟ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جب تم میں سے کوئی شخص کسی چیز کو لوگوں سے سترہ بنا کر نماز پڑھے' پھر کوئی شخص اس کے سامنے سے گزرنے کا ارادہ کرے تو وہ اس کو دفع کرے اگر وہ باز نہ آئے تو اس سے لڑے کیونکہ وہی شخص شیطان ہے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابومعمر' ان کا نام عبد اللہ بن عمرو بن ابی الحجاج المقعد البصری ہے' یہ ۲۲۴ھ میں بصرہ میں فوت ہو گئے تھے (۲) عبد الوارث بن سعید (۳) یونس بن عبید بن دینار ابوعبد اللہ البصری' یہ ۱۳۹ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) حمید بن ھلال العدوی' یہ بہت عظیم تابعی ہیں (۵) ابوصالح ذکوان السمان (۶) آدم بن ابی ایاس (۷) سلیمان بن المغیرہ القیس البصری (۸) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ' ان کا نام سعد بن مالک ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۴۲۴)

باب کے عنوان سے اس حدیث کی مطابقت اس جملہ میں ہے: جب تم میں سے کوئی شخص کسی چیز کو لوگوں سے سترہ بنا کر نماز پڑھے' پھر کوئی شخص اس کے سامنے سے گزرنے کا ارادہ کرے تو وہ اس کو دفع کرے' اگر وہ باز نہ آئے تو اس سے لڑے کیونکہ وہی شیطان ہے۔

باب مذکور کی مؤید دیگر احادیث

عبد الرحمان بن ابی سعید الخدری بیان کرتے ہیں کہ جس وقت حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نماز پڑھ رہے تھے' ایک جوان شخص ان کے سترہ کے قریب سے گزرنا چاہتا تھا' ان دنوں مدینہ کا امیر مروان تھا' حضرت ابوسعید نے اس کو زور سے دھکا دیا حتیٰ کہ اس کو زمین پر گرا دیا' پھر وہ نوجوان مروان کے پاس گیا اور کہا: یہاں پر ایک پاگل بوڑھا ہے' اس نے مجھے دھکا دے کر زمین پر گرا دیا' مروان نے کہا: کیا تم اس کو پہچانتے ہو؟ اس نے کہا: ہاں' اور جمعہ کے دن انصار بھی مروان کے پاس آتے تھے' پس حضرت ابوسعید بھی وہاں آ گئے' مروان نے اس نوجوان سے پوچھا: کیا تم ان کو پہچانتے ہو؟ اس نے کہا: ہاں! یہ وہ بوڑھا ہے' مروان نے اس نوجوان سے کہا: کیا تم پہچانتے ہو یہ کون ہیں؟ اس نے کہا: نہیں' مروان نے کہا: یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی ہیں' پھر مروان نے حضرت ابوسعید کو مرحبا کہا اور ان کو اپنے قریب بٹھایا' پھر ان سے کہا: یہ نوجوان آپ کی شکایت کر رہا ہے کہ آپ نے اس کو دھکا دے کر گرا دیا' حضرت ابوسعید نے فرمایا: میں نے اس کو نہیں دھکا دیا میں نے تو شیطان کو دھکا دیا ہے' کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب کوئی شخص تمہارے اور تمہارے سترہ کے درمیان سے گزرنے کا ارادہ کرے تو اس کو دفع کرو' پس اگر وہ لڑائی کے بغیر باز نہ آئے تو اس سے لڑو کیونکہ وہ شیطان ہے۔ (مصنف عبد الرزاق: ۲۳۳۱۔ ج ۲ ص ۱۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

ابن سیرین بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے' اس اثناء میں عبد الرحمان بن الحارث بن ہشام آیا اور ان کے سامنے سے گزرنے لگا' حضرت ابوسعید نے اس کو روکا' وہ گزرنے کے بغیر نہیں مانا تو حضرت ابوسعید نے اس کو دھکا دے کر زمین پر گرا دیا' کسی نے کہا: آپ نے عبد الرحمان کو گرا دیا' حضرت ابوسعید نے کہا: اللہ کی قسم! اگر یہ باز نہ آتا تو میں اس کو بالوں سے پکڑتا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۹۳۰' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۹۱۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

اگر کوئی شخص نمازی اور سترہ کے درمیان سے گزرے تو امام مالک کے نزدیک اس کو نرمی سے روکے۔۔۔ اور اس سے لڑنا منع ہے

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

بعض فقہاء نے کہا ہے کہ جب کوئی شخص سترہ قائم کر کے نماز پڑھ رہا ہو' پھر کوئی شخص نمازی اور سترہ کے درمیان سے گزرنا چاہے تو اس کو دفع کرنے پر فقہاء کا اتفاق ہے اور جب کوئی شخص بغیر سترہ کے نماز پڑھ رہا ہو تو پھر اس کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے سامنے سے گزرنے والے کو منع کرے کیونکہ جس جگہ وہ نماز پڑھ رہا ہے' وہاں دوسرے لوگوں کے لیے بھی چلنا اور تصرف کرنا مباح ہے

اور وہ اور دوسرے لوگ اس جگہ تصرف کرنے میں مساوی ہیں الا یہ کہ وہ سترہ قائم کرے۔
امام مالک نے کہا: جب نمازی نے سترہ قائم کیا ہو اور پھر کوئی اس کے سامنے سے گزرے تو وہ اس کو نرمی سے روکے اور اس پر اجماع ہے کہ وہ تلوار سے اس کے ساتھ نہ لڑے اور نہ اس سے خطاب کرے اور اس سے اس حد تک نہ لڑے کہ اس کی نماز ٹوٹ جائے' کیونکہ اگر نمازی نے ایسا کیا تو اس میں خود اس کا نقصان ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۱۸۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

نمازی کے آگے سے گزرنے والے کو شیطان فرمانے کی وجہ اور اگر سترہ نہ ہو تو پھر نمازی کے آگے سے گزرنے والے کو منع نہیں کیا جائے گا

علامہ ابو سلیمان حمد بن محمد خطابی شافعی ۳۸۸ھ لکھتے ہیں:
اس حدیث میں نمازی سے آگے سے گزرنے والے کو شیطان فرمایا ہے' اس کی توجیہ یہ ہے کہ یہ شیطانی فعل ہے اور اس کے بہکانے کی وجہ سے ہے اور اس حدیث میں اس سے لڑنے کا جو حکم دیا ہے' یہ اس وقت ہے جب وہ سترہ اور نمازی کے درمیان سے گزرنے کی کوشش کرے۔ (معالم السنن مع مختصر المنذری ج ۱ ص ۳۴۳' دار المعرفۃ' بیروت)

فقہاء احناف کے نزدیک نمازی کے آگے سے گزرنے والے کو سبحان اللہ کہہ کر منع کیا جائے گا یا اشارہ سے

علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر فرغانی مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:
جب نمازی کے سامنے سترہ نہ ہو اور کوئی اس کے سامنے سے گزرے یا اس کے سامنے سترہ ہو اور کوئی اس کے اور سترہ کے درمیان سے گزرے تو نمازی اس کو منع کرے اور اس کو اشارہ سے منع کرے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے دو بچوں کے ساتھ کیا تھا' نبی ﷺ' حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر نماز پڑھ رہے تھے تو ان کا بیٹا عمر آپ کے آگے سے گزرنے لگا' پس آپ نے اس کو اشارہ کیا کہ ٹھہر جاؤ تو وہ ٹھہر گیا' پھر ان کی بیٹی زینب آپ کے آگے سے گزرنے لگی تو آپ نے اس کو بھی ٹھہرنے کا اشارہ کیا' اس نے انکار کیا اور آپ کے آگے سے گزر گئی تو آپ نے فرمایا: یہ عورتیں ناقصاتِ عقل اور ناقصاتِ دین ہیں' حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانے کی عورتوں کی طرح ہیں' شریف لوگوں پر غالب آ جاتی ہیں اور بُرے لوگ ان پر غالب آ جاتے ہیں۔ (فتح القدیر ج ۱ ص ۴۱۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ) لیکن حدیث کی اصل عبارت یہ ہے: نبی ﷺ نے نماز پڑھنے کے بعد فرمایا: یہ عورتیں زیادہ غالب ہیں۔ (سنن ابن ماجہ: ۹۴۸' مسند احمد ج ۶ ص ۲۱۴) یا سبحان اللہ پڑھ کر ان کو گزرنے سے منع کرے کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا: جب نماز میں تمہارے سامنے کوئی چیز پیش ہو تو سبحان اللہ کہو۔ (صحیح البخاری: ۶۸۴)
(الہدایہ مع فتح القدیر ج ۱ ص ۴۱۹۔ ۴۱۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

کعبہ میں نمازی کے آگے سے گزرنے کا جواز

کثیر بن المطلب بن وداعہ اپنے دادا رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا' آپ (کعبہ میں) باب بنو سہم کے قریب نماز پڑھ رہے تھے اور لوگ آپ کے آگے سے گزر رہے تھے اور آپ کے اور کعبہ کے درمیان کوئی سترہ نہیں تھا۔ (سنن ابوداؤد: ۲۰۱۶' سنن ابن ماجہ: ۲۹۵۸' شرح معانی الآثار: ۲۵۸۷' صحیح ابن حبان: ۲۳۶۳' المعجم الکبیر: ۶۸۴۔ ج ۲۰' سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۷۳' مسند احمد ج ۶ ص ۳۹۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۷۲۴۱۔ ج ۴۵ ص ۲۱۵' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)
علامہ سید ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۳ھ لکھتے ہیں: میں نے "البحر العمیق" میں دیکھا' انہوں نے عز الدین بن جماعہ سے نقل کیا ہے اور انہوں نے امام طحاوی کی مشکل الآثار سے کہ کعبہ میں نمازی کے آگے سے گزرنا جائز ہے۔ (اور اس عبارت سے پہلے

علامہ شامی نے علامہ ابن ہمام کی فتح القدیر کے حوالہ سے لکھا ہے کہ:)

اس مسئلہ میں قیاس کرنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ اس میں نص صریح ہے کہ المطلب بن ابی وداعہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا' جب رسول اللہ ﷺ سعی سے فارغ ہوئے تو آپ حجر اسود کے سامنے آ کر مطاف میں کھڑے ہو گئے اور آپ نے دو رکعت نماز پڑھی اور مرد اور عورتیں آپ کے سامنے سے گزر رہے تھے اور آپ کے اور ان کے درمیان سترہ نہیں تھا۔

(مسند احمد ج ٦ ص ٣٩٩' سنن ابن ماجہ: ٢٩٥٨' صحیح ابن حبان: ٢٣٦٣' یہ حدیث صحیح ہے)(ردالمحتار ج ٢ ص ٣٥٧' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ١٤١٩ھ)

* یہ حدیث' شرح صحیح مسلم: ١٠٣١۔ ج ١ ص ١٣١٨ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی' البتہ سترہ کی بحث میں سترہ کی تعریف کی ہے اور یہ لکھا ہے کہ جب سترہ نہ ہو تو گزرنے والا نمازی کے آگے سے گزر سکتا ہے اور یہ لکھا ہے کہ صحراء اور مسجد کبیر میں نمازی کے آگے سے گزرنا مکروہ نہیں ہے اور مسجد صغیر میں مکروہ ہے۔

١٠١ - بَابُ اِثْمِ الْمَارِّ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّيْ — نمازی کے آگے سے گزرنے والے کا گناہ

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جو شخص نمازی کے آگے سے گزرتا ہے' اس کو کتنا گناہ ہوتا ہے اور وہ کتنی سزا کا مستحق ہوتا ہے۔

٥١٠ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ' عَنْ اَبِي النَّضْرِ' مَوْلٰى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ' عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيْدٍ اَنَّ زَيْدَ بْنَ خَالِدٍ اَرْسَلَهُ اِلٰى اَبِيْ جُهَيْمٍ يَسْاَلُهُ مَاذَا سَمِعَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَارِّ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّيْ؟ فَقَالَ اَبُوْ جُهَيْمٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ 'لَوْ يَعْلَمُ الْمَارُّ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّيْ مَاذَا عَلَيْهِ' لَكَانَ اَنْ يَّقِفَ اَرْبَعِيْنَ خَيْرًا لَّهُ مِنْ اَنْ يَّمُرَّ بَيْنَ يَدَيْهِ. قَالَ اَبُو النَّضْرِ لَا اَدْرِيْ' اَقَالَ اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا' اَوْ شَهْرًا' اَوْ سَنَةً.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابی النضر جو عمر بن عبید اللہ کے آزاد کردہ غلام ہیں از بُسر بن سعید کہ حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ نے ان کو حضرت ابو جہیم رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا' وہ ان سے یہ سوال کر رہے تھے کہ انہوں نے نمازی کے آگے سے گزرنے والے کے متعلق رسول اللہ ﷺ سے کیا سنا ہے؟ تو حضرت ابو جہیم نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر نمازی کے آگے سے گزرنے والے کو معلوم ہو جائے کہ اس کو کتنا عذاب ہوگا تو وہ چالیس تک ٹھہرا رہے تو یہ اس کے نمازی کے آگے سے گزرنے سے بہتر ہے۔ ابو النضر نے کہا: مجھے یاد نہیں کہ بُسر بن سعید نے چالیس دن کہا تھا یا چالیس مہینے یا چالیس سال۔

(صحیح مسلم: ٥٠٧' الرقم المسلسل: ١١١٢' سنن ابوداؤد: ٧٠١' سنن ترمذی: ٣٣٦' سنن نسائی: ٧٥٦' سنن ابن ماجہ: ٩٤٥' موطأ امام مالک۔ کتاب قصر الصلوٰۃ فی السفر: ٣٤' تنویر الحوالک ص ١٧٣' مصنف عبد الرزاق: ٢٣٢٢' سنن دارمی: ١٤١٧' صحیح ابن حبان: ٢٣٦٦' المعجم الکبیر: ٥٢٣٥' سنن بیہقی ج ٢ ص ٢٦٨' شرح السنۃ: ٥٤٣' مسند احمد ج ٤ ص ١٦٩ طبع قدیم' مسند احمد: ١٧٥٤٠۔ ج ٢٩ ص ٨٣' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ٢٧٨٢' مکتبۃ الرشد' ریاض' ١٤٢٦ھ)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: اگر نمازی کے آگے سے گزرنے والے کو معلوم ہو جائے کہ اس کو کتنا عذاب ہوگا تو وہ چالیس تک ٹھہرا رہے تو یہ اس کے نمازی کے آگے سے گزرنے سے بہتر ہے۔

علامہ ابن بطال کا حضرت ابوجہیم کی حدیث میں چالیس سے مراد چالیس سال لینا اور جاہل کو معذور قرار دینا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

ایک حدیث مین چالیس سال کی تعیین ہے:

امام ابن ابی شیبہ نے ذکر کیا ہے' ہمیں وکیع نے حدیث بیان کی از عبد اللہ بن عبد الرحمان بن موھب از عم خود از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر کوئی شخص یہ جان لے کہ نمازی کے آگے سے گزرنے سے اس کو کتنا عذاب ہوگا تو وہ چالیس سال تک ٹھہرا رہے تو یہ اس کے لیے نمازی کے سامنے چلنے سے بہتر ہے۔

یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ حضرت ابوجہیم کی حدیث میں چالیس سے مراد چالیس سال ہے۔ قتادہ نے بیان کیا کہ حضرت عمر نے کہا: اگر نمازی کے آگے سے گزرنے والا جان لے کہ اس کو کتنا عذاب ہوگا تو وہ ایک سال تک کھڑا رہے تو یہ اس کے لیے بہتر ہے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۲۳۲۷) اور کعب الاحبار نے کہا: اگر وہ زمین میں دھنس جائے تو یہ اس کے لیے نمازی کے آگے سے گزرنے سے بہتر ہے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۲۳۲۶)

یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ جس کو ممانعت کا علم ہو اور پھر وہ نمازی کے آگے سے گزرنے کو ہلکا جان کر گزرے تو وہ اس عذاب کا مستحق ہوگا اور جس کو ممانعت کا علم نہ ہو' اسے کوئی گناہ نہیں ہوگا۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۱۹۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ ابن بطال کی شرح پر مصنف کا تبصرہ

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن بطال کا یہ لکھنا صحیح نہیں ہے کہ جس کو ممانعت کا کوئی علم نہ ہو اس کو کوئی گناہ نہیں ہوگا کیونکہ دارالاسلام میں احکام شرعیہ سے جہالت کوئی عذر نہیں ہے ورنہ زانی' چور' ڈاکو اور قاتل یہ کہہ سکیں گے کہ ہمیں معلوم نہیں تھا کہ یہ کام ممنوع ہیں' ہر مسلمان مکلف کے اوپر احکام شرعیہ کا علم حاصل کرنا فرض ہے اور جو یہ کہے کہ مجھے اس کی ممانعت کا علم نہیں تھا' اس کے دو گناہ ہیں: ایک گناہ علم حاصل نہ کرنا اور دوسرا گناہ ممنوع کام کو کرنا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ علامہ ابن بطال نے مصنف ابن ابی شیبہ کے حوالہ سے جو چالیس سال کی تعیین کی حدیث ذکر کی ہے' وہ مصنف ابن ابی شیبہ میں نہیں ہے' بلکہ امام ابن ابی شیبہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوجہیم کی وہی حدیث ذکر کی ہے' جس میں چالیس کا عدد ذکر ہے اور سال یا ماہ یا ایام کا ذکر نہیں ہے۔ (دیکھئے: مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۹۱۰)

نمازی کے آگے سے گزرنے والے کے لیے مزید وعید کی احادیث

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر تم میں سے کوئی شخص یہ جان لے کہ اپنے بھائی کی نماز کے آگے سے گزرنے سے اس کو کتنا عذاب ہوگا تو وہ سو سال تک کھڑا رہے تو یہ اس کے لیے اس کے آگے چلنے سے بہتر ہے۔

(سنن ابن ماجہ: ۹۴۶' مسند احمد ج ۲ ص ۳۷۱' صحیح ابن خزیمہ: ۸۱۴' صحیح ابن حبان: ۲۳۶۵)

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص عمداً نمازی کے آگے سے گزرتا ہے' وہ قیامت کے دن یہ تمنا کرے گا کہ کاش! وہ سوکھا ہوا درخت ہو۔ (المعجم الاوسط: ۱۹۲۸)

امام مالک روایت کرتے ہیں کہ کعب احبار نے کہا: اگر نمازی کے آگے سے گزرنے والے کو معلوم ہو جائے کہ اس کو کتنا عذاب ہوگا تو اس کے لیے زمین میں دھنسایا جانا' اس سے بہتر ہے کہ وہ نمازی کے آگے سے گزرے۔

(تنویر الحوالک: ۱۷۰' مصنف عبدالرزاق: ۲۳۲۶)

یزید بن جابر بیان کرتے ہیں کہ میں نے عبد الحمید بن عبد الرحمان سے سنا' جو عمر بن عبد العزیز کی طرف سے گورنر تھے' وہ نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک شخص ان کے سامنے سے گزرا' انہوں نے اس کو بہت زور سے پکڑ کر کھینچا حتیٰ کہ اس کے کپڑے پھٹنے کے قریب تھے' جب وہ مڑا تو انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر نمازی کے آگے سے گزرنے والا (اپنے گناہ کو) جان لے تو وہ یہ پسند کرے گا کہ اس کی ران ٹوٹ جائے اور وہ نمازی کے آگے سے نہ گزرے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۹۱۱۔ ج ۱ ص ۲۵۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کہتے تھے: انسان راکھ ہو کر فضا میں بکھر جائے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ عمداً کسی نمازی کے سامنے سے گزرے۔

حافظ ابن رجب نے کہا: اس حدیث کو امام ابن عبد البر نے اپنی سند کے ساتھ تمہید میں روایت کیا ہے۔

(فتح الباری لابن رجب حنبلی ج ۲ ص ۶۸۰' دار ابن الجوزی' ریاض' ۱۴۱۷ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۰۳۴۔ ج ۱ ص ۱۳۱۹ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۱۰۲ - بَابُ اِسْتِقْبَالِ الرَّجُلِ الرَّجُلَ وَهُوَ يُصَلِّيْ

کسی شخص کا دوسرے شخص کی طرف منہ کرنا جب کہ وہ نماز پڑھ رہا ہو

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ایک شخص دوسرے شخص کی طرف منہ کرے جب کہ وہ نماز پڑھ رہا ہو تو آیا یہ مکروہ ہے یا نہیں؟

وَكَرِهَ عُثْمَانُ اَنْ يُّسْتَقْبَلَ الرَّجُلُ وَهُوَ يُصَلِّيْ. وَاِنَّمَا هٰذَا اِذَا اشْتَغَلَ بِهٖ، فَاَمَّا اِذَا لَمْ يَشْتَغِلْ، فَقَدْ قَالَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ مَا بَالَيْتُ، اِنَّ الرَّجُلَ لَا يَقْطَعُ صَلٰوةَ الرَّجُلِ.

اور حضرت عثمان نے اس کو مکروہ قرار دیا کہ کوئی شخص دوسرے کی طرف منہ کرے جب کہ وہ نماز پڑھ رہا ہو (امام بخاری نے کہا:) یہ اس وقت ہے کہ جب نمازی اس کی طرف مشغول ہو جائے' لیکن جب وہ اس کی طرف مشغول نہ ہو تو حضرت زید بن ثابت نے کہا: میں اس کی پرواہ نہیں کرتا' ایک شخص دوسرے شخص کی نماز کو قطع نہیں کرتا۔

حضرت عمر کے بجائے حضرت عثمان کا نام ذکر کرنے میں امام بخاری کی خطاء

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

میں نے اب تک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا یہ اثر نہیں دیکھا' میں نے مصنف عبد الرزاق اور مصنف ابن ابی شیبہ میں اس اثر کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی دیکھا ہے اور ان کتابوں میں حضرت عثمان کا ایسا اثر ہے' جو اس کی کراہت پر دلالت نہیں کرتا اور ہو سکتا ہے کہ امام بخاری نے غلطی سے حضرت عمر کی جگہ حضرت عثمان کا نام لکھ دیا ہو۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۱۳۳' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے جو لکھا ہے کہ اس چیز کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ مکروہ قرار دیتے تھے' اس کی دلیل یہ حدیث ہے:

ھلال بن یساف بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر نے دیکھا کہ ایک شخص نماز پڑھ رہا ہے اور دوسرا شخص اس کی طرف منہ کیے ہوئے ہے تو حضرت عمر نمازی کی طرف درّہ لے کر بڑھے اور فرمایا: تم نماز پڑھ رہے ہو اور یہ تمہاری طرف منہ کیے ہوئے ہے! پھر دوسرے شخص کی طرف درّہ لے کر بڑھے فرمایا: وہ نماز پڑھ رہا ہے اور تم اس کی طرف منہ کیے ہوئے ہو!

(مصنف عبد الرزاق: ۲۳۹۹ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

لوگوں کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے میں مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

علماء کی ایک جماعت کا یہ مذہب کہ جب ایک شخص نماز پڑھ رہا ہو تو دوسرا شخص اس کا سترہ بن سکتا ہے' مگر اکثر علماء یہ کہتے ہیں کہ اس کا نمازی کی طرف منہ کرنا مکروہ ہے۔

نافع بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت ابن عمر کو مسجد کے کسی ستون کی طرف راستہ نہ ملتا تو وہ مجھ سے کہتے کہ میری طرف اپنی پیٹھ کرلو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۸۷۸ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

یہی امام مالک کا قول ہے اور اشہب نے امام مالک سے روایت کیا ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ کوئی شخص ایک آدمی کی پیٹھ کے پیچھے نماز پڑھے لیکن اس کے پہلو کی طرف نماز نہ پڑھے۔

ابراہیم نخعی اور قتادہ نے کہا ہے کہ جب ایک آدمی بیٹھا ہوا ہو تو وہ دوسرے آدمی کی نماز میں سترہ بن سکتا ہے اور حسن بصری نے کہا ہے کہ ایک آدمی نمازی کا سترہ بن سکتا ہے اور انہوں نے یہ شرط نہیں لگائی کہ وہ بیٹھا ہوا ہو اور نہ یہ شرط لگائی ہے کہ اس کی پیٹھ نمازی کی طرف ہو۔

فقہاء احناف' ثوری اور اوزاعی نے یہ کہا ہے کہ جو لوگ باتیں کر رہے ہوں' ان کے پیچھے بھی نماز پڑھنا جائز ہے۔

ابن سیرین نے یہ کہا ہے کہ کوئی شخص کسی نمازی کے لیے سترہ نہیں بن سکتا۔

اس باب کی حدیث ان فقہاء کی دلیل ہے' جو کہتے ہیں کہ ایک شخص نمازی کے لیے سترہ بن سکتا ہے کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جو عورت ہیں' وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قبلہ کی جانب تھیں تو مرد تو بہ طریق اولیٰ مرد کے قبلہ کی جانب ہو سکتا ہے' جن فقہاء نے اس کو مکروہ کہا ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ جب نمازی کے سامنے کوئی مرد بیٹھا ہو گا تو یہ خدشہ ہے کہ اس کی نظر نماز میں اس مرد کی طرف پڑے گی' اسی وجہ سے جو لوگ کسی حلقہ میں بیٹھ کر باتیں کر رہے ہوں' ان کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا مکروہ ہے' امام مالک نے کہا ہے کہ جو لوگ حلقہ بنائے بیٹھے ہوں' ان کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا مکروہ ہے کیونکہ ان میں سے بعض کا منہ اس کی طرف ہو گا اور مجھے امید ہے کہ اس میں توسع (گنجائش) ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے باتیں کرنے والوں کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کو مکروہ کہا ہے۔

سعید بن جبیر نے کہا ہے کہ جب لوگ اللہ تعالیٰ کے ذکر کے متعلق باتیں کر رہے ہوں تو پھر ان کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۱۹۲ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۵۱۱ - حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ خَلِيْلٍ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ، عَنِ الْاَعْمَشِ، عَنْ مُسْلِمٍ، يَعْنِي ابْنَ صُبَيْحٍ، عَنْ مَسْرُوْقٍ، عَنْ عَائِشَةَ اَنَّهُ ذُكِرَ عِنْدَهَا مَا يَقْطَعُ الصَّلٰوةَ، فَقَالُوْا يَقْطَعُهَا الْكَلْبُ وَالْحِمَارُ وَالْمَرْاَةُ، قَالَتْ لَقَدْ جَعَلْتُمُوْنَا كِلَابًا لَقَدْ رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ، وَاِنِّيْ لَبَيْنَهُ وَ بَيْنَ الْقِبْلَةِ، وَاَنَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن خلیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں علی بن مسہر نے حدیث بیان کی از الاعمش از مسلم یعنی ابن صبیح از مسروق از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان کے سامنے یہ ذکر کیا گیا کہ کیا چیز نماز کو توڑتی ہے' لوگوں نے کہا: کتا' گدھا اور عورت (کا نمازی کے سامنے سے گزرنا) نماز کو توڑ دیتا ہے' حضرت عائشہ نے فرمایا: تم نے ہم کو کتا بنا دیا' تحقیق یہ

مُضْطَجِعَةٌ عَلَى السَّرِيْرِ، فَتَكُونُ لِيَ الْحَاجَةُ، فَأَكْرَهُ أَنْ أَسْتَقْبِلَهُ، فَأَنْسَلُّ انْسِلَالًا . وَعَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ نَحْوَهُ.

ہے کہ میں نے دیکھا کہ نبی ﷺ نماز پڑھ رہے تھے اور میں آپ کے اور قبلہ کے درمیان تھی اور میں تخت پر لیٹی ہوئی تھی' مجھے کوئی کام درپیش ہوتا تو میں آپ کے سامنے سے اٹھنا ناپسند کرتی تو میں چپکے سے نکل جاتی' اور از اعمش از ابراہیم از اسود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس کی مثل مروی ہے۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۵۰۸ میں گزر چکی ہے۔

۱۰۳ - بَابُ الصَّلٰوةِ خَلْفَ النَّائِمِ — سوئے ہوئے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ سوئے ہوئے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے۔

۵۱۲ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي وَأَنَا رَاقِدَةٌ مُعْتَرِضَةٌ عَلٰى فِرَاشِهِ، فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يُّوْتِرَ أَيْقَظَنِي فَأَوْتَرْتُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نماز پڑھ رہے تھے اور میں آپ کے سامنے بستر کے عرض میں لیٹی ہوئی تھی' پس جب آپ وتر پڑھنے کا ارادہ کرتے تو مجھے بیدار کرتے' پھر میں وتر پڑھتی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۸۲ میں گزر چکی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا: بستر پر نماز پڑھنا۔
اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو شخص سویا ہوا ہو' اس کو عبادت کے لیے بیدار کرنا مستحب ہے اور یہ کہ جو شخص تہجد کے لیے اٹھتا ہو' وہ سونے کے بعد وتر پڑھے۔

۱۰۴ - بَابُ التَّطَوُّعِ خَلْفَ الْمَرْأَةِ — عورت کے پیچھے نفل پڑھنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ عورت کے پیچھے نفل پڑھنا جائز ہے۔

۵۱۳ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ أَبِي النَّضْرِ، مَوْلٰى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهَا قَالَتْ كُنْتُ أَنَامُ بَيْنَ يَدَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرِجْلَايَ فِي قِبْلَتِهِ، فَإِذَا سَجَدَ غَمَزَنِي، فَقَبَضْتُ رِجْلَيَّ، فَإِذَا قَامَ بَسَطْتُهُمَا، قَالَتْ وَالْبُيُوتُ يَوْمَئِذٍ لَيْسَ فِيهَا مَصَابِيحُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابی النضر جو عمر بن عبید اللہ کے آزاد کردہ غلام ہیں از ابی سلمہ بن عبدالرحمن از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی ﷺ' انہوں نے کہا: میں رسول اللہ ﷺ کے سامنے سوتی تھی اور میری دونوں ٹانگیں آپ کے قبلہ میں ہوتی تھیں' آپ جب سجدہ کرتے تو مجھے چھوتے تو میں اپنی دونوں ٹانگیں سمیٹ لیتی اور جب آپ کھڑے ہوتے تو میں پھر اپنی ٹانگیں پھیلا لیتی اور ان دنوں گھروں میں چراغ نہیں ہوتے تھے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۳۸۲ میں گزر چکی ہے۔

اس باب کے عنوان میں نفل پڑھنے کا ذکر ہے اور اس حدیث میں نفل پڑھنے کی صراحت نہیں ہے لیکن اس حدیث میں گھر میں نماز پڑھنے کا ذکر ہے اور رسول اللہ ﷺ کی عادتِ مبارکہ یہ تھی کہ آپ فرائض مسجد میں پڑھتے تھے اور نوافل گھر میں پڑھتے تھے۔

۱۰۵ - بابُ مَنْ قَالَ لَا يَقْطَعُ الصَّلٰوةَ شَيْءٌ

جس شخص نے یہ کہا کہ نماز کو کوئی چیز قطع نہیں کرتی

یعنی نمازی کے اپنے فعل کے علاوہ اور کسی کے فعل سے نماز منقطع نہیں ہوتی۔

٥١٤ - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبِي قَالَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ، عَنِ الْاَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ (ح). قَالَ الْاَعْمَشُ وَحَدَّثَنِي مُسْلِمٌ، عَنْ مَسْرُوْقٍ، عَنْ عَائِشَةَ، ذُكِرَ عِنْدَهَا مَا يَقْطَعُ الصَّلٰوةَ، اَلْكَلْبُ وَالْحِمَارُ وَالْمَرْاَةُ، فَقَالَتْ شَبَّهْتُمُوْنَا بِالْحُمُرِ وَالْكِلَابِ؟ وَاللّٰهِ، لَقَدْ رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ، وَاِنِّيْ عَلَى السَّرِيْرِ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ مُضْطَجِعَةٌ، فَتَبْدُوْ لِيَ الْحَاجَةُ، فَاَكْرَهُ اَنْ اَجْلِسَ فَاُوْذِيَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاَنْسَلُّ مِنْ عِنْدِ رِجْلَيْهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم نے حدیث بیان کی از الاسود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا (ح) الاعمش نے کہا: اور مجھے مسلم نے حدیث بیان کی از مسروق از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان کے سامنے ذکر کیا گیا کہ کتے اور گدھے اور عورت (کا سامنے سے گزرنا) نماز کو قطع کر دیتا ہے، حضرت عائشہ نے کہا: تم نے ہمیں گدھوں اور کتوں کے مشابہ کر دیا ہے اور اللہ کی قسم! تحقیق یہ ہے کہ میں نے دیکھا کہ نبی ﷺ نماز پڑھ رہے تھے اور میں آپ کے اور قبلہ کے درمیان تخت پر لیٹی ہوئی تھی، مجھے کوئی کام ہوتا تو میں بیٹھنا ناپسند کرتی کہ میں نبی ﷺ کو ایذاء دوں، پھر میں تخت کے پیروں کی جانب سے چپکے سے نکل جاتی۔

اس حدیث کی مفصل شرح، صحیح البخاری: ۵۰۸ میں گزر چکی ہے۔

٥١٥ - حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ قَالَ اَخْبَرَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ اَخِي ابْنِ شِهَابٍ اَنَّهُ سَاَلَ عَمَّهُ عَنِ الصَّلٰوةِ يَقْطَعُهَا شَيْءٌ؟ فَقَالَ لَا يَقْطَعُهَا شَيْءٌ، اَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ اَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ لَقَدْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْمُ فَيُصَلِّيْ مِنَ اللَّيْلِ، وَاِنِّيْ لَمُعْتَرِضَةٌ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ، عَلٰى فِرَاشِ اَهْلِهٖ. (مسند الامام الطحاوی: ۹۳۴۰، مکتبۃ الحرمین دبئ ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے خبر دی، انہوں نے کہا: مجھ سے میرے بھتیجے ابن شہاب نے حدیث بیان کی، انہوں نے اپنے چچا سے سوال کیا کہ کیا چیز نماز کو قطع کرتی ہے (توڑتی ہے)؟ انہوں نے کہا: نماز کو کوئی چیز قطع نہیں کرتی، مجھے عروہ بن الزبیر نے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی ﷺ نے کہا کہ تحقیق یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ رات کو کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے اور میں آپ کے اور آپ کے قبلہ کے درمیان گھر کے بستر پر جانب عرض میں لیٹی ہوئی تھی۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۳۸۲ میں گزر چکی ہے۔

۱۰۶ - بَابُ مَنْ حَمَلَ جَارِيَةً صَغِيرَةً عَلٰى عُنُقِهِ فِي الصَّلٰوةِ

جس شخص نے نماز میں اپنی گردن پر چھوٹی بچی کو اٹھایا

اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ نماز میں چھوٹی بچی کو اپنی گردن پر اٹھانے سے نماز فاسد نہیں ہوتی اور اس باب کی ابواب سابقہ کے ساتھ یہ مناسبت ہے کہ نماز میں بچی کو اپنی گردن پر اٹھانا نمازی کے آگے سے گزرنے سے زیادہ شدید ہے' جب اس سے نماز میں ضرر نہیں ہوتا تو نمازی کے آگے سے گزرنے سے بہ طریق اولیٰ نمازی کی نماز میں ضرر نہیں ہوگا۔

۵۱۶ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ عَامِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ سُلَيْمٍ الزُّرَقِيِّ، عَنْ اَبِيْ قَتَادَةَ الْاَنْصَارِيِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّيْ، وَهُوَ حَامِلٌ اُمَامَةَ بِنْتَ زَيْنَبَ، بِنْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلِاَبِي الْعَاصِ بْنِ رَبِيْعَةَ بْنِ عَبْدِ شَمْسٍ، فَاِذَا سَجَدَ وَضَعَهَا، وَاِذَا قَامَ حَمَلَهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از عامر بن عبد اللہ بن الزبیر از عمرو بن سلیم الزرقی از ابوقتادہ الانصاری رضی اللہ عنہ' کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے اور آپ زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی اُمامہ کو اٹھائے ہوئے تھے' جو ابو العاص بن ربیعہ بن عبد شمس کی بیٹی تھیں' جب آپ سجدہ کرتے تو ان کو نیچے رکھ دیتے اور جب آپ کھڑے ہوتے تو ان کو اٹھا لیتے۔

[طرف الحدیث:۵۹۹۶] (صحیح مسلم:۵۴۳' الرقم المسلسل:۱۱۹۳' سنن ابوداؤد:۹۲۰_۹۱۹_۹۱۸_۹۱۷' سنن نسائی:۷۱۱' السنن الکبریٰ:۷۱۱۲۷' صحیح ابن حبان:۱۱۰۹' المعجم الکبیر:۱۰۶۷_ج ۲۲' سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۶۳_۲۶۲' شرح السنۃ:۷۴۱' مسند الشامیین:۱۸۲۹' موطأ امام مالک۔ جامع الصلوٰۃ:۸۱' تنویر الحوالک ص ۱۸۷' مسند احمد ج ۵ ص ۲۹۶ طبع قدیم' مسند احمد:۲۲۵۲۴_ج ۷ ۳ ص ۲۰۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی:۱۳۴۹' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبداللہ بن یوسف التنیسی (۲) امام مالک بن انس اصبحی (۳) عامر بن عبداللہ بن الزبیر بن العوام (۴) عمرو بن سلیم الزرقی' ان کا تعلق انصار سے تھا' یہ زریق بن عامر بن زریق بن عبد حارثہ بن مالک بن عصب بن جشم بن الخزرج ہیں (۵) حضرت ابوقتادہ الانصاری رضی اللہ عنہ' ان کا نام الحارث بن ربعی السلمی ہے' ابن الکلبی اور ابن اسحاق نے کہا: ان کا نام النعمان ہے' الہیثم بن عدی نے کہا: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کوفہ میں ۳۸ھ میں ان کی نماز جنازہ پڑھی۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۴۴۰)

حضرت اُمامہ رضی اللہ عنہا کو اٹھا کر نماز پڑھانے کی کیفیت کے متعلق احادیث

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بچی کو اٹھایا ہوا تھا' لیکن یہ مذکور نہیں ہے کہ آپ نے اٹھا کر کہاں رکھا ہوا تھا' دوسری احادیث میں اس کا ذکر ہے:

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے' ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے' آپ نے حضرت اُمامہ بنت ابی العاص بن الربیع کو اٹھایا ہوا تھا' ان کی والدہ حضرت زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھیں اور حضرت اُمامہ بچی تھیں' آپ نے ان کو اپنے کندھے پر اٹھایا ہوا تھا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھا رہے تھے اور وہ آپ کے کندھے پر تھیں' جب آپ رکوع میں جاتے تو ان کو زمین پر رکھ دیتے اور جب آپ کھڑے ہوتے تو پھر ان کو اٹھا لیتے حتیٰ کہ آپ نے اسی طرح نماز پوری کر لی۔ (سنن ابوداؤد:۹۱۸)

حضرت ابوقتادہ انصاری رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے' اور حضرت اُمامہ بنت ابی العاص آپ کی گردن پر تھیں' جب آپ سجدہ کرتے تو ان کو زمین پر رکھ دیتے۔ (سنن ابوداؤد: ۹۱۹)

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی بیان کرتے ہیں: ہم ظہر یا عصر کی نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتظار کر رہے تھے' حضرت بلال رضی اللہ نے آپ کو نماز کے لیے بلایا' آپ تشریف لائے اور حضرت اُمامہ بنت ابی العاص آپ کی صاحب زادی رضی اللہ کی بیٹی آپ کی گردن پر تھیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی جانماز پر کھڑے ہوئے اور ہم آپ کے پیچھے کھڑے ہو گئے' اور حضرت ابوامامہ آپ کی گردن پر ہی تھیں' آپ نے اللہ اکبر' پھر ہم نے اللہ اکبر کہا' حتیٰ کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رکوع کرنے کا ارادہ کیا تو ان کو پکڑ کر زمین پر رکھ دیا' پھر آپ نے رکوع کیا اور سجدہ کیا حتیٰ کہ جب آپ سجدہ سے فارغ ہو کر کھڑے ہوئے تو پھر آپ نے ان کو پکڑ کر اپنی گردن پر رکھ لیا' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر رکعت اسی طرح پڑھاتے رہے حتیٰ کہ آپ اپنی نماز سے فارغ ہو گئے۔

(سنن ابوداؤد: ۹۲۰)

بچی کو اٹھا کر نماز پڑھنے میں مذاہب فقہاء' اس عمل کثیر کی متعدد علماء سے توجیہات' اور عمل کثیر کی تعریف

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

یہ حدیث امام شافعی اور ان کے موافقین کے مذہب پر دلالت کرتی ہے کہ بچے یا بچی کو نفل نماز میں اٹھانا جائز ہے' خواہ وہ امام ہو یا تنہا نماز پڑھ رہا ہو۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ اس مسئلہ میں امام ابوحنیفہ کا مذہب یہ ہے' جیسا کہ علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ ھ نے بیان کیا ہے کہ عمل کثیر نماز کو فاسد کر دیتا ہے اور عمل قلیل نماز کو فاسد نہیں کرتا اور عمل کثیر وہ ہے جس میں دونوں ہاتھوں کو استعمال کرنے کی ضرورت ہو اور عمل قلیل وہ ہے جس میں دونوں ہاتھوں کو استعمال کرنے کی ضرورت نہ ہو اور اس کی کئی صورتیں ہیں:

(۱) جب کسی شخص نے کمان اٹھا کر تیر چلایا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی (۲) اسی طرح اگر عورت نے اپنے بچے کو اٹھا کر دودھ پلایا کیونکہ اس میں بھی عمل کثیر ہے جو نماز کو فاسد کر دیتا ہے لیکن بچہ کو دودھ پلائے بغیر اٹھایا تو وہ نماز کے فساد کو واجب نہیں کرتا' پھر علامہ کاسانی نے اس حدیث کا ذکر کر کے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ عمل مکروہ نہیں تھا کیونکہ آپ کو اس کی احتیاج تھی' وہاں پر اس بچی کی حفاظت کرنے والا اور کوئی نہیں تھا یا آپ اپنے اس فعل سے اس کا حکم شرعی اور جواز بیان کرنا چاہتے تھے' اور یہ فساد نماز کا موجب نہیں ہے' اس طرح ہمارے زمانہ میں بھی ہم میں سے کسی کے لیے یہ عمل مکروہ نہیں ہے اور بغیر ضرورت کے نماز میں بچی کو اٹھانا مکروہ ہے۔ (بدائع الصنائع ج ۲ ص ۱۴۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸)

اشہب نے امام مالک سے نقل کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بچی کو اٹھانے کا یہ واقعہ نفل نماز میں تھا' اور اس قسم کا فعل فرض نماز میں جائز نہیں ہے اور ابوعمر نے کہا ہے: تمہارے لیے امام مالک کی تفسیر کافی ہے کیونکہ اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ اس قسم کا فعل نماز میں مکروہ ہے۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ ھ نے کہا ہے کہ یہ تاویل فاسد ہے کیونکہ حدیث میں یہ تصریح ہے کہ آپ لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے۔ (سنن ابوداؤد: ۹۱۹) اور اس میں یہ تصریح ہے کہ یہ فرض نماز تھی۔

علامہ نووی نے یہ لکھا ہے کہ بعض مالکیہ نے یہ کہا ہے کہ یہ عمل منسوخ ہو گیا ہے' ابوعمر نے کہا ہے کہ اس کی ناسخ یہ حدیث ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نماز میں سلام کرتے تھے اور آپ ہم کو جواب دیتے

تھے' پھر جب ہم نجاشی کے پاس سے لوٹ کر آئے تو ہم نے آپ کو سلام کیا' آپ نے ہمیں جواب نہیں دیا اور (بعد میں) فرمایا: نماز میں مشغولیت ہوتی ہے۔

(صحیح البخاری: ۳۸۷۵' صحیح مسلم: ۵۳۸' سنن ابن ماجہ: ۱۰۱۹' مسند الامام الطحاوی: ۵۰۴۳' مکتبۃ الحرمین' دبئی' ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث سے نماز میں بچی اٹھانے پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ جس وقت حضرت عبداللہ بن مسعود حبشہ سے آئے تھے' اسی وقت حضرت زینب اور ان کی بچی رضی اللہ عنہما بھی حبشہ سے آئے تھے اور اس کے بعد آپ نے ان کی بچی کو نماز میں اٹھایا تھا' ابن شہاب اور ابن نافع نے امام مالک سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ضرورت کی وجہ سے نماز میں بچی کو اٹھایا تھا' دوسرا جواب یہ دیا ہے کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت ہے' یہ جوابات قاضی عیاض مالکی نے ذکر کیے ہیں۔ (اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۲ ص ۴۷۴)

علامہ نووی نے کہا ہے: یہ تمام دعاوی باطل اور مردود ہیں کیونکہ ان کے اوپر کوئی دلیل نہیں ہے اور نہ ان کی ضرورت ہے' بلکہ حدیث صریح اس کے جواز میں موجود ہے اور اس میں کوئی چیز قواعد شرع کے خلاف نہیں ہے' کیونکہ آدمی طاہر ہے اور اس کے پیٹ میں جو نجاست ہے وہ معاف ہے کیونکہ وہ اپنے معدن میں ہے اور بچوں کے کپڑے اور ان کے اجسام طاہر ہیں اور دلائل شرع سے یہ ثابت ہے کہ اس قسم کے افعال نماز کو باطل نہیں کرتے جب وہ افعال کم ہوں یا متفرق ہوں اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فعل جواز بتانے کے لیے ہے۔ (صحیح مسلم بشرح النووی ج ۳ ص ۱۸۱۹۔ ۱۸۱۸' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

علامہ عینی فرماتے ہیں: بعض اہل علم نے کہا ہے کہ اگر کوئی شخص اس قسم کا فعل کرے تو میرے نزدیک اس حدیث کی وجہ سے نماز کا اعادہ نہیں ہے' ہر چند کہ میں کسی کے لیے اس فعل کو پسند نہیں کرتا' امام احمد بن حنبل اس فعل کو جائز قرار دیتے تھے' اثرم بیان کرتے ہیں: امام احمد سے سوال کیا گیا: ایک شخص نماز پڑھتے ہوئے اپنے بیٹے کو پکڑ سکتا ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! اور اس حدیث سے استدلال کیا۔

علامہ حمد بن محمد خطابی متوفی ۳۸۸ھ نے کہا ہے کہ حق کے قریب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فعل نماز میں عمداً دانستہ نہیں کیا' اور وہ بچی غیر نماز میں آپ کے ساتھ رہنے کی عادی تھی' سو وہ نماز میں بھی آپ کے ساتھ لپٹ گئی اور آپ اس کو اپنے سے دور نہیں کر سکے' وہ آپ کے کندھے پر تھی اور جب آپ سجدہ میں گئے تو آپ نے اس کو کندھے سے اتار کر زمین پر رکھ دیا' حتیٰ کہ آپ سجدہ سے فارغ ہو گئے اور جب آپ نے قیام کا ارادہ کیا تو بچی پھر آپ کے ساتھ لپٹ گئی اور آپ اس کو اپنے سے دور نہ کر سکے اور نہ منع کر سکے حتیٰ کہ جب آپ کھڑے ہوئے تو وہ اسی طرح آپ کے کندھے پر تھی' میرے نزدیک اس حدیث کی یہی توجیہ ہے۔

اس پر یہ وہم ہو سکتا ہے کہ بچی کو بار بار کندھے پر بٹھانے اور کندھے سے اتارنے میں عمل کثیر ہے اور یہ نمازی کو اس کی نماز میں مشغولیت سے باز رکھتا ہے اور جب چادر کے نقش و نگار نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نماز کے خشوع میں خلل انداز ہوتے تھے' حتیٰ کہ آپ نے حضرت ابوجہم رضی اللہ عنہ کو وہ چادر واپس کر کے ان سے ان کی سادہ چادر منگوائی تو یہ عمل کثیر تو اس سے زیادہ نماز کے خشوع میں باعث خلل ہے؟ اس کا یہی جواب ہے کہ آپ نے یہ عمل قصداً اور دانستہ نہیں کیا تھا اور ایسی صورت میں عام مسلمانوں کے لیے بھی اس طرح کرنا جائز ہے۔ (معالم السنن وابی سلیمان الخطابی الشافعی ج ۱ ص ۴۳۱' دار المعرفۃ' بیروت)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ نے علامہ خطابی کے کلام کا خلاصہ نقل کرنے کے بعد یہ کہا ہے کہ علامہ خطابی نے جو کہا ہے وہ باطل ہے کیونکہ وہ خالی زبانی دعویٰ ہے اور علامہ خطابی کے جواب کو یہ بات رد کرتی ہے کہ جب آپ کھڑے ہوتے تو بچی کو اٹھا لیتے اور جب آپ سجدہ سے اٹھتے تو بچی کو اٹھا لیتے اور ایک حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بچی کو اٹھائے ہوئے ہمارے پاس آئے۔

(سنن ابوداؤد: ۹۱۸) اور باقی رہا نقش ونگار والی چادر کا قصہ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ دل کو بے فائدہ نماز کے خشوع سے روکتی ہے اور حضرت اُمامہ کو اٹھانے سے دل کے خشوع میں فرق نہیں آتا اور اگر اس سے فرق بھی آتا ہو تو اس میں یہ فائدہ ہے کہ امت کو یہ تعلیم دینا مقصود تھا کہ بچوں کا جسم اور ان کے کپڑے پاک ہوتے ہیں اور جب افعال متعدد اور متفرق ہوں تو وہ نماز کو باطل نہیں کرتے' پس صحیح بات یہ ہے کہ اس حدیث سے عدول کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے' اور یہ حدیث بیان جواز کے لیے ہے اور اس میں ان فوائد پر تنبیہ ہے' پس یہ عمل ہمارے لیے بھی جائز ہے اور قیامت تک کے مسلمانوں کے لیے شریعت مستمرہ ہے۔

(صحیح مسلم بشرح النووی ج ۳ ص ۱۸۲۰-۱۸۱۸' مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ علامہ خطابی کی تقریر کو رد کرنے کی ایک اور وجہ یہ ہے کہ حدیث میں ہے: آپ نے اس بچی کو پکڑ کر پھر اس کی جگہ (یعنی کندھے پر) رکھ دیا' اس میں یہ دلیل ہے کہ بچی کو اٹھانے اور رکھنے کا عمل آپ نے کیا تھا' اس بچی یعنی حضرت اُمامہ نے نہیں کیا تھا' بعض اصحاب مالک نے یہ کہا ہے کہ اگر آپ بچی کو چھوڑ دیتے تو وہ روتی اور آپ کی توجہ نماز سے ہٹتی اور نماز میں خلل پڑتا اور یہ خلل بچی کو اٹھانے کے خلل سے زیادہ تھا اور امام مالک کے بعض اصحاب نے فرض نماز اور نفل نماز میں فرق کیا ہے۔ علامہ ابوالولید سلیمان بن خلف باجی مالکی متوفی ۴۹۴ھ نے یہ کہا ہے: اگر کوئی شخص بچی کی حفاظت کرنے والا ہو تو پھر بھی یہ عمل نفل نماز میں جائز ہے' فرض نماز میں جائز نہیں ہے' اور اگر کوئی حفاظت کرنے والا نہ ہو تو پھر یہ عمل فرض اور نفل دونوں میں جائز ہے۔

(المنتقیٰ ج ۱ ص ۳۰۴' دار الکتاب العربی' بیروت)

اکثر اہل علم نے یہ کہا ہے کہ یہ ایسا عمل ہے جو بار بار نہیں ہوا کیونکہ نماز کے ارکان میں طمانیت حاصل تھی۔

علامہ فاکہانی نے کہا ہے: نماز میں حضرت اُمامہ کے اٹھانے میں یہ نکتہ ہے کہ عرب والے بچیوں کو بُرا جانتے تھے اور ان سے نفرت کرتے تھے تو آپ نے بچیوں سے محبت کرنے کی تلقین کرنے کے لیے نماز میں حضرت امامہ کو بار بار اٹھایا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگرچہ اس بات کو زبانی بھی بتا سکتے تھے لیکن عمل کر کے دکھانا تبلیغ کی تاثیر میں زیادہ قوت رکھتا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۴۴۴-۴۴۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۰۷ - بَابُ إِذَا صَلَّى إِلَى فِرَاشٍ فِيهِ حَائِضٌ

جب کسی شخص نے ایسے بستر کی طرف نماز پڑھی جس پر کوئی حائض عورت ہو

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب کوئی شخص ایسے بستر کی طرف نماز پڑھے جس میں کوئی حائض عورت ہو تو اس کی نماز جائز ہے' مکروہ نہیں ہے۔

۵۱۷ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ زُرَارَةَ قَالَ أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ' عَنِ الشَّيْبَانِيِّ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَدَّادِ بْنِ الْهَادِ قَالَ أَخْبَرَتْنِي خَالَتِي مَيْمُونَةُ بِنْتُ الْحَارِثِ قَالَتْ كَانَ فِرَاشِي حِيَالَ مُصَلَّى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرُبَّمَا وَقَعَ ثَوْبُهُ عَلَيَّ وَأَنَا عَلَى فِرَاشِي.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن زرارہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشیم نے خبر دی از الشیبانی از عبداللہ بن شداد بن الہاد' انہوں نے کہا: مجھے میری خالہ حضرت میمونہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ میرا بستر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مصلے کے برابر ہوتا تھا اور بعض اوقات آپ کا کپڑا مجھ پر لگ جاتا اور میں اپنے بستر پر ہوتی تھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۳۳ میں گزر چکی ہے' وہاں اس حدیث کا باب بغیر عنوان کے تھا۔

۵۱۸ - حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ قَالَ حَدَّثَنَا الشَّيْبَانِيُّ سُلَيْمَانُ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ شَدَّادٍ قَالَ سَمِعْتُ مَيْمُوْنَةَ تَقُوْلُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ وَاَنَا اِلٰى جَنْبِهٖ نَائِمَةٌ فَاِذَا سَجَدَ اَصَابَنِيْ ثَوْبُهٗ وَاَنَا حَائِضٌ. وَزَادَ مُسَدَّدٌ عَنْ خَالِدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ الشَّيْبَانِيُّ وَاَنَا حَائِضٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالنعمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد بن زیاد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں الشیبانی سلیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن شداد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے اور میں آپ کے پہلو میں سوئی ہوئی تھی جب آپ سجدہ کرتے تو آپ کا کپڑا میرے جسم پر لگتا اور میں حائض ہوتی تھی اور مسدد نے از خالد یہ اضافہ کیا: ہمیں سلیمان شیبانی نے حدیث بیان کی: اور میں حائض تھی۔

یہ حدیث بھی صحیح البخاری: ۳۳۳ میں گزر چکی ہے۔

۱۰۸ - بَابُ هَلْ يَغْمِزُ الرَّجُلُ امْرَاَتَهٗ عِنْدَ السُّجُوْدِ لِكَيْ يَسْجُدَ؟

کیا کوئی شخص سجدہ کے وقت اپنی بیوی کو ہاتھ لگا کر اشارہ کرے تا کہ وہ سجدہ کرلے؟

اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ اگر کوئی شخص نماز میں اپنی بیوی کو ہاتھ لگا لے تو اس سے اس کا وضوء ٹوٹتا ہے نہ اس کی نماز ٹوٹتی ہے اس کے برخلاف امام شافعی کے نزدیک عورت کو چھونے سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے۔

۵۱۹ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ بِئْسَمَا عَدَلْتُمُوْنَا بِالْكَلْبِ وَالْحِمَارِ، لَقَدْ رَاَيْتُنِيْ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ، وَاَنَا مُضْطَجِعَةٌ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ، فَاِذَا اَرَادَ اَنْ يَسْجُدَ غَمَزَ رِجْلَيَّ، فَقَبَضْتُهُمَا.

(مسند الامام الطحاوی: ۵۳۳۵ مکتبۃ الحرمین الدبئی ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن علی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبیداللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں القاسم نے حدیث بیان کی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے فرمایا: کتنی بُری بات ہے کہ تم نے ہمیں کتے اور گدھے کے برابر کردیا ہے اور تحقیق یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے اور میں آپ کے اور قبلہ کے درمیان لیٹی ہوئی تھی پس جب آپ سجدہ کرنے کا ارادہ کرتے تو میرے پیروں کو ہاتھ لگا کر اشارہ کرتے پس میں اپنے پیر سکیڑ لیتی۔

اس حدیث کی مفصل شرح صحیح البخاری: ۵۰۸ اور ۳۸۲ میں گزر چکی ہے وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

۱۰۹ - بَابُ الْمَرْاَةِ تَطْرَحُ عَنِ الْمُصَلِّيْ شَيْئًا مِنَ الْاَذٰى

عورت نمازی سے کوئی نجاست اٹھا کر پھینک دے

اس باب کی ابواب سابقہ کے ساتھ اس طرح مناسبت ہے کہ ابواب سابقہ میں نمازی کے سامنے سے عورت کے گزرنے کا بیان کیا گیا تھا اور اس باب میں عورت کا نمازی سے نجاست اٹھا کر پھینکنے کا بیان کیا گیا ہے اور یہ نمازی کے سامنے سے گزرنے کی بہ

نسبت زیادہ شدید ہے۔

۵۲۰ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ اِسْحَاقَ السُّوْرَمَارِیُّ قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰى قَالَ حَدَّثَنَا اِسْرَائِيْلُ ، عَنْ اَبِىْ اِسْحَاقَ ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُوْنٍ ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ بَيْنَمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَائِمٌ يُصَلِّىْ عِنْدَ الْكَعْبَةِ ، وَجَمْعٌ مِّنْ قُرَيْشٍ فِىْ مَجَالِسِهِمْ اِذْ قَالَ قَائِلٌ مِّنْهُمْ اَلَا تَنْظُرُوْنَ اِلٰى هٰذَا الْمُرَائِىْ؟ اَيُّكُمْ يَقُوْمُ اِلٰى جَزُوْرِ اٰلِ فُلَانٍ ، فَيَعْمِدُ اِلٰى فَرْثِهَا وَدَمِهَا وَسَلَاهَا ، فَيَجِىْءُ بِهٖ ، ثُمَّ يُمْهِلُهٗ ، حَتّٰى اِذَا سَجَدَ ، وَضَعَهٗ بَيْنَ كَتِفَيْهِ فَانْبَعَثَ اَشْقَاهُمْ ، فَلَمَّا سَجَدَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَضَعَهٗ بَيْنَ كَتِفَيْهِ ، وَثَبَتَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاجِدًا ، فَضَحِكُوْا حَتّٰى مَالَ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ مِّنَ الضَّحِكِ ، فَانْطَلَقَ مُنْطَلِقٌ اِلٰى فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ ، وَهِىَ جُوَيْرِيَةٌ ، فَاَقْبَلَتْ تَسْعٰى ، وَثَبَتَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاجِدًا ، حَتّٰى اَلْقَتْهُ عَنْهُ ، وَاَقْبَلَتْ عَلَيْهِمْ تَسُبُّهُمْ ، فَلَمَّا قَضٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، قَالَ اَللّٰهُمَّ عَلَيْكَ بِقُرَيْشٍ ، اَللّٰهُمَّ عَلَيْكَ بِقُرَيْشٍ ، اَللّٰهُمَّ عَلَيْكَ بِقُرَيْشٍ ، ثُمَّ سَمّٰى اَللّٰهُمَّ عَلَيْكَ بِعَمْرِو بْنِ هِشَامٍ ، وَعُتْبَةَ بْنِ رَبِيْعَةَ ، وَشَيْبَةَ بْنِ رَبِيْعَةَ ، وَالْوَلِيْدِ بْنِ عُتْبَةَ ، وَاُمَيَّةَ بْنِ خَلَفٍ ، وَعُقْبَةَ بْنِ اَبِىْ مُعَيْطٍ ، وَعُمَارَةَ بْنِ الْوَلِيْدِ . قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ فَوَاللّٰهِ ، لَقَدْ رَاَيْتُهُمْ صَرْعٰى يَوْمَ بَدْرٍ ، ثُمَّ سُحِبُوْا اِلَى الْقَلِيْبِ ، قَلِيْبِ بَدْرٍ ، ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاُتْبِعَ اَصْحَابُ الْقَلِيْبِ لَعْنَةً.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن اسحاق السورماری نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبید اللہ بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسرائیل نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق از عمرو بن میمون از حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کعبہ کے پاس کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے اور (کفار) قریش کی ایک جماعت اپنی مجالس میں بیٹھی ہوئی تھی' اس وقت ان میں سے کسی کہنے والے نے کہا: کیا تم اس ریاکار کی طرف نہیں دیکھ رہے؟ تم میں سے کوئی شخص آل فلاں کی اونٹنی کی طرف جائے اور اس کے گوبر اور خون اور اس کی بچہ دانی (اس سے مجازاً اوجھڑی مراد ہے) لے آئے' پھر اس کو مہلت دے حتیٰ کہ جب یہ سجدہ میں جائیں تو اس کو ان کے دونوں کندھوں کے درمیان رکھ دے' پھر جو ان میں سب سے زیادہ بدبخت تھا' وہ اٹھا اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سجدہ کیا تو اس نے اس اوجھڑی کو آپ کے دونوں کندھوں کے درمیان رکھ دیا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدہ میں برقرار رہے' سو وہ کفار ہنستے رہے اور ہنستے ہوئے ایک دوسرے پر گر رہے تھے' پھر کوئی جانے والا حضرت سیدہ فاطمہ علیہا السلام کے پاس گیا' اور وہ کم سن لڑکی تھیں' پس وہ دوڑتی ہوئی آئیں اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (بہ دستور) سجدہ میں تھے' حتیٰ کہ انہوں نے اس اوجھڑی کو آپ کے اوپر سے اٹھا کر پھینک دیا' اور کفار قریش کی طرف متوجہ ہو کر ان کو سخت سست کہا' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز ادا کر لی تو آپ نے ان کے خلاف دعاء ضرر کی: اے اللہ! قریش کو پکڑ لے' اے اللہ! قریش کو پکڑ لے' اے اللہ! قریش کو پکڑ لے' پھر ان کے نام لیے: اے اللہ! عمرو بن ہشام کو ہلاک کر دے' اور عتبہ بن ربیعہ کو اور شیبہ بن ربیعہ کو' اور ولید بن عتبہ کو اور امیہ بن خلف کو اور عقبہ بن ابی معیط کو اور عمارہ بن الولید کو۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: پس اللہ کی قسم! غزوۂ بدر کے دن میں نے دیکھا یہ سب زمین پر (مردہ) پڑے ہوئے تھے' پھر ان سب کو گھسیٹ کر بدر کے کنویں میں ڈالا

گیا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: کنویں والوں پر لعنت کی گئی

ہے۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۲۴۰ میں گزر چکی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا: جب نمازی کی پشت پر نجاست یا مردار ڈال دیا جائے تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوتی' اور اس حدیث میں دونوں عنوانوں کی مناسبت ہے۔

الحمد للہ رب العلمین! استقبال القبلۃ' احکام المساجد اور نمازی کے سترہ اور اس کے متعلق ابواب ختم ہو گئے اور اب ان شاء اللہ ''کتاب مواقیت الصلوٰۃ'' شروع ہوگی۔

❁❁❁❁❁

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی و نسلم علٰی رسولہ الکریم

۹ - كِتَابُ مَوَاقِيْتِ الصَّلٰوةِ

نماز کے اوقات کا بیان

امام بخاری نے ''کتاب الطهارة'' کے بعد ''کتاب الصلٰوة'' کو شروع کیا اور ''کتاب الصلٰوة'' کے بعد ابواب قبلہ ابواب المساجد اور نمازی کے سترہ کے ابواب سے فارغ ہونے کے بعد ''کتاب مواقیت الصلٰوة'' کو شروع کیا۔

''مواقیت''، ''میقات'' کی جمع ہے اور اس کا معنی ہے: وقت کی مقدار، جس جگہ سے حج کے لیے احرام باندھا جاتا ہے اس کو بھی میقات کہتے ہیں۔

١ - بَابُ مَوَاقِيْتِ الصَّلٰوةِ وَفَضْلِهَا

نماز کے اوقات اور ان کی فضیلت

وَقَوْلِهِ ﴿إِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتَابًا مَّوْقُوْتًا﴾ (النساء:١٠٣) مُوَقَّتًا، وَقَّتَهُ عَلَيْهِمْ.

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک مومنین پر نماز مقررہ اوقات میں فرض کی گئی ہے۔ (النساء:١٠٣) ''موقت'' کا معنی ہے: ان پر وقت مقرر میں فرض کی گئی ہے۔

٥٢١ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ قَرَأْتُ عَلٰى مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيْزِ أَخَّرَ الصَّلٰوةَ يَوْمًا، فَدَخَلَ عَلَيْهِ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ فَأَخْبَرَهُ أَنَّ الْمُغِيْرَةَ بْنَ شُعْبَةَ أَخَّرَ الصَّلٰوةَ يَوْمًا، وَهُوَ بِالْعِرَاقِ، فَدَخَلَ عَلَيْهِ أَبُوْ مَسْعُوْدِ الْأَنْصَارِيُّ فَقَالَ مَا هٰذَا يَا مُغِيْرَةُ، أَلَيْسَ قَدْ عَلِمْتَ أَنَّ جِبْرِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ نَزَلَ فَصَلّٰى، فَصَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ صَلّٰى، فَصَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ صَلّٰى، فَصَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ صَلّٰى، فَصَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ صَلّٰى، فَصَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ قَالَ بِهٰذَا أُمِرْتُ. فَقَالَ عُمَرُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے امام مالک پر قراءت کی از ابن شہاب کہ ایک دن عمر بن عبد العزیز نے نماز کو مؤخر کر دیا' پھر ان کے پاس عروہ بن الزبیر آئے اور ان کو یہ خبر دی کہ حضرت المغیرہ بن شعبہ نے ایک دن نماز کو مؤخر کر دیا اور وہ اس وقت عراق میں تھے' پھر ان کے پاس حضرت ابو مسعود الانصاری رضی اللہ عنہ آئے اور کہا: اے مغیرہ! یہ کیا وقت ہے؟ کیا تم نہیں جانتے کہ حضرت جبریل نازل ہوئے' پھر انہوں نے نماز پڑھی' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی' پھر انہوں نے نماز پڑھی' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی' پھر انہوں نے نماز پڑھی' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی' پھر انہوں نے نماز پڑھی' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی' پھر انہوں نے نماز پڑھی' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی' پھر

لِعُرْوَةَ اِعْلَمْ مَا تُحَدِّثُ ، اَوْ اَنَّ جِبْرِيْلَ هُوَ اَقَامَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقْتَ الصَّلٰوةِ ؟ قَالَ عُرْوَةُ كَذٰلِكَ كَانَ بَشِيْرُ بْنُ اَبِىْ مَسْعُوْدٍ يُحَدِّثُ عَنْ اَبِيْهِ. [اطراف الحدیث:۳۲۲۱-۴۰۰۷]

آپ نے فرمایا: مجھے اس چیز کا حکم دیا گیا ہے' پھر عمر بن عبد العزیز نے عروہ سے کہا: سمجھو! تم کیا حدیث بیان کر رہے ہو' کیا حضرت جبریل نے رسول اللہ ﷺ کے لیے نماز کا وقت مقرر کیا تھا؟ عروہ نے کہا: اسی طرح بشیر بن ابی مسعود اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے تھے۔

(صحیح مسلم: ۶۰۸' سنن ابوداؤد: ۳۹۴' ۳۹۴' سنن نسائی: ۴۹۳' سنن ابن ماجہ: ۶۶۸' مسند احمد ج ۴ ص ۱۲۱' مسند احمد ج ۲۸ ص ۳۱۷' جامع المسانید لابن الجوزی: ۵۴۳۹' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبد اللہ بن مسلمہ القعنبی (۲) امام مالک بن انس (۳) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (۴) عمر بن عبد العزیز بن مروان' امیر المؤمنین' ان کو بھی خلفاء راشدین میں شمار کیا جاتا ہے (۵) عروہ بن الزبیر بن العوام (۶) حضرت المغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ یہ صحابی ہیں (۷) حضرت ابو مسعود الانصاری' ان کا نام عقبہ بن عمرو بن ثعلبہ الخزرجی الانصاری ہے رضی اللہ عنہ (۸) ان کے بیٹے بشیر بن ابو مسعود' یہ جلیل القدر تابعی ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۵)

عمر بن عبد العزیز نے جو نماز میں تاخیر کی تھی' یہ ان کا معمول نہیں تھا اور مؤخر ہونے والی نماز کی تعیین

اس حدیث میں ہے کہ حضرت المغیرہ بن شعبہ نے ایک دن نماز کو مؤخر کر دیا اور امام بخاری کی دوسری روایت میں ہے: ایک دن حضرت المغیرہ نے عصر کی نماز کو مؤخر کر دیا۔ (صحیح البخاری: ۴۰۰۷)

عمر بن عبد العزیز نے اس طرح نماز کو مؤخر نہیں کیا تھا' جس طرح بنو امیہ کے امراء نماز کو مؤخر کرتے تھے' کیونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ولید نماز کو مؤخر کر کے پڑھاتا تھا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس پر انکار کرتے تھے' عطاء نے کہا: ایک دفعہ ولید نے جمعہ میں اتنی تاخیر کر دی حتیٰ کہ شام ہو گئی' اسی طرح حجاج بھی کیا کرتا تھا۔ عمر بن عبد العزیز نے جو نماز کو مؤخر کیا تھا تو مستحب وقت سے مؤخر کیا تھا نہ کہ اس کے اصل وقت سے مؤخر کیا تھا اور ان کی جلالت کی وجہ سے ان کے متعلق یہ اعتقاد نہیں کیا جائے گا' اور عروہ نے ان پر اس لیے انکار کیا تھا کہ انہوں نے عصر کی فضیلت والے وقت کو ترک کر دیا تھا' جس میں حضرت جبریل علیہ السلام نے نماز پڑھائی تھی' علامہ ابن عبد البر نے کہا ہے کہ انہوں نے اس نماز کو اس کے مستحب وقت سے مؤخر کر دیا تھا' اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ انہوں نے عصر کو اتنا مؤخر کر دیا تھا' حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا۔

حضرت جبریل کا پانچ نمازوں میں نبی ﷺ کو امامت کرانا

نیز اس حدیث میں ہے: حضرت جبریل نازل ہوئے' پھر انہوں نے نماز پڑھی' پس رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھی۔

اس جملہ کا معنی یہ ہے کہ حضرت جبریل نے نماز پڑھائی' پھر اس کے فوراً بعد نبی ﷺ نے ان کی اقتداء میں نماز پڑھی۔ نبی ﷺ پر شب معراج جو پانچ نمازیں فرض ہوئی تھیں' حضرت جبریل ان پانچ نمازوں کی کیفیت کے بیان کے لیے نماز پڑھا رہے تھے۔

پھر آپ نے فرمایا: مجھے اسی چیز کا حکم دیا گیا ہے' یعنی ان اوقات میں نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔

پھر عمر بن عبد العزیز نے کہا: سمجھو! تم کیا حدیث بیان کر رہے ہو۔

بہ ظاہر اس کا معنی یہ ہے کہ عمر بن عبدالعزیز کو یہ معلوم نہیں تھا کہ حضرت جبریل نے ان نمازوں میں رسول اللہ ﷺ کو امامت کرائی تھی' ہوسکتا ہے ان تک یہ حدیث پہنچی نہ ہو یا وہ بھول گئے ہوں۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۷۔ ۵ ملخصاً' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

رسول اللہ ﷺ کا مقتدی ہونا' آپ کے افضل ہونے کے منافی نہیں

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام امام تھے اور رسول اللہ ﷺ مقتدی تھے اور امام مقتدی سے افضل ہوتا ہے' اس سے لازم آئے گا کہ حضرت جبریل علیہ السلام' رسول اللہ ﷺ سے افضل ہوں' حالانکہ رسول اللہ ﷺ افضل الخلق ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ محض امام ہونے سے افضل ہونا لازم نہیں آتا' رسول اللہ ﷺ نے دو مرتبہ حضرت ابوبکر کی اقتداء میں نماز پڑھی اور ایک مرتبہ حضرت عبدالرحمن بن عوف کی اقتداء میں نماز پڑھی' اسی طرح بعض مرتبہ استاذ اپنے شاگرد کی اقتداء میں نماز پڑھتا ہے اور والد اپنے بیٹے کی اقتداء میں نماز پڑھتا ہے' جب کہ افضل استاذ اور والد ہی ہوتا ہے' اس لیے افضل تو رسول اللہ ﷺ ہی تھے' اگرچہ امام اس وقت حضرت جبریل تھے' نیز رسول اللہ ﷺ نے اس لیے بھی اقتداء میں نماز پڑھی ہے کہ جس طرح آپ کی زندگی میں امامت کا نمونہ ہے' اسی طرح آپ کی زندگی میں اقتداء کا بھی نمونہ ہے' آپ کی امت میں کم لوگ امام ہوتے ہیں اور آپ کی امت کی اکثریت مقتدی ہوتی ہے' اگر آپ کسی کی اقتداء میں نماز نہ پڑھتے تو آپ کی امت کی اکثریت آپ کی سنت کی اتباع سے محروم ہو جاتی۔

۵۲۲ - قَالَ عُرْوَةُ وَلَقَدْ حَدَّثَتْنِي عَائِشَةُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي الْعَصْرَ، وَالشَّمْسُ فِي حُجْرَتِهَا قَبْلَ اَنْ تَظْهَرَ.

عروہ نے کہا: مجھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ عصر کی نماز پڑھتے تھے اور دھوپ ان کے حجرے میں ہوتی تھی' اس سے پہلے کہ دھوپ ان کے حجرے سے اوپر چڑھے۔

[اطراف الحدیث: ۵۴۴۔ ۵۴۵۔ ۵۴۶۔ ۳۱۰۳]

(صحیح مسلم: ۶۱۱' الرقم المسلسل: ۱۳۵۵' سنن ابوداؤد: ۴۰۷' سنن ابن ماجہ: ۶۶۸' جامع المسانید لابن الجوزی: ۷۶۵۴' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

نماز کو اوّل وقت میں پڑھنے کا استحباب' علماء کا امراء کو غلط کام پر ٹوکنا اور اس حدیث کو ضعیف قرار دینے کا جواب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

(۱) اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ نماز کو اس کے وقت پر پڑھنا فرض ہے اور نماز کو اس کے وقت سے پہلے پڑھنا جائز نہیں ہے۔

(۲) نماز کو اوّل وقت میں پڑھنا افضل ہے سوا ان نمازوں کے جن کے متعلق احادیث میں تاخیر سے پڑھنے کا حکم ہے' مثلاً فجر کی نماز کو سفیدی پھیلنے کے بعد پڑھنا مستحب ہے' ظہر کی نماز کو گرمیوں میں ٹھنڈے وقت میں پڑھنا مستحب ہے' اور عشاء کی نماز کو تہائی رات تک مؤخر کر کے پڑھنا مستحب ہے۔

(۳) عروہ' عمر بن عبدالعزیز کے پاس گئے اور ان کو تاخیر سے عصر کی نماز پڑھنے پر ٹوکا' اس سے معلوم ہوا کہ جب علماء حکام کے پاس جائیں اور ان کو خلاف سنت کام کرتے ہوئے دیکھیں تو ان کو اس پر ملامت کریں۔

(۴) عمر بن عبدالعزیز نے عروہ سے پوچھا: اس پر کیا دلیل ہے کہ عصر کو اوّل وقت میں پڑھنا چاہیے تو عروہ نے اس پر یہ دلیل بیان کی کہ حضرت جبریل نے نبی ﷺ کو اوّل وقت میں عصر کی نماز پڑھائی۔

(۵) پہلے عروہ نے حضرت مغیرہ کی حدیث بیان کی' جب اس سے عمر بن عبدالعزیز مطمئن نہیں ہوئے تو انہوں نے حضرت ابومسعود

انصاری کی حدیث مرفوع بیان کی' اس سے معلوم ہوا کہ اگر طالب علم قوی دلیل کا مطالبہ کرے تو شیخ کو چاہیے کہ اس کا مطالبہ پورا کرے۔

(٦) علامہ ابن العربی نے اس حدیث سے اس پر استدلال کیا ہے کہ فرض پڑھنے والے کی نماز نفل پڑھنے والے کے پیچھے جائز ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ پر نماز فرض تھی اور چونکہ حضرت جبریل مکلف نہیں ہیں' اس لیے ان کی نماز نفل تھی' اس کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی بھی وہ نماز نفل تھی ورنہ حضرت جبریل بیان کرتے کہ آپ کی یہ نماز فرض ہے' دوسرا جواب یہ ہے کہ جب حضرت جبریل کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ آپ یہ نماز پڑھائیں تو ان پر بھی اس نماز کو پڑھانا فرض ہو گیا۔

(٧) علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ حضرت جبریل کی امامت کرنے کی حدیث ضعیف ہے' اس حدیث میں یہ مذکور ہے کہ پہلے دن حضرت جبریل نے ہر نماز کو اوّل وقت میں پڑھایا اور دوسرے دن ہر نماز کو آخر وقت میں پڑھایا اور کہا: ان دونوں وقتوں کے درمیان نماز کا وقت ہے' اگر یہ حدیث صحیح ہوتی تو عروہ' عمر بن عبد العزیز کو آخر وقت میں نماز پڑھنے پر انکار نہ کرتے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ ہو سکتا ہے کہ عمر بن عبد العزیز نے عصر کی نماز اس وقت پڑھی' جب عصر کا مختار وقت نکل چکا ہو' عصر کا مختار وقت وہ ہے جب ہر چیز کا سایا دو مثل ہو جائے' نہ کہ وقت جواز میں پڑھی ہو اور وہ غروب آفتاب کا وقت ہے اور چونکہ عمر بن عبد العزیز نے مختار وقت کے نکلنے کے بعد عصر کی نماز پڑھی تھی' اس لیے عروہ نے ان پر اعتراض کیا تھا' اس لیے اس حدیث کو ضعیف قرار دینے کی ضرورت نہیں ہے۔

(٨) حضرت ابو مسعود کی حدیث روایت کرنے کے بعد عروہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ عصر کی نماز پڑھتے تھے اور دھوپ ان کے حجرے میں ہوتی تھی' اس حدیث کو روایت کرنے سے عروہ کی غرض یہ تھی کہ رسول اللہ ﷺ عصر کی نماز اوّل وقت میں پڑھتے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۹۔۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

شرح صحیح مسلم میں پانچ نمازوں کے اوقات پر دلائل اور دیگر مباحث

یہ حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۲۸۱۔ ج ۲ ص ۲۲۹ پر مذکور ہے' اس حدیث کی وہاں شرح نہیں کی گئی' البتہ باب کے شروع میں حسب ذیل عنوان ہیں:

(١) پانچ نمازوں کے اوقات پر قرآن مجید سے استدلال (٢) احادیث سے استدلال (٣) اجماع امت سے استدلال (٤) عقل سے تائید (٥) بلغاریہ اور قطبین میں اوقات نماز (٦) حدیث دجال کی تحقیق (٧) ایک نماز پڑھنے کے بعد اسی نماز کا وقت دوسرے شہر میں (٨) ایک شہر میں روزے رکھنے کے بعد دوسرے شہر میں ایام رمضان پانا۔

یہ بحث شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۲۹۔ ۲۲۲ پر مذکور ہے۔

٢ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿مُنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ وَاتَّقُوْهُ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴾ (الروم: ٣٢)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (اے لوگو!) اللہ کی طرف رجوع کرتے ہوئے اس سے ڈرتے رہو اور نماز کو قائم رکھو اور مشرکین میں سے نہ ہو جاؤ۔ (الروم: ٣٢)

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ ہر وہ چیز جس میں مشغولیت اللہ کی اطاعت سے روکتی ہو' اس سے منقطع ہو کر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرو اور اس کے احکام کی اطاعت کرو اور نماز پڑھتے رہو کیونکہ نماز پڑھنے سے اللہ تعالیٰ پر ایمان کا اظہار ہوتا ہے' جس نے نماز کو قائم

کیا' اس نے دین کو قائم کیا اور جس نماز کو ترک کیا' اس نے دین کی عمارت کو منہدم کر دیا' نماز پڑھنا مؤمنوں کا شعار ہے اور نماز نہ پڑھنا مشرکین کا طریقہ ہے' اس لیے فرمایا ہے: نماز کو قائم رکھو اور مشرکین میں سے نہ ہو جاؤ۔

٥٢٣ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبَّادٌ' هُوَ ابْنُ عَبَّادٍ' عَنْ اَبِيْ جَمْرَةَ' عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَدِمَ وَفْدُ عَبْدِ الْقَيْسِ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' فَقَالُوْا اِنَّا مِنْ هٰذَا الْحَيِّ مِنْ رَبِيْعَةَ' وَلَسْنَا نَصِلُ اِلَيْكَ اِلَّا فِي الشَّهْرِ الْحَرَامِ' فَمُرْنَا بِشَيْءٍ نَاْخُذُهُ عَنْكَ' وَنَدْعُوْ اِلَيْهِ مَنْ وَّرَاءَ نَا' فَقَالَ اٰمُرُكُمْ بِاَرْبَعٍ' وَاَنْهَاكُمْ عَنْ اَرْبَعٍ اَلْاِيْمَانِ بِاللّٰهِ. ثُمَّ فَسَّرَهَا لَهُمْ شَهَادَةُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ' وَاَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ' وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ' وَاِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ' وَاَنْ تُؤَدُّوْا اِلَيَّ خُمُسَ مَا غَنِمْتُمْ' وَاَنْهٰى عَنِ الدُّبَّاءِ' وَالْحَنْتَمِ' وَالْمُقَيَّرِ' وَالنَّقِيْرِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عباد نے حدیث بیان کی اور وہ ابن عباد ہیں از ابی جمرہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عبد القیس کا وفد حاضر ہوا' انہوں نے کہا: ہم اس قبیلہ ربیعہ سے ہیں اور ہم آپ کے پاس صرف حرمت والے مہینوں میں پہنچ سکتے ہیں' آپ ہمیں کسی ایسی چیز کا حکم دیں جس کو ہم آپ سے حاصل کریں اور جو لوگ ہمارے پیچھے ہیں' ان کو اس کی طرف دعوت دیں' تب آپ نے فرمایا: میں تم کو چار چیزوں کا حکم دیتا ہوں اور چار چیزوں سے منع کرتا ہوں' اللہ پر ایمان لانے کا' پھر انہوں نے ان کے لیے اس کی تفسیر کی: اس کی شہادت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور میں اللہ کا رسول ہوں' اور نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ دینا اور تم میری طرف مالِ غنیمت کا پانچواں حصہ ادا کرو اور میں تم کو کھوکھلے کدو' سبز گھڑے اور تارکول سے لیپے ہوئے برتن اور کھوکھلی لکڑی میں (پینے سے) منع کرتا ہوں۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۵۳ میں گزر چکی ہے' وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: مالِ غنیمت میں سے پانچواں حصہ ادا کرنا بھی اُمورِ ایمان میں سے ہے' اور یہاں اس حدیث کو نماز قائم رکھنے کے لیے بیان کیا ہے اور اس حدیث میں دونوں عنوانوں کی گنجائش ہے۔

٣ - بَابُ الْبَيْعَةِ عَلٰى اِقَامَةِ الصَّلٰوةِ — اقامت نماز پر بیعت کرنا

یہاں بیعت سے مراد ہے: اسلام کو قبول کرنے اور اس کے احکام پر عمل کرنے کا عہد کرنا' اور وہ شخص جو اپنی اطاعت کو کسی کے لیے فروخت کر دے تو کہا جاتا ہے: اس نے اس کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

٥٢٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنَا قَيْسٌ' عَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ بَايَعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى اِقَامِ الصَّلٰوةِ' وَاِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ' وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں قیس نے حدیث بیان کی از جریر بن عبد اللہ' انہوں نے کہا: میں نے نماز قائم کرنے' زکوٰۃ ادا کرنے اور ہر مسلمان کے لیے خیر خواہی کرنے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۵۲۴ میں گزر چکی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا: اللہ' اس کے رسول' ائمہ مسلمین اور عام لوگوں کی خیر خواہی کرنا دین ہے' اور اس باب کا عنوان ہے: نماز قائم کرنے کے لیے بیعت کرنا' اور اس حدیث میں دونوں عنوانوں کی گنجائش ہے۔

٤ - بَابٌ اَلصَّلٰوةُ كَفَّارَةٌ — نماز کفارہ ہے

کفارہ اس فعل کو کہتے ہیں جو کسی گناہ کو مٹا دے اور چونکہ نماز پڑھنے سے صغیرہ گناہ مٹ جاتے ہیں' اس لیے کہا جاتا ہے: نماز گناہوں کا کفارہ ہے۔

۵۲۵ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنِ الْاَعْمَشِ قَالَ حَدَّثَنِي شَقِيقٌ قَالَ سَمِعْتُ حُذَيْفَةَ قَالَ كُنَّا جُلُوْسًا عِنْدَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، فَقَالَ اَيُّكُمْ يَحْفَظُ قَوْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْفِتْنَةِ؟ قُلْتُ اَنَا، كَمَا قَالَهُ . اِنَّكَ عَلَيْهِ . اَوْ عَلَيْهَا . لَجَرِيءٌ، قُلْتُ فِتْنَةُ الرَّجُلِ فِيْ اَهْلِهِ وَمَالِهِ وَوَلَدِهِ وَجَارِهِ، تُكَفِّرُهَا الصَّلٰوةُ وَالصَّوْمُ وَالصَّدَقَةُ وَالْاَمْرُ وَالنَّهْيُ، قَالَ لَيْسَ هٰذَا اُرِيْدُ، وَلٰكِنِ الْفِتْنَةُ الَّتِيْ تَمُوْجُ كَمَا يَمُوْجُ الْبَحْرُ، قَالَ لَيْسَ عَلَيْكَ مِنْهَا بَاْسٌ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ، اِنَّ بَيْنَكَ وَ بَيْنَهَا بَابًا مُغْلَقًا. قَالَ اَيُكْسَرُ اَمْ يُفْتَحُ؟ قَالَ يُكْسَرُ، قَالَ اِذًا لَا يُغْلَقُ اَبَدًا، قُلْنَا اَكَانَ عُمَرُ يَعْلَمُ الْبَابَ؟ قَالَ نَعَمْ، كَمَا اَنَّ دُوْنَ الْغَدِ اللَّيْلَةَ، اِنِّيْ حَدَّثْتُهُ بِحَدِيْثٍ لَيْسَ بِالْاَغَالِيْطِ، فَهِبْنَا اَنْ نَسْاَلَ حُذَيْفَةَ، فَاَمَرْنَا مَسْرُوْقًا فَسَاَلَهُ، فَقَالَ الْبَابُ عُمَرُ.

[اطراف الحدیث: ۱۴۳۵-۱۸۹۵-۳۵۸۶-۷۰۹۶]

(صحیح مسلم: ۱۴۴' الرقم المسلسل: ۳۶۲' سنن ترمذی: ۲۲۶۵' سنن ابن ماجہ: ۳۹۵۵' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۴۰۸' مسند الحمیدی: ۴۴۷' مصنف ابن ابی شیبہ ج۱۵ ص۱۵' مسند البزار: ۲۸۷۴' السنن الکبریٰ: ۳۲۷' المعجم الاوسط: ۴۸۳۲' دلائل النبوۃ للبیہقی ج۶ ص۳۸۶' مصنف عبد الرزاق: ۲۰۷۵۲' مسند احمد ج۵ ص۴۰۲-۴۰۱ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۳۴۱۲- ج۳۸ ص۳۱۴' مؤسسۃ الرسالۃ بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۱۳۳۶' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از الاعمش' انہوں نے کہا: مجھے شقیق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے سنا' انہوں نے کہا: ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے' انہوں نے پوچھا: تم میں سے کس شخص کو فتنہ کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث یاد ہے؟ میں نے کہا: مجھے اسی طرح یاد ہے جس طرح آپ نے فرمایا تھا' (انہوں نے کہا:) تم اس کی ہمت رکھنے والے ہو' میں نے کہا: آدمی کی بیوی' اس کے مال' اس کی اولاد اور اس کے پڑوسی میں جو فتنہ ہوتا ہے' نماز' روزہ' صدقہ' نیکی کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے سے اس کا کفارہ ہو جاتا ہے' حضرت عمر نے کہا: میری یہ مراد نہیں ہے لیکن میری مراد اس فتنہ سے ہے جس کی موجیں سمندر کی موجوں کی طرح ہوں گی' میں نے کہا: اے امیر المؤمنین! آپ کو اس فتنہ سے کوئی خطرہ نہیں ہے' آپ کے اور اس فتنہ کے درمیان ایک مقفل دروازہ ہے' حضرت عمر نے پوچھا: آیا اس دروازہ کو کھولا جائے گا یا توڑا جائے گا؟ حضرت حذیفہ نے کہا: توڑا جائے گا' حضرت عمر نے کہا: پھر وہ دروازہ کبھی بند نہیں کیا جائے گا' ہم نے پوچھا: کیا حضرت عمر اس دروازہ کو جانتے تھے؟ حضرت حذیفہ نے کہا: ہاں! جیسے وہ جانتے تھے کہ کل (کے دن) سے پہلے رات ہے' میں نے ان کو ایسی حدیث بیان کی ہے جو بجھارت نہیں ہے' پھر ہم خود حضرت حذیفہ سے پوچھنے سے ڈرے' ہم نے مسروق سے کہا تو انہوں نے پوچھا' پس حضرت حذیفہ نے بتایا: دروازہ حضرت عمر تھے۔

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس جملہ میں ہے: نماز پڑھنے سے آدمی کے اہل وغیرہ کے فتنہ کا کفارہ ہو جاتا ہے۔

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں' ان سب کا پہلے تعارف ہو چکا ہے۔

فتنہ کے معانی اور بیوی' مال اور اولاد کے فتنہ کا بیان

اس حدیث میں ''فتنہ'' کا لفظ ہے' ''فتنہ'' کا معنی ہے: گناہ اور گمراہی اور ''فتنہ'' کا معنی ہے: کسی شخص کو اس کے نیک طریقہ سے ہٹا دینا۔ قرآن مجید میں ہے:

وَاِنْ كَادُوْا لَيَفْتِنُوْنَكَ عَنِ الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ. (بنی اسرائیل: ۷۳) اور جو وحی ہم نے آپ کی طرف کی ہے' یہ لوگ آپ کو (اس کے بیان کرنے سے) ہٹا دینا چاہتے ہیں۔

اور ''فتنہ'' کا معنی ہے: کفر اور شرک' قرآن مجید میں ہے:

وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ. (البقرہ: ۱۹۳) اور ان سے قتال کرتے رہو حتیٰ کہ کفر اور شرک نہ رہے۔

لوگوں کے درمیان جو لڑائی اور جھگڑا ہوتا ہے' اس کو بھی فتنہ کہا جاتا ہے' نیکی سے بدی کی طرف منتقل ہونے کو بھی فتنہ کہا جاتا ہے' عورتوں سے بدکاری کو بھی فتنہ کہتے ہیں' برائی اور بھلائی' خوش حالی اور تنگ دستی کے امتحان کو بھی فتنہ کہتے ہیں' قرآن مجید میں ہے:

وَنَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً. (الانبیاء: ۳۵) اور ہم تم کو مصیبت اور راحت کے امتحان میں مبتلا کرتے ہیں۔

انسان کا اس کی بیوی میں فتنہ یہ ہے کہ بیوی کی فرمائش پوری کرنے کے لیے وہ ایسی بات کہے یا ایسا کام کرے جو جائز نہ ہو' اور انسان کا اس کے مال میں فتنہ یہ ہے کہ مال کے حصول میں جائز اور ناجائز کا فرق نہ کرے یا مال کو خرچ کرنے میں جائز اور ناجائز کا فرق نہ کرے اور انسان کا اس کی اولاد میں فتنہ یہ ہے کہ وہ اولاد کی فرطِ محبت میں نیک کاموں سے رک جائے یا بُرے کاموں کا ارتکاب کرے یا ان کو نیک کام کرنے کا حکم نہ دے اور ان کو بُرے کاموں سے نہ روکے اور انسان کا اس کے پڑوسی میں فتنہ یہ ہے کہ وہ غربت اور افلاس میں پڑوسی کی مدد نہ کرے' وہ بیمار ہوں تو ان کی عیادت نہ کرے' وہ مرجائیں تو ان کے جنازہ میں شریک نہ ہو' اپنی خوش حالی کی وجہ سے ان کے ساتھ تکبر سے پیش آئے اور اگر وہ خوش حال ہوں تو ان سے حسد کرے۔ جو شخص بیوی' مال' اولاد اور پڑوسی کے ساتھ ایسے کام کرے' اگر وہ گناہ کبیرہ کی حد سے کم ہوں تو نماز اور روزہ وغیرہ سے ان کا کفارہ ہو جاتا ہے۔

نیک کاموں سے وہ گناہ معاف ہوتے ہیں جو کبیرہ سے کم ہوں اور کبیرہ گناہوں کی معافی کے لیے توبہ کرنا ضروری ہے

اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ. (ھود: ۱۱۴) بے شک نیکیاں بُرائیوں کو مٹا دیتی ہیں۔

اور اگر وہ کام ایسے ہوں جو حرام کی حد تک پہنچ جائیں تو پھر ان کی معافی کے لیے توبہ کرنا ضروری ہے' بعض علماء نے کہا ہے کہ نیک کاموں کے کرنے سے گناہ کبیرہ کا بھی کفارہ ہو جاتا ہے' یہ صحیح نہیں ہے' ورنہ قرآن مجید میں توبہ کرنے کا حکم کیوں دیا جاتا؟ قرآن مجید میں ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا. (التحریم: ۸) اے ایمان والو! اللہ کی طرف توبہ کرو خالص توبہ۔

حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پانچ نمازیں اور ایک جمعہ سے دوسرا جمعہ ان کے درمیان کے گناہوں کے لیے کفارہ ہیں' جب کہ انسان کبیرہ گناہوں کا ارتکاب نہ کرے۔

(صحیح مسلم: ۲۳۳'سنن ترمذی: ۲۱۴'مسند احمد ج ۲ ص ۴۸۴)

حضرت عمر کی ذات فتنوں کے سیلاب کے سامنے بہ منزلہ بند تھی' اس بند کے ٹوٹنے کے بعد جو فتنوں کا سیلاب آیا وہ آج تک جاری ہے

دروازہ کھلنے سے مراد حضرت عمر کی طبعی موت ہے اور دروازہ توڑنے سے مراد حضرت عمر کی شہادت ہے' فتنوں کے موج در موج سمندر کی موجوں کی طرح آنے سے مراد یہ ہے کہ مسلمان باہم قتل اور خون ریزی کریں اور لوگوں کی جان' مال اور عزت اور آبرو محفوظ نہ رہے۔ اس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ ایسے فتنوں کا سد باب حضرت عمر سے تھا اور وہ ان فتنوں کے لیے دروازہ تھے' اور جب حضرت عمر کو شہید کر دیا گیا تو ان فتنوں کو در آنے کا راستہ مل گیا' ان فتنوں کے سیلاب کے آگے حضرت عمر بہ منزلہ بند تھے اور جب یہ بند ٹوٹ گیا تو باہم قتل اور خون ریزی کا سیلاب آ گیا' پھر خوارج کا فتنہ نمودار ہوا اور پہلے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اور پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا' پھر پیہم مختلف گم راہیوں کے فتنے نمودار ہوتے رہے اور اس کے نتیجہ میں مسلمان ایک دوسرے کو قتل کرتے رہے اور آج تک کر رہے ہیں' ہمارے دور کا بڑا فتنہ لسانی تعصب کا فتنہ ہے' اسی فتنہ کے نتیجہ میں پاکستان دو ٹکڑے ہوا اور بنگالی پاکستان سے الگ ہو گئے اور انہوں نے بنگلہ دیش بنا لیا اور اب چاروں صوبے زبان کے اختلاف کی وجہ سے آپس میں قتل' خون ریزی اور لوٹ مار کر رہے ہیں اور ملک کی وحدت کو تباہ کر رہے ہیں اور باقی ماندہ ملک کو بھی توڑنا چاہتے ہیں۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۷۷۔ ج ۱ ص ۶۱۲ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے عنوان ہیں: عبادات کے کفارہ ہونے کا بیان' حضرت حذیفہ کی حدیث کے بجھارت (پہیلی) نہ ہونے کا بیان۔

٥٢٦ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ، عَنْ اَبِيْ عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ، عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ رَجُلًا اَصَابَ مِنِ امْرَاَةٍ قُبْلَةً، فَاَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَهُ، فَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ ﴿وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ اللَّيْلِ اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ﴾ (ھود: ۱۱۴) فَقَالَ الرَّجُلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اَلِيْ هٰذَا؟ قَالَ لِجَمِيْعِ اُمَّتِيْ كُلِّهِمْ.

[طرف الحدیث: ۴۶۸۷]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی از سلیمان التیمی از ابی عثمان النہدی از حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے ایک عورت کا بوسا لے لیا' پھر اس نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کی خبر دی' تب اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی: اور دن کی دونوں طرفوں میں نماز پڑھیے اور رات کی کئی ساعتوں میں بھی' بے شک نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں۔ (ھود: ۱۱۴) اس شخص نے پوچھا: یا رسول اللہ! آیا یہ حکم صرف میرے لیے ہے (یا تمام امت کے لیے ہے؟) آپ نے فرمایا: میری تمام امت کے لیے ہے۔

(صحیح مسلم: ۲۷۶۳'الرقم المسلسل: ۶۸۶۸'سنن ابن ماجہ: ۴۲۵۴'السنن الکبریٰ: ۱۱۲۴۷'سنن ترمذی: ۳۱۱۴'مصنف عبد الرزاق: ۱۳۸۳۰'صحیح ابن خزیمہ: ۱۳۹۸'صحیح ابن حبان: ۱۷۲۹'المعجم الکبیر: ۱۰۵۶۰'سنن بیہقی ج ۸ ص ۲۴۱'اسباب النزول للواحدی ص ۲۶۹'شرح السنۃ: ۳۴۶'مسند احمد

ج ۱ ص ۸ طبع قدیم' مسند احمد: ۳۶۵۳- ج ۶ ص ۱۶۵' مؤسسۃ الرسالۃ بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۵۰۷۵' ۴' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) قتیبہ بن سعید (۲) یزید بن زریع (۳) سلیمان بن طرخان ابوالمعتمر (۴) ابوعثمان عبد الرحمان بن مل النہدی' یہ نہد بن زید بن لیث بن اسلم کی طرف نسبت ہے' یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں اسلام لے آئے تھے' لیکن آپ سے ملاقات نہیں ہوئی' لیکن انہوں نے آپ کی طرف صدقات روانہ کیے اور تقریباً ۱۳۰ سال زندہ رہے اور ۹۵ھ میں فوت ہوئے' یہ نماز پڑھتے پڑھتے بے ہوش ہو جاتے تھے (۵) حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۱۵)

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس طرح ہے کہ حسنات سے مراد پانچ نمازیں ہیں کہ جب کوئی شخص پانچ نمازیں پڑھے گا تو ان سے اس کے گناہ مٹ جائیں گے بہ شرطیکہ وہ کبیرہ گناہوں سے مجتنب رہے۔

حدیث مذکور کی متعدد روایات

اس حدیث میں جس شخص کا واقعہ ہے' اس کا نام ابوالیسر تھا' اس کے متعلق متعدد روایات ہیں:

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص نے آ کر کہا: میں مدینہ کے آخر میں ایک عورت سے لپٹ گیا' میں نے اس سے خوب بوس و کنار کیا بس اس میں دخول نہیں کیا' اب میں آپ کے سامنے حاضر ہوں' آپ جو چاہیں میرے متعلق فیصلہ فرمائیں' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا: اللہ تعالیٰ نے تجھ پر پردہ رکھ لیا تھا' کاش! تو بھی اپنا پردہ رکھتا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کوئی جواب نہیں دیا' وہ شخص اٹھ کر جانے لگا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو بھیج کر اسے بلوایا اور اسی پر یہ آیت تلاوت فرمائی: اور دن کی دونوں طرفوں میں نماز پڑھیے اور رات کی کئی ساعتوں میں بھی' بے شک نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں۔ (ھود: ۱۱۴) لوگوں میں سے ایک شخص نے کہا: اے اللہ کے نبی! کیا یہ حکم اس کے ساتھ مخصوص ہے؟ آپ نے فرمایا: بلکہ سب کے لیے ہے۔ (صحیح مسلم: ۲۷۶۳' الرقم المسلسل: ۶۸۱۷' سنن ابوداؤد: ۴۴۶۸' سنن ترمذی: ۳۱۱۲' مسند احمد ج ۱ ص ۴۴۵)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے اور ہم آپ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص نے آ کر کہا: یا رسول اللہ! میں نے ایسا کام کیا ہے جو مستوجب حد ہے' پس آپ مجھ پر حد قائم کیجئے' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے' اس نے پھر دوبارہ عرض کیا' اور کہا: یا رسول اللہ! میں نے ایسا کام کیا ہے جو مستوجب حد ہے' آپ مجھ پر حد قائم کیجئے' آپ خاموش رہے اور نماز کی اقامت کہی گئی' جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو وہ شخص پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ حضرت ابوامامہ کہتے ہیں کہ میں بھی دیکھ رہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس شخص کو کیا جواب دیتے ہیں' وہ شخص پھر آپ سے ملا اور کہا: یا رسول اللہ! میں نے ایک ایسا کام کیا ہے جو مستوجب حد ہے' سو آپ مجھ پر حد قائم کیجئے' حضرت ابوامامہ بیان کرتے ہیں کہ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ بتاؤ جب تم اپنے گھر سے نکلے تو کیا تم نے اچھی طرح وضوء کیا تھا' اس نے کہا: کیوں نہیں! یا رسول اللہ! پھر تم نے ہمارے ساتھ نماز پڑھ لی؟ اس نے کہا: جی ہاں! یا رسول اللہ! پھر اس سے رسول اللہ نے فرمایا: پس بے شک اللہ نے تمہارے گناہ کو معاف فرما دیا۔ (صحیح مسلم: ۲۷۶۵' الرقم المسلسل: ۶۸۷۴' سنن ابوداؤد: ۴۳۸۱' السنن الکبریٰ: ۷۳۱۵)

اس شخص نے جو کہا تھا: میں نے ایسا کام کیا ہے جو مستوجب حد ہے' اس سے مراد حد کا معروف معنی نہیں ہے بلکہ اس سے مراد ہے: بہت بڑا گناہ۔

ھود: ۱۱۴ کی تفسیر

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

سورہ ھود: ۱۱۴ میں جوفرمایا ہے: دن کی دوطرفوں میں نماز پڑھیے اس سے مراد فجر اور عشاء کی نماز ہے مجاہد اور ضحاک نے اسی طرح تفسیر کی ہے اور حسن بصری اور قتادہ نے کہا ہے کہ اس سے مراد فجر اور عصر کی نماز ہے اور ''رات کی کئی ساعتوں میں'' اس سے مراد مغرب اور عشاء کی نماز ہے اور فرمایا: نیکیاں گناہوں کو مٹا دیتی ہیں' ان نیکیوں سے مراد پانچ نمازیں ہیں' یہ حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے اور حسن بصری' قتادہ' سعید بن المسیب وغیرھم کا بھی یہی قول ہے۔

یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہیں کہ آدمی کسی عورت سے صرف بوس وکنار وغیرہ کرے اور اس سے جماع نہ کرے تو یہ ان صغیرہ گناہوں میں سے ہے' جن کو اللہ تعالیٰ کبائر سے اجتناب کرنے کی وجہ سے معاف فرما دیتا ہے اور انسان صغیرہ گناہ کرے اور کبیرہ سے باز رہے تو اللہ تعالیٰ نے اس کی مغفرت کا وعدہ فرمایا ہے:

اَلَّذِیْنَ یَجْتَنِبُوْنَ کَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ اِنَّ رَبَّکَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ. (النجم: ۳۲)

جو لوگ کبیرہ گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے بچتے ہیں سوا صغیرہ گناہوں کے (تو) بے شک آپ کا رب بہت وسیع مغفرت والا ہے۔

رہا گناہ کبیرہ کا حکم تو اہل سنت و جماعت کا اس پر اجماع ہے کہ اس میں ضروری ہے کہ وہ نادم ہو اور توبہ کرے اور اس کی ہر ممکن تلافی کرے اور یہ عزم کرے کہ وہ آئندہ اس کا ارتکاب نہیں کرے گا تو پھر پانچ نمازیں اس کے صغیرہ گناہوں کا کفارہ ہو جاتی ہیں جب کہ وہ کبیرہ گناہوں سے اجتناب کرے۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پانچ نمازیں ان کے درمیان کے گناہوں کے لیے کفارہ ہیں بہ شرطیکہ وہ کبیرہ گناہوں سے اجتناب کرے۔

میں کہتا ہوں کہ حضرت عمران بن حصین کی روایت تو مجھے نہیں ملی' البتہ اس سلسلہ میں دیگر صحابہ سے مروی حسب ذیل احادیث ہیں:

پانچ نمازوں کے پڑھنے سے ان کے درمیان کے گناہوں کی معافی کے متعلق احادیث

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے اس طرح پورا وضوء کیا' جس طرح اللہ عزوجل نے حکم دیا ہے تو فرض نمازیں ان کے درمیان کے گناہوں کے لیے کفارہ ہو جائیں گی۔

(مسند ابوداؤد الطیالسی: ۷۵' مسند عبد بن حمید: ۵۸' صحیح ابن حبان: ۱۰۴۳' صحیح مسلم: ۲۳۱' شرح السنۃ: ۱۵۴' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۷' مسند البزار: ۴۰۷' مسند احمد ج ۱ ص ۷۵ طبع قدیم' مسند احمد: ۴۰۶۔ ج ۱ ص ۴۶۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ پانچ نمازیں ان کے درمیان کے گناہوں کے لیے کفارہ ہیں۔ الحدیث (مجمع الزوائد ج ۱ ص ۲۹۹)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ پانچ نمازیں جو حقائق ہیں' ان کے درمیان کے گناہوں کے لیے کفارہ ہیں جب کہ وہ شخص کبائر سے مجتنب ہو۔ (مسند ابویعلیٰ: ۵۰۹۰)

حضرت ابو مالک یعنی حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نمازیں ان کے درمیان کے

گناہوں کے لیے کفارہ ہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: نیکیاں گناہوں کو مٹا دیتی ہیں۔ (ھود: ۱۱۴)

(المعجم الکبیر: ۷۶۶۰ ' حافظ الہیثمی نے کہا: اس کی سند میں ایک راوی محمد بن اسماعیل بن عیاش ہے ابوحاتم نے کہا: اس کا اپنے والد سے سماع نہیں ہے اور یہ اس کے والد سے روایت ہے اور اس کے باقی راویوں کی توثیق کی گئی ہے مجمع الزوائد ج ۱ ص ۲۹۹)

حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ فرض نماز اس سے پہلی نماز کے بعد کے گناہوں کا کفارہ ہے اور جمعہ اس سے پہلے جمعہ کے بعد کے گناہوں کا کفارہ ہے اور رمضان کا مہینہ اس سے پہلے رمضان کے مہینہ کے بعد کے گناہوں کا کفارہ ہے اور حج اس سے پہلے حج کے بعد کے گناہوں کا کفارہ ہے۔ الحدیث

(المعجم الکبیر: ۸۰۱۶ ' حافظ الہیثمی نے کہا: اس کی سند میں ایک راوی المفضل بن صدقہ ہے اور وہ متروک الحدیث ہے۔ مجمع الزوائد ج ۱ ص ۲۹۹)

مؤخر الذکر دونوں حدیثوں کی سند ضعیف ہے مگر فضائل اعمال میں ضعیف السند احادیث معتبر ہوتی ہیں۔

ھود: ۱۱۴ میں ''الحسنات'' سے پانچ نمازیں مراد لینا راجح ہے

علامہ ابن بطال لکھتے ہیں: مجاہد نے کہا: ھود: ۱۱۴ میں ''الحَسَنٰتِ'' سے مراد یہ کہنا ہے: ''سبحان اللّٰہ والحمد للّٰہ ولا الٰہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر''۔

امام طبری نے کہا: ان مفسرین کا قول صحیح ہے جنہوں نے کہا کہ ''الحسنات'' سے مراد پانچ نمازیں ہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث ثابت ہے:

آپ نے فرمایا: پانچ نمازوں کی مثال اس دریا کی طرح ہے جس میں کوئی شخص ہر روز پانچ مرتبہ غسل کرے تو اس کے جسم پر کون سا میل باقی رہے گا۔ (مسند احمد ج ۵ ص ۴۳۸۔ ۴۳۷ 'المعجم الاوسط: ۴۹ 'المعجم الکبیر: ۶۱۵۱)

نمازیں پڑھنے پر عظیم ثواب کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے وعدہ ہے جب کہ باقی نیک اعمال پر اس قسم کی بشارت نہیں ہے اس لیے ''الحسنات'' سے پانچ نمازوں کو مراد لینا راجح ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۲۱۰۔ ۲۰۹ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت ' ۱۴۲۴ھ)

* باب مذکور کی حدیث 'شرح صحیح مسلم: ۶۸۷۳۔ ج ۷ ص ۵۲۴ پر مذکور ہے' اس کی شرح میں صرف حد کی توجیہ کی گئی ہے۔

۵ - بَابُ فَضْلِ الصَّلٰوةِ لِوَقْتِهَا — نماز کو اپنے وقت میں پڑھنے کی فضیلت

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ نماز کو اپنے وقت میں پڑھنا افضل ہے۔

۵۲۷ - حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ هِشَامُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ الْوَلِيْدُ بْنُ الْعَيْزَارِ اَخْبَرَنِيْ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا عَمْرٍو الشَّيْبَانِيَّ يَقُوْلُ حَدَّثَنَا صَاحِبُ هٰذِهِ الدَّارِ' وَاَشَارَ اِلٰى دَارِ عَبْدِ اللّٰهِ' قَالَ سَاَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّ الْعَمَلِ اَحَبُّ اِلَى اللّٰهِ؟ قَالَ الصَّلٰوةُ عَلٰى وَقْتِهَا. قَالَ ثُمَّ اَيٌّ؟ قَالَ ثُمَّ بِرُّ الْوَالِدَيْنِ. قَالَ ثُمَّ اَيٌّ؟ قَالَ الْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ. قَالَ حَدَّثَنِيْ بِهِنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' وَلَوِ اسْتَزَدْتُهُ لَزَادَنِيْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الولید ہشام بن عبدالملک نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: الولید بن العیزار نے مجھے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے ابوعمرو الشیبانی سے سنا' وہ کہتے تھے: ہمیں اس گھر والے نے حدیث بیان کی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے گھر کی طرف اشارہ کیا' انہوں نے بیان کیا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا: اللہ کے نزدیک کون سا عمل زیادہ محبوب ہے؟ آپ نے فرمایا: نماز کو اپنے وقت میں پڑھنا' انہوں نے کہا: پھر کون سا؟ فرمایا: پھر ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنا' انہوں نے پوچھا: پھر کون

[اطراف الحدیث: ۲۷۸۲-۵۹۷۰-۷۵۳۴] سا؟ فرمایا: اللہ کی راہ میں جہاد کرنا' حضرت ابن مسعود نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مجھے ان کے متعلق بتایا اور اگر میں اور زیادہ طلب کرتا تو آپ اور زیادہ بتاتے۔

(صحیح مسلم: ۸۵' الرقم المسلسل: ۲۴۶' سنن ترمذی: ۱۸۹۸-۱۷۳' سنن النسائی: ۶۱۰۰' مسند الحمیدی: ۱۰۳' المعجم الکبیر: ۹۸۰۳-۹۸۰۲' شعب الایمان: ۷۹۲۷-۷۹۲۶' مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۳۰۱' مسند احمد ج ۱ ص ۴۴۲ طبع قدیم' مسند احمد: ۴۲۲۳- ج ۷ ص ۲۶۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۴۰۵۹' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابوالولید ہشام بن عبد الملک الطیالسی البصری (۲) شعبہ بن الحجاج (۳) الولید بن العیزار بن حریث الکوفی (۴) ابوعمرو الشیبانی اور وہ سعید بن ایاس ہیں' یہ المخضرم ہیں' یعنی انہوں نے اہل جاہلیت اور اسلام کا زمانہ پایا ہے' یہ ایک سو بیس سال زندہ رہے' یہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے یاد ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے سنا' اس وقت میں اپنے گھر والوں کے اونٹ چراتا تھا اور جنگ قادسیہ میں میرا شباب کامل ہوا' اس وقت میری عمر ۴۰ سال تھی اور یہ حضرت عبد اللہ بن مسعود کے اصحاب میں سے تھے (۵) حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۱۹)

"برّ الوالدین" اور "جهاد في سبيل الله" کا معنی

اس حدیث میں "برّ الوالدین" کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنا' ان کی خدمت کرنا' ان کی نافرمانی اور ان کے ساتھ بدسلوکی کو ترک کرنا۔

"الجهاد في سبيل الله" اللہ کے دین کو سربلند کرنے اور شعائر اسلام کا اظہار کرنے کے لیے اپنی جان اور مال کے ساتھ کفار کے خلاف جنگ کرنا۔

مذکورہ تین اعمال کو ذکر کرنے کی خصوصیت

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے تین کاموں کو افضل اعمال میں شمار کیا ہے (۱) نماز کو اپنے وقت میں پڑھنا (۲) ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنا (۳) اللہ کی راہ میں جہاد کرنا' ان کی تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ نماز دین کا ستون ہے اور جو شخص نماز میں سستی کرے گا' وہ باقی احکام پر عمل کرنے میں زیادہ سستی کرے گا اور جو شخص ماں باپ کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کرے گا' باقی حقوق کی ادائیگی میں اس کی کوتاہی زیادہ متوقع ہے اور جو شخص جہاد میں تقصیر کرے گا' دیگر نیک اعمال میں اس کی تقصیر زیادہ متوقع ہے۔

افضل اعمال کی حدیثوں میں تعارض کا جواب

نیک اعمال ایک دوسرے پر فضیلت رکھتے ہیں' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ایک حدیث میں ہے: کھانا کھلانا اسلام کا سب سے اچھا عمل ہے (صحیح البخاری: ۱۲) اور ایک حدیث میں ہے: سب سے زیادہ پسندیدہ عمل وہ ہے جس میں زیادہ دوام ہو (صحیح البخاری: ۴۳) اور یہاں فرمایا ہے: سب سے افضل عمل نماز کو اپنے وقت میں پڑھنا ہے' ان میں موافقت کس طرح ہوگی؟

اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ہر سائل کو اس کی غرض کے موافق جواب دیا یا اس کے حال کے لائق جواب دیا' یا اس وقت کے اعتبار سے جواب دیا' ابتداء اسلام میں جہاد افضل اعمال تھا کیونکہ یہ اسلام کو قائم کرنے کا وسیلہ تھا' اور اس کی وجہ سے اسلام کے باقی احکام پر عمل ہو سکتا تھا یا آپ نے حال اور موقع کے لحاظ سے جواب دیا' کیونکہ نصوص سے نماز کی صدقہ پر فضیلت ثابت ہے

لیکن بعض اوقات کسی شدید ضرورت مند کا حال تقاضا کرتا ہے کہ اس کی مدد کی جائے' اس وقت صدقہ کرنا افضل ہوگا۔

(عمدۃ القاری ج ۵ ص ۲۱۔ ۲۰ ملخصا' دار الکتب العلمیہ' بیروت'۱۴۲۱ھ)

نماز کو اوّل وقت میں پڑھنے کی فضیلت پر دلیل اور نماز کے بعد ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے کی فضیلت پر دلیل

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

ایک دن حضرت انس رضی اللہ عنہ رو رہے تھے' ان سے پوچھا گیا: آپ کیوں رو رہے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد کے معمولات اب نظر نہیں آتے۔ کہا گیا کہ لوگ نماز تو پڑھ رہے ہیں' حضرت انس نے کہا: اس نماز کو بھی ضائع کر دیا گیا ہے یعنی لوگ نماز کو اس کے وقت سے مؤخر کر کے پڑھتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ نماز کو اوّل وقت میں پڑھنے کے لیے سبقت کرنی چاہیے۔

المہلب نے کہا: حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا نماز کو ضائع نہیں کر دیا گیا؟ اس کا معنی یہ ہے کہ لوگ نماز کو اس کے مستحب وقت سے مؤخر کر کے پڑھتے ہیں' اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ لوگ نماز کو اس کا وقت نکل جانے کے بعد پڑھتے ہیں' قرآن مجید میں ہے:

فَخَلَفَ مِنۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا۝ (مریم:۵۹)

پھر (اللہ کے نیک بندوں کے بعد) ایسے بُرے لوگ پیدا ہوئے جنہوں نے نماز کو ضائع کر دیا اور نفسانی خواہشوں کی پیروی کی' وہ عنقریب انجامِ بد سے دوچار ہوں گے' ان کو دوزخ کی وادی میں ڈال دیا جائے گا۝

اس آیت میں فرمایا ہے کہ انہوں نے نماز کو ضائع کر دیا' اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ انہوں نے نماز کو بالکل ترک کر دیا کیونکہ نماز کو بالکل ترک کر دینا تو کفر کی علامت ہے' بلکہ اس کا یہ معنی ہے کہ وہ نماز کو اس کے اوّل وقت یا مستحب وقت میں نہیں پڑھتے تھے' اور اس میں یہ دلیل ہے کہ افضل عمل نماز کو اوّل وقت یا مستحب وقت میں پڑھنا ہے۔

نماز کو اوّل وقت میں پڑھنے کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے کو افضل عمل فرمایا کیونکہ قرآن مجید میں بھی یہی ترتیب ہے' اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اَنِ اشْكُرْ لِىْ وَلِوَالِدَيْكَ. (لقمان:۱۴)

میرا شکر ادا کرو اور اپنے والدین کا شکر ادا کرو۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۲۱۲۔ ۲۱۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کے شکر کے ساتھ والدین کے ساتھ نیکی کرنے اور ان کا شکر ادا کرنے کی وجوہ

لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا. (البقرہ:۸۳)

اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور والدین کے ساتھ نیکی کرو۔

میں کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے شکر کے ساتھ والدین کا شکر کرنے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کے ساتھ والدین کے ساتھ نیکی کرنے کے ذکر کی حسب ذیل وجوہ ہیں:

(۱) اللہ تعالیٰ انسان کی پیدائش اور اس کی پرورش کا حقیقی سبب ہے اور والدین اس کی پیدائش اور پرورش کے ظاہری سبب ہیں۔

(۲) اللہ تعالیٰ کی انسان پر بے شمار نعمتیں ہیں' وہ انسان کو مسلسل اور لگاتار نعمتیں عطا فرماتا ہے اور اکتاتا نہیں ہے' اسی طرح والدین

بھی اولاد کو مسلسل اور لگاتار نعمتیں عطا فرماتے ہیں اور تھکتے اور اکتاتے نہیں ہیں۔

(۳) انسان کے کفر اور معصیت کے باوجود اللہ تعالیٰ بندوں کی روزی اور رزق کو بند نہیں کرتا' اسی طرح والدین بھی اولاد کی نافرمانی کے باوجود ان پر اپنی عطاؤں کی بارش کو بند نہیں کرتے۔

(۴) بڑی سے بڑی معصیت کے بعد جب بندہ ندامت اور توبہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے سامنے ہاتھ پھیلاتا ہے تو اللہ تعالیٰ بندہ کو معاف فرما دیتا ہے' اسی طرح بڑی سے بڑی خطاء کے بعد جب اولاد والدین سے معافی طلب کرتی ہے تو وہ اسے معاف کر دیتے ہیں۔

یوں والدین اللہ تعالیٰ کی کئی صفات کے مظہر ہیں' اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کے ساتھ ان کے ساتھ نیکی کرنے اور اپنے شکر کے ساتھ ان کا شکر ادا کرنے کا ذکر کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی نماز کو اپنے وقت میں ادا کرنے کے ساتھ والدین کے ساتھ نیکی کرنے کا ذکر فرمایا ہے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۶۰۔ ج ۱ ص ۵۴۲ پر مذکور ہے' اس کی شرح کا عنوان ہے: افضل اعمال کی احادیث میں تعارض کے جوابات۔

٦ - بَابٌ اَلصَّلَوَاتُ الْخَمْسُ كَفَّارَةٌ — پانچ نمازیں کفارہ ہیں

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ پانچ نمازیں انسان کی خطاؤں کا کفارہ ہیں۔

۵۲۸ - حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ حَمْزَةَ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ اَبِي حَازِمٍ وَالدَّرَاوَرْدِيُّ، عَنْ يَزِيْدَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ، عَنْ اَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ اَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَرَاَيْتُمْ لَوْ اَنَّ نَهْرًا بِبَابِ اَحَدِكُمْ، يَغْتَسِلُ فِيْهِ كُلَّ يَوْمٍ خَمْسًا، مَا تَقُوْلُ ذٰلِكَ يُبْقِي مِنْ دَرَنِهِ؟ قَالُوْا لَا يُبْقِي مِنْ دَرَنِهِ شَيْئًا، قَالَ فَذٰلِكَ مَثَلُ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ، يَمْحُو اللّٰهُ بِهِ الْخَطَايَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن حمزہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی حازم اور الدراوردی نے حدیث بیان کی از یزید از محمد بن ابراہیم از ابی سلمہ بن عبدالرحمان از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: یہ بتاؤ کہ اگر تم میں سے کسی ایک کے دروازہ پر دریا ہو اور وہ اس میں ہر روز پانچ مرتبہ غسل کرے' تم کیا کہتے ہو' یہ غسل اس کے جسم پر میل کو باقی رہنے دے گا؟ صحابہ نے کہا: یہ اس کے جسم پر کوئی میل نہیں چھوڑے گا' آپ نے فرمایا: یہی پانچ نمازوں کی مثال ہے' اللہ ان کے سبب سے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔

(صحیح مسلم: ۶۶۷' الرقم المسلسل: ۱۴۹۴' سنن ترمذی: ۲۸۶۸' سنن نسائی: ۴۶۲' صحیح ابن حبان: ۱۷۲۶' سنن بیہقی ج ۳ ص ۶۳۔ ۶۲' شرح السنۃ: ۳۴۲' مسند احمد ج ۲ ص ۳۷۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۸۹۲۴۔ ج ۱۴ ص ۴۹۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۵۱۹۴' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابراہیم بن حمزہ (۲) عبدالعزیز بن ابی حازم (۳) عبدالعزیز بن محمد الدراوردی' یہ خراسان کی بستی دراورد کی طرف نسبت ہے (۴) یزید بن عبداللہ بن اسامہ بن الھاد اللیثی الاعرج' یہ ۱۳۹ھ میں فوت ہو گئے تھے (۵) محمد بن ابراہیم التیمی' یہ ۱۲۰ھ میں

فوت ہو گئے تھے (۶) ابو سلمہ بن عبد الرحمان بن عوف (۷) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۲۲)

حافظ ابن حجر کے استاذ علامہ بلقینی کی طرف سے اس اشکال کا جواب کہ اجتناب کبائر سے صغائر کا کفارہ ہو جاتا ہے پھر پانچ نمازوں سے کون سا کفارہ ہوا؟

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

علامہ قرطبی نے لکھا ہے: اس حدیث کے ظاہر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ پانچ نمازوں سے تمام گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے لیکن صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پانچ نمازیں ان کے درمیان کے گناہوں کے لیے کفارہ ہیں جب تک انسان کبائر سے اجتناب کرے لہٰذا اس باب کی حدیث بھی اس مقید حدیث پر محمول ہے۔

حضرت ابو ہریرہ کی اس مقید حدیث پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ قرآن مجید میں ہے:

اِنۡ تَجۡتَنِبُوۡا كَبَآئِرَ مَا تُنۡهَوۡنَ عَنۡهُ نُكَفِّرۡ عَنۡكُمۡ سَيِّاٰتِكُمۡ (النساء: ۳۱)

اگر تم کبیرہ گناہوں سے بچتے رہو گے جن سے تم کو منع کیا جاتا ہے تو ہم تمہارے صغیرہ گناہوں کو مٹا دیں گے۔

لہٰذا قرآن مجید کی اس آیت کے مطابق صغیرہ گناہ تو کبیرہ گناہوں سے اجتناب کی وجہ سے معاف ہو گئے تو پانچ نمازوں سے کون سے گناہ معاف ہوئے۔

ہمارے استاذ علامہ بلقینی نے اس اشکال کا یہ جواب دیا ہے کہ اس آیت کا منشاء یہ ہے کہ انسان تمام عمر گناہوں سے مجتنب رہے تو اس کے صغیرہ گناہ معاف ہوتے ہیں اور حدیث کا منشاء یہ ہے کہ ہر روز پانچ نمازیں پڑھنے سے اس کے اس روز کے صغیرہ گناہ معاف کر دیئے جائیں گے لہٰذا قرآن مجید سے صغائر کی معافی اور حدیث سے صغائر کی معافی دونوں کے محمل الگ الگ ہیں۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۷ ۱۴ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

علامہ بلقینی کے جواب پر مصنف کا تبصرہ

میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر عسقلانی کے استاذ علامہ بلقینی کا یہ جواب درست نہیں ہے اس میں اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کی مغفرت کو بلاوجہ اور بغیر کسی دلیل کے مقید کیا ہے کہ جو شخص ساری عمر کبائر سے مجتنب رہے گا تب اس کے صغائر کی معافی ہو گی بلکہ اس آیت کا ظاہر معنی یہ ہے کہ انسان جس وقت بھی اللہ تعالیٰ کے خوف سے کسی کبیرہ گناہ کرنے سے باز آ گیا تو اللہ تعالیٰ اس کے صغیرہ گناہوں کو معاف فرما دے گا۔

ہمارے اس جواب کی تائید اس قاعدہ سے ہوتی ہے کہ اس آیت میں "کبائر" بھی جمع کا صیغہ ہے اور "سیئات" بھی جمع کا صیغہ ہے اور جب جمع کا مقابلہ جمع سے ہو تو احاد کی تقسیم احاد کی طرف ہوتی ہے جیسے کہا جاتا ہے: "لبس القوم ثیابھم" سب لوگوں نے کپڑے پہن لیے یعنی ہر شخص نے اپنے کپڑے پہن لیے اس اسلوب پر اس آیت کا معنی یہ ہے کہ تمام کبائر کے اجتناب سے تمام صغائر کی معافی ہو گی یعنی ہر کبیرہ کے اجتناب سے اس کے مقابلہ میں صغائر معاف کر دیئے جائیں گے نیز ہمارے جواب کی تائید قرآن مجید کی اس آیت سے بھی ہوتی ہے:

وَلِمَنۡ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ۝ (الرحمٰن: ۴۶)

اور جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا اس کے لیے دو جنتیں ہیں ۝

یعنی جس شخص نے اللہ تعالیٰ کے خوف سے کسی ایک کبیرہ گناہ کو بھی ترک کر دیا تو اللہ تعالیٰ اس کو دو جنتیں عطا فرمائے گا تو جس کو

اللہ تعالیٰ دو جنتیں عطا فرمائے گا'اس کے صغائر کو تو اللہ تعالیٰ ضرور معاف فرمائے گا' لہٰذا علامہ بلقینی کا یہ قید لگانا صحیح نہیں ہے کہ جو تمام عمر کبائر سے اجتناب کرے' ان کے صغائر کا کفارہ ہوگا' اور علامہ عسقلانی نے جو اپنے استاذ کا جواب بڑے طمطراق سے پیش کیا تھا' وہ بھی بے سود ہے۔

اشکال مذکور کا جواب علامہ عینی کی طرف سے

علامہ بدرالدین عینی نے اصل اشکال کا یہ جواب دیا ہے کہ کبائر سے اجتناب اس وقت مکمل ہوگا' جب انسان پانچ نمازیں پڑھے گا' سو جس شخص نے پانچ نمازیں نہیں پڑھیں' وہ کبائر سے مجتنب نہیں ہوا کیونکہ ان نمازوں کو ترک کرنا بھی گناہ کبیرہ ہے' لہٰذا کبائر کا کفارہ پانچ نمازوں کے پڑھنے پر موقوف ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۲۴۔ ۲۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

علامہ عینی کے جواب پر مصنف کا تبصرہ اور پھر مصنف کا جواب

میں کہتا ہوں کہ علامہ عینی کے جواب سے اصل اشکال نہیں دور ہوا' کیونکہ اصل اشکال یہ ہے کہ جو شخص کبائر سے بھی مجتنب رہا اور اس نے دن کی پانچ نمازیں بھی پڑھیں تو اس کے صغائر کا کفارہ تو اجتناب کبائر سے ہو گیا تو اب دن کی پانچ نمازیں پڑھنے سے کس چیز کا کفارہ ہوا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جس شخص کے صغائر کا کفارہ اجتناب کبائر سے ہو گیا یا جس شخص کے صغائر تھے ہی نہیں تو پانچ نمازیں پڑھنے سے اس کے درجات میں ترقی ہو جائے گی اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کے کبائر اور صغائر زیادہ ہوں اور اس نے اس روز بعض کبائر سے اجتناب کیا ہو' جس کی وجہ سے اس کے صغائر معاف ہو گئے ہوں اور اس کے کبائر ابھی باقی ہوں اور اس روز پانچ نمازیں پڑھنے کی وجہ سے باقی ماندہ کبائر میں تخفیف ہو جائے گی' بہرحال اجتناب کبائر کی وجہ سے صغائر کی معافی کا الگ فائدہ ہے اور پانچ نمازیں پڑھنے کی وجہ سے درجات میں بلندی یا تخفیف کبائر کا الگ فائدہ ہے اور قرآن مجید اور اس حدیث میں سے کوئی بھی عبث اور بے فائدہ نہیں ہے' یہ وہ جواب ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس ناکارہ کے ذہن میں القاء کیا ہے' اگر یہ حق و صواب ہے تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا فیضان ہے' ورنہ میری فکر کی غلطی ہے اور اللہ اور اس کا رسول اس سے بری ہیں۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۴۲۱۔ ج ۲ ص ۳۰۰ پر مذکور ہے' اس کی شرح میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ پانچ نمازوں سے صرف صغائر معاف ہوتے ہیں اور کبائر توبہ سے معاف ہوتے ہیں یا شفاعت سے۔

۷ - بَابُ تَضْيِيعِ الصَّلٰوةِ عَنْ وَقْتِهَا — نماز کو اس کے وقت سے ضائع کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ نمازوں کو ان کے اصل اوقات یا مستحب اوقات سے مؤخر کر کے پڑھنا' ان نمازوں کو ضائع کرنا ہے۔

۵۲۹ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا مَهْدِيٌّ، عَنْ غَيْلَانَ، عَنْ اَنَسٍ قَالَ مَا اَعْرِفُ شَيْئًا مِمَّا كَانَ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِيْلَ الصَّلٰوةُ؟ قَالَ اَلَيْسَ ضَيَّعْتُمْ مَا ضَيَّعْتُمْ فِيْهَا؟

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۲۰۷۵' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں مہدی نے حدیث بیان کی از غیلان از حضرت انس رضی اللہ عنہ' انہوں نے فرمایا: میں ان چیزوں میں سے اب کوئی چیز نہیں پہچانتا' جو نبی ﷺ کے عہد میں تھیں' ان سے کہا گیا: نماز؟ حضرت انس نے کہا: کیا نماز کو بھی تم لوگوں نے ضائع نہیں کر دیا' جو تم نے ضائع کر دیا ہے۔

ظالم حکمرانوں کا نماز کو تاخیر سے پڑھنا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے یہ اس وقت فرمایا تھا' جب انہیں یہ علم ہوا کہ حجاج اور ولید بن عبد الملک وغیرھما نماز کو اس کے وقت سے مؤخر کر کے پڑھتے ہیں اور اس سلسلہ میں آثار بہت مشہور ہیں' بعض ازاں یہ ہیں:

امام عبد الرزاق نے عطا سے روایت کیا ہے کہ ایک دن ولید نے جمعہ کو مؤخر کر دیا' حتیٰ کہ شام ہو گئی' پس میں آیا اور میں نے بیٹھنے سے پہلے ظہر پڑھ لی' پھر میں نے عصر پڑھ لی' میں بیٹھا ہوا تھا اور وہ خطبہ پڑھ رہا تھا۔

(مصنف عبد الرزاق:۳۸۰۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

عطا نے اپنی جان کے خوف سے ایسا کیا تھا۔

ابو نعیم شیخ بخاری نے کتاب الصلوٰۃ میں ابو بکر بن عتبہ کی سند سے روایت کیا ہے کہ میں نے حضرت ابو جحیفہ کے پہلو میں نماز پڑھی' پھر حجاج نماز پڑھانے کے لیے چل پڑا تو حضرت ابو جحیفہ کھڑے ہوئے اور نماز پڑھی۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ وہ حجاج کے ساتھ نماز پڑھتے تھے' جب اس نے نماز میں تاخیر کی تو انہوں نے اس کے ساتھ نماز پڑھنا چھوڑ دیا۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۲۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

عامر بن شقیق بیان کرتے ہیں کہ شقیق ہمیں یہ حکم دیتے تھے کہ ہم جمعہ کی نماز اپنے گھروں میں پڑھ لیا کریں کیونکہ حجاج نماز کو مؤخر کرتا تھا۔ (مصنف عبد الرزاق:۳۸۱۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

۵۳۰ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ زُرَارَةَ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ وَاصِلٍ ' اَبُوْ عُبَيْدَةَ الْحَدَّادُ' عَنْ عُثْمَانَ بْنِ اَبِیْ رَوَّادٍ' اَخِیْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ ' قَالَ سَمِعْتُ الزُّهْرِیَّ يَقُوْلُ دَخَلْتُ عَلٰی اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ بِدِمَشْقَ' وَهُوَ يَبْكِیْ ' فَقُلْتُ مَا يُبْكِيْكَ ؟ فَقَالَ لَا اَعْرِفُ شَيْئًا مِّمَّا اَدْرَكْتُ اِلَّا هٰذِهِ الصَّلٰوةَ' وَهٰذِهِ الصَّلٰوةُ قَدْ ضُيِّعَتْ . وَقَالَ بَكْرٌ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ الْبُرْسَانِیُّ قَالَ اَخْبَرَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِیْ رَوَّادٍ' نَحْوَهٗ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن زرارہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الواحد بن واصل' ابو عبیدہ الحداد نے خبر دی از عثمان بن ابی رواد برادر عبد العزیز' انہوں نے کہا: میں نے زہری سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس دمشق میں گیا' وہ اس وقت رو رہے تھے' میں نے عرض کیا: آپ کو کیا چیز رُلا رہی ہے؟ انہوں نے کہا: میں ایسی کسی چیز کو نہیں پہچانتا جس کو میں نے پایا تھا سوا اس نماز کے اور یہ بھی ضائع کر دی گئی ہے' اور بکر نے کہا: ہمیں محمد بن بکر البرسانی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عثمان بن ابی رواد نے اس کی مثل خبر دی۔

مؤخر الذکر دونوں حدیثوں کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عمر بن زرارہ (۲) عبد الواحد السدوسی البصری' یہ ۱۰۹ ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) عثمان بن ابی رواد' ان کا نام میمون ہے (۴) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (۵) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۲۵)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: یہ نماز بھی ضائع کر دی گئی ہے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے گزشتہ حدیث: ۵۲۹ کا مطالعہ فرمائیں۔

۸ - بَابُ الْمُصَلِّیْ یُنَاجِیْ رَبَّہٗ عَزَّوَجَلَّ — نمازی اپنے رب سے سرگوشی کرتا ہے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ نمازی اپنے رب سے سرگوشی کرتا ہے۔

اس باب کی ابوابِ سابقہ کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ ابوابِ سابقہ کا تعلق نماز کے اوقات کے ساتھ ہے اور اس باب میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ مناجات کا وقت بیان کیا گیا ہے' احادیث سابقہ میں ان لوگوں کی تحسین تھی' جو نماز کو اس کے وقت میں پڑھتے ہیں اور ان لوگوں کی مذمت تھی' جو نماز کو اس کے وقت سے مؤخر کر کے پڑھتے ہیں' امام بخاری نے اس باب کی احادیث کو اس لیے بیان کیا ہے کہ نمازی اس فضیلت کے حصول کی طرف راغب ہو۔

۵۳۱ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَحَدَكُمْ اِذَا صَلّٰی یُنَاجِیْ رَبَّهٗ، فَلَا یَتْفِلَنَّ عَنْ یَمِیْنِهٖ، وَلٰكِنْ تَحْتَ قَدَمِهِ الْیُسْرٰی وَقَالَ سَعِیْدٌ، عَنْ قَتَادَةَ لَا یَتْفِلُ قُدَّامَهٗ اَوْ بَیْنَ یَدَیْهِ، وَلٰكِنْ عَنْ یَسَارِهٖ اَوْ تَحْتَ قَدَمَیْهِ. وَقَالَ شُعْبَةُ لَا یَبْزُقُ بَیْنَ یَدَیْهِ وَلَا عَنْ یَمِیْنِهٖ، وَلٰكِنْ عَنْ یَسَارِهٖ اَوْ تَحْتَ قَدَمِهٖ. وَقَالَ حُمَیْدٌ، عَنْ اَنَسٍ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا یَبْزُقْ فِی الْقِبْلَةِ وَلَا عَنْ یَمِیْنِهٖ، وَلٰكِنْ عَنْ یَسَارِهٖ اَوْ تَحْتَ قَدَمِهٖ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص اپنے رب سے مناجات (سرگوشی) کرتا ہے تو اپنی دائیں طرف نہ تھوکے لیکن اپنے بائیں قدم کے نیچے' اور سعید نے قتادہ سے روایت کی ہے' کوئی شخص اپنے آگے یا اپنے سامنے نہ تھوکے' لیکن اپنی بائیں طرف یا اپنے قدموں کے نیچے' اور شعبہ نے کہا: کوئی شخص اپنے سامنے نہ تھوکے اور نہ دائیں طرف لیکن بائیں طرف یا اپنے قدم کے نیچے' اور حمید نے حضرت انس رضی اللہ سے روایت کیا' انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ کوئی شخص قبلہ میں نہ تھوکے اور نہ دائیں طرف لیکن بائیں طرف یا قدم کے نیچے۔

ان تمام تعلیقات کو امام بخاری' صحیح البخاری: ۴۱۴۔ ۴۱۳۔ ۴۱۲ میں سند متصل سے روایت کر چکے ہیں۔

باب مذکور کی حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۱۳ میں مطالعہ فرمائیں' وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: بائیں جانب تھوکے یا بائیں قدم کے نیچے' اور یہاں اس حدیث کا عنوان ہے: نمازی اپنے رب سے سرگوشی کرتا ہے' اور اس حدیث میں دونوں عنوانوں کی گنجائش ہے۔

۵۳۲ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا یَزِیْدُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ قَالَ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، عَنْ اَنَسٍ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِعْتَدِلُوْا فِی السُّجُوْدِ، وَلَا یَبْسُطْ ذِرَاعَیْهِ كَالْكَلْبِ، وَاِذَا بَزَقَ فَلَا یَبْزُقَنَّ بَیْنَ یَدَیْهِ، وَلَا عَنْ یَمِیْنِهٖ، فَاِنَّهٗ یُنَاجِیْ رَبَّهٗ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حفص بن عمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: اعتدال سے سجدہ کرو اور (کوئی شخص) اپنی کلائیوں کو کتے کی طرح نہ بچھائے اور جب کوئی شخص تھوکے تو اپنے سامنے تھوکے اور نہ اپنی دائیں طرف کیونکہ وہ اپنے رب سے مناجات کرتا ہے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۴۱۳ کا مطالعہ فرمائیں' وہاں اس کا عنوان تھا: بائیں جانب یا قدم کے نیچے تھوکنا چاہیے'اور یہاں اس کا عنوان ہے: نمازی اپنے رب سے مناجات کرتا ہے'اور اس حدیث میں دونوں عنوانوں کی مناسبت ہے۔

اعتدال سے سجدہ کرنے کی کیفیت

اس حدیث میں اعتدال سے سجدہ کرنے کا حکم ہے اور اعتدال سے سجدہ کی کیفیت یہ ہے کہ اپنی ہتھیلیاں زمین پر رکھے اور اپنی کہنیوں کو زمین سے اور اپنے پہلوؤں سے بلند رکھے اور پیٹ کو رانوں سے بلند رکھے اور اس میں حکمت یہ ہے کہ یہ ہیئت تواضع کے بہت مشابہ ہے اور اس طرح پیشانی کو زمین پر رکھنے میں بہت سہولت ہے اور سستی سے حفاظت ہے' اور جو زمین پر بچھ کر سجدہ کرتا ہے' وہ کتے کے مشابہ ہوتا ہے۔

۹ - بَابُ الْاِبْرَادِ بِالظُّهْرِ فِیْ شِدَّةِ الْحَرِّ سخت گرمی میں ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ سخت گرمی میں ظہر کی نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنے کی فضیلت ہے۔

۵۳۳'۵۳۴ - حَدَّثَنَا اَیُّوْبُ بْنُ سُلَیْمَانَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَکْرٍ، عَنْ سُلَیْمَانَ، قَالَ صَالِحُ بْنُ کَیْسَانَ حَدَّثَنَا الْاَعْرَجُ، عَبْدُ الرَّحْمٰنِ وَغَیْرُهٗ، عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ، وَنَافِعٌ مَوْلٰی عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّهُمَا حَدَّثَاهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ اِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَاَبْرِدُوْا بِالصَّلٰوةِ، فَاِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَیْحِ جَهَنَّمَ. [طرف الحدیث: ۵۳۶]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ایوب بن سلیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوبکر نے حدیث بیان کی از سلیمان' صالح بن کیسان نے کہا: ہمیں الاعرج' عبدالرحمان وغیرہ نے حدیث بیان کی از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور نافع حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام' ان دونوں نے ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ حدیث بیان کی' آپ نے فرمایا: جب شدید گرمی ہو تو نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھو کیونکہ گرمی کی شدت دوزخ کے جوش سے ہے۔

(السنن الکبریٰ: ۱۴۸۷' مسند احمد ج ۲ ص ۵۰۱ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۰۵۰۶۔ ج ۱۶ ص ۳۰۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ایوب بن سلیمان بن بلال المدنی' یہ ۲۳۴ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) ابوبکر عبدالحمید بن ابی اویس الاصبحی' یہ ۲۰۱ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) سلیمان بن بلال' یہ ایوب بن سلیمان کے والد ہیں (۴) صالح بن کیسان (۵) الاعرج' یہ عبدالرحمان بن ھرمز ہیں (۶) نافع' یہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام ہیں (۷) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ (۸) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما۔

(عمدۃ القاری ج ۵ ص ۲۸)

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس جملہ میں ہے: نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھو' اس سے مراد ظہر کی نماز ہے کیونکہ اس وقت بہت سخت گرمی ہوتی ہے' اسی لیے حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ کی حدیث میں تصریح ہے کہ ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھو کیونکہ گرمی کی شدت جہنم کے جوش سے ہے اور وہ حدیث اس باب کے آخر میں آئے گی' اسی کے اعتبار سے امام بخاری نے عنوان قائم کیا ہے: گرمی کی شدت میں ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنا۔

نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنے کی حکمت اور ''فیح'' کا معنی

اس حدیث میں فرمایا ہے: جب شدید گرمی ہو تو نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھو۔ اس حکم کی حسب ذیل حکمتیں ہیں:

(۱) اس حکم سے مقصود مشقت کو کم کرنا ہے کیونکہ گرمی کی شدت سے انسان تنگ ہوگا اور نماز میں گرمی کی تمازت کی طرف خیال رہے گا' جس کی وجہ سے نماز کی طرف توجہ نہیں ہوگی اور خشوع میں کمی ہوگی۔

(۲) حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز کے اوقات بتاتے ہوئے حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: جب سورج سر پر ہو تو نماز سے رک جاؤ' کیونکہ یہ وہ وقت ہے جب دوزخ میں ایندھن کو گرم کیا جاتا ہے۔ (صحیح مسلم: ۸۳۲' الرقم المسلسل: ۱۸۹۸)

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ نماز رحمت کا سبب ہے اور نماز قائم کرنے سے عذاب کو دور کرنے کی امید ہوتی ہے تو پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس وقت نماز ترک کرنے کا حکم کیوں دیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے غضب کے ظہور کا وقت ہے' اس وقت میں اسی کی طلب مفید ہوگی جس کو طلب کی اجازت دی گئی ہو' یہی وجہ ہے کہ میدانِ حشر میں ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا سب شفاعت کرنے سے عذر پیش کریں گے' اسی وجہ سے ہمیں بھی ظہر کی نماز اس وقت پڑھنی چاہیے' جب شارع علیہ السلام کی طرف سے اس کی اجازت ہے۔

اس حدیث میں ''فیح'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: کسی چیز کا ہیجان اور اس کا جوش میں آنا' عرب کہتے ہیں: ''فاحت القدر'' دیگچی میں جوش آ گیا۔

ٹھنڈے وقت میں نماز پڑھنے کا مستحب ہونا اور ٹھنڈے وقت کی تحدید

اس حدیث میں ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنے کا امر ہے اور امر وجوب کے لیے آتا ہے' لہٰذا ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنا واجب ہونا چاہیے' لیکن فقہاء اس کو مستحب کہتے ہیں' اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں پر امر استحباب کے لیے ہے اور فقہاء مذاہب کا یہی مختار ہے اور اس پر قرینہ یہ ہے کہ ظہر کی نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنے کا حکم اس لیے دیا ہے کہ نمازیوں کو مشقت نہ ہو اور حرج کم کرنے کے لیے' سو یہ حکم شفقت کے قبیل سے ہے اور شفقت کی بناء پر جو حکم ہوتا ہے' وہ استحباب کے لیے ہوتا ہے۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ ٹھنڈے وقت کی کوئی تعیین ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جب ہر چیز کا سایا اس چیز کی مثل ہو جائے تو یہ ٹھنڈا وقت ہوتا ہے کیونکہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے: حتیٰ کہ ہم نے ٹیلوں کا سایا دیکھا۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۳۱-۳۰)

۵۳۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْمُهَاجِرِ أَبِي الْحَسَنِ سَمِعَ زَيْدَ بْنَ وَهْبٍ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ أَذَّنَ مُؤَذِّنُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظُّهْرَ، فَقَالَ أَبْرِدْ أَبْرِدْ. أَوْ قَالَ انْتَظِرْ انْتَظِرْ. وَقَالَ شِدَّةُ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ، فَإِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَأَبْرِدُوا عَنِ الصَّلٰوةِ. حَتّٰى رَأَيْنَا فَيْءَ التُّلُولِ. [اطراف الحدیث: ۵۳۹-۶۲۹-۳۲۵۸]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از المہاجر ابی الحسن' انہوں نے زید بن وہب سے سنا از حضرت ابی ذر رضی اللہ عنہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مؤذن نے ظہر کی اذان دینے کا ارادہ کیا تو آپ نے فرمایا: ٹھنڈے وقت میں' ٹھنڈے وقت میں' یا فرمایا: انتظار کرو' انتظار کرو اور فرمایا: گرمی کی شدت دوزخ کے جوش سے ہے' پس جب شدید گرمی ہو تو نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھو' حتیٰ کہ ہم نے ٹیلوں کا سایا دیکھا۔

(صحیح مسلم: ۶۱۶' الرقم المسلسل: ۱۳۷۷' سنن ابوداؤد: ۴۰۱' سنن ترمذی: ۱۵۸' موطأ امام مالک: ۲۸' دارالمعرفۃ' بیروت' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۴۴۵' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۲۴' صحیح ابن خزیمہ: ۳۹۴' صحیح ابن حبان: ۱۵۰۹' سنن بیہقی ج ۱ ص ۴۳۸' شرح السنۃ: ۳۶۳' مسند احمد ج ۵ ص ۱۵۵ طبع

قدیم' مسند احمد: ۷۴۱۳۔ ج ۵ ۳ ص ۲۰ ۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

مؤذن کا مصداق اور ''فیئ التلول'' کا معنی اور اس پر دلیل کہ دو مثل سائے تک ظہر کا وقت رہتا ہے

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مؤذن کا ذکر ہے' اس سے مراد حضرت بلال رضی اللہ عنہ ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے: مؤذن نے اذان دی تو آپ نے فرمایا: ٹھنڈے وقت میں۔ بہ ظاہر اس کا معنی ہے: مؤذن کے اذان شروع کرنے کے بعد آپ نے فرمایا: ٹھنڈے وقت میں' لیکن صحیح البخاری: ۵۳۹ میں یہ عبارت ہے کہ مؤذن نے اذان دینے کا ارادہ کیا تو آپ نے فرمایا: ٹھہر جاؤ۔ اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ ٹیلوں کے ایک مثل سائے کے بعد ظہر کی اذان دی گئی اور اس میں یہ دلیل ہے کہ دو مثل سائے تک ظہر کا وقت رہتا ہے اور یہی فقہاء احناف کثرھم اللہ کا مذہب ہے۔

اس حدیث میں ''فیئ التلول'' کا لفظ ہے' ''فیئ'' کا معنی ہے: سایا اور ''التلول'' ''تل'' کی جمع ہے' اس کا معنی ہے: ٹیلہ۔

۵۳۶ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَفِظْنَاهُ مِنَ الزُّهْرِيِّ ' عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ ' عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ ' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَاَبْرِدُوْا بِالصَّلٰوةِ ' فَاِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہم نے اس کو زہری سے یاد رکھا ہے از سعید بن المسیب از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: جب گرمی شدید ہو تو نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھو کیونکہ گرمی کی شدت جہنم کے جوش سے ہے۔

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۵۸۰۷' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۵۳۳ کا مطالعہ فرمائیں۔

۵۳۷ - وَاشْتَكَتِ النَّارُ اِلٰى رَبِّهَا ' فَقَالَتْ يَا رَبِّ اَكَلَ بَعْضِيْ بَعْضًا ' فَاَذِنَ لَهَا بِنَفَسَيْنِ نَفَسٍ فِي الشِّتَاءِ ' وَنَفَسٍ فِي الصَّيْفِ ' فَهُوَ اَشَدُّ مَا تَجِدُوْنَ مِنَ الْحَرِّ ' وَاَشَدُّ مَا تَجِدُوْنَ مِنَ الزَّمْهَرِيْرِ.

اور دوزخ نے اپنے رب سے شکایت کی: اے میرے رب! میرے بعض اجزاء نے بعض کو کھا لیا' تو اللہ نے اس کو دو سانس لینے کی اجازت دی' ایک سانس سردی میں اور ایک سانس گرمی میں' سو یہ وہ ہے جو تم شدید گرمی پاتے ہو اور یہ وہ ہے جو تم شدید سردی پاتے ہو۔

[طرف الحدیث: ۳۲۶۰]

(صحیح مسلم: ۶۱۷' الرقم المسلسل: ۱۳۷۵' مسند الحمیدی: ۹۴۲' السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۴۸۸' المنتقیٰ: ۱۵۶' مسند ابو یعلیٰ: ۵۸۷۱' صحیح ابن خزیمہ: ۳۲۹' سنن بیہقی ج ۱ ص ۴۳۷' صحیح ابن حبان: ۷۴۶۶' شرح السنۃ: ۳۶۱' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۳ ص ۱۵۸' سنن دارمی: ۲۸۴۶' مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۸ طبع قدیم' مسند احمد: ۷۲۴۷۔ ج ۱۲ ص ۱۸۹' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۵۷۰۷' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

جہنم کے سرد اور گرم طبقوں میں منافات کا نہ ہونا

اس حدیث میں مذکور ہے کہ شدید سردی جہنم کے زمہریر سے ہے' اس حدیث پر یہ اشکال ہے کہ جہنم میں تو آگ ہے' وہاں سخت ٹھنڈا طبقہ کیسے ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں کوئی منافات نہیں ہے' جہنم کے ایک حصہ میں آگ ہے اور دوسرے حصہ میں زمہریر ہے' دوسرا جواب یہ ہے کہ آگ اور زمہریر کا جمع نہ ہونا دنیا میں ہے اور آخرت میں ان کا جمع ہونا ممکن ہے اور اُمورِ آخرت کو اُمورِ دنیا پر قیاس نہیں کیا جا سکتا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ دوزخ کے بعض اجزاء نے بعض دوسرے اجزاء کو کھا لیا' اس میں بھی کوئی استبعاد نہیں ہے کیونکہ

دوزخ کی آگ دوزخیوں کے گوشت اوران کی ہڈیوں کو کھالے گی اور حدیث میں ہے: جو شخص شراب پینے پر اصرار کرتا ہوا مر گیا تو دوزخیوں کا خون اور پیپ اس شخص کا مشروب ہوگیا۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۵۰۳۔۳۴' دارالکتب العلمیہ بیروت'۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی مؤخر الذکر دونوں حدیثیں' شرح صحیح مسلم:۱۳۰۱۔۱۳۰۰۔ج ۲ ص ۲۳۶ پر مذکور ہیں اوران کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

(۱) ظہر کے آخری وقت میں مذاہب فقہاء (۲) ائمہ ثلاثہ کی حدیث کے جوابات (۳) دو مثل سائے تک وقت ظہر کا ثبوت (۴) بعض شارحین کا تسامح۔ یہ بحث شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۴۱۔۲۳۷ میں مذکور ہے۔

۵۳۸ - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبِیْ قَالَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ صَالِحٍ' عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَبْرِدُوْا بِالظُّهْرِ' فَاِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَیْحِ جَهَنَّمَ. تَابَعَهٗ سُفْیَانُ' وَیَحْیٰی' وَاَبُوْ عَوَانَةَ' عَنِ الْاَعْمَشِ.

[طرف الحدیث:۳۲۵۹]

(جامع المسانید لابن الجوزی:۲۲۱۰' مکتبۃ الرشد' ریاض'۱۴۲۶ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوصالح نے حدیث بیان کی از حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ' انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھو کیونکہ گرمی کی شدت دوزخ کے جوش سے ہے۔ سفیان اور یحییٰ اور ابوعوانہ نے الاعمش سے روایت کرنے میں حفص بن غیاث کی متابعت کی ہے۔

حضرت خباب کی حدیث ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنے کے خلاف ہے' اس کی توجیہات

اس جگہ یہ اعتراض ہوتا ہے کہ حضرت خباب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے گرمی کی شدت کی شکایت کی تو آپ نے ہماری شکایت کو زائل نہیں کیا۔ (صحیح مسلم:۶۱۹' الرقم المسلسل:۱۳۹۱)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

بعض فقہاء نے یہ کہا ہے کہ مستحب یہ ہے کہ ظہر کو گرمیوں کی شدت میں بھی پہلے وقت میں پڑھا جائے اور اگر ظہر کو مؤخر کر کے ٹھنڈے وقت میں پڑھا تو اس کی بھی رخصت ہے' اور ہمارے بعض اصحاب اور دوسرے فقہاء نے کہا ہے کہ ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنے کی حدیث سے یہ حدیث منسوخ ہے اور دوسرے فقہاء نے یہ کہا ہے کہ ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنا مستحب ہے' یہی قول مختار ہے' اور رہی حضرت خباب کی حدیث تو وہ اس پر محمول ہے کہ انہوں نے ٹھنڈے وقت میں زیادہ تاخیر کو طلب کیا تھا حتیٰ کہ دیواروں کا اتنا زیادہ سایا ہو جائے' جس میں وہ آرام سے نماز پڑھنے مسجد میں جا سکیں' یہی جمہور فقہاء کا قول ہے' جمہور صحابہ کا بھی یہی مؤقف ہے کیونکہ اس سلسلہ میں بہت احادیث وارد ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فعل بھی ہے اور آپ نے اس کا حکم بھی دیا ہے۔

(شرح صحیح مسلم بشرح نووی ج ۳ ص ۱۹۷۴' مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ'۱۴۱۷ھ)

۱۰ - بَابُ الْاِبْرَادُ بِالظُّهْرِ فِی السَّفَرِ — سفر میں ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ حالت سفر میں بھی ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنا چاہیے۔

۵۳۹ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ بْنُ اَبِیْ اِیَاسٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا مُهَاجِرٌ' اَبُو الْحَسَنِ' مَوْلٰی لِبَنِیْ تَیْمٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم بن ابی ایاس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی'

اللّٰهِ قَالَ سَمِعْتُ زَيْدَ بْنَ وَهْبٍ عَنْ اَبِيْ ذَرٍّ الْغِفَارِيِّ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَفَرٍ فَاَرَادَ الْمُؤَذِّنُ اَنْ يُّؤَذِّنَ لِلظُّهْرِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبْرِدْ. ثُمَّ اَرَادَ اَنْ يُّؤَذِّنَ فَقَالَ لَهُ اَبْرِدْ. حَتّٰى رَاَيْنَا فَيْءَ التُّلُوْلِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ فَاِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَاَبْرِدُوْا بِالصَّلٰوةِ. وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا ﴿تَتَفَيَّأُ﴾ تَتَمَيَّلُ.

انہوں نے کہا: ہمیں مہاجر ابوالحسن نے حدیث بیان کی' جو بنو تیم اللہ کے آزاد کردہ غلام ہیں' انہوں نے کہا: میں نے حضرت زید بن وہب سے سنا از حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ' انہوں نے کہا: ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے' پس مؤذن نے ظہر کی اذان دینے کا ارادہ کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ٹھنڈے وقت میں' اس نے پھر اذان دینے کا ارادہ کیا تو آپ نے فرمایا: ٹھنڈے وقت میں حتیٰ کہ ہم نے ٹیلوں کا سایا دیکھا تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گرمی کی شدت جہنم کے جوش سے ہے' سو جب گرمی شدید ہو تو نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھو۔ حضرت ابن عباس نے کہا: ''تتفیا'' کا معنی ہے: مائل ہوتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۵۳۵ میں گزر چکی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا: سخت گرمی میں ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنا' اور یہاں اس عنوان میں سفر کا ذکر ہے۔

١١ - بَابُ وَقْتِ الظُّهْرِ عِنْدَ الزَّوَالِ — ظہر کا وقت زوال سے ہے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ظہر کے وقت کی ابتداء اس وقت ہوتی ہے جب سورج آسمان کے وسط سے مغرب کی طرف زائل ہوتا ہے یعنی مائل ہوتا ہے۔

وقال جَابِرٌ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ بِالْهَاجِرَةِ.

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دوپہر کے وقت نماز پڑھتے تھے۔

اس تعلیق کو امام بخاری نے صحیح البخاری: ۵۶۰ میں سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے اور یہ اس پوری حدیث کا ایک قطعہ ہے۔

٥٤٠ - **حَدَّثَنَا** اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ حِيْنَ زَاغَتِ الشَّمْسُ فَصَلَّى الظُّهْرَ فَقَامَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَذَكَرَ السَّاعَةَ فَذَكَرَ اَنَّ فِيْهَا اُمُوْرًا عِظَامًا ثُمَّ قَالَ مَنْ اَحَبَّ اَنْ يَّسْاَلَ عَنْ شَيْءٍ فَلْيَسْاَلْ فَلَا تَسْاَلُوْنِيْ عَنْ شَيْءٍ اِلَّا اَخْبَرْتُكُمْ مَا دُمْتُ فِيْ مَقَامِيْ هٰذَا. فَاَكْثَرَ النَّاسُ فِي الْبُكَاءِ وَاَكْثَرَ اَنْ يَّقُوْلَ سَلُوْنِيْ. فَقَامَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ حُذَافَةَ السَّهْمِيُّ فَقَالَ مَنْ اَبِيْ؟ قَالَ اَبُوْكَ حُذَافَةُ. ثُمَّ اَكْثَرَ اَنْ يَّقُوْلَ سَلُوْنِيْ. فَبَرَكَ عُمَرُ عَلٰى رُكْبَتَيْهِ فَقَالَ رَضِيْنَا بِاللّٰهِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا وَّبِمُحَمَّدٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ جب سورج (آسمان کے وسط سے) زائل ہو گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر پڑھی' پھر آپ نے منبر پر کھڑے ہو کر قیامت کا ذکر کیا' پھر آپ نے اس میں بڑے بڑے واقعات کا ذکر فرمایا' پھر آپ نے فرمایا: جو کسی چیز کے متعلق سوال کرنا چاہتا ہو' وہ سوال کرے' تم مجھ سے جس چیز کے متعلق بھی سوال کرو گے میں تم کو اس کی خبر دوں گا' جب تک کہ میں اس مقام میں ہوں' پھر اکثر لوگوں نے رونا شروع کر دیا اور آپ نے بہت زیادہ فرمایا: مجھ سے سوال کرو' پھر حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور کہا: میرا باپ کون ہے؟ آپ

نَبِیًّا، فَسَکَتَ. ثُمَّ قَالَ عُرِضَتْ عَلَیَّ الْجَنَّةُ وَالنَّارُ اٰنِفًا، فِیْ عُرْضِ هٰذَا الْحَائِطِ، فَلَمْ اَرَ كَالْخَيْرِ وَالشَّرِّ.

نے فرمایا: تمہارا باپ حذافہ ہے' پھر آپ بار بار فرماتے رہے کہ مجھ سے سوال کرو' پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ دوزانو بیٹھ گئے' پھر کہا: ہم اللہ کو رب مان کر راضی ہیں اور اسلام کو دین مان کر راضی ہیں اور (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو نبی مان کر راضی ہیں' تب آپ خاموش ہو گئے' پھر فرمایا: ابھی اس دیوار کے وسط میں میرے سامنے جنت اور دوزخ پیش کی گئی' پس میں نے خیر اور شر کی مثل (اس سے پہلے) نہیں دیکھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۹۳ میں گزر چکی ہے' وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: جو شخص امام یا محدث کے سامنے دوزانو بیٹھ گیا۔ اس حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ نصف آسمان سے سورج کے زوال کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ظہر کی نماز پڑھی' سو ہم ظہر کی نماز کے وقت میں مذاہب فقہاء تفصیل سے بیان کرنا چاہتے ہیں۔ (احادیث میں زوال سے مراد ہے: جب سورج استواء سے زائل ہو جائے اور عوام میں جو مشہور ہے کہ زوال کے وقت نماز جائز نہیں ہے' اس سے ان کی مراد ہوتی ہے جب سورج سر پر ہو۔)

ظہر کی نماز کے وقت میں مذاہب اربعہ' زوال کے وقت میں ظہر کی نماز کی فرضیت پر دلائل اور امام ابوحنیفہ پر اعتراضات

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

فقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ ظہر کا اوّل وقت زوال آفتاب سے ہوتا ہے' حضرت ابوبکر صدیق' حضرت عمر بن الخطاب' حضرت علی بن ابی طالب' حضرت ابن مسعود اور حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہم زوال کے وقت ظہر کی نماز پڑھتے تھے' اور ابراہیم نخعی نے الاسود اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے زیادہ جلدی کسی کو ظہر کی نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا' اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کی طرف لکھا: جب سورج کا زوال ہو جائے تو ظہر کی نماز پڑھا کرو اور ابراہیم نخعی نے کہا: ہم کبھی کبھی علقمہ کے ساتھ نماز پڑھتے تو ایک مثل سائے کو پاتے' ہم اس سائے میں بیٹھ جاتے اور کبھی ہم سایا نہیں پاتے تھے' یہ تمام احادیث اور آثار امام ابن ابی شیبہ نے ذکر کیے ہیں۔

امام طحاوی نے کہا: ایک قوم کا مذہب یہ ہے کہ ہر زمانہ میں ظہر کو اوّل وقت میں پڑھنا چاہیے' انہوں نے ان آثار سے استدلال کیا ہے اور دوسرے فقہاء نے ان کی مخالفت کی ہے' انہوں نے کہا: سردیوں میں ظہر کو جلدی پڑھنا چاہیے لیکن گرمیوں میں ظہر کو مؤخر کر کے ٹھنڈے وقت میں پڑھنا چاہیے' یہ فقہاء احناف' امام احمد اور اسحاق کا قول ہے اور ابوالفرج نے اس کو امام مالک سے بھی روایت کیا ہے۔

ان فقہاء کا استدلال ان احادیث سے ہے' جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنے کا حکم دیا ہے اور انہوں نے کہا کہ یہ معلوم ہے کہ ٹھنڈے وقت میں نماز پڑھنا صرف ظہر میں مطلوب ہوتا ہے اور انہوں نے ان آثار کی مخالفت کی' جن میں گرمیوں میں ظہر کو جلدی پڑھنے کا ذکر ہے' پھر اس پر کیا دلیل ہے کہ ان میں سے ایک چیز دوسری چیز پر راجح ہے' یہ کہا گیا ہے کہ پہلے ظہر کی نماز جلدی پڑھی جاتی تھی' پھر یہ عمل منسوخ ہو گیا۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم کو دوپہر کے وقت ظہر کی نماز پڑھائی' پھر فرمایا: گرمی کی

شدت جہنم کے جوش سے ہے' نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھو۔

سو اس حدیث میں حضرت مغیرہ نے یہ خبر دی ہے کہ نبی ﷺ نے ظہر کو اپنے وقت میں پڑھنے کے بعد اس کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنے کا حکم دیا' لہٰذا شدید گرمی میں ظہر کو جلدی پڑھنے کا عمل منسوخ ہو گیا اور شدید گرمی میں ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنا واجب ہو گیا' اور حضرت انس بن مالک اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما نے روایت کی ہے کہ نبی ﷺ سردیوں میں ظہر کو جلدی پڑھتے تھے اور گرمیوں میں ظہر کو مؤخر کرتے تھے' یہ ان متعدد سندوں سے ثابت ہے جن کو امام طحاوی نے ذکر کیا ہے اور یہ اس کی دلیل ہے کہ حضرت جابر' حضرت انس اور حضرت ابی برزہ کی حدیث' حضرت المغیرہ کی حدیث کی تفسیر ہے۔

جو فقہاء یہ کہتے ہیں کہ ظہر کی نماز کو مطلقاً جلدی پڑھنا چاہیے' وہ کہتے ہیں کہ جس حدیث میں سخت گرمی میں ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنے کا حکم ہے' وہ ظہر کو جلدی پڑھنے کی ناسخ نہیں ہے اور ظہر کا حکم یہ ہے کہ اس کو تمام زمانوں میں جلدی پڑھا جائے' یہ حکم اس کے لیے ہے جو افضل پر عمل کرنا چاہتا ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ اکثر اوقات میں ظہر کو جلدی پڑھا کرتے تھے اور نبی ﷺ نے جو ان کو شدید گرمی میں ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنے کا حکم دیا تھا' یہ ان پر شفقت کی وجہ سے رخصت تھی' میمون بن مہران نے کہا ہے کہ نصف النہار (دوپہر) کے وقت نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے' وہ نصف النہار کے وقت نماز کو اس لیے مکروہ کہتے تھے کہ وہ مکہ میں نماز پڑھتے تھے اور وہاں بہت سخت گرمی ہوتی تھی اور وہاں سایا نہیں تھا' اس لیے آپ نے فرمایا: ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھو۔

مسروق بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی اقتداء میں ظہر کی نماز پڑھی' جب سورج زائل ہو گیا تھا' پس انہوں نے کہا: اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے! یہی نماز کا وقت ہے' یہ اس پر محمول ہے کہ تمام زمانوں میں یہی ظہر کی نماز کا وقت ہے اور حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے سورج کے زوال کے بعد رسول اللہ ﷺ کو ظہر کی نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور بعض اوقات شدید گرمی میں آپ اس کو مؤخر کر کے پڑھتے' یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ تمام گرمیوں میں آپ ظہر کو ٹھنڈے وقت میں نہیں پڑھتے تھے کیونکہ بعض اوقات کا لفظ تقلیل پر دلالت کرتا ہے' آپ اکثر اوقات ظہر کی نماز کو جلدی پڑھتے تھے اور ٹھنڈے وقت میں نہیں پڑھتے تھے اور اس میں امت کو اختیار ہے' وہ جس وقت میں چاہے ظہر کی نماز پڑھے۔

سو جو شخص افضل پر عمل کرنا چاہے وہ جلدی ظہر پڑھے اور جو شخص رخصت پر عمل کرنا چاہے' وہ ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھے' یہی معنی حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے سمجھا تھا' لہٰذا انہوں نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ جب سورج (استواء سے) زائل ہو جائے تو ظہر پڑھو' پس ان کے نزدیک افضل یہی تھا کہ ظہر کو اول وقت میں پڑھا جائے اور انہوں نے اپنے عمال کو یہی حکم دیا کہ جب ایک ہاتھ سایا ہو جائے تو ظہر کی نماز پڑھو اور اس میں گرمیوں اور سردیوں کا کوئی استثناء نہیں کیا۔

فقہاء کا ظہر کے مختار وقت میں اختلاف ہے' امام مالک سے مدونہ میں منقول ہے کہ ظہر' عصر اور عشاء کو اپنے وقت پر پڑھنا مستحب ہے اور یہ اس کے خلاف ہے جو ابو الفرج نے امام مالک سے روایت کی ہے' امام ابو حنیفہ سے بھی اس مسئلہ میں روایات مختلف ہیں' ابن القصاء نے از کرخی از امام ابو حنیفہ یہ روایت کی ہے کہ ان کے نزدیک ظہر کا وقت اس کے آخری وقت پر معلق ہے اور اول وقت میں نماز پڑھنا نفل ہے' پس اگر کسی شخص نے زوال کے وقت میں نماز پڑھی' پھر وہ ظہر کے آخری وقت تک صحیح وسلامت رہا تو وہ ظہر کی نماز کا مکلف ہو گیا اور اس نے جو اول وقت میں ظہر کی نماز پڑھی تھی' وہ نفل ہو گی اور تمام فقہاء امام ابو حنیفہ کے اس قول کے خلاف ہیں' اور کرخی نے امام ابو حنیفہ کی موافقت میں یہ دلیل دی ہے کہ اگر زوال آفتاب سے ظہر کی نماز واجب ہو جائے اور پھر کوئی

شخص اس کو تاخیر سے پڑھے تو اس کو گناہ گار ہونا چاہیے حالانکہ اس پر اجماع ہے کہ وہ گناہ گار نہیں ہوگا' ابن القصاء نے کہا: یہ اعتراض ہم پر لازم نہیں آتا' اس لیے کہ ہم کہتے ہیں کہ نماز کے وجوب میں توسیع ہے اور مکلف کو اختیار دیا ہے کہ وہ زوال کے بعد جس وقت چاہے' ظہر کی نماز ادا کرلے۔

دوسرے فقہاء نے یہ کہا ہے کہ امام ابوحنیفہ کے قول کے فاسد ہونے کی یہ دلیل ہے کہ اس باب کی احادیث سے ثابت ہے کہ نبی ﷺ نے سورج کے زوال کے بعد ظہر کی نماز پڑھی ہے اور حضرت جبریل علیہ السلام نے نبی ﷺ کو ظہر کے اوّل وقت میں نماز پڑھائی اور آپ نے فرمایا: مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے' پس یہ محال ہے کہ ظہر کا فرض آخر وقت کے ساتھ متعلق ہو اور نبی ﷺ ظہر کو اوّل وقت میں پڑھیں اور کسی شخص کے لیے بھی نبی ﷺ کے متعلق یہ گمان نہیں کرنا چاہیے جائز نہیں ہے' امام ابوحنیفہ کا یہ قول سنت ثابتہ کے مخالف ہے اور دلیل سنت میں ہے نہ کہ سنت کی مخالفت میں۔

امام ابوحنیفہ نے کہا: ظہر کا آخری وقت یہ ہے کہ ہر چیز کا سایا دو مثل ہو جائے' اس قول میں انہوں نے احادیث کی اور لوگوں کے اقوال کی مخالفت کی ہے اور اپنے اصحاب کی بھی مخالفت کی ہے اور امام طحاوی نے امام ابوحنیفہ کا ایک ایسا قول نقل کیا ہے جو جماعت کے قول کے موافق ہے اور وہ یہ ہے کہ ظہر کا آخری وقت وہ ہے جب ہر چیز کا سایا ایک مثل ہو جائے' مگر اس وقت عصر کا وقت داخل نہیں ہوتا' عصر کا وقت اس وقت داخل ہوتا ہے جب ہر چیز کا سایا دو مثل ہو جائے' پھر انہوں نے ظہر اور عصر کے درمیان ایسا وقت چھوڑا جو ظہر اور عصر میں سے کسی نماز کی صلاحیت نہیں رکھتا' اور یہ ان کا ایسا قول ہے جس میں کسی نے ان کی متابعت نہیں کی۔

امام مالک نے یہ کہا ہے کہ ظہر کا آخری وقت وہ ہے جب ہر چیز کا سایا دو مثل ہو جائے اور وہی بلا فصل عصر کا اوّل وقت ہے اور یہی امام ابو یوسف' امام محمد' امام احمد بن حنبل اور دوسرے فقہاء کا قول ہے۔

امام شافعی نے کہا ہے کہ ظہر کے آخری وقت میں اور عصر کے اوّل وقت میں ایسا فاصلہ ہے' جس میں ظہر کا وقت مختار ہے نہ عصر کا وقت مختار ہے اور یہ وہ وقت ہے جب سایا ایک مثل سے تھوڑا سا زیادہ ہو جائے اور انہوں نے اس پر حضرت عبداللہ بن عمرو کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ظہر کا وقت اس وقت تک ہے' جب تک عصر کا وقت نہیں آتا' اس حدیث سے ان کا قول ثابت نہیں ہوتا اور امام شافعی کے اس قول کی کسی نے موافقت نہیں کی۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۲۲۴۔۲۲۱ 'ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ ابن بطال کے اعتراض کا علامہ عینی کی طرف سے جواب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن بطال نے از کرخی از امام ابوحنیفہ یہ نقل کیا ہے کہ ظہر کے اوّل وقت میں نماز نفل ہوتی ہے اور تمام فقہاء اس کے خلاف ہیں' میں کہتا ہوں کہ ہمارے اصحاب نے ذکر کیا ہے کہ یہ قول ضعیف ہے اور امام ابوحنیفہ سے یہ منقول نہیں ہے کہ ظہر کے اوّل وقت میں نماز نفل ہوتی ہے اور ہمارے نزدیک صحیح یہ ہے کہ ظہر کے اوّل وقت میں نماز واجب ہے اور اس وجوب میں توسیع ہے' یعنی ظہر کے آخر وقت تک جب بھی نماز ظہر پڑھی جائے گی' اس سے فرض نماز ادا ہوگی۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۳۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی کا بھی اس ضعیف قول کو امام ابوحنیفہ کی طرف منسوب کرنے کی وجہ سے ---- علامہ ابن بطال پر رد کرنا

میں کہتا ہوں کہ اس ضعیف قول کو امام ابوحنیفہ کی طرف منسوب کرنے کی وجہ سے حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ نے

بھی علامہ ابن بطال مالکی پر رد کیا ہے وہ لکھتے ہیں:

اس حدیث کا عنوان ہے: ظہر کے وقت کی ابتداء زوال کے وقت ہوتی ہے یعنی جب سورج استواء سے زائل ہو کر مغرب کی سمت کی طرف مائل ہوتا ہے اس عنوان سے امام بخاری نے ان کوفیوں کے زعم کے رد کی طرف اشارہ کیا ہے جو کہتے ہیں کہ ظہر کے اوّل وقت میں نماز واجب نہیں ہوتی' اور علامہ ابن بطال نے نقل کیا ہے کہ تمام فقہاء اس نقل کے خلاف ہیں جو کرخی نے امام ابوحنیفہ سے روایت کی ہے کہ ظہر کی نماز اوّل وقت میں نفل ہوتی ہے اور فقہاء احناف کے نزدیک معروف یہ ہے کہ یہ قول ضعیف ہے اور بعض فقہاء احناف نے کہا ہے کہ ظہر کا اوّل وقت اس وقت ہوتا ہے جب زوال کا سایا ایک تسمہ کی مقدار ہو جائے۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۱۵۵' دار المعرفۃ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

ہمارے برصغیر کے اُردو بولنے والوں میں معروف ہے کہ زوال کے وقت سجدہ جائز نہیں ہے' دراصل اُردو بولنے والے زوال سے مجازاً مراد استواء لیتے ہیں یعنی جب سورج سر پر ہوتا ہے اور اس وقت سجدہ جائز نہیں ہے اور احادیث میں زوال کا حقیقی معنی مراد ہے یعنی جب استواء سے سورج زائل ہو کر مغرب کی طرف مائل ہو اور اس وقت میں ظہر کا وقت شروع ہوتا ہے۔

علامہ عینی کا علامہ سرخسی حنفی کی عبارت سے علامہ ابن بطال پر رد کرنا

علامہ بدر الدین عینی نے علامہ ابن بطال پر رد کرنے کے لیے علامہ سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ کی یہ عبارت پیش کی ہے:

شمس الائمہ نے المبسوط میں کہا: اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ ظہر کا اوّل وقت زوالِ آفتاب سے داخل ہوتا ہے۔

(المبسوط ج ۱ ص ۲۸۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ) (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۳۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ عینی کا علامہ سرخسی کی عبارت سے علامہ ابن بطال پر رد کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ علامہ سرخسی کی وفات ۴۸۳ھ میں ہوئی ہے اور علامہ ابن بطال کی وفات ۴۴۹ھ میں ہوئی ہے اور علامہ ابن بطال' علامہ سرخسی سے پہلے فوت ہو چکے تھے' سو وہ المبسوط میں امام ابوحنیفہ کا مذہب کیسے پڑھ سکتے تھے' علامہ عینی پر لازم تھا کہ وہ ان فقہاء احناف کی عبارات سے استدلال کرتے جو علامہ ابن بطال پر مقدم تھے تاکہ یہ کہا جا سکتا کہ علامہ ابن بطال کو چاہیے تھا کہ وہ امام ابوحنیفہ کے قول کو فاسد کہنے سے پہلے فقہاء احناف کی کتابوں میں امام ابوحنیفہ کا مذہب پڑھ لیتے۔

مصنف کا مقدم ائمہ احناف کی عبارات سے علامہ ابن بطال پر رد کرنا

علامہ محمد بن الحسن الشیبانی الحنفی المتوفی ۱۸۹ھ لکھتے ہیں:

میں نے امام ابوحنیفہ سے پوچھا: ظہر کا وقت کب سے شروع ہوتا ہے؟ امام ابوحنیفہ نے فرمایا: زوالِ آفتاب سے لے کر یہاں تک (کہ سایا ایک قامت کے برابر ہو جائے' یہ امام ابویوسف اور امام محمد کا قول ہے) اور امام ابوحنیفہ نے فرمایا: عصر کا وقت اس وقت تک داخل نہیں ہوگا حتیٰ کہ سایا دو قامتوں کے برابر ہو جائے اور جب سایا دو قامتوں کے برابر ہو جائے گا تو عصر کا وقت داخل ہو جائے گا۔ (المبسوط (کتاب الاصل) ج ۱ ص ۱۴۴' ادارۃ القرآن' کراچی)

امام محمد روایت کرتے ہیں: ہمیں امام ابوحنیفہ نے خبر دی از حماد از ابراہیم کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر نماز کا وقت دریافت کر رہا تھا' آپ نے اس کو حکم دیا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نمازوں میں حاضر رہے' پھر آپ نے حضرت بلال کو اوّل وقت میں نمازوں کا حکم دیا' پھر دوسرے دن آپ نے تمام نمازوں کے آخر کا حکم دیا' پھر آپ نے پوچھا: نماز کا وقت دریافت کرنے والا کہاں ہے؟ پھر آپ نے فرمایا: ان دونوں وقتوں کے درمیان نماز کا وقت ہے' امام محمد نے کہا: ہم اسی حدیث پر عمل کرتے

ہیں البتہ غروبِ آفتاب کے بعد مغرب میں تاخیر کو مکروہ کہتے ہیں' اور یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے۔

(کتاب الآثار امام محمد: ۶۵ ص ۱۳' ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۴۰۷ھ)

• امام محمد روایت کرتے ہیں: ہمیں امام ابوحنیفہ نے خبر دی از حماد از ابراہیم از حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ' انہوں نے فرمایا: ظہر کی نماز کو جہنم کے جوش سے ٹھنڈے وقت میں پڑھو' امام محمد نے کہا: گرمیوں میں ظہر کی نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھو اور سردیوں میں زوالِ آفتاب کے وقت ظہر کی نماز کو پڑھو اور یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔

(کتاب الآثار امام محمد: ۶۶ ص ۱۳' ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۴۰۷ھ)

امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی متوفی ۳۲۱ھ نے شرح معانی الآثار میں حدیث: ۱۰۶۶ سے لے کر ۱۰۸۰ تک ۱۴' احادیث روایت کی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم زوالِ آفتاب کے وقت ظہر کی نماز پڑھتے تھے' پھر امام طحاوی نے ۱۰۸۱ سے لے کر ۱۰۹۱ تک ۱۰' احادیث روایت کی ہیں کہ گرمی کی شدت میں ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھو اور آخر میں اس حدیث کو روایت کیا ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سردیوں میں ظہر کی نماز کو جلدی پڑھتے تھے اور گرمیوں میں ظہر کی نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھتے تھے۔ (شرح معانی الآثار: ۱۰۹۷' صحیح البخاری: ۹۰۶' سنن النسائی: ۴۹۵)

اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد امام طحاوی متوفی ۳۲۱ھ فرماتے ہیں: ہمارے نزدیک ظہر کی نماز میں یہی سنت ہے جیسا کہ حضرت ابومسعود اور حضرت انس رضی اللہ عنہما سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز مروی ہے۔

علامہ ابن بطال نے فقہاء احناف کے ساتھ تعصب کی وجہ سے ایک یہ تحریف کی ہے کہ امام طحاوی کی طرف منسوب کر کے یہ لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف مکہ میں ظہر کی نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنے کا حکم دیا ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۲۲۲)

حالانکہ امام طحاوی نے اس بات کا رد کیا ہے' وہ لکھتے ہیں:

اس قائل سے کہا جائے گا کہ یہ محال ہے' اگر ایسا ہوتا جیسا کہ اس قائل نے کہا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں نماز کو مؤخر نہ کرتے' جس جگہ دھوپ سے بچنے کے لیے کوئی گھر تھا نہ سایا تھا' جیسا کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے اور چاہیے تھا کہ پھر وہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اول وقت میں نماز پڑھتے حالانکہ آپ وہاں بھی ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھتے تھے۔ (صحیح البخاری: ۵۳۹)

(شرح معانی الآثار ج ا ص ۲۴۴' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

لیکن علامہ ابن بطال نے امام طحاوی کی اس عبارت کو تو نقل کر دیا' جو بہ طور اعتراض تھی اور امام طحاوی کے اس جواب کو ذکر نہیں کیا۔ علامہ ابن بطال سے ہمیں ایسی امید تو نہ تھی!

علامہ محمد بن محمد ابوالفضل المروزی البلخی المشہور بالحاکم الشہید المتوفی ۳۳۴ھ لکھتے ہیں:

ظہر کا وقت زوالِ آفتاب سے لے کر اس وقت تک ہوتا ہے جب تک ہر چیز کا سایا اس کی مثل ہو جائے۔

(الکافی مع المبسوط ج ا ص ۲۸۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

اس عبارت کی شرح میں علامہ سرخسی نے لکھا ہے: یہ امام ابویوسف اور امام محمد کا قول ہے' اور امام ابویوسف نے امام ابوحنیفہ سے روایت کیا ہے کہ ظہر کا وقت اس وقت ختم ہوتا ہے جب ہر چیز کا سایا دو مثل ہو جاتا ہے' (علامہ ابن بطال نے اس قول کو نقل نہیں کیا حالانکہ فقہاء احناف کے اسی قول پر عمل ہے) اور حسن بن زیاد نے امام ابوحنیفہ سے یہ نقل کیا ہے کہ جب سایا ایک قامت کے برابر ہو جائے تو ظہر کا وقت نکل جاتا ہے اور عصر کا وقت اس وقت تک داخل نہیں ہوتا جب تک کہ سایا دو قامتوں کے برابر نہ ہو جائے اور ان

دونوں کے درمیان مہمل وقت ہے' جس کو لوگ کہتے ہیں کہ یہ دو نمازوں کے درمیان وقت ہے' جیسا کہ فجر اور ظہر کے درمیان مہمل وقت ہے۔ (المبسوط ج ۱ ص ۲۹۰۔ ۲۸۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حسن بن زیاد کی اس روایت کو امام ابوحنیفہ کا قول قرار دے کر علامہ ابن بطال نے امام ابوحنیفہ پر بہت لے دے کی ہے اور اس کا بہت رد کیا ہے' حالانکہ امام ابوحنیفہ کا یہ مختار قول نہیں ہے اور نہ ہی اس پر فقہاء احناف کا عمل ہے' امام ابوحنیفہ کا مختار قول وہ ہے جس کو امام ابو یوسف نے امام ابوحنیفہ سے روایت کیا ہے کہ ظہر کی نماز کا وقت زوالِ آفتاب سے دو مثل سائے تک ہے' اسی قول کے مطابق فقہاء احناف کا عمل ہے مگر افسوس علامہ ابن بطال نے اس قول کا بالکل ذکر نہیں کیا۔

ہم نے بتایا ہے کہ علامہ ابن بطال نے امام اعظم ابوحنیفہ کی طرف منسوب کر کے یہ لکھا ہے کہ زوالِ آفتاب کے بعد اگر ظہر کی نماز پڑھی جائے تو وہ نفل ہوں گے' فرض نہیں ہوں گے حالانکہ یہ بات فقہاء احناف کی کسی کتاب میں نہیں ہے یہ خالص افتراء اور بہتان ہے' علامہ ابن بطال کے زمانہ میں امام محمد متوفی ۱۸۹ھ اور امام طحاوی متوفی ۳۲۱ھ (جن کی عبارت میں تحریف کر کے انہوں نے اس کو اپنی شرح میں درج کیا ہے) اور حاکم شہید متوفی ۳۴۹ھ کی تصانیف موجود تھیں' ان کے علاوہ امام ابومنصور ماتریدی حنفی متوفی ۳۳۳ھ اور علامہ ابوبکر جصاص حنفی متوفی ۳۷۰ھ کی بھی تصانیف موجود تھیں' علامہ ابن بطال کو چاہیے تھے کہ وہ امام ابوحنیفہ پر افتراء باندھنے سے پہلے ظہر کی نماز کے اوّل وقت کے متعلق ان کتابوں میں امام ابوحنیفہ کا مسلک پڑھ لیتے۔

امام ابومنصور محمد بن محمد ماتریدی حنفی متوفی ۳۳۳ھ' بنی اسرائیل: ۷۸ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''دلوك الشمس الی غسق اللیل'' سے مراد دن کی نمازیں ہیں اور ''دلوك شمس'' سے مراد زوالِ آفتاب ہے اور ''غسق اللیل'' سے مراد رات کے اندھیرے کی ابتداء ہے' پس اس میں ظہر اور عصر کی نمازیں داخل ہیں۔

(تاویلات اہل السنۃ ج ۷ ص ۹۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص حنفی متوفی ۳۷۰ھ لکھتے ہیں:

ظہر کا اوّل وقت زوالِ آفتاب سے ہے اور اس میں کسی اہل علم کا اختلاف نہیں ہے۔

(احکام القرآن ج ۲ ص ۲۶۸' سہیل اکیڈمی لاہور' ۱۴۰۰ھ)

علامہ ابن بطال کی وفات ۴۴۹ھ میں ہوئی ہے اور ہم نے ۱۸۹ھ سے لے کر ۳۷۰ھ تک کے وفات یافتہ ائمہ احناف کی تصریحات بیان کر دی ہیں کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک ظہر کے فرض کا اوّل وقت زوالِ آفتاب ہے' کاش! علامہ ابن بطال اپنی شرح میں امام ابوحنیفہ پر بہتان باندھنے سے پہلے ان تصریحات کو دیکھ لیتے اور امام ابوحنیفہ کے قول کو فاسد کہنے سے احتراز کرتے۔

امام ابوحنیفہ پر علامہ ابن بطال کے اعتراضات کا اجمالی جائزہ اور ان اعتراضات کے جوابات

علامہ ابن بطال نے اپنی طویل شرح میں امام ابوحنیفہ قدس سرہٗ کے خلاف جو لکھا ہے' اس کا خلاصہ اس طرح ہے:

(۱) امام ابوحنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ سردیوں میں ظہر کی نماز کو جلدی پڑھا جائے اور شدید گرمی میں ظہر کی نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھا جائے' اس کے خلاف علامہ ابن بطال نے لکھا ہے کہ ہر زمانہ میں ظہر کی نماز کو اوّل وقت میں پڑھا جائے۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۲۲۲)

علامہ ابن بطال کا یہ قول اس لیے فاسد ہے کہ صحیح بخاری: ۵۳۹۔ ۵۳۸۔ ۵۳۶۔ ۵۳۵۔ ۵۳۴۔ ۵۳۳ میں اور دیگر بہ کثرت کتب حدیث کے حوالوں سے گزر چکا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: شدید گرمی میں ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھو اور امام

طحاوی نے اس کے ثبوت میں ۱۷ احادیث ذکر کی ہیں اور آخری حدیث حضرت انس سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سردیوں میں ظہر کی نماز جلدی پڑھتے تھے۔ (صحیح البخاری:۹۰۶' سنن نسائی:۴۹۵) اور یہی امام ابوحنیفہ کا مذہب ہے' پس امام ابوحنیفہ کے مذہب پر جو علامہ ابن بطال نے طعن کیا ہے' وہ رسول اللہ ﷺ کی طرف بھی راجع ہوگا۔

(۲) علامہ ابن بطال نے لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک ظہر کی نماز آخری وقت میں واجب ہوتی ہے اور تمام فقہاء اس کے خلاف ہیں۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۲۲۳)

اور ہم بہ کثرت فقہاء احناف کے حوالوں سے واضح کر چکے ہیں کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک ظہر کی نماز کا اوّل وقت زوالِ آفتاب ہے۔

(۳) علامہ ابن بطال نے لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک جو شخص ظہر کے اوّل وقت میں نماز پڑھے گا' وہ نماز ہر حال میں نفل ہوگی فرض نہیں ہوگی۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۲۲۳)

یہ امام ابوحنیفہ پر خالص افتراء اور محض بہتان ہے' فقہاء احناف کی کسی کتاب میں اس طرح نہیں ہے بلکہ اس کے خلاف فرضیت ظہر کی تصریح ہے جیسا کہ ہم متعدد حوالہ جات سے نقل کر چکے ہیں۔

(۴) امام طحاوی کی طرف منسوب کر کے لکھا ہے کہ ظہر کی نماز کو شدید گرمی میں ٹھنڈے وقت میں پڑھنے کا حکم اہل مکہ کے لیے تھا۔
(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۲۲۲)

حالانکہ امام طحاوی نے اس کا رد کیا ہے اور یہ واضح کیا ہے کہ ٹھنڈے وقت میں نماز پڑھنے کا حکم عام ہے کیونکہ آپ نے سفر میں بھی ٹھنڈے وقت میں نماز پڑھی ہے (صحیح البخاری:۵۳۹) سو یہ امام طحاوی کی عبارت میں خالص تحریف ہے۔

(۵) علامہ ابن بطال نے لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک ظہر کا وقت ایک مثل سائے تک ہے اور اس وقت عصر کا وقت داخل نہیں ہوتا' عصر کا وقت دو مثل سائے کے بعد داخل ہوتا ہے اور ایک مثل سے دو مثل سائے تک مہمل وقت ہے' اس میں کسی نماز کا وقت نہیں ہے۔ (شرح ابن بطال:۵۲۴)

یہ حسن بن زیاد کی روایت ہے اور یہ امام اعظم کا مذہب نہیں ہے اور نہ اس پر فقہاء احناف کا عمل ہے' امام اعظم کا مذہب وہ ہے جس کو امام ابو یوسف نے نقل کیا ہے کہ زوالِ آفتاب سے لے کر دو مثل سائے تک امام ابوحنیفہ کے نزدیک ظہر کا وقت ہے۔

سو یہاں بھی علامہ ابن بطال نے مغالطہ آفرینی کر کے امام ابوحنیفہ قدس سرہٗ کے خلاف زہر آفرینی کی ہے۔

علامہ بدرالدین عینی بہت عظیم محقق ہیں' امام اعظم کے بہت محب اور معتقد ہیں لیکن انہوں نے علامہ ابن بطال کے اٹھائے ہوئے ان تمام اعتراضات کا جواب نہیں دیا' صرف اس کا جواب لکھا ہے کہ امام اعظم کے نزدیک زوالِ آفتاب کے وقت ظہر کی نماز فرض نہیں ہے اور وہ بھی مدلل جواب نہیں دیا' اور باقی اعتراضات کا ذکر ہی نہیں کیا' شاید قسّام ازل نے یہ سعادت صرف اس ناکارہ اور گناہ گار کے حصہ میں لکھ دی تھی۔

اس حدیث کے آخر میں ہے: ابھی اس دیوار کے وسط میں میرے سامنے جنت اور دوزخ پیش کی گئی' پس میں نے اس سے پہلے خیر اور شر کی مثل نہیں دیکھی۔ حدیث کے اس قطعہ کی مفصل شرح ہم نے صحیح البخاری:۹۳ میں کر دی ہے' وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

۵٤١ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي الْمِنْهَالِ، عَنْ أَبِي بَرْزَةَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حفص بن عمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی المنہال

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الصُّبْحَ ' وَاَحَدُنَا يَعْرِفُ جَلِيْسَهُ ' وَيَقْرَأُ فِيْهَا مَا بَيْنَ السِّتِّيْنَ اِلَى الْمِائَةِ ' وَكَانَ يُصَلِّي الظُّهْرَ اِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ ' وَالْعَصْرَ وَاَحَدُنَا يَذْهَبُ اِلٰى اَقْصَى الْمَدِيْنَةِ رَجَعَ وَالشَّمْسُ حَيَّةٌ ' وَنَسِيْتُ مَا قَالَ فِي الْمَغْرِبِ ' وَلَا يُبَالِيْ بِتَاْخِيْرِ الْعِشَاءِ اِلٰى ثُلُثِ اللَّيْلِ ' ثُمَّ قَالَ اِلٰى شَطْرِ اللَّيْلِ . وَقَالَ مُعَاذٌ قَالَ شُعْبَةُ لَقِيْتُهُ مَرَّةً فَقَالَ اَوْ ثُلُثِ اللَّيْلِ.

[اطراف الحدیث: ۵۴۷-۵۶۸-۵۹۹-۷۷۱]

از حضرت ابی برزہ رضی اللہ عنہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز پڑھتے اور ہم میں سے کوئی شخص اپنے ساتھ بیٹھے ہوئے کو پہچان لیتا تھا اور آپ اس نماز میں ساٹھ سے لے کر سو آیات پڑھتے تھے اور آپ ظہر کی نماز اس وقت پڑھتے تھے جب سورج زائل ہو جاتا تھا اور آپ عصر کی نماز اس وقت پڑھتے تھے کہ ہم میں سے کوئی شخص مدینہ کے آخر میں جا کر واپس آتا اور سورج چمک رہا ہوتا تھا' ابوالمنہال نے کہا: میں بھول گیا کہ حضرت ابو برزہ نے مغرب کے متعلق کیا فرمایا تھا اور آپ عشاء کی نماز کو تہائی رات تک مؤخر کرنے کی' پھر آدھی رات تک مؤخر کرنے کی کوئی پرواہ نہیں کرتے تھے اور معاذ نے کہا اور شعبہ نے کہا: پھر میری حضرت ابو برزہ سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے کہا: یا تہائی رات تک۔

(صحیح مسلم: ۶۴۱' الرقم المسلسل: ۱۰۱۳' سنن نسائی: ۱۱۰۹' سنن ابن ماجہ: ۸۱۸-۷۰۱' صحیح ابن خزیمہ: ۳۴۶' سنن بیہقی ج ۱ ص ۴۵۰' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۱۸' سنن دارمی: ۱۳۰۰' مسند ابویعلیٰ: ۷۴۲۵' شرح السنۃ: ۳۵۰' مسند احمد ج ۴ ص ۴۲۰ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۹۷۶۷- ج ۳۳ ص ۱۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۶۴۸۵' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حضرت ابو برزہ اسلمی کا تذکرہ

اس حدیث کے چار رجال ہیں' جن میں سے تین کا تعارف پہلے ہو چکا ہے' حضرت ابو برزہ اسلمی کا نام نضلہ بن عبید ہے' یہ قدیم الاسلام صحابی ہیں' فتح مکہ میں حاضر ہوئے تھے' یہ مسلسل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد کرتے رہے حتیٰ کہ آپ کی وفات ہو گئی' پھر یہ مدینہ سے بصرہ منتقل ہو گئے' پھر انہوں نے خراسان میں جہاد کیا اور مرو میں یا بصرہ میں یا سجستان کے جنگل میں ۶۴ھ میں وفات پائی' امام بخاری نے ان کی چار احادیث روایت کی ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۴۰)

فجر کے وقت میں امام اعظم کے مذہب کی تائید اور عصر کے وقت میں امام اعظم کے مذہب کی توجیہ

اس حدیث میں مذکور ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز اس وقت پڑھاتے تھے کہ ہم میں سے کوئی شخص اپنے ساتھ بیٹھے ہوئے شخص کو پہچان لیتا تھا۔ اس کا معنی یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفیدی پھیلنے کے بعد فجر کی نماز پڑھاتے تھے اور یہی فقہاء احناف کا مذہب ہے کہ فجر کی نماز سفیدی پھیلنے کے بعد پڑھنا مستحب ہے اور آپ اس میں ساٹھ سے سو آیات تک پڑھتے تھے' امام طحاوی نے کہا: اس کا معنی یہ ہے کہ آپ اوّل وقت میں صبح کی نماز کو شروع کرتے تھے اور سفیدی پھیلنے کے بعد نماز کو ختم کرتے تھے۔

اس حدیث میں یہ بیان ہے کہ زوالِ آفتاب سے ظہر کا وقت شروع ہوتا ہے۔

اس حدیث میں عصر کے وقت کا ذکر ہے کہ عصر پڑھ کر نمازی مدینہ کے آخر میں جا کر واپس آ جاتا تھا' اور یہ چار میل کی مسافت تھی اور بعض نے کہا ہے کہ دو یا تین میل کی مسافت تھی۔

علامہ نووی نے کہا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ عصر کی نماز اوّل وقت میں پڑھتے تھے کیونکہ نمازی عصر پڑھ کر دو یا تین میل جا کر واپس آ جاتا تھا اور سورج چمک رہا ہوتا تھا' یہ اسی وقت ممکن ہے جب آپ عصر کی نماز اوّل وقت میں پڑھیں' اور اس

حدیث میں امام مالک' امام شافعی' امام احمد اور جمہور کی یہ دلیل ہے کہ عصر کا وقت تب داخل ہوتا تھا' جب سایا ایک مثل ہو جاتا تھا اور امام ابوحنیفہ نے یہ کہا ہے کہ عصر کا وقت اس وقت داخل ہوتا ہے' جب ہر چیز کا سایا دو مثل ہو جائے۔

(صحیح مسلم بشرح النووی ج ۳ ص ۱۹۸۵۔ ۱۹۸۴' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

امام ابوحنیفہ کی طرف سے اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں یہ ذکر نہیں ہے کہ وہ نمازی مدینہ کے آخر تک پیدل جا کر واپس آ جاتا تھا' ہو سکتا ہے کہ وہ تیز رفتار گھوڑے یا تیز رفتار اونٹ پر بیٹھ کر جاتا ہو اور تیز رفتار سواری سے جا کر واپس آئے اور ابھی سورج چمک رہا ہو' یہ اس صورت میں بھی ممکن ہے جب عصر کا وقت دو مثل سائے سے شروع ہوتا ہو' ہم پہلے یہ بیان کر چکے ہیں کہ حدیث میں ہے: جب ٹیلوں کا سایا ایک مثل ہو گیا' پھر آپ نے ظہر کی اذان دینے کا حکم دیا۔ (صحیح البخاری: ۵۳۹) اور اس حدیث سے یقینی طور پر معلوم ہو گیا کہ عصر کا وقت دو مثل سائے سے شروع ہوتا ہے اور اس باب کی حدیث سے زیادہ سے زیادہ اس کے خلاف شک ہو گا جیسا کہ علامہ نووی کو شک ہوا ہے اور یقین شک سے زائل نہیں ہوتا' سو یہ حدیث امام اعظم ابوحنیفہ کے مذہب کے خلاف نہیں ہے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۳۱۱۔ ج ۲ ص ۱۷۲ پر مذکور ہے' اس شرح کا عنوان ہے: فجر کے مستحب وقت میں مذاہب ائمہ۔

۵۴۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ ' يَعْنِي ابْنَ مُقَاتِلٍ ' قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ حَدَّثَنِي غَالِبُ الْقَطَّانُ ' عَنْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْمُزَنِيِّ ' عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كُنَّا اِذَا صَلَّيْنَا خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالظَّهَائِرِ ' فَسَجَدْنَا عَلٰى ثِيَابِنَا اتِّقَاءَ الْحَرِّ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد یعنی ابن مقاتل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد بن عبد الرحمان نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھ سے غالب القطان نے حدیث بیان کی از بکر بن عبد اللہ المزنی از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا: جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے اکثر ظہر کی نماز پڑھتے تو گرمی سے بچنے کے لیے اپنے کپڑوں پر سجدہ کرتے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۸۵ میں گزر چکی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا: گرمی کی شدت میں کپڑے پر سجدہ کرنا' اور یہاں اس کا عنوان ہے: زوال آفتاب سے ظہر کا وقت ہے' اور اس حدیث میں دونوں عنوانوں کی گنجائش ہے' اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ گرمی کی شدت میں ظہر کی نماز پڑھی گئی' یہ بیان جواز کے لیے ہے اور گرمی کی شدت میں نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنے کے منافی نہیں ہے' کیونکہ گرمی کی شدت میں ظہر کی نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنا مستحب ہے' نیز اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ مستحب کام کو کبھی کبھی ترک بھی کر دینا چاہیے' نیز اس حدیث میں "ظھائر" کا لفظ ہے' یہ "ظھر" کی جمع ہے' اس سے مراد ہے: کئی ایام کی ظہر۔

۱۲ - بَابُ تَاْخِيْرِ الظُّهْرِ اِلَى الْعَصْرِ

ظہر کی نماز کو عصر تک مؤخر کرنا

اس حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ظہر کی نماز کو اوّل وقت سے لے کر عصر کے وقت تک مؤخر کرنا جائز ہے اور اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ دو نمازوں کو ملا کر ایک وقت میں پڑھا جائے۔

۵۴۳ - حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ' هُوَ ابْنُ زَيْدٍ' عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ' عَنْ جَابِرِ بْنِ زَيْدٍ' عَنِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو النعمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی اور وہ ابن

ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى بِالْمَدِيْنَةِ سَبْعًا وَثَمَانِيًا اَلظُّهْرَ وَالْعَصْرَ ، وَالْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ . فَقَالَ اَيُّوْبُ لَعَلَّهُ فِيْ لَيْلَةٍ مَطِيْرَةٍ ؟ قَالَ عَسٰى. [اطراف الحدیث: ۵۶۲۔ ۱۱۷۴]

زید ہے' از عمرو بن دینار از جابر بن زید از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ منورہ میں سات رکعات اور آٹھ رکعات نماز پڑھی' ظہر اور عصر کی اور مغرب اور عشاء کی۔ ایوب نے کہا: شاید یہ بارش کی رات تھی؟ انہوں نے کہا: یہ (بارش) متوقع تھی۔

(صحیح مسلم: ۷۰۵' الرقم المسلسل: ۱۵۹۹' سنن ابوداؤد: ۱۲۱۴' سنن نسائی: ۵۸۸' مسند الحمیدی: ۴۷۰' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۴۵۶۔ ج ۱۴ ص ۱۶۵' سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۶۸۔ ۱۶۶' مسند ابوداؤد والطیالسی: ۲۶۱۳' مصنف عبدالرزاق: ۴۴۳۶' صحیح ابن حبان: ۱۵۹۷' المعجم الکبیر: ۱۲۸۰۸۔ ۱۲۸۰۷۔ ۱۲۸۰۶۔ ۱۲۸۰۵' مسند احمد ج ۱ ص ۲۲۱ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۹۱۸۔ ج ۳ ص ۳۹۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۲۹۱۵' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں اور ان کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

دو نمازوں کو ملا کر پڑھنے کی کیفیت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ میں سات رکعات اور آٹھ رکعات نماز پڑھی' ظہر اور عصر کی اور مغرب اور عشاء کی' یعنی آپ نے ظہر اور عصر کی آٹھ رکعات نماز اس طرح پڑھی کہ ظہر کو عصر کے وقت تک مؤخر کیا اور عصر کی نماز کو اس کے ابتدائی وقت میں پڑھا' پھر مغرب کی نماز کو عشاء کے وقت تک مؤخر کیا اور عشاء کو ابتدائی وقت میں پڑھا' اور اس طرح آپ نے صورۃً دو نمازوں کو جمع کیا' اور حقیقۃً جمع نہیں کیا کیونکہ ہر نماز اپنے اپنے وقت میں پڑھی۔

علامہ ابن بطال کا امام ابوحنیفہ پر دو مثل سائے اور ظہر اور عصر کے درمیان فاصلہ قرار دینے کا اعتراض۔۔ اور مصنف کی طرف سے اس کا جواب

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

امام مالک نے اس حدیث کی یہ تاویل کی ہے کہ ان نمازوں کو جمع کرنا بارش کے موقع پر تھا' جیسا کہ ایوب نے اس حدیث کی تاویل کی ہے اور یہی امام شافعی کا قول ہے اور اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ نماز کے اوقات مشترک ہیں' اور اس حدیث میں امام شافعی کے اس قول کا رد ہے کہ ظہر کے آخر وقت اور عصر کے اوّل وقت کے درمیان فاصلہ ہے' جس میں ظہر کی کوئی نماز جائز ہے نہ عصر کی اور اس حدیث میں اس شخص کا بھی رد ہے' جو کہتا ہے کہ عصر کا وقت اس وقت تک داخل نہیں ہوتا جب تک کہ ہر چیز کا سایا دو مثل نہ ہو جائے اور وہ امام ابوحنیفہ ہیں' اور رد کی وجہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ظہر اور عصر کی نمازوں کے درمیان فاصلہ کو نہیں بیان فرمایا' اگر ان کے درمیان فاصلہ ہوتا تو اس فاصلہ کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیان فرماتے۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۲۲۶)

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن بطال نے امام ابوحنیفہ پر دو اعتراض کیے ہیں' ایک اعتراض اس پر کیا ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ کہتے ہیں کہ عصر کا وقت اس وقت داخل ہوتا ہے جب ہر چیز کا سایا دو مثل ہو جائے' سو اس پر اعتراض کرنا باطل ہے کیونکہ امام اعظم کا قول صحیح حدیث سے ثابت ہے' یہ حدیث گزر چکی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ظہر کی اذان دینے کا حکم اس وقت دیا' جب ٹیلوں کا سایا ایک مثل ہو گیا تھا۔ (صحیح البخاری: ۵۳۹) اور جب ایک مثل سائے کے بعد ظہر کی اذان دی گئی تو متعین ہو گیا کہ ایک مثل سائے کے بعد عصر کا وقت داخل نہیں ہوتا' جیسا کہ ائمہ ثلاثہ کا مذہب ہے بلکہ دو مثل سائے کے بعد عصر کا وقت داخل ہوتا ہے' جیسا کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا

مذہب ہے۔

علامہ ابن بطال کا امام اعظم قدس سرہٗ پر دوسرا اعتراض بھی باطل ہے کیونکہ امام اعظم ظہر اور عصر کی نمازوں کے درمیان فاصلہ اور مہمل وقت کے قائل نہیں ہیں' ہم صحیح البخاری: ۵۴۰ کی شرح میں لکھ چکے ہیں کہ امام اعظم کے نزدیک ظہر کا وقت زوال آفتاب سے شروع ہوتا ہے اور امام ابو یوسف نے فرمایا کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک دو مثل سائے تک ظہر کا وقت رہتا ہے۔ (المبسوط ج۱ ص۲۹۰۔۲۸۹) بلکہ خود علامہ ابن بطال نے بھی تصریح کی ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک دو مثل سائے تک ظہر کا وقت رہتا ہے' پس جب امام اعظم کے نزدیک ظہر کا وقت زوال آفتاب سے لے کر دو مثل سائے تک رہتا ہے تو پھر اس وقت میں ظہر اور عصر کے درمیان فاصلہ کہاں سے آ گیا۔

بارش کے عذر کی وجہ سے دو نمازوں کو حقیقۃً جمع کرنے کی کیفیت میں ائمہ ثلاثہ کے مذاہب

علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

بارش کے عذر کی وجہ سے دو نمازوں کو جمع کرنے میں فقہاء کا اختلاف ہے' امام مالک نے کہا: بارش کی رات میں مغرب اور عشاء کو جمع کرنا جائز ہے اور ظہر اور عصر کو بارش میں جمع کرنا جائز نہیں ہے' امام احمد کا بھی یہی قول ہے اور امام شافعی نے کہا ہے کہ جب بارش مسلسل ہو رہی ہو تو ظہر اور عصر' اور مغرب اور عشاء کو جمع کرنا جائز ہے اور بغیر بارش کے دو نمازوں کو جمع نہیں کیا جائے گا اور امام مالک نے کہا: اندھیرے اور کیچڑ میں بھی مغرب اور عشاء کو جمع کیا جائے گا خواہ بارش نہ ہو رہی ہو۔ امام مالک کے نزدیک جمع کا طریقہ یہ ہے کہ مغرب کی نماز کو مؤخر کیا جائے' پھر اس کی اذان دی جائے' اقامت کہی جائے اور نماز پڑھی جائے' پھر مسجد میں عشاء کی اذان دی جائے' اقامت کہی جائے اور نماز پڑھی جائے اور لوگ شفق کے غائب ہونے سے پہلے چلے جائیں۔

(شرح ابن بطال ج۲ ص۲۲۷۔۲۲۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

دو نمازوں کو حقیقۃً جمع نہ کرنے اور صورۃً جمع کرنے کی وجہ سے علامہ ابن بطال کا امام ابوحنیفہ پر اعتراض

علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب نے اس حدیث کی مخالفت کی ہے اور کہا ہے کہ کوئی شخص دو نمازوں کو جمع نہ کرے خواہ بارش کا عذر ہو یا کوئی اور عذر ہو اور انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اس حدیث کے متعلق کہا ہے: اس میں جمع کا طریقہ ذکر نہیں ہے اور یہ ممکن ہے کہ آپ نے ظہر کو آخری وقت تک مؤخر کیا ہو اور آخری وقت میں اس کو پڑھا ہو' پھر عصر کی نماز کو اوّل وقت میں پڑھا ہو اور مغرب اور عشاء کی نمازوں میں بھی اسی طرح کیا ہو اور انہوں نے اس کا نام جمع (صوری) رکھا ہے' لیث سے بھی اسی کی مثل مروی ہے' عمرو بن دینار اور ابو الشعثاء نے بھی امام ابوحنیفہ کی مثل تاویل کی ہے۔

عمرو بن دینار نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ میں آٹھ رکعت جمع کر کے پڑھیں اور سات رکعت جمع کر کے پڑھیں' عمرو بیان کرتے ہیں: میں نے جابر بن زید سے کہا: میرا گمان ہے کہ آپ نے ظہر کو مؤخر کیا اور عصر کو جلدی پڑھا اور مغرب کو مؤخر کیا اور عشاء کو جلدی پڑھا' جابر بن زید نے کہا: میرا بھی یہی گمان ہے' یہ ان فقہاء کی تاویل ہے جو جمع حقیقی کو جائز نہیں سمجھتے' امام بخاری نے بھی اس حدیث کے عنوان میں اسی طرف اشارہ کیا ہے۔

ابن المواز نے بھی ابن الماجشون سے اس کی مثل روایت کی ہے اور کہا ہے کہ ظہر کو آخری وقت تک مؤخر کر کے پڑھنے میں اور عصر کو جلدی پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور یہ جمع صوری ہے' حالانکہ یہ تاویل کچھ بھی نہیں ہے۔

اگر دونمازوں کو اس طرح جمع کیا جاتا' جس طرح امام ابوحنیفہ' ابوالشعثاء اور عمرو بن دینار کا زعم ہے تو اس طرح عصر اور مغرب میں بھی جمع کرنا جائز ہوتا اور عشاء اور صبح میں بھی جمع کرنا جائز ہوتا اور جب کہ اس پر اجماع ہے کہ سنت صرف ظہر اور عصر اور مغرب اور عشاء کو جمع کرنے میں ہے' تو اس سے معلوم ہوا کہ ان دونوں کا وقت مشترک ہے اور جو انہوں نے تاویل کی ہے' وہ حقیقت میں جمع نہیں ہے' لہٰذا ان کا قول ساقط ہو گیا۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۲۲۸۔۲۲۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

مصنف کی طرف سے علامہ ابن بطال کے اعتراض کا جواب

میں کہتا ہوں کہ ائمہ ثلاثہ بارش اور سفر ایسے عوارض میں دو نمازوں کو حقیقتہً جمع کرنے کے قائل ہیں' بایں طور کہ ظہر کے وقت میں عصر پڑھ لی جائے اور مغرب کے وقت میں عشاء پڑھ لی جائے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ایک نماز کو دوسری نماز کے وقت میں پڑھنا جائز نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہر نماز کو اپنے وقت میں پڑھنے کا حکم دیا ہے' اگر ایک نماز کے وقت میں دوسری نماز کو پڑھا جائے تو اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی مخالفت ہو گی' قرآن مجید میں ہے:

اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا○ بے شک مؤمنین پر مقررہ اوقات میں نماز فرض ہے○

(النساء: ۱۰۳)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نہیں دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوئی نماز اپنے وقت کے بغیر پڑھی ہو' سوا دو نمازوں کے' آپ نے (مزدلفہ میں) مغرب اور عشاء کو جمع کیا اور فجر کی نماز کو اپنے (معروف) وقت سے پہلے پڑھا۔
(صحیح البخاری: ۱۶۸۲' صحیح مسلم: ۱۲۸۹)

نیز حضرت ابن مسعود نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر نماز اپنے وقت میں پڑھتے تھے سوائے مزدلفہ اور عرفات کے۔
(سنن نسائی: ۳۰۰۷)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے متعدد سفر کیے ہیں' اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مغرب کے وقت میں عشاء پڑھتے یا ظہر کے وقت میں عصر پڑھتے تو یہ بات صحابہ میں بہت مشہور ہوتی مگر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرفات اور مزدلفہ کے علاوہ آپ کو بیک وقت میں دو نمازیں جمع کرتے ہوئے نہیں دیکھا' اس سے معلوم ہوا کہ جن احادیث میں ظہر اور عصر اور مغرب اور عشاء کو جمع کرنے کا ذکر ہے' اس سے مراد جمع صوری ہے' جمع حقیقی نہیں ہے' رہا علامہ ابن بطال کا یہ اعتراض کہ پھر آپ نے عصر اور مغرب کو جمع کیوں نہیں کیا اور عشاء اور صبح کو جمع کیوں نہیں کیا' یہ عجیب و غریب اعتراض ہے' ہم ان نمازوں میں جمع صوری کی تاویل کر رہے ہیں جن کو آپ نے جمع کر کے پڑھا ہے اور جن نمازوں کو آپ نے جمع نہیں کیا ہے' ہم ان میں کاہے کو تاویل کریں گے!

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۵۲۵۔ ج ۲ ص ۴۰۹ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:
(۱) جمع بین الصلوٰتین میں مذاہب (۲) ائمہ ثلاثہ کے دلائل اور ان کے جوابات (۳) احناف کے دلائل۔
یہ بحث' شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۴۱۶۔۴۱۱ پر ہے۔

۱۳ - بَابُ وَقْتِ الْعَصْرِ عصر کا وقت

اس باب میں عصر کے وقت کا بیان ہے۔

وَقَالَ اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ مِنْ قَعْرِ حُجْرَتِهَا. اور ابو اسامہ نے کہا: از ہشام' حضرت عائشہ کے حجرہ کے اندر سے (دھوپ نہیں نکلی تھی)۔

۵۴۴ - حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا اَنَسُ بْنُ عَيَاضٍ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الْعَصْرَ، وَالشَّمْسُ لَمْ تَخْرُجْ مِنْ حُجْرَتِهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں انس بن عیاض نے حدیث بیان کی از ہشام از والدخود کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عصر کی نماز پڑھتے تھے اور دھوپ حضرت عائشہ کے حجرہ سے نہیں نکلی تھی۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۵۲۲ میں گزر چکی ہے۔

۵۴۵ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ فِيْ حُجْرَتِهَا، لَمْ يَظْهَرِ الْفَيْءُ مِنْ حُجْرَتِهَا. وَقَالَ اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ مِنْ قَعْرِ حُجْرَتِهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عصر کی نماز پڑھی اور دھوپ حضرت عائشہ کے حجرہ میں تھی اور سایا ان کے حجرہ سے نہیں نکلا تھا۔ ابو اسامہ نے از ہشام روایت کیا: ان کے حجرہ کے اندر سے۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۵۲۲ میں گزر چکی ہے۔

عصر کا اوّل وقت دو مثل سایا ثابت کرنے کے لیے علامہ عینی کا ایک حدیث سے استدلال اور اس پر مصنف کا تبصرہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ عصر کے وقت میں سب نے امام ابوحنیفہ کی مخالفت کی ہے حتیٰ کہ ان کے اصحاب نے بھی ان کی مخالفت کی ہے امام ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ دو مثل سائے سے عصر کا وقت شروع ہوتا ہے اور ائمہ ثلاثہ اور امام ابو یوسف اور امام محمد نے کہا ہے کہ ایک مثل سائے سے عصر کا وقت شروع ہوتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ جب امام ابوحنیفہ کا استدلال حدیث سے ہے تو لوگوں کی مخالفت ان کو مضر نہیں ہے امام ابن ابی شیبہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم کو عصر کی نماز پڑھائی جس وقت ہر چیز کا سایا دو مثل ہو گیا تھا' جتنی دیر میں کوئی اونٹ سوار ذوالحلیفہ کی طرف جاتا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۲۲۶)

(عمدۃ القاری ج ۵ ص ۴۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ یہ ایک طویل حدیث ہے' جس میں یہ ذکر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو دن پانچ نمازیں پڑھیں' پہلے دن ہر نماز اوّل وقت میں پڑھی اور دوسرے دن ہر نماز آخر وقت میں پڑھی' سو پہلے دن عصر کی نماز ایک مثل سائے کے وقت پڑھی اور دوسرے دن دو مثل سائے کے وقت عصر پڑھی۔ علامہ عینی نے صرف دوسرے دن عصر کی نماز پڑھنے کا وقت لکھا اور پوری حدیث ذکر نہیں کی اور اس سے یہ تاثر دیا ہے کہ دو مثل سایا عصر کا اوّل وقت ہے حالانکہ حدیث میں اس کو آخر وقت فرمایا ہے۔ امام اعظم کا مذہب دوسرے صحیح دلائل سے ثابت ہے لہٰذا علامہ عینی کو حدیث کے اس نامکمل ٹکڑے سے استدلال کرنے کی ضرورت نہ تھی۔

۵۴۶ - حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ اَخْبَرَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن عیینہ نے خبر دی از الزہری از عروہ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي صَلٰوةَ الْعَصْرِ، وَالشَّمْسُ طَالِعَةٌ فِي حُجْرَتِي، لَمْ يَظْهَرِ الْفَيْءُ بَعْدُ. قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ وَقَالَ مَالِكٌ، وَيَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ، وَشُعَيْبٌ، وَابْنُ اَبِي حَفْصَةَ، وَالشَّمْسُ قَبْلَ اَنْ تَظْهَرَ.

از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عصر کی نماز پڑھتے تھے اور میرے حجرہ میں سورج چمک رہا ہوتا تھا اور ابھی تک سایا ظاہر نہیں ہوتا تھا۔ امام ابوعبداللہ بخاری نے کہا اور امام مالک اور یحیٰ بن سعید اور شعیب اور ابن ابی حفصہ نے کہا: سورج اس وقت تک حجرہ سے باہر نہ ہوتا تھا۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۵۲۲ میں گزر چکی ہے۔

عصر کے اوّل وقت کے متعلق دو مثل سائے کی احادیث پر کلام

عبداللہ بن رافع، حضرت ام سلمہ زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آزاد کردہ غلام بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نماز کے وقت کے متعلق سوال کیا تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں تم کو بتاتا ہوں، ظہر کی نماز اس وقت پڑھو جب تمہارا سایا ایک مثل ہو جائے اور عصر کی نماز اس وقت پڑھو، جب تمہارا سایا دو مثل ہو جائے اور مغرب کی نماز اس وقت پڑھو، جب سورج غروب ہو جائے اور عشاء اس وقت پڑھو جب رات کا تہائی حصہ رہ جائے اور صبح کی نماز منہ اندھیرے پڑھو۔

(موطأ امام مالک: ۹۔ص ۳۶، دار المعرفۃ، بیروت، ۱۴۲۰ھ)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نماز کے وقت کے متعلق سوال کیا، پس جب سورج ڈھل گیا تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے ظہر کی اذان دی، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو حکم دیا تو انہوں نے اقامت کہی، پھر انہوں نے عصر کی اذان دی حتیٰ کہ ہم نے گمان کیا کہ آدمی کا سایا اس سے لمبا ہو چکا ہے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز کی اقامت کا حکم دیا، پھر آپ نے نماز پڑھائی، پھر غروبِ آفتاب کے بعد مغرب کی اذان دی، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اقامت کہنے کا حکم دیا اور نماز پڑھائی، پھر جب دن کی سفیدی غائب ہوگئی جو کہ شفق ہے تو عشاء کی اذان دی، پھر آپ نے اقامت کا حکم دیا، پھر نماز پڑھائی، پھر جب فجر طلوع ہوئی تو حضرت بلال نے اذان دی، پھر آپ نے اقامت کا حکم دیا، پھر نماز پڑھائی، پھر دوسرے دن سورج ڈھلنے کے بعد حضرت بلال نے ظہر کی اذان دی، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ظہر کی نماز کو مؤخر کیا حتیٰ کہ ہر چیز کا سایا ایک مثل ہو گیا، پھر حضرت بلال نے اقامت کہی، پس آپ نے نماز پڑھائی، پھر حضرت بلال نے عصر کی اذان دی، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عصر کی نماز کو مؤخر کیا حتیٰ کہ ہر چیز کا سایا دو مثل ہو گیا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اقامت کا حکم دیا، پس حضرت بلال نے اقامت کہی، پس آپ نے نماز پڑھا دی (الیٰ قولہ) پھر آپ نے فرمایا: ان دو وقتوں کے درمیان نماز کا وقت ہے۔ (المعجم الاوسط: ۶۷۸۳، مکتبۃ المعارف، ریاض، ۱۴۱۵ھ)

مؤخر الذکر حدیث میں پہلے دن ایک مثل سائے کے بعد آپ نے نمازِ عصر پڑھائی اور دوسرے دن دو مثل سائے کے بعد نماز عصر پڑھائی اور آخر میں فرمایا: ان دو وقتوں کے درمیان نماز کا وقت ہے۔

اور اوّل الذکر حدیث جو موطأ امام مالک کی روایت ہے، اس کو بھی علامہ ابن عبد البر مالکی متوفی ۴۶۳ھ نے دوسرے دن کی نمازوں پر محمول کیا ہے اور لکھا ہے کہ حضرت ابوہریرہ نے اس حدیث میں نماز کے آخری اوقات مستحبہ بتائے ہیں نہ کہ اوائل اوقات۔ (التمہید ج ۹ص ۷۵، ۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۹ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ عصر کے اوّل وقت میں دو مثل سائے کی حدیث ہم کو صراحۃً نہیں مل سکی، شیخ ظفر احمد عثمانی نے اعلاء السنن ج ۲ ص ۴۹۷۔۴۹۱۔۴۹۰ میں ان دو حدیثوں سے اس پر استدلال کیا ہے کہ عصر کا اوّل وقت دو مثل سایا ہے، مگر ان حدیثوں کی اس پر

ولالت نہیں ہے تاہم دیگر دلائل سے ثابت ہے کہ عصر کا اوّل وقت دومثل سایا ہے جن کا ذکر اس سے پہلے ہماری شرح میں آ چکا ہے۔

۵٤۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا عَوْفٌ، عَنْ سَيَّارِ بْنِ سَلَامَةَ قَالَ دَخَلْتُ اَنَا وَاَبِيْ عَلٰى اَبِيْ بَرْزَةَ الْاَسْلَمِيِّ، فَقَالَ لَهٗ اَبِيْ كَيْفَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الْمَكْتُوْبَةَ؟ فَقَالَ كَانَ يُصَلِّي الْهَجِيْرَ، الَّتِيْ تَدْعُوْنَهَا الْاُوْلٰى، حِيْنَ تَدْحَضُ الشَّمْسُ، وَيُصَلِّي الْعَصْرَ، ثُمَّ يَرْجِعُ اَحَدُنَا اِلٰى رَحْلِهٖ فِيْ اَقْصَى الْمَدِيْنَةِ، وَالشَّمْسُ حَيَّةٌ، وَنَسِيْتُ مَا قَالَ فِي الْمَغْرِبِ، وَكَانَ يَسْتَحِبُّ اَنْ يُؤَخِّرَ الْعِشَاءَ، الَّتِيْ تَدْعُوْنَهَا الْعَتَمَةَ، وَكَانَ يَكْرَهُ النَّوْمَ قَبْلَهَا وَالْحَدِيْثَ بَعْدَهَا، وَكَانَ يَنْفَتِلُ مِنْ صَلٰوةِ الْغَدَاةِ حِيْنَ يَعْرِفُ الرَّجُلُ جَلِيْسَهٗ، وَيَقْرَاُ بِالسِّتِّيْنَ اِلَى الْمِائَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن مقاتل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں عوف نے خبر دی از سیار بن سلامہ انہوں نے بیان کیا کہ میں اور میرے والد حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ کے پاس گئے پس میرے والد نے ان سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرض کس طرح پڑھتے تھے؟ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دوپہر کو نماز پڑھتے تھے جس نماز کو تم پیشین (پہلی نماز) کہتے ہو جس وقت سورج زائل ہو جاتا تھا اور عصر کی نماز پڑھتے تھے پھر ہم میں سے کوئی شخص مدینہ کے آخری حصہ میں اپنے گھر جاتا اور اس وقت سورج چمک رہا ہوتا تھا اور میں بھول گیا کہ انہوں نے مغرب میں کیا بتایا تھا اور آپ عشاء کی نماز کو مؤخر کر کے پڑھنا پسند کرتے تھے جس کو تم عتمہ (اندھیرے والی) کہتے ہو اور آپ عشاء سے پہلے سونے کو اور عشاء کے بعد باتیں کرنے کو ناپسند کرتے تھے اور صبح کی نماز سے آپ اس وقت لوٹتے تھے جب کوئی شخص اپنے ساتھ بیٹھے ہوئے شخص کو پہچان لیتا تھا اور آپ ساٹھ سے لے کر سو آیات پڑھتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۵٤۱ میں گزر چکی ہے۔

۵٤۸ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ اِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ طَلْحَةَ، عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كُنَّا نُصَلِّي الْعَصْرَ، ثُمَّ يَخْرُجُ الْاِنْسَانُ اِلٰى بَنِيْ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ، فَنَجِدُهُمْ يُصَلُّوْنَ الْعَصْرَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از اسحاق بن عبد اللہ بن ابی طلحہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا: ہم عصر کی نماز پڑھتے تھے پھر کوئی انسان بنی عمرو بن عوف کے محلہ میں جاتا تو ان لوگوں کو وہاں عصر کی نماز پڑھتے ہوئے پاتا۔

[اطراف الحدیث: ۵۵۰-۵۵۱-۷۳۲۹]

(صحیح مسلم: ۶۲۱' سنن نسائی: ۵۰۲' مصنف عبد الرزاق: ۲۰۶۹' مسند ابویعلیٰ: ۳۶۰۴' سنن بیہقی ج ۱ ص ۴۴۰' صحیح ابن حبان: ۱۵۲۰' سنن دار قطنی ج ۱ ص ۲۵۳' شرح السنۃ: ۳۶۶' موطأ امام مالک: ۱۱-ج ۱ ص ۳۶' دار المعرفۃ ۱۴۲۰ھ مسند احمد ج ۳ ص ۱۶۱ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۲۶۴۴-ج ۲۰ ص ۸۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبد اللہ بن مسلمہ القعنبی (۲) امام مالک بن انس (۳) اسحاق بن عبد اللہ بن ابی طلحہ' ان کا نام زید بن سہل انصاری ہے' یہ حضرت انس بن مالک کے بھتیجے ہیں' ان کی کنیت ابو یحییٰ ہے' یہ ۱۳۴ھ میں فوت ہو گئے تھے' الواقدی نے کہا: امام مالک ان کو حدیث

میں سب پر مقدم رکھتے تھے (۴) حضرت انس رضی اللہ۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۵۲)

بنوعمرو بن عوف کے لوگوں کا عصر کو مؤخر کر کے پڑھنا

اس حدیث میں مذکور ہے: کوئی انسان عصر پڑھ کر بنوعمرو بن عوف کے محلہ میں جاتا تو وہ لوگ نماز پڑھ رہے ہوتے تھے۔اس کا معنی یہ ہے کہ وہ لوگ عصر کو اوّل وقت سے مؤخر کر کے پڑھتے تھے کیونکہ وہ لوگ کاشت کاری کرتے تھے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۳۱۱۔ ج ۲ ص ۲۴۴ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے یہ عنوان ہیں:

(۱) عصر میں تاخیر کا استحباب (۲) ائمہ ثلاثہ کی احادیث کے جوابات۔

۵۴۹ - حَدَّثَنَا ابْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ عُثْمَانَ بْنِ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا اُمَامَةَ يَقُوْلُ صَلَّيْنَا مَعَ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ الظُّهْرَ، ثُمَّ خَرَجْنَا حَتّٰى دَخَلْنَا عَلٰى اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، فَوَجَدْنَاهُ يُصَلِّي الْعَصْرَ، فَقُلْتُ يَا عَمِّ، مَا هٰذِهِ الصَّلٰوةُ الَّتِيْ صَلَّيْتَ؟ قَالَ الْعَصْرُ، وَهٰذِهِ صَلٰوةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّتِيْ كُنَّا نُصَلِّيْ مَعَهٗ.

(صحیح مسلم: ۶۲۲' سنن ابوداؤد: ۴۰۴' سنن نسائی: ۵۰۳' سنن ابن ماجہ: ۶۸۲' مسند احمد ج ۳ ص ۱۶۱ طبع قدیم)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابن مقاتل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوبکر بن عثمان بن سہل بن حنیف نے خبر دی' انہوں نے بیان کیا: میں نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ سے سنا' وہ بیان کرتے تھے کہ ہم نے عمر بن عبد العزیز کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھی' پھر ہم باہر نکلے حتیٰ کہ ہم حضرت انس بن مالک رضی اللہ کے پاس گئے' وہ اس وقت عصر کی نماز پڑھ رہے تھے' میں نے کہا: اے میرے چچا! آپ نے یہ کون سی نماز پڑھی ہے؟ انہوں نے کہا: عصر کی' اور یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ نماز ہے جو ہم آپ کے ساتھ پڑھتے تھے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابن مقاتل' ان کا نام محمد بن مقاتل ابوالحسن المروزی ہے' یہ مکہ کے مجاور تھے (۲) عبد اللہ' یہ عبد اللہ بن المبارک ہیں (۳) ابوبکر بن عثمان بن سہل بن حنیف' یہ الانصاری الاوسی ہیں' انہوں نے اپنے چچا ابوامامہ سے سماع کیا ہے (۴) حضرت ابوامامہ رضی اللہ' ان کا نام اسعد بن سہل ہے' یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں پیدا ہوئے' صحیح قول کے مطابق یہ صحابی ہیں' ۱۰۰ھ میں یہ فوت ہو گئے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۵۲)

عمر بن عبد العزیز کے تاخیر سے عصر کی نماز پڑھنے کی توجیہ

اس حدیث میں مذکور ہے: ہم حضرت انس بن مالک رضی اللہ کے پاس گئے۔ان کا گھر مسجد کے پڑوس میں تھا' حضرت ابوامامہ نے ان کو تعظیم سے کہا: اے میرے چچا! ورنہ وہ آپ کے چچا نہ تھے' انہوں نے کہا: آپ اس وقت میں کیسی نماز پڑھ رہے ہیں؟

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

صحیح مسلم: ۶۲۱ اور ۶۲۲' اس باب میں صریح ہیں کہ عصر کی نماز کو اول وقت میں پڑھنا چاہیے اور اس کا وقت ایک مثل سائے پر داخل ہوتا ہے' اسی وجہ سے دوسرے فقہاء اس وقت تک ظہر کو مؤخر کرتے ہیں' عمر بن عبد العزیز نے نماز کو اس لیے مؤخر کیا تھا کہ ان سے پہلے حکام کی یہی عادت تھی' اس وقت تک ان کو یہ سنت نہیں پہنچی تھی کہ عصر کی نماز کو مقدم کرنا چاہیے اور جب ان کو یہ سنت پہنچ گئی تو وہ عصر کی نماز کو جلدی پڑھتے تھے' اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ انہوں نے کسی عذر یا مشغولیت کی وجہ سے نماز کو مؤخر کیا ہو' پہلی تاویل راجح ہے کیونکہ اس وقت عمر بن عبد العزیز مدینہ کے حاکم تھے خلیفہ نہ تھے' کیونکہ حضرت انس رضی اللہ' عمر بن عبد العزیز کی خلافت سے نوسال

پہلے فوت ہو گئے تھے۔ (صحیح مسلم بشرح النووی ج ۳ ص ۱۹۸۶ 'مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

۵۵۰ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ حَيَّةٌ، فَيَذْهَبُ الذَّاهِبُ اِلَى الْعَوَالِيْ، فَيَاْتِيْهِمْ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ، وَبَعْضُ الْعَوَالِيْ مِنَ الْمَدِيْنَةِ عَلٰى اَرْبَعَةِ اَمْيَالٍ، اَوْ نَحْوِهٖ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت عصر کی نماز پڑھتے تھے جب سورج بلند اور چمکتا ہوا ہوتا تھا' پس جانے والا العوالی کی طرف جاتا' پھر ان کے پاس جاتا اور سورج بلند ہوتا تھا' اور بعض عوالی مدینہ سے چار میل یا اس جتنے فاصلہ پر تھیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۵۴۸ میں گزر چکی ہے۔

عوالی کا معنی

''العوالی''،''عالیة'' کی جمع ہے' نجد کی سمت پر مدینہ کے گرد بستیوں کو عوالی کہتے ہیں اور جو بستیاں تہامہ کی سمت ہوں' ان کو ''سافله'' کہتے ہیں۔

۵۵۱ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كُنَّا نُصَلِّي الْعَصْرَ، ثُمَّ يَذْهَبُ الذَّاهِبُ مِنَّا اِلٰى قُبَاءٍ، فَيَاْتِيْهِمْ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن شہاب از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم عصر کی نماز پڑھتے تھے' پھر ہم میں سے کوئی جانے والا قباء کی طرف جاتا' پس وہ ان کے پاس پہنچ جاتا اور ابھی سورج بلند ہوتا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۵۴۸ میں گزر چکی ہے۔

۱۴ - بَابُ اِثْمِ مَنْ فَاتَهُ الْعَصْرُ — اس کا گناہ جس کی عصر کی نماز فوت ہو گئی

نماز فوت ہونے سے مراد یہ ہے کہ عصر کی نماز کے وقت جواز سے بلاعذر مؤخر کر کے اس کو پڑھا جائے' جس کو ہمارے عرف میں نماز کو قضاء کرنا کہتے ہیں' کیونکہ اس کے اوپر گناہ مترتب ہوتا ہے۔

۵۵۲ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الَّذِيْ تَفُوْتُهُ صَلٰوةُ الْعَصْرِ، كَاَنَّمَا وُتِرَ اَهْلَهُ وَمَالَهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کی عصر کی نماز فوت ہو جائے' گویا اس کے اہل اور مال کو ہلاک کر دیا گیا۔

قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ يَتِرَكُمْ اَعْمَالَكُمْ، وَتَرْتُ الرَّجُلَ اِذَا قَتَلْتُ لَهُ قَتِيْلًا، اَوْ اَخَذْتُ لَهُ مَالًا.

امام ابوعبداللہ نے کہا: تمہارے اعمال ہلاک ہو گئے اور میں نے مرد کو ہلاک کر دیا' اس کا معنی ہے: میں نے اس کو قتل کر دیا' یا اس کا مال لے لیا۔

(صحیح مسلم: ۶۲۶' الرقم المسلسل: ۱۳۹۱' سنن ابوداؤد: ۴۱۴' السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۳۴۵' سنن ترمذی: ۱۷۵' موطأ امام مالک: ۲۱۔ ج ۱ ص ۳۸' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۰ھ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۴۲' مسند ابو یعلیٰ: ۵۵۰۶' شرح السنۃ: ۳۷۱' تاریخ بغداد ج ۱۲ ص ۴۴' مسند احمد ج ۲ ص ۱۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۴۶۲۱۔ ج ۸ ص ۳۳۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۳۴۳۸' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کے چار رجال ہیں' ان کا پہلے تعارف ہو چکا ہے۔

''وتر'' کا معنی' نماز کو اپنے وقت میں پڑھنے کی اہمیت اور عصر کی نماز کی تعظیم کی خصوصیت

علامہ حمد بن محمد خطابی شافعی متوفی ۳۸۸ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: جس کی نماز عصر فوت ہو گئی گویا اس کا اہل اور مال وتر ہو گیا۔

''وتر'' کا معنی ہے: نقصان ہونا یا چھن جانا' پس جس کے اہل اور مال چھن گئے یا اس کا نقصان ہو گیا' گویا وہ تنہا اور اکیلا رہ گیا' لہٰذا نماز کے فوت ہونے سے انسان کو اس طرح ڈرنا چاہیے' جس طرح وہ اپنے اہل اور مال کے چھن جانے اور ان کے نقصان سے ڈرتا ہے۔ (معالم السنن مع مختصر المنذری ج ۱ ص ۲۴۲' دار المعرفۃ' بیروت)

حافظ ابو عمر یوسف بن عبد اللہ ابن عبد البر المالکی الاندلسی المتوفی ۴۶۳ھ' التمہید میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں نماز کو اپنے وقت میں پڑھنے کی تعظیم اور اہمیت ہے' حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یاد رکھو! تمہارے اعمال میں سب سے افضل نماز ہے۔

(سنن ابن ماجہ: ۲۷۷' مسند احمد ج ۵ ص ۲۷۷' سنن بیہقی ج ۱ ص ۸۲' المستدرک ج ۱ ص ۱۳۰)

اس حدیث میں دنیا کی تحقیر کا ثبوت ہے اور یہ کہ نیک عمل خواہ قلیل ہو وہ دنیا کی کثیر دولت سے افضل ہے' پس جو شخص عاقل اور عالم ہو' وہ اس حدیث کی وجہ سے عصر کی نماز کے فوت ہونے کی وجہ سے غم زدہ ہو گا' اگر اس نے آفتاب کے غروب ہونے سے پہلے یا آفتاب کے زرد ہونے سے پہلے عصر کی ایک رکعت بھی نہیں پڑھی۔

اس حدیث سے ان علماء نے استدلال کیا ہے' جو کہتے ہیں کہ صلوٰۃ وسطیٰ عصر کی نماز ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خصوصیت کے ساتھ صلوٰۃ وسطیٰ کا ذکر فرمایا ہے' قرآن مجید میں ہے:

حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى. تمام نمازوں کی حفاظت کرو خصوصیت کے ساتھ صلوٰۃ وسطیٰ کی۔ (البقرہ: ۲۳۸)

اللہ تعالیٰ نے تمام نمازوں کو ذکر کرنے کے بعد خصوصیت کے ساتھ صلوٰۃ وسطیٰ کا ذکر فرمایا تاکہ اس کی تعظیم ظاہر ہو' جس طرح اللہ تعالیٰ نے درج ذیل آیت میں تمام نبیوں کا ذکر کرنے کے بعد خصوصیت کے ساتھ ہمارے نبی سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر فرمایا ہے:

وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ. (الاحزاب: ۷) اور جب ہم نے تمام نبیوں سے پکا عہد لیا اور آپ سے اور نوح سے اور ابراہیم سے اور موسیٰ سے اور عیسیٰ ابن مریم سے۔

اس آیت میں انبیاء علیہم السلام کا عمومی ذکر کرنے کے بعد آپ کا اور دیگر اولوالعزم رسولوں کا خصوصیت کے ساتھ ذکر فرمایا' اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام نمازوں میں سے صرف نماز عصر کی اہمیت اور تعظیم بیان فرمائی کہ عصر کی نماز کا فوت ہونا تمام اہل اور مال کی ہلاکت اور نقصان کی مثل ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ صلوٰۃ وسطیٰ بھی نماز عصر ہی ہے۔

سو جس شخص کی عصر کی نماز فوت ہو جائے اس کو اس مصیبت پر اتنا رنج اور افسوس کرنا چاہیے جتنا رنج اور افسوس وہ اپنے اہل اور مال کی ہلاکت پر کرتا ہے۔ عصر کی نماز کی اہمیت کی دیگر احادیث درج ذیل ہیں:

ابوالملیح بیان کرتے ہیں کہ ایک ابر آلود دن میں ہم حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے انہوں نے کہا: نماز کو اول وقت میں پڑھ لو کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: جس نے عصر کی نماز کو ترک کر دیا اس کا عمل ضائع ہو گیا۔

(صحیح البخاری: ۵۵۳ سنن نسائی: ۴۷۴ مسند احمد ج ۵ ص ۳۵۰)

عمل ضائع ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس نماز کو بعد میں پڑھنے سے وہ اجر نہیں ملے گا جو اس نماز کو وقت پر پڑھنے سے اجر ملتا ہے اس حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس کی ساری نمازوں اور سارے نیک اعمال کا اجر ضائع ہو جائے گا کیونکہ سارے نیک اعمال کفر سے ضائع ہوتے ہیں جیسا کہ اس آیت میں ہے:

وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ. (المائدہ:۵) اور جو شخص ایمان کے بعد کفر کرے اس کے تمام نیک اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔

یعنی جو کفر نہ کرے اس کے نیک اعمال ضائع نہیں ہوتے۔

(فتح المالک بتبویب التمہید لابن عبدالبر علی موطأ الامام مالک ج۱ ص ۱۷۲-۱۷۰ ملخصاً دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ)

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی اندلسی متوفی ۵۴۴ھ لکھتے ہیں:

عصر کی نماز کی یہ خصوصیت اس لیے ہے کہ عصر کی نماز میں دن اور رات کے فرشتے جمع ہوتے ہیں دن کو جانے والے فرشتے بھی اس عمل کو لکھ لیتے ہیں اور رات میں آنے والے فرشتے بھی اس عمل کو لکھ لیتے ہیں نیز یہ وقت ایسا ہوتا ہے کہ لوگ اپنے کاروبار میں مشغول ہوتے ہیں اور اپنی اغراض کو پورا کرنے کے درپے ہوتے ہیں اور ایسے وقت میں اپنے دنیاوی معاملات کو چھوڑ کر اللہ کا حکم بجالانے کے لیے فرض عصر پڑھنے کے لیے مسجد میں جانا بڑی ہمت اور بڑے حوصلہ کی بات ہے اور جس شخص نے اپنے دنیاوی معاملات کو مقدم رکھا اور نماز میں اتنی تاخیر کر دی کہ سورج زرد ہو گیا یا غروب ہو گیا تو یہ اس کا اخروی اتنا نقصان ہے جس پر اس کو اتنا رنج کرنا چاہیے جتنا رنج وہ جان اور مال کے ضیاع یا ان کی ہلاکت پر کرتا ہے۔ (اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۲ ص ۵۹۱ دار الوفاء ۱۴۱۹ھ)

* یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۱۳۱۷۔ ج ۲ ص ۲۴۷ پر مذکور ہے وہاں اس کی مختصر شرح کی گئی ہے۔

۱۵ - بَابُ اِثْمِ مَنْ تَرَكَ الْعَصْرَ — عصر کی نماز ترک کرنے والے کا گناہ

باب سابق میں اور اس باب میں یہ فرق ہے کہ باب سابق کا مطلب یہ تھا کہ جس نے عصر کی نماز کو اس کے وقت میں نہیں پڑھا حتیٰ کہ سورج زرد ہو گیا یا غروب ہو گیا اور اس باب کا مطلب یہ ہے کہ جس نے عصر کی نماز کو عمداً ترک کر دیا۔

۵۵۳ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اَبِيْ كَثِيْرٍ عَنْ اَبِيْ قِلَابَةَ عَنْ اَبِي الْمَلِيْحِ قَالَ كُنَّا مَعَ بُرَيْدَةَ فِيْ غَزْوَةٍ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ غَيْمٍ فَقَالَ بَكِّرُوْا بِصَلٰوةِ الْعَصْرِ فَاِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ تَرَكَ صَلٰوةَ الْعَصْرِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ. [طرف الحدیث: ۵۹۴]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم بن ابراہیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن ابی کثیر نے حدیث بیان کی از ابی قلابہ از ابی الملیح انہوں نے بیان کیا کہ ہم حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ابر آلود دن میں ایک غزوہ میں تھے انہوں نے کہا: اول وقت میں عصر کی نماز پڑھو کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: جس نے عصر

کی نماز کو ترک کر دیا' اس کا عمل ضائع ہو گیا۔

(سنن نسائی: ۴۷۳ 'مسند ابوداؤد الطیالسی: ۸۱۰ 'مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۴۱۔ ج ۲ ص ۷۳ 'صحیح ابن خزیمہ: ۳۳۶ 'سنن بیہقی ج ۱ ص ۴۴۴ 'شرح السنۃ: ۳۶۹ 'مسند احمد ج ۵ ص ۳۵۰ طبع قدیم 'مسند احمد: ۲۲۹۵۷۔ ج ۳۸ ص ۵۴ 'مؤسسۃ الرسالۃ 'بیروت 'جامع المسانید لابن الجوزی: ۴۲۷ 'مکتبۃ الرشد 'ریاض '۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) مسلم بن ابراہیم الازدی الفراھیدی البصری القصاب' ان کی کنیت ابوعمرو ہے (۲) ہشام بن عبداللہ الدستوائی (۳) یحییٰ بن ابی کثیر (۴) ابوقلابہ عبداللہ بن زید الجرمی (۵) ابوالملیح عامر بن اسامہ الہذلی' یہ ۹۸ھ میں فوت ہو گئے تھے۔ (۶) حضرت بُریدہ بن الحصیب رضی اللہ عنہ' انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ۱۴۶ ' احادیث روایت کی ہیں' ان میں سے امام بخاری نے ۳ ' احادیث روایت کی ہیں' یہ جہاد کرتے ہوئے مَرو میں فوت ہو گئے تھے' یہ صحابی ہیں' آپ ۶۲ھ میں خراسان میں فوت ہوئے تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۵ ص ۵۸)

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس طرح ہے کہ اس میں مذکور ہے کہ جس نے عصر کی نماز کو ترک کیا' اس کا عمل ضائع ہو گیا۔

عمداً عصر کی نماز ترک کرنے والے کی مغفرت کیسے ہو گی؟

قاضی ابوبکر محمد بن عبداللہ ابن العربی الاندلسی المالکی المتوفی ۵۴۳ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کا ظاہر اہل سنت کے عقیدہ کے خلاف ہے کیونکہ اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ گناہ کبیرہ سے اعمال ضائع نہیں ہوتے' جو علماء یہ کہتے ہیں کہ جو شخص وقت نکلنے کے بعد بھی نماز نہ پڑھے' وہ کافر ہے ان کے لیے تو اس حدیث میں کوئی مشکل نہیں' اور جو علماء یہ کہتے ہیں کہ نیک اعمال صرف شرک سے ضائع ہوتے ہیں' وہ کہتے ہیں کہ اگر اس کی اللہ تعالیٰ کے فضل محض سے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت سے فوری مغفرت نہ ہوئی تو پھر وہ دوزخ میں اپنے گناہ کی سزا بھگت کر جنت میں چلا جائے گا۔

(القبس فی شرح موطأ ابن انس ج ۱ ص ۷۲۔ ۷۱ 'دار الکتب العلمیہ 'بیروت '۱۴۱۹ھ)

١٦ - بَابُ فَضْلِ صَلٰوةِ الْعَصْرِ — نمازِ عصر کی فضیلت

اس سے پہلے باب میں عصر نہ پڑھنے کا گناہ بیان کیا گیا تھا اور اس باب میں عصر پڑھنے کا ثواب بیان کیا گیا ہے اور یہ ان دونوں بابوں کے درمیان واضح مناسبت ہے۔

٥٥٤ - حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ قَالَ حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيلُ، عَنْ قَيْسٍ، عَنْ جَرِيْرٍ قَالَ كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَنَظَرَ اِلَى الْقَمَرِ لَيْلَةً يَعْنِي الْبَدْرَ فَقَالَ اِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ كَمَا تَرَوْنَ هٰذَا الْقَمَرَ، لَا تُضَامُّوْنَ فِي رُؤْيَتِهِ، فَاِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ لَّا تُغْلَبُوْا عَلٰى صَلٰوةٍ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا فَافْعَلُوْا. ثُمَّ قَرَاَ ﴿وَسَبِّحْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحمیدی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں مروان بن معاویہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی از قیس از حضرت جریر رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تھے' آپ نے ایک رات چاند کی طرف دیکھا یعنی ماہ تمام کی شب میں' پھر آپ نے فرمایا: بے شک تم اپنے رب کو اس طرح دیکھو گے جس طرح اس چاند کو دیکھ رہے ہو' تمہیں اس کو دیکھنے میں کوئی

بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ﴾ (ق:۳۹). قَالَ إِسْمَاعِيْلُ اِفْعَلُوْا لَا تَفُوْتَنَّكُمْ.

[اطراف الحدیث: ۵۷۳۔۴۸۵۱۔۷۴۳۴۔۷۴۳۵۔۷۴۳۶]

مشقت نہیں ہوگی اگر تم یہ کر سکتے ہو کہ طلوع آفتاب سے پہلے اور غروب آفتاب سے پہلے نماز پڑھنے سے مغلوب نہ ہو تو یہ (ضرور) کرو پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: آپ طلوع آفتاب سے پہلے اور غروب آفتاب سے پہلے (نماز میں) اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح پڑھیے۔ (ق:۳۹) اسماعیل نے کہا: یہ کرو یہ تم سے فوت نہ ہو۔

(صحیح مسلم: ۶۳۳، الرقم المسلسل: ۱۴۰۷، سنن ابوداؤد: ۴۷۲۹، سنن ترمذی: ۲۵۵۱، السنن الکبریٰ للنسائی: ۴۶۰، سنن ابن ماجہ: ۱۷۷، المعجم الکبیر: ۲۲۲۵، تاریخ بغداد ج ۱۰ ص ۴۶۸، مسند الحمیدی: ۷۹۹، مسند احمد ج ۴ ص ۳۶۰ طبع قدیم، مسند احمد: ۱۹۱۹۰۔ ج ۳۱ ص ۵۲۶، موسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید لابن الجوزی: ۱۲۳۲، مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) الحمیدی ان کا نام عبد اللہ بن الزبیر بن عیسیٰ بن عبد اللہ بن الزبیر بن عبد اللہ بن حُمید ہے یہ اپنے دادا حمید القرشی المکی کی طرف منسوب ہیں یہ ۲۱۹ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) مروان بن معاویہ بن الحارث الفزاری یہ دمشق میں ۱۹۳ھ میں فوت ہو گئے تھے ان کی وفات ۸ ذوالحج سے پہلے اچانک ہو گئی تھی (۳) اسماعیل بن خالد (۴) قیس بن ابی حازم (۵) حضرت جریر بن عبد اللہ بن جابر البجلی رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۶۰)

اللہ تعالیٰ کو آخرت میں دیکھنے کی تحقیق

قرآن مجید کی آیات حدیث مذکور اس قسم کی دیگر احادیث صحابہ کرام اور ان کے بعد تابعین اور تبع تابعین کے اجماع سے یہ ثابت ہے کہ مؤمنین آخرت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار کریں گے۔

معتزلہ خوارج اور بعض مرجئہ نے کہا ہے کہ مؤمنین آخرت میں اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھیں گے ان کا استدلال حسب ذیل آیات سے ہے:

معتزلہ وغیرہ کا اللہ تعالیٰ کو نہ دیکھنے پر قرآن مجید سے استدلال اور ان کے جوابات

(۱) لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ. آنکھیں اللہ کا ادراک نہیں کر سکتیں اور وہ آنکھوں کا ادراک کرتا ہے۔ (الانعام: ۱۰۳)

معتزلہ کہتے ہیں: جب آنکھیں اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ سکتیں تو اس سے یہ لازم آیا کہ اللہ تعالیٰ کو دیکھنا ممکن نہیں ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں جن آنکھوں کے دیکھنے کی نفی ہے اس سے مراد کفار کی آنکھیں ہیں یا اس سے مراد ہے: دنیا میں کسی کی آنکھیں بھی اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ سکتیں اور آخرت میں کفار کی آنکھیں اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ سکیں گی یا مراد یہ ہے کہ جس وقت اللہ تعالیٰ جلال اور غضب میں ہوگا اس وقت کوئی آنکھ اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ سکے گی اور بعد میں جب اللہ تعالیٰ مہربان ہوگا اور شفاعت کا اذن دے گا اس وقت تمام مؤمنین اللہ تعالیٰ کو دیکھیں گے۔

(۲) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب اللہ تعالیٰ سے عرض کیا: ''رَبِّ أَرِنِيْ أَنْظُرْ إِلَيْكَ'' اے میرے رب! مجھے اپنی ذات دکھا میں تیری طرف دیکھوں گا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''لَنْ تَرَانِيْ'' (الاعراف: ۱۴۳) آپ مجھے نہیں دیکھ سکیں گے۔

عربی میں ''لَنْ'' مستقبل میں دائمی نفی کے لیے آتا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کبھی بھی اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ

سکیں گے اور جب حضرت موسیٰ ایسے نبی اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ سکتے تو عام مؤمنین تو بہ طریق اولیٰ نہیں دیکھ سکتے!

اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں بہ طور احاطہ دیکھنے کی نفی ہے یعنی حضرت موسیٰ اور دوسرے مؤمنین بھی اللہ تعالیٰ کو اس طرح نہیں دیکھ سکتے کہ اس کی ذات کا احاطہ کرلیں۔

(۳) وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْمِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا. (الشوریٰ:۵۱) اور کسی بشر کے لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ اللہ سے کلام کرے مگر وحی سے یا پردے کی اوٹ سے یا اللہ کوئی فرشتہ بھیجے۔

وہ کہتے ہیں: یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ جو شخص بھی اللہ سے کلام کرے گا' وہ اس کو نہیں دیکھے گا اور جب کلام کے وقت اللہ کو نہیں دیکھے گا تو کلام کے بغیر بھی اللہ کو نہیں دیکھے گا کیونکہ کوئی بھی فصل کا قائل نہیں ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ قاعدہ دنیا پر محمول ہے یعنی دنیا میں اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہوتے وقت کوئی اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھتا اور ہم اس کے قائل ہیں کہ مؤمنین آخرت میں اللہ تعالیٰ کو دیکھیں گے۔

(۴) جن لوگوں نے بھی اللہ تعالیٰ کے دیدار کو طلب کیا' اللہ تعالیٰ نے ان کی مذمت کی:

وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْكُمُ الصّٰعِقَةُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَO (البقرہ:۵۵) اور جب تم نے کہا: اے موسیٰ! ہم آپ کے لیے ہرگز ایمان نہیں لائیں جب تک ہم اللہ کو کھلم کھلا دیکھ نہ لیں' پھر تم کو ایک کڑک کے عذاب نے پکڑ لیا اور تم اس کا مشاہدہ کررہے تھےO

اس کا جواب یہ ہے کہ ان پر عذاب اس لیے آیا تھا کہ انہوں نے سرکشی اور عناد سے اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کا مطالبہ کیا تھا۔

اللہ تعالیٰ کو آخرت میں دیکھنے کے متعلق قرآن مجید کی آیات

(۱) وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌO اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌO (القیامۃ:۲۳-۲۲) اس دن بعض چہرے تروتازہ ہوں گےO اپنے رب کی طرف دیکھتے ہوں گےO

(۲) كَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَO (المطففین:۱۵) ہرگز نہیں! یہ کفار اس دن اپنے رب سے حجاب میں ہوں گےO

یہ آیت اس کو مستلزم ہے کہ قیامت کے دن مؤمنین اپنے رب سے حجاب میں نہیں ہوں گے بلکہ اس کو دیکھ رہے ہوں گے' ورنہ یہ آیت کفار کے لیے باعث حسرت اور افسوس نہ ہوتی' وہ کہتے: ہماری کیا خصوصیت ہے' مؤمنین بھی اپنے رب سے حجاب میں ہیں۔

معتزلہ کی عقلی دلیل کا جواب

معتزلہ یہ کہتے ہیں کہ کسی چیز کے دکھائی دینے کے لیے یہ قاعدہ ہے کہ وہ دیکھنے والے کی مقابل جانب میں ہو' اگر اللہ تعالیٰ دکھائی دے گا تو ضروری ہے کہ وہ مؤمنین کی مقابل جانب میں ہو اور اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے کہ وہ کسی جہت اور جانب میں ہو' اس کا جواب یہ ہے کہ اس کے تم بھی قائل ہو کہ اللہ تعالیٰ دیکھتا ہے اور مخلوق اس کو دکھائی دیتی ہے' لہٰذا تمہارے اس قاعدہ سے لازم آئے گا کہ اللہ تعالیٰ مخلوق کی جانب مقابل میں ہو اور اب اس اعتراض سے صرف اسی طرح چھٹکارہ مل سکتا ہے کہ یہ قاعدہ کہ دکھائی دینے والا دیکھنے والے کی جانب مقابل میں ہو مخلوق کے لیے ہے' اور اللہ تعالیٰ دیکھنے اور دکھائی دینے دونوں میں اس قاعدہ کا پابند نہیں ہے۔

حدیث مذکور کے دیگر فوائد

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فجر اور عصر کی نماز پڑھنے کی زیادہ فضیلت ہے' فجر کی نماز کی اس وجہ سے فضیلت ہے کہ اس وقت

انسان نیند کو ترک کر کے نماز کے لیے جاتا ہے اور یہ نفس پر دشوار ہوتا ہے اور عصر میں اس لیے کہ وہ وقت کاروبار میں مشغولیت کا ہوتا ہے اور کاروبار کو چھوڑ کر نماز کے لیے جانا بھی نفس پر دشوار ہوتا ہے' اس لیے فجر اور عصر کی نمازوں میں فضیلت ہے اور اس لیے بھی کہ ان دونوں نمازوں کے وقتوں میں رات اور دن کے فرشتے جمع ہوتے ہیں اور وہ دونوں اس کے نماز میں مشغول ہونے کو لکھ لیتے ہیں۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کی امید اسی شخص کو رکھنی چاہیے' جو ان دونوں نمازوں کی حفاظت کرتا ہے۔

٥٥٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ' عَنْ اَبِي الزِّنَادِ' عَنِ الْاَعْرَجِ ' عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَتَعَاقَبُوْنَ فِيْكُمْ مَلَائِكَةٌ بِاللَّيْلِ وَمَلَائِكَةٌ بِالنَّهَارِ' وَيَجْتَمِعُوْنَ فِيْ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَصَلٰوةِ الْعَصْرِ' ثُمَّ يَعْرُجُ الَّذِيْنَ بَاتُوْا فِيْكُمْ ' فَيَسْاَلُهُمْ وَهُوَ اَعْلَمُ بِهِمْ كَيْفَ تَرَكْتُمْ عِبَادِيْ؟ فَيَقُوْلُوْنَ تَرَكْنَاهُمْ وَهُمْ يُصَلُّوْنَ ' وَاَتَيْنَاهُمْ وَهُمْ يُصَلُّوْنَ.

[اطراف الحدیث: ٣٢٢٣-٧٤٢٩-٧٤٨٦]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے حدیث بیان کی از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہارے پاس رات کے فرشتے اور دن کے فرشتے باری باری آتے ہیں اور وہ فجر کی نماز میں اور عصر کی نماز میں جمع ہوتے ہیں' پھر جن فرشتوں نے تمہارے ساتھ رات گزاری تھی' وہ اوپر چڑھ جاتے ہیں' اللہ ان سے سوال کرتا ہے حالانکہ وہ ان سے زیادہ جاننے والا ہے: تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا؟ وہ کہیں گے کہ ہم نے ان کو اس حال میں چھوڑا کہ وہ نماز پڑھ رہے تھے اور جب ہم ان کے پاس آئے تھے تو وہ نماز پڑھ رہے تھے۔

(صحیح مسلم: ٦٣٢' الرقم المسلسل: ١٤٠٥' سنن نسائی: ٤٨١' موطأ امام مالک: ٤٢٠- ج ١ ص ١٦٧' دار المعرفۃ' بیروت' صحیح ابن حبان: ١٧٣٦' شرح السنۃ: ٣٨٠' مسند ابویعلیٰ: ٦٣٣٠' سنن بیہقی ج ١ ص ٤٦٥' تاریخ بغداد ج ٨ ص ٣٠٥' مسند احمد ج ٢ ص ٤٨٦ طبع قدیم' مسند احمد: ١٠٣٠٩- ج ١٦ ص ٢٠٩' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ٤٩٨١' مکتبۃ الرشد' ریاض' ١٤٢٦ھ)

حدیث مذکور کی سند میں پانچ رجال ہیں اور ان کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس جملہ میں ہے: فرشتے فجر اور عصر کی نماز میں جمع ہوتے ہیں۔

فرشتوں کے باری باری آنے کی کیفیت اور قرآن مجید میں صرف فجر کے وقت کے ذکر کی توجیہ

حافظ یوسف بن عبداللہ ابن عبدالبر المالکی القرطبی المتوفی ٤٦٣ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فرشتے نمازوں میں حاضر ہوتے ہیں' زیادہ ظاہر یہ ہے کہ وہ جماعت میں حاضر ہوتے ہیں' اگرچہ یہ بھی احتمال ہے کہ وہ بغیر جماعت سے پڑھی جانے والی نماز میں بھی حاضر ہوتے ہیں' اس حدیث میں مذکور ہے: وہ باری باری حاضر ہوتے ہیں یعنی فرشتوں کی ایک جماعت حاضر ہوتی ہے' اس کے بعد دوسری جماعت حاضر ہوتی ہے۔

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ دن کے فرشتے صبح کی نماز میں نازل ہوتے ہیں' پھر بنی آدم کے اعمال کا شمار کرتے ہیں اور جن فرشتوں نے بنو آدم کے پاس رات گزاری تھی' وہ اوپر چڑھ جاتے ہیں اور جب عصر کا وقت ہوتا ہے تو رات کے فرشتے نازل ہوتے ہیں اور انسانوں کے اعمال کا شمار کرتے ہیں اور دن کے فرشتے اوپر چڑھ جاتے ہیں' پھر اسی طرح باری باری فرشتے آتے جاتے رہتے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے:

وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ کَانَ مَشْهُوْدًاO اور فجر میں قرآن پڑھنا' بے شک فجر میں قرآن پڑھنے کے

(بنی اسرائیل:۷۸) دوران فرشتے حاضر ہوتے ہیںO

فجر کا اس لیے خصوصیت کے ساتھ ذکر فرمایا ہے کہ فجر کی نماز میں بلند آواز سے قرآن پڑھا جاتا ہے' اس کے برخلاف عصر کی نماز میں قرآن آہستہ پڑھا جاتا ہے' اگرچہ فرشتے فجر اور عصر دونوں نمازوں میں حاضر ہوتے ہیں۔

(تمہید ج ۷ ص ۴۶۳۔۴۶۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

فرشتوں کا بنو آدم کی عبادت کا اعتراف کرنا

اللہ تعالیٰ فرشتوں سے سوال فرماتا ہے: تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا؟ وہ کہتے ہیں: جب ہم ان کے پاس گئے تو وہ نماز پڑھ رہے تھے اور جب ہم ان کے پاس سے آئے تو وہ نماز پڑھ رہے تھے' اللہ تعالیٰ فرشتوں کے اس جواب سے فرشتوں پر حجت فرماتا ہے کہ تم نے آدم کی پیدائش کے وقت کہا تھا کہ اس کی اولاد زمین میں فتنہ اور فساد کرے گی' خون ریزی کرے گی اور اب فرشتوں کی زبان سے یہ اعتراف کراتا ہے کہ ہم بنو آدم کے پاس گئے تو وہ نماز پڑھ رہے تھے اور ہم ان کے پاس سے آئے تو وہ نماز پڑھ رہے تھے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۳۳۱۔ ج ۲ ص ۲۵۴ پر مذکور ہے' اس کی شرح میں دیدارِ الٰہی کی تحقیق' اور عصر اور فجر میں فرشتوں کے اجتماع کی خصوصیت بیان کی گئی ہے۔

۱۷ - بَابُ مَنْ اَدْرَكَ رَكْعَةً مِنَ الْعَصْرِ قَبْلَ الْغُرُوْبِ

جس نے غروب (آفتاب) سے پہلے عصر کی نماز کی ایک رکعت کو پالیا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جس شخص نے سورج کے غروب ہونے سے پہلے عصر کی نماز کی رکعت کا وقت پالیا' اس کی نماز کا کیا حکم ہے' آیا وہ اپنی نماز پوری کرے یا نہیں؟

٥٥٦ - حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ' عَنْ يَحْيٰى' عَنْ اَبِىْ سَلَمَةَ' عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَدْرَكَ اَحَدُكُمْ سَجْدَةً مِّنْ صَلٰوةِ الْعَصْرِ' قَبْلَ اَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ' فَلْيُتِمَّ صَلٰوتَهٗ' وَاِذَا اَدْرَكَ سَجْدَةً مِنْ صَلٰوةِ الصُّبْحِ' قَبْلَ اَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ' فَلْيُتِمَّ صَلٰوتَهٗ. [اطراف الحدیث:۵۷۹۔۵۸۰]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شیبان نے حدیث بیان کی از یحییٰ از ابی سلمہ از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص سورج کے غروب ہونے سے پہلے عصر کی نماز کا ایک سجدہ پالے تو وہ اپنی نماز پوری کرے اور جب تم میں سے کوئی شخص سورج کے طلوع ہونے سے پہلے صبح کی نماز کا ایک سجدہ پالے تو وہ اپنی نماز پوری کرے۔

(صحیح مسلم: ۶۰۸' الرقم المسلسل: ۱۳۴۹' سنن ترمذی: ۱۸۶' سنن نسائی: ۵۱۷' سنن ابن ماجہ: ۶۹۹' موطأ امام مالک: ۵۔ ج ۱ ص ۳۵۔۳۴' دارالمعرفۃ' بیروت' سنن دارمی: ۱۲۲۲' صحیح ابن خزیمہ: ۹۸۵' صحیح ابن حبان: ۱۵۸۳۔۱۵۵۷' سنن بیہقی ج ۱ ص ۳۶۸۔۳۶۷' شرح السنۃ: ۳۹۹' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۲۳۸۱' مسند احمد ج ۲ ص ۲۶۲ طبع قدیم' مسند احمد: ۹۹۵۳۔ ج ۱۶ ص ۲۷۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۴۸۳۹' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے پانچ رجال ہیں' ان سب کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس جملہ میں ہے: جب تم میں سے کوئی شخص سورج کے غروب ہونے سے

پہلے عصر کی نماز کا ایک سجدہ پالے تو وہ اپنی نماز پوری کرے۔

جن کو عصر یا فجر کی ایک رکعت کا وقت ملا' ان کی نماز پوری کرنے کے متعلق مذاہب ائمہ

حافظ یوسف بن عبد اللہ ابن عبد البر مالکی قرطبی متوفی ۴۶۳ھ 'تمہید میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ادراک سے مراد ادراک وقت ہے اور اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ جس نے اس وقت میں نماز کی ایک رکعت کو پالیا تو وہ ایک رکعت اس کے لیے اس وقت کی نماز سے کافی ہوگی۔

اس پر مسلمانوں کا اجماع اور اتفاق ہے کہ نمازی پر فرض ہے کہ وہ صبح کی پوری نماز پڑھے اور عصر کی پوری نماز پڑھے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جو ارشاد ہے: اس نے اس نماز کو پالیا' اس سے مراد ہے کہ اس نے اس نماز کے وقت کو پالیا' ہاں! دوسرے دلائل اس پر دلالت کرتے ہیں کہ نماز کا وقت مختار' اس وقت کا غیر ہے۔

ان دلائل میں سے یہ ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عصر کا آخری وقت وہ ہے' جب تک سورج زرد نہ ہو۔ (مسند احمد ج ۱ ص ۲۱۰) یعنی آخری وقت مختار تا کہ احادیث متعارض نہ ہوں۔

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ منافقین کی نماز ہے' ان میں سے کوئی شخص بیٹھا رہتا ہے حتیٰ کہ جب سورج زرد ہو جاتا ہے اور شیطان کے دو سینگھوں کے درمیان ہوتا ہے تو وہ چار ٹھونگیں مارتا ہے اور اس میں اللہ کا ذکر وہ بہت کم کرتا ہے۔ (صحیح مسلم: ۶۲۲' سنن ترمذی: ۱۶۰)

یہ تغلیظ اس شخص پر ہے' جس نے اس وقت میں نماز پڑھنے کو ترک کیا' جس وقت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عصر کی نماز میں اپنی امت کے لیے اختیار فرمایا تھا اور اس نے بغیر کسی عذر صحیح کے اس وقت سے اعراض کیا۔

عصر کی نماز کو جلدی پڑھنے کے متعلق بہت آثار مروی ہیں' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عُمّال کی طرف خط لکھا کہ عصر کی نماز اس وقت پڑھو جب سورج سفید چمک دار ہو' اس سے پہلے کہ وہ زرد ہو جائے۔

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عصر کا وقت اس وقت تک ہے' جب تک سورج زرد نہ ہو۔ (مسند احمد ج ۱ ص ۲۱۰' السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۱ ص ۳۶۵)

فقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ صبح کی نماز کا اوّل وقت وہ ہے جب فجر صادق طلوع ہوتی ہے' جب مشرق کے افق سے ہر طرف سفیدی پھیل جاتی ہے اور اس کے بعد اندھیرا نہیں ہوتا اور فجر کے آخر وقت میں اختلاف ہے' ابن وہب نے امام مالک سے روایت کی ہے کہ فجر کا وقت طلوع فجر سے طلوع شمس تک ہے اور ابن القاسم نے امام مالک سے روایت کی ہے کہ فجر کا اوّل وقت وہ ہے' جب اندھیرا ہو اور ستاروں کا جال بنا ہوا ہو اور آخری وقت وہ ہے' جب سفیدی پھیل جائے۔

ابو عمر ابن عبد البر کہتے ہیں کہ ہمارے نزدیک یہ وقت مختار پر محمول ہے کیونکہ امام مالک کہتے ہیں کہ جس شخص نے کسی عذر کی وجہ سے سورج کے طلوع ہونے سے پہلے فجر کی نماز کی ایک رکعت پڑھ لی تو اس سے نماز ساقط ہو جائے گی' جیسے کوئی حائض اس وقت میں حیض سے پاک ہو جائے' جب فجر کا اتنا وقت رہتا ہو' جس میں ایک رکعت نماز پڑھی جا سکے تو ایک رکعت کی مقدار وقت پانے کی وجہ سے اس پر فجر کی نماز واجب ہو جائے گی' خواہ وہ دوسری رکعت طلوع فجر کے ساتھ پڑھے یا اس کے بعد پڑھے۔

امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب نے کہا ہے: فجر کا آخری وقت سورج کے طلوع ہونے تک ہے' اسی طرح امام شافعی نے کہا ہے کہ فجر کا آخری وقت طلوع آفتاب تک ہے مگر ان کے نزدیک طلوع آفتاب سے اس شخص کی نماز فوت نہیں ہوگی' جو طلوع آفتاب

سے پہلے دو سجدوں کے ساتھ ایک رکعت مکمل کر چکا ہو اور جس نے دو سجدوں کے ساتھ ایک رکعت طلوع آفتاب سے پہلے مکمل نہیں کی اس کی نماز فجر فوت ہو گئی۔ امام احمد بن حنبل کا قول بھی امام شافعی کی مثل ہے کہ جس نے کسی عذر صحیح کی وجہ سے طلوع آفتاب سے پہلے ایک رکعت پڑھ لی' وہ طلوع آفتاب کے بعد اپنی نماز پوری کرے' اور فقہاء یہ کہتے ہیں کہ اگر وہ کسی ضرورت یا عذر صحیح کی وجہ سے ایسا کرے تو جائز ہے ورنہ نہیں' امام مالک' امام شافعی' امام احمد اور امام اوزاعی کا یہی مذہب ہے اور امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کے نزدیک ضرورت اور عذر ہو یا نہ ہو' جس نے طلوع آفتاب سے پہلے صرف ایک رکعت نماز پڑھی' پھر آفتاب طلوع ہو گیا تو اس کی نماز فاسد ہو گئی کیونکہ طلوع آفتاب کے بعد نماز پڑھنا جائز نہیں ہے' اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرما دیا ہے۔

(فتح المالک بتبویب التمہید لابن عبد البر علی موطأ الامام مالک ج ۱ ص ۱۳۷۔۱۳۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

فجر اور عصر کی نماز پوری کرنے کے متعلق امام اعظم کے مذہب کی تفصیل

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ صریح دلیل ہے کہ جس نے عصر کی نماز کی ایک رکعت پڑھی' پھر اس کے سلام پھیرنے سے پہلے عصر کا وقت نکل گیا تو اس کی نماز باطل نہیں ہو گی بلکہ وہ اپنی نماز پوری کرے گا اور اس پر چاروں ائمہ متفق ہیں' اور صبح کی نماز کی جس شخص نے ایک رکعت نماز پڑھی اور پھر اس کے سلام پھیرنے سے پہلے سورج نکل آیا تو امام مالک' امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک وہ بھی اسی طرح ہے اور وہ سورج نکلنے کے بعد اپنی نماز پوری کرے گا کیونکہ باب مذکور کی حدیث میں فجر اور عصر دونوں نمازوں کا ایک حکم بیان فرمایا ہے' اسی وجہ سے مذاہب ثلاثہ کے فقہاء نے کہا ہے کہ امام ابوحنیفہ نے اس حدیث کی مخالفت کی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۵ ص ۷۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

سورج طلوع ہونے کے بعد فجر کی نماز پوری کرنے میں احادیث کی مخالفت ہے

ہم کہتے ہیں کہ ائمہ ثلاثہ نے اس حدیث کی مخالفت کی ہے' جس میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سورج نکلنے کے بعد نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے اور یہ ائمہ ثلاثہ کہتے ہیں کہ فجر کی باقی ماندہ ایک رکعت نمازی سورج نکلنے کے بعد پڑھے' طلوع آفتاب کے بعد نماز پڑھنے کی ممانعت کے متعلق حسب ذیل احادیث ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میرے نزدیک سب سے پسندیدہ شخص حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں اور انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صبح کے بعد نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے حتیٰ کہ سورج چمکنے لگے اور عصر کے بعد نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے' حتیٰ کہ سورج غروب ہو جائے۔ (صحیح البخاری: ۵۸۱' صحیح مسلم: ۸۲۶' سنن ترمذی: ۱۸۳' سنن نسائی: ۵۶۱' سنن ابن ماجہ: ۱۲۵۰' مسند احمد ج ۱ ص ۲۱۔۱۸)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم نہ طلوع شمس کے وقت نماز کا قصد کرو نہ غروب شمس کے وقت۔ (صحیح البخاری: ۵۸۲' صحیح مسلم: ۸۲۸' سنن نسائی: ۵۵۹' مسند احمد ج ۲ ص ۱۹)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب سورج کی بھوں طلوع ہو جائے تو نماز کو مؤخر کر دو' حتیٰ کہ سورج بلند ہو جائے اور جب سورج کی بھوں غائب ہو جائے تو نماز کو مؤخر کر دو حتیٰ کہ سورج غائب ہو جائے۔

(صحیح البخاری: ۵۸۳' صحیح مسلم: ۸۲۹۔۸۲۸' سنن نسائی: ۵۶۷' مسند احمد ج ۲ ص ۱۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو قسم کی بیع' دو قسم کے لباس اور دو قسم کی نمازوں سے منع فرمایا' آپ نے فجر کے بعد نماز پڑھنے سے منع فرمایا حتیٰ کہ سورج طلوع ہو جائے اور عصر کے بعد نماز پڑھنے سے منع فرمایا حتیٰ کہ سورج

غروب ہو جائے۔ (الحدیث) (صحیح البخاری:۵۸۴)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ تم میں سے کوئی شخص طلوع شمس کے وقت قصد کر کے نماز نہ پڑھے اور نہ غروب شمس کے وقت۔ (صحیح البخاری:۵۸۵)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: صبح کے بعد کوئی نماز نہیں ہے حتیٰ کہ سورج بلند ہو جائے اور عصر کے بعد کوئی نماز نہیں ہے حتیٰ کہ سورج غروب ہو جائے۔ (صحیح البخاری:۵۸۶' صحیح مسلم:۸۲۷' سنن نسائی:۵۶۴)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو نمازوں سے منع فرمایا: فجر کے بعد حتیٰ کہ سورج طلوع ہو جائے اور عصر کے بعد حتیٰ کہ سورج غروب ہو جائے۔ (صحیح البخاری:۵۸۸)

طلوعِ آفتاب کے بعد نماز پوری نہ کرنے اور غروبِ آفتاب کے بعد نماز پوری کرنے کے فرق کی وضاحت

باقی رہا یہ اعتراض کہ باب مذکور کی حدیث میں ہے کہ جس نے غروبِ آفتاب سے پہلے عصر کی ایک رکعت کا وقت پالیا' وہ عصر کی نماز کو پورا کرے' امام ابوحنیفہ اس حدیث کو اپنے ظاہر پر محمول کرتے ہیں' کیونکہ عصر کا آخری وقت ناقص ہوتا ہے' جب سورج کا رنگ زرد پڑ جاتا ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس وقت سورج شیطان کے دو سینگھوں کے درمیان ہوتا ہے اور اس وقت کی نماز کے متعلق فرمایا: یہ منافقین کی نماز ہے۔ (صحیح مسلم:۶۲۲' سنن ترمذی:۱۶۰) سو غروبِ آفتاب سے پہلے ناقص وقت ہوتا ہے' تو جس نے غروب سے پہلے ایک رکعت نماز کا وقت پایا' وہ غروب کے بعد نماز پوری کرلے کیونکہ اس نے شروع بھی ناقص وقت میں کی تھی تو اس کو ختم بھی ناقص وقت میں کرے' اس کے برخلاف فجر کا پورا وقت کامل ہے' اگر طلوعِ شمس سے پہلے اس نے ایک رکعت نماز پڑھی اور طلوعِ شمس کے بعد بقیہ ایک رکعت پڑھے گا تو یہ نماز شروع تو کامل وقت میں ہوئی تھی اور وہ اس کو ختم ناقص وقت میں کر رہا ہے' اس لیے یہ نماز فاسد ہو جائے گی' اس دقت اور باریکی کی وجہ سے امام اعظم نے ان دونوں نمازوں میں فرق کیا ہے کہ غروبِ آفتاب سے پہلے نمازی نے ایک رکعت نماز کا وقت پایا تو وہ بعد میں نماز پوری کرے تو نماز ہو جائے گی اور طلوعِ آفتاب سے پہلے ایک رکعت پڑھی اور آفتاب طلوع ہو گیا تو یہ نماز نہیں ہوگی۔

باب مذکور کی حدیث کا محمل

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حدیث میں تو فجر اور عصر دونوں نمازوں کے متعلق فرمایا ہے کہ نمازی اپنی نماز پوری کرے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کا محمل یہ ہے کہ جو کافر اس وقت مسلمان ہوا' جب آفتاب کے طلوع میں فجر کی ایک رکعت نماز کا وقت رہتا تھا یا کوئی لڑکا اس وقت بالغ ہوا' یا لڑکی اس وقت بالغ ہوئی یا کسی لڑکی کا حیض یا نفاس اس وقت ختم ہوا' جب سورج کے طلوع میں ایک رکعت نماز کا وقت تھا تو ان سب پر فجر کی نماز فرض ہو جائے گی اور وہ اس نماز کی قضاء کریں گے' اسی طرح کوئی کافر اس وقت مسلمان ہوا' جب عصر کی نماز کی ایک رکعت کا وقت رہتا تھا یا کوئی لڑکی یا لڑکا اس وقت بالغ ہوا یا کسی عورت کا اس وقت حیض یا نفاس ختم ہوا' جب سورج غروب ہونے سے پہلے صرف ایک رکعت نماز پڑھنے کا وقت تھا تو ان کے ذمہ عصر کی نماز فرض ہو جائے گی اور وہ اس نماز کو پورا کریں گے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم:۱۲۷۵-ج ۲ ص ۲۱۹ پر مذکور ہے' اس حدیث کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:
(۱) دورانِ نماز طلوع یا غروبِ آفتاب سے نماز کا حکم (۲) ائمہ ثلاثہ کی احادیث کا جواب۔

۵۵۷ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالعزیز بن عبداللہ

حَدَّثَنِی اِبْرَاهِیْمُ ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ ' عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ ' عَنْ اَبِیْهِ اَنَّهٗ اَخْبَرَهٗ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّمَا بَقَاؤُکُمْ فِیْمَا سَلَفَ قَبْلَکُمْ مِنَ الْاُمَمِ ' کَمَا بَیْنَ صَلٰوةِ الْعَصْرِ اِلٰی غُرُوْبِ الشَّمْسِ ' اُوْتِیَ اَهْلُ التَّوْرَاةِ التَّوْرَاةَ ' فَعَمِلُوْا حَتّٰی اِذَا انْتَصَفَ النَّهَارُ عَجَزُوْا ' فَاُعْطُوْا قِیْرَاطًا قِیْرَاطًا ' ثُمَّ اُوْتِیَ اَهْلُ الْاِنْجِیْلِ الْاِنْجِیْلَ ' فَعَمِلُوْا اِلٰی صَلٰوةِ الْعَصْرِ ثُمَّ عَجَزُوْا ' فَاُعْطُوْا قِیْرَاطًا قِیْرَاطًا ' ثُمَّ اُوْتِیْنَا الْقُرْاٰنَ ' فَعَمِلْنَا اِلٰی غُرُوْبِ الشَّمْسِ ' فَاُعْطِیْنَا قِیْرَاطَیْنِ قِیْرَاطَیْنِ ' فَقَالَ اَهْلُ الْکِتَابَیْنِ اَیْ رَبَّنَا ' اَعْطَیْتَ هٰؤُلَاءِ قِیْرَاطَیْنِ قِیْرَاطَیْنِ ' وَاَعْطَیْتَنَا قِیْرَاطًا قِیْرَاطًا ' وَنَحْنُ کُنَّا اَکْثَرَ عَمَلًا ؟ ! قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ هَلْ ظَلَمْتُکُمْ مِنْ اَجْرِکُمْ مِّنْ شَیْءٍ ؟ قَالُوْا لَا ' قَالَ فَهُوَ فَضْلِیْ اُوْتِیْهِ مَنْ اَشَآءُ.

(امام بخاری روایت کرتے ہیں:) ۔۔۔ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابراہیم نے حدیث بیان کی' از ابن شہاب از سالم بن عبد اللہ از والد خود' ان کو خبر دی کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: تم سے پہلی امتوں میں تمہاری بقاء اس طرح ہے جیسے نماز عصر سے غروب آفتاب تک' اہل تورات کو تورات دی گئی' پس انہوں نے عمل کیا حتیٰ کہ جب دوپہر ہوگئی تو وہ تھک گئے' پھر ان کو قیراط' قیراط دیا گیا' پھر اہل انجیل کو انجیل دی گئی' پس انہوں نے عصر کی نماز تک عمل کیا' پھر وہ تھک گئے' پس ان کو قیراط' قیراط دیا گیا' پھر ہم کو قرآن دیا گیا تو ہم نے غروب آفتاب تک عمل کیا' پس ہم کو دو' دو قیراط دیئے گئے' پھر دونوں کتاب والوں نے کہا: اے ہمارے رب! آپ نے ان کو دو' دو قیراط دیئے اور ہم کو ایک ایک قیراط دیا حالانکہ ہم نے زیادہ عمل کیا تھا؟ اللہ عزوجل نے فرمایا: کیا میں نے تم کو تمہارے اجر سے کچھ کم دیا ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں' اللہ نے فرمایا: پھر یہ میرا فضل ہے' میں جس کو چاہوں عطا کروں۔

[اطراف الحدیث: ۲۲۶۸-۲۲۶۹-۳۴۵۹-۵۰۲۱-۷۴۶۷-۷۵۳۳] (سنن ترمذی: ۲۸۷۱' صحیح ابن حبان: ۶۶۳۹' مصنف عبد الرزاق: ۲۰۵۶۵-۲۰۹۱۱' سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۱۸' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۱۸۲۰' مسند ابویعلیٰ: ۵۸۳۸' المعجم الاوسط: ۱۶۴۲' شرح السنۃ: ۴۰۱۷' المعجم الصغیر: ۵۳' المعجم الکبیر: ۱۳۲۸۵' مسند احمد ج ۲ ص ۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۴۵۰۸- ج ۸ ص ۱۰۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۳۴۱۶' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں' ان سب کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

اس حدیث کا عنوان ہے: جس شخص نے غروب سے پہلے ایک رکعت کو پالیا' اور اس حدیث کی اس عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس میں یہ ذکر ہے کہ ہمیں قرآن دیا گیا اور ہم نے عصر سے مغرب تک کام کیا اور ہمیں دو' دو قیراط اجر دیا گیا' اور مطابقت عصر سے مغرب تک کے الفاظ میں ہے۔

اس اعتراض کا جواب کہ گزشتہ امتوں کے زمانہ میں اس امت کی بقاء کس طرح متصور ہو سکتی ہے؟

اس حدیث میں ذکر ہے: تم سے پہلی امتوں میں تمہاری بقاء اس طرح ہے' جیسے نماز عصر سے غروب آفتاب تک۔

بہ ظاہر اس جملہ کا معنی یہ ہے کہ گزشتہ امتوں کے زمانہ میں اس امت کی بقاء اس طرح ہوگی' حالانکہ یہ معنی مراد نہیں ہے' بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ گزشتہ امتوں کے زمانہ کے مقابلہ میں تمہارا زمانہ اتنا ہے جتنا نماز عصر سے غروب آفتاب تک کا زمانہ ہے۔

اس حدیث میں ''قیراط'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: درہم کا بارھواں حصہ' لیکن یہاں اس سے مراد ہے: اجر کا ایک حصہ۔

اس اعتراض کا جواب کہ اہل انجیل اور اہل تورات کو قیراط' قیراط اجر دینا کس طرح صحیح ہوگا۔۔۔۔۔۔ جب کہ انہوں نے دین میں تحریف کر لی تھی؟

اس حدیث میں مذکور ہے کہ اہل تورات اور اہل انجیل کو قیراط' قیراط اجر دیا گیا' اس پر اعتراض ہوتا ہے کہ اہل تورات اور اہل انجیل نے اپنی اپنی کتابوں میں تحریف کر دی تھی اور اپنے دین کو بدل لیا تھا اور حضرت عزیر اور حضرت عیسیٰ کی پرستش شروع کر دی تھی تو ان کو اجر عطا فرمانے کا ذکر کس طرح صحیح ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اجر ان کو دیا گیا تھا جو صحیح دین پر تھے اور آسمانی کتابوں میں تحریف اور تغییر سے پہلے جو لوگ مؤمن تھے اور تورات اور انجیل کے احکام پر عامل تھے اور بعد کے وہ لوگ مراد نہیں ہیں' جنہوں نے کتابوں میں تحریف اور دین میں تغییر کر دی تھی۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ اہل انجیل نے کہا: ہم نے زیادہ عمل کیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کی فضیلت اور عصر کا وقت دو مثل سائے سے شروع ہونے کی دلیل

اس حدیث میں ہماری امت کی فضیلت ہے اور اس میں یہ ثبوت ہے کہ عصر کا وقت دو مثل سائے سے شروع ہوتا ہے کیونکہ نصاریٰ نے کہا: ہم نے زیادہ عمل کیا ہے اور ہم کو اجر ایک قیراط ملا ہے اور اہل قرآن نے کم عمل کیا ہے اور ان کو دو قیراط اجر ملا ہے' نصاریٰ نے ظہر سے عصر تک عمل کیا اور اہل قرآن نے عصر سے مغرب تک عمل کیا' اگر عصر کا وقت ایک مثل سائے سے شروع ہو تو زوال سے لے کر ایک مثل سائے تک اور ایک مثل سائے سے مغرب تک برابر وقت ہوگا اور حدیث میں نصاریٰ کا قول ذکر کیا گیا ہے کہ ہم نے ان سے زیادہ عمل کیا ہے' وہ صحیح نہیں رہے گا' یہ قول اسی وقت صحیح ہوگا' جب یہ فرض کیا جائے کہ عصر کا وقت دو مثل سائے سے شروع ہوتا ہے' پھر ظہر سے عصر تک کا وقت دگنا ہوگا اور عصر سے مغرب تک کا وقت اس کا آدھا ہوگا اور تب حدیث میں مذکور نصاریٰ کا یہ اعتراض درست ہوگا کہ ہم نے عمل ان سے زیادہ کیا ہے اور اجر ہم کو کم ملا ہے۔

۵۵۸ - حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدٍ' عَنْ اَبِيْ بُرْدَةَ' عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْيَهُوْدِ وَالنَّصَارٰى' كَمَثَلِ رَجُلٍ اسْتَاْجَرَ قَوْمًا' يَعْمَلُوْنَ لَهٗ عَمَلًا اِلَى اللَّيْلِ' فَعَمِلُوْا اِلٰى نِصْفِ النَّهَارِ فَقَالُوْا لَا حَاجَةَ لَنَا اِلٰى اَجْرِكَ' فَاسْتَاْجَرَ اٰخَرِيْنَ' فَقَالَ اَكْمِلُوْا بَقِيَّةَ يَوْمِكُمْ وَلَكُمُ الَّذِيْ شَرَطْتُ' فَعَمِلُوْا حَتّٰى اِذَا كَانَ حِيْنَ صَلٰوةِ الْعَصْرِ' قَالُوْا لَكَ مَا عَمِلْنَا' فَاسْتَاْجَرَ قَوْمًا' فَعَمِلُوْا بَقِيَّةَ يَوْمِهِمْ حَتّٰى غَابَتِ الشَّمْسُ' وَاسْتَكْمَلُوْا اَجْرَ الْفَرِيْقَيْنِ.

[طرف الحدیث:۲۲۷۱]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوکریب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی از برید از ابی بردہ از حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: مسلمانوں اور یہود اور نصاریٰ کی مثال اس شخص کی طرح ہے' جس نے کچھ لوگوں کو بلایا کہ وہ اس کے لیے رات تک عمل کریں' پس انہوں نے دوپہر تک عمل کیا' پھر کہا: ہمیں تمہاری اجرت کی ضرورت نہیں ہے' اس نے اور لوگوں کو اجرت پر بلالیا اور ان سے کہا: تم بقیہ دن میں کام کرو اور تم کو شرط کے موافق اجر ملے گا' پھر انہوں نے عمل کیا حتیٰ کہ جب عصر کی نماز کا وقت آیا تو انہوں نے کہا: بس تمہارے لیے اتنا ہی عمل ہے جو ہم نے کیا ہے' پھر اس شخص نے اور لوگوں کو بلایا' جنہوں نے بقیہ دن کام کیا حتیٰ کہ سورج غروب ہوگیا اور انہوں نے دونوں فریقوں کا مکمل اجر لے لیا۔

اس حدیث کی شرح بھی وہی ہے' جو گزشتہ حدیث:۵۵۷ میں بیان کی گئی ہے۔

١٨ - بَابُ وَقْتِ الْمَغْرِبِ
مغرب کا وقت

اس سے پہلے ابواب میں عصر کے وقت کے متعلق احادیث کا ذکر تھا اور اس باب سے مغرب کے وقت کے متعلق احادیث شروع ہو رہی ہیں اور ان میں مناسبت ظاہر ہے۔

وَقَالَ عَطَاءٌ يَجْمَعُ الْمَرِيْضُ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ.

اور عطاء نے کہا: مریض مغرب اور عشاء کو جمع کر کے پڑھے۔

اس تعلیق کے قریب یہ حدیث ہے:

امام عبد الرزاق روایت کرتے ہیں کہ ابن جریج نے عطاء سے پوچھا: یہ بتائیں کہ اگر کوئی شخص دو نمازوں کو ایک وقت میں پڑھے؟ عطاء نے کہا: اس میں کوئی ضرر نہیں ہے۔ (مصنف عبد الرزاق: ۴۴۲۲۔ ج ۲ ص ۳۶۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

ہمارے نزدیک مسافر اور مریض دونوں صورۃً دو نمازوں کو ایک وقت میں جمع کر کے پڑھ سکتے ہیں اور ان کو حقیقۃً ایک وقت میں جمع کر کے پڑھنا جائز نہیں ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نماز کو دوسری نماز کے وقت میں پڑھا ہو' سوا اس کے کہ آپ نے ظہر اور عصر کو میدانِ عرفات میں جمع کر کے پڑھا اور مغرب اور عشاء کو مزدلفہ میں جمع کر کے پڑھا۔

(مصنف عبد الرزاق: ۴۴۳۲۔ ج ۲ ص ۳۶۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

ابو العالیہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کی طرف مکتوب لکھا: یاد رکھو! بغیر عذر کے دو نمازوں کو جمع کر کے پڑھنا کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔ (مصنف عبد الرزاق: ۴۴۳۴)

٥٥٩ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِهْرَانَ قَالَ حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو النَّجَاشِيِّ، مَوْلَى رَافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ وَهُوَ عَطَاءُ بْنُ صُهَيْبٍ، قَالَ سَمِعْتُ رَافِعَ بْنَ خَدِيْجٍ يَقُوْلُ كُنَّا نُصَلِّي الْمَغْرِبَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَيَنْصَرِفُ أَحَدُنَا وَإِنَّهُ لَيُبْصِرُ مَوَاقِعَ نَبْلِهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن مہران نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الاوزاعی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو النجاشی نے حدیث بیان کی' جو حضرت رافع بن خدیج کے آزاد کردہ غلام ہیں اور وہ عطا بن صہیب ہیں' انہوں نے کہا: میں نے حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھتے تھے' پھر ہم میں سے کوئی واپس ہوتا تو وہ اپنے تیر گرنے کی جگہ دیکھ لیتا تھا۔

(صحیح مسلم: ۶۳۷' الرقم المسلسل: ۱۴۱۴' سنن ابن ماجہ: ۶۸۷' صحیح ابن حبان: ۱۵۱۵' سنن بیہقی ج ۱ ص ۴۴۲' المعجم الکبیر: ۴۴۲۱' المستدرک ج ۱ ص ۱۹۲' مسند احمد ج ۴ ص ۱۴۲ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۷۲۷۵۔ ج ۲۸ ص ۵۱۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۱۶۵۲' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن ابراہیم الجمال الحافظ الرازی ابو جعفر' یہ ۲۳۸ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) الولید بن مسلم ابو العباس الاموی' یہ اہل شام کے عالم تھے' یہ ۱۹۵ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) عبد الرحمان بن عمرو الاوزاعی (۴) ابو النجاشی' ان کا نام عطاء بن صہیب ہے' یہ

حضرت رافع بن خدیج کے غلام ہیں (۵) حضرت رافع بن خدیج الانصاری الاوسی المدنی۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۸۱-۸۰)

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس جملہ میں ہے: ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھتے تھے۔

مغرب کی نماز کے وقت میں مذاہب فقہاء

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سورج غروب ہوتے ہی مغرب کی نماز پڑھ لیتے تھے اور مغرب کی نماز جلدی پڑھتے تھے حتیٰ کہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد روشنی باقی ہوتی تھی اور یہی جمہور کا مذہب ہے۔

طاؤس' عطاء اور وہب بن منبہ کا یہ مذہب ہے کہ مغرب کا اول وقت وہ ہے جب ستارے طلوع ہو جائیں اور انہوں نے اس پر حضرت ابوبصرہ غفاری کی حدیث سے استدلال کیا ہے' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے المخمص میں ہم کو عصر کی نماز پڑھائی' پھر آپ نے فرمایا: تم سے پہلے لوگوں پر یہ نماز پیش کی گئی تھی' انہوں نے اس کو ضائع کر دیا' سو جس نے اس نماز کی حفاظت کی' اس کو اس نماز کا دگنا اجر ملے گا' اس کے بعد اور کوئی نماز نہیں ہے حتیٰ کہ ستارہ طلوع ہو جائے۔

(صحیح مسلم: ۸۳۰' رقم المسلسل: ۱۸۹۹' سنن النسائی: ۵۲۱)

امام طحاوی نے اس حدیث کا یہ جواب دیا ہے کہ آخری جملہ راوی نے اپنی رائے سے کہا ہے' یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نہیں ہے۔

علاوہ ازیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے متواتر روایت یہ ہے کہ جیسے ہی سورج غروب ہوتا' آپ مغرب کی نماز پڑھ لیتے تھے۔ ابوبصرہ کا نام حمیل ہے اور ایک قول ہے کہ ان کا نام جمیل ہے' المخمص وہ جگہ ہے جہاں پر اونٹ ایک کھٹی گھاس چرتے ہیں۔

امام مالک' امام شافعی' امام احمد' امام ابویوسف' امام محمد اور داؤد ظاہری کے نزدیک جب شفق کی سرخی غائب ہو جائے تو مغرب کا وقت ختم ہو جاتا ہے اور حضرت ابوبکر صدیق' حضرت عائشہ' حضرت ابوہریرہ' حضرت معاذ بن جبل' حضرت ابی بن کعب اور حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہم کے نزدیک جب شفق کی سفیدی غائب ہو جائے تو مغرب کا وقت ختم ہو جاتا ہے اور یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۸۲-۸۱' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۳۴۰- ج ۲ ص ۲۵۸ پر مذکور ہے' اس کی شرح کا عنوان ہے:
مغرب کے وقت میں مذاہب اربعہ۔

٥٦٠ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سَعْدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ قَالَ قَدِمَ الْحَجَّاجُ، فَسَأَلْنَا جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ فَقَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الظُّهْرَ بِالْهَاجِرَةِ، وَالْعَصْرَ وَالشَّمْسُ نَقِيَّةٌ، وَالْمَغْرِبَ إِذَا وَجَبَتْ، وَالْعِشَاءَ أَحْيَانًا وَأَحْيَانًا، إِذَا رَآهُمُ اجْتَمَعُوا عَجَّلَ، وَإِذَا رَآهُمْ أَبْطَوْا أَخَّرَ، وَالصُّبْحَ، كَانُوا، أَوْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيهَا بِغَلَسٍ. [طرف الحدیث: ۵۶۵]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن جعفر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از سعد از محمد بن عمرو بن الحسن بن علی' انہوں نے بیان کیا کہ حجاج آیا تو ہم نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے (نماز کے اوقات کے متعلق) سوال کیا تو انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی نماز دوپہر کے وقت پڑھتے تھے اور عصر کی نماز اس وقت پڑھتے تھے' جب سورج چمک رہا ہوتا تھا اور مغرب کی نماز اس وقت پڑھتے تھے جب سورج غروب ہو جاتا' اور عشاء کی نماز مختلف اوقات میں پڑھتے تھے' جب آپ دیکھتے کہ لوگ جمع ہو گئے ہیں تو آپ جلدی عشاء پڑھتے اور جب آپ دیکھتے

کہ لوگوں نے تاخیر کی ہے تو آپ عشاء کی نماز تاخیر سے پڑھتے اور صبح کی نماز آپ آخر شب کے اندھیرے میں پڑھتے تھے۔

(صحیح مسلم: ۶۴۶' الرقم المسلسل: ۱۴۳۳' سنن ابوداؤد: ۳۹۷' سنن نسائی: ۵۲۳' مصنف ابن ابی شیبہ ج۱ص ۳۱۸' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۱۷۲۲' سنن دارمی: ۱۱۸۴' مسند ابویعلیٰ: ۲۰۲۹' صحیح ابن حبان: ۱۵۲۸' سنن بیہقی ج۱ص ۴۴۹' شرح السنۃ: ۳۵۱' مسند احمد ج۳ص ۳۶۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۴۹۶۹۔ ج ۲۳ص ۲۲۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کے چھ رجال ہیں' ان کا پہلے تعارف ہو چکا ہے۔

حجاج کا تذکرہ اور اس کے آنے پر نمازوں کے اوقات معلوم کرنے کا سبب اور ''غلس'' کا معنی

اس حدیث میں مذکور ہے: حجاج آیا' اس سے مراد حجاج بن یوسف ثقفی ہے' جو عراق کا گورنر تھا' حجاج کے آنے سے مراد یہ ہے کہ حجاج' عبد الملک بن مروان کی طرف سے مدینہ کا گورنر بن کر آیا' یہ ۷۴ھ کا واقعہ ہے' حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کے شہید ہونے کے بعد عبد الملک بن مروان نے اس کو حرمین کا گورنر بنا دیا تھا۔ اس حدیث میں مذکور ہے کہ ہم نے حضرت جابر بن عبد اللہ سے سوال کیا۔ مسند ابوعوانہ میں مذکور ہے کہ ہم نے حضرت جابر سے نماز کے اوقات کے متعلق سوال کیا' کیونکہ حجاج تاخیر سے نماز پڑھتا تھا' اور اس حدیث میں ''غلس'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: آخر شب کا اندھیرا۔

نمازوں کے مستحب اوقات

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز کو اس کا وقت شروع ہونے کے بعد جلدی پڑھنا چاہیے' سوا ان نمازوں کے جن میں احادیث صحیحہ سے تاخیر ثابت ہے' سو ان میں تاخیر مستحب ہے جیسا کہ گرمیوں میں ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنا مستحب ہے یعنی ایک مثل سایا ہو جانے کے بعد' اور صبح کو سفیدی پھیل جانے کے بعد نماز پڑھنا مستحب ہے' اور عشاء کی نماز کو تہائی رات تک مؤخر کر کے پڑھنا مستحب ہے اور عصر اور مغرب کی نماز کو وقت شروع ہونے کے بعد جلدی پڑھنا مستحب ہے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب حکام خلاف شرع کام کریں تو عالم دین سے رہنمائی حاصل کرنی چاہیے جیسا کہ جب حجاج نے دیر سے نمازیں پڑھائیں تو لوگوں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے سنت کے مطابق نماز کے اوقات معلوم کیے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۳۵۹۔ ج ۲ص ۲۷۱۔ ۲۷۰ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے عنوان ہیں:

(۱) فجر کے مستحب وقت میں مذاہب ائمہ (۲) عشاء کے بعد باتیں کرنا۔

۵۶۱ - حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ أَبِي عُبَيْدٍ، عَنْ سَلَمَةَ قَالَ كُنَّا نُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَغْرِبَ إِذَا تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں المکی بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن ابی عبید نے حدیث بیان کی از حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا: ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مغرب کی نماز اس وقت پڑھتے تھے' جب سورج حجاب میں چھپ جاتا تھا۔

(صحیح مسلم: ۶۳۶' سنن ابوداؤد: ۴۱۷' سنن ترمذی: ۱۶۴' سنن ابن ماجہ: ۶۸۸' المعجم الکبیر: ۶۲۸۹' مسند احمد: ۱۶۵۳۲۔ ج ۴ص ۵۱' جامع المسانید لابن الجوزی: ۲۳۵۶' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کا عنوان ہے: مغرب کا وقت اور اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں

سورج کے غروب ہونے کا ذکر ہے اور اس میں مغرب کے وقت پر دلیل ہے۔

اس حدیث کے تین رجال ہیں اور یہ امام بخاری کی ثلاثیات میں سے ہے' جس میں امام بخاری اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان صرف تین راوی ہیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سورج کے غروب ہونے کے فوراً بعد مغرب کا وقت ہوتا ہے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۳۳۹۔ ج ۲ ص ۲۵۸ پر مذکور ہے' اس کی شرح کا ذکر حدیث: ۱۳۴۰ میں کیا جا چکا ہے۔

۵۶۲ - حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ زَيْدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْعًا جَمِيعًا، وَثَمَانِيًا جَمِيعًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن دینار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے جابر بن زید سے سنا از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سات رکعت نماز جمع کر کے پڑھیں اور آٹھ رکعت نماز جمع کر کے پڑھیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۵۴۳ میں گزر چکی ہے' وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: ظہر کی نماز کو عصر تک مؤخر کر کے پڑھنا' یعنی آپ نے ظہر کی نماز کو آخری وقت میں اور عصر کی نماز کو ابتدائی وقت میں پڑھا' اسی طرح مغرب کی نماز کو آخری وقت میں اور عشاء کی نماز کو ابتدائی وقت میں پڑھا اور یہ جمع صوری ہے۔

۱۹ - بَابُ مَنْ كَرِهَ أَنْ يُقَالَ لِلْمَغْرِبِ الْعِشَاءُ

جس کے نزدیک مغرب کو عشاء کہنا مکروہ ہے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مغرب کے وقت کو عشاء کہنا مکروہ ہے' اور صحیح یہ ہے کہ مغرب کے وقت کو مغرب ہی کہا جائے اور کراہت کی وجہ یہ ہے کہ اگر مغرب کے وقت کو عشاء کہا جائے گا تو عشاء کی نماز کا وقت مغرب کی نماز کے وقت سے ملتبس ہو جائے گا۔

۵۶۳ - حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ، هُوَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو، قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، عَنِ الْحُسَيْنِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ بُرَيْدَةَ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ الْمُزَنِيُّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَغْلِبَنَّكُمُ الْأَعْرَابُ عَلَى اسْمِ صَلَاتِكُمُ الْمَغْرِبِ. قَالَ وَتَقُولُ الْأَعْرَابُ هِيَ الْعِشَاءُ. (سنن بیہقی ج ۱ ص ۳۷۲' صحیح ابن خزیمہ: ۳۴۱' مسند احمد ج ۵ ص ۵۵ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۰۵۵۳۔ ج ۳۴ ص ۱۷۲)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو معمر نے حدیث بیان کی' وہ عبد اللہ بن عمرو ہیں' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوارث نے حدیث بیان کی از الحسین' انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ بن بریدہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عبد اللہ المزنی نے حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دیہاتی تمہاری مغرب کی نماز کے نام کے بارے میں تم پر غالب نہ ہو جائیں' دیہاتی مغرب کو عشاء کہتے ہیں۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت واضح ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مغرب کو عشاء کہنے سے منع فرمایا ہے۔

۲۰ - بَابُ ذِكْرِ الْعِشَاءِ وَالْعَتَمَةِ، وَمَنْ رَآهُ وَاسِعًا

العشاء اور العتمہ کا ذکر کرنا اور جس کے نزدیک ان دونوں کے ذکر کی گنجائش ہے

اس باب میں بتایا ہے کہ عشاء کی نماز کو عشاء اور "عتمة" کہنے کی گنجائش ہے' دیہاتی عشاء کی نماز کو "العتمة" کہتے تھے کیونکہ "العتمة" کا معنی ہے: شفق کی سفیدی غائب ہونے کے بعد رات کا پہلا اندھیرا اور دیہاتی دودھ دوہنے کو پہلے اندھیرے تک مؤخر کر دیتے تھے اور اس وقت کو "العتمة" کہتے تھے اسی طرح وہ عشاء کے وقت کو بھی "العتمة" کہتے تھے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ تو ثابت نہیں ہے کہ مغرب کو عشاء کہا جائے لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عشاء کو "العتمة" کہنا ثابت ہے' اس لیے عشاء کے وقت کو "العشاء" اور "العتمه" دونوں کہنے کی گنجائش ہے۔

قال اَبُوْ هُرَيْرَةَ ' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَثْقَلُ الصَّلٰوةِ عَلَى الْمُنَافِقِيْنَ الْعِشَاءُ وَالْفَجْرُ. وَقَالَ لَوْ يَعْلَمُوْنَ مَا فِي الْعَتَمَةِ وَالْفَجْرِ.

حضرت ابو ہریرہ نے کہا از نبی صلی اللہ علیہ وسلم: منافقین پر سب سے بھاری نماز عشاء اور فجر ہے اور فرمایا: کاش! وہ جان لیتے "العتمة" اور "الفجر" میں کتنا اجر ہے۔

اس تعلیق کے دو قطعے ہیں' پہلے قطعہ کو امام بخاری نے صحیح البخاری: ۶۵۷ میں اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے اور دوسرے قطعہ کو انہوں نے صحیح البخاری: ۶۲۱۔ ۶۵۴ اور ۶۱۵ میں اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے' اور ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ عشاء کی نماز کو "العتمة" کہنا بھی جائز ہے۔

قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ وَالْاِخْتِيَارُ اَنْ يَّقُوْلَ الْعِشَاءُ ' لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿وَمِنْ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَاءِ﴾ (النور:۵۸)' وَيُذْكَرُ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى قَالَ كُنَّا نَتَنَاوَبُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ صَلٰوةِ الْعِشَاءِ ' فَاَعْتَمَ بِهَا.

اور امام ابوعبداللہ (بخاری) نے یہ کہا کہ مختار یہ ہے کہ "العشاء" کہا جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "اور عشاء کی نماز کے بعد" (النور:۵۸) اور حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس عشاء کی نماز کے وقت باری باری آتے تھے پس آپ نے اندھیرا ہونے کے بعد عشاء کی نماز پڑھائی۔

اس تعلیق کو امام بخاری نے حدیث: ۵۶۷ میں بہت تفصیل سے روایت کیا ہے۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَعَائِشَةُ اَعْتَمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْعَتَمَةِ بِالْعِشَاءِ.

حضرت ابن عباس اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز اندھیرے میں پڑھی۔

اس تعلیق کو امام بخاری نے حدیث: ۵۷۱ اور حدیث: ۵۶۹ میں اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

وَقَالَ بَعْضُهُمْ ' عَنْ عَائِشَةَ اَعْتَمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْعَتَمَةِ.

اور بعض نے حضرت عائشہ سے روایت کی ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اندھیرے میں "العتمة" پڑھی۔

اور اس تعلیق کو امام بخاری نے حدیث: ۸۶۲ میں سند کے ساتھ روایت کیا ہے اور یہ سنن نسائی: ۵۳۱ میں بھی ہے۔

وَقَالَ جَابِرٌ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الْعِشَاءَ.

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کی نماز پڑھتے تھے۔

اس سے پہلے امام بخاری نے پانچ تعلیقات ذکر کیں' جن میں عشاء کی نماز کو "العتمة" فرمایا ہے اور اب ایسی چار تعلیقات ذکر کر رہے ہیں' جن میں عشاء کی نماز کو "العشاء" ہی فرمایا ہے۔

حضرت جابر کی اس تعلیق مذکور کو امام بخاری نے صحیح البخاری: ۵۶۰ میں اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

وَقَالَ اَبُوْ بَرْزَةَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

اور حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کو مؤخر

وَسَلَّمَ يُؤَخِّرُ الْعِشَاءَ.

فرماتے تھے۔

اس تعلیق کو امام بخاری نے صحیح البخاری: ۵۴۷ میں اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

وَقَالَ اَنَسٌ اَخَّرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِشَاءَ الْاٰخِرَةَ.

اور حضرت انس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبی ﷺ نے عشاء الاخرہ کو مؤخر فرمایا۔

اس تعلیق کو امام بخاری نے صحیح البخاری: ۵۷۲ میں اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ، وَاَبُو اَيُّوْبَ، وَابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ.

اور حضرت ابن عمر اور حضرت ابوایوب اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم نے کہا کہ نبی ﷺ نے مغرب اور عشاء کی نماز پڑھی۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی تعلیق کو امام بخاری نے صحیح البخاری: ۱۶۷۳ میں اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے' اور حضرت ابوایوب کی تعلیق کو صحیح البخاری: ۱۶۷۴ میں اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے اور حضرت ابن عباس کی تعلیق کو صحیح البخاری: ۵۴۳ میں اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

٥٦٤ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا يُوْنُسُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ سَالِمٌ اَخْبَرَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ صَلّٰى لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً صَلٰوةَ الْعِشَاءِ، وَهِيَ الَّتِيْ يَدْعُو النَّاسُ الْعَتَمَةَ، ثُمَّ انْصَرَفَ فَاَقْبَلَ عَلَيْنَا، فَقَالَ اَرَاَيْتُمْ لَيْلَتَكُمْ هٰذِهٖ؟ فَاِنَّ رَاْسَ مِائَةِ سَنَةٍ مِّنْهَا، لَا يَبْقٰى مِمَّنْ هُوَ عَلٰى ظَهْرِ الْاَرْضِ اَحَدٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے خبر دی از زہری' انہوں نے کہا: سالم نے کہا: مجھے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ ایک رات ہمیں رسول اللہ ﷺ نے عشاء کی نماز پڑھائی اور یہ وہ نماز ہے جس کو لوگ ''العتمۃ'' کہتے ہیں' پھر نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے ہماری طرف رخ کر کے فرمایا: مجھے بتاؤ یہ کون سی رات ہے کیونکہ اس کے ایک سو سال بعد ان میں سے کوئی بھی زمین کے اوپر باقی نہیں رہے گا۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۱۱۶ کا مطالعہ فرمائیں' وہاں اس کا عنوان تھا: رات کو علم کی بات کرنا۔ اس حدیث سے امام بخاری نے حضرت خضر علیہ السلام کی موت پر استدلال کیا ہے' اس موضوع پر زیادہ تفصیل سے ہم نے شرح صحیح مسلم: ۶۰۴۰ ۔ ج ۶ ص ۸۵۹ ۔ ۸۵۳ میں اور تبیان القرآن' سورۃ الکہف: ۶۰' ج ۷ ص ۱۷۱ ۔ ۱۶۵ میں لکھا ہے۔

٢١ - بَابُ وَقْتِ الْعِشَاءِ، اِذَا اجْتَمَعَ النَّاسُ اَوْ تَاَخَّرُوْا

عشاء کا وقت جب لوگ جمع ہوں یا تاخیر سے آئیں

اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ عشاء کا وقت اس وقت ہے' جب لوگ عشاء پڑھنے کے لیے جمع ہوں' خواہ جلد اکٹھے ہوں یا دیر سے۔ حضرت عمرو بن العاص کی حدیث میں ہے کہ اس میں متوسط رات کے نصف تک تاخیر کی جاسکتی ہے' امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک اس میں آدھی رات تک تاخیر کی جاسکتی ہے' داؤد ظاہری کے نزدیک اس میں طلوع فجر تک تاخیر کی جاسکتی ہے' امام مالک کے نزدیک یہ ضرورت کا وقت ہے۔

علامہ عینی نے کہا: امام ابوحنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ گرمیوں کی راتوں میں اس میں تہائی رات تک تاخیر کرنا مستحب ہے اور آدھی رات تک تاخیر کرنا مباح اور اس کے بعد بلا عذر تاخیر کرنا مکروہ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۹۲)

٥٦٥ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سَعْدِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ، عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ عَمْرٍو، وَهُوَ ابْنُ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ، قَالَ سَاَلْنَا جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ صَلٰوةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ كَانَ يُصَلِّي الظُّهْرَ بِالْهَاجِرَةِ، وَالْعَصْرَ وَالشَّمْسُ حَيَّةٌ، وَالْمَغْرِبَ اِذَا وَجَبَتْ، وَالْعِشَاءَ اِذَا كَثُرَ النَّاسُ عَجَّلَ، وَاِذَا قَلُّوْا اَخَّرَ، وَالصُّبْحَ بِغَلَسٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم بن ابراہیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از سعد بن ابراہیم از محمد بن عمرو اور وہ ابن الحسن بن علی ہیں انہوں نے کہا: ہم نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دو پہر کے وقت ظہر کی نماز پڑھتے تھے اور عصر کی نماز اس وقت پڑھتے تھے جب سورج چمکتا ہوا ہوتا تھا اور مغرب اس وقت پڑھتے تھے جب سورج غروب ہو جاتا اور جب لوگ زیادہ ہوتے تو عشاء کی نماز جلدی پڑھتے اور جب لوگ کم ہوتے تو عشاء کی نماز مؤخر کر دیتے اور صبح کی نماز اخیر شب کے اندھیرے میں پڑھتے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ٥٦٠ میں گزر چکی ہے وہاں اس کا عنوان تھا: مغرب کا وقت اور یہاں اس کا عنوان ہے: عشاء کا وقت اور اس حدیث میں دونوں عنوانوں کی صلاحیت ہے۔

٢٢ - بَابُ فَضْلِ الْعِشَاءِ — عشاء کی فضیلت

یہ باب عشاء کی نماز کی فضیلت کے بیان میں ہے اور ان ابواب کی مناسبت ظاہر ہے۔

٥٦٦ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ اَنَّ عَائِشَةَ اَخْبَرَتْهُ قَالَتْ اَعْتَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً بِالْعِشَاءِ، وَذٰلِكَ قَبْلَ اَنْ يَفْشُوَ الْاِسْلَامُ، فَلَمْ يَخْرُجْ حَتّٰى قَالَ عُمَرُ نَامَ النِّسَاءُ وَالصِّبْيَانُ، فَخَرَجَ فَقَالَ لِاَهْلِ الْمَسْجِدِ مَا يَنْتَظِرُهَا اَحَدٌ مِّنْ اَهْلِ الْاَرْضِ غَيْرُكُمْ. [اطراف الحدیث: ٥٦٩-٨٦٢-٨٦٤]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب از عروہ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کو خبر دی انہوں نے بیان کیا کہ ایک رات نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز میں بہت تاخیر کر دی اور یہ اس وقت کی بات ہے جب اسلام کے احکام پھیلے نہیں تھے آپ گھر سے باہر نہیں آئے حتیٰ کہ حضرت عمر نے کہا کہ عورتیں اور بچے سو گئے پھر آپ گھر سے نکلے اور مسجد والوں سے فرمایا: روئے زمین پر تمہارے سوا اس نماز کا کوئی اور انتظار نہیں کر رہا تھا۔

(صحیح مسلم: ٦٣٨، الرقم المسلسل: ١٤١٦، سنن النسائی: ٤٨٢، السنن الکبریٰ للنسائی: ٣٨٩، سنن دارمی: ١٢١٣، صحیح ابن حبان: ١٥٣٥، مسند الشامیین: ٣٠٩٥-٣٠٩٧، سنن بیہقی ج ١ ص ٣٧٤، شرح السنۃ: ٣٧٥، مسند احمد ج ٦ ص ٣٤ طبع قدیم، مسند احمد ج ٤٠ ص ٦٥ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید لابن الجوزی: ٧٢١٢، مکتبۃ الرشد ریاض ١٤٢٦ھ)

''اعتم'' کا معنیٰ' احکام اسلام کا ظہور کہاں نہیں ہوا تھا؟ عشاء کی نماز پڑھنے سے پہلے سونے کا جواز ۔۔۔ اور دیگر فوائد حدیث

اس حدیث میں مذکور ہے: ''اعتم'' اس کا معنیٰ ہے: اندھیرے میں داخل ہوئے' اور اس سے مراد ہے: آپ نے عشاء کی نماز میں تاخیر کر دی۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ یہ اس وقت کی بات ہے جب اسلام کے احکام پھیلے نہیں تھے۔ اس سے مراد ہے: مدینہ کے علاوہ دوسرے شہروں میں اسلام کے احکام کا ظہور نہیں ہوا تھا کیونکہ مدینہ کے علاوہ دوسرے شہروں میں اسلام کے احکام کا ظہور فتح مکہ کے بعد ہوا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: روئے زمین پر تمہارے سوا اس نماز کا کوئی اور انتظار نہیں کر رہا تھا' اس کی وجہ یہ ہے کہ اس وقت مدینہ کے سوا اور کہیں نماز نہیں پڑھی جارہی تھی اور دوسرے ادیان اور مذاہب میں اس وقت نماز نہیں تھی۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ایک رات نبی ﷺ نے عشاء کی نماز میں تاخیر کر دی' اس سے معلوم ہوا کہ نبی ﷺ عام طور پر عشاء کی نماز میں اتنی تاخیر نہیں کرتے تھے' نیز اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس پر نیند کا غلبہ ہو وہ عشاء کی نماز سے پہلے سو سکتا ہے' حضرت عمر نے کہا: عورتیں اور بچے سو گئے' اس سے معلوم ہوا کہ نماز پڑھانے کے لیے امام کو گھر سے بلانا جائز ہے' نیز اس حدیث میں نبی ﷺ کے لطف و کرم اور آپ کی تواضع کا بیان ہے کیونکہ جب حضرت عمر نے بلند آواز سے کہا: بچے اور عورتیں سو گئے تو آپ نے اس پر حضرت عمر کو کچھ نہیں کہا۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۹۴۔ ۹۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۵۶۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ، عَنْ بُرَيْدٍ، عَنْ اَبِيْ بُرْدَةَ، عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى قَالَ كُنْتُ اَنَا وَاَصْحَابِيَ الَّذِيْنَ قَدِمُوْا مَعِيَ فِي السَّفِيْنَةِ نُزُوْلًا فِيْ بَقِيْعِ بُطْحَانَ، وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِيْنَةِ، فَكَانَ يَتَنَاوَبُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ صَلٰوةِ الْعِشَاءِ كُلَّ لَيْلَةٍ نَفَرٌ مِّنْهُمْ، فَوَافَقْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَا وَاَصْحَابِيْ، وَلَهٗ بَعْضُ الشُّغْلِ فِيْ بَعْضِ اَمْرِهٖ، فَاَعْتَمَ بِالصَّلٰوةِ حَتّٰى ابْهَارَّ اللَّيْلُ، ثُمَّ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰى بِهِمْ، فَلَمَّا قَضٰى صَلٰوتَهٗ قَالَ لِمَنْ حَضَرَهٗ عَلٰى رِسْلِكُمْ، اَبْشِرُوْا اِنَّ مِنْ نِّعْمَةِ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ، اَنَّهٗ لَيْسَ اَحَدٌ مِّنَ النَّاسِ يُصَلِّيْ هٰذِهِ السَّاعَةَ غَيْرُكُمْ. اَوْ قَالَ مَا صَلّٰى هٰذِهِ السَّاعَةَ اَحَدٌ غَيْرُكُمْ. لَا نَدْرِيْ اَيَّ الْكَلِمَتَيْنِ قَالَ، قَالَ اَبُوْ مُوْسٰى فَرَجَعْنَا، فَفَرِحْنَا بِمَا سَمِعْنَا مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن العلاء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسامہ نے خبر دی از برید از ابی بردہ از حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں اور میرے وہ اصحاب جو میرے ساتھ کشتی میں آئے' بطحان کے کھلے میدان میں اترے اور نبی ﷺ مدینہ میں تھے' پس ہر رات ان میں سے ایک جماعت باری باری عشاء کی نماز میں نبی ﷺ کے پاس حاضر ہوتی تھی' پس ایک دن ہمیں اتفاق ہوا' میں اور میرے اصحاب نبی ﷺ کے پاس گئے اور آپ گھر میں کسی کام میں مشغول تھے' آپ نے نماز میں تاخیر کر دی حتیٰ کہ آدھی رات ہو گئی' پھر نبی ﷺ باہر نکلے' پس آپ نے ان کو نماز پڑھائی' پس جب آپ نے نماز پڑھا دی تو آپ نے حاضرین سے فرمایا: ٹھہرو! خوش خبری سنو! اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے تم پر ایک نعمت یہ ہے کہ اس وقت میں تمہارے سوا اور کوئی شخص نماز نہیں پڑھ رہا' یا فرمایا: اس وقت تمہارے سوا اور کسی نے نماز نہیں پڑھی' ہمیں یاد نہیں کہ آپ نے ان میں سے کون سی بات فرمائی' حضرت ابوموسیٰ نے کہا: ہم رسول اللہ ﷺ سے یہ بات

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. سن کر خوشی خوشی واپس گئے۔

(صحیح مسلم: ۶۴۱ 'الرقم المسلسل: ۱۴۲۴' جامع المسانید لابن الجوزی: ۳۹۱۰ 'مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

نصف شب تک نماز کو مؤخر کرنے کی توجیہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جب لوگوں میں اتنی طاقت ہو کہ وہ عشاء کی نماز کے انتظار میں بیٹھے رہیں تو پھر عشاء کی نماز میں آدھی رات تک تاخیر کرنا مباح ہے تاکہ انہیں نماز کا انتظار کرنے کی فضیلت حاصل ہو' کیونکہ جو شخص نماز کا منتظر ہوتا ہے اس کا نماز میں ہی شمار ہوتا ہے' لیکن اتنی تاخیر کرنا آج کل ہمارے اماموں کے لیے مناسب نہیں ہے' کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اماموں کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ تخفیف کے ساتھ نماز پڑھائیں اور آپ نے فرمایا: نمازوں میں کم زور' بیمار اور ضرورت مند بھی ہوتے ہیں (صحیح البخاری: ۷۰۲) اور اماموں کا لمبی نمازیں پڑھانے کو ترک کرنا افضل ہے' اسی طرح نمازیوں کے انتظار کرانے کو بھی ترک کرنا افضل ہے۔

مجالد نے از عامر از حضرت جابر رضی اللہ عنہ یہ روایت کی ہے کہ ایک رات نبی ﷺ نے عشاء کی نماز میں تاخیر کر دی حتیٰ کہ کافی رات گزر گئی اور بعض لوگ مسجد میں سو گئے' پھر نبی ﷺ باہر نکلے' پس آپ نے فرمایا: اگر کم زوروں کی کم زوری اور بچوں کا رونا نہ ہوتا تو میں عشاء کی نماز میں رات کے اندھیرے تک تاخیر کر دیتا۔

اس رات نبی ﷺ نے جو آدھی رات تک عشاء پڑھانے کے لیے آنے میں تاخیر کر دی تھی' اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ کو گھر میں کوئی کام تھا' ورنہ اتنی رات تک تاخیر کرنا' آپ کی عادت اور آپ کا معمول نہ تھا۔

از الاعمش از ابی سفیان از حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت ہے کہ ایک رات رسول اللہ ﷺ لشکر تیار کر رہے تھے حتیٰ کہ آدھی رات یا تہائی رات گزر گئی' پھر رسول اللہ ﷺ ہماری طرف نکلے' پس فرمایا: لوگ نماز پڑھ کر سو گئے اور تم نماز کا انتظار کر رہے ہو اور تمہارا اس وقت تک نماز میں شمار ہوتا رہا جب تک تم نماز کا انتظار کرتے رہے۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۲۵۲' دار الکتب العلمیہ' ۱۴۲۴ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۳۵۰۔ ج ۲ ص ۲۶۲ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۲۳ - بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ النَّوْمِ قَبْلَ الْعِشَاءِ عشاء سے پہلے سونا مکروہ ہے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ عشاء کی نماز پڑھنے سے پہلے سونا مکروہ ہے۔

۵۶۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدُ الْحَذَّاءُ، عَنْ أَبِي الْمِنْهَالِ، عَنْ أَبِي بَرْزَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَكْرَهُ النَّوْمَ قَبْلَ الْعِشَاءِ، وَالْحَدِيثَ بَعْدَهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن سلام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوہاب الثقفی نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد الحذاء نے حدیث بیان کی از ابی المنہال از ابی برزہ کہ رسول اللہ ﷺ عشاء سے پہلے سونے کو ناپسند کرتے تھے اور عشاء کے بعد باتیں کرنے کو۔

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۶۴۸۵' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

عشاء کی نماز سے پہلے سونے اور بعد میں باتیں کرنے کی کراہت کی توجیہ

اس حدیث میں عشاء کے بعد باتیں کرنے کی کراہت کو بیان کیا گیا ہے' اس سے مراد وہ باتیں ہیں جن میں کوئی دینی یا دنیاوی مصلحت نہ ہو اور جن باتوں میں کوئی دینی یا دنیاوی مصلحت ہو' ان باتوں میں کوئی کراہت نہیں ہے' اور اب یہ اعتراض نہیں ہوگا کہ

احادیث میں وارد ہے کہ نبی ﷺ عشاء کی نماز کے بعد کلام فرماتے تھے اور عشاء کی نماز پڑھنے سے پہلے سونا اس لیے مکروہ ہے کہ اس وجہ سے عشاء کی نماز اپنے وقت پر نہیں پڑھی جائے گی اور اس سے لوگوں میں سستی آ جائے گی اور وہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے سے پہلے سو جائیں گے اور عشاء کے بعد باتیں کرنا اس لیے مکروہ ہے کہ لوگ دیر تک باتیں کرتے رہیں گے پھر دیر سے سوئیں گے تو ان کی صبح کی نماز فوت ہو جائے گی اور رات میں بیداری سے دن میں انسان کے اعصاب تھکے ہوئے ہوتے ہیں اور جسم ٹوٹا ہوا ہوتا ہے جس کی وجہ سے انسان تازگی اور خوش دلی سے اپنے معمول کے کام انجام نہیں دے سکتا۔

٢٤ - بَابُ النَّوْمِ قَبْلَ الْعِشَاءِ لِمَنْ غُلِبَ

جس پر نیند کا غلبہ ہو اس کے لیے عشاء سے پہلے سونے کا جواز

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جس پر نیند کا غلبہ ہو اس کے لیے عشاء سے پہلے سونے کا کیا حکم ہے۔

٥٦٩ - حَدَّثَنَا اَيُّوْبُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنِي اَبُوْ بَكْرٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ قَالَ صَالِحُ بْنُ كَيْسَانَ اَخْبَرَنِي ابْنُ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ اَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ اَعْتَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْعِشَاءِ، حَتّٰى نَادَاهُ عُمَرُ الصَّلٰوةَ، نَامَ النِّسَاءُ وَالصِّبْيَانُ، فَخَرَجَ فَقَالَ مَا يَنْتَظِرُهَا اَحَدٌ مِّنْ اَهْلِ الْاَرْضِ غَيْرُكُمْ. قَالَ وَلَا تُصَلّٰى يَوْمَئِذٍ اِلَّا بِالْمَدِيْنَةِ، وَكَانُوْا يُصَلُّوْنَ الْعِشَاءَ فِيْمَا بَيْنَ اَنْ يَّغِيْبَ الشَّفَقُ اِلٰى ثُلُثِ اللَّيْلِ الْاَوَّلِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ایوب بن سلیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابوبکر نے حدیث بیان کی از سلیمان انہوں نے کہا کہ صالح بن کیسان نے کہا: مجھے ابن شہاب نے خبر دی از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا کہ (ایک رات) رسول اللہ ﷺ نے عشاء کی نماز میں تاخیر کر دی حتیٰ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بلند آواز سے کہا: نماز (کے لیے تشریف لائیے) عورتیں اور بچے سو گئے پھر آپ باہر نکلے اور فرمایا: تمہارے سوا تمام روئے زمین پر اس نماز کا کوئی انتظار نہیں کر رہا تھا اور ان دنوں مدینہ کے سوا اور کہیں نماز نہیں پڑھی جاتی تھی اور وہ شفق (کی سفیدی) غائب ہونے کے بعد تہائی رات کے اوّل حصہ تک نماز کو مؤخر کرتے تھے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ٥٦٦ میں گزر چکی ہے وہاں اس کا عنوان تھا: عشاء کی نماز کی فضیلت۔

٥٧٠ - حَدَّثَنَا مَحْمُوْدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَخْبَرَنِي ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِي نَافِعٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شُغِلَ عَنْهَا لَيْلَةً، فَاَخَّرَهَا حَتّٰى رَقَدْنَا فِي الْمَسْجِدِ، ثُمَّ اسْتَيْقَظْنَا، ثُمَّ رَقَدْنَا، ثُمَّ اسْتَيْقَظْنَا، ثُمَّ خَرَجَ عَلَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ قَالَ لَيْسَ اَحَدٌ مِّنْ اَهْلِ الْاَرْضِ يَنْتَظِرُ الصَّلٰوةَ غَيْرُكُمْ. وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ لَا يُبَالِيْ اَقَدَّمَهَا اَمْ اَخَّرَهَا، اِذَا كَانَ لَا يَخْشٰى اَنْ يَّغْلِبَهُ النَّوْمُ عَنْ وَقْتِهَا، وَكَانَ يَرْقُدُ قَبْلَهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمود نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد الرزاق نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے ابن جریج نے خبر دی انہوں نے کہا: مجھے نافع نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ ایک رات رسول اللہ ﷺ کسی کام میں مشغول تھے تو آپ نے عشاء کی نماز کو مؤخر کر دیا حتیٰ کہ ہم مسجد میں سو گئے پھر ہم بیدار ہوئے پھر ہم سو گئے پھر ہم بیدار ہوئے حتیٰ کہ ہمارے پاس نبی ﷺ نکل کر آ گئے پھر آپ نے فرمایا: تمام روئے زمین پر اس نماز کا تمہارے سوا اور کوئی انتظار نہیں کر رہا اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اس

کی کوئی پرواہ نہیں کرتے تھے کہ عشاء کی نماز مقدم کریں یا مؤخر کریں جب کہ انہیں یہ خطرہ نہ ہو کہ نیند کے غلبہ کی وجہ سے عشاء کا وقت نکل جائے گا اور وہ عشاء پڑھنے سے پہلے سو جاتے تھے۔

۵۷۱ - قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ قُلْتُ لِعَطَاءٍ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُولُ اَعْتَمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً بِالْعِشَاءِ، حَتّٰى رَقَدَ النَّاسُ وَاسْتَيْقَظُوْا، وَرَقَدُوْا وَاسْتَيْقَظُوْا، فَقَامَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَقَالَ الصَّلٰوةَ، قَالَ عَطَاءٌ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَخَرَجَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَاَنِّي اَنْظُرُ اِلَيْهِ الْاٰنَ، يَقْطُرُ رَاْسُهُ مَاءً، وَاضِعًا يَدَهُ عَلٰى رَاْسِهِ، فَقَالَ لَوْ لَا اَنْ اَشُقَّ عَلٰى اُمَّتِيْ لَاَمَرْتُهُمْ اَنْ يُّصَلُّوْهَا هٰكَذَا. فَاسْتَثْبَتُّ عَطَاءً كَيْفَ وَضَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهُ عَلٰى رَاْسِهِ؟ كَمَا اَنْبَاَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ، فَبَدَّدَ لِيْ عَطَاءٌ بَيْنَ اَصَابِعِهِ شَيْئًا مِّنْ تَبْدِيْدٍ، ثُمَّ وَضَعَ اَطْرَافَ اَصَابِعِهِ عَلٰى قَرْنِ الرَّاْسِ، ثُمَّ ضَمَّهَا يُمِرُّهَا عَلَى الرَّاْسِ، حَتّٰى مَسَّتْ اِبْهَامُهُ طَرَفَ الْاُذُنِ، مِمَّا يَلِي الْوَجْهَ عَلَى الصُّدْغِ وَنَاحِيَةِ اللِّحْيَةِ، لَا يُقَصِّرُ وَلَا يَبْطُشُ اِلَّا كَذٰلِكَ، وَقَالَ لَوْ لَا اَنْ اَشُقَّ عَلٰى اُمَّتِيْ لَاَمَرْتُهُمْ اَنْ يُّصَلُّوْا هٰكَذَا. [طرف الحدیث: ۷۲۳۹]

ابن جریج بیان کرتے ہیں: میں نے عطاء سے کہا' انہوں نے بیان کیا: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عشاء کی نماز میں تاخیر کر دی حتیٰ کہ لوگ سو گئے اور بیدار ہوئے اور سو گئے اور بیدار ہوئے' پھر حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے' پس انہوں نے کہا: نماز (کے لیے آیئے)۔ عطاء نے کہا: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا: پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر نکلے' گویا کہ میں اب بھی آپ کی طرف دیکھ رہا ہوں' آپ کے سر سے پانی کے قطرے گر رہے تھے' آپ نے اپنا ایک ہاتھ اپنے سر کے اوپر رکھا ہوا تھا' پس آپ نے فرمایا: اگر مجھے اپنی امت کے اوپر دشوار نہ ہوتا تو میں انہیں حکم دیتا کہ وہ اس وقت عشاء کی نماز پڑھیں۔ ابن جریج نے کہا: میں نے عطاء سے پوچھا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کس طرح اپنا ہاتھ اپنے سر کے اوپر رکھا ہوا تھا' جس طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کو بیان کیا تھا' عطاء نے اپنی انگلیوں کو تھوڑا سا پھیلایا' پھر ان انگلیوں کے سروں کو اپنے سر کی ایک جانب رکھا' پھر انگلیوں کو ملا کر اپنے سر پر پھیرا حتیٰ کہ آپ کے انگوٹھے نے کان کی لو کو مَس کیا' جس طرف سے کان چہرے کے قریب کنپٹی پر اور ڈاڑھی کی طرف تھا' عطاء اپنے ہاتھ کو کھینچتے تھے نہ موڑتے تھے مگر اسی طرح اور آپ نے فرمایا: مجھے اپنی امت پر دشوار نہ ہوتا تو انہیں اس وقت نماز پڑھنے کا حکم دیتا۔

(صحیح مسلم: ۶۴۲-۶۳۹' الرقم المسلسل: ۱۴۲۵-۱۴۱۹' سنن ابوداؤد: ۴۲۰' سنن نسائی: ۵۳۶' مسند الحمیدی: ۴۹۲' مسند ابویعلیٰ: ۲۳۹۸' صحیح ابن خزیمہ: ۳۴۲' سنن دارمی: ۱۲۱۵' صحیح ابن حبان: ۱۵۳۳' مصنف عبد الرزاق: ۲۱۱۳' مصنف ابن ابی شیبہ ج۱ ص۳۳۱' المعجم الکبیر: ۱۱۳۹۰' مسند احمد ج۱ ص۲۲۱ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۹۲۶- ج۳ ص۴۰۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمود بن غیلان الحافظ المروزی (۲) عبد الرزاق الیمانی (۳) عبد الملک بن جریج (۴) نافع مولیٰ ابن عمر (۵) حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج۵ ص۹۹)

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس جملہ میں ہے: حتیٰ کہ ہم مسجد میں سو گئے' اور اس جملہ میں ہے: لوگ

گئے اور اس جملہ میں ہے: حضرت ابن عمر عشاء سے پہلے سو جاتے تھے۔

جس پر نیند کا غلبہ ہو اس کے لیے عشاء پڑھنے سے پہلے سونے کا جواز' تہائی رات تک ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

نماز مؤخر کرنے کا استحباب اور دیگر مسائل

اس حدیث سے حسب ذیل مسائل مستنبط ہوتے ہیں:

(۱) جس شخص پر نیند کا غلبہ ہو یا جس شخص کو کسی ضرورت کی وجہ سے جلد سونا ہو یا کسی تھکاوٹ یا کسی بیماری کی وجہ سے وہ عشاء کی نماز پڑھنے سے پہلے سوسکتا ہے' بہ شرطیکہ اس کو یہ اعتماد ہو کہ وہ وقت کے اندر اٹھ کر نماز پڑھ لے گا۔

(۲) اس حدیث میں عشاء کی نماز کو تاخیر سے پڑھنے کی فضیلت پر دلیل ہے' کیونکہ آپ نے فرمایا: اگر مجھے اپنی امت پر دشوار نہ ہوتا تو میں ان کو اسی وقت میں نماز پڑھنے کا حکم دیتا۔

(۳) اس حدیث میں یہ بھی دلیل ہے کہ احکام شرعیہ آپ کی طرف مفوض ہیں' کیونکہ آپ نے فرمایا: اگر مجھے اپنی امت پر دشوار نہ ہوتا تو میں اپنی امت کو اسی وقت میں نماز پڑھنے کا حکم دیتا۔

(۴) اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ امام کو نماز پڑھانے کی طرف متوجہ کرنا اور نماز کو یاد دلانا جائز ہے' جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ نے بہ آواز بلند کہا: نماز (کے لیے آیئے)۔

(۵) اس میں یہ دلیل بھی ہے کہ بچوں اور عورتوں کا جماعت سے نماز پڑھنے کے لیے مسجد میں آنا جائز ہے' البتہ بہت چھوٹے بچوں کو مسجد میں نہیں لانا چاہیے' جن سے یہ خطرہ ہو کہ وہ مسجد میں پیشاب کر دیں گے یا قے کر دیں گے یا جماعت میں نمازیوں کے آگے پھرتے رہیں گے یا ابا ابا کہہ کر مسجد میں شور کرتے پھریں گے۔

(۶) اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر بیٹھے بیٹھے نیند آ جائے تو اس سے وضوء نہیں ٹوٹتا بہ شرطیکہ مقعد زمین پر جمی رہے کیونکہ اس حدیث میں نمازیوں کے سونے کا ذکر ہے اور یہ ذکر نہیں ہے کہ وہ اٹھ کر وضوء کرنے کے لیے گئے۔

(عمدۃ القاری ج ۵ ص ۱۰۱' مع زیادۃ ایضاح' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۳۵۱۔ ج ۲ ص ۲۶۳ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے یہ عنوان ہیں:
① عشاء کے وقت میں مذاہب اربعہ ② آپ کی امت پر شفقت اور رعایت ③ منصب رسالت اور تشریع احکام۔

۲۵ - بَابُ وَقْتِ الْعِشَاءِ إِلٰى نِصْفِ اللَّيْلِ — عشاء کا وقت آدھی رات تک ہے

یہ عنوان اس پر دلالت کرتا ہے کہ عشاء کی نماز کا وقت آدھی رات تک ہے۔

وَقَالَ اَبُوْ بَرْزَةَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَحِبُّ تَاْخِيْرَهَا.

اور حضرت ابو برزہ نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کی نماز میں تاخیر کو مستحب قرار دیتے تھے۔

یہ تعلیق صحیح البخاری: ۵۴۷ کا ایک قطعہ ہے۔

۵۷۲ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحِيْمِ الْمُحَارِبِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا زَائِدَةُ ' عَنْ حُمَيْدِ الطَّوِيْلِ ' عَنْ اَنَسٍ قَالَ اَخَّرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةَ الْعِشَاءِ اِلٰى نِصْفِ اللَّيْلِ ' ثُمَّ صَلّٰى ' ثُمَّ قَالَ قَدْ صَلَّى النَّاسُ وَنَامُوْا ' اَمَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد الرحیم المحاربی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زائدہ نے حدیث بیان کی از حمید الطویل از حضرت انس رضی اللہ' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز آدھی رات تک مؤخر کر دی' پھر نماز پڑھی' پھر فرمایا:

اِنَّكُمْ فِي صَلٰوةٍ مَا انْتَظَرْتُمُوْهَا. وَزَادَ ابْنُ اَبِي مَرْيَمَ اَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ اَيُّوْبَ قَالَ حَدَّثَنِي حُمَيْدٌ سَمِعَ اَنَسًا قَالَ كَاَنِّي اَنْظُرُ اِلَى وَبِيْصِ خَاتَمِهِ لَيْلَتَئِذٍ.

[اطراف الحدیث: ۶۰۰-۶۶۱-۸۴۷-۵۸۶۹]

لوگوں نے نماز پڑھی اور سو گئے اور تمہارا شمار اس وقت تک نماز میں ہوتا رہا جب تک تم نماز کا انتظار کرتے رہے اور ابن ابی مریم نے یہ اضافہ کیا: ہمیں یحییٰ بن ایوب نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں حمید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا انہوں نے کہا: گویا اس رات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی کی چمک دیکھ رہا تھا۔

(سنن ابن ماجہ: ۶۹۲ سنن نسائی: ۵۳۵ مسند ابو یعلیٰ: ۳۸۰۰ صحیح ابن حبان: ۲۰۳۳ سنن بیہقی ج ۱ ص ۳۷۵ مسند احمد ج ۳ ص ۱۸۲ طبع قدیم مسند احمد: ۱۲۸۸۰۔ ج ۲۰ ص ۲۴۰ موسسۃ الرسالۃ بیروت جامع المسانید لابن الجوزی: ۲۷۱ مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبد الرحیم بن عبد الرحمان بن محمد المحاربی الکوفی ان کی کنیت ابوزیاد ہے اور یہ امام بخاری کے قدیم شیوخ سے ہیں یہ ۲۱۱ھ میں فوت ہو گئے تھے صحیح بخاری میں ان سے صرف یہی ایک حدیث مروی ہے۔ المحاربی میں محارب بن عمرو بن ودیعہ کی طرف نسبت ہے (۲) زائدہ بن قدامہ (۳) حمید الطویل (۴) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۱۰۲)

اس حدیث میں یہ مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آدھی رات کے بعد عشاء کی نماز پڑھی اس میں یہ دلیل ہے کہ آدھی رات تک نماز میں تاخیر کرنا مستحب ہے اور آدھی رات کے بعد نماز پڑھنا مباح ہے اس کی مزید تشریح حدیث: ۵۴۷ میں کی جا چکی ہے۔

۲۶ - بَابُ فَضْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ — فجر کی نماز کی فضیلت

خصوصیت کے ساتھ فجر کی نماز کی فضیلت اس لیے بیان کی ہے کہ فجر کی نماز کے لیے انسان نیند ترک کر کے نماز کے لیے جاتا ہے اور نیند کو ترک کر کے نماز کے لیے جانا نفس پر بہت شاق ہوتا ہے اور اس لیے بھی کہ نیند موت کی بہن ہے گویا کہ انسان جب بیدار ہوتا ہے تو اس کو موت کے بعد دوبارہ زندگی ملتی ہے اسی لیے حدیث میں ہے:

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سونے کا ارادہ کرتے تو یہ دعا کرتے:

اللهم باسمك اموت واحيا. — اے اللہ! میں تیرے نام سے مرتا ہوں اور تیرے نام سے زندہ ہوتا ہے۔

اور جب آپ نیند سے بیدار ہوتے تو یہ دعا کرتے:

الحمد لله الذى احيا نفسى بعد ان اماتها واليه النشور. (سنن الترمذی: ۳۴۱۷ مسند احمد ج ۵ ص ۳۸۵) — تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جس نے میرے نفس کی موت کے بعد اس کو زندہ کیا اور قیامت کے دن اسی کی طرف اٹھنا ہے۔

اور جب بیدار ہونے کے بعد انسان کو دوبارہ زندگی ملتی ہے تو اس زندگی کا شکر ادا کرنے کے لیے اس کو اس وقت کی نماز پڑھنا چاہیے اور فجر کی نماز کی فضیلت میں ہی اس باب کی حدیث ہے:

۵۷۳ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ اِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا قَيْسٌ قَالَ لِي جَرِيْرُ ابْنُ عَبْدِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از اسماعیل

اللّٰهِ كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِذْ نَظَرَ إِلَى الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ، فَقَالَ أَمَا إِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ كَمَا تَرَوْنَ هٰذَا، لَا تُضَامُّوْنَ. أَوْ لَا تُضَاهُوْنَ فِي رُؤْيَتِهِ. فَإِنِ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ لَا تُغْلَبُوْا عَلَى صَلٰوةٍ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا فَافْعَلُوْا. ثُمَّ قَالَ ﴿وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا﴾ (طٰہٰ: ۱۳۰).

انہوں نے کہا: ہمیں قیس نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھ سے حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تھے وہ چودھویں رات کے چاند کی شب تھی آپ نے چاند کی طرف دیکھ کر فرمایا: سنو! عنقریب تم اپنے رب کو اس طرح دیکھو گے جس طرح اس چاند کو دیکھ رہے ہو تم کو کوئی مشقت نہیں ہوگی نہ تم کو کوئی شبہ ہوگا پس اگر تم یہ کر سکتے ہو کہ طلوع آفتاب سے پہلے اور غروب آفتاب سے پہلے نماز پڑھنے سے مغلوب نہ ہو تو (ضرور) کرو پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: ''پس آپ طلوع شمس سے پہلے اور غروب شمس سے پہلے (نماز میں) اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح پڑھیے'' (طٰہٰ: ۱۳۰)۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۵۵۴ میں کی جا چکی ہے وہاں اس کا عنوان تھا: نمازِ عصر کی فضیلت اور یہاں اس کا عنوان ہے: نمازِ فجر کی فضیلت اور اس حدیث میں دونوں عنوانوں کی گنجائش ہے۔

۵۷۴ - حَدَّثَنَا هُدْبَةُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُوْ جَمْرَةَ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ أَبِي مُوْسٰى، عَنْ أَبِيْهِ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ صَلَّى الْبَرْدَيْنِ دَخَلَ الْجَنَّةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ھدبہ بن خالد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے ابو جمرہ نے حدیث بیان کی از ابی بکر بن ابی موسیٰ از والد خود کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے ٹھنڈے وقت کی دو نمازیں پڑھیں وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔

وَقَالَ ابْنُ رَجَاءٍ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، عَنْ أَبِي جَمْرَةَ أَنَّ أَبَا بَكْرِ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قَيْسٍ أَخْبَرَهُ بِهٰذَا.

اور ابن رجاء نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی از ابی جمرہ کہ ابوبکر بن عبد اللہ بن قیس نے بھی اس حدیث کی خبر دی۔

حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ، عَنْ حَبَّانَ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ جَمْرَةَ، عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ.

امام بخاری نے کہا: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی از حبان انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابو جمرہ نے حدیث بیان کی از ابوبکر بن عبد اللہ از والد خود از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس حدیث کی مثل۔

(صحیح مسلم: ۶۳۵ الرقم المسلسل: ۱۴۱۱ سنن دارمی: ۱۴۳۲ جامع المسانید لابن الجوزی: ۴۹۳۴ مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ)

فجر اور عصر کی پابندی کرنے والا اگر دیگر گناہوں میں ملوث رہا تو وہ جنت میں کیسے داخل ہوگا؟

اکثر علماء نے یہ کہا ہے کہ ٹھنڈے وقت کی دو نمازوں سے مراد فجر اور عصر کی نمازیں ہیں اس حدیث میں مذکور ہے کہ جس نے ان دو نمازوں کو پڑھا وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔ اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ جس نے صرف ان دو نمازوں کو پڑھا اور باقی اسلام کے احکام پر عمل نہیں کیا اور ممنوعہ بُرے کاموں کا ارتکاب کیا کیا وہ بھی جنت میں داخل ہو جائے گا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ مطلب یہ ہے کہ جو ان دو نمازوں کی پابندی کرے گا وہ باقی نمازوں کو بھی پڑھے گا اور اسلام کے تمام احکام پر عمل کرے گا اور بے حیائی

اور بُرے کاموں سے بچے گا کیونکہ ''نماز بے حیائی اور بُرے کاموں سے روکتی ہے'' (العنکبوت:۴۵) اور اگر وہ کسی کبیرہ گناہ میں ملوث ہو گیا تو مرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ اس کو توبہ کی توفیق دے دے گا' اور اس کی شفاعت بھی متوقع ہے' اور اللہ تعالیٰ اپنے فضل محض سے بھی گناہ گاروں کو بخش دیتا ہے' ورنہ وہ اپنی سزا بھگت کر آخر میں جنت میں داخل ہو جائے گا۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم:۱۳۳۷۔ ج ۲ ص ۲۵۶ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے یہ عنوان ہیں:

(۱) دیدارِ الٰہی کی تحقیق (۲) عصر اور فجر میں ملائکہ کے اجتماع اور نوید جنت کی خصوصیت۔

۲۷ - بَابُ وَقْتِ الْفَجْرِ — فجر کا وقت

اس باب میں نمازِ فجر کا وقت بیان کیا گیا ہے۔

۵۷۵ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَاصِمٍ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ اَنَسٍ اَنَّ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ حَدَّثَهُ اَنَّهُمْ تَسَحَّرُوْا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَامُوْا اِلَى الصَّلٰوةِ. قُلْتُ كَمْ كَانَ بَيْنَهُمَا؟ قَالَ قَدْرُ خَمْسِيْنَ اَوْ سِتِّيْنَ، يَعْنِيْ اٰيَةً. [طرف الحدیث:۱۹۲۱]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن عاصم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے ان کو یہ حدیث بیان کی کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سحری کی' پھر وہ نماز کی طرف کھڑے ہو گئے' میں نے پوچھا: ان کی سحری اور نماز کے درمیان کتنا وقفہ تھا؟ تو انہوں نے بتایا: جتنی دیر میں پچاس یا ساٹھ آیتوں کی تلاوت کی جاتی ہے۔

(صحیح مسلم:۱۰۹۷' الرقم المسلسل:۲۵۱۱' سنن الترمذی:۷۰۳۔۷۰۴' سنن نسائی:۲۱۵۵' سنن دارمی:۱۶۹۵' صحیح ابن خزیمہ:۱۹۴۱' المعجم الکبیر:۴۷۹۲' سنن بیہقی ج ۴ ص ۲۳۸' شرح السنۃ:۱۷۵۵' مسند احمد ج ۵ ص ۱۸۲ طبع قدیم' مسند احمد:۲۱۵۸۵۔ ج ۳۵ ص ۴۶۱' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی:۱۷۵۱' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عمرو بن عاصم الحافظ البصری' یہ ۲۲۳ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) ہمام بن یحییٰ (۳) قتادہ بن دعامہ (۴) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ (۵) حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۱۰۶)

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ سحری کے بعد پچاس یا ساٹھ آیات کی تلاوت کی مقدار وقت گزرنے کے بعد فجر کی نماز کھڑی ہو جاتی تھی اور یہ فجر کی نماز کا اوّل وقت تھا۔ اس حدیث سے امام بخاری نے یہ استدلال کیا ہے کہ فجر کی نماز کا اوّل وقت وہ ہے' جب فجر طلوع ہوتی تھی۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ سحری میں تاخیر کرنا مستحب ہے اور فجر کا اوّل وقت طلوعِ فجر ہے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم:۲۴۴۸۔ ج ۳ ص ۸۲ پر مذکور ہے' اس کی شرح میں سحری کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔

۵۷۶ - حَدَّثَنَا حَسَنُ بْنُ صَبَّاحٍ سَمِعَ رَوْحًا قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَزَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ تَسَحَّرَا فَلَمَّا فَرَغَا مِنْ سُحُوْرِهِمَا، قَامَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حسن بن صباح نے حدیث بیان کی' انہوں نے روح سے سنا' انہوں نے کہا: ہمیں سعید نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے سحری کی' جب وہ

وَسَلَّمَ إِلَى الصَّلٰوةِ فَصَلّٰى. قُلْتُ لِأَنَسٍ كَمْ كَانَ بَيْنَ فَرَاغِهِمَا مِنْ سَحُوْرِهِمَا وَدُخُوْلِهِمَا فِي الصَّلٰوةِ؟ قَالَ قَدْرُ مَا يَقْرَأُ الرَّجُلُ خَمْسِيْنَ اٰيَةً. [طرف الحدیث: ۱۱۳۴]

دونوں سحری سے فارغ ہو گئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز کی طرف کھڑے ہو گئے اور نماز پڑھی۔ روح نے کہا: میں نے حضرت انس سے پوچھا: آپ کے سحری کرنے اور نماز پڑھنے کے درمیان کتنا وقفہ تھا؟ انہوں نے کہا: جتنی دیر میں کوئی شخص پچاس آیات تلاوت کرتا ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۰۹۷ سنن ترمذی۔ ۷۰۳ سنن ابن ماجہ: ۱۶۹۴ سنن نسائی: ۲۱۵۱ سنن دارمی: ۱۶۹۵ صحیح ابن خزیمہ: ۱۹۴۱ المعجم الکبیر: ۴۷۹۲ سنن بیہقی ج ۴ ص ۲۳۸ شرح السنۃ: ۱۵۵۳ مسند احمد ج ۵ ص ۱۸۲ طبع قدیم مسند احمد: ۲۱۵۸۵۔ ج ۳۵ ص ۴۶۱ موسسۃ الرسالۃ بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) حسن بن صباح البزار (۲) روح بن عبادہ (۳) سعید بن ابی عروبہ (۴) قتادہ بن دعامہ (۵) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔

(عمدۃ القاری ج ۵ ص ۱۰۷)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز فجر کا اول وقت طلوع فجر ہے کیونکہ اسی وقت میں روزہ دار کے اوپر کھانا اور پینا حرام ہو جاتا ہے اور نماز فجر کا آخری وقت طلوع آفتاب ہے۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۲۴۴۸۔ ج ۳ ص ۸۲ پر مذکور ہے اس کی شرح میں بھی سحری کی فضیلت کا ذکر ہے۔

۵۷۷- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ أَبِي أُوَيْسٍ عَنْ أَخِيْهِ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ أَبِي حَازِمٍ أَنَّهُ سَمِعَ سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ يَقُوْلُ كُنْتُ أَتَسَحَّرُ فِي أَهْلِي ثُمَّ تَكُوْنُ سُرْعَةٌ بِي أَنْ أُدْرِكَ صَلٰوةَ الْفَجْرِ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. [طرف الحدیث: ۱۹۲۰] (صحیح ابن خزیمہ: ۱۹۴۲)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن ابی اویس نے حدیث بیان کی از برادر خود از سلیمان از ابی حازم انہوں نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے سنا وہ بیان کرتے ہیں کہ میں اپنے اہل کے ساتھ سحری کرتا پھر مجھے جلدی ہوتی تا کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز فجر پالوں۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) اسماعیل بن اویس ابواویس کا نام عبد اللہ الاصبحی المدنی ہے یہ امام مالک بن انس کے بھانجے ہیں (۲) ان کے بھائی عبدالحمید بن ابی اویس ہیں ان کی کنیت ابوبکر ہے (۳) سلیمان بن بلال ابوایوب ہیں (۴) ابوحازم سلمہ بن دینار الاعرج یہ اہل مدینہ میں عبادت گزاروں میں سے تھے (۵) حضرت سہل بن سعد بن مالک الانصاری رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۱۰۸)

اس حدیث سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اول وقت میں فجر کی نماز پڑھتے تھے۔

۵۷۸- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ أَخْبَرَتْهُ قَالَتْ كُنَّ نِسَاءُ الْمُؤْمِنَاتِ يَشْهَدْنَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةَ الْفَجْرِ مُتَلَفِّعَاتٍ بِمُرُوْطِهِنَّ ثُمَّ يَنْقَلِبْنَ إِلٰى بُيُوْتِهِنَّ حِيْنَ يَقْضِيْنَ الصَّلٰوةَ لَا يَعْرِفُهُنَّ أَحَدٌ مِنَ الْغَلَسِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے خبر دی از عقیل از ابن شہاب انہوں نے کہا: مجھے عروہ بن الزبیر نے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کو خبر دی کہ مسلمان عورتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز فجر کے لیے حاضر ہوتی تھیں وہ اپنی چادروں میں لپٹی ہوئی ہوتی تھیں پھر نماز پڑھنے کے بعد وہ اپنے گھروں کو لوٹ جاتیں اندھیرے کی وجہ سے ان کو کوئی نہیں پہچانتا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۷۲ میں گزر چکی ہے' وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: عورت کتنے کپڑوں میں نماز پڑھے اور یہاں اس حدیث کا عنوان ہے: فجر کی نماز کا وقت' اور اس حدیث میں دونوں عنوانوں کی صلاحیت ہے۔

فجر کی نماز کا افضل وقت سفیدی پھیلنے کے بعد ہے

اس باب کی احادیث میں یہ ذکر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اخیر شب کے اندھیرے میں اول وقت نماز فجر پڑھتے تھے' مگر یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل ہے اور آپ کا قول یہ ہے کہ جب سفیدی پھیل جائے' اس وقت نمازِ فجر پڑھی جائے اور آپ کا قول آپ کے فعل پر راجح ہوتا ہے' وہ حدیث یہ ہے:

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فجر کی نماز سفیدی پھیلنے کے بعد پڑھو' اس میں زیادہ اجر ہے۔ (سنن ترمذی: ۱۵۴' سنن ابوداؤد: ۴۲۴' سنن نسائی: ۵۴۷' سنن ابن ماجہ: ۶۷۲' شرح معانی الآثار: ۱۰۳۸-۱۰۳۷-۱۰۳۶-۱۰۳۵-۱۰۳۴' صحیح ابن حبان: ۱۴۹۰' سنن بیہقی ج ۱ ص ۴۵۷' شرح السنۃ: ۳۵۴' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۹۵۹' الاحاد والمثانی: ۲۰۹۱' سنن دارمی: ۱۲۲۰-۱۲۱۹' المعجم الکبیر: ۴۲۹۰-۴۲۸۷-۴۲۸۶' حلیۃ الاولیاء ج ۷ ص ۹۴' مصنف عبد الرزاق: ۲۱۵۹' السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۵۳۱' تاریخ کبیر ج ۱ ص ۳۰۱' مسند البزار: ۳۸۴' مسند احمد ج ۳ ص ۴۶۵ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۵۸۱۹' ج ۲۵ ص ۱۳۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

۲۸ - بَابُ مَنْ اَدْرَكَ رَكْعَةً مِنَ الْفَجْرِ — جس نے نمازِ فجر کی ایک رکعت پالی

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جس نے نمازِ فجر کی ایک رکعت پالی' اس کی نماز کا کیا حکم ہے۔

۵۷۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ ' عَنْ مَالِكٍ ' عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ ' عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ ' وَعَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيْدٍ ' وَعَنِ الْاَعْرَجِ ' يُحَدِّثُوْنَهُ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَدْرَكَ مِنَ الصُّبْحِ رَكْعَةً قَبْلَ اَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ ' فَقَدْ اَدْرَكَ الصُّبْحَ ' وَمَنْ اَدْرَكَ رَكْعَةً مِّنَ الْعَصْرِ ' قَبْلَ اَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ ' فَقَدْ اَدْرَكَ الْعَصْرَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از زید بن اسلم از عطاء بن یسار اور از بسر بن سعید اور از الاعرج' وہ حدیث بیان کرتے ہیں از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے طلوع شمس سے پہلے صبح کی ایک رکعت کو پالیا' اس نے صبح کو پالیا اور جس نے غروب شمس سے پہلے عصر کی ایک رکعت کو پالیا' اس نے عصر کو پالیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۵۵۶ میں گزر چکی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا: جس نے غروب آفتاب سے پہلے عصر کی ایک رکعت پالی' اور یہاں اس کا عنوان ہے: جس نے فجر کی ایک رکعت پالی' اور اس حدیث میں دونوں عنوانوں کی گنجائش ہے۔

۲۹ - بَابُ مَنْ اَدْرَكَ مِنَ الصَّلٰوةِ رَكْعَةً — جس نے نماز کی ایک رکعت پالی

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے: جس نے نماز کی ایک رکعت پالی' اس کی نماز کا کیا حکم ہے۔

۵۸۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ ' عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ' عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَدْرَكَ رَكْعَةً مِّنَ الصَّلٰوةِ فَقَدْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن شہاب از ابی سلمہ بن عبد الرحمان از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے نماز کی ایک رکعت کو پالیا اس نے

أَدْرَكَ الصَّلٰوةَ. نماز کو پالیا۔

اس حدیث کی شرح بھی حدیث:۵۵٦ میں گزر چکی ہے۔

۳۰ - بَابُ الصَّلٰوةِ بَعْدَ الْفَجْرِ حَتّٰى تَرْتَفِعَ الشَّمْسُ

فجر کے بعد نماز حتیٰ کہ سورج بلند ہو جائے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ فجر کی نماز پڑھنے کے بعد اس وقت نماز پڑھی جائے' جب سورج بلند ہو جائے۔

۵۸۱ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَبِي الْعَالِيَةِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ شَهِدَ عِنْدِي رِجَالٌ مَّرْضِيُّونَ، وَأَرْضَاهُمْ عِنْدِي عُمَرُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الصَّلٰوةِ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتّٰى تَشْرُقَ الشَّمْسُ، وَبَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰى تَغْرُبَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حفص بن عمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از قتادہ از ابی العالیہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے کہا: میرے پاس پسندیدہ لوگوں نے شہادت دی تھی اور سب سے زیادہ پسندیدہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صبح کی نماز کے بعد نماز پڑھنے سے منع فرمایا' حتیٰ کہ سورج چمکنے لگے اور عصر کے بعد نماز پڑھنے سے منع فرمایا حتیٰ کہ سورج غروب ہو جائے۔

حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ سَمِعْتُ أَبَا الْعَالِيَةِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ حَدَّثَنِي نَاسٌ بِهٰذَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از شعبہ از قتادہ' وہ بیان کرتے ہیں: میں نے ابو العالیہ سے سنا از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ لوگوں نے مجھے یہ حدیث بیان کی۔

(صحیح مسلم:۸۲٦' الرقم المسلسل:۱۸۹۰' سنن ابوداؤد:۱۲۷٦' سنن ترمذی:۱۸۳' سنن نسائی:۵٦۲-۵٦۱' سنن ابن ماجہ:۱۲۵۰' مسند البزار: ۱۸۵' مسند ابویعلیٰ:۱۴۷' صحیح ابن خزیمہ:۱۲۷۲-۱۲۷۱' مسند احمد ج ا ص ۱۸ طبع قدیم' مسند احمد:۱۱۰-ج ا ص ۲٦٦' موسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی:۵۷۰۹' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲٦ھ)

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں' ان کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں فجر کے بعد نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے حتیٰ کہ سورج بلند ہو جائے۔

عصر کے بعد نوافل کی ممانعت پر ایک حدیث سے معارضہ کا جواب

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ فجر کی نماز کے بعد نفل پڑھنا مکروہ ہیں حتیٰ کہ سورج طلوع ہو جائے اور عصر کی نماز کے بعد بھی نفل پڑھنا مکروہ ہے حتیٰ کہ سورج غروب ہو جائے' ابراہیم النخعی نے کہا ہے کہ فقہاء اس نماز کو مکروہ کہتے تھے اور یہ صحابہ کی ایک جماعت کا قول ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ایک حدیث میں یہ تصریح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عصر کے بعد دو رکعت نماز پڑھنے کو ترک نہیں کرتے تھے۔ ہشام بیان کرتے ہیں کہ مجھے میرے والد نے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اے میرے بھانجے! نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے پاس عصر کے بعد دو رکعت نماز کو کبھی ترک نہیں کیا۔ (صحیح البخاری:۵۹۱' صحیح مسلم:۸۳۵)

اس کا جواب یہ ہے کہ جب ایسی دو حدیثوں میں تعارض ہو جو ایک فعل کی مبیح ہو اور دوسری اس فعل سے مانع ہو تو جو حدیث مانع ہو اس کو مؤخر قرار دے کر اس کو ترجیح دی جاتی ہے۔ اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ عصر کے بعد دو رکعت نماز پڑھنا آپ کی خصوصیت تھی، ہمارے لیے عصر کے بعد نماز پڑھنا ممنوع ہے سوا اس کے کہ کوئی قضاء نماز پڑھی جائے یعنی عصر کے بعد قضاء نماز پڑھنا جائز ہے۔

۵۸۲ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ هِشَامٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبِي قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَحَرَّوْا بِصَلٰوتِكُمْ طُلُوْعَ الشَّمْسِ وَلَا غُرُوْبَهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی از ہشام انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے خبر دی انہوں نے کہا کہ مجھے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم اپنی نمازوں میں طلوع شمس کا قصد کرو نہ غروبِ شمس کا۔

[اطراف الحدیث: ۵۸۵-۵۸۹-۱۱۹۱-۱۱۹۲-۱۶۲۹-۳۲۷۳] (صحیح مسلم: ۸۲۸، الرقم المسلسل: ۱۸۹۳، سنن النسائی: ۵۵۹، مسند احمد ج ۲ ص ۳۳ طبع قدیم، مسند احمد: ۴۸۸۵- ج ۸ ص ۴۹۱، مؤسسة الرسالة، بیروت، جامع المسانید لابن الجوزی: ۳۴۶۹، مکتبة الرشد، ریاض، ۱۴۲۶ھ)

طلوعِ شمس اور غروبِ شمس کے وقت نماز پڑھنے سے ممانعت کی توجیہ

بعض لوگ طلوع شمس اور غروبِ شمس کے وقت قصداً سورج کی تعظیم کے لیے نماز پڑھتے تھے تو آپ نے اس وقت قصداً نماز پڑھنے سے منع فرمایا تاکہ غیر اللہ کی عبادت کی مشابہت نہ ہو۔

بعض فقہاء نے کہا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ طلوعِ شمس یا غروبِ شمس کے وقت قصداً نماز پڑھنا ممنوع ہے، اگر اتفاقاً طلوع شمس کے وقت نماز پڑھ لی جائے تو یہ ممنوع نہیں ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ بہت احادیث میں ان اوقات میں مطلقاً نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔

۵۸۳ - وَقَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا طَلَعَ حَاجِبُ الشَّمْسِ فَأَخِّرُوا الصَّلٰوةَ حَتّٰى تَرْتَفِعَ، وَإِذَا غَابَ حَاجِبُ الشَّمْسِ فَأَخِّرُوا الصَّلٰوةَ حَتّٰى تَغِيبَ. تَابَعَهُ عَبْدَةُ.

اور مجھے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب سورج کا کنارہ طلوع ہو جائے تو نماز کو مؤخر کر دو حتیٰ کہ سورج بلند ہو جائے اور جب سورج کا کنارہ غائب ہو جائے تو نماز کو مؤخر کر دو حتیٰ کہ سورج غائب ہو جائے۔ اس حدیث کی عبدہ نے متابعت کی ہے۔

[طرف الحدیث: ۳۲۷۲]

(صحیح مسلم: ۸۲۸، الرقم المسلسل: ۱۸۹۳، مصنف عبد الرزاق: ۳۹۵۱، موطأ امام مالک: ۵۲۴، دار المعرفة، صحیح ابن حبان: ۱۵۴۸، سنن بیہقی ج ۲ ص ۴۵۳، شرح السنة: ۷۷۳، مسند احمد ج ۲ ص ۳۳ طبع قدیم، مسند احمد: ۴۸۸۵- ج ۸ ص ۴۹۱، مؤسسة الرسالة، بیروت)

عبدہ بن سلیمان نے یحییٰ بن سعد القطان کی متابعت کی ہے۔

طلوعِ شمس سے قبل اور غروبِ شمس سے قبل نماز پڑھنے میں مذاہب فقہاء اور علامہ ابن بطال کے فقہاء احناف پر اعتراضات

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ فجر اور عصر کی نماز پڑھنے کے بعد نماز پڑھنے کی ممانعت کی علت کیا ہے، امام مالک نے کہا ہے کہ اس سے مراد نفل پڑھنے کی ممانعت ہے، فرض پڑھنے کی ممانعت نہیں ہے اور جو فوت شدہ فرائض ہیں، وہ کسی وقت بھی پڑھے جا سکتے ہیں

کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: جس نے طلوع شمس سے پہلے ایک رکعت پڑھ لی یا غروب شمس سے پہلے ایک رکعت پڑھ لی' اس نے نماز کو پالیا۔ (صحیح البخاری:۵۵۶' صحیح مسلم:۶۰۸) اور یہ بات معلوم ہے کہ جس نے ان اوقات میں ایک رکعت نماز پڑھ لی تو وہ دوسری رکعت اسی وقت میں پڑھے گا' جس وقت میں نماز پڑھنا ممنوع ہے اور یہ ہمارے قول پر دلالت کرتا ہے' اور یہی امام احمد اور امام اسحاق کا قول ہے۔

امام شافعی نے کہا ہے: اس ممانعت سے ابتداءً نوافل پڑھنے کی ممانعت مراد ہے لیکن مفروضہ اور مسنونہ نمازیں یا جن نوافل کو وہ دائماً پڑھتا ہو' ان کی ممانعت نہیں ہے' اور امام شافعی نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عصر کے بعد دو رکعت نماز پڑھی۔ (صحیح البخاری:۵۹۱' صحیح مسلم:۸۳۵)

فقہاء احناف نے کہا ہے کہ اس ممانعت سے نفل پڑھنے کی ممانعت مراد ہے' اور ان وقتوں میں فرائض کی قضاء پڑھ سکتا ہے' لیکن جب سورج بلند ہونے سے پہلے ظاہر ہو' اور غروب ہونے سے پہلے غروب کی طرف مائل ہو' اس وقت کوئی فرض پڑھنا جائز ہے نہ نفل' اور نہ نمازِ جنازہ پڑھنا جائز ہے' صرف اس دن کی عصر کی نماز پڑھنا جائز ہے' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے غروب آفتاب سے پہلے ایک رکعت پڑھی تو وہ اپنی نماز پوری کرے۔ (صحیح البخاری:۵۵۶' صحیح مسلم:۶۰۸) اس باب کے شروع میں ہم فقہاء احناف کا رد کر چکے ہیں۔

جن فقہاء نے ان دو وقتوں میں فرض نماز پڑھنے کو جائز کہا ہے' ان کا استدلال اس حدیث سے ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: تم اپنی نمازوں میں طلوعِ شمس کا قصد کرو نہ غروبِ شمس کا۔ (صحیح البخاری:۵۸۲) اس حدیث میں اس شخص کے لیے نماز پڑھنے کی ممانعت ہے جو طلوعِ شمس یا غروبِ شمس کا قصد کر کے نماز پڑھتا ہے' لیکن جو شخص اس وقت نیند سے بیدار ہوا یا جو شخص نماز پڑھنا بھول گیا تھا اور اس کو اس وقت نماز پڑھنا یاد آیا تو وہ اس ممانعت میں داخل نہیں ہے' کیونکہ حدیث میں ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس شخص کے متعلق سوال کیا گیا' جس نے نماز سے غفلت کی یا نماز کے وقت سو گیا؟ آپ نے فرمایا: اس کو جس وقت نماز یاد آئے' اس وقت نماز پڑھ لے۔

(صحیح مسلم:۶۸۴' سنن نسائی:۶۱۳' سنن ابن ماجہ:۶۹۵' مسند احمد:۱۲۹۰۸' دار الفکر)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کسی نماز کو بھول گیا' پس وہ اس نماز کو اس وقت پڑھ لے جب اس کو یاد آئے' اس کے سوا اس نماز کا اور کوئی کفارہ نہیں ہے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَأَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ ○ (طٰہٰ:۱۴) اور آپ مجھے یاد کرنے کے لیے نماز قائم کریں ○

(صحیح البخاری:۵۹۷' صحیح مسلم:۶۸۴' سنن ابوداؤد:۴۴۲' سنن ترمذی:۱۷۸' سنن نسائی:۶۱۲' سنن ابن ماجہ:۶۹۶' مسند احمد ج ۳ ص ۱۰۰)

یہ احادیث طلوعِ شمس اور غروبِ شمس کے وقت نماز پڑھنے کی ممانعت سے معارض ہیں اور ان احادیث سے معلوم ہوا کہ جو شخص خصوصیت سے ان اوقات میں نماز پڑھنے کا قصد نہ کرے' اس کے لیے ان اوقات میں فرائض اور نوافل پڑھنا جائز ہیں۔

المہلب نے کہا ہے کہ ان دو وقتوں میں نماز پڑھنے کی کراہت کا معنی یہ ہے کہ کچھ لوگ طلوعِ شمس اور غروبِ شمس کے وقت قصداً نماز پڑھتے تھے اور اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر سورج کی عبادت کا قصد کرتے تھے' لہٰذا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان اوقات میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا تاکہ ان لوگوں کی مشابہت نہ ہو۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۲۷۴۔۲۷۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

فقہاء احناف پر اعتراضات کے مصنف کی طرف سے جوابات

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ حدیث میں ہے: جس نے طلوع شمس سے پہلے یا غروب شمس سے پہلے ایک رکعت پڑھ لی' وہ اس نماز کو پورا کرے اور یہی امام مالک اور امام احمد کا مسلک ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اس حدیث سے استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ کثرت احادیث میں یہ تصریح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طلوع شمس کے وقت نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے اور یہ حدیث طلوع شمس کے وقت نماز پڑھنے کے لیے مُحرِّم ہے اور جس حدیث سے علامہ ابن بطال نے استدلال کیا ہے' وہ مبیح ہے اور جب مبیح اور مُحرِّم میں تعارض ہو تو مُحرِّم کو ترجیح ہوتی ہے۔

علامہ ابن بطال نے امام شافعی کا مذہب نقل کیا ہے کہ ان کے نزدیک فجر اور عصر کے بعد نوافل پڑھنا جائز ہیں اور صحیح بخاری کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ عصر کے بعد دو رکعت نماز پڑھتے تھے' اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث سے بھی استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ حدیث بھی عصر کے بعد نوافل کی اباحت پر دلالت کرتی ہے اور امام ابوحنیفہ نے جن احادیث سے استدلال کیا ہے' وہ عصر کے بعد نوافل پڑھنے کی تحریم پر دلالت کرتی ہیں اور تحریم کی احادیث کو اباحت کی احادیث پر ترجیح ہوتی ہے' ثانیاً یہ کہ عصر کے بعد دو رکعت نماز پڑھنی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت ہے اور ہمیں آپ نے منع فرمایا ہے۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ طلوع شمس اور غروب شمس کے وقت نماز پڑھنے کی ممانعت اس شخص کے لیے ہے' جو قصداً ان اوقات میں نماز پڑھے لیکن جو شخص اس وقت نیند سے بیدار ہوا ہو یا جس کو اسی وقت نماز یاد آئی ہو' وہ طلوع شمس کے وقت نماز پڑھ سکتا ہے' جیسا کہ احادیث میں اس کی تصریح ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ یہ دلیل بھی صحیح نہیں ہے' یہ احادیث عام مخصوص عنہ البعض ہیں' ان احادیث سے مراد طلوع شمس کے علاوہ دیگر اوقات ہیں یعنی طلوع شمس کے علاوہ جس وقت کوئی شخص نیند سے بیدار ہو یا اس کو اس وقت نماز یاد آئے تو وہ اس وقت نماز پڑھ لے اور جن اوقات میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مطلقاً نماز پڑھنے سے منع فرمادیا ہے' ان اوقات میں آپ کی ممانعت کی خلاف ورزی کی جرأت نہ کرے۔

٥٨٤ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ أَبِي أُسَامَةَ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ، عَنْ خُبَيْبِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ بَيْعَتَيْنِ، وَعَنْ لِبْسَتَيْنِ، وَعَنْ صَلَاتَيْنِ نَهٰى عَنِ الصَّلٰوةِ بَعْدَ الْفَجْرِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ، وَبَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰى تَغْرُبَ الشَّمْسُ، وَعَنِ اشْتِمَالِ الصَّمَّاءِ، وَعَنِ الْاِحْتِبَاءِ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ، يُفْضِي بِفَرْجِهٖ إِلَى السَّمَاءِ، وَعَنِ الْمُنَابَذَةِ، وَعَنِ الْمُلَامَسَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید بن اسماعیل نے حدیث بیان کی از ابی اسامہ از عبید اللہ از خبیب بن عبد الرحمٰن از حفص بن عاصم از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو قسم کی خرید و فروخت اور دو قسم کے پہناوے سے اور دو قسم کی نمازوں سے منع فرمادیا ہے' فجر کے بعد نماز پڑھنے سے حتیٰ کہ سورج طلوع ہو جائے اور عصر کے بعد نماز پڑھنے سے حتیٰ کہ سورج غروب ہو جائے' اور اشتمال الصماء سے یعنی کسی ایک جانب سے تہبند کو اوپر اٹھا دینا' اور ایک کپڑے میں احتباء سے یعنی اس کی شرم گاہ آسمان کی طرف کھلی ہو' اور منابذہ اور ملامسہ سے یعنی جس چیز پر وہ کنکر پھینک دے یا جس چیز کو وہ چھولے اس کو فروخت کرنا واجب ہو جائے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۶۸۔۳۶۷ میں گزر چکی ہے' وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: جس چیز سے شرم گاہ کو

چھپائے' وہاں اس میں دو قسم کی نمازوں کا ذکر نہیں تھا یعنی طلوع شمس اور غروب شمس کے وقت نماز کی ممانعت کا' اور اس کی مفصل شرح حدیث:۵۵٦ اور حدیث: ۵۸۳ میں ابھی بیان کی جاچکی ہے۔

۳۱ - بَابٌ لَا يَتَحَرَّى الصَّلٰوةَ قَبْلَ غُرُوْبِ الشَّمْسِ

غروب شمس سے پہلے نماز کا قصد نہ کرے

۵۸۵ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ' عَنْ نَافِعٍ' عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَتَحَرّٰى اَحَدُكُمْ ' فَيُصَلِّيْ عِنْدَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَلَا عِنْدَ غُرُوْبِهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص طلوع شمس کے وقت اور غروب شمس کے وقت نماز پڑھنے کا قصد نہ کرے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے حدیث: ۵۸۴ کا مطالعہ فرمائیں' وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: فجر کی نماز پڑھنے کا حکم حتیٰ کہ سورج بلند ہو جائے' اور اس حدیث میں دونوں عنوانوں کی گنجائش ہے۔

۵۸٦ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ' عَنْ صَالِحٍ ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عَطَاءُ بْنُ يَزِيْدَ الْجُنْدَعِيُّ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا سَعِيْدٍ الْخُدْرِيَّ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا صَلٰوةَ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتّٰى تَرْتَفِعَ الشَّمْسُ' وَلَا صَلٰوةَ بَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰى تَغِيْبَ الشَّمْسُ. [اطراف الحدیث: ۱۱۸۸-۱۱۹۷-۱۸٦۴-۱۹۹۲-۱۹۹۵]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالعزیز بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از صالح از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے عطاء بن یزید الجندعی نے خبر دی' انہوں نے حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ کہہ رہے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: صبح کی نماز کے بعد کوئی نماز نہیں ہے حتیٰ کہ سورج بلند ہو جائے اور عصر کے بعد کوئی نماز نہیں ہے حتیٰ کہ سورج غروب ہو جائے۔

(صحیح مسلم: ۸۲۷' الرقم المسلسل: ۱۸۹۲' سنن النسائی: ۵٦۳' مسند الحمیدی: ۷۳۱' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۴۸' السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۵۴۹' مسند ابو یعلیٰ: ۱۱۲۱-۹۷۷' مصنف عبدالرزاق: ۳۹٦۱' مسند احمد ج ۳ ص ۷ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۱۰۳۳-ج ۱۷ ص ۸۱' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبدالعزیز بن عبداللہ بن یحییٰ بن عمرو القرشی المدنی (۲) ابراہیم بن سعد بن عبدالرحمان بن عوف الزہری القرشی المدنی (۳) صالح بن کیسان الغفاری' مودب ولد عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ (۴) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (۵) عطاء بن یزید' ابو یزید اللیثی الجندعی المدنی (٦) حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۱۱۸)

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۵۸۳ کا مطالعہ فرمائیں۔

اس حدیث میں نفی بہ معنی نہی ہے' اور ان دو وقتوں میں نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے' ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ فجر اور عصر کی نماز کے بعد قضاء نماز پڑھنا' سجدۂ تلاوت کرنا اور نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے۔

۵۸۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبَانَ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن ابان نے حدیث

قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ' عَنْ اَبِی التَّیَّاحِ قَالَ سَمِعْتُ حُمْرَانَ بْنَ اَبَانَ یُحَدِّثُ عَنْ مُعَاوِیَةَ قَالَ اِنَّکُمْ لَتُصَلُّوْنَ صَلٰوةً ' لَقَدْ صَحِبْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ' فَمَا رَاَیْنَاهُ یُصَلِّیْهَا ' وَلَقَدْ نَهٰی عَنْهُمَا. یَعْنِی الرَّکْعَتَیْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ. [طرف الحدیث:۳۷۶۶]

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۶۳۹۲ 'مکتبۃ الرشد ریاض'۱۴۲۶ھ)

بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی التیاح' انہوں نے کہا: میں نے حمران بن ابان سے سنا' وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کرتے ہیں' انہوں نے کہا: تم یہ نماز پڑھ رہے ہو اور ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہے ہیں اور ہم نے آپ کو یہ نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا اور آپ نے عصر کے بعد دو رکعت نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن ابان البلخی' ابوبکر مستملی وکیع' یہ حمدویہ کے نام سے معروف ہیں' یہ ۲۴۴ھ میں فوت ہو گئے تھے' بعض نے کہا: یہ محمد بن ابان الواسطی ہیں نہ کہ وہ جن کا ذکر کیا گیا ہے' علامہ عینی نے کہا: ہر دو قول کے لیے مرجح ہے (۲) غندر' ان کا نام محمد بن جعفر ہے (۳) شعبہ بن الحجاج (۴) ابوالتیاح' ان کا نام یزید بن حمید الضبعی البصری ہے (۵) حُمران بن ابان (۶) حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۱۱۹)

حضرت معاویہ کا عصر کے بعد نفل پڑھنے سے منع فرمانا اور اس پر ایک حدیث سے تعارض کا جواب

اس حدیث میں مذکور ہے: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: تم یہ نماز پڑھتے ہو یعنی عصر کی نماز کے بعد دو رکعت نفل' پھر کہا: ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا' اس پر یہ اعتراض ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: آپ نے یہ دو رکعت نماز کبھی ترک نہیں کیں۔ (صحیح البخاری:۵۹۱) اور حضرت معاویہ کی حدیث اس کے معارض ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ آپ یہ دو رکعت نماز ہمیشہ گھر میں پڑھتے تھے' گھر سے باہر نہیں پڑھتے تھے' اس لیے حضرت معاویہ نے آپ کو یہ نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا اور اس نماز کو پڑھنا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت تھی اور چونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عصر کے بعد نفل پڑھنے سے منع فرمایا ہے' اس لیے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کو عصر کے بعد نماز پڑھنے سے منع فرمایا۔

۵۸۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ ' عَنْ عُبَیْدِ اللّٰهِ ' عَنْ خُبَیْبٍ ' عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ ' عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَلَاتَیْنِ بَعْدَ الْفَجْرِ حَتّٰی تَطْلُعَ الشَّمْسُ ' وَبَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰی تَغْرُبَ الشَّمْسُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن سلام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدہ نے حدیث بیان کی از عبید اللہ از خبیب از حفص بن عاصم از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو نمازیں پڑھنے سے منع فرمایا' فجر کے بعد حتیٰ کہ سورج طلوع ہو جائے اور عصر کے بعد حتیٰ کہ سورج غروب ہو جائے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے حدیث: ۵۸۴ کا مطالعہ فرمائیں۔

۳۲ - بَابُ مَنْ لَّمْ یَکْرَهِ الصَّلٰوةَ اِلَّا بَعْدَ الْعَصْرِ وَالْفَجْرِ

جس کے نزدیک صرف عصر اور فجر کے بعد نماز پڑھنا مکروہ ہے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جن فقہاء کے نزدیک صرف عصر کی نماز اور فجر کی نماز کے بعد نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

رَوَاهُ عُمَرُ، وَابْنُ عُمَرَ، وَاَبُوْ سَعِيْدٍ، وَاَبُوْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ.

اس عدم کراہت کو حضرت عمر اور حضرت ابن عمر اور حضرت ابوسعید اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم نے بیان کیا ہے۔

ان صحابہ کرام کی احادیث ابواب سابقہ میں گزر چکی ہیں' حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث: ۵۸۱ ہے اور حضرت ابن عمر کی حدیث: ۵۸۲ ہے اور حضرت ابوسعید خدری کی حدیث: ۵۸۶ ہے اور حضرت ابوہریرہ کی حدیث: ۵۸۴ ہے۔

۵۸۹ - حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ اَيُّوْبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ اُصَلِّي كَمَا رَاَيْتُ اَصْحَابِيْ يُصَلُّوْنَ لَا اَنْهٰى اَحَدًا يُصَلِّي بِلَيْلٍ وَّلَا نَهَارٍ مَا شَآءَ، غَيْرَ اَنْ لَا تَحَرَّوْا طُلُوْعَ الشَّمْسِ وَلَا غُرُوْبَهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالنعمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ایوب از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' انہوں نے کہا: میں اس طرح نماز پڑھتا ہوں جس طرح میں نے اپنے اصحاب کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے' جو شخص دن اور رات کے کسی وقت میں بھی نماز پڑھے' میں اس کو منع نہیں کرتا سوا اس کے کہ وہ سورج کے طلوع کے وقت نماز کا قصد نہ کرے اور نہ سورج کے غروب کے وقت نماز کا قصد کرے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۵۸۲ کا مطالعہ فرمائیں۔

۳۳ - بَابُ مَا يُصَلّٰى بَعْدَ الْعَصْرِ مِنَ الْفَوَائِتِ وَغَيْرِهَا

عصر کے بعد قضاء نمازوں کو پڑھنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ عصر کے بعد قضاء نمازوں کو پڑھنا جائز ہے۔

وَقَالَ كُرَيْبٌ، عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ الْعَصْرِ رَكْعَتَيْنِ، وَقَالَ شَغَلَنِيْ نَاسٌ مِّنْ عَبْدِ الْقَيْسِ، عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الظُّهْرِ.

اور کریب نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عصر کے بعد دو رکعت نماز پڑھی ہے اور فرمایا: مجھے عبدالقیس کے وفد نے عصر کے بعد دو رکعت نماز پڑھنے سے مشغول کر دیا تھا۔

اس تعلیق کی اصل درج ذیل حدیث ہے:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اپنی کنیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بھیجی اور یہ پیغام دیا: آپ سے ام سلمہ عرض کرتی ہے کہ میں نے سنا ہے کہ آپ عصر کے بعد ان دو رکعت نماز کے پڑھنے سے منع فرماتے ہیں اور میں نے آپ کو یہ دو رکعت پڑھتے ہوئے دیکھا ہے؟ آپ نے نماز سے فارغ ہو کر جواب دیا: اے بنت ابی امیہ! آپ نے عصر کے بعد دو رکعت نماز پڑھنے کے متعلق سوال کیا ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ میرے پاس قبیلہ عبدالقیس کے لوگ آئے تھے' میں ان کے ساتھ مشغول رہا اور ظہر کے بعد دو رکعت نہیں پڑھ سکا' سو یہ وہ دو رکعت ہیں۔ (صحیح البخاری: ۱۲۳۳' صحیح مسلم: ۸۳۴' سنن ابوداؤد: ۱۲۷۳)

فقہاء شافعیہ نے یہ کہا ہے کہ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ عصر کی نماز کے بعد سنت کو قضاء کیا جا سکتا ہے' لیکن یہ صحیح نہیں ہے' اس سنت کو قضاء کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت ہے' ورنہ قضاء صرف فرض اور واجب کی' کی جاتی ہے۔

۵۹۰ - حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ اَيْمَنَ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ اَنَّهٗ سَمِعَ عَائِشَةَ قَالَتْ وَالَّذِيْ ذَهَبَ بِهٖ، مَا تَرَكَهُمَا حَتّٰى لَقِيَ اللّٰهَ، وَمَا لَقِيَ اللّٰهَ تَعَالٰى حَتّٰى ثَقُلَ عَنِ الصَّلٰوةِ، وَكَانَ يُصَلِّيْ كَثِيْرًا مِّنْ صَلٰوتِهٖ قَاعِدًا، تَعْنِي الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ، وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْهِمَا، وَلَا يُصَلِّيْهِمَا فِي الْمَسْجِدِ، مَخَافَةَ اَنْ يُّثَقِّلَ عَلٰى اُمَّتِهٖ، وَكَانَ يُحِبُّ مَا يُخَفِّفُ عَنْهُمْ.

[اطراف الحدیث:۵۹۱-۵۹۲-۵۹۳-۱۶۳۱][جامع المسانید لابن الجوزی:۷۱۹۸ مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد بن ایمن نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا انہوں نے کہا: اس ذات کی قسم جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لے گیا! آپ نے عصر کے بعد دو رکعت نماز کو بالکل ترک نہیں کیا حتیٰ کہ آپ نے اللہ سے ملاقات کر لی اور آپ نے اللہ تعالیٰ سے اس وقت ملاقات کی جب نماز پڑھنے سے آپ کا بدن بھاری ہو گیا اور آپ اکثر نمازیں بیٹھ کر پڑھتے تھے حضرت عائشہ کی مراد عصر کی نماز کے بعد دو رکعت تھیں اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو پڑھتے تھے اور ان کو مسجد میں نہیں پڑھتے تھے اس خوف سے کہ یہ آپ کی امت پر دشوار ہوں گی اور آپ امت سے تخفیف کو پسند کرتے تھے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابونعیم الفضل بن دکین (۲) عبدالواحد بن ایمن (۳) ان کے والد ایمن الحبشی ابن ابی عمرو المخزومی القرشی المکی کے آزاد شدہ غلام (۴) حضرت عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہا۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۱۲۲)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عصر کے بعد دو رکعت پڑھتے تھے اور یہ آپ کی خصوصیت تھی کیونکہ آپ نے امت کو اس سے منع فرمایا ہے۔

بعض علماء نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ عصر کے بعد مطلقاً نفل پڑھنا جائز ہے لیکن یہ استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہت احادیث مروی ہیں جن میں آپ نے عصر کے بعد نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔

۵۹۱ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَبِيْ قَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ ابْنَ اُخْتِيْ، مَا تَرَكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السَّجْدَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ عِنْدِيْ قَطُّ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے خبر دی انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اے میرے بھتیجے! نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے پاس عصر کے بعد کی دو رکعت پڑھنے کو کبھی ترک نہیں کیا۔

اس حدیث کی شرح کے لیے حدیث: ۵۹۰ کا مطالعہ فرمائیں۔

۵۹۲ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا الشَّيْبَانِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْاَسْوَدِ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ رَكْعَتَانِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں الشیبانی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا:

لَمْ يَكُنْ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَعُهُمَا سِرًّا وَلَا عَلَانِيَةً، رَكْعَتَانِ قَبْلَ صَلٰوةِ الصُّبْحِ، وَرَكْعَتَانِ بَعْدَ الْعَصْرِ.

ہمیں عبدالرحمن بن الاسود نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا کہ دو رکعت ایسی ہیں جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی نہیں چھوڑتے تھے' پوشیدہ نہ ظاہر' دو رکعت نماز صبح کی فرض نماز سے پہلے اور دو رکعت عصر کے فرض کے بعد۔

اس حدیث کی شرح کے لیے بھی حدیث: ۵۹۰ کا مطالعہ فرمائیں۔

امام نسائی کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ دو نمازوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے گھر میں کبھی ترک نہیں کیا' پوشیدہ نہ ظاہر' دو رکعت نماز فجر سے پہلے اور دو رکعت نماز فجر کے بعد۔ (سنن نسائی: ۵۷۳)

۵۹۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَرْعَرَةَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ رَأَيْتُ الْأَسْوَدَ وَمَسْرُوقًا شَهِدَا عَلٰى عَائِشَةَ قَالَتْ مَا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْتِينِي فِي يَوْمٍ بَعْدَ الْعَصْرِ، إِلَّا صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عرعرہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق' انہوں نے بیان کیا: میں نے الاسود اور مسروق کو دیکھا' وہ دونوں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے' حضرت عائشہ نے فرمایا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس دن بھی میرے پاس نماز عصر کے بعد آتے تو دو رکعت نماز پڑھتے تھے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے بھی حدیث: ۵۹۰ کا مطالعہ فرمائیں۔

عصر کے بعد آپ کا ہمیشہ دو رکعت نماز پڑھنا اور اس سے منع فرمانے میں تعارض ہے' اس کا جواب

اس سے پہلے بہ کثرت احادیث میں نماز عصر کے بعد نماز پڑھنے سے ممانعت گزر چکی ہے اور ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں کہ ممانعت کی احادیث راجح ہیں کیونکہ وہ قولی احادیث ہیں اور جن احادیث میں عصر کے بعد نماز پڑھنے کا ذکر ہے' وہ آپ کا فعل ہے اور یہ بات اصول میں مقرر ہے کہ آپ کا قول آپ کے فعل پر راجح ہوتا ہے' اس لیے ممانعت کی احادیث راجح ہیں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ ممانعت کی احادیث عصر کے بعد نماز پڑھنے کی محرم ہیں اور جن احادیث میں عصر کے بعد نماز پڑھنے کا ذکر ہے' وہ مبیح ہیں اور محرم احادیث' مبیح احادیث پر راجح ہوتی ہیں لہٰذا ممانعت کی احادیث راجح ہیں' اور تیسری وجہ یہ ہے کہ عصر کے بعد دو رکعت نماز پڑھنا آپ کی خصوصیت ہے' چوتھی وجہ یہ ہے کہ عصر کے بعد نماز پڑھنے سے گھر سے باہر آپ نے منع فرمایا اور عصر کے بعد دو رکعت نماز آپ نے ہمیشہ گھر میں پڑھی ہیں۔

شرح صحیح مسلم میں احادیث مذکورہ کی شرح

ان ابواب میں طلوع شمس اور غروب شمس کے وقت نماز پڑھنے کی ممانعت میں احادیث ہیں اور فجر کی نماز کے بعد اور عصر کی نماز کے بعد نوافل کی ممانعت میں احادیث ہیں اور عصر کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر میں دو رکعت نماز پڑھنے کے متعلق احادیث ہیں اور یہ تمام احادیث' شرح صحیح مسلم: ۱۸۱۷۔ ج ۲ ص ۶۱۰۔ ۶۰۳ پر مذکور ہیں اور ان کی شرح کے یہ عنوان ہیں:

① اوقات ممنوعہ اور مکروہہ کی تفصیل ② قرن شیطان پر اعتراض کا جواب۔

قرن شیطان پر اعتراض اور اس کے جواب کو ہم نے یہاں نعمۃ الباری میں ذکر نہیں کیا کیونکہ شرح صحیح مسلم میں اس پر بہت مفصل بحث کر دی گئی ہے۔

٣٤ - بَابُ التَّبْكِيْرِ بِالصَّلٰوةِ فِيْ يَوْمِ غَيْمٍ — ابرآلود دن میں جلدی نماز پڑھنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ابرآلود دن میں معمول سے پہلے نماز پڑھنی چاہیے تا کہ ایسا نہ ہو کہ نماز کا وقت نکل جائے اور ابرآلود دن کی وجہ سے وقت گزرنے کا پتا نہ چل سکے' لیکن یہ احتیاط اس وقت تھی جب گھڑیاں ایجاد نہیں ہوئی تھیں اور اب جب کہ گھڑیاں ایجاد ہو چکی ہیں تو خواہ بادل ہوں یا بارش ہو' نماز معمول کے مطابق اوقات معینہ پر پڑھنی چاہیے۔

٥٩٤ - حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ' عَنْ يَحْيٰى' هُوَ ابْنُ اَبِيْ كَثِيْرٍ' عَنْ اَبِيْ قِلَابَةَ اَنَّ اَبَا الْمَلِيْحِ حَدَّثَهُ قَالَ كُنَّا مَعَ بُرَيْدَةَ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ غَيْمٍ' فَقَالَ بَكِّرُوْا بِالصَّلٰوةِ' فَاِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ تَرَكَ صَلٰوةَ الْعَصْرِ حَبِطَ عَمَلُهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں معاذ بن فضالہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از یحییٰ اور وہ ابن ابی کثیر ہیں از ابوقلابہ کہ ابوالملیح نے ان کو حدیث بیان کی کہ ہم ابرآلود دن میں حضرت بریدہ رضی اللہ کے ساتھ تھے' انہوں نے کہا: نماز جلدی پڑھنا کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: جس نے عصر کی نماز کو ترک کر دیا اس کے اعمال ضائع ہو گئے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۵۵۳ میں گزر چکی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا: جس نے عصر کی نماز ترک کی' اس کا گناہ' اور اس حدیث میں دونوں عنوانوں کی گنجائش ہے۔

٣٥ - بَابُ الْاَذَانِ بَعْدَ ذَهَابِ الْوَقْتِ — وقت گزرنے کے بعد اذان دینا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ وقت نکلنے کے بعد اذان دینے کا کیا حکم ہے۔

٥٩٥ - حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ مَيْسَرَةَ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ قَالَ حَدَّثَنَا حُصَيْنٌ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ قَتَادَةَ' عَنْ اَبِيْهِ قَالَ سِرْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً' فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ لَوْ عَرَّسْتَ بِنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ' قَالَ اَخَافُ اَنْ تَنَامُوْا عَنِ الصَّلٰوةِ. قَالَ بِلَالٌ اَنَا اُوْقِظُكُمْ' فَاضْطَجَعُوْا' وَاَسْنَدَ بِلَالٌ ظَهْرَهُ اِلٰى رَاحِلَتِهِ' فَغَلَبَتْهُ عَيْنَاهُ فَنَامَ' فَاسْتَيْقَظَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ طَلَعَ حَاجِبُ الشَّمْسِ' فَقَالَ يَا بِلَالُ' اَيْنَ مَا قُلْتَ؟ قَالَ مَا اُلْقِيَتْ عَلَيَّ نَوْمَةٌ مِّثْلُهَا قَطُّ' قَالَ اِنَّ اللّٰهَ قَبَضَ اَرْوَاحَكُمْ حِيْنَ شَاءَ' وَرَدَّهَا عَلَيْكُمْ حِيْنَ شَاءَ' يَا بِلَالُ' قُمْ فَاَذِّنْ بِالنَّاسِ بِالصَّلٰوةِ. فَتَوَضَّاَ' فَلَمَّا ارْتَفَعَتِ الشَّمْسُ وَابْيَاضَّتْ' قَامَ فَصَلّٰى. [طرف الحدیث: ۷۴۷۱]

(سنن ابوداؤد: ۴۴۰-۴۳۹' سنن نسائی: ۸۴۵' موطأ امام مالک: ۲۵' دار المعرفۃ بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۶۷-۶۶' السنن الکبریٰ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمران بن میسرہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن فضیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حصین نے حدیث بیان کی از عبد اللہ بن ابی قتادہ از والد خود' انہوں نے کہا: ہم ایک رات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ روانہ ہوئے تو بعض لوگوں نے کہا: یارسول اللہ! کاش آپ ہم کو رات کے آخری حصہ میں ٹھہرالیں' آپ نے فرمایا: مجھے خطرہ ہے کہ تم نماز کے وقت سوئے رہو گے' حضرت بلال نے کہا: میں تم سب کو بیدار کروں گا' پھر وہ سب لیٹ گئے اور حضرت بلال نے اپنی سواری کی طرف ٹیک لگالی' پھر ان کی آنکھوں پر نیند غالب آ گئی پس وہ سو گئے' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے اور اس وقت سورج کا ایک کنارہ طلوع ہو چکا تھا' آپ نے فرمایا: اے بلال! تمہارا وہ قول کہاں گیا؟ انہوں نے کہا: مجھے ایسی گہری نیند آئی کہ اس سے پہلے ایسی گہری نیند نہیں آئی تھی' آپ نے فرمایا: بے شک اللہ جب چاہتا ہے تمہاری روحوں کو قبض کر لیتا ہے اور جب چاہتا ہے تمہاری روحوں کو لوٹا دیتا ہے' اے بلال! کھڑے ہو کر لوگوں کے لیے اذان دو' پھر

للنسائی:۱۱۴۴۸ ' سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۱۶ ' کتاب الاسماء والصفات ص ۱۴۲ ' صحیح ابن خزیمہ: ۴۰۹ ' صحیح ابن حبان: ۱۵۷۹ ' مسند احمد ج ۵ ص ۳۰۷ طبع قدیم ' مسند احمد: ۲۲۶۱۱ ۔ ج ۳۷ ص ۲۹۶ ' مؤسسۃ الرسالۃ ' بیروت)

آپ نے وضوء کیا ' پھر جب سورج بلند ہو گیا اور سفید ہو گیا تو آپ نے کھڑے ہو کر نماز پڑھائی۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عمران بن میسرہ (۲) محمد بن فضیل (۳) حصین بن عبد الرحمن السلمی الکوفی ' یہ ۱۳۶ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) عبد اللہ بن ابی قتادہ (۵) ان کے والد حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ ' ان کا نام الحارث بن ربعی بن بلد یہ الانصاری ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۱۲۷)

روح کی تعریف اور اس کے افعال اور آثار

اس حدیث میں مذکور ہے: بے شک اللہ نے تمہاری روحوں کو قبض کر لیا۔

''الارواح''، ''الروح'' کی جمع ہے' یہ مذکر اور مؤنث ہے' روح کی تعریف یہ ہے: یہ ایک جوہر لطیف روحانی ہے' جس کا بدن کے ہر ہر جز میں اس طرح حلول ہوتا ہے جس طرح نمی کا پتے میں یا خوشبو کا پھول میں یا آگ کا انگارے میں حلول ہوتا ہے' غذاء اور دنیا کی ردی چیزیں اور فحش اور فجور اور بُرے افعال اور دیگر غیر شرعی اقوال اور افعال روح کو مکدر اور مضمحل کر دیتے ہیں' عبادات اذکار اور نیک کام روح کو مطمئن اور مسرور رکھتے ہیں' روح جزئیات اور کلیات کا ادراک کرتی ہے اور بدن میں تصرف کرتی ہے' یہ کھانے پینے اور فربہ اور دبلے ہونے سے مستغنی ہوتی ہے' اسی وجہ سے یہ بدن کے فناء ہونے کے بعد بھی باقی رہتی ہے کیونکہ اس کو اپنی بقاء میں بدن کی احتیاج نہیں ہوتی ' اس کا تعلق عالم عناصر سے نہیں ہے بلکہ عالم ملکوت سے ہے' بدن کے نقصان سے اس کو کوئی ضرر نہیں ہوتا' ذکر اذکار سے اس کو لذت حاصل ہوتی ہے اور گناہوں سے اس کو تکلیف ہوتی ہے' ان آثار کی اصل قرآن مجید کی اس آیت میں ہے:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ۝ (آل عمران:۱۶۹)

اور جو لوگ اللہ کی راہ میں شہید ہو چکے ہیں ان کو ہرگز ہرگز مردہ گمان نہ کرو بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں' ان کو رزق دیا جاتا ہے۝

نیز قرآن مجید میں ہے:

اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْاُخْرٰٓى اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى. (الزمر:۴۲)

اللہ ہی روحوں کو ان کی موت کے وقت قبض فرماتا ہے اور جن کی موت نہیں آئی' ان کو ان کی نیند کے وقت قبض فرما لیتا ہے' پھر جن کی موت کا فیصلہ ہو چکا ہوتا ہے ان کی روح کو روک لیتا ہے اور دوسری روحوں کو ایک مقرر میعاد تک کے لیے چھوڑ دیتا ہے۔

نیند میں جو روح کو قبض کیا جاتا ہے اس کو وفاتِ صغریٰ کہا جاتا ہے اور موت کے وقت جو روح کو قبض کیا جاتا ہے اس کو وفاتِ کبریٰ کہا جاتا ہے' اور جب تک انسان کی زندگی کی معین میعاد نہیں آتی ' اس وقت تک نیند میں اس کی روح قبض ہوتی رہتی ہے اور پھر اس کی واپسی ہوتی رہتی ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء علیہم السلام کا نیند سے وضوء نہ ٹوٹنا

علامہ یوسف بن عبد اللہ ابن عبد البر المالکی القرطبی المتوفی ۴۶۳ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ حدیث صحاح کی کتب میں متعدد اسانید سے آئی ہے' جس میں یہ مذکور ہے کہ ایک سفر میں صبح کی نماز کے وقت نیند آ گئی تھی' یہ حدیث صحابہ کی ایک جماعت سے مروی ہے اور میرا گمان یہ ہے کہ یہ ایک ہی قصہ ہے اور یہ اس وقت پیش آیا تھا' جب آپ خیبر سے واپس آ رہے تھے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ اس حدیث میں حدیبیہ کے زمانہ کا واقعہ ہے اور یہ ایک ہی سال کا واقعہ ہے اور اسی سال آپ خیبر تشریف لے گئے تھے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے خیبر فتح کر دیا تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کے آخری حصہ میں سو گئے تھے اور آپ اس وقت بیدار ہوئے' جب سورج کا ایک کنارہ طلوع ہو چکا تھا اور یہ چیز آپ کی طبیعت اور آپ کے معمول سے خارج ہے' اسی طرح دیگر انبیاء علیہم السلام کے طبائع اور معمولات سے یہ چیز خارج ہے اور میرا گمان ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام کی یہ خصوصیت ہے کہ ان کی آنکھیں سوتی ہیں اور ان کا دل نہیں سوتا' اور اس موقع پر جو آپ کو نیند آ گئی تو وہ اس لیے تھا تاکہ یہ چیز سنت ہو جائے اور مسلمانوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ جو شخص نماز کے وقت سو جائے یا نماز کو بھول جائے حتیٰ کہ نماز کا وقت نکل جائے' اس کا کیا حکم ہے اور وہ نماز کس طرح ادا کرے گا' اور یہ واقعہ اس باب سے ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک میں بھولتا ہوں یا بھلا دیا جاتا ہوں تاکہ کوئی کام سنت ہو جائے۔ (موطأ امام مالک: ۲۲۸' دار المعرفۃ' بیروت)

اور جو چیز آپ کی فطرت اور عادت کے مطابق ہے' وہ یہ ہے کہ نیند آپ کے دل کو نہیں ڈھانپتی اور آپ کے نفس سے مخلوط نہیں ہوتی کیونکہ آپ نے فرمایا ہے: میری آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا۔

(صحیح البخاری: ۱۱۴۷' صحیح مسلم: ۷۳۸' سنن ابوداؤد: ۱۳۴۱' سنن ترمذی: ۴۳۹' سنن نسائی: ۱۶۹۶' سنن بیہقی ج ۲ ص ۴۹۶' صحیح ابن خزیمہ: ۴۹' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۱ ص ۳۷۲' شرح السنہ ج ۴ ص ۵' مسند احمد ج ۶ ص ۱۰۴ طبع قدیم)

نیند کی حالت میں نماز کا فوت ہو جانا گناہ نہیں ہے

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ نیند سے بیدار ہوئے تو وہ نماز فوت ہو جانے کی وجہ سے بے حد خوف زدہ تھے کیونکہ اس وقت ان کو یہ علم نہیں تھا کہ جو شخص سویا ہوا ہو اور اس سے نیند کی وجہ سے نماز فوت ہو جائے' اس سے گناہ ساقط ہوتا ہے' کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب ان کی طرف مبعوث کیے گئے تو ان کو کسی چیز کا علم نہیں تھا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں بتایا کہ سونے والے سے اور بھولنے والے سے گناہ ساقط ہو جاتا ہے اور ان سے نماز ساقط نہیں ہوتی اور ان پر لازم ہوتا ہے کہ وہ بیدار ہونے کے بعد نماز پڑھیں' باقی سونے والے سے گناہ ساقط ہونے کے متعلق یہ حدیث ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تین شخصوں سے قلم تکلیف کو اٹھا لیا گیا ہے: (۱) سویا ہوا شخص حتیٰ کہ بیدار ہو جائے (۲) بیماری میں مبتلا شخص حتیٰ کہ تندرست ہو جائے (ایک روایت میں ہے: دیوانہ حتیٰ کہ تندرست ہو جائے) (۳) بچہ حتیٰ کہ بالغ ہو جائے۔ (سنن ابوداؤد: ۴۳۹۹-۴۳۹۸' سنن نسائی: ۳۴۳۲' سنن ابن ماجہ: ۲۰۴۱)

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ اس موقع پر آپ نے فرمایا: نیند میں نماز کو ترک کرنے میں کوئی تقصیر نہیں ہے' تقصیر بیداری میں ہے کہ انسان نماز کو ترک کر دے حتیٰ کہ دوسری نماز کا وقت داخل ہو جائے۔

جس وادی میں نماز قضاء ہوئی تھی' اس وادی سے نکل کر دوسری جگہ نماز پڑھنے کی وجوہ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وادی میں نماز کے فوت ہونے کی وجہ سے اس وادی سے نکل گئے' اس کی وجہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود بیان فرمائی کہ اس وادی میں شیطان ہے' کیا تم نے نہیں دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: شیطان بلال کے پاس آیا اور ان کو مسلسل تھپکتا رہا' جیسے بچہ کو تھپکا جاتا

ہے۔(موطأ امام مالک:۲۶) پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو حکم دیا کہ وہ جلد از جلد سواریوں پر سوار ہو کر وہاں سے نکلیں کیونکہ اس وادی میں شیطان ہے' دوسری حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا: اس وادی سے نکلو جس میں تم پر غفلت طاری ہوئی تھی' اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آپ نے وہاں اس لیے نماز نہ پڑھی ہو' جس طرح آپ نے بابل کی سرزمین میں نماز نہیں پڑھی تھی' حدیث میں ہے:

ابو صالح غفاری بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سفر کرتے ہوئے بابل کے علاقے سے گزرے' ان کے پاس عصر کی اذان دینے کے لیے مؤذن آیا' جب وہ اس جگہ سے نکل گئے تو انہوں نے مؤذن کو اقامت کہنے کا حکم دیا اور جب وہ نماز سے فارغ ہو گئے تو انہوں نے فرمایا: مجھے میرے حبیب نے منع فرمایا ہے کہ میں قبرستان میں نماز پڑھوں اور مجھے آپ نے سرزمین بابل میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے کیونکہ اس جگہ پر لعنت کی گئی ہے۔ (سنن ابوداؤد:۴۹۰' سنن بیہقی ج ۲ ص ۴۵۱)

اور یہ بھی روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وادی ثمود پر آئے تو آپ نے لوگوں کو حکم دیا: یہاں سے جلدی گزر جائیں کیونکہ اس وادی پر لعنت کی گئی ہے۔ (سنن کبریٰ ج ۲ ص ۴۵۱)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ان لوگوں پر عذاب کیا گیا تھا' سو تم ان پر بغیر روتے ہوئے نہ گزرو اور اگر تم رو نہ سکو تو پھر ان لوگوں پر داخل نہ ہو' کہیں تم پر بھی وہ عذاب نہ آ جائے جو ان پر آیا تھا۔

(صحیح البخاری:۴۳۳' صحیح مسلم:۲۹۸۰' مصنف عبد الرزاق:۱۲۶۴' مسند احمد ج ۲ ص ۹۶)

امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس وادی سے نکل کر دوسری جگہ نماز پڑھنے کی وجہ اور اس پر حافظ ابن عبد البر کا اعتراض

امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو اس وادی سے نکل گئے تھے' اس کی وجہ یہ ہے کہ جب آپ بیدار ہوئے تو سورج طلوع ہو چکا تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طلوع آفتاب کے وقت نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے حتیٰ کہ سورج بلند ہو جائے اور اس وقت فرض پڑھنا جائز ہے نہ نفل پڑھنا جائز ہے اور یہ ایسا ہے جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے' سو عید کے دن فرض روزہ رکھنا جائز ہے نہ نفل روزہ رکھنا جائز ہے اور ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب سورج کا ایک کنارہ طلوع ہو جائے تو نماز کو مؤخر کر دو حتیٰ کہ سورج بلند ہو جائے اور جب سورج کا ایک کنارہ غروب ہو جائے تو نماز کو مؤخر کر دو حتیٰ کہ سورج (مکمل) غروب ہو جائے۔

(صحیح البخاری:۵۸۳' صحیح مسلم:۸۲۸' کنز العمال:۱۹۵۸۷)

اور جس حدیث میں یہ مذکور ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس شخص کے متعلق سوال کیا گیا' جس نے نماز سے غفلت کی یا نماز کے وقت سو گیا؟ آپ نے فرمایا: اس کو جس وقت نماز یاد آئے' اس وقت نماز پڑھ لے۔

(صحیح مسلم:۶۸۴' سنن نسائی:۶۱۳' سنن ابن ماجہ:۶۹۵)

اس حدیث کا فقہاء احناف نے یہ جواب دیا ہے کہ اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ خبر دی ہے کہ جو شخص سو گیا یا نماز کو بھول گیا' اس سے نماز ساقط نہیں ہوگی اور اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ سورج کے طلوع یا غروب کے وقت نماز پڑھے' اور فقہاء احناف کے خلاف حجت یہ حدیث ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص غروبِ آفتاب سے پہلے نمازِ عصر

کا ایک سجدہ پالے تو اپنی نماز پوری کرے اور جب وہ طلوعِ آفتاب سے پہلے نماز کا ایک سجدہ پالے تو وہ اپنی نماز پوری کرے۔
(صحیح البخاری:۵۵۶، صحیح مسلم:۶۰۸)

حافظ ابن عبدالبر کے اعتراض کا جواب

میں کہتا ہوں: اس حدیث میں امام ابوحنیفہ کے خلاف کوئی دلیل نہیں ہے، ہم نعمۃ الباری میں حدیث:۵۵۶ کی شرح میں اس کی مکمل وضاحت کر چکے ہیں، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ متعدد احادیث میں رسول اللہ ﷺ نے طلوعِ آفتاب کے وقت نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے اور جس نے طلوعِ آفتاب کے بعد باقی ماندہ ایک رکعت پڑھی اس کی نماز فاسد ہو جائے گی، البتہ عصر کی نماز کا آخری وقت ناقص ہوتا ہے، لہٰذا جس نے غروبِ آفتاب سے پہلے ایک رکعت نماز پڑھی، وہ غروبِ آفتاب کے بعد باقی ماندہ نماز پڑھ لے اس کی نماز ناقص شروع ہوئی تھی اور ناقص ختم ہو جائے گی، اس کے برخلاف صبح کا پورا وقت کامل ہوتا ہے، لہٰذا جب طلوعِ آفتاب سے پہلے ایک رکعت پڑھی اور طلوعِ آفتاب کے بعد دوسری رکعت پڑھی تو یہ نماز شروع کامل وقت میں کی تھی اور ختم ناقص وقت میں کی، اس لیے یہ نماز فاسد ہو جائے گی اور اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ جس نے طلوعِ آفتاب سے پہلے ایک رکعت نماز پڑھنے کا وقت پالیا یا غروبِ آفتاب سے پہلے ایک رکعت پڑھنے کا زمانہ پالیا، مثلاً وہ اسی وقت مسلمان ہوا تھا یا وہ اسی وقت بالغ ہوا تھا یا عورت کا حیض اسی وقت منقطع ہوا تھا تو ان سب پر اس دن کی فجر یا عصر فرض ہو جائے گی، جس کو وہ بعد میں ادا کریں گے۔

اس وادی میں جوازِ نماز کی تحقیق

حافظ ابن عبدالبر نے کہا: ہمارے نزدیک اس باب میں مختار قول یہ ہے کہ اس وادی میں اور کسی بھی زمین کے ٹکڑے پر نماز پڑھنا جائز ہے، جب تک کہ وہاں پر کسی نجاست کا یقین نہ ہو اور جن احادیث میں یہ مذکور ہے کہ مقبرہ میں یا سرزمین بابل میں یا جس جگہ شیطان کا اثر ہو یا اونٹوں کے باڑے میں یا جو جگہ ملعون ہو، وہاں نماز نہ پڑھی جائے، وہ تمام احادیث اس حدیث سے منسوخ ہیں، جس میں تصریح ہے کہ میرے لیے تمام روئے زمین کو مسجد بنا دیا گیا ہے، وہ حدیث یہ ہے:

حضرت جابر بن عبداللہ الانصاری رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے پانچ ایسی چیزیں دی گئی ہیں، جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں دی گئیں، ہر نبی کو ایک خاص قوم کی طرف مبعوث کیا جاتا تھا اور مجھے ہر سرخ اور سیاہ کی طرف مبعوث کیا گیا ہے اور میرے لیے غنیمتوں کو حلال کر دیا گیا ہے اور مجھ سے پہلے وہ کسی کے لیے حلال نہیں تھیں اور میرے لیے تمام روئے زمین کو پاک اور پاک کرنے والی بنا دیا گیا ہے اور مسجد بنا دیا گیا ہے، لہٰذا جو شخص جہاں بھی نماز کا وقت پائے وہیں نماز پڑھ لے اور چھ ماہ کی مسافت سے میرا رعب طاری کر دیا گیا ہے اور مجھے شفاعت عطا کی گئی ہے۔
(صحیح مسلم:۵۲۱، مسند احمد ج ۲ ص ۴۱۲، سنن بیہقی ج ۲ ص ۴۳۳، دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۵ ص ۴۷۲)

اس حدیث میں نبی ﷺ نے اپنے فضائل اور خصائص کی خبر دی ہے اور اہل علم کے نزدیک آپ کے فضائل نہ منسوخ ہو سکتے ہیں اور نہ تبدیل ہو سکتے ہیں اور نہ ان میں کوئی کمی ہو سکتی ہے۔

حافظ ابن عبدالبر نے اس حدیث کی بہت طویل شرح کی ہے اور ہم نے باب مذکور کی حدیث سے متعلق حصہ کو نقل کر دیا ہے اور باقی تفصیلات کو ترک کر دیا ہے۔ (التمہید ج ۲ ص ۵۷۰-۵۷۱، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۹ھ)

رات کے آخری حصہ میں قیام کرنا، نماز فجر کی حفاظت کا انتظام کرنا اور دیگر اہم مسائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

(۱) اس حدیث میں مذکور ہے کہ صحابہ کرام نے رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی کہ رات کے آخری حصہ میں آرام کرنے کے لیے کسی جگہ قیام کیا جائے' اس سے معلوم ہوا کہ جن کاموں میں دنیاوی خیر ہو' ان کا امیر اور قوم کے سربراہ سے مطالبہ کرنا جائز ہے۔

(۲) چونکہ اس وادی کے اندر اخیر شب سونے میں یہ خطرہ تھا کہ کہیں فجر کی نماز فوت نہ ہو جائے' اس لیے رسول اللہ ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا کہ وہ نماز کے وقت سب کو جگائیں' اس سے معلوم ہوا کہ قوم کے سربراہ کو نماز کی حفاظت کے لیے کسی کو مقرر کرنا چاہیے اور یہ کہ اپنے کسی خادم کو نماز کی حفاظت کے لیے معین کرنا چاہیے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو خصوصاً اس لیے مقرر فرمایا کہ اذان دینے کے لیے وہی مامور تھے۔ (آج کل صبح کی نماز میں اٹھنے کے لیے جو الارم لگایا جاتا ہے' وہ بھی اس کے قائم مقام ہے۔ سعیدی غفرلہٗ)

قضاء نماز کے لیے اذان دینا اور اقامت کہنا اور سنت فجر کی قضاء کرنا

(۳) اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے بلال! کھڑے ہو کر لوگوں کے لیے اذان دو۔ اس سے معلوم ہوا کہ قضاء نماز کے لیے بھی اذان دینا مستحب ہے' اس حدیث میں اذان کے بعد فجر کی سنتوں کو پڑھنے کا ذکر نہیں ہے' لیکن حضرت عمران بن حصین کی حدیث میں اذان کے بعد فجر کی سنتوں کے پڑھنے کا بھی ذکر ہے' وہ حدیث یہ ہے:

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک سفر میں تھے' پس لوگ سو گئے اور نماز فجر کا وقت نکل گیا اور سورج کی گرمی سے سب بیدار ہوئے' پس وہ تھوڑی دیر چلے حتیٰ کہ سورج بلند ہو گیا' پھر آپ نے مؤذن کو اذان دینے کا حکم دیا تو اس نے اذان دی' پھر آپ نے نماز فجر سے پہلے دو رکعت نماز (سنت فجر) پڑھی' پھر آپ نے اقامت کہنے کا حکم دیا' پھر آپ نے نماز فجر پڑھائی۔ (سنن ابوداؤد: ۴۴۳)

قضاء نماز کو فوراً پڑھنا واجب نہیں' طلوع شمس کے وقت نماز پڑھنے کا عدم جواز اور قضاء نماز کی جماعت کا جواز

(۴) اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جو نماز کسی عذر کی وجہ سے قضاء ہوئی ہے' اس کو فوراً ادا کرنا واجب نہیں ہے' یہی صحیح مذہب ہے' لیکن اگر کوئی شرعی مانع نہ ہو تو اس کو فوراً ادا کرنا مستحب ہے اور یہاں شرعی مانع یہ تھا کہ جب وہ بیدار ہوئے تو سورج طلوع ہو چکا تھا اور طلوع آفتاب کے وقت نماز پڑھنے سے آپ نے منع فرمایا ہے' اس لیے آپ نے کچھ اور آگے سفر کیا اور جب سورج بلند ہو گیا تو پھر آپ نے نماز پڑھائی۔

(۵) اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جن اوقات میں آپ نے نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے' ان اوقات میں قضاء نماز بھی پڑھنا جائز نہیں ہے' اسی وجہ سے آپ نے فوراً نماز نہیں پڑھائی۔ ہمارے اصحاب نے یہ کہا ہے کہ جب سورج طلوع ہونے کے بعد ایک نیزہ یا دو نیزہ کی مقدار بلند ہو جائے' اس وقت نماز پڑھنا جائز ہو جاتا ہے۔

(۶) چونکہ نبی ﷺ نے صحابہ کو جماعت کے ساتھ نماز پڑھائی' اس میں یہ دلیل ہے کہ قضاء نماز کو جماعت کے ساتھ پڑھانا جائز ہے۔

سنت فجر کو قضاء کرنے میں مذاہب

(۷) سنن ابوداؤد میں قضاء نماز سے پہلے سنت فجر پڑھنے کا ذکر ہے' اس لیے فقہاء احناف اور فقہاء شافعیہ کے نزدیک فجر کی سنت کی بھی قضاء کرنا جائز ہے' امام مالک نے کہا ہے کہ اگر کوئی شخص چاہے تو طلوع آفتاب کے بعد سنت فجر کی قضاء کر لے اور امام محمد

بن الحسن نے یہ فرمایا ہے کہ جب کسی شخص کی سنت فجر فوت ہو جائیں تو وہ زوال سے پہلے پہلے ان کو ادا کر لے اور امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف نے یہ فرمایا ہے کہ اگر کسی شخص کی صرف سنت فجر فوت ہوئی ہے تو وہ بعد میں اس کو ادا نہ کرے اور اگر سنت فجر فرض کے ساتھ فوت ہوئی تو پھر اتفاقاً فرض سے پہلے سنت فجر کو بھی پڑھے' جیسا کہ سنن ابوداؤد کی حدیث میں ہے۔

(۸) اس حدیث میں اس پر بہت قوی دلیل ہے کہ طلوع شمس کے وقت کوئی نماز نہ پڑھی جائے' ادا نہ قضاء' فرض نہ نفل۔

(عمدۃ القاری ج ۵ ص ۱۳۰۔۱۲۹ 'ملخصا وموضحا ومخرجا' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٣٦ - بَابُ مَنْ صَلّٰى بِالنَّاسِ جَمَاعَةً بَعْدَ ذَهَابِ الْوَقْتِ

جس نے نماز کا وقت گزرنے کے بعد جماعت سے نماز پڑھائی

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ کسی نماز کا وقت نکلنے کے بعد اس قضاء نماز کو جماعت کے ساتھ پڑھنا جائز ہے۔

٥٩٦ - **حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ' عَنْ يَحْيٰى' عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ' عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ جَاءَ يَوْمَ الْخَنْدَقِ بَعْدَ مَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ' فَجَعَلَ يَسُبُّ كُفَّارَ قُرَيْشٍ' قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ' مَا كِدْتُّ اُصَلِّي الْعَصْرَ' حَتّٰى كَادَتِ الشَّمْسُ تَغْرُبُ' قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاللّٰهِ مَا صَلَّيْتُهَا. فَقُمْنَا اِلٰى بُطْحَانَ' فَتَوَضَّاَ لِلصَّلٰوةِ وَتَوَضَّاْنَا لَهَا' فَصَلَّى الْعَصْرَ بَعْدَ مَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ' ثُمَّ صَلّٰى بَعْدَهَا الْمَغْرِبَ.** [اطراف الحدیث: ۵۹۸۔۶۴۱۔۹۴۵۔۴۱۱۲]

(صحیح مسلم: ۶۳۱' الرقم المسلسل: ۱۴۰۳' سنن ترمذی: ۱۸۰' سنن نسائی: ۱۳۶۲' صحیح ابن خزیمہ: ۹۹۵' جامع المسانید لابن الجوزی: ۱۰۳۲' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں معاذ بن فضالہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از یحییٰ از ابی سلمہ از حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ غزوۂ خندق کے دن غروبِ آفتاب کے بعد آئے اور کفارِ قریش کی مذمت کرنے لگے' انہوں نے کہا: یارسول اللہ! میں عصر کی نماز نہیں پڑھ سکا' حتیٰ کہ عنقریب سورج غروب ہو رہا ہے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں نے بھی عصر کی نماز نہیں پڑھی' پھر ہم مدینہ کی ایک وادی میں گئے' آپ نے نماز کا وضوء کیا اور ہم نے بھی نماز کا وضوء کیا' پھر سورج کے غروب ہونے کے بعد آپ نے عصر کی نماز پڑھائی' پھر اس کے بعد آپ نے مغرب کی نماز پڑھائی۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) معاذ بن فضالہ الزہرانی' القریشی البصری (۲) ہشام بن ابی عبد اللہ الدستوائی (۳) یحییٰ بن ابی کثیر (۴) ابوسلمہ بن عبد الرحمان (۵) حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما (۶) حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۱۳۱)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں بیان کیا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غروب آفتاب کے بعد عصر کی نماز پڑھائی۔

خندق کا معنی اور اس کی تفصیل

اس حدیث میں غزوہ خندق کے دن کا ذکر ہے۔ اس سے مراد ہے: خندق کھودنے کا دن' "خندق" کا لفظ "جعفر" کے وزن پر ہے' اس کا معنی ہے: شہر پناہ یا شہر کی دیواروں کے گرد جو گہری کھائی کھودی ہوئی ہو۔ یہ اصل میں فارسی لفظ ہے' جس کو عربی میں داخل کر لیا گیا ہے۔ (القاموس المحیط ص ۸۸۱' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۲۴ھ) یہ غزوہ ۴ھ میں برپا ہوا تھا' اس کا نام غزوۃ الاحزاب بھی

ہے کیونکہ اس غزوہ میں کفار کی متعدد جماعتوں نے مل کر مدینہ منورہ پر حملہ کیا تھا۔

اس حدیث میں ''بطحان'' کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: مدینہ کی وادی۔

غزوہ خندق کے دن قضاء ہونے والی نمازوں کی تعداد

اس حدیث میں مذکور ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کی نماز نہیں پڑھی تھی دوسری احادیث میں چار نمازوں کا ذکر ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ غزوہ خندق کے دن مشرکین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چار نمازوں کے پڑھنے سے مشغول رکھا حتیٰ کہ جتنا اللہ نے چاہا رات کا حصہ گزر گیا پھر آپ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اذان دینے کا حکم دیا سو انہوں نے اذان دی پھر اقامت کہی پس آپ نے ظہر کی نماز پڑھائی پھر اقامت کہی تو آپ نے عصر کی نماز پڑھائی پھر اقامت کہی تو آپ نے مغرب کی نماز پڑھائی پھر اقامت کہی تو آپ نے عشاء کی نماز پڑھائی۔ (سنن ترمذی:۱۷۹ مسند احمد ج ا ص ۳۷۵ مسند احمد ج ۳ ص ۲۵)

اس حدیث پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اس حدیث میں عشاء کی نماز کو بھی قضاء نمازوں میں شمار کیا گیا ہے حالانکہ عشاء کی نماز تو رات میں پڑھی گئی تھی اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ عشاء کی نماز اس کے معروف وقت میں نہیں پڑھی گئی تھی اس لیے اس کو (ظاہراً) قضاء نمازوں میں شمار کرلیا گیا۔

غزوہ خندق کے دن جو نمازیں قضاء کی گئیں اس کی وجہ یہ ہے کہ اس وقت تک صلوٰۃ خوف کا حکم نازل نہیں ہوا تھا صلوٰۃ خوف میں یہ بتایا گیا تھا کہ مسلمانوں کی ایک جماعت دشمن کے سامنے مسلح کھڑی رہے اور دوسری جماعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز پڑھے پھر ایک رکعت پڑھنے کے بعد یہ جماعت دشمن کے سامنے چلی جائے اور دوسری جماعت آ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں ایک رکعت نماز پڑھے اور بعد میں مسبوق کی طرح اپنی نماز پوری کرے پھر وہ دشمن کے سامنے چلی جائے اور پھر پہلی جماعت لاحق کی طرح اپنی نماز پوری کرے اور چونکہ غزوہ خندق تک صلوٰۃ خوف پڑھنے کا حکم نازل نہیں ہوا تھا اس وجہ سے بعض نمازیں قضاء کی گئیں ورنہ نماز کو ترک کرنا کسی حال میں جائز نہیں ہے۔

غزوہ خندق کے موقع پر قضاء ہونے والی نمازوں کے متعلق مختلف احادیث میں تطبیق

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن العربی نے کہا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ غزوۂ خندق کے دن مسلمانوں کی جو نماز رہ گئی تھی وہ صرف ایک نماز تھی اور وہ نماز عصر تھی اس کی تائید اس حدیث میں ہے:

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۃ الاحزاب کے دن فرمایا: (کفار نے) ہم کو صلوٰۃ الوسطیٰ کے پڑھنے سے مشغول کر دیا حتیٰ کہ سورج غروب کی طرف لوٹ گیا اللہ ان کی قبروں کو آگ سے بھر دے یا فرمایا: ان کے گھروں کو یا ان کے پیٹوں کو آگ سے بھر دے۔

(صحیح مسلم:۶۲۷ الرقم المسلسل:۱۳۹۶ صحیح البخاری:۲۹۳۱ سنن ابوداؤد:۴۰۹ سنن ترمذی:۲۹۸۴ سنن نسائی:۴۷۳-۴۷۲ مسند احمد ج ا ص ۷۹)

بعض علماء نے ان احادیث میں اس طرح تطبیق دی ہے کہ غزوہ خندق کئی روز تک ہوتا رہا تھا اس لیے ہوسکتا ہے کہ کسی دن آپ کی صرف نماز عصر قضاء ہوئی ہو جیسے حضرت علی اور حضرت عمر کی روایت ہے اور ہوسکتا ہے کہ کسی دن آپ کی چار نمازیں قضاء ہوئی ہوں جیسے حضرت ابن مسعود کی روایت ہے۔

اس میں بھی اختلاف ہے کہ یہ نمازیں آپ سے نسیاناً قضاء ہوئی تھیں یا عمداً قضاء ہوئی تھیں اور زیادہ راجح یہ ہے کہ خندق

کھودنے کی مشغولیت کی وجہ سے آپ نے یہ نمازیں عمداً ترک کی تھیں۔ اگر یہ سوال کیا جائے کہ دشمن کے خلاف جہاد کی مشغولیت کی وجہ سے کیا اب بھی نماز کو ترک کر کے نماز جائز ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اب نماز کو اپنے وقت سے مؤخر کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ یہ واقعہ صلوٰۃ خوف کا حکم نازل ہونے سے پہلے کا ہے یعنی اب نماز کو قضاء کرنے کے بجائے صلوٰۃ الخوف کے طریقہ پر ادا کیا جائے گا۔

(عمدۃ القاری ج ۵ ص ۱۳۳۔ ۱۳۲)

قضاء نمازوں کی ترتیب کا وجوب اور ان کی شرائط

ان احادیث سے یہ معلوم ہوا کہ وقتی نماز اور قضاء نماز کے درمیان ترتیب واجب ہے' پہلے وقتی نماز پڑھی جائے گی پھر قضاء نماز پڑھی جائے گی' امام ابوحنیفہ' ان کے اصحاب' امام مالک' امام احمد اور اسحاق کا یہی مذہب ہے اور یہی حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا قول ہے' اور طاؤس نے یہ کہا ہے کہ وقتی اور قضاء نماز کے درمیان ترتیب واجب نہیں ہے' یہی امام شافعی' بعض مالکیہ اور ظاہریہ کا مذہب ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۱۳۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ برھان الدین علی بن ابی بکر المرغینانی المتوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

جس شخص کی کوئی نماز قضاء ہو جائے' وہ اس کو ادا کرے اور وقتی نماز پر اس کو مقدم کرے اصل یہ ہے کہ ہمارے نزدیک قضاء نمازوں اور وقتی نمازوں کے درمیان ترتیب واجب ہے' اور امام شافعی کے نزدیک یہ ترتیب مستحب ہے کیونکہ ہر فرض اپنی جگہ مستقل ہے' لہٰذا وہ دوسرے فرض کی ادائیگی کے لیے شرط نہیں بنے گا' ہماری دلیل یہ حدیث ہے:

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: جب تم میں سے کوئی شخص اپنی نماز کو بھول جائے اور اس کو وہ نماز اس وقت یاد آئے' جب وہ اپنے امام کے ساتھ نماز پڑھ رہا ہو تو وہ امام کے ساتھ نماز پڑھ لے اور جب وہ اپنی نماز سے فارغ ہو جائے تو پھر وہ اس نماز کو پڑھے' جس کو پڑھنا بھول گیا تھا' پھر اس نماز کو دہرائے' جس کو امام کے ساتھ پڑھا تھا۔ یہ حدیث مرفوع بھی ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ حضرت ابن عمر کا قول ہے۔ (سنن دار قطنی: ۱۵۴۲۔ ج ۲ ص ۹۹' سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۲۱' نصب الرایہ ج ۲ ص ۱۶۲)

اور اگر اس کو وقتی نماز کے فوت ہونے کا خوف ہو تو پہلے وقتی نماز پڑھ لے' پھر فوت شدہ نماز کی قضاء پڑھے' کیونکہ وقت کی تنگی کی وجہ سے ترتیب ساقط ہو جاتی ہے' اسی طرح بھولنے کی وجہ سے اور قضاء نمازوں کی کثرت کی وجہ سے بھی ترتیب ساقط ہو جاتی ہے اور اگر اس نے فوت شدہ نماز کو پہلے پڑھا تو یہ بھی جائز ہے کیونکہ فوت شدہ نماز کو پہلے پڑھنے کی ممانعت کسی اور وجہ سے ہے' اس کے برخلاف جب وقت میں وسعت اور گنجائش ہو اور وہ وقتی نماز کو پہلے پڑھ لے تو یہ جائز نہیں ہے کیونکہ اس نے وقتی نماز کو اس کے اس وقت سے پہلے پڑھا ہے جو حدیث سے ثابت ہے' اور اگر اس کی کئی نمازیں قضاء ہو گئی ہوں تو ان قضاء نمازوں کو اس ترتیب سے پڑھے' جس طرح ان کی اصل میں ترتیب ہے کیونکہ غزوہ خندق کے دن جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چار نمازیں قضاء ہو گئیں تو آپ نے ان کو ترتیب وار ادا کیا اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس طرح نماز پڑھو جس طرح تم مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو۔

(صحیح البخاری: ۶۳۱' سنن بیہقی ج ۱ ص ۳۸۵' سنن دارمی: ۱۲۳۳' مسند احمد ج ۳ ص ۴۳۶)

سوا اس صورت کے کہ چھ سے زیادہ نمازیں فوت ہو جائیں کیونکہ فوت شدہ نمازیں جب زیادہ ہو جائیں تو ان کے درمیان ترتیب ساقط ہو جاتی ہے' اور کثرت کی حد یہ ہے کہ قضاء نمازوں کی تعداد چھ ہو جائے اور چھٹی نماز کا وقت نکل جائے' اسی طرح الجامع الصغیر میں مذکور ہے۔ (ھدایہ اولین ص ۱۵۵۔ ۱۵۴' مکتبہ شرکت علمیہ' ملتان' الجامع الصغیر ص ۱۰۶' ادارۃ القرآن' کراچی)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۳۲۹۔ ج ۲ ص ۲۵۳ پر مذکور ہے' اس کی شرح کا عنوان ہے: کفار کو سب و شتم۔

۳۷ - بَابُ مَنْ نَسِيَ صَلٰوةً فَلْيُصَلِّ إِذَا ذَكَرَهَا ، وَلَا يُعِيدُ إِلَّا تِلْكَ الصَّلٰوةَ

جو شخص کسی نماز کو پڑھنا بھول گیا تو جب وہ اس نماز کو یاد کرے' اس کو پڑھ لے اور اس وقت صرف اسی نماز کو پڑھے گا

اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ جو شخص کسی نماز کو پڑھنا بھول گیا حتیٰ کہ اس کا وقت نکل گیا' اس کو جب وہ نماز یاد آئے اس کو پڑھ لے اور اس وقت وہ صرف اسی نماز کو ادا کرے گا۔

وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ مَنْ تَرَكَ صَلٰوةً وَاحِدَةً عِشْرِيْنَ سَنَةً ، لَمْ يُعِدْ إِلَّا تِلْكَ الصَّلٰوةَ الْوَاحِدَةَ.

اور ابراہیم النخعی نے کہا: جس شخص نے ایک نماز بیس سال تک نہیں پڑھی تو وہ صرف اسی ایک نماز کی قضاء کرے گا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے ان لوگوں کے رد کا ارادہ کیا ہے جو کہتے ہیں کہ وہ اس نماز کو دو مرتبہ پڑھے گا۔

۵۹۷ - حَدَّثَنَا أَبُوْ نُعَيْمٍ ، وَمُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَا حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ ، عَنْ أَنَسٍ ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ نَسِيَ صَلٰوةً فَلْيُصَلِّ إِذَا ذَكَرَهَا ، لَا كَفَّارَةَ لَهَا إِلَّا ذٰلِكَ ﴿وَأَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِي﴾ (طٰہٰ:١٤). قَالَ مُوْسٰى قَالَ هَمَّامٌ سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ بَعْدُ ﴿وَأَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِي﴾ (طٰہٰ:١٤). وَقَالَ حَبَّانُ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ قَالَ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ حَدَّثَنَا أَنَسٌ ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم اور موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' ان دونوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: جو شخص کسی نماز کو بھول گیا تو اس کو جب وہ نماز یاد آئے اس کو پڑھ لے' اس کے سوا اس نماز کا اور کوئی کفارہ نہیں ہے۔ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:) اور مجھے یاد کرنے کے لیے نماز پڑھو۔ (طٰہٰ: ۱۴) موسیٰ نے بیان کیا: ہمام نے کہا: میں نے قتادہ کو بعد میں یہ پڑھتے ہوئے سنا: اور مجھے یاد کرنے کے لیے نماز پڑھو۔ (طٰہٰ: ۱۴) اور حبان نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اسی کی مثل حدیث بیان کی از نبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

(صحیح مسلم: ۶۸۴' الرقم المسلسل: ۱۵۳۸' سنن ابوداؤد: ۴۴۲' سنن ترمذی: ۱۷۸' سنن نسائی: ۶۱۲' سنن ابن ماجہ: ۶۹۶' صحیح ابن خزیمہ: ۹۹۳' صحیح ابن حبان: ۱۵۵۶' مسند احمد ج ۳ ص ۲۸۲ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۴۰۰۷۔ ج ۲۱ ص ۳۱۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۶۴۴' مکتبہ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابونعیم الفضل بن دکین (۲) موسیٰ بن اسماعیل المقری التبوذکی (۳) ہمام بن یحییٰ (۴) قتادہ (۵) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۱۳۵)

قضاء نماز کو فوراً ادا کرنے پر ایک اعتراض کا جواب

اس حدیث میں مذکور ہے کہ اس کو جب وہ نماز یاد آئے اس کو پڑھ لے۔

اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اس سے یہ لازم آتا ہے کہ جس وقت اس کو نماز یاد آئے فوراً اس کو قضاء کرلے حالانکہ قضاء نماز پڑھنا فوراً واجب نہیں بلکہ اس کو قضاء کرنے میں وسعت دی گئی ہے اور اس پر فقہاء کا اتفاق ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ جب اس کو یاد

آئے کہ اس نے فلاں نماز قضاء پڑھنی ہے اور ایک مدت تک اس کو یاد رہے اور اسی اثناء میں وہ اس نماز کو پڑھ لے تو اس پر یہ صادق آئے گا کہ اس کو جب وہ نماز یاد آئی تو اس نے اس نماز کو پڑھ لیا اور اس پر یہ لازم نہیں ہے کہ جس مدت میں اس کو نماز یاد آئے تو وہ اس مدت کی پہلی ساعت میں اس نماز کو پڑھ لے۔

اس کی توجیہ کہ فوت شدہ نماز کا کفارہ صرف اس کی قضاء کرنا ہے

نیز اس حدیث میں فرمایا ہے: اس قضاء نماز کا صرف یہی کفارہ ہے۔

کفارہ کا معنی ہے: وہ فعل جو کسی گناہ کو مٹا دے یا اس گناہ کو چھپا دے' اس کا حاصل یہ ہے کہ فوت شدہ نماز کا صرف یہی کفارہ ہے یا اس کا صرف یہی تدارک اور تلافی ہے کہ اس کو پڑھ لیا جائے اور جو شخص اس نماز کو پڑھنا بھول گیا تھا' اس پر اس کی تلافی میں کسی چیز کا صدقہ کرنا واجب نہیں ہے یا اس کے تاوان میں اس پر کوئی جرمانہ نہیں ہے۔

جو نماز کے وقت نشہ میں تھا یا سو گیا تھا یا نماز کو بھول گیا تھا' اس کا کفارہ صرف اس نماز کو ادا کرنا ہے

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ جو شخص کسی نماز کو بھول گیا خواہ وہ ایک نماز ہو یا متعدد نمازیں ہوں' اس پر اس نماز کی قضاء لازم ہے اور اسی طرح اگر وہ نماز کے وقت میں سوتا رہا' خواہ اس میں ایک وقت کی نماز کا وقت گزرا یا متعدد نمازوں کا وقت گزرا تو اس پر اس کی قضاء لازم ہے اور قضاء نماز پڑھنے کے بعد اس پر کوئی گناہ نہیں ہے۔

اہل ظواہر اور غیر مقلدین کے نزدیک جو شخص نشہ میں مدہوش ہو اور اس وجہ سے اس کی نماز فوت ہو جائے تو نشہ اترنے کے بعد اس پر اس نماز کی قضاء لازم ہے اور وہ ساری عمر اس نماز کو قضاء کر سکتا ہے۔

شیخ علی بن احمد بن سعید بن حزم الاندلسی المتوفی ۴۵۶ھ لکھتے ہیں:

جو شخص نشہ میں تھا حتیٰ کہ نماز کا وقت نکل گیا یا وہ سویا ہوا تھا حتیٰ کہ نماز کا وقت نکل گیا یا وہ نماز کو بھول گیا حتیٰ کہ نماز کا وقت نکل گیا' خصوصیت سے صرف ان لوگوں پر یہ فرض ہے کہ وہ ہمیشہ ان نمازوں کی قضاء کر سکتے ہیں' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ. (النساء: ۴۳) نشہ کی حالت میں تم نماز کے قریب نہ جاؤ حتیٰ کہ تم جان لو کہ تم کیا کہہ رہے ہو۔

اللہ تعالیٰ نے نشہ میں مدہوش شخص کے لیے نماز پڑھنا مباح نہیں کیا' حتیٰ کہ وہ جان لے کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نیند میں تقصیر نہیں ہے' تقصیر بیداری میں ہے' پس جب تم میں سے کوئی شخص نماز کو بھول جائے یا نماز کے وقت سویا ہوا ہو تو اس کو جب نماز یاد آئے پڑھ لے۔

(سنن ابوداؤد: ۴۴۱' سنن ترمذی: ۱۷۷' سنن نسائی: ۶۱۱)

ان تمام امور پر یقینی اجماع ہے۔ (المحلی بالآثار ج ۲ ص ۱۰-۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۵ھ)

غیر مقلدین کے نزدیک جس نے عمداً نماز کو ترک کیا' وہ اس نماز کی قضاء نہیں کرے گا' اس پر شیخ ابن حزم کے دلائل اور مصنف کے جوابات

داؤد ظاہری' غیر مقلدین اور شیخ ابن حزم کا مذہب یہ ہے کہ نشہ میں مدہوش' سوئے ہوئے اور جس نے بھولے سے نماز کو ترک کر دیا حتیٰ کہ اس کا وقت نکل گیا تو صرف ان ہی لوگوں پر نماز کی قضاء لازم ہے اور جس شخص نے عمداً نماز کو ترک کر دیا اس کے لیے نماز کو قضاء کرنا جائز نہیں ہے۔

شیخ ابن حزم اندلسی متوفی ۴۵۶ھ لکھتے ہیں:

جس شخص نے عمداً نماز کو ترک کیا حتیٰ کہ نماز کا وقت نکل گیا' یہ شخص کبھی بھی نماز کو قضاء نہیں کر سکتا' اب اس کو چاہیے کہ وہ زیادہ سے زیادہ نیک کام کرے اور بہ کثرت نوافل پڑھے تاکہ قیامت کے دن اس کے گناہوں کا پلہ ہلکا ہو اور وہ اللہ تعالیٰ سے توبہ اور استغفار کرے۔

امام ابوحنیفہ' امام مالک اور امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ جس نے عمداً نماز کو ترک کر دیا' وہ وقت نکلنے کے بعد اس نماز کی قضاء کرے۔

شیخ ابن حزم نے کہا: ہمارے قول کی صحت پر یہ آیات دلیل ہیں:

فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَO الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَO (الماعون:۵) ان نمازیوں کے لیے عذاب ہےO جو اپنی نمازوں سے غفلت کرتے ہیںO

فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّاO (مریم:۵۹) پھر ان کے بعد ان کے بُرے جانشین پیدا ہوئے' جنہوں نے نماز ضائع کر دی اور نفسانی خواہشوں کی پیروی کی' وہ عنقریب (جہنم کی وادی) غی میں داخل ہوں گےO

اگر عمداً نماز کو ترک کرنے والے کا کفارہ یا نماز کو ترک کرنے کی تلافی وقت گزرنے کے بعد اس کی قضاء پڑھنے سے ہو جاتی تو اللہ تعالیٰ یہ نہ فرماتا کہ نماز ترک کرنے والے کو عذاب ہو گا یا اس کو دوزخ کی وادی میں ڈال دیا جائے گا۔

(المحلی بالآثار ج ۲ ص ۱۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۵ھ)

میں کہتا ہوں کہ ان آیات سے شیخ ابن حزم کا استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ آیاتِ وعید میں قرآن مجید کا عام اسلوب یہ ہے کہ جس فعل پر قرآن مجید نے وعید سنائی ہے' جب بندہ اس فعل پر توبہ کر لے اور اس فعل کا تدارک اور اس کی اصلاح کر لے تو پھر وہ وعید ساقط ہو جاتی ہے' قرآن مجید میں ہے:

فَمَنْ تَابَ مِنْ بَعْدِ ظُلْمِهٖ وَاَصْلَحَ فَاِنَّ اللّٰهَ يَتُوْبُ عَلَيْهِ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌO (المائدہ:۳۹) پس جس شخص نے اپنے گناہ کے بعد توبہ کر لی اور اصلاح کر لی تو بے شک اللہ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے' بے شک اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہےO

اصلاح کا معنی یہی ہے کہ اس نے اس گناہ کا تدارک کر لیا' مثلاً کسی کا مال چھینا تھا تو اس کا مال واپس کر دیا' کسی کی امانت میں خیانت کی تھی تو اس کی امانت واپس کر دی' کوئی روزہ بغیر شرعی عذر کے ترک کیا تھا تو اس روزے کی قضاء کر لی' کسی سال کی زکوٰۃ نہیں دی تھی تو اس سال کی زکوٰۃ ادا کر دی' بغیر عذر کے کسی وقت کی نماز نہیں پڑھی تھی اور اس نماز کا وقت گزر چکا تھا تو بعد میں اس وقت کی نماز پڑھ لی' قرآن مجید میں اسی معنی میں حسب ذیل آیات ہیں:

اَنَّهٗ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْٓءًا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْ بَعْدِهٖ وَاَصْلَحَ فَاَنَّهٗ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌO (الانعام:۵۴) (یہ اللہ کی رحمت ہے) کہ تم میں سے جو شخص جہالت سے کوئی گناہ کر گزرے' پھر اپنے گناہ کے بعد توبہ کرے اور اس گناہ کی اصلاح کر لے تو بے شک اللہ بہت بخشنے والا' بے حد رحم فرمانے والا ہےO

اِلَّا مَنْ تَابَ وَ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِکَ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا یُظْلَمُوْنَ شَیْئًا O (مریم:٦٠)

مگر جس نے توبہ کرلی اور ایمان لے آیا اور نیک عمل کیے تو یہ وہ لوگ ہیں جو جنت میں داخل ہوں گے اور ان پر بالکل ظلم نہیں کیا جائے گا O

اللہ تعالیٰ نے علم اور ہدایت کے چھپانے پر لعنت فرمائی ہے (البقرہ:١٥٩) اور مرتد ہونے پر عذاب کی وعید فرمائی ہے (آل عمران: ٨٨) پھر فرمایا: جو لوگ علم چھپانے کے بعد توبہ کرلیں اور علم کو بیان کردیں اور اصلاح کرلیں' اسی طرح مرتد ہونے کے بعد توبہ کرلیں اور دوبارہ اسلام لے آئیں تو اللہ تعالیٰ ان کو معاف فرمادے گا' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَبَیَّنُوْا فَاُولٰٓئِکَ اَتُوْبُ عَلَیْهِمْ وَاَنَا التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ O (البقرہ:١٦٠)

سوا ان لوگوں کے جنہوں نے (علم کو چھپانے سے) توبہ کرلی اور اصلاح کرلی اور (علم کو) بیان کردیا' سو یہ وہ لوگ ہیں جن کی میں توبہ قبول فرماؤں گا اور میں بہت توبہ قبول کرنے والا' بہت رحم فرمانے والا ہوں O

اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا مِنْ بَعْدِ ذٰلِکَ وَاَصْلَحُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ O (آل عمران:٨٩)

سوا ان لوگوں کے جنہوں نے (مرتد ہونے کے بعد) توبہ کرلی اور اصلاح کرلی تو بے شک اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا' بہت رحم فرمانے والا ہے O

النمل:١١٩' النور:٥ اور الفرقان:٧١ میں بھی یہی مضمون بیان فرمایا ہے کہ جو شخص گناہ کرنے کے بعد توبہ کرلے اور اصلاح کرلے تو اللہ تعالیٰ اس کو معاف کردیتا ہے اور اصلاح کرنے کا معنی یہی ہے کہ وہ اس گناہ کا کفارہ ادا کرے اور اس کا تدارک کرے۔

عمداً نماز ترک کرنے پر نماز قضاء کرنے کی دلیل

نیز جمہور علماء نے عمداً نماز کے ترک کرنے کو نماز کے وقت سونے یا نماز کے بھولنے پر قیاس کیا ہے اور جب حدیث میں نماز کے وقت سونے والے یا نماز کو بھولنے والے پر لازم کیا ہے کہ جب اس کو نماز یاد آئے تو وہ اس نماز کو پڑھے تو اسی قیاس پر کہا جائے گا کہ جب کسی نے عمداً نماز کو ترک کیا تو جب اس کو یاد آئے کہ اس نے فلاں وقت کی عمداً نماز نہیں پڑھی تھی تو وہ اس نماز کی قضاء کرے اور یہ قیاس دلالۃ النص کے طور پر ہے' جیسے قرآن مجید میں فرمایا ہے:

وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَکَ الْکِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ کِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا۔ (بنی اسرائیل:٢٣)

اور ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنا' اگر تمہارے پاس وہ دونوں یا ان دونوں میں سے کوئی ایک بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان سے اُف (تک) نہ کہنا اور نہ ان کو ڈانٹنا۔

جب ماں باپ کو اُف کہنا اور ڈانٹنا بھی ممنوع ہے تو ان کو مارنا تو بہ طریق اولیٰ ممنوع ہوگا' اسی طرح ہم کہتے ہیں کہ جب بھولے سے نماز کو ترک کرنے کی قضاء لازم ہے تو عمداً نماز کو ترک کرنے کی قضاء تو بہ طریق اولیٰ لازم ہوگی' باقی رہا یہ سوال کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھولے سے نماز کو ترک کرنے پر تو نماز کو قضاء کرنے کا حکم بیان فرمایا تو آپ نے عمداً نماز ترک کرنے کا حکم کیوں نہیں بیان فرمایا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں کوئی شخص بھی عمداً نماز کو ترک نہیں کرتا تھا اور آپ کے عہد میں وقت پر نماز نہ پڑھنے کا سبب غالب یہی تھا کہ لوگ نماز کے وقت سوئے ہوئے ہوں یا نماز پڑھنا بھول جائیں اور نماز کا وقت نکل جائے' سو آپ نے اس کا حکم بیان فرمایا' اور عمداً نماز ترک کرنے والے کا حکم اس پر قیاس کرنے کے لیے چھوڑ دیا' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

فَاعْتَبِرُوْا یٰۤاُولِی الْاَبْصَارِO(الحشر:۲) پس اے آنکھوں والو! قیاس کروO

اس آیت کی تفسیر میں ہم نے قیاس کے حجت ہونے پر تبیان القرآن کی بارھویں جلد میں بہ کثرت دلائل بیان کیے ہیں۔

بہرحال ہم نے عمداً نماز ترک کرنے والے پر نماز کی قضاء کے وجوب اور لزوم پر دلائل بیان کر دیئے اور غیر مقلدین کے اعتراضات کے جواب ذکر کر دیئے۔ وللہ الحمد علیٰ ذالک

عمداً نماز ترک کرنے والے کو غیر مقلدین کا' کافر اور واجب القتل قرار دینا

بغیر عذر کے عمداً نماز ترک کرنے والے کے متعلق غیر مقلدین کا مذہب یہ ہے کہ وہ شخص کافر ہو گیا اور اس کو قتل کرنا واجب ہے۔

مشہور غیر مقلد عالم محمد بن علی بن محمد شوکانی متوفی ۱۲۵۵ھ لکھتے ہیں' حدیث میں ہے:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کسی شخص کے درمیان اور شرک اور کفر کے درمیان (حد) نماز کو ترک کرنا ہے۔ (صحیح مسلم: ۸۲' سنن ابوداؤد: ۴۶۷۸' سنن ترمذی: ۲۶۲۰' سنن نسائی: ۴۶۳' سنن ابن ماجہ: ۱۰۷۸' مسند احمد ج ۳ ص ۳۷۰)

یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ نماز ترک کرنا موجب کفر ہے' اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جو شخص نماز کی فرضیت کا انکار کر کے نماز کو ترک کرے وہ کافر ہے' اور اگر وہ نماز کی فرضیت کا معتقد ہو اور سستی کی وجہ سے نماز کو ترک کر دے جیسا کہ اکثر لوگوں کا حال ہے تو اس کے متعلق فقہاء کا اختلاف ہے' امام مالک' امام شافعی اور جمہور متقدمین اور متاخرین کا مسلک یہ ہے کہ وہ کافر نہیں ہے بلکہ فاسق ہے' اگر اس نے توبہ کر لی تو فبہا' ورنہ ہم اس کو بہ طور حد قتل کر دیں گے' امام احمد بن حنبل کی بھی ایک روایت یہی ہے' امام ابوحنیفہ اور دیگر فقہاء کوفہ اور مزنی شافعی کا مذہب یہ ہے کہ وہ کافر ہے نہ اس کو قتل کیا جائے گا بلکہ اس کو تعزیر دی جائے گی اور اس کو قید میں رکھا جائے گا حتیٰ کہ وہ نمازی بن جائے اور حدیث مذکور کا انہوں نے یہ جواب دیا ہے کہ اس حدیث کی توجیہ یہ ہے کہ اگر وہ جائز اور حلال سمجھ کر نماز کو ترک کرے تو وہ کافر ہے یا اس کا مسلسل یہ فعل اس کو کفر تک پہنچا دے گا یا اس نے کافروں کا سا فعل کیا۔

امام ابوحنیفہ نے تارکِ نماز کو قتل نہ کرنے پر اس حدیث سے استدلال کیا ہے:

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اس کی شہادت دیتا ہو کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور میں اللہ کا رسول ہوں' اس کا خون بہانا صرف تین صورتوں میں جائز ہے: وہ شادی شدہ زانی ہو' اس کو کسی شخص کے قصاص میں قتل کیا جائے' وہ شخص اپنے دین کو چھوڑ کر جماعت سے نکل جائے (اس کے سوا اس کو اور کسی صورت میں قتل کرنا جائز نہیں ہے)۔ (صحیح البخاری: ۶۸۷۸' صحیح مسلم: ۱۶۷۶' سنن ابوداؤد: ۴۳۵۲' سنن ترمذی: ۱۴۰۲' سنن نسائی: ۴۰۲۷۔ ۴۰۱۶' سنن ابن ماجہ: ۲۵۳۴' مسند احمد ج ۱ ص ۴۴۴۔ ۴۲۸۔ ۳۸۲)

شیخ شوکانی لکھتے ہیں: حق یہ ہے کہ تارکِ نماز کافر ہے اور اس کو قتل کیا جائے گا' اس کے کفر کی وجہ یہ ہے کہ حدیث میں ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے عمداً نماز کو ترک کیا' اس نے کھلم کھلا کفر کیا۔

(المعجم الاوسط: ۳۳۴۸' مجمع الزوائد ج ۱ ص ۳۰۰)

(ہمارے نزدیک اس حدیث کی بھی یہی توجیہ ہے کہ جس نے جائز سمجھ کر نماز کو ترک کیا' وہ کافر ہے یا اس نے کافروں کا سا کام کیا۔ سعیدی غفرلہٗ)

اور اس کو قتل کرنے کی وجہ یہ ہے کہ حدیث میں ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں اس وقت تک لوگوں سے قتال کرتا

رہوں حتیٰ کہ وہ یہ شہادت دیں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں' پس جب وہ یہ کام کرلیں گے تو وہ مجھ سے اپنی جانوں اور مالوں کو محفوظ کرلیں گے' مگر جس جان یا مال پر اسلام کا حق ہو اور ان کا حساب اللہ عزوجل پر ہے۔ (صحیح البخاری:۲۵' صحیح مسلم:۲۲' مسند احمد ج ۲ ص ۴۲۳) (نیل الاوطار ج ا ص ۴۱۲-۴۱۱ ملخصاً' دارالوفاء ۱۴۲۱ھ)

مصنف کے نزدیک اس حدیث سے شیخ شوکانی کا تارک نماز کو قتل کرنے پر استدلال کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ اول تو یہ مفہوم مخالف سے استدلال ہے' ثانی یہ کہ اس حدیث میں نماز قائم نہ کرنے والے سے قتال اور جہاد کرنے کا حکم ہے نہ کہ ان کو قتل کرنے کا حکم ہے' ثالث یہ کہ اس حدیث کا محمل یہ ہے کہ کچھ لوگوں کی جماعت نماز پڑھنے کا انکار کردے تو ان سے قتال کیا جائے جیسے کچھ لوگوں کی جماعت نے حضرت ابوبکر رضی اللہ کے عہد میں ان کو زکوٰۃ ادا کرنے سے انکار کردیا تھا تو حضرت ابوبکر نے ان سے جہاد کیا' جب کہ شیخ شوکانی اس شخص کے قتل کرنے پر اس حدیث سے استدلال کررہے ہیں' جو نماز کی فرضیت کا قائل ہو اور سستی کی وجہ سے عمداً نماز نہ پڑھے حتیٰ کہ نماز کا وقت نکل جائے اور ظاہر ہے کہ اس موقف پر اس حدیث سے استدلال صحیح نہیں ہے اور خود غیر مقلدین کا بھی اس موقف پر عمل نہیں ہے' کم از کم ۵۰ سال سے ہمارے مشاہدہ میں یہ نہیں آیا کہ انہوں نے کسی عمداً نماز کے ترک کرنے والے کو قتل کردیا ہو حالانکہ غیر مقلدین میں بھی ایسے بہت لوگ ہیں' جو سستی اور کاہلی یا بے پرواہی کی وجہ سے عمداً نماز نہیں پڑھتے' جب کہ بعض ممالک میں ان کو اقتدار بھی حاصل ہے۔

ایک اور مشہور غیر مقلد عالم شیخ محمد عبدالرحمن بن عبدالرحیم مبارک پوری متوفی ۱۳۵۳ھ نے بھی عمداً نماز ترک کرنے والے کو کافر اور واجب القتل قرار دیا ہے اور انہوں نے بھی یہی دلائل پیش کیے ہیں' جو نیل الاوطار ص ۴۱۲-۴۱۱ میں مذکور ہیں۔

(تحفۃ الاحوذی ج ۷ ص ۴۰۷-۴۰۶' داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۹ھ)

تارکِ نماز کو کافر قرار دینے کے متعلق متاخرین غیر مقلدین علماء کی تصریحات

مشہور غیر مقلد عالم حافظ عبداللہ روپڑی متوفی ۱۳۸۴ھ لکھتے ہیں:

اُم سلمہ سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم پر امیر ہوں گے جن کی کئی باتیں اچھی ہوں گی کئی بُری' جو شخص ان کی بُرائی کو دل سے بُرا سمجھے وہ بَری ہے اور جو کراہت کرے وہ سلامتی والا ہے' جو راضی ہو جائے اور بُرائی میں ان کی موافقت کرے (وہ ہلاک ہو گیا) صحابہ نے کہا: کیا ایسے امیروں سے ہم لڑائی نہ کریں؟ فرمایا: نہ جب تک نماز پڑھیں' نہ جب تک نماز پڑھیں۔ ان تین حدیثوں سے پہلی میں فرمایا ہے: امیر خواہ نیک ہوں یا بُرے' ہر حال میں ان کی تابع داری کرو۔ ہاں! اگر صریح کفر دیکھو جس پر تمہارے پاس قطعی دلیل ہو تو پھر ان سے بیعت توڑ دو اور ان کا مقابلہ کرو' اور دوسری حدیثوں میں فرمایا: ایسے امیروں کی تابع داری ہر حال میں ضروری ہے مگر نماز نہ پڑھیں تو ان سے الگ ہو جاؤ اور ان سے لڑو۔

نتیجہ صاف ہے کہ نماز نہ پڑھنا صریح کفر ہے' جس پر خدا کی طرف سے دلیل قطعی آ چکی ہے' جس میں کسی قسم کے شک وشبہ کی گنجائش نہیں' ان کے علاوہ اس قسم کی احادیث بہت ہیں' جن میں سے ایک دو اُوپر کے مضمون میں بھی ذکر ہیں' اور بعض مولوی عبدالقادر گنگوہی حصاری کے مضمون میں ذکر ہیں' جو پرچہ تنظیم کی جلد اوّل کے ص ۱۷-۱۹ میں درج ہو چکا ہے اور بعض ہمارے مندرجہ جلد ۵-۲ میں مذکور ہیں' اور بعض کا محل متفرقات ہیں' یہ سب بے نماز کے کفر پر صراحۃً دلالت کرتے ہیں۔

(فتاویٰ اہل حدیث ج ا ص ۳۸۳-۳۸۲' ادارہ احیاء السنۃ النبویہ سرگودھا' ۱۴۰۴ھ)

نیز اسی فتاویٰ میں مذکور ہے:

سوال: بے نماز کس کو کہتے ہیں' کیا بے نماز ہمیشہ تارک الصلوٰۃ کو کہا جاتا ہے یا چند یوم نماز پڑھے' پھر چھوڑ دے یا جو صرف جمعہ اور نماز پڑھے باقی نمازیں نہ پڑھے۔ایسے لوگوں پر نماز جنازہ ادا کرنے کا کیا حکم ہے؟ اگر کوئی امام یا عالم نماز جنازہ نہ پڑھے تو اس کا یہ عمل شرعی نقطۂ نظر سے کیا حیثیت رکھتا ہے؟ اگر بے نماز پر نماز جنازہ نہ پڑھنے کی صورت میں شرارتی افراد مسجد کے نام سے کوئی عمارت الگ بنالیں تو اس مسجد میں نماز پڑھنا جائز ہے' کیا وہ مسجد ضرار تو نہیں؟

جواب: جن دنوں میں کوئی نماز پڑھے' ان دنوں میں مرجائے تو اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے ورنہ نہیں' کیونکہ اعتبار خاتمہ کا ہے اور جو بے نماز کا جنازہ نہ پڑھے وہ عین حق پر ہے اور اس وجہ سے جو مسجد بنائی جائے' وہ مسجد ضرار ہے کیونکہ اس کی بنیاد حق پر نہیں بلکہ تفریق اور ضرر کے لیے ہے۔(عبد اللہ امرتسری' ۸ ربیع الثانی ۱۳۵۹ھ/ ۱۸ مئی ۱۹۴۰ء)(فتاویٰ اہل حدیث ج ۱ ص ۳۸۶' سرگودھا)

سوال: بے نماز کا جنازہ پڑھنا کیسا ہے اور بے نماز کی اولاد کا کیا حکم ہے؟ کیا انہیں ''هم من ابائهم'' کے تحت کر دیا جائے؟

جواب: بے نماز کا جنازہ نہ پڑھنا چاہیے' جس کی دو وجہیں ہیں:

ایک یہ کہ بے نماز کافر ہے اور کافر کی نماز جنازہ نہیں ہوتی۔

دوم: بے نمازیوں کو تنبیہ ہو جائے گی' جیسے خودکشی کرنے والے پر اور مقروض پر رسول اللہ ﷺ نے نماز جنازہ نہیں پڑھی حالانکہ خودکشی اور قرض سے ترکِ نماز بڑا گناہ ہے۔بس اس کی وجہ سے بہ طریق اولیٰ نماز جنازہ ترک ہونی چاہیے۔رہا بے نماز کی اولاد کا مسئلہ تو اس کے متعلق ظاہراً یہ حکم حدیث ''هم من ابائهم'' وہ اپنے باپوں سے ہیں۔اصل تو یہی ہے کہ نماز جنازہ نہ پڑھے کیونکہ کافروں کی اولاد ظاہری احکام میں ماں باپ ہی کے تابع ہوتی ہے۔(فتاویٰ اہل حدیث ج ۱ ص ۳۸۶' سرگودھا)

نیز اسی فتاویٰ میں مذکور ہے:

یعنی رسول اللہ ﷺ سے سنا' آپ نے فرمایا: مشرکین اور ہمارے درمیان جو کچھ عہد ہے وہ نماز ہے' جو نماز ترک کردے وہ کافر ہے۔

اس قسم کی بعض اور احادیث بھی ہیں۔ان سے مطلع صاف ہو گیا کیونکہ جب ترکِ نماز شرک یا کفر ہوا تو یہ اس دفتر سے ہوا جو خدا معاف نہیں کرے گا۔(فتاویٰ اہل حدیث ج ۱ ص ۳۹۵۔۳۹۴' سرگودھا)

حافظ عبد اللہ روپڑی نے جن احادیث سے بے نمازی کے کفر پر استدلال کیا ہے' ہمارے نزدیک وہ احادیث اس صورت پر محمول ہیں جب کوئی شخص نماز کی فرضیت کا انکار کرتے ہوئے نماز کو ترک کرے یا نماز کو معمولی اور حقیر جان کر ترک کرے تو وہ کافر ہے یا اس شخص نے کافروں کا سا کام کیا یا اس شخص کا مسلسل نماز کو ترک کرنا اس کو کفر تک پہنچا دے گا۔

نیز اس فتاویٰ میں مذکور ہے:

سوال: جنازہ کے ساتھ بے نماز کو شامل ہونا کیوں منع ہے؟ (سائل: فتح دین)

جواب: بے نماز کو جنازہ میں شامل ہونے سے ممانعت نہیں بلکہ بے نماز کے جنازہ میں شامل ہونے سے ممانعت ہے۔ہاں! بے نماز چونکہ کافر ہے' اس لیے اُس کا جنازہ میں شریک ہونا کچھ مفید نہیں۔(عبد اللہ امرتسری روپڑ' ۷ محرم ۱۳۵۷' بمطابق ۹ مارچ ۱۹۳۸ء)

(فتاویٰ اہل حدیث ج ۱ ص ۳۹۶' ادارۃ احیاء السنۃ النبویہ سرگودھا)

ایک اور مشہور غیر مقلد عالم ابو الوفاء ثناء اللہ امرتسری متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

سوال: بے نمازی مسلمان ہے یا کافر اور جنازہ پڑھنا اور اس کی لاش مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا چاہیے یا نہیں؟

جواب: تارک الصلوٰۃ کے حق میں علماء کا اختلاف ہے' بہت سے علماء جن میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ اور حافظ ابن قیم وغیرہ بھی ہیں' تارک الصلوٰۃ کو کافر' مرتد اور واجب القتل قرار دیتے ہیں' یہ بھی فرماتے ہیں کہ اس پر نماز جنازہ پڑھنا اور اس کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا بھی جائز نہیں۔ ان کے سوا اور بہت سے علماء ہیں جن میں امام ابوحنیفہ اور ان کے ہم خیال علماء ہیں' تارک الصلوٰۃ کو فاسق' فاجر' سخت مجرم قرار دیتے ہیں لیکن کافر مرتد نہیں کہتے ہیں۔ حدیث شریف جو تارک الصلوٰۃ کے حق میں آئی ہے "فقد کفر" (یعنی وہ کافر ہے) پہلے گروہ کی دلیل ہے' دوسرے گروہ کی دلیلیں اور ہیں' خاکسار کی تحقیق پچھلے گروہ سے متفق ہے۔

(فتاویٰ ثنائیہ ج ۱ ص ۴۶۵' مکتبہ ثنائیہ سرگودھا)

اس فتویٰ کی تشریح میں شیخ ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں:

تارک الصلوٰۃ کے کافر ہونے اور نہ ہونے میں علمائے کرام مختلف ہیں۔ علامہ شوکانی نیل الاوطار میں لکھتے ہیں: "ولا خلاف بين المسلمين في كفر من ترك الصلوة منكرا لوجوبها الخ" یعنی جو شخص نماز کے وجوب کا منکر ہو کر نماز کو ترک کرے' وہ بالاتفاق کافر ہے' اس کے کفر میں مسلمانوں کے درمیان اختلاف نہیں مگر ہاں جو شخص نو مسلم ہو یا مسلمانوں کے ساتھ رہنے کا اتفاق نہ ہوا ہو تو اس کو جب تک نماز کے وجوب کی خبر نہ پہنچے تب تک وہ کافر نہیں ہو سکتا اور جو شخص نماز کے وجوب کا عقیدہ رکھ کر بہ سبب کاہلی اور غفلت کے نماز کو ترک کرے جیسا کہ بہت سے لوگوں کا حال ہے تو ایسے تارک الصلوٰۃ کے کافر ہونے اور نہ ہونے میں لوگوں کا اختلاف ہے' پس عترت اور امام مالک اور امام شافعی اور جماہیر سلف وخلف کا مذہب یہ ہے کہ ایسا شخص کافر نہیں ہے بلکہ فاسق ہے' وہ اگر توبہ کرے فبہا ورنہ اس کو قتل کرنا چاہیے اور اس کی یہی حد ہے جیسا کہ زانی محصن کی حد قتل ہے مگر ایسے تارک الصلوٰۃ کو تلوار سے قتل کرنا چاہیے اور سلف میں سے ایک جماعت کا یہ مذہب ہے کہ وہ کافر ہے اور یہی مذہب مروی ہے حضرت علی سے اور امام احمد سے ایک روایت میں یہی منقول ہے اور عبداللہ بن مبارک اور اسحق بن راہویہ کا بھی یہی مذہب ہے اور بعض اصحاب شافعی کا بھی یہی مذہب ہے اور امام ابوحنیفہ اور ایک جماعت اہل کوفہ کا مذہب یہ ہے کہ وہ نہ کافر ہے اور نہ وہ قتل کیا جاوے گا بلکہ اس کی تعزیر کی جائے گی اور جب تک وہ نماز نہیں پڑھے گا تب تک وہ قید میں رکھا جاوے گا' اس کے بعد علامہ شوکانی نے لکھا ہے کہ حق یہ ہے کہ ایسا تارک الصلوٰۃ کافر ہے اور وہ قتل کیا جاوے گا' اس کا کافر ہونا تو اس وجہ سے حق ہے کہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ شارع نے ایسے تارک الصلوٰۃ کو کافر لکھا ہے اور جو لوگ اس کے کافر ہونے کے قائل نہیں ہیں' وہ جس قدر معارضات وارد کرتے ہیں' ان میں سے ایک بھی ہم کو لازم نہیں آتا کیونکہ ہم کہتے ہیں کہ جائز ہے کہ کفر کی بعض قسمیں ایسی ہوں' جو مغفرت واستحقاق شفاعت سے مانع نہ ہوں جیسا کہ اہل قبلہ کا کفر بہ وجہ بعض ایسے گناہوں کے جن کو شارع نے کفر کہا ہے' پس اس بناء پر ان تاویلات کی کچھ حاجت نہیں ہے' جن میں لوگ پڑتے ہیں۔ انتہیٰ (کلام شوکانی) میں کہتا ہوں کہ بلاشبہ علامہ ممدوح کی یہ تحقیق احق بالقبول ہے۔

(فتاویٰ ثنائیہ ج ۱ ص ۴۶۷۔۴۶۶' مکتبہ ثنائیہ سرگودھا)

خلاصہ یہ ہے کہ مقدم اور مؤخر علماء غیر مقلدین کے نزدیک بے نماز شخص کافر ہے اور واجب القتل ہے اور چونکہ اس زمانہ میں علماء غیر مقلدین کا اپنے اس مؤقف پر عمل نہیں ہے' اس لیے ان کو عوام بے نماز غیر مقلدین کو کافر نہ قرار دینے اور قتل نہ کرنے کے لیے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مذہب کے دامن میں پناہ لینی پڑے گی ورنہ ان پر لازم ہے کہ وہ اپنے ہم مسلک عوام بے نمازیوں کو چن چن کر حکومت سے قتل کروائیں۔

بے عمل اور تارکِ نماز کے متعلق غیر مقلدین کا مسلک

ایک اور مشہور غیر مقلد عالم نواب محمد صدیق خان بن حسن القنوجی المتوفی ۱۳۰۷ھ صحیح مسلم: ۲۲ کی شرح میں لکھتے ہیں:

ہمارے شیخ اور ہماری برکت امام شوکانی سے ان دیہاتیوں کے متعلق سوال کیا گیا' جو کسی شرعی حکم پر عمل نہیں کرتے صرف کلمہ شہادت پڑھتے ہیں' آیا وہ کافر ہیں یا نہیں؟ اور کیا مسلمانوں کو ان کے خلاف جہاد کرنا واجب ہے یا نہیں؟ تو انہوں نے ''ارشاد السائل الی ادلۃ المسائل'' میں اس کا جواب لکھا' جس کی عبارت یہ ہے:

میں کہتا ہوں کہ جو شخص ارکانِ اسلام اور جمیع فرائض کا تارک ہو اور تمام اقوال اور افعال واجبہ کو چھوڑنے والا ہو اور سوائے کلمہ شہادت پڑھنے کے اور کچھ نہ کرتا ہو تو اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ کافر ہے اور اس کا کفر بہت شدید ہے' اس کو قتل کرنا اور اس کا مال لوٹنا مباح ہے' احادیث صحیحہ متواترہ سے یہ ثابت ہے کہ جان اور مال کی سلامتی تب ثابت ہوتی ہے' جب ارکانِ اسلام پر عمل کیا جائے اور مسلمانوں سے جو شخص اس طرح کے کافر کے پڑوس میں رہتا ہو' اس پر واجب ہے کہ وہ اس کو اسلام کے احکام پر عمل کرنے کی دعوت دے' اس کو ثواب کی طرف راغب کرے اور اس کو عذاب سے ڈرائے اور اگر یہ کافر اپنے کفر پر اصرار کرے تو مسلمانوں پر واجب ہے کہ اس سے قتال کریں اور اس سے تمام احکام اسلام پر عمل کرائیں اور اگر وہ اس پر عمل نہ کرے تو اس کو قتل کرنا اور اس کا مال لوٹنا مباح ہے اور اس کا حکم اہل جاہلیت کا ہے۔ (السراج الوہاج ج۱ ص ۴۹۔۴۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۵ھ)

بے عمل کلمہ گو کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد

نواب صدیق حسن اور ان کی برکت دونوں کے رد کے لیے یہ حدیث کافی ہے:

حضرت عتبان بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میری آنکھ میں کچھ تکلیف ہو گئی تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس یہ پیغام بھیجا کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ میرے پاس آئیں اور میرے گھر میں کسی جگہ نماز پڑھیں تو میں اس جگہ کو اپنی نماز پڑھنے کی جگہ بنالوں' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب میں سے جن کو اللہ نے چاہا وہ میرے گھر آئے' آپ نماز پڑھ رہے تھے اور کچھ اصحاب آپس میں باتیں کر رہے تھے اور ان کو یہ بہت ناگوار ہوا کہ مالک بن دخشم اس وقت نہیں آئے تھے' انہوں نے یہ چاہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے خلاف دعا کریں اور وہ ہلاک ہو جائے اور انہوں نے یہ چاہا کہ اس پر کوئی مصیبت آئے' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پڑھ لی تو آپ نے فرمایا: کیا وہ (مالک بن دخشم) یہ شہادت نہیں دیتا کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور میں اللہ کا رسول ہوں؟ انہوں نے کہا: ہاں! وہ یہ شہادت دیتا ہے اور یہ شہادت اس کے دل میں نہیں ہے' آپ نے فرمایا: جو شخص بھی یہ شہادت دے گا کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور میں اللہ کا رسول ہوں تو وہ دوزخ میں داخل نہیں ہوگا' یا فرمایا: اس کو دوزخ نہیں کھائے گی۔ (صحیح مسلم: ۳۳' صحیح البخاری: ۴۲۵' السراج الوہاج ج۱ ص ۶۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۵ھ)

جن صحابہ نے حضرت مالک بن دخشم کو منافق کہا تھا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا رد کیا اور فرمایا: کیا وہ کلمہ شہادت نہیں پڑھتا' نیز فرمایا: جو شخص کلمہ شہادت پڑھتا ہو وہ دوزخ میں داخل نہیں ہوگا اور نواب صدیق حسن خاں اور ان کے امام اور ان کی برکت (شوکانی) بے عمل کلمہ شہادت پڑھنے والے کو کافر اور واجب القتل قرار دے رہے ہیں!

بے عمل اور تارکِ نماز کے متعلق اہل سنت اور اہل حق کا مسلک

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یادرکھو! اہل سنت اور اہل حق کا مذہب یہ ہے کہ جو شخص توحید پر مر گیا' وہ قطعی طور پر جنت میں داخل ہوگا' اگر اس نے گناہ نہیں کیے تھے یا گناہ کرنے کے بعد توبہ صحیحہ کر لی تھی تو وہ ابتداءً جنت میں داخل ہوگا اور دوزخ میں داخل نہیں ہوگا' اور اگر اس نے گناہ کبیرہ کیے تھے اور وہ بغیر توبہ کے مر گیا تو وہ اللہ کی مشیت پر موقوف ہے' اگر اللہ تعالیٰ چاہے گا تو اس کو معاف کر کے اس کو ابتداءً جنت میں داخل کر دے گا' اور اگر اللہ تعالیٰ چاہے گا تو اس کو دوزخ میں جتنا عرصہ چاہے گا' داخل کر کے پھر جنت میں داخل کر دے گا' بہر حال جو شخص توحید پر مر گیا' وہ ہمیشہ دوزخ میں نہیں رہے گا' خواہ اس نے گناہ کیے ہوں۔

(صحیح مسلم بشرح النووی ج ۱ ص ۵۵۶' مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

بے نمازی کے متعلق شیخ عبد العزیز بن باز کا مفصل فتویٰ

شیخ عبد العزیز بن عبد اللہ بن باز لکھتے ہیں:

جو شخص جان بوجھ کر نماز ترک کرتا ہے تو وہ علماء کے صحیح قول کے مطابق کفر اکبر کا مرتکب ہے' جب کہ وہ وجوب نماز کا اقرار کرتا ہو اور اگر نماز کے وجوب ہی کا منکر ہو تو پھر تمام اہل علم کے ہاں وہ کافر ہے' کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اصل معاملہ تو اسلام ہے' اس کا ستون نماز ہے اور اس کے کوہان کی بلندی جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ اس حدیث کو امام احمد و ترمذی نے صحیح سند کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے کہ آدمی اور کفر و شرک کے درمیان فرق ترکِ نماز ہے۔ (صحیح مسلم) نیز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشادِ پاک ہے کہ وہ عہد جو ہمارے اور ان کے درمیان ہے' وہ نماز ہے' جو اسے ترک کر دے وہ کافر ہے۔ اس حدیث کو امام احمد اور اہل سنن نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

جو شخص نماز کے وجوب کا منکر ہے' وہ درحقیقت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکذیب کرتا ہے' لہٰذا اس بات پر تمام اہل علم و ایمان کا اجماع ہے کہ اس کا کفر اس شخص کے کفر کی نسبت اکبر و اعظم ہے جو محض سستی کی وجہ سے نماز کا تارک ہے۔ بہر حال دونوں صورتوں میں مسلمان حکمرانوں پر یہ واجب ہے کہ وہ تارک نماز سے توبہ کرائیں' اگر توبہ کرے تو بہت بہتر ورنہ اس سلسلہ میں وارد دلائل کی بنیاد پر اسے قتل کر دیا جائے۔ تارک نماز کا بائیکاٹ' اس کے ساتھ قطع تعلقات اور اس کی دعوت کو قبول نہ کرنا واجب ہے حتیٰ کہ وہ توبہ کر لے۔ اسی طرح یہ بھی واجب ہے کہ اسے نصیحت کی جائے' حق کی دعوت دی جائے' اور ان سزاؤں سے ڈرایا جائے' جو ترکِ نماز کی وجہ سے دنیا و آخرت میں مرتب ہوتی ہیں' شاید اسی طرح وہ توبہ کر لے اور اللہ تعالیٰ بھی اس کے گناہ معاف فرما دے۔

میرا دوست نماز پڑھتا ہے اور نہ روزہ رکھتا ہے

سوال: میرا ایک بہت عزیز دوست' جس سے مجھے بہت زیادہ محبت ہے' فرض نماز پڑھتا ہے نہ رمضان کے روزے رکھتا ہے' میں نے اسے سمجھایا ہے لیکن وہ میری بات نہیں مانتا تو کیا میں اس سے دوستی رکھوں یا نہ رکھوں؟

جواب: اس جیسے آدمیوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی خاطر بغض اور دشمنی رکھنا واجب ہے حتیٰ کہ وہ توبہ کر لیں کیونکہ علماء کے صحیح قول کے مطابق ترک نماز کفر اکبر ہے' اس لیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: آدمی اور کفر و شرک کے درمیان فرق' ترک نماز ہے۔ (صحیح مسلم) نیز نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشادِ گرامی ہے کہ ہمارے اور ان کے درمیان جو عہد ہے' وہ نماز ہے' لہٰذا جو اسے ترک کر دے وہ کافر ہے۔ اس حدیث کو امام احمد و اہل سنن نے صحیح سند کے ساتھ بیان کیا ہے' نیز اس مضمون کی اور بھی بہت سی احادیث ہیں۔

کسی شرعی عذر کے بغیر رمضان کے روزے ترک کرنا بھی بہت بڑے جرائم میں سے ہے۔ بعض اہل علم کا یہ قول ہے کہ جو شخص مرض یا سفر وغیرہ کے کسی شرعی عذر کے بغیر رمضان کا روزہ ترک کرتا ہے تو وہ کافر ہے' لہٰذا واجب ہے کہ آپ اس شخص سے بغض رکھیں

اور اسے چھوڑ دیں حتیٰ کہ وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے حضور توبہ کرے۔ مسلمان حکمرانوں پر بھی واجب ہے کہ وہ تارک نماز سے توبہ کرائیں اگر وہ توبہ کرے تو ٹھیک ورنہ اسے قتل کر دیا جائے کیونکہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ . (التوبہ:۵) — پھر اگر وہ توبہ کر لیں اور نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے لگیں تو ان کی راہ چھوڑ دو۔

تو اس سے معلوم ہوا کہ جو نماز نہ پڑھے اس کی راہ نہ چھوڑی جائے' نیز نبی ﷺ نے فرمایا: مجھے نمازیوں کے قتل سے منع کیا گیا ہے' تو اس سے بھی معلوم ہوا کہ جو نماز نہ پڑھے' اس کے قتل سے آپ کو منع نہیں کیا گیا۔ الغرض آیات و احادیث کے ادلۂ شرعیہ سے یہ ثابت ہے کہ جو شخص نماز نہ پڑھے تو مسلمان حکمران پر یہ واجب ہے کہ اسے قتل کرا دے بشرطیکہ وہ توبہ نہ کرے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتے ہیں کہ وہ آپ کے دوست کو توبہ اور راہِ راست کی توفیق بخشے۔

تارکِ نماز کے ساتھ سکونت

سوال: کچھ عرصہ قبل مجھے ایک ہسپتال میں داخل ہونے کا اتفاق ہوا' میں جس کمرہ میں رہ رہا تھا' اس میں دو آدمی اور بھی تھے اور کمرہ میں ہم تین دن تک رہے' میں تو اس مدت میں نماز پڑھتا رہا لیکن وہ دونوں آدمی نماز نہیں پڑھتے تھے حالانکہ وہ بھی مسلمان اور میرے ہی شہر کے باشندے تھے' میں نے اس سلسلہ میں ان سے کوئی بات بھی نہ کی تو کیا مجھے اس کا گناہ ہوگا کہ میں نے انہیں نماز کا حکم کیوں نہ دیا' اگر یہ گناہ ہے تو اس کا کفارہ کیا ہے؟

جواب: آپ پر یہ واجب تھا کہ ان دونوں کو نصیحت کرتے اور اس منکر عظیم یعنی ترک نماز کے ارتکاب کی مذمت کرتے' تاکہ حسب ذیل ارشادِ باری تعالیٰ پر عمل ہو جاتا:

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ○ (آل عمران:۱۰۴) — اور تم میں ایک جماعت ایسی ہونی چاہیے جو لوگوں کو نیکی کی طرف بلائے اور اچھے کام کرنے کا حکم دے اور برے کاموں سے منع کرے اور یہی لوگ نجات پانے والے ہیں○

اور نبی ﷺ کے اس ارشاد پر عمل ہو جاتا کہ تم میں سے جو کوئی برائی دیکھے تو اسے اپنے ہاتھ سے مٹا دے' اگر اس کی طاقت نہ ہو تو زبان سے (سمجھائے) اور اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو دل سے (برا سمجھے) اور یہ ایمان کا کمزور ترین حصہ ہے۔ (صحیح مسلم)

جب آپ نے فرض کو ادا نہیں کیا تو اب واجب یہ ہے کہ اس معصیت کی وجہ سے خالص توبہ کریں۔ خالص توبہ کا مطلب یہ ہے کہ پہلے جو کوتاہی ہوئی' اس پر ندامت کا اظہار کریں' اب اس سے رُک جائیں اور یہ پختہ عزم کریں کہ آئندہ ایسا نہیں کریں گے اور یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص' تعظیم' اس سے ثواب کی امید اور اس کے عذاب کے خوف کی وجہ سے کریں۔ جو صدقِ دل سے توبہ کرے اللہ تعالیٰ اس کی توبہ کو شرفِ قبولیت سے نوازتا ہے کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَاِنِّىْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰى○ (طٰہٰ:۸۲) — اور تحقیق جو شخص توبہ کرے اور ایمان لائے اور نیک عمل کرے پھر سیدھے راستے پر چلے' اس کو میں بخشنے والا ہوں○

نماز میں سستی کرنے والے کی صحبت

سوال: نماز میں سستی کرنے والے کی صحبت اختیار کرنے کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب: اس کی اور کسی بھی دوسرے کافر کی صحبت جائز نہیں ہے۔ ترک نماز بھی چونکہ نبی ﷺ کے اس ارشاد کی وجہ سے کفر ہے کہ

آدمی اور کفر و شرک کے درمیان فرق' نماز کی وجہ سے ہے۔ (صحیح مسلم) نیز نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: ہمارے اور ان کے درمیان نماز کا عہد ہے' جس نے اسے ترک کر دیا اس نے کفر کیا۔ (احمد' ابوداؤد' ترمذی' نسائی' ابن ماجہ باسناد صحیح) ان اور دیگر دلائل سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی صحبت جائز نہیں۔ (مقالات و فتاویٰ مترجم اُردو ج ۱ ص ۲۵۳-۲۵۱' دار السلام لاہور' ۱۴۱۹ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۴۶۴۔ ج ۲ ص ۱۴۱۳ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۳۸ - بَابُ قَضَاءِ الصَّلَوَاتِ' الْأُوْلٰى فَالْأُوْلٰى

نمازوں کو ترتیب وار قضاء کرنا پہلے پہلی نماز' پھر دوسری نماز

اس باب میں قضاء نمازوں کو ادا کرنے کا حکم بیان کیا گیا ہے یعنی قضاء نمازوں میں جو پہلی نماز ہے' اس کو پہلے ادا کیا جائے اور جو دوسری نماز ہے' اس کو بعد میں ادا کیا جائے۔ علیٰ ھذا القیاس!

۵۹۸ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى' عَنْ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى' هُوَ ابْنُ أَبِي كَثِيرٍ' عَنْ أَبِي سَلَمَةَ' عَنْ جَابِرٍ قَالَ جَعَلَ عُمَرُ يَوْمَ الْخَنْدَقِ يَسُبُّ كُفَّارَهُمْ' وَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا كِدْتُّ أُصَلِّي الْعَصْرَ حَتّٰى غَرَبَتْ' قَالَ فَنَزَلْنَا بُطْحَانَ' فَصَلّٰى بَعْدَ مَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ' ثُمَّ صَلَّى الْمَغْرِبَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از ہشام' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی اور وہ ابن ابی کثیر ہیں از ابی سلمہ از حضرت جابر رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ غزوہ خندق کے دن کفار کو بُرا کہہ رہے تھے اور انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! میں عصر کی نماز نہیں پڑھ سکا حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا' پھر ہم مدینہ کی ایک وادی میں گئے' پھر آپ نے سورج کے غروب ہونے کے بعد عصر کی نماز پڑھائی' پھر اس کے بعد مغرب کی نماز پڑھائی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۵۹۶ میں گزر چکی ہے' وہاں مطالعہ فرمائیں۔

۳۹ - بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ السَّمَرِ بَعْدَ الْعِشَاءِ

عشاء کی نماز کے بعد باتیں کرنے کا مکروہ ہونا

اس عنوان میں ''سمر'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: رات کو باتیں کرنا' اور اس سے مراد ہے: رات کو وہ باتیں کرنا جو مباح ہوں اور عشاء کی نماز کے بعد باتیں کرنا' اس لیے مکروہ ہے کہ ان میں مشغولیت کی وجہ سے جو شخص سحری کے وقت تہجد کے لیے اور ذکر اور استغفار کے لیے اٹھتا ہے' وہ اس سے محروم نہ ہو جائے یا نمازِ فجر اور اس کی جماعت سے محروم نہ ہو جائے' مباح باتیں کرنا اس وقت مکروہ ہے لیکن علم دین اور وعظ و نصیحت کی باتیں کرنا' اس وقت بھی مستحب ہیں اور گناہ کی باتیں کرنا ہر وقت حرام ہیں۔ امام بخاری فرماتے ہیں:

اَلسَّامِرُ مِنَ السَّمَرِ وَالْجَمْعُ السُّمَّارُ وَالسَّامِرُ هٰهُنَا فِي مَوْضِعِ الْجَمْعِ.

''السّامر'' ''سَمَر'' سے ماخوذ ہے اور جمع ''السمار'' ہے اور ''السامر'' یہاں پر جمع کی جگہ میں ہے۔

۵۹۹ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنَا عَوْفٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو الْمِنْهَالِ قَالَ انْطَلَقْتُ مَعَ أَبِي إِلٰى أَبِي بَرْزَةَ الْأَسْلَمِيِّ' فَقَالَ لَهُ أَبِي حَدِّثْنَا' كَيْفَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عوف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو المنہال نے

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الْمَكْتُوبَةَ؟ قَالَ كَانَ يُصَلِّي الْهَجِيرَ، وَهِيَ الَّتِي تَدْعُونَهَا الْأُولَى، حِينَ تَدْحَضُ الشَّمْسُ، وَيُصَلِّي الْعَصْرَ، ثُمَّ يَرْجِعُ أَحَدُنَا إِلَى أَهْلِهِ فِي أَقْصَى الْمَدِينَةِ وَالشَّمْسُ حَيَّةٌ، وَنَسِيتُ مَا قَالَ فِي الْمَغْرِبِ، قَالَ وَكَانَ يَسْتَحِبُّ أَنْ يُؤَخِّرَ الْعِشَاءَ، قَالَ وَكَانَ يَكْرَهُ النَّوْمَ قَبْلَهَا، وَالْحَدِيثَ بَعْدَهَا، وَكَانَ يَنْفَتِلُ مِنْ صَلٰوةِ الْغَدَاةِ، حِينَ يَعْرِفُ أَحَدُنَا جَلِيسَهُ، وَيَقْرَأُ مِنَ السِّتِّينَ إِلَى الْمِائَةِ.

حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں اپنے والد کے ساتھ حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ کے پاس گیا' پس ان سے میرے والد نے کہا: ہمیں حدیث بیان کریں کہ کس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرض نماز پڑھتے تھے؟ انہوں نے بیان کیا کہ آپ دوپہر کے وقت نماز پڑھتے تھے' یہ وہ نماز ہے جس کو تم پیشین کہتے ہو' وہ یہ نماز اس وقت پڑھتے جب سورج (سر کی سیدھ سے) زائل ہو جاتا تھا اور عصر کی نماز پڑھتے' پھر ہم میں سے کوئی شخص مدینہ کے آخری حصہ میں اپنے گھر لوٹ جاتا اور سورج چمک رہا ہوتا تھا' اور میں بھول گیا کہ انہوں نے مغرب کے متعلق کیا کہا تھا اور آپ اس کو پسند کرتے تھے کہ عشاء کی نماز کو مؤخر کیا جائے اور عشاء سے پہلے سونے کو ناپسند کرتے تھے اور عشاء کے بعد باتیں کرنے کو (بھی) ناپسند کرتے تھے اور فجر کی نماز کے بعد آپ واپس ہوتے تو اس وقت ہم میں سے کوئی شخص اپنے ساتھ بیٹھے ہوئے کو پہچان لیتا تھا اور آپ ساٹھ سے لے کر سو آیتیں پڑھتے تھے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۵۴۱ میں گزر چکی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا: ظہر کا وقت زوال سے ہوتا ہے' اور یہاں اس کا عنوان ہے: عشاء کے بعد باتوں کی کراہت' اور اس حدیث میں دونوں عنوانوں کی صلاحیت ہے۔

٤٠ - بَابُ السَّمَرِ فِي الْفِقْهِ وَالْخَيْرِ بَعْدَ الْعِشَاءِ

عشاء کی نماز کے بعد فقہ اور خیر کی باتیں کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ عشاء کی نماز کے بعد فقہی مباحث اور نیکی کی باتیں کرنا پسندیدہ ہیں اور بابِ سابق میں یہ بیان کیا گیا تھا کہ عشاء کے بعد مباح باتیں کرنا ناپسندیدہ ہیں۔

٦٠٠ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الصَّبَّاحِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَلِيٍّ الْحَنَفِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا قُرَّةُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ انْتَظَرْنَا الْحَسَنَ، وَرَاثَ عَلَيْنَا، حَتّٰى قَرُبْنَا مِنْ وَقْتِ قِيَامِهِ، فَجَاءَ فَقَالَ دَعَانَا جِيرَانُنَا هٰؤُلَاءِ، ثُمَّ قَالَ قَالَ أَنَسٌ نَظَرْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ، حَتّٰى كَانَ شَطْرُ اللَّيْلِ يَبْلُغُهُ، فَجَاءَ فَصَلّٰى لَنَا، ثُمَّ خَطَبَنَا فَقَالَ أَلَا إِنَّ النَّاسَ قَدْ صَلَّوْا ثُمَّ رَقَدُوا، وَإِنَّكُمْ لَمْ تَزَالُوا فِي صَلٰوةٍ مَا انْتَظَرْتُمُ الصَّلٰوةَ. وَإِنَّ الْقَوْمَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن الصباح نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعلی الحنفی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں قرہ بن خالد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہم الحسن (البصری) کا انتظار کر رہے تھے' انہوں نے آنے میں اتنی دیر کر دی کہ ان کے مسجد سے اٹھنے کا وقت آ گیا' تب وہ آئے اور (دیر سے آنے کا عذر بیان کیا) کہ ہمارے ان پڑوسیوں نے ہمیں بلا لیا تھا' پھر کہا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک رات ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتظار کر رہے تھے' حتیٰ کہ آدھی رات ہو گئی'

لَا یَزَالُوْنَ بِخَیْرٍ مَا انْتَظَرُوا الْخَیْرَ. قَالَ قُرَّةُ هُوَ مِنْ حَدِیْثِ اَنَسٍ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ.

پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم آئے اور ہمیں نماز پڑھائی' پھر آپ نے ہمیں خطبہ دیا' پس فرمایا: سنو! لوگوں نے نماز پڑھ لی' پھر سو گئے اور تمہارا شمار اس وقت تک نماز میں ہوتا رہا جب تک تم نماز کا انتظار کرتے رہے' (الحسن البصری نے کہا:) لوگوں کا اس وقت تک خیر میں شمار ہوتا ہے جب تک وہ خیر کا انتظار کرتے رہتے ہیں' قرہ نے کہا: یہ حضرت انس کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۵۷۲ میں گزر چکی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا: عشاء کا وقت آدھی رات تک ہے' اور یہاں اس کا عنوان ہے: عشاء کے بعد فقہ اور خیر کی باتیں کرنا' اور اس حدیث میں دونوں عنوانوں کی گنجائش ہے۔

۶۰۱ - حَدَّثَنَا اَبُو الْیَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَیْبٌ، عَنِ الزُّهْرِیِّ قَالَ حَدَّثَنِیْ سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، وَاَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِیْ حَثْمَةَ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ قَالَ صَلَّی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةَ الْعِشَاءِ فِیْ اٰخِرِ حَیَاتِهٖ، فَلَمَّا سَلَّمَ، قَامَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَرَاَیْتُكُمْ لَیْلَتَكُمْ هٰذِهٖ؟ فَاِنَّ رَاْسَ مِائَةٍ، لَا یَبْقٰی مِمَّنْ هُوَ الْیَوْمَ عَلٰی ظَهْرِ الْاَرْضِ اَحَدٌ. فَوَهِلَ النَّاسُ فِیْ مَقَالَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، اِلٰی مَا یَتَحَدَّثُوْنَ مِنْ هٰذِهِ الْاَحَادِیْثِ، عَنْ مِائَةِ سَنَةٍ، وَاِنَّمَا قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا یَبْقٰی مِمَّنْ هُوَ الْیَوْمَ عَلٰی ظَهْرِ الْاَرْضِ. یُرِیْدُ بِذٰلِكَ اَنَّهَا تَخْرِمُ ذٰلِكَ الْقَرْنَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے سالم بن عبداللہ بن عمر اور ابوبکر بن ابی حثمہ نے حدیث بیان کی کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی کے آخر میں عشاء کی نماز پڑھی' جب سلام پھیرا تو آپ نے کھڑے ہو کر فرمایا: مجھے بتاؤ یہ تمہاری کون سی رات ہے؟ کیونکہ اس کے سو سال بعد روئے زمین پر ان میں سے کوئی باقی نہیں رہے گا' جو آج (زندہ) ہیں' حضرت ابن عمر نے کہا: لوگوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کو سمجھنے میں غلطی کی حتیٰ کہ وہ سو سال کی تاویل میں مختلف باتیں کرنے لگے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف یہ فرمایا تھا کہ جو لوگ اب زمین پر زندہ ہیں' سو سال بعد ان میں سے کوئی زندہ نہیں رہے گا' آپ کی مراد یہ تھی کہ سو سال بعد یہ قرن (صدی) گزر جائے گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۱۶ میں گزر چکی ہے' وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: رات کو علم کی باتیں کرنا' اور یہاں اس حدیث کا عنوان ہے: عشاء کی نماز کے بعد فقہ اور خیر کی باتیں کرنا' اور اس حدیث میں دونوں عنوانوں کی صلاحیت ہے۔

سو سال کی غلط تاویلیں اور سب سے آخر میں فوت ہونے والے صحابی

حضرت ابن عمر نے فرمایا: لوگوں نے اس حدیث کو سمجھنے میں غلطی کی اور سو سال کی مختلف تاویلیں کیں:

بعض نے کہا: اس حدیث کی تاویل یہ ہے کہ سو سال بعد یہ تمام جہان ختم ہو جائے گا' بعض نے کہا: سو سال بعد قیامت آ جائے گی' بلکہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ سو سال بعد کوئی صحابی زندہ نہیں رہے گا اور تمام محدثین کا اس پر اتفاق ہے' حضرت ابوالطفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ آخری صحابی ہیں وہ ۱۱۰ تک زندہ رہے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پیش گوئی کے ٹھیک سو سال بعد فوت ہوئے تھے' اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر دی ہے کہ آپ کی امت کی عمریں اس قدر طویل نہیں ہوں گی' جس طرح سابقہ امتوں کی

طویل عمریں تھیں' سوان کو نیک اعمال میں زیادہ سے زیادہ کوشش کرنی چاہیے۔

ابن سیرین اور القاسم اور ان کے اصحاب عشاء کی نماز کے بعد نیکی کی باتیں کیا کرتے تھے' مجاہد نے کہا: علمی مباحث میں باتیں کرنا اور نمازی اور مسافر کے علاوہ عشاء کے بعد باتیں کرنا مکروہ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۱۴۲۔۱۴۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤١ - بَابُ السَّمَرِ مَعَ الضَّيْفِ وَالْأَهْلِ

گھر والوں اور مہمان کے ساتھ عشاء کے بعد باتیں کرنا

گھر والوں سے مراد ہے: انسان کی بیوی اور بچے' اس سے پہلے باب میں عشاء کے بعد نیکی اور فقہ کی باتیں کرنے کا ذکر تھا' اور اس باب میں گھر والوں کے ساتھ اور مہمان کے ساتھ باتیں کرنے کا ذکر ہے' جو پہلے باب سے عام ہے' خواہ علم کی باتیں ہوں یا دنیاوی اُمور اور مباح کاموں سے متعلق باتیں ہوں۔

۶۰۲ - حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبِي قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ عُثْمَانَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِي بَكْرٍ اَنَّ اَصْحَابَ الصُّفَّةِ كَانُوْا اُنَاسًا فُقَرَاءَ، وَاَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ كَانَ عِنْدَهُ طَعَامُ اثْنَيْنِ فَلْيَذْهَبْ بِثَالِثٍ، وَاِنْ اَرْبَعٌ فَخَامِسٌ اَوْ سَادِسٌ. وَاَنَّ اَبَا بَكْرٍ جَاءَ بِثَلَاثَةٍ، فَانْطَلَقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَشَرَةٍ، قَالَ فَهُوَ اَنَا وَاَبِي وَاُمِّي، فَلَا اَدْرِي قَالَ وَامْرَاَتِي وَخَادِمٌ، بَيْنَنَا وَبَيْنَ بَيْتِ اَبِي بَكْرٍ، وَاِنَّ اَبَا بَكْرٍ تَعَشّٰى عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ لَبِثَ حَتّٰى صُلِّيَتِ الْعِشَاءُ، ثُمَّ رَجَعَ فَلَبِثَ حَتّٰى تَعَشّٰى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَجَاءَ بَعْدَ مَا مَضٰى مِنَ اللَّيْلِ مَا شَاءَ اللّٰهُ، قَالَتْ لَهُ امْرَاَتُهُ وَمَا حَبَسَكَ عَنْ اَضْيَافِكَ؟ اَوْ قَالَتْ ضَيْفِكَ قَالَ اَوَ مَا عَشَّيْتِيهِمْ؟ قَالَتْ اَبَوْا حَتّٰى تَجِيْءَ، قَدْ عُرِضُوْا فَاَبَوْا، قَالَ فَذَهَبْتُ اَنَا فَاخْتَبَاْتُ، فَقَالَ يَا غُنْثَرُ، فَجَدَّعَ وَسَبَّ، وَقَالَ كُلُوْا لَا هَنِيْئًا، فَقَالَ وَاللّٰهِ لَا اَطْعَمُهُ اَبَدًا، وَاَيْمُ اللّٰهِ، مَا كُنَّا نَاْخُذُ مِنْ لُقْمَةٍ اِلَّا رَبَا مِنْ اَسْفَلِهَا اَكْثَرُ مِنْهَا، قَالَ حَتّٰى شَبِعُوْا، وَصَارَتْ اَكْثَرَ مِمَّا كَانَتْ قَبْلَ ذٰلِكَ، فَنَظَرَ اِلَيْهَا اَبُوْ بَكْرٍ فَاِذَا هِيَ كَمَا هِيَ اَوْ اَكْثَرُ مِنْهَا، فَقَالَ لِامْرَاَتِهِ يَا اُخْتَ بَنِي فِرَاسٍ، مَا هٰذَا؟ قَالَتْ لَا وَقُرَّةِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالنعمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معتمر بن سلیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعثمان نے حدیث بیان کی از حضرت عبدالرحمان بن ابی بکر رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ اصحاب الصفہ فقراء لوگ تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کے پاس دو آدمیوں کا کھانا ہو' وہ تیسرے آدمی کو ساتھ لے جائے اور جس کے پاس چار آدمیوں کا کھانا ہو' وہ پانچویں یا چھٹے آدمی کو ساتھ لے جائے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تین آدمیوں کو ساتھ لے گئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم دس آدمیوں کو ساتھ لے گئے' حضرت عبدالرحمن نے کہا: میں تھا' میرے والد تھے اور میری والدہ تھیں' راوی نے کہا: مجھے یاد نہیں کہ انہوں نے کہا تھا: اور میری بیوی تھی اور خادم تھا' یہ لوگ ہمارے اور حضرت ابوبکر کے درمیان مشترک تھے' ایک دن حضرت ابوبکر نے رات کا کھانا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھایا اور آ کر گھر ٹھہرے حتیٰ کہ عشاء کی نماز پڑھ لی گئی' پھر لوٹ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور وہاں ٹھہرے حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کا کھانا کھا لیا' پھر جب کافی رات گزر گئی تو گھر آئے' حضرت ابوبکر سے ان کی اہلیہ نے کہا: آپ کو اپنے مہمانوں یا مہمان کے پاس آنے سے کس نے روک لیا تھا؟ حضرت ابوبکر نے پوچھا: کیا تم نے ان کو کھانا نہیں کھلایا؟ انہوں نے بتایا: مہمانوں نے انکار کر دیا حتیٰ کہ آپ آ جائیں' ان کو کھانا پیش کیا گیا تھا مگر انہوں نے کھانے سے انکار کر دیا۔ حضرت عبدالرحمان نے کہا: میں جا کر ایک جگہ چھپ گیا' حضرت ابوبکر نے کہا: اے ملامت زدہ'

عَـيْـنِـيْ، لَهِيَ الْاٰنَ اَكْثَرُ مِنْهَا قَبْلَ ذٰلِكَ بِثَلَاثِ مَرَّاتٍ، فَـاَكَـلَ مِـنْـهَـا اَبُـوْ بَكْرٍ وَقَـالَ اِنَّـمَـا كَـانَ ذٰلِكَ مِنَ الشَّـيْـطَانِ يَعْنِيْ يَمِيْنَـهٗ، ثُمَّ اَكَلَ مِنْهَا لُقْمَةً، ثُمَّ حَمَلَهَا اِلَى النَّـبِـيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَصْبَحَتْ عِنْدَهٗ، وَكَـانَ بَـيْـنَنَا وَبَيْنَ قَوْمٍ عَقْدٌ فَمَضَى الْاَجَلُ فَفَرَّقَنَا اِثْـنَـيْ عَشَـرَ رَجُـلًا مَـعَ كُلِّ رَجُلٍ مِنْهُمْ اُنَاسٌ، اَللّٰهُ اَعْـلَـمُ كَـمْ مَعَ كُلِّ رَجُلٍ، فَاَكَلُوْا مِنْهَا اَجْمَعُوْنَ، اَوْ كَمَا قَالَ. [اطراف الحدیث:۳۵۸۱-۶۱۴۰-۶۱۴۱]

(صحیح مسلم:۲۰۵۷، الرقم المسلسل:۵۲۶۷، سنن ابوداؤد:۳۲۷۰-۳۲۷۱، صحیح ابن حبان:۵۳۰۴، سنن بیہقی ج۱۰ ص۳۴، مسند احمد ج۱ ص۱۹۷ طبع قدیم، مسند احمد:۱۷۰۲- ج۳ ص۲۲۹، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید لابن الجوزی:۴۲۹۵، مکتبۃ الرشد ریاض،۱۴۲۶ھ)

حقیر! اللہ تمہاری ناک کاٹ دے اور ان کو بہت بُرا کہا، پھر مہمانوں سے کہا: کھاؤ! تم کو یہ کھانا مبارک نہ ہو، پھر کہا: اللہ کی قسم! میں یہ کھانا کبھی بھی نہیں کھاؤں گا، حضرت عبد الرحمان نے کہا: اور اللہ کی قسم! ہم اس کھانے سے ایک لقمہ بھی نہیں لیتے تھے کہ وہ کھانا نیچے سے بہت زیادہ ہو جاتا تھا، انہوں نے کہا: حتیٰ کہ مہمانوں نے سیر ہو کر کھانا کھالیا اور وہ کھانا پہلے سے بہت زیادہ تھا، حضرت ابوبکر نے اس کھانے کی طرف دیکھا تو وہ کھانا اتنا ہی تھا یا اس سے بہت زیادہ تھا، حضرت ابوبکر نے اپنی اہلیہ سے کہا: اے بنو فراس کی بہن! یہ کیا معاملہ ہے؟ انہوں نے جواب دیا: اے میری آنکھوں کی ٹھنڈک! یہ کھانا تو پہلے سے بہت زیادہ ہے، پہلے سے تین گنا زیادہ ہے، پھر حضرت ابوبکر نے اس طعام سے کھایا اور کہا: میں نے جو اس طعام سے نہ کھانے کی قسم کھائی تھی وہ شیطانی فعل تھا، پھر اس طعام سے ایک لقمہ کھایا، پھر اس طعام کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئے، پھر وہ طعام صبح تک آپ کے پاس رہا اور ہمارے اور ایک قوم کے درمیان ایک معاہدہ تھا، پس وہ مدت گزر چکی تھی، پس ہم نے بارہ آدمیوں کو الگ الگ بٹھا دیا اور ہر آدمی کے ساتھ اور بھی کچھ افراد تھے، اللہ ہی جانتا ہے کہ ہر آدمی کے ساتھ کتنے افراد تھے، ان سب لوگوں نے وہ کھانا کھالیا، یا جس طرح حضرت عبد الرحمان بن ابوبکر نے بیان کیا۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابو النعمان محمد بن الفضل السدوسی (۲) معتمر بن سلیمان السدوسی (۳) ان کے والد سلیمان بن طرخان (۴) ابوعثمان عبد الرحمان ابن مل بن عمرو النہدی، انہوں نے زمانۂ جاہلیت بھی پایا تھا، یہ ۱۳۰ سال کی عمر میں ۹۵ھ میں فوت ہو گئے تھے (۵) حضرت عبد الرحمان بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج۵ ص۱۴۳)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ اس میں یہ ذکر ہے کہ مہمانوں سے عشاء کی نماز کے بعد کہا گیا کہ کھانا کھاؤ اور یہ دنیاوی معاملہ میں بات ہے، سو یہ کلام مباح ہے بلکہ یہ کلام مستحب بھی ہے کہ مہمانوں کو کھانا کھلانا سنت ہے خصوصاً اس لیے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھیجے ہوئے مہمان تھے۔

''اصحاب الصفة، غنثر ''اور'' جَدَّعَ '' کے معانی اور حضرت عبد الرحمان کو ڈانٹنے کی توجیہ

اس حدیث میں ''اصحاب الصفة'' کا ذکر ہے'' الصفة'' کا معنی ہے: چبوترہ۔ ''اصحاب الصفة'' سے مراد وہ فقراء صحابہ ہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد کے چبوترہ پر رہتے تھے، یہ جگہ مسجد سے منقطع تھی اور اس پر سائبان تھا، یہ مسافر لوگ تھے اور دن رات یہیں

رہتے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے احادیث سنتے تھے اور احکام شرعیہ کا علم حاصل کرتے تھے' ان کی تعداد میں کمی بیشی ہوتی رہتی تھی' ایک وقت میں ان کی تعداد ستر تک ہو گئی تھی' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بھی ان ہی میں سے تھے۔

اس حدیث میں ''غنثر'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: وہ شخص جس کو ملامت کی گئی ہو' اس کا معنی حقیر اور جاہل بھی ہے' یہ وہ کلمہ ہے جس کو ڈانٹ ڈپٹ کے موقع پر بولا جاتا ہے۔

اس حدیث میں ''جَدَّعَ'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: اللہ تمہاری ناک کاٹ دے یا ہونٹ کاٹ دے یا کان کاٹ دے' یہ بددعا کا کلمہ ہے اور اس کو بھی ڈانٹ ڈپٹ کے موقع پر بولا جاتا ہے' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے حضرت عبد الرحمان کو اس لیے ڈانٹا تھا کہ ان کا گمان تھا کہ انہوں نے مہمانوں کو کھانا کھلانے میں تقصیر کی تھی۔

امیروں پر لازم کرنا کہ وہ بھوکوں کو کھانا کھلائیں' زکوٰۃ کے علاوہ مال میں حقوق اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عمل کا قول سے بڑھ کر ہونا

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب قوم کا سربراہ یہ دیکھے کہ عام لوگ بھوکے ہیں تو وہ خوش حال لوگوں پر یہ لازم کرے کہ وہ اپنے ساتھ چند بھوکے لوگوں کو اپنے گھر لے جائیں اور ان کو کھانا کھلائیں اور امیر لوگوں کی سہولت کے لیے آپ نے فرمایا کہ لوگ اپنے ساتھ ایک یا دو آدمیوں کو لے جائیں اور جن کے پاس زیادہ کھانا ہو' وہ زیادہ آدمیوں کو لے جائیں۔

اور اس میں یہ دلیل ہے کہ جب زیادہ مہمان ہوں تو ان کو محلہ والوں پر تقسیم کر دیا جائے اور سب مسلمان اپنے گھر والوں کے اوپر بھوکے مہمانوں کو ترجیح دیں اور ایک دوسرے کے ساتھ غم گساری کریں' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ. (التوبہ:۱۱۱)

بے شک اللہ نے مؤمنین سے ان کی جانوں کو اور ان کے مالوں کو جنت کے بدلہ میں خرید لیا ہے۔

یعنی جب مسلمان دیکھیں کہ لوگ بھوکے اور ضرورت مند ہیں تو ان کی ضروریات پوری کرنے کے لیے ان پر اپنا مال خرچ کر کے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کریں' اسی وجہ سے علماء نے کہا ہے کہ انسان کے مال میں زکوٰۃ کے علاوہ اور بھی حقوق ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس کے پاس چار آدمیوں کا کھانا ہو' وہ پانچ یا چھ آدمیوں کو کھانا کھلائے اور آپ خود اپنے ساتھ دس بھوکے آدمی لے کر گئے' اس سے معلوم ہوا کہ آپ جتنا فرماتے تھے' اس سے زیادہ عمل کر کے دکھاتے تھے۔

سربراہِ قوم کے پاس کھانا کھانا' مہمانوں کی خدمت کسی کے سپرد کر دینا' برکت والا کھانا استاذ اور شیخ کے پاس پیش کرنا

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کھانا کھاتے تھے' اس سے معلوم ہوا کہ خواہ انسان کے گھر میں مہمان ہوں' اس کا سربراہ قوم کے ساتھ کھانا' کھانا جائز ہے' جب کہ گھر میں ایسے لوگ موجود ہوں جو اس کی غیر موجودگی میں مہمان کی خدمت کر سکیں۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مہمانوں کو چاہیے کہ وہ گھر والے کا انتظار کریں اور اس کے بغیر کھانا نہ کھائیں۔

اس کھانے میں جو برکت ظاہر ہوئی' وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معجزہ تھی' حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس کھانے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لے گئے' اس سے معلوم ہوا کہ ہر برکت والے کھانے اور عمدہ چیز کو اپنے شیخ اور استاذ کی خدمت میں لے جا کر پیش کرنا چاہیے۔ اکتوبر ۱۹۹۰ء میں' میں حضرت مفتی سید شجاعت علی رحمہ اللہ کے ساتھ صاحب زادہ حبیب الرحمان محبوبی کے پاس بریڈفورڈ

انگلینڈ گیا' دستر خوان چنا ہوا تھا' صاحب زادہ صاحب کوئی لذیذ ڈش کھا رہے تھے' میں نے کہا: مجھے بھی اس میں سے دیں' انہوں نے کہا: آپ کوئی حدیث سنائیں کہ شاگرد اپنا بچا ہوا کھانا اپنے استاذ کو پیش کر سکتا ہے تو میں نے ان کو فی الفور یہ حدیث سنادی اور برجستہ یہ حدیث سنانے پر سب نے مجھے داد اور تحسین دی۔

اس کھانے میں برکت کا ظاہر ہونا حضرت ابوبکر صدیق کی کرامت بھی تھی اور اس میں اولیاء اللہ کی کرامات کا ثبوت ہے اور یہ اہل سنت و جماعت کا مذہب ہے۔

اولاد کا والد کے ڈر سے چھپنا' والد کا اولاد کو ڈانٹنا اور بددعا دینا اور دیگر فوائد

حضرت عبدالرحمٰن' حضرت ابوبکر کے ڈر سے چھپ گئے تھے' اس سے معلوم ہوا کہ اولاد کا اپنے باپ کے ڈر سے چھپنا جائز ہے' حضرت ابوبکر نے حضرت عبدالرحمان کو ڈانٹا اور جاہل وغیرہ کہا' اس سے معلوم ہوا کہ اولاد کی تقصیر پر ماں باپ کا ان کو ڈانٹنا جائز ہے' حضرت ابوبکر نے کہا: اللہ تمہاری ناک کاٹ ڈالے' اس سے معلوم ہوا کہ ڈانٹتے وقت اولاد کو بددعا کے کلمات کہنا بھی جائز ہے' حضرت ابوبکر نے قسم کھائی تھی کہ میں یہ کھانا نہیں کھاؤں گا مگر جب اس کھانے میں برکت کے آثار دیکھے تو اپنی قسم توڑ دی' اس سے معلوم ہوا کہ جب انسان کوئی کام نہ کرنے کی قسم کھالے' پھر اس کو معلوم ہو کہ اس کام کو کرنا بہتر ہے تو اس کو اپنی قسم توڑ دینی چاہیے' حضرت ابوبکر نے اس کھانے کو صبح تک کے لیے رکھ دیا تھا' اس سے معلوم ہوا کہ کل کے لیے کھانے کو بچا کر رکھنا جائز ہے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۵۲۴۸۔ ج ۶ ص ۳۱۶ پر مذکور ہے' اس کی شرح کا یہ عنوان ہے:

علم دین کے طلباء کا اعزاز اور اکرام اور آدابِ ضیافت۔

''کتاب مواقیت الصلوٰۃ'' کا اختتام

الحمد للہ رب العٰلمین! آج ۱۲ شوال ۱۴۲۷ھ/ ۵ نومبر ۲۰۰۶ء بہ روز اتوار بعد از نماز مغرب صحیح البخاری کی ''کتاب مواقیت الصلوٰۃ'' مکمل ہوگئی' اس کے بعد ان شاء اللہ ''کتاب الاذان'' شروع ہوگی۔ ''کتاب المواقیت'' میں کل ۱۱۷ احادیث آئیں' جن میں سے ۳۶ تعلیقات تھیں اور باقی احادیث موصولہ تھیں' جن کی تعداد: ۸۱ ہے۔

الٰہ العٰلمین! جس طرح آپ نے ''کتاب مواقیت الصلوٰۃ'' مکمل کرادی ہے' صحیح البخاری کی باقی کتب بھی مکمل فرمادیں اور میری' میرے والدین کی' میرے اساتذہ' تلامذہ' احباب اور اس کتاب کے ناشر' کمپوزر' مصحح' جملہ معاونین اور تمام قارئین کی مغفرت فرمادیں!

❁❁❁❁❁

نحمدہ ونصلی ونسلم علٰی رسولہ الکریم

١٠ - كِتَابُ الْاَذَانِ
اذان کا بیان

لغت میں ''اذان'' کا معنی ہے: ''اعلام'' یعنی خبر دینا' قرآن مجید میں ہے:

اَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ. (التوبہ:٣) اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلان ہے۔

''اذان'' کا شرعی معنی ہے: اوقاتِ مخصوصہ میں الفاظِ مخصوصہ کے ساتھ مخصوص اطلاع یا خبر دینا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ شارع علیہ السلام نے جس نماز کا جو وقت معین کیا ہے' اس وقت کی خبر دینا۔

١ - بَابُ بَدْءِ الْاَذَانِ
اذان کی ابتداء

اس باب میں اذان کی ابتداء کی کیفیت بیان کی گئی ہے۔

وَقَوْلِهٖ عَزَّوَجَلَّ ﴿وَاِذَا نَادَيْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ اتَّخَذُوْهَا هُزُوًا وَّلَعِبًا ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ﴾ (المائدہ:٥٨) وَقَوْلِهٖ ﴿اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ﴾ (الجمعہ:٩).

اور اللہ عزوجل کا یہ ارشاد: اور جب تم نماز کے لیے اعلان کرتے ہو تو یہ اس اعلان کو ہنسی اور کھیل بنا لیتے ہیں' اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ بے عقل لوگ ہیں (المائدہ:٥٨) اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد: اور جب جمعہ کے دن نماز کا اعلان کیا جائے۔ (الجمعہ:٩)

امام بخاری نے یہ دونوں آیتیں یہ بتانے کے لیے ذکر کی ہیں کہ یہ دونوں آیتیں مدنی ہیں اور اذان کی ابتداء مدینہ میں ہوئی ہے' ایک قول یہ ہے کہ اذان کا ثبوت قرآن مجید کی صریح آیت سے ہے' صرف خواب سے نہیں ہے۔

٦٠٣ - حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ مَيْسَرَةَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدُ الْحَذَّاءُ' عَنْ اَبِيْ قِلَابَةَ' عَنْ اَنَسٍ قَالَ ذَكَرُوا النَّارَ وَالنَّاقُوْسَ' فَذَكَرُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى' فَاُمِرَ بِلَالٌ اَنْ يَّشْفَعَ الْاَذَانَ' وَاَنْ يُّوْتِرَ الْاِقَامَةَ. [اطراف الحدیث:٦٠٥-٦٠٦-٦٠٧-٣٤٥٧]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمران بن میسرہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوارث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد الحذاء نے حدیث بیان کی از ابی قلابہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ لوگوں نے آگ جلانے اور ناقوس بجانے کا ذکر کیا' پس انہوں نے یہود اور نصاریٰ کا ذکر کیا تو آپ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو یہ حکم دیا کہ وہ دو دو مرتبہ اذان کے کلمات کہیں اور ایک ایک بار اقامت کے کلمات کہیں۔

(صحیح مسلم:٣٧٨' الرقم المسلسل:٨١٥' سنن ابوداؤد:٥٠٨-٥٠٩' سنن ترمذی:١٩٣' سنن نسائی:٦٢٧' سنن ابن ماجہ:٧٣٠-٧٢٩' صحیح ابن خزیمہ:

۳۶۶' سنن دارقطنی ج۱ ص ۲۴۰' المستدرک ج۱ ص۱۹۸' مصنف عبدالرزاق: ۱۷۹۴' مصنف ابن ابی شیبہ ج۱ ص ۲۰۵' سنن دارمی: ۱۱۹۵' صحیح ابن حبان: ۱۶۷۵' سنن بیہقی ج۱ ص ۴۱۲' شرح السنۃ: ۴۰۵' مسند احمد ج۳ ص۱۰۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۲۰۰۱- ج۱۹ ص۶۰' مؤسسۃ الرسالۃ بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۳۵۱' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عمران بن میسرہ (۲) عبدالوارث بن سعید التنوری (۳) خالد الحذاء (۴) ابوقلابہ بن زید الجرمی (۵) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج۵ ص۱۵۱۔۱۵۰)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ باب کا عنوان ہے: اذان کی ابتداء اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اذان دینے کا حکم دیا کیونکہ اس سے پہلے مسلمان نماز کے اوقات میں راستوں میں کھڑے ہو کر نداء کرتے تھے: ''الصلٰوۃ' الصلٰوۃ''۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں جب نماز کا وقت آجاتا تو ایک آدمی راستے میں یہ پکارتا ہوا دوڑتا: نماز' نماز۔ لوگوں پر یہ طریقہ بہت شاق گزرا' لوگوں نے کہا: کاش! ہم ناقوس بنالیں! یعنی ایک بڑی لکڑی پر چھوٹی لکڑی مارتے' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ نصاریٰ کا طریقہ ہے' پھر انہوں نے کہا: ہم بگل (بھونپو) بنالیں' آپ نے فرمایا: یہ یہود کا طریقہ ہے' لوگوں نے کہا: پھر ہم کسی بلند جگہ پر آگ جلادیں! آپ نے فرمایا: یہ مجوس کا طریقہ ہے' پھر آپ نے حضرت بلال کو اذان دینے کا حکم دیا۔

علامہ عینی نے اس حدیث کو امام ابن حبان اور امام طبرانی کے حوالے سے ذکر کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج۵ ص۱۵۰)

اذان کی ابتداء اور اذان کے کلمات کے ثبوت میں احادیث

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اذان کی تعلیم دینے کا ارادہ کیا تو آپ کے پاس حضرت جبریل علیہ السلام ایک سواری لے کر آئے' جس کو براق کہا جاتا تھا' آپ اس پر سوار ہونے لگے تو اس نے کچھ سرکشی کی' حضرت جبریل نے اس سے کہا: تم پرسکون ہو جاؤ' اللہ کی قسم! (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ معزز شخص تم پر سوار نہیں ہوا' پھر آپ اس پر سوار ہو گئے حتیٰ کہ اس حجاب کے پاس پہنچے جو رحمان تبارک وتعالیٰ کے قریب ہے' پھر اس حجاب سے ایک فرشتہ باہر نکلا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: اے جبریل! یہ کون ہے' حضرت جبریل نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے! میں جب سے پیدا ہوا ہوں' میں نے اس فرشتہ کو نہیں دیکھا' اس فرشتہ نے کہا: ''اللّٰہ اکبر! اللّٰہ اکبر'' تو اس حجاب کے پیچھے سے کہا گیا: میرے بندے نے سچ کہا' میں اکبر ہوں' میں اکبر ہوں' پھر فرشتہ نے کہا: ''اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ'' تو حجاب کے پیچھے سے کہا گیا: میرے بندہ نے سچ کہا' میرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے' پھر فرشتہ نے کہا: ''اشھد ان محمدًا رسول اللّٰہ'' تو حجاب کے پیچھے سے کہا گیا: میرے بندہ نے سچ کہا' میں نے محمد کو رسول بنایا ہے' پھر فرشتہ نے کہا: ''حی علی الصلٰوۃ' حی علی الفلاح' قد قامت الصلٰوۃ'' پھر کہا: ''اللّٰہ اکبر' اللّٰہ اکبر'' تو حجاب کے پیچھے سے کہا گیا: میرے بندے نے سچ کہا' میرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں' پھر فرشتہ نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پکڑ کر آگے کر دیا' پھر آپ نے آسمان والوں کو نماز پڑھائی' ان میں حضرت آدم بھی تھے اور حضرت نوح بھی تھے۔

امام بزار نے کہا: یہ حدیث اس سند کے علاوہ اور کسی سند سے ہمارے علم میں نہیں ہے اور اس حدیث کا راوی زیاد بن المنذر شیعی ہے' اس سے مروان بن معاویہ وغیرہ نے احادیث روایت کی ہیں۔

(كشف الاستار عن زوائد البزار ا: ٣٥٢ ' موسسة الرسالة ' بيروت ' ١٤٠٤ھ ' البحر الزخار ج ٢ ص ١٤٧ - ١٤٦)

حافظ الہیثمی نے کہا ہے کہ زیاد بن المنذر کے ضعف پر اجماع ہے۔ (مجمع الزوائد ج ا ص ٣٢٩)

علامہ سہیلی نے کہا: یہ حدیث صحیح ہے۔ (الروض الانف ج ٢ ص ٢٠ - ١٩ ' طبع ملتان)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں سے مشورہ کیا کہ نماز کے لیے کس طرح اطلاع دی جائے' پس بعض لوگوں نے بگل بجانے کا ذکر کیا' آپ نے اس کو یہود کی مشابہت کی وجہ سے ناپسند کیا' پھر لوگوں نے ناقوس کا ذکر کیا' آپ نے اس کو نصاریٰ کی مشابہت کی وجہ سے ناپسند کیا' پھر انصار کے ایک شخص کو خواب میں اذان کے کلمات دکھائے گئے' ان کا نام حضرت عبد اللہ بن زید تھا اور حضرت عمر بن الخطاب کو بھی' پھر وہ انصاری رات کو ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس چلے گئے' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اذان دینے کا حکم دیا تو انہوں نے اذان دی' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! میں نے بھی ایسا خواب دیکھا تھا مگر حضرت عبد اللہ بن زید مجھ پر سبقت کر گئے۔ (سنن ابن ماجہ: ٧٠٧)

حضرت عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ کو جو خواب دکھایا گیا تھا' اس کی تفصیل اس حدیث میں ہے:

محمد بن عبد اللہ بن زید بیان کرتے ہیں کہ مجھے میرے والد حضرت عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ناقوس لانے کا حکم دیا تا کہ لوگوں میں اعلان کے لیے چھوٹی لکڑی کو بڑی لکڑی پر مارا جائے کہ لوگ نماز کے لیے جمع ہو جائیں تو میں یہی سوچتا ہوا سو گیا' میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک آدمی کے ہاتھ میں ناقوس تھا' میں نے اس سے کہا: اے اللہ کے بندے! کیا تم اس ناقوس کو فروخت کرو گے؟ اس نے پوچھا: تم اس کا کیا کرو گے؟ میں نے کہا: میں اس سے نماز کے لیے لوگوں کو بلاؤں گا' اس نے کہا: کیا میں تم کو اس سے زیادہ بہتر چیز نہ بتاؤں؟ میں نے کہا: کیوں نہیں' اس نے کہا: تم کہو: "اللّٰہ اکبر' اللّٰہ اکبر' اللّٰہ اکبر' اللّٰہ اکبر' اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ' اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ' اشھد ان محمدا رسول اللّٰہ' اشھد ان محمدا رسول اللّٰہ' حی علی الصلوٰۃ' حی علی الصلوٰۃ' حی علی الفلاح' حی علی الفلاح' اللّٰہ اکبر' اللّٰہ اکبر' لا الٰہ الا اللّٰہ" پھر وہ شخص مجھ سے تھوڑی دور چلا گیا' پھر اس نے کہا: جب تم نماز کی اقامت کہو تو یوں کہنا: "اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر' اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ' اشھد ان محمدا رسول اللّٰہ' حی علی الصلوٰۃ' حی علی الفلاح' قد قامت الصلوٰۃ' قد قامت الصلوٰۃ' اللّٰہ اکبر' اللّٰہ اکبر' لا الٰہ الا اللّٰہ" پھر جب صبح ہوئی تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے آپ کو بتایا کہ میں نے خواب میں کیا دیکھا تھا' آپ نے فرمایا: ان شاء اللہ! یہ برحق خواب ہے' تم کھڑے ہو کر خواب میں سنے ہوئے اذان کے کلمات بلال کو بتاؤ اور بلال اذان دیں کیونکہ ان کی آواز تم سے زیادہ بلند ہے' پس میں حضرت بلال کے ساتھ کھڑا ہوا اور ان کو اذان کے کلمات بتاتا رہا اور وہ اذان دیتے رہے' حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اپنے گھر میں تھے' انہوں نے اذان سنی تو وہ اپنا تہبند گھسیٹتے ہوئے نکلے اور انہوں نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے! یا رسول اللہ! میں نے بھی ایسا خواب دیکھا تھا' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "وللّٰہ الحمد"۔ (سنن ابوداؤد: ٤٩٩' سنن ابن ماجہ: ٧٠٦' سنن ترمذی: ١٨٩' مسند احمد ج ٤ ص ٤٢' مصنف عبد الرزاق: ١٧٧٨)

اس اعتراض کا جواب کہ اذان کا ثبوت صحابہ کے خوابوں سے ہوا' حالانکہ وہ اسلام کا شعار ہے

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ان احادیث سے معلوم ہوا کہ اذان کے کلمات حضرت عبد اللہ بن زید اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے ثابت ہوئے' حالانکہ اذان مہتم بالشان امر ہے اور اسلام کا شعار ہے' اس لیے چاہیے تھے کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم سے اور اللہ تعالیٰ کی وحی سے اذان کے کلمات کا ثبوت ہوتا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اذان کے کلمات کا ثبوت اللہ تعالیٰ کی وحی سے ہوا ہے

جیسا کہ ہم نے مسند البزار کے حوالے سے شروع میں حدیث ذکر کی ہے ہرچند کہ اس کی سند ضعیف ہے لیکن فضائل اعمال میں ضعیف السند احادیث معتبر ہوتی ہیں۔ ثانیاً جواب یہ ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن زید سے خواب سن کر اس کی توثیق اور تقریر فرمادی تو گویا اذان کا ثبوت آپ سے ہوا' ثالثاً اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید کی متعدد آیات میں اللہ تعالیٰ نے اذان کے معمول کو ثابت اور برقرار رکھا ہے تو گویا اذان کے یہ کلمات وحی الٰہی سے ثابت ہیں' اور اس سلسلہ میں یہ آیت بہت صریح ہے:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَO (الجمعہ:۹)

اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن نماز کے لیے اذان دی جائے تو تم اللہ کے ذکر (سننے) کی طرف دوڑو اور خرید و فروخت کو ترک کردو' اگر تم کو علم ہو تو یہ تمہارے لیے بہت بہتر ہےO

اقامت کے کلمات کی تعداد میں مذاہب ائمہ

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ اذان کے کلمات دو' دو بار کہے جائیں اور اقامت کے کلمات ایک' ایک بار کہے جائیں اور یہی امام شافعی اور امام احمد کا مذہب ہے' نیز امام شافعی کے نزدیک شہادتین کے کلمات کو دہرایا جاتا ہے' لہٰذا ان کے نزدیک اذان کے انیس کلمات ہیں اور اقامت کے گیارہ کلمات ہیں' اور امام مالک اذان کے شروع میں چار بار اللہ اکبر نہیں کہتے' صرف دو بار کہتے ہیں اور اقامت کے ان کے نزدیک دس کلمات ہیں۔

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ حرمین' حجاز' شام' یمن' مصر' مغرب اور انتہائی دور کے اسلامی ممالک میں یہ معمول ہے کہ اقامت کے کلمات ایک ایک بار کہے جاتے ہیں اور عام علماء کا مذہب یہ ہے کہ "قد قامت الصلوٰۃ" کو دو بار کہا جاتا ہے' سوائے امام مالک کے' ان کے نزدیک اس کو دو بار نہیں کہا جاتا اور انہوں نے کہا کہ اذان اور اقامت کے کلمات کی تعداد میں فرق کیا گیا ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ اذان سے مقصود نماز کے وقت کی خبر دینا ہے' اور اقامت نماز کو قائم کرنے کی علامت ہے' اگر ان دونوں کے کلمات کہنے کی تعداد برابر ہوتی تو اذان اور اقامت میں اشتباہ ہو جاتا اور اس وجہ سے بہت لوگوں سے نماز کی جماعت رہ جاتی کیونکہ جب وہ اقامت پڑھنے کی آواز سنتے تو یہ گمان کرتے کہ یہ اذان ہو رہی ہے۔

علامہ خطابی کی دلیل کا جواب

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ فرماتے ہیں: حیرت ہے کہ علامہ خطابی نے ایسی بات کہی ہے جس کو کان قبول نہیں کرتے' اذان اور اقامت میں یہ فرق کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ اذان سے ان لوگوں کو نماز کے وقت کی خبر دی جاتی ہے جو مسجد سے غائب ہیں۔ اسی وجہ سے بلند جگہ مثلاً مینار وغیرہ پر چڑھ کر اذان دی جاتی ہے اور اقامت سے ان لوگوں کو جماعت کھڑی ہونے کی خبر دی جاتی ہے جو مسجد میں حاضر ہوتے ہیں' لہٰذا اذان اور اقامت میں کس طرح اشتباہ ہو سکتا ہے۔

علامہ کرمانی نے لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ اقامت کے کلمات دو' دو مرتبہ کہے جائیں اور اس باب کی حدیث ان کے خلاف حجت ہے' علامہ عینی فرماتے ہیں: یہ حدیث امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے خلاف کیسے حجت ہوگی' جب کہ ان کا مذہب ان احادیث صحیحہ سے ثابت ہے' جو اس پر دلالت کرتی ہیں کہ اقامت کے کلمات دو دو بار کہے جائیں' جن کو ہم عنقریب ذکر کریں گے' نیز ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ احادیث امام شافعی کے خلاف بھی حجت ہیں کیونکہ وہ بھی اقامت کے کلمات ایک ایک بار پڑھنے کے قائل ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۵ ص ۱۵۳۔۱۵۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

اقامت کے کلمات دو دو بار پڑھنے کے متعلق احادیث اور آثار

الھجنع بن قیس بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ فرماتے تھے کہ اذان اور اقامت کے کلمات دو دو بار پڑھے جائیں' وہ ایک مؤذن کے پاس سے گزرے جو اقامت کے کلمات ایک ایک بار پڑھ رہا تھا' حضرت علی نے اس سے فرمایا: تیری ماں نہ رہے تو نے اقامت کے کلمات دو دو بار کیوں نہیں پڑھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۳۷۔ ج ۱ ص ۱۸۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

حضرت سلمہ کے آزاد کردہ غلام عبید بیان کرتے ہیں کہ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ دو دو بار اقامت کے کلمات کہتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۳۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

عبد الرحمان بن ابی لیلیٰ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن زید انصاری رضی اللہ' جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤذن تھے' اذان اور اقامت کے کلمات دو دو بار کہتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۳۹' سنن ترمذی: ۱۹۴)

شعیب بیان کرتے ہیں کہ ابو العالیہ نے کہا: جب تم اقامت کہو تو دو دو مرتبہ کہو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۴۰)

حکم بیان کرتے ہیں کہ ابراہیم نخعی نے کہا: دو دو مرتبہ اقامت کہنے کو مت چھوڑو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۴۱)

ابو اسحاق بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ کے اصحاب اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ کے اصحاب اذان اور اقامت کے کلمات دو دو بار کہتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۴۲)

ابراہیم بیان کرتے ہیں کہ حضرت بلال رضی اللہ' اذان اور اقامت کے کلمات دو دو بار کہتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۴۳)

حضرت ابو محذورہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان کے انیس کلمات کی تعلیم دی اور اقامت کے سترہ کلمات کی تعلیم دی' پھر انہوں نے اقامت کے کلمات بیان کیے: "اللہ اکبر' اللہ اکبر' اللہ اکبر' اللہ اکبر' اشھد ان لا الہ الا اللہ' اشھد ان لا الہ الا اللہ' اشھد ان محمدا رسول اللہ' اشھد ان محمدا رسول اللہ' حی علی الصلوٰۃ' حی علی الصلوٰۃ' حی علی الفلاح' حی علی الفلاح' قد قامت الصلوٰۃ' قد قامت الصلوٰۃ' اللہ اکبر' اللہ اکبر' لا الہ الا اللہ"۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۱۹' سنن ابو داؤد: ۵۰۲' سنن ابن ماجہ: ۵۰۹)

عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حدیث بیان کی کہ حضرت عبد اللہ بن زید انصاری رضی اللہ' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا: یا رسول اللہ! میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ ایک آدمی جس کے اوپر دو سبز چادریں تھیں' وہ ایک دیوار کے اوپر کھڑا ہوا اور اس نے دو دو بار کلمات پڑھ کر اذان دی اور دو دو بار کلمات پڑھ کر اقامت کہی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۱۸)

اسود حضرت بلال رضی اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت بلال رضی اللہ کی اذان اور اقامت کے کلمات دو دو بار تھے۔

(مصنف عبد الرزاق: ۱۷۹۵' سنن دار قطنی: ۹۳۰)

اسود بن یزید بیان کرتے ہیں کہ حضرت بلال رضی اللہ' اذان اور اقامت کے کلمات دو دو بار کہتے تھے۔

(مصنف عبد الرزاق: ۱۷۹۴' سنن دار قطنی: ۹۲۹)

مسلم البطین کہتے ہیں کہ مجھے اس شخص نے خبر دی' جس نے حضرت علی رضی اللہ کے مؤذن کو سنا ہے کہ وہ اقامت کے کلمات دو دو بار کہتے تھے۔ (مصنف عبد الرزاق: ۱۷۹۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

مجاہد سے روایت ہے کہ ان کے سامنے ایک ایک بار اقامت کہنے کا ذکر کیا گیا تو انہوں نے کہا: اس طریقہ کو امراء نے گھڑ لیا

ہے' اقامت کے کلمات دو دو بار ہیں۔ (مصنف عبدالرزاق: ۱۷۹۷)

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ' جنہوں نے اذان اور اقامت کے متعلق خواب دیکھا تھا' اور حضرت بلال اور حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ جو عہد رسالت میں مؤذن تھے' ان سب سے منقول ہے کہ اقامت میں دو دو بار کلمات کہے جائیں اور صحیح بخاری کے باب مذکور کی اس حدیث میں جو اقامت کے کلمات ایک ایک بار کہنے کا ذکر ہے تو وہ بیان جواز پر محمول ہے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۷۴۳۔ ج ا ص ۱۰۷۹ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح کے یہ عنوان ہیں:

(۱) کلمات اقامت کی تعداد میں مذاہب اربعہ (۲) کلمات اقامت کی تعداد میں امام ابوحنیفہ کے مذہب پر دلائل۔

٦٠٤ - حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ نَافِعٌ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يَقُوْلُ كَانَ الْمُسْلِمُوْنَ حِيْنَ قَدِمُوا الْمَدِيْنَةَ ' يَجْتَمِعُوْنَ فَيَتَحَيَّنُوْنَ الصَّلٰوةَ ' لَيْسَ يُنَادٰى لَهَا' فَتَكَلَّمُوْا يَوْمًا فِيْ ذٰلِكَ ' فَقَالَ بَعْضُهُمْ اِتَّخِذُوْا نَاقُوْسًا مِثْلَ نَاقُوْسِ النَّصَارٰى ' وَقَالَ بَعْضُهُمْ بَلْ بُوْقًا مِثْلَ قَرْنِ الْيَهُوْدِ' فَقَالَ عُمَرُ اَوَلَا تَبْعَثُوْنَ رَجُلًا مِنْكُمْ يُنَادِيْ بِالصَّلٰوةِ ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا بِلَالُ ' قُمْ فَنَادِ بِالصَّلٰوةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمود بن غیلان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے نافع نے خبر دی کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما یہ بیان کرتے تھے کہ جب مسلمان مدینہ میں آئے تو وہ نماز کے وقت جمع ہوتے تھے اور ان کے لیے نماز کا اعلان نہیں کیا جاتا تھا تو ایک دن انہوں نے اس مسئلہ میں مشورہ کیا' ان میں سے بعض نے کہا کہ نصاریٰ کے ناقوس کی طرح کوئی ناقوس بنالو' اور بعض نے کہا کہ یہود کے بگل کی طرح کوئی بگل بنالو' پس حضرت عمر نے کہا: تم کسی شخص کو نماز کا اعلان کرنے کے لیے کیوں نہیں بھیجتے' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے بلال! کھڑے ہو کر نماز کا اعلان کرو۔

(صحیح مسلم: ۳۷۷' الرقم المسلسل: ۸۱۴' سنن ترمذی: ۱۹۰' سنن نسائی: ۶۲۵' السنن الکبریٰ: ۱۵۹۰' صحیح ابن خزیمہ: ۳۶۱' سنن بیہقی ج ا ص ۳۹۲' مسند احمد ج ۲ ص ۱۴۸ طبع قدیم' مسند احمد: ۶۳۵۷۔ ج ۱۰ ص ۴۲۵' موسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۳۵۲۳' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ' مسند الطحاوی: ۳۹۳۶)

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں' ان کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ باب کا عنوان ہے: اذان کی ابتداء' اور اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ مدینہ میں آنے کے بعد صحابہ کرام نماز کے وقت پر مطلع کرنے کے لیے کوئی طریقہ مقرر کرنے کے لیے بیٹھے تھے' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے بلال! اٹھو نماز کا اعلان کرو۔ بعض علماء نے کہا: اس سے مراد اذان کے معروف کلمات سے اعلان کرنا ہے اور بعض علماء نے کہا: اس سے مراد یہ شرعی اذان نہیں ہے بلکہ اس سے مراد لغوی اعلان ہے یعنی یہ اعلان کر دو کہ اب جماعت ہونے والی ہے یا یہ اعلان کر دو کہ اب جماعت تیار ہے۔

کھڑے ہو کر اذان دینے کا سنت ہونا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے بلال! کھڑے ہو کر نماز کا اعلان کرو' علامہ نووی نے کہا ہے کہ ہمارا مشہور

مذہب یہ ہے کہ کھڑے ہو کر اذان دینا سنت ہے' اگر اس نے بغیر عذر کے بیٹھ کر اذان دی تو اس کی اذان درست ہے لیکن اس کو فضیلت حاصل نہیں ہو گی تاہم کھڑے ہو کر اذان دینے کی شرط ثابت نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ١٥٦ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

اذان کے دیگر مباحث' اور ان میں ترجیع کی بحث

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی المتوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

اذان میں ترجیع نہیں ہے' ترجیع یہ ہے کہ پہلی بار پست آواز سے دوبار "اشهد ان لا اله الا الله ' اشهد ان محمد رسول الله " کہے' پھر بعد میں دو مرتبہ بلند آواز سے ان کلمات کو کہے' امام شافعی نے کہا ہے کہ اذان میں ترجیع ہے کیونکہ اس کا حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ثبوت ہے۔ (ھدایہ اولین ص ٧٠ 'اسلامی کتب خانہ کراچی' ٣٨)

علامہ مرغینانی نے جس حدیث کا ذکر کیا ہے' وہ یہ ہے:

حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو خود اذان کی تعلیم دی' اذان کے انیس کلمات اور اقامت کے سترہ کلمات: "الله اكبر ' الله اكبر ' الله اكبر ' الله اكبر ' اشهد ان لا اله الا الله ' اشهد ان لا اله الا الله ' اشهد ان محمدا رسول الله ' اشهد ان محمدا رسول الله ' اشهد ان لا اله الا الله ' اشهد ان لا اله الا الله ' اشهد ان محمدا رسول الله ' اشهد ان محمدا رسول الله ' حی علی الصلوة ' حی علی الصلوة ' حی علی الفلاح ' حی علی الفلاح ' الله اكبر ' الله اكبر ' لا اله الا الله " اور اقامت: "الله اكبر ' الله اكبر ' الله اكبر ' الله اكبر ' اشهد ان لا اله الا الله ' اشهد ان لا اله الا الله ' اشهد ان محمدا رسول الله ' اشهد ان محمدا رسول الله ' حی علی الصلوة ' حی علی الصلوة ' حی علی الفلاح ' حی علی الفلاح ' قد قامت الصلوة ' قد قامت الصلوة ' الله اكبر ' الله اكبر ' لا اله الا الله "۔ (صحیح مسلم: ٣٧٩ 'سنن ابوداؤد: ٥٠٢ 'سنن ترمذی: ١٩١ 'سنن نسائی: ٦٣٨ 'سنن ابن ماجہ: ٧٠٨ 'سنن بیہقی ج ١ ص ٣٩٣ 'مسند احمد ج ٣ ص ٤٠٩)

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کے معارض حضرت ابومحذورہ کی وہ حدیث ہے' جس میں ترجیع کا ذکر نہیں ہے یعنی دو مرتبہ شہادت کے کلمات کو پڑھ کر پھر دوبارہ دو دو مرتبہ شہادت کے کلمات کے پڑھنے کا ذکر نہیں ہے' وہ حدیث یہ ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حرفاً حرفاً اذان کی تعلیم دی' فرمایا: "الله اكبر ' الله اكبر ' الله اكبر ' الله اكبر ' اشهد ان لا اله الا الله ' اشهد ان لا اله الا الله ' اشهد ان محمدا رسول الله ' اشهد ان محمدا رسول الله ' حی علی الصلوة ' حی علی الصلوة ' حی علی الفلاح ' حی علی الفلاح ' الله اكبر ' الله اكبر ' لا اله الا الله "۔ (المعجم الاوسط: ١١١٠ ' ج ٢ ص ٦٥ 'مکتبۃ المعارف' ریاض' ١٤٠٦ھ)

حضرت ابومحذورہ کی اس حدیث میں ترجیع نہیں ہے اور یہ اول الذکر حدیث کے معارض ہے' لہٰذا اول الذکر حدیث مضطرب المتن قرار پائی اور حدیث مضطرب سنداً ضعیف ہوتی ہے اور ضعیف السند حدیث سے استدلال کرنا صحیح نہیں ہے۔

حضرت ابومحذورہ کو اذان کی تعلیم دیتے وقت ان سے شہادتین کو دہروانے کی توجیہ

حضرت ابومحذورہ زمانۂ کفر میں نوعمر تھے اور بہ طور تمسخر اذان کی نقل اتارا کرتے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بلا کر ان کو اذان سکھائی' جب ان سے "اشهد ان لا اله الا الله ' اشهد ان محمدا رسول الله " دو مرتبہ پڑھنے کے لیے فرمایا تو انہوں نے اپنے کفر کی وجہ سے اس کو آہستہ آہستہ پڑھا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شہادت کو ان کے دل میں جاگزین کرنے کے لیے فرمایا: اس کو دوبارہ پڑھو سو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے جو شہادتین کو دہرانے کے لیے فرمایا تھا' وہ تعلیم کے لیے فرمایا تھا' اس کی تفصیل اس حدیث میں ہے:

حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں دس لڑکوں کے ساتھ نکلا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حنین کی طرف جا رہے تھے اور اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے تمام لوگوں سے زیادہ ناپسند تھے' ہم کھڑے ہوکر بہ طور تمسخر اذان کی نقل اتار رہے تھے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ان لڑکوں کو میرے پاس لاؤ' پھر آپ نے فرمایا: تم قریب آؤ اور اذان دو' پس سب نے اذان دی اور میں سب سے آخر میں آیا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے اسی کی آواز سنی تھی' آپ نے فرمایا: تم جاؤ اور اہل مکہ کے لیے اذان دو اور عتاب بن اسید سے کہو: مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ حکم دیا ہے کہ میں اہل مکہ کے لیے اذان دوں' اور میری پیشانی پر ہاتھ پھیرا' اور فرمایا: کہو' اللّٰہ اکبر' اللّٰہ اکبر' اللّٰہ اکبر' اللّٰہ اکبر' اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ' اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ' اشھد ان محمدا رسول اللّٰہ' اشھد ان محمدا رسول اللّٰہ'' دو مرتبہ' پھر فرمایا: پھر دوبارہ پڑھو' اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ'' دو مرتبہ''اشھد ان محمدًا رسول اللّٰہ'' دو مرتبہ''حی علی الصلٰوۃ '' دو مرتبہ''حی علی الفلاح'' دو مرتبہ''اللّٰہ اکبر' اللّٰہ اکبر' لا الٰہ الا اللّٰہ'' اور جب تم صبح کی اذان دو تو''الصلٰوۃ خیر من النوم'' دوبار کہو اور جب تم اقامت کہو تو دوبار کہو:''قد قامت الصلٰوۃ' قد قامت الصلٰوۃ'' کیا تم نے سن لیا! حضرت ابومحذورہ اپنی پیشانی کے بالوں کو کاٹتے تھے نہ ان کو متفرق کرتے تھے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان بالوں پر ہاتھ پھیرا تھا۔

(سنن دارقطنی: ۸۹۲۔ج ۱ ص ۵۱۷' دارالمعرفۃ' بیروت' مصنف عبد الرزاق: ۱۷۸۳' صحیح ابن خزیمہ: ۳۸۵' سنن بیہقی ج ۱ ص ۳۹۳' مسند احمد ج ۳ ص ۴۰۸' سنن ابوداؤد: ۵۰۱)

اس حدیث سے واضح ہو گیا کہ اس خاص وجہ سے حضرت ابومحذورہ سے دوبار شہادتوں کو پڑھوایا تھا' یہ اذان کا عام معمول نہ تھا۔

ترجیع کے ثبوت میں ائمہ ثلاثہ کی دلیل اور امام ابوحنیفہ پر اعتراض

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ صحیح مسلم: ۳۷۹ کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں امام مالک' امام شافعی' امام احمد اور جمہور علماء کی یہ دلیل ہے کہ اذان میں ترجیع ثابت اور مشروع ہے' یعنی پہلے دو مرتبہ آہستہ آہستہ''اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ'' اور''اشھد ان محمدًا رسول اللّٰہ'' کہنا اور پھر دوبارہ زور سے ان کلمات کو کہنا' اور امام ابوحنیفہ نے حضرت عبداللہ بن زید کی حدیث پر عمل کرتے ہوئے کہا ہے کہ اذان میں ترجیع نہیں' اور جمہور کی حجت حضرت ابومحذورہ کی یہ حدیث صحیح ہے' کیونکہ حضرت ابومحذورہ کی حدیث حضرت عبداللہ بن زید کی حدیث سے مؤخر ہے کیونکہ وہ غزوۂ حنین کے بعد آٹھ ہجری میں اسلام لائے تھے۔ (صحیح مسلم بشرح النووی ج ۲ ص ۱۵۰۵' مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

ائمہ ثلاثہ کی دلیل کا جواب اور امام ابوحنیفہ کے مسلک پر ٹھوس دلائل

میں کہتا ہوں کہ حضرت ابومحذورہ کی حدیث صحیح کیسے ہو سکتی ہے جب کہ اس کی معارض حدیث موجود ہے اور جب کہ ان سے اذان کو اس لیے دہروایا گیا تھا کہ وہ پہلے اذان کا مذاق اڑا رہے تھے' اور چونکہ وہ پہلے اسلام کے مخالف تھے' اس لیے انہوں نے ''اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ'' کو آہستہ پڑھا تھا' تب ان سے دوبارہ بلند آواز سے پڑھوایا گیا تھا' اس لیے ان کی اس حدیث کو حجت نہیں بنایا جا سکتا' اور حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ وہ صحابی ہیں جنہوں نے خواب میں فرشتے سے اذان سنی تھی اور ان ہی کے خواب پر اذان کی بنیاد رکھی گئی' ان کے علاوہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مؤذن ہیں' ان کی اذان میں بھی ترجیع نہیں ہے' نیز امام ابوحنیفہ کی مؤید دیگر احادیث ہیں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں اذان کے کلمات صرف دو دو بار اور اقامت کے کلمات ایک ایک بار تھے۔ (سنن ابوداؤد: ۵۱۰)

چونکہ حضرت ابومحذورہ نے پہلی بار شہادت کے کلمات کو لمبا کر کے نہیں پڑھا تھا' اس لیے آپ نے انہیں دہرانے کے لیے فرمایا:
حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں خود اذان سکھائی اور فرمایا: کہو' اللّٰہ اکبر' اللّٰہ اکبر' اللّٰہ اکبر' اللّٰہ اکبر' اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ ' اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ' اشھد ان محمدًا رسول اللّٰہ ' اشھد ان محمدًا رسول اللّٰہ'' آپ نے فرمایا: دوبارہ اپنی آواز کو لمبا کر کے پڑھو:'' اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ ' اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ' اشھد ان محمدًا رسول اللّٰہ ' اشھد ان محمدًا رسول اللّٰہ ' حی علی الصلٰوۃ ' حی علی الصلٰوۃ ' حی علی الفلاح ' حی علی الفلاح ' اللّٰہ اکبر' اللّٰہ اکبر' لا الٰہ الا اللّٰہ''۔ (سنن ابوداؤد: ۵۰۳' دارالفکر' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

اس حدیث سے واضح ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے توحید و رسالت کی شہادت کو ان کے دل میں جمانے کے لیے دوبارہ ان سے بلند آواز سے توحید و رسالت کی شہادت کو پڑھوایا تھا اور جب ان کے دل میں یہ شہادت جاگزین ہو گئی تو پھر اذان میں دوبارہ اس شہادت کو پڑھنے کی ضرورت نہیں جیسا کہ حضرت ابومحذورہ بھی اذان میں اس شہادت کو نہیں دہراتے تھے جیسا کہ ہم المعجم الاوسط: ۱۱۱۰ کے حوالے سے ذکر کر چکے ہیں اور حضرت عبداللہ بن زید اور حضرت بلال رضی اللہ عنہما کی اذان کا بھی یہی طریقہ تھا اور یہی حضرت ابن عمر اور دیگر صحابہ سے بھی ثابت ہے' پس ان ٹھوس دلائل سے ثابت ہو گیا کہ اذان میں ترجیع نہیں ہے جیسا کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مسلک ہے اور ائمہ ثلاثہ جو اذان میں ترجیع کرتے ہیں' ان کی بنیاد بہت کم زور ہے۔ وللہ الحمد

اذان کے دیگر مباحث میں'' اشھد ان محمدًا رسول اللّٰہ'' سن کر انگوٹھے چومنا

علامہ محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:
جب پہلی بار اذان میں'' اشھد ان محمدًا رسول اللّٰہ'' سنے تو یہ کہنا مستحب ہے:'' صلی اللّٰہ علیك یا رسول اللّٰہ'' اور جب دوسری بار سنے تو یہ کہنا مستحب ہے:'' قرت عینی بك یا رسول اللّٰہ'' پھر اپنے انگوٹھوں کو اپنی آنکھوں پر رکھ کر یہ دعا کرے: اے اللہ! میری سماعت اور بصارت سے مجھ کو فائدہ پہنچا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کی جنت کی طرف رہ نمائی فرمائیں گے' اسی طرح ''کنز العباد'' میں مذکور ہے۔ یہ عبارت علامہ محمد قہستانی متوفی ۹۶۲ھ کی ہے۔ (دیکھئے: جامع الرموز ج ا ص ۱۲۵' ایچ۔ ایم۔ سعید کمپنی' کراچی)

اس عبارت کو نقل کرنے کے بعد علامہ شامی لکھتے ہیں: اسی کی مثل الفتاویٰ الصوفیہ میں مذکور ہے' اور کتاب الفردوس میں یہ حدیث ہے: جس شخص نے اذان میں'' اشھد ان محمدًا رسول اللّٰہ'' سننے کے بعد اپنے انگوٹھوں کے ناخنوں کو بوسا دیا' میں اس کی قیادت کروں گا اور اس کو جنت کی صفوں میں داخل کروں گا' اس کی مکمل بحث علامہ خیر الدین رملی نے البحر الرائق کے حواشی میں لکھی ہے اور علامہ شمس الدین محمد بن عبدالرحمان سخاوی نے المقاصد الحسنۃ ص ۳۸۳ میں لکھی ہے۔ (علامہ سخاوی نے جو کچھ لکھا ہے' اس کا خلاصہ یہ ہے کہ متعدد احادیث مرفوعہ میں ہے: جس نے یہ عمل کیا' اس کی آنکھیں کبھی نہیں دُکھیں گی' مگر ان احادیث مرفوعہ کی سند صحیح نہیں ہے' اس عبارت کا مفہوم یہ ہے کہ اس باب میں احادیث موقوفہ کی سند صحیح ہے اور احادیث مرفوعہ کی سند ضعیف ہے' واضح رہے کہ فضائل اعمال میں وہ احادیث بھی معتبر ہوتی ہیں' جن کی سند ضعیف ہو۔ سعیدی غفرلہ)

نیز علامہ شامی لکھتے ہیں: ان احادیث کا علامہ جراحی نے ذکر کیا ہے اور طویل بحث کی ہے' پھر کہا ہے: ان میں سے کسی حدیث مرفوع کی سند صحیح نہیں ہے اور بعض علماء نے لکھا ہے کہ علامہ قہستانی نے اپنی کتاب کے حاشیہ میں لکھا ہے: یہ عمل اذان کے ساتھ مخصوص ہے اور بسیار تتبع اور تلاش کے باوجود اقامت میں اس کے متعلق نقل نہیں مل سکی۔

(ردالمحتار ج ۲ ص ۶۳۔ ۶۲' داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۹ھ)

علامہ احمد الطحطاوی متوفی ۱۲۳۱ھ نے پہلے علامہ قہستانی کی عبارت نقل کی ہے' پھر لکھا ہے:

الدیلمی نے مسند الفردوس میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ذکر کی ہے کہ جس نے مؤذن سے "اشھد ان محمداً رسول اللّٰہ" سن کر اپنی شہادت کی انگلیوں کے باطن کو بوسا دینے کے بعد اپنی آنکھوں پر رکھا اور یہ کہا: میں شہادت دیتا ہوں کہ سیدنا محمد اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور میں اللہ کو رب مان کر راضی ہوں اور اسلام کو دین مان کر اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نبی مان کر راضی ہوں تو اس کے لیے میری شفاعت حلال ہو جائے گی۔ اسی طرح حضرت الخضر علیہ السلام سے بھی منقول ہے اور اس طرح کی احادیث سے فضائل میں عمل کیا جاتا ہے۔ (حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح ج ۱ ص ۲۸۷' بیروت)

ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

علامہ سخاوی نے کہا ہے کہ انگوٹھے چومنے کے متعلق احادیث مرفوعہ کی اسانید صحیح نہیں ہیں (یعنی حسن یا ضعیف ہیں' ملا علی قاری اس کے جواب میں فرماتے ہیں:) جب صحیح سند سے یہ ثابت ہو گیا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اذان میں انگوٹھے چومے ہیں تو یہ ہمارے عمل کے لیے کافی ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: میری اور میرے خلفاء راشدین کی سنت پر عمل کرو۔

(موضوعات کبیر ص ۶۴' مطبوعہ مجتبائی دہلی)

* اس کی زیادہ تحقیق ہم نے تبیان القرآن' ج ۱۰ ص ۴۸۷' حم السجدۃ: ۳۳ کی تفسیر میں کی ہے۔

اذان کے بعد صلوٰۃ وسلام پڑھنے کے متعلق فقہاء احناف کی تصریحات

علامہ عمر بن ابراہیم ابن نجیم الحنفی التوفی ۱۰۰۵ھ لکھتے ہیں:

حافظ جلال الدین سیوطی شافعی متوفی ۹۱۱ھ نے حسن المحاضرۃ میں لکھا ہے کہ ربیع الآخر ۷۸۱ھ' پیر کے دن عشاء کی اذان کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام پڑھنا شروع ہوا' پھر اس کے دس سال بعد مغرب کے سوا ہر اذان کے بعد صلوٰۃ وسلام پڑھنا شروع ہوا' پھر میں نے علامہ عبد الرحمان سخاوی متوفی ۹۰۲ھ کی القول البدیع میں یہ پڑھا کہ شعبان ۷۹۱ھ میں قاہرہ اور مصر کے مؤذنوں کو یہ حکم دیا گیا کہ وہ ہر اذان سے فارغ ہونے کے بعد کئی مرتبہ یہ پڑھیں: "الصلوٰۃ والسلام علیك یا رسول اللّٰہ" اور یہ معلوم ہے کہ صلوٰۃ وسلام پڑھنا قرب کا ذریعہ ہے اور بہت احادیث میں اس کی ترغیب دی گئی ہے' خصوصاً اذان کے بعد کی دعا سے پہلے۔ (صحیح مسلم: ۳۸۴) اور صحیح یہ ہے کہ یہ بدعت حسنہ ہے اور اس کے فاعل کو اس کی حسن نیت کی وجہ سے اجر دیا جائے گا۔ (القول البدیع ص ۲۸۰' ملخصاً' مکتبۃ المؤید الطائف) اذان کے بعد صلوٰۃ وسلام پڑھنے میں کئی اقوال ہیں اور صحیح قول یہ ہے کہ یہ بدعت حسنہ ہے۔

(النہر الفائق ج ۱ ص ۱۷۲' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

علامہ شامی متوفی ۱۲۵۲ھ کی بھی یہی تحقیق ہے کہ اذان کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام پڑھنا بدعت حسنہ (اچھی بدعت) ہے۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۵۲' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

آیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی خود بھی اذان دی ہے یا نہیں؟

جس چیز کا اکثر سوال کیا جاتا ہے' وہ یہ ہے کہ آیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی خود بھی اذان دی ہے یا نہیں؟

علامہ سہیلی نے لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک بار سفر میں اذان دی ہے اور اپنے اصحاب کو سواریوں پر نماز پڑھائی ہے' اس وقت آسمان سے بارش ہو رہی تھی اور ان سواریوں کے نیچے کیچڑ تھی' اس حدیث کو امام ترمذی نے روایت کیا ہے' اسی طرح علامہ نووی نے بھی جزم کے ساتھ کہا ہے کہ ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سفر میں اذان دی ہے اور اس کو امام ترمذی کی طرف منسوب کیا ہے اور ان کو قوی قرار دیا

پہ امام ترمذی کی روایت درج ذیل ہے:

یعلیٰ بن مرہ اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ وہ ایک سفر میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے' وہ ایک تنگ جگہ پر پہنچے' پھر نماز کا وقت آ گیا' پس ان کے اوپر آسمان سے بارش ہو رہی تھی اور ان کے نیچے کیچڑ تھی' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی سواری پر اذان دی اور اقامت فرمائی' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی سواری کے ساتھ آگے بڑھ گئے اور ان کو نماز پڑھائی' آپ اشارے سے نماز پڑھا رہے تھے اور سجدہ کو رکوع سے زیادہ پست رکھتے تھے۔ (سنن ترمذی:۴۱۱' مسند احمد ج ۴ ص ۱۷۴ طبع قدیم)

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: لیکن ہم نے مسند احمد میں اس حدیث کو دیکھا' اس میں یہ عبارت ہے:

پس آپ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تو انہوں نے اذان دی' اس سے معلوم ہوا کہ امام ترمذی کی روایت میں اختصار ہے اور ترمذی میں جو مذکور ہے: آپ نے اذان دی' اس کا معنی ہے: آپ نے حضرت بلال کو اذان دینے کا حکم دیا' جیسے کہا جاتا ہے کہ خلیفہ نے فلاں عالم کو ہزار روپے دیئے' حالانکہ خلیفہ خود نہیں دیتا' اس کا کوئی کارندہ دیتا ہے' لیکن چونکہ وہ خلیفہ کے حکم سے دیتا ہے' اس لیے کہا جاتا ہے کہ خلیفہ نے ہزار روپے دیئے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۲۰۲۔۲۰۱' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے مسند احمد کی جس مفصل روایت کا ذکر کیا ہے' اس کا متن حسب ذیل ہے:

عمرو بن عثمان بن یعلیٰ بن مرہ اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب ایک تنگ جگہ پہنچے آپ سواری پر تھے' لوگوں کے اوپر آسمان سے بارش ہو رہی تھی اور ان کے نیچے کیچڑ تھی' پس نماز کا وقت آ گیا تو آپ نے مؤذن کو اذان اور اقامت کا حکم دیا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی سواری پر آگے بڑھ گئے' پھر آپ نے ان کو اشارے سے نماز پڑھائی اور آپ نے سجدہ کو رکوع سے زیادہ پست رکھا۔ اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔

(مسند احمد ج ۴ ص ۱۷۴' مسند احمد: ۱۷۵۷۳۔ ج ۲۹ ص ۱۱۲' موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

میں کہتا ہوں کہ اس سفر کے موقع پر ہو سکتا ہے کہ آپ نے خود اذان نہ دی ہو لیکن دیگر مواقع پر آپ کا اذان دینا ثابت ہے:

خاتم الحفاظ' حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں:

سنن سعید بن منصور میں ابن ابی ملیکہ سے یہ حدیث مرسل مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اذان دی اور فرمایا: "حی علی الفلاح" اور یہ روایت تاویل کو قبول نہیں کرتی۔ (التوشیح علی الجامع الصحیح ج ۱ ص ۴۰۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۰ھ)

علامہ عبدالقادر رافعی لکھتے ہیں:

سراج میں حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھا' جب سورج زائل ہو گیا تو آپ نے خود اذان دی اور اقامت فرمائی اور ظہر کی نماز پڑھائی۔ (تقریرات رافعی ج ۱ ص ۴۷' دار احیاء التراث العربی' بیروت)

۲ - بَابُ الْاَذَانُ مَثْنٰى مَثْنٰى — اذان کے کلمات دو دو ہیں

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اذان کے کلمات دو دو بار پڑھتے ہیں۔

۶۰۵ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ سِمَاكِ بْنِ عَطِيَّةَ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ أُمِرَ بِلَالٌ أَنْ يَشْفَعَ الْأَذَانَ، وَأَنْ يُوتِرَ الْإِقَامَةَ إِلَّا الْإِقَامَةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از سماک بن عطیہ از ایوب از ابی قلابہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ حضرت بلال کو یہ حکم دیا گیا کہ اذان کے کلمات

دو دو بار کہیں اور اقامت کے کلمات ایک ایک بار کہیں' سوائے "قد قامت الصلوٰۃ" کے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٦٠٣ میں گزر چکی ہے' وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

٦٠٦ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ وَهُوَ ابْنُ سَلَّامٍ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ اَخْبَرَنَا خَالِدُ الْحَذَّاءُ، عَنْ اَبِي قِلَابَةَ، عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ لَمَّا كَثُرَ النَّاسُ، قَالَ ذَكَرُوْا اَنْ يَّعْلَمُوْا وَقْتَ الصَّلٰوةِ بِشَيْءٍ يَّعْرِفُوْنَهُ، فَذَكَرُوْا اَنْ يُّوْرُوْا نَارًا، اَوْ يَضْرِبُوْا نَاقُوْسًا، فَاُمِرَ بِلَالٌ اَنْ يَّشْفَعَ الْاَذَانَ، وَاَنْ يُّوْتِرَ الْاِقَامَةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی' اور وہ ابن سلام ہیں' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوہاب نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد الحذاء نے خبر دی از ابوقلابہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا: جب لوگ بہت زیادہ ہو گئے تو انہوں نے ذکر کیا کہ نماز کے وقت کی کوئی علامت مقرر کریں' جس سے وہ وقت کو پہچان لیں' پس انہوں نے ذکر کیا کہ آگ جلائیں یا ناقوس بجائیں' پھر حضرت بلال کو حکم دیا گیا کہ اذان کے دو دو کلمات کہیں اور اقامت کے کلمات ایک ایک بار کہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٦٠٣ میں گزر چکی ہے' وہاں مطالعہ فرمائیں۔

٣ - بَابُ الْاِقَامَةُ وَاحِدَةٌ اِلَّا قَوْلَهُ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ

اقامت کے کلمات ایک ایک بار ہیں' سوائے "قد قامت الصلوٰۃ" کے

٦٠٧ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ اَبِي قِلَابَةَ، عَنْ اَنَسٍ قَالَ اُمِرَ بِلَالٌ اَنْ يَّشْفَعَ الْاَذَانَ، وَاَنْ يُّوْتِرَ الْاِقَامَةَ. قَالَ اِسْمَاعِيْلُ فَذَكَرْتُهُ لِاَيُّوْبَ فَقَالَ اِلَّا الْاِقَامَةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی از ابی قلابہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو یہ حکم دیا گیا کہ اذان کے کلمات دو دو دفعہ کہیں اور اقامت کے کلمات ایک ایک دفعہ۔ اسماعیل نے کہا: میں نے اس کا ایوب سے ذکر کیا تو انہوں نے کہا: سوائے "قد قامت الصلوٰۃ" کے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٦٠٣ میں گزر چکی ہے' اس کی شرح وہاں دیکھ لیں۔

٤ - بَابُ فَضْلِ التَّاْذِيْنِ

اذان دینے کی فضیلت

٦٠٨ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ. قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ اَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ، اَدْبَرَ الشَّيْطَانُ وَلَهُ ضُرَاطٌ، حَتّٰى لَا يَسْمَعَ التَّاْذِيْنَ، فَاِذَا قَضَى النِّدَاءَ اَقْبَلَ، حَتّٰى اِذَا ثُوِّبَ بِالصَّلٰوةِ اَدْبَرَ، حَتّٰى اِذَا قَضَى التَّثْوِيْبَ اَقْبَلَ،

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب نماز کے لیے اذان دی جائے تو شیطان پیٹھ موڑ کر گوز چھوڑتا ہوا بھاگ جاتا ہے تا کہ اذان کو نہ سنے اور جب اذان پوری ہو جاتی ہے تو آ جاتا ہے حتیٰ کہ جب نماز کی اقامت کہی جاتی

حَتّٰى يَخْطِرَ بَيْنَ الْمَرْءِ وَنَفْسِهٖ ، يَقُوْلُ اُذْكُرْ كَذَا ، اُذْكُرْ كَذَا ، لِمَا لَمْ يَكُنْ يَذْكُرُ ، حَتّٰى يَظَلَّ الرَّجُلُ لَا يَدْرِىْ كَمْ صَلّٰى.

پھر پیٹھ موڑ کر چلا جاتا ہے حتیٰ کہ جب اقامت پوری ہو جاتی ہے تو آ جاتا ہے پھر انسان کے دل میں وسوسے ڈالتا ہے کہ فلاں چیز کو یاد کر فلاں چیز کو یاد کر جس چیز کو وہ پہلے یاد نہیں کر رہا تھا حتیٰ کہ آدمی کو پتا نہیں چلتا کہ اس نے کتنی رکعت نماز پڑھی ہے۔

[اطراف الحدیث: ۱۲۲۲-۱۲۳۱-۱۲۳۲-۳۲۸۵]

(صحیح مسلم: ۳۸۹ الرقم المسلسل: ۸۳۲ سنن ابوداؤد: ۵۱۶ سنن نسائی: ۶۶۹ موطأ امام مالک: ۱۵۶ دار المعرفۃ صحیح ابن حبان: ۱۷۵۴ شرح السنۃ: ۴۱۲ مسند احمد ج ۲ ص ۴۶۰ مسند احمد: ۹۹۳۱ ج ۱۶ ص ۲۴ موسسۃ الرسالۃ بیروت جامع المسانید لابن الجوزی: ۴۳۸۳ مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں اور ان کا پہلے تعارف ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ شیطان اذان سن کر بھاگ جاتا ہے اگر اذان کی بہت زیادہ فضیلت نہ ہوتی تو شیطان کو اذان سے اذیت نہ ہوتی اور جب اس کو اذان سے اذیت ہوتی ہے تو وہ اذان سن کر بھاگتا ہے۔

''ضراط'' کا معنی اور شیطان کے گوز مارنے کی توجیہات

اس حدیث میں ''ضـراط'' کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: گوز مارنا یعنی آواز کے ساتھ ہوا خارج کرنا اس حدیث کو ظاہر پر محمول کرنا ممکن ہے کیونکہ شیطان کا جسم ہے اور وہ کھاتا پیتا بھی ہے اور قے بھی کرتا ہے حدیث میں ہے:

جابر بن صبیح بیان کرتے ہیں کہ مجھے المثنیٰ بن عبد الرحمٰن الخزاعی نے حدیث بیان کی وہ کھانے کے شروع میں اور لقمہ کے آخر میں بسم اللہ پڑھتے تھے اور کہتے تھے: ''بسم الله في اوله واخره'' میں نے ان سے پوچھا کہ آپ کھانے کے شروع میں بسم اللہ پڑھتے ہیں تو پھر کھانے کے آخر میں ''بسم الله اوله واخره'' پڑھنے کی کیا وجہ ہے؟ تو انہوں نے اس کی وجہ بیان کی کہ میرے دادا حضرت امیہ بن مخشی رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے تھے وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص کھانا کھا رہا تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم دیکھ رہے تھے اس نے بسم اللہ نہیں پڑھی حتیٰ کہ جب اس کے کھانے کا آخری لقمہ رہ گیا تو اس نے پڑھا: ''بسم الله اوله واخره'' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شیطان اس کے ساتھ مسلسل کھا رہا تھا حتیٰ کہ جب اس نے بسم اللہ پڑھی تو اس کے پیٹ میں جو کچھ بھی گیا تھا اس نے اس کی قے کر دی۔ (السنن الکبریٰ للنسائی: ۶۷۵۸ عمل الیوم واللیلۃ للنسائی: ۲۸۲ الطبقات الکبریٰ ج ۷ ص ۱۳-۱۲ المعجم الکبیر: ۸۵۴ عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی: ۴۶۱ المستدرک ج ۴ ص ۱۰۹-۱۰۸ سنن ابوداؤد: ۳۷۶۸ الآحاد والمثانی: ۲۳۰۱ مسند احمد ج ۴ ص ۳۳۶ طبع قدیم مسند احمد: ۱۸۹۶۳ ج ۴ ص ۲۹۶ موسسۃ الرسالۃ بیروت)

اور شیطان پیشاب بھی کرتا ہے ایک حدیث میں ہے:

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک شخص کا ذکر کیا گیا کہ وہ مسلسل سوتا رہتا ہے حتیٰ کہ صبح ہو جاتی ہے نماز کے لیے نہیں اٹھتا آپ نے فرمایا: شیطان اس کے کان میں پیشاب کر دیتا ہے۔

(صحیح البخاری: ۱۱۴۴ صحیح مسلم: ۷۷۴ سنن نسائی: ۱۶۰۴ سنن ابن ماجہ: ۱۳۳۰)

شیطان کا جسم ہے خواہ ناری ہے اور اس کے لیے جسمانی عوارض احادیث سے ثابت ہیں وہ کھاتا پیتا ہے قے کرتا ہے پیشاب کرتا ہے تو اس کا گوز مارنا بھی مستبعد نہیں ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اذان میں اللہ اکبر سن کر اس پر ایسی ہیبت اور دہشت طاری ہو کہ خوف کے اس کا گوز نکل جاتا ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ لعین اذان کا مذاق اڑانے کے لیے از خود گوز مارتا ہو اور یہ بھی ہو سکتا

ہے کہ وہ اس لیے گوز مارتا ہو کہ گوز کی آواز کی وجہ سے وہ اذان کے کلمات کی آواز نہ سن سکے۔

اس جگہ یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اذان سے افضل قرآن مجید کی تلاوت اور نماز ہے شیطان قرآن مجید کی تلاوت سے تو نہیں بھاگتا اور نہ نماز سے بھاگتا ہے پھر وہ اذان سن کو کیوں بھاگتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جو چیز بھی اذان سنتی ہے وہ قیامت کے دن اس کے اذان دینے کی گواہی دے گی تو شیطان اس لیے بھاگتا ہے کہ اس کو قیامت کے دن گواہی نہ دینی پڑے اور رہا اذان سن کر اذان سننے والے کے حق میں گواہی دینا' سو اس کے متعلق یہ حدیث ہے:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا: بلند آواز سے اذان دو' مؤذن کی آواز کو جو بھی جن' انس یا جو چیز بھی سنتی ہے' وہ قیامت کے دن اس کے اذان دینے کی گواہی دے گی' انہوں نے کہا: یہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے۔

(صحیح البخاری:٦٠٩' سنن نسائی:٦٤٣' سنن ابن ماجہ:٧٢٣)

اذان کی فضیلت میں دیگر احادیث

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے سات سال ثواب کی نیت سے اذان دی' اس کے لیے دوزخ سے براءت لکھ دی جائے گی۔ (سنن ترمذی:٢٠٦)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: امام ضامن ہے اور مؤذن امین ہے' اے اللہ! ائمہ کو ہدایت دے اور مؤذنین کی مغفرت فرما۔ (سنن ترمذی:٢٠٧' مسند احمد ج ٢ ص ٢٣٢)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اذان اور اقامت کے درمیان دعا رد نہیں کی جاتی۔

(سنن ابوداؤد:٥٢١' سنن ترمذی:٥٩٤_٣٢١٢' مسند احمد ج ٣ ص ١١٩)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فجر طلوع ہوتے ہی بستیوں پر حملہ کرتے تھے اور آپ غور سے اذان سنتے تھے' اگر کسی بستی سے اذان کی آواز آتی تو آپ حملہ کرنے سے رک جاتے' ورنہ آپ حملہ کرتے' جب آپ نے کسی شخص سے سنا: اللہ اکبر' اللہ اکبر! تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: (تم) فطرت پر ہو' اور جب اس نے'' اشهد ان لا اله الا الله' اشهد ان لا اله الا الله'' کہا تو آپ نے فرمایا: تم دوزخ سے نکل گئے' لوگوں نے دیکھا تو وہ شخص بکریوں کا چرواہا تھا۔

(صحیح مسلم:٣٨٢' الرقم المسلسل:٨٢٤' سنن ابوداؤد:٢٦٣٤' سنن ترمذی:١٦١٨)

حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قیامت کے دن مؤذنوں کی گردنیں سب سے لمبی ہوں گی۔ (صحیح مسلم:٣٨٧' الرقم المسلسل:٨٢٩' سنن ابن ماجہ:٧٢٥)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر لوگوں کو علم ہو جائے کہ اذان دینے میں اور صف اول میں نماز پڑھنے میں کتنا اجر ہے' پھر وہ بغیر قرعہ اندازی کے ان کو نہ پاسکیں تو وہ ضرور قرعہ اندازی کریں گے' اور اگر لوگوں کو علم ہو جائے کہ ظہر کی نماز میں کتنا اجر ہے تو وہ اس کی طرف سبقت کریں گے اور اگر انہیں علم ہو جائے کہ عشاء اور صبح کی نمازوں میں کتنا اجر ہے تو وہ ضرور ان نمازوں میں آئیں گے' خواہ گھسٹتے ہوئے آئیں۔

(صحیح البخاری:٦١٥' صحیح مسلم:٤٣٧' الرقم المسلسل:٩٥٦' سنن ترمذی:٢٢٥' سنن نسائی:٥٤٠)

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اذان کو جو بھی جن اور انس اور شجر اور حجر سنتا ہے' وہ اس کی گواہی دے گا۔ (صحیح البخاری:٦٠٩' سنن نسائی:٦٤٣' سنن ابن ماجہ:٧٢٣)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جہاں تک مؤذن کی آواز پہنچتی ہے وہاں تک اس کی مغفرت کر دی جائے گی اور ہر خشک اور تر چیز مؤذن کے لیے مغفرت طلب کرتی ہے اور نماز پر حاضر ہونے والے کے لیے پچیس نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور ان کے درمیان کے گناہوں کے لیے کفارہ ہو جاتی ہیں۔

(سنن ابوداؤد: ۵۱۵ سنن نسائی: ۶۴۴ سنن ابن ماجہ: ۷۲۴)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے نیک لوگوں کو اذان دینی چاہیے اور تم میں سے عمدہ قرآن پڑھنے والوں کو نماز پڑھانی چاہیے۔ (سنن ابوداؤد: ۵۹۰ سنن ابن ماجہ: ۷۲۶)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے ثواب کی نیت سے سات سال اذان دی اللہ اس کے لیے دوزخ سے براءت لکھ دیتا ہے۔ (سنن ترمذی: ۲۰۶ سنن ابن ماجہ: ۷۲۷)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے بارہ سال اذان دی اس کے لیے جنت واجب ہو جائے گی اور اس کے اذان دینے کی وجہ سے اس کے لیے ساٹھ نیکیاں لکھی جائیں گی اور ہر اقامت کہنے کی وجہ سے اس کی تیس نیکیاں لکھی جائیں گی۔ (سنن ابن ماجہ: ۷۲۸)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مؤذن کے سر پر رحمٰن کا ہاتھ ہے اور جہاں تک اس کی آواز پہنچتی ہے وہاں تک اس کی مغفرت کر دی جاتی ہے۔ (المعجم الاوسط: ۲۰۰۸ مکتبۃ المعارف ریاض)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تین آدمیوں کو محشر کی گھبراہٹ ہول میں مبتلا نہیں کرے گی اور وہ اس وقت خوف زدہ نہیں ہوں گے جب لوگ خوف زدہ ہوں گے ایک وہ شخص جس نے قرآن کا علم حاصل کیا اور اللہ کی رضاء کے لیے رات کو قیام کیا' دوسرا وہ شخص جس نے ہر روز دن میں پانچ مرتبہ اذان دی اور تیسرا وہ شخص جو غلام ہو اور اس کو غلامی کے تقاضے اپنے رب کی عبادت سے مانع نہ ہوں۔ (المعجم الکبیر: ۱۳۵۸۴)

سعد بیان کرتے ہیں کہ اگر مجھے اذان پر قوت ہو تو وہ مجھے حج' عمرہ اور جہاد سے زیادہ پسند ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۳۳۶)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۷۶۰- ج ا ص ۱۰۹۶ پر ذکر کی گئی ہے' وہاں اس حدیث کی شرح نہیں کی گئی ہے۔

۵ - بَابُ رَفْعِ الصَّوْتِ بِالنِّدَاءِ — بلند آواز سے اذان دینا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جتنی دور تک مؤذن کی آواز جائے گی' اس کو اتنا زیادہ ثواب ملے گا۔

وقال عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ اَذِّنْ اَذَانًا سَمْحًا ' وَإِلَّا فَاعْتَزِلْنَا.

اور عمر بن عبد العزیز نے کہا: عمدہ طرح اذان دو ورنہ اذان کا منصب چھوڑ دو۔

یہ مکمل تعلیق اس طرح ہے:

عمر بن سعد بن ابی حسین مکی بیان کرتے ہیں کہ ایک مؤذن نے اذان دی اور اپنی اذان میں طرز لگائی تو اس سے عمر بن عبد العزیز نے کہا: عمدہ طریقہ سے اذان دو (یعنی بغیر طرز کے) ورنہ اذان کا منصب چھوڑ دو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۳۷۵)

۶۰۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ' عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِي صَعْصَعَةَ الْاَنْصَارِيِّ ' ثُمَّ الْمَازِنِيِّ'

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از عبد الرحمٰن بن عبد اللہ بن عبد الرحمٰن بن ابی صعصعہ الانصاری ثم

عَنْ اَبِيهِ اَنَّهُ اَخْبَرَهُ اَنَّ اَبَا سَعِيدِ الْخُدْرِيَّ قَالَ لَهُ اِنِّي اَرَاكَ تُحِبُّ الْغَنَمَ وَالْبَادِيَةَ، فَاِذَا كُنْتَ فِي غَنَمِكَ اَوْ بَادِيَتِكَ، فَاَذَّنْتَ بِالصَّلٰوةِ فَارْفَعْ صَوْتَكَ بِالنِّدَاءِ، فَاِنَّهُ لَا يَسْمَعُ مَدٰى صَوْتِ الْمُؤَذِّنِ جِنٌّ وَّلَا اِنْسٌ وَّلَا شَيْءٌ، اِلَّا شَهِدَ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. قَالَ اَبُوْ سَعِيْدٍ سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

[اطراف الحدیث:٣٢٩٦-٧٥٤٨]

المازنی از والد خود کہ ان سے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں دیکھتا ہوں کہ تم بکریوں سے اور جنگل سے محبت کرتے ہو'پس جب تم اپنی بکریوں میں یا اپنے جنگل میں ہو' پھر تم اپنی نماز کی اذان دو تو اپنی آواز بلند کر کے اذان دینا کیونکہ مؤذن کی آواز کی انتہاء تک جو بھی اذان سنے گا خواہ جن ہو' انسان ہو یا کوئی چیز بھی ہو' وہ اس کے حق میں قیامت کے دن گواہی دے گا۔ حضرت ابوسعید نے کہا: میں نے اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے۔

(سنن نسائی: ٦٤٣' سنن ابن ماجہ: ٧٢٣' موطأ امام مالک: ١٥٥' دار المعرفۃ' مصنف عبد الرزاق: ١٨٦٥' مسند الحمیدی: ٧٣٢' مسند ابو یعلیٰ: ٩٨٢' صحیح ابن خزیمہ: ٣٨٩' مسند احمد ج ٣ ص ٦ طبع قدیم' مسند احمد: ١١٠٣١- ج ١٧ ص ٨٧' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ٢١٧٢' مکتبۃ الرشد ریاض' ١٤٢٦ھ' مسند الطحاوی: ٢١٤٠)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: اپنی آواز بلند کر کے اذان دینا۔

حدیث مذکور کے رجال

(١) عبد اللہ بن یوسف التنیسی (٢) امام مالک بن انس (٣) عبد الرحمان بن عبد اللہ بن ابی صعصعہ الانصاری المازنی' یہ ابو جعفر کی خلافت میں فوت ہو گئے تھے (٤) ان کے والد عبد اللہ بن عبد الرحمان (٥) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ٥ ص ١٦٧)

قیامت کے دن اذان دینے والے کی تعظیم اور تکریم

اس حدیث میں مذکور ہے: جو بھی اذان سنے گا خواہ جن ہو' انسان ہو یا کوئی چیز بھی ہو' وہ اس کے حق میں قیامت کے دن گواہی دے گا۔ اس حدیث میں یہ تنبیہ ہے کہ جہاں پر مؤذن کی آواز ختم ہوگی' وہاں تک سننے والے اس کی اذان کی گواہی دیں گے' بہ ظاہر یہ کلام حیوانات اور جمادات کو بھی شامل ہے' ایک قول یہ ہے کہ یہ کلام ان کے ساتھ مخصوص ہے' جو شہادت دے سکیں جیسے انسان' جن اور فرشتے اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ کلام سب کو شامل ہے اور اللہ تعالیٰ حیوانات اور جمادات میں عقل پیدا کر دے گا اور وہ مؤذن کی اذان سننے کی گواہی دیں گے' اس حدیث میں یہ بشارت ہے کہ مؤذن کے بلند درجے ہیں اور قیامت کے دن اس کی فضیلت کی شہرت کر دی جائے گی' جس طرح اللہ تعالیٰ بعض کی شہادت سے بعض لوگوں کو ذلیل اور رسوا کرے گا' اسی طرح بعض کی شہادت سے اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کو سرخ رو اور معزز اور مکرم کرے گا۔

لاؤڈ اسپیکر پر اذان دینے کا استحباب اور ایام فتنہ میں شہروں سے نکل کر جنگلوں میں رہنے کا جواز

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بلند آواز سے اور بلند جگہ پر کھڑے ہو کر اذان دینا مستحب ہے تاکہ دور دور تک اذان کی آواز جائے' حضرت بلال رضی اللہ عنہ بنو نجار کی ایک عورت کے گھر پر کھڑے ہو کر اذان دیتے تھے کیونکہ مسجد کے گرد گھروں میں اس کا گھر سب سے اونچا تھا' اسی وجہ سے لاؤڈ اسپیکر پر اذان دینا مستحب ہے۔

اس حدیث میں جنگلوں اور بکریوں میں اذان دینے کا ذکر ہے' اس سے معلوم ہوا کہ لوگوں سے اجتناب کر کے جنگلوں میں رہنا بھی جائز ہے' خصوصاً جب فتنہ اور فساد کا زمانہ ہو اور شہروں میں لوگوں کے ساتھ رہنے سے اپنے دین اور اپنی عزت کو محفوظ رکھنا مشکل ہو اور یہ کہ جنگل میں جب انسان اکیلا ہو' پھر بھی نماز کے وقت اذان دے اور اس کا اذان دینا مستحب ہے' اس حدیث سے یہ بھی معلوم

ہوا کہ جنات بنو آدم کا کلام سنتے ہیں' اور ان کے حق میں گواہی دیتے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۱۶۹ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٦ - بَابُ مَا يُحْقَنُ بِالْأَذَانِ مِنَ الدِّمَاءِ — اذان کے سبب سے جانوں کا محفوظ رہنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جس بستی میں اذان دی جائے' وہ اس بستی کے لوگوں کے اسلام کی دلیل ہے اور وہاں تبلیغ اسلام کے لیے جہاد نہیں کیا جاتا۔

٦١٠ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا غَزَا بِنَا قَوْمًا، لَمْ يَكُنْ يَغْزُوْ بِنَا حَتَّى يُصْبِحَ وَ يَنْظُرَ، فَإِنْ سَمِعَ أَذَانًا كَفَّ عَنْهُمْ، وَإِنْ لَّمْ يَسْمَعْ أَذَانًا أَغَارَ عَلَيْهِمْ. قَالَ فَخَرَجْنَا إِلٰى خَيْبَرَ، فَانْتَهَيْنَا إِلَيْهِمْ لَيْلًا، فَلَمَّا أَصْبَحَ وَلَمْ يَسْمَعْ أَذَانًا رَكِبَ وَرَكِبْتُ خَلْفَ أَبِي طَلْحَةَ، وَإِنَّ قَدَمِي لَتَمَسُّ قَدَمَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ فَخَرَجُوْا إِلَيْنَا بِمَكَاتِلِهِمْ وَمَسَاحِيهِمْ، فَلَمَّا رَأَوُا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوْا مُحَمَّدٌ وَاللّٰهِ، مُحَمَّدٌ وَالْخَمِيسُ، قَالَ فَلَمَّا رَاٰهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُ أَكْبَرُ، اللّٰهُ أَكْبَرُ، خَرِبَتْ خَيْبَرُ، إِنَّا إِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ. (مسند الطحاوی: ۵۹۷)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن جعفر نے حدیث بیان کی' از حمید از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ساتھ کسی قوم کے خلاف جہاد کرتے تو اس وقت تک ان کے خلاف جہاد نہیں کرتے تھے حتیٰ کہ صبح ہو جاتی اور آپ انتظار کرتے' پس اگر آپ اذان سنتے تو آپ ان کے خلاف جہاد سے رک جاتے اور اگر آپ اذان نہ سنتے تو پھر ان پر حملہ کرتے۔ حضرت انس نے کہا: پھر ہم خیبر کی طرف گئے' ہم رات کے وقت ان کی طرف پہنچے تھے' پس جب صبح ہوئی اور آپ نے اذان نہیں سنی تو آپ سوار ہوئے اور میں بھی حضرت ابوطلحہ کے پیچھے سوار ہوا اور میرا قدم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم کو چھو رہا تھا' پس خیبر کے لوگ ہماری طرف اپنی تغاریوں اور کدالوں یا پھاوڑوں کے ساتھ نکلے' پس جب انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو کہا: محمد (آ گئے) اور اللہ کی قسم! محمد لشکر سمیت آ گئے۔ حضرت انس نے کہا: جب ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو فرمایا: اللہ اکبر' اللہ اکبر! خیبر تباہ ہو گیا' جب ہم کسی قوم کے صحن میں پہنچتے ہیں تو جن لوگوں کو ڈرایا گیا ہے' ان کی صبح خراب ہو جاتی ہے۔

اس حدیث کی مفصل اور محقق شرح' صحیح البخاری: ۳۷۱ میں گزر چکی ہے' وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: ران کے متعلق جو ذکر کیا جاتا ہے' وہاں اس حدیث میں ذکر تھا: میرا گھٹنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ران کو چھو رہا تھا اور یہاں اس حدیث میں ذکر ہے: میرا قدم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم کو چھو رہا تھا۔

اس حدیث کے دیگر اہم مسائل اور فوائد کو ہم یہاں بیان کر رہے ہیں۔

حدیث مذکور کے دیگر مسائل اور فوائد اور اذان کی وجہ سے جان اور مال کا محفوظ رہنا

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ اذان دین اسلام کا شعار ہے' اور اذان کو ترک کرنا جائز نہیں ہے' فقہاء نے کہا ہے کہ اگر کسی علاقے کے لوگ اس پر اتفاق کر لیں کہ وہ اذان نہیں دیں گے تو مسلمانوں کے سربراہ پر واجب ہے کہ وہ ان سے قتال کرے' اور جس علاقے کے لوگ اذان دیں تو یہ اس پر دلیل ہے کہ اس علاقے کے لوگ مسلمان ہیں کیونکہ اذان میں توحید اور رسالت کا اعلان ہے

اوران کے خلاف جہاد نہیں کیا جائے گا اوران کی جان اور مال کی حفاظت کی جائے گی۔

٧ - بَابُ مَا يَقُوْلُ إِذَا سَمِعَ الْمُنَادِيَ
مؤذن سے اذان سننے والا کیا کہے

٦١١ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيْدَ اللَّيْثِيِّ، عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا سَمِعْتُمُ النِّدَاءَ، فَقُوْلُوْا مِثْلَ مَا يَقُوْلُ الْمُؤَذِّنُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبردی از ابن شہاب از عطاء بن یزید اللیثی از حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم اذان سنوتو اسی کی مثل کہو جو مؤذن کہتا ہے۔

(صحیح مسلم: ٣٨٣'الرقم المسلسل: ٨٢٥'سنن ابوداؤد: ٥٢٢'سنن ترمذی: ٢٠٨'سنن نسائی: ٦٧٣'سنن ابن ماجہ: ٧٢٣'موطأ امام مالک: ١٤٢' دارالمعرفۃ' مسند ابویعلیٰ: ١١٨٩'سنن بیہقی ج ١ ص ٤٠٨'مصنف عبدالرزاق: ١٨٤٢'مصنف ابن ابی شیبہ ج ١ ص ٢٢٧'حلیۃ الاولیاء ج ٣ ص ٣٧٨' تاریخ بغداد ج ٩ ص ٣٣٥'شرح السنۃ: ٤١٩' مسند احمد ج ٣ ص ٥ طبع قدیم' مسند احمد: ١١٠٢٠۔ ج ١٧ ص ٦٥۔ ٦٤' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ٢٠٤٠' مکتبۃ الرشد' ریاض' ١٤٢٦ھ' مسند الطحاوی: ٢١٤١)

حدیث مذکور کے پانچ رجال ہیں' ان کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس میں یہ ارشاد ہے: جب تم اذان سنوتو اس کی مثل کہو' جو مؤذن کہتا ہے۔

ائمہ ثلاثہ کے نزدیک اذان کا جواب دینا مستحب ہے اور فقہاء احناف کے نزدیک واجب ہے

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم اذان سنوتو اس کی مثل کہو جو مؤذن کہتا ہے۔اس حدیث کی بناء پر ہمارے اصحاب نے یہ کہا ہے کہ اذان سننے والے پر مؤذن کے کلمات کا جواب دینا واجب ہے' کیونکہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا امر (حکم) ہے اور امر وجوب کے لیے آتا ہے' اصحاب مالک میں سے ابن وہب کا اور ظاہریہ (غیر مقلدین) کا بھی یہی مسلک ہے' اذان کے وقت قرآن مجید پڑھنے کو بھی قطع کرنا واجب ہے' اور سلام اور کلام کو بھی ترک کرنا واجب ہے اور کلمات اذان کے جواب کے سوا ہر عمل کو قطع کرنا واجب ہے۔

امام مالک' امام شافعی' امام احمد اور جمہور فقہاء نے یہ کہا ہے کہ اس باب میں امر استحباب کے لیے ہے' وجوب کے لیے نہیں ہے۔ امام طحاوی کا بھی یہی مختار ہے' علامہ نووی نے بھی یہی کہا ہے کہ اذان کے کلمات کا زبانی جواب دینا مستحب ہے۔

ہمارے اصحاب نے یہ کہا ہے کہ جب انسان کسی ایسی جگہ ہو یا ایسے حال میں ہو کہ اس جگہ اور اس حال میں اللہ تعالیٰ کا نام لینا ادب کے خلاف ہوتو اذان کا جواب نہ دے' مثلاً وہ بیت الخلاء میں ہو یا اپنی بیوی کے ساتھ جماع میں مشغول ہو' اسی طرح اگر وہ کسی افضل کام میں مشغول ہو' مثلاً فرض یا نفل نماز پڑھ رہا ہوتو اذان کا جواب نہ دے اور اگر وہ اذان کے وقت قرآن مجید کی تلاوت کررہا ہو یا تسبیح پڑھ رہا ہوتو اس کو منقطع کر کے مؤذن کی اذان کا جواب دے' اقامت میں بھی اذان کی طرح جواب دے' مگر جب وہ کہے: ''قد قامت الصلوٰۃ'' تو کہے: ''اقامها الله وادامها'' اور جب مؤذن کہے: ''الصلوٰۃ خیر من النوم'' تو سننے والا کہے: ''صَدَقْتَ وَبَرِرْتَ''۔

اذان کے کلمات کے جواب دینے کی کیفیت

ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ سننے والے پر واجب ہے کہ وہ مؤذن کے کہے ہوئے کلمات کی مثل کہے مگر جب مؤذن ''حی علی الصلوٰۃ'' کہے تو سننے والا اس کے جواب میں ''لا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم'' کہے اور جب مؤذن ''حی علی الفلاح'' کہے تو سننے والا کہے: ''ماشاء اللّٰہ کان وما لم یشأ لم یکن'' اسی طرح جب مؤذن کہے: ''الصلوٰۃ خیر من النوم'' تو سننے والا کہے: ''صَدَقْتَ وَبَرِرْتَ''۔

اذان سننے کے دوران سننے والا قرآن شریف کی تلاوت کرے' نہ کسی کو سلام کرے' نہ سلام کا جواب دے اور اذان کا جواب دینے کے سوا اور کسی عمل میں مشغول نہ ہو اور اگر قرآن مجید کی تلاوت کر رہا ہو تو اس کو منقطع کر دے اور اذان کے کلمات کا جواب دے۔

شمس الائمہ عبد العزیز الحلوانی المتوفی ۴۵٦ھ نے کہا: اگر اس نے زبان سے جواب دیا اور مسجد میں چل کر نہیں گیا تو اس نے اذان کا جواب نہیں دیا اور اگر وہ مسجد میں ہو اور اس نے جواب نہیں دیا تو وہ گناہ گار نہیں ہوگا' اور جس پر نماز واجب نہیں ہے' اس پر اذان کا جواب دینا بھی واجب نہیں ہے۔

امام طحاوی نے کہا ہے کہ اذان کا جواب دینا واجب نہیں ہے' مستحب اور مندوب ہے' (علامہ عینی فرماتے ہیں:) میں کہتا ہوں کہ امر مطلق جو قرائن سے مجرد ہو' وجوب پر دلالت کرتا ہے' خصوصاً جب دیگر احادیث اور آثار سے بھی وجوب کی تائید ہوتی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۵ ص ۱۷۳۔۱۷۲' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

اذان کے کلمات کے جواب دینے کے متعلق دیگر احادیث اور آثار

محمد بن علی بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مؤذن کی اذان سنتے تو اسی طرح فرماتے جس طرح مؤذن کہتا تھا' اور جب وہ کہتا: ''اشھد ان محمدًا رسول اللّٰہ'' تو آپ فرماتے: ''انا'' (میں بھی اس بات کی گواہی دیتا ہوں)۔

(مصنف عبد الرزاق: ۱۸۳۵' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۳۶۱' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱٦ھ)

عبد اللہ بن الحارث بن نوفل بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مؤذن کی اذان سنتے' اور مؤذن کہتا: ''اللّٰہ اکبر'' تو آپ فرماتے: ''اللّٰہ اکبر'' جب وہ کہتا: ''اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ'' تو آپ فرماتے: ''اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ'' اور جب وہ کہتا: ''اشھد ان محمدًا رسول اللّٰہ'' تو آپ بھی اس کی مثل کہتے اور جب وہ کہتا: ''حی علی الصلوٰۃ'' تو آپ فرماتے: ''لاحول ولا قوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم''۔ (مصنف عبد الرزاق: ۱۸۴۷' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۳٦۰)

عیسٰی بن طلحہ بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے' اس وقت مؤذن نے نماز کی اذان دی اور کہا: ''اللّٰہ اکبر' اللّٰہ اکبر'' تو حضرت معاویہ نے بھی اسی طرح کہا' اس نے کہا: ''اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ'' تو انہوں نے بھی اس کی مثل کہا' اس نے کہا: ''اشھد ان محمدًا رسول اللّٰہ'' تو انہوں نے بھی اس کی مثل کہا' پھر انہوں نے کہا: میں نے اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے۔ (مصنف عبد الرزاق: ۱۸۴۷' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۳۵٦)

یحییٰ بن ابی کثیر ایک شخص سے روایت کرتے ہیں کہ جب مؤذن نے کہا: ''حی علی الصلوٰۃ' حی علی الفلاح'' تو انہوں نے کہا: ''لاحول ولا قوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم'' پھر انہوں نے کہا: میں نے اسی طرح تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے۔ (مصنف عبد الرزاق: ۱۸۵۱)

اوزاعی بیان کرتے ہیں کہ جب مؤذن کہتا: ''حی علی الصلوٰۃ'' تو مجاہد کہتے: ''المستعان اللّٰہ'' اور جب وہ کہتا: ''حی

علی الفلاح "تو وہ کہتے: "لاحول و لا قوۃ الا باللّٰہ"۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۳۶۳)

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عثمان اذان سنتے تو شہادت اور تکبیر میں وہی کہتے جو مؤذن کہتا اور جب وہ کہتا: "حـــی علی الصلوٰۃ" تو وہ کہتے: "ماشاء اللّٰہ و لا قوۃ اللّٰہ الا باللّٰہ"۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۳۶۶)

ابن جریج بیان کرتے ہیں کہ مجھے یہ حدیث بیان کی گئی ہے کہ متقدمین لوگ اذان کے لیے اس طرح خاموش ہو جاتے تھے جس طرح قرآن سننے کے لیے خاموش ہو جاتے تھے اور مؤذن جو بھی کلمہ کہتا وہ اس کی مثل کہتے جب وہ "حی علی الصلوٰۃ" کہتا تو وہ کہتے: "لاحول و لا قوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم" اور جب وہ "حی علی الفلاح" کہتا تو وہ کہتے: "ماشاء اللّٰہ"۔

(مصنف عبدالرزاق: ۱۸۵۳)

جریری بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ نے کہا: جفاء سے یہ ہے کہ کوئی شخص اذان میں "لا الٰہ الا اللّٰہ و اللّٰہ اکبر" سنے پھر اس کا جواب نہ دے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۳۶۷)

المسیب بن رافع نے بیان کیا کہ عبداللہ نے کہا: جفاء سے یہ ہے کہ کوئی شخص اذان سنے پھر اس کے کلمات کی مثل نہ کہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۳۶۸)

علامہ عینی نے فرمایا: ترک واجب کو جفاء کہا جاتا ہے اور ترک مستحب کو جفاء نہیں کہا جاتا' اس سے معلوم ہوا کہ اذان کے کلمات کا جواب دینا واجب ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۱۷۳)

اذان کے کلمات کا جواب دینے کے وجوب کے متعلق دیگر فقہاء احناف کی تصریحات

علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۹۷۰ھ لکھتے ہیں:

خلاصۃ الفتاویٰ میں مذکور ہے کہ جس نے اذان سنی' اس پر واجب ہے کہ اس کا جواب دے خواہ وہ جنبی ہو' کیونکہ اذان کا جواب اذان نہیں ہے' اور فتاویٰ قاضی خاں میں مذکور ہے کہ اذان کا جواب دینا مستحب ہے اور اگر اس نے جواب نہیں دیا تو وہ گناہ گار نہیں ہو گا اور رہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ جس نے اذان کا جواب نہیں دیا تو اس کی نماز نہیں ہو گی' تو اس سے مراد ہے: قدموں سے اور چل کر اذان کا جواب دینا نہ کہ فقط زبان سے جواب دینا' اور المحیط میں مذکور ہے کہ اذان سننے والے پر اس کا جواب دینا واجب ہے اور وہ "حی علی الصلوٰۃ" کی جگہ "لاحول و لا قوۃ الا باللّٰہ" کہے اور "حی علی الفلاح" کی جگہ "ماشاء اللّٰہ کان وما لم یشأ لم یکن" کہے کیونکہ جواب میں ان ہی الفاظ کو دہرا دینا مذاق کے مشابہ ہے' اور "الصلوٰۃ خیر من النوم" کی جگہ "صَدَقْتَ وَبَرِرْتَ" کہے' اذان سننے کے دوران قرآن مجید کی تلاوت نہ کرے' نہ کسی کو سلام کرے نہ سلام کا جواب دے اور اذان کا جواب دینے کے سوا اور کسی کام میں مشغول نہ ہو اور اگر اذان سننے والا قرآن مجید کی تلاوت کر رہا ہو تو تلاوت کو منقطع کر دے اور اذان کے کلمات کا جواب دے۔

شمس الائمہ الحلوانی المتوفی ۴۵۶ھ نے کہا ہے کہ جواب دینے سے مراد قدموں کے ساتھ جواب دینا ہے نہ کہ زبان کے ساتھ' حتیٰ کہ اگر اس نے زبان سے جواب دیا اور قدموں سے چل کر مسجد نہیں گیا تو وہ جواب دینے والا نہیں ہو گا' اور جس وقت اس نے اذان سنی اگر اس وقت وہ مسجد میں ہو تو اس پر جواب دینا واجب نہیں ہے۔

فتاویٰ ظہیریہ میں مذکور ہے کہ اگر کوئی شخص مسجد میں قرآن مجید پڑھ رہا ہو اور اس نے اذان کو سنا ہو تو وہ تلاوت کو ترک نہ کرے کیونکہ مسجد میں حاضر ہونے سے اس کا جواب ہو گیا ہے اور اگر وہ اپنے گھر میں تلاوت کر رہا ہو تو تلاوت کو ترک کر کے اذان کا جواب

دے یہ فتویٰ شمس الائمہ الحلوانی کے قول پر متفرع ہے۔

علامہ ابن نجیم فرماتے ہیں کہ زیادہ ظاہر یہ ہے کہ زبان کے ساتھ اذان کے کلمات کا جواب دینا واجب ہے کیونکہ نبی ﷺ کا یہ حکم ہے کہ جب تم مؤذن کی اذان سنو تو اسی کی مثل کہو جو مؤذن کہتا ہے اور آپ کے اس امر کے خلاف کوئی قرینہ صارفہ نہیں ہے لہٰذا یہ امر وجوب کے لیے ہے۔ (البحر الرائق ج ۱ ص ۲۵۹ 'المکتبۃ الماجدیہ' کوئٹہ)

علامہ سراج الدین عمر بن ابراہیم ابن نجیم الحنفی المتوفی ۱۰۰۵ھ لکھتے ہیں:

مؤذن کا زبان کے ساتھ جواب دینا واجب ہے۔ ''المحیط'' میں اسی پر جزم ہے اور یہی ''الخلاصۃ'' کی عبارت سے ظاہر ہے اور اسی طرح ''التحفۃ'' میں مذکور ہے۔ ''البحر الرائق'' میں مذکور ہے کہ اگر اذان ختم ہوگئی اور اس نے جواب نہیں دیا تو اگر زیادہ وقت نہیں گزرا ہے تو وہ اب اذان کا جواب دے دے۔ (النہر الفائق ج ۱ ص ۱۷۶۔۱۷۵ 'قدیمی کتب خانہ' کراچی)

جمہور فقہاء احناف کے مؤقف پر امام طحاوی کا معارضہ

امام ابوجعفر احمد بن محمد الطحاوی الحنفی المتوفی ۳۲۱ھ نے کہا ہے کہ اذان کے کلمات کا جواب دینا واجب نہیں ہے' مستحب ہے اور اس پر انہوں نے حسب ذیل حدیث سے استدلال کیا ہے:

علقمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم کسی سفر میں نبی ﷺ کے ساتھ تھے' آپ نے سنا مؤذن کہہ رہا تھا: ''اللّٰہ اکبر' اللّٰہ اکبر'' تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''علی الفطرۃ'' (یہ دین فطرت پر ہے) پھر اس نے کہا: ''اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ'' تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ دوزخ سے نکل گیا' پس ہم نے اس کو جلدی سے دیکھا تو وہ بکریوں کا چرواہا تھا' اس نے نماز کا وقت پایا تو اذان دی۔ (صحیح مسلم: ۳۸۲' سنن ترمذی: ۱۶۱۸' مسند احمد ج ۱ ص ۴۰۷۔ ج ۳ ص ۱۳۲' مصنف عبد الرزاق: ۱۸۶۶' المعجم الکبیر ج ۱۰ ص ۱۱۵' شرح معانی الآثار: ۸۶۵)

امام طحاوی فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے مؤذن کے کلمات کی مثل کلمات نہیں فرمائے' اس سے معلوم ہوا کہ جس حدیث میں ہے: جب تم اذان سنو تو مؤذن کی مثل کلمات کہو۔ (صحیح بخاری: ۶۱۱' صحیح مسلم: ۳۸۳) وہ وجوب پر محمول نہیں بلکہ مؤذن کی مثل کلمات کہنا افضل اور مستحب ہے جیسے رسول اللہ ﷺ نے نمازوں کے بعد دعا کا حکم دیا ہے۔ (شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۱۸۹ 'قدیمی کتب خانہ' کراچی)

علامہ محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز ابن عابدین متوفی ۱۲۵۲ھ نے بھی امام طحاوی کی پیروی میں لکھا ہے:

یہ حدیث اس حدیث کے خلاف قرینہ صارفہ ہے جس میں رسول اللہ ﷺ کا امر ہے کہ جب تم اذان سنو تو اس کی مثل کہو جو مؤذن کہتا ہے۔ (صحیح بخاری: ۶۱۱) کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اس سفر کے موقع پر خود مؤذن کی مثل کلمات نہیں فرمائے اور اس سے اس کی تائید ہوتی ہے جس کی ہمارے اصحاب نے تصریح کی ہے کہ زبان سے اذان کا جواب دینا مستحب ہے اور قدموں سے چل کر جواب دینا واجب ہے اور یہ شمس الائمہ عبدالعزیز الحلوانی المتوفی ۴۵۶ھ کے قول کی ترجیح میں ظاہر ہے اور الخانیہ اور الفیض میں بھی اسی طرح ہے اور اس پر یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ جب تم اللہ کی طرف بلانے والے کو سنو تو اس کو جواب دو۔ (الجامع الصغیر: ۶۹۲' علامہ سیوطی نے رمز کی ہے کہ اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔) (ردالمحتار ج ۲ ص ۶۴۔ ۶۳' داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۹ھ)

امام طحاوی کے معارضہ کا جواب علامہ عینی سے

علامہ محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ' امام طحاوی کے جواب میں لکھتے ہیں:

جب امر مطلق قرائن سے خالی ہو تو وہ وجوب پر دلالت کرتا ہے لہٰذا نبی ﷺ نے جو حکم دیا ہے کہ جب تم اذان سنو تو اس کی مثل

کہو جو مؤذن کہتا ہے' یہ امر وجوب کے لیے ہے' پس اذان کا زبان سے جواب دینا واجب ہے اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے: جو شخص اذان کو سنے' پھر وہ مؤذن کی مثل نہ کہے تو یہ جفاء ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ٢٣٦٨۔٢٣٦٧) اور جفاء ترک واجب کو کہتے ہیں' ترک مستحب کو جفاء نہیں کہتے' اور رہی حضرت ابن مسعود کی حدیث تو وہ اس کے منافی نہیں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مؤذن کی مثل جواب دیا ہو' ہو سکتا ہے کہ آپ نے مؤذن کی مثل جواب دیا ہو اور راوی نے اس کا ذکر ترک کر دیا ہو اور ہو سکتا ہے کہ کسی مصلحت کی وجہ سے آپ نے جو فرمایا (یعنی ''علی الفطرۃ'') اور بعد میں مؤذن کی مثل جواب دیا ہو اور دوسرا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ یہ سفر کا واقعہ پہلے کا ہو اور اس کے بعد آپ نے یہ حکم دیا ہو کہ جب تم اذان سنو تو مؤذن کی مثل کہو۔

(نخب الافکار فی تنقیح مبانی الاخبار فی شرح معانی الآثار ج ٢ ص ١٠٠' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

امام طحاوی کے معارضہ کا جواب مُصنف سے

میں کہتا ہوں کہ علامہ عینی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث کے بہت عمدہ جواب دیئے ہیں لیکن میرے نزدیک اس کا نہایت قوی جواب یہ ہے کہ جس حدیث میں ہے: جب تم اذان سنو تو مؤذن کی مثل کہو۔ (صحیح البخاری: ٦١١' صحیح مسلم: ٣٨٣) یہ نبی ﷺ کا قول ہے اور امام طحاوی نے جو حضرت ابن مسعود کی حدیث ذکر کی ہے کہ آپ نے مؤذن سے ''اللّٰہ اکبر' اللّٰہ اکبر'' سن کر فرمایا: ''علی الفطرۃ'' (صحیح مسلم: ٣٨٢) یہ آپ کا فعل ہے' اور اصول میں مقرر ہے کہ جب آپ کے قول اور فعل میں تعارض ہو تو آپ کے قول کو آپ کے فعل پر ترجیح ہوتی ہے کیونکہ فعل ہو سکتا ہے کہ آپ کی خصوصیت ہو' لہٰذا اس راجح حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ اذان کا زبان سے جواب دینا واجب ہے' جیسا کہ جمہور فقہاء احناف کا مؤقف ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ جس حدیث سے جمہور فقہاء احناف نے اذان کے زبانی جواب پر استدلال کیا ہے' وہ صحیح بخاری' صحیح مسلم اور سنن کی متفق علیہ حدیث ہے اور امام طحاوی نے جس حدیث سے استدلال کیا ہے' وہ صحیح بخاری میں نہیں ہے صرف صحیح مسلم اور سنن میں ہے' لہٰذا سند کے اعتبار سے فقہاء احناف کی حدیث زیادہ قوی ہے' سوان دونوں حدیثوں میں تعارض نہیں ہے' تعارض اس وقت ہوتا جب دونوں حدیثیں قوت سند میں برابر ہوتیں' پس ثابت ہوا کہ جمہور فقہاء احناف نے صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی جس حدیث سے اذان کے زبان کے ساتھ جواب کے وجوب پر استدلال کیا ہے' امام طحاوی کی حدیث دو وجہ سے اس کے معارض نہیں ہے۔ وللّٰہ الحمد.

علامہ شامی کی تحقیق کا جواب

علامہ شامی نے لکھا ہے کہ خانیہ اور الفیض نے شمس الائمہ الحلوانی کے قول کی تائید کی ہے' میں کہتا ہوں کہ ان دو کے علاوہ اکثر فقہاء نے یہی لکھا ہے کہ مؤذن کا زبان سے جواب دینا واجب ہے' جن کی عبارات کو ہم مکمل حوالہ جات کے ساتھ پیش کر رہے ہیں:

علامہ علاء الدین السمرقندی الحنفی متوفی ٥٣٩ھ لکھتے ہیں:

اذان سننے والوں پر اذان کا جواب دینا واجب ہے' کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا: چار چیزیں جفاء سے ہیں اور ان میں سے یہ ہے کہ جس نے اذان اور اقامت کو سنا اور جواب نہیں دیا اور جواب یہ ہے کہ اذان سننے والا مؤذن کی مثل کہے۔

(تحفۃ الفقہاء ج ٢ ص ١١٦' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٠٥ھ)

علامہ علاء الدین ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ٥٨٧ھ لکھتے ہیں:

اذان سننے والوں پر اس کا جواب دینا واجب ہے' کیونکہ حدیث میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: چار چیزیں جفاء سے ہیں: (١) کوئی شخص کھڑے ہو کر

پیشاب کرے (۲) نماز سے فارغ ہونے سے پہلے بہ کثرت اپنی پیشانی پر ہاتھ پھیرے (۳) کوئی شخص مؤذن کی اذان سنے' پھر اس کی مثل نہ کہے (۴) کوئی شخص (کسی ایسے آدمی کے) راستہ میں نماز پڑھے' جو اس کی نماز منقطع کردے۔

(سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۸۶' الکامل لابن عدی ج ۷ ص ۲۵۸۶)

علامہ کمال الدین محمد بن عبدالواحد ابن ہمام الحنفی المتوفی ۸۶۱ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم مؤذن سے اذان سنو تو اس کی مثل کہو۔ (صحیح البخاری: ۶۱۱) اس سے مراد وجوب ہے کیونکہ وجوب کے خلاف کوئی قرینہ صارفہ نہیں ہے' اور النہایۃ میں مذکور ہے کہ سننے والوں پر اذان کا جواب دینا واجب ہے کیونکہ حدیث میں ہے کہ چار چیزیں جفاء میں سے ہیں' ان میں سے یہ ہے کہ جس نے اذان اور اقامت کو سنا اور ان کا جواب نہیں دیا۔

(فتح القدیر ج ۱ ص ۲۵۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ طاہر بن عبدالرشید البخاری المتوفی ۵۴۲ھ لکھتے ہیں:

جس نے اذان کو سنا' اس پر اس کا جواب دینا واجب ہے۔ (خلاصۃ الفتاویٰ ج ۱ ص ۵۰' مکتبہ رشیدیہ' کوئٹہ)

ہم اس سے پہلے لکھ چکے ہیں کہ علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۹۷۰ھ اور علامہ سراج الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۱۰۰۵ھ نے بھی لکھا ہے کہ اذان کے کلمات کو سن کر زبان سے ان کا جواب دینا واجب ہے اور انہوں نے صحیح بخاری کی حدیث سے استدلال کیا ہے۔ (البحر الرائق ج ۱ ص ۲۵۹' النہر الفائق ج ۱ ص ۱۷۵)

علامہ حسن بن عمار الحنفی المتوفی ۱۰۶۹ھ لکھتے ہیں:

جب کسی نے مؤذن کی اذان سنی تو (کسی بات یا کسی کام سے) رک جائے اور اس کی مثل کہے۔

پھر اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

الامام التمرتاشی نے کہا: جب وہ فقہ میں کلام کررہا ہو یا اصول میں' پس اذان سنے تو اس پر واجب ہے کہ وہ اذان کا جواب دے۔ (نور الایضاح وشرح نور الایضاح امداد الفتاح ص ۲۱۹-۲۱۸' داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ السید احمد الطحطاوی الحنفی المتوفی ۱۲۳۱ھ لکھتے ہیں:

جس نے اذان سنی' اس پر اس کا جواب دینا واجب ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم مؤذن سے اذان سنو تو اس کی مثل کہو۔ (حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار ج ۱ ص ۱۸۸' دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۳۹۵ھ)

نیز علامہ الطحطاوی لکھتے ہیں: اذان کے دوران تلاوت کو منقطع کردے تاکہ اذان کا جواب دے۔ (مراقی الفلاح)

اذان کا جواب دینے میں اختلاف ہے' کہا گیا ہے کہ یہ واجب ہے۔ خانیہ' خلاصہ اور تحفہ کی عبارات سے یہی ظاہر ہے' علامہ ابن ہمام کا بھی یہی مختار ہے' علامہ الحصکفی نے الدر المختار میں کہا ہے کہ اذان کے دوران سلام کا جواب نہ دے اور اذان کے جواب کے سوا اور کسی کام میں مشغول نہ ہو۔ (حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح شرح نور الایضاح ج ۱ ص ۲۸۳' طبع بیروت)

علامہ محمد بن شہاب ابن بزاز الکردری الحنفی المتوفی ۸۲۷ھ لکھتے ہیں:

اذان کا جواب قول کے ساتھ واجب ہے نہ کہ قدم کے ساتھ۔

(فتاویٰ بزازیہ علی ہامش الھندیہ ج ۴ ص ۲۵' مطبع امیریہ کبریٰ بولاق' مصر' ۱۳۱۰ھ)

فتاویٰ عالم گیری میں مذکور ہے:

اذان سننے والوں پر اس کا جواب دینا واجب ہے اور وہ جواب یہ ہے کہ مؤذن کی مثل کلمات کہیں مگر "حی علی الصلوٰۃ" کی جگہ "لاحول ولا قوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم" کہیں اور "حی علی الفلاح" کی جگہ کہیں: "ماشاء اللّٰہ کان وما لم یشأ لم یکن"۔ (الفتاویٰ الھندیہ ج ۱ ص ۵۷ مطبعہ امیریہ کبریٰ بولاق مصر ۱۳۱۰ھ)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب کسی نے اذان سنی تو اس کے بعد جو عمل بھی کیا وہ حرام ہے۔

(جد الممتار ج ۱ ص ۲۱۱ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا ۱۴۰۲ھ)

صدر الشریعہ علامہ محمد امجد علی اعظمی رضوی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

جب اذان ہو تو اتنی دیر کے لیے سلام کلام اور جواب سلام تمام اشغال موقوف کر دے یہاں تک کہ قرآن مجید کی تلاوت میں اذان کی آواز آئے تو تلاوت موقوف کر دے اور اذان کو غور سے سنے اور جواب دے یونہی اقامت میں۔ (درمختار عالمگیری)

جو اذان کے وقت باتوں میں مشغول رہے اس پر معاذ اللہ خاتمہ برا ہونے کا خوف ہے۔ (فتاویٰ رضویہ)

(بہار شریعت حصہ سوم ص ۳۲ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور ۱۴۱۶ھ)

علامہ شامی نے فقہ کی صرف دو کتابوں کو دیکھ کر یہ لکھ دیا کہ اذان کا زبانی جواب دینا مستحب ہے واجب نہیں ہے۔

اور ہم نے فقہ حنفی کی پندرہ کتابوں سے واضح کیا ہے کہ اذان کا زبان سے جواب دینا واجب ہے اور اس کے علاوہ احادیث کی جو تحقیق کی ہے وہ اس پر مستزاد ہے۔ وللّٰہ الحمد.

ہمارے زمانہ میں عوام کیا خواص بھی اس واجب پر عمل نہیں کر رہے اذان ہوتی رہتی ہے اور لوگ بے پرواہی سے اپنی باتوں اور اپنے کاموں میں مشغول رہتے ہیں ہمیں چاہیے کہ ہم سب کام چھوڑ کر غور سے اذان کو سنیں اور اس کے کلمات کا جواب دیں تاکہ ہم اپنے ہر کام اور ہر بات پر اللہ کے ذکر کو مقدم کریں اور اتباع رسول کے لیے ہر بات اور ہر کام کو ترک کر دیں اور وسیلہ کی دعا سے شفاعت کو حاصل کریں۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۷۵۲۔ ج ۱ ص ۱۰۸۹ پر مذکور ہے اس حدیث کی شرح میں یہ عنوان ہے:

اذان میں نام اقدس سن کر انگوٹھے چومنا۔

۶۱۲ - حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ يَحْيٰى، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ ابْنِ الْحَارِثِ قَالَ حَدَّثَنِي عِيسَى بْنُ طَلْحَةَ أَنَّهُ سَمِعَ مُعَاوِيَةَ يَوْمًا فَقَالَ مِثْلَهُ، إِلٰى قَوْلِهِ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں معاذ بن فضالہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از یحییٰ از محمد بن ابراہیم بن الحارث انہوں نے کہا: مجھے عیسیٰ بن طلحہ نے حدیث بیان کی کہ ایک دن انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے سنا وہ مؤذن کے قول کی مثل "اشهد ان محمدًا رسول اللّٰه" کہہ رہے تھے۔

حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ رَاهَوَيْهِ قَالَ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ يَحْيٰى نَحْوَهُ.

ہمیں اسحاق بن راھویہ نے بیان کیا انہوں نے کہا: ہمیں وھب بن جریر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی اس کی مثل از یحییٰ۔

[اطراف الحدیث: ۶۱۳-۹۱۴]

(سنن کبریٰ: ۳۹۹۔ج ا' مسند احمد ج ۴ ص ۹۸ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۶۸۹۲۔ج ۲۸ ص ۱۰۵' مسند الطحاوی: ۶۷۹۶' جامع المسانید لابن الجوزی: ۶۳۴۳' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) معاذ بن فضالہ (۲) ہشام دستوائی (۳) یحییٰ بن ابی کثیر (۴) محمد بن ابراہیم بن الحارث المدنی (۵) عیسیٰ بن طلحہ بن عبید اللہ التیمی القرشی' یہ افاضل اہل مدینہ سے ہیں' عمر بن عبدالعزیز کے زمانہ میں فوت ہو گئے تھے (۶) حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما۔

(عمدۃ القاری ج ۵ ص ۱۷۴)

باب کے عنوان سے اس حدیث کی مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں بھی یہ بیان ہے کہ مؤذن سے اذان سننے والا کیا کہے۔

احادیث میں اذان کے جواب کی تفصیل

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب مؤذن نے ''اللّٰہ اکبر' اللّٰہ اکبر'' کہا' پس تم میں سے کسی نے ''اللّٰہ اکبر' اللّٰہ اکبر'' کہا' پھر اس نے کہا: ''اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ'' پس کسی نے کہا: ''اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ'' پھر اس نے کہا: ''اشھد ان محمدًا رسول اللّٰہ'' پس کسی نے کہا: ''اشھد ان محمدًا رسول اللّٰہ'' پھر اس نے کہا: ''حی علی الصلوٰۃ'' پس تم میں سے کسی نے کہا: ''لاحول ولا قوۃ الا باللّٰہ'' پھر اس نے کہا: ''حی علی الفلاح'' پس تم میں سے کسی نے کہا: ''لاحول ولا قوۃ الا باللّٰہ'' پھر اس نے کہا: ''اللّٰہ اکبر' اللّٰہ اکبر'' پس تم میں سے کسی نے کہا: ''اللّٰہ اکبر' اللّٰہ اکبر'' پھر اس نے کہا: ''لا الٰہ الا اللّٰہ'' پس تم میں سے کسی نے دل سے کہا: ''لا الٰہ الا اللّٰہ'' تو وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔

(صحیح مسلم: ۳۸۵' الرقم المسلسل: ۸۲۷' سنن ابوداؤد: ۵۲۷' شرح معانی الآثار: ۸۵۴' سنن بیہقی ج ا ص ۴۰۹۔۴۰۸)

محمد بن عمرو اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں' حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس ایک مؤذن نے اذان دی' اس نے کہا: ''اللّٰہ اکبر' اللّٰہ اکبر'' تو حضرت معاویہ نے کہا: ''اللّٰہ اکبر' اللّٰہ اکبر'' اس نے کہا: ''اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ'' تو انہوں نے کہا: ''اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ'' اس نے کہا: ''اشھد ان محمدًا رسول اللّٰہ'' تو انہوں نے کہا: ''اشھد ان محمدًا رسول اللّٰہ'' اس نے کہا: ''حی علی الصلوٰۃ'' تو انہوں نے کہا: ''لاحول ولا قوۃ اللّٰہ باللّٰہ'' اس نے کہا: ''حی علی الفلاح'' تو انہوں نے کہا: ''لاحول ولا قوۃ اِلَّا باللّٰہ'' اس نے کہا: ''اللّٰہ اکبر' اللّٰہ اکبر'' تو حضرت معاویہ نے کہا: ''اللّٰہ اکبر' اللّٰہ اکبر'' اس نے کہا: ''لا الٰہ الا اللّٰہ'' تو حضرت معاویہ نے کہا: ''لا الٰہ الا اللّٰہ'' پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح فرماتے ہوئے سنا ہے۔ (مسند احمد ج ۴ ص ۹۸' المعجم الکبیر: ۷۳۱۔ج ۱۹ ص ۳۲۲)

۶۱۳ - حَدَّثَنَا إِسْحَاق بن راهويه قَالَ حَدَّثَنَا وهيب بن جرير قَالَ حَدَّثَنَا هشام عَنْ يَحْيٰى نحوه قَالَ يَحْيٰى وَحَدَّثَنِي بَعْضُ إِخْوَانِنَا أَنَّهُ قَالَ لَمَّا قَالَ حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ ' قَالَ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ ' وَقَالَ هٰكَذَا سَمِعْنَا نَبِيَّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن راھویہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وھب بن جریر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی' یحییٰ سے اسی کی مثل' یحییٰ نے کہا: اور ہمارے بعض بھائیوں نے مجھ سے یہ حدیث بیان کی کہ جب مؤذن نے کہا: ''حی علی الصلوٰۃ'' تو حضرت معاویہ نے کہا: ''لاحول ولا قوۃ الا باللّٰہ'' پھر کہا: ہم

نے تمہارے نبی کو اسی طرح فرماتے ہوئے سنا ہے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۶۱۲ کا مطالعہ فرمائیں۔

۸ - بَابُ الدُّعَاءِ عِنْدَ النِّدَاءِ

اذان کے بعد دعا

٦١٤ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَيَّاشٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعَيْبُ بْنُ أَبِي حَمْزَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَالَ حِينَ يَسْمَعُ النِّدَاءَ اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّآمَّةِ، وَالصَّلٰوةِ الْقَآئِمَةِ، اٰتِ مُحَمَّدًا الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ، وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا الَّذِيْ وَعَدْتَّهٗ، حَلَّتْ لَهٗ شَفَاعَتِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

[طرف الحدیث: ۴۷۱۹]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عیاش نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعیب بن ابی حمزہ نے حدیث بیان کی از محمد بن المنکدر از حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اذان سن کر کہا: اے اللہ! اس دعوتِ کاملہ کے رب! اور دائمی قائم ہونے والی نماز کے رب! سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جنت میں بلند مقام عطا فرما اور فضیلت عطا فرما اور ان کو اس مقامِ محمود پر فائز فرما جس کا تو نے ان سے وعدہ فرمایا ہے تو وہ شخص قیامت کے دن میری شفاعت کا مستحق ہو جائے گا۔

(سنن ابوداؤد: ۵۲۹' سنن ترمذی: ۲۱۱' سنن نسائی: ۶۷۹' سنن ابن ماجہ: ۷۲۲' عمل الیوم واللیلۃ للنسائی: ۴۶' صحیح ابن خزیمہ: ۴۲۰' صحیح ابن حبان: ۱۶۸۹' المعجم الاوسط: ۴۶۵۱' کتاب الدعاء: ۴۳۰' مسند الشامیین: ۲۹۷۲' عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی: ۹۵' سنن بیہقی ج ۱ ص ۴۱۰' شرح السنۃ: ۴۲۰' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۲ ص ۱۸۱۔ ۱۸۰' مسند احمد ج ۳ ص ۳۵۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۴۸۱۷۔ ج ۲۳ ص ۱۲۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) علی بن عیاش الحمصی' یہ امام بخاری کے بڑے شیوخ سے ہیں' یہ ۲۱۹ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) شعیب بن ابی حمزہ الحمصی (۳) محمد بن المنکدر (۴) حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۱۷۸)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت واضح ہے کہ اس میں اذان کے بعد دعا کا ذکر ہے۔

وسیلہ کا معنی

''الوسیلۃ'' بادشاہ کے نزدیک مرتبہ اور درجہ اور قربِ اللہ تعالیٰ کی طرف وسیلہ اختیار کرنے کا معنی ہے: ایسا عمل کرنا جس سے اللہ کا قرب حاصل ہو۔ (القاموس ص ۱۰۶۸' مؤسسۃ الرسالۃ)

وسیلہ کے متعلق یہ حدیث ہے:

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم مؤذن سے سنو تو اس کی مثل کہو جو وہ کہتا ہے' پھر مجھ پر صلوٰۃ (درود) پڑھو' کیونکہ جس نے مجھ پر ایک صلوٰۃ پڑھی' اللہ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے' پھر میرے لیے اللہ سے وسیلہ کی دعا کرو کیونکہ وسیلہ جنت میں ایک درجہ ہے جو کسی کے لائق نہیں ہے سوائے اللہ کے بندوں میں سے ایک بندے کے اور مجھے توقع ہے کہ وہ بندہ میں ہوں' سو جس شخص نے میرے لیے وسیلہ کا سوال کیا' اس کے لیے میری شفاعت حلال ہو جائے گی۔

(صحیح مسلم: ۳۸۴' سنن ابوداؤد: ۵۲۳' سنن ترمذی: ۳۶۱۴' سنن نسائی: ۶۷۷' شرح معانی الآثار: ۸۳۸)

دعوت تامہ' صلوٰۃ قائمہ اور مقام محمود کے معانی

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

''رب ھٰذہ الدعوۃ التامۃ'' میں ''رب'' کا معنی ہے: صاحب اور ''الدعوۃ التامۃ'' کا معنی ہے: یعنی اے صاحب توحید اس کی تشریح میں حسب ذیل اقوال ہیں:

(۱) ''تامۃ'' کا معنی ہے: جس میں کوئی نقص اور عیب نہ ہو۔ (۲) اذان کو دعوتِ تامہ اس لیے فرمایا ہے کہ یہ اللہ کا ذکر ہے اور اس ذکر سے اللہ کی طرف بلایا جاتا ہے' اسی وجہ سے یہ دعوت' تمام اور کمال کی مستحق ہے (۳) ''تامہ'' کا معنی یہ ہے کہ یہ دعوت منسوخ ہونے سے محفوظ ہے اور یہ قیامت تک باقی رہے گی۔

''الصلٰوۃ القائمۃ'' کا معنی یہ ہے کہ یہ نماز دائمی ہے' اس کو کوئی ملت یا شریعت تبدیل کرے گی نہ منسوخ کرے گی اور جب تک آسمان اور زمین قائم ہیں' یہ نماز قائم رہے گی۔

''الوسیلۃ'' کا لغت میں معنی ہے: جس سے غیر کا قرب حاصل کیا جائے اور حدیث میں اس کی یہ تفسیر کی ہے کہ یہ جنت میں ایک مقام ہے' یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد قیامت کے دن کی شفاعت ہے' اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد اللہ تعالیٰ کا قرب ہے۔

''المقام المحمود'' جو شخص بھی اس مقام کو دیکھے گا' وہ اس کی تعریف اور تحسین کرے گا' ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد شفاعت ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس سے مراد وہ مقام ہے جس کی اولین اور آخرین تحسین کریں گے' جس کی وجہ سے آپ کو تمام مخلوق پر فضیلت دی جائے گی' آپ سے کہا جائے گا: آپ سوال کریں آپ کو عطاء کیا جائے گا' آپ شفاعت کریں آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی' ہر شخص آپ کے جھنڈے کے نیچے ہوگا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ یہ وہ مقام ہے جس پر فائز ہو کر میں اپنی امت کی شفاعت کروں گا۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مقامِ محمود عطاء کرنے کا وعدہ فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کرتا تو پھر امت کو اس دعا کا حکم دینے کا کیا فائدہ ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس دعا سے مراد اس مقامِ محمود کے دوام اور ثبات کا حصول ہے یا اس میں یہ اشارہ ہے کہ صالحین کے لیے بھی دعا کرنا جائز ہے اور جس مقام کا تو نے وعدہ فرمایا ہے' اس سے اس آیت کی طرف اشارہ ہے:

عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًاO عنقریب آپ کا رب آپ کو مقامِ محمود پر فائز فرمائے گاO

(بنی اسرائیل:۷۹)

(نخب الافکار فی تنقیح مبانی الاخبار فی شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۹۷-۹۶' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے کس نیت سے وسیلہ کی دعا کرے

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے وسیلہ کی دعا کرنے کا حکم ہے' اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ کوئی شخص اس نیت سے یہ دعا کرے کہ اس کی دعا سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جنت میں وہ مقام ملے گا' اور اگر کوئی شخص اس نیت سے یہ دعا کرتا ہے تو وہ سخت گمراہی میں مبتلا ہے' دعا کرنے والے کو اس نیت سے یہ دعا کرنی چاہیے کہ آپ کو تو یہ مقام بہر حال ملنا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے وعدہ فرمایا ہے' میں یہ دعا اس لیے کر رہا ہوں کہ میرا شمار بھی آپ کے خیر خواہوں اور نمک خواروں میں ہو جائے اور اس دعا سے میرا بھلا ہوگا کہ مجھے آپ کے محبین میں شمار کیا جائے گا اور جو شخص کسی دوسرے کے لیے کسی نعمت کے حصول کی دعا کرتا ہے تو فرشتہ کہتا ہے: اے اللہ! اس کو بھی یہ نعمت عطا فرما۔ (صحیح مسلم:۲۷۳۲' سنن ابوداؤد:۱۵۳۴) تو اس دعا کی وجہ سے ہو سکتا ہے کہ مجھے بھی جنت میں کوئی مقام مل

جائے۔

شفاعت کی اقسام

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت کے حصول کا ذکر ہے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت کی کئی مشہور حسب ذیل اقسام ہیں:

(۱) بغیر حساب کے دخول جنت کی شفاعت (۲) نیک لوگوں کے لیے درجات کی بلندی کی شفاعت (۳) جن کی نیکیاں اور گناہ برابر ہوں' ان کے لیے دخولِ جنت کی شفاعت (۴) جن کے گناہ زیادہ ہوں' ان کے لیے مغفرت کی شفاعت (۵) تخفیف عذاب کی شفاعت' آپ ہر شخص کے لیے اس کے حسبِ حال شفاعت فرمائیں گے۔

اذان کے بعد دعا کے متعلق دیگر احادیث

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب اذان سنتے تو دعا کرتے: اے اللہ! اس دعوتِ کاملہ اور اس دائمی قائم ہونے والی نماز کے رب! اپنے بندہ اور اپنے رسول (محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر رحمت نازل فرما اور قیامت کے دن ہمیں آپ کی شفاعت میں داخل کر دے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے اذان کے بعد یہ دعا کی' اللہ اس کو قیامت کے دن میری شفاعت میں داخل کر دے گا۔ (المعجم الاوسط: ۳۶۷۴' مکتبۃ المعارف' ریاض' ۱۴۰۵ھ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے اذان سن کر یہ دعا کی: "**اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له واشهد ان محمدًا عبده ورسوله**" اے اللہ! آپ پر صلوٰۃ نازل فرما اور آپ کو اس مقام تک پہنچا جو تیرے نزدیک جنت میں آپ کے لیے مخصوص ہے اور قیامت کے دن ہم کو آپ کی شفاعت میں داخل کر دے' سو جو شخص یہ دعا کرے گا' اس کے لیے میری شفاعت واجب ہو جائے گی۔ (المعجم الکبیر: ۱۲۵۵۴' الجامع الکبیر: ۲۲۱۱۸' اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے اذان سن کر یہ دعا کی: اے اللہ! میں تجھ سے اس دعوتِ کاملہ اور اس دائمی نماز کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جنت میں وہ مقام عطا فرما جو آپ کے لیے مخصوص ہے اور آپ کو فضیلت عطا فرما اور آپ کو اس مقام محمود پر فائز فرما جس کا تو نے وعدہ کیا ہے' بے شک تو وعدہ کی مخالفت نہیں کرتا۔ (سنن بیہقی ج ۱ ص ۴۱۰' نشر السنۃ' ملتان)

۹ - بَابُ الْاِسْتِهَامِ فِي الْاَذَانِ — اذان کے لیے قرعہ اندازی کرنا

قرعہ اندازی کا یہ طریقہ ہے کہ لوگ مختلف پرچیوں پر اپنا نام لکھتے' پھر کسی ایک پرچی کو اٹھا لیتے' پھر اس میں جس کا نام ہوتا وہ غالب ہو جاتا' اور قرعہ' اصولِ شریعت میں سے ایک اصل ہے' جب کسی چیز کے متعلق متعدد لوگوں کے دعوے ہوتے تو کسی ایک کو ترجیح دینے کے لیے قرعہ اندازی کی جاتی' لہٰذا جب کئی لوگ اذان کے لیے امیدوار ہوں تو ان میں سے کسی ایک کو ترجیح دینے کے لیے بھی قرعہ اندازی کی جائے گی۔

وَيُذْكَرُ اَنَّ اَقْوَامًا اِخْتَلَفُوْا فِي الْاَذَانِ ' فَاَقْرَعَ بَيْنَهُمْ سَعْدٌ.

اور ذکر کیا جاتا ہے کہ جب لوگوں میں اذان دینے میں اختلاف ہوا تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ان کے درمیان قرعہ اندازی کی۔

اس تعلیق کو امام طبری نے اپنی سند کے ساتھ از عبد اللہ بن شبرمہ از شقیق روایت کیا ہے کہ جب ہم نے دن کے ابتدائی حصہ میں قادسیہ کو فتح کر لیا تو اذان دینے میں اختلاف ہوا تو حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے قرعہ اندازی کی' ایک شخص کے نام قرعہ نکلا

آیا تو اس نے اذان دی۔

القادسیہ عراق میں ایک مشہور جگہ ہے' جوہری نے کہا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس جگہ کو حجاج کے ٹھہرنے کے لیے بنایا تھا۔(فتح الباری ج ۲ ص ۲۱۵' دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

٦١٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ سُمَيٍّ مَوْلٰى اَبِيْ بَكْرٍ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ يَعْلَمُ النَّاسُ مَا فِي النِّدَاءِ وَالصَّفِّ الْاَوَّلِ ثُمَّ لَمْ يَجِدُوْا اِلَّا اَنْ يَّسْتَهِمُوْا عَلَيْهِ لَاسْتَهَمُوْا وَلَوْ يَعْلَمُوْنَ مَا فِي التَّهْجِيْرِ لَاسْتَبَقُوْا اِلَيْهِ وَلَوْ يَعْلَمُوْنَ مَا فِي الْعَتَمَةِ وَالصُّبْحِ لَاَتَوْهُمَا وَلَوْ حَبْوًا.

[اطراف الحدیث: ۶۵۴-۷۲۱-۲۶۸۹]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں مالک نے خبر دی از سمی مولی ابی بکر از ابو صالح از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ اذان دینے میں اور صف اوّل میں کتنا اجر ہے' پھر ان کو قرعہ اندازی کے بغیر اس کا موقع نہ ملے تو وہ قرعہ اندازی کریں گے اور اگر ان کو معلوم ہو جائے کہ دوپہر کے وقت نماز پڑھنے میں کتنا اجر ہے تو وہ اس کی طرف ضرور سبقت کریں گے اور اگر ان کو معلوم ہو جائے کہ عشاء اور صبح میں کتنا اجر ہے تو وہ ان کو پڑھنے کے لیے ضرور آئیں گے خواہ وہ گھسٹتے ہوئے آئیں۔

(صحیح مسلم: ۴۳۹' الرقم المسلسل: ۹۵۹' سنن ترمذی: ۲۲۵' سنن نسائی: ۵۳۹' سنن ابن ماجہ: ۹۹۸' صحیح ابن خزیمہ: ۱۵۵۴-۱۴۷۵-۳۹۱' صحیح ابن حبان: ۲۱۵۳-۱۶۵۹' سنن بیہقی ج ۱ ص ۴۲۸' تاریخ بغداد ج ۴ ص ۴۲۵' مسند ابویعلیٰ: ۶۴۷۵' موطأ امام مالک: ۱۵۳' دارالمعرفۃ' مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۷۲۲۶- ج ۱۲ ص ۱۶۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبداللہ بن یوسف التنیسی (۲) امام مالک بن انس (۳) سُمی مولیٰ ابوبکر بن عبدالرحمان بن الحارث بن ہشام القرشی المدنی' ان کو الحروریہ نے قدید میں ۱۳۰ھ میں قتل کر دیا تھا (۴) ابو صالح ذکوان الزیات (۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔

(عمدۃ القاری ج ۵ ص ۱۸۲)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس میں اذان کے لیے قرعہ اندازی کا ذکر ہے۔

اذان کی فضیلت' حضرت سعد بن ابی وقاص کے قرعہ اندازی کرنے کا واقعہ اور قرعہ اندازی کی شرعی حیثیت

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ ابوجعفر الداؤدی نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ اذان میں اور صفِ اوّل میں نماز پڑھنے کا کیا اجر ہے۔ آپ کی مراد یہ تھی کہ اگر ان کو اس کے عظیم ثواب کا پتا چل جائے تو وہ اس کی طرف سبقت کریں گے' یعنی سب اذان دیں گے' پھر ان میں جمعہ پڑھانے والا کوئی نہیں رہے گا کیونکہ جمعہ کا امام مؤذن نہیں ہوتا بلکہ جب امام منبر پر بیٹھ جاتا ہے' تب اس کے سامنے اذان دی جاتی ہے' اس لیے حضرت عمر نے فرمایا تھا: اگر مجھے مخالفت کا خطرہ نہ ہوتا تو میں اذان دیتا۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے جو قرعہ اندازی کرائی تھی' اس کا قصہ یہ ہے کہ امام طبری نے ذکر کیا ہے کہ جب القادسیہ فتح ہو گیا تو دن چڑھ گیا تھا اور لوگ دشمن کا پیچھا کر رہے تھے' جب وہ واپس آئے تو ظہر کا وقت آ چکا تھا اور مؤذن شہید ہو چکا تھا' پھر لوگ اذان

دینے کے لیے آپس میں جھگڑنے لگے حتیٰ کہ قریب تھا کہ تلواریں نکل آتیں' پھر حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ان کے درمیان قرعہ اندازی کی اور جس کے نام کا قرعہ نکلا' اس نے اذان دی۔

''القرعة'' اسلام کے اصول میں سے ایک اصول ہے' جب کسی چیز کی ابتداء کرنے کے متعلق کئی دعوے دار ہوں تو پھر ان کے درمیان قرعہ اندازی کی جاتی ہے۔

صفِ اوّل میں نماز پڑھنے کی فضیلت کی وجہ اور دوپہر کو نماز پڑھنے کی فضیلت کی وجہ

اس حدیث میں صف اوّل میں نماز پڑھنے کی فضیلت ہے کیونکہ صف اوّل کے نمازی کو جب امام جہراً نماز پڑھتا ہے تو قرآن مجید اور تکبیرات سننے کا موقع ملتا ہے اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد آمین کہنے کا موقع ملتا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ صف اوّل سے مراد مسجد میں جلد پہنچنا ہے' اس لیے کہ جو شخص پہلے مسجد میں پہنچا اور اس نے نماز کا انتظار کیا' وہ اس سے افضل ہے جو دیر سے مسجد میں پہنچا خواہ اس نے صف اوّل میں نماز پڑھی ہو کیونکہ جو نماز کا انتظار کرتا ہے' اس کا نماز میں شمار ہوتا ہے۔

اور دوپہر کے وقت ظہر پڑھنے کی اس لیے فضیلت ہے کہ جس نے اپنے قیلولہ کو ترک کیا اور مسجد میں ظہر کی نماز پڑھنے کا ارادہ کیا اور نماز کا انتظار کرتا رہا' اس کا نماز میں شمار ہوتا ہے اور وہ اس مجاہد کی طرح ہے' جو دشمنانِ اسلام کے خلاف سرحد اسلام پر کھڑا ہوا پہرا دیتا ہے۔

عشاء اور فجر کی نماز کی فضیلت کی وجہ

اس حدیث میں عشاء اور فجر کی نماز کا خصوصیت کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے کیونکہ ان کے اوقات نفس پر بہت دشوار ہیں' عشاء کا وقت تھکاوٹ سے آرام کے لیے ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے رات کو سکون کا سبب بنایا ہے اور رات کو عشاء پڑھنے کے لیے جانے میں حشرات الارض کے خوف کے ساتھ اندھیرے میں چلنے کی مشقت اٹھانی پڑتی ہے اور فجر کے وقت میں سخت نیند کا دباؤ ہوتا ہے' اس وقت آرام دہ بستر میں نیند کو چھوڑ کر اٹھنے میں نفس کے ساتھ سخت جہاد ہوتا ہے' پھر صبح وضوء کر کے نماز کے لیے جانے میں جو مشقت ہوتی ہے' وہ کسی اور وقت کی نماز میں نہیں ہوتی' اس لیے آپ نے فرمایا ہے کہ منافقین پر سب سے زیادہ دشوار نماز عشاء اور فجر کی ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۳۵۲) اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ ہم جس شخص کو عشاء اور فجر کی نماز میں موجود نہیں پاتے تھے' اس کے متعلق برا گمان کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۳۵۳) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرے نزدیک تمام رات قیام کرنے سے بہتر یہ ہے کہ میں فجر کی نماز باجماعت پڑھوں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۳۶۰) اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو شخص عشاء کی نماز میں حاضر ہوا' گویا کہ اس نے آدھی رات قیام کیا اور جو شخص فجر کی نماز میں حاضر ہوا' گویا کہ اس نے پوری رات قیام کیا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۳۵۷) آپ نے فرمایا: اگر ان کو معلوم ہو جائے کہ عشاء اور صبح میں کتنا اجر ہے تو وہ ان کو پڑھنے کے لیے ضرور آئیں گے' خواہ وہ گھسٹتے ہوئے آئیں جیسے اپاہج وغیرہ۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۳۰۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۸۸۴۔ ج ۱ ص ۱۲۲۲ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۱۰ - بَابُ الْكَلَامِ فِي الْأَذَانِ — اذان کے درمیان بات کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اذان کے درمیان بات کرنے کا کیا حکم ہے؟ امام بخاری نے جو تعلیقات ذکر کی ہیں' ان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک اذان کے درمیان بات کرنا جائز ہے۔

وتكلم سُلَيْمَانُ بْنُ صُرَدٍ فِي أَذَانِهِ. اور سلیمان بن صرد نے اپنی اذان کے درمیان کلام کیا۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

موسیٰ بن عبداللہ بن یزید بیان کرتے ہیں کہ حضرت سلیمان بن صرد صحابی تھے' وہ لشکر میں اذان دیتے تھے اور اذان کے درمیان اپنے غلام کو کسی کام کا حکم دیتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ٢١٩٨)

وَقَالَ الْحَسَنُ لَا بَأْسَ أَنْ يَضْحَكَ وَهُوَ يُؤَذِّنُ أَوْ يُقِيمُ.

اور حسن بصری نے کہا: اگر کوئی شخص اذان یا اقامت کے درمیان ہنسے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

یہ تعلیق باب کے عنوان کے مطابق نہیں ہے' اگر امام بخاری درج ذیل تعلیق کو نقل کرتے تو مناسبت ہوتا:

ابن علیہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے یونس سے دریافت کیا کہ اذان اور اقامت کے درمیان بات کرنے کا کیا حکم ہے؟ تو انہوں نے کہا: مجھے عبیداللہ بن علان نے حدیث بیان کی از حسن بصری کہ وہ اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ٢١٩٩' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٦ھ)

٦١٦ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوبَ، وَعَبْدِ الْحَمِيدِ صَاحِبِ الزِّيَادِيِّ، وَعَاصِمٍ الْأَحْوَلِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ خَطَبَنَا ابْنُ عَبَّاسٍ فِي يَوْمٍ رَدْغٍ، فَلَمَّا بَلَغَ الْمُؤَذِّنُ حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ، فَأَمَرَهُ أَنْ يُنَادِيَ الصَّلٰوةُ فِي الرِّحَالِ، فَنَظَرَ الْقَوْمُ بَعْضُهُمْ إِلٰى بَعْضٍ، فَقَالَ فَعَلَ هٰذَا مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِّنْهُ، وَإِنَّهَا عَزْمَةٌ. [اطراف الحدیث: ٦٦٨-٩٠١]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از ایوب وعبدالحمید صاحب الزیادی و عاصم الاحول از عبداللہ بن الحارث' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ہمیں کیچڑ والے دن خطبہ دیا' جب مؤذن ''حی علی الفلاح'' پر پہنچا تو انہوں نے اس کو حکم دیا کہ وہ کہے کہ ''گھروں میں نماز پڑھو'' پھر لوگوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا تو حضرت ابن عباس نے کہا: جو مجھ سے افضل تھے' انہوں نے یہ کیا ہے اور یہ عزیمت ہے۔

(صحیح مسلم: ٦٩٩-١٥٧٥' سنن ابوداؤد: ١٠٦٦' سنن ابن ماجہ: ٩٣٩' المعجم الکبیر: ١٤٨٧٢' مسند احمد ج ١ ص ٢٧٧ طبع قدیم' مسند احمد: ٣٥٠٣- ج ٤ ص ٣٠٢' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(١) مسدد بن مسرھد (٢) حماد بن زید (٣) ایوب السختیانی (٤) عبدالحمید بن دینار صاحب الزیادی (٥) عاصم بن سلیمان الاحول (٦) عبداللہ بن الحارث بن عم محمد بن سیرین' ان کے داماد (٧) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ٥ ص ١٨٥)

داؤدی نے کہا ہے کہ اس حدیث کی اس پر دلالت نہیں ہے کہ اذان کے درمیان کلام کرنا جائز ہے' بلکہ اس میں جو قول ذکر کیا گیا ہے' وہ بھی اذان کا ایک جز ہے' ہر چند کہ وہ اذان کے معروف اجزاء میں سے نہیں ہے' تاہم اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک اذان کے درمیان کلام کرنا جائز ہے۔

اذان کے درمیان کلام کرنے میں مذاہب ائمہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

عروہ بن الزبیر' عطاء اور قتادہ نے کہا ہے کہ اذان کے درمیان کلام کرنا جائز ہے' اور امام احمد بن حنبل کا بھی یہی قول ہے' اور ابراہیم نخعی' ابن سیرین' امام مالک' ثوری' اوزاعی' امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب اور امام شافعی نے کہا ہے کہ اذان کے درمیان کلام کرنا

مکروہ ہے اور ابن القاسم مالکی نے المجموعہ میں کہا ہے کہ جب کسی شخص کو بچہ پر یا نابینا پر یا کسی جانور پر یہ خطرہ ہو کہ وہ کسی کنویں میں (یا کسی کھلے ہوئے گٹر) میں گر جائے گا تو وہ اذان کے درمیان کلام کر کے اسے تنبیہ کرے اور پھر دوبارہ وہیں سے اذان شروع کر دے اور الزہری نے کہا ہے کہ اگر اس نے اقامت کے درمیان کلام کیا تو اس کو دوبارہ پڑھے اور یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ جس نے اذان کے درمیان کلام کیا تو وہ اسی اذان کو جاری رکھے کیونکہ مؤذن نے کہا: نماز گھروں میں پڑھو اور اذان کو جاری رکھا اور دوبارہ اذان نہیں پڑھی سو اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ اذان کے درمیان کلام کرنا جائز ہے اور یہ حدیث اس کے مخالفین پر حجت ہے۔

المہلب نے کہا ہے: چونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جمعہ کے خطبہ میں مؤذن سے کہا تھا کہ کہو: نماز گھروں میں پڑھو اور یہ عزیمت ہے کہ انہوں نے تنہا جمعہ کی نماز پڑھی اور اس کے بعد عصر کی نماز نہیں پڑھی اور اس میں امام مالک کی دلیل ہے کہ بارش کے عذر کی وجہ سے ظہر اور عصر کی نماز کو جمع کر کے پڑھنا جائز نہیں ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۳۱۰-۳۰۹ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

صحیح ابن خزیمہ میں اس حدیث کی پوری عبارت ہے کہ جب مؤذن نے کہا: ''اشھد ان محمدًا رسول اللّٰہ'' تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اب ''حی علی الصلوۃ'' نہ کہو اور کہو: نماز اپنے گھروں میں پڑھو امام شافعی کے نزدیک یہ کلمات اذان کے بعد کہے جائیں علامہ نووی نے کہا ہے کہ یہ کلمات نفس اذان میں کہے جائیں۔

امام شافعی (اور امام ابوحنیفہ) کی دلیل یہ حدیث ہے:

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک سرد رات میں ضجنان میں اذان دی پھر فرمایا: تم اپنے گھروں میں نماز پڑھو پھر حضرت عمر نے ہمیں خبر دی کہ سرد رات میں یا سفر میں بارش کی رات میں جو مؤذن اذان دیتا اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ حکم دیتے کہ وہ اذان کے بعد یہ کہے: سنو! تم گھروں میں نماز پڑھو۔

(صحیح البخاری: ۶۳۲ صحیح مسلم: ۶۹۷ سنن ابو داؤد: ۱۰۶۳-۱۰۶۲ سنن نسائی: ۶۵۳)

امام شافعی نے کہا: ہمارے نزدیک دونوں امر جائز ہیں یعنی ''حی الصلوۃ'' کی جگہ یہ کہنا اور اذان کے بعد کہنا لیکن اذان کے بعد یہ کلمات کہنا زیادہ بہتر ہے۔

ابن علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث میں یہ الفاظ زیادہ کیے ہیں: لیکن میں نے اس کو ناپسند کیا کہ تم کیچڑ میں چلتے ہوئے آؤ۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۲۱۸-۲۱۷ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

۱۱ - بَابُ اَذَانِ الْاَعْمٰی اِذَا كَانَ لَهٗ مَنْ يُّخْبِرُهٗ

نابینا کو جب کوئی شخص وقت کی خبر دینے والا ہو تو اس کی اذان کا حکم

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے نابینا مؤذن کی اذان کو مکروہ کہا ہے یہ کراہت اس صورت پر محمول ہے جب نابینا کو کوئی شخص وقت کی خبر دینے والا نہ ہو۔

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

علامہ نووی نے کہا ہے کہ امام ابوحنیفہ اور داؤدی نے یہ کہا ہے کہ نابینا کی اذان صحیح نہیں ہے علامہ السروجی نے اس کا رد کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ کے متعلق یہ غلط لکھا ہے ہاں! احناف کی المحیط میں یہ لکھا ہے کہ یہ مکروہ ہے۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۲۱۸ 'دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر عسقلانی کا یہ لکھنا صحیح نہیں ہے کہ المحیط میں یہ لکھا ہے کہ نابینا کی اذان مکروہ ہے' اس مسئلہ کے متعلق المحیط کی عبارت درج ذیل ہے:

غلام' دیہاتی' جنگل والے' ولد الزناء اور نابینا کی اذان بغیر کراہت کے جائز ہے' ہاں! ان کے غیر کی اذان اولیٰ ہے۔

(المحیط البرھانی ج ۲ ص ۹۵ 'ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۴۲۴ھ)

نابینا کی اذان کو فقہاء احناف نے خلاف اولیٰ کہا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ازخود وقت کے مشاہدہ پر قادر نہیں ہے۔

٦١٧ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ ' عَنْ مَالِكٍ ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ ' عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ ' عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ بِلَالًا يُؤَذِّنُ بِلَيْلٍ ' فَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يُنَادِيَ ابْنُ اُمِّ مَكْتُوْمٍ . ثُمَّ قَالَ وَكَانَ رَجُلًا اَعْمٰى ' لَا يُنَادِيْ حَتّٰى يُقَالَ لَهٗ اَصْبَحْتَ اَصْبَحْتَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از ابن شہاب از سالم بن عبداللہ از والد خود کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک بلال رات کو اذان دیتے ہیں' پس تم کھاتے پیتے رہو حتیٰ کہ ابن ام مکتوم اذان دیں' پھر فرمایا: وہ نابینا شخص ہیں' وہ اس وقت اذان دیتے ہیں' جب ان سے کہا جائے: صبح ہوگئی' صبح ہوگئی۔

[اطراف الحدیث: ۶۲۰_ ۶۲۳_ ۱۹۱۸_ ۲۶۵۶_ ۷۲۴۸] (صحیح مسلم: ۱۰۹۲' الرقم المسلسل: ۲۴۹۵' سنن ترمذی: ۲۰۳' سنن نسائی: ۶۳۸' مصنف عبد الرزاق: ۱۸۸۵' مسند الحمیدی: ۶۱۱' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۹' صحیح ابن خزیمہ: ۴۰۱' شرح معانی الآثار: ۸۱۴' صحیح ابن حبان: ۳۴۶۹' سنن بیہقی ج ۱ ص ۳۸۰' شرح السنۃ: ۴۳۳' موطأ امام مالک: ۱۶۵' دار المعرفۃ' مسند احمد ج ۲ ص ۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۴۵۵۱_ ج ۸ ص ۱۵۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۳۴۴۰' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ' مسند طحاوی: ۳۹۴۰)

نابینا کی اذان کے متعلق مذاہب ائمہ اور حدیث مذکور کے دیگر فوائد

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

نابینا کی اذان میں اختلاف ہے' حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہم نے اس کی اذان کو مکروہ کہا ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کی اقامت کو مکروہ کہا ہے اور ایک جماعت نے اس کی اجازت دی ہے' روایت ہے کہ ابراہیم النخعی کے مؤذن نابینا تھے' امام مالک' فقہاء احناف' امام شافعی اور امام احمد نے اس کی اذان کی اجازت دی ہے' جب کہ اس کے پاس ایسا شخص ہو جو اس کو وقت بتادے' کیونکہ حضرت ابن مکتوم رضی اللہ عنہ اس وقت اذان دیتے تھے' جب ان کو یہ خبر دی جاتی تھی کہ صبح ہوگئی' صبح ہوگئی۔

المہلب نے یہ کہا ہے کہ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ نابینا شخص جس آدمی کو اور اس کی آواز کو پہچانتا ہو اور اس کی خبر سننے کے متعلق کوئی شہادت دے تو اس کی شہادت قبول کی جائے گی' نیز اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ اگر کسی شخص میں کوئی جسمانی نقص ہو تو اس کو ممتاز اور متمیز کرنے کے لیے اس نقص کا ذکر کرنا جائز ہے اور یہ غیبت نہیں ہے' جیسے حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم کو نابینا کہا جاتا تھا' نیز اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ کسی شخص کو اس کی ماں کی طرف منسوب کر کے اس کا نام لینا جائز ہے جب کہ اس کی نسبت اس کی ماں کی طرف مشہور ہو جیسے حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم کہا جاتا ہے' اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عورت کی کنیت رکھنا جائز ہے' اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت ابن اُمّ مکتوم سے دوبار کہا جاتا: صبح ہوگئی' صبح ہوگئی۔ اس سے معلوم ہوا کہ تاکید کے لیے کسی لفظ کو دوبارہ ذکر کرنا صحیح ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۳۱۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

حضرت عبداللہ ابن اُمِّ مکتوم کا تعارف

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

ابن ام مکتوم کا نام عبداللہ ہے اور ان کو عمرو بھی کہا جاتا ہے اور یہی اکثر ہے' یہ ابن قیس بن زائدہ القرشی العامری ہیں اور ان کی والدہ ام مکتوم کا نام عاتکہ بنت عبداللہ بن عنکثہ بن عامر بن مخزوم ہے اور یہ حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا کے ماموں کے بیٹے ہیں' حضرت ابن ام مکتوم نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجرت سے پہلے مدینہ کی طرف ہجرت کی تھی' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو مدینہ میں تیرہ مرتبہ اپنا خلیفہ بنایا' یہ جنگ القادسیہ میں شریک ہوئے تھے اور اسی میں شہید ہو گئے تھے' اس دن ان کے ہاتھ میں جھنڈا تھا' صحیح مسلم میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دو مؤذن تھے' حضرت بلال اور حضرت ابن مکتوم رضی اللہ عنہما' یعنی وقت واحد میں' ورنہ ان کے علاوہ بھی آپ کے مؤذن تھے' حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ نے مکہ میں آپ کے لیے اذان دی ہے' اور حضرت سعد القرظ نے آپ کے لیے قبا میں تین مرتبہ اذان دی ہے۔ (نخب الافکار فی تنقیح مبانی الاخبار فی شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۷۴' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

فجر کی اذان وقت سے پہلے دینے میں مذاہب ائمہ

امام اوزاعی' امام شافعی' امام مالک' امام احمد' اسحاق' داؤد بن جریر طبری اور عبداللہ بن مبارک رحمہم اللہ کا یہ مذہب ہے کہ فجر کی اذان کو اس کے وقت سے پہلے دینا جائز ہے' امام ابوحنیفہ کے اصحاب میں سے امام ابویوسف کا بھی یہی مذہب ہے۔

سفیان ثوری' امام ابوحنیفہ' امام محمد اور امام زفر بن الھذیل رحمہم اللہ کا مذہب یہ ہے کہ فجر کی اذان کو اسی وقت دینا جائز ہے' جب اس کا وقت داخل ہو جائے' جس طرح دوسری نمازوں کی اذان کو اسی وقت دینا جائز ہے جب ان کا وقت داخل ہو جائے' اور بعض اصحاب الحدیث نے یہ کہا ہے کہ یہ اس وقت جائز ہے جب ایک مسجد میں دو مؤذن ہوں' جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دو مؤذن تھے اور جب کسی مسجد میں صرف ایک مؤذن ہو تو پھر اس کے لیے اسی وقت اذان دینا جائز ہے' جب اس نماز کا وقت آ جائے' اس بناء پر یہ ہو سکتا ہے کہ جس وقت حضرت بلال نے طلوع فجر سے پہلے اذان دی' اس وقت وہی ایک مؤذن ہوں' پھر ان کو دوبارہ اذان دینے کا حکم دیا اور حضرت ابن ام مکتوم نے اقامت کہی کیونکہ حضرت بلال کی فجر سے پہلے اذان دینا ثابت ہے۔

امام ابوحنیفہ اور امام محمد نے یہ کہا ہے کہ اذان میں اصل یہ ہے کہ وقت داخل ہونے کے بعد اذان دی جائے' کیونکہ اذان سے نماز کا وقت داخل ہونے کی خبر دی جاتی ہے اور اگر نماز کا وقت داخل ہونے سے پہلے اذان دی گئی تو اس میں **تجہیل** ہے اور یہ نماز کا وقت داخل ہونے کی خبر نہیں ہے' جیسا کہ فجر کے علاوہ دیگر نمازوں کی اذان میں ہے' اور حضرت بلال جو فجر کا وقت داخل ہونے سے پہلے اذان دیتے تھے' یہ اذان نماز کا وقت داخل ہونے کی خبر نہیں تھی' بلکہ یہ اس لیے تھی کہ سوئے ہوئے لوگ بیدار ہو جائیں اور روزہ دار سحری کریں اور جو شخص غائب ہو' وہ لوٹ آئے اور اس پر دلیل حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ہے:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بلال کی اذان تمہیں سحری کھانے سے منع نہ کرے' وہ اس لیے اذان دیتے ہیں کہ تم میں سے جو شخص تہجد پڑھ رہا ہو وہ لوٹ آئے اور جو سو رہا ہو وہ بیدار ہو جائے۔ (مسند احمد ج ۱ ص ۴۳۵)

(نخب الافکار فی تنقیح مبانی الاخبار فی شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۵۶-۵۵' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۴۳۲- ج ۳ ص ۸۷ پر مذکور ہے' اس کی شرح کا عنوان ہے:

فجر کے وقت سے پہلے اذان دینے میں مذاہب۔

۱۲ - بَابُ الْأَذَانِ بَعْدَ الْفَجْرِ فجر کے بعد اذان

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ فجر کی جو اذان معتبر ہے' وہ طلوع فجر کے بعد ہے۔

۶۱۸ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ اَخْبَرَتْنِيْ حَفْصَةُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا اعْتَكَفَ الْمُؤَذِّنُ لِلصُّبْحِ، وَبَدَا الصُّبْحُ، صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ قَبْلَ اَنْ تُقَامَ الصَّلٰوةُ. [اطراف الحدیث: ۱۱۷۳-۱۱۸۱]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' انہوں نے کہا: مجھے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ جب مؤذن صبح کی اذان کے لیے بیٹھ جاتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تخفیف کے ساتھ دو رکعت نماز پڑھتے' اس سے پہلے کہ نماز فجر کی اقامت کہی جاتی۔

(صحیح مسلم: ۷۲۳' الرقم المسلسل: ۱۶۴۶' سنن ترمذی: ۴۳۳' سنن نسائی: ۱۴۵۵' سنن ابن ماجہ: ۱۱۴۵' مسند الحمیدی: ۶۷۴' مسند احمد ج ۲ ص ۱۱ طبع قدیم' مسند احمد: ۴۵۹۴-ج ۸ ص ۱۹۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۷۰۵۰' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ' مسند الطحاوی: ۹۰۳۹)

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں' اور ان کا تعارف ہو چکا ہے۔

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس طرح ہے کہ اس میں مذکور ہے کہ جب مؤذن اذان دینے کے لیے بیٹھ جاتا تو آپ فجر کی دو سنتیں پڑھتے تھے اور امام احمد کی روایت میں ہے: جب فجر روشن ہو جاتی تو آپ دو رکعت پڑھتے تھے۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۱۱)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ طلوع فجر کے بعد فجر کی اذان دی جاتی تھی' اور فجر کی سنتیں دو رکعت ہیں اور ان کو تخفیف کے ساتھ پڑھا جاتا ہے۔

۶۱۹ - حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ، عَنْ يَحْيٰى، عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ، بَيْنَ النِّدَاءِ وَالْاِقَامَةِ مِنْ صَلٰوةِ الصُّبْحِ. [طرف الحدیث: ۱۱۵۹]

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے بیان کیا کہ ہمیں شیبان نے حدیث بیان کی از یحییٰ از ابی سلمہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صبح کی اذان اور اقامت کے درمیان تخفیف کے ساتھ دو رکعت پڑھتے تھے۔

(صحیح مسلم: ۷۲۴' الرقم المسلسل: ۱۶۵۲' سنن ابوداؤد: ۱۲۵۵' سنن نسائی: ۹۴۵' مسند الحمیدی: ۱۸۰' صحیح ابن خزیمہ: ۱۱۱۳' صحیح ابن حبان: ۲۴۶۶' سنن بیہقی ج ۳ ص ۴۴-۴۳' مصنف عبدالرزاق: ۴۷۹۲' مسند احمد ج ۶ ص ۴۰ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۴۱۲۵-ج ۴۰ ص ۱۵۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں اور ان کا تعارف ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی شرح وہی ہے جو حدیث: ۶۱۸ میں گزر چکی ہے۔

* مذکور الصدر دونوں حدیثیں' شرح صحیح مسلم: ۱۵۸۱-۱۵۸۰-ج ۲ ص ۴۳۵ میں مذکور ہیں' وہاں ان کی شرح نہیں کی گئی۔

۶۲۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ بِلَالًا يُنَادِيْ بِلَيْلٍ، فَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يُنَادِيَ ابْنُ اُمِّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از عبداللہ بن دینار از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بلال رات کو اذان دیتے ہیں' تم

مَكْتُوْمٍ. کھاتے پیتے رہا کرو حتیٰ کہ ابن ام مکتوم اذان دیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۶۱۷ میں گزر چکی ہے۔

۱۳ - بَابُ الْاَذَانِ قَبْلَ الْفَجْرِ فجر سے پہلے اذان دینا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ طلوع فجر سے پہلے اذان دینے کا کیا حکم ہے' آیا وہ مشروع ہے یا نہیں اور اگر وہ مشروع ہے تو پھر طلوع فجر کے بعد اذان دی جائے گی یا نہیں۔

٦٢١ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ قَالَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ قَالَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ التَّيْمِيُّ ' عَنْ اَبِيْ عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَمْنَعَنَّ اَحَدَكُمْ ' اَوْ اَحَدًا مِّنْكُمْ' اَذَانُ بِلَالٍ مِنْ سَحُوْرِهٖ ' فَاِنَّهٗ يُؤَذِّنُ ' اَوْ يُنَادِيْ' بِلَيْلٍ ' لِيَرْجِعَ قَائِمَكُمْ ' وَلِيُنَبِّهَ نَائِمَكُمْ ' وَلَيْسَ اَنْ يَّقُوْلَ الْفَجْرُ' اَوِ الصُّبْحُ . وَقَالَ بِاَصَابِعِهٖ ' وَرَفَعَهَا اِلٰى فَوْقُ' وَطَاْطَاَ اِلٰى اَسْفَلَ' حَتّٰى يَقُوْلَ هٰكَذَا. وَقَالَ زُهَيْرٌ بِسَبَّابَتَيْهِ ' اِحْدَاهُمَا فَوْقَ الْاُخْرٰى ' ثُمَّ مَدَّهُمَا عَنْ يَّمِيْنِهٖ وَ شِمَالِهٖ. [اطراف الحدیث: ۵۲۹۸ ـ ۷۲۴۷]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زہیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان التیمی نے حدیث بیان کی از ابوعثمان النہدی از حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: تم میں سے کسی شخص کو بلال کی اذان سحری کھانے سے منع نہ کرے کیونکہ وہ رات کو اذان دیتے ہیں' تاکہ جو شخص نماز میں قیام کر رہا ہے وہ لوٹ آئے' اور جو سویا ہوا ہے وہ بیدار ہو جائے' آپ نے اپنی انگلیاں اوپر سے نیچے کر کے فرمایا: فجر یا صبح اس طرح نہیں ہے حتیٰ کہ آپ نے فرمایا: اس طرح ہے۔ زہیر نے اپنی ایک انگلی دوسری انگلی پر رکھ کر دائیں سے بائیں کھینچ کر دکھایا۔

(صحیح مسلم: ۱۰۹۳' الرقم المسلسل: ۲۵۰۰' سنن ابوداؤد: ۲۳۴۷' سنن نسائی: ۶۴۰' سنن ابن ماجہ: ۱۶۹۶' السنن الکبریٰ للنسائی: ۲۴۸۰' صحیح ابن حبان: ۳۴۷۲' سنن ابوداؤد الطیالسی: ۳۵۰' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۹' المنتقیٰ: ۱۵۴' صحیح ابن خزیمہ: ۴۰۲' المعجم الکبیر: ۱۰۵۵۸' سنن بیہقی ج ۱ ص ۳۸۱' مسند احمد ج ۱ ص ۳۸۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۳۶۵۴ ـ ج ۶ ص ۱۶۹' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۴۱۹۳' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ' مسند الطحاوی: ۵۱۵۷)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) احمد بن یونس المعروف بشیخ الاسلام (۲) زہیر بن معاویہ الجعفی (۳) سلیمان بن طرخان التیمی البصری (۴) ابوعثمان عبدالرحمان بن مل النہدی (۵) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۱۹۵)

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس طرح ہے کہ اس میں یہ ذکر ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ فجر سے پہلے اذان دیتے تھے۔

فجر سے پہلے اذان دینے کے وقت میں مختلف اقوال اور فجر کاذب اور فجر صادق کی علامت

اس حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ طلوع الفجر سے پہلے اذان دیتے تاکہ سویا ہوا شخص بیدار ہو جائے اور جو تہجد کی نماز پڑھ رہا ہو وہ لوٹ جائے اور یہ لوگ سحری کھانے کی تیاری کریں اور یہی امام ابوحنیفہ کا مذہب ہے اور وہ کہتے ہیں کہ اس کے بعد ایک اور اذان کی ضرورت ہے جو طلوع الفجر کے بعد ہو جیسا کہ حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ اذان دیتے تھے' اور جو اذان طلوع الفجر سے پہلے دی جاتی ہے' اس کے وقت میں اختلاف ہے' بعض شافعیہ نے کہا ہے کہ اس کا وقت فجر کاذب اور فجر صادق کے درمیان

ہے' بعض نے کہا: آدھی رات کے وقت ہے' بعض نے کہا: تہائی رات کے وقت ہے' بعض نے کہا: رات کے آخری چھٹے حصہ میں۔
حدیث: ۶۱۷ میں مذاہب کا بیان گزر چکا ہے اور امام ابوحنیفہ کے مذہب پر دلائل کا بیان بھی کیا جا چکا ہے۔

اس حدیث میں فجر کاذب اور فجر صادق کا بیان ہے' فجر کاذب میں روشنی اوپر سے نیچے کی طرف پھیلتی ہے اور فجر صادق میں روشنی دائیں سے بائیں طرف پھیلتی ہے۔

۶۲۲'۶۲۳ - حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ قَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ حَدَّثَنَا عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ' عَنْ عَائِشَةَ. وَعَنْ نَافِعٍ' عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ (ح) وَحَدَّثَنِيْ يُوْسُفُ بْنُ عِيْسٰى الْمَرْوَزِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا الْفَضْلُ قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ' عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ' عَنْ عَائِشَةَ' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ اِنَّ بِلَالًا يُؤَذِّنُ بِلَيْلٍ' فَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يُؤَذِّنَ ابْنُ اُمِّ مَكْتُوْمٍ.

[طرف الحدیث: ۱۹۱۹]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسامہ نے خبر دی' عبید اللہ نے کہا: ہمیں حدیث بیان کی از القاسم بن محمد از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' (ح) اور مجھے یوسف بن عیسیٰ المروزی نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں الفضل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبید اللہ بن عمر نے حدیث بیان کی از القاسم بن محمد از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: بلال رات کو اذان دیتے ہیں' سو تم کھاتے اور پیتے رہو حتیٰ کہ ابن ام مکتوم اذان دیں۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۶۱۷ کا مطالعہ فرمائیں۔

۱۴ - بَابُ كَمْ بَيْنَ الْاَذَانِ وَالْاِقَامَةِ وَمَنْ يَّنْتَظِرُ الْاِقَامَةَ الصَّلٰوةَ

اذان اور اقامت کے درمیان کتنا وقفہ ہے اور جو لوگ نماز کی اقامت کا انتظار کریں

۶۲۴ - حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ الْوَاسِطِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ' عَنِ الْجُرَيْرِيِّ' عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ الْمُزَنِيِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَ كُلِّ اَذَانَيْنِ صَلٰوةٌ ثَلَاثًا لِمَنْ شَآءَ.

[طرف الحدیث: ۶۲۷]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق واسطی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی از الجریری از ابن بریدہ از عبد اللہ بن مغفل المزنی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار فرمایا: ہر دو اذانوں کے درمیان نماز ہے' یہ اس کے لیے ہے جو پڑھنا چاہے۔

(صحیح مسلم: ۸۳۸' الرقم المسلسل: ۱۹۰۸' سنن ابوداؤد: ۱۲۸۳' سنن ترمذی: ۱۸۵' سنن نسائی: ۶۸۲۔۶۸۱' سنن ابن ماجہ: ۱۱۶۲' صحیح ابن خزیمہ: ۱۲۸۷' صحیح ابن حبان: ۱۵۵۹' سنن دارقطنی ج ۱ ص ۲۶۶' سنن بیہقی ج ۲ ص ۴۷۴' شرح السنۃ: ۴۳۰' مسند احمد ج ۴ ص ۸۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۶۷۹۰۔ ج ۲۷ ص ۳۴۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۴۲۴۳' مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ' مسند الطحاوی: ۵۳۵۷)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) اسحاق بن شاہین الواسطی (۲) خالد بن عبد اللہ الطحان (۳) الجریری' وہ سعید بن ایاس ہیں (۴) ابن بریدہ' وہ عبد اللہ بن حصیب اسلمی ہیں' یہ مرو کے قاضی تھے وہیں فوت ہو گئے تھے (۵) حضرت عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۲۰۱)

اذان اور اقامت کے درمیان وقفہ کے متعلق حدیث

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس طرح ہے کہ حدیث میں جو ارشاد ہے: ہر دو اذانوں کے درمیان نماز

ہے۔ اس سے مراد ہے: اذان اور اقامت کے درمیان اور اقامت کے اوپر اذان کا اطلاق تغلیباً فرمایا ہے' جیسے چاند اور سورج کو کہا جاتا ہے: قمرین' اور سورج کے اوپر قمر کا اطلاق تغلیباً ہوتا ہے' باب کا عنوان ہے: اذان اور اقامت کے درمیان کتنا وقفہ ہے' اور جب اذان اور اقامت کے درمیان نماز ہو گی تو اذان اور اقامت کے درمیان وقفہ بھی ہو گا' تاہم اذان اور اقامت کے درمیان وقفہ پر یہ حدیث صراحۃً دلالت کرتی ہے:

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے بلال! جب تم اذان دو تو اپنی اذان میں آہستہ آہستہ کلمات کہو اور جب اقامت کہو تو تیزی سے کلمات کہو اور اپنی اذان اور اقامت کے درمیان اتنا وقفہ کرو جس میں کھانا کھانے والا اپنے کھانے سے فارغ ہو جائے اور مشروب پینے والا اپنے مشروب سے فارغ ہو جائے اور جس نے قضاء حاجت کرنی ہو وہ اس سے فارغ ہو جائے' اور جب تک تم مجھے دیکھ نہ لو اس وقت تک کھڑے نہ ہو۔

(سنن ترمذی: ۱۹۵' المستدرک ج ۱ ص ۲۰۴)

اذان کے بعد نوافل پڑھنے کا جواز

علامہ ابن جوزی مالکی متوفی ۵۹۷ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کا فائدہ یہ ہے کہ کوئی شخص یہ وہم نہ کرے کہ جس نماز کے لیے اذان دی گئی ہے' اس وقت صرف وہی نماز پڑھنی جائز ہے اور کوئی اور نفل نماز نہیں پڑھی جا سکتی' اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اس اذان کے بعد اور نوافل بھی پڑھے جا سکتے ہیں۔

(کشف المشکل ج ۱ ص ۳۵۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

نمازِ مغرب سے پہلے دو رکعت پڑھنے میں مذاہب فقہاء

علامہ عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ ھ لکھتے ہیں:

مغرب کی اذان کے بعد' نماز سے پہلے دو رکعت نفل پڑھنے میں اختلاف ہے' امام احمد بن حنبل کے کلام سے ظاہر یہ ہے کہ یہ دو رکعت جائز ہیں اور سنت نہیں ہیں۔ اثرم بیان کرتے ہیں: میں نے امام احمد سے ان کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا: میں نے یہ دو رکعت صرف ایک مرتبہ پڑھی ہیں' جب میں نے اس کے متعلق حدیث سنی' انہوں نے کہا: اس کے متعلق جید احادیث ہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ کے اصحاب اور تابعین سے مروی ہیں' مگر یہ کہ آپ نے فرمایا: جو چاہے ان کو پڑھے' ان کے پڑھنے کے جواز پر دلیل یہ احادیث ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں غروبِ آفتاب کے بعد نماز سے پہلے دو رکعت پڑھتے تھے' مختار بن فلفل نے ان سے پوچھا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی یہ دو رکعت پڑھتے تھے؟ انہوں نے کہا: آپ ہمیں یہ دو رکعت پڑھتے ہوئے دیکھتے تھے' پس آپ ہمیں ان کا حکم دیتے تھے نہ منع فرماتے تھے۔ (صحیح مسلم: ۸۳۶' الرقم المسلسل: ۱۹۰۶' سنن ابوداؤد: ۱۲۸۲)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم مدینہ میں تھے' جب مؤذن نماز مغرب کی اذان دیتا تو صحابہ مسجد کے ستونوں کی طرف سبقت کرتے اور دو رکعت نماز پڑھتے' حتیٰ کہ اگر کوئی مسافر مسجد میں داخل ہوتا تو لوگوں کو کثرت کے ساتھ اس نماز کو پڑھتے ہوئے دیکھ کر یہ گمان کرتا کہ نماز مغرب پڑھی جا چکی ہے۔ (صحیح مسلم: ۸۳۷' الرقم المسلسل: ۱۹۰۷' مسند احمد ج ۳ ص ۲۸۰)

حضرت عبد اللہ مزنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مغرب کی نماز سے پہلے نماز پڑھو' پھر تیسری بار فرمایا: جو چاہے' اس کو ناپسند کرتے ہوئے کہ لوگ اس کو سنت بنا لیں۔ (صحیح البخاری: ۱۱۸۳' سنن ابوداؤد: ۱۲۸۱' مسند احمد ج ۵ ص ۵۵)

(المغنی ج ٢ ص ٣٢٥۔ ٣٢٤ دار الحدیث قاہرہ ١٤٢٥ھ)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ٦٧٦ھ لکھتے ہیں:

ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نمازِ مغرب سے پہلے دو رکعت نماز پڑھنا مستحب ہے' اس مسئلہ میں ہمارے اصحاب کے دو قول ہیں' زیادہ مشہور قول یہ ہے کہ یہ دو رکعت مستحب نہیں ہیں۔

اس مسئلہ میں متقدمین کے دو قول ہیں' صحابہ کی ایک جماعت اور متاخرین تابعین نے ان کو مستحب کہا ہے' حضرت ابوبکر' حضرت عمر' حضرت عثمان' حضرت علی رضی اللہ عنہم اور دوسرے صحابہ نے ان کو مستحب نہیں کہا' اسی طرح امام مالک اور اکثر فقہاء نے۔ النخعی نے کہا: یہ بدعت ہیں' کیونکہ ان کو مستحب قرار دینا مغرب کی نماز کو اوّل وقت میں پڑھنے سے تاخیر کو مستلزم ہے۔

(صحیح مسلم بشرح النووی ج ٤ ص ٢٣٩٤' مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ١٤١٧ھ)

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

امام احمد نے ان دو رکعت پڑھنے کو جائز کہا ہے' باقی فقہاء نے انکار کیا ہے۔

(شرح ابن بطال ج ٢ ص ٣١٨' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

امام طحاوی کی شرح میں مذکور ہے کہ مغرب کی اذان کے علاوہ مؤذن اذان دینے کے بعد اتنا وقفہ کرے' جس وقفہ میں ایسی دو رکعت نماز پڑھی جا سکے کہ ہر رکعت میں دس آیات پڑھی جائیں' اور کم زور آدمی کے لیے ٹھہرے' محلہ کے رئیس اور بڑے آدمی کے لیے نہ ٹھہرے' یہ ہر نماز کے بعد کم از کم وقفہ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ٥ ص ٢٠٢' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٦٢٥ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ عَمْرَو بْنَ عَامِرٍ الْأَنْصَارِيَّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ الْمُؤَذِّنُ إِذَا أَذَّنَ، قَامَ نَاسٌ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَبْتَدِرُوْنَ السَّوَارِيَ، حَتّٰى يَخْرُجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُمْ كَذٰلِكَ، يُصَلُّوْنَ الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْمَغْرِبِ، وَلَمْ يَكُنْ بَيْنَ الْأَذَانِ وَالْإِقَامَةِ شَيْءٌ. قَالَ عُثْمَانُ بْنُ جَبَلَةَ، وَأَبُوْ دَاوُدَ، عَنْ شُعْبَةَ لَمْ يَكُنْ بَيْنَهُمَا إِلَّا قَلِيْلٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے عمرو بن عامر الانصاری سے سنا از حضرت انس بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ جب مؤذن اذان دیتا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب ستونوں کی طرف جھپٹتے حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (حجرہ سے) نکل آتے اور وہ اسی طرح مغرب سے پہلے دو رکعت نماز پڑھ رہے ہوتے اور اذان اور اقامت کے درمیان اور کچھ نہیں ہوتا تھا۔ عثمان بن جبلہ اور ابوداؤد نے شعبہ سے روایت کی ہے کہ اذان اور اقامت کے درمیان بہت کم وقفہ ہوتا تھا۔

اس حدیث کی شرح کا صحیح البخاری: ٥٠٣ اور ٦٢٠ میں مطالعہ فرمائیں۔

١٥ - بَابُ مَنِ انْتَظَرَ الْإِقَامَةَ — جو اقامت کا انتظار کریں

اس سے مراد امام ہے یا وہ مقتدی جو صف اوّل میں بیٹھا اقامت کا منتظر ہو یا جس کا گھر مسجد کے قریب ہو اور وہ اپنے گھر میں اقامت کی آواز سن سکتا ہو۔

٦٢٦ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ اَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَكَتَ الْمُؤَذِّنُ بِالْاُوْلٰى مِنْ صَلٰوةِ الْفَجْرِ، قَامَ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ قَبْلَ صَلٰوةِ الْفَجْرِ، بَعْدَ اَنْ يَّسْتَبِيْنَ الْفَجْرُ، ثُمَّ اضْطَجَعَ عَلٰى شِقِّهِ الْاَيْمَنِ، حَتّٰى يَاْتِيَهُ الْمُؤَذِّنُ لِلْاِقَامَةِ.

[اطراف الحدیث: ٩٩٤_ ١١٢٣_ ١١٦٠_ ١١٧٠_ ٦٣١٠]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے عروہ بن الزبیر نے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ جب مؤذن فجر کی پہلی اذان (اس سے مراد اقامت ہے) کے بعد خاموش ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہو کر نماز فجر سے پہلے فجر کے ظہور کے بعد تخفیف کے ساتھ دو رکعت نماز پڑھتے' پھر دائیں کروٹ پر لیٹ جاتے حتیٰ کہ آپ کے پاس مؤذن اقامت کے لیے آتا۔

(جامع المسانید لابن الجوزی: ٧٤٨٧' مکتبۃ الرشد' ریاض' ١٤٢٦ھ)

سنت فجر کے بعد دائیں کروٹ پر لیٹنا اور گھر میں نماز کا انتظار کرنا بھی مسجد میں نماز کے انتظار کی مثل ہے

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فجر کی دو رکعت پڑھنے کے بعد دائیں کروٹ پر لیٹنا سنت ہے' اس سلسلہ میں یہ حدیث بھی ہے:
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص فجر کی دو رکعت پڑھے تو اپنی دائیں کروٹ پر لیٹ جائے۔ (سنن ابوداؤد: ١٢٦١' سنن ترمذی: ٤٢٠' مسند احمد ج ٢ ص ٤١٥)

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو مستقل امام ہو' مؤذن کو اس کے پاس جا کر نماز کی خبر دینی چاہیے اور اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ گھر میں نماز کا انتظار کرنا مسجد میں نماز کے انتظار کی مثل ہے' کیونکہ اگر ایسا نہ ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے حجرہ سے نکل کر مسجد میں آ جاتے تاکہ آپ کو نماز کے انتظار کی فضیلت حاصل ہوتی کیونکہ نماز کا انتظار کرنے والے کا نماز میں شمار ہوتا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ٥ ص ٢٠٦' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

١٦ - بَابُ بَيْنَ كُلِّ اَذَانَيْنِ صَلٰوةٌ لِمَنْ شَآءَ

ہر دو اذانوں کے درمیان اس کے لیے نماز ہے جو پڑھنا چاہے

٦٢٧ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَزِيْدَ قَالَ حَدَّثَنَا كَهْمَسُ بْنُ الْحَسَنِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ كُلِّ اَذَانَيْنِ صَلٰوةٌ، بَيْنَ كُلِّ اَذَانَيْنِ صَلٰوةٌ. ثُمَّ قَالَ فِي الثَّالِثَةِ لِمَنْ شَآءَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یزید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں کہمس بن الحسن نے حدیث بیان کی از عبداللہ بن بریدہ از حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر دو اذانوں کے درمیان نماز ہے' پھر تیسری بار فرمایا: یہ اس کے لیے ہے جو نماز پڑھنا چاہے۔

دو اذانوں سے مراد اذان اور اقامت ہے' مغرب کی اذان اور اقامت کے علاوہ ہر اذان اور اقامت کے درمیان نماز پڑھنا سنت ہے اور مغرب کی اذان اور اقامت کے درمیان بھی دو رکعت نماز پڑھنا جائز ہے' اس کی مفصل بحث حدیث: ٦٢٤ میں گزر چکی ہے۔

١٧ - بَابُ مَنْ قَالَ لِيُؤَذِّنْ فِي السَّفَرِ مُؤَذِّنٌ وَّاحِدٌ

جس نے کہا: سفر میں بھی ایک مؤذن اذان دے

اس عنوان سے امام بخاری نے یہ اشارہ کیا ہے کہ اگر ایک مؤذن بھی سفر میں اذان دے دے تو وہ کافی ہے۔

٦٢٨ - حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ اَسَدٍ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ اَبِي قِلَابَةَ عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ قَالَ اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي نَفَرٍ مِّنْ قَوْمِيْ فَاَقَمْنَا عِنْدَهُ عِشْرِيْنَ لَيْلَةً وَكَانَ رَحِيْمًا رَفِيْقًا فَلَمَّا رَاٰى شَوْقَنَا اِلٰى اَهَالِيْنَا قَالَ ارْجِعُوْا فَكُوْنُوْا فِيْهِمْ وَعَلِّمُوْهُمْ وَصَلُّوْا فَاِذَا حَضَرَتِ الصَّلٰوةُ فَلْيُؤَذِّنْ لَكُمْ اَحَدُكُمْ وَلْيَؤُمَّكُمْ اَكْبَرُكُمْ.

[اطراف الحدیث: ٦٣٠-٦٣١-٦٥٨-٦٨٥-٨١٩-٢٨٤٨-٦٠٠٨-٧٢٤٦]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں معلّٰی بن اسد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں وھیب نے حدیث بیان کی از ایوب از ابی قلابہ از حضرت مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں اپنی قوم کی ایک جماعت کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا ہم آپ کے پاس بیس راتیں ٹھہرے آپ بہت نرم دل مہربان تھے جب آپ نے دیکھا ہمیں اپنے گھر والوں کی یاد آ رہی ہے تو آپ نے فرمایا: تم اپنے گھر لوٹ جاؤ اور ان میں رہو ان کو تعلیم دو اور نماز پڑھو اور جب نماز کا وقت آ جائے تو تم میں سے ایک شخص اذان دے اور جو تم میں سے بڑا ہو وہ نماز پڑھائے۔

(صحیح مسلم: ٦٧٤، الرقم المسلسل: ١٥٠٧، سنن ابوداؤد: ٥٨٤-٥٨٣-٥٨٢، سنن ترمذی: ٢٣٥، سنن نسائی: ٧٨٠، سنن ابن ماجہ: ٩٨٠، صحیح ابن خزیمہ: ٣٩٨، صحیح ابن حبان: ١٦٥٨، سنن دار قطنی ج ١ ص ٢٧٢، سنن بیہقی ج ٢ ص ١٧، المعجم الکبیر: ٦٣٥-ج ١٩، مسند احمد ج ٣ ص ٤٣٦ طبع قدیم، مسند احمد: ١٥٥٩٨-ج ٢٤ ص ٣٦٤، جامع المسانید لابن الجوزی: ٦١٣٥، مکتبۃ الرشد ریاض ١٤٢٦ھ، مسند الطحاوی: ٦٦٦٧)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) معلّٰی بن اسد ابوالہیثم البصری العمری یہ بھز بن اسد کے بھائی ہیں بصرہ میں رمضان کے مہینہ میں ۲۱۸ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) وھیب بن خالد البصری الکرابیسی (۳) ایوب السختیانی (۴) ابوقلابہ عبداللہ بن زید (۵) حضرت مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ۔

(عمدۃ القاری ج ۵ ص ۲۰۸)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: اور جب نماز کا وقت آ جائے تو تم میں سے ایک شخص اذان دے۔

حضرت ابن عمر کے اثر سے امام بخاری کا اختلاف

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس حدیث کو روایت کر کے درج ذیل اثر کے رد کی طرف اشارہ کیا ہے:

ابن جریج بیان کرتے ہیں کہ میں نے نافع سے پوچھا کہ حضرت ابن عمر سفر میں کتنی بار اذان دیتے تھے؟ تو انہوں نے کہا: دو اذانیں۔ (مصنف عبدالرزاق: ۱۹۰۱، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

اس باب کی حدیث کا ظاہر یہ ہے کہ سفر میں اذان دو بار نہیں دی جاتی کیونکہ صبح کی اذان اور دوسری نمازوں کی اذان میں کوئی فرق نہیں ہے امام شافعی نے کہا: اگر بڑی مسجد ہو اور اس کی ہر جہت سے بہ یک وقت مؤذن اذان دے تاکہ ہر طرف کے لوگ اذان سن لیں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں اب چونکہ لاؤڈ اسپیکر کا رواج عام ہو گیا ہے اس لیے اب اس کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ مسجد کی ہر طرف اسپیکر نصب کر دیئے جاتے ہیں۔ (سعیدی غفرلہ)

اس حدیث میں یہ فرمایا ہے: تم میں سے ایک شخص اذان دے اور جو تم میں سے بڑا ہو وہ نماز پڑھائے' اس سے معلوم ہوا کہ امامت اذان دینے سے افضل ہے۔

نیز اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سفر میں بھی اذان دینی چاہیے اور جماعت کے ساتھ نماز پڑھنی چاہیے۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۲۲۷-۲۲۶' دار المعرفۃ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

۱۸ - بَابُ الْاَذَانِ لِلْمُسَافِرِيْنَ' اِذَا كَانُوْا جَمَاعَةً' وَالْاِقَامَةِ

جب مسافروں کی ایک جماعت ہو تو وہ اذان دیں اور اقامت کہیں

وَكَذٰلِكَ بِعَرَفَةَ وَجَمْعٍ' وَقَوْلِ الْمُؤَذِّنِ اَلصَّلٰوةُ فِي الرِّحَالِ' فِي اللَّيْلَةِ الْبَارِدَةِ اَوِ الْمَطِيْرَةِ.

اور اسی طرح عرفہ اور مزدلفہ میں ہے' اور مؤذن کا قول: سرد رات یا بارش والی رات میں نماز گھروں میں پڑھو۔

عرفہ اور مزدلفہ کے ذکر سے امام بخاری نے حسب ذیل حدیثوں کی طرف اشارہ کیا ہے:

باب ''حجة النبی صلی اللہ علیہ وسلم'' میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث مروی ہے' اس میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میدان عرفۃ میں آئے (الی قولہ) پھر اذان دی اور اقامت کہی' پھر آپ نے ظہر کی نماز پڑھائی' پھر اقامت کہی' پھر آپ نے عصر کی نماز پڑھائی اور ان کے درمیان آپ نے کوئی نماز نہیں پڑھی' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہو کر وقوف کی جگہ آئے (الی قولہ) حتیٰ کہ آپ المزدلفہ میں آئے' پھر آپ نے ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ مغرب اور عشاء کی نماز پڑھائی اور ان کے درمیان کوئی نفل نہیں پڑھے۔

(صحیح مسلم: ۱۲۱۸' الرقم المسلسل: ۲۹۰۱' سنن ابوداؤد: ۱۹۰۹-۱۹۰۵' سنن نسائی: ۲۷۴۳' سنن ابن ماجہ: ۳۰۷۴)

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب حج کے لیے گئے تو آپ کے ساتھ متعدد اصحاب تھے اور آپ نے حج کے سفر میں میدان عرفۃ میں ظہر اور عصر کو جمع کیا اور ایک اذان اور ایک اقامت کہلوائی ہے' نیز حدیث میں ہے:

عبدالرحمان بن یزید بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے حج کیا' پھر عشاء کی اذان کے وقت ہم المزدلفہ میں آئے' پھر حضرت ابن مسعود نے ایک شخص کو حکم دیا تو اس نے اذان دی اور اقامت کہی' پھر حضرت ابن مسعود نے مغرب کی نماز پڑھائی' پھر عشاء کی نماز دو رکعت پڑھائی' پھر کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

(صحیح البخاری: ۱۶۷۵' صحیح مسلم: ۱۲۸۹' سنن ابوداؤد: ۱۹۳۴' سنن نسائی: ۳۰۲۷' مسند احمد ج ۱ ص ۴۶۱)

مزدلفہ کے سفر میں بھی اذان اور اقامت کا ذکر ہے' اس لیے امام بخاری نے اس باب کے عنوان میں عرفہ اور مزدلفہ کا ذکر کیا ہے۔

اور مؤذن کا یہ کہنا کہ سردی کی رات میں' بارش کی رات میں نمازیں گھروں میں پڑھو

٦٢٩ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْمُهَاجِرِ بْنِ اَبِي الْحَسَنِ' عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ' عَنْ اَبِي ذَرٍّ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ' فَاَرَادَ الْمُؤَذِّنُ اَنْ يُّؤَذِّنَ' فَقَالَ لَهُ اَبْرِدْ. ثُمَّ اَرَادَ اَنْ يُّؤَذِّنَ' فَقَالَ لَهُ اَبْرِدْ. ثُمَّ اَرَادَ اَنْ يُّؤَذِّنَ فَقَالَ لَهُ اَبْرِدْ حَتّٰى سَاوَى الظِّلُّ التُّلُوْلَ' فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از المہاجر بن ابی الحسن از زید بن وھب از حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ' انہوں نے کہا: ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے' پس مؤذن نے اذان دینے کا ارادہ کیا تو آپ نے اس سے فرمایا: ٹھنڈے وقت میں اذان دو' اس نے پھر اذان دینے کا ارادہ کیا تو آپ نے

وَسَلَّمَ إِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ.

اس سے فرمایا: ٹھنڈے وقت میں اذان دو‘ اس نے پھر اذان دینے کا ارادہ کیا تو آپ نے اس سے فرمایا: ٹھنڈے وقت میں اذان دو‘ حتیٰ کہ سایا ٹیلوں کے برابر ہو گیا‘ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گرمی کی شدت جہنم کے جوش سے ہے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ٥٣٥ کا مطالعہ فرمائیں‘ وہاں اس کا عنوان تھا: گرمی کی شدت میں ظہر کو ٹھنڈا کر کے پڑھنا اور یہاں اس کا عنوان ہے: جب مسافروں کی جماعت ہو تو وہ اذان دیں اور اس حدیث میں دونوں عنوانوں کی گنجائش ہے۔

٦٣٠ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ خَالِدِ الْحَذَّاءِ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ قَالَ أَتَى رَجُلَانِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرِيْدَانِ السَّفَرَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَنْتُمَا خَرَجْتُمَا، فَأَذِّنَا، ثُمَّ أَقِيْمَا، ثُمَّ لِيَؤُمَّكُمَا أَكْبَرُكُمَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی‘ انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از خالد الحذاء از ابی قلابہ از حضرت مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دو آدمی آئے جو سفر کا ارادہ کرتے تھے‘ پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم دونوں نکلو تو تم دونوں اذان دینا اور اقامت کہنا‘ پھر جو تم میں سے بڑا ہو‘ وہ امامت کرائے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ٦٢٨ کا مطالعہ فرمائیں۔

٦٣١ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا أَيُّوْبُ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ قَالَ أَتَيْنَا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ شَبَبَةٌ مُتَقَارِبُوْنَ، فَأَقَمْنَا عِنْدَهُ عِشْرِيْنَ يَوْمًا وَلَيْلَةً، وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَحِيْمًا رَفِيْقًا، فَلَمَّا ظَنَّ أَنَّا قَدِ اشْتَهَيْنَا أَهْلَنَا، أَوْ قَدِ اشْتَقْنَا، سَأَلَنَا عَمَّنْ تَرَكْنَا بَعْدَنَا؟ فَأَخْبَرْنَاهُ، قَالَ ارْجِعُوْا إِلَى أَهْلِيْكُمْ، فَأَقِيْمُوْا فِيْهِمْ وَعَلِّمُوْهُمْ وَمُرُوْهُمْ. وَذَكَرَ أَشْيَاءَ أَحْفَظُهَا، أَوْ لَا أَحْفَظُهَا وَصَلُّوْا كَمَا رَأَيْتُمُوْنِي أُصَلِّي، فَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلٰوةُ، فَلْيُؤَذِّنْ لَكُمْ أَحَدُكُمْ، وَلْيَؤُمَّكُمْ أَكْبَرُكُمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی‘ انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوہاب نے حدیث بیان کی‘ انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از ابی قلابہ‘ انہوں نے کہا: ہمیں حضرت مالک رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی‘ انہوں نے کہا: ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور ہم‘ ہم عمر نوجوان تھے‘ ہم آپ کے پاس بیس دن اور بیس راتیں ٹھہرے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نرم دل مہربان تھے‘ جب آپ نے یہ گمان کیا کہ ہمیں اپنے گھر والوں کے پاس جانے کا شوق ہو رہا ہے‘ تو آپ نے ہم سے پوچھا: ہم گھر میں کس کو چھوڑ آئے ہیں‘ تو ہم نے آپ کو بتایا تو آپ نے فرمایا: تم اپنے گھر والوں کے پاس جاؤ‘ پس ان میں رہو اور ان کو تعلیم دو اور ان کو حکم دو اور آپ نے چند چیزوں کا ذکر کیا جو مجھے یاد ہیں یا یاد نہیں ہیں۔ (ابو قلابہ کو شک ہے کہ حضرت مالک بن حویرث نے کیا کہا تھا) اور اس طرح نماز پڑھو جس طرح تم مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو‘ پس جب نماز کا وقت آ جائے تو تم میں سے ایک شخص اذان دے اور جو تم میں سب سے بڑا ہو‘ وہ امامت کرائے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ٦٢٨ کا مطالعہ فرمائیں۔

٦٣٢ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا يَحْيٰى، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنِى نَافِعٌ قَالَ اَذَّنَ ابْنُ عُمَرَ فِى لَيْلَةٍ بَارِدَةٍ بِضَجْنَانَ، ثُمَّ قَالَ صَلُّوْا فِى رِحَالِكُمْ. فَاَخْبَرَنَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَاْمُرُ مُؤَذِّنًا يُؤَذِّنُ، ثُمَّ يَقُوْلُ عَلٰى اِثْرِهٖ اَلَا صَلُّوْا فِى الرِّحَالِ، فِى اللَّيْلَةِ الْبَارِدَةِ، اَوِ الْمَطِيْرَةِ فِى السَّفَرِ.

[طرف الحدیث:٦٦٦]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے خبردی از عبید اللہ بن عمر' انہوں نے کہا: مجھے نافع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک سرد رات میں ضجنان میں اذان دی' پھر فرمایا: تم اپنے گھروں میں نماز پڑھو' پھر ہمیں یہ خبردی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی مؤذن کو اذان دینے کا حکم دیتے' وہ اذان دیتا' پھر اذان کے بعد کہتا: سنو! سرد رات میں یا بارش والی رات میں سفر میں گھروں میں نماز پڑھو۔

(صحیح مسلم:٦٩٧' الرقم المسلسل:١٥٧١' سنن ابوداؤد:١٠٦٣' سنن نسائی:٦٥٣' موطأ امام مالک:١٦١' صحیح ابن حبان:٢٠٧٨' سنن بیہقی ج٢ ص٧٠' شرح السنۃ:٧٩٧' المنتقی:٣٥٦' صحیح ابن خزیمہ:٢٣٩٩' مسند احمد ج٢ ص٦٣ طبع قدیم' مسند احمد:٥٣٠٢۔ ج٩ ص٢٢٢' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' مسند الطحاوی:٣٩٤٣)

لفظ ''ضجنان'' کی تحقیق

اس حدیث میں ''ضجنان'' کا لفظ ہے' علامہ زمخشری متوفی ٥٨٣ھ نے لکھا ہے: ضجنان مکہ کی جانب ایک پہاڑ ہے۔ (الفائق ج١ ص٢٧٥) حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ صاحب الفائق نے کہا ہے کہ اس کے اور مکہ کے درمیان پچیس میل ہیں۔ (فتح الباری ج٢ ص٢٢٩) علامہ عینی نے بھی اس عبارت کو نقل کر دیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج٥ ص٢١٣) لیکن میں نے علامہ زمخشری کی الفائق کو دیکھا اس میں یہ عبارت نہیں ہے' نہ ہی صحاح اور لسان العرب میں ہے' البتہ یاقوت الحموی التوفی ٦٢٦ھ نے لکھا ہے کہ علامہ واقدی نے المغازی میں لکھا ہے کہ ضجنان اور مکہ کے درمیان پچیس میل ہیں اور معراج کی حدیث میں ''ضجنان'' کا ذکر ہے' جب قریش نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: آپ کے صدق کی کیا علامت ہے؟ آپ نے فرمایا: جب میں واپسی میں ضجنان کے پاس پہنچا تو میں فلاں قافلہ کے پاس سے گزرا' میں نے وہاں لوگوں کو دیکھا' ان کے برتن میں پانی تھا' میں نے اس پانی کو پی لیا۔

(معجم البلدان ج١ ص٤٥٣' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ١٣٩٩ھ)

لگتا ہے حافظ ابن حجر عسقلانی نے معجم البلدان یا علامہ واقدی کی مغازی میں یہ عبارت پڑھی اور بے توجہی سے صاحب الفائق لکھ دیا اور علامہ عینی نے اسی عبارت کو الزمخشری سے بدل کر لکھ دیا کیونکہ الفائق زمخشری کی تصنیف ہے اور حقیقت کا سراغ لگانے کی کوشش نہیں کی۔

سفر میں اذان دینے اور اقامت پڑھنے کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

سفر میں اذان اور اقامت پڑھنے کے متعلق فقہاء کا اختلاف ہے' ایک جماعت کے نزدیک مستحب یہ ہے کہ مسافر ہر نماز کے لیے اذان دے اور اقامت کہے' حضرت سلمان' حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہم' سعید بن مسیب' فقہاء احناف' امام شافعی' امام احمد' اسحاق اور ابوثور کا یہی مذہب ہے' اور ایک جماعت نے کہا ہے کہ مسافر کو اختیار ہے اگر وہ چاہے تو اذان دے اور اگر چاہے تو وہ اقامت کہے' حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ' عروہ' ثوری اور النخعی کا یہی قول ہے اور ایک جماعت نے کہا: مسافر کا اقامت کہنا کافی ہے' مکحول

حسن بصری اور قاسم کا یہی موقف ہے' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سفر میں صبح کی نماز کے سوا ہر نماز کے لیے اقامت کہتے تھے اور صبح کی نماز میں اذان اور اقامت دونوں کہتے تھے۔

عطاء اور مجاہد یہ کہتے تھے کہ جو شخص سفر میں اقامت پڑھنا بھول گیا' وہ نماز کو دہرائے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دو آدمیوں سے فرمایا جو سفر کا ارادہ رکھتے تھے: جب تم سفر کے لیے نکلو تو اذان دینا اور اقامت کہنا۔ (صحیح البخاری: ۶۳۰) یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا امر (حکم) ہے اور امر وجوب کے لیے آتا ہے' جمہور علماء کے نزدیک یہ امر استحباب اور حصول فضیلت کے لیے ہے' کیونکہ آپ نے دونوں کو اذان دینے کا حکم دیا ہے' حالانکہ ایک کا اذان دینا کافی ہے' جمہور علماء کے نزدیک اس باب کی احادیث میں سفر میں اذان اور اقامت استحباب پر محمول ہیں' جنگل میں بھی اذان اور اقامت کی ترغیب میں احادیث وارد ہیں اور جو شخص جنگل میں اذان دے کر نماز پڑھتا ہے' اس کی اقتداء میں پہاڑوں کے برابر فرشتے نماز پڑھتے ہیں۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۲۴۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۴۹۷۔ ج ۲ ص ۳۸۹ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے عنوان حسب ذیل ہیں:

(۱) رحل کا معنی (۲) جماعت اور جمعہ سے رخصت (۳) ''الا صلّوا فی الرحال'' (۴) اذان کے درمیان کلام کا حکم۔

۶۳۳ - حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ قَالَ اَخْبَرَنَا جَعْفَرُ بْنُ عَوْنٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُو الْعُمَيْسِ، عَنْ عَوْنِ ابْنِ اَبِیْ جُحَيْفَةَ، عَنْ اَبِيْهِ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْاَبْطَحِ، فَجَاءَهُ بِلَالٌ فَاٰذَنَهُ بِالصَّلٰوةِ، ثُمَّ خَرَجَ بِلَالٌ بِالْعَنَزَةِ حَتّٰى رَكَزَهَا بَيْنَ يَدَیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْاَبْطَحِ، وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جعفر بن عون نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوالعمیس نے حدیث بیان کی از عون بن ابی جحیفہ از والد خود' انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مکہ سے باہر وادی ابطح میں دیکھا' آپ کے پاس حضرت بلال رضی اللہ عنہ آئے اور آپ کو نماز کی خبر دی' پھر حضرت بلال نیزہ لے کر باہر نکلے حتیٰ کہ اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے اس وادی میں گاڑ دیا اور نماز کی اقامت کہی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۸۷ میں گزر چکی ہے' وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: لوگوں کے وضوء کے بچے ہوئے پانی کو استعمال کرنا' وہاں اس حدیث میں صرف اتنا ذکر تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ظہر کی دو رکعت نماز پڑھائی اور عصر کی دو رکعت نماز پڑھائی اور آپ کے سامنے نیزہ تھا اور یہاں امام بخاری نے اس حدیث کو اس لیے درج کیا ہے کہ اس میں سفر میں نماز پڑھنے کا ذکر ہے۔

۱۹ - بَابُ هَلْ يَتَتَبَّعُ الْمُؤَذِّنُ فَاهُ هٰهُنَا وَهٰهُنَا؟ وَهَلْ يَلْتَفِتُ فِی الْاَذَانِ؟

کیا مؤذن اپنا منہ اِدھر اُدھر کرے اور کیا نماز میں التفات کرے

وَيُذْكَرُ عَنْ بِلَالٍ اَنَّهُ جَعَلَ اِصْبَعَيْهِ فِیْ اُذُنَيْهِ.

اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا جاتا ہے کہ انہوں نے اپنی انگلیوں کو اپنے کانوں میں ڈالا۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے: عمار بن سعد اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو یہ حکم دیا کہ وہ اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں ڈالیں اور فرمایا: اس سے تمہاری آواز زیادہ بلند ہوگی۔ (سنن ابن ماجہ: ۷۱۰)

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ لَا يَجْعَلُ اِصْبَعَيْهِ فِیْ اُذُنَيْهِ.

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنے کانوں میں انگلیاں نہیں ڈالتے تھے۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے: وکیع' سفیان سے روایت کرتے ہیں کہ سفیان نے کہا: میں نے حضرت ابن عمر کو دیکھا' وہ اپنے اونٹ پر اذان دے رہے تھے' انہوں نے وکیع سے کہا: کیا تم نے ان کو دیکھا' وہ اپنے کانوں میں انگلیاں ڈالتے تھے؟ انہوں نے کہا: نہیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۱۸۵)

وَقَالَ اِبْرَاهِيْمُ لَا بَاْسَ اَنْ يُّؤَذِّنَ عَلٰى غَيْرِ وُضُوْءٍ.

اور ابراہیم نے کہا: مؤذن بغیر وضوء کے اذان دے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے: منصور بیان کرتے ہیں کہ ابراہیم نے کہا کہ اگر بغیر وضوء کے اذان دی جائے تو کوئی حرج نہیں ہے' پھر مؤذن اتر کر وضوء کرلے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۸۸)

وَقَالَ عَطَاءٌ اَلْوُضُوْءُ حَقٌّ وَّسُنَّةٌ.

اور عطاء نے کہا: وضوء برحق اور سنت ہے۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے: ابن جریج بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے عطاء نے کہا کہ حق اور سنت مسنونہ یہ ہے کہ کوئی مؤذن بغیر وضوء کے اذان نہ دے اور کہا: اذان نماز کا مقدمہ ہے' پس بغیر وضوء کے اذان نہ دی جائے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۱۸۰۳)

وَقَالَتْ عَائِشَةُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ اَحْيَانِهٖ.

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر حال میں اللہ کا ذکر کرتے تھے۔

اس تعلیق کی اصل صحیح البخاری' کتاب الحیض' باب: ۷ میں ہے' اس کا عنوان ہے: حائض حج بیت اللہ کے سواحج کے تمام ارکان ادا کرے۔

٦٣٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَوْنِ بْنِ اَبِيْ جُحَيْفَةَ، عَنْ اَبِيْهِ اَنَّهٗ رَاٰى بِلَالًا يُؤَذِّنُ، فَجَعَلْتُ اَتَتَبَّعُ فَاهُ هٰهُنَا وَهٰهُنَا بِالْاَذَانِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عون بن ابی جحیفہ از والد خود' انہوں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اذان دیتے ہوئے دیکھا' پس میں (بھی) اذان میں حضرت بلال کی موافقت میں منہ ادھر اُدھر (دائیں بائیں) کرتا ہوں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۸۷ میں گزر چکی ہے۔

شیخ نور الحق ابن عبد الحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۷۳ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

جب مؤذن دائیں اور بائیں اذان میں ''حی علی الصلوٰۃ'' اور ''حی علی الفلاح'' پر منہ پھیرے تو اس کے پیر اور اس کا سینہ اپنی جگہ قائم رہیں' صرف منہ کو دائیں اور بائیں طرف پھیرے۔ (تیسیر القاری ج ۱ ص ۲۲۴' مکتبہ رشیدیہ' کوئٹہ)

۲۰ - بَابُ قَوْلِ الرَّجُلِ فَاتَتْنَا الصَّلٰوةُ — کسی آدمی کا یہ کہنا کہ ہم سے نماز فوت ہوگئی

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ ہم سے نماز فوت ہوگئی تو وہ مکروہ ہے یا نہیں۔

وَكَرِهَ ابْنُ سِيْرِيْنَ اَنْ يَّقُوْلَ فَاتَتْنَا الصَّلٰوةُ، وَلٰكِنْ لِيَقُلْ لَمْ نُدْرِكْ.

اور ابن سیرین نے کہا کہ یہ مکروہ ہے کہ کوئی شخص یہ کہے کہ ہم سے نماز فوت ہوگئی لیکن اس کو یہ کہنا چاہیے کہ ہم نے نماز کو نہیں پایا۔

اس تعلیق کی اصل یہ ہے کہ ابن عون بیان کرتے ہیں کہ محمد بن سیرین اس کو مکروہ کہتے تھے کہ کوئی شخص کہے کہ ہم سے نماز فوت ہو

گئی اور وہ کہتے تھے کہ ہم نے بنی فلاں کے ساتھ نماز کو نہیں پایا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ بہ حوالہ عمدۃ القاری ج ۵ ص ۲۱۸)

وَقَوْلُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَصَحُّ. اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد زیادہ صحیح ہے۔

کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: تم سے جو نماز فوت ہو گئی ہے اس کو پورا کرو۔

۶۳۵- حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيٰى عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ قَتَادَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ نُصَلِّيْ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذْ سَمِعَ جَلَبَةَ الرِّجَالِ فَلَمَّا صَلّٰى قَالَ مَا شَاْنُكُمْ؟ قَالُوْا اِسْتَعْجَلْنَا اِلَى الصَّلٰوةِ. قَالَ فَلَا تَفْعَلُوْا اِذَا اَتَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَعَلَيْكُمْ بِالسَّكِيْنَةِ فَمَا اَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوْا وَمَا فَاتَكُمْ فَاَتِمُّوْا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شیبان نے حدیث بیان کی از یحییٰ از عبداللہ بن ابی قتادہ از والد خود انہوں نے کہا: جس وقت ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے اچانک آپ نے لوگوں کی آہٹیں اور آوازیں سنیں آپ نے نماز پڑھنے کے بعد فرمایا: تمہیں کیا ہوا تھا؟ انہوں نے کہا: ہم نماز میں ملنے کے لیے جلدی کر رہے تھے آپ نے فرمایا: تم ایسا نہ کرو جب تم نماز پڑھنے کے لیے آؤ تو تم اطمینان اور سکون کے ساتھ آؤ تم کو جتنی نماز مل جائے اس کو پڑھ لو اور جتنی نماز تم سے فوت ہو جائے اس کو پورا کر لو۔

(صحیح مسلم: ۶۰۳ الرقم المسلسل: ۱۳۳۸ صحیح ابن حبان: ۲۱۴۷ سنن دارمی: ۱۲۸۵ المعجم الاوسط: ۴۵۶ سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۹۸ مسند احمد ج ۵ ص ۳۰۶ طبع قدیم مسند احمد: ۲۲۶۰۸۔ ج ۳۷ ص ۲۹۶ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت جامع المسانید لابن الجوزی: ۱۳۸۰ مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابونعیم الفضل بن دکین (۲) شیبان بن عبدالرحمان النحوی (۳) یحییٰ بن ابی کثیر (۴) عبداللہ بن ابی قتادہ (۵) حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ ان کا نام ہے: الحارث بن ربعی الانصاری۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۲۱۹)

مسبوق کی رہی ہوئی نماز کے اوّل یا آخر میں مذاہب فقہاء

اس حدیث میں "جلبة" کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: آوازیں لوگوں کے جلدی جلدی چلنے کی وجہ سے اور ان کی حرکت کی وجہ سے آوازیں۔

مسبوق کی جو نماز رہ گئی ہے جس کو وہ بعد میں پڑھے گا حضرت علی رضی اللہ عنہ ابن المسیب حسن بصری اور عطاء کے نزدیک وہ اس کی نماز کی اوّل ہے امام شافعی کا یہی قول ہے امام مالک اور امام احمد سے بھی یہی ایک روایت ہے ان کا استدلال حدیث کے اس جملہ میں ہے: اور جو نماز تم سے فوت ہو گئی ہے اس کو پورا کرو۔ پورا کرو کا لفظ اس کو مستلزم ہے کہ اس کا ابتدائی حصہ رہ گیا ہے اور وہی نماز کا اوّل حصہ ہے۔

امام مالک نے کہا ہے: جس نماز کو اس کے امام کے ساتھ پالیا ہے وہ اس کی نماز کا اوّل حصہ ہے اور جو نماز اس کی رہ گئی ہے اس کی وہ قضاء کرے گا اس میں سورۂ فاتحہ پڑھے گا اور اس کے ساتھ سورت ملائے گا امام بیہقی نے از قتادہ از حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: تم نے اپنے امام کے ساتھ جو حصہ پالیا وہ تمہاری نماز کا اوّل ہے اور تم سے جو قرآن پڑھنا رہ گیا ہے اس کی قضاء کرو۔

امام ابوحنیفہ نے فرمایا اور امام احمد سے بھی ایک روایت یہی ہے کہ مسبوق کی جو نماز رہ گئی ہے وہ افعال اور اقوال میں اس کی

قضاء کرے گا۔ علامہ ابن الجوزی نے کہا: ہمارے مذہب کے مشابہ اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک وہ اس کی نماز کا آخر ہے علامہ ابن بطال نے کہا: حضرت ابن مسعود حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم ابراہیم النخعی شعبی اور ابوقلابہ کا بھی یہی قول ہے۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ نماز پڑھنے کے لیے دوڑتے اور بھاگتے ہوئے نہیں آنا چاہیے سکون اور اطمینان کے ساتھ وقار کے ساتھ آنا چاہیے خواہ اس وجہ سے تکبیرۃ الاحرام یا نماز کی بعض رکعات رہ جائیں اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میری نماز فوت ہوگئی یا قضاء ہوگئی تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱ ص ۲۲۱۔۲۲۰ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۱۲۶۴۔ ج ۱ ص ۲۱۴ پر مذکور ہے اس کی شرح کا عنوان ہے: نماز کو جاتے وقت دوڑنے کا حکم۔

۲۱ - بَابُ لَا يَسْعٰى اِلَى الصَّلٰوةِ، وَلْيَأْتِ بِالسَّكِيْنَةِ وَالْوَقَارِ

نماز کے لیے دوڑتا ہوا نہ آئے سکون اور وقار کے ساتھ آئے

وَقَالَ مَا اَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوْا، وَمَا فَاتَكُمْ فَاَتِمُّوْا. قَالَهُ اَبُوْ قَتَادَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اور حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے: تم جتنی نماز کو پالو سو اس کو پڑھ لو اور جو فوت ہو جائے اس کو پورا کرو۔

اس تعلیق میں وہی حدیث بیان کی ہے جس کو باب سابق میں روایت کیا ہے۔

٦٣٦ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ ذِئْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَعَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا سَمِعْتُمُ الْاِقَامَةَ فَامْشُوْا اِلَى الصَّلٰوةِ، وَعَلَيْكُمْ بِالسَّكِيْنَةِ وَالْوَقَارِ، وَلَا تُسْرِعُوْا، فَمَا اَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوْا، وَمَا فَاتَكُمْ فَاَتِمُّوْا. [طرف الحدیث: ۹۰۸]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی ذئب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں الزہری نے حدیث بیان کی از سعید بن المسیب از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور از الزہری از ابی سلمہ از ابی ہریرہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا: جب تم اقامت کو سنو تو نماز کی طرف چل کر آؤ اور تم پر سکون اور وقار لازم ہے اور تم دوڑنا مت پس جو نماز تم کو مل جائے اس کو پڑھ لو اور جو نماز تم سے فوت ہو جائے اس کو پورا کرو۔

(صحیح مسلم: ۶۰۲ الرقم المسلسل: ۱۳۴۴ سنن ترمذی: ۳۲۹ سنن نسائی: ۸۶۱ سنن ابن ماجہ: ۷۷۵ سنن ابوداؤد: ۵۷۲ صحیح ابن خزیمہ: ۱۰۶۵ مصنف عبد الرزاق: ۳۴۰۴ المنتقی: ۳۰۶ شرح السنۃ: ۴۴۱ تاریخ بغداد ج ۳ ص ۳۹ مسند احمد ج ۲ ص ۲۷۰ طبع قدیم مسند احمد: ۷۶۶۲۔ ج ۱۳ ص ۹۶ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کے چھ رجال ہیں ان کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی شرح وہی ہے جو گزشتہ حدیث: ۶۳۵ میں بیان کی جا چکی ہے۔

۲۲ - بَابُ مَتٰى يَقُوْمُ النَّاسُ اِذَا رَاَوُا الْاِمَامَ عِنْدَ الْاِقَامَةِ

جب لوگ امام کو اقامت کے وقت دیکھیں تو کب کھڑے ہوں

اس باب میں یہ بیان کیا جائے گا کہ جب لوگ نماز کی اقامت کے وقت امام کو دیکھیں تو کب کھڑے ہوں۔

٦٣٧ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم بن ابراہیم

هِشَامٌ قَالَ كَتَبَ إِلَيَّ يَحْيَى عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلٰوةُ فَلَا تَقُومُوا حَتّٰى تَرَوْنِي.

[اطراف الحدیث:۶۳۸۔۹۰۹]

حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میری طرف یحییٰ نے لکھا از عبداللہ بن ابی قتادہ از والد خود' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب نماز کی اقامت کہی جائے تو تم اس وقت نہ کھڑے ہو حتیٰ کہ تم مجھے دیکھ لو۔

(صحیح مسلم:۶۰۴' الرقم المسلسل:۱۳۴۰' سنن ابوداؤد:۵۳۹۔۵۴۰' سنن ترمذی:۵۹۱' سنن نسائی:۶۸۷' صحیح ابن خزیمہ:۱۵۲۶' صحیح ابن حبان: ۲۲۲۲' حلیۃ الاولیاء ج ۸ ص ۳۹۱' تاریخ بغداد ج ۲ ص ۲۷۸۔۲۷۷' مصنف عبدالرزاق:۱۹۳۲' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۴۰۵' مسند احمد ج ۵ ص ۲۹۶ طبع قدیم' مسند احمد:۲۲۵۳۴۔ ج ۷ ۳ ص ۲۱۸' موسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی:۱۳۵۱' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں اور ان کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس طرح ہے کہ صحابہ کی جماعت اس وقت تک نہیں کھڑی ہوتی تھی حتیٰ کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو حجرہ سے آتے ہوئے دیکھ لیتے۔

نماز کے لیے کھڑے ہونے کے وقت میں مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

نماز کے لیے لوگ کس وقت کھڑے ہوں اس میں فقہاء کا اختلاف ہے' حضرت علی بن ابی طالب' حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہما اور ابراہیم النخعی نے کہا ہے کہ لوگ بیٹھ کر انتظار کریں اور جب اقامت کہی جائے تو لوگ کھڑے نہ ہوں حتیٰ کہ امام آ جائے جیسا کہ اس حدیث سے ظاہر ہے' امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا بھی یہی قول ہے' اور حسن بصری اور عمر بن عبد العزیز سے مروی ہے کہ وہ امام کا کھڑے ہو کر انتظار کرتے تھے۔

جب امام مسجد میں ہو تو مقتدیوں کے کھڑے ہونے کے وقت میں اختلاف ہے' سالم' ابوقلابہ' الزہری اور عطاء سے منقول ہے کہ وہ اوّل اقامت میں کھڑے ہوں' امام احمد کا بھی یہی قول ہے اور امام ابوحنیفہ اور امام محمد نے کہا ہے کہ مقتدی صف میں اس وقت کھڑے ہوں جب مؤذن "حی علی الفلاح" کہے اور جب مؤذن "قد قامت الصلٰوۃ" کہے تو امام "اللّٰہ اکبر" کہے' حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اصحاب اور ابراہیم النخعی بھی اسی طرح کرتے تھے' حسن بصری' امام احمد اور اسحاق کا بھی یہی قول ہے۔

ابن المنذر' امام مالک' امام شافعی اور تمام شہروں کے مسلمانوں کا اس پر عمل ہے کہ اقامت مکمل ہونے کے بعد امام اللہ اکبر کہے۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۳۳۱۔۳۳۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

نماز کے لیے کھڑے ہونے کے وقت کے متعلق احادیث کی تحقیق

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اکثر فقہاء کا یہ موقف ہے کہ جب امام لوگوں کے ساتھ مسجد میں ہو تو لوگ اس وقت تک نہ کھڑے ہوں حتیٰ کہ مؤذن اقامت سے فارغ ہو جائے' حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ اس وقت کھڑے ہوتے تھے' جب مؤذن "قد قامت الصلٰوۃ" کہتا' اس کو ابن المنذر وغیرہ نے روایت کیا ہے' اسی طرح امام سعید بن منصور نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اصحاب سے روایت کیا ہے' سعید بن المسیب نے کہا ہے کہ جب مؤذن اللہ اکبر کہے تو کھڑے ہونا واجب ہے اور جب وہ کہے: "حی علی الصلٰوۃ"

توصفیں برابر کر لی جائیں اور جب وہ کہے: ''لا الله الا الله'' تو امام ''الله اکبر'' کہے' عون بن ابی جحیفہ سے روایت ہے کہ مقتدی اس وقت کھڑے ہوں جب مؤذن ''حی علی الفلاح'' کہے اور جب وہ کہے: ''قد قامت الصلوٰۃ'' تو امام ''الله اکبر'' کہے اور جب امام مسجد میں نہ ہو تو جمہور کا مؤقف یہ ہے کہ لوگ اس وقت تک نہ کھڑے ہوں جب تک امام کو نہ دیکھ لیں۔

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ حدیث سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حجرہ سے نکلنے سے پہلے اقامت کہی جاتی تھی' اور یہ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کے معارض ہے' جس کو امام مسلم نے روایت کیا ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ اس وقت تک اقامت نہیں کہتے تھے حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجرہ سے نکل آتے۔ (صحیح مسلم:۶۰۶' الرقم المسلسل:۱۳۴۵) اور ان دونوں حدیثوں میں تطبیق اس طرح ہے کہ حضرت بلال' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حجرہ سے نکلنے کا انتظار کرتے رہتے تھے' وہ اقامت کی ابتداء اس وقت کرتے تھے' جب اکثر لوگ آپ کو نہیں دیکھتے تھے' پھر جب لوگ آپ کو دیکھ لیتے تو کھڑے ہو جاتے' پھر آپ اپنی جگہ پر اس وقت کھڑے ہوتے جب لوگ صفیں برابر کر لیتے۔ میں کہتا ہوں کہ اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ امام عبد الرزاق نے از ابن جریج از ابن شہاب یہ روایت کی ہے کہ جب مؤذن ''الله اکبر'' کہتا تو لوگ کھڑے ہو جاتے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی جگہ پر اس وقت آتے تھے' جب صفیں برابر ہو جاتیں۔ (مصنف عبد الرزاق:۱۹۴۲) اور صحیح بخاری میں عنقریب یہ حدیث آئے گی کہ نماز کی اقامت کہی گئی تو لوگوں نے اپنی صفیں برابر کر لیں' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجرہ سے نکلے۔ (صحیح البخاری:۶۴۰) اور امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نماز کی اقامت کہی گئی' پس ہم نے صفوں کو برابر کیا اس سے پہلے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہماری طرف نکل کر آئیں۔ (صحیح مسلم:۶۰۵' الرقم المسلسل:۱۳۴۲) اور امام ابوداؤد نے حضرت ابو ہریرہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے نماز کی اقامت کہی جاتی اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آنے سے پہلے لوگ کھڑے ہو جاتے۔ (سنن ابوداؤد:۵۴۱) ان حدیثوں کی حضرت ابو قتادہ کی حدیث کے ساتھ تطبیق اس طرح ہے کہ بسا اوقات صحابہ اس طرح کرتے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیان جواز کے لیے اس کو مقرر رکھتے تھے اور چونکہ صحابہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آنے سے پہلے کھڑے ہو جاتے تھے تو یہی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منع کرنے کا باعث ہوا اور آپ نے فرمایا: جب تک تم مجھے آتا ہوا نہ دیکھ لو اس وقت تک مت کھڑے ہو' کیونکہ ہو سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گھر میں کوئی کام ہو' جس کی وجہ سے آپ کو آنے میں تاخیر ہو جائے تو اگر صحابہ پہلے سے کھڑے ہو جائیں گے تو اتنی دیر تک کھڑے ہونے سے ان کو مشقت ہو گی اور ان پر انتظار شاق گزرے گا۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۲۳۵۔ ۲۳۴' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام ابو حنیفہ اور امام محمد نے کہا ہے کہ جب لوگ (مسجد میں) صف میں بیٹھے ہوئے ہوں تو جب مؤذن ''حی علی الصلوٰۃ'' کہے تو لوگ کھڑے ہو جائیں اور جب مؤذن ''قد قامت الصلوٰۃ'' کہے تو امام ''الله اکبر'' کہے کیونکہ مؤذن شرع میں امین ہے اور اس نے نماز کے قیام کی خبر دی ہے اور ''قد قامت الصلوٰۃ'' کا معنی ہے: بے شک نماز قائم ہو گئی' لہٰذا مؤذن کی خبر کی تصدیق واجب ہے اور جب مسجد میں امام نہ ہو تو جمہور کا مذہب یہ ہے کہ لوگ اس وقت تک نہ کھڑے ہوں جب تک امام کو دیکھ نہ لیں۔

حافظ ابن حجر نے صحیح مسلم اور سنن ابوداؤد کی جو احادیث ذکر کی تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آنے سے پہلے اقامت پڑھی گئی اور آپ کے مسجد میں آنے سے پہلے لوگ کھڑے ہو جاتے تھے' علامہ عینی نے ان احادیث کا یہ جواب دیا ہے کہ یہ ابتدائی عمل تھا' بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے منع کر دیا اور فرمایا: جب تک تم مجھے نہ دیکھو اس وقت تک مت کھڑے ہو۔

(عمدۃ القاری ج ۵ ص ۲۲۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

برصغیر کی مساجد میں نماز کے لیے کھڑے ہونے کے وقت میں علماء کا اختلاف

ہمارے برصغیر کی مساجد میں علماء اہل سنت کی مساجد میں یہ طریقہ ہے کہ امام پہلے سے مصلّی پر بیٹھا ہوا ہوتا ہے اور جب مؤذن "حی علی الصلٰوۃ" کہتا ہے تو امام اور مقتدی سب کھڑے ہو جاتے ہیں اور مکتبہ فکر دیو بند کی مساجد میں یہ طریقہ ہے کہ مؤذن کی تکبیر شروع کرتے ہی امام اور مقتدی سب کھڑے ہو جاتے ہیں حالانکہ یہ وہ طریقہ ہے جس سے رسول اللہ ﷺ نے منع فرما دیا تھا اور صحابہ کرام نے اس طریقہ کو ترک کر دیا تھا' جیسا کہ فتح الباری اور عمدۃ القاری کی عبارات سے واضح ہو چکا ہے اور امام ابوحنیفہ کا مذہب بھی یہی ہے کہ "حی علی الصلٰوۃ" پر کھڑا ہوا جائے۔

شیخ محمد شفیع دیو بندی متوفی ۱۳۹۶ھ لکھتے ہیں:

امام اعظم ابوحنیفہ کے مذہب میں وہ تفصیل ہے' جو عالم گیری اور بدائع کے حوالے سے اوپر مذکور ہوئی کہ امام اور مقتدی اگر اقامت سے پہلے ہی مسجد میں موجود تھے تو صحیح روایت کے مطابق "حی علی الفلاح" پر اٹھ جانا چاہیے اور اگر امام باہر سے آرہا ہے اور وہ محراب کے کسی دروازہ سے یا اگلی صف کے سامنے سے آئے تو جس وقت مقتدی امام کو دیکھیں' اس وقت کھڑے ہو جائیں اور اگر وہ پچھلی صفوں کی طرف سے آرہا ہے تو وہ جس صف سے گزرے' وہ صف کھڑی ہوتی چلی جائے۔

(جواہر الفقہ ج ۱ ص ۳۲۰-۳۱۹' مکتبہ دار العلوم کراچی' ۱۳۹۵ھ)

فقہ حنفی کی تمام کتب میں "حی علی الفلاح" پر کھڑے ہونے کو مستحب لکھا ہے' لیکن عالم گیری کی ایک عبارت اس کے خلاف ہے' اس میں لکھا ہے:

جب کوئی شخص اقامت میں داخل ہو تو اس کے لیے کھڑے ہو کر (امام کا) انتظار کرنا مکروہ ہے لیکن وہ بیٹھ جائے' پھر جب مؤذن "حی علی الفلاح" کہے تو کھڑا ہو جائے۔ (مضمرات) (عالم گیری ج ۱ ص ۵۷' طبع مطبعہ امیریہ کبریٰ بولاق' مصر)

اس عبارت کی یہ توجیہ کی گئی ہے کہ یہ اس صورت پر محمول ہے جب امام مسجد میں نہ ہو اور لوگ اس کا انتظار کر رہے ہوں اور جب امام اور مقتدی مسجد میں ہوں تو پھر مستحب یہ ہے کہ سب بیٹھے رہیں اور جب مؤذن "حی علی الفلاح" کہے' اس وقت کھڑے ہوں اور اس کا خلاف زیادہ سے زیادہ مکروہ تنزیہی ہے۔

امام اور نمازیوں کا مسجد میں "حی علی الفلاح" پر کھڑے ہونا اور اس مسئلہ میں فقہاء احناف کی عبارات

اس سلسلہ میں فقہاء احناف کی عبارات حسب ذیل ہیں:

علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ نماز کی سنن اور آداب میں لکھتے ہیں:

مؤذن جب "حی علی الفلاح" کہے تو اگر امام لوگوں کے ساتھ مسجد میں ہو تو لوگوں کے لیے یہ مستحب ہے کہ وہ صف میں کھڑے ہو جائیں۔ (بدائع الصنائع ج ۲ ص ۲۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

علامہ محمود بن صدر الشریعہ ابن مازہ البخاری الحنفی المتوفی ۶۱۶ھ آداب نماز میں لکھتے ہیں:

امام محمد نے "الاصل" (المبسوط) میں یہ کہا ہے کہ جب امام لوگوں کے ساتھ مسجد میں ہو تو میں اس کو پسند کرتا ہوں کہ جب مؤذن "حی علی الفلاح" کہے تو وہ صف میں کھڑے ہو جائیں۔ (المحیط البرہانی ج ۲ ص ۱۰۵' ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۴۲۴ھ)

علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۹۷۰ھ آداب نماز میں لکھتے ہیں:

اگر امام محراب کے قریب ہو تو جب مؤذن "حی علی الفلاح" کہے تو مستحب یہ ہے کہ سب جلدی کھڑے ہو جائیں۔

(البحر الرائق ج ۱ ص ۳۰۴٬ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ)

علامہ حسن بن عمار بن شرنبلالی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ آدابِ نماز میں لکھتے ہیں:

اور ''حی علی الفلاح'' پر کھڑے ہونا' پھر اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

جب امام محراب کے قریب ہو تو امام کا اور لوگوں کا ''حی علی الفلاح'' پر کھڑے ہونا۔

(نور الایضاح مع مراقی الفلاح ج ۱ ص ۲۷۷٬ طبع بیروت)

علامہ محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ آدابِ نماز میں لکھتے ہیں:

اگر امام محراب کے قریب ہو تو امام اور مقتدی کا ''حی علی الفلاح'' پر کھڑے ہونا۔ (علامہ شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:)

درر غرر میں مذکور ہے: ''حی علی الصلوٰۃ'' پر کھڑے ہونا۔ (الدر المختار ورد المحتار ج ۲ ص ۱۵۶٬ دار احیاء التراث العربی بیروت٬ ۱۴۱۹ھ)

صدر الشریعہ علامہ محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی ۱۳۶۷ھ مستحباتِ نماز میں لکھتے ہیں:

جب مکبر ''حی علی الفلاح'' کہے تو سب کا کھڑے ہو جانا۔ (بہارِ شریعت حصہ سوم ص ۴۸٬ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور٬ ۱۴۱۶ھ)

۲۳ - بَابٌ لَا يَسْعٰى اِلَى الصَّلٰوةِ مُسْتَعْجِلًا، وَلْيَقُمْ بِالسَّكِيْنَةِ وَالْوَقَارِ

جلدی میں نماز کی طرف دوڑتا ہوا نہ جائے اور اس کو چاہیے کہ سکون اور وقار کے ساتھ کھڑا ہو

٦٣٨ - حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ، عَنْ يَحْيٰى، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ قَتَادَةَ، عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ، فَلَا تَقُوْمُوْا حَتّٰى تَرَوْنِيْ، وَعَلَيْكُمْ بِالسَّكِيْنَةِ. تَابَعَهُ عَلِيُّ بْنُ الْمُبَارَكِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی٬ انہوں نے کہا: ہمیں شیبان نے حدیث بیان کی از یحییٰ از عبد اللہ بن ابی قتادہ از والد خود٬ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب نماز کی اقامت پڑھی جائے تو تم اس وقت تک کھڑے مت ہو حتیٰ کہ تم مجھے دیکھ لو اور تم پر سکون اور اطمینان لازم ہے۔ علی بن المبارک نے شیبان کی (یحییٰ بن ابی کثیر سے روایت میں) متابعت کی ہے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے گزشتہ حدیث: ۶۳۷ کا مطالعہ فرمائیں۔

۲۴ - بَابٌ هَلْ يَخْرُجُ مِنَ الْمَسْجِدِ لِعِلَّةٍ؟

آیا کسی ضرورت کی وجہ سے (نمازی) مسجد سے نکل سکتا ہے؟

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ آیا اقامت پڑھی جانے کے بعد کوئی شخص کسی ضرورت کی وجہ سے مسجد سے نکل سکتا ہے؟

اذان کے بعد مسجد سے نکلنے کی ممانعت میں احادیث اور آثار

اقامت پڑھی جانے کے بعد مسجد سے نکلنے کی ممانعت میں حسبِ ذیل احادیث ہیں:

ابو الشعثاء بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے٬ مؤذن نے اذان دی٬ پھر ایک شخص اٹھ کر مسجد سے جانے لگا٬ حضرت ابوہریرہ کی نظر اس کا پیچھا کرتی رہی حتیٰ کہ وہ مسجد سے باہر نکل گیا٬ پس حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: رہا یہ شخص تو اس نے ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی ہے۔

(صحیح مسلم: ۶۵۸٬ الرقم المسلسل: ۱۴۶۲٬ سنن ابو داؤد: ۵۳۶٬ سنن ترمذی: ۲۰۴٬ سنن نسائی: ۶۸۳٬ سنن ابن ماجہ: ۷۳۳٬ مسند احمد ج ۲ ص ۴۱۰)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے میری مسجد میں اذان سنی' پھر کسی کام کی وجہ سے مسجد سے نکل گیا' پھر مسجد میں واپس نہیں آیا تو وہ شخص منافق ہے۔(المعجم الاوسط: ۳۸۵۴'مکتبۃ المعارف' ریاض'۱۴۱۶ھ)

۶۳۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ' عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ' عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ' عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ' وَقَدْ أُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ وَعُدِّلَتِ الصُّفُوْفُ' حَتّٰى إِذَا قَامَ فِيْ مُصَلَّاهُ' انْتَظَرْنَا أَنْ يُكَبِّرَ' انْصَرَفَ' قَالَ عَلٰى مَكَانِكُمْ. فَمَكَثْنَا عَلٰى هَيْئَتِنَا' حَتّٰى خَرَجَ إِلَيْنَا يَنْطِفُ رَأْسُهُ مَاءً' وَقَدِ اغْتَسَلَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد العزیز بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از صالح بن کیسان از ابن شہاب از ابی سلمہ از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجرہ سے نکلے' اس وقت نماز کی اقامت کہی جا چکی تھی اور صفیں برابر کی جا چکی تھیں حتیٰ کہ جب آپ جانماز پر کھڑے ہوئے' ہم اس کے منتظر تھے کہ آپ تکبیر تحریمہ پڑھیں' آپ لوٹ گئے اور فرمایا: تم اپنی جگہوں پر کھڑے رہو' تو ہم اسی حالت میں کھڑے رہے' حتیٰ کہ آپ ہماری طرف اس حال میں نکلے کہ آپ کے سر سے پانی کے قطرے گر رہے تھے' اور بے شک آپ نے غسل کیا تھا۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۲۷۵ کا مطالعہ کریں' وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: جب مسجد میں نمازی کو یاد آئے کہ وہ جنبی ہے تو وہ اسی حالت میں مسجد سے نکل جائے اور تیمم نہ کرے' اور یہاں اس حدیث کا عنوان ہے: کسی ضرورت کی وجہ سے مسجد سے نکلنے کا جواز' اور حدیث مذکور میں دونوں عنوانوں کی گنجائش ہے۔

حدیث مذکور کے بعض اہم مسائل

اس حدیث کے بعض اہم مسائل میں سے یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام پر بھی نسیان طاری ہوتا ہے' اور یہ کہ ضرورت کی وجہ سے اقامت کے بعد کلام کیا جا سکتا ہے اور یہ کہ جس شخص پر غسل واجب ہو' اس پر یہ لازم نہیں ہے کہ وہ فوراً غسل کرے۔

۲۵ - بَابٌ إِذَا قَالَ الْإِمَامُ مَكَانَكُمْ' حَتّٰى نَرْجِعَ انْتَظِرُوْهُ

جب امام کہے کہ تم اپنی جگہوں پر ٹھہرو حتیٰ کہ میں واپس آؤں تو وہ اس کا انتظار کریں

۶۴۰ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ' عَنِ الزُّهْرِيِّ' عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ' عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ أُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ' فَسَوَّى النَّاسُ صُفُوْفَهُمْ' فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَقَدَّمَ' وَهُوَ جُنُبٌ' ثُمَّ قَالَ عَلٰى مَكَانِكُمْ. فَاغْتَسَلَ' ثُمَّ خَرَجَ وَرَأْسُهُ يَقْطُرُ مَاءً' فَصَلّٰى بِهِمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الاوزاعی نے حدیث بیان کی از الزہری از ابی سلمہ بن عبد الرحمان از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ' انہوں نے بیان کیا کہ نماز کی اقامت پڑھی گئی' پس لوگوں نے اپنی صفیں برابر کیں' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (حجرہ سے) باہر نکلے' پس آگے بڑھے' اس وقت آپ جنبی تھے' پھر فرمایا: تم اپنی جگہوں پر ٹھہرو' پس آپ نے غسل کیا' پھر آپ باہر نکلے اور آپ کے سر سے پانی کے قطرے گر رہے تھے' پس آپ نے ان کو نماز پڑھائی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۵۷۲ میں گزر چکی ہے۔

٢٦ - بَابُ قَوْلِ الرَّجُلِ مَا صَلَّيْنَا

کسی شخص کا یہ کہنا کہ ہم نے نماز نہیں پڑھی

٦٤١ - حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ' عَنْ يَحْيٰى قَالَ سَمِعْتُ اَبَا سَلَمَةَ يَقُوْلُ اَخْبَرَنَا جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَاءَهُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ يَوْمَ الْخَنْدَقِ' فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ' وَاللّٰهِ مَا كِدْتُّ اَنْ اُصَلِّيَ' حَتّٰى كَادَتِ الشَّمْسُ تَغْرُبُ' وَذٰلِكَ بَعْدَ مَا اَفْطَرَ الصَّائِمُ' فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاللّٰهِ مَا صَلَّيْتُهَا . فَنَزَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى بُطْحَانَ وَاَنَا مَعَهُ' فَتَوَضَّاَ ثُمَّ صَلّٰى' يَعْنِي الْعَصْرَ' بَعْدَ مَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ' ثُمَّ صَلّٰى بَعْدَهَا الْمَغْرِبَ . .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شیبان نے حدیث بیان کی از یحییٰ انہوں نے کہا: میں نے ابوسلمہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ ہمیں حضرت جابر رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ غزوہ خندق کے دن نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ آئے' پس انہوں نے کہا: یارسول اللہ! اللہ کی قسم! میں نماز نہیں پڑھ سکا حتیٰ کہ سورج اب غروب ہونے لگا اور اس وقت روزہ دار کے افطار کا وقت تھا' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں نے بھی نماز نہیں پڑھی' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مدینہ کی ایک وادی میں گئے اور میں بھی آپ کے ساتھ تھا' پھر آپ نے وضوء کیا اور نماز پڑھائی یعنی سورج کے غروب ہونے کے بعد عصر کی' پھر اس کے بعد آپ نے مغرب کی نماز پڑھائی۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری:۵۹۶ کا مطالعہ کریں' وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: جس شخص نے وقت نکلنے کے بعد جماعت کے ساتھ نماز پڑھائی' اور یہاں اس کا عنوان ہے: کسی شخص کا یہ کہنا کہ ہم نے نماز نہیں پڑھی۔

٢٧ - بَابُ الْاِمَامِ تَعْرِضُ لَهُ الْحَاجَةُ بَعْدَ الْاِقَامَةِ

اقامت کے بعد امام کو کوئی ضرورت پیش آئے

اس باب کا حاصل یہ ہے کہ نماز پڑھانے سے پہلے امام کو کوئی کام پڑ جائے تو آیا وہ کام کر سکتا ہے یا نہیں' اور اس کا جواب یہ ہے کہ کر سکتا ہے' عنوان میں یہ قید لگائی ہے کہ اقامت کے بعد اس کا فائدہ یہ ہے کہ جب اقامت کے بعد بھی وہ پیش آمدہ کام کر سکتا ہے تو اقامت سے پہلے تو بہ طریق اولیٰ کر سکتا ہے۔

٦٤٢ - حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرٍ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ صُهَيْبٍ' عَنْ اَنَسٍ قَالَ اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ' وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُنَاجِيْ رَجُلًا فِيْ جَانِبِ الْمَسْجِدِ' فَمَا قَامَ اِلَى الصَّلٰوةِ حَتّٰى نَامَ الْقَوْمُ.

[اطراف الحدیث:۶۴۳-۶۲۹۲] (صحیح مسلم:۳۷۶' الرقم المسلسل: ۸۱۰' سنن ابوداؤد:۵۴۴' سنن نسائی:۷۸۷)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابومعمر عبداللہ بن عمرو نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوارث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز بن صہیب نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ نماز کی اقامت پڑھی گئی اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مسجد کے ایک کونے میں ایک شخص سے سرگوشی کر رہے تھے' پھر آپ نے نماز قائم نہیں کی حتیٰ کہ لوگ سو گئے۔

اس حدیث کے چار رجال ہیں' ان کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں ذکر ہے کہ نماز کی اقامت کی جا چکی تھی اس

نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص کے ساتھ سرگوشی کر رہے تھے اور آپ کی اس کے ساتھ سرگوشی طویل ہو گئی اور یہی وہ امام کی پیش آمدہ ضرورت ہے جس کا اس باب کے عنوان میں ذکر کیا گیا ہے۔

لوگوں کے سامنے دو آدمیوں کا سرگوشیاں کرنا' اقامت اور تکبیر تحریمہ کے درمیان فصل کرنا اور دیگر مسائل

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ لوگوں کی جماعت کے سامنے بھی دو آدمیوں کا سرگوشیوں میں بات کرنا جائز ہے' اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اقامت اور تکبیر تحریمہ کے درمیان فصل کرنا جائز ہے' جب کوئی ضرورت ہو' خصوصاً جب کوئی ایسا کام ہو' جس کا دین سے تعلق ہو اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نماز کو اول وقت سے مؤخر کرنا جائز ہے۔

٢٨ - بَابُ الْكَلَامِ إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلٰوةُ

اقامت نماز کے وقت کلام کرنا

٦٤٣ - حَدَّثَنَا عَيَّاشُ بْنُ الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلٰى قَالَ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ قَالَ سَأَلْتُ ثَابِتًا الْبُنَانِيَّ' عَنِ الرَّجُلِ يَتَكَلَّمُ بَعْدَ مَا تُقَامُ الصَّلٰوةُ؟ فَحَدَّثَنِيْ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ أُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَعَرَضَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ' فَحَبَسَهُ بَعْدَ مَا أُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عیاش بن الولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الاعلیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حمید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے ثابت بنانی سے اس شخص کے متعلق سوال کیا' جو نماز کی اقامت کے بعد کلام کرے؟ تو انہوں نے مجھے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی کہ نماز کی اقامت کی گئی' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک شخص پیش ہوا' اس نے نماز کی اقامت کے بعد آپ کو (باتوں میں) روک لیا۔

اس حدیث کی شرح کے لیے گزشتہ حدیث: ٦٤٢ کا مطالعہ کریں۔

٢٩ - بَابُ وُجُوْبِ صَلٰوةِ الْجَمَاعَةِ

نماز باجماعت کا واجب ہونا

وَقَالَ الْحَسَنُ إِنْ مَنَعَتْهُ أُمُّهُ عَنِ الْعِشَاءِ فِي الْجَمَاعَةِ' شَفَقَةً' لَمْ يُطِعْهَا.

اور حسن بصری نے کہا: اگر کسی شخص کو اس کی ماں از راہ شفقت عشاء کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھنے سے منع کرے تو وہ اس کی اطاعت نہ کرے۔

امام بخاری نے حسن بصری کا جو یہ اثر ذکر کیا ہے' اس سے بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری کے نزدیک جماعت سے نماز پڑھنا فرض ہے کیونکہ غیر معصیت میں والدین کی اطاعت کرنا فرض ہے' اور تمام نمازوں میں سے خصوصاً عشاء کی نماز کا ذکر کیا ہے حالانکہ تمام نمازوں کا یہی حکم ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ عشاء کی نماز منافقین پر بہت دشوار تھی' ہر چند کہ فجر کی نماز بھی اسی طرح ہے لیکن عشاء کے ذکر سے فجر کا حکم بھی معلوم ہو گیا' اور ماں کا ذکر فرمایا ہے' اس لیے کہ ماں کی شفقت اولاد پر باپ سے زیادہ ہوتی ہے۔

نماز باجماعت کے وجوب پر دلائل

تحقیق یہ ہے کہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا فرض عین یا فرض کفایہ نہیں ہے کیونکہ فرض ایسی دلیل سے ثابت ہوتا ہے' جس کا ثبوت بھی قطعی ہو اور اس کی لزوم پر دلالت بھی قطعی ہو' اس باب میں جو حدیث درج ہے' اس سے اگرچہ جماعت سے نماز پڑھنے کا لزوم قطعیت سے ثابت ہوتا ہے' مگر اس حدیث کا ثبوت قطعی نہیں ہے کیونکہ یہ حدیث خبر واحد ہے اور خبر واحد ظنی ہوتی ہے اور جب ثبوت اور لزوم میں سے ایک چیز قطعی ہو اور دوسری ظنی ہو تو پھر اس سے وجوب ثابت ہوتا ہے' فرضیت نہیں' لہٰذا نماز باجماعت واجب ہے'

فرض نہیں ہے' اس کے وجوب کی دوسری دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں ہے:

وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ○ (البقرہ:٤٣) اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو○

اس آیت میں رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرنے کا حکم ہے اور امر وجوب کے لیے آتا ہے' اس لیے جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا واجب ہوگا' اگر یہ اعتراض کیا جائے گا کہ قرآن مجید تو قطعی الثبوت ہے' لہٰذا جماعت سے نماز پڑھنا فرض ہونا چاہیے' اس کا جواب یہ ہے کہ یہ آیت قطعی الدلالہ نہیں ہے کیونکہ رکوع کا معنی خشوع بھی ہے۔

٦٤٤ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ' عَنْ اَبِي الزِّنَادِ' عَنِ الْاَعْرَجِ' عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ' اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ' لَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ اٰمُرَ بِحَطَبٍ فَيُحْطَبَ' ثُمَّ اٰمُرَ بِالصَّلٰوةِ فَيُؤَذَّنَ لَهَا' ثُمَّ اٰمُرَ رَجُلًا فَيَؤُمَّ النَّاسَ' ثُمَّ اُخَالِفَ اِلٰى رِجَالٍ فَاُحَرِّقَ عَلَيْهِمْ بُيُوْتَهُمْ' وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ' لَوْ يَعْلَمُ اَحَدُهُمْ اَنَّهٗ يَجِدُ عَرْقًا سَمِيْنًا' اَوْ مِرْمَاتَيْنِ حَسَنَتَيْنِ' لَشَهِدَ الْعِشَاءَ.

[اطراف الحدیث:٦٥٧-٢٤٢٠-٧٢٢٤]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! بے شک میں نے یہ ارادہ کیا کہ میں کسی شخص کو لکڑیاں جمع کرنے کا حکم دوں' پس وہ لکڑیاں جمع کرے' پھر میں نماز کا حکم دوں' پس نماز کے لیے اذان دی جائے' پھر میں کسی شخص کو حکم دوں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائے' پھر میں ان لوگوں کو دیکھوں جو پیچھے رہے (اور نماز پڑھنے نہیں آئے) پھر میں ان کے گھروں کو آگ لگا دوں اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! اگر ان میں سے کسی شخص کو یہ علم ہو کہ اس کو گوشت والی ہڈی یا بکری کے دو پائے مل جائیں گے تو وہ ضرور عشاء میں حاضر ہوگا۔

(صحیح مسلم:٦٥١' الرقم المسلسل:١٤٥٤' سنن نسائی:٨٤٤' مسند الحمیدی:٩٥٦' المنتقی:٣٠٤' صحیح ابن خزیمہ:١٤٨١' موطأ امام مالک:٢٩٦' دار المعرفۃ صحیح ابن حبان:٢٠٩٦' سنن بیہقی ج ٣ ص ٥٥' شرح السنۃ:٧٩١' مسند احمد ج ٢ ص ٢٤٤ طبع قدیم' مسند احمد:٧٣٢٨- ج ١٢ ص ٢٨١' مؤسسۃ الرسالۃ بیروت' مسند طحاوی:٧٧٦)

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں' جن کا پہلے تعارف ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ اس طرح مناسبت ہے کہ اس میں جماعت کے ساتھ نماز نہ پڑھنے والوں پر وعید ہے اور یہ جماعت کے وجوب کی دلیل ہے۔

''عرقًا'' اور ''مرماتین'' کے معنی

اس حدیث میں ''عرقًا'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: ایسی ہڈیاں جن پر باریک گوشت کی تہ چڑھی ہوئی ہو' نیز اس میں ''مرماتین'' کا لفظ ہے' یہ ''مِرماۃ'' کا تثنیہ ہے' اس کا معنی ہے: بکری کے کھر کا گوشت۔

نماز باجماعت کے متعلق فقہاء کی آراء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں جماعت کی تاکید کا اور اس کی عظیم عبادت ہونے کا بیان ہے' اللہ تعالیٰ نے تمام نمازوں کی حفاظت کرنے کا

دیا ہے' قرآن مجید میں ہے:

حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ. (البقرہ:٢٣٨) تمام نمازوں کی حفاظت کرو۔

نماز کی حفاظت کرنے کا ایک طریقہ اس کو جماعت کے ساتھ پڑھنا ہے۔

فقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا سنت ہے' سوائے اہل الظاہر (غیر مقلدین) کے' کیونکہ ان کے نزدیک جماعت فرض ہے اور ان کا استدلال اس باب کی حدیث سے ہے۔

اس حدیث میں جس نماز کا ذکر ہے' جس کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ ارادہ کیا تھا کہ اس کو پڑھانے کا حکم دیں' پھر جو نماز پڑھنے کے لیے نہ آئیں ان کے گھروں کو آگ لگا دیں' اس میں اختلاف ہے کہ وہ کون سی نماز تھی۔ بعض علماء نے کہا: اس سے مراد عشاء کی نماز ہے' کیونکہ حدیث میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو لوگ مسجد کے گرد رہتے ہیں اور عشاء کی نماز میں نہیں آتے' وہ باز آ جائیں ورنہ میں ان کے گھروں کے گرد لکڑیوں کے گٹھے سے آگ لگا دوں گا۔

(مسند احمد ج ٢ ص ٢٩٢ طبع قدیم' مسند احمد ج ١٣ ص ٢٩٤' مؤسسة الرسالة' بیروت)

دوسرے فقہاء نے کہا ہے کہ اس سے مراد جمعہ کی نماز ہے' حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یہ جمعہ کی نماز ہے اور یہی الحسن البصری کا قول ہے اور یحیٰ بن معین نے کہا ہے کہ جس حدیث میں نماز سے پیچھے رہنے والے کے لیے اس کے گھر کو آگ لگانے کا ذکر ہے' وہ صرف جمعہ کی نماز ہے اور کوئی نہیں ہے۔

المہلب نے کہا ہے کہ اس حدیث سے منافقین مراد ہیں کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر ان کو یہ پتا چل جائے کہ ان کو گوشت والی ہڈی مل جائے گی تو وہ ضرور عشاء کی نماز میں آئیں گے' یہ منافقین کی صفت ہے' مؤمنین کی صفت نہیں ہے۔ (جو فقہاء جماعت کو فرض یا واجب نہیں کہتے' وہ اس حدیث کا یہی جواب دیتے ہیں۔ سعیدی غفرلہٗ)

(شرح ابن بطال ج ٢ ص ٣٣٨۔ ٣٣٧' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ھ)

باجماعت نماز پڑھنے کے وجوب میں احادیث اور آثار

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ٤٥٨ھ نے اپنی سند کے ساتھ متعدد احادیث روایت کی ہیں' جو جماعت سے نماز پڑھنے کے وجوب پر دلالت کرتی ہیں' بعض ازاں یہ ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مسجد کے پڑوسی کی نماز مسجد کے سوا نہیں ہوتی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک نابینا شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا' اس نے کہا: میرے پاس کوئی ایسا بندہ نہیں جو نماز کی طرف میری رہ نمائی کرے تو اس نے آپ سے سوال کیا کہ آپ اسے گھر میں نماز پڑھنے کی اجازت دے دیں' آپ نے اس کو اجازت دے دی' جب وہ پیٹھ پھیر کر جانے لگا تو آپ نے اسے بلایا اور اس سے پوچھا: کیا تم اذان کی آواز سنتے ہو؟ اس نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: تو پھر تم اس کا جواب دو (یعنی مسجد کی طرف چل کر)۔ (صحیح مسلم: ٦٥٣' سنن نسائی: ٨٥٠)

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک نابینا شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے کہا: میں اذان کو سنتا ہوں' اور شاید کہ میرے پاس کوئی رہ نمائی کرنے والا نہیں ہے کیا میں اپنے گھر میں نماز پڑھنے کی جگہ بنا لوں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے پوچھا: کیا تم اذان سنتے ہو؟ اس نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: جب تم اذان سنتے ہو تو پھر (مسجد کی طرف) نکلو۔ (رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عتبان بن مالک انصاری کو عذر کی وجہ سے گھر میں نماز پڑھنے کی اجازت دے دی تھی اس سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ عذر کی وجہ سے جماعت واجب نہیں ہے۔ سعیدی غفرلہ)

ابو الاحوص بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس شخص کو یہ پسند ہو کہ وہ کل اللہ تعالیٰ سے مسلمان ہونے کی حالت میں ملاقات کرے اس کو چاہیے کہ جب اذان دی جائے تو وہ نمازوں کی حفاظت کرے کیونکہ اللہ نے تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے سنن الھدیٰ کو مشروع کیا ہے اور یہ نمازیں سنن الھدیٰ ہیں اور اگر تم اپنے گھروں میں نمازیں پڑھو جیسا کہ یہ جماعت چھوڑنے والا اپنے گھر میں نماز پڑھتا ہے تو تم اپنے نبی کی سنت کو ترک کردو گے اور اگر تم نے اپنے نبی کی سنت کو ترک کردیا تو تم گم راہ ہو جاؤ گے اور ہر وہ شخص جو اچھی طرح وضوء کرے' پھر ان مساجد میں سے کسی مسجد کی طرف جانے کا قصد کرے تو اللہ اس کے ہر قدم کے بدلے میں ایک نیکی لکھ دے گا اور اس کا ایک درجہ بلند کرے گا اور اس کے ایک گناہ کو مٹا دے گا اور ہم نے اپنے مسلمانوں کا مشاہدہ کیا ہے' جماعت کو صرف منافق چھوڑتا تھا جس کا نفاق معلوم ہوتا تھا اور بے شک ایک آدمی دو آدمیوں کے سہارے سے مسجد میں آتا تھا اور صف میں کھڑا ہو جاتا تھا۔ (صحیح مسلم: ۶۵۴' الرقم المسلسل: ۱۴۶۱' سنن ابوداؤد: ۵۵۰' سنن نسائی: ۸۴۹)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے ایک شخص کو دیکھا' وہ اذان کے بعد مسجد سے باہر جا رہا تھا' انہوں نے کہا: رہا یہ شخص تو اس نے ابو القاسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نافرمانی کی ہے۔ (صحیح مسلم: ۶۵۵' الرقم المسلسل: ۱۴۶۳)

(سنن کبریٰ للبیہقی ج ۳ ص ۵۹۔ ۵۷ ملخصاً ومرتباً' نشر السنۃ' ملتان)

نماز با جماعت کے واجب یا مسنون ہونے کے متعلق فقہاء احناف کی عبارات

علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ ھ لکھتے ہیں:

جو مرد عاقل' آزاد اور بغیر حرج کے چلنے پر قادر ہوں' ان پر جماعت سے نماز پڑھنا واجب ہے' عورتوں' بچوں' پاگلوں' غلاموں' اپاہجوں' جس کے ہاتھ اور پیر کٹے ہوئے ہوں' جو بوڑھے چلنے پر قادر نہ ہوں اور بیماروں پر جماعت سے نماز پڑھنا واجب نہیں ہے۔

عورتوں پر جماعت اس لیے واجب نہیں ہے کہ ان کے گھر سے باہر نکلنے میں فتنہ ہے' غلاموں پر اس لیے واجب نہیں کہ ان کے مالکوں کے منافع معطل ہوں گے' اپاہج' جس کے ہاتھ اور پیر کٹے ہوئے ہوں اور بہت بوڑھے پر اس لیے واجب نہیں ہے کہ وہ چلنے پر قادر نہیں ہے اور بیمار پر اس لیے واجب نہیں ہے کہ اس کو چلنے میں دشواری ہوگی' اور نابینا کے متعلق اجماع ہے کہ جب اس کو راستہ دکھانے والا نہ ہو تو اس پر جماعت واجب نہیں ہے' اور اگر اس کو راستہ دکھانے والا ہو تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک اس پر پھر بھی جماعت واجب نہیں ہے اور امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک اس صورت میں اس پر جماعت واجب ہے۔

(بدائع الصنائع ج ۱ ص ۶۶۴۔ ۶۶۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ ھ)

علامہ محمود بن صدر الشریعہ ابن مازہ البخاری الحنفی المتوفی ۶۱۶ ھ لکھتے ہیں:

جماعت سے نماز پڑھنا سنت (مؤکدہ) ہے' بلا عذر کسی کے لیے اس میں تاخیر کرنا جائز نہیں ہے' اس کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے یہ ارادہ کیا کہ کسی شخص کو نماز پڑھانے کا حکم دوں' پھر جو لوگ جماعت سے نماز پڑھنے نہیں آتے' ان کے گھروں کو آگ لگا دوں۔ (صحیح البخاری: ۶۴۴' صحیح مسلم: ۶۵۱' سنن نسائی: ۸۴۴)

امام محمد نے کہا ہے کہ معذوروں پر جماعت واجب نہیں ہے (جس کی تفصیل علامہ کاسانی کی عبارت میں ہے:)

اور اگر اس سے جماعت فوت ہو جائے تو گھر میں اپنے گھر والوں کو جمع کر کے جماعت سے نماز پڑھ لے' کیونکہ ہم نے روایت

کی ہے کہ جب نبی ﷺ صلح سے فارغ ہو کر آئے تو لوگ (مسجد میں) نماز سے فارغ ہو چکے تھے' پھر آپ نے اپنے گھر میں گھر والوں کو جمع کر کے جماعت کروائی۔ ابوبکرہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ کی اطراف سے نماز پڑھنے کے لیے آئے تو لوگ نماز پڑھ چکے تھے' پھر آپ اپنے گھر گئے اور گھر والوں کو جمع کر کے انہیں نماز پڑھائی۔

حافظ نورالدین الہیثمی متوفی ٨٠٧ھ نے کہا: اس حدیث کی امام طبرانی نے المعجم الکبیر اور المعجم الاوسط میں روایت کی ہے اور اس کے تمام رجال ثقہ ہیں۔ (مجمع الزوائد ج ٢ ص ٤٥)

اور اگر اس نے تنہا نماز پڑھی تو جائز ہے کیونکہ ہم نے بیان کیا ہے کہ جماعت سنت ہے' اس وجہ سے قضاء نماز کی جماعت واجب نہیں ہے اور سنت کو ترک کرنا جواز کو منع نہیں کرتا۔ (المحیط البرھانی ج ٢ ص ٢١١۔ ٢١٠' ادارۃ القرآن' کراچی' ١٤٢٤ھ)

علامہ محمد بن علی بن محمد الحصکفی الحنفی المتوفی ١٠٨٨ھ لکھتے ہیں:

جماعت مردوں کے لیے سنت مؤکدہ ہے' زاھدی نے کہا کہ تاکید سے فقہاء کی مراد وجوب ہے' ماسوا جمعہ اور عید کے' کہ ان میں جماعت شرط ہے اور تراویح میں جماعت سنت کفایہ ہے اور رمضان کے وتر میں سنت مستحبہ ہے اور غیر رمضان کے وتر میں نفل ہے اور دعوت دے کر جماعت کرانا مکروہ ہے۔

علامہ محمد امین بن عمر بن عبد العزیز ابن عابدین شامی متوفی ١٢٥٢ھ' اس عبارت کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس عبارت میں فقہاء کے دو اقوال کے درمیان تطبیق ہے' ایک قول یہ ہے کہ جماعت سنت مؤکدہ ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ جماعت واجب ہے' اور اس کا بیان یہ ہے کہ دونوں سے مراد واحد ہے' کیونکہ احادیث میں جماعت کے ترک کرنے پر شدید وعید ہے۔ علامہ سراج الدین ابن نجیم نے لکھا ہے کہ جماعت واجب ہے اور اس کو سنت اس لیے کہا ہے کہ اس کا وجوب سنت سے ثابت ہے' اور اس پر اتفاق ہے کہ جس نے ایک بار بھی بلا عذر جماعت کو ترک کیا تو یہ گناہ ہے۔ یہ علماء عراق کا قول ہے اور علماء خراسان کا قول یہ ہے کہ جو عادۃً جماعت کو ترک کرے' وہ گناہ گار ہوگا' نیز علامہ سراج الدین ابن نجیم متوفی ١٠٠٥ھ نے لکھا ہے کہ بارش' کیچڑ' آندھی' شدید اندھیرے اور سخت سردی میں جماعت ساقط ہو جاتی ہے۔ (النہر الفائق ج ١ ص ٢٣٩۔ ٢٣٨' قدیمی کتب خانہ' کراچی) علامہ ابراہیم حلبی حنفی متوفی ٩٥٦ھ نے لکھا ہے کہ امام محمد نے اصل (مبسوط) میں لکھا ہے کہ جماعت سنت مؤکدہ ہے' بغیر عذر کے اس کو ترک کرنا جائز نہیں ہے۔ اس عبارت کے اوّل سے جماعت کا سنت ہونا معلوم ہوتا ہے اور اس عبارت کے آخر سے جماعت کا واجب ہونا معلوم ہوتا ہے۔ (الیٰ قولہ) ان دو باتوں میں موافقت اس طرح ہے کہ حدیث میں جو جماعت کے ترک پر وعید ہے' وہ اس صورت میں ہے جب لوگ جماعت کو دائماً ترک کریں' نماز پڑھنے کے لیے مساجد میں نہ جائیں اور ہمیشہ گھروں میں نماز پڑھیں' جیسا کہ ایک حدیث میں ہے کہ وہ نماز کے لیے حاضر نہ ہوں' اور دوسری حدیث میں ہے کہ وہ گھروں میں نماز پڑھیں' اور فعل مضارع دوام پر دلالت کرتا ہے' جیسے کہتے ہیں کہ بنوفلاں گندم کھاتے ہیں یعنی دائماً گندم کھاتے ہیں۔

پس بعض اوقات مسجد میں حاضر ہو کر جماعت سے نماز پڑھنا واجب ہے اور سنت مؤکدہ دوام کے قریب ہے' اس وقت ان دونوں حدیثوں میں کوئی تضاد نہیں ہے کہ نبی ﷺ نے ترک جماعت پر وعید بھی فرمائی ہے اور یہ بھی فرمایا ہے کہ جماعت سے نماز پڑھنے کی فضیلت گھر میں یا بازار میں نماز پڑھنے پر ستائیس درجہ ہے۔ (غنیۃ المستملی ص ٥٠٩۔ ٥٠٨' سہیل اکیڈمی' لاہور' ١٤١٢ھ) البتہ اس پر یہ اعتراض ہوگا کہ علامہ سراج الدین نے کہا ہے کہ علماء عراق کے نزدیک ایک بار بھی بلا عذر جماعت کو ترک کرنا گناہ ہے۔

(الدر المختار ورد المحتار ج ٢ ص ٢٤٥۔ ٢٤٤' مخرجاً ومصححاً' داراحیاء التراث العربی بیروت' ١٤١٩ھ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ شامی کا یہ اعتراض اس لیے ساقط ہے کہ خود علامہ سراج الدین نے یہ لکھا ہے کہ علماء خراسان کا قول یہ ہے کہ جو عادۃً جماعت کو ترک کرے' وہ گناہ گار ہوگا اور میرے نزدیک علامہ حلبی کی تقریر میں بہت زبردست تحقیق ہے۔ ان کی تحقیق احادیث پر مبنی ہے اور انہوں نے بہ ظاہر متعارض احادیث میں تطبیق دی ہے کہ جن احادیث میں ترکِ جماعت پر وعید ہے' ان کا تقاضا یہ ہے کہ کبھی کبھی جماعت سے نماز پڑھنا واجب ہے (اور عام حالت میں یعنی جب کوئی عذر نہ ہو تو سنت مؤکدہ ہے) اور جن احادیث میں نماز پڑھنے کو افضل فرمایا ہے وہ دوام پر محمول ہیں۔

نماز باجماعت کے متعلق فقہاء حنبلیہ کی عبارات

علامہ موسیٰ بن احمد صالحی متوفی ۹۶۰ ھ لکھتے ہیں:

نماز باجماعت واجب ہے' وجوب عین' کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاِذَا كُنْتَ فِيهِمْ فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ فَلْتَقُمْ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ مَّعَكَ. (النساء:۱۰۲)

اور جب آپ ان (مسلمانوں میں موجود) ہوں تو آپ ان کے لیے نماز کو قائم کریں اور مسلمانوں میں سے ایک جماعت آپ کے ساتھ کھڑی ہو۔

اور جب میدانِ جہاد میں اور حالت جہاد میں بھی باجماعت نماز پڑھنا واجب ہے تو حالت امن میں باجماعت نماز پڑھنا بہ طریق اولیٰ واجب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ○ (البقرہ:۴۳)

اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو○

جماعت واجب کفایہ نہیں ہے' لہٰذا جماعت کے تارک سے قتال کیا جائے گا' جیسا کہ پانچ نمازوں کے تارک سے قتال کیا جاتا ہے۔ (الاقناع مع کشاف الاقناع ج ۱ ص ۵۵۲-۵۵۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ ھ)

اس عبارت کی شرح میں علامہ منصور بن یونس بھوتی حنبلی متوفی ۱۰۵۱ ھ لکھتے ہیں:

کیونکہ حدیث میں ہے: میں نے ارادہ کیا کہ نماز کی اقامت کہی جائے' پھر میں کسی شخص کو نماز پڑھانے کا حکم دوں اور جو لوگ نماز میں حاضر نہیں ہوئے' ان کے گھروں میں آگ لگا دوں۔ (صحیح البخاری:۶۴۴' صحیح مسلم:۶۵۱)

نماز باجماعت کے متعلق فقہاء مالکیہ کی عبارات

علامہ ابو العباس احمد بن عمر بن ابراہیم مالکی قرطبی متوفی ۶۵۶ ھ لکھتے ہیں:

صحیح مسلم:۶۵۱ میں باجماعت نماز پڑھنے کے حکم کی تاکید ہے' اس لیے ہمارے ائمہ میں سے ایک جماعت نے کہا ہے کہ جماعت واجب علی الکفایہ ہے' کیونکہ سنت کو قائم کرنا اور اس کو زندہ کرنا واجب علی الکفایہ ہے اور عام علماء کا مذہب یہ ہے کہ جماعت سنت مؤکدہ ہے' جیسا کہ اس حدیث سے ظاہر ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا' تنہا نماز پڑھنے سے پچیس درجہ افضل ہے۔ (صحیح البخاری:۴۷۷' صحیح مسلم:۶۴۹-۲۴۵' سنن ابوداؤد:۵۵۹' سنن ترمذی:۶۰۳' سنن ابن ماجہ:۷۸۶) خلاصہ یہ ہے کہ بغیر جماعت کے بھی نماز صحیح ہے لیکن جماعت کے ساتھ افضل ہے۔

(المفہم ج ۲ ص ۲۷۷' دار ابن کثیر' بیروت' ۱۴۲۰ ھ)

میں کہتا ہوں کہ فقہاء احناف میں سے علامہ حلبی حنفی کی بھی یہی تحقیق ہے۔

نیز علامہ قرطبی مالکی متوفی ۶۵۶ ھ لکھتے ہیں:

صحیح مسلم:۶۴۹ سے یہ واضح ہو گیا کہ جماعت افضل ہے تاہم تنہا نماز پڑھنا بھی جائز ہے' اس حدیث میں داؤد ظاہری (غیر مقلدین کے امام) کا رد ہے' جس نے کہا ہے کہ بغیر جماعت کے نماز پڑھنا جائز نہیں ہے' رد کی وجہ یہ ہے کہ آپ نے فرمایا: جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا تنہا نماز پڑھنے سے افضل ہے۔ (المفہم ج ۲ ص ۲۷۴' دارابن کثیر' بیروت' ۱۴۲۰ھ)

نماز باجماعت کے متعلق فقہاء شافعیہ کی عبارات

صحیح مسلم:۶۵۱ کی شرح میں علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

ہمارے اصحاب اور جمہور فقہاء نے ان احادیث سے اس پر استدلال کیا ہے کہ نماز کی صحت کے لیے جماعت شرط نہیں ہے' داؤد ظاہری نے اس کے خلاف کہا ہے' اور نہ ہی جماعت فرض عین ہے' علماء کی ایک جماعت نے اس کے خلاف کہا ہے اور مختار یہ ہے کہ جماعت فرض کفایہ ہے اور ایک قول یہ ہے کہ سنت ہے' میں نے شرح المہذب میں اس کے دلائل تفصیل سے بیان کیے ہیں۔

(صحیح مسلم بشرح النووی ج ۳ ص ۲۰۳۵' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام شافعی کی ظاہر عبارت یہ ہے کہ جماعت فرض کفایہ ہے' امام شافعی کے اصحاب میں سے جمہور متقدمین کا یہی مذہب ہے' اکثر حنفیہ اور مالکیہ کا بھی یہی قول ہے۔ (یہ صحیح نہیں ہے۔ سعیدی غفرلہ) اور باقی فقہاء کے نزدیک مشہور یہ ہے کہ یہ سنت مؤکدہ ہے۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۲۳۹' دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم:۱۳۸۱۔ ج ۲ ص ۲۷۹ پر مذکور ہے' اس کے عنوان حسب ذیل ہیں:
(۱) جماعت کی فضیلت اور اہمیت (۲) جماعت میں مذاہب (۳) جماعت کے فوائد۔

۳۰ - بَابُ فَضْلِ صَلٰوةِ الْجَمَاعَةِ — نماز باجماعت کی فضیلت

اس باب میں نماز باجماعت کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔

وَكَانَ الْأَسْوَدُ إِذَا فَاتَتْهُ الْجَمَاعَةُ ذَهَبَ إِلٰى مَسْجِدٍ اٰخَرَ.

اسود کی جب جماعت فوت ہو جاتی تو وہ دوسری مسجد میں چلے جاتے۔

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل حدیث ہے:

ابراہیم نخعی بیان کرتے ہیں کہ جب اسود کی نماز اپنے لوگوں کی مسجد میں فوت ہو جاتی تو وہ دوسری مسجد میں چلے جاتے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:۵۹۹۰)

امام طحاوی نے فقہاء احناف اور امام مالک سے نقل کیا ہے کہ وہ چاہے تو اپنی مسجد میں تنہا نماز پڑھ لے اور چاہے تو دوسری مسجد میں جا کر جماعت کے ساتھ نماز پڑھ لے' مگر امام مالک نے کہا ہے کہ ماسوا مسجد حرام اور مسجد نبوی کے' کیونکہ ان دونوں مسجدوں کا اجر دوسری مساجد کے جماعت سے زیادہ ہے۔ (عمدة القاری ج ۵ ص ۲۴۲)

امام بخاری کی تعلیق کے خلاف دیگر احادیث

اس مسئلہ میں امام بخاری کے نقل کردہ اثر کے مخالف دیگر آثار حسب ذیل ہیں:

مجاہد نے کہا: جب تم سے تمہاری مسجد میں نماز فوت ہو جائے تو دوسری مساجد میں جماعت کو تلاش مت کرو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:۵۹۹۲)

ابراہیم نے کہا: جب کسی شخص کی نماز اس کی مسجد میں فوت ہو جائے تو وہ دوسری مساجد کو تلاش نہ کرے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۹۹۳) علقمہ سے بھی ایسا ہی اثر منقول ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۹۹۴)

حسن بصری سے کسی نے پوچھا: ایک شخص کی نماز اس کی مسجد میں فوت ہو گئی تو کیا وہ دوسری مسجد میں جائے؟ حسن بصری نے کہا: ہم نے مہاجرین کو اس طرح کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۹۹۵)

حیرت ہے کہ امام بخاری نے اسود کی روایت کو نقل کر دیا اور دیگر ان سے بڑے اور افضل تابعین کی روایات کو ترک کر دیا!

جماعت ثانیہ کی تحقیق

وَجَاءَ اَنَسٌ اِلٰی مَسْجِدٍ قَدْ صُلِّیَ فِیْهِ، فَاَذَّنَ وَاَقَامَ، وَصَلّٰی جَمَاعَةً.

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ ایک مسجد میں آئے جس میں جماعت ہو چکی تھی، انہوں نے اذان دی اور اقامت پڑھی اور جماعت کے ساتھ نماز پڑھی۔

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل حدیث ہے:

ابوعثمان الیشکری بیان کرتے ہیں کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ہمارے پاس سے گزرے اور ہم صبح کی نماز پڑھ چکے تھے، ان کے ساتھ ایک جماعت تھی، انہوں نے ایک شخص کو اذان دینے کا حکم دیا، اس نے اذان دی، پھر سب نے فجر کی دو سنتیں پڑھیں، پھر حضرت انس نے اقامت پڑھنے کا حکم دیا، پھر انہوں نے آگے بڑھ کر ان کو نماز پڑھائی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۰۹۳) ایک اور سند سے بھی اس کی مثل مروی ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۰۹۴، مصنف عبد الرزاق: ۳۴۲۲_۳۴۲۶_۳۴۲۵)

جماعت ثانیہ کے ثبوت میں دیگر احادیث و آثار

جماعت ثانیہ کے جواز کے متعلق دیگر احادیث حسب ذیل ہیں:

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص اس وقت آیا، جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھ چکے تھے، آپ نے فرمایا: تم میں سے کون اس شخص پر تجارت (صدقہ) کرے گا، لوگوں میں سے ایک شخص کھڑا ہوا اور اس نے اس شخص کے ساتھ نماز پڑھی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۰۹۶، مصنف عبد الرزاق: ۳۴۴۳)

حضرت ابوعثمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص مسجد میں اس وقت داخل ہوا، جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھ چکے تھے، آپ نے فرمایا: سنو! کوئی شخص اس پر صدقہ کرے پس وہ کھڑا ہوا اور اس کے ساتھ نماز پڑھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۰۹۷، سنن ترمذی: ۲۲۰، مسند احمد ج ۳ ص ۵)

عبد اللہ بن یزید بیان کرتے ہیں کہ میں ابراہیم کے ساتھ محارب کی مسجد میں داخل ہوا، وہ لوگ نماز پڑھ چکے تھے، پس انہوں نے مجھے امامت کرائی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۰۹۸)

زیاد قریش کے آزاد کردہ غلام بیان کرتے ہیں کہ میں حسن بصری کے ساتھ بصرہ کی مسجد میں داخل ہوا، وہ لوگ نماز پڑھ چکے تھے، پس انہوں نے مجھے امامت کرائی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۰۹۹)

اشعث بیان کرتے ہیں کہ حسن بصری اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے کہ بصرہ کی مسجد الکلاء میں جماعت ہو چکی ہو، اس کے بعد دوسری جماعت کرائی جائے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۱۰۰)

منصور بیان کرتے ہیں کہ حسن بصری نے کہا: لوگ حاکم کے ڈر کی وجہ سے دوسری جماعت کو ناپسند کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۱۰۱)

یحییٰ بیان کرتے ہیں کہ ہمارے پاس حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ آئے اور ہم فجر کی نماز پڑھ چکے تھے' انہوں نے نماز کی اقامت پڑھی' پھر لوگوں کو نماز پڑھائی اور مسجد کے وسط میں کھڑے ہوئے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۱۰۳)

عطاء بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے اور سالم بن عطیہ نے مسجد حرام کی جماعت کے بعد مسجد حرام میں جماعت کرائی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۱۰۴)

سلمہ بن کہیل بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ مسجد میں اس وقت داخل ہوئے' جب وہ لوگ نماز پڑھ چکے تھے تو انہوں نے علقمہ' مسروق اور اسود کو جمع کر کے نماز پڑھائی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۱۰۶)

جماعت ثانیہ کے متعلق مذاہب ائمہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

جماعت ثانیہ میں فقہاء کا اختلاف ہے' حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے جماعت ثانیہ کرائی (اسی طرح حضرت انس نے اور اس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد بھی ہے جیسا کہ ابھی باحوالہ گزر چکا ہے۔ سعیدی غفرلہٗ) عطاء اور حسن بصری کا بھی یہی قول ہے۔ امام احمد' اسحاق اور اشہب کا بھی یہی موقف ہے' ایک جماعت نے یہ کہا ہے کہ جس مسجد میں ایک بار جماعت ہو چکی ہے' اس میں دوبارہ جماعت نہ کرائی جائے۔ امام مالک' اوزاعی' امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا بھی یہی قول ہے' بعض علماء نے کہا ہے کہ ان ائمہ نے جماعت ثانیہ کو اس لیے ناپسند کیا ہے تاکہ امت کی وحدت نہ ٹوٹے اور اہل بدعت کو جماعت کی مخالفت کرنے کا موقع نہ ملے' امام مالک اور امام شافعی نے کہا ہے کہ جب مسجد راستہ میں ہو اور اس کا امام مقرر نہ ہو تو اس میں لوگ متعدد جماعتیں کرا سکتے ہیں۔ امام شافعی کے مذہب کا خلاصہ یہ ہے کہ ایسی مسجد میں جماعت ثانیہ مکروہ نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۲۴۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

جماعت ثانیہ کے متعلق ملا علی قاری کا مسلک

حدیث میں ہے:

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص اس وقت آیا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ چکے تھے' آپ نے فرمایا: سنو! تم میں سے کوئی شخص اس پر صدقہ کرے' پس اس کے ساتھ نماز پڑھے۔

(سنن ترمذی: ۲۲۰' سنن ابوداؤد: ۵۷۴' مسند احمد ج ۳ ص ۵' ۴' مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۰۹۶)

ملا علی بن سلطان محمد القاری الحنفی المتوفی ۱۰۱۴ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

صدقہ سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص اس کے ساتھ نیکی کرے اور اس کے ساتھ نماز پڑھے تاکہ اس کو جماعت کا ثواب مل جائے' گویا کہ اس نے اس شخص کو صدقہ عطا کیا' اس میں یہ دلیل ہے کہ کسی شخص کو نیکی کی ترغیب دینا صدقہ ہے' المظہر نے کہا: آپ نے اس کو صدقہ اس لیے فرمایا کہ اگر وہ شخص تنہا نماز پڑھتا تو اس کو صرف ایک نماز کا ثواب ملتا' اب جب اس کی وجہ سے اس شخص نے اس کے ساتھ مل کر جماعت سے نماز پڑھی تو اس کو ستائیس نمازوں کا ثواب ملے گا گویا کہ یہ شخص اس پر چھبیس نمازوں کا صدقہ کرے گا۔ (مرقات ج ۳ ص ۲۲۵' المکتبۃ الحقانیہ' پشاور)

جماعت ثانیہ کے متعلق فقہاء احناف کا موقف

علامہ محمد بن علی بن محمد حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

مسجد میں جماعت کا تکرار مکروہ ہے' مگر اس مسجد میں جماعت کا تکرار مکروہ نہیں ہے جو راستہ میں ہو' اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (جوہرہ)

علامہ محمد امین بن عمر بن عبد العزیز ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

تکرارِ جماعت کے مکروہ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ عبدالرحمان بن ابی بکرا اپنے والد رضی اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے گھر میں انصار میں صلح کرانے کے لیے نکلے' جب واپس آئے تو مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھی جا چکی تھی' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے گھر میں داخل ہوئے' گھر کے بعض افراد کو جمع کیا اور ان کو جماعت کے ساتھ نماز پڑھائی۔

(الکامل لا بن عدی ج ۶ ص ۲۳۹۸' حافظ الہیثمی نے کہا: اس حدیث کی امام طبرانی نے المعجم الکبیر اور المعجم الاوسط میں روایت کی ہے اور اس کے تمام رجال ثقات ہیں' مجمع الزوائد ج ۲ ص ۴۵' اور البانی نے اس کی سند کو حسن کہا ہے۔ تمام المنہ ص ۱۵۵)

اگر مسجد میں جماعت کا تکرار مکروہ نہ ہوتا تو آپ مسجد میں جماعت ثانیہ کراتے۔ (میں کہتا ہوں کہ یہ علامہ شامی کا واضح تسامح ہے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کسی کام کو نہ کرنے سے اس کی کراہت ثابت نہیں ہوتی کیونکہ اس کام کو منع کرنے سے اس کی کراہت ثابت ہوتی ہے۔ سعیدی غفرلہ) علامہ شامی لکھتے ہیں: حضرت انس رضی اللہ نے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کی جب مسجد میں جماعت فوت ہو جاتی تو وہ مسجد میں الگ الگ نماز پڑھتے۔ (میں کہتا ہوں کہ علامہ شامی کو تسامح ہوا ہے' یہ حضرت انسؓ کا قول نہیں بلکہ حسن بصری کا قول ہے۔ دیکھئے مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۱۰۹' بلکہ حضرت انس نے اس کے برخلاف مسجد میں جماعت ثانیہ کرائی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۰۹۳' مصنف عبد الرزاق: ۳۴۲۶) اور حضرت ابن مسعود نے بھی جماعت ثانیہ کرائی ہے اور بہت فقہاء تابعین نے جماعت ثانیہ کرائی ہے جیسے ہم باحوالہ بیان کر چکے ہیں۔ سعیدی غفرلہ)

(علامہ شامی جماعت ثانیہ کی کراہت پر عقلی دلائل قائم کرتے ہوئے لکھتے ہیں:) اور اس لیے کہ جماعت ثانیہ کی تکرار جماعت اولیٰ کی تقلیل کی طرف پہنچائے گی' اور اس لیے کہ جب لوگوں کو پتا ہوگا کہ ان سے جماعت فوت ہو جائے گی تو وہ نماز پڑھنے کے لیے جلدی آئیں گے تو جماعت (اولیٰ) میں کثرت ہوگی اور اگر ان کو یہ پتا ہو کہ وہ دوبارہ جماعت کر لیں گے تو پھر وہ دیر سے آئیں گے۔ (بدائع) لہٰذا جو لوگ مسجد میں جماعت کے بعد داخل ہوں تو پھر وہ فرداً فرداً بغیر جماعت کے نماز پڑھیں' اور یہی ظاہر الروایہ ہے۔ (ظہیریہ) اور شرح المنیۃ کے آخر میں مذکور ہے: امام ابوحنیفہ سے روایت ہے کہ اگر جماعت میں تین سے زیادہ افراد ہوں تو جماعت مکروہ ہے ورنہ نہیں' اور امام ابویوسف سے مروی ہے کہ اگر جماعت ثانیہ' جماعت اولیٰ کی ہیئت پر نہ ہو تو پھر مکروہ نہیں ہے ورنہ مکروہ ہے اور یہی صحیح ہے' اور جب امام محراب سے ہٹ کر کھڑا ہو تو ہیئت مختلف ہو جاتی ہے' اسی طرح البزازیہ میں ہے' اور تاتارخانیہ میں الولوالجیہ سے منقول ہے کہ ہم اس پر عمل کرتے ہیں اور عنقریب "باب الامامۃ" میں ان شاء اللہ اس کی زیادہ تفصیل آئے گی' ہاں! اگر راستہ کی مسجد ہو تو اس میں جماعت ثانیہ میں کوئی حرج نہیں ہے' راستہ کی مسجد سے مراد ایسی مسجد ہے' جس میں کوئی امام اور مؤذن مقرر نہ ہو' سو اس مسجد میں اذان اور اقامت کے ساتھ جماعت ثانیہ مکروہ نہیں ہے بلکہ افضل ہے۔

(الدر المختار ورد المحتار ج ۲ ص ۵۹۔ ۵۸' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

نیز علامہ شامی متوفی ۱۲۵۲ھ اس مسئلہ کے متعلق بحث الامامت میں لکھتے ہیں:

اذان اور اقامت کے ساتھ محلہ کی مسجد میں جماعت کی تکرار مکروہ تحریمی ہے' راستہ کی مسجد میں مکروہ نہیں ہے یا اس مسجد میں جس میں امام اور مؤذن مقرر نہ ہو۔ (الدر المختار)

یا اس صورت میں جب محلہ کی مسجد میں غیر اہل نے نماز پڑھائی ہو یا اہل نے نماز پڑھائی ہو لیکن بلند آواز سے اذان نہ دی ہو یا محلہ کی مسجد میں اذان اور اقامت کے بغیر جماعت ثانیہ کرائی جائے یا راستہ کی مسجد میں یا اس مسجد میں جس میں مؤذن اور امام مقرر نہ ہوں اور اس میں لوگ گروہ در گروہ نماز پڑھتے ہوں ان تمام صورتوں میں جماعت ثانیہ مکروہ نہیں ہے اور راستہ کی مسجد میں افضل یہ ہے کہ ہر گروہ الگ الگ اذان اور اقامت کے ساتھ نماز پڑھے اور محلہ کی مسجد سے مراد یہ ہے کہ اس مسجد کے مؤذن اور امام معلوم اور معین ہوں۔ (الدر المختار و رد المحتار ج ٢ ص ٢٤٦-٢٤٥ دار احیاء التراث العربی بیروت ١٤١٩ھ)

جماعت ثانیہ کے متعلق اعلیٰ حضرت کی وضاحت

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی متوفی ١٣٤٠ھ لکھتے ہیں:

(١) جو مسجد شارعِ عام یا بازار یا اسٹیشن یا سرائے کی ہے جس کے لیے اہل معین نہیں وقت پر جو لوگ گزرے یا اترے یا آئے یا پڑھ گئے غرض کسی محلہ خاص سے خصوصیت نہیں رکھتی کہ وہاں کی معمولی جماعت وہی ہے اوروں کا آنا اتفاقی و عارضی ہے ایسی مسجد میں بالاجماع تکرار جماعت باذانِ جدید و تکبیر جدید جائز بلکہ یہی شرعاً مطلوب ہے کہ نوبت بنوبت جو لوگ آئیں نئی اذان و اقامت سے جماعت کرتے جائیں اگرچہ (ایک نماز کے) وقت میں دس بیس جماعتیں ہو جائیں۔

(٢) مسجد محلہ کہ ایک محلہ خاص سے اختصاص رکھتی ہے اس میں اقامت جماعت انہیں کا حق ہے اگر ان کے غیر جماعت کر گئے تو اہل محلہ کو تکرارِ جماعت بلاشبہ جائز ہے جیسے کہ نمازِ جنازہ حالانکہ اس کی تکرار اصلاً مشروع نہیں پھر بھی اگر غیر ولی بے اذنِ ولی پڑھا جائے اب ولی آئے اعادہ کا مجاز ہے کہ حق اس کا تھا۔

(٣) بعض اہل ہی جماعت کر گئے مگر بے اذان پڑھ گئے۔

(٤) اذان بھی دی تھی مگر آہستہ ان صورتوں میں بھی بعد کو آنے والے باذانِ جدید بروجہ سنت اعادۂ جماعت کریں کہ جماعت معتبرہ وہی ہے جو اذان سے ہو اور اذان وہ جو اعلان سے ہو۔

(٥) محلے میں حنفی و غیر حنفی دونوں رہتے ہیں پہلے غیر حنفی امام نے جماعت کر لی اور حنفیہ کو معلوم ہے کہ اس نماز میں اس نے مذہب حنفی کے کسی فرضِ طہارت یا فرضِ صلوٰۃ یا شرطِ امامت کو ترک کیا ہے مثلاً چہارم سر سے کم کا مسح یا آبِ قلیل نجاست افتادہ سے وضوء یا جسم یا کپڑے قدر درہم سے زیادہ منی یا صاحب ترتیب کا باوصف یاد و وسعت وقت بے ادائے فائتہ وقتیہ پڑھنا یا نماز وقت تنہا پڑھ کر پھر اسی نماز میں امامت کرنا تو ایسی حالت میں حنفیہ بلاشبہ اپنی جماعت جداگانہ کریں کہ اگرچہ شرع ان جماعت کرنے والوں کے لیے اسے جماعتِ اولیٰ مانے مگر حنفی تو اس میں اقتداء نہیں کر سکتا اگر کرے تو نماز ہی نہ ہو۔

(٦) اس خاص نماز کا تو حال معلوم نہیں مگر اس امام کی بے احتیاطی اور فرائض میں ترک لحاظ مذہب حنفی ثابت ہے جیسے عامۂ غیر مقلدین کہ خواہی نخواہی اہل حق سے مخالفت اور مذاہب اربعہ خصوصاً مذہب مہذب حنفیہ کی مضادات پر حریص ہوتے ہیں جب بھی حنفیہ کو ان کی اقتداء گناہ و ممنوع ہے اپنی جماعت جدا کریں۔

(٧) اس کی نسبت امور مذکورہ کی مراعات کا عادی ہونا نہ ہونا کچھ معلوم نہیں جیسے کوئی نامعلوم الحال شافعی مالکی حنبلی اس صورت میں بھی ان کی اقتداء خالی از کراہت نہیں تو جماعت ثانیہ کا فضل مبین۔

(٨) عادت مراعات بھی معلوم ہی سہی تاہم بہ تصریح ائمہ امام موافق المذہب کے پیچھے جماعت ثانیہ ہی افضل و اکمل اور اسی پر حرمین محترمین و مصر و شام وغیرہا بلاد دارالاسلام میں جموع مسلمین کا عمل۔

(۹) جس نے جماعت اولیٰ کی' فاسد العقیدہ بدمذہب بدعتی تھا' مثلاً وہابی یا تفضیلی یا معاذ اللہ امکان کذبِ الٰہی تعالیٰ شانہٗ ماننے والا یا صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں کسی کو بُرا جاننے والا کہ عند التحقیق ایسوں کی اقتداء بکراہت شدیدہ سخت مکروہ ہے۔

(۱۰) فاسق تھا جیسے شرابی' زناکار یا ڈاڑھی منڈا' سود خوار کہ یہ لوگ ان وہابیوں' کذابیوں وغیرہم بدمذہبوں کے مولویوں متقیوں سے بھی اگر چہ لاکھ درجہ بہتر حال میں ہیں' پھر بھی اُن کی اقتداء شرعاً بہت ناپسند۔

(۱۱) امام اولیٰ نرا بے علم' جاہل' نماز وطہارت کے مسائل سے غافل تھا' جیسے اکثر گنوار غلام وغیرہم عوام کہ ایسے کی امامت بھی کراہت انضمام۔

(۱۲) قرآن مجید ایسا غلط پڑھتا تھا جس سے معنی فاسد ہوں' مثلاً ع یا ت' ط یا ث' س' ص یا ح' ہ یا ذ' ز' ظ' میں تمیز نہ کرنے والے کہ آج کل اس دار الفتن' ہند میں اکثر بلکہ عام عوام بلکہ بہت بلکہ اکثر پڑھے لکھے بھی اس بلا میں مبتلا ہیں'' وحسبنا اللّٰہ ونعم الوکیل وانا للّٰہ وانا الیہ راجعون'' پھر خواہ بے خیالی' بے احتیاطی یا سیکھنے میں بے پرواہی یا زبان کی نادرستی کوئی سبب ہو مذہب معتمد پر صحیح خواں کی نماز اس کے پیچھے مطلقاً فاسد ہے' اگر چہ ان میں بعض صور میں مذہب متاخرین خود اُس کی اپنی نماز کے لیے بہت وسعتیں دے' عند التحقیق بھی بہ شرائط معلومہ مضبوطہ کہ ہم نے اپنے فتاویٰ میں ذکر کیں تا کہ قادر نا قادر کا امام ہو سکے تو اگر یہی صورت صحت واقع ہو کر وہ جماعت اولیٰ ٹھہرے' لاجرم صحیح خوانوں کو جماعت ثانیہ ہی کا حکم ملے' یہ صورت صورتِ اولیٰ کی مانند ہے' اوّل با آخر نسبتے دارد' غرض ایسی صورتیں جماعتِ ثانیہ کی خاص تاکید یا فضل مزید کی ہیں جن میں بالاجماع یا علی الاصح اصلاً کلام کی گنجائش نہیں۔ ضابطہ یہ ہے کہ جب جماعتِ اولیٰ اہل مسجد یا اہل مذہب کی نہ ہو یا اپنے مذہب میں فاسدہ یا مکروہہ ہو تو ہمیں جماعتِ ثانیہ کی مطلقاً اجازت بلکہ درصورت کراہت قصداً تفویت اولیٰ کی رخصت جبکہ ثانیہ نظیفہ مل سکتی ہو اور درصورت فساد تو اُس میں شرکت ہی سے صاف ممانعت اگر چہ ثانیہ بھی میسر نہ ہو۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۷ ص ۱۱۵- ۱۱۳' رضا فاؤنڈیشن' لاہور' ۱۴۱۵ھ)

نیز اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

اب محلِ نظر صرف ایک صورت رہی کہ مسجد محلہ میں اہل محلہ نے باذان واقامت بروجہ سنت امام موافق المذہب سالم العقیدہ متقی مسائل داں صحیح خواں کے ساتھ جماعت اولیٰ خالیہ عن الکراہۃ ادا کر لی' پھر باقی ماندہ لوگ آئے' اُنہیں دوبارہ اس مسجد میں جماعت قائم کرنے کی اجازت ہے یا نہیں' اور ہے تو بکراہت ہے یا بے کراہت؟ اس بارے میں عین تحقیق وحق وثیق وحاصل انیق ونظر دقیق واثر توفیق یہ ہے کہ اس صورت میں تکرار جماعت باعادۂ اذان ہمارے نزدیک ممنوع وبدعت ہے' یہی ہمارے امام رضی اللہ عنہ کا مذہب مہذب وظاہر الروایہ ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۷ ص ۱۲۵' رضا فاؤنڈیشن' لاہور' ۱۴۱۵ھ)

شیخ ظفر احمد عثمانی تھانوی متوفی ۱۳۹۴ھ لکھتے ہیں:

جماعت ثانیہ کی کراہت صرف محلہ کی مسجد کے ساتھ مخصوص ہے کیونکہ راستہ اور بازار کی مسجد میں کراہت کی علت نہیں ہے' اس میں کسی گروہ کی خصوصیت نہیں ہے' یہی امام ابوحنیفہ' امام مالک اور امام شافعی کا مذہب ہے۔ (رحمۃ الامۃ ص ۲۴)

(اعلاء السنن ج ۴ ص ۲۴۳- ۲۴۱' دار الفکر' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

جماعت ثانیہ کے متعلق احادیث' آثار اور فقہاء کی عبارات کا خلاصہ

میں کہتا ہوں کہ ائمہ ثلاثہ نے اپنے اجتہاد سے یہ قیود لگائی ہیں کہ محلہ کی مسجد میں جب اذان اور اقامت کے ساتھ صحیح نماز ہو گئی

ثواب اس میں اذان اور اقامت کے ساتھ جماعت ثانیہ مکروہ ہے ورنہ حدیث میں عموم اور اطلاق کے ساتھ جماعت ثانیہ کی ترغیب ہے:

ایک شخص اس وقت آیا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھ چکے تھے' آپ نے فرمایا: سنو! تم میں سے کوئی شخص اس پر صدقہ کرے پس اس کے ساتھ نماز پڑھے۔(سنن ترمذی:۲۲۰' سنن ابوداؤد:۵۷۴) حضرت انس نے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہم نے جماعت ثانیہ کرائی' فقہاء تابعین میں سے عبداللہ بن یزید' ابراہیم النخعی' حسن بصری' عطاء اور سالم بن عطیہ نے جماعت ثانیہ کرائی اور امام احمد بن حنبل نے بھی عموم اور اطلاق کے ساتھ جماعت ثانیہ کو جائز کہا ہے' تاہم باقی ائمہ ثلاثہ نے جماعت اولیٰ کی اہمیت اور کثرت قائم رکھنے کے لیے اپنے اجتہاد سے یہ قیود لگائی ہیں۔

٦٤٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ' عَنْ نَافِعٍ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ صَلٰوةُ الْجَمَاعَةِ تَفْضُلُ صَلٰوةَ الْفَذِّ بِسَبْعٍ وَّعِشْرِيْنَ دَرَجَةً.[طرف الحدیث:۶۴۹]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع از عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے میں تنہا نماز پڑھنے پر ستائیس درجہ فضیلت ہے۔

(صحیح مسلم:۶۴۹' الرقم المسلسل:۱۴۴۵' سنن ترمذی:۲۱۶' سنن نسائی:۸۳۸' موطأ امام مالک:۲۹۴' صحیح ابن حبان:۲۰۵۲' حلیۃ الاولیاء ج۶ ص۳۵۱' سنن بیہقی ج۳ ص۵۹' شرح السنۃ:۷۸۴' مسند احمد ج۲ ص۶۵ طبع قدیم' مسند احمد:۵۳۳۲۔ ج۹ ص۲۳۸' مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف اس سے پہلے ہو چکا ہے' اس حدیث کا عنوان جماعت کی فضیلت ہے اور اس عنوان کے ساتھ حدیث کی مطابقت واضح ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بغیر جماعت کے نماز پڑھنا بھی جائز ہے لیکن جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا افضل ہے اور اس سے ستائیس درجہ زیادہ ثواب ملتا ہے' لیکن دائماً بغیر جماعت کے نماز نہ پڑھی جائے اور یہ کہ دائماً بغیر جماعت کے نماز پڑھنے پر وعید ہے اور یہ منافقین کا طریقہ ہے' اس لیے اکثر اوقات جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا سنت مؤکدہ ہے' جو واجب کے قریب ہے۔

٦٤٦ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ الْهَادِ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ خَبَّابٍ' عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ اَنَّهٗ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ صَلٰوةُ الْجَمَاعَةِ تَفْضُلُ صَلٰوةَ الْفَذِّ بِخَمْسٍ وَّعِشْرِيْنَ دَرَجَةً.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے ابن الہاد نے حدیث بیان کی از عبداللہ بن خباب از حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ' انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا کہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کی تنہا نماز پڑھنے پر پچیس درجہ فضیلت ہے۔

٦٤٧ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا صَالِحٍ يَقُوْلُ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةُ الرَّجُلِ فِي الْجَمَاعَةِ تُضَعَّفُ عَلٰى صَلٰوتِهٖ فِيْ بَيْتِهٖ' وَفِيْ سُوْقِهٖ' خَمْسًا وَّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے ابوصالح سے سنا' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

عِشْرِيْنَ ضِعْفًا، وَذٰلِكَ اَنَّهٗ اِذَا تَوَضَّأَ فَاَحْسَنَ الْوُضُوْءَ، ثُمَّ خَرَجَ اِلَى الْمَسْجِدِ، لَا يُخْرِجُهٗ اِلَّا الصَّلٰوةُ، لَمْ يَخْطُ خَطْوَةً، اِلَّا رُفِعَتْ لَهٗ بِهَا دَرَجَةٌ، وَحُطَّ عَنْهُ بِهَا خَطِيْئَةٌ، فَاِذَا صَلّٰى، لَمْ تَزَلِ الْمَلٰٓئِكَةُ تُصَلِّيْ عَلَيْهِ، مَا دَامَ فِيْ مُصَلَّاهُ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَيْهِ، اَللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ، وَلَا يَزَالُ اَحَدُكُمْ فِيْ صَلٰوةٍ مَّا انْتَظَرَ الصَّلٰوةَ.

مرد کی جماعت کے ساتھ نماز اس کی گھر میں اور بازار میں نماز پر پچیس درجہ افضل ہے' کیونکہ جب وہ عمدہ طریقہ سے وضوء کرتا ہے' پھر مسجد کی طرف نکلتا ہے اور صرف نماز ہی کے لیے نکلتا ہے تو اس کے ہر قدم پر اس کا ایک درجہ بلند کر دیا جاتا ہے اور اس کے ایک گناہ کو مٹا دیا جاتا ہے اور جب وہ نماز پڑھتا ہے تو جب تک وہ نماز کی جگہ پر رہتا ہے' فرشتے اس کے لیے دعا کرتے رہتے ہیں: اے اللہ! اس پر رحمت نازل فرما' اس پر رحم فرما اور تم میں سے کوئی شخص جب تک نماز کے انتظار میں رہتا ہے' اس کا نماز میں شمار ہوتا رہتا ہے۔

حدیث:۶۴۷-۶۴۶ کی شرح' صحیح البخاری:۴۷۷ میں تفصیل کے ساتھ گزر چکی ہے' وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: بازار کی مسجد میں نماز' اور یہاں اس کا عنوان ہے: جماعت کی فضیلت' اور اس حدیث میں دونوں عنوانوں کی گنجائش ہے۔

۳۱ - بَابُ فَضْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ فِيْ جَمَاعَةٍ

فجر کی نماز کو جماعت سے پڑھنے کی فضیلت

٦٤٨ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ، وَاَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ تَفْضُلُ صَلٰوةُ الْجَمِيْعِ صَلٰوةَ اَحَدِكُمْ وَحْدَهٗ، بِخَمْسٍ وَّعِشْرِيْنَ جُزْءًا، وَتَجْتَمِعُ مَلٰٓئِكَةُ اللَّيْلِ وَمَلٰٓئِكَةُ النَّهَارِ فِيْ صَلٰوةِ الْفَجْرِ. ثُمَّ يَقُوْلُ اَبُوْ هُرَيْرَةَ فَاقْرَءُوْا اِنْ شِئْتُمْ ﴿اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا﴾ (الاسراء: ٧٨).

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے سعید بن المسیب اور ابوسلمہ بن عبد الرحمان نے خبر دی کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جماعت کے ساتھ نماز تم میں سے کسی ایک کی تنہا نماز پر پچیس درجہ فضیلت رکھتی ہے اور فجر کی نماز میں رات کے فرشتے اور دن کے فرشتے جمع ہو جاتے ہیں' پھر حضرت ابوہریرہ نے کہا: اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھو: بے شک فجر کے وقت قرآن پڑھنے میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔ (بنی اسرائیل:۷۸)

اس حدیث کی شرح کے لیے بھی حدیث:۴۷۷ اور حدیث:۵۵۴ کا مطالعہ کریں۔

٦٤٩ - قَالَ شُعَيْبٌ وَحَدَّثَنِيْ نَافِعٌ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ تَفْضُلُهَا بِسَبْعٍ وَّعِشْرِيْنَ دَرَجَةً.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: شعیب نے کہا: اور مجھے نافع نے حدیث بیان کی از حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہ جماعت کے ساتھ نماز تنہا نماز پر ستائیس درجہ فضیلت رکھتی ہے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری:۶۴۵ کا مطالعہ فرمائیں۔

٦٥٠ - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبِيْ قَالَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ قَالَ سَمِعْتُ سَالِمًا قَالَ سَمِعْتُ اُمَّ الدَّرْدَاءِ تَقُوْلُ دَخَلَ عَلَيَّ اَبُو الدَّرْدَاءِ وَهُوَ مُغْضَبٌ، فَقُلْتُ مَا اَغْضَبَكَ؟ فَقَالَ وَاللّٰهِ مَا اَعْرِفُ مِنْ اُمَّةِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے سالم سے سنا' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ام الدرداء

مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا' إِلَّا أَنَّهُمْ يُصَلُّوْنَ جَمِيعًا.

سے سنا' وہ بیان کرتی ہیں کہ میرے پاس حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ آئے' وہ اس وقت غصہ میں تھے' میں نے پوچھا: آپ کو کس نے غضب ناک کیا؟ انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! میں سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت سے کسی چیز کو نہیں پہچان رہا' مگر یہ کہ وہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عمر بن حفص النخعی الکوفی (۲) ان کے والد حفص بن غیاث بن طلق النخعی (۳) سلیمان الاعمش (۴) سالم بن ابی الجعد (۵) حضرت ام الدرداء' ان کا نام ھجیمہ ہے' یہ ام الدرداء صغریٰ تابعیہ ہیں' نہ کہ کبریٰ' جن کا نام خیرہ ہے اور یہ صحابیہ ہیں' ہم نے یہ اس لیے کہا ہے کہ حضرت ام الدرداء کبریٰ' حضرت ابو الدرداء کی حیات میں فوت ہو گئی تھیں اور ام الدرداء صغریٰ اس کے بعد کافی طویل زمانہ تک زندہ رہیں اور امام ابو حاتم نے جزم کے ساتھ کہا ہے کہ سالم بن ابی الجعد نے حضرت ابو الدرداء کا زمانہ نہیں پایا' لہٰذا انہوں نے حضرت ام الدرداء کبریٰ کا زمانہ بھی نہیں پایا۔ علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ حضرت ام الدرداء کا نام خیرہ بنت ابی حدرد الاسلمیہ ہے' یہ فاضلات' عاقلات اور عابدات صحابیہ سے ہیں' یہ حضرت عثمان کے زمانۂ خلافت میں شام میں فوت ہو گئی تھیں' علامہ کرمانی کا یہ کہنا غلط ہے اور صحیح وہ ہے جو ہم نے بیان کیا ہے کہ حضرت ام الدرداء کبریٰ' حضرت ابو الدرداء کی حیات میں فوت ہو گئی تھیں (۶) حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ' ان کا نام عویمر بن مالک ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۲۴۷)

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ جب دین کے احکام میں سے کسی حکم کو متغیر کر دیا جائے تو اس کا رد کرنا چاہیے اور اس کو بدلنے کی کوشش کرنی چاہیے اور اگر یہ نہ ہو سکے تو کم از کم اس پر اظہارِ غضب کرنا چاہیے۔

۶۵۱ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ أُسَامَةَ' عَنْ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ' عَنْ أَبِيْ بُرْدَةَ' عَنْ أَبِيْ مُوْسٰى قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْظَمُ النَّاسِ أَجْرًا فِي الصَّلٰوةِ أَبْعَدُهُمْ فَأَبْعَدُهُمْ مَمْشًى' وَالَّذِيْ يَنْتَظِرُ الصَّلٰوةَ' حَتّٰى يُصَلِّيَهَا مَعَ الْإِمَامِ' أَعْظَمُ أَجْرًا مِنَ الَّذِيْ يُصَلِّيْ ثُمَّ يَنَامُ.

(صحیح مسلم: ۶۶۲' الرقم المسلسل: ۱۴۸۵' سنن ابوداؤد: ۵۵۷' سنن ابن ماجہ: ۷۸۲)

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں محمد بن العلاء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسامہ نے حدیث بیان کی از برید بن عبد اللہ از ابی بردہ از ابی موسیٰ' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نماز کا سب سے زیادہ اجر اس کو ملتا ہے جو سب سے زیادہ دور سے آتا ہے' پھر جو اس کے بعد زیادہ دور سے چل کر آتا ہے اور جو شخص نماز کا انتظار کرتا رہے حتیٰ کہ امام کے ساتھ نماز پڑھ لے' اس کو اس سے زیادہ اجر ملتا ہے' جو نماز پڑھ کر سو جائے۔

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں اور ان کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

زیادہ مشقت اٹھا کر نماز پڑھنے کا زیادہ اجر ہوتا ہے

اس حدیث میں یہ بیان فرمایا ہے کہ جو شخص جتنی دور سے چل کر نماز پڑھنے کے لیے آئے گا' اس کو اتنا زیادہ اجر ملے گا' اس کی وجہ یہ ہے کہ جو شخص زیادہ دور سے چل کر نماز پڑھنے کے لیے آئے گا' اس کو زیادہ مشقت ہو گی اور سب سے زیادہ فضیلت اس عمل میں ہوتی ہے جس میں سب سے زیادہ مشقت ہو' سو ہر وہ نماز جس میں زیادہ مشقت ہو' اس میں زیادہ اجر ہو گا۔ اس میں زیادہ اجر کی وجہ یہ

ہے کہ وہ اس نماز میں امام کا انتظار کرتا ہے اور جتنی دیر وہ نماز کا انتظار کرے گا اس کا نماز میں ہی شمار ہوگا' اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ جو مسجد زیادہ دور ہو' اس میں نماز پڑھنے کا زیادہ اجر ہوتا ہے کیونکہ اس میں نماز پڑھنے کے لیے زیادہ چلنا پڑتا ہے۔

۳۲ - بَابُ فَضْلِ التَّهْجِيْرِ اِلَى الظُّهْرِ — دوپہر کے وقت نماز پڑھنے کی فضیلت

اس عنوان میں ''تھجیر'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: ہر چیز کی ابتداء کی طرف پہنچنا اور اس کی طرف سبقت کرنا' یعنی ظہر کی نماز اوّل وقت میں پڑھنا۔ ''الھجیرۃ'' کا معنی ہے: دوپہر کی تیز گرمی۔ (المنجد اُردو ص ۱۱۱۵) علامہ نورالحق متوفی ۱۰۷۳ھ نے بھی اس کا یہی معنی لکھا ہے۔ (تیسیر القاری ج ۱ ص ۲۲۹' مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

٦٥٢ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ' عَنْ مَالِكٍ' عَنْ سُمَيٍّ' مَوْلَى اَبِىْ بَكْرٍ' عَنْ اَبِىْ صَالِحِ السَّمَّانِ' عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَمَا رَجُلٌ يَمْشِىْ بِطَرِيْقٍ' وَجَدَ غُصْنَ شَوْكٍ عَلَى الطَّرِيْقِ فَاَخَّرَهُ' فَشَكَرَ اللّٰهُ لَهُ فَغَفَرَ لَهُ. [طرف الحدیث: ۲۴۷۲]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از سمی مولیٰ ابوبکر از ابوصالح السمان از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک شخص راستہ میں چل رہا تھا' اس کو راستہ میں ایک کانٹا پڑا ہوا ملا' اس نے اس کو ایک کنارہ پر کر دیا' اللہ تعالیٰ نے اس کے فعل کی قدر افزائی کی' پس اس کو بخش دیا۔

٦٥٣ - ثُمَّ قَالَ اَلشُّهَدَاءُ خَمْسَةٌ اَلْمَطْعُوْنُ' وَالْمَبْطُوْنُ' وَالْغَرِيْقُ' وَصَاحِبُ الْهَدْمِ' وَالشَّهِيْدُ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ. وَقَالَ لَوْ يَعْلَمُ النَّاسُ مَا فِى النِّدَاءِ وَالصَّفِّ الْاَوَّلِ' ثُمَّ لَمْ يَجِدُوْا اِلَّا اَنْ يَسْتَهِمُوْا لَاسْتَهَمُوْا عَلَيْهِ. [اطراف الحدیث: ۷۲۰-۲۸۲۹-۵۷۳۳]

پھر فرمایا: شہداء پانچ ہیں: (۱) طاعون زدہ (۲) پیٹ کی بیماری میں مرنے والا (۳) ڈوب کر مرنے والا (۴) دب کر مرنے والا (۵) اللہ کی راہ میں شہید ہونے والا' پھر فرمایا: اگر لوگ جان لیں کہ اذان دینے میں اور صف اوّل میں نماز پڑھنے میں کتنا اجر ہے' پھر انہیں قرعہ اندازی کے بغیر اس کا موقع نہ ملے تو وہ ضرور قرعہ اندازی کریں گے۔

٦٥٤ - وَلَوْ يَعْلَمُوْنَ مَا فِى التَّهْجِيْرِ لَاسْتَبَقُوْا اِلَيْهِ وَلَوْ يَعْلَمُوْنَ مَا فِى الْعَتَمَةِ وَالصُّبْحِ لَاَتَوْهُمَا وَلَوْ حَبْوًا.

اور اگر وہ یہ جان لیں کہ دوپہر کے وقت نماز پڑھنے کا کتنا اجر ہے تو وہ ضرور اس کی طرف سبقت کریں گے اور اگر وہ جان لیں کہ عشاء اور فجر میں کتنا اجر ہے تو وہ ضرور اس کو پڑھنے کے لیے آئیں گے خواہ گھسٹتے ہوئے آئیں۔

حدیث: ۶۵۴ کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۶۱۵ کا مطالعہ فرمائیں۔

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں اور ان کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

راستہ سے تکلیف دہ چیز ہٹا دینے کا اجر

حدیث: ۶۵۲ میں مذکور ہے کہ جس شخص نے راستہ سے کانٹا ہٹا دیا تھا' اللہ تعالیٰ نے اس کی قدر افزائی کی' اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے فعل کو قبول کر لیا اور اس کی تحسین فرمائی اور اس کو بخش دیا۔

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ راستہ سے کسی تکلیف دہ چیز کو ہٹا دینا چاہیے اور یہ ایمان کا سب سے کم درجہ ہے اور جب راستے سے ایک کانٹوں والی شاخ کو ہٹا دینے سے اللہ تعالیٰ مغفرت فرما دیتا ہے تو اس سے بڑے نیک اعمال پر اللہ تعالیٰ کتنا عظیم اجر عطا

فرمائے گا' اس کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا!

شہید کا معنی' اس کی وجہ تسمیہ اور اس کا شرعی حکم

حدیث: ۶۵۳ میں فرمایا: شہداء پانچ ہیں' لفظ شہداء' شہید کی جمع ہے' اس کو شہید اس لیے کہا جاتا ہے کہ شہادت کا معنی حضور (حاضر ہونا) ہے اور شہید کے مرتے ہی اس کے پاس رحمت کے فرشتے حاضر ہو جاتے ہیں' پس یہ فعیل بہ معنی مفعول ہے اور شہید بہ معنی مشہود ہے یا جنت اس کے سامنے حاضر کر دی جاتی ہے' ایک قول یہ ہے کہ یہ مرتے ہی اللہ تعالیٰ کے دربارِ مقدس میں حاضر ہو جاتا ہے یا اللہ تعالیٰ نے جو اس کے لیے کرامات رکھی ہیں' ان کے سامنے حاضر ہو جاتا ہے یا یہ قیامت کے دن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ انبیاء علیہم السلام کے منکرین کے خلاف شہادت دے گا' مؤخر الذکر تمام صورتوں میں شہید بہ معنی شاہد ہے۔

اس حدیث میں جو شہید کی پانچ قسمیں بیان کی گئی ہیں' ان میں سے جو شخص میدانِ جہاد میں اللہ کے دین کو سر بلند کرتے ہوئے مارا گیا' وہ حقیقت میں شہید ہے اور باقی چار' حکمی شہید ہیں۔ جو شخص میدانِ جہاد میں قتل کیا گیا یا جس کو ظلماً قتل کیا گیا' اس کو غسل نہیں دیا جائے گا نہ کفن دیا جائے گا' یوں ہی خون میں لت پت دفن کر دیا جائے گا' اور اس کی نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی' امام شافعی کہتے ہیں کہ شہید چونکہ زندہ ہوتا ہے' اس لیے اس کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھی جائے گی' ہم کہتے ہیں کہ پھر اس کو قبر میں دفن بھی نہیں کرنا چاہیے کیونکہ زندہ کو دفن نہیں کیا جاتا۔

حکمی شہداء کی تعداد

اس حدیث میں حکمی شہداء کی تعداد چار ہے' علامہ عینی نے احادیث کے حوالے سے ان کی تعداد گیارہ لکھی ہے۔ (عمدۃ القاری ج۵ ص ۲۵۳) حافظ ابن حجر عسقلانی نے ان کی تعداد بیس لکھی ہے۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۲۶۰) اور علامہ شامی نے لکھا ہے کہ حافظ سیوطی نے لکھا ہے کہ ان کی تعداد تیس ہے۔ (ردالمحتار ج ۳ ص ۲۶۱) اور ہم نے شرح صحیح مسلم میں شہداء کی تعداد پینتالیس لکھی ہے اور ہر قسم کے ثبوت میں باحوالہ حدیث ذکر کی ہے۔ (شرح صحیح مسلم ج ۵ ص ۹۴۵۔۹۳۶) اور آل عمران: ۱۶۹ کی تفسیر میں ان کی تعداد ۵۱ تک پہنچا دی ہے۔ وللّٰہ الحمد علیٰ ذالك.

۳۳ - بَابُ اِحْتِسَابِ الْاٰثَارِ

(مسجد کو جاتے ہوئے) قدموں کا شمار

۶۵۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حَوْشَبٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ' عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا بَنِيْ سَلِمَةَ ' اَلَا تَحْتَسِبُوْنَ اٰثَارَكُمْ؟ وَقَالَ مُجَاهِدٌ فِيْ قَوْلِهٖ ﴿وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَاٰثَارَهُمْ﴾ (یٰس:۱۲). قَالَ خُطَاهُمْ.

[اطراف الحدیث: ۶۵۵۔۶۵۶۔۱۸۸۷]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبد اللہ بن حوشب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوہاب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حمید نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے بنی سلمہ! تم اپنے قدموں کا شمار کیوں نہیں کرتے' اور مجاہد نے کہا: اور جن اعمال کو لوگ آگے بھیجتے ہیں' ہم ان کو لکھتے رہتے ہیں اور ان اعمال کو بھی جن کو وہ پیچھے چھوڑ جاتے ہیں۔ (یٰس: ۱۲) اس آیت میں ''اٰثار'' سے مراد ان کے قدموں کے نشان ہیں۔

(صحیح مسلم: ۶۶۵' الرقم المسلسل: ۱۳۹۱' سنن ابن ماجہ: ۷۸۴' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۰۷' سنن بیہقی ج ۳ ص ۶۴' شرح السنۃ: ۴۶۹' مسند احمد ج ۳ ص ۱۰۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۲۰۳۳۔ ج۱۹ ص ۹۱' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کے رجال کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

بنو سلمہ سے یہ کہنے کی وجہ کہ تمہارے قدموں کے نشان لکھے جائیں گے

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے بنی سلمہ! بنی سلمہ انصار کے قبیلہ خزرج کی ایک شاخ ہے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ خطاب ان سے اس وقت فرمایا تھا جب وہ مدینہ منورہ کے دور کے محلہ سے منتقل ہو کر مسجد نبوی کے قریب میں رہائش پذیر ہونے کا ارادہ کر رہے تھے اس کی تفصیل اس حدیث میں ہے:

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مسجد نبوی کے گرد زمین خالی ہوگئی تو بنو سلمہ نے یہ ارادہ کیا کہ مسجد کے قریب منتقل ہو جائیں۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ خبر پہنچی تو آپ نے ان سے فرمایا: مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ تم مسجد کے قریب منتقل ہونے کا ارادہ کر رہے ہو؟ انہوں نے کہا: جی ہاں! یارسول اللہ! ہم نے یہ ارادہ کیا ہے' آپ نے فرمایا: اے بنی سلمہ! تم اپنے گھروں میں ہی رہو' تمہارے قدموں سے چلنے کے نشان لکھے جائیں گے' (دوبارہ فرمایا:) تم اپنے گھروں میں ہی رہو' تمہارے قدموں سے چلنے کے نشان لکھے جائیں گے۔ (صحیح مسلم: ٦٦٥' الرقم المسلسل: ١٤٩١' سنن ابن ماجہ: ٧٨٤)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ان کے گھر مسجد نبوی سے دور تھے تو انہوں نے مسجد کے قریب منتقل ہونے کا ارادہ کیا تھا۔ (سنن ابن ماجہ: ٧٨٥)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز پڑھنے کے لیے مسجد میں جتنا زیادہ قدموں سے چلنا پڑتا ہے' اتنا ہی زیادہ ثواب ملتا ہے اور مسجد سے دور رہنے میں زیادہ فضیلت ہے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ١٤١٩۔١٤١٩۔ ج ٢ ص ٣٠٠ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح کے عنوان ہیں:
① قریب والی مسجد کا حق ② پانچ نمازوں سے گناہوں کا دُھلنا۔

٦٥٦ - وَقَالَ ابْنُ اَبِيْ مَرْيَمَ قَالَ اَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ اَيُّوبَ قَالَ حَدَّثَنِيْ حُمَيْدٌ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَنَسٌ اَنَّ بَنِيْ سَلِمَةَ اَرَادُوْا اَنْ يَتَحَوَّلُوْا عَنْ مَنَازِلِهِمْ' فَيَنْزِلُوْا قَرِيْبًا مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ' قَالَ فَكَرِهَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُعْرُوا الْمَدِيْنَةَ' فَقَالَ اَلَا تَحْتَسِبُوْنَ اٰثَارَكُمْ؟ قَالَ مُجَاهِدٌ خُطَاهُمْ اٰثَارُهُمْ' اَنْ يُمْشٰى فِي الْاَرْضِ بِاَرْجُلِهِمْ.

(جامع المسانید لابن الجوزی: ٤٩٠' مکتبۃ الرشد ریاض' ١٤٢٦ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: اور ابن ابی مریم نے کہا: ہمیں یحییٰ بن ایوب نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے حمید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ بنو سلمہ نے یہ ارادہ کیا کہ اپنے گھروں سے منتقل ہو جائیں اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (کی مسجد) کے قریب گھر بنالیں اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کو ناپسند کرتے تھے کہ مدینہ کو خالی کیا جائے تو آپ نے فرمایا: کیا تم اپنے قدموں کے نشانات کو شمار نہیں کرتے۔ مجاہد نے کہا: ان کے چلنے سے زمین پر جو قدموں کے نشانات پڑتے ہیں' اس سے وہ مراد ہیں۔

اگر قریب والی مسجد کا امام صحیح العقیدہ ہو تو اس کا حق ہے ورنہ جس مسجد کا امام صحیح العقیدہ ہو' اس میں نماز پڑھے

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز پڑھنے کے لیے جتنے قدموں سے چلنا پڑے اتنا ثواب ملتا ہے' عبد اللہ بن لبابہ سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص اپنی مسجد کو چھوڑ کر جامع مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے جائے کیونکہ وہاں زیادہ لوگوں کا اجتماع ہوتا ہے' انہوں نے کہا:

کہ وہ اپنی مسجد کو نہ چھوڑے جامع مسجد میں نماز پڑھنے کی فضیلت صرف جمعہ کی نماز پڑھنے میں ہے۔

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ ان احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مسجد سے دور گھر بنانے میں فضیلت ہے' اگر اس کا گھر مسجد کے قریب ہو تو اس کو چھوڑ کر دور گھر بنایا جائے تو اس میں دو قول ہیں' ہاں! اگر قریب والی مسجد کا امام بدعتی ہو یا بد مذہب ہو تو اس کے لیے جائز ہے کہ وہ اس مسجد کو چھوڑ کر دور کی مسجد میں نماز پڑھے جہاں کا امام صحیح العقیدہ ہو۔

(عمدۃ القاری ج ۵ ص ۲۵۵۔ ۲۵۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

بلکہ میں کہتا ہوں کہ اگر قریب والی مسجد کا امام بد مذہب ہو تو اس پر واجب ہے کہ وہ ایسی مسجد میں جا کر نماز پڑھے' جس کے امام کا عقیدہ صحیح ہو۔

۳۴ - بَابُ فَضْلِ صَلٰوةِ الْعِشَاءِ فِي الْجَمَاعَةِ

عشاء کی نماز جماعت سے پڑھنے کی فضیلت

۶۵۷ - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبِي قَالَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنِي اَبُوْ صَالِحٍ' عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ صَلٰوةٌ اَثْقَلَ عَلَى الْمُنَافِقِيْنَ مِنَ الْفَجْرِ وَالْعِشَاءِ' وَلَوْ يَعْلَمُوْنَ مَا فِيْهِمَا لَاَتَوْهُمَا وَلَوْ حَبْوًا' لَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ اٰمُرَ الْمُؤَذِّنَ فَيُقِيْمَ' ثُمَّ اٰمُرَ رَجُلًا يَؤُمُّ النَّاسَ' ثُمَّ اٰخُذَ شُعَلًا مِّنْ نَّارٍ' فَاُحَرِّقَ عَلٰى مَنْ لَا يَخْرُجُ اِلَى الصَّلٰوةِ بَعْدُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو صالح نے حدیث بیان کی از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: منافقین پر فجر اور عشاء کی نماز سے زیادہ اور کوئی نماز بھاری نہیں ہے اور اگر ان کو معلوم ہو جائے کہ ان میں کتنا اجر ہے تو وہ ان نمازوں میں ضرور آئیں گے خواہ گھسٹتے ہوئے آئیں' البتہ تحقیق یہ ہے کہ میں نے ارادہ کیا کہ میں مؤذن کو اذان دینے کا حکم دوں' پھر نماز کی اقامت کہی جائے' پھر میں کسی شخص کو نماز پڑھانے کا حکم دوں' پھر میں آگ کا شعلہ پکڑوں اور ان لوگوں کو آگ لگا دوں جو نماز پڑھنے کے لیے نہیں نکلے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۶۴۴ میں گزر چکی ہے' وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: نماز با جماعت کا وجوب' اور یہاں اس کا عنوان ہے: عشاء کی نماز جماعت سے پڑھنے کی فضیلت' اور اس حدیث میں دونوں عنوانوں کی گنجائش ہے۔

۳۵ - بَابُ اِثْنَانِ فَمَا فَوْقَهُمَا جَمَاعَةٌ

دو یا اس سے زائد افراد کی جماعت

۶۵۸ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ' عَنْ اَبِي قِلَابَةَ' عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا حَضَرَتِ الصَّلٰوةُ فَاَذِّنَا وَاَقِيْمَا ثُمَّ لِيَؤُمَّكُمَا اَكْبَرُكُمَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے بیان کیا: ہم سے یزید بن زریع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی از ابی قلابہ از حضرت مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: جب نماز کا وقت آئے تو تم دونوں اذان دینا اور نماز کی اقامت کہنا' پھر جو تم دونوں میں بڑا ہو وہ نماز کی امامت کرائے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۶۲۸ میں گزر چکی ہے' وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: جس نے کہا: سفر میں ایک مؤذن اذان

دے اور یہاں اس حدیث کا عنوان ہے: دو یا اس سے زائد افراد کی جماعت' اور اس حدیث میں دونوں عنوانوں کی گنجائش ہے۔

٣٦ - بَابُ مَنْ جَلَسَ فِي الْمَسْجِدِ يَنْتَظِرُ الصَّلٰوةَ وَفَضْلِ الْمَسَاجِدِ

جو مسجد میں نماز کے انتظار میں بیٹھا اور مساجد کی فضیلت

٦٥٩ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمَلَائِكَةُ تُصَلِّي عَلٰى أَحَدِكُمْ مَادَامَ فِي مُصَلَّاهُ مَا لَمْ يُحْدِثْ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُ اَللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ لَا يَزَالُ أَحَدُكُمْ فِي صَلٰوةٍ مَا دَامَتِ الصَّلٰوةُ تَحْبِسُهُ لَا يَمْنَعُهُ أَنْ يَنْقَلِبَ إِلٰى أَهْلِهِ إِلَّا الصَّلٰوةُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فرشتے تم میں سے کسی ایک کے لیے نزولِ رحمت کی دعا کرتے رہتے ہیں' جب تک کہ وہ اپنی نماز کی جگہ میں ہو (اور) جب تک وہ وضوء نہ توڑے وہ دعا کرتے ہیں: اے اللہ! اس کو بخش دے' اے اللہ! اس پر رحم فرما' تم میں سے کسی ایک کا اس وقت تک نماز میں شمار ہوتا ہے' جب تک نماز اس کو (مسجد میں) روکے رکھتی ہے' اس کو گھر لوٹ کر جانے سے نماز کے سوا اور کوئی چیز مانع نہیں ہوتی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٤٤٥ میں گزر چکی ہے' وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: مسجد میں وضوء توڑنے کا حکم' اور یہاں اس کا عنوان ہے: جو مسجد میں نماز کے انتظار میں بیٹھا اور مساجد کی فضیلت' اور اس حدیث میں دونوں عنوانوں کی گنجائش ہے۔

٦٦٠ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِي خُبَيْبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللّٰهُ فِي ظِلِّهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ الْإِمَامُ الْعَادِلُ وَشَابٌّ نَشَأَ فِي عِبَادَةِ رَبِّهِ وَرَجُلٌ قَلْبُهُ مُعَلَّقٌ فِي الْمَسَاجِدِ وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِي اللّٰهِ اجْتَمَعَا عَلَيْهِ وَتَفَرَّقَا عَلَيْهِ وَرَجُلٌ طَلَبَتْهُ امْرَأَةٌ ذَاتُ مَنْصَبٍ وَجَمَالٍ فَقَالَ إِنِّي أَخَافُ اللّٰهَ وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ أَخْفٰى حَتّٰى لَا تَعْلَمَ شِمَالُهُ مَا تُنْفِقُ يَمِينُهُ وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللّٰهَ خَالِيًا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ.

[اطراف الحدیث: ١٤٢٣-٦٤٧٩-٦٨٠٦]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے یحییٰ نے حدیث بیان کی از عبید اللہ' انہوں نے کہا: ہمیں خبیب بن عبد الرحمان نے حدیث بیان کی از حفص بن عاصم از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: سات آدمیوں کو اللہ اس دن اپنے سائے میں رکھے گا جس دن اللہ کے سائے کے سوا اور کسی کا سایا نہیں ہوگا: (١) امام عادل (٢) وہ شخص جو اپنے رب کی عبادت میں جوان ہوا (٣) وہ شخص جس کا دل مساجد میں معلق رہے (٤) وہ دو آدمی جو اللہ سے محبت رکھیں' اسی کی محبت میں جمع ہوں اور اسی میں جدا ہوں (٥) وہ شخص جس کو کوئی خوب صورت اور اقتدار والی عورت گناہ کی دعوت دے اور وہ شخص کہے: میں اللہ سے ڈرتا ہوں (٦) وہ شخص جو چھپا کر صدقہ دے حتیٰ کہ بائیں ہاتھ کو پتا نہ چلے کہ دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا ہے (٧) جو شخص تنہائی میں اللہ کو یاد کرے اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہیں۔

(صحیح مسلم: ١٠٣١' الرقم المسلسل: ٢٣٩١-٢٣٤٢' السنن الکبریٰ للنسائی: ٥٩٢١' سنن بیہقی ج ٤ ص ١٩٠' الزہد لابن المبارک: ١٣٤٢' صحیح ابن حبان

۸۹۴۴' سنن ابوداؤد طیالسی: ۲۶۴۲' شعب الایمان: ۵۴۹' مسند احمد ج ۲ ص ۴۳۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۹۶۶۵۔ج ۱۵ ص ۴۱۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۱۰۴۴' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ' مسند الطحاوی: ۸۸۰۶)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن بشار (۲) یحییٰ بن سعید القطان (۳) عبید اللہ بن عمر العمری (۴) خبیب بن عبد الرحمان بن خبیب بن یساف ابوالحارث الانصاری المدنی' یہ عبید اللہ بن عمر کے ماموں ہیں (۵) حفص بن عاصم بن عمر بن الخطاب' یہ عبید اللہ کے دادا ہیں (۶) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۲۵۹)

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کا عنوان ہے: مساجد کی فضیلت اور اس حدیث میں مسجد کی فضیلت اس طرح بیان کی گئی ہے کہ جس شخص کا دل مسجد میں معلق رہے گا' وہ قیامت کے دن اللہ کے سائے میں ہوگا' جب اللہ کے سائے کے سوا اور کسی کا سایا نہیں ہوگا اور اس حدیث میں ذکر ہے کہ وہ شخص بھی اللہ کے سائے میں ہوگا' جو اللہ کی عبادت میں جوان ہوا' یعنی وہ مسجد میں جا کر با جماعت نماز پڑھتا رہا' مسجد میں اعتکاف کرتا رہا اور دیگر ذکر اذکار کرتا رہا' اور ان سب اُمور میں مسجد کی فضیلت ہے۔

اس حدیث میں جن سات آدمیوں کا ذکر فرمایا ہے کہ وہ قیامت کے دن اللہ کے سائے میں ہوں گے' ان میں حصر نہیں ہے' ان کے علاوہ اور نیک مسلمان بھی اللہ کے سائے میں ہوں گے' حدیث میں ہے:

حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے ان دو کانوں نے سنا اور میرے دل نے اس کو یاد رکھا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کسی تنگ دست کو مہلت دی یا اس سے قرض معاف کر دیا' اس کو اللہ اپنے سائے میں رکھے گا۔

(صحیح مسلم: ۳۰۰۶' الرقم المسلسل: ۷۳۷۷' سنن ترمذی: ۱۳۰۶' مسند احمد ج ۲ ص ۳۵۹۔ج ۳ ص ۴۲۷' سنن بیہقی ج ۵ ص ۳۵۷' سنن دارمی: ۲۶۱' مجمع الزوائد ج ۴ ص ۱۳۳' مشکوٰۃ: ۲۹۰۳' الترغیب والترھیب ج ۲ ص ۳۶۔۴۵' حلیۃ الاولیاء: ۲۰' ج ۲' کنز العمال: ۱۵۳۹۱)

اللہ کے سائے کی توجیہ

اس حدیث میں اللہ کے ''ظل'' (سائے) کا ذکر ہے' جس چیز سے سورج کی روشنی یا دن کی روشنی چھپ جائے' وہ چیز اس کا سایا ہوتی ہے۔ (قاموس ص ۱۰۲۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت) عرف میں سایا کسی جسم کا ہوتا ہے' اللہ تعالیٰ جسم سے پاک ہے' اس لیے اس کا سایا ہونا محال ہے' اس لیے اس کی تاویل میں کہا جاتا ہے: اس سے مراد اس کے عرش کا سایا ہے' اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ امام سعید بن منصور نے اپنی سند کے ساتھ یہ روایت ذکر کی ہے کہ سات آدمیوں کو اللہ اپنے عرش کے سائے میں رکھے گا۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۲۵۴' دار المعرفۃ' بیروت) اور سائے کی اضافت جو عرش کی طرف ہے یہ تعظیم اور تشریف کے لیے ہے' جیسے بیت اللہ اور ناقۃ اللہ میں ہے۔

''عدل'' کا معنی' امام عادل کی تعریف' امام عادل کی فضیلت اور امام غیر عادل کی مذمت میں احادیث

اس حدیث میں ''عدل'' کا ذکر ہے' ''عدل'' کا معنی ہے: کسی چیز کو اس کے صحیح مقام پر رکھنا' اور ''عدل'' کا معنی ہے: افراط اور تفریط کے درمیان کیفیت متوسط' یعنی عقائد اور اعمال اور اخلاق میں کیفیت متوسطہ کا حامل ہونا یا حکمت' اور اس سے مراد ہے: قوت عقلیہ' قوتِ غضبیہ اور قوتِ شہوانیہ میں متوازن ہونا اور عادل کا معنی ہے: جو اللہ کی اطاعت کرنے والا ہو' اور امام عادل سے مراد ہے: صاحب ولایت عظمیٰ یعنی مقتدر اعلیٰ' اس کے ساتھ ہر وہ شخص لاحق ہے جو کسی منصب پر فائز ہو اور وہ اس منصب کے تقاضوں کو پورا

کرے اور ان میں عدل کرے۔

امام عادل اور امام جائر کے متعلق حسب ذیل احادیث ہیں:

حضرت زہیر بن حرب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عدل کرنے والے حکام اللہ کے نزدیک نور کے منبروں پر ہوں گے اور رحمٰن عزوجل کی دائیں جانب ہوں گے اور اس کی دونوں جانبیں دائیں ہیں' یہ وہ لوگ ہیں جو ان میں عدل کرتے ہیں' جن پر ان کو مقرر کیا گیا ہے۔ (صحیح مسلم: ۱۸۲۷' الرقم المسلسل: ۴۶۴۰' سنن نسائی: ۵۳۷۹)

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو اللہ نے لوگوں پر حاکم بنایا ہو اور وہ اپنی رعایا کے ساتھ خیانت کرے تو اللہ اس پر جنت کو حرام کر دے گا۔ (صحیح البخاری: ۷۱۵۰' صحیح مسلم: ۱۸۲۹' الرقم المسلسل: ۴۶۴۷)

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص مسلمانوں کا والی ہو' پھر وہ ان کے حق میں کوشش اور خیر خواہی نہ کرے تو وہ ان کے ساتھ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ (صحیح مسلم الرقم المسلسل: ۴۶۴۹)

ابومریم ازدی بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کا کوئی منصب سونپ دیا' پھر وہ مسلمانوں کی ضروریات اور ان کے مسائل سے حجاب میں رہا تو اللہ بھی اس کی ضرورت' حاجت اور فقر سے حجاب میں رہے گا۔ (سنن ابوداؤد: ۲۹۴۸)

حضرت عمرو بن مرہ رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جو امام (مقتدر حاکم) حاجت مندوں' ضرورت مندوں اور مسکینوں کے لیے اپنے دروازہ کو بند کر دیتا ہے' اللہ اس کی ضرورت' حاجت اور مسکینی کے وقت اس کے اوپر اپنا دروازہ بند کر دیتا ہے۔ (سنن ترمذی: ۱۳۳۲' مسند احمد ج ۴ ص ۲۳۱)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے جماعت مہاجرین! پانچ چیزیں ایسی ہیں' جب تم ان میں مبتلا ہو جاؤ گے (تو اللہ تم پر ایک دوسرے کا خوف طاری کر دے گا) اور میں اللہ کی پناہ طلب کرتا ہوں کہ تم ان میں مبتلا رہو! جس قوم میں بے حیائی کے کاموں کا ظہور ہوگا حتیٰ کہ وہ کھلے عام بے حیائی کریں گے تو ان میں طاعون کا ظہور ہوگا اور ان میں ایسی بیماریوں کا ظہور ہوگا' جو ان سے پہلے لوگوں میں نہیں آئی ہوں گی (جیسے فی زمانہ ایسے لوگوں میں ایڈز کی بیماری آ گئی ہے۔ سعیدی غفرلہٗ) اور جو لوگ ناپ اور تول میں کمی کریں گے' ان پر قحط سالی' شدید مشقت اور حکام کا ظلم مسلط کر دیا جائے گا' اور جو لوگ اپنے اموال کی زکوٰۃ نہیں دیں گے' ان پر آسمان سے بارشوں کو روک دیا جائے گا اور اگر جانور نہ ہوتے تو ان پر بارش نہ ہوتی اور جو لوگ اللہ کے عہد کو اور اس کے رسول کے عہد کو توڑیں گے تو اللہ ان پر دوسری قوموں سے ان کے دشمن کو مسلط کر دے گا اور وہ ان کے ہاتھوں سے ان کے اموال کو لے لیں گے' اور جب مسلمانوں کے امام (اربابِ اقتدار) کتاب اللہ کے مطابق حکم جاری نہیں کریں گے تو اللہ ان کے اوپر ایک دوسرے کا خوف طاری کر دے گا۔ (سنن ابن ماجہ: ۴۰۱۹)

جوانی میں عبادت کرنے کی فضیلت

اس حدیث میں اس شخص کا ذکر ہے جو اپنے رب کی عبادت میں جوان ہوا۔

اس حدیث میں جوان کا ذکر ہے کیونکہ جوانی میں عبادت کرنا زیادہ سخت اور زیادہ دشوار ہے' اس زمانہ میں انسان کی قوتیں خواہش کی پیروی زیادہ اچھی طرح کر سکتی ہیں اور اس پر شہوت کا غلبہ ہوتا ہے اور معصیت کے محرکات بہت ہوتے ہیں' حضرت سلمان کی حدیث میں ہے کہ (وہ نوجوان سایۂ رحمت میں ہوگا) جس نے اپنے شباب کو اور اپنی نشاط کو اللہ کی عبادت میں فنا کر دیا۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۲۵۴)

مسجد کے ساتھ دل معلق ہونے کا معنی

اس حدیث میں مذکور ہے: وہ شخص جس کا دل مسجد میں معلق رہے۔

اس سے مراد یہ ہے کہ وہ شخص نماز پڑھ کر مسجد سے باہر نکل آیا لیکن وہ اس کے بعد دوسری نماز کے انتظار میں رہا اور وہ شخص نماز پڑھنے اور مسجد میں ذکر' اذکار کرنے اور اعتکاف کرنے سے شدید محبت کرنے والا ہے' اور مسجد اللہ کا گھر ہے' جو کسی کے گھر جائے' وہ اس کی تکریم کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ مسجد میں آنے والوں کی مہمانی فرماتا ہے۔

اللہ کی وجہ سے دو محبت کرنے والوں کی فضیلت میں احادیث

اور اس حدیث میں ہے: وہ دو آدمی جو اللہ سے محبت رکھیں اور اس کی محبت میں جمع ہوں اور اسی میں جدا ہوں۔

یعنی ان دو آدمیوں کا ایک دوسرے کے ساتھ ملنا اور جدا ہونا' اللہ تعالیٰ سے محبت کی وجہ سے ہو' کسی غرض دنیاوی کی وجہ سے نہ ہو' جو لوگ کسی سے اللہ تعالیٰ کی وجہ سے محبت کرتے ہیں' ان کے متعلق حسب ذیل احادیث ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ارشاد فرمائے گا: میرے جلال (میری ذات) کی وجہ سے محبت کرنے والے کہاں ہیں؟ آج کے دن میں ان کو اپنے سائے میں رکھوں گا' جس دن میرے سائے کے سوا اور کسی کا سایا نہیں ہے۔ (صحیح مسلم: ۲۵۶۶' الرقم المسلسل: ۶۴۲۷)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: جو لوگ میری ذات کی وجہ سے محبت کرتے ہیں' ان کے لیے نور کے منبر ہوں گے' جن کی انبیاء اور شہداء تحسین کریں گے۔

(سنن ترمذی: ۲۳۹۰' مسند احمد ج ۵ ص ۲۳۶)

حضرت ابن عمر رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے ایسے بندے ہیں جو نبی اور شہید نہیں ہیں' قیامت کے دن ان کا اللہ کے نزدیک اور اس کی مجلس میں اللہ کے ساتھ قرب دیکھ کر انبیاء اور شہداء ان کی تحسین کریں گے' پھر ایک اعرابی گھٹنوں کے بل گھستا ہوا آیا اور کہنے لگا: یا رسول اللہ! ہمیں ان کی صفات بیان کیجئے' آپ نے فرمایا: وہ لوگوں کے ان قبائل سے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی ذات میں ایک دوسرے کی تصدیق کریں گے اور اللہ تعالیٰ کی وجہ سے ایک دوسرے سے محبت کریں گے' قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان کے لیے نور کے منبر رکھ دے گا' اس دن لوگ خوف زدہ ہوں گے اور وہ خوف زدہ نہیں ہوں گے' وہ اللہ عزوجل کے ایسے اولیاء ہیں جن پر کوئی خوف ہوگا نہ وہ غمگین ہوں گے۔

امام حاکم نے کہا: یہ حدیث صحیح الاسناد ہے' امام بخاری اور مسلم نے اس کو روایت نہیں کیا' امام ذہبی نے کہا: اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ (المستدرک ج ۴ ص ۱۷۱-۱۷۰ طبع قدیم المستدرک: ۷۳۱۸ جدید' الترغیب والترہیب ج ۴ ص ۴۸' الاحسان: ج ۲ ص ۳۳۳' کنز العمال ج ۹ ص ۱۴)

حضرت انس رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو دو آدمی اللہ تعالیٰ کی وجہ سے ایک دوسرے سے محبت رکھتے ہوں' ان دونوں میں افضل وہ شخص ہے' جو دوسرے سے زیادہ اس سے محبت رکھتا ہو۔

امام حاکم نے کہا: یہ حدیث صحیح الاسناد ہے' امام بخاری اور امام مسلم نے اس کو روایت نہیں کیا' ذہبی نے کہا کہ اس کی سند صحیح ہے۔

(المستدرک ج ۴ ص ۱۷۱ طبع قدیم المستدرک: ۷۳۲۳ جدید' الترغیب والترغیب ج ۴ ص ۴۶' الاحسان ج ۲ ص ۳۲۹' کنز العمال ج ۹ ص ۵)

حضرت ابورزین بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے ابورزین! جب تم اکیلے ہو تو اپنی زبان کو اللہ کے ذکر سے

حرکت دو' اور اللہ کی خاطر محبت کرو اور اللہ کی خاطر بغض رکھو' کیونکہ مسلمان جب اللہ کی خاطر کسی سے ملاقات کرتا ہے تو ستر ہزار فرشتے اس کو رخصت کرتے ہیں اور یہ دعا کرتے ہیں: اے اللہ! اپنا فضل اس سے ملا کر رکھ' اور اللہ کی وجہ سے محبت کرنے والوں کی فضیلت میں یہ حدیث ہے: امام مسلم اور امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی شخص اپنے مسلمان بھائی کے پس پشت دعا کرتا ہے تو اس کے ساتھ جو فرشتہ مقرر ہوتا ہے' وہ کہتا ہے: آمین اور تمہیں بھی اس کی مثل عطا کرے۔

(صحیح مسلم: ٢٧٣٢' الرقم المسلسل: ٦٨٠٠' سنن ابوداؤد: ١٥٣٤) (عمدۃ القاری ج ٥ ص ٢٦٣' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

خوفِ خدا کی بناء پر گناہ سے باز رہنے کے متعلق قرآن مجید کی آیات اور ان پر عمل کرنے کا اجر وثواب

اس حدیث میں مذکور ہے: وہ شخص جس کو کوئی خوب صورت اور مقتدر عورت گناہ کی دعوت دے اور وہ شخص اس سے کہے: میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔ اس حدیث میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی فضیلت ہے اور اس کے خوف کی وجہ سے گناہوں کے ترک کرنے کا بیان ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰىO فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰىO (النازعات: ٤١-٤٠)

اور رہا وہ شخص جو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا اور اس نے نفس کو خواہش پوری کرنے سے روکاO تو جنت ہی اس کا ٹھکانا ہےO

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِO (الرحمٰن: ٤٦)

اور جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا' اس کے لیے دو جنتیں ہیںO

امام ابوالقاسم علی بن الحسن بن عساکر متوفی ٥٧١ھ روایت کرتے ہیں:

یحییٰ بن ایوب الخزاعی بیان کرتے ہیں کہ میں نے سنا کہ حضرت عمر بن الخطاب کے زمانہ میں ایک عبادت گزار نوجوان تھا' جس نے مسجد کو لازم کر لیا تھا' حضرت عمر اس سے بہت خوش تھے' اس کا ایک بوڑھا باپ تھا' وہ عشاء کی نماز پڑھ کر اپنے باپ کی طرف لوٹ آتا تھا' اس کے راستہ میں ایک عورت کا دروازہ تھا' وہ اس پر فریفتہ ہو گئی تھی' وہ اس کے راستہ میں کھڑی ہو جاتی تھی' ایک رات وہ اس کے پاس سے گزرا تو وہ اس کو مسلسل بہکاتی رہی' حتیٰ کہ وہ اس کے ساتھ چلا گیا' جب وہ اس کے گھر کے دروازہ پر پہنچا تو وہ بھی داخل ہو گئی' اس نوجوان نے اللہ کو یاد کرنا شروع کیا اور اس کی زبان پر یہ آیت جاری ہو گئی:

اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَO (الاعراف: ٢٠١)

بے شک جو لوگ اللہ سے ڈرتے ہیں انہیں اگر شیطان کی طرف سے کوئی خیال چھو بھی جاتا ہے تو وہ خبردار ہو جاتے ہیں اور اسی وقت ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیںO

پھر وہ نوجوان بے ہوش ہو کر گر گیا' اس عورت نے اپنی باندی کو بلایا اور دونوں نے مل کر اس نوجوان کو اٹھایا اور اسے اس کے گھر کے دروازہ پر چھوڑ آئیں' اس کے گھر والے اسے اٹھا کر گھر میں لے گئے' کافی رات گزرنے کے بعد وہ نوجوان ہوش میں آیا' اس کے باپ نے پوچھا: اے بیٹے! تمہیں کیا ہوا تھا؟ اس نے کہا: خیر ہے' باپ نے پھر پوچھا تو اس نے پورا واقعہ سنایا۔ باپ نے پوچھا: اے بیٹے! تم نے کون سی آیت پڑھی تھی؟ تو اس نے اس آیت کو دہرایا' جو اس نے پڑھی تھی اور پھر بے ہوش ہو کر گر گیا' گھر والوں نے اس کو ہلایا جلایا لیکن وہ مر چکا تھا' انہوں نے اس کو غسل دیا اور لے جا کر دفن کر دیا' صبح ہوئی تو اس بات کی خبر حضرت عمر رضی اللہ عنہ تک پہنچی' صبح کو حضرت عمر اس کے والد کے پاس تعزیت کے لیے آئے اور فرمایا: تم نے مجھے خبر کیوں نہیں دی؟ اس کے باپ نے کہا: رات

وقت تھا' حضرت عمر نے فرمایا: ہمیں اس کی قبر کی طرف لے چلو' پھر حضرت عمر اور ان کے اصحاب اس کی قبر پر گئے' حضرت عمر نے کہا: اے نوجوان! جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرے' اس کے لیے دو جنتیں ہیں؟ تو اس نوجوان نے قبر کے اندر سے جواب دیا: اے عمر! مجھے میرے رب عزوجل نے دوبار دو جنتیں عطا فرمائی ہیں۔

(مختصر تاریخ دمشق ترجمہ عمرو بن جامع: ۱۱۴- ج ۱۹ ص ۱۹۱' مطبوعہ دار الفکر' بیروت)

حافظ ابن عساکر کے حوالہ سے اس حدیث کو حافظ ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ' حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ اور امام علی متقی ہندی متوفی ۹۷۵ھ نے بھی ذکر کیا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر: ۲۰۱- سورۃ الاعراف۔ ج ۳ ص ۲۶۹' طبع دار الاندلس' بیروت' شرح الصدور ص ۱۳' طبع دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۰۴ھ' کنز العمال: ۴۶۳۴)

جب کوئی خوب صورت اور مقتدر عورت کسی جوان مرد کو گناہ کی دعوت دے اور وہ شخص محض خوفِ خدا سے گناہ سے باز رہے' یہ بہت دشوار گزار گھاٹی ہے اور اس گھاٹی سے گزرنے والوں کے امام حضرت یوسف علیہ السلام ہیں' جب عزیز مصر کی بیوی نے ان سے کہا:

وَلَئِنْ لَّمْ يَفْعَلْ مَآ اٰمُرُهٗ لَيُسْجَنَنَّ وَلَيَكُوْنًا مِّنَ الصّٰغِرِيْنَ۝ (یوسف: ۳۲)

اور جس کام کا میں نے اسے حکم دیا ہے اگر اس نے وہ کام نہ کیا تو یہ ضرور قید کر دیا جائے گا اور یہ ضرور بے عزت لوگوں میں سے ہو جائے گا۝

اس کے جواب میں حضرت سیدنا یوسف علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی:

قَالَ رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَيَّ مِمَّا يَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَيْهِ. (یوسف: ۳۳)

یوسف نے کہا: اے میرے رب! جس (گناہ) کی طرف مجھے یہ عورتیں دعوت دے رہی ہیں اس کی بہ نسبت قید میں رہنا مجھے بہت پسند ہے۔

صدقاتِ نفلیہ کو چھپا کر دینے کی فضیلت اور صدقاتِ واجبہ کو کھلے عام دینے کا جواز

اور اس حدیث میں ذکر ہے: جو شخص چھپا کر صدقہ دے حتیٰ کہ بائیں ہاتھ کو پتا نہ چلے کہ دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا ہے۔

اس پر یہ سوال ہوتا ہے کہ بائیں ہاتھ میں کب شعور ہے کہ وہ یہ جان لے کہ دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ یہ مبالغۃً فرمایا ہے یعنی اگر بالفرض بائیں ہاتھ میں شعور ہوتا تو اس کو پھر بھی پتا نہ چلتا کہ دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا ہے' یا اگر بائیں جانب کوئی شخص کھڑا ہوتا تو اس کو بھی پتا نہ چلتا کہ اس نے دائیں ہاتھ سے کیا خرچ کیا ہے۔

اس حدیث میں خفیہ طور سے صدقہ دینے کی فضیلت ہے' قرآن مجید میں ہے:

وَاِنْ تُخْفُوْهَا وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ. (البقرۃ: ۲۷۱)

اور اگر تم خفیہ طور سے فقراء کو دو تو یہ تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے۔

نفلی صدقات کو خفیہ طور سے دینا ریاکاری سے دور ہے اور اخلاص کے زیادہ قریب ہے' اس لیے نفلی صدقات کو چھپا کر دینا افضل ہے' حدیث میں ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے زمین کو پیدا کیا تو وہ ہلنے لگی' پھر اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کو پیدا کر کے اس پر نصب کر دیا تو زمین ٹھہر گئی' پس فرشتوں کو پہاڑوں کی تخلیق سے بہت تعجب ہوا' تب انہوں نے کہا: اے رب! کیا تیری مخلوق میں کوئی چیز پہاڑوں سے بھی زیادہ سخت ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہاں! لوہا ہے' فرشتوں نے کہا: اے رب! کیا

کوئی چیز لوہے سے بھی زیادہ سخت ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہاں! آگ ہے فرشتوں نے کہا: اے رب! کیا کوئی چیز آگ سے بھی زیادہ سخت ہے؟ فرمایا: ہاں! پانی ہے فرشتوں نے کہا: اے رب! کیا کوئی چیز پانی سے بھی زیادہ سخت ہے؟ فرمایا: ہاں! ہوا ہے فرشتوں نے کہا: اے رب! کیا کوئی چیز ہوا سے بھی زیادہ سخت ہے؟ فرمایا: ہاں! وہ ابن آدم ہے جو دائیں ہاتھ سے صدقہ کرتا ہے اور اس کو بائیں ہاتھ سے چھپاتا ہے۔ (سنن ترمذی: ۳۳۶۹' مسند ابویعلیٰ: ۴۳۱۰' شعب الایمان: ۳۴۴۱' مسند احمد ج ۳ ص ۱۲۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۲۲۵۳۔ ج ۱۹ ص ۲۷۶۔ ۲۷۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

جو صدقات فرض ہوں جیسے زکوٰۃ اور نذر معین' ان کو کھلے عام دینا بہتر ہے' قرآن مجید میں ہے:

اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِیَ. (البقرہ: ۲۷۱) اگر تم صدقات کو کھلے عام دو تو وہ بھی اچھا ہے۔

اللہ کی یاد میں رونے کی اقسام اور خوفِ خدا سے رونے کی فضیلت

اس حدیث میں مذکور ہے: اور جو شخص تنہائی میں اللہ کو یاد کرے اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہیں۔

اس حدیث میں تنہائی میں اللہ تعالیٰ کو یاد کر کے رونے کا ذکر ہے کیونکہ تنہائی میں رونا اخلاص کے قریب اور ریا سے بعید ہے' پھر رونے والے کی کیفیات مختلف ہوتی ہیں' کبھی وہ اللہ تعالیٰ کے جلال اور غضب کو یاد کر کے اس کے خوف سے روتا ہے اور کبھی اپنے گناہوں کو یاد کر کے ندامت سے روتا ہے' اور کبھی اللہ تعالیٰ کی صفاتِ جمال کو یاد کر کے اس کی ملاقات کے شوق میں روتا ہے اور کبھی بندہ پر قرآن مجید سن کر رقت طاری ہوتی ہے اور وہ سوز و گداز کی کیفیت سے روتا ہے' قرآن مجید میں ہے:

وَاِذَا سَمِعُوْا مَاۤ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰۤى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَاۤ اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ○ (المائدہ: ۸۳)

اور جب وہ لوگ رسول کی طرف نازل کیے ہوئے کلام کو سنتے ہیں تو آپ ان کی آنکھوں سے آنسوؤں کو بہتا ہوا دیکھتے ہیں' کیونکہ انہوں نے حق کو پہچان لیا ہے' وہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہم ایمان لے آئے' پس تو ہم کو بھی (توحید کی) شہادت دینے والوں کے ساتھ لکھ لے○

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اللہ کے خوف سے رویا' وہ دوزخ میں داخل نہیں ہوگا حتیٰ کہ دودھ تھن میں لوٹ جائے' اور اللہ کی راہ میں پڑنے والا غبار اور دوزخ کا دھواں جمع نہیں ہوگا۔

(سنن ترمذی: ۱۶۳۳' سنن نسائی: ۳۱۰۷' سنن ابن ماجہ: ۲۷۷۴' مسند احمد ج ۲ ص ۵۰۲' المستدرک ج ۴ ص ۲۶۰)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ دو (قسم کی) آنکھوں کو دوزخ کی آگ نہیں چھوئے گی: (۱) وہ آنکھ جو اللہ کے خوف سے روئی ہو (۲) وہ آنکھ جس نے اللہ کی راہ کی حفاظت میں (سرحد اسلام پر) رات گزاری ہو۔ (سنن ترمذی: ۱۶۳۹)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اللہ کو یاد کیا' پھر اس کی آنکھوں سے اللہ کے خوف سے آنسو بہے ہوں' حتیٰ کہ اس کے آنسو زمین پر گرے ہوں' اس کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن عذاب نہیں دے گا۔ (المستدرک ج ۴ ص ۲۶۰ طبع قدیم' المستدرک: ۷۶۶۸ جدید' الترغیب والترہیب ج ۴ ص ۱۲۴' کنز العمال ج ۱ ص ۴۲۵) ذہبی نے کہا: اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

اس حدیث کی شرح علامہ عینی اور حافظ ابن حجر نے بھی بہت تفصیل سے کی ہے' ہم نے ان کی ذکر کردہ احادیث کی تخریج کی اور موضوع کی مناسبت سے ان سے بہت زیادہ احادیث بیان کی ہیں۔ وللہ الحمد.

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم:۶-۲۲۷ ۔ج ۲ ص ۹۵۵ ۔ ۹۵۴ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

٦٦١ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ حُمَيْدٍ قَالَ سُئِلَ اَنَسٌ هَلِ اتَّخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاتَمًا؟ فَقَالَ نَعَمْ، اَخَّرَ لَيْلَةً صَلٰوةَ الْعِشَاءِ اِلٰى شَطْرِ اللَّيْلِ، ثُمَّ اَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهٖ بَعْدَ مَا صَلّٰى، فَقَالَ صَلَّى النَّاسُ وَرَقَدُوْا، وَلَمْ تَزَالُوْا فِيْ صَلٰوةٍ مُّنْذُ انْتَظَرْتُمُوْهَا. قَالَ فَكَاَنِّيْ اَنْظُرُ اِلٰى وَبِيْصِ خَاتَمِهٖ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن جعفر نے حدیث بیان کی از حمید' انہوں نے کہا: حضرت انس رضی اللہ سے سوال کیا گیا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی انگوٹھی بنائی تھی؟ حضرت انس نے کہا: ہاں! ایک رات آپ نے عشاء کی نماز آدھی رات تک مؤخر کردی' پھر نماز پڑھنے کے بعد آپ نے ہماری طرف منہ کر کے فرمایا: لوگوں نے نماز پڑھ لی اور سو گئے اور تمہارا اس وقت تک نماز میں شمار ہوتا رہا جب تک نماز کا انتظار کرتے رہے' پس گویا کہ میں آپ کی انگوٹھی کی چمک دیکھ رہا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۵۷۲ میں گزر چکی ہے' وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: عشاء کا وقت آدھی رات تک ہے' اور یہاں اس حدیث کا عنوان ہے: جو مسجد میں نماز کے انتظار میں بیٹھا اور مساجد کی فضیلت' اور اس حدیث میں دونوں عنوانوں کی گنجائش ہے۔

٣٧ - بَابُ فَضْلِ مَنْ غَدَا اِلَى الْمَسْجِدِ وَمَنْ رَاحَ

دن کی ابتداء میں اور دن ڈھلے مسجد میں جانے کی فضیلت

اس عنوان میں ''غدا'' اور ''راح'' کے الفاظ ہیں' ''غدو'' کا معنی ہے: دن کی ابتداء سے طلوع شمس تک کسی وقت جانا۔ (مختار الصحاح ص ۲۷۹) اور ''رواح'' کا معنی ہے: زوال شمس سے لے کر رات تک کسی وقت جانا۔ (مختار الصحاح ص ۱۶۳)

٦٦٢ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ قَالَ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُطَرِّفٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ غَدَا اِلَى الْمَسْجِدِ وَرَاحَ، اَعَدَّ اللّٰهُ لَهٗ نُزُلَهٗ مِنَ الْجَنَّةِ، كُلَّمَا غَدَا اَوْ رَاحَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن ہارون نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن مطرف نے خبر دی از زید بن اسلم از عطاء بن یسار از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: جو شخص صبح مسجد میں گیا یا شام کو مسجد میں گیا' اللہ تعالیٰ جنت میں اس کی مہمانی تیار رکھے گا' جب بھی وہ صبح یا شام کو گیا۔

(صحیح مسلم:۶۶۹' الرقم المسلسل:۱۴۹۶' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۳ ص ۳۱۷' صحیح ابن خزیمہ:۱۴۹۶' صحیح ابن حبان:۲۰۳۷' حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۲۲۹' سنن بیہقی ج ۳ ص ۶۲' شرح السنۃ:۴۶۷' مسند احمد ج ۲ ص ۵۰۹' مسند احمد:۱۰۶۰۸۔ ج ۱۶ ص ۳۵۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی:۵۱۸۴' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) علی بن عبداللہ بن جعفر ابوالحسن' ان کو ابن المدینی البصری کہا جاتا تھا (۲) یزید بن ھارون بن زاذان الواسطی (۳) محمد بن المطرف ابوغسان اللیثی المدنی (۴) زید بن اسلم مولیٰ عمر بن الخطاب المدنی (۵) عطاء بن یسار ابومحمد الھلالی' مولیٰ حضرت میمونہ بنت

الحارث رضی اللہ عنہا' زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم' یہ ١٠٣ھ میں فوت ہو گئے تھے (٦) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ٦ ص ٢٦٦۔٢٦٥)

مسجد میں جانے کی ترغیب

اس حدیث میں جماعت سے نماز پڑھنے کے لیے مسجد میں جانے کی ترغیب دی گئی ہے اور دوام کے ساتھ نماز پڑھنے پر برانگیختہ کیا گیا ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مسجد میں آنے والوں کے لیے جنت میں مہمانی تیار کی ہے تو جو جماعت سے اخلاص کے ساتھ نماز پڑھے گا اور مسجد میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے گا اور توبہ اور استغفار کرے گا' اس کو اللہ تعالیٰ کتنا عظیم اجر عطا فرمائے گا۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ٢٣ ١٤٢٣۔ ج ٢ ص ٣٠١ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

٣٨ - بَابٌ اِذَا اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَلَا صَلٰوةَ اِلَّا الْمَكْتُوْبَةَ

جب نماز کی اقامت پڑھی جائے تو صرف فرض نماز پڑھی جائے

٦٦٣ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ' عَنْ اَبِيْهِ' عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَالِكِ بْنِ بُحَيْنَةَ قَالَ مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرَجُلٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد العزیز بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از والد خود از حفص بن عاصم از عبد اللہ بن مالک ابن بحینہ' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص کے پاس سے گزرے۔

قَالَ وَحَدَّثَنِيْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ قَالَ حَدَّثَنَا بَهْزُ بْنُ اَسَدٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ اَخْبَرَنِيْ سَعْدُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ سَمِعْتُ حَفْصَ بْنَ عَاصِمٍ قَالَ سَمِعْتُ رَجُلًا مِنَ الْاَزْدِ' يُقَالُ لَهٗ مَالِكُ بْنُ بُحَيْنَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى رَجُلًا وَقَدْ اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ' يُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ' فَلَمَّا انْصَرَفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاثَ بِهِ النَّاسُ' فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصُّبْحَ اَرْبَعًا؟ الصُّبْحَ اَرْبَعًا؟ تَابَعَهٗ غُنْدَرٌ وَمُعَاذٌ' عَنْ شُعْبَةَ عَنْ مَالِكٍ. وَقَالَ ابْنُ اِسْحَاقَ' عَنْ سَعْدٍ' عَنْ حَفْصٍ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُحَيْنَةَ. وَقَالَ حَمَّادٌ اَخْبَرَنَا سَعْدٌ' عَنْ حَفْصٍ' عَنْ مَالِكٍ.

امام بخاری نے کہا: اور مجھے عبد الرحمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے بہز بن اسد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے سعد بن ابراہیم نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے حفص بن عاصم سے سنا' انہوں نے کہا: میں نے ازد کے ایک شخص سے سنا' جن کو مالک بن بحینہ کہا جاتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا' وہ دو رکعت نماز پڑھ رہا تھا اور اس وقت نماز کی اقامت ہو چکی تھی' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو لوگوں نے اس کو گھیر لیا' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: کیا صبح کی نماز چار رکعت ہے؟ کیا صبح کی نماز چار رکعت ہے؟ غندر اور معاذ نے اس حدیث میں بہز بن اسد کی متابعت کی از شعبہ از مالک اور ابن اسحاق نے کہا: از سعد از حفص از عبد اللہ بن بحینہ اور حماد نے کہا: ہمیں سعد نے خبر دی از حفص از مالک۔

(صحیح مسلم: ٧١١' الرقم المسلسل: ١٦١٩' سنن نسائی: ٨٦٧' سنن ابن ماجہ: ١١٥٣' مصنف ابن ابی شیبہ ج ٢ ص ٢٥٣' مسند ابوداؤد الطیالسی: ١٣٦٩' ٢٧٣' صحیح ابن حبان: ٢٤٦٩' المعجم الکبیر: ١١٢٢٧' المستدرک ج ١ ص ٣٠٧' سنن بیہقی ج ٢ ص ٤٨٢' مسند البزار: ٥١٨' مسند احمد ج ١ ص ٢٣٨ طبع قدیم' مسند احمد: ٢١٣٠ ۔ ج ٤ ص ٣٣' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبدالعزیز بن عبد اللہ بن یحیٰی ابو القاسم القرشی العامری الاوسی المدنی (۲) ابراہیم بن سعد بن ابراہیم بن عبد الرحمٰن بن عوف ابو اسحاق الزہری المدنی (۳) ان کے والد سعد بن ابراہیم بن عبد الرحمٰن بن عوف (۴) حفص بن عاصم بن عمر بن الخطاب (۵) عبد اللہ بن مالک ابن بحینہ 'بحینہ ان کی ماں کا نام ہے' یہ حارث بن المطلب بن عبد مناف کی بیٹی ہیں (۶) عبد الرحمان بن بشر بن الحکم بن محمد نیشاپوری' یہ ۲۶۰ھ میں فوت ہوئے تھے (۷) بہز بن سعد ابو الاسود البصری (۸) شعبہ بن الحجاج (۹) مالک بن بحینہ' یہ عبد اللہ کے والد ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۲۶۷)

اس حدیث میں آپ کا ارشاد ہے: کیا صبح کی نماز چار رکعت ہے؟ یعنی آپ نے اس شخص پر انکار کیا' جس نے اقامت کے وقت صبح کی دو سنتیں پڑھی تھیں۔ سو اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز کی اقامت کے وقت فرض نماز کے علاوہ اور کوئی نماز نہیں پڑھنی چاہیے' اور یہی اس حدیث کا عنوان ہے۔

نمازِ فجر کی جماعت کے وقت سنت فجر پڑھنے کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

جب کوئی شخص فجر کی نماز پڑھنے کے لیے اس وقت مسجد میں داخل ہو' جب فجر کی نماز کے لیے اقامت ہو رہی ہو تو اس میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ وہ فجر کی دو سنتیں پڑھے یا نہیں' ایک جماعت نے کہا ہے کہ جب امام نمازِ فجر پڑھ رہا ہو تو وہ مسجد میں صبح کی دو سنتیں نہ پڑھے' ان کا استدلال اس باب کی حدیث سے ہے' حضرت ابن عمر' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم' سعید بن جبیر' عروہ' ابن سیرین' ابراہیم نخعی اور عطاء سے اسی طرح منقول ہے' امام شافعی' امام احمد' اسحاق اور ابو ثور کا بھی یہی مذہب ہے۔

دوسری جماعت نے یہ کہا ہے کہ جب اس کو یہ یقین ہو کہ وہ امام کے ساتھ دوسری رکعت کو پالے گا تو پھر مسجد کے باہر سنت فجر پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے' امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب کا یہی مذہب ہے اور صاحب ھدایہ نے کہا ہے کہ جس شخص نے سنت فجر نہیں پڑھی اور وہ نماز فجر میں امام تک پہنچا' اگر اس کو یہ خدشہ ہو کہ اگر وہ سنت فجر پڑھنے میں مشغول ہوا تو ایک رکعت فوت ہو جائے گی لیکن اس کو دوسری رکعت مل جائے گی تو وہ دو رکعت سنت مسجد کے دروازہ پر پڑھ لے' کیونکہ اگر اس نے دو رکعت سنت مسجد میں پڑھیں تو امام فرض پڑھانے میں مشغول ہوگا اور یہ اس وقت نفل پڑھنے میں مشغول ہوگا اور یہ مکروہ ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب نماز کی اقامت کہی جائے تو فرض نماز کے علاوہ اور کوئی نماز جائز نہیں ہے۔ (صحیح مسلم: ۷۱۰' سنن ابوداؤد: ۱۲۶۶' سنن ترمذی: ۴۲۱' سنن نسائی: ۸۶۴' سنن ابن ماجہ: ۱۱۵۱' مسند احمد ج ۲ ص ۴۵۵' سنن بیہقی ج ۲ ص ۴۸۲' صحیح ابن خزیمہ: ۱۱۲۳' شرح السنۃ ج ۷ ص ۸۹' مجمع الزوائد ج ۲ ص ۵' کامل ابن عدی ج ۱ ص ۴۶' مشکوۃ: ۱۰۵۸' کنز العمال: ۲۰۲۲۶' تاریخ بغداد ج ۱ ص ۳۱۵' حلیۃ الاولیاء ج ۸ ص ۱۳۸)

اس وقت سنت فجر پڑھنے کی خصوصیت ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: صبح کی دو رکعت کو نہ چھوڑو' خواہ تمہیں گھوڑے روند رہے ہوں۔ (سنن ابوداؤد: ۱۲۵۸) یہ اس صورت میں ہے جب وہ مسجد کے دروازہ پر دو رکعت سنت پڑھ لے' اور فخر الاسلام نے ذکر کیا ہے کہ سب سے زیادہ مکروہ یہ ہے کہ کوئی شخص دو رکعت سنت صف میں کھڑے ہو کر پڑھے اور جماعت کی مخالفت کرے اور جو شخص جماعت کی صف کے پیچھے کھڑے ہو کر دو رکعت سنت پڑھے اور اس کے اور صف کے درمیان کوئی حائل نہ ہو' الذخیرہ میں مذکور ہے کہ سنت فجر میں سنت یہ ہے کہ ان کو اپنے گھر میں پڑھے' اگر گھر میں نہ پڑھ سکے تو مسجد کے دروازہ پر پڑھے اور اگر امام مسجد میں نماز پڑھا رہا ہو تو اگر امام مسجد کے صحن میں نماز پڑھا رہا ہو تو وہ مسجد کے ہال میں سنت پڑھ لے اور اگر امام مسجد کے ہال میں نماز پڑھا رہا ہو تو وہ مسجد کے صحن میں

سنت پڑھ لے اور المحیط میں مذکور ہے کہ یہ تمام صورتیں مکروہ ہیں کیونکہ مسجد کا داخل ہو یا خارج' ہال ہو یا صحن' وہ سب مسجد واحد کے حکم میں ہے اور ظاہریہ کے نزدیک اگر وہ سنت پڑھ رہا ہو اور اقامت شروع ہو جائے تو وہ سنت کو منقطع کر دے۔

نماز فجر کی جماعت کے وقت سنت فجر پڑھنے کی ممانعت میں احادیث اور آثار

جو فقہاء اقامت کے وقت سنت فجر کو مکروہ قرار دیتے ہیں' ان کا استدلال ان احادیث سے ہے:

حضرت عبداللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص مسجد میں داخل ہوا اور اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صبح کی نماز پڑھا رہے تھے' اس شخص نے مسجد کی جانب میں دو رکعت نماز پڑھیں' پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جماعت میں داخل ہوا' جب آپ نے سلام پھیرا تو فرمایا: اے فلاں شخص! تم نے ان دو نمازوں میں سے کون سی نماز کو شمار کیا ہے؟ آیا وہ نماز جو تم نے تنہا پڑھی ہے یا وہ نماز جو تم نے ہمارے ساتھ پڑھی ہے۔

(صحیح مسلم: ۷۱۲' الرقم المسلسل: ۱۶۲۱' سنن ابوداؤد: ۱۲۶۵' سنن نسائی: ۸۶۸' سنن ابن ماجہ: ۱۱۵۲' مصنف عبدالرزاق: ۴۰۲۰)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت گھر سے نکلے' جب نماز کی اقامت کہی گئی' آپ نے دیکھا لوگ جلدی جلدی دو رکعت سنت پڑھ رہے تھے' آپ نے فرمایا: کیا دو نمازیں ایک ساتھ پڑھی جا رہی ہیں؟ آپ نے اس سے منع کیا کہ جب نماز کی اقامت کہی جائے تو مسجد میں نماز پڑھی جائے۔ (صحیح ابن خزیمہ)

سوید بن غفلہ بیان کرتے ہیں: جو لوگ اقامت کے وقت نماز پڑھتے تھے' ان کو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ مارا کرتے تھے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۴۰۰۱)

حضرت ابن عمر اور ابن جبیر نے ایک شخص کو اقامت کے وقت نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو کہا: کیا تم صبح کی چار رکعت پڑھ رہے ہو! (مصنف عبدالرزاق: ۴۰۶۱)

مسلم بن عقیل نے کچھ لوگوں کو اقامت کے وقت نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو کہا: تم پر افسوس ہے کہ جب نماز کی اقامت کہی جائے تو فرض نماز کے سوا اور کوئی نماز جائز نہیں ہے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۴۰۰۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حضرت ابن عمر نے ایک شخص کو دو رکعت نماز پڑھتے ہوئے دیکھا' اس وقت مؤذن اقامت کہہ رہا تھا' انہوں نے اس پر کنکر مارا اور کہا: تم صبح کی چار رکعت پڑھ رہے ہو۔ (مصنف عبدالرزاق: ۱۰۶۱)

سعید بن جبیر نے کہا: اقامت کے وقت نماز مکروہ ہے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۴۰۰۶)

عطاء بن یسار بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: جب نماز کی اقامت کہی جائے تو فرض نماز کے سوا اور کوئی نماز جائز نہیں ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۸۴۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ' مصنف عبدالرزاق: ۴۰۰۰)

فضیل بیان کرتے ہیں کہ سعید بن جبیر نے دیکھا' ایک شخص عصر کی اقامت کے وقت نماز پڑھ رہا ہے تو انہوں نے کہا: کیا تمہیں یہ اچھا لگتا ہے کہ کوئی یہ کہے کہ فلاں کے بیٹے نے چھ رکعت نماز پڑھی' پس میں نے ابراہیم سے اس کا ذکر کیا' انہوں نے کہا: اقامت کے وقت نماز مکروہ ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۸۴۲)

فضیل بن عمرو نے کہا: ابراہیم نخعی یہ کہتے تھے کہ اقامت کے وقت نماز مکروہ ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۸۴۳)

سعید بن مسیب بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر نے دیکھا کہ مؤذن اقامت پڑھ رہا ہے اور ایک شخص نماز پڑھ رہا ہے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو ڈانٹا اور فرمایا: جب مؤذن اقامت پڑھ رہا ہو تو اس نماز کے سوا اور کوئی نماز جائز نہیں ہے' جس کی اقامت پڑھی جا

رہی ہے۔(مصنف ابن ابی شیبہ:۶۳۸۴۵)

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما مسجد میں داخل ہوئے' اس وقت لوگ نماز پڑھ رہے تھے اور انہوں نے فجر کی دو رکعت سنت نہیں پڑھی تھیں' وہ لوگوں کے ساتھ جماعت میں شامل ہو گئے' پھر بیٹھ گئے اور جب سورج طلوع ہو کر چمکنے لگا تو انہوں نے دو رکعت سنت کی قضاء کی۔(مصنف عبدالرزاق:۴۰۳۰)

صبح کی دو رکعت سنت کی احادیث میں بہت تاکید کی گئی ہے' حدیث میں ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نوافل میں سے کسی کی اتنی حفاظت نہیں کرتے تھے جتنی دو رکعت (سنت) فجر کی حفاظت کرتے تھے۔(سنن ابوداؤد:۱۲۵۴)

امام طحاوی نے کہا ہے کہ کوئی شخص مسجد میں داخل ہو اور اس وقت جماعت کھڑی ہو تو وہ مسجد سے باہر دو رکعت سنت فجر پڑھ لے یا مسجد کے کسی کونے میں پڑھ لے۔(عمدۃ القاری ج ۵ ص ۲۷۱۔۲۶۹' مرتبا ومخرجا ومزیدا وموضحا' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

نمازِ فجر کی جماعت کے وقت سنت فجر پڑھنے کے متعلق فقہاء احناف کا موقف

علامہ محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

جس وقت امام مسجد میں فرض پڑھانے میں مشغول ہو' اس وقت سنت فجر پڑھنا مکروہ ہے' اگر مسجد کے دروازہ پر نماز پڑھنے کی جگہ نہ ہو تو مسجد کے ستونوں میں سے کسی ستون کے پیچھے دو رکعت سنت پڑھ لے اور سب سے زیادہ مکروہ یہ ہے کہ جس صف میں جماعت کھڑی ہو' اسی صف میں دو رکعت سنت پڑھے یا صف کے پیچھے کھڑا ہو کر متصل سنت فجر پڑھے' اسی طرح نہایہ اور معراج میں مذکور ہے: اگر مسجد کے دروازہ پر نماز پڑھنے کی جگہ نہ ہو تو سنت کو ترک کر دے کیونکہ مکروہ کو ترک کرنا سنت کے حصول پر مقدم ہے' اگر مسجد کے ہال میں امام نماز پڑھا رہا ہو تو مسجد کے صحن میں سنت فجر پڑھنا کم مکروہ ہے' اسی طرح اگر امام صحن میں نماز پڑھا رہا ہو تو مسجد کے ہال میں سنت فجر پڑھنا کم مکروہ ہے اور سب سے زیادہ مکروہ یہ ہے کہ جس صف میں جماعت کھڑی ہوئی ہے' اسی صف میں سنت فجر پڑھے۔

خلاصہ یہ ہے کہ سنت فجر کو گھر میں پڑھے ورنہ مسجد کے دروازہ پر پڑھے یا اگر جماعت ہال میں ہو تو صحن میں پڑھے اور بالعکس یا صفوں کے پیچھے کسی ستون کے پاس پڑھے' لیکن جب مسجد میں دو جگہیں ہوں اور امام ایک جگہ ہو تو وہ دوسری جگہ پڑھ لے' المحیط میں مذکور ہے کہ اس صورت میں اس لیے مکروہ نہیں ہے کہ وہ قوم کی مخالفت نہیں کر رہا اور دوسرا قول یہ ہے کہ اب بھی مکروہ ہے کیونکہ پوری مسجد ایک مکان (جگہ) ہے اور جب مشائخ کا کسی کام میں اختلاف ہو تو افضل یہ ہے کہ وہ کام نہ کیا جائے۔

(رد المحتار ج ۲ ص ۴۴۷۔۴۴۶' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

فقہاء نے جماعت فجر کے وقت مسجد کے دروازہ پر یا مسجد کے ستون کے پیچھے یا اگر ہال میں جماعت ہو رہی ہو تو صحن میں سنت فجر پڑھنے کو اس لیے جائز کہا ہے کہ ان صورتوں میں سنت پڑھنے والے تک امام کی آواز نہیں پہنچے گی' لیکن ہمارے زمانہ میں مساجد میں لاؤڈ اسپیکر لگے ہوئے ہوتے ہیں' اس لیے کوئی شخص مسجد میں جس جگہ بھی سنت فجر پڑھے گا' اس تک امام کی آواز پہنچے گی اور قرآن مجید کا سننا فرض ہے اور وہ شخص اس فرض کا تارک ہو گا' اس لیے لازم ہے کہ نمازی اپنے گھروں میں سنت فجر پڑھ کر مسجد میں آئیں تاکہ جماعت کے دوران سنت فجر کا پڑھنا لازم نہ آئے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۵۴۶۔ ج ۲ ص ۴۱۹ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

① اقامت کے وقت سنت فجر پڑھنے کا حکم ② احناف کا نظریہ ③ لفظ ''ابن'' کے ساتھ صفت کا قاعدہ۔

٣٩ - بَابُ حَدِّ الْمَرِيْضِ اَنْ يَّشْهَدَ الْجَمَاعَةَ

جماعت میں حاضر ہونے کے لیے مریض کی حد

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جماعت میں حاضر ہونے کے لیے مرض کی کتنی حد ہے کہ اس حد کے بعد مریض کے لیے جماعت میں حاضر ہونا مستحب نہیں ہے۔

٦٦٤ - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ قَالَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ، عَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ الْاَسْوَدُ كُنَّا عِنْدَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، فَذَكَرْنَا الْمُوَاظَبَةَ عَلَى الصَّلٰوةِ وَالتَّعْظِيْمَ لَهَا، قَالَتْ لَمَّا مَرِضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَضَهُ الَّذِيْ مَاتَ فِيْهِ، فَحَضَرَتِ الصَّلٰوةُ، فَاُذِّنَ، فَقَالَ مُرُوْا اَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ. فَقِيْلَ لَهُ اِنَّ اَبَا بَكْرٍ رَجُلٌ اَسِيْفٌ، اِذَا قَامَ فِيْ مَقَامِكَ لَمْ يَسْتَطِعْ اَنْ يُّصَلِّيَ بِالنَّاسِ، وَاَعَادَ، فَاَعَادُوْا لَهُ، فَاَعَادَ الثَّالِثَةَ فَقَالَ اِنَّكُنَّ صَوَاحِبُ يُوْسُفَ، مُرُوْا اَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ. فَخَرَجَ اَبُوْ بَكْرٍ فَصَلّٰى، فَوَجَدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ نَفْسِهِ خِفَّةً، فَخَرَجَ يُهَادٰى بَيْنَ رَجُلَيْنِ، كَاَنِّيْ اَنْظُرُ رِجْلَيْهِ تَخُطَّانِ مِنَ الْوَجَعِ، فَاَرَادَ اَبُوْ بَكْرٍ اَنْ يَّتَاَخَّرَ، فَاَوْمَاَ اِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ مَكَانَكَ، ثُمَّ اُتِيَ بِهِ حَتّٰى جَلَسَ اِلٰى جَنْبِهِ. قِيْلَ لِلْاَعْمَشِ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ، وَاَبُوْ بَكْرٍ يُصَلِّيْ بِصَلٰوتِهِ، وَالنَّاسُ يُصَلُّوْنَ بِصَلٰوةِ اَبِيْ بَكْرٍ؟ فَقَالَ بِرَاْسِهِ نَعَمْ. رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنِ الْاَعْمَشِ بَعْضَهُ وَزَادَ اَبُوْ مُعَاوِيَةَ جَلَسَ عَنْ يَّسَارِ اَبِيْ بَكْرٍ، فَكَانَ اَبُوْ بَكْرٍ يُصَلِّيْ قَائِمًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص بن غیاث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی از ابراہیم اسود نے کہا: ہم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھے' پس ہم نے نماز میں دوام اور اس کی تعظیم کا ذکر کیا' حضرت عائشہ نے بیان کیا: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس بیماری میں مبتلا ہوئے جس میں آپ کی وفات ہوگئی تھی تو نماز کا وقت آیا اور اس کی اذان دی گئی' پس آپ نے فرمایا: ابوبکر کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں آپ سے کہا گیا کہ ابوبکر بہت رقیق القلب ہیں' وہ جب آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو لوگوں کو نماز نہیں پڑھا سکیں گے اور آپ نے پھر دوبارہ فرمایا' گھر والوں نے پھر یہی کہا' پھر آپ نے تیسری بار فرمایا: تم حضرت یوسف کے زمانے کی عورتوں (کی مثل) ہو' ابوبکر کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں' پس ابوبکر نکلے اور نماز پڑھائی' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی طبیعت میں کچھ افاقہ محسوس کیا تو آپ دو آدمیوں کے درمیان گھسٹتے ہوئے نکلے گویا کہ میں آپ کے پیروں کو دیکھ رہی تھی' درد کی وجہ سے آپ گھسٹ کر چل رہے تھے اور زمین پر نشان پڑ رہے تھے' حضرت ابوبکر نے پیچھے ہٹنے کا ارادہ کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی طرف اشارہ کیا کہ اپنی جگہ رہو' پھر آپ کو لایا گیا حتیٰ کہ آپ حضرت ابوبکر کے پہلو میں بیٹھ گئے' الاعمش سے کہا گیا: اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھا رہے تھے اور حضرت ابوبکر آپ کی نماز کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے اور لوگ حضرت ابوبکر کی نماز کے ساتھ پڑھ رہے تھے؟ انہوں نے سر کے اشارے سے کہا: ہاں! اس حدیث کے بعض حصہ کو ابوداؤد نے از شعبہ از اعمش روایت کیا ہے اور ابومعاویہ نے یہ اضافہ کیا ہے کہ آپ حضرت ابوبکر کی بائیں جانب بیٹھ گئے اور حضرت ابوبکر

کھڑے ہوئے نماز پڑھا رہے تھے۔

٦٦٥ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسٰى قَالَ أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ لَمَّا ثَقُلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاشْتَدَّ وَجَعُهُ، اسْتَأْذَنَ أَزْوَاجَهُ أَنْ يُّمَرَّضَ فِي بَيْتِي، فَأَذِنَّ لَهُ، فَخَرَجَ بَيْنَ رَجُلَيْنِ تَخُطُّ رِجْلَاهُ الْأَرْضَ، وَكَانَ بَيْنَ الْعَبَّاسِ وَرَجُلٍ آخَرَ. قَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِابْنِ عَبَّاسٍ مَا قَالَتْ عَائِشَةُ، فَقَالَ لِي وَهَلْ تَدْرِي مَنِ الرَّجُلُ الَّذِي لَمْ تُسَمِّ عَائِشَةُ؟ قُلْتُ لَا، قَالَ هُوَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ.

(صحیح مسلم:۴۱۸، الرقم المسلسل:۹۱۱، سنن نسائی:۸۳۴، السنن الکبریٰ للنسائی:۹۰۷، سنن ابن ماجہ:۱۶۱۸، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۳۲-۳۳۲، صحیح ابن حبان:۶۶۰۲-۲۱۱۶، سنن بیہقی ج ۳ ص ۸۱-۸۰، دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۷ ص ۱۹۱-۱۹۰، مسند احمد ج ۶ ص ۲۵۱ طبع قدیم، مسند احمد ج ۴۳ ص ۲۳۵-۲۳۴، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید لابن الجوزی:۷۴۱۸، مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن یوسف نے خبر دی از معمر از الزہری انہوں نے کہا: ہمیں عبید اللہ بن عبد اللہ نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت بوجھل ہوگئی اور درد زیادہ ہوگیا تو آپ نے اپنی ازواج سے اس کی اجازت لی کہ آپ بیماری کے ایام میرے گھر میں گزاریں، سو انہوں نے آپ کو اس کی اجازت دے دی، پھر آپ دو آدمیوں کے درمیان نکلے اور آپ کے دونوں پیر (گھسٹنے سے) زمین پر نشان بنا رہے تھے اور آپ حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور ایک اور شخص کے درمیان تھے۔ عبید اللہ بن عبد اللہ نے کہا: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ذکر کیا جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا تھا، حضرت ابن عباس نے مجھ سے کہا: کیا تم جانتے ہو کہ وہ دوسرا شخص کون تھا، جس کا حضرت عائشہ نے نام نہیں لیا؟ میں نے کہا: نہیں! انہوں نے کہا: وہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تھے۔

حدیث مذکور کی شرح کے سابقہ عنوانات

اس حدیث (۶۶۵-۶۶۴) کی عبارت کے بعض جملے صحیح البخاری:۱۹۸ میں گزر چکے ہیں، جن کی شرح ہم وہاں کر چکے ہیں، ہم پہلے ان جملوں کا ذکر کر رہے ہیں، جن کی شرح ہم وہاں بیان کر چکے ہیں، پھر جن جملوں کی وہاں شرح نہیں کی، ان کا ذکر کر کے یہاں ان کی شرح کریں گے۔ صحیح البخاری:۱۹۸ میں اس حدیث کی جو شرح کی ہے اس کے عنوانات حسب ذیل ہیں:

(۱) نبی صلی اللہ علیہ وسلم شافی الامراض ہیں، پھر وفات تک آپ کے بیمار رہنے کی توجیہ

(۲) آیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ازواج میں باریوں کی تقسیم واجب تھی یا نہیں؟

(۳) حضرت علی کا نام نہ لینے کی توجیہ

(۴) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سات مشکوں کے پانی سے غسل کرانے کی حکمت

(۵) حدیث الباب کے دیگر مسائل

حدیث:۶۶۵-۶۶۴ کی جن عبارات کی تشریح پہلے نہیں آئی ان کے عنوانات حسب ذیل ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو مصر کی عورتوں کے ساتھ تشبیہ دینے کی توجیہ

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دو بار فرمایا: ابوبکر سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں لیکن ہر بار حضرت عائشہ نے

عرض کیا: ابوبکر رقیق القلب ہیں، جب وہ آپ کو نماز پڑھانے کی جگہ پر نہیں دیکھیں گے تو نماز نہیں پڑھا سکیں گے، تب تیسری بار آپ نے فرمایا: تم حضرت یوسف کے زمانے کی عورتوں (کی مثل) ہو! ابوبکر کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو مصر کی عورتوں کے ساتھ تشبیہ دی، اس کی وجہ یہ ہے کہ ان عورتوں کے دل میں کچھ تھا اور زبان پر کچھ اور تھا، زبان سے وہ عزیز مصر کی بیوی سے یہ کہہ رہی تھیں کہ تم ایک غلام پر فریفتہ ہو گئی ہو اور دل میں حضرت یوسف کی زیارت کا شوق تھا کہ ہم بھی دیکھیں وہ کتنا حسین شخص ہے، جس پر اس جیسی عورت فریفتہ ہو گئی ہے، اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بہ ظاہر یہ فرما رہی تھیں کہ آپ کسی اور کو نماز پڑھانے کے لیے فرما دیں، لیکن دل میں یہ تھا کہ حضرت ابوبکر ہی نماز پڑھائیں اور آپ کئی بار ان کو نماز پڑھانے کا حکم دے کر ان کی امامت اور پختہ اور مؤکد فرما دیں، کیونکہ اگر آپ صرف ایک بار ہی حضرت ابوبکر کو نماز پڑھانے کا حکم دیتے تو مخالفین کہتے کہ آپ نے بیماری کے کسی حال میں حضرت ابوبکر کا نام لے دیا، اگر آپ تندرست ہوتے تو شاید کسی اور کا نام لیتے، یا آپ نے نسیان سے یا بے توجہی سے حضرت ابوبکر کا نام لیا تھا، اگر آپ کی کسی اور کی طرف توجہ دلائی جاتی تو شاید آپ اس کا نام لیتے، لیکن جب آپ نے بار بار حضرت ابوبکر کا نام لیا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کئی بار کہا: آپ کسی اور کا نام لے دیں، لیکن آپ نے فرمایا: ابوبکر ہی کو نماز پڑھانے کے لیے کہو تو واضح ہو گیا کہ آپ نے اتفاقاً یا سہواً یا بیماری کے کسی حال میں ابوبکر کا نام نہیں لیا تھا، بلکہ پوری بصیرت، فکر صائب اور صحیح تدبر سے حضرت ابوبکر کا نام لیا تھا اور حضرت عائشہ بھی دل سے یہی چاہتی تھیں، اس لیے آپ نے فرمایا کہ تم مصر کی عورتوں کی مثل ہو، بہ ظاہر حضرت ابوبکر کی امامت سے منع کر رہی ہو اور دل سے یہ چاہتی ہو کہ ان کی امامت اور مؤکد ہو جائے۔

ایام مرض میں آپ نے مسجد میں جا کر جو نماز پڑھی تھی اس میں آپ امام تھے یا حضرت ابوبکر؟

اس میں روایات مختلف ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس نماز میں امام تھے یا مقتدی تھے، ایک جماعت نے کہا ہے کہ امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امام تھے کیونکہ آپ حضرت ابوبکر کی بائیں جانب بیٹھے تھے اور روایت میں یہ تصریح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھ کر نماز پڑھا رہے تھے اور حضرت ابوبکر کھڑے ہو کر آپ کی اقتداء کر رہے تھے اور حضرت ابوبکر مکبر تھے، آپ کی تکبیرات پہنچا رہے تھے اور ایک نماز میں بہ یک وقت دو اماموں کا ہونا جائز نہیں ہے۔

ایک جماعت نے کہا ہے کہ اس نماز میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ امام تھے کیونکہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے علاوہ بہ کثرت احادیث میں مذکور ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ امام تھے۔

امام بیہقی نے کہا ہے کہ ان احادیث میں تعارض نہیں ہے کیونکہ جس نماز میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امام تھے، وہ ہفتہ یا اتوار کے دن ظہر کی نماز تھی، اور جس نماز میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقتدی تھے، وہ پیر کے دن صبح کی نماز تھی اور یہ آخری نماز تھی جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پڑھی، اس کے بعد آپ دنیا سے تشریف لے گئے۔ (سنن بیہقی ج ۳ ص ۸۳)

نعیم بن ابی ہند نے کہا ہے کہ اس قصہ میں جو احادیث روایت کی گئی ہیں، وہ سب صحیح ہیں، ان میں کوئی تعارض نہیں ہے کیونکہ جس مرض میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوگئی، اس مرض میں آپ نے مسجد میں دو نمازیں پڑھی تھیں، ایک نماز میں آپ امام تھے اور دوسری نماز میں آپ مقتدی تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۲۸۰۔۲۷۹)

ایام مرض میں حضرت ابوبکر کی اقتداء میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نماز پڑھنے کے متعلق احادیث

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جس مرض میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوگئی، اس مرض میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر کے پیچھے بیٹھ کر نماز پڑھی۔ (سنن ترمذی: ۳۶۲، سنن نسائی: ۷۸۱، مسند احمد ج ۶ ص ۱۵۹، سنن بیہقی ج ۳ ص ۸۲)

حضرت انس رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے مرض میں حضرت ابوبکر کے پیچھے نماز پڑھی' آپ نے ایک کپڑا اپنے گرد لپیٹا ہوا تھا۔ (سنن ترمذی: ۳۶۳' مسند احمد ج ۳ ص ۱۵۹)

ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ علامہ الدمیاطی نے نقل کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شدتِ مرض کے دوران حضرت ابوبکر رضی اللہ نے سترہ نمازیں پڑھائیں۔ (مرقات ج ۳ ص ۲۱۸' مکتبہ حقانیہ پشاور)

آپ کے قول' فعل اور تقریر سے حضرت ابوبکر کی امامت کا ثبوت

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث کی تین قسمیں ہیں: آپ کا قول' آپ کا فعل اور آپ کی تقریر' یعنی آپ کے سامنے کوئی کام کیا جائے اور آپ اس کو منع نہ فرمائیں' اور حضرت ابوبکر رضی اللہ کی امامت ان تینوں طریقوں سے ثابت ہے' آپ کا قول ہے: ابوبکر کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ (صحیح البخاری: ۶۶۴' صحیح مسلم: ۴۱۸) آپ کا فعل یہ ہے کہ آپ نے مرضِ وفات میں حضرت ابوبکر کے پیچھے نماز پڑھی۔ (سنن ترمذی ۳۶۲' سنن نسائی: ۷۸۱) اور آپ کی تقریر ہے کہ ایامِ مرض میں حضرت ابوبکر نے سترہ نمازیں پڑھائیں اور آپ نے ان کو مقرر رکھا۔ (مرقات ج ۳ ص ۲۱۸)

رخصت کے ہوتے ہوئے شدت پر عمل کرنے کا جواز اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دیگر صالحین کا شدتِ مرض میں بھی جماعت سے نماز پڑھنا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ جس شخص کے لیے رخصت ہو' اس کے لیے شدت پر عمل کرنا بھی جائز ہے' کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے یہ جائز تھا کہ آپ مرض کے عذر کی وجہ سے جماعت سے نماز نہ پڑھیں' لیکن آپ نے اپنے نفس پر حالت شدتِ مرض میں مشقت برداشت کی جب کہ آپ تکلیف کی شدت کی وجہ سے پیر اٹھا کر چل بھی نہیں سکتے تھے اور آپ دو آدمیوں کے درمیان سہارے سے پیروں کو گھسیٹتے ہوئے مسجد میں جماعت سے نماز پڑھنے کے لیے گئے' سو اس حدیث میں رخصت کے باوجود شدت پر عمل کرنے کی دلیل ہے اور اس عمل سے آپ نے اپنی امت کو جماعت سے نماز پڑھنے کی ترغیب دی ہے' کیونکہ جماعت سے نماز پڑھنے کا بہت عظیم اجر ہے اور تاکہ کسی شخص کے لیے یہ گنجائش نہ رہے کہ جب وہ جماعت سے نماز پڑھنے پر قادر ہو تو وہ اپنے مرض کے عذر کی وجہ سے جماعت سے نماز نہ پڑھے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مرض کی شدت کی وجہ سے پیر اٹھا کر چل بھی نہیں سکتے تھے' پھر بھی آپ نے جماعت سے نماز پڑھنے کو ترک نہیں کیا' جب کہ اللہ تعالیٰ آپ کے تمام بہ ظاہر خلافِ اولیٰ کاموں کی مغفرت کا اعلان فرما چکا ہے' اور سلف صالحین نے آپ کی اسی سنت پر عمل کیا ہے۔

ربیع بن خثیم کو فالج ہو چکا تھا اور وہ دو آدمیوں کے سہارے سے مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کے لیے جاتے تھے' ان سے کہا جاتا کہ آپ معذور ہیں' وہ کہتے کہ لیکن میں مؤذن سے سنتا ہوں: "حی علی الصلوٰۃ' حی علی الفلاح" اور جو اذان سنے وہ نماز پڑھنے کے لیے جائے خواہ گھسٹتا ہوا جائے۔

ابوعبدالرحمان سلمی بیمار تھے' ان کو اٹھا کر مسجد لے کر جایا جاتا تھا۔

سفیان نے بیان کیا کہ سوید بن غفلہ کی عمر ایک سو چھبیس (۱۲۶) سال تھی اور وہ جماعت سے نماز پڑھنے کے لیے مسجد میں جاتے تھے۔

ابواسحاق الھمدانی سہارے کے ساتھ مسجد جاتے تھے' وہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد از خود اٹھنے پر قادر نہیں تھے حتیٰ کہ انہیں

اٹھایا جاتا۔

سعید بن المسیب نے کہا: تیس سال ہو گئے' جب بھی مؤذن اذان دیتا ہے تو میں اس وقت مسجد میں ہوتا ہوں۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۲۵۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

امام احمد رضا خان قدس سرہٗ اپنے مکتوب میں لکھتے ہیں: ضعف بدرجہ غایت ہے' نواں روز ہے' بخار کا دورہ ہوا' ضعف کو اور قوت پہنچی' کئی روز تجربہ کیا' مسجد تک جانے آنے کی تھکاوٹ سے فوراً بخار آ جاتا ہے' مجبوراً کئی روز سے یہ معمول ہے کہ کرسی پر بٹھا کر چار آدمی لے جاتے اور لاتے ہیں' ظہر پڑھنے جاتا اور مغرب پڑھ کر آ تا ہوں' طالب دعا ہوں۔

(مکتوبات امام احمد رضا خان بریلوی ص ۴۷' مکتبہ نبویہ' لاہور)

حدیث مذکور کے دیگر مسائل اور فوائد

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم شدتِ مرض کے باوجود جماعت سے نماز پڑھنے مسجد میں گئے' اس سے جماعت کی اہمیت معلوم ہوئی۔

(۲) جب نماز میں کسی کو امام بنانے کا موقع آیا تو آپ نے تمام صحابہ میں سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو امام بنانے کا حکم دیا' اس سے معلوم ہوا کہ آپ کے بعد خلافت کے مستحق بھی حضرت ابوبکر تھے۔

(۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بیماری کے ایام گزارنے کے لیے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا گھر منتخب کیا' اس سے معلوم ہوا کہ اس وقت موجود تمام ازواج میں آپ کے نزدیک حضرت عائشہ سب سے افضل تھیں۔

(۴) نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: ابوبکر کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں' یہ سن کر حضرت عائشہ نے کہا: حضرت ابوبکر رقیق القلب ہیں' وہ آپ کی جگہ کھڑے ہو کر نماز نہیں پڑھا سکیں گے' اس سے معلوم ہوا کہ جب اکابر کوئی حکم دیں تو اصاغر ان سے اختلاف رائے کر سکتے ہیں' لیکن جب اکابر اپنے حکم کو برقرار رکھیں تو اصاغر کو اپنی رائے پر اصرار نہیں کرنا چاہیے' جیسا کہ حضرت عائشہ نے دوبارا اپنی رائے پیش کرنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا۔

(۵) جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مسجد میں پہنچے تو حضرت ابوبکر نماز پڑھا رہے تھے' آپ کو دیکھ کر حضرت ابوبکر نے پیچھے ہٹنے کا ارادہ کیا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اشارہ کیا: تم اپنی جگہ نماز پڑھاتے رہو' اس کے باوجود حضرت ابوبکر پیچھے ہٹ گئے' اور دوسری روایت میں ہے: آپ نے فرمایا: جب میں نے تم کو حکم دیا تھا کہ نماز پڑھاتے رہو تو تم کیوں پیچھے ہٹ گئے؟ تو حضرت ابوبکر نے کہا: ابوقحافہ کے بیٹے سے تو یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہوتے ہوئے وہ نماز پڑھاتا رہے۔ (صحیح البخاری: ۱۲۳۴۔ ۱۲۱۸) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ادب' حکم پر مقدم ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکر نے عین حالت نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تعظیم کی۔

(۶) شدتِ مرض کی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پست آواز سے تکبیرات پڑھ رہے تھے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بلند آواز سے آپ کی تکبیرات سنا رہے تھے۔ (صحیح مسلم: ۴۱۸' الرقم المسلسل: ۹۱۷) اس حدیث سے یہ معلوم ہو کہ جب امام کی آواز لوگوں تک نہ پہنچ سکے تو مکبر کھڑا کرنا چاہیے' فقہاء نے کہا ہے کہ جہاں تک امام کی آواز پہنچ رہی ہو' وہاں مکبر کھڑا کرنا مکروہ ہے' اور جب لاؤڈ اسپیکر کے ذریعہ امام کی آواز تمام نمازیوں تک پہنچ جاتی ہے تو پھر مکبر کھڑا کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

(۷) حضرت ابن عباس نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے وہاں سے قراءت شروع کی جہاں تک حضرت ابوبکر قراءت کر چکے تھے (سنن ابن ماجہ: ۱۲۳۵' مسند احمد: ۳۳۵۵' دار الفکر) اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ حضرت ابوبکر نے بھی پوری سورۂ فاتحہ نہیں پڑھی

اور نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری سورۂ فاتحہ پڑھی اور یہ اس کی دلیل ہے کہ نماز میں سورۂ فاتحہ کا پڑھنا فرض نہیں ہے اور یہی فقہاء احناف کثرھم اللہ کا مذہب ہے۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۸۴۰۔ ج ا ص ۱۱۹۹ پر مذکور ہے اس کی شرح کے عنوان حسب ذیل ہیں:
(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بیمار ہونا آپ کے شافی الامراض ہونے کے منافی نہیں (۲) حضرت ابوبکر کے امامت کرانے سے عذر پیش کرنے کا سبب (۳) عین حالت نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کرنے کا بیان (۴) حضرت ابوبکر کی اقتداء میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز پڑھنے کا بیان (۵) حضرت ابوبکر کی اقتداء میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز پڑھنے کے متعلق احادیث (۶) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے نماز پڑھانے کے متعلق علماء شیعہ کا نظریہ۔

٤٠ - بَابُ الرُّخْصَةِ فِي الْمَطَرِ وَالْعِلَّةِ اَنْ يُّصَلِّيَ فِيْ رَحْلِهٖ

بارش یا کسی اور سبب سے گھر میں نماز پڑھنے کی رخصت

اس حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ بارش ہو یا کوئی اور سبب ہو تو گھر میں نماز پڑھنے کی رخصت ہے دیگر اسباب یہ ہیں کہ مثلاً شدید آندھی ہو سخت اندھیرا ہو راستہ میں کسی انسان یا حیوان کے حملہ کا خطرہ ہو۔

٦٦٦ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ اَذَّنَ بِالصَّلٰوةِ، فِيْ لَيْلَةٍ ذَاتِ بَرْدٍ وَرِيْحٍ، ثُمَّ قَالَ اَلَا صَلُّوْا فِي الرِّحَالِ، ثُمَّ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَاْمُرُ الْمُؤَذِّنَ، اِذَا كَانَتْ لَيْلَةٌ ذَاتُ بَرْدٍ وَمَطَرٍ، يَقُوْلُ اَلَا صَلُّوْا فِي الرِّحَالِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک سرد رات میں جب ہوا چل رہی تھی اذان دی پھر کہا: سنو! گھروں میں نماز پڑھو پھر کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مؤذن کو یہ حکم دیتے تھے کہ جب رات کو سردی یا بارش ہو تو وہ کہے کہ سنو! گھروں میں نماز پڑھو۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۶۳۲ کا مطالعہ فرمائیں۔ وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: مسافروں کی جماعت کے لیے اذان اور اقامت کہنا اور اس حدیث کا یہاں عنوان ہے: بارش یا کسی اور سبب سے گھر میں نماز پڑھنے کی رخصت اس حدیث کی مطابقت اس عنوان کے ساتھ زیادہ واضح ہے۔

٦٦٧ - حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ مَحْمُوْدِ بْنِ الرَّبِيْعِ الْاَنْصَارِيِّ اَنَّ عِتْبَانَ بْنَ مَالِكٍ، كَانَ يَؤُمُّ قَوْمَهٗ وَهُوَ اَعْمٰى، وَاَنَّهٗ قَالَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّهَا تَكُوْنُ الظُّلْمَةُ وَالسَّيْلُ، وَاَنَا رَجُلٌ ضَرِيْرُ الْبَصَرِ، فَصَلِّ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فِيْ بَيْتِيْ مَكَانًا اَتَّخِذُهٗ مُصَلًّى، فَجَاءَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَيْنَ تُحِبُّ اَنْ اُصَلِّيَ؟ فَاَشَارَ اِلٰى مَكَانٍ مِّنَ الْبَيْتِ، فَصَلّٰى فِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از محمود بن الربیع الانصاری کہ حضرت عتبان بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ نابینا تھے اور وہ اپنی قوم کی امامت کراتے تھے انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یارسول اللہ! (کبھی) اندھیرا ہوتا ہے اور (ندی میں) سیلاب ہوتا ہے اور میں نابینا ہوں پس یارسول اللہ! آپ میرے گھر میں کسی جگہ نماز پڑھا دیں تو میں اس کو اپنے نماز پڑھانے کی جگہ بنالوں گا سو ان کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور فرمایا: تم کہاں چاہتے ہو کہ میں نماز

پڑھوں؟ انہوں نے اپنے گھر کی ایک جگہ کی طرف اشارہ کیا تو اس جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پڑھائی۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۴۲۵ کا مطالعہ فرمائیں' وہاں اس کا عنوان تھا: گھروں میں مساجد' اور یہاں ان کا عنوان ہے: بارش کی وجہ سے گھر میں نماز پڑھنے کی رخصت' اور اس حدیث میں دونوں عنوانوں کی گنجائش ہے۔

٤١ - بَابٌ هَلْ يُصَلِّي الْإِمَامُ بِمَنْ حَضَرَ؟ وَهَلْ يَخْطُبُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فِي الْمَطَرِ؟

کیا امام بارش میں حاضرین کو نماز پڑھائے اور جمعہ کے دن بارش میں خطبہ دے؟

یعنی ہر چند کہ بارش کی وجہ سے گھر میں نماز پڑھنے کی رخصت ہے لیکن اگر لوگ مسجد میں چلے جائیں تو ان کا نماز پڑھنا جائز ہے۔

٦٦٨ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيدِ، صَاحِبُ الزِّيَادِيِّ، قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ الْحَارِثِ قَالَ خَطَبَنَا ابْنُ عَبَّاسٍ فِي يَوْمٍ ذِي رَدْغٍ، فَأَمَرَ الْمُؤَذِّنَ لَمَّا بَلَغَ حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ قَالَ قُلِ الصَّلٰوةُ فِي الرِّحَالِ، فَنَظَرَ بَعْضُهُمْ إِلٰى بَعْضٍ، فَكَأَنَّهُمْ أَنْكَرُوا، فَقَالَ كَأَنَّكُمْ أَنْكَرْتُمْ هٰذَا! إِنَّ هٰذَا فَعَلَهُ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِّنِّي، يَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِنَّهَا عَزْمَةٌ، وَإِنِّي كَرِهْتُ أَنْ أُحْرِجَكُمْ. وَعَنْ حَمَّادٍ، عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ نَحْوَهُ، غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ كَرِهْتُ أَنْ أُؤَثِّمَكُمْ، فَتَجِيئُوْنَ وَتَدُوْسُوْنَ الطِّيْنَ إِلٰى رُكَبِكُمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن عبدالوہاب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالحمید صاحب الزیادی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے عبداللہ بن الحارث سے سنا' انہوں نے کہا: ہمیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کیچڑ والے دن میں خطبہ دیا' اور موذن جب ''حی علی الصلوٰۃ'' پر پہنچا تو اسے حکم دیا کہ وہ یہ کہے: ''گھروں میں نماز پڑھو'' پس لوگوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا' گویا کہ انہوں نے اس کا انکار کیا' حضرت ابن عباس نے فرمایا: گویا کہ تم اس کا انکار کر رہے ہو' حالانکہ اس کام کو انہوں نے کیا ہے جو مجھ سے افضل تھے' یعنی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اور بے شک یہ کام عزیمت ہے اور میں نے اس کو ناپسند کیا کہ تمہیں حرج میں ڈالوں' اور از حماد از عاصم از عبداللہ بن الحارث از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس کی مثل مروی ہے' البتہ انہوں نے یہ کہا کہ میں نے اس کو ناپسند کیا کہ میں تم کو مشقت میں مبتلا کروں اور تم اس حال میں آؤ کہ تم گھٹنوں تک کیچڑ میں لتھڑے ہوئے ہو۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ٦١٦ کا مطالعہ کریں' وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: اذان میں کلام کرنا' اور یہاں اس حدیث کا عنوان ہے: اور کیا امام بارش کے دن خطبہ دے' اور اس حدیث میں دونوں عنوانوں کی گنجائش ہے۔

٦٦٩ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ يَحْيٰى، عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا سَعِيْدِ الْخُدْرِيَّ فَقَالَ جَاءَتْ سَحَابَةٌ فَمَطَرَتْ حَتّٰى سَالَ السَّقْفُ، وَكَانَ مِنْ جَرِيْدِ النَّخْلِ، فَأُقِيْمَتِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از یحییٰ از ابی سلمہ' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے سوال کیا (کیا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لیلۃ القدر کا ذکر سنا

الصَّلٰوةُ، فَرَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْجُدُ فِي الْمَاءِ وَالطِّيْنِ، حَتّٰى رَاَيْتُ اَثَرَ الطِّيْنِ فِيْ جَبْهَتِهِ. [اطراف الحدیث:۸۱۳-۸۳۶-۲۰۱۶-۲۰۱۸-۲۰۲۷-۲۰۳۶-۲۰۴۰]

ہے؟) پس انہوں نے کہا: بادل آئے اور برسنے لگے حتیٰ کہ مسجد کی چھت ٹپکنے لگی اور وہ کھجور کے شہتیروں سے بنی ہوئی تھی پس نماز کی اقامت کہی گئی پھر میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پانی اور مٹی میں سجدہ کر رہے تھے حتیٰ کہ میں نے مٹی کا نشان آپ کے چہرے پر دیکھا۔

(صحیح مسلم:۱۱۶۷، الرقم المسلسل:۲۷۲۳، سنن ابوداؤد:۱۳۸۲، سنن نسائی:۱۳۵۲، سنن ابن ماجہ:۱۷۶۶، صحیح ابن خزیمہ:۲۲۲۰، صحیح ابن حبان: ۳۶۷۷، سنن بیہقی ج ۴ ص ۳۰۹، شعب الایمان:۳۶۷۳، شرح السنۃ:۱۸۲۵، مسند احمد ج ۳ ص ۲۴ طبع قدیم، مسند احمد:۱۱۱۸۶۔ ج ۱۷ ص ۲۸۱-۲۸۰، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کی مکمل اور مفصل شرح باب الاعتکاف میں کی جائے گی۔

۶۷۰ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا اَنَسُ بْنُ سِيْرِيْنَ، قَالَ سَمِعْتُ اَنَسًا يَقُوْلُ قَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ اِنِّيْ لَا اَسْتَطِيْعُ الصَّلٰوةَ مَعَكَ، وَكَانَ رَجُلًا ضَخْمًا، فَصَنَعَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَعَامًا، فَدَعَاهُ اِلٰى مَنْزِلِهٖ، فَبَسَطَ لَهٗ حَصِيْرًا، وَنَضَحَ طَرَفَ الْحَصِيْرِ، فَصَلّٰى عَلَيْهِ رَكْعَتَيْنِ، فَقَالَ رَجُلٌ مِّنْ اٰلِ الْجَارُوْدِ لِاَنَسٍ اَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الضُّحٰى؟ قَالَ مَا رَاَيْتُهٗ صَلَّاهَا اِلَّا يَوْمَئِذٍ. [اطراف الحدیث:۱۱۷۹-۶۰۸۰]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں انس بن سیرین نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا وہ بیان کرتے تھے کہ انصار کے ایک شخص نے کہا: بے شک میں آپ کے ساتھ نماز پڑھنے کی طاقت نہیں رکھتا وہ شخص بھاری جسم کا تھا اس شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کھانا تیار کیا پھر آپ کو گھر بلایا اور آپ کے لیے چٹائی بچھائی اور چٹائی کی ایک طرف کو دھویا پس آپ نے اس پر دو رکعت نماز پڑھی تو آل جارود کے ایک شخص نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم چاشت کی نماز پڑھتے تھے؟ حضرت انس نے کہا: میں نے آپ کو صرف اسی دن چاشت کی نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تھا۔

(سنن ابوداؤد:۶۵۷، صحیح ابن حبان:۲۰۷۰، سنن بیہقی ج ۲ ص ۴۰۸، شرح السنۃ:۳۰۰۵، مسند ابوداؤد الطیالسی:۲۰۹۷، مسند احمد ج ۳ ص ۱۳۱ طبع قدیم، مسند احمد:۱۲۳۲۹۔ ج ۱۹ ص ۳۴۷، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید لابن الجوزی:۱۹۲، مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) آدم بن ابی ایاس (۲) شعبہ بن الحجاج (۳) انس بن سیرین یہ محمد بن سیرین کے بھتیجے تھے اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام تھے یہ ۱۱۰ھ کے بعد فوت ہو گئے تھے (۴) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۲۸۵)

حدیث کی عنوان سے مطابقت کے لیے یہ کافی ہے کہ عنوان کے بعض اجزاء کا حدیث میں ذکر ہو

اس حدیث کا عنوان ہے: کیا امام بارش میں حاضرین کو نماز پڑھائے اور جمعہ کے دن خطبہ دے اس حدیث پر یہ اعتراض ہے لہٰذا اس حدیث کی اس عنوان کے ساتھ مطابقت نہیں ہے کیونکہ اس حدیث میں حاضرین کو نماز پڑھانے کا ذکر نہیں ہے اس کا جواب یہ

ہے کہ اس انصاری نے کہا: میں آپ کے ساتھ نماز نہیں پڑھ سکتا' اس کا معنی یہ ہے کہ آپ باقی حاضرین کو نماز پڑھاتے تھے' اور اس حدیث کا یہی عنوان ہے' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس حدیث میں خطبہ دینے کا ذکر نہیں ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ عنوان کے ساتھ حدیث کی مطابقت اس کو مستلزم نہیں ہے کہ عنوان کے ہر جز کا حدیث میں ذکر ہو۔ عنوان کے بعض اجزاء کا حدیث میں ذکر آ جائے تو وہ مطابقت کے لیے کافی ہے۔

اساتذہ اور علماء کو کھانے کی دعوت دینا' چٹائی پر نماز پڑھنا اور نوافل کی جماعت کا ثبوت

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ اس انصاری نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کھانے کی دعوت دی' اس سے معلوم ہوا کہ تلامذہ کو چاہیے کہ وہ اپنے اساتذہ کو کھانے کی دعوت دیں اور عام مسلمانوں کو کھانے کی دعوت دی' اس سے معلوم ہوا کہ تلامذہ کو چاہیے کہ وہ اپنے اساتذہ کو کھانے کی دعوت دیں اور عام مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ علماء اور مشائخ کو کھانے کی دعوت دیا کریں اور اساتذہ اور علماء کو چاہیے کہ اگر انہیں کوئی عذر نہ ہو تو وہ اس دعوت کو قبول کیا کریں۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چٹائی پر نماز پڑھائی' اس سے معلوم ہوا کہ چٹائی پر نماز پڑھنا سنت ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ کھانا کھانے کے بعد آپ نے ان لوگوں کو نماز پڑھائی' اس حدیث میں نوافل کی جماعت کا ثبوت ہے۔

جماعت سے نماز نہ پڑھنے کے دس اعذار

اس حدیث میں مذکور ہے کہ اس انصاری نے جماعت سے نماز نہ پڑھنے کا عذر یہ بیان کیا کہ اس کا بدن بھاری ہے۔

امام ابو حاتم محمد بن حبان المتوفی ۳۵۴ھ نے جماعت سے نماز نہ پڑھنے کے احادیث سے دس اعذار بیان کیے ہیں' جن کو ہم اختصار کے ساتھ ذکر کر رہے ہیں:

(۱) جب مرض کی وجہ سے انسان کو جماعت سے نماز پڑھنے پر قدرت نہ ہو تو جماعت کو ترک کرنا:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تین دن نہیں آئے' نماز کی اقامت کہی گئی اور حضرت ابوبکر نماز پڑھانے کے لیے آگے بڑھ گئے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے حجرے سے حجاب اٹھایا' ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرے کی سفیدی دیکھ کر بہت خوش ہوئے' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر کو آگے بڑھ کر نماز پڑھنے کا اشارہ کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پردہ گرا دیا' پھر آپ نماز پڑھانے پر قادر نہیں ہوئے' حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فوت ہو گئے۔ (صحیح ابن حبان:۲۰۶۵' صحیح البخاری:۶۸۱' صحیح مسلم:۴۱۹)

(۲) جب نماز مغرب کے وقت کھانا آ جائے' تو جماعت کو ترک کرنا:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رات کا کھانا اور نماز کا وقت ہو تو مغرب کی نماز سے پہلے کھانا کھاؤ۔

(صحیح ابن حبان:۲۰۶۶' صحیح مسلم:۵۵۷' صحیح بخاری:۶۷۲' سنن ترمذی:۳۵۳' سنن ابن ماجہ:۹۳۳' مسند احمد ج ۳ ص ۱۱۰)

(۳) جب وقت پر نماز کو پڑھنا بھول جائے یا نماز کے وقت آنکھ نہ کھلے تو جماعت کو ترک کرنا:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ حنین سے واپسی میں رات کے آخری حصہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ٹھہرے اور حضرت بلال کو جگانے پر مامور کیا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیدار ہوئے نہ حضرت بلال' حتیٰ کہ سورج نکل آیا' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص نماز کو بھول جائے یا اس وقت سو جائے تو اس کو جس وقت نماز یاد آئے' اس وقت پڑھ لے۔

(صحیح ابن حبان:۲۰۶۹' سنن ابوداؤد:۴۳۵' صحیح مسلم:۶۸۰' سنن ابن ماجہ:۶۹۷' سنن ترمذی:۳۱۶۳)

(۴) بھاری جسم کی وجہ سے جماعت کو ترک کرنا:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انصار کے ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا: وہ اپنے بھاری جسم کی وجہ سے آپ کے ساتھ نماز نہیں پڑھ سکتا تو آپ میرے گھر آئیں اور نماز پڑھائیں تو میں آپ کی اقتداء میں نماز پڑھ لوں۔

(صحیح ابن حبان: ٢٠٧٠ صحیح البخاری: ١١٧٩ سنن ابوداؤد: ٦٥٧ مسند احمد ج ٣ ص ١٣١)

(۵) قضاء حاجت کی وجہ سے جماعت کو ترک کرنا:

عبداللہ بن ارقم بیان کرتے ہیں کہ وہ اپنے اصحاب کو نماز پڑھاتے تھے ایک دن نماز کا وقت آیا اور وہ قضاء حاجت کے لیے چلے گئے پھر واپس آئے تو انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب تم میں سے کسی کو بیت الخلاء جانے کی ضرورت ہو تو نماز سے پہلے بیت الخلاء جائے۔ (صحیح ابن حبان: ٢٠٧١ صحیح ابن خزیمہ: ٩٣٢ سنن نسائی: ٨٥١ سنن ابوداؤد: ٨٨ سنن ترمذی: ١٤٢ سنن ابن ماجہ: ٦١٦ مصنف عبدالرزاق: ١٧٥٩ مسند احمد ج ٣ ص ٤٨٣)

(٦) مسجد کے راستہ میں اگر جان اور مال پر حملہ کا خوف ہو تو جماعت کو ترک کرنا:

حضرت عتبان بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ نابینا تھے اور اپنی قوم کو نماز پڑھاتے تھے انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا: بارش کے ایام میں ان کے لیے مسجد میں جانا مشکل ہو جاتا ہے آپ میرے گھر آ کر نماز پڑھا دیں تو میں اس جگہ مصلیٰ بنا لوں گا آپ نے فرمایا: میں عنقریب ایسا کروں گا۔ (صحیح ابن حبان: ٢٠٧٥ سنن ابوداؤد: ١٠٦٤ مصنف ابن ابی شیبہ: ١٠٣٣)

(٧) بارش کی وجہ سے جماعت کو ترک کرنا:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے سردی کی ایک رات میں اذان دی اور کہا: سنو! گھروں میں نماز پڑھو پھر بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سرد رات میں یا بارش میں مؤذن کو یہ حکم دیتے تھے کہ وہ لوگوں سے کہے: سنو! گھروں میں نماز پڑھو۔

(صحیح ابن حبان: ٢٠٧٨ صحیح البخاری: ٦٦٦ صحیح مسلم: ٦٩٧ سنن ابوداؤد: ١٠٦٣)

(٨) اگر مسجد میں جانے سے بیمار ہونے کا خدشہ ہو تو جماعت کو ترک کرنا:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے وہ اندھیری رات تھی یا بارش والی رات تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مؤذن نے اعلان کیا کہ گھروں میں نماز پڑھو۔

(صحیح ابن حبان: ٢٠٨٥ صحیح ابن خزیمہ: ٢٠٦٥ المعجم الکبیر: ١٣١٠٢)

(٩) سخت سردی میں جماعت کو ترک کرنا:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک رات سخت سردی تھی تو ان کے ساتھی نے اعلان کیا کہ گھروں میں نماز پڑھو اور بیان کیا کہ جب ایسی سردی ہوتی تھی تو آپ لوگوں کو گھروں میں نماز پڑھنے کا حکم دیتے۔

(صحیح ابن حبان: ٢٠٧٦-٢٠٧٧ سنن ابوداؤد: ١٠٦٠ سنن ابن ماجہ: ٩٣٧ مسند احمد ج ٢ ص ١٠-٤)

(١٠) کچا لہسن اور پیاز کھانے کے فوراً بعد جماعت کو ترک کرنا:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے لہسن اور پیاز کا ذکر کیا گیا اور کہا گیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اس میں لہسن کی سخت بدبو ہوتی ہے آیا ہم اس کو حرام قرار دیں؟ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم اس کو کھاؤ اور تم میں سے جس نے اس کو کھایا ہو پس وہ اس مسجد کے قریب نہ آئے حتیٰ کی اس کی بدبو زائل ہو جائے۔

(صحیح ابن حبان: ٢٠٨٥، سنن ابوداؤد: ٣٨٢٣، صحیح مسلم: ٥٦٥، سنن بیہقی ج ٣ ص ٧٧، شرح السنۃ: ٤٧٣٣)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ ھ نے بھی امام ابن حبان کے حوالے سے ان دس اعذار کو نقل کیا ہے البتہ انہوں نے احادیث ذکر نہیں کیں۔ (عمدۃ القاری ج ٥ ص ٢٨٧، دارالکتب العلمیہ بیروت ١٤٢١ ھ)

چاشت کی نماز کا مستحب ہونا اور ام المؤمنین کے انکار کا جواب

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس انصاری کے گھر چاشت کی نماز پڑھی اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے آپ کو صرف اسی دن چاشت کی نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔

لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دیگر مواقع پر بھی چاشت کی نماز پڑھی ہے حدیث میں ہے:

حضرت ام ھانی ء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ فتح مکہ کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر آئے آپ نے غسل کیا اور آٹھ رکعات نماز پڑھی۔ (صحیح البخاری: ١١٧٦، صحیح مسلم: ٣٣٦، سنن نسائی: ٢٢٥)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چاشت کی نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا اور بے شک میں چاشت کی نماز پڑھتی ہوں۔ (صحیح البخاری: ١١٧٧، صحیح مسلم: ٨١٧، سنن ابوداؤد: ١٢٩٣)

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ حضرت عائشہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دائماً چاشت کی نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا کیونکہ آپ ہمیشہ حضرت عائشہ کے گھر میں اس وقت نہیں ہوتے تھے کبھی دوسری ازواج کے گھر ہوتے تھے کبھی مسجد میں ہوتے تھے اور کبھی سفر میں ہوتے تھے اور کبھی آپ چاشت کی نماز کو ترک بھی کر دیتے تھے تاکہ آپ کے دائماً چاشت کی نماز پڑھنے کی وجہ سے وہ فرض نہ ہو جائے اور امت پر دشوار ہو۔

٤٢ - بَابٌ اِذَا حَضَرَ الطَّعَامُ وَاُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ

جب کھانا آ جائے اور نماز کی اقامت کہی گئی ہو

اس عنوان سے مراد یہ ہے کہ جب کھانا آ جائے اور اس وقت نماز کی اقامت کہی گئی ہو تو کھانے کو نماز پر مقدم کیا جائے گا۔

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَبْدَاُ بِالْعَشَاءِ.

اور حضرت ابن عمر کھانے سے ابتداء کرتے تھے۔

اس تعلیق کی اصل امام بخاری نے خود اس باب کی تیسری حدیث میں ذکر کی ہے کہ حضرت ابن عمر کے لیے کھانا رکھا جاتا اور اس وقت نماز کی اقامت بھی پڑھی جاتی تو وہ نماز پڑھنے نہیں جاتے تھے حتیٰ کہ کھانے سے فارغ ہو جاتے اور وہ امام کے قرآن پڑھنے کی آواز سن رہے ہوتے تھے۔ (صحیح البخاری: ٦٧٣)

وَقَالَ اَبُوالدَّرْدَاءِ مِنْ فِقْهِ الْمَرْءِ اِقْبَالُهٗ عَلٰى حَاجَتِهٖ حَتّٰى يُقْبِلَ عَلٰى صَلٰوتِهٖ وَقَلْبُهٗ فَارِغٌ.

اور حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ نے کہا: آدمی کی فقاہت یہ ہے کہ پہلے اپنی ضرورت پوری کرلے حتیٰ کہ اس وقت نماز شروع کرے جب اس کا دل اس کام سے فارغ ہو چکا ہو۔

اس تعلیق کی اصل امام عبداللہ بن مبارک کی کتاب الزہد میں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ٥ ص ٢٨٧)

٦٧١ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ قَالَ سَمِعْتُ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ اِذَا وُضِعَ الْعَشَاءُ وَاُقِيْمَتِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از ہشام انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا

الصَّلٰوةُ فَابْدَؤُوْا بِالْعَشَاءِ. [طرف الحدیث:٥٤٦٥]

میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: جب رات کا کھانا لایا جائے اور نماز کی اقامت کہی جائے تو رات کے کھانے سے ابتداء کرو۔

(صحیح مسلم:٥٥٩' الرقم المسلسل:١٢٢٢' سنن ابن ماجہ:٩٣٥' مسند الحمیدی:١٨٢' مسند ابو یعلیٰ:٤٤٣١' مسند احمد ج ٦ ص ٤٠' مسند احمد:٢٤١٢٠ ـ ج ٦ ص ١٤٦' جامع المسانید لابن الجوزی:٧٤٧٢' مسند الطحاوی:٩٢٨٩)

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں' ان کا تعارف پہلے ہو چکا ہے اور اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت بھی ظاہر ہے کیونکہ اس حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر نماز کی اقامت کے وقت کھانا آ جائے تو کھانے کو نماز پر مقدم کیا جائے۔

کھانے کو نماز پر مقدم کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء

اس حدیث کی تشریح میں فقہاء کا اختلاف ہے' حضرت عمر بن الخطاب اور ان کے صاحبزادہ حضرت عبداللہ بن عمر بن الخطاب نے اس حدیث کے ظاہر پر عمل کیا ہے اور جمہور علماء کے نزدیک کھانے کو نماز پر مقدم کرنا مستحب ہے' فقہاء شافعیہ کا مشہور قول یہ ہے کہ اگر اس کو کھانے کی احتیاج ہو تو پہلے کھانا کھائے ورنہ پہلے نماز پڑھے' امام غزالی نے کہا: اگر اس کو یہ خطرہ ہو کہ اتنی دیر میں کھانا خراب ہو جائے گا تو پہلے کھانا کھالے اور بعض فقہاء نے کوئی قید نہیں لگائی اور مطلقاً کہا کہ پہلے کھانا کھائے' پھر نماز پڑھے' امام احمد اور اسحاق کا یہی قول ہے۔ شیخ ابن حزم کا قول بہت افراط پر مبنی ہے' انہوں نے کہا: اگر اس نے کھانے سے پہلے نماز پڑھ لی تو اس کی نماز باطل ہے' امام مالک نے کہا: اگر کھانا کم مقدار میں ہو تو پہلے کھانا کھالے اور امام مالک کے اصحاب نے یہ کہا ہے کہ اگر اس کا دل کھانے میں لگا رہے اور نماز میں بھی اس کو کھانے کا خیال آئے تو پہلے کھانا کھالے ورنہ پہلے نماز پڑھے۔

علامہ ابن الجوزی نے کہا ہے کہ اس حدیث سے بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ بندہ کا حق اللہ تعالیٰ کے حق پر مقدم ہے' لیکن اس طرح نہیں ہے بلکہ اس سے مقصود یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حق اچھی طرح ادا کیا جائے اور اس کا حق ادا کرتے وقت کسی اور چیز کا بالکل خیال نہ آئے۔ (فتح الباری ج ٢ ص ٢٦٨' دار المعرفۃ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

اس حدیث کا جواب جس میں نماز کو مؤخر نہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نماز کو کھانے کی وجہ سے مؤخر کیا جائے نہ کسی اور وجہ سے۔ (سنن ابوداؤد:٣٧٥٨)

اس کا جواب یہ ہے کہ اولاً تو یہ حدیث سنن کی ہے' لہٰذا یہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی حدیث کے معارض نہیں ہو سکتی' ثانیاً اس کا محمل یہ ہے کہ جب نماز کا وقت تنگ ہو اور کھانے کے بعد نماز کا وقت باقی نہ رہے' تو پہلے نماز پڑھی جائے یا نماز کا وقت کافی ہو لیکن اس کو شدید بھوک نہ ہو' اور کھانے کے ضائع ہونے یا کسی اور کے کھا لینے کا خطرہ نہ ہو' تب بھی پہلے نماز پڑھ لی جائے' ورنہ حدیث مذکور کے مطابق پہلے کھانا کھایا جائے۔

٦٧٢ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا قُدِّمَ الْعَشَاءُ فَابْدَؤُوْا بِهِ قَبْلَ أَنْ تُصَلُّوْا صَلٰوةَ الْمَغْرِبِ، وَلَا تَعْجَلُوْا عَنْ عَشَائِكُمْ. [طرف الحدیث:٥٤٦٣]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب الزہری از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب رات کا کھانا لایا جائے تو مغرب کی نماز پڑھنے سے پہلے کھانے سے ابتداء کرو اور اس سے پہلے نماز

مغرب نہ پڑھو اور رات کے کھانے سے اس میں عجلت نہ کرو۔

اس حدیث کی تخریج وہی ہے جو حدیث: ۶۷۱ کی تخریج ہے۔

٦٧٣ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ أَبِي أُسَامَةَ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا وُضِعَ عَشَاءُ أَحَدِكُمْ، وَأُقِيمَتِ الصَّلٰوةُ، فَابْدَءُوا بِالْعَشَاءِ، وَلَا يَعْجَلْ حَتّٰى يَفْرُغَ مِنْهُ. وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يُوضَعُ لَهُ الطَّعَامُ، وَتُقَامُ الصَّلٰوةُ، فَلَا يَأْتِيهَا حَتّٰى يَفْرُغَ، وَإِنَّهُ يَسْمَعُ قِرَاءَةَ الْإِمَامِ. [اطراف الحدیث: ۶۷۴۔ ۵۴۶۴]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید اللہ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی از ابی اسامہ از عبید اللہ از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کسی ایک کا رات کا کھانا رکھا جائے اور (اسی وقت) نماز کی اقامت پڑھی جائے تو تم کھانے سے ابتداء کرو اور نماز کے لیے جلدی نہ کرو حتیٰ کہ تم کھانے سے فارغ ہو جاؤ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے لیے کھانا رکھا جاتا اور اسی وقت نماز کی اقامت پڑھی جاتی تو وہ اس وقت تک نماز کے لیے نہ جاتے حتیٰ کہ کھانے سے فارغ ہو جاتے اور وہ اس وقت امام کے قرآن پڑھنے کی آواز سن رہے ہوتے تھے۔

٦٧٤ - وَقَالَ زُهَيْرٌ وَوَهْبُ بْنُ عُثْمَانَ، عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ أَحَدُكُمْ عَلَى الطَّعَامِ فَلَا يَعْجَلْ، حَتّٰى يَقْضِيَ حَاجَتَهُ مِنْهُ، وَإِنْ أُقِيمَتِ الصَّلٰوةُ. قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ رَوَاهُ إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ، عَنْ وَهْبِ بْنِ عُثْمَانَ، وَوَهْبٌ مَدِينِيٌّ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: اور زہیر اور وہب بن عثمان نے کہا از موسیٰ بن عقبہ از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص کھانے پر موجود ہو تو جلدی نہ کرے، حتیٰ کہ کھانے سے اپنی حاجت پوری کرے خواہ نماز کی اقامت پڑھی جائے۔ امام ابوعبداللہ (بخاری) نے کہا: اس حدیث کو ابراہیم بن المنذر نے از وہب بن عثمان روایت کیا اور وہب مدنی ہے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۶۷۱ کا مطالعہ فرمائیں۔

* اس باب کی احادیث شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۲۷ پر بیان کی گئی ہیں اور ان کی شرح کا عنوان ہے:
کھانے کو نماز پر مقدم کرنا۔

٤٣ - بَابُ إِذَا دُعِيَ الْإِمَامُ إِلَى الصَّلٰوةِ وَبِيَدِهِ مَا يَأْكُلُ

جب امام کو نماز کی طرف بلایا جائے اور اس کے ہاتھ میں کوئی چیز ہو جس کو وہ کھا رہا ہو

اس باب کو ان احادیث کے بعد ذکر کیا ہے جن میں طعام کو نماز پر مقدم کرنے کا حکم ہے اور اس میں یہ تنبیہ ہے کہ طعام کو نماز پر مقدم کرنے کا حکم استحباب کے لیے ہے کیونکہ اگر یہ حکم وجوب کے لیے ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم چھری سے کاٹ کر گوشت کھاتے رہتے اور چھری نہ پھینکتے اور کھانا مکمل کر کے نماز پڑھاتے۔

٦٧٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ، عَنْ صَالِحٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد العزیز بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم نے حدیث بیان

جَعْفَرُ بْنُ عَمْرِو بْنِ اُمَيَّةَ اَنَّ اَبَاهُ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْكُلُ ذِرَاعًا يَحْتَزُّ مِنْهَا فَدُعِيَ اِلَى الصَّلٰوةِ فَقَامَ فَطَرَحَ السِّكِّيْنَ فَصَلّٰى وَلَمْ يَتَوَضَّاْ.

کی از صالح از ابن شہاب انہوں نے کہا: مجھے جعفر بن عمرو بن امیہ نے خبر دی کہ ان کے والد رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بکری کی ایک دستی دانتوں سے کھا رہے تھے پھر آپ کو نماز کی طرف بلایا گیا' آپ کھڑے ہو گئے اور چھری کو پھینک دیا' پھر آپ نے نماز پڑھائی اور (نیا) وضو نہیں کیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۰۸ میں گزر چکی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا: جس نے بکری کا گوشت اور ستو کھا کر وضو نہیں کیا' اور یہاں اس کا عنوان ہے: جب امام کو نماز کی طرف بلایا جائے اور اس کے ہاتھ میں کوئی چیز ہو جس کو وہ کھا رہا ہو' اور اس حدیث میں دونوں عنوانوں کی گنجائش ہے۔

٤٤ - بَابُ مَنْ كَانَ فِيْ حَاجَةِ اَهْلِهٖ فَاُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَخَرَجَ

جو شخص گھر کے کام کاج میں مشغول ہو' پھر نماز کی اقامت کہی جائے تو وہ گھر سے نکل جائے

گزشتہ ابواب میں یہ بیان کیا گیا تھا کہ جب کھانے کے وقت نماز کی اقامت کہی جائے تو مستحب یہ ہے کہ اگر وقت تنگ نہ ہو تو پہلے کھانا کھائے' پھر نماز کو جائے اور اس کے برخلاف اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر انسان گھر کے کام کاج میں مشغول ہو اور اس وقت نماز کی اقامت کہی جائے تو کام چھوڑ کر نماز پڑھنے کے لیے جائے۔

٦٧٦ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا الْحَكَمُ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنِ الْاَسْوَدِ قَالَ سَاَلْتُ عَائِشَةَ مَا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْنَعُ فِيْ بَيْتِهٖ؟ قَالَتْ كَانَ يَكُوْنُ فِيْ مِهْنَةِ اَهْلِهٖ تَعْنِيْ خِدْمَةَ اَهْلِهٖ فَاِذَا حَضَرَتِ الصَّلٰوةُ خَرَجَ اِلَى الصَّلٰوةِ.

[اطراف الحدیث: ۵۳۶۳-۶۰۳۹]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الحکم نے حدیث بیان کی از ابراہیم از الاسود' انہوں نے کہا: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں کیا کرتے تھے؟ انہوں نے کہا: آپ گھر کے کام کاج اور گھر والوں کی خدمت میں مشغول رہتے تھے' پھر جب نماز کا وقت آتا تو نماز کی طرف چلے جاتے۔

(سنن ترمذی: ۲۴۸۹' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۱۳۸۳' شرح السنۃ: ۳۶۷۸' الادب المفرد: ۵۳۸' سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۱۵' دلائل النبوۃ ج ۱ ص ۳۲۷' الاداب للبیہقی: ۸۳۶' مسند احمد ج ۶ ص ۴۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۴۲۲۶- ج ۴۰ ص ۲۷۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید' ابن الجوزی: ۷۲۵۹' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

کام کاج کے کپڑوں میں اور آستینوں کو اڑس کر مالکیہ کے نزدیک نماز پڑھنے کا جواز

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ علماء اور صالحین اپنے گھر میں اپنے ذاتی کام اور اپنے اہل وعیال کے کام از خود انجام دیتے تھے' اور انسان کام کاج کے وقت اپنی شلوار کے پائنچے اور آستین اوپر چڑھا لیتا ہے اور چونکہ اس حدیث میں یہ ذکر نہیں ہے کہ آپ نماز کے لیے جاتے وقت اپنے کپڑوں کو ٹھیک کر لیتے تھے' اس سے معلوم ہوا کہ اس حدیث میں بھی نماز پڑھنا جائز ہے' اور شلوار کے پائنچوں کو اور آستینوں کو اڑسنا' اس وقت مکروہ ہے جب آدمی نماز کے لیے آستینوں کو اور پائنچوں کو چڑھائے اور اس ہیئت کے ساتھ نماز کا قصد

کرے' اسی طرح امام مالک نے کہا ہے کہ گھر کے کام کے کپڑوں کے ساتھ نماز پڑھنا جائز ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۲۹۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

ردّی اور معمولی کپڑوں میں نماز نہیں پڑھنی چاہیے

میں کہتا ہوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیانِ جواز کے لیے گھر کے کام کاج کے کپڑوں میں نماز پڑھی ہے ورنہ جب انسان ردّی کپڑے پہنے ہوئے دنیا کے بڑے لوگوں کے سامنے جانا پسند نہیں کرتا تو ایسے کپڑے پہن کر اللہ کے سامنے کھڑے ہونا کب پسندیدہ ہو سکتا ہے' اور یہ ثابت نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دو قسم کے کپڑے تھے' ایک کام کاج کے لیے اور دوسرے نماز پڑھنے کے۔

حضرت عمر نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے تمہیں وسعت دی ہے تو وسعت کو اختیار کرو۔ (صحیح البخاری: ۳۶۵)

امام ابن عبد البر نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے نافع کو دیکھا کہ وہ ایک کپڑا پہن کر نماز پڑھ رہے ہیں' حضرت عمر نے پوچھا: کیا تم دو کپڑے نہیں پہنتے؟ انہوں نے کہا: کیوں نہیں! حضرت عمر نے پوچھا: اگر تمہیں کسی گھر میں بلایا جائے تو کیا تم ایک کپڑا پہن کر چلے جاؤ گے؟ انہوں نے کہا: نہیں! حضرت عمر نے فرمایا: یہ بتاؤ! اللہ زیادہ حق دار ہے کہ اس کے لیے زینت والا لباس پہنا جائے یا لوگ؟ نافع نے کہا: اللہ عزوجل زیادہ حق دار ہے۔ قاضی نے کہا: عام لوگوں کی بہ نسبت امام کے لیے یہ حکم زیادہ مؤکد ہے کہ وہ نماز پڑھاتے وقت عمدہ اور مکمل لباس پہنے۔ (المغنی ج ۲ ص ۷ ۱۳۔۱۳۶' دار الحدیث' قاہرہ' ۱۴۲۵ھ)

آستینیں چڑھا کر نماز پڑھنا مکروہ ہے

نیز علامہ ابن بطال مالکی کا یہ کہنا بھی صحیح نہیں ہے کہ اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ پائنچے چڑھا کر اور آستینوں کو چڑھا کر نماز پڑھنا جائز ہے کیونکہ اس حدیث میں یہ مذکور نہیں ہے کہ آپ نے آستینیں اور پائنچے چڑھائے ہوئے تھے اور گھر کے کام کے لیے یہ لازم نہیں ہے اور گھر کے بعض کام اس کے بغیر بھی ہو سکتے ہیں اور جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز میں کپڑا چڑھانے یا موڑنے سے منع فرمایا ہے تو وہ خود کیسے کپڑا موڑ سکتے ہیں یا چڑھا سکتے ہیں' حدیث میں ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم سات ہڈیوں پر سجدہ کریں اور نہ کپڑے کو موڑیں اور نہ بالوں کو۔ (صحیح البخاری: ۸۱۰' صحیح مسلم: ۴۹۰' سنن ابوداؤد: ۸۸۹' سنن ترمذی: ۲۷۳' سنن ابن ماجہ: ۸۸۴' سنن دارمی: ۱۲۹۲' سنن بیہقی ج ۲ ص ۱۰۳' مسند احمد ج ۱ ص ۱۵۵)

علامہ ابن ہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ نے لکھا ہے کہ اس حدیث کی ممانعت آستینوں کے چڑھانے کو بھی شامل ہے۔

(فتح القدیر ج ۱ ص ۴۲۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

میں کہتا ہوں: اسی طرح یہ ممانعت شلوار کے پائنچے چڑھانے کو بھی شامل ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ نے لکھا ہے: بالوں اور کپڑوں کو موڑنے کی ممانعت تنزیہی ہے۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۲۶۹' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ نے لکھا ہے: علامہ خیر الدین رملی کی عبارت سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ یہ کراہت تحریمی ہے۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۳۵۰' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تواضع' سادگی اور محاسنِ اخلاق

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سادگی اور تواضع کا بیان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر کے کام کر لیتے تھے اور گھر والوں کی خدمت میں

مشغول رہتے تھے اس کی زیادہ تفصیل اس حدیث میں ہے:

عمرہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے گھر میں کیا عمل کرتے تھے؟ انہوں نے کہا: آپ بشروں میں سے ایک بشر تھے اپنے کپڑے کو صاف کرتے تھے اپنی بکری کا دودھ دوہ لیتے تھے اور اپنی خدمت کرتے تھے۔

(شمائل ترمذی: ٣٤٣)

اور دوسری روایات میں اس طرح ہے: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی جوتی کی مرمت کر لیتے تھے اپنا (پھٹا ہوا) کپڑا سی لیتے تھے اور گھر میں اس طرح کام کرتے تھے جس طرح تم میں سے کوئی ایک شخص کام کرتا ہے۔ (مصنف عبد الرزاق: ٢٠٤٩٢ مسند احمد ج ٦ ص ١٦٧۔١٢١۔١٠٦ مسند ابوداؤد الطیالسی: ١٣٨٤ مسند ابویعلیٰ: ٤٦٥٣ صحیح ابن حبان: ٢١٣٣ شرح السنۃ: ٣٦٧٨۔٣٦٧٥)

ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقابلہ میں ذرہ ناچیز سے بھی کم تر ہیں لیکن ہمیں اپنے گھر کے اس طرح کے کاموں سے عار محسوس ہوتا ہے اور ہم یہ کام اپنے نوکروں سے کراتے ہیں سو ہمارا یہ طرز معاشرت سنت کی اتباع سے محروم اور قابل صد ملامت ہے۔

٤٥ - بَابُ مَنْ صَلَّى بِالنَّاسِ وَهُوَ لَا يُرِيْدُ إِلَّا أَنْ يُعَلِّمَهُمْ صَلٰوةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسُنَّتَهُ

جس شخص نے لوگوں کو نماز پڑھائی اور اس کا ارادہ صرف یہ تھا کہ وہ لوگوں کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز اور اس کے طریقہ کی تعلیم دے

٦٧٧ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَيُّوْبُ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ قَالَ جَاءَنَا مَالِكُ بْنُ الْحُوَيْرِثِ فِي مَسْجِدِنَا هٰذَا، فَقَالَ إِنِّي لَأُصَلِّيَ بِكُمْ وَمَا أُرِيْدُ الصَّلٰوةَ، أُصَلِّيْ كَيْفَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ. فَقُلْتُ لِأَبِيْ قِلَابَةَ كَيْفَ كَانَ يُصَلِّيْ؟ قَالَ مِثْلَ شَيْخِنَا هٰذَا. وَكَانَ شَيْخًا، يَجْلِسُ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ السُّجُوْدِ قَبْلَ أَنْ يَنْهَضَ فِي الرَّكْعَةِ الْأُوْلٰى.

[اطراف الحدیث: ٨٠٢۔٨١٨۔٨٢٤]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از ابی قلابہ انہوں نے کہا: ہمارے پاس حضرت مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ ہماری اس مسجد میں آئے انہوں نے کہا: میں تمہیں نماز پڑھا رہا ہوں اور میرا نماز پڑھنے کا ارادہ نہیں ہے (میں صرف یہ ارادہ کر رہا ہوں کہ تمہیں دکھاؤں کہ) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کس طرح نماز پڑھتے تھے میں نے ابوقلابہ سے پوچھا: وہ کس طرح نماز پڑھتے تھے؟ انہوں نے کہا: جس طرح ہمارے یہ شیخ نماز پڑھتے ہیں اور ہمارے یہ شیخ جب سجدہ سے سر اٹھاتے تو بیٹھ جاتے اس سے پہلے کہ وہ رکعت اولیٰ میں کھڑے ہوتے۔

(سنن ابوداؤد: ٨٤٢ سنن نسائی: ١١٥٠ سنن ترمذی: ٢٨٧ سنن دار قطنی ج ١ ص ٣٤٦۔٣٤٥ مصنف ابن ابی شیبہ ج ١ ص ٣٩٦ السنن الکبریٰ للنسائی: ٧٣٩ صحیح ابن خزیمہ: ٦٨٧ صحیح ابن حبان: ١٩٣٥ المعجم الکبیر: ٦٤٣ ج ١٩ سنن بیہقی ج ٢ ص ١٢٤ المنتقیٰ: ٢٠٤ شرح السنۃ: ٦٦٨ مسند احمد ج ٣ ص ٤٣٦ طبع قدیم مسند احمد: ١٥٥٩٩ ۔ ج ٢٤ ص ٣٦٥ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت جامع المسانید لابن الجوزی: ٦١٣٨ مکتبۃ الرشد ریاض ١٤٢٦ھ مسند طحاوی: ٢٦٦٨)

حدیث مذکور کے رجال

(١) موسیٰ بن اسماعیل ابوسلمہ التبوذکی (٢) وہیب بن خالد صاحب الکرابیسی (٣) ایوب بن ابی تمیمہ السختیانی (٤) ابوقلابہ

عبداللہ بن زید الجرمی (۵) حضرت مالک بن الحویرث اللیثی رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۲۹۳)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: میرا نماز پڑھنے کا ارادہ نہیں ہے (میں صرف یہ ارادہ کرتا ہوں کہ تمہیں دکھلاؤں کہ) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کس طرح نماز پڑھتے تھے۔

نماز کا طریقہ سکھانے کے لیے لوگوں کو نماز پڑھانا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ انسان کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ دوسروں کو نماز کی اور اس طرح وضوء کی تعلیم دے نماز پڑھ کر دکھائے اور اسی طرح وضوء کر کے دکھائے اور اسی حدیث سے امام شافعی نے جلسہ استراحت کے سنت ہونے پر استدلال کیا ہے یعنی پہلی رکعت کے دو سجدے کرنے کے بعد بیٹھ جائے اور پھر دوسری رکعت کے لیے کھڑا ہو۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۳۶۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

جلسہ استراحت میں مذاہب ائمہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

پہلی رکعت پڑھ کر بیٹھنے میں فقہاء کا اختلاف ہے' اس کو جلسہ استراحت کہتے ہیں' علامہ ابن الاثیر نے کہا ہے: یہ مستحب ہے بعض شافعیہ نے کہا ہے: اس میں امام شافعی کے دو قول ہیں' ایک قول یہ ہے کہ پہلی رکعت کے دو سجدے کرنے کے بعد نہ بیٹھے' امام ابوحنیفہ' امام مالک اور ایک قول کے مطابق امام احمد کا بھی یہ مؤقف ہے' حضرت ابن عمر' حضرت ابن مسعود' حضرت ابن عباس' حضرت عمر' حضرت علی رضی اللہ عنہم کا بھی یہی قول ہے' علامہ ابن قدامہ نے کہا: امام احمد سے ایک روایت یہ ہے کہ جلسہ استراحت کے بعد بیٹھ جائے اور ایک قول ہے کہ کمزور آدمی بیٹھ جائے اور صحت مند آدمی دوسرا سجدہ کرتے ہی کھڑا ہو جائے' امام احمد نے کہا: جلسہ استراحت کو ترک کرنے کے متعلق بہت احادیث ہیں اور النعمان بن ابی عیاش نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعدد اصحاب کو پایا' جو پہلی رکعت کے بعد نہیں بیٹھتے تھے' امام ترمذی نے کہا: اہل علم کے نزدیک اسی پر عمل ہے۔

ابوالزناد نے کہا: سنت یہ ہے کہ ایک رکعت کے بعد نہ بیٹھا جائے اور حضرت مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ کی حدیث کا جواب یہ ہے کہ ضعف کی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک رکعت پڑھ کر بیٹھ جاتے تھے' پھر کھڑے ہوتے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۱۴۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز میں اپنے قدموں کے سروں پر کھڑے ہو جاتے تھے۔

(سنن ترمذی: ۲۸۸)

جلسہ استراحت کے جواز میں کسی کا اختلاف نہیں ہے' فقہاء احناف کے نزدیک عذر کی حالت میں جب انسان بوڑھا ہو یا ضعیف ہو تو جلسہ استراحت مستحب ہے' اور امام شافعی کے نزدیک مطلقاً جلسہ استراحت مستحب ہے۔

٤٦ - بَابٌ اَهْلُ الْعِلْمِ وَالْفَضْلِ اَحَقُّ بِالْاِمَامَةِ

اصحابِ علم و فضل نماز پڑھانے کے زیادہ حق دار ہیں

٦٧٨ - حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ، عَنْ زَائِدَةَ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ قَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن نصر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حسین نے حدیث بیان کی' از

حَدَّثَنِي أَبُو بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ مَرِضَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاشْتَدَّ مَرَضُهُ فَقَالَ مُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ. قَالَتْ عَائِشَةُ إِنَّهُ رَجُلٌ رَقِيقٌ إِذَا قَامَ مَقَامَكَ لَمْ يَسْتَطِعْ أَنْ يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ. قَالَ مُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ. فَعَادَتْ فَقَالَ مُرِي أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ فَإِنَّكُنَّ صَوَاحِبُ يُوسُفَ. فَأَتَاهُ الرَّسُولُ فَصَلَّى بِالنَّاسِ فِي حَيَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. [طرف الحدیث:۳۳۸۵]

(صحیح مسلم:۴۲۰، الرقم المسلسل:۹۲۳، مسند احمد ج ۴ ص ۴۱۲ طبع قدیم)

زائدہ از عبد الملک بن عمیر انہوں نے کہا: مجھے ابو بردہ نے حدیث بیان کی از حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیمار ہو گئے پس آپ کا مرض زیادہ ہو گیا' آپ نے فرمایا: ابوبکر سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: وہ رقیق القلب شخص ہیں' جب وہ آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو وہ لوگوں کو نماز نہیں پڑھا سکیں گے' آپ نے فرمایا: ابوبکر کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنی بات دہرائی' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ابوبکر کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں' پس بے شک تم حضرت یوسف کے زمانہ کی عورتوں کی طرح ہو' پھر حضرت ابوبکر کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیغام دینے والا آیا' پس حضرت ابوبکر نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات میں نمازیں پڑھائیں۔

باب کے عنوان سے اس حدیث کی مطابقت اس طرح ہے کہ تمام صحابہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا علم اور فضل سب سے زیادہ تھا' اس لیے آپ نے ان کو امام بنانے کا حکم دیا' اس حدیث کے باقی فوائد اور مسائل' صحیح البخاری: ۶۶۴ میں بیان کیے جا چکے ہیں' وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: مریض کی وہ حد جب تک وہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھ سکے' اور یہاں اس کا عنوان ہے: اصحاب علم و فضل نماز پڑھانے کے زیادہ حق دار ہیں' اور اس حدیث میں دونوں عنوانوں کی گنجائش ہے۔

٦٧٩ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي مَرَضِهِ مُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ. قَالَتْ عَائِشَةُ قُلْتُ إِنَّ أَبَا بَكْرٍ إِذَا قَامَ فِي مَقَامِكَ لَمْ يُسْمِعِ النَّاسَ مِنَ الْبُكَاءِ فَمُرْ عُمَرَ فَلْيُصَلِّ لِلنَّاسِ فَقُلْتُ لِحَفْصَةَ قُولِي لَهُ إِنَّ أَبَا بَكْرٍ إِذَا قَامَ فِي مَقَامِكَ لَمْ يُسْمِعِ النَّاسَ مِنَ الْبُكَاءِ فَمُرْ عُمَرَ فَلْيُصَلِّ لِلنَّاسِ فَفَعَلَتْ حَفْصَةُ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَهْ إِنَّكُنَّ لَأَنْتُنَّ صَوَاحِبُ يُوسُفَ مُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ لِلنَّاسِ. فَقَالَتْ حَفْصَةُ لِعَائِشَةَ مَا كُنْتُ لِأُصِيبَ مِنْكِ خَيْرًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ہشام بن عروہ از والد خود از حضرت عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے مرض میں فرمایا: ابوبکر کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں' حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے کہا: ابوبکر جب آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو وہ اپنے رونے کی وجہ سے لوگوں کو قرآن نہیں سنا سکیں گے' لہٰذا آپ حضرت عمر کو حکم دیں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں' پھر حضرت عائشہ نے بیان کیا کہ میں نے حضرت حفصہ سے کہا کہ تم آپ سے کہو کہ حضرت ابوبکر جب آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو وہ رونے کی وجہ سے لوگوں کو قرآن نہیں سنا سکیں گے' پس آپ حضرت عمر کو حکم دیں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں' تو حضرت حفصہ نے ایسا ہی کیا' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: چھوڑو! بے شک تم حضرت یوسف کے زمانہ کی عورتوں (کی مثل) ہو' ابوبکر کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں

تب حضرت حفصہ نے حضرت عائشہ سے کہا: میں تم سے کبھی خیر حاصل نہیں کر سکتی۔

اس حدیث کی شرح کے لیے بھی صحیح البخاری: ٦٦٤ کا مطالعہ فرمائیں۔

٦٨٠ - حَدَّثَنَا اَبُوْ الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ الْاَنْصَارِيُّ وَكَانَ تَبِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَخَدَمَهُ وَصَحِبَهُ اَنَّ اَبَا بَكْرٍ كَانَ يُصَلِّيْ بِهِمْ فِيْ وَجَعِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِيْ تُوُفِّيَ فِيْهِ حَتّٰى اِذَا كَانَ يَوْمُ الْاِثْنَيْنِ وَهُمْ صُفُوْفٌ فِي الصَّلٰوةِ فَكَشَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِتْرَ الْحُجْرَةِ يَنْظُرُ اِلَيْنَا وَهُوَ قَائِمٌ كَاَنَّ وَجْهَهُ وَرَقَةُ مُصْحَفٍ ثُمَّ تَبَسَّمَ يَضْحَكُ فَهَمَمْنَا اَنْ نَفْتَتِنَ مِنَ الْفَرَحِ بِرُؤْيَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَكَصَ اَبُوْ بَكْرٍ عَلٰى عَقِبَيْهِ لِيَصِلَ الصَّفَّ وَظَنَّ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَارِجٌ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاَشَارَ اِلَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ اَتِمُّوْا صَلٰوتَكُمْ وَاَرْخَى السِّتْرَ فَتُوُفِّيَ مِنْ يَوْمِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

[اطراف الحدیث: ٦٨١-٧٥٤-١٢٠٥-٤٤٤٨]

(صحیح مسلم: ٤١٩، الرقم المسلسل: ٩١٩)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری، انہوں نے کہا: مجھے حضرت انس بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ نے خبر دی اور انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی، آپ کی خدمت کی اور آپ کی مجلس میں رہے (انہوں نے بیان کیا:) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جس درد میں وفات ہو گئی تھی، اس درد میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ انہیں نماز پڑھا رہے تھے حتیٰ کہ جب پیر کا دن آیا اور مسلمان نماز میں صفیں باندھے ہوئے تھے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حجرہ کا پردہ کھولا، آپ کھڑے ہوئے ہماری طرف دیکھ رہے تھے اور آپ کا چہرہ قرآن کے ورق کی طرح تھا، پھر آپ ہنستے ہوئے مسکرائے، پس ہم نے خیال کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے کی خوشی کی زیادتی کی وجہ سے ہم فتنہ میں پڑ جائیں گے، سو حضرت ابوبکر نے اپنی ایڑیوں کو پیچھے کیا تا کہ وہ صف سے مل جائیں اور انہوں نے گمان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھانے کے لیے تشریف لا رہے ہیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری طرف اشارہ کیا کہ تم اپنی نماز پوری کرو اور پردہ گرا دیا اور آپ اسی دن فوت ہو گئے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے بھی صحیح البخاری: ٦٦٤ کا مطالعہ فرمائیں۔

٦٨١ - حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ عَنْ اَنَسٍ قَالَ لَمْ يَخْرُجِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثًا فَاُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَذَهَبَ اَبُوْ بَكْرٍ يَتَقَدَّمُ فَقَالَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحِجَابِ فَرَفَعَهُ فَلَمَّا وَضَحَ وَجْهُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا نَظَرْنَا مَنْظَرًا كَانَ اَعْجَبَ اِلَيْنَا مِنْ وَجْهِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ وَضَحَ لَنَا فَاَوْمَاَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهٖ اِلٰى اَبِيْ بَكْرٍ اَنْ يَتَقَدَّمَ وَاَرْخَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابومعمر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوارث نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز نے حدیث بیان کی از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ انہوں نے کہا کہ تین دن تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم حجرہ سے نہیں نکلے، سو نماز کی اقامت کہی گئی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آگے بڑھے، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حجرہ کا پردہ اٹھایا، پھر جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ ہمارے لیے ظاہر ہوا تو ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے سے زیادہ خوب صورت کوئی منظر نہیں دیکھا تھا، جب آپ کا چہرہ ہمارے لیے ظاہر ہوا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے حضرت ابوبکر

وَسَلَّمَ الْحِجَابَ، فَلَمْ يَقْدِرْ عَلَيْهِ حَتّٰى مَاتَ.

کی طرف اشارہ کیا کہ وہ آگے بڑھیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پردہ گرادیا' پھر آپ نماز پر قادر نہیں ہوئے حتیٰ کہ آپ کی وفات ہو گئی۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آخر حیات تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ تھے' اور آپ نے ان کو معزول نہیں کیا اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ہاتھ سے اشارہ کرنا کلام کے قائم مقام ہے۔

٦٨٢ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ حَمْزَةَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ عَنْ أَبِيهِ قَالَ لَمَّا اشْتَدَّ بِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَعُهُ، قِيلَ لَهُ فِي الصَّلٰوةِ، فَقَالَ مُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ. قَالَتْ عَائِشَةُ إِنَّ أَبَا بَكْرٍ رَجُلٌ رَقِيقٌ، إِذَا قَرَأَ غَلَبَهُ الْبُكَاءُ، قَالَ مُرُوهُ فَيُصَلِّي. فَعَاوَدَتْهُ قَالَ مُرُوهُ فَيُصَلِّي، إِنَّكُنَّ صَوَاحِبُ يُوسُفَ. تَابَعَهُ الزُّبَيْدِيُّ، وَابْنُ أَخِي الزُّهْرِيِّ، وَإِسْحَاقُ بْنُ يَحْيَى الْكَلْبِيُّ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، وَقَالَ عُقَيْلٌ، وَمَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ حَمْزَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن سلیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن وہب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از حمزہ بن عبداللہ کہ ان کو ان کے والد سے خبر ملی کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا درد زیادہ ہوگیا تو آپ سے نماز کے متعلق کہا گیا تو آپ نے فرمایا کہ ابوبکر کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں' حضرت عائشہ نے کہا: ابوبکر رقیق القلب ہیں' جب وہ قرآن پڑھیں گے تو وہ رونا شروع کردیں گے' آپ نے فرمایا: ان ہی کو نماز پڑھانے کا حکم دو' حضرت عائشہ نے پھر دوبارہ کہا' آپ نے فرمایا: ابوبکر کو نماز پڑھانے کا حکم دو بے شک تم حضرت یوسف کے زمانہ کی عورتوں (کی مثل) ہو۔ یونس بن یزید کی زبیدی نے متابعت کی ہے اور الزہری کے بھتیجے نے اور اسحاق بن یحییٰ الکلبی نے از الزہری' اور عقیل اور معمر نے کہا از الزہری از حمزہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

ان تمام احادیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ٦٦٤ کا مطالعہ فرمائیں۔

٤٧ - بَابُ مَنْ قَامَ إِلَى جَنْبِ الْإِمَامِ لِعِلَّةٍ جو شخص کسی سبب کی وجہ سے امام کے پہلو میں کھڑا ہو

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ کسی سبب عارض کی وجہ سے نمازیوں میں سے کوئی شخص امام کے پہلو میں کھڑا ہو تو یہ جائز ہے' ایک سبب عارض تو اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اثناء نماز میں تشریف لے آئے' دوسرا سبب عارض یہ ہے کہ جگہ تنگ ہو اور امام کے لیے اگلی صف میں کھڑے ہونے کی جگہ نہ ہو اور تیسرا سبب یہ ہے کہ مقتدی ایک ہی ہو جیسے تہجد کی نماز میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دائیں جانب کھڑے تھے۔

٦٨٣ - حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا بْنُ يَحْيَى قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ أَمَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبَا بَكْرٍ أَنْ يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ فِي مَرَضِهِ، فَكَانَ يُصَلِّي بِهِمْ. قَالَ عُرْوَةُ فَوَجَدَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں زکریا بن یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن نمیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن عروہ نے خبر دی از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر کو حکم دیا کہ وہ آپ کی بیماری میں نماز پڑھائیں تو حضرت ابوبکر

وَسَلَّمَ فِي نَفْسِهِ خِفَّةً، فَخَرَجَ فَإِذَا أَبُوْ بَكْرٍ يَؤُمُّ النَّاسَ، فَلَمَّا رَآهُ أَبُوْ بَكْرٍ اسْتَأْخَرَ، فَأَشَارَ إِلَيْهِ أَنْ كَمَا أَنْتَ . فَجَلَسَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِذَاءَ أَبِيْ بَكْرٍ إِلَى جَنْبِهِ، فَكَانَ أَبُوْ بَكْرٍ يُصَلِّيْ بِصَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَالنَّاسُ يُصَلُّوْنَ بِصَلٰوةِ أَبِيْ بَكْرٍ.

لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے' عروہ نے کہا: پھر رسول اللہ ﷺ کو اپنی طبیعت میں افاقہ محسوس ہوا' پس آپ حجرہ سے نکلے' پس اس وقت حضرت ابوبکر لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے' پھر جب حضرت ابوبکر نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا تو وہ پیچھے ہٹ گئے' پس آپ نے اشارہ کیا کہ تم اسی طرح رہو' پھر رسول اللہ ﷺ' حضرت ابوبکر کے پہلو میں بیٹھ گئے' پس حضرت ابوبکر' رسول اللہ ﷺ کی نماز کی اقتداء کر رہے تھے اور لوگ حضرت ابوبکر کی نماز کے ساتھ (ان کی تکبیرات پر) نماز پڑھ رہے تھے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے بھی حدیث: ٦٦٤ کا مطالعہ فرمائیں۔

٤٨ - بَابُ مَنْ دَخَلَ لِيَؤُمَّ النَّاسَ، فَجَاءَ الْإِمَامُ الْأَوَّلُ، فَتَأَخَّرَ الْأَوَّلُ أَوْ لَمْ يَتَأَخَّرْ، جَازَتْ صَلٰوتُهُ

جو شخص لوگوں کو نماز پڑھانے کے لیے داخل ہوا' پھر پہلا (اصل) امام آ گیا تب امام پیچھے ہٹے یا نہ ہٹے نماز جائز ہے

اس عنوان میں امام اوّل سے مراد ہے جو اصل امام ہو اور نماز پڑھانے کے لیے مقرر ہو اور بعد میں جو امام اوّل ذکر کیا ہے' اس سے مراد وہ امام ہے' جو کسی عارضہ کی وجہ سے نماز پڑھا رہا ہے۔ اگرچہ قاعدہ یہ ہے کہ جب معرفہ مکرر ہو تو ثانی عین اوّل ہوتا ہے' مگر یہ اس وقت ہے' جب وہاں پر کوئی ایسا قرینہ نہ ہو جو تعیین مراد پر دلالت کرے۔

فِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اس عنوان کے متعلق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے: از نبی ﷺ۔

یعنی اس کے متعلق کہ ایک امام نماز پڑھا رہا تھا' پھر وہ امام آ گیا جو اصل امام تھا' پھر وہ امام پیچھے ہٹے یا نہ ہٹے' نماز پوری ہو جائے گی۔

٦٨٤ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ أَبِيْ حَازِمِ بْنِ دِيْنَارٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَهَبَ إِلَى بَنِيْ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ لِيُصْلِحَ بَيْنَهُمْ، فَحَانَتِ الصَّلٰوةُ، فَجَاءَ الْمُؤَذِّنُ إِلَى أَبِيْ بَكْرٍ، فَقَالَ أَتُصَلِّيْ لِلنَّاسِ فَأُقِيْمَ؟ قَالَ نَعَمْ، فَصَلَّى أَبُوْ بَكْرٍ، فَجَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسُ فِي الصَّلٰوةِ، فَتَخَلَّصَ حَتّٰى وَقَفَ فِي الصَّفِّ، فَصَفَّقَ النَّاسُ، وَكَانَ أَبُوْ بَكْرٍ لَا يَلْتَفِتُ فِيْ صَلٰوتِهِ، فَلَمَّا أَكْثَرَ النَّاسُ التَّصْفِيْقَ الْتَفَتَ، فَرَأَى رَسُوْلَ اللّٰهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابی حازم بن دینار از سہل بن سعد الساعدی کہ رسول اللہ ﷺ' بنی عمرو بن عوف کی طرف ان کے درمیان صلح کرانے کے لیے گئے' پس نماز کا وقت آ گیا' پھر مؤذن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا' پس کہا: کیا آپ لوگوں کو نماز پڑھائیں گے تو میں نماز کی اقامت پڑھوں؟ حضرت ابوبکر نے کہا: ہاں! پھر حضرت ابوبکر نے نماز پڑھائی' پھر رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے' اور لوگ اس وقت نماز پڑھنے میں مشغول تھے' نبی ﷺ صفوں کے درمیان سے گزرتے ہوئے آئے' حتیٰ کہ (پہلی) صف میں آ کر کھڑے ہو گئے' پس لوگوں

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، فَاَشَارَ اِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنِ امْكُثْ مَكَانَكَ . فَرَفَعَ اَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَدَيْهِ، فَحَمِدَ اللّٰهَ عَلٰى مَا اَمَرَهُ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ ذٰلِكَ، ثُمَّ اسْتَاْخَرَ اَبُوْ بَكْرٍ حَتّٰى اسْتَوٰى فِي الصَّفِّ، وَتَقَدَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰى، فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ يَا اَبَا بَكْرٍ، مَا مَنَعَكَ اَنْ تَثْبُتَ اِذْ اَمَرْتُكَ ؟ فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ مَا كَانَ لِابْنِ اَبِيْ قُحَافَةَ اَنْ يُّصَلِّيَ بَيْنَ يَدَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا لِيْ رَاَيْتُكُمْ اَكْثَرْتُمُ التَّصْفِيْقَ؟ مَنْ رَابَهٗ شَيْءٌ فِيْ صَلٰوتِهٖ فَلْيُسَبِّحْ، فَاِنَّهٗ اِذَا سَبَّحَ الْتُفِتَ اِلَيْهِ، وَاِنَّمَا التَّصْفِيْقُ لِلنِّسَاءِ. [اطراف الحدیث:١٢٠١-١٢٠٤-١٢١٨-١٢٣٤-٢٦٩٠-٢٦٩٣-٧١٩٠]

نے تالیاں بجائیں اور حضرت ابوبکر نماز میں ادھر اُدھر التفات نہیں کرتے تھے' جب لوگوں نے بہت زیادہ تالیاں بجائیں تو انہوں نے توجہ کی' پس انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھ لیا' رسول اللہ ﷺ نے ان کو اشارہ کیا کہ وہ اپنی جگہ ٹھہرے رہیں' حضرت ابوبکر نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کیے اور اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں نماز پڑھاتے رہنے کا حکم دیا' پھر حضرت ابوبکر پیچھے ہو گئے' حتیٰ کہ صف کے برابر کھڑے ہو گئے اور رسول اللہ ﷺ نے آگے بڑھ کر نماز پڑھائی' جب نبی ﷺ نماز سے فارغ ہو گئے تو آپ نے فرمایا: اے ابوبکر! تم کو اپنی جگہ برقرار رہنے سے کس چیز نے منع کیا جب میں نے تمہیں (نماز پڑھاتے رہنے کا) حکم دیا تھا؟ حضرت ابوبکر نے کہا: ابوقحافہ کے بیٹے کے لیے تو یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے نماز پڑھائے' پھر رسول اللہ ﷺ نے (لوگوں سے) فرمایا: کیا وجہ ہے کہ میں نے تم کو بہت زیادہ تالیاں بجاتے ہوئے دیکھا؟ جس شخص کی نماز میں کوئی امر پیش آ جائے' وہ سبحان اللہ کہے' جب وہ سبحان اللہ کہے گا تو اس کی طرف التفات کیا جائے گا' تالیاں بجانا صرف عورتوں کے لیے ہے۔

(صحیح مسلم:٤٢١' الرقم المسلسل:٩٢٤' سنن ابوداؤد:٩٤٠' سنن نسائی:٧٨٣' سنن ابن ماجہ:١٠٣٥' سنن دارمی:١٣٦٤' مسند ابویعلیٰ:٧٥٢٤' صحیح ابن خزیمہ:٨٥٣' صحیح ابن حبان:٢٢٦١' المعجم الکبیر:٥٩٣٢' سنن بیہقی ج٣ ص١٢٣' مسند احمد ج٥ ص٣٣١ طبع قدیم' مسند احمد:٢٢٨١٦۔ ج٣٧ ص٤٧٣' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی:٢٤١٥' مکتبۃ الرشد' ریاض' ١٤٢٦ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(١) عبداللہ بن یوسف التنیسی القاتی (٢) امام مالک بن انس اصبحی (٣) ابوحازم سلمہ بن دینار (٤) حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ۔ (عمدۃ القاری ج٥ ص٣٠٤)

بنوعمرو بن عوف کا تعارف اور ان کی طرف جانے کا وقت اور جانے کی وجہ

اس حدیث میں ذکر ہے کہ نبی ﷺ' بنوعمرو بن عوف کی طرف گئے' یہ لوگ مالک بن اوس کی اولاد سے تھے' اور یہ قبا میں رہتے تھے' انصار کے دو قبیلے تھے: اوس اور الخزرج اور بنوعمرو بن عوف' اوس کی شاخ تھی' نبی ﷺ کے وہاں جانے کا سبب یہ تھا کہ اہل قباء آپس میں لڑ پڑے تھے' حتیٰ کہ انہوں نے ایک دوسرے پر پتھر مارے' رسول اللہ ﷺ کو اس کی خبر ہوئی تو آپ نے فرمایا: چلو! ہم ان کے درمیان صلح کرائیں' امام طبرانی نے اپنی سند کے ساتھ ذکر کیا ہے کہ آپ ظہر کی اذان کے بعد وہاں گئے تھے' اور امام ابوداؤد نے اس طرح روایت کیا ہے:

بنوعمرو بن عوف کی طرف جانے کے متعلق حدیث

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بنوعمرو بن عوف کے درمیان لڑائی ہوگئی' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک یہ خبر پہنچی تو آپ ظہر کے بعد ان کے درمیان صلح کرانے گئے' پس آپ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اگر عصر کی نماز کا وقت آ جائے اور میں تمہارے پاس نہ آؤں تو پھر ابوبکر کو حکم دینا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں' پس جب عصر کا وقت آ گیا تو حضرت بلال نے اذان دی' پھر اقامت کہی' پھر حضرت ابوبکر سے نماز پڑھانے کے لیے کہا' سو انہوں نے نماز پڑھائی۔ (سنن ابوداؤد: ۹۴۱' سنن نسائی: ۷۹۲)

نماز میں حضرت ابوبکر نے دونوں ہاتھ کیوں بلند کیے تھے' اس سلسلہ میں حدیث

اس حدیث میں ہے: حضرت ابوبکر نے دونوں ہاتھ بلند کیے اور اس پر اللہ کا شکر ادا کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں نماز پڑھاتے رہنے کا حکم دیا' اس کی تفصیل امام احمد کی اس روایت میں ہے:

پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر سے پوچھا: تم نے اپنے دونوں ہاتھ کیوں بلند کیے تھے؟ اور جب میں نے تمہاری طرف اشارہ کیا تھا کہ اسی جگہ قائم رہو تو تمہیں کس چیز نے منع کیا تھا؟ انہوں نے کہا: میں نے اپنے دونوں ہاتھ اس لیے بلند کیے کہ میں نے اس پر اللہ کا شکر ادا کیا کہ میں نے دیکھا کہ آپ نے مجھے اسی جگہ قائم رہنے کا اشارہ کیا اور ابوقحافہ کے بیٹے کی یہ مجال نہیں ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نماز پڑھائے۔ (مسند احمد ج ۵ ص ۳۳۸' مسند احمد: ۲۲۸۹۳۔ ج ۳۷ ص ۵۰۸۔۵۰۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

دو فریقوں کے درمیان صلح کرانا' ایک نماز کو دو اماموں کا پڑھانا اور امام مسجد وقت پر موجود نہ ہو تو دوسرے کا نماز پڑھا دینا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

(۱) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنوعمرو بن عوف کے ہاں صلح کرانے کے لیے تشریف لے گئے' اس سے معلوم ہوا کہ لوگوں کے درمیان صلح کرانی چاہیے اور فتنہ کے مادہ کو جڑ سے اکھاڑ دینا چاہیے اور تمام مسلمانوں کو ایک بات پر متفق کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

(۲) سربراہ ملک کو چاہیے کہ عوام کی اصلاح کرنے کے لیے وہ خود سعی کرے اور یہ چیز امام کی مصلحت پر مقدم ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز کی امامت چھوڑ کر امت کی اصلاح کے لیے تشریف لے گئے۔

(۳) نمازِ عصر کا کچھ حصہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پڑھایا اور باقی حصہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پڑھایا' اس سے معلوم ہوا کہ ایک نماز کو دو اماموں کی اقتداء میں پڑھنا جائز ہے' اسی حدیث سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ اگر کسی عذر کی وجہ سے امام نماز کے دوران کسی کو اپنا خلیفہ بنا کر نماز سے نکل جائے تو یہ جائز ہے' غیر مقلدین کا اس میں اختلاف ہے اور ان کا مسلک اس حدیث سے باطل ہے۔

(۴) نمازوں کا جو امام مقرر ہو' اگر کسی وجہ سے وہ نماز کے وقت موجود نہ ہو تو نمازیوں کے لیے جائز ہے کہ وہ کسی اہل شخص کو امام بنا کر اس کی اقتداء میں نماز پڑھ لیں' بہ شرطیکہ اس میں فتنہ نہ ہو' جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وقت پر تشریف نہیں لائے تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا: وہ نماز پڑھا دیں۔

(۵) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آنے پر حضرت ابوبکر پیچھے ہٹ گئے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آگے بڑھ کر نماز پڑھائی۔

عین حالت نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم کرنا اور حضرت ابوبکر کا افضل امت ہونا

امام ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت ہے کہ نماز میں آپ کی تعظیم کی جائے

آپ کے آنے کے بعد کوئی اور شخص نماز نہ پڑھائے' اگر مسجد کے امام کے علاوہ کوئی اور شخص نماز پڑھا رہا ہو اور اثناء نماز میں مسجد کا امام آ جائے تو اس کی تعظیم کے لیے نماز کے دوران اس امام کا پیچھے ہٹنا جائز نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے علاوہ حالت نماز میں کسی اور شخص کی تعظیم کرنا جائز نہیں ہے۔

(٦) اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عین حالت نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تعظیم کرنا جائز ہے۔

(٧) نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت بلال سے فرمایا تھا: اگر میں نماز کے وقت پر نہ آؤں تو ابوبکر کو حکم دینا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نزدیک تمام صحابہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی سب سے افضل تھے اور وہی آپ کے نزدیک امامت اور خلافت کے لائق تھے۔

نماز میں کسی نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے متعلق مذاہب ائمہ

(٨) جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت ابوبکر کو اشارہ کیا کہ وہ نماز پڑھاتے رہیں تو انہوں نے اس نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے لیے اپنے دونوں ہاتھ بلند کیے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نماز میں سبحان اللہ اور الحمد للہ کہنا جائز ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے لیکن جب کسی شخص نے الحمد للہ کہہ کر کسی کو جواب دینے کا ارادہ کیا تو اس کی نماز کے فاسد ہونے کے متعلق مشائخ کا اختلاف ہے' اور المحیط میں مذکور ہے کہ کسی شخص کو چھینک آئی اور اس نے دل میں الحمد للہ کہا اور زبان کو حرکت نہیں دی تو امام ابوحنیفہ سے روایت ہے کہ اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی اور اگر اس نے زبان کو حرکت دی تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی' اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ امام کو لقمہ دینا جائز ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو نماز میں کوئی امر پیش آئے تو وہ سبحان اللہ کہے کیونکہ یہ تعلیم اور تلقین ہے۔

السفاقسی نے کہا ہے کہ امام مالک نے کہا ہے کہ جس شخص نے نماز میں اپنی خوشی کی خبر دینے کے لیے الحمد للہ کہا تو اس سے اس کی نماز میں کوئی ضرر نہیں ہوگا اور ابن القاسم نے کہا: جس نے مصیبت کی خبر دینے کے لیے نماز میں ''انا للہ وانا الیہ راجعون'' پڑھا یا کسی بات کی خبر دینے کے لیے کہا: ''الحمد للہ علٰی کل حال'' تو اس کی نماز جائز ہے۔ امام مالک اور امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ جب نمازی کو یہ خطرہ ہو کہ نابینا کنویں میں گر جائے گا یا سانپ پر اس کا پیر پڑ جائے گا تو اس کو متنبہ کرنے کے لیے وہ سبحان اللہ کہے تو یہ جائز ہے۔

فقہاء احناف کے نزدیک ان تمام صورتوں میں نماز فاسد ہو جائے گی۔

بلاضرورت نماز میں اِدھر اُدھر دیکھنے کی ممانعت اور بہ وقت ضرورت مڑ کر دیکھنے کے متعلق احادیث

(٩) جب لوگوں نے بہ کثرت تالیاں بجائیں تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مڑ کر دیکھا' جمہور فقہاء نے کہا ہے کہ اگر نماز میں ادھر ادھر معمولی سا التفات کیا جائے تو اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی اور یہ اس صورت میں ہے جب ضرورت کے موقع پر التفات کیا جائے' اور بلاضرورت ادھر اُدھر نماز میں التفات کرنا ممنوع ہے' حدیث میں ہے:

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عثمان بن ابی شیبہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مسجد میں داخل ہوئے اور وہاں دیکھا کہ لوگ آسمان کی طرف ہاتھ بلند کر رہے ہیں' آپ نے فرمایا: لوگ آسمان کی طرف نظریں اٹھانے سے باز آ جائیں' ورنہ ان کی طرف ان کی آنکھیں واپس نہیں لوٹیں گی۔ (سنن ابوداؤد: ٩١٢' صحیح مسلم: ٤٢٨' سنن نسائی: ١١٨٣)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: ان لوگوں کا کیا حال ہے جو نماز میں نظریں

اوپر اٹھاتے ہیں، پھر اس میں سختی کرتے ہوئے فرمایا: یہ لوگ اس سے باز آ جائیں ورنہ ان کی بصارت سلب کر لی جائے گی۔

(صحیح البخاری: ۷۵۰، سنن ابوداؤد: ۹۱۳، سنن نسائی: ۱۱۹۲، سنن ابن ماجہ: ۱۰۴۴)

ضرورت کے موقع پر نماز میں ادھر اُدھر دیکھنے کے متعلق حسب ذیل احادیث ہیں:

سہل بن الحنظلیہ بیان کرتے ہیں: صبح کی نماز کے لیے تثویب کی گئی، اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے اور آپ گھاٹی کی طرف مڑ کر دیکھ رہے تھے۔ (سنن ابوداؤد: ۹۱۶)

امام ابوداؤد نے کہا: آپ نے رات کو ایک گھوڑے سوار کو گھاٹی کی طرف حفاظت کے لیے بھیجا تھا، آپ اس کو مڑ کر دیکھ رہے تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز میں دائیں بائیں مڑ کر دیکھتے تھے اور اپنی گردن کو پیچھے موڑ کر نہیں دیکھتے تھے۔ (سنن نسائی: ۱۱۹۷، سنن ترمذی: ۵۸۷)

نماز میں کسی کو اپنا خلیفہ بنانے کے متعلق مذاہب ائمہ

(۱۰) اس حدیث سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ جب نماز میں امام کو کوئی عذر پیش آ جائے تو وہ کسی کو اپنا خلیفہ بنا کر نماز سے باہر نکل سکتا ہے، حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما اور حسن بصری، علقمہ، النخعی اور ثوری سے اسی طرح مروی ہے اور امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام احمد اور ایک قول کے مطابق امام شافعی کا بھی یہی مذہب ہے۔

امام کے لیے صفوں کے درمیان سے گزرنے کا جواز، عمل قلیل کا مفسد صلوٰۃ نہ ہونا اور دینی وجاہت ملنے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا

(۱۱) اس حدیث میں امام کے لیے صفوں کے درمیان سے اگلی صف میں پہنچنے کا جواز ہے اور دوسروں کے لیے یہ مکروہ ہے۔

(۱۲) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر سے معلوم کیا کہ آپ میرے حکم دینے کے باوجود نماز پڑھانے پر برقرار کیوں نہیں رہے، اس سے معلوم ہوا کہ اگر تابع امیر کے کسی حکم پر عمل نہ کرے تو اس کو زجر و توبیخ کرنے سے پہلے اس کے عمل نہ کرنے کا سبب معلوم کرنا چاہیے۔

(۱۳) حضرت ابوبکر اپنی جگہ سے پچھلی صف میں آ گئے، اس سے معلوم ہوا کہ عمل قلیل مفسد صلوٰۃ نہیں ہے۔

(۱۴) دین میں وجاہت عطا فرمانے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے کیونکہ حضرت ابوبکر نے اس پر شکر ادا کیا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی امامت کو قبول فرما لیا۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۳۰۹۔ ۳۰۷، ملخصاً بحر جاومفیضا، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

ادب کا حکم پر مقدم ہونا

اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر کو یہ حکم دیا تھا کہ نماز پڑھاتے رہو لیکن حضرت ابوبکر کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امامت کرانا ادب کے خلاف تھا، اس لیے انہوں نے آپ کے ادب کو آپ کے حکم پر مقدم کیا، اسی طرح جب حدیبیہ میں صلح نامہ لکھا جا رہا تھا اور اس میں یہ لکھا گیا: یہ محمد رسول اللہ کی جانب سے عظماء قریش کی طرف ہے تو اس پر قریش نے اعتراض کیا کہ ہم اس کو نہیں مانتے، اگر ہم کو یہ یقین ہوتا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں تو ہم آپ کو عمرہ کرنے سے منع نہ کرتے لیکن آپ محمد بن عبد اللہ ہیں، آپ نے فرمایا: میں رسول اللہ بھی ہوں اور محمد بن عبد اللہ بھی ہوں، پھر آپ نے حضرت علی سے فرمایا: "رسول اللہ" کے الفاظ مٹا دو، انہوں نے کہا: نہیں، اللہ کی قسم! میں آپ کے نام کو کبھی نہیں مٹاؤں گا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ مکتوب لے کر یہ لکھ دیا: یہ وہ تحریر ہے جس پر محمد بن عبد اللہ نے صلح کی ہے۔ (صحیح البخاری: ۲۶۹۹)

یہاں بھی نبی ﷺ نے حکم دیا تھا کہ محمد رسول اللہ جو لکھا ہوا ہے اس کو مٹا دو' لیکن چونکہ اس کو مٹانا ادب کے خلاف تھا' اس لیے حضرت علی نے اس نام کو نہیں مٹایا' اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابو بکر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما دونوں کے نزدیک ادب حکم پر مقدم ہے اور حدیث قرطاس میں حضرت عمر نے آپ کی محبت اور بیماری میں آپ کو زحمت سے بچانے کے لیے آپ کے حکم کو مؤخر کیا تھا۔ حضرت عبد الرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ نے آپ کے وقت پر نہ پہنچنے کی وجہ سے خود نماز پڑھا دی تھی۔ حضرت المغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ غزوۂ تبوک میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے' رسول اللہ ﷺ قضاء حاجت کے لیے جنگل میں گئے' میں بھی نماز فجر سے پہلے آپ کے ساتھ پانی لے کر گیا' پھر جب رسول اللہ ﷺ میری طرف واپس آئے تو میں مشکیزہ سے پانی لے کر آپ کے ہاتھوں پر ڈالنے لگا' آپ نے تین بار اپنے ہاتھ دھوئے' پھر اپنا چہرہ دھویا' پھر اپنے جبہ سے اپنے ہاتھ نکالنے لگے' جبہ کی آستینیں تنگ تھیں تو آپ نے اپنے دونوں ہاتھ جبہ میں داخل کیے حتیٰ کہ جبہ کے نیچے سے اپنی دونوں کلائیوں کو نکال لیا اور اپنی کلائیوں کو کہنیوں تک دھویا' پھر اپنے موزوں پر مسح کیا' پھر آپ نماز کی طرف گئے' حضرت مغیرہ نے کہا: میں آپ کے ساتھ گیا' حتیٰ کہ ہم نے دیکھا کہ لوگوں نے حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کو آگے کر دیا تھا اور انہوں نے لوگوں کو نماز پڑھائی' پس رسول اللہ ﷺ نے دو رکعتوں میں سے ایک رکعت کو پالیا اور آپ نے لوگوں کے ساتھ دوسری رکعت پڑھی' جب حضرت عبد الرحمان بن عوف نے سلام پھیرا تو رسول اللہ ﷺ نے کھڑے ہو کر ایک رکعت پڑھی' یہ ماجرا دیکھ کر مسلمان بہت گھبرا گئے اور انہوں نے بہت زیادہ بار سبحان اللہ کہا' جب نبی ﷺ نے اپنی نماز پوری کر لی تو آپ نے لوگوں کی طرف مڑ کر فرمایا: تم نے اچھا کیا' یا فرمایا: تم نے درست کیا' اور اس بات پر ان کی تحسین کی کہ انہوں نے وقت پر نماز پڑھی۔ (صحیح مسلم: ١٠٥' الرقم المسلسل: ٧٠٢)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ٨٥٣- ج ١ ص ١٢١٤ پر مذکور ہے' اس کی شرح کا عنوان ہے:
باب مذکور کی حدیث کے مسائل۔

٤٩ - بَابٌ اِذَا اسْتَوَوْا فِی الْقِرَاءَةِ فَلْيَؤُمَّهُمْ اَكْبَرُهُمْ

جب سب قراءت میں برابر ہوں تو جو ان میں بڑی عمر کا ہو وہ نماز پڑھائے

٦٨٥ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ اَبِي قِلَابَةَ عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ قَالَ قَدِمْنَا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ شَبَبَةٌ فَلَبِثْنَا عِنْدَهُ نَحْوًا مِّنْ عِشْرِيْنَ لَيْلَةً وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَحِيْمًا فَقَالَ لَوْ رَجَعْتُمْ اِلٰى بِلَادِكُمْ فَعَلَّمْتُمُوْهُمْ مُرُوْهُمْ فَلْيُصَلُّوْا صَلٰوةَ كَذَا فِيْ حِيْنِ كَذَا وَصَلٰوةَ كَذَا فِيْ حِيْنِ كَذَا وَاِذَا حَضَرَتِ الصَّلٰوةُ فَلْيُؤَذِّنْ لَكُمْ اَحَدُكُمْ وَلْيَؤُمَّكُمْ اَكْبَرُكُمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ایوب از ابی قلابہ از حضرت مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ' انہوں نے کہا: ہم نبی ﷺ کے پاس آئے اور ہم سب جوان تھے' ہم آپ کے پاس تقریباً بیس راتیں ٹھہرے' اور نبی ﷺ بہت مہربان تھے' پس آپ نے فرمایا: اگر تم اپنے گھروں کی طرف لوٹ جاؤ اور ان کو تعلیم دو اور ان کو حکم دو کہ وہ اس طرح نماز پڑھیں اس وقت میں' اور اس وقت میں' اور اس وقت میں' پس جب نماز کا وقت آ جائے تو تم میں سے ایک شخص اذان دے اور جو تم میں سے بڑی عمر کا ہو' وہ نماز پڑھائے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ٦٢٨ کا مطالعہ فرمائیں' وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: جس شخص نے کہا: سفر میں ایک

مؤذن اذان دے اور یہاں اس حدیث کا عنوان ہے: جو بڑی عمر کا ہو وہ نماز پڑھائے اور اس حدیث میں دونوں عنوانوں کی گنجائش ہے۔

٥٠ - بَابٌ إِذَا زَارَ الْإِمَامُ قَوْمًا فَأَمَّهُمْ

جب امام کچھ لوگوں کی زیارت کرے پھر ان کو نماز پڑھائے

٦٨٦ - حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ اَسَدٍ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِي مَحْمُوْدُ بْنُ الرَّبِيْعِ قَالَ سَمِعْتُ عِتْبَانَ بْنَ مَالِكِ الْاَنْصَارِيَّ قَالَ اِسْتَاْذَنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَذِنْتُ لَهُ، فَقَالَ اَيْنَ تُحِبُّ اَنْ اُصَلِّيَ مِنْ بَيْتِكَ ؟ فَاَشَرْتُ لَهُ اِلَى الْمَكَانِ الَّذِيْ اُحِبُّ، فَقَامَ وَصَفَفْنَا خَلْفَهُ، ثُمَّ سَلَّمَ وَسَلَّمْنَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں معاذ بن اسد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے محمود بن الربیع نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت عتبان بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت طلب کی تو میں نے آپ کو اجازت دی' آپ نے فرمایا: تم اپنے گھر میں کس جگہ چاہتے ہو کہ میں نماز پڑھوں؟ میں جس جگہ چاہتا تھا میں نے اس کی طرف اشارہ کیا' پس آپ (نماز کے لیے) کھڑے ہو گئے اور ہم نے آپ کے پیچھے صفیں بنالیں' پھر آپ نے سلام پھیرا اور ہم نے بھی سلام پھیر دیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٤٢٥ میں تفصیل سے گزر چکی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا: گھروں میں مساجد' اور یہاں اس حدیث کا عنوان ہے: جب امام کچھ لوگوں کی زیارت کرے' پھر ان کو نماز پڑھائے' اور اس حدیث میں دونوں عنوانوں کی صلاحیت ہے۔

٥١ - بَابٌ اِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ

امام صرف اس لیے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے

وَصَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ مَرَضِهِ الَّذِيْ تُوُفِّيَ فِيْهِ بِالنَّاسِ وَهُوَ جَالِسٌ.

اور جس مرض میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی' اس مرض میں آپ نے بیٹھ کر نماز پڑھائی۔

اس تعلیق کی اصل' صحیح البخاری: ٦٦٤ میں ہے۔

وَقَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ اِذَا رَفَعَ قَبْلَ الْإِمَامِ، يَعُوْدُ فَيَمْكُثُ بِقَدْرِ مَا رَفَعَ، ثُمَّ يَتْبَعُ الْإِمَامَ.

اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما نے کہا: جب کوئی شخص امام سے پہلے (سجدہ سے) سر اٹھالے تو اتنی دیر ٹھہرے' جتنی دیر میں امام نے سر اٹھایا ہے' پھر امام کی اتباع کرے۔

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل حدیث میں ہے:

ابو حیان الاشجعی' حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اصحاب میں سے تھے' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت ابن مسعود نے فرمایا: رکوع اور سجود میں اپنے اماموں پر سبقت نہ کرو اور جب تم میں سے کوئی شخص اپنا سر اٹھالے اور امام ابھی سجدہ میں ہو تو وہ سجدہ کرے اور اتنی دیر ٹھہرا رہے جتنی دیر اس نے امام پر سبقت کی ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ٤٦٢٠)

وَقَالَ الْحَسَنُ فِيمَنْ يَرْكَعُ مَعَ الْإِمَامِ رَكْعَتَيْنِ، وَلَا يَقْدِرُ عَلَى السُّجُوْدِ يَسْجُدُ لِلرَّكْعَةِ الْآخِرَةِ سَجْدَتَيْنِ، ثُمَّ يَقْضِي الرَّكْعَةَ الْأُولَى بِسُجُوْدِهَا، وَفِيمَنْ نَسِيَ سَجْدَةً حَتَّى قَامَ يَسْجُدُ.

اور الحسن البصری نے کہا: جو شخص امام کے ساتھ دو رکعت نماز پڑھے اور سجدہ پر قادر نہ ہو تو وہ آخری رکعت میں دو سجدے کرے پھر پہلی رکعت کو اس کے سجدہ کے ساتھ قضاء کرے اور جو شخص سجدہ کرنا بھول گیا' حتیٰ کہ کھڑا ہو گیا' وہ شخص سجدہ کرے۔

اس تعلیق کی اصل یہ ہے: امام سعید بن منصور اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: جو شخص جمعہ کے دن رکوع کرے اور لوگوں کے رش کی وجہ سے سجدہ پر قادر نہ ہو تو جب وہ نماز سے فارغ ہو تو پہلی رکعت کے دو سجدے کر لے' پھر کھڑا ہو کر ایک رکعت نماز پڑھے اور دو سجدے کر لے۔ حسن بصری نے جمعہ کا ذکر اس لیے کیا کہ اس نماز میں رش بہت ہوتا ہے۔

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ حسن بصری نے کہا: جو شخص نماز کی پہلی رکعت میں سجدہ کرنا بھول جائے اور کھڑا ہو جائے تو وہ اس رکعت کو لغو قرار دے اور دوبارہ رکعت پڑھے اور اس میں دو سجدے کرے۔

امام ابن ابی شیبہ نے اس سے زیادہ مکمل بیان کیا ہے کہ جو شخص نماز کی پہلی رکعت میں ایک سجدہ کرنا بھول جائے اور اس کو یاد نہ آئے حتیٰ کہ آخری رکعت آ جائے تو وہ اس رکعت میں تین سجدے کر لے اور اگر اس کو سلام سے پہلے یاد آ جائے تو وہ ایک سجدہ کر لے اور اگر اس کو نماز مکمل کرنے کے بعد یاد آئے تو دوبارہ نماز پڑھے۔

رش کے مسئلہ میں امام مالک نے کہا ہے کہ کسی کی پشت پر سجدہ نہ کرے اور ہمارے اصحاب اور امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ اگر رش ہو تو وہ کسی کی پشت پر سجدہ کرے اور اس نماز کا اعادہ نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۳۱۳۔ ۳۱۲)

ان تمام تعلیقات میں امام کی متابعت پر تفریع ہے اور یہی باب کا عنوان ہے۔

٦٨٧ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ قَالَ حَدَّثَنَا زَائِدَةُ، عَنْ مُوْسَى بْنِ أَبِي عَائِشَةَ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى عَائِشَةَ فَقُلْتُ أَلَا تُحَدِّثِينِي عَنْ مَرَضِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَتْ بَلَى، ثَقُلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَصَلَّى النَّاسُ؟ قُلْنَا لَا، هُمْ يَنْتَظِرُوْنَكَ، قَالَ ضَعُوْا لِي مَاءً فِي الْمِخْضَبِ. قَالَتْ فَفَعَلْنَا، فَاغْتَسَلَ، فَذَهَبَ لِيَنُوْءَ فَأُغْمِيَ عَلَيْهِ، ثُمَّ أَفَاقَ، فَقَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَصَلَّى النَّاسُ؟ قُلْنَا لَا، هُمْ يَنْتَظِرُوْنَكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ، قَالَ ضَعُوْا لِي مَاءً فِي الْمِخْضَبِ. قَالَتْ فَقَعَدَ فَاغْتَسَلَ، ثُمَّ ذَهَبَ لِيَنُوْءَ فَأُغْمِيَ عَلَيْهِ، ثُمَّ أَفَاقَ فَقَالَ أَصَلَّى النَّاسُ؟ قُلْنَا لَا وَهُمْ يَنْتَظِرُوْنَكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ، فَقَالَ ضَعُوْا لِي مَاءً فِي الْمِخْضَبِ فَقَعَدَ فَاغْتَسَلَ ثُمَّ ذَهَبَ لِيَنُوْءَ فَأُغْمِيَ عَلَيْهِ ثُمَّ أَفَاقَ فَقَالَ أَصَلَّى النَّاسُ؟ فَقُلْنَا لَا، هُمْ يَنْتَظِرُوْنَكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ،

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زائدہ نے حدیث بیان کی از موسیٰ بن ابی عائشہ از عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ' انہوں نے کہا: میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آیا' پس میں نے کہا: کیا آپ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری کے متعلق حدیث نہیں بیان کریں گی؟ انہوں نے کہا: کیوں نہیں! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت بوجھل ہو گئی' آپ نے پوچھا: آیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے؟ ہم نے عرض کیا: نہیں! وہ آپ کا انتظار کر رہے ہیں' آپ نے فرمایا: میرے لیے ایک لگن (ٹب) میں پانی ڈالو' حضرت عائشہ نے بیان کیا: ہم نے ایسا کر لیا' آپ نے اس میں غسل کیا' پھر آپ مشقت سے اٹھنے لگے' پھر آپ پر بے ہوشی طاری ہو گئی' پھر آپ کو ہوش آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے؟ ہم نے کہا: نہیں' یا رسول اللہ! وہ آپ کا انتظار کر رہے ہیں' آپ نے فرمایا: میرے لیے ٹب میں پانی رکھو' آپ ٹب میں بیٹھ گئے' پھر آپ نے غسل کیا' پھر آپ اٹھنے لگے' پھر آپ پر بے ہوشی طاری ہو گئی' پھر آپ ہوش

وَالنَّاسُ عُكُوْفٌ فِي الْمَسْجِدِ، يَنْتَظِرُوْنَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِصَلٰوةِ الْعِشَاءِ الْاٰخِرَةِ، فَاَرْسَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى اَبِيْ بَكْرٍ، بِاَنْ يُّصَلِّيَ بِالنَّاسِ، فَاَتَاهُ الرَّسُوْلُ فَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْمُرُكَ اَنْ تُصَلِّيَ بِالنَّاسِ، فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ وَكَانَ رَجُلًا رَقِيْقًا يَا عُمَرُ صَلِّ بِالنَّاسِ، فَقَالَ لَهٗ عُمَرُ اَنْتَ اَحَقُّ بِذٰلِكَ، فَصَلّٰى اَبُوْ بَكْرٍ تِلْكَ الْاَيَّامَ، ثُمَّ اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَدَ مِنْ نَّفْسِهٖ خِفَّةً، فَخَرَجَ بَيْنَ رَجُلَيْنِ، اَحَدُهُمَا الْعَبَّاسُ، لِصَلٰوةِ الظُّهْرِ، وَاَبُوْ بَكْرٍ يُصَلِّيْ بِالنَّاسِ، فَلَمَّا رَاٰهُ اَبُوْ بَكْرٍ ذَهَبَ لِيَتَاَخَّرَ، فَاَوْمَاَ اِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاَنْ لَّا يَتَاَخَّرَ، قَالَ اَجْلِسَانِيْ اِلٰى جَنْبِهٖ. فَاَجْلَسَاهُ اِلٰى جَنْبِ اَبِيْ بَكْرٍ، قَالَ فَجَعَلَ اَبُوْ بَكْرٍ يُصَلِّيْ وَهُوَ يَاْتَمُّ بِصَلٰوةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَالنَّاسُ بِصَلٰوةِ اَبِيْ بَكْرٍ، وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَاعِدٌ. قَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ فَدَخَلْتُ عَلٰى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ فَقُلْتُ لَهٗ اَلَا اَعْرِضُ عَلَيْكَ مَا حَدَّثَتْنِيْ عَائِشَةُ، عَنْ مَّرَضِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ هَاتِ، فَعَرَضْتُ عَلَيْهِ حَدِيْثَهَا، فَمَا اَنْكَرَ مِنْهُ شَيْئًا، غَيْرَ اَنَّهٗ قَالَ اَسَمَّتْ لَكَ الرَّجُلَ الَّذِيْ كَانَ مَعَ الْعَبَّاسِ؟ قُلْتُ لَا، قَالَ هُوَ عَلِيٌّ.

میں آئے تو آپ نے پوچھا: کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی؟ ہم نے کہا: نہیں! یارسول اللہ! وہ آپ کا انتظار کر رہے ہیں' پس آپ نے فرمایا: میرے لیے ٹب میں پانی رکھو' آپ ٹب میں بیٹھ گئے' پھر آپ نے غسل کیا' پھر آپ اٹھنے لگے تو آپ پر بے ہوشی طاری ہو گئی' پھر آپ ہوش میں آئے تو آپ نے پوچھا: کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی؟ ہم نے کہا: نہیں! یارسول اللہ! وہ آپ کا انتظار کر رہے ہیں' اور اس وقت لوگ مسجد میں بیٹھے ہوئے عشاء کی نماز کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتظار کر رہے تھے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر کی طرف پیغام بھیجا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں' پس حضرت ابوبکر کے پاس قاصد گیا اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کو حکم دیتے ہیں کہ آپ لوگوں کو نماز پڑھائیں' حضرت ابوبکر رقیق القلب تھے انہوں نے کہا: اے عمر! تم لوگوں کو نماز پڑھاؤ' حضرت عمر نے ان سے کہا: آپ امامت کے زیادہ حق دار ہیں' پھر ان ایام میں حضرت ابوبکر نے نماز پڑھائی' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی طبیعت میں افاقہ محسوس کیا تو آپ ظہر کی نماز کے لیے دو آدمیوں کے درمیان نکلے' ان میں سے ایک حضرت عباس رضی اللہ عنہ تھے اور حضرت ابوبکر لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے' جب حضرت ابوبکر نے آپ کو دیکھا' تو وہ پیچھے ہٹنے لگے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اشارہ کیا کہ وہ پیچھے نہ ہوں' آپ نے فرمایا: مجھے ابوبکر کے پہلو کی طرف بٹھا دو' انہوں نے آپ کو حضرت ابوبکر کے پہلو کی طرف بٹھا دیا' پھر حضرت ابوبکر نماز پڑھ رہے تھے اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز کی اقتداء کر رہے تھے اور لوگ حضرت ابوبکر کی نماز کی اقتداء کر رہے تھے' اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے۔ عبیداللہ نے کہا: پھر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس گیا' میں نے ان سے کہا: کیا میں آپ کو وہ حدیث نہ سناؤں جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے مجھے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرض کے متعلق بیان کی ہے؟ انہوں نے کہا: سناؤ' پھر میں نے ان کو حضرت عائشہ کی بیان کی ہوئی حدیث سنائی' انہوں نے اس میں سے کسی چیز کا انکار نہیں کیا' سوا اس کے کہ انہوں نے پوچھا: کیا حضرت عائشہ نے

اس دوسرے شخص کا نام لیا تھا' جو حضرت عباس کے ساتھ تھا؟ میں نے کہا: نہیں! حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری:١٩٨ اور ٦٦٤ کا مطالعہ فرمائیں۔

٦٨٨ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ' عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ' عَنْ اَبِيْهِ' عَنْ عَائِشَةَ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنَّهَا قَالَتْ صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَيْتِهٖ وَهُوَ شَاكٍ' فَصَلّٰى جَالِسًا' وَصَلّٰى وَرَاءَهٗ قَوْمٌ قِيَامًا' فَاَشَارَ اِلَيْهِمْ اَنِ اجْلِسُوْا . فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهٖ' فَاِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوْا' وَاِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوْا' وَاِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ' فَقُوْلُوْا رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ' وَاِذَا صَلّٰى جَالِسًا فَصَلُّوْا جُلُوْسًا اَجْمَعُوْنَ.

[اطراف الحدیث:١١١٣-١٢٣٦-٥٦٥٨]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ہشام بن عروہ از والد خود از حضرت عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے گھر میں نماز پڑھی' اس وقت آپ بیمار تھے' سو آپ نے بیٹھ کر نماز پڑھی اور آپ کے پیچھے لوگوں نے کھڑے ہو کر نماز پڑھی' آپ نے ان کی طرف اشارہ کیا کہ وہ بیٹھ جائیں' جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا: امام صرف اس لیے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے' پس جب وہ رکوع کرے تو تم رکوع کرو اور جب وہ رکوع سے سر اٹھائے تو تم رکوع سے سر اٹھاؤ اور جب وہ ''سمع اللّٰہ لمن حمدہ'' کہے تو تم کہو: ''ربنا ولك الحمد'' اور جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم سب بھی بیٹھ کر نماز پڑھو۔

(صحیح مسلم:٤١٢' الرقم المسلسل:٩٠١' سنن ابوداؤد:٦٠٥' سنن ترمذی:٣٦١' سنن نسائی:٨٢٨' سنن ابن ماجہ:١٢٣٧' السنن الکبریٰ للنسائی:٧٥١٤' صحیح ابن خزیمہ:١٦١٤' مصنف ابن ابی شیبہ ج٢ص٣٢٥' مسند ابویعلیٰ:٤٨٠٧' شرح معانی الآثار:٢٣٠٨-٢٣٠٢' نخب الافکار فی تنقیح مبانی الاخبار فی شرح شرح معانی الآثار ج٣ص١٢٩' موطأ امام مالک:٣١٠' مسند احمد ج٦ص١٥١ طبع قدیم' مسند احمد:٢٤٢٥٠-ج٤٠ص٢٩٤' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی:٧٤٧٣' مکتبۃ الرشد' ریاض' ١٤٢٦ھ' مسند الطحاوی:٩٣٦٣)

اس حدیث کے رجال کا پہلے تعارف ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: امام اس لیے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیٹھ کر نماز پڑھنے کا سبب

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھوڑے سے گر گئے' آپ کا دایاں پہلو زخمی ہو گیا' سو ہم آپ کی عیادت کرنے کے لیے گئے' پھر نماز کا وقت آ گیا تو آپ نے ہم کو بیٹھ کر نماز پڑھائی' لہٰذا ہم نے بھی آپ کے پیچھے بیٹھ کر نماز پڑھی' جب آپ نے نماز ادا کر لی تو آپ نے فرمایا: امام صرف اس لیے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے' پس جب وہ اللہ اکبر کہے تو تم اللہ اکبر کہو اور جب وہ سجدہ کرے تو تم سجدہ کرو اور جب وہ سجدہ سے سر اٹھائے تو تم بھی سجدہ سے سر اٹھاؤ' اور جب وہ ''سمع اللّٰہ لمن حمدہ'' کہے تو تم ''ربنا ولك الحمد'' کہو اور جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم سب بھی بیٹھ کر نماز پڑھو۔ (صحیح البخاری:٦٨٩)

جب امام بیٹھ کر نماز پڑھے تو مقتدیوں کے متعلق مذاہب ائمہ

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:۔

اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے امام احمد بن حنبل اور امام اوزاعی نے اس حدیث کے ظاہر کے مطابق کہا ہے کہ جب امام بیٹھ کر نماز پڑھے تو لوگ بھی اس کی اقتداء میں بیٹھ کر نماز پڑھیں خواہ ان کو کوئی عذر ہو یا نہ ہو۔

امام مالک رحمہ اللہ نے ایک روایت میں یہ کہا ہے کہ جو شخص کھڑے ہونے پر قادر ہو اس کی نماز اس شخص کے پیچھے جائز نہیں ہے جو بیٹھ کر نماز پڑھ رہا ہو خواہ مقتدی بیٹھ کر نماز پڑھے یا کھڑے ہو کر نماز پڑھے۔

امام ابوحنیفہ امام شافعی اور جمہور متقدمین رحمہم اللہ نے یہ کہا ہے کہ جو شخص کھڑے ہونے پر قادر ہو اس کی نماز بیٹھنے والے کے پیچھے صرف اس صورت میں جائز ہے جب وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھے۔

ان کا استدلال اس حدیث سے ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مرض وفات میں بیٹھ کر نماز پڑھی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اور لوگوں نے آپ کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھی اگرچہ بعض علماء کا یہ زعم ہے کہ امام حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی اقتداء کر رہے تھے لیکن صحیح یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی امام تھے اور امام مسلم نے اس باب کے بعد صراحۃً اس حدیث کا ذکر کیا ہے اور امام ابن ابی شیبہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ روایت ذکر کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے حتیٰ کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بائیں جانب بیٹھ گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھ کر نماز پڑھ رہے تھے اور حضرت ابوبکر کھڑے ہو کر آپ کی اقتداء کر رہے تھے اور لوگ حضرت ابوبکر کی اقتداء کر رہے تھے۔ (صحیح مسلم بشرح النووی ج ۲ ص ۱۵۸۹ مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ ۱۴۱۷ھ)

مرض وفات میں جو نماز نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پڑھی اس میں آپ کے امام ہونے پر دلائل

امام جعفر احمد بن محمد الطحاوی الحنفی المصری المتوفی ۳۲۱ھ لکھتے ہیں:

اسود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں: پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابوبکر کی بائیں جانب بیٹھ گئے اور یہ امام کے بیٹھنے کی جگہ ہے اور اگر حضرت ابوبکر امام ہوتے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی دائیں جانب بیٹھتے پس جب آپ حضرت ابوبکر کی بائیں جانب بیٹھے اور حضرت ابوبکر آپ کی دائیں جانب تھے تو اس میں یہ دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امام تھے اور حضرت ابوبکر مقتدی تھے۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اپنی حدیث میں بیان کیا ہے کہ حضرت ابوبکر نے جس جگہ قراءت ختم کی تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس جگہ سے قراءت شروع کی۔

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ حضرت ابوبکر نے قراءت منقطع کر دی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قراءت شروع کر دی اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے امام ہونے کی دلیل ہے کیونکہ اگر آپ امام نہ ہوتے تو آپ قراءت نہ کرتے کیونکہ یہ وہ نماز تھی جس میں جہراً قراءت کی جاتی تھی اگر ایسا نہ ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم نہ ہوتا حضرت ابوبکر نے قراءت کہاں ختم کی ہے اور نہ حضرت ابوبکر کے پیچھے نماز پڑھنے والوں کو اس کا علم ہوتا اور جب یہ معلوم ہو گیا کہ یہ جہری نماز تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس نماز میں جہراً قراءت کی تھی اور تمام لوگوں کا اس پر اتفاق ہے کہ مقتدی امام کے پیچھے قراءت نہیں کرتا تو اس سے ثابت ہو گیا کہ اس نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی امام تھے۔

نظر صحیح کا تقاضا بھی یہی ہے کہ اگر مقتدی کو عذر نہ ہو تو اس سے قیام ساقط نہیں ہوگا کیونکہ جب مقتدی امام کی نماز میں داخل ہو تو جو چیز مقتدی پر فرض ہو وہ امام کی نماز میں داخل ہونے سے اس سے ساقط نہیں ہوتی جب مقیم مثلاً ظہر کی نماز مسافر امام کی اقتداء میں

پڑھے تو اس پر چار رکعت نماز پڑھنی فرض ہیں' اور مسافر امام دو رکعت نماز پڑھ کر سلام پھیر دیتا ہے اور اس کی اقتداء کرنے سے مقیم پر لازم نہیں آتا کہ وہ بھی دو رکعت پڑھنے کے بعد سلام پھیر دے بلکہ اس پر واجب ہے کہ وہ دو رکعت نماز اور پڑھے اور اس پر جو چار رکعت نماز ظہر فرض تھی' اس کو پورا کرے۔ اس سے یہ واضح ہو گیا کہ مقتدی پر جو چیز فرض ہے' وہ امام کی اقتداء کی وجہ سے ساقط نہیں ہوتی' پس جو مقتدی تندرست ہو اس پر نماز میں قیام فرض ہے اور بیمار امام جو قیام پر قادر نہ ہو' اس کی اقتداء کرنے کی وجہ سے تندرست مقتدی سے نماز میں قیام ساقط نہیں ہوگا' جیسے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیمار تھے اور آپ قیام پر قادر نہ تھے تو آپ کی اقتداء کرنے کی وجہ سے حضرت ابوبکر اور دوسرے نمازیوں سے قیام ساقط نہیں ہوا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیٹھ کر نماز پڑھائی اور حضرت ابوبکر نے اور باقی نمازیوں نے کھڑے ہو کر نماز پڑھی۔ (شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۵۲۵۔ ۵۲۴' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

علامہ محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ' اس عبارت کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس قاعدہ پر سب کا اتفاق ہے کہ جب مقتدی امام کی نماز میں داخل ہو تو جو چیز اس پر پہلے فرض نہ ہو تو امام کی نماز میں داخل ہونے سے وہ چیز اس پر فرض ہو جاتی ہے جیسے مسافر مثلاً مقیم امام کی اقتداء میں ظہر کی نماز پڑھے تو پہلے اس پر چار رکعت نماز پڑھنی فرض نہیں تھی' مگر اب مقیم امام کی اقتداء کرنے کی وجہ سے اس پر بھی چار رکعت پڑھنا فرض ہو گئی' اس طرح جو چیز اس پر پہلے فرض تھی اب امام کی اقتداء سے وہ فرض اس سے ساقط نہیں ہوگا' مثلاً مقیم نے مسافر امام کی اقتداء میں ظہر کی نماز پڑھی' تو پہلے اس پر چار رکعت نماز فرض تھی اور مسافر امام نے دو رکعت پڑھنے کے بعد سلام پھیر دیا تو مقیم مقتدی سے دو رکعت پڑھنے کی فرضیت ساقط نہیں ہوگی' اسی طرح جب صحت مند شخص بیمار کی اقتداء میں نماز پڑھے گا تو امام کے بیٹھ کر نماز پڑھنے کی وجہ سے صحت مند شخص سے قیام کی فرضیت ساقط نہیں ہوگی۔ (نخب الافکار فی تنقیح مبانی الاخبار فی شرح شرح معانی الآثار ج ۴ ص ۱۵' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

اس باب کی حدیث' صحیح البخاری: ۶۸۸ میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے مرض کی وجہ سے بیٹھ کر نماز پڑھی اور فرمایا: جب امام بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم سب بھی بیٹھ کر نماز پڑھو اور یہ حدیث اس تحقیق کے خلاف ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرض قدیم کا ذکر ہے اور مرض وفات میں آپ نے بیٹھ کر نماز پڑھی اور حضرت ابوبکر اور تمام صحابہ نے کھڑے ہو کر نماز پڑھی اور اس سے پہلا حکم منسوخ ہے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۸۲۵۔ ج ۱ ص ۱۱۹۲ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھوڑے سے گرنے کی حکمتیں (۲) امام کے لیے ''ربنا ولك الحمد'' کہنے کی مشروعیت میں مذاہب ائمہ (۳) جب امام بیٹھا ہو تو اس کے پیچھے مقتدیوں کے بیٹھنے کے متعلق مذاہب ائمہ۔

۶۸۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكِبَ فَرَسًا فَصُرِعَ عَنْهُ فَجُحِشَ شِقُّهُ الْاَيْمَنُ، فَصَلّٰى صَلٰوةً مِّنَ الصَّلَوَاتِ وَهُوَ قَاعِدٌ، فَصَلَّيْنَا وَرَاءَهُ قُعُوْدًا، فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهٖ، فَاِذَا صَلّٰى قَائِمًا فَصَلُّوْا قِيَامًا، فَاِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوْا، وَاِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوْا، وَاِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ فَقُوْلُوْا رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ،

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن شہاب از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک گھوڑے پر سوار ہوئے' آپ اس گھوڑے سے گر گئے اور آپ کی دائیں جانب زخمی ہو گئی' سو آپ نے نمازوں میں سے کوئی نماز بیٹھ کر پڑھی' لہٰذا ہم نے بھی آپ کے پیچھے بیٹھ کر نماز پڑھی' جب آپ نماز سے فارغ ہو گئے تو آپ نے فرمایا: امام صرف اس لیے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے' سو جب وہ

وَاِذَا صَلّٰی قَائِمًا فَصَلُّوْا قِيَامًا، وَاِذَا صَلّٰی جَالِسًا فَصَلُّوْا جُلُوْسًا اَجْمَعُوْنَ. قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ الْحُمَيْدِيُّ قَوْلُهٗ اِذَا صَلّٰی جَالِسًا فَصَلُّوْا جُلُوْسًا هُوَ فِيْ مَرَضِهِ الْقَدِيْمِ، ثُمَّ صَلّٰی بَعْدَ ذٰلِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسًا، وَالنَّاسُ خَلْفَهٗ قِيَامًا، لَمْ يَاْمُرْهُمْ بِالْقُعُوْدِ، وَاِنَّمَا يُؤْخَذُ بِالْاٰخِرِ فَالْاٰخِرِ مِنْ فِعْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

کھڑے ہو کر نماز پڑھے تو تم کھڑے ہو کر نماز پڑھو پس جب وہ رکوع کرے تو تم رکوع کرو اور جب وہ رکوع سے سر اٹھائے تو تم رکوع سے سر اٹھاؤ اور جب وہ "سمع الله لمن حمده" کہے تو تم "ربنا ولك الحمد" کہو اور جب وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھے تو تم کھڑے ہو کر نماز پڑھو اور جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم سب بیٹھ کر نماز پڑھو۔ امام ابوعبداللہ (بخاری) نے کہا: حمیدی نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا ہے: جب امام بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم بیٹھ کر نماز پڑھو آپ کا یہ ارشاد آپ کے مرضِ قدیم میں تھا' اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹھ کر نماز پڑھی اور لوگ آپ کے پیچھے کھڑے ہوئے تھے اور آپ نے ان کو بیٹھنے کا حکم نہیں دیا اور ہمیشہ آخری حدیث پر عمل کیا جاتا ہے اور آخری حدیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عمل ہے۔

اس حدیث کی مفصل شرح' گزشتہ حدیث: ۶۸۸ کے تحت کی جاچکی ہے۔

۵۲ - بَابٌ مَتٰی يَسْجُدُ مَنْ خَلْفَ الْاِمَامِ

جو لوگ امام کے پیچھے ہیں وہ کب سجدہ کریں

قَالَ اَنَسٌ فَاِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوْا.

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب امام سجدہ کرے تو تم سجدہ کرو۔

اس تعلیق کی اصل' صحیح البخاری: ۷۳۲ "باب ایجاب التکبیر" میں ہے' اس میں حضرت انس رضی اللہ عنہ نے یہ روایت کی ہے کہ جب امام سجدہ کرے تو تم سجدہ کرو۔

۶۹۰ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ، عَنْ سُفْيَانَ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبُوْ اِسْحَاقَ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَزِيْدَ قَالَ حَدَّثَنِي الْبَرَاءُ، وَهُوَ غَيْرُ كَذُوْبٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ، لَمْ يَحْنِ اَحَدٌ مِّنَّا ظَهْرَهٗ، حَتّٰی يَقَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاجِدًا، ثُمَّ نَقَعُ سُجُوْدًا بَعْدَهٗ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی از سفیان' انہوں نے کہا: مجھے ابواسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عبداللہ بن یزید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے حضرت البراء رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی اور وہ جھوٹے نہیں تھے انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "سمع الله لمن حمده" فرماتے تو ہم میں سے کوئی شخص اپنی پشت کو ٹیڑھا نہ کرتا حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ کر لیتے' پھر اس کے بعد ہم سجدہ کرتے۔

حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ اَبِيْ اِسْحَاقَ، نَحْوَهٗ بِهٰذَا. [اطراف الحدیث: ۷۴۷-۸۱۱]

امام بخاری نے کہا: اس حدیث کو ہمیں ابونعیم نے بیان کیا از سفیان از ابی اسحاق' اسی حدیث کی مثل۔

(صحیح مسلم: ۴۷۴' الرقم المسلسل: ۱۰۴۴' سنن ابوداؤد: ۶۲۰' سنن ترمذی: ۲۸۱' سنن نسائی: ۸۲۹' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۷۱۸' صحیح ابن حبان: ۲۲۲۴' المعجم الصغیر: ۷۹' سنن بیہقی ج ۲ ص ۹۲' شرح السنۃ: ۸۴۷' مسند ابویعلیٰ: ۱۶۷۶' مسند احمد ج ۴ ص ۲۸۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۸۵۱۱۔ ج ۳۰ ص ۴۷۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۶۵۵' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) مسدد بن مسرھد (۲) یحییٰ بن القطان (۳) سفیان الثوری (۴) ابواسحاق عمرو بن عبد اللہ السبیعی (۵) عبد اللہ بن یزید الخطمی ' ان کا تعلق قبیلہ اوس سے تھا (۶) حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۳۲۲)

متابعت کا معنی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ نماز کے افعال میں امام کی اتباع کرنا واجب ہے' اور متابعت کا معنی یہ ہے کہ کسی رکن کو امام کے شروع کرنے کے بعد اور اس رکن سے امام کے فارغ ہونے سے پہلے' مقتدی اس رکن کو شروع کرے' حتیٰ کہ متابعت کا معنی متحقق ہو' اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مقتدی کو چاہیے کہ وہ امام کی طرف دیکھتا رہے حتیٰ کہ اس کو پتا چل جائے کہ امام ایک رکن سے دوسرے رکن کی طرف کس طرح منتقل ہو رہا ہے۔

۵۳ - بَابُ اِثْمِ مَنْ رَفَعَ رَاْسَهُ قَبْلَ الْاِمَامِ

۶۹۱ - حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ' عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَمَا يَخْشٰى اَحَدُكُمْ' اَوْ لَا يَخْشٰى اَحَدُكُمْ' اِذَا رَفَعَ رَاْسَهُ قَبْلَ الْاِمَامِ' اَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ رَاْسَهُ رَاْسَ حِمَارٍ' اَوْ يَجْعَلَ اللّٰهُ صُوْرَتَهُ صُوْرَةَ حِمَارٍ؟ (صحیح مسلم: ۴۲۷' الرقم المسلسل: ۹۳۸' سنن ترمذی: ۵۸۲' سنن ابوداؤد: ۶۲۳' سنن نسائی: ۸۲۷' سنن ابن ماجہ: ۹۶۱' جامع المسانید لابن الجوزی: ۳۸۶۱' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

اس شخص کا گناہ جس نے امام سے پہلے سر اٹھایا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حجاج بن منہال نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از محمد بن زیاد' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: کیا تم میں سے کوئی شخص اس سے نہیں ڈرتا کہ جب وہ امام سے پہلے سر اٹھائے تو اللہ تعالیٰ اس کے سر کو گدھے کا سر بنا دے یا اللہ تعالیٰ اس کی صورت کو گدھے کی صورت بنا دے؟

حدیث مذکور کے رجال

(۱) حجاج بن منہال السلمی الاغاطی البصری ابومحمد (۲) شعبہ بن الحجاج (۳) محمد بن زیاد الجمحی المدنی ساکن البصرہ (۴) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۳۲۵)

اس امت میں مسخ کے وقوع کے متعلق علماء کے اقوال

اس حدیث میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے سر کو گدھے کا سر بنا دے یا اس کی صورت کو گدھے کی صورت بنا دے۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے: اس حدیث میں گدھے کے سر یا گدھے کی صورت سے مجازاً یہ مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو انتہائی بے وقوف بنا دے کیونکہ اس امت میں مسخ کا وقوع جائز نہیں ہے۔

قاضی ابوبکر بن العربی نے کہا: اس امت میں گدھے کی صورت میں مسخ ہونے کا وجود نہیں ہے کیونکہ یہ امت مسخ سے مامون اور محفوظ ہے اور گدھے کی صورت میں مسخ ہونے سے مراد یہ ہے کہ اس شخص میں بصیرت کم ہوگی اور عناد زیادہ ہوگا' لیکن ان علماء کا یہ قول صحیح نہیں ہے کہ یہ امت مسخ سے مامون اور محفوظ ہے' کیونکہ احادیث سے ثابت ہے کہ اس امت کے آخر میں بھی مسخ کا وقوع ہوگا۔

(عمدۃ القاری ج ۵ ص ۲۷۰)

اس امت میں مسخ کے وقوع کے متعلق احادیث

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب میری امت پندرہ کام کرے گی تو اس پر عذاب کا نزول حلال ہو جائے گا' آپ سے پوچھا گیا: یارسول اللہ! وہ کون سے کام ہیں؟ آپ نے فرمایا: (١) جب مالِ غنیمت کو (ذاتی) دولت بنالیا جائے (٢) اور امانت کو مالِ غنیمت بنالیا جائے (٣) اور زکوٰۃ کو جرمانہ بنالیا جائے (۴) اور کوئی شخص اپنی بیوی کی اطاعت کرے (۵) اور ماں کی نافرمانی کرے (٦) اور دوست کے ساتھ نیکی کرے (٧) اور باپ کے ساتھ بدی کرے (٨) اور مساجد میں آوازیں بلند کی جائیں (٩) اور قوم کا سردار رذیل ترین شخص ہو (١٠) اور کسی شخص کے شر کے خوف سے اس کی عزت کی جائے (١١) اور شرابیں پی جائیں (١٢) اور ریشم پہنا جائے (١٣) اور گانے والیاں رکھی جائیں (١۴) اور آلاتِ غنا استعمال کریں (١۵) اور اس امت کے آخری لوگ پہلے لوگوں پر لعنت کریں' پس اس وقت تم سرخ آندھیوں کا' اور زمین میں دھنسنے کا اور صورتوں کے مسخ ہونے کا انتظار کرو۔ (سنن ترمذی: ٢٢١٠)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب مالِ غنیمت کو دولت بنالیا جائے' اور امانت کو مالِ غنیمت بنالیا جائے' اور زکوٰۃ کو جرمانہ کہا جائے اور غیر دین کا علم حاصل کیا جائے' ایک شخص اپنی بیوی کی اطاعت کرے اور اپنی ماں کی نافرمانی کرے' اپنے دوست کو قریب کرے اور اپنے باپ کو دور رکھے' مساجد میں آوازوں کا ظہور ہو' سب سے بڑے فاسق کو قبیلہ کا سردار بنایا جائے اور سب سے رذیل شخص کو قوم کا سردار بنایا جائے اور کسی شخص کے شر کے خوف سے اس کی عزت کی جائے' گانے والیوں کا اور آلاتِ غنا کا ظہور ہو' اور شرابیں پی جائیں' اور اس امت کے آخری لوگ پہلے لوگوں پر لعنت کریں' اس وقت تم سرخ آندھیوں اور زلزلہ کا اور زمین میں دھنسنے کا اور شکلوں کے مسخ ہونے کا اور سنگ ریزوں کے برسنے کا اور دیگر نشانیوں کا انتظار کرو' یہ نشانیاں اس طرح پے بہ پے آئیں گی جیسے کسی ہار کے دانے ٹوٹ کر گرنے لگیں۔ (المسند الجامع: ١۵٢٣٨' سنن ترمذی: ٢٢١١)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس امت میں زمین میں دھنسنا بھی ہے' صورتوں کا مسخ ہونا بھی ہے اور سنگ ریزوں کا برسنا بھی ہے' ایک مسلمان شخص نے پوچھا: یارسول اللہ! یہ کب ہوگا؟ آپ نے فرمایا: جب گانے والیوں کا' آلاتِ غنا کا اور شراب نوشی کا ظہور ہو۔ (سنن ترمذی: ٢٢١٢)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ٨٦٦۔ ج ١ ص ١٢٢٧ پر مذکور ہے' وہاں اس کی یہ توجیہ کی گئی ہے کہ گدھے کی صورت سے مراد اس کی صفت ہے۔

۵۴ - بَابُ اِمَامَةِ الْعَبْدِ وَالْمَوْلٰى

غلام اور آزاد شدہ غلام کی امامت

مصحف (قرآن مجید) سے دیکھ کر نماز پڑھنے کی تحقیق

وَكَانَتْ عَائِشَةُ يَؤُمُّهَا عَبْدُهَا ذَكْوَانُ مِنَ الْمُصْحَفِ.

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی امامت ان کے غلام ذکوان مصحف سے دیکھ کر کراتے تھے۔

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل حدیث ہے:

ابوبکر بن ابی ملیکہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ نے ایک غلام کو بہ طور مدبر آزاد کیا' وہ ان کی رمضان میں مصحف سے دیکھ کر امامت کراتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ:۷۲۱۶)

مصحف سے دیکھ کر پڑھتے ہوئے امامت کرنے کے متعلق فقہاء مالکیہ کا نظریہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

ابن سیرین' الحکم بن عتیبہ' عطاء اور حسن بصری نے مصحف سے (دیکھ کر) نماز پڑھانے کی اجازت دی ہے' حضرت انس رضی اللہ عنہ نماز پڑھاتے تھے اور ان کا غلام ان کے پیچھے مصحف لے کر کھڑا ہوتا تھا اور جب کسی آیت میں ان کو اشتباہ ہوتا تو وہ ان کو مصحف کھول کر وہ جگہ دکھا دیتا' امام مالک نے مصحف سے دیکھ کر تراویح کی امامت کی اجازت دی ہے اور ابراہیم النخعی' سعید بن المسیب' شعبی اور حسن بصری نے اس کو مکروہ قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ اس طرح نصاریٰ عبادت کرتے ہیں۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۳۸۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ ھ)

مصحف سے دیکھ کر پڑھتے ہوئے امامت کرنے کے متعلق فقہاء شافعیہ کا نظریہ

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ ھ لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ کی روایت سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ نمازی کا مصحف سے دیکھ کر نماز میں قرآن مجید پڑھنا جائز ہے اور دوسرے فقہاء نے اس سے منع کیا ہے کیونکہ یہ نماز میں عمل کثیر ہے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۲۸۶' دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ ھ)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ ھ لکھتے ہیں:

اگر مصحف سے قرآن پڑھا تو اس کی نماز باطل نہیں ہوگی خواہ اس کو قرآن یاد ہو یا نہ یاد ہو' بلکہ جب اس کو سورۃ الفاتحہ حفظ نہ ہو تو اس پر مصحف سے دیکھ کر پڑھنا واجب ہے اور اگر اس نے کبھی کبھی نماز میں ورق پلٹے تو اس کی نماز باطل نہیں ہوگی اور اگر اس نے قرآن مجید کے علاوہ کسی لکھی ہوئی چیز کو دیکھا اور اس کو دل میں دہرایا تو اس سے بھی نماز باطل نہیں ہوگی' خواہ وہ طویل عبارت ہو' اس کی امام شافعی نے تصریح کی ہے اور ہمارے اصحاب اس پر متفق ہیں' اور ہمارے نزدیک تلقین سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔

(شرح المہذب ج ۵ ص ۱۵۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۳ ھ)

مصحف سے دیکھ کر پڑھتے ہوئے امامت کرنے کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا نظریہ

علامہ منصور بن یونس البہوتی الحنبلی المتوفی ۱۰۵۱ ھ لکھتے ہیں:

نماز میں مصحف سے دیکھ کر پڑھنا جائز ہے' خواہ وہ حافظ ہو کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ان کے غلام ذکوان ان کو رمضان میں مصحف سے دیکھ کر نماز پڑھاتے تھے' الزہری نے کہا: ہمارے عمدہ لوگ مصحف سے دیکھ کر نماز پڑھتے تھے خواہ وہ حافظ ہوں۔ (کشاف القناع ج ۱ ص ۴۶۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ ھ)

مصحف سے دیکھ کر پڑھتے ہوئے امامت کرنے کے متعلق غیر مقلدین کا نظریہ

حافظ عبداللہ روپڑی متوفی ۱۳۸۴ ھ لکھتے ہیں:

یہود کی مشابہت کی وجہ سے اس کو مکروہ کہنا بھی ٹھیک نہ ہوا کیونکہ اگر ان کی مخالفت شارع کو مقصود ہوتی تو اس کے لیے ہدایت ہوتی' علاوہ ازیں جواز کے قائلین میں حضرت عائشہ ہیں' جو صحابیہ ہیں اور مانعین میں صرف تابعین ہیں۔

(فتاویٰ اہل حدیث ج ۱ ص ۴۹۰' ادارہ احیاء السنۃ النبویہ' سرگودھا' ۱۴۰۴ھ)

مصحف سے دیکھ کر امامت کرانے کی ممانعت میں فقہاء تابعین کے آثار

العیاش العامری بیان کرتے ہیں کہ سلیمان بن حنظلہ البکری ایک شخص کے پاس سے گزرے' وہ لوگوں کو مصحف سے دیکھ کر نماز پڑھا رہا تھا' انہوں نے اس کو ٹانگ سے مارا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۲۲۳)

عطاء بیان کرتے ہیں کہ ابوعبدالرحمان مصحف سے دیکھ کر نماز پڑھانے کو مکروہ کہتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۲۲۴)

الاعمش بیان کرتے ہیں کہ ابراہیم النخعی اس کو مکروہ قرار دیتے تھے کہ ایک شخص مصحف سے پڑھتے ہوئے امامت کرائے' وہ اہل کتاب کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے اس کو مکروہ کہتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۲۲۵' مصنف عبد الرزاق: ۳۹۳۹) مغیرہ' ابراہیم سے روایت کرتے ہیں کہ فقہاء تابعین اس کو مکروہ کہتے تھے کہ کوئی شخص مصحف سے پڑھتے ہوئے امامت کرائے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۲۲۶)

لیث بیان کرتے ہیں کہ مجاہد اس کو مکروہ کہتے تھے کہ کوئی شخص مصحف سے پڑھتے ہوئے امامت کرائے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۲۲۷' مصنف عبد الرزاق: ۳۹۴۰)

قتادہ نے کہا: حسن بصری اس کو مکروہ کہتے تھے اور انہوں نے کہا: اس طرح نصاریٰ کرتے ہیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۲۲۹)

حماد اور قتادہ اس کو مکروہ کہتے تھے کہ کوئی شخص رمضان میں مصحف کو دیکھ کر پڑھتے ہوئے امامت کرائے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۲۳۰)

عامر نے کہا: مصحف سے امامت نہ کرائی جائے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۲۳۱)

شیخ علی بن احمد بن سعید بن حزم اندلسی متوفی ۴۵۶ھ لکھتے ہیں:

کسی شخص کے لیے اس طرح امامت کرنا جائز نہیں ہے کہ وہ مصحف میں دیکھ کر پڑھ رہا ہو' فرض میں نہ نفل میں' اگر اس کو یہ علم ہو کہ یہ جائز نہیں ہے' پھر بھی وہ اس طرح نماز پڑھائے تو اس کی نماز باطل ہے اور جن نمازیوں کو یہ علم ہو کہ یہ جائز نہیں ہے' ان کی نماز بھی باطل ہے۔

شیخ ابن حزم نے کہا: جس شخص کو قرآن حفظ نہیں ہے' اس کو اللہ نے اس کا مکلف نہیں کیا کہ وہ اس کو نماز میں پڑھے جو اس کو حفظ نہیں ہے کیونکہ یہ اس کی طاقت میں نہیں ہے' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لَا یُکَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا. (البقرہ: ۲۸۶) اللہ تعالیٰ کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ کا مکلف نہیں کرتا۔

اور جس چیز کا وہ مکلف نہیں ہے اس کو نماز میں کرنا باطل ہے' اور مصحف میں دیکھ کر پڑھنا ایسا عمل ہے کہ نماز میں اس کے جواز کے متعلق شارع علیہ السلام کی کوئی تصریح نہیں ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک نماز میں مشغولیت ہے' اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے ایسا عمل کیا جو ہمارے دین میں نہیں ہے' وہ مردود ہے' اور سعید بن المسیب اور حسن بصری اور دوسرے فقہاء تابعین کا یہی قول ہے۔ (المحلیٰ بالآثار ج ۳ ص ۱۴۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۵ھ)

مصحف سے دیکھ کر پڑھتے ہوئے امامت کرنے کے متعلق احناف کا نظریہ

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

جب امام نے مصحف سے دیکھ کر قراءت کی تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک نماز فاسد ہو جائے گی اور امام ابو یوسف اور امام محمد نے کہا: یہ نماز مکمل ہے کیونکہ اس نماز کے ساتھ ایک اور عبادت مل گئی ہے البتہ یہ نماز مکروہ ہے کیونکہ یہ اہل کتاب کی عبادت کے مشابہ ہے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی دلیل یہ ہے کہ مصحف کو اٹھانا' اس کو پڑھنا اور اس کے ورق پلٹنا عمل کثیر ہے اور اس لیے کہ اس میں مصحف سے استفادہ ہے اور اس سے لقمہ لینا ہے' پس یہ اس طرح ہے جس طرح خارج از نماز سے نماز میں لقمہ لیا جائے۔ دوسری دلیل کے اعتبار سے اس میں کوئی فرق نہیں ہے' خواہ مصحف کو اٹھایا ہوا یا رکھا ہوا ہو۔

(ھدایہ اولین ص ۱۱۸-۱۱۷' کارخانہ اسلامی کتب' کراچی ۳۸)

علامہ کمال الدین عبدالواحد بن ہمام متوفی ۸۶۱ھ لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ سے جو یہ روایت ہے کہ ذکوان ان کو مصحف سے نماز پڑھاتے تھے' اس کی توجیہ یہ ہے کہ وہاں مصحف کسی چیز پر رکھا ہوا تھا اور ذکوان مصحف کو ہاتھ میں اٹھاتے تھے نہ اس کے ورق پلٹتے تھے' بلکہ کسی چیز پر مصحف شریف رکھا ہوا تھا اور وہ اس پر نظر ڈال لیتے تھے اور اس کی دوسری توجیہ یہ ہے کہ ذکوان نماز شروع کرنے سے پہلے مصحف سے مطلوبہ سورت نکال کر پڑھ لیتے تھے اور اس کو حضرت عائشہ نے مجازاً مصحف سے امامت کرانا فرمایا۔ (فتح القدیر ج ۱ ص ۴۱۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

وَوَلَدِ الْبَغِيِّ وَالْأَعْرَابِيِّ' وَالْغُلَامِ الَّذِي لَمْ يَحْتَلِمْ لِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَؤُمُّهُمْ أَقْرَؤُهُمْ لِكِتَابِ اللَّهِ. وَلَا يُمْنَعُ الْعَبْدُ مِنَ الْجَمَاعَةِ بِغَيْرِ عِلَّةٍ.

اور طوائف کے بیٹے اور دیہاتی اور نابالغ لڑکے کی امامت' کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا: جو کتاب اللہ کی زیادہ قراءت کرنے والا ہو' وہ ان کی امامت کرے اور غلام کو بغیر کسی علت کے جماعت کرانے سے منع نہیں کیا جائے گا۔

اس تعلیق میں جن کی امامت کا ذکر کیا گیا ہے' ان کی تفصیل حسب ذیل ہے:

غلام کو امام بنانے کے متعلق احادیث

ابوسفیان بیان کرتے ہیں کہ وہ بنو عبد الاشہل کی امامت کراتے تھے' اور وہ مکاتب تھے (یعنی غلام تھے اور ان کی آزادی کی قیمت مقرر تھی) اور ان میں نبی ﷺ کے اصحاب بھی تھے' ان میں محمد بن مسلمہ اور سلمہ بن سلامہ بھی تھے' انہوں نے اس غلام کو امامت سے مؤخر کرنے کا ارادہ کیا' لیکن جب انہوں نے اس کی قراءت سنی تو کہا: اس جیسے شخص کو مؤخر نہیں کیا جائے گا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۱۰۴)

الضحاک نے کہا: غلام آزاد لوگوں کی امامت نہ کرائے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۱۱۴)

غلام کی امامت کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ کے علاوہ حضرت ابوذر' حضرت حذیفہ اور حضرت ابن مسعود صحابہ میں سے اور تابعین میں سے حسن بصری' ابن سیرین' النخعی' الشعبی' الحکم اور فقہاء میں سے الثوری' امام ابوحنیفہ' امام شافعی' امام احمد اور اسحاق غلام کی اقتداء میں نماز کو جائز قرار دیتے ہیں' ابو مجلز نے غلام کی امامت کو مکروہ کہا ہے' امام مالک نے کہا ہے کہ آزاد لوگوں کو غلام نماز نہ پڑھائے' سوائے اس صورت کے کہ غلام قاری ہو اور آزاد لوگ قراءت پر قادر نہ ہوں' البتہ جمعہ اور عید میں اس کی امامت جائز نہیں ہے کیونکہ جمعہ اور عیدین اس پر واجب نہیں ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سنو! اور اطاعت کرو خواہ تم پر حبشی کو حاکم بنادیا جائے' جس کا سر انگور کی مثل ہو۔ (صحیح البخاری: ۷۱۴۲' صحیح مسلم: ۱۸۳۷' سنن ابن ماجہ: ۲۸۶۲)

جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حبشی غلام کی اطاعت کرنے کا حکم دیا ہے تو اس کی اقتداء میں نماز پڑھنے کا بھی حکم دیا ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۳۸۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

غلام کی امامت کے متعلق فقہاء احناف کی تصریحات

علامہ مرغینانی حنفی نے لکھا ہے: غلام کو امام بنانا مکروہ (تنزیہی) ہے کیونکہ وہ احکام نماز کی تعلیم کے لیے فارغ نہیں ہوتا۔

(ھدایہ اوّلین ص ۱۰۱' کارخانہ اسلامی کتب' کراچی' ۳۸)

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ غلام کی امامت مکروہ تنزیہی ہے کیونکہ وہ اپنے مولیٰ کی خدمت میں مشغول رہتا ہے۔ المبسوط میں مذکور ہے کہ غلام کی امامت جائز ہے اور اس کے غیر کی امامت مستحب ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ آزاد اس سے اولیٰ ہے کیونکہ امامت بہت عظیم منصب ہے اور آزاد اس کے زیادہ لائق ہے' جو غلام فقیہ ہو' وہ امامت کے زیادہ لائق ہے کیونکہ حضرت ابوحذیفہ کے آزاد شدہ غلام سالم' مسجد قباء میں مہاجرین اوّلین کی امامت کراتے تھے اور ان میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ وغیرہ تھے کیونکہ ان کو ان سب سے زیادہ قرآن حفظ تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۳۲۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

طوائف کے بیٹے کی امامت کے متعلق فقہاء تابعین اور ائمہ مذاہب کے نظریات

وکیع نے کہا: ہمیں امام ابوحنیفہ نے حدیث بیان کی کہ میں نے عطاء سے ولد الزنا کی امامت کے متعلق سوال کیا' انہوں نے کہا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے' کیا ان میں ایسے لوگ نہیں ہیں جو ہم سے زیادہ روزے رکھتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۰۹۱)

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

ابراہیم النخعی' شعبی' عطاء' اور حسن بصری نے کہا ہے کہ ولد الزناء جب نیکوکار ہو تو اس کی اقتداء میں نماز جائز ہے' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اس کے ماں باپ کا اس پر بالکل گناہ نہیں ہے' قرآن مجید میں ہے:

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی. (الانعام: ۱۶۴) اور کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔

ثوری' امام ابوحنیفہ' اوزاعی' امام احمد اور اسحاق کا بھی یہی قول ہے۔

عمر بن عبد العزیز اور مجاہد نے کہا ہے کہ ولد الزناء کی امامت مکروہ ہے' امام مالک نے کہا: میرے نزدیک اس کو مستقل امام بنانا مکروہ ہے کیونکہ لوگ اس کی مذمت کرتے ہیں اور اس کی اقتداء میں نماز پڑھنے کو گناہ سمجھتے ہیں۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۳۸۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

ولد الزناء کی امامت مکروہ (تنزیہی) ہے کیونکہ اس کا کوئی باپ نہیں ہے جو شفقت سے اس کو ادب سکھائے' پس اس پر جہل غالب رہے گا اور اس کو امام بنانے سے لوگ نفرت کریں گے۔ (ھدایہ اوّلین ص ۱۰۱' کارخانہ اسلامی کتب' کراچی' ۳۸)

امام شافعی نے کہا: میرے نزدیک اس کو امام بنانا مکروہ ہے جس کا باپ معروف نہ ہو' ابن حزم نے کہا: نابینا' خصی' غلام اور ولد

الزناءاوران کی اضداءاورقرشی سب برابر ہیں اُن کے درمیان صرف قراءت کے اعتبار سے فضیلت ہے اور ہمارے اصحاب حنفیہ نے کہا ہے کہ غلام اور ولد الزناء کی امامت مکروہ (تنزیہی) ہے کیونکہ ان کی تکریم نہیں کی جاتی لیکن اگر ان کو امام بنادیا جائے تو جائز ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۵ ص ۳۳۰ فتح الباری ج ۲ ص ۲۸۶)

دیہاتی کی امامت کے متعلق فقہاء تابعین اور ائمہ مذاہب کے نظریات

عباس جریری بیان کرتے ہیں کہ ابومجلز اعرابی کی امامت کو مکروہ کہتے تھے اور حسن بصری اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:۶۰۸۱)

دارم بیان کرتے ہیں: میں نے سالم سے پوچھا: کیا اعرابی مہاجر کو امام بنایا جائے انہوں نے کہا: جب وہ نیک ہو تو پھر اس میں کیا حرج ہے۔(مصنف ابن ابی شیبہ:۶۰۸۲)

حماد بیان کرتے ہیں کہ ابراہیم النخعی نے کہا: اعرابی کی امامت میں کوئی حرج نہیں ہے۔(مصنف ابن ابی شیبہ:۶۰۸۴)

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اعرابی کی اقتداء میں نماز پڑھی ہے۔(مصنف ابن ابی شیبہ:۶۰۸۵)

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اگر اعرابی (دیہاتی) عالم ہو تو وہ اور شہری برابر ہیں لیکن زیادہ تر دیہاتی نماز کے احکام سے جاہل ہوتے ہیں ابومجلز اور امام مالک نے ان کی امامت کو مکروہ کہا ہے انہوں نے کہا: دیہاتی کو امام نہ بنایا جائے خواہ وہ سب سے اچھا قرآن پڑھتا ہو کیونکہ وہ نماز کے احکام سے جاہل ہوتے ہیں امام ابوحنیفہ امام شافعی ثوری اور اسحاق نے ان کی امامت کو جائز کہا ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۳۸۳ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

دیہاتی کی امامت مکروہ (تنزیہی) ہے کیونکہ دیہاتیوں پر جہل کا غلبہ ہوتا ہے اور اگر غلام ولدالزنا اور اعرابی کو امام بنادیا جائے تو جائز ہے کیونکہ حدیث میں ہے: ہر نیک اور بد کے پیچھے نماز پڑھ لو۔(سنن ابوداؤد:۲۵۳۳)

(ھدایہ اولین ص ۱۰۱ کارخانہ اسلامی کتب کراچی ۳۸)

علامہ عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ نے کراہت کے ساتھ ان کی امامت کو جائز کہا ہے کیونکہ ان پر جہل کا غلبہ ہوتا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۵ ص ۳۳۰ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

نابالغ لڑکے کی امامت کے متعلق احادیث اور آثار

ابن جریج بیان کرتے ہیں کہ عطاء نے کہا کہ نابالغ لڑکے کو امام نہ بنایا جائے۔(مصنف عبدالرزاق:۳۸۵۶)

عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب تک لڑکا بالغ نہ ہو جائے اس کو امام نہ بنایا جائے۔

(مصنف عبدالرزاق:۳۸۵۷)

عبدالعزیز بیان کرتے ہیں کہ محمد بن سوید لڑکے تھے اور ان کو طائف کے لوگوں نے تراویح میں امام بنادیا پھر انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خط لکھ کر اس کے متعلق مشورہ طلب کیا حضرت عمر ناراض ہوئے اور ان کو جواب لکھا: جب تک کوئی لڑکا بالغ نہ ہو جائے اس کو امام نہ بنایا جائے۔(مصنف عبدالرزاق:۳۸۵۹)

معمر بیان کرتے ہیں کہ ضحاک بن قیس نے ایک نابالغ لڑکے کو امام مقرر کر دیا' اس نے لوگوں کو نماز پڑھائی' ان سے کہا گیا کہ آپ نے ایسا کیوں کیا؟ انہوں نے کہا: اس لڑکے کو مجھ سے زیادہ قرآن یاد ہے' میں نے اس کو اس لیے امام بنایا ہے' معمر نے کہا: مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں ایک نابالغ لڑکا نماز پڑھاتا تھا اور اس کو سب سے زیادہ قرآن یاد تھا۔

(مصنف عبد الرزاق: ۳۸۶۰)

معمر' ایوب سے روایت کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ فتح کیا تو آپ کے پاس لوگوں کے وفود آئے' ایک لڑکا قبیلہ جرم سے تھا' جس کا نام عمرو بن سلمہ تھا' جب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جانے والوں میں سے کوئی شخص ان کے پاس سے گزرتا' وہ اس سے قرآن مجید سن کر یاد کر لیتے تھے' اس کو اپنی قوم میں سب سے زیادہ قرآن یاد تھا' وہ اپنی قوم کی امامت کراتے تھے اور وہ اس وقت نابالغ تھے' انہوں نے پرانا تہبند باندھا ہوا تھا' قبیلہ کی ایک بوڑھی عورت نے کہا: تم اپنے امام کو کپڑے کیوں نہیں پہناتے؟ پھر ان کی قوم نے ان کے لیے تین درہم کا تہ بند خریدا' انہوں نے کہا: مجھے اس سے بہت زیادہ خوشی ہوئی۔ (مصنف عبد الرزاق: ۳۸۶۱)

نابالغ لڑکے کی امامت کے متعلق مذاہب ائمہ

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

حسن بصری نے نابالغ لڑکے کی امامت کو جائز کہا ہے' امام شافعی' اسحاق اور ابو ثور کا یہی قول ہے' عطاء اور شعبی نے اس کو مکروہ کہا ہے' امام مالک' ثوری اور امام ابو حنیفہ کا یہی قول ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۳۸۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے غزوہ فتح مکہ کے باب میں یہ حدیث ذکر کی ہے کہ حضرت عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ سات سال کی عمر میں اپنی قوم کی امامت کراتے تھے' اس پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ ہو سکتا ہے وہ نوافل کی جماعت کراتے ہوں نہ کہ فرائض کی' اس کا جواب یہ ہے کہ امام بخاری کی روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ فرائض کی جماعت کراتے تھے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس وفد سے فرمایا: تم فلاں نماز فلاں وقت میں پڑھو اور فلاں نماز فلاں وقت میں پڑھو' پس جب نماز کا وقت آئے تو تم میں سے ایک شخص اذان دے اور جس کو تم میں سب سے زیادہ قرآن یاد ہو' وہ امامت کرائے' حضرت عمرو بن سلمہ نے کہا: پس انہوں نے تلاش کیا تو کسی کو مجھ سے زیادہ قرآن یاد نہیں تھا تو انہوں نے مجھے امام بنا دیا اور اس وقت میری عمر چھ یا سات سال تھی۔ (صحیح البخاری: ۴۳۰۲) اس حدیث میں فرائض کی امامت کی تصریح ہے۔

نیز حضرت عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں (قبیلہ) جرم کے جس مجمع میں ہوتا تو میں ہی ان کا امام ہوتا تھا اور میں اس وقت سے لے کر آج تک ان کے جنازوں کی امامت کراتا ہوں۔ (سنن ابو داؤد: ۵۸۷)

اس حدیث میں فرائض اور نوافل دونوں کی امامت کی تصریح ہے۔

ابن حزم نے اس پر رد کرتے ہوئے لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو یہ حکم دیا تھا کہ جس کو تم میں سب سے زیادہ قرآن یاد ہو' وہ امامت کرائے اور یہ حکم بالغوں کی طرف متوجہ ہے' حضرت عمرو بن سلمہ کی طرف یہ حکم متوجہ نہیں ہے کیونکہ وہ نابالغ تھے اور نابالغ سے قلم تکلیف اٹھا لیا گیا ہے' ابن حزم کی یہ دلیل فاسد ہے کیونکہ حضرت عمرو بن سلمہ خود امام نہیں بنے تھے' ان کے قبیلہ کے لوگوں نے ان کو امام بنایا تھا اور وہ سب بالغ تھے۔

حسن بصری اور امام شافعی نے کہا ہے کہ بچے کی امامت جائز ہے' اور امام مالک نے اس کو مکروہ کہا ہے اور امام ابو حنیفہ اور امام

احمد سے اس کے متعلق دو روایتیں ہیں اور ان کی مشہور روایت یہ ہے کہ نوافل میں اس کی امامت جائز ہے اور فرائض میں اس کی امامت جائز نہیں ہے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۲۸۷-۲۸۶' دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ موسیٰ بن احمد صالحی حنبلی متوفی ۹۶۰ھ لکھتے ہیں:

سمجھ دار نابالغ لڑکے کا فرائض میں بالغوں کی امامت کرنا صحیح نہیں ہے اور نوافل میں امامت کرنا صحیح ہے (الی قولہ) ولد الزناء اور اعرابی کی امامت میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (الاقناع ج ۱ ص ۵۸۸-۵۸۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ نابالغ لڑکے کی اقتداء میں فرض نماز پڑھنا صحیح نہیں ہے' امام احمد کا بھی یہی قول ہے' داؤد نے کہا ہے کہ نفل کے متعلق امام ابوحنیفہ سے دو روایتیں منقول ہیں' امام احمد نے بھی کہا ہے کہ اس کی اقتداء میں نفل جائز ہیں' حضرت ابن عباس نے کہا ہے کہ جب تک لڑکا بالغ نہ ہو' وہ امامت نہ کرائے' اسی طرح حضرت ابن مسعود نے کہا ہے: ابراہیم نخعی نے کہا ہے کہ نابالغ لڑکے کو اگر تراویح میں امام بنا دیا جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۳۳۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۶۹۲ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ لَمَّا قَدِمَ الْمُهَاجِرُونَ الْأَوَّلُونَ الْعُصْبَةَ مَوْضِعٌ بِقُبَاءٍ قَبْلَ مَقْدَمِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانَ يَؤُمُّهُمْ سَالِمٌ، مَوْلَى أَبِي حُذَيْفَةَ، وَكَانَ أَكْثَرَهُمْ قُرْآنًا. [طرف الحدیث: ۷۱۷۵]

(سنن ابوداؤد: ۵۸۸' صحیح ابن خزیمہ: ۱۵۱۱)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن منذر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں انس بن عیاض نے حدیث بیان کی از عبید اللہ از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ میں آنے سے پہلے مہاجرین اولین کی جماعت قباء میں آئی تو وہاں حضرت ابوحذیفہ کے آزاد شدہ غلام حضرت سالم رضی اللہ عنہ ان کی امامت کرتے تھے اور ان کو سب سے زیادہ قرآن یاد تھا۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابراہیم بن المنذر ابواسحاق الحزامی المدنی (۲) انس بن عیاض (۳) عبید اللہ العمری (۴) نافع مولیٰ ابن عمر (۵) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۳۳۱)

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مناسبت اور حضرت سالم مولیٰ ابوحذیفہ کا تعارف

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت کی توجیہ یہ ہے کہ کبار قرشی صحابہ کا حضرت سالم کو امام بنانے پر اتفاق تھا اور حضرت سالم انصار کی ایک عورت کے غلام تھے جس نے ان کو آزاد کر دیا تھا' اور ان کے آزاد کیے جانے سے پہلے ان کو امام بنایا گیا تھا اور اس سے امام بخاری کے اس قول کی مناسبت ظاہر ہوگئی اور غلام کو بغیر کسی علت کے جماعت کرانے سے منع نہیں کیا جائے گا' ان کو انصار کی ایک عورت نے آزاد کیا تھا' اس کے باوجود ان کو کہا جاتا: حضرت ابوحذیفہ کے آزاد کردہ غلام' اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ آزاد ہونے کے بعد حضرت ابوحذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ کے ساتھ ملازم رہے اور ان کو حضرت ابوحذیفہ نے اپنا بیٹا بنا لیا تھا اور جب باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف نسبت کرنے سے ممانعت کر دی گئی تو سالم بن ابوحذیفہ کے بجائے سالم مولیٰ ابوحذیفہ کہا جانے لگا' حضرت سالم' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں جنگ یمامہ میں شہید ہو گئے تھے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۲۸۷)

۶۹۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث

قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو التَّيَّاحِ، عَنْ أَنَسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِسْمَعُوْا وَأَطِيعُوْا، وَإِنِ اسْتُعْمِلَ حَبَشِيٌّ، كَأَنَّ رَأْسَهُ زَبِيبَةٌ.

[اطراف الحدیث:٦٩٦-٧١٤٢]

بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوالتیاح نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: سنو اور اطاعت کرو خواہ تم پر کسی حبشی کو حاکم بنا دیا جائے جس کا سر انگور کی طرح ہو۔

(سنن ابن ماجہ:٢٨٦٠' سنن کبریٰ ج ٨ ص ١٥٥' مسند ابوداؤد الطیالسی:٢٠٨٧' تاریخ بغداد ج ٣ ص ١٢٥' شرح السنۃ:٢٤٥٢' شعب الایمان: ٧٣٤٦' مسند احمد ج ٣ ص ١١٤ طبع قدیم' مسند احمد:١٢١٢٦۔ج ١٩ ص ١٧٨' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی:١٥٧)

حدیث مذکور کے رجال

(١) محمد بن بشار (٢) یحییٰ بن سعید القطان (٣) شعبہ بن الحجاج (٤) ابوالتیاح' ان کا نام یزید بن حمید الضبعی ہے (٥) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ٥ ص ٣٣٣)

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں حبشی غلام کے احکام سننے اور اس کی اطاعت کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور جب اس کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے تو یہ نماز میں بھی اس کی اقتداء کرنے کو مستلزم ہے اور جب اس کو امیر اور والی بنانا جائز ہے تو نماز میں بھی امام بنانا جائز ہے۔

غلام کے حاکم بننے کی توجیہ اور جو اپنی طاقت سے اقتدار پر قبضہ کرے' اس کی اطاعت کا وجوب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں غلام کو امام بنانے کی صحت پر دلیل ہے' علامہ ابن الجوزی نے کہا ہے کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ غلام کو عمال اور حکام میں سے بنانا جائز ہے اور اس حدیث کا یہ معنی نہیں ہے کہ غلام کو ائمہ اور خلفاء سے بنانا جائز ہے' کیونکہ خلافت قریش کے ساتھ مخصوص ہے اور اس میں دوسروں کا دخل نہیں ہے' علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ غلام کو والی بنانا کس طرح جائز ہے جب کہ ولایت کی شرط حریت ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ اس کو بعض ائمہ والی بنا دیں یا وہ غلام خود اپنی طاقت سے غالب ہو کر والی بن جائے' نیز اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ اگر سلاطین ظلم بھی کریں' پھر بھی ان کے خلاف بغاوت کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ اس سے ایسا فتنہ پیدا ہوگا جس سے بہت سی جانیں اور مال ضائع ہوں گے' اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ باغی کی اطاعت کرنا واجب ہے' کیونکہ آپ نے حبشی کی اطاعت کو واجب قرار دیا ہے' اور یہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ وہ حبشی غلبہ سے اقتدار پر قابض ہوا ہوگا' اور فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ متغلب جب تک جمعہ' جماعت' عید اور جہاد کو قائم کرتا رہے' اس کی اطاعت کرنا واجب ہے۔

(عمدۃ القاری ج ٥ ص ٣٣٣' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٥٥- بَابُ إِذَا لَمْ يُتِمَّ الْإِمَامُ وَأَتَمَّ مَنْ خَلْفَهُ

جب امام کی نماز مکمل نہ ہو اور مقتدی کی نماز مکمل ہو جائے

امام بخاری نے یہ ذکر نہیں کیا کہ آیا یہ صورت درست ہے یا نہیں' امام شافعی کے نزدیک یہ ہوسکتا ہے کہ امام کی نماز فاسد ہو جائے اور مقتدی کی نماز فاسد نہ ہو کیونکہ ان کے نزدیک اقتداء فقط متابعت کا نام ہے' اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک جب امام کی نماز فاسد ہوگی تو مقتدی کی نماز بھی فاسد ہو جائے گی کیونکہ امام کی نماز مقتدی کی نماز کو متضمن ہوتی ہے' امام بخاری نے عنوان میں یہ ذکر

نہیں کیا کہ یہ صورت درست ہے یا نہیں تا کہ اس حدیث کا عنوان دونوں مذہبوں کو شامل ہو جائے۔

٦٩٤- حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ سَهْلٍ قَالَ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُوسَى الْأَشْيَبُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِينَارٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُصَلُّونَ لَكُمْ، فَإِنْ أَصَابُوا فَلَكُمْ، وَإِنْ أَخْطَؤُوا فَلَكُمْ وَعَلَيْهِمْ. (سنن بیہقی ج ۲ ص ۳۹۷۔ ۳۹۶ شرح السنۃ: ۸۳۹ مسند ابو یعلیٰ: ۵۸۴۳ مسند احمد ج ۲ ص ۳۵۵ طبع قدیم مسند احمد: ۸۶۶۳۔ ج ۱۴ ص ۲۹۸ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الفضل بن سہل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں الحسن بن موسیٰ الاشیب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرحمان بن عبد اللہ بن دینار نے حدیث بیان کی از زید بن اسلم از عطاء بن یسار از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: (ائمہ) تمہاری نمازیں پڑھائیں گے اگر انہوں نے صحیح نماز پڑھائی تو اس کا ثواب تمہارے لیے ہے اور اگر انہوں نے خطا کی تو تمہارے لیے اس کا ثواب ہے اور ان کے لیے اس کا عذاب ہے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) الفضل بن سہل بن ابراہیم الاعرج البغدادی یہ امام بخاری کے کم سن اساتذہ میں سے ہیں امام بخاری سے پہلے فوت ہوئے تھے امام بخاری عید الفطر کی شب ۲۵۶ھ میں فوت ہوئے تھے اور الفضل بن سہل بغداد میں پیر کے دن ۲۷ صفر ۲۵۵ھ میں فوت ہوئے تھے (۲) الحسن بن موسیٰ الاشیب ابوعلی الکوفی یہ خراسان کے رہنے والے تھے اور بغداد میں رہے حمص موصل پھر طبرستان میں قاضی رہے اور ۲۰۹ھ میں فوت ہو گئے (۳) عبدالرحمان بن عبداللہ بن دینار مدنی یہ حضرت عبداللہ بن عمر کے آزاد کردہ غلام تھے (۴) زید بن اسلم ابو اسامہ یہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام تھے (۵) عطاء بن یسار ابو محمد یہ حضرت ام المؤمنین میمونہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا کے آزاد کردہ غلام تھے (۶) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۳۳۴)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ جب امام کی نماز مکمل نہیں ہوئی اور مقتدی کی نماز مکمل ہو گی تو مقتدی پر کوئی ضرر نہیں ہوگا۔

باب مذکور کی مؤید دیگر احادیث

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے ابوذر! اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب تم پر ایسے حاکم ہوں گے جو نماز کو فوت کریں گے یا نماز کو مؤخر کریں گے میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ مجھے کیا حکم دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: تم نماز اپنے وقت پر پڑھنا اور اگر تم اس نماز کو ان کے ساتھ پالو تو اس کو پڑھ لینا وہ تمہارے لیے نفل ہو جائے گی۔

(صحیح مسلم: ۶۴۸ سنن ابوداؤد: ۴۳۱ سنن ترمذی: ۱۷۶ سنن نسائی: ۷۷۴)

حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عنقریب میرے بعد تم پر ایسے حکمران ہوں گے جن کو نماز اپنے وقت پر پڑھنے سے کچھ چیزیں روک لیں گی پس تم اپنے وقت پر نماز پڑھنا ایک شخص نے کہا: یارسول اللہ! کیا میں ان کے ساتھ نماز پڑھوں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! اگر تم چاہو۔ (سنن ابوداؤد: ۴۳۳ سنن ابن ماجہ: ۱۲۵۷ مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۵۸۹)

حضرت قبیصہ بن وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے بعد تم پر ایسے حکمران ہوں گے جو نمازوں کو مؤخر کریں گے پس تمہارے لیے ان نمازوں کا ثواب ہوگا اور ان کے لیے ان نمازوں کا عذاب ہوگا پس جب تک وہ قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھیں تم ان کے ساتھ نماز پڑھتے رہو۔ (سنن ابوداؤد: ۴۳۴)

تاخیر سے نماز پڑھنے والوں کی اقتداء میں نماز پڑھنے سے پہلے لوگ گھروں میں وقت پر اپنی نماز پڑھیں

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر امام کا رکوع اور سجود ناقص ہو تو اس کی اقتداء میں پڑھنے والوں کی نماز فاسد نہیں ہوگی' ماسوا اس صورت کے کہ نماز کے فرائض میں نقص ہو' پھر اس کی اقتداء جائز نہیں ہے' (علامہ ابن بطال کی اس عبارت میں خدشہ ہے کیونکہ رکوع اور سجود نماز کے فرائض میں سے تو ہیں۔ سعیدی غفرلہٗ) اگر اس کو اس امام سے خطرہ ہو تو اپنے گھر میں نماز پڑھنے کے بعد اس کی اقتداء میں بھی نماز پڑھ لے' اور اس امام کی اقتداء میں نماز نفل ہو جائے گی' آپ نے جو فرمایا ہے: اگر انہوں نے صحیح نماز پڑھائی تو اس کا ثواب تمہارے لیے ہے' اس کا معنی یہ ہے کہ اگر انہوں نے نماز اس کے وقت میں پڑھائی تو اس کا ثواب تمہارے لیے ہے اور اگر انہوں نے خطاء کی یعنی نماز کا وقت نکلنے کے بعد نماز پڑھی تو تمہارے لیے اس کا ثواب ہے اور ان کے لیے اس کا عذاب ہے' بنوامیہ اسی طرح نماز میں بہت زیادہ تاخیر کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عنقریب تم ایسے لوگوں کو پاؤ گے جو نمازوں کو ان کا وقت نکلنے کے بعد پڑھیں گے' پس جب تم ایسے لوگوں کو پاؤ تو نمازوں کو ان کے اوقات میں اپنے گھروں میں پڑھو' پھر ان کے ساتھ بھی نماز پڑھو اور اس کو نفل قرار دو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۵۹۰)

اس حدیث کو حضرت ثوبان اور حضرت ابوذر نے بھی روایت کیا ہے۔ یہ حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کی تفسیر ہے' جس میں آپ نے فرمایا: اگر وہ خطاء کریں تو تمہارے لیے اس کا ثواب ہے اور ان کے لیے اس کا عذاب ہے' یعنی تمہارے لیے اس نماز کا ثواب ہوگا جو تم نے وقت کے اندر گھر میں پڑھی ہے اور سلف صالحین کی جماعت اسی طرح کرتی تھی۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حجاج نے عرفات میں نماز کو مؤخر کر دیا تو حضرت ابن عمر نے اپنے خیمہ میں نماز پڑھ لی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۵۹۵)

حجاج جمعہ کی نماز کو مؤخر کرتا تھا اور حضرت ابووائل ہمیں حکم دیتے تھے کہ ہم اپنے گھروں میں نماز پڑھ لیں' پھر مسجد جائیں۔
(مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۵۹۷)

ابراہیم النخعی اپنے گھر میں نماز پڑھتے' پھر جا کر حجاج کے ساتھ نماز پڑھتے اور مسروق' زیاد کے ساتھ اسی طرح کرتے تھے۔
(مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۵۹۲)

تاخیر سے نماز پڑھنے والوں کی اقتداء میں لوگ نماز پڑھیں اور گھروں میں اپنی نماز نہ پڑھیں

امام ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے کہ بسام نے ابوجعفر محمد بن علی سے اُمراء کی اقتداء میں نماز پڑھنے کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے کہا: ان کے ساتھ نماز پڑھو اور حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما مروان کی اقتداء میں نماز کو شمار کرتے تھے' میں نے کہا: لوگوں کا گمان ہے کہ وہ تقیہ کرتے تھے' انہوں نے کہا: یہ تقیہ کیسے ہو سکتا ہے بے شک حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما مروان کو اس کے منہ پر بُرا کہتے تھے اور وہ اس وقت منبر پر ہوتا تھا' حتیٰ کہ وہ پیٹھ پھیر لیتا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۵۶۷)

جعفر بن محمد سے کہا گیا کہ آپ کے والد گھر جا کر نماز پڑھتے تھے' تو انہوں نے کہا: نہیں' خدا کی قسم! وہ امام کی نمازوں پر زیادہ نہیں کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۵۵۹)

ابراہیم نے کہا: جب ائمہ نماز کو وقت سے تھوڑا سا مؤخر کرتے تھے تو حضرت عبداللہ بن مسعود ان کی اقتداء میں نماز پڑھتے

تھے۔(مصنف ابن ابی شیبہ:۵۶۵۷)(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۳۸۴۔ ۳۸۳' دارالکتب العلمیہ 'بیروت' ۱۴۲۴ھ)

امام ابوحنیفہ کے نزدیک مقتدی کی نماز صحت اور فساد میں امام کی نماز کے تابع ہے اور امام شافعی کے نزدیک نہیں

امام الحسین بن مسعود البغوی المتوفی ۵۱۶ھ 'صحیح البخاری: ۶۹۴' شرح السنۃ: ۸۳۹ کے تحت لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جب کسی شخص نے ایک قوم کو بے وضوء یا جنبی ہو کر نماز پڑھائی تو جن لوگوں نے اس کی اقتداء میں نماز پڑھی ہے' ان کی نماز صحیح ہے اور امام پر اس نماز کا اعادہ واجب ہے خواہ امام نے عمداً نماز پڑھائی ہو یا بھول کر۔

(شرح السنۃ ج ۳ ص ۴۰۵ 'المکتب الاسلامی' بیروت' ۱۴۰۳ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

یہ تفریع امام شافعی کے مذہب پر مبنی ہے کیونکہ ان کے نزدیک مقتدی کی نماز میں محض امام کی موافقت ہے اور نماز کی صحت اور اس کا فساد امام کی نماز پر موقوف نہیں ہے' اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک مقتدی کی نماز کی صحت امام کی نماز کی صحت پر اور مقتدی کی نماز کا فساد امام کی نماز کے فساد کے اوپر موقوف ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: امام ضامن ہے اور مؤذن امین ہے' اے اللہ! ائمہ کو ہدایت دے اور مؤذنین کی مغفرت فرما۔(سنن ترمذی: ۲۰۷' مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: امام ضامن ہے یعنی امام کی نماز مقتدی کی نماز کو متضمن ہوتی ہے' پس امام کی نماز کی صحت مقتدی کی نماز کی صحت کو مستلزم ہو گی اور امام کی نماز کا فساد مقتدی کی نماز کے فساد کو مستلزم ہو گا اور اعلیٰ ادنیٰ کو متضمن ہوتا ہے اور ادنیٰ اعلیٰ کو متضمن نہیں ہوتا' اس لیے امام اگر فرض پڑھ رہا ہو تو اس کی اقتداء میں نفل پڑھنے والے کی نماز ہو جائے گی اور اگر امام نفل پڑھ رہا ہو تو اس کی اقتداء میں فرض پڑھنے والے کی نماز نہیں ہو گی' اسی وجہ سے نابالغ کی اقتداء میں تراویح نہیں ہو گی کیونکہ نابالغ کی نماز نفل ہے اور جو بالغ تراویح پڑھ رہے ہیں' ان کی نماز شروع کرنے کے بعد واجب ہو گئی' اور نفل واجب کو مستلزم نہیں ہوتا' اسی طرح امام مثلاً ظہر پڑھ رہا ہو اور مقتدی عصر پڑھ رہا ہو تو مقتدی کی نماز نہیں ہو گی یا امام ادا پڑھ رہا ہو اور مقتدی قضاء پڑھ رہا ہو تو مقتدی کی نماز نہیں ہو گی کیونکہ ان صورتوں میں امام کی نماز مقتدی کی نماز کو متضمن نہیں ہو گی' اور ان تمام صورتوں میں امام شافعی کے نزدیک مقتدی کی نماز ہو جائے گی کیونکہ ان کے نزدیک مقتدی کی نماز میں محض امام کی نماز کی موافقت ہوتی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۵ ص ۳۳۵' مع زیادۃ' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۵۶ - بَابُ اِمَامَةِ الْمَفْتُوْنِ وَالْمُبْتَدِعِ ''المفتون'' اور ''المبتدع'' کی امامت

''مفتون'' سے مراد وہ شخص ہے جو فتنہ میں مبتلا ہو لیکن اس باب کے تحت جو حدیث ذکر کی ہے' اس سے مراد ''مفتون'' نہیں بلکہ ''فاتن'' ہے یعنی جو شخص فتنہ میں مبتلا کرنے والا ہو اور امام کے خلاف خروج کرنے والا ہو' اس کی امامت کا کیا حکم ہے' آیا اس کی اقتداء میں نماز ہو گی یا نہیں؟ سو امام بخاری کو اس حدیث کے عنوان میں ''مفتون'' کے بجائے ''فاتن'' لکھنا چاہیے تھا۔

بدعت کا لغوی اور اصطلاحی معنی

''المبتدع'' سے مراد وہ شخص ہے جو بدعت کا ارتکاب کرے' بدعت کا لغوی معنی ہے: ہر وہ کام جس کی پہلے کوئی مثال نہ ہو اور

اس کا اصطلاحی معنی ہے: ہر وہ نیا کام جس کی رسول اللہ ﷺ کے عہد میں کوئی مثال نہ ہو اس کی دو قسمیں ہیں اول بدعت ضلالہ ہے یہ وہ نیا کام ہے جو سنت کے مخالف اور اس کا مغیر ہو اور اس کو دین میں داخل کر لیا جائے اور ثانی بدعت حسنہ ہے یہ وہ نیا کام ہے جس کو مؤمنین نیک قرار دیں اور وہ کام کتاب یا سنت یا آثار صحابہ یا اجماع کے خلاف نہ ہو اور یہاں بدعت سے مراد بدعت ضلالہ ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۵ ص ۳۳۶)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے: بدعت سے مراد وہ اعتقاد ہے جو اہل السنت والجماعت کے خلاف ہو۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۲۸۹)

علامہ محمد بن یوسف کرمانی متوفی ۷۸۶ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں بدعت سے مراد بدعت قبیحہ ہے اور بدعت کی پانچ قسمیں ہیں: الواجبۃ المندوبۃ المحرمۃ المکروھۃ اور المباحۃ امام شافعی نے فرمایا: المحدثات (نئے کاموں) کی دو قسمیں ہیں ایک وہ قسم ہے جو کتاب یا سنت یا آثار صحابہ یا اجماع کے خلاف ہو اور یہی بدعت ضلالہ ہے اور دوسری وہ قسم ہے جو ان امور کے مخالف نہ ہو اور یہ قسم غیر مذموم ہے۔

(شرح الکرمانی جز ۵ ص ۷۷ دار احیاء التراث العربی بیروت)

علامہ نور الحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۷۳ھ لکھتے ہیں:

بدعت وہ نیا کام ہے جس کی شریعت میں اصل نہ ہو اور وہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں نہ ہو اور اس کی دو قسمیں ہیں: حسنہ اور قبیحہ اور اس جگہ بدعت سے مراد بدعت قبیحہ ہے۔ (تیسیر القاری ج ۱ ص ۲۴۳ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

وَقَالَ الْحَسَنُ صَلِّ وَعَلَيْهِ بِدْعَتُهُ. اور حسن بصری نے کہا: نماز پڑھو اور اس کی بدعت اس کے اوپر ہے۔

حسن بصری سے بدعتی کے پیچھے نماز پڑھنے کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا: اس کی اقتداء میں نماز پڑھو اور اس کی بدعت کا گناہ اس کے اوپر ہے اس تعلیق کی اصل سنن سعید بن منصور میں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۳۳۶)

محمد یحییٰ کاندھلوی دیوبندی لکھتے ہیں:

درمختار میں مذکور ہے کہ بدعتی کی اقتداء میں نماز مکروہ تنزیہی ہے اور بدعت کی تعریف یہ ہے: جو چیز رسول اللہ ﷺ سے معروف ہو اس کے خلاف عقیدہ رکھنا اور یہ خلاف کسی عناد سے نہ ہو بلکہ شبہ سے ہو اور جو ہمارے قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھے اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی حتیٰ کہ خوارج کی بھی نہیں کیونکہ ان کی بدعت تاویل اور شبہ سے ہے اور جو چیز ضروریات دین سے ہو اس کا انکار کفر ہے جیسے کوئی کہے: اللہ تعالیٰ کا جسم ہے اور حضرت ابوبکر صدیق کی صحابیت کا انکار کرے سو اس کی اقتداء میں نماز پڑھنا اصلاً صحیح نہیں ہے۔ (الدر المختار مع رد المحتار ج ۲ ص ۲۵۶) (حاشیہ لامع الدراری ج ۱ ص ۲۶۹ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی)

علامہ محمد امین بن عمر بن عبد العزیز ابن عابدین حنفی دمشقی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

بدعت کی پانچ قسمیں ہیں: (۱) بدعت واجبہ جیسے گمراہ فرقوں کا رد کرنا اور کتاب وسنت کو سمجھنے کے لیے علم نحو کو پڑھنا (۲) بدعت مستحبہ جیسے سرائے اور دینی مدارس کو بنانا اور ہر وہ نیک کام جو عہد رسالت اور عہد صحابہ میں نہیں تھا (۳) بدعت مباحہ جیسے عمدہ پوشاک پہننا اور لذیذ کھانے کھانا (۴) بدعت مکروہہ جیسے مساجد کو مزین کرنا (۵) بدعت محرمہ یا ضلالہ یہ وہ نیا کام ہے جو رسول اللہ ﷺ کے طریقہ کے خلاف اور اس کا مغیر ہو اور اس کی بنیاد کسی شبہ پر ہو اور اس کو دین قویم اور صراط مستقیم بنا لیا جائے۔

(ردالمحتار ج ۲ ص ۲۵۶ 'دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۹ھ)

نواب صدیق حسن بھوپالی کا اقسام بدعت کا انکار کرنا اور مصنف کا ان پر ردّ

شیخ محمد صدیق بن حسن بھوپالی التوفی ۱۳۰۷ھ لکھتے ہیں:

علامہ نووی نے بدعت کی واجبہ' مستحبہ ' محرمہ' مکروہہ اور مباحہ کی طرف تقسیم کی ہے اور ان کے علاوہ دیگر نے حسنہ اور سیئہ کی طرف تقسیم کی ہے جیسا کہ اہل بدعت کی اس جماعت نے کہا ہے جن کے دلوں میں بچھڑے (شرک) کی محبت پلادی گئی اور اس تقسیم کے ثبوت میں کتاب ہے نہ سنت صحیحہ ہے' ان لوگوں نے اس تقسیم کو اپنی طرف سے گھڑ لیا ہے اور اہل حق نے ان کا شدید ردّ کیا ہے۔

(حالانکہ یہ تقسیم امام شافعی رحمہ اللہ سے منقول ہے جیسا کہ علامہ کرمانی کے حوالے سے گزر چکا ہے۔سعیدی غفرلہٗ)

(السراج الوهاج ج ۲ ص ۱۲۹ ' دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۵ھ)

نواب صدیق حسن خان کے ممدوح ابن تیمیہ اور شوکانی کا بدعت حسنہ اور بدعت سیئہ کی تقسیم کرنا

شیخ تقی الدین احمد بن تیمیہ الحرانی التوفی ۷۲۸ھ لکھتے ہیں:

دین میں بدعت نکالنا اگرچہ اصل میں مذموم ہے' جیسا کہ کتاب اور سنت کی اس پر دلالت ہے' اور اس میں بدعات قولیہ اور فعلیہ برابر ہیں' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بہ طریق عموم فرمایا: ہر بدعت گمراہی ہے۔(صحیح مسلم:۸۶۷' سنن نسائی:۱۵۷۸' سنن ابن ماجہ:۴۵' مسند احمد ج ۳ ص ۳۱۰) اور اس حدیث کے عموم پر عمل کرنا واجب ہے' اور جس نے بدعت کی دو قسمیں کی ہیں: حسن اور قبیح' اس نے خطا کی ہے' جیسا کہ فقہاء متکلمین اور صوفیاء نے کیا ہے اور ہر وہ طریقہ جو نص نبوت کے خلاف ہو وہ گمراہی ہے۔

اور جس کام کا نام بدعت حسنہ رکھا گیا ہے اور اس کا حسن دلائل شرعیہ سے ثابت ہے تو اس کے لیے دو چیزوں میں سے ایک لازم ہے:

(۱) یا تو یہ کہا جائے گا کہ وہ کام دین میں بدعت نہیں ہے' اگرچہ اس کو لغت کے اعتبار سے بدعت کہا جائے گا جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''نعم البدعة هذه''۔(صحیح البخاری:۲۰۱۰)

(۲) یا یہ کہا جائے کہ یہ حدیث: ہر بدعت گمراہی ہے' اس کا حکم عام ہے' مگر اس سے بعض بدعات خاص کر لی گئی ہیں کیونکہ اس عموم کا معارض راجح ہے اور جیسا کہ کتاب اور سنت کے اور عمومات تخصیص کے بعد اپنے عموم پر باقی رہتے ہیں' اسی طرح یہ حکم عام بھی ہے۔(مجموعۃ الفتاوی ج ۱۰ ص ۲۱۵۔۲۱۴ 'دارالجیل' ریاض' ۱۴۱۸ھ)

نیز شیخ ابن تیمیہ بدعات سیئہ کا ذکر کرتے ہیں:

اسی معنی کی وجہ سے شطرنج اور جوئے کی دیگر اقسام مکروہ ہیں کیونکہ یہ آپس میں عداوت اور بغض پیدا کرتی ہیں۔اسی طرح غنا ہے کیونکہ یہ دل میں نفاق پیدا کرتا ہے اور زنا کی طرف ابھارتا ہے اور قلب کو علم نافع اور عمل صالح سے روکتا ہے اور برائیوں کی دعوت دیتا ہے اور نیکیوں سے منع کرتا ہے۔

اسی طرح بدعات اعتقادیہ اور عملیہ ہوتی ہیں' جو کلمات طیبہ اور اعمال صالحہ سے روکتی ہیں اور وہ حق کے ترک کو متضمن ہوتی ہیں اور ان میں اعتقاد اور عمل کا فساد ہوتا ہے۔(مجموعۃ الفتاوی ج ۲۰ ص ۱۰۷ 'دارالجیل' ریاض' ۱۴۱۸ھ)

شیخ ابن تیمیہ بدعت حسنہ کی تعریف میں لکھتے ہیں:

جو علماء بدعت کی حسنہ اور سیئہ کی طرف تقسیم کے قائل ہیں' ان کے نزدیک بدعت حسنہ کے لیے یہ ضروری ہے کہ جن اہل علم کی

اقتداء کی جاتی ہے انہوں نے اس کو مستحب قرار دیا ہو اور اس کے استحباب پر دلیل شرعی قائم ہو۔

(مجموعۃ الفتاویٰ ج ۲۷ ص ۸۷ 'دار الجلیل' ریاض' ۱۴۱۸ھ)

شیخ ابن تیمیہ بدعتِ حسنہ اور بدعتِ سیئہ کی مزید مثالیں دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

یہ کام جس کو حضرت عمر رضی اللہ نے کیا (تراویح کی جماعت) یہ سنت ہے لیکن انہوں نے کہا: ''نعم البدعة هذه'' (صحیح البخاری: ۲۰۱۰) یہ اچھی بدعت ہے کیونکہ یہ لغت کے اعتبار سے بدعت ہے اور صحابہ نے وہ کام کیا جس کو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں نہیں کرتے تھے یعنی اس کی مثل کے لیے مجتمع ہونا اور یہ شریعت میں سنت ہے۔

اسی طرح یہود اور نصاریٰ کو جزیرۂ عرب سے نکالنا اور یہ حجاز' یمن اور یمامہ ہے اور ہر وہ شہر جس پر فارس اور روم نہیں پہنچا وہ جزیرۂ عرب ہے اور شہروں میں سے ایک شہر ہے' جیسے کوفہ اور بصرہ اور قرآن کو مصحف واحد میں جمع کرنا اور وظائف مقرر کرنا اور جمعہ کے دن پہلی اذان دینا' اور عید کے دن شہر سے باہر نماز پڑھانے کے لیے امام مقرر کرنا اور اس قسم کے اور بہت کام جن کو خلفاء راشدین نے سنت قرار دیا' کیونکہ ان کاموں کو انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے حکم سے سنت بنایا' لہٰذا یہ تمام کام سنت ہیں' اگرچہ لغت کے اعتبار سے ان کاموں کو بدعت کہا جاتا ہے۔

رہا بہ آواز بلند نیت کرنا اور اس کو بار بار دہرانا تو وہ بدعت سیئہ ہے اور اس پر مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ یہ مستحب نہیں ہے کیونکہ یہ وہ کام ہے جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا ہے نہ خلفاء راشدین نے۔ (مجموعۃ الفتاویٰ ج ۲۲ ص ۴۲ 'دار الجلیل' ریاض' ۱۴۱۸ھ)

بدعت کی تقسیم کے متعلق علماء غیر مقلدین کی تصریحات

مشہور غیر مقلد عالم محمد بن علی بن محمد شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ لکھتے ہیں:

حضرت عمر رضی اللہ نے فرمایا: ''نعم البدعة''۔ (صحیح البخاری: ۲۰۱۰) حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے ''فتح الباری'' (ج ۴ ص ۸۲۷ 'دار الفکر' بیروت) میں کہا: بدعت اصل میں اس نئے کام کو کہتے ہیں جس کی پہلے کوئی مثال نہ ہو اور شریعت میں اس نئے کام کو کہتے ہیں جو سنت کے مقابل ہو' پس بدعت مذموم ہوتی ہے اور تحقیق یہ ہے کہ وہ نیا کام اگر اس اصول کے تحت درج ہو' جو شریعت میں مستحسن ہو تو وہ بدعت حسنہ ہے اور اگر وہ نیا کام اس اصول کے تحت درج ہو' جو شریعت میں قبیح ہے تو وہ بدعت قبیحہ ہے ورنہ وہ مباح کی قسم سے ہے اور بدعت پانچ احکام کی طرف منقسم ہوتی ہے۔ (نیل الاوطار ج ۲ ص ۳۱۲ 'دار الوفاء' ۱۴۲۱ھ)

ایک اور غیر مقلد شیخ وحید الزمان متوفی ۱۳۲۸ھ لکھتے ہیں:

بدعت لغویہ کی یہ قسمیں ہیں: مباحہ' مکروہہ' حسنہ اور سیئہ۔ (ہدیۃ المہدی ص ۱۱۶ طبع قدیم' میور پریس' دہلی' ۱۳۲۵ھ)

شیخ ابو الحسن عبید اللہ بن محمد عبد السلام مبارک پوری لکھتے ہیں:

بدعت ضلالہ سے مراد وہ بدعت ہے' جس کی شریعت میں کوئی اصل نہ ہو اور جس کی شریعت میں کوئی اصل ہو' جو اس پر دلالت کرے وہ بدعت لغوی ہے اور سلف صالحین کے کلام میں جس بدعت کو حسن کہا گیا ہے' اس سے مراد یہی بدعت ہے' جیسے حضرت عمر رضی اللہ نے تراویح کے متعلق کہا: یہ اچھی بدعت ہے۔ (مرعاۃ المفاتیح ج ۱ ص ۲۶۴ 'مکتبۃ الرحمان سلفیہ' سرگودھا' طبع ثانی)

نواب صدیق حسن خان نے بدعت کی تقسیم کرنے والوں کے متعلق کہا ہے: ان کے دلوں میں شرک کی محبت پلا دی گئی ہے نواب صاحب کے نزدیک شیخ ابن تیمیہ' قاضی شوکانی' شیخ وحید الزمان اور شیخ مبارک پوری ایسے صنادید غیر مقلدین بھی شرک کے ... ہیں!

* ہم نے تبیان القرآن میں الحدید: ۲۷ کی تفسیر میں تمیں فقہاء اسلام کی عبارات اور ان کے دلائل پیش کیے ہیں' جو بدعت کی تقسیم کرتے ہیں' کیا یہ سب شرک کے محبین ہیں۔

۶۹۵ - قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ وَقَالَ لَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا الْاَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَدِيِّ بْنِ خِيَارٍ اَنَّهُ دَخَلَ عَلٰى عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ وَهُوَ مَحْصُوْرٌ فَقَالَ اِنَّكَ اِمَامُ عَامَّةٍ وَنَزَلَ بِكَ مَا تَرٰى وَيُصَلِّيْ لَنَا اِمَامُ فِتْنَةٍ وَنَتَحَرَّجُ! فَقَالَ الصَّلٰوةُ اَحْسَنُ مَا يَعْمَلُ النَّاسُ فَاِذَا اَحْسَنَ النَّاسُ فَاَحْسِنْ مَعَهُمْ وَاِذَا اَسَاؤُوْا فَاجْتَنِبْ اِسَاءَتَهُمْ. وَقَالَ الزُّبَيْدِيُّ قَالَ الزُّهْرِيُّ لَا نَرٰى اَنْ يُّصَلّٰى خَلْفَ الْمُخَنَّثِ اِلَّا مِنْ ضَرُوْرَةٍ لَا بُدَّ مِنْهَا.

امام ابوعبداللہ بخاری نے کہا: اور ہم سے محمد بن یوسف نے کہا: ہمیں الاوزاعی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہم کو الزہری نے حدیث بیان کی از حمید بن عبدالرحمٰن از عبیداللہ بن عدی بن خیار کہ وہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ کے پاس گئے' اس وقت وہ اپنے گھر میں مقید تھے' انہوں نے کہا: بے شک آپ تمام مسلمانوں کے سربراہ ہیں اور آپ پر وہ افتاد ہے جو آپ دیکھ رہے ہیں اور ہمیں فتنہ برپا کرنے والا امام نماز پڑھا رہا ہے اور ہم حرج میں مبتلا ہیں' حضرت عثمان نے فرمایا: نماز لوگوں کا بہترین نیک عمل ہے' سو جب لوگ نیک کام کریں تو تم بھی ان کے ساتھ نیک کام کرو اور جب وہ بُرا کام کریں تو ان کی بُرائی سے اجتناب کرو' اور زبیدی نے کہا: زہری نے بیان کیا کہ ہم بغیر شدید ضرورت کے مخنث کی اقتداء میں نماز جائز نہیں سمجھتے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن یوسف الفریابی (۲) عبدالرحمان بن عمرو الاوزاعی (۳) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (۴) حمید بن عبدالرحمان بن عوف (۵) عبیداللہ بن عدی النوفلی المدنی التابعی' انہوں نے نبی ﷺ کا زمانہ پایا تھا' لیکن یہ ثابت نہیں ہے کہ انہوں نے آپ کی زیارت کی' یہ قریش کے فقہاء اور ثقات سے تھے اور یہ الولید بن عبدالملک کے زمانہ میں فوت ہو گئے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۳۳۷)

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس جملہ میں ہے: ہمیں فتنہ برپا کرنے والا امام نماز پڑھا رہا ہے۔

حضرت عثمان کے ایام فتنہ میں امام فتنہ کا مصداق کون تھا؟

علامہ بدرالدین عینی نے لکھا ہے کہ ابن وضاح نے کہا ہے کہ امام فتنہ عبدالرحمان بن عدیس البلوی تھا' یہی وہ شخص تھا جس نے اہل مصر کو حضرت عثمان رضی اللہ کے خلاف بھڑکایا تھا' علامہ ابن الجوزی نے کہا کہ کنانہ بن بشر نمازیں پڑھاتا تھا اور یہ خوارج کے سرداروں میں سے ایک تھا' جب ان لوگوں نے مدینہ پر یورش کی تو اس وقت حضرت عثمان ایک ماہ تک لوگوں کو نماز پڑھاتے رہے تھے' پھر جب وہ ایک دن نماز پڑھانے کے لیے نکلے تو انہوں نے آپ پر کنکر مارے حتیٰ کہ آپ منبر پر گر پڑے اور اس دن آپ نماز نہ پڑھا سکے' پھر اس دن حضرت ابوامامہ سہل بن حنیف رضی اللہ نے نماز پڑھائی تو انہوں نے ان کو نماز پڑھانے سے منع کر دیا' پھر کبھی عبدالرحمان بن عدیس نماز پڑھاتا تھا اور کبھی کنانہ بن بشر نماز پڑھاتا تھا' پھر اسی حالت پر دس دن گزر گئے۔

اگر تم سوال کرو کہ مسلمانوں کو حضرت ابوامامہ بن سہل بن حنیف' حضرت علی بن ابی طالب' حضرت ابوایوب انصاری اور حضرت طلحہ بن عبیداللہ نے بھی نماز پڑھائی ہے تو ان کے متعلق کیسے کہا جائے گا کہ یہ امام فتنہ تھے' اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں جو مذکور ہے کہ ہمیں امام فتنہ نماز پڑھاتا ہے' اس سے مراد ہے: ایام فتنہ میں ہمیں امام فتنہ نماز پڑھاتا ہے۔

آیا حضرت عثمان نے باغیوں کی اقتداء میں نماز پڑھنے کی اجازت دی تھی یا نہیں!

حضرت عثمان نے فرمایا: نماز لوگوں کا بہترین عمل ہے سو جب لوگ نیک کام کریں تو تم بھی ان کے ساتھ نیک کام کرو۔
حضرت عثمان کے اس قول سے معلوم ہوا کہ حضرت عثمان ان باغیوں کو بُرا نہیں کہتے تھے اس کا جواب یہ ہے کہ نماز کے بہترین نیک عمل ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ جس وقت وہ کوئی بُرائی کریں تو ان کی مذمت نہ کی جائے۔
دوسرا اعتراض یہ ہے کہ اس جواب سے بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ نے باغیوں کے پیچھے نماز پڑھنے کی اجازت دے دی تھی' ابن المنیر نے اس کے جواب میں یہ کہا ہے کہ یہ بھی احتمال ہے کہ حضرت عثمان کے نزدیک ان باغیوں کی اقتداء میں نماز جائز نہ تھی اور ہوسکتا ہے ان کے کلام کا یہ معنی ہو کہ جو نماز صحیح ہو لوگوں کا بہترین نیک عمل ہے اور خروج کرنے والوں اور باغیوں کی نماز صحیح نہیں ہے' کیونکہ وہ کافر ہیں یا فاسق ہیں' لیکن اس جواب پر یہ اعتراض ہے کہ سہل بن یوسف انصاری اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جن لوگوں نے حضرت عثمان کا محاصرہ کیا تھا' لوگ ان کی اقتداء میں نماز کو مکروہ جانتے تھے سوا حضرت عثمان کے' کیونکہ انہوں نے کہا: جو نماز کی دعوت دے اس کی دعوت پر عمل کرو۔

متغلب فاسق کی اقتداء میں نماز پڑھنا اور جمعہ کو ترک نہ کرنا خواہ جمعہ عادل پڑھائے یا ظالم

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ جن کی اقتداء میں نماز پڑھنا مکروہ ہے' ان کی اقتداء میں نماز پڑھ لینا اس سے بہتر ہے کہ تنہا نماز پڑھی جائے اور جماعت کو معطل کر دیا جائے۔
امام محمد بن الحسن نے کہا ہے کہ اگر شہر میں کوئی شخص اپنی قوت سے غالب آ جائے اور لوگوں کو جمعہ پڑھائے تو یہ جائز ہے اور حسن بصری سے منقول ہے کہ ان ایام میں حضرت علی رضی اللہ نے نمازیں' جمعہ اور عید پڑھائی' اور حضرت علی رضی اللہ اس کے زیادہ لائق تھے کیونکہ صحابہ رضی اللہ عنہم ان سے راضی تھے اور انہوں نے ان کی اقتداء میں نمازیں پڑھیں' خواہ انہوں نے حضرت عثمان کی اجازت سے یہ نمازیں پڑھائیں یا ان کی اجازت کے بغیر۔
حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا اور اس میں یہ بھی فرمایا: یاد رکھو! میں نے اس مقام میں اور اس دن میں اور اس مہینہ میں اور اس سال میں اب سے لے کر قیامت تک جمعہ کو فرض کر دیا ہے' پس جس نے میری حیات میں یا میرے بعد جمعہ کو ترک کر دیا حالانکہ اس کے لیے امام عادل یا امام ظالم موجود تھا اور اس کے ترک کرنے کا سبب جمعہ کی تخفیف کرنا تھا یا جمعہ کا انکار کرنا تو اللہ اس کے متفرق اُمور کو جمع نہ کرے اور اس کے کام میں برکت نہ دے' سنو! اس کی نماز مقبول ہے نہ زکوۃ نہ حج' نہ روزہ' نہ کوئی اور نیکی حتیٰ کہ وہ توبہ کر لے اور جو توبہ کرے' اللہ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے۔ الحدیث (سنن ابن ماجہ: ۱۰۸۱)
اسی وجہ سے ہمارے اصحاب نے یہ کہا ہے کہ جمعہ صرف سلطان قائم کرے گا (یعنی ملک کا سربراہ) یا جس کو وہ حکم دے مثلاً سلطان کا نائب قاضی اور خطیب۔
اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس حدیث کی سند ضعیف ہے اور اس کی سند میں عبد اللہ بن محمد ہے اور وہ مجروح راوی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کی متعدد سندیں ہیں' جن کی وجہ سے اس کو قوت حاصل ہوگئی ہے اور اس سے استدلال کرنا صحیح ہے۔
رہا باغیوں اور بدعتیوں کی اقتداء میں نماز پڑھنا' تو اس میں علماء کا اختلاف ہے' ایک جماعت نے اس کی اجازت دی ہے' ان میں سے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ ہیں کیونکہ وہ حجاج کی اقتداء میں نماز پڑھتے تھے' اسی طرح ابن ابی لیلیٰ اور سعید بن جبیر تھے بعد میں ان دونوں نے اس کے خلاف خروج کیا' النخعی نے کہا: وہ حکام کی اقتداء میں نماز پڑھتے تھے وہ جیسے بھی ہوں' اور ابو وائل حجاج

بن ابی عبید کی اقتداء میں نماز پڑھتے تھے' میمون بن مہران سے سوال کیا گیا کہ باغیوں کی اقتداء میں نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟ انہوں نے کہا: تم ان کے لیے نماز نہیں پڑھتے' تم اللہ کے لیے نماز پڑھتے ہو اور ہم حجاج کی اقتداء میں نماز پڑھتے تھے اور وہ حروری ازرقی تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۳۳۹ ملخصاً ومخرجاً' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حضرت عثمان کے ایام فتنہ میں نماز پڑھانے والے

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

عبیداللہ بن عدی بن خیار نے کہا: ہمیں امام فتنہ نماز پڑھا رہے ہیں' اس کی تشریح میں دو قول ہیں: ابن وضاح نے کہا: امام فتنہ عبدالرحمان بن عدیس بلوی ہے' جس نے اہل مصر کو حضرت عثمان کے خلاف بغاوت پر اکسایا تھا۔

دوسرا قول ابو جعفر داؤدی کا ہے' انہوں نے کہا: ایام فتنہ میں کوئی باغی نماز نہیں پڑھاتا تھا کیونکہ حضرت عثمان نے کہا: نماز لوگوں کا بہترین عمل ہے' پس جب لوگ نیک کام کریں تو تم بھی ان کے ساتھ نیک کام کرو' اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ جب حضرت عثمان محصور تھے تو فضلاء صحابہ نے نمازیں پڑھائیں' ان میں حضرت ابوایوب انصاری' حضرت سہل بن حنیف اور ان کے بیٹے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہم تھے۔

ہشام بن عروہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جمعہ کے دن حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی۔

عقبہ بن مسلم مزنی بیان کرتے ہیں کہ آخری بار حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جمعہ کے دن نکلے' انہوں نے سرخ حلہ پہنا ہوا تھا' ان کے سر اور ڈاڑھی پر زرد رنگ کا خضاب لگا ہوا تھا' جب حضرت عثمان منبر تک پہنچے تو لوگوں نے ان کو کنکر مارنے شروع کر دیئے' پھر حضرت عثمان نماز نہ پڑھا سکے اور لوگوں کو حضرت ابوامامہ بن سہل بن حنیف نے نماز پڑھائی۔

نافع بیان کرتے ہیں کہ عید الاضحیٰ کے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے اور انہوں نے لوگوں کو نماز پڑھائی اور اس وقت حضرت عثمان محصور تھے۔

حضرت عثمان سے روایت ہے کہ انہوں نے اس رات خواب میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی' آپ نے حضرت عثمان سے فرمایا: اللہ نے تمہیں ایک قمیص پہنائی ہے' اگر لوگ تم سے یہ ارادہ کریں کہ تم اس قمیص کو اتارو تو تم اس کو مت اتارنا' آپ کی اس سے مراد خلافت تھی' اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ خبر دی تھی کہ حضرت عثمان اس بلوئی کی مصیبت میں شہید ہوں گے' اس لیے وہ خلافت سے سبک دوش نہیں ہوئے اور انہوں نے اپنے نفس پر شدت برداشت کی تاکہ انہیں شہادت اور عظیم اجر حاصل ہو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۷۶۴۳' سنن سعید بن منصور: ۲۹۴۶)

ابو جعفر داؤدی نے کہا ہے کہ جب محاصرہ طویل ہو گیا تو ایک مدت تک حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نماز پڑھاتے رہے' پھر حضرت ابوایوب رک گئے اور حضرت ابوامامہ بن سہل بن حنیف نماز پڑھاتے رہے' پھر حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے عید الاضحیٰ کی نماز پڑھائی کیونکہ جمعہ اور عید کی نماز وہی پڑھا سکتے ہیں جو ائمہ میں سے ہوں اور امامت کے مستحق ہوں' حضرت علی نے یہ اس لیے کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شہر میں آپ کی سنت ضائع نہ ہو۔

مخنث کی اقتداء میں نماز اس وقت جائز ہے' جب وہ برسر اقتدار ہو۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۳۸۶-۳۸۴ ملخصاً ومخرجاً' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

فساق' فجار اور باغیوں کی اقتداء میں نماز پڑھنے کے متعلق احادیث اور آثار

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر مسلمان کی اقتداء میں تم پر فرض نماز پڑھنا واجب ہے' خواہ وہ نیک ہو یا بدکار ہو' خواہ وہ گناہ کبیرہ کرتا ہو۔ (سنن ابوداؤد: ۲۵۳۳-۵۹۴' سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۲۱)

امام احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما منٰی میں حضرت ابن الزبیر اور حجاج کی لڑائی سے الگ رہے' اور حجاج منٰی میں نماز پڑھاتا تھا اور حضرت ابن عمر حجاج کے پیچھے نماز پڑھتے تھے۔

جعفر بن محمد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما مروان کی اقتداء میں نماز پڑھتے تھے' کسی نے پوچھا: وہ گھر جا کر نماز کو دہراتے نہیں تھے؟ انہوں نے کہا: نہیں' اللہ کی قسم! وہ ائمہ کی نماز پر اضافہ نہیں کرتے تھے۔

عبدالکریم البکاء بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دس اصحاب کو دیکھا' وہ سب ظالم حکام کی اقتداء میں نماز پڑھتے تھے۔ (سنن کبریٰ ج ۳ ص ۱۲۲-۱۲۱' نشر السنۃ' ملتان)

فساق اور اہل بدعت کی اقتداء میں نماز پڑھنے کے متعلق فقہاء مالکیہ کا مؤقف

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

باغیوں اور اہل بدعت کی اقتداء میں نماز پڑھنے کے متعلق فقہاء کا اختلاف ہے' ایک جماعت کا یہ موقف ہے کہ ان کی اقتداء میں نماز جائز ہے' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے حجاج کی اقتداء میں نماز پڑھی' اور ابن ابی لیلیٰ نے بھی حجاج کی اقتداء میں نماز پڑھی' اور سعید بن جبیر نے بھی اس کی اقتداء میں نماز پڑھی۔

النخعی نے کہا: امراء کے جو بھی عقائد ہوں لوگ ان کی اقتداء میں نماز پڑھتے تھے اور ابووائل مختار کی اقتداء میں جمعہ پڑھتے تھے۔

اشہب نے امام مالک سے روایت کیا ہے کہ میں اباضیہ اور واصلیہ کی اقتداء میں نماز کو پسند نہیں کرتا۔

ابن نافع نے امام مالک سے روایت کیا ہے کہ اگر مسجد کا امام قدری (منکر تقدیر) ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ وہ دوسرے امام کی اقتداء میں نماز پڑھے۔

ابن القاسم مالکی نے کہا: امام مالک سے اہل بدعت کی اقتداء میں پڑھی ہوئی نماز کو دہرانے کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے توقف کیا اور کوئی جواب نہیں دیا۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۳۸۷-۳۸۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

فساق اور اہل بدعت کی اقتداء میں نماز پڑھنے کے متعلق فقہاء شافعیہ کا مؤقف

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جن کی اقتداء میں نماز پڑھنا مکروہ ہے' تنہا نماز پڑھنے کی بہ نسبت ان کی اقتداء میں نماز پڑھنا اولیٰ ہے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۲۹۰' دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ فاسق کی اقتداء میں نماز صحیح ہے' حرام نہیں ہے لیکن وہ مکروہ ہے' اسی طرح اس بدعتی کی اقتداء مکروہ ہے جس کی بدعت کی وجہ سے اس کی تکفیر نہیں کی جاتی' امام شافعی نے یہ تصریح کی ہے کہ فاسق اور بدعتی کی اقتداء میں نماز مکروہ ہے اور اگر پڑھ لی تو صحیح ہے۔ (شرح المہذب ج ۵ ص ۲۳۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۳ھ)

فساق اور اہل بدعت کی اقتداء میں نماز پڑھنے کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا موقف

علامہ موسیٰ بن احمد الحجاوی الحنبلی المتوفی ۹۶۰ھ اور علامہ البہوتی الحنبلی المتوفی ۱۰۵۱ھ لکھتے ہیں:
فاسق مثلاً شرابی یا زانی اور بدعتی مثلاً خارجی یا رافضی کی اقتداء میں نماز جائز نہیں ہے۔
حضرت جابر رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی عورت مرد کی امامت نہ کرے' نہ اعرابی مہاجر کی اور نہ فاجر مومن کی' سوا اس کے کہ سلطان اس کو کوڑوں اور تلوار سے ڈرا کر مجبور کرے۔ (سنن ابن ماجہ:۱۰۸۱) خواہ اس کے فسق کا ابتداء علم ہو یا بعد ہو اور علم کے بعد نماز دہرائے' اور جمعہ اور عید بغیر اعادہ کے جائز ہے' بہ شرطیکہ اس کے غیر کی اقتداء میں نماز پڑھنا مشکل ہو اور اس کو ان کی ایذاء رسانی کا خطرہ ہو تو ان کی اقتداء میں نماز پڑھ کر دہرائے۔

(الاقناع وکشاف القناع ج ۱ ص ۵۷۷-۵۷۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

فساق اور اہل بدعت کی اقتداء میں نماز پڑھنے کے متعلق فقہاء احناف کا موقف

علامہ محمود بن صدر الشریعہ ابن مازہ البخاری الحنفی المتوفی ۶۱۶ھ لکھتے ہیں:
فاسق کی اقتداء میں نماز پڑھنا جائز ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر نیک اور بد کے پیچھے نماز پڑھو۔ (سنن دار قطنی: ۱۷۴۴۔ ج ۲ ص ۵۷' دار المعرفۃ' بیروت) اور اس لیے کہ صحابہ اور تابعین رضی اللہ عنہم حجاج کی اقتداء میں نماز پڑھنے سے نہیں رکے' حالانکہ وہ اپنے زمانہ کا بدترین فاسق شخص تھا' اس کے باوجود فاسق کو امام بنانا مکروہ ہے کیونکہ اس سے جماعت کم ہو گی' اور بہت کم لوگ فاسق کی اقتداء میں رغبت کریں گے۔
شیخ الاسلام نے کتاب الصلوۃ میں ذکر کیا ہے کہ اہل بدعت کی اقتداء میں نماز مکروہ ہے' اس سے مراد وہ اہل بدعت ہیں' جن کی بدعت کی وجہ سے ان کی تکفیر نہ کی گئی ہو اور جن کی بدعت کی وجہ سے ان کی تکفیر کی گئی ہو ان کی اقتداء میں نماز پڑھنا جائز نہیں ہے' جیسے منکر تقدیر اور غالی رافضی' جو حضرت ابوبکر رضی اللہ کی خلافت کا منکر ہو۔ (المحیط البرہانی ج ۲ ص ۱۷۸' ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۴۲۴ھ)
علامہ حسن بن منصور اوزجندی حنفی المتوفی ۵۹۲ھ لکھتے ہیں:
جہمیہ' قدریہ اور رافضی غالی وغیرھم کے سوا دیگر کی اقتداء جائز اور مکروہ (تنزیہی) ہے' اسی طرح اس کی اقتداء میں نماز پڑھنا جائز ہے جو سود خوری میں معروف ہو یا فاسق معلن ہو' امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف سے مروی ہے: جو شخص فاسق یا بدعتی کی اقتداء میں نماز پڑھے' وہ جماعت کا ثواب پالے گا۔ (فتاوی قاضی خاں علی ہامش الھندیہ ج ۱ ص ۹۲-۹۱' مطبعہ امیریہ کبری بولاق' مصر' ۱۳۱۰ھ)
علامہ ابوبکر محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ لکھتے ہیں:
امام محمد نے فرمایا: نابینا' دیہاتی' غلام' ولد الزناء اور فاسق کی امامت جائز ہے اور دوسروں کی امامت میرے نزدیک مستحب ہے۔
علامہ سرخسی اس کی شرح میں فرماتے ہیں: معظم شخص کو امام بنانے میں جماعت کی کثرت ہو گی' اس لیے وہ اولیٰ ہے اور جب یہ ثابت ہو گیا تو ہم یہ کہتے ہیں کہ فاسق کو امامت کے لیے مقدم کرنا ہمارے نزدیک جائز ہے اور مکروہ (تنزیہی) ہے' ہماری دلیل یہ احادیث ہیں: ہر امام کی اقتداء میں نماز واجب ہے خواہ وہ نیک ہو یا بد۔ (سنن ابوداؤد: ۲۵۳۳' سنن دار قطنی: ۱۷۴۴) اور صحابہ اور تابعین حجاج کی اقتداء میں جمعہ اور دیگر نمازیں پڑھتے تھے اور وہ اپنے زمانہ کا بدترین فاسق تھا حتیٰ کہ حسن بصری نے کہا: اگر ہر امت اپنے تمام خبیثوں کو لائے اور ہم صرف حجاج کو لائیں تو ہم غالب رہیں گے۔ (المبسوط ج ۱ ص ۱۴۳-۱۴۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)
علامہ محمد امین بن عمر بن عبد العزیز شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

فاسق وغیرہ کی اقتداء میں نماز پڑھنا تنہا نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔

(ردالمحتار ج ۲ ص ۲۵۸-۲۵۷' داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۹ھ)

شیخ تھانوی کی صحیح بخاری اور مشکوٰۃ کی معروف حدیث سے بے خبری

شیخ اشرف علی تھانوی سے سوال کیا گیا:

ہماری کتب فقہ میں ہے کہ اگر فاسق یا بدعتی کے پیچھے نماز پڑھی تو نماز کا اعادہ ضروری ہے لیکن جب حضرت عثمان کے زمانہ میں بلوہ ہوا اور حضرات صحابہ نے بلوائیوں کے پیچھے نماز پڑھنے کو حضرت عثمان سے پوچھا تو آپ نے اجازت دی اور یہ نہیں فرمایا کہ پڑھ کر پھر اعادہ کرلیا کرو حالانکہ بلوائیوں سے زیادہ اور کون فاسق اور بدعتی ہوگا خصوصاً ایسے بلوائی جنہوں نے خلیفہ برحق امیر المومنین دامادِ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' داخل عشرہ مبشرہ پر بلوہ کیا۔

الجواب: یہ روایت مجھ کو نہیں ملی' اگر حوالہ لکھا جاوے تو تحقیق کی جاوے۔ (بوادر النوادر ص ۱۰۱' شیخ غلام علی اینڈ سنز' لاہور' ۱۹۶۲ء)

یہ روایت صحیح البخاری ج ۱ ص ۹۶' طبع ھند اور مشکوٰۃ ص ۶۲ طبع ھند پر مذکور ہے' یہ دونوں متداول درسی حدیث کی کتابیں ہیں اور موقوف علیہ اور درجہ حدیث کے طلبہ کو پڑھائی جاتی ہیں' حیرت ہے کہ تھانوی صاحب جو حکیم الامت کہلاتے تھے' ان کو اس معروف حدیث کی خبر نہ تھی!!

٦٩٦ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبَانَ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ، عَنْ شُعْبَةَ عَنْ اَبِی التَّيَّاحِ اَنَّهُ سَمِعَ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاَبِی ذَرٍّ اِسْمَعْ وَاَطِعْ وَلَوْ لِحَبَشِيٍّ، كَاَنَّ رَاْسَهٗ زَبِيبَةٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن ابان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی از شعبہ از ابی التیاح' انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: سنو اور اطاعت کرو' خواہ حبشی کے لیے' جس کا سر انگور کی مثل ہو۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۶۹۳ کا مطالعہ فرمائیں۔

٥٧ - بَابٌ يَقُوْمُ عَنْ يَّمِيْنِ الْاِمَامِ بِحِذَائِهٖ سَوَاءً اِذَا كَانَا اثْنَيْنِ

جب دو نمازی ہوں تو مقتدی امام کی دائیں جانب کھڑا ہو

٦٩٧ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ قَالَ سَمِعْتُ سَعِيْدَ ابْنَ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ بِتُّ فِيْ بَيْتِ خَالَتِيْ مَيْمُوْنَةَ، فَصَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِشَاءَ، ثُمَّ جَاءَ فَصَلّٰى اَرْبَعَ رَكَعَاتٍ، ثُمَّ نَامَ، ثُمَّ قَامَ، فَجِئْتُ فَقُمْتُ عَنْ يَّسَارِهٖ، فَجَعَلَنِيْ عَنْ يَّمِيْنِهٖ، فَصَلّٰى خَمْسَ رَكَعَاتٍ، ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ نَامَ حَتّٰى سَمِعْتُ غَطِيْطَهٗ، اَوْ قَالَ خَطِيْطَهٗ، ثُمَّ خَرَجَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از الحکم' انہوں نے بیان کیا: میں نے سعید بن جبیر سے سنا از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنی خالہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے ہاں رات گزاری' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عشاء کی نماز پڑھی' پھر آ کر آپ نے چار رکعات نماز پڑھی' پھر آپ سو گئے پھر آپ اٹھے' پس میں آ کر آپ کی بائیں جانب کھڑا ہو گیا' آپ نے مجھے دائیں جانب کر دیا' پھر آپ نے پانچ رکعات نماز

إِلَى الصَّلٰوةِ.

پڑھی' پھر دو رکعت نماز پڑھی' پھر آپ سو گئے' حتیٰ کہ میں نے آپ کے خراٹے سنے' پھر آپ نماز کی طرف چلے گئے۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۱۱۷ میں گزر چکی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا: رات کو علم کی باتیں کرنا۔

۵۸ - بَابٌ إِذَا قَامَ الرَّجُلُ عَنْ يَّسَارِ الْإِمَامِ فَحَوَّلَهُ الْإِمَامُ إِلَى يَمِينِهِ' لَمْ تَفْسُدْ صَلٰوتُهُمَا

جب نمازی امام کی بائیں جانب کھڑا ہو اور امام اس کو دائیں جانب کر دے تو ان دونوں کی نماز فاسد نہیں ہوگی

۶۹۸ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرٌو' عَنْ عَبْدِ رَبِّهِ بْنِ سَعِيْدٍ' عَنْ مَخْرَمَةَ بْنِ سُلَيْمَانَ' عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلٰى ابْنِ عَبَّاسٍ' عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ نِمْتُ عِنْدَ مَيْمُوْنَةَ' وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَهَا تِلْكَ اللَّيْلَةَ' فَتَوَضَّأَ ثُمَّ قَامَ يُصَلِّيْ' فَقُمْتُ عَلٰى يَسَارِهٖ' فَأَخَذَنِيْ فَجَعَلَنِيْ عَنْ يَّمِيْنِهٖ' فَصَلّٰى ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً' ثُمَّ نَامَ حَتّٰى نَفَخَ' وَكَانَ إِذَا نَامَ نَفَخَ' ثُمَّ أَتَاهُ الْمُؤَذِّنُ' فَخَرَجَ فَصَلّٰى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ. قَالَ عَمْرٌو فَحَدَّثْتُ بِهٖ بُكَيْرًا فَقَالَ حَدَّثَنِيْ كُرَيْبٌ بِذٰلِكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں امام احمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن وہب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمرو نے حدیث بیان کی از عبد ربہ بن سعید از مخرمہ بن سلیمان از کریب مولی ابن عباس از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ میں حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے پاس سویا' اس رات نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تھے' آپ نے وضوء کیا اور کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے' پس میں آپ کی بائیں طرف کھڑا ہو گیا' آپ نے مجھے پکڑ کر اپنی دائیں جانب کر دیا' پھر آپ نے تیرہ رکعات نماز پڑھی' پھر آپ سو گئے حتیٰ کہ آپ نے خراٹے لیے اور جب آپ سوتے تو خراٹے لیتے تھے' پھر آپ کے پاس مؤذن آیا' پس آپ حجرہ سے باہر نکلے' پھر آپ نے نماز پڑھی اور وضوء نہیں کیا۔ عمرو نے کہا: میں نے یہ حدیث بکیر کو بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے کریب نے یہ حدیث اسی طرح بیان کی۔

اس کی شرح بھی صحیح البخاری: ۱۱۷ میں مطالعہ فرمائیں۔

۵۹ - بَابٌ إِذَا لَمْ يَنْوِ الْإِمَامُ أَنْ يَّؤُمَّ' ثُمَّ جَاءَ قَوْمٌ فَأَمَّهُمْ

جب امام نمازیوں کی امامت کی نیت نہ کرے پھر نمازی آئیں تو ان کی نیت کرے

۶۹۹ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ' عَنْ أَيُّوْبَ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ' عَنْ أَبِيْهِ' عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ بِتُّ عِنْدَ خَالَتِيْ' فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ مِنَ اللَّيْلِ' فَقُمْتُ أُصَلِّيْ مَعَهُ' عَنْ يَّسَارِهٖ' فَأَخَذَ بِرَأْسِيْ' فَأَقَامَنِيْ عَنْ يَّمِيْنِهٖ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن ابراہیم نے حدیث بیان کی از ایوب از عبداللہ بن سعید بن جبیر از والد خود از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا: میں نے اپنی خالہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے ہاں رات گزاری' پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم رات کو کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے' پھر میں آپ کی بائیں جانب کھڑا ہو کر نماز پڑھنے لگا تو آپ نے مجھے میرے سر سے پکڑ کر اپنی دائیں جانب کر دیا۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۷۰۱ میں ملاحظہ فرمائیں۔

٦٠ - بَابٌ إِذَا طَوَّلَ الْإِمَامُ، وَكَانَ لِلرَّجُلِ حَاجَةٌ، فَخَرَجَ فَصَلَّى

جب امام لمبی نماز پڑھائے اور نمازی کو کوئی کام ہو تو وہ اقتداء چھوڑ کر نماز پڑھے

٧٠٠ - **حَدَّثَنَا** مُسْلِمٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ، كَانَ يُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ يَرْجِعُ فَيَؤُمُّ قَوْمَهُ. [اطراف الحدیث: ۷۰۱-۷۰۵-۷۱۱-۶۱۰۶]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عمرو از حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس نماز پڑھتے تھے پھر جا کر اپنی قوم کو نماز پڑھاتے تھے۔

٧٠١ - **قَالَ** وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَمْرٍو قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كَانَ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ يُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ يَرْجِعُ فَيَؤُمُّ قَوْمَهُ، فَصَلَّى الْعِشَاءَ، فَقَرَأَ بِالْبَقَرَةِ، فَانْصَرَفَ الرَّجُلُ، فَكَأَنَّ مُعَاذًا تَنَاوَلَ مِنْهُ، فَبَلَغَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ فَتَّانٌ، فَتَّانٌ، فَتَّانٌ ثَلَاثَ مِرَارٍ، أَوْ قَالَ فَاتِنًا، فَاتِنًا فَاتِنًا. وَأَمَرَهُ بِسُورَتَيْنِ مِنْ أَوْسَطِ الْمُفَصَّلِ. قَالَ عَمْرٌو لَا أَحْفَظُهُمَا.

امام بخاری نے کہا: اور ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عمرو انہوں نے کہا: میں نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے سنا انہوں نے بیان کیا کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے تھے پھر جا کر اپنی قوم کو نماز پڑھاتے تھے سو انہوں نے عشاء کی نماز پڑھائی پس اس میں سورۂ بقرہ پڑھی تو ایک شخص نماز سے نکل گیا پس گویا کہ حضرت معاذ نے اس کو برا کہا پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک یہ بات پہنچی تو آپ نے تین بار فرمایا: تم بہت فتنہ ڈالتے ہو تم بہت فتنہ ڈالنے والے ہو تم بہت فتنہ ڈالنے والے ہو یا فرمایا: تم فتنہ ڈالنے والے ہو تم فتنہ ڈالنے والے ہو تم فتنہ ڈالنے والے ہو اور ان کو حکم دیا کہ اوساط مفصل کی دو سورتیں پڑھو عمرو نے کہا: مجھے وہ یاد نہیں ہیں۔

(صحیح مسلم: ۴۶۵ الرقم المسلسل: ۱۰۲۲ سنن ابوداؤد: ۷۹۰ سنن نسائی: ۹۹۸ سنن ترمذی: ۵۸۳ سنن ابن ماجہ: ۹۸۶ سنن کبریٰ: ۱۶۷۴ مسند ابوداؤد الطیالسی: ۱۷۲۸ شرح معانی الآثار: ۲۳۱۸ سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۱۶ سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۱۷ مسند احمد ج ۳ ص ۲۹۸ طبع قدیم مسند احمد: ۱۴۱۹۰ ج ۲۲ ص ۹۹ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کے چار رجال ہیں ان کا تذکرہ پہلے ہو چکا ہے۔

اوساط مفصل کی دو سورتوں کا بیان

اس حدیث میں اوساط مفصل کی دو سورتوں کا ذکر ہے اوساط مفصل سورۃ التکویر سے سورۃ الضحیٰ تک ہیں طوال مفصل سورۃ الحجرات سے "والسماء ذات البروج" تک ہیں اور قصار مفصل سورۃ الضحیٰ سے آخر قرآن تک ہیں۔ راوی عمرو نے کہا: مجھے وہ دو سورتیں یاد نہیں ہیں۔ ابوالزبیر نے عمرو کو بتایا: ہمیں حضرت جابر نے بتایا کہ آپ نے فرمایا تھا: تم "والشمس وضحها" اور "والضحیٰ" پڑھو "واللیل اذا یغشی" اور "سبح اسم ربك الاعلی" پڑھو۔ (صحیح مسلم: ۴۶۵ الرقم المسلسل: ۱۰۲۲ مسند احمد ج ۳ ص ۲۹۸)

جماعت سے نماز شروع کرنے کے بعد اس سے نکلنے میں مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تخفیف کے ساتھ نماز پڑھانے کا حکم دیا ہے' سو جس نے طویل نماز پڑھائی' اس نے آپ کی معصیت کی اور معصیت کرنے والے کی مخالفت کرنا جائز ہے کیونکہ صرف نیکی کی اطاعت کی جاتی ہے۔

فقہاء شافعیہ نے کہا ہے کہ جو شخص حضرت معاذ کی نماز سے نکل گیا تھا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر انکار نہیں کیا اور نہ اس کو نماز دوبارہ پڑھنے کا حکم دیا' ابن القصار نے کہا ہے کہ اس میں اختلاف ہے کہ ایک شخص امام کی نماز میں داخل ہوا' پس اس نے کچھ نماز پڑھ لی' آیا اس کے لیے جائز ہے کہ وہ اس نماز سے نکل کر تنہا اپنی نماز پوری کرے' امام شافعی نے کہا: اس کے لیے ایسا کرنا جائز ہے خواہ اس کا عذر ہو یا نہ ہو اور امام ابوحنیفہ نے کہا: اس کے لیے یہ جائز نہیں ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۳۹۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ ھ)

علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ ھ' حضرت معاذ کی اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اگر کسی شخص نے امام کی اقتداء کی' پھر امام سے الگ ہونے کی اور کسی عذر کی وجہ سے تنہا نماز پوری کرنے کی نیت کی تو یہ جائز ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شخص کو دوبارہ نماز پڑھنے کا حکم نہیں دیا اور نہ اس کے فعل پر انکار کیا اور جن اعذار کی وجہ سے کوئی شخص امام کی اقتداء سے نکل سکتا ہے' وہ یہ ہیں: (۱) امام کی لمبی نماز پڑھانے کی وجہ سے اس کو مشقت ہو (۲) وہ بیمار ہو (۳) اس پر نیند کا غلبہ ہو (۴) اس کے ساتھ کوئی ایسی چیز ہو جس کے خراب ہونے کا خطرہ ہو۔

اور اگر بغیر کسی عذر کے وہ اقتداء سے نکل جائے تو اس میں امام احمد کے دو قول ہیں' ایک قول یہ ہے کہ اس کی نماز فاسد ہو جائے گی' دوسرا قول یہ ہے کہ نماز فاسد نہیں ہوگی کیونکہ کبھی مقتدی تنہا نماز پڑھتا ہے جیسے مسبوق۔

(المغنی ج ۲ ص ۴۴۹۔۴۴۸' دارالحدیث' قاہرہ' ۱۴۲۵ ھ)

عذر کی حالت میں جماعت سے نکلنے کا جواز اور بغیر عذر کے جماعت سے نکلنے کا عدم جواز

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ مقتدی کے لیے کسی صورت میں امام کی اقتداء سے نکلنا جائز نہیں ہے خواہ اس کو عذر ہو یا نہ ہو کیونکہ اس صورت میں اپنے عمل کو باطل کرنا ہے اور قرآن مجید نے اپنے اعمال کو باطل کرنے سے منع کیا ہے:

وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ . (محمد: ۳۳) اور اپنے اعمال کو باطل نہ کرو۔

(عمدۃ القاری ج ۵ ص ۳۵۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

میں کہتا ہوں کہ بغیر عذر کے جماعت سے نکل کر تنہا نماز پڑھنا جماعت سے نماز پڑھنے کے عمل کو باطل کرنا ہے اور یہ صحیح نہیں اور جمہور ائمہ بھی اس کے قائل ہیں' لیکن اگر کسی شخص کو نماز میں شدید کھانسی اٹھ رہی ہو یا دمہ کی وجہ سے سانس لینے میں شدید تکلیف ہو رہی ہو اور امام نماز میں غیر معمولی تطویل کر رہا ہو تو جمہور ائمہ کا یہ کہنا صحیح ہے کہ وہ جماعت سے نکل کر اپنی نماز تنہا پوری کرے اور اپنے مرض کا تدارک کرے' کیونکہ اسلام نے ہر مشکل کا حل رکھا ہے اور جب اس نے جماعت سے نکل کر اپنی نماز پوری کر لی تو اس نے اپنے عمل کو باطل نہیں کیا' اور حدیث میں ہے:

جب حضرت معاذ نے سورۃ البقرۃ پڑھنی شروع کی تو وہ شخص سلام پھیر کے جماعت سے نکل گیا اور تنہا نماز پوری کی اور واپس چلا گیا' لوگوں نے اس سے کہا: اے فلاں! کیا تم منافق ہو گئے ہو؟ اس نے کہا: نہیں! اللہ کی قسم! بلکہ میں ضرور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس

جا کر اس واقعہ کی خبر دوں گا' وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور اس نے کہا: یارسول اللہ! ہم اونٹوں پر پانی لاد کر لاتے ہیں اور اپنے کھیتوں اور باغوں کو پانی دیتے ہیں' ہم دن بھر کام کرتے ہیں اور حضرت معاذ آپ کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھتے ہیں' پھر وہ یہاں آئے اور انہوں نے نماز میں سورۃ البقرہ شروع کر دی' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ سے فرمایا: اے معاذ! تم بہت فتنہ ڈالنے والے ہو' تم یہ سورتیں نماز میں پڑھو: ''والشمس وضحها' والضحٰی' واللیل اذا یغشٰی' وسبح اسم ربك الاعلٰی''۔

(صحیح مسلم: ١٠٢٢ـ ٤٦٥' سنن ابوداؤد: ٧٩٠ـ ٦٠٠' سنن نسائی: ٩٩٨' سنن ابن ماجہ: ٩٨٦)

اس حدیث میں امام کی تطویل کی وجہ سے دن بھر کے تھکے ہارے اس شخص کو مشقت اور تھکاوٹ ہو رہی تھی' اس لیے اس نے جماعت سے نکل کر الگ پوری نماز پڑھی' اس سے معلوم ہوا کہ عذر صحیح کی وجہ سے جماعت سے نکلنا جائز ہے اور جب عذر کی وجہ سے ابتداء جماعت کو ترک کرنا جائز ہے تو عذر کی وجہ سے جماعت سے نماز شروع کرنے کے بعد بھی اس سے نکلنا جائز ہے اور اسلام میں ہر مشکل کا حل موجود ہے اور یہ صحیح اور صریح حدیث ہمارے اصحاب کے اقوال پر مقدم ہے' جب کہ ہمارے اصحاب کی طرف سے اس حدیث کی کوئی توجیہ بھی منقول نہیں ہے۔

حضرت معاذ کی نماز سے نکلنے والے صحابی کے نام کے متعلق دو روایتیں

جو شخص حضرت معاذ کی نماز سے نکل گیا' اس کے نام کے متعلق دو قول ہیں' ایک قول یہ ہے کہ اس کا نام حرام بن ملحان تھا اور یہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا ماموں تھا' دوسرا قول یہ ہے کہ اس کا نام سلیم تھا اور وہ بنو سلمہ کا ایک شخص تھا۔ حرام نام کے متعلق یہ حدیث ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اپنی قوم کو نماز پڑھاتے تھے' پس حضرت حرام ان کی نماز میں داخل ہوئے' اس وقت ان کا ارادہ اپنی کھجوروں کے باغ کو سیراب کرنا تھا' جب انہوں نے دیکھا کہ حضرت معاذ لمبی نماز پڑھا رہے ہیں تو انہوں نے اپنی مختصر نماز پڑھی اور اپنے باغ میں پانی دینے چلے گئے' حضرت معاذ نے کہا: یہ منافق ہے' اپنی کھجوروں کو پانی دینے کے لیے اس نے جلدی نماز پڑھی' پس حرام نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس وقت حضرت معاذ کی شکایت کی' جب حضرت معاذ بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے' انہوں نے کہا: میں اپنی کھجوروں کو پانی دینا چاہتا تھا' میں مسجد میں داخل ہوا تاکہ قوم کے ساتھ نماز پڑھوں' جب انہوں نے لمبی نماز شروع کر دی تو میں نے اپنی مختصر نماز پڑھی اور اپنی کھجوروں کو پانی دیا' اس پر انہوں نے مجھے منافق کہا' تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ کو کہا: تم بہت فتنہ ڈالنے والے ہو' لوگوں کو لمبی نماز نہ پڑھاؤ' ''سبح اسم ربك الاعلٰی'' پڑھو اور ''والشمس وضحها'' اور ان کی مثل پڑھو۔

(مسند البزار: ٤٨١' السنن الکبریٰ للنسائی: ١١٦٧٤' مسند احمد ج ٣ ص ١٢٤ طبع قدیم' مسند احمد: ٢٧٣ـ ج ١٩ ص ٢٧٣' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کسی شخص کو کوئی ضروری کام ہو اور امام لمبی نماز پڑھانے لگے تو وہ امام کی نماز سے نکل کر اپنی الگ مختصر نماز پڑھ لے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لمبی نماز پڑھانے پر حضرت معاذ کو ڈانٹا اور حضرت حرام پر ان کی نماز سے نکلنے پر انکار یا عتاب نہیں فرمایا۔

اس شخص کا نام سلیم ہونے کے متعلق یہ حدیث ہے:

معاذ بن رفاعہ انصاری بیان کرتے ہیں کہ بنو سلمہ کے ایک شخص کا نام سلیم تھا' انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر کہا: یارسول اللہ! ہمارے سو جانے کے بعد ہمارے پاس حضرت معاذ آتے ہیں اور ہم دن بھر کام کرتے رہتے ہیں' پھر یہ اذان دیتے ہیں' ہم ان کے پاس جاتے ہیں' پھر یہ ہم کو لمبی نماز پڑھاتے ہیں' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے معاذ بن جبل! تم بہت فتنہ ڈالنے

والے نہ بنو یا تو صرف میرے ساتھ نماز پڑھو یا اپنی قوم کو تخفیف کے ساتھ نماز پڑھاؤ۔ الحدیث

(المعجم الکبیر: ٦٣٩١ 'مسند احمد ج ٥ ص ٧٤ طبع قدیم' مسند احمد: ٢٠٦٩٩۔ ج ٣٤ ص ٣٠٧ 'مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

نفل پڑھنے والے کی اقتداء میں فرض پڑھنے کے جواز میں مذاہب ائمہ

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ نفل پڑھنے والے کے پیچھے فرض پڑھنے والے کی نماز صحیح ہے' کیونکہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتداء میں عشاء کی فرض نماز کی نیت کرتے تھے اور بعد میں اپنی قوم کو جو امامت کراتے تھے' اس میں نفل کی نیت کرتے تھے۔ (فتح الباری ج ٢ ص ٢٩٥ 'دار المعرفۃ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

علامہ موفق الدین عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ٦٢٠ھ لکھتے ہیں:

اس مسئلہ میں امام احمد سے دو روایتیں ہیں' ایک روایت یہ ہے کہ نفل پڑھنے والے کی اقتداء میں فرض نماز پڑھنا جائز نہیں ہے اور ہمارے اکثر اصحاب کا یہی مختار ہے' الزہری' امام مالک اور فقہاء احناف کا بھی یہی قول ہے' کیونکہ حدیث میں ہے:

امام اس لیے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے۔ (صحیح البخاری: ٦٨٩) اور اس لیے کہ مقتدی کی نماز امام کی نیت سے ادا کی جاتی ہے' اور امام احمد کا دوسرا قول یہ ہے کہ نفل پڑھنے والے کی اقتداء میں فرض نماز جائز ہے۔

(المغنی ج ٢ ص ٤٣٧-٤٣٦ 'دار الحدیث' قاہرہ' ١٤٢٥ھ)

نفل پڑھنے والے کی اقتداء میں فرض نماز کا عدم جواز

علامہ علاء الدین مغلطائی ابن قلیج حنفی متوفی ٧٦٢ھ لکھتے ہیں:

اگر نفل پڑھنے والے کے پیچھے فرض نماز جائز ہو تو صلوٰۃ الخوف کی مشروعیت کی کوئی ضرورت نہیں ہے' کیونکہ یہ ہو سکتا تھا کہ آپ ایک فریق کو مکمل فرض نماز پڑھا دیتے اور دوسرا فریق فرض پڑھنے کے لیے آپ کی اقتداء کرتا اور آپ اس کو نفل نماز پڑھاتے اور پھر اس کی کوئی ضرورت نہ رہتی کہ ایک فریق دشمن کے سامنے کھڑا رہتا اور دوسرا فریق آپ کے پیچھے ایک رکعت نماز پڑھ کر دشمن کے سامنے چلا جاتا اور پہلا فریق آپ کے پیچھے آ کر دوسری رکعت نماز پڑھتا اور دوسری رکعت مسبوق کی طرح پڑھتا اور پہلا فریق باقی ماندہ ایک رکعت لاحق کی طرح پڑھتا اور اس طرح ہر ایک کی نماز میں عمل کثیر لازم آتا' جو دوسری نمازوں میں جائز نہیں ہے۔

(شرح سنن ابن ماجہ ج ٥ ص ١٦٧٠ 'مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ١٤٢٤ھ)

امام ابوحنیفہ کی قوی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: امام ضامن ہے اور مؤذن امین ہے۔

(سنن ترمذی: ٢٠٧' مسند احمد ج ٢ ص ٢٣٢)

یہ حدیث حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی مروی ہے۔

(مسند احمد ج ٦ ص ٦٥' مسند ابویعلیٰ: ٤٥٦٢' صحیح ابن حبان: ١٦٧١' صحیح ابن خزیمہ: ١٥٣٢' سنن بیہقی ج ١ ص ٤٣١-١٢٥' شرح مشکل الآثار: ٢١٩٥)

امام ابوجعفر احمد بن محمد الطحاوی متوفی ٣٢١ھ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

ہمارے نزدیک امام کے ضامن ہونے کا معنی یہ ہے کہ مقتدی کی نماز صحت' فساد اور سہو میں امام کی نماز کے ضمن میں ہوتی ہے' کیا تم نہیں دیکھتے کہ اگر امام بے وضوء یا جنبی ہو کر نماز پڑھائے اور مقتدی پاک اور باوضوء ہوں' یا امام کی شرم گاہ کھلی ہو اور مقتدی کی شرم

گاہ مستور ہو تو اہل علم کا اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ مقتدی کی نماز نہیں ہوگی۔

(شرح مشکل الآثار ج ۵ ص ۴۳۷'موسسۃ الرسالۃ' بیروت'الطبعۃ الثانیۃ'۱۴۲۷ھ)

جب یہ واضح ہو گیا کہ مقتدی کی نماز امام کی نماز کے ضمن میں ہوتی ہے تو فرض پڑھنے والے کی اقتداء میں تو نفل پڑھنے والے کی نماز ہو جائے گی کیونکہ اعلیٰ کے ضمن میں ادنیٰ اور فرض کے ضمن میں نفل ہوتا ہے لیکن نفل پڑھنے والے کی اقتداء میں فرض پڑھنے والے کی نماز نہیں ہوگی کیونکہ ادنیٰ کے ضمن میں اعلیٰ اور نفل کے ضمن میں فرض نہیں ہوتا۔ (شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۵۲۸'قدیمی کتب خانہ' کراچی)

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی حدیث کا جواب

امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی متوفی ۳۲۱ھ لکھتے ہیں:

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں یہ تصریح نہیں ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتداء میں عشاء کی فرض نماز پڑھتے تھے' پھر اپنی قوم بنوسلمہ میں جا کر عشاء کی نفل نماز پڑھاتے تھے حتیٰ کہ نفل پڑھنے والے کی اقتداء میں فرض نماز کا جواز ثابت ہو۔ اس پر یہ اعتراض ہے کہ ایک سند سے حدیث مروی ہے کہ وہ نفل نماز پڑھاتے تھے:

از ابن جریج از عمرو بن دینار' انہوں نے بیان کیا کہ مجھے حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھتے' پھر اپنی قوم کو جا کر عشاء کی نماز پڑھاتے اور یہ حضرت معاذ کی نفل نماز ہوتی اور ان کی قوم کی فرض نماز ہوتی۔

(سنن دار قطنی: ۱۰۶۱-۱۰۶۰'دار المعرفۃ' مسند امام شافعی ص ۵۷'دار الکتب العلمیہ)

اس کا جواب یہ ہے کہ ابن عیینہ نے بھی اس حدیث کو عمرو بن دینار سے روایت کیا ہے جیسا کہ ابن جریج نے روایت کیا ہے اور ابن عیینہ کی روایت ابن جریج سے زیادہ تام اور زیادہ حسن ہے اور اس روایت میں یہ اضافہ نہیں ہے کہ یہ حضرت معاذ کی نفل نماز تھی اور ان کی قوم کی فرض نماز تھی' پس یہ ہو سکتا ہے کہ یہ اضافہ ابن جریج کا قول ہو یا عمرو بن دینار کا قول ہو یا حضرت جابر کا قول ہو' لہٰذا یہ ان تین میں سے جس کا بھی قول ہو' اس میں یہ دلیل نہیں ہے کہ حضرت معاذ ان کو جو نماز پڑھاتے وہ نفل نماز تھی' کیونکہ انہوں نے اس قول کو حضرت معاذ سے نقل نہیں کیا بلکہ انہوں نے اپنی طرف سے ایک بات کہی ہے اور ہو سکتا ہے حقیقت اس کے خلاف ہو' اور اگر یہ ثابت ہو کہ حضرت معاذ اپنی قوم کو نفل پڑھاتے تھے تو یہ ثابت نہیں ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے ان کو نفل پڑھاتے تھے اور نہ یہ ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کے نفل پڑھانے کی خبر دی گئی اور آپ نے ان کو اس عمل پر برقرار رکھا۔

(شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۵۲۷-۵۲۶'قدیمی کتب خانہ' کراچی)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ' اس عبارت کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام طحاوی نے یہ کہا ہے کہ زیادہ مستند روایات میں یہ اضافہ نہیں ہے کہ عشاء کی نماز حضرت معاذ کے لیے نفل تھی اور ان کی قوم کے لیے فرض تھی کیونکہ ابوالبرکات ابن تیمیہ نے کہا ہے کہ امام احمد نے اس اضافہ کو ضعیف قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ مجھے خدشہ ہے کہ یہ محفوظ نہیں ہے' امام طحاوی نے کہا ہے کہ اس اضافہ کے صحیح نہ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ سفیان بن عیینہ نے اس اضافہ کے بغیر اس حدیث کو روایت کیا ہے' اسی طرح امام مسلم نے اس اضافہ کے بغیر اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ (صحیح مسلم: ۴۶۵) اسی طرح امام بخاری نے اس حدیث کو اس اضافہ کے بغیر روایت کیا ہے۔ (صحیح البخاری: ۷۰۱)

(نخب الافکار فی تنقیح مبانی الاخبار فی شرح شرح معانی الآثار ج ۴ ص ۱۵۷-۱۵۶'قدیمی کتب خانہ' کراچی)

امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی ۳۲۱ھ فرماتے ہیں:

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ جو اپنی قوم کو عشاء کی نماز پڑھاتے تھے' وہ از خود یہ عمل کرتے تھے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے ایسا نہیں کرتے تھے' اس کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت معاذ بن رفاعہ الزرقی بیان کرتے ہیں کہ بنو سلمہ کے ایک شخص جن کا نام سلیم تھا' وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور انہوں نے کہا: ہم دن بھر کام کرتے رہتے ہیں' پھر شام کو ہمارے پاس حضرت معاذ آتے ہیں' پھر اذان دیتے ہیں اور لمبی نماز پڑھاتے ہیں' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے معاذ بن جبل! بہت فتنہ ڈالنے والے نہ بنو یا تو صرف میرے ساتھ نماز پڑھو یا اپنی قوم کو تخفیف کے ساتھ نماز پڑھاؤ۔ (مسند احمد ج ۵ ص ۷۴)

اس حدیث سے یہ واضح ہو گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت معاذ کو یہ حکم دیا تھا کہ وہ دو کاموں میں سے ایک کام کریں یا صرف میرے ساتھ عشاء کی نماز پڑھیں یا صرف اپنی قوم کو نماز پڑھائیں اور حضرت معاذ آپ کے ساتھ نماز پڑھنے کے بعد جو اپنی قوم کو نماز پڑھاتے تھے' وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے نہیں پڑھاتے تھے بلکہ آپ نے اس سے منع فرما دیا تھا۔

اگر بالفرض نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت معاذ کو یہ حکم دیا ہو کہ تم میرے ساتھ عشاء کے فرض پڑھنے کے بعد اپنی قوم کو عشاء کی فرض نماز پڑھاؤ تو یہ ابتداء کی بات ہے' جب ایک فرض کو دو مرتبہ پڑھا جاتا تھا' بعد میں آپ نے اس سے منع فرما دیا اور یہ عمل منسوخ ہو گیا' اور ہم نے اس حدیث کو اس کی سند کے ساتھ باب صلوٰۃ الخوف میں ذکر کیا ہے۔ (شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۵۲۸ 'قدیمی کتب خانہ' کراچی)

امام طحاوی نے جن احادیث کا حوالہ دیا ہے' وہ درج ذیل ہیں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم ایک دن میں ایک نماز کو دوبارہ نہ پڑھو۔

(سنن ابوداؤد: ۵۷۹' مسند احمد ج ۲ ص ۱۹-۴۱' سنن بیہقی ج ۲ ص ۳۰۳' سنن دار قطنی ج ۱ ص ۴۱۶-۴۱۵' صحیح ابن خزیمہ: ۱۶۴۱' شرح السنۃ ج ۳ ص ۴۳۱' حلیۃ الاولیاء ج ۸ ص ۳۸۵' مشکوٰۃ: ۲۱۵۷)

حضرت میمونہ کے غلام سلیمان بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو البلاط (مدینہ منورہ کا معروف مقام) میں بیٹھے ہوئے دیکھا' اس وقت لوگ نماز پڑھ رہے تھے' میں نے کہا: اے ابوعبدالرحمان! آپ نماز نہیں پڑھ رہے؟ حضرت ابن عمر نے کہا: میں نماز پڑھ چکا ہوں اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ایک دن میں ایک نماز کو دوبارہ نہیں پڑھا جاتا۔ (سنن نسائی: ۸۵۶' سنن دار قطنی: ۱۵۲۵' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۷۸' صحیح ابن حبان: ۲۳۸۹)

خلاصہ بحث

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ اپنی قوم کو جو عشاء کی نماز پڑھاتے تھے' اس سے فقہاء شافعیہ نے جو یہ استدلال کیا تھا کہ نفل پڑھنے والے کے پیچھے فرض پڑھنے والے کی نماز جائز ہے' امام طحاوی نے اس کے متعدد جواب دیئے' ایک جواب یہ دیا کہ حضرت معاذ کی حدیث میں یہ تصریح نہیں ہے کہ حضرت معاذ کی وہ نماز نفل تھی اور جس روایت میں اس کا نفل ہونا مذکور ہے' مستند احادیث میں یہ اضافہ نہیں ہے۔ دوسرا جواب یہ دیا کہ حضرت معاذ' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے ان کو نماز نہیں پڑھاتے تھے' تیسرا جواب یہ دیا کہ اگر آپ نے حکم دیا بھی ہو تو یہ ابتداء کی بات ہے اور چوتھا قوی جواب دیا کہ امام کی نماز مقتدی کو متضمن ہوتی ہے اور نفل فرض کو متضمن نہیں ہوتا۔ امام طحاوی کی یہ تحقیق بہت کافی اور وافی ہے' تاہم علامہ ابن العربی مالکی نے بھی اس حدیث کے متعدد جوابات دیئے ہیں' مزید شرح صدر کے لیے ہم ان جوابات کا بھی خلاصہ ذکر کر رہے ہیں:

حضرت معاذ کی حدیث سے فقہاء شافعیہ کے مؤقف کا رد

حافظ ابوبکر محمد بن عبداللہ ابن العربی المالکی المتوفی ۵۴۳ھ لکھتے ہیں:

حضرت معاذ' نبی ﷺ کی اقتداء میں نماز پڑھ کر اپنی قوم کو نماز پڑھاتے تھے' اس کے پانچ محامل ہیں:

(۱) حضرت معاذ نفل پڑھتے تھے اور ان کی قوم فرض پڑھتی تھی' یہ امام شافعی کا قول ہے' اور امام مالک اور امام ابوحنیفہ نے اس کا انکار کیا ہے (امام احمد کا بھی مختار قول یہی ہے۔ سعیدی غفرلہٗ) اور حدیث میں حضرت معاذ کی کیفیت کا ذکر نہیں ہے' اور حضرت جابر کا یہ قول ہے کہ ان کی نماز نفل تھی اور ان کی قوم کی نماز فرض تھی' حضرت جابر کا یہ قول غیب کی خبر ہے' حضرت جابر کو حضرت معاذ کی نیت کی کس نے خبر دی' اگر یہ کہا جائے کہ حضرت معاذ بہت بڑے فقیہ تھے' وہ نبی ﷺ کی اقتداء میں فرض چھوڑ کر دوسروں کو فرض کی امامت کیسے کرا سکتے تھے' اس کا جواب یہ ہے کہ مدینہ کی تمام مساجد کے ائمہ' نبی ﷺ کی اقتداء میں فرض چھوڑ کر اپنی اپنی مساجد میں فرض نماز پڑھاتے تھے اور ان کو رسول اللہ ﷺ کے حکم پر عمل کر کے وہاں نماز پڑھانے سے فضیلت حاصل ہوتی تھی اور حضرت معاذ کو اس سے زیادہ فضیلت حاصل ہوتی تھی کیونکہ وہ آپ کی اقتداء میں نفل پڑھ کر پھر اپنی قوم کو عشاء کے فرض پڑھاتے تھے۔

(۲) یہ بھی ہوسکتا ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ' نبی ﷺ کی اقتداء میں دن کی نمازیں پڑھتے تھے اور ان سے رات کی نماز رہ جاتی تھی' کیونکہ ان کی قوم دن میں کام کرتی تھی' اور راوی نے حضرت معاذ کی دو وقتوں کی نماز کی خبر دی ہے' نہ کہ ایک وقت کی نماز کی۔

(۳) اس حدیث میں صرف حضرت معاذ کے نماز پڑھانے کا ذکر ہے' اس نماز کی کیفیت کا ذکر نہیں ہے' اس لیے اس حدیث پر عمل نہیں کیا جا سکتا۔

(۴) حدیث میں ہے کہ امام صرف اس لیے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے۔ (صحیح البخاری:۶۸۹) اور رکوع' سجود وغیرہ ارکان میں امام کی مخالفت کرنا جائز نہیں ہے اور سب سے بڑا رکن نماز کی نیت ہے تو یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ حضرت معاذ جو امام تھے' وہ عشاء کے نفل کی نیت کریں اور ان کے مقتدی عشاء کے فرض کی نیت کریں' یہ نماز اس وقت صحیح ہوسکتی تھی کہ حضرت معاذ عشاء کے فرض پڑھانے کی نیت کریں۔

(۵) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: امام ضامن ہے (سنن ترمذی:۲۰۷) یعنی امام کی نماز مقتدی کی نماز کو متضمن ہوتی ہے' اور نفل فرض کو متضمن نہیں ہوتا۔ (عارضۃ الاحوذی ج ۳ ص ۵۶۔۵۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

واضح رہے کہ اکثر فقہاء حنبلیہ بھی اس مسئلہ میں امام ابوحنیفہ اور امام مالک کے ساتھ ہیں کہ نفل پڑھنے والے کی اقتداء میں فرض پڑھنے والے کی نماز نہیں ہوتی۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۹۴۳۔ ج ۱ ص ۱۲۵۴ پر مذکور ہے' اس کی شرح کا عنوان ہے: متنفل کی اقتداء میں مفترض کی نماز کی ممانعت میں مذاہب ائمہ اور جمہور فقہاء کے دلائل۔

٦١ - بَابُ تَخْفِيفِ الْإِمَامِ فِي الْقِيَامِ، وَإِتْمَامِ الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ

قیام' رکوع اور سجود پورا کرنے میں امام کا تخفیف کرنا

۷۰۲ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ قَالَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ سَمِعْتُ قَيْسًا قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زہیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے

مَسْعُوْدٍ اَنَّ رَجُلًا قَالَ وَاللّٰهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اِنِّیْ لَاَتَاَخَّرُ عَنْ صَلٰوةِ الْغَدَاةِ مِنْ اَجْلِ فُلَانٍ، مِمَّا يُطِيْلُ بِنَا، فَمَا رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ مَوْعِظَةٍ اَشَدَّ غَضَبًا مِّنْهُ يَوْمَئِذٍ، ثُمَّ قَالَ اِنَّ مِنكُمْ مُنَفِّرِيْنَ، فَاَيُّكُمْ مَا صَلّٰى بِالنَّاسِ فَلْيَتَجَوَّزْ، فَاِنَّ فِيْهِمُ الضَّعِيْفَ وَالْكَبِيْرَ وَذَا الْحَاجَةِ.

کہا: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے قیس سے سنا' انہوں نے کہا: مجھے حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ ایک شخص نے کہا: اللہ کی قسم! یارسول اللہ! میں ایک شخص کی وجہ سے صبح کی نماز چھوڑ دیتا ہوں کیونکہ وہ ہم کو بہت لمبی نماز پڑھاتا ہے' پس میں نے اس دن سے پہلے کبھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اتنے غضب سے نصیحت کرتے ہوئے نہیں دیکھا' پھر آپ نے فرمایا: تم میں سے کچھ آدمی لوگوں کو متنفر کرتے ہیں' تم میں سے جو شخص بھی لوگوں کو نماز پڑھائے' وہ اختصار کے ساتھ نماز پڑھائے کیونکہ لوگوں میں کم زور بھی ہوتے ہیں اور بوڑھے بھی ہوتے ہیں اور ضرورت مند بھی ہوتے ہیں۔

باب مذکور کی حدیث' صحیح البخاری: ٩٠ میں بھی مذکور ہے' وہاں اس کا عنوان ہے: کوئی ناپسندیدہ بات دیکھ کر غضب سے نصیحت کرنا' اور یہاں اس کا عنوان ہے: قیام اور رکوع اور سجود پورا کرنے میں امام کا تخفیف کرنا' اور اس حدیث میں دونوں عنوانوں کی گنجائش ہے۔اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ٩٠ میں کی گئی ہے۔

٦٢ - بَابُ اِذَا صَلّٰى لِنَفْسِهٖ فَلْيُطَوِّلْ مَا شَاءَ

جب کوئی شخص اپنی نماز پڑھے تو جس قدر چاہے لمبی نماز پڑھے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ تخفیف کا جو حکم دیا گیا ہے' وہ ائمہ کو دیا گیا ہے کیونکہ ان کے پیچھے ایسے نمازی بھی ہوتے ہیں جو لمبی نماز کی طاقت نہیں رکھتے اور جب کوئی انسان صرف اپنی نماز پڑھے تو وہ چاہے لمبی نماز پڑھے' چاہے مختصر پڑھے۔

٧٠٣ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ اَبِی الزِّنَادِ، عَنِ الْاَعْرَجِ، عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا صَلّٰى اَحَدُكُمْ لِلنَّاسِ فَلْيُخَفِّفْ، فَاِنَّ فِيْهِمُ الضَّعِيْفَ وَالسَّقِيْمَ وَالْكَبِيْرَ، وَاِذَا صَلّٰى اَحَدُكُمْ لِنَفْسِهٖ فَلْيُطَوِّلْ مَا شَاءَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص لوگوں کو نماز پڑھائے تو تخفیف کے ساتھ نماز پڑھائے کیونکہ ان میں کمزور' بیمار اور بوڑھے بھی ہوتے ہیں اور جب تم میں سے کوئی شخص اپنی نماز پڑھے تو جس قدر چاہے لمبی نماز پڑھے۔

ہمارے دور کا المیہ یہ ہے کہ جب امام نماز پڑھاتے ہیں تو لمبی نماز پڑھاتے ہیں اور جب اپنی نماز پڑھتے ہیں تو نہایت مختصر اور سرعت کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں۔

٦٣ - بَابُ مَنْ شَكَا اِمَامَهٗ اِذَا طَوَّلَ

جس شخص نے اپنے امام کی لمبی نماز پڑھانے کی شکایت کی

وَقَالَ اَبُوْ اُسَيْدٍ طَوَّلْتَ بِنَا يَا بُنَيَّ.

اور ابو اسید نے کہا: اے میرے بیٹے! تم نے ہمارے ساتھ لمبی نماز کر دی۔

اس تعلیق کو امام ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے از وکیع از عبدالرحمان بن سلیمان بن الغسیل' انہوں نے کہا: مجھے المنذر بن ابی اسید الانصاری نے بیان کیا کہ میرے والد میرے پیچھے نماز پڑھتے تھے' بعض اوقات وہ مجھ سے کہتے: اے میرے بیٹے! تم نے آج نماز لمبی پڑھائی ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ٦١١٦)

ابو اسید کا نام مالک بن ربیعہ الانصاری الساعدی المدنی ہے' یہ تمام غزوات میں حاضر رہے تھے اور یہ بدریین میں سے سب سے آخر میں فوت ہوئے تھے' ٣٠ھ کا ایک قول ہے' ٦٠ھ کا دوسرا قول ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۳۵۴)

٧٠٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ' عَنْ اِسْمَاعِيْلَ بْنِ اَبِيْ خَالِدٍ' عَنْ قَيْسِ ابْنِ اَبِيْ حَازِمٍ' عَنْ اَبِيْ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ' اِنِّيْ لَاَتَاَخَّرُ عَنِ الصَّلٰوةِ فِي الْفَجْرِ مِمَّا يُطِيْلُ بِنَا فُلَانٌ فِيْهَا' فَغَضِبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' مَا رَاَيْتُهُ غَضِبَ فِيْ مَوْضِعٍ كَانَ اَشَدَّ غَضَبًا مِنْهُ يَوْمَئِذٍ' ثُمَّ قَالَ يَآ اَيُّهَا النَّاسُ' اِنَّ مِنْكُمْ مُنَفِّرِيْنَ' فَمَنْ اَمَّ النَّاسَ فَلْيَتَجَوَّزْ' فَاِنَّ خَلْفَهُ الضَّعِيْفَ وَالْكَبِيْرَ وَذَا الْحَاجَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از اسماعیل بن ابی خالد از قیس بن ابی حازم از حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ ایک شخص نے بیان کیا: یارسول اللہ! میں فجر کی جماعت چھوڑ دیتا ہوں کیونکہ فلاں شخص بہت لمبی نماز پڑھاتا ہے' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہت سخت غضب ناک ہوئے' میں نے آپ کو اس دن سے زیادہ کسی جگہ اتنے غضب میں نہیں دیکھا' آپ نے فرمایا: اے لوگو! تم میں سے بعض شخص لوگوں کو متنفر کرنے والے ہیں' پس جو شخص لوگوں کو نماز پڑھائے' وہ اختصار کرے کیونکہ اس کے پیچھے کم زور' بوڑھے اور ضرورت مند بھی ہوتے ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٩٠ میں گزر چکی ہے۔

٧٠٥ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ بْنُ اَبِيْ اِيَاسٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَارِبُ بْنُ دِثَارٍ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ الْاَنْصَارِيَّ قَالَ اَقْبَلَ رَجُلٌ بِنَاضِحَيْنِ وَقَدْ جَنَحَ اللَّيْلُ' فَوَافَقَ مُعَاذًا يُصَلِّيْ' فَتَرَكَ نَاضِحَهُ' وَاَقْبَلَ اِلٰى مُعَاذٍ' فَقَرَاَ بِسُوْرَةِ الْبَقَرَةِ' اَوِ النِّسَاءِ' فَانْطَلَقَ الرَّجُلُ' وَبَلَغَهُ اَنَّ مُعَاذًا نَالَ مِنْهُ' فَاَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَشَكَا اِلَيْهِ مُعَاذًا' فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا مُعَاذُ اَفَتَّانٌ اَنْتَ ؟ اَوْ اَفَاتِنٌ؟ ثَلَاثَ مِرَارٍ فَلَوْ لَا صَلَّيْتَ ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ﴾' ﴿وَالشَّمْسِ وَضُحَاهَا﴾' ﴿وَاللَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى﴾ فَاِنَّهُ يُصَلِّيْ وَرَاءَكَ الْكَبِيْرُ وَالضَّعِيْفُ وَذُو الْحَاجَةِ. اَحْسِبُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم بن ابی ایاس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محارب بن دثار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ ایک آدمی دو پانی لادنے والے اونٹوں کو لے کر آیا' اس وقت رات اپنے بازو پھیلا چکی تھی' اس نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھاتے ہوئے پایا' اس نے اپنے اونٹ کو چھوڑ دیا اور حضرت معاذ کی طرف بڑھا' حضرت معاذ نے سورۃ البقرہ یا سورۃ النساء شروع کر دی' وہ شخص (واپس) چلا گیا' حضرت معاذ کو یہ خبر پہنچی تو وہ اس شخص پر ناراض ہوئے' وہ شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور حضرت معاذ کی شکایت کی' تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

هٰذَا فِی الْحَدِیْثِ. قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ وَتَابَعَهُ سَعِیْدُ بْنُ مَسْرُوْقٍ، وَمِسْعَرٌ، وَالشَّیْبَانِیُّ قَالَ عَمْرٌو وَعُبَیْدُ اللّٰهِ بْنُ مِقْسَمٍ، وَاَبُو الزُّبَیْرِ، عَنْ جَابِرٍ قَرَاَ مُعَاذٌ فِی الْعِشَاءِ بِالْبَقَرَةِ. وَتَابَعَهُ الْاَعْمَشُ، عَنْ مُحَارِبٍ.

فرمایا: اے معاذ! کیا تم بہت فتنہ ڈالنے والے ہو؟ یا فرمایا: تم فتنہ ڈالنے والے ہو؟ یہ آپ نے تین بار فرمایا، تم نے یہ سورتیں کیوں نہ پڑھیں: ''سبح اسم ربك الاعلٰی، والشمس وضحها، والليل اذا يغشى'' کیونکہ تمہارے پیچھے بوڑھے، کمزور اور ضرورت مند بھی نماز پڑھتے ہیں، (شعبہ نے کہا:) میں گمان کرتا ہوں کہ یہ (آخری جملہ) بھی اس حدیث میں ہے۔ امام ابوعبداللہ (بخاری) نے کہا: سعید بن مسروق، مسعر اور شیبانی نے شعبہ کی متابعت کی ہے۔ عمرو اور عبید اللہ بن مقسم اور ابوالزبیر نے جابر سے روایت کی ہے کہ حضرت معاذ نے عشاء میں سورۂ بقرہ پڑھی۔ اس حدیث میں شعبہ نے الاعمش کی از محارب متابعت کی ہے۔

اس حدیث کی مفصل شرح، صحیح البخاری: ٧٠٠ میں گزر چکی ہے۔

٦٤ - بَابُ الْاِیْجَازِ فِی الصَّلٰوةِ وَاِكْمَالِهَا

نماز میں اختصار اور اس کو مکمل کرنا

٧٠٦ - حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِیْزِ، عَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُوْجِزُ الصَّلٰوةَ وَیُكْمِلُهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابومعمر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوارث نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مختصر نماز پڑھتے تھے اور اس (کے ارکان) کو مکمل کرتے تھے۔

(صحیح مسلم: ٤٦٩، الرقم المسلسل: ١٠٣٤، سنن ابن ماجہ: ٩٨٥، مصنف ابن ابی شیبہ ج ٢ ص ٥٤، سنن بیہقی ج ٣ ص ١١٥، مسند احمد ج ٣ ص ١٠١ طبع قدیم، مسند احمد: ١١٩٩٠۔ ج ١٩ ص ٤٨، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

اس حدیث کے چار رجال ہیں، ان کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت واضح ہے۔

٦٥ - بَابُ مَنْ اَخَفَّ الصَّلٰوةَ عِنْدَ بُكَاءِ الصَّبِیِّ

جس نے بچے کے رونے کی آواز سن کر نماز میں تخفیف کی

٧٠٧ - حَدَّثَنَا اِبْرَاهِیْمُ بْنُ مُوْسٰی قَالَ اَخْبَرَنَا الْوَلِیْدُ قَالَ حَدَّثَنَا الْاَوْزَاعِیُّ، عَنْ یَحْیَی بْنِ اَبِی كَثِیْرٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِی قَتَادَةَ، عَنْ اَبِیْهِ اَبِی قَتَادَةَ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنِّی لَاَقُوْمُ فِی الصَّلٰوةِ اُرِیْدُ اَنْ اُطَوِّلَ فِیْهَا، فَاَسْمَعُ بُكَاءَ الصَّبِیِّ، فَاَتَجَوَّزُ فِیْ صَلٰوتِیْ، كَرَاهِیَةَ اَنْ اَشُقَّ عَلٰی اُمِّهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الولید نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں الاوزاعی نے حدیث بیان کی از یحییٰ بن ابی کثیر از عبداللہ بن ابی قتادہ از والد خود ابوقتادہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: میں نماز کے لیے کھڑا ہوتا ہوں اور لمبی نماز پڑھانے کا ارادہ کرتا ہوں، پھر میں بچے کے رونے کی آواز سنتا ہوں تو میں نماز مختصر کر دیتا ہوں،

تَابَعَهُ بِشْرُ بْنُ بَكْرٍ، وَابْنُ الْمُبَارَكِ، وَبَقِيَّةُ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ. [طرف الحدیث: ٨٦٨] اس کو ناپسند کرتے ہوئے کہ اس کی ماں کو طول دشوار ہوگا۔ بشر بن بکر اور ابن المبارک اور بقیہ نے ولید بن مسلم کی متابعت کی ہے از الاوزاعی۔

(صحیح مسلم: ٤٧٠، الرقم المسلسل: ١٠٣٧، سنن ابوداؤد: ٧٨٩، سنن ابن ماجہ: ٩٨٩، سنن نسائی: ٨٢١، مصنف ابن ابی شیبہ ج ٢ ص ٥٧، مسند احمد ج ٥ ص ٣٠٥ طبع قدیم، مسند احمد: ٢٢٦٠٢۔ ج ٣٧ ص ٢٨٨، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(١) ابراہیم بن موسیٰ بن یزید الفراء ابو اسحاق الرازی (٢) الولید بن مسلم (٣) عبد الرحمٰن بن عمرو الاوزاعی (٤) یحییٰ بن ابی کثیر (٥) عبد اللہ بن ابی قتادہ ابو یحییٰ الانصاری اسلمی (٦) ان کے والد حضرت الحارث بن ربعی الانصاری رضی اللہ عنہ۔

(عمدۃ القاری ج ٥ ص ٣٥٨)

آنے والے نمازی کو جماعت میں شامل کرنے کے لیے رکوع کو لمبا کرنے میں مذاہب فقہاء

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

شعبی، حسن بصری اور عبد الرحمٰن بن لیلیٰ نے کہا ہے کہ جب امام رکوع میں ہو اور وہ کسی کے آنے کی آہٹ سنے تو اس کے لیے جائز ہے کہ وہ رکوع کی تسبیحات کو معمول سے کچھ زیادہ کر دے تا کہ آنے والے اس کی نماز میں شامل ہو جائیں کیونکہ جب بچہ کے رونے کی آواز سن کر نماز کی تسبیحات میں اختصار کیا جا سکتا ہے تو آنے والوں کی آہٹ سن کر تسبیحات کو بڑھایا بھی جا سکتا ہے۔

امام احمد، ابو ثور اور اسحاق نے کہا ہے: جب تک نمازیوں پر دشوار نہ ہو ان کا انتظار کر سکتا ہے۔

امام مالک نے کہا: ان کا انتظار نہ کرے کیونکہ اس سے دوسرے نمازیوں کو ضرر ہوگا۔

امام شافعی اور امام ابو حنیفہ نے کہا ہے کہ وہ اپنے معمول کے مطابق رکوع کرے۔

(شرح ابن بطال ج ٢ ص ٣٩٩، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ١٤٢٤ھ)

مسئلہ مذکور میں فقہاء احناف کی تصریحات

علامہ علاء الدین مغلطائی ابن قلیج الحنفی المتوفی ٧٦٢ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں اختصار کا معنی یہ ہے کہ آپ قراءت کو کم کر دیتے تھے، وکیع نے اپنی سند کے ساتھ ابو سائط سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلی رکعت میں تقریباً ساٹھ آیات پڑھیں، پھر آپ نے بچے کے رونے کی آواز سنی تو دوسری رکعت میں تین آیات پڑھیں، اور آنے والے نمازیوں کے انتظار میں تسبیحات زیادہ پڑھنے میں اختلاف ہے۔

(شرح سنن ابن ماجہ ج ٥ ص ١٦٧٤، مکتبہ نزار مصطفیٰ، مکہ مکرمہ، ١٤٢٤ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

ہمارے اصحاب کی کتب میں سے الذخیرہ میں مذکور ہے کہ امام رکوع میں جوتیوں کی آہٹ سنے تو کیا وہ آنے والے نمازیوں کا انتظار کرے؟ امام ابو یوسف نے کہا: میں نے یہ مسئلہ امام ابو حنیفہ اور امام ابن ابی لیلیٰ سے پوچھا تو ان دونوں نے اس کو مکروہ قرار دیا اور امام ابو حنیفہ نے فرمایا: مجھے اس پر شرک کا خطرہ ہے، اور ہشام نے امام محمد سے اس کی کراہت کو روایت کیا ہے، شعبی نے کہا: ایک یا دو تسبیح کی مقدار زیادہ پڑھے تو کوئی حرج نہیں، ابو القاسم الصغار نے کہا ہے: اگر آنے والا غنی ہو تو پھر انتظار کرنا جائز نہیں ہے

اگر وہ فقیر ہو تو پھر جائز ہے' ابواللیث نے کہا ہے کہ اگر امام آنے والے کو پہچانتا ہو تو پھر تسبیحات زیادہ کرنا جائز نہیں ہے اور اگر اس کو پہچانتا نہ ہو تو پھر کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ اس میں عبادت پر اعانت ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ آنے والے نمازی کو جماعت میں شامل کرنے کے لیے خصوصیت کے ساتھ رکوع کو لمبا کرنا مکروہ ہے' جب کہ رکوع لمبا کرنے سے اس کا ارادہ اللہ عزوجل کا تقرب نہ ہو' ایک قول یہ ہے کہ اگر وہ ظالم کے ظلم اور اس کے شر کو دفع کرنے کے لیے رکوع کو لمبا کرے تو پھر یہ مکروہ نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۵ ص ۳۶۰-۳۵۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

علامہ محمد بن علی بن محمد حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

رکوع کو لمبا کرنا یا قراءت کو لمبا کرنا تاکہ آنے والے نمازی کو رکعت مل جائے' اس کا حکم یہ ہے کہ اگر وہ آنے والے کو پہچانتا ہے تو یہ مکروہ تحریمی ہے ورنہ کوئی حرج نہیں ہے' اور اگر وہ اس فعل سے اللہ تعالیٰ کے حصول قرب کا ارادہ کرے تو یہ بالاتفاق مکروہ نہیں ہے لیکن یہ بہت نادر ہے اور اس کو مسئلۃ الریاء کہا جاتا ہے' اس لیے اس سے احتراز کرنا چاہیے۔

علامہ محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

عبادت میں ایسے فعل کو ترک کرنا افضل ہے جو عدم اخلاص کا شبہ پیدا کرے کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا: اس کام کو چھوڑ دو جو شک پیدا کرے اور وہ کام کرو جس میں شک نہ ہو۔ (سنن ترمذی: ۲۵۱۸' مسند احمد ج ۱ ص ۲۰۰) اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ اس میں عبادت پر اعانت ہے تو اس سے نمازی کی سستی اور نماز کے لیے جلدی نہ آنے اور جماعت سے نماز پڑھنے کی تیاری نہ کرنے پر بھی اعانت ہے' لہٰذا اولیٰ یہ ہے کہ اس کو ترک کر دیا جائے۔ (ردالمحتار مع الدرالمختار ج ۲ ص ۱۷۶-۱۷۵' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۹۵۹- ج ۱ ص ۱۲۶۱ پر مذکور ہے' اس کی شرح کا عنوان ہے:

بعد میں آنے والے نمازی کے لیے امام کا رکوع کو لمبا کرنے کا حکم۔

۷۰۸ - حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَرِيْكُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُوْلُ مَا صَلَّيْتُ وَرَاءَ إِمَامٍ قَطُّ أَخَفَّ صَلٰوةً وَلَا أَتَمَّ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَإِنْ كَانَ لَيَسْمَعُ بُكَاءَ الصَّبِيِّ فَيُخَفِّفُ، مَخَافَةَ أَنْ تُفْتَنَ أُمُّهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں خالد بن مخلد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان بن بلال نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شریک بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ میں نے نبی ﷺ سے زیادہ کسی امام کے پیچھے خفیف اور مکمل نماز نہیں پڑھی' اور اگر آپ بچے کے رونے کی آواز سنتے تو اس خوف سے نماز میں تخفیف کر دیتے کہ اس کی ماں فتنہ میں پڑ جائے گی۔

۷۰۹ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ قَالَ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ أَنَّ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ حَدَّثَهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنِّيْ لَأَدْخُلُ فِي الصَّلٰوةِ، وَأَنَا أُرِيْدُ إِطَالَتَهَا، فَأَسْمَعُ بُكَاءَ الصَّبِيِّ، فَأَتَجَوَّزُ فِيْ صَلٰوتِيْ، مِمَّا أَعْلَمُ مِنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے ان کو حدیث بیان کی کہ نبی ﷺ نے فرمایا: بے شک میں نماز میں

شِدَّةِ وَجْدِ اُمِّهٖ مِنْ بُكَائِهٖ. [طرف الحدیث:٧١٠]

داخل ہوتا ہوں اور میرا ارادہ نماز لمبی کرنے کا ہوتا ہے پس میں بچے کے رونے کی آواز سنتا ہوں تو میں نماز مختصر کر دیتا ہوں کیونکہ میں جانتا ہوں کہ بچے کے رونے کی وجہ سے اس کی ماں بہت مضطرب ہوگی۔

اس حدیث کی شرح کے لیے بھی صحیح البخاری: ٧٠٧ ملاحظہ فرمائیں۔

٧١٠ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عَدِیٍّ، عَنْ سَعِیْدٍ، عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنِّیْ لَاَدْخُلُ فِی الصَّلٰوةِ، فَاُرِیْدُ اِطَالَتَهَا، فَاَسْمَعُ بُكَاءَ الصَّبِیِّ فَاَتَجَوَّزُ، مِمَّا اَعْلَمُ مِنْ شِدَّةِ وَجْدِ اُمِّهٖ مِنْ بُكَائِهٖ. وَقَالَ مُوْسٰی حَدَّثَنَا اَبَانُ قَالَ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ قَالَ حَدَّثَنَا اَنَسٌ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهٗ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن عدی نے حدیث بیان کی از سعید از قتادہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک میں نماز میں داخل ہوتا ہوں' پس اس کو لمبی پڑھنے کا ارادہ کرتا ہوں' پھر میں کسی بچے کے رونے کی آواز سنتا ہوں تو میں نماز کو مختصر کرتا ہوں کیونکہ میں جانتا ہوں کہ اس کے رونے کی وجہ سے اس کی ماں بہت مضطرب ہو گی' اور موسیٰ نے کہا: ہمیں ابان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اس کی مثل حدیث بیان کی از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۔

اس حدیث کی شرح کے لیے بھی صحیح البخاری: ٧٠٧ کا مطالعہ فرمائیں۔

٦٦ - بَابُ اِذَا صَلّٰی ثُمَّ اَمَّ قَوْمًا

جب کسی شخص نے نماز پڑھی' پھر اپنی قوم کو نماز پڑھائی

یعنی جب کسی شخص نے امام کے ساتھ نماز پڑھی' پھر جا کر اپنی قوم کو نماز پڑھائی تو اس کا کیا حکم ہے؟

٧١١ - حَدَّثَنَا سُلَیْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، وَاَبُو النُّعْمَانِ قَالَا حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَیْدٍ، عَنْ اَیُّوْبَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِیْنَارٍ، عَنْ جَابِرٍ قَالَ كَانَ مُعَاذٌ یُصَلِّیْ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ یَاْتِیْ قَوْمَهٗ فَیُصَلِّیْ بِهِمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب اور ابو النعمان نے حدیث بیان کی' ان دونوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ایوب از عمرو بن دینار از حضرت جابر رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے تھے' پھر اپنی قوم کے پاس جاتے تھے' پھر ان کو نماز پڑھاتے تھے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ٧٠٠ کا مطالعہ فرمائیں۔

٦٧ - بَابُ مَنْ اَسْمَعَ النَّاسَ تَكْبِیْرَ الْاِمَامِ

جس نے نمازیوں کو امام کی تکبیر سنائی

٧١٢ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دَاوُدَ قَالَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ، عَنْ اِبْرَاهِیْمَ، عَنِ الْاَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ لَمَّا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن داؤد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی از ابراہیم

مَرِضَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَضَهُ الَّذِی مَاتَ فِيهِ، أَتَاهُ يُؤْذِنُهُ بِالصَّلٰوةِ، فَقَالَ مُرُوْا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ. قُلْتُ إِنَّ أَبَا بَكْرٍ رَجُلٌ أَسِيفٌ، إِنْ يَقُمْ مَقَامَكَ يَبْكِی، فَلَا يَقْدِرُ عَلَى الْقِرَاءَةِ، قَالَ مُرُوْا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ. فَقُلْتُ مِثْلَهُ، فَقَالَ فِی الثَّالِثَةِ أَوِ الرَّابِعَةِ إِنَّكُنَّ صَوَاحِبُ يُوْسُفَ، مُرُوْا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ. فَصَلّٰى، وَخَرَجَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُهَادٰى بَيْنَ رَجُلَيْنِ، كَأَنِّی أَنْظُرُ إِلَيْهِ يَخُطُّ بِرِجْلَيْهِ الْأَرْضَ، فَلَمَّا رَاٰهُ أَبُوْ بَكْرٍ ذَهَبَ يَتَأَخَّرُ، فَأَشَارَ إِلَيْهِ أَنْ صَلِّ. فَتَأَخَّرَ أَبُوْ بَكْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، وَقَعَدَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلٰى جَنْبِهِ، وَأَبُوْ بَكْرٍ يُسْمِعُ النَّاسَ التَّكْبِيرَ. تَابَعَهُ مُحَاضِرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ.

الاسود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا: جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس مرض میں مبتلا ہوئے جس میں آپ کی وفات ہوگئی تھی تو آپ کے پاس حضرت بلال رضی اللہ عنہ نماز کی اطلاع دینے آئے، آپ نے فرمایا: ابوبکر کو حکم پہنچاؤ کہ وہ نماز پڑھائیں، میں نے کہا: حضرت ابوبکر بہت نرم دل ہیں، جب وہ آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو رو پڑیں گے، پس قرآن نہیں پڑھ سکیں گے، آپ نے فرمایا: ابوبکر کو حکم پہنچاؤ کہ وہ نماز پڑھائیں، میں نے پھر اسی طرح کہا، آپ نے پھر تیسری یا چوتھی بار فرمایا: تم حضرت یوسف کے زمانہ کی عورتوں کی مثل ہو، ابوبکر کو حکم پہنچاؤ کہ وہ نماز پڑھائیں، پس حضرت ابوبکر نے نماز پڑھائی، اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دو آدمیوں کے سہارے سے نکلے گویا کہ میں آپ کی طرف دیکھ رہی تھی، آپ پیر گھسیٹ کر زمین پر چل رہے تھے، جس سے زمین پر نشان پڑ رہے تھے، جب حضرت ابوبکر نے آپ کو دیکھا تو پیچھے ہٹنے لگے، آپ نے اشارہ کیا کہ وہ نماز پڑھاتے رہیں، پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پیچھے ہٹ گئے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرت ابوبکر کے پہلو میں بیٹھ گئے اور حضرت ابوبکر نمازیوں کو تکبیر سنا رہے تھے۔ عبداللہ بن داؤد نے اس حدیث میں محاضر کی متابعت کی ہے از الاعمش۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۶۶۵ ـ ۶۶۴ کا مطالعہ فرمائیں، وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: جس حد تک مریض جماعت میں حاضر ہو، اور اس حدیث میں اس کا عنوان ہے: جس نے نمازیوں کو امام کی تکبیر سنائی، اور اس حدیث میں دونوں عنوانوں کی گنجائش ہے۔

٦٨ - بَابُ الرَّجُلِ يَأْتَمُّ بِالْإِمَامِ، وَيَأْتَمُّ النَّاسُ بِالْمَأْمُومِ

ایک شخص امام کی اقتداء کرے اور نمازی مقتدی کی اقتداء کریں

یعنی جو شخص امام کی اقتداء کر رہا ہے، نمازی اس شخص کی اقتداء کریں اور اس کی تکبیرات سن کر رکوع اور سجود کریں۔

وَيُذْكَرُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِئْتَمُّوْا بِی، وَلْيَأْتَمَّ بِكُمْ مَنْ بَعْدَكُمْ.

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ حدیث ذکر کی جاتی ہے: تم میری اقتداء کرو اور تمہارے بعد کے لوگ تمہاری اقتداء کریں۔

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل حدیث ہے:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب کو پیچھے دیکھا تو ان سے فرمایا: آگے آؤ اور میری اقتداء کرو اور تمہارے بعد کے لوگ تمہاری اقتداء کریں گے اور ایک قوم ہمیشہ پیچھے ہوتی رہے گی حتیٰ کہ اللہ ان کو پیچھے کر دے گا۔

(صحیح مسلم: ٤٣٨، سنن ابوداؤد: ٦٨٠، سنن نسائی: ٧٩٥، سنن ابن ماجہ: ٩٧٨، مسند احمد ج ٣ ص ٣٤، سنن بیہقی ج ٣ ص ١٠٣، کنز العمال: [illegible])

حافظ علاء الدین مغلطائی ابن قلیج الحنفی المتوفی ٧٦٢ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ المنذری نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد منافقین کے متعلق ہے اور اس کا معنی یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جو لوگ علم میں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک مرتبہ میں پیچھے ہیں وہ آگے بڑھیں اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: صف اول میں اعرابی، عجمی اور نابالغ لڑکا آگے نہ آئے۔ (سنن دارقطنی ج ١ ص ٢٨١)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کامل عقل والوں کو اگلی صف میں نماز پڑھنے کا حکم دیا تاکہ اگر نماز میں خلیفہ بنانے کی ضرورت پڑے تو ان کو خلیفہ بنایا جائے یا وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث سن کر پہنچائیں اور وہ آپ کی احادیث سن کر منضبط کر سکیں اور وہ اگلی صف میں بیٹھنے کے مستحق ہیں اور تاکہ بعد والے ان کی اقتداء کریں۔ (شرح سنن ابن ماجہ ج ٥ ص ١٦٥٩-١٦٥٨، مکتبہ نزار مصطفیٰ، مکہ مکرمہ، ١٤٢٤ھ)

٧١٣- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْاَعْمَشِ، عَنْ اِبْرَاهِيْمَ، عَنِ الْاَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا ثَقُلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، جَاءَ بِلَالٌ يُؤْذِنُهُ بِالصَّلٰوةِ، فَقَالَ مُرُوْا اَبَا بَكْرٍ اَنْ يُّصَلِّيَ بِالنَّاسِ. فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اِنَّ اَبَا بَكْرٍ رَجُلٌ اَسِيْفٌ، وَاِنَّهُ مَتٰى مَا يَقُمْ مَقَامَكَ لَا يُسْمِعُ النَّاسَ، فَلَوْ اَمَرْتَ عُمَرَ، فَقَالَ مُرُوْا اَبَا بَكْرٍ يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ. فَقُلْتُ لِحَفْصَةَ قُوْلِيْ لَهُ اِنَّ اَبَا بَكْرٍ رَجُلٌ اَسِيْفٌ، وَاِنَّهُ مَتٰى يَقُمْ مَقَامَكَ لَا يُسْمِعُ النَّاسَ، فَلَوْ اَمَرْتَ عُمَرَ، قَالَ اِنَّكُنَّ لَاَنْتُنَّ صَوَاحِبُ يُوْسُفَ، مُرُوْا اَبَا بَكْرٍ اَنْ يُّصَلِّيَ بِالنَّاسِ. فَلَمَّا دَخَلَ فِي الصَّلٰوةِ، وَجَدَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ نَفْسِهِ خِفَّةً، فَقَامَ يُهَادٰى بَيْنَ رَجُلَيْنِ، وَرِجْلَاهُ يَخُطَّانِ فِي الْاَرْضِ، حَتّٰى دَخَلَ الْمَسْجِدَ، فَلَمَّا سَمِعَ اَبُوْ بَكْرٍ حِسَّهُ، ذَهَبَ اَبُوْ بَكْرٍ يَتَاَخَّرُ، فَاَوْمَاَ اِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَجَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى جَلَسَ عَنْ يَّسَارِ اَبِيْ بَكْرٍ، فَكَانَ اَبُوْ بَكْرٍ يُصَلِّيْ قَائِمًا، وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ قَاعِدًا، يَقْتَدِيْ اَبُوْ بَكْرٍ بِصَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَالنَّاسُ مُقْتَدُوْنَ بِصَلٰوةِ اَبِيْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابومعاویہ نے حدیث بیان کی از الاعمش از ابراہیم از الاسود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت بوجھل ہو گئی تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ آپ کو اذان کی اطلاع دینے آئے، آپ نے فرمایا: ابوبکر کو یہ حکم پہنچاؤ کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! حضرت ابوبکر نرم دل آدمی ہیں اور بے شک وہ جب بھی آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے، لوگوں کو قرآن نہیں سنا سکیں گے، کاش آپ حضرت عمر کو یہ حکم دے دیتے، آپ نے فرمایا: ابوبکر کو یہ حکم پہنچاؤ کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں، پس میں نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے کہا: آپ کہیے کہ حضرت ابوبکر نرم دل آدمی ہیں اور جب وہ آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو لوگوں کو سنا نہیں سکیں گے تو کاش آپ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ حکم دیتے، آپ نے فرمایا: بے شک تم سب حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ کی عورتوں کی مثل ہو، ابوبکر کو یہ حکم پہنچاؤ کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں، پھر جب حضرت ابوبکر نماز پڑھانے گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیماری میں تخفیف محسوس کی، پس آپ دو آدمیوں کے درمیان کھڑے ہو کر (ان کے سہارے سے) چلنے لگے، اور آپ کے دونوں پیر زمین پر گھسٹ رہے تھے، حتیٰ کہ آپ مسجد میں داخل ہو گئے، جب حضرت ابوبکر نے آپ کی آہٹ سنی تو پیچھے ہٹنے لگے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف اشارہ کیا (کہ نماز پڑھاتے رہو) پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

آ کر حضرت ابوبکر کی بائیں جانب بیٹھ گئے' پس حضرت ابوبکر کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ کر نماز پڑھا رہے تھے' حضرت ابوبکر' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی اقتداء کر رہے تھے اور لوگ حضرت ابوبکر کی اقتداء کر رہے تھے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے بھی صحیح البخاری: ۶۶۵ - ۶۶۴ کا مطالعہ فرمائیں۔

٦٩ - بَابٌ هَلْ يَأْخُذُ الْإِمَامُ إِذَا شَكَّ بِقَوْلِ النَّاسِ؟

جب امام کو شک ہو تو کیا وہ لوگوں کے قول پر عمل کر سکتا ہے؟

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس مسئلہ میں ائمہ کا اختلاف ہے کہ مثلاً جب مقتدی امام کو یہ بتائے کہ اس سے ایک رکعت رہ گئی ہے تو کیا وہ اس کے قول کی طرف رجوع کر سکتا ہے یا نہیں؟ امام مالک کے اس میں مختلف قول ہیں' ایک قول یہ ہے کہ وہ ان کے قول کی طرف رجوع کرے' اور یہی امام ابوحنیفہ کا قول ہے' اور ان کا دوسرا قول یہ ہے کہ وہ اپنے یقین پر عمل کرے اور ان کے قول کی طرف رجوع نہ کرے' اور یہی امام شافعی کا مذہب ہے' علامہ ابن التین نے کہا: یہ بھی احتمال ہے کہ جب حضرت ذوالیدین نے یہ کہا تھا: کیا نماز کم ہوگئی ہے یا آپ بھول گئے ہیں یارسول اللہ! تو آپ کو اس سے شک ہوا ہو' پھر آپ نے باقی نمازیوں سے یقین حاصل کرنے کے لیے سوال کیا' پھر جب باقی نمازیوں نے حضرت ذوالیدین کے قول کی تصدیق کر دی تو آپ کو حضرت ذوالیدین کے قول کی صحت کا یقین ہو گیا اور اسی کے موافق امام بخاری نے اس حدیث کا عنوان قائم کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۳۶۶ - ۳۶۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ عینی نے لکھا ہے کہ جب امام کو نماز کی رکعات میں شک ہو تو وہ اقتداء کرنے والے نمازیوں سے رجوع کرے اور یہی امام ابوحنیفہ کا مذہب ہے۔ میں کہتا ہوں کہ علامہ عینی نے یہ صحیح نہیں لکھا کیونکہ یہ امام ابوحنیفہ کا مذہب نہیں ہے بلکہ کسی بھی امام کا مذہب نہیں ہو سکتا کیونکہ نماز میں مقتدی کا امام سے کلام کرنا اور امام کا دوسرے نمازیوں سے اس کی تصدیق کرنا' اس وقت کا واقعہ ہے جب نماز میں کلام کرنا جائز تھا' پھر یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے کیونکہ نماز میں کلام کرنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے اور یہ امام ابوحنیفہ کا مذہب کیسے ہو سکتا ہے' جب کہ ان کے نزدیک نماز میں کلام کرنا جائز نہیں ہے اور حدیث میں ہے: حضرت معاویہ بن حکم سلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہماری اس نماز میں لوگوں کے کلام کی صلاحیت نہیں ہے' اس نماز میں تسبیح' تکبیر اور قرآن کا پڑھنا ہے۔ (صحیح مسلم: ۵۳۷' سنن ابوداؤد: ۹۳۰' سنن نسائی: ۱۲۱۸) اگر امام قراءت میں غلطی کرے تو اس کو لقمہ دینا جائز ہے اور اگر کسی چیز پر امام کو متنبہ کرنا ہو تو مقتدی سبحان اللہ کہے کیونکہ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تمہاری نماز میں کوئی چیز پیش آئے تو سبحان اللہ کہو۔

(صحیح البخاری: ۶۸۴' صحیح مسلم: ۴۲۱' سنن ابوداؤد: ۹۴۰' سنن دارمی: ۹۳۸' سنن ابن ماجہ: ۱۰۳۵' مسند احمد ج ۵ ص ۳۳۰)

٧١٤ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ أَيُّوبَ بْنِ أَبِي تَمِيمَةَ السَّخْتِيَانِيِّ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْصَرَفَ مِنِ اثْنَتَيْنِ، فَقَالَ لَهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک بن انس از ایوب بن ابی تمیمہ السختیانی از محمد بن سیرین از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ دو رکعت نماز پڑھ کر مڑ گئے تو آپ سے حضرت ذوالیدین نے کہا: یارسول اللہ!

ذُوالْيَدَيْنِ اَقَصُرَتِ الصَّلٰوةُ اَمْ نَسِيْتَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَصَدَقَ ذُوالْيَدَيْنِ؟ فَقَالَ النَّاسُ نَعَمْ، فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَصَلَّى اثْنَتَيْنِ اُخْرَيَيْنِ، ثُمَّ سَلَّمَ، ثُمَّ كَبَّرَ، فَسَجَدَ مِثْلَ سُجُوْدِهٖ اَوْ اَطْوَلَ.

کیا نماز کم ہوگئی ہے یا آپ بھول گئے ہیں، تب رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: کیا ذوالیدین نے سچ کہا ہے؟ تو نمازیوں نے کہا: جی ہاں! پھر رسول اللہ ﷺ نے دو رکعت مزید پڑھیں، پھر آپ نے سلام پھیرا اور اللہ اکبر کہا، پھر آپ نے اپنے سجدہ کی مثل یا اس سے لمبا سجدہ کیا۔

اس حدیث کی مفصل شرح، صحیح البخاری: ۴۸۲ میں گزر چکی ہے، وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: جس نے مسجد اور غیر مسجد میں انگلیوں میں انگلیاں ڈالیں۔

۷۱۵ - حَدَّثَنَا اَبُوالْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَعْدِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظُّهْرَ رَكْعَتَيْنِ، فَقِيْلَ صَلَّيْتَ رَكْعَتَيْنِ! فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ سَلَّمَ، ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از سعد بن ابراہیم از ابی سلمہ از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے ظہر کی دو رکعت نماز پڑھائی، آپ سے کہا گیا کہ آپ نے ظہر کی دو رکعت نماز پڑھی ہے، پس آپ نے (مزید) دو رکعت پڑھیں، پھر آپ نے سلام پھیرا اور (سہو کے) دو سجدے کیے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے بھی صحیح البخاری: ۴۸۲ کا مطالعہ فرمائیں۔

۷۰ - بَابٌ اِذَا بَكَى الْاِمَامُ فِي الصَّلٰوةِ

جب امام نماز میں روئے

وَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ شَدَّادٍ سَمِعْتُ نَشِيْجَ عُمَرَ، وَاَنَا فِيْ اٰخِرِ الصُّفُوْفِ، يَقْرَاُ ﴿اِنَّمَا اَشْكُوْ بَثِّيْ وَحُزْنِيْٓ اِلَى اللّٰهِ﴾ (یوسف: ۸۶).

اور عبداللہ بن شداد نے کہا: میں نے آخری صف میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے رونے کی آواز سنی آپ اس وقت یہ آیت پڑھ رہے تھے: میں اپنے غم اور پریشانی کی شکایت صرف اللہ سے کرتا ہوں۔ (یوسف: ۸۶)

اس تعلیق کی اصل یہ ہے: امام بیہقی روایت کرتے ہیں، علقمہ بن وقاص نے کہا: حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ عشاء کی نماز میں سورۂ یوسف پڑھ رہے تھے، اس وقت میں آخری صف میں تھا، حتیٰ کہ جب حضرت یوسف کا ذکر آیا تو میں نے حضرت عمر کے رونے کی آواز سنی۔ (سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۵۱) اس حدیث میں "نشیج" کا لفظ ہے "نشیج" کا معنی ہے: رونے کی ایسی آواز جو سینہ میں گھٹ کر رہ جائے، جیسے بچہ سسکیاں لے کر روتا ہے۔ علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

السفاقسی نے کہا ہے کہ نماز میں اللہ تعالیٰ کے خوف سے فقہاء نے رونے کی اجازت دی ہے، اور آواز سے رونے میں اختلاف ہے، ابن المبارک نے کہا: اگر وہ اکثر آواز سے روتا ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، امام ابوحنیفہ نے کہا: اگر رونے سے اس کی آواز بلند ہو جائے تو اگر جنت اور دوزخ کے ذکر سے ایسا ہوا ہے تو وہ نماز منقطع نہ کرے اور اگر درد یا کسی مصیبت کی وجہ سے ایسا ہوا تو نماز منقطع کر دے۔ امام شافعی اور ابوثور نے کہا ہے کہ آواز سے رونے میں کوئی حرج نہیں ہے، ہاں! اگر اس کی آواز سے بامعنی کلام بن جائے تو نماز ٹوٹ جائے گی اور شعبی اور نخعی نے کہا ہے کہ وہ نماز دہرائے گا۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۳۶۸-۳۶۷)

۷۱۶- حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِيْ مَرَضِهِ مُرُوْا اَبَا بَكْرٍ يُصَلِّيْ بِالنَّاسِ. قَالَتْ عَائِشَةُ قُلْتُ اِنَّ اَبَا بَكْرٍ، اِذَا قَامَ فِيْ مَقَامِكَ لَمْ يُسْمِعِ النَّاسَ مِنَ الْبُكَاءِ، فَمُرْ عُمَرَ فَلْيُصَلِّ، فَقَالَ مُرُوْا اَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ لِلنَّاسِ. قَالَتْ عَائِشَةُ لِحَفْصَةَ قُوْلِيْ لَهُ اِنَّ اَبَا بَكْرٍ، اِذَا قَامَ فِيْ مَقَامِكَ لَمْ يُسْمِعِ النَّاسَ مِنَ الْبُكَاءِ، فَمُرْ عُمَرَ فَلْيُصَلِّ لِلنَّاسِ، فَفَعَلَتْ حَفْصَةُ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَهْ، اِنَّكُنَّ لَاَنْتُنَّ صَوَاحِبُ يُوْسُفَ، مُرُوْا اَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ لِلنَّاسِ. قَالَتْ حَفْصَةُ لِعَائِشَةَ مَا كُنْتُ لِاُصِيْبَ مِنْكِ خَيْرًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک بن انس نے حدیث بیان کی از ہشام بن عروہ از والد خود از حضرت عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بیماری میں فرمایا: ابوبکر کو یہ حکم پہنچاؤ کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میں نے عرض کیا کہ حضرت ابوبکر جب آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو رونے کی وجہ سے نمازیوں کو قرآن نہیں سنا سکیں گے' پس آپ حضرت عمر کو حکم دیں کہ وہ نماز پڑھائیں' آپ نے فرمایا: ابوبکر کو یہ حکم پہنچاؤ کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے کہا: آپ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہیں کہ حضرت ابوبکر جب آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو رونے کی وجہ سے لوگوں کو قرآن نہیں سنا سکیں گے' پس آپ حضرت عمر کو حکم دیں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں' پس حضرت حفصہ نے ایسا کیا' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: چپ کرو' بے شک تم حضرت یوسف کے زمانہ کی عورتوں کی مثل ہو' ابوبکر کو یہ حکم پہنچاؤ کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں' حضرت حفصہ نے حضرت عائشہ سے کہا: میں آپ سے خیر حاصل نہیں کر سکتی۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۶۶۵ - ۶۶۴ کا مطالعہ فرمائیں۔

۷۱ - بَابُ تَسْوِيَةِ الصُّفُوْفِ عِنْدَ الْاِقَامَةِ وَبَعْدَهَا

اقامت اور اس کے بعد صفوں کو برابر کرنا

۷۱۷ - حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ هِشَامُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ، قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عَمْرُو بْنُ مُرَّةَ قَالَ سَمِعْتُ سَالِمَ بْنَ اَبِي الْجَعْدِ قَالَ سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيْرٍ يَقُوْلُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَتُسَوُّنَّ صُفُوْفَكُمْ، اَوْ لَيُخَالِفَنَّ اللّٰهُ بَيْنَ وُجُوْهِكُمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید ہشام بن عبد الملک نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عمرو بن مرہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے سالم بن ابی الجعد سے سنا' انہوں نے کہا: میں نے النعمان بن بشیر سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم ضرور اپنی صفوں کو برابر رکھو' ورنہ اللہ تمہارے چہروں کو گدی کے پیچھے لگا دے گا۔

(صحیح مسلم: ۴۳۶' الرقم المسلسل: ۹۵۳' سنن ابوداؤد: ۶۶۵ - ۶۶۳' سنن ترمذی: ۲۲۷' سنن نسائی: ۸۱۰' سنن ابن ماجہ: ۹۹۴' سنن ابوداؤد طیالسی: ۷۹۹' سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۰۰' مسند احمد ج ۴ ص ۲۷۱ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۸۳۸۹ - ج ۳۰ ص ۳۳۸' جامع المسانید لابن الجوزی: ۶۵۲۰' مکتبۃ الرشد)

ریاض ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں، جن کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: تم ضرور اپنی صفوں کو برابر رکھو۔

صفوں کو برابر کرنے کے متعلق مزید احادیث اور اس مسئلہ میں مذاہب فقہاء

حافظ علاء الدین مغلطائی ابن قلیج الحنفی المتوفی ۷۶۲ھ لکھتے ہیں:

یہ حدیث اس عبارت سے بھی مروی ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اللہ اور اس کے فرشتے ان لوگوں پر صلوٰۃ بھیجتے ہیں جو صفوں کو متصل رکھتے ہیں۔

(سنن ابن ماجہ: ۹۹۹، مسند احمد ج ۶ ص ۶۷، سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۰۱، المستدرک ج ۱ ص ۲۱۴، صحیح ابن خزیمہ: ۱۵۵۰، شرح السنۃ ج ۳ ص ۳۷۲، صحیح ابن حبان: ۳۹۴، کنز العمال: ۲۰۵۵۴)

اس حدیث کے یہ الفاظ بھی ہیں:

اپنی صفوں کو قائم رکھو اور کندھوں کو ملا کر رکھو اور خلل کو بند کرو اور اپنے بھائیوں کے ہاتھوں کو ملائم رکھو اور شیاطین کے لیے کشادگی کو نہ چھوڑو اور جس نے صف کو ملایا، اللہ اس کو ملائے گا اور جس نے صف کو قطع کیا، اللہ اس کو قطع کرے گا۔

(سنن ابوداؤد: ۶۶۶، مصنف عبد الرزاق: ۲۴۴۱، الترغیب ج ۱ ص ۳۱۹، مشکوٰۃ: ۱۱۰۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میں بہترین لوگ وہ ہیں جو نماز میں اپنے کندھوں کو ملائے رکھیں۔ (سنن ابوداؤد: ۶۷۲، سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۰۱، صحیح ابن حبان: ۱۷۹۳، المعجم الکبیر ج ۱۲ ص ۴۰۵، مصنف عبد الرزاق: ۲۴۸۰، الترغیب ج ۱ ص ۳۲۲، مشکوٰۃ: ۱۰۹۹، تاریخ بغداد ج ۱۲ ص ۵۰)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اپنی صفوں کو متصل رکھو اور ان کے درمیان مقاربت کرو اور گردنوں کو متوازی رکھو، پس اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! میں ضرور دیکھ رہا ہوں کہ شیطان بکری کے بچہ کی طرح تمہاری صفوں کے خلل کے درمیان داخل ہو رہا ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۶۶۷، سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۰۰، صحیح ابن حبان: ۳۸۷، صحیح ابن خزیمہ: ۱۵۴۵، شرح السنۃ ج ۳ ص ۳۶۹، الترغیب ج ۱ ص ۳۱۸، مشکوٰۃ: ۱۰۹۳)

ابن حزم نے کہا ہے کہ صفوں کو متصل رکھنا فرض ہے اور امام ابوحنیفہ، امام شافعی اور امام مالک کے نزدیک یہ سنت ہے۔ اس حدیث میں فرمایا: ورنہ اللہ تمہارے چہروں کے درمیان مخالفت کر دے گا۔

علامہ نووی نے کہا ہے کہ زیادہ ظاہر یہ ہے کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ اللہ تمہارے درمیان بغض اور عداوت کو واقع کر دے گا، کیونکہ ان کا صفوں میں مخالفت کرنا صفوں کے ظاہر میں اختلاف ہے اور ظاہر کا اختلاف باطن کے اختلاف کا سبب ہے۔

(شرح سنن ابن ماجہ ج ۵ ص ۱۶۸۰-۱۶۷۸، مکتبہ نزار مصطفیٰ، مکہ مکرمہ، ۱۴۲۴ھ)

صفوں کو برابر رکھنے اور چہروں کے درمیان مخالفت کرنے کا معنی

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

صفوں کے برابر کرنے کا معنی یہ ہے کہ نمازی صف میں ایک سمت پر (متوازی) کھڑے ہوں اور درمیان میں خلل اور خالی جگہ نہ ہو۔

اس حدیث میں فرمایا ہے: اللہ تمہارے چہروں کے درمیان مخالفت کر دے گا' اس کے کئی معانی ہیں:

(۱) اگر تم نے صفیں متصل نہ رکھیں تو اللہ تمہارے درمیان مخالفت پیدا کر دے گا۔

(۲) اللہ تمہارے دلوں میں عداوت اور بغض پیدا کر دے گا۔

(۳) اللہ تمہارے چہروں کو تمہاری گدی کے پیچھے لگا دے گا۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۳۷۰-۳۶۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۸۸۱- ج ۱ ص ۱۲۳۱ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

① ارباب فضیلت کو مجالس میں مقدم رکھنے کا بیان ② عشاء کی نماز کو عتمہ کہنے کی توجیہ۔

۷۱۸- حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ' عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ' عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَقِيْمُوا الصُّفُوْفَ' فَاِنِّيْ اَرَاكُمْ خَلْفَ ظَهْرِيْ. [اطراف الحدیث: ۷۱۹-۷۲۵]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو معمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوارث نے حدیث بیان کی از عبد العزیز از حضرت انس رضی اللہ عنہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: صفیں قائم رکھو اور مل کر کھڑے ہو' کیونکہ تحقیق یہ ہے کہ میں تم کو پیٹھ کے پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۷۱۸ کا مطالعہ فرمائیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پس پشت دیکھنے کی تحقیق

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

پس پشت دیکھنا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معجزہ ہے اور آپ کی خصوصیت ہے' مختار بن محمد نے اپنے رسالہ الناصریہ میں لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دو کندھوں کے درمیان سوئی کی نوک کی مثل دو آنکھیں تھیں' جن سے آپ دیکھتے تھے اور آپ کے کپڑے آپ کی نظر کے لیے حاجب اور رکاوٹ نہیں ہوتے تھے' ایک حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اندھیرے میں بھی اسی طرح دیکھتے تھے' جس طرح روشنی میں دیکھتے تھے' بعض اہل علم نے کہا ہے کہ اس سے مراد علم ہے یعنی آپ کو پیٹھ کے پیچھے کا بھی علم ہوتا تھا' یہ تاویل بلا ضرورت ہے' بلکہ اس حدیث کو اپنے ظاہر پر محمول کرنا اولیٰ ہے' علامہ قرطبی نے کہا: یہ شارع علیہ السلام کی کرامات میں سے ہے' امام احمد اور جمہور علماء نے یہ کہا ہے کہ آپ کا یہ دیکھنا حقیقۃً آنکھ سے دیکھنا ہے اور از روئے عقل اس میں کوئی مانع نہیں ہے اور شریعت میں یہ وارد ہے' لہٰذا اس کے موافق کہنا واجب ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۳۷۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی لکھا ہے کہ اس حدیث کو ظاہر پر محمول کرنا ضروری ہے اور اس میں کسی تاویل کی ضرورت نہیں ہے۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۳۰۵' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

ملا علی بن سلطان محمد القاری التوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

ابن الملک نے کہا: یہ ان معجزات میں سے ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا کیے گئے تھے اور ظاہر یہ ہے کہ یہ ان کشوف میں سے ہے' جو ان دلوں کے ساتھ متعلق ہوتے ہیں جن پر علوم غیب ظاہر ہوتے ہیں۔ (مرقات ج ۲ ص ۵۹۱' المکتبۃ الحقانیہ' پشاور)

علامہ حسین بن محمد الطیبی متوفی ۷۴۳ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ علم اللہ تعالیٰ کے مطلع کرنے اور اس کے منکشف کرنے سے تھا۔

(شرح الطیبی ج ۲ ص ۳۲۶' ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۴۱۳ھ)

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ ھ لکھتے ہیں:

امام المازری نے کہا ہے: اللہ تعالیٰ نے آپ کی پشت میں ادراک پیدا کیا تھا' جس سے آپ پس پشت دیکھتے تھے' آپ کو اس سے بہت زیادہ معجزات عطا کیے گئے تھے' اس لیے اس کا انکار نہ کیا جائے' اور بقی بن محمد قرطبی متوفی ۲۷۳ ھ نے کہا ہے کہ آپ اندھیرے میں بھی اسی طرح دیکھتے تھے' جس طرح روشنی میں دیکھتے تھے اور امام احمد بن حنبل اور جمہور علماء نے کہا ہے کہ یہ آپ کی آنکھ سے حقیقی رؤیت تھی اور یہ آپ کی خصوصیت ہے' بعض علماء نے کہا: اس سے مراد علم ہے اور ظاہر احادیث اس قول کا رد کرتی ہیں۔ حضرت عائشہ نے فرمایا: یہ زیادتی اللہ تعالیٰ نے آپ کو حج میں عطا فرمائی تھی۔

(اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۲ ص ۳۳۶' دار الوفاء' ۱۴۱۹ ھ)

علامہ ابو العباس احمد بن عمر قرطبی مالکی متوفی ۶۵۶ ھ نے بھی اس حدیث کی یہی تقریر کی ہے۔

(المفہم ج ۲ ص ۵۸۔ ۵۷' دار ابن کثیر' بیروت' ۱۴۲۰ ھ)

علامہ محمد بن خلیفہ الوشتانی الابی مالکی اندلسی متوفی ۸۲۸ ھ نے بھی اس حدیث کی یہی تقریر کی ہے۔

(اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۳۱۷۔ ۳۱۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ ھ)

شیخ عبد الحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سامنے سے اور پس پشت یکساں دیکھتے تھے' یہ آپ کا معجزہ تھا' یہ وحی اور الہام سے کبھی کبھی ہوتا تھا دائمی نہیں تھا' اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ حدیث میں ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اونٹنی گم ہو گئی اور یہ پتا نہ چلا کہ وہ کہاں گئی ہے' تو منافقوں نے کہا: محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) یہ کہتے ہیں کہ میرے پاس آسمانوں کی خبر پہنچتی ہے اور وہ یہ نہیں جانتے کہ ان کی اونٹنی کہاں ہے' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں اللہ تعالیٰ کے بتانے کے بغیر کسی چیز کو نہیں جانتا اور مجھے ابھی میرے رب نے خبر دی ہے کہ وہ اونٹنی فلاں جگہ پر ہے اور اس کی مہار فلاں درخت کے ساتھ بندھی ہوئی ہے' نیز آپ نے فرمایا: میں بشر ہوں اور میں اللہ تعالیٰ کے بتلائے بغیر نہیں جانتا کہ اس دیوار کے پیچھے کیا ہے اور نماز نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے افضل و ارفع حالات سے ہے اور نماز میں آپ کو حقائق اشیاء کا انکشاف اور موجوداتِ خارجیہ کی اطلاع بہت اکمل اور اتم طریقہ سے ہوتی ہے اور نماز میں آپ کا استغراق کائنات سے بے خبری کا سبب نہیں ہوتا اور مشائخ قدست اسرارھم کہتے ہیں کہ نماز مقام کشف و حضور ہے اور کسی چیز سے بے خبری اور اضمحلال کا سبب نہیں ہے اور بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ آپ کے دو کندھوں کے درمیان سوئی کی نوک کی مانند دیکھنے کا آلہ پیدا کیا گیا تھا' لیکن یہ قول کسی صحیح روایت سے ثابت نہیں ہے۔ (اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۳۹۲' مکتبہ رشیدیہ' کوئٹہ)

نیز شیخ عبد الحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس دیکھنے کی حقیقت کیا ہے' اس کی اور آپ کے تمام احوال کی حقیقت کوئی نہیں جانتا' تاہم قیاس اور عقل سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ آپ کا یہ دیکھنا آنکھ سے تھا یا دل سے تھا' اور ہر صورت میں یہ حالت نماز کے ساتھ مخصوص تھی کیونکہ نماز مکمل انکشاف کا محل ہے اور نور کی زیادتی کا موجب ہے اور یا یہ دیکھنا عام احوال اور اوقات کو محیط ہے۔ اگر رؤیت بصری ہو تو ان ہی آنکھوں سے ہے جو سر میں ہیں یا اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ قوتِ بصریہ کو بدن کے ہر جز میں پیدا کر دے یا بہ طور معجزہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کسی چیز کو دیکھنے میں اس کے سامنے ہونے کی شرط نہ ہو۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ آپ کے دو کندھوں کے درمیان سوئی کی نوک کی طرح دو آنکھیں تھیں اور آپ ان آنکھوں سے دیکھتے تھے' اور کپڑے دیکھنے سے مانع نہیں تھے یا قبلہ کی دیوار میں پیچھے کی چیزیں آئینہ کی طرح منعکس

ہو جاتی تھیں' سو آپ ان چیزوں کا مشاہدہ کرتے تھے لیکن یہ قول بہت عجیب ہے اگر صحیح حدیث سے اس کا ثبوت ہو تو ''امنا و صدقنا'' ورنہ اس میں توقف ہے اور اگر اس سے رؤیت قلبی مراد ہو تو پھر یہ وحی اور خبر دینے کی قسم سے ہے اور کشف اور الہام ہے' اور علماء نے یہ بھی کہا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ جس طرح آپ کے قلب شریف میں علم معقولات کا احاطہ اور وسعت عطا کی گئی تھی' اسی طرح آپ کے حواس میں بھی محسوسات کا احاطہ اور وسعت عطا کی گئی تھی اور چھ جہات (سامنے' پیچھے' دائیں' بائیں' اوپر اور نیچے) آپ کے لیے ایک جہت کے حکم میں کر دی گئی تھیں اور آپ بہ یک وقت تمام جہات کا مشاہدہ کرتے تھے اور اس جگہ یہ اشکال وارد کرتے ہیں کہ بعض روایات میں آیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں بندہ ہوں' میں نہیں جانتا کہ اس دیوار کے پیچھے کیا ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ اس بات کی کوئی اصل نہیں ہے اور یہ روایت صحیح نہیں ہے اور اگر ہو تو ہم یہ کہتے ہیں کہ سامنے اور پیچھے کی چیزوں کا منکشف ہونا نماز کے ساتھ مخصوص ہے اور اگر عام ہو تو یہ اللہ تعالیٰ کے بتانے اور خبر دینے پر موقوف ہے جیسا کہ تمام مغیبات کا یہی حکم ہے کہ ان کا علم اللہ تعالیٰ کی وحی پر موقوف ہے جیسا کہ آپ کو گم شدہ اونٹنی کا علم اللہ تعالیٰ کی وحی اور اس کے بتانے سے ہوا۔

(مدارج النبوۃ ج ۱ ص ۷' مکتبہ نوریہ رضویہ' سکھر)

علامہ نور الحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۷۳ھ لکھتے ہیں:

آپ نے جو فرمایا ہے: میں تم کو پس پشت بھی دیکھتا ہوں' اس سے مراد حقیقی دیکھنا ہے اور وہ ان ہی آنکھوں کے ساتھ تھا اور کسی چیز کو دیکھنے کے لیے اس کے سامنے ہونے کی شرط عادی ہے اور یہ عادت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں نہیں تھی اور یہ بھی علماء نے کہا ہے کہ آپ کی پشت میں سوئی کی نوک کی مثل دو سوراخ تھے اور ان سے آپ پس پشت دیکھتے تھے اور کپڑے اس دیکھنے میں مانع نہیں تھے اور آپ کا یہ دیکھنا بھی از قبیل معجزات تھا۔ (تیسیر القاری ج ۱ ص ۱۵۸' مکتبہ رشیدیہ' کوئٹہ)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پس پشت کس طرح دیکھتے تھے' اس کی تفصیل اور تحقیق میں ہم نے بہت علماء کی عبارات ذکر کی ہیں' لیکن سب سے جامع اور کامل عبارت ملا علی قاری ھروی کی ہے' جس کو ہم اس بحث کے آخر میں پیش کر رہے ہیں:

ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن حجر مکی نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پس پشت دیکھنا حالت نماز میں تھا' نماز کی حالت میں آپ کی آنکھوں کو ٹھنڈک حاصل ہوتی تھی' جس کی وجہ سے آپ پر انتہائی قرب کا فیضان کیا جاتا تھا اور آپ پر بہ طور معجزہ تجلیات کا نزول ہوتا تھا' جس کی وجہ سے آپ پر حقائق موجودات منکشف ہو جاتے تھے' سو آپ پیچھے کی چیزوں کا بھی اسی طرح ادراک کرتے تھے جس طرح سامنے کی چیزوں کا ادراک کرتے تھے' ہر چند کہ آپ عالم الغیب میں مستغرق اور منہمک ہوتے تھے تب بھی عالم شہادت کی کوئی چیز آپ سے مخفی نہیں ہوتی تھی' اور وہ جو حدیث میں ہے کہ میں نہیں جانتا کہ اس دیوار کے پیچھے کیا ہے' اگر یہ حدیث صحیح ہو تو آپ کے اس دیکھنے کے منافی نہیں ہے کیونکہ اس میں علم کی نفی نماز سے باہر ہے اور آپ کے اس دیکھنے کا عموم حالت نماز میں ہے' اور علماء نے کہا ہے کہ آپ کے دو کندھوں کے درمیان دو آنکھیں تھیں' جو سوئی کی نوک کے برابر تھیں اور ان سے آپ اسی طرح دیکھتے تھے' جس طرح سر کی آنکھوں سے دیکھتے تھے' علاوہ ازیں اس دیکھنے کی اس حدیث کے ساتھ کوئی منافات نہیں ہے کیونکہ صحیح البخاری کی اس حدیث میں آنکھ سے پس پشت دیکھنے کا ثبوت ہے اور دیوار کے پیچھے والی حدیث میں علم غیب کی نفی ہے' لہٰذا ثبوت اور نفی کا تعلق ایک چیز کے ساتھ نہیں ہے' اور عام مخلوق کا دیکھنا اس طرح ہوتا ہے کہ شعاع بصری سامنے کی چیز پر پڑتی ہے تو وہ دیکھتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ دیکھنا بہ طور معجزہ تھا' اور آنکھ کو پیدا کرنے والا اس پر قادر ہے کہ وہ پس پشت بھی دیکھنے کو پیدا کر دے۔ بعض علماء نے کہا کہ پس پشت

جو صورتیں تھیں وہ دیوار قبلہ میں نقش ہو جاتی تھیں' سو آپ ان کو دیکھ لیتے تھے لیکن یہ قول اس لیے مردود ہے کہ اس کے ثبوت میں کوئی حدیث نہیں ہے' بعض نے کہا: آپ کو وحی اور الہام سے پس پشت کی خبر دی جاتی تھی' یہ قول بھی مردود ہے کیونکہ آپ مشاہدہ فرماتے تھے اور وہ حدیث جو ہے کہ میں نہیں جانتا کہ دیوار کے پیچھے کیا ہے' وہ اس کے خلاف نہیں ہے کیونکہ آپ نے بے شمار غیوب کی خبر دی ہے اور وہ جو گم شدہ اونٹنی کا واقعہ ہے جس پر منافقوں نے طعن کیا تھا تو بعد میں آپ کو اللہ تعالیٰ نے وحی سے مطلع فرما دیا تھا کہ وہ اونٹنی کس جگہ ہے اور آپ نے فرمایا: اللہ کی قسم! مجھے اسی چیز کا علم ہوتا ہے جس کا علم مجھے اللہ عطا کرتا ہے اور مجھے میرے رب نے مطلع کیا ہے کہ وہ اونٹنی فلاں جگہ پر ہے اور اس کی مہار فلاں درخت میں پھنسی ہوئی ہے' پھر صحابہ گئے تو اس اونٹنی کو آپ کی خبر کے مطابق پالیا' خلاصہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کے احوال مختلف ہوتے ہیں' اسی وجہ سے ایک وقت میں حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹے حضرت یوسف علیہ السلام کو کنویں میں نہیں دیکھا حالانکہ وہ کنواں آپ کے شہر کے قریب تھا اور دوسرے وقت میں آپ نے فرمایا: مجھے یوسف کی قمیص کی خوشبو آ رہی ہے جب کہ وہ قافلہ ابھی مصر سے روانہ ہوا تھا اور ابھی ان کے شہر نہیں پہنچا تھا۔

(مرقات ج ۲ ص ۵۲۶' مکتبہ حقانیہ' پشاور)

''میں نہیں جانتا کہ اس دیوار کے پیچھے کیا ہے'' اس حدیث کی تحقیق

علامہ محمد عبد الرحمان السخاوی متوفی ۹۰۲ھ لکھتے ہیں:

ہمارے شیخ (حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ) نے لکھا ہے کہ اس حدیث کی کوئی اصل نہیں ہے' لیکن انہوں نے تخریج رافعی کی تلخیص میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خصائص میں یہ حدیث ذکر کی ہے: آپ جس طرح سامنے دیکھتے تھے' اسی طرح پس پشت بھی دیکھتے تھے' پھر کہا ہے: یہ خصوصیت حالت نماز میں ہے تاکہ اس حدیث سے تعارض نہ ہو' جس حدیث میں ہے: میں نہیں جانتا کہ اس دیوار کے پیچھے کیا ہے' اس سے معلوم ہوا کہ یہ حدیث وارد ہے لیکن دونوں حدیثوں کے محل الگ الگ ہیں' پہلی حدیث میں آنکھ سے دیکھنے کا ذکر ہے اور دوسری حدیث میں علم غیب کی نفی ہے اور آپ نے بہ کثرت غیوب کی خبر دی ہے' پس اس کی نظیر یہ حدیث ہے: میں کسی چیز کو نہیں جانتا سوا ان چیزوں کے جن کا مجھے اللہ عزوجل نے علم عطا کیا ہے' اور ابن ملقن نے کہا ہے: اور ہمارے شیخ نے بھی ان کی موافقت کی ہے کہ اس حدیث کا معنی ہے: مجھے دیوار کے پیچھے دکھائی نہیں دیتا لیکن اس کا صحیح بخاری کی حدیث سے تعارض نہیں ہے کیونکہ اس میں پس پشت دیکھنے کا ثبوت حالت نماز کے ساتھ مخصوص ہے اور اس میں خارج از نماز کی نفی ہے۔

(المقاصد الحسنہ: ۹۳۴- ص ۳۶۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

علامہ اسماعیل بن محمد العجلونی متوفی ۱۱۶۲ھ نے بھی من وعن یہی عبارت نقل کی ہے۔

(کشف الخفاء ومزیل الالباس ج ۲ ص ۱۷۸' مکتبۃ الغزالی' دمشق)

علامہ محمد بن طولون متوفی ۹۵۳ھ نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔ (الشذرۃ فی الاحادیث المشتہرۃ ج ۲ ص ۹۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۳ھ)

علامہ ابن حجر عسقلانی اور علامہ ابن ملقن وغیرہما نے اس حدیث پر درایۃً بحث کی ہے اور روایۃً بحث نہیں کی' یہ ثابت نہیں ہوسکا کہ یہ حدیث کتب حدیث میں سے کس کتاب میں ہے' یہ حدیث صرف لوگوں کی زبان پر ہے' کتب حدیث میں سے کسی کتاب میں یہ حدیث نہیں ہے' اسی لیے محققین نے کہا ہے کہ اس حدیث کی کوئی اصل نہیں ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم کی وسعت کے ثبوت میں یہ حدیث کافی ہے:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم میں ایک جگہ کھڑے ہوئے' پھر ہم کو مخلوق کی ابتداء سے خبریں دینی شروع

کیں حتیٰ کہ اہل جنت اپنے ٹھکانوں میں داخل ہو گئے اور اہل دوزخ اپنے ٹھکانوں میں داخل ہو گئے' جس نے اس کو یاد رکھا اس نے یاد رکھا اور جس نے اس کو بھلا دیا اس نے بھلا دیا۔ (صحیح البخاری: ۳۱۹۲)

علماء دیوبند نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم کی وسعت کے ثبوت میں جو صحیح احادیث وارد ہیں' ان سے صرفِ نظر کر کے آپ کے علم کی وسعت کی نفی میں ایسی بے سند اور بے اصل احادیث کو پیش کر کے خوش ہوتے ہیں' چنانچہ شیخ خلیل احمد سہارن پوری متوفی ۱۳۴۶ھ لکھتے ہیں:

ملک الموت اور شیطان کو جو یہ وسعت دی' اس کا حال مشاہدہ اور نصوص قطعیہ سے معلوم ہوا' اب اس پر کسی افضل کو قیاس کر کے اس میں بھی مثل یا زائد اس مفضول سے ثابت کرنا کسی عاقل ذی علم کا کام نہیں۔ الیٰ قولہ۔ اور شیخ عبدالحق روایت کرتے ہیں کہ مجھ کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں۔ (براھین قاطعہ ص ۵۱' مطبع بلالی' ھند)

حالانکہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اس حدیث کو روایت نہیں کیا بلکہ اس کو ذکر کر کے فرمایا ہے کہ اس حدیث کی کوئی اصل نہیں ہے۔ (مدارج النبوت ج ۱ ص ۷' سکھر)

صحیح البخاری: ۴۱۸ میں ہم نے اس حدیث کی مختصر شرح کی تھی اور یہاں اس حدیث پر بہت تفصیل سے بحث کی ہے۔

۷۲ - بَابُ اِقْبَالِ الْاِمَامِ النَّاسَ، عِنْدَ تَسْوِيَةِ الصُّفُوْفِ

صفیں برابر کرتے ہوئے امام کا نمازیوں کی طرف متوجہ ہونا

۷۱۹ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ اَبِيْ رَجَاءٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو قَالَ حَدَّثَنَا زَائِدَةُ بْنُ قُدَامَةَ قَالَ حَدَّثَنَا حُمَيْدُ الطَّوِيْلُ قَالَ حَدَّثَنَا اَنَسٌ قَالَ اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ، فَاَقْبَلَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِوَجْهِهٖ، فَقَالَ اَقِيْمُوْا صُفُوْفَكُمْ، وَتَرَاصُّوْا، فَاِنِّيْ اَرَاكُمْ مِنْ وَّرَاءِ ظَهْرِيْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن ابی رجاء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معاویہ بن عمرو نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زائدہ بن قدامہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حمید الطویل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ نماز کی اقامت پڑھی گئی' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے چہرے سے ہماری طرف متوجہ ہوئے' پھر آپ نے فرمایا: تم اپنی صفوں کو قائم کرو اور مل کر کھڑے ہو' پس بے شک میں تم کو پس پشت بھی دیکھتا ہوں۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۷۱۸ کا مطالعہ فرمائیں۔

۷۳ - بَابُ الصَّفِّ الْاَوَّلِ

صفِ اوّل (کی فضیلت)

۷۲۰ - حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ سُمَيٍّ، عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الشُّهَدَاءُ الْغَرِقُ، وَالْمَطْعُوْنُ، وَالْمَبْطُوْنُ، وَالْهَدِمُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو عاصم نے حدیث بیان کی از امام مالک از سمی از ابی صالح از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: شہداء (یہ ہیں:) غرق ہونے والا' طاعون میں فوت ہونے والا' پیٹ کی بیماری میں فوت ہونے والا' دب کر فوت ہونے والا۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۶۵۳ کا مطالعہ کریں۔

۷۲۱ - وَقَالَ لَوْ يَعْلَمُوْنَ مَا فِي التَّهْجِيرِ لَاسْتَبَقُوْا، وَلَوْ يَعْلَمُوْنَ مَا فِي الْعَتَمَةِ وَالصُّبْحِ لَأَتَوْهُمَا وَلَوْ حَبْوًا، وَلَوْ يَعْلَمُوْنَ مَا فِي الصَّفِّ الْمُقَدَّمِ لَاسْتَهَمُوْا.

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر لوگ جان لیں کہ دوپہر کے وقت نماز پڑھنے میں کتنا اجر ہے تو وہ ضرور اس کی طرف سبقت کریں گے اور اگر لوگ جان لیں کہ عشاء اور صبح کی نماز میں کتنا اجر ہے تو وہ ان کو پڑھنے ضرور آئیں گے خواہ گھسٹتے ہوئے آئیں اور اگر وہ جان لیں کہ صف اوّل میں نماز پڑھنے کا کتنا اجر ہے تو وہ ضرور اس کے لیے قرعہ اندازی کریں گے۔

اس عنوان کے مطابق دوسری حدیث ہے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے بھی صحیح البخاری: ۶۵۳ کا مطالعہ کریں، وہاں اس کا عنوان تھا: دوپہر کے وقت نماز پڑھنے کی فضیلت۔

۷۴ - بَابٌ إِقَامَةُ الصَّفِّ مِنْ تَمَامِ الصَّلٰوةِ

صف کو قائم کرنا نماز کے اتمام سے ہے

۷۲۲ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ هَمَّامٍ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهٖ، فَلَا تَخْتَلِفُوْا عَلَيْهِ، فَاِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوْا، وَاِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ، فَقُوْلُوْا رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ، وَاِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوْا، وَاِذَا صَلّٰى جَالِسًا فَصَلُّوْا جُلُوْسًا اَجْمَعُوْنَ، وَاَقِيْمُوا الصَّفَّ فِي الصَّلٰوةِ، فَاِنَّ اِقَامَةَ الصَّفِّ مِنْ حُسْنِ الصَّلٰوةِ. [طرف الحدیث: ۷۳۴]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از ہمام از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: امام صرف اس لیے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے، سو تم اس سے اختلاف نہ کرو، پس جب وہ رکوع کرے تو تم رکوع کرو اور جب وہ "سمع اللہ لمن حمدہ" کہے تو تم کہو: "ربنا لك الحمد" اور جب وہ سجدہ کرے تو تم سجدہ کرو اور جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم سب بیٹھ کر نماز پڑھو، نماز میں صف کو قائم رکھو کیونکہ صف کو قائم رکھنا نماز کے حسن (میں) سے ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۶۰۴ - ۶۰۳، سنن نسائی: ۹۲۰، سنن ابن ماجہ: ۸۴۶، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۷۷، سنن دارقطنی ج ۱ ص ۳۲۷، تاریخ بغداد ج ۱ ص ۳۲۰، سنن بیہقی ج ۲ ص ۱۵۶، مسند احمد ج ۲ ص ۳۵۷ طبع قدیم، مسند احمد: ۸۸۸۹۔ ج ۱۴ ص ۳۶۹، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کی مفصل شرح، صحیح البخاری: ۶۸۹ میں گزر چکی ہے۔

۷۲۳ - حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ اَنَسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَوُّوْا صُفُوْفَكُمْ فَاِنَّ تَسْوِيَةَ الصُّفُوْفِ مِنْ اِقَامَةِ الصَّلٰوةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: تم اپنی صفوں کو برابر رکھو کیونکہ صفوں کو برابر رکھنا بھی اقامت نماز (میں) سے ہے۔

اس سے پہلے حدیث: ۷۲۲ میں حضرت ابوہریرہ کی روایت ہے کہ نماز کو قائم کرنا نماز کے حسن (میں) سے ہے، اس سے معلوم

ہوا کہ صف کو قائم کرنا سنت ہے' اور اس حدیث میں فرمایا ہے کہ صفوں کو قائم رکھنا اقامت (میں) سے ہے' اس کا محمل یہ ہے کہ صفوں کو قائم رکھنا مستحب ہے۔

٧٥ - بَابُ اِثْمِ مَنْ لَّمْ يُتِمَّ الصُّفُوْفَ

جو صفوں کو قائم نہ رکھیں' ان کا گناہ

٧٢٤ - حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ اَسَدٍ قَالَ اَخْبَرَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوْسٰی قَالَ اَخْبَرَنَا سَعِيْدُ بْنُ عُبَيْدِ الطَّائِیُّ، عَنْ بُشَيْرِ بْنِ يَسَارٍ الْاَنْصَارِیِّ، عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّهٗ قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ، فَقِيْلَ لَهٗ مَا اَنْكَرْتَ مِنَّا مُنْذُ يَوْمِ عَهِدْتَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ؟ قَالَ مَا اَنْكَرْتُ شَيْئًا اِلَّا اَنَّكُمْ لَا تُقِيْمُوْنَ الصُّفُوْفَ . وَقَالَ عُقْبَةُ بْنُ عُبَيْدٍ، عَنْ بُشَيْرِ بْنِ يَسَارٍ قَدِمَ عَلَيْنَا اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ الْمَدِيْنَةَ بِهٰذَا.

(جامع المسانید لابن الجوزی: ٥٧٢' مکتبۃ الرشد' ریاض' ١٤٢٦ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں معاذ بن اسد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الفضل بن موسیٰ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں سعید بن عبید الطائی نے خبر دی از بشیر بن یسار الانصاری از حضرت انس بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ وہ مدینہ میں آئے' ان سے پوچھا گیا کہ جب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عہد گزرا ہے' آپ کس چیز کا انکار کر رہے ہیں (خلافِ معمول پا رہے ہیں)؟ انہوں نے کہا: میں کسی چیز کا انکار نہیں کر رہا (کسی چیز کو خلافِ معمول نہیں پا رہا) سوا اس کے کہ تم صفوں کو قائم نہیں کرتے' اور عقبہ بن عبید نے کہا از بشیر بن یسار: ہمارے پاس حضرت انس بن مالک اس قول کے ساتھ آئے۔

نمازوں کی صفوں کو برابر رکھنے کا وجوب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

یہ حدیث باب کے اس طرح مطابق ہے کہ حضرت انس نے صفوں کو برابر نہ رکھنے پر ناگواری کا اظہار کیا ہے اور ان کی یہ ناگواری اس پر دلالت کرتی ہے کہ ان کے نزدیک صفوں کو برابر رکھنا واجب ہے اور واجب کا تارک گناہ گار ہے' امام بخاری نے جو اس حدیث کے عنوان میں گناہ کا لفظ لکھا ہے' اس پر دلالت کرتا ہے کہ وہ صفوں کے برابر رکھنے کو واجب قرار دیتے ہیں' اور اس کی وجہ یہ ہے کہ صفوں کو برابر نہ رکھنے پر شدید وعید آئی ہے۔ اس پر یہ اعتراض ہے کہ ترکِ سنت پر بھی انکار کیا جاتا ہے' اس لیے اس کو ترک کرنے والے کا گناہ ثابت نہیں ہوا اور قاعدہ یہ ہے کہ جب وجوب کے خلاف کوئی قرینہ صارفہ نہ ہو تو وہ وجوب پر دلالت کرتا ہے اور جب کہ صفوں کے برابر نہ کرنے پر وعید بھی ہے اور حضرت انس کا ناگواری ظاہر کرنا اس پر دلالت کرتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں صفوں کو برابر رکھا جاتا تھا اور جب انہوں نے دیکھا کہ لوگوں نے اس طریقہ کی مخالفت کی ہے تو انہوں نے اس پر انکار فرمایا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقہ کی مخالفت گناہ کو واجب کرتی ہے۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جو شخص صف سے باہر پیر رکھتا تھا' حضرت عمر اس کے پیر پر ضرب لگاتے تھے' اور حضرت سوید بن غفلہ سے صحیح حدیث مروی ہے کہ حضرت بلال ہمارے کندھوں کو برابر کرتے تھے اور نماز میں ہمارے پیروں پر ضرب لگاتے تھے' اس سے معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک نماز کی صفوں کو برابر رکھنا واجب ہے' البتہ صفوں کو برابر رکھنا چونکہ نماز کی حقیقت سے خارج ہے' اس لیے اگر کسی کی نماز میں صف برابر نہ ہو تو اس سے نماز میں کوئی فرق نہیں پڑے گا۔

(عمدۃ القاری ج ٥ ص ٣٧٦-٣٧٥' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے صفوں کو برابر کرنے کا وجوب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس صیغہ امر سے مستنبط کیا ہے: "سوّوا صفوفکم" اپنی صفوں کو برابر کرو اور آپ کے اس ارشاد کے عموم سے "صلوا کما رایتمونی اصلی" اس طرح نماز پڑھو جس طرح تم مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو اور اس کے ترک پر وعید قائم ہونے سے کہ ورنہ اللہ تمہارے سروں کو گدی کے پیچھے لگا دے گا' ان ہی قرائن کی وجہ سے حضرت انس نے ان لوگوں پر ناگواری کا اظہار کیا تھا' جو صفوں کو برابر نہیں رکھتے تھے ہر چند کہ ترک سنت مؤکدہ پر بھی انکار کیا جاتا ہے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۳۰۷' دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

۷۶ - بَابُ اِلْصَاقِ الْمَنْكِبِ بِالْمَنْكِبِ، وَالْقَدَمِ بِالْقَدَمِ، فِي الصَّفِّ

صف میں کندھے کو کندھے کے ساتھ ملانا اور قدم کو قدم سے

وَقَالَ النُّعْمَانُ بْنُ بَشِيْرٍ رَأَيْتُ الرَّجُلَ، يُلْزِقُ كَعْبَهُ بِكَعْبِ صَاحِبِهِ.

اور النعمان بن بشیر نے کہا: میں نے ہم میں سے ایک شخص کو دیکھا' وہ اپنے ٹخنے کو اپنے ساتھی کے ٹخنے سے ملاتا تھا۔

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل حدیث ہے:

ابو القاسم الجدلی بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت النعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چہرے سے نمازیوں کی طرف متوجہ ہوئے' پھر تین مرتبہ فرمایا: اپنی صفوں کو قائم کرو اور اللہ کی قسم! اگر تم نے اپنی صفوں کو قائم نہیں کیا تو اللہ تمہارے دلوں میں مخالفت پیدا کر دے گا' حضرت النعمان نے کہا: پھر میں نے دیکھا' ایک شخص اپنے کندھے کو اپنے ساتھی کے کندھے سے ملاتا تھا اور اپنے گھٹنے کو اپنے ساتھی کے گھٹنے سے ملاتا تھا اور اپنے ٹخنے کو اپنے ساتھی کے ٹخنے کے ساتھ ملاتا تھا۔

(سنن ابوداؤد: ۶۶۲)

اس سے معلوم ہوا کہ ٹخنہ وہ ہڈی ہے' جو پنڈلی کی جڑ اور جوڑ میں دونوں طرف ہوتی ہے' نہ کہ وہ ایک ہڈی جو وسط قدم میں ہوتی ہے۔

صفوں کو برابر رکھنے کے متعلق دیگر احادیث

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صفیں قائم رکھو اور کندھوں کو برابر رکھو اور خالی جگہ کو پُر کرو اور شیطان کے لیے خالی جگہ نہ چھوڑو اور جس نے صف کو ملایا' اللہ اس کو ملائے گا اور جس نے صف کو قطع کیا' اللہ اس کو قطع کرے گا۔

(سنن ابوداؤد: ۶۶۶' سنن نسائی: ۸۱۵)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صفوں کو ملاؤ اور ان کے درمیان قرب رکھو اور گردنوں کو متوازی رکھو' پس اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! پس بے شک میں دیکھتا ہوں کہ شیطان بکری کے بچہ کی طرح صف کی خالی جگہوں میں داخل ہوتا ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۶۶۷' سنن نسائی: ۸۱۴)

محمد بن مسلم بیان کرتے ہیں کہ ایک دن میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پہلو میں نماز پڑھی تو انہوں نے کہا: کیا تم جانتے ہو کہ یہ لکڑی کیوں بنائی گئی تھی؟ میں نے کہا: نہیں' اللہ کی قسم! انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس لکڑی پر ہاتھ رکھ کر فرماتے: برابر برابر کھڑے ہو اور صفیں سیدھی رکھو۔ (سنن ابوداؤد: ۶۶۹)

جماعت میں اپنا ٹخنہ دوسرے کے ٹخنے سے ملانا چاہیے

علامہ محمد امین عمر بن عبد العزیز ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۳ھ لکھتے ہیں:

قیام میں دو پیروں کے درمیان ہاتھ کی چار انگلیوں کا فاصلہ ہونا چاہیے کیونکہ یہ خشوع کے زیادہ قریب ہے اور وہ جو حدیث میں ہے کہ ٹخنوں کو ٹخنوں کے ساتھ ملاؤ' اس سے جماعت میں ملانا مراد ہے یعنی ہر شخص دوسرے شخص کی جانب میں کھڑا ہو' اسی طرح فتاویٰ سمر قند میں ہے۔ (ردالمحتار ج ۲ ص ۱۱۶' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

۷۲۵ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ قَالَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ' عَنْ حُمَيْدٍ' عَنْ اَنَسٍ' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَقِيمُوْا صُفُوْفَكُمْ' فَاِنِّيْ اَرَاكُمْ مِّنْ وَّرَاءِ ظَهْرِيْ. وَكَانَ اَحَدُنَا يُلْزِقُ مَنْكِبَهٗ بِمَنْكِبِ صَاحِبِهٖ' وَقَدَمَهٗ بِقَدَمِهٖ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن خالد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زہیر نے حدیث بیان کی از حمید از حضرت انس رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: تم اپنی صفیں قائم رکھو کیونکہ میں تم کو اپنی پشت کے پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں اور ہم میں سے ایک شخص اپنا کندھا اپنے صاحب کے کندھے سے اور اپنا قدم اپنے صاحب کے قدم سے ملاتا تھا۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۷۱۸ کا مطالعہ کریں' وہاں اس کا عنوان تھا: اقامت کے وقت اور اقامت کے بعد صفوں کو قائم رکھنا۔

جماعت کی صف میں کندھے سے کندھا اور ٹخنے سے ٹخنہ ملانے کی تحقیق

علامہ بدرالدین ابی محمد محمود بن احمد العینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

''كعبه بكعب صاحبه'' یعنی وہ اپنا ٹخنہ اپنے صاحب کے ٹخنے سے ملا رہا تھا جو اس کے برابر میں تھا۔

(عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۳۷۸' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت)

نیز علامہ عینی لکھتے ہیں: اور معمر نے اپنی روایت میں یہ اضافہ کیا ہے کہ اگر کوئی شخص آج اس طرح کرے (یعنی اپنا ٹخنہ اپنے صاحب کے ٹخنے سے ملائے) تو وہ شخص اس طرح بھاگے گا جیسے سرکش خچر بھاگتا ہے۔

(عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۳۷۸' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت)

علامہ احمد بن علی بن حجر العسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔

(فتح الباری شرح صحیح البخاری ج ۲ ص ۳۰۸' مطبوعہ دارالمعرفہ' بیروت)

شیخ نورالحق بن شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۷۳ھ لکھتے ہیں:

کہ حدیث میں قدم کو قدم کے ساتھ ملانے سے مراد صفوں کو برابر کرنے میں اور صف کے بیچ میں کشادگی اور خلل کو ختم کرنے میں مبالغہ ہے۔ (تیسیر القاری شرح صحیح البخاری ج ۱ ص ۲۵۱' مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

علامہ محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز الشامی المتوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

اور وہ جو حدیث میں مذکور ہے (کہ ٹخنوں کو ٹخنوں سے چپکاؤ) اس سے مراد جماعت ہے' یعنی (ٹخنے سے ٹخنہ ملانے کا مطلب یہ ہے) کہ ہر ایک دوسرے کی جانب میں کھڑا ہو جیسا کہ فتاویٰ سمرقندی میں ہے۔ (ردالمحتار ج ۲ ص ۱۱۶' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی' بیروت)

علامہ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

کندھے سے کندھا اور قدم سے قدم ملانے سے مراد صف کی درستگی اور خلل کو بند کرنے میں مبالغہ ہے۔

(فتح الباری شرح صحیح البخاری ج ۲ ص ۳۰۸' دارالمعرفہ' بیروت)

شیخ ظفر احمد العثمانی التھانوی لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ ہمارے زمانے میں بعض لوگوں نے اس حدیث پر اس طرح عمل کیا ہے کہ تم ان کو دیکھو گے کہ وہ اپنے قدموں کو اپنے قریب صف میں کھڑے ہوئے لوگوں کے قدموں کے ساتھ ملاتے ہیں اور پوری نماز میں تکلف سے یہ کام کرتے ہیں اور یہ بات مخفی نہ رہے کہ کندھوں کو کندھوں سے ملانے کے ساتھ اگر ٹخنوں کو بھی ٹخنوں کے ساتھ ملایا جائے تو اس میں بہت بھاری مشقت ہے' خصوصاً اسی حالت پر نماز کے آخر تک برقرار رہتے ہوئے جیسا کہ مشاہدہ ہے' اور قرآن و حدیث میں یہ تصریح ہے کہ حرج اور تنگی کو اُٹھا لیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں تمام اعضاء کو دوسرے آدمی کے تمام اعضاء کے ساتھ ملانا ممکن نہیں ہے کیونکہ نمازی مختلف قد اور قامت کے ہوتے ہیں' لہٰذا جس حدیث میں ٹخنوں سے ٹخنوں کو ملانے کا حکم ہے' اس سے مراد یہ ہے کہ ہر ایک کا ٹخنہ دوسرے کے ٹخنے کے بالمقابل اور متوازی ہو' اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس حدیث کی تشریح میں کہا ہے کہ اس سے مراد صفوں کو برابر رکھنے اور خلل کو بند کرنے میں مبالغہ ہے' اور عون المعبود میں حضرت ابن عمر کی حدیث کی شرح میں یہ لکھا ہے کہ اپنے کندھے دوسرے کے کندھے کے متوازی رکھو اور اپنے قدم دوسرے کے قدم کے متوازی رکھو۔

اور شیخ نے کہا ہے کہ اگر کندھوں سے کندھے اور ٹخنوں سے ٹخنے حقیقتاً چپکانا یا ملانا مراد ہو تو اس سے مراد یہ ہے کہ نماز کے شروع میں ایسا کیا جائے' یہ مراد نہیں ہے کہ پوری نماز اس طرح پڑھ لی جائے۔

اور معمر کی روایت کی شرح میں لکھتے ہیں: اور اگر آج میں کسی کے ساتھ ایسا کروں تو وہ اس طرح بھاگے گا جیسا سرکش خچر بھاگتا ہے' پس اگر یہ نماز کی سنتوں میں سے سنت مقصودہ ہوتی تو صحابہ میں سے کوئی متنفر نہ ہوتا اور نہ بھاگتا' پس صحیح وہ ہے جو ہم نے کہا ہے کہ اقامت کے وقت صفوں کو برابر رکھنے کے لیے فرمایا ہے نہ کہ اقامت کے بعد نماز کے اندر۔

(اعلاء السنن ج ۳ ص ۲۴۲' مطبوعہ دار الفکر' بیروت)

شیخ انور شاہ کاشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ لکھتے ہیں:

''الزاق المنکب بالمنکب'' حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ اس قول سے مراد صف کو برابر کرنے اور خلل کو بند کرنے میں مبالغہ ہے۔ میں کہتا ہوں کہ فقہاء اربعہ کے نزدیک بھی یہی مراد ہے کہ درمیان میں اتنی کشادگی نہ ہو کہ اس میں تیسرے آدمی کی گنجائش ہو' اور دو آدمیوں کے درمیان فاصلہ باقی رہے۔ شرح وقایہ میں ہے کہ دونوں کے درمیان چار انگل کے برابر فاصلہ ہو' اور یہی شافعیہ کا قول ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ ایک بالشت کا فاصلہ ہو۔ میں کہتا ہوں کہ میں نے متقدمین میں نہیں پایا کہ وہ جماعت اور اکیلے نماز پڑھنے کے حال میں ٹخنوں کو متصل رکھنے میں فرق کرتے ہوں' بایں معنی کہ وہ اپنے قدموں کے درمیان جماعت کی حالت میں اکیلے نماز پڑھنے سے زیادہ فاصلہ رکھتے ہوں اور یہ مسئلہ فقط غیر مقلدین نے ایجاد کیا ہے اور ان کے پاس سوائے لفظ ''الزاق'' کے کوئی دلیل نہیں ہے۔ الیٰ قولہ

اور حاصل یہ ہے کہ ہم نے صحابہ اور تابعین کو جماعت اور اکیلے نماز پڑھنے کے قیام میں کوئی فرق کرتے ہوئے نہیں پایا۔ اسی سے ہمیں معلوم ہوا کہ کندھوں کو کندھوں سے ملانے کا قول صف کی برابری اور کشادگی کو بند کرنے کے بارے میں وارد ہوا ہے۔

پھر سوچو اور جلدی مت کرو کہ کندھوں کو کندھوں سے ملانے کے ساتھ قدموں کو قدموں سے ملانا سخت مشقت کے بغیر ممکن نہیں ہے' اور نہ ہی اس کے بعد ممکن ہے' پس یہ (غیر مقلدین کی) من گھڑت بات ہے' متقدمین میں اس کا کوئی اثر نہیں ہے۔ الیٰ قولہ اور خلاصہ یہ ہے کہ فاصلہ دونوں قدموں کے درمیان سنت ہے' اس کے علاوہ کوئی بات نہیں ہے اس لیے کہ وہ اس کے علاوہ کا نہ ذکر کر

ہیں اور نہ در پے ہوتے ہیں' پس ان ہی متقدمین کی قیادت کافی ہے۔ (فیض الباری ج ٢ ص ٢٣٧-٢٣٦ 'مطبع تجازی' قاہرہ' ١٣٥٧ھ)

شیخ محمد تقی عثمانی لکھتے ہیں:

غیر مقلدین نے (ٹخنوں کو ٹخنوں سے چپکانے کا قول) یہاں سے لے لیا اور وہ قدموں کو پھیلا پھیلا کر ایک دوسرے سے چپکاتے ہیں' حالانکہ جس طرح قدم کا قدم کے ساتھ ''الزاق'' مذکور ہے' اسی طرح ''منکب'' کا ''منکب'' کے ساتھ بھی منقول ہے اور دونوں کا ''الزاق'' ایک ساتھ نہیں ہو سکتا' جب قدم کو قدم کے ساتھ ملائیں گے تو ''منکب'' کو ''منکب'' کے ساتھ نہیں ملا سکتے معلوم ہوا کہ حقیقت میں محاذات مراد ہے' نہ یہ کہ بالکل چپکا دیئے جائیں۔ (انعام الباری دروس بخاری ج ٣ ص ٤٢٠ 'مکتبۃ الحرا' کراچی)

مصنف کہتا ہے کہ خلاصہ یہ ہے کہ اس حدیث میں کندھوں کو کندھوں کے ساتھ اور ٹخنوں کو ٹخنوں کے ساتھ ملانے کا جو حکم ہے' اس سے مراد یہ ہے کہ جماعت میں نمازی اپنے ٹخنے دوسرے نمازی کے ٹخنوں کے متوازی اور متقابل رکھے' اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ ایک نمازی اپنے ٹخنے دوسرے نمازی کے ساتھ چپکائے رکھے جب کہ پوری نماز میں اس طرح کرنا عملاً سخت دشوار ہے اور دین میں سہولت ہے' تنگی نہیں ہے اور صحابہ اور تابعین کے دور میں اس پر عمل نہیں کیا جاتا تھا جیسا کہ معمر کی روایت میں اس کی تصریح ہے۔ صحیح بخاری کے تمام متقدمین اور متاخرین شارحین نے اسی طرح لکھا ہے' صرف غیر مقلدین نے اپنے آپ کو مسلمانوں کے اجتماعی مؤقف سے الگ رکھا ہے۔

٧٧ - بَابٌ إِذَا قَامَ الرَّجُلُ عَنْ يَّسَارِ الْإِمَامِ وَحَوَّلَهُ الْإِمَامُ خَلْفَهُ إِلٰى يَمِينِهِ، تَمَّتْ صَلٰوتُهُ

جب کوئی شخص امام کی بائیں جانب کھڑا ہو اور امام اس کو دائیں جانب کر دے تو اس کی نماز مکمل ہو جائے گی

٧٢٦ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا دَاوُدُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ، عَنْ كُرَيْبٍ، مَوْلٰى ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ، فَقُمْتُ عَنْ يَسَارِهِ، فَأَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرَأْسِيْ مِنْ وَّرَائِيْ، فَجَعَلَنِيْ عَنْ يَمِيْنِهِ، فَصَلّٰى وَرَقَدَ، فَجَاءَهُ الْمُؤَذِّنُ، فَقَامَ وَصَلّٰى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں داؤد نے حدیث بیان کی از عمرو بن دینار از کریب مولیٰ حضرت ابن عباس از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما انہوں نے کہا: میں نے ایک رات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی' میں آپ کی دائیں طرف کھڑا ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا سر پکڑ کر مجھے اپنے پیچھے سے اپنی دائیں جانب کر دیا' پھر آپ نے نماز پڑھی اور سو گئے' پس آپ کے پاس مؤذن آیا' پھر آپ نے کھڑے ہو کر نماز پڑھی اور وضوء نہیں کیا۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ١١٧ کا مطالعہ کریں' وہاں اس حدیث کا عنوان ہے: عشاء کی نماز کے بعد علم کی باتیں کرنا۔

٧٨ - بَابُ الْمَرْأَةِ وَحْدَهَا تَكُوْنُ صَفًّا

تنہا ایک عورت کی بھی صف ہوتی ہے

٧٢٧ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ إِسْحَاقَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ صَلَّيْتُ أَنَا وَيَتِيْمٌ فِيْ بَيْتِنَا، خَلْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأُمِّيْ أُمُّ سُلَيْمٍ خَلْفَنَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از اسحاق از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے اور یتیم نے ہمارے گھر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز پڑھی

اور میری والدہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا ہمارے پیچھے تھیں۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ٣٨٠ کا مطالعہ کریں' وہاں اس حدیث کا عنوان ہے: چٹائی پر نماز پڑھنا۔

٧٩ - بَابُ مَيْمَنَةِ الْمَسْجِدِ وَالْإِمَامِ

مسجد اور امام کی دائیں جانب

٧٢٨ - حَدَّثَنَا مُوسٰى قَالَ حَدَّثَنَا ثَابِتُ بْنُ يَزِيدَ قَالَ حَدَّثَنَا عَاصِمٌ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قُمْتُ لَيْلَةً أُصَلِّي عَنْ يَسَارِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَخَذَ بِيَدِي، أَوْ بِعَضُدِي، حَتّٰى أَقَامَنِي عَنْ يَمِينِهِ، وَقَالَ بِيَدِهِ مِنْ وَّرَائِي.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ثابت بن یزید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عاصم نے حدیث بیان کی از شعبی از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ میں ایک رات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بائیں جانب کھڑا ہو کر نماز پڑھنے لگا' آپ نے میرا ہاتھ یا میرا بازو پکڑ کر مجھے اپنی دائیں جانب کھڑا کر دیا اور اپنے ہاتھ سے میرے پیچھے کی طرف اشارہ کیا۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ١١٧ کا مطالعہ کریں' وہاں اس کا عنوان ہے: عشاء کی نماز کے بعد علم کی باتیں کرنا۔

٨٠ - بَابُ إِذَا كَانَ بَيْنَ الْإِمَامِ وَبَيْنَ الْقَوْمِ حَائِطٌ أَوْ سُتْرَةٌ

جب امام اور نمازیوں کے درمیان دیوار یا سترہ ہو

قَالَ الْحَسَنُ لَا بَأْسَ أَنْ تُصَلِّيَ، وَبَيْنَكَ وَبَيْنَهُ نَهْرٌ.

حسن بصری نے کہا: جب تمہارے اور امام کے درمیان (بڑا یا چھوٹا) دریا ہو تو کوئی حرج نہیں۔

علامہ بدرالدین عینی نے کہا: اس تعلیق کی اصل سنن سعید بن منصور میں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ٥ ص ٣٨٣)

وَقَالَ أَبُو مِجْلَزٍ يَأْتَمُّ بِالْإِمَامِ، وَإِنْ كَانَ بَيْنَهُمَا طَرِيقٌ أَوْ جِدَارٌ، إِذَا سَمِعَ تَكْبِيرَ الْإِمَامِ.

اور ابومجلز نے کہا: امام کی اقتداء کرے خواہ ان کے درمیان راستہ ہو یا دیوار ہو' جب وہ امام کی تکبیر سنے۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

لیث بیان کرتے ہیں کہ جو عورت نماز پڑھتی ہے اور اس کے اور امام کے درمیان دیوار ہو' اگر وہ امام کی تکبیر سنتی ہے تو اس کی نماز ہو جائے گی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ٦١٥٩)

٧٢٩ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدَةُ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدِ الْأَنْصَارِيِّ، عَنْ عَمْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ فِي حُجْرَتِهِ، وَجِدَارُ الْحُجْرَةِ قَصِيرٌ، فَرَأَى النَّاسُ شَخْصَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَامَ أُنَاسٌ يُصَلُّونَ بِصَلٰوتِهِ، فَأَصْبَحُوا فَتَحَدَّثُوا بِذٰلِكَ، فَقَامَ لَيْلَةَ الثَّانِيَةِ، فَقَامَ مَعَهُ أُنَاسٌ يُصَلُّونَ بِصَلٰوتِهِ، صَنَعُوا ذٰلِكَ لَيْلَتَيْنِ أَوْ ثَلَاثَةً، حَتّٰى إِذَا كَانَ بَعْدَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدہ نے خبر دی از یحییٰ بن سعید الانصاری از عمرہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو حجرہ میں نماز پڑھتے تھے اور حجرہ کی دیوار چھوٹی تھی' پس لوگوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لیا' پھر لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھنے لگے' پس صبح کو انہوں نے یہ واقعہ بیان کیا' پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری رات بھی قیام کیا' لوگوں نے پھر آپ کی نماز کے ساتھ نماز پڑھی' اس طرح انہوں نے دو راتیں یا تین راتیں کیا' حتیٰ کہ

ذٰلِكَ جَلَسَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَخْرُجْ فَلَمَّا اَصْبَحَ ذَكَرَ ذٰلِكَ النَّاسُ فَقَالَ اِنِّىْ خَشِيْتُ اَنْ تُكْتَبَ عَلَيْكُمْ صَلٰوةُ اللَّيْلِ.

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے' پس نماز کے لیے نہیں نکلے' پھر جب صبح ہوئی تو لوگوں نے اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: مجھے یہ خوف ہوا کہ رات کی نماز تم پر فرض کر دی جائے گی۔

[اطراف الحدیث: ۷۳۰۔ ۹۲۴۔۱۱۲۹۔۲۰۱۱۔۲۰۱۲۔۵۸۶۱] (صحیح مسلم: ۷۸۱' الرقم المسلسل: ۱۷۹۴' سنن ابوداؤد: ۱۳۴۷' سنن ترمذی: ۴۵۰' سنن نسائی: ۱۶۰۰۔۱۵۵۸' صحیح ابن خزیمہ: ۱۲۰۴' شرح مشکل الآثار: ۶۱۳' صحیح ابن حبان: ۲۴۹۱' سنن بیہقی: ۴۸۹۲' المعجم الاوسط: ۴۱۹۰' شرح السنۃ: ۹۹۵' السنن الکبریٰ: ۱۲۹۳' شرح معانی الآثار: ۲۰۱۴' مسند احمد ج ۵ ص ۱۸۲ طبع قدیم' مسند احمد ج ۳۵ ص ۴۵۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۷۲۲۱' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن سلام (۲) عبدہ بن سلام الکلابی العامری الکوفی' ان کا نام عبد الرحمان ہے اور عبدہ ان کا لقب ہے اور لقب زیادہ مشہور ہے' ان کی کنیت ابو محمد ہے (۳) یحییٰ بن سعید الانصاری (۴) عمرہ بنت عبد الرحمان الانصاریہ المدنیہ (۵) حضرت ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۳۸۳)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: پھر لوگ کھڑے ہو کر آپ کی نماز کے ساتھ نماز پڑھنے لگے۔

نوافل کو مسجد کے بجائے گھر میں پڑھنا افضل ہے

امام ابوجعفر احمد بن محمد الطحاوی الحنفی المتوفی ۳۲۱ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ نفل نماز مسجد کی بہ نسبت گھر میں پڑھنا افضل ہے خواہ وہ مسجد نبوی ہو' مسجد اقصیٰ ہو یا کعبہ ہو۔ امام ابوحنیفہ اور امام محمد کا بھی یہی مذہب ہے۔ (شرح مشکل الآثار ج ۲ ص ۴۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' الطبعۃ الثانیۃ' ۱۴۲۷ھ)

نوافل کو مسجد کے بجائے گھر میں پڑھنے کی افضلیت پر مزید بحث و تحقیق حدیث: ۷۳۱ کے تحت ملاحظہ فرمائیں۔

اگر امام اور نمازیوں کے درمیان راستہ یا دریا حائل ہو تو نماز کے جواز میں مذاہب فقہاء اور امام مالک کے دلائل

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ جب امام اور نمازیوں کے درمیان راستہ ہو یا دیوار ہو تو پھر نماز جائز ہے یا نہیں' ایک جماعت نے اس کی اجازت دی ہے' حضرت انس بن مالک اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم کا یہی مؤقف ہے۔ سالم اور ابن سیرین کا بھی یہی نظریہ ہے۔

عروہ اپنے گھر میں امام کی نماز کے ساتھ نماز پڑھتے تھے اور ان کے گھر اور مسجد کے درمیان راستہ تھا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۱۶۳)

امام مالک نے کہا: نمازی اور امام کے درمیان راستہ ہو یا چھوٹا دریا ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے' اسی طرح جو کشتیاں قریب قریب ہوں اور امام ان میں سے کسی ایک کشتی میں ہو تو اس کی اقتداء میں باقی کشتیوں میں نماز جائز ہے۔

عطاء نے کہا: جب نمازی کو امام کا علم ہو تو اس کی اقتداء میں نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے کہا: جب نمازی اور امام کے درمیان راستہ ہو یا دریا ہو یا دیوار ہو تو پھر نمازی' امام کی نماز کے

ساتھ شریک نہیں ہوگا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ٦١٥٤)

فقہاء احناف نے کہا ہے کہ جماعت کے ساتھ نماز اس وقت تک جائز نہیں ہے جب تک راستہ میں صفیں متصل نہ ہوں اور یہی لیث اوزاعی اور اشہب مالکی کا قول ہے۔

اسی طرح جب کوئی شخص کسی گھر میں قید ہو اور امام کی آواز اس تک پہنچ رہی ہے تو پانچ نمازیں اور جمعہ اس کی اقتداء میں پڑھنا جائز ہے امام ابوحنیفہ نے جمعہ اور پانچ نمازیں پڑھنے کی اجازت دی ہے اور امام مالک نے صرف جمعہ کی اجازت دی ہے۔

امام شافعی نے کہا: جس شخص کو کسی جگہ قید کر دیا گیا ہو تو اس کا امام کی اقتداء میں نماز پڑھنا صرف اسی صورت میں جائز ہے جب کہ اس جگہ تک صفیں متصل ہوں۔

جو فقہاء اس طرح نماز پڑھنے کی اجازت دیتے ہیں ان کی دلیل حضرت عائشہ کی یہ حدیث صحیح البخاری: ٧٢٩ اور حضرت زید بن ثابت کی حدیث صحیح البخاری: ٧٣٠ ہے کیونکہ اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ نبی ﷺ نے اپنے حجرہ میں نماز پڑھی اور صحابہ نے آپ کی اقتداء میں نماز پڑھی اگر یہ جائز نہ ہوتا تو نبی ﷺ صحابہ کو اس کی تعلیم دیتے کیونکہ آپ کو معلم بنا کر بھیجا گیا تھا۔

ابن القصار نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کی ازواج اپنے اپنے حجروں میں نبی ﷺ کی اقتداء میں نماز پڑھتی تھیں اور آپ مسجد میں نماز پڑھاتے تھے اور آپ کے بعد آپ کے اصحاب کی اقتداء میں نماز پڑھتی تھیں جب کہ امام اور نمازیوں کے درمیان تکبیرات کو سننے سے کوئی چیز حائل نہیں تھی اور اس کی دلیل نابینا نمازی کی اقتداء کرنا ہے اور جن نمازیوں کے اور ان کے امام کے درمیان بہت کثیر صفیں حائل ہوتی ہیں اور ستون حائل ہوتا ہے لہٰذا ان کی اقتداء سے منع کرنے پر کوئی دلیل نہیں ہے۔

(شرح ابن بطال ج ٢ ص ٤١٩ دار الکتب العلمیہ بیروت ١٤٢٤ھ)

فقہاء احناف کے نزدیک اگر امام اور مقتدی کے درمیان اونچی دیوار شارعِ عام یا دریا حائل ہو تو اقتداء جائز نہیں

علامہ محمود بن صدر الشریعہ ابن مازہ البخاری الحنفی المتوفی ٦١٦ھ لکھتے ہیں:

جب امام اور مقتدی کے درمیان دیوار ہو تو اقتداء جائز ہے حاکم شہید نے کہا ہے کہ چھوٹی دیوار ہو تو اقتداء جائز ہے اور چھوٹی دیوار کا مصداق ایسی دیوار ہے جس پر چڑھنے میں عام آدمی کو مشقت نہ ہو اور بڑی دیوار میں اس لیے اقتداء جائز نہیں ہے کہ مقتدی پر امام کا حال مخفی رہے گا۔

اگر مقتدی اور امام کے درمیان بڑا راستہ ہو یا بڑا دریا ہو تو ہمارے نزدیک اقتداء جائز نہیں ہے کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا: وہ شخص امام کے ساتھ نہیں ہے جس کے اور امام کے درمیان دریا ہو یا راستہ ہو یا عورتوں کی صف ہو کیونکہ ان دونوں کا مکان (مقام) مختلف ہو گیا اور اختلافِ مکان صحت اقتداء سے مانع ہے اور جو راستہ اقتداء سے مانع ہے اس کی تفسیر میں فقہاء نے کہا ہے کہ جس راستہ سے بیل گاڑی (تانگہ یا کار) گزر سکے یا اونٹ گزر سکے یا وہ عام گزرگاہ ہو تو اگر امام اور مقتدی کے درمیان ایسا راستہ ہو تو وہ اقتداء سے مانع ہے اسی طرح وہ بڑا دریا جو صحت اقتداء سے مانع ہے اس کی تفسیر میں کہا ہے کہ جس دریا میں چھوٹی بڑی کشتیاں چلتی ہوں۔ (المحیط البرھانی ج ٢ ص ١٩١۔ ١٩٢ ادارۃ القرآن کراچی ١٤٢٤ھ)

حاکم شہید نے لکھا ہے: جب کسی شخص نے مسجد کی چھت پر امام کی اقتداء میں نماز پڑھی تو اس کی نماز ہو جائے گی اور اگر مسجد کے پہلو میں سطح پر نماز پڑھی اور اس کے اور امام کے درمیان عام راستہ نہیں ہے پھر بھی نماز ہو جائے گی۔ علامہ سرخسی نے اس کی شرح میں

لکھا: کیونکہ اس شخص پر اپنے امام کا حال مشتبہ نہیں ہے اور ان کے درمیان اقتداء سے کوئی مانع نہیں ہے اس لیے ہم نے اس کو جائز کہا ہے۔ (المبسوط ج ۱ ص ۴۳-۷۲-۳ ۳ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

فقہاء حنبلیہ کے نزدیک اگر امام اور نمازیوں کے درمیان شارع عام یا دریا حائل ہو تو نماز کے جواز میں دو قول ہیں

علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ لکھتے ہیں:

ایک قول یہ ہے کہ اس صورت میں اقتداء صحیح نہیں ہے یہی ہمارے اصحاب کا مختار ہے اور امام ابوحنیفہ کا مذہب ہے کیونکہ شارع عام نماز کی جگہ نہیں ہے اور یہ اس صورت کے مشابہ ہے جو صفوں کے اتصال سے مانع ہو دوسرا قول یہ ہے کہ اس صورت میں اقتداء جائز ہے اور یہی قول میرے نزدیک صحیح ہے اور یہی امام مالک اور امام شافعی کا مذہب ہے کیونکہ اس صورت میں اقتداء سے ممانعت کی کوئی تصریح نہیں ہے اور نہ اس کی ممانعت پر اجماع ہے نیز اقتداء سے مانع وہ چیز ہے جو امام کو دیکھنے اور اس کی آواز سننے سے مانع ہے اور اس صورت میں ان میں سے کوئی بھی نہیں ہے۔ (المغنی ج ۲ ص ۲۳ ۳ دارالحدیث قاہرہ ۱۴۲۵ھ)

علامہ منصور بن یونس البہوتی الحنبلی المتوفی ۱۰۵۱ھ لکھتے ہیں:

اگر مقتدی امام کو نہ دیکھے اور اس کی صرف آواز سن لے پھر بھی اقتداء جائز ہے کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کو نماز پڑھتے تھے اور حجرہ کی دیوار نیچی تھی پس نمازیوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ لیا اور انہوں نے آپ کی نماز کے ساتھ نماز پڑھی۔ (صحیح البخاری: ۷۲۹ مسند احمد ج ۶ ص ۳۰) (کشاف القناع ج ۱ ص ۵۹۸ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ)

فقہاء شافعیہ کے نزدیک اگر امام اور نمازیوں کے درمیان شارع عام یا دریا حائل ہو تو نماز کے جواز میں دو قول

علامہ ابوالعباس احمد بن حمزہ الشافعی المتوفی ۱۰۰۴ھ لکھتے ہیں:

اقتداء کی صحت کے لیے یہ شرط ہے کہ مقتدی کو امام کے انتقالات کا علم ہو بایں طور کہ وہ امام کو یا کسی صف کو دیکھ رہا ہو یا تکبیرات کو سن رہا ہو (الی قولہ) اور اگر امام اور مقتدی کے درمیان شارع عام اور دریا حائل ہو تو اس میں دو قول ہیں۔

(نہایۃ المحتاج ج ۲ ص ۲۰۱-۱۹۸ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۴ھ)

مسلمانوں پر رات کی نماز فرض کی جانے کی توجیہ اور دیگر مسائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد ہے: (میں نے رات کو اس لیے نماز نہیں پڑھی) کہ مجھے یہ خوف تھا کہ رات کی نماز تم پر فرض کر دی جائے گی۔ علامہ خطابی اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

یہ کس طرح ممکن ہے کہ ہم پر رات کی نماز فرض کر دی جائے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرائض مکمل کر دیئے ہیں اور پچاس نمازوں کو پانچ نمازوں کی طرف راجع کر دیا ہے اس کے جواب میں یہ کہا گیا ہے کہ رات کی نماز آپ پر واجب تھی اور آپ کی امت پر بھی آپ کی اقتداء کرنا واجب ہے اور آپ کے اصحاب جب دیکھتے کہ آپ دائما کوئی کام کر رہے ہیں تو وہ اس کی اتباع کرتے اور اس کو واجب سمجھتے اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چوتھی رات نماز کے لیے نہیں نکلے اور اس رات نماز کو ترک کر دیا تاکہ آپ کا یہ فعل ان افعال میں داخل نہ ہو جن کو فرض کی مثل کرنا واجب ہے تو یہ نماز ان پر اس وجہ سے واجب ہوتی ہے کہ ان پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے افعال کی

اتباع کرنا واجب ہے نہ کہ اس وجہ سے کہ ان پر اصالۃً رات کی نماز واجب ہوتی اور یہ ایسا ہے جیسے کوئی شخص کسی نماز کو پڑھنے کی نذر مان لیتا ہے تو وہ اس پر واجب ہو جاتی ہے اور یہ اس پر دلالت نہیں کرتا کہ وہ نماز اس پر اصالۃً واجب ہے۔

اس حدیث سے جو دیگر مسائل مستنبط ہوتے ہیں وہ درج ذیل ہیں:

(۱) اگر امام نے نمازیوں کی امامت کی نیت نہ کی ہو پھر بھی اس کی اقتداء میں نماز پڑھنا جائز ہے کیونکہ صحابہ نے اچانک حجرہ کی دیوار کے پیچھے سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز پڑھنی شروع کر دی تھی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے علم ہونے کے بعد اس کا رد نہیں فرمایا۔امام ابوحنیفہ امام مالک اور امام شافعی کا یہی مذہب ہے۔

(۲) اس حدیث میں نفل کو جماعت سے پڑھنے کا ثبوت ہے اور یہ کہ نفل گھر میں پڑھنا افضل ہے کیونکہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فرائض کے علاوہ مرد کی نماز گھر میں پڑھنا افضل ہے۔

(صحیح البخاری:۷۳۱ صحیح مسلم:۷۸۱ سنن ابوداؤد:۱۰۴۴ مسند احمد ج ۵ ص ۱۸۷)۔

(۳) اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت کا بیان ہے آپ نے اس خدشہ سے رات کی نماز نہیں پڑھی کہ پھر امت پر یہ نماز واجب ہو جائے گی اور امت کی اکثریت اس کو پڑھنے سے عاجز ہو گی۔

(۴) امام اور مقتدی کے درمیان دیوار ہو تو وہ اقتداء سے مانع نہیں ہے بہ شرطیکہ نمازیوں پر امام کے افعال مشتبہ نہ ہوں۔

(عمدۃ القاری ج ۵ ص ۳۸۵۔ ۳۸۴ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

اس حدیث سے نماز تراویح کی مشروعیت پر بھی استدلال کیا جاتا ہے اس پر ہم ان شاء اللہ "کتاب صلوٰۃ التراویح" صحیح البخاری: ۲۰۰۸ میں مفصل بحث کریں گے۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم:۱۶۸۱۔۱۶۸۰۔ج ۲ ص ۴۹۳۔ ۴۹۲ پر مذکور ہے اس حدیث کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

① قیام رمضان ② کرم رسالت ③ عبادت سے گناہوں کی بخشش ④ رکعات تراویح میں مذاہب ⑤ بیس رکعات تراویح پر دلائل ⑥ تراویح میں ختم قرآن ⑦ رمضان میں ختم قرآن کا نذرانہ ⑧ غیر مقلدین سے گزارش ⑨ تنہاء عشاء پڑھنے والا باجماعت وتر پڑھ سکتا ہے۔

۸۱ - بَابُ صَلٰوةِ اللَّيْلِ
رات کی نماز

۷۳۰ - حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ فُدَيْكٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ ذِئْبٍ، عَنِ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَهٗ حَصِيْرٌ، يَبْسُطُهٗ بِالنَّهَارِ وَيَحْتَجِرُهٗ بِاللَّيْلِ، فَثَابَ اِلَيْهِ نَاسٌ، فَصَلَّوْا وَرَاءَهٗ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی فدیک نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی ذئب نے حدیث بیان کی از المقبری از ابی سلمہ بن عبد الرحمان از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک چٹائی تھی جس کو آپ دن میں بچھاتے تھے اور رات کو آپ اس کو حجرہ کی مثل بنالیتے تھے پس آپ کی طرف کچھ لوگ آئے اور انہوں نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری:۷۲۹ میں تفصیل سے کی جا چکی ہے۔

٧٣١ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ حَمَّادٍ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ، عَنْ سَالِمٍ أَبِي النَّضْرِ، عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اتَّخَذَ حُجْرَةً، قَالَ حَسِبْتُ أَنَّهُ قَالَ مِنْ حَصِيرٍ، فِي رَمَضَانَ، فَصَلّٰى فِيهَا لَيَالِيَ، فَصَلّٰى بِصَلٰوتِهِ نَاسٌ مِنْ أَصْحَابِهِ، فَلَمَّا عَلِمَ بِهِمْ جَعَلَ يَقْعُدُ، فَخَرَجَ إِلَيْهِمْ فَقَالَ قَدْ عَرَفْتُ الَّذِي رَأَيْتُ مِنْ صَنِيعِكُمْ، فَصَلُّوا أَيُّهَا النَّاسُ فِي بُيُوتِكُمْ، فَإِنَّ أَفْضَلَ الصَّلٰوةِ صَلٰوةُ الْمَرْءِ فِي بَيْتِهِ إِلَّا الْمَكْتُوبَةَ. قَالَ عَفَّانُ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا مُوسٰى قَالَ سَمِعْتُ أَبَا النَّضْرِ، عَنْ بُسْرٍ، عَنْ زَيْدٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. [اطراف الحدیث: ٦١١٣-٧٢٩٠]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد الاعلیٰ بن حماد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں موسیٰ بن عقبہ نے حدیث بیان کی از سالم ابی النضر از بسر بن سعید از حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ نے حجرہ بنایا' انہوں نے کہا: میرا گمان ہے کہ وہ رمضان میں چٹائی سے بنایا تھا' آپ نے اس حجرہ میں کئی راتیں نمازیں پڑھیں' پس آپ کے اصحاب نے بھی آپ کے ساتھ نماز پڑھی' پس جب آپ کو ان کے نماز پڑھنے کا علم ہوا تو آپ گھر بیٹھنے لگے' پھر آپ ان کی طرف نکلے اور فرمایا: میں نے تمہارے فعل کو دیکھ لیا' پس اے لوگو! تم اپنے گھروں میں نماز پڑھو' پس بہترین نماز' وہ نماز ہے جو فرض کے علاوہ مرد اپنے گھر میں پڑھے۔ عفان نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے ابوالنضر سے سنا از بسر از زید از نبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ٧٢٩ میں کی جا چکی ہے' تاہم بعض ضروری اُمور ذکر کیے جا رہے ہیں:

نوافل کو گھر میں پڑھنے کی فضیلت میں احادیث

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں (فرض) نماز پڑھ لے تو اپنی نماز کا ایک حصہ اپنے گھر کے لیے رکھ لے' اللہ اس کی نماز کے سبب سے اس کے گھر میں خیر رکھنے والا ہے۔ (صحیح مسلم: ٧٧٨' الرقم المسلسل: ١٧٩١)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنی نماز میں سے کچھ اپنے گھروں میں رکھو اور اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ۔ (صحیح البخاری: ١١٨٧' صحیح مسلم: ٧٧٧' الرقم المسلسل: ١٧٨٩' سنن ابوداؤد: ١٤٤٨-١٠٤٣' سنن ابن ماجہ: ١٣٧٧)

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس گھر میں اللہ کا ذکر کیا جاتا ہو اور جس گھر میں اللہ کا ذکر نہ کیا جاتا ہو' ان کی مثال زندہ اور مردہ کی طرح ہے۔ (صحیح مسلم: ١٧٩٢-٧٧٩' صحیح البخاری: ٦٤٠٧)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے گھر میں نماز پڑھنے کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: کسی شخص کا اپنے گھر میں نماز پڑھنا نور ہے' پس تم اپنے گھروں کو منور کرو۔ (سنن ابن ماجہ: ١٣٧٥) اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔

حضرت عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا: میرا اپنے گھر میں نماز پڑھنا یا مسجد میں نماز پڑھنا' ان میں سے کون سی نماز پڑھنا افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: کیا تم میرا گھر نہیں دیکھتے' وہ مسجد سے کس قدر قریب ہے' اور میں اپنے گھر میں نماز پڑھوں یہ مجھے مسجد میں نماز پڑھنے سے زیادہ محبوب ہے' سوا اس کے کہ وہ فرض نماز ہو۔ (سنن ابن ماجہ: ١٣٧٨) اس حدیث کی سند صحیح ہے اور اس کے تمام رجال ثقات ہیں۔

حضرت صہیب بن النعمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی شخص اپنے گھر میں نماز پڑھے' اس کی اس

نماز پر فضیلت جس کو لوگ دیکھ رہے ہوں اس طرح ہے جیسے فرض کی فضیلت نفل پر ہے۔ (المعجم الکبیر: ۷۳۲۲) حافظ الہیثمی نے کہا ہے: اس کی سند میں ایک راوی محمد بن مصعب القرقسائی ہے اس کو ابن معین وغیرہ نے ضعیف کہا ہے اور امام احمد نے اس کی توثیق کی ہے۔

(مجمع الزوائد ج ۲ ص ۲۴۷)

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کسی شخص کا اپنے گھر میں نماز پڑھنا میری اس مسجد میں بھی نماز پڑھنے سے افضل ہے ماسوا فرض نماز کے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۰۴۴ سنن ترمذی: ۴۵۰ مسند احمد ج ۵ ص ۱۸۲)

مسجد نبوی اور مسجد حرام کی بھی بہ نسبت گھر میں نوافل پڑھنے کی فضیلت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

سنن ابوداؤد کی مذکور الصدر حدیث (۱۰۴۴) کی بناء پر اگر کوئی شخص مسجد نبوی میں نفل پڑھے تو اس کو ایک ہزار نوافل کا ثواب ہو گا جس قول کے مطابق نوافل بھی اجر کو دگنا چوگنا کرنے میں داخل ہیں اور جب وہ نفل گھر میں پڑھے گا تو اس کا اجر ہزار نمازوں سے افضل ہو گا بلکہ علامہ نووی نے کہا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ اجر کو دگنا چوگنا کرنا تمام حرم میں حاصل ہوتا ہے اور انہوں نے حدیث کے عموم سے چند نوافل کو مستثنیٰ کیا ہے اور کہا ہے کہ ان کو گھر سے باہر (میدان یا مسجد میں) پڑھنا زیادہ کامل ہے اور یہ وہ نوافل ہیں جن میں جماعت مشروع ہے جیسے عیدین استسقاء اور سورج گرہن کی نمازیں۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۳۸۹-۳۸۸ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

امام ابوجعفر احمد بن محمد الطحاوی الحنفی متوفی ۳۲۱ھ لکھتے ہیں:

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی اس روایت (صحیح البخاری: ۷۳۱) سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گھروں میں نوافل پڑھنے کو مسجد میں نوافل پڑھنے پر فضیلت دی ہے خواہ وہ آپ کی مسجد (نبوی) ہو۔

(شرح مشکل الآثار ج ۲ ص ۴۷ مؤسسۃ الرسالۃ ۱۴۲۷ھ شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۴۵۵ قدیمی کتب خانہ کراچی)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گھروں میں نوافل پڑھنے کی جو ترغیب دی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں لوگوں سے پوشیدگی اور ریا کاری سے حفاظت ہے اور اس لیے تاکہ گھر عبادت سے متبرک ہو اور اس میں رحمت کا اور فرشتوں کا نزول ہو اور شیاطین اس سے دور بھاگیں۔

صحیح البخاری کی ''کتاب الاذان'' کا اختتام

الحمد للہ رب العٰلمین! آج ۸ ذوالحجہ ۱۴۲۷ھ/ ۳۰ دسمبر ۲۰۰۶ء بروز ہفتہ صحیح البخاری کی ''کتاب الاذان'' ختم ہوگئی اس کے بعد ان شاء اللہ ''کتاب صفة الصلوٰة'' شروع ہوگی۔

''کتاب الاذان'' میں ۱۲۲ احادیث مرفوعہ تھیں جن میں ۹۶ احادیث موصولہ تھیں اور ۲۶ احادیث معلقہ تھیں۔

الٰہ العٰلمین! میری اس کاوش کو قبول فرمانا میری خطاؤں سے درگزر فرمانا نعمۃ الباری کو اپنی بارگاہ میں مقبول اور مشکور فرمانا اور اپنی رحمت سے اس کو مکمل فرما دینا اور اپنی رحمت سے میری میرے والدین کی میرے اساتذہ کی میرے احباب کی اس کتاب کے ناشر معاونین اور قارئین کی مغفرت فرما دینا۔ (آمین)

❁❁❁❁❁

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علٰی رسولہ الکریم

اَبْوَابُ صِفَةِ الصَّلٰوةِ
نماز کی صفت کے ابواب

امام بخاری ''کتاب الاذان'' سے فارغ ہو گئے' جس میں جماعت' اقامت اور صفوں کو برابر کرنے کے متعلق احادیث تھیں' اس کے بعد اب نماز کی صفت کے ابواب اور اس کی تمام انواع اور تفاصیل کے متعلق احادیث کی روایت کو شروع کیا۔

۸۲ - بَابُ اِيْجَابِ التَّكْبِيْرِ، وَافْتِتَاحِ الصَّلٰوةِ
تکبیر پڑھنے کا وجوب اور نماز کا افتتاح

اس باب میں ''تکبیرۃ الاحرام'' کا بیان ہے' ''تکبیرۃ الاحرام'' میں فقہاء کا اختلاف ہے' امام ابوحنیفہ نے فرمایا: یہ نماز کی شرط ہے اور امام مالک' امام شافعی اور امام احمد نے فرمایا: یہ نماز کا رکن ہے۔

نماز میں اللہ اکبر سے نماز کے افتتاح میں مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

تکبیرۃ الاحرام کے وجوب میں فقہاء کا اختلاف ہے' جمہور فقہاء کے نزدیک یہ واجب ہے اور بعض علماء کے نزدیک یہ سنت ہے' سعید بن المسیب' الحسن البصری' الحکم' الزہری اور الاوزاعی نے یہ کہا ہے کہ رکوع کی تکبیر' تکبیر تحریمہ سے کفایت کرتی ہے۔ ابن القاسم نے المدونہ میں امام مالک سے یہ روایت کی ہے کہ اگر مقتدی تکبیر تحریمہ پڑھنا بھول گیا اور اس نے رکوع کی تکبیر پڑھ لی اور اس سے تکبیر تحریمہ کی نیت کر لی تو یہ اس کے لیے جائز ہے (الیٰ قولہ) اور جو فقہاء تکبیر تحریمہ کو واجب کہتے ہیں' ان کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب امام تکبیر کہے تو تم تکبیر کہو۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۴۳۸) اس حدیث میں آپ نے تکبیر تحریمہ کا ذکر فرمایا اور کسی تکبیر کا ذکر نہیں فرمایا اور ان کا استدلال اس حدیث سے بھی ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نماز کی تحریم تکبیر ہے اور نماز کی تحلیل تسلیم (سلام پھیرنا) ہے۔ (المعجم الکبیر: ۱۱۲۷۸) (اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔ مجمع الزوائد ج ۲ ص ۱۰۴)

علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ ھ لکھتے ہیں:

ہمارے نزدیک اور امام مالک کے نزدیک نماز صرف اللہ اکبر کہنے سے منعقد ہوتی ہے اور حضرت ابن مسعود' طاؤس' ایوب' امام مالک' ثوری اور امام شافعی یہ کہتے تھے کہ نماز کا افتتاح تکبیر سے ہوتا ہے' عام متقدمین اور متاخرین اہل علم کا یہی قول ہے' مگر امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ نماز ''اللّٰہ الاکبر'' سے بھی منعقد ہو جاتی ہے اور امام ابوحنیفہ نے یہ کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے جس اسم کو بھی تعظیم سے کہا

جائے' اس سے نماز منعقد ہو جاتی ہے جیسے اللہ عظیم' یا کبیر' یا جلیل اور سبحان اللہ' الحمد للہ' لا الٰہ الا اللہ کیونکہ یہ سب اللہ تعالیٰ کے اسماء ہیں اور بہ لحاظ تعظیم ہیں۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نماز کی تحریم تکبیر ہے۔ (سنن ابوداؤد:٦١' سنن ترمذی:٢٣٨' سنن ابن ماجہ:٢٧٥' مسند احمد ج١ ص١٢٣' سنن دارمی:٦٨٧) اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعرابی سے فرمایا: جب تم نماز کی طرف کھڑے ہو تو اللہ اکبر کہو۔

(صحیح البخاری:٥٧٥' صحیح مسلم:٢٩٨' مسند احمد ج٢ ص٤٣٧) (المغنی ج٢ ص٩-٨' دار الحدیث' قاہرہ' ١٤٢٥ھ)

امام ابوحنیفہ ''تکبیرۃ الاحرام'' کو شرط فرماتے ہیں' ان کی دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں ہے:

وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ۝ (الاعلیٰ:١٥) اور اس نے اپنے رب کے نام کا ذکر کیا' پس نماز پڑھی ۝

اور رب کا نام عام ہے' وہ اللہ اکبر اور دوسرے اسماء کو شامل ہے۔

٧٣٢ - حَدَّثَنَا اَبُوْ الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ الْاَنْصَارِيُّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكِبَ فَرَسًا فَجُحِشَ شِقُّهُ الْاَيْمَنُ، قَالَ اَنَسٌ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَصَلّٰى لَنَا يَوْمَئِذٍ صَلٰوةً مِّنَ الصَّلَوَاتِ، وَهُوَ قَاعِدٌ، فَصَلَّيْنَا وَرَاءَهٗ قُعُوْدًا، ثُمَّ قَالَ لَمَّا سَلَّمَ اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهٖ، فَاِذَا صَلّٰى قَائِمًا فَصَلُّوْا قِيَامًا، وَاِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوْا، وَاِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوْا، وَاِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوْا، وَاِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ، فَقُوْلُوْا رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: ہمیں حضرت انس بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک گھوڑے پر سوار ہوئے' پس آپ کی دائیں جانب زخمی ہو گئی' حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک دن آپ نے ہمیں نمازوں میں سے کوئی نماز پڑھائی' اس وقت آپ بیٹھے ہوئے تھے' پس ہم نے بھی آپ کی اقتداء میں بیٹھ کر نماز پڑھی' پھر جب آپ نے سلام پھیرا تو فرمایا: امام صرف اس لیے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے' پس جب وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھے تو تم کھڑے ہو کر نماز پڑھو اور جب وہ رکوع کرے تو تم رکوع کرو اور جب وہ رکوع سے سر اٹھائے تو تم بھی رکوع سے سر اٹھاؤ اور جب وہ سجدہ کرے تو تم سب سجدہ کرو اور جب وہ ''سمع اللہ لمن حمدہ'' کہے تو تم کہو: ''ربنا ولک الحمد''۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری:٦٨٩' اور ٣٧٨ میں گزر چکی ہے' وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: چھت' منبر اور لکڑی پر نماز پڑھنا۔

مرض یا کمزوری کی وہ حد' جس میں نماز بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے

اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زخمی ہو گئے تو آپ نے بیٹھ کر نماز پڑھی' اس لیے ہم بیٹھ کر نماز پڑھنے کی تفصیل بیان کر رہے ہیں:

صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی متوفی ١٣٦٧ھ لکھتے ہیں:

مسئلہ: اگر اتنا کمزور ہے کہ مسجد میں جماعت کے لیے جانے کے بعد کھڑے ہو کر نہ پڑھ سکے گا اور گھر میں پڑھے تو کھڑے ہو کر پڑھ سکتا ہے تو گھر میں پڑھے' جماعت میسر ہو تو جماعت سے ورنہ تنہا۔ (درمختار وردالمحتار)

مسئلہ: کھڑے ہونے سے محض کچھ تکلیف ہونا عذر نہیں بلکہ قیام اس وقت ساقط ہوگا کہ کھڑا نہ ہو سکے یا سجدہ نہ کر سکے یا کھڑے ہونے یا سجدہ کرنے میں زخم بہتا ہے یا کھڑے ہونے میں قطرہ آتا ہے یا چوتھائی ستر کھلتا ہے یا قراءت سے مجبور محض ہو جاتا ہے۔ یوں ہی کھڑا تو ہو سکتا ہے مگر اس سے مرض میں زیادتی ہوتی ہے یا دیر میں اچھا ہوگا یا ناقابل برداشت تکلیف ہوگی تو بیٹھ کر پڑھے۔ (غنیہ)

مسئلہ: اگر عصا یا خادم یا دیوار پر ٹیک لگا کر کھڑا ہو سکتا ہے تو فرض ہے کہ کھڑا ہو کر پڑھے۔ (غنیہ)

مسئلہ: اگر کچھ دیر بھی کھڑا ہو سکتا ہے اگرچہ اتنا ہی کہ کھڑا ہو کر اللہ اکبر کہہ لے تو فرض ہے کہ اتنا کہہ لے پھر بیٹھ جائے۔ (غنیہ)

تنبیہ ضروری: آج کل عموماً یہ بات دیکھی جاتی ہے کہ جہاں ذرا بخار آیا' یا خفیف سی تکلیف ہوئی' بیٹھ کر نماز شروع کر دی' حالانکہ وہی لوگ اس حالت میں دس دس' پندرہ پندرہ منٹ بلکہ اس سے بھی زیادہ دیر کھڑے ہو کر ادھر اُدھر کی باتیں کرلیا کرتے ہیں' ان کو چاہیے کہ ان مسائل سے متنبہ ہوں اور جتنی نمازیں باوجود قدرت قیام بیٹھ کر پڑھی ہوں ان کا اعادہ فرض ہے۔ یوں ہی اگر ویسے کھڑا نہ ہو سکتا تھا مگر عصا یا دیوار یا آدمی کے سہارے کھڑا ہونا ممکن تھا تو وہ نمازیں بھی نہ ہوئیں' ان کا پھیرنا فرض' اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔

(بہار شریعت حصہ سوم ص ۹ ۳ _ ۸ ۳' ضیاء القرآن پبلی کیشنز' لاہور)

کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھنے کا شرعی حکم

ہمارے دور میں مسجد کے ہال کی دونوں جانبوں میں کرسیاں رکھی جاتی ہیں اور بوڑھے لوگ جن میں سے بعض اچھے خاصے صحت مند بھی ہوتے ہیں' وہ کرسیوں پر بیٹھ کر نماز پڑھتے ہیں' بعض کرسیوں کے ساتھ میز بھی پیوست ہوتی ہے اور یہ لوگ اس پر بیٹھ کر اشاروں سے نماز پڑھتے ہیں' یہ لوگ بہرحال اتنے صحت مند اور توانا ہوتے ہیں کہ اپنے گھروں سے خود چل کر آتے ہیں اور جماعت کے بعد یہ لوگ کھڑے ہو کر دوسرے لوگوں سے باتیں بھی کرتے رہتے ہیں اور اگر یہ کبھی اتنی دیر سے آئیں کہ جماعت کھڑی ہو چکی ہو تو پچھلی صفوں میں کھڑے ہو کر صحت مند لوگوں کی طرح نماز بھی پڑھتے ہیں۔

صدر الشریعہ نے فقہاء کے حوالہ جات کے ساتھ کمزور یا بیمار آدمی کے زمین پر بیٹھ کر نماز پڑھنے کے جواز کی جو حد اور صورت لکھی ہے' اس کے موافق ان لوگوں کا زمین پر بیٹھ کر نماز پڑھنا بھی جائز نہیں ہے چہ جائے کہ کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھنا۔

نماز ایسی عبادت ہے' جس میں بدنی مشقت ہوتی ہے اور اس میں اللہ کے سامنے عجز و تذلل ہوتا ہے' جب کہ کرسی پر انسان کرّ و فر اور شان و شوکت سے بیٹھتا ہے' کرسی اقتدار کی علامت ہے اور نماز میں اللہ کے سامنے تذلل' افتقار اور احتیاج کا اظہار ہوتا ہے اور یہ اس وقت بہت ہی معیوب لگتا ہے جب یہ لوگ کرسی صف کے درمیان رکھ لیتے ہیں اور اس کرسی کی وجہ سے صف متصل نہیں رہتی اور صف کو متصل نہ رکھنے پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شدید وعید سنائی ہے اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھنا نماز کی حقیقت اور اس کی روح کے خلاف ہے۔ اگر کوئی آدمی ایسا معذور ہے کہ وہ زمین پر جم کر نہیں بیٹھ سکتا یا ڈاکٹر اسے گھٹنے موڑنے سے منع کر دے تو وہ ٹانگیں پھیلا کر زمین پر بیٹھ جائے' اور اگر اس کے کولہے کی ہڈی نرم ہے تو وہ اپنے کولہوں کے نیچے فوم کی گدی بچھا کر زمین پر بیٹھ جائے۔ معروف طریقہ سے تشہد میں نہیں بیٹھ سکتا تو چار زانو زمین پر بیٹھ جائے' بہرحال زمین پر بیٹھے۔ صحابہ کرام اور فقہاء تابعین کے زمانہ میں بھی بوڑھے اور کمزور آدمی ہوتے تھے لیکن کسی سے بھی یہ منقول نہیں ہے کہ انہوں نے کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھی ہو' حالانکہ اس زمانے میں بھی کرسیاں موجود تھیں۔ کرسی پر انسان آرام اور آسانی کے لیے بیٹھتا ہے اور نماز بدنی مشقت کا نام ہے یا انسان کرسی پر اقتدار اور تکبر کے اظہار کے لیے بیٹھتا ہے اور نماز اللہ کے سامنے عجز اور افتقار کا نام ہے اور یا انسان کرسی پر اپنے مرتبہ اور امتیاز کو

دکھانے کے لیے بیٹھتا ہے اور نماز اللہ کے سامنے انکسار کا نام ہے۔ انسان نے آج کے دور میں سہولت اور تعیش کی بہت راہیں اور صورتیں نکال لی ہیں' خدارا نماز اور عبادت کو تو اپنی سہولت اور تعیش کا ذریعہ نہ بنائیں!!!

۷۳۳ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا لَيْثٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّهُ قَالَ خَرَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ فَرَسٍ فَجُحِشَ، فَصَلّٰى لَنَا قَاعِدًا، فَصَلَّيْنَا مَعَهُ قُعُوْدًا، ثُمَّ انْصَرَفَ فَقَالَ إِنَّمَا الْإِمَامُ أَوْ إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهٖ، فَإِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوْا، وَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوْا، وَإِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوْا، وَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ، فَقُوْلُوْا رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ، وَإِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوْا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑے سے گر گئے' پس آپ زخمی ہو گئے' پھر آپ نے ہمیں بیٹھ کر نماز پڑھائی' ہم نے بھی آپ کے ساتھ بیٹھ کر نماز پڑھی' پھر نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے فرمایا کہ امام صرف اس لیے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے' پس جب وہ تکبیر پڑھے تو تم تکبیر پڑھو اور جب وہ رکوع کرے تو تم رکوع کرو اور جب وہ رکوع سے سر اٹھائے تو تم رکوع سے سر اٹھاؤ اور جب وہ ''سمع اللّٰہ لمن حمدہ'' کہے تو تم ''ربنا لك الحمد'' کہو اور جب وہ سجدہ کرے تو تم سجدہ کرو۔

اس حدیث کی شرح کے لیے بھی صحیح البخاری: ۳۷۸ اور ۷۲۲ کا مطالعہ کریں۔

۷۳۴ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنِيْ أَبُو الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهٖ، فَإِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوْا، وَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوْا، وَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ، فَقُوْلُوْا رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ، وَإِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوْا، وَإِذَا صَلّٰى جَالِسًا، فَصَلُّوْا جُلُوْسًا أَجْمَعُوْنَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوالزناد نے خبر دی از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: امام صرف اس لیے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے' پس جب وہ تکبیر پڑھے تو تم تکبیر پڑھو اور جب وہ رکوع کرے تو تم رکوع کرو اور جب وہ کہے: ''سمع اللّٰہ لمن حمدہ'' تو تم کہو: ''ربنا ولك الحمد'' اور جب وہ سجدہ کرے تو تم سجدہ کرو اور جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم سب بیٹھ کر نماز پڑھو۔

اس حدیث کی شرح کے لیے بھی صحیح البخاری: ۳۷۸ کا مطالعہ کریں۔

امام صرف ''سمع اللّٰہ لمن حمدہ'' کہے اور مقتدی صرف ''ربنا لك الحمد'' کہے

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی الحنفی المتوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

پھر امام رکوع سے سر اٹھائے اور کہے: ''سمع اللّٰہ لمن حمدہ'' اور مقتدی کہے: ''ربنا لك الحمد''۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک امام ''ربنا لك الحمد'' نہ کہے اور امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک امام اس کو دل میں پڑھے' کیونکہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں ذکروں کو جمع کرتے تھے۔

(صحیح البخاری: ٧٣٥_ ٧٩٥_ ٧٣٩_ ٧٣٨_ ٧٣٦، صحیح مسلم: ٢٠٢_ ٢٠١، سنن ابوداؤد: ٨٤٦، سنن ترمذی: ٢٦٦، سنن نسائی: ١٠٦٥)

اور اس لیے کہ امام دوسروں کو اللہ کی حمد کرنے کی ترغیب دے رہا ہے تو اپنے آپ کو نہ بھولے اور امام ابوحنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جب امام کہے: "سمع الله لمن حمده" تو تم کہو: "ربنا لك الحمد"۔

(صحیح البخاری: ٥٢٠١_ ٢٤٦٩_ ١١٩١_ ١١١٤_ ٨٠٥_ ٧٣٣_ ٧٣٢_ ٣٧٨، صحیح مسلم: ٤١١_ ٤٠٩، سنن ابوداؤد: ٨٤٨، سنن ترمذی: ٢٦٧، سنن نسائی: ١٠٦٢، شرح معانی الآثار: ١٣٩١)

یہ تقسیم ہے اور تقسیم شرکت کے منافی ہے اسی وجہ سے ہمارے نزدیک مقتدی "سمع الله لمن حمده" نہ کہے اور امام شافعی رحمہ اللہ کا اس میں اختلاف ہے اور امام اعظم کی یہ بھی دلیل ہے کہ جب امام بھی "ربنا لك الحمد" کہے گا تو امام کی حمد مقتدی کی حمد کے بعد واقع ہوگی اور یہ موضوع کے خلاف ہے اور امام شافعی نے جس حدیث سے استدلال کیا ہے ہمارے نزدیک وہ اس صورت پر محمول ہے جب کوئی شخص تنہا نماز پڑھے یعنی اس وقت وہ "سمع الله لمن حمده" بھی کہے اور "ربنا لك الحمد" بھی کہے۔

(ھدایہ اولین ص ٨٩، اسلامی کارخانہ کتب کراچی)

"ربنا لك الحمد" کی جگہ "اللهم ربنا ولك الحمد" کہنا افضل ہے

علامہ محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی متوفی ١٠٨٨ھ لکھتے ہیں:

افضل یہ ہے کہ مقتدی کہے: "اللهم ربنا ولك الحمد"۔ (الدرالمختار مع ردالمختار ج ٢ ص ١٧٨، داراحیاء التراث العربی بیروت)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب امام "سمع الله لمن حمده" کہے تو تم کہو: "اللهم ربنا لك الحمد" پس جس کا قول فرشتوں کے قول کے موافق ہو گیا اس کے تمام گناہوں کی مغفرت کر دی جائے گی۔

(صحیح البخاری: ٧٩٦، صحیح مسلم: ٤٠٩، سنن ترمذی: ٢٦٧، سنن نسائی: ١٠٦٢)

امام طحاوی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب امام "سمع الله لمن حمده" کہے تو تم کہو: "اللهم ربنا ولك الحمد"۔

(شرح معانی الآثار، مسند احمد ج ٢ ص ٤٣٨_ ٤٢٠_ ٤١١_ ٣٨٧_ ٣٧٦_ ٣٢١_ ٣١٤_ ٢٣٠)

٨٣ - بَابُ رَفْعِ الْيَدَيْنِ فِي التَّكْبِيرَةِ الْأُولَى مَعَ الْإِفْتِتَاحِ سَوَاءً

تکبیرہ اولیٰ میں افتتاحِ نماز کے ساتھ رفع یدین کرنا

یعنی جب آدمی نماز شروع کرے تو اس کے ساتھ پہلی تکبیر میں رفع یدین کرے یعنی دونوں ہاتھ کانوں تک بلند کرے۔

٧٣٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ، إِذَا افْتَتَحَ الصَّلٰوةَ، وَإِذَا كَبَّرَ لِلرُّكُوعِ، وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ رَفَعَهُمَا كَذٰلِكَ أَيْضًا، وَقَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ. وَكَانَ لَا يَفْعَلُ ذٰلِكَ فِي السُّجُودِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از ابن شہاب از سالم بن عبداللہ از والدِ خود کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع کرتے تو اپنے کندھوں تک رفع یدین کرتے (ہاتھ بلند کرتے) اور جب رکوع کے لیے تکبیر پڑھتے اور جب رکوع سے اپنا سر اٹھاتے تو اسی طرح رفع یدین کرتے اور فرماتے: "سمع الله لمن حمده، ربنا ولك الحمد" اور سجدہ میں اس طرح نہیں کرتے تھے۔

[اطراف الحدیث: ٧٣٦-٧٣٨-٧٣٩] (صحیح مسلم: ٣٩٠' الرقم المسلسل: ٨٣٧' سنن ابوداؤد: ٧٢١' سنن ترمذی: ٢٥٥' سنن نسائی: ٨٧٦' سنن ابن ماجہ: ٨٥٨' مصنف ابن ابی شیبہ ج ١ ص ٢٣٤-٢٣٣' المنتقی: ١٧٧' مسند ابویعلیٰ: ٥٤٢٠' صحیح ابن حبان: ١٨٦٤' سنن بیہقی ج ٢ ص ٦٩' مصنف عبد الرزاق: ٢٥١٨' صحیح ابن خزیمہ: ٤٥٦' شرح معانی الآثار: ١٣٠٤' مسند احمد ج ٢ ص ٨ طبع قدیم' مسند احمد: ٤٥٤٠- ج ٨ ص ١٤٠' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' مسند الطحاوی: ٣٩٥١)

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں اور ان کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: جب آپ نماز شروع کرتے تو اپنے کندھوں تک رفع یدین کرتے۔

رفع یدین کے وقت کانوں یا کندھوں تک ہاتھ بلند کرنے میں مذاہب فقہاء

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کندھوں کے متوازی رفع یدین کرتے تھے۔

علامہ موفق الدین عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ٦٢٠ھ اور علامہ عبد الرحمان بن محمد بن قدامہ حنبلی متوفی ٦٨٢ھ لکھتے ہیں:

ہمارے علم کے مطابق اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ نماز کے افتتاح کے وقت رفع یدین کرنا مستحب ہے' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے نماز کا افتتاح کیا اور کندھوں کے متوازی رفع یدین کیا۔ (صحیح بخاری: ٧٣٥' صحیح مسلم: ٣٩٠) اور نمازی کو اس میں اختیار ہے کہ وہ کانوں کی لَو تک ہاتھ بلند کرے یا کندھوں کے متوازی تک' اس میں اختیار اس وجہ سے ہے کہ یہ دونوں صورتیں نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے مروی ہیں' کندھوں کے متوازی ہاتھ بلند کرنے کی حدیث حضرت ابوحمید' حضرت ابن عمر' حضرت علی اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے اور یہ امام شافعی اور اسحاق کا قول ہے' اور کانوں کی لَو تک ہاتھ اٹھانے کی حدیث' حضرت وائل بن حجر اور حضرت مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نماز میں داخل ہوئے تو آپ نے کانوں کے متوازی ہاتھوں کو بلند کر کے اللہ اکبر کہا۔ (صحیح مسلم: ٤٠١' سنن ابوداؤد: ٧٢٦-٧٢٣' مسند احمد ج ٤ ص ٣١٦-٣١٧' شرح معانی الآثار: ١١٣٢)

حضرت مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اللہ اکبر کہتے تو ہاتھوں کو کانوں تک بلند کرتے۔ (صحیح مسلم: ٣٩١' سنن ابوداؤد: ٧٤٥' سنن نسائی: ٨٧٩' سنن ابن ماجہ: ٨٥٩' شرح معانی الآثار: ١١٣٤)

اکثر اہل علم نے حضرت ابووائل اور حضرت مالک بن الحویرث کی حدیث پر عمل کیا ہے اور امام احمد کا میلان پہلی حدیث کی طرف زیادہ ہے' اثرم نے کہا: میں نے امام ابوعبد اللہ سے پوچھا کہ کہاں تک ہاتھ اٹھانے چاہئیں؟ انہوں نے کہا: رہا میں! تو میں کندھوں تک اٹھاتا ہوں جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے اور جو شخص کانوں کے متوازی تک ہاتھ اٹھاتا ہے تو وہ بھی مستحسن ہے اور میری وجہ ترجیح یہ ہے کہ حضرت ابن عمر کی حدیث کے راوی اکثر ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زیادہ قریب ہیں اور دوسری حدیث پر عمل کرنے کو میں اس لیے جائز کہتا ہوں کہ وہ حدیث بھی صحیح ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کبھی کندھوں تک ہاتھ اٹھاتے تھے اور کبھی کانوں تک۔ (المغنی ج ٢ ص ١٦-١٧' شرح الکبیر ج ٢ ص ١٦-١٧' دار الحدیث' قاہرہ' ١٤٢٥ھ)

رکوع میں جاتے ہوئے اور رکوع سے سر اٹھاتے ہوئے رفع یدین کرنے میں مذاہب فقہاء

علامہ موفق الدین عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ٦٢٠ھ لکھتے ہیں:

رکوع میں جاتے ہوئے اور رکوع سے سر اٹھاتے ہوئے' اسی طرح رفع یدین کرے جس طرح تکبیر تحریمہ کہتے وقت رفع یدین کیا

تھا خواہ کندھوں تک ہاتھ اٹھائے خواہ کانوں تک۔ حضرت ابن عمر' حضرت ابن عباس' حضرت جابر' حضرت ابوہریرہ' حضرت ابن الزبیر اور حضرت انس رضی اللہ عنہم کا یہی مذہب ہے' اور فقہاء تابعین میں سے حسن بصری' عطاء' طاؤس' مجاہد' سالم' سعید بن جبیر اور دیگر کا یہی مذہب ہے۔ امام شافعی اور ایک روایت کے موافق امام مالک کا بھی یہی مذہب ہے' اور ثوری اور امام ابوحنیفہ نے یہ کہا ہے کہ صرف تکبیرہ تحریمہ کے وقت رفع یدین کرے' ابراہیم نخعی کا بھی یہی قول ہے' ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز نہ پڑھاؤں؟ پس انہوں نے نماز پڑھی اور صرف پہلی مرتبہ رفع یدین کیا۔ (سنن ابوداؤد: ٧٤٨' سنن ترمذی: ٢٥٧' مسند احمد ج ١ ص ٣٨٨)

امام ترمذی نے کہا: حضرت ابن مسعود کی حدیث حسن صحیح ہے۔

حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز کے افتتاح کے وقت کانوں تک رفع یدین کرتے تھے' پھر دوبارہ نہیں کرتے تھے۔ (سنن ابوداؤد: ٧٤٩' سنن ترمذی: ٢٤٠' سنن نسائی: ٨٨٢)

فقہاء احناف نے کہا ہے کہ ان دو حدیثوں پر عمل کرنا اولیٰ ہے' کیونکہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فقیہ تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمیشہ ساتھ رہتے تھے اور آپ کے احوال کے اور آپ کے ظاہر اور باطن کے عالم تھے' اس لیے حضرت ابن مسعود کی روایت کو ان کی روایت پر مقدم کیا جائے گا' جن کا حال اس طرح نہیں ہے' ایک شخص نے رفع یدین کے متعلق حضرت وائل بن حجر کی روایت کی تو اس سے ابراہیم النخعی نے کہا: شاید حضرت وائل نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ صرف ایک بار نماز پڑھی ہو' کیا تم چاہتے ہو کہ ہم ان کی روایت پر عمل کریں اور حضرت عبداللہ بن مسعود کی حدیث کو چھوڑ دیں' جن کی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کوئی نماز نہیں چھوٹی۔

اور ہماری دلیل یہ ہے کہ از الزہری از سالم از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپ نماز شروع کرتے تو کندھوں تک ہاتھ بلند کر کے رفع یدین کرتے اور جب رکوع کا ارادہ کرتے اور جب رکوع سے سر اٹھانے کا ارادہ کرتے اور سجدہ میں اس طرح نہیں کرتے تھے۔ (صحیح البخاری: ٧٣٥' صحیح مسلم: ٣٩٠)

حضرت عمر' حضرت علی' حضرت وائل بن حجر' حضرت مالک بن الحویرث' حضرت انس' حضرت ابوہریرہ' حضرت ابوسعید' حضرت سہل بن سعد' حضرت محمد بن مسلمہ' حضرت ابوموسیٰ اور حضرت جابر بن عمر اللیثی سے رفع یدین کے متعلق احادیث مروی ہیں اور حدیث متواتر کے حکم میں ہیں' ان کے بہ کثرت راوی ہیں اور ان کی سند صحیح ہے اور ان پر صحابہ اور فقہاء تابعین نے عمل کیا ہے اور جنہوں نے اس پر عمل نہیں کیا' ان پر انہوں نے رد کیا ہے۔ (المغنی ج ٢ ص ٤٩-٤٨' دارالحدیث' قاہرہ' ١٤٢٥ھ)

ترک رفع یدین کے متعلق احادیث اور آثار

امام ابوجعفر احمد بن محمد الطحاوی الحنفی المتوفی ٣٢١ھ لکھتے ہیں:

ان آثار کی طرف بعض ائمہ گئے ہیں اور انہوں نے کہا ہے کہ رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت اور قیام کے وقت رفع یدین کرنا واجب ہے اور دوسرے ائمہ نے ان کی مخالفت کی ہے اور کہا ہے کہ صرف تکبیرہ اولیٰ کے وقت رفع یدین واجب ہے اور ان کا استدلال ان احادیث سے ہے:

حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب نماز کا افتتاح کرنے کے لیے اللہ اکبر کہتے تو دونوں ہاتھ کانوں کی لو تک بلند کرتے' پھر دوبارہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ (سنن ابوداؤد: ٧٥٢-٧٥٠-٧٤٩' سنن ترمذی: ٢٤٠' سنن نسائی: ٨٨٢' شرح معانی الآثار: ١٣١٣' مصنف ابن ابی شیبہ: ٢٤٤٠' مصنف عبدالرزاق: ٢٥٣٤)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کرتے تھے پھر نہیں کرتے تھے۔
(سنن ابوداؤد: ۷۴۸ ' سنن ترمذی: ۲۵۷ ' مسند احمد ج ۱ ص ۳۸۸ ' شرح معانی الآثار: ۱۳۱۶ ' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۴۴۱)

مغیرہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابراہیم سے کہا کہ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے افتتاح نماز کے وقت اور رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کیا' انہوں نے کہا کہ اگر حضرت وائل نے ایک مرتبہ آپ کو رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا ہے تو حضرت ابن مسعود نے پچاس مرتبہ آپ کو ترک رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ (شرح معانی الآثار: ۱۳۱۸)

عاصم بن کلیب اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نماز کی پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کرتے تھے' پھر اس کے بعد نہیں کرتے تھے۔ (شرح معانی الآثار: ۱۳۲۰ ' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۴۴۲) (شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۲۹۱ ' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

ابواسحاق بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اصحاب صرف نماز کے افتتاح میں رفع یدین کرتے تھے' پھر دوبارہ نہیں کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۴۴۶ ' شرح معانی الآثار: ۱۳۲۱)

سعید بن جبیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: سات مقامات کے سوا رفع یدین نہ کیا جائے: (۱) جب نماز کے لیے کھڑا ہو (۲) جب بیت اللہ کو دیکھے (۳'۴) صفا اور مروہ پر (۵) عرفات میں (۶) مزدلفہ میں اور (۷) شیطان کو کنکریاں مارتے وقت۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۴۵۰)

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو صرف افتتاح نماز کے وقت رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا ہے۔
(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۴۵۲)

اسود اور علقمہ صرف افتتاح نماز کے وقت رفع یدین کرتے تھے' پھر نہیں کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۴۵۳)

اسود بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں نماز پڑھی' انہوں نے صرف افتتاح نماز کے وقت رفع یدین کیا' اور عبدالملک نے کہا: میں نے شعبی' ابراہیم اور ابواسحاق کی اقتداء میں نماز پڑھی' وہ سب صرف افتتاح نماز کے وقت رفع یدین کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۴۵۴)

رکوع کے ساتھ ثبوتِ رفع یدین کی روایات کے جوابات اور ترکِ رفع یدین کی قیاس سے تائید

امام ابوجعفر احمد بن محمد الطحاوی الحنفی المتوفی ۳۲۱ھ لکھتے ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث جب کہ صحیح سند سے ثابت ہے تو یہ رفع یدین ترک کرنے والوں کی نہایت قوی دلیل ہے' اور رہی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث تو ان سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد انہوں نے رفع یدین نہیں کیا۔

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی اقتداء میں نماز پڑھی' انہوں نے صرف تکبیرۂ اولیٰ کے وقت رفع یدین کیا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۴۵۲ ' شرح معانی الآثار: ۱۳۲۳)

یہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ہیں جنہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا' پھر انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد رفع یدین کو ترک کر دیا اور یہ اسی وقت ممکن ہوا جب ان کے نزدیک رفع یدین منسوخ ہو چکا تھا اور ان کے نزدیک اس پر دلیل قائم ہو چکی تھی۔

نیز حضرت عمر بن الخطاب سے بھی مروی ہے کہ وہ صرف افتتاح نماز کے وقت رفع یدین کرتے تھے۔
(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۴۵۴)

کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ پر یہ مخفی رہا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رکوع اور سجود میں رفع یدین کرتے تھے

کے باوجود حضرت عمر رضی اللہ آپ کی مخالفت کرتے تھے اور ہمارے نزدیک یہ محال ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ سے جو مروی ہے کہ وہ رفع یدین کرتے تھے' وہ از اسماعیل بن عیاش از صالح بن کیسان روایت کرتے ہیں' اور ان کے نزدیک غیر شامیین میں اسماعیل کی روایت حجت نہیں ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ کی حدیث کے متعلق ان کا زعم یہ ہے کہ وہ خطاء ہے اور اس کو صرف عبد الوہاب الثقفی نے مرفوع روایت کیا ہے' باقی ائمہ نے اس کو موقوف روایت کیا ہے۔

عبد الحمید بن جعفر کی حدیث کا جواب یہ ہے کہ وہ عبد الحمید کو ضعیف قرار دیتے تھے تو اس متنازعہ معاملہ میں اس کی روایت کیسے معتبر ہو گی۔

اگر نظر اور قیاس سے اس مسئلہ کو دیکھیں تو اس پر اتفاق ہے کہ تکبیرۃ اولیٰ میں رفع یدین ہے اور دو سجدہ کے درمیان کی تکبیر میں رفع یدین نہیں ہے اور رکوع کی تکبیر میں اختلاف ہے کہ اس میں رفع یدین ہے یا نہیں' اب یہ دیکھیں کہ رکوع کی تکبیر' تکبیرۃ تحریمہ کی مثل ہے یا دو سجدوں کی تکبیر کی مثل ہے' سو ہم دیکھتے ہیں کہ تکبیرۃ تحریمہ فرض ہے اور رکوع اور سجدہ کی تکبیر سنت ہے' پس رکوع کی تکبیر سجدہ کی تکبیر کی مثل ہے نہ کہ تکبیرۃ تحریمہ کی' پس جس طرح سجدہ کی تکبیر کے ساتھ رفع یدین نہیں ہے' اسی طرح رکوع کے ساتھ کی تکبیر میں بھی رفع یدین نہیں ہو گا' سو یہی نظر اور قیاس کا تقاضا ہے اور یہی امام ابو حنیفہ' امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ کا مذہب ہے۔

(شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۲۹۵-۲۹۱ ملخصاً' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۷۶۵-ج ۱ ص ۱۱۰۲ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

① رفع یدین کی حکمتیں ② رفع یدین کی حد میں مذاہب فقہاء ③ کانوں تک ہاتھ اٹھانے کے متعلق احادیث اور آثار ④ رفع یدین کی تعداد میں مذاہب فقہاء ⑤ رکوع سے قبل اور رکوع کے بعد رفع یدین کے منسوخ ہونے پر فقہاء احناف کے دلائل ⑥ تکبیرۃ تحریمہ کے علاوہ رفع یدین کے ترک پر فقہاء احناف کی مؤید احادیث اور آثار ⑦ ثبوت رفع یدین اور اس کے ترک میں مذاہب فقہاء کا خلاصہ ⑧ حضرت البراء کی حدیث میں یزید کے تفرد اور ضعف کا جواب ⑨ ثبوت رفع یدین کی احادیث ابتداء اسلام کے زمانہ پر محمول ہیں ⑩ حضرت ابو حمید ساعدی کی روایت سے استدلال کا جواب ⑪ حضرت ابو ہریرہ کی روایت سے استدلال کا جواب ⑫ حضرت وائل بن حجر کی روایت سے استدلال کا جواب ⑬ حضرت علی کی روایت سے استدلال کا جواب ⑭ نماز میں ہاتھ باندھنے کی جگہ میں مذاہب فقہاء ⑮ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کے متعلق احادیث اور آثار ⑯ سینہ پر ہاتھ باندھنے والی احادیث اور بحث و نظر۔

۸۴- بَابُ رَفْعِ الْيَدَيْنِ إِذَا كَبَّرَ، وَإِذَا رَكَعَ، وَإِذَا رَفَعَ

(نمازی) جب اللہ اکبر کہے' جب رکوع کرے اور رکوع سے سر اٹھائے تو رفع یدین کرے

۷۳۶- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا يُوْنُسُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ فِي الصَّلٰوةِ، رَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى يَكُوْنَا حَذْوَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن مقاتل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے سالم بن عبد اللہ نے از حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز میں کھڑے ہوتے تو

مَنْكِبَيْهِ، وَكَانَ يَفْعَلُ ذٰلِكَ حِيْنَ يُكَبِّرُ لِلرُّكُوْعِ، وَيَفْعَلُ ذٰلِكَ اِذَا رَفَعَ رَاْسَهٗ مِنَ الرُّكُوْعِ، وَيَقُوْلُ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ. وَلَا يَفْعَلُ ذٰلِكَ فِي السُّجُوْدِ.

رفع یدین کرتے حتیٰ کہ آپ کے دونوں ہاتھ کندھوں کے متوازی ہوتے' اور جب آپ رکوع کے لیے تکبیر کہتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے' تب بھی اسی طرح کرتے اور آپ فرماتے: "سمع اللّٰہ لمن حمدہ" اور آپ سجدہ میں اس طرح نہیں کرتے تھے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ٧٣٥ کا مطالعہ فرمائیں۔

٧٣٧ - حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ الْوَاسِطِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ خَالِدٍ، عَنْ اَبِيْ قِلَابَةَ اَنَّهٗ رَاٰى مَالِكَ بْنَ الْحُوَيْرِثِ اِذَا صَلّٰى كَبَّرَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ، وَاِذَا اَرَادَ اَنْ يَّرْكَعَ رَفَعَ يَدَيْهِ، وَاِذَا رَفَعَ رَاْسَهٗ مِنَ الرُّكُوْعِ رَفَعَ يَدَيْهِ، وَحَدَّثَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَنَعَ هٰكَذَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق واسطی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی از خالد از ابی قلابہ' انہوں نے حضرت مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ کو دیکھا' جب وہ نماز پڑھتے تو تکبیر کہتے اور رفع یدین کرتے اور جب رکوع کا ارادہ کرتے تو رفع یدین کرتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو رفع یدین کرتے اور انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح کرتے تھے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے بھی صحیح البخاری: ٧٣٥ کا مطالعہ کریں۔

٨٥ - بَابٌ اِلٰى اَيْنَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ؟

کہاں تک ہاتھوں کو بلند کرے؟

وَقَالَ اَبُوْ حُمَيْدٍ فِيْ اَصْحَابِهٖ رَفَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ.

اور ابوحمید نے اپنے اصحاب میں کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کندھوں کے متوازی ہاتھ بلند کیے۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

محمد بن عمرو بن عطاء بیان کرتے ہیں کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی جماعت کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے' پس ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا ذکر کیا تو حضرت ابوحمید الساعدی رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے تم سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز یاد ہے' میں نے آپ کو دیکھا جب آپ اللہ اکبر کہتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو کندھوں کے متوازی رکھتے۔ الحدیث (صحیح البخاری: ٨٢٨' سنن ابوداؤد: ٧٤٤)

٧٣٨ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنَا سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ افْتَتَحَ التَّكْبِيْرَ فِي الصَّلٰوةِ، فَرَفَعَ يَدَيْهِ حِيْنَ يُكَبِّرُ، حَتّٰى يَجْعَلَهُمَا حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ، وَاِذَا كَبَّرَ لِلرُّكُوْعِ فَعَلَ مِثْلَهٗ، وَاِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ. فَعَلَ مِثْلَهٗ وَقَالَ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ. وَلَا يَفْعَلُ ذٰلِكَ حِيْنَ يَسْجُدُ، وَلَا حِيْنَ يَرْفَعُ رَاْسَهٗ مِنَ السُّجُوْدِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: ہمیں سالم بن عبد اللہ نے خبر دی کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں نے دیکھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کا تکبیر سے افتتاح کیا' پس انہوں نے تکبیر پڑھتے ہوئے کندھوں کے متوازی رفع یدین کیا اور جب رکوع کے لیے تکبیر کہی تو اس کی مثل کیا اور جب کہا: "سمع اللّٰہ لمن حمدہ" تو اس کی مثل کیا اور کہا: "ربنا ولک الحمد" اور سجدہ کے وقت اس طرح نہیں کیا اور نہ سجدہ سے سر اٹھاتے وقت اس طرح کیا۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ٧٣٥ کا مطالعہ کریں۔

٨٦ - بَابُ رَفْعِ الْيَدَيْنِ إِذَا قَامَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ

جب دو رکعت پڑھ کر کھڑا ہو تو رفع الیدین کرنا

یعنی جب دو رکعت کے بعد تشہد پڑھ کر تیسری رکعت کے لیے کھڑا ہو تو رفع الیدین کرنا۔

٧٣٩ - حَدَّثَنَا عَيَّاشٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلٰى قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ، عَنْ نَافِعٍ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ إِذَا دَخَلَ فِي الصَّلٰوةِ، كَبَّرَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ، وَإِذَا رَكَعَ رَفَعَ يَدَيْهِ، وَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ. رَفَعَ يَدَيْهِ، وَإِذَا قَامَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ رَفَعَ يَدَيْهِ، وَرَفَعَ ذٰلِكَ ابْنُ عُمَرَ إِلٰى نَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. رَوَاهُ حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَرَوَاهُ ابْنُ طَهْمَانَ، عَنْ أَيُّوبَ وَمُوسَى بْنِ عُقْبَةَ، مُخْتَصَرًا. (مسند الطحاوی: ٣٩٥٥)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عیاش نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الاعلیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبید اللہ نے حدیث بیان کی از نافع کہ حضرت ابن عمر جب نماز میں داخل ہوتے تو اللہ اکبر کہتے ہوئے رفع یدین کرتے اور جب رکوع کرتے تو رفع یدین کرتے اور جب ''سمع اللہ لمن حمدہ'' کہتے تو رفع یدین کرتے' اور جب دو رکعت پڑھ کر کھڑے ہوتے تو رفع یدین کرتے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک مرفوع کیا ہے' اور اس حدیث کو حماد بن سلمہ نے از ایوب از نافع' از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم روایت کیا ہے' اور اس حدیث کو ابن طہمان نے از ایوب اور از موسیٰ بن عقبہ اختصار سے روایت کیا ہے۔

فقہاء مالکیہ کے نزدیک دو رکعت کے بعد کھڑے ہو کر رفع یدین کرنے کا شرعی حکم

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں دو رکعت کے بعد کھڑے ہو کر رفع یدین کرنے کا جو ذکر ہے وہ زائد ہے اور جو شخص رفع یدین کرتا ہے' اس کے لیے اس حدیث کو قبول کرنا واجب ہے اور امام احمد بن حنبل دو سجدوں کے درمیان رفع یدین نہیں کرتے تھے اور نہ دو رکعت پڑھ کر کھڑے ہو کر رفع یدین کرتے تھے' حالانکہ وہ ہر جھکتے وقت اور اٹھتے وقت رفع یدین کرتے تھے' اور ممکن ہے کہ امام بخاری نے اس حدیث سے ان پر رد کیا ہو۔ (شرح ابن بطال ج ٢ ص ٣٢٥' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ھ)

مسئلہ مذکور میں فقہاء شافعیہ کی تحقیق

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ الفاظ زیادہ ہیں' اور اہل علم کے نزدیک زیادتی مقبول ہوتی ہے' علامہ ابن بطال نے کہا: جو رفع یدین کا قائل ہے' اس پر اس زیادتی کو قبول کرنا واجب ہے' علامہ خطابی نے کہا: امام شافعی نے اس پر عمل نہیں کیا اور ان کے قاعدہ کے مطابق حدیث میں جو الفاظ زائد ہوں ان کا قبول کرنا لازم ہے' امام ابن خزیمہ نے کہا: دو رکعت پڑھ کر کھڑے ہو کر رفع یدین کرنا سنت ہے' اگرچہ امام شافعی نے اس کا ذکر نہیں کیا' پس حدیث کی سند صحیح ہے' اور امام شافعی نے کہا ہے کہ سنت پر عمل کرو اور میرے قول کو چھوڑ دو' ابن دقیق العید نے کہا ہے کہ اس حدیث کے موافق عمل امام شافعی کا مذہب نہیں ہے' اور انہوں نے جو کہا ہے کہ جب حدیث صحیح ہو تو وہی میرا مذہب ہے' اس کا محمل یہ ہے کہ جب انہیں کسی مسئلہ پر حدیث نہ ملے' اور جب حدیث مل جائے اور وہ اس کو قبول نہ کریں یا اس کی

تاویل کردیں تو پھر وہ حدیث ان کا مذہب نہیں ہے اور یہاں اسی طرح ہے کیونکہ امام شافعی نے کہا ہے کہ نماز میں صرف تین جگہ رفع یدین ہے' نماز کے افتتاح کے وقت' رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۳۱۷-۳۱۶' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

مسئلہ مذکورہ میں فقہاء حنبلیہ کی تحقیق

حافظ زین الدین عبد الرحمٰن بن شہاب الدین ابن رجب حنبلی متوفی ۷۹۵ھ لکھتے ہیں:

امام شافعی اور امام احمد کا مشہور مذہب یہ ہے کہ جب دو رکعت پڑھ کر کھڑا ہو تو رفع یدین نہ کرے' امام احمد نے کہا: میں اس پر عمل نہیں کرتا اور نہ یہ میرا مذہب ہے اور انہوں نے کہا: حضرت ابن عمر نماز میں ان تین مقامات کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ نافع نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا' آپ نے پہلی تکبیر کے بعد' رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کیا' اس کے بعد آپ تکبیر پڑھتے تھے اور رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ (فتح الباری لابن رجب ج ۴ ص ۳۲۱' دار ابن الجوزی' ۱۴۱۷ھ)

مسئلہ مذکورہ میں فقہاء احناف کی تحقیق

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام طحاوی نے کہا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کے خلاف منقول ہے کیونکہ عاصم بن کلیب نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ نماز میں پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کرتے تھے' پھر اس کے بعد رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ (شرح معانی الآثار: ۴۲۰) اور یہ ممکن نہیں ہے کہ حضرت علی نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہلی تکبیر کے بعد رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا ہو اور وہ اس کو ترک کر دیں' سوا اس صورت کے کہ ان کے نزدیک ان کا منسوخ ہونا ثابت ہو چکا ہو' اور یہ روایت جس میں دو رکعت کے بعد کھڑے ہو کر رفع یدین کا ذکر ہے' اس کا ضعف اس طرح ثابت ہے کہ یہ حدیث ایک اور سند سے ثابت ہے اور اس میں دو رکعت کے بعد کھڑے ہو کر رفع یدین کرنے کا ذکر نہیں ہے' علامہ النووی نے الروضۃ میں لکھا ہے کہ امام شافعی نے کتاب الام میں اس حدیث کو ذکر کر کے اس پر کلام کیا ہے اور لکھا ہے کہ نماز میں رفع یدین صرف تین جگہ کیا جائے' پہلی تکبیر کے وقت' رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد۔

(عمدۃ القاری ج ۵ ص ۴۰۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

غیر مقلدین کے نزدیک دو رکعت کے بعد کھڑے ہو کر رفع یدین کرنا سنت ہے۔ (فتاویٰ نذیریہ ج ۱ ص ۴۵۱)

۸۷ - بَابُ وَضْعِ الْيُمْنٰى عَلَى الْيُسْرٰى فِي الصَّلٰوةِ

نماز میں دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ نمازی حالت قیام میں دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھے۔

۷۴۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ' عَنْ مَالِكٍ' عَنْ اَبِيْ حَازِمٍ' عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ كَانَ النَّاسُ يُؤْمَرُوْنَ اَنْ يَّضَعَ الرَّجُلُ الْيَدَ الْيُمْنٰى عَلٰى ذِرَاعِهِ الْيُسْرٰى فِي الصَّلٰوةِ. قَالَ اَبُوْ حَازِمٍ لَا اَعْلَمُهٗ اِلَّا يَنْمِيْ ذٰلِكَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ اِسْمَاعِيْلُ يُنْمٰى ذٰلِكَ' وَلَمْ يَقُلْ يَنْمِيْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از ابی حازم از سہل بن سعد' انہوں نے بیان کیا کہ لوگوں کو یہ حکم دیا جاتا تھا کہ ایک شخص نماز میں اپنا دایاں ہاتھ بائیں کلائی پر رکھے' ابو حازم نے کہا کہ سہل نے اس قول کو صرف نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف منسوب کیا ہے۔ اسماعیل نے کہا: اس قول کو منسوب کیا جاتا ہے اور یہ نہیں کہا کہ سہل نے اس قول کو منسوب کیا ہے۔

(موطأ امام مالک: ۳۸۵' المعجم الکبیر: ۵۷۷۲' سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۸' مسند احمد ج ۵ ص ۳۳۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۲۸۴۹۔ ج ۷ ۳ ص ۴۹۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کے چار رجال ہیں اور ان کا تعارف ہو چکا ہے۔

نماز میں ہاتھ باندھنے کے متعلق مذاہب فقہاء اور فریقین کے دلائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

ہمارے نزدیک نماز کی حالت قیام میں ہاتھ باندھنے چاہئیں' امام شافعی' امام احمد' اسحاق اور عام اہل علم کا یہی مذہب ہے' حضرت علی' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما کا بھی یہی قول ہے' ابن المنذر نے اس قول کو امام مالک سے بھی نقل کیا ہے' سعید بن جبیر' ابی مجلز' ابی ثور' ابی عبید' ابن جریر' داؤد کا بھی یہی مذہب ہے' حضرت ابوبکر' حضرت عائشہ اور جمہور فقہاء کا یہی قول ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۵ ص ۴۰۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے' جن فقہاء نے یہ کہا ہے کہ نماز کی حالت قیام میں دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھنا چاہیے' ان میں حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما ہیں اور یہی ثوری اور فقہاء احناف کا قول ہے' ابن حبیب نے کہا: میں نے مطرف اور ابن ماجشون سے اس کے متعلق سوال کیا' انہوں نے کہا: فرض اور نفل میں اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور انہوں نے اس قول کو امام مالک سے روایت کیا ہے' اشہب' ابن نافع اور ابن وہب نے بھی اس قول کو امام مالک سے روایت کیا ہے' اور یہی امام شافعی' امام احمد اور اسحٰق کا قول ہے اور یہ باب خشوع سے ہے۔

عطاء نے کہا: جو چاہے اس کو کرے اور جو چاہے اس کو ترک کر دے اور یہ امام اوزاعی کا قول ہے۔

ایک جماعت کا نظریہ ہے کہ نماز کی حالت قیام میں ہاتھ چھوڑ دینے چاہئیں' یہ قول حضرت ابن الزبیر' الحسن البصری اور سعید بن المسیب سے مروی ہے' سعید بن جبیر نے ایک شخص کو ہاتھ باندھ کر نماز پڑھتے ہوئے دیکھا' انہوں نے جا کر اس کے ہاتھ کھول دیئے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۹۵۳۔ ۳۹۵۲۔ ۳۹۵۰۔ ۳۹۴۹)

ابن القاسم نے امام مالک سے روایت کیا ہے کہ میں فرض نماز میں ہاتھ باندھنے کو پسند نہیں کرتا اور نوافل میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ اس میں طویل قیام ہوتا ہے۔

ہاتھ باندھنے والوں کی دلیل یہ ہے کہ حضرت سہل بن سعد' حضرت ابن مسعود اور حضرت وائل بن حجر نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہاتھ باندھنے کو روایت کیا ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ سنت ہے۔

ابن القصار نے کہا: جنہوں نے ہاتھ باندھنے کو مکروہ کہا ہے' ان کی دلیل یہ ہے کہ یہ نماز میں عمل ہے اور نمازی اس میں مشغول ہوتا ہے اور بعض اوقات اس میں ریا داخل ہوتا ہے' اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعرابی کو نماز کی تعلیم دی اور اس کو ہاتھ باندھنے کا حکم نہیں دیا' اگر یہ کہا جائے کہ ہاتھ باندھنا خشوع کی علامت ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ خشوع اللہ کے لیے ہے اور وہ نماز میں اخلاص ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۴۲۶۔ ۴۲۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

حافظ ابوعمر یوسف بن عبداللہ ابن عبدالبر مالکی اندلسی متوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں:

ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنے میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آثار مختلف نہیں ہیں' صرف حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ وہ ہاتھ چھوڑ

کر نماز پڑھتے تھے' اور اس کے خلاف یہ حدیث ہے کہ دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھنا سنت ہے' جمہور فقہاء تابعین اور اکثر فقہاء مسلمین جو اہل الرائے اور اہل الاثر سے ہیں ان کا یہی مؤقف ہے' لیکن ابن القاسم نے امام مالک سے یہ روایت کی ہے کہ نماز میں ہاتھ چھوڑنے چاہئیں' امام مالک نے کہا: نماز میں ہاتھ باندھنے کی حدیث کا تعلق صرف نوافل سے ہے کیونکہ ان میں طویل قیام ہوتا ہے' اور ہاتھ باندھنے کو ترک کرنا میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے' ابن القاسم کے علاوہ دوسروں نے امام مالک سے روایت کیا ہے کہ فرض اور نفل دونوں میں ہاتھ باندھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

لیث بن سعد نے کہا: ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھنا میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے' ہاں! اگر نماز میں قیام لمبا ہو اور وہ تھک جائے تو دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

امام عبد الرزاق نے کہا: میں نے ابن جریج کو دیکھا وہ چادر اور تہبند باندھ کر نماز پڑھ رہے تھے اور انہوں نے ہاتھ چھوڑے ہوئے تھے۔

اوزاعی نے کہا: جو چاہے ہاتھ باندھ کر نماز پڑھے اور جو چاہے اس کو ترک کر دے۔

سفیان ثوری' امام ابوحنیفہ' امام شافعی اور ان کے اصحاب اور الحسن بن صالح اور امام احمد بن حنبل' ابوثور' داؤد بن علی اور طبری نے کہا ہے کہ فرض اور نفل میں نمازی دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھے اور ان سب نے کہا: یہ سنت مسنونہ ہے' امام شافعی نے کہا کہ سینہ کے پاس ہاتھ رکھے اور حضرت علی بن ابی طالب سے روایت ہے کہ انہوں نے سینہ کے پاس ہاتھ رکھے۔

طاؤس نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھتے تھے' پھر نماز میں ان کو سینہ پر باندھتے تھے۔

(سنن ابوداؤد: ۷۵۹' مصنف عبد الرزاق: ۳۳۱۷' المعجم الکبیر: ۱۰۳۵۸)

ثوری' امام ابوحنیفہ اور اسحاق نے کہا ہے کہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھے۔ یہ حدیث حضرت علی اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

ابوجحیفہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سنت سے یہ ہے کہ نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ پر ہاتھ رکھا جائے۔

(سنن ابوداؤد: ۷۵۶)

عبد الرحمان بن اسحاق کوفی سے روایت ہے کہ حضرت ابوہریرہ نے کہا: نماز میں ناف کے نیچے ہتھیلی سے ہتھیلی کو پکڑا جائے۔

(سنن ابوداؤد: ۷۵۸)

امام احمد بن حنبل نے کہا: ناف کے اوپر ہاتھ باندھے جائیں اور اگر ناف کے نیچے بھی ہوں تو کوئی حرج نہیں ہے۔

حافظ ابوعمر ابن عبد البر نے کہا: ہم ذکر کر چکے ہیں کہ صحابہ میں سے کسی کا بھی نماز کی حالت قیام میں ہاتھ باندھنے کے متعلق اختلاف نہیں ہے' لیکن حسن بصری اور ابراہیم نخعی ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھتے تھے اور یہ کوئی خاص اختلاف نہیں ہے' اختلاف اس کو مکروہ کہنے میں ہے' اور کئی دفعہ عالم ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھتا ہے تاکہ ہاتھ باندھنے کو واجب نہ سمجھا جائے۔ (تمہید ج ۸ ص ۱۶۲-۱۶۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۹ھ) (فتح المالک بتبویب التمہید لابن عبد البر علی موطأ امام مالک ج ۳ ص ۱۹۹-۱۹۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کے متعلق احادیث اور آثار

ابومعشر بیان کرتے ہیں کہ ابراہیم النخعی نماز میں ناف کے نیچے بائیں ہاتھ کے اوپر دایاں ہاتھ رکھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۹۴۰)

حجاج بن حسان بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابومجلز سے سوال کیا کہ نمازی نماز میں ہاتھ کس طرح رکھے؟ انہوں نے کہا: دائیں ہاتھ کی ہتھیلی کا اندرونی حصہ بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کے بیرونی حصہ پر ناف کے نیچے رکھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۹۴۲)

ابوجحیفہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نماز کی سنت سے یہ ہے کہ ناف کے نیچے ہاتھ کے اوپر ہاتھ رکھا جائے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۹۴۵' سنن ابوداؤد: ۷۵۶' مسند احمد ج ا ص ۱۱۰)

ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھنے کے متعلق آثار

حسن بصری بیان کرتے ہیں کہ مغیرہ اور ابراہیم ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۹۴۹)

عمرو بن دینار بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۹۵۰)

عبداللہ بن یزید بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابن المسیب کو ہاتھ باندھ کر نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا' وہ ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۹۵۲)

سینہ پر ہاتھ باندھنے کے متعلق احادیث اور آثار

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتداء میں نماز پڑھی' آپ نے اپنے سینہ کے اوپر دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کے اوپر رکھا۔ (صحیح ابن خزیمہ: ۱: ۶۴)

طاؤس بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھتے' پھر ان کو سینہ پر باندھ لیتے۔ (سنن ابوداؤد: ۷۵۹)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے الکوثر: ۲ کی تفسیر میں فرمایا: دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر سینہ کے اوپر رکھا جائے۔

(سنن بیہقی ج ۲ ص ۳۱' نشر السنۃ' ملتان)

سینہ پر اور ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے میں کون سا طریقہ افضل ہے؟

ایک قول یہ ہے کہ سینہ پر ہاتھ باندھنے میں زیادہ خشوع ہے کیونکہ اس میں نماز میں نور ایمان کی حفاظت ہے' لہٰذا یہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھ کر شرم گاہ کی طرف اشارہ کرنے سے افضل ہے' ہم کہتے ہیں کہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا تعظیم کے زیادہ قریب ہے اور شرم گاہ کو چھپانے اور تہبند کو پھسل کر گرنے سے محفوظ رکھنے کا سبب ہے' اور یہ ایسے ہے جیسے بادشاہوں کے سامنے لوگ ادب کے ساتھ کھڑے ہوتے ہیں اور سینہ پر ہاتھ باندھنے میں عورتوں کے ساتھ تشبہ ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۵ ص ۴۰۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۸۸- بَابُ الْخُشُوْعِ فِی الصَّلٰوةِ

نماز میں خشوع کا بیان

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَOالَّذِيْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَO (المؤمنون: ۲-۱)

بے شک وہ مؤمن کامیاب ہیںO جو اپنی نماز میں اللہ سے عاجزی کرتے ہیںO

اس سے پہلے باب میں نماز میں دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھنے کا ذکر کیا تھا' جو خشوع پر دلالت کرتا ہے اور ادب کا طریقہ ہے اور عبث سے مانع ہے' پس اس باب میں خشوع پر ترغیب کا ذکر کیا۔

۷۴۱- حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِیْ مَالِكٌ' عَنْ اَبِی الزِّنَادِ' عَنِ الْاَعْرَجِ' عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از ابی الزناد

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ هَلْ تَرَوْنَ قِبْلَتِيْ هَاهُنَا؟ وَاللّٰهِ مَا يَخْفٰى عَلَيَّ رُكُوْعُكُمْ وَلَا خُشُوْعُكُمْ وَاِنِّيْ لَاَرَاكُمْ وَرَاءَ ظَهْرِيْ.

از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم یہ گمان کرتے ہو کہ میرا قبلہ یہاں ہے؟ اور اللہ کی قسم! مجھ پر تمہارا رکوع مخفی ہے اور نہ تمہارا خشوع (پوشیدہ ہے) اور بے شک میں تمہیں اپنی پیٹھ کے پیچھے سے بھی ضرور دیکھتا ہوں۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۴۱۸ کا مطالعہ فرمائیں۔

۷۴۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ، عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَقِيْمُوا الرُّكُوْعَ وَالسُّجُوْدَ، فَوَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاَرَاكُمْ مِنْ بَعْدِيْ وَرُبَّمَا قَالَ مِنْ بَعْدِ ظَهْرِيْ اِذَا رَكَعْتُمْ وَسَجَدْتُمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے قتادہ سے سنا از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم ' آپ نے فرمایا: رکوع اور سجود کو طمانیت سے ادا کرو' پس اللہ کی قسم! میں تم کو اپنے پیچھے سے دیکھتا ہوں اور بعض اوقات فرمایا: اپنی پشت کے پیچھے سے' جب تم رکوع کرتے ہو اور سجدہ کرتے ہو۔

اس حدیث کی شرح کے لیے بھی صحیح البخاری: ۴۱۸ کا مطالعہ فرمائیں۔

۸۹ - بَابُ مَا يَقُوْلُ بَعْدَ التَّكْبِيْرِ
نمازی تکبیر کے بعد کیا کہے

اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ نمازی تکبیر افتتاح کے بعد کیا کہے۔

۷۴۳ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبَا بَكْرٍ وَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا، كَانُوْا يَفْتَتِحُوْنَ الصَّلٰوةَ بِالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حفص بن عمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از قتادہ از انس کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نماز کا افتتاح ''الحمد للّٰہ رب العٰلمین'' سے کرتے تھے۔

(سنن ابوداؤد: ۷۸۲' مسند ابویعلیٰ: ۲۹۸۳' سنن دارمی: ۱۲۴۳' مسند احمد ج ۳ ص ۱۱۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۲۱۳۵ - ج ۱۹ ص ۱۸۴' مؤسسۃ الرسالۃ بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۳۷۴' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ' مسند الطحاوی: ۲۳۶)

نماز میں بسم اللہ کو جہراً نہ پڑھنے کی دلیل

اس حدیث میں اس پر واضح دلیل ہے کہ نماز میں بسم اللہ کو جہراً نہیں پڑھا جاتا تھا بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام بسم اللہ کو آہستہ پڑھتے تھے اور یہی فقہاء احناف کا مسلک ہے اور اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ بسم اللہ سورۂ فاتحہ کا جز نہیں ہے۔

۷۴۴ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ قَالَ حَدَّثَنَا عُمَارَةُ بْنُ الْقَعْقَاعِ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ زُرْعَةَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْكُتُ بَيْنَ التَّكْبِيْرِ وَبَيْنَ الْقِرَاءَةِ اِسْكَاتَةً قَالَ اَحْسِبُهُ قَالَ هُنَيَّةً

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد بن زیاد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمارہ بن القعقاع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوزرعہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے بیان کیا کہ

فَقُلْتُ بِاَبِيْ وَاُمِّيْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ، إِسْكَاتُكَ بَيْنَ التَّكْبِيرِ وَالْقِرَاءَةِ، مَا تَقُوْلُ؟ قَالَ اَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ بَاعِدْ بَيْنِيْ وَبَيْنَ خَطَايَايَ، كَمَا بَاعَدْتَّ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ، اَللّٰهُمَّ نَقِّنِيْ مِنَ الْخَطَايَا كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الْاَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ، اَللّٰهُمَّ اغْسِلْ خَطَايَايَ بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ. (صحیح مسلم:٥٩٨'الرقم المسلسل:١٣٣٠'سنن نسائی:٨٩١-٦٠'سنن ابن ماجہ:٨٠٥'سنن ابوداؤد:٧٨١'کتاب الدعاء:٥٢١'مصنف ابن ابی شیبہ ج١٠ص٢١٤-٢١٣'مسند ابویعلیٰ:٦١٩٠'صحیح ابن خزیمہ:١٥٧٩'صحیح ابن حبان:١٧٧٥'المنتقیٰ:٣٢٠'سنن دار قطنی ج١ص٣٣٦'سنن بیہقی ج٢ص١٩٥'مسند احمد ج٢ص٢٣١ طبع قدیم' مسند احمد:٧١٦٤-ج١٢ص٨١'مؤسسۃ الرسالۃ'بیروت)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر تحریمہ اور قراءت کے درمیان خاموشی کا ایک وقفہ کرتے تھے' ابوزرعہ نے کہا: حضرت ابوہریرہ نے خاموشی کے وقفہ کی جگہ میرا گمان ہے''ھنیۃ'' کہا' یعنی تھوڑا سا' میں نے کہا: یارسول اللہ! آپ پر میرے باپ اور ماں فدا ہوں آپ تکبیر اور قراءت کے درمیانی وقفہ میں کیا پڑھتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: میں یہ دعا کرتا ہوں: اے اللہ! میرے اور میری خطاؤں کے درمیان اس طرح دوری کردے' جس طرح تو نے مشرق اور مغرب کے درمیان دوری کی ہے' اے اللہ! مجھے خطاؤں سے اس طرح پاک کردے جس طرح سفید کپڑا میل سے پاک ہوجاتا ہے' اے اللہ! میری خطاؤں کو پانی سے' برف اور اولوں سے دھودے۔

حدیث مذکور کے رجال

(١) موسیٰ بن اسماعیل ابوسلمہ المنقری التبوذکی (٢) عبدالواحد بن زیاد العبدی ابوبشر البصری (٣) عمارہ بن القعقاع بن شبرمہ الضبی الکوفی (٤) ابوزرعہ اور وہ عمرو بن جریر البجلی ہیں' ان کے نام میں اختلاف ہے' ایک قول ہے: ان کا نام ھرم ہے' دوسرا قول ہے: ان کا نام عبداللہ ہے اور عبدالرحمان' جریر اور عمرو کے بھی اقوال ہیں (٥) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج٥ص٤٢٨)

باب کے عنوان سے اس حدیث کی مطابقت اس طرح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر تحریمہ اور قراءت کے درمیان اس دعا کو پڑھتے تھے۔

خطاء کا معنی اور خطاؤں سے پاک کرنے کی دعا سے کیا مراد ہے

اس حدیث میں''خطایای'' کا لفظ ہے' یہ''خطیئۃ'' کی جمع ہے''خطاء'' کا معنی ہے: ذنب اور''اثم''اس سے مراد یہ ہے کہ جب بھی میرا کوئی گناہ مقدر کیا جائے تو میرے اور اس گناہ کے درمیان اتنی دوری کردے جتنی دوری مشرق اور مغرب کے درمیان ہے' ایک تاویل یہ ہے کہ جو خطاء پہلے ہوچکی ہے اس کو معاف فرمادے اور آئندہ کے لیے مجھے خطاء سے بچا' مشرق اور مغرب سے مراد یہ ہے کہ چونکہ مشرق اور مغرب کا ملنا محال ہے' اسی طرح میرا گناہ سے متصف ہونا محال کردے' پانی اور برف سے دھونے سے مراد یہ ہے کہ مجھے کامل طریقہ سے پاک کردے۔

علامہ فضل اللہ بن الحسن التورپشتی المتوفی ٦٦١ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پاک کرنے والی ان متعدد چیزوں کا ذکر فرمایا' جو آسمان سے نازل ہوتی ہیں تاکہ آپ کو طہارت کاملہ حاصل ہو اور اس کے ضمن میں مغفرت کی ان اقسام کا حصول مراد ہے' جن سے گناہوں سے مغفرت حاصل ہوتی ہے یعنی اپنی مغفرت کی انواع اور اقسام سے خطاؤں کو دھوڈال' جس طرح حدث اور جنابت پانی سے زائل ہوتی ہے' اسی طرح خطاؤں کو پانی سے زائل فرمادے۔
(کتاب المیسر فی شرح مصابیح السنۃ ج١ص٢٣٣' مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ١٤٢٢ھ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم معصوم ہیں' آپ کا کوئی گناہ نہیں ہے' صغیرہ نہ کبیرہ' سہواً نہ عمداً' صورۃً نہ حقیقۃً' اور اس جگہ خطاؤں سے مراد بہ ظاہر

خلافِ اولیٰ کام ہیں اور آپ یہ دعا تعلیم امت کے لیے کرتے تھے تا کہ آپ کی امت کے افراد نماز کے شروع میں ہی اپنی مغفرت کی دعا کیا کریں۔

حدیث میں مذکور افتتاح نماز کی دعا بعض اوقات پر محمول ہے

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ اس دعا کو نہیں پڑھا' ورنہ اہل مدینہ اس کو بہ کثرت نقل کرتے اور اس پر عمل کرتے' ہوسکتا ہے آپ نے کسی وقت یہ دعا پڑھی ہو' پھر اس کو ترک کر دیا ہو تا کہ آپ کی امت کے لیے تخفیف اور آسانی ہو۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۳۴۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

نماز کے افتتاح کی وہ دعا جس پر آپ نے دوام کیا

امام بخاری نے جو اس حدیث کو ذکر کیا ہے' اس سے ان کا مقصد یہ ہے کہ نماز شروع کرتے وقت یہ دعا کرنی چاہیے' اور امام ابوحنیفہ اور امام احمد نماز کے شروع میں درج ذیل دعا کے قائل ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرتے تو یہ دعا کرتے: ''سبحانك اللهم وبحمدك وتبارك اسمك وتعالٰی جدك ولا اله غيرك''۔

(سنن ابوداؤد: ۷۷۶' سنن ترمذی: ۲۴۳' سنن ابن ماجہ: ۸۰۶' مسند احمد ج ۶ ص ۲۵۴-۲۳۰)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس حدیث کی مثل روایت کی ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۷۷۵' سنن ترمذی: ۲۴۲' سنن نسائی: ۸۹۸' سنن ابن ماجہ: ۸۰۴)

یہ حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے اور اس کے تمام راوی ثقات ہیں۔ (سنن دارقطنی ج ۱ ص ۳۰۰)

علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ لکھتے ہیں:

سلف صالحین نے ان احادیث پر عمل کیا ہے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے درمیان اس دعا کے ساتھ نماز کو شروع کرتے تھے' اسود بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عمر کی اقتداء میں نماز پڑھی' حضرت عمر نے اللہ اکبر کہنے کے بعد یہ دعا پڑھی: ''سبحانك اللهم وبحمدك وتبارك اسمك وتعالٰی جدك ولا اله غيرك''۔ امام احمد بن حنبل نے اس دعا کو اختیار کیا ہے اور دوسری دعاؤں کے ساتھ نماز کے افتتاح کو بھی جائز قرار دیا ہے کیونکہ وہ بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو یہ دعا کرتے: ''وجهت وجهي للذي فطر السموات والارض حنيفا وما انا من المشركين' ان صلٰوتي ونسكي ومحياي ومماتي لله رب العٰلمين' لا شريك له وبذلك امرت وانا اول المسلمين' انت الملك لا اله الا انت انت ربي وانا عبدك ظلمت نفسي واعترفت بذنبي فاغفرلي ذنوبي جميعا' لا يغفر الذنوب الا انت واهدني لاحسن الاخلاق لا يهدي لاحسنها الا انت واصرف عني سيئها لا يصرف عني سيئها الا انت لبيك وسعديك والخير كله في يديك والشر ليس اليك' انا بك واليك تباركت ربنا وتعاليت استغفرك واتوب اليك''۔

(صحیح مسلم: ۷۷۱' الرقم المسلسل: ۱۷۸۱' سنن ابوداؤد: ۷۶۰-۷۴۴' سنن ترمذی: ۳۴۲۲' سنن نسائی: ۸۹۳)

دعاء مذکورہ کا ترجمہ: ''میں ہر باطل سے جدا ہوتے ہوئے اپنا منہ اس ذات کی طرف کرتا ہوں جس نے آسمانوں اور زمینوں کو

ٹھیک ٹھیک بنایا' اور میں مشرکین میں سے نہیں ہوں' بے شک میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی اور موت اللہ رب العلمین کے لیے ہے' جس کا کوئی شریک نہیں' مجھے اسی بات کا حکم دیا گیا ہے' اور میں مسلمانوں میں سے ہوں' اے اللہ! تو بادشاہ ہے' تیرے سوا کوئی لائق عبادت نہیں' تو میرا رب ہے اور میں تیرہ بندہ ہوں' میں نے اپنی جان پر ظلم کیا' میں اپنے گناہوں کا اعتراف کرتا ہوں' میرے تمام گناہوں کو بخش دے' کیونکہ تیرے سوا کوئی اور گناہوں کو بخشنے والا نہیں ہے' مجھے اچھے اخلاق کی ہدایت دے اور اچھے اخلاق کی ہدایت تیرے سوا کوئی نہیں دے سکتا' بُرے اخلاق مجھ سے دور کر دے' اور مجھ سے بُرے اخلاق کو تیرے سوا کوئی دور کرنے والا نہیں ہے' میں تیری اطاعت کے لیے حاضر اور فرماں بردار ہوں' ہر خیر تیرے دست قدرت میں ہے اور کوئی بُرائی تیری طرف منسوب نہیں' میں تجھ سے مدد طلب کرتا ہوں اور تیری پناہ میں آتا ہوں' تو برکت والا اور بلند ہے' میں تجھ سے معافی چاہتا ہوں اور تیری طرف توبہ کرتا ہوں''۔

(صحیح مسلم (مترجم):۱۸۰۹' فرید بک سٹال' لاہور)

علامہ ابن قدامہ حنبلی فرماتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کے متعلق بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ یہ تہجد کی نماز کے متعلق ہے اور اس پر عمل کو ترک کر دیا گیا ہے' ہمارے علم کے مطابق کوئی شخص اس دعا سے نماز کو شروع نہیں کرتا' نماز کو صرف پہلی دعا سے شروع کیا جاتا ہے۔(المغنی ج ۲ ص ۲۳۔۲۲' دار الحدیث' قاہرہ' ۱۴۲۵ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

متعدد احادیث سے ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے افتتاح میں ''سبحانك اللهم وبحمدك الخ'' پڑھتے تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جو دعاء افتتاح منقول ہے' وہ ابتداء امر پر یا نفل نماز پر محمول ہے اور سنن نسائی:۸۹۵ میں یہ تصریح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نفل نماز میں یہ دعا پڑھتے تھے۔(عمدۃ القاری ج ۵ ص ۴۳۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم:۱۲۵۵۔ج ۲ ص ۲۰۵ پر ہے۔اس کے تحت وہاں دو عنوانات پر بحث کی گئی ہے:
(۱) دعاء استفتاح میں مذاہب اربعہ (۲) عصمت کی تحقیق۔

۹۰ - بَابٌ

۷۴۵ - حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ مَرْیَمَ قَالَ اَخْبَرَنَا نَافِعُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنِی ابْنُ اَبِیْ مُلَیْکَةَ' عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِیْ بَکْرٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰی صَلٰوةَ الْکُسُوْفِ' فَقَامَ فَاَطَالَ الْقِیَامَ' ثُمَّ رَکَعَ فَاَطَالَ الرُّکُوْعَ' ثُمَّ قَامَ فَاَطَالَ الْقِیَامَ' ثُمَّ رَکَعَ فَاَطَالَ الرُّکُوْعَ' ثُمَّ رَفَعَ' ثُمَّ سَجَدَ فَاَطَالَ السُّجُوْدَ' ثُمَّ رَفَعَ' ثُمَّ سَجَدَ فَاَطَالَ السُّجُوْدَ' ثُمَّ قَامَ فَاَطَالَ الْقِیَامَ' ثُمَّ رَکَعَ فَاَطَالَ الرُّکُوْعَ' ثُمَّ رَفَعَ فَاَطَالَ الْقِیَامَ' ثُمَّ رَکَعَ فَاَطَالَ الرُّکُوْعَ' ثُمَّ رَفَعَ' فَسَجَدَ فَاَطَالَ السُّجُوْدَ' ثُمَّ رَفَعَ' ثُمَّ سَجَدَ فَاَطَالَ السُّجُوْدَ' ثُمَّ انْصَرَفَ' فَقَالَ قَدْ دَنَتْ مِنِّی الْجَنَّةُ' حَتّٰی لَوِ اجْتَرَاْتُ عَلَیْهَا'

باب

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابن ابی مریم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں نافع بن عمر نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے ابن ابی ملیکہ نے حدیث بیان کی از اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کسوف پڑھی' پھر آپ نے قیام کیا' پس بہت طویل قیام کیا' پھر آپ نے رکوع کیا' پس بہت طویل رکوع کیا' پھر آپ نے قیام کیا' پس بہت طویل قیام کیا' پھر آپ نے رکوع کیا' پس بہت طویل رکوع کیا' پھر آپ نے رکوع سے سر اٹھایا' پھر سجدہ کیا' پس بہت طویل سجدہ کیا' پھر سجدہ سے سر اٹھایا' پھر سجدہ کیا' پس بہت طویل سجدہ کیا' پھر آپ نے قیام کیا' پس طویل قیام کیا' پھر آپ نے رکوع کیا' پس بہت طویل رکوع کیا' پھر آپ نے رکوع سے سر اٹھایا' پس طویل قیام کیا' پھر آپ نے رکوع کیا'

لَجِئْتُكُمْ بِقِطَافٍ مِّنْ قِطَافِهَا، وَدَنَتْ مِنِّي النَّارُ حَتّٰى قُلْتُ أَيْ رَبِّ، وَأَنَا مَعَهُمْ؟ فَإِذَا امْرَأَةٌ حَسِبْتُ أَنَّهُ قَالَ تَخْدِشُهَا هِرَّةٌ، قُلْتُ مَا شَأْنُ هٰذِهِ؟ قَالُوا حَبَسَتْهَا حَتّٰى مَاتَتْ جُوعًا، لَا أَطْعَمَتْهَا، وَلَا أَرْسَلَتْهَا تَأْكُلُ قَالَ نَافِعٌ حَسِبْتُ أَنَّهُ قَالَ مِنْ خَشِيْشِ الْأَرْضِ أَوْ خِشَاشِ. [طرف الحدیث: ٢٣٦٤]

(صحیح مسلم: ٩٠٧، الرقم المسلسل: ٢٠٧٤، سنن ابوداؤد: ١١٨٩، سنن نسائی: ١٤٩٣، مصنف عبدالرزاق: ٤٩٣٥، سنن دارمی: ١٥٢٨، صحیح ابن حبان: ٢٨٥٣۔ ٢٨٣٢، سنن بیہقی ج ٣ص ٣٢١، شرح السنۃ: ١١٤٠، مسند احمد ج ا ص ١٩٨ طبع قدیم، مسند احمد: ١١٧٤٢۔ ج ٣ ص ٣٤٤، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، جامع المسانید لابن الجوزی: ٦٩٨٣، مکتبۃ الرشد، ریاض، ١٤٢٦ھ)

پس طویل رکوع کیا، پھر آپ نے رکوع سے سر اٹھایا، پس سجدہ کیا، پس طویل سجدہ کیا، پھر آپ نماز سے فارغ ہو کر نمازیوں کی طرف مڑے، پس فرمایا: تحقیق یہ ہے کہ جنت میرے قریب کر دی گئی حتیٰ کہ اگر میں جرأت کرتا تو میں تمہارے پاس جنت کے خوشوں میں سے ایک خوشہ لے آتا اور دوزخ میرے قریب کر دی گئی، حتیٰ کہ میں نے کہا: اے میرے رب! کیا میں ان کے ساتھ ہوں؟ پس اس وقت ایک عورت تھی جس کو ایک بلی نوچ رہی تھی، میں نے کہا: اس کو بلی کیوں نوچ رہی ہے؟ فرشتوں نے کہا: اس نے اس بلی کو باندھ کر رکھا حتیٰ کہ وہ بھوک سے مر گئی، اس عورت نے بلی کو کچھ کھلایا نہ اس کو آزاد کیا کہ وہ کچھ کھا لیتی۔ نافع نے کہا: میرا گمان ہے کہ انہوں نے کہا: وہ زمین کے کوڑے کرکٹ سے کچھ کھا لیتی۔

حدیث مذکور کے رجال

(١) سعید بن محمد بن الحکم ابن ابی مریم الجمحی (٢) نافع بن عمر بن عبداللہ الجمحی القرشی، یہ اہل مکہ سے تھے، طبری نے ذکر کیا ہے کہ یہ مکہ میں ١٦٩ھ میں فوت ہو گئے تھے (٣) عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابی ملیکہ، ابوملیکہ کا نام زہیر بن عبداللہ التیمی ہے، یہ حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کے عہد میں قاضی تھے (٤) حضرت اسماء بنت ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہما، ان ہی کو ذات النطاقین کہا جاتا تھا یعنی دو کمر بند والی، یہ حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی بہن ہیں، یہ مکہ میں ٧٣ھ میں فوت ہو گئی تھیں، اس وقت ان کی عمر ایک سو سال تھی۔

(عمدۃ القاری ج ٥ ص ٤٣٦)

حدیث مذکور کی باب کے عنوان سے مناسبت

اس باب کا عنوان ہے: نمازی تکبیر کے بعد کیا کہے، اور اس حدیث میں سورج گہن کی نماز کا ذکر ہے اور بہ ظاہر اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں ہے، لیکن یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے اس نماز میں لمبا قیام کیا، اور طویل قیام تکبیر تحریمہ پڑھنے، دعاء افتتاح اور قرآن مجید پڑھنے کو مستلزم ہے اور اس اعتبار سے اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مناسبت ہو جائے گی۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے میرے رب! میں ان کے ساتھ ہوں، ہر چند کہ اس میں دعا نہیں لیکن اس میں مناجات ہے اور اس میں یہ دلیل ہے کہ ہر طرح کے عاجزانہ کلمات سے دعا کرنا جائز ہے اور دعا قرآن مجید کے الفاظ کے ساتھ خاص نہیں اور اس میں بعض حنفیہ کا اختلاف ہے۔ (فتح الباری ج ٢ ص ٣٢٣) میں کہتا ہوں کہ اس میں فقہاء احناف کا اختلاف نہیں ہے، انہوں نے بھی ایسے کلمات کے ساتھ دعا کو جائز کہا ہے۔ علامہ سرخسی نے لکھا ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے آخر میں یہ دعا کرتے تھے: ''اللھم انی اعوذ بك من المغرم والماثم ومن فتنة المحيا والممات'' اے اللہ! میں قرض اور گناہ سے اور زندگی اور موت کے فتنہ سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔ (صحیح البخاری: ٨٣٢) (المبسوط ج ١ ص ١٢٤، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ١٤٢١ھ)

سورج گہن کی نماز کے راویوں کی تعداد

سورج گہن کی نماز چوبیس صحابہ سے مروی ہے: (۱) حضرت اسماء بنت ابی بکر (۲) حضرت ابن عباس (۳) حضرت علی بن ابی طالب (۴) حضرت عائشہ (۵) حضرت عبداللہ بن عمرو (۶) حضرت النعمان بن بشیر (۷) حضرت المغیرہ بن شعبہ (۸) حضرت ابومسعود (۹) حضرت ابوبکرہ (۱۰) حضرت سمرہ بن جندب (۱۱) حضرت ابن عمر (۱۲) حضرت قبیصہ الھلالی (۱۳) حضرت جابر (۱۴) حضرت ابوموسیٰ (۱۵) حضرت عبد الرحمان بن سمرہ (۱۶) حضرت ابی بن کعب (۱۷) حضرت بلال (۱۸) حضرت حذیفہ (۱۹) حضرت محمود بن لبید (۲۰) حضرت ابو الدرداء (۲۱) حضرت ابوہریرہ (۲۲) حضرت ام سفیان (۲۳) حضرت عقبہ بن عامر (۲۴) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہم۔

صلوٰۃ کسوف کا معنی

''کسوف'' کا معنی ہے: سورج کو گہن لگنا اور ''خسوف'' کا معنی ہے: چاند کو گہن لگنا' اور توسعاً ایک کا دوسرے پر اطلاق ہو جاتا ہے' سورج گہن کا معنی ہے: سورج کا نور اور اس کی روشنی چھپ جائے اور یہ اس وقت ہوتا ہے' جب سورج اور زمین کے درمیان چاند حائل ہو جائے' اسی طرح چاند گہن کا معنی ہے: چاند کا نور اور اس کی روشنی چھپ جائے' اور سورج یا چاند کا کچھ حصہ سیاہ پڑ جائے' اگر سورج مکمل سیاہ ہو جائے تو پھر یہ مکمل سورج گہن ہوتا ہے' چند سال پہلے پاکستان میں عصر کے بعد مکمل سورج گہن ہو گیا تھا اور گہرا اندھیرا چھا گیا تھا۔

سورج گہن کی نماز کے ثبوت میں قرآن مجید اور حدیث سے دلائل

فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ سورج گہن کی نماز واجب نہیں ہے' تاہم یہ نماز سنت اور مستحب ہے اور اس کے ثبوت میں یہ حدیث ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج گہن کی دو رکعت نماز پڑھنے کے بعد فرمایا: سورج اور چاند اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں' ان کو کسی کی موت کی وجہ سے گہن لگتا ہے نہ کسی کی حیات کی وجہ سے' پس جب تم یہ گہن دیکھو تو اللہ عزوجل کے ذکر اور اس کی نماز کی پناہ میں آؤ۔ (سنن نسائی: ۱۴۸۲)

قرآن مجید میں ہے:

وَمَا نُرْسِلُ بِالْاٰيٰتِ اِلَّا تَخْوِيْفًا O (بنی اسرائیل: ۵۹) اور ہم صرف ڈر پیدا کرنے کے لیے نشانیاں بھیجتے ہیں O

سورج اور چاند کو گہن لگنا' اللہ کی ان نشانیوں میں سے ہے' جن سے اللہ عزوجل بندوں کو ڈراتا ہے تا کہ وہ گناہوں کو چھوڑ دیں اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں اور یہ سوچ کر ڈریں کہ اس دنیا میں سب سے بڑی چیز سورج ہے' جب اللہ تعالیٰ نے اس کو بے نور کر دیا تو وہ ہماری آنکھوں سے بصارت کا نور اور ہمارے دلوں سے ایمان کا نور زائل کرنے پر اس سے زیادہ قادر ہے' اس لیے اللہ تعالیٰ کے غضب سے ڈرنا چاہیے اور توبہ اور استغفار کر کے اور عبادت کر کے اس کو راضی کرنا چاہیے۔

سورج گہن کی نماز میں مذاہب ائمہ

امام اعظم ابوحنیفہ اور آپ کے اصحاب کے نزدیک سورج گہن کی نماز عام معمول کی نمازوں کی طرح ادا کی جائے گی اور ایک رکعت میں ایک ہی رکوع کیا جائے گا۔ امام مالک' امام شافعی' امام احمد اور علماء حجاز کے نزدیک سورج گہن کی نماز کی دو رکعت ہیں اور ہر رکعت میں دو رکوع اور دو سجدے ہیں۔ امام احمد سے ایک روایت یہ ہے کہ ہر رکعت میں تین رکوع ہیں' ائمہ ثلاثہ نے حضرت

عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے استدلال کیا ہے جس میں ایک رکعت میں دو رکوع کا ذکر کیا ہے' یہ حدیث صحاح ستہ میں مذکور ہے۔

فقہاء احناف کے مسلک کے موافق احادیث

ہمارا استدلال اس حدیث سے ہے:

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں سورج کو گہن لگ گیا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز میں قیام کیا اور لگتا تھا کہ آپ رکوع نہیں کریں گے' پھر آپ نے رکوع کیا اور لگتا تھا کہ آپ رکوع سے سر نہیں اٹھائیں گے' پھر آپ نے رکوع سے سر اٹھایا' پس لگتا تھا کہ آپ سجدہ نہیں کریں گے' پھر آپ نے سجدہ کیا' پھر لگتا تھا کہ آپ سجدہ سے سر نہیں اٹھائیں گے' پھر آپ نے سجدہ سے سر اٹھایا' پھر لگتا تھا کہ آپ (دوسرا) سجدہ نہیں کریں گے' پھر آپ نے سجدہ کیا' پھر لگتا تھا کہ آپ سجدہ سے سر نہیں اٹھائیں گے' پھر آپ نے سجدہ سے سر اٹھایا' پھر آپ نے اسی کی مثل دوسری رکعت پڑھی۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدہ میں ہانپ رہے تھے اور اُف اُف کر رہے تھے' پھر آپ نے فرمایا: اے میرے رب! کیا تو نے مجھ سے وعدہ نہیں کیا کہ تو میرے ہوتے ہوئے ان کو عذاب نہیں دے گا' کیا تو نے مجھ سے وعدہ نہیں کیا کہ جب یہ استغفار کر رہے ہوں گے تو تو ان کو عذاب نہیں دے گا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی اس نماز میں خوف زدہ ہوئے' پھر سورج منکشف ہو گیا۔

(سنن ابوداؤد: ۱۱۹۴' سنن نسائی: ۱۴۹۲)

نیز ہمارا استدلال اس حدیث سے بھی ہے:

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں سورج کو گہن لگ گیا' آپ خوف زدہ ہوئے اور تہبند کو گھسیٹتے ہوئے نکلے' حتیٰ کہ مسجد میں آئے' پھر آپ ہم کو نماز پڑھاتے رہے حتیٰ کہ سورج منکشف ہو گیا' پھر آپ نے فرمایا: لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ کسی عظیم آدمی کی موت کی وجہ سے سورج کو گہن لگتا ہے' حالانکہ اس طرح نہیں ہے' سورج اور چاند کو کسی کی موت کی وجہ سے گہن لگتا ہے نہ کسی کی حیات کی وجہ سے' لیکن یہ اللہ عزوجل کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں' بے شک اللہ عزوجل جب اپنی مخلوق میں سے کسی کے لیے ظاہر ہوتا ہے تو وہ اس کے حکم کے تابع ہوتی ہے' پس جب تم اس کو دیکھو تو اس طرح نماز پڑھو جیسے نئی فرض نماز پڑھتے ہو۔ (سنن ابوداؤد: ۱۱۹۲' سنن نسائی: ۱۴۸۱' سنن ابن ماجہ: ۱۲۶۲)

اس حدیث سے بھی ہمارا استدلال ہے:

حضرت قبیصہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں سورج کو گہن لگا' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھبرائے ہوئے اپنے تہبند کو گھسیٹتے ہوئے نکلے اور میں اس دن آپ کے ساتھ مدینہ میں تھا' آپ نے دو رکعت نماز پڑھی اور اس میں بہت طویل قیام کیا' پھر آپ نماز سے فارغ ہو کر نمازیوں کی طرف مڑے اور اس وقت سورج روشن ہو گیا' پھر آپ نے فرمایا: اللہ ان نشانیوں سے ڈراتا ہے' پس جب تم ان نشانیوں کو دیکھو تو اس طرح نماز پڑھو جیسے تم نئی فرض نماز پڑھتے ہو۔ (سنن ابوداؤد: ۱۱۸۵' سنن نسائی: ۱۴۸۳)

نیز ہمارا استدلال درج ذیل احادیث سے ہے:

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے' پس سورج کو گہن لگ گیا' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے تہبند کو گھسیٹتے ہوئے اٹھے حتیٰ کہ مسجد میں داخل ہو گئے' پھر ہم داخل ہوئے' پس آپ نے ہم کو دو رکعت نماز پڑھائی حتیٰ کہ سورج روشن ہو گیا' پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سورج اور چاند کو کسی موت کی وجہ سے گہن نہیں لگتا پس جب تم ان کو دیکھو تو نماز پڑھو اور دعا کرو حتیٰ کہ تم پر جو گہن لگا ہے' وہ کھل جائے۔ (صحیح البخاری: ۱۰۴۰' مسند احمد ج ۵ ص ۳۷' معجم اوسط: ۸۷۲' سنن نسائی: ۱۴۹۸)

حضرت ابو مسعود رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سورج اور چاند کو لوگوں میں سے کسی کی موت کی وجہ سے گہن نہیں لگتا لیکن یہ اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں' پس جب تم ان نشانیوں کو دیکھو تو کھڑے ہو کر نماز پڑھو۔

(صحیح البخاری:۱۰۴۱' صحیح مسلم:۹۱۱' سنن نسائی:۱۴۵۸' سنن ابن ماجہ:۱۲۶۱)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا تہبند گھسیٹتے ہوئے فرمایا: بے شک سورج اور چاند کو کسی کی موت کی وجہ سے گہن لگتا ہے نہ کسی کی حیات کی وجہ سے' لیکن یہ اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں' پس جب تم ان کو دیکھو تو نماز پڑھو۔ (صحیح البخاری:۱۰۴۲' صحیح مسلم:۹۱۴)

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں سورج کو گہن لگ گیا' اس دن آپ کے فرزند حضرت ابراہیم رضی اللہ کی وفات ہوئی تھی' لوگوں نے کہا: حضرت ابراہیم کی وفات کی وجہ سے سورج کو گہن لگ گیا' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سورج اور چاند کو کسی کی موت کی وجہ سے گہن لگتا ہے نہ کسی کی حیات کی وجہ سے' پس جب تم اس کو دیکھو تو نماز پڑھو اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرو۔ (صحیح البخاری:۱۰۴۳' صحیح مسلم:۹۱۵' السنن الکبریٰ للنسائی:۱۸۴۳)

ان تمام احادیث میں سورج گہن کی نماز میں دو یا دو سے زائد رکوع کرنے کا ذکر نہیں ہے صرف نماز پڑھنے کا ذکر ہے اور اس سے متبادر وہی نماز ہے' جو معمول کے مطابق پڑھی جاتی ہے' جس میں صرف ایک رکوع ہوتا ہے۔

سورج گہن کی نماز میں ایک رکعت میں ایک سے زائد رکوع کی روایات مضطرب ہیں

سورج گہن کی جن حدیثوں میں ایک سے زائد رکوع کا ذکر کیا گیا ہے وہ مضطرب ہیں' ان میں ایک رکعت میں دو سے پانچ رکوع تک کا ذکر کیا گیا ہے' ان کی تفصیل حسب ذیل ہے:

حضرت جابر رضی اللہ سے ایک رکعت میں دو رکوع کرنے کی حدیث مروی ہے۔

(صحیح مسلم:۹۰۴' سنن ابوداؤد:۱۱۷۹' سنن نسائی:۱۴۷۴)

اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی ایک رکعت میں دو رکوع کرنے کی حدیث مروی ہے۔

(صحیح البخاری:۱۰۴۶' صحیح مسلم:۹۰۱' سنن ابوداؤد:۱۱۸۰' سنن نسائی:۱۴۶۸' سنن ابن ماجہ:۱۲۶۳)

اسی طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک رکعت میں دو رکوع کرنے کی حدیث مروی ہے۔

(سنن ابوداؤد:۱۱۸۱' سنن نسائی:۱۴۶۵)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک رکعت میں تین رکوع کرنے کی حدیث مروی ہے۔

(صحیح مسلم:۹۰۲' سنن ابوداؤد:۱۱۷۷' سنن نسائی:۱۴۶۶)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے بھی ایک رکعت میں تین رکوع کی حدیث مروی ہے۔ (صحیح مسلم:۹۰۴' سنن ابوداؤد:۱۱۷۸)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک رکعت میں چار رکوع کی حدیث مروی ہے۔

(صحیح مسلم:۹۰۸' سنن ترمذی:۵۶۰' سنن ابوداؤد:۱۱۸۳' سنن نسائی:۱۴۶۴-۱۴۶۳)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ سے ایک رکعت میں پانچ رکوع کی حدیث مروی ہے۔ (سنن ابوداؤد:۱۱۸۲)

یہ تمام احادیث مضطرب ہیں' ان میں ایک رکعت میں ۲' ۳' ۴ اور ۵ رکوع تک کی روایات ہیں اور مضطرب احادیث سے استدلال نہیں کیا جاتا' اس لیے اصل اور معمول کے مطابق ایک رکعت میں ایک رکوع کی روایت پر عمل کیا جائے گا اور یہی امام ابوحنیفہ

رحمہ اللہ کا مسلک ہے۔

سورج گہن کی نماز کے مسائل

امام ابوحنیفہ امام مالک اور امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ سورج گہن کی نماز کو چپکے چپکے پڑھا جائے گا اور چاند گہن کی نماز کو بلند آواز سے پڑھا جائے گا' سورج گہن کی نماز کو جماعت سے پڑھا جائے گا اور اس کے بعد خطبہ بھی دیا جائے گا' ہمارے اور امام مالک کے نزدیک چاند گہن کی نماز کو جماعت سے نہیں پڑھا جائے گا' ہر شخص انفرادی طور پر نماز پڑھے گا اور دعا کرے گا اور امام شافعی کے نزدیک چاند گہن کی نماز سورج گہن کی نماز کی طرح پڑھی جائے گی۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۴۴۴۔ ۴۴۲ ملخصاً' دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

عنقریب ''باب صلوٰۃ الکسوف'' آئے گا' نماز کسوف میں ائمہ اربعہ کے مذاہب اور فقہاء احناف کے مذہب کی مؤید احادیث اور ائمہ ثلاثہ کی حدیث کے جوابات ہم نے یہاں ذکر کر دیئے ہیں' مزید تفصیل ان شاء اللہ ہم وہاں بیان کریں گے۔

٩١ - بَابُ رَفْعِ الْبَصَرِ إِلَى الْإِمَامِ فِي الصَّلٰوةِ
نماز میں امام کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنا

باب سابق اور اس باب میں مناسبت یہ ہے کہ نمازی جب تکبیرۃ تحریمہ سے نماز کا افتتاح کر کے دعا افتتاح پڑھتا ہے تو پھر اپنی نماز کی اصلاح کے لیے امام کی طرف دیکھتا ہے۔

وَقَالَتْ عَائِشَةُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي صَلٰوةِ الْكُسُوْفِ فَرَأَيْتُ جَهَنَّمَ يَحْطِمُ بَعْضُهَا بَعْضًا' حِيْنَ رَأَيْتُمُوْنِيْ تَأَخَّرْتُ.

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سورج گہن کی نماز میں فرمایا: پس میں نے دیکھا کہ دوزخ کی بعض آگ بعض کو توڑ رہی تھی' جب تم نے مجھے پیچھے ہٹتے ہوئے دیکھا۔

اس تعلیق کی اصل' صحیح البخاری: ۱۲۱۲ میں ہے۔

٧٤٦ - حَدَّثَنَا مُوْسٰى قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ' عَنْ عُمَارَةَ بْنِ عُمَيْرٍ' عَنْ أَبِيْ مَعْمَرٍ قَالَ قُلْنَا لِخَبَّابٍ أَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ؟ قَالَ نَعَمْ' قُلْنَا بِمَ كُنْتُمْ تَعْرِفُوْنَ ذَاكَ؟ قَالَ بِاضْطِرَابِ لِحْيَتِهِ.

[اطراف الحدیث: ۷۶۰۔ ۷۶۱۔ ۷۷۷]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی از عمارہ بن عمیر از ابی معمر' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے حضرت خباب رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ظہر اور عصر کی نماز میں قراءت کرتے تھے؟ انہوں نے کہا: ہاں' ہم نے کہا: تم کس چیز سے اس کو پہچانتے تھے؟ انہوں نے کہا: آپ کی ڈاڑھی کے ہلنے کی وجہ سے۔

(سنن ابوداؤد: ۸۰۱' سنن ابن ماجہ: ۸۲۶' صحیح ابن خزیمہ: ۵۰۶' مسند الحمیدی: ۱۵۶' صحیح ابن حبان: ۱۸۲۶' المعجم الکبیر: ۳۶۸۴' سنن بیہقی ج ۲ ص ۳۷' مسند احمد ج ۵ ص ۱۰۹ طبع قدیم' مسند احمد ج ۳۴ ص ۵۳۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۱۵۹۹' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ' مسند الطحاوی: ۱۸۶۵)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) موسیٰ بن اسماعیل المنقری التبوذکی (۲) عبدالواحد بن زیاد (۳) سلیمان الاعمش (۴) عمارہ بن عمیر التیمی بن تیم اللہ الکوفی (۵) ابومعمر عبداللہ بن سخبرہ الازدی (٦) حضرت خباب بن الارت رضی اللہ عنہ' ابوعبداللہ التیمی' زمانہ جاہلیت میں یہ قیدی تھے' ایک خزاعی

عورت نے ان کو خرید کر آزاد کردیا' یہ سابقین اسلام میں سے تھے' اور ان مسلمانوں میں سے چھٹے تھے جن کو اسلام لانے کی وجہ سے عذاب دیا جاتا تھا' یہ غزوات میں حاضر ہوتے تھے' ان سے ٣٢' احادیث مروی ہیں' امام بخاری نے ان کی پانچ احادیث روایت کی ہیں' ٣٧ھ میں کوفہ میں فوت ہو گئے تھے' جب حضرت علی رضی اللہ عنہ صفین سے لوٹے تو یہ پہلے شخص تھے' جن کی نمازِ جنازہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۴۴۵)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس جملہ میں ہے: آپ کی ڈاڑھی کے ہلنے کی وجہ سے' کیونکہ صحابہ آپ کو نماز میں دیکھتے رہتے تھے حتیٰ کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ڈاڑھی کو ہلتا ہوا دیکھتے تھے۔

نماز میں نمازی کی طرف دیکھنے میں مذاہب ائمہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ نمازی اپنی نماز میں کس طرف نظر رکھے' امام ابوحنیفہ' امام شافعی' اور اسحاق نے کہا ہے کہ نمازی اپنے سجدہ کی جگہ پر نظر رکھے' ابراہیم نخعی اور ابن سیرین کا بھی یہی قول ہے' امام شافعی نے کہا: یہ خشوع کے زیادہ قریب ہے اور امام مالک نے کہا: نمازی اپنے امام کی طرف دیکھے اور اس پر یہ واجب نہیں ہے کہ وہ حالت قیام میں اپنے سجدہ کی جگہ کو دیکھے اور اس کے دیکھنے کی جگہ کے لیے کوئی حد معین نہیں ہے اور اس باب کی احادیث امام مالک کے لیے حجت ہیں۔

المہلب نے کہا: جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر دوزخ پیش کی گئی اور آپ پیچھے ہٹے تو صحابہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف نہیں دیکھا' اور نہ انہوں نے آپ کی ڈاڑھی کو ہلتے ہوئے دیکھا اور نہ انہوں نے اس سے آپ کی قراءت پر استدلال کیا' اور نہ اس کو نقل کیا' اور نہ انہوں نے آپ کو اپنے ہاتھ سے پکڑتے ہوئے دیکھا جب آپ کو جنت دکھائی گئی تھی' اس حدیث کی مثل وہ حدیث ہے جس میں آپ کا یہ ارشاد ہے: امام اس لیے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اتباع کی جائے کیونکہ امام کی اتباع اس وقت کی جائے گی جب امام کے جھکنے اور اٹھنے میں اس کی حرکات کا مشاہدہ کیا جائے۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۳۶۴)

میں کہتا ہوں کہ المہلب کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ صحابہ نے آپ کی ڈاڑھی کو ہلتے ہوئے نہیں دیکھا اور نہ آپ کو دوزخ دیکھنے کے بعد پیچھے ہٹتے ہوئے دیکھا اور نہ جنت دیکھ کر اپنا ہاتھ بڑھاتے ہوئے دیکھا' اور تمام احادیث اس کے خلاف ہیں۔

المہلب کے علاوہ دوسرے شارحین نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انگور کے خوشے کو اس لیے نہیں پکڑا تھا کہ وہ جنت کا طعام ہے اور جنت کا طعام فنا نہیں ہوتا اور دنیا میں صرف اسی طعام کو کھانا جائز ہے جو فنا ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کو فنا کے لیے بنایا ہے' اس لیے دنیا میں کوئی ایسی چیز نہیں ہوگی' جس کا تعلق بقا سے ہو۔

ظہر اور عصر کی نمازوں میں قراءت کرنے کے متعلق احادیث

امام ابوجعفر احمد بن محمد الطحاوی متوفی ٣٢١ھ لکھتے ہیں:

جو علماء نماز میں امام کی قراءت کو ناجائز کہتے ہیں' ان کے خلاف دلیل یہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ امام مغرب اور عشاء کی پہلی دو رکعت میں جہراً قراءت کرتا ہے اور بعد کی رکعات میں آہستہ قراءت کرتا ہے اور جہر کے ساقط ہونے سے مطلقاً قراءت ساقط نہیں ہوتی تو قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ ظہر اور عصر کی نمازوں میں بھی قراءت کی جاتی ہو اور یہی امام ابوحنیفہ' امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ کا قول ہے۔ اس کی تائید حسب ذیل احادیث سے ہوتی ہے۔

ابوعثمان النہدی بیان کرتے ہیں کہ میں نے ظہر اور عصر کی نمازوں میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ ''قٓ والقراٰن المجید''

پڑھ رہے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ا ص ٣٥٦۔ ٣٥٣ 'شرح معانی الآثار: ١٢٠٨)

ابو رافع اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ حکم دیتے تھے یا اس کو پسند کرتے تھے کہ ظہر اور عصر کی پہلی دو رکعتوں میں سورۃ الفاتحہ کے ساتھ کوئی اور سورت ملا کر پڑھی جائے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ا ص ٣٧٢ 'شرح معانی الآثار: ١٢٠٩)

یزید الفقیر نے بیان کیا کہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما پہلی دو رکعتوں میں سورۃ الفاتحہ کے ساتھ کوئی اور سورت ملاتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ا ص ٣٦١ 'شرح معانی الآثار: ١٢١٦)

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ظہر اور عصر کی پہلی دو رکعتوں میں سورۃ الفاتحہ کے ساتھ کوئی اور سورت ملایا کرو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ا ص ٣٦٢ 'شرح معانی الآثار: ١٢١٧) (شرح معانی الآثار ج ا ص ٢٧٢۔ ٢٧١ 'قدیمی کتب خانہ کراچی)

٧٤٧ - حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ اَنْبَاَنَا اَبُوْ اِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ يَزِيْدَ يَخْطُبُ قَالَ حَدَّثَنَا الْبَرَاءُ، وَكَانَ غَيْرَ كَذُوْبٍ اَنَّهُمْ كَانُوْا اِذَا صَلَّوْا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَرَفَعَ رَاْسَهُ مِنَ الرُّكُوْعِ، قَامُوْا قِيَامًا، حَتّٰى يَرَوْنَهُ قَدْ سَجَدَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حجاج نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسحاق نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے عبد اللہ بن یزید سے خطبہ میں سنا' انہوں نے کہا: ہمیں حضرت البراء رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی اور وہ جھوٹے نہیں تھے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے تھے' پس آپ رکوع سے سر اٹھاتے تو وہ سب کھڑے رہتے حتیٰ کہ وہ آپ کو سجدہ کرتے ہوئے دیکھتے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ٦٩٠ کا مطالعہ کریں' وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: جو نمازی امام کے پیچھے ہے وہ کب سجدہ کرے۔

٧٤٨ - حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ، عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ خُسِفَتِ الشَّمْسُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰى، قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، رَاَيْنَاكَ تَنَاوَلُ شَيْئًا فِيْ مَقَامِكَ، ثُمَّ رَاَيْنَاكَ تَكَعْكَعْتَ قَالَ اِنِّيْ اُرِيْتُ الْجَنَّةَ، فَتَنَاوَلْتُ مِنْهَا عُنْقُوْدًا، وَلَوْ اَخَذْتُهُ لَاَكَلْتُمْ مِنْهُ مَا بَقِيَتِ الدُّنْيَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے حدیث بیان کی از زید بن اسلم از عطاء بن یسار از حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں سورج کو گہن لگ گیا' پس آپ نے نماز پڑھی' صحابہ نے کہا: یارسول اللہ! ہم نے دیکھا کہ آپ اپنی جگہ سے کسی چیز کو پکڑ رہے تھے' پھر ہم نے دیکھا کہ آپ پیچھے ہٹ رہے تھے' آپ نے فرمایا: مجھے جنت دکھائی گئی' پس میں نے جنت کے ایک خوشہ کو پکڑنے کا ارادہ کیا اور اگر میں اس کو پکڑ لیتا تو تم اس کو اس وقت تک کھاتے رہتے' جب تک یہ دنیا قائم رہتی۔

اس حدیث کی تخریج' صحیح البخاری: ٥٤٣٧ میں کی جا چکی ہے۔

٧٤٩ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ قَالَ حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ قَالَ حَدَّثَنَا هِلَالُ بْنُ عَلِيٍّ، عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن سنان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں فلیح نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا:

صَلّٰى لَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ رَقِيَ الْمِنْبَرَ، فَأَشَارَ بِيَدَيْهِ قِبَلَ قِبْلَةِ الْمَسْجِدِ، ثُمَّ قَالَ لَقَدْ رَأَيْتُ الْآنَ، مُنْذُ صَلَّيْتُ لَكُمُ الصَّلٰوةَ، الْجَنَّةَ وَالنَّارَ، مُمَثَّلَتَيْنِ فِي قِبْلَةِ هٰذَا الْجِدَارِ، فَلَمْ أَرَ كَالْيَوْمِ فِي الْخَيْرِ وَالشَّرِّ. ثَلَاثًا.

ہمیں ہلال بن علی نے حدیث بیان کی از حضرت انس بن مالک رضی اللہ انہوں نے بیان کیا کہ ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پڑھائی پھر آپ منبر پر چڑھے پھر آپ نے اپنے ہاتھوں سے مسجد کے قبلہ کی طرف اشارہ کیا پھر آپ نے فرمایا: ابھی جب میں نے تمہیں نماز پڑھائی تھی تو قبلہ کی اس دیوار میں میں نے جنت اور دوزخ کی مثالیں دیکھیں آپ نے تین بار فرمایا: میں نے آج کی مثل خیر اور شر کو نہیں دیکھا۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اصل جنت کو دیکھا تھا یا اس کی مثال کو؟

اس سے پہلے صحیح البخاری: ۷۴۵ میں مذکور ہے کہ جنت میرے قریب کردی گئی تھی حتیٰ کہ اگر میں جراءت کرتا تو میں تمہارے پاس جنت کے خوشوں میں سے ایک خوشہ لے آتا' اور صحیح البخاری: ۷۴۸ میں مذکور ہے: پس میں نے جنت کے ایک خوشہ کو پکڑنے کا ارادہ کیا اور اگر میں اس کو پکڑ لیتا تو تم اس کو اس وقت تک کھاتے رہتے جب تک یہ دنیا قائم رہتی۔ ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ آپ نے بنفسہ جنت کو دیکھا تھا' اور اسی حدیث میں مذکور ہے کہ آپ دوزخ کو دیکھ کر پیچھے ہٹے' اور اس حدیث: ۷۴۹ میں مذکور ہے: میں نے قبلہ کی اس دیوار میں جنت اور دوزخ کی مثالیں دیکھیں' اس سے بعض لوگوں کو یہ وہم ہوا کہ آپ نے جنت اور دوزخ کو نہیں دیکھا تھا بلکہ ان کی مثالوں اور تصویر کو قبلہ کی دیوار میں دیکھا تھا' اس کا جواب یہ ہے کہ درحقیقت یہ دو واقعات ہیں' ایک واقعہ میں آپ نے خود جنت کو دیکھا اور اس کے خوشوں کو توڑنے کے لیے ہاتھ بڑھایا' ورنہ جنت کی تصویر سے خوشہ توڑنا تو غیر معقول ہے' اسی طرح آپ نے خود دوزخ کو دیکھا اور اگر آپ نے دوزخ نہ دیکھی ہوتی اور صرف اس کی تصویر دیکھی ہوتی تو اس کی تصویر دیکھ کر اس سے پیچھے ہٹنا غیر معقول ہے' ہاں! دوسری مرتبہ آپ کو قبلہ کی دیوار میں جنت اور دوزخ کی تصویر دکھائی گئی تھی۔

سید احمد رضا بجنوری دیوبندی لکھتے ہیں:

حضرت علامہ عثمانی نے فتح الملہم ج ۲ ص ۴۵۶ میں فتح الباری کے حوالے سے علامہ قرطبی کا قول نقل کیا کہ بموجب مذہب اہل سنت جنت و دوزخ اس وقت موجود ہیں اور حق تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ایک خاص ادراک کی قوت عطا فرمائی تھی جس سے آپ نے ان دونوں کا ادراک حقیقۃً فرمایا ہے۔ (انوار الباری ج ۱۶ ص ۳۴۶' ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنت کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا' اس سے مراد جنت کا علم نہیں ہے

علامہ ابو العباس احمد بن عمر قرطبی مالکی متوفی ۶۵۶ھ لکھتے ہیں:

حضرت جابر رضی اللہ کی حدیث میں آپ کا ارشاد ہے: میں نے اپنی اس نماز میں ہر اس چیز کو دیکھ لیا' جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے۔ (صحیح مسلم: ۹۰۴' الرقم المسلسل: ۲۰۶۷) اس سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم نہیں ہے بلکہ حقیقت میں آپ کا آنکھوں سے دیکھنا مراد ہے' اس کی دلیل یہ ہے کہ آپ نے جنت میں معین اور مخصوص لوگوں کو دیکھا اور جنت کی نعمتوں کو دیکھا اور انگور کے خوشوں کو دیکھا اور ان کو توڑنے کا ارادہ کیا' اور ان چیزوں کو اپنے ظاہر پر باقی رکھنا محال نہیں ہے' خصوصاً اہل سنت کے مذہب پر کیونکہ جنت اور دوزخ پیدا کی جا چکی ہیں اور موجود ہیں' جیسا کہ کتاب اور سنت میں اس پر دلیل ہے' اور یہ اس کی طرف راجع ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے مخصوص ادراک پیدا کیا ہے' جس سے آپ نے جنت اور دوزخ کا حقیقت میں ادراک کیا' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے

لیے بیت المقدس کا ادراک پیدا کیا تھا اور آپ بیت المقدس کو دیکھ کر مشرکین کو اس کی نشانیاں بتا رہے تھے۔

اور یہ کہنا بھی جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دیوار قبلہ کے عرض میں جنت اور دوزخ کی مثال اور تصویر بنادی تھی' جیسے آئینہ میں چیزوں کی مثال اور تصویر دکھائی دیتی ہے۔ صحیح البخاری: ۷۴۹ میں ہے: میں نے قبلہ کی اس دیوار میں جنت اور دوزخ کی مثالیں دیکھیں اور دوسری حدیث میں ہے: ابھی اس دیوار کے عرض میں میرے سامنے جنت اور دوزخ کو پیش کیا گیا' جب میں نماز پڑھا رہا تھا۔ (صحیح البخاری: ۵۴۰) اور شفاف اجسام میں کسی چیز کا دکھائی دینا محال نہیں ہے' جس طرح آئینہ میں ہوتا ہے اور دکھائی دینے کے لیے آئینہ کی طرح شفاف جسم کی شرط عادی ہے عقلی نہیں ہے' خصوصاً نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اور اگر یہ مان لیا جائے کہ یہ شرط عقلی ہے تو ہو سکتا ہے' یہ امور اس دیوار کے جسم میں موجود ہوں اور ان کا ادراک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہو (اور یہ آپ کا معجزہ ہو)۔

(المفہم ج ۲ ص ۵۵۳۔۵۵۴ 'دار ابن کثیر' بیروت' ۱۴۲۰ھ)

صحیح یہ ہے کہ آپ کے جنت اور دوزخ کو دیکھنے کے متعدد واقعات ہیں' جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت اور دوزخ کو متعدد بار دیکھا تھا

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

ظاہر یہ ہے کہ آپ نے اپنی آنکھ سے جنت اور دوزخ کو دیکھا تھا' بعض علماء نے کہا ہے کہ آپ کے اور جنت و دوزخ کے درمیان جو حجابات ہیں' ان حجابات کو اٹھا دیا گیا تھا' پس آپ نے ان کی حقیقت کو دیکھ لیا تھا اور آپ کے اور جنت و دوزخ کے درمیان جو مسافت ہے' اس مسافت کو لپیٹ دیا گیا تھا حتیٰ کہ آپ کے لیے یہ ممکن ہو گیا تھا کہ آپ جنت کے خوشوں کو پکڑ سکیں' ظاہر حدیث کے اعتبار سے یہ قول بہت مطابقت رکھتا ہے' اور اس کی تائید حضرت اسماء کی اس حدیث سے ہوتی ہے جو (صحیح البخاری: ۷۴۵ میں) گزر چکی ہے' جس میں یہ تصریح ہے کہ جنت میرے قریب کر دی گئی حتیٰ کہ اگر میں جراءت کرتا تو میں تمہارے پاس جنت کے خوشوں میں سے ایک خوشہ لے آتا اور بعض علماء نے اس حدیث کو اس پر محمول کیا ہے کہ قبلہ کی دیوار میں جنت کی مثال بنا دی گئی تھی جیسے آئینہ میں کسی چیز کی صورت دکھائی دیتی ہے' پس آپ نے تمام چیزوں کو قبلہ کی دیوار میں دیکھ لیا اور اس کی تائید حضرت انس کی اس حدیث سے ہوتی ہے: بے شک ابھی اس دیوار کے وسط میں میرے سامنے جنت اور دوزخ کی مثال پیش کی گئی۔ (صحیح البخاری: ۷۴۹۔۵۴۰) اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ آئینہ کی مثل کسی چیز میں صورت تب نظر آتی ہے' جب وہ جسم صیقل اور شفاف ہو' اس کا جواب یہ ہے کہ یہ شرط عادی ہے اور یہ ہو سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے خلافِ عادت اس دیوار میں جنت اور دوزخ کی صورتیں دکھائی گئی ہوں' لیکن یہ اور قصہ ہے جو ظہر کی نماز میں پیش آتا تھا' اور اس سے کوئی مانع نہیں ہے کہ آپ نے جنت اور دوزخ کو دو بار دیکھا ہو (ایک بار اصل جنت اور دوزخ کو اور دوسری بار ان کی مثالوں کو جیسا کہ ہم نے تحقیق کی ہے۔ سعیدی غفرلہٗ) بلکہ آپ نے مختلف صورتوں میں متعدد بار جنت اور دوزخ کو دیکھا' اور اس شخص کا قول بہت بعید ہے' جس نے کہا: جنت اور دوزخ کو دیکھنے سے مراد ان کا علم ہے' علامہ قرطبی نے اس کا بہت رد کیا ہے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۵۷۲ 'دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

جنت کے خوشوں کو توڑنے کا ارادہ بدلنے کی وجوہ

نیز حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے: اور بے شک میں نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور میرا ارادہ تھا کہ میں جنت کے پھلوں میں سے کچھ پکڑ لوں تاکہ تم جنت کے پھلوں کو دیکھو' پھر مجھے یہ خیال آیا کہ میں ایسا نہ کروں۔ (صحیح مسلم: ۹۰۴' الرقم المسلسل: ۲۰۶۷)

آپ کے ارادہ بدلنے کی ایک وجہ یہ تھی کہ دنیا کے پھل فانی ہیں اور جنت کے پھل غیر فانی ہیں' دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر صحابہ جنت کے پھلوں کو دیکھ لیتے تو پھر ان کا جنت پر ایمان بالغیب نہ رہتا بلکہ ایمان بالشہادت ہو جاتا' تیسری وجہ یہ ہے کہ جنت اعمال کی جزاء ہے اور جزاء آخرت میں ملتی ہے اور یہ دنیا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے: اگر میں جنت کے خوشے کو پکڑ لیتا تو تم اس کو اس وقت تک کھاتے رہتے' جب تک یہ دنیا قائم رہتی۔ (صحیح البخاری: ۷۴۸)

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کا معنی یہ ہو کہ جب تک تم زندہ رہتے' اس کا ذائقہ تمہارے منہ میں باقی رہتا۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۵۷۳' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

۹۲ - بَابُ رَفْعِ الْبَصَرِ إِلَى السَّمَاءِ فِي الصَّلٰوةِ

نماز میں نظر اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ نماز میں آسمان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنے کا کیا حکم ہے؟ اس باب کی حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ مکروہ ہے' اور خارج نماز میں دعا کرتے ہوئے آسمان کی طرف دیکھنا جائز ہے' جیسا کہ نماز کا قبلہ کعبہ ہے' اسی طرح دعا کا قبلہ آسمان ہے اور جس طرح نماز میں کعبہ کی طرف دیکھنا جائز ہے' اسی طرح دعا کرتے ہوئے آسمان کی طرف دیکھنا جائز ہے۔

۷۵۰ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عَرُوْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ اَنَّ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ حَدَّثَهُمْ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا بَالُ اَقْوَامٍ يَرْفَعُوْنَ اَبْصَارَهُمْ اِلَى السَّمَاءِ فِيْ صَلٰوتِهِمْ؟ فَاشْتَدَّ قَوْلُهُ فِيْ ذٰلِكَ' حَتّٰى قَالَ لَيَنْتَهُنَّ عَنْ ذٰلِكَ' اَوْ لَتُخْطَفَنَّ اَبْصَارُهُمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن عروبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے ان کو حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: ان لوگوں کا کیا حال ہے جو اپنی نمازوں میں آسمان کی طرف اپنی نظریں اٹھاتے ہیں؟ پھر آپ نے اس میں سختی کی حتیٰ کہ آپ نے فرمایا: لوگ اس سے باز آجائیں ورنہ ان کی بصارت چھین لی جائے گی۔

(سنن ابوداؤد: ۹۱۳' سنن نسائی: ۱۱۹۲' سنن ابن ماجہ: ۱۰۴۴' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۴۰' سنن دارمی: ۱۳۰۲' مسند ابویعلیٰ: ۲۹۱۸' سنن ترمذی: ۳۳۰۱' مسند احمد ج ۳ ص ۱۴۰ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۲۴۲۶ _ ج ۱۹ ص ۴۱۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۳۹۳' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں اور ان کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: ان لوگوں کا کیا حال ہے جو اپنی نمازوں میں آسمان کی طرف اپنی نظریں اٹھاتے ہیں۔

نماز میں آسمان کی طرف سر اٹھا کر دیکھنے کا مکروہ ہونا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

فقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ نماز میں آسمان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنا مکروہ ہے۔ ابن سیرین نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی نماز

میں آسمان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھتے تھے حتیٰ کہ یہ آیت نازل ہوئی:

اَلَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَO (المومنون:٢) جو لوگ اپنی نمازوں میں عاجزی کرتے ہیںO

اس آیت کے نزول کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز میں اپنا سر جھکا لیا۔ (المستدرک ج ٢ ص ٣٩٣)

(شرح ابن بطال ج ٢ ص ٣٣٤' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ھ)

خارج از نماز آسمان کی طرف دیکھنے کا حکم اور آنکھیں بند کر کے نماز پڑھنے کا حکم

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

نماز میں آسمان کی طرف دیکھنا بالاتفاق مکروہ ہے' ابن حزم نے کہا ہے کہ اس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے مگر یہ صحیح نہیں ہے' البتہ خارج از نماز دعا کرتے وقت آسمان کی طرف دیکھنے میں اختلاف ہے' شریح نے دیکھا ایک شخص ہاتھ اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھ رہا تھا' انہوں نے کہا: تم اپنی نظر نیچی رکھو' تم اس کو دیکھ سکتے ہو نہ اس کو پا سکتے ہو' اگر تم یہ کہو کہ اگر کوئی شخص نماز میں اپنی آنکھیں بند کر لے تو اس کا کیا حکم ہے؟ امام طحاوی کہتے ہیں: ہمارے اصحاب نے اس کو مکروہ قرار دیا ہے' امام مالک نے کہا: فرض اور نفل دونوں میں اس میں کوئی حرج نہیں' علامہ نووی شافعی نے کہا ہے کہ ہمارے نزدیک مختار یہ ہے کہ اگر اس میں کوئی ضرر نہ ہو تو پھر یہ مکروہ نہیں ہے کیونکہ اس سے نماز میں خشوع بھی ہے اور آنکھوں کو ادھر ادھر پھیرنے اور ذہن کے بھٹکنے سے روکنا بھی ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز شروع کرتے تو صرف اپنی سجدہ گاہ پر نظر رکھتے۔

(عمدۃ القاری ج ٥ ص ٥٣ ٤- ٥٢ ٤' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٩٣- بَابُ الْاِلْتِفَاتِ فِي الصَّلٰوةِ — نماز میں التفات کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ نماز میں ادھر ادھر التفات کرنے کا کیا حکم ہے' بہ ظاہر یہ مکروہ ہے۔

٧٥١- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُو الْاَحْوَصِ قَالَ حَدَّثَنَا اَشْعَثُ بْنُ سُلَيْمٍ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ مَسْرُوْقٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْاِلْتِفَاتِ فِي الصَّلٰوةِ؟ فَقَالَ هُوَ اخْتِلَاسٌ يَخْتَلِسُهُ الشَّيْطَانُ مِنْ صَلٰوةِ الْعَبْدِ. [اطراف الحدیث: ٣٢٩١]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو الاحوص نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اشعث بن سلیم نے حدیث بیان کی از والد خود از مسروق از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نماز میں التفات کرنے کے متعلق سوال کیا؟ آپ نے فرمایا: یہ بندہ کی نماز کا ایک حصہ اچک لیتا ہے جو شیطان اچک لیتا ہے۔

(سنن ابوداؤد: ٩١٠' سنن ترمذی: ٥٩٠' سنن نسائی: ١١٩٥' السنن الکبریٰ: ١١١٩' مصنف ابن ابی شیبہ ج ٢ ص ٤٠' مسند ابویعلیٰ: ٤٦٣٤' صحیح ابن خزیمہ: ٤٨٣' حلیۃ الاولیاء ج ٩ ص ٣٠' سنن بیہقی ج ٢ ص ٢٨١' شرح السنۃ: ٧٣٢' صحیح ابن حبان: ٢٢٨٧' مسند احمد ج ٦ ص ١٠٥ طبع قدیم' مسند احمد: ٢٤٧٤٦- ج ١٤ ص ٢٦٦' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(١) مسدد بن مسرھد (٢) ابو الاحوص سلام بن سلیم' حافظ کوفی (٣) اشعث بن سلیم (٤) ان کے والد سلیم بن الاسود الکوفی (٥) مسروق بن الاجدع الھمدانی الکوفی (٦) حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا۔ (عمدۃ القاری ج ٥ ص ٤٥٣)

نماز کے حصہ کو شیطان کے اچکنے کا معنی

شیطان کے اچکنے کا معنی یہ ہے کہ جب نمازی نماز میں اِدھر اُدھر التفات کرتا ہے تو اس وقت شیطان کامیاب ہو جاتا ہے' اور اس کو عبادت سے دور رکھتا ہے' جس سے بسا اوقات نمازی کو سہو ہو جاتا ہے اور بعض اوقات اس سے کوئی رکن چھوٹ جاتا ہے کیونکہ وہ حضور قلب کے ساتھ نماز کی طرف متوجہ نہیں رہتا اور اس کا ذہن غیر مقصود چیزوں میں مستغرق ہو جاتا ہے' اور جب کہ یہ فعل ناپسندیدہ ہے' اس لیے اس کو شیطان کی طرف منسوب کیا گیا' اسی وجہ سے فقہاء نے کہا ہے کہ نماز میں اِدھر اُدھر دیکھنا مکروہ ہے۔

علامہ شرف الدین محمد بن عبد اللہ الطیبی المتوفی ۷۴۳ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ جو شخص نماز میں اِدھر اُدھر التفات کرتا ہے' اس کی نماز سے خشوع نکل جاتا ہے' اس وجہ سے اس کو شیطان کا اچکنا کہتے ہیں' کیونکہ یہ قبیح اور بُرا کام ہے' یا اس لیے کہ نمازی اس وقت اپنے رب سے مناجات میں مستغرق ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے' اور شیطان اس کی طرف گھات لگائے ہوتا ہے کہ کب اس کو موقع ملے' پس جب نمازی ادھر اُدھر متوجہ ہوتا ہے تو شیطان اس کو غنیمت جانتا ہے اور اس کی نماز سے اتنا حصہ اچک لیتا ہے یعنی اتنے حصہ میں اس کی نماز میں خشوع نہیں رہتا۔

اچکنے کا معنی یہ ہے کہ جب نمازی دائیں بائیں سینہ موڑے بغیر دیکھتا ہے تو اس وقت اس کی نماز میں خشوع نہیں رہتا' جو نماز میں مطلوب ہے جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہے:

اَلَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ O (المؤمنون:۲) وہ لوگ جو اپنی نماز میں عاجزی کرتے ہیں O

اس سے نماز باطل نہیں ہوتی لیکن کامل نہیں ہوتی اور اگر قبلہ سے اس کا سینہ پھر جائے تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی۔

(الکاشف عن حقائق السنن ج ۲ ص ۳۹۹' ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۴۱۳ھ)

نماز میں اِدھر اُدھر التفات کرنے کا حکم

علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

ابن بزیزہ نے کہا ہے کہ اس کو شیطان کا اچکنا اس لیے کہتے ہیں کہ نماز کے اتنے حصہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ منقطع ہو جاتی ہے' پھر اس پر اجماع ہے کہ یہ مکروہ تنزیہی ہے' بعض شوافع نے کہا ہے کہ یہ حرام ہے۔

علامہ سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ نے لکھا ہے: جو التفات مکروہ ہے' اس کی تعریف یہ ہے کہ نمازی اپنی گردن کو موڑے حتیٰ کہ وہ سمت قبلہ سے نکل جائے اور وہ اپنے جسم کے بعض حصہ سے قبلہ کی دائیں یا بائیں جانب منحرف ہو جائے' اور اگر وہ اپنے تمام بدن کے ساتھ قبلہ سے منحرف ہو جائے تو پھر اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر اس نے گردن کو موڑے بغیر اپنی آنکھوں کی طرف سے دائیں یا بائیں جانب دیکھا تو یہ مکروہ نہیں ہے۔ (المبسوط ج ۱ ص ۱۱۵۔ ۱۱۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

(عمدۃ القاری ج ۵ ص ۴۵۵۔ ۴۵۴ ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

نماز میں التفات کے متعلق احادیث

حضرت انس رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نماز میں (کسی طرف) التفات کرنے سے بچو کیونکہ نماز میں التفات کرنا ہلاکت ہے۔ (سنن ترمذی:۵۸۹)

حضرت ابوذر رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ہمیشہ بندہ کی نماز میں اس کی طرف متوجہ

رہتا ہے جب تک وہ کسی چیز کی طرف متوجہ نہیں ہوتا اور جب وہ کسی چیز کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے توجہ ہٹالیتا ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۹۰۹ 'سنن نسائی: ۱۱۹۵ 'مسند احمد ج ۵ ص ۱۷۲)

حضرت الحارث الاشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے' پس جب تم نماز پڑھو تو (کسی اور طرف) التفات نہ کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے چہرے کو اپنے بندہ کی نماز میں اس کے سامنے رکھتا ہے جب تک وہ کسی اور طرف متوجہ نہیں ہوتا۔ (سنن ترمذی: ۲۸۶۳)

علامہ سرخسی متوفی ۴۸۳ھ نے امام طحاوی کے حوالے سے لکھا ہے کہ نمازی حالت قیام میں سجدہ کی جگہ پر نظر رکھے اور حالت رکوع میں اپنے قدموں کی پشت پر نظر رکھے اور سجدہ میں اپنی ناک کے نرم گوشوں پر نظر رکھے اور قعدہ میں اپنی گود پر نظر رکھے اور جب پہلا سلام پھیرے تو اپنے دائیں کندھے پر نظر رکھے اور جب دوسرا سلام پھیرے تو بائیں کندھے پر نظر رکھے۔

(المبسوط ج ۱ ص ۱۱۴ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۷۵۲ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى فِيْ خَمِيْصَةٍ لَّهَا اَعْلَامٌ، فَقَالَ شَغَلَتْنِيْ هٰذِهٖ، اِذْهَبُوْا بِهَا اِلٰى اَبِيْ جَهْمٍ، وَاْتُوْنِيْ بِاَنْبِجَانِيَّةٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از الزہری از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک نقش ونگار والی چادر میں نماز پڑھی' پھر آپ نے فرمایا: اس چادر کے نقش ونگار نے مجھے اپنی طرف مشغول کر دیا' اس کو ابوجہم کے پاس لے جاؤ اور مجھ کو سادہ چادر لادو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۷۳ میں گزر چکی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا: جب کسی شخص نے نقش ونگار والے کپڑے میں نماز پڑھی اور اس کے نقوش کی طرف التفات کیا اور یہاں اس کا عنوان ہے: نماز میں التفات کرنا' اس حدیث میں دونوں عنوانوں کی گنجائش ہے۔

۹۴ - بَابٌ هَلْ يَلْتَفِتُ لِاَمْرٍ يَنْزِلُ بِهٖ، اَوْ يَرٰى شَيْئًا، اَوْ بُصَاقًا فِي الْقِبْلَةِ؟

کیا کسی پیش آمدہ امر کی وجہ سے نماز میں مڑ کر دیکھے؟ کسی چیز یا قبلہ کی جانب بلغم کو دیکھے (تو کیا کرے)

وَقَالَ سَهْلٌ اِلْتَفَتَ اَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، فَرَاَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اور سہل نے کہا: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نماز میں مڑے تو انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا۔

اس تعلیق کی اصل' صحیح البخاری: ۶۸۴ میں ہے' یہ حدیث مفصل شرح کے ساتھ گزر چکی ہے۔

۷۵۳ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا لَيْثٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ رَاَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نُخَامَةً فِيْ قِبْلَةِ الْمَسْجِدِ، وَهُوَ يُصَلِّيْ بَيْنَ يَدَيِ النَّاسِ، فَحَتَّهَا، ثُمَّ قَالَ حِيْنَ انْصَرَفَ اِنَّ اَحَدَكُمْ اِذَا كَانَ فِي الصَّلٰوةِ، فَاِنَّ اللّٰهَ قِبَلَ وَجْهِهٖ، فَلَا يَتَنَخَّمَنَّ اَحَدٌ قِبَلَ وَجْهِهٖ فِي الصَّلٰوةِ. وَرَوَاهُ مُوْسٰى

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد کے قبلہ کی جانب بلغم پڑا ہوا دیکھا' اس وقت آپ لوگوں کے سامنے نماز پڑھ رہے تھے' پس آپ نے اس کو کھرچ دیا' پھر آپ نے لوگوں کی طرف مڑ کر فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص نماز میں ہو تو اس کے

بْنُ عُقْبَةَ وَابْنُ اَبِیْ رَوَّادٍ عَنْ نَافِعٍ.

چہرے کے سامنے اللہ تعالیٰ ہوتا ہے' پس تم میں سے کوئی شخص نماز میں اپنے چہرے کے سامنے نہ تھوکے' اور اس حدیث کو موسیٰ بن عقبہ اور ابن ابی رواد نے نافع سے روایت کیا ہے۔

نماز میں عمل قلیل کا جواز

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے اور آپ نے قبلہ کی جانب سے بلغم کو کھرچا' اس سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پڑھتے ہوئے بلغم کو قبلہ کی جانب سے کھرچا۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ نماز کی حالت میں قبلہ کی جانب سے بلغم کو کھرچنا کیا ایسا عمل نہیں ہے جس سے نماز فاسد ہو جائے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ عمل قلیل ہے جیسا کہ کوئی شخص اپنی چادر میں بلغم کو تھوک کر پھر اس کو چادر میں مل کر لپیٹ لے' اس کی نظیر یہ حدیث ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں آئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر میں نماز پڑھ رہے تھے اور دروازہ بند تھا' پھر آپ چلے حتیٰ کہ آپ نے دروازہ کھول دیا' پھر آپ اپنی جگہ لوٹ گئے' حضرت عائشہ نے بتایا کہ دروازہ قبلہ کی جانب تھا۔

(سنن ترمذی:۶۰۱' سنن ابوداؤد:۹۲۲' سنن نسائی:۱۲۰۵' مسند احمد ج ۶ ص ۳۱)

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

یہ حدیث اس پر محمول ہے کہ آپ دروازہ کھولنے کے لیے تین قدم سے کم چلے کیونکہ دروازہ آپ کے مصلّے کے قریب تھا' اور دروازہ آپ نے ایک ہاتھ سے کھولا' اس لیے کہ تین قدم سے زیادہ نماز میں چلنا اور دونوں ہاتھوں سے دروازہ کھولنا عمل کثیر ہے' اس سے نماز فاسد ہو جائے گی۔ ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ اگر نمازی نے دروازہ بند کیا تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی اور اگر اس نے دروازہ کھولا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی کیونکہ عموماً دروازہ کھولنے کے لیے دونوں ہاتھوں کو استعمال کرنا پڑتا ہے اور یہ عمل کثیر ہے اور دروازہ کو بند کرنا اس طرح نہیں ہے' حتیٰ کہ اگر اس نے ایک ہاتھ سے دروازہ کھولا تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی۔

(عمدۃ القاری ج ۶ ص ۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

یہ حدیث' صحیح البخاری:۴۰۶ میں گزر چکی' اس کی باقی شرح کا مطالعہ وہاں فرمائیں۔

٧٥٤ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ بَيْنَمَا الْمُسْلِمُوْنَ فِیْ صَلٰوةِ الْفَجْرِ لَمْ يَفْجَاْهُمْ اِلَّا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَشَفَ سِتْرَ حُجْرَةِ عَائِشَةَ فَنَظَرَ اِلَيْهِمْ وَهُمْ صُفُوْفٌ فَتَبَسَّمَ يَضْحَكُ وَنَكَصَ اَبُوْ بَكْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَلٰى عَقِبَيْهِ لِيَصِلَ لَهُ الصَّفَّ فَظَنَّ اَنَّهُ يُرِيْدُ الْخُرُوْجَ وَهَمَّ الْمُسْلِمُوْنَ اَنْ يَّفْتَتِنُوْا فِیْ صَلٰوتِهِمْ فَاَشَارَ اِلَيْهِمْ اَتِمُّوْا صَلٰوتَكُمْ. فَاَرْخٰى

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث بن سعد نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب' انہوں نے بیان کیا کہ مجھے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے خبر دی' انہوں نے بیان کیا کہ مسلمان فجر کی نماز پڑھ رہے تھے' تو اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے سے پردہ اٹھایا اور صحابہ کی طرف دیکھا وہ صفیں باندھے ہوئے تھے' سو آپ ہنستے ہوئے مسکرائے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنی ایڑیوں پر پیچھے ہوئے تاکہ وہ صف سے مل جائیں' انہوں نے یہ گمان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجرہ سے نکلنے کا ارادہ کر رہے ہیں اور صحابہ

السِّتْرَ، وَتُوُفِّيَ مِنْ اٰخِرِ ذٰلِكَ الْيَوْمِ.

نے یہ ارادہ کیا کہ وہ (خوشی کے غلبہ سے) نماز توڑ دیں گے آپ نے ان کی طرف اشارہ کیا کہ تم نماز پوری کرو پس آپ نے پردہ گرا دیا اور اس دن کے آخر میں آپ وصال فرما گئے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۶۸۰ میں گزر چکی ہے' وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: اہل علم وفضل امامت کے زیادہ حق دار ہیں' اور یہاں اس حدیث کا عنوان ہے: کسی پیش آمدہ امر کی وجہ سے نماز میں مڑ کر دیکھنا اور اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجرہ کا پردہ اٹھایا تو تمام صحابہ نے مڑ کر آپ کی طرف دیکھا۔

۹۵ - بَابُ وُجُوْبِ الْقِرَاءَةِ لِلْإِمَامِ وَالْمَأْمُوْمِ فِي الصَّلَوَاتِ كُلِّهَا فِي الْحَضَرِ وَالسَّفَرِ، وَمَا يُجْهَرُ فِيْهَا وَمَا يُخَافَتُ

امام اور مقتدیوں کے لیے تمام نمازوں میں قرآن مجید پڑھنے کا وجوب خواہ حضر میں ہوں یا سفر میں اور کن نمازوں میں بلند آواز سے قرآن پڑھا جائے گا اور کن نمازوں میں آہستہ آواز سے

یعنی تمام نمازوں میں قرآن مجید پڑھنا واجب ہے' حضر میں بھی اور سفر میں بھی' خواہ نماز میں بلند آواز سے قرآن مجید پڑھا جائے خواہ آہستہ آواز سے اور خواہ نمازی امام ہو یا مقتدی ہو' امام بخاری نے مقتدی کے قرآن پڑھنے کی قید اپنے مذہب کے موافق لگائی ہے' کیونکہ فقہاء احناف کے نزدیک مقتدی پر قرآن پڑھنا واجب نہیں ہے' امام کی قراءت مقتدی کی قراءت ہے' امام بخاری نے تنہا نماز پڑھنے والے کا ذکر نہیں کیا کیونکہ وہ امام کے حکم میں ہے۔

۷۵۵ - حَدَّثَنَا مُوْسٰى قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عُمَيْرٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ شَكَا اَهْلُ الْكُوْفَةِ سَعْدًا اِلٰى عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، فَعَزَلَهُ وَاسْتَعْمَلَ عَلَيْهِمْ عَمَّارًا، فَشَكَوْا حَتّٰى ذَكَرُوْا اَنَّهُ لَا يُحْسِنُ يُصَلِّيْ، فَاَرْسَلَ اِلَيْهِ فَقَالَ يَا اَبَا اِسْحَاقَ، اِنَّ هٰؤُلَاءِ يَزْعُمُوْنَ اَنَّكَ لَا تُحْسِنُ تُصَلِّيْ! قَالَ اَبُوْ اِسْحَاقَ اَمَّا اَنَا، وَاللّٰهِ فَاِنِّيْ كُنْتُ اُصَلِّيْ بِهِمْ صَلٰوةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اَخْرِمُ عَنْهَا، اُصَلِّيْ صَلٰوةَ الْعِشَاءِ، فَاَرْكُدُ فِي الْاُوْلَيَيْنِ، وَاُخِفُّ فِي الْاُخْرَيَيْنِ. قَالَ ذَاكَ الظَّنُّ بِكَ يَا اَبَا اِسْحَاقَ. فَاَرْسَلَ مَعَهُ رَجُلًا اَوْ رِجَالًا، اِلَى الْكُوْفَةِ، فَسَاَلَ عَنْهُ اَهْلَ الْكُوْفَةِ، وَلَمْ يَدَعْ مَسْجِدًا اِلَّا سَاَلَ عَنْهُ، وَيُثْنُوْنَ عَلَيْهِ مَعْرُوْفًا، حَتّٰى دَخَلَ مَسْجِدًا لِبَنِيْ عَبْسٍ، فَقَامَ رَجُلٌ مِّنْهُمْ، يُقَالُ لَهُ اُسَامَةُ بْنُ قَتَادَةَ، يُكْنٰى اَبَا سَعْدَةَ قَالَ اَمَّا اِذْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الملک بن عمیر نے حدیث بیان کی از جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ اہل کوفہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی شکایت کی' حضرت عمر نے حضرت سعد کو معزول کر دیا اور اہل کوفہ پر حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو عامل بنا دیا' اہل کوفہ نے اپنی شکایت میں یہ ذکر کیا کہ حضرت سعد اچھی طرح نماز نہیں پڑھاتے' حضرت عمر نے ان کو بلوایا' پھر کہا: اے ابواسحاق! یہ لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ تم اچھی طرح نماز نہیں پڑھاتے' حضرت ابواسحاق نے کہا: سنیں! اللہ کی قسم! میں ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقہ سے نماز پڑھاتا ہوں' میں اس میں کوئی کمی نہیں کرتا' میں عشاء کی نماز پڑھاتا ہوں' میں پہلی دو رکعتوں میں لمبا قیام کرتا ہوں اور دوسری دو رکعتوں میں تخفیف کرتا ہوں' حضرت عمر نے کہا: اے ابواسحاق! تمہارے متعلق یہی گمان تھا' پھر حضرت عمر نے حضرت سعد کے ساتھ ایک شخص کو یا کئی اشخاص کو کوفہ کی طرف بھیجا' پھر

نَشَدْتَنَا، فَإِنَّ سَعْدًا كَانَ لَا يَسِيرُ بِالسَّرِيَّةِ، وَلَا يَقْسِمُ بِالسَّوِيَّةِ، وَلَا يَعْدِلُ فِي الْقَضِيَّةِ. قَالَ سَعْدٌ أَمَا وَاللّٰهِ لَأَدْعُوَنَّ بِثَلَاثٍ اللّٰهُمَّ إِنْ كَانَ عَبْدُكَ هٰذَا كَاذِبًا، قَامَ رِيَاءً وَسُمْعَةً، فَأَطِلْ عُمْرَهُ، وَأَطِلْ فَقْرَهُ، وَعَرِّضْهُ بِالْفِتَنِ. قَالَ وَكَانَ بَعْدُ إِذَا سُئِلَ يَقُولُ شَيْخٌ كَبِيرٌ مَفْتُونٌ، أَصَابَتْنِي دَعْوَةُ سَعْدٍ. قَالَ عَبْدُ الْمَلِكِ فَأَنَا رَأَيْتُهُ بَعْدُ، قَدْ سَقَطَ حَاجِبَاهُ عَلٰى عَيْنَيْهِ مِنَ الْكِبَرِ، وَإِنَّهُ لَيَتَعَرَّضُ لِلْجَوَارِي فِي الطُّرُقِ يَغْمِزُهُنَّ.

[اطراف الحدیث: ٧٥٨-٧٧٠]

(صحیح مسلم: ٤٥٣، الرقم المسلسل: ٩٩٨، سنن ابوداؤد: ٨٠٣، سنن نسائی: ١٠٠٣، مسند ابوداؤد الطیالسی: ٢١٧، مصنف عبدالرزاق: ٣٧٠٦، مصنف ابن ابی شیبہ ج ٢ ص ٤٠٢، مسند البزار: ١٠٦٢، مسند ابویعلیٰ: ٦٩٣، صحیح ابن خزیمہ: ٥٠٨، المعجم الکبیر: ٣٠٨، حلیۃ الاولیاء ج ٧ ص ٣٦١، سنن بیہقی ج ٢ ص ٦٥، تاریخ بغداد ج ١ ص ٤٥، مسند احمد ج ١ ص ١٧٦ طبع قدیم، مسند احمد: ١٥١٨۔ ج ٣ ص ١٠٤ موسسۃ الرسالۃ بیروت)

حضرت سعد کے متعلق اہل کوفہ سے پوچھا اور ہر مسجد والوں سے حضرت سعد کے متعلق سوال کیا، سب ان کی تعریف اور تحسین کرتے تھے حتیٰ کہ وہ بنو عبس کی ایک مسجد میں گئے تو ان میں سے اسامہ بن قتادہ نام کا ایک شخص کھڑا ہوا، جس کی کنیت ابوسعدہ تھی، اس نے کہا: بہرحال جب تم نے ہمیں قسم دی ہے تو سنو! بے شک حضرت سعد لشکر کے ساتھ نہیں جاتے، اور برابر برابر (مالِ غنیمت) تقسیم نہیں کرتے اور مقدمات میں عدل نہیں کرتے، حضرت سعد نے کہا: سنو! اللہ کی قسم! میں (اس کے خلاف) تین دعائیں کرتا ہوں: اے اللہ! اگر تیرا یہ بندہ جھوٹا ہے، اور دکھانے اور سنانے کے لیے کھڑا ہوا ہے تو اس کی عمر لمبی کر اور اس کے فقر کو زیادہ کر، اور اس کو فتنوں میں مبتلا کر دے، حضرت جابر بن سمرہ نے کہا: بعد میں جب اس شخص کے متعلق سوال کیا جاتا تھا تو وہ کہتا تھا: میں بہت بوڑھا اور فتنہ میں مبتلا ہوں، مجھے حضرت سعد کی دعا سے فتنہ کا سامنا ہے۔ عبدالملک نے کہا: میں نے بعد میں اس شخص کو دیکھا، بڑھاپے کی وجہ سے اس کی بھویں اس کی آنکھوں پر گر گئی تھیں اور وہ راستے میں لڑکیوں سے چھیڑ خانی کرتا تھا۔

حدیث مذکور کے رجال

(١) موسیٰ بن اسماعیل المنقری التبوذکی (٢) ابوعوانہ اور ان کا نام الوضاح بن عبد اللہ الیشکری ہے، یہ ربیع الاوّل ١٧٦ھ میں فوت ہو گئے تھے (٣) عبدالملک بن عمیر بن سوید الکوفی، انہوں نے نبی ﷺ کا زمانہ پایا اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے احادیث روایت کی ہیں اور یہ ذوالحجہ ١٣٦ھ میں فوت ہو گئے تھے اور یہ کوفہ کے قاضی تھے (٤) حضرت جابر بن سمرہ بن جنادہ العامری اسوائی، ان کی کنیت ابوخالدہ یا ابوعبد اللہ ہے، ان کے والد صحابی تھے، انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی ١٤٦ احادیث روایت کی ہیں، جن میں سے دو حدیثوں پر امام بخاری اور امام مسلم متفق ہیں اور امام مسلم ٢٦ حدیثوں کے ساتھ منفرد ہیں، یہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے بھانجے تھے، ان کی کوفہ میں سکونت تھی اور انہوں نے وہیں گھر بنا لیا تھا اور بشر بن مروان کی حکومت میں ان کی وفات ہو گئی تھی، ایک قول یہ ہے کہ یہ مختار کے ایام میں ٦٦ھ میں فوت ہو گئے تھے (٥) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، ابی وقاص کا نام مالک بن اھیب ہے، یہ ان دس صحابہ میں سے ایک ہیں، جن کو جنت کی بشارت دی گئی تھی، مدینہ منورہ سے دس میل دور عقیق میں ان کا محل تھا، وہیں ان کی وفات ہوئی تھی، پھر لوگ ان کے جنازہ کو مدینہ میں لے کر آئے اور ٥٥ھ میں ان کو البقیع میں دفن کیا گیا، عشرہ مبشرہ میں سب سے آخر میں ان کی وفات ہوئی ہے، ان کی عمر میں اختلاف ہے، آخری قول یہ ہے کہ ان کی عمر ٨٣ سال تھی (٦) حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ (٧) حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ یہ ٣٧ھ میں جنگ صفین میں شہید کیے گئے، اس وقت ان کی عمر ٩٣ سال تھی، حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی (٨) اسامہ بن قتادہ (٩) جس شخص کو حضرت سعد بن ابی وقاص کے ساتھ بھیجا

تھا' ان کا نام محمد بن مسلمہ انصاری تھا' ابن التین نے کہا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے ساتھ عبداللہ بن ارقم کو بھیجا تھا' امام محمد بن سعد نے کہا ہے کہ حضرت عمر نے ان کے ساتھ تین آدمی بھیجے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۷-۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حضرت سعد بن ابی وقاص نے جو اپنے مخالف کے لیے دعا ضرر کی' اس کی تفصیل

حضرت سعد بن ابی وقاص نے کہا: اے اللہ! اس کی عمر لمبی کر' حضرت سعد کی مراد یہ تھی کہ اس کی عمر بہت لمبی ہو حتیٰ کہ وہ "ارذل العمر" اور "اسفل السافلین" تک پہنچ جائے اور اس کے تمام اعضاء ضعیف ہو جائیں' اور کہا: اس کا فقر لمبا کر یعنی اس کے پاس مال کم ہو اور اس کے عیال اور مصارف زیادہ ہوں اور تیسری دعا یہ کی کہ اس کو فتنوں میں مبتلا کر۔

حضرت سعد نے اس کے لیے یہ تین دعائیں اس لیے کی تھیں کہ اس مخالف یعنی اسامہ بن قتادہ نے حضرت سعد سے تین ایسے فضائل کی نفی کی تھی' جو تمام کمالات اور فضائل کی اصل ہیں' اس نے کہا: یہ لشکر کے ساتھ نہیں جاتے اور اس طرح حضرت سعد سے شجاعت کی نفی کی اور اس نے کہا: یہ برابر برابر تقسیم نہیں کرتے اور اس طرح حضرت سعد سے حکمت کی نفی کی' پھر کہا: یہ مقدمات میں عدل نہیں کرتے اور اس سے حضرت سعد کی عدالت کی نفی کی' ان تین عیوب کے مقابلہ میں حضرت سعد نے اس کے لیے تین دعائے ضرر کیں' حضرت سعد نے دعا کی: اس کی عمر لمبی کر تا کہ اس کے جسم کو ضرر پہنچے اور دعا کی: اس کے فقر کو لمبا کر تا کہ یہ دنیا میں ذلیل و خوار ہو اور یہ فتنوں میں مبتلا ہو تا کہ اس کی آخرت خراب ہو' اس نے حضرت سعد کو جو رسوا کرنے کا ارادہ کیا تھا' اس میں ناکام ہوا اور خود رسوائی اس کا مقدر بن گئی۔

جو شخص مظلوم ہو اس کی دعا قبول ہوتی ہے' حضرت سعد بن ابی وقاص مظلوم تھے' اسامہ بن قتادہ نے ان پر جھوٹے الزام لگائے تھے اور وہ مستجاب الدعوات تھے' حدیث میں ہے:

حضرت سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا کی: اے اللہ! جب سعد دعا کرے تو اس کی دعا کو قبول فرمانا۔

(سنن ترمذی: ۳۷۵۱)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی حدیث سے امام ابوحنیفہ کا اپنے موقف پر استدلال

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے کہا: میں پہلی دو رکعتوں میں لمبی قراءت کرتا ہوں اور آخری دو رکعتوں میں کم قراءت کرتا ہوں۔

حدیث کے اس قطعہ سے ہمارے اصحاب نے امام ابوحنیفہ کے مذہب پر استدلال کیا ہے کہ پہلی دو رکعتوں میں قراءت واجب ہے اور بعد کی دو رکعتوں میں قراءت واجب نہیں ہے۔

صاحب الہدایہ وغیرہ نے کہا ہے: اگر چاہے تو بعد کی دو رکعتوں میں قرآن مجید پڑھے اور اگر چاہے تو تسبیح پڑھے اور اگر چاہے تو خاموش رہے' حضرت علی' حضرت ابن مسعود اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم سے اسی طرح منقول ہے' مگر افضل یہ ہے کہ وہ قرآن پڑھے' ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ نمازی کو قرآن مجید پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ. (المزمل: ۲۰) پس جتنا قرآن تم آسانی سے پڑھ سکتے ہو اس کو پڑھو۔

اور امر تکرار کا تقاضا نہیں کرتا' پس قرآن پڑھنے کے لیے پہلی رکعت متعین ہوگئی اور دوسری رکعت میں ہم نے قرآن مجید کے پڑھنے کو پہلی رکعت سے استدلال کرتے ہوئے واجب کہا ہے کیونکہ یہ دونوں رکعتیں ہر اعتبار سے ایک دوسرے کے متشابہ ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۶ ص ۱۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

نماز کی پہلی دو رکعت میں قراءت کے وجوب اور دوسری دو رکعت میں قراءت کے استحباب کے متعلق آثار

اس حدیث میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں بعد کی دو رکعت میں تخفیف کرتا ہوں' اس کا معنی ہے: میں ان میں قرآن نہیں پڑھتا' جیسا کہ صحیح البخاری: ۷۷۰ میں اس کی تصریح ہے یا ان میں صرف سورۂ فاتحہ پڑھتے تھے یا تسبیح پڑھتے تھے۔

ابن سیرین بیان کرتے ہیں کہ مجھے یہ خبر دی گئی ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ظہر اور عصر کی پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ پڑھتے اور جتنا قرآن آسانی سے پڑھ سکیں' اور بعد کی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۷۲۲)

الشعبی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر نے شریح کی طرف لکھا کہ پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ اور کوئی سورت پڑھی جائے اور آخری دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ پڑھی جائے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۷۲۳)

یحییٰ بن ابی کثیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو الدرداء یہ کہتے تھے کہ ظہر اور عصر کی پہلی دو رکعت میں سورہ فاتحہ اور کوئی سورت پڑھو اور آخری دو رکعت میں سورہ فاتحہ پڑھو اور مغرب کی آخری رکعت میں اور عشاء کی آخری دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ پڑھو۔
(مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۷۲۵)

یزید الفقیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ اور کوئی سورت پڑھتے تھے اور بعد کی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۷۲۸)

محمد بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا دن کی نمازوں میں سورہ فاتحہ اور کوئی سورت پڑھتی تھیں اور آخری رکعتوں میں سورہ فاتحہ پڑھتی تھیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۷۳۶)

ابو اسحاق بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما نے فرمایا: پہلی دو رکعتوں میں قرآن پڑھو اور دوسری دو رکعتوں میں تسبیح پڑھو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۷۴۲)

حارث بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پہلی دو رکعت میں قرآن پڑھتے تھے اور بعد کی دو رکعتوں میں تسبیح پڑھتے تھے۔
(مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۷۴۳)

ابن الاسود نے کہا: پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ اور کوئی سورت پڑھی جائے اور آخری دو رکعتوں میں تسبیح اور تکبیر کو پڑھا جائے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۷۴۶)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو معزول کرنے کی توجیہ اور ظالم کے خلاف دعا کرنے کا جواز

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے خلاف کوئی چیز ثابت نہیں ہوئی تھی' پھر بھی حضرت عمر نے ان کو معزول کر دیا تھا' اس میں یہ دلیل ہے کہ مصلحت کی وجہ سے بے قصور عامل کو بھی معزول کرنا جائز ہے' امام مالک نے کہا کہ حضرت عمر نے حضرت سعد کو معزول کر دیا حالانکہ قیامت تک ان سے زیادہ نیک عامل آنے والا نہیں تھا' حضرت عمر نے فتنہ کو جڑ سے اکھاڑنے کے لیے ایسا کیا تھا' حضرت عمر نے فرمایا: میں نے احتیاط کی وجہ سے ایسا کیا تھا' ایک قول یہ ہے کہ حضرت عمر نے اس لیے ایسا کیا کہ وہ کسی عامل کو چار سال سے زیادہ اس کے منصب پر برقرار نہیں رکھتے تھے۔

ہمارے دور میں معمول یہ ہے کہ جس افسر کے خلاف کوئی ماتحت شکایت کرے' اس کی شکایت اس افسر کے پاس بھیج دی جاتی ہے' جس کے نتیجہ میں وہ افسر اس ماتحت کے خلاف انتقامی کارروائی کرتا ہے' حضرت عمر نے جس افسر کے خلاف شکایت تھی' اس کو

معزول کر کے اس کے خلاف تفتیش اور تحقیق کی تا کہ عدل کے تقاضے پورے ہو جائیں اور یہ نہ کہا جائے کہ اس افسر کے اقتدار کی وجہ سے لوگوں نے اس کے خلاف زبان نہیں کھولی۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے اسامہ بن قتادہ کے خلاف تین دعاء ہائے ضرر کیں' اس میں یہ دلیل ہے کہ ظالم کے خلاف دعاء ضرر کرنا جائز ہے اور یہ دعاء ضرر اس کو مستلزم نہیں ہے کہ حضرت سعد اس سے معصیت کے وقوع کو طلب کر رہے تھے' اس کے ثبوت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اپنی قوم کے خلاف یہ دعاء ضرر ہے:

رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰٓى اَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْا حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ O (یونس:٨٨)

اے ہمارے رب! ان کے اموال کو نیست و نابود کر دے اور ان کے دلوں کو سخت کر دے' سو یہ اس وقت تک ایمان نہ لائیں حتیٰ کہ دردناک عذاب کو دیکھ لیں O

انبیاء علیہم السلام کی دعاء ضرر کی توجیہ

اس جگہ یہ اعتراض ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام تو اپنی قوم کے لیے ہدایت کی دعا کرتے ہیں نہ کہ ان کے خلاف ہلاکت کی دعا کرتے ہیں' پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کے خلاف دعاء ضرر کیوں کی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جب ہر طرح سے قوم کو دعوت اور تبلیغ کر دی جائے اور ان پر حجت تمام کر دی جائے اور قوم پھر بھی ایمان نہ لائے' اور اس کے ایمان لانے کی کوئی امید نہ رہے تو پھر آخری چارہ کار یہ رہ جاتا ہے کہ اس قوم کے معاملہ کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا جائے اور اس وقت اللہ تعالیٰ کی مشیت کے مطابق نبی کی زبان سے اس قوم کے خلاف ہلاکت کی دعا جاری ہو جاتی ہے' جس طرح حضرت نوح علیہ السلام نے بھی ساڑھے نو سو سال اپنی قوم کو تبلیغ کی' اس کے باوجود جب معدودے چند لوگوں کے سوا وہ ایمان نہیں لائے تو حضرت نوح علیہ السلام نے ان کے خلاف یہ دعا کی:

وَقَالَ نُوْحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا O اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوْا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوْٓا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا O (نوح:٢٧۔٢٦)

اور نوح نے دعا کی: اے میرے رب! تو زمین پر کسی بسنے والے کافر کو نہ چھوڑنا O اگر تو انہیں چھوڑے گا تو یہ ضرور ہٹ دھرم کافروں کو جنم دیں گے O

انبیاء علیہم السلام کی دعاء ضرر کو بددعا کہنے کا عدم جواز

ان آیات کے ترجمہ اور تفسیر میں اردو مترجمین نے بددعا کا لفظ استعمال کیا ہے:

یونس:٨٨ کی تفسیر میں حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری لکھتے ہیں:

اگرچہ پیغمبر کا کام پیغام حق سنانا ہوتا ہے' بددعا کرنا نہیں ہوتا لیکن جب کسی قوم کی ہدایت کا امکان ہی باقی نہ رہے تو باذن الٰہی وہ بددعا کرتا ہے۔ (تفسیر ضیاء القرآن ج ٢ ص ٣٢٧' ضیاء القرآن پبلی کیشنز' لاہور' ١٤٠٢ھ)

شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ١٣٦٩ھ لکھتے ہیں:

آپ نے بددعا کی کہ اے خداوندا! ان کے اموال کو تباہ اور ملیامیٹ کر دے۔

(حاشیہ شبیر احمد عثمانی بر ترجمہ شیخ محمود الحسن دیوبندی' ص ٢٨٢' طبع کراچی)

نوح:٢٧۔٢٦ کی تفسیر میں غیر مقلد عالم صلاح الدین یوسف لکھتے ہیں:

یہ بددعا اس وقت کی جب حضرت نوح علیہ السلام ان کے ایمان لانے سے بالکل مایوس ہو گئے۔

(شیخ جونا گڑھی کے ترجمہ پر شیخ صلاح الدین کا حاشیہ ص ١٦٣٧' شاہ فہد پرنٹنگ کمپلیکس)

سید مودودی نے لکھا ہے: حضرت نوح علیہ السلام کی یہ بددعا کسی بے صبری کی بناء پر نہ تھی' حضرت موسیٰ نے بھی فرعون اور قوم فرعون کے حق میں یہ بددعا کی تھی۔ (تفہیم القرآن ج٦ ص ١٠٤)

ہمارے نزدیک کسی بھی نبی علیہ السلام کا کیا ہوا کوئی بھی کام بد نہیں ہوتا' نبی کا ہر کام نیک اور حسن ہوتا ہے اور اس کا کام امت کے لیے لائق اتباع ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ جو کام بد ہو' اس سے اجتناب واجب ہوتا ہے اور نبی کے کسی بھی کام کو بد کہنا' اس نبی کی ایک گونہ توہین ہے' اس سے احتراز کرنا اور اس پر توبہ کرنا واجب ہے۔

* باب مذکور کی حدیث' صحیح مسلم: ٩١٩- ج١ ص ١٢٤٩ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

٧٥٦- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ، عَنْ مَحْمُوْدِ ابْنِ الرَّبِيْعِ، عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا صَلٰوةَ لِمَنْ لَّمْ يَقْرَاْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الزہری نے حدیث بیان کی از محمود بن الربیع از حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص سورہ فاتحہ کو نہ پڑھے اس کی نماز کامل نہیں ہوتی۔

(صحیح مسلم: ٣٩٤' الرقم المسلسل: ٨٥٠' سنن ابوداؤد: ٨٢٢' سنن ترمذی: ٢٤٧' سنن نسائی: ٩١١' سنن ابن ماجہ: ٨٣٧' مسند الحمیدی: ٣٨٦' مصنف ابن ابی شیبہ ج١ ص ٣٦٠' المنتقیٰ: ١٨٥' صحیح ابن خزیمہ: ٤٨٨' صحیح ابن حبان: ١٧٨٢' سنن دارقطنی ج١ ص ٣٢٢-٣٢١' المستدرک ج١ ص ٢٣٨' سنن بیہقی ج٢ ص ٣٨' مسند احمد ج٥ ص ٣١٤ طبع قدیم' مسند احمد: ٢٢٦٧٧- ج٣٧ ص ٣٥١' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ٢٦٨٨' مکتبۃ الرشد ریاض ١٤٢٦ھ' مسند الطحاوی: ٢٨٧٤)

حدیث مذکور کے رجال

(١) علی بن عبد اللہ بن جعفر المدینی البصری (٢) سفیان بن عیینہ (٣) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (٤) محمود بن الربیع بن سراقہ الخزرجی الانصاری' یہ حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ کے داماد تھے' ان کو یاد ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے گھر کے کنویں سے ڈول میں پانی لے کر ان کے چہرے پر کلی کی تھی' اس وقت ان کی عمر پانچ سال تھی (٥) حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ۔

(عمدۃ القاری ج٦ ص ١٤)

حدیث مذکور کا باب کے عنوان کے مطابق نہ ہونا

اس حدیث کا عنوان ہے: امام اور مقتدیوں کا سفر اور حضر کی تمام نمازوں میں قرآن پڑھنا خواہ جہری نماز ہو یا سری' اور یہ عنوان اس سے عام ہے کہ امام اور مقتدی سورہ فاتحہ پڑھیں یا کوئی اور سورت پڑھیں' اور چونکہ باب کے عنوان میں سورہ فاتحہ کا ذکر نہیں ہے' اس لیے یہ حدیث عنوان کے مطابق نہیں ہے۔

امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنے میں مذاہب ائمہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

عبد اللہ بن المبارک' اوزاعی' امام مالک' امام شافعی' امام احمد' اسحاق' ابوثور' داؤد بن علی وغیرہ نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ تمام نمازوں میں امام کے پیچھے سورۃ الفاتحہ کو پڑھنا واجب ہے۔

علامہ ابن العربی مالکی نے احکام القرآن میں کہا ہے کہ ہمارے علماء کے اس مسئلہ میں تین اقوال ہیں: (١) ابن القاسم مالکی نے

کہا ہے: جب امام آہستہ قراءت کرے اس وقت اس کے پیچھے قراءت کرے (۴) ابن وہب اور اشہب نے کہا ہے: وہ سورہ فاتحہ پڑھے (۳) محمد بن عبد الحکم نے کہا ہے: امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھے اور اگر وہ نہیں پڑھے گا تب بھی کافی ہے' گویا کہ ان کے نزدیک سورہ فاتحہ پڑھنا مستحب ہے اور میرے نزدیک زیادہ صحیح یہ ہے کہ سرّی نمازوں میں امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنا واجب ہے۔

(احکام القرآن ج ۱ ص ۸۔۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۰۸ھ)

ابوعمرو ابن عبد البر نے تمہید میں کہا ہے کہ اس مسئلہ میں امام مالک کا قول مختلف نہیں ہے کہ جو شخص دو رکعت کی نماز میں سے کسی ایک رکعت میں سورہ فاتحہ پڑھنا بھول جائے تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی اور جو شخص تین رکعت نماز یا چار رکعت نماز کی کسی ایک رکعت میں سورہ فاتحہ پڑھنا بھول جائے تو اس مسئلہ میں امام مالک کے اقوال مختلف ہیں' ایک قول یہ ہے کہ وہ نماز دہرائے اور دوسرا قول یہ ہے کہ وہ سجدہ سہو کرے تو نماز ہو جائے گی۔

امام شافعی اور امام احمد نے کہا ہے کہ جب تک وہ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ نہیں پڑھے گا اس کی نماز نہیں ہوگی' علامہ ابن قدامہ نے المغنی میں کہا ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اور عثمان بن ابی العاص اور خوات بن جبیر سے مروی ہے' انہوں نے کہا ہے کہ سورہ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی اور امام احمد سے ایک روایت یہ ہے کہ سورہ فاتحہ کا پڑھنا متعین نہیں ہے' وہ قرآن مجید میں سے کہیں سے بھی ایک آیت پڑھ لے تو نماز ہو جائے گی۔ (المغنی ج ۲ ص ۳۲' دارالحدیث' قاہرہ' ۱۴۲۵ھ)

ابن حزم نے محلّٰی میں کہا ہے کہ سورہ فاتحہ کا ہر نماز کی ہر رکعت میں پڑھنا فرض ہے خواہ امام ہو یا مقتدی ہو' اس میں فرض اور نفل برابر ہیں۔ الثوری اور اوزاعی نے ایک روایت میں اور امام ابوحنیفہ' امام ابو یوسف' امام محمد اور امام احمد نے ایک روایت میں کہا ہے اور عبد اللہ بن وہب اور اشہب مالکی نے کہا ہے کہ مقتدی ہرگز قرآن نہ پڑھے' نہ سورہ فاتحہ نہ کسی اور سورت کو' کسی نماز میں اور یہی ابن المسیب اور تابعین کی ایک جماعت کا قول ہے اور فقہاء حجاز اور شام نے کہا ہے کہ جہری نمازوں میں نمازی قراءت نہ کرے اور سرّی نمازوں میں قراءت کرے اور امام شافعی نے اس طرح استدلال کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ فاتحہ کے بغیر جنس نماز کی نفی کر دی ہے۔ (المحلّٰی ج ۳ ص ۱۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۲۰۰۳ء)

امام کے پیچھے سورہ فاتحہ نہ پڑھنے پر ہمارا قرآن مجید سے استدلال اور فقہاء ثلاثہ کے اعتراضات کے جوابات

علامہ عینی حنفی لکھتے ہیں: ہمارے اصحاب نے اس آیت سے استدلال کیا ہے:

فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ. (المزمل: ۲۰) پس جتنا قرآن تم آسانی کے ساتھ پڑھ سکتے ہو' اس کو پڑھو۔

اللہ تعالیٰ نے مطلقاً آسانی کے ساتھ قرآن مجید پڑھنے کا حکم دیا ہے اور اس کو سورۃ الفاتحہ کے ساتھ مقید کرنا نص قرآن پر زیادتی ہے' اور یہ جائز نہیں ہے کیونکہ یہ قرآن مجید کے عموم کو منسوخ کرتا ہے' پس جس کم سے کم آیت پر قرآن کریم کا اطلاق ہو اس کو پڑھنا فرض ہے کیونکہ قرآن مجید پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے' اور نماز کے علاوہ قرآن مجید پڑھنا فرض نہیں ہے' پس متعین ہو گیا کہ اس آیت میں نماز میں قرآن مجید پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔

اگر تم یہ اعتراض کرو کہ یہ آیت تہجد کی نماز کے متعلق ہے اور تہجد کی نماز کی فرضیت منسوخ ہو چکی ہے تو اس آیت سے استدلال کیسے صحیح ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جس چیز کا رکن ہونا مشروع ہو چکا ہے وہ منسوخ نہیں ہوگا' تہجد کی نماز کا صرف وجوب منسوخ ہوا ہے نہ کہ نماز کے فرائض' اس کی شرائط اور باقی احکام' اس کی دلیل یہ ہے کہ تہجد کی فرضیت کو منسوخ کرنے کے بعد یہ حکم دیا گیا: "فَاقْرَءُوْا

مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ''(المزمل:٢٠)اور تہجد کی نماز کی فرضیت منسوخ ہونے کے بعد تہجد کا نفل ہونا باقی رہا اور جن فقہاء نے فرض میں سورۃ الفاتحہ کے پڑھنے کو شرط کہا ہے انہوں نے نفل میں بھی سورۃ الفاتحہ کے پڑھنے کو فرض کہا ہے اور جن فقہاء نے اس کو فرض نماز میں شرط نہیں کہا' انہوں نے اس کو نفل نماز میں بھی فرض نہیں کہا اور یہ آیت نفل نماز میں سورۃ الفاتحہ پڑھنے کی نفی کرتی ہے' پس فرض نماز میں بھی اس کے پڑھنے کی نفی ہو جائے گی کیونکہ ان میں فرق کا کوئی بھی قائل نہیں ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس آیت میں لفظ ''ما'' مجمل ہے اور حدیث سے اس کی تفصیل اور تعیین ہو گئی ہے اور وہ سورہ فاتحہ کو پڑھنا ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ اگر یہ آیت مجمل ہوتی تو بیان سے پہلے اس پر عمل کرنا جائز نہ ہوتا جب کہ ایسا نہیں ہے' درحقیقت اس آیت میں لفظ ''ما'' عام ہے اور ہمارے نزدیک عام کو خاص پر محمول نہیں کیا جاتا۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ یہ حدیث مشہور ہے اور علماء امت نے اس کو قبول کیا ہے اور حدیث مشہور سے قرآن مجید پر زیادتی کرنا جائز ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ یہ حدیث مشہور ہے' کیونکہ حدیث مشہور وہ ہوتی ہے جس کو فقہاء تابعین نے قبول کیا ہو اور فقہاء تابعین کا اس مسئلہ میں اختلاف رہا ہے' اور اگر ہم یہ تسلیم کر لیں کہ یہ حدیث مشہور ہے تو حدیث مشہور کے ساتھ قرآن مجید پر زیادتی اس وقت جائز ہوتی ہے جب وہ حدیث محکم ہو اور یہ حدیث محکم نہیں ہے' اس حدیث کا قطعی طور پر یہ معنی نہیں ہے کہ سورۃ الفاتحہ کے بغیر نماز جائز نہیں ہے' کیونکہ اس حدیث کا یہ معنی بھی ہو سکتا ہے کہ سورہ فاتحہ کے بغیر نماز کامل نہیں ہوتی جیسا کہ درج ذیل حدیث کا یہ معنی کیا جاتا ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مسجد کے پڑوسی کی نماز مسجد کے سوا نہیں ہوتی۔

(سنن بیہقی ج ٣ص ١١١' سنن دارقطنی ج ١ص ٤٢٠' المستدرک ج ١ص ٢٤٦' کنز العمال: ٢٠٧٣)

اس حدیث کی بھی یہ تاویل کی جاتی ہے کہ مسجد کے پڑوسی کی نماز مسجد کے بغیر کامل نہیں ہوتی۔

فقہاء احناف نے امام کے پیچھے سورۃ الفاتحہ نہ پڑھنے پر اس حدیث سے بھی استدلال کیا ہے:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کا امام ہو تو امام کی قراءت اس شخص کی قراءت ہے۔ (سنن ابن ماجہ: ٨٥٠' سنن دارقطنی ج ١ص ٣٢٥۔٣٢٣' شرح معانی الآثار: ١٢٥٩' مصنف ابن ابی شیبہ ج ١ص ٣٧٦' مجمع الزوائد ج ٢ ص ١١١' کنز العمال: ١٩٦٨٣' سنن بیہقی ج ٢ص ١٦١)

علامہ عینی کا امام ابوحنیفہ کے دفاع میں امام دارقطنی پر رد کرنا

امام دارقطنی روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق ازرق نے حدیث بیان کی از امام ابوحنیفہ از موسیٰ بن ابی عائشہ از عبداللہ بن ابی شداد از حضرت جابر رضی اللہ عنہ' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کا امام ہو تو امام کی قراءت اس کی قراءت ہے۔ اس حدیث کو موسیٰ بن ابی عائشہ سے امام ابوحنیفہ اور الحسن بن عمارہ کے سوا اور کسی نے روایت نہیں کیا اور یہ دونوں ضعیف ہیں۔

(سنن دارقطنی ج ١ص ٦٦٩' دار المعرفۃ' بیروت)

علامہ عینی' امام دارقطنی پر رد کرتے ہیں:

اگر دارقطنی میں ادب ہوتا اور وہ حیا کرتا تو امام اعظم ابوحنیفہ کے متعلق ایسے الفاظ نہ کہتا کیونکہ وہ اہل مشرق اور اہل مغرب کے امام ہیں' یحییٰ بن معین نے کہا: وہ ثقہ مامون ہیں' میں نے کسی سے نہیں سنا کہ اس نے ان کو ضعیف کہا ہو' شعبہ نے کہا: وہ اہل دین میں ثقہ اور صادق ہیں' عبداللہ بن مبارک اور دیگر ائمہ نے ان کی تحسین کی ہے' امام مالک' امام شافعی اور امام احمد سے ان کے محامد اور

مناقب منقول ہیں' یہ دارقطنی کا تعصب ہے جو اس نے امام اعظم کو ضعیف کہا ہے' درحقیقت دارقطنی خود ضعیف کہلانے کا مستحق ہے' اس نے اپنی سنن میں ایسی احادیث روایت کی ہیں جن کی اسانید سقیمہ (ضعیفہ) معلولہ' منکرہ' غریبہ اور موضوعہ ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ٦ ص ١٨' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

میں کہتا ہوں کہ حیرت ہے کہ امام دارقطنی' امام شافعی کے مقلد ہیں اور امام شافعی' امام ابوحنیفہ کے متعلق فرماتے ہیں کہ تمام لوگ فقہ میں امام ابوحنیفہ کے پروردہ ہیں۔ (تاریخ بغداد ج ١٣ ص ٣٤٦' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٧ھ)

کاش! امام دارقطنی' امام اعظم ابوحنیفہ کو ضعیف کہتے وقت کم از کم اپنے امام کے قول کی لاج رکھ لیتے!

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر کا نماز میں پوری سورہ فاتحہ نہ پڑھنا

ہمارا استدلال اس حدیث سے بھی ہے' جس میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرضِ وفات میں پڑھائی ہوئی نماز کے متعلق بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہاں سے قراءت شروع کی' جہاں تک حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ قراءت کر چکے تھے۔

(سنن ابن ماجہ: ١٢٣٥' مسند احمد ج ١ ص ٣٥٧' مسند احمد ج ٥ ص ٣٥٨' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث سے واضح ہوا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پوری سورۃ الفاتحہ پڑھی تھی نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے' کیونکہ جہاں سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے قراءت چھوڑی تھی' وہیں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قراءت کی ابتداء کی تھی' لہٰذا پوری سورۃ الفاتحہ کسی نے بھی نہیں پڑھی تھی' اس سے معلوم ہوا کہ سورۃ الفاتحہ کو نماز میں پڑھنا واجب نہیں ہے۔

امام کے پیچھے قراءت ترک کرنے کے متعلق احادیث' آثار اور فتاویٰ تابعین

امام ابوبکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ الکوفی العبسی المتوفی ٢٣٥ھ اور امام عبد الرزاق بن ہمام المتوفی ٢١١ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پڑھائی' ان کا گمان تھا کہ وہ صبح کی نماز تھی' آپ نے نماز پڑھانے کے بعد فرمایا: کیا تم میں سے کسی نے قرآن پڑھا ہے؟ ایک شخص نے کہا: جی! میں نے پڑھا ہے' آپ نے فرمایا: میں (دل میں) کہہ رہا تھا: کیا ہوا جو قرآن مجھ سے کھنچ رہا ہے (یعنی میری زبان پر نہیں آ رہا)۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ٣٧٧٦' مصنف عبد الرزاق: ٢٧٩٨)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ظہر کی نماز پڑھائی' پھر سلام پھیرنے کے بعد فرمایا: کیا تم میں سے کسی نے "سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى O" (الاعلیٰ: ١) پڑھی ہے؟ نمازیوں میں سے ایک شخص نے کہا: میں نے پڑھی ہے' آپ نے فرمایا: میں نے جان لیا تھا کہ تم میں سے کسی نے مجھے خلل میں ڈالا ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ٣٧٧٧' مصنف عبد الرزاق: ٢٨٠١)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے قرآن پڑھا کرتے تھے' تو آپ نے فرمایا: تم میرے قرآن پڑھنے میں خلل ڈالتے ہو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ٣٧٧٨' مصنف عبد الرزاق: ٢٨٠٣-٢٨٠٢)

حضرت عبد اللہ بن شداد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کا امام ہو تو امام کی قراءت اُس شخص کی قراءت ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ٣٧٧٩' مصنف عبد الرزاق: ٢٨٠٠)

ابو وائل بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے سوال کیا: آیا میں امام کے پیچھے قرآن پڑھوں؟ حضرت عبد اللہ نے فرمایا: نماز میں مشغولیت ہے اور تمہاری قراءت کے لیے امام کافی ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:۳۷۸۰' مصنف عبد الرزاق:۲۸۰۶)

ابولیلیٰ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ نے فرمایا: جس شخص نے امام کے پیچھے قرآن پڑھا' اس نے فطرت سے خطاء کی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ:۳۷۸۱' مصنف عبد الرزاق:۲۸۰۴)

ابونجاد نے حضرت سعد سے روایت کیا کہ میری خواہش ہے کہ جو امام کے پیچھے قرآن پڑھے اس کے منہ میں انگارے ہوں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:۳۷۸۲)

عطاء بن یسار بیان کرتے ہیں کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ نے فرمایا: امام کے پیچھے قرآن کو پڑھنا نہیں ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:۳۷۸۳)

نافع اور ابن سیرین بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ نے فرمایا: تمہیں امام کا قرآن پڑھنا کافی ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:۳۷۸۴)

اسود نے کہا: اگر میں انگارے چباؤں تو یہ مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے کہ میں امام کے پیچھے قرآن کو پڑھوں' جب کہ مجھے معلوم ہو کہ امام قرآن پڑھ رہا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ:۳۷۸۵)

حضرت جابر رضی اللہ نے فرمایا: امام کے پیچھے قرآن نہیں پڑھا جائے گا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ:۳۷۸۶)

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ نے فرمایا: امام کے پیچھے قرآن نہیں پڑھا جائے گا' خواہ امام جہراً پڑھے یا سرًا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:۳۷۸۷)

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ نے فرمایا: جس نے امام کے پیچھے قرآن پڑھا' اس کی نماز نہیں ہوئی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:۳۷۸۸' مصنف عبد الرزاق:۲۸۰۵)

الاسود بن یزید نے کہا: میں یہ چاہتا ہوں کہ جو شخص امام کے پیچھے قرآن پڑھے' اس کے منہ میں مٹی بھر دی جائے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:۳۷۸۹' مصنف عبد الرزاق:۲۸۱۰)

ابو ہارون نے حضرت ابوسعید رضی اللہ سے امام کے پیچھے قرآن پڑھنے کے متعلق سوال کیا' انہوں نے فرمایا: اس کے لیے امام کافی ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ:۳۷۹۱)

سعید بن جبیر سے سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ امام کے پیچھے قرآن پڑھنا جائز نہیں ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ:۳۷۹۲)

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ ابن المسیب نے کہا: امام کے لیے خاموش رہو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ:۳۷۹۳)

محمد نے کہا: میرے علم کے مطابق امام کے پیچھے قرآن پڑھنا سنت نہیں ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ:۳۷۹۴)

ابراہیم النخعی امام کے پیچھے قرآن پڑھنے کو مکروہ کہتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ:۳۷۹۵)

ضحاک' امام کے پیچھے قرآن پڑھنے سے منع کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ:۳۷۹۷)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ کے تمام اصحاب امام کے پیچھے قرآن پڑھنے سے منع کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:۳۷۹۸' مصنف عبد الرزاق:۲۸۱۶)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: امام اس لیے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اتباع کی جائے' جب وہ قرآن پڑھے تو تم خاموش رہو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ:۳۷۹۹)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر وہ شخص جس کا امام ہو تو امام کا قرآن پڑھنا' اس کا قرآن پڑھنا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۸۰۲)

ابواسحاق شیبانی بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا: حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے یہ عہد لیا کہ تم امام کے ساتھ قرآن نہیں پڑھو گے' اور عبداللہ بن ابی لیلیٰ نے بیان کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: امام کے ساتھ قرآن پڑھنا فطرت میں سے نہیں ہے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۲۸۰۷)

حضرت عمر نے فرمایا: میری خواہش ہے کہ جو شخص امام کے پیچھے قرآن پڑھے' اس کے منہ میں پتھر بھر دو۔ (مصنف عبدالرزاق: ۲۸۰۹)

علقمہ بن قیس نے کہا: میری خواہش ہے کہ جو شخص امام کے پیچھے قرآن پڑھے' اس کے منہ میں مٹی بھر دی جائے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۲۸۱۱)

اسود نے کہا: میں چاہتا ہوں کہ جو شخص امام کے پیچھے قرآن پڑھے' اس کے منہ میں انگارے بھر دیئے جائیں۔ (مصنف عبدالرزاق: ۲۸۱۲)

عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امام کے پیچھے قرآن پڑھنے سے منع فرمایا اور ہمارے شیوخ نے بیان کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس نے امام کے پیچھے قرآن پڑھا اس کی نماز نہیں ہوئی' اور حضرت موسیٰ بن عقبہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر' حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم امام کے پیچھے قرآن پڑھنے سے منع کرتے تھے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۲۸۱۳)

ابن جریج بیان کرتے ہیں کہ میں نے عطاء سے پوچھا کہ جو شخص امام کے پیچھے ہو کیا اس کے لیے امام کی قراءت کافی ہے؟ خواہ سرّی نماز ہو یا جہری؟ انہوں نے کہا: ہاں! (مصنف عبدالرزاق: ۲۸۲۱)

ان کثیر احادیث' آثار اور فتاویٰ تابعین سے واضح ہو گیا کہ نماز میں امام کے پیچھے قرآن مجید پڑھنا جائز نہیں ہے' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ بعض احادیث اور آثار میں امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنے کا بھی حکم ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ جب ایک حدیث میں کسی کام کی اباحت ہو اور دوسری میں ممانعت ہو تو ممانعت کی احادیث کو ترجیح دی جاتی ہے' خصوصاً جب کہ ممانعت کی احادیث میں اس قدر شدید وعید ہو کہ جو شخص امام کے پیچھے قرآن پڑھے' اس کے منہ میں مٹی بھر دو یا پتھر بھر دو یا آگ بھر دو۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۸۷۷- ج ۱ ص ۱۱۲۵ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

(۱) قراءت خلف الامام میں فقہاء شافعیہ کا نظریہ (۲) قراءت خلف الامام میں فقہاء حنبلیہ کا نظریہ (۳) قراءت خلف الامام میں فقہاء مالکیہ کا نظریہ (۴) قراءت خلف الامام میں فقہاء احناف کا نظریہ (۵) سورہ فاتحہ کی عدم فرضیت پر قرآن مجید' احادیث اور آثار صحابہ سے استدلال (۶) امام کے پیچھے سورہ فاتحہ نہ پڑھنے پر فقہاء احناف کے دلائل اور بحث ونظر (۷) قراءت خلف الامام کی ممانعت کی ایک حدیث پر اعتراض کے جوابات۔

۷۵۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِي سَعِيدُ ابْنُ أَبِي سَعِيدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از عبید اللہ' انہوں نے کہا: مجھے سعید بن ابی سعید نے حدیث بیان کی از والد خود

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ الْمَسْجِدَ، فَدَخَلَ رَجُلٌ فَصَلَّى، فَسَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَدَّ، وَقَالَ ارْجِعْ فَصَلِّ، فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ. فَرَجَعَ فَصَلَّى كَمَا صَلَّى، ثُمَّ جَاءَ فَسَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ ارْجِعْ فَصَلِّ فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ. ثَلَاثًا، فَقَالَ وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ، مَا أُحْسِنُ غَيْرَهُ! فَعَلِّمْنِي فَقَالَ إِذَا قُمْتَ إِلَى الصَّلٰوةِ فَكَبِّرْ، ثُمَّ اقْرَأْ مَا تَيَسَّرَ مَعَكَ مِنَ الْقُرْاٰنِ، ثُمَّ ارْكَعْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ رَاكِعًا، ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰى تَعْتَدِلَ قَائِمًا، ثُمَّ اسْجُدْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا، ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ جَالِسًا، وَافْعَلْ ذٰلِكَ فِي صَلٰوتِكَ كُلِّهَا.

[اطراف الحدیث: ۷۹۳-۶۲۵۱-۶۲۵۲-۶۶۶۷]

از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں داخل ہوئے پھر ایک شخص داخل ہوا' پس اس نے نماز پڑھی' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا' پس آپ نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا: لوٹ جاؤ' پھر نماز پڑھو کیونکہ تم نے نماز نہیں پڑھی' سو وہ لوٹ گیا' پھر اس نے اس طرح نماز پڑھی جس طرح پہلے نماز پڑھی تھی' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا' آپ نے فرمایا: لوٹ جاؤ' پس نماز پڑھو کیونکہ تم نے نماز نہیں پڑھی' یہ تین مرتبہ ہوا' پھر اس شخص نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے! میں اس سے بہتر طریقہ سے نماز نہیں پڑھ سکتا' سو آپ مجھے تعلیم دیجئے' پس آپ نے فرمایا: جب تم نماز کی طرف کھڑے ہو' پس اللہ اکبر کہو' پھر تم جتنا قرآن آسانی کے ساتھ پڑھ سکتے ہو اتنا قرآن پڑھو' پھر تم رکوع کرو حتیٰ کہ تم اطمینان سے رکوع کرو' پھر تم رکوع سے سر اٹھاؤ حتیٰ کہ تم سیدھے کھڑے ہو جاؤ' پھر تم سجدہ کرو حتیٰ کہ تم اطمینان سے سجدہ کرو' پھر تم سجدہ سے سر اٹھاؤ حتیٰ کہ تم اطمینان سے بیٹھ جاؤ اور اپنی پوری نماز میں اسی طرح کرو۔

(صحیح مسلم: ۳۹۷' الرقم المسلسل: ۸۶۰' سنن ابوداؤد: ۸۵۶' سنن ترمذی: ۳۰۳' سنن نسائی: ۸۸۴' سنن ابن ماجہ: ۱۰۶۰' مسند ابویعلیٰ: ۶۵۷۷' صحیح ابن خزیمہ: ۴۶۱' صحیح ابن حبان: ۱۸۹۰' سنن بیہقی ج ۲ ص ۸۸' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۸۷' شرح معانی الآثار: ۱۳۵۸' مسند احمد ج ۲ ص ۴۳۷ طبع قدیم' مسند احمد: ۹۶۳۵- ج ۱۵ ص ۴۰۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۴۶۰۸' مکتبۃ الرشد' ریاض' مسند الطحاوی: ۷۶۰۶)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن بشار (۲) یحییٰ بن سعید القطان (۳) عبید اللہ بن عمر العمری (۴) سعید المقبری (۵) ان کے والد ابوسعید' ان کا نام کیسان اللیثی الجندعی ہے (۶) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۲۳)

اس حدیث کا عنوان ہے: امام اور مقتدیوں کے لیے تمام نمازوں میں قرآن مجید پڑھنے کا وجوب اور اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: جب تم نماز کی طرف کھڑے ہو تو اللہ اکبر کہو' پھر تم جتنا قرآن آسانی کے ساتھ پڑھ سکتے ہو' اتنا قرآن پڑھو۔

سلام کا جواب دینے کی اہمیت اور اعرابی کو نماز دہرانے کے حکم کی توجیہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے اس اعرابی کے سلام کا جواب دیا اور بعد میں اس کو نماز کی تعلیم دی' اس سے معلوم ہوا کہ سلام کا جواب دینا واجب ہے اور جو چیز زیادہ اہم ہو اس کو مقدم کیا جائے۔

آپ نے فرمایا: لوٹ جاؤ! پس نماز پڑھو کیونکہ تم نے نماز نہیں پڑھی۔

قاضی عیاض مالکی متوفی ۵۴۴ھ نے اس حدیث کی شرح میں کہا: جو شخص علم نہ ہونے کی وجہ سے غلط طریقہ سے نماز پڑھے اس کی نماز صحیح نہیں ہوتی۔ علامہ عینی فرماتے ہیں: بلکہ نبی ﷺ کے ارشاد کا معنی یہ ہے کہ اس کی نماز کامل نہیں ہوئی' کیونکہ از القعنبی از سعید المقبری از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جب تم نے اس طرح کیا تو تمہاری نماز مکمل ہوگئی۔

(سنن ابوداؤد:۸۵۶)

نبی ﷺ نے اس اعرابی کی پڑھی ہوئی نماز کو نماز فرمایا ہے' اس سے معلوم ہوا کہ آپ کی مراد یہ تھی کہ اس کی نماز کامل نہیں ہوئی۔

اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اگر اس اعرابی کی نفس نماز ہوگئی تھی تو آپ نے اس کو دوبارہ نماز پڑھنے کا حکم کیوں دیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کا منشاء یہ تھا کہ اس کی نماز کامل طرح سے ہو جائے۔

امام طحاوی نے کہا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رکوع اور سجود کی کم از کم مقدار یہ ہے کہ وہ رکوع کرے تو سیدھا رکوع کرے اور سجدہ کی مقدار یہ ہے کہ وہ اطمینان سے سجدہ کرے اور اس مقدار کے بغیر نماز مکمل نہیں ہوتی اور یہ امام ابوحنیفہ' امام ابو یوسف' امام محمد' امام مالک اور امام شافعی کا مذہب ہے۔ (شرح معانی الآثار ج ا ص ۳۰۱)

اس حدیث میں آپ نے فرمایا: جب تم نماز کی طرف کھڑے ہو تو اللہ اکبر کہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ نماز کو اللہ اکبر سے شروع کرنا فرض ہے۔

اس کے بعد آپ نے فرمایا: پھر تم قرآن پڑھو' اس سے معلوم ہوا کہ نماز میں قرآن مجید پڑھنا فرض ہے۔

نماز میں سورہ فاتحہ پڑھنے کے فرض نہ ہونے کی دلیل اور رکوع اور سجود میں طمانیت کے وجوب کی دلیل

اس حدیث میں مذکور ہے: آپ نے فرمایا: تم جتنا قرآن آسانی کے ساتھ پڑھ سکتے ہو اتنا قرآن پڑھو' آپ کے اس ارشاد سے معلوم ہوا کہ نماز میں مطلقاً قرآن پڑھنا فرض ہے کیونکہ یہ تعلیم کا مقام ہے' اگر سورۃ الفاتحہ کا پڑھنا فرض ہوتا تو آپ اس کا بھی ذکر کر دیتے' پس اس حدیث میں یہ واضح دلیل ہے کہ نماز میں سورہ فاتحہ کا پڑھنا فرض نہیں ہے۔

اس حدیث میں آپ نے رکوع اور سجود دونوں میں اطمینان سے رکوع کرنے اور اطمینان سے سجدہ کرنے کا ذکر کیا ہے' اس سے معلوم ہوا کہ رکوع اور سجود دونوں میں طمانیت واجب ہے۔

آخری دو رکعت میں قرآن پڑھنے کے وجوب پر علامہ خطابی کا استدلال

اس حدیث میں آپ نے فرمایا ہے: اپنی تمام نماز میں اس طرح کرو۔

علامہ خطابی نے کہا ہے: آپ کے اس ارشاد سے معلوم ہوا کہ ہر رکعت میں قرآن پڑھنا فرض ہے' جس طرح ہر رکعت میں رکوع اور سجود فرض ہے' اس کے برخلاف فقہاء احناف نے یہ کہا ہے کہ اگر وہ چاہے تو آخری دو رکعت میں قرآن پڑھے اور اگر چاہے تو تسبیح پڑھے اور اگر اس نے کچھ بھی نہیں پڑھا' پھر بھی اس کی نماز ہو جائے گی اور اس کے ثبوت میں انہوں نے از حارث از حضرت علی رضی اللہ عنہ حدیث ذکر کی ہے۔ (ابن ابی شیبہ: ۳۷۴۳) حالانکہ متقدمین اور متاخرین نے الحارث پر جرح کی ہے' شعبی نے حارث پر جھوٹ کی تہمت لگائی ہے اور اگر بالفرض حضرت علی کی یہ روایت صحیح بھی ہو' پھر بھی حجت نہیں ہے کیونکہ صحابہ کی ایک جماعت نے اس مسئلہ میں ان کی مخالفت کی ہے' ان میں حضرت ابوبکر' حضرت عمر' حضرت ابن مسعود اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم شامل ہیں اور رسول اللہ ﷺ کی سنت اتباع کے زیادہ لائق ہے' بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے کہ ظہر اور عصر کی پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ اور

کوئی سورت پڑھی جائے اور بعد کی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ پڑھی جائے۔ (معالم السنن ج ۱ ص ۱۸۲ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

فرض کی آخری دو رکعت میں قرآن مجید پڑھنے کا واجب نہ ہونا

علامہ عینی حنفی اس کے جواب میں لکھتے ہیں: اگر ہم یہ مان لیں کہ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ ہر رکعت میں قرآن پڑھنا واجب ہے تو دوسری حدیث میں یہ دلیل ہے کہ پہلی دو رکعت کی قراءت ہی بعد کی دو رکعت کی قراءت ہے کیونکہ حضرت جابر بن سمرہ سے روایت ہے کہ جب اہل کوفہ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی امامت کی شکایت کی تو حضرت سعد نے کہا:

ارکد فی الاولیین واحذف فی الاخریین. (صحیح البخاری: ۷۷۰) میں پہلی دو رکعتوں میں طویل قراءت کرتا ہوں اور بعد کی دو رکعتوں میں قراءت کو حذف (ترک) کر دیتا ہوں۔

اور اگر انہوں نے از حارث از حضرت علی کی روایت پر اعتراض کیا ہے تو امام عبد الرزاق نے از معمر از الزہری از عبید اللہ بن ابی رافع روایت کی ہے کہ حضرت علی ظہر اور عصر کی پہلی دو رکعت میں سورہ فاتحہ اور دوسری سورت پڑھتے تھے اور آخری دو رکعتوں میں قرآن نہیں پڑھتے' اور اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ (مصنف عبد الرزاق: ۲۶۵۸) اسی طرح علقمہ نے آخری دو رکعت میں ایک حرف بھی نہیں پڑھا ہے۔ (مصنف عبد الرزاق: ۲۶۵۹) اور یہ صحیح حدیث علامہ خطابی کے قول کے منافی ہے بلکہ از عبید اللہ از حضرت علی بھی یہ حدیث ثابت ہے' اور علامہ خطابی نے جو کہا ہے کہ متعدد صحابہ سے حضرت علی کے قول کے خلاف ثابت ہے یہ بھی درست نہیں کیونکہ ابھی ہم نے بیان کیا ہے کہ حضرت سعد بھی بعد کی دو رکعت میں قرآن نہیں پڑھتے تھے۔ (صحیح البخاری: ۷۷۰) نیز حدیث میں ہے:

حضرت علی اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما نے فرمایا: پہلی دو رکعتوں میں قرآن پڑھو اور بعد کی دو رکعتوں میں تسبیح پڑھو۔ (ابن ابی شیبہ: ۳۷۴۲) اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی مروی ہے (عبد الرزاق: ۲۶۶۵) اور ابراہیم نخعی سے بھی مروی ہے (ابن ابی شیبہ: ۳۷۴۵) اور ابن الاسود سے بھی مروی ہے۔ (ابن ابی شیبہ: ۳۷۴۶)

التہذیب میں مذکور ہے: امام ابن جریر طبری نے از حماد از ابراہیم از ابن مسعود روایت کی کہ وہ ظہر اور عصر کی آخری دو رکعت میں بالکل قرآن نہیں پڑھتے تھے اور حلال بن سنان نے کہا: میں نے حضرت عبد اللہ بن یزید کے پاس نماز پڑھی' میں نے سنا وہ تسبیح پڑھ رہے تھے اور منصور نے از جریر از ابراہیم روایت کی کہ فرض نماز کی آخری دو رکعتوں میں قراءت نہیں ہے' اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرو اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو' اور سفیان ثوری نے کہا: پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ اور کوئی سورت پڑھو اور دوسری دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ پڑھو یا سورہ فاتحہ کے برابر تسبیح پڑھو اور اگر تم صرف تسبیح پڑھو تو وہ میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے۔

اعرابی کی حدیث میں دیگر واجبات کو ذکر نہ کرنے کی توجیہ

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس حدیث میں بعض دوسرے واجبات کو نہیں بیان کیا گیا' مثلاً نیت' قعدہ اخیرہ اور ترتیب ارکان' اسی طرح بعض وہ افعال جن کے وجوب میں اختلاف ہے جیسے تشہد اخیر' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود اور لفظ سلام کے ساتھ نماز کو ختم کرنا' اس کا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ یہ تمام افعال اس اعرابی کو معلوم ہوں' اسی لیے آپ نے ان کو بیان نہیں فرمایا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان اشیاء کا ذکر کیا ہو لیکن راوی نے اختصار کی وجہ سے ان کو چھوڑ دیا ہو۔

اس جگہ یہ سوال بھی کیا جاتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس اعرابی کو تین بار فرمایا: نماز دوبارہ پڑھو' تو آپ نے پہلی بار ہی اس کو نماز کا طریقہ کیوں نہ بتا دیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ پہلے اس اعرابی نے یہ نہیں کہا تھا: مجھے تعلیم دیجئے' جب اس نے یہ کہا: میں اس سے بہتر طریقہ سے نماز نہیں پڑھ سکتا' سو آپ مجھے تعلیم دیجئے' تب آپ نے اس کو نماز کا طریقہ بتایا کیونکہ طلب کے بعد جو چیز حاصل ہو' وہ یاد

رہتی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ٦ ص ٣٠-٢٥ ملخصاً دار الکتب العلمیہ بیروت ١٤٢١ھ)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ٨٩٧- ج ١ ص ١٢٨ پر ہے وہاں اس حدیث کی شرح نہیں کی گئی۔

٩٦ - بَابُ الْقِرَاءَةِ فِي الظُّهْرِ

ظہر کی نماز میں قرآن پڑھنا

٧٥٨ - حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ قَالَ سَعْدٌ كُنْتُ أُصَلِّي بِهِمْ صَلوٰةَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاتَيِ الْعَشِيِّ لَا أَخْرِمُ عَنْهَا أَرْكُدُ فِي الْأُولَيَيْنِ وَأُخِفُّ فِي الْأُخْرَيَيْنِ فَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ ذٰلِكَ الظَّنُّ بِكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالنعمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی از عبدالملک بن عمیر از حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: میں اہل کوفہ کو اس طرح نماز پڑھاتا ہوں جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ظہر یا عصر کی نماز پڑھاتے تھے میں اس میں کوئی کمی نہیں کرتا میں پہلی دو رکعت میں طویل قیام کرتا ہوں اور بعد کی دو رکعت میں تخفیف کرتا ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: تمہارے متعلق یہی گمان ہے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ٧٥٥ کا مطالعہ فرمائیں اس حدیث میں جو فرمایا کہ بعد کی دو رکعت میں تخفیف کرتا ہوں اس کا معنی ہے: میں بعد کی دو رکعت میں قرآن نہیں پڑھتا یا صرف سورہ فاتحہ پڑھتا ہوں یا صرف تسبیح پڑھتا ہوں جیسا کہ ہم صحیح البخاری: ٧٥٥ میں تفصیل سے لکھ چکے ہیں نیز اس کی تائید میں یہ آثار ہیں:

آخری دو رکعت میں قرآن مجید نہ پڑھنے کے متعلق مزید آثار

امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ١٨٩ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

علقمہ بن قیس بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ جہری اور سری نمازوں میں امام کے پیچھے قرآن نہیں پڑھتے تھے پہلی دو رکعت میں اور نہ آخری دو رکعت میں اور جب تنہا نماز پڑھتے تو پہلی دو رکعت میں سورہ فاتحہ اور کوئی اور سورت پڑھتے اور آخری دو رکعت میں بالکل قرآن نہ پڑھتے۔ (موطأ امام محمد ص ٩٨-٩٧ نور محمد اصح المطابع کراچی)

قاضی ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم انصاری متوفی ١٨٢ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

ابراہیم بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم کے اصحاب پہلی دو رکعت میں سورہ فاتحہ اور اس کے ساتھ کچھ قرآن مجید پڑھتے تھے اور آخری دو رکعت میں بالکل قرآن نہیں پڑھتے تھے۔ (کتاب الآثار لابی یوسف: ١١٠ دار الکتب العلمیہ بیروت)

٧٥٩ - حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيٰى عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ مِنْ صَلوٰةِ الظُّهْرِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَسُورَتَيْنِ يُطَوِّلُ فِي الْأُولٰى وَيُقَصِّرُ فِي الثَّانِيَةِ وَيُسْمِعُ الْآيَةَ أَحْيَانًا وَكَانَ يَقْرَأُ فِي الْعَصْرِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَسُورَتَيْنِ وَكَانَ يُطَوِّلُ فِي الْأُولٰى وَكَانَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شیبان نے حدیث بیان کی از یحییٰ از عبداللہ بن ابی قتادہ از والد خود انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں سورۃ الفاتحہ اور دو سورتیں پڑھتے تھے پہلی رکعت میں طویل قراءت کرتے تھے اور دوسری رکعت میں کم پڑھتے تھے اور کبھی کبھی ہمیں آیت سناتے تھے اور نماز عصر میں (بھی) سورۃ الفاتحہ اور دو سورتیں پڑھتے تھے اور آپ پہلی رکعت طویل پڑھتے تھے اور

يُطَوِّلُ فِي الرَّكْعَةِ الْأُولٰى مِنْ صَلٰوةِ الصُّبْحِ، وَيُقَصِّرُ فِي الثَّانِيَةِ. [اطراف الحدیث: ۷۶۲-۷۷۶-۷۷۸-۷۷۹]

نمازِ فجر کی پہلی رکعت بھی طویل پڑھتے تھے اور دوسری رکعت قصیر (مختصر) پڑھتے تھے۔

(صحیح مسلم: ۴۵۱، الرقم المسلسل: ۹۹۴، سنن ابوداؤد: ۸۰۰-۷۹۹-۷۹۸، سنن نسائی: ۹۷۸، سنن ابن ماجہ: ۸۲۹، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۵۶، ج ۲ ص ۴۰۳، صحیح ابن حبان: ۱۸۵۷، سنن کبریٰ: ۱۰۴۸، صحیح ابن خزیمہ: ۱۵۸۸، شرح مشکل الآثار: ۴۶۲۳، شرح معانی الآثار: ۱۱۸۸، مسند احمد ج ۵ ص ۲۹۵ طبع قدیم، مسند احمد: ۲۲۵۲۰، ج ۳۷ ص ۱۹۸، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید لابن الجوزی: ۱۳۶۲، مکتبۃ الرشد ریاض، مسند الطحاوی: ۷۷۳)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابونعیم الفضل بن دکین (۲) شیبان بن عبد الرحمان (۳) یحییٰ بن ابی کثیر (۴) عبد اللہ بن ابی قتادہ (۵) ان کے والد ابوقتادہ الحارث بن ربعی۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۳۱)

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس جملہ میں ہے: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں سورۃ الفاتحہ اور دو سورتیں پڑھتے تھے۔

نماز کی آخری دو رکعتوں میں پہلی دو رکعتوں کی نصف قراءت پڑھنے کے متعلق احادیث

امام ابوجعفر احمد بن محمد الطحاوی الحنفی المتوفی ۳۲۱ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ظہر کی پہلی رکعت میں دوسری رکعت کی بہ نسبت زیادہ قراءت کرتے تھے اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے امام محمد بن الحسن کا مذہب اس حدیث کے موافق ہے اور امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف کا مذہب یہ ہے کہ ظہر کی پہلی دونوں رکعتوں میں قراءت برابر ہونی چاہیے اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ فجر کی پہلی رکعت میں دوسری رکعت سے زیادہ قراءت ہونی چاہیے پھر ہم نے اس مسئلہ میں حسب ذیل احادیث دیکھیں:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں قیام کرتے تھے اور ہر رکعت میں تیس آیات پڑھنے کی مقدار کے برابر قیام کرتے تھے اور آخری دو رکعتوں میں اس مقدار کی نصف کے برابر قیام کرتے تھے اور عصر کی پہلی دو رکعت میں پندرہ آیات پڑھنے کی مقدار کے برابر قیام کرتے تھے اور آخری دو رکعت میں اس مقدار کی نصف کے برابر قیام کرتے تھے۔ (صحیح مسلم: ۴۵۲، شرح السنۃ: ۵۹۳، سنن دارمی: ۱۲۸۸، صحیح ابن حبان: ۱۸۲۵، شرح مشکل الآثار: ۴۶۲۵)

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ظہر اور عصر کی پہلی دو رکعتوں کے قیام میں برابر برابر قرآن مجید پڑھتے تھے اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بھی اسی طرح نماز پڑھتے تھے:

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے کہا: اہل کوفہ نے آپ کی ہر چیز میں شکایت کی ہے حتیٰ کہ نماز میں بھی حضرت سعد نے کہا: میں پہلی دو رکعتوں میں طول دیتا ہوں اور آخری دو رکعتوں میں قرآن پڑھنے کو حذف (ترک) کر دیتا ہوں اور جس چیز میں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتداء کی ہے اس کو ترک نہیں کرتا حضرت عمر نے کہا: آپ کے ساتھ یہی گمان ہے۔ (مسند ابوداؤد الطیالسی: ۲۱۶، مسند احمد: ۱۵۱۰، صحیح البخاری: ۷۷۰، مسند ابویعلیٰ: ۶۹۲، شرح السنۃ: ۶۱۲، سنن بیہقی ج ۲ ص ۶۵، صحیح مسلم: ۴۵۳، شرح مشکل الآثار: ۴۶۲۹)

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت سعد نے حضرت عمر کو یہ خبر دی کہ وہ نماز کی پہلی دو رکعتوں میں طویل قراءت کرتے ہیں اور

بعد کی دو رکعتوں میں قراءت کو حذف کر دیتے ہیں اور حضرت عمر نے اس طریقہ پر ان کی تعریف کی۔

(شرح مشکل الآثار ج ۱۲ ص ۵۰۔۴۱ 'مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت '۱۴۲۷ھ)

نماز کی آخری دو رکعتوں میں قرآن نہ پڑھنے کے متعلق احادیث

امام ابوجعفر احمد بن محمد الطحاوی الحنفی المتوفی ۳۲۱ھ لکھتے ہیں:

نماز کی آخری دو رکعتوں کی قراءت میں فقہاء کا اختلاف ہے' امام ابوحنیفہ' ثوری اور ان کے اصحاب کا مذہب یہ ہے کہ نمازی کو اختیار ہے کہ ان رکعتوں میں سورہ فاتحہ پڑھے' تسبیح پڑھے یا کچھ بھی نہ پڑھے' اس کی دلیل یہ حدیث ہے:

امام عبدالرزاق بن ہمام نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: ہمیں عبید اللہ بن ابی رافع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ظہر اور عصر کی پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ اور اس کے ساتھ کوئی سورت پڑھتے تھے اور دوسری دو رکعتوں میں بالکل قرآن نہیں پڑھتے تھے۔ الزہری نے کہا: حضرت جابر رضی اللہ عنہ ظہر اور عصر کی پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ اور اس کے ساتھ کوئی سورت پڑھتے تھے اور دوسری رکعتوں میں سورہ فاتحہ پڑھتے تھے' الزہری نے کہا: نمازی اپنے امام کی اقتداء کرتے تھے۔

(مصنف عبدالرزاق: ۲۶۵۸' شرح معانی الآثار: ج ۱ ص ۵۲ 'مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آخری دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ پڑھتی تھیں اور فرماتی تھیں: ان دو رکعتوں میں دعا ہے۔

(مصنف عبدالرزاق: ۲۶۶۵' شرح مشکل الآثار ج ۱ ص ۵۳)

امام طحاوی فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کا یہ مذہب ہے کہ نماز کی آخری دو رکعتوں میں قرآن پڑھنا تسبیح پڑھنے سے زیادہ مستحب ہے۔ (شرح مشکل الآثار ج ۱۲ ص ۵۸۔۵۱ 'مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت '۱۴۲۷ھ)

اس کا خلاصہ کہ نماز کی آخری دو رکعتوں میں کیا پڑھا جائے

آخری دو رکعتوں کے متعلق آثار مختلف ہیں' حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آخری دو رکعتوں میں پہلی دو رکعتوں کی نصف قراءت ہوتی تھی اور امام محمد بن حسن شیبانی کا یہی مذہب ہے اور حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت علی سے منقول ہے کہ وہ نماز کی آخری دو رکعتوں میں قرآن بالکل نہیں پڑھتے تھے' تسبیح پڑھتے یا سورہ فاتحہ بہ طور دعا پڑھتے تھے اور یہ امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف کا مذہب ہے اور حضرت ابن مسعود' حضرت عمر اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ وہ نماز کی آخری دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ پڑھتے تھے اور ائمہ ثلاثہ کا یہی مذہب ہے۔

* باب مذکور کی یہ حدیث' شرح صحیح مسلم: ۹۱۵۔ ج ۱ ص ۱۲۴۷ پر مذکور ہے' وہاں اس حدیث کی شرح نہیں کی گئی۔

۷۶۰ - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبِیْ قَالَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنِیْ عُمَارَۃُ' عَنْ اَبِیْ مَعْمَرٍ قَالَ سَاَلْنَا خَبَّابًا اَکَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقْرَاُ فِی الظُّھْرِ وَالْعَصْرِ؟ قَالَ نَعَمْ' قُلْنَا بِاَیِّ شَیْءٍ کُنْتُمْ تَعْرِفُوْنَ؟ قَالَ بِاضْطِرَابِ لِحْیَتِہٖ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عمارہ نے حدیث بیان کی از ابی معمر' انہوں نے کہا: ہم نے حضرت خباب رضی اللہ عنہ سے سوال کیا: کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم ظہر اور عصر میں قرآن پڑھتے تھے؟ انہوں نے کہا: جی ہاں! ہم نے کہا: آپ اس کو کیسے پہچانتے تھے؟ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ڈاڑھی ہلنے کی

وجہ سے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:٧٤٦ میں گزر چکی ہے۔

٩٧ - بَابُ الْقِرَاءَةِ فِي الْعَصْرِ

عصر کی نماز میں قرآن پڑھنا

٧٦١ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ عُمَارَةَ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ أَبِي مَعْمَرٍ قَالَ قُلْتُ لِخَبَّابِ بْنِ الْأَرَتِّ أَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ؟ قَالَ نَعَمْ، قَالَ قُلْتُ بِأَيِّ شَيْءٍ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ قِرَاءَتَهُ؟ قَالَ بِاضْطِرَابِ لِحْيَتِهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از الاعمش از عمارہ بن عمیر از ابی معمر' انہوں نے کہا: میں نے حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم ظہر اور عصر میں قرآن پڑھتے تھے؟ انہوں نے کہا: ہاں! میں نے پوچھا: آپ کو کس طرح معلوم ہوتا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم قرآن پڑھ رہے ہیں؟ انہوں نے کہا: آپ کی ڈاڑھی کے ہلنے سے۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری:٧٤٦ میں مطالعہ کریں۔

٧٦٢ - حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ مِنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ، وَسُورَةٍ سُورَةٍ، وَيُسْمِعُنَا الْآيَةَ أَحْيَانًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں المکی بن ابراہیم نے یہ حدیث بیان کی از ہشام از یحییٰ بن ابی کثیر از عبداللہ بن ابی قتادہ از والد خود وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ظہر اور عصر کی پہلی دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ اور کوئی اور سورت پڑھتے تھے اور کبھی کبھی ہمیں سناتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:٧٥٩ میں گزر چکی ہے۔

٩٨ - بَابُ الْقِرَاءَةِ فِي الْمَغْرِبِ

مغرب کی نماز میں قرآن پڑھنا

٧٦٣ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ عُتْبَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ قَالَ إِنَّ أُمَّ الْفَضْلِ سَمِعَتْهُ، وَهُوَ يَقْرَأُ ﴿وَالْمُرْسَلَاتِ عُرْفًا﴾ (المرسلات:١) فَقَالَتْ يَا بُنَيَّ، وَاللَّهِ لَقَدْ ذَكَّرْتَنِي بِقِرَاءَةِ تِلْكَ هٰذِهِ السُّورَةَ، إِنَّهَا لَآخِرُ مَا سَمِعْتُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ بِهَا فِي الْمَغْرِبِ.

[طرف الحدیث:٤٤٢٩]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن شہاب از عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ از حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہا نے ان سے سنا' جب کہ وہ ''والمرسلات عرفا'' (المرسلت:١) پڑھ رہے تھے' انہوں نے کہا: اے میرے بیٹے! اللہ کی قسم! تم نے اپنی اس سورت کی قراءت سے مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہوئی اس آخری سورت کی قراءت کی یاد دلادی' آپ اس سورت کو مغرب کی نماز میں پڑھا کرتے تھے۔

(صحیح مسلم:٤٦٢' الرقم المسلسل:١٠١٥' سنن ابوداؤد:٨١٠' سنن ترمذی:٣٠٨' سنن نسائی:٩٨٦' سنن ابن ماجہ:٨٣١' السنن الکبریٰ:١١٦٤' المعجم الکبیر:٢٥- ج٢٥' مجمع الزوائد ج٢ ص٣٩' مسند احمد ج٦ ص٣٣٨ طبع قدیم' مسند احمد:٢٦٨٧١- ج٤٤ ص٤٣١' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کے رجال کا پہلے تعارف ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مغرب کی نماز میں سورہ المرسلٰت کو پڑھا کرتے تھے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پڑھی ہوئی آخری نماز کا مصداق

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ متوفی ۲۷۹ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے' اس وقت آپ نے اپنے مرض کی وجہ سے اپنے سر پر پٹی باندھی ہوئی تھی' آپ نے مغرب کی نماز پڑھی اور اس میں آپ نے سورۃ المرسلٰت پڑھی' اس کے بعد آپ نے کوئی نماز نہیں پڑھی حتیٰ کہ آپ اللہ عزوجل سے واصل ہو گئے۔ (سنن ترمذی:۳۰۸' سنن نسائی:۹۸۵' صحیح البخاری:۴۴۲۹)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں جو آخری نماز پڑھی وہ مغرب کی نماز تھی اور اس کے معارض یہ حدیث ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مرضِ وفات میں جو آخری نماز پڑھی وہ ظہر کی نماز تھی۔

(صحیح البخاری:۶۸۷)

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ام الفضل نے جو روایت کی ہے کہ آپ نے زندگی میں آخر میں جو نماز پڑھی' وہ مغرب کی نماز تھی' یہ وہ نماز ہے جو آپ نے گھر میں پڑھی تھی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جو بتایا ہے کہ آپ کی آخری نماز ظہر کی نماز تھی' یہ وہ نماز تھی جو آپ نے مسجد میں پڑھی تھی۔

٧٦٤ - حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ' عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ' عَنِ ابْنِ اَبِيْ مُلَيْكَةَ' عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ' عَنْ مَرْوَانَ بْنِ الْحَكَمِ قَالَ قَالَ لِيْ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ مَا لَكَ تَقْرَاُ فِي الْمَغْرِبِ بِقِصَارِ الْمُفَصَّلِ' وَقَدْ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَاُ بِطُوْلَى الطُّوْلَيَيْنِ؟

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوعاصم نے حدیث بیان کی از ابن جریج از ابن ابی ملیکہ از عروہ بن الزبیر از مروان بن الحکم' وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا وجہ ہے کہ آپ مغرب میں قصار مفصل (چھوٹی چھوٹی سورتیں) پڑھتے ہیں' حالانکہ میں نے سنا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بڑی سے بڑی سورتیں بھی (نماز مغرب میں) پڑھتے تھے۔

(سنن ابوداؤد:۸۱۲' سنن نسائی:۹۸۹' صحیح ابن خزیمہ:۵۱۵' المعجم الکبیر:۴۸۱۲' مسند احمد ج ۵ ص ۱۸۸ طبع قدیم' مسند احمد:۲۱۶۴۱۔ج ۳۵ ص ۵۰۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' مسند الطحاوی:۲۰۰۴)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابوعاصم الضحاک بن مخلد النبیل البصری (۲) عبدالملک بن جریج (۳) عبداللہ بن عبیداللہ بن ابی ملیکہ' ان کا نام زہیر بن عبداللہ المکی ہے (۴) عروہ بن الزبیر العوام (۵) مروان بن الحکم بن العاص ابوالحکم المدنی' علامہ ذہبی نے کہا ہے کہ اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نہیں کی کیونکہ یہ بچپن میں اپنے والد کے ساتھ طائف چلا گیا تھا (۶) حضرت زید بن ثابت بن ضحاک الانصاری۔

(عمدۃ القاری ج ۶ ص ۳۴)

حضرت زید بن ثابت نے مروان سے جس وقت سوال کیا تھا' اس وقت وہ مدینہ کا گورنر تھا۔

مفصل کا معنی اور اس کی اقسام

طوال مفصل' سورہ محمد سے لے کر سورہ'' والسماء ذات البروج'' تک ہیں' اور اوساط مفصل سورہ'' والسماء ذات البروج'' سے لے کر سورۃ'' البینة'' تک ہیں اور قصار مفصل سورۃ'' البینة'' سے لے کر آخر قرآن تک ہیں۔'' المفصل'' کا معنی ہے: ایک آیت کا دوسری آیت سے فصل' طوال مفصل کا معنی ہے: جس سورت میں بڑی بڑی آیات ہوں اور قصار مفصل کا معنی ہے: جس سورت میں چھوٹی چھوٹی آیات ہوں' اس حدیث میں'' طول الطولیین'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: بڑی بڑی سورتیں' اور مطلقاً مفصل' سورۃ الحجرات سے لے کر آخر قرآن تک کی سورتیں ہیں۔

مغرب کے کم وقت میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سورۃ الاعراف پڑھ لینا

بعض احادیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مغرب کی نماز میں سورۃ الاعراف پڑھتے تھے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مغرب کی نماز میں سورۃ الاعراف پڑھی اور اس کو دو رکعتوں میں تقسیم کیا۔ (سنن نسائی: ۹۸۷' سنن ابوداؤد: ۸۱۲)

سورۃ الاعراف میں دو سو چھ آیات اور چوبیس رکوع ہیں اور یہ سوا پارہ پر مشتمل ہے۔

اس حدیث پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ اگر ترتیل کے ساتھ مغرب کی نماز میں سورۃ الاعراف پڑھی جائے تو خدشہ ہے کہ مغرب کا وقت نکل جائے گا' اس کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہماری طرح نماز نہیں پڑھتے تھے بلکہ آپ کا معاملہ یہ تھا کہ آپ زیادہ آیات پڑھتے تھے اور آپ کی نماز پھر بھی خفیف ہوتی تھی۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی کی اقتداء میں اتنی خفیف نماز نہیں پڑھی جو تمام ہو۔ (المعجم الاوسط: ۵۴۸۸' حافظ الہیثمی نے کہا: اس حدیث کے تمام راوی صحیح ہیں: مجمع الزوائد ج ۲ ص ۷۳)

علامہ عینی نے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ساٹھ سے لے کر سو آیات تک پڑھتے تھے' اور وہ نماز نہایت خفیف ہوتی تھی' اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۳۶)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حضرت داؤد علیہ السلام پر قراءت کو بہت آسان کر دیا گیا تھا' وہ اپنی سواری پر زین بچھانے کا حکم دیتے اور زین بچھانے سے پہلے قراءت ختم کر لیتے تھے۔ (صحیح البخاری: ۳۴۱۷' مسند احمد ج ۲ ص ۳۱۴)

اور جب حضرت داؤد علیہ السلام پر قراءت اتنی خفیف کر دی گئی تھی تو ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو اس کے بہت زیادہ لائق ہیں۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قرآن پڑھنے سے صحابہ کو اس قدر کیف اور سرور حاصل ہوتا تھا کہ ان کو وقت کا پتا ہی نہیں چلتا تھا اور ان کی یہ تمنا ہوتی تھی کہ کاش! یوں ہی آپ سے قرآن سنتے سنتے ان کی عمر تمام ہو جائے۔

۹۹ - بَابُ الْجَهْرِ فِي الْمَغْرِبِ

مغرب کی نماز میں بلند آواز سے قرآن پڑھنا

۷۶۵ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرِ ابْنِ مُطْعِمٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَأَ فِي الْمَغْرِبِ بِالطُّورِ.

[اطراف الحدیث: ۳۰۵۰-۴۰۲۳-۴۸۵۴]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن شہاب از محمد بن جبیر بن مطعم از والد خود' انہوں نے بیان کیا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مغرب کی نماز میں سورہ الطور پڑھتے ہوئے سنا۔

١٠٠ - بَابُ الْجَهْرِ فِي الْعِشَاءِ

عشاء کی نماز میں بلند آواز سے قرآن پڑھنا

٧٦٦ - حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ بَكْرٍ، عَنْ أَبِي رَافِعٍ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ أَبِي هُرَيْرَةَ الْعَتَمَةَ، فَقَرَأَ ﴿إِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ﴾ (الانشقاق:١). فَسَجَدَ، فَقُلْتُ لَهُ؟ قَالَ سَجَدْتُ خَلْفَ أَبِي الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَا أَزَالُ أَسْجُدُ بِهَا حَتّٰى أَلْقَاهُ. [اطراف الحدیث:٧٦٨-١٠٧٤-١٠٧٨]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالنعمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں معتمر نے حدیث بیان کی از والد خود از بکر از ابورافع انہوں نے بیان کیا کہ میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھی تو انہوں نے یہ آیت پڑھی: جب آسمان کو شق کر دیا جائے گا (الانشقاق:١) پس انہوں نے سجدہ کیا' میں نے اس کی وجہ پوچھی تو انہوں نے کہا: میں نے ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے اس آیت پر سجدہ کیا ہے تو میں ہمیشہ اس آیت پر سجدہ کرتا رہوں گا' حتیٰ کہ آپ سے ملاقات کروں۔

(صحیح مسلم:٥٧٨-١٢٧٦' سنن ابوداؤد:١٤٠٨' سنن نسائی:٩٦٧' سنن دارمی:١٤٦٨' مسند احمد ج ٢ ص ٤١٣ طبع قدیم' مسند احمد:٩٣٤٨- ج ١٥ ص ٢٠٣' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

سورت الانشقاق کے سجدہ کی تفصیل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

امام مالک نے کہا ہے کہ سورۃ الانشقاق میں سجدہ تلاوت نہیں ہے' اور یہ حدیث ان کے خلاف دلیل ہے کہ سورۃ الانشقاق میں سجدہ ہے' خواہ اس سورت کو فرض میں پڑھا جائے یا نفل میں پڑھا جائے' نماز میں پڑھا جائے یا خارج از نماز پڑھا جائے' اس سورت میں کس آیت پر سجدہ کیا جائے' اس میں بھی اختلاف ہے' اس حدیث میں الانشقاق:١ کا ذکر ہے' ایک قول ہے کہ اس آیت پر سجدہ ہے:

وَإِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْاٰنُ لَا يَسْجُدُوْنَ ○ (الانشقاق:٢١)

اور جب ان (کافروں) پر قرآن پڑھا جاتا ہے تو وہ سجدہ نہیں کرتے ○

اور ایک قول یہ ہے کہ اس سورت کے آخر میں سجدہ ہے۔

اس حدیث میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے آپ کو ابوالقاسم کہا ہے' سو اس میں آپ کا ذکر کنیت سے کرنے کا جواز ہے۔

(عمدۃ القاری ج ٦ ص ٤٢' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

ہمارے نزدیک سورۃ الانشقاق کی آیت:٢١ کے تحت ہی سجدہ کیا جائے گا' کیونکہ آیت کا مضمون اسی کی تائید کرتا ہے۔ حدیث میں جو پہلی آیت مذکور ہے' اس سے سورت کا نام مراد ہے۔

٧٦٧ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَدِيٍّ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ فِي سَفَرٍ، فَقَرَأَ فِي الْعِشَاءِ فِي إِحْدَى الرَّكْعَتَيْنِ بِالتِّينِ وَالزَّيْتُونِ. [اطراف الحدیث:٧٦٩-٤٩٥٢-٧٥٤٦]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عدی' انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت البراء رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر میں تھے تو آپ نے عشاء کی نماز کی دو رکعتوں میں سے ایک رکعت میں "والتین والزیتون" پڑھی۔

(صحیح مسلم: ٤٦٤، الرقم المسلسل: ١٠١٩، سنن ابوداؤد: ١٢٢١، سنن ترمذی: ٣١٠، سنن: ١٠٠٠، سنن ابن ماجہ: ٨٣٥۔ ٨٣٤، سنن بیہقی ج ٢ ص ٣٩٣، تاریخ بغداد ج ٢ ص ٣٩٣، مسند احمد ج ٣ ص ٣٠٢ طبع قدیم، مسند احمد: ١٨٦٩٨۔ ج ٣٠ ص ٦٢٨، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید لابن الجوزی: ٦٢٩، مسند الطحاوی: ٧٢٢)

فجر، ظہر، عصر اور عشاء کی نمازوں میں قراءت کی مقدار اور سفر میں قراءت کم کرنا

اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ عشاء کی نماز میں بلند آواز سے قراءت کرنی چاہیے اور سفر میں نماز میں تخفیف کرنی چاہیے کیونکہ سفر میں نمازیوں پر سفر کی مشقت کی وجہ سے تھکاوٹ کا غلبہ ہوتا ہے اس سے پہلے جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ کی حدیث گزری ہے وہ حضر کے حال پر محمول ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ نے عشاء کی نماز میں النجم پڑھی، حضرت ابن عمر نے سورۃ البینہ پڑھی، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ نے سورۃ العادیات پڑھی، اور ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ فجر کی نماز میں سورۃ الفاتحہ کے علاوہ چالیس آیات پڑھی جائیں، ایک روایت ہے: پچاس آیات پڑھی جائیں، ایک اور روایت میں ہے: ساٹھ سے لے کر سو آیات تک پڑھی جائیں، مشائخ نے کہا ہے: یہ سب سے واضح روایت ہے، بعض نے کہا ہے: سردیوں میں سو آیات پڑھے اور گرمیوں میں چالیس آیات پڑھے، اصیلی نے کہا ہے کہ ظہر میں فجر سے کم پڑھنا چاہیے اور عصر میں سورہ فاتحہ کے علاوہ بیس آیات پڑھنی چاہئیں۔

(عمدۃ القاری ج ٦ ص ٤٣۔ ٤٢، دار الکتب العلمیہ بیروت، ١٤٢١ھ)

رہا مغرب کی نماز میں قراءت کی مقدار تو اس کا ذکر اس سے پہلے باب میں آ چکا ہے کہ مغرب کی نماز میں قصار مفصل یعنی چھوٹی چھوٹی سورتیں پڑھنی چاہئیں۔

* باب مذکور کی حدیث، شرح صحیح مسلم: ٩٤٠۔ ج ١ ص ١٢٥٤ پر ہے، وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

١٠١ - بَابُ الْقِرَاءَةِ فِي الْعِشَاءِ بِالسَّجْدَةِ

عشاء کی نماز میں آیت سجدہ کو پڑھنا

٧٦٨ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ حَدَّثَنِي التَّيْمِيُّ، عَنْ بَكْرٍ، عَنْ أَبِي رَافِعٍ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ أَبِي هُرَيْرَةَ الْعَتَمَةَ فَقَرَأَ ﴿إِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ﴾ (الانشقاق: ١) فَسَجَدَ، فَقُلْتُ مَا هٰذِهِ؟ قَالَ سَجَدْتُ بِهَا خَلْفَ أَبِي الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَا أَزَالُ أَسْجُدُ بِهَا حَتّٰى أَلْقَاهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں التیمی نے حدیث بیان کی از بکر از ابی رافع، انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھی، تو انہوں نے یہ آیت پڑھی: جب آسمان کو شق کر دیا جائے گا (الانشقاق: ١) پھر انہوں نے سجدہ کیا، میں نے کہا: یہ کیسا سجدہ ہے؟ انہوں نے کہا: میں نے ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس آیت پر سجدہ کیا، پس میں ہمیشہ اس آیت پر سجدہ کرتا رہوں گا حتیٰ کہ میں آپ سے ملاقات کر لوں۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ٧٦٦ میں گزر چکی ہے۔

۱۰۲ - بَابُ الْقِرَاءَةِ فِي الْعِشَاءِ

عشاء کی نماز میں قرآن پڑھنا

۷۶۹ - حَدَّثَنَا خَلَّادُ بْنُ يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَدِيُّ بْنُ ثَابِتٍ سَمِعَ الْبَرَاءَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ ﴿وَالتِّينِ وَالزَّيْتُونِ﴾ (التین:۱) فِي الْعِشَاءِ، وَمَا سَمِعْتُ اَحَدًا اَحْسَنَ صَوْتًا مِنْهُ اَوْ قِرَاءَةً.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: پس ہمیں خلاد بن یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں مسعر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عدی بن ثابت نے حدیث بیان کی' انہوں نے حضرت البراء رضی اللہ عنہ سے سنا' انہوں نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز عشاء میں یہ آیت پڑھتے ہوئے سنا ہے: انجیر اور زیتون کی قسم (التین:۱) اور میں نے آپ سے زیادہ حسین آواز یا حسین قراءت اور کسی سے نہیں سنی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۷۶۷ میں گزر چکی ہے۔

۱۰۳ - بَابٌ يُطَوِّلُ فِي الْاُولَيَيْنِ، وَيَحْذِفُ فِي الْاُخْرَيَيْنِ

پہلی دو رکعتوں میں زیادہ قرآن پڑھے اور آخری دو رکعتوں میں قرآن پڑھنے کو ترک کر دے

۷۷۰ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ اَبِي عَوْنٍ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ سَمُرَةَ قَالَ قَالَ عُمَرُ لِسَعْدٍ لَقَدْ شَكَوْكَ فِي كُلِّ شَيْءٍ حَتَّى الصَّلٰوةِ! قَالَ اَمَّا اَنَا، فَاَمُدُّ فِي الْاُولَيَيْنِ، وَاَحْذِفُ فِي الْاُخْرَيَيْنِ، وَلَا اٰلُو مَا اقْتَدَيْتُ بِهٖ مِنْ صَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ صَدَقْتَ! ذَاكَ الظَّنُّ بِكَ، اَوْ ظَنِّي بِكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی عون' انہوں نے کہا: میں نے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے کہا: اہل کوفہ نے آپ کی ہر چیز میں شکایت کی ہے حتیٰ کہ نماز میں بھی! حضرت سعد نے کہا: میں پہلی دو رکعتوں میں زیادہ قرآن پڑھتا ہوں' اور آخری دو رکعتوں میں قرآن نہیں پڑھتا اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز میں جس چیز کی اقتداء کی ہے اس کو میں ترک نہیں کرتا۔ حضرت عمر نے کہا: آپ نے سچ کہا اور آپ کے ساتھ یہی گمان تھا یا آپ کے ساتھ میرا یہی گمان تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۷۵۵ میں گزر چکی ہے۔

۱۰۴ - بَابُ الْقِرَاءَةِ فِي الْفَجْرِ

نماز فجر میں قرآن پڑھنا

وَقَالَتْ اُمُّ سَلَمَةَ قَرَاَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالطُّوْرِ.

اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ الطور پڑھی۔

اس تعلیق کی اصل یہ ہے: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ بیان کرتی ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ میں بیمار ہوں' آپ نے فرمایا: تم لوگوں کے پیچھے سوار ہو کر طواف کرو' پس میں نے طواف کیا اور اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ کے پہلو میں نماز پڑھ رہے تھے اور آپ یہ آیات پڑھ رہے تھے: "وَالطُّوْرِ ○ وَكِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ ○" (الطور: ۲-۱)۔ (صحیح البخاری: ۱۶۱۹' صحیح مسلم: ۱۲۷۶' سنن ابوداؤد: ۱۸۸۲' سنن نسائی: ۲۹۲۵' سنن ابن ماجہ: ۲۹۶۱)

٧٧١ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا سَيَّارُ بْنُ سَلَامَ قَالَ دَخَلْتُ اَنَا وَاَبِيْ عَلٰى اَبِيْ بَرْزَةَ الْاَسْلَمِيِّ، فَسَاَلْنَاهُ عَنْ وَقْتِ الصَّلَوَاتِ؟ فَقَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الظُّهْرَ حِيْنَ تَزُوْلُ الشَّمْسُ، وَالْعَصْرَ وَيَرْجِعُ الرَّجُلُ اِلٰى اَقْصَى الْمَدِيْنَةِ وَالشَّمْسُ حَيَّةٌ، وَنَسِيْتُ مَا قَالَ فِي الْمَغْرِبِ، وَلَا يُبَالِيْ بِتَاْخِيْرِ الْعِشَاءِ اِلٰى ثُلُثِ اللَّيْلِ، وَلَا يُحِبُّ النَّوْمَ قَبْلَهَا وَلَا الْحَدِيْثَ بَعْدَهَا، وَيُصَلِّي الصُّبْحَ فَيَنْصَرِفُ الرَّجُلُ فَيَعْرِفُ جَلِيْسَهُ، وَكَانَ يَقْرَاُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ اَوْ اِحْدَاهُمَا مَا بَيْنَ السِّتِّيْنَ اِلَى الْمِائَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سیار بن سلیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں اور میرے والد حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور ہم نے ان سے نمازوں کے وقت کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی نماز سورج کے زوال کے وقت پڑھتے تھے، اور عصر کی نماز اس وقت پڑھتے تھے، جب کوئی شخص مدینہ کے آخر سے لوٹ آتا تھا اور اس وقت سورج چمک رہا ہوتا تھا اور میں بھول گیا کہ مغرب کے متعلق انہوں نے کیا کہا تھا اور آپ عشاء کی نماز میں تہائی رات تک کی تاخیر میں کوئی پرواہ نہیں کرتے تھے اور عشاء کی نماز سے پہلے سونے کو ناپسند کرتے تھے اور عشاء کے بعد باتیں کرنے کو ناپسند کرتے تھے اور فجر کی نماز آپ اس وقت پڑھتے تھے جب کوئی شخص نماز سے مڑتا تو اپنے ساتھ بیٹھے ہوئے شخص کو پہچان لیتا اور آپ دو رکعتوں میں یا دو میں سے ایک رکعت میں ساٹھ سے سو تک آیات پڑھتے تھے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۵۴۱ میں گزر چکی ہے، وہاں اس کے باب کا عنوان تھا: نماز ظہر کا وقت زوال آفتاب ہے، اور یہاں اس حدیث کا عنوان ہے: نمازِ فجر میں قرآن پڑھنا، اور اس حدیث میں دونوں عنوانوں کی گنجائش ہے۔

٧٧٢ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عَطَاءٌ اَنَّهُ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ فِيْ كُلِّ صَلٰوةٍ يُقْرَاُ، فَمَا اَسْمَعَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَسْمَعْنَاكُمْ، وَمَا اَخْفٰى عَنَّا اَخْفَيْنَا عَنْكُمْ، وَاِنْ لَّمْ تَزِدْ عَلٰى اُمِّ الْقُرْاٰنِ اَجْزَاَتْ، وَاِنْ زِدْتَ فَهُوَ خَيْرٌ.

(سنن نسائی: ٩٦٦-٩٦٥، مصنف ابن ابی شیبہ ج ١ ص ٣٦٢، سنن بیہقی ج ٢ ص ٤٠، صحیح ابن حبان: ١٧٨١، مسند احمد ج ٢ ص ٢٥٨ طبع قدیم، مسند احمد: ٧٥٠٣-ج ١٢ ص ١٧٤، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، مسند الطحاوی: ٧٧٩٨)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے بیان کیا کہ ہمیں اسماعیل بن ابراہیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں جریج نے خبر دی، انہوں نے کہا: مجھے عطاء نے خبر دی، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کرتے تھے: ہر وہ نماز جس میں قرآن پڑھا جاتا ہے، پس جس نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں قرآن سنایا، ہم اس میں تم کو قرآن سناتے ہیں اور جس نماز میں آپ نے ہمارے سامنے آہستہ قرآن پڑھا، ہم اس نماز میں تمہارے سامنے آہستہ قرآن پڑھتے ہیں اور اگر تم (نماز میں) سورہ فاتحہ سے زیادہ قراءَت نہ کرو تو تمہارے لیے کافی ہے اور اگر تم اس سے زیادہ قراءت کرو تو یہ زیادہ اچھا ہے۔

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کے باب کا عنوان ہے: نمازِ فجر میں قرآن پڑھنا' بہ ظاہر اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت نہیں ہے کیونکہ اس حدیث میں فجر کی نماز میں قرآن مجید پڑھنے کا ذکر نہیں ہے' تاہم اس میں یہ ذکر ہے کہ ہر وہ نماز جس میں قرآن پڑھا جاتا ہے اور اس میں نماز فجر بھی داخل ہے' جس میں قرآن مجید پڑھا جاتا ہے' اور اس اعتبار سے یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

اس حدیث میں ان نمازوں کا ذکر ہے' جن میں بلند آواز سے قراءت کی جائے اور جن میں آہستہ قراءت کی جائے۔

ان نمازوں کی تفصیل جن میں بلند آواز سے قرآن پڑھا جائے اور جن میں آہستہ قرآن پڑھا جائے۔۔ اور اس میں مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہر نماز میں قرآن مجید کا پڑھنا واجب ہے۔

امام طحاوی نے کہا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں نماز پڑھاتے تھے' آپ بلند آواز سے بھی قرآن کریم پڑھتے تھے اور آہستہ آواز سے بھی' بعض نمازوں میں آپ بلند آواز سے قرآن پڑھتے تھے' جیسے مغرب' عشاء' فجر' جمعہ اور نماز عیدین اور بعض نمازوں میں آپ آہستہ آواز سے قرآن پڑھتے تھے' جیسے ظہر' عصر اور مغرب کی تیسری رکعت میں اور عشاء کی آخری دو رکعتوں میں' امام ابو یوسف' امام محمد' امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک نماز استسقاء میں بلند آواز سے قرآن پڑھا جائے گا اور چاند گہن اور سورج گہن کی نمازوں میں امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے نزدیک بلند آواز سے قرآن نہیں پڑھا جائے گا اور امام ابو یوسف نے کہا: ان نمازوں میں بلند آواز سے قرآن مجید پڑھا جائے گا' امام شافعی نے کہا: سورج گہن کی نماز میں آہستہ قرآن پڑھا جائے گا اور چاند گہن کی نماز میں بلند آواز سے قرآن پڑھا جائے گا' اور رہے باقی نوافل تو دن کی نمازوں میں ان میں آہستہ قرآن پڑھا جائے گا اور رات کی نمازوں میں نمازی کو اختیار ہے۔ (عمدۃ القاری ج ٦ ص ٤٨' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

نماز میں سورہ فاتحہ پڑھنے کے وجوب کے متعلق احادیث

اس حدیث میں مذکور ہے: اگر تم سورہ فاتحہ سے زیادہ قراءت نہ کرو تو تمہارے لیے کافی ہے اور اگر تم اس سے زیادہ قراءت کرو تو یہ زیادہ اچھا ہے۔ اس سلسلہ میں حسب ذیل احادیث ہیں:

حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے سورہ فاتحہ نہیں پڑھی' اس کی نماز (کامل) نہیں ہوئی۔

(صحیح البخاری: ٧٥٦' صحیح مسلم: ٣٩٤' سنن ابوداؤد: ٨٢٢' سنن ترمذی: ٣١١' سنن نسائی: ٩١٠' سنن ابن ماجہ: ٨٣٧' مسند احمد ج ٥ ص ٣١٤)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نماز میں سورہ فاتحہ نہیں پڑھی جاتی وہ نماز قبول نہیں کی جاتی۔ (صحیح ابن خزیمہ: ٤٨٩' صحیح ابن حبان: ١٧٨١' المستدرک ج ١ ص ٢٣٩' مسند احمد ج ٥ ص ٧٨)

حضرت انس رضی اللہ سے بھی یہ حدیث مروی ہے۔ (صحیح مسلم: ٢٩٩' سنن ترمذی: ٣١١)

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ سے بھی یہ حدیث مروی ہے۔ (سنن ابوداؤد: ٧٩٨' سنن نسائی: ٩٧٥)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ سے بھی یہ حدیث مروی ہے۔ (سنن ابن ماجہ: ٨٤١)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ سے بھی یہ حدیث مروی ہے۔ (سنن ابوداؤد: ٨١٨' سنن ابن ماجہ: ٨٣٩' مسند احمد ج ٣ ص ٤٥)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے بھی یہ حدیث مروی ہے۔ (سنن نسائی: ۹۲۳ سنن ابن ماجہ: ۸۴۲)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بھی یہ حدیث مروی ہے۔ (سنن ابن ماجہ: ۸۴۳)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی یہ حدیث مروی ہے۔ (سنن بیہقی ج ۲ ص ۱۶۸)

۱۰۵ - بَابُ الْجَهْرِ بِقِرَاءَةِ صَلٰوةِ الصُّبْحِ

نماز فجر میں بلند آواز سے قرآن مجید پڑھنا

وَقَالَتْ اُمُّ سَلَمَةَ طُفْتُ وَرَاءَ النَّاسِ، وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ، وَيَقْرَأُ بِالطُّوْرِ.

اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میں نے لوگوں کے پیچھے طواف کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے اور سورۃ الطور کی قراءت کر رہے تھے۔

اس تعلیق کی اصل صحیح البخاری: ۱۶۱۹ میں ہے اور اس کی تفصیل صحیح البخاری: ۱۷۰۷ میں درج ہے۔

۷۷۳ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ، عَنْ اَبِيْ بِشْرٍ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ اِنْطَلَقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ طَائِفَةٍ مِّنْ اَصْحَابِهٖ، عَامِدِيْنَ اِلٰى سُوْقِ عُكَاظٍ، وَقَدْ حِيْلَ بَيْنَ الشَّيَاطِيْنِ وَبَيْنَ خَبَرِ السَّمَاءِ، وَاُرْسِلَتْ عَلَيْهِمُ الشُّهُبُ، فَرَجَعَتِ الشَّيَاطِيْنُ اِلٰى قَوْمِهِمْ، فَقَالُوْا مَا لَكُمْ؟ فَقَالُوْا حِيْلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَ خَبَرِ السَّمَاءِ، وَاُرْسِلَتْ عَلَيْنَا الشُّهُبُ! قَالُوْا مَا حَالَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ خَبَرِ السَّمَاءِ اِلَّا شَيْءٌ حَدَثَ، فَاضْرِبُوْا مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا، فَانْظُرُوْا مَا هٰذَا الَّذِيْ حَالَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ خَبَرِ السَّمَاءِ. فَانْصَرَفَ اُولٰئِكَ الَّذِيْنَ تَوَجَّهُوْا نَحْوَ تِهَامَةَ، اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ بِنَخْلَةَ، عَامِدِيْنَ اِلٰى سُوْقِ عُكَاظٍ، وَهُوَ يُصَلِّيْ بِاَصْحَابِهٖ صَلٰوةَ الْفَجْرِ، فَلَمَّا سَمِعُوا الْقُرْاٰنَ اِسْتَمَعُوْا لَهٗ، فَقَالُوْا هٰذَا وَاللّٰهِ الَّذِيْ حَالَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ خَبَرِ السَّمَاءِ، فَهُنَالِكَ حِيْنَ رَجَعُوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ، وَقَالُوْا يَا قَوْمَنَا ﴿اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا○يَهْدِيْ اِلَى الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَا اَحَدًا﴾ (الجن: ۲-۱). فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى نَبِيِّهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ﴿قُلْ اُوْحِيَ اِلَيَّ﴾ (الجن: ۱). وَاِنَّمَا اُوْحِيَ اِلَيْهِ قَوْلُ الْجِنِّ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی از ابی بشر از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کی جماعت کے ساتھ عکاظ کے بازار کا ارادہ کر کے روانہ ہوئے اور ان دنوں آسمان کی خبر اور شیاطین کے درمیان کوئی چیز حائل ہو چکی تھی اور ان کے اوپر آگ کے گولے پھینکے گئے تھے پس شیاطین اپنی قوم کی طرف گئے اور ان سے پوچھا: تمہارے ساتھ کیا ہوا ہے؟ انہوں نے کہا: ہمارے اور آسمان کی خبروں کے درمیان کوئی چیز حائل ہو گئی ہے اور ہمارے اوپر آگ کے گولے پھینکے گئے ہیں انہوں نے کہا: تمہارے اور آسمان کی خبروں کے درمیان کوئی نئی چیز حائل ہوئی ہے پس زمین کے مشارق اور مغارب میں سفر کرو اور تفتیش کرو کہ تمہارے اور آسمان کی خبروں کے درمیان کیا چیز حائل ہوئی ہے پھر وہ لوگ روانہ ہوئے اور تہامہ کی طرف گئے جہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم عکاظ کے بازار کا قصد کر کے گئے تھے اور کھجور کے ایک درخت کے پاس اپنے اصحاب کو فجر کی نماز پڑھا رہے تھے جب ان جنات نے قرآن سنا تو اس کی طرف کان لگائے پس انہوں نے کہا: یہ ہے وہ چیز اللہ کی قسم! تمہارے اور آسمان کی خبروں کے درمیان جو چیز حائل ہوئی ہے وہ یہی چیز ہے پس یہیں سے وہ اپنی قوم کی طرف لوٹ گئے پس کہا: اے ہماری قوم! "ہم نے بہت عجیب قرآن سنا ہے جو ہدایت کی طرف رہ نمائی

[طرف الحدیث:۴۹۲۱] (صحیح مسلم:۴۴۹' الرقم المسلسل:۹۸۹' سنن ترمذی:۳۳۲۳' السنن الکبریٰ:۱۱۶۲۵-۱۱۶۲۴' مسند ابویعلیٰ: ۲۳۶۹' صحیح ابن حبان:۶۵۲۶' المستدرک ج۲ص۵۰۳' سنن بیہقی ج۲ص۲۲۵' مسند احمد ج۱ص۲۵۲طبع قدیم' مسند احمد ج۴ص۱۲۹' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی:۳۱۲۰)

کرتا ہے' پس ہم اس پر ایمان لے آئے اور ہم اپنے رب کے ساتھ ہرگز کسی کو شریک نہیں کریں گے'' ۔(الجن:۲-۱) تب اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ پر یہ آیت نازل کی:'' آپ کہیے: میری طرف وحی کی گئی ہے'' (الجن:۱) حالانکہ آپ کی طرف صرف جن کے قول کی وحی کی گئی تھی۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) مسدد (۲) ابوعوانہ الوضاح الیشکری (۳) جعفر بن ابی وحشیہ' ان کی کنیت ابوبشر ہے اور ان کے والد کا نام وحشیہ ایاس ہے (۴) سعید بن جبیر (۵) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج۶ص۵۰)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: نبی ﷺ اپنے اصحاب کو فجر کی نماز پڑھا رہے تھے' جب جنات نے قرآن سنا تو اس کی طرف کان لگائے۔

عکاظ کا لغوی اور عرفی معنی اور اس کا محل وقوع

اس حدیث میں عکاظ کے بازار کا لفظ ہے۔ یہ عرب کے بازار کا نام ہے' عرب اس بازار میں ہر سال جمع ہوتے تھے اور اپنے فخر کا اظہار کرتے تھے' شعراء اس میں آکر اپنا تازہ کلام سناتے تھے' بعض نے کہا:'' عکظ '' کا معنی ہے: کسی جگہ ٹھہر کر باہم مشورہ کرنا۔

علامہ اسماعیل بن حماد الجوہری المتوفی ۳۹۸ھ لکھتے ہیں:

عکاظ عرب کے بازار کا نام ہے' جو مکہ کی جانب تھا' عرب اس بازار میں ہر سال جمع ہوتے تھے اور اس میں ایک ماہ قیام کرتے تھے' اس میں خرید و فروخت کرتے تھے' شعراء اس میں اپنے اشعار پڑھتے تھے اور عرب اس میں فخر کا اظہار کرتے تھے۔

(الصحاح ج۳ص۱۱۷۴' دارالعلم للملایین' ۱۴۰۷ھ)

علامہ جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور افریقی مصری متوفی ۷۱۱ھ لکھتے ہیں:

'' عکظ دابتہ '' کا معنی ہے: اس نے اپنی سواری کو ٹھہرایا'' تعکظ القوم '' کا معنی ہے: لوگوں نے کسی جگہ ٹھہر کر اپنے معاملات پر غور و فکر کیا' عکاظ عرب کا ایک بازار ہے جس میں لوگ جمع ہو کر ایک دوسرے کے سامنے اپنے فخر کا اظہار کرتے تھے' اس بازار کا ذکر حدیث میں ہے' الازہری نے کہا ہے: یہ عرب کے ایک بازار کا نام ہے' عرب کے مختلف قبائل اس میں ہر سال جمع ہوتے تھے اور شعراء اس میں اپنا تازہ کلام سناتے تھے' یہ بازار مکہ کے قریب ہے' عرب اس میں ہر سال جمع ہوتے تھے اور اس میں ایک مہینہ ٹھہرتے تھے' خرید و فروخت کرتے تھے اور فخر کا اظہار کرتے تھے' جب اسلام کا ظہور ہوا تو اس بازار کو منہدم کر دیا گیا۔

(لسان العرب ج۱۰ص۲۴۲' دار صادر' بیروت' ۲۰۰۳ء)

علامہ مجد الدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی المتوفی ۸۱۷ھ لکھتے ہیں:

'' عُکاظ '' کا تلفظ '' غُراب '' کی طرح ہے' یہ نخلہ اور طائف کے درمیان صحراء میں ایک بازار ہے' عرب یکم ذوالقعدۃ کو یہاں آتے تھے اور بیس دن تک یہاں ٹھہرتے تھے' اس میں قبائل عرب جمع ہوتے تھے' اس میں خرید و فروخت ہوتی تھی اور شعر و شاعری ہوتی تھی۔ (القاموس المحیط ص۶۹۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

ڈاکٹر غلام جیلانی برق لکھتے ہیں:

جاہلیت میں عربوں کا یہ دستور تھا کہ وہ ہر سال ایک نخلستان میں جمع ہوتے تھے' جو طائف سے اندازاً ۱۵ میل اور مکہ سے تین دن کی مسافت پر واقع تھا' اس میں عرب جمع ہو کر فخریہ قصائد پڑھتے تھے اور جو قصیدہ بہترین قرار دیا جاتا تھا' اس کو دیوارِ کعبہ پر لٹکا دیتے تھے۔ یہ مقام سوق عکاظ کہلاتا تھا۔ (معجم البلدان ص ۲۴۴' شیخ غلام علی اینڈ سنز پبلشرز لاہور' کراچی)

اس اعتراض کا جواب کہ فجر کی نماز تو معراج میں فرض ہوئی تھی اور یہ قصہ معراج سے پہلے کا ہے

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ یہ قصہ معراج سے پہلے کا ہے اور صبح کی نماز باقی نمازوں کے ساتھ شب معراج میں فرض ہوئی ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ راجح قول یہ ہے کہ معراج ہجرت سے دو یا تین سال پہلے ہوئی ہے' لہٰذا یہ قصہ معراج کے بعد ہوا ہے' دوسرا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اسی طرح آپ کے اصحاب معراج سے پہلے بھی فجر کی نماز پڑھتے تھے' البتہ اس میں اختلاف ہے کہ آیا پانچ نمازوں کے فرض ہونے سے پہلے بھی کوئی نماز فرض تھی یا نہیں؟ پس یہ حدیث اس قول کے مطابق ہے کہ پانچ نمازوں کے فرض ہونے سے پہلے بھی طلوعِ آفتاب سے پہلے اور غروبِ آفتاب سے پہلے نماز فرض تھی' پس اس حدیث میں نماز فجر کا اطلاق اس اعتبار سے ہے نہ کہ اس اعتبار سے کہ فجر کی نماز پانچ فرض نمازوں میں سے ایک ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۵۱)

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث پر یہ اعتراض بھی ہوتا ہے کہ اس حدیث کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے روایت کیا ہے' حالانکہ وہ اس قصہ کے وقت پیدا بھی نہیں ہوئے ہوں گے کیونکہ وہ ہجرت سے تین سال پہلے پیدا ہوئے تھے اور یہ ہجرت سے کافی پہلے کا واقعہ ہے' تاہم اس کے جواب میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ ہو سکتا ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ قصہ کسی اور صحابی سے سنا ہو اور یہ حدیث مرسل ہو۔

شیاطین اور جنات کے معانی اور محامل

اس حدیث میں ''شیاطین'' کا لفظ ہے' نافرمان جنات کو ''شیاطین'' کہتے ہیں اور یہ ابلیس کی اولاد ہیں اور یہاں اس سے مراد بہت سرکش جنات ہیں' یہ ابلیس کے مددگار ہیں اور لوگوں کو گم راہ کرنے میں اس کی مدد کرتے ہیں' الجوہری نے کہا ہے کہ جنات' انسانوں اور چوپایوں میں سے جو بھی سرکش ہو' اس کو شیطان کہتے ہیں' اور قاضی ابویعلیٰ نے کہا ہے کہ سرکش جنات کو شیاطین کہتے ہیں۔ علامہ ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ جب صرف ''الجن'' کا ذکر کیا جائے تو اس سے مراد جن ہی ہوتا ہے اور اگر اس سے مراد وہ جن ہو جو انسانوں کے ساتھ رہتا ہو تو اس کو ''عامر'' کہتے ہیں اور اس کی جمع ''عمار'' ہے' اور اگر اس سے مراد وہ ہو جو بچوں کو عارض ہوتا ہے تو ان کو ارواح کہا جاتا ہے' پس اگر وہ خبیث ہو تو وہ شیطان ہے اور اگر اس کی خباثت زیادہ ہو تو پھر وہ عفریت ہے اور اس کی جمع عفاریت ہے۔

اس حدیث میں جن اور شیطان کا ذکر ہے' لیکن ان دونوں کی نوع واحد ہے اور ان کی اصناف مختلف ہیں' ان میں سے کافر کو ''شیطان'' کہا جاتا ہے اور مومن کو ''الجن'' کہا جاتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۵۲)

''شہاب ثاقب'' کا معنی

اس حدیث میں ''شہاب'' کا ذکر ہے' وہ آگ کا چمک دار شعلہ ہے' گویا کہ ایک ستارہ ٹوٹتا ہے' اس میں اختلاف ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبعوث ہونے سے پہلے بھی شیاطین پر آگ کے گولے مارے جاتے تھے یا نہیں' قرآن مجید میں ہے:

اَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ فَوَجَدْنٰهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيْدًا وَّشُهُبًا○ (الجن:۸)	(جنات نے کہا:) ہم نے آسمان کو چھو کر دیکھا تو ہم نے اس کو سخت محافظوں اور شعلوں سے بھرا ہوا پایا○

شیاطین نے ان شہابوں کو بہت عجیب وغریب اور ایک نئی چیز پایا تو انہوں نے تمام دنیا میں گھوم پھر کر دیکھا تو انہوں نے یہ جانا کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بعثت کے بعد ان کو آسمانوں پر جانے سے روکنے کا ایک ذریعہ ہے' ظاہر قرآن سے یہی معلوم ہوتا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ٦ ص ١٥٢)

اُردو لغت بورڈ کے مرتبین نے لکھا ہے:

وہ چھوٹے چھوٹے اجرام یا شہاب جن کی رفتار بہت تیز ہوتی ہے' زمین کی حرکت سے مخالف سمت میں حرکت کرتے ہوئے زمین کے کرہ ہوائی سے متصادم ہوتے ہیں تو ان کی رفتار اتنی تیز ہو جاتی ہے کہ ہوا کی مزاحمت سے جو حرارت پیدا ہوتی ہے وہ ان کو جلا کر خاک کر دیتی ہے۔ نظام شمسی کے جن مختلف ارکان کا اوپر ذکر ہو چکا ہے ان کے علاوہ بے شمار اور چھوٹے چھوٹے اجرام ہیں' جن کو شہاب ثاقب کہتے ہیں۔ (علم ہیئت ص ۱۱۰) (اُردو لغت ج ۱۲ ص ۵۰۷ 'اُردو لغت بورڈ' کراچی' جنوری ۱۹۹۱ء)

* شہاب ثاقب کی مزید تحقیق کے لیے تفسیر تبیان القرآن میں الجن: ۸ کی تفسیر ملاحظہ کریں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس جنات کے وفد کے آنے کی تاریخ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں جس قصہ کا ذکر کیا گیا ہے' وہ ہجرت سے تین سال پہلے کا ہے۔ علامہ واقدی نے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ۲۷ شوال کو طائف کی طرف گئے تھے اور ۲۳ ذوالقعدہ کو مکہ میں واپس آئے تھے اور مکہ میں تین ماہ ٹھہرے تھے اور آپ کے پاس الحجون کے جنات' نبوت کے گیارھویں سال میں آئے تھے۔

امام بیہقی نے لکھا ہے کہ جنات صرف ایک رات میں آپ کے پاس آئے تھے' یہ صحیح نہیں ہے' صحیح یہ ہے کہ جنات کا وفد آپ کے پاس متعدد بار آیا تھا۔

جنات کی پیدائش' ان کی موت اور ان کی جزاء اور سزا کا بیان

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے دو ہزار سال پہلے جنات کو پیدا کیا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جنات زمین کے رہنے والے ہیں اور فرشتے آسمان کے رہنے والے ہیں۔

جنات پر موت آتی ہے اور شیاطین ابلیس کی اولاد ہیں' ان پر موت نہیں آتی' وہ ابلیس کے ساتھ ہی مریں گے' جنات کے انجام کے متعلق بھی اختلاف ہے' جنہوں نے کہا: جنات شیطان کی اولاد نہیں ہیں' انہوں نے کہا: ان میں سے مؤمنین جنت میں داخل ہوں گے اور جنہوں نے کہا: وہ شیطان کی اولاد ہیں' انہوں نے کہا: وہ جنت میں داخل نہیں ہوں گے' حسن بصری کے نزدیک جنات جنت میں داخل ہوں گے اور مجاہد کے نزدیک وہ جنت میں داخل نہیں ہوں گے' انہوں نے کہا: جنات میں سے جو مؤمنین ہیں ان کی جزا اس کے سوا نہیں ہے کہ ان کو دوزخ سے نجات مل جائے گی' قرآن مجید میں ہے:

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس جو جنات کا وفد آیا تھا' اس نے اپنی قوم سے جا کر کہا:)

یٰقَوْمَنَآ اَجِیْبُوْا دَاعِیَ اللّٰهِ وَاٰمِنُوْا بِهٖ یَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَیُجِرْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ ○ (الاحقاف: ۳۱)

اے ہماری قوم! اللہ کی طرف دعوت دینے والے کی دعوت قبول کرو اور اس پر ایمان لاؤ' اللہ تمہارے بعض گناہوں کو بخش دے گا اور تم کو دردناک عذاب سے پناہ میں رکھے گا○

اس آیت میں ایمان لانے کی وجہ سے جنات کی مغفرت اوران کو عذاب سے نجات دینے کا وعدہ فرمایا ہے' جنت میں داخل کرنے کا وعدہ نہیں فرمایا' اس وجہ سے مجاہد نے کہا کہ مؤمنین جنات کی جزاء صرف یہ ہے کہ ان کی عذاب سے نجات ہو جائے گی۔

امام ابوحنیفہ کا بھی یہی مذہب ہے' آخرت میں جنات سے کہا جائے گا: مٹی ہو جاؤ' جس طرح جانوروں سے کہا جائے گا' ایک روایت ہے کہ امام ابوحنیفہ اس مسئلہ میں متردد تھے اوران کو جزم اور یقین نہیں تھا۔

دوسرے علماء کا مذہب یہ ہے کہ جنات کے بُرے کاموں پر ان کو سزا دی جائے گی اوران کے نیک کاموں پر ان کو جزا دی جائے گی' جس طرح انسانوں کے ساتھ ہوتا ہے' امام مالک' امام شافعی اور ابن ابی لیلیٰ کا بھی یہی مذہب ہے۔ (عمدۃ القاری ج۶ ص۵۵)

کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

اللہ تعالیٰ نے جنات اورانسانوں سے خطاب کیا: اے جنات اور انسانوں کی جماعت! (الانعام: ۱۳۰) پھر فرمایا:

لِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ۝ (الانعام: ۱۳۲)

ہر ایک کے لیے ان کے اعمال کے سبب سے درجات ہیں' اور آپ کا رب ان کے اعمال سے غافل نہیں ہے۝

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' جنات اور انسانوں کے رسول ہیں

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ فجر کی نماز میں بلند آواز سے قراءت کی جاتی ہے اور اسی کے موافق امام بخاری نے اس حدیث کا عنوان قائم کیا ہے اوراس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' جنات اور انسانوں دونوں کے رسول ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے انبیاء علیہم السلام پر چھ وجوہ سے فضیلت دی گئی ہے' مجھے جوامع الکلم عطا کیے گئے ہیں اور رعب سے میری مدد کی گئی ہے' اور میرے لیے غنیمتوں کو حلال کر دیا گیا ہے اور میرے لیے تمام روئے زمین کو طہارت کا آلہ اور مسجد بنا دیا گیا ہے اور مجھے تمام مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہے اور تمام نبیوں کو مجھ پر ختم کیا گیا ہے۔ (صحیح مسلم: ۵۲۳' سنن ابن ماجہ: ۵۶۷' سنن ترمذی: ۱۵۵۳' مسند ابویعلیٰ: ۶۴۹۱' مشکل الآثار: ۱۰۳۵' صحیح ابن حبان: ۲۳۱۳' سنن بیہقی ج۲ ص۴۳۳' شرح السنۃ: ۳۶۱۷' مسند احمد ج۲ ص۴۱۲ طبع قدیم' مسند احمد: ۹۳۳۷۔ ج۱۵ ص۱۹۵۔ ۱۹۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے انسانوں اور جنات کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہے اور ہر گورے اور کالے کی طرف۔ الحدیث (دلائل النبوۃ لابی نعیم: ۲۵)

حضرت یعلیٰ بن مرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر چیز جانتی ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں' سوا ان کے جو جنات اور انسانوں میں سے کافر ہیں۔ (المعجم الکبیر: ۶۷۲' البدایۃ والنہایۃ ج۴ ص۵۳۴)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۹۰۹۔ ج۱ ص۱۲۴۳ پر مذکور ہے' اس کی شرح میں جنات سے آپ کی ملاقات کا بیان ہے۔

۷۷۴ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنَا اَيُّوْبُ' عَنْ عِكْرِمَةَ' عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَرَاَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْمَا اُمِرَ' وَسَكَتَ فِيْمَا اُمِرَ ﴿وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا﴾ (مریم: ۶۴)' ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ (الاحزاب: ۲۱).

(مسند الطحاوی: ۳۱۲۴)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان رکعات میں قرآن پڑھا جن میں آپ کو حکم دیا گیا تھا اور ان رکعات میں سکوت کیا جن میں آپ کو حکم دیا گیا تھا۔ ''اور آپ کا رب بھولنے والا نہیں ہے''

(مریم: ۶۴) اور ''تحقیق یہ ہے کہ تمہارے لیے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)
میں عمدہ نمونہ ہے'' (الاحزاب: ۲۱)۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) مسدد (۲) اسماعیل بن ابراہیم المعروف بن ابن علیہ (۳) ایوب السختیانی (۴) عکرمہ مولیٰ ابن عباس (۵) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۵۶)

اس حدیث کی اس باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان رکعات میں قرآن پڑھا جن میں آپ کو (قرآن پڑھنے کا) حکم دیا گیا تھا' کیونکہ اس کا معنی یہ ہے کہ جن رکعات میں آپ کو بلند آواز سے قرآن پڑھنے کا حکم دیا گیا تھا' اور اس باب کا عنوان ہے: نماز فجر میں بلند آواز سے قرآن مجید پڑھنا' نیز اس حدیث میں ہے کہ آپ ان رکعات میں خاموش رہتے جن رکعات میں آپ کو خاموش رہنے کا حکم دیا گیا تھا' اس جملہ کا یہ معنی نہیں کہ ان رکعات میں قراءت نہیں کرتے تھے' کیونکہ احادیث متواترہ سے ثابت ہے کہ آپ نماز میں قرآن پڑھتے تھے' بعض رکعات میں بلند آواز سے قراءت کرتے تھے اور بعض رکعت میں آہستہ آواز سے قراءت کرتے تھے جیسے مغرب اور عشاء کی پہلی دو رکعات میں بلند آواز سے قراءت کرتے تھے' اسی طرح ظہر اور عصر کی رکعات میں آہستہ آواز سے قراءت کرتے تھے۔

اس حدیث میں مریم: ۶۴ اور الاحزاب: ۲۱ کو ذکر کرنے کی توجیہ

امام بخاری نے اس حدیث میں یہ آیت ذکر کی: ''وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا'' (مریم: ۶۴) اور آپ کا رب بھولنے والا نہیں ہے۔

اس کی توجیہ یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا کہ نماز کے مفصل احوال قرآن مجید میں نازل فرمائے تو وہ ان کو نازل فرما دیتا حتیٰ کہ قرآن مجید میں ایسی آیات نازل ہو جاتیں کہ فلاں نماز میں بلند آواز سے قراءت کی جائے اور فلاں نماز میں آہستہ قراءت کی جائے اور فلاں نماز کی پہلی رکعات میں بلند آواز سے قراءت کی جائے اور آخری رکعات میں آہستہ قراءت کی جائے' اور آپ کا رب بھولنے والا نہیں ہے' اور اللہ تعالیٰ نے نسیان کی وجہ سے ان احکام کے نازل کرنے کو ترک نہیں کیا' لیکن اللہ تعالیٰ نے ان احکام کی تفصیل اور جہر اور اخفاء کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقہ نماز پر چھوڑ دیا یعنی قرآن مجید میں جو چیزیں مجمل چھوڑ دی گئی ہیں' ان کی تفصیل نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت میں ہے' اسی لیے فرمایا:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ. (الاحزاب: ۲۱)

تحقیق یہ ہے کہ تمہارے لیے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں عمدہ نمونہ ہے۔

یعنی تم ان نمازوں میں بلند آواز سے قراءت کرو جن میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بلند آواز سے قراءت کی ہے اور ان نمازوں میں آہستہ قراءت کرو جن میں آپ نے آہستہ قراءت کی ہے' کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں تمہارے لیے عمدہ نمونہ ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: تم اس طرح نماز پڑھو جس طرح تم مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو۔ (صحیح البخاری: ۶۳۱)

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَاَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ. (النحل: ۴۴)

اور ہم نے آپ کی طرف یہ قرآن نازل کیا ہے تاکہ آپ لوگوں کو وضاحت سے بیان کر دیں کہ ان کی طرف کیا احکام نازل کیے گئے ہیں۔

یعنی اس کتاب میں جو احکام مجمل نازل کیے گئے ہیں' آپ اپنے قول اور عمل سے ان کی تفصیل بیان کر دیں' قرآن مجید میں پانچ نمازیں بیان کی ہیں' ان کی رکعات کی تعداد بیان نہیں کی' وہ آپ نے بیان فرمائی ہیں' قیام' رکوع اور سجود کی ترتیب بیان نہیں کی' قیام' رکوع اور سجود میں کیا پڑھا جائے گا یہ بیان نہیں کیا' قعدہ' جلسہ اور تشہد کو بیان نہیں کیا' یہ سب آپ نے اپنے قول اور عمل سے بیان فرمایا ہے' قرآن پڑھنے کا حکم دیا لیکن یہ نہیں بیان فرمایا کہ کن نمازوں میں بلند آواز سے قرآن پڑھا جائے گا اور کن نمازوں میں آہستہ قرآن پڑھا جائے گا' ان سب چیزوں کی تفصیل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قول اور عمل اور آپ کے نمونہ میں ہے۔

١٠٦ - بَابُ الْجَمْعِ بَيْنَ السُّوْرَتَيْنِ فِي الرَّكْعَةِ وَالْقِرَاءَةِ بِالْخَوَاتِيمِ وَبِسُوْرَةٍ قَبْلَ سُوْرَةٍ وَبِأَوَّلِ سُوْرَةٍ

نماز کی ایک رکعت میں دو سورتوں کو جمع کر کے پڑھنا' اور سورت کی آخری آیات کو پڑھنا اور ایک سورت سے پہلی سورت کو پڑھنا اور سورت کے اوّل حصہ کو پڑھنا

امام بخاری نے اس عنوان میں چار صورتوں کا ذکر کیا' اس باب کی حدیث میں تین صورتوں کا ذکر تو آ گیا ہے' ایک صورت کا ذکر نہیں آیا اور وہ ہے: کسی سورت کی آخری آیات کو پڑھنا' تاہم وہ بھی جائز ہے کیونکہ ان چاروں صورتوں میں بہرحال قرآن مجید ہی کو پڑھا جائے گا۔

وَيُذْكَرُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ السَّائِبِ قَرَاَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُؤْمِنُوْنَ فِي الصُّبْحِ' حَتّٰى اِذَا جَاءَ ذِكْرُ مُوْسٰى وَ هَارُوْنَ' اَوْ ذِكْرُ عِيْسٰى' اَخَذَتْهُ سَعْلَةٌ فَرَكَعَ.

اور حضرت عبداللہ بن السائب سے اس روایت کو ذکر کیا جاتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز فجر میں سورۃ المؤمنون پڑھی حتیٰ کہ جب موسیٰ اور ہارون کا ذکر آیا یا عیسیٰ کا ذکر آیا تو آپ کو کھانسی آئی' پس آپ نے رکوع کر لیا۔

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل حدیث ہے:

حضرت عبداللہ بن السائب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں ہمیں نماز فجر پڑھائی' آپ نے سورۃ المؤمنون کو شروع کیا حتیٰ کہ موسیٰ اور ہارون کا ذکر آیا' یا عیسیٰ کا ذکر آیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کھانسی آئی' پس آپ نے رکوع کر لیا۔ حضرت عبداللہ بن السائب اس موقع پر حاضر تھے۔ (صحیح مسلم: ٤٥٥' الرقم المسلسل: ١٠٠٤' سنن ابوداؤد: ٦٤٩' سنن نسائی: ١٠٠٧' سنن ابن ماجہ: ٨٢٠)

نماز میں قرآن کریم پڑھنے کی جو چار صورتیں عنوان میں ذکر کی گئی تھیں' یہ ان میں سے چوتھی صورت ہے یعنی سورت کے اوّل حصہ کو پڑھنا' اور یہ تعلیق اس پر دلالت کرتی ہے کہ نماز میں اگر مکمل سورت نہ پڑھی جائے بلکہ اس کے بعض حصہ کو پڑھ لیا جائے تو یہ جائز ہے' اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے' نیز اس سے یہ معلوم ہوا کہ نماز فجر میں لمبی سورت پڑھنی چاہیے اور اگر کسی عذر کی وجہ سے سورت کو قطع کر لیا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

وَقَرَاَ عُمَرُ فِي الرَّكْعَةِ الْاُوْلٰى بِمِائَةٍ وَّعِشْرِيْنَ اٰيَةً مِّنَ الْبَقَرَةِ' وَفِي الثَّانِيَةِ بِسُوْرَةٍ مِّنَ الْمَثَانِيْ.

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پہلی رکعت میں سورۃ البقرہ کی ایک سو بیس آیات پڑھیں اور دوسری رکعت میں مثانی کی کوئی سورت پڑھی۔

اس تعلیق کی اصل' مصنف ابن ابی شیبہ: ٣٥٦٣ میں ہے' عنوان میں جو چار صورتیں ذکر کی گئی ہیں' یہ ان میں سے کوئی صورت نہیں لیکن یہ اس پر دلالت کرتی ہے کہ نماز کی پہلی رکعت میں دوسری رکعت سے زیادہ قراءت کی جا سکتی ہے۔ اس تعلیق میں ''مثانی''

کا لفظ ہے اور مثانی کی تعریف حسب ذیل ہے:

مثانی کی تعریفات

(١) قرآن مجید میں مثانی وہ سورتیں ہیں جن میں ایک جیسی آیات کا بار بار ذکر ہو جیسے سورۂ رحمٰن۔
(٢) ایک قول ہے کہ مثانی سورہ فاتحہ ہے کیونکہ اس کا دو بار نزول ہوا ہے۔
(٣) سورۃ البقرہ سے لے کر سورۃ التوبہ تک ہر سورت مثانی ہے۔
(۴) تمام قرآن کریم مثانی ہے کیونکہ اس میں قصص اور امثال کا بار بار ذکر کیا جاتا ہے۔
(۵) جن سورتوں میں آیات کی تعداد سو سے کم ہو وہ مثانی ہیں۔ (عمدۃ القاری ج٦ ص٥٩)

وَقَرَاَ الْاَحْنَفُ بِالْكَهْفِ فِي الْاُوْلٰى وَفِي الثَّانِيَةِ بِيُوْسُفَ اَوْ يُوْنُسَ وَذَكَرَ اَنَّهٗ صَلّٰى مَعَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ الصُّبْحَ بِهِمَا.

اور حضرت الاحنف نے نماز کی پہلی رکعت میں سورۃ الکہف پڑھی اور دوسری میں سورہ یوسف یا سورہ یونس پڑھی اور انہوں نے ذکر کیا کہ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ صبح کی نماز میں یہ دو سورتیں پڑھیں۔

یہ عنوان کی تیسری صورت کے مطابق ہے کہ پہلی رکعت میں ایک سورت پڑھے اور دوسری رکعت میں اس سے پہلے والی سورت پڑھے۔ اس تعلیق کو امام ابونعیم نے المستخرج میں سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج٦ ص٦٠)

وَقَرَاَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ بِاَرْبَعِيْنَ اٰيَةً مِّنَ الْاَنْفَالِ وَفِي الثَّانِيَةِ بِسُوْرَةٍ مِّنَ الْمُفَصَّلِ.

اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے نماز کی پہلی رکعت میں سورۃ الانفال کی چالیس آیتیں پڑھیں اور دوسری رکعت میں المفصل کی سورت پڑھی۔

یہ عنوان کی چوتھی صورت کے موافق ہے یعنی پہلی رکعت میں سورۃ الانفال کی چالیس آیتیں پڑھیں۔ اس پر یہ اعتراض ہے کہ الانفال کی چالیس آیات پڑھنے سے یہ تو لازم نہیں ہے کہ وہ اس سورت کا اوّل حصہ ہو وہ درمیانی یا آخری حصہ بھی ہو سکتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ سنن سعید بن منصور میں یہ تصریح ہے کہ حضرت ابن مسعود نے سورۃ الانفال سے قراءت کا افتتاح کیا تھا اور افتتاح اوّل سے ہوتا ہے۔

اس تعلیق کی اصل مصنف عبدالرزاق: ٢٦٧٠ میں ہے۔

سورۃ الحجرات سے لے کر آخر قرآن مجید تک کی سورتوں کو ''المفصل'' کہتے ہیں۔

وَقَالَ قَتَادَةُ فِيْمَنْ يَقْرَاُ سُوْرَةً وَّاحِدَةً فِيْ رَكْعَتَيْنِ اَوْ يُرَدِّدُ سُوْرَةً وَّاحِدَةً فِيْ رَكْعَتَيْنِ كُلٌّ كِتَابُ اللّٰهِ.

اور قتادہ نے کہا: جو شخص ایک سورت کو دو رکعتوں میں پڑھتا ہے یا ایک سورت کو دو رکعتوں میں مکرر پڑھتا ہے تو یہ سب کتاب اللہ ہیں۔

یہ صورت عنوان میں ذکر کی ہوئی صورتوں میں سے ایک بھی نہیں ہے علامہ عینی نے کہا ہے: ہمارے اصحاب نے اس تعلیق سے یہ استدلال کیا ہے کہ ایک سورت کو دو رکعتوں میں مکرر پڑھنا مکروہ نہیں ہے ایک قول ہے کہ مکروہ ہے علامہ سرخسی حنفی متوفی ۴٨٣ھ نے لکھا ہے: ایسا کرنا نہیں چاہیے اور اگر کر لیا تو کوئی حرج نہیں ہے اور افضل یہ ہے کہ نماز کی ہر رکعت میں سورۃ الفاتحہ پڑھے اور فرض نماز میں مکمل سورت پڑھے۔ (عمدۃ القاری ج٦ ص٦١ دار الکتب العلمیہ بیروت ١٤٢١ھ)

۷۷۴م - وَقَالَ عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ كَانَ رَجُلٌ مِّنَ الْأَنْصَارِ يَؤُمُّهُمْ فِي مَسْجِدِ قُبَاءٍ، وَكَانَ كُلَّمَا افْتَتَحَ سُورَةً يَقْرَأُ بِهَا لَهُمْ فِي الصَّلٰوةِ مِمَّا يَقْرَأُ بِهِ، افْتَتَحَ ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ﴾ حَتّٰى يَفْرُغَ مِنْهَا، ثُمَّ يَقْرَأُ سُورَةً أُخْرٰى مَعَهَا، وَكَانَ يَصْنَعُ ذٰلِكَ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ، فَكَلَّمَهُ أَصْحَابُهُ فَقَالُوا إِنَّكَ تَفْتَتِحُ بِهٰذِهِ السُّورَةِ، ثُمَّ لَا تَرٰى أَنَّهَا تُجْزِئُكَ حَتّٰى تَقْرَأَ بِأُخْرٰى؟ فَإِمَّا أَنْ تَقْرَأَ بِهَا وَإِمَّا أَنْ تَدَعَهَا وَتَقْرَأَ بِأُخْرٰى، فَقَالَ مَا أَنَا بِتَارِكِهَا، إِنْ أَحْبَبْتُمْ أَنْ أَؤُمَّكُمْ بِذٰلِكَ فَعَلْتُ، وَإِنْ كَرِهْتُمْ تَرَكْتُكُمْ، وَكَانُوا يَرَوْنَ أَنَّهُ مِنْ أَفْضَلِهِمْ، وَكَرِهُوا أَنْ يَؤُمَّهُمْ غَيْرُهُ، فَلَمَّا أَتَاهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرُوهُ الْخَبَرَ، فَقَالَ يَا فُلَانُ، مَا يَمْنَعُكَ أَنْ تَفْعَلَ مَا يَأْمُرُكَ بِهِ أَصْحَابُكَ؟ وَمَا يَحْمِلُكَ عَلٰى لُزُومِ هٰذِهِ السُّورَةِ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ؟ فَقَالَ إِنِّي أُحِبُّهَا، فَقَالَ حُبُّكَ إِيَّاهَا أَدْخَلَكَ الْجَنَّةَ.

(سنن ترمذی:۲۹۰۱، سنن بیہقی ج ۲ ص ۶۱-۶۰، المعجم الاوسط: ۸۹۸، جامع المسانید لابن الجوزی: ۵۴۰، مکتبۃ الرشد ریاض، ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری ذکر کرتے ہیں: اور عبید اللہ بن عمر نے کہا از ثابت از حضرت انس رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ انصار کے ایک شخص مسجد قبا میں ان کو نماز پڑھاتے تھے وہ جب بھی نماز میں ان کے لیے کسی سورت کو پڑھنا شروع کرتے تو اپنی قراءت کا افتتاح ''قل ھو اللّٰہ احد'' سے کرتے حتیٰ کہ اس سورت سے فارغ ہو جاتے' پھر اس کے ساتھ کوئی دوسری سورت پڑھتے اور وہ ہر رکعت میں اسی طرح کرتے تھے' ان کے اصحاب نے ان سے یہ کہا: آپ اس سورت سے افتتاح کرتے ہیں' پھر آپ یہ نہیں سمجھتے کہ اس سورت کا پڑھنا کافی ہے حتیٰ کہ آپ دوسری سورت پڑھتے ہیں' پس (آئندہ) آپ یا تو اسی سورت کو پڑھیں یا اس کو چھوڑ دیں اور دوسری سورت پڑھیں' انہوں نے کہا: میں اس سورت کو چھوڑنے والا نہیں ہوں' اگر تم چاہتے ہو کہ میں تم کو اسی طرح نماز پڑھاؤں تو میں پڑھاؤں گا اور اگر تم اس کو ناپسند کرو تو میں تم کو چھوڑ دوں گا' اور وہاں کے لوگ یہ سمجھتے تھے کہ وہ ان سب سے افضل ہیں اور انہوں نے اس کو ناپسند کیا کہ انہیں کوئی اور شخص نماز پڑھائے' جب ان لوگوں کے پاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو ان لوگوں نے آپ کو اس واقعہ کی خبر دی' آپ نے فرمایا: اے فلاں! تمہیں اپنے اصحاب کی بات ماننے سے کیا چیز مانع ہے؟ اور اس سورت کو ہر رکعت میں لازماً پڑھنے پر کیا چیز برانگیختہ کرتی ہے؟ انہوں نے کہا: میں اس سورت سے محبت کرتا ہوں' آپ نے فرمایا: اس سورت سے تمہاری محبت نے تمہیں جنت میں داخل کر دیا۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبید اللہ بن عمر بن حفص بن عاصم بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہم (۲) ثابت البنانی (۳) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔

(عمدۃ القاری ج ۶ ص ۶۲)

تعلیق مذکور کی یہ حدیث بھی عنوان کے جز اوّل کے موافق ہے اور وہ یہ ہے: دو رکعتوں میں دو سورتوں کو جمع کرنا کیونکہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ وہ امام ''قل ھو اللّٰہ احد'' سے سورت کو شروع کرتے تھے اور پھر اس کی قراءت سے فارغ ہونے کے بعد کوئی اور سورت پڑھتے تھے اور وہ ہر رکعت میں اسی طرح کرتے تھے اور یہی ایک رکعت میں دو سورتوں کو جمع کرنا ہے۔

مسجد قبا کے امام مذکور کا تعارف

اس حدیث میں مذکور ہے: انصار کے ایک شخص مسجد قبا میں ان کو نماز پڑھاتے تھے۔ ان کا نام کلثوم بن ہدم تھا' ان کا تعلق بنو عمرو

بن عوف سے تھا اور وہ قباء کے رہنے والے تھے اور نبی ﷺ جب ہجرت کر کے قباء کی طرف آئے تو ان ہی کے پاس ٹھہرے تھے
ایک قول ہے کہ وہ قتادہ بن نعمان تھے لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۶۲)

ایک رکعت میں دو سورتیں پڑھنے کے متعلق مذاہب فقہاء

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایک رکعت میں دو سورتوں کو جمع کرنا جائز ہے۔ فقہاء تابعین میں سے سعید بن جبیر' عطاء بن ابی رباح' علقمہ' سوید بن غفلہ' ابراہیم النخعی اور سفیان الثوری کا یہی مسلک ہے اور ائمہ مجتہدین میں سے امام ابوحنیفہ' امام مالک' امام شافعی اور ایک روایت کے مطابق امام احمد کا بھی یہی مسلک ہے اور صحابہ کرام میں سے حضرت عثمان' حضرت حذیفہ' حضرت ابن عمر اور حضرت تمیم الداری رضی اللہ عنہم کا بھی یہ مؤقف ہے۔

نماز میں سورہ فاتحہ پڑھنے کے فرض نہ ہونے پر دلائل

اس حدیث میں مذکور ہے کہ وہ اپنی قراءت کا افتتاح ''قل هو الله احد'' سے کرتے تھے' پھر اس کے ساتھ کوئی دوسری سورت پڑھتے اور وہ ہر رکعت میں اسی طرح کرتے تھے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت کلثوم بن ہدم نماز میں سورہ فاتحہ نہیں پڑھتے تھے اور بعد میں رسول اللہ ﷺ نے ان کے اس طریقہ کی تصویب کر دی' اس سے معلوم ہوا کہ نماز میں سورہ فاتحہ کو پڑھنا فرض نہیں ہے۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث سے ان فقہاء نے استدلال کیا ہے' جو کہتے ہیں: نماز میں سورہ فاتحہ پڑھنا شرط نہیں ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ راوی نے اس حدیث میں سورہ فاتحہ کا ذکر نہیں کیا کیونکہ سب کو معلوم ہے کہ سورہ فاتحہ کا پڑھنا شرط ہے' پس اس حدیث کی یہ تاویل ہے کہ حضرت کلثوم بن ہدم نے سورہ فاتحہ پڑھنے کے بعد ''قل هو الله احد'' سے افتتاح کیا' یا اس حدیث میں سورہ فاتحہ کی فرضیت سے پہلے کا واقعہ مذکور ہے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۳۴۵' دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ اس کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

یہ تاویل ظاہر حدیث کے خلاف ہے اور اس پر کوئی قرینہ نہیں ہے' نیز اہل قباء نے حضرت کلثوم پر یہ اعتراض کیا تھا کہ وہ ایک رکعت میں دو سورتوں کو جمع کرتے ہیں' جس سے ان کی نماز میں کوئی ضرر نہیں ہوتا تھا' پس اگر سورہ فاتحہ کا پڑھنا شرط ہوتا تو وہ اس سے بہت زیادہ انکار کرتے اور اُن کے خلاف Hot Issue بنا لیتے اور اپنی نماز دُہراتے۔

(عمدۃ القاری ج ۶ ص ۶۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

میں کہتا ہوں کہ حضرت کلثوم بن ہدم کی حدیث کی تائید میں یہ حدیث ہے:

امام ابن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ ھ اپنی سند کے ساتھ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں' میں نے نبی ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی' آپ نے سورۃ البقرہ سے نماز کا افتتاح کیا' میں نے (دل میں) کہا: آپ اس سورت کو ختم کر کے رکوع کریں گے' پھر آپ نے آل عمران سے افتتاح کیا' میں نے (دل میں) کہا: آپ اس کو ختم کر کے رکوع کریں گے' پھر آپ نے سورۃ النساء کو شروع کیا' میں نے (دل میں) کہا: آپ اس پر رکوع کریں گے' آپ نے اس سورت کو پڑھا حتیٰ کہ اس کو ختم کر دیا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۷۰۴' صحیح مسلم: ۷۷۲' سنن نسائی: ۱۱۳۳' مسند احمد ج ۵ ص ۸۴)

اس حدیث میں بھی یہ تصریح ہے کہ نبی ﷺ نے نماز کا افتتاح سورۃ البقرہ سے کیا یعنی آپ نے نماز کے شروع میں سورہ فاتحہ نہیں پڑھی اور اس میں یہ دلیل ہے کہ نماز میں سورہ فاتحہ کا پڑھنا فرض نہیں ہے۔

جب قرآن کی محبت کی وجہ سے کسی عمل کے کرنے پر جنت کی بشارت ہے تو صاحب قرآن کی محبت کی وجہ سے کسی عمل کا خیر ہونا زیادہ لائق ہے

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت کلثوم بن ھِدم رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ تم نے نماز کی ہر رکعت میں سورۃ'' قل ھو اللہ احد '' پڑھنے کو کیوں لازم کرلیا ہے؟ انہوں نے کہا: میں اس سورت سے محبت کرتا ہوں' تو آپ نے فرمایا: اس سورت کی محبت نے تمہیں جنت میں داخل کردیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ اگر آدمی کے دل کا کسی سورت کی طرف میلان ہو اور وہ اس کو نماز میں پڑھنے پر دوام کرے تو یہ جائز ہے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت کلثوم بن ھِدم کو جنت کی بشارت دی اور جنت میں وہی شخص داخل ہوگا' جس کا ایمان پر خاتمہ ہو'اس سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم تھا کہ حضرت کلثوم تاحیات ایمان پر قائم رہیں گے۔

حضرت کلثوم نے سورۃ'' قل ھو اللہ احد '' سے محبت کی وجہ سے اس کو نماز میں پڑھنا لازم کرلیا اور آپ نے ان کو جنت کی بشارت دی' تو اگر ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کی وجہ سے اذان کے بعد آپ پر بغیر لزوم کے درود شریف پڑھیں یا آپ کی تعظیم کے قصد سے کھڑے ہو کر آپ پر صلوٰۃ و سلام پڑھیں یا آپ کی تعظیم کے اظہار کے لیے محافل میلاد میں آپ کے فضائل بیان کریں یا آپ کی محبت سے یارسول اللہ کہیں تو کیا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس بشارت کے مستحق نہیں ہوں گے!

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز کی ہر رکعت کے آغاز میں سورۃ'' قل ھو اللہ احد'' پڑھنے کا حکم نہیں دیا' حضرت کلثوم محض اس سورت سے محبت کی وجہ سے اس کو پڑھتے تھے اور وہ اس سے بدعتی نہیں ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کی وجہ سے صلوٰۃ و سلام پڑھنے والے اور یارسول اللہ کہنے والے بدعتی کیوں ہوں گے! واضح رہے کہ محبت کی وجہ سے یارسول اللہ کہنا مخالفین کے نزدیک بھی جائز ہے۔

شیخ رشید احمد گنگوہی متوفی ۱۳۲۳ھ لکھتے ہیں:

یہ خود آپ کو معلوم ہے کہ نداء غیر اللہ تعالیٰ کو دور سے شرک حقیقی جب ہوتا ہے کہ ان کو عالم سامع مستقل اعتقاد کرے ورنہ شرک نہیں' مثلاً یہ جانے کہ حق تعالیٰ ان کو مطلع فرما دیوے گا یا باذنہٖ تعالیٰ انکشاف ان کو ہو جاوے گا' یا باذنہٖ تعالیٰ ملائکہ پہنچا دیویں گے' جیسا درود کی نسبت وارد ہے یا محض شوقیہ کہتا ہو' محبت میں یا عرض حال محل تحسر و حرمان میں کہ ایسے مواقع میں اگرچہ کلمات خطابیہ بولتے ہیں لیکن ہرگز نہ مقصود اسماع ہوتا ہے نہ عقیدہ' پس ان ہی اقسام سے کلمات مناجات و اشعار بزرگان کے ہوتے ہیں کہ فی حد ذاتہٖ نہ شرک نہ معصیت۔ (فتاویٰ رشیدیہ کامل مبوب ص ۶۸' محمد سعید اینڈ سنز' تاجران کتب' کراچی)

مخالفین نے اہل سنت پر جو شرک اور بدعت کے فتوے عائد کیے ہیں' حضرت کلثوم کی حدیث مذکور اور شیخ گنگوہی کی مذکور الصدر عبارت سے ان تمام فتاویٰ کا باطل اور مردود ہونا واضح ہو جاتا ہے۔

۷۷۵ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا وَائِلٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلَى ابْنِ مَسْعُوْدٍ فَقَالَ قَرَاْتُ الْمُفَصَّلَ اللَّيْلَةَ فِيْ رَكْعَةٍ فَقَالَ هٰذًا كَهَذِّ الشِّعْرِ؟ لَقَدْ عَرَفْتُ النَّظَائِرَ الَّتِيْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرِنُ بَيْنَهُنَّ فَذَكَرَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عمرو بن مرہ' انہوں نے کہا: میں نے ابو وائل سے سنا' انہوں نے کہا: ایک شخص حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آیا' اس نے کہا: میں نے آج مفصل (سورہ محمد سے آخر قرآن تک کی کوئی سورت) کو ایک رات

عِشْرِيْنَ سُوْرَةً مِّنَ الْمُفَصَّلِ، سُوْرَتَيْنِ فِيْ كُلِّ رَكْعَةٍ. [اطراف الحدیث: ۴۹۹۶-۵۰۴۳]

میں پڑھا' حضرت ابن مسعود نے کہا: تم نے اس کو شعر کی طرح جلدی جلدی پڑھا ہوگا' میں ان سورتوں کی نظائر کو جانتا ہوں جن کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ملا کر پڑھتے تھے' پھر انہوں نے مفصل سے بیس سورتیں پڑھیں' ہر رکعت میں دو سورتیں۔

(صحیح مسلم: ۸۲۲' الرقم المسلسل: ۱۸۷۷' سنن ترمذی: ۶۰۲' سنن نسائی: ۱۰۰۵' مسند ابو یعلیٰ: ۵۲۲۲' صحیح ابن خزیمہ: ۵۳۸' مسند ابو داؤد الطیالسی: ۲۵۹' السنن الکبریٰ: ۱۰۷۶' المعجم الکبیر: ۹۸۶۴' مسند احمد ج ۱ ص ۳۸۰ طبع قدیم' مسند احمد: ۳۶۰۷۔ ج ۶ ص ۹۷-۹۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' مسند الطحاوی: ۵۰۷۲)

حدیث مذکور کے پانچ رجال ہیں اور ان کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے پہلے جز کے ساتھ مطابقت ہے یعنی دو سورتوں کو ایک رکعت میں جمع کرنا۔

ان دو سورتوں کی نظائر جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک رکعت میں جمع کرتے تھے

علقمہ اور اسود بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص آیا' اس نے کہا: میں ایک رکعت میں مفصل کو پڑھتا ہوں' حضرت ابن مسعود نے فرمایا: کیا تم شعر کی طرح جلدی جلدی پڑھتے ہو' یا جیسے درخت سے سوکھی ہوئی کھجوریں جھڑتی ہیں' لیکن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک رکعت میں دو ایسی سورتوں کو پڑھتے تھے جو ایک دوسرے کی نظیر تھی: (۱) ''والنجم'' اور ''الرحمٰن'' ایک رکعت میں (۲) اور ''اقتربت'' اور ''الحاقه'' ایک رکعت میں (۳) ''والطور'' اور ''والذاریات'' ایک رکعت میں (۴) ''اذا وقعت'' اور ''النون'' ایک رکعت میں (۵) ''سال سائل'' اور ''النّٰزعٰت'' ایک رکعت میں (۶) ''ویل للمطففین'' اور ''عبس'' ایک رکعت میں (۷) ''المدثر'' اور ''المزمل'' ایک رکعت میں (۸) ''هل اتی'' اور ''لا اقسم بیوم القیامة'' ایک رکعت میں (۹) ''عم یتساء لون'' اور ''المرسلٰت'' ایک رکعت میں (۱۰) ''الدخان'' اور ''اذا الشمس کوّرت'' ایک رکعت میں۔

(سنن ابو داؤد: ۱۳۹۶)

مفصل کی دو سورتوں کو ایک رکعت میں جمع کرنا آپ کا معمول تھا اور بعض اوقات آپ سورہ بقرہ اور دوسری لمبی سورتوں کو بھی جمع کرتے تھے

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں قرآن مجید کو جلدی جلدی اور تیز تیز پڑھنے کی ممانعت ہے اور قرآن مجید کو ٹھہر ٹھہر کر تدبر سے پڑھنے کی ترغیب ہے' قاضی عیاض نے کہا ہے کہ بعض علماء نے تھوڑی مقدار میں تیز تیز پڑھنے کی اجازت دی ہے' نیز اس سے معلوم ہوا کہ دوسری رکعت کو پہلی رکعت سے لمبا کر کے پڑھنا جائز ہے مگر اولیٰ یہ ہے کہ دونوں رکعتیں برابر ہوں ماسوا فجر کی نماز کے' فجر کی نماز میں پہلی رکعت کو دوسری رکعت سے لمبا کرنا افضل ہے' اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ایک رکعت میں دو سے زیادہ سورتوں کو بھی پڑھنا جائز ہے' اس کی دلیل یہ ہے کہ عبداللہ بن شقیق نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کئی سورتوں کو جمع کرتے تھے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ہاں! مفصل کی کئی سورتوں کو جمع کرتے تھے' بعض احادیث میں آیا ہے کہ آپ سورۃ البقرہ اور دوسری لمبی سورتوں کو تہجد کی رکعت میں جمع کرتے تھے' وہ مفصل کی سورتوں کو جمع کر کے پڑھنے کے خلاف نہیں ہے کیونکہ وہ نادراً ہوتا تھا' قاضی عیاض نے حضرت ابن مسعود کی حدیث کی شرح میں کہا ہے کہ آپ جو ایک رکعت میں مفصل کی دو سورتوں کو جمع کر کے پڑھتے تھے' وہ آپ کا اکثر

اوقات میں معمول تھا اور وہ جو بعض احادیث میں سورہ بقرہ وغیرھا کو ایک رکعت میں پڑھنے کا ذکر ہے وہ بہت نادر ہے۔

(عمدۃ القاری ج٦ ص٦٦-٦٥ دار الکتب العلمیہ بیروت ١٤٢١ھ)

قرآن مجید کی پہلی سات سورتوں کو طوال کہتے ہیں اس کے بعد جن سورتوں میں سو کے قریب آیات ہوں ان کو ذات المئین کہتے ہیں اور جن میں سو سے کم آیات ہوں ان کو مثانی کہتے ہیں اور سورۃ الحجرات سے آخر قرآن تک کی سورتوں کو مفصل کہتے ہیں۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ١٨٠٩۔ج ٢ ص ٥٩٩ پر مذکور ہے اس کی وہاں بغیر عنوان کے مختصر شرح کی گئی ہے۔

١٠٧ - بَابٌ يَقْرَأُ فِي الْأُخْرَيَيْنِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ

آخری دو رکعتوں میں فاتحۃ الکتاب کو پڑھا جائے

٧٧٦ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ، عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ فِي الْأُولَيَيْنِ بِأُمِّ الْكِتَابِ وَسُورَتَيْنِ، وَفِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُخْرَيَيْنِ بِأُمِّ الْكِتَابِ، وَيُسْمِعُنَا الْآيَةَ، وَيُطَوِّلُ فِي الرَّكْعَةِ الْأُولَى مَا لَا يُطَوِّلُ فِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ، وَهٰكَذَا فِي الْعَصْرِ، وَهٰكَذَا فِي الصُّبْحِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی از یحییٰ از عبداللہ بن ابی قتادہ از والد خود کہ نبی ﷺ ظہر کی پہلی دو رکعت میں سورہ فاتحہ اور دو سورتیں پڑھتے تھے اور آخری دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ پڑھتے تھے اور ہمیں سناتے تھے اور پہلی رکعت اتنی لمبی پڑھتے تھے جتنی لمبی دوسری رکعت نہیں پڑھتے تھے اور اسی طرح عصر میں اور اسی طرح صبح میں۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ٧٥٩ کا مطالعہ فرمائیں۔

١٠٨ - بَابُ مَنْ خَافَتَ الْقِرَاءَةَ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ

جس نے ظہر اور عصر میں آہستہ قرآن پڑھا

٧٧٧ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ عُمَارَةَ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ أَبِي مَعْمَرٍ قُلْتُ لِخَبَّابٍ أَكَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ؟ قَالَ نَعَمْ. قُلْنَا مِنْ أَيْنَ عَلِمْتَ؟ قَالَ بِاضْطِرَابِ لِحْيَتِهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از الاعمش از عمارہ بن عمیر از ابی معمر وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت خباب رضی اللہ سے پوچھا: کیا رسول اللہ ﷺ ظہر اور عصر میں قرآن پڑھتے تھے؟ انہوں نے کہا: ہاں ہم نے پوچھا: آپ کو کیسے معلوم ہوا؟ انہوں نے کہا: آپ کی ڈاڑھی کے ہلنے کی وجہ سے۔

اس حدیث کی شرح کا صحیح البخاری: ٧٤٦ میں مطالعہ کریں۔

١٠٩ - بَابُ إِذَا أَسْمَعَ الْإِمَامُ الْآيَةَ

جب امام آیت کو سنائے

٧٧٨ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِي قَتَادَةَ، عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں الاوزاعی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے یحییٰ بن ابی کثیر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَأُ بِاُمِّ الْكِتَابِ وَسُوْرَةٍ مَّعَهَا، فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْاُوْلَيَيْنِ مِنْ صَلٰوةِ الظُّهْرِ وَصَلٰوةِ الْعَصْرِ، وَيُسْمِعُنَا الْاٰيَةَ اَحْيَانًا، وَكَانَ يُطِيْلُ فِي الرَّكْعَةِ الْاُوْلٰى.

عبداللہ بن ابی قتادہ نے حدیث بیان کی از والد خود کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ظہر اور عصر کی پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ اور اس کے ساتھ کوئی سورت پڑھتے اور کبھی کبھی ہمیں آیت سناتے اور آپ پہلی رکعت کو لمبا کرتے تھے۔

اس حدیث کی شرح کا صحیح البخاری: ۷۵۹ میں مطالعہ کریں۔

١١٠ - بَابٌ يُطَوِّلُ فِي الرَّكْعَةِ الْاُوْلٰى

پہلی رکعت کو لمبا کرے

٧٧٩ - حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِيْ كَثِيْرٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ قَتَادَةَ، عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُطَوِّلُ فِي الرَّكْعَةِ الْاُوْلٰى مِنْ صَلٰوةِ الظُّهْرِ، وَيُقَصِّرُ فِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ، وَيَفْعَلُ ذٰلِكَ فِي صَلٰوةِ الصُّبْحِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از یحییٰ بن ابی کثیر از عبداللہ بن ابی قتادہ از والد خود کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی پہلی رکعت کو لمبا کرتے تھے اور دوسری رکعت کو کم کرتے تھے اور یہ آپ نماز فجر میں کرتے تھے۔

اس حدیث کی شرح کا صحیح البخاری: ۷۵۹ میں مطالعہ کریں۔

١١١ - بَابُ جَهْرِ الْاِمَامِ بِالتَّاْمِيْنِ

بلند آواز سے آمین کہنا

آمین کا وزن کلام عرب کے اوزان میں سے نہیں ہے اور یہ ہابیل اور قابیل کی مثل ہے اور اس کی اصل ہے: "یا اللّٰہ استجب دعاءنا" اے اللہ! ہماری دعا کو قبول فرما' اور یہ اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ایک اسم ہے اور اس میں سے حرف ندا کو ساقط کر دیا گیا ہے اور مد کو اس کا قائم مقام کر دیا گیا' امام عبدالرزاق نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے: آمین اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ایک اسم ہے' اور ھلال بن یساف سے مروی ہے کہ جس طرح "صه" کا معنی "اسکت" ہے اور یہ اسم فعل ہے' اسی طرح یہ بھی اسم فعل ہے۔

آمین کے معنی کی تحقیق

اس کے معنی میں ایک قول یہ ہے کہ چاہیے اس طرح ہو جائے' دوسرا قول ہے: قبول فرما' تیسرا قول ہے: ہماری امید کو نامراد نہ کر' چوتھا قول ہے: اس پر تیرے سوا اور کوئی قادر نہیں ہے' پانچواں قول ہے: یہ اللہ کی اپنے بندوں پر مہر ہے جس کے سبب سے وہ ان سے آفات کو دور کرتا ہے' چھٹا قول ہے: یہ عرش کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے' اس کی تاویل کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

ابوزہیر نمیری بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص بہت گڑگڑا کر دعا کر رہا تھا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کی دعا کی مقبولیت واجب ہے اگر اس نے اس پر مہر لگا دی' لوگوں میں سے ایک شخص نے پوچھا: وہ کس چیز سے مہر لگائے؟ آپ نے فرمایا: آمین سے' پس اگر اس نے اپنی دعا آمین پر ختم کی تو اس کا مقبول ہونا واجب ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۹۳۸)

جو شخص اکیلا نماز پڑھ رہا ہو یا امام ہو یا مقتدی ہو یا خارج از نماز دعا کر رہا ہو' ان سب کے لیے آمین کہنا سنت ہے' اسی طرح نماز میں سورہ فاتحہ کے بعد اور سورت ملانے سے پہلے آمین کہنا سنت ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۶۹-۶۸)

وَقَالَ عَطَاءٌ اٰمِيْنَ دُعَاءٌ، اَمَّنَ ابْنُ الزُّبَيْرِ وَمَنْ وَّرَاءَهٗ، حَتّٰى اِنَّ لِلْمَسْجِدِ لَلَجَّةً.

اور عطاء نے کہا: آمین دعا ہے' حضرت ابن الزبیر نے آمین کہی اور ان کے پیچھے والوں نے آمین کہی حتیٰ کہ مسجد گونج اٹھی۔

اس تعلیق کی اصل درج ذیل حدیث ہے:

ابن جریج عطاء سے روایت کرتے ہیں' وہ بیان کرتے ہیں: میں نے ابن جریج سے پوچھا: کیا حضرت ابن الزبیر سورہ فاتحہ کے بعد آمین پڑھتے تھے؟ انہوں نے کہا: ہاں! اور جو ان کے پیچھے نمازی تھے' وہ بھی آمین پڑھتے تھے حتیٰ کہ مسجد گونج جاتی تھی' پھر عطاء نے کہا: آمین دعا ہے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۲۶۴۰)

وَكَانَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ يُنَادِي الْإِمَامَ لَا تَفُتْنِي بِاٰمِيْنَ.

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بہ آوازِ بلند امام سے کہتے تھے: ہماری آمین کو چھوڑ نہ دینا۔

اس تعلیق کی اصل' مصنف عبدالرزاق: ۲۶۴۲ کا آخری حصہ ہے۔

وَقَالَ نَافِعٌ كَانَ ابْنُ عُمَرَ لَا يَدَعُهٗ' وَيَحُضُّهُمْ وَسَمِعْتُ مِنْهُ فِيْ ذٰلِكَ خَيْرًا.

اور نافع نے کہا: حضرت ابن عمر آمین کو نہیں چھوڑتے تھے اور آمین کہنے پر برانگیختہ کرتے تھے اور میں نے ان سے اس کے متعلق اچھی بات سنی ہے۔

اس تعلیق کی اصل میں درج ذیل حدیث ہے:

ابن جریج بیان کرتے ہیں کہ مجھے نافع نے خبر دی کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب سورہ فاتحہ ختم کرتے تو آمین پڑھتے اور اس کو ختم کرنے کے بعد آمین کو نہیں چھوڑتے تھے اور لوگوں کو اس کے پڑھنے پر برانگیختہ کرتے تھے اور میں نے ان سے اس کے متعلق اچھی بات سنی ہے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۲۶۴۳)

۷۸۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ' عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ' وَاَبِيْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّهُمَا اَخْبَرَاهُ' عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اَمَّنَ الْاِمَامُ فَاَمِّنُوْا فَاِنَّهٗ مَنْ وَافَقَ تَاْمِيْنُهٗ تَاْمِيْنَ الْمَلَائِكَةِ' غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ. وَقَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اٰمِيْنَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن شہاب از سعید بن مسیب و ابی سلمہ بن عبد الرحمان' ان دونوں نے ان کو خبر دی از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب امام آمین کہے تو تم آمین کہو' پس بے شک جس کی آمین فرشتوں کی آمین کے موافق ہو گئی' اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے' اور ابن شہاب نے کہا: اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آمین کہتے تھے۔

[طرف الحدیث: ۶۴۰۲]

مُطَابَقَتُهٗ لِلتَّرْجَمَةِ ظَاهِرَةٌ لِاَنَّهٗ صلی اللہ علیہ وسلم اَمَرَ الْقَوْمَ بِالتَّاْمِيْنِ عِنْدَ تَاْمِيْنِ الْاِمَامِ.

یہ عنوان کے مطابق ظاہر ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو حکم دیا کہ جب امام آمین کہے تو وہ آمین کہیں۔

(صحیح مسلم: ۴۱۰' الرقم المسلسل: ۸۹۰' سنن ابوداؤد: ۹۳۶' سنن ترمذی: ۲۵۰' سنن نسائی: ۹۲۸' موطأ امام مالک: ۱۹۸' دارالمعرفۃ المنتقی: ۳۲۲' سنن بیہقی ج ۲ ص ۵۵' شرح السنۃ: ۵۸۷' صحیح ابن خزیمہ: ۱۵۸۳' مسند احمد ج ۲ ص ۵۹ ۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۹۹۲۱۔ ج ۱۶ ص ۱۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کے رجال کا پہلے تعارف ہو چکا ہے۔

باب کا عنوان ہے: جب امام بلند آواز سے آمین کہے اور اس حدیث کی اس سے مطابقت اس جملہ میں ہے: جب امام آمین کہے تو تم آمین کہو۔

آمین کہنے والے فرشتوں کے مصداق میں متعدد اقوال

آمین کہنے والے فرشتوں کے مصداق میں اختلاف ہے' ایک قول یہ ہے کہ یہ فرشتے کراماً کاتبین ہیں' جو اس کے ساتھ رہتے ہیں اور اس کے اعمال لکھتے رہتے ہیں' ایک قول یہ ہے کہ یہ وہ فرشتے ہیں جو صبح اور شام باری باری آتے ہیں' ایک قول یہ ہے کہ یہ آسمان کے فرشتے ہیں کیونکہ امام بیہقی کی روایت میں ہے: جب پڑھنے والا ''غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ'' (الفاتحہ:٧) کہتا ہے اور اس کے پیچھے نمازی آمین کہتے ہیں اور ان کا آمین کہنا آسمان کے فرشتوں کے قول کے موافق ہو جاتا ہے تو ان کے پچھلے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ (سنن بیہقی ج ٢ ص ٥٥' نشر السنۃ' ملتان) ایک قول ہے: تمام فرشتے آمین کہتے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ٦ ص ٧١)

امام کے آمین کہنے میں مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

امام کے آمین کہنے میں اختلاف ہے' مطرف اور ابن الماجشون نے امام مالک سے روایت کیا ہے کہ امام بھی مقتدی کی مثل آمین کہے جیسا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث میں ہے اور یہی امام ابوحنیفہ' اوزاعی' امام شافعی' امام احمد اور اسحاق وغیرہ کا مذہب ہے۔

ایک جماعت نے کہا ہے کہ امام آمین نہ کہے' آمین صرف اس کے پیچھے نمازی کہیں' امام مالک کا یہ قول ''مدونہ'' میں ہے اور ان کے مصری اصحاب کا بھی یہی قول ہے۔

اس قول کی دلیل یہ ہے کہ حدیث میں ہے: جب امام کہے: ''غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ'' (الفاتحہ:٧) تو تم آمین کہو۔ (مسند احمد: ٩٩٢٢) اگر امام کے لیے بھی آمین کہنا مشروع ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یوں فرماتے: جب امام آمین کہے تو تم آمین کہو' اور ہم نے دیکھا کہ سورۃ الفاتحہ دعا ہے' پس امام دعا کرنے والا ہے اور مقتدی آمین کہنے والا ہے اور اسی طرح لوگوں کا معمول ہے کہ ایک شخص دعا کرتا ہے اور سننے والا آمین کہتا ہے۔

جو فقہاء امام کے آمین کہنے کے قائل ہیں' وہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب امام آمین کہے تو آمین کہو۔ (صحیح البخاری: ٧٨٠) اور یہ اس کی دلیل ہے کہ امام آمین کہے گا اور یہ معلوم ہے کہ مقتدی آمین کہتا ہے تو امام کو بھی آمین کہنا چاہیے' اور اسی طرح حضرت ابوہریرہ کا یہ قول بھی دلیل ہے کہ وہ امام سے کہتے تھے کہ تم ہماری آمین کو چھوڑ نہ دینا۔ (مصنف عبدالرزاق: ٢٦٤٢) اس سے معلوم ہوا کہ امام آمین کہتا ہے اور ابن شہاب الزہری نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آمین کہتے تھے۔

بلند آواز سے آمین کہنے میں مذاہب فقہاء

بلند آواز سے آمین کہنے میں بھی اختلاف ہے' امام شافعی' امام احمد اور اسحاق وغیرہ نے کہا ہے کہ امام بلند آواز سے آمین کہے اور ابن وہب اور ابومصعب نے امام مالک سے روایت کی ہے کہ امام آہستہ آمین کہے اور یہی فقہاء احناف کا قول ہے اور حضرت عمر' حضرت علی اور حضرت ابن مسعود سے بھی یہی مروی ہے' اور النخعی' الشعبی اور ابن ابی لیلیٰ کا بھی یہی مذہب ہے۔

بلند آواز سے آمین کہنے والوں کی دلیل نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد ہے: جب امام آمین کہے تو تم آمین کہو (صحیح البخاری: ٧٨٠) اگر امام آہستہ آمین کہے گا تو اس کے پیچھے نماز پڑھنے والوں کے لیے یہ ممکن نہیں ہوگا کہ وہ اس کے آمین کہنے کے بعد آمین کہیں۔ میں کہتا ہوں کہ ضرور ممکن ہوگا کیونکہ آمین کہنے کا وقت اور محل متعین ہے' جب امام ''غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ'' (الفاتحہ:٧) کہے گا اور اس کے بعد خواہ وہ آہستہ آمین کہے' اس کے پیچھے نماز پڑھنے والے آمین کہہ لیں گے۔

علامہ ابن بطال لکھتے ہیں: عطاء نے کہا: میں اماموں سے سنتا ہوں' وہ سورۃ الفاتحہ کے بعد آمین کہتے ہیں اور ان کے پیچھے نمازی بھی آمین کہتے ہیں حتیٰ کہ مسجد گونج اٹھتی ہے۔

میں کہتا ہوں کہ بلند آواز سے آمین کہنا ایک اجتہادی مسئلہ ہے۔عطاء نے جن اماموں کا بلند آواز سے آمین کہنا نقل کیا ہے وہ لوگ آہستہ آمین کہنے کے دلائل پر مطلع نہیں ہوئے۔

علامہ ابن بطال لکھتے ہیں: آمین آہستہ کہنے والوں کی دلیل یہ آیت ہے:

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً. (الاعراف:۵۵) اپنے رب سے گڑگڑا کر اور چپکے چپکے دعا کرو۔

یعنی آمین دعا ہے' لہٰذا اس کو بھی چپکے چپکے مانگنا چاہیے اور اللہ تعالیٰ نے حضرت زکریا علیہ السلام کی اس پر مدح فرمائی کہ انہوں نے چپکے چپکے دعا کی:

اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِيًّا O (مریم:۳) جب زکریا نے اپنے رب سے چپکے چپکے دعا کی O

نیز قرآن مجید میں حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون کے متعلق ہے:

قَدْ اُجِيْبَتْ دَّعْوَتُكُمَا. (یونس:۸۹) تم دونوں کی دعا قبول کر لی گئی ہے۔

امام ابن جریر نے کہا: حضرت موسیٰ دعا کرتے تھے اور حضرت ہارون آمین کہتے تھے۔

(جامع البیان جز ۱۱ ص ۱۸۵' داراحیاء التراث العربی بیروت)

اور دعا میں اصل یہ ہے کہ آہستہ آواز سے کی جائے۔

ابن وہب مالکی نے کہا ہے کہ امام مالک نے فرمایا ہے کہ امام کے بلند آواز سے آمین کہنے کے متعلق میں نے ابن شہاب کی روایت کے علاوہ اور کوئی حدیث نہیں دیکھی۔

علامہ ابن بطال مزید لکھتے ہیں: حضرت ابو ہریرہ نے جو بہ آواز بلند امام سے کہا: مجھ پر آمین کہنے میں سبقت نہ کرنا' اس کا معنی یہ ہے کہ میری اقامت ختم کرنے سے پہلے سورہ فاتحہ نہ پڑھ لینا حتیٰ کہ مجھے تمہارے ساتھ آمین کہنے کا موقع نہ مل سکے' اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ تم بلند آواز سے آمین کہو۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۳۷۴-۴۷۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

آہستہ آمین کہنے کے متعلق احادیث اور آثار

علقمہ بن وائل اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ''غیر المغضوب علیھم و لا الضالین'' پڑھا' پھر کہا: آمین' اور اپنی آواز آہستہ رکھی۔ (سنن ترمذی:۲۴۸)

ابراہیم نخعی نے کہا: چار چیزوں کو امام آہستہ پڑھے: (۱) ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' (۲) ''اعوذ باللہ'' (۳) ''آمین'' (۴) جب امام ''سمع اللہ لمن حمدہ'' کہے تو وہ کہے: ''ربنا لک الحمد''۔ (مصنف عبدالرزاق:۲۵۹۸)

ابراہیم نے کہا: پانچ چیزوں کو آہستہ پڑھا جائے: (۱) ''سبحانک اللھم وبحمدک'' (۲) ''اعوذ باللہ'' (۳) ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' (۴) ''آمین'' (۵) جب امام ''سمع اللہ لمن حمدہ'' کہے تو نمازی کہے: ''ربنا لک الحمد''۔

(مصنف عبدالرزاق:۲۵۹۹)

منصور نے بیان کیا کہ ابراہیم آہستہ آمین کہتے تھے۔ (مصنف عبدالرزاق:۲۶۳۶)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام نے دعا کی تو حضرت ہارون نے ان کی دعا پر آمین

کہی۔ (اور دعا میں اصل اخفاء ہے) اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ کہتے تھے کہ آمین اللہ عزوجل کے اسماء میں سے ایک اسم ہے۔
(مصنف عبدالرزاق: ۲۶۵۳)

ابن جریج بیان کرتے ہیں کہ میں نے عطاء سے پوچھا کہ جب امام مغرب کی آخری رکعت میں سورۃ الفاتحہ پڑھے اور عشاء کی آخری دو رکعتوں میں سورۃ الفاتحہ پڑھے تو کیسے آمین پڑھے؟ انہوں نے کہا: آہستہ سے آمین پڑھے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۲۶۵۵)

۱۱۲ - بَابُ فَضْلِ التَّأْمِينِ
آمین کہنے کی فضیلت

۷۸۱ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا قَالَ أَحَدُكُمْ 'آمِينَ' وَقَالَتِ الْمَلَائِكَةُ فِي السَّمَاءِ 'آمِينَ'، فَوَافَقَتْ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرٰى، غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ. (سنن نسائی: ۹۲۹)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص آمین کہتا ہے اور فرشتے بھی آسمان میں آمین کہتے ہیں اور دونوں میں سے ایک کا قول دوسرے کے موافق ہو جاتا ہے تو اس کے پچھلے گناہوں کو معاف کر دیا جاتا ہے۔

اس حدیث کی تخریج' حدیث سابق میں گزر چکی ہے۔

فرشتوں کی آمین کے ساتھ آمین کہنے کی فضیلت

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

المہلب نے کہا ہے کہ اس حدیث میں موافقت کا معنی یہ ہے کہ جب فرشتے آمین کہتے ہیں تو اسی وقت نمازی آمین کہتے ہیں یعنی نمازیوں اور فرشتوں کا آمین کہنا ایک ہی وقت میں ہوتا ہے۔

فرشتوں کے آمین کہنے کا معنی یہ ہے کہ وہ نمازیوں کے لیے استغفار کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نمازیوں کی دعا کو قبول فرمائے' قرآن مجید میں فرشتوں کے استغفار کا ذکر ہے:

وَيَسْتَغْفِرُونَ لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِينَ تَابُوا. (المؤمن: ۷)

وہ ایمان والوں کے لیے مغفرت طلب کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! تو نے ہر چیز کو اپنی رحمت اور علم کے احاطہ میں لیا ہوا ہے' سو تو ان مؤمنوں کو بخش دے جو توبہ کرتے ہیں۔

پس جب بندہ فرشتوں کی آمین کے ساتھ آمین کہے گا تو ایک وقت میں دونوں کی دعا اللہ تعالیٰ کے پاس پہنچے گی اور فرشتوں کی آمین مقبول ہوتی ہے اور جن کے لیے وہ شفاعت کرتے ہیں' قیامت کے دن ان کے حق میں ان کی شفاعت بھی مقبول ہوگی' اس لیے اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ توقع ہے کہ وہ فرشتوں کی آمین کے ساتھ بندوں کی آمین کو بھی قبول فرمالے گا کیونکہ جب ایک وقت میں دونوں کی آمینیں اس کے پاس پہنچیں اور وہ ایک کی آمین قبول کرے اور دوسرے کی آمین قبول نہ کرے تو یہ اس کے فضل سے بعید ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۳۷۳-۳۷۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۱۱۳ - بَابُ جَهْرِ الْمَأْمُومِ بِالتَّأْمِينِ
مقتدی کا بلند آواز سے آمین کہنا

۷۸۲ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ سُمَيٍّ، مَوْلٰى أَبِي بَكْرٍ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از سمی مولیٰ ابی بکر از ابی صالح از

هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا قَالَ الْإِمَامُ ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ﴾ فَقُوْلُوْا اٰمِيْنَ فَإِنَّهٗ مَنْ وَافَقَ قَوْلُهٗ قَوْلَ الْمَلَائِكَةِ غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ. تَابَعَهٗ مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَنُعَيْمُ الْمُجْمِرُ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ. [طرف الحدیث: ۴۴۷۵]

ابوہریرہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب امام "غیر المغضوب علیهم ولا الضالین" کہے تو تم آمین کہو پس جس کا قول فرشتوں کے قول کے موافق ہو گیا' اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ اس کی متابعت محمد بن عمرو نے کی ہے از ابی سلمہ از حضرت ابی ہریرہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' اور نعیم المجمر نے بھی اس کی متابعت از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۹۳۵' سنن نسائی: ۹۲۶' سنن ابن ماجہ: ۸۵۲' سنن دارمی: ۱۲۴۵' سنن بیہقی ج ۲ ص ۵۵' مسند احمد ج ۲ ص ۴۵۰ طبع قدیم' مسند احمد: ۹۸۰۴۔ ج ۱۵ ص ۵۰۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۴۳۸۸' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں اور ان کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ عدم مطابقت اور آہستہ آمین کہنے کی دلیل

امام بخاری نے اس حدیث کا عنوان قائم کیا ہے: مقتدی کا بلند آواز سے آمین کہنا' جب کہ اس حدیث میں مقتدی کے بلند آواز سے آمین کہنے کا ذکر نہیں ہے' صرف یہ ذکر ہے کہ جب امام "غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ" (الفاتحہ:۷) کہے تو تم آمین کہو' یہ نہیں فرمایا کہ تم بلند آواز سے آمین کہو' آپ نے مطلقاً آمین کہنے کا حکم دیا ہے' خواہ مقتدی آہستہ آمین کہے یا بلند آواز سے آمین کہے' بلکہ یہ حدیث آہستہ آمین کہنے کی دلیل ہے کیونکہ آپ نے فرمایا ہے: جس کا قول فرشتوں کے قول کے موافق ہو جائے گا اس کے پچھلے گناہوں کو بخش دیا جائے گا اور فرشتوں کے قول کی موافقت آہستہ آمین کہنے میں ہے کیونکہ فرشتے بلند آواز سے آمین نہیں کہتے۔

آمین کہنے میں بہ ظاہر دو حدیثوں کے تعارض میں تطبیق

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری کی ایک روایت میں ہے: جب امام آمین کہے تو تم آمین کہو۔ (صحیح البخاری: ۷۸۰) اور اس باب کی حدیث میں ہے: "غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ" (الفاتحہ:۷) کہے تو تم آمین کہو۔ (صحیح البخاری: ۷۸۲) بہ ظاہر ان دونوں حدیثوں میں تعارض ہے' امام طبری نے ان دو حدیثوں میں تطبیق دی ہے' انہوں نے کہا: یہ دونوں حدیثیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں' پس حدیث: ۷۸۲ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر دی ہے کہ جب مقتدی امام کے فاتحۃ الکتاب سے فارغ ہونے کے بعد آمین کہے گا تو اس کے سابقہ گناہوں کی مغفرت ہو جائے گی اور حدیث: ۷۸۰ میں یہ خبر دی ہے کہ جب مقتدی امام کے آمین کہنے کے بعد آمین کہے گا تب بھی اس کو یہی اجر ملے گا اور یہ معلوم ہے کہ امام سورۃ الفاتحہ کے بعد آمین کہتا ہے' لہٰذا ان دونوں حدیثوں میں کوئی تعارض نہیں ہے۔

حدیث مذکور کو عنوان کے مطابق کرنے کی علامہ ابن بطال کی سعی لا حاصل

علامہ ابن بطال نے کہا ہے: اس حدیث کا عنوان ہے: مقتدی کا بلند آواز سے آمین کہنا' اور اس عنوان کے بعد جو حدیث ذکر کی ہے اس میں مقتدی کے بلند آواز سے آمین کہنے کا ذکر نہیں ہے' لیکن جب امام بلند آواز سے آمین کہے گا اور مقتدی کو امام کی اتباع کرنے کا حکم ہے تو وہ بھی بلند آواز سے آمین کہے گا' اس وجہ سے یہ حدیث عنوان کے مطابق ہو جائے گی۔ میں کہتا ہوں کہ اس

حدیث کو عنوان کے مطابق کرنے کے لیے علامہ ابن بطال کی یہ کوشش فضول ہے کیونکہ اس حدیث میں یہ کب ذکر ہے کہ امام بلند آواز سے آمین کہے حتیٰ کہ اس کی اتباع میں مقتدی بھی بلند آواز سے آمین کہے بہرحال یہ حدیث عنوان کے مطابق نہیں ہے۔

آمین بالجہر اور آمین بالسر کی دونوں حدیثیں صحیح اور معمول بہ ہیں

نیز علامہ ابن بطال لکھتے ہیں: فقہاء کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ مقتدی آہستہ آمین کہے امام طبری نے کہا ہے کہ بلند آواز سے آمین کہنے اور آہستہ آمین کہنے کی دونوں حدیثیں صحیح ہیں اور ہر دو حدیثوں پر امت کے فقہاء نے عمل کیا ہے اور یہ اس کی دلیل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امت کو اختیار دیا ہے کہ وہ جس طریقہ پر چاہیں عمل کر لیں اور اکثر صحابہ اور فقہاء تابعین کا مختار آہستہ آمین پڑھنا تھا۔ (شرح ابن بطال ج ٢ ص ٤٧٥ دار الکتب العلمیہ بیروت ١٤٢٤ ھ)

سورہ فاتحہ کو بلند آواز سے پڑھنے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بلند آواز سے آمین پڑھنے کے تعارض کا جواب

علامہ موفق الدین عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ٦٢٠ ھ لکھتے ہیں:

امام ابو حنیفہ اور ایک روایت میں امام مالک نے کہا ہے کہ آمین کو آہستہ کہنا سنت ہے کیونکہ یہ دعا ہے تو اس کو تشہد کی طرح آہستہ پڑھنا چاہیے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آمین پڑھی اور آواز بلند کی۔ (سنن ابو داؤد: ٩٣٢)

نیز سورہ فاتحہ بھی دعا ہے اور اس کو بلند آواز سے بھی پڑھا جاتا ہے اسی طرح آمین کو بھی بلند آواز سے پڑھنا جائز ہے۔

(المغنی ج ٢ ص ٣٧٧ دار الحدیث قاہرہ ١٤٢٥ ھ)

اس کا جواب یہ ہے کہ سورہ فاتحہ کی دو حیثیتیں ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بھی ہے قرآن مجید بھی ہے اور اللہ تعالیٰ سے دعا بھی ہے اور چونکہ اس میں دو حیثیتیں ہیں اس لیے اس کو قرآن مجید کی تلاوت کی حیثیت سے بلند آواز سے پڑھا جاتا ہے اور دعا کی حیثیت سے اس کو نماز کی آخری رکعت میں آہستہ پڑھا جاتا ہے۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابتداء میں آمین کو بلند آواز سے پڑھا تاکہ مسلمانوں کو آمین پڑھنے کا طریقہ معلوم ہو جائے اور جب مسلمانوں کو تعلیم ہو گئی تو پھر آپ نے آمین کو آہستہ پڑھا اس طرح ان دونوں حدیثوں میں تطبیق ہو گئی۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ٨١٩۔ ج ا ص ١١٨٧ پر مذکور ہے اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

(١) آمین کہنے کے متعلق فقہاء شافعیہ کا نظریہ (٢) آمین کہنے کے متعلق فقہاء مالکیہ کا نظریہ (٣) آمین کہنے کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا نظریہ (٤) آمین کہنے کے متعلق فقہاء احناف کا نظریہ (٥) آمین بالسر پر دلائل۔

١١٤ - بَابُ إِذَا رَكَعَ دُونَ الصَّفِّ

جب کسی شخص نے صف میں واصل ہونے سے پہلے رکوع کر لیا

٧٨٣ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، عَنِ الْأَعْلَمِ، وَهُوَ زِيَادٌ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ أَبِي بَكْرَةَ أَنَّهُ انْتَهَى إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ رَاكِعٌ، فَرَكَعَ قَبْلَ أَنْ يَصِلَ إِلَى الصَّفِّ، فَذَكَرَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی از الاعلم اور وہ زیاد ہے از الحسن از ابی بکرہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک گئے اس وقت آپ رکوع میں تھے انہوں نے صف میں پہنچنے سے پہلے رکوع

ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ زَادَكَ اللّٰهُ حِرْصًا وَلَا تَعُدْ. کرلیا' پھر انہوں نے اس کا نبی ﷺ سے ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: اللہ تمہاری حرص زیادہ کرے دوبارہ ایسا نہ کرنا۔

(سنن ابوداؤد: ۶۸۴۔ ۶۸۳' سنن نسائی: ۸۷۰' المنتقی: ۳۱۸' مسند البزار: ۳۶۵۱' السنن الکبریٰ: ۹۴۳' صحیح ابن حبان: ۲۱۹۵' سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۰۶' کتاب الحجۃ ج ۱ ص ۲۱۵' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۸۷۶' المعجم الصغیر: ۱۰۳۰' مسند احمد ج ۵ ص ۳۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۰۴۰۵۔ ج ۳۴ ص ۴۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۶۵۵۴' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۷ھ' مسند الطحاوی: ۱۰۰۷)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) موسیٰ بن اسماعیل ابوسلمہ المنقری التبوذکی (۲) ھمام بن یحییٰ (۳) الاعلم' ان کا نام زیاد بن حسان ہے (۴) الحسن البصری (۵) ابوبکرہ' ان کا نام نفیع بن الحارث ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۷۹۔ ۷۸)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: حضرت ابوبکرہ نے صف تک پہنچنے سے پہلے رکوع کرلیا۔

ایک آدمی کی صف کے پیچھے نماز کا جواز

علامہ ابوسلیمان حمد بن محمد الخطابی المتوفی ۳۸۸ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ اکیلے آدمی کی صف کے پیچھے نماز جائز ہے کیونکہ نماز کا ایک جز جب صف کے پیچھے جائز ہے تو پوری نماز بھی جائز ہے۔

نبی ﷺ نے جو فرمایا: تم دوبارہ ایسا نہ کرنا' اس میں نبی ﷺ نے ان کو مستقبل میں افضل طریقہ سے نماز پڑھنے کی ہدایت دی ہے اور اگر یہ نماز جائز نہ ہوتی تو آپ ان کو اس نماز کے دوبارہ پڑھنے کا حکم دیتے اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے گھر میں نماز پڑھائی' آپ کے پیچھے حضرت انس اور ان کے بھائی تھے اور ان کے پیچھے صرف ایک بوڑھی عورت تھی' جو تنہا کھڑی تھیں اور اس مسئلہ میں عورت اور مرد میں کوئی فرق نہیں ہے اور حضرت وابصہ کی حدیث میں جو آپ نے نماز دہرانے کا حکم دیا تھا' وہ بہ طور وجوب نہیں تھا بلکہ بہ طور استحباب تھا۔

زہری اور اوزاعی یہ کہتے تھے کہ اگر کوئی شخص صف تک پہنچنے سے پہلے رکوع کرلے تو اگر وہ صف کے قریب ہے تو اس کی نماز جائز ہے اور اگر صف سے بعید ہے تو پھر اس کی نماز جائز نہیں ہے۔ (معالم التنزیل ج ۱ ص ۱۶۱۔ ۱۶۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حضرت وابصہ کی وہ حدیث جس میں آپ نے اس صورت میں نماز دہرانے کا حکم دیا تھا' وہ درج ذیل ہے:

حضرت وابصہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے دیکھا' ایک شخص صف کے پیچھے تنہا نماز پڑھ رہا ہے' آپ نے اس کو حکم دیا کہ وہ نماز دہرائے۔ (سنن ابوداؤد: ۶۸۲' سنن ترمذی: ۲۳۱' مسند احمد ج ۴ ص ۲۲۸)

جب نمازی رکوع میں ہوں اور کوئی شخص جماعت میں شامل ہونے کے لیے رکوع کرے تو وہ دو مرتبہ اللہ اکبر کہے' ایک بار تکبیرۃ تحریمہ کے لیے اور ایک بار رکوع کرنے کے لیے۔

عروہ بن الزبیر اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: وہ آتے اور امام رکوع میں ہوتا تو وہ دو تکبیریں پڑھتے' نماز کے افتتاح کی تکبیر اور رکوع کرنے کی تکبیر۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۵۲۱' مجلس علمی بیروت' ۱۴۲۷ھ' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۵۰۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

یونس بیان کرتے ہیں کہ حسن بصری نے کہا: دو تکبیریں پڑھنا مستحب ہے اگر اس کو جلدی ہو یا وہ بھول جائے تو ایک تکبیر بھی کافی ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ٢٥٢٨ 'مجلس علمی' بیروت' ١٤٢٧ھ مصنف ابن ابی شیبہ: ٢٥١۴ ' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١۴١٦ھ)

ایک آدمی کی صف کے پیچھے نماز کے متعلق اختلاف فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴٩ھ لکھتے ہیں:

جو شخص صف تک پہنچنے سے پہلے رکوع کرلے' اس کے متعلق اختلاف ہے' حضرت زید بن ثابت اور حضرت ابن مسعود سے مروی ہے کہ انہوں نے صف تک پہنچنے سے پہلے رکوع کیا اور حالت رکوع میں چلتے ہوئے صف تک پہنچے سعید بن جبیر' عروہ بن الزبیر' ابو سلمہ اور عطاء نے بھی اس طرح کیا ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب تم آؤ اور امام رکوع میں ہو اور امام کے سر اٹھانے سے پہلے تم نے اپنے دونوں ہاتھ اپنے گھٹنوں پر رکھ دیے تو تم نے جماعت کو پالیا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ٢٥٣۴ 'مجلس علمی' بیروت' ١۴٢٧ھ مصنف ابن ابی شیبہ: ٢٥٢٠ ' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١۴١٦ھ)

امام مالک اور لیث نے کہا: اگر کوئی شخص تنہا صف تک پہنچنے سے پہلے رکوع کرلے اور چلتا ہوا صف تک پہنچے تو اگر وہ صف کے قریب ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اور امام ابوحنیفہ اور ثوری نے کہا ہے کہ ایک شخص تنہا صف تک پہنچنے سے پہلے رکوع کرلے اور پھر آگے جائے تو یہ مکروہ ہے اور اگر ایک جماعت ایسا کرے تو پھر مکروہ نہیں ہے۔ اس کو امام طحاوی نے ذکر کیا ہے اور انہوں نے کہا: امام مالک' فقہاء احناف اور امام شافعی نے کہا: جو شخص تنہا صف تک پہنچنے سے پہلے نماز نہ پڑھے اس کی نماز جائز ہے' امام مالک نے کہا: وہ کسی شخص کو اپنی طرف نہ کھینچے' امام اوزاعی' امام احمد' اسحاق اور اہل الظاہر نے کہا: اگر ایک شخص نے تنہا صف تک پہنچنے سے پہلے رکوع کرلیا تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی اور ان کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اللہ تمہاری حرص کو زیادہ کرے' لیکن دوبارہ ایسا نہ کرنا' پس اس میں یہ دلیل ہے کہ ان کی نماز صحیح نہ تھی۔ (شرح ابن بطال ج ٢ ص ٦٧۴۔ ٥٧۴ ' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١۴٢۴ھ)

ہم کہتے ہیں کہ اگر حضرت ابوبکرہ کی نماز صحیح نہ ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو نماز دہرانے کا حکم دیتے حالانکہ آپ نے ان کو نماز دہرانے کا حکم نہیں دیا۔

امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی متوفی ٣٢١ھ فرماتے ہیں:

ہم نے جو یہ بیان کیا ہے کہ ایک شخص تنہا صف کے پیچھے نماز پڑھے تو اس کی نماز صحیح ہے' یہ امام ابوحنیفہ' امام ابویوسف اور امام محمد کا قول ہے۔ (شرح معانی الآثار ج ١ ص ٥١۴ ' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

١١٥ - بَابُ اِتْمَامِ التَّكْبِيْرِ فِي الرُّكُوْعِ — رکوع میں تکبیر کو مکمل پڑھنا

تکبیر کو مکمل کرنے سے مراد یہ ہے کہ تکبیر کو مد کے ساتھ اور کھینچ کر پڑھا جائے۔

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرکے بیان کیا ہے۔

اس باب میں اور اس کے قریب والے باب میں یہ روایت ہے۔

فِيْهِ مَالِكُ بْنُ الْحُوَيْرِثِ.

اس سلسلہ میں حضرت مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ سے بھی روایت ہے۔

ہے۔

یہ حدیث' صحیح البخاری: ۸۱۸ میں مذکور ہے۔

۷۸٤ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ الْوَاسِطِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ، عَنِ الْجُرَيْرِيِّ، عَنْ أَبِي الْعَلَاءِ، عَنْ مُطَرِّفٍ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ، قَالَ صَلَّى مَعَ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ بِالْبَصْرَةِ، فَقَالَ ذَكَّرَنَا هٰذَا الرَّجُلُ صَلٰوةً كُنَّا نُصَلِّيهَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ أَنَّهُ كَانَ يُكَبِّرُ كُلَّمَا رَفَعَ وَكُلَّمَا وَضَعَ.

[اطراف الحدیث: ۷۸٦-۸۲٦]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق الواسطی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی از الجریری از ابی العلاء از مطرف از حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز پڑھی' پھر انہوں نے کہا کہ اس شخص نے ہمیں وہ نماز یاد دلا دی' جو ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ پڑھا کرتے تھے' پس انہوں نے ذکر کیا کہ آپ جب بھی اوپر اٹھتے یا نیچے جھکتے تو اللہ اکبر پڑھتے۔

(صحیح مسلم: ۳۹۳' الرقم المسلسل: ۸۴۹' سنن ابوداؤد: ۸۳۵' سنن نسائی: ۱۰۷۸' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۴۱' المعجم الکبیر: ۲۵۹- ج ۱۸' صحیح ابن خزیمہ: ۵۸۱' مسند البزار: ۳۵۳۳' مسند احمد ج ۴ ص ۴۲۸ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۹۸۴۰- ج ۳۳ ص ۷۵' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۵۸۲۵' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) اسحاق بن شاہین ابوبشر الواسطی (۲) خالد بن عبد اللہ الطحان (۳) سعید بن ایاس الجریری (۴) ابوالعلاء یزید بن عبد اللہ بن الشخیر (۵) مطرف' یہ یزید بن عبد اللہ کے بھائی ہیں (۶) حضرت عمران بن الحصین رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۸۳)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: آپ جب بھی اوپر اٹھتے یا نیچے جھکتے تو اللہ اکبر پڑھتے۔

نماز میں جھکتے ہوئے اور اٹھتے ہوئے دائماً تکبیرات پڑھنے کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

یہ آثار اس پر دلالت کرتے ہیں کہ ہر بار اٹھتے ہوئے اور جھکتے ہوئے تکبیرات کو پڑھنا صحابہ کرام کا معمول نہیں تھا' اگر یہ بات نہ ہوتی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ نہ فرماتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اٹھتے ہوئے اور جھکتے ہوئے تکبیر پڑھتے تھے اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اٹھتے ہوئے اور جھکتے ہوئے تکبیر پڑھ کر یہ نہ فرماتے کہ میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشابہ نماز پڑھ رہا ہوں' اس میں یہ دلیل ہے کہ تکبیرۂ تحریمہ کے علاوہ نماز میں تکبیر پڑھنا نماز کا رکن نہیں ہے' سلف صالحین کی ایک جماعت نے یہ تکبیرات پڑھی ہیں اور ایک جماعت نے ان تکبیرات کو ترک کر دیا ہے' اور جنہوں نے نماز میں ان تکبیرات کو نہیں پڑھا' ان سے کسی نے یہ نہیں کہا کہ ان تکبیرات کے بغیر تمہاری نماز مکمل نہیں ہوئی۔

جو صحابہ نماز میں ہر بار جھکتے ہوئے اور اٹھتے ہوئے تکبیرات پڑھتے تھے' ان کے اسماء یہ ہیں: حضرت ابوبکر' حضرت عمر' حضرت عثمان' حضرت علی' حضرت ابن مسعود' حضرت ابن عمر' حضرت جابر' حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہم اور فقہاء تابعین میں سے مکحول اور النخعی اور ائمہ میں سے امام مالک' اوزاعی' امام ابوحنیفہ' امام شافعی' ابوثور اور دیگر فقہاء۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۴۷۹-۴۸۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

نماز میں جھکتے ہوئے اور اٹھتے ہوئے دائماً تکبیرات پڑھنے کے متعلق احادیث اور آثار

ابوبکر بن عبدالرحمان بن الحارث بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو اللہ اکبر پڑھتے اور جب رکوع کرتے تو اللہ اکبر پڑھتے اور جب رکوع سے پشت اوپر اٹھاتے تو فرماتے: "سمع اللّٰہ لمن حمدہ" پھر کھڑے ہوتے فرماتے: "ربنا لك الحمد" پھر سجدہ میں جاتے ہوئے فرماتے: اللہ اکبر پھر سجدہ سے سر اٹھاتے ہوئے فرماتے: اللہ اکبر پھر تمام نماز اسی طرح پڑھتے اور دو رکعت کے جلسہ کے بعد اٹھتے تو فرماتے: اللہ اکبر۔

(مصنف عبدالرزاق: ۲۴۹۹، صحیح مسلم: ۳۹۲، مسند احمد ج ۲ ص ۲۷۰)

شقیق بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ ہر بار جھکتے ہوئے اور اٹھتے ہوئے اللہ اکبر پڑھتے تھے۔

(مصنف عبدالرزاق: ۲۵۰۳)

عبدالرحمٰن الاصم بیان کرتے ہیں کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اور حضرت عثمان جب اٹھتے اور جھکتے تو اللہ اکبر پڑھتے۔

(مصنف عبدالرزاق: ۲۵۰۴، مسند احمد ج ۳ ص ۱۳۲-۱۲۵، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۴۹۲، مجلس علمی بیروت)

ابن شہاب بیان کرتے ہیں کہ سالم بن عبداللہ بن عمر جب بھی جھکتے یا اٹھتے تو اللہ اکبر پڑھتے۔

(مصنف عبدالرزاق: ۲۵۰۶، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۵۱۶، مجلس علمی بیروت ۱۴۲۷ھ)

وہب بن کیسان بیان کرتے ہیں کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما جب بھی جھکتے اور اٹھتے تو اللہ اکبر پڑھتے۔

(مصنف عبدالرزاق: ۲۵۰۵)

نماز میں جھکتے ہوئے اور اٹھتے ہوئے تکبیرات نہ پڑھنے کے متعلق آثار

سعید بن عبدالرحمان بن ابزیٰ اپنے والد رضی اللہ سے روایت کرتے ہیں: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی' آپ تمام تکبیرات نہیں پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۵۱۳، مجلس علمی بیروت' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۱۲۸۷' التاریخ الکبیر: ۲۵۴۰' سنن ابوداؤد: ۸۳۳' مسند احمد ج ۳ ص ۴۰۷-۴۰۶)

الحسن بن عمران بیان کرتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیز تمام تکبیرات نہیں پڑھتے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۵۱۴' مجلس علمی' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۴۹۸' دارالکتب العلمیہ' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۴۲' ادارۃ القرآن)

ابراہیم بیان کرتے ہیں: جس نے سب سے پہلے تکبیرات پڑھنے میں کمی کی' وہ زیاد تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۵۱۵' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۵۰۰' دارالکتب العلمیہ' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۴۲' ادارۃ القرآن)

عمران بن حصین سے روایت ہے کہ جس نے سب سے پہلے تکبیرات میں کمی کی' وہ حضرت عثمان رضی اللہ تھے' انہوں نے اپنے بڑھاپے اور ضعف کی وجہ سے کمی کی۔ (مسند احمد ج ۴ ص ۴۳۲' المطالب العالیہ: ۵۱۳)

یزید الفقیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر نماز میں کم تکبیرات پڑھتے تھے' مسعر نے کہا: جب وہ رکوع کرنے کے بعد سجدہ کی طرف جاتے ہوئے جھکتے تو تکبیر نہیں پڑھتے تھے اور جب دوسرے سجدہ کا ارادہ کرتے تو تکبیر نہیں پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۵۱۹' مجلس علمی' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۵۰۴' دارالکتب العلمیہ' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۴۲' ادارۃ القرآن)

ابن عون بیان کرتے ہیں کہ القاسم بن محمد نے ہمیں مغرب کی نماز پڑھائی اور جب وہ اوپر اٹھے اور سجدہ میں گئے تو انہوں نے

تکبیر نہیں پڑھی' نماز کے بعد میں نے ان سے کہا: مجھے نافع نے خبر دی ہے کہ انہوں نے حضرت ابوہریرہ کے پیچھے نماز پڑھی تو جب وہ اوپر اٹھتے اور سجدہ کرتے تو تکبیر پڑھتے تھے تو القاسم ناراض ہوئے اور کہا: تمہارا باپ مر جائے' کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ مجھ پر ہر وہ کام واجب ہے جو حضرت ابوہریرہ کرتے تھے؟ کیا تم نے نافع سے پوچھا نہیں؟ کیا حضرت عبداللہ بن عمر بھی اس طرح کرتے تھے؟

(مصنف عبدالرزاق: ۲۵۱۵)

سب سے پہلے تکبیرات کو ترک کرنے والے کا مصداق

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

مطرف بیان کرتے ہیں: ہم نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے پوچھا: ان تکبیرات کو سب سے پہلے کس نے ترک کیا؟ انہوں نے کہا: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جب بوڑھے اور کمزور ہو گئے تو انہوں نے ان کو ترک کر دیا تھا' یہ بھی وہ سکتا ہے کہ انہوں نے بلند آواز سے تکبیر پڑھنا ترک کر دیا ہو اور امام طبرانی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے کہ سب سے پہلے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے تکبیرات کو ترک کیا تھا' اور ابوعبید نے بیان کیا ہے کہ سب سے پہلے زیاد نے تکبیرات کو ترک کیا تھا اور یہ پہلی روایت کے منافی نہیں ہے کیونکہ زیاد نے حضرت معاویہ کے ترک کرنے کی وجہ سے ترک کیا تھا اور حضرت معاویہ نے حضرت عثمان کے ترک کرنے کی وجہ سے ترک کیا تھا' بعض اہل علم نے کہا ہے کہ انہوں نے بلند آواز سے تکبیر پڑھنے کو ترک کر دیا تھا اور وہ آہستہ تکبیر پڑھتے تھے اور ابن المنذر نے کہا ہے کہ حضرت ابن عمر اور دیگر اسلاف تکبیرۃ تحریمہ کے علاوہ اور کوئی تکبیر نہیں پڑھتے تھے اور بعض نے یہ فرق کیا ہے کہ امام تو تمام تکبیرات پڑھے تاکہ اس کے انتقالات کا پتا چلے اور جب وہ تنہا نماز پڑھ رہا ہو' اسے اس کی ضرورت نہیں ہے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۳۵۴' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

تکبیرات انتقال کو ترک کرنے کی توجیہ

علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اصل یہ ہے کہ ہر بار جھکتے ہوئے اور اٹھتے ہوئے تکبیر پڑھنی چاہیے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم' صحابہ اور فقہاء تابعین نے جو بعض اوقات نماز کے ایک رکن سے دوسرے رکن کی طرف منتقل ہوتے ہوئے تکبیرات نہیں پڑھیں تو اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ معلوم ہو جائے کہ ان کو پڑھنا لازم نہیں ہے اور ان کو ترک کرنا جائز ہے یا راویوں نے ان تکبیرات کو نہیں سنا' اور یہ کہہ دیا کہ انہوں نے یہ تکبیرات نہیں پڑھیں' شرح المہذب میں مذکور ہے کہ ارکان سے منتقل ہوتے وقت ان تکبیرات کو پڑھنے کی وجہ یہ ہے کہ نماز کی ابتداء میں نمازی کو تکبیر پڑھنے کا حکم دیا گیا تھا تو نماز کے درمیان میں بھی تکبیرات پڑھنے کا حکم دیا تاکہ نماز میں یکسانیت ہو مگر پہلی تکبیرۃ تحریمہ لازم ہے اور باقی تکبیرات سنت ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۸۵۔ ۸۴ ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

تکبیرات انتقال کے حکم شرعی میں مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

سعید بن جبیر نے کہا: تکبیرات انتقال سے نماز کو مزین کیا جاتا ہے۔

علماء کی ایک جماعت نے کہا ہے: یہ تکبیرات اس لیے ہیں تاکہ امام کے ایک رکن سے دوسرے رکن کی طرف منتقل ہونے کا پتا چلتا رہے اور یہ صرف جماعت میں سنت ہیں اور جو شخص اکیلا نماز پڑھ رہا ہو وہ اگر یہ تکبیرات نہ پڑھے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

امام مالک کے اصحاب کا اس میں اختلاف ہے ابن القاسم نے کہا: جس نے نماز میں تین تکبیرات کو ترک کر دیا تو اس پر سجدہ سہو لازم ہے اگر سجدہ سہو نہیں کیا تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی اور اصبغ بن الفرج ابن طواز اور ابن حبیب نے کہا: اس پر سجدہ سہو لازم نہیں ہے امام شافعی اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک بھی اس پر سجدہ سہو لازم نہیں ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۴۸۰ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

حافظ زین الدین عبد الرحمان بن شہاب ابن رجب حنبلی متوفی ۷۹۵ھ لکھتے ہیں:

اکثر فقہاء کا مختار یہ ہے کہ تکبیرۃ تحریمہ کے علاوہ نماز کی تکبیرات انتقالات سنت ہیں ان کو ترک کرنے سے نماز باطل نہیں ہوتی خواہ ان کو عمداً ترک کیا جائے یا سہواً۔

امام احمد اور اسحاق کا مذہب یہ ہے کہ جس نے ان میں سے کسی ایک تکبیر کو بھی عمداً ترک کیا اس پر اس نماز کو دوبارہ پڑھنا لازم ہے اور اگر سہواً ترک کیا تو اس پر اعادہ نہیں ہے نیز امام احمد نے کہا: نماز کے افعال کی فرض اور سنت کی طرف تقسیم کرنا باطل ہے انہوں نے کہا: نماز کے تمام افعال واجب ہیں۔ (فتح الباری لابن رجب ج ۵ ص ۳۴ دار ابن الجوزی الدمام ۱۴۱۷ھ)

۷۸۵ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّهُ كَانَ يُصَلِّيْ بِهِمْ فَيُكَبِّرُ كُلَّمَا خَفَضَ وَرَفَعَ فَاِذَا انْصَرَفَ قَالَ اِنِّيْ لَاَشْبَهُكُمْ صَلٰوةً بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

[اطراف الحدیث: ۷۸۹-۷۹۵-۸۰۳]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن شہاب از ابی سلمہ از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ وہ لوگوں کو نماز پڑھاتے تھے اور جب بھی نماز میں جھکتے یا اٹھتے تو تکبیر پڑھتے اور جب وہ نماز پڑھ کر مڑے تو انہوں نے کہا: میں تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے مشابہ نماز پڑھاتا ہوں۔

(صحیح مسلم: ۳۹۲ الرقم المسلسل: ۸۳۴ سنن نسائی: ۱۱۵۵ مصنف عبد الرزاق: ۲۴۹۵ صحیح ابن خزیمہ: ۵۷۹ مسند احمد ج ۲ ص ۲۷۰ طبع قدیم مسند احمد: ۷۶۵۳- ج ۱۳ ص ۹۲ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کی مفصل شرح حدیث: ۷۸۴ میں گزر چکی ہے۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۱۷۷- ج ۱ ص ۱۱۲۲ پر مذکور ہے وہاں اس کی شرح میں نماز کی تکبیرات میں مذاہب ائمہ بیان کیے گئے ہیں۔

۱۱۶ - بَابُ اِتْمَامِ التَّكْبِيْرِ فِي السُّجُوْدِ

سجدہ میں تکبیر کو مکمل پڑھنا

۷۸۶ - حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ غَيْلَانَ بْنِ جَرِيْرٍ عَنْ مُطَرِّفِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَا وَعِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ فَكَانَ اِذَا سَجَدَ كَبَّرَ وَاِذَا رَفَعَ رَاْسَهُ كَبَّرَ وَاِذَا نَهَضَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ كَبَّرَ فَلَمَّا قَضَى الصَّلٰوةَ اَخَذَ بِيَدِيْ عِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ فَقَالَ قَدْ ذَكَّرَنِيْ هٰذَا صَلٰوةَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالنعمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از غیلان بن جریر از مطرف بن عبداللہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اور عمران بن حصین نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی وہ جب سجدہ کرتے تو اللہ اکبر پڑھتے اور جب سجدہ سے سر اٹھاتے تو اللہ اکبر پڑھتے اور جب دو رکعت کے بعد اٹھتے تو اللہ اکبر پڑھتے جب انہوں نے نماز پوری کر لی تو حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ

وَسَلَّمَ، اَوْ قَالَ لَقَدْ صَلّٰى بِنَا صَلٰوةَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

نے میرا ہاتھ پکڑ کر کہا: انہوں نے مجھے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز یاد دلا دی یا انہوں نے کہا: انہوں نے ہمیں سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز پڑھائی ہے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے بھی حدیث: ۷۸۴ کا مطالعہ کریں۔

۷۸۷ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ قَالَ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، عَنْ اَبِيْ بِشْرٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ قَالَ رَاَيْتُ رَجُلًا عِنْدَ الْمَقَامِ، يُكَبِّرُ فِيْ كُلِّ خَفْضٍ وَرَفْعٍ، وَاِذَا قَامَ وَاِذَا وَضَعَ، فَاَخْبَرْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، قَالَ اَوَلَيْسَ تِلْكَ صَلٰوةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا اُمَّ لَكَ؟ [طرف الحدیث: ۷۸۸]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن عوف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشیم نے حدیث بیان کی از ابی بشر از عکرمہ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے ایک شخص کو مقام (مقام ابراہیم) کے پاس نماز پڑھتے ہوئے دیکھا وہ ہر بار جھکتے ہوئے اور اٹھتے ہوئے تکبیر پڑھتا تھا اور جب وہ کھڑا ہوتا اور جب نیچے جاتا، تو میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو اس کی خبر دی تو انہوں نے کہا: تمہاری ماں مر جائے، کیا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز نہیں ہے؟

اس حدیث کی شرح کے لیے بھی حدیث: ۷۸۴ کا مطالعہ کریں۔

۱۱۷ - بَابُ التَّكْبِيْرِ اِذَا قَامَ مِنَ السُّجُوْدِ

سجدہ سے اٹھ کر تکبیر پڑھنا

۷۸۸ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ قَالَ اَخْبَرَنَا هَمَّامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ عِكْرِمَةَ قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ شَيْخٍ بِمَكَّةَ، فَكَبَّرَ ثِنْتَيْنِ وَعِشْرِيْنَ تَكْبِيْرَةً، فَقُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ اِنَّهُ اَحْمَقُ، فَقَالَ ثَكِلَتْكَ اُمُّكَ! سُنَّةُ اَبِي الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَقَالَ مُوْسٰى حَدَّثَنَا اَبَانُ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے خبر دی از قتادہ از عکرمہ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے مکہ میں ایک شیخ کے پیچھے نماز پڑھی، انہوں نے نماز میں بائیس بار تکبیر پڑھی، میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا: یہ شخص احمق ہے، حضرت ابن عباس نے فرمایا: تمہاری ماں تمہیں روئے، یہ ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے، اور موسیٰ نے کہا: ہمیں ابان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عکرمہ نے حدیث بیان کی۔

اس حدیث کی شرح کے لیے بھی حدیث: ۷۸۴ کا مطالعہ کریں۔

۷۸۹ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ اَنَّهُ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ اِلَى الصَّلٰوةِ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَقُوْمُ، ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَرْكَعُ، ثُمَّ يَقُوْلُ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ حِيْنَ يَرْفَعُ صُلْبَهُ مِنَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب، انہوں نے کہا: مجھے ابوبکر بن عبد الرحمان بن الحارث نے خبر دی کہ انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کی طرف کھڑے ہوتے تو قیام کے وقت اللہ اکبر پڑھتے، جب رکوع کرتے تو اللہ اکبر پڑھتے، پھر

الرَّكْعَةِ . ثُمَّ يَقُوْلُ وَهُوَ قَائِمٌ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ وَلَكَ الْحَمْدُ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَهْوِيْ، ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ، ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَسْجُدُ، ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ، ثُمَّ يَفْعَلُ ذٰلِكَ فِي الصَّلٰوةِ كُلِّهَا حَتّٰى يَقْضِيَهَا، وَيُكَبِّرُ حِيْنَ يَقُوْمُ مِنَ الثِّنْتَيْنِ بَعْدَ الْجُلُوْسِ.

جب رکوع سے پشت سیدھی کر کے کھڑے ہوتے تو "سمع اللّٰه لمن حمده" کہتے' پھر کھڑے ہوتے تو "ربنا لك الحمد" کہتے۔عبداللہ نے کہا: "ولك الحمد" کہتے' پھر جب جھکتے تو اللہ اکبر کہتے' پھر جب (سجدہ سے) اپنا سر اٹھاتے تو اللہ اکبر کہتے' پھر جب (دوبارہ) سجدہ کرتے تو اللہ اکبر کہتے' پھر جب (سجدہ سے) سر اٹھاتے تو اللہ اکبر کہتے' پھر پوری نماز میں اسی طرح کرتے حتیٰ کہ اس کو ختم کر لیتے اور جب دو رکعت پڑھ کر بیٹھنے کے بعد کھڑے ہوتے تو اللہ اکبر پڑھتے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے بھی حدیث: ۷۸۴ کی شرح ملاحظہ فرمائیں۔

١١٨ - بَابُ وَضْعِ الْاَكُفِّ عَلَى الرُّكَبِ فِي الرُّكُوْعِ

رکوع میں ہتھیلیوں کو گھٹنوں پر رکھنا

اس عنوان سے امام بخاری نے یہ اشارہ کیا ہے کہ سنت یہ ہے کہ رکوع میں ہتھیلیوں کو گھٹنوں پر رکھا جائے اور دونوں ہتھیلیاں جوڑ کر ان کو رانوں کے درمیان رکھنا' جس کو تطبیق کہتے ہیں' یہ عمل اب منسوخ ہو چکا ہے۔

وَقَالَ اَبُوْ حُمَيْدٍ فِيْ اَصْحَابِهٖ اَمْكَنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَيْهِ مِنْ رُكْبَتَيْهِ.

اور ابوحمید نے اپنے اصحاب میں کہا: نبی ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھوں کو گھٹنوں پر جما کر رکھا۔

اس تعلیق کی اصل صحیح البخاری: ۸۲۸ میں مذکور ہے۔

٧٩٠ - **حَدَّثَنَا** اَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِيْ يَعْفُوْرٍ قَالَ سَمِعْتُ مُصْعَبَ بْنَ سَعْدٍ يَقُوْلُ صَلَّيْتُ اِلٰى جَنْبِ اَبِيْ فَطَبَّقْتُ بَيْنَ كَفَّيَّ، ثُمَّ وَضَعْتُهُمَا بَيْنَ فَخِذَيَّ، فَنَهَانِيْ اَبِيْ وَقَالَ كُنَّا نَفْعَلُهُ فَنُهِيْنَا عَنْهُ، وَاُمِرْنَا اَنْ نَضَعَ اَيْدِيَنَا عَلَى الرُّكَبِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' از ابی یعفور' انہوں نے کہا: میں نے مصعب بن سعد سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے والد کے پہلو میں نماز پڑھی' میں نے اپنی دونوں ہتھیلیاں جوڑ کر اپنی رانوں کے درمیان رکھیں تو مجھے میرے والد نے منع کیا اور بتایا کہ ہم پہلے اس طرح کرتے تھے' پھر ہم کو اس سے منع کر دیا گیا اور ہم کو یہ حکم دیا گیا کہ ہم اپنے ہاتھوں کو اپنے گھٹنوں پر رکھیں۔

(صحیح مسلم: ۵۳۵' الرقم المسلسل: ۱۱۷۴' سنن ابوداؤد: ۸۶۷' سنن ترمذی: ۲۵۹' سنن نسائی: ۱۰۳۲' سنن ابن ماجہ: ۸۷۳' مسند البزار: ۱۱۶۴' صحیح ابن خزیمہ: ۵۹۶' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۲۰۷' مصنف عبد الرزاق: ۲۸۶۴' مسند الحمیدی: ۷۹' سنن داری: ۱۳۰۳' صحیح ابن حبان: ۱۸۸۲' سنن بیہقی ج ۲ ص ۸۳' مسند احمد ج ۱ ص ۱۸۱ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۵۷۰۔ ج ۳ ص ۱۳۹' مؤسسة الرسالة' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابو الولید ہشام بن عبد الملک الطیالسی البصری (۲) شعبہ بن الحجاج (۳) ابو یعفور' ان کا نام وقدان العبدی الکوفی ہے

(۴) مصعب بن سعد بن ابی وقاص' ابوزرارہ المدنی' یہ ۱۰۳ھ میں فوت ہو گئے تھے (۵) ان کے والد حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ' یہ ان دس صحابہ میں سے ایک ہیں جن کو جنت کی بشارت دی گئی تھی۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۹۱)

رکوع میں گھٹنوں پر ہاتھ رکھنے میں مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے ثوری' اوزاعی' ابن سیرین' حسن بصری' امام ابوحنیفہ' امام مالک' امام شافعی' امام احمد اور ان کے اصحاب نے یہ استدلال کیا ہے کہ نمازی جب رکوع کرے تو اپنے گھٹنوں کو اپنے ہاتھوں سے پکڑے اور اپنی انگلیوں کو کھلا رکھے۔

(عمدۃ القاری ج ۶ ص ۹۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

رکوع میں گھٹنوں پر ہاتھ رکھنے کے متعلق احادیث

عطاء بن السائب بیان کرتے ہیں کہ ہمیں سالم البراء نے حدیث بیان کی اور وہ میرے نزدیک مجھ سے زیادہ ثقہ ہیں' انہوں نے کہا: ہم سے حضرت ابو مسعود البدری رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا میں تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز پڑھ کر نہ دکھاؤں؟ پھر انہوں نے طویل حدیث ذکر کی' پھر انہوں نے رکوع کیا اور اپنی ہتھیلیوں کو اپنے گھٹنوں پر رکھا اور اپنی انگلیوں کو متفرق رکھا۔

(سنن ابوداؤد: ۸۶۳' شرح معانی الآثار: ۱۳۳۷)

عمرو بن عطاء بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوحمید الساعدی نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دس اصحاب رضی اللہ عنہم کے سامنے کہا' جن میں سے ایک حضرت ابوقتادہ بھی تھے' حضرت ابوحمید نے کہا: میں آپ سب سے زیادہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز کے طریقہ کو جانتا ہوں' ان اصحاب نے کہا: اچھا! آپ ہمیں نماز پڑھ کر دکھائیں' پھر حضرت ابوحمید نماز پڑھنے کھڑے ہوئے' انہوں نے اپنے کندھوں تک رفع یدین کیا' پھر اللہ اکبر کہا' پھر قرآن پڑھا' پھر اللہ اکبر کہا' پھر اپنے کندھوں تک رفع یدین کیا' پھر اللہ اکبر کہہ کر زمین کی طرف جھکے اور جب انہوں نے رکوع کیا تو انہوں نے اپنے گھٹنوں پر اس طرح ہاتھ رکھے جیسے ان کو پکڑ رہے ہوں' تو سب نے کہا: آپ نے سچ کہا۔

(سنن ابوداؤد: ۷۳۴' سنن ترمذی: ۲۶۰' شرح معانی الآثار: ۱۳۳۸)

اس حدیث میں جو مذکور ہے کہ حضرت ابوحمید نے رفع یدین کیا اور اسے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طریقہ قرار دیا' وہ ابتداء زمانہ پر محمول ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اور آپ کے اصحاب نے بعد میں رفع یدین ترک کر دیا تھا۔

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رکوع کیا تو اپنے گھٹنوں پر ہاتھ رکھے۔ (سنن ابوداؤد: ۸۳۹۔۸۳۸' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۴۴' شرح معانی الآثار: ۱۳۴۰)

امام ابوجعفر احمد بن محمد الطحاوی متوفی ۳۲۱ھ لکھتے ہیں:

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم پہلے رکوع میں دونوں ہاتھ ملا کر رانوں کے درمیان رکھتے تھے' پھر ہم کو اس سے منع کر دیا گیا اور گھٹنوں کے اوپر ہاتھ رکھنے کا حکم دیا گیا۔ (صحیح البخاری: ۷۹۰)

امام طحاوی فرماتے ہیں کہ قیاس کا بھی یہی تقاضا ہے کیونکہ نماز کے باقی تمام ارکان میں اعضاء کو ملایا نہیں جاتا بلکہ کھلا کھلا رکھا جاتا ہے' جیسا کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب سجدہ کرتے تو آپ کی بغلوں کی سفیدی دکھائی دیتی۔

(سنن ابوداؤد: ۸۹۹' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۵۸' شرح معانی الآثار: ۱۳۴۵)

پس جب نماز میں سنت یہ ہے کہ اعضاء کو کشادہ رکھا جائے نہ کہ اعضاء کو ملایا جائے تو پھر تطبیق کے منسوخ ہونے کی تائید ہوگی اور یہی امام ابوحنیفہ امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ کا قول ہے۔ (شرح معانی الآثار ج١ص ٣٠٠۔٢٩٦ ملخصاً قدیمی کتب خانہ کراچی)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ١٠٩٤۔ ج ٢ ص ٨٩ پر مذکور ہے وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

١١٩ - بَابٌ إِذَا لَمْ يُتِمَّ الرُّكُوعَ — جب کوئی نمازی پورا رکوع نہ کرے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب کوئی نمازی رکوع میں پوری طرح کمر نہ جھکائے تو اس کا کیا حکم ہے اس باب کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ نماز دوبارہ پڑھے گا' اسی طرح اگر کوئی اعتدال سے سجدہ نہ کرے تو اس کا بھی یہی حکم ہے امام بخاری نے اس کے لیے الگ باب قائم کیا ہے۔

٧٩١ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سُلَيْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ زَيْدَ بْنَ وَهْبٍ قَالَ رَاٰى حُذَيْفَةُ رَجُلًا لَا يُتِمُّ الرُّكُوعَ وَالسُّجُودَ، قَالَ مَا صَلَّيْتَ، وَلَوْ مُتَّ مُتَّ عَلٰى غَيْرِ الْفِطْرَةِ الَّتِي فَطَرَ اللّٰهُ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حفص بن عمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از سلیمان' انہوں نے کہا: میں نے زید بن وہب سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا' اس نے نماز میں پوری طرح رکوع اور سجدہ نہیں کیا' انہوں نے اس سے کہا: تم نے (کامل) نماز نہیں پڑھی' اگر تم (اسی طرح نماز پڑھتے ہوئے) مر گئے تو تم اس طریقہ کے خلاف مرو گے جس طریقہ پر اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کیا ہے۔

(سنن نسائی: ١٣١١' السنن الکبریٰ: ٦٠٨' مصنف عبد الرزاق: ٣٧٣٢' مسند البزار: ٢٨١٩' صحیح ابن حبان: ١٨٩٤' سنن بیہقی ج ٢ ص ٣٨٦' شرح السنۃ: ٦١٦' مسند احمد ج ٥ ص ٣٨٤ طبع قدیم' مسند احمد: ٢٣٢٥٨۔ ج ٣٨ ص ٢٩٤' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ١٣٣٩' مکتبۃ الرشد' ریاض' ١٤٢٦ھ)

اس حدیث سے امام ابو یوسف اور امام شافعی نے یہ استدلال کیا ہے کہ رکوع' قومہ' سجود اور جلسہ میں طمانیت فرض ہے اور امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے نزدیک ان میں طمانیت واجب ہے' اس کی تفصیل ان شاء اللہ ہم صحیح البخاری: ٧٩٣ میں بیان کریں گے۔

١٢٠ - بَابُ اسْتِوَاءِ الظَّهْرِ فِي الرُّكُوعِ — رکوع میں پشت کو سیدھا رکھنا

وَقَالَ أَبُو حُمَيْدٍ فِي أَصْحَابِهِ رَكَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ هَصَرَ ظَهْرَهُ.

اور حضرت ابوحمید رضی اللہ عنہ نے اپنے اصحاب سے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع کیا' پھر اپنی کمر کو جھکایا۔

اس تعلیق کی مفصل حدیث' امام بخاری نے صحیح البخاری: ٨٢٨ میں روایت کی ہے۔

اس باب کے ثبوت میں امام بخاری نے کوئی حدیث اپنی سند سے روایت نہیں کی۔

١٢١ - بَابُ حَدِّ إِتْمَامِ الرُّكُوعِ وَالْاِعْتِدَالِ فِيهِ وَالْاِطْمَانِينَةِ — رکوع پورا کرنے کی حد اور رکوع میں اعتدال اور طمانیت

٧٩٢ - حَدَّثَنَا بَدَلُ بْنُ الْمُحَبَّرِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں بدل بن المحبر نے حدیث

قَالَ اَخْبَرَنِي الْحَكَمُ، عَنِ ابْنِ اَبِي لَيْلَى، عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ كَانَ رُكُوعُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسُجُودُهُ، وَبَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ، وَاِذَا رَفَعَ مِنَ الرُّكُوعِ مَا خَلَا الْقِيَامَ وَالْقُعُودَ، قَرِيبًا مِنَ السَّوَاءِ.

[اطراف الحدیث:۸۰۱-۸۲۰]

بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں الحکم نے خبر دی از ابن ابی لیلیٰ از حضرت البراء رضی اللہ انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا رکوع اور سجود اور دو سجدوں کے درمیان جلسہ (یعنی بیٹھنا) اور رکوع سے سر اٹھا کر قومہ (کھڑے ہونا) سوا قیام اور قعود کے سب برابر تھے۔

(صحیح مسلم:۴۷۱ الرقم المسلسل:۱۰۳۹ سنن ابوداؤد:۸۵۴-۸۵۲ سنن ترمذی:۲۸۰-۲۷۹ صحیح ابن خزیمہ:۶۱۰ صحیح ابن حبان:۱۸۸۴ سنن دارمی:۱۳۳۳ شرح السنۃ:۶۲۸ شرح مشکل الآثار:۵۰۳۹ مسند ابویعلیٰ:۱۶۸۱ مسند احمد ج ۴ ص ۲۸۰ طبع قدیم مسند احمد:۱۸۴۶۹ ج ۳۰ ص ۴۱۵-۴۱۴ موسسۃ الرسالۃ بیروت جامع المسانید لابن الجوزی:۶۲۹ مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ مسند الطحاوی:۴۲۵)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) بدل بن المحبر التیمی الیربوعی (۲) شعبہ بن الحجاج (۳) الحکم بن عتیبہ الکوفی (۴) عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ الانصاری الکوفی ان کے اصحاب ان کی تعظیم کرتے تھے انہوں نے ۱۲۰ صحابہ کو پایا تھا عبد الملک بن عمیر کہتے ہیں: میں نے ایک حلقہ میں ابن ابی لیلیٰ کو پایا اس میں متعدد صحابہ بیٹھے ہوئے ان سے حدیث سن رہے تھے یہ ۸۳ھ میں بصرہ کے دریا میں ڈوب کر فوت ہو گئے تھے (۵) حضرت البراء بن عازب رضی اللہ۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۹۶)

رکوع اور سجود کی زیادہ سے زیادہ اور کم سے کم مقدار اور رکوع میں اعتدال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

المہلب نے کہا ہے: اس حدیث میں جو رکوع سجود قومہ اور جلسہ کی صفات بیان کی گئی ہیں یہ نماز باجماعت کی اکمل صفات ہیں اور جو شخص تنہا نماز پڑھ رہا ہو اس کے لیے جائز ہے کہ وہ رکوع اور سجدہ کو قیام سے دگنا لمبا کرے اور اس میں کم از کم مقدار یہ ہے کہ رکوع میں اپنے ہاتھوں کو اپنے گھٹنوں پر جما لے۔

ابو الجوزاء نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب رکوع کرتے تو اپنے سر کو نہ اوپر اٹھاتے اور نہ نیچے جھکاتے اور سر کو درمیان میں رکھتے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ:۲۶۰۱ مجلس علمی بیروت صحیح مسلم:۲۴۰)

عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ نے کہا: اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھوں کے اوپر پانی ڈالا جاتا تو وہ ٹھہر جاتا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ:۲۶۰۷ مجلس علمی بیروت مصنف عبد الرزاق:۲۸۷۲ سنن ابن ماجہ:۸۷۲ المعجم الکبیر:۱۲۷۸۱ ج ۱۲ مسند ابویعلیٰ:۲۴۴۱)

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۴۸۴ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

رکوع میں اعتدال اور پشت کو سیدھا رکھنے کے متعلق احادیث اور آثار

امام ابوبکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ الکوفی المتوفی ۲۳۵ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

ثقیف کے ایک شخص نے بیان کیا کہ حضرت ابوہریرہ نے فرمایا: رکوع میں کمر کو ٹیڑھا کرنے سے بچو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:۲۶۰۲ مجلس علمی مصنف ابن ابی شیبہ:۲۶۸۷ دار الکتب العلمیہ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۵۲ ادارۃ القرآن)

ابونضرہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت کعب نے کہا: جب تم رکوع کرو تو اپنا چہرہ قبلہ کے سامنے رکھو اور اپنے ہاتھوں کو اپنے گھٹنوں پر رکھو اور گدھے کی طرح ٹیڑھے اور کبڑے نہ بنو یعنی سر کو بہت نیچے نہ جھکاؤ۔ (مصنف ابن ابی شیبہ:۲۶۰۳ مجلس علمی بیروت مصنف ابن ابی

شیبہ: ۲۵۸۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۵۲' ادارۃ القرآن' کراچی)

مغیرہ نے بیان کیا کہ جو شخص رکوع میں سر اوپر کرے یا نیچے کرے' اس کو ابراہیم نخعی مکروہ کہتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۶۰۴' مجلس علمی' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۵۸۹' دارالکتب العلمیہ' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۵۲' ادارۃ القرآن)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۹۶۰۔ ج ۱ ص ۱۲۶۴ پر مذکور ہے' اس کی شرح میں رکوع اور سجود کی تسبیحات کی مقدار کا بیان ہے۔

۱۲۲ - بَابُ اَمْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِيْ لَا يُتِمُّ رُكُوْعَهٗ بِالْاِعَادَةِ

جس نے رکوع صحیح نہیں کیا' اس کو نبی ﷺ نے نماز دہرانے کا حکم دیا

۷۹۳ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنِيْ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ الْمَقْبُرِيُّ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ الْمَسْجِدَ، فَدَخَلَ رَجُلٌ فَصَلّٰى، ثُمَّ جَاءَ فَسَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَرَدَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْهِ السَّلَامَ، فَقَالَ ارْجِعْ فَصَلِّ، فَاِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ. فَصَلّٰى، ثُمَّ جَاءَ فَسَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ ارْجِعْ فَصَلِّ، فَاِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ. ثَلَاثًا، فَقَالَ وَالَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ، فَمَا اُحْسِنُ غَيْرَهٗ، فَعَلِّمْنِيْ، قَالَ اِذَا قُمْتَ اِلَى الصَّلٰوةِ فَكَبِّرْ، ثُمَّ اقْرَاْ مَا تَيَسَّرَ مَعَكَ مِنَ الْقُرْاٰنِ، ثُمَّ ارْكَعْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ رَاكِعًا، ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰى تَعْتَدِلَ قَائِمًا، ثُمَّ اسْجُدْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا، ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ جَالِسًا، ثُمَّ اسْجُدْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا، ثُمَّ افْعَلْ ذٰلِكَ فِيْ صَلٰوتِكَ كُلِّهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے یحییٰ بن سعید نے خبر دی از عبید اللہ' انہوں نے کہا: ہمیں سعید مقبری نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ مسجد میں داخل ہوئے' پھر ایک شخص مسجد میں داخل ہوا' پس اس نے نماز پڑھی' پھر وہ آیا اور اس نے نبی ﷺ کو سلام کیا' نبی ﷺ نے اس کے سلام کا جواب دیا' پھر فرمایا: واپس جاؤ! پس نماز پڑھو کیونکہ تم نے نماز نہیں پڑھی' پس اس نے نماز پڑھی' پھر آیا پس اس نے سلام کیا' پس آپ نے فرمایا: واپس جاؤ! پس نماز پڑھو کیونکہ تم نے نماز نہیں پڑھی' یہ مکالمہ تین بار ہوا' پھر اس شخص نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے! میں اس سے زیادہ اچھی نماز نہیں پڑھ سکتا' پس آپ مجھے نماز سکھائیے' آپ نے فرمایا: جب تم نماز کی طرف کھڑے ہو تو اللہ اکبر کہو' پھر تم آسانی سے جتنا قرآن پڑھ سکتے ہو پڑھو' پھر تم رکوع کرو حتیٰ کہ تم اطمینان سے رکوع کر لو' پھر رکوع سے سر اٹھا کر کھڑے ہو حتیٰ کہ اعتدال سے سیدھے کھڑے ہو جاؤ' پھر سجدہ کرو حتیٰ کہ اعتدال سے سجدہ کر لو' پھر سجدہ سے سر اٹھا کر اطمینان سے بیٹھ جاؤ' پھر (دوسرا) سجدہ کرو حتیٰ کہ اطمینان سے سجدہ کر لو' پھر اپنی پوری نماز اس طرح پڑھو۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس شخص نے اطمینان کے ساتھ رکوع اور سجدہ اور قومہ (رکوع کے بعد کھڑے ہونا) اور جلسہ (دو سجدوں کے درمیان بیٹھنا) اطمینان اور اعتدال کے ساتھ نہیں کیا تھا' اس لیے رسول اللہ ﷺ نے اس کو دوبارہ نماز پڑھنے کا حکم دیا۔

تعدیل ارکان کی فرضیت میں اختلاف فقہاء

علامہ علاء الدین ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ لکھتے ہیں:

رکوع اور سجدہ کو اطمینان اور اعتدال کے ساتھ کرنا امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے نزدیک واجب ہے' اور امام ابو یوسف اور امام شافعی نے کہا: ایک تسبیح کی مقدار طمانیت اور اعتدال فرض ہے' حتیٰ کہ اگر طمانیت کو ترک کر دیا تو امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے نزدیک نماز جائز ہے' اور امام ابو یوسف اور امام شافعی کے نزدیک نماز جائز نہیں ہے' قومہ اور جلسہ میں بھی یہی اختلاف ہے۔ اس مسئلہ کا عنوان یہ ہے کہ تعدیل ارکان امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے نزدیک فرض نہیں ہے اور امام ابو یوسف اور امام شافعی کے نزدیک فرض ہے۔

امام شافعی اور امام ابو یوسف نے اعرابی کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے' جس میں مذکور ہے کہ اس نے طمانیت سے رکوع اور سجود نہیں کیا تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو نماز دہرانے کا حکم دیا تھا۔ (صحیح البخاری: ۷۹۳) اور نماز کو اسی وقت دہرایا جاتا ہے جب نماز فاسد ہو' دوسری وجہ یہ ہے کہ آپ نے اس نمازی سے فرمایا: تم نے نماز نہیں پڑھی اور تیسری وجہ یہ ہے کہ آپ نے اس کو طمانیت کے ساتھ نماز پڑھنے کا حکم دیا اور یہ حکم فرضیت پر دلالت کرتا ہے۔

امام ابوحنیفہ اور امام محمد کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مطلقاً رکوع کرنے اور سجدہ کرنے کا حکم دیا ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوْا وَاسْجُدُوْا. (الحج:۷۷) اے ایمان والو! رکوع کرو اور سجدہ کرو۔

اس آیت میں مطلق رکوع اور سجدہ کرنے کا حکم دیا اور طمانیت کی قید نہیں لگائی اور رکوع کا معنی لغت میں ''جھکنا'' ہے اور سجدہ کا معنی لغت میں ''رکھنا'' ہے اور طمانیت کا معنی ہے: اصل فعل پر دوام کرنا۔

اور رہی اعرابی کی حدیث تو وہ خبر واحد ہے اور وہ قرآن مجید کے اطلاق کو منسوخ کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتی لیکن وہ مکمل کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے' پس رکوع اور سجود کو اعتدال سے کرنا واجب ہوگا اور آپ نے جو فرمایا تھا: تم نے نماز نہیں پڑھی' اس کا معنی یہ ہے کہ تم نے کامل نماز نہیں پڑھی' امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے نزدیک رکوع میں طمانیت واجب ہے حتیٰ کہ اگر نمازی نے بھولے سے طمانیت کو ترک کر دیا تو اس پر سجدہ سہو کرنا واجب ہے' یہ کرخی کے نزدیک ہے اور ابوعبداللہ جرجانی کے نزدیک طمانیت سنت ہے اور اس کے ترک سے سجدہ سہو واجب نہیں ہوتا' لیکن کرخی کا قول صحیح ہے۔

(بدائع الصنائع ج ۱ ص ۶۸۷۔۶۸۶۔ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

فقہاء کی ایک جماعت نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ رکوع اور سجود میں طمانیت فرض ہے' یہ ثوری' امام ابو یوسف' اوزاعی' امام شافعی' امام احمد' اسحاق اور ابن وہب مالکی کا مذہب ہے اور ابن القاسم مالکی اور امام ابوحنیفہ اور امام محمد کا مذہب یہ ہے کہ رکوع اور سجود میں طمانیت واجب ہے۔ علامہ ابن بطال نے اسی قول کو ترجیح دی ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۴۸۵' ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۱۲۳ - بَابُ الدُّعَاءِ فِي الرُّكُوْعِ

رکوع میں دعا کرنا

۷۹۴ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ' عَنْ مَنْصُوْرٍ' عَنْ اَبِي الضُّحٰى' عَنْ مَسْرُوْقٍ' عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حفص بن عمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از منصور از ابی الضحیٰ از مسروق از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا کہ

اللّٰـهُ عَلَيْـهِ وَسَلَّـمَ يَقُوْلُ فِي رُكُوْعِهٖ وَسُجُوْدِهٖ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ' اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِي.

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے رکوع اور سجود میں دعا کرتے تھے: پاک ہے تو اے اللہ! ہمارے رب اور تیری حمد کے ساتھ یہ دعا ہے کہ اے اللہ! تو مجھے بخش دے۔

[اطراف الحدیث: ۸۱۷۔ ۴۲۹۳۔ ۴۹۶۷۔ ۴۹۶۸]

(صحیح مسلم: ۴۸۴' الرقم المسلسل: ۱۰۶۶' سنن ابوداؤد: ۸۷۷' سنن نسائی: ۱۰۴۶' سنن ابن ماجہ: ۸۸۹' صحیح ابن خزیمہ: ۶۰۵' سنن بیہقی ج ۲ ص ۱۰۹' شرح السنۃ: ۱۶۱۸' صحیح ابن حبان: ۱۹۳۰' کتاب الدعاء للطبرانی: ۶۰۲' صحیح ابن حبان: ۱۹۲۹' مسند احمد ج ۶ ص ۴۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۴۱۶۳۔ ج ۴۰ ص ۴۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۷۴۴۲' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۷ھ' مسند الطحاوی: ۹۳۴۸)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) حفص بن عمر (۲) شعبہ بن الحجاج (۳) ابوالضحیٰ' ان کا نام مسلم بن صبیح الکوفی العطار ہے' یہ عمر بن عبدالعزیز کے زمانہ خلافت میں فوت ہو گئے تھے (۴) مسروق بن الاجدع الہمدانی الکوفی (۵) حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۹۹)

رکوع اور سجود میں دعائیں اور تسبیحات پڑھنے کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

رکوع اور سجود میں ذکر کرنا سنت ہے' لیکن اس میں اختلاف ہے' امام شافعی' امام احمد' اسحاق اور داؤد ظاہری نے کہا ہے کہ جن دعاؤں کا حدیث میں ذکر ہے' نمازی ان میں سے جو دعائیں چاہے ان کو مانگے' خواہ وہ نماز فرض ہو یا نفل ہو۔

رکوع اور سجود میں جو تسبیحات پڑھی جاتی ہیں' ان کے شرعی حکم میں اختلاف ہے' امام مالک' امام ابوحنیفہ اور امام شافعی نے کہا ہے کہ ان کا پڑھنا سنت ہے' اگر ان کو ترک کر دیا تو گناہ گار نہیں ہوگا اور اس کی نماز صحیح ہے' خواہ اس نے ان کو سہواً ترک کیا ہو یا عمداً' لیکن ان تسبیحات کو عمداً ترک کرنا مکروہ ہے' امام احمد اور اسحاق نے کہا: ان تسبیحات کو پڑھنا واجب ہے' پس اگر ان کو عمداً ترک کیا تو نماز باطل ہو جائے گی اور اگر ان کو بھول گیا تو نماز باطل نہیں ہوگی اور امام احمد نے کہا ہے کہ وہ سجدہ سہو کرے اور ان سے ایک روایت یہ ہے کہ ان تسبیحات کو پڑھنا سنت ہے' ابن حزم نے کہا: ان تسبیحات کو پڑھنا فرض ہے' پس اگر ان کو پڑھنا بھول گیا تو سجدہ سہو کرے۔

(عمدۃ القاری ج ۶ ص ۱۰۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

رکوع اور سجود میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعائیں

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پردہ کھولا' لوگ حضرت ابوبکر کی اقتداء میں صفوں میں نماز پڑھ رہے تھے' آپ نے فرمایا: اے لوگو! نبوت کی بشارتوں میں سے اب صرف نیک خواب باقی بچے ہیں جن کو مسلمان خود دیکھتا ہے یا کوئی اس کے لیے دیکھتا ہے اور مجھے اس سے منع کیا گیا ہے کہ میں رکوع یا سجدہ میں قرآن پڑھوں' لیکن رکوع میں تم "**سبحان ربی العظیم**" پڑھو اور سجدہ میں تم دعا میں کوشش کرو' پس امید ہے کہ تمہاری دعا مقبول ہوگی۔

(صحیح مسلم: ۴۷۹' سنن ابوداؤد: ۸۷۶' سنن نسائی: ۱۰۴۴' سنن ابن ماجہ: ۳۸۹۹)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے رکوع اور سجود میں بہ کثرت پڑھتے تھے: "**سبحانك اللهم ربنا وبحمدك اللهم اغفرلی**" اس دعا میں آپ قرآن کے حکم پر عمل کرتے تھے (کیونکہ قرآن مجید میں ارشاد ہے: آپ اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کیجئے اور اس سے مغفرت طلب کیجئے۔ النصر: ۳)۔

(صحیح البخاری: ۷۹۴' صحیح مسلم: ۴۸۴' سنن ابوداؤد: ۸۷۷' سنن نسائی: ۱۰۴۶' سنن ابن ماجہ: ۸۸۹)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سجدہ میں یہ دعا کرتے تھے: اے اللہ! میرے تمام گناہوں کو بخش دے چھوٹے گناہ اور بڑے گناہ پہلے اور آخری گناہ ظاہر گناہ اور پوشیدہ گناہ۔ (صحیح مسلم: ۴۸۳ سنن ابوداؤد: ۸۷۸)

آپ کا کوئی گناہ نہیں تھا' آپ اظہارِ عبودیت اور تعلیم امت کے لیے یہ دعا کرتے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گم پایا' میں نے سجدہ گاہ کو چھوا تو اس وقت آپ سجدہ میں تھے اور آپ کے دونوں پیر نصب تھے اور آپ اس وقت یہ دعا کر رہے تھے: اے اللہ! میں تیری ناراضگی سے تیری رضا کی پناہ میں آتا ہوں اور تیری سزا سے تیری معافی کی پناہ میں آتا ہوں اور میں تجھ سے تیری پناہ میں آتا ہوں' میں تیری ایسی حمد نہیں کر سکا جیسی تو نے خود اپنی حمد کی ہے۔ (صحیح مسلم: ۴۸۶ سنن ابوداؤد: ۸۷۹ سنن نسائی: ۱۶۹ سنن ابن ماجہ: ۳۸۴۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رکوع اور سجود میں یہ دعا کیا کرتے تھے: ''سبوح قدوس' رب الملائکة والروح''۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۵۸۹ صحیح مسلم: ۲۲۴ سنن ابوداؤد: ۸۶۸ سنن نسائی: ۶۳۶ مسند احمد ج ۶ ص ۱۱۵۔ ۹۴۔ ۳۵)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۹۸۸۔ ج ۱ ص ۱۲۷۵ پر مذکور ہے اس کی شرح میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے استغفار کی ستر توجیہات ہیں۔

۱۲۴ - بَابُ مَا يَقُولُ الْإِمَامُ وَمَنْ خَلْفَهُ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ

امام اور مقتدی جب رکوع سے سر اٹھائیں تو کیا کہیں

۷۹۵ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ ذِئْبٍ، عَنْ سَعِيْدِ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ قَالَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ. وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا رَكَعَ، وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ يُكَبِّرُ، وَإِذَا قَامَ مِنَ السَّجْدَتَيْنِ قَالَ اللّٰهُ اَكْبَرُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی ذئب نے حدیث بیان کی از سعید مقبری از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ' انہوں نے کہا: جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم ''سمع الله لمن حمده'' پڑھتے تو کہتے: ''ربنا ولك الحمد'' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب رکوع کرتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو اللہ اکبر کہتے اور جب دو سجدوں سے کھڑے ہوتے تو اللہ اکبر کہتے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۷۸۵ میں ملاحظہ فرمائیں۔

۱۲۵ - بَابُ فَضْلِ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ

''اللهم ربنا ولك الحمد'' کی فضیلت

۷۹۶ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ سُمَيٍّ، عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا قَالَ الْإِمَامُ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، فَقُوْلُوْا اللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ، فَإِنَّهُ مَنْ وَافَقَ قَوْلُهُ قَوْلَ الْمَلَائِكَةِ، غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از سمی از ابی صالح از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب امام ''سمع الله لمن حمده'' کہے تو تم کہو: ''اللهم ربنا لك الحمد'' کیونکہ جس شخص کا قول فرشتوں کے قول کے موافق ہو گیا' اس کے گزشتہ گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔

[طرف الحدیث: ۳۲۲۸] (صحیح مسلم: ۴۰۹' الرقم المسلسل: ۸۸۸' سنن ابوداؤد: ۸۴۸' سنن ترمذی: ۲۶۷' سنن نسائی: ۱۰۶۳' السنن الکبریٰ: ۶۵۰)

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۷۳۵ میں گزر چکی ہے۔

۱۲۶ - بَابٌ

باب

امام بخاری نے اس حدیث کے باب کا عنوان ذکر نہیں کیا اور جس باب کے بعد عنوان ذکر نہ ہو تو وہ باب ابواب سابقہ کا تتمہ ہوتا ہے' سو یہ باب بھی ابواب سابقہ کا تتمہ ہے۔

۷۹۷ - حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ يَحْيٰى عَنْ اَبِىْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ لَاُقَرِّبَنَّ صَلٰوةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ' فَكَانَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقْنُتُ فِي الرَّكْعَةِ الْاُخْرٰى مِنْ صَلٰوةِ الظُّهْرِ ' وَصَلٰوةِ الْعِشَاءِ ' وَصَلٰوةِ الصُّبْحِ ' بَعْدَ مَا يَقُوْلُ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ ' فَيَدْعُوْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَيَلْعَنُ الْكُفَّارَ. [اطراف الحدیث: ۸۰۴-۱۰۰۶-۲۹۳۲-۳۳۸۱-۴۵۶۰-۴۵۹۸-۶۲۰۰-۶۳۹۳-۶۹۴۰]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں معاذ بن فضالہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از یحییٰ از ابی سلمہ از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے کہا: میں ضرور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے قریب نماز پڑھوں گا' پس حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ظہر کی دوسری رکعت میں اور عشاء کی نماز میں اور صبح کی نماز میں "سمع اللّٰہ لمن حمدہ" کے بعد دعائے قنوت پڑھتے تھے' اس میں مؤمنوں کے لیے دعائے خیر کرتے اور کفار پر لعنت کرتے۔

(صحیح مسلم: ۶۷۶' الرقم المسلسل: ۱۵۱۶' سنن ابوداؤد: ۱۴۴۰' سنن نسائی: ۱۰۷۵' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۱۷-۳۱۶' مسند الحمیدی ج ۲ ص ۴۰۱' مسند ابویعلیٰ: ۵۸۷۳' صحیح ابن خزیمہ: ۶۱۵' سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۲۴-۱۹۷' شرح السنۃ: ۶۳۶' مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۷۴۶۰- ج ۱۲ ص ۲۰۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) معاذ بن فضالہ ابو زید البصری (۲) ہشام الدستوائی (۳) یحییٰ بن ابی کثیر (۴) ابو سلمہ بن عبد الرحمان (۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۱۰۴)

اس حدیث میں ظہر کی دوسری رکعت کا ذکر ہے اور سنن ابوداؤد اور دوسری احادیث میں ظہر کی آخری رکعت کا ذکر ہے۔

رکوع کے بعد دعا پڑھنے میں مذاہب فقہاء

حافظ زین الدین عبد الرحمان بن شہاب الدین ابن رجب حنبلی متوفی ۷۹۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کو لانے سے امام بخاری کا مقصود دعائے قنوت کو بیان کرنا نہیں ہے کیونکہ امام بخاری نے دعائے قنوت کے اثبات کے لیے ابواب الوتر کے آخر میں مستقل باب ذکر کیا ہے اور قنوت کے متعلق وہاں ان شاء اللہ مستقل بحث آئے گی' امام بخاری کا یہاں مقصود یہ ہے کہ جب نمازی "سمع اللّٰہ لمن حمدہ" اور "ربنا ولک الحمد" کہے تو اسی پر اقتصار نہ کرے بلکہ دیگر اذکار اور دعائیں بھی مانگے' اس سلسلہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث صریحہ مروی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم "سمع اللّٰہ لمن حمدہ" اور "ربنا ولک الحمد" کے بعد دیگر اذکار بھی پڑھتے تھے اور دعائیں بھی کرتے تھے' امام بخاری نے ان احادیث کی روایت اس لیے نہیں کی کہ وہ احادیث ان کی شرائط کے مطابق نہیں تھیں' امام مسلم اور دیگر محدثین نے ان احادیث کی روایت کی ہے' ان میں سے ایک حدیث یہ ہے:

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم رکوع سے سر اٹھاتے تو یہ دعا کرتے:

اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ مِلْءَ السَّمٰوٰتِ وَمِلْءَ الْاَرْضِ وَمِلْءَ مَا بَيْنَهُمَا وَمِلْءَ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ.

اے اللہ ہمارے رب! تیرے لیے ایسی حمد ہے جس سے آسمان بھر جائیں اور زمین بھر جائے اور ان کے درمیان کی چیزیں

بھر جائیں اور جس چیز کو تو چاہے وہ بھر جائے۔

(صحیح مسلم:٤٧٧، سنن ابوداؤد:٨٤٧، سنن ترمذی:٢٦٦، سنن نسائی:٨٩٦، سنن ابن ماجہ:٨٧٤، مسند احمد ج١ ص٢٧٦۔٢٧٥۔٢٠٧۔٩٣، سنن بیہقی ج٢ ص٩٤، تاریخ بغداد ج٧ ص٢٣٦، مصنف ابن ابی شیبہ ج١ ص٢٤٧، مشکوٰۃ:٨١٣)

امام شافعی اور اسحاق نے ''سمع الله لمن حمده'' اور'' ربنا ولك الحمد'' کے بعد ان اذکار کے پڑھنے کو نماز میں مستحب قرار دیا ہے خواہ نماز فرض ہو یا نفل اور فقہاء احناف نے ''سمع الله لمن حمده'' اور'' ربنا ولك الحمد'' کے علاوہ کسی اور دعا یا ذکر پڑھنے کو مستحب نہیں قرار دیا ہے البتہ انہوں نے کہا کہ یہ اذکار نوافل میں پڑھنے پر محمول ہیں امام احمد نے کہا: ''ملء ما شئت'' تک یہ دعا پڑھی جائے اور اس سے زائد نہ پڑھی جائے اور ان سے دوسری روایت یہ ہے کہ یہ دعا فرائض میں بھی پڑھنی مستحب ہے۔

(فتح الباری لابن رجب ج٥ ص٨٠۔٧٧ ملخصا، دار ابن الجوزیہ ریاض، ١٤١٧ھ)

دعاء قنوت کو رکوع سے پہلے یا رکوع کے بعد پڑھنے میں مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے ان فقہاء نے استدلال کیا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ ظہر عشاء اور صبح کی نمازوں میں دعاء قنوت پڑھنا مستحب ہے اور ظاہریہ (غیر مقلدین) نے کہا ہے کہ دعاء قنوت تمام نمازوں میں پڑھنی مستحسن ہے امام مالک امام شافعی امام احمد اور اسحاق نے یہ کہا ہے کہ فجر کی نماز میں دعاء قنوت رکوع کے بعد پڑھی جائے ابن المنذر نے کہا ہے کہ حضرت ابوبکر حضرت عمر حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم سے اسی طرح منقول ہے امام مالک اور ایک روایت میں امام احمد سے یہ منقول ہے کہ دعاء قنوت رکوع سے پہلے پڑھی جائے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک دعاء قنوت صرف وتر میں پڑھی جائے۔ علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ حضرت عمر حضرت علی حضرت ابن مسعود حضرت ابوموسیٰ اشعری حضرت البراء بن عازب حضرت ابن عمر حضرت ابن عباس اور حضرت انس رضی اللہ عنہم سے اسی طرح منقول ہے اور تابعین میں سے عمر بن عبدالعزیز عبیدالسلمانی حمید الطویل اور عبداللہ بن المبارک کا بھی یہی موقف ہے علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ بعض فقہاء کے نزدیک اس میں نمازی کو اختیار ہے خواہ وہ رکوع سے پہلے دعاء قنوت پڑھے یا رکوع کے بعد اور یہ امام احمد سے منقول ہے۔ (عمدۃ القاری ج٦ ص١٠٥، دار الکتب العلمیہ بیروت ١٤٢١ھ)

٧٩٨ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِي الْاَسْوَدِ قَالَ حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيلُ، عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ، عَنْ اَبِي قِلَابَةَ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ الْقُنُوْتُ فِي الْمَغْرِبِ وَالْفَجْرِ. [طرف الحدیث:١٠٠٤]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن ابی الاسود نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی از خالد الحذاء از ابی قلابہ از حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہوں نے کہا: مغرب اور فجر میں قنوت پڑھی جاتی تھی۔

(صحیح مسلم:٦٧٨، سنن ترمذی:٤٠١، سنن نسائی:١٠٧٤، سنن ابوداؤد:١٤٤١، مسند الطحاوی:٢٥٩)

حدیث مذکور کے رجال

(١) عبداللہ بن محمد بن ابی الاسود ابوالاسود کا نام ہے: حمید بن الاسود ابوبکر البصری یہ ٢٢٣ھ میں فوت ہو گئے تھے (٢) اسماعیل بن علیہ (٣) خالد بن مہران الحذاء (٤) ابوقلابہ (٥) عبداللہ بن زید بن عمرو الجرمی (٦) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔

(عمدۃ القاری ج٦ ص١٠٦)

فجر اور مغرب کی نمازوں میں دعاء قنوت کا منسوخ ہونا اور علامہ خطابی کے اعتراض کا جواب

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ پہلے مغرب اور فجر کی نماز میں دعاء قنوت پڑھی جاتی تھی' پھر اس کو ترک کر دیا گیا اور اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مہینہ دعاء قنوت پڑھی' پھر اس کو ترک کر دیا۔

(صحیح مسلم: ۶۷۷' سنن ابوداؤد: ۱۴۴۵)

علامہ ابوسلیمان حمد بن محمد خطابی المتوفی ۳۸۸ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ آپ نے قبیلہ رِعْل اور ذکوان وغیرہ مخصوص قبائل کے خلاف دعا کو ترک کر دیا تھا' اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ آپ نے مطلقاً قنوت کو ترک کر دیا تھا' یا آپ نے چار نمازوں میں قنوت کو ترک کر دیا تھا اور فجر کی نماز میں قنوت کو ترک نہیں کیا تھا۔ (معالم السنن ج ۱ ص ۲۵۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی اس کے جواب میں لکھتے ہیں: یہ کلام بلا دلیل ہے اور محض تعصب اور ہٹ دھرمی پر مبنی ہے کیونکہ اس حدیث میں ضمیر قنوت کی طرف راجع ہے اور یہ عام ہے اور تمام نمازوں کے قنوت کی طرف راجع ہے' اس حدیث میں یہ کہنا کہ آپ نے فجر کی نماز کے علاوہ قنوت کو ترک کر دیا تھا' یہ بھی بلا دلیل ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ فجر کی نماز کی تخصیص کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت انس بن مالک بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ فجر کی نماز میں قنوت پڑھتے رہے حتیٰ کہ آپ دنیا سے رخصت ہو گئے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۴۹۷۸' مسند احمد ج ۳ ص ۱۶۲)

میں کہتا ہوں کہ اس کا جواب یہ ہے کہ علامہ ابن الجوزی نے العلل المتناہیہ میں لکھا ہے کہ سنداً یہ حدیث صحیح نہیں ہے' اس کی سند میں ابوجعفر رازی ہے' ابن المدینی نے کہا: اس کا حافظہ مختلط ہو گیا تھا' یحییٰ نے کہا: وہ خطاء کرتا تھا' امام احمد نے کہا: وہ حدیث میں قوی نہیں ہے' ابن حبان نے کہا: وہ مشاہیر سے مناکیر کی روایت میں منفرد تھا۔

(عمدۃ القاری ج ۶ ص ۱۰۷-۱۰۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

فجر کی نماز میں قنوت نہ پڑھنے کے متعلق آثار

میں کہتا ہوں کہ امام عبدالرزاق نے اس حدیث کے معارض متعدد آثار روایت کیے ہیں:

اسود بن یزید اور عمرو بن میمون نے بیان کیا کہ ہم نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں فجر کی نماز پڑھی' انہوں نے دعاء قنوت نہیں پڑھی۔ (مصنف عبدالرزاق: ۴۹۹۲)

علقمہ بن قیس بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فجر کی نماز میں دعاء قنوت نہیں پڑھتے تھے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۴۹۶۳)

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر فجر کی نماز میں دعاء قنوت نہیں پڑھتے تھے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۴۹۶۶)

ابن ابی نجیح بیان کرتے ہیں کہ میں نے سالم بن عبداللہ سے پوچھا: کیا حضرت عمر بن الخطاب صبح کی نماز میں قنوت پڑھتے تھے؟ انہوں نے کہا: نہیں! یہ لوگوں نے بعد میں بدعت نکالی ہے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۴۹۷۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۴۵۳۔ ج ۲ ص ۳۱۸ پر بیان کی گئی ہے' اس کی شرح میں قنوت فجر میں مذاہب اور

شافعیہ اور مالکیہ کے جوابات کا ذکر ہے۔

۷۹۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نُعَيْمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْمُجْمِرِ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ يَحْيَى ابْنِ خَلَّادٍ الزُّرَقِيِّ، عَنْ اَبِيهِ، عَنْ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعٍ الزُّرَقِيِّ قَالَ كُنَّا يَوْمًا نُصَلِّي وَرَاءَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرَّكْعَةِ قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ. قَالَ رَجُلٌ وَرَاءَهُ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ حَمْدًا كَثِيرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيهِ. فَلَمَّا انْصَرَفَ، قَالَ مَنِ الْمُتَكَلِّمُ؟ قَالَ اَنَا، قَالَ رَاَيْتُ بِضْعَةً وَّثَلَاثِينَ مَلَكًا يَبْتَدِرُونَهَا اَيُّهُمْ يَكْتُبُهَا اَوَّلُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از نعیم بن عبداللہ المجمر از علی بن یحییٰ بن خلاد الزرقی از والد خود از رفاعہ بن رافع الزرقی' انہوں نے بیان کیا کہ ہم ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے' جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رکوع سے سر اٹھایا تو آپ نے فرمایا: ''سمع الله لمن حمده'' تو ایک شخص نے آپ کے پیچھے کہا: ''ربنا ولك الحمد حمدًا كثيرًا طيبًا مباركًا فيه'' جب آپ نماز پڑھ کر مڑے تو آپ نے پوچھا: یہ (کلمات) کون پڑھ رہا تھا؟ اس نے کہا: میں' آپ نے فرمایا: میں نے دیکھا تیس سے زیادہ فرشتے ان کلمات کی طرف سبقت کر رہے تھے کہ ان میں سے کون ان کلمات کو پہلے لکھتا ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۷۷۰' سنن نسائی: ۱۰۶۱' السنن الکبریٰ: ۶۴۹' صحیح ابن خزیمہ: ۶۱۴' صحیح ابن حبان: ۱۹۱۰' المعجم الکبیر: ۴۵۳۱' المستدرک ج ۱ ص ۲۲۵' سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۹۵' سنن ابوداؤد: ۷۷۳' سنن ترمذی: ۴۰۴' مسند احمد ج ۴ ص ۳۴۰ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۸۹۹۶۔ ج ۳۱ ص ۳۳۲' مؤسسة الرسالة' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۱۶۷۷' مکتبة الرشد' ریاض' ۱۴۲۷ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبداللہ بن مسلمہ القعنبی (۲) امام مالک بن انس (۳) نعیم بن عبداللہ المجمر (۴) علی بن یحییٰ بن خلاد الانصاری المدنی' یہ ۱۲۹ھ میں فوت ہو گئے تھے (۵) ان کے والد یحییٰ بن خلاد بن رافع' ان کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گھٹی دی تھی (۶) ان کے چچا حضرت رفاعہ بن رافع بن مالک زرقی رضی اللہ عنہ تھے' یہ تمام غزوات میں حاضر رہے' اور ان سے چوبیس احادیث مروی ہیں' جن میں سے امام بخاری نے تین احادیث روایت کی ہیں' یہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں فوت ہو گئے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۱۰۷)

حمد مذکور کے دیگر کلمات

اس حدیث میں ذکر ہے: ''حمدًا طيبًا'' اس کا معنی ہے: ایسی حمد جو دکھانے اور سنانے سے پاک ہو' اور ''مباركًا فيه'' کا ذکر ہے' اس کا معنی ہے: جس میں بہت زیادہ خیر ہو' سنن نسائی کی روایت میں ہے: ''مباركًا عليه'' اس کا معنی ہے: ایسی حمد جو باقی رہے' اس حمد کے یہ کلمات بھی منقول ہے:

''الحمد لله حمدًا كثيرًا طيبًا مباركًا فيه مباركًا عليه كما يحب ربنا ويرضى''۔

(سنن ابوداؤد: ۷۷۳' سنن ترمذی: ۴۰۴' سنن نسائی: ۹۳۰)

حدیث مذکور کے مسائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے حسب ذیل مسائل مستنبط ہوتے ہیں:

(۱) اس صحابی نے بلند آواز سے حمد کے کلمات کہے' اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا بہ آواز بلند ذکر کرنا جائز ہے جب کہ اس سے کسی نمازی کی نماز میں خلل نہ ہو۔

(۲) اپنے اجتہاد سے ذکر ماثور میں اضافہ کرنا جائز ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۱۰۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ عینی کا یہ لکھنا صحیح نہیں کیونکہ یہ اضافہ صرف ان کے اجتہاد سے نہیں تھا بلکہ رسول اللہ ﷺ کی تقریر سے تھا کیونکہ آپ نے اس اضافہ کو سن کر رد نہیں فرمایا بلکہ اس اضافہ کی تحسین فرمائی تھی' لہٰذا یہ بھی ذکر ماثور ہو گیا۔ (سعیدی غفرلہٗ)

۱۲۷ - بَابُ الْاِطْمَانِينَةِ حِيْنَ يَرْفَعُ رَاْسَهٗ مِنَ الرُّكُوْعِ

رکوع سے سر اٹھا کر اطمینان سے کھڑے ہونا

وَقَالَ اَبُوْ حُمَيْدٍ رَفَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاسْتَوٰى جَالِسًا' حَتّٰى يَعُوْدَ كُلُّ فَقَارٍ مَكَانَهٗ.

اور حمید نے کہا کہ نبی ﷺ نے سجدہ سے سر اٹھایا' پھر سیدھے بیٹھ گئے حتیٰ کہ ہر جوڑ اپنی جگہ پر آ گیا۔

اس تعلیق کی اصل' صحیح البخاری: ۸۲۸ میں ہے۔

۸۰۰ - حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ' عَنْ ثَابِتٍ قَالَ كَانَ اَنَسٌ يَنْعَتُ لَنَا صَلٰوةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' فَكَانَ يُصَلِّيْ' وَاِذَا رَفَعَ رَاْسَهٗ مِنَ الرُّكُوْعِ قَامَ حَتّٰى نَقُوْلَ قَدْ نَسِيَ. [طرف الحدیث: ۸۲۱]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ثابت' انہوں نے کہا: حضرت انس رضی اللہ عنہ ہمارے لیے نبی ﷺ کی نماز کی صفت بیان کرتے تھے' آپ نماز پڑھتے تھے' پس جب آپ رکوع سے سر اٹھاتے تو اتنی دیر کھڑے رہتے حتیٰ کہ ہم کہتے: شاید آپ بھول گئے ہیں۔

(صحیح مسلم: ۴۷۲' الرقم المسلسل: ۱۰۴۲' مسند ابویعلیٰ: ۳۳۶۳' صحیح ابن خزیمہ: ۶۰۹' صحیح ابن حبان: ۱۸۸۵' سنن بیہقی ج ۲ ص ۹۸' مسند احمد ج ۳ ص ۲۲۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۳۳۶۹۔ ج ۲۱ ص ۷۵۔ ۷۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

قومہ میں آپ کا طویل قیام

علامہ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

علامہ کرمانی نے اس کی تفسیر میں کہا ہے کہ ہم یہ کہتے ہیں کہ آپ نیچے جھک کر سجدہ میں جانا بھول گئے' علامہ ابن حجر نے کہا: یہ احتمال ہے کہ حضرت انس کی مراد یہ ہو کہ آپ یہ بھول گئے کہ آپ نماز میں ہیں یا آپ نے یہ گمان کیا کہ یہ قنوت کا وقت ہے اور آپ اعتدال سے کھڑے رہے یا جب آپ بیٹھے ہوتے تو یہ گمان کرتے کہ یہ تشہد کا وقت ہے اور ہم یہ کہتے کہ آپ قیام کے طول کی وجہ سے بھول گئے ہیں۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۳۶۹' دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین عینی حنفی' ان کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

نبی ﷺ کے متعلق یہ تمام گمان آپ کی شان کے لائق نہیں ہیں' حضرت انس رضی اللہ عنہ کا منشاء صرف اتنا ہے کہ آپ رکوع سے سر اٹھا کر بہت طویل قیام کرتے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۱۱۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۹۶۲۔ ج ۱ ص ۱۲۶۵ پر مذکور ہے' وہاں اس حدیث کی شرح نہیں کی گئی۔

۸۰۱ - حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ' عَنِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الولید نے حدیث

الْحَكَمِ، عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنِ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ رُكُوعُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَسُجُوْدُهُ، وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوْعِ وَبَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ، قَرِيْبًا مِّنَ السَّوَاءِ.

بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از الحکم از ابن ابی لیلیٰ از حضرت البراء رضی اللہ عنہ انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا رکوع اور سجود اور جب آپ رکوع سے سر اٹھاتے اور دو سجدوں کے درمیان ان سب کا وقت برابر برابر ہوتا تھا۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۷۹۲ کا مطالعہ فرمائیں۔

۸۰۲ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ قَالَ كَانَ مَالِكُ بْنُ الْحُوَيْرِثِ يُرِيْنَا كَيْفَ كَانَ صَلٰوةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَذَاكَ فِي غَيْرِ وَقْتِ صَلٰوةٍ، فَقَامَ فَأَمْكَنَ الْقِيَامَ، ثُمَّ رَكَعَ فَأَمْكَنَ الرُّكُوْعَ، ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ فَانْصَبَّ هُنَيَّةً، قَالَ أَبُو قِلَابَةَ فَصَلّٰى بِنَا صَلٰوةَ شَيْخِنَا هٰذَا أَبِي بُرَيْدٍ، وَكَانَ أَبُو بُرَيْدٍ، إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ السَّجْدَةِ الْآخِرَةِ اسْتَوٰى قَاعِدًا، ثُمَّ نَهَضَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ایوب از ابی قلابہ انہوں نے بیان کیا کہ حضرت مالک بن الحویرث ہمیں دکھا رہے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کس طرح تھی اور یہ نماز کا وقت نہیں تھا سو وہ کھڑے ہوئے اور انہوں نے جم کر قیام کیا پھر رکوع کیا پس جم کر رکوع کیا پھر رکوع سے سر اٹھایا اور سیدھے کھڑے ہو گئے حتیٰ کہ ہر جوڑ اپنی جگہ پر آ گیا ابوقلابہ کہتے ہیں: پھر ہم کو اس بوڑھے ابی برید کی طرح نماز پڑھائی (اس سے حضرت عمرو بن سلمہ کی طرف اشارہ کیا) جب انہوں نے دوسرے سجدہ سے اپنا سر اٹھایا تو سیدھے ہو کر بیٹھ گئے پھر کھڑے ہوئے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۶۷۷ میں گزر چکی ہے وہاں اس کا عنوان تھا: جس شخص نے نماز پڑھائی اور نماز سے اس کا قصد صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی تعلیم دینا تھا اور یہاں اس کا عنوان ہے: رکوع سے سر اٹھا کر اطمینان سے کھڑے ہونا اور اس حدیث میں دونوں عنوانوں کی گنجائش ہے۔

۱۲۸ - بَابٌ يَهْوِي بِالتَّكْبِيْرِ حِيْنَ يَسْجُدُ — سجدہ کے وقت اللہ اکبر کہتے ہوئے جھکنا

اس عنوان میں "یھوی" کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: گرتے ہوئے جس طرح پانی اوپر سے نیچے گرتا ہے اور اس کا معنی جلدی کرتے ہوئے بھی ہے اور اگر واؤ پر زبر ہو "یھوَیٰ" تو اس کا معنی ہے: محبت کرتے ہوئے۔

وَقَالَ نَافِعٌ كَانَ ابْنُ عُمَرَ يَضَعُ يَدَيْهِ قَبْلَ رُكْبَتَيْهِ.

اور نافع نے کہا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما گھٹنوں سے پہلے اپنے ہاتھوں کو رکھتے۔

اس تعلیق کی اصل شرح معانی الآثار: ۱۴۷۶ سنن دار قطنی ج ۱ ص ۳۴۴ سنن کبریٰ ج ۲ ص ۹۹ اور مسند احمد ج ۲ ص ۳۸۱ میں ہے۔

سجدہ میں جاتے ہوئے پہلے اپنے ہاتھوں کو زمین پر رکھے یا اپنے گھٹنوں کو؟

بعض احادیث میں ہے کہ سجدہ کو جاتے ہوئے پہلے ہاتھوں کو زمین پر رکھے اور بعض احادیث میں ہے: پہلے گھٹنوں کو زمین پر رکھے ہاتھوں کو پہلے رکھنے کے متعلق یہ حدیث ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص سجدہ کرے تو اس طرح نہ بیٹھے

جس طرح اونٹ بیٹھتا ہے لیکن پہلے ہاتھ رکھے پھر گھٹنے رکھے۔

(سنن ابوداؤد: ۸۴۰ 'سنن ترمذی: ۲۶۹ 'مسند احمد ج ۲ ص ۳۸۱ 'شرح معانی الآثار: ۱۴۷۸)

امام مالک اور ایک روایت کے مطابق امام احمد کا یہی مسلک ہے۔

پہلے گھٹنوں کو زمین پر رکھنے کے متعلق احادیث اور آثار

اور سجدہ میں جاتے ہوئے ہاتھوں سے پہلے گھٹنے رکھنے کے متعلق یہ احادیث ہیں:

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب سجدہ کرتے تو ہاتھوں سے پہلے اپنے گھٹنوں کو رکھتے۔

(سنن ابوداؤد: ۸۳۸ 'سنن ترمذی: ۲۶۸ 'سنن ابن ماجہ: ۸۸۲ 'شرح معانی الآثار: ۱۴۸۱)

امام ابوحنیفہ' امام شافعی اور ایک روایت کے مطابق امام احمد کا یہی مذہب ہے اور اکثر صحابہ سے بھی اسی طرح منقول ہے۔

اسود بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے گھٹنوں پر گرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۷۱۹ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۷۰۴ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۶۳ 'ادارۃ القرآن' کراچی)

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب سجدہ میں جاتے تو اپنے ہاتھوں سے پہلے اپنے گھٹنوں کو زمین پر رکھتے اور جب سجدہ سے سر اٹھاتے تو گھٹنوں سے پہلے اپنے ہاتھوں کو اٹھاتے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۷۲۰ 'مجلس علمی' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۷۰۵ 'دارالکتب العلمیہ' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۶۳)

عبداللہ بن مسلم بن یسار اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب وہ سجدہ میں جاتے تو پہلے گھٹنوں کو زمین پر رکھتے' پھر ہاتھوں کو' پھر سر کو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۷۲۱ 'مجلس علمی' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۷۰۶ 'دارالکتب العلمیہ' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۶۳ 'ادارۃ القرآن)

مہدی بن میمون بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابن سیرین کو دیکھا' وہ اپنے ہاتھوں سے پہلے اپنے گھٹنوں کو رکھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۷۲۴ 'مجلس علمی' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۷۰۹ 'دارالکتب العلمیہ' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۶۳ 'ادارۃ القرآن)

ابواسحاق بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اصحاب جب سجدہ کے لیے جھکتے تو اپنے ہاتھوں سے پہلے اپنے گھٹنوں کو زمین پر رکھتے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۷۲۶۔۲۷۱۱ 'دارالکتب العلمیہ' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۶۴ 'ادارۃ القرآن)

۸۰۳ - حَدَّثَنَا أَبُوْ الْيَمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِيْ أَبُوْ بَكْرِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ، وَأَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ كَانَ يُكَبِّرُ فِي كُلِّ صَلٰوةٍ مِّنَ الْمَكْتُوْبَةِ وَغَيْرِهَا فِيْ رَمَضَانَ وَغَيْرِهٖ، فَيُكَبِّرُ حِيْنَ يَقُوْمُ، ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَرْكَعُ، ثُمَّ يَقُوْلُ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ، ثُمَّ يَقُوْلُ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ، قَبْلَ أَنْ يَّسْجُدَ، ثُمَّ يَقُوْلُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ، حِيْنَ يَهْوِيْ سَاجِدًا، ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَرْفَعُ رَأْسَهٗ مِنَ السُّجُوْدِ، ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَسْجُدُ، ثُمَّ يُكَبِّرُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے حدیث بیان کی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے ابوبکر بن عبدالرحمان بن الحارث بن ہشام اور ابوسلمہ بن عبدالرحمان نے خبر دی کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہر نماز میں تکبیر پڑھتے خواہ فرض نماز ہو یا غیر فرض ہو' رمضان ہو یا غیر رمضان ہو' پس جب وہ نماز میں کھڑے ہوتے تو تکبیر پڑھتے' پھر رکوع کے وقت تکبیر پڑھتے' پھر سجدہ سے پہلے کہتے: "سمع اللّٰہ لمن حمدہ" پھر کہتے: "ربنا ولک الحمد" پھر سجدہ میں گرتے ہوئے اللہ اکبر کہتے' پھر سجدہ سے سر اٹھاتے ہوئے اللہ اکبر

حِينَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ مِنَ السُّجُودِ، ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَقُومُ مِنَ الْجُلُوسِ فِي الْاِثْنَتَيْنِ، وَيَفْعَلُ ذٰلِكَ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ، حَتّٰى يَفْرُغَ مِنَ الصَّلٰوةِ، ثُمَّ يَقُولُ حِينَ يَنْصَرِفُ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهٖ، اِنِّي لَاَقْرَبُكُمْ شَبَهًا بِصَلٰوةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اِنْ كَانَتْ هٰذِهٖ لَصَلٰوتَهٗ حَتّٰى فَارَقَ الدُّنْيَا.

کہتے' پھر دو سجدوں کے بعد بیٹھ کر اٹھتے تو اللہ اکبر کہتے' اور ہر رکعت میں اسی طرح کرتے حتیٰ کہ نماز سے فارغ ہو جاتے' پھر نماز سے فارغ ہونے کے بعد وہ کہتے: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے! میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے مشابہ نماز تمہارے قریب کر رہا ہوں' بے شک ضرور یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز تھی حتیٰ کہ آپ دنیا سے تشریف لے گئے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۷۸۵ میں گزر چکی ہے۔

۸۰۴- قَالَا وَقَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ وَكَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ يَقُولُ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ، رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ. يَدْعُو لِرِجَالٍ فَيُسَمِّيهِمْ بِاَسْمَائِهِمْ، فَيَقُولُ اَللّٰهُمَّ اَنْجِ الْوَلِيدَ بْنَ الْوَلِيدِ، وَسَلَمَةَ بْنَ هِشَامٍ، وَعَيَّاشَ بْنَ اَبِي رَبِيعَةَ، وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ، اَللّٰهُمَّ اشْدُدْ وَطْاَتَكَ عَلٰى مُضَرَ، وَاجْعَلْهَا عَلَيْهِمْ سِنِينَ كَسِنِي يُوسُفَ. وَاَهْلُ الْمَشْرِقِ يَوْمَئِذٍ مِنْ مُضَرَ مُخَالِفُونَ لَهٗ.

ابوبکر بن عبد الرحمان اور ابوسلمہ دونوں نے کہا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رکوع سے سر اٹھاتے تو کہتے: "سمع الله لمن حمده ربنا ولك الحمد" کچھ لوگوں کا نام لے کر ان کے حق میں دعاء خیر کرتے' سو آپ کہتے: اے اللہ! الولید بن الولید کو نجات دے اور سلمہ بن ہشام کو اور عیاش بن ربیعہ کو اور کمزور مؤمنوں کو' اے اللہ! مضر کو شدت سے روند ڈال اور ان پر ایسے سال مسلط کر دے جیسے حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں قحط کے سال تھے اور ان دنوں میں مضر اہل مشرق تھے' جو آپ کے مخالف تھے۔

جن مسلمانوں کے حق میں آپ نے دعائے خیر کی

ولید سے مراد ہے: الولید بن الولید بن المغیرہ بن عبد اللہ مخزومی' یہ حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ کے بھائی تھے۔ غزوۂ بدر کے دن ان کو حالت کفر میں گرفتار کیا گیا تھا' جب انہوں نے فدیہ دیا تو یہ اسلام لے آئے' ان سے کہا گیا کہ آپ فدیہ دینے سے پہلے اسلام کیوں نہیں لائے؟ انہوں نے کہا: میں نے اس کو ناپسند کیا کہ میرے متعلق یہ کہا جائے کہ یہ قید سے گھبرا کر اسلام لائے ہیں' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت سے یہ کفار سے رہائی پا گئے۔

علامہ ذہبی نے کہا ہے کہ جنگ بدر کے دن ان کو حضرت عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے قید کیا تھا اور ان کو مکہ لے گئے تھے' وہاں جا کر یہ مسلمان ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعاء قنوت میں ان کا نام لے کر ان کے لیے دعا کرتے تھے تو یہ ان سے نجات پا کر مدینہ منورہ پہنچ گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں وہیں فوت ہو گئے۔

سلمہ بن ہشام بن المغیرہ' یہ ابوجہل کے بھائی تھے' یہ بہت پہلے اسلام لائے تھے' اسلام لانے کی پاداش میں ان کو تکلیفیں دی جاتی تھیں' ان کو قریش نے مدینہ کی طرف ہجرت نہیں کرنے دی' پھر انہوں نے غزوۂ خندق کے بعد ہجرت کی اور غزوۂ موتہ میں حاضر ہوئے اور یہ مرج الصفر یا اجنادین میں شہید ہوئے۔

عیاش بن ابی ربیعہ' ابی ربیعہ کا نام عمرو بن المغیرہ ہے' یہ ابوجہل کے اخیافی (ماں شریک) بھائی تھے اور بہت پہلے اسلام لا چکے تھے' ابوجہل نے ان کو مکہ میں باندھ کر رکھا ہوا تھا' یہ ملک شام میں جنگ یرموک میں شہید ہو گئے تھے۔

جن لوگوں کے لیے آپ نے دعاء ضرر کی

مضر بن نزار بن معد بن عدنان' یہ بہت بڑا خاندان ہے اور اس میں بہت قبائل ہیں' جیسے قریش' اسد اور تمیم وغیرہ' آپ کا ارشاد ہے: جیسے حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں قحط کے سال تھے' اس میں مشابہت کی وجہ یہ ہے کہ جیسے ان پر بہت لمبے عرصہ تک قحط رہا اور وہ کئی سالوں تک مشقت اور مصیبت کو برداشت کرتے رہے' اسی طرح مضر بھی لمبے عرصہ تک مصائب کا شکار رہے۔

اس حدیث کے باقی فوائد' صحیح البخاری: ٧٩٧ میں بیان کیے جاچکے ہیں۔

٨٠٥ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ غَيْرَ مَرَّةٍ' قَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُوْلُ سَقَطَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ فَرَسٍ' وَرُبَّمَا قَالَ سُفْيَانُ مِنْ فَرَسٍ' فَجُحِشَ شِقُّهُ الْاَيْمَنُ' فَدَخَلْنَا عَلَيْهِ نَعُوْدُهُ' فَحَضَرَتِ الصَّلٰوةُ' فَصَلّٰى بِنَا قَاعِدًا وَّقَعَدْنَا . وَقَالَ سُفْيَانُ مَرَّةً صَلَّيْنَا قُعُوْدًا' فَلَمَّا قَضَى الصَّلٰوةَ قَالَ اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهٖ' فَاِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوْا' وَاِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوْا' وَاِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوْا' وَاِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ' فَقُوْلُوْا رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ' وَاِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوْا. قَالَ سُفْيَانُ كَذَا جَاءَ بِهٖ مَعْمَرٌ قُلْتُ نَعَمْ. قَالَ لَقَدْ حَفِظَ كَذَا' قَالَ الزُّهْرِيُّ وَلَكَ الْحَمْدُ. حَفِظْتُ مِنْ شِقِّهِ الْاَيْمَنِ' فَلَمَّا خَرَجْنَا مِنْ عِنْدِ الزُّهْرِيِّ' قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ وَاَنَا عِنْدَهٗ فَجُحِشَ سَاقُهُ الْاَيْمَنُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے کئی مرتبہ حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت انس بن مالک سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ گھوڑے سے گر گئے' پس آپ کی دائیں جانب زخمی ہوگئی' ہم آپ کے پاس آپ کی عیادت کے لیے آئے' پس نماز کا وقت آ گیا تو آپ نے ہمیں بیٹھ کر نماز پڑھائی اور ایک مرتبہ سفیان نے کہا: ہم نے بیٹھ کر نماز پڑھی' جب آپ نے نماز پڑھ لی تو فرمایا: امام اس لیے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے' سو جب وہ تکبیر پڑھے تو تم تکبیر پڑھو' اور جب وہ رکوع کرے تو تم رکوع کرو اور جب وہ رکوع سے سر اٹھائے تو تم رکوع سے سر اٹھاؤ اور جب وہ ''سمع اللّٰه لمن حمده'' کہے تو تم کہو: ''ربنا ولك الحمد'' اور جب وہ سجدہ کرے تو تم سجدہ کرو۔ سفیان نے کہا: اسی طرح معمر نے روایت کی ہے' میں نے کہا: ہاں! اس نے اس کو اسی طرح یاد رکھا' الزہری نے کہا ہے: ''ولك الحمد'' میں نے دائیں جانب کو یاد رکھا ہے' جب ہم الزہری کے پاس سے نکلے تو ابن جریج نے کہا: اور میں ان کے پاس تھا کہ آپ کی دائیں پنڈلی زخمی ہوگئی۔

اس حدیث کی شرح کے لیے' صحیح البخاری: ٣٧٨ کا مطالعہ فرمائیں۔

١٢٩ - بَابُ فَضْلِ السُّجُوْدِ

سجدہ کی فضیلت

٨٠٦ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ' عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ' وَعَطَاءُ بْنُ يَزِيْدَ اللَّيْثِيُّ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ اَخْبَرَهُمَا اَنَّ النَّاسَ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! هَلْ نَرٰى رَبَّنَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ ؟ قَالَ هَلْ تُمَارُوْنَ فِي الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ' لَيْسَ دُوْنَهٗ سَحَابٌ؟

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے سعید بن المسیب اور عطاء بن یزید اللیثی نے خبر دی کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ان کو خبر دی کہ لوگوں نے کہا: یارسول اللہ! کیا قیامت کے دن ہم اپنے رب کو دیکھیں گے؟ آپ نے فرمایا:

قَالُوْا لَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! قَالَ فَهَلْ تُمَارُوْنَ فِي الشَّمْسِ لَيْسَ دُوْنَهَا سَحَابٌ؟ قَالُوْا لَا، قَالَ فَإِنَّكُمْ تَرَوْنَهُ كَذٰلِكَ، يُحْشَرُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فَيَقُوْلُ مَنْ كَانَ يَعْبُدُ شَيْئًا فَلْيَتَّبِعْ، فَمِنْهُمْ مَنْ يَتَّبِعُ الشَّمْسَ، وَمِنْهُمْ مَنْ يَتَّبِعُ الْقَمَرَ، وَمِنْهُمْ مَنْ يَتَّبِعُ الطَّوَاغِيْتَ، وَتَبْقٰى هٰذِهِ الْأُمَّةُ فِيْهَا مُنَافِقُوْهَا، فَيَأْتِيْهِمُ اللّٰهُ فَيَقُوْلُ أَنَا رَبُّكُمْ، فَيَقُوْلُوْنَ هٰذَا مَكَانُنَا حَتّٰى يَأْتِيَنَا رَبُّنَا، فَإِذَا جَاءَ رَبُّنَا عَرَفْنَاهُ، فَيَأْتِيْهِمُ اللّٰهُ فَيَقُوْلُ أَنَا رَبُّكُمْ فَيَقُوْلُوْنَ أَنْتَ رَبُّنَا، فَيَدْعُوْهُمْ فَيُضْرَبُ الصِّرَاطُ بَيْنَ ظَهْرَانَيْ جَهَنَّمَ، فَأَكُوْنُ أَوَّلَ مَنْ يَجُوْزُ مِنَ الرُّسُلِ بِأُمَّتِهِ، وَلَا يَتَكَلَّمُ يَوْمَئِذٍ أَحَدٌ إِلَّا الرُّسُلُ، وَكَلَامُ الرُّسُلِ يَوْمَئِذٍ اَللّٰهُمَّ سَلِّمْ سَلِّمْ، وَفِيْ جَهَنَّمَ كَلَالِيْبُ مِثْلُ شَوْكِ السَّعْدَانِ، هَلْ رَأَيْتُمْ شَوْكَ السَّعْدَانِ؟ قَالُوْا نَعَمْ، قَالَ فَإِنَّهَا مِثْلُ شَوْكِ السَّعْدَانِ، غَيْرَ أَنَّهُ لَا يَعْلَمُ قَدْرَ عِظَمِهَا إِلَّا اللّٰهُ، تَخْطَفُ النَّاسَ بِأَعْمَالِهِمْ، فَمِنْهُمْ مَنْ يُوْبَقُ بِعَمَلِهِ، وَمِنْهُمْ مَنْ يُخَرْدَلُ ثُمَّ يَنْجُوْ، حَتّٰى إِذَا أَرَادَ اللّٰهُ رَحْمَةَ مَنْ أَرَادَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ، أَمَرَ اللّٰهُ الْمَلَائِكَةَ أَنْ يُخْرِجُوْا مَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللّٰهَ، فَيُخْرِجُوْنَهُمْ وَيَعْرِفُوْنَهُمْ بِآثَارِ السُّجُوْدِ، وَحَرَّمَ اللّٰهُ عَلَى النَّارِ أَنْ تَأْكُلَ أَثَرَ السُّجُوْدِ، فَيَخْرُجُوْنَ مِنَ النَّارِ، فَكُلُّ ابْنِ آدَمَ تَأْكُلُهُ النَّارُ إِلَّا أَثَرَ السُّجُوْدِ، فَيَخْرُجُوْنَ مِنَ النَّارِ قَدِ امْتَحَشُوْا، فَيُصَبُّ عَلَيْهِمْ مَاءُ الْحَيَاةِ، فَيَنْبُتُوْنَ كَمَا تَنْبُتُ الْحِبَّةُ فِيْ حَمِيْلِ السَّيْلِ، ثُمَّ يَفْرُغُ اللّٰهُ مِنَ الْقَضَاءِ بَيْنَ الْعِبَادِ، وَيَبْقٰى رَجُلٌ بَيْنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ، وَهُوَ آخِرُ أَهْلِ النَّارِ دُخُوْلًا الْجَنَّةَ، مُقْبِلًا بِوَجْهِهِ قِبَلَ النَّارِ، فَيَقُوْلُ يَا رَبِّ اصْرِفْ وَجْهِيْ عَنِ النَّارِ، قَدْ قَشَبَنِيْ رِيْحُهَا، وَأَحْرَقَنِيْ ذَكَاؤُهَا، فَيَقُوْلُ هَلْ عَسَيْتَ إِنْ فُعِلَ ذٰلِكَ بِكَ أَنْ تَسْأَلَ غَيْرَ ذٰلِكَ؟ فَيَقُوْلُ لَا وَعِزَّتِكَ، فَيُعْطِي

کیا تمہیں پورے چاند کی رات کو چاند کو دیکھنے میں کوئی رکاوٹ ہوتی ہے جب اس کے سامنے بادل نہ ہو؟ صحابہ نے کہا: نہیں! یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا: کیا تمہیں سورج کو دیکھنے میں رکاوٹ ہوتی ہے جب اس کے سامنے بادل نہ ہو؟ صحابہ نے کہا: نہیں! آپ نے فرمایا: پس تم اپنے رب کو اسی طرح دیکھو گے قیامت کے دن لوگوں کو جمع کیا جائے گا' پس اللہ فرمائے گا: جو شخص جس کی عبادت کرتا تھا وہ اس کے پیچھے جائے' پس ان میں سے بعض سورج کی اتباع کریں گے اور ان میں سے بعض چاند کی اتباع کریں گے اور ان میں سے بعض بتوں کی اتباع کریں گے اور یہ امت باقی رہے گی' اس امت میں اس کے منافقین بھی ہوں گے' پھر ان کے پاس اللہ تعالیٰ آ کر فرمائے گا: میں تمہارا رب ہوں' پس وہ کہیں گے: ہم یہیں رہیں گے حتیٰ کہ ہمارے پاس ہمارا رب آ جائے' پس جب ہمارا رب آ جائے گا تو ہم اس کو پہچان لیں گے' پھر ان کے پاس اللہ تعالیٰ آئے گا' پس فرمائے گا: میں تمہارا رب ہوں' سو وہ کہیں گے: تو ہمارا رب ہے' پس وہ ان کو بلائے گا' پھر جہنم کے وسط کے اوپر ایک پل بچھا دیا جائے گا' پس رسولوں میں سے میں پہلا رسول ہوں گا جو اپنی امت کے ساتھ اس پر سے گزرے گا اور اس دن رسولوں کے سوا کوئی بات نہیں کرے گا اور اس دن رسولوں کا کلام یہ ہوگا: اے اللہ! سلامت رکھ' سلامت رکھ! اور جہنم میں درخت سعدان کے کانٹوں کی طرح آنکڑے (ہک) ہوں گے' کیا تم نے درخت سعدان کے کانٹے دیکھے ہیں؟ صحابہ نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: پس بے شک وہ آنکڑے درخت سعدان کے کانٹوں کی مثل ہوں گے لیکن اللہ کے سوا ان کے عظیم ہونے کی مقدار کو کوئی نہیں جانتا' وہ ان کو ان کے گناہوں کی مقدار کے حساب سے اچک (پکڑ) لیں گے' سو ان میں سے بعض اپنے گناہ کی وجہ سے ہلاک ہو جائیں گے اور ان میں سے بعض کٹ جائیں گے' پھر نجات پا جائیں گے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ دوزخیوں میں سے جن پر رحمت کا ارادہ فرمائے گا تو اللہ تعالیٰ فرشتوں کو حکم دے گا کہ ان میں سے جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا اس کو نکال دیں' پھر فرشتے ان کو نکال دیں گے اور وہ

اللّٰہَ مَا یَشَاءُ مِنْ عَھْدٍ وَّمِیْثَاقٍ، فَیَصْرِفُ اللّٰہُ وَجْھَہٗ عَنِ النَّارِ، فَاِذَا اَقْبَلَ بِہٖ عَلَی الْجَنَّۃِ، رَاٰی بَھْجَتَھَا سَکَتَ مَا شَاءَ اللّٰہُ اَنْ یَّسْکُتَ، ثُمَّ قَالَ یَا رَبِّ قَدِّمْنِیْ عِنْدَ بَابِ الْجَنَّۃِ، فَیَقُوْلُ اللّٰہُ لَہٗ اَلَیْسَ قَدْ اَعْطَیْتَ الْعُھُوْدَ وَالْمِیْثَاقَ، اَنْ لَّا تَسْاَلَ غَیْرَ الَّذِیْ کُنْتَ سَاَلْتَ؟ فَیَقُوْلُ یَا رَبِّ لَا اَکُوْنُ اَشْقٰی خَلْقِکَ، فَیَقُوْلُ فَمَا عَسَیْتَ اِنْ اُعْطِیْتَ ذٰلِکَ اَنْ لَّا تَسْاَلَ غَیْرَہٗ؟ فَیَقُوْلُ لَا وَعِزَّتِکَ، لَا اَسْاَلُ غَیْرَ ذٰلِکَ، فَیُعْطِیْ رَبَّہٗ مَا شَاءَ مِنْ عَھْدٍ وَّمِیْثَاقٍ، فَیُقَدِّمُہٗ اِلٰی بَابِ الْجَنَّۃِ، فَاِذَا بَلَغَ بَابَھَا، فَرَاٰی زَھْرَتَھَا، وَمَا فِیْھَا مِنَ النَّضْرَۃِ وَالسُّرُوْرِ، فَیَسْکُتُ مَا شَاءَ اللّٰہُ اَنْ یَّسْکُتَ، فَیَقُوْلُ یَا رَبِّ اَدْخِلْنِی الْجَنَّۃَ، فَیَقُوْلُ اللّٰہُ تَعَالٰی وَیْحَکَ یَا ابْنَ اٰدَمَ، مَا اَغْدَرَکَ! اَلَیْسَ قَدْ اَعْطَیْتَ الْعُھُوْدَ وَالْمِیْثَاقَ، اَنْ لَّا تَسْاَلَ غَیْرَ الَّذِیْ اُعْطِیْتَ؟ فَیَقُوْلُ یَا رَبِّ! لَا تَجْعَلْنِیْ اَشْقٰی خَلْقِکَ، فَیَضْحَکُ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ مِنْہُ، ثُمَّ یَاْذَنُ لَہٗ فِیْ دُخُوْلِ الْجَنَّۃِ، فَیَقُوْلُ لَہٗ تَمَنَّ فَیَتَمَنّٰی، حَتّٰی اِذَا انْقَطَعَتْ اُمْنِیَّتُہٗ، قَالَ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ زِدْ مِنْ کَذَا وَکَذَا، اَقْبَلَ یُذَکِّرُہٗ رَبُّہٗ، حَتّٰی اِذَا انْتَھَتْ بِہِ الْاَمَانِیُّ، قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی لَکَ ذٰلِکَ وَمِثْلُہٗ مَعَہٗ. قَالَ اَبُوْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیُّ لِاَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ لَکَ ذٰلِکَ وَعَشَرَۃُ اَمْثَالِہٖ. قَالَ اَبُوْ ھُرَیْرَۃَ لَمْ اَحْفَظْ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلَّا قَوْلَہٗ لَکَ ذٰلِکَ وَمِثْلُہٗ مَعَہٗ. قَالَ اَبُوْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیُّ اِنِّیْ سَمِعْتُہٗ یَقُوْلُ ذٰلِکَ لَکَ وَعَشَرَۃُ اَمْثَالِہٖ. [اطراف الحدیث:۶۵۷۳-۷۴۳۷]

(صحیح مسلم:۱۸۲' الرقم المسلسل:۴۴۴' مصنف عبدالرزاق:۲۰۸۵۶' السنۃ لابن ابی عاصم:۴۵۵' صحیح ابن حبان:۷۴۲۹' سنن نسائی:۱۱۳۹' السنن الکبریٰ:۷۱۱۶۳' سنن دارمی:۲۸۰۱' صحیح ابن خزیمہ:۳۲۵' مسند

ان کو سجدہ کی نشانیوں سے پہچانیں گے اور اللہ تعالیٰ نے سجدہ کی نشانیوں کو کھانا آگ پر حرام کر دیا ہے' سوان کو دوزخ سے نکال لیا جائے گا' وہ جل کر کوئلہ ہو چکے ہوں گے' پھر ان پر حیات کا پانی انڈیلا جائے گا' پس وہ اس طرح اُگیں گے جس طرح دانہ سیلاب کی مٹی میں اُگتا ہے' پھر اللہ تعالیٰ بندوں کے درمیان فیصلہ کرنے سے فارغ ہو جائے گا اور ایک شخص جنت اور دوزخ کے درمیان باقی ہوگا اور وہ دوزخ سے نکلنے والوں میں سے آخری شخص ہوگا اور جنت میں داخل ہونے والوں میں بھی آخری شخص ہوگا' اس وقت اس کا چہرہ دوزخ کی طرف ہوگا' وہ کہے گا: اے میرے رب! میرا چہرہ دوزخ کی طرف سے پھیر دے' اس کی بدبو نے مجھے ہلاک کر دیا ہے اور اس کی تیزی نے مجھے جلا ڈالا ہے' اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اگر تمہارے ساتھ ایسا کر دیا گیا تو شاید تم پھر اس کے علاوہ اور کوئی سوال کرو گے' پس وہ کہے گا: نہیں' تیری عزت کی قسم! پھر اللہ تعالیٰ اس سے پختہ عہد اور میثاق لے گا' پس اللہ اس کے چہرے کو دوزخ سے پھیر دے گا' پس جب وہ جنت کی طرف متوجہ ہوگا اور اس کی تروتازگی دیکھے گا تو جتنی دیر اللہ اس کو خاموش رکھنا چاہے گا وہ خاموش کھڑا رہے گا' پھر کہے گا: اے میرے رب! مجھے جنت کے دروازہ پر پہنچا دے' پس اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا: کیا تم نے پختہ عہد اور میثاق نہیں کیا تھا کہ تم پہلے سوال کے علاوہ اور کوئی سوال نہیں کرو گے؟ پس وہ کہے گا: اے میرے رب! میں تیری مخلوق میں سب سے بدنصیب نہ ہو جاؤں' اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اگر تمہارا یہ سوال پورا کر دیا گیا تو پھر توقع ہے کہ تم کوئی اور سوال تو نہیں کرو گے' وہ کہے گا: نہیں' تیری عزت کی قسم! میں اس کے سوا اور کوئی سوال نہیں کروں گا' پھر اللہ تعالیٰ جو عہد اور میثاق چاہے گا اس سے لے گا' پھر وہ اس کو جنت کے دروازہ پر لے جائے گا' پس جب وہ جنت کے دروازہ پر پہنچے گا اور جنت کی رونق اور تروتازگی اور خوش نمائی دیکھے گا تو جتنی دیر اللہ تعالیٰ اس کو خاموش رکھنا چاہے گا وہ خاموش رہے گا' پھر وہ کہے گا: اے میرے رب! مجھ کو جنت میں داخل کر دے! اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اے ابن آدم! تم پر افسوس ہے' تم کتنے

احمد ج ۲ ص ۲۷۶ طبع قدیم مسند احمد: ۷۷۱۷۔ ج ۱۳ ص ۱۴۴ موسسۃ الرسالۃ بیروت جامع المسانید لابن الجوزی: ۹۴۳۴ مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۷ھ)

عہد شکن ہوا! کیا تم نے پختہ عہد اور میثاق نہیں کیے تھے کہ تم کو جو کچھ دیا گیا ہے تم اس کے سوا اور کوئی سوال نہیں کرو گے؟ پس وہ کہے گا: اے میرے رب! مجھے اپنی مخلوق میں سب سے زیادہ بدنصیب نہ بنا' پس اللہ عزوجل اس سے ہنسے گا' پھر اس کو جنت میں داخل ہونے کی اجازت دے گا' پھر اس سے فرمائے گا: اب تم تمنا کرو' پس وہ تمنا کرے گا' حتیٰ کہ جب اس کی تمنا پوری ہو جائے گی تو اللہ اسے فرمائے گا: اور فلاں فلاں چیز کو زیادہ کرو اور اس کا رب عزوجل اس کو چیزیں یاد دلائے گا' حتیٰ کہ جب اس کی تمنائیں ختم ہو جائیں گی تو اللہ اس سے فرمائے گا: تم یہ چیزیں بھی لے لو اور ان کے ساتھ ان کی ایک مثل اور لے لو۔ حضرت ابوسعید خدری نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ سے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل ارشاد فرمائے گا: تمہارے لیے یہ چیزیں بھی ہیں اور ان کی دس مثالیں اور ہیں' حضرت ابوہریرہ نے کہا: مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صرف یہ قول یاد ہے: اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا: تمہارے لیے یہ چیزیں ہیں اور ان کے ساتھ ان کی ایک مثل ہے' حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ نے کہا: میں نے آپ سے یہ سنا تھا: تمہارے لیے یہ ہیں اور ان کی دس مثالیں ہیں۔

اس حدیث کے چھ رجال ہیں اور ان کا پہلے تعارف ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: اللہ تعالیٰ نے سجدہ کی نشانیوں کو کھانا آگ پر حرام کر دیا ہے۔

''طواغیت'' کا معنی اور اس کی تفصیل

اس حدیث میں ''طواغیت'' کا لفظ ہے' یہ ''طاغوت'' کی جمع ہے' یہ ''طغیان'' کا مبالغہ ہے یعنی بہت زیادہ سرکشی کرنے والا' ابن سیدہ نے کہا کہ اللہ عزوجل کو چھوڑ کر جس کی عبادت کی جائے' اس کو ''طاغوت'' کہتے ہیں' واحد جمع' مذکر اور مؤنث سب پر اس لفظ کا اطلاق ہوتا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ ''طاغوت'' شیطان ہے' ایک قول ہے: جس پتھر کی عبادت کی جائے وہ ''طاغوت'' ہے' الصحاح میں مذکور ہے: جو گمراہ کرنے والوں کا سردار ہو' وہ ''طاغوت'' ہے' المغیث میں ہے: شیطان نے جس کی عبادت کو مزین کر دیا ہو' وہ ''طاغوت'' ہے' ابن جریر نے کہا: ساحر ''طاغوت'' ہے' ابوالعالیہ نے کہا: کاہن ''طاغوت'' ہے۔ (واضح رہے کہ حضرت عیسیٰ' حضرت عزیر علیہم السلام' سیدہ مریم اور فرشتوں کی بھی اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کی گئی ہے مگر ان پر ''طاغوت'' کا اطلاق کرنا جائز نہیں ہے)۔

اللہ تعالیٰ کس صفت میں آئے گا جو مسلمان اس کو نہیں پہچانیں گے اور اس سلسلہ میں بحث و نظر

اس حدیث میں مذکور ہے: اس امت کے پاس اللہ تعالیٰ آ کر فرمائے گا: میں تمہارا رب ہوں' پس وہ کہیں گے: ہم یہیں رہیں

گے حتیٰ کہ ہمارے پاس ہمارا رب آ جائے۔

اللہ تعالیٰ کے آنے سے مراد یہ ہے کہ اس کے بعض فرشتے آئیں گے اور اس فرشتے کے اوپر حدوث کی علامتیں ہوں گی' اس وجہ سے وہ اس کے رب ہونے کا انکار کر دیں گے' یا اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے پاس ایسی صورت میں آئے گا' جو صفات الوہیت کے مشابہ نہیں ہوگی' تا کہ امت مسلمہ کا امتحان لے اور یہ مؤمنین کا آخری امتحان ہوگا' اور جب وہ فرشتہ یا اس صورت میں اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں تمہارا رب ہوں' تو وہ اس پر مخلوق کی علامات دیکھ کر کہیں گے کہ وہ ان کا رب نہیں ہے۔ اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کی صورت کا ذکر ہے اور صورت کیفیت ہے اور اللہ تعالیٰ کیفیت سے منزہ ہے' سو اس میں صورت بہ معنی صفت ہے۔ اس پر یہ اعتراض ہے کہ اگر فرشتہ کہے گا کہ میں تمہارا رب ہوں تو یہ جھوٹ ہے اور فرشتے معصوم ہیں' اس کا جواب یہ ہے کہ فرشتے بہ طور امتحان کہیں گے اور یہ گناہ نہیں ہے' دوسرا اعتراض یہ ہے کہ اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کا ذکر ہے اور اس امت میں منافقین بھی ہیں حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ سکتے' اس کا جواب یہ ہے کہ اس امت کے مجموعہ میں منافقین بھی ہیں اور مسلمین بھی ہیں اور جب مجموعہ پر کوئی حکم لگایا جائے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ مجموعہ کے ہر ہر فرد پر وہ حکم ہو' اس لیے اس امت کے اللہ تعالیٰ کو دیکھنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ منافقین بھی اللہ تعالیٰ کو دیکھیں' دوسری بار اللہ تعالیٰ ان صفات کے ساتھ تجلی فرمائے گا' جن میں علامات حدوث نہیں ہوں گی' اس لیے مسلمان ان کو دیکھ کر کہیں گے کہ ہاں! تو ہمارا رب ہے۔

''یوبق'' اور ''یخردل'' کا معنی اور مرجئہ' معتزلہ اور خوارج کا ردّ

اس حدیث میں ''یوبق'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: وہ ہلاک کر دیئے جائیں گے اور اس میں ''یخردل'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: کٹ جائیں گے۔ ابن قرقول نے کہا: ''خردلۃ'' کا معنی ہے: گوشت کو کاٹ کر چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر دینا۔

اس حدیث میں مذکور ہے: فرشتے ان کو سجدہ کی نشانیوں سے پہچانیں گے' یہ سات اعضاء ہیں: پیشانی' یا چہرہ' دو ہاتھ' دو گھٹنے اور دو پیر' اور بعض نے کہا: صرف پیشانی' نیز اس حدیث میں ہے: وہ جل کر کوئلہ ہو چکے ہوں گے' بہ ظاہر اس کا معنی یہ ہے کہ وہ حقیقۃً جل کر کوئلہ ہو جائیں گے اور اس میں مرجئہ کا ردّ ہے' جو یہ کہتے ہیں کہ مؤمن خواہ کوئی گناہ کریں ان کو عذاب نہیں ہوگا' اور بعض نے یہ کہا ہے کہ وہ صورۃً جل کر کوئلہ ہو جائیں گے لیکن ان کا ادراک سلب کر لیا جائے گا' اس لیے ان کو درد کا احساس نہیں ہوگا اور اس کی دلیل یہ آیت ہے:

لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا. (الزمر: ۵۳) — تم اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو' بے شک اللہ تمام گناہوں کو بخش دے گا۔

تاہم یہ قطعی اور لازمی امر نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے عموم اور شمول کی وجہ سے ایک ظنی امر ہے اور حدیث میں ہے کہ میں اپنے بندہ کے اس ظن کے موافق ہوتا ہوں' جو وہ میرے ساتھ رکھتا ہے۔

(مسند احمد ج ۲ ص ۳۱۵۔ ج ۳ ص ۱۰۶' الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۳۹۳)

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ان کو دوزخ سے نکال لیا جائے گا' اس حدیث میں معتزلہ اور خوارج کا ردّ ہے' جو کہتے ہیں کہ جو شخص گناہ کبیرہ کر کے بغیر توبہ کے مر گیا' اس کو دائمی عذاب ہوگا اور اس کو دوزخ سے نکالا نہیں جائے گا۔

آخرت میں اللہ تعالیٰ کے دکھائی دینے پر اہل سنت کے دلائل اور معتزلہ کی دلیل کے جوابات

اس حدیث میں دلیل ہے کہ آخرت میں مؤمنین اللہ تعالیٰ کو دیکھیں گے' قرآن مجید میں ہے:

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌO اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌO بعض چہرے اس دن تروتازہ ہوں گےO اپنے رب کی طرف دیکھنے والے ہوں گےO (القیامۃ: ۲۳-۲۲)

معتزلہ اللہ تعالیٰ کے دکھائی دینے کا انکار کرتے ہیں اور ان کی دلیل یہ آیت ہے:

لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ. آنکھیں اس کا ادراک نہیں کر سکتیں اور وہ آنکھوں کا ادراک فرماتا ہے۔ (الانعام: ۱۰۳)

اس کا جواب یہ ہے کہ ادراک سے مراد یہاں پر احاطہ ہے اور جب مؤمنین آخرت میں اللہ تعالیٰ کو دیکھیں گے تو وہ اس کا احاطہ نہیں کر سکیں گے' دوسرا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں دنیا میں انسانوں کی آنکھیں مراد ہیں یا آخرت میں کفار کی آنکھیں مراد ہیں یا آخرت کے بعض احوال میں مسلمانوں کی آنکھیں مراد ہیں۔

سجدہ کی فضیلت میں دیگر احادیث

اس حدیث میں سجدہ کی فضیلت کا ذکر ہے' سجدہ کی فضیلت کے متعلق دیگر یہ احادیث ہیں:

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا: آپ مجھے وہ عمل بتائیں جس کو میں کروں تو اللہ تعالیٰ مجھے جنت میں داخل کر دے' آپ نے فرمایا: تم بہ کثرت اللہ تعالیٰ کے لیے سجدے کرو کیونکہ جب بھی تم اللہ کے لیے سجدہ کرو گے' اللہ اس سجدہ سے تمہارا ایک درجہ بلند کر دے گا اور تمہارا ایک گناہ گرا دے گا۔

(صحیح مسلم: ۴۸۸' سنن ترمذی: ۳۸۹-۳۸۱' سنن ابن ماجہ: ۱۴۲۳)

حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رات گزارتا تھا' میں آپ کے وضوء اور طہارت کے لیے پانی لے کر آیا' آپ نے مجھ سے فرمایا: سوال کرو' میں نے کہا: میں آپ سے جنت میں آپ کی رفاقت کا سوال کرتا ہوں' آپ نے فرمایا: یا اس کے سوا کوئی اور سوال؟ میں نے کہا: مجھے یہ کافی ہے' آپ نے فرمایا: پھر تم بہ کثرت سجدے کر کے میری مدد کرو۔ (صحیح مسلم: ۴۸۹' سنن ابوداؤد: ۱۳۲۰' سنن ترمذی: ۳۴۱۶' سنن نسائی: ۱۱۳۸' سنن ابن ماجہ: ۱۲۷۷)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بندہ سب سے زیادہ اپنے رب کے قریب حالت سجدہ میں ہوتا ہے' پس تم (سجدہ میں) بہ کثرت دعا کرو۔ (صحیح مسلم: ۴۸۲' سنن ابوداؤد: ۸۷۵' سنن نسائی: ۱۱۳۷)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۳۵۹- ج ا ص ۷۸۲ پر مذکور ہے' وہاں اس کے عنوان حسب ذیل ہیں:

(۱) اللہ تعالیٰ کی رؤیت میں اہل قبلہ کے مذاہب (۲) اللہ تعالیٰ کا کسی صورت میں تجلی فرمانے کا بیان۔

۱۳۰ - بَابٌ يُبْدِيْ ضَبْعَيْهِ وَيُجَافِيْ فِي السُّجُوْدِ

سجدہ میں بازوؤں کو کشادہ رکھے اور (پیٹ سے) دور رکھے

۸۰۷- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ بَكْرُ بْنُ مُضَرَ' عَنْ جَعْفَرٍ' عَنِ ابْنِ هُرْمُزَ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَالِكِ بْنِ بُحَيْنَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا صَلّٰى فَرَّجَ بَيْنَ يَدَيْهِ' حَتّٰى يَبْدُوَ بَيَاضُ اِبْطَيْهِ. وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِيْ جَعْفَرُ بْنُ رَبِيْعَةَ نَحْوَهٗ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں بکر بن مضر نے حدیث بیان کی از جعفر از ابن ھرمز از حضرت عبداللہ ابن مالک ابن بحینہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز پڑھتے تو اپنے ہاتھوں کو کشادہ رکھتے حتیٰ کہ آپ کی بغلوں کی سفیدی ظاہر ہوتی' اور لیث نے کہا: مجھے جعفر بن ربیعہ نے اس

حدیث کی مثل بیان کی۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۳۹۰ کا مطالعہ فرمائیں' وہاں بھی اس حدیث کا یہی عنوان تھا۔

۱۳۱ - بَابٌ يَسْتَقْبِلُ بِأَطْرَافِ رِجْلَيْهِ

انگلیوں کی اطراف کا منہ قبلہ کی طرف رکھے

یعنی نماز میں پیروں کی انگلیوں کا منہ قبلہ کی طرف رکھے۔

قَالَهُ أَبُوْ حُمَيْدِ السَّاعِدِيُّ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اس حدیث کی حضرت ابوحمید الساعدی رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے۔

یعنی حضرت ابوحمید الساعدی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ نماز میں پیروں کی انگلیوں کے سروں کو قبلہ کی طرف رکھے یہ حدیث صحیح البخاری: ۸۲۸ میں آئے گی' سجدہ میں انگلیوں کے پیٹ کا زمین پر رکھنا فرض یا واجب نہیں ہے' سنت یا مستحب ہے۔ اس کی تفصیل ہم نے شرح صحیح مسلم ج ا ص ۱۲۹۱ پر بیان کر دی ہے۔

۱۳۲ - بَابٌ إِذَا لَمْ يُتِمَّ السُّجُوْدَ

جب نمازی پورا سجدہ نہ کرے

۸۰۸ - **حَدَّثَنَا** الصَّلْتُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا مَهْدِيٌّ، عَنْ وَاصِلٍ، عَنْ أَبِيْ وَائِلٍ، عَنْ حُذَيْفَةَ أَنَّهُ رَأَى رَجُلًا لَا يُتِمُّ رُكُوْعَهُ وَلَا سُجُوْدَهُ، فَلَمَّا قَضَى صَلٰوتَهُ قَالَ لَهُ حُذَيْفَةُ مَا صَلَّيْتَ، قَالَ وَأَحْسَبُهُ قَالَ وَلَوْ مُتَّ مُتَّ عَلٰى غَيْرِ سُنَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الصلت بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں مہدی نے حدیث بیان کی از واصل از ابی وائل از حذیفہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے ایک شخص کو دیکھا' وہ نماز میں رکوع اور سجود مکمل نہیں کر رہا تھا' جب اس نے نماز پڑھ لی تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا: تم نے (کامل) نماز نہیں پڑھی اور اگر تم (اسی طرح نماز پڑھتے ہوئے) مر گئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے خلاف پر مرو گے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۸۹ میں گزر چکی ہے' وہاں بھی اس حدیث کا یہی عنوان تھا۔

۱۳۳ - بَابُ السُّجُوْدِ عَلٰى سَبْعَةِ أَعْظُمٍ

سجدہ سات ہڈیوں پر ہے

سات ہڈیوں سے مراد سات اعضاء ہیں۔

۸۰۹ - **حَدَّثَنَا** قَبِيْصَةُ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ، عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أُمِرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَسْجُدَ عَلٰى سَبْعَةِ أَعْضَاءٍ، وَلَا يَكُفَّ شَعَرًا وَلَا ثَوْبًا اَلْجَبْهَةِ، وَالْيَدَيْنِ، وَالرُّكْبَتَيْنِ، وَالرِّجْلَيْنِ.

[اطراف الحدیث: ۸۱۰۔ ۸۱۲۔ ۸۱۵۔ ۸۱۶]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قبیصہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عمرو بن دینار از طاؤس از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سات اعضاء پر سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور یہ کہ آپ بالوں کو موڑیں نہ کپڑے کو موڑیں' (وہ سات اعضاء یہ ہیں:) پیشانی' دونوں ہاتھ' دونوں گھٹنے' دونوں پیر۔

(صحیح مسلم: ۴۹۰' الرقم المسلسل: ۱۰۷۶' سنن ابوداؤد: ۸۸۹' سنن ترمذی: ۲۷۳' سنن نسائی: ۱۰۹۲' سنن ابن ماجہ: ۸۸۳' المعجم الکبیر: ۱۰۸۵۸' مسند الحمیدی: ۴۹۳' مسند ابویعلیٰ: ۲۳۸۹' المنتقی: ۱۹۹' صحیح ابن خزیمہ: ۶۳۴' مصنف عبدالرزاق: ۲۹۷۱' شرح السنۃ: ۱۸۸' صحیح ابن حبان: ۱۹۲۳' مسند احمد

ج ١ص ١٢٢ طبع قدیم' مسند احمد ج ٣ص ٣٠٤' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ٢٩٣٠' مکتبۃ الرشد' ریاض' ١٤٢٦ھ' مسند الطحاوی: ٣١٠٢)۔

حدیث مذکور کے رجال

(١) قبیصہ بن عقبہ بن عامر الکوفی (٢) سفیان ثوری (٣) عمرو بن دینار (٤) طاؤس بن کیسان (٥) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ٦ص ١٢٨)

جن اعضاء پر سجدہ کرنا فرض ہے' ان میں مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ پیشانی پر سجدہ کرنا فرض ہے' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' عطاء' طاؤس' الحسن' ابن سیرین' قاسم' سالم' شعبی اور زہری نے کہا: جب کسی شخص نے پیشانی پر سجدہ کیا اور اس کی ناک زمین پر نہیں لگی تو یہ کافی ہے' امام مالک' امام ابو یوسف' امام محمد اور امام شافعی کا بھی ایک قول یہی ہے' اور ان کے نزدیک مستحب یہ ہے کہ پیشانی کے ساتھ ناک پر بھی سجدہ کرے' امام ابوحنیفہ نے کہا: اگر نمازی پیشانی کے بغیر صرف ناک پر سجدہ کرے تو یہ بھی کافی ہے' طاؤس' ابن سیرین اور ابن القاسم نے بھی اس کی مثل کہا ہے۔

ابراہیم النخعی' عکرمہ' ابن ابی لیلیٰ اور سعید بن جبیر نے کہا: پیشانی اور ناک دونوں پر سجدہ کرنا فرض ہے' امام احمد بن حنبل کا بھی یہی مذہب ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جس نے اپنی ناک زمین پر نہیں رکھی' اس نے سجدہ نہیں کیا۔

امام شافعی اور امام احمد کا ایک قول یہ ہے کہ ان سات اعضاء پر سجدہ کرنا فرض ہے' جس نے ان میں سے بعض اعضاء پر سجدہ کیا' اس کا سجدہ ادا نہیں ہوا۔

چہرے کے علاوہ باقی چھ اعضاء پر سجدہ فرض نہ ہونے کے دلائل

جو فقہاء یہ کہتے ہیں کہ پیشانی اور ناک دونوں پر سجدہ کرنا فرض ہے' ان کی دلیل یہ ہے کہ بعض احادیث میں ہے: مجھے سات اعضاء پر سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے: پیشانی پر اور آپ نے اپنے ہاتھ سے ناک کی طرف اشارہ کیا۔

ابن القصار نے کہا: تمام زمانوں کا اجماع حجت ہے اور ہم نے تابعین کے زمانہ میں دو قول پائے ہیں: (١) بعض نے کہا: پیشانی اور ناک دونوں پر سجدہ کرنا فرض ہے (٢) بعض نے کہا: صرف پیشانی پر سجدہ کرنا فرض ہے' اور جس نے کہا: صرف ناک پر سجدہ کرنا فرض ہے' وہ ان کے اجماع سے خارج ہے' اور جس نے کہا: ان سات اعضاء پر سجدہ کرنا فرض ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں متعدد جگہ سجدہ کا ذکر کیا ہے' لیکن چہرے کے سوا اور کسی عضو کا ذکر نہیں کیا۔

يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ يَبْكُوْنَ. (بنی اسرائیل:١٠٩) وہ اپنی ٹھوڑیوں کے بل روتے ہوئے سجدہ میں گر جاتے ہیں۔

سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ. (الفتح:٢٩) ان کے چہروں پر ان کے سجدوں کے اثر سے نشان ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو سجدہ کی آیات میں سجدہ میں بار بار یہ پڑھتے:

سجد وجهي للذي خلقه وشق سمعه وبصره بحوله وقوته. میرے چہرے نے اس ذات کو سجدہ کیا' جس نے اس کو پیدا کیا اور اس کی سماعت اور بصارت کو کھول کر ان میں ادراک پیدا کیا اور ان کو اپنی قوت اور طاقت سے بنایا۔

(سنن ابوداؤد: ۱۴۱۴' سنن ترمذی: ۵۸۰' سنن نسائی: ۱۱۲۸' سنن بیہقی ج ۲ ص ۱۰۹' دارقطنی ج ۱ ص ۲۹۷' مسند احمد ج ۶ ص ۲۱۷' کنز العمال: ۱۹۸۱۲' مشکوٰۃ: ۱۰۳۵)

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعرابی سے فرمایا:

فیسجد فیمکن وجھہ وربما قال جبھتہ من الارض. (سنن ابوداؤد: ۸۵۸' اتحاف ج ۳ ص ۳۸۱' المعجم الکبیر: ۴۵۲۵) پس سجدہ کرے پس اپنے چہرہ کو اور بعض اوقات فرمایا: اپنی پیشانی کو زمین سے لگا کر رکھے۔

اس حدیث میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سجدہ کے لیے چہرہ یا پیشانی کے لیے اور کسی عضو کا ذکر نہیں کیا۔

اور جب نمازی سجدہ سے عاجز ہو تو وہ سجدہ کے لیے صرف سر سے اشارہ کر سکتا ہے' اور ہاتھوں' گھٹنوں اور پیروں کے لیے اشارہ نہیں کرتا' اس سے معلوم ہوا کہ سجدہ کا تعلق صرف چہرے سے ہے اور باقی چھ اعضاء میں سے اور کسی عضو سے سجدہ کا تعلق نہیں ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: مجھے سات اعضاء پر سجدہ کرنے کا حکم دیا ہے' اس سے معلوم ہوا کہ ان تمام اعضاء پر سجدہ کرنا فرض ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ممتنع نہیں ہے کہ کسی فعل کا حکم دیا جائے اور اس فعل کی بعض چیزوں کو کرنا فرض ہو اور بعض چیزوں کو کرنا فرض نہ ہو' (جیسے نماز میں تکبیرۃ تحریمہ پڑھنا فرض ہے اور انتقالاتِ ارکان کی تکبیرات پڑھنا سنت ہے اور تسبیحات کو پڑھنا مستحب ہے۔ سعیدی غفرلہٗ) اسی طرح سجدہ میں چہرہ کو زمین پر رکھنا فرض ہے اور باقی چھ اعضاء کو زمین پر رکھنا فرض نہیں ہے اور ہم نے ان چھ چیزوں کی تخصیص کتاب اور سنت کی دلالت سے کی ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۵۰۵۔ ۵۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن بطال نے اس حدیث کی بہت عمدہ شرح کی ہے' لیکن اس میں انہوں نے جو لکھا ہے کہ جس نے سجدہ میں صرف ناک کو زمین پر رکھنے کو کافی کہا ہے' اس کا قول اجماع سے خارج ہے' اس میں انہوں نے امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے رد کی طرف اشارہ کیا ہے۔ امام ابوحنیفہ کی طرف سے اس کا جواب حسب ذیل ہے:

امام ابوحنیفہ پر علامہ ابن بطال کے اعتراض کا جواب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن بطال کا اعتراض امام ابوحنیفہ پر وارد نہیں ہوتا کیونکہ حدیث سے صرف چہرہ کو زمین پر لگانا فرض ہے اور اس سے مراد پورے چہرہ کو زمین پر لگانا نہیں ہے ورنہ صرف پیشانی کو زمین پر لگانا کافی نہ ہوتا' بلکہ چہرے کے بعض اجزاء کو زمین پر لگانا فرض ہے اور ناک زمین پر رکھنے سے بھی چہرے کا بعض حصہ زمین پر لگ جاتا ہے' اس لیے صرف ناک کا زمین پر لگ جانا بھی سجدہ کے لیے کافی ہے' امام اعظم کا دوسرا قول یہ ہے کہ بغیر عذر کے صرف ناک پر سجدہ کرنا جائز نہیں ہے۔ (فتح القدیر ج ۱ ص ۳۱۰)

ناک پر سجدہ کرنے کے متعلق احادیث اور آثار

امام اعظم کے مذہب کی تائید میں حسب ذیل احادیث ہیں:

عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے تھے: جب تم میں سے کوئی شخص سجدہ کرے تو اپنی ناک کو زمین کے ساتھ لگائے' کیونکہ اللہ نے اس کو طلب کیا ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۷۰۳' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۶۸۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۶۲' ادارۃ القرآن' کراچی)

عبداللہ بن عیسیٰ بیان کرتے ہیں: میرے پاس سے عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ گزرے' اس وقت میں سجدہ کر رہا تھا' انہوں نے کہا:

اے عیسیٰ کے بیٹے! اللہ کے لیے اپنی ناک زمین پر رکھو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:۲۷۰۵، مجلس علمی بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ:۲۶۹۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ ج۱ص ۲۶۲' ادارۃ القرآن' کراچی)

وقاء بیان کرتے ہیں کہ سعید بن جبیر نے کہا: کسی شخص کی نماز اس وقت تک کامل نہیں ہوگی' جب تک کہ وہ اپنی ناک زمین پر نہ لگائے جس طرح وہ اپنی پیشانی زمین پر لگاتا ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:۲۷۰۶، مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ:۲۶۹۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ ج۱ص ۲۶۲' ادارۃ القرآن' کراچی)

ایوب بیان کرتے ہیں کہ طاؤس سے ناک پر سجدہ کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا: کیا وہ چہرہ کا مکرم جز نہیں ہے!

(مصنف ابن ابی شیبہ:۲۷۰۷، مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ:۲۶۹۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ ج۱ص ۲۶۲' ادارۃ القرآن' کراچی)

عاصم بیان کرتے ہیں کہ جب ابن سیرین ایسی جگہ نماز پڑھتے' جہاں ناک نہ لگ سکتی تو وہ دوسری جگہ چلے جاتے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:۲۷۰۸، مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ:۲۶۹۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ ج۱ص ۲۶۲' ادارۃ القرآن' کراچی)

ثابت بن قیس بیان کرتے ہیں کہ میں نے نافع بن جبیر کو دیکھا' وہ زمین پر اپنی ناک لگاتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:۲۷۰۹، مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ:۲۶۹۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ ج۱ص ۲۶۲' ادارۃ القرآن' کراچی)

عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک انسان کے پاس سے گزرے' جو سجدہ میں اپنی ناک کو زمین پر نہیں رکھ رہا تھا' آپ نے فرمایا: جس شخص نے نماز پڑھی اور اس میں اپنی ناک کو زمین پر نہیں لگایا' اس کی نماز قبول نہیں کی جائے گی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:۲۷۱۰، مجلس علمی' مصنف ابن ابی شیبہ:۲۶۹۵ دار الکتب العلمیہ' مصنف ابن ابی شیبہ: ج۱ص ۲۶۲' ادارۃ القرآن' مراسیل ابوداؤد: ۴۴' مصنف عبد الرزاق:۲۹۸۲' سنن بیہقی ج۲ص ۱۰۴' سنن دار قطنی ج۱ص ۳۴۸' المستدرک ج۱ص ۲۷۱۔۲۷۰)

اگر علامہ ابن بطال ان آثار کا مطالعہ کر لیتے تو صرف ناک پر سجدہ کو کافی قرار دینے کی وجہ سے امام اعظم پر یہ طعن نہ کرتے کہ ان کا یہ قول فقہاء تابعین کے اجماع سے خارج ہے۔

تاہم امام اعظم ابو حنیفہ کے نزدیک اصل یہ ہے کہ پیشانی اور ناک دونوں پر سجدہ کیا جائے' اس پر دلیل یہ حدیث ہے:

عبد الجبار بن وائل اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی پیشانی اور اپنی ناک پر سجدہ کر رہے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ:۲۷۰۲، مجلس علمی' مصنف ابن ابی شیبہ:۲۶۸۷' دار الکتب العلمیہ' مصنف ابن ابی شیبہ ج۱ص ۲۶۲' ادارۃ القرآن' مسند احمد ج۴ص ۳۱۵۔۳۱۷' المعجم الکبیر:۶۵۔ج ۲۲' مجمع الزوائد ج۲ص ۱۲۶)

بالوں یا کپڑوں کو موڑ کر نماز پڑھنا مکروہ ہے

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا کہ آپ بالوں کو موڑیں نہ کپڑوں کو موڑیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بالوں اور کپڑوں کو موڑنا مکروہ ہے' ظاہر حدیث کا تقاضا یہ ہے کہ یہ صرف حالت نماز میں مکروہ ہے' قاضی عیاض نے اس کا رد کیا ہے کہ یہ جمہور کے خلاف ہے' انہوں نے کہا ہے کہ نماز ہو یا غیر نماز' یہ ہر حال میں مکروہ ہے' اور اس پر اتفاق ہے کہ اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی' تلویح میں مذکور ہے کہ یہ مکروہ تنزیہی ہے' اگر اس نے اسی حال میں نماز پڑھی تو اس نے اچھا نہیں کیا' لیکن اس کی نماز صحیح ہے۔ علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ یہ (بالوں اور کپڑوں کو نہ موڑنا) استحباب پر مبنی ہے' جس نے ایسا کیا اور جماعت کھڑی ہوگئی تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ وہ اسی حالت میں نماز پڑھ لے۔

بال موڑنے کی صورت یہ ہے کہ وہ اپنے بالوں کو سر کے وسط میں اکٹھا کر کے دھاگے سے باندھ لے اس سے ممانعت کی حکمت یہ ہے کہ اس کو ایسی حالت میں نماز پڑھنی چاہیے کہ اس کے بال بھی اس کے ساتھ سجدہ کریں۔

(عمدۃ القاری ج٦ ص ١٣١ ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

علامہ محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ١٢٥٢ھ لکھتے ہیں:

علامہ خیر الدین رملی نے لکھا ہے کہ نماز میں کپڑے کو اٹھانا مکروہ تحریمی ہے' جیسے کپڑے کو موڑنا۔ علامہ شامی نے لکھا ہے کہ اگر مٹی سے بچانے کے لیے کپڑے کو اٹھایا جائے تو پھر حرج نہیں ہے۔

خلاصۃ اور منیہ میں مذکور ہے کہ اگر آستینوں کو کہنیوں تک موڑا جائے تو پھر مکروہ ہے' اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اگر کہنیوں سے کم آستینوں کو موڑا جائے تو پھر مکروہ نہیں ہے' لیکن البحر الرائق میں مذکور ہے کہ زیادہ ظاہر یہ ہے کہ ہر صورت میں کپڑا موڑنا مکروہ ہے کیونکہ کپڑا موڑنا ہر صورت میں صادق آتا ہے۔ (رد المحتار ج ٢ ص ٣٥٠' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ١٤١٩ھ)

صدر الشریعہ علامہ امجد علی متوفی ١٣٦٧ھ لکھتے ہیں:

کوئی آستین آدھی کلائی سے زیادہ چڑھی ہوئی یا دامن سمیٹے' نماز پڑھنا بھی مکروہ تنزیہی ہے خواہ پیشتر سے چڑھی ہو یا نماز میں چڑھائی۔ (بہار شریعت حصہ ٣ ص ٨٤' ضیاء القرآن پبلی کیشنز' لاہور)

علامہ عینی حنفی نے تلویح اور علامہ ابن التین کے حوالے سے لکھا ہے کہ کپڑا موڑنا مکروہ تنزیہی ہے' علامہ شامی اور صاحب البحر الرائق کی عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مکروہ تحریمی ہے اور صدر الشریعہ علامہ امجد علی نے مکروہ تحریمی کی تصریح کی ہے' قوت دلیل سے بہر حال یہی راجح ہے لیکن یہ وہ مکروہ تحریمی نہیں ہے جس سے نماز واجب الاعادہ ہو۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ٩٩٨۔ ج ١ ص ١٢٨٧ پر مذکور ہے' اس شرح کے عنوان حسب ذیل ہیں:

(١) اعضاء سجود کے بیان میں مذاہب ائمہ (٢) سجدہ میں پیر زمین پر رکھنے کی فرضیت کی تحقیق (٣) سجدہ میں کسی ایک انگلی کے پیٹ لگانے کے فرض نہ ہونے کی تحقیق (٤) نماز میں کپڑا موڑنے یا اڑسنے اور بال سنوارنے کا شرعی حکم۔

یہ شرح ١٠٥ صفحات پر محیط ہے' اور کسی کتاب میں ایسی تحقیق نہیں ہے۔

٨١٠- حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أُمِرْنَا أَنْ نَّسْجُدَ عَلٰى سَبْعَةِ أَعْظُمٍ، وَلَا نَكُفَّ ثَوْبًا وَلَا شَعَرًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عمرو از طاؤس از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: ہمیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ ہم سات ہڈیوں پر سجدہ کریں اور نہ ہم کپڑا موڑیں اور نہ بال۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ٨٠٩ میں گزر گئی ہے۔

٨١١- حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ يَزِيدَ الْخَطْمِيِّ قَالَ حَدَّثَنَا الْبَرَاءُ بْنُ عَازِبٍ، وَهُوَ غَيْرُ كَذُوبٍ، قَالَ كُنَّا نُصَلِّي خَلْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَإِذَا قَالَ سَمِعَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسرائیل نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق از عبد اللہ بن یزید الخطمی' انہوں نے کہا: ہمیں حضرت البراء بن عازب نے حدیث بیان کی اور وہ جھوٹے نہیں ہیں' انہوں نے کہا:

اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ . لَمْ يَحْنِ اَحَدٌ مِّنَّا ظَهْرَهٗ حَتّٰى يَضَعَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَبْهَتَهٗ عَلَى الْاَرْضِ.

ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھتے تھے پس جب آپ ''سمع اللہ لمن حمدہ'' کہتے تو ہم میں سے کوئی شخص اپنی پیٹھ کو نہیں موڑتا تھا حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی پیشانی کو زمین پر رکھ دیتے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٦٩٠ میں گزر چکی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا: جو امام کے پیچھے نماز ی ہیں وہ کب سجدہ کریں۔

١٣٤ - بَابُ السُّجُوْدِ عَلَى الْاَنْفِ

ناک پر سجدہ کرنا

٨١٢- حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ اَسَدٍ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ طَاؤُسٍ' عَنْ اَبِيْهِ' عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُمِرْتُ اَنْ اَسْجُدَ عَلٰى سَبْعَةِ اَعْظُمٍ عَلَى الْجَبْهَةِ وَاَشَارَ بِيَدِهٖ عَلٰى اَنْفِهٖ وَالْيَدَيْنِ' وَالرُّكْبَتَيْنِ' وَاَطْرَافِ الْقَدَمَيْنِ' وَلَا نَكْفِتَ الثِّيَابَ وَالشَّعَرَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں معلی بن اسد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی از عبداللہ بن طاؤس از والد خود از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں سات ہڈیوں پر سجدہ کروں' پیشانی پر اور آپ نے اپنے ہاتھ سے ناک پر اشارہ کیا اور دونوں ہاتھوں پر اور دونوں گھٹنوں پر اور قدموں کی اطراف پر اور ہم کپڑوں اور بالوں کو نہ موڑیں۔

اس حدیث کی شرح بھی' صحیح البخاری: ٨٠٩ میں گزر گئی ہے۔

١٣٥ - بَابُ السُّجُوْدِ عَلَى الْاَنْفِ' فِی الطِّيْنِ

مٹی یا کیچڑ میں ناک پر سجدہ کرنا

اس حدیث سے امام بخاری کا مقصود' ناک پر سجدہ کرنے کی تاکید ہے' کیونکہ جب آپ نے مٹی یا کیچڑ کے باوجود ناک پر سجدہ کرنے کو ترک نہیں کیا تو جب مٹی یا کیچڑ نہ ہو تو ناک پر سجدہ کرنا زیادہ لائق ہے۔

٨١٣- حَدَّثَنَا مُوْسٰى قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ' عَنْ يَحْيٰى' عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ قَالَ اِنْطَلَقْتُ اِلٰى اَبِیْ سَعِيْدِ الْخُدْرِیِّ فَقُلْتُ اَلَا تَخْرُجُ بِنَا اِلَى النَّخْلِ نَتَحَدَّثُ؟ فَخَرَجَ' فَقَالَ قُلْتُ حَدِّثْنِیْ مَا سَمِعْتَ مِنَ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ؟ قَالَ اعْتَكَفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشْرَ الْاُوَلِ مِنْ رَمَضَانَ' وَاعْتَكَفْنَا مَعَهٗ' فَاَتَاهُ جِبْرِيْلُ فَقَالَ اِنَّ الَّذِیْ تَطْلُبُ اَمَامَكَ' فَاعْتَكَفَ الْعَشْرَ الْاَوْسَطَ فَاعْتَكَفْنَا مَعَهٗ' فَاَتَاهُ جِبْرِيْلُ فَقَالَ اِنَّ الَّذِیْ تَطْلُبُ اَمَامَكَ' فَقَامَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطِيْبًا' صَبِيْحَةَ عِشْرِيْنَ مِنْ رَمَضَانَ' فَقَالَ مَنِ اعْتَكَفَ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی از یحییٰ از ابی سلمہ' انہوں نے بیان کیا کہ میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے پاس گیا' پس میں نے کہا: کیا آپ ہمارے ساتھ کھجوروں کے باغ کی طرف نہیں چلتے وہاں ہم باتیں کریں؟ سو وہ نکلے' ابوسلمہ نے کہا: پس میں نے کہا: آپ ہمیں وہ حدیث بیان کریں جو آپ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لیلۃ القدر کے بارے میں سنی ہے' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رمضان کے پہلے عشرہ میں اعتکاف کیا' اور ہم نے بھی آپ کے ساتھ اعتکاف کیا' پس آپ کے پاس حضرت جبریل آئے اور انہوں نے کہا: آپ جس چیز کو طلب کر رہے ہیں وہ آگے ہے' پھر آپ نے درمیانی عشرہ میں اعتکاف کیا' سو ہم نے بھی آپ کے

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلْيَرْجِعْ، فَإِنِّي أُرِيتُ لَيْلَةَ الْقَدْرِ، وَإِنِّي نُسِّيتُهَا، وَإِنَّهَا فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ فِي وِتْرٍ، وَإِنِّي رَأَيْتُ كَأَنِّي أَسْجُدُ فِي طِينٍ وَمَاءٍ. وَكَانَ سَقْفُ الْمَسْجِدِ جَرِيدَ النَّخْلِ، وَمَا نَرَى فِي السَّمَاءِ شَيْئًا، فَجَاءَتْ قَزَعَةٌ فَأُمْطِرْنَا، فَصَلَّى بِنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى رَأَيْتُ أَثَرَ الطِّينِ وَالْمَاءِ عَلٰى جَبْهَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَرْنَبَتِهِ، تَصْدِيقُ رُؤْيَاهُ.

ساتھ اعتکاف کیا' آپ کے پاس پھر حضرت جبریل آئے اور کہا: آپ جس چیز کو طلب کر رہے ہیں وہ آپ کے آگے ہے' پھر رسول اللہ ﷺ نے بیس رمضان کی صبح کو کھڑے ہو کر خطبہ دیا اور فرمایا: جس شخص نے نبی ﷺ کے ساتھ اعتکاف کیا ہے وہ لوٹ جائے کیونکہ میں نے لیلۃ القدر کو دیکھ لیا اور بے شک مجھے وہ بھلا دی گئی اور وہ آخری عشرہ کی طاق رات میں ہے اور میں نے خواب میں دیکھا کہ میں مٹی اور پانی میں سجدہ کر رہا ہوں اور مسجد کی چھت کھجور کی ٹہنیوں کی بنی ہوئی تھی اور ہم آسمان میں کوئی چیز نہیں دیکھ رہے تھے' پھر بادل آیا اور ہم پر بارش ہوئی' پس نبی ﷺ نے ہم کو نماز پڑھائی حتیٰ کہ میں نے مٹی اور پانی کا نشان آپ کی پیشانی اور ناک پر دیکھا' یہ آپ کے خواب کی تصدیق تھی۔

قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ كَانَ الْحُمَيْدِيُّ يَحْتَجُّ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ يَقُوْلُ لَا يَمْسَحْ.

ابوعبداللہ (امام بخاری) نے کہا: گویا کہ حُمیدی اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں' وہ کہتے ہیں: مسح نہ کرو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٦٦٩ میں گزر چکی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا: کیا امام بارش میں حاضرین کو نماز پڑھائے۔

پیشانی اور ناک پر سجدہ کرنے کی دلیل

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ان فقہاء کی دلیل ہے' جو کہتے ہیں کہ سجدہ صرف پیشانی اور ناک پر فرض ہے' اور اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ جس حدیث میں سات اعضاء پر سجدہ کرنے کا ذکر ہے' اس سے مراد ساتوں اعضاء پر سجدہ کی فرضیت نہیں ہے بلکہ صرف پیشانی اور ناک پر سجدہ کی فرضیت ہے۔

زیادہ کیچڑ میں نماز پڑھنے کا عدم جواز

اس حدیث میں کیچڑ پر سجدہ کرنے کا ذکر ہے' لیکن اس سے مراد یہ ہے کہ جب بہت معمولی کیچڑ ہو' لیکن جب زیادہ کیچڑ ہو جس سے چہرہ اور کپڑے کیچڑ میں لتھڑ جائیں تو اس پر نماز پڑھنی جائز نہیں ہے' ایسی صورت میں آپ نے سواری پر نماز پڑھی ہے۔

حضرت یعلیٰ بن مُرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ' نبی ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے' وہ ایک تنگ جگہ پر پہنچے' پس نماز کا وقت آ گیا' اوپر آسمان سے بارش ہو رہی تھی اور نیچے کیچڑ تھی تو رسول اللہ ﷺ نے سواری پر اذان اور اقامت کہی (یعنی اس کا حکم دیا) پھر اپنی سواری پر آگے بڑھ کر ان کو نماز پڑھائی' آپ اشارے سے نماز پڑھ رہے تھے اور سجدہ کو رکوع سے زیادہ جھکا ہوا کرتے تھے۔ (سنن ترمذی: ٤١١' مسند احمد ج ٤ ص ١٧٣)

اور یہ دین میں آسانی کے مشابہ ہے اور اپنے کپڑوں کو کیچڑ میں لتھیڑنا کوئی عبادت نہیں ہے اور سواری پر اشارے سے نماز پڑھنا اس وقت جائز ہے جب اور کوئی خشک جگہ نہ ہو۔ (شرح ابن بطال ج ٢ ص ٥٠٥' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ھ)

۱۳۶ - بَابُ عَقْدِ الثِّيَابِ وَشَدِّهَا، وَمَنْ ضَمَّ إِلَيْهِ ثَوْبَهُ، إِذَا خَافَ أَنْ تَنْكَشِفَ عَوْرَتُهُ

جب شرم گاہ کھل جانے کا خطرہ ہو تو کپڑے کو گرہ لگانا اور باندھنا

سجود کے ابواب میں اس حدیث کو ذکر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ سجدہ میں جاتے ہوئے بعض اوقات ستر کھل جانے کا خطرہ ہوتا ہے' خصوصاً جب نمازی ایک کپڑا پہن کر نماز پڑھ رہا ہو۔

۸۱٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ قَالَ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ، قَالَ كَانَ النَّاسُ يُصَلُّونَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهُمْ عَاقِدُو أُزْرِهِمْ مِنَ الصِّغَرِ عَلٰى رِقَابِهِمْ، فَقِيلَ لِلنِّسَاءِ لَا تَرْفَعْنَ رُؤُوسَكُنَّ، حَتّٰى يَسْتَوِيَ الرِّجَالُ جُلُوسًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی از ابی حازم از سہل بن سعد' انہوں نے کہا: لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے تھے اور چادروں کے چھوٹی ہونے کی وجہ سے انہوں نے ان چادروں کو اپنی گردنوں میں گرہ لگا کر باندھا ہوا ہوتا تھا' پس خواتین سے کہا گیا: تم اس وقت تک اپنے سروں کو نہ اٹھانا حتیٰ کہ مرد سیدھے ہو کر بیٹھ جائیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۶۲ میں گزر چکی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا: جب کپڑا تنگ ہو۔

۱۳۷ - بَابٌ لَا يَكُفُّ شَعَرًا

نمازی بال نہ موڑے

۸۱۵ - حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، وَهُوَ ابْنُ زَيْدٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ أُمِرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَسْجُدَ عَلٰى سَبْعَةِ أَعْظُمٍ، وَلَا يَكُفَّ ثَوْبَهُ وَلَا شَعَرَهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالنعمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی اور وہ ابن زید ہیں از عمرو بن دینار از طاؤس از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ وہ سات ہڈیوں پر سجدہ کریں اور نہ کپڑوں کو موڑیں اور نہ بالوں کو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۸۰۹ میں گزر چکی ہے۔

۱۳۸ - بَابٌ لَا يَكُفُّ ثَوْبَهُ فِي الصَّلٰوةِ

نمازی نماز میں اپنے کپڑے کو نہ موڑے

۸۱٦ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أُمِرْتُ أَنْ أَسْجُدَ عَلٰى سَبْعَةٍ لَا أَكُفُّ شَعَرًا وَلَا ثَوْبًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی از عمرو از طاؤس از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں سات اعضاء پر سجدہ کروں' نہ بالوں کو موڑوں اور نہ کپڑے کو۔

اس حدیث کی شرح بھی' صحیح البخاری: ۸۰۹ میں گزر چکی ہے۔

١٣٩ - بَابُ التَّسْبِيحِ وَالدُّعَاءِ فِي السُّجُودِ

سجدہ میں تسبیح پڑھنا اور دعا کرنا

٨١٧ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَىٰ، عَنْ سُفْيَانَ قَالَ حَدَّثَنِي مَنْصُورٌ، عَنْ مُسْلِمٍ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكْثِرُ أَنْ يَقُولَ فِي رُكُوعِهِ وَسُجُودِهِ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ، اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِي. يَتَأَوَّلُ الْقُرْآنَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از سفیان انہوں نے کہا: مجھے منصور نے حدیث بیان کی از مسلم از مسروق از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رکوع اور سجدہ میں اکثر یہ پڑھتے تھے: ''سبحانك اللّٰه ربنا وبحمدك اللهم اغفرلی'' آپ قرآن کے حکم پر عمل کرتے تھے۔

النصر: ٣ میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ آپ حمد کے ساتھ اپنے رب کی تسبیح کریں اور اپنے رب سے مغفرت طلب کریں اس لیے آپ رکوع اور سجود میں تسبیح پڑھتے اور مغفرت کی دعا کرتے تھے۔

اس حدیث کی باقی شرح' صحیح البخاری: ٧٩٤ میں گزر چکی ہے۔

١٤٠ - بَابُ الْمُكْثِ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ

دو سجدوں کے درمیان ٹھہرنا

٨١٨ - حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ أَيُّوبَ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ أَنَّ مَالِكَ بْنَ الْحُوَيْرِثِ قَالَ لِأَصْحَابِهِ أَلَا أُنَبِّئُكُمْ صَلٰوةَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ وَذَاكَ فِي غَيْرِ حِيْنِ صَلٰوةٍ، فَقَامَ، ثُمَّ رَكَعَ فَكَبَّرَ، ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ، فَقَامَ هُنَيَّةً، ثُمَّ سَجَدَ، ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ هُنَيَّةً، فَصَلّٰى صَلٰوةَ عَمْرِو بْنِ سَلِمَةَ شَيْخِنَا هٰذَا. قَالَ أَيُّوبُ كَانَ يَفْعَلُ شَيْئًا لَمْ أَرَهُمْ يَفْعَلُونَهُ! كَانَ يَقْعُدُ فِي الثَّالِثَةِ وَالرَّابِعَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو النعمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از ایوب از ابی قلابہ کہ حضرت مالک بن الحویرث نے اپنے اصحاب سے کہا: کیا میں تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز (کے طریقہ) کی خبر نہ دوں اور اس وقت کسی نماز کا وقت نہیں تھا' پھر انہوں نے قیام کیا' پھر رکوع کیا' پھر اللہ اکبر کہا' پھر اپنا سر اٹھایا' پھر تھوڑی دیر کھڑے رہے' پھر سجدہ کیا' پھر اپنا سر اٹھایا' تھوڑی دیر (بیٹھے) رہے' پھر انہوں نے ہمارے اس بوڑھے حضرت عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ کی طرح نماز پڑھی۔ ایوب نے کہا: انہوں نے ایسا فعل کیا جیسے میں نے اوروں کو کرتے ہوئے نہیں دیکھا تھا' وہ تیسری اور چوتھی رکعت میں بیٹھتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٦٧٧ میں گزر چکی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے طریقہ کی تعلیم دینے کے لیے نماز پڑھنا۔

٨١٩ - قَالَ فَأَتَيْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَقَمْنَا عِنْدَهُ، فَقَالَ لَوْ رَجَعْتُمْ إِلٰى أَهْلِيكُمْ، صَلُّوا صَلٰوةَ كَذَا فِي حِيْنِ كَذَا، صَلُّوا صَلٰوةَ كَذَا فِي حِيْنِ كَذَا، فَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلٰوةُ، فَلْيُؤَذِّنْ أَحَدُكُمْ، وَلْيَؤُمَّكُمْ أَكْبَرُكُمْ.

حضرت مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے' پھر ہم آپ کے پاس ٹھہرے' پھر آپ نے فرمایا: اگر تم اپنے گھروں کو لوٹ جاؤ تو فلاں نماز فلاں وقت میں پڑھنا اور فلاں نماز فلاں وقت میں پڑھنا' اور جب نماز کا وقت آ جائے تو تم میں سے ایک شخص اذان دے اور تم میں سے بڑی عمر کا تمہیں نماز پڑھائے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٦٢٨ میں گزر چکی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا: سفر میں ایک مؤذن اذان دے۔

٨٢٠ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ، مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الزُّبَيْرِيُّ، قَالَ حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي لَيْلٰى، عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ كَانَ سُجُودُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرُكُوعُهُ، وَقُعُودُهُ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ، قَرِيبًا مِنَ السَّوَاءِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبد الرحیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواحمد محمد بن عبد اللہ الزبیری نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں مسعر نے حدیث بیان کی از الحکم از عبد الرحمان بن ابی لیلیٰ از حضرت البراء رضی اللہ' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سجود' اور رکوع اور دو سجدوں کے درمیان بیٹھنا سب تقریباً برابر تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٧٩٢ میں گزر چکی ہے۔

٨٢١ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ إِنِّي لَا آلُو أَنْ أُصَلِّيَ بِكُمْ كَمَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي بِنَا. قَالَ ثَابِتٌ كَانَ أَنَسٌ يَصْنَعُ شَيْئًا لَمْ أَرَكُمْ تَصْنَعُونَهُ! كَانَ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ قَامَ حَتّٰى يَقُولَ الْقَائِلُ قَدْ نَسِيَ، وَبَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ حَتّٰى يَقُولَ الْقَائِلُ قَدْ نَسِيَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ثابت از حضرت انس رضی اللہ' انہوں نے کہا: بے شک میں تمہیں نماز پڑھانے میں اس طریقہ سے بالکل کمی نہیں کرتا جس طریقہ سے میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمیں نماز پڑھاتے ہوئے دیکھا ہے۔ ثابت نے کہا: حضرت انس اپنی نماز میں وہ کام کرتے تھے جس کو میں نے تمہیں کرتے ہوئے نہیں دیکھا' جب وہ رکوع سے سر اٹھاتے تو کھڑے رہتے حتیٰ کہ کوئی کہنے والا کہتا کہ یہ بھول گئے ہیں اور دو سجدوں کے درمیان اتنی دیر بیٹھتے کہ کوئی کہنے والا کہتا کہ یہ بھول گئے ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٨٠٠ میں گزر چکی ہے۔

١٤١ - بَابٌ لَا يَفْتَرِشُ ذِرَاعَيْهِ فِي السُّجُودِ

نمازی سجدہ میں اپنی کلائیاں نہ بچھائے

وَقَالَ أَبُو حُمَيْدٍ سَجَدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَوَضَعَ يَدَيْهِ غَيْرَ مُفْتَرِشٍ وَلَا قَابِضِهِمَا.

حضرت ابوحمید نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ کیا اور اپنے ہاتھوں کو زمین پر رکھا' نہ ان کو بچھایا اور نہ اُن کو پہلوؤں سے دور رکھا۔

اس تعلیق کی اصل' صحیح البخاری: ٨٢٨ میں ہے' جس کا ذکر تین ابواب کے بعد آ رہا ہے۔

٨٢٢ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اعْتَدِلُوا فِي السُّجُودِ، وَلَا يَبْسُطْ أَحَدُكُمْ ذِرَاعَيْهِ انْبِسَاطَ الْكَلْبِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن جعفر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے قتادہ سے سنا از حضرت انس بن مالک رضی اللہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: سجدہ میں اعتدال کرو اور تم میں سے کوئی شخص اپنی کلائیوں کو اس طرح نہ بچھائے' جس طرح کتا بچھاتا ہے۔

(صحیح مسلم: ۴۹۳' الرقم المسلسل: ۱۰۸۲' سنن ابوداؤد: ۸۹۷' سنن نسائی: ۱۱۰۹' سنن ابن ماجہ: ۸۹۲' مسند ابویعلیٰ: ۲۸۵۳' صحیح ابن حبان: ۱۹۲۷' مسند احمد ج ۳ ص ۱۰۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۲۰۶۶۔ ج ۱۹ ص ۱۲۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۳۹۰' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۷ھ)

کتے کی طرح ہاتھ بچھانے کا معنی یہ ہے کہ ہتھیلیوں کے ساتھ کہنیوں کو زمین پر رکھے' یعنی نمازی اپنے ہاتھوں کو بچھانے اور ہتھیلیوں کو زمین پر رکھنے اور کہنیوں کو زمین سے اٹھانے کے درمیان رکھے اور پیٹ کو رانوں سے نہ ملائے۔

حافظ علاء الدین مغلطائی حنفی متوفی ۷۶۲ھ لکھتے ہیں:

عبدالرحمٰن بن شبل بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوے کی طرح چونچ مارنے اور درندہ کی طرح ہاتھ بچھانے سے منع فرمایا ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۸۶۲' مسند احمد ج ۵ ص ۴۴۷' المستدرک ج ۱ ص ۲۲۹' سنن بیہقی ج ۲ ص ۱۱۸)

اس کے معارض یہ حدیث ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب نے آپ سے شکایت کی کہ جب وہ ہاتھوں کو کشادہ کر کے سجدہ کرتے ہیں تو ان کو مشقت ہوتی ہے' تب آپ نے ان سے فرمایا: تم گھٹنوں سے مدد لو۔

(سنن ابوداؤد: ۹۰۲' سنن ترمذی: ۲۸۶' مسند احمد ج ۲ ص ۳۴۰' سنن بیہقی ج ۲ ص ۱۱۷' المستدرک ج ۱ ص ۲۲۹' صحیح ابن حبان: ۵۰۷' کنز العمال: ۱۹۷۹۴)

ابن عجلان نے کہا: یعنی جب سجدہ میں مشقت ہو تو اپنی کہنیوں کو اپنے گھٹنوں پر رکھ لے۔

(شرح سنن ابن ماجہ ج ۵ ص ۱۵۲۸' مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ)

علامہ ابوالعباس احمد بن عمر بن ابراہیم القرطبی المالکی المتوفی ۶۵۶ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے درندہ کی طرح کلائیوں کو بچھانے سے منع فرمایا اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ یہ ہیئت مکروہ ہے اور اس کی ضد مستحب ہے' یعنی سجدہ میں بازوؤں کو زمین سے اٹھا کر کشادہ رکھے' اور اس میں حکمت یہ ہے کہ جب وہ اپنے بازوؤں کو کشادہ رکھے گا تو چہرے پر اس کا اعتماد کم ہوگا اور اس کی ناک پر اثر نہیں ہوگا' اور زمین پر چہرہ رکھنے سے اس کو تکلیف نہیں ہوگی اور نماز میں اس کو تشویش نہیں ہوگی اور جب وہ اپنے بازوؤں کو زمین پر بچھائے گا تو اس کا اعتماد اور سہارا چہرے پر ہوگا اور اس وقت اس کو تکلیف اور خلل ہوگا' یہ مردوں کے سجدہ کرنے کا حکم ہے اور عورتوں کے لیے سجدہ کرنے کا حکم یہ ہے کہ وہ اپنے بازوؤں کو زمین پر بچھا کر اور رانوں کو پیٹ سے ملا کر رکھیں۔ (المفہم ج ۲ ص ۹۶' دار ابن کثیر بیروت' ۱۴۲۰ھ)

مردوں کے لیے سجدہ میں بازو کشادہ رکھنے کے متعلق حسب ذیل احادیث ہیں:

حضرت عمرو بن الحارث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب سجدہ کرتے تو اپنے بازوؤں کو کشادہ رکھتے حتیٰ کہ آپ کی بغلوں کی سفیدی دکھائی دیتی۔ (صحیح مسلم: ۴۹۵' مسند احمد ج ۵ ص ۳۴۵)

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب سجدہ کرتے تو اپنے ہاتھوں کو کشادہ رکھتے حتیٰ کہ پیچھے سے آپ کی بغلوں کی سفیدی دکھائی دیتی اور جب آپ بیٹھتے تو بائیں ران پر بیٹھتے۔

(صحیح مسلم: ۴۹۷' سنن ابوداؤد: ۸۹۸' سنن نسائی: ۱۱۰۸' سنن ابن ماجہ: ۸۸۰' مسند احمد ج ۶ ص ۳۳۳)

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب سجدہ کرتے تو آپ کے ہاتھوں کے درمیان سے بکری کا بچہ گزرنا چاہتا تو گزر سکتا تھا۔ (صحیح مسلم: ۴۹۶' مسند احمد ج ۶ ص ۳۳۵۔ ۳۳۲)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۰۰۴۔ ج ۱ ص ۱۳۰۳ پر مذکور ہے' وہاں اس حدیث کی شرح نہیں کی گئی۔

۱۴۲ - بَابٌ مَنِ اسْتَوٰی قَاعِدًا فِیْ وِتْرٍ مِّنْ صَلٰوتِہٖ، ثُمَّ نَہَضَ

جونمازی نماز کی طاق رکعت میں بیٹھ کر پھر کھڑا ہوا

۸۲۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ قَالَ اَخْبَرَنَا هُشَیْمٌ قَالَ اَخْبَرَنَا خَالِدُ الْحَذَّاءُ، عَنْ اَبِیْ قِلَابَةَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكُ بْنُ الْحُوَیْرِثِ اللَّیْثِیُّ اَنَّهٗ رَاَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُصَلِّیْ، فَاِذَا كَانَ فِیْ وِتْرٍ مِّنْ صَلٰوتِهٖ لَمْ یَنْهَضْ حَتّٰی یَسْتَوِیَ قَاعِدًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن صباح نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشیم نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد حذاء نے خبر دی از ابی قلابہ' انہوں نے کہا: ہمیں مالک بن الحویرث اللیثی نے خبر دی کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا' پس جب آپ نماز کی طاق رکعت میں ہوتے تو اس وقت کھڑے نہیں ہوتے تھے حتیٰ کہ سیدھے بیٹھ جاتے تھے۔

(سنن ابوداؤد: ۸۴۴' سنن ترمذی: ۲۸۷' سنن نسائی: ۱۱۵۱' مسند الطحاوی: ۲۶۶۹' جامع المسانید لابن الجوزی: ۶۱۳۸' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۷ھ)

جلسہ استراحت میں مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں جلسہ استراحت کا ثبوت ہے' یعنی پہلی رکعت کے دو سجدوں کے بعد بیٹھ جائے' پھر دوسری رکعت کے لیے کھڑا ہو' اسی طرح تیسری رکعت کے دو سجدوں کے بعد بیٹھ جائے' پھر چوتھی رکعت کے لیے کھڑا ہو۔

جمہور علماء نے اس حدیث کے ظاہر پر عمل کرنے کو ترک کر دیا اور انہوں نے کہا: جب پہلی رکعت یا تیسری رکعت کے دوسرے سجدہ سے سر اٹھائے تو اپنے پیروں کے بل سیدھا کھڑا ہو جائے اور بیٹھ کر کھڑا نہ ہو۔ حضرت ابن مسعود' حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر سے اسی طرح مروی ہے۔ النعمان بن ابی عیاش بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعدد اصحاب کو دیکھا کہ وہ پہلی اور تیسری رکعت کے دوسرے سجدہ کے بعد بغیر بیٹھے دوسری اور چوتھی رکعت کے لیے کھڑے ہو جاتے تھے' النخعی طاق رکعت کے بعد جلدی کھڑے ہوتے تھے' الزہری نے کہا: ہمارے شیوخ اسی طرح کرتے تھے۔

ابوالزناد نے کہا: یہی سنت ہے' امام مالک' ثوری' فقہاء احناف' امام احمد اور اسحاق کا یہی قول ہے' امام احمد بن حنبل نے کہا: اکثر احادیث میں اسی طرح ہے' حضرت عمر' حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم سے اسی طرح مروی ہے۔

امام شافعی نے اس حدیث کے ظاہر پر عمل کیا ہے' انہوں نے کہا ہے کہ آدمی اپنی نماز کی طاق رکعت کے بعد بیٹھ جائے' اس کے بعد اگلی رکعت کے لیے کھڑا ہو۔

جلسہ استراحت کے ترک پر جمہور فقہاء کے دلائل

امام ابوجعفر احمد بن محمد الطحاوی متوفی ۳۲۱ھ لکھتے ہیں:

امام شافعی کے خلاف جمہور فقہاء کی حجت یہ ہے:

عباس بن سہل الساعدی بیان کرتے ہیں کہ ایک مجلس میں ان کے والد' جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب میں سے تھے' حضرت ابوہریرہ' حضرت ابو اُسید اور حضرت ابوحمید الساعدی انصاری بیٹھے ہوئے نماز کے متعلق مذاکرہ کر رہے تھے' حضرت ابوحمید نے کہا: میں نماز کے متعلق تم سب سے زیادہ جانتا ہوں' انہوں نے کہا: آپ ہمیں نماز پڑھ کر دکھائیں' پس حضرت ابوحمید نے اللہ اکبر پڑھ کر قیام کیا اور اس میں رفع یدین کیا' پھر طویل حدیث ذکر کی اور اس میں ذکر ہے کہ جب انہوں نے پہلی رکعت کے دوسرے سجدہ سے سر اٹھایا

تو بغیر بیٹھے دوسری رکعت کے لیے کھڑے ہو گئے۔

یہ حدیث حضرت مالک بن الحویرث کی حدیث کے خلاف ہے تو پھر اس حدیث کا محمل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی عذر کی وجہ سے جلسہ استراحت کیا تھا' جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نماز میں چار زانو بیٹھتے تھے اور جب ان سے اس کے متعلق استفسار کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ میرے دونوں پیر میرا بوجھ نہیں اٹھا سکتے' اسی طرح یہ ہو سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی کسی عذر کی وجہ سے جلسہ استراحت کرتے ہوں۔

اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے کہ حضرت ابوحمید جب رکوع کا ارادہ کرتے تو تکبیر پڑھتے اور جب رکوع میں جاتے تو تکبیر پڑھتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو تکبیر پڑھتے اور جب سجدہ میں جاتے تو تکبیر پڑھتے اور جب سجدہ سے سر اٹھاتے تو تکبیر پڑھتے' اور جب دوسرا سجدہ کرتے تو تکبیر پڑھتے اور جب دوسرے سجدہ سے کھڑے ہوتے تو تکبیر پڑھتے' اور اس حدیث میں دوسرے سجدہ اور کھڑے ہونے کے درمیان بیٹھنے کا ذکر نہیں ہے' اس سے معلوم ہوا کہ طاق رکعت کے بعد جلسہ استراحت کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عام معمول نہیں تھا۔ (شرح معانی الآثار:۱۵۰۶۔ ج ۱ ص ۳۳۷' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۵۰۹۔ ۵۰۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

نماز کی طاق رکعت میں دو سجدوں کے بعد بیٹھے بغیر دوسری یا چوتھی رکعت کے لیے کھڑے ہونے کے متعلق احادیث اور آثار

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے پیروں کے سروں پر نماز میں اٹھتے تھے (یعنی دوسرے سجدہ کے بعد بیٹھ کر نہیں کھڑے ہوتے تھے)۔ (سنن ترمذی:۲۸۸)

عبدالرحمان بن یزید بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن یزید کو نماز میں غور سے دیکھا' وہ دو سجدوں کے بعد کھڑے ہوتے تھے اور بیٹھتے نہیں تھے' انہوں نے کہا: وہ پہلی اور دوسری رکعت میں اپنے پیروں کے سروں پر کھڑے ہوتے تھے۔

(مصنف عبدالرزاق:۲۹۷۲۔۲۹۷۱' مصنف ابن ابی شیبہ:۴۰۰۱' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۹۴' ادارۃ القرآن' کراچی)

ابن عطیہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم اسی طرح کرتے تھے۔ (مصنف عبدالرزاق:۲۹۷۳)

عبدالرحمٰن ابن یزید بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نماز میں اپنے پیروں کے سروں پر کھڑے ہوتے تھے (یعنی دوسرے سجدہ کے بعد بیٹھتے نہیں تھے)۔ (مصنف ابن ابی شیبہ:۳۹۹۹' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ:۳۹۷۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

عبید بن ابی الجعد بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نماز میں اپنے پیروں کے سروں پر کھڑے ہوتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:۴۰۰۰' مجلس علمی' مصنف ابن ابی شیبہ:۳۹۷۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

شعبی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر' حضرت علی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیگر اصحاب رضی اللہ عنہم نماز میں اپنے قدموں کے سروں پر کھڑے ہوتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ:۴۰۰۴' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ:۳۹۸۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

وہب بن کیسان بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما جب دوسرا سجدہ کرتے تو اسی طرح اپنے قدموں کے سروں پر کھڑے ہو جاتے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ:۴۰۰۵' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ:۳۹۸۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نماز میں اپنے پیروں کے سروں پر کھڑے ہوتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:۴۰۰۷' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ:۳۹۸۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

ابراہیم بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ پہلی اور تیسری رکعت میں جب اٹھنے کا ارادہ کرتے تو بیٹھتے نہیں تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۰۰۸ 'مجلس علمی' بیروت 'مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۹۸۶ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت)

الزہری بیان کرتے ہیں کہ وہ پہلی اور تیسری رکعت میں دوسرے سجدہ کے بعد جب کھڑے ہوتے تو اسی طرح کھڑے ہو جاتے اور بیٹھتے نہیں تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۰۰۹ 'مجلس علمی' بیروت 'مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۹۸۷ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت)

زبیر بن عدی بیان کرتے ہیں کہ ابراہیم پہلی رکعت کے آخری سجدہ کے بعد جلدی کھڑے ہوتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۰۱۰ 'مجلس علمی' بیروت 'مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۰۸۷ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت)

نعمان بن ابی عیاش بیان کرتے ہیں: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک سے زیادہ اصحاب کو دیکھا' وہ جب پہلی اور تیسری رکعت کا دوسرا سجدہ کرتے تو اسی طرح کھڑے ہو جاتے اور بیٹھتے نہیں تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۰۱۱ 'مجلس علمی' بیروت 'مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۰۸۹ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت 'مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۹۵ 'ادارۃ القرآن' کراچی)

جلسہ استراحت کے مسنون نہ ہونے پر مزید دلائل

امام ابوجعفر احمد بن محمد الطحاوی حنفی متوفی ۳۲۱ھ لکھتے ہیں:

ہمارے اصحاب' امام مالک اور ثوری نے کہا ہے کہ اپنے قدموں کے سروں پر بغیر بیٹھے کھڑا ہو اور امام شافعی رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ جب نمازی سجدہ سے سر اٹھائے تو بیٹھ جائے' پھر زمین پر دونوں ہاتھ رکھ کر اس کے سہارے سے سیدھا کھڑا ہو۔

امام ابوجعفر نے کہا: حضرت ابوحمید الساعدی کی حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدہ سے سر اٹھا کر بغیر بیٹھے کھڑے ہو جاتے تھے اور حضرت مالک بن الحویرث کی حدیث میں ہے کہ آپ بیٹھ کر کھڑے ہوتے تھے' ہوسکتا ہے کہ آپ کا بیٹھنا کسی عذر کی وجہ سے ہو اور حضرت رفاعہ بن رافع کی حدیث میں ہے: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعرابی کو نماز کی تعلیم دیتے ہوئے فرمایا: پھر سجدہ کرو' پس اعتدال سے سجدہ کرو' پھر کھڑے ہو۔ اس حدیث میں آپ نے اس اعرابی کو دو سجدوں کے بعد بیٹھنے کا حکم نہیں دیا۔

فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ نمازی اللہ اکبر کہہ کر سجدہ سے سر اٹھائے اور اسی کے ساتھ اگلی رکعت کے لیے کھڑا ہو اور یہ نہیں ہے کہ اللہ اکبر کہہ کر سجدہ سے سر اٹھا کر بیٹھ جائے اور پھر دوبارہ اللہ اکبر کہہ کر کھڑا ہو' اگر یہ جلسہ استراحت مسنون ہوتا تو پھر اس کے بعد کھڑے ہونے کے لیے بھی تکبیر پڑھی جاتی' جیسے نماز کے تمام انتقالات میں تکبیر پڑھی جاتی ہے۔

(مختصر اختلاف العلماء ج ۱ ص ۲۱۴۔ ۲۱۳ 'دارالبشائر الاسلامیہ' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

۱٤۳ - بَابٌ كَيْفَ يَعْتَمِدُ عَلَى الْأَرْضِ إِذَا قَامَ مِنَ الرَّكْعَةِ

نمازی زمین پر کس طرح ٹیک لگائے جب کسی رکعت کے لیے کھڑا ہو

۸۲٤ - حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ قَالَ جَاءَنَا مَالِكُ ابْنُ الْحُوَيْرِثِ، فَصَلَّى بِنَا فِي مَسْجِدِنَا هٰذَا، فَقَالَ إِنِّي لَأُصَلِّي بِكُمْ وَمَا أُرِيدُ الصَّلٰوةَ، وَلٰكِنْ أُرِيدُ أَنْ أُرِيَكُمْ كَيْفَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي. قَالَ أَيُّوبُ فَقُلْتُ لِأَبِي قِلَابَةَ وَكَيْفَ كَانَتْ صَلٰوتُهُ؟ قَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں معلّٰی بن اسد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی از ایوب از ابی قلابہ' انہوں نے کہا: ہمارے پاس حضرت مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ آئے' پس انہوں نے ہم کو ہماری اس مسجد میں نماز پڑھائی' پھر انہوں نے کہا: میں تم کو نماز پڑھا رہا ہوں اور میرا ارادہ نماز پڑھانے کا نہیں ہے' لیکن میرا ارادہ یہ ہے کہ میں تم کو یہ دکھاؤں کہ

مِثْلَ صَلٰوةِ شَيْخِنَا هٰذَا، يَعْنِي عَمْرَو بْنَ سَلِمَةَ . قَالَ اَيُّوْبُ وَكَانَ ذٰلِكَ الشَّيْخُ يُتِمُّ التَّكْبِيْرَ، وَاِذَا رَفَعَ رَاْسَهٗ عَنِ السَّجْدَةِ الثَّانِيَةِ جَلَسَ، وَاعْتَمَدَ عَلَى الْاَرْضِ ثُمَّ قَامَ.

میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کس طرح نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔ ایوب نے کہا: پس میں نے ابوقلابہ سے پوچھا: اوران کی نماز کس طرح تھی؟ انہوں نے کہا: ہمارے اس بوڑھے شخص کی نماز کی طرح اوران کی اس سے مراد حضرت عمرو بن سلمہ تھے۔ ایوب نے کہا: اور وہ بوڑھے شخص پوری تکبیر پڑھتے تھے اور جب وہ دوسرے سجدہ سے سر اٹھاتے تو بیٹھ جاتے اور زمین پر ٹیک لگاتے' پھر کھڑے ہوتے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٦٧٧ میں گزر چکی ہے' وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: جو شخص لوگوں کو نماز پڑھائے اور اس کا ارادہ صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا طریقہ سکھانا ہو' اور یہاں اس حدیث کا عنوان ہے: نمازی زمین پر کس طرح ٹیک لگائے جب دوسری رکعت کے لیے کھڑا ہو' اور اس حدیث میں دونوں عنوانوں کی گنجائش ہے۔

١٤٤ - بَابٌ يُكَبِّرُ وَهُوَ يَنْهَضُ مِنَ السَّجْدَتَيْنِ

نمازی دونوں سجدوں سے اٹھتے وقت تکبیر پڑھے

امام بخاری نے اس عنوان سے یہ اشارہ کیا ہے کہ جب نمازی پہلا تشہد پڑھنے کے بعد دو سجدے کر کے تیسری رکعت کے لیے اٹھنے لگے تو تکبیر پڑھے۔

وَكَانَ ابْنُ الزُّبَيْرِ يُكَبِّرُ فِيْ نَهْضَتِهٖ.

اور حضرت ابن الزبیر سجدہ سے اٹھتے ہوئے تکبیر پڑھتے تھے۔

اس تعلیق کی اصل' مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ٦ ص ١٤٢)

٨٢٥ - **حَدَّثَنَا** يَحْيَى بْنُ صَالِحٍ قَالَ حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ صَلّٰى لَنَا اَبُوْ سَعِيْدٍ، فَجَهَرَ بِالتَّكْبِيْرِ حِيْنَ رَفَعَ رَاْسَهٗ مِنَ السُّجُوْدِ، وَحِيْنَ سَجَدَ، وَحِيْنَ رَفَعَ، وَحِيْنَ قَامَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ وَقَالَ هٰكَذَا رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن صالح نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں فلیح بن سلیمان نے حدیث بیان کی از سعید بن الحارث' انہوں نے بیان کیا کہ ہمیں حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی' جب انہوں نے سجدہ سے سر اٹھایا تو بلند آواز سے تکبیر کہی اور جب سجدہ کیا اور جب سر اٹھایا اور جب دو رکعتوں سے کھڑے ہوئے' اور کہا: میں نے اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے۔

(صحیح ابن خزیمہ: ٥٨٠' سنن بیہقی ج ٢ ص ١٨' جامع المسانید لابن الجوزی: ٢٠٩١' مکتبۃ الرشد' ریاض' ١٤٢٦ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(١) یحییٰ بن صالح ابوزکریا الوحاظی الحمصی (٢) فلیح بن سلیمان بن ابی المغیرۃ' ان کا نام عبدالملک ہے اور ان کا لقب فلیح ہے' ان کا لقب ان کے نام سے زیادہ مشہور ہے (٣) سعید بن الحارث بن المعلی الانصاری المدنی (٤) حضرت ابوسعید الخدری' ان کا نام سعد بن مالک ہے۔ (عمدۃ القاری ج ٦ ص ١٤٤۔ ١٤٣)

٨٢٦ - **حَدَّثَنَا** سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا غَيْلَانُ بْنُ جَرِيْرٍ، عَنْ مُطَرِّفٍ قَالَ صَلَّيْتُ اَنَا وَعِمْرَانُ صَلٰوةً خَلْفَ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غیلان بن جریر نے حدیث بیان کی

طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَكَانَ إِذَا سَجَدَ كَبَّرَ، وَإِذَا رَفَعَ كَبَّرَ، وَإِذَا نَهَضَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ كَبَّرَ، فَلَمَّا سَلَّمَ، أَخَذَ عِمْرَانُ بِيَدِي، فَقَالَ لَقَدْ صَلّٰى بِنَا هٰذَا صَلٰوةَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَوْ قَالَ لَقَدْ ذَكَّرَنِيْ هٰذَا صَلٰوةَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

مطرف وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اور عمران نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ کے پیچھے نماز پڑھی پس جب وہ سجدہ کرتے تو اللہ اکبر کہتے اور جب سجدہ سے سر اٹھاتے تو اللہ اکبر کہتے اور جب دو رکعتوں سے اٹھتے تو اللہ اکبر کہتے پس جب انہوں نے سلام پھیرا تو عمران نے میرا ہاتھ پکڑ کر کہا: انہوں نے ہمیں اسی طرح نماز پڑھائی ہے جس طرح سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں نماز پڑھاتے تھے یا کہا: انہوں نے مجھے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز یاد دلا دی۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۷۸۴ میں گزر چکی ہے۔

١٤٥ - بَابُ سُنَّةِ الْجُلُوْسِ فِي التَّشَهُّدِ
تشہد میں بیٹھنے کا طریقہ

وَكَانَتْ أُمُّ الدَّرْدَاءِ تَجْلِسُ فِيْ صَلٰوتِهَا جِلْسَةَ الرَّجُلِ، وَكَانَتْ فَقِيْهَةً.

اور حضرت ام الدرداء رضی اللہ نماز میں مرد کی طرح بیٹھتی تھیں اور وہ فقیہہ تھیں۔

ام الدرداء کا نام خیرہ بنت ابی حدرد ہے ایک قول یہ ہے کہ ان کا نام ھجیمہ ہے جن کا نام خیرہ ہے وہ ام الدرداء کبیرہ صحابیہ ہیں اور جس کا نام ھجیمہ ہے وہ ام الدرداء صغیرہ تابعیہ ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ٦ ص ١٤٢)

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل حدیث ہے:

مکحول بیان کرتے ہیں کہ ام الدرداء نماز میں مردوں کی طرح بیٹھتی تھیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۸۰۱ مجلس علمی مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۷۸۵ دار الکتب العلمیہ مصنف ابن ابی شیبہ ج ١ ص ٢٧٠ ادارۃ القرآن کراچی)

نماز میں عورت کے بیٹھنے کے طریقہ میں مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

نماز میں عورت کے بیٹھنے کے طریقہ میں اختلاف ہے ایک جماعت کا موقف یہ ہے کہ عورت مرد کی طرح بیٹھے جیسے حضرت ام الدرداء کا فعل تھا النخعی اور امام مالک کا یہی مذہب ہے۔

دوسرے فقہاء کا مسلک یہ ہے کہ وہ جس طرح چاہے بیٹھے یہ عطاء شعبی فقہاء احناف اور امام شافعی کا مذہب ہے اور صفیہ چار زانو بیٹھتی تھیں حضرت ابن عمر رضی اللہ کی خواتین بھی اسی طرح بیٹھتی تھیں اور بعض متقدمین نے کہا ہے کہ عورتوں کو یہ حکم دیا جاتا تھا کہ وہ نماز میں چار زانو بیٹھیں اور مردوں کی طرح نہ بیٹھیں۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۵۱۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

عورت کے لیے مستحب یہ ہے کہ وہ تشہد میں مردوں کی طرح بیٹھے اور وہ یہ ہے کہ دایاں پیر کھڑا کر دے اور بایاں پیر بچھا دے ابراہیم النخعی امام ابوحنیفہ اور امام مالک نے اسی طرح کہا ہے حضرت انس سے بھی اسی طرح مروی ہے امام مالک سے ایک روایت یہ ہے کہ عورت اپنے بائیں کولہے پر بیٹھے اور اپنی طاقت کے مطابق اپنے جسم کے اجزاء کو ایک دوسرے کے ساتھ ملائے اور رکوع سجدہ اور جلسہ (بیٹھنے) میں اپنے اعضاء کو کشادہ نہ رکھے بہ خلاف مردوں کے اور ایک قوم نے کہا: وہ جس طرح چاہے بیٹھے۔

(عمدۃ القاری ج ٦ ص ۱۴۵ دار الکتب العلمیہ ۱۴۲۱ھ)

عورت کے بیٹھنے کے متعلق علامہ عینی نے جو فقہاء احناف کا مذہب لکھا ہے' وہ صحیح نہیں ہے۔ تحقیق ملاحظہ فرمائیں:

عورت کے نماز میں بیٹھنے اور سجدہ کرنے کے طریقہ میں فقہاء احناف کی تصریحات

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

عورت اپنے بائیں کولہے پر بیٹھے اور اپنے دونوں پیروں کو دائیں جانب سے نکالے' اس میں اس کے لیے زیادہ ستر ہے۔

(ہدایہ مع فتح القدیر ج ۱ص ۳۱۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ بدرالدین حنفی اس عبارت کی شرح میں لکھتے ہیں:

کیونکہ فرض ستر کی رعایت کرنا سنیت قعدہ سے اولیٰ ہے۔ (البنایہ فی شرح الہدایہ ج ۲ص ۳۰۵' مکتبہ حقانیہ' ملتان)

علامہ ابوبکر محمد بن احمد السرخسی متوفی ۴۸۳ھ لکھتے ہیں:

عورت سجدہ میں اپنے جسم کو سمیٹے اور اپنے پیٹ کو رانوں سے ملائے اور بازوؤں کو پہلوؤں سے ملائے' اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے عورتوں کے سجدہ کے طریقہ میں مروی ہے اور اس کی بنیاد یہ ہے کہ عورت میں اصل ستر ہے' سو جو طریقہ عورت کے ستر کے زیادہ موافق ہو' وہ اولیٰ ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: عورت مستورہ ہے یعنی چھپائی جانے والی ہے۔

(سنن ترمذی: ۱۱۷۳' صحیح ابن خزیمہ: ۱۶۸۵) (المبسوط ج ۱ص ۱۱۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ محمود بن صدر الشریعہ متوفی ۶۱۶ھ لکھتے ہیں:

عورت قعدہ میں اس طرح بیٹھے' جس میں اس کے لیے زیادہ ستر ہو۔ (المحیط البرہانی ج ۲ص ۸۴' ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۴۲۴ھ)

علامہ عثمان بن علی الزیلعی الحنفی المتوفی ۷۴۳ھ لکھتے ہیں:

عورت جھکے اور سجدہ میں اپنا پیٹ اپنی رانوں سے ملائے کیونکہ یزید بن ابی حبیب بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دو عورتوں کے پاس سے گزرے' جو نماز پڑھ رہی تھیں' آپ نے فرمایا: جب تم سجدہ کرو تو اپنے گوشت کو ایک دوسرے سے ملاؤ کیونکہ عورت اس میں مرد کی طرح نہیں ہے۔ (تلخیص الحبیر ج ۱ص ۳۹۴' مراسیل ابوداؤد: ۸۷' سنن بیہقی ج ۲ص ۲۲۳)

(مزید لکھتے ہیں:) عورت نماز کی دس چیزوں میں مرد کے خلاف ہے' عورت اپنے کندھوں تک ہاتھ اٹھائے گی اور اپنے سینہ کے نیچے اپنا دایاں ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ پر رکھے گی' اور اپنے ہاتھ اپنی رانوں پر گھٹنوں تک رکھے گی' سجدہ میں اپنی بغلوں کو ظاہر نہیں کرے گی' تشہد میں اپنے کولہے کے اوپر بیٹھے گی' رکوع میں اپنی انگلیوں کو متفرق نہیں رکھے گی' مردوں کی امامت نہیں کرے گی' ان کی جماعت مکروہ ہے اور ان کی امام ان کے وسط میں کھڑی ہوگی۔ (تبیین الحقائق ج ۱ص ۳۰۷' ایچ۔ ایم۔ سعید کمپنی' کراچی' ۱۴۲۱ھ)

نیز علامہ زیلعی حنفی متوفی ۷۴۳ھ نے لکھا ہے: عورت تشہد میں اپنے کولہے پر بیٹھے کیونکہ اس کا زیادہ ستر اس میں ہے۔

(تبیین الحقائق ج ۱ص ۳۱۳' ایچ۔ ایم۔ سعید کمپنی' کراچی' ۱۴۲۱ھ)

علامہ سید ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ نے الخزائن کے حوالہ سے چند مزید چیزوں کا اضافہ کیا ہے' جن میں عورت کی نماز کے احکام مردوں کے خلاف ہیں' انہوں نے کہا ہے: عورت کا مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کے لیے جانا مکروہ ہے' اور وہ جماعت میں مردوں کے پیچھے کھڑی ہوگی' عورت پر جمعہ فرض نہیں ہے' لیکن پڑھے گی تو جمعہ ادا ہو جائے گا' نہ عورت پر عید اور تکبیرات تشریق ہیں' اور نہ اس پر صبح کی نماز سفیدی میں مستحب ہے' نہ وہ جہری نمازوں میں بلند آواز سے قرآن پڑھے کیونکہ عورت کی آواز بھی عورت ہے' خلاصہ یہ ہے کہ نماز کے احکام میں عورت چھبیس (۲۶) چیزوں میں مرد کے احکام کے خلاف ہے' البحر الرائق اور غنیۃ

المستملی میں بھی اسی طرح مذکور ہے۔ (ردالمحتار ج ٢ ص ١٨٧۔١٨٦ 'داراحیاء التراث العربی' بیروت '١٤١٩ھ)

عورتوں کی نماز کے طریقہ کے متعلق احادیث اور آثار

علقمہ' حضرت وائل بن حجر سے راوی ہیں کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: اے وائل بن حجر! جب تم نماز پڑھو تو اپنے دونوں ہاتھ اپنے کانوں کے مقابل اٹھاؤ اور عورت اپنے ہاتھ اپنے سینہ کے مقابل اٹھائے۔

(معجم کبیر ج ٢٢ ص ٢٠' مجمع الزوائد ج ا ص ١٠٣۔ ج ٩ ص ٣٧٤)

خالد بن الحجاج بیان کرتے ہیں کہ عورتوں کو یہ حکم دیا جاتا تھا کہ وہ نماز میں چار زانو (آلتی پالتی مار کر) بیٹھیں اور مردوں کی طرح سرین پر نہ بیٹھیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ٢٧٩٩' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ٨٣-٢ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ ج ا ص ٢٧٠ 'ادارۃ القرآن' کراچی)

نافع بیان کرتے ہیں کہ صفیہ رضی اللہ عنہا نماز میں چار زانو بیٹھتی تھیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ٢٨٠٠' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ٢٧٨٤ 'دارالکتب العلمیہ' مصنف ابن ابی شیبہ ج ا ص ٢٧٠ 'ادارۃ القرآن' کراچی)

اس حدیث میں جس صفیہ کا ذکر ہے' یہ ابوعبید کی بیٹی اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی زوجہ ہیں۔

قتادہ نے کہا: عورت کو جس طرح آسانی ہو' اس طرح بیٹھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ٢٨٠٣' مجلس علمی' مصنف ابن ابی شیبہ: ٢٧٨٧ 'دارالکتب العلمیہ' مصنف ابن ابی شیبہ ج ا ص ٢٧٠ 'ادارۃ القرآن)

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی ازواج نماز میں چار زانو بیٹھتی تھیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ٢٨٠٥' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ٢٧٨٩ 'دارالکتب العلمیہ' مصنف ابن ابی شیبہ ج ا ص ٢٧٠ 'ادارۃ القرآن)

ابن جریج بیان کرتے ہیں کہ میں نے عطاء سے پوچھا: کیا عورت دو رکعت کے بعد اپنے بائیں کولہے پر بیٹھے؟ انہوں نے کہا: ہاں! وہ میرے نزدیک دائیں کولہے پر بیٹھنے کی بہ نسبت مستحسن ہے۔ الحدیث

(مصنف ابن ابی شیبہ: ٢٨٠٧' مجلس علمی' بیروت' ١٤٢٧ھ' مصنف ابن ابی شیبہ: ٢٧٩١ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٦ھ)

نماز میں عورت کے سجدہ کرنے کا طریقہ

حارث بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب عورت سجدہ کرے تو اپنے جسم کو سمیٹے اور اپنی رانوں کو (اپنے پیٹ کے ساتھ) ملائے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ٢٧٩٣' مجلس علمی' مصنف ابن ابی شیبہ: ٢٧٧٧ 'دارالکتب العلمیہ' مصنف ابن ابی شیبہ ج ا ص ٢٧٠ 'ادارۃ القرآن)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے عورت کی نماز کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے کہا: وہ اپنے اعضاء کو جمع کرے اور سمیٹے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ٢٧٩٤' مجلس علمی' بیروت' ١٤٢٧ھ' مصنف ابن ابی شیبہ: ٢٧٧٨ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٦ھ)

ابراہیم النخعی نے کہا: جب عورت سجدہ کرے تو اپنی رانوں کو ملائے اور اپنا پیٹ ان پر رکھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ٢٧٩٥' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ٢٧٧٩ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت)

ابراہیم نے کہا: جب عورت سجدہ کرے تو اپنے پیٹ کو اپنی رانوں کے ساتھ ملائے اور اپنے کولہوں کو اوپر نہ اٹھائے اور اپنے پیٹ کو اپنی رانوں سے دور نہ رکھے' جس طرح مرد دور رکھتا ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ٢٧٩٨' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ٢٧٨٢ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت)

٨٢٧ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّهُ اَخْبَرَهُ اَنَّهُ كَانَ يَرٰى عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَتَرَبَّعُ فِي الصَّلٰوةِ اِذَا جَلَسَ، فَفَعَلْتُهُ وَاَنَا يَوْمَئِذٍ حَدِيْثُ السِّنِّ، فَنَهَانِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ، وَقَالَ اِنَّمَا سُنَّةُ الصَّلٰوةِ اَنْ تَنْصِبَ رِجْلَكَ الْيُمْنٰى، وَتَثْنِيَ الْيُسْرٰى، فَقُلْتُ اِنَّكَ تَفْعَلُ ذٰلِكَ؟ فَقَالَ اِنَّ رِجْلَيَّ لَا تَحْمِلَانِيْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از عبدالرحمان بن القاسم از عبداللہ بن عبداللہ وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے دیکھا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نماز میں چارزانو (آلتی پالتی مار کر) بیٹھتے تھے سو میں نے بھی اس طرح کیا اور اس وقت میں کم سن تھا تو حضرت عبداللہ بن عمر نے مجھے منع کیا اور بتایا کہ نماز میں سنت یہ ہے کہ تم اپنا دایاں پیر کھڑا کرو اور بایاں پیر موڑو میں نے کہا: آپ تو اس طرح کرتے ہیں؟ انہوں نے کہا: میرے پیر میرا بوجھ نہیں اٹھا سکتے۔

(سنن ابوداؤد: ٩٥٩-٩٥٨، صحیح ابن خزیمہ: ٦٧٨، سنن نسائی: ١١٥٦، السنن الکبریٰ: ٦٥٧، جامع المسانید لابن الجوزی: ٣٣٦٧، مکتبۃ الرشد ریاض ١٤٢٦ھ، مسند الطحاوی: ٣٩٥٩)

اس حدیث کے رجال کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

ائمہ مذاہب کے نزدیک نماز میں بیٹھنے کا مسنون طریقہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نمازی کے بیٹھنے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ نمازی اپنا دایاں پیر کھڑا کرلے اور بایاں پیر موڑے نمازی کے بیٹھنے کے طریقہ میں فقہاء کا اختلاف ہے امام مالک کے نزدیک یہ طریقہ ہے کہ دایاں پیر کھڑا کرلے اور بائیں پیر کو موڑ لے اور پہلے اور دوسرے قعدہ میں زمین پر بیٹھ جائے امام مالک سے جو تورک منقول ہے اس کی یہی صفت ہے۔

علامہ ابن عبدالبر مالکی نے لکھا ہے کہ اس میں امام مالک کے نزدیک مرد اور عورت برابر ہیں اور امام شافعی اور امام احمد نے یہ کہا ہے کہ نمازی پہلے قعدہ میں اس طرح بیٹھے اور دوسرے قعدہ میں بائیں پیر پر بیٹھے اور دائیں پیر کو کھڑا کرلے۔

(عمدۃ القاری ج ٦ ص ١٤٦، دارالکتب العلمیہ بیروت ١٤٢١ھ)

امام مالک، یحییٰ بن سعید سے روایت کرتے ہیں کہ قاسم بن محمد نے ان کو دکھایا کہ تشہد میں کس طرح بیٹھتے ہیں انہوں نے اپنا دایاں پیر کھڑا کیا اور بایاں پیر موڑ لیا اور وہ بائیں کولہے پر بیٹھ گئے اور اپنے پیر پر نہیں بیٹھے پھر کہا: مجھے عبداللہ بن عبداللہ بن عمر نے اس طرح کر کے دکھایا تھا اور کہا تھا کہ ان کے والد اسی طرح کرتے تھے۔

(موطأ امام مالک: ٢٠٧- ج ١ ص ١٠٠، دارالمعرفۃ بیروت ١٤٢٠ھ)

حافظ زین الدین ابوالفرج عبدالرحمٰن بن شہاب الدین ابن رجب حنبلی متوفی ٧٩٥ھ لکھتے ہیں:

امام احمد نے کہا ہے کہ عورت چارزانو بیٹھے یا دائیں جانب ٹانگیں نکال کر بیٹھے اور دائیں جانب ٹانگیں نکال کر بیٹھنا افضل ہے۔ ہمارے بعض اصحاب نے ام الدرداء کے فعل کو اسی طریقہ پر محمول کیا ہے اور امام احمد نے تصریح کی ہے کہ ام الدرداء کے فعل کی طرف کوئی نہ جائے۔

سنن سعید بن منصور میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے کولہوں پر بیٹھتی تھیں اور اپنی رانوں کو ملاتی تھیں اور بعض اوقات چارزانو بیٹھتی تھیں۔ (فتح الباری لابن رجب ج ٥ ص ١٥٣-١٥٢، دار ابن الجوزی ١٤١٧ھ)

۸۲۸- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ خَالِدٍ، عَنْ سَعِيدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَلْحَلَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَطَاءٍ.

وَحَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، وَيَزِيدَ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَلْحَلَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَطَاءٍ أَنَّهُ كَانَ جَالِسًا مَعَ نَفَرٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَذَكَرْنَا صَلَاةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ أَبُو حُمَيْدٍ السَّاعِدِيُّ أَنَا كُنْتُ أَحْفَظَكُمْ لِصَلَاةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، رَأَيْتُهُ إِذَا كَبَّرَ جَعَلَ يَدَيْهِ حِذَاءَ مَنْكِبَيْهِ، وَإِذَا رَكَعَ أَمْكَنَ يَدَيْهِ مِنْ رُكْبَتَيْهِ، ثُمَّ هَصَرَ ظَهْرَهُ، فَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ اسْتَوَى، حَتَّى يَعُودَ كُلُّ فَقَارٍ مَكَانَهُ، فَإِذَا سَجَدَ وَضَعَ يَدَيْهِ غَيْرَ مُفْتَرِشٍ وَلَا قَابِضِهِمَا، وَاسْتَقْبَلَ بِأَطْرَافِ أَصَابِعِ رِجْلَيْهِ الْقِبْلَةَ، فَإِذَا جَلَسَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ جَلَسَ عَلَى رِجْلِهِ الْيُسْرَى، وَنَصَبَ الْيُمْنَى، وَإِذَا جَلَسَ فِي الرَّكْعَةِ الْآخِرَةِ قَدَّمَ رِجْلَهُ الْيُسْرَى، وَنَصَبَ الْأُخْرَى، وَقَعَدَ عَلَى مَقْعَدَتِهِ. وَسَمِعَ اللَّيْثُ يَزِيدَ بْنَ أَبِي حَبِيبٍ، وَيَزِيدَ بْنَ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَلْحَلَةَ، وَابْنُ حَلْحَلَةَ مِنَ ابْنِ عَطَاءٍ. قَالَ أَبُو صَالِحٍ، عَنِ اللَّيْثِ كُلُّ فَقَارٍ. وَقَالَ ابْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَيُّوبَ قَالَ حَدَّثَنِي يَزِيدُ بْنُ أَبِي حَبِيبٍ أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ عَمْرٍو حَدَّثَهُ كُلُّ فَقَارٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از خالد از سعید از محمد بن عمرو بن حلحلہ از محمد بن عمرو بن عطاء۔

اور ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از یزید بن ابی حبیب و یزید بن محمد' از محمد بن عمرو بن حلحلہ از محمد بن عمرو بن عطاء' انہوں نے بیان کیا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی جماعت کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے' پس ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا ذکر کیا' تو حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے آپ سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا طریقہ یاد ہے' میں نے آپ کو دیکھا جب آپ اللہ اکبر کہتے تو آپ اپنے دونوں ہاتھوں کو کندھوں کے متوازی اٹھاتے' اور جب آپ رکوع کرتے تو اپنے ہاتھوں کو گھٹنوں پر جما کر رکھتے' پھر آپ اپنی کمر کو جھکاتے' اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو سیدھے کھڑے ہو جاتے حتیٰ کہ ہر جوڑ اپنی جگہ پر آ جاتا' پھر جب آپ سجدہ کرتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو زمین پر رکھتے' نہ ان ہاتھوں کو بچھاتے نہ سمیٹتے اور اپنے پیروں کی انگلیوں کو قبلہ کی طرف رکھتے' پھر جب دو رکعتوں کے بعد بیٹھتے تو اپنے بائیں پیر پر بیٹھتے اور دائیں پیر کو کھڑا کر لیتے' اور جب آخری رکعت میں بیٹھتے تو اپنے بائیں پیر کو آگے نکال لیتے اور دوسرے پیر کو کھڑا کر لیتے اور اپنی مقعد پر بیٹھتے۔ اس حدیث کو لیث نے یزید بن ابی حبیب سے اور یزید نے محمد بن حلحلہ سے' اور ابن حلحلہ نے عطاء سے سنا ہے اور ابوصالح نے لیث سے اس طرح سنا ہے کہ ہر جوڑ اپنی جگہ پر آ جاتا' اور ابن المبارک نے یحییٰ بن ایوب سے روایت کی ہے کہ مجھ کو یزید بن ابی حبیب نے حدیث بیان کی کہ محمد بن عمرو نے ان سے حدیث بیان کی' اس میں ہر جوڑ کا ذکر ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۹۶۴-۹۶۳' سنن ترمذی: ۳۰۵-۳۰۴' سنن نسائی: ۱۱۰۰' سنن ابن ماجہ: ۸۶۲' مسند البزار: ۳۷۱۱' صحیح ابن خزیمہ: ۵۸۷' صحیح ابن حبان: ۱۸۶۵' شرح السنۃ: ۵۵۵' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۸۸-۲۳۵' سنن دارمی: ۱۳۵۶' شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۳۳۵' سنن بیہقی ج ۲ ص ۸۴' شرح مشکل الآثار: ۶۰۷۱' مسند احمد ج ۵ ص ۴۲۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۳۵۹۹- ج ۳۹ ص ۱۰-۷' مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) یحییٰ بن بکیر بن عبداللہ بن بکیر ابوزکریا المصری (۲) اللیث بن سعد (۳) خالد بن یزید الجمحی المصری (۴) سعید بن ابی ہلال اللیثی المدنی (۵) محمد بن عمرو بن حلحلہ الدیلی المدنی (۶) یزید بن ابی حبیب ابورجاء المصری' ابوحبیب کا نام سوید ہے (۷) یزید بن

محمد القرشی (٨) ابوحمید الساعدی الانصاری المدنی' ان کا نام عبدالرحمٰن ہے' ایک قول ہے: ان کا نام المنذر ہے۔

(عمدۃ القاری ج ٦ ص ١٤٧)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: پھر جب آپ دو رکعتوں کے بعد بیٹھتے تو اپنے بائیں پیر پر بیٹھتے اور دائیں پیر کو کھڑا کر لیتے اور جب آخری رکعت میں بیٹھتے تو اپنے بائیں پیر کو آگے نکال لیتے اور دوسرے پیر کو کھڑا کر لیتے اور اپنی مقعد پر بیٹھتے۔

دونوں تشہد میں بیٹھنے کا ایک طریقہ ہونے کا ثبوت

امام احمد بن محمد الطحاوی مصری حنفی متوفی ٣٢١ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابوحمید الساعدی کی حدیث کے خلاف یہ حدیث ہے:

حضرت وائل بن حجر الحضرمی رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی' میں نے (دل میں) کہا: میں ضرور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز کے طریقہ کو محفوظ رکھوں گا' پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشہد کے لیے بیٹھے تو آپ نے بایاں پیر بچھا لیا' پھر اس پر بیٹھ گئے اور اپنی بائیں ہتھیلی اپنی بائیں ران پر رکھی اور اپنی دائیں کہنی دائیں ران پر رکھی اور آپ نے اپنے انگوٹھے اور درمیانی انگلی سے حلقہ بنایا اور شہادت کی انگلی سے اشارہ کیا' پھر آپ نے دوسری رکعت میں دعا کرنی شروع کی۔

(سنن ابوداؤد: ٧٢٦' سنن نسائی: ٨٨٨' سنن ابن ماجہ: ٨٦٧' شرح معانی الآثار: ١٥٠٣)

اس کی تائید میں یہ حدیث ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب سجدہ کرتے' پھر اپنا سر اٹھاتے تو دوسرا سجدہ اس وقت تک نہیں کرتے تھے جب تک کہ سیدھے نہیں بیٹھ جاتے تھے' آپ اپنا بایاں پیر بچھا لیتے اور سیدھا پیر کھڑا کر لیتے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ٢٩٤١' مجلس علمی' بیروت' ١٤٢٧ھ مصنف ابن ابی شیبہ: ٢٩٢٤' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

امام طحاوی نے کہا ہے کہ حضرت ابووائل کی حدیث میں یہ الفاظ ہیں: پھر آپ اپنی انگلیوں کا عقد بنا کر دعا کرتے' اس میں دلیل ہے کہ یہ نماز کا آخری قعدہ تھا۔

یہ ایک سوال کا جواب ہے' سوال یہ ہے کہ اس پر کیا دلیل ہے کہ یہ قعدہ اخیرہ تھا' ہوسکتا ہے کہ یہ قعدہ اولیٰ ہو' اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں یہ مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس تشہد میں دعا کی اور دعا قعدہ اخیرہ میں کی جاتی ہے' اس سے واضح ہو گیا کہ دونوں قعدوں میں آپ کے بیٹھنے کا ایک ہی طریقہ تھا' آپ بایاں پیر بچھا لیتے تھے اور دائیں پیر کو کھڑا کر لیتے تھے۔

(نخب الافکار فی تنقیح مبانی الاخبار فی شرح معانی الآثار ج ٣ ص ٩٨' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

نیز امام طحاوی فرماتے ہیں: اس پر اتفاق ہے کہ قعدہ اولیٰ میں دایاں پیر کھڑا کیا جائے گا اور بائیں پیر کو بچھا کر اس پر بیٹھا جائے گا اور قعدہ اخیرہ میں اختلاف ہے' ہم کہتے ہیں کہ قعدہ اخیرہ سنت ہو گا یا فرض ہو گا' اگر وہ سنت ہے تو اس کا حکم قعدہ اولیٰ کی مثل ہو گا اور اگر وہ فرض ہے تو اس کا حکم دو سجدہ کے درمیان والے قعدہ کی مثل ہو گا' پس اس سے حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی روایت ثابت ہو گئی اور یہی امام ابوحنیفہ' امام ابویوسف اور امام محمد رحمہم اللہ کا قول ہے۔ (شرح معانی الآثار ج ١ ص ٣٣٨' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس باب کی حدیث سے امام شافعی اور ان کے موافقین نے یہ استدلال کیا ہے کہ پہلے تشہد میں بیٹھنے کا طریقہ دوسرے تشہد میں بیٹھنے کے طریقہ سے مختلف ہے' امام طحاوی نے کہا ہے کہ دونوں تشہد میں بیٹھنے کا طریقہ واحد ہے اور اس کو حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ثابت کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ٦ ص ١٥٠' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

١٤٦ - بَابُ مَنْ لَّمْ يَرَ التَّشَهُّدَ الْاَوَّلَ وَاجِبًا لِاَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ وَلَمْ يَرْجِعْ

جن فقہاء کے نزدیک تشہد اوّل واجب نہیں ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دو رکعت پڑھ کر کھڑے ہو گئے اور آپ نے رجوع نہیں کیا

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ' امام مالک' امام شافعی' اسحاق' لیث' ابوثور اور تمام شہروں کے فقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ پہلا تشہد واجب نہیں ہے سوا امام احمد کے کیونکہ انہوں نے پہلے تشہد کو واجب قرار دیا ہے' ابن القصار اور ابن التین نے اسی طرح نقل کیا ہے اور شرح الہدایہ میں مذکور ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک قعدہ اولیٰ میں پہلے تشہد کو پڑھنا واجب ہے اور یہی مختار اور صحیح ہے اور ایک قول یہ ہے کہ یہ سنت ہے اور یہی قیاس کے موافق ہے لیکن یہ ظاہر الروایہ کے خلاف ہے' امام احمد کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دائما تشہد میں بیٹھے ہیں اور آپ نے فرمایا ہے کہ اس طرح نماز پڑھو جس طرح مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو اور جمہور کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دو رکعت پڑھ کر تیسری رکعت کے لیے کھڑے ہو گئے اور تشہد کی طرف رجوع نہیں کیا' اگر یہ واجب ہوتا تو آپ اس کے ترک کا تدارک کرنے کے لیے سجدہ سہو کرتے' علامہ طبری نے تشہد اوّل کے وجوب پر اس سے استدلال کیا ہے کہ پہلے نماز دو رکعت فرض ہوئی تھی اور اس میں تشہد واجب تھا' پھر جب نماز میں اضافہ کیا گیا تو اس اضافہ سے اس تشہد کا وجوب زائل نہیں ہوا۔

(عمدۃ القاری ج ٦ ص ١٥٣-١٥٢' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٨٢٩- حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ' عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ هُرْمُزَ' مَوْلٰى بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ' وَقَالَ مَرَّةً مَوْلٰى رَبِيعَةَ بْنِ الْحَارِثِ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنِ مَالِكٍ بْنَ بُحَيْنَةَ' وَهُوَ مِنْ اَزْدِ شَنُوْءَةَ' وَهُوَ حَلِيفٌ لِبَنِي عَبْدِ مَنَافٍ' وَكَانَ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى بِهِمُ الظُّهْرَ' فَقَامَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ الْاُوْلَيَيْنِ' لَمْ يَجْلِسْ' فَقَامَ النَّاسُ مَعَهٗ' حَتّٰى اِذَا قَضَى الصَّلٰوةَ' وَانْتَظَرَ النَّاسُ تَسْلِيمَهٗ' كَبَّرَ وَهُوَ جَالِسٌ' فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ قَبْلَ اَنْ يُّسَلِّمَ' ثُمَّ سَلَّمَ.

[اطراف الحدیث: ٨٣٠-١٢٢٤-١٢٢٥-١٢٣٠-٦٦٧٠]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الرحمان بن ھرمز نے حدیث بیان کی جو بنو عبد المطلب کے آزاد شدہ غلام ہیں اور مرہ نے کہا جو بنو ربیعہ بن الحارث کے آزاد شدہ غلام ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مالک ابن بحینہ جو ازد شنوءۃ سے ہیں اور وہ بنو عبد مناف کے حلیف ہیں اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب میں سے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نمازیوں کو ظہر کی نماز پڑھائی' پھر آپ پہلی دو رکعت پڑھ کر کھڑے ہوئے اور نہیں بیٹھے پس نمازی بھی آپ کے ساتھ کھڑے ہو گئے حتیٰ کہ جب آپ نے نماز پوری کر لی اور لوگ آپ کے سلام پھیرنے کے منتظر تھے تو آپ نے اللہ اکبر کہا اور آپ بیٹھے ہوئے تھے' پھر آپ نے سلام پھیرنے سے پہلے دو سہو کے سجدے کیے' پھر آپ نے سلام پھیرا۔

(صحیح مسلم: ١٢٤٦-٥٧٠' سنن ابوداؤد: ١٠٣٥' سنن ترمذی: ٣٩١' سنن نسائی: ١٢١٨' جامع المسانید لابن الجوزی: ٣٩٩٣' مکتبة

الرشد ریاض ٧ ٢ ١٤٢ھ مسند الطحاوی:٤٩٩١)

حدیث مذکور کے رجال

(١) ابوالیمان الحکم بن نافع (٢) شعیب بن ابی حمزہ ابوحمزہ کا نام دینار ہے (٣) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (٤) عبدالرحمان بن ہرمز وہ اعرج ہیں (٥) عبداللہ بن مالک ابن بحینہ "بحینہ" عبداللہ کی ماں کا نام ہے۔ (عمدۃ القاری ج ٦ ص ١٥٣)

تشہد اوّل کے فرض ہونے کی نفی اور نماز میں سجدہ سہو کرنے کا محل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دو رکعت کے بعد کھڑے ہو گئے اور واپس لوٹ کر نہیں بیٹھے لیکن آپ نے سجدہ سہو کیا' اس سے معلوم ہوا کہ دو رکعت کے بعد بیٹھنا فرض نہیں ہے' البتہ واجب ہے کیونکہ آپ نے اس کو ترک کرنے کی وجہ سے سجدہ سہو کیا' اور امام بخاری نے اس حدیث کے عنوان میں جو لکھا ہے: جن فقہاء کے نزدیک تشہد اول واجب نہیں ہے' اس سے ان کی مراد یہ ہے کہ فرض نہیں ہے' بلکہ واجب ہے کیونکہ آپ نے اس کو ترک کرنے کی وجہ سے سجدہ سہو کیا تھا' امام ابوحنیفہ کا بھی یہی مذہب ہے۔

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سجدہ سہو کرنے کی جگہ نماز کا سلام پھیرنے سے پہلے ہے اور جن فقہاء نے یہ فرق کیا ہے کہ اگر نماز میں کسی کمی کی وجہ سے سجدہ سہو کیا جائے تو وہ نماز کے سلام سے پہلے کیا جائے اور اگر نماز میں کسی زیادتی کی وجہ سے سجدہ سہو کیا جائے تو وہ نماز کے سلام کے بعد کیا جائے' انہوں نے اس فرق پر کوئی دلیل قائم نہیں کی۔

میں کہتا ہوں: یہ فرق کرنا امام مالک کا مذہب ہے کیونکہ کمی کی صورت میں آپ نے پہلے سجدہ کیا اور زیادتی کی صورت میں آپ نے بعد میں سجدہ کیا۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: سجدہ سہو کرنے کی جگہ نماز کے سلام سے پہلے ہے' یہی امام شافعی اور ایک روایت کے مطابق امام احمد کا مذہب ہے۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی نے کہا ہے کہ سجدہ سہو ہر صورت میں نماز کے سلام سے پہلے ہے' الا یہ کہ جس صورت میں یہ تصریح ہو کہ سجدہ سہو نماز کے سلام کے بعد کیا گیا تھا۔ (عمدۃ القاری ج ٦ ص ١٥٤' دارالکتب العلمیہ بیروت' ١٤٢١ھ)

١٤٧ - بَابُ التَّشَهُّدِ فِي الْأُولٰى

پہلے قعدہ میں تشہد پڑھنا

٨٣٠ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا بَكْرٌ' عَنْ جَعْفَرِ بْنِ أَبِيْ رَبِيْعَةَ' عَنِ الْأَعْرَجِ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَالِكِ بْنِ بُحَيْنَةَ قَالَ صَلّٰى بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظُّهْرَ' فَقَامَ وَعَلَيْهِ جُلُوْسٌ' فَلَمَّا كَانَ فِيْ اٰخِرِ صَلٰوتِهٖ' سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں بکر نے حدیث بیان کی از جعفر بن ابی ربیعہ از الاعرج از عبداللہ بن مالک ابن بحینہ' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں ظہر کی نماز پڑھائی' پس آپ کھڑے ہو گئے حالانکہ آپ پر بیٹھنا تھا' جب نماز کا آخر ہوا تو آپ نے بیٹھے ہوئے دو سجدے کیے۔

اس حدیث کی شرح' گزشتہ حدیث:٨٢٩ میں گزر چکی ہے۔

١٤٨ - بَابُ التَّشَهُّدِ فِي الْاٰخِرَةِ

آخری قعدہ میں تشہد پڑھنا

۸۳۱- حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ عَنْ شَقِيْقِ بْنِ سَلَمَةَ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ كُنَّا اِذَا صَلَّيْنَا خَلْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْنَا السَّلَامُ عَلٰى جِبْرِيْلَ وَمِيْكَائِيْلَ، اَلسَّلَامُ عَلٰى فُلَانٍ وَفُلَانٍ، فَالْتَفَتَ اِلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ السَّلَامُ، فَاِذَا صَلّٰى اَحَدُكُمْ فَلْيَقُلْ اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ، وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ، اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِيْنَ فَاِنَّكُمْ اِذَا قُلْتُمُوْهَا، اَصَابَتْ كُلَّ عَبْدٍ لِلّٰهِ صَالِحٍ فِي السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ.

[اطراف الحدیث:۸۳۵-۱۲۰۲-۶۲۳۰-۶۲۶۵-۶۳۲۸-۷۳۸۱]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی از شقیق بن سلمہ انہوں نے کہا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب ہم رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھتے تھے تو ہم کہتے تھے: ''السلام علی جبریل و میکائیل'' اور ''السلام علی فلان و فلان'' تو رسول اللہ ﷺ ہماری طرف متوجہ ہوئے پس فرمایا: اللہ تعالیٰ خود سلام ہے پس جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھے تو وہ کہے: تمام قولی عبادتیں اللہ کے لیے ہیں اور تمام بدنی عبادتیں اور تمام مالی عبادتیں اے نبی! آپ پر سلام ہو اور اللہ کی رحمت اور برکتیں ہوں ہم پر سلام ہو اور اللہ کے نیک بندوں پر پس جب تم یہ کہہ لو گے تو آسمان اور زمین میں اللہ کے ہر نیک بندہ پر یہ رحمت پہنچ جائے گی (اور یہ کہو:) میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے بندہ اور اس کے رسول ہیں۔

(صحیح مسلم:۴۰۲، الرقم المسلسل:۸۷۲، سنن ابوداؤد:۹۶۸، سنن نسائی:۱۱۶۴-۱۲۹۷-۱۲۷۸-۱۲۷۶-۱۲۶۸-۱۱۶۹، سنن ابن ماجہ:۸۹۹، صحیح ابن خزیمہ:۷۰۳، سنن بیہقی ج۲ص۱۵۳، مصنف ابن ابی شیبہ ج۱ص۲۹۱، السنن الکبریٰ:۱۲۰۲، المنتقی:۲۰۵، مسند ابویعلیٰ:۵۰۸۲، شرح مشکل الآثار ج۳ص۷۶، سنن دارقطنی ج۱ص۳۵۰، صحیح ابن حبان:۱۹۵۵، حلیۃ الاولیاء ج۸ص۱۱۴، المعجم الکبیر:۹۸۸۵، شرح السنۃ:۶۷۸، مسند احمد ج۱ ص۳۸۲ طبع قدیم، مسند احمد:۳۶۲۲-ج۶ص۱۲۲، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید لابن الجوزی:۴۱۱۶، مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۷ھ، مسند الطحاوی: ۵۰۷۷)

اس حدیث کے چار رجال ہیں ان کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

تشہد کے الفاظ کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہماری طرف متوجہ ہوئے پس فرمایا: اللہ تعالیٰ خود سلام ہے۔ اس حدیث سے یہ ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز کے دوران ہمارا سلام سن کر یہ فرمایا لیکن دوسری حدیث میں ہے: آپ نماز سے فارغ ہونے کے بعد ہماری طرف متوجہ ہوئے اور پھر یہ فرمایا۔

''التحیات للہ'' یہ ''تحیۃ'' کی جمع ہے اور اس کا معنی ہے: عظمت' آفات اور نقائص سے سلامتی اور ملک۔

علامہ خطابی نے کہا ہے: یہ کلمات مخصوصہ ہیں جن سے عرب بادشاہوں کو تعظیم دیتے تھے اس کا معنی ہے: تعظیم کی تمام انواع اللہ کے لیے ہیں جن کا وہ مستحق ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ ''السلام' المومن' المهیمن' العزیز' الجبار' الاحد' الصمد'' ان کلمات کے ساتھ تعظیم دینا صرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے کسی اور کی ان کلمات کے ساتھ تعظیم کرنا جائز نہیں ہے۔

''والصلوات'' اس سے مراد پانچ نمازیں ہیں' الازہری نے کہا: اس سے مراد ہے: عبادات' نیز اس کا معنی رحمت بھی ہے یعنی

رحمت تامہ کاملہ کو عطا کرنا صرف اللہ عزوجل کے ساتھ خاص ہے۔

''والطیبات'' یعنی اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء صرف پاکیزہ کلمات سے ہوتی ہے نہ کہ ان کلمات کے ساتھ جو اس کی شان کے لائق نہیں ہیں' حافظ نسفی نے کہا ہے کہ ''التحیات'' سے مراد ہے: عبادات قولیہ ''الصلوٰت'' سے مراد ہے: عبادات بدنیہ' اور ''الطیبات'' سے مراد ہے: عبادات مالیہ۔

''السلام علیك ایها النبی'' اس کا معنی ہے: آپ ہر عیب' آفت' نقص اور فساد سے سلامت رہیں' اور ''سلام'' کا لفظ اس لیے ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسم ''سلام'' کی برکتیں آپ کو حاصل ہوں' اور غائب کے صیغہ سے خطاب کے صیغہ کی طرف عدول کیا ہے اور یوں نہیں کہا: نبی پر سلام ہو' بلکہ یوں کہا ہے: اے نبی! آپ پر سلام ہو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اہل عرفان نے کہا ہے: جب نمازیوں نے ''التحیات'' پیش کر کے ملکوت کا دروازہ کھلوایا تو ان کو اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہونے کی اجازت مل گئی اور اس مناجات کے واسطے سے ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہو گئیں' تب ان پر یہ منکشف ہوا کہ یہ نعمت نبی رحمت کے واسطے اور آپ کی اتباع کی برکت سے حاصل ہوئی ہے' پھر جب انہوں نے توجہ کی تو دیکھا کہ حبیب حرم حبیب میں حاضر ہیں' پس انہوں نے آپ کی طرف متوجہ ہو کر بے ساختہ کہا: ''السلام علیك ایها النبی ورحمة الله وبرکاته''۔

''السلام'' میں الف لام عہد کا ہے یعنی جو سلام انبیاء سابقین علیہم السلام پر پڑھا گیا تھا وہی سلام آپ پر پڑھا جائے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَسَلٰمٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی. (النمل:۵۹) اور اللہ کے ان بندوں پر سلام ہو جن کو اس نے پسند کر لیا ہے۔

اور آپ پر جو سلام بھیجا ہے' اس سے اسی سلام کی طرف اشارہ ہے۔

اور یہ بھی ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ نے شب معراج آپ پر جو سلام پڑھا تھا وہی سلام آپ پر نازل ہو۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نبی بھی ہیں اور رسول بھی ہیں' ''السلام علیك ایها النبی'' میں آپ کی نبوت کا ذکر ہے اور ''عبده ورسوله'' میں آپ کی رسالت کا ذکر ہے۔

''ورحمة الله'' اس سے مراد ہے: آپ پر اللہ تعالیٰ کا انعام۔

''وبرکاته'' یہ ''برکة'' کی جمع ہے اور اس کا معنی ہے: ہر چیز میں خیر کثیر' الطیبی نے کہا: کسی چیز میں اللہ کی طرف سے خیر ہو تو اس کو برکت کہتے ہیں۔

''وعلٰی عباد الله الصالحین'' صالح اس شخص کو کہتے ہیں جو اپنے اوپر اللہ کے حقوق اور بندوں کے حقوق کو ادا کرے' اور ''صلاح'' کا معنی ہے: کسی چیز کا اپنی حالت کمال پر قائم رہنا اور فساد اس کی ضد ہے' اور صلاح حقیقی صرف آخرت میں حاصل ہو گی' کیونکہ دنیا میں اگرچہ بعض اوقات صلاح حاصل ہوتی ہے لیکن اس میں فساد اور خلل کا شائبہ ہوتا ہے اور صلاح کامل صرف انبیاء علیہم السلام کا خاصہ ہے' اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق فرمایا:

وَاِنَّهٗ فِی الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِیْنَ○ (البقرہ:۱۳۰) اور بے شک وہ آخرت میں صالحین میں سے ہیں○

اور حضرت یوسف علیہ السلام نے دعا کی:

تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ○ (یوسف:۱۰۱) حالت اسلام میں میری روح قبض کرنا اور مجھے صالحین کے ساتھ ملا دینا○

نیز اس حدیث میں ہے: ''اشهد ان محمدًا عبده و رسوله'' ''محمد'' اور ''محمود'' اس شخص کو کہتے ہیں جس میں ایسے اوصاف بہ کثرت ہوں جن کی تعریف اور تحسین کی جائے' اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام محمد رکھا۔

متعدد صحابہ سے تشہد کے الفاظ مروی ہیں لیکن ان سب میں تشہد کے وہ الفاظ افضل ہیں جو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' امام ترمذی نے کہا: تشہد میں سب سے زیادہ صحیح حدیث حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی ہے اور صحابہ اور تابعین میں سے اکثر اہل علم کا اسی پر عمل ہے۔ معمر نے خصیف سے روایت کی ہے: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا' میں نے عرض کیا: لوگوں کا تشہد میں اختلاف ہے' آپ نے فرمایا: تم ابن مسعود کے تشہد کو لازم کرلو۔

(عمدۃ القاری ج ۶ ص ۱۶۴۔۱۵۸ 'ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۸۰۱۔ ج ۱ ص ۱۱۶۳ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے عنوان درج ذیل ہیں:
(۱) تشہد میں مذاہب ائمہ (۲) تشہد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قصداً سلام عرض کرنے کی تحقیق۔

۱۴۹ - بَابُ الدُّعَاءِ قَبْلَ السَّلَامِ

سلام سے پہلے دعا کرنا

۸۳۲ - حَدَّثَنَا اَبُوْ الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ' عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنَا عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ' عَنْ عَائِشَةَ' زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخْبَرَتْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَدْعُوْ فِي الصَّلٰوةِ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ' وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ' وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَفِتْنَةِ الْمَمَاتِ' اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْمَاْثَمِ وَالْمَغْرَمِ. فَقَالَ لَهُ قَائِلٌ مَا اَكْثَرَ مَا تَسْتَعِيْذُ مِنَ الْمَغْرَمِ؟ فَقَالَ اِنَّ الرَّجُلَ اِذَا غَرِمَ' حَدَّثَ فَكَذَبَ' وَوَعَدَ فَاَخْلَفَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: ہمیں عروہ بن الزبیر نے خبر دی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز میں یہ دعا کیا کرتے تھے: اے اللہ! میں عذاب قبر سے تیری پناہ میں آتا ہوں اور مسیح دجال کے فتنہ سے تیری پناہ میں آتا ہوں اور زندگی اور موت کے فتنہ سے تیری پناہ میں آتا ہوں' اے اللہ! میں گناہ اور قرض سے تیری پناہ میں آتا ہوں' پھر کسی کہنے والے نے آپ سے عرض کیا: آپ قرض سے بہت زیادہ پناہ طلب کرتے ہیں! آپ نے فرمایا: جب کوئی شخص مقروض ہوتا ہے تو وہ بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے اور وعدہ کرتا ہے تو خلاف ورزی کرتا ہے۔

قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ سَمِعْتُ خَلَفَ بْنَ عَامِرٍ يَقُوْلُ فِي الْمَسِيْحِ وَالْمَسِّيْحِ مُشَدَّدٌ لَيْسَ بَيْنَهُمَا فَرْقٌ وَهُمَا وَاحِدٌ اَحَدُهُمَا عِيْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ وَالْاٰخَرُ الدَّجَّالُ.

محمد بن یوسف نے کہا: میں نے خلف بن عامر سے سنا' وہ کہتے تھے کہ ''المَسیح'' اور ''المَسّیح'' مشدد میں کوئی فرق نہیں ہے' دونوں کا ایک معنی ہے' ان میں سے ایک حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں اور دوسرا دجال ہے۔

[اطراف الحدیث: ۸۳۳۔۲۳۹۷۔۶۳۶۸۔۶۳۷۵۔۶۳۷۶۔۶۳۷۷۔۷۱۲۹] [صحیح مسلم: ۵۸۹' الرقم المسلسل: ۱۳۰۴' سنن ابوداؤد: ۸۸۰' سنن نسائی: ۱۳۰۸' سنن بیہقی ج ۲ ص ۱۵۴' شرح السنۃ: ۶۹۱' السنن الکبریٰ: ۱۲۳۲' صحیح ابن حبان: ۱۹۶۸' مصنف عبد الرزاق: ۱۹۶۳۰' المعجم الاوسط: ۴۶۱۰' مسند احمد ج ۶ ص ۸۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۴۵۷۸۔ ج ۴۱ ص ۱۲۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۷۴۱۳' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں' ان کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

اس حدیث کا عنوان ہے: سلام سے پہلے دعا کرنا' اور اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ نماز میں یہ امور ہیں: قیام اور رکوع اور سجود اور قعود' پس قیام قرآن پڑھنے کا محل ہے' اور رکوع اور سجود تسبیحات مخصوصہ کا محل ہیں اور قعود تشہد کا محل ہے' لہٰذا دعا کے لیے جو محل بچا ہے وہ صرف تشہد کے بعد سلام سے پہلے ہے۔

فتنہ کا معنی اور حضرت مسیح ابن مریم اور مسیح الدجال کا معنوی فرق

اس حدیث میں مسیح دجال کے فتنہ کا ذکر ہے' فتنہ کا معنی امتحان' ابتلاء اور آزمائش ہے' پھر اس کا اکثر استعمال گناہ اور کفر میں ہوتا ہے' مسیح کا اطلاق حضرت عیسیٰ ابن مریم پر بھی ہوتا ہے اور مسیح الدجال پر بھی ہوتا ہے' حضرت عیسیٰ پر مسیح کا اطلاق بہ معنی ماسح ہوتا ہے یعنی وہ بیماروں پر ہاتھ پھیرتے تھے تو وہ تندرست ہو جاتے تھے اور دجال پر جو مسیح کا اطلاق ہوتا ہے وہ بہ معنی ممسوح ہے یعنی اس کی ایک آنکھ رگڑی ہوئی تھی۔

''فتنة الحيات'' سے مراد ہے: زندگی میں جہالت اور شہوت کا غلبہ اور ''فتنة الممات'' سے مراد ہے: قبر کا عذاب۔

قرض لینے کے جواز اور عدم جواز کے محامل

اس حدیث میں قرض کے فتنہ سے بھی پناہ کا ذکر ہے' اس حدیث کے معارض درج ذیل احادیث ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ وہ قرض لیا کرتی تھیں' ان سے کہا گیا کہ آپ کے پاس قرض ادا کرنے کے لیے مال تو ہے نہیں' پھر آپ قرض کیوں لیتی ہیں؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جس شخص کی بھی یہ نیت ہو کہ وہ قرض ادا کرے گا' اس کی اللہ کی طرف سے مدد ہوتی ہے' پس میں اس مدد کو طلب کرتی ہوں۔ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔ اس کی سند میں ابن مجبر ہے' اس کو امام نسائی نے متروک کہا ہے اور امام احمد نے اس کی توثیق کی ہے۔

(المستدرک: ۲۲۰۲' کنز العمال ج ۶ ص ۲۲۱)

محمد بن علی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا قرض لیتی تھیں' ان سے کہا گیا کہ آپ کو قرض کی کیا ضرورت ہے؟ انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جس بندہ کی بھی نیت قرض کو ادا کرنا ہو' اللہ تعالیٰ اس کی مدد فرماتا ہے' سو میں اس مدد کی طلب کرتی ہوں۔ (المستدرک: ۲۲۰۳' سنن بیہقی ج ۵ ص ۳۵۴' مسند احمد ج ۶ ص ۹۹۔ ۷۲' کنز العمال: ۱۵۴۲۶)

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا بہ کثرت قرض لیتی تھیں' ان سے اس کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے کہا: میں قرض لینا نہیں چھوڑوں گی' کیونکہ مقروض کے لیے اللہ کی طرف سے مدد ہوتی ہے' سو میں اس مدد کو طلب کرتی ہوں۔

(المستدرک: ۲۲۰۴' مسند ابو یعلیٰ ج ۲ ص ۳۲۸' سنن بیہقی ج ۵ ص ۳۵۴' سنن ابن ماجہ: ۲۴۰۸' مسند احمد ج ۶ ص ۳۳۲)

حضرت عبداللہ بن جعفر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ مقروض کے ساتھ ہے حتیٰ کہ وہ قرض ادا کر دے جب تک کہ اس کا قرض کسی مکروہ کام کے لیے نہ ہو۔ (المستدرک: ۲۲۰۵' الترغیب ج ۳ ص ۳۶' حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۲۰۴)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے قرض لیا اور اس کی نیت اس قرض کو ادا کرنا تھی' پھر وہ فوت ہو گیا تو اللہ اس سے درگزر فرمائے گا اور اس کے قرض خواہ کو جس طرح چاہے گا راضی کر دے گا اور جس نے قرض لیا اور اس کی نیت ادائیگی کی نہ تھی' پھر وہ مر گیا تو اللہ قرض خواہ کی طرف سے اس کا بدلہ لے گا۔

(المستدرک: ۲۲۰۶' الترغیب ج ۳ ص ۳۳' کنز العمال ج ۶ ص ۲۲۴)

ان احادیث سے واضح ہو گیا کہ قرض لینا صرف اس وقت مذموم ہے جب کوئی شخص کوئی گناہ کرنے کے لیے قرض لے یا جس کا ارادہ قرض کو ادا کرنا نہ ہو۔

۸۳۳- وَعَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَعِيْذُ فِي صَلٰوتِهٖ مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ.

اور از الزہری روایت ہے انہوں نے کہا: مجھے عروہ نے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا وہ اپنی رات کی نماز میں دجال کے فتنہ سے پناہ طلب کر رہے تھے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۸۳۲ میں گزر چکی ہے۔

۸۳۴- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ يَزِيْدَ بْنِ أَبِيْ حَبِيْبٍ، عَنْ أَبِي الْخَيْرِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ أَبِيْ بَكْرٍ الصِّدِّيْقِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِّمْنِيْ دُعَاءً أَدْعُوْ بِهٖ فِيْ صَلٰوتِيْ، قَالَ قُلِ اللّٰهُمَّ إِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ ظُلْمًا كَثِيْرًا، وَّلَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ إِلَّا أَنْتَ، فَاغْفِرْ لِيْ مَغْفِرَةً مِّنْ عِنْدِكَ، وَارْحَمْنِيْ، إِنَّكَ أَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ. [اطراف الحدیث: ۶۳۲۶-۷۳۸۸]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از یزید بن ابی حبیب از ابی الخیر از عبداللہ بن عمرو از حضرت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا: مجھے کوئی دعا سکھا دیجئے جسے میں اپنی نماز میں پڑھا کروں آپ نے فرمایا: یہ کہو: اے اللہ! میں نے اپنی جان پر بہت ظلم کیا ہے اور تیرے سوا کوئی گناہ نہیں بخشے گا پس تو اپنے پاس سے میرے لیے مغفرت کر دے اور مجھ پر رحم فرما بے شک تو بہت بخشنے والا بہت مہربان ہے۔

(صحیح مسلم: ۲۷۰۵ الرقم المسلسل: ۶۷۴۳ سنن ترمذی: ۳۵۳۱ سنن ابن ماجہ: ۳۸۳۵ سنن نسائی: ۱۲۹۸ مسند ابویعلیٰ: ۳۰ شرح السنۃ: ۶۹۴ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۰ ص ۲۶۹ مسند البزار: ۲۹ صحیح ابن خزیمہ: ۸۴۵ صحیح ابن حبان: ۱۹۷۶ سنن بیہقی ج ۲ ص ۱۵۴ مسند احمد ج ۱ ص ۴ طبع قدیم مسند احمد: ۸- ج ۱ ص ۱۸۷ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت جامع المسانید لابن الجوزی: ۳۲۹۷ مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۷ھ)

اس حدیث کے رجال کا پہلے تعارف ہو چکا ہے۔

نماز کی دعا کا طریقہ

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ مجھے نماز کی دعا کی تعلیم دیں اس سے معلوم ہوا کہ متعلم کو عالم سے ہر اس چیز کو سیکھنا چاہیے جس میں خیر ہو اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دعا میں اپنی تقصیر کا اعتراف کرنا چاہیے اور اپنی طرف ظلم کی نسبت کرنی چاہیے اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دعا میں اپنے کسی عمل کا ذکر نہیں کرنا چاہیے بلکہ اللہ تعالیٰ سے اس کے فضل کی وجہ سے سوال کرنا چاہیے یہی زیادہ اولیٰ اور بہتر ہے۔ رہی وہ حدیث جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غار میں پھنسنے والے تین نوجوانوں کا تذکرہ فرمایا ہے جنہوں نے اللہ عزوجل کی بارگاہ میں اپنا نیک عمل پیش کیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے اُن کی دعا قبول فرمائی تھی (صحیح بخاری: ۲۲۱۵ صحیح مسلم: ۲۷۴۳) تو وہ فقط بیان جواز کے لیے ہے۔ افضل یہی ہے کہ آدمی صرف اللہ کے فضل سے اپنی حاجت کا سوال کرے نیز زیر بحث حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نماز میں وہ دعا مانگنی چاہیے جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہو یا وہ دعا مانگنی چاہیے جو قرآن مجید کے الفاظ سے مشابہ ہو حدیث میں ہے:

حضرت معاویہ بن الحکم سلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہماری اس نماز میں لوگوں کے ساتھ کلام کی گنجائش نہیں ہے' اس میں صرف تسبیح' تکبیر اور قرآن مجید کا پڑھنا ہے۔ (صحیح مسلم: ۵۳۷)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۶۷۴۴- ج ۷ ص ۴۸۱ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۱۵۰ - بَابُ مَا يَتَخَيَّرُ مِنَ الدُّعَاءِ بَعْدَ التَّشَهُّدِ، وَلَيْسَ بِوَاجِبٍ

تشہد سے فراغت کے بعد نمازی کون سی دعا کو اختیار کرے اور یہ واجب نہیں ہے

۸۳۵ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنِ الْاَعْمَشِ حَدَّثَنِي شَقِيقٌ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كُنَّا إِذَا كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الصَّلٰوةِ، قُلْنَا السَّلَامُ عَلَى اللّٰهِ مِنْ عِبَادِهِ، السَّلَامُ عَلٰى فُلَانٍ وَفُلَانٍ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُولُوا السَّلَامُ عَلَى اللّٰهِ، فَإِنَّ اللّٰهَ هُوَ السَّلَامُ، وَلٰكِنْ قُولُوا التَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ، وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ، السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ، السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِينَ فَإِنَّكُمْ إِذَا قُلْتُمْ أَصَابَ كُلَّ عَبْدٍ فِي السَّمَاءِ، أَوْ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، ثُمَّ يَتَخَيَّرُ مِنَ الدُّعَاءِ أَعْجَبَهُ إِلَيْهِ فَيَدْعُو.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از الاعمش' انہوں نے کہا: مجھے شقیق نے حدیث بیان کی از حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا: جب ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے تھے تو ہم کہتے تھے: اللہ پر اس کے بندوں کی طرف سے سلام ہو' فلاں پر سلام ہو اور فلاں پر' پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ نہ کہو کہ اللہ پر سلام ہو کیونکہ اللہ تو خود سلام ہے لیکن تم یہ کہو کہ تمام قولی عبادتیں اللہ کے لیے ہیں اور تمام بدنی عبادتیں اللہ کے لیے ہیں اور تمام مالی عبادتیں اللہ کے لیے ہیں' اے نبی! آپ پر سلام ہو اور اللہ کی رحمت ہو اور اس کی برکتیں ہوں' ہم پر سلام ہو اور اللہ کے نیک بندوں پر' کیونکہ جب تم (یہ سلام پڑھو گے) تو یہ (سلام) آسمان میں اور زمین میں ہر بندہ تک پہنچ جائے گا' (اور یہ کہنا کہ) میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ (سیدنا) محمد اللہ کے بندہ اور اس کے رسول ہیں' پھر اس کے نزدیک جو اچھی دعا ہو' اس کو اختیار کرے۔

اس حدیث کی مکمل شرح' صحیح البخاری: ۸۳۱ میں گزر چکی ہے۔

۱۵۱ - بَابُ مَنْ لَّمْ يَمْسَحْ جَبْهَتَهُ وَأَنْفَهُ حَتّٰى صَلّٰى

جس نے اپنی پیشانی اور ناک سے مٹی نہیں پونچھی حتیٰ کہ نماز پڑھی

قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ رَأَيْتُ الْحُمَيْدِيَّ يَحْتَجُّ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ، أَنْ لَّا يَمْسَحَ الْجَبْهَةَ فِي الصَّلٰوةِ.

امام ابو عبداللہ بخاری نے کہا: میں نے الحمیدی کو دیکھا وہ اس حدیث سے یہ استدلال کرتے تھے کہ نماز میں پیشانی (سے مٹی) کو نہ پونچھا جائے۔

۸۳۶ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ يَحْيٰى، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا سَعِيدٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از یحییٰ از

الْخُدْرِيَّ فَقَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْجُدُ فِي الْمَاءِ وَالطِّيْنِ حَتّٰى رَأَيْتُ أَثَرَ الطِّيْنِ فِي جَبْهَتِهِ.

ابو سلمہ انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ سے (اس کا) سوال کیا تو انہوں نے بیان کیا کہ میں نے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پانی اور مٹی میں سجدہ کر رہے تھے حتیٰ کہ میں نے مٹی کا نشان آپ کی پیشانی پر دیکھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:٦٦٩ میں گزر چکی ہے۔

١٥٢ - بَابُ التَّسْلِيْمِ نماز کا سلام پھیرنا

علامہ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

اس باب میں امام بخاری نے حدیث لا کر یہ بیان کیا ہے کہ نماز کے آخر میں سلام پھیرا جاتا ہے' اور اس طرف اشارہ نہیں کیا کہ سلام پھیرنے کا کیا حکم ہے' آیا یہ سنت ہے یا واجب ہے' کیونکہ اس مسئلہ میں دلائل متعارض ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا کہ اس باب کی حدیث میں مذکور ہے کہ جب آپ سلام پھیرتے تو عورتیں کھڑی ہو جاتی تھیں' اس سے معلوم ہوا کہ آپ ہمیشہ نماز کے آخر میں سلام پھیرتے تھے اور کسی کام کو ہمیشہ کرنا وجوب پر دلالت کرتا ہے۔

اور آپ نے فرمایا ہے: اس طرح نماز پڑھو جس طرح مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو (صحیح البخاری:٦٣١) اور فرمایا: نماز کی تحلیل سلام پھیرنا ہے۔ (سنن ترمذی:٢٣٨) یعنی تکبیرۃ تحریمہ سے جو افعال نماز میں حرام ہو جاتے ہیں' وہ سلام پھیرنے سے حلال ہو جاتے ہیں۔ (فتح الباری ج ٢ ص ٣٩٧' دار المعرفۃ بیروت' ١٤٢٦ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ' اس کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اس پر دلیل قائم ہے کہ نماز کے آخر میں سلام پھیرنا واجب نہیں ہے اور سلام کو ترک کرنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز کی پانچ رکعات پڑھا دیں اور جب آپ نے سلام پھیرا تو آپ کو یہ بتایا گیا' آپ نے اپنا پیر موڑا اور سہو کے دو سجدے کیے۔ (صحیح البخاری:١٢٢٦)

امام طحاوی رحمہ اللہ نے کہا: اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرنے سے پہلے نماز میں ایک ایسی رکعت کو داخل کر دیا جو اس نماز میں نہ تھی اور آپ نے اس فعل کو مفسدِ نماز نہیں قرار دیا اور یہ اس پر دلیل ہے کہ نماز میں سلام پھیرنا واجب نہیں ہے' اگر یہ واجب ہوتا جیسے نماز میں سجدہ واجب ہے تو اس کا حکم بھی اسی طرح ہوتا۔

لیکن اس کا حکم نماز کے سجدہ کے خلاف ہے' پس نماز کے آخر میں سلام پھیرنا سنت ہے۔ (عمدۃ القاری ج ٦ ص ١٧٣)

میں کہتا ہوں کہ علامہ عینی اور امام طحاوی کی یہ دلیل صحیح نہیں ہے' کیونکہ نماز کا سجدہ فرض ہے' لہٰذا اس سے یہ تو معلوم ہوا کہ نماز کے آخر میں سلام پھیرنا فرض نہیں ہے لیکن اس سے وجوب کی نفی نہیں ہوتی کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلائے جانے پر سہو کے دو سجدے کیے اور سجدہ سہو ترک واجب پر ہی کیا جاتا ہے' سو علامہ عینی اور امام طحاوی کی پیش کردہ حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ نماز کے آخر میں سلام پھیرنا واجب ہے اور اس کے ترک سے سجدہ سہو واجب ہوتا ہے۔

لفظ "سلام" سے نماز ختم کرنے میں مذاہب ائمہ اور ان کی دلیل پر علامہ عینی کا اعتراض اور مصنف کا جواب

علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

امام مالک' امام شافعی اور ان کے اصحاب نے یہ کہا ہے کہ جب نمازی لفظ ''سلام'' کہے بغیر نماز سے فارغ ہو کر چلا جائے تو اس کی نماز باطل ہے' حتیٰ کہ علامہ نووی شافعی نے کہا ہے کہ اگر اس نے ''السلام علیکم'' کے بجائے کوئی اور لفظ کہا تب بھی اس کی نماز باطل ہو جائے گی' ان کا استدلال اس حدیث سے ہے:

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نماز کی چابی وضوء ہے اور نماز کی تحریم تکبیر ہے' اور نماز کی تحلیل تسلیم ہے یعنی سلام پھیرنا۔ (سنن ترمذی: ٢٣٨' سنن ابن ماجہ: ٢٧٦)

علامہ عینی نے کہا: اس حدیث کی سند میں عبد اللہ بن محمد بن عقیل ہے' امام محمد بن سعد نے کہا: وہ اہل مدینہ کے طبقہ رابعہ سے ہے اور وہ منکر الحدیث ہے' محدثین اس کی حدیث سے استدلال نہیں کرتے' ابن المدینی نے کہا: امام مالک اس سے روایت نہیں کرتے تھے' امام ترمذی نے کہا: یہ صدوق ہے' یحییٰ بن معین نے کہا: اس کی حدیث حجت نہیں ہے اور انہوں نے کہا: وہ ضعیف الحدیث ہے' امام نسائی نے کہا: وہ ضعیف ہے اور بعض اہل علم نے اس کے حافظہ پر جرح کی ہے' اور اگر بالفرض یہ حدیث صحیح ہو تو اس کا معنی یہ نہیں ہے کہ سلام کے بغیر نماز مکمل نہیں ہوتی' اور اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ خبر واحد ہے' اس سے فرضیت ثابت نہیں ہوتی۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جب آپ اس حدیث سے سلام پھیرنے کی فرضیت ثابت نہیں کرتے تو پھر اس حدیث سے تکبیرۃ تحریمہ کی فرضیت کیوں ثابت کرتے ہیں' تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہم تکبیر تحریمہ کی فرضیت اس حدیث سے ثابت نہیں کرتے بلکہ قرآن مجید کی درج ذیل آیات سے ثابت کرتے ہیں:

وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰىO (الاعلیٰ: ١٥) اور اس نے اپنے رب کے اسم کا ذکر کیا' پھر نماز پڑھیO

وَرَبَّكَ فَكَبِّرْO (المدثر: ٣) اور اپنے رب کی بڑائی بیان کیجئے (اللہ اکبر کہیے)O

زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس حدیث میں ان آیتوں کی مُراد بیان کی گئی ہے یعنی نماز کے افتتاح میں اللہ اکبر پڑھنے سے نماز میں غیر نماز کے افعال حرام ہو جاتے ہیں اور آخر میں سلام پڑھنے سے وہ افعال حلال ہو جاتے ہیں۔

عطاء بن ابی رباح' سعید بن المسیب' ابراہیم' قتادہ' امام ابو حنیفہ' امام ابو یوسف' امام محمد اور امام ابن جریر طبری کا یہی مذہب ہے کہ نماز میں سلام پھیرنا فرض نہیں ہے حتیٰ کہ اگر کسی شخص نے اس کو ترک کر دیا تو اس کی نماز باطل نہیں ہوگی۔

(عمدۃ القاری ج ٦ ص ١٧٤۔ ١٧٣' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ عینی کی اس تقریر سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ نماز کے آخر میں سلام کے ساتھ نماز ختم کرنا فرض نہیں ہے اور یہ سلام کے واجب ہونے کے منافی نہیں ہے اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب آخر میں سلام نہیں پڑھا تو سہو کے دو سجدے کیے۔

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

نماز میں سلام کے حکم میں فقہاء کا اختلاف ہے' فقہاء کی ایک جماعت کا یہ مذہب ہے کہ سلام پھیرنا فرض ہے' بغیر سلام پھیرے نماز سے نکلنا جائز نہیں ہے' حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نماز کی چابی تکبیر ہے اور نماز کا اختتام سلام پھیرنا ہے' اس کو الطبری نے ذکر کیا ہے اور عطاء اور الزہری کا بھی یہی قول ہے' امام مالک اور امام شافعی وغیرہم کا بھی یہی مذہب ہے۔

امام ابو حنیفہ' ثوری اور اوزاعی کا مذہب یہ ہے کہ سلام پھیرنا سنت ہے اور بغیر سلام پھیرے نماز سے نکلنا صحیح ہے اور ان کا استدلال اس حدیث سے ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو تشہد کی تعلیم دی تو فرمایا: جب تم نے یہ ذکر کر لیا تو

تمہاری نماز مکمل ہوگئی۔اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ اس کی یہ توجیہ ہے کہ جب تم تشہد پڑھ کر سلام پھیر لو تو تمہاری نماز مکمل ہوگی کیونکہ نبی ﷺ ہر نماز میں سلام پھیرتے تھے اور آپ نے امت کو اس کی تعلیم دی ہے۔ثانیا اس حدیث میں یہ اضافہ مدرج ہے۔

(شرح ابن بطال ج ٢ ص ٤٥١ دار الکتب العلمیہ بیروت ١٤٢٤ھ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن بطال کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک سلام پھیرنا سنت ہے بلکہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک سلام پھیرنا واجب ہے۔

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ٥٩٣ھ لکھتے ہیں:

پھر لفظ سلام پڑھنا ہمارے نزدیک واجب ہے اور فرض نہیں ہے اس میں امام شافعی کا اختلاف ہے وہ اس کو فرض کہتے ہیں ان کا استدلال اس حدیث سے ہے: نماز کی تحریم تکبیر ہے اور اس کی تحلیل تسلیم ہے۔ہماری دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابن مسعود کو تشہد کی تعلیم دینے کے بعد فرمایا: پھر اس کے بعد وہ دعا کرو جو تم کو اچھی لگے۔(صحیح البخاری:٨٣٥-٦٣٢٨)اور یہ اختیار دینا فرضیت اور وجوب کے منافی ہے تاہم ہم نے اس روایت کی بناء پر سلام پھیرنے کو احتیاطاً واجب کہا ہے۔

(ھدایہ مع فتح القدیر ج ١ ص ٣٣٠ دار الکتب العلمیہ بیروت ١٤١٥ھ)

٨٣٧- حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ هِنْدٍ بِنْتِ الْحَارِثِ اَنَّ اُمَّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَلَّمَ قَامَ النِّسَاءُ حِيْنَ يَقْضِيْ تَسْلِيْمَهٗ وَمَكَثَ يَسِيْرًا قَبْلَ اَنْ يَقُوْمَ. قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فَاُرٰى وَاللّٰهُ اَعْلَمُ اَنَّ مُكْثَهٗ لِكَيْ يَنْفُذَ النِّسَاءُ قَبْلَ اَنْ يُدْرِكَهُنَّ مَنِ انْصَرَفَ مِنَ الْقَوْمِ. [اطراف الحدیث: ٨٤٩-٨٥٠]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں الزہری نے حدیث بیان کی از ھند بنت الحارث کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز کا سلام پھیرتے تو خواتین اسی وقت کھڑی ہو جاتیں جب آپ سلام پھیرتے اور آپ کھڑے ہونے سے پہلے تھوڑی دیر ٹھہرتے۔ابن شہاب نے کہا: واللہ اعلم! میری رائے یہ ہے کہ آپ اس لیے ٹھہرتے تھے تاکہ نمازیوں کے واپس جانے سے پہلے خواتین گزر جائیں۔

(سنن ابوداؤد:١٠٤٠ سنن نسائی:١٣٣٢ سنن ابن ماجہ:٩٣٢ مسند ابوداؤد الطیالسی:١٦٠٤ مسند ابویعلیٰ:٧٠١٠ صحیح ابن خزیمہ:١٧١٩ حلیۃ الاولیاء ج ٩ ص ١٤ سنن بیہقی ج ٢ ص ١٨٢ شرح السنۃ:٧٠٨ مسند احمد ج ٢ ص ٢٩٦ طبع قدیم مسند احمد ج ٤٤ ص ١٦٣ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(١)موسیٰ بن اسماعیل المنقری التبوذکی (٢)ابراہیم بن عبد الرحمان بن سعد بن ابراہیم بن عوف (٣)محمد بن مسلم بن شہاب زہری (٤)ھند بنت الحارث (٥)حضرت ام سلمہ ھند بنت امیہ رضی اللہ عنہا زوجہ رسول اللہ ﷺ۔(عمدۃ القاری ج ٦ ص ١٧٤)

نماز ختم ہونے کے بعد امام اپنے مصلّی پر کھڑا رہے

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ خواتین مسجد میں نماز پڑھتی تھیں اس سے معلوم ہوا کہ عورتیں مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے جاتی تھیں اور وہ مسجد سے نکلنے میں سبقت کرتی تھیں تاکہ ان کا مردوں سے اختلاط نہ ہو اور امام کو چاہیے کہ وہ اس حال میں اپنے مصلّی پر ٹھہرا رہے تاکہ عورتیں نکل جائیں اور اگر عورتیں نہ ہوں تو پھر نماز کے بعد امام اپنے مصلّی پر کھڑا ہو جائے۔

امام غزالی نے کہا: یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ' حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کا طریقہ ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۶ ص ۱۷۴ ' دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۱۵۳ - بَابُ يُسَلِّمُ حِينَ يُسَلِّمُ الْإِمَامُ

نمازی اس وقت سلام پھیرے جب امام سلام پھیرتا ہے

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَسْتَحِبُّ إِذَا سَلَّمَ الْإِمَامُ' أَنْ يُسَلِّمَ مَنْ خَلْفَهٗ.

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اس کو مستحب کہتے تھے کہ جب امام سلام پھیرے تو اس کے پیچھے نمازی بھی سلام پھیریں۔

۸۳۸ - حَدَّثَنَا حِبَّانُ بْنُ مُوْسٰى قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ' عَنِ الزُّهْرِيِّ' عَنْ مَحْمُوْدِ ابْنِ الرَّبِيْعِ' عَنْ عِتْبَانَ قَالَ صَلَّيْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' فَسَلَّمْنَا حِيْنَ سَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حبان بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از الزہری از محمود بن الربیع از عتبان' انہوں نے بیان کیا: ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی' جب آپ نے سلام پھیرا تو ہم نے سلام پھیرا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۲۴ میں گزر چکی ہے۔

۱۵۴ - بَابُ مَنْ لَّمْ يَرُدَّ السَّلَامَ عَلَى الْإِمَامِ' وَاكْتَفٰى بِتَسْلِيْمِ الصَّلٰوةِ

جو نمازی نماز کے سلام پر اکتفاء کر کے امام کو الگ سے سلام نہ کرے

۸۳۹ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ' عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِيْ مَحْمُوْدُ بْنُ الرَّبِيْعِ' وَزَعَمَ أَنَّهٗ عَقَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' وَعَقَلَ مَجَّةً مَجَّهَا مِنْ دَلْوٍ كَانَ فِيْ دَارِهِمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے محمود بن الربیع نے خبر دی' انہوں نے کہا: انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یاد ہیں اور یہ یاد ہے کہ آپ نے ان کے گھر میں ڈول سے پانی لے کر ان پر کلی کی تھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۷۷ میں گزر چکی ہے۔

۸۴۰ - قَالَ سَمِعْتُ عِتْبَانَ بْنَ مَالِكِ الْأَنْصَارِيَّ' ثُمَّ أَحَدَ بَنِيْ سَالِمٍ' قَالَ كُنْتُ أُصَلِّيْ لِقَوْمِيْ بَنِيْ سَالِمٍ' فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ إِنِّيْ أَنْكَرْتُ بَصَرِيْ' وَإِنَّ السُّيُوْلَ تَحُوْلُ بَيْنِيْ وَبَيْنَ مَسْجِدِ قَوْمِيْ' فَلَوَدِدْتُّ أَنَّكَ جِئْتَ فَصَلَّيْتَ فِيْ بَيْتِيْ مَكَانًا' حَتّٰى أَتَّخِذَهٗ مَسْجِدًا' فَقَالَ أَفْعَلُ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ. فَغَدَا عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبُوْ بَكْرٍ مَّعَهٗ' بَعْدَ مَا اشْتَدَّ النَّهَارُ' فَاسْتَأْذَنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَذِنْتُ لَهٗ' فَلَمْ يَجْلِسْ

امام بخاری ذکر کرتے ہیں کہ محمود بن الربیع نے کہا: میں نے حضرت عتبان بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ سے سنا' پھر بنو سالم کے ایک شخص سے' حضرت عتبان نے کہا: میں اپنی قوم کو بنو سالم میں نماز پڑھاتا تھا' پس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور میں نے عرض کیا کہ میری بینائی کم زور ہو چکی ہے اور میرے اور میری قوم کی مسجد کے درمیان ندی حائل ہے' پس میں چاہتا ہوں کہ آپ میرے گھر تشریف لائیں اور میرے گھر میں ایک جگہ نماز پڑھا دیں حتیٰ کہ میں اس جگہ کو مسجد بنا لوں' آپ نے فرمایا: میں ان شاء اللہ ایسا کروں گا' پھر صبح کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس آئے جب دن چڑھ چکا

حَتّٰی قَالَ اَیْنَ تُحِبُّ اَنْ اُصَلِّیَ مِنْ بَیْتِكَ؟ فَاَشَارَ اِلَیْهِ مِنَ الْمَكَانِ الَّذِیْ اَحَبَّ اَنْ یُّصَلِّیَ فِیْهِ، فَقَامَ فَصَفَفْنَا خَلْفَهٗ، ثُمَّ سَلَّمَ وَسَلَّمْنَا حِیْنَ سَلَّمَ.

اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی آپ کے ساتھ تھے' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اجازت طلب کی تو میں نے آپ کو اجازت دی' آپ اس وقت تک نہیں بیٹھے حتیٰ کہ آپ نے پوچھا: تم اپنے گھر میں کس جگہ مجھ سے نماز پڑھوانا چاہتے ہو؟ انہوں نے اس جگہ اشارہ کیا جہاں وہ نماز پڑھوانا چاہتے تھے' پھر آپ کھڑے ہو گئے اور ہم نے آپ کے پیچھے صف باندھی' پھر آپ نے سلام پھیرا اور جب آپ نے سلام پھیرا تو ہم نے بھی سلام پھیر دیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۲۴ میں گزر چکی ہے۔

۱۵۵ - بَابُ الذِّكْرِ بَعْدَ الصَّلٰوةِ

نماز کے بعد اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا

۸۴۱ - حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَیْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ عَمْرٌو اَنَّ اَبَا مَعْبَدٍ، مَوْلٰی ابْنِ عَبَّاسٍ، اَخْبَرَهٗ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَخْبَرَهٗ اَنَّ رَفْعَ الصَّوْتِ بِالذِّكْرِ، حِیْنَ یَنْصَرِفُ النَّاسُ مِنَ الْمَكْتُوْبَةِ، كَانَ عَلٰی عَهْدِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ. وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ كُنْتُ اَعْلَمُ اِذَا انْصَرَفُوْا بِذٰلِكَ اِذَا سَمِعْتُهٗ.

[طرف الحدیث: ۸۴۲]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن نصر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الرزاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے عمرو نے خبر دی کہ ان کو ابو معبد حضرت ابن عباس کے آزاد شدہ غلام نے خبر دی کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو انہوں نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں لوگوں کا معمول تھا کہ وہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے تھے' حضرت ابن عباس نے کہا: جب میں اس ذکر کو سنتا تو میں جان لیتا کہ لوگ نماز سے فارغ ہو چکے ہیں۔

(صحیح مسلم: ۵۸۳' الرقم المسلسل: ۱۲۹۳' سنن ابوداؤد: ۱۰۰۳' صحیح ابن خزیمہ: ۱۷۰۷' المعجم الکبیر: ۱۲۲۱۲' مسند احمد ج ۱ ص ۳۶۷ طبع قدیم' مسند احمد: ۳۴۷۸۔ ج ۵ ص ۴۳۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) اسحاق بن نصر' اور وہ اسحاق بن ابراہیم بن نصر ہیں جو ابراہیم السعدی البخاری کے والد ہیں' امام بخاری کبھی ان کو ان کے والد کی طرف منسوب کرتے ہیں اور کبھی ان کو ان کے دادا کی طرف منسوب کرتے ہیں (۲) عبد الرزاق بن ہمام (۳) عبد الملک بن عبد العزیز بن جریج (۴) عمرو بن دینار (۵) ابو معبد' ان کا نام نافذ ہے (۶) حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۱۸۰)

نماز کے بعد اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کے متعلق دیگر احادیث اور آثار

صلہ بن زفر بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نماز کے بعد یہ ذکر کرتے تھے: "اللھم انت السلام ومنك السلام تبارکت یا ذا الجلال والاکرام" حضرت عبد اللہ بن عمر نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی یہ ذکر کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۱۱۲' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۰۹۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو لکھا' جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز کا سلام پھیرتے تھے تو کون سا ذکر کرتے

تھے؟ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز کا سلام پھیر کر یہ ذکر کرتے تھے:

لَا اِلٰہ الا اللّٰہ وَحْدَہٗ لا شَرِیْكَ لَہٗ' لہ الملكُ وَلَہُ الحَمْدُ' وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شیءٍ قَدِیر' اللّٰھم لَا مَانِعَ لما اَعْطَیْتَ ولا معطی لما مَنَعْتَ ولا یَنْفَعُ ذَالْجدِّ منك الجَد.

اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے وہ واحد ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے' اے اللہ! جس کو تو عطا فرمائے اسے کوئی روکنے والا نہیں ہے اور جس سے تو روک لے اس کو کوئی دینے والا نہیں ہے اور تیرے مقابلہ میں کسی کوشش کرنے والے کی کوشش نفع نہیں دے سکتی۔

(صحیح البخاری: ۸۴۴' صحیح مسلم: ۵۹۳' سنن ابوداؤد: ۱۵۰۰' سنن نسائی: ۱۲۶۴' کتاب الدعا للطبرانی: ۶۸۶' مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۱۱۳' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۰۹۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سلام پھیرنے کے بعد یہ ذکر کرتے تھے: ''لا الٰہ الا اللّٰہ ولا نعبد الا ایاہ''۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۱۱۶' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۰۹۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

عمر بن عبدالعزیز یہ کہتے تھے کہ نماز کی تکمیل سے یہ ہے کہ تم نماز سے فارغ ہو کر تین بار یہ پڑھو: ''لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریك لہ' لہ الملك ولہ الحمد وھو علٰی کل شیء قدیر''۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۱۲۴' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۱۰۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

نماز کے بعد ذکر کے متعلق فقہاء مالکیہ کا نظریہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما جو نماز کے بعد اللہ اکبر کہتے تھے' اس سے معلوم ہوا کہ امراء اور حکام فرض نماز کی جماعت کے بعد اللہ اکبر کہتے ہیں اور ان کے پیچھے نمازی بھی کہتے ہیں' یہ ذکر جائز ہے۔

ابن حبیب نے کہا: صبح کی نماز کے بعد اور عشاء کی نماز کے بعد لشکر والے اور سرحد کے محافظین تین مرتبہ بلند آواز سے اللہ اکبر کہتے ہیں' یہ ذکر قدیم زمانہ سے مستحب ہے۔

ابن القاسم نے امام مالک سے روایت کیا ہے کہ دشمن کی سرزمین میں پانچ نمازوں کے بعد بلند آواز سے اللہ اکبر کہنا' المسورہ کی نکالی ہوئی بدعت ہے۔

یعنی دشمن کے علاقہ میں ایسا نہیں کرنا چاہیے' کیونکہ اس سے دشمن کو مسلمانوں کی نقل و حرکت کا پتا چل جائے گا۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۵۲۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

نماز کے بعد ذکر بالجہر کرنے کے متعلق فقہاء شافعیہ کا نظریہ

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ نماز کے بعد ذکر بالجہر جائز ہے' علامہ نووی نے کہا ہے کہ امام شافعی نے اس حدیث کو اس پر محمول کیا ہے کہ صحابہ نے تھوڑا عرصہ ذکر بالجہر کیا تھا تاکہ لوگوں کو ذکر کا طریقہ معلوم ہو جائے نہ یہ کہ وہ ہمیشہ ذکر بالجہر کرتے تھے' اور مختار یہ ہے کہ امام اور مقتدی آہستہ آواز سے ذکر کریں سوا اس کے کہ انہیں تعلیم کی ضرورت ہو۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۳۹۹' دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث میں اور دیگر احادیث میں ایسا کوئی لفظ نہیں ہے کہ یہ ذکر بالجہر تھوڑے عرصہ کے لیے کیا گیا تھا یا تعلیم کے لیے کیا گیا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے بعد جو ذکر کرتے تھے' اس کو صحابہ نے سنا اور اس کی روایت کی اور یہ اس پر دلیل ہے کہ آپ بلند آواز سے ذکر کرتے تھے۔

نماز کے بعد ذکر بالجہر کرنے کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا نظریہ

علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی ۶۲۰ ھ لکھتے ہیں:

نماز کا سلام پھیرنے کے بعد اللہ کا ذکر کرنا اور دعا کرنا مستحب ہے' حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے بعد یہ ذکر کرتے تھے: ''لا الٰه الا اللّٰه وحده لا شريك له' له الملك وله الحمد وهو علٰى كل شيء قدير الخ''۔

(صحیح البخاری: ۸۴۴' صحیح مسلم: ۵۹۳' مسند احمد ج ۴ ص ۲۴۵) (المغنی ج ۲ ص ۱۱۲' دار الحدیث' قاہرہ' ۱۴۲۵ ھ)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بلند آواز سے ذکر کیا تھا' تب ہی تو حضرت مغیرہ نے آپ سے اس ذکر کو سن کر اس کی روایت کی۔

علامہ شمس الدین عبدالرحمٰن بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۸۲ ھ نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔ (المغنی ج ۲ ص ۱۱۲' القاہرہ)

حافظ زین الدین عبدالرحمٰن بن شہاب الدین ابن رجب حنبلی متوفی ۷۹۵ ھ لکھتے ہیں:

قاضی ابویعلیٰ نے ''الجامع الکبیر'' میں لکھا ہے کہ امام احمد کا ظاہر کلام یہ ہے کہ امام کے لیے نمازوں کے بعد اتنی بلند آواز سے ذکر کرنا اور دعا کرنا سنت ہے جس کو مقتدی سن سکیں' اور امام احمد کی تصریحات اس پر دلالت کرتی ہیں کہ ذکر بالجہر امام کے ساتھ خاص نہیں ہے کیونکہ حضرت ابن عباس کی حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ نمازی بھی ذکر بالجہر کرتے تھے۔

حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کا سلام پھیرنے کے بعد یہ ذکر کرتے تھے: ''لا الٰه الا اللّٰه وحده لا شريك له' له الملك وله الحمد وهو علٰى كل شيء قدير الخ'' اس حدیث کے آخر میں یہ جملہ ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے بعد بلند آواز سے یہ ذکر کرتے تھے' اور اس میں ''یهلل'' کا لفظ ہے' اور ''اهلال'' کا معنی ہے: آواز بلند کرنا۔ (صحیح مسلم: ۵۹۴)

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نمازوں کے بعد بلند آواز سے ذکر کرتے حتیٰ کہ ان کے قریب والے سنتے تھے' اور جس حدیث میں بلند آواز سے ذکر کرنے سے منع فرمایا ہے' اس سے مراد یہ ہے کہ آواز بلند کرنے میں مبالغہ نہ کرو اور حد سے زیادہ نہ چلاؤ۔ (فتح الباری لابن رجب ج ۵ ص ۲۳۷۔۲۳۶ ملخصاً' دار ابن جوزی' بیروت' ۱۴۱۷ ھ)

نماز کے بعد ذکر بالجہر کرنے کے متعلق فقہاء احناف کا نظریہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے بعض متقدمین نے یہ استدلال کیا ہے کہ فرض نماز کے بعد بلند آواز سے اللہ اکبر کہنا اور ذکر کرنا مستحب ہے' (الیٰ قولہ) ایسا نہیں تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زندگی بھر یہ ذکر کرتے رہے ہوں اور اس سے آپ کے اصحاب نے یہ سمجھا کہ یہ ذکر لازم نہیں ہے' اس لیے انہوں نے اس کو ترک کر دیا تاکہ بعد کے لوگ یہ نہ سمجھیں کہ اس کے بغیر نماز مکمل نہیں ہوتی' اسی وجہ سے بعض فقہاء نے اس کو مکروہ کہا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۱۸۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

علامہ احمد الطحطاوی الحنفی المتوفی ۱۲۳۱ ھ لکھتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہونے کے بعد بلند آواز سے یہ ذکر کرتے تھے: ''لا اله الا الله وحده لا شريك له ' له الملك وله الحمد' وهو على كل شيء قدير الخ'' (صحیح البخاری: ۸۴۴' صحیح مسلم: ۵۹۳)۔اس حدیث سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ فرض نمازوں کے بعد بلند آواز سے ذکر کرنا جائز ہے' بلکہ بعض متقدمین نے اس کو مستحب لکھا ہے۔ (حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح ج ۱ ص ۴۲۲' المکتبۃ الغوثیہ کراچی)

۸۴۲- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرٌو قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَبُوْ مَعْبَدٍ' عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كُنْتُ اَعْرِفُ انْقِضَاءَ صَلٰوةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالتَّكْبِيْرِ. قَالَ عَلِيٌّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو قَالَ كَانَ اَبُوْ مَعْبَدٍ اَصْدَقَ مَوَالِي ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ عَلِيٌّ وَاسْمُهُ نَافِذٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمرو نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابومعبد نے خبر دی از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے کہا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے اختتام کو تکبیر سے پہچانتا تھا۔علی بن مدینی نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عمرو' انہوں نے کہا: ابومعبد حضرت ابن عباس کے آزاد کردہ غلاموں میں سب سے زیادہ صادق ہیں۔علی نے کہا: ان کا نام نافذ ہے۔

* باب مذکور کی حدیثیں' شرح صحیح مسلم: ۱۲۱۹۔۱۲۱۸۔۱۲۱۷۔ ج ۲ ص ۱۸۱ پر مذکور ہیں' ان کی شرح کا عنوان ہے: ذکر بالجہر۔ ہم نے اس موضوع پر ''ذکر بالجہر'' کے نام سے ایک رسالہ لکھا ہے' زیادہ تفصیل اور تحقیق کے لیے اس رسالہ کا مطالعہ فرمائیں۔

۸۴۳- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبِيْ بَكْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ' عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ' عَنْ سُمَيٍّ' عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ' عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ جَاءَ الْفُقَرَاءُ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا ذَهَبَ اَهْلُ الدُّثُوْرِ مِنَ الْاَمْوَالِ بِالدَّرَجَاتِ الْعُلَا وَالنَّعِيْمِ الْمُقِيْمِ يُصَلُّوْنَ كَمَا نُصَلِّيْ' وَيَصُوْمُوْنَ كَمَا نَصُوْمُ' وَلَهُمْ فَضْلٌ مِّنْ اَمْوَالٍ' يَحُجُّوْنَ بِهَا وَيَعْتَمِرُوْنَ' وَيُجَاهِدُوْنَ وَيَتَصَدَّقُوْنَ! قَالَ اَلَا اُحَدِّثُكُمْ اِنْ اَخَذْتُمْ' اَدْرَكْتُمْ مَنْ سَبَقَكُمْ' وَلَمْ يُدْرِكْكُمْ اَحَدٌ بَعْدَكُمْ' وَكُنْتُمْ خَيْرَ مَنْ اَنْتُمْ بَيْنَ ظَهْرَانَيْهِ' اِلَّا مَنْ عَمِلَ مِثْلَهٗ؟ تُسَبِّحُوْنَ وَتَحْمَدُوْنَ وَتُكَبِّرُوْنَ' خَلْفَ كُلِّ صَلٰوةٍ' ثَلَاثًا وَّثَلَاثِيْنَ. فَاخْتَلَفْنَا بَيْنَنَا' فَقَالَ بَعْضُنَا نُسَبِّحُ ثَلَاثًا وَّثَلَاثِيْنَ' وَنَحْمَدُ ثَلَاثًا وَّثَلَاثِيْنَ' وَنُكَبِّرُ اَرْبَعًا وَّثَلَاثِيْنَ' فَرَجَعْتُ اِلَيْهِ' فَقَالَ تَقُوْلُ سُبْحَانَ اللّٰهِ' وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ' وَاللّٰهُ اَكْبَرُ' حَتّٰى يَكُوْنَ مِنْهُنَّ كُلِّهِنَّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن ابی بکر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معتمر نے حدیث بیان کی از عبید اللہ از سمی از ابوصالح از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس فقراء آئے' انہوں نے کہا: مال دار لوگ اپنے مال کی وجہ سے بلند درجات کو اور دائمی جنت کو لے گئے' وہ اس طرح نماز پڑھتے ہیں جس طرح ہم نماز پڑھتے ہیں اور اس طرح روزے رکھتے ہیں جس طرح ہم روزے رکھتے ہیں اور مال کی وجہ سے ان کی زائد عبادت یہ ہے کہ وہ حج کرتے ہیں اور عمرہ کرتے ہیں اور جہاد کرتے ہیں اور صدقات دیتے ہیں' آپ نے فرمایا: میں تم کو وہ عمل نہ بتاؤں کہ اگر تم نے وہ عمل کیا تو تم ان کا درجہ پالو گے جنہوں نے تم پر سبقت کی ہے اور تمہارے بعد تمہارے درجہ کو کوئی نہیں پا سکے گا اور تم اپنے زمانہ میں سب سے افضل ہو گے' مگر وہ لوگ جو تمہاری طرح وہ عمل کریں' تم ہر نماز کے بعد تینتیس (۳۳) بار سبحان اللہ اور الحمد للہ اور اللہ اکبر پڑھو' پھر ہمارے درمیان اختلاف ہوا' ہم نے کہا: ہم تینتیس' تینتیس مرتبہ سبحان اللہ اور الحمد للہ کہیں

ثَلَاثًا وَّثَلَاثِیْنَ. [طرف الحدیث:٦٣٢٩]

گے اور چونتیس مرتبہ اللہ اکبر کہیں گے' پھر میں نے ان کی طرف رجوع کیا تو انہوں نے کہا: تم سبحان اللہ' الحمد للہ اور اللہ اکبر' ان میں سے ہر ایک کو تینتیس بار پڑھو۔

(صحیح مسلم:٥٩٥' الرقم المسلسل:١٣٢٢' سنن ابوداؤد:١٥٠٤' سنن ابن ماجہ:٩٢٧' صحیح ابن حبان:٢٠١٥' صحیح ابن خزیمہ:٧٤٩' سنن بیہقی ج ٢ ص١٨٦' شرح السنۃ:٧١٧' مسند الحمیدی:٩٣٣' مصنف ابن ابی شیبہ ج ١٣ ص ٢٤٤' المنتقی:١٩٠' مسند ابویعلی:٥٨٧٤' مسند احمد ج ٢ ص ٢٣٨ طبع قدیم' مسند احمد:٧٢٤٣۔ ج ١٢ ص١٨٦' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی:٦٣٣٦' مکتبۃ الرشد' ریاض' ١٤٢٧ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(١) محمد بن ابی بکر بن علی بن عطاء بن مقدم ابوعبداللہ المقدمی البصری (٢) معتمر بن سلیمان بن طرخان البصری (٣) عبید اللہ بن عمر بن حفص بن عاصم بن عمر بن الخطاب المدنی (٤) سمی مولیٰ ابوبکر بن عبد الرحمٰن (٥) ابوصالح ذکوان الزیات المدنی (٦) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ٦ ص ١٨٣)

اس حدیث میں "اہل الدثور" کا لفظ ہے۔ "دثور"' "دثر" کی جمع ہے' اس کا معنی ہے: مال کثیر۔

فقیر صابر اور غنی شاکر میں کون افضل ہے؟

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ کی اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ جب غنی اور فقیر کے فرائض برابر ہوں تو غنی نے جو صدقات کیے' مسافروں کی مدد کی اور قیدیوں کو چھڑایا اور جہاد کیا اور دیگر ایسے کام کیے جن پر فقراء کو قدرت نہیں تھی تو ان کاموں کی وجہ سے اغنیاء کو فقراء پر فضیلت حاصل ہوگئی۔ (شرح ابن بطال ج ٢ ص ٥٢٨' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کے ساتھ ایک مشہور مسئلہ متعلق ہے کہ غنی شاکر اور فقیر صابر ان دونوں میں سے کون افضل ہے؟ جمہور صوفیاء فقیر صابر کو ترجیح دیتے ہیں کیونکہ فقیر صابر اپنے نفس پر ایسی مشقت برداشت کرتا ہے جو غنی نہیں کرتا' لہٰذا وہ غنی شاکر سے افضل ہے' اور اس مسئلہ میں احادیث متعارض ہیں' اور میرے نزدیک وہ حال افضل ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جمہور صحابہ رضی اللہ عنہم کے لیے اختیار کیا ہے اور وہ ایسا فقر ہے جس میں ذلت نہ ہو اور اس مسئلہ میں تمہارے لیے یہ حدیث کافی ہے:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک فقراء مہاجرین اغنیاء سے پانچ سو سال کی مقدار پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔ (سنن ترمذی:٢٣٥٨' سنن ابن ماجہ:٤١٢٣' حلیۃ الاولیاء ج ٧ ص ٩٩' کنز العمال:١٦٦٢٠)

اگر اس کی تفصیل ثواب کی زیادتی سے کی جائے کہ جو عبادات مالیہ فقراء نہیں کر سکتے' اغنیاء وہ عبادات کر لیتے ہیں' تو اس اعتبار سے اغنیاء افضل ہیں اور اگر اس کی تفصیل میں یہ کہا جائے کہ فقراء کو نفس کی ریاضت حاصل ہوتی ہے تو اس لحاظ سے فقراء افضل ہیں۔

نیز حدیث میں ہے: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فقراء کو تسبیحات مذکورہ بتائیں تو پھر فقراء دوبارہ آپ کے پاس آئے اور کہا کہ اغنیاء اور مال داروں کو جب یہ علم ہوا کہ ہم یہ تسبیحات پڑھ رہے ہیں تو انہوں نے بھی یہ تسبیحات پڑھنی شروع کر دیں (اور وہ اپنی مالی عبادات کے ذریعہ پھر ہم سے بڑھ گئے' تو آپ نے فرمایا: یہ اللہ کا فضل ہے وہ جس کو چاہے عطا کر دے)۔ (صحیح مسلم:٥٩٥)

اس سے معلوم ہوا کہ انسان ثواب کا مستحق نہ اذکار سے ہوتا ہے نہ مالی عبادات سے ثواب کا مستحق ہوتا ہے' انسان صرف اللہ

تعالیٰ کے فضل سے ثواب کا مستحق ہوتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ٦ ص ١٩٠۔ ١٨٩ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

منقول ہے کہ حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ فقیر صابر اور غنی شاکر میں کون افضل ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: افضل صرف فقیر شاکر ہے۔ (اشعۃ اللمعات ج ٤ ص ٢٢٩ 'مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ' کوئٹہ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ١٢٤٨۔ ج ٢ ص ٢٠١ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح کا عنوان ہے: غنی اور فقیر۔

٨٤٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ وَرَّادٍ، كَاتِبِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ، قَالَ أَمْلَى عَلَيَّ الْمُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ، فِي كِتَابٍ إِلَى مُعَاوِيَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ فِي دُبُرِ كُلِّ صَلَاةٍ مَكْتُوبَةٍ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ، وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، اللَّهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ، وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ، وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ. وَقَالَ شُعْبَةُ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ، بِهَذَا. عَنِ الْحَكَمِ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُخَيْمِرَةَ، عَنْ وَرَّادٍ، بِهَذَا. وَقَالَ الْحَسَنُ الْجَدُّ غِنًى. [اطراف الحدیث: ١٤٧٧۔ ٢٤٠٨۔ ٥٩٧٥۔ ٦٣٣٠۔ ٦٤٧٣۔ ٦٦١٥۔ ٧٢٩٢]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عبد الملک بن عمیر از ورّاد کاتب المغیرہ بن شعبہ' انہوں نے کہا کہ حضرت المغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے مجھ سے حضرت معاویہ کی طرف خط لکھوایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر فرض نماز کے بعد یہ ذکر کرتے تھے: (ترجمہ:) اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں' وہ واحد ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے' اسی کی سلطنت ہے اور اسی کے لیے حمد ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے' اے اللہ! جو چیز تو عطا کرے اسے کوئی روکنے والا نہیں ہے اور جس چیز کو تو روک لے اسے کوئی دینے والا نہیں ہے اور کسی کوشش کرنے والے کی کوشش تیرے مقابلہ میں نفع نہیں دے گی' اور شعبہ نے اس حدیث کو عبد الملک سے روایت کیا ہے' الحسن نے کہا: "جد" کا معنی غنی ہے' الحکم نے اس کو از القاسم بن مخیمرہ از ورّاد روایت کیا ہے۔

(صحیح مسلم: ٥٩٣' الرقم المسلسل: ١٣١٤' سنن ابوداؤد: ١٥٠٥' سنن نسائی: ١٣٤٠' مصنف عبد الرزاق: ٣٢٢٤' المعجم الکبیر: ٩٢٤۔ ج ٢٠' کتاب الدعاء: ٦٩٤' مسند احمد ج ٤ ص ٢٤٥ طبع قدیم' مسند احمد: ١٨١٣٩۔ ج ٣٠ ص ٧٠' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ٦٤٠٥)

حدیث مذکور کے رجال

(١) محمد بن یوسف الفریابی (٢) سفیان ثوری (٣) عبد الملک بن عمیر (٤) ورّاد (٥) حضرت مُغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ۔

(عمدۃ القاری ج ٦ ص ١٩٠)

نماز کے بعد اذکار پڑھنے کا مستحب ہونا

علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نمازوں کے بعد یہ ذکر کرنا مستحب ہے کیونکہ اس میں توحید کے الفاظ ہیں اور دینے' روکنے اور تمام قدرت کے افعال اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ٦ ص ١٩٣)

میں کہتا ہوں کہ احادیث صحیحہ میں مزید اذکار کا ذکر ہے:

کعب بن عجرہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نماز کے بعد پڑھے جانے والے کچھ اذکار ہیں' ان کو پڑھنے والا ناکام اور نامراد نہیں ہوتا' ہر نماز کے بعد تینتیس مرتبہ سبحان اللہ کہے اور تینتیس مرتبہ الحمد للہ کہے اور چونتیس مرتبہ اللہ اکبر کہے۔

(صحیح مسلم:۵۹۶'سنن ترمذی:۳۴۱۲'سنن نسائی:۱۳۴۵)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے صبح کی نماز کے بعد سو مرتبہ سبحان اللہ کہا اور سو مرتبہ لا الہ الا اللہ کہا' اس کے گناہوں کو بخش دیا جائے گا خواہ اس کے گناہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہوں۔ (سنن نسائی:۱۳۵۰)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے ہر فرض نماز کے بعد آیۃ الکرسی کو پڑھا' اس کو موت کے سوا کوئی چیز جنت میں داخل ہونے سے مانع نہیں ہے۔ (عمل الیوم واللیلۃ للنسائی:۱۰۰'مؤسسۃ الکتب الثقافیہ بیروت'۱۴۰۸ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم:۱۲۳۹۔ ج ۲ ص ۱۹۹ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

١٥٦ - بَابٌ يَسْتَقْبِلُ الْإِمَامُ النَّاسَ إِذَا سَلَّمَ

امام جب سلام پھیرے تو لوگوں کی طرف منہ کر کے بیٹھے

٨٤٥ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو رَجَاءٍ، عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدَبٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَلَّى صَلٰوةً أَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهِ. [اطراف الحدیث:۱۱۴۳۔ ۱۳۸۶۔ ۲۰۸۵۔ ۲۷۹۱۔ ۳۲۳۶۔ ۳۳۵۴۔ ۴۶۷۴۔ ۶۰۹۶۔ ۷۰۴۷]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر بن حازم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو رجاء نے حدیث بیان کی از سمرہ بن جندب' انہوں نے بیان کیا کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ لیتے تو ہماری طرف منہ کر کے بیٹھتے۔

(صحیح مسلم:۲۲۷۵'الرقم المسلسل:۵۸۲۷'سنن ترمذی:۲۲۹۴)

اس حدیث کے چار رجال ہیں' ان کا پہلے تعارف ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ لیتے تو اپنے چہرے کو ہماری طرف متوجہ کرتے۔

نماز کے بعد لوگوں کی طرف منہ کرنے کی حکمت

نبی صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کی طرف اس لیے منہ کرتے تھے کہ لوگوں کو آپ سے مسائل پوچھنے کی ضرورت ہوتی تھی' نیز آپ قبلہ سے منہ پھیر کر بیٹھ جاتے تاکہ کوئی نیا آنے والا یہ نہ گمان کرے کہ آپ نماز کے تشہد میں بیٹھے ہیں۔

علامہ ابن بطال نے لکھا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ اور ابراہیم النخعی بھی اسی طرح کرتے تھے۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۴۵۰'دار الکتب العلمیہ بیروت'۱۴۲۴ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم:۵۸۲۰۔ ج ۶ ص ۶۵۷ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

٨٤٦ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ أَنَّهُ قَالَ صَلَّى لَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةَ الصُّبْحِ بِالْحُدَيْبِيَةِ، عَلٰى إِثْرِ سَمَاءٍ كَانَتْ مِنَ اللَّيْلَةِ، فَلَمَّا انْصَرَفَ، أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ هَلْ تَدْرُونَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از مالک از صالح بن کیسان از عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود از زید بن خالد جہنی' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ میں ہمیں صبح کی نماز پڑھائی' اس وقت رات کی بارش کے آسمان پر آثار تھے' نماز سے فارغ ہو کر آپ لوگوں کی طرف منہ کر کے بیٹھے' پھر آپ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ

مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ؟ قَالُوا اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ، قَالَ اَصْبَحَ مِنْ عِبَادِيْ مُؤْمِنٌ بِيْ وَ كَافِرٌ، فَاَمَّا مَنْ قَالَ مُطِرْنَا بِفَضْلِ اللّٰهِ وَرَحْمَتِهٖ، فَذٰلِكَ مُؤْمِنٌ بِيْ، وَكَافِرٌ بِالْكَوْكَبِ، وَاَمَّا مَنْ قَالَ بِنَوْءِ كَذَا وَكَذَا، فَذٰلِكَ كَافِرٌ بِيْ وَ مُؤْمِنٌ بِالْكَوْكَبِ.

[اطراف الحدیث: ۱۰۳۸۔ ۴۱۴۷۔ ۷۵۰۳]

تمہارے رب نے کیا فرمایا ہے؟ صحابہ نے کہا: اللہ اور اس کا رسول زیادہ جاننے والے ہیں' آپ نے فرمایا: اللہ ارشاد فرماتا ہے: میرے کچھ بندے صبح کو ایمان لانے والے ہوئے اور کچھ بندے کافر ہوئے' جنہوں نے کہا: اللہ کے فضل اور اس کی رحمت سے بارش ہوئی وہ مجھ پر ایمان لانے والے ہیں اور ستاروں کا کفر کرنے والے ہیں اور جنہوں نے کہا: فلاں فلاں ستارے کی وجہ سے بارش ہوئی ہے وہ میرا کفر کرنے والے ہیں اور ستاروں پر ایمان لانے والے ہیں۔

(صحیح مسلم: ۷۱' الرقم المسلسل: ۲۲۷' سنن ابوداؤد: ۳۹۰۶' سنن نسائی: ۱۵۲۶' السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۰۷۶۱' عمل الیوم واللیلۃ: ۹۲۵' صحیح ابن حبان: ۱۸۸' سنن بیہقی ج ۳ ص ۳۵۷' شرح السنۃ: ۱۱۶۹' مسند احمد ج ۴ ص ۱۱۷ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۷۰۶۱۔ ج ۲۸ ص ۲۹' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۱۸۰۱' مکتبۃ الرشد' ریاض)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب سے سوال کیا کہ تمہیں معلوم ہے کہ تمہارے رب نے کیا فرمایا؟ اس سے معلوم ہوا کہ امام اور سربراہ مملکت کا عوام سے سوال کرنا جائز ہے تاکہ وہ سوال کے جواب میں غور کریں' نیز اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے ظہور کے لیے اسباب بنائے اور ان اسباب کی طرف ان چیزوں کی نسبت کرنی جائز ہے' لیکن حقیقت میں ہر چیز کا فاعل اللہ تعالیٰ ہے۔

محکمہ موسمیات کا بارش کی پیشگی اطلاع دینے کا حکم

محکمہ موسمیات والے برسانے والی ہواؤں کا رخ دیکھ کر پہلے سے بتا دیتے ہیں کہ فلاں دن فلاں علاقہ میں بارش ہوگی یا نہیں ہوگی یا فلاں دن مطلع ابر آلود ہوگا یا دھوپ نکلے گی' ان کے پاس ایسے آلات ہوتے ہیں جن سے وہ ہواؤں کا اور بادلوں کا رخ جان لیتے ہیں اور اکثر و بیشتر ان کی اطلاع صحیح ہوتی ہے' لیکن وہ صرف علامات سے پیشگی خبر دیتے ہیں اور ان علامات کو حقیقی سبب نہیں قرار دیتے' اس لیے اُن کا خبر دینا جائز ہے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۳۹۔ ج ۱ ص ۵۲۴ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے عنوان حسب ذیل ہیں:

(۱) ستاروں کے مؤثر ہونے کا قرآن مجید سے ابطال (۲) کواکب سیارگان اور بروج کا بیان (۳) ستارہ پرستوں کا نظریہ (۴) اسباب کی تاثیر کا بیان۔

۸۴۷ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ سَمِعَ يَزِيْدَ قَالَ اَخْبَرَنَا حُمَيْدٌ، عَنْ اَنَسٍ قَالَ اَخَّرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّلٰوةَ ذَاتَ لَيْلَةٍ اِلٰى شَطْرِ اللَّيْلِ، ثُمَّ خَرَجَ عَلَيْنَا، فَلَمَّا صَلّٰى اَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهٖ، فَقَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے یزید سے سنا' انہوں نے کہا: ہمیں حمید نے خبر دی از حضرت انس رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عشاء کی نماز آدھی رات تک مؤخر کر دی' پھر ہمارے

إِنَّ النَّاسَ قَدْ صَلَّوْا وَرَقَدُوْا، وَإِنَّكُمْ لَنْ تَزَالُوْا فِيْ صَلٰوةٍ مَا انْتَظَرْتُمُ الصَّلٰوةَ.

پاس تشریف لائے پس جب نماز پڑھالی تو ہماری طرف منہ کر کے فرمایا: بے شک لوگوں نے نماز پڑھ لی اور سو گئے اور تم اس وقت تک نماز میں رہے جب تک تم نماز کا انتظار کرتے رہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۵۷۲ میں گزر چکی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا: عشاء کی نماز کا وقت آدھی رات تک ہے۔

۱۵۷ - بَابُ مُكْثِ الْإِمَامِ فِيْ مُصَلَّاهُ بَعْدَ السَّلَامِ

امام کا سلام پھیرنے کے بعد اپنے مصلیٰ پر ٹھہرنا

۸۴۸ - وَقَالَ لَنَا اٰدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ نَافِعٍ قَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ يُصَلِّيْ فِيْ مَكَانِهِ الَّذِيْ صَلّٰى فِيْهِ الْفَرِيْضَةَ. وَفَعَلَهُ الْقَاسِمُ. وَيُذْكَرُ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَفَعَهُ لَا يَتَطَوَّعُ الْإِمَامُ فِيْ مَكَانِهِ. وَلَمْ يَصِحَّ.

(سنن ابوداؤد: ۱۰۰۶' سنن ابن ماجہ: ۱۴۲۷)

امام بخاری ذکر کرتے ہیں: ہم سے آدم نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ایوب از نافع' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت ابن عمر اسی جگہ نماز پڑھتے تھے جہاں انہوں نے فرض نماز پڑھائی تھی۔ قاسم نے بھی اسی طرح کیا اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مرفوعاً بیان کرتے ہیں کہ امام اپنی جگہ میں نوافل نہ پڑھے اور اس حدیث کی سند صحیح نہیں ہے۔

سلام پھیرنے کے بعد امام کا اپنی جگہ بیٹھے رہنے میں فقہاء کا اختلاف

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

جمہور علماء کا یہ مذہب ہے کہ امام نے جس جگہ فرض نماز پڑھائی ہے وہاں پر نفل نہ پڑھے۔

امام ابن ابی شیبہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت علی نے فرمایا: امام اس وقت تک نفل نہ پڑھے حتیٰ کہ اپنی جگہ سے منتقل ہو جائے یا فرض اور نفل کے درمیان کوئی کلام کر کے فصل کر دے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۰۷۶' مجلس علمی' بیروت)

حضرت ابن عمر نے اس فعل کو امام کے لیے مکروہ کہا ہے اور یہ کہا ہے کہ غیر امام کے لیے اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۰۷۶' مجلس علمی' بیروت)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: امام کے لیے یہ مکروہ ہے کہ وہ اسی جگہ نفل پڑھے جہاں اس نے فرض پڑھے ہیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۰۷۸' مجلس علمی' بیروت)

بعض آثار میں اس کی رخصت بھی دی گئی ہے:

عبیداللہ بن عمر بیان کرتے ہیں کہ میں نے قاسم اور سالم کو دیکھا کہ وہ فرض نماز پڑھاتے' پھر اسی جگہ نفل پڑھتے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۰۷۲' مجلس علمی' بیروت' ۱۴۲۷ھ)

رہا امام کا سلام پھیرنے کے بعد اپنے مصلیٰ پر ٹھہرنا تو اس کو اکثر علماء نے مکروہ کہا ہے' یہ اس صورت میں ہے جب وہ امام مقرر ہو' لیکن اگر کوئی سبب ہو تو پھر امام کا اپنے مصلیٰ پر ٹھہرنے میں کوئی حرج نہیں ہے' جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے مصلیٰ پر اس لیے ٹھہرے کہ مردوں سے پہلے عورتیں گزر جائیں۔

یہ امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کا مذہب ہے اور امام مالک نے کہا ہے: جب کہ وہ مسجد میں نماز باجماعت کا امام ہو تو وہ مصلیٰ پر کھڑا ہو جائے اور نماز کے لیے نہ بیٹھے اور اگر وہ سفر میں امام ہو تو چاہے تو کھڑا ہو اور چاہے تو بیٹھ جائے۔

امام ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ ہر وہ نماز جس کے بعد نفل ہوں تو امام نفل پڑھنے کے لیے کھڑا ہو جائے اور جس نماز کے بعد نفل نہ ہوں جیسے عصر اور فجر کی نماز ہے تو اگر وہ چاہے تو کھڑا ہو اور چاہے تو بیٹھ جائے۔

امام محمد نے کہا ہے کہ وہ تمام نمازوں میں اپنی جگہ سے منتقل ہو جائے تاکہ مقتدی کو یقین ہو جائے کہ اب امام کی نماز سے کوئی سجدہ سہو وغیرہ باقی نہیں ہے۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن مسعود اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب سلام پھیرتے تو صرف اتنی مقدار ٹھہرتے جتنی مقدار میں آپ اتنی دعا پڑھتے: ''اللھم انت السلام ومنك السلام تبارکت یا ذالجلال والاکرام''۔

نیز حضرت ابن مسعود نے کہا: جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ لیتے تو یا تو کھڑے رہتے یا مڑ جاتے۔

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر نے فرمایا: سلام پھیرنے کے بعد امام کا بیٹھا رہنا بدعت ہے۔

فقہاء کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ جب امام سلام پھیر دے تو نمازیوں کو اس کے کھڑے ہونے سے پہلے کھڑا ہونا جائز ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب تک امام نماز سے فارغ ہو کر نہ کھڑا ہو نہ مڑے اور تم کو جانے کی ضرورت ہو تو چلے جاؤ اور امام کو اس کے حال پر چھوڑ دو' تمہاری نماز پوری ہو چکی ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۵۳۱۔ ۵۳۰' دار الکتب العلمیہ' ۱۴۲۴ھ)

۸٤۹ - **حَدَّثَنَا** اَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ، عَنْ هِنْدٍ بِنْتِ الْحَارِثِ، عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا سَلَّمَ، يَمْكُثُ فِيْ مَكَانِهٖ يَسِيْرًا. قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فَنُرٰى وَاللّٰهُ اَعْلَمُ لِكَيْ يَنْفُذَ مَنْ يَّنْصَرِفُ مِنَ النِّسَاءِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الزہری نے حدیث بیان کی از ھند بنت الحارث از حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سلام پھیرتے تو اپنی جگہ پر تھوڑی دیر ٹھہرتے۔ ابن شہاب نے کہا: ہماری رائے یہ ہے واللہ اعلم (کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا اس لیے کرتے تھے) تاکہ نماز سے فارغ ہونے والی عورتیں گزر جائیں۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۸۳۷ کا مطالعہ کریں۔

۸۵۰ - **وَقَالَ** ابْنُ اَبِيْ مَرْيَمَ اَخْبَرَنَا نَافِعُ بْنُ يَزِيْدَ قَالَ اَخْبَرَنِيْ جَعْفَرُ بْنُ رَبِيْعَةَ اَنَّ ابْنَ شِهَابٍ كَتَبَ اِلَيْهِ قَالَ حَدَّثَتْنِيْ هِنْدُ بِنْتُ الْحَارِثِ الْفِرَاسِيَّةُ، عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ، زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَكَانَتْ مِنْ صَوَاحِبَاتِهَا، قَالَتْ كَانَ يُسَلِّمُ، فَيَنْصَرِفُ النِّسَاءُ، فَيَدْخُلْنَ بُيُوْتَهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّنْصَرِفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اور ابن ابی مریم نے کہا: ہمیں نافع بن یزید نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے جعفر بن ربیعہ نے خبر دی کہ ابن شہاب نے ان کی طرف لکھا: مجھے ھند بنت الحارث الفراسیہ نے خبر دی از حضرت ام سلمہ' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ اور وہ ان کی سہیلیوں میں سے تھیں' انہوں نے بیان کیا کہ آپ سلام پھیرتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مڑنے سے پہلے عورتیں نماز سے مڑ کر اپنے گھروں میں داخل ہو جاتیں۔

وَقَالَ ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ يُوْنُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ اَخْبَرَتْنِيْ هِنْدُ الْفِرَاسِيَّةُ.

اور ابن وہب نے کہا: از یونس از شہاب مجھے ھند الفراسیہ نے خبر دی۔

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل حدیث ہے:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں عورتیں جب نماز کا سلام پھیرتیں تو کھڑی ہو جاتیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور جو مرد آپ کے ساتھ نماز پڑھتے' جتنی دیر اللہ چاہتا ٹھہرے رہتے' پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوتے تو وہ لوگ بھی کھڑے ہو جاتے۔ (سنن نسائی: ١٣٢٩ ١١' سنن ابوداؤد: ١٠٤٠' سنن ابن ماجہ: ٩٣٢)

وَقَالَ عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ اَخْبَرَنَا يُوْنُسُ' عَنِ الزُّهْرِيِّ حَدَّثَتْنِيْ هِنْدُ الْفِرَاسِيَّةُ .

اور عثمان بن عمر نے کہا: ہمیں یونس نے خبر دی از الزہری کہ مجھے ھند الفراسیہ نے خبر دی۔

اس تعلیق کی اصل عنقریب' صحیح البخاری: ٨٦٤ میں آ رہی ہے۔

وَقَالَ الزُّبَيْدِيُّ اَخْبَرَنِي الزُّهْرِيُّ اَنَّ هِنْدَ بِنْتَ الْحَارِثِ الْقُرَشِيَّةَ اَخْبَرَتْهُ' وَكَانَتْ تَحْتَ مَعْبَدِ بْنِ الْمِقْدَادِ' وَهُوَ حَلِيْفُ بَنِيْ زُهْرَةَ' وَكَانَتْ تَدْخُلُ عَلٰى اَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

اور الزبیدی نے کہا: مجھے الزہری نے خبر دی کہ ھند بنت الحارث القرشیہ نے خبر دی اور وہ معبد بن المقداد کے نکاح میں تھیں اور وہ بنو الزہرہ کے حلیف تھے اور ھند' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاتی رہتی تھیں۔

اس تعلیق کی اصل یہ ہے کہ عورتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز میں حاضر ہوتی تھیں' پس جب آپ سلام پھیرتے تو مردوں کے کھڑے ہونے سے پہلے عورتیں کھڑی ہو جاتیں اور اپنے گھروں کو چلی جاتیں۔

اس حدیث کو امام طبرانی نے مسند الشامیین میں روایت کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ٦ ص ٢٠٢)

وَقَالَ شُعَيْبٌ' عَنِ الزُّهْرِيِّ حَدَّثَتْنِيْ هِنْدُ الْقُرَشِيَّةُ . وَقَالَ ابْنُ اَبِيْ عَتِيْقٍ' عَنِ الزُّهْرِيِّ' عَنْ هِنْدِ الْفِرَاسِيَّةِ.

اور شعیب نے کہا از الزہری: مجھے ھند القرشیہ نے حدیث بیان کی' اور ابن ابی عتیق نے کہا از الزہری از ھند الفراسیہ۔

اس تعلیق کا محمد بن یحییٰ نے الزہریات میں ذکر کیا ہے۔

وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِيْ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَهُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ' عَنِ امْرَاَةٍ مِنْ قُرَيْشٍ حَدَّثَتْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

اور لیث نے کہا: مجھے یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی' ان کو حدیث بیان کی از ابن شہاب از خاتون قریش' انہوں نے ان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث روایت کی۔

یہ حدیث متصل نہیں ہے کیونکہ ھند بنت الحارث تابعیہ ہیں' صحابیہ نہیں ہیں۔ اس میں خاتون قریش سے مراد ھند بنت الحارث ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ٦ ص ٢٠٣)

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ٨٣٧ میں گزر چکی ہے۔

١٥٨ - بَابُ مَنْ صَلّٰى بِالنَّاسِ' فَذَكَرَ حَاجَةً فَتَخَطَّاهُمْ

جس شخص نے لوگوں کو نماز پڑھائی' پھر اسے کوئی کام یاد آیا تو وہ لوگوں کو پھلانگتا ہوا چلا گیا

یعنی اس سے پہلے باب میں جو بیان کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھانے کے بعد اپنے مصلٰی پر بیٹھے رہتے تھے' وہ اس وقت تھا جب آپ کو کوئی کام درپیش نہ ہو اور جب آپ کو کوئی کام یاد آتا تو آپ اٹھ کر چلے جاتے۔

٨٥١- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا عِيْسَى بْنُ يُوْنُسَ' عَنْ عُمَرَ بْنِ سَعِيْدٍ قَالَ اَخْبَرَنِي ابْنُ اَبِيْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عیسیٰ بن یونس نے حدیث بیان کی از

مُلَيْكَةَ، عَنْ عُقْبَةَ قَالَ صَلَّيْتُ وَرَاءَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِينَةِ الْعَصْرَ، فَسَلَّمَ ثُمَّ قَامَ مُسْرِعًا، فَتَخَطّٰى رِقَابَ النَّاسِ، إِلٰى بَعْضِ حُجَرِ نِسَائِهِ، فَفَزِعَ النَّاسُ مِنْ سُرْعَتِهِ، فَخَرَجَ عَلَيْهِمْ، فَرَاٰى أَنَّهُمْ عَجِبُوْا مِنْ سُرْعَتِهِ، فَقَالَ ذَكَرْتُ شَيْئًا مِنْ تِبْرٍ عِنْدَنَا، فَكَرِهْتُ أَنْ يَحْبِسَنِيْ، فَأَمَرْتُ بِقِسْمَتِهِ.

[اطراف الحدیث: ۱۲۲۱-۱۴۳۰-۶۲۷۵] (سنن نسائی: ۱۳۶۴، سنن بیہقی ج ۲ ص ۳۴۹، الاحاد والمثانی: ۷۷۴، المعجم الکبیر: ۹۷۹-ج ۱۷، مسند احمد ج ۴ ص ۷-۸ طبع قدیم، مسند احمد: ۱۶۱۵۱-ج ۲۶ ص ۷۲-۷۳، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

عمر بن سعید انہوں نے کہا: مجھے ابن ابی ملیکہ نے خبر دی از حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے مدینہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے عصر کی نماز پڑھی' پس آپ نے سلام پھیرا' پھر آپ جلدی سے اٹھے اور لوگوں کی گردنیں پھلانگتے ہوئے اپنی ازواج مطہرات کے کسی حجرہ کی طرف چلے گئے' لوگ آپ کی جلدی کی وجہ سے گھبرا گئے' پس آپ لوگوں کے پاس آئے تو دیکھا کہ وہ آپ کے جلدی جانے کی وجہ سے تعجب کر رہے ہیں' تو آپ نے فرمایا: مجھے یاد آیا کہ ہمارے پاس کچھ سونا ہے' پس مجھے ناپسند ہوا کہ وہ سونا مجھے روکے رکھے' سو میں نے اس کو تقسیم کرنے کا حکم دیا۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن عبید بن میمون' یہ محمد بن عباد قرشی کے نام سے مشہور ہیں (۲) عیسیٰ بن یونس بن ابی اسحاق السبیعی' یہ ایک سال حج کرتے تھے اور ایک سال جہاد کرتے تھے۔ یہ ۱۸۷ھ میں شام کی سرحد کے قریب حدث نامی شہر میں فوت ہوئے (۳) عمر بن سعید بن ابی حسین مکی (۴) عبداللہ بن ابی ملیکہ (۵) حضرت عقبہ بن الحارث النوفلی رضی اللہ عنہ' ان کی کنیت ابوسروعہ ہے' یہ فتح مکہ سے پہلے اسلام لے آئے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۲۰۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مالِ دنیا سے بے رغبتی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی کام کی وجہ سے جلدی میں لوگوں کی گردنیں پھلانگ کر گئے تھے' اس سے معلوم ہوا کہ کسی ایسی ضرورت کی وجہ سے جس کے بغیر کوئی چارہ نہ ہو' نمازی لوگوں کی گردنیں پھلانگ کر جا سکتا ہے' جیسے آدمی کی اچانک نکسیر پھوٹ جائے یا اس کو قضاء حاجت کی شدید ضرورت ہو۔

آپ کو نماز میں سونے کا ٹکڑا یاد آیا' اور آپ نے اس کو لوگوں میں تقسیم کرنا چاہا اور یہ عبادت ہے' پس معلوم ہوا کہ نماز میں کسی عبادت کے متعلق غور و فکر کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

آپ نے فرمایا: مجھے ناپسند ہوا کہ وہ سونا مجھے روکے رکھے یعنی آخرت میں' علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ صدقہ کرنے میں تاخیر صدقہ کرنے والے کو آخرت میں روک لیتی ہے' علامہ عینی نے کہا ہے: جو شخص زکوٰۃ ادا کرنے میں تاخیر کرے یا مسلمانوں کے صدقہ کو ادا کرنے میں تاخیر کرے' یا وصیت پوری کرنے میں تاخیر کرے تو یہ خدشہ ہے کہ یہ تاخیر قیامت کے دن اس کو دخولِ جنت سے روک لے گی' یعنی وہ جلدی جنت میں نہیں جا سکے گا۔

نیز اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ اپنے پاس کچھ مال نہیں رکھتے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۲۰۴' دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۵۹ - بَابُ الْاِنْفِتَالِ وَالْاِنْصِرَافِ عَنِ الْيَمِيْنِ وَالشِّمَالِ

نماز سے فارغ ہونے کے بعد دائیں طرف اور بائیں طرف مڑ کر بیٹھنا

یعنی نماز پڑھانے کے بعد امام پر یہ لازم نہیں ہے کہ وہ کسی ایک جانب مڑ کر بیٹھے' وہ دائیں طرف بھی مڑ کر بیٹھ سکتا ہے اور بائیں طرف بھی۔

وَكَانَ اَنَسٌ يَنْفَتِلُ عَنْ يَّمِيْنِهٖ وَ عَنْ يَّسَارِهٖ' وَيَعِيْبُ عَلٰى مَنْ يَّتَوَخّٰى' اَوْ مَنْ يَّعْمِدُ الْاِنْفِتَالَ عَنْ يَّمِيْنِهٖ.

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ دائیں طرف بھی مڑ کر بیٹھتے تھے اور بائیں طرف بھی اور اس کی مذمت کرتے تھے جو دائیں طرف مڑ کر ہی بیٹھنے کا قصد کرے۔

(اس تعلیق کی اصل امام مسدد کی مسند کبیر میں ہے۔عمدۃ القاری ج ٦ ص ٢٠٥)

تاہم اس تعلیق کی تائید میں درج ذیل احادیث اور آثار ہیں:

سلام پھیرنے کے بعد دائیں اور بائیں جانب مڑ کر بیٹھنے کے متعلق احادیث اور آثار

اسود بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: تم میں سے کوئی شخص شیطان کے لیے اپنی طرف سے حصہ نہ بنائے اور وہ یہ اعتقاد کرے کہ اس پر واجب ہے کہ وہ صرف دائیں طرف مڑ کر بیٹھے' کیونکہ میں نے اکثر مرتبہ دیکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بائیں طرف مڑ کر بیٹھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:٣١٢٥'مجلس علمی' بیروت' ١٤٢٧ھ'مصنف ابن ابی شیبہ:٣١٠٨'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٦ھ)

قبیصہ بن ھلب اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی تو انہوں نے دیکھا کہ آپ دونوں طرف مڑ کر بیٹھتے تھے۔(مصنف ابن ابی شیبہ:٣١٢٧'مجلس علمی' بیروت'مصنف ابن ابی شیبہ:٣١٠٩'دار الکتب العلمیہ' بیروت)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مڑ کر دائیں طرف بیٹھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:٣١٢٧'مجلس علمی' بیروت'مصنف ابن ابی شیبہ:٣١١٠'دار الکتب العلمیہ' بیروت)

حارث بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی نے فرمایا: جب تم اپنی نماز ادا کر لو اور اپنی ضرورت پوری کرنا چاہو تو تمہاری حاجت دائیں جانب ہو یا بائیں جانب ہو' اسی جانب مڑ جاؤ۔(مصنف ابن ابی شیبہ:٣١٢٨'مجلس علمی' بیروت'مصنف ابن ابی شیبہ:٣١١١'دار الکتب العلمیہ' بیروت)

غزوان بن جریر اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جب سلام پھیرتے تو اس کی پرواہ نہیں کرتے تھے کہ دائیں طرف مڑیں یا بائیں طرف۔(مصنف ابن ابی شیبہ:٣١٢٩'مجلس علمی' بیروت'مصنف ابن ابی شیبہ:٣١١٢'دار الکتب العلمیہ' بیروت)

ناجیہ بیان کرتے ہیں: حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا جو بائیں طرف مڑ کر بیٹھا تو انہوں نے کہا: اس شخص نے سنت کو پالیا۔(مصنف ابن ابی شیبہ:٣١٣١'مجلس علمی' بیروت'مصنف ابن ابی شیبہ:٣١١٥'دار الکتب العلمیہ' بیروت)

ابراہیم النخعی نے کہا: تم جس طرف مڑ کر بیٹھنا چاہو' مڑ کر بیٹھ جاؤ۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:٣١٣٤'مجلس علمی' بیروت' ١٤٢٧ھ'مصنف ابن ابی شیبہ:٣١١٧'دار الکتب العلمیہ' بیروت)

٨٥٢- حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ' عَنْ سُلَيْمَانَ' عَنْ عُمَارَةَ بْنِ عُمَيْرٍ' عَنِ الْاَسْوَدِ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ لَا يَجْعَلَنَّ اَحَدُكُمْ لِلشَّيْطَانِ شَيْئًا مِّنْ صَلٰوتِهٖ' يَرٰى اَنَّ حَقًّا عَلَيْهِ اَنْ لَّا يَنْصَرِفَ اِلَّا عَنْ يَّمِيْنِهٖ' لَقَدْ رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَثِيْرًا يَنْصَرِفُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از سلیمان از عمارہ بن عمیر از الاسود' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص اپنی نماز میں شیطان کا کوئی حصہ نہ بنائے کہ وہ یہ اعتقاد کرے کہ اس پر واجب ہے کہ وہ

عَنْ يَسَارِهِ.

صرف دائیں طرف مڑ کر بیٹھے' کیونکہ میں نے بہت دفعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بائیں طرف مڑے ہوئے دیکھا ہے۔

(صحیح مسلم: ۷۰۷' الرقم المسلسل: ۱۶۰۹' سنن ابوداؤد: ۱۰۴۲' سنن نسائی: ۱۳۵۹' سنن ابن ماجہ: ۹۳۰' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۰۵۔۳۰۴' السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۲۸۳' مسند ابویعلیٰ: ۵۱۷۴' صحیح ابن خزیمہ: ۱۷۱۴' المعجم الکبیر: ۱۰۱۶۱' شرح السنۃ: ۷۰۲' مسند احمد ج ۱ ص ۳۸۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۳۶۳۱۔ج ۶ ص ۱۳۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۴۱۳۲' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابوالولید ہشام بن عبد الملک (۲) شعبہ بن الحجاج (۳) سلیمان الاعمش (۴) عمارہ بن عمیر (۵) الاسود بن یزید النخعی (۶) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۲۰۶)

ایک تعارض کا جواب اور احکام شرعیہ میں ترمیم کرنے کی مذمت

اس حدیث پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اس حدیث کے معارض ایک حدیث ہے:

سُدی بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سوال کیا: جب میں نماز پڑھ کر مڑوں تو دائیں طرف مڑوں یا بائیں طرف مڑوں؟ حضرت انس نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اکثر دائیں طرف مڑتے ہوئے دیکھا ہے۔

(صحیح مسلم: ۷۰۸' الرقم المسلسل: ۱۶۲۵)

اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ حضرت ابن مسعود نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اکثر بائیں طرف مڑتے ہوئے بھی دیکھا ہے اور حضرت انس نے کہا: میں نے آپ کو اکثر دائیں طرف مڑتے ہوئے دیکھا ہے' اور اکثر تو ایک ہی فعل ہوگا' اس کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں طرف مڑتے تھے' جس نے آپ کو جس طرف مڑتے ہوئے دیکھا' اس نے اسی کی روایت کر دی۔

اس حدیث سے یہ ضابطہ معلوم ہوا کہ ہر حکم شرعی کو اپنے محل میں رکھنا چاہیے اور اپنی طرف سے کسی حکم شرعی میں ترمیم کرنا شیطان کی اتباع اور گم راہی ہے' اس لیے کسی سنت یا مستحب کو اپنی طرف سے واجب نہیں کہنا چاہیے اور نہ کسی مکروہ کو حرام کہنا چاہیے' ہم احکامِ شرعیہ کے مبلغ ہیں شارع نہیں ہیں' بعض لوگ اپنے تقویٰ کے اظہار کے لیے سنن اور مستحبات کو واجب کا درجہ دیتے ہیں اور مکروہات کو حرام کا درجہ دیتے ہیں' ایسے لوگوں سے اللہ تعالیٰ اپنی حفظ و امان میں رکھے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۵۳۵۔ج ۲ ص ۴۱۷ پر ہے' اس کی شرح میں یہ عنوان ہیں: تطبیق' فرق مراتب قائم رکھنا۔

۱۶۰ - بَابُ مَا جَاءَ فِي الثُّوْمِ النَّيِّءِ وَالْبَصَلِ وَالْكُرَّاثِ وَقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَكَلَ الثُّوْمَ أَوِ الْبَصَلَ مِنَ الْجُوْعِ أَوْ غَيْرِهِ فَلَا يَقْرَبَنَّ مَسْجِدَنَا

کچے لہسن' پیاز اور گندنا کے متعلق جو احادیث وارد ہیں' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ جس نے بھوک یا بغیر بھوک کے لہسن یا پیاز کھایا' وہ ہماری مسجد کے قریب نہ آئے

اس عنوان میں ''کراث'' کا لفظ ہے' اس سے مراد ہے ایسی سبزی جس میں بدبو ہو' اس کا معنی گندنا ہے' اس سلسلہ میں احادیث کا خلاصہ

یہ ہے کہ کوئی شخص بدبودار چیز کھا کر یا پی کر مسجد میں نہ آئے کیونکہ اس سے فرشتوں اور نمازیوں کو تکلیف ہوتی ہے' بیڑی' سگریٹ' حقہ اور نسوار وغیرہ بھی اس ممانعت میں داخل ہیں' تاہم کچا لہسن اور پیاز کھانا ان اوقات میں جائز ہے جن اوقات میں مسجد میں نہ جانا ہو اور بیڑی' سگریٹ اور حقہ وغیرہ کا پینا صحت کے لیے مضر ہیں' اس لیے یہ ہر حال میں مکروہ ہیں' یہ ایسا زہر ہے جو بہ تدریج صحت کو نقصان پہنچاتا ہے۔

۸۵۳ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِيْ نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِيْ غَزْوَةِ خَيْبَرَ مَنْ اَكَلَ مِنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ يَعْنِي الثُّوْمَ فَلَا يَقْرَبَنَّ مَسْجِدَنَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از عبید اللہ' انہوں نے کہا: مجھے نافع نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ خیبر میں فرمایا: جس نے اس درخت سے کھایا یعنی لہسن سو وہ ہماری مسجد کے قریب نہ آئے۔

[اطراف الحدیث: ۴۲۱۵-۴۲۱۷-۴۲۱۸-۵۵۲۱-۵۵۲۲] (صحیح مسلم: ۵۶۱' الرقم المسلسل: ۱۲۲۶' سنن ابوداؤد: ۳۸۲۵' سنن ابن ماجہ: ۱۰۱۶' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۸ ص ۲۶۲' سنن بیہقی ج ۳ ص ۷۵' صحیح ابن خزیمہ: ۱۶۶۱' صحیح ابن حبان: ۲۰۸۸' مسند احمد ج ۲ ص ۱۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۴۷۱۹- ج ۸ ص ۲۳۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

۸۵۴ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ قَالَ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عَطَاءٌ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَكَلَ مِنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ يُرِيْدُ الثُّوْمَ فَلَا يَغْشَانَا فِيْ مَسَاجِدِنَا. قُلْتُ مَا يَعْنِيْ بِهٖ؟ قَالَ مَا اُرَاهُ يَعْنِيْ اِلَّا نِيْئَهٗ. وَقَالَ مَخْلَدُ بْنُ يَزِيْدَ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ اِلَّا نَتْنَهٗ. [اطراف الحدیث: ۸۵۵-۵۴۵۲-۷۳۵۹]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو عاصم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے عطاء نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اس درخت سے کھایا' آپ کی مراد لہسن تھا' وہ ہماری مساجد کو نہ ڈھانپے۔ عطاء نے کہا: میں نے پوچھا: اس سے آپ کی کیا مراد تھی؟ حضرت جابر نے کہا: میرا صرف یہ گمان ہے کہ آپ کی مراد کچا لہسن تھی' اور مخلد بن یزید نے کہا از ابن جریج: صرف اس کی بدبو۔

(صحیح مسلم: ۵۶۴' الرقم المسلسل: ۱۲۳۲' سنن ترمذی: ۱۸۰۶' سنن نسائی: ۷۰۶' مصنف عبد الرزاق: ۱۷۳۶' السنن الکبریٰ: ۷۸۶' صحیح ابن خزیمہ: ۱۶۶۵' صحیح ابن حبان: ۱۶۴۴' سنن بیہقی ج ۳ ص ۷۶' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۵۱۰' مسند ابویعلیٰ: ۱۸۸۹' مسند احمد ج ۳ ص ۳۸۰ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۵۰۶۹- ج ۲۳ ص ۳۰۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۱۰۳۰)

۸۵۵ - حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عُفَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يُوْنُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ زَعَمَ عَطَاءٌ اَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ زَعَمَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَكَلَ ثُوْمًا اَوْ بَصَلًا فَلْيَعْتَزِلْنَا. اَوْ قَالَ فَلْيَعْتَزِلْ مَسْجِدَنَا وَلْيَقْعُدْ فِيْ بَيْتِهٖ. وَاَنَّ النَّبِيَّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن عفیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن وہب نے حدیث بیان کی از یونس از ابن شہاب' عطاء نے کہا کہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس آدمی نے لہسن یا پیاز کھایا وہ ہم سے دور رہے' یا فرمایا: وہ ہماری مسجد سے دور رہے اور اپنے گھر

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُتِيَ بِقِدْرٍ فِيْهِ خَضِرَاتٌ مِّنْ بُقُوْلٍ، فَوَجَدَ لَهَا رِيْحًا، فَسَأَلَ فَأُخْبِرَ بِمَا فِيْهَا مِنَ الْبُقُوْلِ، فَقَالَ قَرِّبُوْهَا. إِلٰى بَعْضِ أَصْحَابِهِ كَانَ مَعَهُ، فَلَمَّا رَاٰهُ كَرِهَ أَكْلَهَا، قَالَ كُلْ فَإِنِّيْ أُنَاجِيْ مَنْ لَا تُنَاجِيْ. وَقَالَ أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ وَهْبٍ أُتِيَ بِبَدْرٍ قَالَ ابْنُ وَهْبٍ يَعْنِيْ طَبَقًا فِيْهِ خَضِرَاتٌ. وَلَمْ يَذْكُرِ اللَّيْثُ وَأَبُوْ صَفْوَانَ عَنْ يُوْنُسَ قِصَّةَ الْقِدْرِ، فَلَا أَدْرِيْ هُوَ مِنْ قَوْلِ الزُّهْرِيِّ أَوْ فِي الْحَدِيْثِ.

(سنن ابوداؤد: ٣٨٢٢، سنن ترمذی: ١٨٠٦، سنن نسائی: ٧٠٦)

میں بیٹھے اور بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک دیگچی لائی گئی جس میں کچھ سبزیاں تھیں، آپ کو ان سے بدبو آئی، آپ نے ان کے متعلق سوال کیا، آپ کو بتایا گیا کہ ان میں فلاں فلاں سبزیاں ہیں، آپ نے فرمایا: ان کو ان بعض اصحاب کے قریب کردو جو اس وقت آپ کے ساتھ تھے، جب آپ نے ان کو دیکھا تو ان کے کھانے کو ناپسند کیا، آپ نے فرمایا: تم کھاؤ، میں اس سے سرگوشی کرتا ہوں جس سے تم سرگوشی نہیں کرتے، اور احمد بن صالح نے کہا از ابن وہب: آپ کے پاس طباق (تھال) لایا گیا، ابن وہب نے کہا: یعنی آپ کے پاس ایسا تھال لایا گیا جس میں سبزیاں تھیں اور لیث نے اور ابوصفوان از یونس نے دیگچی کا قصہ ذکر نہیں کیا، پس مجھے معلوم نہیں کہ وہ الزہری کا قول ہے یا حدیث میں ہے۔

٨٥٦- حَدَّثَنَا أَبُوْ مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ قَالَ سَأَلَ رَجُلٌ أَنَسًا مَا سَمِعْتَ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الثُّوْمِ؟ فَقَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَكَلَ مِنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ فَلَا يَقْرَبْنَا. أَوْ لَا يُصَلِّيَنَّ مَعَنَا. [طرف الحدیث: ٥٤٥١]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو معمر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوارث نے حدیث بیان کی از عبدالعزیز، انہوں نے کہا کہ ایک شخص نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سوال کیا، آپ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے لہسن کے متعلق کیا سنا ہے؟ پس انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے اس درخت سے کھایا وہ ہمارے قریب نہ آئے یا فرمایا: ہمارے ساتھ نماز نہ پڑھے۔

بدبو کی وجہ سے لہسن اور پیاز کھا کر مسجد میں جانے کی ممانعت اور اس سلسلہ میں دیگر مسائل

علامہ ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ ھ لکھتے ہیں:

ان احادیث کی فقہ یہ ہے کہ لہسن کھانا مباح ہے، کیونکہ آپ نے فرمایا: جس نے (کچا) لہسن کھایا وہ ہماری مساجد میں نہ آئے، اور اس میں یہ دلیل ہے کہ جماعت سے نماز پڑھنا فرض نہیں ہے، برخلاف اہل ظاہر کے، وہ جماعت سے نماز پڑھنے کو فرض کہتے ہیں اور لہسن کھانے کو حرام کہتے ہیں اور متقدمین کی ایک جماعت نے کچا لہسن کھایا ہے، فقہاء کا اس حدیث کی توجیہ میں اختلاف ہے، بعض نے کہا: آپ نے صرف مسجد نبوی میں کچا لہسن کھا کر آنے سے منع فرمایا ہے کیونکہ وہاں پر وحی لانے والے فرشتے آتے ہیں۔

جمہور علماء نے یہ کہا ہے کہ اس حکم میں مسجد نبوی اور باقی مساجد برابر ہیں اور وحی لانے والے فرشتے اور دوسرے فرشتے برابر ہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: اس سے بنو آدم کو ایذاء ہوتی ہے اور فرمایا: کچے لہسن کی بو سے ہمیں ایذاء ہوتی ہے اور جو شخص مسلمان کے ساتھ بیٹھا ہوا اس کو ایذاء پہنچانا جائز نہیں ہے۔

ابن وہب نے امام مالک سے روایت کیا ہے: جس آدمی نے جمعہ کے دن (کچا) لہسن کھایا، میری رائے ہے کہ وہ مسجد میں جمعہ کے لیے حاضر نہ ہو اور جس شخص پر جمعہ فرض ہے اس نے (کچا) لہسن کھایا تو اس نے بہت برا کام کیا۔

اس میں یہ دلیل ہے کہ جس شخص سے ایذاء پہنچے جیسے جذامی یا جن کی ناک بہت بہتی ہو یا بہت زیادہ چھینکنے والے یا اس جیسے دیگر

لوگ وہ مسجد سے دور رہیں۔

اس حدیث میں بدبودار سبزیوں کا ذکر ہے یہ سبزیاں مدینہ میں ہوتی تھیں اور اس پر اہل مدینہ کا اجماع ہے کہ ان سبزیوں میں زکوٰۃ واجب نہیں تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سبزیوں سے زکوٰۃ وصول نہیں کی اور اگر آپ نے ان سبزیوں میں زکوٰۃ لی ہوتی تو یہ بات فقہاء سے مخفی نہ رہتی اور یہ بات منقول ہوتی' امام مالک' امام شافعی اور فقہاء کی ایک جماعت کا یہی قول ہے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس شخص نے کسی کھانے کو اس لیے ترک کر دیا کہ وہ اس کو پسند نہیں تو اس کو ملامت نہیں کی جائے گی' جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گوہ کو نہیں کھایا تھا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے گوہ کے کھانے کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: میں نہ اس کو کھاتا ہوں نہ اس کو حرام کہتا ہوں۔ (سنن ترمذی:١٧٩٠' سنن نسائی:٤٣٢٥' مسند احمد ج ٢ ص ٩)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم لوگ کچا لہسن کھا سکتے ہو' اور اپنے نہ کھانے کی وجہ بیان فرمائی: میں اس سے سرگوشی کرتا ہوں جس سے تم سرگوشی نہیں کرتے۔ المہلب نے اس جملہ کی شرح میں کہا: اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ فرشتے بنو آدم سے افضل ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ المہلب کی یہ دلیل صحیح نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کچا لہسن کھا کر مسجد میں آنے سے منع فرمایا اور مسجد میں جس طرح فرشتے ہوتے ہیں' بنو آدم میں سے نمازی بھی ہوتے ہیں اور جس طرح فرشتوں کو بدبو سے ایذاء پہنچتی ہے' بنو آدم کو بھی ایذاء پہنچتی ہے' نیز جب بنو آدم کو اس سے ایذاء پہنچے گی تو وہ اپنی مجلس میں اس شخص کی مذمت کریں گے اور غیبت میں مبتلا ہوں گے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس لیے کچا لہسن کھا کر مسجد میں آنے سے منع فرما دیا' لہٰذا اس حکم سے فرشتوں کا افضل ہونا لازم نہیں آتا۔ امام مالک نے کہا ہے کہ مسجد میں کچا لہسن کھا کر آنا ممنوع ہے اور بازاروں میں کچا لہسن کھا کر جانا ممنوع نہیں ہے۔

(شرح ابن بطال ج ٢ ص ٥٣٦۔٥٣٥' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ھ)

ہم نے ان احادیث کی شرح میں یہ لکھا ہے کہ کچے لہسن کو کھا کر مسجد میں آنے سے منع کیا گیا ہے' اس کا حاصل یہ ہے کہ لہسن کو پکا کر کھانے کے بعد مسجد میں آنا منع نہیں ہے' اس کے ثبوت میں یہ حدیث ہے:

معدان بن ابی طلحہ الیعمری بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر جمعہ کا خطبہ دیا اور فرمایا: اے لوگو! تم ان دو درختوں سے کھاتے ہو یعنی اس لہسن اور اس پیاز کو' اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں ایک شخص کو دیکھا' جس کے منہ سے بدبو آ رہی تھی' اس کا ہاتھ پکڑ کر اس کو (مسجد سے) بقیع کی طرف نکال دیا گیا' پس جو شخص اس لہسن اور اس پیاز کو کھائے' اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ ان کو پکا کر ان کی بدبو کو زائل کر دے۔

(صحیح مسلم:٥٦٧' سنن نسائی:٧٠٤' سنن ابن ماجہ:٢٧٢٦' مسند احمد ج ١ ص ١٥' مسند ابویعلیٰ:٢٥١' صحیح ابن حبان:٢٠٩١' مصنف ابن ابی شیبہ: ٨٧٤٩' مجلس علمی بیروت' ١٤٢٧ھ' مصنف ابن ابی شیبہ:٦٦٥٨' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٦ھ)

اگر کسی شخص نے کچا لہسن کھایا' اس کے بعد اس کی بدبو زائل ہو گئی تو اب اس کے لیے مسجد میں جانا جائز ہے' اس کے ثبوت میں یہ حدیث ہے:

ابو بردہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت المغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے لہسن کھایا' پھر میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسجد میں گیا' اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک رکعت نماز پڑھ چکے تھے' پھر جب میں بقیہ نماز پڑھنے کے لیے کھڑا ہوا تو میرے منہ سے بدبو آ رہی تھی' پس آپ نے فرمایا: جس شخص نے اس سبزی کو کھایا وہ ہماری مسجد میں نہ آئے حتیٰ کہ اس کی بدبو چلی جائے۔

(سنن ابوداؤد: ۳۸۲۲' صحیح ابن خزیمہ: ۱۶۷۲' المعجم الکبیر: ۱۰۰۳۔ ج ۲۰' صحیح ابن حبان: ۲۰۹۵' مسند احمد ج ۴ ص ۲۴۹' مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۶۷۷' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۶۵۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۱۵۰۔ ج ۲ ص ۱۲۹ پر مذکور ہے' وہاں پر اس حدیث کی شرح کا عنوان ہے: بدبودار اشیاء کو کھا کر مسجد میں جانا۔

۱۶۱ - بَابُ وُضُوْءِ الصِّبْيَانِ، وَمَتٰى يَجِبُ عَلَيْهِمُ الْغُسْلُ وَالطُّهُوْرُ وَحُضُوْرِهِمُ الْجَمَاعَةَ وَالْعِيْدَيْنِ وَالْجَنَائِزَ، وَصُفُوْفِهِمْ

بچوں کا وضوء کرنا اور ان پر غسل اور وضوء اور جماعت اور عیدین اور جنازوں میں حاضر ہونا کب واجب ہوتا ہے اور ان کی صفوں کا بیان

اس باب میں بچوں کے وضوء کا بیان ہے اور یہ ذکر نہیں کیا کہ اس کا کیا حکم ہے؟ آیا یہ واجب ہے یا مستحب ہے' اگر امام بخاری کہتے: یہ واجب ہے تو اگر بچہ اس کو ترک کرتا تو وہ عذاب کا مستحق ہوتا حالانکہ ایسا نہیں ہے اور اگر وہ کہتے: یہ مستحب ہے' تو اس کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ اگر بچہ بغیر وضوء کے نماز پڑھے تو وہ نماز بھی صحیح ہو حالانکہ ایسا نہیں ہے' اس لیے امام بخاری نے بچوں کے وضوء کرنے کا حکم نہیں بیان کیا۔ بچوں کو نماز سکھانے کے متعلق یہ حدیث ہے:

عبد الملک بن الربیع بن سبرہ اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بچہ کو سات سال کی عمر میں نماز سکھاؤ اور ان کو دس سال کی عمر میں (نماز نہ پڑھنے پر) مارو۔

(سنن ترمذی: ۴۰۷' سنن ابوداؤد: ۴۹۴' سنن بیہقی ج ۳ ص ۸۴' المستدرک ج ۱ ص ۲۵۸' صحیح ابن خزیمہ: ۱۰۰۲' کنز العمال: ۴۵۳۲۷)

بچوں پر غسل کب واجب ہوتا ہے' اس کے متعلق عنقریب یہ حدیث آئے گی:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہر بالغ پر جمعہ کے دن غسل کرنا واجب ہے (یعنی ثابت ہے)۔

(صحیح البخاری: ۸۵۸' سنن ابوداؤد: ۳۴۱' صحیح مسلم: ۸۴۶' سنن نسائی: ۱۳۷۶' سنن ابن ماجہ: ۱۰۸۹)

۸۵۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ ابْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنِيْ غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ سُلَيْمَانَ الشَّيْبَانِيَّ قَالَ سَمِعْتُ الشَّعْبِيَّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ مَنْ مَّرَّ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى قَبْرٍ مَّنْبُوْذٍ فَاَمَّهُمْ وَصَفُّوْا عَلَيْهِ. فَقُلْتُ يَا اَبَا عَمْرٍو! مَنْ حَدَّثَكَ؟ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ. [اطراف الحدیث: ۱۲۴۷۔ ۱۳۱۹۔ ۱۳۲۱۔ ۱۳۲۲۔ ۱۳۲۶۔ ۱۳۳۶۔ ۱۳۴۰]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے غندر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے سلیمان الشیبانی سے سنا' انہوں نے کہا: میں نے شعبی سے سنا' انہوں نے کہا: مجھے اس شخص نے خبر دی جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک منفرد قبر پر سے گزرا' آپ نے ان لوگوں کو نماز پڑھائی اور انہوں نے صف بنائی' میں نے کہا: اے ابو عمرو! آپ کو یہ حدیث کس نے بیان کی؟ انہوں نے کہا: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے۔

(صحیح مسلم: ۹۵۴' الرقم المسلسل: ۲۱۷۶' سنن ابوداؤد: ۳۱۹۶' سنن ترمذی: ۱۰۳۷' سنن نسائی: ۲۰۲۲' سنن ابن ماجہ: ۱۵۳۰' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳۶۰۔ ۳۵۹' صحیح ابن حبان: ۳۰۹۱' المعجم الکبیر: ۱۲۵۸۲' سنن دارقطنی ج ۲ ص ۷۶۔ ۷۷' سنن بیہقی ج ۴ ص ۴۶۔ ۴۵' شرح السنۃ: ۱۴۹۸' مسند احمد

ج ۱ ص ۲۲۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۹۶۳۔ ج ۳ ص ۴۳۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۲۹۵۱' مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۷ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن المثنی اور وہ محمد بن عبد اللہ بن المثنی بن عبد اللہ بن مالک الانصاری البصری ہیں (۲) غندر اور یہ محمد بن جعفر البصری کا لقب ہے (۳) شعبہ بن الحجاج (۴) سلیمان بن ابی سلیمان اور ان کا نام فیروز ابواسحاق الشیبانی الکوفی ہے (۵) عامر الشعبی (۶) ایک صحابی ہیں' جن کا نام نہیں لیا گیا۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۲۱۷)

دفن کیے جانے کے بعد قبر پر نماز جنازہ پڑھنے کی مدت اور اس میں مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبر پر لوگوں کو نماز پڑھائی' اس سے معلوم ہوا کہ قبر پر نماز پڑھنا جائز ہے' ہمارے اصحاب (احناف) نے کہا ہے کہ اگر میت کو دفن کر دیا جائے اور اس کی نماز جنازہ نہ پڑھی گئی ہو تو اس کی قبر پر نماز جنازہ پڑھی جائے اور اس کو قبر سے نکالا نہیں جائے گا' اس پر نماز اس وقت پڑھی جائے گی جب تک یہ یقین نہ ہو کہ اس کا جسم پھٹ گیا ہے' اسی طرح المبسوط میں مذکور ہے' اس میں یہ اشارہ ہے کہ اگر اس میں شک ہے کہ اس کا جسم پھٹ گیا ہوگا' پھر بھی اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی اور اس کی ہمارے اصحاب نے تصریح کی ہے۔

امام شافعی اور امام احمد کا بھی یہی قول ہے' حضرت ابن عمر' حضرت ابوموسیٰ' حضرت عائشہ' ابن سیرین اور اوزاعی نے بھی اسی طرح کہا ہے' جسم کے پھٹنے سے پہلے نماز پڑھنے کے جواز میں غلبہ ظن کا اعتبار ہے' پس اگر ظن غالب یہ ہو کہ اس کا جسم پھٹ چکا ہوگا تو اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی ورنہ پڑھی جائے گی اور امام ابویوسف سے یہ روایت ہے کہ تین دن تک اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی' امام شافعی کا بھی ایک قول یہی ہے' دوسرا قول ہے: ایک ماہ تک اس کی قبر پر نماز پڑھی جائے گی' امام احمد کا بھی یہی قول ہے' تیسرا قول ہے: جب تک اس کا جسم بوسیدہ نہ ہو جائے اور چوتھا قول ہے: ہمیشہ اس کی قبر پر نماز پڑھنا جائز ہے' اس قول کی بناء پر صحابہ کی قبروں پر بھی ان کی نماز جنازہ پڑھنی جائز ہے لیکن اس قول کے ضعیف ہونے پر اتفاق ہے' امام مالک نے کہا: قبر پر نماز جنازہ پڑھنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت ہے' اس پر یہ رد کیا گیا ہے کہ اگر ایسا ہوتا تو جن صحابہ نے آپ کے پیچھے صف باندھی تھی' آپ انہیں منع فرما دیتے۔

تین دن کے بعد قبر پر نماز پڑھنے کے عدم جواز پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آٹھ سال بعد بھی قبر پر نماز پڑھی ہے' حدیث میں ہے:

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آٹھ سال بعد شہداء احد کی قبر پر نماز جنازہ پڑھی۔ (الحدیث)
(صحیح البخاری: ۴۰۴۲)

اس کا جواب یہ ہے کہ شہداء کے اجسام بوسیدہ نہیں ہوتے' اسی طرح تر و تازہ رہتے ہیں' حدیث میں ہے:

امام مالک' عبد الرحمٰن بن ابی صعصعہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہیں یہ خبر پہنچی ہے کہ حضرت عمرو بن الجموح الانصاری اور حضرت عبد اللہ بن عمرو الانصاری رضی اللہ عنہما' ان دونوں کی قبروں تک سیلاب کا پانی پہنچ گیا تھا اور یہ دونوں صحابی جنگ احد میں شہید ہوئے تھے اور ایک قبر میں مدفون تھے' ان کی قبر کھودی گئی تاکہ ان کی قبر کی جگہ تبدیل کی جا سکے' جب ان کو قبر سے نکالا گیا تو ان کے جسم بالکل متغیر نہیں ہوئے تھے' یوں لگتا تھا جیسے کل فوت ہوئے ہوں' ان میں سے ایک زخمی تھا اور دفن کے وقت اس کا ہاتھ اس کے زخم پر تھا اور

اس کا ہاتھ اب بھی اس کے زخم پر تھا' جب اس کا ہاتھ زخم سے ہٹا کر چھوڑ ا گیا تو وہ پھر اسی طرح زخم پر آ گیا۔ غزوہ احد اور اس قبر کو کھودنے کے درمیان چھیالیس سال کا عرصہ تھا۔ (موطأ امام مالک: ۱۰۴۴' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۰ھ)

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ شہداء کے اجسام بوسیدہ نہیں ہوتے' لہٰذا شہداء احد کے دفن ہونے کے آٹھ سال بعد ان کی نماز جنازہ پڑھنے کی حدیث فقہاء کے قاعدہ کے خلاف نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۲۱۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۸۵۸- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنِي صَفْوَانُ بْنُ سُلَيْمٍ، عَنْ عَطَاءِ ابْنِ يَسَارٍ، عَنْ اَبِي سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْغُسْلُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَاجِبٌ عَلٰى كُلِّ مُحْتَلِمٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے صفوان بن سلیم نے حدیث بیان کی از عطاء بن یسار از حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: جمعہ کے دن غسل کرنا ہر بالغ پر واجب ہے۔

[اطراف الحدیث: ۸۷۹-۸۸۰-۸۹۵-۲۶۶۵] (صحیح مسلم: ۸۴۶' الرقم المسلسل: ۱۹۲۵' سنن ابوداؤد: ۳۴۱' سنن نسائی: ۱۳۷۳' مصنف عبد الرزاق: ۵۳۰۷' مسند الحمیدی: ۷۳۶' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۹۲' المنتقی: ۲۸۴' مسند ابویعلیٰ: ۹۷۸' صحیح ابن خزیمہ: ۱۷۴۲' مسند احمد ج ۳ ص ۶' طبع قدیم' مسند احمد: ۱۱۰۲۷- ج ۱۷ ص ۴۳' موسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۱۹۶۵' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) علی بن عبد اللہ بن جعفر' ان کو ابو الحسن ابن المدینی البصری کہا جاتا ہے (۲) سفیان بن عیینہ (۳) صفوان بن سلیم' یہ بہت بڑے امام تھے' ان کے وسیلہ سے بارش طلب کی جاتی تھی' یہ بادشاہ کے نذرانے قبول نہیں کرتے تھے' سجدہ کی کثرت سے ان کی پیشانی متاثر ہوگئی تھی' یہ ۱۳۲ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) عطاء بن محمد یسار ابو محمد الھلالی' یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت میمونہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا کے آزاد کردہ غلام تھے (۵) حضرت ابو سعید سعد بن مالک رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۲۲۰)

آیا جمعہ کے دن غسل کرنا واجب ہے یا مستحب ہے

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ جمعہ کے دن غسل کرنا ہر بالغ پر واجب ہے' اہل ظاہر (غیر مقلدین) نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ جمعہ کے دن غسل کرنا واجب ہے۔ علامہ مرغینانی صاحب ہدایہ نے کہا ہے: میرے علم میں یہ نہیں ہے کہ اہل ظاہر کے سوا کسی نے جمعہ کے غسل کو واجب کہا ہو' انہوں نے اس غسل کو واجب کہا ہے' ابن وہب نے بیان کیا کہ امام مالک سے سوال کیا گیا: آیا جمعہ کا غسل واجب ہے؟ انہوں نے کہا: جمعہ کا غسل مستحب ہے' واجب نہیں ہے' نیز جمعہ کے غسل کا وجوب اس حدیث سے منسوخ ہے:

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے وضوء کیا تو یہ اچھا اور عمدہ کام ہے اور جس نے غسل کیا تو غسل کرنا افضل ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۳۵۴' سنن ترمذی: ۴۹۷' سنن نسائی: ۱۳۷۹' سنن بیہقی ج ۱ ص ۲۹۵' مسند احمد ج ۵ ص ۸)

نیز صحیح بخاری کی حدیث کا محمل یہ ہے کہ اس میں واجب بہ معنی ثابت ہے اور تاکید کے لیے اس کو واجب فرمایا ہے۔

۸۵۹- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرٍو قَالَ اَخْبَرَنِي كُرَيْبٌ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی از عمرو' انہوں نے کہا:

اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ بِتُّ عِنْدَ خَالَتِي مَيْمُوْنَةَ لَيْلَةً فَنَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا كَانَ فِي بَعْضِ اللَّيْلِ، قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَوَضَّأَ مِنْ شَنٍّ مُعَلَّقٍ وُضُوْءً خَفِيْفًا يُخَفِّفُهُ عَمْرٌو وَيُقَلِّلُهُ جِدًّا، ثُمَّ قَامَ يُصَلِّي، فَقُمْتُ فَتَوَضَّأْتُ نَحْوًا مِمَّا تَوَضَّأَ، ثُمَّ جِئْتُ فَقُمْتُ عَنْ يَسَارِهِ، فَحَوَّلَنِي فَجَعَلَنِي عَنْ يَمِيْنِهِ، ثُمَّ صَلّٰى مَا شَاءَ اللّٰهُ، ثُمَّ اضْطَجَعَ، فَنَامَ حَتّٰى نَفَخَ، فَأَتَاهُ الْمُنَادِي يَأْذِنُهُ بِالصَّلٰوةِ، فَقَامَ مَعَهُ إِلَى الصَّلٰوةِ، فَصَلّٰى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ، قُلْنَا لِعَمْرٍو إِنَّ نَاسًا يَقُوْلُوْنَ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَنَامُ عَيْنُهُ وَلَا يَنَامُ قَلْبُهُ؟ قَالَ عَمْرٌو سَمِعْتُ عُبَيْدَ بْنَ عُمَيْرٍ يَقُوْلُ إِنَّ رُؤْيَا الْأَنْبِيَاءِ وَحْيٌ، ثُمَّ قَرَأَ ﴿إِنِّي أَرٰى فِي الْمَنَامِ أَنِّي أَذْبَحُكَ﴾ (الصّٰفّٰت: ١٠٢).

مجھے کریب نے خبر دی از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے کہا: میں نے اپنی خالہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے ہاں رات گزاری' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سو گئے' پھر جب رات کا کچھ حصہ گزر گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہوئے' پس آپ نے ایک لٹکی ہوئی مشک سے خفیف وضوء کیا' عمرو نے کہا: وہ بہت خفیف اور قلیل وضوء تھا' پھر آپ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے' پس میں بھی اٹھ کھڑا ہوا اور میں نے بھی آپ کے وضوء کی مثل وضوء کیا' پھر میں آیا اور آپ کی بائیں جانب کھڑا ہو گیا' پھر آپ نے مجھے پھیر کر اپنی دائیں جانب کر دیا' پھر جتنی دیر اللہ نے چاہا آپ نے نماز پڑھی' پھر آپ کروٹ لے کر لیٹ گئے' حتیٰ کہ خراٹے لینے لگے' پھر آپ کے پاس مؤذن آیا اور اس نے آ کر آپ کو نماز کی اطلاع دی' آپ اس کے ساتھ نماز کی طرف کھڑے ہو گئے' آپ نے نماز پڑھائی اور وضوء نہیں کیا' ہم نے عمرو سے کہا: لوگ یہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھیں سوتی ہیں اور آپ کا دل نہیں سوتا' عمرو نے کہا: میں نے عبید بن عمرو کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کا خواب وحی ہوتا ہے' پھر انہوں نے یہ آیت پڑھی: بے شک میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں تمہیں ذبح کر رہا ہوں۔ (الصّٰفّٰت: ١٠٢)

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١١٧ میں گزر چکی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا: رات کو باتیں کرنا۔

٨٦٠ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ جَدَّتَهُ مُلَيْكَةَ دَعَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِطَعَامٍ صَنَعَتْهُ، فَأَكَلَ مِنْهُ، فَقَالَ قُوْمُوْا فَلِأُصَلِّيَ بِكُمْ. فَقُمْتُ إِلٰى حَصِيْرٍ لَنَا قَدِ اسْوَدَّ مِنْ طُوْلِ مَا لُبِثَ، فَنَضَحْتُهُ بِمَاءٍ، فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْيَتِيْمُ مَعِي، وَالْعَجُوْزُ مِنْ وَرَائِنَا، فَصَلّٰى بِنَا رَكْعَتَيْنِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے مالک نے حدیث بیان کی از اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہ ان کی دادی حضرت ملیکہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کھانے کی دعوت دی' جو کھانا انہوں نے آپ کے لیے تیار کیا تھا' آپ نے اس کو کھایا' پھر فرمایا: اٹھو! میں تم کو نماز پڑھاؤں' پس میں ایک چٹائی کی طرف اٹھا جو کثرتِ استعمال سے میلی ہو چکی تھی' میں نے اس چٹائی کو پانی سے دھویا' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہوئے اور یتیم میرے ساتھ تھا اور بڑی بی ہمارے پیچھے تھیں' آپ نے ہم کو دو رکعت نماز پڑھائی۔

صحیح البخاری: ٨٥٩ میں حضرت ابن عباس کے وضوء کرنے کا ذکر ہے اور اس حدیث میں یتیم کے وضوء کرنے کا ذکر ہے اور یہ دونوں نابالغ تھے اور یہ دونوں حدیثیں عنوان کے اس جز کے مطابق ہیں' جس میں بچوں کے وضوء کرنے کا ذکر ہے' اس حدیث کے

باقی مضامین کی شرح' صحیح البخاری:۸۰ ۳ میں گزر چکی ہے۔

۸۶۱ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ' عَنْ مَالِكٍ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ' عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ' عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّهُ قَالَ اَقْبَلْتُ رَاكِبًا عَلٰى حِمَارٍ اَتَانٍ' وَاَنَا يَوْمَئِذٍ قَدْ نَاهَزْتُ الْاِحْتِلَامَ' وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ بِالنَّاسِ بِمِنًى اِلٰى غَيْرِ جِدَارٍ' فَمَرَرْتُ بَيْنَ يَدَيْ بَعْضِ الصَّفِّ' فَنَزَلْتُ وَاَرْسَلْتُ الْاَتَانَ تَرْتَعُ' وَدَخَلْتُ فِي الصَّفِّ' فَلَمْ يُنْكِرْ ذٰلِكَ عَلَيَّ اَحَدٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از ابن شہاب از عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ میں گدھے (بلکہ) گدھی پر سوار ہو کر آیا اور میں ان دنوں بلوغت کے قریب تھا اور اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بغیر دیوار کی اوٹ کے منیٰ میں لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے' میں صف کے بعض حصہ کے سامنے سے گزرا' پس میں اترا اور میں نے گدھی کو چرنے کے لیے چھوڑ دیا اور میں صف میں داخل ہو گیا' پھر کسی نے مجھ پر انکار نہیں کیا۔

اس حدیث میں عنوان کے تیسرے جز کے ساتھ مطابقت ہے' یعنی بچوں کا جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا' اس حدیث کے دیگر اُمور کی شرح' صحیح البخاری:۷۶ میں گزر چکی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا: بچوں کا سماع حدیث کب صحیح ہوتا ہے۔

۸۶۲ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ' عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ اَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ اَعْتَمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَقَالَ عَيَّاشٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْاَعْلٰى حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ' عَنِ الزُّهْرِيِّ' عَنْ عُرْوَةَ' عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ اَعْتَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْعِشَاءِ' حَتّٰى نَادَاهُ عُمَرُ قَدْ نَامَ النِّسَاءُ وَالصِّبْيَانُ فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّهُ لَيْسَ اَحَدٌ مِّنْ اَهْلِ الْاَرْضِ يُصَلِّيْ هٰذِهِ الصَّلٰوةَ غَيْرُكُمْ. وَلَمْ يَكُنْ اَحَدٌ يَوْمَئِذٍ يُصَلِّيْ غَيْرُ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے عروہ بن الزبیر نے خبر دی' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اندھیرا کر دیا' اور عیاش نے کہا: ہمیں عبد الاعلیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے حدیث بیان کی از الزہری از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز میں اندھیرا کر دیا حتیٰ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو آواز دے کر کہا: عورتیں اور بچے سو گئے' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجرے سے نکلے' پھر آپ نے فرمایا: اس وقت روئے زمین پر تمہارے سوا کوئی بھی نماز نہیں پڑھ رہا اور اس وقت اہل مدینہ کے سوا کوئی بھی نماز نہیں پڑھتا تھا۔

اس حدیث میں حضرت عمر نے بچوں کا بھی ذکر کیا ہے' امام بخاری کی اس سے مراد یہ ہے کہ بچے بھی مسجد میں نماز کے لیے حاضر ہوتے تھے اور اس میں عنوان کے چوتھے جز کے ساتھ مطابقت ہے' اس حدیث کی مکمل شرح' صحیح البخاری:۵۶۶ میں گزر چکی ہے۔

۸۶۳ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ ابْنُ عَابِسٍ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ لَهٗ رَجُلٌ شَهِدْتَّ الْخُرُوْجَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن علی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عبدالرحمٰن بن عابس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ نَعَمْ وَلَوْ لَا مَکَانِیْ مِنْہُ مَا شَھِدْتُہٗ یَعْنِیْ مِنْ صِغَرِہٖ اَتَی الْعَلَمَ الَّذِیْ عِنْدَ دَارِ کَثِیْرِ بْنِ الصَّلْتِ ثُمَّ خَطَبَ ثُمَّ اَتَی النِّسَاءَ فَوَعَظَھُنَّ وَذَکَّرَھُنَّ وَاَمَرَھُنَّ اَنْ یَّتَصَدَّقْنَ فَجَعَلَتِ الْمَرْاَۃُ تَھْوِیْ بِیَدِھَا اِلٰی حَلْقِھَا تُلْقِیْ فِیْ ثَوْبِ بِلَالٍ ثُمَّ اَتٰی ھُوَ وَبِلَالٌ الْبَیْتَ.

عباس رضی اللہ عنہما سے سنا' ان سے ایک شخص نے کہا: کیا آپ کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ (حجرے سے) نکلے ہیں؟ انہوں نے کہا: ہاں! اور اگر میری عمر اتنی نہ ہوتی یعنی میرا بچپن نہ ہوتا تو میں اس موقع پر حاضر نہ ہوتا' آپ اس پہاڑی پر آئے جو کثیر بن الصلت کے گھر کے پاس ہے' پھر آپ نے خطبہ دیا' پھر آپ خواتین کے پاس گئے پھر آپ نے ان کو نصیحت کی اور خطبہ دیا اور ان کو صدقہ دینے کا حکم دیا' پس عورت اپنا ہاتھ اپنے حلق کی طرف لے جاتی اور اپنے زیور اتار کر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی جھولی میں ڈال دیتی' اس کے بعد آپ اور حضرت بلال گھر چلے جاتے۔

اس حدیث میں جس خطبہ کا ذکر ہے' یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عید کی نماز کے بعد دیا تھا' اس نماز میں حضرت ابن عباس بھی موجود تھے اور انہوں نے خود تصریح کی ہے کہ میں اس وقت بچہ تھا اور اس حدیث میں عنوان کے پانچویں جز کے ساتھ مطابقت ہے کہ بچوں کا عید کی نماز میں جانا۔ اس حدیث کی مکمل شرح' صحیح البخاری: ٩٨ میں گزر چکی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا: امام کا خواتین کو نصیحت کرنا اور تعلیم دینا۔

١٦٢ - بَابُ خُرُوْجِ النِّسَاءِ اِلَی الْمَسَاجِدِ بِاللَّیْلِ وَالْغَلَسِ

رات کو اور اندھیرے میں خواتین کا مساجد کی طرف جانا

امام بخاری نے اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ خواتین نماز پڑھنے کے لیے مساجد میں جاتی تھیں' امام بخاری نے یہ نہیں بیان کیا کہ شرعاً اس کا کیا حکم ہے کیونکہ اس مسئلہ میں ائمہ کا اختلاف ہے۔

٨٦٤- حَدَّثَنَا اَبُو الْیَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَیْبٌ عَنِ الزُّھْرِیِّ قَالَ اَخْبَرَنِیْ عُرْوَۃُ بْنُ الزُّبَیْرِ عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا قَالَتْ اَعْتَمَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِالْعَتَمَۃِ حَتّٰی نَادَاہُ عُمَرُ نَامَ النِّسَاءُ وَالصِّبْیَانُ فَخَرَجَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا یَنْتَظِرُھَا اَحَدٌ غَیْرُکُمْ مِنْ اَھْلِ الْاَرْضِ. وَلَا یُصَلّٰی یَوْمَئِذٍ اِلَّا بِالْمَدِیْنَۃِ وَکَانُوْا یُصَلُّوْنَ الْعَتَمَۃَ فِیْمَا بَیْنَ اَنْ یَّغِیْبَ الشَّفَقُ اِلٰی ثُلُثِ اللَّیْلِ الْاَوَّلِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے عروہ بن الزبیر نے خبر دی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عشاء کی نماز میں اندھیرا کر دیا' حتیٰ کہ حضرت عمر نے آپ کو آواز دی کہ عورتیں اور بچے سو گئے' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجرہ سے نکلے اور فرمایا: روئے زمین میں اس نماز کا تمہارے سوا اور کوئی انتظار نہیں کر رہا اور اس وقت مدینہ کے سوا اور کہیں نماز نہیں پڑھی جاتی تھی اور وہ عشاء کی نماز شفق کے غائب ہونے کے بعد سے تہائی رات کے اوّل حصہ تک پڑھتے تھے۔

(جامع المسانید لابن الجوزی: ٧٦٠٦' مکتبۃ الرشد ریاض' ١٤٢٦ھ)

نماز پڑھنے کے لیے عورتوں کے مسجد میں جانے کے متعلق فقہاء مالکیہ کا نظریہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

عورت کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے خاوند یا سرپرست کی اجازت کے بغیر مسجد میں جائے اور خاوند کو چاہیے کہ وہ عورت

کو مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے جانے سے اور جس کام میں اس کی دینی منفعت ہو اس سے اس کو منع نہ کرے' یہ اس صورت پر محمول ہے جب عورت پر فتنہ کا خطرہ نہ ہو اور اس زمانہ کے حالات میں فتنہ اور فساد کا غلبہ ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: جب فتنہ اور فساد کا غلبہ ہو تو خواتین کو مسجد کی طرف نہیں جانا چاہیے۔

اس حدیث میں جو عورتوں کے مسجد میں جانے کا ذکر ہے' امام مالک کے نزدیک اس سے مراد بوڑھی عورتیں ہیں' اشہب نے امام مالک سے روایت کیا ہے کہ بوڑھی عورتیں مسجد میں جائیں' لیکن بہ کثرت آنا جانا نہ رکھیں اور جوان عورتیں ایک دو مرتبہ چلی جائیں اور وہ اپنے گھر والوں کی نماز جنازہ پڑھنے کے لیے جاسکتی ہیں۔

امام ابوحنیفہ نے کہا: میں عورتوں کے نمازِ جمعہ اور فرض نمازوں کے لیے مسجد میں جانے کو مکروہ قرار دیتا ہوں اور بوڑھی عورتوں کے لیے فجر اور عشاء کی نماز پڑھنے کے لیے مسجد میں جانے کی اجازت دیتا ہوں' اس کے علاوہ نہیں۔

امام ابو یوسف نے کہا: بوڑھی عورتوں کے لیے تمام نمازوں کے لیے مسجد میں جانے میں کوئی حرج نہیں ہے اور جوان عورت کے نکلنے کو میں مکروہ قرار دیتا ہوں' الثوری نے کہا: عورت خواہ بوڑھی ہو' اس کے گھر سے نکلنے میں کوئی خیر نہیں ہے' حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: عورت چھپائی جانے والی چیز ہے' اللہ کے نزدیک اس کی مقرب نماز گھر کی کوٹھڑی میں ہے' جب وہ گھر سے نکلتی ہے تو شیطان اس کو جھانک کر دیکھتا ہے۔

ابراہیم النخعی اپنے گھر کی خواتین کے جمعہ اور جماعت کے لیے مسجد میں جانے کو مکروہ کہتے تھے۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۵۴۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

نماز کے لیے خواتین کے مسجد میں جانے کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا نظریہ

علامہ زین الدین بن شہاب الدین ابن رجب حنبلی متوفی ۷۹۵ھ لکھتے ہیں:

مردوں کے ساتھ جماعت میں خواتین کے مسجد میں نماز پڑھنے کے مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے' بعض فقہاء نے اس کو ہر حال میں مکروہ کہا ہے' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بھی یہی مؤقف ہے۔

امام احمد بن حنبل نے کہا: میں اس زمانہ میں عورتوں کے نکلنے کو مکروہ کہتا ہوں کیونکہ وہ فتنہ اور آزمائش ہیں۔

امام ابوحنیفہ سے ایک روایت یہ ہے کہ وہ عیدین کے سوا گھروں سے نہ نکلیں۔

بعض فقہاء نے بوڑھی عورتوں کو نکلنے کی اجازت دی ہے اور جوان عورتوں کو منع کیا ہے' یہ امام مالک کا قول ہے اور ایک روایت کے مطابق امام شافعی' امام ابو یوسف اور امام محمد کا قول ہے اور ہمارے اصحاب حنبلیہ کا بھی یہی قول ہے۔

(فتح الباری لابن رجب ج ۵ ص ۳۰۹' دار ابن الجوزیہ' ریاض' ۱۴۱۷ھ)

نماز کے لیے خواتین کے مسجد میں جانے کے متعلق فقہاء شافعیہ کا نظریہ

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

عورتوں پر جماعت فرض نہیں ہے' فرض عین نہ فرض کفایہ لیکن ان کے لیے جماعت سے نماز پڑھنا مستحب ہے' پھر اس میں دو صورتیں ہیں' ان کے حق میں مردوں کی طرح جماعت سے نماز پڑھنا مستحب ہے اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ ان کے حق میں مردوں کی طرح جماعت سے نماز پڑھنا مؤکد نہیں ہے' اس لیے ان کا جماعت کو ترک کرنا مکروہ نہیں ہے اور مردوں کے حق میں جماعت کو ترک کرنا مکروہ ہے' اس کے باوجود ہم کہتے ہیں کہ ان کے حق میں جماعت سے نماز پڑھنا سنت ہے اور گھروں میں ان کا جماعت سے نماز

پڑھنا افضل ہے اور اگر وہ مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کا ارادہ کریں تو جوان عورتوں کے لیے مکروہ ہے اور بوڑھی عورتوں کے لیے مکروہ نہیں ہے۔ (روضۃ الطالبین ج۱ ص ۴۴۴ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۲ھ)

نماز کے لیے خواتین کے مسجد میں جانے کے متعلق فقہاء احناف کا نظریہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

صاحب ھدایہ نے کہا ہے کہ عورتوں کے حق میں جماعت سے نماز پڑھنے کے لیے مسجد میں حاضر ہونا مکروہ ہے اور شارحین نے کہا ہے کہ اس سے مراد ہے: جوان عورتوں کا جانا مکروہ ہے' اس سے تمام جماعات مراد ہیں' خواہ جمعہ کی جماعت ہو' عید کی جماعت ہو' نماز کسوف کی جماعت ہو یا نماز استسقاء کی جماعت ہو۔ امام شافعی نے کہا ہے کہ ان کا گھر سے نکلنا مباح ہے' ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ ان کے گھر سے نکلنے میں فتنہ کا خوف ہے اور حرام کا سبب ہے اور جو حرام کا سبب ہو وہ حرام ہے اور خاص طور پر اس زمانہ میں جب کہ فساد اور بے راہ روی عام ہو چکی ہے' صاحب ھدایہ نے کہا ہے کہ بوڑھی عورت فجر' مغرب اور عشاء میں گھر سے نکلے تو کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ اس وقت امن ہوتا ہے' یہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا موقف ہے اور امام ابویوسف اور امام محمد نے یہ کہا ہے کہ بوڑھی عورت تمام نمازوں کے لیے گھر سے نکلے کیونکہ اس کی طرف رغبت کم ہوتی ہے' اور حسن بن زیاد نے امام ابوحنیفہ سے ایک یہ روایت بیان کی ہے کہ خواتین نماز کے لیے گھر سے نکلیں اور آخری صفوں میں کھڑی ہوں اور مردوں کے ساتھ نماز پڑھیں کیونکہ وہ جماعت کی اہل ہیں اور مردوں کی تابع ہیں اور امام ابویوسف نے امام ابوحنیفہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ خواتین نمازیوں کی تعداد میں اضافہ کے لیے مسجد میں آئیں اور مسجد کے ایک کونے میں کھڑی ہوں اور نماز نہ پڑھیں کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حائضہ عورتوں کو اسی طرح کا حکم دیا ہے (یعنی نماز نہ پڑھنے کا) کیونکہ وہ نماز کی اہل نہیں ہیں۔ (عمدۃ القاری ج۶ ص ۲۲۴ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۸۶۵ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰى، عَنْ حَنْظَلَةَ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا اسْتَأْذَنَكُمْ نِسَآؤُكُمْ بِاللَّيْلِ إِلَى الْمَسْجِدِ فَأْذَنُوْا لَهُنَّ. تَابَعَهُ شُعْبَةُ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبیداللہ بن موسیٰ نے حدیث بیان کی از حنظلہ از سالم بن عبداللہ از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: جب تم سے تمہاری عورتیں رات کو مسجد میں جانے کی اجازت طلب کریں تو ان کو اجازت دے دو۔ شعبہ نے اس حدیث کی متابعت کی ہے از الاعمش از مجاہد از ابن عمر از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

[اطراف الحدیث: ۸۷۳-۸۹۹-۹۰۰-۵۲۳۸] (صحیح مسلم: ۴۴۲' الرقم المسلسل: ۹۷۱' سنن نسائی: ۷۰۶' مسند ابویعلیٰ: ۵۵۵۹' مسند ابوحنیفہ: ۱۳۴' المعجم الکبیر: ۱۳۲۵۵' مسند احمد ج۲ ص ۷ طبع قدیم' مسند احمد: ۴۵۲۲-ج۸ ص۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۳۴۲۸' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۸ھ' مسند الطحاوی: ۳۸۹۴)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبیداللہ بن موسیٰ العبسی الکوفی (۲) حنظلہ بن ابی سفیان الجمحی' یہ اہل مکہ سے ہیں' اور ابوسفیان کا نام اسود بن عبدالرحمان ہے (۳) سالم بن عبداللہ بن عمر (۴) حضرت عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج۶ ص ۲۲۵)

اس حدیث میں یہ اشارہ ہے کہ عورتوں کو اجازت دینا واجب نہیں ہے کیونکہ اگر مردوں پر اجازت دینا واجب ہوتا تو مردوں سے اجازت طلب کرنے کا کوئی فائدہ نہ ہوتا۔ (عمدۃ القاری ج۶ ص ۲۲۵ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

عورتوں کے مسجد میں جانے کے متعلق حسب ذیل احادیث اور آثار ہیں:

عورتوں کے مسجد میں جانے کی اجازت کے متعلق احادیث اور آثار

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بیوی صبح اور عشاء کی نماز جماعت سے پڑھنے کے لیے مسجد میں جاتی تھیں۔ ان سے کہا گیا: آپ کیوں گھر سے نکلتی ہیں حالانکہ آپ کو معلوم ہے کہ آپ کا نکلنا حضرت عمر کو ناپسند ہے اور ناگوار ہے' انہوں نے کہا: پھر حضرت عمر کو مجھے منع کرنے سے کیا چیز مانع ہے؟ تو لوگوں نے کہا: ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد مانع ہے' آپ نے فرمایا ہے: اللہ کی بندیوں کو اللہ کی مساجد میں جانے سے منع نہ کرو۔

(صحیح البخاری: ۹۰۰' مسند احمد ج ۲ ص ۷' حضرت عمر کی اس زوجہ کا نام عاتکہ بنت زید بن عمرو بن نفیل ہے' مصنف عبد الرزاق: ۵۱۱۱' مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۶۹۰' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۶۰۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی بندیوں کو اللہ کی مساجد سے نہ روکو' ان کو چاہیے کہ وہ بغیر بناؤ سنگھار کے گھر سے نکلیں۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۴۳۸' سنن ابوداؤد: ۵۶۶' سنن دارمی: ۱۲۷۹' صحیح ابن خزیمہ: ۱۶۷۹' صحیح ابن حبان: ۲۲۱۴' مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۶۹۱' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۶۱۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

ابراہیم النخعی بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی عشاء کی نماز مسجد میں جماعت کے ساتھ پڑھتی تھیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۶۹۴' مجلس علمی' بیروت' ۱۴۲۷ھ)

عورتوں کے مسجد میں جانے کی کراہت کے متعلق احادیث اور آثار

ابو عمر شیبانی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: جس عورت نے اپنے گھر میں نماز پڑھی ہے' اس سے افضل کسی عورت نے نماز نہیں پڑھی' ماسوا اس عورت کے جس نے مسجد حرام میں نماز پڑھی یا وہ بوڑھی عورت جس نے اپنے پرانے موزوں میں نماز پڑھی ہو۔ (المعجم الکبیر: ۹۴۷۱' ج ۹' مجلس علمی' بیروت' المعجم الکبیر: ۷۶۱۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

سعید بن جبیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک عورت نے مسجد میں جمعہ پڑھنے کے متعلق سوال کیا' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: تمہاری کوٹھڑی میں نماز پڑھنا تمہارے گھر میں نماز پڑھنے سے افضل ہے اور تمہارا گھر میں نماز پڑھنا تمہارے حجرہ میں نماز پڑھنے سے افضل ہے اور تمہارا حجرہ میں نماز پڑھنا تمہارا محلہ کی مسجد میں نماز پڑھنے سے افضل ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۶۹۷' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۶۱۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

ابو عمرو شیبانی بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ان عورتوں کو کنکر مار رہے تھے' جو جمعہ کے دن مسجد سے نکل رہی تھیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۶۹۹' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۶۱۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

ام حمید بیان کرتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہمارے خاوند ہمیں آپ کے ساتھ نماز پڑھنے سے منع کرتے ہیں اور ہم آپ کے ساتھ نماز پڑھنے سے محبت کرتی ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہارا گھروں میں نماز پڑھنا تمہارے حجروں میں نماز پڑھنے سے افضل ہے اور تمہارا حجروں میں نماز پڑھنا جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے سے افضل ہے۔

(مسند احمد ج ۶ ص ۳۷۱' صحیح ابن خزیمہ: ۱۶۸۹' صحیح ابن حبان: ۲۲۱۷' المعجم الکبیر: ۳۵۶' ج ۲۵' مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۷۰۲' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۶۲۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

۱۶۳ - بَابُ إِنْتِظَارِ النَّاسِ قِيَامَ الْإِمَامِ الْعَالِمِ

نمازیوں کا امام عالم کے کھڑے ہونے کا انتظار کرنا

۸۶۶ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ قَالَ اَخْبَرَنَا يُوْنُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَتْنِيْ هِنْدُ بِنْتُ الْحَارِثِ اَنَّ اُمَّ سَلَمَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخْبَرَتْهَا اَنَّ النِّسَآءَ فِيْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُنَّ اِذَا سَلَّمْنَ مِنَ الْمَكْتُوْبَةِ قُمْنَ وَثَبَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَنْ صَلّٰى مِنَ الرِّجَالِ مَا شَاءَ اللّٰهُ فَاِذَا قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ الرِّجَالُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عثمان بن عمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: ہمیں ہند بنت الحارث نے خبر دی کہ حضرت ام سلمہ' نبی ﷺ کی زوجہ نے ان کو خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں جب عورتیں فرض نماز سے سلام پھیرتیں تو کھڑی ہو جاتیں اور رسول اللہ ﷺ اور جو مرد نماز پڑھتے' وہ جب تک اللہ چاہتا اپنی جگہ برقرار رہتے' پھر جب رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوتے تو لوگ بھی کھڑے ہو جاتے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۸۳۷ میں گزر چکی ہے۔

۸۶۷ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ (ح) وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اِنْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيُصَلِّي الصُّبْحَ فَيَنْصَرِفُ النِّسَاءُ مُتَلَفِّعَاتٍ بِمُرُوْطِهِنَّ مَا يُعْرَفْنَ مِنَ الْغَلَسِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک' ح (امام بخاری دوسری سند کی طرف متحوّل ہوئے) اور ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از یحییٰ بن سعید از عمرہ بنت عبدالرحمان از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے کہا: بے شک رسول اللہ ﷺ صبح کی نماز پڑھاتے' پھر عورتیں اپنی چادروں میں لپٹی ہوئی مڑتیں' اندھیرے کی وجہ سے انہیں کوئی نہیں پہچانتا تھا۔

حدیث مذکور کی شرح' صحیح البخاری: ۳۷۲ میں گزر چکی ہے۔

۸۶۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِسْكِيْنٍ قَالَ حَدَّثَنَا بِشْرٌ اَخْبَرَنَا الْاَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنِيْ يَحْيَى ابْنُ اَبِيْ كَثِيْرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ قَتَادَةَ الْاَنْصَارِيِّ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّيْ لَاَقُوْمُ اِلَى الصَّلٰوةِ وَاَنَا اُرِيْدُ اَنْ اُطَوِّلَ فِيْهَا فَاَسْمَعُ بُكَاءَ الصَّبِيِّ فَاَتَجَوَّزُ فِيْ صَلَاتِيْ كَرَاهِيَةَ اَنْ اَشُقَّ عَلٰى اُمِّهٖ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن مسکین نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں بشر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اوزاعی نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے یحییٰ بن ابی کثیر نے حدیث بیان کی از حضرت عبداللہ بن ابی قتادہ الانصاری رضی اللہ عنہ از والد خود' انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نماز کی طرف قیام کا ارادہ کرتا ہوں اور میرا ارادہ ہوتا ہے کہ میں نماز میں لمبا قیام کروں' پھر میں کسی بچے کے رونے کی آواز سنتا ہوں تو میں اپنی نماز میں تخفیف کرتا ہوں' اس کو ناپسند کرتے ہوئے کہ اس کی ماں پر طویل قیام دشوار ہوگا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۷۰۷ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے یہ تین احادیث اس لیے روایت کی ہیں کہ ان سب

میں مذکور ہے کہ عورتیں مسجد میں نماز پڑھتی تھیں۔

٨٦٩ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ، عَنْ عَمْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ لَوْ اَدْرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اَحْدَثَ النِّسَاءُ لَمَنَعَهُنَّ كَمَا مُنِعَتْ نِسَاءُ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ. قُلْتُ لِعَمْرَةَ اَوَ مُنِعْنَ ؟ قَالَتْ نَعَمْ. (صحیح مسلم:۴۴۵، الرقم المسلسل:۹۸۹، سنن ابوداؤد:۵۶۹، مسند الطحاوی:۱۲۹۳)

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از یحییٰ بن سعید از عمرہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے فرمایا: اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کے اس بناؤ سنگھار کو دیکھ لیتے جو انہوں نے اب ایجاد کیا ہے تو ان کو (مسجد میں آنے سے) منع فرما دیتے' جس طرح بنی اسرائیل کی عورتوں کو منع کیا گیا تھا' میں نے عمرہ سے پوچھا: کیا ان کو منع کر دیا گیا تھا؟ انہوں نے فرمایا: ہاں!

عورتوں کے نت نئے فیشن کی وجہ سے حضرت عائشہ کا ان کو مسجد میں جانے سے منع کرنا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا عورتوں کے اس بناؤ سنگھار کو دیکھ لیتیں جو انہوں نے ہمارے زمانہ میں ایجاد کر لیا ہے اور اپنی زیبائش اور نمائش میں غیر شرعی طریقے اور مذموم بدعات نکال لی ہیں' خاص طور پر شہر کی عورتوں نے تو وہ عورتوں کی بہت زیادہ مذمت کرتیں۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۲۲۷)

میں کہتا ہوں: اگر علامہ عینی ہمارے زمانہ کی فیشن زدہ عورتوں کو دیکھ لیتے تو حیران رہ جاتے' اب اکثر عورتوں نے برقع لینا چھوڑ دیا ہے' سر کو دوپٹہ سے نہیں ڈھانپتیں' تنگ اور چست لباس پہنتی ہیں' بیوٹی پارلر میں جا کر جدید طریقوں سے میک اپ کراتی ہیں' مردوں کے ساتھ مخلوط اجتماعات میں شرکت کرتی ہیں' مراتھن دوڑ میں حصہ لیتی ہیں' بسنت میں پتنگ اڑاتی ہیں' ویلنٹائن ڈے مناتی ہیں' اس قسم کی آزادروش میں عورتوں کے مسجد میں جانے کا تو خیر کوئی امکان ہی نہیں ہے' البتہ چند اللہ سے ڈرنے والی خواتین ضرور مسجد میں جمعہ کی نماز پڑھنے یا رمضان کے مہینہ میں تراویح کی نماز پڑھنے جاتی ہیں' جہاں ان کی نماز کے لیے باپردہ جگہ بنائی جاتی ہے' سو جو خواتین پردہ کی حدود و قیود سے مسجدوں میں جائیں تاکہ وہ درسِ قرآن وحدیث' وعظ اور نصیحت سن سکیں تو میری رائے ہے کہ ان کو منع نہیں کرنا چاہیے' جب کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے ایک قول میں اس کی گنجائش بھی ہے' جس کو ہم صحیح البخاری: ۸۶۴ کی شرح میں بیان کر چکے ہیں۔

حضرت حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: اب فی زمانہ عورتوں کو باپردہ مسجدوں میں آنے اور علیحدہ بیٹھنے سے نہ روکا جائے' کیونکہ اب عورتیں سینماؤں' بازاروں میں جانے سے تو رکتی نہیں' مسجدوں میں آ کر کچھ دین کے احکام سن لیں گی۔ (مراۃ شرح مشکوٰۃ ج ۲ ص ۱۵۸' مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ لاہور)

* حدیث مذکور شرح صحیح مسلم: ۹۰۳۔ ج ۱ ص ۱۲۳۷ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح کا عنوان ہے:

مساجد میں عورتوں کے جانے کی ممانعت کے دلائل۔

١٦٤ - بَابُ صَلٰوةِ النِّسَآءِ خَلْفَ الرِّجَالِ

عورتوں کی نماز مردوں کے پیچھے ہو

٨٧٠ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ قَالَ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ هِنْدٍ بِنْتِ الْحَارِثِ، عَنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن قزعہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از

أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَلَّمَ قَامَ النِّسَاءُ حِينَ يَقْضِي تَسْلِيمَهُ، وَيَمْكُثُ هُوَ فِي مَقَامِهِ يَسِيرًا قَبْلَ أَنْ يَقُومَ. قَالَ نَرَى وَاللَّهُ أَعْلَمُ أَنَّ ذَلِكَ كَانَ لِكَيْ يَنْصَرِفَ النِّسَاءُ، قَبْلَ أَنْ يُدْرِكَهُنَّ الرِّجَالُ.

الزہری از ھند بنت الحارث از حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سلام پھیرتے تھے تو آپ کے سلام پھیرنے کے وقت عورتیں کھڑی ہو جاتی تھیں اور آپ کھڑے ہونے سے پہلے تھوڑی دیر اپنی جگہ پر کھڑے رہتے تھے' الزہری نے کہا: اللہ زیادہ جانتا ہے! ہمارا گمان یہ ہے کہ آپ اس لیے کھڑے رہتے تھے کہ عورتیں مردوں کے اختلاط سے پہلے گزر جائیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٨٣٧ میں گزر چکی ہے۔

٨٧٢'٨٧١ - حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ إِسْحَاقَ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَيْتِ أُمِّ سُلَيْمٍ، فَقُمْتُ وَيَتِيمٌ خَلْفَهُ، وَأُمُّ سُلَيْمٍ خَلْفَنَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن عیینہ نے حدیث بیان کی از اسحاق از حضرت انس رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے گھر میں نماز پڑھی' پھر میں اور یتیم آپ کے پیچھے نماز کے لیے کھڑے ہو گئے اور ام سلیم ہمارے پیچھے کھڑی ہو گئیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٨٠ میں گزر چکی ہے۔

١٦٥ - بَابُ سُرْعَةِ انْصِرَافِ النِّسَاءِ مِنَ الصُّبْحِ، وَقِلَّةِ مَقَامِهِنَّ فِي الْمَسْجِدِ

صبح کی نماز پڑھ کر عورتوں کا جلدی مڑنا اور مسجد میں کم ٹھہرنا

٨٧٤'٨٧٣ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ الْقَاسِمِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي الصُّبْحَ بِغَلَسٍ، فَيَنْصَرِفْنَ نِسَاءُ الْمُؤْمِنِينَ، لَا يُعْرَفْنَ مِنَ الْغَلَسِ، أَوْ لَا يَعْرِفُ بَعْضُهُنَّ بَعْضًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سعید بن منصور نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں فلیح نے حدیث بیان کی از عبدالرحمٰن بن قاسم از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز منہ اندھیرے پڑھاتے' پس مؤمنات مڑ جاتیں' اندھیرے کی وجہ سے انہیں کوئی نہیں پہچانتا تھا' نہ وہ خود ایک دوسرے کو پہچانتی تھیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٧٢ میں گزر چکی ہے۔

١٦٦ - بَابُ اسْتِئْذَانِ الْمَرْأَةِ زَوْجَهَا بِالْخُرُوجِ إِلَى الْمَسْجِدِ

عورت کا اپنے خاوند سے مسجد کی طرف جانے کی اجازت طلب کرنا

٨٧٥ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا اسْتَأْذَنَتِ امْرَأَةُ أَحَدِكُمْ فَلَا يَمْنَعْهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے بیان کیا کہ ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی از معمر از الزہری از سالم بن عبداللہ از والد خود رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کی بیوی اجازت

طلب کرے تو وہ اس کو منع نہ کرے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۸۶۵ میں گزر چکی ہے۔

یہ ''کتاب الاذان'' کی آخری حدیث ہے' اس کے بعد کتاب الجمعہ شروع ہو رہی ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

۱۱ - كِتَابُ الْجُمُعَةِ

جمعہ کا بیان

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس دن کا نام جمعہ رکھنے میں کئی اقوال ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: اس دن کا نام جمعہ اس لیے رکھا گیا ہے کہ اس دن اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کی بناوٹ کو مکمل کیا۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۲۳۱)

امام ابن خزیمہ نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے' آپ نے فرمایا: اے سلمان! تم کو جمعہ کے متعلق کیا علم ہے؟ انہوں نے کہا: اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتا ہے' فرمایا: اس دن میں اللہ تعالیٰ نے تمہارے باپ کی بناوٹ کو جمع کیا۔

(صحیح ابن خزیمہ: ۱۷۳۲' مکتب اسلامی' بیروت' ۱۳۹۵ھ)

امام عبدالرزاق نے ابن سیرین سے یہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مدینہ میں آنے سے پہلے لوگ مدینہ میں جمع ہوئے اور ان ہی لوگوں نے اس دن کا نام جمعہ رکھا' اس کی وجہ یہ ہے کہ انصار نے کہا: یہودی ہر ہفتہ کے دن جمع ہوتے ہیں اور نصاریٰ ہر اتوار کے دن جمع ہوتے ہیں تو کیوں نہ ہم بھی ایک دن جمع ہوں اور اس دن اللہ کا ذکر کریں اور نماز پڑھیں اور اس کا شکر ادا کریں' پس انہوں نے یوم عروبہ کا نام جمعہ رکھ دیا' پھر وہ حضرت اسعد کے پاس جمع ہوئے اور انہوں نے ان کو دو رکعت نماز پڑھائی اور نصیحت کی' پس انہوں نے اس دن کا نام جمعہ رکھا' حضرت اسعد نے ان کے لیے بکری ذبح کی' پس انہوں نے صبح اور شام اس بکری کا گوشت کھایا' پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی: ''اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِكْرِ اللّٰهِ'' (الجمعہ: ۹) جب جمعہ کے دن نماز کے لیے بلایا جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو۔ (مصنف عبدالرزاق: ۵۱۵۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱ - بَابُ فَرْضِ الْجُمُعَةِ — جمعہ کی نماز کی فرضیت

اس باب میں نماز جمعہ کی فرضیت کا بیان کیا گیا ہے' امام بخاری نے اس پر درج ذیل آیت سے استدلال کیا ہے:

لِقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی ﴿اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَیْعَ ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾ (الجمعہ: ۹).

کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جب جمعہ کے دن (نماز) جمعہ کی اذان دی جائے تو تم اللہ کے ذکر کی طرف دوڑ پڑو اور خرید وفروخت چھوڑ دو' یہ تمہارے لیے بہت بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔ (الجمعہ: ۹)

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ نے لکھا ہے کہ اس اذان سے مراد وہ اذان ہے جو امام کے منبر پر بیٹھنے کے بعد خطبہ سے

پہلے دی جاتی ہے کیونکہ السائب بن یزید نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صرف ایک مؤذن تھا' اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر بیٹھ جاتے تو وہ مسجد میں اذان دیتا اور جب منبر سے اتر جاتے تو وہ اقامت کہتا' پھر حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے زمانہ میں بھی اسی طرح ہوتا رہا حتیٰ کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا دورِ خلافت آیا اور لوگ زیادہ ہو گئے اور گھر دور دور ہو گئے تو حضرت عثمان نے ایک اذان کو زیادہ کر دیا اور یہ حکم دیا کہ پہلے الزوراء نامی بازار میں اذان دی جائے' پھر وہاں اذان دی جاتی اور جب حضرت عثمان منبر پر بیٹھ جاتے تو دوسری اذان دی جاتی اور جب وہ منبر سے اتر جاتے تو پھر اقامت کہی جاتی۔

نمازِ جمعہ کی فرضیت کتاب' سنت اور اجماع سے ثابت ہے' کتاب اللہ سے اس کی فرضیت کا ثبوت' الجمعہ:۹ سے ہے' اور سنت سے اس کی فرضیت کا ثبوت اس حدیث سے ہے:

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جمعہ ہر اس شخص پر فرض ہے' جس نے اذان کو سنا۔

(سنن ابوداؤد:۱۰۵۶)

اور اجماع سے اس کا ثبوت اس وجہ سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد سے لے کر آج تک امت کا اس پر اتفاق ہے کہ جمعہ فرض ہے اور اس کے فرض ہونے میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔

۸۷۶ - حَدَّثَنَا اَبُوْ الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ الزِّنَادِ اَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ ابْنَ هُرْمُزَ الْاَعْرَجَ' مَوْلٰى رَبِيْعَةَ بْنِ الْحَارِثِ' حَدَّثَهٗ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ نَحْنُ الْاٰخِرُوْنَ السَّابِقُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ' بَيْدَ اَنَّهُمْ اُوْتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِنَا' ثُمَّ هٰذَا يَوْمُهُمُ الَّذِيْ فُرِضَ عَلَيْهِمْ فَاخْتَلَفُوْا فِيْهِ' فَهَدَانَا اللّٰهُ لَهٗ' فَالنَّاسُ لَنَا فِيْهِ تَبَعٌ اَلْيَهُوْدُ غَدًا وَالنَّصَارٰى بَعْدَ غَدٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوالزناد نے حدیث بیان کی کہ بے شک عبدالرحمان بن ہرمز الاعرج جو ربیعہ بن الحارث کے آزاد کردہ غلام ہیں' انہوں نے بیان کیا کہ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے تھے کہ ہم (بعثت میں) آخر ہیں اور قیامت کے دن سابق ہوں گے' البتہ ان کو ہم سے پہلے کتاب دی گئی' پھر یہ وہ دن ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان پر فرض کیا تھا' انہوں نے اس دن (کی تعیین) میں اختلاف کیا' تو اللہ نے ہمیں اس دن کی ہدایت دے دی' پس لوگ اس دن میں ہمارے تابع ہیں' یہود کل کے دن (ہفتہ) کی تعظیم کرتے ہیں اور نصاریٰ کل کے بعد کے دن (اتوار) کی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۲۳۸ میں گزر چکی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا: ٹھہرا ہوا پانی۔

یہود اور نصاریٰ کا ہفتہ اور اتوار کو معظم دن قرار دینا اور مسلمانوں کا جمعہ کو مقدس دن قرار دینا

امام عبدالرحمن بن ادریس ابن ابی حاتم متوفی ۳۲۵ھ لکھتے ہیں:

قرآن مجید میں ہے:

اِنَّمَا جُعِلَ السَّبْتُ عَلَى الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ. ہفتہ کا دن صرف ان لوگوں پر فرض کیا تھا جنہوں نے اس میں اختلاف کیا تھا۔ (النحل:۱۲۴)

سدی نے اس آیت کی تفسیر میں کہا: اللہ تعالیٰ نے یہود پر جمعہ کا دن فرض کیا تھا' انہوں نے اس کا انکار کیا اور کہا: اے موسیٰ علیہ السلام

نے ہفتہ کے دن کوئی چیز پیدا نہیں کی' سو ہمارے لیے (بہ طور تعظیم) ہفتہ کا دن مقرر کر دیں' تو ان کے لیے ہفتہ کا دن مقرر کر دیا گیا' پھر جب ان پر ہفتہ کا دن فرض کر دیا گیا تو انہوں نے اس میں حرام کام حلال کر لیے۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم: ۱۲۶۸۶' مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

یہود نے ہفتہ کا دن اس لیے اختیار کیا تھا کہ یہ فراغت کا دن ہے' اس دن اللہ تعالیٰ مخلوق کو پیدا کر کے فارغ ہو گیا تھا' سو انہوں نے کہا: ہم بھی اس دن دنیا کے کاموں سے فارغ ہو کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں گے اور نصاریٰ نے اتوار کا دن اس لیے اختیار کیا تھا کہ یہ وہ دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کرنے کی ابتداء کی تھی' سو یہی دن اللہ کی تعظیم اور اس کی عبادت کے لائق ہے' ہم اس دن میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں گے اور اس کا شکر ادا کریں گے اور ہمیں اللہ تعالیٰ نے اس دن کی ہدایت دی جس کو اس نے فرض کیا تھا اور ہم کو اس دن کی ہدایت ہمیں اجتہاد میں صحیح دن تک پہنچنے کی توفیق سے دی' جیسا کہ امام عبد الرزاق نے بیان کیا ہے کہ حضرت السعد بن زرارہ نے مدینہ میں صحابہ کو اکٹھا کر کے جمعہ کی نماز پڑھائی۔ (مصنف عبد الرزاق: ۵۱۵۸)

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب وہ جمعہ کے دن اذان سنتے تو حضرت السعد بن زرارہ کے لیے رحمت کی دعا کرتے' عبد الرحمٰن بن کعب کہتے ہیں: میں نے ان سے پوچھا: آپ جب بھی جمعہ کی اذان سنتے ہیں تو حضرت اسعد بن زرارہ کے لیے دعا کرتے ہیں' اس کا کیا سبب ہے؟ حضرت کعب نے کہا: سب سے پہلے انہوں نے ہی ہم کو ھزم النبیت میں نقیع کے اندر بنو بیاضہ کی پتھریلی زمین میں جمعہ پڑھایا تھا' میں نے پوچھا: آپ اس روز کتنے افراد تھے؟ انہوں نے بتایا: چالیس۔

(سنن ابوداؤد: ۱۰۶۹' سنن ابن ماجہ: ۱۰۸۲)

۲ - بَابُ فَضْلِ الْغُسْلِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، وَهَلْ عَلَى الصَّبِيِّ شُهُوْدُ يَوْمِ الْجُمُعَةِ، اَوْ عَلَى النِّسَاءِ؟

جمعہ کے دن غسل کرنے کی فضیلت اور آیا بچوں اور عورتوں پر بھی جمعہ کے دن حاضر ہونا واجب ہے؟

۸۷۷ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا جَآءَ اَحَدُكُمُ الْجُمُعَةَ فَلْيَغْتَسِلْ.

[اطراف الحدیث: ۸۹۴۔۹۱۹]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع از حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص جمعہ کے دن آئے تو وہ غسل کرے۔

(سنن نسائی: ۱۳۷۵' السنن الکبریٰ: ۱۶۸۱' سنن بیہقی ج ۱ ص ۲۹۷' صحیح ابن خزیمہ: ۱۷۶۱' صحیح ابن حبان: ۱۲۳۴' مسند احمد ج ۱ ص ۳۳۰ طبع قدیم' مسند احمد: ۳۰۵۸۔ ج ۵ ص ۱۷۷' مؤسسۃ الرسالۃ بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۳۳۶۰' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ' مسند الطحاوی: ۳۹۷۴)

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل کرنے کا حکم دیا ہے اور امر وجوب کے لیے آتا ہے' اس سے غیر مقلدین نے یہ استدلال کیا ہے کہ جمعہ کے دن غسل کرنا واجب ہے۔ جمہور کے نزدیک یہ امر استحباب کے لیے ہے کیونکہ حدیث میں ہے:

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے جمعہ کے دن وضوء کیا تو بہت اچھا کیا اور جس نے غسل کیا تو وہ افضل ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۳۵۴)

۸۷۸ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ اَسْمَاءَ قَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن محمد بن اسماء

اَخْبَرَنَا جُوَيْرِيَةُ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ، بَيْنَمَا هُوَ قَائِمٌ فِي الْخُطْبَةِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، اِذْ دَخَلَ رَجُلٌ مِّنَ الْمُهَاجِرِيْنَ الْاَوَّلِيْنَ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَنَادَاهُ عُمَرُ اَيَّةُ سَاعَةٍ هٰذِهِ؟ قَالَ اِنِّيْ شُغِلْتُ، فَلَمْ اَنْقَلِبْ اِلٰى اَهْلِيْ حَتّٰى سَمِعْتُ التَّاذِيْنَ، فَلَمْ اَزِدْ اَنْ تَوَضَّاْتُ. فَقَالَ وَالْوُضُوْءُ اَيْضًا؟ وَقَدْ عَلِمْتَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَاْمُرُ بِالْغُسْلِ؟

[طرف الحدیث:۸۸۲]

نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں جویریہ نے خبر دی از امام مالک از الزہری از سالم بن عبد اللہ بن عمر از حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ جمعہ کے دن کھڑے ہوئے خطبہ دے رہے تھے اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے اور مہاجرین اولین میں سے ایک شخص مسجد میں داخل ہوئے پس حضرت عمر نے ان کو نداء کر کے فرمایا: یہ کون سا وقت ہے؟ انہوں نے کہا: میں مشغول تھا میں اس وقت اپنے گھر پہنچ سکا جب میں نے اذان سنی میں نے وضوء کرنے کے سوا اور کچھ نہیں کیا۔ حضرت عمر نے کہا: اور وضوء بھی (تو قابل ملامت ہے!) حالانکہ آپ کو علم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غسل کا حکم دیتے تھے۔

(صحیح مسلم:۸۴۵، الرقم المسلسل:۱۹۲۳، السنن الکبریٰ:۱۶۷۰، سنن ترمذی:۴۹۵، صحیح ابن حبان:۱۲۳۰، سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۸۹، مسند احمد ج ۱ ص ۲۹ طبع قدیم، مسند احمد:۱۹۹۔ ج ۱ ص ۳۲۸، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید لابن الجوزی:۵۶۹۵، مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ، مسند الطحاوی:۲۰۳۲)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبد اللہ بن محمد بن اسماء الضبعی البصری یہ جویریہ بن اسماء کے بھتیجے ہیں ۲۳۱ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) جویریہ بن اسماء بن عبید الضبعی البصری یہ ۱۷۴ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) امام مالک بن انس (۴) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (۵) سالم بن عبد اللہ بن عمر بن الخطاب (۶) ان کے والد حضرت عبد اللہ بن عمر الخطاب رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۲۳۹)

کھڑے ہو کر خطبہ دینا' سربراہ ملک کا عوام کی عبادات کی تفتیش کرنا' جمعہ کے دن کے غسل کا مستحب ہونا اور دیگر مسائل

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب کھڑے ہوئے خطبہ دے رہے تھے اس سے معلوم ہوا کہ کھڑے ہو کر خطبہ دینا سنت ہے۔

حضرت عمر نے آنے والے مہاجر صحابی (وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تھے) سے تفتیش کی کہ وہ دیر سے کیوں آئے اس سے معلوم ہوا کہ سربراہِ ملک کو عوام کے احوال کی تفتیش کرنی چاہیے اور ان کے دینی کاموں سے باخبر رہنا چاہیے اور اگر وہ کسی افضل کام کو ترک کر دیں تو ان سے باز پرس کرنی چاہیے۔

حضرت عمر نے خطبہ کے دوران حضرت عثمان کو ٹوکا۔ اس سے معلوم ہوا کہ خطبہ کے دوران نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا جائز ہے۔

حضرت عثمان جمعہ کے دن اذان سے پہلے اپنے کاروبار میں مشغول رہے حتیٰ کہ اذان ہو گئی اور ان کو غسل کرنے کا وقت نہیں ملا اور وہ صرف وضوء کر کے مسجد میں آ گئے اور حضرت عمر نے ان سے یہ نہیں کہا کہ جائیں غسل کر کے آئیں اس سے معلوم ہوا کہ جمعہ کے دن غسل کرنا فرض نہیں ہے اور نہ ہی یہ حکم دیا کہ آپ اتنی دیر تک کاروبار میں مشغول نہ رہا کریں اس سے معلوم ہوا کہ جمعہ کے دن

کاروبار میں مشغول رہنا مباح ہے خواہ انسان افضل وقت میں مسجد میں نہ پہنچ سکے۔

حضرت عمر کے ملامت کرنے پر یہ اعتراض ہے کہ حضرت عثمان نے افضل کام کو ترک کیا تھا اور ترک افضل پر ملامت نہیں کی جاتی' اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عمر کا منشاء یہ تھا کہ حضرت عثمان ان لوگوں میں سے ہیں جو لوگوں کے لیے اسوہ اور نمونہ ہیں' تو ان ایسے لوگوں کو افضل اور مستحب کو ترک نہیں کرنا چاہیے ورنہ عام لوگ فرائض اور واجبات میں بھی تساہل کریں گے۔

فقہاء احناف کے نزدیک جمعہ کی طرف سعی اس اذان سے واجب ہوتی ہے' جو خطیب اور منبر کے سامنے دی جاتی ہے اور اسی اذان کے بعد جمعہ کے دن بیع اور شراء حرام ہوتی ہے' کیونکہ یہی اذان اصل ہے' امام شافعی' امام احمد اور شہروں کے اکثر فقہاء کا یہی مذہب ہے' پھر اگر اس وقت خرید وفروخت کی جائے تو امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کے نزدیک وہ مکروہ تنزیہی ہے' اور امام مالک' امام شافعی اور غیر مقلدین کے نزدیک وہ خرید وفروخت باطل ہے۔

۸۷۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ صَفْوَانَ بْنِ سُلَيْمٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ غُسْلُ يَوْمِ الْجُمُعَةِ وَاجِبٌ عَلٰى كُلِّ مُحْتَلِمٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از صفوان بن سلیم از عطاء بن یسار از حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جمعہ کے دن غسل کرنا ہر بالغ پر واجب ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۸۵۸ میں گزر چکی ہے۔

۳ - بَابُ الطِّيْبِ لِلْجُمُعَةِ

جمعہ کے دن خوشبو لگانا

۸۸۰ - حَدَّثَنَا عَلِيٌّ قَالَ حَدَّثَنَا حَرَمِيُّ بْنُ عُمَارَةَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ اَبِيْ بَكْرِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَمْرُو بْنُ سُلَيْمٍ الْاَنْصَارِيُّ قَالَ اَشْهَدُ عَلٰى اَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ اَشْهَدُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْغُسْلُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَاجِبٌ عَلٰى كُلِّ مُحْتَلِمٍ، وَاَنْ يَّسْتَنَّ، وَاَنْ يَّمَسَّ طِيْبًا اِنْ وَجَدَ. قَالَ عَمْرٌو اَمَّا الْغُسْلُ فَاَشْهَدُ اَنَّهٗ وَاجِبٌ، وَاَمَّا الْاِسْتِنَانُ وَالطِّيْبُ فَاللّٰهُ اَعْلَمُ، اَوَاجِبٌ هُوَ اَمْ لَا؟ وَلٰكِنْ هٰكَذَا فِي الْحَدِيْثِ. قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ هُوَ اَخُوْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، وَلَمْ يُسَمَّ اَبُوْ بَكْرٍ هٰذَا، رَوَاهُ عَنْهُ بُكَيْرُ بْنُ الْاَشَجِّ، وَسَعِيْدُ بْنُ اَبِيْ هِلَالٍ وَعِدَّةٌ. وَكَانَ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ يُكْنٰى بِاَبِيْ بَكْرٍ وَاَبِيْ عَبْدِ اللّٰهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حَرَمی بن عمارہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی بکر بن المنکدر' انہوں نے کہا: مجھے عمرو بن سلیم الانصاری نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت ابوسعید نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جمعہ کے دن غسل کرنا ہر بالغ پر واجب ہے اور وہ مسواک کرے اور اگر اس کو خوشبو میسر ہو تو وہ خوشبو لگائے' عمرو نے کہا: رہا غسل تو میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ واجب ہے اور رہی مسواک اور خوشبو تو اللہ ہی جانتا ہے کہ وہ واجب ہے یا نہیں' لیکن حدیث میں اسی طرح ہے۔ امام ابوعبداللہ نے کہا: وہ محمد بن المنکدر کے بھائی ہیں اور ابوبکر کا نام نہیں لیا گیا' اور اس حدیث کو ان سے بکیر بن الاشج اور سعید بن ابی ھلال اور متعدد نے روایت کیا ہے' اور محمد بن المنکدر کی کنیت ابوبکر اور ابوعبداللہ ہے۔

اس حدیث کی شرح بھی' صحیح البخاری: ۸۵۸ میں گزر چکی ہے۔

٤ - بَابُ فَضْلِ الْجُمُعَةِ

جمعہ کی فضیلت

٨٨١ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ سُمَيٍّ، مَوْلٰى اَبِيْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ السَّمَّانِ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنِ اغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ غُسْلَ الْجَنَابَةِ ثُمَّ رَاحَ، فَكَاَنَّمَا قَرَّبَ بَدَنَةً، وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الثَّانِيَةِ، فَكَاَنَّمَا قَرَّبَ بَقَرَةً، وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الثَّالِثَةِ، فَكَاَنَّمَا قَرَّبَ كَبْشًا اَقْرَنَ، وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الرَّابِعَةِ، فَكَاَنَّمَا قَرَّبَ دَجَاجَةً، وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الْخَامِسَةِ، فَكَاَنَّمَا قَرَّبَ بَيْضَةً، فَاِذَا خَرَجَ الْاِمَامُ حَضَرَتِ الْمَلٰئِكَةُ يَسْتَمِعُوْنَ الذِّكْرَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبردی از سمی مولیٰ ابوبکر بن عبدالرحمان از ابوصالح سمان از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے جمعہ کے دن اس طرح غسل کیا' جس طرح وہ غسل جنابت کرتا ہے' پھر وہ (جمعہ پڑھنے) چلا گیا تو گویا اس نے اونٹ کا صدقہ کیا اور جو دوسری ساعت میں گیا' اس نے گویا گائے کا صدقہ کیا اور جو تیسری ساعت میں گیا اس نے گویا سینگھ والے مینڈھے کا صدقہ کیا اور جو چوتھی ساعت میں گیا اس نے گویا مرغی کا صدقہ کیا اور جو پانچویں ساعت میں گیا اس نے گویا انڈے کا صدقہ کیا' پس جب امام نکل آئے تو فرشتے آجاتے ہیں اور وعظ سنتے ہیں۔

(صحیح مسلم: ۸۵۰' الرقم المسلسل: ۱۹۳۲' سنن ابوداؤد: ۳۵۱' سنن ترمذی: ۴۹۹' سنن نسائی: ۱۳۸۲' صحیح ابن حبان: ۲۷۷۵' سنن بیہقی ج ۳ ص ۲۲۶' شرح السنۃ: ۱۰۶۳' مصنف عبدالرزاق: ۵۵۶۵' مسند احمد ج ۲ ص ۴۶۰ طبع قدیم' مسند احمد: ۹۹۲۶۔ج ۱۶ ص ۲۰' موسسۃ الرسالۃ' بیروت' مسند الطحاوی: ۷۷۶۲)

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں' ان کا تعارف پہلے ہو چکا ہے' اس حدیث کا عنوان ہے: جمعہ کی فضیلت' اس کی وجہ یہ ہے کہ جمعہ کی نماز پڑھنے کے لیے جانے' میں بدن کو بھی مشقت ہوتی ہے اور اس میں صاف کپڑے پہننے' نہانے دھونے اور خوشبو وغیرہ لگانے میں مال بھی خرچ ہوتا ہے اور اس میں صدقہ کا بھی ثواب ہے تو اس میں بدنی عبادت اور مالی عبادت دونوں جمع ہیں اور یہ جمعہ کی فضیلت ہے۔

حدیث مذکور کے مسائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں جمعہ کے دن غسل کرنے اور نماز جمعہ کے لیے پہلی ساعت میں جانے کا ذکر ہے اور یہ دونوں امر مستحب ہیں۔

اس میں اونٹ' گائے' مینڈھے' مرغی اور انڈے کے صدقہ کا ذکر ہے' اس سے معلوم ہوا کہ صدقہ قلیل اور کثیر دونوں کا مقبول ہوتا ہے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ گائے اور مینڈھے کی بہ نسبت اونٹ کی قربانی کرنا افضل ہے کیونکہ اونٹ کا ذکر ان دونوں سے پہلے فرمایا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ٦ ص ۲۴۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

نیز اس حدیث میں جانوروں کے ساتھ ساتھ انڈا صدقہ کرنے کا ذکر کیا گیا ہے' یہ اس بات کی دلیل ہے کہ انڈا کھانا حلال ہے کیونکہ صدقہ حلال چیز کا کیا جاتا ہے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۸۵۱۔ ج ۲ ص ۶۲۲ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

٥ - بَابٌ

باب

۸۸۲- حَدَّثَنَا اَبُو نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ، عَنْ يَحْيٰى، عَنْ اَبِي سَلَمَةَ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ اَنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، بَيْنَمَا هُوَ يَخْطُبُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، اِذْ دَخَلَ رَجُلٌ، فَقَالَ عُمَرُ لِمَ تَحْتَبِسُوْنَ عَنِ الصَّلٰوةِ؟ فَقَالَ الرَّجُلُ مَا هُوَ اِلَّا سَمِعْتُ النِّدَاءَ تَوَضَّأْتُ، فَقَالَ اَلَمْ تَسْمَعُوا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا رَاحَ اَحَدُكُمْ اِلَى الْجُمُعَةِ فَلْيَغْتَسِلْ؟

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شیبان نے حدیث بیان کی از یحییٰ بن ابی سلمہ از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہ جس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے' ایک صحابی مسجد میں داخل ہوئے' حضرت عمر نے فرمایا: آپ اپنی نماز میں کیوں تاخیر کرتے ہیں؟ انہوں نے کہا: بس اتنا وقت لگا ہے کہ میں نے اذان سنتے ہی وضوء کیا' حضرت عمر نے فرمایا: کیا آپ لوگوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ نہیں سنا: جب تم میں سے کوئی شخص جمعہ کے لیے جائے تو غسل کرے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۸۷۸ میں گزر چکی ہے۔

٦ - بَابُ الدُّهْنِ لِلْجُمُعَةِ

جمعہ کے دن تیل لگانا

۸۸۳- حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِي ذِئْبٍ، عَنْ سَعِيْدِ الْمَقْبُرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِي اَبِي، عَنِ ابْنِ وَدِيْعَةَ، عَنْ سَلْمَانَ الْفَارِسِيِّ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَغْتَسِلُ رَجُلٌ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، وَيَتَطَهَّرُ مَا اسْتَطَاعَ مِنْ طُهْرٍ، وَيَدَّهِنُ مِنْ دُهْنِهِ، اَوْ يَمَسُّ مِنْ طِيْبِ بَيْتِهِ ثُمَّ يَخْرُجُ فَلَا يُفَرِّقُ بَيْنَ اثْنَيْنِ ثُمَّ يُصَلِّي مَا كُتِبَ لَهُ، ثُمَّ يُنْصِتُ اِذَا تَكَلَّمَ الْاِمَامُ اِلَّا غُفِرَ لَهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ الْاُخْرٰى. [طرف الحدیث: ۹۱۰]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی ذئب نے حدیث بیان کی از سعید المقبری' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے خبر دی از ابن ودیعہ از حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص بھی جمعہ کے دن غسل کرے گا اور اپنی استطاعت کے مطابق پاکیزگی حاصل کرے گا اور اپنا تیل لگائے گا یا اپنے گھر سے خوشبو لگائے گا' پھر (جمعہ کے لیے) نکلے گا' اور دو آدمیوں کے درمیان تفرقہ نہیں کرے گا' پھر اتنی نماز پڑھے گا جتنی اس کے لیے مقدر کر دی گئی ہے' پھر جب امام خطبہ دے گا تو وہ خاموش بیٹھا رہے گا تو اس شخص کے لیے اس جمعہ اور دوسرے جمعہ کے درمیان کے گناہوں کی مغفرت کر دی جائے گی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۵۲' سنن دارمی: ۱۵۴۱' صحیح ابن حبان: ۲۷۷۶' المعجم الکبیر: ۶۱۹۰' سنن بیہقی ج ۳ ص ۲۴۳' شرح السنۃ: ۱۰۵۸' سنن ابوداؤد الطیالسی: ۹۵۶' مسند احمد ج ۵ ص ۴۳۸ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۳۷۱۰۔ ج ۳۹ ص ۱۱۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۲۲۹۳' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ' مسند الطحاوی: ۲۵۲۹)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) آدم بن ابی ایاس (۲) محمد بن عبد الرحمان بن المغیرہ بن الحارث بن ابی ذئب' ان کا نام ہشام القرشی العامری ابوالحارث المدنی ہے (۳) سعید بن ابی سعید' ان کا نام کیسان المقبری ابوسعید المدنی ہے۔ المقبری میں مدینہ کے ایک مقبرہ کی طرف نسبت ہے' ان کے یہ مجاور تھے (۴) ابوسعید المقبری (۵) عبد اللہ بن ودیعہ بن حرام ابوودیعہ الانصاری المدنی' ان کو حرہ میں شہید کر دیا گیا تھا (۶) حضرت سلمان الفارسی رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۲۵۱)

جمعہ کے دن تیل لگانے اور خوشبو لگانے کا استحباب

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

جمعہ کے دن تیل لگانا' خوشبو لگانے کی طرح مستحب ہے' اور تمام علماء اس کے استحباب پر متفق ہیں۔

علامہ طبری نے کہا ہے کہ جس ثواب کا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمایا ہے' وہ اس وقت ملے گا جب نمازی اس طرح جمعہ پڑھے جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمایا ہے اور خاموشی سے اپنے امام کا خطبہ اور نماز میں اس کی قراءت سنے اور جو شخص اس دوران خاموش نہیں رہا اس کو یہ ثواب نہیں ملے گا' اگر امام کی آواز اس تک نہ پہنچ رہی ہو اور اس کا سننا ممکن نہ ہو لیکن وہ اس دوران خاموش رہا ہو' پھر بھی اللہ تعالیٰ کریم ہے' وہ اس کو یہ ثواب عطا فرمائے گا۔

اس حدیث میں جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غسل کرنے کا حکم دیا ہے' یہ حکم بھی تیل لگانے اور خوشبو لگانے کی طرح استحباب کے لیے ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۵۵۹۔۵۵۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

خطبہ کے دوران کلام کرنے کی ممانعت میں اختلافِ فقہاء اور معصیت کے وقوع سے پہلے اس کی مغفرت کی تحقیق

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ خطبہ کے دوران کلام کرنا مکروہ تحریمی ہے یا مکروہ تنزیہی ہے' امام شافعی کے اس کے متعلق دو قول ہیں' قاضی عیاض نے کہا ہے کہ امام مالک' امام ابوحنیفہ اور جمہور فقہاء کے نزدیک خطبہ سننے کے لیے خاموش رہنا واجب ہے' ابراہیم النخعی' امام احمد اور ایک قول کے مطابق امام شافعی کے نزدیک خطبہ کے دوران خاموش رہنا لازم نہیں ہے۔

ایک سوال یہ ہے کہ دوسرے جمعہ کے گناہوں کی جو مغفرت ہوگی اس سے مراد پچھلا جمعہ ہے یا آنے والا جمعہ ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ اگر اس کے پچھلے جمعہ میں گناہ تھے تو ان کی مغفرت کر دی جائے گی اور اگر اس کے پچھلے جمعہ میں گناہ نہیں تھے یا گناہ تھے' لیکن وہ کسی اور سبب سے معاف ہو چکے تھے مثلاً توبہ سے' تو پھر آنے والے جمعہ کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ گزشتہ گناہوں کی معافی تو نیکیوں سے بھی ہو سکتی ہے اور توبہ سے بھی وہ سکتی ہے لیکن آئندہ ہونے والے گناہوں کی معافی کس طرح متصور ہوگی؟ اس کا ایک جواب یہ ہے کہ حدیث میں آئندہ ہونے والے گناہوں کی معافی کی بھی تصریح ہے:

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یوم عرفہ کا روزہ رکھنے سے مجھے اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ وہ اس روزہ کو پچھلے سال کے گناہوں کا بھی کفارہ بنا دے گا اور اس کے بعد والے سال کے گناہوں کا بھی کفارہ بنا دے گا اور یومِ عاشورہ کا روزہ رکھنے سے بھی مجھے اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ وہ اس کو اس کے گزشتہ سال کے گناہوں کا کفارہ بنا دے گا۔

(سنن ابوداؤد: ۲۴۲۵' صحیح مسلم: ۱۱۶۲' سنن ترمذی: ۷۴۹' سنن نسائی: ۲۳۸۲' سنن ابن ماجہ: ۱۷۱۳' مسند احمد ج ۵ ص ۲۹۶)

اعتراضِ مذکور کا دوسرا جواب دیتے ہوئے علامہ عینی لکھتے ہیں کہ قرآن مجید میں ہے: ''**لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ**'' (الفتح: ۲) اس میں ''ماتاخر'' کے لفظ سے اعتراض ساقط ہو جاتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۲۵۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ گناہوں کی مغفرت تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ بعید نہیں ہے کہ وہ گناہوں کے وقوع سے پہلے ان کو معاف فرما دے۔

٨٨٤- حَدَّثَنَا اَبُوْ الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ طَاوُسٌ قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ ذَكَرُوْا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِغْتَسِلُوْا يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَاغْسِلُوْا رُؤُوْسَكُمْ، وَاِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا جُنُبًا وَاَصِيْبُوْا مِنَ الطِّيْبِ . قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اَمَّا الْغُسْلُ فَنَعَمْ، وَاَمَّا الطِّيْبُ فَلَا اَدْرِيْ. [طرف الحدیث:٨٨٥]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبردی از الزہری' انہوں نے بیان کیا کہ طاؤس نے کہا: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ سے عرض کیا کہ لوگوں نے یہ حدیث ذکر کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جمعہ کے دن غسل کرو اور اپنے سروں کو دھوؤ خواہ تم جنبی نہ ہو اور خوشبو لگاؤ۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا: رہا غسل تو وہ آپ کا ارشاد ہے اور خوشبو کے متعلق مجھے علم نہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث پر ایک اعتراض کا جواب

اس حدیث پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ خود حضرت ابن عباس رضی اللہ سے جمعہ کے دن خوشبو لگانے کی حدیث مروی ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک یہ (جمعہ) عید کا دن ہے' اس کو اللہ نے مسلمانوں کے لیے (عید) بنادیا ہے' پس جو شخص جمعہ تک پہنچا وہ غسل کرے اور اگر اس کے پاس خوشبو ہو تو وہ اس کو لگائے اور تم پر مسواک کرنا لازم ہے۔ (سنن ابن ماجہ: ١٠٩٨)

اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔ علامہ احمد بن ابی بکر البوصیری المتوفی ٨٤٠ھ نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند میں ایک راوی صالح بن ابی الاخضر ہے' اس کو جمہور نے ضعیف قرار دیا ہے اور اس کی سند کے باقی راوی ثقہ ہیں۔

(زوائد ابن ماجہ ص ١٧٠' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٤ھ)

زیر بحث حدیث سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ جس نے جمعہ کے دن غسل جنابت کیا' وہ غسل اس کے جمعہ کے غسل کا بدل ہوگا۔

٨٨٥- حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى قَالَ اَخْبَرَنَا هِشَامٌ اَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ اَخْبَرَهُمْ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مَيْسَرَةَ، عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّهُ ذَكَرَ قَوْلَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْغُسْلِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، فَقُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ اَيَمَسُّ طِيْبًا اَوْ دُهْنًا اِنْ كَانَ عِنْدَ اَهْلِهِ؟ فَقَالَ لَا اَعْلَمُهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے خبردی کہ ابن جریج نے ان کو خبردی' انہوں نے کہا: مجھے ابراہیم بن میسرہ نے خبردی از طاؤس از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے جمعہ کے دن غسل کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث کا ذکر کیا' طاؤس نے کہا: میں نے حضرت ابن عباس سے کہا: اگر وہ اپنی بیوی کے پاس ہو تو کیا وہ خوشبو لگائے اور تیل لگائے؟ حضرت ابن عباس نے فرمایا: مجھے اس کا علم نہیں ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٨٨٤ میں گزر چکی ہے۔

٧ - بَابٌ يَلْبَسُ اَحْسَنَ مَا يَجِدُ

جمعہ کے دن سب سے اچھا دستیاب لباس پہنے

٨٨٦- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَاٰى حُلَّةً سِيَرَاءَ عِنْدَ بَابِ الْمَسْجِدِ، فَقَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبردی از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، لَوِ اشْتَرَيْتَ هٰذِهٖ، فَلَبِسْتَهَا يَوْمَ الْجُمُعَةِ، وَلِلْوَفْدِ إِذَا قَدِمُوْا عَلَيْكَ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا يَلْبَسُ هٰذِهٖ مَنْ لَّا خَلَاقَ لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ. ثُمَّ جَاءَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهَا حُلَلٌ، فَاَعْطٰى عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ مِنْهَا حُلَّةً، فَقَالَ عُمَرُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، كَسَوْتَنِيْهَا وَقَدْ قُلْتَ فِيْ حُلَّةِ عُطَارِدٍ مَا قُلْتَ؟ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّيْ لَمْ اَكْسُكَهَا لِتَلْبَسَهَا. فَكَسَاهَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَخًا لَّهٗ بِمَكَّةَ مُشْرِكًا. [اطراف الحدیث:٩٤٨-٢١٠٤-٢٦١٢-٢٦١٩-٣٠٥٤-٥٨٤١-٥٩٨١-٦٠٨١]

الخطاب رضی اللہ عنہ نے ریشم کا سنہری دھاریوں والا حلہ مسجد کے دروازے پر بکتے ہوئے دیکھا' پس انہوں نے کہا: یارسول اللہ! کاش! آپ اس کو خرید لیتے اور جمعہ کے دن اس کو پہنتے اور جس دن آپ سے کوئی وفد ملنے کے لیے آتا' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: اس کو وہ لوگ پہنتے ہیں جن کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہوتا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس چند حلّے آئے' آپ نے ان میں سے ایک حلّہ حضرت عمر بن الخطاب کو عطا کر دیا' تو حضرت عمر نے کہا: یارسول اللہ! آپ نے مجھے یہ حلہ پہننے کے لیے دیا ہے حالانکہ آپ عطارد کے حلّہ کے متعلق مجھ سے وہ ارشاد فرما چکے ہیں' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: میں نے تم کو وہ حلّہ خود پہننے کے لیے نہیں دیا۔ پھر حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے وہ حلّہ مکہ میں اپنے ایک مشرک بھائی کو پہنا دیا۔

(صحیح مسلم: ٢٠٦٨' الرقم المسلسل: ٥٣٠٢' سنن ابوداؤد: ١٠٧٦' سنن نسائی: ١٣٨٢' صحیح ابن حبان: ٥١١٣' مسند ابویعلیٰ: ٥٥١٥' شرح مشکل الآثار: ٤٨٣٢' سنن بیہقی ج ٣ ص ٢٨٠' مسند احمد ج ٢ ص ٢٤٠ طبع قدیم' مسند احمد: ٤٩٧٨- ج ٩ ص ٣٤' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کا عنوان ہے: جمعہ کے دن سب سے اچھا لباس پہنے' جو اسے میسر ہو اور اس حدیث میں یہ بیان ہے کہ جمعہ کے دن عمدہ اور حسین لباس پہننا چاہیے۔

جمعہ کے دن نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا عمدہ لباس پہننا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے یہ کہا: آپ اس حلّہ کو خرید لیں اور جمعہ کے دن پہنیں' اس سے معلوم ہوا کہ ان کے ذہنوں میں یہ مقرر تھا کہ مرد کو جمعہ کے دن سب سے افضل اور سب سے احسن لباس پہننا چاہیے۔ روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: کیا تم میں سے کوئی شخص ایسا نہیں کر سکتا کہ وہ اپنے کام کاج کے علاوہ جمعہ کے دن کے لیے دو کپڑے تیار کر لے۔

اور اہل سیرت نے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جمعہ کے دن سرخ چادر اوڑھتے تھے اور اچھے کپڑے پہنتے تھے اور خوشبو لگاتے تھے اور اسی طرح عیدین میں بھی۔

عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ نے بیان کیا: میں نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اصحاب کو پایا' اصحاب بدر کو اور اصحاب شجرہ کو' وہ سب جمعہ کے دن عمدہ اور حسین لباس پہنتے تھے اور اگر ان کے پاس خوشبو ہوتی تو خوشبو لگاتے تھے اور پھر جمعہ کے لیے روانہ ہوتے۔ اس حدیث میں ''سیراء'' کا لفظ ہے' یہ اس کپڑے کو کہتے ہیں جس میں ریشم ملا ہوا ہو۔ (شرح ابن بطال ج ٢ ص ٥٦٢' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ھ)

کفار کا احکام فرعیہ کا مخاطب نہ ہونا' اور جمعہ کے دن عمدہ لباس پہننے کے متعلق احادیث

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مردوں کے لیے ریشم پہننا حرام ہے۔

حضرت عمر نے ریشم کا وہ حلّہ اپنے مشرک بھائی کو پہنا دیا تھا' اس سے معلوم ہوا کفار احکامِ فرعیہ کے مخاطب نہیں ہیں اور اس میں ان فقہاء احناف کی دلیل ہے' جو کہتے ہیں کہ کفار احکامِ شرعیہ کے مخاطب نہیں ہیں۔

فقہاء شافعیہ نے اس حدیث کا یہ جواب دیا ہے کہ حضرت عمر نے اس کی رسول اللہ ﷺ سے اجازت نہیں لی تھی' دوسرا جواب یہ دیا ہے کہ حضرت عمر نے اپنے مشرک بھائی کو اس حلّہ کا ہدیہ کیا تھا' اسے پہننے کے لیے نہیں کہا تھا' اور رسول اللہ ﷺ نے وہ حلّے حضرت عمر' حضرت علی اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہم کی طرف بھیجے تھے اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ نے ان کے لیے ان حلّوں کے پہننے کو مباح کر دیا ہو بلکہ نبی ﷺ نے یہ تصریح کی تھی کہ آپ نے ان کو وہ حلّے پہننے کے علاوہ دیگر منافع کے حصول کے لیے عطا فرمائے تھے۔

نیز اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ جمعہ کے دن افضل اور احسن لباس پہننا چاہیے۔

محمد بن یحییٰ بن حبان بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تم میں سے کوئی شخص ایسا نہیں کر سکتا کہ اپنے کام کے کپڑوں کے علاوہ جمعہ کے دن کے لیے دو اور کپڑے بنا لے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۰۷۸' سنن ابن ماجہ: ۱۰۹۵)

امام ابن ابی شیبہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوسعید سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسلمان پر یہ حق ہے کہ جب جمعہ کا دن ہو تو وہ مسواک کرے اور عمدہ لباس پہنے اور اگر اس کے پاس خوشبو ہو تو وہ خوشبو لگائے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۵۸۵' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۵۴۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت) (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۲۵۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۸ - بَابُ السِّوَاكِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ

جمعہ کے دن مسواک کرنا

وَقَالَ اَبُوْ سَعِيْدٍ' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَنُّ.

اور حضرت ابوسعید نے نبی ﷺ سے یہ روایت کی ہے کہ آپ مسواک کر رہے تھے۔

اس تعلیق کی اصل' صحیح البخاری: ۸۸۰ میں گزر چکی ہے۔

۸۸۷ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ' عَنْ اَبِي الزِّنَادِ' عَنِ الْاَعْرَجِ' عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ لَا اَنْ اَشُقَّ عَلٰى اُمَّتِيْ' اَوْ عَلَى النَّاسِ' لَاَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ مَعَ كُلِّ صَلٰوةٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر مجھے اپنی امت پر دشوار نہ ہوتا' یا فرمایا: لوگوں پر دشوار نہ ہوتا تو میں انہیں حکم دیتا کہ وہ ہر نماز کے ساتھ مسواک کریں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۷۵ میں گزر چکی ہے۔

مسواک کی احادیث کو "کتاب الجمعہ" میں اس لیے ذکر کیا ہے کہ ہر نماز میں مسواک کرنا سنت ہے اور جمعہ کی نماز ایک اہم نماز ہے' لہٰذا اس میں مسواک کرنا اہم سنت ہے' دوسری وجہ یہ ہے کہ جمعہ کے دن اس لیے غسل کیا جاتا ہے کہ کام کاج کرنے کی وجہ سے جسم پر پسینہ آتا ہے تو اس کی بدبو سے لوگوں کو تکلیف نہ پہنچے اس لیے اس دن مسواک کر کے منہ کو بھی اچھی طرح صاف کیا جائے تاکہ منہ کی بدبو سے فرشتوں اور نمازیوں کو تکلیف نہ ہو۔

۸۸۸ - حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابومعمر نے حدیث بیان

قَالَ حَدَّثَنَا شُعَيْبُ بْنُ الْحَبَابِ قَالَ حَدَّثَنَا أَنَسٌ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكْثَرْتُ عَلَيْكُمْ فِي السِّوَاكِ. (سنن ابوداؤد: ۳۴۰، سنن نسائی: ۶، جامع المسانید لابن الجوزی: ۱۳۰، مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ)

کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوارث نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعیب بن الحباب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے مسواک کرنے کے متعلق تم سے بہت زیادہ کہا ہے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابومعمر عبداللہ بن عمرو بن ابی الحجاج ان کا نام میسرہ التیمی البصری ہے (۲) عبدالوارث بن سوید (۳) شعیب بن الحباب ابوصالح البصری (۴) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۲۶۳)

اس حدیث کا معنی ہے: میں نے تم کو مسواک کا حکم دینے میں بہت مبالغہ کیا ہے۔

مسواک کے متعلق احکام

(۱) مسواک کرنا واجب ہے یا سنت: اکثر اہل علم کا مذہب یہ ہے کہ مسواک کرنا واجب نہیں ہے بلکہ بعض کا دعویٰ یہ ہے کہ اس پر اجماع ہے اسحاق بن راھویہ نے کہا: ہر نماز کے لیے مسواک کرنا واجب ہے جس نے اس کو عمداً ترک کیا اس کی نماز باطل ہے امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر مجھے اپنی امت پر دشوار نہ ہوتا تو انہیں مسواک کرنے کا حکم دیتا' یہ مسواک کرنے کے مستحب ہونے کی دلیل ہے کیونکہ اگر مسواک کرنا واجب ہوتا تو آپ لازماً مسواک کرنے کا حکم دیتے خواہ امت پر دشوار ہو یا نہ ہو۔ صاحب ھدایہ پر تعجب ہے کہ انہوں نے کہا: مسواک کرنا سنت ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دائماً مسواک کی ہے اور انہوں نے ایک حدیث بھی ایسی ذکر نہیں کی جو مسواک کرنے کے دوام پر دلالت کرتی ہو۔

(۲) مسواک کرنے کا وقت: ہمارے اکثر اصحاب نے یہ کہا ہے کہ مسواک کرنے کا وقت کلی کرنا ہے اور امام شافعی نے کہا ہے کہ مسواک نماز کی سنت ہے' مسواک اس وقت کی جائے جب نمازی نماز کے لیے کھڑا ہو۔

(۳) مسواک کس طرح کی جائے: ہمارے اصحاب نے یہ کہا ہے کہ مسواک عرضاً کی بجائے طولاً نہ کی جائے' امام ابونعیم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ روایت بیان کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عرضاً مسواک کرتے تھے طولاً نہیں کرتے تھے۔

(۴) مسواک کتنی بار یا کتنی دیر کی جائے: اس کی کوئی حد مقرر نہیں ہے' لہٰذا اس وقت تک مسواک کی جائے جب تک انسان کا دل مطمئن نہ ہو جائے۔

(۵) جس شخص کو مسواک نہ ملے وہ انگلی سے دانتوں کو ملے: کیونکہ امام بیہقی نے اپنی سنن میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: انگلیاں مسواک سے کفایت کرتی ہیں اور اس کی سند کو ضعیف قرار دیا ہے۔ (سنن بیہقی ج ۱ ص ۴۰) اور امام طبرانی نے المعجم الاوسط میں یہ حدیث روایت کی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ایک شخص اپنے منہ پر تیل لگاتا ہے تو کیا وہ مسواک کرے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! میں نے پوچھا: کس طرح؟ آپ نے فرمایا: وہ اپنی انگلی اپنے منہ میں داخل کرے۔ (حافظ عینی نے اس حدیث کو المعجم الاوسط کے حوالے سے لکھا ہے' میرے پاس المعجم الاوسط کے دو نسخے ہیں' ان دونوں میں یہ حدیث نہیں ہے۔)

(۶) کس چیز سے مسواک کرے؟: مستحب یہ ہے کہ وہ پیلو کی جڑ سے مسواک کرے۔ ابوخیرہ الصباحی بیان کرتے ہیں کہ میں ایک

وفد میں تھا' میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیلو کی جڑ پیش کی' آپ نے فرمایا: اس سے مسواک کیا کرو۔ (تاریخ کبیر: ۵: ۱۳۲۲)

(۷) مسواک کرنے کی حکمت: بندہ جب نماز پڑھنے کے لیے کھڑا ہو اور اللہ تعالیٰ سے مناجات کرے تو ادب کا تقاضا یہ ہے کہ اس کے منہ سے بدبو نہ آئے۔ امام قشیری نے بغیر سند کے حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث روایت کی ہے' انہوں نے کہا: مسواک کو لازم رکھو' اس میں چوبیس خصلتیں ہیں' ان میں سب سے افضل یہ ہے کہ رحمٰن راضی ہوتا ہے' اور نماز کا ستر (۷۷) درجہ زیادہ ثواب ہوتا ہے اور اس سے خوش حالی آتی ہے' اس سے خوشبو آتی ہے' سر کے درد میں آرام آتا ہے' ڈاڑھ کا درد دور ہوتا ہے' اس کے چہرے کے نور اور دانتوں کی چمک کی وجہ سے فرشتے اس سے مصافحہ کرتے ہیں۔

(۸) مسواک کی فضیلت میں متعدد احادیث ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مسواک منہ کو صاف کرنے والی ہے اور رب کو راضی کرنے والی ہے۔ (مسند احمد ج ۶ ص ۴۷' مسند ابویعلیٰ: ۴۵۹۸' حلیۃ الاولیاء ج ۷ ص ۱۵۹' مسند الحمیدی: ۱۶۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مسواک کر کے جس نماز کو پڑھا گیا اس کی اس نماز پر ستر (۷۰) درجہ فضیلت ہے' جس کو بغیر مسواک کے پڑھا گیا ہے۔

(المستدرک ج ۱ ص ۱۴۶۔۱۴۵' سنن بیہقی ج ۱ ص ۳۸' صحیح ابن خزیمہ: ۱۳۷' مسند ابویعلیٰ: ۴۷۳۸' مسند احمد ج ۶ ص ۲۷۲)

(۹) یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت پر شفقت ہے کہ آپ نے مسواک کو امت پر واجب نہیں کیا۔

(۱۰) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امت پر مشقت کے خطرہ سے مسواک کو امت پر واجب نہیں کیا' اس میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اجتہاد کی دلیل ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۶ ص ۲۶۳۔۲۶۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۸۸۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ قَالَ اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ' عَنْ مَنْصُورٍ وَحُصَيْنٍ' عَنْ اَبِي وَائِلٍ' عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ يَشُوْصُ فَاهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی از منصور و حصین از ابی وائل از حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کو اٹھتے تو اپنے منہ میں مسواک ملتے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۴۵ میں گزر چکی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا: ''السواك'' یعنی مسواک کرنا۔

۹ - بَابُ مَنْ تَسَوَّكَ بِسِوَاكِ غَيْرِهٖ

جس شخص نے دوسرے کی مسواک کو استعمال کیا

۸۹۰ - حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ قَالَ قَالَ هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ اَخْبَرَنِي اَبِي' عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ دَخَلَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِي بَكْرٍ' وَمَعَهُ سِوَاكٌ يَسْتَنُّ بِهٖ' فَنَظَرَ اِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' فَقُلْتُ لَهُ اَعْطِنِي هٰذَا السِّوَاكَ يَا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ' فَاَعْطَانِيْهِ' فَقَصَمْتُهُ' ثُمَّ مَضَغْتُهُ' فَاَعْطَيْتُهُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَنَّ بِهٖ وَهُوَ مُسْتَنِدٌ اِلٰى صَدْرِي.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے سلیمان بن بلال نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ ہشام بن عروہ نے کہا کہ مجھے میرے والد نے خبر دی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت عبد الرحمٰن بن ابی بکر آئے اور ان کے پاس مسواک تھی' جس سے وہ دانت صاف کر رہے تھے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی طرف دیکھا' میں نے کہا: اے عبد الرحمٰن! مجھے یہ مسواک دے دو' سو انہوں نے مجھے وہ مسواک دے دی' میں نے اس کا (اگلا حصہ) کاٹا' پھر میں نے

[اطراف الحدیث:۸۹ ۱۳۸- ۳۱۰۰- ۳۷۷۴- ۴۴۳۸- ۴۴۴۶- ۴۴۴۹- ۴۴۵۰- ۴۴۵۱- ۵۲۱۷- ۶۵۱۰]

اس کو چبایا' پس میں نے وہ مسواک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دے دی' آپ نے اس مسواک کو استعمال کیا' اس وقت آپ میرے سینہ کی طرف ٹیک لگائے ہوئے تھے۔

(المستدرک ج ۴ ص ۷' صحیح ابن حبان: ۶۶۱۷' الکامل لابن عدی' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۷ ص ۲۰۶' مسند ابویعلیٰ: ۴۶۰۴' المعجم الکبیر: ۷۸- ج ۲۳' شرح السنۃ: ۳۸۲۶' مسند احمد ج ۶ ص ۴۸ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۴۲۱۶- ج ۴۰ ص ۲۶۱' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) اسماعیل بن ابی اویس (۲) سلیمان بن بلال (۳) ہشام بن عروہ (۴) ان کے والد عروہ بن الزبیر بن العوام (۵) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۲۶۵)

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ بنو آدم کا لعاب پاک ہوتا ہے' اور اس میں یہ دلیل ہے کہ کوئی شخص اپنے محارم کے گھر میں داخل ہوسکتا ہے' اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کوئی شخص دوسرے کی مسواک کرسکتا ہے' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس مسواک کا اگلا حصہ اول کاٹ دیا تھا' پھر اس کو نرم کرنے کے لیے اپنے دانتوں سے چبایا۔

۱۰ - بَابٌ مَا يُقْرَأُ فِي صَلٰوةِ الْفَجْرِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ

جمعہ کے دن فجر کی نماز میں کس سورت کو پڑھا جائے

۸۹۱ - حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ سَعْدِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، هُوَ ابْنُ هُرْمُزَ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الْفَجْرِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ ﴿الٓمّٓ. تَنْزِيْلُ﴾ وَ﴿هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ﴾.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از سعد بن ابراہیم از عبدالرحمٰن بن ہرمز از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن صبح کی نماز میں "الم تنزيل السجدة" اور "هل اتى على الانسان" پڑھا کرتے تھے۔

[طرف الحدیث: ۱۰۶۸]

(صحیح مسلم: ۸۸۰' الرقم المسلسل: ۲۰۰۱' سنن ترمذی: ۵۲۰' سنن نسائی: ۹۵۵' سنن ابن ماجہ: ۸۲۳' سنن ابوداؤد: ۱۰۷۵' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۱۰۷۵' المعجم الکبیر: ۱۲۳۷۵' صحیح ابن خزیمہ: ۵۳۳' مصنف عبدالرزاق: ۵۲۴۰' مسند احمد ج ۱ ص ۲۲۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۹۹۳- ج ۳ ص ۴۵۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۴۵۹۶' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۲ھ)

اس حدیث کے رجال کا اس سے پہلے تعارف کیا جاچکا ہے۔

سجدہ والی سورت کو نماز میں پڑھنا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

فقہاء نے اس حدیث کے مطابق عمل کیا ہے اور یہ اجازت دی ہے کہ فجر کی نماز میں اس سورت کو پڑھا جائے جس میں سجدہ ہو' حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے اسی طرح منقول ہے' ابراہیم النخعی' ابن سیرین اور فقہاء احناف نے اس کو مستحب کہا ہے' امام شافعی' امام احمد اور اسحاق نے یہ کہا ہے کہ یہ سنت ہے' امام مالک کے اس میں اقوال مختلف ہیں' ابن وہب نے ان سے یہ نقل کیا ہے کہ فرض میں اس سورت کو پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے جس میں سجدہ ہو اور اشہب نے ان سے یہ نقل کیا ہے کہ

مکروہ ہے ماسوا اس صورت کے جب لوگوں پر التباس کا خوف نہ ہو۔
المہلب نے کہا: تمام نمازوں میں قرآن مجید پڑھنا' اس آیت کے موافق ہونا چاہیے:
فَاقْرَءُ وْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ. (المزمل:۲۰) پس تم اتنا قرآن (نماز میں) پڑھو جس کو تم آسانی سے پڑھ سکو۔
امام مالک نے سجدہ والی سورت کو نماز میں پڑھنا اس لیے مکروہ کہا ہے کہ اس سے لوگوں میں التباس اور اشتباہ ہوگا' اسی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آخر حیات میں مفصل کی سجدہ والی سورتوں کو پڑھنا ترک کر دیا تھا' کیونکہ مفصل کی سورتیں پانچوں نمازوں میں پڑھی جاتی ہیں۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۵۲۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

جمعہ کے دن فجر کی نماز میں سورۃ السجدۃ اور سورۃ الدھر کو پڑھنے کے متعلق فقہاء احناف کا موقف

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:
علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ جمعہ کے دن فجر کی نماز میں ان سورتوں کو پڑھنا امام مالک کے نزدیک مکروہ ہے۔
علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ فقہاء احناف کے نزدیک کسی نماز میں کسی سورت کے پڑھنے کو معین کرنا مکروہ ہے کہ ہر جمعہ کو فجر کی نماز میں ان سورتوں کو پڑھے۔
امام طحاوی نے کہا: یہ اس صورت میں مکروہ ہے جب وہ یہ سمجھے کہ اس نماز میں اس سورت کو پڑھنا لازم اور واجب ہے' اور کسی اور سورت کو پڑھنا جائز نہیں ہے یا مکروہ ہے' لیکن اگر جمعہ کے دن فجر کی نماز میں ان سورتوں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرنے کی نیت سے پڑھے یا اس وجہ سے کہ اس کو یہ سورتیں اچھی طرح یاد ہیں اور وہ ان کو سہولت سے پڑھ سکتا ہے تو پھر کوئی حرج نہیں ہے۔
محیط میں مذکور ہے: پھر بھی اس کو چاہیے کہ کبھی کبھی کوئی اور سورت پڑھ لے تاکہ ناواقف شخص یہ گمان نہ کرے کہ فجر کی نماز میں ان ہی سورتوں کو پڑھنا لازم ہے۔
میں کہتا ہوں کہ ان دو سورتوں کے پڑھنے کی حکمت یہ ہے کہ ان میں حضرت آدم علیہ السلام کی خلقت اور قیامت کے احوال کا ذکر ہے یعنی انسان کی ابتداء اور انتہاء کا۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۲۶۸۔۲۶۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)
* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۹۳۱۔ ج ۲ ص ۶۴۴ پر بیان کی گئی ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۱۱ - بَابُ الْجُمُعَةِ فِي الْقُرٰى وَالْمُدُنِ بستیوں اور شہروں میں جمعہ کی نماز

''القری''، ''القریۃ'' کی جمع ہے' اس کا معنی ہے: بستی' گاؤں اور دیہات' اور ''المدن''، ''المدینۃ'' کی جمع ہے اور اس کا معنی شہر ہے۔

۸۹۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَامِرٍ الْعَقَدِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ طَهْمَانَ، عَنْ اَبِيْ جَمْرَةَ الضُّبَعِيِّ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهٗ قَالَ اِنَّ اَوَّلَ جُمُعَةٍ جُمِّعَتْ، بَعْدَ جُمُعَةٍ فِيْ مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فِيْ مَسْجِدِ عَبْدِ الْقَيْسِ، بِجُوَاثٰى مِنَ الْبَحْرَيْنِ. [طرف الحدیث: ۴۳۷۱]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو عامر العقدی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن طہمان نے حدیث بیان کی از ابی جمرہ الضبعی از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں جمعہ کے بعد جو سب سے پہلا جمعہ پڑھا گیا وہ بحرین کے شہر جواثی کی مسجد عبد القیس میں پڑھا گیا تھا۔

(سنن ابوداؤد: ١٠٦٨)

حدیث مذکور کے رجال

(١) محمد بن المثنیٰ' ان کا تعارف ہو چکا ہے (٢) ابو عامر العقدی' ان کا نام عبد الملک بن عمرو ہے' العقدی' العقد کی طرف منسوب ہے' یہ قیس کی قوم ہے' جواز د کی قسم ہے (٣) ابراہیم بن طہمان' ان کا تعارف ہو چکا ہے (٤) ابو جمرہ نصر بن عمران' الضبعی' ضبیعہ کی طرف نسبت ہے (٥) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ٦ ص ٢٦٩)

''بحرین'' اور ''جُوَاثی'' کے معانی اور مصادیق

اس حدیث میں ''مسجد عبد القیس'' کا ذکر ہے' عبد القیس ایک قبیلہ کا نام ہے جو بحرین چلے گئے تھے۔

''بحرین'' یہ القطیف اور الاحساء کے قرب میں عمان کے قریب ایک جگہ ہے۔

ڈاکٹر غلام جیلانی برق نے لکھا ہے: بحرین خلیج فارس کے مغربی ساحل پر ایک چھوٹی سی ریاست ہے' جس کا رقبہ اندازاً سو مربع میل ہے اور ١٩٧٢ء میں اس کی آبادی دو لاکھ کے قریب تھی۔ (معجم البلدان' اردو' ص ٦١)

''جواثی'' یہ بحرین کی ایک بستی ہے' زمخشری نے لکھا ہے: یہ بحرین کا قلعہ ہے' ابو عبید البکری نے کہا ہے: یہ بحرین کا شہر ہے۔

یہاں پر تجارتی سامان اور شکار بہت تھا' اس لیے یہاں پر تاجر بہ کثرت آتے تھے اور تاجروں کا بہ کثرت آنا اس بات کی قطعی دلیل ہے کہ جواثی شہر تھا' کیونکہ گاؤں اور دیہات میں بہ کثرت تاجر نہیں جاتے اور اس پر ''قریۃ'' کا اطلاق ہونا اس کے شہر ہونے کے خلاف نہیں ہے کیونکہ قرآن مجید میں مکہ اور طائف پر بھی ''قریۃ'' کا اطلاق ہے کیونکہ ان کا شہر ہونا مسلم ہے' اللہ تعالیٰ نے کفار قریش کا قول نقل فرمایا ہے:

وَقَالُوْا لَوْ لَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ O (الزخرف: ٣١)	اور انہوں نے کہا: یہ قرآن ان دو بستیوں میں سے کسی بڑے آدمی پر کیوں نہ نازل کیا گیا O

ان دو بستیوں سے مراد مکہ اور طائف ہیں اور اکثر مفسرین کے نزدیک بڑے آدمی سے مراد مکہ کا ولید بن مغیرہ اور طائف کا عروہ بن مسعود ثقفی ہے۔

مکہ اور طائف شہر ہیں اور ان پر ''قریۃ'' کا اطلاق لغوی معنی کے اعتبار سے ہے۔

ڈاکٹر غلام جیلانی برق نے لکھا ہے: ''جواثی'' بحرین میں ایک جگہ' عبد القیس کا قلعہ۔ (معجم البلدان ص ١٠٢)

گاؤں اور دیہات میں جمعہ قائم کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء

فقہاء شافعیہ نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ جس بستی میں چالیس آزاد مسلمان رہتے ہوں' اس میں جمعہ قائم کرنا جائز ہے حتیٰ کہ امام بیہقی نے بستی میں جمعہ قائم کرنے کے اوپر اس حدیث کو پیش کیا ہے' ہم کہتے ہیں کہ جواثی بستی یا گاؤں نہیں ہے بلکہ شہر ہے اور اگر ہم یہ مان لیں کہ وہ بستی ہے تو اس حدیث میں یہ تصریح نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس پر مطلع ہو گئے تھے کہ جواثی گاؤں ہے' اس کے باوجود آپ نے وہاں جمعہ قائم کرنے کو برقرار رکھا۔ (عمدۃ القاری ج ٦ ص ٢٧٠)

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ کس جگہ جمعہ قائم کرنا جائز ہے' امام مالک نے کہا: ہر وہ جگہ جہاں مسجد ہو اور بازار ہو وہاں کے رہنے والوں پر جمعہ قائم کرنا واجب ہے اور خانہ بدوشوں پر جمعہ قائم کرنا واجب نہیں ہے کیونکہ وہ مسافروں کے حکم میں ہیں۔ امام

مالک اور امام شافعی کا یہی مذہب ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۵۶۸)

علامہ موفق الدین عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ ھ لکھتے ہیں:

ابو القاسم عمر بن حسین المرقی نے کہا:

جب کسی بستی میں چالیس عقل والے مرد نہ ہوں تو ان پر جمعہ واجب نہیں ہے۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

جمعہ سات شرائط سے واجب ہوتا ہے: (۱) وہ جگہ گاؤں یا دیہات ہو (۲) وہاں چالیس آدمی ہوں (۳) مرد ہوں (۴) بالغ ہوں (۵) صاحب عقل ہوں (۶) مسلمان ہوں (۷) وہ جگہ ان کا وطن ہو۔

گاؤں یا دیہات ایسے ہوں کہ ان کے مکان پتھروں' مٹی' اینٹوں' سرکنڈوں اور درختوں سے بنے ہوئے ہوں' خیموں میں رہنے والے خانہ بدوشوں پر جمعہ واجب نہیں ہے' اسی وجہ سے مدینہ کے گرد جو قبائل عرب رہتے تھے' وہ جمعہ قائم نہیں کرتے تھے۔
(المغنی ج ۳ ص ۳۸' دار الحدیث' قاہرہ' ۱۴۲۵ ھ)

علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا مذہب یہ ہے کہ جمعہ صرف شہر کی جامع مسجد میں جائز ہے یا شہر کی عیدگاہ میں اور منٰی میں بھی جائز ہے جب کہ امام' حج کا امیر ہو یا خلیفہ مسافر ہو' امام محمد نے کہا: منٰی میں جمعہ جائز نہیں ہے اور نہ عرفات میں۔ امام ابوحنیفہ کی دلیل حسب ذیل احادیث اور آثار ہیں:

امام عبد الرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ ھ روایت کرتے ہیں:

الحارث' حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں' آپ نے فرمایا: جمعہ اور تشریق صرف شہر کی جامع مسجد میں جائز ہے۔
(مصنف عبد الرزاق: ۵۱۸۹' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

ابو عبد الرحمن سلمی' حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جمعہ اور تشریق صرف شہر کی جامع مسجد میں جائز ہیں' حضرت علی بصرہ' کوفہ' مدینہ' بحرین' مصر' شام اور الجزیرہ کو شہروں میں شمار کرتے تھے۔ (المصنف: ۵۱۹۱)

ابن جریج بیان کرتے ہیں: میں نے عطاء سے پوچھا: جامع بستی کی کیا تعریف ہے؟ انہوں نے کہا: جہاں جماعت ہو اور امیر ہو' وہاں قصاص لیا جاتا ہو اور وہاں اکٹھے مکان ہوں' اور انہوں نے کہا: جب تم جامع بستی میں ہو اور جمعہ کی اذان دی جائے تو تم پر واجب ہے کہ تم جمعہ کی نماز میں حاضر ہو خواہ تم اذان سنو یا نہ سنو۔ (مصنف: ۵۱۹۳)

فقہاء احناف کے نزدیک شہر کی تعریفات

علامہ عینی حنفی نے کہا: ہمارے فقہاء نے شہر کی مختلف تعریفیں کی ہیں:

امام ابو یوسف سے یہ تعریف منقول ہے: ہر وہ جگہ جس میں ہر قسم کے پیشے ہوں اور لوگوں کے معاش کی ہر چیز وہاں میسر ہو اور وہاں پر قاضی ہو' جو حدود کو قائم کرتا ہو وہ شہر ہے' ایک قول یہ ہے کہ جس جگہ کی آبادی دس ہزار نفوس پر مشتمل ہو وہ شہر ہے' دوسرا قول یہ ہے کہ وہاں دس ہزار جنگ جو ہوں' تیسرا قول یہ ہے کہ وہاں کے رہنے والوں پر اگر کوئی حملہ کرے تو وہ اس کا دفاع کر سکیں وہ شہر ہے' چوتھا قول یہ ہے کہ وہاں امیر ہو اور حدود قائم کرنے کے لیے قاضی ہو' پانچواں قول یہ ہے کہ وہاں کی سب سے بڑی مسجد میں وہاں کی آبادی نہ سما سکے۔

امام محمد سے یہ تعریف منقول ہے کہ جس جگہ امیر ہو‘ جس کا نائب حدود اور قصاص قائم کر سکے۔

امام ابوحنیفہ نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ امام ابن ابی شیبہ نے حضرت علی رضی اللہ سے روایت کی ہے کہ جمعہ تشریق‘ عید الفطر کی نماز اور عید الاضحیٰ کی نماز‘ شہر کی جامع مسجد کے سوا اور کہیں جائز نہیں۔

نیز امام ابن ابی شیبہ نے سند صحیح کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: جمعہ اور تشریق شہر کی جامع مسجد کے سوا اور کہیں جائز نہیں۔

اگر تم یہ اعتراض کرو کہ علامہ نووی نے کہا ہے کہ حضرت علی کی حدیث ضعیف ہے اور اس کے ضعف پر اتفاق ہے اور یہ سند ضعیف منقطع پر موقوف ہے‘ تو اس کا جواب یہ ہے کہ علامہ نووی اس اثر پر مطلع نہیں ہیں جس میں حجاج بن ارطاہ ہے اور نہ اس سند پر مطلع ہیں جو جریر از منصور ہے اور وہ سند صحیح ہے۔ (عمدۃ القاری ج ٦ ص ١٧١)

علامہ علاء الدین سمرقندی متوفی ۵۲۹ھ‘ شہر کی تعریف میں لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ سے مروی ہے کہ وہ بڑا شہر جس میں گلیاں اور بازار ہوں اور اس کے مضافات ہوں اور وہاں حاکم ہو جو مظلوم کا انصاف ظالم سے لینے پر قادر ہو‘ خواہ اپنے علم سے خواہ دوسرے کے علم سے اور لوگ اپنی پیش آمدہ مشکلات اور حوادث میں اس کی طرف رجوع کرتے ہوں‘ یہ تعریف زیادہ صحیح ہے۔

(تحفۃ الفقہاء ج ۲ ص ۱۶۲‘ دارالکتب العلمیہ‘ بیروت‘ ۱۴۰۵ھ‘ علامہ کاسانی متوفی ۵۸۷ھ نے بھی اسی تعریف پر اعتماد کیا ہے‘ بدائع الصنائع ج ۲ ص ۱۹۰‘ اسی طرح علامہ شامی نے بھی اسی تعریف پر اعتماد کیا ہے۔ ردالمحتار ج ۳ ص ۷‘ داراحیاء التراث العربی‘ بیروت)

گاؤں میں جمعہ قائم کرنے کے متعلق اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

جمعہ اہل دیہات پر لازم نہیں کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: جمعہ‘ تکبیرات تشریق‘ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی نماز صرف جامع شہر یا بہت بڑے شہر میں ہی ہو سکتی ہیں۔ فتح القدیر میں ہے: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: پس تم اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف بھاگو۔ ائمہ کے ہاں بالاتفاق مطلق نہیں کیونکہ جمعہ کا قیام جنگلوں میں بالاتفاق جائز نہیں اور امام شافعی کے نزدیک دیہات میں جمعہ نہیں ہو سکتا‘ تو یہاں بالاتفاق جگہ کی تخصیص کرنا ہوگی۔ امام شافعی نے دیہات کی تحقیق کی اور ہم نے شہر کی‘ اور شہر حدیث علی رضی اللہ کی وجہ سے اولیٰ ہے اور اس کا معارضہ اگر دوسرے کے عمل سے ہے تو حضرت علی رضی اللہ کو اس پر تقدیم ہوگی اور یہ تقدیم کیوں نہ ہو کہ ہمارے مذکور معنی کے خلاف معارضہ ثابت ہی نہیں‘ اسی لیے صحابہ سے یہی منقول ہے کہ جب انہوں نے علاقے فتح کیے تو فقط شہروں میں جامع مسجد اور منبر بنائے نہ کہ دیہاتوں میں‘ اور اگر وہ دیہاتوں میں بناتے تو ان کا یہ عمل منقول ہوتا خواہ کوئی ایک ہی روایت ہوتی‘ اور یہ بھی مسلم ہے کہ جمعہ حضور علیہ السلام پر مکہ میں قبل از ہجرت فرض ہوا جیسا کہ امام طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ سے نقل کیا ہے‘ لیکن وہاں کفار کی وجہ سے آپ نے جمعہ قائم نہ فرمایا‘ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ نے مدینہ طیبہ ہجرت کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چودہ دن تک قبیلہ بنو عمرو بن عوف کے ہاں ٹھہرے رہے مگر آپ نے وہاں جمعہ قائم نہ فرمایا‘ یہ دلیل ہے اس پر کہ دیہات میں جمعہ نہیں ورنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں جمعہ قائم فرماتے اور باوجودیکہ امام بخاری نے صحیح میں روایت کیا کہ لوگ جمعہ پاتے تھے‘ اور ایک روایت میں ہے کہ لوگ اپنے اپنے گھر اور عوالی سے جمعہ کے لیے آتے‘ پس وہ غبار میں آتے تو انہیں غبار پہنچتی اور پسینہ آتا‘ اور قدوری میں ہے کہ جمعہ کے لیے شہر کی جامع مسجد یا شہر کی عیدگاہ کا ہونا ضروری ہے دیہاتوں میں جمعہ جائز نہیں۔ مولانا بحر العلوم‘ ارکان الاسلام میں اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد گرامی: اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن نماز کی نداء دی جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑ آؤ اور بیع ترک کر دو‘ کے

تحت لکھتے ہیں: یعنی اذان کے بعد بیع حرام ہے اور جمعہ کی طرف سعی لازم ہے' پھر بیع میں گفتگو طویل ہو جانے کی وجہ سے جمعہ اور خطبہ فوت ہو جاتا ہے کیونکہ اس دور کے تاجروں میں ایسی صفات متروک نہیں اور اسی لیے نداء اوّل کے وقت ہی سے اس سے منع کر دیا گیا' پس بیع و شراء کا شہر میں ہونا ظاہر ہے' اور وہاں یہ بھی فرمایا کہ مریض اور دیگر معذور لوگوں کے لیے جمعہ کے دن جماعت کے ساتھ ظہر ادا کرنا مکروہ ہے' البتہ دیہاتی لوگوں کے لیے ظہر کی جماعت میں کوئی حرج نہیں کیونکہ شہر میں جمعہ تمام جماعتوں کا جامع ہوتا ہے' اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ وجوب جمعہ کے لیے شہر کا شرط ہونا مشروع ہے کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ظاہری حیات سے لے کر آج تک یہی متوارث ہے کہ اہل دیہات جمعہ نہیں پڑھتے' تو صاحب قدوری کے قول پر مقلدین کے لیے عمل لازم ہے کیونکہ ان کا قول مذہب حنفی کے مطابق ہے اور جمہور فقہاء محققین نے اسی کی اتباع کرتے ہوئے اسے ہی راجح قرار دیا ہے اور علماء احناف میں سے کسی نے اس کا انکار نہیں کیا جیسا کہ ردالمحتار میں ہے تو ہم پر اس کی اتباع لازم ہے' جسے انہوں نے راجح کہا اور اس کی تصحیح کی' جیسا کہ وہ اپنی زندگی میں اس پر ہمیں فتویٰ دیتے تو اسی کی اتباع کی جاتی اور حق ہی اتباع کے لائق ہے اور وہ مقلد جو اس کی مخالفت کرے اس کا حکم جائز نہیں جیسا کہ درمختار میں ہے' بہرحال اپنے مذہب کے خلاف مقلد کی قضا اصلاً نافذ نہ ہوگی' صحت جمعہ کے لیے شہر کا شرط ہونا جمہور احناف کے ہاں ثابت ہے اور اس میں کسی کو انکار نہیں' ہاں! تعریف شہر میں ان کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ ہر وہ جگہ جہاں نہ منتقل ہونے والی آبادی ہو اور وہاں چالیس مکلف آدمی مقیم ہوں تو وہاں جمعہ لازم ہو جاتا ہے' ہمارے مذہب میں اس بارے میں روایات مختلف ہیں' ظاہر الروایت میں ہے کہ ایسا شہر ہو جس میں کوئی ایسا امام یا قاضی ہو جو اقامت حدود کی طاقت رکھتا ہو۔ فتح القدیر میں ہے کہ امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں: شہر وہ ہوگا جس میں محلے اور بازار ہوں اور ایسا والی ہو جو مظلوم کی فریاد رسی کر سکے اور ایسا عالم ہو جس کی طرف لوگ مختلف پیش آنے والے واقعات میں رجوع کر سکیں' امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ شہر وہ جگہ ہے جہاں کے رہائشی اتنے ہوں کہ وہاں کی سب سے بڑی مسجد ان کے لیے ناکافی ہو۔ ہدایہ میں ہے: یہ امام بلخی کا مختار ہے اور فساد زمانہ اور امراء کا فتنہ دیکھتے ہوئے اکثر مشائخ نے اسی پر فتویٰ دیا' اور امام ابو یوسف سے یہ روایت بھی ہے کہ ہر وہ جگہ شہر ہے جہاں دس ہزار مرد مقیم ہوں' یہ بھی روایت ہے کہ ہر وہ مقام جہاں ایسا امیر یا قاضی ہو جو احکام کو نافذ اور اقامت حدود کا اختیار رکھتا ہو' امام کرخی نے اسی کو اختیار فرمایا۔ (ہدایہ) بعض کی رائے یہ ہے کہ وہاں ہر صاحب صنعت سالہا سال سے اس طرح رہتا ہو کہ اسے دوسری صنعت کی محتاجی نہ ہو' بعض کی رائے یہ ہے کہ اگر وہاں دشمن حملہ آور ہو تو ان سے دفاع ممکن ہو' بعض نے کہا کہ وہاں ہر روز کوئی نہ کوئی پیدا ہو اور کوئی نہ کوئی مرے' بعض نے کہا کہ وہاں کے رہائشی لوگوں کی تعداد کا علم بغیر مشقت کے نہ ہو سکے۔ ہمارے زمانے کی ضرورت کے پیش نظر تعریف شہر میں اکثر فقہاء کا مختار اور متاخرین کا مفتی بہ قول وہی روایت ہے جو امام بلخی کی مختار ہے کہ وہ مقام شہر ہے جس کی سب سے بڑی مسجد وہاں کے مکلف لوگوں کی گنجائش نہ رکھتی ہو۔ شیخ ابوشجاع کہتے ہیں کہ ان تعریفات میں یہی حسن ہے' ولوالجیۃ میں ہے کہ یہی صحیح ہے۔ بحر' وقایہ' متن مختار اور اس کی شرح میں اسی کو اختیار کیا گیا ہے' اور متن درر میں اسے ہی دوسرے قول پر مقدم کیا اور ظاہراً ترجیح اسی کو ہے' صدر الشریعہ نے اپنے اس قول سے تائید کی ہے کیونکہ احکام شرع خصوصاً اقامت حدود میں سستی واقع ہو چکی ہے' ہر وہ جگہ جس پر تعریف صادق آ رہی ہو وہ شہر ہے اور وہاں کے رہنے والوں پر جمعہ لازم ہوگا اور اگر تعریف صادق نہ آئے تو وہاں جمعہ نہیں ہوگا خواہ وہ قریہ کے نام سے متعارف ہو یا کسی اور نام سے' تو اب وہ مقام متاخرین کی تعریف کے مطابق حکم مصر میں شرعاً ہوگا نہ کہ عرفاً اور یہی احسن ہے' اور جس پر تعریف مذکور صادق نہ ہو' وہ نہ شرعاً شہر ہے نہ عرفاً' لفظ قریہ میں شرعاً دو اعتبار ہیں: ایک وہ جس کی یہ تعریف کی گئی' دوسرا وہ جس کی یہ تعریف نہ ہو سکے' پس پہلے میں جمعہ صحیح ہے اور بڑا شہر یا قصبہ ہے

اور دوسرے میں جمعہ صحیح نہیں اور یہ دیہات ہے اور جنگل کا بھی یہی حکم ہے' جیسا کہ ان پر قہستانی کی عبارت دال ہے کہ قصبات اور بڑے دیہاتوں جن میں بازار ہوں جمعہ فرض ہوتا ہے' اور بحر میں ہے کہ قریہ اور جنگل میں جمعہ نہیں ہوسکتا کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ جمعہ' تکبیراتِ تشریق' نمازِ عید الفطر اور اضحیٰ مصر جامع یا بڑے شہر کے سوا نہیں ہوسکتیں' پھر کہا: اہل شہر کے علاوہ یہ کسی پر لازم نہیں طحطاوی میں اسی طرح ہے' تو ان دونوں کے درمیان عموم وخصوص کی نسبت ہے تو دلائل مذکورہ سے واضح ہو گیا کہ بالاتفاق فرضیت جمعہ مخصوص ہے تو اگر ایسے اہلِ دیہات جمعہ قائم کریں جسے شرعاً شہر نہیں کہا جا سکتا تو ان کے ذمے سے ظہر ساقط نہ ہوگی' اور اگر وہ ظہر تنہا ادا کریں گے تو انہوں نے کبیرہ کا ارتکاب کیا کیونکہ واجب کا ترک ہوا' یعنی نوافل جماعت کے ساتھ ادا کرنے کی وجہ سے ظہر کی جماعت ترک کر دی اور یہ عظیم قباحت ہے' واضح رہے کہ جمعہ تمام جماعتوں کا جامع ہے' ظہر کو جماعت کے ساتھ ادا کرنا جمعہ کی جماعت کو متفرق اور کم کرنا ہے' بہ خلاف اہل دیہات کے کہ وہاں جمعہ لازم نہیں تو وہاں ظہر کو جماعت کے ساتھ ادا کرنا جمعہ کے لیے تفریق وتقلیل کا سبب نہیں' ان کے لیے تو یہ دن جماعت کے ساتھ بلا کراہت ظہر ادا کرنے کے لحاظ سے دیگر دنوں کی طرح ہی ہے۔ (مجالس الابرار) تو وہ شخص جو کہتا ہے کہ جمعہ اور ظہر کے درمیان خطبوں کے علاوہ کوئی فرق نہیں' جمعہ ہر جگہ ظہر کی طرح ادا ہو جاتا ہے خواہ شہر ہو یا دیہات یا اور کوئی مقام ہو' اس کا تارک فاسق اور مردود ہے تو ایسے قول کا قائل گمراہ ہے اور گمراہ کرنے والا ہے اور اس کا تعلق مقلدین سے نہیں' اس کے اقوال وافعال' اس کی محبت ومخالطت سے مقلدین کو احتراز کرنا لازم ہے' اللہ تعالیٰ کا علم کامل واکمل ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۸ ص ۴۲۳-۴۲۸' رضا فاؤنڈیشن' لاہور' ۱۴۱۶ھ)

نیز اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ گاؤں اور دیہات میں جمعہ اور عید کے متعلق ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

مسئلہ: ہادی حسن خاں از کان پور نئی سڑک' ۱۵ صفر ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک دیہات ہے جس کی آبادی تقریباً پانچ سو کے ہے اور اس میں ایک ایسی مسجد ہے کہ اگر اس گاؤں کے مکلفین اس میں جمع ہوں تو مسجد پُر نہ ہوگی اور اس کے قریب دو دو کوس پر کئی قصبے ہیں تو اُس گاؤں میں از رُوئے مذہب حنفی نمازِ جمعہ وعیدین جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: باجماع جملہ ائمہ حنفیہ اس میں جمعہ وعیدین باطل ہیں اور پڑھنا گناہ۔ تمام متون وشروح وفتاویٰ میں ہے: "شرط صحتها المصر" جمعہ کی صحت کے لیے شہر کا ہونا شرط ہے۔ درمختار میں ہے:

صلوة العيد في القرى تكره تحريما لانه اشتغال بما لا يصح لان المصر شرط الصحة.

دیہاتوں میں عید کی نماز مکروہ تحریمی ہے کیونکہ یہ ایسے عمل میں مشغول ہونا ہے جو درست نہیں کیونکہ اس کی صحت کے لیے شہر کا ہونا شرط ہے۔

خود نہ پڑھیں گے' حکم پوچھا جائے گا تو فتویٰ یہ دیں گے' جہاں نہیں ہوتے قائم نہ کریں گے باایں ہمہ اگر عوام پڑھتے ہوں' منع نہ کریں گے۔ درمختار:

كره تحريما صلوة مطلقا او نفلا مع شروق الا العوام فلا يمنعون من فعلها لانهم يتركونها والاداء الجائز عند البعض اولى من الترك (ملخصًا).

طلوعِ آفتاب کے بعد ہر نماز مکروہ تحریمی ہے خواہ نفل ہو لیکن عوام کو نماز پڑھنے سے روکا نہیں جائے گا کیونکہ وہ بالکل ترک کر دیں گے' اور جو بعض کے نزدیک جائز ہو اس کا بجالانا ترک سے اولیٰ ہوتا ہے۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۸ ص ۴۳۹' رضا فاؤنڈیشن' لاہور' ۱۴۱۶ھ)

گاؤں اور دیہات میں جمعہ نہ ہونے کے متعلق احادیث اور آثار

ابوعبدالرحمن بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ نے فرمایا: شہر کی جامع مسجد کے سوا جمعہ اور تشریق (فرض) نہیں ہیں۔
(مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۰۹۸ 'مجلس علمی' بیروت' ۱۴۲۷ھ' مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۰۹۸ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

حارث بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ نے فرمایا: شہر کی جامع مسجد یا کسی بڑے شہر کے سوا جمعہ' تشریق' عید الفطر اور عید الاضحیٰ فرض نہیں ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۰۹۹ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۰۵۹ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت)

ابراہیم بیان کرتے ہیں کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ نے کہا کہ گاؤں دیہات والوں پر جمعہ فرض نہیں ہے جمعہ صرف شہر والوں پر فرض ہے' جیسے اہل مدائن۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۱۰۰ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۰۶۰ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت)

ہشام بیان کرتے ہیں کہ حسن بصری اور محمد بن سیرین نے کہا: جمعہ شہروں میں فرض ہے۔
(مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۱۰۱ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۰۶۱ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت)

مغیرہ بیان کرتے ہیں کہ ابراہیم نے کہا: شہر کی جامع مسجد کے سوا جمعہ اور تشریق فرض نہیں ہے۔
(مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۱۰۵ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۰۶۶ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت)

ابوعبدالرحمان سلمی بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ نے فرمایا: شہر کی جامع مسجد کے سوا جمعہ اور تشریق فرض نہیں ہے۔
(مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۱۰۶ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۰۶۷ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت)

۸۹۳ - حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَرْوَزِيُّ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا يُوْنُسُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنَا سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ كُلُّكُمْ رَاعٍ. وَزَادَ اللَّيْثُ قَالَ يُوْنُسُ كَتَبَ رُزَيْقُ بْنُ حُكَيْمٍ اِلَى ابْنِ شِهَابٍ، وَاَنَا مَعَهُ يَوْمَئِذٍ بِوَادِي الْقُرٰى هَلْ تَرٰى اَنْ اُجَمِّعَ؟ وَرُزَيْقٌ عَامِلٌ عَلٰى اَرْضٍ يَعْمَلُهَا، وَفِيْهَا جَمَاعَةٌ مِّنَ السُّوْدَانِ وَغَيْرِهِمْ، وَرُزَيْقٌ يَوْمَئِذٍ عَلٰى اَيْلَةَ، فَكَتَبَ ابْنُ شِهَابٍ، وَاَنَا اَسْمَعُ يَاْمُرُهُ اَنْ يُّجَمِّعَ، يُخْبِرُهُ اَنَّ سَالِمًا حَدَّثَهُ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ كُلُّكُمْ رَاعٍ، وَكُلُّكُمْ مَسْؤُوْلٌ عَنْ رَّعِيَّتِهِ، الْاِمَامُ رَاعٍ وَمَسْؤُوْلٌ عَنْ رَّعِيَّتِهِ، وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِيْ اَهْلِهِ وَهُوَ مَسْؤُوْلٌ عَنْ رَّعِيَّتِهِ، وَالْمَرْاَةُ رَاعِيَةٌ فِيْ بَيْتِ زَوْجِهَا وَمَسْؤُوْلَةٌ عَنْ رَّعِيَّتِهَا، وَالْخَادِمُ رَاعٍ فِيْ مَالِ سَيِّدِهٖ وَمَسْؤُوْلٌ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں بشر بن محمد المروزی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: ہمیں سالم بن عبداللہ نے خبر دی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: تم میں سے ہر شخص نگہبان ہے اور لیث نے یہ اضافہ کیا کہ یونس نے کہا: رزیق بن حکیم نے ابن شہاب کی طرف لکھا اور اس دن میں ان کے ساتھ وادی القریٰ میں تھا' آپ کی کیا رائے ہے میں جمعہ قائم کروں؟ اور رزیق اس زمین پر عامل تھے اور اس میں عمل کرتے تھے اور اس میں حبشیوں اور دوسرے لوگوں کی جماعت تھی اور رزیق ان دنوں ایلہ پر حاکم تھے' پس ابن شہاب نے جواب لکھا اور میں سن رہا تھا' انہوں نے ان کو جمعہ قائم کرنے کا حکم دیا اور ان کو یہ خبر دی کہ سالم نے ان کو یہ حدیث بیان کی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: تم میں سے ہر شخص نگہبان ہے اور ہر شخص اپنے ماتحت لوگوں کی طرف سے جواب دہ ہے' سربراہ ملک نگہبان ہے اور وہ اپنے ماتحت لوگوں

عَنْ رَّعِيَّتِهِ. قَالَ وَحَسِبْتُ اَنْ قَدْ قَالَ وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِي مَالِ اَبِيْهِ وَمَسْئُوْلٌ عَنْ رَّعِيَّتِهِ، وَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَمَسْئُوْلٌ عَنْ رَّعِيَّتِهِ. [اطراف الحدیث: ۲۴۰۹۔ ۲۵۵۴۔ ۲۵۵۸۔ ۲۷۵۱۔ ۵۱۸۸۔ ۵۲۰۰۔ ۷۱۳۸] (صحیح مسلم: ۱۸۲۹' الرقم المسلسل: ۴۶۴۳' سنن ترمذی: ۱۷۰۵' مصنف عبد الرزاق: ۲۰۶۴۹' صحیح ابن حبان: ۴۴۸۹' سنن بیہقی ج ۷ ص ۲۹۱' شعب الایمان: ۷۳۶۰' الکامل لابن عدی ج ۳ ص ۹۰۸۱' مسند احمد ج ۲ ص ۵ طبع قدیم' مسند احمد: ۴۴۹۵۔ ج ۸ ص ۸۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۳۳۹۸' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۲ھ)

کی طرف سے جواب دہ ہے' مرد اپنے گھر والوں کا نگہبان ہے اور وہ اپنے گھر والوں کی طرف سے جواب دہ ہے' اور عورت اپنے خاوند کے گھر کی نگہبان ہے اور وہ اپنے ماتحت لوگوں کی طرف سے جواب دہ ہے' اور نوکر اپنے مالک کے مال کا نگہبان ہے اور وہ اپنے زیر تصرف چیزوں کی طرف سے جواب دہ ہے اور میرا گمان ہے کہ آپ نے فرمایا: اور مرد اپنے باپ کے مال کا نگہبان ہے اور اپنے زیر تصرف چیزوں کی طرف سے جواب دہ ہے اور تم میں سے ہر شخص نگہبان ہے اور اس سے اس کے ماتحت لوگوں کے متعلق سوال کیا جائے گا۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) بشر بن محمد ابو محمد السجستانی المروزی' یہ ۲۲۴ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) عبد اللہ بن المبارک (۳) ابن یونس بن یزید الایلی (۴) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (۵) سالم بن عبد اللہ بن عمر بن الخطاب (۶) ان کے والد حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ (۷) رزیق بن حکیم الفزاری' یہ بنو فزارہ ایلی کے آزاد کردہ غلام تھے اور عمر بن عبد العزیز کی طرف سے ایلہ کے والی اور حاکم تھے' ابن الحذاء نے کہا: یہ مدینہ کے حاکم تھے' امام نسائی نے کہا: یہ ثقہ تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۲۷۴۔ ۲۷۳)

اس باب کا عنوان ہے: بستیوں اور شہروں میں جمعہ کی نماز' اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ رزیق لوگوں پر حاکم تھے' سو ان کے فرائض میں سے جمعہ کو قائم کرنا تھا' خواہ وہ کسی بستی کے حاکم ہوں' یہ امام بخاری کا مقصود ہے لیکن اس حدیث میں یہ ثبوت نہیں ہے کہ گاؤں اور دیہات میں جمعہ قائم کرنا جائز ہے۔

''ایلہ'' کا معنی اور مصداق

اس حدیث میں ''ایلہ'' کا لفظ ہے' ابو عبید نے کہا: یہ مصر' مکہ اور تبوک کے درمیان سمندر کے کنارے ایک شہر ہے' صاحب ایلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے آپ کو جزیہ ادا کیا۔

البکری نے کہا: مدین بن ابراہیم کی بیٹی کا نام ایلہ رکھا گیا تھا' یہ بھی کہا گیا ہے کہ ایلہ سمندر کے کنارے ایک بستی تھی۔ الیعقوبی نے کہا: ایلہ بہت بڑا شہر ہے جو سمندر کے کنارے ہے' یہاں شام' مصر اور اندلس کے حجاج جمع ہوتے ہیں اور یہاں بہت زیادہ تجارت ہوتی ہے' بحر قلزم سے لے کر ایلہ تک چھ مراحل کا فاصلہ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۲۷۵۔ ۲۷۴)

ڈاکٹر غلام جیلانی برق لکھتے ہیں: بحر شام کے ساحل پر یہود کا شہر' انہیں ہفتہ (سبت) کے دن مچھلی کے شکار سے روکا گیا تھا لیکن نہ رکے اور مسخ کر دیئے گئے۔ (معجم البلدان' اردو' ص ۵۳)

ہر شخص کی نگہبانی کا دائرہ کار

اس حدیث میں ''راعی'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: چرواہا' نگہبان اور محافظ' اس لفظ کے مفہوم میں امام' مرد' عورت' خادم اور بیٹا مشترک ہیں لیکن ان کے معانی مختلف ہیں' پس امام اور سربراہ کے لیے ملک کی نگہبانی یہ ہے کہ وہ حدود قائم کرے اور حدود شرع کو نافذ کرے اور مرد کی نگہبانی یہ ہے کہ وہ اپنے افراد خانہ کی کفالت کرے اور ان کی معاشی ضروریات کو پورا کرے' ان کے حقوق ادا کرے

اور ان کے لباس اور علاج معالجہ کا انتظام کرے اور ان سے عبادت کرائے اور عورت کی نگہبانی یہ ہے کہ وہ اپنے خاوند کے گھر کے معاملات چلانے کے لیے اچھی تدبیر کرے اور خاوند کے مال اور اپنی عفت کی حفاظت کرے اور خادم کی نگہبانی یہ ہے کہ وہ اپنے مال کی اچھی طرح خدمت کرے اور جو چیزیں اس کے تصرف میں ہیں ان کی دیکھ بھال کرے' اور کسی شخص کی اپنے باپ کے مال کی نگہبانی یہ ہے کہ وہ اپنے باپ کے مال کو نقصان سے بچائے اور اس میں اضافے کی کوشش کرے۔

عامل اور والی خواہ سلطان کا مقرر کیا ہوا ہو یا عوام نے مقرر کیا ہو' وہ جمعہ پڑھا سکتا ہے

اس حدیث میں مذکور ہے کہ رزیق وادی القریٰ کے عامل اور والی تھے اور ابن شہاب زہری نے ان کو خط لکھا کہ وہ وہاں پر جمعہ قائم کریں' اس سے معلوم ہوا کہ جمعہ قائم کرنے کے لیے ضروری ہے کہ شہر کا حاکم یا اس کا نائب جمعہ کو قائم کرے' حدیث میں ہے:

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ نے میرے اس مقام میں تم پر جمعہ فرض کیا ہے' میرے آج کے دن' میرے اس مہینہ میں اور میرے اس سال سے لے کر قیامت تک کے لیے جمعہ فرض کر دیا ہے' پس جس نے جمعہ کو میری زندگی میں ترک کیا یا میرے بعد ترک کیا' حالانکہ اس کے پاس امام تھا خواہ عادل خواہ ظالم' جمعہ کو معمولی گردانتے ہوئے یا اس کی فرضیت کا انکار کرتے ہوئے تو اللہ اس کے بکھرے ہوئے کاموں کو جمع نہ کرے اور اس کے کاموں میں برکت نہ دے۔ الحدیث (سنن ابن ماجہ: ۱۰۸۱)

اس حدیث میں یہ بتایا ہے کہ جمعہ کو امام قائم کرے گا' خواہ وہ امام عادل ہو یا ظالم ہو' فقہاء نے لکھا ہے کہ جمعہ کو سلطان یا اس کا نائب قائم کرے گا یا اس کے اذن سے علماء جمعہ کو قائم کریں گے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی نے لکھا ہے کہ اگر سلطان نہ ہو تو عوام جس عالم کو مقرر کر دیں وہ جمعہ قائم کر سکتا ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فرماتے ہیں:

فان نصب امام الجمعة لوالی الاسلام فان لم یکن فللعامة لا للخطیب وحده.

امامِ جمعہ کا مقرر کرنا والیٔ اسلام کا کام ہے اور اگر والی نہ ہو تو عوام' خطیب تنہا نہیں کر سکتا۔

جمعہ اسی مسجد میں ہوگا اور وہاں دوسری جگہ بلاضرورت جمعہ قائم نہ ہوگا" فان بقیة العامة مقید بالضرورة" کیونکہ باقی عوام کا تقرر ضرورت کے ساتھ مقید ہے۔ ہاں! اگر وہاں کوئی عالمِ دین فقیہ معتمد' افقہ اہل بلد ہو تو وہ حسبِ مصلحت اپنے حکم سے دوسری جگہ بھی جمعہ قائم کر سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ رضویہ ج ۸ ص ۴۵۷' رضاء فاؤنڈیشن لاہور' ۱۴۱۶ھ)

نیز اعلیٰ حضرت اس مسئلہ پر دلائل دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

ثانیاً: جہاں سلطنتِ اسلام نہیں وہاں یہ امامتِ عامہ اس شہر کے اعلم علمائے دین کو ہے۔

ثالثاً: جہاں یہ بھی نہ ہو وہاں بہ مجبوری عام مسلمان جسے مقرر کر لیں' بغیر ان صورتوں کے جو شخص نہ خود ایسا امام نہ ایسے امام کا نائب و ماذون و مقرر کردہ' اُس کی امامت ان نمازوں میں اصلاً صحیح نہیں' اگر امامت کرے گا نماز باطل محض ہوگی' جمعہ کا فرض سر پر رہ جائے گا' ان شہروں میں کہ سلطانِ اسلام موجود نہیں اور تمام ملک کا ایک عالم پر اتفاق دشوار ہے' اعلم علمائے بلد کہ اُس شہر کے سُنّی عالموں میں سب سے زیادہ فقیہ ہو' نماز کے مثل مسلمانوں کے کاموں میں اُن کا امام عام ہے اور بہ حکم قرآن عظیم اُن پر اُس کی طرف رجوع اور اُس کے ارشاد پر عمل فرض ہے' جمعہ و عیدین و کسوف کی امامت وہ خود کرے یا جسے مناسب جانے مقرر کرے' اُس کے خلاف پر عوام بہ طور خود اگر کسی کو امام بنالیں گے' صحیح نہ ہوگا کہ عوام کا تقرر بہ مجبوری اُس حالت میں روا رکھا گیا ہے' جب امام عام موجود نہ ہو' اُس کے

ہوتے ہوئے ان کی قرارداد کوئی چیز نہیں۔ تنویر الابصار و درمختار باب الجمعہ میں ہے:

یشترط لصحتها سبعة اشياء الاول المصر وفناءه والثانی السلطان او ماموره باقامتها.

صحتِ جمعہ کے لیے سات چیزیں شرط ہیں: ایک یہ شہر اور فناء شہر' دوسری سلطان یا اقامت جمعہ پر اس کی طرف سے کوئی مامور ہو۔ (ج اص ۱۰۹ 'طبع ہند)

فتاویٰ امام عتابی پھر حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ' مطبوعہ مصر' جلد ا ص ۲۴۰ میں ہے:

اذا خلا الزمان من سلطان ذی كفاية فالامور موكلة الى العلماء ويلزم الامة الرجوع اليهم ويصيرون ولاة فاذا عسر جمعهم على واحد استقل كل قطر باتباع علمائه فان كثروا فالمتبع اعلمهم فان استووا اقرع بينهم. (الحدیقۃ الندیۃ ج ا ص ۳۵۱)

جب کامل سلطان سے زمانہ خالی ہو تو معاملات علماء کے سپرد ہوں گے اور امت پر لازم ہے کہ وہ علماء کی طرف رجوع کرے اور اس وقت علماء ہی والی ہو جائیں گے اور جب ان کا کسی معاملہ پر جمع ہونا مشکل ہو جائے تو ہر علاقہ کے لوگ اپنی طرف کے علماء کی اتباع کر لیں' اور اگر اس علاقہ میں علماء زیادہ ہوں تو ان میں زیادہ علم والے کی اتباع کریں اور اگر وہ برابر ہوں تو قرعہ ڈال لیا جائے۔

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

أَطِيْعُوا اللّٰهَ وَأَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَأُوْلِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ. (النساء:۵۹)

اللہ کی اطاعت کرو' رسول اللہ کی اطاعت کرو اور تم میں سے جو صاحبِ امر ہیں۔

ائمہ دین فرماتے ہیں: صحیح یہ ہے کہ آیہ کریمہ میں ''اولی الامر'' سے مراد علمائے دین ہیں۔ ''نص عليه العلامة الزرقانی فی شرح المواهب وغيره فی غيره'' علامہ زرقانی نے شرح المواہب میں اور دیگر علماء نے اپنی کتب میں اس پر تصریح کی ہے۔

درمختار میں ہے:

نصب العامة الخطيب غير معتبر مع وجود من ذكر اما مع عدمهم فيجوز للضرورة. (درمختار ج ا ص ۱۱۰ 'طبع ہند)

مذکور لوگ (سلطان وغیرہ) ہوں تو لوگوں کا خطیب کو مقرر کرنا درست نہ ہوگا اور ان کی عدم موجودگی میں ضرورت کی وجہ سے جائز ہوگا۔

فتاویٰ قاضی خاں و ردالمحتار وغیرہما میں ہے:

خطب بلا اذن الامام والامام حاضر لم يجز الا ان يكون الامام امره بذلك. والله تعالٰى اعلم (ردالمحتار ج ا ص ۵۹۴ 'مصر)

اگر کسی نے امام کی اجازت کے بغیر خطبہ دیا' حالانکہ امام موجود تھا تو یہ جائز نہیں مگر اس صورت میں جب امام نے اسے اجازت دی ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(فتاویٰ رضویہ ج ۸ ص ۳۸۶-۳۸۵ 'رضا فاؤنڈیشن' لاہور' ۱۴۱۶ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۰-۴۶۱ - ج ۵ ص ۷۶۹ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۱۲ - بَابُ هَلْ عَلٰى مَنْ لَّمْ يَشْهَدِ الْجُمُعَةَ غُسْلٌ' مِنَ النِّسَاءِ وَالصِّبْيَانِ وَغَيْرِهِمْ؟

عورتیں اور بچے جن پر جمعہ میں حاضر ہونا فرض نہیں ہے آیا ان پر غسل ہے یا نہیں؟

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ إِنَّمَا الْغُسْلُ عَلٰى مَنْ تَجِبُ

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: غسل اس پر ہے جس پر

عَلَيْهِ الْجُمُعَةُ.

جمعہ فرض ہے۔

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل حدیث میں ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مردوں اور عورتوں میں سے جو جمعہ کے لیے آیا وہ غسل کرے اور مردوں اور عورتوں میں سے جو جمعہ پڑھنے نہیں آیا اس پر غسل نہیں ہے۔ (سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۸۸ 'نشر السنۃ ملتان)

۸۹٤ - حَدَّثَنَا اَبُوْ الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ' عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّهٗ سَمِعَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ جَاءَ مِنْكُمُ الْجُمُعَةَ فَلْيَغْتَسِلْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: ہمیں سالم بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: تم میں سے جو شخص جمعہ کے لیے آئے وہ غسل کرے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۸۷۷ میں گزر چکی ہے۔

۸۹۵ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ' عَنْ مَالِكٍ' عَنْ صَفْوَانَ بْنِ سُلَيْمٍ' عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ' عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ غُسْلُ يَوْمِ الْجُمُعَةِ وَاجِبٌ عَلٰى كُلِّ مُحْتَلِمٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از صفوان بن سلیم از عطاء بن یسار از حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جمعہ کے دن غسل کرنا ہر بالغ پر واجب ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۸۵۸ میں گزر چکی ہے۔

۸۹٦ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ طَاوُسٍ' عَنْ اَبِيْهِ' عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْنُ الْاٰخِرُوْنَ السَّابِقُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ' اُوْتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِنَا' وَاُوْتِيْنَاهُ مِنْ بَعْدِهِمْ' فَهٰذَا الْيَوْمُ الَّذِيْ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ' فَهَدَانَا اللّٰهُ' فَغَدًا لِلْيَهُوْدِ' وَبَعْدَ غَدٍ لِلنَّصَارٰى. فَسَكَتَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن طاؤس نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم بعثت میں آخر ہیں اور قیامت کے دن سابق ہوں گے (لیکن) ان کو ہم سے پہلے کتاب دی گئی اور ہم کو ان کے بعد کتاب دی گئی' پس یہ (جمعہ کا دن) وہ ہے جس میں انہوں نے اختلاف کیا تھا' پس اللہ نے ہم کو ہدایت دی' یہود نے (تعظیم کے لیے) کل کا دن (یعنی ہفتہ کا) مقرر کیا اور نصاریٰ نے کل کے بعد کا (یعنی اتوار کا)' پھر آپ خاموش ہو گئے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۸۷٦ میں گزر چکی ہے۔

۸۹۷ - ثُمَّ قَالَ حَقٌّ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ اَنْ يَغْتَسِلَ فِيْ

پھر آپ نے فرمایا: ہر مسلمان پر واجب ہے کہ وہ ہر سات

كُلِّ سَبْعَةِ أَيَّامٍ يَوْمًا' يَغْسِلُ فِيهِ رَأْسَهُ وَجَسَدَهُ.

دن میں ایک دن غسل کرے اس میں اپنا سر اور جسم دھوئے۔

[اطراف الحدیث: ۸۹۸-۳۴۸۷]

اس حدیث میں سر کا ذکر فرمایا ہے حالانکہ تمام جسم میں سر بھی داخل ہے اور جب تمام جسم کو دھویا جائے گا تو سر بھی دھل جائے گا' اس کی وجہ سر کا تمام اعضاء میں مشرف ہونا ہے۔

۸۹۸ - رَوَاهُ أَبَانُ بْنُ صَالِحٍ' عَنْ مُجَاهِدٍ' عَنْ طَاوُسٍ' عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلّٰهِ تَعَالٰى عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ حَقٌّ أَنْ يَغْتَسِلَ فِي كُلِّ سَبْعَةِ أَيَّامٍ يَوْمًا.

امام بخاری نے کہا: اس حدیث کو ابان بن صالح نے روایت کیا ہے از مجاہد از طاؤس از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر مسلمان پر واجب ہے کہ وہ سات دن میں ایک دن غسل کرے۔

اس حدیث کی شرح بھی' صحیح البخاری: ۸۹۷ میں گزر چکی ہے۔

۱۳ - بَابٌ

باب

امام بخاری نے اس باب کا عنوان نہیں لکھا اور یہ ابوابِ سابقہ کا تتمہ ہے اور ان کے ساتھ لاحق ہے۔

۸۹۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَبَابَةُ قَالَ حَدَّثَنَا وَرْقَاءُ' عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ' عَنْ مُجَاهِدٍ' عَنِ ابْنِ عُمَرَ' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ائْذَنُوا لِلنِّسَاءِ بِاللَّيْلِ إِلَى الْمَسَاجِدِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شبابہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ورقاء نے حدیث بیان کی از عمرو بن دینار از مجاہد از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: عورتوں کو رات میں مساجد کی طرف جانے کی اجازت دو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۸۶۵ میں گزر چکی ہے۔

۹۰۰ - حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ مُوسٰى حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ' عَنْ نَافِعٍ' عَنِ ابْنِ عُمَرَ' قَالَ كَانَتِ امْرَأَةٌ لِعُمَرَ تَشْهَدُ صَلٰوةَ الصُّبْحِ وَالْعِشَاءِ فِي الْجَمَاعَةِ فِي الْمَسْجِدِ' فَقِيلَ لَهَا لِمَ تَخْرُجِينَ' وَقَدْ تَعْلَمِينَ أَنَّ عُمَرَ يَكْرَهُ ذٰلِكَ وَيَغَارُ؟ قَالَتْ وَمَا يَمْنَعُهُ أَنْ يَنْهَانِي؟ قَالَ يَمْنَعُهُ قَوْلُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَمْنَعُوا إِمَاءَ اللّٰهِ مَسَاجِدَ اللّٰهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یوسف بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبیداللہ بن عمر نے حدیث بیان کی از نافع از ابن عمر' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عمر کی بیوی صبح کی اور عشاء کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھنے کے لیے مسجد میں جاتی تھیں' ان سے کہا گیا: آپ گھر سے کیوں نکلتی ہیں' جب کہ آپ کو معلوم ہے کہ حضرت عمر کو آپ کا نکلنا ناگوار ہے اور ان کو اس پر غیرت آتی ہے؟ انہوں نے کہا: پھر ان کو مجھے منع کرنے سے کیا چیز مانع ہے؟ حضرت ابن عمر نے کہا: ان کو منع کرنے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مانع ہے کہ اللہ کی بندیوں کو اللہ کی مساجد میں جانے سے منع نہ کرو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۸۶۵ میں گزر چکی ہے۔

١٤ - بَابُ الرُّخْصَةِ اِنْ لَّمْ يَحْضُرِ الْجُمُعَةَ فِي الْمَطَرِ

بارش میں جمعہ نہ پڑھنے کی رخصت

٩٠١ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيلُ قَالَ اَخْبَرَنِي عَبْدُ الْحَمِيدِ، صَاحِبُ الزِّيَادِيِّ، قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْحَارِثِ، اِبْنُ عَمِّ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِيْنَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لِمُؤَذِّنِهِ فِي يَوْمٍ مَطِيرٍ اِذَا قُلْتَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ فَلَا تَقُلْ حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ! قُلْ صَلُّوْا فِي بُيُوْتِكُمْ، فَكَاَنَّ النَّاسَ اسْتَنْكَرُوْا، قَالَ فَعَلَهُ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِّنِّي، اِنَّ الْجُمُعَةَ عَزْمَةٌ، وَاِنِّي كَرِهْتُ اَنْ اُحْرِجَكُمْ، فَتَمْشُوْنَ فِي الطِّيْنِ وَالدَّحْضِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عبدالحمید صاحب الزیادی نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن الحارث محمد بن سیرین کے عم زاد نے خبر دی کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بارش کے دن اپنے مؤذن سے کہا: جب تم ''اشهد ان محمدًا رسول الله'' کہہ لو تو ''حي على الصلوٰة'' نہ کہنا (بلکہ) کہنا: اپنے گھروں میں نماز پڑھو' تو گویا لوگوں نے اس کو ناپسند کیا' حضرت ابن عباس نے کہا: اس کام کو انہوں نے کیا ہے جو مجھ سے افضل تھے' جمعہ پڑھنے کی تاکید ہے اور میں نے تمہیں حرج میں ڈالنا ناپسند کیا کہ تم کیچڑ اور پھسلن میں چلو گے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٦١٦ میں گزر چکی ہے۔

١٥ - بَابٌ مِنْ اَيْنَ تُؤْتَى الْجُمُعَةُ، وَعَلٰى مَنْ تَجِبُ لِقَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ ﴿اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ﴾ (الجمعہ:٩)

کہاں سے جمعہ پڑھنے کے لیے آنا چاہیے اور کس پر جمعہ پڑھنا واجب ہے کیونکہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے: جب جمعہ کے دن نماز کی اذان دی جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑ پڑو۔ (الجمعہ:٩)

وَقَالَ عَطَاءٌ اِذَا كُنْتَ فِي قَرْيَةٍ جَامِعَةٍ، فَنُوْدِيَ بِالصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ، فَحَقٌّ عَلَيْكَ اَنْ تَشْهَدَهَا، سَمِعْتَ النِّدَاءَ اَوْ لَمْ تَسْمَعْهُ.

اور عطاء نے کہا: جب تم کسی جامع بستی میں ہو' پھر جمعہ کے دن نماز کی اذان دی جائے تو پھر تم پر واجب ہے کہ تم جمعہ کی نماز میں حاضر ہو خواہ تم نے اذان سنی ہو یا نہ سنی ہو۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

ابن جریج بیان کرتے ہیں: میں نے عطاء سے پوچھا: جامع بستی کی کیا تعریف ہے؟ انہوں نے کہا: جہاں جماعت ہو اور امیر ہو' وہاں قصاص لیا جاتا ہو اور وہاں اکٹھے مکان ہوں' اور انہوں نے کہا: جب تم جامع بستی میں ہو اور جمعہ کی اذان دی جائے تو تم پر واجب ہے کہ تم جمعہ کی نماز میں حاضر ہو' خواہ تم اذان سنو یا نہ سنو۔ (مصنف عبدالرزاق: ٥١٩٣١' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

وَكَانَ اَنَسٌ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فِي قَصْرِهٖ، اَحْيَانًا يُجَمِّعُ وَاَحْيَانًا لَا يُجَمِّعُ، وَهُوَ بِالزَّاوِيَةِ عَلٰى فَرْسَخَيْنِ.

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ اپنے محل میں کبھی جمعہ کی نماز پڑھاتے اور کبھی نہ پڑھاتے اور ان کا محل زاویہ (ان کی زمین سے بصرہ تک تین میل کے فاصلہ پر ایک جگہ) کے مقام پر دو فرسخ کے فاصلے پر تھا۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

ابوالبختری بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس کو دیکھا' وہ زاویہ سے جمعہ میں حاضر ہوتے تھے اور وہ بصرہ سے دو فرسخ پر تھا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:۵۱۱۶' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ:۵۰۷۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

۹۰۲ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ' عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ جَعْفَرٍ اَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ جَعْفَرِ بْنِ الزُّبَيْرِ حَدَّثَهٗ' عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ' عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ كَانَ النَّاسُ يَنْتَابُوْنَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ مِنْ مَّنَازِلِهِمْ وَالْعَوَالِیْ' فَيَاْتُوْنَ فِی الْغُبَارِ يُصِيْبُهُمُ الْغُبَارُ وَالْعَرَقُ' فَيَخْرُجُ مِنْهُمُ الْعَرَقُ' فَاَتٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنْسَانٌ مِّنْهُمْ وَهُوَ عِنْدِیْ' فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ اَنَّكُمْ تَطَهَّرْتُمْ لِيَوْمِكُمْ هٰذَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن وہب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عمرو بن الحارث نے خبر دی از عبید اللہ بن ابی جعفر کہ محمد بن جعفر بن الزبیر نے ان کو حدیث بیان کی از عروہ بن الزبیر از حضرت عائشہ زوجہ نبی ﷺ' وہ بیان کرتی ہیں کہ لوگ اپنے گھروں سے اور مدینہ کے اطراف میں بلند آبادیوں سے باری باری نماز جمعہ پڑھنے آیا کرتے تھے' وہ گرد و غبار میں چل کر آتے تھے' ان پر غبار اور پسینہ بہت آتا تھا' پھر ان کے جسم سے پسینہ نکلتا تھا' پس ان میں سے ایک انسان رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا' اس وقت آپ میرے پاس تھے تو نبی ﷺ نے فرمایا: کاش! تم لوگ اس دن کے لیے غسل کرلیا کرتے۔

(صحیح مسلم:۸۴۷' الرقم المسلسل:۱۹۲۶' سنن ابوداؤد:۱۰۵۵' مصنف عبد الرزاق:۵۳۱۵' مسند الحمیدی:۱۷۸' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۹۵' سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۸۹' مسند احمد ج ۶ ص ۶۳ طبع قدیم' مسند احمد:۲۴۳۳۹۔ ج ۴۰ ص ۳۹۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' مسند الطحاوی:۶۵-۹۳)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) احمد بن ابی صالح المصری (۲) عبداللہ بن وہب المصری (۳) عمرو بن الحارث (۴) عبید اللہ بن ابی جعفر الاموی القرشی' ابوجعفر کا نام یسار ہے' یہ مصر کے معززین میں سے ایک ہیں' یہ ۱۳۵ھ میں فوت ہو گئے تھے (۵) محمد بن جعفر بن الزبیر بن العوام القرشی (۶) عروہ بن الزبیر بن العوام (۷) حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۲۸۵)

اس حدیث کا عنوان ہے: جمعہ پڑھنے کے لیے کہاں سے آنا چاہیے اور اس کی مطابقت حدیث کے اس جملہ میں ہے: لوگ اپنے گھروں سے اور مدینہ کے اطراف میں بلند آبادیوں سے باری باری نماز جمعہ پڑھنے آیا کرتے تھے۔

''العوالی'' کا معنی

اس حدیث میں ''العوالی'' کا لفظ ہے' یہ ''عالیۃ'' کی جمع ہے' یہ رسول اللہ ﷺ کے قرب و جوار کی جگہیں ہیں' یہ آبادیاں مشرق کی جانب میں دو میل سے آٹھ میل تک ہیں۔

گاؤں والوں پر جمعہ فرض ہونے کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

جو لوگ شہر سے باہر رہتے ہیں' ان پر جمعہ کے وجوب میں اختلاف ہے' حضرت ابوہریرہ' حضرت انس' حضرت ابن عمر اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہم کا یہ مسلک ہے کہ ان پر جمعہ واجب ہے۔ نافع' حسن' عکرمہ' حکم اور ابراہیم نخعی وغیرہ کا بھی یہی موقف ہے' کیونکہ حدیث میں ہے:

اہل قباء میں سے ایک شخص نے کہا کہ ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قباء سے جمعہ میں حاضر ہونے کا حکم دیا تھا۔

(سنن ترمذی:۵۰۱ سنن ابوداؤد:۱۰۵۲ سنن نسائی:۱۳۶۷ سنن ابن ماجہ:۱۱۲۵)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص رات کو اپنے اہل میں پہنچ جائے اس پر جمعہ فرض ہے۔

(سنن ترمذی:۵۰۲ امام ترمذی نے کہا: امام احمد نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔)

اور ایک جماعت کا مؤقف یہ ہے کہ جو شخص اذان کو سنے اس پر جمعہ کی نماز کے لیے حاضر ہونا واجب ہے ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جمعہ ہر اس شخص پر فرض ہے جس نے اذان کو سنا۔

(سنن ابوداؤد:۱۰۵۶)

امام ابوحنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ گاؤں اور دیہات میں رہنے والوں پر جمعہ فرض نہیں ہے جب تک کہ وہ شہر میں نہ ہوں الینابیع میں مذکور ہے کہ اگر اس کا گھر شہر سے باہر ہے تو اس پر جمعہ واجب نہیں ہے امام ابو یوسف سے ایک روایت ہے کہ اگر اس کا گھر شہر سے تین فرسخ (ایک فرسخ تقریباً آٹھ کلومیٹر کا ہوتا ہے) کے فاصلہ پر ہے اور وہ جمعہ پڑھ کر رات کو اپنے گھر پہنچ سکتا ہے تو اس پر جمعہ فرض ہے اور امام محمد سے روایت ہے کہ اگر اس کا گھر شہر سے دو تین میل کے فاصلہ پر ہے تو اس پر جمعہ فرض ہے اور یہی امام مالک اور لیث کا مذہب ہے۔ الذخیرہ میں مذکور ہے کہ ہمارے اصحاب کی ظاہر روایت یہ ہے کہ جمعہ صرف شہر میں رہنے والوں پر فرض ہے اور شہر کے مضافات میں رہنے والوں پر جمعہ فرض نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۲۸۷۔۲۸۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

علامہ زین الدین بن شہاب الدین ابن رجب حنبلی متوفی ۷۹۵ھ لکھتے ہیں:

جو لوگ شہر سے باہر ہوں اگر ان کے لیے جمعہ کی اذان کو سننا ممکن ہے تو پھر ان پر جمعہ میں حاضر ہونا واجب ہے ورنہ نہیں۔ یہ امام شافعی امام احمد اور اسحاق کا قول ہے ان کی دلیل یہ حدیث ہے کہ جمعہ اس پر واجب ہے جو اذان سنے۔ (سنن ابوداؤد:۱۰۵۶) اور ان کی دوسری دلیل یہ حدیث ہے:

عبید اللہ بن کعب بن مالک اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو لوگ جمعہ کے دن اذان سنتے ہیں اور پھر جمعہ میں حاضر نہیں ہوتے وہ باز آ جائیں ورنہ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں پر مہر لگا دے گا اور وہ غافلوں میں سے ہو جائیں گے یا اہل دوزخ میں سے ہو جائیں گے۔ (المعجم الکبیر:۹۹۔ج ۱۹)

(فتح الباری لابن رجب ج ۵ ص ۴۰۵۔۴۰۴ ملخصاً مطبوعہ دار ابن الجوزی ریاض ۱۴۱۷ھ)

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ہے کہ جو مدینہ سے دور آبادیوں میں رہتے تھے وہ باری باری نماز جمعہ پڑھنے مدینہ آتے تھے علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ اس حدیث میں امام ابوحنیفہ پر رد ہے کیونکہ وہ شہر سے باہر رہنے والوں پر جمعہ کو واجب نہیں کہتے' حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ علامہ قرطبی کا یہ رد کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ اگر شہر سے باہر رہنے والوں پر جمعہ واجب ہوتا تو وہ سب کے سب جمعہ پڑھنے آتے' باری باری نہ آتے' سو یہ حدیث امام ابوحنیفہ کے مذہب کے موافق ہے۔ (فتح الباری لابن حجر ج ۲ ص ۷۴۴ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۸۵۴۔ ج ۲ ص ۶۲۵ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۱۶ - بَابٌ وَقْتُ الْجُمُعَةِ إِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ

زوال شمس کے بعد جمعہ کا وقت ہوتا ہے

وَكَذٰلِكَ يُرْوٰى عَنْ عُمَرَ، وَعَلِيٍّ، وَالنُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ، وَعَمْرِو بْنِ حُرَيْثٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ.

اور اسی طرح حضرت عمر، حضرت علی، حضرت نعمان بن بشیر اور حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔

امام بخاری نے یہ ثابت کرنے کے لیے کہ جمعہ کا وقت سورج کے زوال سے شروع ہوتا ہے، چار تعلیقات ذکر کی ہیں:

حضرت عمر کی تعلیق یہ ہے:

حدیث السقیفہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب جمعہ کا دن تھا اور زوال آفتاب ہو گیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نکلے اور منبر پر بیٹھ گئے۔ (عمدۃ القاری ج٦ ص٢٨٧)

حضرت علی کی تعلیق یہ ہے:

عمرو بن مروان اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جب زوال آفتاب ہو جاتا تو ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جمعہ کی نماز پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ٥١٨١، مجلس علمی، بیروت، ١٤٢٧ھ، مصنف ابن ابی شیبہ: ٥١٣٩، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ١٤١٦ھ)

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کی یہ تعلیق ہے:

سماک بیان کرتے ہیں کہ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ ہمیں سورج کے زوال کے بعد جمعہ کی نماز پڑھاتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ٥١٨٧، مجلس علمی، بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ٥١٤٥، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

الولید بن العیزار بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمرو بن حریث سے بہتر کسی امام کو جمعہ کی نماز پڑھاتے ہوئے نہیں دیکھا، وہ زوال آفتاب کے بعد نماز پڑھاتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ٥١٨٩، مجلس علمی، بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ٥١٤٦، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

٩٠٣ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا يَحْيٰى بْنُ سَعِيْدٍ اَنَّهُ سَاَلَ عَمْرَةَ عَنِ الْغُسْلِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، فَقَالَتْ قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا كَانَ النَّاسُ مَهَنَةَ اَنْفُسِهِمْ، وَكَانُوْا اِذَا رَاحُوْا اِلَى الْجُمُعَةِ رَاحُوْا فِيْ هَيْئَتِهِمْ، فَقِيْلَ لَهُمْ لَوِ اغْتَسَلْتُمْ!

[طرف الحدیث: ٢٠٧١]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے خبر دی، انہوں نے عمرہ سے جمعہ کے دن غسل کرنے کے متعلق سوال کیا، پس انہوں نے کہا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: لوگ گھر کا کام کاج کرتے تھے اور جب وہ جمعہ پڑھنے کے لیے جاتے تو اسی ہیئت میں چلے جاتے تھے تو ان سے کہا گیا: کاش! تم غسل کر لیا کرو۔

(صحیح مسلم: ٨٤٧، الرقم المسلسل: ١٩٢٦، سنن ابوداؤد: ٣٥٢، اس حدیث کی بھی وہی تخریج ہے جو صحیح البخاری: ٩٠٢ میں بیان کی گئی ہے۔)

حدیث مذکور کے رجال

(١) عبدان، ان کا نام عبد اللہ بن عثمان بن جبلہ الازدی ابوعبد الرحمان المروزی ہے، یہ ٢٢١ھ میں فوت ہو گئے تھے (٢) عبد اللہ بن المبارک (٣) یحییٰ بن سعید الانصاری (٤) عمرہ بنت عبد الرحمان بن سعد الانصاریہ المدنیہ (٥) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا۔

(عمدۃ القاری ج٦ ص٢٨٨)

اس سے معلوم ہوا کہ نمازِ جمعہ کا وقت زوالِ آفتاب کے بعد ہے اور یہی وقت ظہر ہے اور جمعہ کی نماز سے پہلے غسل کرنا مستحب ہے تا کہ جسم کی بدبو زائل ہو جائے اور فرشتوں اور نمازیوں کو ایذاء نہ پہنچے۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۱۸۵۵۔ ج ۲ ص ۶۲۵ پر مذکور ہے وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۹۰۴ - حَدَّثَنَا سُرَيْجُ بْنُ النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ عُثْمَانَ التَّيْمِيِّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي الْجُمُعَةَ حِيْنَ تَمِيْلُ الشَّمْسُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سریج بن النعمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں فلیح بن سلیمان نے حدیث بیان کی از عثمان بن عبد الرحمان بن عثمان التیمی از حضرت انس بن مالک رضی اللہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم زوالِ آفتاب کے وقت جمعہ کی نماز پڑھاتے تھے۔

(سنن ابوداؤد: ۱۰۸۴ سنن ترمذی: ۵۰۴۔ ۵۰۳ جامع المسانید لابن الجوزی: ۱۸۳ مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کی شرح کے لیے گزشتہ حدیث: ۹۰۳ کا مطالعہ کریں۔

۹۰۵ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ أَخْبَرَنَا حُمَيْدٌ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ كُنَّا نُبَكِّرُ بِالْجُمُعَةِ وَنَقِيْلُ بَعْدَ الْجُمُعَةِ. [طرف الحدیث: ۹۴۰]

امام بخاری نے کہا: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں حمید نے خبر دی از حضرت انس رضی اللہ انہوں نے کہا: ہم جمعہ کی نماز جلدی پڑھتے تھے اور اس کے بعد قیلولہ کرتے تھے۔

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۷۴۴ مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ)

نماز جمعہ کے وقت میں مذاہب ائمہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس پر فقہاء کا اجماع ہے کہ جمعہ کا وقت زوالِ آفتاب کے بعد ہوتا ہے مگر مجاہد نے یہ کہا ہے کہ جمعہ کی نماز کو عید کی نماز کے وقت میں بھی پڑھنا جائز ہے کیونکہ جمعہ کی نماز بھی عید کی نماز ہے اور امام احمد بن حنبل نے کہا ہے کہ جمعہ کی نماز کو زوال سے پہلے پڑھنا بھی جائز ہے یہ قول حضرت انس کی اس حدیث سے مردود ہے جس کو امام بخاری نے اس باب میں روایت کیا ہے اور یہ قول خلفاء راشدین کے عمل سے بھی مردود ہے۔

ابن القصار نے کہا: جمعہ دو حال سے خالی نہیں یا تو وہ ظہر ہے تو اس کا وقت وہی زوالِ آفتاب ہے اور یا وہ ظہر کا بدل ہے تو بھی اس کا وقت زوالِ آفتاب ہے کیونکہ ابدال مبدلات کے وقت کو تبدیل نہیں کرتا جیسے نماز کو قصر کرنے کی وجہ سے نماز کے اوقات تبدیل نہیں ہوتے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت انس رضی اللہ نے کہا: ہم جمعہ کی نماز جلدی پڑھتے تھے اس سے ان کی مراد یہ ہے کہ وہ آفتاب کے زوال کے فوراً بعد نماز جمعہ پڑھ لیتے تھے۔

نیز حضرت انس نے فرمایا: ہم نماز کے بعد قیلولہ کرتے تھے یعنی نماز جمعہ جلدی پڑھنے کی وجہ سے کیونکہ وہ اول وقت قیلولہ نہیں کر سکتے تھے اس لیے نماز جمعہ کے بعد قیلولہ کر لیتے تھے۔ (قیلولہ کا معنی ہے: دوپہر کو سونا)

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۵۷۷۔ ۵۷۶ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

زوال کے وقت جمعہ پڑھنے کے متعلق مزید احادیث اور آثار

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز جمعہ پڑھتے پھر واپس آ کر اپنے پانی لانے والے اونٹوں کو آرام پہنچاتے حسن بیان کرتے ہیں: میں نے جعفر سے پوچھا: یہ کون سا وقت تھا؟ انہوں نے کہا: زوالِ آفتاب۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۱۷۹' مجلس علمی' بیروت' ۱۴۲۷ھ' مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۱۳۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب زوالِ آفتاب ہو جاتا تو ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز جمعہ پڑھتے' پھر ہم واپس سائے میں لوٹتے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۱۸۰' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۱۳۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' صحیح مسلم: ۸۵۹' صحیح البخاری: ۴۱۶۸' سنن ابوداؤد: ۱۰۸۷' سنن نسائی: ۱۲۹۸' سنن ابن ماجہ: ۱۱۰۰)

منصور بیان کرتے ہیں کہ حسن بصری نے کہا: جمعہ کا وقت زوالِ آفتاب کے وقت ہوتا ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۱۸۵' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۱۴۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

ابراہیم النخعی نے کہا: جمعہ کا وقت وہ ہے جو ظہر کا وقت ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۱۸۹' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۱۴۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

۱۷ - بَابٌ إِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ

جب جمعہ کے دن سخت گرمی ہو

٩٠٦ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا حَرَمِيُّ بْنُ عُمَارَةَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ خَلْدَةَ، هُوَ خَالِدُ بْنُ دِينَارٍ، قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُوْلُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اشْتَدَّ الْبَرْدُ بَكَّرَ بِالصَّلٰوةِ، وَإِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ أَبْرَدَ بِالصَّلٰوةِ، يَعْنِي الْجُمُعَةَ. قَالَ يُوْنُسُ بْنُ بُكَيْرٍ أَخْبَرَنَا أَبُوْ خَلْدَةَ فَقَالَ بِالصَّلٰوةِ، وَلَمْ يَذْكُرِ الْجُمُعَةَ. وَقَالَ بِشْرُ بْنُ ثَابِتٍ حَدَّثَنَا أَبُوْ خَلْدَةَ قَالَ صَلّٰى بِنَا أَمِيْرُ الْجُمُعَةِ، ثُمَّ قَالَ لِأَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ كَيْفَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الظُّهْرَ؟

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن ابی بکر المقدمی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حرمی بن عمارہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوخلدہ نے حدیث بیان کی' وہ خالد بن دینار ہیں' انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ جب سخت سردی ہوتی تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جلدی نماز پڑھتے اور جب سخت گرمی ہوتی تو نماز کو ٹھنڈا کر کے پڑھتے یعنی جمعہ کو۔ یونس بن بکیر نے کہا: ہمیں ابوخلدہ نے خبر دی: انہوں نے نماز کا لفظ کہا اور جمعہ کا ذکر نہیں کیا اور بشر بن ثابت نے کہا: ہمیں ابوخلدہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امیر جمعہ نے نماز پڑھائی' پھر حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کس طرح ظہر پڑھتے تھے؟

اس حدیث کی تخریج وہی ہے جو حدیث سابق کی ہے۔

نیز اس حدیث کے چار رجال ہیں' ان کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

زوال سے پہلے جمعہ پڑھنے کا عدم جواز

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس باب سے بھی وہی مقصود ہے جو پچھلے باب سے مقصود تھا' اور وہ یہ ہے کہ جمعہ کا وقت وہی ہے جو ظہر کا وقت ہے اور یہ کہ جمعہ ظہر کے بعد پڑھا جائے گا اور سخت گرمی میں ٹھنڈا کر کے پڑھا جائے گا اور جب یہ ثابت ہو گیا کہ جمعہ کا وقت وہی ہے جو ظہر کا وقت ہے تو پھر جمعہ کو زوال کے وقت سے پہلے پڑھنا جائز نہیں ہے جیسے مجاہد کا اور امام احمد بن حنبل کا زعم ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۵۰۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۱۸ - بَابُ الْمَشْيِ إِلَى الْجُمُعَةِ وَقَوْلِ اللّٰهِ

جمعہ کی طرف چل کر جانا' اور اللہ عزوجل کا

جَلَّ ذِكْرُهُ ﴿فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ﴾ (الجمعہ:۹)

ارشاد: پس دوڑو اللہ کے ذکر کی طرف۔ (الجمعہ:۹)

وَمَنْ قَالَ السَّعْيُ الْعَمَلُ وَالذَّهَابُ، لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا﴾ (الاسراء:۱۹)

اور جس نے کہا: اس آیت میں سعی کا معنی عمل کرنا اور جانا ہے کیونکہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے: اور اس نے اس کے لیے اس کی کوشش کی۔ (بنی اسرائیل:۱۹)

الجمعہ:۹ میں سعی کے معنی کی تحقیق

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اللہ کے ذکر کی طرف سعی کرو۔ (الجمعہ:۹) لسان العرب میں سعی کا معنی ہے: جلدی جلدی چلنا اور دوڑنا' اور المحکم میں مذکور ہے کہ سعی کا معنی کسب کرنا ہے اور ہر عمل خواہ وہ خیر ہو یا شر ہو' وہ سعی ہے۔ علامہ ابن التین نے لکھا ہے کہ امام مالک نے کہا ہے: اس کا معنی ہے: چلنا اور جانا' یہ دونوں سعی ہیں کیونکہ یہ دونوں عمل ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۲۹۳)

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَحْرُمُ الْبَيْعُ حِيْنَئِذٍ.

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: اس وقت (یعنی اذان جمعہ کے وقت) بیع حرام ہو جاتی ہے۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا: جمعہ کے دن جب نماز کی اذان دی جائے' اس وقت خرید و فروخت جائز نہیں ہے اور جب تم نماز پڑھ لو تو پھر خرید و فروخت کرو۔ (المحلی بالآثار ج ۳ ص ۲۹۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۵ھ)

وَقَالَ عَطَاءٌ تَحْرُمُ الصِّنَاعَاتُ كُلُّهَا.

اور عطاء نے کہا: اس وقت ہر قسم کی کاریگری حرام ہے۔

یہ تعلیق عطاء بن ابی رباح سے مروی ہے اور اس کو عبد بن حمید نے اپنی تفسیر کبیر میں روایت کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۲۹۵)

وَقَالَ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ اِذَا اَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَهُوَ مُسَافِرٌ فَعَلَيْهِ اَنْ يَّشْهَدَ.

اور ابراہیم بن سعد نے کہا از الزہری: جب مؤذن جمعہ کی اذان دے اور وہ مسافر ہو تو اس پر جمعہ میں حاضر ہونا لازم ہے۔

علامہ عینی نے کہا ہے کہ اس تعلیق کی اصل مراسیل ابوداؤد میں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۲۹۵)

۹۰۷ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ اَبِيْ مَرْيَمَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبَايَةُ بْنُ رِفَاعَةَ قَالَ اَدْرَكَنِيْ اَبُوْ عَبْسٍ، وَاَنَا اَذْهَبُ اِلَى الْجُمُعَةِ، فَقَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنِ اغْبَرَّتْ قَدَمَاهُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ حَرَّمَهُ اللّٰهُ عَلَى النَّارِ. [طرف الحدیث:۲۸۱۱]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الولید بن مسلم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن ابی مریم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبایہ بن رفاعہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ابوعبس نے مجھے پالیا اور اس وقت میں جمعہ کی طرف جا رہا تھا' پس انہوں نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس کے پیر اللہ کی راہ میں غبار آلود ہو گئے' اللہ اس کو دوزخ پر حرام کر دے گا۔

(سنن ترمذی:۱۶۳۲' سنن نسائی:۳۱۱۶' الآحاد والمثانی:۱۹۷۳' صحیح ابن حبان:۴۶۰۵' حلیۃ الاولیاء ج ۲ ص ۸' سنن بیہقی ج ۳ ص ۲۲۹' شرح

السنۃ: ۲۶۱۸' مسند احمد ج ۳ ص ۹۷۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۵۹۳۶۔ ج ۲۵ ص ۲۸۴' موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

باب مذکور کی حدیث کے موافق دیگر احادیث

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ شخص دوزخ میں داخل نہیں ہوگا جو خوف خدا سے رویا ہو حتیٰ کہ دودھ تھن میں لوٹ جائے اور اللہ کی راہ میں پڑنے والا غبار اور دوزخ کا دھواں جمع نہیں ہوگا۔

(سنن ترمذی: ۱۶۳۳' سنن نسائی: ۳۱۰۸۔ ۳۱۰۷' سنن ابن ماجہ: ۲۷۷۴' المستدرک ج ۲ ص ۷۲۔ ج ۴ ص ۲۶۰' سنن بیہقی ج ۹ ص ۱۶۱' مجمع الزوائد ج ۵ ص ۲۸۶' صحیح ابن حبان: ۱۵۹۹' الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۲۷۱' مسند احمد ج ۲ ص ۲۵۶ طبع قدیم)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی راہ میں پڑنے والے غبار سے ناک پر کپڑا نہ رکھو کیونکہ منتشر غبار اہل جنت کی مشک ہے۔ (کنز العمال: ۱۰۶۹۹)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر وہ شخص جس کے چہرے پر اللہ کی راہ میں غبار پڑا' اس کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن دوزخ کے دھوئیں سے محفوظ رکھے گا اور ہر وہ شخص جس کے پیر اللہ کی راہ میں غبار آلود ہوئے' اللہ اس کے پیروں کو قیامت کے دن دوزخ سے محفوظ رکھے گا۔ (المعجم الکبیر: ۷۴۸۲' حافظ الہیثمی نے کہا: اس کی سند میں ایک راوی متروک ہے' مجمع الزوائد ج ۵ ص ۲۸۷' الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۲۷۳' کنز العمال: ۱۰۷۰۷)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جس شخص کے دونوں پیر اللہ کی راہ میں غبار آلود ہوئے' اللہ اس کو دوزخ پر حرام کر دے گا۔ (صحیح البخاری: ۹۰۷' المعجم الکبیر: ۲۹۷۔ ج ۱۹' مجمع الزوائد ج ۵ ص ۲۸۶' مسند احمد ج ۵ ص ۲۲۶' صحیح ابن حبان: ۴۶۰۵)

۹۰۸ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ ذِئْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا الزُّهْرِیُّ عَنْ سَعِیْدٍ وَّاَبِیْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی ذئب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الزہری نے حدیث بیان کی از سعید و ابی سلمہ از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

وَحَدَّثَنَا اَبُو الْیَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَیْبٌ عَنِ الزُّهْرِیِّ قَالَ اَخْبَرَنِیْ اَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ اَبَا هُرَیْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِذَا اُقِیْمَتِ الصَّلٰوةُ فَلَا تَاْتُوْهَا تَسْعَوْنَ' وَاْتُوْهَا تَمْشُوْنَ' عَلَیْکُمُ السَّکِیْنَةُ' فَمَا اَدْرَکْتُمْ فَصَلُّوْا' وَمَا فَاتَکُمْ فَاَتِمُّوْا.

ح' اور ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے ابوسلمہ بن عبد الرحمان نے خبر دی کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب نماز کی اقامت کہی جائے تو تم دوڑتے ہوئے نہ آؤ لیکن تم چلتے ہوئے آؤ اور تم اطمینان کو لازم رکھو' پس جو نماز تم پالو اس کو پڑھو اور جو نماز تم سے فوت ہو جائے اس کو پورا کرلو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۶۳۶ میں گزر چکی ہے۔

۹۰۹ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِیٍّ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبُوْ قُتَیْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ الْمُبَارَکِ عَنْ یَحْیَی ابْنِ اَبِیْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن علی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوقتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے

كَثِيْرٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ قَتَادَةَ، قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ لَا اَعْلَمُهُ اِلَّا عَنْ اَبِيْهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُوْمُوْا حَتّٰى تَرَوْنِیْ وَعَلَيْكُمُ السَّكِيْنَةُ.

کہا: ہمیں علی بن المبارک نے حدیث بیان کی از یحییٰ بن ابی کثیر از عبداللہ بن ابی قتادہ، ابوعبداللہ (امام بخاری) نے کہا: میں اس حدیث کو صرف ان کے والد کی روایت سے پہچانتا ہوں از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، تم اس وقت تک نہ کھڑے ہو حتیٰ کہ تم مجھے دیکھ لو اور تم اطمینان کو لازم رکھو۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ٦٣٧ میں گزر چکی ہے۔

١٩ - بَابُ لَا يُفَرَّقُ بَيْنَ اثْنَيْنِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ

جمعہ کے دن دو آدمیوں کے درمیان تفرقہ نہ کرے

٩١٠ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا ابْنُ اَبِیْ ذِئْبٍ، عَنْ سَعِيْدِ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنِ ابْنِ وَدِيْعَةَ، عَنْ سَلْمَانَ الْفَارِسِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ اغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، وَتَطَهَّرَ بِمَا اسْتَطَاعَ مِنْ طُهْرٍ، ثُمَّ ادَّهَنَ اَوْ مَسَّ مِنْ طِيْبٍ، ثُمَّ رَاحَ فَلَمْ يُفَرِّقْ بَيْنَ اثْنَيْنِ، فَصَلّٰى مَا كُتِبَ لَهُ، ثُمَّ اِذَا خَرَجَ الْاِمَامُ اَنْصَتَ، غُفِرَ لَهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ الْاُخْرٰى.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی ذئب نے خبر دی از سعید المقبری از والد خود از ابن ودیعہ از حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے جمعہ کے دن غسل کیا اور اپنی استطاعت کے مطابق پاکیزگی حاصل کی، پھر تیل لگایا یا خوشبو لگائی، پھر (جمعہ کے لیے) چلا، پس دو آدمیوں کے درمیان فرق نہیں کیا، پھر جتنی نماز اس کے لیے مقدر تھی اس نے اتنی نماز پڑھی، پھر جب امام حجرے سے باہر نکل آیا تو وہ خاموش رہا تو اس جمعہ اور دوسرے جمعہ کے درمیان جو گناہ ہیں ان کو معاف کر دیا جائے گا۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ٨٨٣ میں گزر چکی ہے۔

٢٠ - بَابُ لَا يُقِيْمُ الرَّجُلُ اَخَاهُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَيَقْعُدُ فِیْ مَكَانِهٖ

جمعہ کے دن کوئی شخص اپنے بھائی کو اٹھا کر اس کی جگہ نہ بیٹھے

٩١١ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا مَخْلَدُ بْنُ يَزِيْدَ قَالَ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ سَمِعْتُ نَافِعًا يَقُوْلُ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُقِيْمَ الرَّجُلُ اَخَاهُ مِنْ مَقْعَدِهٖ وَيَجْلِسَ فِيْهِ. قُلْتُ لِنَافِعٍ اَلْجُمُعَةَ؟ قَالَ الْجُمُعَةَ وَغَيْرَهَا. [طرف الحدیث: ٦٢٦٩ - ٦٢٧٠]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں مخلد بن یزید نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے خبر دی، انہوں نے کہا: میں نے نافع سے سنا، وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے کہ کوئی شخص اپنے بھائی کو اس کی جگہ سے اٹھا کر اس کی جگہ بیٹھ جائے۔ میں نے نافع سے پوچھا: جمعہ کے دن؟ انہوں نے کہا: جمعہ ہو یا کوئی اور دن ہو۔

(صحیح مسلم: ۲۱۷۷' الرقم المسلسل: ۵۵۷۹' مسند الحمیدی: ۶۶۴' صحیح ابن خزیمہ: ۱۰۲۲' صحیح ابن حبان: ۵۸۶' سنن بیہقی ج ۳ ص ۲۳۲' شرح السنۃ: ۳۳۳۲' مصنف عبدالرزاق: ۵۵۹۲' المعجم الکبیر: ۱۳۶۳۷' مسند احمد ج ۲ ص ۱۷ طبع قدیم' مسند احمد: ۴۶۵۹۔ ج ۸ ص ۲۸۴' موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کا عنوان جمعہ کے دن کے ساتھ مقید ہے اور حدیث مطلق ہے یعنی کوئی شخص اپنے بھائی کو اس کی جگہ سے نہ اٹھائے خواہ جمعہ کا دن ہو یا کوئی اور دن ہو' اور عنوان اور حدیث میں وہ مناسبت ہے جو مقید اور مطلق میں ہوتی ہے۔

کسی شخص کو اس کی جگہ سے اٹھا کر وہاں خود بیٹھنے کی خرابیاں

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی شخص کو اس کی جگہ سے اٹھا کر وہاں بیٹھنا مکروہ ہے' کراہت کی وجہ یہ ہے کہ جو شخص کسی کو اٹھا کر خود اس کی جگہ بیٹھے' اس کا یہ فعل تکبر کی وجہ سے ہوگا' یا دوسرے کو حقیر جاننے کی وجہ سے ہوگا' اور قرآن مجید میں اس کی ممانعت ہے کہ کوئی شخص اپنے آپ کو دوسرے سے برتر اور اس کو فروتر سمجھے' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِیْنَ لَا یُرِیْدُوْنَ عُلُوًّا فِی الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِیْنَ O (القصص: ۸۳)

آخرت کا یہ عمدہ گھر ہم صرف ان لوگوں کے لیے بناتے ہیں جو زمین میں تکبر کرنے اور فساد کرنے کا ارادہ نہیں کرتے' اور نیک انجام صرف اللہ سے ڈرنے والوں کے لیے ہے O

اور کسی شخص کو اٹھا کر اس کی جگہ بیٹھنا تکبر بھی ہے اور فساد بھی ہے' اس لیے عبادت کے کاموں میں خود پسندی اور اپنے آپ کو دوسروں پر ترجیح دینا ممنوع ہے۔ جب کسی شخص کو اس کی جگہ سے اٹھایا تو اگر وہ خاموشی سے اٹھ گیا تو یہ اس پر ظلم ہے اور اگر وہ نہیں اٹھا اور اس نے انکار کیا حتیٰ کہ ان دونوں کے درمیان تکرار اور جھگڑا ہوا تو یہ فساد ہے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۵۵۶۹۔ ج ۶ ص ۵۴۳ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح کا عنوان ہے: علم اور ذکر کی مجلس میں بیٹھنے کے آداب اور احکام۔

۲۱ - بَابُ الْاَذَانِ یَوْمَ الْجُمُعَةِ

جمعہ کے دن کی اذان کا حکم

۹۱۲ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ ذِئْبٍ، عَنِ الزُّهْرِیِّ، عَنِ السَّائِبِ بْنِ یَزِیْدَ قَالَ کَانَ النِّدَاءُ یَوْمَ الْجُمُعَةِ اَوَّلُهٗ اِذَا جَلَسَ الْاِمَامُ عَلَی الْمِنْبَرِ، عَلٰی عَهْدِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاَبِیْ بَکْرٍ وَّ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا، فَلَمَّا کَانَ عُثْمَانُ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ وَکَثُرَ النَّاسُ، زَادَ النِّدَاءَ الثَّالِثَ عَلَی الزَّوْرَاءِ. قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ الزَّوْرَاءُ مَوْضِعٌ بِالسُّوْقِ بِالْمَدِیْنَةِ.

[اطراف الحدیث: ۹۱۳۔ ۹۱۵۔ ۹۱۶]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی ذئب نے حدیث بیان کی از الزہری از حضرت السائب بن یزید رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ جمعہ کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے عہد میں اذان اس وقت ہوتی تھی جب امام منبر پر بیٹھتا تھا' پس جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا عہد خلافت آیا اور لوگوں کی تعداد زیادہ ہوگئی تو حضرت عثمان نے مقام الزوراء پر تیسری اذان کا اضافہ کر دیا۔ ابوعبداللہ (امام بخاری) نے کہا: الزوراء' مدینہ کے بازار میں ایک جگہ ہے۔

(سنن ترمذی: ۵۱۶' سنن ابوداؤد: ۱۰۹۰۔ ۱۰۸۹۔ ۱۰۸۸۔ ۱۰۸۷' سنن نسائی: ۱۳۹۳۔ ۱۳۹۲' سنن ابن ماجہ: ۱۱۳۵' صحیح ابن خزیمہ: ۱۷۷۴۔ ۱۷۷۳' المنتقیٰ: ۲۹۰' صحیح ابن حبان: ۱۶۷۳' المعجم الکبیر: ۶۶۴۷' سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۹۲' شرح السنۃ: ۱۰۷۱' مسند احمد ج ۳ ص ۴۵۰ طبع قدیم' مسند احمد:

۱۵۷۲۸ ج ۲۴ ص ۵۰۳ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کے چار رجال ہیں ان کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

حضرت عثمان کا مقام الزوراء پر تیسری اذان کا اضافہ کرنا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

جمعہ کے دن اذان کی صفت میں امام مالک کے اقوال مختلف ہیں ابن عبد الحکم نے امام مالک سے روایت کیا ہے کہ جب امام منبر پر بیٹھ جائے اور مؤذن اذان دے چکے تو لوگوں کو اس وقت خرید و فروخت سے منع کر دیا جائے گا اور ان کا یہ قول اس پر دلالت کرتا ہے کہ ان کے نزدیک اذان واحد ہے جیسا کہ اس باب کی حدیث مذکور میں ہے امام شافعی سے بھی اسی طرح منقول ہے اور المدونۃ میں امام مالک نے کہا ہے: جب امام منبر پر بیٹھ جائے اور مؤذن اذان دینا شروع کر دے تو اس وقت خرید و فروخت حرام ہو جاتی ہے فقہاء کوفہ سے بھی اسی طرح مروی ہے۔

ابن شہاب زہری نے سائب سے روایت کی ہے کہ جب لوگوں کی تعداد بہت زیادہ ہو گئی تو حضرت عثمان نے دوسری اذان دینے کا حکم دیا اس باب کی حدیث میں اس کو تیسری اذان جو کہا ہے وہ اقامت کے اعتبار سے ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۵۸۴ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ ھ)

مصنف کے نزدیک کون سی اذان پر سعی واجب ہوتی ہے

اس مسئلہ میں میرا مختار یہ ہے کہ جب خطیب منبر پر بیٹھ جاتا ہے اور اس کے سامنے جو اذان دی جاتی ہے جس کو آج کل کے حساب سے اذانِ ثانی کہا جاتا ہے اس اذان کے بعد سعی واجب ہوتی ہے یعنی مسجد کی طرف چل کر جانا واجب ہوتا ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابوبکر حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے دور اوّل میں صرف یہی اذان ہوتی تھی۔ اگر یہ کہا جائے کہ آج کل اس سے پہلے جو اذان ہوتی ہے اس اذان سے مسجد کی طرف چل کر جانا واجب ہوتا ہے تو یہ اذان تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے زمانہ میں تھی ہی نہیں تو اس وقت گویا مسجد کی طرف جانے کے حکم پر عمل نہیں ہوتا تھا؟ اور جب اُس وقت اس اذان سے سعی واجب ہوتی تھی جو خطیب کے منبر پر بیٹھنے کے بعد اس کے سامنے دی جاتی ہے تو آج بھی اُسی اذان کے بعد سعی واجب ہونی چاہیے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ آج کل جو پہلی اذان دی جاتی ہے اُس کے دس پندرہ منٹ بعد خطیب وعظ شروع کرتا ہے اور آدھے پون گھنٹے تک اس کی تقریر جاری رہتی ہے اور اس دوران لوگ آتے رہتے ہیں حتیٰ کہ جب خطیب کے سامنے دوسری اذان دی جاتی ہے اس وقت تک تقریباً تمام لوگ آ چکے ہوتے ہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ پہلی اذان سے سعی واجب ہو جاتی ہے تو یہ تمام بعد میں آنے والے لوگ واجب کے تارک قرار پائیں گے اور یہ بلاوجہ لوگوں کو مشکل میں ڈالنا ہے۔ جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد یہ ہے کہ "یسروا ولا تعسروا" آسان احکام بیان کرو لوگوں کو مشکل میں نہ ڈالو۔ (صحیح البخاری: ۶۹) اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور شیخین کے عمل کے مطابق اور عوام مسلمین کی آسانی کے اعتبار سے صحیح یہ ہے کہ سعی اُس اذان کے بعد واجب ہوتی ہے جو امام کے منبر پر بیٹھنے کے بعد خطبہ کے لیے دی جاتی ہے۔

۲۲ - بَابُ الْمُؤَذِّنِ الْوَاحِدِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ — جمعہ کے دن مؤذن واحد ہوگا

امام بخاری نے اس عنوان سے ان علماء کے قول کے ردّ کی طرف اشارہ کیا ہے جنہوں نے کہا ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر چڑھ کر بیٹھ جاتے تو تین مؤذن باری باری اذان دیتے جب ایک مؤذن اذان دے چکتا تو دوسرا اذان شروع کرتا اور اس کے بعد پھر

تیسرا مؤذن اذان شروع کرتا۔

٩١٣ - حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ اَبِيْ سَلَمَةَ الْمَاجِشُوْنَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ اَنَّ الَّذِيْ زَادَ التَّاْذِيْنَ الثَّالِثَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، حِيْنَ كَثُرَ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ، وَلَمْ يَكُنْ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُؤَذِّنٌ غَيْرَ وَاحِدٍ، وَكَانَ التَّاْذِيْنُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ حِيْنَ يَجْلِسُ الْاِمَامُ، يَعْنِيْ عَلَى الْمِنْبَرِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز بن ابی سلمہ الماجشون نے حدیث بیان کی از الزہری از السائب بن یزید' انہوں نے کہا: جس شخص نے جمعہ کے دن تیسری اذان کا اضافہ کیا وہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ تھے' جب اہل مدینہ کی کثرت ہوگئی اور ایک کے سوا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اور کوئی مؤذن نہیں تھا اور جمعہ کے دن اذان اس وقت دی جاتی تھی جب امام منبر پر بیٹھ جاتا تھا۔

اس حدیث کی شرح گزشتہ حدیث: ۹۱۲ میں گزر چکی ہے۔

٢٣ - بَابٌ يُجِيْبُ الْاِمَامُ عَلَى الْمِنْبَرِ اِذَا سَمِعَ النِّدَاءَ

جب امام منبر پر اذان سنے تو اس کا جواب دے

٩١٤ - حَدَّثَنَا ابْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ عُثْمَانَ بْنِ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ، عَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ بْنِ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ قَالَ سَمِعْتُ مُعَاوِيَةَ بْنَ اَبِيْ سُفْيَانَ، وَهُوَ جَالِسٌ عَلَى الْمِنْبَرِ، اَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ، قَالَ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ، قَالَ مُعَاوِيَةُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ، قَالَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، فَقَالَ مُعَاوِيَةُ وَاَنَا، فَقَالَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ، فَقَالَ مُعَاوِيَةُ وَاَنَا، فَلَمَّا اَنْ قَضَى التَّاْذِيْنَ، قَالَ يَا اَيُّهَا النَّاسُ! اِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى هٰذَا الْمَجْلِسِ، حِيْنَ اَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ، يَقُوْلُ مَا سَمِعْتُمْ مِنِّيْ مِنْ مَّقَالَتِيْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابن مقاتل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوبکر بن عثمان بن سہل بن حنیف نے خبر دی از ابی امامہ بن سہل بن حنیف' انہوں نے کہا: میں نے حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما سے منبر پر سنا' جب مؤذن کہتا: "اللّٰہ اکبر' اللّٰہ اکبر" تو حضرت معاویہ کہتے: "اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر" جب وہ کہتا: "اشہد ان لا الٰہ الا اللّٰہ" تو حضرت معاویہ کہتے: اور میں (بھی کہتا ہوں) اور جب وہ کہتا: "اشہد ان محمداً رسول اللّٰہ" تو حضرت معاویہ کہتے: اور میں (بھی کہتا ہوں)' اور جب اس نے اذان ختم کرلی تو حضرت معاویہ نے کہا: اے لوگو! بے شک میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس مجلس میں سنا ہے: جب مؤذن اذان دے تو تم نے مجھ سے جو کلمات ابھی سنے ہیں وہ کہو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۶۱۲ میں گزر چکی ہے۔

٢٤ - بَابُ الْجُلُوْسِ عَلَى الْمِنْبَرِ عِنْدَ التَّاْذِيْنِ

اذان کے وقت (خطیب کا) منبر پر بیٹھنا

٩١٥ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ اَنَّ السَّائِبَ بْنَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از

يَزِيْدَ اَخْبَرَهُ اَنَّ التَّاذِيْنَ الثَّانِيَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ اَمَرَ بِهٖ عُثْمَانُ، حِيْنَ كَثُرَ اَهْلُ الْمَسْجِدِ، وَكَانَ التَّاْذِيْنُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ حِيْنَ يَجْلِسُ الْاِمَامُ.

ابن شہاب کہ حضرت السائب بن یزید رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ جمعہ کے دن دوسری اذان کا حضرت عثمان نے حکم دیا تھا' جب مسجد میں لوگ بہت زیادہ ہو گئے تھے' جس وقت امام (منبر پر) بیٹھتا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۹۱۲ میں گزر چکی ہے۔

٢٥ - بَابُ التَّاْذِيْنِ عِنْدَ الْخُطْبَةِ

خطبہ کے وقت اذان دینا

٩١٦ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا يُوْنُسُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ سَمِعْتُ السَّائِبَ بْنَ يَزِيْدَ يَقُوْلُ اِنَّ الْاَذَانَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ كَانَ اَوَّلُهٗ حِيْنَ يَجْلِسُ الْاِمَامُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ عَلَى الْمِنْبَرِ، فِيْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبِيْ بَكْرٍ وَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا، فَلَمَّا كَانَ فِيْ خِلَافَةِ عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ وَكَثُرُوْا، اَمَرَ عُثْمَانُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ بِالْاَذَانِ الثَّالِثِ، فَاُذِّنَ بِهٖ عَلَى الزَّوْرَاءِ، فَثَبَتَ الْاَمْرُ عَلٰى ذٰلِكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن مقاتل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: میں سنا حضرت السائب بن یزید یہ کہتے تھے کہ جمعہ کے دن اذان اول اس وقت ہوتی تھی جب امام منبر پر بیٹھ جاتا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے عہد میں' جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کا زمانہ آیا اور لوگوں کی تعداد بہت زیادہ ہو گئی تو حضرت عثمان نے تیسری اذان دینے کا حکم دیا' پس یہ اذان مقام الزوراء پر دی جاتی تھی' پھر یہی معمول برقرار رہا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۹۱۲ میں گزر چکی ہے۔

٢٦ - بَابُ الْخُطْبَةِ عَلَى الْمِنْبَرِ

منبر پر خطبہ دینا

وَقَالَ اَنَسٌ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ خَطَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ.

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر خطبہ دیا۔

امام بخاری نے اس تعلیق کی اصل ''کتاب الفتن'' کے ''باب الاعتصام'' میں ذکر کی ہے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث ''باب الاستسقاء'' میں آئے گی ان شاء اللہ تعالیٰ۔

٩١٧ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الْقَارِيِّ الْقُرَشِيُّ الْاِسْكَنْدَرَانِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ حَازِمِ بْنُ دِيْنَارٍ اَنَّ رِجَالًا اَتَوْا سَهْلَ بْنَ سَعْدِ السَّاعِدِيَّ، وَقَدِ امْتَرَوْا فِي الْمِنْبَرِ مِمَّا عُوْدُهٗ؟ فَسَاَلُوْهُ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاَعْرِفُ مِمَّا هُوَ، وَلَقَدْ رَاَيْتُهٗ اَوَّلَ يَوْمٍ وُضِعَ، وَاَوَّلَ يَوْمٍ جَلَسَ عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اَرْسَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى فُلَانَةَ، امْرَاَةٍ قَدْ سَمَّاهَا سَهْلٌ مُرِيْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب بن عبد الرحمان بن محمد بن عبداللہ بن عبد القاری القرشی الاسکندرانی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوحازم بن دینار نے حدیث بیان کی کہ بعض لوگ حضرت سہل بن سعد الساعدی کے پاس آئے اور وہ اس میں میں بحث کر رہے تھے کہ منبر کون سی لکڑی کا تھا' انہوں نے حضرت سہل سے اس کے متعلق سوال کیا' حضرت سہل نے کہا: اللہ کی قسم! میں ضرور پہچانتا ہوں وہ کس چیز کا بنا ہوا تھا اور بے شک میں نے اس کو دیکھا جب پہلے دن اس کو رکھا گیا اور اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

غُلَامَكِ النَّجَّارَ' اَنْ يَّعْمَلَ لِيْ اَعْوَادًا' اَجْلِسُ عَلَيْهِنَّ اِذَا كَلَّمْتُ النَّاسَ' فَاَمَرَتْهُ فَعَمِلَهَا مِنْ طَرْفَاءِ الْغَابَةِ' ثُمَّ جَاءَ بِهَا' فَاَرْسَلَتْ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' فَاَمَرَ بِهَا فَوُضِعَتْ هَا هُنَا' ثُمَّ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى عَلَيْهَا وَكَبَّرَ وَهُوَ عَلَيْهَا' ثُمَّ رَكَعَ وَهُوَ عَلَيْهَا' ثُمَّ نَزَلَ الْقَهْقَرٰى' فَسَجَدَ فِيْ اَصْلِ الْمِنْبَرِ ثُمَّ عَادَ' فَلَمَّا فَرَغَ اَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ اَيُّهَا النَّاسُ! اِنَّمَا صَنَعْتُ هٰذَا لِتَاْتَمُّوْا بِيْ وَلِتَعَلَّمُوْا صَلٰوتِيْ.

تشریف فرما ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فلاں عورت کے پاس کسی کو بھیجا' سہل نے اس عورت کا نام لیا تھا (آپ نے اس سے فرمایا:) تم اپنے بیٹے کو حکم دو جو بڑھئی ہے کہ وہ میرے لیے سیڑھیوں پر مشتمل منبر بنا دے' جس پر میں اس وقت بیٹھوں جب میں لوگوں سے کلام کروں' اس عورت نے اپنے بیٹے کو حکم دیا' پس اس نے طرفاء الغابہ (ساگوان) کی لکڑی سے وہ منبر بنا دیا' پس اس عورت نے اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا' آپ نے حکم دیا تو اس کو اس جگہ رکھ دیا گیا' پھر میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس منبر پر نماز پڑھائی' آپ نے تکبیر پڑھی اور آپ اس منبر پر تھے' پھر آپ نے اس منبر پر رکوع کیا' پھر آپ منبر سے اتر کر پچھلے پیروں پر لوٹے' پھر آپ نے منبر کی جڑ میں سجدہ کیا' پھر آپ نے اسی طرح (دوسری رکعت پڑھائی) پھر جب آپ نماز پڑھا کر فارغ ہو گئے تو آپ نے لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: اے لوگو! میں نے یہ نماز اس لیے پڑھائی ہے تاکہ تم میری اقتداء کرو اور تم میرے نماز کے طریقہ کو جان لو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۷۷ میں گزر چکی ہے۔

۹۱۸ - حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ اَبِيْ مَرْيَمَ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ اَخْبَرَنِي ابْنُ اَنَسٍ اَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كَانَ جِذْعٌ يَقُوْمُ اِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' فَلَمَّا وُضِعَ لَهُ الْمِنْبَرُ' سَمِعْنَا لِلْجِذْعِ مِثْلَ اَصْوَاتِ الْعِشَارِ' حَتّٰى نَزَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَضَعَ يَدَهُ عَلَيْهِ. قَالَ سُلَيْمَانُ' عَنْ يَحْيٰى اَخْبَرَنِيْ حَفْصُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ اَنَسٍ اَنَّهُ سَمِعَ جَابِرًا بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن ابی مریم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن جعفر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے یحییٰ بن سعید نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے ابن انس نے خبر دی کہ انہوں نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے سنا' انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کھجور کے تنے کے سہارے کھڑے ہوتے تھے' جب آپ کے لیے منبر رکھ دیا گیا تو ہم نے اس تنے سے ایسی آوازیں سنیں جیسے دس ماہ کی حاملہ اونٹنی کی آوازیں ہوتی ہیں حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے اترے' پھر آپ نے اپنا ہاتھ اس تنے کے اوپر رکھ دیا۔ سلیمان نے کہا از یحییٰ: مجھے حفص بن عبید اللہ بن انس نے خبر دی کہ انہوں نے اس کو حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے سنا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۴۹ میں گزر چکی ہے۔

۹۱۹ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ بْنُ اَبِيْ اِيَاسٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم بن ابی ایاس نے

أَبِیْ ذِئْبٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيْهِ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ عَلَى الْمِنْبَرِ، فَقَالَ مَنْ جَاءَ إِلَى الْجُمُعَةِ فَلْيَغْتَسِلْ.

خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی ذئب نے حدیث بیان کی از الزہری از سالم از والد خود انہوں نے بیان کیا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ منبر پر خطبہ دے رہے تھے آپ نے فرمایا: جو شخص جمعہ پڑھنے کے لیے آئے تو اس کو غسل کرنا چاہیے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۸۷۷ میں گزر چکی ہے۔

۲۷ - بَابُ الْخُطْبَةِ قَائِمًا

کھڑے ہو کر خطبہ دینا

وَقَالَ أَنَسٌ بَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ قَائِمًا.

اور حضرت انس نے کہا: جس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر خطبہ دے رہے تھے۔

اس تعلیق کی اصل الاستسقاء میں ہے اور ان شاء اللہ عنقریب آئے گی۔

۹۲۰ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ الْقَوَارِيرِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ قَائِمًا، ثُمَّ يَقْعُدُ، ثُمَّ يَقُومُ، كَمَا تَفْعَلُونَ الْآنَ. [طرف الحدیث: ۹۲۸]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید اللہ بن عمر القواریری نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں خالد بن الحارث نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبید اللہ بن عمر نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر خطبہ دیتے تھے پھر بیٹھتے تھے پھر کھڑے ہوتے تھے جیسا کہ تم اب کرتے ہو۔

(صحیح مسلم: ۸۶۱، الرقم المسلسل: ۱۹۶۱، سنن ترمذی: ۵۰۶، سنن ابن ماجہ: ۱۱۰۳، السنن الکبریٰ: ۱۷۲۱، المنتقیٰ: ۲۹۵، المعجم الکبیر: ۱۳۲۹۶، سنن دار قطنی ج ۲ ص ۲۰، شرح السنۃ: ۱۰۷۲، مسند احمد ج ۲ ص ۳۵، مسند احمد: ۴۹۱۹۔ ج ۸ ص ۵۱۷، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، جامع المسانید لابن الجوزی: ۳۳۶۸، مکتبۃ الرشد ریاض، ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبید اللہ بن عمر بن میسرہ البصری ابو سعید القواریری، القواریری کا معنی ہے: جو شیشہ کا کام کرتا ہو یا ان کو فروخت کرتا ہو (۲) خالد بن الحارث بن سلیم الہجیمی البصری، یہ ۱۸۶ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) عبید اللہ بن عمر بن حفص بن عاصم بن عمر بن الخطاب القرشی (۴) نافع مولیٰ ابن عمر (۵) حضرت عبد اللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۳۱۵)

سنت یہ ہے کہ جمعہ کا خطبہ منبر پر کھڑے ہو کر دیا جائے

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

کھڑے ہو کر خطبہ دینے میں فقہاء کا اختلاف ہے، امام مالک اور امام شافعی نے کہا ہے کہ کھڑے ہو کر خطبہ دیا جائے، اور امام ابو حنیفہ نے کہا ہے کہ چاہے کھڑا ہو کر خطبہ دے چاہے بیٹھ کر، یہ ابن القصار نے ان سے نقل کیا ہے۔

علامہ ابن بطال کہتے ہیں: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث مذکور امام مالک کے قول کی صحت پر دلالت کرتی ہے، کیونکہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر خطبہ دیتے تھے، پھر بیٹھ جاتے تھے، پھر کھڑے ہوتے تھے، یہ خطبہ دینے کے فعل کے تکرار اور دوام پر دلالت کرتا ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فعل کے خلاف نہیں کیا اور بیٹھ کر خطبہ نہیں دیا، امام ابن ابی شیبہ نے طاؤس

سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہو کر خطبہ دیتے تھے اور حضرت ابوبکر' حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کھڑے ہو کر خطبہ دیتے تھے' اور سب سے پہلے جس نے منبر پر بیٹھ کر خطبہ دیا وہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۲۲۳' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۱۸۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

شعبی نے کہا: حضرت معاویہ نے بیٹھ کر اس وقت خطبہ دیا' جب ان کے پیٹ پر بہت زیادہ گوشت چڑھ گیا تھا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۲۳۶' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۱۹۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

امام شافعی نے کہا ہے کہ جب کوئی شخص بیٹھ کر خطبہ دے اور اس کے بیمار ہونے کا علم نہ ہو تو اس کے فعل کو عذر پر محمول کیا جائے گا اور اگر یہ معلوم ہو جائے کہ اس نے بغیر کسی عذر کے بیٹھ کر خطبہ دیا ہے تو ان سب کی نماز باطل ہو جائے گی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ''وَتَرَكُوكَ قَآئِمًا'' (الجمعہ: ١١) اور یہ آپ کو (خطبہ میں) کھڑا ہوا چھوڑ دیتے ہیں۔ یہ اس کی دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیشہ کھڑے ہو کر خطبہ دیا ہے۔

علامہ ابن القصار نے کہا ہے کہ جو چیز میرے دل میں ہے' وہ یہ ہے کہ خطبہ میں قیام واجب ہے اور یہ سنت سے وجوب کا ثبوت ہے' اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ اگر خطبہ میں قیام کو ترک کر دیا تو خطبہ فاسد ہو جائے گا اور نہ یہ اس کی دلیل ہے کہ خطبہ میں قیام مباح ہے' اگر چاہے تو قیام کرے اور اگر چاہے تو قیام نہ کرے۔ (شرح ابن بطال ج ٢ ص ٥٨٨' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ھ)

عذر کی صورت میں منبر پر بیٹھ کر جمعہ کا خطبہ دینے کا جواز

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

احادیث میں یہ ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہو کر خطبہ دیتے تھے' ہمارے شیخ نے شرح ترمذی میں یہ لکھا ہے کہ جمعہ کے دونوں خطبوں میں قیام شرط ہے' سوا اس کے کہ کسی کو عذر ہو' امام شافعی کا اور ایک روایت میں امام احمد کا بھی یہی مذہب ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: احادیث اس پر دلالت نہیں کرتیں کہ خطبہ میں قیام شرط ہے' زیادہ سے زیادہ قیام کے سنت ہونے پر دلالت کرتی ہیں' توضیح میں مذکور ہے کہ جو شخص کھڑے ہونے پر قادر ہو' اس کے لیے خطبہ میں کھڑا ہونا شرط ہے' اسی طرح امام شافعی رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب کے نزدیک دو خطبوں کے درمیان بیٹھنا بھی شرط ہے' اور اگر اس نے عذر کی وجہ سے بیٹھ کر یا لیٹ کر خطبہ دیا تو یہ بھی جائز ہے' جس طرح نماز میں ہوتا ہے' اور اس کی اقتداء صحیح ہے اور ہمارے نزدیک اس طرح ہے کہ جو شخص کھڑے ہونے پر قادر ہو' اس کا بھی بیٹھ کر خطبہ دینا جائز ہے اور یہ شاذ ہے' ہاں! یہ امام ابوحنیفہ' امام مالک اور امام احمد کا مذہب ہے جیسا کہ علامہ نووی نے نقل کیا ہے' اور اس کا قیاس اذان پر کیا ہے' اور علامہ ابن بطال نے امام مالک کا مذہب امام شافعی کی طرح نقل کیا ہے اور ابن القصار سے امام ابوحنیفہ کی طرح نقل کیا ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: اس باب کی حدیث خطبہ میں قیام کے شرط ہونے پر دلالت نہیں کرتی' بعض علماء نے خطبہ میں قیام کے شرط ہونے پر اس حدیث سے استدلال کیا ہے: حضرت کعب بن عجرہ مسجد میں داخل ہوئے اور اس وقت عبد الرحمٰن بن ابی الحکم بیٹھ کر خطبہ دے رہے تھے' انہوں نے کہا: اس خطیب کو دیکھو یہ بیٹھ کر خطبہ دے رہا ہے' حالانکہ قرآن مجید میں ہے: ''وَتَرَكُوكَ قَآئِمًا'' (الجمعہ: ١١)۔ (صحیح مسلم: ٨٦٤' الرقم المسلسل: ١٩٦٨' سنن نسائی: ١٣٩٣) نیز حضرت کعب نے کہا: میں نے آج کے سوا کسی شخص کو نہیں دیکھا کہ وہ مسلمانوں کا امام ہو اور بیٹھ کر خطبہ دے۔ (صحیح ابن خزیمہ) اور اس سلسلہ میں یہ حدیث ہے:

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہو کر خطبہ دیتے تھے' پھر بیٹھ جاتے' پھر کھڑے ہو کر

خطبہ دیتے' سو جو شخص تم کو یہ حدیث بیان کرے کہ آپ بیٹھ کر خطبہ دیتے تھے اس نے جھوٹ بولا' پس بے شک میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ دو ہزار سے زیادہ نمازیں پڑھی ہیں۔ (صحیح مسلم: ۸۶۲' الرقم المسلسل: ۱۹۶۳' سنن ابوداؤد: ۱۰۹۳)

علامہ عینی فرماتے ہیں: حضرت کعب بن عجرہ اور حضرت جابر بن سمرہ کے یہ اقوال مبالغہ پر محمول ہیں' اور نبی ﷺ کے منبر پر بیٹھنے کے ثبوت میں ہمارے اصحاب کی سب سے قوی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن نبی ﷺ منبر پر بیٹھے اور ہم آپ کے گرد بیٹھ گئے۔
(صحیح البخاری: ۱۴۶۵)

اور حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے: رسول اللہ ﷺ نے ایک عورت کے پاس پیغام بھیجا' تم اپنے بیٹے کو حکم دو کہ وہ میرے لیے سیڑھیوں پر مشتمل منبر بنادے جس پر میں اس وقت بیٹھوں جب میں لوگوں سے کلام کروں۔ الحدیث
(صحیح البخاری: ۹۱۷۔ ۳۷۷)

ان حدیثوں میں نبی ﷺ کے منبر پر بیٹھنے کی تصریح ہے اور یہ حدیثیں امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مذہب کے موافق ہیں۔
(عمدۃ القاری ج ۶ ص ۳۱۶۔ ۳۱۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ عینی کا ان احادیث سے استدلال کرنا صحیح نہیں ہے' کیونکہ منبر پر مطلقاً بیٹھنے کے جواز میں کلام نہیں ہے بلکہ کلام اس میں ہے کہ جمعہ کا خطبہ منبر پر بیٹھ کر دینا جائز ہے یا نہیں ہے' سو امام ابوحنیفہ کے نزدیک سنت یہ ہے کہ جمعہ کا خطبہ منبر پر کھڑے ہو کر دیا جائے اور اگر خطیب کسی عذر کی وجہ سے جمعہ کا خطبہ بیٹھ کر دے تو یہ بھی جائز ہے جیسے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ جب پُر گوشت ہو گئے تو بیٹھ کر خطبہ دیتے تھے' اور امام مالک اور امام شافعی کا مذہب بھی اسی طرح ہے۔

۲۸ - بَابُ يَسْتَقْبِلُ الْإِمَامُ الْقَوْمَ، وَاسْتِقْبَالِ النَّاسِ الْإِمَامَ إِذَا خَطَبَ وَاسْتَقْبَلَ ابْنُ عُمَرَ وَأَنَسٌ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمُ الْإِمَامَ

امام جب خطبہ دے تو نمازیوں کی طرف منہ کرے اور نمازی امام کی طرف منہ کریں' حضرت ابن عمر اور حضرت انس رضی اللہ عنہم نے امام کی طرف منہ کیا

علامہ عینی لکھتے ہیں کہ امام بیہقی نے نافع سے یہ روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جمعہ کے دن امام کے نکلنے سے پہلے اپنے نوافل سے فارغ ہو جاتے' پھر جب وہ مسجد سے نکلتے تو امام اس وقت تک نہیں نکلتا تھا جب تک کہ اس کا منہ ان کی طرف نہ ہوتا۔
(عمدۃ القاری ج ۶ ص ۳۱۷)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کے امام کی طرف منہ کرنے کے متعلق یہ حدیث ہے:
المستمر بن الریان بیان کرتے ہیں کہ میں نے جمعہ کے دن حضرت انس رضی اللہ عنہ کو باب اوّل کے پاس دیکھا' انہوں نے منبر کی طرف منہ کیا ہوا تھا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۲۷۶' مجلس علمی' بیروت' ۱۴۲۷ ھ)

۹۲۱ - حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ يَحْيٰى، عَنْ هِلَالِ بْنِ أَبِي مَيْمُونَةَ حَدَّثَنَا عَطَاءُ بْنُ يَسَارٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ قَالَ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَلَسَ ذَاتَ يَوْمٍ عَلَى الْمِنْبَرِ، وَجَلَسْنَا حَوْلَهُ. [اطراف الحدیث: ۱۴۶۵۔ ۲۸۴۲۔ ۶۴۲۷]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں معاذ بن فضالہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از یحییٰ از ہلال بن ابی میمونہ' انہوں نے کہا: ہمیں عطاء بن یسار نے حدیث بیان کی' انہوں نے حضرت ابوسعید الخدری سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن نبی ﷺ منبر پر بیٹھے اور ہم آپ کے گرد

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۱۹۴۰، مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ) بیٹھ گئے۔

جمعہ کے دن دورانِ خطبہ امام کی طرف منہ کرنے کی حکمت

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

امام کا لوگوں کی طرف منہ کرنا سنت ہے، جو اس کے بالمقابل بیٹھے ہوں اور جو اس کے بالمقابل نہ ہوں وہ اپنا منہ امام کی طرف کر لیں اس کی دلیل حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کا یہ قول ہے: ہم آپ کے گرد بیٹھے تھے اور ان کا آپ کے گرد بیٹھنا اسی وقت ہوگا جب وہ آپ کی طرف دیکھ رہے ہوں اور جو آپ کی طرف پیٹھ کر کے بیٹھے ہوں وہ آپ کا کلام سن رہے ہوں گے نہ آپ کی طرف متوجہ ہوں گے اور صحابہ کے آپ کی طرف منہ کرنے کا معنی یہ ہے کہ وہ آپ کے کلام کو اچھی طرح سن سکیں اور اس پر غور کر سکیں۔

الشعبی نے کہا ہے کہ سنت یہ ہے کہ جمعہ کے دن امام کی طرف منہ کیا جائے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۲۷۲) اور ابن المنذر نے کہا ہے کہ جب امام خطبہ دے تو لوگ امام کی طرف منہ کریں امام مالک، فقہاء کوفہ، امام اوزاعی، امام شافعی اور اسحاق کا یہی قول ہے اور یہ اجماع کی مثل ہے۔ عدی بن ثابت نے کہا ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دیتے تو آپ کے اصحاب آپ کی طرف متوجہ ہوتے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۲۶۹، مجلس علمی، بیروت، ۱۴۲۷ھ) (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۵۸۹۔۵۸۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

٢٩ - بَابُ مَنْ قَالَ فِي الْخُطْبَةِ بَعْدَ الثَّنَاءِ اَمَّا بَعْدُ

جس نے خطبہ میں حمد وثناء کے بعد امابعد (یعنی حمد وثناء کے بعد) کہا

رَوَاهُ عِكْرِمَةُ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

عکرمہ نے اس کی روایت از حضرت ابن عباس از نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔

اس باب کے آخر میں امام بخاری نے اس تعلیق کو موصولاً روایت کیا ہے۔

٩٢٢ - وَقَالَ مَحْمُوْدٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ قَالَ اَخْبَرَتْنِي فَاطِمَةُ بِنْتُ الْمُنْذِرِ، عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِي بَكْرٍ قَالَتْ دَخَلْتُ عَلٰى عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا، وَالنَّاسُ يُصَلُّوْنَ، قُلْتُ مَا شَاْنُ النَّاسِ؟ فَاَشَارَتْ بِرَاْسِهَا اِلَى السَّمَاءِ، فَقُلْتُ اٰيَةٌ؟ فَاَشَارَتْ بِرَاْسِهَا اَيْ نَعَمْ، قَالَتْ فَاَطَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جِدًّا حَتّٰى تَجَلَّانِي الْغَشْيُ، وَاِلٰى جَنْبِي قِرْبَةٌ فِيْهَا مَاءٌ، فَفَتَحْتُهَا فَجَعَلْتُ اَصُبُّ مِنْهَا عَلٰى رَاْسِي، فَانْصَرَفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ تَجَلَّتِ الشَّمْسُ، فَخَطَبَ النَّاسَ، وَحَمِدَ اللّٰهَ بِمَا هُوَ اَهْلُهُ، ثُمَّ قَالَ اَمَّا بَعْدُ قَالَتْ وَلَغَطَ نِسْوَةٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ، فَانْكَفَاْتُ اِلَيْهِنَّ لِاُسَكِّتَهُنَّ، فَقُلْتُ لِعَائِشَةَ مَا قَالَ؟ قَالَتْ قَالَ مَا مِنْ شَيْءٍ لَمْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: محمود نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن عروہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے فاطمہ بنت منذر نے خبر دی از حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتی ہیں کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئی اس وقت لوگ نماز پڑھ رہے تھے، میں نے پوچھا: لوگ کیوں نماز پڑھ رہے ہیں؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے سر سے آسمان کی طرف اشارہ کیا (یعنی سورج کو گہن لگ گیا ہے)، میں نے پوچھا: کیا یہ کوئی علامت ہے؟ حضرت عائشہ نے اپنے سر سے اشارہ کیا، یعنی ہاں۔ حضرت اسماء نے کہا: پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت لمبی نماز پڑھی، حتیٰ کہ مجھ پر بے ہوشی طاری ہونے لگی اور میرے پہلو میں پانی کی ایک مشک تھی جس میں پانی تھا، میں نے اس کو کھولا اور اس میں سے پانی نکال کر اپنے سر پر ڈالنے لگی، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے مڑے اور اس وقت سورج کا گہن دور ہو

أَكُنْ أُرِيتُهُ إِلَّا قَدْ رَأَيْتُهُ فِي مَقَامِي هٰذَا، حَتَّى الْجَنَّةَ وَالنَّارَ، وَإِنَّهُ قَدْ أُوحِيَ إِلَيَّ أَنَّكُمْ تُفْتَنُونَ فِي الْقُبُورِ مِثْلَ أَوْ قَرِيبًا مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ، يُؤْتَى أَحَدُكُمْ فَيُقَالُ لَهُ مَا عِلْمُكَ بِهٰذَا الرَّجُلِ؟ فَأَمَّا الْمُؤْمِنُ، أَوْ قَالَ الْمُوقِنُ شَكَّ هِشَامٌ فَيَقُولُ هُوَ رَسُولُ اللّٰهِ، هُوَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، جَاءَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَالْهُدٰى، فَآمَنَّا وَأَجَبْنَا وَاتَّبَعْنَا وَصَدَّقْنَا، فَيُقَالُ لَهُ نَمْ صَالِحًا، قَدْ كُنَّا نَعْلَمُ إِنْ كُنْتَ لَتُؤْمِنُ بِهِ، وَأَمَّا الْمُنَافِقُ، أَوْ قَالَ الْمُرْتَابُ شَكَّ هِشَامٌ فَيُقَالُ لَهُ مَا عِلْمُكَ بِهٰذَا الرَّجُلِ؟ فَيَقُولُ لَا أَدْرِي، سَمِعْتُ النَّاسَ يَقُولُونَ شَيْئًا فَقُلْتُ. قَالَ هِشَامٌ فَلَقَدْ قَالَتْ لِي فَاطِمَةُ فَأَوْعَيْتُهُ، غَيْرَ أَنَّهَا ذَكَرَتْ مَا يُغَلِّظُ عَلَيْهِ.

گیا تھا' پھر آپ نے خطبہ دیا اور اللہ تعالیٰ کی ایسی حمد کی جس کے وہ لائق ہے' پھر آپ نے فرمایا: امابعد (بعد حمد وثناء کے)' اور انصار کی عورتوں کا شور تھا' میں ان کی طرف مڑی تا کہ میں ان کو چپ کراؤں' پس میں نے حضرت عائشہ سے پوچھا کہ آپ نے کیا فرمایا ہے؟ حضرت عائشہ نے کہا: آپ نے فرمایا ہے کہ جو چیز بھی پہلے مجھے نہیں دکھائی گئی تھی اس چیز کو میں نے اس مقام میں دیکھ لیا ہے حتیٰ کہ جنت اور دوزخ کو بھی دیکھ لیا ہے' اور بے شک میری طرف یہ وحی کی گئی ہے کہ بے شک تم قبروں میں آزمائش میں مبتلا کیے جاؤ گے جو مسیح دجال کے فتنہ کی مثل یا اس کے قریب ہوگی' تم میں سے ہر ایک کے پاس کسی کو لایا جائے گا' پھر کہا جائے گا: اس شخص کے متعلق تمہارا کیا علم ہے؟ پس جو مومن ہوگا یا یقین کرنے والا ہوگا' (ہشام کو شک ہے' حضرت اسماء نے کیا کہا تھا) وہ کہے گا: یہ رسول اللہ ہیں' یہ محمد ﷺ ہیں' یہ ہمارے پاس معجزات اور ہدایت کے ساتھ آئے تھے' سو ہم ان پر ایمان لائے اور ہم نے ان کی دعوت کو قبول کیا اور ہم نے ان کی پیروی کی اور ان کی تصدیق کی' پس اس سے کہا جائے گا: تم اپنے اعمال کے نفع کے ساتھ سو جاؤ' بے شک ہم جانتے تھے کہ تم ان پر ایمان لانے والے ہو' اور رہا منافق یا کہا: شک کرنے والا (اس میں ہشام کو شک ہے)' اس سے کہا جائے گا: اس شخص کے متعلق تمہارا کیا علم ہے؟ وہ کہے گا: میں نہیں جانتا' میں نے لوگوں کو کچھ کہتے ہوئے سنا تو میں نے کہہ دیا۔ ہشام نے کہا: مجھ سے فاطمہ نے یہ حدیث بیان کی' پس میں نے اس حدیث کو محفوظ رکھا' سوا اس کے جس میں شدت کی گئی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۸۶ میں گزر چکی ہے۔

٩٢٣ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، عَنْ جَرِيرِ بْنِ حَازِمٍ قَالَ سَمِعْتُ الْحَسَنَ يَقُولُ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ تَغْلِبَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُتِيَ بِمَالٍ، أَوْ سَبْيٍ، فَقَسَمَهُ، فَأَعْطَى رِجَالًا وَتَرَكَ رِجَالًا، فَبَلَغَهُ أَنَّ الَّذِينَ تَرَكَ عَتَبُوا، فَحَمِدَ اللّٰهَ ثُمَّ أَثْنَى عَلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ أَمَّا بَعْدُ، فَوَاللّٰهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن معمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو عاصم نے حدیث بیان کی از جریر بن حازم' انہوں نے کہا: میں نے حسن سے سنا' وہ کہتے ہیں: ہمیں حضرت عمرو بن تغلب رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس مال آیا یا قیدی آئے' آپ نے اس مال کو تقسیم فرمایا' آپ نے چند لوگوں کو عطا کیا اور چند کو چھوڑ دیا' پھر آپ کو یہ خبر پہنچی کہ جن

اِنِّیْ لَاُعْطِی الرَّجُلَ وَاَدَعُ الرَّجُلَ وَالَّذِیْ اَدَعُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنَ الَّذِیْ اُعْطِیْ وَلٰکِنْ اُعْطِیْ اَقْوَامًا لِمَا اَرٰی فِیْ قُلُوْبِهِمْ مِنَ الْجَزَعِ وَالْهَلَعِ وَاَکِلُ اَقْوَامًا اِلٰی مَا جَعَلَ اللّٰهُ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مِنَ الْغِنٰی وَالْخَیْرِ فِیْهِمْ عَمْرُو بْنُ تَغْلِبَ . فَوَاللّٰهِ مَا اُحِبُّ اَنَّ لِیْ بِکَلِمَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حُمْرَ النَّعَمِ. تَابَعَهٗ یُوْنُسُ. [اطراف الحدیث:٣١٤٥-٧٥٣٥]

لوگوں کو آپ نے چھوڑ دیا ہے وہ ناراض ہیں تو آپ نے اللہ کی حمد کی اور اس کی ثناء کی' پھر فرمایا: اما بعد (حمد وثناء کے بعد) پس اللہ کی قسم! میں ایک شخص کو عطا کرتا ہوں اور دوسرے شخص کو چھوڑ دیتا ہوں' اور جس شخص کو میں چھوڑ دیتا ہوں وہ مجھے اس شخص سے زیادہ محبوب ہوتا ہے جس کو میں عطا کرتا ہوں' لیکن میں ان لوگوں کو دیتا ہوں جن کے دلوں میں سخت حرص اور بے صبری دیکھتا ہوں اور جن کے دلوں میں اللہ نے استغناء اور خیر کو رکھا ہے' ان لوگوں کو میں ان کے استغناء کے سپرد کر دیتا ہوں' ان ہی میں عمرو بن تغلب ہیں' حضرت عمرو بن تغلب نے کہا: پس اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد کے بدلہ میں اگر مجھے سرخ اونٹ بھی مل جائیں تو وہ مجھے پسند نہیں ہیں۔ اس حدیث کی یونس نے متابعت کی ہے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن معمر ابوعبداللہ البصری العیسی (۲) ابو عاصم النبیل' ان کا نام الضحاک بن مخلد ہے (۳) جریر بن حازم (۴) الحسن البصری (۵) حضرت عمرو بن تغلب رضی اللہ عنہ العبدی التیمی البصری' ان سے نبی ﷺ کی دو حدیثیں مروی ہیں' جن کو امام بخاری نے روایت کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ٦ ص ٣٢٤)

٩٢٤ - حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ بُکَیْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّیْثُ' عَنْ عُقَیْلٍ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ عُرْوَةُ اَنَّ عَائِشَةَ اَخْبَرَتْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ ذَاتَ لَیْلَةٍ مِنْ جَوْفِ اللَّیْلِ' فَصَلّٰی فِی الْمَسْجِدِ' فَصَلّٰی رِجَالٌ بِصَلَاتِهٖ' فَاَصْبَحَ النَّاسُ فَتَحَدَّثُوْا' فَاجْتَمَعَ اَکْثَرُ مِنْهُمْ فَصَلَّوْا مَعَهٗ' فَاَصْبَحَ النَّاسُ فَتَحَدَّثُوْا' فَکَثُرَ اَهْلُ الْمَسْجِدِ مِنَ اللَّیْلَةِ الثَّالِثَةِ' فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَصَلَّوْا بِصَلَاتِهٖ' فَلَمَّا کَانَتِ اللَّیْلَةُ الرَّابِعَةُ' عَجَزَ الْمَسْجِدُ عَنْ اَهْلِهٖ' حَتّٰی خَرَجَ لِصَلٰوةِ الصُّبْحِ' فَلَمَّا قَضَی الْفَجْرَ اَقْبَلَ عَلَی النَّاسِ فَتَشَهَّدَ' ثُمَّ قَالَ اَمَّا بَعْدُ' فَاِنَّهٗ لَمْ یَخْفَ عَلَیَّ مَکَانُکُمْ' لٰکِنِّیْ خَشِیْتُ اَنْ تُفْرَضَ عَلَیْکُمْ' فَتَعْجِزُوْا عَنْهَا. تَابَعَهٗ یُوْنُسُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے عروہ نے خبر دی کہ ایک رات کو آدھی رات کے وقت رسول اللہ ﷺ مسجد کی طرف نکلے پھر چند لوگوں نے آپ کی نماز کے ساتھ نماز پڑھی' پھر انہوں نے صبح (لوگوں کے سامنے) یہ بات کی' (پھر دوسری رات کو) ان میں سے بہت لوگ جمع ہو گئے' پس انہوں نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی' پھر صبح کو لوگوں نے یہ بات کی' پھر تیسری رات کو مسجد والے لوگ بہت ہو گئے' پھر رسول اللہ ﷺ نکلے تو لوگوں نے آپ کی نماز کے ساتھ نماز پڑھی' جب چوتھی رات آئی تو مسجد اہل مسجد کو سمانے سے عاجز ہو گئی تھی حتیٰ کہ نبی ﷺ صبح کی نماز کے لیے نکلے' جب آپ نے فجر کی نماز ادا فرمائی تو آپ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے' آپ نے کلمہ شہادت پڑھا' پھر فرمایا: اما بعد (یعنی توحید و رسالت کی گواہی کے بعد) مجھ پر تمہاری جگہ مخفی نہیں ہے (یعنی تمہارا نماز کا

شوق) لیکن مجھے یہ خطرہ ہے کہ تم پر یہ نماز فرض کر دی جائے گی' پھر تم اس کو پڑھنے سے عاجز ہو جاؤ گے۔ اس حدیث کی یونس نے متابعت کی ہے۔ یحییٰ بن بکیر کی متابعت یونس نے کی ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۷۲۹ میں گزر چکی ہے۔

۹۲۵ - حَدَّثَنَا اَبُوْ الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِي عُرْوَةُ، عَنْ اَبِي حُمَيْدٍ هُوَ السَّاعِدِيِّ اَنَّهُ اَخْبَرَهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ عَشِيَّةً بَعْدَ الصَّلٰوةِ، فَتَشَهَّدَ وَاَثْنٰى عَلَى اللّٰهِ بِمَا هُوَ اَهْلُهُ، ثُمَّ قَالَ اَمَّا بَعْدُ. تَابَعَهُ اَبُوْ مُعَاوِيَةَ وَاَبُوْ اُسَامَةَ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ اَبِي حُمَيْدٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَمَّا بَعْدُ. تَابَعَهُ الْعَدَنِيُّ. عَنْ سُفْيَانَ، فِي اَمَّا بَعْدُ. [اطراف الحدیث: ۱۵۰۰-۲۵۹۷-۲۶۳۶-۶۹۷۹-۷۱۷۴-۷۱۹۷]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے عروہ نے خبر دی از ابی حمید جو الساعدی ہیں' انہوں نے یہ خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ پچھلے پہر نماز کے بعد کھڑے ہوئے' پھر آپ نے کلمہ شہادت پڑھا اور اللہ کی ایسی حمد کی جس کا وہ اہل ہے' پھر فرمایا: اما بعد (حمد و ثناء کے بعد)۔ ابومعاویہ اور ابواسامہ نے عروہ کی متابعت کی ہے از ہشام از والد خود از ابوحمید از نبی ﷺ' آپ نے فرمایا: اما بعد' العدنی نے عروہ کی متابعت کی ہے از سفیان' آپ کے ارشاد اما بعد میں۔

۹۲۶ - حَدَّثَنَا اَبُوْ الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنٍ، عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ قَالَ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَسَمِعْتُهُ حِيْنَ تَشَهَّدَ يَقُوْلُ اَمَّا بَعْدُ. تَابَعَهُ الزُّبَيْدِيُّ عَنِ الزُّهْرِيِّ. [اطراف الحدیث: ۳۱۱۰-۳۷۱۴-۳۷۲۹-۳۷۶۷-۵۲۳۰-۵۲۷۸]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے علی بن حسین نے حدیث بیان کی از المسور بن مخرمہ' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے' پس جب آپ نے کلمہ شہادت پڑھا تو میں نے آپ کو یہ کہتے ہوئے سنا: اما بعد (شہادت کے بعد)۔ زبیدی نے شعیب کی متابعت کی ہے از الزہری۔

۹۲۷ - حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ اَبَانَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ الْغَسِيْلِ قَالَ حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ صَعِدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمِنْبَرَ، وَكَانَ اٰخِرَ مَجْلِسٍ جَلَسَهُ، مُتَعَطِّفًا مِلْحَفَةً عَلٰى مَنْكِبَيْهِ، قَدْ عَصَبَ رَاْسَهُ بِعِصَابَةٍ دَسِمَةٍ، فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ اَيُّهَا النَّاسُ اِلَيَّ، فَثَابُوْا اِلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ اَمَّا بَعْدُ، فَاِنَّ هٰذَا الْحَيَّ مِنَ الْاَنْصَارِ، يَقِلُّوْنَ وَيَكْثُرُ النَّاسُ، فَمَنْ وَلِيَ شَيْئًا مِنْ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاسْتَطَاعَ اَنْ يَضُرَّ فِيْهِ اَحَدًا اَوْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن ابان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن الغسیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عکرمہ نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے کہا: نبی ﷺ منبر پر چڑھے اور یہ آخری مجلس تھی جس میں آپ بیٹھے' اس وقت آپ نے ایک بڑی چادر اپنے کندھوں پر ڈالی ہوئی تھی اور اپنے سر پر عمامہ باندھا ہوا تھا جو تیل سے چکنا ہو چکا تھا' آپ نے اللہ کی حمد کی اور اس کی ثناء کی' پھر آپ نے فرمایا: اے لوگو! میرے قریب آ جاؤ' سو لوگ آپ کی طرف آ گئے' پھر آپ نے فرمایا: اما بعد (حمد و ثناء کے بعد) انصار کا

يَنْفَعَ فِيهِ أَحَدًا، فَلْيَقْبَلْ مِنْ مُحْسِنِهِمْ وَيَتَجَاوَزْ عَنْ مُسِيئِهِمْ. [اطراف الحدیث: ٣٦٢٨۔ ٣٨٠٠] (شمائل ترمذی: ١١١)

یہ قبیلہ کم ہوتا جائے گا اور (دوسرے) لوگ زیادہ ہوتے جائیں گے پس (سیدنا) محمد ﷺ کی امت میں سے جو شخص کسی منصب کا والی ہو اور وہ کسی کو ضرر پہنچانے یا کسی کو نفع دینے کا اختیار رکھتا ہو تو وہ انصار میں سے نیکوں کی نیکی کو قبول کرے اور ان میں سے خطا کاروں کی خطاء سے درگزر کرے۔

حدیث مذکور کے رجال

(١) اسماعیل بن ابان ابو اسحاق الوراق الازدی الکوفی (٢) عبد الرحمٰن بن الغسیل، وہ عبد الرحمان بن سلیمان بن عبد اللہ بن حنظلہ بن ابی عامر الراہب ہیں، جو ابن الغسیل الانصاری المدنی کے نام سے معروف ہیں، اور حضرت حنظلہ وہ ہیں جن کو فرشتوں نے غسل دیا تھا، یہ جنگ احد میں شہید ہو گئے تھے ان کی بیوی سے صحابہ نے سوال کیا تو انہوں نے بتایا کہ انہوں نے دشمن کی آواز سنی اس وقت وہ جنبی تھے تو انہوں نے غسل کرنے کی تاخیر نہیں کی اور جہاد کے لیے چلے گئے اور جاتے ہی شہید ہو گئے ان کے بیٹے عبد الرحمان بن الغسیل ١٧١ھ میں فوت ہو گئے تھے (٣) عکرمہ، یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام ہیں (٤) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما۔

(عمدۃ القاری ج٦ ص٢٢٨)

مشکل الفاظ کے معانی اور حدیث مذکور کے مسائل

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ''متعطفًا'' کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: چادر کو موڑ کر اوڑھے ہوئے اور ''ملحفۃ'' کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: بڑی چادر، اور ''عصابۃ دسمۃ'' کا لفظ ہے اس میں ''عصابۃ'' کا معنی ہے: پٹی یہاں اس سے مراد عمامہ ہے، عمامہ کو ''عصابۃ'' سے اس لیے تعبیر فرمایا کیونکہ عمامہ کو بھی پٹی کی طرح سر کے گرد لپیٹ لیا جاتا ہے اور ''دسمۃ'' کا معنی ہے: سیاہ یعنی سر پر لگے ہوئے زیتون کے تیل سے اس عمامہ پر کثرتِ استعمال کی وجہ سے سیاہی کے آثار ظاہر ہو گئے تھے اور اس حدیث میں ہے: ''فثابوا الیہ'' یعنی وہ سب آپ کی طرف جمع ہو گئے ''ثاب یثوب'' کا معنی ہے: کسی کام کی طرف لوٹنے میں سبقت کرنا، نیز اس حدیث میں ہے آپ نے فرمایا: یہ انصاری دن بہ دن کم ہوتے رہیں گے، یہ آپ کا معجزہ ہے کیونکہ آپ نے غیب کی خبر دی ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نصیحت کرنے میں مبالغہ کرنا چاہیے کیونکہ آپ نے منبر پر چڑھ کر نصیحت کی اور وعظ کیا۔

رسول اللہ ﷺ نے آنے والے حکمرانوں کو انصار کے ساتھ نیک سلوک کرنے کی وصیت کی، اس میں انصار کی فضیلت ہے۔

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ انصار میں سے کوئی خلیفہ نہیں ہوگا کیونکہ آپ نے انصار کے متعلق وصیت کی، ورنہ انصار کو وصیت فرماتے۔

اس میں نبی ﷺ کے جامع ارشاد کا ثبوت ہے، کیونکہ آپ نے فرمایا: انصار میں جو نیک ہوں ان کی نیکی کو قبول کرنا اور جو بُرے کام کرنے والے ہوں ان سے درگزر کرنا، کیونکہ انسان کا صرف ان ہی دو خصلتوں میں حصر ہے، یا وہ نیکو کار ہوتا ہے یا بدکار ہوتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج٦ ص٢٢٩۔ ٢٢٨، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ١٤٢١ھ)

''امـابعد'' کامعنی اور سب سے پہلے''امـابعد'' کا استعمال کس نے کیا اور خطبہ جمعہ میں کس قدر کلام لانا چاہیے

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں اور اس سے پہلی حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطبہ میں امابعد فرمایا' یعنی حمد وثناء کے بعد' یہ بات بیان کرنی ہے۔''امـابعد'' کلام فصیح ہے' اس کو خطیب حمد وثناء اور اپنے جس مقصود کی خبر دینی ہو' اس کے درمیان فصل کرنے کے لیے لاتا ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

وَاٰتَیْنٰهُ الْحِكْمَةَ وَفَصْلَ الْخِطَابِO (ص:۲۰) اور ہم نے داؤد کو حکمت دی تھی اور فصل خطابO

''فصل خطاب'' سے مراد ہے: مقدمات کا فیصلہ کرنے کی صلاحیت' اور بعض مفسرین نے کہا ہے: اس سے مراد امابعد کا کلمہ ہے۔ یعنی سب سے پہلے خطبہ میں امابعد کا کلمہ حضرت داؤد علیہ السلام نے کہا' کیونکہ امابعد کا کلمہ حمد وثناء اور اپنے کلام مقصود کے درمیان فصل کے لیے آتا ہے' اس لیے''فصل خطاب'' سے مراد امابعد ہے۔

اس میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ جمعہ کے خطبہ میں کتنے کلام کی مقدار ضروری ہے' ابن حبیب مالکی نے کہا: جس کلام میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم ہو' وہ خطبہ کے لیے کافی ہے۔

مطرف نے امام مالک سے روایت کیا ہے کہ جس نے سبحان اللہ اور لا الٰہ الا اللہ کہا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صلوٰۃ پڑھی' اس کا یہ کلام خطبہ کے لیے کافی ہے' امام ابوحنیفہ نے کہا: جس نے ایک تسبیح بھی پڑھ لی تو یہ اس کے خطبہ کے لیے کافی ہے' امام شافعی نے کہا: جمعہ کے دونوں خطبوں کی جو کم از کم مقدار ضروری ہے' وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حمد کی جائے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صلوٰۃ پڑھی جائے' اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی وصیت کی جائے۔ پہلے خطبہ میں قرآن مجید کی آیات پڑھی جائیں اور دوسرے خطبہ میں اللہ تعالیٰ کی حمد اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صلوٰۃ پڑھی جائے اور اس کو دعا پر ختم کیا جائے۔ (شرح ابن بطال ج۲ ص ۵۹۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

٣٠ - بَابُ الْقَعْدَةِ بَيْنَ الْخُطْبَتَيْنِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ

جمعہ کے دن دو خطبوں کے درمیان بیٹھنا

٩٢٨ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ خُطْبَتَيْنِ يَقْعُدُ بَيْنَهُمَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں بشر بن المفضل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبید اللہ بن عمر نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (جمعہ کے دن) دو خطبے دیتے تھے' جن کے درمیان بیٹھتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۹۲۰ میں گزر چکی ہے' تاہم جو اُمور پہلے ذکر نہیں کیے گئے' وہ ذکر کیے جارہے ہیں:

جمعہ کے دن مسجد میں بیٹھنے اور دو خطبوں کے درمیان بیٹھنے کے متعلق احادیث

جمعہ کے دو خطبوں کے درمیان بیٹھنے کے متعلق حسب ذیل احادیث بھی مروی ہیں:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جمعہ کے دن سیدھے کھڑے ہوئے تو آپ نے فرمایا: بیٹھ جاؤ' حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اس وقت مسجد کے دروازہ پر تھے' انہوں نے آپ کا یہ ارشاد سنا تو اسی وقت وہیں مسجد کے دروازہ پر بیٹھ گئے' پس ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا تو فرمایا: اے عبداللہ بن مسعود! آؤ۔ (سنن ابوداؤد:۱۰۹۱)

اس حدیث سے حضرت عبداللہ بن مسعود کی اطاعت شعاری معلوم ہوتی ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دو خطبے دیتے تھے' جب آپ منبر پر چڑھتے تو بیٹھ جاتے تھے حتیٰ کہ مؤذن اذان سے فارغ ہو جاتا' پھر آپ کھڑے ہو کر خطبہ دیتے' پھر بیٹھ جاتے' پھر کوئی بات نہیں کرتے تھے' پھر کھڑے ہو کر (دوسرا) خطبہ دیتے۔ (سنن ابوداؤد:۱۰۹۲)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہو کر خطبہ دیتے تھے' پھر آپ کھڑے ہو کر (دوسرا) خطبہ دیتے' پس جس نے تم سے یہ حدیث بیان کی کہ آپ نے بیٹھ کر خطبہ دیا اس نے جھوٹ بولا' پس اللہ کی قسم! میں نے آپ کے ساتھ دو ہزار سے زیادہ نمازیں پڑھی ہیں۔ (صحیح مسلم:۸۶۲' سنن ابوداؤد:۱۰۹۳' سنن نسائی:۱۴۱۶' سنن ابن ماجہ:۱۱۰۵)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے دو خطبے تھے' ان دونوں کے درمیان آپ بیٹھ کر قرآن پڑھتے تھے اور لوگوں کو نصیحت کرتے تھے۔ (صحیح مسلم:۸۶۲' سنن نسائی:۱۴۱۹' سنن ابن ماجہ:۱۱۰۶)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہو کر خطبہ دیتے تھے' پھر آپ بیٹھتے تھے (اور ان کے درمیان) کلام نہیں کرتے تھے۔ (سنن ابوداؤد:۱۰۹۵' سنن نسائی:۱۵۸۲)

سنن ابوداؤد کی ان احادیث میں بعض میں یہ ذکر ہے کہ آپ دو خطبوں کے درمیان کلام نہیں کرتے تھے اور بعض میں یہ ذکر ہے کہ آپ ان خطبوں کے درمیان قرآن مجید پڑھتے تھے اور بعض میں ہے کہ آپ ان میں نصیحت کرتے تھے' ان میں تطبیق اس طرح ہے کہ آپ کا عام معمول یہ تھا کہ آپ ان دو خطبوں کے درمیان کلام نہیں کرتے تھے' اور بعض اوقات ان کے درمیان آپ قرآن مجید پڑھتے تھے اور اگر کبھی وعظ اور نصیحت کی ضرورت ہوتی تو وعظ و نصیحت فرماتے تھے' غرض آپ نے دین میں آسانی رکھی ہے اور امت کے لیے گنجائش ہے کہ وہ جیسا موقع ہو ویسا عمل کرے۔

جمعہ کے دو خطبوں کے درمیان بیٹھنے کے حکم میں مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

ان احادیث میں یہ ثبوت ہے کہ جمعہ کے دو خطبوں کے درمیان بیٹھنا مشروع ہے' لیکن اس میں اختلاف ہے کہ یہ بیٹھنا واجب ہے یا مستحب ہے' امام شافعی کا یہ مذہب ہے کہ یہ بیٹھنا واجب ہے اور امام ابوحنیفہ اور امام مالک رحمہما اللہ کا یہ مذہب ہے کہ یہ بیٹھنا سنت ہے۔ علامہ ابن عبد البر نے یہ کہا ہے کہ امام مالک' فقہاء عراق اور تمام شہروں کے فقہاء کا یہ مذہب ہے کہ جمعہ کے دو خطبوں کے درمیان بیٹھنا سنت ہے سوائے امام شافعی کے' انہوں نے اس کو واجب کہا ہے۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی نے کہا ہے کہ اتباع سنت کی وجہ سے یہ بیٹھنا مستحب ہے اور اکثر اہل علم کے قول کے موافق یہ بیٹھنا واجب نہیں ہے کیونکہ اس میں بیٹھنے کے وقت کوئی مخصوص ذکر مشروع نہیں ہے' لہٰذا یہ بیٹھنا واجب نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۶ ص ۳۲۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۱- بَابُ الْاِسْتِمَاعِ اِلَی الْخُطْبَةِ — خطبہ کو بہ غور سننا

۹۲۹ - حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ الْأَغَرِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ يَوْمُ الْجُمُعَةِ وَقَفَتِ الْمَلَائِكَةُ عَلَى بَابِ الْمَسْجِدِ يَكْتُبُونَ الْأَوَّلَ فَالْأَوَّلَ، وَمَثَلُ الْمُهَجِّرِ كَمَثَلِ الَّذِي يُهْدِي بَدَنَةً ثُمَّ كَالَّذِي يُهْدِي بَقَرَةً ثُمَّ كَبْشًا، ثُمَّ دَجَاجَةً، ثُمَّ بَيْضَةً، فَإِذَا خَرَجَ الْإِمَامُ طَوَوْا صُحُفَهُمْ، وَيَسْتَمِعُونَ الذِّكْرَ. [طرف الحدیث:۳۲۱۱]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی ذئب نے حدیث بیان کی از الزہری از عبداللہ الاغر از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب جمعہ کا دن ہوتا ہے تو فرشتے مسجد کے دروازے پر ٹھہر جاتے ہیں اور (آنے والوں کو) لکھتے ہیں' جو پہلے آئے اس کو پہلے لکھتے ہیں' جو جلدی آئے اس کی مثال ایسے ہے جیسے کوئی اونٹ کی قربانی کرے' پھر جو اس کے بعد آئے وہ گائے کی قربانی کرنے والے کی مثل ہے' پھر مینڈھے کی مثل ہے' پھر مرغی کی' پھر انڈے کی' پھر جب امام (حجرہ سے) نکل آئے تو فرشتے اپنے صحائف کو لپیٹ دیتے ہیں اور وعظ کو سنتے ہیں۔

(صحیح مسلم: ۸۵۰' الرقم المسلسل: ۱۹۵۱' سنن نسائی: ۱۳۸۵' سنن ابوداؤد: ۳۵۱' سنن ترمذی: ۴۹۹' صحیح ابن حبان: ۲۷۷۵' سنن بیہقی ج ۳ ص ۲۲۶' شرح السنۃ: ۱۰۶۳' مصنف عبدالرزاق: ۵۵۶۵' مسند احمد ج ۲ ص ۴۶۰ طبع قدیم' مسند احمد: ۹۹۲۶۔ ج ۱۶ ص ۲۰' موسسۃ الرسالۃ بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۴۸۵۲' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) آدم بن ابی ایاس (۲) محمد بن عبد الرحمان ابن ابی ذئب (۳) محمد بن مسلم الزہری (۴) ابوعبداللہ' ان کا نام سلمان الجہنی ہے' ان کے مولیٰ کا شمار اہل مدینہ میں ہے اور یہ اصل میں اصفہان کے ہیں' ان کا لقب الاغر ہے (۵) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ۔
(عمدۃ القاری ج ۶ ص ۳۲۰)

خطبہ سننے کے حکم میں مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

جمعہ کے خطبہ کا سننا واجب ہے اور اکثر علماء کے نزدیک اس کا وجوب سنت ہے' اور بعض علماء نے اس کو فرض کہا ہے' مجاہد سے مروی ہے کہ قرآن کا سننا صرف دو جگہوں پر واجب ہے نماز میں اور جمعہ کے خطبہ میں۔

اس حدیث میں ذکر ہے کہ فرشتے خطبہ کو سنتے ہیں' یہ خطبہ سننے کی ترغیب کے لیے فرمایا ہے اور خطبہ کے وقت خاموش رہنے کے لیے امام مالک نے کہا ہے کہ خطبہ کے وقت خاموش رہنا واجب ہے خواہ اس کو خطبہ سنائی دے یا نہیں' حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے کہا: جو شخص خطبہ کے وقت خاموش رہتا ہے خواہ اس کی آواز نہ سنائی دے اس کو بھی اتنا اجر ملتا ہے جتنا خطبہ سننے والے کو اجر ملتا ہے۔ عروہ بن الزبیر یہ کہتے تھے کہ جس کو خطبہ نہ سنائی دے اس کے باتیں کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے' اور ابراہیم النخعی نے کہا: جب مجھے خطبہ سنائی نہیں دیتا تو میں اپنا وظیفہ پڑھتا رہتا ہوں' امام احمد نے کہا: جس شخص کو خطبہ سنائی نہیں دیتا تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ وہ اللہ کا ذکر کرتا رہے اور قرآن پڑھتا رہے۔

اس میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ نمازی کس وقت خاموش رہے' امام ابوحنیفہ نے یہ کہا ہے کہ جب امام حجرہ سے نکل آئے تو نمازی اس وقت باتیں کرنا بند کر دیں اور اس وقت نماز بھی منقطع کر دیں' کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر جب امام (حجرہ سے) نکل

آئے تو فرشتے اپنے صحائف کو لپیٹ دیتے ہیں اور وعظ کو سنتے ہیں' اور ایک جماعت نے یہ کہا ہے کہ خاموش ہونا صرف خطبہ کی ابتداء میں واجب ہے اور اس سے پہلے کلام کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے' یہ امام مالک' الثوری' امام ابو یوسف' امام محمد' الاوزاعی اور امام شافعی کا قول ہے' ان کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب امام کلام کرے تو نمازی خاموش ہو جائیں۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۵۹۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن بطال نے جو اپنے موقف پر حدیث ذکر کی ہے' اس کی سند ضعیف ہے اور فقہاء احناف نے جو کہا ہے کہ جب امام حجرہ سے نکل آئے تو پھر خاموش ہونا واجب ہے' اس کی دلیل صحیح بخاری کی حدیث مذکور ہے۔

دورانِ خطبہ کلام کرنے یا سلام کا اور چھینک کا جواب دینے میں مذاہب فقہاء

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

خطبہ کے دوران کلام نہ کرنے کے مسئلہ میں فقہاء تابعین کا اختلاف ہے' شعبی' سعید بن جبیر' النخعی اور ابن بردہ خطبہ کے دوران کلام کرتے تھے' اور علامہ ابن قدامہ نے ذکر کیا ہے کہ سعید بن جبیر' ابراہیم بن مہاجر' ابو بردہ' النخعی اور شعبی حجاج کے خطبہ کے دوران باتیں کرتے تھے۔ ہمارے نزدیک ان کا یہ فعل قابل رد ہے اور ان کی طرف سے یہ توجیہ ہے کہ ان کو اس مسئلہ میں یہ حدیث نہیں پہنچی:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب جمعہ کے دن تم نے اپنے ساتھی سے کہا: چپ کرو اور امام اس وقت خطبہ دے رہا تھا تو تم نے لغو کام کیا۔ (صحیح البخاری: ۹۳۴' صحیح مسلم: ۸۵۱' سنن ترمذی: ۵۱۲' سنن نسائی: ۱۴۰۱)

اور جب اس طرح ہے تو خطبہ سننے والے کے لیے سلام کا جواب دینا اور چھینک کے جواب میں ''یرحمك الله'' کہنا بھی مکروہ ہے' البتہ امام شافعی نے اپنے قول جدید میں کہا ہے کہ وہ سلام کا جواب بھی دے گا اور چھینک کا جواب بھی دے گا۔

امام ابو حنیفہ سے یہ روایت ہے کہ جب خطبہ سننے والے کو سلام کیا جائے تو وہ دل میں اس کے سلام کا جواب دے گا اور امام ابو یوسف سے یہ روایت ہے کہ وہ سلام کا جواب بھی دے گا اور چھینک کا جواب بھی دے گا' اور امام محمد سے یہ روایت ہے کہ وہ سلام کا جواب تو اسی وقت دے گا اور چھینک کا جواب خطبہ کے بعد دے گا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود دل میں پڑھے گا۔

نصر بن یحییٰ نے کہا: وہ تسبیح بھی پڑھے گا اور قرآن مجید بھی' امام شافعی کا بھی یہی قول ہے اور اس پر اجماع ہے کہ وہ خطبہ کے دوران باتیں نہیں کرے گا' ایک قول یہ ہے کہ ذکر میں اور قرآن مجید پڑھنے میں مشغول رہنا خاموش رہنے سے افضل ہے' رہا فقہ کا تکرار کرنا اور کتب فقہ کا مطالعہ کرنا اور لکھنا' اس کے متعلق ایک قول یہ ہے کہ یہ مکروہ ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۳۳۲-۳۳۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۲ - بَابُ إِذَا رَأَى الْإِمَامُ رَجُلًا جَاءَ وَهُوَ يَخْطُبُ، أَمَرَهُ أَنْ يُصَلِّيَ رَكْعَتَيْنِ

جب امام خطبہ دینے کے دوران یہ دیکھے کہ ایک شخص آیا ہے تو اسے دو رکعت نماز پڑھنے کا حکم دے

۹۳۰ - حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ النَّاسَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَقَالَ أَصَلَّيْتَ يَا فُلَانُ؟ قَالَ لَا، قَالَ قُمْ فَارْكَعْ رَكْعَتَيْنِ. [اطراف الحدیث: ۹۳۱-۱۱۶۶]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو النعمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از عمرو بن دینار از حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ ایک شخص اس وقت آیا جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جمعہ کے دن خطبہ دے رہے تھے' آپ نے اس سے فرمایا: اے فلاں! کیا تم نے نماز پڑھ

لی ہے؟ اس نے کہا: نہیں، آپ نے فرمایا: پھر کھڑے ہو کر دو رکعت نماز پڑھو۔

(صحیح مسلم: ٨٧٥، الرقم المسلسل: ١٩٨٥، سنن ابوداؤد: ١١١٥، سنن ترمذی: ٥١٠، سنن نسائی: ١٤١٠-١٤٠٩، سنن ابن ماجہ: ١١١٢، مسند الحمیدی: ١٢٢٣، مسند ابویعلیٰ: ١٩٧٠، صحیح ابن خزیمہ: ١٨٣٢، المعجم الکبیر: ٦٧٠٩، سنن بیہقی ج ٣ ص ١٩٣، السنن الکبریٰ: ١٩٠٥، مسند احمد ج ٣ ص ٣٦٣ طبع قدیم، مسند احمد: ١٤٩٠٦- ج ٢٣ ص ١٨٠، موسسۃ الرسالۃ، بیروت، جامع المسانید لابن الجوزی ٩٠٣، مکتبۃ الرشد ریاض، ١٤٢٦ھ، مسند الطحاوی: ١٠٥٧)

اس حدیث کے رجال کا پہلے تعارف ہو چکا ہے۔

خطبہ جمعہ کے دوران نماز پڑھنے میں مذاہب فقہاء اور امام مالک کے موقف پر دلائل -------- اور باب مذکور کی حدیث کا جواب

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کے معنی میں فقہاء کا اختلاف ہے، ایک قوم نے اس کے ظاہر کے اعتبار سے اس کا معنی کیا ہے، انہوں نے کہا ہے کہ جو شخص اس وقت آئے جب امام خطبہ دے رہا ہو تو وہ دو خفیف رکعتیں پڑھے، یہ وہ سنت ہے جس پر عمل کیا گیا ہے، یہ قول حسن بصری اور مکحول سے مروی ہے، امام شافعی، امام احمد، اسحاق، ابوثور اور غیر مقلدین کی ایک جماعت کا بھی یہی مذہب ہے۔

اوزاعی نے کہا ہے: جس شخص نے اپنے گھر میں دو رکعت نماز پڑھ لی ہے، پھر وہ مسجد میں داخل ہوا اور امام اس وقت خطبہ دے رہا تھا وہ بیٹھ جائے اور اگر اس نے اپنے گھر میں دو رکعت نماز نہیں پڑھی ہے تو وہ مسجد میں دو رکعت نماز پڑھ لے کیونکہ جس شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بتایا کہ اس نے گھر میں دو رکعت نماز نہیں پڑھی اس کو آپ نے یہ حکم دیا کہ وہ دو رکعت نماز پڑھ لے۔

اس سلسلہ میں تیسرا قول ابومجلز کا ہے کہ اگر تم چاہو تو دو رکعت نماز پڑھ لو اور اگر چاہو تو بیٹھ جاؤ۔

اور چوتھا قول جمہور کا ہے کہ اگر تم مسجد میں اس وقت آؤ جب امام خطبہ پڑھ رہا ہو تو آ کر بیٹھ جاؤ اور دو رکعت نماز نہ پڑھو، صحابہ میں سے حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم کا یہی موقف ہے اور فقہاء تابعین میں سے عطاء، النخعی، ابن سیرین، شریح، عروہ اور سعید بن المسیب کا یہی موقف ہے اور امام مالک، امام ابوحنیفہ اور لیث کا یہی مذہب ہے، اور ان کا استدلال درج ذیل آثار سے ہے:

الحارث بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ، سفیان، ابن جریج اور عطاء یہ کہتے تھے کہ جب امام خطبہ دے رہا ہو تو اس وقت نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ٥٢١٠، مجلس علمی، بیروت، ١٤٢٧ھ، مصنف ابن ابی شیبہ: ٥١٦٧، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ١٤١٦ھ)

ثعلبہ بن ابی مالک القرظی بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت عمر اور حضرت عثمان کو پایا، وہ کہتے تھے: جب امام (حجرہ سے) نکل آئے تو ہم نماز کو ترک کر دیتے ہیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ٥٢١٦، مجلس علمی، بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ٥١٧٣، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

عطاء بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم امام کے نکلنے کے بعد نماز اور کلام کو مکروہ کہتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ٥٢١٨، مجلس علمی، بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ٥١٧٥، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

خطبہ کے وقت نماز پڑھنا منع ہے پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو نماز پڑھنے کا حکم کیوں دیا؟ اس کی توجیہ میں جمہور یہ کہتے ہیں کہ وہ شخص پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارادہ کیا کہ نمازی اس کی اس ہیئت کو دیکھ لیں اور اس پر صدقہ کریں۔ (شرح ابن بطال ج ٢ ص ٥٩٦-٥٩٥، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ١٤٢٤ھ)

امام ابوجعفر احمد بن محمد الطحاوی متوفی ۳۲۱ھ جمہور کی اس توجیہ کی تائید میں یہ حدیث روایت کرتے ہیں:
عیاض بن عبداللہ' حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کرتے ہیں: ایک شخص (سلیک الغطفانی) مسجد میں داخل ہوا اور رسول اللہ ﷺ اس وقت منبر پر تھے' رسول اللہ ﷺ نے اس کو نداء کی اور فرمایا: قریب آؤ اور اس کو دو رکعت نماز پڑھنے کا حکم دیا' اس شخص نے مسجد میں بیٹھنے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھی اور اس نے پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے تھے' وہ شخص دوسرے جمعہ پھر دورانِ خطبہ آیا' آپ نے پھر اس کو دو رکعت نماز پڑھنے کا حکم دیا' وہ شخص تیسرے جمعہ پھر دورانِ خطبہ آیا' آپ نے پھر اس کو اسی طرح حکم دیا' پھر رسول اللہ ﷺ نے نمازیوں سے فرمایا: اس پر صدقہ کرو' نمازیوں نے کپڑے پھیلا دیئے' آپ نے اس شخص کو کپڑے اٹھانے کا حکم دیا' اس کے بعد پھر آپ نے نمازیوں کو صدقہ کرنے کا حکم دیا تو اس شخص نے بھی ان دو کپڑوں میں سے ایک کپڑا ڈال دیا' پس رسول اللہ ﷺ ناراض ہوئے اور اس کو حکم دیا کہ وہ اس کپڑے کو لے لے۔

(سنن ترمذی:۵۱۱' السنن الکبریٰ للنسائی:۱۷۱۹' سنن ابن ماجہ:۱۱۱۳' شرح معانی الآثار:۲۱۱۴)

امام ابوجعفر طحاوی نے کہا: بعض فقہاء نے ان آثار کی وجہ سے یہ کہا ہے کہ جو شخص مسجد میں اس وقت آئے جب امام خطبہ دے رہا ہو تو اس کو چاہیے کہ وہ دو خفیف رکعت پڑھ لے۔

دوسرے فقہاء نے ان کی مخالفت کی ہے اور کہا ہے کہ جب کوئی شخص جمعہ کے دن خطبہ کے دوران آئے تو وہ آکر مسجد میں بیٹھ جائے اور نماز نہ پڑھے' ان کی دلیل یہ ہے کہ نبی ﷺ نے جب حضرت سلیک کو دو رکعت نماز پڑھنے کا حکم دیا تھا تو آپ نے اس کے نماز پڑھنے کے دوران خطبہ کو منقطع کر دیا تھا اور اس سے آپ کا ارادہ یہ تھا کہ آپ لوگوں کو یہ تعلیم دیں کہ جب وہ مسجد میں داخل ہوں تو ان کو کیا کرنا چاہیے' پھر آپ نے دوبارہ خطبہ پڑھا۔

یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آپ نے اسی خطبہ پر بناء کی ہو اور یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب نماز میں کلام کرنا منسوخ نہیں ہوا تھا' پھر نماز میں کلام کرنا منسوخ ہوگیا اور خطبہ میں بھی کلام کرنا منسوخ ہوگیا۔ اس کی تائید میں یہ حدیث ہے:

خطبہ جمعہ کے دوران نماز نہ پڑھنے کے متعلق امام ابوحنیفہ کے مؤقف پر دلائل

ابوالزاہر یہ بیان کرتے ہیں کہ میں جمعہ کے دن حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ کے پہلو میں بیٹھا ہوا تھا' پھر ایک شخص لوگوں کی گردنوں کو پھلانگتے ہوئے آیا تو رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا: بیٹھ جاؤ' تم نے (نمازیوں کو) ایذاء پہنچائی ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۱۱۸' سنن نسائی:۱۳۹۸' سنن ابن ماجہ:۱۱۱۵' مسند احمد ج ۴ ص ۱۸۸۔۱۹۰' شرح معانی الآثار:۲۱۱۵) ابوالزاہریہ نے کہا: ہم باتیں کرتے رہتے حتیٰ کہ امام نکل آتا۔ (امام طحاوی کہتے ہیں:) کیا تم نہیں دیکھتے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس شخص کو بیٹھنے کا حکم دیا اور اس کو نماز پڑھنے کا حکم نہیں دیا' لہٰذا یہ حدیث حضرت سلیک کی حدیث کے خلاف ہے اور حضرت ابوسعید کی حدیث جس کو ہم نے اس سے پہلے روایت کیا ہے کہ پہلے خطبہ کے دوران اس قسم کے افعال مباح تھے اور بعد میں ان افعال سے منع کیا گیا تھا' کیا تم نے نہیں دیکھا کہ لوگوں نے اپنے کپڑے لا کر ڈالے' حالانکہ تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ جس وقت امام خطبہ دے رہا ہو' اس وقت کپڑے اتارنا اور کنکریوں کو چھونا اور اپنے صاحب کو کہنا: چپ کرو' یہ تمام کام مکروہ ہیں' اور یہ اس پر دلیل ہے کہ جس وقت رسول اللہ ﷺ نے حضرت سلیک کو دو رکعت نماز پڑھنے کا حکم دیا تھا' اس وقت خطبہ کے دوران بات کرنا مباح تھا' بعد میں اس سے منع کر دیا گیا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب امام خطبہ دے رہا ہو اور تم اپنے صاحب سے کہو: چپ کرو' تو تم نے لغو کام کیا۔ (صحیح البخاری:۹۳۴' صحیح مسلم:۸۵۱' سنن ترمذی:۵۱۲' سنن نسائی:۱۴۰۱' مسند احمد ج ۲ ص ۲۸۰۔۲۷۲۔۲۴۴)

اسی طرح یہ حدیث ہے:

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جمعہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سورہ تبارک پڑھی اور ہم کو اللہ کے ایام سے نصیحت کی' حضرت ابوالدرداء یا حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ مجھے اشارہ کر رہے تھے اور پوچھ رہے تھے: یہ سورت کب نازل ہوئی ہے' میں نے اس کو اب تک نہیں سنا' میں نے ان کو اشارہ کیا کہ چپ کریں' جب لوگ جمعہ سے چلے گئے تو انہوں نے مجھ سے کہا: میں نے آپ سے سوال کیا تھا کہ یہ سورت کب نازل ہوئی ہے تو آپ نے مجھے نہیں بتایا' حضرت ابی نے کہا: آپ نے جو آج نماز پڑھی ہے اس سے آپ کو صرف یہی لغو کام حاصل ہوا ہے' پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گئے اور آپ کو یہ واقعہ بتایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ابی نے سچ کہا یعنی خطبہ کے دوران بات کرنا لغو کام ہے۔ (سنن ابن ماجہ:۱۱۱۱' شرح معانی الآثار:۲۱۱۹)

خطبہ کے دوران نماز پڑھنے کی ممانعت میں یہ آثار بھی وارد ہیں:

خالد الحذاء بیان کرتے ہیں کہ ابوقلابہ جمعہ کے دن اس وقت آئے جب امام خطبہ دے رہا تھا' وہ آ کر بیٹھ گئے اور انہوں نے نماز نہیں پڑھی۔ (شرح معانی الآثار:۲۱۳۱)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت امام منبر پر ہو اس وقت نماز پڑھنا معصیت ہے۔

(شرح معانی الآثار:۲۱۳۲)

ثعلبہ بن مالک قرظی بیان کرتے ہیں: امام کا منبر پر بیٹھنا نماز کو منقطع کر دیتا ہے اور اس کا خطبہ دینا کلام کو منقطع کر دیتا ہے۔

(شرح معانی الآثار:۲۱۳۳)

امام طحاوی فرماتے ہیں: ہم نے جو آثار روایت کیے ہیں' ان میں یہ تصریح ہے کہ امام کا نکلنا نماز کو منقطع کر دیتا ہے' عبداللہ بن صفوان آئے' اس وقت حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما خطبہ دے رہے تھے' پس وہ آ کر بیٹھ گئے اور انہوں نے نماز نہیں پڑھی' حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما نے ان پر انکار نہیں کیا اور نہ دیگر صحابہ اور فقہاء تابعین میں سے کسی نے ان پر اعتراض کیا' اگر اس پر یہ اعتراض کیا جائے کہ حدیث میں ہے:

حضرت ابوقتادہ سلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں داخل ہو تو اس کو چاہیے کہ وہ بیٹھنے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھ لے۔ (صحیح البخاری:۴۴۴' صحیح مسلم:۷۱۴)

تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کا محمل یہ ہے کہ جب کوئی شخص اس وقت مسجد میں داخل ہو' جب مسجد میں نماز پڑھنا جائز ہو اور جب کوئی شخص اس وقت مسجد میں داخل ہو' جب مسجد میں نماز پڑھنا جائز نہیں ہے تو اس وقت اس کو نماز پڑھنا جائز نہیں ہے اور جب امام خطبہ دے رہا ہو اس وقت اس کا مسجد میں نماز پڑھنا جائز نہیں ہے' کیا تم نہیں دیکھتے کہ کوئی شخص اس وقت مسجد میں داخل ہو جب سورج طلوع ہو یا سورج غروب ہو یا سورج بالکل اس کے سر پر ہو تو اس وقت اس کا اس نماز کو پڑھنا جائز نہیں ہے' بس اسی طرح جب وہ مسجد میں داخل ہو اور اس وقت امام خطبہ دے رہا ہو تو اس کا بھی اس وقت نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔

اور یہ جو میں نے ذکر کیا ہے یہ امام ابوحنیفہ' امام ابویوسف اور امام محمد رحمہم اللہ کا قول ہے۔

(شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۳۸۱۔ ۳۷۴ ملخصاً' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۹۱۵۔ ج ۲ ص ۶۴۰ پر مذکور ہے' اس کی شرح کا عنوان ہے: خطبہ جمعہ کے دوران تحیۃ المساجد پڑھنے میں مذاہب۔ یہ بحث ص ۶۵۴۔ ۶۵۱ پر مذکور ہے۔

٣٣ - بَابُ مَنْ جَاءَ وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ

جو شخص اس وقت مسجد میں داخل ہوا' جب امام خطبہ جمعہ پڑھ رہا تھا تو وہ دو خفیف رکعت پڑھ لے

٩٣١ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرٍو سَمِعَ جَابِرًا قَالَ دَخَلَ رَجُلٌ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ، فَقَالَ أَصَلَّيْتَ؟ قَالَ لَا، قَالَ فَصَلِّ رَكْعَتَيْنِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عمرو اور انہوں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے سنا کہ ایک شخص جمعہ کے دن اس وقت داخل ہوا جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے' آپ نے اس سے فرمایا: کیا تم نے نماز پڑھ لی ہے؟ اس نے کہا: نہیں' آپ نے فرمایا: پھر کھڑے ہو کر نماز پڑھو۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ٩٣٠ میں گزر چکی ہے۔

٣٤ - بَابُ رَفْعِ الْيَدَيْنِ فِي الْخُطْبَةِ

خطبہ کے دوران دونوں ہاتھ بلند کرنا

٩٣٢ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ، عَنْ أَنَسٍ. وَعَنْ يُونُسَ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ بَيْنَمَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، إِذْ قَامَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ، هَلَكَ الْكُرَاعُ، وَهَلَكَ الشَّاءُ، فَادْعُ اللّٰهَ أَنْ يَسْقِيَنَا. فَمَدَّ يَدَيْهِ وَدَعَا.

[اطراف الحدیث: ٩٣٣ ـ ١٠١٣ ـ ١٠١٤ ـ ١٠١٥ ـ ١٠١٦ ـ ١٠١٧ ـ ١٠١٨ ـ ١٠١٩ ـ ١٠٢١ ـ ١٠٢٩ ـ ١٠٣٣ ـ ٣٥٨٢ ـ ٦٠٩٣ ـ ٦٣٤٢]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از عبد العزیز از حضرت انس اور از یونس از ثابت از حضرت انس رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ جس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن خطبہ دے رہے تھے' ایک شخص کھڑا ہوا اور کہنے لگا: یا رسول اللہ! گھوڑے ہلاک ہو گئے اور بکریاں ہلاک ہو گئیں' سو آپ اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ ہم پر بارش نازل فرمائے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ بلند کیے اور دعا کی۔

(سنن ابوداؤد: ١١٧٤' سنن ابن ماجہ: ١٢٦٩' المنتقیٰ: ٢٥٦' دلائل النبوۃ لابی نعیم: ٢٧٠' سنن کبریٰ ج ٣ ص ٣٥٤' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ٦ ص ١٣٩' شرح السنۃ: ١١٦٧' مسند احمد ج ٣ ص ٢٥٦ طبع قدیم' مسند احمد: ١٣٦٩٣ ـ ج ٢١ ص ٢٥٨' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث میں رفع یدین سے وہ مراد نہیں ہے جو نماز میں رفع یدین ہے بلکہ اس سے مراد ہاتھوں کو لمبا کرنا' اور بڑھانا ہے۔ ''کتاب الدعوات'' میں ان شاء اللہ دعا میں رفع یدین کی صفت کا ذکر آئے گا۔

٣٥ - بَابُ الْإِسْتِسْقَاءِ فِي الْخُطْبَةِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ

جمعہ کے دن خطبہ میں بارش کے نزول کی دعا کرنا

٩٣٣ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَمْرٍو قَالَ حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ أَصَابَتِ النَّاسَ سَنَةٌ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الولید بن مسلم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو عمرو نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے اسحاق بن عبد اللہ بن طلحہ نے حدیث بیان کی از حضرت

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، فَبَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ فِي يَوْمِ جُمُعَةٍ قَامَ أَعْرَابِيٌّ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، هَلَكَ الْمَالُ وَجَاعَ الْعِيَالُ، فَادْعُ اللّٰهَ لَنَا، فَرَفَعَ يَدَيْهِ، وَمَا نَرٰى فِي السَّمَاءِ قَزَعَةً فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، مَا وَضَعَهُمَا حَتّٰى ثَارَ السَّحَابُ أَمْثَالَ الْجِبَالِ، ثُمَّ لَمْ يَنْزِلْ عَنْ مِنْبَرِهِ حَتّٰى رَأَيْتُ الْمَطَرَ يَتَحَادَرُ عَلٰى لِحْيَتِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، فَمُطِرْنَا يَوْمَنَا ذٰلِكَ وَمِنَ الْغَدِ وَبَعْدَ الْغَدِ، وَالَّذِي يَلِيهِ، حَتَّى الْجُمُعَةِ الْأُخْرٰى، وَقَامَ ذٰلِكَ الْأَعْرَابِيُّ، أَوْ قَالَ غَيْرُهُ، فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، تَهَدَّمَ الْبِنَاءُ وَغَرِقَ الْمَالُ، فَادْعُ اللّٰهَ لَنَا. فَرَفَعَ يَدَيْهِ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا. فَمَا يُشِيْرُ بِيَدِهِ إِلٰى نَاحِيَةٍ مِّنَ السَّحَابِ إِلَّا انْفَرَجَتْ، وَصَارَتِ الْمَدِيْنَةُ مِثْلَ الْجَوْبَةِ، وَسَالَ الْوَادِي قَنَاةُ شَهْرًا، وَلَمْ يَجِيءْ أَحَدٌ مِّنْ نَاحِيَةٍ إِلَّا حَدَّثَ بِالْجَوْدِ.

(صحیح مسلم: ۸۹۷' الرقم المسلسل: ۲۰۴۴' سنن ابوداؤد: ۱۵۱۵۔ ۱۵۱۴۔ ۱۵۱۲۔ ۱۱۷۵' اس حدیث کی باقی تخریج وہی ہے جو صحیح البخاری: ۹۳۲ میں بیان کی۔)

انس بن مالک رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں لوگوں پر قحط آ گیا' پس جس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن خطبہ دے رہے تھے' ایک دیہاتی کھڑا ہوا اور اس نے کہا: یارسول اللہ! مال ہلاک ہو گیا اور بچے بھوکے ہیں' سو آپ ہمارے لیے اللہ سے دعا کیجئے تو آپ نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کیے' ہم اس وقت آسمان میں کوئی بادل کا ٹکڑا بھی نہیں دیکھ رہے تھے' پس اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! ابھی آپ نے اپنے ہاتھوں کو نیچے نہیں کیا تھا حتیٰ کہ پہاڑوں کی مثل بادل امڈ آئے' پھر ابھی آپ منبر سے نہیں اترے تھے حتیٰ کہ میں نے دیکھا بارش آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ڈاڑھی پر ٹپک رہی ہے' پھر اس دن ہم پر بارش ہوئی اور اس کے اگلے دن بارش ہوئی' اور اس کے بعد والے دن بارش ہوئی اور اس کے قریب والے دن بارش ہوئی' حتیٰ کہ دوسرے جمعہ تک بارش ہوئی اور وہ دیہاتی کھڑا ہوا یا کوئی اور' پس اس نے کہا: یارسول اللہ! مکان گر گئے اور مال غرق ہو گیا' سو آپ ہمارے لیے اللہ سے دعا کیجئے' پھر آپ نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کیے' پھر دعا کی: اے اللہ! ہمارے اردگرد بارش برسا' ہم پر نہ برسا' پھر آپ بادل کی جس سمت بھی اپنے ہاتھ سے اشارہ کرتے تھے تو بادل ہٹ جاتے تھے اور پورا مدینہ حوض کی طرح ہو گیا اور وادی قناۃ کا نالہ ایک ماہ تک بہتا رہا اور جس طرف سے کوئی شخص آتا تھا وہ بارش کی کثرت کی خبر دیتا تھا۔

امام مالک کا خطبہ میں ہاتھ بلند کرنے کا انکار کرنا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

خطبہ میں دعا کرتے ہوئے دونوں ہاتھوں کو پھیلانا اور بلند کرنا' اللہ تعالیٰ کے سامنے گڑگڑانے اور تذلل کا اظہار کرنے کے لیے ہے' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر دی ہے کہ جب بندہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے اور اپنے ہاتھ پھیلاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ان ہاتھوں کو ناکام اور نامراد نہیں لوٹاتا' اسی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا میں اپنے ہاتھوں کو پھیلایا۔

بعض لوگوں نے جمعہ کے خطبہ میں ہاتھوں کے بلند کرنے کا انکار کیا ہے' مسروق نے بیان کیا کہ امام نے جمعہ کے دن ہاتھوں کو منبر پر بلند کیا تو لوگوں نے بھی اپنے ہاتھوں کو بلند کیا' پس مسروق نے کہا: ان لوگوں کو کیا ہوا ہے' اللہ ان لوگوں کے ہاتھوں کو کاٹ ڈالے' الزہری نے کہا: جمعہ کے دن ہاتھوں کو بلند کرنا بدعت ہے' ابن سیرین نے کہا: سب سے پہلے جس نے جمعہ کے دن اپنے ہاتھوں کو بلند کیا وہ عبیداللہ بن عبداللہ بن معمر تھے۔

امام مالک نماز استسقاء کے خطبہ کے سوا ہاتھوں کو بلند کرنے کو جائز نہیں سمجھتے تھے' اس کی پوری تفسیر ان شاء اللہ تعالیٰ ''کتاب الاستسقاء'' میں آئے گی۔

اس حدیث میں ''قناۃ'' کا لفظ ہے' یہ وادی کا نام ہے اور غیر منصرف ہے اور ''جودۃ'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: بہت زیادہ بارش۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۶۰۰۔۵۹۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

دعا میں ہاتھ بلند کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء اور بارش کی دعا کے لیے نماز استسقاء کے پڑھنے کا لازم نہ ہونا

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بارش کے نزول کی دعا کی تو فوراً بارش ہوگئی' پھر ایک ہفتہ بعد آپ نے یہ دعا کی کہ مدینہ سے دور دور بارش ہو تو فوراً بادل چھٹ گئے اور مدینہ سے باہر بارش ہونے لگی' اس میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معجزہ ہے کیونکہ آپ کی دونوں دعائیں فوراً قبول ہوگئیں۔

اس حدیث میں دعا کے اندر ہاتھوں کو بلند کرنے کا ثبوت ہے' اس میں فقہاء کا اختلاف ہے' امام مالک نے ایک روایت میں اس کو مکروہ کہا ہے اور دوسرے فقہاء نے تمام دعاؤں میں ہاتھوں کے بلند کرنے کو جائز کہا ہے اور بعض علماء نے صرف نماز استسقاء کی دعا میں ہاتھوں کے بلند کرنے کو جائز کہا ہے اور علماء کی ایک جماعت نے یہ کہا ہے کہ جب کسی آفت اور مصیبت کو دور کرنے کی دعا کی جائے تو ہاتھوں کو بلند کیا جائے اور ہاتھوں کی پشت کو آسمان کی طرف رکھا جائے اور جب کسی چیز کے حصول کی دعا کی جائے تو ہاتھوں کے بطن کو آسمان کی طرف رکھا جائے۔

حضرت مالک بن یسار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم اللہ سے کسی چیز کا سوال کرو تو اپنی ہتھیلیوں کے بطن سے سوال کرو اور ہتھیلیوں کی پشت سے سوال نہ کرو۔

(سنن ابوداؤد: ۱۴۸۶' المستدرک ج ۱ ص ۵۳۶' مشکوٰۃ: ۲۲۴۵' کنز العمال: ۳۲۵۴۔۳۲۳۲' المطالب العالیہ: ۳۳۴۶' شرح السنۃ ج ۱ ص ۵۸۱)

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بے شک اللہ حیا فرمانے والا کریم ہے' جب بندہ اس کی طرف اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتا ہے تو وہ ان ہاتھوں کو خالی لوٹانے سے حیا فرماتا ہے۔ (سنن ترمذی: ۳۴۳۸' المستدرک ج ۱ ص ۴۹۷' تاریخ بغداد ج ۳ ص ۲۳۶۔ج ۸ ص ۳۱۸' مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۴۹' کنز العمال: ۳۱۳۵' کامل ابن عدی ج ۷ ص ۲۶۱۳)

صحیح بخاری کی زیر بحث حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بغیر نماز استسقاء پڑھے بارش کی دعا کی اور اس میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مذہب کی تائید ہے کہ بارش کی دعا کے لیے نماز استسقاء پڑھنا مشروع اور سنت تو ہے لیکن سنت لازمہ نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۳۴۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٣٦ - بَابُ الْإِنْصَاتِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ وَإِذَا قَالَ لِصَاحِبِهِ أَنْصِتْ فَقَدْ لَغَا

جمعہ کے دن جب امام خطبہ دے رہا ہو تو خاموش رہنا اور جب اس نے اپنے ساتھی سے کہا: چپ کرو تو اس نے لغو کام کیا

اس باب میں خطبہ کے دوران چپ رہنے کا حکم بیان کیا گیا ہے' حتیٰ کہ اگر کسی شخص نے اپنے ساتھ بیٹھے ہوئے کسی شخص سے کہا: چپ کرو تو اس نے لغو اور بے فائدہ کام کیا' لغو کا معنی ہے: صحیح کام کے خلاف' جس کام پر کوئی اجر اور ثواب نہ ہو' بعض نے کہا: اس

کا معنی ہے: باطل یا ناجائز کام۔

وَقَالَ سَلْمَانُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُنْصِتُ إِذَا تَكَلَّمَ الْإِمَامُ.

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب امام کلام کرے تو خاموش رہا جائے۔

اس تعلیق کی اصل، صحیح البخاری: ۸۸۳ اور ۹۱۰ میں گزر چکی ہے۔

٩٣٤ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا قُلْتَ لِصَاحِبِكَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ أَنْصِتْ، وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ، فَقَدْ لَغَوْتَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے سعید بن المسیب نے خبر دی' انہیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم نے جمعہ کے دن اپنے ساتھی سے کہا: چپ کرو اور امام خطبہ دے رہا ہو تو تم نے لغو کام کیا۔

(صحیح مسلم: ۸۵۱' الرقم المسلسل: ۱۹۳۳' سنن ترمذی: ۵۱۲' سنن نسائی: ۱۴۰۱' مسند الحمیدی: ۹۶۶' المنتقیٰ: ۲۹۹' صحیح ابن خزیمہ: ۱۸۰۶' سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۹' مصنف عبد الرزاق: ۵۴۱۸' مسند احمد ج ۲ ص ۲۴۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۷۳۳۳۔ ج ۱۲ ص ۲۸۵' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' مسند الطحاوی: ۲۷۷۷)

اس حدیث کے رجال کا اس سے پہلے تعارف ہو چکا ہے۔

خطبہ جمعہ کے درمیان باتیں کرنے کی ممانعت کے متعلق احادیث اور آثار

ابراہیم بیان کرتے ہیں کہ میں نے علقمہ سے پوچھا کہ جمعہ کے دن باتیں کرنا کس وقت مکروہ ہے؟ انہوں نے کہا: جب امام خطبہ دے اور امام کلام کرے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۳۳۶' مجلس علمی' بیروت' ۱۴۲۷ھ' مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۲۹۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

ثعلبہ بن ابی مالک القرظی بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کا زمانہ پایا' جب جمعہ کے دن امام نکل آتا تو ہم نماز کو ترک کر دیتے اور جب وہ کلام کرتا تو ہم کلام کو ترک کر دیتے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۳۳۹' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۲۹۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

زہری نے بیان کیا کہ سعید بن المسیب نے کہا کہ امام کا نکلنا نماز کو منقطع کر دیتا ہے اور امام کا کلام کرنا کلام کو منقطع کر دیتا ہے۔(مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۳۴۲' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۲۹۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

علقمہ بن عبد اللہ بیان کرتے ہیں کہ ہم جمعہ کے دن مدینہ آئے' میں نے اپنے اصحاب سے کہا کہ اب روانہ ہوں' پھر میں مسجد میں آیا' پس میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے قریب بیٹھا' پھر میرے اصحاب میں سے ایک شخص آیا' وہ مجھ سے باتیں کر رہا تھا اور امام خطبہ دے رہا تھا' ہم اس طرح اور اس طرح کرتے رہے' جب اس نے بہت باتیں کیں تو میں نے اس سے کہا: چپ کرو' جب ہم نے نماز پڑھ لی تو میں نے حضرت ابن عمر سے اس واقعہ کا ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا: رہے تم تو تمہارا جمعہ نہیں ہوا اور رہا تمہارا ساتھی تو وہ گدھا ہے۔(مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۳۴۶' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۳۰۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

شعبی بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوذر یا حضرت الزبیر بن العوام' ان دونوں میں سے کسی ایک نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا' آپ جمعہ کے دن منبر پر ایک آیت تلاوت کر رہے تھے' ان دونوں میں سے کسی ایک نے اپنے صاحب سے کہا: یہ آیت کب نازل ہوئی

تھی؟ جب انہوں نے نماز پڑھ لی تو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: تمہارا جمعہ نہیں ہوا' انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جا کر اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: عمر نے سچ کہا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ٥٣٤٧ 'مجلس علمی بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ٥٣٠٢ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے اس وقت باتیں کیں جب امام خطبہ دے رہا تھا تو وہ اس گدھے کی طرح ہے جس نے کتابوں کا بوجھ اٹھایا ہوا ہے اور جس نے اس سے یہ کہا: چپ کرو' اس کا جمعہ نہیں ہوا۔ (سنن ابن ماجہ: ١١١١ 'مسند احمد ج ٥ ص ١٩٨ ـ ١٤٣ ' صحیح ابن خزیمہ: ١٨٠٧ ' مصنف ابن ابی شیبہ: ٥٣٤٧ ' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ٥٣٠٥ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے جمعہ کے دن ایک شخص سے کہا: تمہاری نماز نہیں ہوئی' اس شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کا ذکر کیا' پس کہا: یا رسول اللہ! سعد کہتے ہیں کہ تمہاری نماز نہیں ہوئی' تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے سعد! کس وجہ سے؟ انہوں نے کہا: جب آپ خطبہ دے رہے تھے تو یہ باتیں کر رہا تھا' تب آپ نے فرمایا: سعد نے سچ کہا۔

(مسند البزار: ٦٤٢ ' مسند ابویعلیٰ: ٢٠٧٠ ـ ٢٠٧ ' مصنف ابن ابی شیبہ: ٥٣٤٩ ' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ٥٣٠٦ ' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

ابراہیم السکسکی بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے: جو شخص تین چیزوں سے محفوظ رہا' اس کے اس جمعہ اور آنے والے جمعہ کے درمیان گناہوں کو معاف کر دیا جاتا ہے: (١) وہ جمعہ کے دوران وضوء نہ توڑے (٢) خطبہ کے دوران باتیں نہ کرے (٣) خطبہ کے دوران کسی سے یہ نہ کہے کہ چپ کرو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ٥٣٥٠ ' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ٥٣٠٨ ' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

خطبہ جمعہ کے درمیان باتیں کرنے کی ممانعت اور رخصت کے محامل

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ ھ لکھتے ہیں:

ائمہ فتویٰ کی جماعت نے یہ کہا ہے کہ جمعہ کے خطبہ کے دوران خاموش رہنا واجب ہے' اور اس کی دلیل حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی حدیث مذکور میں ہے' اس کے علاوہ مصنف ابن ابی شیبہ میں دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار بھی مذکور ہیں۔ حدیث میں ہے: جو جمعہ کے درمیان باتیں کرتا رہا' اس کا جمعہ نہیں ہوا۔ اس کا معنی یہ ہے کہ اس کا جمعہ کامل نہیں ہوا' جس طرح اس شخص کا جمعہ ہوتا ہے جو جمعہ کے خطبہ کے دوران خاموش رہا اور فقہاء کی جماعت کا اس پر اجماع ہے کہ اس کا جمعہ ادا ہو جائے گا اور وہ ظہر نہ پڑھے۔

ابن جریج بیان کرتے ہیں کہ میں نے عطاء سے پوچھا کہ جس شخص نے جمعہ کے دن لوگوں کی گردنیں پھلانگیں یا خطبہ کے دوران کلام کیا تو آیا اس پر ظہر پڑھنا واجب ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں۔

فقہاء تابعین کی ایک جماعت نے اس کی اجازت دی ہے کہ جب ظالم حکام جمعہ کا خطبہ دیں یا خطبہ میں ناجائز اُمور بیان کریں تو ان کے خطبہ کے دوران خاموش رہنا واجب نہیں ہے۔

ابراہیم النخعی' شعبی' ابو بردہ اور سعید بن جبیر سے روایت ہے کہ وہ حجاج بن یوسف کے خطبہ کے دوران باتیں کرتے رہتے تھے اور بعض نے کہا: ہم کو ان کا خطبہ سننے کا حکم نہیں دیا گیا' لیث نے کہا: جب امام خطبہ میں اللہ کا ذکر اور نصیحت نہ کرے تو اس کے خطبہ کے دوران باتیں کرنا اور اس کا خطبہ نہ سننا جائز ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ٥٣٢٠ ' مجلس علمی' بیروت)

ابن وہب مالکی نے امام مالک سے یہ روایت کی ہے کہ جب امام خطبہ میں لغو باتیں کرے اور لوگوں کو بُرا کہے' سب بھی لوگوں پر

واجب ہے کہ وہ خاموش رہیں اور باتیں نہ کریں اور امام مالک سے یہ بھی روایت ہے کہ جب امام خطبہ میں ایسے اُمور ذکر کرے جن کا خطبہ سے تعلق نہیں ہے نہ نماز سے اور نہ کتاب اللہ سے تو پھر لوگوں پر دورانِ خطبہ خاموش رہنا واجب نہیں ہے۔

خطبہ کے دوران اگر کوئی سلام کرے یا کسی کو چھینک آئے تو اس کا جواب دینا واجب نہیں ہے' ابراہیم نخعی' شعبی اور حسن بصری نے اس کی اجازت دی ہے اور یہی ثوری' اوزاعی اور امام احمد کا قول ہے' امام مالک' امام شافعی اور امام ابوحنیفہ نے اس کو مکروہ کہا ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۶۰۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ نے بھی اسی کا خلاصہ بیان کیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۶ ص ۳۴۷۔۳۴۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۸۶۴۔ ج ۲ ص ۶۲۷ پر مذکور ہے' اس کی شرح میں اختصار کے ساتھ مذاہب فقہاء بیان کیے گئے ہیں۔

٣٧ - بَابُ السَّاعَةِ الَّتِيْ فِيْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ

جمعہ کے دن دعا قبول ہونے کی ساعت

٩٣٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ اَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْاَعْرَجِ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَقَالَ فِيْهِ سَاعَةٌ، لَا يُوَافِقُهَا عَبْدٌ مُّسْلِمٌ، وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّيْ، يَسْاَلُ اللّٰهَ تَعَالٰى شَيْئًا اِلَّا اَعْطَاهُ اِيَّاهُ، وَاَشَارَ بِيَدِهٖ يُقَلِّلُهَا. [اطراف الحدیث: ۵۲۹۴۔ ۶۴۰۰]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جمعہ کے دن کا ذکر کیا' پس فرمایا: اس میں ایک ایسی ساعت ہے کہ جو مسلمان بندہ اس ساعت کو پالے اور وہ اس ساعت میں کھڑا ہوا نماز پڑھ رہا ہو اور وہ اللہ تعالیٰ سے کسی چیز کا سوال کرے تو اللہ اس کو وہ چیز عطا فرما دیتا ہے اور آپ نے ہاتھ سے اشارہ کر کے بتایا کہ وہ ساعت بہت تھوڑی ہے۔

(صحیح مسلم: ۸۵۲' الرقم المسلسل: ۱۹۳۶' سنن نسائی: ۱۴۳۰' السنن الکبریٰ: ۱۷۵۱' صحیح ابن حبان: ۲۷۹۵' مصنف عبد الرزاق: ۵۴۱۶' سنن دارمی: ۱۵۴۹' مسند احمد ج ۲ ص ۲۸۰ طبع قدیم' مسند احمد: ۷۷۶۴۔ ج ۱۳ ص ۱۸۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کے رجال کا پہلے تعارف ہو چکا ہے۔

جمعہ کے دن دعا قبول ہونے کی ساعت کے متعلق فقہاء مالکیہ کا نظریہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

متقدمین کا اس ساعت میں اختلاف ہے' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ ساعت طلوعِ فجر سے طلوعِ شمس تک ہوتی ہے (یہ وقت تقریباً ایک گھنٹہ اٹھارہ منٹ تک رہتا ہے) اور عصر کی نماز کے بعد سے غروبِ آفتاب تک رہتا ہے۔

حسن بصری اور ابوالعالیہ نے کہا: یہ ساعت زوالِ آفتاب کے وقت ہوتی ہے' حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ ساعت زوالِ آفتاب سے لے کر ایک ہاتھ سائے تک ہوتی ہے' حضرت عائشہ نے کہا: اس ساعت کا وقت وہ ہے جب مؤذن نماز کی اذان دیتا ہے' حضرت ابن عمر نے کہا: اس ساعت کا وہ وقت ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے نماز کے لیے اختیار کر لیا ہے' حضرت ابوبردہ اور ابن سیرین کا بھی یہی قول ہے' حضرت ابوامامہ نے کہا: مجھے امید ہے کہ یہ وہ ساعات ہیں جب مؤذن اذان دیتا ہے' یا جب امام منبر پر

بیٹھتا ہے یا جب اقامت ہوتی ہے۔

شعبی نے کہا: یہ وقت خرید و فروخت حرام ہونے سے لے کر حلال ہونے تک ہے' اس قول کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابو بردہ بن ابی موسیٰ نے بیان کیا کہ مجھ سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کیا تم نے اپنے والد سے سنا ہے کہ وہ جمعہ کی ساعت کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حدیث بیان کرتے تھے' انہوں نے کہا: ہاں! میں نے سنا ہے' وہ کہتے تھے: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے سنا ہے کہ وہ امام کے بیٹھنے سے لے کر نماز کے اختتام تک ہے۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ ساعت عصر سے لے کر غروبِ آفتاب تک ہے' حضرت ابن عباس اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم سے اور مجاہد اور طاؤس سے بھی اسی کی مثل مروی ہے۔

المہلب نے کہا ہے کہ جنہوں نے یہ کہا ہے کہ یہ ساعت عصر کے بعد ہے' ان کی دلیل یہ حدیث ہے: تمہارے پاس رات کے فرشتے اور دن کے فرشتے باری باری آتے ہیں اور وہ عصر کی نماز میں جمع ہوتے ہیں' پھر جن فرشتوں نے تمہارے پاس رات گزاری ہے' وہ اوپر چڑھ جاتے ہیں' یہ عروج کا وقت ہے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے اعمال پیش کرنے کا وقت ہے' سو اس وقت میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے نمازیوں کی مغفرت واجب کر دیتا ہے' یہی وجہ ہے کہ جس شخص نے سودا بیچنے کے لیے یہ قسم کھائی کہ اس کو یہ چیز اتنے کی ملی ہے اور وہ اس قسم میں جھوٹا تھا تو اس کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے شدید وعید سنائی ہے اور یہ اس ساعت کی تعظیم کی وجہ سے وعید ہے۔

حضرت عبداللہ بن السلام نے حضرت ابو ہریرہ سے اس حدیث کا یہ معنی بیان کیا ہے کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ نہیں فرمایا: جو شخص نماز کے انتظار میں بیٹھا ہو' اس کا نماز میں ہی شمار ہوتا ہے' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: کیوں نہیں! یہ وضاحت اس لیے کی کہ عصر کے بعد تو نوافل پڑھنا منع ہیں اور حدیث میں یہ ہے کہ یہ ساعت اس وقت ہوتی ہے جب بندہ نماز پڑھ رہا ہو' اس کا جواب یہ ہے کہ جب بندہ عصر کی نماز پڑھ کر مغرب کی نماز کے انتظار میں بیٹھا ہو تو اس کا شمار نماز میں ہی ہوتا ہے' اس لیے اس ساعت کا عصر کے بعد ہونا اس حدیث کے خلاف نہیں ہے' اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: جمعہ کے دن جس ساعت میں دعا قبول ہوتی ہے وہ عصر کی نماز کے بعد سے لے کر غروبِ آفتاب تک ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۶۰۶-۶۰۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

جمعہ کے دن دعا قبول ہونے کی ساعت کے متعلق احادیث اور آثار

عوف بن حصیرہ بیان کرتے ہیں کہ جمعہ کے دن جس قبولیت کی ساعت کی امید کی جاتی ہے' وہ امام کے نکلنے سے لے کر اختتامِ نماز تک ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۵۰۲' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۴۶۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے کہا: وہ ساعت عصر اور غروبِ آفتاب کے درمیان ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۵۰۳' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۴۶۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

حضرت ابن عباس اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم بیان کرتے ہیں کہ جمعہ کے دن جس ساعت کا ذکر کیا جاتا ہے' وہ عصر سے غروبِ آفتاب کے درمیان ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۵۰۴' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۴۶۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

ابو بردہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابن عمر کے پاس تھا' ان سے جمعہ کی ساعت کے متعلق سوال کیا گیا' میں نے کہا: یہ وہ ساعت ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے پسند کر لیا ہے یا جس وقت میں نماز ہے' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور مجھے برکت کی دعا دی' ان کو میرا جواب پسند آیا تھا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:۵۵۰۶'مجلس علمی'بیروت'مصنف ابن ابی شیبہ:۵۴۶۹'دارالکتب العلمیہ'بیروت)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ نے کہا: مجھے امید ہے کہ جمعہ کے دن یہ ساعت ان اوقات میں ہوگی: جب مؤذن اذان دے' جب امام منبر پر ہو یا اقامت کے وقت۔ (مصنف ابن ابی شیبہ:۵۵۰۸'مجلس علمی'بیروت)

حسن بصری نے کہا: یہ ساعت زوالِ آفتاب کے وقت نماز کے وقت میں ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ:۵۵۰۹'مجلس علمی'بیروت)

شعبی نے کہا: یہ خرید وفروخت حرام ہونے کے وقت سے لے کر اس کے حلال ہونے کے درمیان ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:۵۵۱۰'مجلس علمی'بیروت)

سلامہ بنت الحمی بیان کرتی ہیں: میں عورتوں میں حضرت عائشہ رضی اللہ کے پاس بیٹھی تھی' میں نے سنا' حضرت عائشہ رضی اللہ فرما رہی تھیں: جمعہ کا دن یوم عرفہ کی مثل ہے اور اس میں ایک ایسی ساعت ہے جس میں رحمت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں' ہم نے پوچھا: وہ کون سی ساعت ہے؟ انہوں نے فرمایا: جب مؤذن اذان دیتا ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:۵۵۱۲'مجلس علمی'بیروت'مصنف ابن ابی شیبہ:۵۴۷۰'دارالکتب العلمیہ'بیروت)

دوسری روایت میں ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ نے فرمایا: جب مؤذن فجر کی اذان دیتا ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:۵۵۱۴'مجلس علمی'بیروت)

جمعہ کے دن جس ساعت میں دعا قبول ہوتی ہے' اس کے متعلق فقہاء احناف کا نظریہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

ساعت کا حقیقی معنی ہے: ایک گھنٹہ' یعنی دن اور رات کا چوبیس واں جز' اور کبھی ساعت کا اطلاق زمانہ کے ایک جز پر ہوتا ہے جس کی مقدار غیر معین ہے اور کبھی ساعت کا اطلاق آن حاضر پر ہوتا ہے۔

اس میں اختلاف ہے کہ وہ ساعت اب بھی باقی ہے یا اٹھالی گئی' صحیح یہ ہے کہ وہ ساعت اب بھی باقی ہے اور ہر جمعہ میں آتی ہے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ کے غلام صالح بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ سے کہا: لوگوں کا یہ زعم ہے کہ شب قدر کو اٹھالیا گیا ہے' حضرت ابوہریرہ نے کہا: جس نے یہ کہا اس نے جھوٹ بولا' میں نے پوچھا: پس یہ ہر رمضان میں آئے گی؟ انہوں نے کہا: ہاں! میں نے پوچھا: لوگوں کا یہ زعم ہے کہ جمعہ کی وہ ساعت جس میں ہر مسلمان کی دعا قبول ہوتی ہے وہ ساعت اٹھالی گئی ہے' حضرت ابوہریرہ نے کہا: جس نے یہ کہا اس نے جھوٹ بولا' میں نے پوچھا: یہ ساعت ہر آنے والے جمعہ میں آئے گی؟ انہوں نے کہا: ہاں! (مصنف عبدالرزاق:۵۶۰۳'دارالکتب العلمیہ'بیروت'۱۴۲۱ھ)

ساعت جمعہ کے متعلق متعدد اقوال ہیں' ایک قول ہے کہ اس کو لیلۃ القدر کی طرح مخفی رکھا گیا ہے اور اس کو مخفی رکھنے کی حکمت یہ ہے کہ لوگ اس کو تلاش کرنے کے لیے محنت اور جدوجہد کریں اور جمعہ کے روز سارا دن اس ساعت کو تلاش کریں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے رہیں۔

ساعت جمعہ کے متعلق چالیس اقوال ہیں' محب طبری نے کہا ہے کہ ان میں سب سے زیادہ صحیح حدیث' حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ کی ہے اور وہ درج ذیل ہے:

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ ساعت امام کے بیٹھنے سے لے کر نماز کے اختتام

تک ہے۔ (صحیح مسلم: ۸۵۳' الرقم المسلسل: ۱۹۳۲' سنن ابوداؤد: ۱۰۴۹)

ان میں سب سے زیادہ مشہور حدیث' حضرت عبداللہ بن سلام سے روایت ہے اور وہ درج ذیل ہے:

حضرت عبداللہ بن السلام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا: ہم کتاب اللہ (تورات) میں یہ لکھا ہوا پاتے ہیں کہ جمعہ کے دن میں ایک ساعت ہے جو بندہ مومن اس ساعت میں نماز پڑھے اور اس ساعت میں اللہ سے کسی چیز کا سوال کرے تو اللہ اس کی حاجت پوری فرماتا ہے' حضرت عبداللہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اشارہ سے بتایا کہ وہ ساعت تھوڑی سی ہے' میں نے کہا: آپ نے سچ فرمایا' میں نے پوچھا: وہ کون سی ساعت ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ دن کی آخری ساعت ہے' میں نے عرض کیا: وہ نماز کا وقت تو نہیں ہے؟ آپ نے فرمایا: کیوں نہیں! بے شک جب بندہ مومن نماز پڑھتا ہے' پھر بیٹھ جاتا ہے اور وہ صرف نماز ہی کے انتظار میں ہوتا ہے تو وہ نماز میں ہی ہوتا ہے۔

(سنن ابن ماجہ: ۱۱۳۹' اس حدیث کی سند صحیح ہے اور اس کے تمام رجال ثقات ہیں۔)

علامہ عینی فرماتے ہیں: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سب سے زیادہ صحیح ہے اور وہ درج ذیل ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جمعہ کے دن کا ذکر فرمایا' پس فرمایا: اس میں ایک ساعت ہے' جو بندہ مومن اس ساعت میں نماز پڑھتا ہے' وہ اللہ سے جس چیز کا سوال کرتا ہے اللہ اس کو وہ چیز عطا فرما دیتا ہے' آپ نے ہاتھ کے اشارہ سے بتایا کہ وہ ساعت بہت تھوڑی ہوتی ہے۔ (صحیح البخاری: ۹۳۵' صحیح مسلم: ۸۵۲' سنن نسائی: ۱۴۳۰)

میں کہتا ہوں کہ اس ساعت کا مصداق عصر کی نماز کے بعد سے لے کر غروب آفتاب تک کو قرار دیا جائے تو اس صورت میں یہ تینوں حدیثیں جمع ہو جاتی ہیں' لہٰذا قارئین سے گزارش ہے کہ وہ اس وقت میں ضرور دعا کریں۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۸۶۵۔ ج ۲ ص ۷۶۲ پر مذکور ہے' اس کی شرح کا عنوان ہے: ساعت جمعہ۔

۳۸ - بَابٌ اِذَا نَفَرَ النَّاسُ عَنِ الْاِمَامِ فِيْ صَلٰوةِ الْجُمُعَةِ' فَصَلٰوةُ الْاِمَامِ وَمَنْ بَقِيَ جَائِزَةٌ

جب جمعہ کی نماز میں بعض لوگ امام کو چھوڑ کر چلے جائیں اور بعض امام کے ساتھ باقی رہیں تو امام اور باقی ماندہ لوگوں کی نماز جائز ہے

۹۳۶ - حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو قَالَ حَدَّثَنَا زَائِدَةُ' عَنْ حُصَيْنٍ' عَنْ سَالِمِ بْنِ اَبِي الْجَعْدِ قَالَ حَدَّثَنَا جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ نُصَلِّيْ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' اِذْ اَقْبَلَتْ عِيْرٌ تَحْمِلُ طَعَامًا' فَالْتَفَتُوْا اِلَيْهَا حَتّٰى مَا بَقِيَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا اثْنَا عَشَرَ رَجُلًا' فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ ﴿وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا اِنْفَضُّوْا اِلَيْهَا وَتَرَكُوْكَ قَائِمًا﴾ (الجمعۃ: ۱۱)۔ [اطراف الحدیث: ۲۰۵۸۔ ۲۰۶۴۔ ۴۸۹۹]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں معاویہ بن عمرو نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زائدہ نے حدیث بیان کی از حصین از سالم بن ابی الجعد' انہوں نے کہا: ہمیں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: جس وقت ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے' اس وقت غلہ لے کر ایک قافلہ آیا' سب نمازی اس کی طرف متوجہ ہو گئے حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ صرف بارہ آدمی باقی رہ گئے' اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی: جب یہ لوگ کوئی تجارتی قافلہ یا کوئی کھیل تماشا دیکھتے ہیں تو اس کی طرف دوڑ پڑتے ہیں اور آپ کو کھڑا ہوا چھوڑ جاتے ہیں۔ (الجمعۃ: ۱۱)

(صحیح مسلم: ۸۶۳' الرقم المسلسل: ۱۹۶۴' سنن ترمذی: ۳۳۱۱' السنن الکبریٰ: ۱۱۵۹۳' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۱۳' المنتقیٰ: ۲۹۲' مسند ابویعلیٰ: ۱۸۸۸

صحیح ابن خزیمہ: ۱۸۲۳' صحیح ابن حبان: ۶۸۷۶' سنن دار قطنی ج ۲ ص ۵' سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۸۱' مسند احمد ج ۳ ص ۳۱۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۴۳۵۶۔ ج ۲۲ ص ۲۵۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) معاویہ بن عمرو بن المہلب الازدی البغدادی' یہ ۲۱۴ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) زائدہ بن قدامہ ابوالصلت الکوفی (۳) حصین بن عبدالرحمان الواسطی (۴) سالم بن ابی الجعد' ابوالجعد کا نام رافع الکوفی ہے (۵) حضرت جابر بن عبداللہ الکوفی الانصاری رضی اللہ۔

(عمدۃ القاری ج ۵ ص ۳۵۴)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: غلہ لے کر ایک قافلہ آیا تو سب نمازی اس کی طرف متوجہ ہو گئے حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ صرف بارہ آدمی رہ گئے۔

جمعہ کی صحت کے لیے نماز کی کتنی مقدار میں امام کے ساتھ مقتدیوں کی مشارکت ضروری ہے' اس میں مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

مہلب نے کہا ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ نے جو کہا ہے کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے' اس کا معنی یہ ہو گا کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خطبہ جمعہ سن رہے تھے' جیسا کہ حسن بصری نے بیان کیا ہے کیونکہ جو شخص نماز کا انتظار کر رہا ہو' وہ نماز میں ہی ہوتا ہے اور صحابہ کے ساتھ صرف نیک گمان ہی کرنا چاہیے۔

علماء نے کہا ہے کہ جب امام نے جمعہ کی نماز جماعت کے ساتھ شروع کی ہو اور پھر لوگ امام کو چھوڑ کر چلے جائیں' ثوری نے کہا ہے کہ اگر اس کے ساتھ صرف دو آدمی باقی رہ جائیں تو وہ جمعہ کی نماز پڑھائے اور اگر صرف ایک آدمی باقی رہ گیا ہو تو پھر وہ ظہر کی چار رکعت پڑھائے۔

ابوثور نے کہا ہے: جب اس کے ساتھ ایک آدمی رہ جائے تب بھی وہ جمعہ کی نماز پڑھائے' کیونکہ اس نے اس نماز کو شروع کیا تھا جو اس کے لیے اور نمازیوں کے لیے جمعہ کی نماز تھی' امام شافعی کا بھی یہی مسلک ہے اور امام ابو یوسف اور امام محمد نے کہا ہے کہ جب اس نے جمعہ کی نماز کو شروع کیا اور تکبیرۂ تحریمہ پڑھ لی اور سب نمازی اس کو چھوڑ کر چلے گئے تو وہ تنہا جمعہ کی نماز پڑھے گا' اور امام ابوحنیفہ نے کہا: جب اس کے رکوع اور ایک سجدہ کرنے سے پہلے نمازی اس کو چھوڑ کر چلے گئے تو وہ ظہر کی نماز پڑھے گا اور اگر اس نے رکوع اور ایک سجدہ کر لیا' اس کے بعد نمازی اس کو چھوڑ گئے تو پھر وہ جمعہ کی نماز پر بنا کرے گا۔

ابن القصار نے امام مالک سے بھی اسی کی مثل روایت کی ہے اور یہی مزنی کا قول ہے' اور امام شافعی سے دو روایتیں ہیں: ایک روایت یہ ہے کہ اگر اس کے ساتھ دو آدمی رہ گئے ہیں تو وہ جمعہ کی نماز پڑھے گا اور دوسری روایت یہ ہے کہ اس کا ان کے ساتھ جمعہ کافی نہیں ہو گا حتیٰ کہ اس کے ساتھ چالیس آدمی ہوں۔

اسحاق نے کہا ہے کہ اگر اس کے ساتھ بارہ آدمی رہ گئے ہیں تو وہ جمعہ کی دو رکعت نماز پڑھائے گا' جیسا کہ اس حدیث سے ظاہر ہے کیونکہ آپ کے ساتھ بارہ آدمی رہ گئے تھے اور آپ نے جمعہ کی نماز پڑھائی۔

صحیح قول ان فقہاء کا ہے جنہوں نے یہ کہا ہے کہ اگر امام کے رکوع اور سجدہ کرنے کے بعد اس کے مقتدی اس کو چھوڑ کر چلے جائیں تو وہ جمعہ کی دو رکعت پڑھائے گا' کیونکہ حدیث میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے نماز کی ایک رکعت کو پایا' اس نے نماز کو پالیا۔ (صحیح البخاری: ۵۸۰' صحیح مسلم: ۶۰۷' سنن ابوداؤد: ۱۱۲۱' سنن نسائی: ۱۴۲۳' سنن ابن ماجہ: ۱۱۱۹) اس سے معلوم ہوا کہ نمازیوں اور امام کا اشتراک جس کم از کم مقدار میں ہے وہ ایک رکعت ہے' پس اگر امام نے تکبیرۂ تحریمہ پڑھی اور نمازیوں نے اس کے ساتھ تکبیرۂ تحریمہ نہیں پڑھی تو پھر امام کا جمعہ پر بناء کرنا صحیح نہیں ہے' اسی طرح اگر وہ امام کے تکبیرۂ تحریمہ پڑھنے کے بعد امام کو چھوڑ کر چلے گئے' پھر بھی امام کا جمعہ پر بناء کرنا صحیح نہیں ہے۔

امام طحاوی نے اپنے اصحاب کے لیے اس سے استدلال کیا ہے کہ جمعہ کی صحت کے لیے امام اور مقتدی دونوں شرط ہیں' پس جب مقتدی امام کے ساتھ نماز کا بعض حصہ پالے تو اس کا جمعہ صحیح ہوتا ہے خواہ وہ امام کے ساتھ تمام نماز نہ پائے' اسی طرح جب مقتدیوں کی نماز کے بعض حصہ میں امام کی مشارکت ہو جائے تو اس کا بھی جمعہ صحیح ہونا چاہیے۔

جمعہ کے دن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چھوڑ کر نہ جانے والے صحابہ کے اسماء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

امام ابن جریر اور امام ابن ابی حاتم نے سند صحیح کے ساتھ بیان کیا ہے کہ قتادہ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے باقی رہ جانے والے نمازیوں سے پوچھا: تم کتنے ہو؟ تو انہوں نے گن کر بتایا: بارہ مرد اور ایک عورت ہے۔

(جامع البیان جز ۲۸ ص ۱۱۸' دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ)

عقیلی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ذکر کی ہے کہ ان میں خلفاء اربعہ تھے' حضرت ابن مسعود تھے اور کچھ انصار تھے اور سہیلی نے سند منقطع کے ساتھ یہ روایت ذکر کی ہے کہ ان میں عشرہ مبشرہ تھے اور حضرت بلال اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہم تھے۔

خطبہ چھوڑ کر چلے جانے والے صحابہ کی طرف سے توجیہ

مقاتل بن حیان بیان کرتے ہیں کہ ابتداء میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عیدین کی طرح پہلے نماز جمعہ پڑھاتے تھے پھر خطبہ دیتے تھے' حتیٰ کہ ایک جمعہ کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خطبہ دے رہے تھے' اس وقت آپ نماز جمعہ پڑھا چکے تھے تو ایک شخص آیا اور اس نے کہا: حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ مال تجارت لے کر آ گئے ہیں اور جب حضرت دحیہ آتے تھے تو ان کے گھر والے دف بجا کر ان کا استقبال کرتے تھے' پس نمازی قافلہ کی طرف نکلے' ان کا یہ گمان تھا کہ خطبہ کو ترک کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے' تب یہ آیت نازل ہوئی:

وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا ۨانْفَضُّوْٓا اِلَيْهَا وَتَرَكُوْكَ قَآئِمًا ۔ (الجمعہ: ۱۱)

اور جب یہ لوگ کوئی تجارتی قافلہ یا کوئی تماشا دیکھتے ہیں تو اس کی طرف دوڑ جاتے ہیں اور آپ کو کھڑا چھوڑ جاتے ہیں۔

(مراسیل ابوداؤد ص ۷' اصح المطابع' کراچی)

علامہ سہیلی نے کہا ہے کہ یہ حدیث اگرچہ سند صحیح کے ساتھ ثابت نہیں ہے لیکن صحابہ کے ساتھ حسن ظن یہ واجب کرتا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

انعقادِ جمعہ کے لیے کم از کم نمازیوں کی تعداد میں مذاہب ائمہ

جمعہ کے انعقاد کے لیے کتنے آدمیوں کا ہونا ضروری ہے' اس میں حسب ذیل اقوال ہیں:

(۱) امام ابوحنیفہ کے نزدیک امام کے علاوہ تین آدمی ضروری ہیں (۲) صاحبین کے نزدیک دو آدمی ضروری ہیں (۳) النخعی اور ظاہریہ کے نزدیک ایک آدمی ضروری ہے (۴) عکرمہ کے نزدیک سات آدمی ضروری ہیں (۵) ربیعہ کے نزدیک نو یا بارہ آدمی ضروری

ہیں(۶) امام مالک کے نزدیک تیرہ یا بیس یا تیس آدمی ضروری ہیں(۷) عمر بن عبد العزیز کے نزدیک چالیس آدمی ضروری ہیں (۸) امام شافعی کے نزدیک چالیس آزاد' عاقل' بالغ' مقیم آدمی ضروری ہیں(۹) امام احمد کے نزدیک پچاس آدمی ضروری ہیں' تاہم راجح قول امام اعظم کا ہے۔(ہدایہ)(عمدۃ القاری ج ۶ ص ۳۶۰۔۳۵۶ ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث: ۱۸۹۶۔ ج ۲ ص ۲۳۵ پر مذکور ہے' اس کی شرح میں دورانِ خطبہ بعض صحابہ کے چلے جانے کی توجیہ بیان کی گئی ہے۔

۳۹ - بَابُ الصَّلٰوةِ بَعْدَ الْجُمُعَةِ وَقَبْلَهَا

جمعہ سے پہلے اور جمعہ کے بعد کی نماز کی مقدار

۹۳۷ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّيْ قَبْلَ الظُّهْرِ رَكْعَتَيْنِ وَبَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ وَبَعْدَ الْمَغْرِبِ رَكْعَتَيْنِ فِيْ بَيْتِهٖ وَبَعْدَ الْعِشَاءِ رَكْعَتَيْنِ وَكَانَ لَا يُصَلِّيْ بَعْدَ الْجُمُعَةِ حَتّٰى يَنْصَرِفَ فَيُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ.

[اطراف الحدیث: ۱۱۶۵۔۱۱۷۲۔۱۱۸۰]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع از عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر سے پہلے دو رکعت پڑھتے تھے اور ظہر کے بعد دو رکعت پڑھتے تھے اور مغرب کے بعد دو رکعت اپنے گھر میں پڑھتے تھے اور عشاء کے بعد دو رکعت پڑھتے تھے اور آپ جمعہ کے بعد نماز نہیں پڑھتے تھے حتیٰ کہ آپ (اپنے گھر) لوٹ آتے' پھر آپ دو رکعت نماز پڑھتے تھے۔

(سنن ابوداؤد: ۱۲۵۲' سنن نسائی: ۱۴۲۶۔۸۷۲' السنن الکبریٰ: ۳۴۴' مصنف عبد الرزاق: ۴۸۱۰' صحیح ابن خزیمہ: ۱۸۷۰' سنن بیہقی ج ۳ ص ۲۴۰' شرح السنۃ: ۸۶۸' مسند احمد ج ۲ ص ۶۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۵۲۹۶۔ ج ۹ ص ۲۲۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کے رجال کا پہلے تعارف ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: آپ جمعہ کے بعد گھر آ کر دو رکعت نماز پڑھتے تھے۔

جمعہ کی سنتوں کی تفصیل

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جمعہ سے پہلے اور جمعہ کے بعد چار رکعات پڑھتے تھے' ابو اسحاق بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جمعہ کے بعد چھ رکعات نماز پڑھتے تھے۔(مصنف عبد الرزاق: ۵۵۲۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

ابو عبد الرحمان سلمی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہمیں حکم دیتے تھے کہ ہم جمعہ سے پہلے چار رکعت پڑھیں اور جمعہ کے بعد بھی چار رکعت پڑھیں' حتیٰ کہ ہمارے پاس حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے اور انہوں نے ہمیں حکم دیا کہ ہم جمعہ کے بعد پہلے دو رکعت پڑھیں' اس کے بعد چار رکعت پڑھیں۔(مصنف عبد الرزاق: ۵۵۲۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۴۰ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِى الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ﴾ (الجمعۃ: ۱۰)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: پس جب نماز ادا کر لی جائے تو زمین میں پھیل جاؤ' اور اللہ تعالیٰ کا فضل تلاش کرو۔(الجمعۃ: ۱۰)

اس آیت کی تفسیر حسب ذیل ہے:

نمازِ جمعہ پڑھنے کے بعد کاروبار کرنا واجب نہیں' مباح ہے

اس آیت کا یہ معنی نہیں ہے کہ نمازِ جمعہ پڑھنے کے بعد خرید وفروخت کرنا واجب ہے' کیونکہ اس سے پہلی آیت میں نمازِ جمعہ کے بعد خرید وفروخت سے منع فرمایا تھا اور کسی کام کی ممانعت کے بعد جب اس کا امر کیا جائے تو وہ امر وجوب کے لیے نہیں ہوتا بلکہ اباحت کے لیے ہوتا ہے' جیسے حالت احرام میں شکار کرنے سے منع فرمایا' پھر شکار کرنے کا امر فرمایا تو یہ امر وجوب کے لیے نہیں ہے' اباحت کے لیے ہے۔قرآن مجید میں ہے:

اُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيْمَةُ الْاَنْعَامِ اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ غَيْرَ مُحِلِّي الصَّيْدِ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ. (المائدہ:۱) تمہارے لیے مویشی چوپائے حلال کیے گئے ہیں ماسوا ان کے جن کی تلاوت کی جائے گی مگر حالت احرام میں شکار کرنے والے نہ بننا۔

اس آیت میں حالت احرام میں شکار کرنے سے منع فرمایا اور دوسری آیت میں احرام کھولنے کے بعد شکار کرنے کا حکم دیا ہے:

وَاِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا. (المائدہ:۲) اور جب تم احرام کھول دو تو شکار کرو۔

اس آیت میں بھی چونکہ شکار کرنے کا حکم ممانعت کے بعد ہے' اس لیے یہ حکم وجوب کے لیے نہیں بلکہ اجازت اور اباحت کے لیے ہے۔

اللہ کا فضل طلب کرنے کے محامل

عراک بن مالک جب جمعہ کی نماز پڑھ لیتے تو مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو کر یہ دعا کرتے: اے اللہ! میں نے تیرے حکم پر عمل کیا اور تیرے فرض کو پڑھا اور تیرے حکم کے مطابق زمین میں پھیل گیا' اب تو اپنے فضل سے مجھے رزق عطا فرما اور تو سب سے بہتر رزق عطا فرمانے والا ہے۔

جعفر بن محمد نے '' وابتغوا من فضل اللّٰہ '' کی تفسیر میں کہا: اس سے مراد ہفتہ کے دن کام کرنا ہے۔

حسن بصری اور سعید بن مسیتب نے کہا: اس سے مراد علم کو طلب کرنا اور نفل نماز پڑھنا ہے۔

حضرت ابن عباس نے فرمایا: اس آیت میں دنیا کو طلب کرنے کا حکم نہیں دیا' اس سے مراد بیماروں کی عیادت کرنا ہے' جنازوں پر حاضر ہونا ہے اور مسلمان بھائیوں کی زیارت کرنا ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۸ ص ۹۷۔۹۶' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

مقاتل نے کہا: اللہ تعالیٰ نے نماز کے بعد رزق کے طلب کرنے کو مباح کر دیا ہے' جو چاہے رزق کو طلب کرے اور جو چاہے نہ طلب کرے۔

ضحاک نے کہا: اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجازت ہے وہ چاہے تو نماز کے بعد مسجد سے چلا جائے اور چاہے تو بیٹھا رہے' اور اللہ کے فضل کی طلب میں افضل یہ ہے کہ وہ رزق کو طلب کرے یا نیک اولاد کو یا علمِ نافع کو یا دوسرے عمدہ کاموں کو۔

اور اس آیت میں بہ کثرت اللہ کا ذکر کرنے کا حکم دیا ہے۔مجاہد نے کہا: بہ کثرت اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والا تب ہو گا جب چلتے ہوئے' کھڑے ہوئے' بیٹھے ہوئے' لیٹے ہوئے ہر حال میں اللہ کا ذکر کرے۔

(تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۵۴۳۔۵۴۲' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

مصنف کے نزدیک فضل اللہ کے طلب کرنے کے تین محمل ہیں: (۱) فضل کے معنی ہیں: زیادتی' لہٰذا نمازِ جمعہ سے فارغ ہونے کے بعد مزید نماز پڑھنے کی توفیق کو طلب کرے (۲) رزقِ حلال میں زیادتی کو طلب کرے (۳) اللہ تعالیٰ سے کسی عبادت کی وجہ سے

نہیں بلکہ اس کے فضل کی وجہ سے جنت اور اللہ کی رضا کو طلب کرے۔

اس آیت کے مزید مباحث تبیان القرآن ج ۱۱' الجمعہ: ۱۰ میں مطالعہ فرمائیں۔

۹۳۸ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو غَسَّانَ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ كَانَتْ فِينَا امْرَأَةٌ تَجْعَلُ عَلَى أَرْبِعَاءَ فِي مَزْرَعَةٍ لَهَا سِلْقًا، فَكَانَتْ إِذَا كَانَ يَوْمُ جُمُعَةٍ تَنْزِعُ أُصُولَ السِّلْقِ فَتَجْعَلُهُ فِي قِدْرٍ، ثُمَّ تَجْعَلُ عَلَيْهِ قَبْضَةً مِنْ شَعِيرٍ تَطْحَنُهَا، فَتَكُونُ أُصُولُ السِّلْقِ عَرْقَهُ، وَكُنَّا نَنْصَرِفُ مِنْ صَلٰوةِ الْجُمُعَةِ فَنُسَلِّمُ عَلَيْهَا، فَتُقَرِّبُ ذٰلِكَ الطَّعَامَ إِلَيْنَا فَنَلْعَقُهُ، وَكُنَّا نَتَمَنَّى يَوْمَ الْجُمُعَةِ لِطَعَامِهَا ذٰلِكَ.

[اطراف الحدیث: ۹۳۹-۹۴۱-۲۳۴۹-۵۴۰۳-۶۲۴۸-۶۲۷۹]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن ابی مریم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوغسان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابوحازم نے حدیث بیان کی' از حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ' انہوں نے کہا: ہم میں ایک خاتون رہتی تھیں' انہوں نے نہر کے کنارے ایک کیاری بنائی ہوئی تھی جس میں چقندر بوئے ہوئے تھے' جمعہ کے دن وہ چقندر کی جڑیں نکال کر ایک دیگچی میں ڈالتیں اور اس میں ایک مٹھی جو پیس کر ڈال دیتیں اور وہ چقندر کی جڑیں گوشت کے قائم مقام ہو جاتیں' ہم جمعہ کی نماز پڑھ کر واپس آتے تو ان کو سلام کرتے' وہ خاتون ہم کو وہ طعام پیش کرتیں' ہم اس کو چاٹ چاٹ کر کھاتے' ہم اس طعام کی وجہ سے جمعہ کے دن کی تمنا کرتے تھے۔

(صحیح مسلم: ۸۵۹' الرقم المسلسل: ۱۹۵۸' سنن ترمذی: ۵۲۵' سنن ابوداؤد: ۱۰۸۶' سنن ابن ماجہ: ۱۰۹۹' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۰۶' صحیح ابن خزیمہ: ۱۸۷۵' المعجم الکبیر: ۵۷۸۷' مسند احمد ج ۳ ص ۳۳۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۵۵۶۱۔ ج ۲۴ ص ۳۳۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) سعید بن ابی مریم' یہ سعید بن محمد بن الحکم بن ابی مریم الجمحی ہیں (۲) ابوغسان' یہ محمد بن مطرف المدنی ہیں (۳) ابوحازم' وہ سلمہ بن دینار ہیں (۴) سہل بن سعد بن مالک الانصاری الساعدی۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۳۶۴)

بڑی عمر کی اجنبی عورت سے سلام اور کلام کرنے اور اس کی دعوت کھانے کا جواز

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ صحابہ جا کر اس خاتون کو سلام کرتے تھے' اس سے معلوم ہوا کہ اجنبی عورتوں کو سلام کرنا جائز ہے۔

میں کہتا ہوں کہ وہ خاتون معمر ہوں گی ورنہ جوان اجنبی عورت کے گھر جانا اور اس کو سلام کرنا اور اس سے باتیں کرنا اور اس کی دعوت طعام کھانا جائز نہیں ہے کیونکہ اس میں بہرحال کسی گناہ میں مبتلا ہونے کا خطرہ ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ صحابہ نماز پڑھ کر اس خاتون کے گھر جاتے تھے' اس حدیث میں عبادت کو مقدم کرنے کا بیان ہے۔

۹۳۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ سَهْلٍ بِهٰذَا، وَقَالَ مَا كُنَّا نَقِيلُ، وَلَا نَتَغَدّٰى إِلَّا بَعْدَ الْجُمُعَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی حازم نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت سہل رضی اللہ عنہ یہی حدیث بیان کی' اور انہوں نے کہا: ہم جمعہ کے بعد قیلولہ کرتے تھے اور کھانا کھاتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' گزشتہ حدیث: ۹۳۸ میں بیان کی جا چکی ہے۔

٤١ - بَابُ الْقَائِلَةِ بَعْدَ الْجُمُعَةِ

جمعہ کے بعد قیلولہ کرنا

٩٤٠ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُقْبَةَ الشَّيْبَانِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ إِسْحَاقَ الْفَزَارِيُّ، عَنْ حُمَيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسًا يَقُوْلُ كُنَّا نُبَكِّرُ إِلَى الْجُمُعَةِ، ثُمَّ نَقِيْلُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عقبہ الشیبانی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابواسحاق الفزاری نے حدیث بیان کی از حمید انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ ہم جمعہ کے لیے جلدی جاتے تھے پھر ہم قیلولہ کرتے تھے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ٩٠٥ میں گزر چکی ہے۔

٩٤١ - حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ أَبِيْ مَرْيَمَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ غَسَّانَ قَالَ حَدَّثَنِيْ أَبُوْ حَازِمٍ، عَنْ سَهْلٍ قَالَ كُنَّا نُصَلِّيْ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْجُمُعَةَ، ثُمَّ تَكُوْنُ الْقَائِلَةُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن ابی مریم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابوغسان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے ابوحازم نے حدیث بیان کی از حضرت سہل رضی اللہ عنہ انہوں نے کہا: ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جمعہ کی نماز پڑھتے تھے پھر اس کے بعد قیلولہ ہوتا تھا۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ٩٣٨ میں گزر چکی ہے۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ١٨٨٧۔ ج ٢ ص ٣٣٣ پر مذکور ہے وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

اختتامی کلمات

الحمد للہ رب العلمین! آج ١٦ صفر ١٤٢٨ھ/ ٦ مارچ ٢٠٠٧ء بہ روز منگل قبل العصر ''نعمۃ الباری فی شرح البخاری'' کی جلد ثانی کی تکمیل ہوگئی یہ جلد ''کتاب الجمعۃ'' کے اختتام پر ختم ہوئی ہے اور اس کی آخری حدیث کا نمبر ٩٤١ ہے اس کے بعد ''نعمۃ الباری'' کی تیسری جلد ان شاء اللہ ''کتاب صلوٰۃ الخوف'' سے شروع ہوگی۔

فالحمد للہ حمدًا کثیرًا طیبًا مبارکًا فیہ مبارکًا علیہ کما یحب ربنا ویرضی.

الٰہ العلمین! جس طرح آپ نے محض اپنے فضل و کرم سے یہاں تک پہنچا دیا ہے ''نعمۃ الباری'' کی باقی جلدیں بھی مکمل کرا دے اس کتاب کو اپنی بارگاہ میں مقبول اور مشکور فرما میری میرے والدین کی میرے اساتذہ اور میرے احباب کی اور میرے تلامذہ کی اور اس کتاب کے قارئین کی اس کتاب کے مصحح کی اور ناشر کی اور جملہ اہل اسلام کی مغفرت فرما اور ہمیں دارین کی سعادتیں اور کامرانیاں عطا فرما ہمیں ناگہانی آفتوں اور مصائب سے محفوظ اور مامون رکھ ایمان پر ہمارا خاتمہ فرما ہماری لغزشوں اور گناہوں کو معاف فرما قیامت کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب فرما اور محض اپنے فضل سے جنت الفردوس عطا فرما۔ (آمین)

غلام رسول سعیدی غفرلہٗ
موبائل: ٠٣٠٠-٢١٥٦٣٠٩
٠٣٢١-٢٠٢١٧٤٤

نعمۃ الباری فی شرح صحیح البخاری' جلد ثانی کی ڈائری

تقویم میلادی	تقویم ہجری	دن	ایک ماہ کے صفحات	کل صفحات	تعدادِ حدیث
۱۱' اگست ۲۰۰۶ء	۱۶ رجب ۱۴۲۷ھ	جمعہ			۳۴۹
یکم ستمبر ۲۰۰۶ء	۷ شعبان ۱۴۲۷ھ	جمعہ	۸۶	۸۶	۴۰۱
یکم اکتوبر ۲۰۰۶ء	۸ رمضان ۱۴۲۷ھ	پیر	۱۴۴	۲۳۰	۴۸۳
یکم نومبر ۲۰۰۶ء	۸ شوال ۱۴۲۷ھ	بدھ	۱۰۹	۳۳۹	۵۹۵
یکم دسمبر ۲۰۰۶ء	۹ ذوالقعدہ ۱۴۲۷ھ	جمعہ	۱۰۰	۴۳۹	۶۶۱
یکم جنوری ۲۰۰۷ء	۱۰ ذوالحج ۱۴۲۷ھ	پیر	۹۳	۵۳۲	۷۳۵
یکم فروری ۲۰۰۷ء	۱۲ محرم ۱۴۲۸ھ	جمعرات	۸۸	۶۲۰	۸۰۲
یکم مارچ ۲۰۰۷ء	۱۱ صفر ۱۴۲۸ھ	جمعرات	۱۰۶	۷۲۶	۹۲۴
اختتام' ۶ مارچ ۲۰۰۷ء	۱۶ صفر ۱۴۲۸ھ	منگل	۲۰	۷۴۶	۹۴۱

ماخذ ومراجع

کتب الہیہ

۱- قرآن مجید
۲- تورات
۳- انجیل

کتب احادیث

۴- امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت، متوفی ۱۵۰ھ، مسند امام اعظم، مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز، کراچی
۵- امام مالک بن انس اصبحی، متوفی ۱۷۹ھ، موطا امام مالک، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، ۱۴۰۹ھ
۶- امام عبد اللہ بن مبارک، متوفی ۱۸۱ھ، کتاب الزہد، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت
۷- امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم، متوفی ۱۸۳ھ، کتاب الآثار، مطبوعہ مکتبہ اثریہ، سانگلہ ہل
۸- امام محمد بن حسن شیبانی، متوفی ۱۸۹ھ، موطا امام محمد، مطبوعہ نور محمد، کارخانہ تجارت کتب، کراچی
۹- امام محمد بن حسن شیبانی، متوفی ۱۸۹ھ، کتاب الآثار، مطبوعہ ادارۃ القرآن، کراچی، ۱۴۰۷ھ
۱۰- امام محمد بن ادریس شافعی، متوفی ۲۰۴ھ، المسند، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۰۰ھ
۱۱- امام سلیمان بن داؤد الجارود، المتوفی ۲۰۴ھ، مسند ابو داؤد الطیالسی، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۵ھ
۱۲- امام محمد بن عمر بن واقد متوفی ۲۰۷ھ، کتاب المغازی، مطبوعہ عالم الکتب، بیروت، ۱۴۰۴ھ
۱۳- امام عبد الرزاق بن ہمام صنعانی، متوفی ۲۱۱ھ، مصنف عبد الرزاق، مطبوعہ مکتب اسلامی، بیروت، ۱۳۹۰ھ، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ
۱۴- امام عبد اللہ بن الزبیر حمیدی، متوفی ۲۱۹ھ، المسند، مطبوعہ عالم الکتب، بیروت
۱۵- امام سعید بن منصور خراسانی، مکی، متوفی ۲۲۷ھ، سنن سعید بن منصور، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت
۱۶- امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ، متوفی ۲۳۵ھ، المصنف، مطبوعہ ادارہ القرآن، کراچی، ۱۴۰۶ھ، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۶ھ
۱۷- امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ، متوفی ۲۳۵، مصنف ابن ابی شیبہ، مطبوعہ دار الوطن، بیروت، ۱۴۱۸ھ
۱۸- امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ، متوفی ۲۳۵ھ، مصنف ابن ابی شیبہ، مطبوعہ مجلس علمی، بیروت، ۱۴۲۷ھ
۱۹- امام احمد بن حنبل، متوفی ۲۴۱ھ، المسند، مطبوعہ مکتب اسلامی، بیروت، ۱۳۹۸ھ، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۳ھ، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۱۵ھ، دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۵ھ، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۴۲۰ھ، عالم الکتب، بیروت، ۱۴۱۹ھ
۲۰- امام ابو عبد اللہ بن عبد الرحمان دارمی، متوفی ۲۵۵ھ، سنن دارمی، مطبوعہ دار الکتاب العربی، ۱۴۰۷ھ، دار المعرفۃ، بیروت،

۱۴۲۰ھ
۲۱- امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری، متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۲ھ دار ارقم، بیروت
۲۲- امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری، متوفی ۲۵۶ھ، الادب المفرد، مطبوعہ دارالمعرفہ بیروت، ۱۴۱۲ھ
۲۳- امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری، متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم، مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز، مکہ کرمہ، ۱۴۱۷ھ
۲۴- امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ، متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ، مطبوعہ دارالفکر، بیروت، ۱۴۱۵ھ، دارالجیل، بیروت، ۱۴۱۸ھ
۲۵- امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث بجستانی، متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۴ھ
۲۶- امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث بجستانی، متوفی ۲۷۵ھ، مراسیل ابوداؤد، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب، کراچی
۲۷- امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، سنن ترمذی، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۴۱۴ھ، دارالجیل، بیروت، ۱۹۹۸ء
۲۸- امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، شمائل محمدیہ، مطبوعہ المکتبۃ التجاریہ، مکہ مکرمہ، ۱۴۱۵ھ
۲۹- امام علی بن عمر دارقطنی، متوفی ۲۸۵ھ سنن دارقطنی، مطبوعہ نشر السنہ ملتان، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۷ھ
۳۰- امام ابن ابی عاصم، متوفی ۲۸۷ھ، الاحاد والمثانی، مطبوعہ دارالرایہ، ریاض، ۱۴۱۱ھ
۳۱- امام احمد عمرو بن عبدالخالق بزار، متوفی ۲۹۲ھ، البحر الزخار المعروف بہ مسند البزار، مطبوعہ مؤسسۃ القرآن، بیروت
۳۲- امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی، مطبوعہ دارالمعرفہ بیروت، ۱۴۱۲ھ
۳۳- امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، عمل الیوم واللیلہ، مطبوعہ مؤسسۃ الکتب الثقافیہ، بیروت، ۱۴۰۸ھ
۳۴- امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن کبریٰ، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۱ھ
۳۵- امام ابوبکر محمد بن ہارون الرویانی، متوفی ۳۰۷ھ، مسند الصحابہ، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۷ھ
۳۶- امام احمد بن علی المثنیٰ التمیمی، المتوفی ۳۰۷ھ، مسند ابویعلیٰ موصلی، مطبوعہ دارالمامون التراث، بیروت، ۱۴۰۴ھ
۳۷- امام عبداللہ بن علی بن جارود نیشاپوری، متوفی ۳۰۷ھ، المنتقیٰ، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۷ھ
۳۸- امام محمد بن اسحاق بن خزیمہ، متوفی ۳۱۱ھ صحیح ابن خزیمہ، مطبوعہ مکتب اسلامی، بیروت، ۱۳۹۵ھ
۳۹- امام ابوعوانہ یعقوب بن اسحاق، متوفی ۳۱۶ھ، مسند ابوعوانہ، مطبوعہ دارالباز، مکہ مکرمہ
۴۰- امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی، متوفی ۳۲۱ھ، تحفۃ الاخیار، مطبوعہ دار بلنسیہ، ریاض، ۱۴۲۰ھ
۴۱- امام ابوجعفر احمد بن محمد الطحاوی، متوفی ۳۲۱ھ، شرح معانی الآثار، مطبوعہ مطبع مجتبائی، پاکستان، لاہور، ۱۴۰۴ھ
۴۲- امام ابوجعفر محمد بن احمد الطحاوی متوفی ۳۲۱ھ، مسند الطحاوی، مطبوعہ مکتبۃ الحرمین، الدبئی، ۱۴۲۶ھ
۴۳- امام ابوجعفر محمد بن عمرو العقیلی متوفی ۳۲۲ھ، کتاب الضعفاء الکبیر، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۸ھ
۴۴- امام ابوحاتم محمد بن حبان البستی، متوفی ۳۵۴ھ، الاحسان بہ ترتیب صحیح ابن حبان، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۴۰۷ھ
۴۵- امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی، المتوفی ۳۶۰ھ، معجم صغیر، مطبوعہ مکتبہ سلفیہ مدینہ منورہ، ۱۳۸۸ھ، مکتب اسلامی،

بیروت' ۱۴۰۵ھ
۴۶- امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی' المتوفی ۳۶۰ھ' معجم اوسط' مطبوعہ مکتبۃ المعارف' ریاض' ۱۴۰۵ھ دارالفکر' بیروت' ۱۴۲۰ھ
۴۷- امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی' المتوفی ۳۶۰ھ' معجم کبیر' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی' بیروت
۴۸- امام عبداللہ بن عدی الجرجانی' المتوفی ۳۶۵ھ' الکامل فی ضعفاء الرجال' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۲ھ
۴۹- امام ابوحفظ عمر بن احمد المعروف بابن شاہین المتوفی ۳۸۵ھ' الناسخ والمنسوخ من الحدیث' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۲ھ
۵۰- امام عبداللہ بن محمد بن جعفر المعروف بابی الشیخ' متوفی ۳۹۶ھ' کتاب العظمۃ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت
۵۱- امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری' متوفی ۴۰۵ھ' المستدرک' مطبوعہ دارالباز' مکہ مکرمہ' مطبوعہ دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ' المکتبۃ العصریہ بیروت' ۱۴۲۰ھ
۵۲- امام ابونعیم احمد بن عبداللہ اصبہانی' متوفی ۴۳۰ھ' حلیۃ الاولیاء' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ
۵۳- امام ابونعیم احمد بن عبداللہ اصبہانی' متوفی ۴۳۰ھ' دلائل النبوۃ' مطبوعہ دارالنفائس' بیروت
۵۴- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' سنن کبریٰ' مطبوعہ نشر السنہ' ملتان
۵۵- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' کتاب الاسماء والصفات' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی' بیروت
۵۶- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' معرفۃ السنن والآثار' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت
۵۷- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' دلائل النبوۃ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۳ھ
۵۸- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' کتاب الآداب' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۰۶ھ
۵۹- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' کتاب فضائل الاوقات' مطبوعہ مکتبۃ المنارۃ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۰ھ
۶۰- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' شعب الایمان' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۰ھ
۶۱- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی' متوفی ۴۵۸ھ' الجامع لشعب الایمان' مطبوعہ مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۳ھ
۶۲- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' البعث والنشور' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۴ھ
۶۳- امام ابوعمر یوسف ابن عبدالبر قرطبی' متوفی ۴۶۳ھ' جامع بیان العلم وفضلہ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت
۶۴- امام ابوشجاع شیرویہ بن شہردار بن شیرویہ الدیلمی' المتوفی ۵۰۹ھ' الفردوس بماثور الخطاب' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۰۶ھ
۶۵- امام حسین بن مسعود بغوی' متوفی ۵۱۶ھ' شرح السنہ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۲ھ
۶۶- امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر' متوفی ۵۷۱ھ' تاریخ دمشق الکبیر' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۱ھ
۶۷- امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر' متوفی ۵۷۱ھ' تہذیب تاریخ دمشق' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۷ھ
۶۸- امام ابوالفرج عبدالرحمان بن علی بن محمد جوزی' متوفی ۵۹۷ھ' جامع المسانید' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ

۶۹- امام مجد الدین المبارک بن محمد الشیبانی' المعروف بابن الاثیر الجزری' متوفی ۶۰۶ھ' جامع الاصول' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ

۷۰- امام زکی الدین عبد العظیم بن عبد القوی المنذری' المتوفی ۶۵۶ھ' الترغیب والترہیب' مطبوعہ دار الحدیث' قاہرہ' ۱۴۰۷ھ دار ابن کثیر' بیروت' ۱۴۱۴ھ

۷۱- امام ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی' متوفی ۶۶۸ھ' التذکرۃ فی امور الآخرہ' مطبوعہ دار البخاری' مدینہ منورہ

۷۲- امام ولی الدین تبریزی' متوفی ۷۴۲ھ' مشکوٰۃ' مطبوعہ اصح المطابع دہلی' دار ارقم' بیروت

۷۳- حافظ جمال الدین عبداللہ بن یوسف زیلعی' متوفی ۷۶۲ھ' نصب الرایہ' مطبوعہ مجلس علمی سورۃ ہند' ۱۳۵۷ھ' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ

۷۴- حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی' المتوفی ۸۰۷ھ' مجمع الزوائد' مطبوعہ دار الکتاب العربی' بیروت' ۱۴۰۲ھ

۷۵- حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی' المتوفی ۸۰۷ھ' کشف الاستار' مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ' بیروت' ۱۴۰۴ھ

۷۶- امام ابو العباس احمد بن ابوبکر بوصیری' شافعی' متوفی ۸۴۰ھ' اتحاف الخیرۃ المہرۃ بزوائد المسانید العشرہ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ

۷۷- حافظ علاء الدین بن علی بن عثمان ماردینی ترکمان' متوفی ۸۴۵ھ' الجواہر النقی' مطبوعہ نشر السنہ' ملتان

۷۸- حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی' متوفی ۸۴۸ھ' تلخیص المستدرک' مطبوعہ مکتبہ دار الباز' مکہ مکرمہ

۷۹- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی' متوفی ۸۵۲ھ' المطالب العالیہ' مطبوعہ مکتبہ دار الباز' مکہ مکرمہ

۸۰- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ۹۱۱ھ' الجامع الصغیر' مطبوعہ دار المعرفہ بیروت' ۱۳۹۱ھ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ۱۴۲۰ھ

۸۱- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ۹۱۱ھ' جامع الاحادیث الکبیر' مطبوعہ دار الفکر' بیروت ۱۴۱۴ھ

۸۲- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ۹۱۱ھ' البدور السافرۃ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۶ھ' دار ابن حزم' بیروت' ۱۴۱۴ھ

۸۳- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ۹۱۱ھ' جمع الجوامع' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ

۸۴- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ۹۱۱ھ' الخصائص الکبریٰ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۰۵ھ

۸۵- علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی برہان پوری' متوفی ۹۷۵ھ' کنز العمال' مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ' بیروت

کتب تفاسیر

۸۶- امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری' متوفی ۳۱۰ھ' جامع البیان' مطبوعہ دار المعرفہ بیروت' ۱۴۰۹ھ' دار الفکر' بیروت

۸۷- امام عبد الرحمن بن محمد بن ادریس بن ابی حاتم رازی' متوفی ۳۲۷ھ تفسیر القرآن العزیز' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ

۸۸- امام ابو منصور محمد بن محمد ماتریدی حنفی' متوفی ۳۳۳ھ' تاویلات اہل السنۃ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ

۸۹- علامہ ابو الحسن علی بن احمد واحدی نیشاپوری' متوفی ۴۶۸ھ' الوسیط' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ

۹۰- امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی، متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر، مطبوعہ داراحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۱۵ھ
۹۱- علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی، متوفی ۶۶۸ھ، الجامع لاحکام القرآن، مطبوعہ دارالفکر، بیروت، ۱۴۱۵ھ
۹۲- قاضی ابوالخیر عبداللہ بن عمر بیضاوی شیرازی شافعی، متوفی ۶۸۵ھ، انوار التنزیل، مطبوعہ دارفراس للنشر والتوزیع، مصر
۹۳- علامہ ابوالبرکات احمد بن محمد نسفی، متوفی ۷۱۰ھ، مدارک التنزیل، مطبوعہ دارالکتب العربیہ، پشاور
۹۴- علامہ ابوالفضل سید محمود آلوسی حنفی، متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی، مطبوعہ داراحیاء التراث العربی، بیروت، دارالفکر، بیروت، ۱۴۱۷ھ
۹۵- شیخ اشرف علی تھانوی، متوفی ۱۳۶۴ھ، بیان القرآن، مطبوعہ تاج کمپنی، لاہور
۹۶- شیخ محمود الحسن دیوبندی، متوفی ۱۳۳۹ھ و شیخ شبیر احمد عثمانی، متوفی ۱۳۶۹ھ، حاشیۃ القرآن، مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ، لاہور

کتب شروح حدیث

۹۷- علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال مالکی اندلسی متوفی ۴۴۹ھ، شرح صحیح البخاری، مطبوعہ مکتبہ الرشید، ریاض، ۱۴۲۰ھ
۹۸- حافظ ابوعمرو ابن عبدالبر مالکی، متوفی ۴۶۳ھ، الاستذکار، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ، بیروت، ۱۴۱۳ھ
۹۹- حافظ ابوعمرو ابن عبدالبر مالکی متوفی ۴۶۳ھ، تمہید، مطبوعہ مکتبہ القدوسیہ لاہور، ۱۴۰۴ھ، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۹ھ
۱۰۰- قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ، اکمال المعلم بفوائد مسلم، مطبوعہ دارالوفا، بیروت، ۱۴۱۹ھ
۱۰۱- علامہ عبد الرحمٰن بن علی بن محمد جوزی متوفی ۵۹۷ھ، کشف المشکل علی صحیح البخاری، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ
۱۰۲- امام عبدالعظیم بن عبدالقوی منذری، متوفی ۶۵۶ھ، مختصر سنن ابوداؤد، مطبوعہ دارالمعرفہ، بیروت
۱۰۳- علامہ ابوعبداللہ فضل اللہ الحسن التورپشتی، متوفی ۶۶۱ھ، کتاب المسیر فی شرح مصابیح السنۃ، مکتبہ نزار مصطفیٰ، ۱۴۲۲ھ
۱۰۴- علامہ ابوالعباس احمد بن عمر ابراہیم القرطبی المالکی، المتوفی ۶۵۶ھ، المفہم، مطبوعہ دار ابن کثیر، بیروت، ۱۴۱۷ھ
۱۰۵- علامہ یحییٰ بن شرف نووی، متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع، کراچی، ۱۳۷۵ھ
۱۰۶- علامہ شرف الدین حسین بن محمد الطیبی، متوفی ۷۴۳ھ، شرح الطیبی، مطبوعہ ادارۃ القرآن، ۱۴۱۳ھ
۱۰۷- علامہ ابن رجب حنبلی، متوفی ۷۹۵ھ، فتح الباری، دار ابن الجوزی، ریاض، ۱۴۱۷ھ
۱۰۸- علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی، متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۵ھ
۱۰۹- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی، متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ، لاہور، دارالفکر، بیروت، ۱۴۲۰ھ
۱۱۰- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، نتائج الافکار فی تخریج الاحادیث الاذکار، دار ابن کثیر، بیروت
۱۱۱- حافظ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی، متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ، دارالکتب

العلمیہ' ۱۴۲۱ھ

۱۱۲- حافظ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ' شرح سنن ابوداؤد' مطبوعہ مکتبہ الرشید' ریاض' ۱۴۲۰ھ
۱۱۳- علامہ محمد بن محمد سنوسی مالکی متوفی ۸۹۵ھ' مکمل اکمال المعلم' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ
۱۱۴- علامہ احمد قسطلانی' متوفی ۹۱۱ھ' ارشاد الساری' مطبوعہ مطبعہ میمنہ' مصر' ۱۳۰۶ھ
۱۱۵- حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ' التوشیح علی الجامع الصحیح' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۰ھ
۱۱۶- حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ' الدیباج علی صحیح مسلم بن حجاج' مطبوعہ ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۴۱۲ھ
۱۱۷- حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ' تنویر الحوالک' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ
۱۱۸- علامہ ابو یحییٰ زکریا بن محمد انصاری متوفی ۹۲۶ھ' تحفۃ الباری بشرح صحیح البخاری' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۵ھ
۱۱۹- علامہ عبدالرؤف مناوی شافعی' متوفی ۱۰۰۳ھ' فیض القدیر' مطبوعہ دارالمعرفہ بیروت' ۱۳۹۱ھ' مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ
۱۲۰- علامہ عبدالرؤف مناوی شافعی' متوفی ۱۰۰۳ھ' شرح الشمائل' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی
۱۲۱- علامہ علی بن سلطان محمد القاری' متوفی ۱۰۱۴ھ' جمع الوسائل' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی
۱۲۲- علامہ علی بن سلطان محمد القاری' متوفی ۱۰۱۴ھ' شرح مسند ابی حنیفہ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۰۵ھ
۱۲۳- علامہ علی بن سلطان محمد القاری' متوفی ۱۰۱۴ھ' مرقات' مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان' ۱۳۹۰ھ' مکتبہ حقانیہ' پشاور
۱۲۴- علامہ علی بن سلطان محمد القاری' متوفی ۱۰۱۴ھ' الاسرار المرفوعۃ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۰۵ھ
۱۲۵- شیخ رشید احمد گنگوہی' متوفی ۱۳۲۳ھ' لامع الدراری علی جامع البخاری' مطبوعہ ایچ۔ ایم۔ سعید کمپنی
۱۲۶- شیخ عبدالحق محدث دہلوی' متوفی ۱۰۵۲ھ' اشعۃ اللمعات' مطبوعہ مطبع تیج کمار' لکھنو
۱۲۷- شیخ محمد بن علی بن محمد شوکانی' متوفی ۱۲۵۰ھ' تحفۃ الذاکرین' مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ' مصر' ۱۳۵۰ھ
۱۲۸- شیخ عبدالرحمٰن مبارک پوری' متوفی ۱۳۲۵ھ' تحفۃ الاحوذی' مطبوعہ نشر السنہ ملتان' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ
۱۲۹- شیخ انور شاہ کشمیری' متوفی ۱۳۵۲ھ' فیض الباری' مطبوعہ مطبع حجازی' مصر' ۱۳۵۷ھ
۱۳۰- شیخ شبیر احمد عثمانی' متوفی ۱۳۶۹ھ' فتح الملہم' مطبوعہ مکتبہ الحجاز' کراچی
۱۳۱- شیخ محمد بن زکریا بن محمد بن یحییٰ کاندھلوی' اوجز المسالک الی مؤطا مالک' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۰ھ
۱۳۲- شیخ محمد تقی عثمانی' انعام الباری' مطبوعہ مکتبۃ الحراء
۱۳۳- شیخ سلیم اللہ خان' کشف الباری' مکتبہ فاروقیہ' کراچی

کتب اسماء الرجال

۱۳۴- امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری' متوفی ۲۵۶ھ' التاریخ الکبیر' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۲ھ
۱۳۵- امام احمد بن شعیب نسائی' متوفی ۳۰۳ھ' منہج الامام النسائی فی الجرح والتعدیل' دارالاحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۴ھ

۱۳۶- امام ابوبکر احمد بن علی خطیب بغدادی' متوفی ۴۶۳ھ' تاریخ بغداد' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۷ھ
۱۳۷- حافظ جمال الدین ابوالحجاج یوسف مزی' متوفی ۷۴۲ھ' تہذیب الکمال' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۴ھ
۱۳۸- حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی' متوفی ۷۴۸ھ میزان الاعتدال' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ
۱۳۹- حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی' متوفی ۷۴۸ھ' الکاشف' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۸ھ
۱۴۰- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی' متوفی ۸۵۲ھ' تہذیب التہذیب' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت
۱۴۱- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی' متوفی ۸۵۲ھ' تقریب التہذیب' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت
۱۴۲- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ۹۱۱ھ' اللآلی المصنوعہ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۷ھ
۱۴۳- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ۹۱۱ھ' طبقات الحفاظ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۴ھ
۱۴۴- علامہ محمد بن طولون متوفی ۹۵۳ھ' الشذرۃ فی الاحادیث المشتہرۃ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۳ھ
۱۴۵- علامہ محمد طاہر پٹنی' متوفی ۹۸۶ھ' تذکرۃ الموضوعات' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ
۱۴۶- علامہ علی بن سلطان محمد القاری' المتوفی ۱۰۱۴ھ' موضوعات کبیر' مطبوعہ مطبع مجتبائی' دہلی
۱۴۷- علامہ اسماعیل بن محمد العجلونی' متوفی ۱۱۶۲ھ' کشف الخفاء ومزیل الالباس' مطبوعہ مکتبۃ الغزالی' دمشق

کتب لغت

۱۴۸- امام اللغۃ خلیل احمد فراہیدی' متوفی ۱۷۵ھ' کتاب العین' مطبوعہ انتشارات اسوہ' ایران' ۱۴۱۴ھ
۱۴۹- علامہ اسماعیل بن حماد الجوہری' متوفی ۳۹۸ھ' الصحاح' مطبوعہ دار العلم' بیروت' ۱۴۰۴ھ
۱۵۰- علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی' متوفی ۵۰۲ھ' المفردات' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفی الباز' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ
۱۵۱- علامہ محمود بن عمر زمخشری' متوفی ۵۸۳ھ' الفائق' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۷ھ
۱۵۲- علامہ محمد بن اثیر الجزری' متوفی ۶۰۶ھ' نہایہ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ
۱۵۳- علامہ محمد بن ابوبکر بن عبدالقادر رازی متوفی ۶۶۰ھ' مختار الصحاح' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ
۱۵۴- علامہ یحییٰ بن شرف نووی' متوفی ۶۷۶ھ' تہذیب الاسماء واللغات' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت
۱۵۵- علامہ جمال الدین محمد بن مکرم بن منظور افریقی' متوفی ۷۱۱ھ' لسان العرب' مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ' قم' ایران
۱۵۶- علامہ مجد الدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی' متوفی ۸۱۷ھ' القاموس المحیط' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت
۱۵۷- علامہ محمد طاہر پٹنی' متوفی ۹۸۶ھ' مجمع بحار الانوار' مطبوعہ مکتبہ دار الایمان' المدینۃ المنورۃ' ۱۴۱۵ھ
۱۵۸- علامہ سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی' متوفی ۱۲۰۵ھ' تاج العروس' مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ' مصر
۱۵۹- لوئیس معلوف الیسوعی' متوفی ۱۸۶۷ء' المنجد' مطبوعہ المطبعۃ الکاثولیکیہ' بیروت' ۱۹۲۷ء
۱۶۰- ابونعیم عبدالحکیم خان نشتر جالندھری' قائد اللغات' مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی' لاہور
۱۶۱- قاضی عبدالنبی بن عبدالرسول احمد نگری' دستور العلماء' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ

کتب تاریخ' سیرت وفضائل

۱۶۲- امام محمد بن سعد' متوفی ۲۳۰ھ' الطبقات الکبریٰ' مطبوعہ دار صادر بیروت' ۱۳۸۸ھ' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ

۱۶۳- امام ابوسعید عبد الملک بن ابی عثمان نیشاپوری متوفی ۴۰۶ھ' شرف المصطفیٰ' مطبوعہ دار البشائر الاسلامیہ' مکہ مکرمہ' ۱۴۲۴ھ

۱۶۴- امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری' متوفی ۳۱۰ھ' تاریخ الامم والملوک' مطبوعہ دار القلم' بیروت

۱۶۵- حافظ ابوعمرو یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبر' متوفی ۴۶۳ھ' الاستیعاب' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت

۱۶۶- قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی' متوفی ۵۴۴ھ' الشفاء' مطبوعہ عبدالتواب اکیڈمی ملتان' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ

۱۶۷- علامہ عبدالرحمٰن بن علی جوزی' متوفی ۵۹۷ھ' الوفاء' مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ' فیصل آباد

۱۶۸- علامہ ابوالحسن علی بن ابی الکرم الشیبانی المعروف بابن الاثیر' متوفی ۶۳۰ھ' اسد الغابہ' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' دار الکتب العلمیہ' بیروت

۱۶۹- علامہ ابوالحسن علی بن ابی الکرم الشیبانی المعروف بابن الاثیر' متوفی ۶۳۰ھ' الکامل فی التاریخ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت

۱۷۰- علامہ شمس الدین احمد بن محمد بن ابی بکر بن خلکان' متوفی ۶۸۱ھ' وفیات الاعیان' مطبوعہ منشورات الشریف الرضی' ایران

۱۷۱- حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۷۴۸ھ' سیر اعلام النبلاء' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۷ھ

۱۷۲- شیخ ابوعبداللہ محمد بن ابی بکر ابن القیم الجوزیہ المتوفی ۷۵۱ھ' زاد المعاد' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۹ھ

۱۷۳- علامہ تاج الدین ابونصر عبدالوہاب سبکی متوفی ۷۷۱ھ' طبقات الشافعیۃ الکبریٰ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۰ھ

۱۷۴- حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر شافعی' متوفی ۷۷۴ھ' البدایہ والنہایہ' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۸ھ

۱۷۵- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی' متوفی ۸۵۲ھ' الاصابہ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت

۱۷۶- علامہ نور الدین علی بن احمد سمہودی' متوفی ۹۱۱ھ' وفاء الوفاء' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۱ھ

۱۷۷- علامہ احمد قسطلانی' متوفی ۹۱۱ھ' المواہب اللدنیہ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ

۱۷۸- علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی' متوفی ۹۴۲ھ' سبل الہدیٰ والرشاد' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۴ھ

۱۷۹- علامہ علی بن سلطان محمد القاری' متوفی ۱۰۱۴ھ' شرح الشفاء' مطبوعہ دار الفکر بیروت' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ

۱۸۰- علامہ احمد شہاب الدین خفاجی' متوفی ۱۰۶۹ھ' نسیم الریاض' مطبوعہ دار الفکر بیروت' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ

۱۸۱- علامہ محمد عبدالباقی زرقانی' متوفی ۱۱۲۴ھ' شرح المواہب اللدنیہ' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۳۹۳ھ

کتب فقہ حنفی

۱۸۲- شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی' متوفی ۴۸۳ھ' المبسوط' مطبوعہ دار المعرفہ' بیروت' ۱۳۹۸ھ' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ

۱۸۳- شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی، متوفی ۴۸۳ھ، شرح سیر کبیر، مطبوعہ المکتبہ الثورۃ الاسلامیہ، افغانستان، ۱۴۰۵ھ
۱۸۴- علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی، متوفی ۵۸۷ھ، بدائع الصنائع، مطبوعہ ایچ-ایم-سعید اینڈ کمپنی، ۱۴۰۰ھ، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۸ھ
۱۸۵- علامہ حسین بن منصور اوز جندی، متوفی ۵۹۲ھ، فتاویٰ قاضی خاں، مطبوعہ مطبعہ کبریٰ بولاق، مصر، ۱۳۱۰ھ
۱۸۶- علامہ حسین بن منصور اوز جندی، متوفی ۵۹۲ھ، شرح الزیارات، داراحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۲۶ھ
۱۸۷- علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی، متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اولین وآخرین، مطبوعہ شرکت علمیہ، ملتان
۱۸۸- علامہ برہان الدین محمود بن صدر الشریعہ ابن مازہ البخاری متوفی ۶۱۶ھ، المحیط البرہانی، مطبوعہ ادارۃ القرآن، کراچی، ۱۴۲۴ھ
۱۸۹- امام فخر الدین عثمان بن علی متوفی ۷۴۳ھ، تبیین الحقائق، مطبوعہ ایچ-ایم سعید کمپنی، کراچی، ۱۴۲۱ھ
۱۹۰- علامہ محمد بن محمود بابرتی، متوفی ۷۸۶ھ، عنایہ، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۵ھ
۱۹۱- علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی، متوفی ۸۵۵ھ، بنایہ، مطبوعہ دارالفکر، بیروت، ۱۴۱۱ھ
۱۹۲- علامہ کمال الدین بن ہمام، متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۵ھ
۱۹۳- علامہ ابراہیم بن محمد حلبی، متوفی ۹۵۶ھ، غنیۃ المستملی، مطبوعہ سہیل اکیڈمی، لاہور، ۱۴۱۲ھ
۱۹۴- علامہ زین الدین بن نجیم، متوفی ۹۷۰ھ، البحر الرائق، مطبوعہ مطبعہ علمیہ، مصر، ۱۳۱۱ھ
۱۹۵- ملا بن سلطان محمد القاری المتوفی ۱۰۱۴ھ، فتح باب العنایۃ، مطبوعہ داراحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۲۶ھ
۱۹۶- علامہ علاء الدین محمد بن علی بن محمد حصکفی، متوفی ۱۰۸۸ھ، الدرالمختار، مطبوعہ داراحیاء التراث العربی، بیروت
۱۹۷- ملا نظام الدین متوفی ۱۱۶۱ھ، فتاویٰ عالمگیری، مطبوعہ مطبع کبریٰ امیریہ بولاق، مصر، ۱۳۱۰ھ
۱۹۸- علامہ احمد بن محمد طحطاوی متوفی ۱۲۳۱ھ، حاشیۃ الطحطاوی، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۸ھ
۱۹۹- علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی، متوفی ۱۲۵۲ھ، منحۃ الخالق، مطبوعہ مطبعہ علمیہ، مصر، ۱۳۱۱ھ
۲۰۰- علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی، متوفی ۱۲۵۲ھ، تنقیح الفتاویٰ الحامدیہ، مطبوعہ دارالاشاعۃ العربی، کوئٹہ
۲۰۱- علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی، متوفی ۱۲۵۲ھ، رسائل ابن عابدین، مطبوعہ سہیل اکیڈمی، لاہور، ۱۳۹۶ھ
۲۰۲- علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی، متوفی ۱۲۵۲ھ، ردالمحتار، مطبوعہ داراحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۰۷ھ، ۱۴۱۹ھ

کتب فقہ شافعی

۲۰۳- امام محمد بن ادریس شافعی، متوفی ۲۰۴ھ، الام، مطبوعہ دارالفکر، بیروت، ۱۴۰۳ھ
۲۰۴- علامہ ابوالحسین علی بن محمد حبیب ماوردی شافعی، متوفی ۴۵۰ھ، الحاوی الکبیر، مطبوعہ دارالفکر، بیروت، ۱۴۱۴ھ
۲۰۵- علامہ ابواسحاق شیرازی، متوفی ۴۵۵ھ، المہذب، مطبوعہ دارالمعرفہ، بیروت، ۱۳۹۳ھ
۲۰۶- علامہ یحییٰ بن شرف نووی، متوفی ۶۷۶ھ، شرح المہذب، مطبوعہ دارالفکر، بیروت، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۳ھ

کتب فقہ مالکی

۲۰۷- امام سحنون بن سعید تنوخی مالکی' متوفی ۲۵۶ھ' المدونۃ الکبریٰ' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت
۲۰۸- قاضی ابوالولید محمد بن احمد بن رشد مالکی اندلسی' متوفی ۵۹۵ھ' بدایۃ المجتہد' مطبوعہ دار الفکر' بیروت
۲۰۹- علامہ ابوالبرکات احمد دردیر مالکی' متوفی ۱۱۹۷ھ' الشرح الکبیر' مطبوعہ دار الفکر' بیروت
۲۱۰- علامہ شمس الدین محمد بن عرفہ دسوقی' متوفی ۱۲۱۹ھ' حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر' مطبوعہ دار الفکر' بیروت

کتب فقہ حنبلی

۲۱۱- علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ' متوفی ۶۲۰ھ' المغنی' مطبوعہ دار الحدیث' قاہرہ' ۱۴۲۵ھ
۲۱۲- علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ' متوفی ۶۲۰ھ' الکافی' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۴ھ
۲۱۳- شیخ ابوالعباس تقی الدین بن تیمیہ' متوفی ۷۲۸ھ' مجموعۃ الفتاویٰ' مطبوعہ ریاض' مطبوعہ دار الجیل' بیروت' ۱۴۱۸ھ
۲۱۴- علامہ شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن مفلح مقدسی' متوفی ۷۶۳ھ' کتاب الفروع' مطبوعہ عالم الکتب' بیروت
۲۱۵- علامہ موسیٰ بن احمد صالحی متوفی ۹۶۰ھ' کشاف القناع' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ

وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا

اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرو تو شمار نہ کرسکو گے (ابراہیم: ۳۴)

نعمۃ الباری

فی

شرح صحیح البخاری

کتاب بدء الوحی، کتاب الایمان، کتاب العلم، کتاب الوضوء، کتاب الغسل، کتاب الحیض، کتاب التیمم

تصنیف

علامہ غلام رسول سعیدی

ارشد برادرس

۱۵۲۱ کوتانہ اسٹریٹ سوئیوالان نئی دہلی

وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا

اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرو تو شمار نہ کر سکو گے (ابراہیم ۳۴)

نِعْمَةُ الْبَارِی عزوجل

فی

شرح صحیح البخاری

جلد سوم

الاحادیث: ۱۶۰۶ ——— ۹۴۲

کتاب الخوف، کتاب العیدین، کتاب الوتر، کتاب الاستسقاء، کتاب الکسوف، کتاب سجود القرآن، کتاب تقصیر الصلوٰۃ، کتاب التہجد، کتاب فضل الصلوٰۃ فی مسجد مکۃ والمدینۃ، کتاب العمل فی الصلوٰۃ، کتاب السہو، کتاب الجنائز، کتاب الزکوٰۃ، کتاب الحج

تصنیف

علامہ غلام رسول سعیدی

شیخ الحدیث دار العلوم نعیمیہ، کراچی-۳۸

ارشد برادرس

۱۵۶۱ گلی کوتانا، سوئیوالان، نئی دہلی ۲

نام کتاب : نعمۃ الباری فی شرح صحیح البخاری

تصنیف : مفسر قرآن علامہ غلام رسول سعیدی

تصحیح : حافظ محمد اکرم ساجد سید عمیر الحسن برنی

جلد : سوم

الطبع الاوّل : جنوری 2010ء بمطابق محرم الحرام ۱۴۳۱ھ

طبع : گلشن پرنٹرس، دہلی

ناشر : ارشد برادرس، نئی دہلی۔۲

ARSHAD BROTHERS

PUBLISHER, BOOK SELLERS & JOB WORKS ETC.

1561, Gali Kotana, Suiwalan, New Delhi-2

Phone: 23276879, 42797862

23266879, 42797863

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست مضامین

نعمة الباری فی شرح صحیح البخاری (جلد سوئم)

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
☆	**خطبة الكتاب**	49
	۱۲ - كتاب الخوف	51
	باب:۱	
1	نماز خوف کے ابواب	51
2	نماز خوف کا طریقہ اس کی رکعت کی تعداد اور اس کا حکم	51
3	حدیث مذکور کے رجال	53
4	نجد کا محل وقوع اور اس کا حدود اربعہ	53
5	نماز خوف کے متعلق متعدد اور مختلف احادیث	54
6	نماز خوف پڑھنے والی دو جماعتوں کی تعداد اور ان کا مسافر یا مقیم ہونا	54
	باب:۲	
7	نماز خوف کو پیدل یا سواری پر پڑھنا' کھڑے ہوئے' چلتے ہوئے	55
8	شدت خوف میں پیدل یا سواری پر نماز پڑھنے کے متعلق مذاہب فقہاء	55
9	حدیث مذکور کے رجال	56
10	شدت قتال میں پیدل اور سواری پر نماز پڑھنے کے متعلق فقہاء تابعین اور ائمہ کے مذاہب	56
11	لڑائی کے دوران نماز کا وقت آ جائے تو آیا مجاہد سواری پر نماز پڑھے یا نہیں؟	57
	باب:۳	
12	نماز خوف میں مسلمان ایک دوسرے کی حفاظت کریں	58
13	حدیث مذکور کے رجال	58
14	فقہاء مالکیہ اور فقہاء حنفیہ کا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اس حدیث مذکور پر عمل نہ کرنا	58
15	حضرت ابن عباس کی اس حدیث مذکور کی تحقیق	59
16	فقہاء حنبلیہ کا حضرت ابن عباس کی حدیث مذکور پر عمل کرنا	60
17	حافظ ابن حجر کا اس حدیث کی تحقیق سے گریز	60
	باب:٤	
18	قلعوں پر چڑھائی اور دشمن کے مقابلہ کے وقت نماز پڑھنا	61
19	جنگ خندق کے دن نماز قضاء ہونے کا سبب	62
20	حافظ عینی اور حافظ ابن حجر کا مناقشہ اور حالت نماز میں قتال کے متعلق مذاہب ائمہ	63
	باب:٥	
21	مسلمان دشمن کا پیچھا کر رہے ہوں یا دشمن مسلمانوں کا تعاقب کر رہا ہو تو نماز خوف سواری پر اور پیادہ پڑھی جائے	63
22	حدیث مذکور کے رجال	64
23	بنو قریظہ کی طرف روانگی کا پس منظر اور پیش منظر	64
24	فقہاء کا اس میں اختلاف کہ آیا تعاقب کرنے والے کا سواری پر اشارہ سے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟	65

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
25	نماز میں اتنی تاخیر کرنا کہ نماز کا وقت نکل جائے' یہ کفر نہیں	65
26	حدیث کے ظاہر الفاظ اور اس کے مفہوم اور منشاء پر عمل کرنا' ہر دو طریقے صحیح ہیں	65
27	صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی حدیثوں میں تطبیق	66
	باب:٦	
28	حملہ کے وقت اور جنگ میں صبح کی نماز اندھیرے میں پڑھنا اور اللہ اکبر کا نعرہ لگانا	66
	۱۳- كتاب العيدين	68
	باب:١	
1	عیدین اور ان دنوں میں زینت کو اختیار کرنا	68
	باب:٢	
2	عید کے دن برچھیوں اور ڈھالوں سے جنگی مشق کرنا	69
3	حدیث مذکور کے رجال	69
4	جنگ بعاث' "مزمار' غناء" کا معنی اور عید کے دن "غناء" کا دف کے ساتھ مباح ہونا	69
5	عید کے دن دف کے ساتھ غناء کے مباح ہونے پر فقہاء مالکیہ کی تصریح	70
	باب:٣	
6	اہل اسلام کے لیے عیدین کی سنت	71
7	حدیث مذکور کے رجال	71
8	عیدین کی نماز کے شرعی حکم میں مذاہب فقہاء	71
9	آلات موسیقی کے ساتھ گانا گانے کے متعلق ائمہ مذاہب اور فقہاء اسلام کی آراء	73
10	آلات موسیقی کے ساتھ گانا گانے کے متعلق علماء غیر مقلدین کی آراء	76
	باب:٤	
11	عید الفطر کے دن (نماز کے لیے) نکلنے سے پہلے کچھ کھانا	76
12	حدیث مذکور کے رجال	77
13	عید الفطر کے دن نماز سے پہلے کچھ کھانے کے متعلق صحابہ اور فقہاء تابعین کے معمولات	77
14	باب مذکور کی مؤید دیگر احادیث	78
	باب:٥	
15	قربانی کے دن کھانا	78
16	بعض الفاظ کے معانی	79
17	شہر میں نماز عید سے پہلے قربانی کرنے کا عدم جواز' قربانی کے جواز کی شرط میں مذاہب ائمہ اور قربانی کے وجوب پر دلیل	79
	باب:٦	
18	بغیر منبر کے عیدگاہ کی طرف نکلنا	80
19	عیدگاہ میں منبر لے جانا اور نہ لے جانا ہر دو صورتیں جائز ہیں	81
20	سب سے پہلے عید کی نماز پر خطبہ کو کس نے مقدم کیا	82
21	عیدین کی نماز پر خطبہ کو مقدم کرنے کی ممانعت کے متعلق احادیث اور آثار	83
	باب:٧	
22	عید کی نماز کے لیے پیدل اور سواری پر جانا اور اذان اور اقامت کے بغیر عید کی نماز کو خطبہ سے پہلے پڑھنا	83
23	حدیث مذکور کے رجال	84
24	حدیث مذکور کے رجال	85
25	عید کی نماز پڑھنے کے لیے پیدل یا سوار ہو کر جانے میں مذاہب فقہاء	85

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	باب:۸	
26	نماز عید کے بعد خطبہ دینا	86
27	عید کی نماز دو رکعت ہے	86
28	نماز عید سے پہلے اور بعد نفل پڑھنے کے متعلق اختلاف فقہاء	87
29	نماز عید پڑھنے کے لیے عورتوں کے عیدگاہ میں جانے کے متعلق اختلاف فقہاء اور صدقہ کے مسائل	87
	باب:۹	
30	عید کے دن اور حرم میں ہتھیار اٹھانا مکروہ ہے	88
31	حدیث مذکور کے رجال	89
32	حضرت ابن عمر کے تلوے میں نیزہ کی نوک چبھونے میں حجاج بن یوسف کا کردار	89
33	ہتھیار لے کر چلنے کی ممانعت کے باوجود مسلمانوں کی موجودہ روش	90
	باب:۱۰	
34	عید کی نماز کے لیے جلدی روانہ ہونا	90
35	''الجذع'' کے فقہی معانی	91
	باب:۱۱	
36	ایام تشریق میں عمل کی فضیلت	92
37	حدیث مذکور کے رجال	94
38	ایام تشریق میں تکبیرات پڑھنا نفلی عبادات سے افضل ہے نہ کہ فرائض سے اور جان اور مال کو خطرہ میں ڈالنے کا معنی	94
39	جہاد کا افضل اعمال ہونا اور بعض ایام کی بعض دوسرے ایام پر فضیلت	94
	باب:۱۲	
40	ایام منیٰ میں جب صبح کو عرفہ کی طرف جانا ہو تو تکبیر پڑھنا	95
41	ائمہ مذاہب کے نزدیک تکبیرات تشریق پڑھنے کا حکم	95
42	ائمہ مذاہب کے نزدیک تکبیرات تشریق کی ابتداء اور انتہاء کا وقت	95
43	تلبیہ میں تکبیر کو داخل کر دینا	96
44	عیدین میں تکبیرات پڑھنے کی تفصیل اور مذاہب ائمہ	97
	باب:۱۳	
45	عید کے دن نیزے کی طرف نماز پڑھنا	97
46	نمازی کے سامنے سترہ قائم کرنا سنت ہے، فرض یا واجب نہیں۔	98
	باب:۱۴	
47	عید کے دن نیزہ یا برچھی کو امام کے سامنے گاڑنا	98
	باب:۱۵	
48	خواتین اور حیض والی عورتوں کا عیدگاہ کی طرف جانا	98
	باب:۱۶	
49	بچوں کا عیدگاہ کی طرف جانا	98
	باب:۱۷	
50	عید کے خطبہ میں امام کا لوگوں کی طرف منہ کرنا	99
	باب:۱۸	
51	عیدگاہ میں جھنڈا لگانا	100
	باب:۱۹	
52	عید کے دن امام کا خواتین کو نصیحت کرنا	100
	باب:۲۰	
53	جب عید کے دن کسی عورت کے پاس چادر نہ ہو	101
	باب:۲۱	
54	حیض والی عورتوں کا نماز کی جگہوں سے الگ رہنا	102

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	باب:۲۲	
55	قربانی کے دن عیدگاہ میں نحر اور ذبح کرنا	103
	باب:۲۳	
56	عید کے خطبہ میں امام کا لوگوں سے کلام کرنا اور جب امام سے کسی چیز کے متعلق سوال کیا جائے اور وہ اس وقت خطبہ دے رہا ہو	103
57	حدیث مذکور کے رجال	105
58	قربانی کے وجوب کے متعلق دیگر احادیث	105
	باب:۲۴	
59	جس نے نماز عید کے بعد راستہ تبدیل کیا	105
	باب:۲۵	
60	جب کسی شخص کی نماز عید فوت ہو جائے تو وہ دو رکعت نماز پڑھے	106
61	عید کی نماز قضاء پڑھنے میں فقہاء کا اختلاف	106
	باب:۲۶	
62	نماز عید سے پہلے اور اس کے بعد نماز پڑھنا	107
	۱۴ - کتاب الوتر	109
	باب:۱	
1	وتر کا بیان	109
2	ایک رکعت نماز وتر کے رد میں احادیث	109
3	تین رکعت نماز وتر کے ثبوت میں احادیث	110
4	ایک رکعت وتر پڑھنے کی حدیث کا جواب	111
5	ایک رکعت وتر کے رد میں مزید احادیث اور صحابہ اور فقہاء تابعین کے آثار	111
6	تین رکعت وتر کے ثبوت میں صحابہ کرام اور فقہاء تابعین کے آثار	112
	باب:۲	
7	وتر پڑھنے کے اوقات	114
8	حدیث مذکور کے رجال	115
9	رات کے مختلف اوقات میں وتر پڑھنے کے متعلق مذاہب فقہاء	115
	باب:۳	
10	نبی ﷺ کا اپنے گھر والوں کو وتر کے لیے بیدار کرنا	116
	باب:۴	
11	(رات کو) اپنی آخری نماز وتر کو بنانا چاہیے	116
12	وتر کے واجب یا سنت ہونے میں ائمہ مذاہب کا اختلاف اور علامہ ابن بطال کے وجوب کے خلاف دلائل	116
13	علامہ ابن بطال کے دلائل کے مصنف کی طرف سے جوابات	117
14	وتر کے وجوب پر احادیث اور آثار	117
	باب:۵	
15	سواری پر وتر پڑھنا	119
16	حدیث مذکور کے رجال	119
17	سواری پر وتر پڑھنے کے متعلق فقہاء مالکیہ کے دلائل	119
18	سواری پر وتر پڑھنے کے منسوخ ہونے کا بیان	120
19	سواری پر وتر پڑھنے کے عدم جواز کے متعلق صحابہ کرام اور فقہاء تابعین کے آثار	121
	باب:۶	
20	سفر میں وتر پڑھنا	122
	باب:۷	
21	رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد دعائے قنوت پڑھنا	122
22	حدیث مذکور کے رجال	123
23	حدیث مذکور کی تفصیل	123
24	رکوع سے پہلے دعاء قنوت پڑھنے میں مذاہب فقہاء	123

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
25	رکوع سے پہلے دعاء قنوت پڑھنے کے متعلق احادیث اور آثار	125
26	دعاء قنوت کے متعلق احادیث	126
27	صبح کی نماز میں دعائے قنوت نہ پڑھنے کے متعلق احادیث آثار اور فقہاء تابعین کے اقوال	127
28	فجر اور مغرب کی نماز میں دعائے قنوت پڑھنے کے متعلق مذاہب ائمہ	128
29	"کتاب الوتر" کا اختتام	128
	۱۵- کتاب الاستسقاء	130
	باب:۱	
1	بارش کو طلب کرنا اور نبی ﷺ کا بارش طلب کرنے کے لیے نکلنا	130
2	حدیث مذکور کے رجال	130
3	نماز استسقاء پڑھنے کے متعلق فقہاء مالکیہ کا نظریہ	131
4	بارش کی دعا کے وقت چادر پلٹنے کا طریقہ اور اس کی حکمت	131
5	استسقاء میں باجماعت نماز کے متعلق مذاہب فقہاء	131
6	استسقاء میں نماز نہ پڑھنے کے متعلق صحابہ کرام اور فقہاء تابعین کے آثار	132
7	نماز استسقاء کے متعلق امام ابوحنیفہ کے مؤقف کی وضاحت	132
	باب:۲	
8	نبی ﷺ کی کفار کے متعلق یہ دعا: اے اللہ! ان پر ایسے سال ڈال دے جیسے حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں کفار پر ڈالے تھے	133
9	اس اعتراض کا جواب کہ کفار کے خلاف دعاء ضرر کرنا تو آپ کی رحمت کے خلاف ہے	133
10	مشکل الفاظ کے معانی اور حدیث مذکور کا خلاصہ	135
	باب:۳	
11	جب قحط پڑ جائے تو لوگوں کا امام سے بارش طلب کرنے کا سوال کرنا	136
12	اس اعتراض کا جواب کہ ابوطالب کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ آپ کے چہرے سے بارش طلب کی جاتی ہے؟	136
13	رسول اللہ ﷺ اور دیگر ذوات قدسیہ کے وسیلہ کا جواز	137
14	رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد آپ سے استمداد کا ثبوت	138
	باب:۴	
15	استسقاء میں چادر کو پلٹنا	139
16	نماز استسقاء کے طریقہ کے متعلق احادیث اور دیگر مسائل	139
	باب:۵	
17	جب اللہ کی حدود کو پامال کیا جائے تو رب عزوجل کا قحط جاری کر کے اپنی مخلوق سے انتقام لینا	140
	باب:۶	
18	جامع مسجد میں بارش طلب کرنا	140
19	راستے منقطع ہونے کی توجیہ اور دیگر مسائل	142
	باب:۷	
20	جمعہ کے خطبہ میں بارش کی طلب کی دعا کرنا جب کہ خطیب کا قبلہ کی طرف منہ نہ ہو	142
	باب:۸	
21	منبر پر بارش کی طلب کی دعا کرنا	143
	باب:۹	
22	جس نے نماز استسقاء کے لیے نماز جمعہ پر اکتفاء کی	144

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	باب:۱۰	
23	جب بارش کی کثرت سے راستے منقطع ہو جائیں' اس وقت دعا کرنا	144
	باب:۱۱	
24	وہ جو کہا گیا ہے کہ نبی ﷺ نے جمعہ کے دن بارش کی طلب میں چادر کو نہیں پلٹا	145
	باب:۱۲	
25	جب لوگ امام سے یہ سفارش کریں کہ وہ ان کے لیے بارش کے نزول کی دعا کرے اور وہ ان کی سفارش رد نہ کرے	145
	باب:۱۳	
26	جب قحط کے وقت مشرکین' مسلمانوں سے دعا کی درخواست کریں	146
	باب:۱۴	
27	جب زیادہ بارش ہو تو یہ دعا کرنا: ہمارے اردگرد برسا! ہم پر نہ برسا!	147
	باب:۱۵	
28	بارش طلب کرنے کے لیے کھڑے ہو کر دعا کرنا	147
	باب:۱۶	
29	نماز استسقاء میں بلند آواز سے قراءت کرنا	148
30	نماز استسقاء میں خطبہ نماز کے بعد پڑھنا چاہیے یا پہلے؟	148
	باب:۱۷	
31	نبی ﷺ لوگوں کی طرف پشت کس طرح پھیرتے تھے	149
	باب:۱۸	
32	نماز استسقاء دو رکعت ہے	149
33	نماز استسقاء میں دعا کے وقت قبلہ کی طرف منہ کرے اور خطبہ کے وقت لوگوں کی طرف' اور نماز استسقاء کی تکبیرات میں اختلاف ائمہ	149
	باب:۱۹	
34	عیدگاہ میں بارش کی طلب کی دعا کرنا	150
35	نماز استسقاء میں نماز کو خطبہ پر مقدم کرنے کی دلیل اور چادر پہننے کا طریقہ	150
	باب:۲۰	
36	استسقاء میں قبلہ کی طرف منہ کرنا	151
	باب:۲۱	
37	نماز استسقاء میں لوگوں کا امام کے ساتھ ہاتھ بلند کرنا	151
38	قحط اور دیگر مصائب میں دعا کے لیے ہاتھ اٹھانے کا طریقہ	152
39	حدیث مذکور کے رجال	152
	باب:۲۲	
40	نماز استسقاء میں امام کا اپنا ہاتھ بلند کرنا	152
41	اس اشکال کا جواب کہ حضرت انس نے استسقاء کے علاوہ دعا میں ہاتھ اٹھانے کی نفی کی ہے حالانکہ دیگر دعاؤں میں بھی ہاتھ اٹھانا ثابت ہے	153
42	نماز استسقاء کے علاوہ دیگر مقامات پر دعا میں ہاتھ اٹھانے کا استحباب	153
	باب:۲۳	
43	جب بارش ہو تو کیا کہا جائے؟	154
44	حدیث مذکور کے رجال	154
	باب:۲۴	
45	جو شخص بارش میں ٹھہرا رہا حتیٰ کہ اس کی ڈاڑھی سے پانی ٹپکنے لگا	154
	باب:۲۵	
46	جب آندھی چلے تو کیا کیا جائے؟	155

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
47	آندھی کو دیکھ کر نبی ﷺ کے خوف زدہ ہونے کا سبب	155
48	آندھی اور بارش کے متعلق دیگر احادیث	156
	باب:۲۶	
49	نبی ﷺ کا ارشاد کہ صبا سے میری مدد کی گئی ہے	157
50	حدیث مذکور کے فوائد اور مسائل	158
51	بادِ صبا سے رسول اللہ ﷺ کی مدد فرمانا اور بادِ دبور سے قوم عاد کو ہلاک فرمانا	158
	باب:۲۷	
52	زلزلوں اور علاماتِ قیامت کے متعلق جو کہا گیا ہے	159
53	حدیث مذکور کے رجال	159
54	صحیح بخاری کے اس نسخہ میں نبی ﷺ کا ذکر نہیں ہے	160
55	نجد کے لیے دعا نہ کرنے کا سبب	160
56	شیخ حسین احمد مدنی کی محمد بن عبد الوہاب نجدی اور فرقہ وہابیہ نجدیہ کے متعلق تصریحات	160
57	علامہ سلیمان بن عبد الوہاب کی محمد بن عبد الوہاب نجدی اور فرقہ وہابیہ نجدیہ کے متعلق تصریحات	164
58	علامہ سلیمان بن عبد الوہاب متوفی ۱۲۰۸ھ	164
59	توحید و رسالت کی گواہی سے مسلمانوں کی تکفیر پر ردّ	164
60	سجدہ کی بناء پر تکفیر مسلمین کا ردّ	164
61	تکفیر مسلمین کے ردّ پر پہلی حدیث	164
62	تکفیر مسلمین کے ردّ پر دوسری حدیث	165
63	تکفیر مسلمین کے ردّ پر تیسری حدیث	165
64	تکفیر مسلمین کے ردّ پر چوتھی حدیث	167
65	تکفیر مسلمین کے ردّ پر پانچویں حدیث	168
66	تکفیر مسلمین کے ردّ پر چھٹی حدیث	168
67	علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ	169
	باب:۲۸	
68	اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور (قرآن میں) تم اپنا حصہ یہ رکھتے ہو کہ تم اس کو جھٹلاتے ہو○ (الواقعہ:۸۲)	169
	باب:۲۹	
69	اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ بارش کب آئے گی	170
70	کاہنوں اور نجومیوں کی خبروں کا جھوٹا ہونا	171
71	علوم خمسہ اور علم غیب کی تحقیق	171
72	''کتاب الاستسقاء'' کا اختتام	173
	۱۶-کتاب الکسوف	174
	باب:۱	
1	سورج گہن لگنے کی نماز کا بیان	174
2	حدیث مذکور کے رجال	175
3	سورج گرہن کی نماز میں اختلاف فقہاء اور فقہاء احناف کی دلیل	175
4	حدیث مذکور کے رجال	176
5	حدیث مذکور کے رجال	177
6	حدیث مذکور کے رجال	178
7	حضرت ابراہیم بن رسول اللہ ﷺ کا تذکرہ	178
	باب:۲	
8	سورج گہن کے دن صدقہ کرنا	178
9	نماز کسوف میں قراءت کی مقدار	179
10	نماز کسوف کی ایک رکعت میں ایک سے زیادہ رکوع کرنے کی احادیث	179
11	ایک رکعت میں ایک رکوع کرنے کے متعلق احادیث	179
12	زنا سے ڈرانا، صدقہ کرنے سے عذاب کا دُور ہونا اور کھیل کود کی مذمت	180
	باب:۳	
13	سورج گہن کے دن یہ نداء کرنا کہ جماعت تیار ہے	180

نمبرشار	عنوان	صفحہ
14	حدیث مذکور کے رجال	181
	باب:٤	
15	سورج گہن کی نماز میں امام کا خطبہ	181
	باب:٥	
16	سورج گہن کے لیے ''کسفت الشمس'' کہا جائے یا ''خسفت الشمس'' کہا جائے	183
	باب:٦	
17	نبی ﷺ کا یہ ارشاد کہ اللہ اپنے بندوں کو ''کسوف'' (گہن) سے ڈراتا ہے	184
	باب:٧	
18	سورج گہن میں عذابِ قبر سے پناہ مانگنا	184
19	عذابِ قبر کا برحق اور سنگین ہونا	185
	باب:٨	
20	نمازِ کسوف میں طویل سجدہ کرنا	185
	باب:٩	
21	سورج گرہن کی نماز کو جماعت کے ساتھ پڑھنا	186
22	ایک رکعت میں ایک رکوع کرنے کے متعلق مزید احادیث	186
23	حضرت عائشہ اور حضرت ابن عباس سے جو ایک رکعت میں دو رکوع کی احادیث مروی ہیں' ان کے جوابات	187
24	نبی ﷺ نے نمازِ کسوف میں سرّاً قراءت کی یا جہراً	189
25	اس کی تحقیق کہ نبی ﷺ نے نمازِ کسوف میں عین جنت کو دیکھا تھا یا اس کی مثال اور تصویر کو؟	189
26	جنت کو دیکھنے کی توجیہ اور جنت کا طعام نہ لانے کی وجوہ	190
	باب:١٠	
27	سورج گہن کی نماز کو عورتوں کا مردوں کے ساتھ پڑھنا	191
28	عورتوں کے مردوں کے ساتھ نمازِ کسوف پڑھنے میں مذاہبِ فقہاء	191
	باب:١١	
29	جو شخص سورج گہن میں غلام آزاد کرنے کو پسند کرتا ہے	193
	باب:١٢	
30	سورج گہن کی نماز مسجد میں پڑھنا	193
	باب:١٣	
31	کسی کی موت اور حیات کی وجہ سے سورج کو گہن نہیں لگتا	194
	باب:١٤	
32	سورج گہن میں ذکر کرنا	195
33	حدیث مذکور کے رجال	195
34	اس کی توجیہ کہ نبی ﷺ اس طرح خوف زدہ ہوئے جیسے قیامت آگئی ہو حالانکہ ابھی قیامت کی علامات نہیں آئیں	196
	باب:١٥	
35	سورج گہن کی نماز میں دعا کرنا	197
	باب:١٦	
36	امام کا نمازِ کسوف کے خطبہ میں اما بعد کہنا	197
	باب:١٧	
37	چاند گہن میں نماز پڑھنا	197
38	اس اعتراض کا جواب کہ یہ حدیث عنوان کے مطابق نہیں ہے	198
	باب:١٨	
39	جب نمازِ کسوف میں پہلی رکعت لمبی پڑھی جائے	198
	باب:١٩	
40	چاند گرہن کی نماز میں بلند آواز سے قرآن پڑھنا	199

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
41	حدیث مذکور کے رجال	199
42	''کتاب الکسوف'' کا اختتام	200
	۱۷ - کتاب سجود القران	201
	باب:۱	
1	سجود القرآن یعنی سجدۂ تلاوت کی احادیث کے ابواب	201
2	حدیث مذکور کے رجال	201
3	سورۃ النجم اور المفصل (النجم' الانشقاق اور العلق) کے سجدات میں مذاہب فقہاء اور امام ابوحنیفہ کے مذہب کی احادیث سے تقویت اور تائید	201
4	المفصل کی تین آیات میں سجدۂ تلاوت کا نبی ﷺ سے ثبوت	203
5	دس آیات سجدہ متفق علیہا ہیں	203
6	سورۂ صٓ کے سجدے میں مذاہب فقہاء	204
7	سورۃ الحج کے آخری سجدہ میں مذاہب فقہاء	204
8	سجدات تلاوت کے متعلق ائمہ کے مذاہب کا خلاصہ	205
9	سجدۂ تلاوت کا شرعی حکم	205
10	سجدۂ تلاوت کے وجوب کے ثبوت میں قرآن مجید کی آیات	205
11	سجدۂ تلاوت کے ثبوت میں آثار صحابہ اور فقہاء تابعین کے اقوال	206
	باب:۲	
12	سورۃ تنزیل السجدہ میں سجدۂ تلاوت	206
	باب:۳	
13	سورۂ صٓ کا سجدہ	207
14	سورۂ صٓ کے سجدہ میں صحابہ' تابعین اور ائمہ کا اختلاف' نیز مؤکد سجدات کی تعداد میں صحابہ اور ائمہ کا اختلاف	207
15	سورۂ صٓ کے سجدہ کے ثبوت میں احادیث' آثار اور فقہاء تابعین کے اقوال	208
	باب:۴	
16	سورۃ النجم کا سجدہ	209
	باب:۵	
17	مسلمانوں کا مشرکین کے ساتھ سجدہ کرنا اور مشرک نجس ہے اُس کا وضوء نہیں ہوتا	209
18	بے وضوء سجدۂ تلاوت کرنے کی تحقیق	210
19	امام بخاری کی تعلیق مذکور پر علامہ ابن بطال کا تبصرہ	210
20	امام بخاری کی تعلیق مذکور پر علامہ عینی کا تبصرہ	212
	باب:۶	
21	جس نے آیت سجدہ کو پڑھا اور سجدہ نہیں کیا	212
22	حدیث مذکور کے رجال	213
23	علامہ ابن بطال کا حدیث مذکور سے سجدۂ تلاوت کے عدم وجوب پر استدلال اور مصنف کے جوابات	213
	باب:۷	
24	سورۃ ''اذا السماء انشقت'' کا سجدہ	213
	باب:۸	
25	جس نے آیت سجدہ پڑھنے والے کی وجہ سے سجدہ کیا	214
26	سجدۂ تلاوت کرنے کے وجوب پر مزید دلائل	214
	باب:۹	
27	جب امام آیت سجدہ کو پڑھے تو لوگوں کا رش	215
	باب:۱۰	
28	جس کا یہ نظریہ تھا کہ اللہ عزوجل نے سجدۂ تلاوت کو واجب نہیں کیا	215
29	حدیث مذکور میں وجوب کے خلاف الفاظ کے جوابات	217

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
30	سجدۂ تلاوت کے وجوب کے خلاف حافظ ابن حجر کی تاویلات اور مصنف کے جوابات	217
	باب:١١	
31	جس نے نماز میں سجدۂ تلاوت کی آیت پڑھی' پس اس پر سجدہ کیا	218
	باب:١٢	
32	جس نے رش کی وجہ سے سجدہ کرنے کی جگہ نہیں پائی	219
33	"ابواب سجود القرآن" کی تکمیل	219
	١٨-كتاب تقصير الصلوٰة	220
	باب:١	
1	نمازوں کو قصر کرنا' اور نمازوں کو قصر کرنے کے لیے مسافر کتنے دن ٹھہرے	220
2	حدیث مذکور کے رجال	220
3	سفر میں مدت اقامت کے متعلق مختلف احادیث	220
4	مدت قصر کی احادیث میں علامہ عینی حنفی کے بیان کردہ محامل	221
5	مدت قصر کی احادیث میں علامہ ابن بطال مالکی کے بیان کردہ محامل	221
6	مدت قصر میں ائمہ مجتہدین کے مذاہب	223
7	مدت قصر میں امام ابوحنیفہ کے مذہب کی تصریح	223
8	مدت قصر میں امام ابوحنیفہ کی تائید میں آثار اور اقوال تابعین	224
9	نماز قصر کی مشروعیت کی ابتداء	224
10	حدیث مذکور کے رجال	225
11	حدیث میں مذکور مکہ میں دس دن قیام کا محمل	225
12	ائمہ ثلاثہ کی چار دن اقامت کی دلیل کا رد اور اقامت کی شرائط	226
	باب:٢	
13	منیٰ میں نماز کا بیان	227
14	اہل مکہ کے لیے منیٰ میں نماز کو قصر کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء	227
15	قصر کرنے کے لیے مسافت کی مقدار	228
16	حضرت عثمان نے منیٰ میں جو چار رکعت نماز پڑھی' اس کی توجیہات اور بحث ونظر	229
17	حدیث مذکور کے رجال	231
18	حدیث مذکور کے رجال	231
19	قصر کے واجب یا سنت ہونے میں فقہاء کا اختلاف	231
20	قصر کے واجب ہونے کے متعلق احادیث' آثار اور فقہاء تابعین کے اقوال	232
	باب:٣	
21	نبی ﷺ نے اپنے حج میں کتنے دن قیام کیا	234
22	حدیث مذکور کے رجال	234
23	نبی ﷺ کے مکہ میں دس دن قیام اور ارکان حج کی ادائیگی کی تفصیل	234
24	حج کے احرام کو منسوخ کر کے عمرہ قرار دینے میں اختلاف فقہاء	235
	باب:٤	
25	نماز کو قصر کرنے کی کم سے کم مدت	235
26	حدیث مذکور کے رجال	236
27	بغیر محرم کے عورت کے سفر حج میں مذاہب فقہاء	236
28	بغیر محرم کے عورت کے سفر کی ممانعت کی مختلف احادیث میں علامہ ابن بطال کی تطبیق	238
29	بغیر محرم کے عورت کے سفر کی ممانعت کی مختلف احادیث میں مصنف کی تطبیق	238
30	متعدد خواتین کے ساتھ عورت کے سفر حج پر علامہ	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	ابن بطال کا استدلال اور مصنف کا جواب	238	46	حدیث مذکور کے رجال	247
	باب:۵		47	سفر میں سنتیں پڑھنے کے متعلق حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے قول اور فعل کے تعارض کا جواب	247
31	جب کوئی شخص اپنی جگہ (حدود شہر) سے نکلے تو قصر کرے	239	48	سفر میں سنتیں پڑھنے کے متعلق مذاہب فقہاء	247
32	حدیث مذکور کے رجال	240		**باب:۱۲**	
33	شہر کی حدود اور مضافات سے نکلنے کے بعد نماز کو قصر کیا جائے گا	240	49	جس نے فرض سے پہلے اور بعد کے علاوہ سفر میں نفل پڑھے	248
	باب:٦		50	سفر میں فرض سے پہلے اور فرض کے بعد سنتیں پڑھنے کے ثبوت میں احادیث	249
34	سفر میں مغرب کی تین رکعت پڑھی جائیں گی	241		**باب:۱۳**	
35	حدیث مذکور کے رجال	241	51	سفر میں مغرب اور عشاء کی نمازوں کو جمع کرنا	250
36	سفر میں نمازوں کو صورۃً جمع کرنے کے متعلق احادیث	241	52	ایک نماز کے وقت میں دو نمازوں کو جمع کرنے کے ثبوت میں ائمہ ثلاثہ کی طرف سے حافظ ابن حجر کے دلائل	251
	باب:۷				
37	سواری پر نفل نماز پڑھنا خواہ سواری کا منہ کسی طرف ہو	243			
38	حدیث مذکور کے رجال	243	53	حافظ ابن حجر کے دلائل کے مصنف کی طرف سے جوابات	252
39	سفر اور حضر میں سواری پر نفل پڑھنے کے متعلق مذاہب فقہاء	243		**باب:۱٤**	
	باب:۸		54	جب مغرب اور عشاء کی نمازوں کو جمع کرے تو پہلے اذان دے یا اقامت کہے؟	253
40	سواری پر اشارے سے نماز پڑھنا	244			
	باب:۹		55	ایک نماز کے وقت میں دو نمازوں کو جمع کرنے پر فقہاء شافعیہ کا استدلال اور اس کا جواب	254
41	فرض پڑھنے کے لیے سواری سے اترنا	244			
	باب:۱۰			**باب:۱۵**	
42	نفل نماز دراز گوش پر پڑھنا	245	56	جب زوال سے پہلے سفر کرے تو نماز ظہر کو نماز عصر تک مؤخر کرے	255
43	حدیث مذکور کے رجال	246			
44	گدھے پر نفل پڑھنے کے جواز میں فقہاء کا اجماع	246	57	حدیث مذکور کے رجال	256
	باب:۱۱		58	دو نمازوں کو ایک وقت میں جمع کرنے والوں کے نزدیک اس کی تفصیل	256
45	جو سفر میں نماز سے پہلے اور نماز کے بعد کی سنتیں نہ پڑھے	246			

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	باب:۱٦	
59	جب مسافر زوالِ آفتاب کے بعد روانہ ہو تو ظہر کی نماز پڑھے پھر سوار ہو	256
60	ایک نماز کے وقت میں دو نمازوں کو جمع کرنے کی روایت پر بحث ونظر	257
	باب:۱۷	
61	بیٹھ کر نماز پڑھنا	257
62	جس بیماری کی وجہ سے نبی ﷺ نے بیٹھ کر نماز پڑھی اس بیماری کا سبب اور اس کی کیفیت	257
63	حدیث مذکور کے رجال	259
64	"ہو اسیر" کا معنی	259
65	بیٹھ کر نماز پڑھنے پر آدھے اجر کی حدیث نوافل سے متعلق ہے	259
66	بیمار کی نماز کے احکام	259
	باب:۱۸	
67	بیٹھ کر اشاروں سے نماز	260
	باب:۱۹	
68	جب نمازی میں بیٹھنے کی طاقت نہ ہو تو وہ لیٹ کر پڑھ لے	260
	باب:۲۰	
69	جب کسی شخص نے بیٹھ کر نماز پڑھی پھر وہ تندرست ہو گیا یا اس نے تخفیف محسوس کی تو پھر وہ باقی نماز پوری کرے	261
70	حدیث مذکور کی عنوان کے ساتھ مطابقت اور جو شخص بیٹھ کر یا لیٹ کر نماز شروع کرے، پھر اس میں کھڑے ہونے کی قوت آجائے تو وہ کیا کرے؟	262
71	"ابواب التقصیر" کی تکمیل	263
	۱۹ - کتاب التہجد	264
	باب:۱	
1	رات کو تہجد پڑھنا	264
2	تہجد کی فضیلت میں احادیث	264
3	حدیث مذکور کے رجال	266
4	نبی ﷺ کی دعا میں مشکل الفاظ کے معانی	266
	باب:۲	
5	رات کے قیام کی فضیلت	267
6	صالحین کے سامنے خواب بیان کرنا، مسجد میں سونے کی تحقیق، فرشتوں کو خواب میں دیکھنا، رات کو زیادہ سونے کی کراہت اور دیگر مسائل	268
	باب:۳	
7	رات کے قیام میں طویل سجدہ کرنا	268
8	تہجد میں نبی ﷺ کے طویل سجدہ کا سبب	269
	باب:٤	
9	بیمار کے لیے قیام کو ترک کرنے کی رخصت	269
10	حدیث مذکور کے رجال	270
11	جس شخص کی کوئی عبادت مرض یا سفر کی وجہ سے رہ جائے اسے اس عبادت کا اجر دیا جاتا ہے	270
	باب:۵	
12	نبی ﷺ کا بغیر فرض قرار دیئے ہوئے رات کی نماز اور نوافل کی ترغیب دینا	271
13	حدیث مذکور کے رجال	272
14	تہجد کی ترغیب دینے پر حضرت نے نبی ﷺ کو جو جواب دیا اس کی وضاحت	272
15	نوافل کی ادائیگی پر کسی کو مجبور نہ کیا جائے	273
16	نبی ﷺ سے چاشت کی نماز پڑھنے کا ثبوت	274
17	نبی ﷺ سے چاشت کی نماز کی نفی کے متعلق	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	علامہ ابن بطال کی بیان کردہ توجیہات	275
18	علامہ ابن بطال کی پہلی توجیہ پر مصنف کا تبصرہ اور یہ بتانا کہ نماز کے جمیع احکام میں امت اور نبی مساوی نہیں ہیں	275
19	علامہ ابن بطال کی دوسری توجیہ	277
20	نبی ﷺ سے چاشت کی نماز کی نفی کرنے کی علامہ عینی کی بیان کردہ توجیہات	277
	باب:٦	
21	نبی ﷺ کا اس قدر قیام کرنا حتیٰ کہ آپ کے دونوں قدم سوج گئے	278
22	حدیث مذکور کے رجال	278
23	نبی ﷺ کی طرف مغفرت ذنوب کی نسبت اور اس کی وضاحت	278
	باب:٧	
24	جو شخص سحر کے وقت سو جائے	280
25	حدیث مذکور کے رجال	280
26	رات کے نصف تہائی اور چھٹے حصہ کی تمثیل	280
27	حدیث مذکور کے رجال	281
28	دائمی عمل کی فضیلت خواہ وہ کم ہو	281
29	حدیث مذکور کے رجال	282
30	نبی ﷺ کے سحری کے وقت سونے کا معنی	282
	باب:٨	
31	جس نے سحری کی پھر نماز پڑھنے کھڑا ہوا پھر نہیں سویا حتیٰ کہ صبح کی نماز پڑھی	282
	باب:٩	
32	رات کی نماز میں لمبا قیام کرنا	282
33	حدیث مذکور کے رجال	283
34	نبی ﷺ کو کھڑا چھوڑ کر خود بیٹھ جانے کے بُرا ہونے کی توجیہ	283
35	آیا طول قیام افضل ہے یا کثرت رکوع اور سجود؟	283
36	طول قیام کے باب میں مسواک کرنے کی حدیث کو ذکر کرنے کی وجہ سے امام بخاری پر اعتراض اور اس کے جوابات	284
	باب:١٠	
37	رات کی نماز کس طرح تھی اور نبی ﷺ رات کی نماز کس طرح پڑھتے تھے؟	285
38	رات کی نماز کی مختلف رکعات میں تطبیق	286
	باب:١١	
39	نبی ﷺ کا رات کو قیام کرنا اور سونا اور رات کے قیام (کی فرضیت) کا منسوخ ہونا	287
40	آیا نبی ﷺ پر تہجد کی نماز فرض تھی یا نفل؟ اس سلسلہ میں فقہاء کے اقوال اور قول راجح کا بیان	288
41	نبی ﷺ کی تہجد اور دیگر نفلی عبادات کے معمولات مختلف تھے	289
	باب:١٢	
42	جو شخص رات کی نماز نہ پڑھے اس کی گدی پر شیطان کا گرہ لگانا	289
43	جس کی گدی پر شیطان گرہیں لگاتا ہے اس کے ضمن میں مسائل اور بعض اعتراضات کے جوابات	290
	باب:١٣	
44	جو شخص سو جائے اور نماز نہ پڑھے شیطان اس کے کان میں پیشاب کر دیتا ہے	292
45	کان میں شیطان کے پیشاب کرنے کے متعدد محامل	292
	باب:١٤	
46	رات کے آخری حصہ میں نماز پڑھ کر دعا کرنا	293

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
47	حدیث مذکور کے رجال	293
48	اللہ تعالیٰ کے نازل ہونے کے مسئلہ میں فقہاء اسلام کے نظریات اور حدیث مذکور کے محامل	293
	باب:۱۵	
49	جو شخص رات کے اوّل حصہ میں سویا اور رات کے آخری حصہ میں اس نے نماز پڑھی	294
50	حدیث مذکور کے رجال	294
51	نبی ﷺ کا تہجد کے لیے اخیر شب میں اٹھنا	294
	باب:۱۶	
52	نبی ﷺ کا رمضان اور غیر رمضان میں رات کو قیام کرنا	295
53	بیس رکعات تراویح کے متعلق رسول اللہ ﷺ' صحابہ اور فقہاء تابعین کے معمولات	295
54	رات کی نماز چار' چار رکعات پڑھی جائے گی یا دو دو رکعت	297
55	نیند سے نبی ﷺ کے وضوء نہ ٹوٹنے کی تحقیق	297
	باب:۱۷	
56	رات اور دن میں وضوء کرنے کی فضیلت اور رات اور دن میں وضوء کرنے کے بعد نماز پڑھنے کی فضیلت	298
57	حدیث مذکور کے رجال	298
58	حضرت بلال کو ہر وضوء کے بعد نماز پڑھنے کی فضیلت کے حصول کی وجوہ اور دیگر فوائد	298
59	حضرت بلال کی جوتیوں کی آہٹ سننے کا قصہ' نبی ﷺ کے خواب کا واقعہ ہے' بحث ونظر اور دیگر فوائد	299
60	معمولات اہل سنت کی دلیل	300

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
	باب:۱۸	
61	عبادت میں شدت اختیار کرنا مکروہ ہے	301
62	حدیث مذکور کے رجال	301
63	عبادت میں میانہ روی کی تلقین' تمام رات عبادت کرنے میں مذاہب فقہاء اور دیگر مسائل	301
	باب:۱۹	
64	جو شخص رات کو قیام کرتا ہو اس کا رات کے قیام کو ترک کرنا مکروہ ہے	302
	باب:۲۰	303
65	حدیث مذکور کے رجال	304
66	اللہ تعالیٰ کی عبادت کو شروع کر کے اس کو ترک کرنے کی مذمت	304
67	دین اور دنیا دونوں کی مصلحتوں کو حاصل کرنا اور عبادت میں اعتدال سے کام لینا	305
	باب:۲۱	
68	اس شخص کی فضیلت جو رات کو بیدار ہو پس نماز پڑھے	305
69	حدیث مذکور کے رجال	306
70	حدیث مذکور کے رجال	307
71	رسول اللہ ﷺ جزبا میں اس کا واقع ہو جانا	307
	باب:۲۲	
72	فجر کی دو سنتوں کو دائماً پڑھنا	308
	باب:۲۳	
73	صبح کی دو سنتوں کے بعد دائیں کروٹ پر لیٹنا	309
	باب:۲۴	
74	جس نے فجر کی دو رکعت سنت پڑھنے کے بعد باتیں کیں اور نہیں لیٹا	309

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	باب:۲۵	
75	دو دو رکعت پڑھنے کے متعلق احادیث	309
76	حدیث مذکور کے رجال	310
77	استخارہ کرنے کا شرعی حکم	310
78	استخارہ کرنے کا شرعی طریقہ	310
79	استخارہ کرنے میں مشائخ کا معمول	311
	باب:۲۶	
80	صبح کی دو رکعت سنت کے بعد باتیں کرنا	313
	باب:۲۷	
81	فجر کی دو رکعت سنت کی حفاظت کرنا اور جس نے ان کو نفل کہا	313
	باب:۲۸	
82	فجر کی دو رکعت سنت میں کتنی قراءت کی جائے	314
83	سنت فجر میں قرآن پڑھنے کے متعلق مذاہب فقہاء اور علامہ ابن بطال کے امام ابوحنیفہ پر اعتراضات	314
84	مصنف کی طرف سے علامہ ابن بطال کے اعتراض کے جوابات	316
	ابواب التطوع	317
	باب:۲۹	
85	فرض کے بعد نفل پڑھنا	317
86	ظہر سے پہلے چار سنتیں پڑھنے کے متعلق احادیث	318
87	عصر سے پہلے چار سنتیں پڑھنے کے متعلق حدیث	318
	باب:۳۰	
88	جس نے فرض کے بعد نفل نہیں پڑھے	318
	باب:۳۱	
89	سفر میں چاشت کی نماز	319
90	چاشت کی نماز کی رکعات کے متعلق مختلف احادیث اور آثار	319
91	آثار مختلفہ میں تطبیق	320
	باب:۳۲	
92	جس نے چاشت کی نماز نہیں پڑھی اور اس میں گنجائش کا اعتقاد کیا	320
	باب:۳۳	
93	چاشت کی نماز حضر میں	320
94	حدیث مذکور کے رجال	321
95	خلیل کا معنی	321
96	حدیث میں مذکور وصیت کی حکمت	321
	باب:۳۴	
97	ظہر سے پہلے دو رکعت سنت پڑھنا	322
98	حدیث مذکور کے رجال	322
	باب:۳۵	
99	مغرب سے پہلے نماز پڑھنا	323
100	حدیث مذکور کے رجال	323
101	حدیث مذکور کے رجال	323
102	نماز مغرب سے پہلے دو رکعت نماز میں اختلاف فقہاء	323
	باب:۳۶	
103	نوافل کی نماز جماعت سے پڑھنا	324
104	حضرت معاویہ کی خلافت میں یزید کا امیر لشکر ہونا' صرف کلمہ پڑھنے سے دوزخ کے حرام ہونے کی تحقیق اور دیگر مسائل	327
105	حدیث مذکور سے علامہ عینی کے استنباط کردہ پچپن مسائل	328
	باب:۳۷	
106	گھر میں نفل پڑھنا	330

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	٢٠-کتاب فضل الصلوٰة فی مسجد مکه والمدینة	331
	باب:١	
1	مکہ اور مدینہ کی مسجد میں نماز پڑھنے کی فضیلت	331
2	مسجد حرام' مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ کے علاوہ اور کسی	
3	مسجد میں نماز پڑھنے کی نذر ماننا جائز نہیں	332
4	مسجد حرام اور مسجد نبوی میں کون سی مسجد زیادہ افضل ہے؟	332
5	دوسری مساجد کی بہ نسبت کعبہ میں نماز پڑھنا ایک لاکھ نمازوں سے افضل ہے	333
6	نبی ﷺ کی قبر مبارک کی زیارت کے لیے سفر کرنے کے متعلق شیخ ابن تیمیہ کا نظریہ	334
7	حافظ ابن حجر عسقلانی کا شیخ ابن تیمیہ کے نظریہ کا رد کرنا	335
8	شیخ مبارک پوری کے اعتراض کا جواب' مصنف کی طرف سے	336
9	حدیث مذکور کے رجال	337
10	مسجد حرام اور مسجد نبوی کی نمازوں کی فضیلت میں اختلاف فقہاء اور مسجد نبوی کی فضیلت پر دلیل	337
	باب:٢	
11	مسجد قبا	338
12	حدیث مذکور کے رجال	338
13	مسجد قباء میں نماز پڑھنے کا ثواب عمرہ کے برابر ہے	339
14	مسجد قباء کی فضیلت اور ہفتہ کے دن مسجد قباء جا کر نماز پڑھنے کی توجیہ	339
	باب:٣	
15	جو ہر ہفتہ کے دن مسجد قباء آیا	340
	باب:٤	
16	مسجد قباء میں پیدل اور سوار ہو کر جانا	340
	باب:٥	
17	قبر اور منبر کے درمیان فضیلت کا بیان	340
18	آپ کے گھر' آپ کے حجرہ اور آپ کی قبر کی فضیلت کے متعلق احادیث	341
19	آپ کے حجرہ اور آپ کے منبر کی درمیانی جگہ کو جنت کا باغ قرار دینے کی توجیہ	342
	باب:٦	
20	بیت المقدس کی مسجد	342
	٢١-کتاب العمل فی الصلوٰة	343
	باب:١	
1	نماز میں ہاتھ سے مدد لینا جب کہ اس عمل کا تعلق نماز سے ہو	343
	باب:٢	
2	نماز میں کلام کرنے کی ممانعت	344
3	حدیث مذکور کے رجال	345
4	نماز میں اصلاح نماز کے لیے کلام کرنے پر علامہ ابن بطال کے دلائل اور فقہاء احناف کے دلائل پر اعتراض	345
5	فقہاء احناف کے موقف پر امام طحاوی کے دلائل اور مخالفین کے جوابات	346
	باب:٣	
6	نماز میں مردوں کے لیے سبحان اللہ اور الحمد للہ کہنے کا جواز	348
	باب:٤	
7	جس نے نماز میں کسی کا نام لیا یا کسی کو بالمشافہ سلام کیا' اور جس کو سلام کیا اس کو علم نہ ہو	349

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	باب:۵	
8	تالیاں بجانا صرف عورتوں کے لیے ہے	349
	باب:٦	
9	جو شخص نماز میں پچھلے پیروں پر لوٹا یا کسی پیش آمدہ امر کی وجہ سے آگے بڑھا	350
	باب:۷	
10	جب ماں اپنے بیٹے کو نماز میں بلائے	351
11	حدیث مذکور کے رجال	351
12	جریج کے قصہ کے متعلق دیگر احادیث	352
13	اگر نمازی کو نماز میں رسول اللہ ﷺ یا والدین بلائیں تو وہ کیا کرے؟	353
14	حدیث مذکور کے مسائل اور فوائد	354
	باب:۸	
15	نماز میں کنکریوں کو ہاتھ سے ہٹانا	355
16	حدیث مذکور کے رجال	355
17	سجدہ کی جگہ سے کنکریوں کو صاف کرنے کے متعلق اختلاف فقہاء	356
18	سجدہ گاہ سے کنکریوں کو صاف کرنے کے متعلق احادیث	356
	باب:۹	
19	نماز میں سجدہ کے لیے کپڑا بچھانا	356
	باب:۱۰	
20	نماز میں جو عمل کرنا جائز ہے	357
	باب:۱۱	
21	جب نماز میں سواری بھاگ جائے	358
22	حدیث مذکور کے رجال	358
23	"الاھواز" اور "الحروریۃ" کا معنی	359
24	نمازی کو اپنے مال یا سامان کے ضائع ہونے کا خوف ہو تو اس کے لیے نماز توڑنا جائز ہے	359
	باب:۱۲	
25	نماز میں تھوکنے اور پھونک مارنے کا جواز	360
	باب:۱۳	
26	جس مرد نے ناواقفیت سے اپنی نماز میں تالی بجائی تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی	361
	باب:۱۴	
27	جب نمازی سے کہا گیا: آگے بڑھو یا انتظار کرو اور اس نے انتظار کیا تو کوئی حرج نہیں ہے	361
	باب:۱۵	
28	نمازی نماز میں سلام کا جواب نہ دے	361
	باب:۱۶	
29	کسی پیش آمدہ امر پر نماز میں دونوں ہاتھوں کو بلند کرنا	362
	باب:۱۷	
30	نماز میں کوکھ پر ہاتھ رکھنا	363
31	حدیث اول کے رجال	364
32	نماز میں کوکھ پر ہاتھ رکھنے کی ممانعت کی وجوہ	364
	باب:۱۸	
33	کسی شخص کا نماز میں غور و فکر کرنا	364
	۲۲-كتاب السهو	367
	باب:۱	
1	سہو کے متعلق احادیث جب آدمی فرض کی دو رکعت پڑھ کر کھڑا ہو جائے	367
2	سہو اور نسیان کی تحقیق	367
3	فقہاء احناف کے مؤقف کے ثبوت میں سلام پھیرنے کے بعد سجدۂ سہو کے متعلق احادیث	368
4	سلام سے پہلے یا بعد سجدۂ سہو کرنے میں مذاہب فقہاء	369

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
5	جن صورتوں میں نبی ﷺ نے سجدۂ سہو کیا	369
	باب:۲	
6	جب پانچ رکعات نماز پڑھیں	370
	باب:۳	
7	جب دو رکعت میں سلام پھیر دیا یا تین رکعت میں پھر نماز کے سجدے کی طرح دو سجدے کیے یا زیادہ طویل	370
	باب:٤	
8	جس نے سہو کے دو سجدوں میں تشہد نہیں پڑھا	371
	باب:۵	
9	سجدۂ سہو میں تکبیر پڑھے	372
	باب:٦	
10	جب یہ معلوم نہ ہو کہ کتنی رکعت پڑھی ہیں' تین یا چار تو بیٹھے ہوئے دو سجدے کرے	373
	باب:۷	
11	فرض اور نفل میں سہو ہونا	373
	باب:۸	
12	جب کوئی شخص نماز پڑھ رہا تھا اور اس سے بات کی گئی تو اس نے ہاتھ سے اشارہ کیا اور بات سنی	374
13	حدیث مذکور سے دس مسائل کا استخراج	375
	باب:۹	
14	نماز میں اشارہ کرنا	376
15	''کتاب السہو'' کا اختتام	378
	۲۳-کتاب الجنائز	379
	باب:۱	
1	جس کا آخری کلام ہو: ''لا الٰہ الا اللّٰہ''	379
2	حدیث مذکور کے رجال	380
3	مرتکب کبیرہ کے متعلق اہل سنت کا موقف	380

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
4	حدیث مذکور کے رجال	381
	باب:۲	
5	جنائز کے ساتھ جانے کا حکم	381
6	حدیث مذکور کے رجال	381
7	جنازہ کے فقہی احکام	382
8	جنازہ کے آگے یا پیچھے چلنے کے متعلق احادیث اور مذاہب فقہاء	382
9	دعوت کو قبول کرنے' قسم پوری کرنے' مظلوم کی مدد کرنے' چھینک والے کو دعا دینے اور سلام کا جواب دینے' سونے چاندی کے برتنوں کو استعمال کرنے اور ریشم پہننے کے فقہی احکام	383
	باب:۳	
10	جب میت کو کفن میں لپیٹ دیا جائے تو پھر اس کے پاس آنا	384
11	حدیث مذکور کے رجال	385
12	میت کا چہرہ کھولنا' میت کو بوسا دینا اور میت پر آنسوؤں سے رونا	385
13	حضرت ابوبکر کے اس قول کی توجیہ: اللہ آپ پر دو موتیں جمع نہیں کرے گا	386
14	حضرت ابوبکر کے اس قول کا آیت سے تعارض کا جواب	387
15	نبی ﷺ کی قبر میں دائمی حیات کے متعلق محدثین کی تصریحات	387
16	نبی ﷺ کی قبر میں دائمی حیات کے متعلق فقہاء کی تصریحات	388
17	نبی ﷺ کی قبر میں دائمی حیات کے متعلق علماء دیوبند کی تصریحات	389
18	نبی ﷺ کی قبر میں حیات کے متعلق علماء غیر	

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
	مقلدین کی تصریحات	389
19	قرآن مجید کی آیات سے نبی ﷺ کی بعد از وفات حیات پر استدلال	390
20	رسول اللہ ﷺ کی حیات کے ثبوت میں احادیث	391
21	نبی ﷺ کی حیات کے متعلق مستند علماء کی تصریحات اور مزید احادیث	392
22	سلام کے وقت آپ کی روح کو لوٹانے کی حدیث کے اشکال کے جوابات	394
23	رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد آپ کی حیات کے مظاہر	396
24	حدیث مذکور کے رجال	398
25	اس اعتراض کا جواب کہ نبی ﷺ کو یہ علم نہیں تھا کہ آپ کے ساتھ کیا کیا جائے گا	398
26	حدیث مذکور اور الاحقاف: ۹ میں مماثلت	398
27	علامہ آلوسی' حافظ ابن حجر عسقلانی اور علامہ عینی کی طرف سے حدیث مذکور اور الاحقاف: ۹ پر اعتراض کے جوابات	399
28	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی طرف سے الاحقاف: ۹ 'اور حدیث مذکور پر اعتراض کا جواب	400
29	حضرت جابر کے والد کی تکریم	401
	باب: ٤	
30	کوئی شخص میت کے گھر والوں کو اس کی موت کی خبر دے	401
31	غائبانہ نماز جنازہ کی تحقیق	402
32	غائبانہ نماز جنازہ میں فقہاء کا اختلاف	403
33	مصنف کی طرف سے علامہ ابن قدامہ کے دلائل کے جوابات	403
34	غزوۂ موتہ کی تاریخ	404
35	حضرت زید' حضرت جعفر اور حضرت عبداللہ بن رواحہ کا تعارف	404
36	رسول اللہ ﷺ کی نبوت کی دلیل' میت پر رونے کا جواز اور ضرورت کے وقت از خود لشکر کا امیر بننے کا جواز	404
	باب: ٥	
37	جنازہ کی خبر دینا	405
	باب: ٦	
38	اس شخص کی فضیلت جس کا بیٹا فوت ہو گیا اور اس نے ثواب کی نیت سے صبر کیا	405
39	حدیث مذکور کے رجال	406
40	حدیث مذکور کی عنوان سے مطابقت پر اعتراض کا جواب	406
41	"الحنث" کا معنی اور نابالغ بچوں کی موت پر صبر کی تخصیص کی توجیہ	406
42	ہر شخص کا دوزخ پر سے گزر ہوگا' اس آیت کی متعدد تفسیر	407
	باب: ٧	
43	مرد کا قبر کے پاس کسی عورت سے یہ کہنا: صبر کرو	408
44	خواتین کے لیے زیارت قبر کا ثبوت	409
	باب: ٨	
45	میت کو بیری کے پانی سے غسل دینا اور وضوء کرانا	409
46	آیا میت کو غسل دینے سے وضوء واجب ہوتا ہے یا نہیں؟	409
47	حدیث مذکور کے رجال	411
48	نبی ﷺ کی صاحب زادی کا تذکرہ اور آثار صالحین سے تبرک کا حصول	411

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	باب:۹	
49	طاق مرتبہ غسل دینے کا استحباب	411
	باب:۱۰	
50	میت کی دائیں طرف سے غسل کی ابتداء کی جائے	412
	باب:۱۱	
51	میت کی وضوء کی جگہیں	412
	باب:۱۲	
52	کیا عورت کو مرد کے تہبند میں کفن دیا جا سکتا ہے؟	412
	باب:۱۳	
53	کافور کو آخر میں رکھا جائے	413
	باب:۱۴	
54	عورت کے بالوں کو کھولنا	414
	باب:۱۵	
55	میت کے بدن کے ساتھ کپڑا کس طرح لپیٹا جائے	414
	باب:۱۶	
56	کیا عورت کے بالوں کی تین مینڈھیاں بنائی جائیں	415
	باب:۱۷	
57	عورت کے بالوں کو پیچھے ڈال دیا جائے	415
	باب:۱۸	
58	کفن کے لیے سفید کپڑا	416
59	حدیث مذکور کے رجال	416
60	نبی ﷺ کے کفن کے متعلق دیگر احادیث	416
61	حدیث مذکور کے مسائل اور کفن میں عمامہ کے متعلق مختلف روایات	416
	باب:۱۹	
62	دو کپڑوں میں کفن	417
63	حدیث مذکور کے رجال	417
64	محرم کو کفن پہنانے کے متعلق مذاہب ائمہ	417
	باب:۲۰	
65	میت کو خوشبو لگانا	419
	باب:۲۱	
66	محرم کو کیسے کفن دیا جائے؟	419
	باب:۲۲	
67	اس قمیص میں کفن دینا جس کا حاشیہ سلا ہوا ہو یا بے سلا اور بغیر قمیص کے کفن دینا	420
68	قمیص کو کفن بنانے پر علامہ ابن بطال کا امام ابوحنیفہ پر اعتراض	421
69	مصنف کی طرف سے امام ابوحنیفہ پر علامہ ابن بطال کے اعتراض کا جواب	421
70	کافر کو غسل دینے کفن پہنانے اور دفن کرنے کے متعلق مذاہب ائمہ	421
71	حضرت جابر کی اس روایت کا حضرت ابن عمر کی روایت سے تعارض کا جواب اور عبد اللہ بن ابی کے لیے قمیص عطا فرمانے کی وجوہ	423
72	دفن کے بعد میت کو قبر سے نکالنے اور قبر کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے میں مذاہب فقہاء	423
	باب:۲۳	
73	بغیر قمیص کے کفن دینا	424
74	سنت کے مطابق کفن میں مذاہب	424
	باب:۲۴	
75	بغیر عمامہ کے کفن دینا	425
	باب:۲۵	
76	تمام مال سے کفن دینا	425
77	حدیث مذکور کے رجال	426
78	جمیع مال سے کفن دینے کی دلیل دنیا سے بے رغبتی اور جنت کی بشارت کے باوجود خوف آخرت کی توجیہ	426

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	باب:۲۶	
79	جب ایک کپڑے کے سوا اور کوئی چیز نہ ملے	427
	باب:۲۷	
80	جب اس کے سوا کفن نہ ملے جو سر کو چھپائے یا قدموں کو تو پھر سر کو ڈھانپا جائے	427
81	حدیث مذکور کے رجال	428
82	کفن کی مقدار کم ہو تو کیا کرنا چاہیے؟ اور حدیث مذکور سے مستنبط دیگر مسائل	428
83	میت کی شرم گاہ کو دھونے کا طریقہ	428
	باب:۲۸	
84	جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کفن تیار کیا تو اس پر انکار نہیں کیا گیا	429
85	حدیث مذکور کے رجال	429
86	حدیث مذکور سے مستنبط مسائل اور دیگر فوائد	430
	باب:۲۹	
87	عورتوں کا جنازوں کے ساتھ جانا	430
88	جنازوں کے ساتھ عورتوں کے جانے میں صحابہ‘ فقہاء تابعین اور ائمہ مجتہدین کا اختلاف	431
	باب:۳۰	
89	خاوند کے غیر پر عورت کا سوگ کرنا	431
90	حدیث مذکور کے رجال	432
91	سوگ کا معنی	432
92	شام سے حضرت ابوسفیان کی وفات کی خبر آنے کے ذکر میں امام بخاری کا تسامح	432
93	اس اعتراض کا جواب کہ حضرت زینب نے جس بھائی کی وفات پر سوگ کیا تھا‘ وہ کافر تھا اور کافر کی موت پر سوگ کرنا جائز نہیں	433
	باب:۳۱	
94	قبروں کی زیارت کا بیان	434
95	زیارتِ قبور کی تحقیق	434
96	زیارتِ قبور کے متعلق احادیث‘ آثار اور فقہاء تابعین کے اقوال	434
97	عورتوں کے لیے قبروں کی زیارت کی اجازت	436
98	عورتوں کے مزارات پر جانے کے متعلق مذاہب فقہاء	437
	باب:۳۲	
99	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد: میت کے بعض گھر والوں کے رونے سے میت کو عذاب دیا جاتا ہے‘ جب کہ میت پر نوحہ کرنا اس کا طریقہ ہو	438
100	حدیث مذکور کے رجال	440
101	تعزیت اور عیادت کے لیے اصحابِ فضل کو بلانا‘ بغیر نوحہ کے رونا اور دیگر مسائل	440
102	حدیث مذکور کے رجال	441
103	حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا تذکرہ	441
104	اس کی توجیہ کہ حضرت ام کلثوم کو وہ شخص قبر میں اتارے‘ جس نے گزشتہ رات جماع نہ کیا ہو	441
105	بغیر آواز کے رونے کا جواز اور قبر پر بیٹھنے کی ممانعت	441
106	گھر والوں کے میت پر رونے کی وجہ سے میت کو عذاب کی توجیہات	443
107	حافظ ابن حجر کی بیان کردہ توجیہات	444
	باب:۳۳	
108	میت پر نوحہ کرنا مکروہ ہے	445
109	حدیث مذکور کے رجال	446
110	بغیر نوحہ کے میت پر رونے کا جواز	446
	باب:۳۴	446

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	باب:۳۵	
111	وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جس نے اپنا گریبان پھاڑا	447
112	حدیث مذکور کے رجال	448
113	اس حدیث کی توجیہات کہ منہ پر طمانچے لگانے والا ہم میں سے نہیں ہے	448
	باب:۳۶	
114	نبی ﷺ کا سعد بن خولہ کی موت پر افسوس کرنا	448
115	حضرت سعد بن خولہ کے مکہ میں فوت ہونے کے متعلق تین روایات	449
116	تہائی مال سے زیادہ وصیت کرنے کا عدم جواز، وارثوں کو غنی چھوڑنے کی ترجیح، علم غیب کا ثبوت اور دیگر مسائل	450
	باب:۳۷	
117	مصیبت کے وقت بال مونڈنے کی ممانعت	451
118	چیخ و پکار کرنے والی عورتوں سے بری ہونے کا محمل	452
	باب:۳۸	
119	جس نے اپنے چہرے پر طمانچے مارے وہ ہم میں سے نہیں ہے	452
	باب:۳۹	
120	مصیبت کے وقت واویلاہ کہنے اور جاہلیت کی چیخ و پکار کرنے کی ممانعت	452
	باب:۴۰	
121	جو شخص مصیبت کے وقت اس طرح بیٹھا کہ اس کے چہرے سے غم ظاہر ہو	453
122	بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ مصیبت سے پہلے اور مصیبت کے بعد آدمی کی کیفیت ایک جیسی ہو تو یہ صبر ہے	453
123	غمگین ہونا اور آنسوؤں کا نکلنا صبر کے اعلیٰ درجہ کے منافی نہیں	454
124	پردہ دار عورتوں کا اجنبی مردوں کی طرف دیکھنے کا جواز اور اس میں بحث و نظر	456
	باب:۴۱	
125	جو مصیبت کے وقت اپنے غم کو ظاہر نہ کرے	458
126	حضرت ام سلیم کا بے مثال صبر جمیل اور ان کی ناقابل فراموش شجاعت	459
	باب:۴۲	
127	صبر اس وقت معتبر ہوتا ہے جب پہلی بار صدمہ پہنچے	460
	باب:۴۳	
128	نبی ﷺ کا ارشاد: بے شک ہم تمہاری وجہ سے غم زدہ ہیں	461
129	حدیث مذکور کے رجال	462
130	مشکل الفاظ کے معانی اور سیدنا ابراہیم کا تذکرہ	462
131	کس قسم کا رونا جائز ہے اور کس قسم کا رونا ممنوع ہے	463
	باب:۴۴	
132	مریض کے پاس رونا	463
133	حدیث مذکور کے رجال	464
134	عیادت کا ثبوت اور زبان کی وجہ سے عذاب یا ثواب کا محمل	464
	باب:۴۵	
135	نوحہ کرنے اور رونے کی ممانعت اور اس پر ڈانٹ ڈپٹ	464
136	نوحہ کی ممانعت اور تحریم کی وجوہ	465
	باب:۴۶	
137	جنازہ کے لیے کھڑا ہونا	466
138	جنازہ کے لیے قیام کی حدیث کا منسوخ ہونا	466

نمبرشار	عنوان	صفحہ
139	جنازہ کے لیے قیام میں مذاہب فقہاء اور امام ابوحنیفہ کے موقف پر دلائل	467
	باب:٤٧	
140	جب جنازہ کے لیے کھڑا ہو تو کس وقت بیٹھے؟	468
141	اس کی دلیل کہ جنازہ کے لیے کھڑا ہونا واجب نہیں ہے	468
	باب:٤٨	
142	جو جنازہ کے ساتھ گیا وہ اس وقت تک نہ بیٹھے حتیٰ کہ جنازہ کو مردوں کے کندھوں سے اتار کر رکھ دیا جائے' اگر کوئی بیٹھ جائے تو اسے کھڑے ہونے کا حکم دیا جائے	469
	باب:٤٩	
143	جو شخص یہودی کے جنازہ کے لیے کھڑا ہو	469
144	باب مذکور کی دیگر احادیث	470
145	یہودی کے جنازہ کے لیے کھڑے ہونے کے محامل	470
	باب:٥٠	
146	جنازوں کو مردوں کا اٹھانا نہ کہ عورتوں کا	471
147	عورتوں کے جنازہ نہ اٹھانے کی توجیہ انسان کے سوا سننے والوں کے مصادیق اور جنازہ کے کلام کرنے کی توجیہ	472
	باب:٥١	
148	جنازہ کو جلدی لے جانا	472
149	جنازہ کے ساتھ کس کیفیت کے ساتھ چلنا چاہیے؟	473
	باب:٥٢	
150	میت کا جنازہ پر کہنا: مجھے جلدی لے جاؤ	474
	باب:٥٣	
151	جس نے امام کے پیچھے جنازہ کی دو یا تین صفیں بنائیں	474

نمبرشار	عنوان	صفحہ
	باب:٥٤	
152	نماز جنازہ کی صفیں	474
153	کتنے مسلمان نماز جنازہ پڑھیں تو میت کی مغفرت ہو جاتی ہے؟	475
154	نماز جنازہ کی چار تکبیروں کے ثبوت میں احادیث' آثار اور ائمہ مجتہدین کے اقوال	475
	باب:٥٥	
155	جنازہ میں بچوں کی مردوں کے ساتھ صفیں	476
	باب:٥٦	
156	نماز جنازہ پڑھنے کا طریقہ	477
	باب:٥٧	
157	جنازوں کے ساتھ جانے کی فضیلت	481
	باب:٥٨	
158	جس نے دفن تک میت کا انتظار کیا	482
	باب:٥٩	
159	بچوں کا لوگوں کے ساتھ نماز جنازہ پڑھنا	483
	باب:٦٠	
160	عیدگاہ اور مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا	483
161	حدیث مذکور کے رجال	484
162	حدیث مذکور کی مفصل روایت	48[illegible]
163	تورات میں رجم کے حکم کا نبی ﷺ کو کیسے علم ہوا؟	484
164	اگر اہل ذمہ زنا کریں تو ان کو رجم کرنے میں مذاہب ائمہ	485
165	مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے کی تحقیق	486
	باب:٦١	
166	قبروں پر سجدہ گاہ بنانے کی کراہت	487
	باب:٦٢	
167	نفاس میں مرنے والی عورت کی نماز جنازہ	487

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
	باب:٦٣	
168	میت عورت ہو یا مرد تو نمازی کس جگہ کھڑا ہو	488
	باب:٦٤	
169	جنازہ پر چار تکبیریں پڑھنا	488
	باب:٦٥	
170	نماز جنازہ میں سورۂ فاتحہ کو پڑھنا	489
171	حدیث مذکور کے رجال	490
172	نماز جنازہ میں سورۃ الفاتحہ پڑھنے کے متعلق دیگر احادیث	490
173	صحابہ کرام اور فقہاء تابعین کا نماز جنازہ میں قرآن پڑھنے سے منع کرنا	491
174	نماز جنازہ کے بعد دعا کرنے کے ثبوت میں خصوصی احادیث اور آثار	491
175	نماز جنازہ کے بعد دعا سے ممانعت کے دلائل اور ان کے جوابات	495
	باب:٦٦	
176	دفن کے بعد قبر پر نماز جنازہ پڑھنا	496
	باب:٦٧	
177	مردہ جوتوں کی آواز (بھی) سنتا ہے	497
178	حدیث مذکور کے رجال	498
179	منکر نکیر کا معنی اور فرشتوں کا آپ کا نام لینا اور وصف رسالت کا ذکر نہ کرنا اور اس کی توجیہ	498
180	فرشتوں کے سوال کے وقت رسول اللہ ﷺ کی طرف اشارہ کرنے کی تحقیق	498
181	قبر والا آپ کے متعلق قبر میں وہی کہے گا' جو دنیا میں کہتا تھا	499
182	قبرستان میں جوتے پہن کر چلنے کی تحقیق	499
183	فرشتوں کے سوال کے بعد قبر والے کا حال اور نیک مسلمانوں کی روحوں کا قبروں پر آنا	500
184	حدیث مذکور کے دیگر فوائد	500
185	مُردوں کے سننے کا ثبوت	501
	باب:٦٨	
186	جوارِ ارضِ مقدسہ یا اس کی مثل جگہ میں دفن ہونے کو پسند کرے	501
187	حدیث مذکور کے رجال	502
188	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حضرت ملک الموت کو تھپڑ مارنا' کیا کوئی معیوب کام تھا؟	502
189	ارضِ مقدسہ سے پتھر پھینکنے کے فاصلہ پر روح قبض کرنے کی دعا کی توجیہ	504
190	حدیث مذکور کے دیگر فوائد	505
	باب:٦٩	
191	رات کو دفن کرنا	505
	باب:٧٠	
192	قبر پر مسجد کو بنانا	506
	باب:٧١	
193	عورت کی قبر میں کون داخل ہوگا؟	506
	باب:٧٢	
194	شہید پر نماز جنازہ پڑھنا	507
195	حدیث مذکور کے رجال	507
196	ضرورت کی وجہ سے دو یا دو سے زیادہ آدمیوں کو ایک قبر میں دفن کرنا	507
197	شہید کو غسل نہ دیا جانا	507
198	شہید کی نماز جنازہ پڑھنے میں مذاہب ائمہ اور سید الشہداء حضرت حمزہ کی نماز جنازہ پڑھنے کے متعلق احادیث	508
199	شہید پر نماز جنازہ کی نفی پر علامہ ابن بطال کے دلائل	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
228	موت کے وقت کلمہ پڑھنا ابو طالب کی خصوصیت تھی	533
229	اس کی توجیہ کہ نبی ﷺ نے صرف لا الٰہ الا اللہ پڑھنے کے لیے فرمایا اور محمد رسول اللہ پڑھنے کے لیے نہیں فرمایا	534
230	ابو طالب کے ایمان کے متعلق بعض علماء کے شبہات اور ان کے جوابات	534
231	ابو طالب کے ایمان نہ لانے کے متعلق مشاہیر علماء اہل سنت کی تصریحات	536
	باب:۸۱	
232	قبر پر درخت کی شاخ رکھنا	537
233	قبر پر بیٹھنے کے مکروہ ہونے کی تحقیق	538
234	حافظ ابن حجر اور حافظ عینی کا مناقشہ اور مصنف کا محاکمہ	539
	باب:۸۲	
235	محدث کا قبر کے پاس نصیحت کرنا اور اس کے اصحاب کا اس کے پاس بیٹھنا	541
236	حدیث مذکور کے رجال	543
237	''بقیع الغرقد'' کا معنی	543
238	اس اعتراض کا جواب کہ جب سعادت اور شقاوت کو تقدیر میں لکھ دیا ہے تو عمل کی کیا ضرورت ہے؟	543
	باب:۸۳	
239	اپنی جان کے قاتل کے متعلق جو حکم ہے	544
240	''ملّت'' کا معنی غیر ملت اسلام کی قسم کھانے والے کا شرعی حکم اور اس میں مذاہب فقہاء	545
241	خودکشی کرنے والے پر جنت حرام کرنے کی توجیہ	546
242	حدیث مذکور کی موافق حدیث	547
243	حدیث مذکور کی مخالف حدیث	547
244	خودکشی کرنے والے کی مغفرت کے متعلق امام طحاوی کی توجیہ	548
245	خودکشی کرنے والے کی مغفرت کے متعلق علامہ نووی اور حافظ ابن حجر کی توجیہ	548
	باب:۸۴	
246	منافقین کی نماز جنازہ اور مشرکین کے لیے استغفار کا مکروہ ہونا	549
247	حدیث مذکور کے رجال	550
248	منافقین کی قبر پر کھڑے ہونے کی ممانعت' صرف رسول اللہ ﷺ کے لیے تھی	550
249	اصاغر کا اکابر کی رائے کے خلاف اپنی رائے دینے اور اس پر اصرار کرنے کا جواز	550
	باب:۸۵	
250	لوگوں کا میت کی تحسین کرنا	551
251	باب مذکور کی موافق احادیث	551
252	جن فوت شدہ لوگوں کی مسلمان تحسین کریں' ان کے جنتی ہونے اور جن کی مذمت کریں' ان کے دوزخی ہونے کا سبب	552
253	زمین پر اللہ تعالیٰ کے گواہ کس قسم کے مسلمان ہیں اور مرے ہوئے لوگوں کو برا کہنا ممنوع ہے پھر ان کی مذمت کرنے کی توجیہ	552
	باب:۸۶	
254	عذاب قبر کے متعلق جو احادیث ہیں	553
255	عنوان میں درج آیات کی عذاب قبر پر دلالت	554
256	حدیث مذکور کے رجال	555
257	عذاب قبر کے متعلق دیگر احادیث	555
258	حدیث مذکور کے رجال	558
259	حدیث مذکور میں عذاب قبر کی دلیل	558

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
260	حضرت ابن عمر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم کی حدیثوں میں تعارض کا جواب	558
	باب:۸۷	
261	عذابِ قبر سے پناہ طلب کرنا	560
262	حدیث مذکور کے رجال	561
263	نبی ﷺ کا عذاب کے وقت مردہ کی چیخ وپکار کو سننا آپ کی خصوصیت ہے	561
264	حدیث مذکور کے رجال	561
265	نبی ﷺ کے عذابِ قبر سے پناہ طلب کرنے کی توجیہ	561
266	نبی ﷺ مغفور ہونے کے باوجود قبر اور دوزخ کے عذاب سے کیوں پناہ طلب کرتے تھے؟	562
	باب:۸۸	
267	غیبت کرنے اور پیشاب کی آلودگی سے نہ بچنے کی وجہ سے قبر کا عذاب	563
268	قبر پر پھولوں کے رکھنے کا جواز اور نواب صاحب کے حافظہ کی خرابی	564
	باب:۸۹	
269	میت پر اس کا ٹھکانا صبح اور شام کو پیش کیا جاتا ہے	564
270	صبح اور شام جن پر ٹھکانا پیش کیا جاتا ہے وہ ارواح ہیں اور ارواح قبروں میں ہوتی ہیں اور فنا نہیں ہوتیں	565
271	ٹھکانا مردے کی روح پر پیش کیا جاتا ہے یا اس کے اجزاء اصلیہ پر؟	566
272	روحیں جہاں چاہتی ہیں پھرتی ہیں مگر لوٹ کر قبروں میں آجاتی ہیں	566
273	قبر میں مردے پر اس کا ٹھکانا پیش کرنے کی زیادہ تفصیل	566
	باب:۹۰	
274	میت کا جنازہ اٹھانے کے بعد کلام کرنا	568
	باب:۹۱	
275	مسلمانوں کی اولاد کے (ٹھکانے کے) متعلق کیا کہا گیا ہے؟	568
276	حضرت سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ کا تذکرہ	569
	باب:۹۲	
277	مشرکین کی نابالغ اولاد کے ٹھکانے کے متعلق جو اقوال ہیں	569
278	کفار کی نابالغ اولاد کے متعلق علماء اسلام کے اقوال	570
279	نابالغ بچوں کی آخرت میں آزمائش پر اس اعتراض کا جواب کہ میدانِ حشر تو دارِ تکلیف نہیں ہے وہاں کیوں امتحان ہوگا؟	572
	باب:۹۳	573
	باب:۹۴	
280	پیر کے دن کی موت	575
281	پیر کے دن وفات کی تمنا کی فضیلت	576
282	پیر کے دن کی فضیلت	577
283	جمعہ کے دن وفات کی فضیلت	577
284	عمدہ کپڑوں میں کفن دینے کے متعلق احادیث اور آثار	577
285	حضرت ابوبکر نے پرانے کپڑوں میں کفن دینے کی جو وصیت کی تھی اس کی توجیہ	578
	باب:۹۵	
286	اچانک موت کا آجانا	578
287	حدیث مذکور کے رجال	579
288	مشکل الفاظ کے معانی	579

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	اوران کے جوابات	509
200	بالعموم شہید کی نماز جنازہ اور بالخصوص سیدنا حمزہ کی نماز جنازہ پر حافظ ابن حجر کا اعتراض	511
201	حافظ ابن حجر کے اعتراض کے جوابات	511
202	شہید کی نماز جنازہ پڑھنے کی حضرت عقبہ کی حدیث پر حافظ ابن حجر کے اعتراضات	512
203	حافظ ابن حجر کے اعتراضات کے علامہ عینی کی طرف سے جوابات	513
204	حدیث مذکور کے دیگر فوائد	514
	باب:۷۳	
205	دو یا تین مُردوں کو ایک قبر میں دفن کرنا	514
	باب:۷۴	
206	جس کے نزدیک شہداء کو غسل دینا جائز نہیں ہے	515
	باب:۷۵	
207	جس کو لحد میں پہلے رکھا جائے	515
	باب:۷۶	
208	قبر میں اذخر اور الحشیش (گھاس) کو رکھنا	516
209	حضرت ابراہیم کا مکہ کو حرم بنانا اور نبی ﷺ کا مدینہ کو حرم بنانا	517
	باب:۷۷	
210	کیا کسی سبب کی وجہ سے میت کو قبر اور لحد سے نکالا جائے گا	517
211	شہداء کے اجسام کو زمین نہیں کھاتی	518
	باب:۷۸	
212	قبر کو لحد اور شق کی صورت میں بنانا	519
	باب:۷۹	
213	جب بچہ اسلام لے آئے پس فوت ہو جائے تو کیا اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی؟ اور کیا بچہ کے اوپر اسلام کو پیش کیا جائے گا؟	520
214	مشرکین کی اولاد کی نماز جنازہ پڑھنے میں مذاہب ائمہ	520
215	حدیث مذکور کے رجال	522
216	مشکل الفاظ کے معانی اور ابن صیاد کے دعویٰ نبوت کا بطلان	523
217	ابن صیاد کے دجال ہونے یا نہ ہونے کے متعلق علماء کے اقوال اوران کے دلائل	523
218	ابن صیاد کو نبی ﷺ نے قتل کیوں نہیں کیا جب کہ اس نے آپ کے سامنے دعویٰ نبوت کیا تھا؟	524
219	آیت دخان کو دل میں چھپانے کی توجیہ	524
220	بعض الفاظ کے معانی	526
221	کافر سے اور نو عمر لڑکوں سے خدمت لینا اور اگر وہ بیمار ہوں تو ان کی عیادت کرنا اور ان کو اسلام کی تبلیغ کرنا	526
222	حدیث مذکور کے رجال	527
223	حدیث مذکور میں فطرت کے متعدد معانی اوران پر حافظ ابن عبد البر کے اعتراضات اور مصنف کے نزدیک فطرت کا محمل	528
	باب:۸۰	
224	جب مشرک موت کے وقت لا الٰہ الا اللہ پڑھے	530
225	حدیث مذکور کے رجال اور اس حدیث کی سند کی تحقیق	531
226	مشکل الفاظ کے معانی اور ابو جہل اور عبد اللہ بن ابی امیہ کا تذکرہ	532
227	جب موت کے وقت کلمہ پڑھنا مفید نہیں ہے تو نبی ﷺ نے ابو طالب کو موت کے وقت کلمہ پڑھنے کے لیے کیوں فرمایا؟	532

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
289	اچانک موت کی کراہت کے متعلق احادیث	579
290	ایصالِ ثواب کے متعلق احادیث	580
291	ایصالِ ثواب میں مذاہب فقہاء	581
	باب:۹۶	
292	وہ احادیث جو نبی ﷺ کی قبر اور حضرت ابوبکر	
	اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی قبروں کے متعلق ہیں	582
293	حدیث مذکور کے رجال	583
294	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت	583
295	حدیث مذکور کے رجال	584
296	قبر کو کوہان کی صورت میں بنانا مستحب ہے یا مسطح	
	اور نبی ﷺ کی قبر کس طرح تھی؟	584
297	فقہاء شافعیہ کے دلائل کے جوابات	585
298	حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی فضیلت	586
299	حضرت عمر کا قدم ظاہر ہونے کا سبب	587
300	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تواضع	588
301	حدیث مذکور کے رجال	589
302	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کا قصہ	589
	باب:۹۷	
303	مُردوں کو بُرا کہنے کی ممانعت	590
304	اس اعتراض کا جواب کہ قرآن مجید میں انبیاء علیہم	
	السلام کی خطاؤں کا ذکر کیا گیا ہے	590
305	انبیاء علیہم السلام کی ظاہری خطاؤں کا ذکر کرنا جائز	
	نہیں ہے	591
306	اس اعتراض کا جواب کہ اسماء رجال کی کتب میں	
	مُردہ راویوں کے عیوب بیان کیے جاتے ہیں	591
	باب:۹۸	
307	بدترین مُردوں کا ذکر کرنا	591
308	اس عنوان کے تحت امام بخاری پر حدیث مرسل	

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
	لانے کا طعن	592
309	ابولہب کے نام کے بجائے اس کی کنیت ذکر کرنے	
	کی توجیہ	592
310	''کتاب الجنائز'' کی تکمیل	593
	۲۴-کتاب الزکوٰۃ	594
1	زکوٰۃ کا لغوی اور شرعی معنی' زکوٰۃ کے وجوب کا	
	سبب اور زکوٰۃ کی حکمتیں	594
	باب:۱	
2	زکوٰۃ کا وجوب	594
3	حدیث مذکور کے رجال	595
4	حضرت معاذ کو یمن بھیجنے کی تاریخ	595
5	ایک شہر کی زکوٰۃ دوسرے شہر میں منتقل نہ کرنے پر	
	فقہاء شافعیہ کی دلیل اور اس کا جواب	596
6	ائمہ ثلاثہ کا یتیم کے مال میں زکوٰۃ کو واجب کرنا اور	
	امام ابوحنیفہ کا اس کے مال سے وجوب زکوٰۃ کو	
	ساقط کرنا	596
7	المثنیٰ بن الصباح کا ضعف	597
8	توحید و رسالت کی گواہی کو مقدم رکھنا' کفار کا فروع	
	شریعت کا مخاطب نہ ہونا اور روزے اور حج کے ذکر	
	نہ کرنے کی توجیہ	598
9	حدیث مذکور کے رجال	599
10	''مالہ' مالہ'' اور ''ارب'' کے معانی	599
11	حدیث مذکور کے رجال	600
12	حدیث مذکور کے بعض جملوں کی شرح	600
13	عشرہ مبشرہ کے علاوہ جن صحابہ کا نام لے کر جنت	
	کی بشارت دی	600
14	حدیث مذکور کے دیگر فوائد	601
15	حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد میں کفار عرب کی	

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
	اقسام	603
16	اس سوال کا جواب کہ حضرت ابوبکر کے عہد میں منکرین زکوٰۃ کو کافر نہیں قرار دیا گیا تو کیا اب بھی یہی حکم ہے؟	603
	باب:۲	
17	زکوٰۃ کی ادائیگی پر بیعت کرنا	604
	باب:۳	
18	زکوٰۃ نہ دینے والے کا گناہ	604
19	حدیث مذکور کے رجال	606
20	حدیث مذکور کے فوائد	606
21	حدیث مذکور کے رجال	607
22	حدیث مذکور کے فوائد اور مسائل اور سونے اور چاندی کی زکوٰۃ کا نصاب	607
	باب:٤	
23	جس مال کی زکوٰۃ ادا کر دی گئی وہ کنز (خزانہ) نہیں ہے	608
24	حدیث مذکور کے رجال	608
25	زکوٰۃ کی فرضیت کی تاریخ	609
26	زکوٰۃ ادا کرنے سے مال اور مال دار کا پاک ہونا	609
27	حدیث مذکور کے رجال	610
28	مشکل الفاظ کے معانی	610
29	زمین کی پیداوار میں عشر کے وجوب کے متعلق اختلاف فقہاء اور امام ابوحنیفہ کے مؤقف پر دلائل	610
30	حدیث مذکور کے رجال	613
31	ربذہ کا معنی اور حضرت معاویہ اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہما کا اختلاف	614
32	حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو شہر بدر کرنے کی توجیہ اور دیگر مسائل	614
33	حدیث مذکور کے رجال	616
34	جمہور صحابہ کی حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے نظریہ سے مفاہمت نہ کرنے کی توجیہ	616
	باب:۵	616
35	مال کو اس کے مصرف میں خرچ کرنا	616
	باب:٦	
36	صدقہ میں ریاء	617
37	ریاءکاری کی مذمت میں احادیث	618
	باب:۷	
38	اللہ خیانت کے مال سے صدقہ قبول نہیں کرتا اور اللہ صرف پاکیزہ کمائی سے صدقہ قبول کرتا ہے	619
39	پاکیزہ کمائی سے صدقہ کرنا	620
40	حدیث مذکور کے رجال	621
41	مشکل الفاظ کے معانی	621
	باب:۹	
42	رد کیے جانے سے پہلے صدقہ کرنا	622
43	حدیث مذکور کے رجال	622
44	حدیث مذکور کے رجال	623
45	مشکل الفاظ کے معانی	624
46	حدیث مذکور کے رجال	624
47	چالیس عورتیں جو ایک مرد کے زیر کفالت ہوں گی ان کی تفصیل اس دور کا بیان اور پچاس عورتوں کی حدیث سے تعارض کا جواب	624
	باب:۱۰	
48	دوزخ کی آگ سے بچو خواہ ایک کھجور کا ٹکڑا صدقہ کر کے اور تھوڑا صدقہ کر کے	625
49	اللہ کی رضاجوئی کے لیے صدقہ دینے کی صورتیں	625
50	صدقہ دینے کے بعد اس پر احسان جتا کر اس کا اجر	

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
	ضائع کرنے کی مثال	626
51	حدیث مذکور کے رجال	627
52	منافقین کے استہزاء کا بیان	627
	باب:۱۱	
53	کون سا صدقہ افضل ہے اور مال کے خواہش مند اور تندرست آدمی کا صدقہ	628
54	حدیث مذکور کے رجال	629
55	افضل صدقہ کا مصداق اور صحت اور مال کی خواہش کے وقت صدقہ کی فضیلت کی توجیہ	629
	باب:۰۰۰	630
56	امام بخاری کا اپنی روایت میں حضرت زینب کی جگہ حضرت سودہ کو ذکر کرنا	630
	باب:۱۲	
57	دکھا کر صدقہ دینا	632
58	علانیہ صدقہ کے ثبوت میں احادیث	632
	باب:۱۳	
59	خفیہ طور پر صدقہ کرنا	634
60	خفیہ طور پر صدقہ دینے کی فضیلت میں دیگر احادیث	634
	باب:۱۴	
61	جب لاعلمی میں کسی غنی پر صدقہ کیا گیا	634
62	حدیث میں مذکور بعض جملوں کی وضاحت اور لاعلمی میں غیر مستحق کو زکوٰۃ ادا کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء	635
	باب:۱۵	
63	جب کسی شخص نے لاعلمی میں اپنے بیٹے کو زکوٰۃ دے دی	636
64	حدیث مذکور کے رجال	636
65	رشتہ داروں کو زکوٰۃ دینے کے متعلق مذاہب فقہاء	637
	باب:۱۶	
66	دائیں ہاتھ سے زکوٰۃ دینا	637
	باب:۱۷	
67	جس نے اپنے خادم کو صدقہ دینے کا حکم دیا اور خود صدقہ نہیں دیا	638
	باب:۱۸	
68	وہی صدقہ مقبول ہے جس کے بعد صدقہ دینے والا غنی رہے	639
69	تمام مال صدقہ کرنے کی تحقیق	639
70	اوپر والے ہاتھ کے مصداق کی تحقیق	642
71	عیال پر خرچ کرنے کی ترتیب اور تفصیل	643
72	حدیث مذکور کے رجال	644
73	اوپر والے ہاتھ کے مصداق کی مزید تفصیل	644
	باب:۱۹	
74	دے کر احسان جتانے والا	645
	باب:۲۰	
75	جس نے اپنے دن سے پہلے صدقہ دینے کو پسند کیا	645
	باب:۲۱	
76	صدقہ کی ترغیب دینا اور اس میں شفاعت کرنا	646
77	حدیث مذکور کے رجال	646
78	سفارش کرنے کی فضیلت	647
79	حدیث مذکور کے رجال	648
80	تھیلی کو باندھ کر رکھنے کا معنی	648
	باب:۲۲	
81	استطاعت کے مطابق صدقہ کرنا	648
	باب:۲۳	
82	صدقہ گناہ کو مٹا دیتا ہے	649

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
	باب: ٢٤	
83	جس نے حالت شرک میں صدقہ کیا' پھر اسلام قبول کرلیا	650
84	حدیث مذکور کے رجال	650
85	زمانۂ کفر میں کی ہوئی نیکیوں کی جزاء کی تحقیق	650
	باب: ٢٥	
86	جب نوکر مالک کے حکم سے صدقہ کرے اور اس کی نیت مالک کا مال برباد کرنا نہ ہو تو اس کا ثواب	651
87	حدیث مذکور کے رجال	651
88	حدیث میں مذکور خزانچی کی قیود کے فوائد	651
	باب: ٢٦	
89	جب کوئی عورت صدقہ کرے یا خاوند کے گھر سے کھلائے اور اس کا مال برباد کرنے کی نیت نہ ہو تو اس کا ثواب	652
	باب: ٢٧	
90	اللہ تعالیٰ کا ارشاد: پس جس نے (اللہ کی راہ میں) دیا اور اللہ سے ڈر کر گناہوں سے بچتا رہا○ اور نیک باتوں کی تصدیق کرتا رہا○ پس عنقریب ہم اس کو آسانی (جنت) مہیا کریں گے○ اور جس نے بخل کیا اور اللہ سے بے پرواہ رہا○ اور نیک باتوں کی تکذیب کی○ پس عنقریب ہم اس کو دشواری (دوزخ) مہیا کریں گے○ (اللیل: ١٠-٥)	653
91	حدیث مذکور کے رجال	654
92	اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والے کے لیے فرشتوں کی دعا	654
	باب: ٢٨	
93	صدقہ کرنے والے اور بخیل کی مثال	654
94	مال خرچ کرنے کی وجہ سے دنیا میں عیوب کی پردہ پوشی اور آخرت میں اجر وثواب	655
	باب: ٢٩	
95	کمائی اور تجارت سے صدقہ کرنا	655
96	ناپسندیدہ اور ناکارہ چیزوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں دینے کی ممانعت کے متعلق احادیث	656
	باب: ٣٠	
97	ہر مسلمان پر صدقہ کرنا فرض ہے' جس کو صدقہ کرنے کے لیے کچھ میسر نہ ہو' وہ کوئی نیک کام کرے	656
98	حدیث مذکور کے رجال	657
99	صدقہ کی صورتیں	657
	باب: ٣١	
100	زکوٰۃ اور صدقہ میں سے کتنی مقدار دی جائے اور جس آدمی نے بکری دی	658
101	حدیث مذکور کے رجال	658
102	فقیر کو اپنی زکوٰۃ کی کتنی مقدار دی جائے؟ اس کے متعلق مذاہب	658
	باب: ٣٢	
103	چاندی کی زکوٰۃ	659
	باب: ٣٣	
104	زکوٰۃ میں چیزوں کا لینا	660
105	حدیث مذکور کے رجال	661
106	زکوٰۃ کی مقدار کے برابر کسی بھی جنس سے زکوٰۃ ادا کرنے کا جواز	661
107	مصنف کی طرف سے علامہ ابن بطال کی دلیل کا جواب	661
108	حافظ ابن حجر اور غیر مقلدین کا آثار صحابہ اور حدیث رسول کو مسترد کرنا اور مصنف کے جوابات	662

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	باب:۳۴	
109	متفرق جانوروں کو جمع نہ کیا جائے اور جو جانور جمع ہوں ان کو متفرق نہ کیا جائے	663
	باب:۳۵	
110	اگر دو شخص شریک ہوں تو زکوٰۃ کا خرچ ایک دوسرے سے برابر برابر لے لیں	664
	باب:۳۶	
111	اونٹوں کی زکوٰۃ	664
112	حدیث مذکور کے رجال	665
113	دیہاتیوں کے اوپر ہجرت کا سخت ہونا	665
	باب:۳۷	
114	جس کی زکوٰۃ میں ایک سال کی اونٹنی واجب ہو اور وہ اس کے پاس نہ ہو	665
	باب:۳۸	
115	بکریوں کی زکوٰۃ	666
	باب:۳۹	
116	زکوٰۃ میں بوڑھا اور عیب والا اور نر جانور نہیں دیا جائے گا، مگر جب عامل اس کا لینا مناسب سمجھے	668
	باب:۴۰	
117	بکری کے بچہ کو زکوٰۃ میں دینا	668
	باب:۴۱	
118	زکوٰۃ میں لوگوں کا عمدہ مال نہ وصول کیا جائے	669
	باب:۴۲	
119	پانچ اونٹوں سے کم میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے	669
	باب:۴۳	
120	گایوں کی زکوٰۃ	669
121	گایوں کی زکوٰۃ کا نصاب اور زکوٰۃ کی مقدار	671
	باب:۴۴	
122	رشتہ داروں کو زکوٰۃ دینا	671
123	حدیث مذکور کے مسائل اور حضرت ابوطلحہ کی دریا دلی اور نبی ﷺ کی بے نفسی	672
124	مستعمل زیورات میں زکوٰۃ کے وجوب کے متعلق مذاہب فقہاء	673
125	مستعمل زیورات میں زکوٰۃ کے وجوب کے متعلق احادیث مطلقہ	674
126	مستعمل زیورات میں زکوٰۃ کے وجوب کے متعلق خصوصی احادیث	675
127	جب زیورات بہ مقدار نصاب ہوں تو ان میں زکوٰۃ کے وجوب کے متعلق فقہاء تابعین کے آثار	676
128	زیورات میں زکوٰۃ واجب نہ ہونے کے متعلق ائمہ ثلاثہ کی احادیث اور ان کے جوابات	676
	باب:۴۵	
129	مسلمان پر اس کے گھوڑے میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے	677
130	گھوڑوں میں زکوٰۃ کے وجوب کے متعلق مذاہب فقہاء اور امام ابوحنیفہ کے مذہب پر دلائل	677
	باب:۴۶	
131	کسی مسلمان پر اس کے غلام میں صدقہ واجب نہیں ہے	678
	باب:۴۷	
132	یتیموں پر صدقہ کرنا	679
133	حدیث مذکور کے رجال	680
134	کبھی کبھار اچھی چیز سے بُری چیز کا ظاہر ہونا	680
	باب:۴۸	
135	خاوند اور گود میں زیر پرورش یتیم بچوں پر زکوٰۃ کو خرچ کرنا	681

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
136	حدیث مذکور کے رجال	682
137	حضرت زینب کے زیر کفالت یتیم بچوں کا مصداق اور حضرت بلال کا رسول اللہ ﷺ کو حضرت زینب کی خبر دینا	682
138	حدیث مذکور کے رجال	683
139	حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حضرت ابوسلمہ سے اولاد	683
140	شوہر پر زکوٰۃ خرچ کرنے کے متعلق مذاہب ائمہ	683
141	اس پر دلیل کہ حضرت ابن مسعود کی بیوی ان پر جو مال خرچ کرتی تھیں' وہ زکوٰۃ نہیں تھا	684
142	شافعی' مالکی اور غیر مقلد علماء کا شوہر کو زکوٰۃ دینے کے عدم جواز میں امام اعظم کے مؤقف کی تائید کرنا	685
	باب: ۴۹	
143	اللہ تعالیٰ کا ارشاد: اور غلاموں کو آزاد کرنے میں اور مقروضوں کو اور اللہ کی راہ میں زکوٰۃ دی جائے۔ (التوبہ: ۶۰)	686
144	رسول اللہ ﷺ کا غنی کرنا' حضرت خالد کے زکوٰۃ نہ دینے کی توجیہ اور حضرت عباس پر صدقہ کرنے کی توجیہ	688
145	جس جنس میں زکوٰۃ واجب ہو' اس جنس کے بجائے اس کی قیمت ادا کرنے کا جواز' امام کے لیے زکوٰۃ کو مؤخر کرنے کا جواز اور وقت سے پہلے زکوٰۃ کی ادائیگی میں مذاہب	689
	باب: ۵۰	
146	سوال کرنے سے رُکنا	689
147	ضرورت کے وقت سوال کرنے کا جواز' تاہم ضرورت کے باوجود سوال نہ کرنا زیادہ اولیٰ اور افضل ہے	690
148	سوال کی ممانعت کے متعلق دیگر احادیث	691
149	حدیث مذکور کے رجال	693
150	مقتدر اعلیٰ سے سوال کرنے کا جواز' زیادہ سوال کرنے کی کراہت' اپنی اجرت کے سوال کرنے کا جواز اور بیت المال میں مسلمانوں کے حق کے متعلق فقہاء کے مذاہب	694
	باب: ۵۱	
151	جس کو اللہ تعالیٰ نے بغیر سوال کے اور بغیر نفس کے جھکانے کے عطا کیا'' اور ان کے مالوں میں سائلوں اور محروموں کا حق ثابت تھا''	694
152	''اشراف نفس'' کا معنی	695
153	رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر کو جو مال عطا کیا تھا' وہ صدقہ نہیں تھا	695
154	جب کسی شخص کو کوئی مال عطا کرے تو اس کو وہ لے لینا چاہیے	696
155	بعض فقہاء کے نزدیک حاکم اور سلطان کا عطیہ قبول کرنا حرام یا مکروہ ہے	696
156	بعض دوسرے فقہاء کے نزدیک حاکم کا عطیہ قبول کرنا مستحب ہے	696
157	حاکم کا عطیہ قبول کرنے پر بعض اعتراضات کے جوابات	697
158	حرام اور حلال مال سے مخلوط عطیہ کا بعض کے نزدیک ناجائز ہونا	697
159	حرام اور حلال مال سے مخلوط عطیہ کا بعض صحابہ اور فقہاء تابعین کے نزدیک جائز ہونا	697
160	مقتدر اعلیٰ کا کسی ترجیح کی بناء پر خوش حال لوگوں کو عطا کرنا	698
	باب: ۵۲	
161	جس نے اپنے مال کو زیادہ کرنے کے لیے لوگوں سے سوال کیا	699

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
162	حدیث مذکور کے رجال	700
163	بلاضرورت سوال کرنے والے کی قیامت کے دن سزا	700
	باب:۵۳	
164	اللہ تعالیٰ کا ارشاد: وہ لوگوں سے گڑگڑا کر سوال نہیں کرتے۔(البقرہ:۲۷۳) اور خوش حالی کی کتنی مقدار ہے	700
165	مسکین اور فقیر کے معنی کی تحقیق	702
166	آدمی کے پاس کس قدر مال ہو تو اس کے لیے سوال کرنا اور صدقہ لینا جائز نہیں ہے	703
167	حدیث مذکور کے رجال	704
168	''قیل وقال'' کا معنی	704
169	کثرت سوال کی متعدد صورتیں	705
170	مال ضائع کرنے کی متعدد صورتیں	706
	باب:۵۴	
171	درخت پر لگی ہوئی کھجوروں کو دیکھ کر پکی ہوئی کھجوروں کا اندازہ کرنا	708
172	حدیث مذکور کے رجال	710
173	تبوک' وادی القریٰ اور ایلہ کا مصداق	710
174	احد پہاڑ کا نبی ﷺ سے محبت کرنا حقیقت پر مبنی ہے اور اس کی بہ کثرت نظائر اور شواہد	710
175	آپ پہاڑ کی محبت کا جواب بھی محبت سے دیتے تھے	711
176	''خرص'' کے متعلق مذاہب فقہاء	712
177	''خرص'' کے ثبوت میں ائمہ ثلاثہ کی مؤید احادیث اور ان کے جوابات	712
178	''خرص'' کی ممانعت کے متعلق احادیث	713

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
	باب:۵۵	
179	جس زمین کو بارش کے پانی یا جاری پانی سے سیراب کیا جائے اس میں عشر ہے	715
180	شہد میں عشر کے وجوب کے متعلق مذاہب فقہاء	716
181	شہد میں عشر کے وجوب کے متعلق احادیث اور آثار	716
	باب:۵۶	
182	پانچ وسق سے کم میں صدقہ نہیں ہے	717
	باب:۵۷	
183	جب درختوں سے کھجوروں کو اُتارا جائے اس وقت صدقہ (عشر) لیا جائے اور کیا بچوں کو چھوڑ دیا جائے کہ وہ صدقہ کی کھجوروں کو ہاتھ لگائیں؟	718
184	حدیث مذکور کے رجال	718
185	درختوں سے پھل اتارنے کے بعد ان میں سے کچھ پھلوں کو صدقہ کرنا	719
186	سادات پر صدقہ حرام ہونے میں مذاہب فقہاء	720
187	جن سادات پر صدقہ حرام ہے' ان کے مصادیق	720
188	مسجد میں اور سلطان کے پاس صدقات جمع کرانے اور جن کاموں میں عام لوگوں کا مفاد ہو' ان کو مسجد میں انجام دینے کا جواز اور دیگر مسائل	721
	باب:۵۸	
189	جس نے اپنے پھل فروخت کیے یا کھجور کے درخت یا زمین یا کھیت حالانکہ اس میں عشر یا صدقہ واجب ہو چکا تھا' پس اس نے کسی اور مد میں سے زکوٰۃ ادا کر دی یا اس نے اپنے وہ پھل فروخت کیے جن میں صدقہ واجب نہیں ہوا تھا	721
190	امام شافعی کا پکے ہوئے پھلوں کی بیع کو ناجائز قرار دینا' اور امام بخاری کا ان پر رد کرنا کہ یہ حدیث کے خلاف ہے	722

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
191	امام بخاری کی عبارت میں حافظ ابن حجر کا بے جا قید کا اضافہ کرنا	723
192	حافظ ابن حجر کی نکتہ آفرینی پر مصنف کی تنقید	723
	باب:٥٩	
193	کیا انسان اپنے صدقہ کو خرید سکتا ہے؟	725
194	صدقہ کی ہوئی چیز کو خریدنے کی ممانعت میں مذاہب فقہاء	726
195	جہاد کے لیے صدقہ کرنے کی فضیلت اور ہبہ کر کے واپس لینے کی کراہت	727
	باب:٦٠	
196	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے صدقہ کا ذکر	727
197	نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل پر کون سا صدقہ حرام ہے؟ آیا صرف فرض یا نفلی صدقہ بھی حرام ہے؟	728
198	نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر زکوۃ حرام ہونے کے متعلق احادیث	729
	باب:٦١	
199	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کی باندیوں پر صدقہ	730
200	حدیث مذکور کے رجال	731
201	نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی باندیوں پر صدقہ کا حرام نہ ہونا	731
202	بنو ہاشم کے غلاموں پر صدقہ حرام ہونے میں مذاہب	731
203	مردار کی رنگی ہوئی کھال کے پاک ہونے میں مذاہب فقہاء	732
	باب:٦٢	
204	جب صدقہ منتقل ہو جائے	732
205	حدیث مذکور کے رجال	733
	باب:٦٣	
206	مال داروں سے صدقہ لے کر فقراء کی طرف لوٹانا خواہ وہ کہیں ہوں	733
	باب:٦٤	
207	زکوۃ دینے والے کے لیے امام کی صلوۃ اور دعا	734
208	صلوۃ کا معنی	734
209	علامہ عینی کے نزدیک التوبہ:١٠٣ میں صلوۃ سے مراد دعا ہے	735
210	علامہ ابن بطال کے نزدیک التوبہ:١٠٣ میں صلوۃ سے مراد نماز جنازہ ہے	735
211	التوبہ: ١٠٣ میں صلوۃ کی تفسیر میں علامہ عینی اور علامہ ابن بطال کے نزاع میں مصنف کا محاکمہ	735
212	امام پر زکوۃ دینے والے کے لیے دعا کرنا واجب ہے یا مستحب؟	736
213	حدیث مذکور کے رجال اور حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی کا تذکرہ اور اسم اعظم کا انہیں پانا	737
214	غیر انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے لیے لفظ صلوۃ کے ساتھ دعا کرنے میں مذاہب فقہاء	737
215	غیر انبیاء علیہم السلام کے لیے لفظ صلوۃ کے ساتھ دعا کرنے میں اہل سنت اور علماء شیعہ کا مؤقف	737
216	انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے لیے لفظ صلوۃ کے ساتھ دعا کرنے میں جمہور علماء کا مؤقف	738
217	انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے غیر کے لیے لفظ صلوۃ کے ساتھ دعا کرنے والوں کے دلائل اور ان کے جوابات	738
218	انبیاء علیہم السلام کے غیر پر انفراداً لفظ صلوۃ کے ساتھ دعا کی ممانعت کے دلائل	739
	باب:٦٥	
219	جو چیزیں سمندر سے نکالی جاتی ہیں	740
220	عنبر کے معنی کی تحقیق	740
221	حدیث مذکور کا مکمل متن	741

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
222	حدیث مذکور کی عنوان سے مطابقت اور امام بخاری کا مقصود	742
223	سمندر سے نکالے گئے موتیوں اور عنبر میں وجوب زکوٰۃ کے متعلق اختلاف فقہاء	742
	باب: ٦٦	
224	رکاز میں خمس (پانچواں حصہ) ہے	743
225	امام بخاری کا امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ پر یہ اعتراض کہ وہ کان میں خمس ادا کرنے کو واجب بھی کہتے ہیں اور منع بھی کرتے ہیں	744
226	امام بخاری کے اعتراض کا مصنف کی طرف سے جواب اور کان کے متعلق امام اعظم کے مذہب کی تفصیل	745
227	کان کے حکم کے متعلق فقہاء احناف کی تصریحات	746
228	امام بخاری کے امام اعظم پر اعتراض اور مصنف کے جواب کا خلاصہ	746
229	علامہ ابن بطال' علامہ ابن حجر اور شیخ وحید الزمان کا اس مقام پر امام بخاری کے مقابلہ میں امام اعظم ابوحنیفہ کی تائید کرنا	747
230	تنبیہات	747
231	جانور کے کیے ہوئے نقصان کی ضمانت میں مذاہب فقہاء	748
232	کنویں میں اور کان میں گرنے والے کا تاوان نہ ہونا	748
233	رکاز کا مصداق	748
234	رکاز میں نصاب کی شرط کے متعلق مذاہب فقہاء	749
	باب: ٦٧	
235	اللہ عزوجل کا ارشاد: اور زکوٰۃ کی وصول یابی پر مامور لوگ (التوبہ: ٦٠) اور امام کا عاملین کا محاسبہ کرنا	749
236	حدیث مذکور کا مکمل متن	750
237	عاملین زکوٰۃ سے حساب لینا اور دیگر فقہی مسائل	750
	باب: ٦٨	
238	صدقہ کی اونٹنیوں اور ان کے دودھ کو مسافروں کے لیے استعمال کرنا	751
	باب: ٦٩	
239	صدقہ کے اونٹوں پر امام کا اپنے ہاتھ سے داغ لگانا	752
240	حدیث مذکور کے رجال	752
241	گھٹی دینے کا بیان	752
242	علامت کے لیے جانوروں کے جسم پر داغ لگانے کے جواز یا استحباب میں مذاہب فقہاء	752
243	شوافع کا فقہاء احناف پر یہ افتراء کہ وہ داغ لگانے سے منع کر کے حدیث کی مخالفت کرتے ہیں	753
244	جانوروں پر داغ لگانے کے ثبوت میں فقہاء احناف کی عبارات	753
245	غیر مقلدین کا فقہاء احناف پر افتراء کہ وہ جانوروں پر داغ لگانے سے منع کرتے ہیں	753
246	صحابہ کا رسول اللہ ﷺ کے لعاب سے برکت حاصل کرنا	754
	باب: ٧٠	
247	صدقہ فطر کا فرض ہونا	754
248	صدقہ فطر کی تعریف' حکم' شرط' رکن اور مسائل	754
249	صدقہ فطر کے حکم میں مذاہب ائمہ اور امام اعظم کے مذہب پر دلیل	755
250	حدیث مذکور کے رجال	756
251	احکام شرعیہ کا رسول اللہ ﷺ کی طرف مفوض ہونا اور صدقہ فطر کے وجوب کی دلیل	756
252	جو بچہ عید کے دن پیدا ہوا اس کی طرف سے صدقہ	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	فطر ادا کرنے کے وجوب میں مذاہب فقہاء	756
253	کتنے مال کی ملکیت پر صدقہ فطر واجب ہوتا ہے' اس میں مذاہب فقہاء	757
254	بیوی کا صدقہ فطر شوہر پر لازم ہونے میں مذاہب فقہاء	757
	باب: ۷۱	
255	صدقہ فطر کا تمام مسلمانوں پر واجب ہونا حتیٰ کہ غلاموں اور باندیوں پر بھی	757
	باب: ۷۲	
256	جَو سے چار کلوگرام صدقہ فطر ادا کرنا	758
	باب: ۷۳	
257	چار کلوگرام طعام یا دوسرے اناج سے صدقہ فطر ادا کرنا	758
	باب: ۷۴	
258	چار کلوگرام کھجوروں سے صدقہ فطر ادا کرنا	758
259	گندم سے صدقہ فطر دینے میں گندم کی مقدار چار کلوگرام ہے یا دو کلوگرام؟	759
260	ایک صاع (چار کلو) گندم صدقہ فطر دینے کی تائید میں ائمہ ثلاثہ کی احادیث اور ان کے جواب	759
261	امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی نصف صاع (دو کلو گندم) صدقہ فطر کے متعلق احادیث	760
	باب: ۷۵	
262	ایک صاع (چار کلو) کشمش سے	761
	باب: ۷۶	
263	عید سے پہلے صدقہ دینا	762
	باب: ۷۷	
264	آزاد اور غلام پر صدقہ فطر کا وجوب	762
	باب: ۷۸	
265	چھوٹے اور بڑے کو صدقہ فطر دینا	763
266	قربانی کے جانوروں اور صدقۂ فطر میں تنوع	764
267	''کتاب الزکوٰۃ'' کا اختتام	765
	۲۵-کتاب الحج	766
1	''کتاب الزکوٰۃ'' کے بعد ''کتاب الحج'' درج کرنے کی توجیہ' حج کا لغوی اور شرعی معنی اور حج کی مشروعیت کی تاریخ	766
	باب: ۱	
2	حج کا وجوب اور اس کی فضیلت	767
3	بیت اللہ کے اسماء	767
4	حج کی استطاعت کی تفصیل	767
5	استطاعت کے باوجود حج نہ کرنے والے پر وعید	768
6	رسول اللہ ﷺ نے کتنے حج کیے؟	768
7	حلال آمدنی سے حج کرنے کی فضیلت اور حرام آمدنی سے حج کرنے کی مذمت	768
8	حضرت الفضل رضی اللہ عنہ کا تذکرہ' حضرت الفضل کا چہرہ دوسری طرف پھیرنے اور عورت کو منع نہ کرنے کی توجیہ	769
9	حج بدل کرنے میں فقہاء اسلام کے مذاہب	769
10	حج بدل میں حج کس کا ہوگا؟ حج کرنے والے کا یا حج کروانے والے کا؟	770
11	حج بدل کرنے کے ثبوت میں دیگر احادیث	770
	باب: ۲	
12	اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (اور لوگوں میں بلند آواز سے حج کا اعلان کیجئے) وہ آپ کے پاس دور دراز راستوں سے پیدل اور دبلے اونٹ پر سوار ہو کر آئیں گے○ تاکہ وہ اپنے فوائد کے مقامات پر	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	حاضر ہوں۔(الحج:۲۸۔۲۷)	771
13	قیامت تک وہی حج کرسکیں گے جنہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پکار پر لبیک کہا تھا	771
14	حدیث مذکور کے رجال	772
15	سواری پر سوار ہو کر حج کرنا افضل ہے یا پیدل چل کر؟	772
16	سواری پر حج کرنے کی فضیلت میں احادیث	772
17	پیدل حج کرنے کی فضیلت میں احادیث	773
18	سواری پر حج کرنے والوں کو ملال نہیں کرنا چاہیے	773
	باب:۳	
19	پالان پر سوار ہو کر حج کرنا	774
20	حدیث مذکور کے رجال	775
	باب:٤	
21	حج مقبول کی فضیلت	775
22	حدیث مذکور کے رجال	776
23	حج کے جہاد سے افضل ہونے کی توجیہ	776
24	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر سے نکلنے پر روافض کا اعتراض اور اس کا جواب	776
25	حدیث مذکور کے رجال	777
26	"رفث" اور "فسوق" کا معنی	777
27	ملا علی قاری کی یہ تحقیق کہ حج کرنے سے گناہ کبیرہ معاف نہیں ہوتے اور نہ حقوق العباد معاف ہوتے ہیں	778
28	مصنف کی یہ تحقیق کہ حج کرنے سے ہر قسم کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں	778
29	حج کرنے والے کے کبیرہ گناہوں کو معاف فرما دینا	779
30	حج کرنے والے کے ذمہ حقوق العباد کو معاف فرما دینا	779
31	اس حدیث سے استدلال کہ حج کرنے والا گناہوں سے اس طرح پاک ہو جاتا ہے جیسے اسی دن اپنی ماں کے بطن سے پیدا ہوا ہو	780
32	اس اعتراض کا جواب کہ پھر تو قاتلوں اور زانیوں کے لیے معاملہ آسان ہے وہ قتل اور زنا کریں اور حج کر کے اپنی مغفرت کرا لیں	780
	باب:۵	
33	حج اور عمرہ کے مواقیت کا تقرر	780
34	قرن، ذوالحلیفہ اور الجحفہ کا بیان	781
35	مواقیت مذکورہ سے احرام باندھنے کا وجوب اور جو شخص بغیر احرام کے مکہ میں داخل ہو اس کا شرعی حکم	782
	باب:٦	
36	اللہ تعالیٰ کا ارشاد: اور سفر خرچ تیار کرو اور بہترین سفر خرچ تقویٰ (سوال سے رکنا) ہے (البقرہ:۱۹۷)	782
37	حدیث مذکور کے رجال	783
38	اغنیاء پر توکل کرنے کا شدید حرام ہونا	783
39	توکل کی صحیح تعریف	783
	باب:۷	
40	حج اور عمرہ میں اہل مکہ کے احرام باندھنے کی جگہ	783
41	یلملم کی تعیین اور پاکستان کے کسی شہر سے احرام باندھنے کی جگہ	784
	باب:۸	
42	اہل مدینہ کا میقات اور وہ لوگ ذوالحلیفہ پہنچنے سے پہلے احرام نہ باندھیں	785
	باب:۹	
43	اہل شام کے احرام باندھنے کی جگہ	785

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	باب:۱۰	
44	اہل نجد کے احرام باندھنے کی جگہ	786
	باب:۱۱	
45	جو لوگ مواقیت کے ماوراء رہتے ہوں ان کے احرام باندھنے کی جگہ	786
	باب:۱۲	
46	اہل یمن کے احرام باندھنے کی جگہ	787
	باب:۱۳	
47	اہل عراق کا میقات ذات عرق ہے	787
48	حدیث مذکور کے رجال	788
49	اس اعتراض کا جواب کہ بصرہ اور کوفہ حضرت عمر کے عہد میں فتح نہیں ہوئے تھے اور حدیث میں مذکور ہے: جب یہ دونوں شہر فتح ہوگئے تھے	788
50	اس پر دلیل کہ ذات عرق کو نبی ﷺ نے ہی میقات بنایا تھا' حضرت عمر نے صرف اس حکم کی تبلیغ کی تھی	788
51	ذات عرق کو میقات قرار دینے کے متعلق نبی ﷺ کی احادیث	789
52	حافظ ابن حجر کی امام شافعی کی تائید میں ان احادیث کو مشکوک قرار دینے کی لاحاصل سعی اور مصنف کا امام ابوحنیفہ کی تائید میں متعدد احادیث صحیحہ کو درج کرنا	789
53	ان احادیث پر امام شافعی کے اس اعتراض کا جواب کہ آپ کے عہد میں تو عراق آباد نہیں ہوا تھا	790
	باب:۱۴	791
	باب:۱۵	
54	نبی ﷺ کا راستہ کے درخت سے نکلنا	791
	باب:۱۶	
55	نبی ﷺ کا ارشاد کہ العقیق مبارک وادی ہے	792
56	حدیث مذکور کے رجال	792
57	آپ کے پاس آنے والے کا مصداق' آپ نے وادی عقیق میں کون سی نماز پڑھی تھی؟ اور عمرہ کا حج میں ہونے کا معنی	793
58	وادی عقیق کی فضیلت اور اس پر دلیل کہ آپ کا حج' حج قران تھا	793
59	رسول اللہ ﷺ اور حضرات صحابہ کے قیام کی جگہوں پر خصوصی رحمتوں اور برکتوں کا نازل ہونا	794
	باب:۱۷	
60	اگر کپڑوں پر خوشبو کا لیپ ہو تو احرام باندھنے سے پہلے اس کو تین بار دھونا چاہیے	794
61	حدیث مذکور کے رجال	795
62	احرام باندھتے وقت خوشبو لگانے کے جواز میں امام طحاوی کے دلائل اور مانعین کے جوابات	795
63	احرام باندھتے وقت خوشبو لگانے میں اختلاف ائمہ اور امام ابوحنیفہ کے موقف پر احادیث سے دلائل	796
64	وحی خفی کا ثبوت اور کسی مسئلہ کا فوراً جواب دینا ضروری نہیں ہے' عالم کو چاہیے کہ وہ یقین حاصل کرنے کے بعد جواب دے اور دیگر مسائل	797
	باب:۱۸	
65	احرام باندھتے وقت خوشبو لگانا' اور جب احرام باندھنے کا ارادہ کرے تو کیا پہنے؟ اور وہ کنگھی کرے اور تیل لگائے	797
66	احرام باندھتے وقت خوشبو لگانے کا استحباب	799
	باب:۱۹	
67	جس نے بال جما کر احرام باندھا	799

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
68	حدیث مذکور کے رجال	800
69	تلبیہ کے کلمات اور تلبید کا معنی	800
70	محرم کے لیے بالوں کو چپکانے میں مذاہب ائمہ اور امام ابوحنیفہ کے مؤقف پر دلیل	800
	باب: ۲۰	
71	مسجد ذوالحلیفہ کے پاس تلبیہ پڑھنا	800
72	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے احرام باندھنے کی جگہ میں فقہاء کا اختلاف	801
73	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حج کا احرام باندھنے میں اختلاف کا منشاء	802
74	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حج کا احرام باندھنے میں مذاہب ائمہ	802
	باب: ۲۱	
75	محرم کون سے کپڑے نہ پہنے	803
	باب: ۲۲	
76	حج میں سواری پر بیٹھنا اور کسی کو اپنے پیچھے سواری پر بٹھانا	803
77	سواری پر بیٹھ کر حج کرنے کی فضیلت	804
	باب: ۲۳	
78	محرم کپڑوں، چادروں اور تہبندوں پر مشتمل جو لباس پہنے	804
79	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حج قران کا ثبوت	806
80	رنگ دار کپڑے کا احرام پہننے کی تحقیق	806
	باب: ۲۴	
81	جس نے صبح تک رات ذوالحلیفہ میں گزاری	807
	باب: ۲۵	
82	بلند آواز سے تلبیہ (اللّٰھم لبیک) پڑھنا	808
	باب: ۲۶	
83	تلبیہ (''اللّٰھم لبیک'' کہنا)	808
84	تلبیہ کا معنی	808
85	تلبیہ پڑھنے کا شرعی حکم	809
86	تلبیہ میں اضافہ کرنے کے متعلق اختلاف فقہاء	809
	باب: ۲۷	
87	سواری پر بیٹھتے وقت احرام باندھنے سے پہلے ''الحمد للہ، سبحان اللہ'' اور ''اللہ اکبر'' پڑھنا	810
	باب: ۲۸	
88	جس نے اس وقت احرام باندھا جب اس کی سواری سیدھی کھڑی ہوگئی	810
	باب: ۲۹	
89	قبلہ کی طرف منہ کر کے احرام باندھنا	811
	باب: ۳۰	
90	وادی میں اترتے وقت تلبیہ کہنا	812
91	حدیث مذکور کے رجال	812
92	نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تلبیہ پڑھتے ہوئے دیکھا اور المہلب کا اس حدیث کو غلط قرار دینا	812
93	حافظ ابن حجر عسقلانی کا المہلب پر رد کرنا اور اس حدیث کی متعدد توجیہات کرنا اور انبیاء علیہم السلام کی حیات کی تصریح کرنا	812
94	دیگر شارحین کا حافظ ابن حجر کی تقریر کو نقل کرنا	814
95	علامہ طیبی، محدث دہلوی اور دیگر علماء اسلام کی یہ تصریح کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے زمانہ میں ہر زمانہ کے احوال دیکھتے ہیں اور دیگر جوابات کا ذکر کرنا	814
96	غیر مقلد علماء کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات بصر کا ذکر کرنا	816
	باب: ۳۱	
97	حیض اور نفاس والی عورت کس طرح احرام باندھے	816

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
98	''اہلال'' کے متعدد معانی	816
99	''وما اہل بہ لغیر اللہ'' کے معنی کی تحقیق	817
100	علماء دیوبند کا مطلقاً غیر اللہ کے تقرب کو حرام قرار دینا	817
101	مصنف کے نزدیک بہ طور عبادت غیر اللہ کے تقرب کا حصول حرام ہونا اور دیگر صورتوں میں غیر اللہ کے تقرب کا حصول جائز ہونا	818
102	حجۃ الوداع کا معنی' تنعیم کا محل وقوع' احناف کے نزدیک نبی ﷺ کا حج قران ہونا اور قران میں دو سعی اور دو طواف ہونے کے دلائل	819
103	حج قران میں دو طواف اور دو سعی کرنے کے ثبوت میں احادیث آثار اور فقہاء تابعین کے اقوال	820
	باب:۳۲	
104	جس نے نبی ﷺ کے زمانہ میں آپ کے احرام کی مثل احرام باندھا	822
105	حدیث مذکور کے رجال	823
106	حضرت سراقہ رضی اللہ عنہ کا تذکرہ	823
107	حدیث مذکور کے رجال	825
108	حضرت ابوموسیٰ کو یمن بھیجنے کی تاریخ' حضرت عمر کے تمتع سے منع کرنے کی توجیہ' حضرت علی اور حضرت ابوموسیٰ دونوں کے پاس ھدی نہیں تھا پھر کیا وجہ ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت علی کو اپنے احرام پر برقرار رہنے کا حکم دیا اور حضرت ابوموسیٰ اشعری کو احرام کھولنے کا حکم دیا؟	825
	باب:۳۳	
109	اللہ تعالیٰ کا ارشاد: حج کے مہینے معروف ہیں اور جو شخص ان مہینوں میں (حج کی نیت کر کے) حج کو لازم کر لے تو حج میں نہ عورتوں سے جماع کی باتیں ہوں نہ گناہ اور نہ جھگڑا۔ (البقرہ:۱۹۷)	826
	باب:۳۴	
110	حج میں تمتع اور قران اور افراد اور جس کے ساتھ قربانی نہ ہو اس کا حج کے احرام کو فسخ کرنا	829
111	حضرت عثمان اور حضرت علی کے درمیان حج تمتع کرنے کے متعلق مباحثہ کے فوائد	830
112	عمرہ اور حج کو جمع کرنے یعنی قران اور تمتع کے جواز کے متعلق دیگر احادیث	831
113	حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما جو حج تمتع سے منع کرتے تھے اس کے متعلق شارحین کی آراء	832
114	زمانہ جاہلیت میں عربوں کا مہینوں کو مؤخر کرنا اور اسلام کا اس غلط رسم کو مٹانا	834
115	حرمت والے مہینے	835
116	مشرکین کا حرمت والے مہینوں کو مؤخر کرنے کی وجہ اور نبی ﷺ کا اس کو رد فرمانا	835
117	نبی ﷺ کے حج قران کی دلیل اور دیگر مسائل	836
118	نیک عالم کے خواب سے شرعی مسئلہ پر استدلال' اپنے مؤقف کی تائید پر انعام دینا اور عالم کا علم پر نذرانہ لینا	837
	باب:۳۵	
119	جس نے لبیک پڑھتے ہوئے حج کا نام لیا	838
	باب:۳۶	
120	نبی ﷺ کے عہد میں حج تمتع کرنا	838
121	حدیث مذکور کے رجال	839
122	تمتع یا قران کی تائید میں قرآن مجید کی آیت اور حدیث میں مذکور شخص کا مصداق	839
	باب:۳۷	
123	اس آیت کی تفسیر: یہ (حج تمتع کا) حکم اس شخص کے لیے ہے جس کے اہل وعیال مسجد حرام (مکہ مکرمہ)	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	کے رہنے والے نہ ہوں۔ (البقرہ:۱۹۶)	839
124	اہل حرم کے مصداق میں اختلاف فقہاء اور اہل مکہ کے لیے تمتع اور قران کے بلا کراہت جواز میں اختلاف ائمہ	839
125	حدیث مذکور کے رجال	841
126	مشکل اور مبہم الفاظ کے معانی اور تفصیل	841
127	تمتع کی تعریف' شرائط اور تمتع کی قربانی میسر نہ ہونے کی صورت میں دس روزوں کے رکھنے کے مقام میں مذاہب ائمہ	841
	باب:۳۸	
128	مکہ میں دخول کے وقت غسل کرنا	842
	باب:۳۹	
129	دن یا رات کے وقت مکہ میں داخل ہونا	842
	باب:۴۰	
130	مکہ میں کہاں سے داخل ہو؟	843
131	الثنیة العلیاء اور الثنیة السفلی کا معنی اور مکہ میں دخول اور خروج کے وقت راستہ بدلنے کی حکمتیں	843
	باب:۴۱	
132	مکہ سے کہاں سے باہر نکلے؟	844
	باب:۴۲	
133	مکہ کی فضیلت اور کعبہ کی تعمیر کا بیان	846
134	''مثابةً'' کا معنی	846
135	''امناً'' کا معنی	846
136	مقام ابراہیم کی تعیین	847
137	کعبہ کی تعمیر کتنی بار کی گئی؟	847
138	کعبہ کی دیوار کے چار کونوں اور ان میں سے صرف دو کونوں کی تعظیم کا بیان	849
139	فقہاء احناف کے نزدیک کعبہ کے صرف دو کونوں کی تعظیم ہے اور اس کے ثبوت میں احادیث	849
140	رکن یمانی کو بوسا دینے کی ممانعت	850
141	باقی ائمہ ثلاثہ کے نزدیک بھی کعبہ کی دیوار کے صرف دو کونوں کی تعظیم ہے	850
	باب:۴۳	
142	حرم کی فضیلت	852
	باب:۴۴	
143	مکہ کے گھروں میں وراثت جاری ہوگی اور ان کا بیچنا اور خریدنا جائز ہے' اور لوگ بالخصوص مسجد حرام میں برابر ہیں	854
144	حدیث مذکور کے رجال	855
145	آیت مذکور الصدر کی تاویل	855
146	مکہ کی زمین اور اس کے مکانوں کو فروخت کرنے اور کرائے پر دینے کی ممانعت میں مذاہب فقہاء	855
147	مکہ کی زمین اور مکانوں کو فروخت کرنے اور کرائے پر دینے کی ممانعت کے دلائل اور ان کا ضعف	856
148	مکہ کی زمین اور اس کے مکانوں کو فروخت کرنے اور کرائے پر دینے کے جواز میں قرآن مجید اور احادیث وآثار سے استدلال	857
149	مکہ کی زمین اور مکانوں کو فروخت کرنے اور کرائے پر دینے کے متعلق فقہاء احناف کا مذہب	858
	باب:۴۵	
150	نبی ﷺ کا مکہ میں اترنا	859
151	نبی ﷺ کی مخالفت میں لکھے ہوئے صحیفہ کو دیمک کا کھالینا	860
	باب:۴۶	
152	اللہ عزوجل کا ارشاد	860
153	باب مذکور میں حدیث ذکر نہ کرنے کی توجیہ	861

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
154	ابراہیم: ۳۷-۳۵ کی مختصر تفسیر	861
	باب: ۴۷	
155	اللہ تعالیٰ کا ارشاد	862
156	المائدہ: ۹۷ کی باب میں درج تین حدیثوں کی مناسبت کے اشارات	862
157	المائدہ: ۹۷ میں درج بعض اہم الفاظ کی شرح	862
158	چھوٹی پنڈلیوں والے حبشی کی شرح	863
159	کعبہ کی تخریب کے متعلق احادیث	863
160	اللہ تعالیٰ نے کعبہ کو مامون قرار دیا ہے' پھر حجاج' قرامطہ اور حبشی کعبہ کی تخریب پر کس طرح قادر ہوئے؟	864
161	حدیث مذکور کے رجال	865
162	غلاف کعبہ کی تاریخ	865
163	حدیث مذکور کے رجال	866
164	یاجوج اور ماجوج کی تعریف	866
	باب: ۴۸	
165	کعبہ پر غلاف چڑھانا	866
166	حدیث مذکور کے رجال	866
167	اس اعتراض کے متعدد جوابات کہ یہ حدیث عنوان کے مطابق نہیں ہے	867
168	کرسی کا معنی اور کعبہ کے غلاف کے متعلق حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا طرز عمل	867
169	کعبہ کے پردوں کو کعبہ پر برقرار رکھنا اور پرانے پردوں کو مسلمانوں میں تقسیم کرنے کا جواز	868
	باب: ۴۹	
170	کعبہ کو منہدم کرنا	868
171	اخیر زمانہ میں کعبہ کو گرائے جانے کی حکمت	869

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	باب: ۵۰	
172	حجر اسود کے متعلق جو ذکر کیا گیا ہے	869
173	حدیث مذکور کے رجال	870
174	حضرت عمر نے جو کہا تھا کہ تو ایک پتھر ہے نقصان پہنچا سکتا ہے نہ نفع' اس کے متعلق شارحین کی توجیہات	870
175	حضرت عمر کے اس قول سے حضرت علی کا اختلاف اور حضرت عمر کا رجوع کرنا	871
176	حجر اسود کے فضائل میں احادیث	872
	باب: ۵۱	
177	بیت اللہ کے دروازہ کو اندر سے بند کرنے کا جواز اور بیت اللہ کے اندر ہر جہت میں نماز پڑھنے کا جواز	872
178	کعبہ کے اندر نماز پڑھنے کے متعلق مذاہب فقہاء	873
	باب: ۵۲	
179	کعبہ کے اندر نماز پڑھنا	873
	باب: ۵۳	
180	جو شخص کعبہ کے اندر داخل نہیں ہوا	874
181	کعبہ کی تصویروں کو مٹانا	874
	باب: ۵۴	
182	جس نے کعبہ کی اطراف میں اللہ اکبر کہا	875
183	مشرکین کا تیروں سے فال نکالنا	875
	باب: ۵۵	
184	رمل کی ابتداء کس طرح ہوئی	875
185	طواف میں رمل کے متعلق مذاہب فقہاء	876
186	حج میں نبی ﷺ کی سنت کا بیان	876
	باب: ۵۶	
187	جب کوئی مکہ میں آئے تو پہلے طواف میں حجر اسود کی تعظیم کرے اور تین چکروں میں رمل کرے	876

نمبرشمار	عنوان	صفحہ	نمبرشمار	عنوان	صفحہ
188	طواف قدوم' طواف زیارت اور طواف وداع کا بیان	877			
	باب:۵۷				
189	حج اور عمرہ میں رمل کرنا	877			
190	علامہ عینی اور علامہ عسقلانی کا حدیث مذکور کی عنوان کے ساتھ مطابقت بیان کرنے میں غلط توجیہ کرنا	878			
191	مصنف کا علامہ عینی اور علامہ عسقلانی کی غلطی کو واضح کرنا	879			
192	نعمۃ الباری کی تیسری جلد کا اختتام	879			
193	نعمۃ الباری فی شرح صحیح البخاری جلد ثالث کی ڈائری	881			
194	ماخذ ومراجع	883			

خطبة الكتاب

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله ربّ العالمين' الّذى جعلنا من المسلمين' ووصفنا بخير امّة من الامم الماضين' وانعم علينا بتنزيل القرآن الكريم وهدانا به الى الصراط المستقيم. والصلٰوة والسلام على اشرف الانبياء والمرسلين قائد الغر المحجلين' الذى شرح الفرقان باحاديثه وبيانه القويم' وكشف عن اسراره وغوامضه لهداية الناس اجمعين' وانقذنا بحسن سيرته من الظلمات والضلال المبين. وعلى اله الطيبين واصحابه الطاهرين الذين قاموا باشاعة الدين المتين مع كمال الخلوص والجهد العظيم' وعلى ازواجه الطاهرات امهات المومنين' وعلى جميع الائمة التابعين من المفسرين والمحدثين المخلصين الكاملين الى يوم الدين.

وبعد فيقول العبد الفقير الى مولاه القدير غلام رسول السعيدى دائم الاحتياج الى كرم ربه السرمدى انى بعد الفراغ من التفسير قد شرعت فى شرح الصحيح للامام البخارى (عليه نعمة البارى) توكلا على رحمة الله وفضله العميم. ولا يكون تحريره وتقريره وتكميله الا نعمته العظمٰى. فلذا سميته بنعمة البارى فى شرح صحيح البخارى.(تقبله الله بلطفه وتغمدنى بغفرانه بمحض فضله)

اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له واشهد ان سيدنا ومولانا محمدا عبده ورسوله. اعوذ بالله من شرور نفسى ومن سيئات اعمالى. من يهده الله فلا مضل له ومن يضلل' فلا هادى له. اللهم ارنى الحق حقًا وارزقنى اتباعه. اللهم ارنى الباطل باطلًا وارزقنى اجتنابه. اللهم اجعلنى فى تصنيف هذا الكتاب على صراط مستقيم واجعله موافقًا باسمه واحفظه من شرور الاشرار والحاسدين. اللهم اجعله خالصا لوجهك الكريم ومقبولًا عندك وعند رسولك الرؤف الرحيم واجعله شائعًا ومستفيضًا ومفيضًا مرغوبًا فى اطراف العالمين الى يوم الدين واجعله لى ولجميع من انتسب الى من المسلمين صدقة جارية الى يوم القيمة وارزقنى زيارة النبى الكريم ﷺ فى الدنيا وشفاعته فى الاخرة واحينى على الاسلام بالسلامة وامتنى على الايمان بالكرامة. اللهم انت ربى لا اله الا انت خلقتنى وانا عبدك وانا على عهدك ووعدك ما استطعت. اعوذ بك من شر ما صنعت ابوء لك بنعمتك على وابوء لك بذنبى فاغفرلى فانه لا يغفر الذنوب الا انت. رب اوزعنى ان اشكر نعمتك التى انعمت على وعلى والدى وان اعمل صالحًا ترضٰه. آمين يا رب العالمين بجاه سيد المرسلين ﷺ.

خطبۃ الکتاب

تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لیے مخصوص ہیں' جس نے ہمیں مسلمان بنایا اور سب سے بہترین امت کا لقب عطا فرمایا' قرآن مجید نازل فرما کر ہم پر احسان کیا اور اس کتاب کے ذریعہ ہمیں سیدھی راہ دکھائی۔ حمد کے بعد سب سے افضل اور بلند رتبہ پیغمبر آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام ہو' جو سفید رو اور سفید ہاتھ پیروں والوں کے قائد ہیں' جنہوں نے اپنی احادیث اور مستحکم بیان سے قرآن مجید کی تشریح فرمائی اور تمام لوگوں کی ہدایت کے لیے اس کے اسرار و رموز سے پردہ اٹھایا اور ہمیں اپنا بہترین نمونہ عمل عطا کر کے ظلمت و گمراہی سے نجات بخشی۔ آپ کے بعد آپ کی اولادِ پاک اور صحابہ کرام پر رحمتوں کا نزول ہو' جو پورے اخلاص اور محنت کے ساتھ اشاعت دین میں مصروف رہے' اور آپ کی ازواجِ مطہرات پر رحمتوں کا نزول ہو' جو مسلمانوں کی مائیں ہیں اور ان سب کے بعد تا قیام قیامت آنے والے مخلص اور باکمال ائمہ مفسرین اور محدثین پر رحمتیں نازل ہوں۔

حمد وصلوٰۃ کے بعد رب کائنات کے دائمی کرم کا بندۂ محتاج غلام رسول سعیدی غفرلہٗ عرض پرداز ہے کہ میں ''تفسیر تبیان القرآن'' سے فارغ ہونے کے بعد اللہ عزوجل کی رحمت اور اس کی عنایت پر بھروسا کرتے ہوئے ''صحیح بخاری'' کی شرح کا آغاز کر چکا ہوں۔ چونکہ ظاہری قویٰ اس عظیم کام کے متحمل نہیں ہیں' اس لیے تصنیف کے جملہ مراحل سے گزر کر پایۂ تکمیل کو پہنچنے تک اس شرح کا مکمل دارومدار صرف اور صرف اللہ عزوجل کی خصوصی نعمت اور احسان پر ہے۔ اسی لیے میں نے اس شرح کا نام ''نعمۃ الباری فی شرح صحیح البخاری'' رکھا ہے۔ (اللہ تعالیٰ اپنے لطف وعنایت سے اس تصنیف کو شرف تولیت عطا فرمائے اور محض اپنے فضل وکرم سے مجھے اپنی بخشش میں ڈھانپ لے۔)

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں' وہ اکیلا ہے' اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ میں اپنے نفس کے شر اور بداعمالیوں سے اللہ عزوجل کی پناہ میں آتا ہوں۔ جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت دے اُسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جس کو وہ گمراہی پر چھوڑ دے اس کو کوئی راہِ راست پر نہیں لا سکتا۔ اے اللہ! مجھ پر حق واضح فرما اور مجھے اس کی اتباع عطا فرما اور باطل کو مجھ پر منکشف فرما اور اس سے بچنے کی توفیق مرحمت فرما۔ اے اللہ! مجھے اس شرح کی تصنیف میں صراطِ مستقیم پر گامزن فرما اور اس شرح کو اسم بہ مسمّٰی کر دے اور اسے شریروں کے شر اور حاسدوں کے حسد سے محفوظ فرما۔ اے اللہ! اس تصنیف میں صرف اپنی رضا مقدر فرما دے اور اس کو اپنی اور اپنے مہربان رسول (سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) کی بارگاہ میں مقبول بنا دے' اور صبح قیامت تک اس کو اکنافِ عالم میں مشہور و مقبول' مرغوب ومحبوب اور اثر آفرین بنا دے' اس کو میرے لیے اور میرے جملہ مسلمان متعلقین کے لیے قیامت تک صدقۂ جاریہ بنا۔ مجھے دنیا میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اور قیامت میں آپ کی شفاعت سے بہرہ مند فرما۔ مجھے سلامتی کے ساتھ اسلام پر زندگی اور عزت کے ساتھ ایمان پر خاتمہ نصیب فرما۔ اے اللہ! تو میرا رب ہے' تیرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں' تو نے مجھے پیدا کیا ہے اور میں تیرا بندہ ہوں اور تجھ سے کیے ہوئے وعدہ اور عہد پر اپنی طاقت کے مطابق قائم ہوں۔ میں اپنی بداعمالیوں کے شر سے تیری پناہ میں آتا ہوں' تیرے مجھ پر جو انعامات ہیں' ان کا میں اقرار کرتا ہوں اور اپنے گناہوں کا اعتراف کرتا ہوں۔ میری بخشش فرما' کیونکہ تیرے سوا کوئی گناہوں کو معاف کرنے والا نہیں ہے۔ پروردگار! تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر جو انعامات فرمائے ہیں' اُن پر مجھے ہمیشہ شکر ادا کرنے کی توفیق عطا فرما اور مجھے ایسے نیک اعمال کی توفیق دے جو تجھے محبوب اور پسند ہوں۔ آمین یارب العلمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

١٢ - كِتَابُ الْخَوْفِ

نمازِ خوف کا بیان

١ - بَابُ صَلٰوةِ الْخَوْفِ

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ اِنْ خِفْتُمْ اَنْ يَّفْتِنَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اِنَّ الْكَافِرِيْنَ كَانُوْا لَكُمْ عَدُوًّا مُّبِيْنًا○وَاِذَا كُنْتَ فِيْهِمْ فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ فَلْتَقُمْ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ مَّعَكَ وَلْيَاْخُذُوْا اَسْلِحَتَهُمْ فَاِذَا سَجَدُوْا فَلْيَكُوْنُوْا مِنْ وَّرَآئِكُمْ وَلْتَاْتِ طَآئِفَةٌ اُخْرٰى لَمْ يُصَلُّوْا فَلْيُصَلُّوْا مَعَكَ وَلْيَاْخُذُوْا حِذْرَهُمْ وَاَسْلِحَتَهُمْ وَدَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ تَغْفُلُوْنَ عَنْ اَسْلِحَتِكُمْ وَاَمْتِعَتِكُمْ فَيَمِيْلُوْنَ عَلَيْكُمْ مَّيْلَةً وَّاحِدَةً وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ كَانَ بِكُمْ اَذًى مِّنْ مَّطَرٍ اَوْ كُنْتُمْ مَّرْضٰى اَنْ تَضَعُوْا اَسْلِحَتَكُمْ وَخُذُوْا حِذْرَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْكَافِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا﴾ (النساء: ١٠٢-١٠١).

نمازِ خوف کے ابواب

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد: اور جب تم زمین میں سفر کرو تو (اس میں) کوئی گناہ نہیں ہے کہ تم نماز میں قصر کرلو اگر تم کو یہ خدشہ ہو کہ کافر تم پر حملہ کریں گے' بے شک کافر تمہارے کھلے ہوئے دشمن ہیں○ اور (اے رسول مکرم!) جب آپ ان مسلمانوں کے درمیان ہوں اور آپ (حالتِ جنگ میں) نماز کے لیے کھڑے ہوں تو مسلمانوں کی ایک جماعت آپ کے ساتھ نماز پڑھے اور یہ لوگ اپنے ہتھیاروں سے مسلح رہیں اور جب وہ سجدہ کرلیں تو تمہارے پیچھے چلے جائیں اور مسلمانوں کی دوسری جماعت جس نے نماز نہیں پڑھی تھی وہ آ کر آپ کے ساتھ (دوسری رکعت) نماز پڑھے اور (وہ بھی) اپنے اسلحہ کے ساتھ مسلح رہیں' کافر یہ چاہتے ہیں کہ اگر تم اپنے اسلحہ اور ساز وسامان سے غافل ہو جاؤ تو وہ یک بارگی ٹوٹ کر تم پر حملہ کر دیں' اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے' اگر تم بارش یا بیماری کی وجہ سے اپنے ہتھیار اتار کر رکھ دو اور (ضروری) سامان لیے رہو' بے شک اللہ نے کافروں کے لیے ذلت والا عذاب تیار کر رکھا ہے○ (النساء: ١٠٢-١٠١)

نمازِ خوف کا طریقہ' اس کی رکعت کی تعداد اور اس کا حکم

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

النساء: ١٠١ میں فرمایا: "وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ"۔ "ضرب في الارض" کا معنی ہے: زمین میں سفر کرنا' اور "ضرب" کے اور بھی کئی معانی ہیں۔

"جناح" اس کا معنی ہے: گناہ

''ان تقصروا'' اس آیت کا بہ ظاہر یہ معنی ہے کہ نماز کو قصر کرنے اور نماز پوری پڑھنے میں بندوں کو اختیار ہے اور نماز پوری پڑھنا افضل ہے اور امام شافعی کا یہی مذہب ہے اور امام ابوحنیفہ کا یہ مذہب ہے کہ سفر میں قصر کرنا عزیمت (اصل) ہے رخصت نہیں ہے اور سفر میں پوری نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔ قرآن مجید کی نص صریح سے حالت جنگ میں نماز کو قصر کرنا ثابت ہے' جیسا کہ النساء: ۱۰۲۔۱۰۱ میں صراحت کے ساتھ ذکر ہے اور حالتِ امن میں نماز کو قصر کرنے کے متعلق یہ حدیث ہے:

حضرت یعلیٰ بن امیہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے پوچھا: مجھے یہ بتائیں کہ اب لوگ نماز میں قصر کرتے ہیں حالانکہ اللہ عزوجل نے فرمایا ہے کہ اس میں کوئی گناہ نہیں ہے کہ تم نماز میں قصر کرلو اگر تم کو یہ خدشہ ہو کہ کافر تم پر حملہ کریں گے' اب وہ ایام نہیں رہے' حضرت عمر نے کہا: جس طرح تمہیں تعجب ہوا ہے اس طرح مجھے بھی تعجب ہوا تھا' سو میں نے اس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ذکر کیا' تو آپ نے فرمایا: یہ صدقہ ہے جس کا اللہ عزوجل نے تم پر صدقہ کیا ہے' سو تم اللہ عزوجل کا صدقہ قبول کر لو۔ (صحیح مسلم: ۶۸۶' سنن ابوداؤد: ۱۱۹۹' سنن ترمذی: ۳۰۳۴' سنن نسائی: ۱۴۳۳' سنن ابن ماجہ: ۱۰۶۵' مسند احمد ج ۱ ص ۲۵' سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۴۱' مشکوٰۃ: ۱۳۳۵' شرح السنہ: ۵۸۵' کنز العمال: ۲۰۱۷۵' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۴۴۷' المنتقیٰ: ۱۴۶)

اور دیگر یہ احادیث ہیں:

حضرت عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: اللہ نے جب نماز فرض کی تو حضر اور سفر میں دو' دو رکعت نماز فرض کی' پھر سفر میں یہ نماز برقرار رکھی گئی اور حضر میں نماز زیادہ کردی گئی۔ (صحیح البخاری: ۰۰ ۔۔ صحیح مسلم: ۶۸۵' سنن ... ۱۱۹۸' سنن نسائی: ۴۵۴)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان پر حضر میں چار رکعت نماز فرض کی اور سفر میں دو رکعت اور حالت خوف میں ایک رکعت۔ (صحیح مسلم: ۶۸۷' سنن ابوداؤد: ۱۲۴۷' سنن نسائی: ۴۵۵' سنن ابن ماجہ: ۱۰۶۸)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سفر کی نماز دو رکعتیں ہیں' جمعہ دو رکعتیں ہیں اور عید (بھی) دو رکعتیں ہیں۔ (جمعہ اور عید کی) یہ کل نماز ہے' جو کہ بلا قصر ہے۔ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان سے یہی ثابت ہے۔ (سنن ابن ماجہ: ۱۰۶۳' سنن نسائی: ۱۴۱۶)

اس سے پہلے حضرت یعلیٰ بن امیہ کی حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد ہے: یہ اللہ کا صدقہ ہے' سو تم اس کو قبول کرو' یہ امر ہے اور امر وجوب کے لیے آتا ہے' پس اس سے معلوم ہوا کہ قصر کرنا واجب ہے۔

''ان یفتنکم'' یہ لفظ ''فتنہ'' سے بنا ہے اور ''فتنہ'' سے مراد یہاں پر جنگ اور قتال ہے۔

''واذا کنت فیھم'' اے رسول مکرم! جب آپ مسلمانوں کے درمیان ہوں۔ امام ابویوسف نے آیت کے اس حصہ سے یہ استدلال کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد نماز خوف مشروع نہیں ہے' امام ابویوسف نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نماز خوف کے لیے یہ شرط لگائی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسلمانوں کے درمیان ہوں' دوسرے فقہاء نے امام ابویوسف کے اس قول کو رد کر دیا ہے کیونکہ صحابہ کرام نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد بھی نماز خوف پڑھی ہے' اور نماز خوف کا سبب حالت جنگ ہے اور حالت جنگ آپ کے بعد بھی ہوتی رہی ہے۔ صحیح مسلم وغیرہا میں حالت جنگ میں ایک رکعت کا ذکر ہے' حضرت ابن عباس' حسن بصری اور طاؤس کا یہی مذہب ہے' اور حضرت ابن عمر' النخعی' ثوری' امام مالک' امام شافعی' امام ابوحنیفہ' ان کے اصحاب اور باقی تمام فقہاء کے نزدیک نماز خوف دو رکعت ہے اور وہ ایک رکعت نماز کو جائز نہیں قرار دیتے۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۳۶۸۔۳۶۷ ملخصاً' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۹۴۲- حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ' عَنِ الزُّهْرِيِّ' قَالَ سَاَلْتُهُ هَلْ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں

وَسَلَّمَ' يَعْنِيْ صَلٰوةَ الْخَوْفِ؟ قَالَ اَخْبَرَنِيْ سَالِمٌ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تعالٰى عَنْهُمَا قَالَ غَزَوْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِبَلَ نَجْدٍ' فَوَازَيْنَا الْعَدُوَّ' فَصَافَفْنَا لَهُمْ' فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ لَنَا' فَقَامَتْ طَائِفَةٌ مَّعَهٗ تُصَلِّيْ وَاَقْبَلَتْ طَائِفَةٌ عَلَى الْعَدُوِّ' وَرَكَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَنْ مَّعَهٗ وَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ' ثُمَّ انْصَرَفُوْا مَكَانَ الطَّائِفَةِ الَّتِيْ لَمْ تُصَلِّ' فَجَاؤُوْا فَرَكَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهِمْ رَكْعَةً وَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ' ثُمَّ سَلَّمَ' فَقَامَ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمْ فَرَكَعَ لِنَفْسِهٖ رَكْعَةً وَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ.

[اطراف الحدیث: ٩٤٣-١٣٢-٤١٣٣-٤١٣٣-٤٥٣٥]

نے کہا: میں نے شعیب سے سوال کیا: کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازِ خوف پڑھی ہے؟ انہوں نے کہا: مجھے سالم نے خبر دی کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نجد کے غزوہ میں گیا' پس ہمارا دشمن سے مقابلہ ہوا' پھر ہم نے ان کے لیے صفیں بنائیں' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر ہمیں نماز پڑھائی' پس ایک جماعت نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی' اور دوسری جماعت دشمن کے سامنے رہی' جو جماعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھی اس کے ساتھ آپ نے رکوع کیا اور دو سجدے کیے' پھر وہ لوگ اس جماعت کی جگہ چلے گئے جو دشمن کے سامنے تھی اور اس نے نماز نہیں پڑھی تھی' پھر وہ لوگ آ گئے' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ رکوع کیا اور دو سجدے کیے' پھر آپ نے سلام پھیر دیا' پھر ان میں سے ہر جماعت کھڑی ہوئی اور اس نے اپنا اپنا رکوع کیا اور دو سجدے کیے۔

(صحیح مسلم: ٨٣٩' الرقم المسلسل: ١٩١٠' سنن ابوداؤد: ١٢٤٣' سنن ترمذی: ٥٦٤' سنن نسائی: ١٥٣٨-١٥٣٩-١٥٤٠' سنن ابن ماجہ: ١٢٥٨' صحیح ابن حبان: ٢٨٨٧' صحیح ابن خزیمہ: ١٣٦٧-١٣٦٦-٩٨٠' سنن بیہقی ج ٣ ص ٢٥٦' شرح السنۃ: ١٠٩٣' مسند احمد ج ٢ ص ١٣٢ طبع قدیم' مسند احمد: ٦١٥٩۔ ج ١٠ ص ٢٩٩' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ٣٦٢٣' مکتبۃ الرشد' ریاض' ١٤٢٦ھ' مسند الطحاوی: ٣٠٣٤)

حدیث مذکور کے رجال

(١) ابو الیمان' الحکم بن نافع (٢) شعیب بن ابی حمزہ (٣) محمد بن مسلم الزہری (٤) سالم بن عبد اللہ بن عمر (٥) ان کے والد حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ٦ ص ٣٦٨)

اس حدیث کا عنوان ہے: نمازِ خوف کا بیان' اور اس حدیث میں نمازِ خوف کا طریقہ بیان کیا گیا ہے۔

نجد کا محل وقوع اور اس کا حدود اربعہ

تہامہ سے عراق کی طرف جو اونچی زمین ہے اس کا نام نجد ہے' ڈاکٹر غلام جیلانی نے لکھا ہے: نجد کا لغوی معنی سطح مرتفع ہے' اس سے مراد عرب کا وسطی علاقہ ہے' اس کا مرکزی شہر ریاض ہے' اس کی حدود بدلتی رہی ہیں' ایک زمانہ میں یمن' تہامہ' عراق اور شام بھی نجد میں شامل تھے' لیکن ١٩٧١ء کے بعد اس کی حدود یہ ہیں: مشرق میں بحرین' مغرب میں حجاز' شمال میں عراق' جنوب میں صحراء۔

(معجم البلدان ص ٣٣٩)

اس حدیث میں جس غزوہ کا ذکر ہے وہ غزوہ ذات الرقاع ہے' یہ غزوہ ٤ھ میں ہوا تھا' اسی سال غزوہ بنی نضیر بھی ہوا تھا' یہی وہ غزوہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے سورۃ الحشر کو نازل فرمایا تھا۔

اس میں بھی علماء کا اختلاف ہے کہ کون سے سن میں پہلی مرتبہ نمازِ خوف پڑھی گئی ہے' جمہور نے کہا: پہلی مرتبہ غزوہ ذات الرقاع میں نمازِ خوف پڑھی گئی ہے' غزوہ ذات الرقاع کے سن میں بھی اختلاف ہے اور اس میں یہ اقوال ذکر کیے گئے ہیں: ٤ھ' ٥ھ' ٦ھ' ٧ھ

امام ابن اسحاق اور علامہ ابن عبد البر نے کہا ہے کہ یہ غزوہ شعبان ۴ھ میں ہوا ہے اور یہی قول معتمد ہے۔
یہ حدیث ہمارے اصحاب احناف کی دلیل ہے' ہمارے اصحاب نے نمازِ خوف کا یہی طریقہ بیان کیا ہے جو اس حدیث میں مذکور ہے۔ علامہ ابن عبد البر نے نمازِ خوف کے حسب ذیل چھ طریقے ذکر کیے ہیں: (عمدۃ القاری ج ٦ ص ۲۷۱۔۲۷۰)

نمازِ خوف کے متعلق متعدد اور مختلف احادیث

حافظ ابن عبد البر مالکی قرطبی متوفی ۴٦۳ھ لکھتے ہیں:

(۱) باب مذکور کی حدیث میں جو طریقہ مذکور ہے' یہ امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب کا مذہب ہے۔

(۲) صالح بن خوات نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ذات الرقاع کے دن نمازِ خوف پڑھی' ایک جماعت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ صف بنائی اور دوسری جماعت نے دشمن کے سامنے صف بنائی' جو جماعت آپ کے ساتھ تھی آپ نے اس کو ایک رکعت نماز پڑھائی' پھر آپ کھڑے رہے اور اس جماعت نے اپنی نماز پوری کر لی' پھر وہ واپس گئے اور دشمن کے سامنے صف باندھ کر کھڑے ہو گئے' پھر دوسری جماعت آئی تو آپ نے اس جماعت کو دوسری رکعت پڑھائی جو کہ آپ کی باقی رہ گئی تھی' پھر آپ بیٹھے رہے اور انہوں نے اپنی نماز پوری کر لی' پھر آپ نے ان کے ساتھ سلام پھیر دیا۔
(صحیح البخاری: ۴۱۲۹' صحیح مسلم: ۸۴۲' سنن ابوداؤد: ۱۲۳۸' موطأ امام مالک' صلوٰۃ الخوف: ۱)

امام مالک' امام شافعی اور امام احمد کا مذہب اسی حدیث کے مطابق ہے۔

(۳) حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک جماعت کو نمازِ خوف پڑھائی اور ایک جماعت دشمن کے سامنے تھی' پس جو آپ کے پیچھے تھے آپ نے ان کو ایک رکوع اور دو سجدوں کے ساتھ ایک رکعت پڑھائی' وہ واپس گئے اور انہوں نے سلام نہیں پھیرا' پس وہ دشمن کے سامنے کھڑے ہو گئے' پھر دوسری جماعت آئی اور وہ ان کی جگہ کھڑی ہو گئی' آپ نے ان کو ایک رکعت پڑھائی' پھر آپ نے سلام پھیر دیا' پھر یہ لوگ کھڑے ہو گئے اور انہوں نے اپنی بقیہ ایک رکعت پڑھی' پھر انہوں نے سلام پھیر دیا اور چلے گئے اور جا کر دشمن کے سامنے کھڑے ہو گئے اور پہلی جماعت اپنی جگہ پر لوٹ آئی' پھر انہوں نے اپنی اپنی رکعت پڑھی اور سلام پھیر دیا۔ (سنن ابوداؤد: ۱۲۴۴)

امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب نے اسی حدیث پر عمل کیا ہے' ماسوا امام ابو یوسف کے۔

(۴) ابو عیاش الزرقی کی حدیث ہے اور وہ حضرت ابن مسعود کی حدیث کی مثل ہے اور وہ امام ابو حنیفہ کا موقف ہے۔

(۵) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے' وہ بیان کرتے ہیں: میں اس وقت حاضر تھا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس جماعت کو ایک رکعت پڑھائی اور اُس جماعت کو ایک رکعت پڑھائی اور انہوں نے اس کو قضاء نہیں کیا۔ (سنن ابوداؤد: ۱۲۴٦)

(٦) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ عزوجل نے تمہارے نبی کی زبان پر حضر میں چار رکعت نماز فرض کی اور سفر میں دو رکعت نماز فرض کی اور خوف میں ایک رکعت نماز فرض کی۔ (سنن ابوداؤد: ۱۲۴۷)

علامہ ابن عبد البر نے لکھا ہے: یہ قول جمہور علماء کے خلاف ہے۔
(تمہید ج ٦ ص ۱۸۲۔۱۷۳' ملتقطاً مختصراً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

نمازِ خوف پڑھنے والی دو جماعتوں کی تعداد اور ان کا مسافر یا مقیم ہونا

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ ایک جماعت نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی اور یہ ذکر نہیں ہے کہ اس جماعت میں کتنے افراد تھے' اسی طرح پھر دوسری جماعت کا آ کر آپ کے پیچھے نماز پڑھنے کا ذکر ہے اور اس کی تعداد کا بھی ذکر نہیں ہے' اس سے معلوم ہوا کہ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ دونوں جماعتوں کی تعداد مساوی ہو یا کم وبیش ہو کیونکہ جماعت کا اطلاق قلیل وکثیر دونوں پر آتا ہے' حتیٰ کہ ایک پر بھی ہوتا ہے' تین آدمی ہوں اور ان پر خوف واقع ہو تو جائز ہے کہ امام ایک شخص کو نماز پڑھا دے اور دوسرے دو شخصوں کو بعد میں پڑھا دے' لیکن امام شافعی نے کہا: ہر دو جماعتوں کا کم از کم تین افراد پر مشتمل ہونا ضروری ہے اور تین سے کم ہونا مکروہ ہے۔

اسی طرح اس حدیث میں جس جماعت کا ذکر ہے وہ مسافر تھے' لیکن اگر وہ مقیم ہوں تب بھی خوف کے وقت وہ مسافروں کے حکم میں ہیں' امام شافعی' امام احمد اور امام مالک کا مشہور قول یہی ہے' اور ان سے ایک روایت یہ ہے کہ نماز خوف حضر میں جائز نہیں ہے' علامہ نووی نے لکھا ہے کہ ان سے اس قول کی روایت صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ مشہور قول کے خلاف ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۶ ص ۳۷۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۸۳۹۔ ج ۲ ص ۶۱۴ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے عنوان حسب ذیل ہیں:

(۱) نماز خوف کا قرآن مجید سے ثبوت (۲) احناف کے نزدیک نماز خوف کا طریقہ (۳) ائمہ اربعہ کے مآخذ (۴) امام ابو یوسف کا نظریہ

۲ - بَابُ صَلٰوةِ الْخَوْفِ رِجَالًا وَّرُكْبَانًا رَاجِلٌ قَائِمٌ

نمازِ خوف کو پیدل یا سواری پر پڑھنا کھڑے ہوئے' چلتے ہوئے

اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ نماز خوف کو پیدل اور سوار ہو کر دونوں طرح پڑھنا جائز ہے' اور یہ اس صورت میں ہے جب فوجیں ایک دوسرے کے ساتھ مختلط اور گتھم گتھا ہو جائیں اور گھمسان کا رَن ہو اور خوف کی شدت ہو اور امام بخاری نے اس عنوان سے یہ اشارہ کیا ہے کہ جب مسلمان سواری سے اترنے سے عاجز ہوں تب بھی ان سے نماز ساقط نہیں ہوگی' وہ سوار ہونے کی حالت میں الگ الگ نماز پڑھیں گے اور رکوع اور سجود اشارے سے کریں گے خواہ سواری کا منہ کسی طرف ہو۔

شدتِ خوف میں پیدل یا سواری پر نماز پڑھنے کے متعلق مذاہب فقہاء

الذخیرہ میں مذکور ہے کہ جب خوف شدید ہو جائے تو مسلمان پیدل چلتے ہوئے نماز پڑھیں یا سواری پر نماز پڑھیں' خواہ ان کا منہ کسی طرف ہو۔

قاضی عیاض مالکی متوفی ۵۴۴ھ نے لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک قبلہ کی طرف منہ کرنے کو ترک کرنا شدتِ خوف میں بھی جائز نہیں ہے۔ (اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۳ ص ۲۲۷' دار الوفاء) لیکن یہ صحیح نہیں ہے' پیدل یا سواری پر جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا امام ابوحنیفہ' امام ابو یوسف اور امام ابن ابی لیلیٰ کے نزدیک جائز نہیں ہے اور امام محمد کے نزدیک جائز ہے' امام شافعی کا بھی یہی مذہب ہے' اور جب وہ پیدل یا سواری پر نماز پڑھنے پر بھی قادر نہ ہوں تو پھر وہ نماز خوف کو مؤخر کر دیں اور نماز کو غیر شرعی طریقہ سے نہ پڑھیں' مجاہد' طاؤس' حسن بصری' قتادہ اور ضحاک نے کہا ہے کہ وہ بغیر اشارے کے ایک رکعت پڑھیں' ضحاک نے کہا ہے کہ اگر وہ اس پر بھی قادر نہ ہوں تو تکبیریں پڑھیں' خواہ ان کا منہ جس طرف بھی ہو' اسحاق نے کہا ہے کہ اگر وہ ایک رکعت پڑھنے پر قادر نہ ہوں تو وہ ایک سجدہ کر لیں ورنہ صرف ایک بار تکبیر پڑھ لیں۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۳۷۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

"راجل" کا معنی ہے: کھڑے ہوئے۔

امام بخاری نے اس قول سے یہ اشارہ کیا ہے کہ باب کے عنوان میں جو "رجالًا" کا لفظ ہے وہ "راجل" کی جمع ہے نہ کہ "رجل" کی دوسرا اس طرف اشارہ کیا ہے کہ "راجل" کا معنی ہے: پیدل چلتے ہوئے جیسا کہ اس آیت میں ہے:

يَأْتُوكَ رِجَالًا. (الحج:٢٧)

وہ آپ کے پاس پیدل چلتے ہوئے آئیں۔

٩٤٣ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ الْقُرَشِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ نَحْوًا مِنْ قَوْلِ مُجَاهِدٍ إِذَا اخْتَلَطُوا قِيَامًا. وَزَادَ ابْنُ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِنْ كَانُوا أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ فَلْيُصَلُّوا قِيَامًا وَرُكْبَانًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن یحییٰ بن سعید القرشی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے حدیث بیان کی از موسیٰ بن عقبہ از نافع از ابن عمر' انہوں نے مجاہد کے قول کی مثل روایت کیا ہے کہ جب وہ کھڑے ہوئے گتھم گتھا ہو جائیں' اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی روایت میں یہ اضافہ کیا ہے کہ اگر کفار تعداد میں اس سے زیادہ ہو تو وہ پیدل چلتے ہوئے نماز پڑھیں یا سوار ہو کر۔

حدیث مذکور کے رجال

(١) سعید بن یحییٰ بن سعید بن ابان بن سعید بن العاص القرشی' ان کی کنیت ابوعثمان بغدادی ہے' یہ ١٥ ذوالقعدہ ٢٩٤ھ میں فوت ہو گئے تھے (٢) ان کے والد یحییٰ بن سعید' امام بخاری نے کہا: مجھے سعید بن یحییٰ نے بتایا کہ ان کے والد ١٥ شعبان ١٩٤ھ میں فوت ہو گئے تھے (٣) عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج (٤) موسیٰ بن عقبہ بن ابی عیاش' یہ حضرت الزبیر بن العوام کے آزاد شدہ غلام ہیں' یہ ١٤٠ھ میں فوت ہو گئے تھے (٥) نافع مولیٰ ابن عمر (٦) مجاہد بن جبیر۔ (عمدۃ القاری ج ٦ ص ٣٧٣)

شدتِ قتال میں پیدل اور سواری پر نماز پڑھنے کے متعلق فقہاء تابعین اور ائمہ کے مذاہب

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

پیدل اور سواری پر نمازِ خوف اس وقت پڑھنا جائز ہے جب خوف بہت شدید ہو اور ایک دوسرے کے ساتھ قتال میں گتھم گتھا ہو جائیں' اس نماز کا نام "صلوٰة المسايفة" رکھا گیا ہے ("مسايفة" کا معنی ہے: ایک دوسرے پر تلواروں سے حملہ کرنا) اس وقت نمازی سے جس طرح بھی ممکن ہو اشاروں سے نماز پڑھے' اس کے قائل حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ہیں' حدیث میں ہے:

امام مالک از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت ہے کہ نمازِ خوف میں امام آگے بڑھ جائے اور لوگوں کی ایک جماعت کو امام ایک رکعت نماز پڑھائے اور دوسری جماعت ان کے اور دشمن کے درمیان کھڑی ہو وہ نماز نہ پڑھے' پس جب پہلی جماعت امام کے ساتھ ایک رکعت پڑھ لے تو وہ دوسری جماعت کی جگہ پیچھے آ جائے جس نے نماز نہیں پڑھی تھی اور پہلی جماعت سلام نہ پھیرے' اور دوسری جماعت جس نے نماز نہیں پڑھی تھی وہ آگے بڑھ جائے اور وہ امام کے ساتھ ایک رکعت نماز پڑھے' پھر امام لوٹ جائے اور وہ دو رکعت نماز پڑھ چکا ہے' پھر دونوں جماعتوں میں سے ہر جماعت کھڑی ہو کر اپنی اپنی ایک رکعت پڑھے اور ہر دو جماعتوں کی دو دو رکعت ہو جائیں گی' پھر اگر خوف اس سے زیادہ شدید ہو تو پھر وہ پیدل اپنے قدموں پر کھڑے ہوئے نماز پڑھیں یا سواریوں پر نماز پڑھیں خواہ ان کا منہ قبلہ کی طرف ہو یا نہ ہو۔

امام مالک نے کہا: نافع نے بیان کیا ہے کہ میرا یہی گمان ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

سے روایت کی ہے۔ (موطأ امام مالک' کتاب صلوٰۃ الخوف: ۳' صحیح البخاری: ۴۵۳۵)

علامہ ابن بطال لکھتے ہیں: مجاہد' طاؤس' ابراہیم النخعی' حسن بصری' زہری اور فقہاء تابعین کی ایک جماعت کا بھی یہی قول ہے۔ مجاہد نے کہا: شدتِ قتال میں اشاروں سے نماز پڑھنا کافی ہے جیسا کہ حضرت ابن عمر کی رائے ہے اور یہی امام مالک' ثوری اور امام شافعی کا مذہب ہے۔

امام بخاری نے کہا: حضرت ابن عمر نے از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ اضافہ کیا ہے کہ اگر قتال اس سے زیادہ شدید ہو تو پھر پیدل اور سواریوں پر نماز پڑھیں' امام بخاری کا منشاء یہ ہے کہ حضرت ابن عمر نے یہ اضافہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سن کر کیا ہے' محض اپنی رائے سے نہیں کیا' سو یہ حدیث مرفوع ہے موقوف نہیں ہے اور امام مالک نے بھی اسی طرح کہا ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۶۱۸۔۶۱۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

لڑائی کے دوران نماز کا وقت آ جائے تو آیا مجاہد سواری پر نماز پڑھے یا نہیں؟

امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی ۳۲۱ھ لکھتے ہیں:

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے خندق کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: انہوں نے ہمیں عصر کی نماز سے مشغول کر دیا' آپ نے اس دن غروبِ آفتاب تک عصر کی نماز نہیں پڑھی تھی' اللہ تعالیٰ ان کی قبروں کو آگ سے بھر دے اور ان کے دلوں کو آگ سے بھر دے اور ان کے گھروں کو آگ سے بھر دے۔

(صحیح البخاری: ۴۱۱۱' صحیح مسلم: ۶۲۷' شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۷۹' شرح معانی الآثار: ۱۸۴۲)

امام ابوجعفر نے کہا: ایک قوم کا یہ مذہب ہے کہ کوئی شخص سواری پر نماز نہ پڑھے خواہ اس کا سواری سے اترنا ممکن نہ ہو کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سواری پر فرض نہیں پڑھے۔

دوسرے فقہاء نے ان کی مخالفت کی ہے اور کہا ہے کہ اگر وہ سوار قتال کر رہا ہو تو سواری پر نماز نہ پڑھے اور اگر وہ سوار قتال نہ کر رہا ہو اور اس کا سواری سے اترنا ممکن نہ ہو تو وہ نماز پڑھ لے اور ہو سکتا ہے کہ اس دن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز اس لیے نہ پڑھی ہو کہ آپ قتال کر رہے تھے' کیونکہ قتال ایک عمل ہے اور نماز میں نماز کے علاوہ دوسرا عمل نہیں ہوتا اور ہو سکتا ہے کہ اس دن آپ نے اس لیے نماز نہ پڑھی ہو کہ اس وقت تک آپ کو سواری پر نماز پڑھنے کا حکم نہیں دیا گیا تھا' پس ہم نے اس پر غور کیا تو اس کی تائید میں یہ حدیث ہے:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جنگ خندق کے دن خندق کھودنے نے ہم کو نماز پڑھنے سے روک لیا' حتیٰ کہ مغرب کے بعد اندھیرا چھا گیا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو بلایا' پس انہوں نے ظہر کی اقامت کہی' پھر آپ نے نہایت عمدہ طریقہ سے نماز پڑھائی جیسا کہ آپ نماز کو اپنے وقت میں پڑھاتے تھے' پھر آپ نے حکم دیا تو انہوں نے عصر کی اقامت کہی' پھر آپ نے اسی طرح نماز پڑھی' پھر آپ نے انہیں حکم دیا تو انہوں نے مغرب کی اقامت کہی' پھر آپ نے اسی طرح مغرب کی نماز پڑھائی' اس وقت تک نماز خوف کے متعلق یہ آیت نازل نہیں ہوئی تھی:

فَاِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا اَوْ رُكْبَانًا (البقرہ: ۲۳۹) اور اگر تمہیں (جان کا) خطرہ ہو تو پیدل چلتے ہوئے نماز پڑھو یا سواری پر۔

پس حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے یہ خبر دی ہے کہ صحابہ کا اس دن سواری پر نماز کو ترک کرنا اس وجہ سے تھا کہ اس وقت ان کے لیے سواری پر نماز پڑھنا مباح نہیں ہوا تھا' اس سے یہ ثابت ہو گیا کہ جب مسلمان مجاہد میدانِ جنگ میں ہو اور اس کے لیے سواری

سے اترنا ممکن نہ ہو تو اس کا سواری پر اشاروں سے نماز پڑھنا جائز ہے' اسی طرح اگر کوئی شخص زمین پر ہو اور اس کو یہ خطرہ ہو کہ اگر اس نے زمین پر سجدہ کیا تو اس پر کوئی درندہ حملہ کر دے گا یا کوئی شخص اس کو تلوار سے قتل کر دے گا تو اس کے لیے بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز ہے اور اگر اس کو کھڑے ہونے سے خطرہ ہو تو وہ اشارروں سے نماز پڑھ سکتا ہے۔

اور یہ امام ابوحنیفہ' امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ کا قول ہے۔ (شرح معانی الآثار ج۱ ص ۴۱۸-۴۱۷' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

امام طحاوی کی اس پوری عبارت کو علامہ ابن بطال مالکی اور علامہ عینی حنفی نے اپنی شرحوں میں نقل کر کے اس سے استدلال کیا ہے۔ (دیکھئے: شرح ابن بطال ج۲ ص ۶۱۹-۶۱۸' عمدۃ القاری ج۶ ص ۳۷۴)

۳ - بَابٌ يَحْرُسُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا فِي صَلٰوةِ الْخَوْفِ

نمازِ خوف میں مسلمان ایک دوسرے کی حفاظت کریں

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ نمازِ خوف میں نمازی ایک دوسرے کی حفاظت کریں۔

۹٤٤ - حَدَّثَنَا حَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ، عَنِ الزُّبَيْدِيِّ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَامَ النَّاسُ مَعَهُ، فَكَبَّرَ وَكَبَّرُوْا مَعَهُ، وَرَكَعَ وَرَكَعَ نَاسٌ مِّنْهُمْ، ثُمَّ سَجَدَ وَسَجَدُوْا مَعَهُ، ثُمَّ قَامَ لِلثَّانِيَةِ، فَقَامَ الَّذِيْنَ سَجَدُوْا وَحَرَسُوْا إِخْوَانَهُمْ، وَأَتَتِ الطَّائِفَةُ الْأُخْرٰى، فَرَكَعُوْا وَسَجَدُوْا مَعَهُ، وَالنَّاسُ كُلُّهُمْ فِي صَلٰوةٍ، وَلٰكِنْ يَحْرُسُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا.

(سنن نسائی: ۱۵۳۳)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حیوۃ بن شریح نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن حرب نے حدیث بیان کی از الزبیدی از الزہری از عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام کیا اور لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ قیام کیا' آپ نے تکبیر پڑھی اور لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ تکبیر پڑھی' آپ نے رکوع کیا اور بعض لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ رکوع کیا' پھر آپ نے سجدہ کیا اور ان لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ سجدہ کیا' پھر آپ دوسری رکعت کے لیے کھڑے ہوئے تو جن لوگوں نے آپ کے ساتھ سجدہ کیا تھا وہ بھی کھڑے ہو گئے اور انہوں نے اپنے بھائیوں کی حفاظت کی اور دوسری جماعت آئی' پس انہوں نے آپ کے ساتھ رکوع کیا اور سجدہ کیا اور تمام لوگ نماز میں تھے لیکن ایک دوسرے کی حفاظت بھی کر رہے تھے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) حیوۃ بن شریح ابو العباس الحمصی الحضرمی' یہ ۲۲۴ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) محمد بن حرب الخولانی الحمصی' یہ ۱۹۲ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) محمد بن الولید الزبیدی ابو الہذیل الشامی الحمصی (۴) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (۵) عبید اللہ بن عبد اللہ ابن مسعود الہذلی ابو عبد اللہ المدنی الفقیہ' یہ ۹۹ھ میں فوت ہو گئے تھے (۶) حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج۶ ص ۳۷۵)

فقہاء مالکیہ اور فقہاء حنفیہ کا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اس حدیث مذکور پر عمل نہ کرنا

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ حدیث اس صورت پر محمول ہے جب دشمن مسلمانوں کے قبلہ کی جانب ہو' اس وقت آپ کے

پیچھے نمازیوں کی دو صفیں بنائی گئیں' پس جو صف آپ کے قریب تھی' آپ نے اس کے ساتھ رکوع اور سجدہ کیا اور دوسری صف نے کھڑے ہو کر ان کی حفاظت کی' پس جب آپ سجدہ کر کے دوسری رکعت کی طرف کھڑے ہوئے تو دوسری صف آگے بڑھ گئی اور پہلی صف پیچھے چلی گئی' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع کیا اور سجدہ کیا اور دوسری صف ان کی حفاظت کر رہی تھی اور وہ سب نماز میں تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام ذی قرد میں ان کو نماز خوف پڑھائی اور مشرکین ان کے اور قبلہ کے درمیان تھے اور اس کی مثل حضرت ابو عیاش الزرقی اور حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہم نے بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے اور یہی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بھی کہا ہے کہ جب دشمن قبلہ کی جانب ہو تو اس طریقہ سے نماز پڑھی جائے' یہ ابن ابی لیلیٰ کا مذہب ہے اور ابن القصار نے امام شافعی سے اس کی مثل روایت کی ہے۔

امام طحاوی نے کہا ہے کہ امام ابو یوسف کا یہ مذہب ہے کہ جب دشمن قبلہ کی جانب ہو تو اس طرح نماز پڑھی جائے جس طرح حضرت ابن عباس نے کہا ہے اور جب وہ غیر قبلہ کی جانب ہو تو اس طرح نماز پڑھی جائے جس طرح حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے' انہوں نے کہا: اس طرح احادیث میں تطبیق ہو جائے گی اور یہ طریقہ قرآن مجید کی اس آیت کے خلاف نہیں ہے: اور چاہیے کہ دوسری جماعت آئے جس نے آپ کے ساتھ نماز نہیں پڑھی اور وہ آپ کے ساتھ نماز پڑھے۔ (النساء: ۱۰۲) کیونکہ یہ آیت اس صورت پر محمول ہے جب دشمن غیر قبلہ کی جانب ہو' پھر اس کے بعد آپ پر یہ وحی نازل کی گئی کہ جب دشمن قبلہ کی جانب ہو تو اس طرح نماز پڑھی جائے' سو آپ نے دونوں طریقوں پر عمل کیا جیسا کہ حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر کی حدیثوں میں ہے۔

امام مالک اور امام ابو حنیفہ نے اس حدیث پر عمل کرنے کو ترک کر دیا ہے کیونکہ یہ حدیث کتاب اللہ کے اس قول کے خلاف ہے: اور چاہیے کہ دوسری جماعت آئے جس نے نماز نہ پڑھی ہو' پس وہ آپ کے ساتھ نماز پڑھے (النساء: ۱۰۲) اور اس حدیث میں ذکر ہے کہ دوسری جس جماعت نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی تھی اسی نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی اور قرآن مجید میں یہ ذکر ہے کہ دوسری جماعت جس نے آپ کے ساتھ نماز نہیں پڑھی تھی وہ آپ کے ساتھ نماز پڑھے' اور اس کے مطابق وہ حدیث ہے جو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے۔ اشہب اور سحنون مالکی نے کہا ہے: اس صورت میں نماز خوف نہ پڑھے بلکہ اس کے مشابہ نماز پڑھے۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۶۲۰-۶۱۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ نے اس حدیث کی شرح میں علامہ ابن بطال مالکی کی عبارت کو من وعن ذکر فرمایا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۳۷۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حضرت ابن عباس کی اس حدیث مذکور کی تحقیق

حافظ ابو الفرج عبد الرحمان بن شہاب الدین ابن رجب حنبلی متوفی ۷۹۵ھ لکھتے ہیں:

امام احمد بن شعیب النسائی متوفی ۳۰۳ھ نے اس حدیث کو اس متن کے ساتھ روایت کیا ہے:

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام کیا اور لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ قیام کیا' آپ نے تکبیر پڑھی اور لوگوں نے بھی تکبیر پڑھی' آپ نے رکوع کیا اور ان لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ رکوع کیا' پھر آپ نے سجدہ کیا اور بعض لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ سجدہ کیا' پھر آپ دوسری رکعت کے لیے کھڑے ہوئے' پس جن لوگوں نے سجدہ کیا تھا وہ کھڑے ہوئے اور انہوں نے اپنے بھائیوں کی حفاظت کی اور دوسری وہ جماعت آئی جس نے آپ کے ساتھ رکوع اور سجدہ کیا تھا اور تمام لوگ نماز میں تھے لیکن ایک دوسرے کی حفاظت کر رہے تھے۔ (سنن نسائی: ۱۵۳۳)

امام دارقطنی متوفی ۳۸۵ھ اور امام بیہقی متوفی ۴۵۰ھ نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے اور اس میں یہ ذکر ہے کہ دونوں جماعتوں نے آپ کے ساتھ رکوع کیا اور زبیدی کی روایت اس پر دلالت کرتی ہے کہ بعض نے آپ کے ساتھ رکوع کیا اور بعض نے رکوع نہیں کیا۔ (سنن دارقطنی ج ۲ ص ۵۹۔ ۵۸ 'سنن بیہقی ج ۳ ص ۲۵۸)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے اور اس کا متن اس طرح ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام ذی قرد میں بنو سلیم کی زمین میں نماز خوف پڑھی اور آپ کے پیچھے لوگوں نے دو صفیں بنائیں' ایک صف دشمن کے سامنے تھی اور ایک صف آپ کے پیچھے تھی' پس جو صف آپ کے قریب تھی آپ نے اس کو نماز پڑھائی' پھر یہ لوگ اُن لوگوں کی جگہ چلے گئے اور وہ لوگ اِن لوگوں کی جگہ آ گئے' پس آپ نے ان کو دوسری رکعت پڑھائی۔ (مسند احمد ج ۱ ص ۲۳۲)

امام احمد کی دوسری روایت اس طرح ہے: پھر آپ نے سلام پھیر دیا' پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے دو رکعتیں ہو گئیں اور ہر جماعت کے لیے ایک رکعت ہو گئی۔ (مسند احمد ج ۱ ص ۳۵۷)

یہ اضافہ مدرج ہے' اسی طرح امام بیہقی کی روایت میں ہے۔ (سنن بیہقی ۳ ص ۲۶۲)

امام شافعی نے کہا ہے کہ یہ حدیث ایسی ہے کہ اہل علم اس حدیث کی مثل کو ثابت نہیں کرتے اور ہم نے اس حدیث کو اس لیے ترک کر دیا کہ دوسری احادیث اس کے خلاف پر مجتمع ہیں اور اس لیے کہ اس حدیث کی بعض سندیں ثابت نہیں ہیں۔

(کتاب الام ج ۱ ص ۱۹۲)

اور جب ابوبکر بن جہم اور زہری میں اختلاف ہو تو زہری کا قول معتبر ہوتا ہے اور شاید امام مسلم نے اس حدیث کو اس لیے روایت نہیں کیا کہ اس کے متن میں اختلاف ہے اور امام احمد نے اس حدیث کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔

(فتح الباری لابن رجب حنبلی ج ۶ ص ۲۷۔ ۲۵ 'دار ابن الجوزی' ریاض' ۱۴۱۷ھ)

فقہاء حنبلیہ کا حضرت ابن عباس کی حدیث مذکور پر عمل کرنا

علامہ منصور بن یونس البہوتی الحنبلی المتوفی ۱۰۵۱ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ جب دشمن قبلہ کی جہت میں ہو اور اس کے حملہ کرنے کا خوف ہو تو امام ان کو اس طرح نماز پڑھائے جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عسفان (مکہ سے دو مرحلہ دور ایک شہر) میں نماز پڑھائی تھی' پھر امام اپنے پیچھے دو یا دو سے زیادہ صفیں بنائے خواہ وہ مسافر ہوں یا مقیم ہوں' امام تکبیر تحریمہ پڑھے' رکوع کرے اور سجدہ کرے' اس کے قریب والی صف اس کے ساتھ سجدہ کرے اور دوسری صف ان کی حفاظت کرے حتیٰ کہ امام دوسری رکعت کے لیے کھڑا ہو جائے' پھر دوسری صف سجدہ کرے اور پہلی صف اس سے مل جائے' پھر پہلی صف پیچھے چلی جائے اور دوسری صف آگے آ جائے' پھر دوسری رکعت کا سجدہ کرنے کے بعد امام تشہد کے لیے بیٹھ جائے' پھر حفاظت کرنے والے سجدہ کریں اور امام کے ساتھ مل جائیں' پھر امام ان کے ساتھ سلام پھیر دے۔

(کشاف القناع ج ۲ ص ۱۱۔ ۱۰ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ' امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک یہ حدیث ظاہر قرآن کے خلاف ہے اور ثابت نہیں اور امام احمد کے نزدیک اس حدیث کی سند صحیح ہے اور وہ اس حدیث کے موافق عمل کرتے ہیں۔

حافظ ابن حجر کا اس حدیث کی تحقیق سے گریز

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

صحیح بخاری کی اس روایت میں مذکور ہے کہ اس نماز میں ہر فریق نے ایک ایک رکعت پڑھی اور زہری کی روایت میں یہ مذکور نہیں ہے کہ آیا انہوں نے اس رکعت کے ساتھ دوسری رکعت ملا کر اس نماز کو مکمل کیا یا نہیں' تاہم امام نسائی کی روایت میں مذکور ہے: ''ولم یقضوا'' انہوں نے اس نماز کو پورا نہیں کیا' اس سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اس قول کی تائید ہوتی ہے کہ نمازِ خوف ایک رکعت ہے اور ہو سکتا ہے کہ اس کا محمل یہ ہو کہ جب بہت شدید خوف ہو تو نمازِ خوف ایک رکعت پڑھی جائے اور جمہور چونکہ ایک رکعت نمازِ خوف کے قائل نہیں ہیں' اس لیے انہوں نے ''لم یقضوا'' کا یہ معنی کیا ہے کہ انہوں نے بعد میں اس نماز کو قضاء نہیں کیا۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۴۸۶' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حافظ عسقلانی نے اس حدیث کی شرح میں الگ مسئلہ چھیڑ دیا' انہیں اس حدیث کی شرح میں یہ لکھنا چاہیے تھا کہ آیا یہ حدیث ثابت ہے یا نہیں؟ اور امام شافعی نے اس حدیث پر عمل کیا ہے یا نہیں؟

٤ - بَابُ الصَّلٰوةِ عِنْدَ مُنَاهَضَةِ الْحُصُوْنِ وَلِقَاءِ الْعَدُوِّ

قلعوں پر چڑھائی اور دشمن کے مقابلہ کے وقت نماز پڑھنا

اس عنوان میں ''مناهضة'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: جنگ میں ہر شخص کا اپنے مخالف کے سامنے کھڑا ہونا' اور ''الحصون'' کا لفظ ہے' یہ ''الحصن'' کی جمع ہے' اس کا معنی ہے: قلعہ' اور ''لقاء العدو'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: دشمن سے مقابلہ۔

وَقَالَ الْاَوْزَاعِيُّ اِنْ كَانَ تَهَيَّاَ الْفَتْحُ وَلَمْ يَقْدِرُوْا عَلَى الصَّلٰوةِ' صَلَّوْا اِيْمَاءً كُلُّ امْرِئٍ لِنَفْسِهٖ' فَاِنْ لَّمْ يَقْدِرُوْا عَلَى الْاِيْمَاءِ اَخَّرُوا الصَّلٰوةَ حَتّٰى يَنْكَشِفَ الْقِتَالُ اَوْ يَاْمَنُوْا' فَيُصَلُّوْا رَكْعَتَيْنِ' فَاِنْ لَّمْ يَقْدِرُوْا صَلَّوْا رَكْعَةً وَّسَجْدَتَيْنِ' فَاِنْ لَّمْ يَقْدِرُوْا فَلَا يُجْزِئُهُمُ التَّكْبِيْرُ وَيُؤَخِّرُوْهَا حَتّٰى يَاْمَنُوْا' وَبِهٖ قَالَ مَكْحُوْلٌ. وَقَالَ اَنَسٌ حَضَرْتُ عِنْدَ مُنَاهَضَةِ حِصْنِ تُسْتَرَ عِنْدَ اِضَاءَةِ الْفَجْرِ' وَاشْتَدَّ اشْتِعَالُ الْقِتَالِ' فَلَمْ يَقْدِرُوْا عَلَى الصَّلٰوةِ' فَلَمْ نُصَلِّ اِلَّا بَعْدَ ارْتِفَاعِ النَّهَارِ' فَصَلَّيْنَاهَا مَعَ اَبِيْ مُوْسٰى فَفُتِحَ لَنَا' وَقَالَ اَنَسٌ وَمَا يَسُرُّنِيْ بِتِلْكَ الصَّلٰوةِ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا.

اور اوزاعی نے کہا: اگر فتح قریب ہو اور مسلمان نماز پڑھنے پر قادر نہ ہوں' تو ہر شخص اشارے سے اپنی اپنی نماز پڑھے اور اگر وہ اشارہ پر بھی قادر نہ ہو تو نماز کو مؤخر کر دیں یہاں تک کہ جنگ ختم ہو جائے یا لوگ محفوظ ہو جائیں' پھر وہ دو رکعت نماز پڑھیں' پس اگر وہ دو رکعت پڑھنے پر قادر نہ ہوں تو وہ ایک رکعت پڑھیں اور دو سجدے کر لیں' پھر اگر وہ اس پر بھی قادر نہ ہوں تو صرف تکبیر پڑھنا ان کے لیے کافی نہیں ہے' پھر وہ نماز کو مؤخر کر دیں حتیٰ کہ وہ محفوظ ہو جائیں' اور مکحول کا بھی یہی قول ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: میں فجر کی سفیدی پھیلنے کے وقت تُستَر کے قلعہ پر چڑھائی کے وقت حاضر تھا' جنگ بہت شدید ہو گئی' پس مسلمان نماز پڑھنے پر قادر نہ ہوئے' پھر ہم نے دن چڑھنے کے بعد نماز پڑھی' پھر ہم نے حضرت ابوموسیٰ کے ساتھ نماز پڑھی' پس ہم کو فتح حاصل ہو گئی' حضرت انس نے کہا: اگر اس نماز کے بدلہ میں مجھے دنیا اور مافیہا بھی مل جائے تو مجھے خوشی نہیں ہو گی۔

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل حدیث ہے:

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے ساتھ تُستَر کی فتح کے موقع پر حاضر تھا' اس دن میں صبح کی نماز اس وقت پڑھ سکا جب آدھا دن گزر چکا تھا اور اس نماز کے بدلہ میں مجھے تمام دنیا بھی مل جاتی تو مجھے اس سے

خوشی نہ ہوتی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۴۵۱۳، مجلس علمی بیروت، ۱۴۲۷ھ، مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۳۸۴۲، دار الکتب العلمیہ بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۳ ص ۲۹، کراچی)

۹٤٥ - حَدَّثَنَا يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْمُبَارَكِ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ جَاءَ عُمَرُ يَوْمَ الْخَنْدَقِ، فَجَعَلَ يَسُبُّ كُفَّارَ قُرَيْشٍ وَيَقُولُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ، مَا صَلَّيْتُ الْعَصْرَ حَتّٰى كَادَتِ الشَّمْسُ أَنْ تَغِيبَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا وَاللّٰهِ مَا صَلَّيْتُهَا بَعْدُ. قَالَ فَنَزَلَ إِلَى بُطْحَانَ، فَتَوَضَّأَ وَصَلَّى الْعَصْرَ بَعْدَ مَا غَابَتِ الشَّمْسُ، ثُمَّ صَلَّى الْمَغْرِبَ بَعْدَهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں وکیع نے حدیث بیان کی از علی بن المبارک از یحییٰ بن ابی کثیر از ابی سلمہ از حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ جنگ خندق کے دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے، پس وہ کفار قریش کی مذمت کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے: یارسول اللہ! میں نے ابھی تک عصر کی نماز نہیں پڑھی ہے، حتیٰ کہ سورج غروب ہونے لگا ہے، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں نے بھی ابھی تک عصر کی نماز نہیں پڑھی، پھر آپ مدینہ کی ایک وادی میں پہنچے، پس آپ نے وضوء کیا اور سورج کے غروب ہونے کے بعد عصر کی نماز پڑھائی، پھر اس کے بعد مغرب کی نماز پڑھائی۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۵۹٦ میں گزر چکی ہے۔

جنگ خندق کے دن نماز قضاء ہونے کا سبب

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

قلعہ پر حملہ کے وقت اور دشمن سے مقابلہ کے وقت نماز پڑھنا' یہ وہ نماز ہے جو تلواروں سے لڑائی کے دوران پڑھی جاتی ہے' اس کو "صلوٰۃ المسایفۃ" کہتے ہیں' اس کا ذکر باب صلوٰۃ الخوف میں ہو چکا ہے اور اس باب میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث اوزاعی اور مکحول کی حجت ہے کہ جو شخص اشاروں سے بھی نماز پڑھنے پر قادر نہ ہو وہ نماز کو مؤخر کر دے حتیٰ کہ وہ کامل نماز پڑھے اور صرف "سبحان اللّٰہ" پڑھنا یا "لا الٰہ الا اللّٰہ" پڑھنا اس نماز کا بدل نہیں ہوگا کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ خندق کے دن نماز کو مؤخر کر دیا تھا اور یہ نماز خوف کے نازل ہونے سے پہلے کا واقعہ ہے اور اس سے یہ استدلال بھی کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس نماز کو مؤخر کرنے پر ملامت نہیں کی کیونکہ آپ جنگ میں مشغول تھے' اسی طرح اگر اس سے زیادہ جنگ کا خطرہ ہو پھر بھی نماز کو مؤخر کرنا جائز ہے' مگر یہ ضعیف استدلال ہے کیونکہ نماز خوف پڑھنے کا طریقہ جنگ خندق کے بعد نازل ہوا تھا۔

رہا امام اوزاعی کا یہ قول کہ اگر وہ دو رکعت نماز پڑھنے پر قادر نہ ہو تو وہ ایک رکوع اور دو سجدے کر لیں' اسی طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ قول کہ نماز خوف ایک رکعت ہے' سو یہ قرآن مجید کے خلاف ہے۔

النساء: ۱۰۲ میں یہ بیان ہے کہ آپ حالت جنگ میں نماز کے لیے کھڑے ہوں تو مسلمانوں کی ایک جماعت آپ کے ساتھ نماز پڑھے' اور یہ لوگ اپنے ہتھیاروں سے مسلح رہیں اور جب وہ سجدہ کر لیں تو پیچھے چلے جائیں اور مسلمانوں کی دوسری جماعت جس نے نماز نہیں پڑھی تھی وہ آ کر آپ کے ساتھ (دوسری رکعت) پڑھے۔

اس آیت میں یہ تصریح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعت نماز خوف پڑھائی ہے' اور یہ کہنا کہ نماز خوف ایک رکعت ہے اس آیت کے بھی خلاف ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے بھی خلاف ہے۔

جہاں تک تکبیر پڑھنے کا تعلق ہے تو مجاہد سے روایت ہے کہ ''صلوٰة المسایفة'' (تلواروں سے لڑائی کے دوران نماز) ایک تکبیر ہے اور سعید بن جبیر اور ابو عبد الرحمان نے کہا: ''صلوٰة المسایفة'' تہلیل' تسبیح' تحمید اور تکبیر ہے اور علامہ ابن المنذر نے امام اسحاق سے روایت کیا ہے کہ تمہارے لیے ایک رکعت کافی ہے اور اگر وہ بھی نہ ہو سکے تو ایک سجدہ کافی ہے اور اگر وہ بھی نہ ہو سکے تو ایک تکبیر کافی ہے کیونکہ وہ بھی اللہ کا ذکر ہے' اور حسن بن حی نے کہا: ہر رکعت کی جگہ ایک تکبیر پڑھ لے۔

اور رہے شہر کے ائمہ فتویٰ تو ان کے نزدیک تکبیر رکوع اور سجود کا بدل نہیں ہے' کیونکہ تکبیر کو رکوع اور سجود نہیں کہا جاتا اور رکوع اور سجود کا بدل صرف اشارہ ہے جو خشوع سے کیا جائے۔

حضرت انس رضی اللہ نے جو کہا ہے کہ وہ نماز پر قادر نہیں ہوئے' اس کا معنی یہ ہے کہ قتال کی شدت کی وجہ سے ان کو وضوء کرنے کا موقع نہیں ملا' اس لیے پانی کے حصول تک نماز کو مؤخر کر دیا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ خندق کے دن نماز کو مؤخر کیا تھا' اس کی بھی یہی وجہ ہو حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا اور آپ کو پانی نہیں حاصل ہو سکا۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۶۲۱۔ ۶۲۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

حافظ عینی اور حافظ ابن حجر کا مناقشہ اور حالت نماز میں قتال کے متعلق مذاہب ائمہ

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

جنگ خندق کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں جو تاخیر کی تھی' علامہ ابن حجر نے کہا کہ آپ بھول گئے تھے یا آپ نے عمداً تاخیر کی تھی' اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ قتال میں مشغول تھے یا آپ کے لیے وضوء کرنا مشکل تھا یا یہ آیت خوف کے نزول سے پہلے کا واقعہ تھا۔

(فتح الباری لابن حجر ج ۲ ص ۴۸۷' دار المعرفہ' بیروت)

علامہ بدر الدین عینی' حافظ ابن حجر عسقلانی کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اس مقام پر ادب سے گفتگو کرنی چاہیے جیسا کہ امام طحاوی نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ خندق کے دن نماز اس لیے نہیں پڑھی تھی کہ آپ قتال کر رہے تھے' پس قتال عمل ہے اور نماز میں عمل نہیں ہوتا' اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ نے اس لیے نماز نہ پڑھی ہو کہ اس وقت تک سوار ہونے کی حالت میں قتال کرنے کا حکم نہیں دیا گیا تھا اور رہا حالت نماز میں قتال کرنا تو ہمارے نزدیک اس سے نماز باطل ہو جاتی ہے اور امام مالک' امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک حالت نماز میں قتال کرنے سے نماز باطل نہیں ہوتی۔

(عمدۃ القاری ج ۶ ص ۴۰۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٥ - بَابُ صَلٰوةِ الطَّالِبِ وَالْمَطْلُوْبِ' رَاكِبًا وَّاِيْمَاءً

مسلمان دشمن کا پیچھا کر رہے ہوں یا دشمن مسلمانوں کا تعاقب کر رہا ہو تو نمازِ خوف سواری پر اور پیادہ پڑھی جائے

وَقَالَ الْوَلِيْدُ ذَكَرْتُ لِلْاَوْزَاعِيِّ صَلٰوةَ شُرَحْبِيْلَ بْنِ السِّمْطِ وَاَصْحَابِهٖ عَلٰى ظَهْرِ الدَّابَّةِ' فَقَالَ كَذٰلِكَ الْاَمْرُ عِنْدَنَا اِذَا تُخُوِّفَ الْفَوْتُ. وَاحْتَجَّ الْوَلِيْدُ بِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا

ولید نے کہا: میں نے اوزاعی سے ذکر کیا کہ شرحبیل بن السمط اور ان کے اصحاب نے سواری کی پشت پر نماز پڑھی' انہوں نے کہا: ہمارے نزدیک جب نماز کے قضاء ہونے کا خوف ہو تو اسی طرح حکم ہے اور ولید نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے استدلال

يُصَلِّيَنَّ اَحَدٌ الْعَصْرَ اِلَّا فِي بَنِي قُرَيْظَةَ. کیا: کوئی شخص بنوقریظہ میں پہنچے بغیر عصر کی نماز نہ پڑھے۔

ولید بن مسلم نے دلالت النص سے استدلال کیا تھا کہ جن صحابہ نے نماز کو مؤخر کر دیا تھا حتیٰ کہ وہ بنوقریظہ میں پہنچ گئے تو نبی ﷺ نے ان کو ملامت نہیں کی' حالانکہ نماز کا وقت نکل چکا تھا تو جن لوگوں نے نماز کا وقت نکلنے سے پہلے نماز پڑھ لی خواہ اشارے سے یا جس طرح بھی ان سے پڑھی جا سکی تو ان کی نماز تو بہ طریق اولیٰ جائز ہونی چاہیے' اور شرحبیل نے سواری کی پشت پر اس لیے نماز پڑھی تھی کہ ان کو قلعہ فتح کرنے کی توقع تھی' پس انہوں نے اشارہ سے نماز پڑھی' پھر قلعہ فتح کر لیا۔

٩٤٦ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ اَسْمَآءَ قَالَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَنَا لَمَّا رَجَعَ مِنَ الْاَحْزَابِ لَا يُصَلِّيَنَّ اَحَدٌ الْعَصْرَ اِلَّا فِي بَنِي قُرَيْظَةَ. فَاَدْرَكَ بَعْضَهُمُ الْعَصْرُ فِي الطَّرِيْقِ' فَقَالَ بَعْضُهُمْ لَا نُصَلِّيْ حَتّٰى نَاْتِيَهَا' وَقَالَ بَعْضُهُمْ بَلْ نُصَلِّيْ' لَمْ يُرَدْ مِنَّا ذٰلِكَ' فَذُكِرَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' فَلَمْ يُعَنِّفْ وَاحِدًا مِّنْهُمْ.

[طرف الحدیث:۴۱۱۹][صحیح مسلم:[illegible] الرقم المسلسل:۴۵۲۱' جامع المسانید لابن جوزی:۱۳۱۴ ۳۵ مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد بن اسماء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جویریہ نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ جب نبی ﷺ غزوۃ الاحزاب سے لوٹے تو آپ نے ہم سے فرمایا: کوئی شخص بنوقریظہ میں پہنچے بغیر عصر کی نماز نہ پڑھے' پس بعض صحابہ نے راستہ میں عصر کا وقت پایا' لہٰذا بعض نے کہا: ہم عصر کی نماز اس وقت تک نہیں پڑھیں گے حتیٰ کہ ہم بنوقریظہ میں پہنچ جائیں اور بعض نے کہا: بلکہ ہم عصر کی نماز پڑھیں گے' آپ نے ہم سے اس کا ارادہ نہیں کیا تھا' پھر انہوں نے نبی ﷺ سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے ان میں سے کسی فریق کو ملامت نہیں کی۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبداللہ بن محمد بن اسماء بن عبید بن مخراق القبسی البصری' یہ جویریہ کے بھتیجے تھے' یہ ۲۳۱ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) جویریہ بن اسماء' ان کی کنیت ابومخراق البصری تھی (۳) نافع مولیٰ ابن عمر (۴) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۳۸۱)

بنوقریظہ کی طرف روانگی کا پس منظر اور پیش منظر

اس حدیث میں ''الاحزاب'' کا ذکر ہے اس سے مراد غزوۂ خندق ہے' یہ غزوہ شوال ۵ھ میں ہوا تھا' اسی غزوہ میں اللہ تعالیٰ نے سورۃ الاحزاب نازل فرمائی تھی' اس کو غزوۂ خندق اس لیے کہتے ہیں کہ اس غزوہ میں مدینہ کی اطراف میں خندق کھودی گئی تھی' اور اس کو غزوۃ الاحزاب اس لیے کہتے ہیں کہ کفار نے تمام قبائل عرب کو اپنے ساتھ ملا کر دس ہزار نفوس کے ساتھ مدینہ پر حملہ کیا تھا۔ امام ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ جب نبی ﷺ غزوۂ خندق سے فارغ ہو کر مدینہ کی طرف لوٹے تو مسلمانوں نے اپنے ہتھیار اتار دیئے' پھر ظہر کے وقت حضرت جبریل علیہ السلام آپ کے پاس آئے اور کہا: فرشتوں نے ابھی ہتھیار نہیں رکھے' اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ آپ بنوقریظہ کی طرف روانہ ہوں' میں بھی اسی طرف جا رہا ہوں' پھر رسول اللہ ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو یہ اعلان کرنے کا حکم دیا کہ جو مسلمان حکم سننے والا اور اس کی اطاعت کرنے والا ہے وہ بنوقریظہ میں پہنچ کر نماز پڑھے' امام محمد بن سعد نے کہا: پھر آپ تین ہزار صحابہ کے ساتھ بنوقریظہ کی طرف روانہ ہوئے' یہ ۲۱ ذوالقعدہ بدھ کے دن کا واقعہ ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۶ ص ۳۸۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

فقہاء کا اس میں اختلاف کہ آیا تعاقب کرنے والے کا سواری پر اشارہ سے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

جب کوئی کافر مسلمان کا تعاقب کر رہا ہو تو اس مسلمان کا سواری پر نماز پڑھنا فقہاء کے نزدیک جائز ہے لیکن اگر مسلمان کافر کا تعاقب کر رہا ہو تو اس کے سواری پر نماز پڑھنے کے متعلق فقہاء کا اختلاف ہے ایک جماعت کا مذہب یہ ہے کہ تعاقب کرنے والا سواری پر نماز نہ پڑھے۔ یہ عطاء حسن بصری اور ثوری کا قول ہے امام شافعی اور امام احمد کا بھی یہی مذہب ہے امام شافعی نے ایک صورت کا استثناء کیا ہے کہ تعاقب کرنے والا اپنے اصحاب سے منقطع ہو جائے اور اس کو اب یہ خطرہ ہو کہ جن کفار کا وہ تعاقب کر رہا ہے اب وہ پلٹ کر اس پر حملہ کر دیں گے تو اس صورت میں وہ سواری پر اشارہ سے نماز پڑھ سکتا ہے۔

ابن حبیب نے ابن عبد الحکم سے روایت کیا ہے کہ تعاقب کرنے والے کا سواری پر نماز پڑھنے کی بہ نسبت زمین پر نماز پڑھنا اولیٰ ہے اور ابن حبیب کا دوسرا قول یہ ہے کہ اس کے لیے سواری سے نہ اترنا اور اشارہ سے نماز پڑھنا جائز ہے کیونکہ اس کے ساتھ دشمن ہے اور اس کو امن کی حقیقت حاصل نہیں ہے یہی امام مالک کا قول ہے اور اوزاعی اور شرحبیل کا مذہب ہے۔

ولید بن مسلم نے بنوقریظہ کے قصہ سے یہ استدلال کیا ہے کہ تعاقب کرنے والے کا سواری پر نماز پڑھنا جائز ہے پس اگر کسی روایت میں یہ مل جائے کہ جن صحابہ نے راستہ میں نماز پڑھی انہوں نے سواری پر نماز پڑھی تھی تو یہ استدلال بہت واضح ہے اور اگر یہ نہ ملے تو جب نبی ﷺ نے انہیں یہ حکم دیا تھا کہ وہ عصر کی نماز کو بنوقریظہ میں پہنچنے تک مؤخر کر دیں حالانکہ نبی ﷺ کو وحی سے معلوم ہو چکا تھا کہ وہ غروب آفتاب کے بعد بنوقریظہ میں پہنچیں گے اور نماز کے لیے عصر کا وقت فرض ہے تو ولید بن مسلم نے یہ استدلال کیا کہ جن صحابہ نے بنوقریظہ میں نماز پڑھی جب ان کے لیے عصر کے وقت کو ترک کرنا جائز تھا حالانکہ وہ فرض ہے اور نبی ﷺ نے اس فرض کے ترک کرنے پر ان کو ملامت نہیں کی تو اسی طرح تعاقب کرنے والے کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ نماز کے وقت میں سواری پر اشارے سے نماز پڑھے اور رکوع اور سجود جو فرض ہے اس کو ترک کر دے جیسے بنوقریظہ میں نماز پڑھنے والے صحابہ نے وقت کو ترک کر دیا تھا حالانکہ وقت پر نماز پڑھنا بھی فرض ہے اور یہ واقعہ نماز خوف کے نازل ہونے سے پہلے کا تھا۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۶۲۳۔ ۶۲۲ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

نماز میں اتنی تاخیر کرنا کہ نماز کا وقت نکل جائے یہ کفر نہیں

بعض ائمہ اور فقہاء نے یہ کہا ہے کہ اگر کوئی شخص عمداً نماز میں اتنی تاخیر کر دے کہ نماز کا وقت نکل جائے تو یہ کفر ہے اس حدیث سے یہ ظاہر ہو گیا کہ ان کا یہ قول صحیح نہیں ہے کیونکہ جب نبی ﷺ نے صحابہ کو یہ حکم دیا کہ وہ بنی قریظہ میں پہنچ کر عصر پڑھیں تو آپ کو وحی کے ذریعہ یہ معلوم ہو چکا تھا کہ جب وہ بنی قریظہ پہنچیں گے تو عصر کا وقت نکل چکا ہوگا تو گویا آپ نے ان کو یہ حکم دیا تھا کہ وہ عصر کا وقت نکلنے کے بعد عصر کی نماز پڑھیں پس کسی نماز کا وقت نکلنے کے بعد اس نماز کو پڑھنا کفر کیسے ہو سکتا ہے۔

حدیث کے ظاہر الفاظ اور اس کے مفہوم اور منشاء پر عمل کرنا ہر دو طریقے صحیح ہیں

بعض صحابہ نے عصر کا وقت آنے سے پہلے راستہ میں عصر کی نماز پڑھ لی تھی ان کی رائے یہ تھی کہ اس ارشاد سے نبی ﷺ کا منشاء یہ تھا کہ بنوقریظہ میں جلدی پہنچو آپ کا یہ منشاء نہیں تھا کہ بنوقریظہ میں ہی عصر پڑھنا خواہ نماز قضاء ہو جائے سو انہوں نے اس حدیث کے منشاء اور مفہوم پر عمل کیا اور دوسرے صحابہ نے حدیث کے ظاہر الفاظ پر عمل کیا کہ نماز عصر بہرحال بنوقریظہ میں پہنچ کر پڑھنی ہے اور رسول اللہ ﷺ نے کسی فریق کو ملامت نہیں کی اس سے معلوم ہوا کہ اجتہاد میں وسعت ہے قرآن اور حدیث کے ظاہر الفاظ

پر عمل کرنا بھی صحیح ہے اور قرآن اور حدیث کے معنی اور مفہوم اور منشاء پر عمل کرنا بھی صحیح ہے۔

اور اس حدیث میں اجتہاد کی بھی اصل اور دلیل ہے۔

صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی حدیثوں میں تطبیق

یہ حدیث صحیح مسلم میں ان الفاظ کے ساتھ ہے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوۃ الاحزاب سے لوٹنے کے بعد فرمایا: تم میں سے کوئی شخص بنو قریظہ میں پہنچے بغیر ظہر کی نماز نہ پڑھے' پس بعض صحابہ کو نماز کا وقت نکلنے کا خوف ہوا تو انہوں نے بنو قریظہ پہنچنے سے پہلے نماز پڑھ لی' اور دوسرے صحابہ نے کہا: ہم وہیں نماز پڑھیں گے جہاں ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے خواہ نماز کا وقت فوت ہو جائے' حضرت ابن عمر نے کہا: پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دونوں فریقوں میں سے کسی ایک کو بھی ملامت نہیں کی۔

(صحیح مسلم: ۱۷۷۰' الرقم المسلسل: ۴۵۲۱)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ فرماتے ہیں:

اس حدیث میں ظہر کی نماز کا ذکر ہے اور صحیح البخاری: ۹۴۶ میں عصر کی نماز کا ذکر ہے' ان میں تطبیق اس طرح ہے کہ یہ واقعہ ظہر کی نماز کا وقت داخل ہونے کے بعد پیش آیا تھا' بعض صحابہ نے مدینہ میں ظہر کی نماز پڑھ لی تھی اور بعض نے ظہر کی نماز نہیں پڑھی تھی' پس جنہوں نے ظہر کی نماز نہیں پڑھی تھی' ان سے آپ نے فرمایا: تم بنو قریظہ میں پہنچ کر ظہر کی نماز پڑھنا اور جنہوں نے ظہر کی نماز پڑھ لی تھی' ان سے آپ نے فرمایا: تم بنو قریظہ میں پہنچ کر عصر کی نماز پڑھنا۔

(صحیح مسلم بشرح النووی ج ۸ ص ۴۸۹۵' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

٦ - بَابُ التَّكْبِيْرِ وَالْغَلَسِ بِالصُّبْحِ، وَالصَّلٰوةِ عِنْدَ الْإِغَارَةِ وَالْحَرْبِ

حملہ کے وقت اور جنگ میں اللہ اکبر کا نعرہ لگانا اور صبح کی نماز اندھیرے میں پڑھنا

٩٤٧ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ صُهَيْبٍ، وَثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الصُّبْحَ بِغَلَسٍ، ثُمَّ رَكِبَ فَقَالَ اللّٰهُ أَكْبَرُ خَرِبَتْ خَيْبَرُ، إِنَّا إِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ. فَخَرَجُوْا يَسْعَوْنَ فِي السِّكَكِ وَيَقُوْلُوْنَ مُحَمَّدٌ وَالْخَمِيْسُ. قَالَ وَالْخَمِيْسُ الْجَيْشُ، فَظَهَرَ عَلَيْهِمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَتَلَ الْمُقَاتِلَةَ وَسَبَى الذَّرَارِيَّ، فَصَارَتْ صَفِيَّةُ لِدِحْيَةَ الْكَلْبِيِّ، وَصَارَتْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ تَزَوَّجَهَا، وَجَعَلَ صَدَاقَهَا عِتْقَهَا، فَقَالَ عَبْدُ الْعَزِيْزِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از عبد العزیز بن صہیب و ثابت البنانی از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اندھیرے میں صبح کی نماز پڑھی' پھر آپ سوار ہوئے اور آپ نے نعرہ لگایا: اللہ اکبر' خیبر کی خرابی آ گئی' ہم جب کسی قوم کے صحن میں پہنچتے ہیں تو جن لوگوں کو ڈرایا گیا ہے ان کی صبح کو بُری حالت ہوتی ہے' پھر خیبر کے لوگ گلیوں میں دوڑتے ہوئے نکلے وہ کہہ رہے تھے: (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور "خمیس" اور "خمیس" کا معنی لشکر ہے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان پر غالب آ گئے' آپ نے لڑنے والوں کو قتل کر دیا اور (عورتوں اور) بچوں کو قید کر لیا' حضرت دحیہ کلبی نے

لِثَابِتٍ يَا أَبَا مُحَمَّدٍ، أَنْتَ سَأَلْتَ أَنَسًا مَا أَمْهَرَهَا؟ قَالَ أَمْهَرَهَا نَفْسَهَا، فَتَبَسَّمَ.

حضرت صفیہ کو لے لیا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے حضرت صفیہ کو لے لیا' پھر ان سے نکاح کر لیا اور انہیں آزاد کرنے کو ان کا مہر قرار دے دیا' پس عبد العزیز نے ثابت سے کہا: اے محمد! کیا آپ نے حضرت انس سے سوال کیا تھا کہ ان کا مہر کیا تھا؟ انہوں نے کہا: ان کا مہر خود ان کا نفس تھا' پھر وہ مسکرائے۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۳۷۱ میں گزر چکی ہے۔

یہاں پر نماز خوف کا بیان ختم ہو گیا اور اب ان شاء اللہ عیدین کا بیان شروع ہوگا۔

۞۞۞۞۞

نحمده ونصلی ونسلم علٰی رسوله الکریم

١٣ - كِتَابُ الْعِيدَيْنِ

عیدین کا بیان

عیدین سے مراد ہے: عید الفطر اور عید الاضحیٰ' عید کا معنی ہے: لوٹنا' اس کو عید' نیک شگون کے لیے کہا جاتا ہے یعنی یہ دن ہماری زندگی میں بار بار لوٹ کر آئے۔

١ - بَابٌ فِي الْعِيدَيْنِ وَالتَّجَمُّلِ فِيهِ

٩٤٨ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ قَالَ أَخَذَ عُمَرُ جُبَّةً مِّنْ إِسْتَبْرَقٍ تُبَاعُ فِي السُّوقِ فَأَخَذَهَا فَأَتَى رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ ابْتَعْ هٰذِهٖ تَجَمَّلْ بِهَا لِلْعِيدِ وَالْوُفُودِ فَقَالَ لَهٗ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا هٰذِهٖ لِبَاسُ مَنْ لَا خَلَاقَ لَهٗ فَلَبِثَ عُمَرُ مَا شَاءَ اللّٰهُ أَنْ يَّلْبَثَ ثُمَّ أَرْسَلَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِجُبَّةِ دِيبَاجٍ فَأَقْبَلَ بِهَا عُمَرُ فَأَتَى بِهَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّكَ قُلْتَ إِنَّمَا هٰذِهٖ لِبَاسُ مَنْ لَا خَلَاقَ لَهٗ؟ أَرْسَلْتَ إِلَيَّ بِهٰذِهِ الْجُبَّةِ فَقَالَ لَهٗ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَبِيعُهَا وَتُصِيبُ بِهَا حَاجَتَكَ.

عیدین اور ان دنوں میں زینت کو اختیار کرنا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے سالم بن عبد اللہ نے خبر دی کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ حضرت عمر نے ایک موٹا ریشمی جبہ لیا' جو بازار میں بک رہا تھا' وہ اس کو لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا: یا رسول اللہ! اس کو خرید لیجئے اور عید کے دن اور جب کوئی وفد ملنے کے لیے آئے تو اس کو زینت کے لیے پہن لیں' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: یہ لباس تو ان لوگوں کا ہے جن کا (آخرت میں) کوئی حصہ نہیں ہوتا' پھر جب تک اللہ نے چاہا حضرت عمر ٹھہرے رہے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف ایک ریشمی جبہ بھیجا' حضرت عمر اس کو لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے' پس کہا: یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا تھا: یہ ان لوگوں کا لباس ہے جن کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے' حالانکہ آپ نے میری طرف یہ جبہ بھیجا ہے! تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اس کو فروخت کر دو اور اس سے اپنی ضرورت کو پورا کرو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٨٨٦ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے درج فرمایا ہے کہ اس میں عید کا لفظ آیا ہے۔

۲ - بَابُ الْحِرَابِ وَالدَّرَقِ يَوْمَ الْعِيدِ عید کے دن برچھیوں اور ڈھالوں سے جنگی مشق کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ عید کا دن خوشی کا دن ہے اور اس دن میں ان کاموں کی اجازت ہوتی ہے جن کی دوسرے ایام میں اجازت نہیں ہوتی۔

۹۴۹ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنَا عَمْرٌو اَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْاَسَدِيَّ حَدَّثَهُ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ دَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدِيْ جَارِيَتَانِ تُغَنِّيَانِ بِغِنَاءِ بُعَاثَ فَاضْطَجَعَ عَلَى الْفِرَاشِ وَحَوَّلَ وَجْهَهُ وَدَخَلَ اَبُوْ بَكْرٍ فَانْتَهَرَنِيْ وَقَالَ مِزْمَارَةُ الشَّيْطَانِ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ! فَاَقْبَلَ عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ دَعْهُمَا. فَلَمَّا غَفَلَ غَمَزْتُهُمَا فَخَرَجَتَا.

ہمیں احمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن وہب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمرو نے خبر دی کہ محمد بن عبد الرحمٰن اسدی نے ان کو حدیث بیان کی از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' انہوں نے کہا: میرے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور اس وقت میرے پاس دو لڑکیاں جنگ بعاث کے قصہ کو گا رہی تھیں' آپ بستر پر لیٹ گئے اور آپ نے اپنا منہ پھیر لیا' اور حضرت ابوبکر آئے اور انہوں نے مجھے ڈانٹا اور کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس شیطان کے آلات! تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: اے ابوبکر! ان کو رہنے دو' پھر جب ان کی توجہ ہٹی تو میں نے ان لڑکیوں کو اشارہ کیا' وہ چلی گئیں۔

[اطراف الحدیث: ۹۵۲-۹۸۷-۲۹۰۷-۳۵۳۰-۳۹۳۱] (صحیح مسلم: ۸۹۲' الرقم المسلسل: ۲۰۲۷' سنن نسائی: ۱۵۹۳' سنن ابن ماجہ: ۱۸۹۹' السنن الکبریٰ: ۱۷۹۵' مصنف عبد الرزاق: ۱۹۷۳۵' صحیح ابن حبان: ۵۸۶۹' مسند احمد ج ۶ ص ۳۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۴۰۴۹- ج ۴۰ ص ۵۴-۵۳' مؤسسۃ الرسالۃ بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ۷۳۹۳' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) احمد بن حسان ابوعبداللہ التستری مصری الاصل' یہ ۲۴۳ھ میں فوت ہو گئے تھے' یحییٰ بن معین نے ان کے متعلق کلام کیا ہے (۲) عبداللہ بن وہب المصری (۳) عمرو بن الحارث (۴) محمد بن عبد الرحمان بن نوفل بن الاسد الاسدی القرشی المدنی' یہ بنو امیہ کے زمانہ میں مصر میں داخل ہوئے اور ۱۱۷ھ میں فوت ہو گئے (۵) عروہ بن الزبیر بن العوام (۶) حضرت عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا۔

(عمدۃ القاری ج ۶ ص ۳۸۹-۳۸۸)

جنگ بعاث "مزمار' غناء" کا معنی اور عید کے دن "غناء" کا دف کے ساتھ مباح ہونا

"بعاث" یہ اوس کے قلعہ کا نام ہے' علامہ خطابی نے کہا ہے کہ یوم بعاث ایام عرب میں سے مشہور دن ہے' اس دن میں اوس اور خزرج کے درمیان مشہور جنگ ہوئی تھی' یہ جنگ ایک سو بیس سال تک جاری رہی حتیٰ کہ زمانہ اسلام آ گیا۔

"مزمار" مزمار غناء کے اس آلہ کو کہتے ہیں جو منہ سے بجایا جاتا ہے جیسے بانسری' اس کی جمع "مزامیر" ہے اور "معزف" اس آلہ کو کہتے ہیں جو ہاتھ سے بجایا جاتا ہے جیسے ستار' بینجو اور ہارمونیم وغیرہ' اس کی جمع "معازف" ہے' ان دونوں کا توسعاً ایک دوسرے پر اطلاق کیا جاتا ہے' یہاں اس سے مراد دف ہے' اس کو "مزمار الشیطان" فرمایا کیونکہ اس میں مشغول ہونا دل کو اللہ کی یاد اور اس کی اطاعت سے غافل کر دیتا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان کو رہنے دو' یعنی ان کو گانے دو' ہشام کی روایت میں ہے: اے ابوبکر! ہر قوم کی عید ہوتی ہے اور یہ ہماری

عید کا دن ہے' اس قول سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر کو منع کرنے کی وجہ بیان فرمائی' حضرت ابوبکر نے یہ گمان کیا تھا کہ وہ لڑکیاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لاعلمی میں گا رہی ہیں کیونکہ جب حضرت ابوبکر داخل ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چادر اوڑھے ہوئے سو رہے تھے اور ان کے نزدیک گانے بجانے اور لہو ولعب سے ممانعت ثابت اور مقرر تھی' اس لیے حضرت ابوبکر نے اس سے منع کرنے میں جلدی کی' تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صورتِ حال کی وضاحت کی اور فرمایا: ہر قوم کی عید ہوتی ہے (جیسے نیروز اور مہرجان ہے) اور یہ دن ہماری عید کا دن ہے' اور یہ دن شرعاً خوشی کا دن ہے' سو اس دن اس طرح کے غناء پر انکار نہیں کرنا چاہیے اور یہ وہ غناء نہیں ہے جو دلوں میں بُری خواہشوں کو اُبھارتا ہے (اللہ تعالیٰ کی حمد کرنا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت پڑھنا بھی اسی میں داخل ہے' اگر وہ آلاتِ موسیقی کے بغیر ہو) اور ایک روایت میں ہے: وہ لڑکیاں پیشہ ور گانے والیاں نہیں تھیں' امام نسائی نے سند صحیح کے ساتھ روایت کی ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اہل جاہلیت کے لیے ہر سال میں دو دن ایسے ہوتے تھے جن میں وہ کھیل کود کرتے تھے' جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں آئے تو فرمایا: اللہ نے ان دو دنوں کے بدلہ میں تمہیں ان سے بہتر دن عطا فرما دیے ہیں: یوم الفطر اور یوم الاضحیٰ۔ (سنن نسائی: ۱۵۵۲' دار الفکر' بیروت) (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۳۹۱۔۳۸۹ ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

عید کے دن دَف کے ساتھ غناء کے مباح ہونے پر فقہاء مالکیہ کی تصریح

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

مہلب نے کہا ہے: اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ عید کا دن راحت' خوشی اور دنیا کی حلال چیزوں سے استمتاع' پاکیزہ رزق اور جن حلال چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے کھانے پینے' کھیل کود اور متاع کے لیے بنایا ہے' ان سے فائدہ حاصل کرنے کا دن ہے۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عید کے دن کے عذر کی وجہ سے غناء کو مباح کر دیا' اور فرمایا: اے ابوبکر! ان کو چھوڑ دو یہ عید کے ایام ہیں اور اہل مدینہ غناء اور لہو کے طریقہ پر تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر اس کے خلاف تھے' اسی وجہ سے حضرت ابوبکر نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں ان گانے والی لڑکیوں پر انکار کیا' کیونکہ اس سے پہلے انہوں نے ان لڑکیوں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے گاتے ہوئے نہیں دیکھا تھا' پس عید کی وجہ سے گانے کی اجازت دی گئی اور اسی طرح اعلانِ نکاح کی دعوت کے موقع پر۔

وہ لڑکیاں بلند آواز سے جنگ بعاث کے قصہ کو گا رہی تھیں اور ہر وہ شخص جو اپنی آواز کو بلند کرے اور بار بار ایک بات کو دہرائے تو اس کی آواز کو اہل عرب غناء کہتے ہیں' جو لوگ اس جنگ میں مارے گئے تھے وہ لڑکیاں ان کا مرثیہ پڑھ رہی تھیں اور دشمن سے انتقام لینے پر اُبھار رہی تھیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن اس نوع کے غناء کو مباح کر دیا تھا۔

حضرت عائشہ نے فرمایا: وہ لڑکیاں پیشہ ور گانے والیاں نہیں تھیں جو اپنے گانوں میں فواحش کی ترغیب دیتی ہیں۔

مہلب نے اس قسم کے غناء سے منع کیا ہے جو نفوس میں ہیجان پیدا کرے اور اس قسم کے غناء سے منع نہیں کیا جو اس طرح نہ ہو' کیونکہ حضرت عمر بن الخطاب نے اعراب (دیہاتی اور اونٹ چرانے والوں) کے غناء کی اجازت دی ہے۔

کتاب الاستیذان کے آخر میں یہ بحث آئے گی کہ جو لہو اللہ کی اطاعت سے غافل کر دے' وہ باطل ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۶۲۹۔۶۲۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۹۵۰ - وَكَانَ يَوْمَ عِيدٍ' يَلْعَبُ السُّودَانُ بِالدَّرَقِ وَالْحِرَابِ' فَإِمَّا سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' وَإِمَّا قَالَ أَتَشْتَهِينَ تَنْظُرِينَ؟ فَقُلْتُ نَعَمْ' فَأَقَامَنِي

اور عید کے دن حبشی ڈھالوں اور برچھیوں سے جنگی مشقیں کرتے تھے' پس یا تو میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تھا یا خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: کیا تم دیکھنا چاہتی ہو' میں نے عرض کیا: جی

وَرَاءَهُ، خَدِّیْ عَلٰی خَدِّهٖ، وَهُوَ يَقُوْلُ دُوْنَكُمْ يَا بَنِیْ اَرْفِدَةَ. حَتّٰی إِذَا مَلِلْتُ، قَالَ حَسْبُكِ؟ قُلْتُ نَعَمْ، قَالَ فَاذْهَبِیْ.

ہاں! پس آپ نے مجھے اپنے پیچھے کھڑا کیا' میرا رخسار آپ کے رخسار پر تھا اور آپ فرما رہے تھے: اے بنی ارفدہ! کھیلتے رہو حتیٰ کہ جب میں اُکتا گئی تو آپ نے پوچھا: یہ تمہیں کافی ہے؟ میں نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: پھر جاؤ۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۵۴ میں گزر چکی ہے۔

۳- بَابُ سُنَّةِ الْعِيْدَيْنِ لِأَهْلِ الْإِسْلَامِ

اہل اسلام کے لیے عیدین کی سنت

۹۵۱- حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِیْ زُبَيْدٌ قَالَ سَمِعْتُ الشَّعْبِیَّ، عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ، فَقَالَ إِنَّ أَوَّلَ مَا نَبْدَأُ بِهٖ مِنْ يَوْمِنَا هٰذَا أَنْ نُّصَلِّیَ، ثُمَّ نَرْجِعَ فَنَنْحَرَ، فَمَنْ فَعَلَ، فَقَدْ أَصَابَ سُنَّتَنَا.

[اطراف الحدیث: ۹۵۵-۹۶۵-۹۶۸-۹۷۶-۹۸۳-۵۵۴۵-۵۵۵۶-۵۵۵۷-۵۵۶۰-۵۵۶۳-۶۶۷۳]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حجاج نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے زبید نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے شعبی سے سنا از حضرت البراء رضی اللہ عنہ' انہوں نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا' آپ نے خطبہ میں فرمایا: پہلی چیز جس سے ہم اس دن کی ابتداء کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ ہم نماز پڑھتے ہیں' پھر ہم گھر لوٹ کر قربانی کرتے ہیں' سو جس نے اس طرح کیا اس نے ہماری سنت کو پالیا۔

(سنن ابوداؤد: ۲۸۰۰' سنن ترمذی: ۱۵۰۸' سنن نسائی: ۱۵۶۹- ۱۵۶۲' السنن الکبریٰ: ۱۷۶۰' شرح مشکل الآثار: ۴۸۷۲' صحیح ابن حبان: ۵۹۰۷' حلیۃ الاولیاء ج ۴ ص ۳۳۷' سنن ابوداؤد الطیالسی: ۷۴۳' سنن بیہقی ج ۹ ص ۲۶۹' مسند ابویعلیٰ: ۱۶۶۲' صحیح ابن خزیمہ: ۱۴۲۷' مسند احمد ج ۴ ص ۲۸۲ طبع قدیم' مسند احمد ج ۳۰ ص ۴۳۲' موسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ۸۳۸' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ' مسند الطحاوی: ۷۶۴)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) حجاج بن منہال السلمی الانماطی البصری (۲) شعبہ بن الحجاج (۳) زبید بن الحارث الیامی الکوفی (۴) عامر بن شراحیل الشعبی (۵) حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۳۹۵)

عیدین کی نماز کے شرعی حکم میں مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

امام مالک نے کہا: عیدین کی نماز تمام اہل اسلام کے لیے ایسی سنت ہے کہ اس کو ترک نہیں کیا جائے گا' اور ابن نافع نے امام مالک سے روایت کیا ہے کہ عید کی نماز اسی پر واجب ہے جس پر جمعہ واجب ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۶۴۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ عبدالرحمٰن بن شہاب الدین الدمشقی ابن رجب حنبلی متوفی ۷۹۵ھ لکھتے ہیں:

نماز عید کے حکم میں فقہاء کے تین اقوال ہیں:

(۱) امام مالک' ثوری' امام شافعی' اسحاق اور امام ابویوسف کا قول یہ ہے کہ عید کی نماز سنت مسنونہ ہے۔

(۲) امام احمد بن حنبل اور فقہاء احناف اور فقہاء شافعیہ کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ عید کی نماز فرض کفایہ ہے' اگر تمام شہر والے اس کو ترک کر دیں تو وہ گناہ گار ہوں گے اور ان سے اس کے ترک پر قتال کیا جائے گا۔

(۳) امام ابوحنیفہ کا قول یہ ہے کہ عید کی نماز جمعہ کی طرح واجب ہے لیکن وہ اس کو فرض نہیں کہتے۔ امام احمد سے ایک روایت یہ ہے کہ عید کی نماز فرض عین ہے اور مختصر المزنی میں مذکور ہے امام شافعی نے کہا: جس پر جمعہ واجب ہے اس پر عیدین میں حاضر ہونا واجب ہے اس میں یہ تصریح ہے کہ عیدین کی نماز واجب ہے۔ (فتح الباری لابن رجب ج۶ ص ۷۶-۷۵ دار ابن الجوزی ۱۴۱۷ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

عید کی نماز سنت مؤکدہ ہے اور یہی امام شافعی کا قول ہے اور ان کے اصحاب میں سے الاصطخری نے کہا: عید کی نماز فرض کفایہ ہے۔ امام احمد امام مالک اور ابن ابی لیلیٰ کا بھی یہی قول ہے اور صحیح یہ ہے کہ امام مالک کا قول امام شافعی کی طرح ہے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک عید کی نماز واجب ہے صاحب ہدایہ نے کہا ہے کہ عید کی نماز ہر اس شخص پر واجب ہے جس پر جمعہ کی نماز واجب ہے۔

(عمدۃ القاری ج۶ ص ۳۹۶ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

علامہ محمود بن صدر الشریعۃ ابن مازہ البخاری الحنفی متوفی ۶۱۶ھ لکھتے ہیں:

ہمارے بعض مشائخ نے یہ کہا ہے کہ اس مسئلہ میں دو روایتیں ہیں: ایک روایت میں یہ ہے کہ عید کی نماز واجب ہے اور دوسری روایت میں یہ ہے کہ عید کی نماز سنت (مؤکدہ) ہے سنت کے قول کی وجہ یہ ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: تین چیزیں مجھ پر فرض کی گئی ہیں اور وہ تمہارے لیے سنت ہیں: (۱) وتر (۲) چاشت کی نماز (۳) اور عید کی نماز کیونکہ اگر یہ نمازیں واجب ہوتیں تو ان میں اذان اور اقامت بھی مشروع ہوتی جیسے باقی نماز واجب ہیں اور جس روایت میں یہ مذکور ہے کہ عید کی نماز واجب ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن مجید میں ہے:

وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ. (البقرہ:۱۸۵) اور تا کہ تم اللہ کی کبریائی بیان کرو جس طرح اس نے تمہیں ہدایت دی ہے

اس سے مراد نماز عید کی تکبیرات ہیں اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نماز عید کی تکبیرات پڑھنے کا حکم دیا ہے اور امر وجوب کا تقاضا کرتا ہے اور جس حدیث سے مشائخ نے عید کی نماز کا سنت ہونا بیان کیا ہے اس میں ان کی کوئی دلیل نہیں ہے کیونکہ چاشت کی نماز تمام ایام میں سنت ہے اور یہ جو کہا ہے کہ اس میں اذان اور اقامت نہیں ہے اس لیے عید کی نماز سنت ہے اس پر یہ اعتراض ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک وتر کی نماز واجب ہے اور اس میں بھی اذان اور اقامت نہیں ہے اسی طرح نماز جنازہ بھی واجب ہے اور اس میں بھی اذان اور اقامت نہیں ہے۔

علامۃ المشائخ کا مذہب یہ ہے کہ عیدین کی نماز واجب ہے الجامع الصغیر میں یہ مذکور ہے کہ عیدین کی نماز سنت ہے اس کی تاویل یہ ہے کہ اس کا وجوب سنت سے ثابت ہے نہ کہ کتاب سے علامہ سرخسی نے کتاب الصلوٰۃ کی شرح میں لکھا ہے کہ عیدین کی نماز سنت ہے کیونکہ یہ دین کے ان معالم سے ہے جن کو لینا ہدایت ہے اور ان کو ترک کرنا گمراہی ہے اور نوادر البشر میں امام ابویوسف سے یہ منقول ہے کہ یہ سنت واجبہ ہے اس کی تاویل بھی یہ کی گئی ہے کہ عید کی نماز کا وجوب صرف سنت سے معلوم ہے۔

(المحیط البرہانی ج۲ ص ۷۷-۷۶ ادارۃ القرآن کراچی ۱۴۲۴ھ)

مصنف کا موقف یہ ہے کہ عید کی نماز سنت مؤکدہ ہے کیونکہ اگر یہ واجب ہوتی تو اس کی قضاء واجب ہوتی جیسا کہ دیگر واجبات میں ہے لیکن اس کی قضاء واجب نہیں ہے۔

۹۵۲ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید بن اسماعیل نے

أُسَامَةُ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ دَخَلَ أَبُو بَكْرٍ، وَعِنْدِي جَارِيَتَانِ مِنْ جَوَارِي الْأَنْصَارِ، تُغَنِّيَانِ بِمَا تَقَاوَلَتِ الْأَنْصَارُ يَوْمَ بُعَاثَ، قَالَتْ وَلَيْسَتَا بِمُغَنِّيَتَيْنِ، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ أَبِمَزَامِيرِ الشَّيْطَانِ فِي بَيْتِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ وَذَلِكَ فِي يَوْمِ عِيدٍ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أَبَا بَكْرٍ، إِنَّ لِكُلِّ قَوْمٍ عِيدًا، وَهَذَا عِيدُنَا.

حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسامہ نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ (گھر میں) آئے اور اس وقت میرے پاس انصار کی لڑکیوں میں سے دو لڑکیاں یوم بعاث کے متعلق انصار کا بیان کردہ قصہ گا رہی تھیں' حضرت عائشہ نے بتایا وہ پیشہ ور گانے والیاں نہیں تھیں' پس حضرت ابوبکر نے فرمایا: کیا شیطان کے مزامیر (آلاتِ غناء) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں ہیں' اور وہ عید کا دن تھا' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوبکر! ہر قوم کے لیے ایک عید ہوتی ہے اور یہ ہماری عید ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۹۴۹ میں گزر چکی ہے۔

آلاتِ موسیقی کے ساتھ گانا گانے کے متعلق ائمہ مذاہب اور فقہاء اسلام کی آراء

قاضی عیاض بن موسیٰ بن عیاض مالکی متوفی ۵۴۴ھ لکھتے ہیں:

امام مازری نے کہا ہے کہ آلاتِ موسیقی کے ساتھ گانے سے منع کیا جائے گا اور بغیر آلات کے گانے میں فقہاء کا اختلاف ہے' امام ابوحنیفہ نے اس سے منع کیا ہے' اور امام شافعی اور امام مالک نے اس کو مکروہ کہا ہے (الٰی قولہ) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نکاح اور عید کے موقع پر اور دیگر خوشی کے ایام میں دف بجانا جائز ہے' جب کہ اس میں زیادہ اشتغال نہ ہو اور دف وہ ہوتا ہے جس کو صرف ایک طرف سے بجایا جاتا ہے۔ (اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۳ ص ۳۰۸-۳۰۶' ملخصاً' دار الوفاء' ۱۴۱۹ھ)

علامہ ابوالعباس احمد بن عمر بن ابراہیم القرطبی المتوفی ۶۵۶ھ لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: وہ لڑکیاں پیشہ ور گانے والیاں نہیں تھیں یعنی وہ ایسے اشعار نہیں پڑھتی تھیں جن میں عورتوں کے محاسن کا' شراب کا اور دیگر محرمات کا ذکر ہوتا ہے کیونکہ وہ مذموم لہو و لعب ہیں اور ان کے حرام ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے اور جو اشعار ان محرمات سے خالی ہوں ان کی قلیل مقدار کو شادی' عید اور دیگر خوشی کے ایام میں پڑھنا جائز ہے' آج کل صوفیاء نے اشعار کو آلاتِ موسیقی کے ساتھ سماع کا جو رواج بنا لیا ہے' ان کے حرام ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے' ہم بدعات اور فتنوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرتے ہیں اور اس سے توبہ کا اور سنت پر چلنے کا سوال کرتے ہیں۔ (المفہم ج ۲ ص ۵۳۴' دار ابن کثیر بیروت' ۱۴۲۰ھ)

حافظ عبدالرحمٰن بن شہاب الدین ابن رجب حنبلی ۷۹۵ھ لکھتے ہیں:

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ عرب گانے گاتے تھے اور دف بجاتے تھے' لیکن ان کے گانے اشعار جاہلیت پر مشتمل ہوتے تھے' جن میں جنگوں کا ذکر ہوتا تھا اور ان میں مرنے والوں کے مرثیے ہوتے تھے اور سند ضعیف کے ساتھ حدیث میں ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نکاح کا اعلان کرو اور اس کو مساجد میں منعقد کرو اور اس پر دف بجاؤ۔ (سنن ترمذی: ۱۰۸۹' سنن نسائی: ۳۳۷۰' سنن ابن ماجہ: ۱۸۹۶' مسند احمد ج ۳ ص ۴۱۸)

پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم خوشی کے ایام میں مسلمانوں کو اس قسم کے اشعار پڑھنے کی اجازت دیتے تھے' جیسے عید کا دن اور نکاح کا دن ہے' اور جس دن کوئی گم شدہ شخص لوٹ آئے اور دف بجانے کی اجازت بھی دیتے تھے' لیکن عجمیوں نے جو آلاتِ موسیقی ایجاد کر لیے ہیں'

یہ وہ غناء نہیں ہے جس کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اجازت دی ہے اور جن اشعار میں شراب کی اور حسین عورتوں کی تعریف ہو یہ وہ غناء ہے جس کے سننے کا صحابہ نے انکار کیا ہے' حضرت ابن مسعود نے فرمایا: غناء دل میں نفاق پیدا کرتا ہے۔

اس سلسلہ میں یہ حدیث لائق توجہ ہے:

عبد الرحمٰن اشعری کہتے ہیں کہ مجھے ابو عامر یا ابو مالک اشعری نے حدیث بیان کی اور اللہ کی قسم! انہوں نے جھوٹ نہیں کہا' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: میری امت میں کچھ ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو زنا' ریشم اور باجوں (آلات موسیقی) کو حلال قرار دیں گے اور کچھ ایسے لوگ پہاڑ کے دامن میں رہیں گے کہ جب شام کو وہ اپنے جانوروں کا ریوڑ لے کر واپس آئیں گے اور ان کے پاس کوئی فقیر اپنی حاجت لے کر آئے گا تو وہ اس سے کہیں گے: کل آنا' اللہ تعالیٰ پہاڑ گرا کر ان کو ہلاک کر دے گا اور دوسرے لوگوں (شراب اور آلات موسیقی کو حلال کرنے والوں) کو مسخ کر کے قیامت تک کے لیے بندر اور خنزیر بنا دے گا۔ (صحیح البخاری: ۵۵۹۰) (فتح الباری لابن رجب ج ٦ ص ۷۹۔۷۷ ملخصاً' دار ابن الجوزی' ریاض' ۱۴۱۷ھ)

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

صوفیہ کی ایک جماعت نے اس باب کی حدیث سے غناء اور اس کے سننے کی اباحت پر استدلال کیا ہے خواہ آلات موسیقی کے ساتھ ہو یا اس کے بغیر ہو اور اس کا رد کرنے کے لیے اس حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ تصریح کافی ہے کہ وہ لڑکیاں پیشہ ور گانے والیاں نہیں تھیں اور حضرت عائشہ نے معنوی طور پر اس چیز کی نفی کر دی جس کا لفظی طور پر انہوں نے اثبات کیا تھا' کیونکہ غناء کا اطلاق آواز کو بلند کرنے اور ترنم سے گانے دونوں پر ہوتا ہے اور مغنی کا اطلاق اس شخص پر ہوتا ہے جس کی آواز میں زیر و بم ہوتا ہے اور وہ شوق کو اُبھارتا ہے اور اس میں بے حیائی کی باتوں کی تعریض اور تصریح ہوتی ہے' اس کے بعد انہوں نے علامہ قرطبی کی عبارت نقل کر کے اس سے استدلال کیا ہے اور آخر میں لکھا ہے کہ شادی وغیرہ کے موقع پر دف بجانے کی اباحت سے یہ لازم نہیں آتا کہ موسیقی کے دیگر آلات بھی مباح ہو جائیں۔ (فتح الباری لابن حجر ج ۲ ص ۴۹۳۔۴۹۲ ملخصاً' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ باندی سے گانا سننا جائز ہے خواہ وہ مملوک نہ ہو' کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر کے سننے پر انکار نہیں کیا بلکہ حضرت ابوبکر کے انکار پر انکار کیا اور وہ باندیاں مسلسل گاتی رہیں حتیٰ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے انہیں جانے کا اشارہ کیا' لیکن یہ مخفی نہ رہے کہ جواز اس وقت ہے جب فتنہ سے امن ہو۔ المہلب نے کہا ہے کہ حضرت ابوبکر نے ترنم سے گانے پر انکار کیا' کیا تم نہیں دیکھتے کہ انہوں نے اشعار پڑھنے پر انکار نہیں کیا بلکہ انہوں نے مزامیر کی مشابہت پر انکار کیا ہے اور یہی وہ چیز ہے جس میں خطرہ ہے اور فتنہ کا سدِ باب کرنا احسن ہے اور صرف بلند آواز سے نیک اشعار پڑھنا ممنوع نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ٦ ص ۳۹۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

شیخ عبد الحق محدث دہلوی حنفی متوفی ۱۰۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث سے اہل سماع' آلات موسیقی کے ساتھ غناء کی اباحت پر استدلال کرتے ہیں اور جو چیز انصاف سے معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے نزدیک گانا اور دف بجانا ممنوع تھا' اس لیے انہوں نے منع کیا کیونکہ ان کے نزدیک وہ حرام اور مکروہ تھا' اور انہوں نے یہ گمان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے اس لیے منع نہیں فرمایا کہ آپ کو نیند میں غافل ہونے کی وجہ سے ان کے گانے کا علم نہیں تھا' اور حضرت ابوبکر نے یہ نہیں جانا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عید کے دن تھوڑی مقدار میں گانے اور دف بجانے کو مقرر

رکھا ہے' اسی لیے آپ نے فرمایا: یہ ایام عید ہیں اور حضرت ابوبکر کو اس فرق اور تفصیل کا علم نہیں تھا' پس یہ حدیث عید کے دن اور دیگر خوشی کے ایام میں اتنی مقدار میں گانے اور دف بجانے کے مباح ہونے پر دلالت کرتی ہے اور اس میں شک نہیں ہے کہ یہ اباحت مخصوص ایام میں اور مخصوص مقدار میں ہے اور اس سے علی الاطلاق اباحت لازم نہیں آتی' مگر اس پر قیاس کر کے اور وہ جائز ہے بہ شرطیکہ اس کی ممانعت کی تصریح نہ ہو اور وہ محل نزاع ہے اور انصاف یہ ہے کہ جس طرح زنا اور شراب نوشی کی حرمت پر نص قطعی وارد ہے اس طرح حرمت غناء پر نص قطعی نہیں ہے' اور بعض متاخرین نے تصریح کی ہے کہ حرمت غناء پر کوئی صحیح حدیث نہیں ہے۔ (یہ صحیح نہیں ہے' ہم صحیح بخاری: ۵۵۹۰ کو پیش کر چکے ہیں جس میں آلات موسیقی کو حلال قرار دینے والوں کو بندر اور خنزیر کی صورتوں میں مسخ کرنے کی وعید ہے۔ سعیدی غفرلہٗ) اور بعض علماء نے کہا ہے کہ آلات موسیقی کے ساتھ غناء کی حرمت پر کوئی دلیل قطعی پائی گئی نہ اس کی اباحت پر اور اصل اشیاء میں اباحت ہے (اس کی حرمت پر قطعی الثبوت دلیل تو نہیں ہے مگر ظنی الثبوت اور قطعی الدلالہ حدیث موجود ہے جیسے صحیح بخاری کی حدیث مذکور اور اس کے ہوتے ہوئے اباحت اصلیہ سے استدلال کرنا درست نہیں ہے۔ سعیدی غفرلہٗ) اور اس کے باوجود اس میں شک نہیں ہے کہ آلات موسیقی کے سماع پر دوام کرنا اور اس کو عادت بنا لینا اتباع سنت کے طریقہ کے خلاف ہے' فقہاء نے اس باب میں بہت شدت کی ہے مگر ان کا مقصود فتنہ کو جڑ سے اکھاڑنا ہے اور اس کا سد باب کرنا ہے اور صحیح یہ ہے کہ امام اعظم نے اس کو مکروہ (تحریمی) کہا ہے۔ (اشعۃ اللمعات ج ا ص ۱۴۱' مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

شیخ نورالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۷۳ھ لکھتے ہیں:

روایت ترمذی میں واقع ہے کہ وہ لڑکیاں دف بجا رہی تھیں۔

میں کہتا ہوں: یہ غلط ہے بلکہ یہ روایت سنن نسائی میں ہے' امام نسائی اپنی سند کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے بیان کیا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ان کے پاس آئے' اس وقت ان کے پاس دو لڑکیاں دف بجا رہی تھیں اور گا رہی تھیں۔ الحدیث (سنن نسائی: ۱۵۹۳_۱۵۸۹' دارالفکر بیروت)

شیخ نورالحق لکھتے ہیں: چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع نہیں فرمایا' اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ گانا اور دف بجانا جائز ہے کیونکہ آں حضرت باطل کو جائز نہیں رکھتے تھے لیکن اہل اتباع کو چاہیے کہ جتنی مقدار میں گانے اور دف بجانے کی تصریح ہے' اس سے تجاوز نہ کریں اور لہو و لعب میں زیادتی نہ کریں کیونکہ اہل دین کا اس سے احتراز کرنا واجب ہے۔

(تیسیر القاری ج ا ص ۳۲۰_۳۱۹' مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

ملا علی بن سلطان محمد القاری الحنفی المتوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

علامہ طیبی نے کہا ہے کہ وہ لڑکیاں جو اشعار پڑھ رہی تھیں' وہ جنگ اور بہادروں کے وصف سے متعلق تھے لیکن وہ اشعار جن میں فواحش کا اور حرام کاموں کا ذکر ہو ان کا گانا ممنوع ہے' اور یہ بہت بعید ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ان کو پڑھا جائے اور عیدین میں خوشی کا اظہار کرنا اہل دین کا شعار ہے کیونکہ یہ دن عام دنوں کی طرح نہیں ہیں' اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ گانا اور دف بجانا ممنوع نہیں ہے لیکن بعض اوقات میں اس کو دائماً کرنا مکروہ ہے' یہ عدالت کو ساقط کر دیتا ہے اور نیکی کو مٹا دیتا ہے۔

(شرح الطیبی ج ۳ ص ۲۳۹' ادارۃ القرآن' کراچی)

فتاویٰ قاضی خاں میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: لہو و لعب کو سننا معصیت ہے اور اس پر بیٹھنا فسق ہے اور اس سے لذت حاصل کرنا کفر ہے۔ (فتاویٰ قاضی خاں علی الہندیہ ج ۳ ص ۴۰۶' مطبع امیریہ کبریٰ بولاق' مصر)

ملا علی قاری فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بہ طور تشدید ہے' اگر کبھی کبھی اس کو سنا تو کوئی حرج نہیں ہے' انسان پر واجب ہے کہ اس سے بچنے کی پوری کوشش کرے کیونکہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کانوں میں انگلیاں دے لی تھیں۔
(مرقات ج ۳ ص ۵۳۸' المکتبۃ الحقانیہ' پشاور)

آلاتِ موسیقی کے ساتھ گانا گانے کے متعلق علماء غیر مقلدین کی آراء

شیخ علی بن احمد بن سعید بن حزم اندلسی متوفی ۴۵۶ ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابوبکر نے غناء اور دف بجانے پر انکار کیا تھا' لیکن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے انکار پر انکار کیا تو انہوں نے اپنے انکار سے رجوع کر لیا۔ (المحلی بالآثار ج ۳ ص ۳۰۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۵ ھ)

نواب محمد صدیق بن حسن بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ ھ لکھتے ہیں:

مسئلہ سماع میں فقہاء اور صوفیہ میں شروع سے اب تک نزاع چلا آ رہا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اقوال اور دلائل کے اختلاف کی وجہ سے سماع اُمور مشتبہ میں سے ہے اور متقی اور محتاط لوگ شبہات سے اجتناب کرتے ہیں اور صحیح حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے: جس شخص نے شبہات کو ترک کر دیا اس نے اپنے دین اور عزت کو محفوظ کر لیا اور جو شخص سرکاری چراگاہ کے گرد اپنے جانور چرائے گا عنقریب وہ جانور اس چراگاہ میں داخل ہو جائیں گے۔ (صحیح البخاری: ۵۲' صحیح مسلم: ۱۵۹۹)

خصوصاً جب ایسے اشعار کا سماع کیا جائے جن میں رخسار اور قد و قامت کا اور حسن و جمال کا اور ہجر و وصال کا ذکر ہو کیونکہ ان اُمور کو سننے والا کسی آزمائش میں ضرور مبتلا ہوگا' خصوصاً جب گانے والی حسین عورت اور خوش آواز ہو یا خوب صورت بے ریش لڑکا ہو' عرب جو اشعار سنتے تھے' ان میں جنگ کا اور شجاعت کا اور سخاوت کے اوصاف کا ذکر ہوتا تھا' سو جو شخص اپنے دین کی حفاظت کرنا چاہتا ہو اور اپنے اسلام میں رغبت رکھتا ہو' اس کو سماع سے احتراز کرنا چاہیے کیونکہ شیطان نے مسلمانوں کو اپنے جال میں گرفتار کرنے کے لیے پھندے تیار کیے ہیں۔ (السراج الوہاج فی کشف مطالب مسلم بن الحجاج ج ۲ ص ۲۰۷۔ ۲۰۶ ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۵ ھ)

* باب مذکور کی یہ حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۹۵۸۔ ج ۲ ص ۶۶ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے عنوانات حسب ذیل ہیں:
(۱) عید کے دن حضرت عائشہ کے سامنے بچیوں کا گانا (۲) گانے کا شرعی حکم (۳) غناء اور آلاتِ موسیقی کے شرعی احکام کی تفصیل (۴) احادیث اور آثار سے آلاتِ غنا کی حرمت (۵) نکاح اور عید کے موقع پر صرف دف بجانے کی اجازت (۶) فقہاء مالکیہ کا نظریہ (۷) فقہاء حنبلیہ کا نظریہ (۸) فقہاء شافعیہ کا نظریہ (۹) فقہاء احناف کا نظریہ (۱۰) ہمارا موقف (۱۱) مجوزین موسیقی کے دلائل کا ضعف (۱۲) مجوزین موسیقی کا موقف (۱۳) مجوزین کے اہم دلائل کا ایک جائزہ (۱۴) مجوزین موسیقی کی دلیل (۱۵) علامہ شامی کی عبارت سے موسیقی پر استدلال (۱۶) قرآن کریم سے موسیقی پر استدلال (۱۷) شیخ عبد الحق محدث دہلوی کی عبارت سے مغالطہ آفرینی (۱۸) جواز موسیقی کے دلائل پر علامہ آلوسی کا تبصرہ (۱۹) ریڈیو' ٹی۔ وی' وی۔ سی۔ آر اور سینما دیکھنے کا حکم۔
یہ بحث شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۶۷ سے ص ۲۰۴ تک پھیلی ہوئی ہے۔

٤ - بَابُ الْأَكْلِ يَوْمَ الْفِطْرِ قَبْلَ الْخُرُوجِ

عید الفطر کے دن (نماز کے لیے) نکلنے سے پہلے کچھ کھانا

۹۵۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ قَالَ أَخْبَرَنَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبد الرحیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سعید بن سلیمان نے حدیث

عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِي بَكْرِ بْنِ اَنَسٍ، عَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَغْدُوْ يَوْمَ الْفِطْرِ حَتّٰى يَاْكُلَ تَمَرَاتٍ. وَقَالَ مُرَجَّى بْنُ رَجَاءٍ حَدَّثَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَنَسٌ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَيَاْكُلُهُنَّ وِتْرًا.

بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبید اللہ بن ابی بکر بن انس نے خبر دی از حضرت انس رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر کے دن جب تک چند کھجوریں نہ کھا لیتے نماز کے لیے نہیں جاتے تھے' مرجّٰی بن رجاء نے کہا: مجھے عبید اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے حضرت انس نے حدیث بیان کی از نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ طاق عدد کھجوریں کھاتے تھے۔

(سنن ابن ماجہ: ۱۷۵۴' صحیح ابن خزیمہ: ۱۴۲۹' سنن دار قطنی ج ۲ ص ۴۵' سنن بیہقی ج ۳ ص ۲۸۲' شرح السنۃ: ۱۱۰۵' صحیح ابن حبان: ۲۸۱۴' المستدرک ج ۱ ص ۲۹۴' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۶۰' سنن داری: ۱۶۰۱' مسند البزار: ۶۵۰' مسند احمد ج ۳ ص ۱۲۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۲۲۶۸۔ ج ۱۹ ص ۲۸۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ۲۷۴' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن عبد الرحیم' یہ صاعقہ کے لقب سے مشہور ہیں (۲) سعید بن سلیمان' آپ کا لقب سعدویہ ہے (۳) ہشیم بن بشیر بن قاسم بن دینار سلمی الواسطی (۴) عبید اللہ بن ابی بکر بن انس (۵) ان کے دادا حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۳۹۸)

عید الفطر کے دن نماز سے پہلے کچھ کھانے کے متعلق صحابہ اور فقہاء تابعین کے معمولات

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

عیدگاہ کی طرف جانے سے پہلے کچھ کھانا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرتے ہوئے فقہاء کے نزدیک سنت مستحبہ ہے۔ حضرت علی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم نے کہا: سنت یہ ہے کہ عید الفطر کے دن کچھ کھائے بغیر گھر سے نہ نکلے' یہ عام فقہاء کا قول ہے' اور بعض تابعین راستہ میں کھانے کا حکم دیتے تھے' حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ یہ کہتے تھے کہ اگر وہ چاہے تو کھائے اور چاہے تو نہ کھائے' ابراہیم النخعی نے بھی اسی کی مثل کہا ہے۔ حضرت ابن عمر سے نہ کھانے کی رخصت منقول ہے' امام ابن ابی شیبہ نے از نافع از ابن عمر یہ روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمر کچھ کھائے بغیر عیدگاہ کی طرف جاتے تھے' علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ اکثر فقہاء کا اس پر عمل ہے کہ کچھ کھانا مستحب ہے۔

المہلب نے کہا ہے: عید الفطر کے دن عیدگاہ کی طرف جانے سے پہلے اس لیے کچھ کھایا جاتا ہے تاکہ کوئی گمان کرنے والا یہ نہ گمان کرے کہ عید الفطر کے دن نماز عید تک روزہ رکھنا لازم ہے' سو آپ کو یہ خوف ہوا کہ اللہ کی حدود میں کوئی زیادتی نہ کی جائے' اس لیے آپ نے کچھ کھا کر اس کی اصلاح کی اور اس کی دلیل یہ ہے کہ آپ نے عید الاضحیٰ کے دن عیدگاہ جانے سے پہلے کچھ کھانے کا حکم نہیں دیا۔

طاق عدد کھجور آپ اس لیے کھاتے تھے تاکہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی طرف اشارہ ہو اور آپ تمام کاموں میں اسی طرح کرتے تھے۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۶۳۰۔ ۶۲۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

عید الفطر کے دن روزہ افطار کرنے اور کچھ کھانے کا حکم ہے' اس لیے آپ پہلے کچھ کھاتے' پھر نماز عید کے لیے جاتے اور عید الاضحیٰ کے دن قربانی کرنے کا حکم ہے' اس لیے آپ کچھ کھائے بغیر نماز عید پڑھ کر قربانی کرتے' پھر قربانی کا گوشت پکا کر کھاتے۔

باب مذکور کی مؤید دیگر احادیث

عبد اللہ بن بریدہ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر کے دن گھر سے اس وقت تک نہیں نکلتے تھے حتیٰ کہ کچھ کھا لیتے اور عید الاضحیٰ کے دن کچھ نہیں کھاتے تھے حتیٰ کہ نماز پڑھ لیتے۔

(سنن ترمذی: ۵۴۲ ' سنن ابن ماجہ: ۱۷۵۶ ' مسند احمد ج ۵ ص ۳۵۲ ' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۶۸)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر کے دن چند کھجوروں سے افطار کرتے تھے ' پھر عید گاہ کی طرف جاتے تھے۔ (سنن ترمذی: ۵۴۳ ' مسند احمد ج ۳ ص ۱۲۶)

مرجّی نے بیان کیا ہے: آپ طاق عدد کھجوریں کھاتے تھے۔ (مسند احمد ج ۳ ص ۱۲۶ ' صحیح ابن خزیمہ: ۱۴۲۹ ' سنن دار قطنی ج ۲ ص ۴۵)

حضرت انس رضی اللہ عنہ تین یا پانچ کھجوریں کھاتے تھے اور اگر چاہتے تو اس سے زیادہ کھاتے مگر طاق عدد کھاتے تھے۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۲۳۲)

عبید اللہ بن ابی بکر بن انس نے بیان کیا کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا ' وہ بیان کرتے ہیں کہ عید الفطر کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تک عید گاہ نہیں جاتے تھے حتیٰ کہ تین یا پانچ یا سات کھجوریں کھا لیں یا اس سے کچھ کم یا کچھ زیادہ طاق عدد۔

(صحیح ابن حبان: ۲۸۱۴)

عکرمہ نے کہا: لوگ اس پر عمل کرتے ہیں اور یہی امام ابو حنیفہ ' امام مالک ' امام شافعی اور امام احمد کا مذہب ہے۔

(فتح الباری لابن رجب ج ۶ ص ۸۹ ' دار ابن جوزی ' ریاض ' ۱۴۱۷ ھ)

٥ - بَابُ الْأَكْلِ يَوْمَ النَّحْرِ — قربانی کے دن کھانا

اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ عید الاضحیٰ کے دن کھانے کا وقت نماز کے بعد ہے جیسے عید الفطر کے دن کھانے کا وقت نماز سے پہلے ہے۔

٩٥٤ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلٰوةِ فَلْيُعِدْ. فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ هٰذَا يَوْمٌ يُشْتَهٰى فِيهِ اللَّحْمُ وَذَكَرَ مِنْ جِيرَانِهِ، فَكَأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَدَّقَهُ، قَالَ وَعِنْدِي جَذَعَةٌ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ شَاتَيْ لَحْمٍ، فَرَخَّصَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَا أَدْرِي أَبَلَغَتِ الرُّخْصَةُ مَنْ سِوَاهُ أَمْ لَا؟

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی ' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی از ایوب از محمد از حضرت انس رضی اللہ عنہ ' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے نماز عید سے پہلے قربانی کا جانور ذبح کیا وہ دوبارہ ذبح کرے ' پھر ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا: اس دن گوشت کی خواہش کی جاتی ہے اور اس نے اپنے پڑوسی کا ذکر کیا ' پس گویا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تصدیق کی ' اس شخص نے کہا: میرے پاس چھ ماہ کا ایک بکری کا بچہ ہے جو میرے نزدیک دو بکریوں کے گوشت سے زیادہ پسندیدہ ہے ' پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اجازت دے دی ' پس میں نہیں جانتا کہ اس کے علاوہ دوسروں کو بھی یہ رخصت پہنچی ہے یا نہیں۔

[اطراف الحدیث: ۹۸۴_۵۵۴۶_۵۵۴۹_۵۵۶۱] (صحیح مسلم: ۱۹۶۲ ' الرقم المسلسل: ۴۹۸۹ ' سنن نسائی: ۴۴۰۸_۴۴۰۰_۵۸۷ ' سنن بیہقی

ج۹ ص ۲۶۳ ۔ ۲۶۲' مسند احمد ج ۳ ص ۱۱۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۲۱۲۰ ۔ ج ۱۹ ص ۱۷۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' مسند الطحاوی: ۴۹۷)

اس حدیث کے رجال کا پہلے ذکر کیا جا چکا ہے۔

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: اس دن گوشت کی خواہش کی جاتی ہے۔

بعض الفاظ کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے: پھر ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا' یہ شخص حضرت ابو بردہ بن نیار تھے اور یہ حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ کے ماموں تھے' جیسا کہ عنقریب دوسری حدیث میں آ رہا ہے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے: اور اس نے اپنے پڑوسی کا ذکر کیا یعنی ان کے فقر اور ان کی حاجت کا ذکر کیا۔

اس حدیث میں ''جذعۃ'' کا ذکر ہے' اس سے مراد ہے: چھ ماہ کا بکرا یا مینڈھا۔ اس کی تفصیل عنقریب آئے گی۔

شہر میں نمازِ عید سے پہلے قربانی کرنے کا عدم جواز' قربانی کے جواز کی شرط میں مذاہب ائمہ اور قربانی کے وجوب پر دلیل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

جس شخص نے نماز عید سے پہلے اپنی قربانی کو ذبح کر لیا تو یہ جائز نہیں ہے' قربانی کا وقت قربانی کے دن طلوع آفتاب کے بعد داخل ہوتا ہے۔ اسحاق' امام احمد اور ابن المنذر نے کہا ہے کہ جب عید کے دن' اتنا وقت گزر جائے جس میں نماز اور دو خطبے ہو سکیں تو پھر قربانی کرنا جائز ہے' خواہ امام نے نماز پڑھی ہو یا نہ پڑھی ہو اور خواہ وہ جگہ شہر ہو یا بستی ہو۔

ہمارے نزدیک شہر والوں کے لیے اس وقت تک قربانی کرنا جائز نہیں ہے جب تک امام عید کی نماز نہ پڑھ لے اور رہے گاؤں اور دیہات کے لوگ تو وہ نماز فجر کے بعد قربانی کر سکتے ہیں اور ان کے لیے امام کے نماز عید پڑھنے کی شرط نہیں ہے۔

امام شافعی کے نزدیک یہ شرط ہے کہ امام نماز عید اور خطبہ سے فارغ ہو جائے۔

امام مالک کے نزدیک یہ شرط ہے کہ امام اپنی قربانی کو نحر یا ذبح کر کے فارغ ہو جائے۔ اصحاب مالک کا اس امام کے مصداق میں اختلاف ہے' بعض نے کہا: اس سے مراد امیر المؤمنین ہے' اور بعض نے کہا: اس سے مراد شہر کا امیر ہے' اور بعض نے کہا: اس سے مراد نماز عید پڑھانے والا امام ہے۔

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ حضرت ابو بردہ بن نیار نے اپنے پڑوسی کے فقر اور اس کی ضرورت کی وجہ سے جلدی قربانی کر لی' اس سے معلوم ہوا کہ پڑوسیوں کی ضرورت کا خیال رکھنا مستحسن ہے۔

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ چھ ماہ کے بکرے کی قربانی کا جواز حضرت ابو بردہ بن نیار کے ساتھ مخصوص ہے' اور اجماع اس پر منعقد ہے کہ ایک سال سے کم عمر بکرے کی قربانی جائز نہیں ہے اور ایک سال سے کم عمر کے مینڈھے اور دنبہ کی قربانی کرنا جائز ہے' کیونکہ حدیث میں ہے:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک سال سے کم عمر کی قربانی نہ کرو مگر یہ کہ تم پر دشوار ہو تو ایک سال سے کم عمر کے دنبہ کی قربانی کر لو۔ (صحیح مسلم: ۱۹۶۳' سنن ابوداؤد: ۲۷۹۷' سنن نسائی: ۴۳۷۸' سنن ابن ماجہ: ۳۱۴۱)

امام ابوحنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ قربانی کرنا واجب ہے اور ان کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے نماز عید سے پہلے

قربانی کی وہ دوبارہ قربانی کرے اگر قربانی کرنا واجب نہ ہوتا تو جس نے غیر وقت میں قربانی کی آپ اس کو دوبارہ قربانی کرنے کا حکم نہ دیتے۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۴۰۲-۴۰۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۴۹۵۴۔ ج ۶ ص ۱۳۳ پر مذکور ہے اس کی شرح میں قربانی کا وجوب اور رسول اللہ ﷺ کے اختیارات کا ذکر ہے۔

۹۵۵ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ خَطَبَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْاَضْحٰى بَعْدَ الصَّلٰوةِ فَقَالَ مَنْ صَلّٰى صَلٰوتَنَا وَنَسَكَ نُسُكَنَا فَقَدْ اَصَابَ النُّسُكَ وَمَنْ نَسَكَ قَبْلَ الصَّلٰوةِ فَاِنَّهٗ قَبْلَ الصَّلٰوةِ وَلَا نُسُكَ لَهٗ. فَقَالَ اَبُوْ بُرْدَةَ بْنُ نِيَارٍ خَالُ الْبَرَاءِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَاِنِّيْ نَسَكْتُ شَاتِيْ قَبْلَ الصَّلٰوةِ وَعَرَفْتُ اَنَّ الْيَوْمَ يَوْمُ اَكْلٍ وَّشُرْبٍ وَاَحْبَبْتُ اَنْ تَكُوْنَ شَاتِيْ اَوَّلَ مَا يُذْبَحُ فِيْ بَيْتِيْ فَذَبَحْتُ شَاتِيْ وَتَغَدَّيْتُ قَبْلَ اَنْ اٰتِيَ الصَّلٰوةَ قَالَ شَاتُكَ شَاةُ لَحْمٍ. قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَاِنَّ عِنْدَنَا عَنَاقًا لَنَا جَذَعَةً هِيَ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ شَاتَيْنِ اَفَتَجْزِيْ عَنِّيْ؟ قَالَ نَعَمْ وَلَنْ تَجْزِيَ عَنْ اَحَدٍ بَعْدَكَ. (مسند الحمادی: ۷۶۴)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عثمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از منصور از شعبی از حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے عید الاضحیٰ کے دن نماز کے بعد ہمیں خطبہ دیا پس فرمایا: جس نے ہماری نماز پڑھی اور ہماری قربانی کی اس نے صحیح عبادت کر لی اور جس نے نماز عید سے پہلے قربانی کی وہ نماز سے پہلے ذبح کرنا ہے اور اس کی عبادت (صحیح) نہیں ہے پھر حضرت ابو بردہ بن نیار رضی اللہ عنہ نے کہا: جو حضرت البراء کے ماموں ہیں یا رسول اللہ! میں نے اپنی بکری کو نماز سے پہلے ذبح کر لیا اور مجھے یہ معلوم تھا کہ یہ کھانے پینے کا دن ہے اور میں یہ پسند کرتا تھا کہ میرے گھر میں میری بکری سب سے پہلے ذبح کی جائے سو میں نے اپنی بکری کو ذبح کر لیا اور نماز سے پہلے اس سے ناشتہ کر لیا آپ نے فرمایا: تمہاری بکری بکری کا گوشت ہے (یعنی قربانی نہیں ہے) انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! ہمارے پاس ایک بکری کا بچہ ہے جو چھ ماہ کا ہے اور وہ مجھے دو بکریوں سے زیادہ پسند ہے کیا وہ میری طرف سے (قربانی میں) کفایت کرے گا؟ آپ نے فرمایا: ہاں! اور تمہارے بعد اور کسی کی طرف سے کفایت نہیں کرے گا۔

اس حدیث سے حسب ذیل مسائل معلوم ہوتے ہیں:

(۱) عید کے دن نماز کے بعد خطبہ دینا مسنون ہے۔

(۲) عید الاضحیٰ کے دن نماز کے بعد کھانا کھانا مستحب ہے۔

(۳) حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ نے عید کے دن اپنے پڑوسیوں کو کھانا کھلانے کے لیے اپنی قربانی جلد کر لی تھی نبی ﷺ نے اس پر ملامت نہیں کی کہ تم نے پڑوسیوں کو گوشت کھلانے کے لیے کیوں نماز سے پہلے قربانی کی بلکہ یہ مسئلہ بتایا کہ نماز سے پہلے قربانی نہیں ہوتی اور ان پر دوبارہ قربانی کرنا واجب ہے۔

٦ - بَابُ الْخُرُوْجِ اِلَى الْمُصَلّٰى بِغَيْرِ مِنْبَرٍ

بغیر منبر کے عید گاہ کی طرف نکلنا

۹۵٦ - حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ اَبِيْ مَرْيَمَ قَالَ حَدَّثَنَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن ابی مریم نے

مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ زَیْدٌ عَنْ عِیَاضِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ سَرْحٍ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَخْرُجُ یَوْمَ الْفِطْرِ وَالْاَضْحٰی اِلَی الْمُصَلّٰی فَاَوَّلُ شَیْءٍ یَبْدَاُ بِهِ الصَّلٰوةُ ثُمَّ یَنْصَرِفُ فَیَقُوْمُ مُقَابِلَ النَّاسِ وَالنَّاسُ جُلُوْسٌ عَلٰی صُفُوْفِهِمْ فَیَعِظُهُمْ وَیُوْصِیْهِمْ وَیَاْمُرُهُمْ فَاِنْ کَانَ یُرِیْدُ اَنْ یَّقْطَعَ بَعْثًا قَطَعَهٗ اَوْ یَاْمُرَ بِشَیْءٍ اَمَرَ بِهٖ ثُمَّ یَنْصَرِفُ. قَالَ اَبُوْ سَعِیْدٍ فَلَمْ یَزَلِ النَّاسُ عَلٰی ذٰلِكَ حَتّٰی خَرَجْتُ مَعَ مَرْوَانَ وَهُوَ اَمِیْرُ الْمَدِیْنَةِ فِیْ اَضْحٰی اَوْ فِطْرٍ فَلَمَّا اَتَیْنَا الْمُصَلّٰی اِذَا مِنْبَرٌ بَنَاهُ کَثِیْرُ بْنُ الصَّلْتِ فَاِذَا مَرْوَانُ یُرِیْدُ اَنْ یَّرْتَقِیَهٗ قَبْلَ اَنْ یُّصَلِّیَ فَجَبَذْتُ بِثَوْبِهٖ فَجَبَذَنِیْ فَارْتَفَعَ فَخَطَبَ قَبْلَ الصَّلٰوةِ فَقُلْتُ لَهٗ غَیَّرْتُمْ وَاللّٰهِ فَقَالَ اَبَا سَعِیْدٍ قَدْ ذَهَبَ مَا تَعْلَمُ فَقُلْتُ مَا اَعْلَمُ وَاللّٰهِ خَیْرٌ مِّمَّا لَا اَعْلَمُ فَقَالَ اِنَّ النَّاسَ لَمْ یَکُوْنُوْا یَجْلِسُوْنَ لَنَا بَعْدَ الصَّلٰوةِ فَجَعَلْتُهَا قَبْلَ الصَّلٰوةِ.

(صحیح مسلم:۸۸۹'الرقم المسلسل:۲۰۲۰'سنن نسائی:۱۵۷۶'سنن ابن ماجہ:۱۲۸۸'اس حدیث کی بقیہ تخریج صحیح البخاری:۹۵۴ میں گزر چکی ہے'جامع المسانید لابن الجوزی:۲۰۵۸'مکتبۃ الرشد'ریاض'۱۴۲۶ھ)

حدیث بیان کی'انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن جعفر نے حدیث بیان کی'انہوں نے کہا: مجھے زید نے خبر دی از عیاض بن عبد اللہ بن ابی سرح از حضرت ابوسعید الخدری'وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن عید گاہ کی طرف نکل کر جاتے تھے'سب سے پہلے آپ نماز پڑھاتے'پھر مڑ کر نمازیوں کے سامنے کھڑے ہو جاتے اور نمازی اپنی صفوں پر بیٹھے ہوئے ہوتے تھے' آپ ان کو وعظ اور نصیحت کرتے اور ان کو حکم دیتے'پس اگر آپ کوئی لشکر بھیجنا چاہتے تو اس کو تیار کرتے یا کسی اور چیز کا حکم دینا چاہتے تو اس کا حکم دیتے'پھر آپ گھر لوٹ جاتے۔ حضرت ابوسعید نے کہا: پھر لوگوں کا ہمیشہ یہی معمول رہا حتیٰ کہ میں مروان کے ساتھ نکلا'اور وہ اس وقت مدینہ کا امیر تھا اور یہ عید الاضحیٰ یا عید الفطر کا دن تھا' جب ہم عید گاہ میں آئے تو کثیر بن الصلت نے منبر بنا کر رکھ دیا'پھر مروان نماز پڑھنے سے پہلے منبر کی سیڑھیوں پر چڑھنے لگا'میں نے اس کے کپڑے کو پکڑ کر کھینچا'اس نے مجھے کھینچا حتیٰ کہ وہ منبر پر چڑھ گیا'پس اس نے نماز سے پہلے خطبہ دیا'میں نے کہا: اللہ کی قسم! تم نے (عید کا) طریقہ بدل دیا ہے'اس نے کہا: اے ابوسعید! وہ طریقہ جاتا رہا جو تم جانتے ہو'پس میں نے کہا: اللہ کی قسم! جس کو میں جانتا ہوں وہ اس سے بہتر ہے جس کو میں نہیں جانتا'تب اس نے کہا: بات یہ ہے کہ نماز کے بعد لوگ ہمارے لیے بیٹھتے نہیں ہیں'اس لیے میں نے خطبہ کو نماز پر مقدم کر دیا ہے۔

عید گاہ میں منبر لے جانا اور نہ لے جانا ہر دو صورتیں جائز ہیں

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اشہب نے کہا ہے کہ منبر کو عید گاہ میں لے جانے میں وسعت ہے'اگر چاہے تو منبر کو لے جائے اور اگر چاہے تو نہ لے جائے۔

ابن حبیب نے کہا ہے کہ منبر کو عید گاہ میں نہ لے جائے کیونکہ منبر پر چڑھ کر خطبہ دینا خلفاء کا طریقہ ہے۔

المہلب نے کہا: کثیر بن الصلت کا منبر بنانا'اس کی دلیل ہے کہ اس سے پہلے منبر نہیں تھا۔

اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ عید کی نماز خطبہ سے پہلے پڑھی جائے گی اور یہ کہ خطیب کو نمازیوں کی طرف منہ کرنا چاہیے اور نمازیوں کو خطیب کے سامنے بیٹھنا چاہیے اور اس میں یہ ثبوت ہے کہ خطیب کا عید گاہ کی طرف نکل کر جانا عید کی سنت ہے'اہل مکہ کے سوا کیونکہ ان کے لیے سنت یہ ہے کہ وہ حرم شریف میں نماز پڑھیں۔

سب سے پہلے عید کی نماز پر خطبہ کو کسی نے مقدم کیا

اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ عیدین کی نماز میں سب سے پہلے خطبہ کو مقدم کس نے کیا' ابن نافع نے امام مالک سے یہ نقل کیا ہے کہ سب سے پہلے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ نے خطبہ کو عیدین میں مقدم کیا تا کہ لوگ نماز میں شامل ہو جائیں' حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ نے بھی کہا ہے کہ سب سے پہلے جس نے خطبہ کو نماز پر مقدم کیا ہے وہ حضرت عثمان رضی اللہ تھے' ابن شہاب الزہری نے کہا ہے کہ سب سے پہلے جس نے خطبہ کو نماز پر مقدم کیا ہے' وہ حضرت معاویہ رضی اللہ تھے' طارق بن شہاب نے کہا ہے کہ سب سے پہلے جس نے خطبہ کو عیدین کی نماز پر مقدم کیا وہ مروان تھا۔ المہلب نے کہا ہے کہ اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ اجتہاد سے لوگوں کے لیے نئے نئے طریقے وضع کرنے چاہئیں جب کہ ان میں لوگوں کی مصلحت ہو اور اس کی اصل اور دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جمعہ کی نماز سے پہلے خطبہ دیا' پھر حضرت عثمان وغیرہ نے عید کے دن نماز کی تقدیم کو ترک کر دیا اور خطبہ کو مقدم کر دیا کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جمعہ کے دن خطبہ کو نماز پر مقدم کرتے تھے اور یہ کوئی خاص تغیر نہیں ہے بلکہ ایک فعل کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دوسرے فعل کے مطابق کیا ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۶۳۳-۶۳۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس میں اختلاف ہے کہ سب سے پہلے عید کے دن کس نے خطبہ کو نماز پر مقدم کیا' امام ابن شیبہ نے اپنی مصنف میں روایت کیا ہے کہ سب سے پہلے حضرت عمر نے خطبہ کو نماز عید پر مقدم کیا۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ لوگ پہلے عید کی نماز پڑھتے تھے' پھر خطبہ دیتے تھے حتیٰ کہ جب حضرت عمر رضی اللہ کا دور آیا اور ان کے دور خلافت میں لوگ بہت زیادہ ہو گئے' پس جب وہ خطبہ دینے کے لیے جاتے تو شقی لوگ اٹھ کر چلے جاتے تو پھر حضرت عمر نے خطبہ کو مقدم کر دیا اور نماز کا اختتام پر کر دیا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۴ ۵' مجلس علمی' بیروت' ۱۴۲۷ھ' مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۶۸۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

علامہ عینی نے اس روایت کو شاذ قرار دیا ہے۔

ایک قول ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ نے خطبہ کو نماز عید پر مقدم کیا تھا' لیکن اس قول کی کوئی اصل نہیں ہے۔

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ سب سے پہلے حضرت معاویہ نے خطبہ کو نماز عید پر مقدم کیا تھا' نیز قاضی عیاض نے کہا ہے کہ سب سے پہلے زیاد نے بصرہ میں خطبہ کو نماز پر مقدم کیا تھا اور یہ حضرت معاویہ رضی اللہ کی خلافت میں کیا تھا بلکہ صحیح یہ ہے کہ سب سے پہلے حضرت معاویہ رضی اللہ کی خلافت میں مروان نے خطبہ کو نماز عید پر مقدم کیا تھا' جیسا کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ کی حدیث ہے۔

اس حدیث میں نیکی کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے کی اصل ہے' خواہ والی اور حاکم کو برائی سے روکا جائے کیونکہ مروان اس وقت مدینہ کا والی اور حاکم تھا اور حضرت ابوسعید خدری نے حاکم کو نیکی کا حکم دیا اور خلاف سنت کام سے روکا۔

حضرت ابوبکر' حضرت عمر' حضرت عثمان' حضرت علی' حضرت المغیرہ' حضرت ابو مسعود اور حضرت ابن عباس کا مذہب یہ ہے کہ نماز عید خطبہ پر مقدم ہے اور ائمہ اربعہ اور جمہور فقہاء کا بھی یہی مذہب ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۶ ص ۴۰۶-۴۰۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

عیدین کی نماز پر خطبہ کو مقدم کرنے کی ممانعت کے متعلق احادیث اور آثار

عطاء بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما یہ کہتے تھے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے نماز عید پڑھائی پھر خطبہ دیا۔ (صحیح البخاری: ۹۸' صحیح مسلم: ۸۸۴' سنن ابوداؤد: ۱۱۴۲۔ ۱۱۴۷۔ ۱۱۴۳۔ ۱۱۴۵' سنن نسائی: ۱۵۷۰۔ ۱۵۶۵' سنن ابن ماجہ: ۱۲۷۳' مسند احمد ج ۱ ص ۲۲۰' سنن دارمی: ۱۶۰۳' صحیح ابن خزیمہ: ۱۴۳۷' مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۷۱۹' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۶۷۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں شہادت دیتا ہوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عید کے دن پہلے نماز پڑھائی' پھر خطبہ دیا۔
(مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۷۷۳' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۷۲۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما خطبہ سے پہلے عیدین کی نماز پڑھتے تھے۔ (صحیح البخاری: ۹۶۳' صحیح مسلم: ۸۸۸' سنن ترمذی: ۵۳۱' سنن ابن ماجہ: ۱۲۷۶' سنن نسائی: ۱۶۷۷' مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۷۲۱' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۷۷۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں عید کے دن کثیر ابن الصلت کے گھر کے پاس خطبہ سے پہلے عید کی نماز پڑھائی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۷۲۲' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۷۷۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عید الاضحیٰ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز کے بعد خطبہ دیا۔
(مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۷۲۳' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۶۷۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم' حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ عید کے دن حاضر ہوا' انہوں نے خطبہ سے پہلے نماز پڑھائی۔ (صحیح مسلم: ۸۸۹' سنن ابوداؤد: ۱۱۴۰' سنن ترمذی: ۲۱۷۳' سنن نسائی: ۵۰۲۳' سنن ابن ماجہ: ۱۲۷۵' مسند احمد ج ۱ ص ۳۳۱' مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۷۲۵' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۶۷۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عیدین کی نماز خطبہ سے پہلے ہوتی تھی۔
(مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۷۲۹' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۶۸۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۹۵۰۔ ج ۲ ص ۶۶۴ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۷- بَابُ الْمَشْيِ وَالرُّكُوبِ إِلَى الْعِيدِ وَالصَّلٰوةِ قَبْلَ الْخُطْبَةِ وَبِغَيْرِ أَذَانٍ وَّلَا إِقَامَةٍ

عید کی نماز کے لیے پیدل اور سواری پر جانا اور اذان اور اقامت کے بغیر عید کی نماز کو خطبہ سے پہلے پڑھنا

۹۵۷- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا أَنَسٌ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي فِي الْأَضْحٰى وَالْفِطْرِ، ثُمَّ يَخْطُبُ بَعْدَ الصَّلٰوةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں انس نے حدیث بیان کی از عبید اللہ از نافع از عبد اللہ بن عمر کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید الاضحیٰ اور عید الفطر کی نماز پڑھتے تھے' پھر نماز کے بعد خطبہ دیتے تھے۔

[طرف الحدیث: ۹۶۳] (صحیح مسلم: ۸۸۸' الرقم المسلسل: ۲۰۱۹' سنن ترمذی: ۵۳۱' سنن ابن ماجہ: ۱۲۷۶' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۶۹' سنن بیہقی

ج ۳ ص ۲۹۶ شرح السنۃ: ۱۱۰۱ السنن الکبریٰ: ۱۱۶۸ مسند احمد ج ۲ ص ۱۲ طبع قدیم مسند احمد ج ۸ ص ۲۰۹ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابراہیم بن المنذر بن عبد اللہ ابو اسحاق الحزامی (۲) انس بن عیاض ابوضمرہ، یہ یزید بن عیاض کے بھائی نہیں ہیں اور ان کے درمیان کوئی قرابت نہیں ہے (۳) عبد اللہ بن عمر بن حفص بن عاصم بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہم (۴) نافع مولیٰ ابن عمر (۵) حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۴۰۷)

۹۵۸ - حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى قَالَ اَخْبَرَنَا هِشَامٌ اَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ اَخْبَرَهُمْ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عَطَاءٌ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ يَوْمَ الْفِطْرِ فَبَدَاَ بِالصَّلٰوةِ قَبْلَ الْخُطْبَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے خبر دی کہ ابن جریج نے ان کو خبر دی انہوں نے کہا: مجھ کو عطاء نے خبر دی از حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر کے دن نکلے پس آپ نے خطبہ سے پہلے نماز پڑھائی۔

[اطراف الحدیث: ۹۶۱-۹۷۸] (صحیح مسلم: ۸۸۳، الرقم المسلسل: ۲۰۱۱، سنن ابوداؤد: ۱۱۴۱، مسند ابو یعلیٰ: ۲۵۶۱، المعجم الکبیر: ۱۳۰۱۶، مسند البزار: ۴۹۰، سنن بیہقی ج ۲ ص ۶۲، مسند احمد ج ۱ ص ۲۴۳ طبع قدیم مسند احمد ج ۴ ص ۶۴ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

۹۵۹ - قَالَ وَاَخْبَرَنِيْ عَطَاءٌ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ اَرْسَلَ اِلَى ابْنِ الزُّبَيْرِ فِيْ اَوَّلِ مَا بُوْيِعَ لَهٗ اَنَّهٗ لَمْ يَكُنْ يُؤَذَّنُ بِالصَّلٰوةِ يَوْمَ الْفِطْرِ وَاِنَّمَا الْخُطْبَةُ بَعْدَ الصَّلٰوةِ.

ابن جریج نے کہا: اور مجھے عطاء نے خبر دی کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت ابن الزبیر کے پاس اس وقت پیغام بھیجا جب ان کے ہاتھ پر پہلی بیعت کی گئی تھی کہ عید الفطر کے دن اذان نہیں دی جاتی تھی اور خطبہ نماز کے بعد دیا جاتا تھا۔

۹۶۰ - وَاَخْبَرَنِيْ عَطَاءٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَا لَمْ يَكُنْ يُؤَذَّنُ يَوْمَ الْفِطْرِ وَلَا يَوْمَ الْاَضْحٰى.

ابن جریج نے کہا: اور مجھے عطاء نے خبر دی از حضرت ابن عباس اور از حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہم ان دونوں نے کہا کہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن اذان نہیں دی جاتی تھی۔

۹۶۱ - وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ فَبَدَاَ بِالصَّلٰوةِ ثُمَّ خَطَبَ النَّاسَ بَعْدُ فَلَمَّا فَرَغَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَزَلَ فَاَتَى النِّسَاءَ فَذَكَّرَهُنَّ وَهُوَ يَتَوَكَّاُ عَلٰى يَدِ بِلَالٍ وَبِلَالٌ بَاسِطٌ ثَوْبَهٗ يُلْقِيْ فِيْهِ النِّسَاءُ صَدَقَةً قُلْتُ لِعَطَاءٍ اَتَرٰى حَقًّا عَلَى الْاِمَامِ الْاٰنَ اَنْ يَّاْتِيَ النِّسَاءَ فَيُذَكِّرَهُنَّ حِيْنَ يَفْرُغُ؟ قَالَ اِنَّ ذٰلِكَ لَحَقٌّ عَلَيْهِمْ وَمَا لَهُمْ اَنْ لَّا يَفْعَلُوْا.

اور از حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما روایت ہے کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور آپ نے نماز سے ابتداء کی پھر اس کے بعد لوگوں کو خطبہ دیا، پھر جب نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فارغ ہوئے تو آپ منبر سے اترے پھر خواتین کے پاس گئے پس ان کو نصیحت کی اور اس وقت آپ نے حضرت بلال کے ہاتھ پر ٹیک لگائی ہوئی تھی اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اپنا کپڑا پھیلایا ہوا تھا اور خواتین اس میں صدقہ ڈال رہی تھیں ابن جریج کہتے ہیں: میں نے عطاء سے پوچھا: کیا اب بھی امام پر واجب ہے کہ وہ خطبہ سے فارغ ہونے کے بعد

خواتین کے پاس جائے اور ان کو نصیحت کرے؟ عطاء نے کہا: بے
شک یہ ان پر واجب ہے اور ان کو کیا ہوا جو وہ ایسا نہیں کرتے۔

حدیث مذکور کے رجال

(١) ابراہیم بن موسیٰ بن یزید التمیمی الفراء ابواسحاق الرازی (٢) ہشام بن یوسف ابوعبدالرحمان الصنعانی الیمانی' یہ ١٩٧ھ میں یمن میں فوت ہو گئے تھے (٣) عبد الملک بن عبد العزیز بن جریج (٤) عطاء بن ابی رباح (٥) حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ
(٦) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ (٧) حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ۔ (عمدۃ القاری ج ٦ ص ٤٠٨)

حدیث: ٩٥٩ میں مذکور ہے: جب پہلی بار حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ کے ہاتھ پر بیعت کی گئی تھی۔ یزید بن معاویہ کی موت کے بعد ٦٤ھ میں ان کے ہاتھ پر بیعت کی گئی تھی' اور ٧٣ھ میں حضرت عبداللہ بن الزبیر کو شہید کر دیا گیا تھا' حضرت ابن الزبیر کی خلافت نو سال رہی۔

عید کی نماز پڑھنے کے لیے پیدل یا سوار ہو کر جانے میں مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

علماء کے نزدیک عیدین کی نماز میں سنت یہ ہے کہ پیدل جائیں کیونکہ اس میں تواضع ہے اور سوار ہو کر جانا مباح ہے' اس باب کی احادیث میں ایسی کسی حدیث کا ذکر نہیں ہے جس میں عید گاہ کی طرف سوار ہو کر جانے کا ذکر ہو اور زہری نے حضرت عمر بن الخطاب سے نقل کیا ہے کہ وہ عید الفطر کو پیدل جاتے تھے اور حضرت علی بن ابی طالب سے مروی ہے کہ سنت یہ ہے کہ عید کے دن پیدل عید گاہ کی طرف جائیں' امام مالک' امام شافعی' امام احمد اور فقہاء کی ایک جماعت کے نزدیک یہ مستحب ہے۔

امام مالک نے کہا: ہم پیدل جاتے ہیں جب ہمارے مکان قریب ہوتے ہیں اور جس کا مکان بعید ہے اگر وہ سوار ہو کر جائے تو اس میں کچھ حرج نہیں ہے' حسن بصری عید کے دن سوار ہو کر جاتے تھے' اور ابراہیم النخعی نے عیدین اور جمعہ کے دن سوار ہو کر جانے کو مکروہ قرار دیا ہے۔

رہا نماز عید کو خطبہ سے پہلے پڑھنا تو اس پر متقدمین اور متاخرین علماء کا اجماع ہے' ماسوا بنوامیہ کے' وہ خطبہ نماز سے پہلے پڑھتے ہیں اور اس کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نماز عید کے لیے اذان اور اقامت نہیں ہوتی اور یہ فقہاء کی ایک جماعت کا قول ہے اور شعبی اور حکم اور ابن سیرین نے کہا: عیدین کے دن اذان دینا بدعت ہے۔

سعید بن المسیب نے کہا: جس نے سب سے پہلے عید کے دن اذان دی وہ حضرت معاویہ رضی اللہ تھے' حصین نے کہا: سب سے پہلے عید کے دن زیاد نے اذان دی تھی۔ علامہ عینی نے لکھا ہے کہ یہ کام سب سے پہلے ہشام نے کیا' داؤدی نے کہا: یہ کام مروان نے کیا تھا' امام شافعی نے کہا: صرف یہ نداء کی جائے کہ نماز تیار ہے۔ (عمدۃ القاری ج ٦ ص ٤٠٩)

(شرح ابن بطال ج ٢ ص ٧ ۔ ٦٣' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ھ)

* باب مذکور کی احادیث' شرح صحیح مسلم: ١٩٤٩ ۔ ١٩٤٢ ۔ ج ٢ ص ٦٦٤ ۔ ٦٦٢ پر مذکور ہیں' وہاں ان احادیث کی شرح نہیں کی گئی۔

٨ - بَابُ الْخُطْبَةِ بَعْدَ الْعِيْدِ نمازِ عید کے بعد خطبہ دینا

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس سے پہلی احادیث میں یہ ذکر آ چکا ہے کہ عید کے دن نماز کے بعد خطبہ دیا جائے گا' پھر امام بخاری نے اس کا دوبارہ ذکر کیوں کیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ امام بخاری نے زیادہ تاکید کے لیے ایسا کیا ہے ویسے بھی امام بخاری احادیث کا تکرار بہت کرتے ہیں۔

٩٦٢ - حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ قَالَ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِي الْحَسَنُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ شَهِدْتُ الْعِيْدَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبِيْ بَكْرٍ وَعُمَرَ وَ عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ، فَكُلُّهُمْ كَانُوْا يُصَلُّوْنَ قَبْلَ الْخُطْبَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوعاصم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے الحسن بن مسلم نے خبر دی از طاؤس از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا: میں عید کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر' حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے پاس حاضر تھا' وہ سب خطبہ سے پہلے نماز پڑھتے تھے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ٩٥٢ کو ملاحظہ فرمائیں۔

٩٦٣ - حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبُوْ بَكْرٍ وَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يُصَلُّوْنَ الْعِيْدَيْنِ قَبْلَ الْخُطْبَةِ.

ابو عاصم نے بیان کیا: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبید اللہ نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما خطبہ سے پہلے عیدین کی نماز پڑھتے تھے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ٩٥٦ کا مطالعہ فرمائیں۔

٩٦٤ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ، عَنْ سَعِيْدِ ابْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى يَوْمَ الْفِطْرِ رَكْعَتَيْنِ، لَمْ يُصَلِّ قَبْلَهُمَا وَلَا بَعْدَهُمَا، ثُمَّ اَتَى النِّسَاءَ وَمَعَهُ بِلَالٌ، فَاَمَرَهُنَّ بِالصَّدَقَةِ فَجَعَلْنَ يُلْقِيْنَ، تُلْقِي الْمَرْاَةُ خُرْصَهَا وَسِخَابَهَا.

ابو عاصم نے بیان کیا: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عدی بن ثابت از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عید الفطر کے دن دو رکعت نماز پڑھائی' اس سے پہلے کوئی نماز پڑھی نہ اس کے بعد کوئی نماز پڑھی' پھر آپ خواتین کے پاس گئے' اس وقت آپ کے ساتھ حضرت بلال رضی اللہ عنہ تھے' آپ نے خواتین کو صدقہ کرنے کا حکم دیا' پھر خواتین کپڑے میں ڈالتی تھیں' خواتین اس میں اپنی بالیاں اور ہار ڈالتی تھیں۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ٩٦١ کا مطالعہ فرمائیں۔

عید کی نماز دو رکعت ہے

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ نماز عید دو رکعت ہے' ابن بزیزہ نے کہا: اس پر اجماع منعقد ہے کہ نماز عید دو رکعت ہے' اس سے

زیادہ نہیں ہے مگر حضرت علی رضی اللہ سے مروی ہے کہ نماز عید چار رکعت ہے' اگر نماز عید' عید گاہ میں پڑھی جائے تو جمہور کا قول ہے کہ وہ دو رکعت ہے۔

نمازِ عید سے پہلے اور بعد نفل پڑھنے کے متعلق اختلاف فقہاء

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ نماز عید سے پہلے اور نماز عید کے بعد نفل نہیں پڑھے جائیں گے۔ اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے۔ امام ابوحنیفہ اور ثوری کا مذہب یہ ہے کہ نماز عید کے بعد نفل پڑھنا جائز ہے اور نماز عید سے پہلے نفل پڑھنا جائز نہیں ہے' اور امام شافعی کا مذہب ہے کہ نماز عید سے پہلے اور نماز عید کے بعد نفل پڑھنا جائز ہے اور ابن وہب اور اشہب نے امام مالک سے نقل کیا ہے کہ نماز عید سے پہلے نفل نہ پڑھے جائیں اور نماز عید کے بعد نفل پڑھنا مباح ہے۔

الذخیرہ میں مذکور ہے: نماز عید سے پہلے کوئی نماز نہ پڑھی جائے' کرخی نے تصریح کی ہے کہ یہ مکروہ ہے' شرح الہدایہ میں مذکور ہے کہ محمد بن مقاتل المروزی یہ کہتے تھے کہ عید گاہ کی طرف نکل کر جانے سے پہلے چاشت کی نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور عامۃ المشائخ نے کہا ہے کہ عید کی نماز سے پہلے نفل پڑھنا مطلقاً مکروہ ہے' حضرت علی' حضرت ابن مسعود' حضرت جابر اور حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہم نماز عید سے پہلے اور نماز عید کے بعد نوافل کو جائز نہیں سمجھتے تھے' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' مسروق' شعبی' ضحاک' سالم' قاسم' الزہری' معمر' ابن جریج اور امام احمد کا بھی یہی قول ہے۔

نمازِ عید پڑھنے کے لیے عورتوں کے عید گاہ میں جانے کے متعلق اختلاف فقہاء اور صدقہ کے مسائل

اس حدیث میں یہ ثبوت بھی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دینے کے بعد خواتین کے پاس جاتے تھے اور ان کو صدقہ دینے کا حکم دیتے تھے' اور اس حدیث میں خواتین کو وعظ کرنے کا اور ان کو صدقہ دینے کی ترغیب کا استحباب ہے اور یہ اس وقت مستحب ہے جب وعظ کرنے والے عالم اور وعظ سننے والی خواتین پر کسی فساد یا گناہ کا خطرہ نہ ہو' نیز اس حدیث میں یہ ثبوت بھی ہے کہ نفلی صدقہ میں ایجاب وقبول کی ضرورت نہیں ہے بلکہ اس میں یہ کافی ہے کہ بغیر کچھ کہے صدقہ وصول کرنے والے کی جھولی میں صدقہ کا مال ڈال دیا جائے کیونکہ وہ خواتین حضرت بلال کی جھولی میں صدقہ کے زیورات ڈال دیتی تھیں۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نماز عید پڑھنے کے لیے خواتین کا عید گاہ میں جانا جائز ہے' اس میں سلف صالحین کا اختلاف ہے' حضرت ابوبکر' حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کا موقف یہ ہے کہ خواتین پر عید کی نماز پڑھنے کے لیے جانا واجب ہے' ابوقلابہ نے بیان کیا کہ ہم عمر عورتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی نماز پڑھنے کے لیے جاتی تھیں اور علقمہ اور اسود اپنی خواتین کو نماز عید کے لیے عید گاہ میں لے جاتے اور نماز جمعہ میں جانے سے منع کرتے تھے۔ ابن نافع نے امام مالک سے روایت کی ہے کہ عیدین اور جمعہ کی نماز کے لیے عورتوں کے جانے میں کوئی حرج نہیں ہے اور ان نمازوں کے لیے جانا ان پر واجب نہیں ہے' اور بعض فقہاء تابعین نے عورتوں کے جانے سے منع کیا ہے' ان میں عروہ' القاسم' النخعی' یحییٰ الانصاری اور امام ابویوسف شامل ہیں' امام ابوحنیفہ نے ایک مرتبہ اس کی اجازت دی اور ایک مرتبہ منع کیا' اور جن فقہاء نے نماز عید کے لیے عورتوں کو جانے کی اجازت دی ہے' ان کا قول زیادہ صحیح ہے' کیونکہ وہ سنت ثابتہ کے مطابق ہے۔ علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ اس زمانہ میں فتنہ اور فساد غالب ہے' اس لیے اب عورتوں کو مطلقاً منع کرنا چاہیے اور جب عورتیں جائیں تو مردوں سے الگ جگہ میں کھڑی ہوں تاکہ فتنہ اور فساد کا خطرہ نہ رہے۔

(میں کہتا ہوں کہ اس زمانہ میں عورتیں اپنی ضروریات' سیر و تفریح اور تعیش کے لیے گھر سے باہر نکلتی ہیں تو صرف نماز کے لیے ان

کو گھر سے نکلنے سے منع کرنا مناسب نہیں ہے۔سعیدی غفرلہٗ)

اس حدیث میں یہ ثبوت بھی ہے کہ عورت اپنے ذاتی مال سے کسی کو صدقہ دے سکتی ہے' البتہ امام مالک نے یہ کہا ہے کہ وہ شوہر کی رضامندی کے بغیر تہائی مال سے زیادہ صدقہ نہ کرے۔(عمدۃ القاری ج ٦ ص ١٣ ٤-١٢ ٤ 'دار الکتب العلمیہ 'بیروت' ١٤٢١ھ)

٩٦٥ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا زُبَيْدٌ قَالَ سَمِعْتُ الشَّعْبِيَّ' عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اَوَّلَ مَا نَبْدَأُ بِهٖ فِيْ يَوْمِنَا هٰذَا اَنْ نُصَلِّيَ' ثُمَّ نَرْجِعَ فَنَنْحَرَ' فَمَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ فَقَدْ اَصَابَ سُنَّتَنَا' وَمَنْ نَحَرَ قَبْلَ الصَّلٰوةِ' فَاِنَّمَا هُوَ لَحْمٌ قَدَّمَهٗ لِاَهْلِهٖ' لَيْسَ مِنَ النُّسُكِ فِيْ شَيْءٍ . فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ' يُقَالُ لَهٗ اَبُوْ بُرْدَةَ بْنُ نِيَارٍ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ' ذَبَحْتُ' وَعِنْدِيْ جَذَعَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُسِنَّةٍ' فَقَالَ اجْعَلْهُ مَكَانَهٗ' وَلَنْ تُوْفِيَ' اَوْ تَجْزِيَ' عَنْ اَحَدٍ بَعْدَكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زبید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے شعبی سے سنا از حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم آج کے اس دن جس کام کو سب سے پہلے کرتے تھے' وہ یہ ہے کہ ہم نماز پڑھتے ہیں' پھر ہم لوٹ جاتے ہیں' پھر ہم نحر (قربانی) کرتے ہیں' سو جس نے یہ کام کیا اس نے ہماری سنت کو پالیا اور جس نے نماز سے پہلے قربانی کر لی تو وہ صرف گوشت ہے جس کو اس نے اپنے گھر والوں کے لیے پیش کیا ہے' اس کا عبادت میں کوئی حصہ نہیں ہے' پھر انصار میں سے ایک شخص کھڑے ہوئے جن کا نام حضرت ابو بردہ بن نیار تھا' انہوں نے کہا: یارسول اللہ! میں ذبح کر چکا ہوں اور میرے پاس چھ ماہ کا بکری کا بچہ ہے' جو ایک سال کے بکرے سے زیادہ بہتر (فربہ) ہے' آپ نے فرمایا: اسے اس کی جگہ ذبح کر دو' اور تمہارے بعد وہ اور کسی کے لیے کفایت نہیں کرے گا۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ٩٥١ کا مطالعہ کریں۔

٩ - بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنْ حَمْلِ السِّلَاحِ فِي الْعِيْدِ وَالْحَرَمِ

عید کے دن اور حرم میں ہتھیار اٹھانا مکروہ ہے

وَقَالَ الْحَسَنُ نُهُوْا اَنْ يَّحْمِلُوا السِّلَاحَ يَوْمَ عِيْدٍ اِلَّا اَنْ يَّخَافُوْا عَدُوًّا.

اور حسن بصری نے کہا: مسلمانوں کو اس سے منع کیا گیا تھا کہ وہ عید کے دن ہتھیار اٹھائیں سوا اس کے کہ انہیں دشمن کا خطرہ ہو۔

اس تخریج کی اصل یہ حدیث ہے:

ضحاک بن مزاحم بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عید کے دن ہتھیار نکالنے سے منع فرمایا' سوا اس صورت کے کہ تمہیں کسی دشمن کا خطرہ ہو' پھر تم ہتھیار نکال لو۔

(مصنف عبد الرزاق: ١٥٦٥-١٥٦٢' دار الکتب العلمیہ 'بیروت' ١٤٢١ھ' سنن ابن ماجہ: ١٣١٤' اس میں ایک ضعیف راوی ہے)

٩٦٦ - حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ بْنُ يَحْيٰى' اَبُو السُّكَيْنِ' قَالَ حَدَّثَنَا الْمُحَارِبِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُوْقَةَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں زکریاء بن یحییٰ ابو السکین نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محاربی نے حدیث

عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ كُنْتُ مَعَ ابْنِ عُمَرَ حِيْنَ اَصَابَهُ سِنَانُ الرُّمْحِ فِيْ اَخْمَصِ قَدَمِهٖ فَلَزِقَتْ قَدَمُهٗ بِالرِّكَابِ فَنَزَلْتُ فَنَزَعْتُهَا وَذٰلِكَ بِمِنًى فَبَلَغَ الْحَجَّاجَ فَجَعَلَ يَعُوْدُهٗ فَقَالَ الْحَجَّاجُ لَوْ نَعْلَمُ مَنْ اَصَابَكَ؟ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ اَنْتَ اَصَبْتَنِيْ قَالَ وَكَيْفَ؟ قَالَ حَمَلْتَ السِّلَاحَ فِيْ يَوْمٍ لَمْ يَكُنْ يُحْمَلُ فِيْهِ وَاَدْخَلْتَ السِّلَاحَ الْحَرَمَ وَلَمْ يَكُنِ السِّلَاحُ يُدْخَلُ الْحَرَمَ. [طرف الحدیث:۹۶۷]

بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن سوقہ نے حدیث بیان کی از سعید بن جبیر' انہوں نے بیان کیا: میں اس وقت حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ تھا' جب نیزہ کی نوک ان کے پیر کے تلوے میں چبھوئی گئی' ان کا پیر رکاب کے ساتھ چپک گیا' پس میں سواری سے اترا اور ان کے پیر کو رکاب سے نکالا' یہ واقعہ منیٰ میں ہوا تھا' حجاج کو یہ خبر پہنچی تو وہ ان کی عیادت کے لیے آیا' پس حجاج نے کہا: کاش! ہم کو پتا چل جاتا کہ کس نے آپ کو نیزہ چبھویا ہے' حضرت ابن عمر نے فرمایا: تم نے چبھویا ہے' حجاج نے پوچھا: کیسے؟ حضرت ابن عمر نے فرمایا: تم نے اس دن ہتھیار اٹھائے جس دن ہتھیار اٹھائے نہیں جاتے اور تم نے حرم میں ہتھیاروں کو داخل کیا حالانکہ حرم میں ہتھیار داخل نہیں کیے جاتے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) زکریا بن یحییٰ بن عمر الطائی الکوفی' ان کی کنیت ابو السکین ہے (۲) المحاربی' ان کا نام عبد الرحمان بن محمد ہے' ان کی کنیت ابو محمد ہے' یہ ۱۹۵ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) محمد بن سوقہ ابو بکر الغنوی الکوفی (۴) سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ (۵) حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما۔

(عمدۃ القاری ج ۶ ص ۴۱۵)

حضرت ابن عمر کے تلوے میں نیزہ کی نوک چبھونے میں حجاج بن یوسف کا کردار

اس حدیث میں حجاج کا ذکر ہے' اس کا نام حجاج بن یوسف ثقفی ہے' یہ اس وقت حجاز کا امیر تھا' یہ واقعہ حضرت عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما کی شہادت کے ایک سال بعد کا ہے' یہ بیس سال عراق پر حاکم رہا' اس نے اس عرصہ میں بہت خون ریزی کی' اور اللہ کے حرم میں الحاد کیا' اور اس نے بہت فتنہ اور فساد کیا' یہ ۹۵ھ میں واسط میں مر گیا تھا' اور وہیں دفن کیا گیا' اس کی قبر کا نشان مٹ گیا اور اس کو پانی بہا کر لے گیا۔

حضرت عبد اللہ بن عمر نے حجاج سے کہا: تم نے یہ نیزہ چبھویا ہے' اس جملہ میں حضرت ابن عمر نے سبب کی طرف اسناد کیا ہے' کتاب الانساب میں مذکور ہے کہ خلیفہ عبد الملک بن مروان نے حجاج کی طرف لکھا تھا کہ تم حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی کسی بات میں مخالفت نہ کرنا' یہ حکم حجاج پر شاق گزرا' اس نے ایک آدمی کو حکم دیا کہ وہ نیزہ کو زہر آلود کرے اور اس کو حضرت ابن عمر کے پیر کے تلوے میں چبھو دے' اس زہر آلود زخم کی وجہ سے حضرت ابن عمر کئی دن تک بیمار رہے' بالآخر ۷۴ھ میں فوت ہو گئے۔

حجاج نے کہا: کیسے' یعنی میں نے آپ کے تلوے میں نیزہ کی نوک کیسے چبھوئی؟ حضرت ابن عمر نے فرمایا: تم نے عید کے دن لوگوں کو حرم میں ہتھیار لے جانے کی اجازت دی' جس کی وجہ سے کسی کو یہ موقع ملا کہ وہ میرے تلوے میں نیزہ چبھوئے تو اس کا سبب تم بنے ہو اور تم نے دو وجہ سے سنت کی مخالفت کی' تم نے عید کے دن اور حرم میں ہتھیار لے جانے کی اجازت دی حالانکہ اس دن اور اس جگہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہتھیار لے جانے سے منع فرمایا ہے۔

جس طرح عید کے دن اور حرم میں ہتھیار لے جانا منع ہے' اسی طرح جس دن اور جس جگہ میں لوگوں کا اژدحام ہو وہاں بھی

ہتھیار لے جانا منع ہے یعنی بغیر غلاف کے تاکہ کھلا ہوا ہتھیار کسی مسلمان کو زخمی نہ کردے ہاں! اگر ہتھیار غلاف اور میان میں ہوں تو پھر ان کو لے جانا جائز ہے۔ (عمدۃ القاری ج ٦ ص ٤١٦ ' دارالکتب العلمیہ بیروت ١٤٢١ھ)

ہتھیار لے کر چلنے کی ممانعت کے باوجود مسلمانوں کی موجودہ روش

آج کل نیزوں' تلواروں اور تیروں کا دور تو نہیں ہے لیکن پستول اور بندوق کا اور ٹی ٹی اور کلاشنکوف کا دور ہے اور لوگ برسرعام ان ہتھیاروں کو لے کر گھومتے ہیں۔ شادی بیاہ کے مواقع پر اور تہواروں پر اور نئے سال کی آمد پر بے تحاشا فائرنگ کرتے ہیں' جس کی زد میں آ کر کئی بے قصور لوگ ہلاک ہو جاتے ہیں اور لوگ اپنے سیاسی مخالفوں کو برسرعام قتل کرتے ہیں' حکومت کی طرف سے اس کے خلاف کارروائی کے اعلانات کیے جاتے ہیں لیکن ان اعلانات پر عمل نہیں ہوتا' کیونکہ فائرنگ کرنے والے بہت اثر ورسوخ والے اور مضبوط پارٹی سے تعلق رکھنے والے ہوتے ہیں اور اب فائرنگ تو معمولی بات ہے' مساجد' مدارس اور بڑے بڑے جلسہ گاہوں میں بم دھماکے کیے جاتے ہیں اور سینکڑوں لوگ لقمۂ اجل بن جاتے ہیں اور کوئی مجرم پکڑا نہیں جاتا۔ چند دن اس ظلم کے خلاف کارروائی کی بازگشت سنائی دیتی رہتی ہے پھر سب کچھ طاق نسیان کی نذر ہو جاتا ہے۔ ہاں! اگر صدر مملکت یا وزیر اعظم کے خلاف دہشت گردی کی کارروائی ہو تو پھر مجرم پکڑ لیے جاتے ہیں اور ان کو سزا بھی ہوتی ہے' پچھلے سال کے بارہ ربیع الاول ١٤٢٦ھ کو نشتر پارک' کراچی میں عید میلاد النبی کے عظیم جلسۂ عام میں اسٹیج پر بم دھماکہ کیا گیا جس میں پچاس ساٹھ جلیل القدر علماء شہید ہو گئے۔ ان میں میرا بھانجا سیّد کاشف علی بھی شہید ہو گیا اور سینکڑوں زخمی ہو گئے' لیکن کوئی مجرم گرفتار نہیں ہوا' نبی ﷺ نے فرمایا ہے: تیر کی نوک کو پکڑ کر رکھو کہیں اس سے کوئی مسلمان زخمی نہ ہو جائے۔ (صحیح البخاری: ٧٠٧٥-٤٥١' صحیح مسلم: ٢٦١٤-١٤٧' مسند احمد ج ٣ ص ٣٠٨)

جب کہ اب مسلمان کھلے عام دوسرے مسلمانوں کو ناحق قتل کر رہے ہیں۔

٩٦٧- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يَعْقُوبَ قَالَ حَدَّثَنِي اِسْحَاقُ بْنُ سَعِيدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ سَعِيدِ ابْنِ الْعَاصِ' عَنْ اَبِيهِ قَالَ دَخَلَ الْحَجَّاجُ عَلَى ابْنِ عُمَرَ وَاَنَا عِنْدَهُ' فَقَالَ كَيْفَ هُوَ؟ فَقَالَ صَالِحٌ' فَقَالَ مَنْ اَصَابَكَ؟ قَالَ اَصَابَنِي مَنْ اَمَرَ بِحَمْلِ السِّلَاحِ فِي يَوْمٍ لَا يَحِلُّ فِيهِ حَمْلُهُ' يَعْنِي الْحَجَّاجَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یعقوب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے اسحاق بن سعید بن عمرو بن سعید بن العاص نے حدیث بیان کی از والد خود' انہوں نے کہا: جس وقت حجاج حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس آیا' اس وقت میں بھی ان کے پاس تھا' پس اس نے پوچھا: وہ کیسے ہیں؟ حضرت ابن عمر نے کہا: وہ ٹھیک ہیں' اس نے پوچھا: آپ کو یہ نیزہ کس نے چبھویا ہے؟ حضرت ابن عمر نے کہا: مجھے یہ نیزہ اس شخص نے چبھویا ہے جس نے اس دن ہتھیار اٹھانے کا حکم دیا جس دن ہتھیار اٹھانا جائز نہیں ہے' یعنی حجاج نے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ٩٦٦ کا مطالعہ فرمائیں۔

١٠- بَابُ التَّبْكِيرِ اِلَى الْعِيدِ

عید کی نماز کے لیے جلدی روانہ ہونا

وَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ بُسْرٍ اِنْ كُنَّا فَرَغْنَا فِي هٰذِهِ السَّاعَةِ' وَذٰلِكَ حِينَ التَّسْبِيحِ.

اور حضرت عبد اللہ بن بسر رضی اللہ عنہ نے کہا: بے شک اس وقت ہم (نماز عید) سے فارغ ہو جاتے تھے اور یہ چاشت کی نماز پڑھنے کا وقت تھا۔

حضرت عبد اللہ بن بسر ابوصفوان السلمی المازنی صحابی ابن صحابی ہیں' یہ ۸۸ھ میں حمص میں اچانک فوت ہو گئے تھے' اس وقت یہ وضوء کر رہے تھے' ملک شام میں فوت ہونے والے یہ آخری صحابی ہیں' یہ ان صحابہ میں سے ہیں جنہوں نے دونوں قبلوں کی طرف نماز پڑھی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ٦ص ٤١٧)

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل حدیث ہے:

یزید بن خمیر الرحبی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن بسر جو رسول اللہ ﷺ کے صحابی تھے رضی اللہ عنہ' وہ لوگوں کے ساتھ عید الفطر یا عید الاضحیٰ کے دن (نماز عید کے لیے) نکلے' انہوں نے امام کی تاخیر پر انکار کیا اور کہا: بے شک اس ساعت میں تو ہم (نماز عید سے) فارغ ہو جاتے تھے اور یہ چاشت کی نماز کا وقت ہے۔ (سنن ابوداؤد: ١١٣٥' سنن ابن ماجہ: ١٣١٧)

٩٦٨ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ زُبَيْدٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ خَطَبَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ النَّحْرِ قَالَ إِنَّ أَوَّلَ مَا نَبْدَأُ بِهِ فِي يَوْمِنَا هٰذَا أَنْ نُصَلِّيَ، ثُمَّ نَرْجِعَ فَنَنْحَرَ، فَمَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ فَقَدْ أَصَابَ سُنَّتَنَا، وَمَنْ ذَبَحَ قَبْلَ أَنْ يُصَلِّيَ فَإِنَّمَا هُوَ لَحْمٌ عَجَّلَهُ لِأَهْلِهِ، لَيْسَ مِنَ النُّسُكِ فِي شَيْءٍ. فَقَامَ خَالِي أَبُو بُرْدَةَ بْنُ نِيَارٍ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ، أَنَا ذَبَحْتُ قَبْلَ أَنْ أُصَلِّيَ، وَعِنْدِي جَذَعَةٌ خَيْرٌ مِنْ مُسِنَّةٍ قَالَ اجْعَلْهَا مَكَانَهَا، أَوْ قَالَ اذْبَحْهَا، وَلَنْ تَجْزِيَ جَذَعَةٌ عَنْ أَحَدٍ بَعْدَكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از زبید از الشعبی از حضرت البراء رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے قربانی کے دن ہمیں خطبہ دیا' آپ نے فرمایا: ہم اپنے اس دن میں جس کام سے ابتداء کرتے ہیں' وہ یہ ہے کہ ہم نماز پڑھتے ہیں' پھر ہم لوٹ کر جاتے ہیں اور نحر (قربانی) کرتے ہیں' پس جس نے یہ کام کیے اس نے ہماری سنت کو پالیا اور جس نے نماز پڑھنے سے پہلے ذبح کر لیا' تو وہ صرف گوشت ہے' جس کو اس نے اپنے گھر والوں کے لیے تیار کر لیا ہے' اس میں عبادت کی کوئی چیز نہیں ہے' پھر میرے ماموں حضرت ابوبردہ بن نیار رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے' پس انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! میں نے نماز پڑھنے سے پہلے ذبح کر دیا اور میرے پاس ایک چھ ماہ کا بکری کا بچہ ہے اور وہ ایک سال کے بکرے سے زیادہ فربہ ہے' آپ نے فرمایا: اس کو اس کی جگہ ذبح کر دو یا فرمایا: اس کو ذبح کر دو اور تمہارے بعد چھ ماہ کا بکری کا بچہ (قربانی میں) کسی کے لیے کافی نہیں ہوگا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٩٥٥ میں گزر چکی ہے۔

''الجذع'' کے فقہی معانی

اس حدیث میں ''الجذع'' کا لفظ ہے' اونٹ کے لیے جب ''الجذع'' کا لفظ استعمال ہو تو فقہاء احناف' شوافع' حنابلہ' ظاہریہ اور جعفریہ کے نزدیک اس کا معنی ہے: وہ اونٹ جو چار سال پورے کر کے پانچویں سال میں داخل ہوا ہو' اور جب بیل کے لیے ''الجذع'' مستعمل ہو تو اس کا معنی یہ ہے: وہ بیل جو دو سال پورے کرنے' تیسرے سال میں داخل ہو اور فقہاء احناف کے نزدیک اس کا معنی ہے: ایک سال کا بیل' اور جب گھوڑوں کے لیے یہ لفظ مستعمل ہو تو فقہاء احناف کے نزدیک اس کا معنی ہے: جو چوتھے سال

میں داخل ہو اور جب دنبہ کے لیے مستعمل ہو تو حنفیہ' شافعیہ اور ظاہریہ کے نزدیک اس کا معنی ہے: جو پورے ایک سال کا ہو اور حنفیہ اور شافعیہ کا ایک قول یہ ہے کہ وہ چھ ماہ کا ہو' اور جب بکرے کے لیے یہ لفظ بولا جائے تو حنفیہ اور شافعیہ کے نزدیک اس کا معنی ہے: جو ایک سال سے کم ہو یا چھ ماہ کا ہو۔ (القاموس الفقہی ص ۵۹' ادارۃ القرآن' کراچی)

۱۱ - بَابُ فَضْلِ الْعَمَلِ فِيْ أَيَّامِ التَّشْرِيْقِ — ایام تشریق میں عمل کی فضیلت

تشریق کا لفظ "شرق اللحم" سے ماخوذ ہے' جب گوشت کو دھوپ میں سوکھنے کے لیے پھیلا دیا جائے تو اس کو "شرق اللحم" کہتے ہیں کیونکہ قربانی کے گوشت کو منیٰ میں سکھایا جاتا تھا' دوسرا قول یہ ہے کہ تشریق کا معنی ہے: سورج کا چمکنا۔ ھدی اور قربانی کی اونٹنیوں کو اس وقت تک نحر نہیں کیا جاتا تھا جب تک سورج طلوع ہو کر چمکنے نہ لگتا ہو' ایک قول یہ ہے کہ "التشریق" سے مراد عید کی نماز ہے کیونکہ عید کی نماز اس وقت ادا کی جاتی تھی جب سورج طلوع ہو کر بلند ہو جائے جیسا کہ امام ابو عبید نے سند صحیح کے ساتھ حضرت علی سے روایت کی ہے کہ جامع شہر کے سوا جمعہ اور تشریق جائز نہیں ہے یعنی نماز جمعہ اور نماز عید جائز نہیں ہے۔ الخلاصہ میں مذکور ہے: قربانی کے ایام تین دن ہیں اور تشریق کے ایام بھی تین ہیں اور تشریق چار دن تک جاری ہے اور دس ذی الحج کا دن نحر کے ساتھ خاص ہے اور تیرہ ذی الحج تشریق کے ساتھ خاص ہے اور ان کے درمیان کے دو دن نحر اور تشریق دونوں کے لیے ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ٦ ص ۴۱۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ﴾ (البقرہ:۲۰۳) أَيَّامُ الْعَشْرِ' وَالْأَيَّامُ الْمَعْدُوْدَاتُ أَيَّامُ التَّشْرِيْقِ.

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اور ایام معدودات میں اللہ کا ذکر کرو (البقرہ:۲۰۳) "ایام العشر" اور "ایام معدودات" ایام تشریق ہیں۔

قرآن مجید میں ہے:

وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ. (الحج:۲۸)

اور مقررہ دنوں میں (ذبیحہ پر) اللہ کا نام ذکر کریں۔

وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ. (البقرہ:۲۰۳)

اور گنتی کے دنوں میں اللہ کو یاد کرو۔

قرآن مجید میں ہے: "وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ" (الحج:۲۸) اور حضرت ابن عباس نے کہا ہے: "وَاذْكُرُوا اللّٰهِ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ" اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابن عباس نے اس سے قرآن مجید کے الفاظ کا ارادہ نہیں کیا بلکہ ان کی مراد یہ ہے کہ ایام معلومات سے مراد ذی الحج کے پہلے دس دن ہیں اور "اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ" (البقرہ:۲۰۳) سے مراد گیارہ' بارہ اور تیرہ ذی الحج کے تین دن ہیں۔

متقدمین کا "ایام معدودات" اور "ایام معلومات" کی تفسیر میں اختلاف ہے' امام ابو حنیفہ کے نزدیک "ایام معلومات" ذی الحج کے دس ہیں اور "ایام معدودات" دس' گیارہ اور بارہ ذی الحج کے تین دن ہیں' اور یہی حسن اور قتادہ کا قول ہے اور حضرت علی اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم سے مروی ہے: "ایام معلومات" نحر (قربانی) کے تین دن ہیں اور "ایام معدودات" ایام تشریق ہیں' اور یہی امام ابو یوسف اور امام محمد کا قول ہے' ان کو "معدودات" اس لیے فرمایا ہے کہ ان کی تعداد کم ہے' اور قربانی کے ایام کو "معلومات" اس لیے فرمایا ہے کہ تمام لوگوں کو معلوم ہے کہ یہ قربانی کے ایام ہیں۔ امام شافعی نے کہا ہے کہ "ایام معلومات" قربانی کے ایام ہیں اور حضرت علی اور حضرت عمر سے مروی ہے کہ اس سے قربانی کا دن اور اس کے بعد کے دو دن مراد ہیں اور یہی امام

مالک کا قول ہے' امام طحاوی نے کہا: الحج: ٢٨ میں ''اَیَّامٍ مَّعْلُوْمَاتٍ'' سے مراد قربانی کے ایام ہیں اور ان ہی کو البقرہ: ٢٠٣ میں ''اَیَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ'' فرمایا ہے۔

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ وَاَبُوْ هُرَيْرَةَ يَخْرُجَانِ اِلَى السُّوْقِ فِيْ اَيَّامِ الْعَشْرِ، يُكَبِّرَانِ وَيُكَبِّرُ النَّاسُ بِتَكْبِيْرِهِمَا.

اور حضرت ابن عمر اور حضرت ابوہریرہ ذی الحج کے دس دنوں میں بازار کی طرف نکلتے' وہ دونوں تکبیر پڑھتے تھے اور ان کی تکبیر کے ساتھ لوگ تکبیر پڑھتے تھے۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

عبید بن عمیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ منیٰ میں اپنے خیمہ میں تکبیر پڑھتے تھے' اہل مسجد اس تکبیر کو سن کر تکبیر پڑھتے تھے' پھر بازار والے اس کو سن کر تکبیر پڑھتے تھے حتیٰ کہ تکبیر کی آواز سے منیٰ گونج جاتا تھا اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ ان ایام میں منیٰ میں تکبیر پڑھتے تھے اور نمازوں کے بعد اور اپنے بستر پر اور اپنے خیمہ میں اور اپنی مجلس میں اور اپنے چلنے کی جگہوں میں' ان تمام ایام میں۔ (سنن بیہقی ج ٣ ص ٣١٢' نشر السنۃ' ملتان)

وَكَبَّرَ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ خَلْفَ النَّافِلَةِ.

اور محمد بن علی نے نفل نماز کے بعد تکبیر پڑھی۔

اس سے مراد ہیں: محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب جو امام باقر کے نام سے معروف ہیں' اس تعلیق کو امام دارقطنی نے المؤتلف میں ذکر کیا ہے۔ انہوں نے کہا: ہمیں ابو دہنہ نے خبر دی انہوں نے کہا: میں نے ابوجعفر محمد بن علی سے سنا' وہ ایام تشریق میں منیٰ میں نوافل کے بعد تکبیر پڑھ رہے تھے۔ السفاقسی نے کہا ہے کہ اس پر محمد بن علی کی کسی نے متابعت نہیں کی' بعض شافعیہ نے کہا ہے کہ نوافل اور جنائز کے بعد تکبیر پڑھی جائے' یہی زیادہ صحیح قول ہے' امام مالک کے اس میں دو قول ہیں اور مشہور قول یہ ہے کہ یہ تکبیرات فرائض کے ساتھ مختص ہیں' علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ امام شافعی اور باقی فقہاء کا بھی یہی قول ہے' وہ صرف فرائض کے بعد تکبیرات کو جائز کہتے ہیں۔ (شرح ابن بطال ج ٢ ص ٥٦٢) جماعت کے بعد تکبیر پڑھنا حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا مذہب ہے اور یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے اور یہی امام احمد کی مشہور روایت ہے اور امام ابویوسف' امام محمد' امام مالک اور امام شافعی نے کہا: تنہا نماز پڑھنے والا بھی تکبیر پڑھے' اور صحیح یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک تکبیر پڑھنا واجب ہے اور فتاویٰ قاضی خاں میں مذکور ہے کہ یہ سنت ہے' امام شافعی' امام مالک اور امام احمد کا بھی یہی قول ہے۔ (عمدۃ القاری ج ٦ ص ٤٢٠)

٩٦٩ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَرْعَرَةَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سُلَيْمَانَ، عَنْ مُسْلِمٍ الْبَطِيْنِ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ مَا الْعَمَلُ فِيْ اَيَّامِ الْعَشْرِ اَفْضَلَ مِنَ الْعَمَلِ فِيْ هٰذِهِ. قَالُوْا وَلَا الْجِهَادُ؟ قَالَ وَلَا الْجِهَادُ اِلَّا رَجُلٌ خَرَجَ يُخَاطِرُ بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ، فَلَمْ يَرْجِعْ بِشَيْءٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عرعرہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از سلیمان از مسلم البطین از سعید بن جبیر از ابن عباس از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: ذی الحج کے ان دس دنوں میں ان تکبیرات کے پڑھنے سے کوئی عمل افضل نہیں ہے' صحابہ نے پوچھا: جہاد بھی نہیں ہے' آپ نے فرمایا: اور نہ جہاد' سوا اس کے کسی شخص نے اپنی جان اور مال کو خطرہ میں ڈال دیا اور کچھ واپس نہ لایا۔

(سنن ابوداؤد: ٢٤٣٨' سنن ترمذی: ٧٥٧' سنن ابن ماجہ: ١٧٢٧' مصنف ابن ابی شیبہ ج ٥ ص ٣٤٨' صحیح ابن حبان: ٣٢٤' شرح السنۃ: ١١٢٥' مصنف عبدالرزاق: ٨١٢١' المعجم الکبیر: ١١٣٢٦' شعب الایمان: ٣٧٤٩' مسند احمد ج ١ ص ٢٢٤ طبع قدیم' مسند احمد: ١٩٦٨۔ ج ٣ ص ٤٣٣' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن عرعرہ (۲) شعبہ بن الحجاج (۳) سلیمان الاعمش (۴) مسلم بن ابی عمران الکوفی (۵) سعید بن جبیر (۶) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۴۲۱)

ایام تشریق میں تکبیرات پڑھنا نفلی عبادات سے افضل ہے نہ کہ فرائض سے' اور جان اور مال کو......

خطرہ میں ڈالنے کا معنی

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

المہلب نے کہا ہے کہ ایام تشریق میں عمل تکبیر مسنون ہے اور یہ نفل نماز سے افضل ہے' اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ یہ فرض نماز اور فرض روزے سے بھی افضل ہے کیونکہ آپ نے فرمایا ہے کہ ایام تشریق کھانے اور پینے کے ایام ہیں اور ان ایام میں آپ نے روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے اور یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ ان ایام کو کھانے اور پینے کے لیے فارغ رکھنا چاہیے' لہٰذا جب ان ایام میں عمل سے مراد تکبیر کو لیا جائے تو پھر کوئی تعارض نہیں رہے گا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس شخص کے سوا جو اپنی جان اور مال کو خطرہ میں ڈال دے' اس کا معنی ہے: وہ اپنی جان' اپنے ہتھیار اور اپنے گھوڑے کے ساتھ جہاد کرے' پھر وہ قتل ہونے سے محفوظ رہے یا دشمن کے ہاتھوں قتل ہو جائے گا اور یہی جان اور مال کو خطرہ میں ڈالنے کا معنی ہے اور یہ عمل ان ایام میں بھی افضل ہے اور دوسرے ایام میں بھی افضل ہے حالانکہ اس صورت میں وہ تکبیرات تشریق نہیں پڑھ رہا ہوگا' نیز آپ نے فرمایا: اور وہ کچھ واپس نہ لایا یعنی اس کا مال وغیرہ میدانِ جہاد میں خرچ ہو جائے اور وہ تنہا واپس آئے یا وہ خود بھی واپس نہ آئے اور اللہ کی راہ میں شہید ہو جائے۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۶۴۲۔ ۶۴۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

جہاد کا افضل اعمال ہونا اور بعض ایام کی بعض دوسرے ایام پر فضیلت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جہاد بہت عظیم عبادت ہے اور اس کے درجات مختلف ہیں اور اس کا سب سے بڑا درجہ یہ ہے کہ مسلمان اپنی جان اور مال دونوں کو اللہ کی راہ میں خرچ کر دے۔

نیز اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ زمانہ کا کوئی حصہ دوسرے زمانہ سے افضل ہوتا ہے' جیسے بعض مقامات دوسرے بعض مقامات سے افضل ہوتے ہیں' اور ذی الحج کے دس دن سال کے دوسرے دنوں سے افضل ہیں' اور ان دس دنوں میں سے یوم عرفہ سب سے افضل ہے' اور ہفتہ کے تمام دنوں میں جمعہ کا دن سب سے افضل ہے' حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے افضل دن جس میں سورج طلوع ہوا وہ جمعہ کا دن ہے' اسی دن میں حضرت آدم کو پیدا کیا گیا اور اس دن میں ان کو جنت میں داخل کیا گیا اور اسی دن میں ان کو جنت سے باہر لایا گیا۔ (صحیح مسلم: ۸۵۴' سنن نسائی: ۱۳۷۳)

علامہ داؤدی نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارادہ نہیں تھا کہ ایام تشریق جمعہ سے افضل ہیں کیونکہ ایام تشریق میں کبھی جمعہ بھی ہوتا ہے' ورنہ ایک چیز کی اپنے اوپر فضیلت لازم آئے گی' لیکن یہ دلیل صحیح نہیں ہے کیونکہ اس باب کی حدیث سے مراد یہ ہے کہ ذی الحج کے دس دن سال کے دوسرے دنوں سے افضل ہیں خواہ ان میں جمعہ ہو یا نہ ہو' اور ان ایام میں جمعہ کا دن دوسرے دنوں میں جمعہ کے

دن سے افضل ہے کیونکہ اس میں ایام تشریق کی فضیلت بھی ہوگی اور جمعہ کی فضیلت بھی ہوگی۔ (عمدۃ القاری ج ٦ ص ۴۲۳۔ ۴۲۲)

۱۲ - بَابُ التَّكْبِيْرِ اَيَّامَ مِنًى، وَاِذَا غَدَا اِلٰى عَرَفَةَ

ایام منیٰ میں اور جب صبح کو عرفہ کی طرف جانا ہو تو تکبیر پڑھنا

وَكَانَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يُكَبِّرُ فِيْ قُبَّتِهٖ بِمِنًى، فَيَسْمَعُهُ اَهْلُ الْمَسْجِدِ فَيُكَبِّرُوْنَ، وَيُكَبِّرُ اَهْلُ الْاَسْوَاقِ حَتّٰى تَرْتَجَّ مِنًى تَكْبِيْرًا.

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ منیٰ میں اپنے خیمہ کے اندر تکبیر پڑھتے تھے' اس تکبیر کو اہل مسجد سن کر تکبیر پڑھتے تھے اور بازار والے بھی تکبیر پڑھتے تھے حتیٰ کہ منیٰ تکبیر سے گونج اٹھتا تھا۔

اس تعلیق کی اصل سنن سعید بن منصور میں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ٦ ص ۴۲۳)

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يُكَبِّرُ بِمِنًى تِلْكَ الْاَيَّامَ وَخَلْفَ الصَّلَوَاتِ، وَعَلٰى فِرَاشِهٖ وَفِيْ فُسْطَاطِهٖ وَمَجْلِسِهٖ وَمَمْشَاهُ تِلْكَ الْاَيَّامَ جَمِيْعًا.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما منیٰ میں ان ایام میں نمازوں کے بعد تکبیر پڑھتے تھے اور اپنے بستر پر اور اپنے خیمہ میں اور اپنی مسجد میں اور اپنے راستوں میں' ان تمام ایام میں تکبیر پڑھتے تھے۔

اس تعلیق کی اصل سنن بیہقی ج ۳ ص ۳۱۲ میں ہے' باب:۱۱ میں اس کا مفصل ذکر ہو چکا ہے۔

وَكَانَتْ مَيْمُوْنَةُ تُكَبِّرُ يَوْمَ النَّحْرِ، وَكُنَّ النِّسَاءُ يُكَبِّرْنَ خَلْفَ اَبَانَ بْنِ عُثْمَانَ وَعُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ، لَيَالِيَ التَّشْرِيْقِ مَعَ الرِّجَالِ فِي الْمَسْجِدِ.

اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا عید الاضحیٰ کے دن تکبیر پڑھتی تھیں اور خواتین ابان بن عثمان اور عمر بن عبد العزیز کے پیچھے ایام تشریق کی راتوں میں مردوں کے ساتھ مسجد میں تکبیر پڑھتی تھیں۔

اس تعلیق کی اصل سنن کبریٰ (ج ۲ ص ۳۱٦) میں مذکور ہے۔

ائمہ مذاہب کے نزدیک تکبیرات تشریق پڑھنے کا حکم

ہمارے اصحاب کے نزدیک تکبیر تشریق واجب ہے' لیکن امام ابوحنیفہ کے نزدیک فرض نمازوں کے بعد شہر کی جماعت مستحبہ میں تکبیر مشروع ہے' لہٰذا وتر' نماز عید اور سنن اور نوافل کے بعد تکبیر تشریق پڑھنی واجب نہیں ہے اور نہ مسافروں پر واجب ہے' اور نہ تنہا نماز پڑھنے والوں پر' یہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا مذہب ہے اور یہی ثوری کا قول ہے اور یہی امام احمد کا مشہور مذہب ہے' امام ابو یوسف اور امام محمد نے کہا: ہر اس شخص پر تکبیر تشریق پڑھنا واجب ہے جو فرض نماز پڑھے خواہ وہ مقیم ہو یا مسافر ہو' تنہا نماز پڑھے یا جماعت کے ساتھ' اوزاعی اور امام مالک کا بھی یہی مذہب ہے اور امام شافعی کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ نوافل اور جنائز کے بعد بھی تکبیر تشریق پڑھے اور مسافروں پر تکبیر تشریق نہیں ہے' جب ان کے ساتھ مقیم نہ ہوں۔

ائمہ مذاہب کے نزدیک تکبیرات تشریق کی ابتداء اور انتہاء کا وقت

ہمارے اصحاب کے نزدیک یوم عرفہ کو نماز فجر کے بعد تکبیر تشریق شروع کی جائے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک یوم نحر کو عصر کے بعد تکبیر ختم کر دی جائے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ' علقمہ اور اسود اور ابراہیم نخعی کا بھی یہی قول ہے' اور امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک ایام تشریق کے آخری دن عصر کی نماز کے بعد تکبیر ختم کر دے' حضرت عمر بن الخطاب' حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کا بھی یہی مذہب ہے' سفیان ثوری' سفیان بن عیینہ' ابوثور اور امام احمد کا بھی یہی قول ہے' امام مالک اور امام شافعی کا مشہور قول یہ ہے کہ یوم النحر کی ظہر سے تکبیر شروع کرے اور آخر ایام تشریق کی صبح کو ختم کر دے' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور عمر بن عبد العزیز کا بھی یہی مذہب ہے' امام ابو یوسف سے بھی ایک ہی روایت ہے اور امام احمد کے نزدیک مستحسن یہ ہے کہ یوم نحر کی ظہر

سے تکبیر شروع کرے اور جس دن منیٰ سے روانگی ہو اس دن ظہر تک تکبیر پڑھے۔

(عمدۃ القاری ج ۶ ص ۴۲۵۔ ۴۲۴ ملخصاً دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۹۷۰ - حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ قَالَ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ اَبِي بَكْرٍ الثَّقَفِيُّ قَالَ سَاَلْتُ اَنَسًا وَنَحْنُ غَادِيَانِ مِنْ مِنًى اِلَى عَرَفَاتٍ عَنِ التَّلْبِيَةِ كَيْفَ كُنْتُمْ تَصْنَعُوْنَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ كَانَ يُلَبِّي الْمُلَبِّي لَا يُنْكَرُ عَلَيْهِ وَيُكَبِّرُ الْمُكَبِّرُ فَلَا يُنْكَرُ عَلَيْهِ. [طرف الحدیث:۱۶۵۹]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو نعیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک بن انس نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے محمد بن ابی بکر الثقفی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے تلبیہ کے متعلق سوال کیا اور اس وقت ہم دونوں صبح کو منیٰ سے عرفات کی طرف جا رہے تھے (سوال یہ کیا:) آپ لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کس طرح کرتے تھے؟ انہوں نے بتایا کہ تلبیہ پڑھنے والا تلبیہ پڑھتا تو اس پر کوئی انکار نہیں کرتا تھا اور تکبیر پڑھنے والا تکبیر پڑھتا تو کوئی اس پر انکار نہیں کرتا تھا۔

(صحیح مسلم:۱۲۸۵ الرقم المسلسل: ۳۰۴۲ سنن نسائی:۳۰۰۰ سنن ابن ماجہ:۳۰۰۸ سنن داری:۱۸۷۷ صحیح ابن حبان:۳۸۴۷ سنن بیہقی ج ۳ ص ۳۱۳ ج ۵ ص ۱۱۲ شرح السنۃ:۱۹۲۴ مسند الحمیدی:۱۲۱۱ مسند احمد ج ۳ ص ۱۱۰ طبع قدیم مسند احمد:۱۲۰۶۹ ج ۱۹ ص ۱۲۶ موسسۃ الرسالۃ بیروت)

تلبیہ میں تکبیر کو داخل کر دینا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں جس تکبیر کا ذکر کیا گیا ہے وہ ذکر کی ایک قسم ہے اور تلبیہ بھی ذکر کی قسم ہے اسی لیے تلبیہ پڑھنے والا تلبیہ کے درمیان تکبیر کو داخل کر دیتا تھا اور تلبیہ کو منقطع نہیں کرتا تھا کیونکہ شارع علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ نے تلبیہ کو منقطع نہیں کیا حتیٰ کہ جمرۃ العقبہ پر کنکریاں ماریں اور یہی امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا مذہب ہے امام مالک نے کہا: جب زوال آفتاب ہو جائے تو تلبیہ کو منقطع کر دے اور یہ بھی کہا: جب مسجد عرفہ کی طرف جائے تو تلبیہ کو منقطع کر دے۔

(عمدۃ القاری ج ۶ ص ۴۲۶ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۹۷۱ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبِي عَنْ عَاصِمٍ عَنْ حَفْصَةَ عَنْ اُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ كُنَّا نُؤْمَرُ اَنْ نَخْرُجَ يَوْمَ الْعِيْدِ حَتّٰى نُخْرِجَ الْبِكْرَ مِنْ خِدْرِهَا حَتّٰى نُخْرِجَ الْحُيَّضَ فَيَكُنَّ خَلْفَ النَّاسِ فَيُكَبِّرْنَ بِتَكْبِيْرِهِمْ وَيَدْعُوْنَ بِدُعَائِهِمْ يَرْجُوْنَ بَرَكَةَ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَطُهْرَتَهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عمر بن حفص نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی از عاصم از حفصہ از حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا: ہمیں حکم دیا جاتا تھا کہ ہم عید کے دن نکلیں حتیٰ کہ ہم کنواری لڑکی کو بھی اس کے پردہ میں نکالتے حتیٰ کہ ہم حائض عورتوں کو بھی نکالتے پس وہ لوگوں کے پیچھے رہتیں اور وہ لوگوں کی تکبیروں کے ساتھ تکبیر پڑھتیں اور ان کی دعاؤں کے ساتھ دعا کرتیں اور اس دن کی برکت اور طہارت کی توقع رکھتیں۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح' صحیح البخاری: ۳۲۴ میں گزر چکی ہے۔

عیدین میں تکبیرات پڑھنے کی تفصیل اور مذاہب ائمہ

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ خطابی اور علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ ان ایام میں تکبیر پڑھنے کی وجہ یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں کفار اپنے بتوں کے لیے جانور ذبح کرتے تھے تو مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ وہ ان ایام میں اللہ تعالیٰ کے لیے تکبیر پڑھیں تاکہ ان ایام میں قربانی کرتے ہوئے صرف اللہ تعالیٰ کی کبریائی کا بیان کیا جائے اور صرف اس کا نام بلند کیا جائے۔

اس حدیث میں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ اس دن عورتیں بھی تکبیرات پڑھیں اور مسلمانوں کے ساتھ دعا میں شریک ہوں۔

عید کے دن عورتیں بھی گھروں سے نکل کر عیدگاہ میں جائیں' پردہ دار خواتین بھی اور حائض عورتیں بھی لیکن حائض نماز کی جگہ سے الگ رہیں۔ عید کے دن اور عید کی رات کو تکبیرات پڑھنا مستحب ہے' حضرت ابوقتادہ عید کے دن تکبیرات پڑھتے ہوئے عیدگاہ پہنچتے تھے' اور حضرت ابن عمر بلند آواز سے تکبیرات پڑھتے ہوئے عیدگاہ کی طرف جاتے تھے' یہ امام مالک کا مذہب ہے' امام مالک نے کہا ہے کہ عیدگاہ میں تکبیر پڑھتا رہے حتیٰ کہ امام آ جائے اور امام کے آنے کے بعد تکبیر کو منقطع کر دے اور عیدگاہ سے واپسی میں تکبیرات نہ پڑھے۔ امام شافعی نے کہا: مستحب یہ ہے کہ عید الاضحیٰ کی رات میں تکبیرات پڑھے' اور صبح عیدگاہ کی طرف جاتے ہوئے حتیٰ کہ عید الفطر کی صبح کو امام نکل آئے اور نمازوں کے بعد بھی تکبیرات پڑھے۔

امام ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ عید الاضحیٰ کے دن اور نماز کو جاتے ہوئے تکبیرات پڑھے اور عید الفطر کو تکبیرات نہ پڑھے۔ امام طحاوی نے کہا ہے کہ جس نے عید کے دن تکبیرات پڑھیں' اس نے اس آیت پر عمل کیا ہے:

وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ (البقرہ:۱۸۵) اور اس طور پر اللہ کی کبریائی بیان کرو کہ اس نے تمہیں ہدایت دی ہے۔

اس آیت کی یہ تفسیر زید بن اسلم نے کی ہے' انہوں نے کہا: اپنے اقوال اور افعال سے اللہ تعالیٰ کی تعظیم کرے۔

اور قیاس یہ ہے کہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ دونوں میں تکبیرات پڑھے کیونکہ عیدین کی نماز میں تکبیرات پڑھنے کا اختلاف نہیں ہے' اسی طرح ان کی نمازوں کے بعد خطبہ پڑھنے میں اور باقی سنتوں میں' اسی طرح عیدگاہ کی طرف جاتے ہوئے تکبیرات پڑھتے ہیں۔

(معالم السنن ج ۱ ص ۱۲ شرح ابن بطال ج ۲ ص ۵۶۳-۵۶۴' عمدۃ القاری ج ۶ ص ۴۲۸-۴۲۷)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۱۹۹۱- ج ۳ ص ۵۱۳ میں بیان کی گئی ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۱۳ - بَابُ الصَّلٰوةِ اِلَى الْحَرْبَةِ يَوْمَ الْعِيْدِ

عید کے دن نیزے کی طرف نماز پڑھنا

۹۷۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ تُرْكَزُ الْحَرْبَةُ قُدَّامَهُ يَوْمَ الْفِطْرِ وَالنَّحْرِ ثُمَّ يُصَلِّي.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوہاب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبیداللہ نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے نیزہ گاڑ دیا جاتا تھا' پھر آپ نماز پڑھتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۹۴ میں گزر چکی ہے۔

نمازی کے سامنے سترہ قائم کرنا سنت ہے فرض یا واجب نہیں

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سترہ اس لیے گاڑا جاتا تھا تاکہ وہ نماز میں آپ کے لیے سُترہ ہو جائے جب آپ صحراء میں نماز پڑھا رہے ہوں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت یہ ہے کہ بغیر سترہ کے نماز نہ پڑھی جائے خواہ امام ہو یا منفرد؛ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حدیث میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منیٰ میں بغیر دیوار کے نماز پڑھا رہے تھے۔ (صحیح البخاری: ۴۹۳)

اس کا جواب یہ ہے کہ آپ نے بغیر سترہ قائم کیے ہوئے اس لیے نماز پڑھائی تاکہ معلوم ہو جائے کہ سترہ قائم کرنا فرض یا واجب نہیں ہے صرف سنت ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۶۴۶، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ ھ)

١٤ - بَابُ حَمْلِ الْعَنَزَةِ أَوِ الْحَرْبَةِ بَيْنَ يَدَيِ الْإِمَامِ يَوْمَ الْعِيدِ

عید کے دن نیزہ یا برچھی کو امام کے سامنے گاڑنا

٩٧٣ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَمْرٍو قَالَ أَخْبَرَنِي نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْدُو إِلَى الْمُصَلّٰى، وَالْعَنَزَةُ بَيْنَ يَدَيْهِ تُحْمَلُ، وَتُنْصَبُ بِالْمُصَلّٰى بَيْنَ يَدَيْهِ، فَيُصَلِّي إِلَيْهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الولید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوعمرو نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے نافع نے خبر دی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم صبح عیدگاہ جاتے تھے، اور نیزہ آپ کے سامنے اٹھایا جاتا تھا اور آپ کے سامنے عیدگاہ میں گاڑ دیا جاتا تھا، پس آپ اس کی طرف نماز پڑھتے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۴۹۴ اور ۴۹۸ میں گزر چکی ہے۔

١٥ - بَابُ خُرُوجِ النِّسَاءِ وَالْحُيَّضِ إِلَى الْمُصَلّٰى

خواتین اور حیض والی عورتوں کا عیدگاہ کی طرف جانا

٩٧٤ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ أُمِرْنَا أَنْ نُخْرِجَ الْعَوَاتِقَ وَذَوَاتِ الْخُدُورِ. وَعَنْ أَيُّوبَ، عَنْ حَفْصَةَ بِنَحْوِهِ، وَزَادَ فِي حَدِيثِ حَفْصَةَ قَالَ، أَوْ قَالَتِ الْعَوَاتِقَ وَذَوَاتِ الْخُدُورِ، وَيَعْتَزِلْنَ الْحُيَّضُ الْمُصَلّٰى.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن عبدالوہاب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ایوب از محمد از حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ ہمیں حکم دیا گیا تھا کہ ہم بالغہ اور پردہ دار عورتوں کو (نماز عید کے لیے) گھروں سے نکالیں، اور از ایوب از حفصہ بھی اسی کی مثل روایت ہے، اور حفصہ کی روایت میں یہ اضافہ ہے: یا کہا: بالغہ اور پردہ دار عورتیں اور حائض عورتیں عیدگاہ سے الگ رہیں۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۳۲۴ میں گزر چکی ہے۔

١٦ - بَابُ خُرُوجِ الصِّبْيَانِ إِلَى الْمُصَلّٰى

بچوں کا عیدگاہ کی طرف جانا

٩٧٥ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَبَّاسٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ قَالَ خَرَجْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ فِطْرٍ أَوْ أَضْحٰى، فَصَلّٰى ثُمَّ خَطَبَ، ثُمَّ أَتَى النِّسَاءَ، فَوَعَظَهُنَّ وَذَكَّرَهُنَّ وَأَمَرَهُنَّ بِالصَّدَقَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن عباس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرحمٰن نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عبد الرحمان' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں عید الفطر یا عید الاضحیٰ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلا' آپ نے عید کی نماز پڑھائی' پھر خطبہ دیا' پھر آپ خواتین کے پاس گئے' پس آپ نے ان کو وعظ کیا اور نصیحت کی اور ان کو صدقہ کرنے کا حکم دیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٩٨ میں گزر چکی ہے۔

١٧ - بَابُ اسْتِقْبَالِ الْإِمَامِ النَّاسَ فِي خُطْبَةِ الْعِيْدِ

عید کے خطبہ میں امام کا لوگوں کی طرف منہ کرنا

قَالَ أَبُوْ سَعِيْدٍ قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُقَابِلَ النَّاسِ.

حضرت ابوسعید نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے بالمقابل کھڑے ہوئے۔

اس تعلیق کو امام بخاری نے صحیح البخاری: ٩٥٦ میں مکمل سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

٩٧٦ - حَدَّثَنَا أَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ طَلْحَةَ، عَنْ زُبَيْدٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ أَضْحٰى إِلَى الْبَقِيْعِ، فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهٖ وَقَالَ إِنَّ أَوَّلَ نُسُكِنَا فِي يَوْمِنَا هٰذَا أَنْ نَبْدَأَ بِالصَّلٰوةِ، ثُمَّ نَرْجِعَ فَنَنْحَرَ، فَمَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ فَقَدْ وَافَقَ سُنَّتَنَا، وَمَنْ ذَبَحَ قَبْلَ ذٰلِكَ فَإِنَّمَا هُوَ شَيْءٌ عَجَّلَهُ لِأَهْلِهٖ لَيْسَ مِنَ النُّسُكِ فِي شَيْءٍ. فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، إِنِّي ذَبَحْتُ، وَعِنْدِي جَذَعَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُسِنَّةٍ؟ قَالَ اذْبَحْهَا، وَلَا تَفِي عَنْ أَحَدٍ بَعْدَكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن طلحہ نے حدیث بیان کی از زبید از شعبی از حضرت البراء رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عید الاضحیٰ کے دن بقیع کی طرف گئے' پس آپ نے دو رکعت نماز پڑھی' پھر آپ نے چہرے کو ہماری طرف متوجہ کیا اور فرمایا: ہمارے اس دن میں ہماری پہلی عبادت یہ ہے کہ ہم نماز سے ابتداء کرتے ہیں' پھر ہم لوٹ جاتے ہیں' پس ہم نحر (قربانی) کرتے ہیں' سو جس نے اس طرح کیا اس نے ہماری سنت کی موافقت کی اور جس نے اس سے پہلے ذبح کر لیا تو یہ صرف وہ چیز ہے جس کو اس نے اپنے گھر والوں کے لیے جلدی تیار کر لیا اور یہ قربانی میں سے کوئی چیز نہیں ہے' پھر ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا: یا رسول اللہ! میں ذبح کر چکا ہوں اور میرے پاس ایک چھ ماہ کا بکرا کا ہے' جو ایک سال کے بکرے سے زیادہ فربہ ہے' آپ نے فرمایا: اس کو ذبح کر لو اور تمہارے بعد وہ کسی اور سے کفایت نہیں کرے گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٩٥١ میں گزر چکی ہے۔

١٨ - بَابُ الْعَلَمِ الَّذِي بِالْمُصَلّٰى

٩٧٧ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنْ سُفْيَانَ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَابِسٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ قِيْلَ لَهُ أَشَهِدْتَ الْعِيْدَ مَعَ النَّبِيِّ؟ قَالَ نَعَمْ، وَلَوْ لَا مَكَانِي مِنَ الصِّغَرِ مَا شَهِدْتُهُ، حَتّٰى أَتَى الْعَلَمَ الَّذِي عِنْدَ دَارِ كَثِيْرِ بْنِ الصَّلْتِ، فَصَلّٰى، ثُمَّ خَطَبَ، ثُمَّ أَتَى النِّسَاءَ، وَمَعَهُ بِلَالٌ، فَوَعَظَهُنَّ وَذَكَّرَهُنَّ وَأَمَرَهُنَّ بِالصَّدَقَةِ، فَرَأَيْتُهُنَّ يُهْوِيْنَ بِأَيْدِيْهِنَّ، يَقْذِفْنَهُ فِي ثَوْبِ بِلَالٍ، ثُمَّ انْطَلَقَ هُوَ وَبِلَالٌ إِلٰى بَيْتِهِ.

عیدگاہ میں جھنڈا لگانا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از سفیان' انہوں نے کہا: مجھے عبد الرحمان بن عابس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا' ان سے پوچھا گیا: کیا آپ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ عید کی نماز میں حاضر ہوئے تھے؟ انہوں نے کہا: ہاں! اور اگر میں اتنا کم عمر نہ ہوتا تو میں آپ کے ساتھ حاضر نہ ہوتا (میں آپ کے ساتھ گیا) حتیٰ کہ آپ اس جھنڈے کے پاس گئے جو کثیر بن الصلت کے گھر کے پاس گاڑا ہوا ہے' آپ نے نماز پڑھائی' پھر خطبہ دیا' پھر آپ خواتین کے پاس آئے اور آپ کے پاس حضرت بلال بھی تھے' آپ نے ان خواتین کو وعظ کیا اور نصیحت کی اور ان کو صدقہ کرنے کا حکم دیا' پھر میں نے ان عورتوں کو دیکھا وہ ہاتھ بڑھاتیں اور حضرت بلال کے کپڑے میں (زیورات اتار کر) ڈالتیں' پھر آپ اور حضرت بلال اپنے گھر چلے گئے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۹۸ میں گزر چکی ہے۔

١٩ - بَابُ مَوْعِظَةِ الْإِمَامِ النِّسَاءَ يَوْمَ الْعِيْدِ

٩٧٨ - حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ بْنِ نَصْرٍ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْفِطْرِ فَصَلّٰى، فَبَدَأَ بِالصَّلٰوةِ، ثُمَّ خَطَبَ، فَلَمَّا فَرَغَ نَزَلَ فَأَتَى النِّسَاءَ، فَذَكَّرَهُنَّ، وَهُوَ يَتَوَكَّأُ عَلٰى يَدِ بِلَالٍ، وَبِلَالٌ بَاسِطٌ ثَوْبَهُ، يُلْقِي فِيْهِ النِّسَاءُ الصَّدَقَةَ. قُلْتُ لِعَطَاءٍ زَكٰوةُ يَوْمِ الْفِطْرِ؟ قَالَ لَا، وَلٰكِنْ صَدَقَةٌ يَتَصَدَّقْنَ حِيْنَئِذٍ، تُلْقِي فَتَخَهَا، وَيُلْقِيْنَ. قُلْتُ أَتُرٰى حَقًّا عَلَى الْإِمَامِ ذٰلِكَ وَيُذَكِّرُهُنَّ؟ قَالَ إِنَّهُ لَحَقٌّ عَلَيْهِمْ، وَمَا لَهُمْ لَا يَفْعَلُوْنَهُ؟

عید کے دن امام کا خواتین کو نصیحت کرنا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے اسحاق بن ابراہیم بن نصر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عبد الرزاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عطاء نے خبر دی از حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما عطاء نے کہا: میں نے حضرت جابر کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عید الفطر کے دن کھڑے ہوئے' پھر آپ نے نماز پڑھائی' پھر آپ نے خطبہ دیا' پس جب آپ فارغ ہو گئے تو (منبر سے) اترے' پھر آپ خواتین کے پاس گئے' پس ان کو نصیحت کی' اس وقت آپ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر ٹیک لگائے ہوئے تھے' اور حضرت بلال نے کپڑا پھیلایا ہوا تھا اور خواتین اس کپڑے میں صدقہ ڈال رہی تھیں' میں نے عطاء سے پوچھا: کیا وہ عید الفطر کا فطرہ تھا؟

انہوں نے کہا: نہیں! لیکن وہ صدقہ تھا جس کا وہ خواتین صدقہ کر رہی تھیں' وہ عورتیں اپنا چھلا (بغیر نگ کی انگوٹھی) اتارتیں اور (کپڑے میں) ڈال دیتیں' میں نے پوچھا: کیا امام پر یہ نصیحت کرنا واجب ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! یہ ان پر واجب ہے' ان کو کیا ہوا وہ ایسا کیوں نہیں کرتے!۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٩٥٨ میں گزر چکی ہے۔

٩٧٩ - قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ وَأَخْبَرَنِي الْحَسَنُ بْنُ مُسْلِمٍ، عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ شَهِدْتُ الْفِطْرَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ يُصَلُّونَهَا قَبْلَ الْخُطْبَةِ، ثُمَّ يُخْطَبُ بَعْدُ، خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَيْهِ حِينَ يُجْلِسُ بِيَدِهِ، ثُمَّ أَقْبَلَ يَشُقُّهُمْ، حَتَّى جَاءَ النِّسَاءَ مَعَهُ بِلَالٌ فَقَالَ ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعْنَكَ﴾ الْآيَةَ (الممتحنہ:١٢)، ثُمَّ قَالَ حِينَ فَرَغَ مِنْهَا أَنْتُنَّ عَلَى ذٰلِكَ؟ قَالَتِ امْرَأَةٌ وَاحِدَةٌ مِنْهُنَّ، لَمْ يُجِبْهُ غَيْرُهَا نَعَمْ. لَا يَدْرِي حَسَنٌ مَنْ هِيَ، قَالَ فَتَصَدَّقْنَ. فَبَسَطَ بِلَالٌ ثَوْبَهُ، ثُمَّ قَالَ هَلُمَّ لَكُنَّ فِدَاءٌ أَبِي وَأُمِّي. فَيُلْقِينَ الْفَتَخَ وَالْخَوَاتِيمَ فِي ثَوْبِ بِلَالٍ. قَالَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ الْفَتَخُ الْخَوَاتِيمُ الْعِظَامُ كَانَتْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ.

ابن جریج نے کہا: اور مجھے حسن بن مسلم نے خبر دی از طاؤس از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا: میں عید کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم' حضرت ابوبکر' حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے ساتھ حاضر ہوا' وہ سب خطبہ دینے سے پہلے نماز پڑھتے تھے' پھر خطبہ دیتے تھے' اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے نکلے' گویا کہ میں آپ کی طرف دیکھ رہا ہوں' آپ لوگوں کو اپنے ہاتھ کے اشارے سے بٹھا رہے تھے' پھر آپ صفوں کو چیرتے ہوئے خواتین کے پاس آئے' حضرت بلال آپ کے ساتھ تھے' آپ نے یہ آیت پڑھی: اے رسول مکرم! جب مسلمان عورتیں آپ کے پاس بیعت کے لیے آئیں۔ (الممتحنہ:١٢) پھر آپ نے فرمایا: کیا تم ان باتوں پر قائم رہو گی! کسی عورت نے کوئی جواب نہیں دیا' صرف ایک عورت نے کہا: جی ہاں! حسن بن مسلم کو معلوم نہیں تھا وہ عورت کون تھی' آپ نے فرمایا: اچھا! تو پھر تم صدقہ دو' حضرت بلال نے کپڑا بچھایا اور کہا: لاؤ! ڈالو' تم پر میرے ماں اور باپ قربان ہوں' وہ عورتیں حضرت بلال کے کپڑے میں چھلے اور انگوٹھیاں ڈالنے لگیں۔ امام عبدالرزاق نے کہا: اس حدیث میں جو ''فتخ'' کا لفظ ہے' اس سے بڑے چھلے مراد ہیں جو زمانہ جاہلیت میں عورتیں پہنتی تھیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٩٨ میں گزر چکی ہے۔

٢٠ - بَابٌ إِذَا لَمْ يَكُنْ لَهَا جِلْبَابٌ فِي الْعِيْدِ

جب عید کے دن کسی عورت کے پاس چادر نہ ہو

٩٨٠ - حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيرِينَ قَالَتْ كُنَّا نَمْنَعُ جَوَارِيَنَا أَنْ يَخْرُجْنَ يَوْمَ الْعِيدِ، فَجَاءَتِ امْرَأَةٌ،

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو معمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوارث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از حفصہ بنت سیرین'

فَنَزَلَتْ قَصْرَ بَنِيْ خَلَفٍ، فَأَتَيْتُهَا، فَحَدَّثَتْ أَنَّ زَوْجَ أُخْتِهَا غَزَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ غَزْوَةً، فَكَانَتْ أُخْتُهَا مَعَهُ فِيْ سِتِّ غَزَوَاتٍ، فَقَالَتْ فَكُنَّا نَقُوْمُ عَلَى الْمَرْضٰى وَنُدَاوِي الْكَلْمٰى، فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، عَلٰى إِحْدَانَا بَأْسٌ إِذَا لَمْ يَكُنْ لَهَا جِلْبَابٌ أَنْ لَّا تَخْرُجَ؟ فَقَالَ لِتُلْبِسْهَا صَاحِبَتُهَا مِنْ جِلْبَابِهَا، فَلْيَشْهَدْنَ الْخَيْرَ وَدَعْوَةَ الْمُؤْمِنِيْنَ. قَالَتْ حَفْصَةُ فَلَمَّا قَدِمَتْ أُمُّ عَطِيَّةَ أَتَيْتُهَا فَسَأَلْتُهَا أَسَمِعْتِ فِيْ كَذَا وَكَذَا؟ قَالَتْ نَعَمْ بِأَبِيْ وَقَلَّمَا ذَكَرَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا قَالَتْ بِأَبِيْ قَالَ لِيَخْرُجِ الْعَوَاتِقُ ذَوَاتُ الْخُدُوْرِ، أَوْ قَالَ الْعَوَاتِقُ وَذَوَاتُ الْخُدُوْرِ شَكَّ أَيُّوْبُ وَالْحُيَّضُ، وَيَعْتَزِلُ الْحُيَّضُ الْمُصَلّٰى، وَلْيَشْهَدْنَ الْخَيْرَ وَدَعْوَةَ الْمُؤْمِنِيْنَ. قَالَتْ فَقُلْتُ لَهَا الْحُيَّضُ؟ قَالَتْ نَعَمْ، أَلَيْسَ الْحَائِضُ تَشْهَدُ عَرَفَاتٍ وَتَشْهَدُ كَذَا، وَتَشْهَدُ كَذَا؟

انہوں نے کہا: ہم اپنی لڑکیوں کو عید کے دن باہر نکلنے سے منع کیا کرتے تھے' پھر ایک عورت آئی اور بنی خلف کے محل میں ٹھہری' میں اس سے ملنے گئی' اس نے بیان کیا کہ اس کے بہنوئی نے نبی ﷺ کے ساتھ بارہ غزوات میں شرکت کی ہے اور اس کی بہن چھ غزوات میں اس کے ساتھ رہی ہے' اس کی بہن نے کہا: ہم بیماروں کو دوا دیتے تھے اور زخمیوں کی مرہم پٹی کرتے تھے' پھر اس نے کہا: یارسول اللہ! کیا ہم میں سے کسی پر کوئی حرج ہے کہ اگر اس کے پاس چادر نہ ہو تو وہ باہر نہ نکلے؟ آپ نے فرمایا: اس کی سہیلی کو چاہیے کہ وہ اس کو چادر اوڑھائے اور انہیں چاہیے کہ وہ نیکی کے مقامات اور مسلمانوں کی دعا میں حاضر ہوں' حفصہ نے کہا: پھر جب حضرت ام عطیہ آئیں تو میں ان کے پاس گئی اور ان سے سوال کیا: کیا آپ نے اس اس طرح کی حدیث سنی ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! میرے باپ کی قسم! اور وہ جب بھی نبی ﷺ کا ذکر کرتیں تو کہتی تھیں: میرے باپ کی قسم! آپ نے فرمایا تھا: جوان عورتیں نکلیں یا فرمایا تھا: جوان اور پردہ دار عورتیں نکلیں' اس میں راوی ایوب کو شک ہے' اور حیض والی عورتیں نکلیں اور نماز کی جگہ سے الگ رہیں' اور وہ نیکی کے مقامات اور مسلمانوں کی دعا میں حاضر ہوں' وہ کہتی ہیں: میں نے ان سے پوچھا: کیا حیض والی عورتیں بھی باہر نکلیں؟ انہوں نے کہا: ہاں! کیا حیض والی عورت میدانِ عرفات میں حاضر نہیں ہوتی اور فلاں! فلاں! جگہ حاضر نہیں ہوتی (یعنی منٰی اور مزدلفہ میں نہیں جاتی)؟

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ٣٢٤ میں گزر چکی ہے۔

٢١ - بَابُ اِعْتِزَالِ الْحُيَّضِ الْمُصَلّٰى

حیض والی عورتوں کا نماز کی جگہوں سے الگ رہنا

٩٨١ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِيْ عَدِيٍّ، عَنِ ابْنِ عَوْنٍ، عَنْ مُحَمَّدٍ قَالَ قَالَتْ أُمُّ عَطِيَّةَ أُمِرْنَا أَنْ نَخْرُجَ، فَنُخْرِجَ الْحُيَّضَ، وَالْعَوَاتِقَ، وَذَوَاتِ الْخُدُوْرِ، قَالَ ابْنُ عَوْنٍ أَوِ الْعَوَاتِقَ ذَوَاتِ الْخُدُوْرِ، فَأَمَّا الْحُيَّضُ فَيَشْهَدْنَ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِيْنَ وَدَعْوَتَهُمْ، وَيَعْتَزِلْنَ مُصَلَّاهُمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنٰی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن عدی نے حدیث بیان کی' از ابن عون از محمد' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ہمیں یہ حکم دیا گیا تھا کہ ہم باہر نکالیں' پس ہم حیض والی عورتوں کو اور جوان عورتوں کو اور پردہ دار عورتوں کو باہر نکالتی تھیں' ابن عون نے کہا: یا جوان پردہ دار عورتوں کو' رہیں حیض والی عورتیں تو وہ مسلمانوں

کی جماعت میں اور ان کی دعا میں حاضر ہوں اور ان کی نماز کی جگہوں سے الگ رہیں۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۳۲۴ میں گزر چکی ہے۔

۲۲ - بَابُ النَّحْرِ وَالذَّبْحِ يَوْمَ النَّحْرِ بِالْمُصَلَّى

قربانی کے دن عیدگاہ میں نحر اور ذبح کرنا

اونٹ میں صرف نحر کیا جاتا ہے اور باقی جانوروں کو ذبح کیا جاتا ہے اونٹ کو کھڑا کر کے اس کے سینہ کے بالائی حصہ اور حلق کے درمیان نیزہ مارا جاتا ہے اس کو نحر کہتے ہیں اور حلقوم اور شاہ رگ کے درمیان چھری سے کاٹنے کو ذبح کہتے ہیں اس طور پر کہ حلقوم اور شاہ رگ کے دائیں بائیں کی دو رگیں بھی کٹ جائیں جن کو ودجان کہتے ہیں۔

۹۸۲ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي كَثِيرُ بْنُ فَرْقَدٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَنْحَرُ أَوْ يَذْبَحُ بِالْمُصَلَّى.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے کثیر بن فرقد نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عیدگاہ میں نحر کرتے تھے یا ذبح کرتے تھے۔

[اطراف الحدیث: ۱۷۱۰-۱۷۱۱-۵۵۵۱-۵۵۵۲]

(سنن نسائی: ۱۵۸۸ سنن ابوداؤد: ۲۸۱۱ سنن ابن ماجہ: ۳۱۶۱ سنن بیہقی ج ۹ ص ۲۸۵ مسند احمد ج ۲ ص ۱۰۹ طبع قدیم مسند احمد: ۵۸۷۶۔ ج ۱۰ ص ۱۱۶ موسسۃ الرسالۃ بیروت)

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

عیدگاہ میں قربانی کے جانور کو اس لیے ذبح کیا جاتا ہے تاکہ کوئی شخص امام سے پہلے نہ ذبح کر لے اور جب کہ عیدین اور جماعت کے افعال امام کے ساتھ ہوتے ہیں تو ضروری ہے کہ امام مقدم ہو اور لوگ اس کے تابع ہوں اسی لیے امام مالک نے کہا ہے کہ جب تک امام ذبح نہ کرے اس وقت تک کوئی شخص ذبح نہ کرے اور اس پر اتفاق ہے کہ جس نے جمرہ پر کنکریاں ماریں اس کے لیے قربانی کے جانور کو ذبح کرنا اور سر منڈانا جائز ہو گیا خواہ اس وقت تک امام نے قربانی ذبح نہ کی ہو اور اس پر اجماع ہے کہ اگر امام نے بالکل قربانی نہ کی ہو اور ذبح کا وقت داخل ہو گیا ہو تو قربانی کرنا جائز ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۹۶ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

۲۳ - بَابُ كَلَامِ الْإِمَامِ وَالنَّاسِ فِي خُطْبَةِ الْعِيدِ، وَإِذَا سُئِلَ الْإِمَامُ عَنْ شَيْءٍ وَهُوَ يَخْطُبُ

عید کے خطبہ میں امام کا لوگوں سے کلام کرنا اور جب امام سے کسی چیز کے متعلق سوال کیا جائے اور وہ اس وقت خطبہ دے رہا ہو

۹۸۳ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ قَالَ حَدَّثَنَا مَنْصُورُ بْنُ الْمُعْتَمِرِ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ خَطَبَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابو الاحوص نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں منصور بن المعتمر نے حدیث بیان کی از الشعبی از حضرت

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ النَّحْرِ بَعْدَ الصَّلٰوةِ، فَقَالَ مَنْ صَلّٰى صَلٰوتَنَا، وَنَسَكَ نُسُكَنَا، فَقَدْ اَصَابَ النُّسُكَ، وَمَنْ نَسَكَ قَبْلَ الصَّلٰوةِ فَتِلْكَ شَاةُ لَحْمٍ. فَقَامَ اَبُوْ بُرْدَةَ بْنُ نِيَارٍ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، وَاللّٰهِ لَقَدْ نَسَكْتُ قَبْلَ اَنْ اَخْرُجَ اِلَى الصَّلٰوةِ، وَعَرَفْتُ اَنَّ الْيَوْمَ يَوْمُ اَكْلٍ وَّشُرْبٍ، فَتَعَجَّلْتُ وَاَكَلْتُ، وَاَطْعَمْتُ اَهْلِيْ وَجِيْرَانِيْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تِلْكَ شَاةُ لَحْمٍ، قَالَ فَاِنَّ عِنْدِيْ عَنَاقَ جَذَعَةٍ هِيَ خَيْرٌ مِّنْ شَاتَيْ لَحْمٍ، فَهَلْ تَجْزِيْ عَنِّيْ ؟ قَالَ نَعَمْ وَلَنْ تَجْزِيَ عَنْ اَحَدٍ بَعْدَكَ.

البراء بن عازب رضی اللہ عنہ' انہوں نے کہا: ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم نحر کو نماز کے بعد خطبہ دیا' پس فرمایا: جس نے ہماری طرح نماز پڑھی اور ہماری طرح قربانی کی تو اس نے صحیح عبادت کرلی' اور جس نے نماز سے پہلے قربانی کی تو یہ بکری کا گوشت ہے' پھر حضرت ابوبردہ بن نیار رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے' پس انہوں نے کہا: یارسول اللہ! اللہ کی قسم! میں نے نماز عید کی طرف جانے سے پہلے قربانی کر لی اور مجھے معلوم تھا کہ آج کا دن کھانے پینے کا دن ہے' پس میں نے جلدی قربانی کی اور خود بھی کھایا' اپنے گھر والوں کو بھی کھلایا اور اپنے پڑوسیوں کو بھی کھلایا' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ بکری کا گوشت ہے' انہوں نے کہا: میرے پاس بکری کا بچہ ہے اور اس میں دو بکریوں سے زیادہ گوشت ہے کیا وہ میری طرف سے کفایت کرے گا؟ آپ نے فرمایا: ہاں! لیکن تمہارے بعد اور کسی سے ہرگز کفایت نہیں کرے گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۹۵۱ میں گزر چکی ہے۔

٩٨٤ - حَدَّثَنَا حَامِدُ بْنُ عُمَرَ، عَنْ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ اَيُّوْبَ، عَنْ مُحَمَّدٍ اَنَّ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى يَوْمَ النَّحْرِ، ثُمَّ خَطَبَ، فَاَمَرَ مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلٰوةِ اَنْ يُّعِيْدَ ذَبْحَهُ، فَقَامَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، جِيْرَانٌ لِّيْ، اِمَّا قَالَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ، وَاِمَّا قَالَ بِهِمْ فَقْرٌ، وَاِنِّيْ ذَبَحْتُ قَبْلَ الصَّلٰوةِ، وَعِنْدِيْ عَنَاقٌ لِّيْ، اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ شَاتَيْ لَحْمٍ، فَرَخَّصَ لَهُ فِيْهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حامد بن عمر نے حدیث بیان کی از حماد بن زید از ایوب از محمد کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم نحر کو نماز پڑھائی' پھر خطبہ دیا' پس آپ نے حکم دیا کہ جس نے نماز سے پہلے (قربانی کو) ذبح کرلیا وہ دوبارہ ذبح کرے' پس انصار میں سے ایک شخص کھڑا ہوا' پس اس نے کہا: یارسول اللہ! میرے پڑوسی ہیں' یا تو اس نے یہ کہا کہ وہ بہت بھوکے تھے' یا یہ کہا: ان کو بہت احتیاج تھی' اور میں نے نماز سے پہلے قربانی ذبح کرلی' اور میرے پاس چھ ماہ کا بکری کا بچہ ہے' جس میں دو بکریوں کے گوشت سے زیادہ پسندیدہ گوشت ہے' پس آپ نے اس کو اس (کی قربانی) میں اجازت دے دی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۹۵۴ میں گزر چکی ہے۔

٩٨٥ - حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْاَسْوَدِ، عَنْ جُنْدَبٍ قَالَ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ النَّحْرِ، ثُمَّ خَطَبَ، ثُمَّ ذَبَحَ، فَقَالَ مَنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از الاسود از جندب' انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم نحر کو نماز پڑھائی' پھر خطبہ

ذَبَحَ قَبْلَ اَنْ یُّصَلِّیَ فَلْیَذْبَحْ اُخْرٰی مَكَانَهَا، وَمَنْ لَّمْ یَذْبَحْ فَلْیَذْبَحْ بِاسْمِ اللّٰهِ.

[اطراف الحدیث: ۵۵۰۰-۵۵۶۲-۶۶۷۴-۷۴۰۰]

دیا' پھر ذبح کیا' پھر فرمایا: جس نے نماز پڑھنے سے پہلے ذبح کیا وہ اس کی جگہ دوسری قربانی ذبح کرے اور جس نے نہیں ذبح کیا' وہ اللہ کے نام سے ذبح کرے۔

(صحیح مسلم: ۱۹۶۰' الرقم المسلسل: ۴۹۷۳-۴۹۶۸-۴۹۷۳' سنن ابن ماجہ: ۳۱۵۲' مسند الحمیدی: ۷۷۹' المعجم الکبیر: ۱۶۹۴' مسند احمد ج ۴ ص ۳۱۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۸۸۱۲-ج ۳۱ ص ۱۱۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) مسلم بن ابراہیم الازدی الفراہیدی (۲) شعبہ بن حجاج (۳) الاسود بن قیس العبدی الکوفی (۴) حضرت جندب بن عبد اللہ بن سفیان البجلی العلقی رضی اللہ عنہ' جس سال حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما پر حملہ ہوا' یہ اسی سال فوت ہو گئے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۴۳۱)

قربانی کے وجوب کے متعلق دیگر احادیث

اس حدیث میں آپ نے فرمایا: جس نے نماز عید سے پہلے قربانی کی' وہ دوبارہ قربانی کرے' اس حدیث میں آپ نے اس کو دوبارہ قربانی کرنے کا حکم دیا ہے' اس سے معلوم ہوا کہ قربانی کرنا واجب ہے' اس کی مؤید دیگر احادیث حسب ذیل ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کے پاس گنجائش ہو اور وہ قربانی نہ کرے تو وہ ہماری عیدگاہ کے قریب نہ آئے۔ (سنن ابن ماجہ: ۳۱۲۳' تاریخ بغداد ج ۸ ص ۳۳۸' کنز العمال: ۱۲۱۵۹)

محمد بن سیرین بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے قربانیوں کے متعلق سوال کیا: کیا یہ واجب ہیں؟ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کی اور ان کے بعد مسلمانوں نے قربانی کی اور اسی کے ساتھ یہ سنت جاری ہے۔

(سنن ترمذی: ۱۵۱۱' سنن ابن ماجہ: ۳۱۲۴)

حضرت مخنف بن سلیم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ میدان عرفات میں وقوف کر رہے تھے' آپ نے فرمایا: اے لوگو! ہر گھر والے پر ہر سال میں قربانی واجب ہے اور عتیرہ ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۲۷۸۸' سنن ترمذی: ۱۵۲۳' سنن نسائی: ۴۲۳۱' سنن ابن ماجہ: ۳۱۲۵)

پہلے رجب میں ایک جانور ذبح کیا جاتا تھا' اس کو رجبیہ اور عتیرہ کہتے تھے' قربانی سے اس کا وجوب منسوخ کر دیا گیا۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۴۹۶۲-ج ۶ ص ۱۳۵ میں مذکور ہے' اس کی شرح میں قربانی کا وجوب بیان کیا گیا ہے۔

۲۴ - بَابُ مَنْ خَالَفَ الطَّرِيْقَ اِذَا رَجَعَ يَوْمَ الْعِيْدِ

جس نے نماز عید کے بعد راستہ تبدیل کیا

۹۸۶ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْ تُمَيْلَةَ يَحْيَى بْنُ وَاضِحٍ، عَنْ فُلَيْحِ بْنِ سُلَيْمَانَ، عَنْ سَعِيْدِ ابْنِ الْحَارِثِ، عَنْ جَابِرٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اِذَا كَانَ يَوْمُ عِيْدٍ، خَالَفَ الطَّرِيْقَ. تَابَعَهُ يُوْنُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ فُلَيْحٍ، عَنْ سَعِيْدٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ وَحَدِيْثُ جَابِرٍ اَصَحُّ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوتمیلہ یحییٰ بن واضح نے خبر دی از فلیح بن سلیمان از سعید بن الحارث از حضرت جابر رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم (واپسی میں) راستہ بدل دیتے تھے۔ ابوتمیلہ کی یونس بن محمد نے متابعت کی ہے از فلیح از سعید از حضرت ابوہریرہ اور حضرت جابر کی حدیث زیادہ صحیح ہے۔

* شرح صحیح مسلم:١٩٤١ - ج ٢ ص ٦٦١ - ٦٦٠ میں ہم نے راستہ تبدیل کرنے کی بیس وجوہ بیان کی ہیں۔

٢٥ - بَابٌ اِذَا فَاتَهُ الْعِيدُ يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ

جب کسی شخص کی نماز عید فوت ہو جائے تو وہ دو رکعت نماز پڑھے

اس عنوان سے دو باتیں معلوم ہوئیں: (١) جب کسی شخص کی عید کی نماز جماعت کے ساتھ فوت ہو جائے تو وہ دو رکعت نماز پڑھے خواہ اس کی نماز کسی عارض کی وجہ سے فوت ہوئی ہو یا بغیر عارض کے (٢) وہ اصل کے مطابق دو رکعت قضاء کرے گا اور ان میں سے ہر ایک وجہ میں علماء کا اختلاف ہے۔

عید کی نماز قضاء پڑھنے میں فقہاء کا اختلاف

پہلی وجہ میں یہ اختلاف ہے کہ بعض فقہاء نے کہا ہے: اس پر عید کی نماز کی بالکل قضاء نہیں ہے' امام مالک اور ان کے اصحاب کا یہی مذہب ہے' مزنی شافعی کا بھی یہی قول ہے' ہمارے اصحاب احناف کا بھی یہی مذہب ہے کہ اگر وہ امام کے ساتھ نماز عید نہیں پڑھ سکا تو وہ اس کی قضاء نہیں کرے گا اور اگر اس کی اور امام کی دونوں کی نماز فوت ہوئی ہے تو دوسرے دن وہ امام کے ساتھ نماز عید پڑھے گا' فتاویٰ قاضی خاں میں مذکور ہے: اگر اس نے بغیر عذر کے نماز عید کو ترک کیا ہے تو وہ اس کی بالکل قضاء نہیں کرے گا اور اگر اس نے عذر کی وجہ سے نماز عید کو ترک کیا ہے تو دوسرے دن اپنے وقت میں اس کو قضاء کرے گا' امام احمد کا بھی یہی مذہب ہے۔

دوسری وجہ میں اختلاف یہ ہے کہ جب اس سے نماز عید فوت ہوگئی تو وہ دو رکعت نماز پڑھے گا' یہ امام مالک اور امام شافعی کا قول ہے' مگر امام مالک نے اس کو مستحب کہا ہے اور ایک جماعت نے کہا ہے کہ اگر وہ چاہے تو چار رکعت پڑھے' یہ حضرت علی اور حضرت ابن مسعود سے مروی ہے اور امام احمد کا بھی یہی مذہب ہے اور امام ابوحنیفہ نے یہ کہا ہے کہ اگر وہ چاہے تو نماز پڑھے اور اگر وہ چاہے تو نماز نہ پڑھے' اگر وہ چاہے تو چار رکعت پڑھے اور اگر وہ چاہے تو دو رکعت پڑھے۔ (عمدۃ القاری ج ٦ ص ٤٤٥)

وَكَذٰلِكَ النِّسَاءُ.

اور عورتیں بھی اسی طرح کریں۔

یعنی جو عورتیں عید گاہ میں امام کے ساتھ نماز عید نہ پڑھ سکیں' وہ بھی اسی طرح کریں۔

وَمَنْ كَانَ فِي الْبُيُوْتِ وَالْقُرٰى.

اور جو لوگ گھروں میں اور بستیوں میں ہوں۔

یعنی وہ لوگ بھی اسی طرح نماز عید گھروں اور بستیوں میں پڑھیں جو عید گاہ میں حاضر نہ ہو سکیں۔

لِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا عِيدُنَا اَهْلَ الْاِسْلَامِ.

کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: یہ ہم اہل اسلام کی عید ہے۔

یہ ان تینوں باتوں کی دلیل ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تفریق نہیں کی کہ وہ امام کے ساتھ ہوں یا نہ ہوں۔

وَاَمَرَ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ مَوْلَاهُمُ ابْنَ اَبِي عُتْبَةَ بِالزَّاوِيَةِ فَجَمَعَ اَهْلَهُ وَبَنِيْهِ' وَصَلّٰى كَصَلٰوةِ اَهْلِ الْمِصْرِ وَتَكْبِيْرِهِمْ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے اپنے غلام ابن ابی عتبہ کو زاویہ میں حکم دیا' اس نے حضرت انس کے تمام گھر والوں اور بیٹوں کو جمع کیا اور حضرت انس نے شہر والوں کی طرح انہیں عید کی نماز پڑھائی اور ویسی ہی تکبیریں پڑھیں۔

اس تعلیق کی اصل مصنف ابن ابی شیبہ: ٥٨٥٣ (مجلس علمی' بیروت) اور سنن بیہقی ج ٣ ص ٣٠٥ میں مذکور ہے۔ زاویہ بصرہ سے دو فرسخ کی مسافت پر ہے۔

قَالَ عِكْرِمَةُ اَهْلُ السَّوَادِ يَجْتَمِعُوْنَ فِي الْعِيْدِ، يُصَلُّوْنَ رَكْعَتَيْنِ، كَمَا يَصْنَعُ الْاِمَامُ . وَقَالَ عَطَاءٌ اِذَا فَاتَهُ الْعِيْدُ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ.

عکرمہ نے کہا: شہر کے مضافات والے عید کے دن جمع ہوں اور اس طرح دو رکعت نماز پڑھیں جس طرح امام پڑھتا ہے اور عطاء نے کہا: جس شخص سے نمازِ عید فوت ہو جائے وہ دو رکعت نماز پڑھے۔

اس تعلیق کی اصل' مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۸۵۲ (مجلس علمی' بیروت) میں مذکور ہے۔

۹۸۷ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ اَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ دَخَلَ عَلَيْهَا وَعِنْدَهَا جَارِيَتَانِ، فِي اَيَّامِ مِنًى، تُدَفِّفَانِ وَتَضْرِبَانِ، وَالنَّبِيُّ مُتَغَشٍّ بِثَوْبِهٖ، فَانْتَهَرَهُمَا اَبُوْ بَكْرٍ، فَكَشَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ وَجْهِهٖ، فَقَالَ دَعْهُمَا يَا اَبَا بَكْرٍ، فَاِنَّهَا اَيَّامُ عِيْدٍ، وَتِلْكَ الْاَيَّامُ اَيَّامُ مِنًى.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ان کے پاس آئے' اس وقت ان کے پاس دو لڑکیاں ایام منیٰ میں دف بجا رہی تھیں اور اس پر ضرب لگا رہی تھیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کپڑا اوڑھے ہوئے تھے' حضرت ابوبکر نے ان لڑکیوں کو ڈانٹا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چہرہ مبارک سے کپڑا ہٹا کر فرمایا: اے ابوبکر! ان کو رہنے دو کیونکہ یہ عید کے ایام ہیں اور وہ ایام' ایام منیٰ تھے۔

اس حدیث کا عنوان ہے: جب کسی کی نمازِ عید فوت ہو جائے تو وہ دو رکعت نماز پڑھے اور اس حدیث کی اس عنوان کے ساتھ کوئی مطابقت نہیں ہے۔ اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۹۴۹ میں گزر چکی ہے۔

۹۸۸ - وَقَالَتْ عَائِشَةُ رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتُرُنِيْ، وَاَنَا اَنْظُرُ اِلَى الْحَبَشَةِ، وَهُمْ يَلْعَبُوْنَ فِي الْمَسْجِدِ، فَزَجَرَهُمْ عُمَرُ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعْهُمْ اَمْنًا بَنِيْ اَرْفِدَةَ . يَعْنِيْ مِنَ الْاَمْنِ.

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میں نے دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مجھے چھپا رہے تھے اور میں حبشیوں کی طرف دیکھ رہی تھی اور وہ مسجد میں جنگ کی مشق کر رہے تھے' حضرت عمر نے ان کو ڈانٹا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان کو امن سے رہنے دو' اے بنو ارفدہ!

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۵۴ میں گزر چکی ہے۔

۲۶ - بَابُ الصَّلٰوةِ قَبْلَ الْعِيْدِ وَبَعْدَهَا
نمازِ عید سے پہلے اور اس کے بعد نماز پڑھنا

اس عنوان سے مراد یہ ہے کہ نمازِ عید سے پہلے نفل پڑھنا ممنوع ہے۔

وَقَالَ اَبُو الْمُعَلّٰى سَمِعْتُ سَعِيْدًا، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ كَرِهَ الصَّلٰوةَ قَبْلَ الْعِيْدِ.

اور ابو المعلیٰ نے کہا: میں نے سعید سے سنا' انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت کی کہ نمازِ عید سے پہلے نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

۹۸۹ - حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَدِيُّ بْنُ ثَابِتٍ قَالَ سَمِعْتُ سَعِيْدَ بْنَ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عدی بن ثابت نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں

يَوْمَ الْفِطْرِ، فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ، لَمْ يُصَلِّ قَبْلَهَا وَلَا بَعْدَهَا، وَمَعَهُ بِلَالٌ.

نے سعید بن جبیر سے سنا از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر کے دن نکلے، پس آپ نے دو رکعت نماز پڑھی، اس سے پہلے نماز پڑھی نہ اس کے بعد نماز پڑھی، اور آپ کے ساتھ حضرت بلال رضی اللہ عنہ تھے۔

الحمد للہ رب العلمین! اس حدیث پر "کتاب العیدین" ختم ہوگئی اور اب ان شاء اللہ "کتاب الوتر" شروع ہوگی، الہ العلمین! میری مغفرت فرمانا اور اس کتاب کو مکمل فرما دینا۔

❁❁❁❁❁

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

١٤ - كِتَابُ الْوِتْرِ
وتر کا بیان

١ - بَابُ مَا جَاءَ فِي الْوِتْرِ — وتر کا بیان

ان ابواب میں وتر کے احکام کا بیان ہے' عیدین کے بعد وتر کا بیان شروع کیا ہے اور ان دونوں میں مناسبت یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک کا ثبوت سنت سے ہے' قرآن مجید میں وتر کا ذکر ہے:

وَالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ۝ (الفجر: ٣) اور جفت اور طاق کی قسم۝

٩٩٠ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ' عَنْ نَّافِعٍ' وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ' عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَجُلًا سَاَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَلٰوةِ اللَّيْلِ' فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةُ اللَّيْلِ مَثْنٰى مَثْنٰى' فَاِذَا خَشِيَ اَحَدُكُمُ الصُّبْحَ صَلّٰى رَكْعَةً وَّاحِدَةً' تُوْتِرُ لَهٗ مَا قَدْ صَلّٰى.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع و عبداللہ بن دینار از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے رات کی نماز کے متعلق سوال کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رات کی نماز دو' دو رکعت پڑھو پس جب تم میں سے کسی کو صبح کی نماز کا خوف ہو تو وہ (آخری دوگانہ کے ساتھ) ایک رکعت پڑھے تو وہ اس کی تمام رکعت کو طاق کر دے گی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٤٧٢ میں گزر چکی ہے۔

ایک رکعت نمازِ وتر کے رد میں احادیث

امام شافعی رحمہ اللہ ایک رکعت نماز وتر کے قائل ہیں اور وہ اس حدیث کے ظاہری الفاظ سے استدلال کرتے ہیں' ہم یہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دُم کٹی نماز پڑھنے سے منع کیا ہے' اس لیے صرف ایک رکعت نماز وتر پڑھنا جائز نہیں ہے' اس لیے ہم اس حدیث کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ آپ آخری دوگانہ کے ساتھ ایک رکعت کو ملا کر اس نماز کو وتر کرتے تھے۔

امام ابن عبدالبر اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دُم کٹی نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے کہ کوئی شخص ایک رکعت وتر پڑھے۔ (تمہید ج ٥ ص ٢٥٧' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٩ھ)

اور امام نسائی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر کی دو رکعتیں پڑھ کر سلام نہیں پھیرتے تھے۔

(سنن نسائی: ١٦٩٤' دارالفکر بیروت' ١٤٢١ھ)

تین رکعت نماز وتر کے ثبوت میں احادیث

ابوسلمہ بن عبدالرحمان بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم رمضان میں کس طرح نماز پڑھتے تھے؟ حضرت عائشہ نے کہا: رمضان ہو یا غیر رمضان' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم گیارہ رکعات سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے' آپ چار رکعات پڑھتے' ان کے حسن اور طول کو نہ پوچھو' پھر چار رکعات پڑھتے' ان کے حسن اور طول کو نہ پوچھو' پھر تین رکعات پڑھتے' حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں: میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ وتر پڑھنے سے پہلے سو جاتے ہیں' آپ نے فرمایا: اے عائشہ! میری آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا۔

(صحیح البخاری: ٧٠٠٢' صحیح مسلم: ٧٣٨' سنن ابوداؤد: ١٣٤١' سنن ترمذی: ٤٣٩' سنن نسائی: ١٦٩٣)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تین رکعات وتر پڑھتے تھے' پہلی رکعت میں سورۃ ''سبح اسم ربك الاعلىٰ'' پڑھتے تھے' اور دوسری رکعت میں سورۃ ''قل یا ایها الکافرون'' پڑھتے تھے اور تیسری رکعت میں سورۃ ''قل هو الله احد'' پڑھتے تھے اور رکوع سے پہلے دعائے قنوت پڑھتے تھے اور وتر سے فارغ ہو کر تین مرتبہ ''سبحان الملك القدوس'' پڑھتے تھے۔ (سنن ابوداؤد: ١٤٢٣' سنن نسائی: ١٦٩٥' سنن ابن ماجہ: ١١٧١)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تین رکعات وتر پڑھتے تھے' پہلی رکعت میں سورۃ ''سبح اسم ربك الاعلىٰ'' پڑھتے تھے' دوسری رکعت میں سورۃ ''قل یا ایها الکافرون'' پڑھتے تھے اور تیسری رکعت میں سورۃ ''قل هو الله احد'' پڑھتے تھے۔ (سنن ترمذی: ٤٦٢' سنن نسائی: ١٦٩٨' سنن ابن ماجہ: ١١٧٢)

از محمد بن علی از والد خود از جد خود از نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم روایت ہے کہ آپ رات کو کھڑے ہوئے' آپ نے مسواک کی' پھر دو رکعت نماز پڑھی' پھر آپ سو گئے' پھر کھڑے ہوئے' پھر مسواک کی' پھر وضوء کیا' پس دو رکعت نماز پڑھی حتیٰ کہ چھ رکعت نماز پڑھی' پھر تین رکعات وتر پڑھے اور دو رکعت نماز پڑھی۔ (صحیح مسلم: ٦٣٧' سنن ابوداؤد: ٥٨)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس تھا' آپ کھڑے ہوئے' پس آپ نے وضوء کیا اور مسواک کی اور اس وقت آپ یہ آیت پڑھ رہے تھے حتیٰ کہ آپ اس کی قراءت سے فارغ ہو گئے:

''اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ'' (آل عمران: ١٩٠) پھر آپ نے دو رکعت نماز پڑھی' پھر آپ لوٹ کر سو گئے حتیٰ کہ میں نے آپ کے خراٹے سنے' پھر آپ کھڑے ہوئے' پس آپ نے وضوء کیا اور مسواک کی' پھر دو رکعت نماز پڑھی' پھر آپ سو گئے' پھر آپ کھڑے ہوئے' پس وضوء کیا اور مسواک کی' پھر دو رکعت نماز پڑھی اور تین رکعت وتر پڑھے۔ (سنن نسائی: ١٧٠٢-١٧٠١)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم رات کو اٹھ کر آٹھ رکعات نماز پڑھتے تھے اور تین رکعت وتر پڑھتے تھے اور نماز فجر سے پہلے دو رکعت نماز پڑھتے تھے۔ (سنن نسائی: ١٧٠٣)

٩٩١- وَعَنْ نَّافِعٍ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ كَانَ يُسَلِّمُ بَيْنَ الرَّكْعَةِ وَالرَّكْعَتَيْنِ فِي الْوِتْرِ، حَتّٰى يَاْمُرَ بِبَعْضِ حَاجَتِهٖ.

اور نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما وتر کی ایک رکعت اور دو رکعت کے درمیان سلام پھیرتے تھے حتیٰ کہ اپنی کسی ضرورت کا حکم دیتے تھے۔

ایک رکعت وتر پڑھنے کی حدیث کا جواب

امام ابوجعفر احمد بن محمد الطحاوی متوفی ۳۲۱ھ لکھتے ہیں:

اس اثر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما وتر کی ایک رکعت اور دو رکعت کے درمیان فصل کرتے تھے' اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حضرت ابن عمر کا فعل ہے اور حضرت ابن عمر کا قول اس کے خلاف ہے اور قول فعل پر راجح ہوتا ہے' وہ قول یہ ہے:

عقبہ بن مسلم بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے وتر کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے کہا: کیا تم دن کے وتر پہچانتے ہو؟ میں نے کہا: جی ہاں! وہ مغرب کی نماز ہے' انہوں نے فرمایا: تم نے سچ کہا' یا اچھا کہا' پھر کہا: ہم مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے' ایک آدمی کھڑا ہوا اور اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وتر کے متعلق یا تہجد کی نماز کے متعلق سوال کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: رات کی نماز دو' دو رکعت ہے' جب تمہیں صبح کا خوف ہو تو (آخری دوگانہ کے ساتھ) ایک رکعت ملا کر نماز کو وتر کر لو۔

(شرح معانی الآثار: ۱۶۲۷۔ ج ۱ ص ۳۶۲' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد حنفی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت ابن عمر نے فرمایا: کیا تم دن کے وتر کو پہچانتے ہو؟ اس کا معنی یہ ہے کہ وتر مغرب کی نماز کی مثل ہے اور مغرب کی نماز ایک سلام کے ساتھ تین رکعت ہے' حضرت ابن عمر کا یہ قول اس پر دلالت کرتا ہے کہ ان کے نزدیک وتر بھی ایک سلام کے ساتھ تین رکعت ہے جس طرح مغرب کی نماز ہے' پھر اس کے بعد انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ حدیث بیان کی کہ جب تم کو صبح ہونے کا خوف ہو تو نماز کو ایک رکعت کے ساتھ وتر کر لو یعنی اس ایک رکعت سے پہلے جو دوگانہ پڑھا ہے اس کے ساتھ اس ایک رکعت کو ملا کر اس کو وتر کر لو' اور اس معنی کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے:

عامر شعبی بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم سے سوال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کو کتنی نماز پڑھتے تھے؟ انہوں نے کہا: تیرہ رکعات' آٹھ رکعت (تہجد) اور تین رکعت وتر پڑھتے اور فجر کا وقت شروع ہونے کے بعد دو رکعت (سنت فجر) پڑھتے تھے۔ (سنن ابن ماجہ: ۱۳۶۱' موطا امام مالک' صلوۃ اللیل: ۱۰' مسند احمد ج ۵ ص ۲۸۔ ۲۷)

(نخب الافکار فی تنقیح مبانی الاخبار فی شرح شرح معانی الآثار ج ۳ ص ۳۱۰' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

ایک رکعت وتر کے رد میں مزید احادیث' اور صحابہ اور فقہاء تابعین کے آثار

حسن بصری بیان کرتے ہیں کہ مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ وتر تین رکعت ہیں اور ان کے صرف آخر میں سلام پھیرا جاتا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۰۲' مجلس علمی' بیروت' ۱۴۲۷ھ' مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۳۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

ہشام بن الغاز بیان کرتے ہیں کہ مکحول تین رکعت وتر پڑھتے تھے اور صرف ان کے آخر میں سلام پھیرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۰۶' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۳۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ سعید بن المسیب نے کہا کہ وتر کی دو رکعتوں میں سلام نہیں پھیرا جاتا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۰۷' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۳۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

حماد بیان کرتے ہیں کہ مجھے ابراہیم النخعی نے وتر کی دو رکعتوں میں سلام پھیرنے سے منع کیا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۰۸' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۳۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

زیاد بن ابی مسلم بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابوالعالیہ اور خلاس سے وتر کے متعلق سوال کیا' انہوں نے کہا: اس کو اس طرح پڑھو

جس طرح مغرب کی نماز پڑھتے ہو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ٦٩٠٩ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ٦٨٣٩ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت)

ثابت بیان کرتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ نے تین رکعت نماز وتر پڑھی اور صرف ان کے آخر میں سلام پھیرا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ٦٩١٠ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ٦٨٤٠ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت)

ابواسحاق بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کے اصحاب وتر کی دو رکعتوں میں سلام نہیں پھیرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ٦٩١١ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ٦٨٤١ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر کی دو رکعتوں میں سلام نہیں پھیرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ٦٩١٢ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ٦٨٤٢ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت)

تین رکعت وتر کے ثبوت میں صحابہ کرام اور فقہاء تابعین کے آثار

عبدالرحمٰن بن یزید بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ نے کہا: وتر مغرب کی نماز کی مثل تین رکعت ہیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ٦٨٨٩ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ٦٨٣٢ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' مصنف عبدالرزاق: ٤٦٣٥ 'سنن دارقطنی ج ٢ ص ٢٨)

ابن سباق بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ نے رات کو حضرت ابوبکر رضی اللہ کو دفن کیا' پھر مسجد میں داخل ہوئے' پس تین رکعات وتر پڑھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ٦٨٩١ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ٦٨٢٢ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت)

حمید بیان کرتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ تین رکعات وتر پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ٦٨٩٣ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ٦٨٢٣ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت)

عبدالرحمان بن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تین رکعت پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ٦٨٩٤ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ٦٨٢٤ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت)

زاذان ابی عمر بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ٦٨٩٥ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ٦٨٢٥ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت)

ابوغالب بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوامامہ رضی اللہ تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ٦٨٩٦ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ٦٨٢٦ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت)

عثمان بن غیاث بیان کرتے ہیں کہ حضرت جابر بن زید کہتے تھے کہ وتر تین رکعت ہیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ٦٨٩٩ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ٦٨٢٩ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت)

طلق بن معاویہ بیان کرتے ہیں کہ علقمہ نے کہا: وتر تین رکعت ہیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ٦٩٠٠ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ٦٨٣٠ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت)

اسماعیل بن عبدالملک نے کہا کہ سعید بن جبیر تین رکعت وتر پڑھتے تھے اور وتر میں رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ٦٩٠٥ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ٦٨٣٥ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت)

ابوسلمہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ٦٩١٣ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ٦٨٤٣ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت)

زاذان بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ٦٩١٤ مجلس علمی بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ٦٨٤٣ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت)

٩٩٢ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ مَخْرَمَةَ بْنِ سُلَيْمَانَ، عَنْ كُرَيْبٍ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ بَاتَ عِنْدَ مَيْمُونَةَ، وَهِيَ خَالَتُهُ، فَاضْطَجَعْتُ فِي عَرْضِ الْوِسَادَةِ، وَاضْطَجَعَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَهْلُهُ فِي طُولِهَا، فَنَامَ حَتَّى انْتَصَفَ اللَّيْلُ، أَوْ قَرِيبًا مِنْهُ، فَاسْتَيْقَظَ يَمْسَحُ النَّوْمَ عَنْ وَجْهِهِ، ثُمَّ قَرَأَ عَشْرَ آيَاتٍ مِنْ آلِ عِمْرَانَ، ثُمَّ قَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى شَنٍّ مُعَلَّقَةٍ، فَتَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوءَ، ثُمَّ قَامَ يُصَلِّي، فَصَنَعْتُ مِثْلَهُ، فَقُمْتُ إِلَى جَنْبِهِ، فَوَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى رَأْسِي، وَأَخَذَ بِأُذُنِي يَفْتِلُهَا، ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ أَوْتَرَ، ثُمَّ اضْطَجَعَ حَتَّى جَاءَهُ الْمُؤَذِّنُ، فَقَامَ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ خَرَجَ فَصَلَّى الصُّبْحَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از مالک از مخرمہ بن سلیمان از کریب' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کو خبر دی کہ انہوں نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے ہاں رات گزاری اور وہ ان کی خالہ تھیں' (حضرت ابن عباس نے کہا:) پس میں بستر کی چوڑائی میں سو گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی اہلیہ بستر کی لمبائی میں لیٹ گئے' پس آپ سو گئے حتیٰ کہ آدھی رات یا اس کے قریب ہوگئی' پس آپ بیدار ہوئے اور آپ چہرے پر ہاتھ پھیر کر نیند کو دور کر رہے تھے' پھر آپ نے سورۂ آل عمران کی دس آیات پڑھیں' ایک مشک لٹکی ہوئی تھی' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طرف کھڑے ہوئے تھے' پس آپ نے اس سے اچھی طرح وضوء کیا' پھر آپ نے کھڑے ہو کر نماز پڑھی' پس میں نے بھی اسی طرح کیا' پس میں آپ کے پہلو کی طرف کھڑا ہو گیا' آپ نے اپنا دایاں ہاتھ میرے سر پر رکھا اور میرے کان کو ملنے لگے' پھر آپ نے دو رکعت پڑھیں' پھر دو رکعت پڑھیں' پھر دو رکعت پڑھیں' پھر دو رکعت پڑھیں' پھر دو رکعت پڑھیں' پھر دو رکعت پڑھیں' پھر آپ نے وتر پڑھے' پھر آپ لیٹ گئے' حتیٰ کہ آپ کے پاس مؤذن آیا' پس آپ نے کھڑے ہو کر دو رکعت (سنت فجر) پڑھیں' پھر آپ نے باہر نکل کر فجر کی نماز پڑھائی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١١٧ میں گزر چکی ہے۔

٩٩٣ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرٌو أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ الْقَاسِمِ حَدَّثَهُ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةُ اللَّيْلِ مَثْنٰى مَثْنٰى، فَإِذَا أَرَدْتَ أَنْ تَنْصَرِفَ فَارْكَعْ رَكْعَةً تُوْتِرُ لَكَ مَا صَلَّيْتَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن سلیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابن وہب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عمرو نے خبر دی کہ ان کو عبد الرحمان بن القاسم نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رات کی نماز دو' دو رکعت ہے' پس جب تم نماز سے مڑنے کا ارادہ کرو تو (آخری دوگانہ کے ساتھ ملا کر) ایک رکعت پڑھ لو وہ تمہاری تمام نماز کو وتر کر دے گا۔

قَالَ الْقَاسِمُ وَرَأَيْنَا أُنَاسًا مُنْذُ أَدْرَكْنَا، يُوْتِرُوْنَ بِثَلَاثٍ، وَإِنَّ كُلًّا لَوَاسِعٌ، أَرْجُوْا أَنْ لَّا يَكُوْنَ بِشَيْءٍ

قاسم نے کہا: جب سے ہماری عقل پختہ ہوئی ہم نے لوگوں کو دیکھا ہے وہ تین رکعت وتر پڑھتے ہیں اور بے شک ہر طرح

مِنْهُ بَأْسٌ.

گنجائش ہے اور مجھے امید ہے ان میں سے کسی میں حرج نہیں ہے (یعنی خواہ ایک رکعت پڑھی جائے خواہ تین رکعت پڑھی جائے)۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۷۲ اور ۹۹۱ میں گزر چکی ہے۔

٩٩٤ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ أَنَّ عَائِشَةَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي إِحْدٰى عَشْرَةَ رَكْعَةً، كَانَتْ تِلْكَ صَلٰوتَهُ، تَعْنِي بِاللَّيْلِ، فَيَسْجُدُ السَّجْدَةَ مِنْ ذٰلِكَ قَدْرَ مَا يَقْرَأُ أَحَدُكُمْ خَمْسِيْنَ آيَةً، قَبْلَ أَنْ يَرْفَعَ رَأْسَهُ، وَيَرْكَعُ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلٰوةِ الْفَجْرِ، ثُمَّ يَضْطَجِعُ عَلٰى شِقِّهِ الْأَيْمَنِ، حَتّٰى يَأْتِيَهُ الْمُؤَذِّنُ لِلصَّلٰوةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری از عروہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کو خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گیارہ رکعات پڑھتے تھے' ان کی مراد تھی رات کو' آپ اتنی دیر تک سجدہ کرتے جتنی دیر میں تم میں سے کوئی شخص پچاس آیتیں پڑھتا ہے' اس سے پہلے کہ آپ سجدہ سے سر اٹھاتے اور آپ نماز فجر سے پہلے دو رکعت پڑھتے' پھر آپ دائیں کروٹ پر لیٹ جاتے حتیٰ کہ آپ کے پاس نماز کے لیے مؤذن آتا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۶۲۶ میں گزر چکی ہے۔

٢ - بَابُ سَاعَاتِ الْوِتْرِ

وتر پڑھنے کے اوقات

قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ أَوْصَانِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْوِتْرِ قَبْلَ النَّوْمِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ وصیت کی ہے کہ میں سونے سے پہلے وتر پڑھ لوں۔

اس تعلیق کی اصل اس حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے تین چیزوں کی وصیت کی ہے: (۱) ہر مہینہ میں تین روزے رکھنا (۲) چاشت کی نماز پڑھنا (۳) اور یہ کہ میں سونے سے پہلے وتر پڑھوں۔ (صحیح البخاری: ۱۹۸۱۔ ۱۱۷۸)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ وصیت اس لیے کی تھی کہ مبادا رات کو آنکھ نہ کھلے اور وتر رہ جائیں' اس لیے بہتر ہے کہ سونے سے پہلے وتر پڑھ لیے جائیں' اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے جس شخص کو یہ خطرہ ہو کہ رات کے آخر میں وہ بیدار نہیں ہو سکے گا' وہ اوّل رات میں وتر پڑھ لے' پھر سو جائے اور تم میں سے جس کو یہ امید ہو کہ وہ رات کے آخر میں بیدار ہوگا' وہ رات کے آخر میں وتر پڑھے کیونکہ رات کے آخر میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور وہ وقت افضل ہے۔

(صحیح مسلم: ۷۵۵' سنن ترمذی: ۴۱۷' سنن ابن ماجہ: ۱۱۸۷' مسند احمد ج ۳ ص ۳۸۹)

٩٩٥ - حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ سِيْرِيْنَ، قَالَ قُلْتُ لِابْنِ عُمَرَ أَرَأَيْتَ الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلٰوةِ الْغَدَاةِ، أُطِيْلُ فِيْهِمَا الْقِرَاءَةَ؟ فَقَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ مَثْنٰى مَثْنٰى، وَيُوْتِرُ بِرَكْعَةٍ، وَيُصَلِّي

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالنعمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں انس بن سیرین نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا: یہ بتائیے کہ ہم صبح کی نماز سے پہلے کی دو رکعت (سنت فجر) میں لمبی قراءت کر لیا کریں؟

الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلٰوةِ الْغَدَاةِ وَكَاَنَّ الْاَذَانَ بِاُذُنَيْهِ . قَالَ حَمَّادٌ اَىْ بِسُرْعَةٍ.

تو انہوں نے بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم رات کو دو دو رکعت نماز پڑھتے تھے اور ایک رکعت (کو ملا کر) وتر پڑھتے تھے اور صبح کی نماز سے پہلے دو رکعت پڑھتے تھے اور اذان آپ کے کانوں میں ہوتی تھی۔ حماد نے کہا: یعنی جلدی جلدی پڑھتے تھے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ٤٧٢ اور ٩٩١ میں گزر چکی ہے۔

٩٩٦ - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبِىْ قَالَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنِىْ مُسْلِمٌ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُلَّ اللَّيْلِ اَوْتَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَانْتَهٰى وِتْرُهٗ اِلَى السَّحَرِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے مسلم نے حدیث بیان کی از مسروق از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کے ہر حصہ میں وتر پڑھے ہیں اور آپ کے وتر کی انتہاء سحری کے وقت میں تھی۔

(صحیح مسلم: ٧٤٥' الرقم المسلسل: ١٧٠٥' سنن ابوداؤد: ١٤٣٥' سنن ترمذی: ٤٥٦' سنن نسائی: ١٦٨٠' مصنف ابن ابی شیبہ ج ٢ ص ٢٨٦' مسند الحمیدی: ١٨٨' المنتقی: ٢٦٨' سنن بیہقی ج ٣ ص ٣٥' مسند احمد ج ٦ ص ٤٦ طبع قدیم' مسند احمد: ٢٤١٨٨- ج ٤٠ ص ٢٢٠' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' مسند الطحاوی: ٤٢٧٧)

حدیث مذکور کے رجال

(١) عمر بن حفص النخعی الکوفی (٢) ان کے والد حفص بن غیاث بن طلق بن معاویہ ابوعمرو النخعی الکوفی (٣) سلیمان الاعمش (٤) مسلم بن صبیح ابوالضحیٰ الکوفی (٥) مسروق بن عبدالرحمان' ان کو ابن الاجدع کہا جاتا ہے اور یہ عبدالرحمٰن الکوفی کا لقب ہے (٦) حضرت عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا۔ (عمدۃ القاری ج ٧ ص ١٣)

رات کے مختلف اوقات میں وتر پڑھنے کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

وتر کا کوئی مقرر اور معین وقت نہیں ہے کہ اس وقت کے سوا دوسرے وقت میں وتر پڑھنا جائز نہ ہوں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کے ہر حصہ میں وتر پڑھے ہیں جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہے۔

متقدمین کا وتر کے وقت میں اختلاف رہا ہے' حضرت ابوبکر صدیق' حضرت عثمان بن عفان' حضرت ابوہریرہ اور حضرت رافع بن خدیج رات کے اوّل حصہ میں وتر پڑھتے تھے اور حضرت عمر بن الخطاب' حضرت علی بن ابی طالب' حضرت ابن مسعود' حضرت ابوالدرداء' حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم اور فقہاء تابعین کی ایک جماعت رات کے آخری حصہ میں وتر پڑھتی تھی' امام مالک' ثوری' فقہاء احناف اور جمہور علماء نے اسی کو مستحب قرار دیا ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جب رات کے ہر حصہ میں وتر پڑھنا مستحب ہے تو اس حدیث کی کیا توجیہ ہوگی جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ وصیت کی تھی کہ وہ سونے سے پہلے وتر پڑھ لیا کریں۔ (صحیح البخاری: ١٩٨١) اس کا جواب یہ ہے کہ یہ دونوں حدیثیں صحیح ہیں' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوہریرہ کو یہ اختیار دیا ہے کہ جب ان کو یہ خطرہ ہو کہ ان پر نیند غالب آ جائے گی تو وہ سونے سے پہلے وتر پڑھ لیا کریں تاکہ ان کے وتر یقینی طور پر ادا ہو جائیں' حضرت ابوقتادہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا: اے ابوبکر! تم وتر کس وقت پڑھتے ہو؟ انہوں نے کہا: رات کے اوّل حصہ میں اور حضرت عمر سے فرمایا: تم وتر کب پڑھتے ہو' انہوں نے کہا: رات کے آخری حصہ میں' آپ نے حضرت ابوبکر سے فرمایا: تم نے یقینی چیز پر عمل کیا ہے اور حضرت عمر سے فرمایا: تم نے اپنی قوت پر عمل کیا ہے۔ (سنن ابوداؤد: ١٤٣٤) (شرح ابن بطال ج ٢ ص ٦٥٥' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ١٦٣٣۔ ج ٢ ص ٥٧٤ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

٣ - بَابُ اِيْقَاظِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَهْلَهُ بِالْوِتْرِ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے گھر والوں کو وتر کے لیے بیدار کرنا

٩٩٧ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ وَاَنَا رَاقِدَةٌ، مُعْتَرِضَةً عَلٰى فِرَاشِهٖ، فَاِذَا اَرَادَ اَنْ يُّوْتِرَ اَيْقَظَنِيْ فَاَوْتَرْتُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے اور میں آپ کے بستر کی چوڑائی میں سو رہی تھی' پس جب آپ وتر پڑھنے کا ارادہ کرتے تو مجھے بیدار کر دیتے' پھر میں وتر پڑھتی۔

اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ اپنی بیوی کو وتر کی نماز کے لیے بیدار کرنا مستحب ہے جب کہ وہ وتر پڑھنے سے پہلے سو گئی ہو اور اس میں وتر کی نماز کی تاکید کا ثبوت ہے اور اس آیت پر عمل ہے:

وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ. (طٰہٰ: ١٣٢) اور اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دیجئے۔

اور اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ عورتوں پر بھی وتر کی نماز پڑھنا واجب ہے' اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ٣٨٢ میں گزر چکی ہے۔

٤ - بَابٌ لِيَجْعَلْ اٰخِرَ صَلٰوتِهٖ وِتْرًا

(رات کو) اپنی آخری نماز وتر کو بنانا چاہیے

٩٩٨ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِيْ نَافِعٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اجْعَلُوْا اٰخِرَ صَلٰوتِكُمْ بِاللَّيْلِ وِتْرًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی از عبید اللہ' انہوں نے کہا: مجھے نافع نے حدیث بیان کی از عبد اللہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم کہ آپ نے فرمایا: رات کو اپنی آخری نماز وتر کو بناؤ۔

(صحیح مسلم: ٧٥١' الرقم المسلسل: ١٧٢٣' سنن ابوداؤد: ١٤٣٨' سنن نسائی: ١٦٨٠' مسند الطحاوی: ٣٠٢٠)

وتر کے واجب یا سنت ہونے میں ائمہ مذاہب کا اختلاف اور علامہ ابن بطال کے وجوب کے خلاف دلائل

اس حدیث میں امر کا صیغہ ہے: رات کو اپنی آخری نماز وتر کو بناؤ' اور امر وجوب کے لیے ہوتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ وتر کی نماز پڑھنا واجب ہے۔

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

وتر کے واجب ہونے میں متقدمین کا اختلاف ہے' حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہما سے مروی ہے

کہ وتر سنت ہے' سعید بن المسیب' حسن بصری' شعبی اور ابن شہاب سے بھی اسی کی مثل مروی ہے اور یہی امام مالک' ثوری' امام ابو یوسف' امام محمد اور امام شافعی اور عامۃ الفقہاء کا مذہب ہے۔

اور ایک جماعت کا یہ مذہب ہے کہ وتر کی نماز واجب ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد ہے: اے اہل القرآن! وتر پڑھو۔
(سنن ابوداؤد: ۱۴۱۶)

حضرت ابن مسعود اور حضرت حذیفہ سے بھی یہی مروی ہے اور یہی النخعی کا قول ہے' اور ایک جماعت کا یہ مذہب ہے کہ وتر واجب ہے اور اس کا ترک کرنا جائز نہیں ہے اور یہی امام ابو حنیفہ کا قول ہے کیونکہ نبی ﷺ نے وتر کا حکم دیا ہے اور امر وجوب کے لیے آتا ہے اور نبی ﷺ نے فرمایا: وتر حق ہے اور جس نے وتر نہیں پڑھے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

علامہ طبری نے کہا ہے کہ ان فقہاء کا قول صحیح ہے جنہوں نے وتر کی نماز کو سنت کہا ہے کیونکہ سب کا اس پر اجماع ہے کہ فرض نمازیں صرف پانچ ہیں' اگر وتر بھی فرض ہوں تو فرض نمازیں چھ ہو جائیں گی۔

نبی ﷺ نے جو فرمایا: وتر حق ہے' اس کا معنی یہ ہے کہ وتر کا سنت ہونا برحق ہے اور آپ نے یہ جو فرمایا ہے: جس نے وتر نہیں پڑھے وہ ہم میں سے نہیں ہے' یہ ترغیب کے لیے ہے' اس کا معنی یہ ہے کہ وہ ہماری سنت پر عمل کرنے والا نہیں ہے اور ہماری اقتداء کرنے والا نہیں ہے' جیسے آپ نے فرمایا: جو خوش الحانی سے قرآن نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں ہے اور آپ نے اس کلام سے اس کو اسلام سے نکالنے کا ارادہ نہیں کیا۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۶۵۵-۶۵۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ ابن بطال کے دلائل کے مصنف کی طرف سے جوابات

علامہ ابن بطال مالکی نے علامہ طبری سے یہ نقل کیا ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ فرض نمازیں پانچ ہیں' اگر وتر کو بھی فرض کہا جائے تو فرض نمازیں چھ ہو جائیں گی' یہ ہمارے خلاف نہیں ہے کیونکہ ہم وتر کو فرض نہیں کہتے واجب کہتے ہیں۔

اور حدیث میں ہے: جس نے وتر نہیں پڑھے وہ ہم میں سے نہیں ہے' اس کا علامہ ابن بطال نے یہ جواب دیا ہے کہ یہ اس طرح ہے جس طرح آپ نے فرمایا ہے: جو خوش الحانی سے قرآن نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں ہے' علامہ ابن بطال کا یہ جواب صحیح نہیں ہے کیونکہ اس سے پہلے آپ نے فرمایا ہے: وتر حق ہے یعنی واجب ہے اور خوش الحانی کے متعلق آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ وہ حق ہے یعنی واجب ہے' نیز آپ نے وتر پڑھنے کا حکم دیا ہے اور امر وجوب کے لیے آتا ہے' اور اس تقریر سے علامہ ابن بطال کے جوابات ساقط ہو گئے۔

وتر کے وجوب پر احادیث اور آثار

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: صبح ہونے سے پہلے وتر پڑھو۔
(صحیح مسلم: ۷۵۴' سنن ترمذی: ۴۶۷' سنن نسائی: ۱۶۸۳' مسند احمد ج ۳ ص ۱۳۹)

اس حدیث سے وجہ استدلال یہ ہے کہ اس حدیث میں نبی ﷺ نے وتر پڑھنے کا حکم دیا ہے اور امر وجوب کے لیے آتا ہے۔
حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے اہل قرآن! وتر پڑھو کیونکہ اللہ وتر ہے' وتر کو پسند فرماتا ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۴۱۶' سنن ترمذی: ۴۵۳' ۱۶۷۴' مسند احمد ج ۱ ص ۸۶)

اس حدیث میں بھی نبی ﷺ نے وتر پڑھنے کا حکم دیا ہے:
عبد اللہ بن بریدہ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: وتر حق ہے'

جس نے وتر نہیں پڑھے وہ ہم میں سے نہیں ہے' وتر حق ہے جس نے وتر نہیں پڑھے وہ ہم میں سے نہیں ہے' وتر حق ہے جس نے وتر نہیں پڑھے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ (سنن ابوداؤد:١٤١٩' سنن بیہقی ج ٢ ص ٤٧٠' مصنف ابن ابی شیبہ ج ٢ ص ٢٩٧)

اس حدیث سے وتر کے وجوب پر اس طرح استدلال ہے کہ نبی ﷺ نے شدید تاکیدات کے ساتھ فرمایا' جس نے وتر نہیں پڑھے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص وتر سے سو گیا یا بھول گیا تو جب اس کو یاد آئے پس وہ وتر پڑھے یا جب وہ بیدار ہو تو وتر پڑھے۔ (سنن ابوداؤد:١٤٣١' سنن ترمذی:٤٦٥' سنن ابن ماجہ:١١٨٨' مسند احمد ج ٣ ص ٣١)

اس حدیث سے وجہ استدلال یہ ہے کہ نبی ﷺ نے وتر کی نماز کی قضاء کرنے کا حکم دیا ہے اور قضاء واجب کی ہوتی ہے' سنت کی قضاء نہیں ہوتی۔

حضرت ابوالولید العدوی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نکل کر ہمارے پاس آئے اور فرمایا: بے شک اللہ عزوجل نے تم پر ایک نماز بڑھا دی ہے اور وہ تمہارے لیے سرخ اونٹوں سے زیادہ بہتر ہے اور وہ وتر ہے اور اس کو تمہارے لیے عشاء سے طلوع فجر تک کے وقت میں کر دیا ہے۔

(سنن ابوداؤد:١٤١٨' سنن ترمذی:٤٥٢' سنن ابن ماجہ:١١٦٨' مصنف ابن ابی شیبہ:٦٩٢٨' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ:٦٨٥٥' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

عمرو بن شعیب اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ عزوجل نے تمہاری ایک نماز زیادہ کر دی ہے اور وہ وتر کی نماز ہے۔ (مسند احمد ج ٢ ص ٢٠٦۔١٨٠' مصنف ابن ابی شیبہ:٦٩٢٩' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ:٦٨٥٦' دارالکتب العلمیہ' بیروت' مسند ابوداؤد الطیالسی:٢٢٦٣' سنن الدارقطنی ج ٢ ص ٣١)

عطاء بن یزید بیان کرتے ہیں کہ ابوایوب نے کہا: وتر حق ہے یا واجب ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:٦٩٣٠' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ:٦٨٥٩' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

ابراہیم بن میسرہ بیان کرتے ہیں کہ مجاہد نے کہا کہ وتر واجب ہے اور وہ تم پر فرض نہیں کیا گیا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:٦٩٣١' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ:٦٨٦٠' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے وتر نہیں پڑھے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

(مسند احمد ج ٢ ص ٤٤٣' مصنف ابن ابی شیبہ:٦٩٣٢' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ:٦٨٦١' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

مجبر بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اگر مجھے سرخ اونٹ بھی مل جائیں تو میں وتر کو ترک کرنا پسند نہیں کرتا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ:٦٩٣٣' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ:٦٨٦٢' دارالکتب العلمیہ' بیروت' مصنف عبدالرزاق:٤٥٧٨' کتاب الآثار لابی یوسف:٣٤٢' کتاب الآثار لامام محمد:١٢٣' الحجۃ علی اہل المدینہ:٢٦٠)

عبداللہ بن بریدہ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وتر حق ہے' جس نے وتر نہیں پڑھے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ (سنن ابوداؤد:١٤١٩' مسند احمد ج ٥ ص ٣٥٧' مصنف ابن ابی شیبہ:٦٩٣٤' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ:٦٨٦٣' دارالکتب العلمیہ' بیروت' المستدرک ج ١ ص ٣٠٥' تاریخ کبیر للبخاری:٥' ١٢٤٣' الکامل لابن عدی: ج ٣ ص ١٢٣٦' تلخیص الحبیر ج ٢ ص ٢١)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ وتر ہے' وتر سے محبت کرتا ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:٦٩٣٥' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ:٦٨٦٤' دارالکتب العلمیہ' بیروت' مسند احمد ج ٢ ص ٢٩١۔٢٩٠' سنن دارمی:

١٥٨٠' صحیح ابن خزیمہ:١٠٧١' صحیح البخاری:١٠٦٤١' صحیح مسلم:٢٠٦٣' سنن نسائی:٧٦٥٩' سنن ابن ماجہ:٣٨٦١)

* باب مذکور کی حدیث'شرح صحیح مسلم:١٦٥٢۔ ج ٢ ص ٣٦٤ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

٥ - بَابُ الْوِتْرِ عَلَى الدَّابَّةِ

سواری پر وتر پڑھنا

٩٩٩ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ يَسَارٍ أَنَّهُ قَالَ كُنْتُ أَسِيرُ مَعَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ بِطَرِيقِ مَكَّةَ، فَقَالَ سَعِيدٌ فَلَمَّا خَشِيتُ الصُّبْحَ نَزَلْتُ فَأَوْتَرْتُ، ثُمَّ لَحِقْتُهُ، فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ أَيْنَ كُنْتَ؟ فَقُلْتُ خَشِيتُ الصُّبْحَ فَنَزَلْتُ فَأَوْتَرْتُ، فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ أَلَيْسَ لَكَ فِي رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ؟ فَقُلْتُ بَلٰى وَاللّٰهِ، قَالَ فَإِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُوتِرُ عَلَى الْبَعِيرِ.

[اطراف الحدیث:١٠٠٠۔١٠٩٥۔١٠٩٦۔١٠٩٨۔١١٠٥]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از ابوبکر بن عمر بن عبد الرحمن بن عبد اللہ بن عمر بن الخطاب از سعید بن یسار' انہوں نے بیان کیا کہ میں رات کو حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ مکہ کے راستہ میں جا رہا تھا' پس سعید نے کہا: جب مجھے صبح ہونے کا خوف ہوا تو میں سواری سے اترا' پھر میں نے وتر پڑھے' پھر میں ان سے مل گیا' پس حضرت عبد اللہ بن عمر نے پوچھا: تم کہاں تھے؟ میں نے کہا: مجھے صبح ہونے کا خوف ہوا تو میں نے سواری سے اتر کر وتر پڑھے' پس حضرت عبد اللہ نے کہا: کیا تمہارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں عمدہ نمونہ نہیں ہے؟ میں نے کہا: کیوں نہیں! اللہ کی قسم! انہوں نے کہا: پس بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اونٹ پر وتر پڑھتے تھے۔

(صحیح مسلم:٧٠٠' الرقم المسلسل:١٥٨٦' سنن ترمذی:٤٧٢' سنن نسائی:١٦٨٤' سنن ابن ماجہ:١٢٠٠' مصنف ابن ابی شیبہ ج ٢ ص ٢٩٤' صحیح ابن خزیمہ:١٢٦٧' سنن بیہقی ج ٢ ص ٤' السنن الکبریٰ:١٠٩٩٧' مسند ابویعلیٰ:٥٦٤٧' مسند احمد ج ٢ ص ٢٠ طبع قدیم' مسند احمد:٤٧١٤۔ ج ٨ ص ٣٣٧' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' مسند الطحاوی:١٤٠١١)

حدیث مذکور کے رجال

(١) اسماعیل بن ابی اویس' ابو اویس کا نام عبد اللہ ہے' یہ امام مالک بن انس کے بھانجے ہیں (٢) امام مالک بن انس (٣) ابوبکر بن عمر' ابن حبان نے کہا: یہ ثقہ ہیں' ابوحاتم نے کہا: ان میں کوئی حرج نہیں (٤) سعید بن یسار ابو الحباب' یہ علماء مدینہ میں سے ہیں' یہ ١١٧ھ میں فوت ہو گئے تھے (٥) حضرت عبد اللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ٧ ص ١٩)

سواری پر وتر پڑھنے کے متعلق فقہاء مالکیہ کے دلائل

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

علامہ طبری نے کہا ہے: یہ حدیث امام ابوحنیفہ کے خلاف حجت ہے کیونکہ وہ وتر کو واجب قرار دیتے ہیں اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ بغیر عذر کے فرض نماز کو سواری پر پڑھنا جائز نہیں ہے' اور اگر وتر فرض ہوتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بغیر عذر کے وتر سواری پر نہ پڑھتے۔

اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ مجاہد نے یہ نقل کیا ہے کہ میں حضرت ابن عمر کے ساتھ تھا' وہ سفر میں دو رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے اور سواری کی پشت پر نوافل پڑھتے تھے اور فجر سے پہلے زمین پر اتر کر وتر پڑھتے تھے' اور ابراہیم النخعی نے کہا: وہ اپنے اونٹ

پر نماز پڑھتے تھے' اونٹ کا منہ جس طرف بھی ہو سوا فرض اور وتر کے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابن عمر کے فعل میں امام ابو حنیفہ کی کوئی دلیل نہیں ہے' کیونکہ ہو سکتا ہے کہ حضرت ابن عمر نے فضیلت کے حصول کے لیے زمین پر اتر کر وتر پڑھے ہوں' نہ اس لیے کہ وتر ان کے نزدیک واجب تھے کیونکہ صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ حضرت ابن عمر نے اپنے اونٹ پر وتر پڑھے ہیں' حضرت علی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم بھی اسی کی مثل کرتے تھے۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ حضرت ابن عمر کے سواری سے اتر کر وتر پڑھنے کی کیا وجہ تھی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابن عمر کے علم میں یہ مقرر تھا کہ نفل سواری پر پڑھنا بھی جائز ہے اور سواری سے اتر کر زمین پر پڑھنا افضل ہے اور یہ فقہاء احناف کے خلاف حجت ہے۔

امام مالک' امام شافعی اور امام احمد نے کہا ہے کہ اس حدیث کی اتباع میں سواری پر وتر پڑھنے چاہئیں۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۶۶۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

سواری پر وتر پڑھنے کے منسوخ ہونے کا بیان

امام ابو جعفر احمد بن محمد الطحاوی متوفی ۳۲۱ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سواری پر وتر پڑھتے تھے۔ (شرح معانی الآثار: ۲۴۲۵)

امام طحاوی فرماتے ہیں: ایک قوم کا یہ مذہب ہے کہ مسافر کے لیے سواری پر وتر پڑھنا جائز ہے جیسا کہ باقی نوافل کا سواری پر پڑھنا جائز ہے' اور دوسرے فقہاء نے اس کی مخالفت کی ہے اور کہا ہے کہ سواری پر وتر پڑھنا جائز نہیں ہے جیسا کہ فرائض کو سواری پر پڑھنا جائز نہیں ہے اور وتر کو سواری سے اتر کر زمین پر پڑھنا چاہیے اور ان کی دلیل یہ احادیث ہیں:

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سواری پر نماز پڑھتے تھے اور وتر زمین پر پڑھتے تھے اور وہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اسی طرح کرتے تھے۔ (شرح معانی الآثار: ۲۴۲۶)

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سفر میں اپنے اونٹ پر نماز پڑھتے تھے' وہ جس طرف بھی منہ کرے اور سحری کے وقت سواری سے اتر کر وتر پڑھتے تھے۔ (شرح معانی الآثار: ۲۴۲۸)

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر سواری پر وتر پڑھتے تھے اور بعض اوقات سواری سے اتر کر زمین پر وتر پڑھتے تھے۔

(شرح معانی الآثار: ۲۴۳۱)

امام طحاوی فرماتے ہیں: یہ ہو سکتا ہے کہ مجاہد نے حضرت ابن عمر کو زمین پر وتر پڑھتے ہوئے دیکھا ہو اور یہ نہ جانا ہو کہ سواری پر وتر پڑھنے کے متعلق ان کا مذہب کیا ہے' لہٰذا انہوں نے یہ روایت کر دی کہ حضرت ابن عمر نے سواری سے اتر کر زمین پر وتر پڑھے' اور اس سے ان کے سواری پر وتر پڑھنے کی نفی نہیں ہوتی اور ہمارے نزدیک اس کی توجیہ یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وتر کو مؤکد اور واجب قرار دینے سے پہلے سواری پر وتر پڑھے ہوں اور جب آپ نے وتر کو واجب قرار دے دیا تو پھر اس کو ترک کرنے کی اجازت نہیں دی اور اس کی دلیل یہ احادیث ہیں:

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کو نماز پڑھ رہے تھے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کے سامنے بستر کے عرض میں لیٹی ہوئی تھیں' جب آپ وتر پڑھنے کا ارادہ کرتے تو آپ ان کو ایک طرف ہونے کا اشارہ کرتے اور فرماتے: یہ وہ نماز ہے جس کو (میرے کہنے سے) تم نے زیادہ کر دیا ہے۔ (شرح معانی الآثار: ۲۴۳۲)

خارجہ بن حذافہ العدوی بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ نے ایک نماز کے ساتھ تمہاری امداد کی ہے جو تمہارے لیے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے' عشاء کی نماز سے طلوع فجر تک وہ وتر ہے' وتر ہے۔

(شرح معانی الآثار: ٢٤٣٤)

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ کے ایک صحابی نے یہ خبر دی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: بے شک اللہ نے تمہاری ایک نماز زیادہ کر دی ہے' پس اس کو عشاء سے صبح تک پڑھو' وہ وتر ہے' وتر۔ (شرح معانی الآثار: ٢٤٣٦)

امام طحاوی فرماتے ہیں: پس نبی ﷺ نے وتر کو مؤکد فرما دیا اور کسی کو اس کے ترک کرنے کی اجازت نہیں دی' اور اس سے پہلے اس کی اس طرح تاکید نہیں تھی' پس ہو سکتا ہے کہ حضرت ابن عمر نے جو روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سواری پر وتر پڑھے' وہ اس کو مؤکد کرنے اور واجب قرار دینے سے پہلے کا واقعہ ہو' پھر بعد میں آپ نے اس کو مؤکد کر دیا اور سواری پر وتر پڑھنے کو منسوخ کر دیا' پس جس طرح جو شخص قیام کی طاقت رکھتا ہو وہ زمین پر بیٹھ کر نماز نہیں پڑھ سکتا' اسی طرح جو شخص سواری سے اترنے کی طاقت رکھتا ہو اس کے لیے سواری پر وتر پڑھنا جائز نہیں ہے اور اس جہت سے میرے نزدیک سواری پر وتر پڑھنا منسوخ ہو گیا اور یہ امام ابو حنیفہ' امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ کا قول ہے۔ (شرح معانی الآثار ج ١ ص ٥٥٤۔ ٥٥٢ ملخصاً' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

سواری پر وتر پڑھنے کے عدم جواز کے متعلق صحابہ کرام اور فقہاء تابعین کے آثار

ابن عون بیان کرتے ہیں کہ میں نے قاسم سے پوچھا کہ ایک شخص سواری پر وتر پڑھتا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ان کا کہنا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ زمین پر وتر پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ٦٩٨٦' مجلس علمی بیروت مصنف ابن ابی شیبہ: ٦٩١٤' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

قاسم بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ زمین پر وتر پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ٦٩٨٧' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ٦٩١٥' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

بکر بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب وتر پڑھنے کا ارادہ کرتے تو سواری سے اتر کر زمین پر وتر پڑھتے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ٦٩٨٨' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ٦٩١٦' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

منصور بیان کرتے ہیں کہ ابراہیم النخعی نے کہا کہ وہ لوگ سواریوں پر نماز پڑھتے تھے خواہ ان کا منہ کسی طرف ہو' سوائے فرض اور وتر کے' وہ ان کو زمین پر پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ٦٩٨٩' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ٦٩١٧' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

ہشام بن عروہ نے بیان کیا کہ عروہ اپنی سواری پر نماز پڑھتے خواہ اس کا منہ کسی طرف ہو اور جب وتر پڑھنے کا ارادہ کرتے تو سواری سے اترتے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ٦٩٩٠' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ٦٩١٨' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

ابو المہزم نے کہا: ضحاک جب وتر پڑھنے کا ارادہ کرتے تو سواری سے اتر کر پڑھتے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ٦٩٩١' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ٦٩١٩' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

ہارون بن ابراہیم کہتے ہیں: میں نے حسن بصری سے سوال کیا: کیا میں سواری پر نماز پڑھوں؟ انہوں نے کہا: سواری پر نماز پڑھو' میں نے سوال کیا: سواری پر وتر بھی پڑھوں؟ انہوں نے کہا: نہیں' اور کہا: ابن سیرین زمین پر وتر پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ٦٩٩٢' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ٦٩١٩' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

* شرح صحیح مسلم میں اس بحث کے یہ عنوان ہیں: ① وتر کے حکم میں مذاہب ائمہ ② وجوب وتر پر احناف کے مؤید دلائل ③ ائمہ

ثلاثہ کے دلائل کا جواب۔ شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۴۷۹۔ ۴۷۴۔

٦ - بَابُ الْوِتْرِ فِي السَّفَرِ
سفر میں وتر پڑھنا

١٠٠٠ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ بْنُ أَسْمَاءَ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي فِي السَّفَرِ عَلٰى رَاحِلَتِهِ حَيْثُ تَوَجَّهَتْ بِهِ، يُومِئُ إِيمَاءً، صَلٰوةَ اللَّيْلِ إِلَّا الْفَرَائِضَ، وَيُوتِرُ عَلٰى رَاحِلَتِهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جویریہ بن اسماء نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں اپنی سواری پر نماز پڑھتے تھے خواہ اس کا منہ جس طرف بھی ہو' آپ اشارے سے رات کی نماز پڑھتے تھے ماسوا فرائض کے اور وتر اپنی سواری پر پڑھتے تھے۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۹۹۹ میں گزر چکی ہے۔

٧ - بَابُ الْقُنُوْتِ قَبْلَ الرُّكُوْعِ وَبَعْدَهُ
رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد دعائے قنوت پڑھنا

١٠٠١ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ مُحَمَّدٍ، قَالَ سُئِلَ أَنَسٌ أَقَنَتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الصُّبْحِ؟ قَالَ نَعَمْ. فَقِيلَ لَهُ أَوَقَنَتَ قَبْلَ الرُّكُوْعِ؟ قَالَ بَعْدَ الرُّكُوْعِ يَسِيرًا.

[اطراف الحدیث: ۱۰۰۲۔ ۱۰۰۳۔ ۱۳۰۰۔ ۲۸۰۱۔ ۲۸۱۴۔ ۳۰۶۴۔ ۳۱۷۰۔ ۴۰۸۸۔ ۴۰۹۰۔ ۴۰۹۱۔ ۴۰۹۲۔ ۴۰۹۳۔ ۴۰۹۴۔ ۴۰۹۵۔ ۴۰۹۶۔ ۶۳۹۴۔ ۷۳۴۱]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ایوب از محمد' انہوں نے کہا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز میں دعائے قنوت پڑھی ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! ان سے کہا گیا: کیا رکوع سے پہلے دعائے قنوت پڑھی ہے؟ انہوں نے کہا: رکوع کے بعد تھوڑے دن دعائے قنوت پڑھی ہے۔

(صحیح مسلم: ۶۷۷' الرقم المسلسل: ۱۵۱۸' سنن ابوداؤد: ۱۴۴۴' سنن نسائی: ۱۰۷۰' سنن ابن ماجہ: ۱۱۸۴' جامع المسانید لابن جوزی: ۳۷۶' مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ' مسند الطحاوی: ۲۵۶)

امام بخاری نے اس باب میں دعائے قنوت پڑھنے کے متعلق چار حدیثیں روایت کی ہیں۔

حافظ عبد الرحمان بن شہاب الدین ابن رجب حنبلی المتوفی ۷۹۵ھ لکھتے ہیں:

یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز میں دعائے قنوت پڑھی ہے اور یہ دعا آپ نے رکوع کے بعد پڑھی ہے اور تھوڑا عرصہ پڑھی ہے' یعنی ہمیشہ نہیں پڑھی نہ زیادہ عرصہ پڑھی ہے' آپ نے اس طرح صرف تھوڑا عرصہ پڑھی ہے۔ اس کی تفصیل اس کے بعد والی حدیث میں آرہی ہے۔

١٠٠٢ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا عَاصِمٌ قَالَ سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ عَنِ الْقُنُوْتِ، فَقَالَ قَدْ كَانَ الْقُنُوْتُ. قُلْتُ قَبْلَ الرُّكُوْعِ أَوْ بَعْدَهُ؟ قَالَ قَبْلَهُ. قَالَ فَإِنَّ فُلَانًا أَخْبَرَنِي عَنْكَ أَنَّكَ قُلْتَ بَعْدَ الرُّكُوْعِ! فَقَالَ كَذَبَ، إِنَّمَا قَنَتَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الواحد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عاصم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے قنوت کے متعلق سوال کیا' انہوں نے کہا: قنوت (مشروع) ہے' میں نے پوچھا: رکوع سے پہلے یا

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ الرُّكُوْعِ شَهْرًا، أُرَاهُ كَانَ بَعَثَ قَوْمًا يُقَالُ لَهُمُ الْقُرَّاءُ، زُهَاءَ سَبْعِيْنَ رَجُلًا، إِلٰى قَوْمٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ دُوْنَ أُولٰئِكَ، وَكَانَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَهْدٌ، فَقَنَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَهْرًا يَدْعُوْا عَلَيْهِمْ.

رکوع کے بعد؟ انہوں نے کہا: رکوع سے پہلے۔ عاصم نے کہا: فلاں شخص نے مجھے آپ سے یہ خبر نقل کی ہے کہ آپ نے رکوع کے بعد کہا ہے' حضرت انس نے کہا: اس نے جھوٹ بولا' رسول اللہ ﷺ نے رکوع کے بعد صرف ایک مہینہ قنوت پڑھی ہے' میرا گمان ہے کہ آپ نے ایک قوم کو مشرکین کی طرف بھیجا تھا جن کو قراء کہا جاتا تھا' وہ تقریباً ستر شخص تھے' یہ مشرک ان مشرکین کے علاوہ تھے جن کے اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان صلح کا معاہدہ تھا' رسول اللہ ﷺ ان کے خلاف ایک ماہ تک دعائے ضرر کرتے رہے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) مسدد (۲) عبد الواحد بن زیاد (۳) عاصم بن سلیمان الاحول (۴) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۲۵)

حدیث مذکور کی تفصیل

امام بخاری نے اس حدیث کی زیادہ تفصیل درج ذیل روایت میں کی ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رعل' ذکوان' عصیہ اور بنولحیان (قبائل عرب) نے اپنے دشمن کے خلاف رسول اللہ ﷺ سے مدد طلب کی' آپ نے ستر انصار کو ان کی مدد کے لیے بھیجا' ہم ان کو ان کے زمانہ میں القراء کہتے تھے' وہ دن میں لکڑیاں کاٹتے تھے اور رات کو نماز پڑھتے تھے حتیٰ کہ جب وہ قراء بیر معونہ میں پہنچے تو ان قبائل نے ان کو قتل کر دیا اور عہد شکنی کی' نبی ﷺ کو یہ خبر پہنچی تو آپ نے ایک مہینہ تک صبح کی نماز میں قنوت پڑھی' آپ بعض قبائل عرب کے خلاف دعائے ضرر کرتے رہے' رعل' ذکوان' عصیہ اور بنولحیان کے خلاف۔ حضرت انس نے کہا: ہم نے قرآن مجید میں ان کے متعلق یہ آیت پڑھی' پھر اس کی تلاوت منسوخ ہوگئی' وہ یہ آیت ہے:

بَلِّغُوْا عَنَّا قَوْمَنَا إِنَّا لَقِيْنَا رَبَّنَا فَرَضِيَ عَنَّا وَأَرْضَانَا.

ہماری قوم کو یہ خبر پہنچا دو کہ ہم نے اپنے رب سے ملاقات کر لی' وہ ہم سے راضی ہوگیا اور اس نے ہم کو راضی کر دیا۔

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ان کو یہ حدیث بیان کی کہ نبی ﷺ نے ایک ماہ تک صبح کی نماز میں قنوت پڑھی' آپ بعض قبائل عرب کے خلاف دعاء ضرر کرتے رہے' رعل' ذکوان' عصیہ اور بنولحیان کے خلاف۔

ایک سند کے ساتھ روایت میں یہ اضافہ ہے: حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: یہ ستر انصار بیر معونہ میں قتل کر دیئے گئے تھے۔

(صحیح البخاری: ۴۰۹۰)

رکوع سے پہلے دعاء قنوت پڑھنے میں مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ قنوت میں اختلاف ہے' فقہاء صحابہ کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ دعاء قنوت رکوع سے پہلے پڑھی جائے گی' یہ حضرت عمر' حضرت علی' حضرت ابن مسعود' حضرت ابوموسیٰ' حضرت البراء' حضرت انس اور حضرت ابن عباس کا مذہب ہے' ابن ابی لیلیٰ اور اسحاق کا بھی یہی مذہب ہے۔

فقہاء صحابہ کی دوسری جماعت نے کہا ہے کہ رکوع کے بعد دعاء قنوت پڑھی جائے گی' یہ حضرت ابوبکر' حضرت عمر' حضرت عثمان اور حضرت علی کا مذہب ہے' اور حضرت انس نے کہا: دعاء قنوت رکوع سے پہلے بھی پڑھی جاتی تھی اور رکوع کے بعد بھی' اور یہی امام احمد کا قول ہے اور '' المدونۃ '' میں مذکور ہے کہ صبح کی نماز میں رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد دعاء قنوت پڑھنے میں وسعت ہے اور امام مالک کے نزدیک خصوصیت کے ساتھ رکوع سے پہلے دعاء قنوت پڑھنا مستحب ہے' امام شافعی کے نزدیک صبح کی نماز میں قنوت پڑھنا سنت ہے اور جب مسلمانوں کو حاجت ہو تو تمام نمازوں میں قنوت پڑھی جائے۔

امام طحاوی نے کہا: ان سے پہلے کسی نے اس طرح نہیں کہا' کیونکہ نبی ﷺ آخر حیات تک کفار سے جہاد کرتے رہے اور آپ نے نمازوں میں قنوت نہیں پڑھی۔

فقہاء صحابہ کی ایک اور جماعت نے یہ کہا ہے کہ کسی فرض نماز میں دعاء قنوت نہیں پڑھی جائے گی' یہ حضرت عمر' حضرت ابن مسعود' حضرت ابن عمر' حضرت ابن عباس اور حضرت ابن الزبیر کا مذہب ہے اور حضرت ابن عمر نے کہا: یہ بدعت ہے' اور قتادہ اور ابراہیم نے کہا: حضرت ابوبکر اور حضرت عمر نے فرائض میں قنوت نہیں پڑھی حتیٰ کہ وہ دنیا سے چلے گئے۔

علقمہ نے کہا کہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ فجر کی نماز میں دعاء قنوت نہیں پڑھی جائے گی' طاؤس کا بھی اسی کی مثل قول ہے اور یہی فقہاء کوفہ اور لیث کا قول ہے' فقہاء کوفہ نے کہا: دعاء قنوت صرف وتر میں پڑھی جائے گی' ان کی دلیل یہ ہے کہ ابو مالک اشجعی نے کہا: میں نے اپنے والد سے پوچھا: آپ نے رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر' حضرت عمر' حضرت عثمان اور حضرت علی کے پیچھے نماز پڑھی ہے' کیا یہ لوگ قنوت پڑھتے تھے؟ انہوں نے کہا: نہیں! اے میرے بیٹے! یہ بدعت ہے۔

امام طبری نے کہا: صحیح یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث صحیح ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قراء کی شہادت پر ایک ماہ یا اس سے زیادہ ہر فرض نماز میں قنوت پڑھی' پھر اس کو ترک کر دیا' اور صبح کی نماز میں آپ کا قنوت پڑھنا ثابت ہے' اور یہ بھی صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ آپ ہمیشہ صبح کی نماز میں قنوت پڑھتے رہے حتیٰ کہ دنیا سے چلے گئے۔

ربیع بیان کرتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نبی ﷺ کے قنوت کے متعلق سوال کیا گیا کہ کیا آپ نے ایک مہینہ قنوت پڑھی ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ نبی ﷺ ہمیشہ قنوت پڑھتے رہے حتیٰ کہ آپ کی وفات ہو گئی۔

ہمارے نزدیک ان حدیثوں میں تعارض نہیں ہے کیونکہ ہم کہتے ہیں کہ جب بھی مسلمانوں پر ایسی مصیبت آئی جیسے بیر معونہ میں قراء پر مصیبت آئی تھی تو اس وقت قنوت پڑھنا مستحب ہے حتیٰ کہ مسلمانوں سے وہ مصیبت دور ہو جائے' جس طرح نبی ﷺ نے اس وقت قنوت پڑھی تھی اور حضرت ابوہریرہ نے نبی ﷺ سے روایت کی ہے کہ جب ان لوگوں نے آ کر توبہ کی تو نبی ﷺ نے ان کے خلاف دعا ترک کر دی تھی اور حضرت انس نے روایت کی ہے کہ آپ نے ایک مہینہ قنوت پڑھی تھی۔

امام طحاوی نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ جب بھی کسی کے حق میں دعا کرتے یا کسی کے خلاف دعا کرتے تو قنوت پڑھتے' اور اسود نے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر جب جنگ کرتے تو قنوت پڑھتے اور جب جنگ نہیں کرتے تو قنوت نہیں پڑھتے تھے۔

امام طبری نے کہا: اگرچہ ہم یہ کہتے ہیں کہ مصیبت کے وقت قنوت پڑھنا مستحب ہے لیکن ہم یہ نہیں کہتے کہ اگر کسی نے عمداً قنوت کو ترک کر دیا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی یا اس پر سجدۂ سہو لازم آئے گا' کیونکہ اس پر مسلمانوں کا اجماع ہے کہ جس نے قنوت کو ترک کر دیا تو اس کی نماز فاسد نہیں ہو گی' اگر اس نے قنوت پڑھی تو اس نے رسول اللہ ﷺ کے فعل کے موافق عمل کیا اور اگر اس

نے قنوت ترک کی تو اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رخصت پر عمل کیا کیونکہ آپ بعض اوقات قنوت پڑھتے تھے اور بعض اوقات قنوت کو ترک کر دیتے تھے اور اس میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امت کو تعلیم دی ہے کہ انہیں قنوت کے پڑھنے اور نہ پڑھنے میں اختیار ہے۔ جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد بعض اوقات رفع یدین کیا ہے اور بعض اوقات رفع یدین نہیں کیا اور جس صحابی نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جس وقت جو کرتے ہوئے دیکھا اس کے مطابق خبر دی اور ہر صحابی صادق ہے۔

المہلب نے کہا ہے کہ امام مالک نے رکوع سے پہلے قنوت پڑھنے کو اختیار کیا ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ نیند سے بیدار ہونے والے اس رکعت کو پالیں جس سے ان کو نماز مل جاتی ہے' اسی وجہ سے صبح کی نماز میں قیام طویل ہوتا ہے۔

دوسروں نے کہا: حضرت انس نے جو اس شخص کو جھوٹا کہا' جس نے ان سے یہ روایت کی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رکوع کے بعد قنوت پڑھتے تھے کیونکہ ان کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیشہ رکوع کے بعد قنوت نہیں پڑھی تھی' صرف ایک ماہ پڑھی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیشہ رکوع سے پہلے قنوت پڑھی ہے۔

المہلب نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ محفوظ نہیں ہے کہ آپ مغرب کی نماز میں قنوت پڑھتے رہے ہیں بلکہ آپ نے اس کو مغرب میں نہیں پڑھا' اگر آپ نے مغرب کی نماز میں قنوت کو پڑھا ہوتا تو اس کو بہت لوگ نقل کرتے' حضرت ابوبکر سے روایت ہے کہ وہ مغرب کی تیسری رکعت میں سورۂ فاتحہ پڑھنے کے بعد قنوت پڑھتے تھے' امام شافعی نے اس کو مستحب کہا ہے' امام مالک نے کہا: ہمارا اس پر عمل نہیں ہے کیونکہ یہ روایت ہے کہ لوگ رمضان کے وتر میں کفار پر لعنت کرتے تھے' امام مالک نے المدونہ میں کہا ہے کہ ہمارا اس روایت پر عمل نہیں ہے۔ (شرح ابن بطال ج ٢ ص ٦٦٦۔ ٦٦٣' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ھ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن بطال نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے قنوت کے متعلق متعارض اقوال نقل کیے ہیں' یہ بھی نقل کیا ہے کہ ان کے نزدیک رکوع سے پہلے دعاء قنوت پڑھی جائے گی اور یہ بھی نقل کیا ہے کہ ان کے نزدیک کسی فرض نماز میں دعاء قنوت نہیں پڑھی جائے گی' ہوسکتا ہے ان میں اس طرح تطبیق ہو کہ جب مسلمانوں پر کوئی مصیبت نازل ہو تو رکوع سے پہلے دعاء قنوت پڑھی جائے گی اور جب وہ مصیبت دور ہو جائے تو پھر دعاء قنوت نہیں پڑھی جائے گی۔

رکوع سے پہلے دعاء قنوت پڑھنے کے متعلق احادیث اور آثار

امام ابوبکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ٢٣٥ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رکوع سے پہلے دعاء قنوت پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ٦٩٨٣' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ٦٩١٣' دار الکتب العلمیہ' بیروت' اتحاف الخیرۃ: ٢٤٢٠' المطالب العالیہ: ٦٤١' سنن دار قطنی ج ٢ ص ٣٢' سنن بیہقی ج ٣ ص ٤١)

اسود بن یزید بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رکوع سے پہلے وتر میں دعاء قنوت پڑھی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ٦٩٧٢' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ٦٩٠٠' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

عبد الرحمان بن الاسود اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ وتر میں رکوع سے پہلے دعاء قنوت پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ٦٩٧٥' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ٦٩٠٣' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

اسود بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود وتر کے سوا کسی نماز میں قنوت نہیں پڑھتے تھے اور وتر میں رکوع سے پہلے دعاء قنوت پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ٦٩٨٦' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ٦٩٠٣' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

ابراہیم بیان کرتے ہیں کہ اسود وتر میں رکوع سے پہلے دعاء قنوت پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:٦٩٧٩' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ:٦٩٠٧' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

اسماعیل بن عبدالملک بیان کرتے ہیں کہ سعید بن جبیر وتر میں رکوع سے پہلے دعاء قنوت پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:٦٩٨٢' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ:٦٩١٠' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

علقمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیگر اصحاب وتر میں رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:٦٩٨٣' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ:٦٩١١' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ بھی روایت کیا ہے کہ وہ وتر کے بعد قنوت پڑھتے تھے۔ (٦٩٧٣) اس کا محمل یہ ہے کہ فجر کی نماز کے متعلق اور رکوع سے پہلے قنوت پڑھنا وتر کے متعلق ہے۔

دعاء قنوت کے متعلق احادیث

عن الحسن بن علی قال علمنی جدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کلمات اقولهن فی قنوت الوتر اللهم اهدنی فیمن هدیت' وعافنی فیمن عافیت' وتولنی فیمن تولیت' وبارك لی فیما اعطیت' وقنی شر ما قضیت' فانك تقضی ولا یقضی علیك' انه لا یذل من والیت' تبارکت ربنا وتعالیت.

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: میرے نانا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے چند کلمات کی تعلیم دی' جن کو میں وتر کے قنوت میں پڑھتا ہوں: اے اللہ! مجھے ان میں ہدایت دے جن کو تو نے ہدایت دی ہے اور مجھے ان میں عافیت سے رکھ جن کو تو نے عافیت سے رکھا ہے' اور مجھے ان میں محبت سے رکھ جن سے تو نے محبت کی ہے' اور تو نے مجھ کو جو عطا کیا ہے اس میں مجھے برکت دے اور جن چیزوں کو تو نے مقدر کیا ہے مجھے ان کے شر سے محفوظ رکھ' بے شک تو حکم دیتا ہے اور تجھ پر حکم نہیں کیا جاتا' اور جس کا تو والی ہو وہ رسوا نہیں ہوتا' اے ہمارے رب! تو بابرکت ہے اور تو بلند ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:٦٩٦١' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ:٦٨٩٠' دارالکتب العلمیہ' بیروت' سنن ابن ماجہ:١١٧٨' الاحاد والمثانی:٤١٧' مسند ابو یعلیٰ:٦٧٢٣' المعجم الکبیر:٢٧٠٣' کتاب الدعاء:٧٤٣' مصنف عبدالرزاق:٤٩٨٥' مسند احمد ج ١ ص ٢٠٠' سنن ابوداؤد:١٤٢٥' سنن ترمذی: ٤٦٤' المستدرک ج ٣ ص ١٧٢' مسند ابوداؤد الطیالسی:١١٧٩' سنن دارمی:١٥٩١)

دعاء قنوت کی دوسری حدیث یہ ہے:

"حدثنا ابن فضیل' عن عطاء بن السائب' عن ابی عبد الرحمن قال علمنا ابن مسعود ان نقرأ فی القنوت اللهم انا نستعینك ونستغفرك ونثنی علیك الخیر ولا نکفرك' ونخلع ونترك من یفجرك' اللهم ایاك نعبد' ولك نصلی ونسجد' والیك نسعی ونحفد' نرجو رحمتك' ونخشی عذابك' ان عذابك الجد بالکفار ملحق"۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:٦٩٦٥' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ:٦٨٩٣' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

یہ دعا اس عبارت سے بھی مروی ہے:

عن عبید بن عمیر قال صلیت خلف عمر بن الخطاب الغداة' فقال فی قنوته اللهم انا نستعینك'

عبید بن عمیر بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پیچھے صبح کی نماز پڑھی' انہوں نے اپنے قنوت میں پڑھا:

ونستغفرك' ونثنی علیك الخیر' ولا نکفرك' ونخلع ونترك من یفجرك' اللهم ایاك نعبد'ولك نصلی ونسجد' والیك نسعی ونحفد' نرجو رحمتك' ونخشی عذابك' ان عذابك بالکفار ملحق. (مصنف ابن ابی شیبہ:۷۱۰۰' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ:۷۰۲۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

پڑھا: اے اللہ! ہم تجھ سے مدد طلب کرتے ہیں اور تجھ سے مغفرت طلب کرتے ہیں اور نیکی کے ساتھ تیری تعریف کرتے ہیں اور تیری ناشکری نہیں کرتے اور جو تیری نافرمانی کرے ہم اس سے قطع تعلق کرتے ہیں اور اس کو چھوڑتے ہیں' اے اللہ! ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تیرے لیے ہی نماز پڑھتے ہیں' اور سجدہ کرتے ہیں' اور تیری ہی طرف دوڑتے ہیں اور تیری ہی اطاعت کرتے ہیں اور تیری رحمت کی امید رکھتے ہیں اور تیرے عذاب سے ڈرتے ہیں' بے شک تیرا عذاب کافروں کو ملنے والا ہے۔

یہ قنوت حضرت علی رضی اللہ سے بھی مروی ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:۷۱۰۲' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ:۷۰۳۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

١٠٠٣ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ قَالَ حَدَّثَنَا زَائِدَةُ عَنِ التَّيْمِيِّ عَنْ اَبِيْ مِجْلَزٍ عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَنَتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَهْرًا يَدْعُوْا عَلٰى رِعْلٍ وَّذَكْوَانَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زائدہ نے حدیث بیان کی از تیمی از ابی مجلز از حضرت انس رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہینہ قنوت پڑھی' آپ رعل اور ذکوان کے خلاف دعا کرتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:١٠٠١ میں گزر چکی ہے۔

١٠٠٤ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ اَبِيْ قِلَابَةَ عَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ الْقُنُوْتُ فِي الْمَغْرِبِ وَالْفَجْرِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی از ابی قلابہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ انہوں نے کہا: قنوت مغرب اور فجر میں تھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۷۹۸ میں گزر چکی ہے۔

صبح کی نماز میں دعائے قنوت نہ پڑھنے کے متعلق احادیث' آثار اور فقہاء تابعین کے اقوال

امام ابوبکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ' اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

ابو مالک اشجعی روایت کرتے ہیں: میں نے اپنے والد سے کہا: اے میرے والد! آپ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز پڑھی ہے اور حضرت ابوبکر' حضرت عمر اور حضرت عثمان کی اقتداء میں نماز پڑھی ہے' کیا آپ نے ان میں سے کسی کو دیکھا کہ وہ نماز میں دعاء قنوت پڑھتے تھے؟ انہوں نے کہا: اے میرے بیٹے! یہ بدعت ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:۷۰۳۴' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ:۶۹۶۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' سنن ابن ماجہ:۱۲۴۱' المعجم الکبیر:۸۱۷۹)

عمرو بن میمون بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فجر کی نماز میں دعاء قنوت نہیں پڑھی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:۷۰۳۵' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ:۶۹۶۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

عرفجہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فجر کی نماز میں دعاء قنوت نہیں پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ٧٠٣٩ ' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ٦٩٦٦ ' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

سعید بن جبیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم فجر کی نماز میں قنوت نہیں پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ٧٠٣٣ ' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ٦٩٧٠ ' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

عمرو بن دینار بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما نے صبح کی نماز پڑھائی اور قنوت نہیں پڑھی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ٧٠٣٤ ' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ٦٩٧١ ' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

طلحہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فجر کی نماز میں دعاء قنوت نہیں پڑھی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ٧٠٣٧ ' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ٦٩٧٤ ' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہینہ قنوت پڑھی' آپ ان لوگوں کے خلاف دعا کرتے تھے جنہوں نے آپ کے ان اصحاب کو قتل کر دیا تھا' جن کو قراء کہا جاتا تھا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ٧٠٥٤ ' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ٦٩٨١ ' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

ابو بشر نے کہا: سعید بن جبیر صبح کی نماز میں قنوت نہیں پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ٧٠٥٨ ' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ٦٩٨٥ ' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

عبید اللہ اور سلیمان نے کہا: ابراہیم النخعی امام تھے اور وہ فجر کی نماز میں قنوت نہیں پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ٧٠٦٠ ' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ٦٩٩٣ ' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

فجر اور مغرب کی نماز میں دعائے قنوت پڑھنے کے متعلق مذاہب ائمہ

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ' امام ابو یوسف' امام محمد' امام عبد اللہ بن المبارک' امام احمد' اسحاق اور لیث بن سعد فرض نماز میں قنوت پڑھنے کو جائز نہیں قرار دیتے تھے اور جن احادیث میں فجر اور مغرب کی نماز میں قنوت پڑھنے کا ذکر ہے' وہ اس آیت سے منسوخ ہیں:

لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَىْءٌ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ○ (آل عمران: ١٢٨) اس میں آپ کا کوئی اختیار نہیں کہ اللہ ان کی توبہ قبول فرمائے یا ان کو عذاب دے کیونکہ وہ یقیناً ظالم ہیں○

(عمدۃ القاری ج ٧ ص ٣٤ ' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

* اس بحث میں شرح صحیح مسلم کے عنوان حسب ذیل ہیں:

(١) قنوت نازلہ پڑھنے کا محل اور اس کا استحباب (٢) قنوت نازلہ (٣) قنوت نازلہ میں مذاہب (٤) احناف کا مذہب (٥) احناف کے دلائل (٦) بعض شارحین کا تسامح (٧) قنوت نازلہ اجتہادی ہے (٨) متاخرین احناف (٩) زندہ کافروں کے لیے لعنت کا عدم جواز (١٠) قنوت فجر میں مذاہب (١١) شافعیہ اور مالکیہ کا استدلال اور اس کا جواب (١٢) ''لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَىْءٌ'' (آل عمران: ١٢٨) کی تحقیق (١٣) اصحاب بیر معونہ (١٤) علم رسالت پر اعتراض کا جواب (١٥) منکرین حدیث کے اعتراض کا جواب۔

یہ بحث' شرح صحیح مسلم ج ٢ ص ٣١٤ سے لے کر ٣٣٢ پر مذکور ہے۔

''کتاب الوتر'' کا اختتام

الحمد للّٰہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علٰی سیدنا محمد سید المرسلین وعلٰی آلہ واصحابہ وازواجہ

وذريته وامته اجمعين.

آج ۴ربیع الاوّل ۱۴۲۷ھ/ ۲۴مارچ ۲۰۰۷ءکو" کتاب الوتر "ختم ہوگئی' الہ العلمین! اس تحریر کو قبول فرما اور اس کتاب کو مکمل فرمادے اور میری' میرے والدین کی' میرے اساتذہ اور تلامذہ کی' میرے محبین اور قارئین کی مغفرت فرما۔

۞۞۞۞۞

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

۱۵ - کِتَابُ الْاِسْتِسْقَاءِ
بارش طلب کرنے کا بیان

یہ ابواب بارش طلب کرنے کے احکام کے بیان میں ہیں" الاستسقاء " کا معنی ہے: پینے کا پانی طلب کرنا' یعنی شہروں اور بندوں پر بارش کے نزول کو طلب کرنا۔

۱ - بَابُ الْاِسْتِسْقَاءِ' وَخُرُوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْاِسْتِسْقَاءِ

بارش کو طلب کرنا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بارش طلب کرنے کے لیے نکلنا

۱۰۰۵ - حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ بَكْرٍ' عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيْمٍ' عَنْ عَمِّهٖ قَالَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَسْقِيْ' وَحَوَّلَ رِدَاءَهٗ . [اطراف الحدیث:۱۰۱۱۔ ۱۰۱۲۔ ۱۰۲۳۔ ۱۰۲۴۔ ۱۰۲۵۔ ۱۰۲۶۔ ۱۰۲۷۔ ۱۰۲۸۔ ۶۳۴۳]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عبداللہ بن ابی بکر از عباد بن تمیم از عم خود انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلے' آپ بارش کو طلب کرنے کی دعا کرتے تھے اور آپ نے اپنی چادر کو پلٹا۔

(صحیح مسلم: ۸۹۴' الرقم المسلسل: ۲۰۳۶' سنن ابوداؤد: ۱۱۶۷' سنن ترمذی: ۵۵۶' سنن نسائی: ۱۵۱۰' سنن ابن ماجہ: ۱۲۶۷' السنن الکبریٰ: ۱۸۲۵' صحیح ابن خزیمہ: ۱۴۰۷' مصنف عبد الرزاق: ۴۸۹۰' سنن بیہقی ج ۳ ص ۳۵۰' سنن دار قطنی ج ۲ ص ۶۷' الاستذکار: ۹۹۲۸' مسند الحمیدی: ۴۱۶' موطأ امام مالک۔ العمل فی الاستسقاء: ۱' مسند احمد ج ۴ ص ۳۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۶۴۳۲۔ ج ۲۶ ص ۱۲۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابونعیم' یہ الفضل بن دکین ہیں (۲) سفیان ثوری (۳) عبداللہ بن ابی بکر بن عمرو بن حزم قاضی المدینہ (۴) عباد بن تمیم بن زید بن عاصم الانصاری المازنی (۵) ان کے چچا حضرت عبداللہ بن زید بن عاصم بن کعب بن عمر الانصاری رضی اللہ عنہ۔

(عمدۃ القاری ج ۷ ص ۳۵)

حافظ صفی الدین متوفی ۹۲۳ ھ نے حضرت عبداللہ بن زید کے متعلق لکھا ہے: یہ صحابی ہیں' ان سے متعدد احادیث مروی ہیں' ان کی آٹھ احادیث پر امام بخاری اور امام مسلم متفق ہیں' امام بخاری صرف ایک حدیث کے ساتھ منفرد ہیں' ان کو واقعہ حرہ میں شہید کر دیا گیا تھا۔ (خلاصہ تذہیب تہذیب الکمال ج ۲ ص ۶۹' تہذیب التہذیب ج ۵ ص ۲۲۳' تقریب التہذیب: ۳۳۴۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۲ ھ)

نمازِ استسقاء پڑھنے کے متعلق فقہاء مالکیہ کا نظریہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ جب بارش نازل نہ ہو اور مسلمان قحط کا شکار ہوں تو بارش کی طلب کے لیے گھروں سے نکل کر عیدگاہ کی طرف جانا اور بارش کی دعا کرنا جائز ہے' اور نماز استسقاء میں اختلاف ہے' امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں: مسلمانوں پر بارش کے نہ ہونے سے جو مصیبت آئی ہے اس کو دور کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ سے عاجزی اور تضرع سے اور گڑگڑا کر دعا کرنی چاہیے اور اگر امام نے مسلمانوں کو نصیحت کرنے کے لیے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرانے کے لیے خطبہ دیا تو یہ بھی جائز ہے اور بارش کی طلب کے لیے نماز پڑھنا معروف نہیں ہے' امام ابوحنیفہ نے باب مذکور کی حدیث سے استدلال کیا ہے کیونکہ اس میں نماز پڑھنے کا ذکر نہیں ہے' مغیرہ نے ابراہیم النخعی سے نقل کیا ہے کہ وہ ایک مرتبہ بارش کی طلب کے لیے نکلے' جب وہ دعا سے فارغ ہو گئے تو لوگ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے' ابراہیم نے نماز نہیں پڑھی اور لوٹ آئے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۴۳۰)

اور باقی فقہاء اور امام ابویوسف اور امام محمد نے یہ کہا ہے کہ استسقاء میں دو رکعت نماز پڑھنا سنت ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دو رکعت نماز استسقاء پڑھنا ثابت ہے اور جن راویوں نے اس میں نماز پڑھنے کا ذکر نہیں کیا' وہ حجت نہیں ہے بلکہ جن راویوں نے نماز پڑھنے کا ذکر کیا ہے ان کی روایت اولیٰ ہے کیونکہ یہ حدیث میں وہ زیادتی ہے جس کو قبول کرنا واجب ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ ھ)

بارش کی دعا کے وقت چادر پلٹنے کا طریقہ اور اس کی حکمت

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چادر کو پلٹا۔

علامہ ابوسلیمان حمد بن محمد الخطابی المتوفی ۳۸۸ ھ لکھتے ہیں:

چادر پلٹنے کی صفت میں اختلاف ہے' امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ چادر کا اوپر کا حصہ نیچے کر دے اور نیچے کا حصہ اوپر کر دے اور چادر کا جو حصہ دائیں کندھے پر ہے اس کو بائیں کندھے پر کر دے اور جو حصہ بائیں کندھے پر ہے اس کو دائیں کندھے پر کر دے' اور امام احمد بن حنبل نے کہا ہے کہ چادر کی دائیں جانب کو بائیں جانب کر دے اور بائیں جانب کو دائیں جانب کر دے اور امام مالک کا قول بھی اس کے قریب ہے۔ (معالم السنن ج ۱ ص ۲۱۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۶ ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

چادر کے پلٹنے میں حکمت یہ ہے کہ چادر کو پلٹ کر مسلمان اپنے حالات کو بدلنے کی نیک فال نکالیں تا کہ اللہ تعالیٰ قحط کو مسلمانوں سے پلٹ دے' اور گویا کہ مسلمان یوں عرض کرتے ہیں کہ اے اللہ! جس چیز کو پلٹنا ہمارے اختیار میں ہے ہم اس کو پلٹ رہے ہیں اور چادر کو پلٹ رہے ہیں' سو جس چیز کو پلٹنا ہمارے اختیار میں نہیں ہے اس کو تو پلٹ دے اور ہماری خشک سالی کو اور قحط کو بارش' زرخیزی اور خوش حالی سے بدل دے اور ہم اپنے گناہوں پر توبہ کرتے ہیں اور معصیت اور گناہ آلود زندگی کو اطاعت اور فرماں برداری اور نیکی سے بدلتے ہیں' الٰہ العٰلمین! ہمیں توفیق دے کہ ہم اس عزم پر قائم رہیں اور ہماری توبہ کو قبول فرما اور بارش نازل کر کے ہماری خشک سالی کو خوش حالی سے بدل دے! (آمین)

استسقاء میں باجماعت نماز کے متعلق مذاہب فقہاء

اس حدیث سے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے یہ استدلال کیا ہے کہ استسقاء میں استغفار اور دعا ہے اور اس میں جماعت کے ساتھ

نماز پڑھنا مسنون نہیں ہے' کیونکہ اس حدیث میں نماز کا ذکر نہیں ہے' صاحب ہدایہ نے ذکر کیا ہے کہ اگر لوگ الگ الگ نماز پڑھیں پھر بھی جائز ہے' اور امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک سنت یہ ہے کہ امام دو رکعت نماز جماعت کے ساتھ اس طرح پڑھائے جس طرح عید کی نماز پڑھی جاتی ہے' امام مالک' امام شافعی اور امام احمد کا بھی یہی قول ہے' المحیط میں امام ابو یوسف کا قول امام ابوحنیفہ کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

علامہ نووی نے کہا ہے کہ امام ابوحنیفہ کے سوا کسی نے یہ نہیں کہا کہ استسقاء میں جماعت کے ساتھ نماز سنت نہیں ہے۔ (علامہ عینی فرماتے ہیں:) میں کہتا ہوں کہ یہ صحیح نہیں ہے' کیونکہ ابراہیم النخعی نے بھی امام ابوحنیفہ کے قول کی مثل کہا ہے' چادر کو پلٹنے کا وقت ہمارے نزدیک خطبہ کے شروع میں ہے' امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک دونوں خطبوں کے بعد امام چادر کو پلٹے۔

(عمدۃ القاری ج ۷ ص ۳۷-۳۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

استسقاء میں نماز نہ پڑھنے کے متعلق صحابہ کرام اور فقہاء تابعین کے آثار

ابو مروان اسلمی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ہم حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ بارش کو طلب کر رہے تھے' حضرت عمر نے استغفار کرنے پر کسی چیز کا اضافہ نہیں کیا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۴۳۸' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۳۴۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

شعبی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بارش کو طلب کرنے کے لیے نکلے' پس انہوں نے یہ آیت پڑھی:

اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًاۙ يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًاۙ وَّيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًاؕ (نوح: ۱۲-۱۱)

تم اپنے رب سے مغفرت طلب کرو بے شک وہ بہت مغفرت کرنے والا ہے○ وہ تم پر آسمان سے موسلا دھار بارش بھیجے گا○ اور تمہاری مال اور بیٹوں سے مدد فرمائے گا اور وہ تمہارے لیے (بارش سے) باغات اُگائے گا اور تمہارے لیے دریا جاری کر دے گا○

یہ آیت پڑھ کر حضرت عمر منبر سے اتر گئے' پس لوگوں نے کہا: اے امیر المؤمنین! کاش! آپ بارش کی دعا کرتے' حضرت عمر نے کہا: میں نے آسمان کے ان آلات سے بارش کو طلب کیا ہے جن سے بارش نازل کی جاتی ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۴۲۹' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۳۴۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

اسلم العجلی بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ لوگ بارش کی طلب کے لیے نکلے' ابراہیم بھی ان کے ساتھ نکلے' جب لوگ دعا سے فارغ ہو گئے تو وہ نماز پڑھنے لگے اور ابراہیم واپس آ گئے اور انہوں نے ان کے ساتھ نماز نہیں پڑھی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۴۳۰' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۳۴۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

مغیرہ بیان کرتے ہیں کہ ابراہیم ان کے ساتھ بارش کو طلب کرنے کے لیے گئے' مغیرہ نے نماز پڑھی' ابراہیم نے جب ان کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو واپس آ گئے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۴۳۱' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۳۴۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

نماز استسقاء کے متعلق امام ابوحنیفہ کے مؤقف کی وضاحت

امام ابوحنیفہ نے نوح: ۱۱ سے استدلال کیا ہے کہ بارش کو طلب کرنے کے لیے اصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں پر معافی طلب کی جائے کیونکہ بندوں کے گناہوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان سے بارش کو روک لیتا ہے اور جب وہ اپنے گناہوں کی معافی

مانگ لیں گے تو اللہ تعالیٰ ان پر موسلا دھار بارش نازل فرما دے گا' اور ان احادیث سے استدلال کیا ہے کہ جب نبی ﷺ سے خطبہ جمعہ کے دوران ایک اعرابی نے بارش کے لیے دعا کرنے کی درخواست کی تو آپ نے صرف بارش کے نزول کی دعا کی اور باجماعت نماز استسقاء نہیں پڑھائی' سو اسی وقت بارش شروع ہو گئی اور اگلے جمعہ تک بارش ہوتی رہی اور تمام ندی نالے بھر گئے اور جل تھل ہو گیا۔ (صحیح البخاری: ۱۰۳۳-۱۰۲۹-۱۰۲۱-۱۰۱۸-۱۰۱۵-۱۰۱۳)

اس کے علاوہ دیگر احادیث میں بھی تصریح ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بارش کے لیے صرف دعا کی اور نماز استسقاء نہیں پڑھائی۔ (صحیح البخاری: ۱۰۳۱-۱۰۲۲)

اس لیے امام ابوحنیفہ کے نزدیک بارش طلب کرنے کے لیے نماز استسقاء پڑھنا سنت لازمہ نہیں ہے' لازم صرف دعا اور استغفار کرنا ہے البتہ نماز استسقاء پڑھنا سنت مشروعہ ہے جیسا کہ اس باب کی احادیث میں ان شاء اللہ عنقریب آئے گا۔

۲ - بَابُ دُعَاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِجْعَلْهَا عَلَيْهِمْ سِنِيْنَ كَسِنِي يُوْسُفَ

نبی ﷺ کی کفار کے متعلق یہ دعا: اے اللہ! ان پر ایسے سال ڈال دے جیسے حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں کفار پر ڈالے تھے

یعنی جس طرح حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں کفار پر شدت ڈالی تھی اور ان سے بارش روک لی تھی اور ان پر قحط نازل کیا تھا' ایسی شدت اس زمانہ کے کافروں پر بھی نازل فرما' پھر جب کفار کے خلاف دعاء ضرر کا ذکر کیا تو مسلمانوں کے حق میں دعاء خیر کا بھی ذکر فرمایا۔

١٠٠٦ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا مُغِيْرَةُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ اَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْاَعْرَجِ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا رَفَعَ رَاْسَهُ مِنَ الرَّكْعَةِ الْاٰخِرَةِ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اَنْجِ عَيَّاشَ بْنَ اَبِي رَبِيْعَةَ اَللّٰهُمَّ اَنْجِ سَلَمَةَ بْنَ هِشَامٍ، اَللّٰهُمَّ اَنْجِ الْوَلِيْدَ بْنَ الْوَلِيْدِ، اَللّٰهُمَّ اَنْجِ الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ، اَللّٰهُمَّ اشْدُدْ وَطْاَتَكَ عَلٰى مُضَرَ، اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا سِنِيْنَ كَسِنِي يُوْسُفَ. وَاَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ غِفَارُ غَفَرَ اللّٰهُ لَهَا وَاَسْلَمُ سَالَمَهَا اللّٰهُ. قَالَ ابْنُ اَبِي الزِّنَادِ، عَنْ اَبِيْهِ هٰذَا كُلُّهُ فِي الصُّبْحِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں مغیرہ بن عبد الرحمان نے حدیث بیان کی از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہ نبی ﷺ جب آخری رکوع سے سر اٹھاتے تو یہ دعا کرتے: اے اللہ! عیاش بن ابی ربیعہ کو نجات دے' اے اللہ! اے اللہ! سلمہ بن ہشام کو نجات دے' اے اللہ! الولید بن الولید کو نجات دے' اے اللہ! کمزور مومنوں کو نجات دے' اے اللہ! مضر پر اپنی گرفت کو سخت کر' اے اللہ! ان پر ایسے سال مسلط کر دے جیسے یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں قحط کے سال تھے اور نبی ﷺ نے دعا کی: اے اللہ! قبیلہ غفار کی مغفرت کر دے اور اے اللہ! قبیلہ اسلم کو سلامت رکھ۔ ابن ابی الزناد نے اپنے والد سے روایت کی کہ یہ سب صبح کی نماز میں تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۷۹۷ میں گزر چکی ہے۔

اس اعتراض کا جواب کہ کفار کے خلاف دعاء ضرر کرنا تو آپ کی رحمت کی خلاف ہے

اس حدیث پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ نبی ﷺ تو رؤف رحیم اور رحمۃ للعٰلمین ہیں تو کفار کے خلاف دعاء ضرر کرنا اور ان پر قحط کے

سال مسلط کرنے کی دعا کرنا تو آپ کی شان کے موافق نہیں ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تو صرف رحمت ہیں اور اللہ تعالیٰ رحمٰن ہے' پس جب قحط کے سال نازل کرنا اللہ تعالیٰ کے رحمٰن ہونے کے خلاف نہیں ہے تو قحط کی دعا کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت کے خلاف کیسے ہوسکتا ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ کسی کو نعمت دینا بھی اس پر رحمت ہے اور کسی کو نعمت کا سبب فراہم کر دینا بھی اس پر رحمت ہے' جن تمام کافروں کے لیے آپ نے دعاء ضرر کی ہے' ان سب کو پہلے آپ نے جنت کی طرف اور اللہ تعالیٰ کی دائمی نعمتوں کی طرف بلایا اور مکہ مکرمہ میں مسلسل تیرہ سال ان کو اللہ تعالیٰ کی دائمی نعمتوں اور اس کی رحمت اور رضوان کی طرف بلاتے رہے' لیکن وہ اپنی سرکشی اور تکبر میں غرق رہے اور رسول اللہ کی دعوت کو قبول نہیں کیا' اور انہوں نے مسلمانوں کو اپنی مدد کے لیے اور دین سیکھنے کے لیے بلایا اور ان کو شہید کر دیا تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے خلاف دعاء ضرر کی کیونکہ آپ نے نور نبوت سے جان لیا تھا کہ یہ لوگ اسلام لانے والے نہیں ہیں' بس جیسے کوئی شخص سورج کے سامنے آنکھیں بند کر لے تو وہ یہ نہیں کہہ سکتا کہ سورج مجھے روشنی نہیں پہنچا رہا' اسی طرح ان لوگوں نے آپ کی نعمتوں اور رحمت سے اپنا حصہ لینے سے انکار کر دیا' سو اب یہ لوگ یہ نہیں کہہ سکتے کہ ہمیں آپ کی رحمت سے کوئی حصہ نہیں ملا۔

۱۰۰۷ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِیْرٌ' عَنْ مَنْصُوْرٍ' عَنْ اَبِی الضُّحٰی' عَنْ مَسْرُوْقٍ قَالَ كُنَّا عِنْدَ عَبْدِ اللّٰهِ' فَقَالَ اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا رَاٰی مِنَ النَّاسِ اِدْبَارًا' قَالَ اَللّٰهُمَّ سَبْعٌ كَسَبْعِ یُوْسُفَ. فَاَخَذَتْهُمْ سَنَةٌ حَصَّتْ كُلَّ شَیْءٍ' حَتّٰی اَكَلُوا الْجُلُوْدَ وَالْمَیْتَةَ وَالْجِیَفَ' وَیَنْظُرُ اَحَدُهُمْ اِلَی السَّمَاءِ فَیَرَی الدُّخَانَ مِنَ الْجُوْعِ. فَاَتَاهُ اَبُوْ سُفْیَانَ فَقَالَ یَا مُحَمَّدُ' اِنَّكَ تَاْمُرُ بِطَاعَةِ اللّٰهِ وَبِصِلَةِ الرَّحِمِ' وَاِنَّ قَوْمَكَ قَدْ هَلَكُوْا' فَادْعُ اللّٰهَ لَهُمْ' قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی ﴿فَارْتَقِبْ یَوْمَ تَاْتِی السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِیْنٍ﴾ (الدخان: ۱۰) اِلٰی قَوْلِهٖ ﴿عَآئِدُوْنَO یَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰی﴾ (الدخان: ۱۶-۱۵). فَالْبَطْشَةُ یَوْمَ بَدْرٍ' وَقَدْ مَضَتِ الدُّخَانُ' وَالْبَطْشَةُ وَاللِّزَامُ وَاٰیَةُ الرُّوْمِ. [اطراف الحدیث: ۱۰۲۰-۴۶۹۳-۴۷۶۷-۴۷۷۴-۴۸۰۹-۴۸۲۰]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عثمان بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از منصور از ابی الضحیٰ از مسروق' انہوں نے بیان کیا کہ ہم حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے' انہوں نے بتایا کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کی اسلام سے روگردانی دیکھی تو آپ نے ان کے لیے یہ دعاء ضرر کی: اے اللہ! ان کو سات سال تک کے لیے قحط میں مبتلا کر دے' جیسے حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں سات سال قحط پڑا تھا' پس قحط نے ان کو اس طرح پکڑا کہ ہر چیز فنا ہوگئی' حتیٰ کہ ان لوگوں نے چمڑا' مردار اور مرے ہوئے جانور تک کھا لیے' ان میں سے کوئی شخص آسمان کی طرف دیکھتا تو اسے بھوک کی شدت سے دھواں نظر آتا' پھر ابوسفیان نے آپ کے پاس آ کر کہا: اے (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ اللہ کی اطاعت اور اقرباء پروری کا حکم دیتے ہیں اور آپ کی قوم ہلاک ہو رہی ہے' سو آپ ان کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اے نبی! اس دن کا انتظار کیجئے جب آسمان سے ایک واضح دھواں ظاہر ہوگاO (الدخان: ۱۰) (الیٰ قولہ) (کفر کی طرف) لوٹنے والے ہوO جس دن ہم انہیں سختی سے پکڑیں گے۔ (الدخان: ۱۶-۱۵) حضرت ابن مسعود نے بتایا کہ سخت پکڑ تو بدر کے دن تھی' اور دھواں'

یکڑ لزام اور آیت روم گزر چکی ہے۔

(صحیح مسلم: ۲۷۹۸، الرقم المسلسل: ۶۹۳۲، سنن ترمذی: ۳۲۵۴، السنن الکبریٰ: ۱۱۳۸۱، المعجم الکبیر: ۹۰۴۷، مسند ابوداؤد الطیالسی: ۲۹۳، مسند الحمیدی: ۱۱۶، مشکل الآثار: ۳۲۰-۳۱۹، صحیح ابن حبان: ۶۵۸۵، دلائل النبوۃ لابی نعیم: ۳۶۹، دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۲ ص ۳۲۵-۳۲۴، مسند احمد ج ۱ ص ۳۸۱ طبع قدیم، مسند احمد: ۳۶۱۳-ج ۶ ص ۱۰۷-۱۰۶، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

مشکل الفاظ کے معانی اور حدیث مذکور کا خلاصہ

اس حدیث میں ''ادبارًا'' کا لفظ مذکور ہے اس کا معنی ہے: پیٹھ پھیرنا یعنی جب رسول اللہ ﷺ نے یہ دیکھا کہ قریش اسلام قبول کرنے میں تاخیر کر رہے ہیں اور آپ کی دعوت سے منہ موڑ رہے ہیں۔

''سبعًا'' یعنی ان کے اوپر شدت اور قحط کے ایسے سات سال کر دے جیسے حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں شدت اور قحط کے سات سال تھے۔

''حصت کل شیء'' یعنی زمین کا سبزہ اور اس کی پیداوار جڑ سے اکھڑ گئی اور خالی زمین نظر آنے لگی۔

''الجیف'' یہ ''الجیفۃ'' کی جمع ہے اس کا معنی ہے: مردہ کا جسم۔

الدخان: ۱۲ میں مذکور ہے کہ قیامت کے دن لوگوں کے پاس ایسا دھواں آئے گا جس سے عام لوگوں کا دم گھٹ جائے گا اور مؤمنوں کی ایسی حالت ہو جائے گی جیسی زکام میں ہوتی ہے۔ یہ دھواں مشرق اور مغرب کو بھر لے گا اور چالیس دن تک رہے گا، اس دھوئیں سے کافر بے ہوش ہو جائیں گے، اور ان کے نتھنوں، کانوں اور مقعد سے دھواں خارج ہوگا اور مؤمنوں کی زکام کی سی کیفیت ہو گی، اس دھوئیں کے متعلق دو قول ہیں، ایک قول یہ ہے کہ یہ گزر چکا ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ ان علامات میں سے ہے جو قرب قیامت میں ظاہر ہوں گی۔

''اللزام'' اس کی تفسیر میں اختلاف ہے، امام ابن ابی حاتم نے کہا: اس سے مراد غزوہ بدر میں کفار کو قتل کرنا ہے، علامہ قرطبی نے کہا: ''البطشۃ'' اور ''اللزام'' کا معنی واحد ہے۔ حسن بصری نے کہا: ''اللزام'' سے مراد قیامت کا دن ہے، ایک قول یہ ہے کہ تمہارے گناہ تم پر لازم رہیں گے، مسروق نے حضرت ابن مسعود سے یہ روایت کی ہے کہ پانچ چیزیں گزر چکی ہیں: ''الدخان، اللزام، روم، البطشۃ'' اور ''القمر''۔

''ایۃ الروم'' اس کی تفسیر یہ ہے کہ جب فارس اور روم میں جنگ ہوئی تو مسلمان یہ پسند کرتے تھے کہ رومی فارس پر غالب ہوں کیونکہ رومی اہل کتاب تھے اور کفار یہ پسند کرتے تھے کہ فارس رومیوں پر غالب ہوں کیونکہ فارس مجوسی تھے اور کفار بت پرست تھے، پھر حضرت ابوبکر اور ابوجہل نے باہم شرط لگائی اور انہوں نے آپس میں سات سال کی مدت طے کی، قرآن مجید میں ہے:

غُلِبَتِ الرُّوْمُ ۝ فِیْ اَدْنَی الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ ۝ فِیْ بِضْعِ سِنِيْنَ. (الروم: ۴-۲)

رومی مغلوب ہو گئے ہیں ۝ نزدیک کی زمین پر اور وہ مغلوب ہونے کے بعد عنقریب غالب ہو جائیں گے ۝ چند سال میں ہی۔

حضرت ابوبکر نے ''بضع'' (چند) سے مراد سات سال لیے تھے، نبی ﷺ نے فرمایا: ''بضع'' کا لفظ نو تک مراد لیا جاتا ہے، تم مدت اور رقم دونوں کو زیادہ کر دو، حضرت ابوبکر نے ایسا کر دیا، پھر رومی غالب آ گئے اور اس سے مسلمان خوش ہوئے، شعبی نے کہا: اس وقت جوا حلال تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۴۳-۴۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

ہماری تحقیق کے مطابق یہ روایت صحیح نہیں ہے، اس کی تفصیل سورۃ الروم کی ابتدائی آیتوں کی تفسیر میں تبیان القرآن میں دیکھیں۔

۳- بَابُ سُؤَالِ النَّاسِ الْإِمَامَ الْاِسْتِسْقَاءَ إِذَا قُحِطُوْا

جب قحط پڑ جائے تو لوگوں کا امام سے بارش طلب کرنے کا سوال کرنا

۱۰۰۸- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ قُتَيْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ، عَنْ أَبِيْهِ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ يَتَمَثَّلُ بِشِعْرِ أَبِيْ طَالِبٍ.

وَأَبْيَضَ يُسْتَسْقَى الْغَمَامُ بِوَجْهِهٖ
ثِمَالُ الْيَتَامٰى عِصْمَةٌ لِّلْأَرَامِلِ

[طرف الحدیث:۱۰۰۹]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن علی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوقتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرحمان بن عبداللہ بن دینار نے حدیث بیان کی از والد خود' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا' وہ ابوطالب کے اس شعر کو پڑھتے تھے: وہ گورے شخص جن کے چہرے کے وسیلہ سے بادل سے بارش طلب کی جاتی ہے' جو یتیموں کا سہارا ہیں اور بیواؤں کے سرپرست ہیں۔

(سنن ابن ماجہ: ۱۲۷۲' مسند احمد ج ۲ ص ۹۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۵۶۷۳۔ ج ۹ ص ۴۸۵' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

باب کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس جملہ میں ہے: جن کے چہرے کے وسیلہ سے بادل سے بارش طلب کی جاتی ہے۔

اس اعتراض کا جواب کہ ابوطالب کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ آپ کے چہرے سے بارش طلب کی جاتی ہے؟

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ سہیلی نے کہا ہے کہ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ابوطالب نے یہ کیسے کہا کہ آپ کے چہرے کے وسیلہ سے بادل سے بارش طلب کی جاتی ہے' حالانکہ ابوطالب نے یہ کبھی نہیں دیکھا کہ آپ سے بارش طلب کی گئی' آپ سے صرف ہجرت کے بعد بارش طلب کی گئی تھی' پھر انہوں نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ ابوطالب نے اس واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے کہ حضرت عبدالمطلب نے قریش کے لیے بارش کی دعا کی تھی' اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے ساتھ تھے اور اس وقت آپ کم سن تھے' اس اعتراض کے جواب میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ ابوطالب نے اس شعر سے آپ کی مدح کی ہے کیونکہ ان کے خیال میں آپ اس شان کے تھے کہ آپ کے چہرے کے وسیلہ سے بارش کے حصول کی دعا کی جاتی' ہر چند کہ انہوں نے اس کے وقوع کا مشاہدہ نہیں کیا تھا۔

علامہ ابن الحصین نے کہا ہے کہ ابوطالب کے اس شعر میں یہ دلیل ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے آپ کی نبوت کو پہچانتے تھے کیونکہ شام کے سفر میں ابوطالب نے دیکھا تھا کہ بحیرا راہب نے آپ کے متعلق پیش گوئی کی تھی' لیکن اس جواب پر یہ اعتراض ہے کہ امام ابواسحاق نے یہ کہا ہے کہ ابوطالب نے یہ شعر آپ کی بعثت کے بعد کہا تھا۔ علامہ عینی فرماتے ہیں کہ اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ جب ابوطالب کو آپ کی بعثت سے پہلے بحیراء راہب کی پیش گوئی سے یہ معلوم ہو چکا تھا کہ آپ نبی بنائے جانے والے ہیں تو انہوں نے آپ کی بعثت کے بعد یہ شعر کہا ہو تو اس میں کون سا استبعاد ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۷ ص ۴۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۰۰۹- وَقَالَ عُمَرُ بْنُ حَمْزَةَ حَدَّثَنَا سَالِمٌ' عَنْ أَبِيْهِ رُبَّمَا ذَكَرْتُ قَوْلَ الشَّاعِرِ' وَأَنَا أَنْظُرُ إِلٰى وَجْهِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَسْقِيْ' فَمَا يَنْزِلُ حَتّٰى يَجِيْشَ كُلُّ مِيْزَابٍ

اور عمر بن حمزہ نے کہا: ہمیں سالم نے حدیث بیان کی از والد خود' انہوں نے کہا: بسا اوقات مجھے شاعر کا یہ قول یاد آتا جب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے کی طرف دیکھتا آپ بارش طلب کرتے اور ابھی آپ منبر سے نہیں اترتے تھے حتیٰ کہ ہر پرنالہ زور و شور سے

وَاَبْيَضُ يُسْتَسْقَى الْغَمَامُ بِوَجْهِهٖ
ثِمَالُ الْيَتَامٰى عِصْمَةٌ لِّلْاَرَامِلِ
وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ طَالِبٍ.

بہہ رہا ہوتا تھا' اور وہ شعر یہ تھا: وہ گورے شخص جن کے وسیلہ سے بادل سے بارش طلب کی جاتی ہے' جو یتیموں کا سہارا ہیں اور بیواؤں کے سرپرست ہیں۔

اس حدیث کی شرح' گزشتہ حدیث:۱۰۰۸ میں گزر چکی ہے۔

۱۰۱۰ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْاَنْصَارِيُّ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ' عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُثَنّٰى' عَنْ ثُمَامَةَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَنَسٍ' عَنْ اَنَسٍ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ كَانَ اِذَا قَحَطُوْا اِسْتَسْقٰى بِالْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ' فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اِنَّا كُنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَيْكَ بِنَبِيِّنَا فَتَسْقِيْنَا' وَاِنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَيْكَ بِعَمِّ نَبِيِّنَا فَاسْقِنَا' قَالَ فَيُسْقَوْنَ.

[طرف الحدیث:۳۷۱۰] (صحیح ابن خزیمہ:۱۴۲۱)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحسن بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن عبد اللہ الانصاری نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد عبد اللہ بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی از ثمامہ بن عبد اللہ بن انس از حضرت انس رضی اللہ عنہ کہ جب لوگوں پر قحط پڑا تو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس بن عبد المطلب کے وسیلہ سے بارش طلب کی اور یہ دعا کی: اے اللہ! ہم تیری طرف اپنے نبی کے وسیلہ سے دعا کرتے تھے تو پس تو ہم پر بارش نازل فرماتا تھا اور اب ہم تیری طرف اپنے نبی کے چچا کے وسیلہ کو پیش کر رہے ہیں' سو تو ہم پر بارش نازل فرما' پھر ان پر بارش نازل ہوتی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دیگر ذواتِ قدسیہ کے وسیلہ کا جواز

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے: ایک اعرابی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا' پس کہنے لگا: یارسول اللہ! ہم آپ کے پاس آئے ہیں' ہمارا اونٹ بھوک سے بلبلا رہا ہے اور بچے بھوک سے رو رہے ہیں' پھر یہ شعر پڑھا:

ولیس لنا الا الیک فرارنا — واین فرار الناس الا الی الرسل

ہم بھاگ کر صرف آپ کے پاس ہی آ سکتے ہیں — اور لوگ بھاگ کر صرف رسولوں کے پاس ہی آ سکتے ہیں

امام عبد الرزاق نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر نے عید گاہ میں نماز پڑھائی' پھر حضرت عباس سے کہا: آپ کھڑے ہو کر بارش کی طلب کے لیے دعا کریں' پھر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر دعا کی۔

امام ابن ابی شیبہ نے سند صحیح کے ساتھ مالک الداری سے یہ روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں لوگوں پر قحط پڑ گیا' پس ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر پر گیا اور عرض کیا: یارسول اللہ! اپنی امت کے لیے بارش طلب کیجئے کیونکہ وہ ہلاک ہو رہے ہیں' پھر اس شخص سے خواب میں یہ کہا گیا کہ تم عمر کے پاس جاؤ۔ (الحدیث)

سیف نے الفتوح میں ذکر کیا ہے کہ جس شخص نے یہ خواب دیکھا تھا وہ حضرت بلال بن حارث مزنی رضی اللہ عنہ تھے' جو صحابی ہیں۔

الزبیر بن بکار نے ''الانساب'' میں اس واقعہ کو اپنی سند سے روایت کیا ہے اور بتایا ہے کہ کس وقت حضرت عمر بن الخطاب نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے وسیلہ سے دعا کی تھی' حضرت عمر نے دعا میں کہا: اے اللہ! ہر مصیبت کسی گناہ کی وجہ سے آتی ہے اور ہر مصیبت صرف توبہ سے دور ہوتی ہے' اور یہ قوم اس مصیبت میں میرے پاس آئی ہے کیونکہ ان کو معلوم ہے کہ میرا تیرے نبی کے نزدیک کیا

مقام تھا' اور ہم نے تیری طرف اپنے گناہ گار ہاتھ اٹھائے ہوئے ہیں اور توبہ کے ساتھ اپنی پیشانیاں تیرے حضور جھکائی ہوئی ہیں' تو ہم پر بارش نازل فرما! پھر پہاڑوں کی مثل آسمان پر بادل امڈ آئے اور اتنی بارش ہوئی کہ زمین سرسبز ہوگئی اور لوگ خوش حال ہو گئے۔

زید بن اسلم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ قحط کے سال میں حضرت عمر نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے وسیلہ سے دعا کی اور حضرت عمر نے خطبہ میں کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' حضرت عباس کا اس طرح احترام کرتے تھے جس طرح اولاد اپنے والد کا احترام کرتی ہے' پس اے لوگو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عم محترم کے بارے میں آپ کی اقتداء کرو اور ان کو اللہ تعالیٰ کے پاس وسیلہ بناؤ' پس وہ ابھی وہاں سے روانہ نہ ہوئے تھے کہ بارش ہوگئی۔ امام ابن سعد نے ذکر کیا ہے کہ قحط کا یہ سال ۱۸ ھ میں تھا۔ حضرت عباس کے اس قصہ سے یہ معلوم ہوا کہ اہل صلاح' اہل خیر اور اہل بیت نبوت سے شفاعت طلب کرنا مستحب ہے اور اس حدیث میں حضرت عباس اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فضیلت ہے اور حضرت عمر کا حضرت عباس کے لیے تواضع کرنا ہے اور ان کے حق کا اعتراف کرنا ہے۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۵۳۷ ۔ ۵۳۶ ملخصاً' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ ھ)

اس حدیث سے اور حافظ ابن حجر عسقلانی کی شرح سے یہ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جس طرح نیک اعمال کا وسیلہ پیش کرنا مستحب ہے' اسی طرح اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں نیک حضرات کا وسیلہ پیش کرنا بھی جائز اور مستحب ہے' بعض بدعقیدہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ سے دعا نہیں کی بلکہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے وسیلہ سے دعا کی' اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زندہ نہیں تھے ورنہ وہ آپ کے وسیلہ سے دعا کرتے۔ ہم کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زندہ ہونے پر تو بہت دلائل ہیں جس کو ہم متعدد بار پیش کر چکے ہیں' حضرت عمر نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے وسیلہ سے اس لیے دعا کی تھی تاکہ مسلمانوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ جس طرح آپ کے وسیلہ سے دعا قبول ہوتی ہے' اسی طرح آپ کے اہل بیت اور اقرباء کے وسیلہ سے بھی دعا قبول ہوتی ہے۔

چنانچہ شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۴ ھ نے لکھا ہے کہ اس حدیث سے غیر نبی کے ساتھ بھی توسل جائز نکلا' جب کہ اس کو نبی سے کوئی تعلق ہو قرابت حسیہ کا یا قرابت معنویہ کا۔ تو توسل بالنبی کی ایک صورت یہ بھی نکلی' اور اہل فہم نے کہا ہے کہ اس پر متنبہ کرنے کے لیے حضرت عمر نے حضرت عباس سے توسل کیا' نہ اس لیے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ وفات کے بعد توسل جائز نہ تھا' جب کہ دوسری روایت سے اس کا جواز ثابت ہے اور چونکہ اس توسل پر کسی صحابی سے نکیر منقول نہیں' اس لیے اس میں اجماع کے معنی آ گئے۔

(نشر الطیب ص ۳۰۲ ۔ ۳۰۳' مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ' کراچی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد آپ سے استمداد کا ثبوت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زندہ ہونے پر یہ واضح دلیل ہے کہ حضرت بلال بن حارث مزنی آپ کی قبر پر گئے اور آپ سے خطاب کیا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! اپنی امت کے لیے بارش طلب کیجئے کیونکہ وہ ہلاک ہو رہے ہیں' پھر خواب میں حضرت بلال بن حارث سے یہ کہا گیا کہ عمر کے پاس جاؤ اور ان پر میرا سلام پڑھو اور ان کو یہ خبر دو کہ تم پر عنقریب بارش ہوگی' اور ان سے کہو کہ تم فہم سے کام لو' پھر حضرت بلال بن حارث' حضرت عمر کے پاس گئے اور ان کو یہ خبر دی تو حضرت عمر نے کہا: اے میرے رب! میں صرف اسی کام کو ترک کرتا ہوں جس سے میں عاجز ہوتا ہوں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۲۶۶۵' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۲۰۰۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ج ۱۲ ص ۳۲' ادارۃ القرآن)

امام بخاری متوفی ۲۵۶ ھ نے بھی اس حدیث کا حوالہ دیا ہے۔ تاریخ کبیر: ۱۲۹۴ ۔ ج ۷ ص ۱۸۲' کتاب الجرح والتعدیل:

۹۴۴' امام ابن عساکر متوفی ۵۷۱ھ نے بھی اس حدیث کو بیان کیا ہے' ج ۶۰ ص ۳' دار احیاء التراث العربی' بیروت' حافظ ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ نے بھی اس حدیث کا ذکر کیا ہے' البدایہ والنہایہ ج ۵ ص ۱۶۷' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۹ھ' حافظ ابن کثیر نے اس حدیث کو امام بیہقی کی روایت سے بھی تفصیل سے ذکر کیا ہے۔

٤ - بَابُ تَحْوِيلِ الرِّدَاءِ فِي الْاِسْتِسْقَاءِ

استسقاء میں چادر کو پلٹنا

۱۰۱۱ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ حَدَّثَنَا وَهْبٌ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ، عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيمٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَسْقَى فَقَلَبَ رِدَاءَهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وہب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے خبر دی از محمد بن ابی بکر از عباد بن تمیم از عبد اللہ بن زید' بے شک نبی ﷺ نے بارش کے لیے دعا کی اور چادر کو پلٹا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۰۰۵ میں گزر چکی ہے۔

۱۰۱۲ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ أَنَّهُ سَمِعَ عَبَّادَ بْنَ تَمِيمٍ يُحَدِّثُ أَبَاهُ، عَنْ عَمِّهِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ إِلَى الْمُصَلَّى، فَاسْتَسْقَى، فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ، وَقَلَبَ رِدَاءَهُ، وَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ. قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ كَانَ ابْنُ عُيَيْنَةَ يَقُولُ هُوَ صَاحِبُ الْأَذَانِ، وَلٰكِنَّهُ وَهْمٌ، لِأَنَّ هٰذَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ زَيْدِ بْنِ عَاصِمِ الْمَازِنِيُّ، الْأَنْصَارِيُّ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ بن ابی بکر نے حدیث بیان کی' انہوں نے عباد بن تمیم سے سنا' وہ اپنے والد سے حدیث بیان کرتے ہیں از عم خود حضرت عبد اللہ بن زید کہ نبی ﷺ عید گاہ کی طرف نکلے' پس آپ نے بارش طلب کی' پس قبلہ کی طرف منہ کیا اور چادر کو پلٹا اور دو رکعت نماز پڑھی۔ ابو عبد اللہ نے کہا: ابن عیینہ یہ کہتے تھے کہ یہ عبد اللہ بن زید صاحب الاذان ہیں لیکن یہ وہم ہے کیونکہ یہ عبد اللہ بن زید بن عاصم المازنی الانصاری ہیں۔

نماز استسقاء کے طریقہ کے متعلق احادیث اور دیگر مسائل

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام ابن حبان نے لکھا ہے کہ نبی ﷺ کا نماز استسقاء پڑھنے کے لیے نکلنا رمضان ۶ھ میں تھا۔

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ نبی ﷺ نے بارش طلب کی' قبلہ کی طرف منہ کیا اور دو رکعت نماز پڑھی۔

اس سلسلہ میں حسب ذیل مفصل احادیث ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ ﷺ کی نماز استسقاء کے متعلق بتایا کہ رسول اللہ ﷺ گھر کے کام کاج کے کپڑے پہنے ہوئے عاجزی اور گڑگڑا کر دعا کرتے ہوئے گھر سے نکلے حتیٰ کہ عیدگاہ پر آئے' پھر منبر پر چڑھے اور تمہارے اس خطبہ کی طرح خطبہ نہیں دیا لیکن آپ مسلسل دعا کرتے رہے' گڑگڑا کر دعا کرتے رہے اور تکبیر پڑھتے رہے' پھر اس طرح دو رکعت نماز پڑھائی جس طرح نماز عید پڑھائی جاتی ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۱۶۵' سنن ترمذی: ۵۵۸' سنن نسائی: ۱۵۲۰' سنن ابن ماجہ: ۱۲۶۶' مسند احمد ج ۱ ص ۲۳۰)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اس طرح بارش کی دعا کرتے تھے' پھر انہوں نے ہاتھ بلند کیے اور اپنی ہتھیلیوں کو زمین کی جانب رکھا حتیٰ کہ میں نے آپ کی بغلوں کی سفیدی دیکھی۔ (صحیح مسلم: ۹۸۵' سنن ابوداؤد: ۱۱۷۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ شکایت کی کہ بارش نہیں ہو رہی ہے اور قحط پڑ رہا ہے' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عیدگاہ میں منبر رکھنے کا حکم دیا اور لوگوں سے وعدہ کر لیا کہ وہ فلاں دن عیدگاہ جائیں' حضرت عائشہ نے بیان کیا کہ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت نکلے جب سورج کا کنارہ ظاہر ہو چکا تھا' پس آپ منبر پر بیٹھ گئے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ اکبر پڑھا اور اللہ عزوجل کی حمد کی' پھر فرمایا: تم لوگوں نے اپنے شہروں کی قحط سالی کی اور بارش میں تاخیر کی شکایت کی ہے' حالانکہ اللہ عزوجل نے تم کو یہ حکم دیا ہے کہ تم اللہ سے دعا کرو اور تم سے اس نے یہ وعدہ کیا ہے کہ وہ تمہاری دعا قبول فرمائے گا' پھر آپ نے تلاوت کی: تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے' حساب کے دن کا مالک ہے' اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے' وہ جو ارادہ کرتا ہے سو کرتا ہے' اے اللہ! تو اللہ ہے تیرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے' تو غنی ہے اور ہم فقراء ہیں' تو ہم پر بارش نازل فرما اور جو تو ہمارے لیے نازل کرے اس کو ہمارے لیے قوت اور ایک مدت تک زندہ رہنے کا ذریعہ بنا دے' پھر آپ نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کیے اور ان کو بلند کیے رکھا حتیٰ کہ آپ کی بغلوں کی سفیدی ظاہر ہو گئی' پھر آپ نے لوگوں کی طرف پیٹھ کی' اور اپنی چادر کو پلٹا اور اس وقت آپ نے اپنے ہاتھ بلند کیے ہوئے تھے' پھر آپ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور منبر سے اتر کر دو رکعت نماز پڑھائی' پھر اللہ نے اپنے اذن سے ایک بادل پیدا کیا' وہ کڑکا اور چمکا' پھر برسا' آپ ابھی اپنی مسجد تک نہیں پہنچے تھے کہ تمام نالے بہنے لگے' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کی اس جلدی کو دیکھا تو آپ ہنسنے لگے حتیٰ کہ آپ کی ڈاڑھیں ظاہر ہو گئیں' پھر آپ نے فرمایا: بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے اور بے شک میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔ (سنن ابوداؤد: ۱۱۷۳)

نماز استسقاء کا وقت وہی ہے جو عیدین کی نماز کا وقت ہے' نماز استسقاء کی پہلی رکعت میں سورۃ ''سبح اسم ربك الاعلٰی'' پڑھے اور دوسری رکعت میں سورۃ ''هل اتاك حديث الغاشية'' پڑھے اور اس میں بلند آواز سے قراءت کرے' حدیث میں ہے:

عباد بن تمیم اپنے چچا رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کو نماز استسقاء پڑھانے کے لیے لے گئے' آپ نے ان کو دو رکعت نماز پڑھائی اور ان میں بلند آواز سے قراءت کی' اپنی چادر کو پلٹا' طلب بارش کی دعا کی اور قبلہ کی طرف منہ کیا۔

(سنن ابوداؤد: ۱۱۶۱' سنن ترمذی: ۵۵۶' سنن ابن ماجہ: ۱۲۶۷' مسند احمد ج ۴ ص ۳۸)

امام ابوحنیفہ کے نزدیک صلوٰۃ استسقاء میں نماز سنت مسنونہ نہیں ہے کیونکہ بہت احادیث میں ہے کہ آپ نے استسقاء میں صرف استغفار کیا اور دعا کی اور نماز نہیں پڑھی اور جن احادیث میں آپ کے نماز استسقاء پڑھنے کا ذکر ہے' ان کا جواب یہ ہے کہ آپ نے کئی مرتبہ نماز پڑھی اور کئی مرتبہ نماز نہیں پڑھی اور اس سے کسی نفل کا سنت مؤکدہ ہونا ثابت نہیں ہوتا' اس سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ استسقاء کے لیے نماز پڑھنا جائز ہے۔

۵- بَابُ اِنْتِقَامِ الرَّبِّ عَزَّوَجَلَّ' مِنْ خَلْقِهٖ بِالْقَحْطِ اِذَا انْتُهِكَتْ مَحَارِمُهٗ

جب اللہ کی حدود کو پامال کیا جائے تو رب عزوجل کا قحط طاری کر کے اپنی مخلوق سے انتقام لینا

امام بخاری نے اس باب کا عنوان قائم کیا ہے لیکن اس کے تحت کوئی حدیث ذکر نہیں کی' ہو سکتا ہے کہ امام بخاری کو اس عنوان کے تحت اپنی شرط کے مطابق کوئی حدیث نہ ملی ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کوئی ایسا مانع پیش آیا ہو کہ وہ اس باب کے مناسب کوئی حدیث نہ ذکر کر سکے ہوں۔

٦- بَابُ الْاِسْتِسْقَاءِ فِي الْمَسْجِدِ الْجَامِعِ

جامع مسجد میں بارش طلب کرنا

اس باب سے امام بخاری نے یہ اشارہ کیا ہے کہ نماز استسقاء پڑھنے کے لیے عیدگاہ میں جانا ضروری نہیں ہے' کیونکہ اصل مقصود

تو صحرا میں نماز پڑھنا ہے تا کہ زیادہ لوگ شریک ہوسکیں اور جامع مسجد میں نماز پڑھنے سے بھی یہ مقصود پورا ہو جاتا ہے۔

١٠١٣ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ أَخْبَرَنَا أَبُو ضَمْرَةَ أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَرِيكُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي نَمِرٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَذْكُرُ أَنَّ رَجُلًا دَخَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ مِنْ بَابٍ كَانَ وُجَاهَ الْمِنْبَرِ، وَرَسُولُ اللّٰهِ قَائِمٌ يَخْطُبُ، فَاسْتَقْبَلَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَائِمًا، فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ، هَلَكَتِ الْمَوَاشِي، وَانْقَطَعَتِ السُّبُلُ، فَادْعُ اللّٰهَ يُغِيثُنَا. قَالَ فَرَفَعَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَيْهِ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اسْقِنَا، اَللّٰهُمَّ اسْقِنَا، اَللّٰهُمَّ اسْقِنَا. قَالَ أَنَسٌ وَلَا وَاللّٰهِ، مَا نَرَى فِي السَّمَاءِ مِنْ سَحَابٍ، وَلَا قَزَعَةٍ، وَلَا شَيْئًا، وَمَا بَيْنَنَا وَبَيْنَ سَلْعٍ مِنْ بَيْتٍ وَلَا دَارٍ. قَالَ فَطَلَعَتْ مِنْ وَرَائِهِ سَحَابَةٌ مِثْلُ التُّرْسِ، فَلَمَّا تَوَسَّطَتِ السَّمَاءَ انْتَشَرَتْ ثُمَّ أَمْطَرَتْ. قَالَ وَاللّٰهِ مَا رَأَيْنَا الشَّمْسَ سِتًّا. ثُمَّ دَخَلَ رَجُلٌ مِنْ ذٰلِكَ الْبَابِ فِي الْجُمُعَةِ الْمُقْبِلَةِ، وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَائِمٌ يَخْطُبُ، فَاسْتَقْبَلَهُ قَائِمًا، فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ، هَلَكَتِ الْأَمْوَالُ، وَانْقَطَعَتِ السُّبُلُ، فَادْعُ اللّٰهَ يُمْسِكْهَا. قَالَ فَرَفَعَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَيْهِ، ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا، اَللّٰهُمَّ عَلَى الْآكَامِ وَالْجِبَالِ، وَالْآجَامِ وَالظِّرَابِ، وَالْأَوْدِيَةِ وَمَنَابِتِ الشَّجَرِ. قَالَ فَانْقَطَعَتْ وَخَرَجْنَا نَمْشِي فِي الشَّمْسِ. قَالَ شَرِيكٌ فَسَأَلْتُ أَنَسًا أَهُوَ الرَّجُلُ الْأَوَّلُ؟ قَالَ لَا أَدْرِي.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابوضمرہ انس بن عیاض نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں شریک بن عبداللہ بن ابی نمر نے حدیث بیان کی انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا وہ ذکر کر رہے تھے کہ جمعہ کے دن ایک شخص منبر کے سامنے والے دروازہ سے داخل ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت کھڑے ہوئے خطبہ دے رہے تھے وہ شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منہ کر کے کھڑا ہوا پس اس نے کہا: یارسول اللہ! مویشی ہلاک ہو گئے اور راستے منقطع ہو گئے لہذا آپ اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ ہم پر بارش نازل کرے حضرت انس نے کہا: پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کیے پھر دعا کی: اے اللہ! ہم پر بارش نازل کر اے اللہ! ہم پر بارش نازل کر اے اللہ! ہم پر بارش نازل کر۔ حضرت انس نے کہا: اور اللہ کی قسم! ہم آسمان میں اکٹھے بادل دیکھ رہے تھے نہ متفرق بادل اور نہ کوئی اور چیز اور نہ ہمارے اور سلع پہاڑ کے درمیان (کوئی بادل چھپا ہوا تھا) اور نہ کسی حویلی اور گھر کے درمیان پس اچانک سلع پہاڑ کے پیچھے سے ڈھال کی طرح بادل امڈ آئے اور جب وہ آسمان کے وسط میں پہنچے تو منتشر ہو گئے پھر برسنے لگے حضرت انس نے کہا: اور اللہ کی قسم! ہم نے چھ دن تک سورج کو نہیں دیکھا پھر اگلے جمعہ کو ایک شخص اسی دروازہ سے داخل ہوا اور اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے خطبہ دے رہے تھے پس وہ آپ کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا: یارسول اللہ! اموال ہلاک ہو گئے اور راستے منقطع ہو گئے پس آپ اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ اب بارش کو روک لے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھوں کو بلند کیا پھر آپ نے دعا کی: اے اللہ! ہمارے اردگرد بارش نازل کر ہم پر نہ نازل کر اے اللہ! ٹیلوں پر پہاڑوں پر میدانوں پر پہاڑیوں پر وادیوں پر اور درختوں کے اگنے کے مقامات پر بارش نازل فرما۔ حضرت انس بیان کرتے ہیں کہ پھر بارش فوراً بند ہو گئی اور ہم دھوپ میں چلنے پھرنے لگے۔ شریک نے

کہا: میں نے حضرت انس سے پوچھا: کیا یہ وہی پہلا شخص تھا؟
انہوں نے کہا: مجھے معلوم نہیں۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۹۳۲ میں گزر چکی ہے۔

راستے منقطع ہونے کی توجیہ اور دیگر مسائل

بارش نہ ہونے کی جس نے شکایت کی تھی' اس نے بھی کہا تھا: راستے منقطع ہو گئے' اور جس نے بارش زیادہ ہونے کی شکایت کی' اس نے بھی کہا: راستے منقطع ہو گئے' اس کی توجیہ یہ ہے کہ جس نے بارش نہ ہونے کی شکایت کی تھی' اس کا مطلب تھا کہ بارش نہ ہونے کی وجہ سے چراگاہیں سوکھ گئیں' سبزہ ختم ہو گیا' جانوروں کے کھانے کے لیے کچھ نہیں رہا' اب جانوروں اور سواریوں پر سوار ہو کر سفر کرنا ممکن نہیں رہا' اس لیے اس نے کہا: راستے منقطع ہو گئے اور جس نے بارش زیادہ ہونے کی شکایت کی تھی' اس نے بھی کہا: راستے منقطع ہو گئے یعنی بارش کی کثرت سے راستوں میں پانی بھر گیا' ندی نالے اُبلنے لگے اور اب سفر کرنا ممکن نہیں رہا' اس لیے اس نے کہا: راستے منقطع ہو گئے۔

اس حدیث سے حسب ذیل مسائل معلوم ہوئے:
اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی ناگہانی افتاد اور مصیبت کے وقت امام سے دورانِ خطبہ کلام کرنا جائز ہے۔
اہل خیر اور اہل صلاح سے اور جن کی دعا کے مقبول ہونے کی توقع ہو ان سے دعا کی درخواست کرنی چاہیے۔
طلب بارش کی دعا کو خطبہ میں داخل کرنا جائز ہے۔ دفع ضرر کی دعا کرنا توکل کے منافی نہیں ہے۔
اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بارش کو نازل کرنے کی دعا کی اور نماز استسقاء نہیں پڑھی' اس میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی واضح دلیل ہے کہ استسقاء میں اصل استغفار اور دعا ہے اور اس کے لیے نماز پڑھنا سنت مسنونہ نہیں ہے۔
* یہ حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۹۷۵۔ ج ۲ ص ۷۱۲ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۷ - بَابُ الْاِسْتِسْقَاءِ فِي خُطْبَةِ الْجُمُعَةِ غَيْرَ مُسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةِ

جمعہ کے خطبہ میں بارش کی طلب کی دعا کرنا جب کہ خطیب کا قبلہ کی طرف منہ نہ ہو

۱۰۱٤ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ' عَنْ شَرِيكٍ' عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَجُلًا دَخَلَ الْمَسْجِدَ يَوْمَ جُمُعَةٍ مِنْ بَابٍ كَانَ نَحْوَ دَارِ الْقَضَاءِ' وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَائِمٌ يَخْطُبُ' فَاسْتَقْبَلَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَائِمًا' ثُمَّ قَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ' هَلَكَتِ الْأَمْوَالُ' وَانْقَطَعَتِ السُّبُلُ' فَادْعُ اللّٰهَ يُغِيثُنَا. فَرَفَعَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَيْهِ' ثُمَّ قَالَ اللّٰهُمَّ أَغِثْنَا' اللّٰهُمَّ أَغِثْنَا' اللّٰهُمَّ أَغِثْنَا. قَالَ أَنَسٌ وَلَا وَاللّٰهِ مَا نَرَى فِي السَّمَاءِ مِنْ سَحَابٍ' وَلَا قَزَعَةٍ وَمَا بَيْنَنَا وَبَيْنَ سَلْعٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن جعفر نے حدیث بیان کی از شریک از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص جمعہ کے دن مسجد میں اس دروازہ سے داخل ہوا جو دار القضاء کی طرف ہے' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت کھڑے ہوئے خطبہ دے رہے تھے' اس نے کھڑے ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منہ کیا' پھر کہا: یارسول اللہ! اموال ہلاک ہو گئے اور راستے منقطع ہو گئے' لہٰذا آپ اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ ہم پر بارش نازل کرے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھوں کو بلند کیا' پھر دعا کی: اے اللہ! ہم پر بارش نازل فرما! اے اللہ! ہم پر بارش نازل

مِنْ بَيْتٍ وَلَا دَارٍ. قَالَ فَطَلَعَتْ مِنْ وَرَائِهِ سَحَابَةٌ مِثْلُ التُّرْسِ، فَلَمَّا تَوَسَّطَتِ السَّمَاءَ انْتَشَرَتْ، ثُمَّ أَمْطَرَتْ، فَلَا وَاللّٰهِ، مَا رَأَيْنَا الشَّمْسَ سِتًّا، ثُمَّ دَخَلَ رَجُلٌ مِنْ ذٰلِكَ الْبَابِ فِي الْجُمُعَةِ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَائِمٌ يَخْطُبُ، فَاسْتَقْبَلَهُ قَائِمًا، فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، هَلَكَتِ الْأَمْوَالُ، وَانْقَطَعَتِ السُّبُلُ، فَادْعُ اللّٰهَ يُمْسِكْهَا عَنَّا. فَرَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَيْهِ، ثُمَّ قَالَ اللّٰهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا، اللّٰهُمَّ عَلَى الْآكَامِ وَالظِّرَابِ، وَبُطُوْنِ الْأَوْدِيَةِ وَمَنَابِتِ الشَّجَرِ. قَالَ فَأَقْلَعَتْ، وَخَرَجْنَا نَمْشِي فِي الشَّمْسِ. قَالَ شَرِيْكٌ سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ، أَهُوَ الرَّجُلُ الْأَوَّلُ؟ فَقَالَ مَا أَدْرِي.

فرما! اے اللہ! ہم پر بارش نازل فرما! حضرت انس نے کہا: اور اللہ کی قسم! ہم آسمان پر اکٹھے بادل دیکھ رہے تھے نہ متفرق بادل اور نہ ہمارے اور سلع پہاڑ کے درمیان (کوئی بادل کسی اوٹ میں تھا) اور نہ کسی حویلی اور کسی گھر کے درمیان پھر سلع پہاڑ کے پیچھے سے ڈھال کی طرح بادل امڈ آئے اور جب وہ بادل آسمان کے وسط میں پہنچے تو منتشر ہو گئے پھر برسنے لگے اور اللہ کی قسم! ہم نے چھ دن تک سورج نہیں دیکھا پھر جمعہ کے دن ایک شخص اسی دروازہ سے داخل ہوا اور اس وقت رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے خطبہ دے رہے تھے پس وہ آپ کی طرف منہ کر کے کھڑا ہوا پس اس نے کہا: یارسول اللہ! اموال ہلاک ہو گئے اور راستے منقطع ہو گئے پس آپ اللہ سے دعا کیجئے کہ بارش کو ہم سے روک لے پھر رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھوں کو بلند کیا پھر دعا کی: اے اللہ! ہمارے ارد گرد برسا ہم پر نہ برسا اے اللہ! ٹیلوں پر اور پہاڑیوں پر اور وادیوں کے بطون میں اور درختوں کے اگنے کی جگہوں پر برسا حضرت انس نے کہا: پھر بارش روک دی گئی اور ہم دھوپ میں چل رہے تھے۔ شریک نے کہا: میں نے حضرت انس بن مالک سے پوچھا: کیا یہ وہی پہلا شخص تھا؟ حضرت انس نے کہا: مجھے معلوم نہیں۔

اس حدیث کی شرح کے لیے گزشتہ حدیث: ۱۰۱۳ کا مطالعہ کریں۔

۸- بَابُ الْاِسْتِسْقَاءِ عَلَى الْمِنْبَرِ

منبر پر بارش کی طلب کی دعا کرنا

۱۰۱۵ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ عَوَانَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ بَيْنَمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، إِذْ جَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، قَحَطَ الْمَطَرُ، فَادْعُ اللّٰهَ أَنْ يَسْقِيَنَا. فَدَعَا، فَمُطِرْنَا، فَمَا كِدْنَا أَنْ نَصِلَ إِلَى مَنَازِلِنَا، فَمَا زِلْنَا نُمْطَرُ إِلَى الْجُمُعَةِ الْمُقْبِلَةِ. قَالَ فَقَامَ ذٰلِكَ الرَّجُلُ أَوْ غَيْرُهُ، فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، ادْعُ اللّٰهَ أَنْ يَصْرِفَهُ عَنَّا. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللّٰهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا. قَالَ فَلَقَدْ رَأَيْتُ السَّحَابَ يَتَقَطَّعُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے بیان کیا' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ انہوں نے کہا: جس وقت رسول اللہ ﷺ جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے' اچانک ایک شخص آیا' اس نے کہا: یارسول اللہ! بارش کا قحط پڑ گیا لہٰذا آپ اللہ سے دعا کیجئے کہ ہم پر بارش نازل کرے سو آپ نے دعا کی' سو ہم پر بارش نازل کی گئی' پس قریب نہ تھا کہ ہم اپنے گھروں کو پہنچتے' سو اگلے جمعہ تک مسلسل بارش ہوتی رہی' پھر وہی شخص کھڑا ہوا یا دوسرا شخص' پس اس نے کہا: یارسول اللہ! اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ اس بارش کو ہم سے دور کر دے' سو

يَمِيْنًا وَ شِمَالًا' يُمْطَرُوْنَ وَلَا يُمْطَرُ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ.

رسول اللہ ﷺ نے دعا کی: اے اللہ! ہمارے اردگرد برسا' ہم پر نہ برسا۔ حضرت انس نے کہا: پس میں نے تحقیق سے دیکھا کہ بادل برستے ہوئے دائیں بائیں پھٹ رہے تھے اور اہل مدینہ پر بارش نہیں ہو رہی تھی۔

اس کی شرح کے لیے بھی حدیث: ۱۰۱۳ کا مطالعہ کریں۔

٩ - بَابُ مَنِ اكْتَفٰى بِصَلٰوةِ الْجُمُعَةِ فِي الْاِسْتِسْقَاءِ

جس نے نماز استسقاء کے لیے نمازِ جمعہ پر اکتفاء کی

١٠١٦ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ' عَنْ مَالِكٍ' عَنْ شَرِيْكِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ' عَنْ اَنَسٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' فَقَالَ هَلَكَتِ الْمَوَاشِيْ' وَتَقَطَّعَتِ السُّبُلُ. فَدَعَا' فَمُطِرْنَا مِنَ الْجُمُعَةِ اِلَى الْجُمُعَةِ' ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ تَهَدَّمَتِ الْبُيُوْتُ' وَتَقَطَّعَتِ السُّبُلُ' وَهَلَكَتِ الْمَوَاشِيْ' فَادْعُ اللّٰهَ يُمْسِكْهَا. فَقَامَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ عَلَى الْاٰكَامِ وَالظِّرَابِ' وَالْاَوْدِيَةِ وَمَنَابِتِ الشَّجَرِ. فَانْجَابَتْ عَنِ الْمَدِيْنَةِ انْجِيَابَ الثَّوْبِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از شریک بن عبد اللہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ' انہوں نے کہا کہ ایک شخص نبی ﷺ کے پاس آیا' پس اس نے کہا: مویشی ہلاک ہو گئے اور راستے منقطع ہو گئے' تو آپ نے دعا کی' پھر ہم پر ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک بارش ہوتی رہی' پھر وہ شخص آیا پس اس نے کہا: مکانات گر گئے اور راستے منقطع ہو گئے اور مویشی ہلاک ہو گئے' پس آپ اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ اس بارش کو روک لے' پھر رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے' پس دعا کی: اے اللہ! ٹیلوں پر اور پہاڑیوں پر اور وادیوں پر اور درختوں کے اُگنے کی جگہوں پر بارش نازل فرما! پس بارش مدینہ سے اس طرح منقطع ہو گئی جیسے کپڑا منقطع ہو جاتا ہے۔

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ دوسرا سائل وہی پہلا شخص تھا۔

١٠ - بَابُ الدُّعَاءِ اِذَا تَقَطَّعَتِ السُّبُلُ مِنْ كَثْرَةِ الْمَطَرِ

جب بارش کی کثرت سے راستے منقطع ہو جائیں' اس وقت دعا کرنا

١٠١٧ - حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ' عَنْ شَرِيْكِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ نَمِرٍ' عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ' هَلَكَتِ الْمَوَاشِيْ' وَانْقَطَعَتِ السُّبُلُ' فَادْعُ اللّٰهَ. فَدَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' فَمُطِرُوْا مِنْ جُمُعَةٍ اِلٰى جُمُعَةٍ' فَجَاءَ رَجُلٌ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از شریک بن عبد اللہ بن ابی نمر از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا' پس اس نے کہا: یا رسول اللہ! مویشی ہلاک ہو گئے اور راستے منقطع ہو گئے' لہٰذا آپ اللہ سے دعا کیجئے' پس رسول اللہ ﷺ نے دعا کی تو ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک بارش ہوئی' پھر ایک شخص رسول اللہ

اللّٰہِ، تَهَدَّمَتِ الْبُیُوْتُ، وَتَقَطَّعَتِ السُّبُلُ، وَهَلَکَتِ الْمَوَاشِیْ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ عَلٰى رُؤُوْسِ الْجِبَالِ وَالْاٰکَامِ، وَبُطُوْنِ الْاَوْدِیَةِ وَمَنَابِتِ الشَّجَرِ. فَانْجَابَتْ عَنِ الْمَدِیْنَةِ انْجِیَابَ الثَّوْبِ.

ﷺ کے پاس آیا، پس اس نے کہا: یارسول اللہ! مکانات گر گئے راستے منقطع ہو گئے اور مویشی ہلاک ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ نے دعا کی: اے اللہ! پہاڑوں کے سروں پر اور ٹیلوں پر اور وادیوں کے بطن میں اور درختوں کے اُگنے کی جگہوں میں، پس مدینہ (بارش سے) اس طرح منقطع ہو گیا جس طرح کپڑا منقطع ہوتا ہے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے بھی حدیث: ۱۰۱۳ کا مطالعہ کریں۔

۱۱ - بَابُ مَا قِيْلَ اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يُحَوِّلْ رِدَاءَهُ فِي الْاِسْتِسْقَاءِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ

وہ جو کہا گیا ہے کہ نبی ﷺ نے جمعہ کے دن بارش کی طلب میں چادر کو نہیں پلٹا

۱۰۱۸ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ بِشْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُعَافَى بْنُ عِمْرَانَ، عَنِ الْاَوْزَاعِيِّ، عَنْ اِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ رَجُلًا شَكَا اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلَاكَ الْمَالِ، وَجَهْدَ الْعِيَالِ، فَدَعَا اللّٰهَ يَسْتَسْقِيْ، وَلَمْ يَذْكُرْ اَنَّهُ حَوَّلَ رِدَاءَهُ، وَلَا اسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحسن بن بشر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں معافیٰ بن عمران نے حدیث بیان کی از اوزاعی از اسحاق بن عبد اللہ از انس بن مالک، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی ﷺ سے مال کے ہلاک ہونے اور بیوی بچوں کی مشقت کی شکایت کی تو آپ نے اللہ سے بارش کے نزول کی دعا کی اور حضرت انس نے یہ ذکر نہیں کیا کہ آپ نے چادر کو پلٹا اور نہ یہ ذکر کیا کہ آپ نے قبلہ کی طرف منہ کیا۔

اس حدیث کی شرح کے لیے بھی حدیث: ۱۰۱۳ کا مطالعہ کریں۔

۱۲ - بَابُ اِذَا اسْتَشْفَعُوْا اِلَى الْاِمَامِ لِيَسْتَسْقِيَ لَهُمْ وَلَمْ يَرُدَّهُمْ

جب لوگ امام سے یہ سفارش کریں کہ وہ ان کے لیے بارش کے نزول کی دعا کرے اور وہ ان کی سفارش رد نہ کرے

۱۰۱۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ شَرِيْكِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ نَمِرٍ، عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّهُ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، هَلَكَتِ الْمَوَاشِيْ، وَتَقَطَّعَتِ السُّبُلُ، فَادْعُ اللّٰهَ، فَدَعَا اللّٰهَ فَمُطِرْنَا مِنَ الْجُمُعَةِ اِلَى الْجُمُعَةِ، فَجَاءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، تَهَدَّمَتِ الْبُيُوْتُ، وَتَقَطَّعَتِ السُّبُلُ، وَهَلَكَتِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از شریک بن عبد اللہ بن ابی نمر از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا، پس اس نے کہا: یارسول اللہ! مویشی ہلاک ہو گئے اور راستے منقطع ہو گئے، لہٰذا آپ اللہ سے دعا کیجئے، سو آپ نے اللہ سے دعا کی، پھر ہم پر ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک بارش ہوئی، پھر ایک شخص نبی ﷺ کے پاس آیا، پس اس نے کہا: یارسول اللہ! مکانات گر گئے،

الْمَوَاشِيْ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ عَلٰى ظُهُوْرِ الْجِبَالِ وَالْاٰكَامِ وَبُطُوْنِ الْاَوْدِيَةِ وَمَنَابِتِ الشَّجَرِ. فَانْجَابَتْ عَنِ الْمَدِيْنَةِ انْجِيَابَ الثَّوْبِ.

راستے منقطع ہو گئے اور مویشی ہلاک ہو گئے' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی: اے اللہ! پہاڑوں کی پشتوں پر اور ٹیلوں پر اور وادیوں کے بطن میں اور درختوں کے پیدا ہونے کی جگہوں پر (بارش نازل فرما)' سو مدینہ بارش سے کپڑے کی طرح کٹ گیا۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ١٠١٣ میں ملاحظہ فرمائیں۔

ان احادیث میں یہ دلیل ہے کہ جب امام سے یہ کہا جائے کہ وہ اللہ سے دعا کرے تو اس کو اللہ سے دعا کرنی چاہیے کیونکہ اس میں اللہ کی طرف احتیاج ہے' اس کے سامنے گڑگڑانا ہے اور لوگوں کے حالات کی اصلاح کرنا ہے۔

١٣ - بَابٌ اِذَا اسْتَشْفَعَ الْمُشْرِكُوْنَ بِالْمُسْلِمِيْنَ عِنْدَ الْقَحْطِ

جب قحط کے وقت مشرکین' مسلمانوں سے دعا کی درخواست کریں

١٠٢٠ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ، عَنْ سُفْيَانَ قَالَ حَدَّثَنَا مَنْصُوْرٌ وَالْاَعْمَشُ، عَنْ اَبِي الضُّحٰى، عَنْ مَسْرُوْقٍ، قَالَ اَتَيْتُ ابْنَ مَسْعُوْدٍ، فَقَالَ اِنَّ قُرَيْشًا اَبْطَؤُوْا عَنِ الْاِسْلَامِ، فَدَعَا عَلَيْهِمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاَخَذَتْهُمْ سَنَةٌ حَتّٰى هَلَكُوْا فِيْهَا، وَاَكَلُوا الْمَيْتَةَ وَالْعِظَامَ، فَجَاءَهُ اَبُوْ سُفْيَانَ، فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ، جِئْتَ تَاْمُرُ بِصِلَةِ الرَّحِمِ، وَاِنَّ قَوْمَكَ هَلَكُوْا، فَادْعُ اللّٰهَ، فَقَرَاَ ﴿فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَاْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ﴾ (الدخان: ١٠). ثُمَّ عَادُوْا اِلٰى كُفْرِهِمْ، فَذٰلِكَ قَوْلُهُ تَعَالٰى ﴿يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى﴾ (الدخان: ١٦) يَوْمَ بَدْرٍ. قَالَ وَزَادَ اَسْبَاطٌ، عَنْ مَنْصُوْرٍ فَدَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسُقُوا الْغَيْثَ، فَاَطْبَقَتْ عَلَيْهِمْ سَبْعًا، وَشَكَا النَّاسُ كَثْرَةَ الْمَطَرِ، فَقَالَ اَللّٰهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا. فَانْحَدَرَتِ السَّحَابَةُ عَنْ رَاْسِهِ، فَسُقُوا النَّاسَ حَوْلَهُمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی از سفیان' انہوں نے کہا: ہمیں منصور اور اعمش نے حدیث بیان کی از ابی الضحیٰ از مسروق' انہوں نے کہا: میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آیا' پس انہوں نے کہا کہ قریش نے اسلام لانے میں تاخیر کر دی' تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے خلاف دعائے ضرر کی' سو ان کو خشک سالی نے پکڑ لیا' حتیٰ کہ وہ اس میں ہلاک ہو گئے اور انہوں نے مُردوں کو اور ہڈیوں کو کھایا' پس آپ کے پاس ابوسفیان آئے اور کہا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ یہ حکم دینے آئے ہیں کہ رشتہ داروں سے ملاپ رکھو' اور آپ کی قوم ہلاک ہو رہی ہے' لہٰذا آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے' پس آپ نے یہ آیت پڑھی: سو آپ اس دن کا انتظار کیجئے جب آسمان کھلم کھلا دھواں لائے گا ○ (الدخان: ١٠) پھر وہ اپنے کفر کی طرف لوٹ گئے' اس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: جس دن ہم ان کی زبردست گرفت کریں گے۔ (الدخان: ١٦) اس سے مراد یوم بدر ہے۔ اسباط نے از منصور یہ اضافہ کیا ہے کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی' پھر ان کو بارش سے سیراب کیا گیا' پھر سات دن ان پر مسلسل بارش ہوتی رہی اور لوگوں نے بارش کی کثرت کی شکایت کی تو آپ نے دعا کی: اے اللہ! ہمارے اردگرد برسا ہم پر نہ برسا' پھر بادل بالکل چھٹ گئے' پس اس سال لوگوں کو سیراب کیا گیا۔

امام بخاری نے اسباط کی روایت کا جو اضافہ ذکر کیا ہے' اس کی وجہ سے امام بخاری پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ امام بخاری نے

اہل مدینہ کے قصہ اور بارش کی کثرت کی شکایت کو قریش کے قصہ میں داخل کر کے گڈمڈ کر دیا اور یہ غلط ہے' اس حدیث کے باقی مضامین کی شرح' صحیح البخاری: ۱۰۰۷ میں گزر چکی ہے۔

۱۴ - بَابُ الدعَاءِ إِذَا كَثُرَ الْمَطَرُ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا

جب زیادہ بارش ہو تو یہ دعا کرنا: ہمارے اردگرد برسا' ہم پر نہ برسا

۱۰۲۱ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ يَوْمَ جُمُعَةٍ، فَقَامَ النَّاسُ فَصَاحُوا، فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَحَطَ الْمَطَرُ، وَاحْمَرَّتِ الشَّجَرُ، وَهَلَكَتِ الْبَهَائِمُ، فَادْعُ اللَّهَ يَسْقِينَا. فَقَالَ اللَّهُمَّ اسْقِنَا. مَرَّتَيْنِ، وَايْمُ اللَّهِ، مَا نَرَى فِي السَّمَاءِ قَزَعَةً مِنْ سَحَابٍ، فَنَشَأَتْ سَحَابَةٌ وَأَمْطَرَتْ، وَنَزَلَ عَنِ الْمِنْبَرِ فَصَلَّى، فَلَمَّا انْصَرَفَ، لَمْ تَزَلْ تُمْطِرُ إِلَى الْجُمُعَةِ الَّتِي تَلِيهَا، فَلَمَّا قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ صَاحُوا إِلَيْهِ تَهَدَّمَتِ الْبُيُوتُ، وَانْقَطَعَتِ السُّبُلُ، فَادْعُ اللَّهَ يَحْبِسْهَا عَنَّا. فَتَبَسَّمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ قَالَ اللَّهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا. فَكُشِطَتِ الْمَدِينَةُ، فَجَعَلَتْ تُمْطِرُ حَوْلَهَا، وَلَا تَمْطُرُ بِالْمَدِينَةِ قَطْرَةً، فَنَظَرْتُ إِلَى الْمَدِينَةِ وَإِنَّهَا لَفِي مِثْلِ الْإِكْلِيلِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن ابی بکر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معتمر نے حدیث بیان کی از عبید اللہ از ثابت از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن خطبہ دے رہے تھے' تو لوگ کھڑے ہو کر بہ آواز بلند کہنے لگے: یارسول اللہ! بارش کا قحط پڑ گیا اور درخت سرخ ہو گئے اور جانور ہلاک ہو گئے' پس آپ اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ ہم پر بارش نازل فرمائے' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی: اے اللہ! ہم پر بارش نازل فرما' یہ آپ نے دو بار کہا' اور اللہ کی قسم! ہم آسمان پر کوئی بادل کا ٹکڑا نہیں دیکھ رہے تھے' پس بادل امڈ آئے اور برسنے لگے' اور آپ منبر سے اترے' پھر آپ نے نماز پڑھائی' پھر جب آپ نماز پڑھا کر مڑے تو اگلے جمعہ تک مسلسل بارش ہوتی رہی' پھر جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر خطبہ دینے لگے تو لوگوں نے بلند آواز سے کہا: مکانات گر گئے اور راستے منقطع ہو گئے' سو آپ اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ اس بارش کو ہم سے روک لے' پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے' پھر دعا کی: اے اللہ! ہمارے اردگرد برسا' ہم پر نہ برسا' پھر مدینہ بارش کے پانی سے خالی ہو گیا' پھر مدینہ کے اردگرد بارش ہوتی تھی اور مدینہ پر بارش کا ایک قطرہ بھی نہیں گرتا تھا' پھر میں نے مدینہ کی طرف نظر کی تو وہ تاج کی طرح تھا۔

اس حدیث کی شرح کے لیے بھی' صحیح البخاری: ۱۰۱۳ کا مطالعہ کریں۔

۱۵ - بَابُ الدعَاءِ فِي الْاسْتِسْقَاءِ قَائِمًا

بارش طلب کرنے کے لیے کھڑے ہو کر دعا کرنا

۱۰۲۲ - وَقَالَ لَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، عَنْ زُهَيْرٍ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ خَرَجَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَزِيدَ الْأَنْصَارِيُّ، وَخَرَجَ مَعَهُ الْبَرَاءُ بْنُ عَازِبٍ وَزَيْدُ بْنُ أَرْقَمَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمْ، فَاسْتَسْقَى، فَقَامَ بِهِمْ عَلَى رِجْلَيْهِ عَلَى غَيْرِ مِنْبَرٍ، فَاسْتَغْفَرَ، ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ يَجْهَرُ بِالْقِرَاءَةِ،

اور ابو نعیم نے ہم سے کہا از زہیر از ابو اسحاق' وہ بیان کرتے ہیں کہ عبد اللہ بن یزید انصاری بارش طلب کرنے کے لیے نکلے اور ان کے ساتھ حضرت البراء بن عازب اور حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہم نکلے' انہوں نے بارش کی طلب کی دعا کی تو وہ بغیر منبر کے اپنے پاؤں پر کھڑے ہوئے' پس انہوں نے استغفار کیا' پھر دو

وَلَمْ يُؤَذِّنْ وَلَمْ يُقِمْ. قَالَ أَبُو إِسْحَاقَ وَرَأَى عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَزِيدَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

رکعت نماز پڑھائی اور بلند آواز سے قراءت کی اور نہ اذان دی اور نہ اقامت کہی۔ ابواسحاق نے کہا کہ عبداللہ بن یزید نے نبی ﷺ کی زیارت کی تھی یعنی وہ صحابی تھے۔

۱۰۲۳ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي عَبَّادُ بْنُ تَمِيمٍ أَنَّ عَمَّهُ، وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَخْبَرَهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ بِالنَّاسِ يَسْتَسْقِي لَهُمْ، فَقَامَ فَدَعَا اللّٰهَ قَائِمًا، ثُمَّ تَوَجَّهَ قِبَلَ الْقِبْلَةِ، وَحَوَّلَ رِدَاءَهُ، فَأُسْقُوا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری انہوں نے کہا: مجھے عباد بن تمیم نے حدیث بیان کی کہ ان کے چچا اور وہ نبی ﷺ کے اصحاب میں سے تھے وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ لوگوں کو نماز استسقاء کے لیے لے کر گئے تو آپ نے قیام کیا پھر اللہ سے کھڑے ہو کر دعا کی پھر قبلہ کی طرف متوجہ ہوئے اور اپنی چادر کو پلٹا تو ان پر بارش ہو گئی۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۰۰۵ میں گزر چکی ہے۔

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

استسقاء میں سنت یہ ہے کہ کھڑے ہو کر دعا کی جائے کیونکہ یہ خشوع اور خضوع کا حال ہے اور اس پر علماء کا اتفاق ہے کہ اس نماز میں اذان اور اقامت نہیں ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۱۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

۱٦ - بَابُ الْجَهْرِ بِالْقِرَاءَةِ فِي الْاِسْتِسْقَاءِ

نماز استسقاء میں بلند آواز سے قراءت کرنا

۱۰۲٤ - حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيمٍ، عَنْ عَمِّهِ قَالَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَسْقِي، فَتَوَجَّهَ إِلَى الْقِبْلَةِ يَدْعُو، وَحَوَّلَ رِدَاءَهُ، ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ جَهَرَ فِيهِمَا بِالْقِرَاءَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی ذئب نے حدیث بیان کی از الزہری از عباد بن تمیم از عم خود انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ بارش طلب کرنے کے لیے نکلے آپ نے قبلہ کی طرف متوجہ ہو کر دعا کی اور اپنی چادر کو پلٹا پھر دو رکعت نماز پڑھی اور اس میں بلند آواز سے قراءت کی۔

نماز استسقاء میں خطبہ نماز کے بعد پڑھنا چاہیے یا پہلے؟

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس پر اتفاق ہے کہ نماز استسقاء سے بلند آواز سے قراءت کی جائے گی۔

نیز یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ خطبہ نماز استسقاء میں نماز سے پہلے ہے کیونکہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے قبلہ کی طرف متوجہ ہو کر دعا کی اپنی چادر کو پلٹا پھر دو رکعت نماز پڑھی اور ''پھر'' کا لفظ تاخیر کے لیے آتا ہے اور کلام عرب میں پھر کا لفظ اس پر دلالت کرتا ہے کہ ثانی اول کے بعد ہے۔

حضرت عمر بن الخطاب حضرت ابن الزبیر حضرت البراء بن عازب اور حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہم کا یہی قول ہے اور عمر بن

عبدالعزیز اور لیث کا بھی یہی قول ہے کہ خطبہ نماز استسقاء سے پہلے ہے۔

امام مالک' امام ابو یوسف' امام محمد اور امام شافعی کا موقف یہ ہے کہ پہلے نماز استسقاء پڑھی جائے اور پھر خطبہ دیا جائے۔

ان کا استدلال اس حدیث سے ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بارش کی طلب کے لیے نکلے' آپ نے بغیر اذان اور اقامت کے دو رکعت نماز پڑھائی' پھر ہم کو خطبہ دیا اور دعا کی اور نماز پڑھی۔

امام ابوجعفر طحاوی نے کہا: جب کہ اس مسئلہ میں آثار مختلف ہیں تو ہم نے غور کیا تو ہم نے دیکھا کہ جمعہ میں خطبہ ہے اور وہ نماز سے پہلے ہے اور ہم نے دیکھا کہ عیدین میں خطبہ ہے اور وہ نماز کے بعد ہے' پس ہم نے ارادہ کیا کہ ہم غور کریں کہ نماز استسقاء کا خطبہ کس خطبہ کے زیادہ مشابہ ہے' پس ہم نے دیکھا کہ جمعہ کا خطبہ فرض ہے اور عیدین کا خطبہ فرض نہیں ہے' اور اسی طرح استسقاء میں بھی خطبہ دینا فرض نہیں ہے' لہٰذا استسقاء کی نماز عیدین کی نماز کے مشابہ ہے' اس لیے اس میں بھی خطبہ نماز کے بعد ہونا چاہیے۔

۱۷ - بَابٌ كَيْفَ حَوَّلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ظَهْرَهُ إِلَى النَّاسِ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کی طرف پشت کس طرح پھیرتے تھے

۱۰۲۵ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ' عَنِ الزُّهْرِيِّ' عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيمٍ' عَنْ عَمِّهِ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ خَرَجَ يَسْتَسْقِي' قَالَ فَحَوَّلَ إِلَى النَّاسِ ظَهْرَهُ' وَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ يَدْعُوْا' ثُمَّ حَوَّلَ رِدَاءَهُ' ثُمَّ صَلَّى لَنَا رَكْعَتَيْنِ' جَهَرَ فِيهِمَا بِالْقِرَاءَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی ذئب نے حدیث بیان کی از الزہری از عباد بن تمیم از عم خود' وہ بیان کرتے ہیں: میں نے ایک دن دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بارش طلب کرنے کے لیے نکلے' آپ نے لوگوں کی طرف پیٹھ پھیری اور قبلہ کی طرف منہ کر کے دعا کرنے لگے' پھر آپ نے اپنی چادر پھیری' پھر ہم کو دو رکعت نماز پڑھائی جس میں بلند آواز سے قراءت کی۔

اس حدیث کی شرح گزشتہ حدیث: ۱۰۲۴ میں گزر گئی ہے۔

۱۸ - بَابُ صَلٰوةِ الْإِسْتِسْقَاءِ رَكْعَتَيْنِ

نماز استسقاء دو رکعت ہے

۱۰۲۶ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ' عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيمٍ' عَنْ عَمِّهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَسْقٰى' فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ' وَقَلَبَ رِدَاءَهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عبد اللہ بن ابی بکر از عباد بن تمیم از عم خود' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بارش طلب کی' پس دو رکعت نماز پڑھی اور اپنی چادر کو پلٹا۔

نماز استسقاء میں دعا کے وقت قبلہ کی طرف منہ کرے اور خطبہ کے وقت لوگوں کی طرف' اور نماز استسقاء کی تکبیرات میں اختلاف ائمہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

جو شخص بارش طلب کرنے کے لیے نکلے' اس کے لیے سنت یہ ہے کہ وہ اپنی بعض دعاؤں میں قبلہ کی طرف منہ کرے اور جو شخص

لوگوں کو خطبہ دے' وہ ان کو مسائل کی تعلیم دے اور وعظ اور نصیحت کرے اور لوگوں کی طرف منہ کرے' پھر جب بارش کو طلب کرنے کی دعا کرے تو پھر قبلہ کی طرف منہ کرے کیونکہ قبلہ کی طرف منہ کر کے دعا کرنا افضل ہے۔

امام ابوجعفر طحاوی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بارش طلب کرنے کے لیے نکلے' پس آپ نے قبلہ کی طرف منہ کر کے دعا کی اور اپنی چادر پھیری' پھر دو رکعت نماز پڑھی اور اس میں عیدین کی نمازوں کی طرح تکبیروں کا ذکر نہیں کیا اور امام شافعی کا قول یہ ہے کہ استسقاء کی تکبیر عیدین کی تکبیر کی مثل ہے اور انہوں نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے' جس کو ہشام بن اسحاق نے اپنے والد سے از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بارش کی طلب کے لیے نہایت عجز اور تواضع کے ساتھ نکلے اور دعا کی اور دو رکعت نماز پڑھی جیسے عیدین میں نماز پڑھتے ہیں' امام طحاوی نے کہا: ہشام بن اسحاق اور ان کے والد دونوں علم میں غیر مشہور ہیں اور ان کی روایت سے حجت ثابت نہیں ہوتی۔

نیز ان کی روایت میں جو مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز استسقاء عیدین کی نماز کی مثل پڑھی' اس کا یہ معنی بھی ہو سکتا ہے کہ آپ نے عیدین کی مثل دو رکعت نماز پڑھی' اس کا یہ معنی ضروری نہیں ہے کہ آپ نے نماز استسقاء میں عیدین کی نماز کی مثل تکبیرات بھی پڑھیں کیونکہ تشبیہ تمام اوصاف میں نہیں ہوتی۔ قرآن مجید میں ہے:

وَلَا طَٰٓئِرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ (الانعام:۳۸)

ہر پرندہ جو اپنے پروں سے اُڑتا ہے وہ تمہاری مثل گروہ ہے۔

اس آیت کا یہ معنی نہیں ہے کہ وہ پرندے ہماری مثل عبادت بھی کرتے ہیں اور بولتے بھی ہیں بلکہ صرف اس وصف میں مماثلت ہے کہ وہ بھی ہماری طرح گروہ ہیں۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۱۷۔۱۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۱۹ - بَابُ الْاِسْتِسْقَاءِ فِى الْمُصَلّٰى

عیدگاہ میں بارش کی طلب کی دعا کرنا

۱۰۲۷ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِىْ بَكْرٍ' سَمِعَ عَبَّادَ بْنَ تَمِيْمٍ' عَنْ عَمِّهٖ قَالَ خَرَجَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى الْمُصَلّٰى يَسْتَسْقِىْ وَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ وَقَلَبَ رِدَاءَهٗ. قَالَ سُفْيَانُ فَاَخْبَرَنِى الْمَسْعُوْدِىُّ' عَنْ اَبِىْ بَكْرٍ قَالَ جَعَلَ الْيَمِيْنَ عَلَى الشِّمَالِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عبد اللہ بن ابی بکر' وہ بیان کرتے ہیں: انہوں نے عباد بن تمیم سے سنا از عم خود' انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بارش کو طلب کرنے عیدگاہ کی طرف گئے اور آپ نے قبلہ کی طرف رخ کیا' پس آپ نے دو رکعت نماز پڑھی اور اپنی چادر پلٹی' سفیان نے کہا: مجھے مسعودی نے خبر دی از ابی بکر' انہوں نے بتایا آپ نے دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھا۔

نماز استسقاء میں نماز کو خطبہ پر مقدم کرنے کی دلیل اور چادر پہننے کا طریقہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں پہلے نماز پڑھنے کا ذکر ہے اور پھر چادر پلٹنے کا ذکر ہے اور اس میں فقہاء کا اتفاق ہے کہ چادر خطبہ میں پلٹی جاتی ہے' اس سے معلوم ہوا کہ پہلے آپ نے نماز پڑھی' پھر خطبہ دیا اور یہی امام مالک کا مذہب ہے۔

(میں کہتا ہوں کہ فقہاء احناف کا مذہب بھی یہی ہے' جیسا کہ امام طحاوی نے بیان فرمایا ہے۔ سعیدی غفرلہ)

المہلب نے کہا ہے کہ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ نبی ﷺ چادر اس طرح پہنتے تھے جس طرح ہم اندلس میں چادر پہنتے ہیں اور مصر اور بغداد والے پہنتے ہیں اور یہ ایسا طریقہ ہے جس میں چادر کو لپیٹا نہیں جاتا کیونکہ نبی ﷺ نے اس چادر کو دائیں طرف سے بائیں طرف پلٹا کیونکہ اگر آپ نے چادر کو لپیٹا ہوتا تو یوں کہا جاتا کہ آپ نے اس کے نیچے والے حصہ کو اوپر کر دیا۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۱۷، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

۲۰ - بَابُ اِسْتِقْبَالِ الْقِبْلَةِ فِي الْاِسْتِسْقَاءِ

استسقاء میں قبلہ کی طرف منہ کرنا

۱۰۲۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ مُحَمَّدٍ اَنَّ عَبَّادَ بْنَ تَمِيْمٍ اَخْبَرَهُ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ زَيْدٍ الْاَنْصَارِيَّ اَخْبَرَهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ اِلَى الْمُصَلّٰى يُصَلِّيْ، وَاَنَّهُ لَمَّا دَعَا، اَوْ اَرَادَ اَنْ يَدْعُوَ، اِسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ، وَحَوَّلَ رِدَاءَهُ. قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنُ زَيْدٍ هٰذَا مَازِنِيٌّ، وَالْاَوَّلُ كُوْفِيٌّ، هُوَ ابْنُ يَزِيْدَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوہاب نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابوبکر بن محمد نے خبر دی کہ عباد بن تمیم نے ان کو خبر دی کہ حضرت عبداللہ بن زید انصاری نے ان کو خبر دی کہ نبی ﷺ نماز ادا کرنے کے لیے عیدگاہ کی طرف نکلے اور جب آپ دعا کرتے یا دعا کا ارادہ کرتے تو قبلہ کی طرف منہ کرتے اور اپنی چادر پلٹتے۔ امام ابوعبداللہ نے کہا: یہ ابن زید مازنی ہے اور پہلا کوفی ہے اور وہ ابن یزید ہے۔

امام بخاری نے عبداللہ بن زید انصاری اور عبداللہ بن یزید انصاری کا فرق بیان کیا ہے' اس حدیث کی سند میں عبداللہ بن زید انصاری کا ذکر ہے' اور باب: ۱۴ ''الدعاء فی الاستسقاء قائما'' میں عبداللہ بن یزید انصاری کا ذکر تھا۔ باقی اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۱۰۲۶' اور ۱۰۲۷ کی مثل ہے۔

۲۱ - بَابُ رَفْعِ النَّاسِ اَيْدِيَهُمْ مَعَ الْاِمَامِ فِي الْاِسْتِسْقَاءِ

نماز استسقاء میں لوگوں کا امام کے ساتھ ہاتھ بلند کرنا

۱۰۲۹ - وَقَالَ اَيُّوْبُ بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنِيْ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ اُوَيْسٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بِلَالٍ قَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ اَتٰى رَجُلٌ اَعْرَابِيٌّ مِنْ اَهْلِ الْبَدْوِ، اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، هَلَكَتِ الْمَاشِيَةُ، هَلَكَ الْعِيَالُ، هَلَكَ النَّاسُ. فَرَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَيْهِ يَدْعُوْ، وَرَفَعَ النَّاسُ اَيْدِيَهُمْ مَعَهُ يَدْعُوْنَ. قَالَ فَمَا خَرَجْنَا مِنَ الْمَسْجِدِ حَتّٰى مُطِرْنَا، فَمَا زِلْنَا نُمْطَرُ حَتّٰى كَانَتِ الْجُمُعَةُ الْاُخْرٰى، فَاَتَى الرَّجُلُ اِلٰى نَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، بَشِقَ الْمُسَافِرُ وَمُنِعَ الطَّرِيْقُ.

اور ایوب بن سلیمان نے کہا: مجھے ابوبکر بن اویس نے حدیث بیان کی از سلیمان بن بلال' یحییٰ بن سعید نے کہا: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ جمعہ کے دن دیہات والوں میں سے ایک دیہاتی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا' پس کہنے لگا: یارسول اللہ! مویشی ہلاک ہو گئے' بال بچے ہلاک ہو گئے' لوگ ہلاک ہو گئے' تب رسول اللہ ﷺ اپنے دونوں ہاتھ بلند کر کے دعا کرنے لگے اور لوگ بھی آپ کے ساتھ اپنے ہاتھ بلند کر کے دعا کرنے لگے۔ انہوں نے کہا: ہم ابھی مسجد سے نہیں نکلے تھے حتیٰ کہ بارش نازل ہو گئی' پھر ہم پر مسلسل بارش ہوتی رہی حتیٰ کہ دوسرا جمعہ آ گیا' پھر وہی شخص نبی ﷺ کی طرف آیا' پس اس نے کہا: یارسول اللہ! مسافر سفر کرنے سے عاجز ہو

گئے اور راستے روک دیئے گئے۔

قحط اور دیگر مصائب میں دعا کے لیے ہاتھ اٹھانے کا طریقہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

فقہاء نے کہا ہے کہ نماز استسقاء میں ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا مستحب ہے' حدیث میں ہے:

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک تمہارا رب تبارک وتعالیٰ حیاء دار کریم ہے' جب اس کا بندہ اس کی طرف اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے تو وہ ان ہاتھوں کو خالی لوٹانے سے حیاء فرماتا ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۱۴۸۸' سنن ترمذی: ۳۵۵۶' سنن ابن ماجہ: ۳۸۶۶' مسند احمد ج ۵ ص ۴۳۸)

امام مالک کا نظریہ یہ ہے کہ استسقاء میں دونوں ہاتھ اس طرح اٹھائے کہ پشت اپنی طرف ہو اور ہتھیلیاں زمین کی طرف ہوں اور یہ طریقہ اس وقت ہے جب خوف خدا کا غلبہ ہو اور جب اللہ کی طرف رغبت کرتے ہوئے دعا کرے تو ہتھیلیاں اپنی طرف رکھے' قرآن مجید میں ہے:

وَيَدْعُونَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا. (الانبیاء: ۹۰)

وہ ہم سے رغبت کرتے ہوئے اور ڈرتے ہوئے دعا کرتے ہیں۔

علامہ نووی نے کہا ہے کہ ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ ہر وہ دعا جو قحط جیسی کسی مصیبت کو دور کرنے کے لیے کی جائے' اس میں وہ اپنے دونوں ہاتھ بلند کرے اور ہتھیلیوں کی پشت کو آسمان کی طرف کرے اور جب وہ کسی چیز کا سوال کرنے کے لیے اور کسی چیز کو حاصل کرنے کے لیے دعا کرے تو اپنی ہتھیلیوں کو آسمان کی طرف رکھے۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۴۷' دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۰۳۰ - وَقَالَ الْأُوَيْسِيُّ حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ' عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ وَّشَرِيْكٍ سَمِعَا أَنَسًا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى رَأَيْتُ بَيَاضَ إِبْطَيْهِ.

اور اویسی نے کہا: مجھے محمد بن جعفر نے حدیث بیان کی از یحییٰ بن سعید و شریک' ان دونوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا از نبی صلی اللہ علیہ وسلم کہ آپ نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کیے حتیٰ کہ میں نے آپ کی بغلوں کی سفیدی (کی جگہ) دیکھی۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) اویسی سے مراد عبدالعزیز بن عبداللہ ہیں (۲) محمد بن جعفر بن ابی کثیر المدنی (۳) شریک بن عبداللہ۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۴۷)

۲۲ - بَابُ رَفْعِ الْإِمَامِ يَدَهُ فِي الْاِسْتِسْقَاءِ

نماز استسقاء میں امام کا اپنا ہاتھ بلند کرنا

۱۰۳۱ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى وَابْنُ أَبِيْ عَدِيٍّ' عَنْ سَعِيْدٍ' عَنْ قَتَادَةَ' عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِيْ شَيْءٍ مِّنْ دُعَائِهِ إِلَّا فِي الْاِسْتِسْقَاءِ' وَإِنَّهُ يَرْفَعُ حَتّٰى يُرٰى بَيَاضُ إِبْطَيْهِ.

(صحیح مسلم: ۸۹۶' الرقم المسلسل: ۲۰۴۳' سنن ابوداؤد: ۱۱۷۰' سنن نسائی: ۱۵۱۳' سنن ابن ماجہ: ۱۱۸۰)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ اور ابن عدی نے حدیث بیان کی از سعید از قتادہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز استسقاء کے سوا کسی دعا میں اپنے ہاتھوں کو بلند نہیں کرتے تھے اور آپ ہاتھ (اس قدر) بلند کرتے کہ آپ کی بغلوں کی سفیدی دکھائی دیتی۔

اس اشکال کا جواب کہ حضرت انس سے استسقاء کے علاوہ دعا میں ہاتھ اٹھانے کی نفی کی ہے------- حالانکہ دیگر دعاؤں میں بھی ہاتھ اٹھانا ثابت ہے

حدیث سے بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ نبی ﷺ نمازِ استسقاء کی دعا کے علاوہ کسی اور دعا میں ہاتھ بلند نہیں کرتے تھے حالانکہ نبی ﷺ اور صحابہ کے عمل سے ثابت ہے کہ آپ نمازِ استسقاء کے علاوہ دیگر دعاؤں میں بھی ہاتھ بلند کرتے تھے:

امام بخاری نے ''کتاب الدعاء' باب رفع الایدی فی الدعاء'' میں تعلیقاً یہ حدیث ذکر کی ہے:

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے دعا کی' پھر اپنے ہاتھوں کو بلند کیا اور میں نے آپ کی بغلوں کی سفیدی (کی جگہ) کو دیکھا' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے دونوں ہاتھوں کو بلند کر کے دعا کی: اے اللہ! میں اس کام سے بری ہوتا ہوں جو خالد نے کیا ہے۔ (صحیح البخاری ص ١٣٥٣' دارارقم' بیروت)

اور دیگر احادیث یہ ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ سوال کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ تم اپنے دونوں ہاتھوں کو کندھوں تک بلند کرو۔
(سنن ابوداؤد:١٤٨٩)

عباس بن عبداللہ بن معبد بن عباس نے بیان کیا: ''ابتہال'' (گڑگڑا کر دعا کرنا) اس طرح ہوتا ہے: انہوں نے اپنے دونوں ہاتھوں کو بلند کیا اور ان کی پشت کو اپنے چہرے کے سامنے رکھا۔ (سنن ابوداؤد:١٤٩٠)

السائب بن یزید اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ جب دعا کرتے تو اپنے ہاتھوں کو بلند کرتے اور ہاتھوں کو اپنے چہرے پر پھیرتے۔ (سنن ابوداؤد:١٤٩٢)

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب دعا میں اپنے ہاتھوں کو بلند کرتے تو اس وقت تک اپنے ہاتھوں کو نیچے نہیں جھکاتے تھے حتیٰ کہ ان کو اپنے چہرے پر پھیر لیتے تھے۔ (سنن ترمذی:٣٣٨٦)

جب بہ کثرت احادیث سے یہ ثابت ہو گیا کہ نبی ﷺ نمازِ استسقاء کے علاوہ دیگر دعاؤں کے مواقع پر بھی اپنے ہاتھوں کو بلند فرماتے تھے تو حضرت انس رضی اللہ عنہ کے اس قول پر اشکال ہوگا کہ رسول اللہ ﷺ نمازِ استسقاء کے سوا کسی دعا میں اپنے ہاتھوں کو بلند نہیں کرتے تھے' اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے صرف اپنے مشاہدہ کے اعتبار سے یہ کہا ہے اور واقع اور نفس الامر میں رسول اللہ ﷺ کے دعا میں ہاتھ اٹھانے کی نفی نہیں کی۔

نمازِ استسقاء کے علاوہ دیگر مقامات پر دعا میں ہاتھ اٹھانے کا استحباب

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

المہلب نے کہا ہے کہ نمازِ استسقاء اور دیگر نمازوں کی دعا میں ہاتھوں کو اٹھانا مستحب ہے کیونکہ ہاتھوں کو اٹھانے میں خضوع اور خشوع ہے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں انکسار اور تذلل ہے' حدیث میں ہے:

نبی ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ حیاء دار ہے' جب اس کا بندہ اس کی طرف دونوں ہاتھ اٹھائے تو وہ ان ہاتھوں کو خالی لوٹانے سے حیاء فرماتا ہے۔ (سنن ترمذی:٣٥٥٦)

امام مالک نے کہا ہے کہ نمازِ استسقاء کی دعا میں دونوں ہاتھوں کو اٹھانا مستحسن ہے' انہوں نے باب مذکور کی حدیث سے استدلال کیا ہے۔

ابن القاسم نے "المدونۃ" میں کہا ہے کہ نماز استسقاء میں اور دیگر دعاؤں کے مقامات پر ہاتھ اٹھائے اور صفا اور مروہ میں اور جمرتین میں اور میدان عرفات میں اور مشعر حرام میں اور تھوڑی مقدار میں ہاتھ بلند کرے زیادہ بلند نہ کرے۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۱۹ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۱۹۷۳۔ج ۲ ص ۷۱۲ پر مذکور ہے وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۲۳ - بَابُ مَا يُقَالُ إِذَا مَطَرَتْ
جب بارش ہو تو کیا کہا جائے؟

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿كَصَيِّبٍ﴾ (البقرہ:۱۹) اَلْمَطَرُ.

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: "كَصَيِّبٍ" سے مراد بارش ہے۔

یعنی قرآن مجید میں ہے: "اَوْ كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَآءِ" (البقرہ:۱۹) حضرت ابن عباس نے فرمایا: اس کا معنی ہے: یا اس کی مثل آسمان سے بارش۔

وَقَالَ غَيْرُهُ صَابَ وَأَصَابَ يَصُوْبُ.

اور دوسروں نے کہا: "صاب و اصاب یصوب"

یعنی یہ لفظ اجوف واوی ہے اس کا مجرد "صاب یصوب" ہے اور مزید فیہ "اصاب" ہے اور "صیب" کی اصل "صیوب" ہے یاء اور واو ایک کلمہ میں جمع ہوئے واو کو یاء سے بدل کر یاء میں ادغام کر دیا تو "صیب" ہو گیا جیسے سید اور میت ہے۔

۱۰۳۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ هُوَ ابْنُ مُقَاتِلٍ أَبُو الْحَسَنِ الْمَرْوَزِيُّ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا رَأَى الْمَطَرَ قَالَ اللّٰهُمَّ صَيِّبًا نَافِعًا. تَابَعَهُ الْقَاسِمُ بْنُ يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ. وَرَوَاهُ الْأَوْزَاعِيُّ وَعُقَيْلٌ عَنْ نَافِعٍ. (سنن ابن ماجہ:۳۸۹۰)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی اور وہ ابن مقاتل ابو الحسن المروزی ہیں انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں عبید اللہ نے خبر دی از نافع از القاسم بن محمد از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بارش کو دیکھتے تو فرماتے: اے اللہ! اس کو نفع والی بارش بنا دے۔ قاسم بن محمد نے عبد اللہ کی متابعت کی ہے از عبید اللہ اور اس کو اوزاعی اور عقیل نے نافع سے روایت کیا ہے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن مقاتل ابو الحسن المروزی (۲) عبد اللہ بن المبارک (۳) عبید اللہ بن عمر العمری (۴) نافع مولیٰ ابن عمر (۵) قاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیق (۶) حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۷۶)

۲۴ - بَابُ مَنْ تَمَطَّرَ فِي الْمَطَرِ حَتّٰى يَتَحَادَرَ عَلٰى لِحْيَتِهِ
جو شخص بارش میں ٹھہرا رہا حتیٰ کہ اس کی ڈاڑھی سے پانی ٹپکنے لگا

۱۰۳۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ أَخْبَرَنَا الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ الْأَنْصَارِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ أَصَابَتِ النَّاسَ سَنَةٌ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن مقاتل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں اوزاعی نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں اسحاق بن عبد اللہ بن ابی طلحہ الانصاری نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، فَبَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ عَلَى الْمِنْبَرِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، قَامَ اَعْرَابِيٌّ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، هَلَكَ الْمَالُ، وَجَاعَ الْعِيَالُ، فَادْعُ اللّٰهَ لَنَا اَنْ يَسْقِيَنَا. قَالَ فَرَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَيْهِ، وَمَا فِي السَّمَاءِ قَزَعَةٌ، قَالَ فَثَارَ السَّحَابُ اَمْثَالُ الْجِبَالِ، ثُمَّ لَمْ يَنْزِلْ عَنْ مِنْبَرِهٖ حَتّٰى رَاَيْتُ الْمَطَرَ يَتَحَادَرُ عَلٰى لِحْيَتِهٖ. قَالَ فَمُطِرْنَا يَوْمَنَا ذٰلِكَ، وَفِي الْغَدِ، وَمِنْ بَعْدِ الْغَدِ، وَالَّذِيْ يَلِيْهِ اِلَى الْجُمُعَةِ الْاُخْرٰى. فَقَامَ ذٰلِكَ الْاَعْرَابِيُّ، اَوْ رَجُلٌ غَيْرُهٗ، فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، تَهَدَّمَ الْبِنَاءُ، وَغَرِقَ الْمَالُ، فَادْعُ اللّٰهَ لَنَا. فَرَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَيْهِ وَقَالَ اَللّٰهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا. قَالَ فَمَا جَعَلَ يُشِيْرُ بِيَدِهٖ اِلٰى نَاحِيَةٍ مِّنَ السَّمَاءِ اِلَّا تَفَرَّجَتْ، حَتّٰى صَارَتِ الْمَدِيْنَةُ فِيْ مِثْلِ الْجَوْبَةِ، حَتّٰى سَالَ الْوَادِيْ، وَادِيْ قَنَاةَ شَهْرًا. قَالَ فَلَمْ يَجِیْءْ اَحَدٌ مِّنْ نَاحِيَةٍ اِلَّا حَدَّثَ بِالْجَوْدِ.

حضرت انس بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں لوگوں پر خشک سالی آ گئی' پس جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن منبر پر خطبہ دے رہے تھے' ایک دیہاتی کھڑا ہو کر کہنے لگا: یا رسول اللہ! مال ہلاک ہو گیا اور بال بچے بھوکے ہیں' لہٰذا آپ اللہ سے ہمارے لیے یہ دعا کیجئے کہ وہ ہم پر بارش نازل کرے' حضرت انس نے کہا: پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور اس وقت آسمان پر بادل نہیں تھے' سو پہاڑوں کی مثل بادل امڈ آئے' پھر آپ منبر پر ہی رہے' حتیٰ کہ میں نے دیکھا کہ بارش آپ کی ڈاڑھی پر گر رہی تھی' پس اس دن ہم پر بارش ہوتی رہی اور اس کے دوسرے دن اور اس کے تیسرے دن اور اس کے بعد والے دن دوسرے جمعہ تک' پھر وہی دیہاتی کھڑا ہوا یا کوئی اور شخص تھا' پس اس نے کہا: یا رسول اللہ! مکان گر گیا اور مال غرق ہو گیا' لہٰذا آپ ہمارے لیے اللہ سے دعا کیجئے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھ اوپر اٹھائے اور دعا کی: اے اللہ! ہمارے اردگرد برسا' اور ہم پر نہ برسا' پس آپ اپنے ہاتھ سے آسمان کی جس طرف بھی اشارہ کرتے وہیں سے بادل پھٹ جاتے' حتیٰ کہ مدینہ حوض کی طرح ہو گیا' حتیٰ کہ قناۃ نامی وادی ایک ماہ تک بہتی رہی' پس جو شخص جس طرف سے بھی آیا اس نے یہی خبر دی کہ خوب بارش ہو رہی ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۰۱۳ میں گزر چکی ہے۔

۲۵ - بَابٌ اِذَا هَبَّتِ الرِّيْحُ

جب آندھی چلے تو کیا کیا جائے

۱۰۳٤ - حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ اَبِيْ مَرْيَمَ قَالَ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ حُمَيْدٌ اَنَّهٗ سَمِعَ اَنَسًا يَقُوْلُ كَانَتِ الرِّيْحُ الشَّدِيْدَةُ اِذَا هَبَّتْ، عُرِفَ ذٰلِكَ فِيْ وَجْهِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

(سنن ابوداؤد: ۵۰۹۸)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن ابی مریم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن جعفر نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے حمید نے خبر دی' انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ جب بہت شدید آندھی چلتی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے پر خوف کے آثار دکھائی دیتے۔

آندھی کو دیکھ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خوف زدہ ہونے کا سبب

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

المہلب نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس بات سے خوف زدہ رہتے تھے کہ کہیں مسلمانوں پر عام لوگوں کے گناہوں کی وجہ سے عذاب نہ آ

جائے جیسے (گزشتہ امتوں میں) ان لوگوں پر عذاب آ گیا تھا جنہوں نے اَبر کو دیکھ کر کہا تھا: یہ ہم پر برسنے والا بادل ہے' قرآن مجید میں ہے:

فَلَمَّا رَاَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِيَتِهِمْ قَالُوْا هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا بَلْ هُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِهٖ رِيْحٌ فِيْهَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○ (الاحقاف: ۲۴)

پھر جب انہوں (قومِ عاد) نے عذاب کو بادل کی صورت میں اپنی وادیوں کی طرف آتے ہوئے دیکھا تو انہوں نے کہا: یہ ہم پر برسنے والا بادل ہے' (نہیں!) بلکہ دراصل یہ وہ عذاب ہے جس کا تم جلد تقاضا کر رہے تھے' یہ آندھی ہے جس میں دردناک عذاب ہے○

اس آیت سے ان لوگوں کو اللہ کے عذاب سے ڈرایا گیا ہے جو اللہ کے عذاب کو بھولے ہوئے تھے اور جو لوگ نافرمانی میں اور گناہوں میں ڈوبے ہوئے تھے ان کو سرزنش کی ہے کہ وہ اپنی روش سے باز آ جائیں۔ قرآن مجید میں ہے:

اَفَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰٓى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا بَيَاتًا وَّهُمْ نَآئِمُوْنَ ○ اَوَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰٓى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا ضُحًى وَّهُمْ يَلْعَبُوْنَ ○ اَفَاَمِنُوْا مَكْرَ اللّٰهِ فَلَا يَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ ○ (الاعراف: ۹۷۔۹۹)

تو کیا بستیوں والے اس بات سے بے خوف ہیں کہ ان پر ہمارا عذاب راتوں رات آ جائے جب وہ سو رہے ہوں○ اور کیا بستیوں والے اس بات سے بے خوف ہیں کہ ان پر ہمارا عذاب چاشت کے وقت آ جائے جب وہ کھیل کود میں مشغول ہوں○ تو کیا وہ اللہ کی خفیہ تدبیر سے بے خوف ہیں حالانکہ اللہ کی خفیہ تدبیر سے صرف وہی لوگ بے خوف ہوتے ہیں جو تباہ و برباد ہونے والے ہوں○

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۲۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بادل یا آندھی کو دیکھتے تو آپ کے چہرے پر خوف کے آثار نظر آتے' حضرت عائشہ نے کہا: یا رسول اللہ! لوگ جب بادل کو دیکھتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں اور ان کو یہ اُمید ہوتی ہے کہ اس میں بارش ہوگی اور میں آپ کو دیکھتی ہوں کہ جب آپ بادل کو دیکھتے ہیں تو آپ کے چہرے پر ناگواری کے آثار ہوتے ہیں' آپ نے فرمایا: اے عائشہ! اگر اس بادل میں عذاب ہو تو مجھے اس سے کون امان دے گا' ایک قوم کو آندھی سے عذاب دیا گیا تھا اور ایک قوم نے عذاب کو دیکھا تو کہا تھا: یہ ہم پر برسنے والا بادل ہے۔ (صحیح البخاری: ۴۸۲۹)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر چونکہ اللہ کی خشیت کا غلبہ تھا' اس لیے آپ کی اس طرف توجہ نہیں رہی کہ جب تک آپ ان میں موجود ہیں ان پر آسمانی عذاب نہیں آئے گا اور اس میں ہمیں بھی یہ تعلیم دینا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بے خوف نہ رہیں۔

آندھی اور بارش کے متعلق دیگر احادیث

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آندھی اللہ کے حکم سے ہے' سلمہ نے کہا: اللہ کا حکم کبھی رحمت لاتا ہے اور کبھی عذاب لاتا ہے' پس جب تم آندھی کو دیکھو تو اس کو بُرا نہ کہو اور اللہ تعالیٰ سے اس کی خیر کا سوال کرو اور اس کے شر سے اللہ کی پناہ طلب کرو۔

(سنن ابوداؤد: ۵۰۹۷' سنن ابن ماجہ: ۳۷۲۷' سنن بیہقی ج ۳ ص ۳۶۱' المستدرک ج ۴ ص ۲۸۵' صحیح ابن حبان: ۱۹۸۹' مشکوٰۃ: ۱۵۱۶' مصنف عبد الرزاق: ۲۰۰۰۴' تاریخ بغداد ج ۴ ص ۱۶۷' مسند احمد ج ۲ ص ۵۱۸۔ ۴۰۹۔ ۲۶۸)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب آندھی چلتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ دعا کرتے: اے اللہ! میں تجھ سے اس کی خیر کا سوال کرتا ہوں اور جو کچھ اس میں ہے اس کی خیر کا سوال کرتا ہوں اور جس پر تو نے یہ بھیجی ہے اس کی خیر کا سوال کرتا ہوں اور میں اس کے شر سے پناہ مانگتا ہوں اور جو اس میں شر ہے اور جس پر تو نے یہ بھیجی ہے اس کے شر سے پناہ مانگتا ہوں اور جب آسمان اَبر آلود ہوتا تو آپ کے چہرے کا رنگ متغیر ہو جاتا' آپ گھر سے نکلتے اور داخل ہوتے اور آگے جاتے اور پیچھے آتے' پس جب بارش ہو جاتی تو آپ کی گھبراہٹ دور ہو جاتی' حضرت عائشہ نے آپ کی اس کیفیت کو جان کر آپ سے اس کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا: ہوسکتا ہے: اے عائشہ! یہ ایسا ہوتا جیسے قومِ عاد نے کہا تھا: پھر جب انہوں عذاب کو بادل کی صورت میں اپنی وادیوں کی طرف آتے دیکھا تو کہا: یہ ہم پر برسنے والا بادل ہے۔ (الاحقاف: ۲۴) (صحیح البخاری: ۳۲۰۵' صحیح مسلم: ۸۹۹)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے آندھی پر لعنت کی تو آپ نے فرمایا: آندھی پر لعنت نہ کرو' کیونکہ یہ (اللہ کے) حکم کے تابع ہے' اور جس نے کسی ایسی چیز پر لعنت کی جو لعنت کا اہل نہیں تھا تو وہ لعنت اس پر لوٹ آئے گی۔ (سنن ابوداؤد: ۴۹۰۸' سنن ترمذی: ۱۹۷۸)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: آندھی کو بُرا نہ کہو' پس جب تم کسی ناگوار چیز کو دیکھو تو دعا کرو: اے اللہ! میں اس آندھی کی خیر کا سوال کرتا ہوں اور اس میں جو خیر ہے اس کا سوال کرتا ہوں اور جس چیز کا اسے حکم دیا گیا ہے' اس کی خیر کا سوال کرتا ہوں اور میں اس آندھی کے شر سے تیری پناہ میں آتا ہوں اور اس شر سے جو اس میں ہے اور اس شر سے جس کا اس کو حکم دیا گیا ہے۔ (سنن ترمذی: ۲۲۵۲' مسند احمد ج ۵ ص ۱۲۳)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب بھی آندھی چلتی تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے گھٹنوں پر دو زانو بیٹھ جاتے اور یہ دعا کرتے: اے اللہ! اس کو رحمت بنا' اس کو عذاب نہ بنا' اے اللہ! اس کو ریاح بنا اور اس کو ریح نہ بنا (ریاح رحمت کی ہواؤں کو کہتے ہیں اور ریح عذاب کی آندھیوں کو کہتے ہیں)۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: اللہ کی کتاب میں ہے:

إِنَّا أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا صَرْصَرًا. (حم السجدہ: ۱۶)	ہم نے ان پر تند و تیز آندھی بھیجی۔
أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الرِّيحَ الْعَقِيمَ ○ (الذاریات: ۴۱)	ہم نے ان پر خیر و برکت سے خالی آندھی بھیجی ○
وَأَرْسَلْنَا الرِّيَاحَ لَوَاقِحَ. (الحجر: ۲۲)	اور ہم نے پانی سے بوجھل ہوائیں بھیجیں۔
أَنْ يُرْسِلَ الرِّيَاحَ مُبَشِّرَاتٍ. (الروم: ۴۶)	(اس کی نشانیوں میں) خوش خبری دینے والی ہواؤں کو بھیجنا

-۴

(مسند الشافعی ص ۱۸۱' مشکوٰۃ: ۱۵۱۹)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آسمان میں بادل کو دیکھتے تو اپنا کام چھوڑ دیتے اور اس کے سامنے کھڑے ہوتے اور یہ دعا کرتے: اے اللہ! اس میں جو شر ہے اس سے تیری پناہ مانگتا ہوں' اگر وہ بادل چلا جاتا تو آپ اللہ کا شکر ادا کرتے اور اگر وہ بادل برستا تو آپ دعا کرتے: اے اللہ! اس کو نفع والی بارش بنا دے!

(سنن ابوداؤد: ۵۰۹۹' سنن نسائی: ۱۵۲۳' سنن ابن ماجہ: ۳۸۸۹' مسند احمد ج ۶ ص ۱۹۰)

۲۶ - بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نُصِرْتُ بِالصَّبَا

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد کہ صبا سے میری مدد کی گئی ہے

صَبا وہ ہوا ہے جو مشرق سے مغرب کی طرف چلتی ہے اور دَبُور وہ ہوا ہے جو اس کے برعکس ہے۔

۱۰۳۵ - حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نُصِرْتُ بِالصَّبَا وَأُهْلِكَتْ عَادٌ بِالدَّبُورِ. [اطراف الحدیث:۳۲۰۵-۳۳۴۳-۴۱۰۵]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از الحکم از مجاہد از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری صبا سے مدد کی گئی ہے اور قومِ عاد کو دَبُور سے ہلاک کر دیا گیا۔

(صحیح مسلم:۹۰۰'الرقم المسلسل:۲۰۵۳'السنن الکبریٰ للنسائی:۱۱۶۱۷'جامع المسانید لابن جوزی:۲۹۴۳۶'مکتبۃ الرشد ریاض)

حدیث مذکور کے فوائد اور مسائل

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں بعض مخلوقات کی بعض دوسری مخلوقات پر فضیلت کا ذکر ہے اور اس میں یہ ثبوت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو جو خصوصی نعمت اور فضیلت عطا فرمائی ہے اس نعمت کا اظہار کرنا جائز ہے' بہ شرطیکہ یہ اظہار اعتراف نعمت کے طور پر ہو' فخر اور اترانے کے لیے نہ ہو' اور اس میں پچھلی امتوں کی ہلاکت کی بھی خبر ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۲۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

بادِ صبا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدد فرمانا اور بادِ دَبُور سے قوم عاد کو ہلاک فرمانا

اس حدیث میں صبا (مشرق سے چلنے والی آندھی) کے ذریعہ مدد کرنے کا ذکر ہے' اس کی تفصیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنگ خندق کے دن انتہائی سرد رات میں مشرکین کے اوپر سرد آندھی بھیجی جس نے ان کے چولہے بجھا دیئے اور ان کے خیموں کی رسیاں اور میخیں اکھاڑ دیں' ان کے اوپر ان کے خیمے اور ہتھیار گر گئے اور وہ بغیر جنگ کے راتوں رات بھاگ گئے' قرآن مجید میں ہے:

يَآأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ إِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُودٌ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا وَّجُنُودًا لَّمْ تَرَوْهَا وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرًا۝ (الاحزاب:۹)

اے ایمان والو! اللہ نے تم پر جو احسان کیا ہے اس کو یاد کرو جب تم سے لڑنے کے لیے فوجوں کے لشکر آئے تو ہم نے ان پر تیز اور تند آندھی بھیجی اور ایسے لشکر بھیجے جن کو تم نے نہیں دیکھا اور اللہ تمہارے کاموں کو خوب دیکھنے والا ہے۝

نیز زیر بحث حدیث میں فرمایا کہ قومِ عاد کو بادِ دَبُور (مغرب سے چلنے والی آندھی) سے ہلاک کر دیا گیا۔

عاد سے مراد عوص بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام کا بیٹا ہے۔ اس کی اولاد تیرہ قبیلوں پر مشتمل تھی' یہ لوگ الاحقاف (ریت کے بلند ٹیلے یا پہاڑوں میں بنائے ہوئے غار' یہ مقام حضر موت' یمن کے قریب تھا) میں رہتے تھے' جب انہوں نے حضرت ھود علیہ السلام کی نافرمانی کی اور ان کی مسلسل تبلیغ کے باوجود اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لائے تو اللہ تعالیٰ نے سات راتیں اور آٹھ دن تک مسلسل سخت تند و تیز آندھی بھیجی' جس نے ان کو ہلاک کر دیا' یہ لوگ اپنی قوت پر بہت تکبر کرتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ کے عذاب کے سامنے کھجور کے کھوکھلے تنوں کی طرح پڑے رہ گئے' اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں ان پر آندھی کے عذاب کا ذکر فرمایا ہے:

وَأَمَّا عَادٌ فَأُهْلِكُوا بِرِيحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ۝ سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمَانِيَةَ أَيَّامٍ حُسُومًا فَتَرَى الْقَوْمَ فِيهَا صَرْعٰى كَأَنَّهُمْ أَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ۝ فَهَلْ

اور رہے عاد تو ان کو گرجتی ہوئی تیز آندھی سے ہلاک کر دیا گیا۝ (اللہ نے) اس آندھی کو ان پر مسلسل سات راتیں اور آٹھ دن تک مسلط رکھا' پس (اے مخاطب!) تم دیکھتے کہ یہ لوگ زمین

تَرٰى لَهُمْ مِّنْ بَاقِيَةٍO (الحاقۃ: ٨-٦)

پر کھجور کے کھوکھلے تنوں کی طرح گر گئےO کیا اب تمہیں ان میں سے کوئی باقی نظر آ رہا ہےO

(عمدۃ القاری ج ٧ ص ٨١ دارالکتب العلمیہ بیروت ١٤٢١ھ)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ١٩٨٤- ج ٢ ص ٧١٦ پر مذکور ہے وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

٢٧ - بَابُ مَا قِيْلَ فِي الزَّلَازِلِ وَالْاٰيَاتِ

زلزلوں اور علاماتِ قیامت کے متعلق جو کہا گیا ہے

١٠٣٦ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ قَالَ أَخْبَرَنَا أَبُو الزِّنَادِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يُقْبَضَ الْعِلْمُ وَتَكْثُرَ الزَّلَازِلُ وَيَتَقَارَبَ الزَّمَانُ وَتَظْهَرَ الْفِتَنُ وَيَكْثُرَ الْهَرْجُ وَهُوَ الْقَتْلُ الْقَتْلُ حَتّٰى يَكْثُرَ فِيْكُمُ الْمَالُ فَيَفِيْضَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں ابوالزناد نے خبر دی از عبدالرحمان الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی حتیٰ کہ علم کو اٹھالیا جائے اور بہ کثرت زلزلے آئیں اور زمانہ ایک دوسرے کے قریب ہو اور فتنوں کا ظہور ہو اور ھرج زیادہ ہو اور وہ قتل ہے قتل اور تم میں مال بہت زیادہ ہوگا پس وہ لوگوں میں پھیل جائے گا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ٨٥ میں گزر چکی ہے۔

١٠٣٧ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ الْحَسَنِ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْ شَامِنَا وَفِيْ يَمَنِنَا. قَالَ قَالُوْا وَفِيْ نَجْدِنَا؟ قَالَ قَالَ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْ شَامِنَا وَفِيْ يَمَنِنَا. قَالَ قَالُوْا وَفِيْ نَجْدِنَا؟ قَالَ قَالَ هُنَاكَ الزَّلَازِلُ وَالْفِتَنُ وَبِهَا يَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ. [طرف الحدیث: ٧٠٩٤]

(صحیح ابن حبان: ٧٣٠١ شرح السنۃ: ٤٠٠٦ مسند احمد ج ٢ ص ٩٠ طبع قدیم مسند احمد: ٥٩٨٧- ج ٩ ص ١٤٠ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت جامع المسانید لابن جوزی: ٣٥١٩ مکتبۃ الرشد ریاض ١٤٢٦ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حسین بن الحسن نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن عون نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما انہوں نے دعا کی: اے اللہ! ہمارے شام میں اور ہمارے یمن میں برکت دے حضرت ابن عمر نے بیان کیا: صحابہ نے کہا: اور ہمارے نجد میں حضرت ابن عمر نے کہا: آپ نے فرمایا: اے اللہ! ہمارے شام اور ہمارے یمن میں برکت دے حضرت ابن عمر نے بیان کیا: صحابہ نے کہا: اور ہمارے نجد میں آپ نے فرمایا: وہاں پر زلزلے اور فتنے برپا ہوں گے اور وہیں سے شیطان کا سینگ طلوع ہوگا۔

حدیث مذکور کے رجال

(١) محمد بن المثنیٰ بن عبید ابوموسیٰ یہ اہل بصرہ سے ہیں (٢) حسین بن الحسن بن یسار یہ آل مالک بن یسار سے ہیں اور البصری ہیں یہ ١٨٨ھ میں فوت ہو گئے تھے (٣) عبداللہ بن عون بن ارطبان البصری (٤) نافع مولیٰ ابن عمر (٥) حضرت عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ٧ ص ٨٣)

صحیح بخاری کے اس نسخہ میں نبی ﷺ کا ذکر نہیں ہے

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت ابن عمر نے دعا کی: اے اللہ! ہمارے شام میں برکت دے اور ہمارے یمن میں برکت دے اور انہوں نے نبی ﷺ کا ذکر نہیں کیا' علامہ القابسی نے کہا ہے کہ اس نسخہ سے نبی ﷺ کا لفظ ساقط ہو گیا اور اس کا ہونا ضروری تھا کیونکہ اس قسم کا کلام اپنی رائے سے نہیں کہا جا سکتا' "کتاب الفتن" کی حدیث میں اس کا ذکر صراحۃً ہے۔

(فتح الباری ج ۳ ص ۵۵۷' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر نے "کتاب الفتن" کی جس حدیث کا ذکر کیا ہے' وہ یہ ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ذکر کیا: اے اللہ! ہمارے شام میں برکت دے اور ہمارے یمن میں برکت دے۔ الحدیث (صحیح البخاری: ۷۰۹۴)

نجد کے لیے دعا نہ کرنے کا سبب

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

نبی ﷺ نے اہل مشرق کے لیے دعا اس لیے ترک کی تا کہ وہ شر کمزور ہو جائے جو ان کی طرف تھا اور دوسرا اس لیے کہ وہاں پر شیطان فتنوں کو برپا کرتا تھا' جس طرح آپ نے اہل مکہ کے خلاف سات سال قحط کی دعا کی تھی اور جس طرح آپ نے دعا کی تھی کہ مدینہ کا بخار جحفہ کی طرف منتقل کر دیا جائے کیونکہ آپ نے وحی سے جان لیا تھا کہ وہاں کے لوگ اس بلاء کے مستحق ہیں تا کہ وہ اہل حق لوگوں کو ایذاء پہنچانے سے باز آ جائیں' اور شیطان کے سینگ سے مراد اس کی جماعت ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۲۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

شیخ حسین احمد مدنی کی محمد بن عبد الوہاب نجدی اور فرقہ وہابیہ نجدیہ کے متعلق تصریحات

اس حدیث میں نبی ﷺ نے اہل نجد کو اپنی دعا سے محروم رکھا۔ نجد کی جنوبی وادی حنیفہ کے ایک مقام عیینہ میں مسیلمہ کذاب پیدا ہوا تھا' اور اسی جگہ محمد بن عبد الوہاب نجدی پیدا ہوا' اور اس کی پھیلائی ہوئی بدعقیدگیوں سے مسلمانوں کے عقائد میں زلزلہ اور زبردست فتنہ پیدا ہوا۔

شیخ حسین احمد مدنی متوفی ۱۳۷۷ھ محمد بن عبد الوہاب متوفی ۱۲۰۸ھ کے متعلق لکھتے ہیں:

صاحبو! محمد بن عبد الوہاب نجدی' ابتداء تیرہویں صدی' نجد عرب سے ظاہر ہوا' اور چونکہ یہ خیالات باطلہ اور عقائد فاسدہ رکھتا تھا' اس لیے اس نے اہل سنت والجماعت سے قتل و قتال کیا' ان کو بالجبر اپنے خیالات کی تکلیف دیتا رہا' ان کے اموال کو غنیمت کا مال اور حلال سمجھا گیا۔ ان کے قتل کرنے کو باعث ثواب و رحمت شمار کرتا رہا۔ اہل حرمین کو خصوصاً اور اہل حجاز کو عموماً اس نے تکالیف شاقہ پہنچائیں۔ سلف صالحین اور اتباع کی شان میں نہایت گستاخی اور بے ادبی کے الفاظ استعمال کیے' بہت سے لوگوں کو بوجہ اس کی تکلیف شدیدہ کے مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ چھوڑنا پڑا' اور ہزاروں آدمی اس کے اور اس کی فوج کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔ الحاصل وہ ایک ظالم و باغی خونخوار فاسق شخص تھا۔ اسی وجہ سے اہل عرب کو خصوصاً اس کے اور اس کے اتباع سے دلی بغض تھا اور ہے' اور اس قدر ہے کہ اتنا قوم یہود سے ہے نہ نصاریٰ سے نہ مجوس سے نہ ہنود سے۔ (الشہاب الثاقب ص ۴۲' میر محمد کتب خانہ' کراچی)

شیخ حسین احمد مدنی صدر المدرسین دار العلوم دیوبند' فرقہ وہابیہ کے عقائد کے متعلق لکھتے ہیں:

(۱) محمد بن عبد الوہاب کا عقیدہ تھا کہ جملہ اہل عالم وتمام مسلمانانِ دیار، مشرک وکافر ہیں اور ان سے قتل وقتال کرنا' ان کے اموال کو ان سے چھین لینا حلال اور جائز بلکہ واجب ہے' چنانچہ نواب صدیق حسن خاں نے خود اس کے ترجمہ میں ان دونوں باتوں کی تصریح کی ہے۔ (الشہاب الثاقب ص ۴۳' میر محمد کتب خانہ' کراچی)

(۲) نجدی اور اس کے اتباع کا اب تک یہی عقیدہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی حیات فقط اسی زمانہ تک ہے جب تک وہ دنیا میں تھے' بعد ازاں وہ اور دیگر مؤمنین موت میں برابر ہیں' اگر بعد وفات ان کو حیات ہے تو وہی حیات ان کو برزخ میں ہے جو آحاد امت کو ثابت ہے' بعض ان کے حفظ جسم نبی کے قائل ہیں مگر بلا علاقہ روح اور متعدد لوگوں کی زبان سے بالفاظ کریہہ کہ جن کا زبان پر لانا جائز نہیں' در بارۂ حیات نبوی علیہ السلام سنا جاتا ہے اور انہوں نے اپنے رسائل وتصانیف میں لکھا ہے۔

(الشہاب الثاقب ص ۴۳)

(۳) زیارتِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم وحضوری آستانہ شریفہ وملاحظہ روضۂ مطہرہ کو یہ طائفہ بدعت' حرام وغیرہ لکھتا ہے' اس طرف اس نیت سے سفر کرنا محظور وممنوع جانتا ہے'' لاتشد الرحال الا الی ثلاثة مساجد '' ان کا مستدل ہے' بعض ان میں کہ سفر زیارت کو معاذ اللہ تعالیٰ زنا کے درجہ کو پہنچاتے ہیں' اگر مسجد نبوی میں جاتے ہیں تو صلوٰۃ وسلام ذاتِ اقدس نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نہیں پڑھتے نہ اس طرف متوجہ ہو کر دعا وغیرہ مانگتے ہیں۔ (الشہاب الثاقب ص ۴۶)

(۴) شانِ نبوت وحضرت رسالت علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں وہابیہ نہایت گستاخی کے کلمات استعمال کرتے ہیں اور اپنے آپ کو مماثل ذاتِ سرور کائنات خیال کرتے ہیں اور نہایت تھوڑی سی فضیلت زمانہ تبلیغ کی مانتے ہیں اور اپنی شقاوتِ قلبی اور ضعف اعتقادی کی وجہ سے جانتے ہیں کہ ہم عالم کو ہدایت کر کے راہ پر لا رہے ہیں' ان کا خیال ہے کہ رسول مقبول علیہ السلام کا کوئی حق اب ہم پر نہیں اور نہ کوئی احسان اور فائدہ ان کی ذاتِ پاک سے بعد وفات ہے اور اسی وجہ سے توسل دعا میں آپ کی ذاتِ پاک سے بعد وفات ناجائز کہتے ہیں' ان کے بڑوں کا مقولہ ہے معاذ اللہ معاذ اللہ نقل کفر کفر نباشد' کہ ہمارے ہاتھ کی لاٹھی ذاتِ سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ہم کو زیادہ نفع دینے والی ہے ہم اس سے کتے کو بھی دفع کر سکتے ہیں اور ذات فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے تو یہ بھی نہیں کر سکتے۔ (الشہاب الثاقب: ۴۷)

(۵) وہابیہ اشغال باطنیہ واعمالِ صوفیہ' مراقبہ' ذکر وفکر وارادت ومشیخت وربط القلب بالشیخ وفنا وبقاء وخلوت وغیرہ اعمال کو فضول ولغو بدعت، ضلالت شمار کرتے ہیں اور ان اکابر کے اقوال وافعال کو شرک وغیرہ کہتے ہیں اور ان سلاسل میں داخل ہونا بھی مکروہ و مستقبح بلکہ اس سے زائد شمار کرتے ہیں' چنانچہ جن لوگوں نے دیارِ نجد کا سفر کیا ہوگا یا ان سے اختلاط کیا ہوگا' ان کو بہ خوبی معلوم ہو گا' فیوضِ روحیہ ان کے نزدیک کوئی چیز نہیں' وشل ھذا۔ (الشہاب الثاقب ص ۶۰)

(۶) وہابیہ کسی خاص امام کی تقلید کو شرک فی الرسالۃ جانتے ہیں اور ائمہ اربعہ اور ان کے مقلدین کی شان میں الفاظ واہیہ خبیثہ استعمال کرتے ہیں اور اس کی وجہ سے مسائل میں وہ گروہ اہل سنت والجماعت کے مخالف ہو گئے' چنانچہ غیر مقلدین ہند اسی طائفہ شنیعہ کے پیرو ہیں' وہابیہ نجد' عرب اگرچہ بوقت اظہار دعویٰ حنبلی ہونے کا اقرار کرتے ہیں لیکن عمل در آمد ان کا ہرگز جملہ مسائل میں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب پر نہیں ہے' بلکہ وہ بھی اپنے فہم کے مطابق جس حدیث کو مخالف فقہ حنابلہ خیال کرتے ہیں' اس کی وجہ سے حدیث کو چھوڑ دیتے ہیں' ان کا بھی مثل غیر مقلدین کے اکابر امت کی شان میں الفاظ گستاخانہ' بے ادبانہ استعمال کرنا معمول بہ ہے۔ (الشہاب الثاقب: ۶۲-۶۳)

1

(۷) مثلاً ''علی العرش استوی'' وغیرہ آیات میں طائفہ وہابیہ استواء ظاہری اور جہات وغیرہ ثابت کرتا ہے جس کی وجہ سے (اللہ کے لیے) ثبوت جسمیت وغیرہ لازم آتا ہے..... علیٰ ھذا القیاس' مسئلہ نداء رسول میں وہابیہ مطلقاً منع کرتے ہیں اور یہ حضرات (علماء دیوبند) نہایت تفصیل فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ لفظ یارسول اللہ! اگر بلحاظ معنی اسی طرح نکلا ہے جیسے لوگ بوقت مصیبت وتکلیف ماں اور باپ کو پکارتے ہیں تو بلاشک جائز ہے علیٰ ھذا القیاس' اگر بلحاظ معنی درود شریف کے ضمن میں کہا جاوے گا تو بھی جائز ہوگا علیٰ ھذا القیاس' اگر کسی سے غلبہ وشدت وجد وتو فرعشق میں نکلا ہے تب بھی جائز ہے اور اگر اس عقیدہ سے کہا کہ اللہ تعالیٰ حضور اکرم ﷺ تک اپنے فضل وکرم سے ہماری ندا کو پہنچا دے گا اگرچہ ہر وقت پہنچا دینا ضروری نہ ہوگا' مگر اس امید پر وہ ان الفاظ کو استعمال کرتا ہے تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں۔ وہابیہ خبیثہ یہ صورت نہیں نکالتے اور جملہ انواع کو منع کرتے ہیں' چنانچہ وہابیہ عرب کی زبان سے بارہا سنا گیا کہ وہ الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ کو سخت منع کرتے ہیں اور اہل حرمین پر سخت نفریں اس نداء اور خطاب پر کرتے ہیں اور ان کا استہزاء اڑاتے ہیں اور کلمات ناشائستہ استعمال کرتے ہیں۔ وہابیہ نجدیہ یہ بھی اعتقاد رکھتے ہیں اور برملا کہتے ہیں کہ یارسول اللہ میں استعانت بغیر اللہ ہے اور وہ شرک ہے اور یہ وجہ بھی ان کے نزدیک سبب مخالفت کی ہے حالانکہ یہ اکابر مقدسان دین متین اس کو ان اقسام استعانت میں سے شمار نہیں کرتے جو کہ مستوجب شرک یا باعث ممانعت ہو' البتہ اگر وہ چیزیں سوال کی جاویں جن کا اعطاء مخصوص بجناب باری عزاسمہ ہے تو البتہ ممنوع اسی وجہ سے ہے' ندا بلفظ یارسول اللہ اور خطاب حاضرین مسجد نبوی دربارگاہ مصطفوی کو جائز ومستحب فرماتے ہیں اور وہابیہ وہاں پر بھی منع کرتے ہیں' دو وجہ سے اوّلاً یہ کہ یہ استعانت بغیر اللہ تعالیٰ ہے اور دوم یہ کہ ان کا اعتقاد یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے واسطے حیات فی القبور ثابت نہیں بلکہ وہ بھی مثل دیگر مسلمین کے متصف بالحیوٰۃ البرزخیہ سے ہیں' پس جو حال دیگر مؤمنین کا ہے وہی ان کا ہوگا' یہ جملہ عقائد ان کے ان لوگوں پر بخوبی ظاہر و باہر ہیں جنہوں نے دیار نجد عرب کا سفر کیا ہو۔ یہ لوگ جب مسجد شریف نبوی میں آتے ہیں تو نماز پڑھ کر نکل جاتے ہیں اور روضۂ اقدس پر حاضر ہو کر صلوٰۃ وسلام ودعا وغیرہ پڑھنا مکروہ و بدعت شمار کرتے ہیں' ان ہی افعال خبیثہ واقوال واہیہ کی وجہ سے اہل عرب کو ان سے نفرت بے شمار ہے۔

(الشہاب الثاقب ص ٦٦ - ٦٤ ملخصاً)

(۸) وہابیہ خبیثہ کثرت صلوٰۃ وسلام و درود بر خیر الانام علیہ السلام اور قراءت دلائل الخیرات وقصیدہ بردہ وقصیدہ ہمزیہ وغیرہ اور اس کے پڑھنے اور اس کے استعمال کرنے وورد بنانے کو سخت قبیح ومکروہ جانتے ہیں اور بعض اشعار کو قصیدہ بردہ میں شرک وغیرہ کی طرف منسوب کرتے ہیں' مثلاً

يا اكرم الخلق مالي من الوذ به	سواك عند حلول الحادث العمم
اے افضل الخلوقات! میرا کوئی نہیں جس کی میں پناہ پکڑوں	بہ جز تیرے بروقت نزول حوادث

حالانکہ ہمارے مقدس بزرگان دین اپنے متعلقین کو دلائل الخیرات وغیرہ کی اجازت دیتے رہے ہیں اور ان کو شرف درود وسلام وقراءت دلائل الخیرات کا امر فرماتے رہے ہیں' اور مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ مثل شعر بردہ فرماتے ہیں:

مدد کر اے کرم احمدی کہ تیرے سوا	نہیں ہے قاسم بے کس کا کوئی حامی کار
جو تو ہی ہم کو نہ پوچھے تو کون پوچھے گا	بنے گا کون ہمارا تیرے سوا غم خوار

(الشہاب الثاقب ص ٦٦)

(۹) وہابیہ تمباکو کھانے اور اس کے پینے کو حقہ میں ہو یا سگار میں یا چرٹ میں اور اس کے ناس لینے کو حرام اور اکبر الکبائر میں سے شمار کرتے ہیں' ان جہلاء کے نزدیک معاذ اللہ' زنا اور سرقہ کرنے والا اس قدر ملامت نہیں کیا جاتا جس قدر تمباکو استعمال کرنے والا ملامت کیا جاتا ہے۔ جملہ بزرگان دین تمباکو کے استعمال پر سوائے کراہت تنزیہی و خلاف اولیٰ کے دوسرا کوئی حکم نہیں فرماتے اور بعض بعض حضرات بوجہ ضرورت خود استعمال فرماتے ہیں۔ (شہاب الثاقب ص ٦٦)

(۱۰) وہابیہ امر شفاعت میں اس قدر تنگی کرتے ہیں کہ بمنزلہ عدم کے پہنچا دیتے ہیں حالانکہ یہ اکابر ظاہراً و باہراً تحقیق اور ثبوت شفاعت کے حضرت رسالت مآب ﷺ کے لیے قائل ہیں اور اقسام خمسہ مذکورہ کتب کلامیہ سب آپ کے واسطے خصوصاً اور عموماً ثابت مانتے ہیں اور زائر کو حکم کرتے ہیں کہ بوقت حضوری بارگاہِ مصطفوی اس کا سوال کرے۔ (الشہاب الثاقب ص ۱۰)

(۱۱) وہابیہ سوائے علم احکام شرائع جملہ علوم اسرار حقانی وغیرہ سے ذات سرور کائنات خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خالی جانتے ہیں اور یہ حضرات (علماء دیوبند) یہ فرماتے ہیں کہ علم احکام وشرائع وعلم ذات وصفات وافعال جناب باری عز اسمہٗ واسرار حقانی کونیہ وغیرہ وغیرہ میں حضور سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وہ رتبہ ہے کہ نہ کسی مخلوق کو نصیب ہوا' نہ ہوگا۔ علم اور اس کے ماسوا اس کے جتنے کمالات ہیں سب میں بعد خداوند اکرم عز اسمہ مرتبہ حضور ﷺ کا ہے' علوم اوّلین و آخرین سے آپ مالا مال فرمائے گئے ہیں' کوئی بشر کوئی ملک کوئی مخلوق آپ کے ہم پلہ علوم اور دیگر کمالات میں نہیں ہوسکتا چہ جائے کہ افضل ہو' ہاں! البتہ احاطہ جملہ جزئیات وکلیات کونیہ کا مخصوص بجناب باری عز اسمہ ہے وہی علام الغیوب والشہادات ہے' پس دیکھئے کس قدر فرق ان حضرات کے عقائد اور وہابیہ کے عقائد میں ہے۔ (الشہاب الثاقب ص ٦٧)

(۱۲) وہابیہ نفس ذکر ولادت حضور سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قبیح و بدعت کہتے ہیں اور علیٰ ھذا القیاس اذکار اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کو بھی بُرا سمجھتے ہیں اور یہ جملہ حضرات (علماء دیوبند) نفس ولادت شریفہ کو جب کہ بروایات معتبرہ ہو' مندوب اور مستوجب برکت فرماتے ہیں' البتہ ان قیود کو منع کرتے ہیں جن کو جہلاء زمانہ نے زیادہ کر کے لازم ٹھہرا لیا ہے اور ان کی وجہ سے شرعاً کوئی قباحت پیدا ہو۔

صاحبان! آپ حضرات کے ملاحظہ کے واسطے یہ چند اُمور ذکر کر دیئے ہیں جن میں وہابیہ نے علماء حرمین شریفین کے خلاف کیا تھا اور کرتے رہتے ہیں اور اسی وجہ سے جب کہ انہوں نے غلبہ کر کے حرمین شریفین پر حاکم ہو گئے تھے' ہزاروں کو تہ تیغ کر کے شہید کیا اور ہزاروں کو سخت ایذائیں پہنچائیں' بارہا ان سے یہ قصے ہوئے' ان سب اُمور میں ہمارے اکابر ان کے سخت مخالف ہیں۔ (الشہاب الثاقب ص ٦٦۔ ٦٧ میر محمد کتب خانہ کراچی)

نجد' نبی ﷺ کی دعا سے کیوں محروم رہا' یہ بتانے کے لیے ہم نے شیخ حسین احمد مدنی متوفی ۱۳۷۷ھ کے اقتباسات پیش کیے تھے اور اب شیخ محمد بن عبد الوہاب نجدی کے متعلق شیخ انور شاہ کشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ کی رائے پیش کر رہے ہیں' وہ لکھتے ہیں:

اور رہا محمد بن عبد الوہاب نجدی تو وہ پلید شخص تھا' کم علم تھا اور مسلمانوں پر کفر کا حکم لگانے میں بہت جلدی کرتا تھا۔

(فیض الباری ج ۱ ص ۱۷۱۔ ۱۷۰' مطبعہ حجازی' قاہرہ' ۱۳۵۷ھ)

اور اخیر میں ہم محمد بن عبد الوہاب نجدی کے بھائی علامہ سلیمان بن عبد الوہاب متوفی ۱۲۰۸ھ کی اس کے متعلق آراء لکھ رہے ہیں:

علامہ سلیمان بن عبد الوہاب کی محمد بن عبد الوہاب نجدی اور فرقہ وہابیہ نجدیہ کے متعلق تصریحات

شیخ نجدی نے جو اپنے خانہ ساز عقائد کی عالم اسلام کو دعوت دی اور اس دعوت کے انکار کو وجہ کفر قرار دے کر تمام مسلمانوں کو واجب القتل قرار دیا اور جہاں جہاں اس کا بس چلا اس نے اپنے ان مذموم مقاصد کی تکمیل میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی۔ شیخ نجدی کی اس تکفیر عام بہ بہانہ قتل و غارت گری کے خلاف اس وقت سے لے کر آج تک کے علماء اس کی تحریک کے بطلان پر کتابیں لکھتے چلے آ رہے ہیں۔ ہم قارئین کے سامنے ان بے شمار کتابوں میں سے چند کتابوں کے اقتباسات پیش کر رہے ہیں اور ابتداء میں شیخ نجدی محمد بن عبد الوہاب متوفی ۱۲۰۶ھ کے بھائی سلیمان بن عبد الوہاب متوفی ۱۲۰۸ھ کی شہرۂ آفاق کتاب ''الصواعق الالٰہیۃ'' کے چند اقتباسات پیش کرتے ہیں۔

علامہ سلیمان بن عبد الوہاب متوفی ۱۲۰۸ھ

علامہ سلیمان بن عبد الوہاب شیخ نجدی کی تکفیر مسلمین پر ردّ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

توحید و رسالت کی گواہی سے مسلمانوں کی تکفیر پر ردّ

تمہارے عقائد اور تکفیر کے صحیح نہ ہونے پر دلیل یہ ہے کہ توحید و رسالت کی گواہی کے بعد اسلام کا سب سے عظیم رکن نماز ہے' اس کے باوجود جو شخص ریاکاری کے طور پر نماز پڑھتا ہے اس کے بارے میں فقہاء نے ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کی نماز قبول نہیں فرمائے گا' بلکہ فرمائے گا: میں دوسرے شرکاء کی نسبت اپنے شرک سے زیادہ بے پرواہ ہوں جس شخص نے اپنے کسی عمل میں میرے ساتھ کسی اور کو شریک کر لیا' میں اس کے عمل اور شرک کو چھوڑ دیتا ہوں اور قیامت کے دن ریاکار سے اللہ تعالیٰ فرمائے گا: جا! جا کر اپنا اجر اس شخص سے طلب کر جس کے لیے تو نے عمل کیا تھا۔ ایسے شخص کے بارے میں فقہاء اسلام نے یہ کہا ہے کہ اس کا عمل باطل ہے اور یہ نہیں کہا کہ اس کو قتل کرنا اور اس کا مال لوٹنا جائز ہے' جب کہ تم اس سے بہت ہلکی اور معمولی بات کو کفر قرار دیتے ہو۔

سجدہ کی بناء پر تکفیر مسلمین کا ردّ

اسی طرح نماز کے تمام ارکان میں سب سے اہم رکن سجدہ ہے اور نذر و نیاز اور غیر اللہ کو پکارنے کی بہ نسبت سجدہ زیادہ اہمیت کا حامل ہے' حالانکہ فقہاء اسلام نے سجدہ کے احکام میں بھی فرق کیا ہے اور کہا ہے کہ جو شخص سورج' چاند' ستارے یا بت کو سجدہ کرے وہ کافر ہے اور جو شخص ان کے علاوہ کسی اور کو سجدہ کرے وہ کفر نہیں' گناہ کبیرہ ہے' لیکن حقیقت حال یہ ہے کہ تم فقہاء اسلام اور ان کی عبارات کی تقلید نہیں کرتے' بلکہ جو کچھ تم نے بطور خود سمجھا ہے' اسی میں حق کو منحصر سمجھتے ہو اور اس کو ضروریات دین سے قرار دے کر اس کے منکر کو کافر قرار دیتے ہو اور جن مشتبہ عبارات سے تم استدلال کرتے ہو' وہ محض تمہاری مغالطہ آفرینی ہے' ہمارا تم سے مطالبہ یہ ہے کہ تم اپنے خود ساختہ مذہب کی تائید میں فقہاء اسلام میں سے کسی مسلم فقیہ کی نص صریح پیش کرو' اور اگر تم ایسی کسی عبارت کے پیش کرنے کے بجائے محض سب و شتم اور تکفیر پر اکتفاء کرتے ہو' تو ہم تمہارے شر سے اللہ کی پناہ میں آتے ہیں۔

تکفیر مسلمین کے ردّ پر پہلی حدیث

مسلمانوں کی تکفیر کے بارے میں تمہارا موقف اس لیے بھی صحیح نہیں ہے کہ غیر اللہ کو پکارنا اور نذر و نیاز قطعاً کفر نہیں' حتیٰ کہ اس کے مرتکب مسلمان کو ملت اسلامیہ سے خارج کر دیا جائے' کیونکہ حدیث صحیح میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: شبہات کی بناء پر حدود ساقط کر دو۔ (تاریخ بغداد ج ۹ ص ۳۰۳) اور حاکم نے اپنی صحیح میں اور ابوعوانہ اور بزار نے سند صحیح کے ساتھ حضرت عبد اللہ بن مسعود سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب کسی شخص کی سواری کسی بے آب و گیاہ صحرا میں گم ہو جائے تو وہ تین بار کہے: اے

عباد اللہ! (اے اللہ کے بندو!) مجھ کو اپنی حفاظت میں لے لو' تو اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ہیں جو اس کو اپنی حفاظت میں لے لیتے ہیں۔ (مسند البزار:۳۱۲۸'عمل الیوم واللیلۃ للنسائی:۵۵۸) اور طبرانی نے روایت کیا ہے کہ اگر وہ شخص مدد چاہتا ہو تو یوں کہے کہ اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو۔ (المعجم الکبیر:۱۰۵۱۸) اس حدیث کو فقہاء اسلام نے اپنی کتب جلیلہ میں ذکر کیا ہے اور اس کی اشاعتِ عام کی ہے اور معتمد فقہاء میں سے کسی نے اس کا انکار نہیں کیا' چنانچہ امام نووی نے ''کتاب الاذکار'' میں اس کا ذکر کیا ہے۔ (کتاب الاذکار:۸۰۷) اور ابن القیم نے اپنی کتاب ''الکلم الطیب'' میں اس کا ذکر کیا ہے اور ابن مفلح نے ''کتاب الآداب'' میں اور ابن مفلح نے اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے۔ حضرت امام احمد بن حنبل کے صاحبزادے بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے والد (یعنی امام احمد بن حنبل) سے سنا' وہ فرماتے تھے کہ میں نے پانچ بار حج کیے ہیں' ایک بار میں پیدل جا رہا تھا اور راستہ بھول گیا' میں نے کہا: اے عباد اللہ! مجھے راستہ دکھاؤ' میں یوں ہی کہتا رہا' حتیٰ کہ میں صحیح راستہ پر آ لگا۔

اب میں یہ کہتا ہوں کہ جو شخص کسی غائب یا فوت شدہ بزرگ کو پکارتا ہے اور تم اس کی تکفیر کرتے ہو' بلکہ تم محض اپنے قیاس فاسد سے یہ کہتے ہو کہ اس شخص کا شرک ان مشرکین کے شرک سے بھی بڑھ کر ہے' جو بحر و بر میں عبادت کے غرض سے غیر اللہ کو پکارتے تھے اور اس کے رسول کی علی الاعلان تکذیب کرتے تھے۔ کیا تم اس حدیث اور اس کے مقتضیٰ پر علماء اور ائمہ کے عمل کو اس شخص کے ملے اصل نہیں قرار دیتے جو بزرگوں کو پکارتا ہے اور محض اپنے فاسد قیاس سے اس کو شرک اکبر قرار دیتے ہو۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون. جب کہ شبہات سے حدود ساقط ہو جاتی ہیں' تو اس مضبوط اصل کی بناء پر ایسے شخص سے تکفیر کیونکر نہ ساقط ہو گی۔ نیز مختصر الروضہ میں کہا ہے: جو شخص توحید و رسالت کی گواہی دیتا ہو' اس کو کسی بدعت کی بناء پر کافر نہیں کہا جائے گا اور ابن تیمیہ نے بھی اسی بات کو ترجیح دی ہے (جب کہ جو شخص فوت شدہ بزرگوں کو پکارتا ہے' وہ کسی بدعت کا مرتکب بھی نہیں ہے' کیونکہ اس کا یہ فعل ایک مضبوط اصل یعنی حدیث صحیح (جس کا اوپر ذکر ہو چکا ہے) اور سلف کے عمل پر مبنی ہے۔ سعیدی غفرلہٗ)۔ (الصواعق الالٰہیہ ص ۳۵-۳۴' مکتبہ ایشیق' استنبول)

تکفیر مسلمین کے ردّ پر دوسری حدیث

ایک اور مقام پر شیخ نجدی کی تکفیر کا رد کرتے ہوئے علامہ سلیمان بن عبد الوہاب لکھتے ہیں:

تم نے جو مسلمانوں کی تکفیر کی بنیاد پر اپنے مذہب کو قائم کیا ہے' اس کے باطل ہونے پر صحیح بخاری کی یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ جس کو حضرت معاویہ بن سفیان رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے روایت کیا ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: جس شخص کے ساتھ اللہ خیر کا ارادہ کرتا ہے' اس کو دین میں فقیہ بنا دیتا ہے اور یہ امت ہمیشہ صحیح دین پر قائم رہے گی' یہاں تک کہ قیامت آ جائے۔ (صحیح البخاری:۷۱) اس حدیث کی ہمارے مطلوب پر اس طرح دلالت ہے کہ اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے قیامت تک امت کے دین پر مستقیم رہنے کی خبر دی ہے اور یہ حقیقت واقعیہ ہے کہ جن اُمور کو تم وجہ کفر قرار دیتے ہو۔ یہ ابتداء اسلام سے لے کر آج تک تمام دنیائے اسلام میں مروّج اور معمول ہیں' پس اگر اولیاء اللہ کے مقابر بڑے بڑے بت ہوتے اور ان سے استمداد اور استغاثہ کرنے والے کافر ہوتے تو تمام امت صحیح دین پر قائم نہ ہوتی' بلکہ اس کے برعکس ساری امت کافر اور تمام بلادِ اسلام' بلادِ کفر بن جاتے' جن میں علی الاعلان بتوں کی پوجا ہو رہی ہوتی یا بتوں کی عبادت پر اسلام کے احکام جاری ہوتے' پھر حضور کے فرمان کے مطابق اس امت کی دین صحیح پر استقامت کی حدیث کس طرح صحیح ہوتی اور یہ بات بالکل ظاہر ہے۔ (الصواعق الالٰہیہ ص ۴۰' مکتبہ ایشیق' استنبول)

تکفیر مسلمین کے ردّ پر تیسری حدیث

شیخ نجدی کا تکفیر مسلمین پر رد کرتے ہوئے علامہ سلیمان بن عبد الوہاب لکھتے ہیں:

تمہارے مذہب کے بطلان پر بخاری اور مسلم کی یہ حدیث بھی دلالت کرتی ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کفر کا گڑھ مشرق کی طرف ہوگا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ ایمان یمانی ہے اور فتنہ وہاں ہوگا جہاں سے شیطان کا سینگ طلوع ہوگا۔ (صحیح البخاری: ۳۳۰۲' صحیح مسلم: ۵۱)

نیز بخاری اور مسلم میں حدیث ہے: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: درآں حالیکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ انور مشرق کی طرف تھا' فتنہ اسی جانب سے ظاہر ہوگا۔ (صحیح مسلم الرقم المسلسل: ۱۸۷)

اور بخاری کی روایت میں (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان) اس طرح ہے کہ آپ نے فرمایا: اے اللہ! ہمارے شام اور ہمارے یمن میں برکت نازل فرما۔ صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہمارے نجد میں۔ آپ نے فرمایا: اے اللہ! ہمارے شام میں اور ہمارے یمن میں برکت نازل فرما۔ صحابہ نے عرض کیا: ہمارے نجد میں۔ آپ نے تیسری بار فرمایا: وہاں سے زلزلوں اور فتنوں کا ظہور ہوگا۔
(صحیح البخاری: ۷۱۰۳)

اور امام احمد بن حنبل نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت کیا ہے: اے اللہ! ہمارے مدینہ میں برکت نازل فرما' ہمارے صاع اور ہمارے مد میں اور ہمارے شام میں اور ہمارے یمن میں' پھر مشرق کی طرف منہ کر کے فرمایا: یہاں سے شیطان کا سینگ طلوع ہوگا اور فرمایا: یہاں سے زلزلوں اور فتنوں کا ظہور ہوگا۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلا ریب صادق القول ہیں' اللہ تعالیٰ کی برکتیں اور رحمتیں آپ پر اور آپ کی آل اور اصحاب پر نازل ہوں' آپ نے حق امانت ادا کر دیا اور فرائض رسالت کی تبلیغ مکمل کر دی۔

شیخ تقی الدین نے کہا: مدینہ کی جانب شرقی (نجد) سے مسیلمہ کذاب کا ظہور ہوا اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے وصال کے بعد سب سے پہلے جس فتنے کا ظہور ہوا' وہ مسیلمہ کذاب کا دعویٰ نبوت تھا جس کا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مکمل استیصال کیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث شیخ نجدی کی دعوت اور تکفیر مسلمین پر کئی وجوہ سے دلالت کرتی ہے' ہم ان میں سے بعض کا ذکر کرتے ہیں:

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایمان یمانی ہے اور فتنہ مشرق سے نکلے گا اور اس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار ذکر فرمایا۔

(۲) رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حجاز اور اہلِ حجاز کے لیے بار بار دعا فرمائی اور اہل مشرق خصوصاً اہل نجد کے لیے دعا کرنے سے انکار کر دیا۔

(۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو سرزمین نجد میں پہلا فتنہ واقع ہوا' وہ شیخ نجدی کا فتنہ ہے جس نے مسلمانوں کے درمیان صدیوں سے رائج معمولات کو کفر اور مسلمانوں کو کافر بنا دیا' بلکہ شیخ نجدی نے ان لوگوں کو بھی کافر بنا دیا جو ان مسلمانوں کو کافر نہ کہے' حالانکہ مکہ اور مدینہ اور یمن کے علاقوں میں صدیوں سے یہ معمولات رائج ہیں' بلکہ ہم کو تحقیق سے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ اولیاء کا وسیلہ ان کی قبروں سے توسل اور استمداد اور اولیاء اللہ کا پکارنا' یہ تمام اُمور دنیا میں سب سے زیادہ یمن اور حرمین شریفین میں کیے جاتے ہیں اور یہ بھی ہم کو معلوم ہوا کہ جس قدر عظیم فتنہ سرزمین نجد میں واقع ہوا' وہ کسی دور میں بھی کسی اور جگہ وقوع پذیر نہیں ہوا اور (اے شیخ نجدی!) تمہارا کہنا یہ ہے کہ دنیا کے تمام مسلمانوں پر تمہاری اتباع واجب ہے اور جو شخص تمہارے مذہب کی اتباع کرے اور وہ مذہب کے اظہار اور دوسرے مسلمانوں کی تکفیر کی طاقت نہ رکھے' اس پر واجب ہے کہ وہ تمہارے شہر کی طرف ہجرت کرے اور یہ کہ تم ہی طائفہ منصورہ ہو اور یہ اس حدیث کے خلاف ہے' کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ

نے قیامت تک کے ہونے والے واقعات کا علم عطا فرمایا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے امت پر گزرنے والے تمام واقعات کو بتلا دیا ہے۔ اگر رسول اللہ ﷺ کو علم ہوتا کہ سرزمین مسیلمہ یعنی شہر نجد مآل کار دار الایمان بنے گا اور طائفہ منصورہ اسی شہر میں ہوگا اور ایمان کے فوارے اسی شہر سے چھوڑے جائیں گے اور حرمین شریفین اور یمن بلاد کفر بن جائیں گے جن میں بت پرستی ہوگی اور وہاں سے ہجرت کرنا واجب ہوگا تو رسول اللہ ﷺ ضرور اس بات کی خبر دیتے اور اہل مشرق اور خصوصاً نجد کے لیے ضرور دعا فرماتے اور حرمین شریفین اور اہل یمن کے لیے دعائے ضرر فرماتے اور رسول اللہ (ﷺ) یہ خبر دیتے کہ وہاں کے باشندے بت پرستی کریں گے اور ان متبرک علاقوں کے لوگوں سے بیزاری کا اظہار فرماتے' لیکن جب ایسا نہیں ہوا' بلکہ اس کے برعکس رسول اللہ ﷺ نے اہل مشرق کے لیے بالعموم اور نجد کے بارے میں بالخصوص خبر دی ہے کہ وہاں سے شیطان کا سینگ طلوع ہوگا اور اس شہر میں اور اس شہر سے فتنے نمودار ہوں گے اور نجد کے لیے دعا کرنے سے آپ نے انکار فرمایا اور یہ بات تمہارے زعم کے بالکل برعکس ہے۔ تمہارے نزدیک جن لوگوں کے لیے رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی تھی' وہ کفار ہیں اور جس علاقہ کے لوگوں کے لیے رسول اللہ (ﷺ) نے دعا کرنے سے انکار کر دیا اور خبر دی تھی کہ وہاں سے شیطان کا سینگ نکلے گا اور فتنوں کا ظہور ہوگا۔ (صحیح البخاری: ۷۱۰۳) تمہارے عقیدے کے مطابق وہ علاقہ دار الایمان ہے اور اس کی طرف ہجرت واجب ہے۔

تکفیر مسلمین کے رد پر چوتھی حدیث

تمہارے مذہب کے بطلان پر یہ حدیث بھی دلالت کرتی ہے جس کو بخاری اور مسلم نے حضرت عقبہ بن عامر سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ منبر پر رونق افروز ہوئے اور آپ نے فرمایا: مجھے اس بات کا خوف نہیں ہے کہ تم سب (مسلمان) میرے بعد شرک کرنے لگو گے' لیکن مجھے اس بات کا خوف ہے کہ تم کو مال دنیاوی بہ کثرت حاصل ہوگا اور تم مال دنیاوی کی محبت میں متفرق ہو جاؤ گے اور مال و دولت کی وجہ سے تم لوگ آپس میں لڑو گے اور ہلاکت میں مبتلا ہو جاؤ گے جس طرح اس سے پہلی امتیں ہلاکت میں مبتلا ہو گئی تھیں۔ (صحیح البخاری: ۱۳۴۴) عقبہ بن عامر کہتے ہیں میں نے حضور نبی اکرم ﷺ سے یہ آخری وعظ سنا تھا۔ (آج سعودی عرب میں سیال تیل کے چشموں اور سونے کی کانوں سے روپیہ کی ریل پیل حضور ﷺ کے اس فرمان کی تصدیق ہے کہ اس وقت مرکز فتنہ سعودی عربیہ ہے۔ سعیدی غفرلہٗ)

یہ حدیث شریف بھی تمہارے مذہب کے بطلان پر اسی طرح دلالت کرتی ہے کہ قیامت تک رسول اللہ ﷺ کی امت پر جس قدر احوال گزرنے تھے حضور (ﷺ) نے وہ تمام احوال بیان فرما دیئے اور اس حدیث صحیح میں حضور نے یہ بتلا دیا ہے کہ آپ کی امت بت پرستی سے محفوظ رہے گی اور نہ حضور کو اپنی امت سے بت پرستی کا خطرہ تھا اور نہ اس بات کی آپ نے خبر دی ہے' اور جس چیز کا خطرہ تھا اور جس چیز سے رسول اللہ ﷺ نے ڈرایا' وہ مال و دولت کی کثرت اور فراوانی ہے (اور مملکت سعودی عربیہ آج اسی فتنہ میں مبتلا ہے۔ سعیدی غفرلہٗ)۔

اور یہ حدیث تمہارے مذہب کے برعکس ہے' کیونکہ تمہارا عقیدہ یہ ہے کہ تمام امت نے بت پرستی کی اور تمام اسلامی ممالک بت پرستی سے بھر گئے اور اگر تمام دنیا میں کسی جگہ میں اسلام کی کوئی رمق ہے' تو وہ نجد میں ہے' یہاں تک کہ تمہارے خیال میں روم' یمن اور مغرب کے تمام علاقے (حرمین شریفین وغیرہ) بت پرستی سے بھرے ہوئے ہیں اور تم کہتے ہو کہ جو شخص ان لوگوں کو کافر نہ کہے' وہ خود کافر ہے' پس تمہارے عقیدے کے مطابق تمام بلاد اسلام کے مسلمان کافر ہیں' سوا نجد شہر کے اور جو نیا دین تم لائے ہو اس کی عمر

صرف دس سال ہے۔ (الصواعق الالٰہیہ ص ۴۵۔ ۴۳ 'مکتبہ ایشیق' استنبول)

(گویا اس سے پہلے گیارہ سو سال تک کے تمام مسلمان العیاذ باللہ کافر تھے۔ سعیدی غفرلہٗ)

اس کے بعد علامہ سلیمان لکھتے ہیں:

تکفیر مسلمین کے ردّ پر پانچویں حدیث

تمہارے مذہب کے بطلان پر یہ حدیث بھی دلالت کرتی ہے' جس کو امام مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ شیطان اس بات سے مایوس ہو گیا ہے کہ جزیرۂ عرب میں اس کی پرستش کی جائے' لیکن وہ ان کو آپس میں لڑاتا رہے گا۔ (صحیح مسلم: ۲۸۱۲) اور حاکم نے صحیح سند کے ساتھ اور ابو یعلیٰ اور بیہقی نے حضرت عبد اللہ بن مسعود سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: شیطان اس بات سے مایوس ہو گیا ہے کہ جزیرۂ عرب میں بت پرستی کی جائے' لیکن اس سے کم بات یعنی آپس کے لڑائی جھگڑوں پر راضی ہو گیا ہے۔ (سنن ترمذی: ۱۹۳۷) اور امام احمد نے اور حاکم نے سند صحیح کے ساتھ اور ابن ماجہ نے شداد بن اوس سے روایت کی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: میں اپنی امت پر شرک کا خوف کرتا ہوں' میں نے عرض کیا: حضور! کیا آپ کے بعد آپ کی امت شرک کرے گی؟ آپ نے فرمایا: ہاں! لیکن وہ سورج' چاند یا کسی بت کی پوجا نہیں کرے گی' لیکن اپنے اعمال میں ریاکاری کرے گی۔ (سنن ابن ماجہ: ۴۲۰۵' مسند احمد ج ۴ ص ۱۲۴)

ان احادیث کی تمہارے مذہب کے بطلان پر دلالت اس طرح ہے کہ اللہ عزوجل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو جس قدر چاہا اپنے غیب سے مطلع فرمایا' اور قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے' اس کی خبر دے دی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے خبر دی ہے کہ جزیرۂ عرب میں شیطان اپنی عبادت سے مایوس ہو چکا ہے اور شداد کی روایت میں آپ نے خبر دی ہے کہ جزیرۂ عرب میں بت پرستی نہیں ہو گی اور یہ چیزیں تمہارے مذہب کے برعکس ہیں' کیونکہ تمہارا عقیدہ ہے کہ بصرہ اور اس کے گرد و نواح اور عراق میں دجلہ سے لے کر اس جگہ تک جہاں حضرت علی اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کی قبریں ہیں' اسی طرح سارے یمن اور حجاز میں شیطان کی پرستش اور بت پرستی ہوتی ہے اور یہاں کے مسلمان بت پرست اور کفار ہیں' حالانکہ یہ تمام جگہیں سرزمین عرب کے وہ تمام علاقے ہیں جن کی سلامتی ایمان اور کفر سے براءت کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے خبر دی ہے اور تم کہتے ہو کہ یہاں کے لوگ کافر ہیں اور جو ان کو کافر نہ کہے وہ بھی کافر ہے' لہٰذا تمام احادیث تمہارے مذہب کا ردّ کرتی ہیں۔ (الصواعق الالٰہیہ ص ۴۶۔ ۴۵' مکتبہ ایشیق' استنبول)

علامہ سلیمان مزید لکھتے ہیں:

تکفیر مسلمین کے ردّ پر چھٹی حدیث

اور تمہارے مذہب کے بطلان پر یہ حدیث بھی دلالت کرتی ہے جس کو امام احمد اور امام ترمذی نے اپنی سند کے ساتھ ذکر کیا اور اس کو صحیح قرار دیا اور امام نسائی نے اور ابن ماجہ نے عمرو بن عاص سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا: شیطان اس بات سے ہمیشہ کے لیے مایوس ہو چکا ہے کہ تمہارے اس شہر میں اس کی پرستش کی جائے' البتہ تمہاری آپس کی لڑائیوں میں اس کی پیروی ہوتی رہے گی۔ (سنن ابن ماجہ: ۳۰۵۵) اور حاکم نے سند صحیح کے ساتھ بیان کیا کہ حضرت ابن عباس بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر خطبہ دیا اور فرمایا: شیطان اس بات سے مایوس ہو چکا ہے کہ تمہاری سرزمین میں اس کی پرستش کی جائے' لیکن اس کے علاوہ دوسری باتوں میں پیروی کی جانے پر راضی ہو چکا ہے' ان چیزوں میں سے ایک یہ ہے کہ تم ایک دوسرے کے اعمال کو حقیر جانو گے' پس اس بات سے احتراز کرنا' اے لوگو! میں نے تم میں وہ چیز چھوڑی ہے کہ اگر

تم نے اس کو مضبوطی سے تھام لیا تو کبھی گمراہ نہ ہو گے اور وہ اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت ہے۔

ان احادیث میں تمہارے مذہب کے بطلان پر اس طرح دلالت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خصوصاً مکہ میں ہمیشہ کے لیے بت پرستی نہ ہونے کی خبر دی ہے اور حضور کبھی خلاف واقع خبر نہیں دیتے' نیز اس میں حضور نے امت کو بشارت دی ہے اور حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بشارت کبھی غلط نہیں ہوتی' البتہ اس حدیث میں حضور نے بت پرستی کے علاوہ دوسری غلط باتوں مثلاً لڑائی جھگڑوں سے ڈرایا ہے اور یہ بات حدیث سے بالکل ظاہر ہے اور جن چیزوں کا نام تم شرک اکبر رکھتے ہو اور ان کے کرنے والوں کو (اولیاء سے وسیلہ' شفاعت طلب کرنا اور ان کی قبروں سے فیضان طلب کرنا۔ سعیدی) بت پرستی کا مرتکب کہتے ہو' ان تمام اُمور پر تمام اہل مکہ' ان کے عوام' امراء اور علماء چھ سو سال سے زیادہ عرصہ سے عمل پیرا ہیں' اس کے باوجود یہ تمام لوگ اب تمہارے دشمن ہیں' تم کو سب وشتم کرتے ہیں اور تمہاری اس بدعقیدگی کی وجہ سے تم پر لعنت بھیجتے ہیں اور مکہ مکرمہ کے علماء اور شرفاء ان تمام اُمور پر احکام اسلام جاری کرتے ہیں جن کو تم شرک اکبر قرار دیتے ہو' اگر تمہارا گمان حق ہے' تو یہ لوگ علی الاعلان کافر ہیں' لیکن یہ احادیث تمہارے زعم فاسد کا رد کرتی ہیں اور تمہارے مذہب کو باطل کرتی ہیں۔ (الصواعق الالہیہ ص ۴۷' مکتبہ ایشیق' استنبول)

علامہ ابن عابدین شامی' متوفی ۱۲۵۲ھ

علامہ شامی' شیخ نجدی کی تحریک کے بارے میں اظہار خیال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ہمارے زمانہ میں محمد بن عبد الوہاب کے پیروکار جو نجد سے نکلے اور حرمین پر قابض ہو گئے اور وہ اپنے آپ کو حنبلی المذہب کہتے تھے' لیکن ان کا اعتقاد یہ تھا کہ مسلمان صرف وہ یا ان کے موافق ہیں اور جو عقائد میں ان کے مخالف ہیں' وہ مسلمان ہی نہیں ہیں بلکہ مشرک ہیں' اس بناء پر انہوں نے اہل سنت اور علماء اہل سنت کے قتل کو جائز رکھا۔

(رد المحتار ج ۶ ص ۳۱۷' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

۲۸ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَتَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ اَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ﴾ (الواقعہ: ۸۲)
قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ شُكْرَكُمْ.

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور (قرآن میں) تم اپنا حصہ یہ رکھتے ہو کہ تم اس کو جھٹلاتے ہو ○ (الواقعہ: ۸۲)
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے "رزقکم" کی تفسیر میں فرمایا: "شکرکم"۔

سورۃ الواقعہ کی زیر بحث آیت میں رزق کا جو ذکر ہے اس سے مراد اس کا لازم ہے یعنی شکر' لہٰذا جب اللہ کے فضل و کرم سے بارش ہو تو تم کو اس کا شکر ادا کرنا چاہیے لیکن تم اللہ کا شکر ادا کرنے کے بجائے اس کو جھٹلاتے ہو' اور بجائے اس کے کہ تم یہ کہو کہ اللہ نے پانی برسایا' تم کہتے ہو کہ فلاں ستارے کی وجہ سے بارش ہوئی ہے (اس تفسیر کی وجہ سے اس حدیث کی کتاب الاستسقاء سے مناسبت ظاہر ہو گئی)۔

۱۰۳۸ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ' عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ' عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُوْدٍ' عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدِ الْجُهَنِيِّ اَنَّهُ قَالَ صَلّٰى لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةَ الصُّبْحِ بِالْحُدَيْبِيَةِ' عَلٰى اِثْرِ سَمَاءٍ كَانَتْ مِنَ اللَّيْلَةِ'

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از صالح بن کیسان از عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود از زید بن خالد الجہنی' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ میں صبح کی نماز پڑھائی' اس وقت آسمان پر رات کی بارش کا اثر تھا' جب

فَلَمَّا انْصَرَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ، فَقَالَ هَلْ تَدْرُونَ مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ؟ قَالُوا اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، قَالَ أَصْبَحَ مِنْ عِبَادِي مُؤْمِنٌ بِي وَكَافِرٌ، فَأَمَّا مَنْ قَالَ مُطِرْنَا بِفَضْلِ اللّٰهِ وَرَحْمَتِهِ، فَذٰلِكَ مُؤْمِنٌ بِي كَافِرٌ بِالْكَوْكَبِ، وَأَمَّا مَنْ قَالَ مُطِرْنَا بِنَوْءِ كَذَا وَكَذَا، فَذٰلِكَ كَافِرٌ بِي مُؤْمِنٌ بِالْكَوْكَبِ.

نبی صلی اللہ علیہ وسلم مڑ کر لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے تو فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ تمہارے رب نے کیا فرمایا؟ صحابہ نے کہا: اللہ اور اس کے رسول ہی زیادہ جاننے والے ہیں' (آپ نے بتایا:) اللہ سبحانہ نے فرمایا: میرے بندوں نے اس حال میں صبح کی کہ بعض مجھ پر ایمان لانے والے تھے اور بعض میرا کفر کرنے والے تھے' سو جنہوں نے کہا کہ اللہ کے فضل اور اس کی رحمت سے بارش ہوئی وہ مجھ پر ایمان لانے والے تھے اور ستاروں کا کفر کرنے والے تھے' اور جنہوں نے کہا کہ فلاں فلاں ستارے کی وجہ سے بارش ہوئی تو وہ میرا کفر کرنے والے تھے اور ستاروں پر ایمان لانے والے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۸۴۶ میں گزر چکی ہے۔

۲۹ - بَابٌ لَا يَدْرِي مَتَى يَجِيءُ الْمَطَرُ إِلَّا اللّٰهُ

اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ بارش کب آئے گی

چونکہ اس سے پہلے باب میں یہ ذکر کیا تھا کہ بارش صرف اللہ کے حکم اور اس کی قضاء اور قدر سے ہوتی ہے اور ستاروں کا اس میں کوئی دخل نہیں ہے' اس لیے اس باب میں یہ بیان فرمایا کہ اللہ کے سوا کسی کو علم نہیں ہے کہ بارش کب ہوگی۔

وَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَمْسٌ لَا يَعْلَمُهُنَّ إِلَّا اللّٰهُ.

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ پانچ چیزیں ایسی ہیں جن کا اللہ کے سوا کسی کو علم نہیں ہے۔

اس تعلیق کو سند موصول کے ساتھ امام بخاری نے صحیح البخاری: ۵۰ میں ذکر کیا ہے۔

۱۰۳۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِينَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِفْتَاحُ الْغَيْبِ خَمْسٌ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا اللّٰهُ لَا يَعْلَمُ أَحَدٌ مَا يَكُونُ فِي غَدٍ، وَلَا يَعْلَمُ أَحَدٌ مَا يَكُونُ فِي الْأَرْحَامِ، وَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَاذَا تَكْسِبُ غَدًا، وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ، وَمَا يَدْرِي أَحَدٌ مَتَى يَجِيءُ الْمَطَرُ.

[اطراف الحدیث: ۴۶۲۷-۴۶۹۷-۴۷۷۸-۷۳۷۹]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عبد اللہ بن دینار از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: غیب کی پانچ چابیاں ہیں جن کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا' کوئی شخص نہیں جانتا کہ کل کیا ہوگا اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ ماؤں کے پیٹوں میں کیا ہے اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کرے گا اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ زمین پر کس جگہ مرے گا اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ بارش کب ہوگی۔

(جامع المسانید لابن جوزی: ۳۵۵۳' مکتبۃ الرشد' الریاض' ۱۴۲۶ھ)

اس باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی موافقت اس جملہ میں ہے: غیب کی پانچ چابیاں ہیں جن کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

کاہنوں اور نجومیوں کی خبروں کا جھوٹا ہونا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جن پانچ چیزوں کے علم کی اللہ تعالیٰ کے ماسوا سے نفی کی ہے' ان کا ذکر لقمان: ۳۴ میں ہے' اس سے معلوم ہوا کہ جو کاہن اور نجومی مستقبل کی اور غیب کی خبریں بیان کرتے ہیں وہ جھوٹے ہیں اور جس نے یہ دعویٰ کیا کہ اس کو اس چیز کا علم ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے یہ خبر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے علم کے ساتھ منفرد ہے' اس نے اس دعویٰ سے اللہ اور اس کے رسول کی تکذیب کی' اور یہ کفر ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۲۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علوم خمسہ اور علم غیب کی تحقیق

حافظ عبد الرحمان بن شہاب الدین ابن رجب حنبلی متوفی ۷۹۵ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت میں قیامت کا ذکر نہیں ہے بلکہ اس کی جگہ یہ ذکر ہے کہ بارش کب ہوگی' اور اس میں یہ دلیل ہے کہ جو علوم اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہیں' ان کی تعداد پانچ میں منحصر نہیں ہے بلکہ وہ اس سے بہت زیادہ ہے جتنا اس کی مخلوق کی تعداد ہے' قرآن مجید میں ہے:

وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ ۚ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۚ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ○ (الانعام: ۵۹)

اور اللہ ہی کے پاس غیب کی چابیاں ہیں جن کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا' اور وہی جانتا ہے جو کچھ خشکی میں ہے اور جو کچھ سمندر میں ہے اور جو (درخت کا) پتا گرتا ہے اور جو دانہ زمین کی تاریکیوں میں گرتا ہے اس کو وہی جانتا ہے' اور ہر تر اور خشک چیز کا ذکر لوح محفوظ میں ہے○

ان پانچ چیزوں کا ذکر اس لیے کیا گیا ہے کہ لوگوں کو ان پانچ چیزوں کے جاننے کی ضرورت پیش آتی تھی اور وہ کاہنوں سے اور نجومیوں سے ان کے متعلق دریافت کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ان پانچ چیزوں کا اور ہر چیز کا علم اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے (یعنی بالاستقلال اور بالذات اور اس کے بتائے بغیر کسی کو کسی غیب کا علم نہیں ہوسکتا۔ سعیدی غفرلہٗ)۔

اور اللہ تعالیٰ ان پانچ چیزوں کے افراد میں کسی فرد کی کسی کو اطلاع فرمائے تو اس کی نفی اور یہ اطلاع اس آیت میں داخل ہے:

عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا○ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ. (الجن: ۲۶-۲۷)

وہ ہر غیب کا جاننے والا ہے' سو وہ اپنے ہر غیب پر کسی کو مطلع نہیں فرماتا○ ماسوا ان کے جن کو اس نے پسند فرمایا ہے جو اس کے (سب) رسول ہیں۔

اس آیت کی بھرپور تفصیل اور تحقیق تبیان القرآن (ج ۱۲) الجن: ۲۶ کی تفسیر میں ملاحظہ فرمائیں۔ (سعیدی غفرلہٗ)

ایک لڑکی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ شعر پڑھا:

وفینا نبی یعلم ما فی غد — ہم میں وہ نبی موجود ہیں جن کو کل کی بات کا علم ہے

تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو چھوڑ دو اور وہ اشعار پڑھو جو پہلے پڑھ رہی تھیں۔ (صحیح البخاری: ۵۱۴۷)

اس شعر کو پڑھنے سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لیے منع فرمایا کہ کوئی ناواقف حال یہ نہ سمجھ لے کہ آپ کو بالذات کل کا علم ہے کیونکہ جب علم کو مطلقاً ذکر کیا جائے تو اس سے متبادر ذاتی علم ہوتا ہے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

رہا ماؤں کے پیٹوں میں کیا ہے؟ سو اللہ تعالیٰ اس کے علم کے ساتھ منفرد ہے اس سے قبل کہ وہ رحم میں بچہ کی تخلیق کا حکم دے اور اس کی موت' حیات' اس کے رزق' اس کے عمل اور اس کے اخروی انجام کو لکھنے کا حکم دے پھر اللہ تعالیٰ جس کو چاہے "ما فی الارحام" کا علم عطا فرما دیتا ہے' جس طرح اس فرشتے کو مطلع فرماتا ہے۔

میں کہتا ہوں: آج کل الٹرا ساؤنڈ کے ذریعہ یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ پیٹ میں بچہ مذکر ہے یا مؤنث' اور یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ صحت مند ہو گا یا اس میں کوئی مہلک بیماری ہو گی' اسی طرح آلات کے ذریعہ یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ بارش کب ہو گی اور محکمہ موسمیات والے پیش گوئی کر دیتے ہیں کہ فلاں دن بارش ہو گی اور یہ پیش گوئی ۷۰ فی صد درست ہوتی ہے' اسی طرح آلات رصد یہ سے اس کا بھی علم ہو جاتا ہے کہ دنیا میں کس تاریخ کو کس جگہ اور کس وقت سورج یا چاند گرہن ہو گا اور یہ پیش گوئی ۱۰۰ فی صد درست ہوتی ہے' اور اس سے اللہ تعالیٰ کے علم غیب پر اور اس کے ان چیزوں کے علم میں منفرد ہونے پر اعتراض نہیں ہو گا کیونکہ ان کو یہ علم آلات اور اسباب سے ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو جو علم ہے وہ ذاتی ہے اور کسی سبب' آلہ اور کسی کی تعلیم کے بغیر ہے اور ان کے علوم میں خطاء کا بھی احتمال ہے اور اللہ تعالیٰ کے علم میں کسی خطاء کا احتمال نہیں ہے۔

علامہ ابن رجب حنبلی فرماتے ہیں: اگر "ما فی الارحام" وغیرہ کی اطلاع رسولوں کو دی جائے تو وہ علم یقینی ہے اور اگر رسولوں کے غیر کو ہو مثلاً صدیقین اور صالحین کو ہو تو وہ علم ظنی ہے' کیونکہ ان کو بھی کبھی اللہ تعالیٰ ان چیزوں کے علم پر مطلع فرما دیتا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر وفات کا وقت آیا تو انہوں نے مجھ سے کہا: تمہارے دو بھائی ہیں اور دو بہنیں ہیں' میں نے کہا: میرے دو بھائی تو ہیں' میری دو بہنیں کون سی ہیں؟ حضرت ابوبکر نے کہا: (ان کی بیوی) بنت خارجہ حاملہ ہیں اور میرا گمان ہے کہ ان سے ایک بیٹی پیدا ہو گی' ہشام کی روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ نے کہا: میری بہن تو صرف حضرت اسماء ہیں' حضرت ابوبکر نے فرمایا: بنت خارجہ حاملہ ہیں اور ان سے لڑکی پیدا ہو گی۔

کل کیا ہو گا' اور کون کہاں مرے گا اور بارش کب ہو گی' اس کا (کلی) علم اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے' لیکن اللہ تعالیٰ اپنے بعض رسولوں کو ان چیزوں کے بعض افراد کا علم عطا فرماتا ہے' جیسا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بہ کثرت غیوب مستقبلہ کا علم عطا فرمایا' اور آپ نے ان کی خبریں دیں' جس طرح آپ نے امیہ بن خلف کے قتل کی خبر دی اور حضرت سعد بن معاذ نے مکہ میں اُمیہ کو خبر دی تو امیہ نے کہا: اللہ کی قسم! (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جھوٹ نہیں بولتے' اور آپ نے تبوک میں یہ خبر دی کہ آج رات بہت سخت آندھی آئے گی اور اسی طرح ہوا۔ (صحیح البخاری: ۱۴۸۱)

اسی طرح آپ نے اپنی صاحب زادی سیدتنا فاطمہ رضی اللہ عنہا کو یہ خبر دی کہ آپ اس بیماری میں وصال فرمائیں گے' اور آپ نے یہ بھی فرمایا کہ میرے حجرہ اور منبر کے درمیان جو جگہ ہے وہ جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے۔ (مسند احمد ج ۳ ص ۶۴) نیز آپ نے فرمایا: نبی جس جگہ فوت ہوتا ہے اس جگہ دفن کیا جاتا ہے۔ (سنن ابن ماجہ: ۱۶۲۸)

اور اولیاء کرام جو غیب کی خبریں دیتے ہیں' وہ قطعی اور یقینی نہیں ہوتیں' ظن غالب پر مبنی ہوتی ہیں۔

(فتح الباری لابن رجب ج ۶ ص ۳۴۴۔ ۳۴۳' دار ابن الجوزی' ریاض' ۱۴۱۷ ھ)

حافظ ابن رجب حنبلی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی غیب کی خبروں کے متعلق دو تین حدیثیں ذکر کی ہیں' ہم نے تبیان القرآن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علم قیامت کے متعلق الاعراف: ۱۸۷ کی تفسیر میں پچیس (۲۵) احادیث مفصل حوالہ جات کے ساتھ بیان کی ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی غیب کی خبروں کے متعلق الاعراف: ۱۸۸ کی تفسیر میں اکیاون (۵۱) احادیث مفصل حوالہ جات کے ساتھ بیان کی ہیں' نیز

آپ کے علم قیامت اور علم "ما کان وما یکون" کے متعلق مستند اور مسلم مفسرین محدثین ائمہ کرام کے مفصل حوالہ جات دیے ہیں اور علم غیب کی تحقیق کی ہے۔ قارئین اس بحث کو وہاں ضرور ملاحظہ کریں۔

کتاب الاستسقاء کا اختتام

الحمد للّٰہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علٰی سیّدنا محمد خاتم النبیّین وعلٰی آلہٖ واصحابہٖ اجمعین.

آج گیارہ ربیع الاوّل ۱۴۲۸ھ/۳۱ مارچ ۲۰۰۷ء بہ روز ہفتہ "کتاب الاستسقاء" مکمل ہو گئی۔ الٰہ العٰلمین! صحیح البخاری کی باقی کتب بھی مکمل کرا دینا اور میری اور میرے قارئین اور محبین اور جمیع مسلمین کی مغفرت فرما دینا۔

"کتاب الاستسقاء" میں چالیس احادیث مرفوعہ ہیں' جن میں سے نو تعلیقات ہیں' باقی احادیث موصولہ ہیں' اور اب اس کے بعد ان شاء اللہ العزیز "کتاب الکسوف" شروع ہوگی۔

۞۞۞۞۞

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

١٦ - كِتَابُ الْكُسُوْفِ

سورج گہن اور چاند گہن کا بیان

''الکسوف'' کا معنی ہے: سورج کو گہن لگنا اور'' الخسوف'' کا معنی ہے: چاند کو گہن لگنا اور مجازاً ایک کا دوسرے پر اطلاق ہو جاتا ہے' ان ابواب میں سورج گہن اور چاند گہن کے احکام بیان کیے گئے ہیں۔

١ - بَابُ الصَّلٰوةِ فِيْ كُسُوْفِ الشَّمْسِ — سورج گہن لگنے کی نماز کا بیان

اس باب میں سورج گہن لگنے کی نماز کا بیان کیا گیا ہے' اس کی اصل قرآن مجید' سنت اور اجماع امت سے ثابت ہے۔ قرآن میں یہ آیت ہے:

وَمَا نُرْسِلُ بِالْاٰيٰتِ اِلَّا تَخْوِيْفًا٥ (بنی اسرائیل:٥٩) اور ہم صرف لوگوں کو ڈرانے کے لیے نشانیاں بھیجتے ہیں٥

اللہ تعالیٰ سورج کو گہن لگا کر بندوں کو ڈراتا ہے کہ اس کائنات میں سب سے عظیم مخلوق سورج ہے' جب اللہ تعالیٰ ایک آن میں سورج کو بے نور کر دیتا ہے تو وہ انسان کی آنکھوں سے بصارت کا نور اور اس کے دل سے ایمان کا نور سلب کرنے پر تو بہت زیادہ قادر ہے' تو بندوں کو چاہیے کہ وہ گناہوں کو ترک کر کے اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کی اطاعت کی طرف رجوع کریں' اسی میں ان کی کامیابی ہے۔ سنت سے اس کے ثبوت میں یہ حدیث ہے:

حضرت ابوبکرہ بیان کرتے ہیں کہ جب تم سورج اور چاند گرہن کو دیکھو تو نماز پڑھو۔ (صحیح البخاری:١٠٤٠)

اور اجماع امت اس طرح ہے کہ تمام امت اس پر متفق ہیں کہ سورج گرہن کے وقت نماز پڑھی جائے اور کسی نے اس کا انکار نہیں کیا۔

یہ نماز سنت ہے' واجب نہیں ہے اور اس کی وہی شرائط ہیں جو باقی نماز کی شرائط ہیں' امام مالک' امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک سورج گہن کی نماز میں ایک رکعت میں دو رکوع اور دو سجدے ہیں اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک ایک رکعت میں ایک رکوع اور دو سجدے ہیں' اس کی مفصل تحقیق ہم صحیح البخاری:٥٤٧ میں بیان کر چکے ہیں۔

١٠٤٠ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ' عَنْ يُوْنُسَ' عَنِ الْحَسَنِ' عَنْ اَبِيْ بَكْرَةَ قَالَ كُنَّا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' فَانْكَسَفَتِ الشَّمْسُ' فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجُرُّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن عوف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی از یونس از الحسن از ابی بکرہ' انہوں نے بیان کیا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے' پس سورج کو گہن لگ گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے تہبند کو

رِدَاءَهُ حَتّٰى دَخَلَ الْمَسْجِدَ، فَدَخَلْنَا، فَصَلّٰى بِنَا رَكْعَتَيْنِ حَتّٰى انْجَلَتِ الشَّمْسُ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ، فَإِذَا رَأَيْتُمُوهُمَا فَصَلُّوا وَادْعُوا حَتّٰى يُكْشَفَ مَا بِكُمْ.

گھسیٹتے ہوئے اٹھے' آپ مسجد میں داخل ہوئے' پس ہم بھی داخل ہوئے' پس آپ نے ہم کو دو رکعت نماز پڑھائی حتیٰ کہ سورج منکشف ہو گیا' پس نبی ﷺ نے فرمایا: بے شک سورج اور چاند کو کسی کی موت کی وجہ سے گہن نہیں لگتا' پس جب تم دونوں کو (گہنایا ہوا) دیکھو تو نماز پڑھو اور دعا کرو حتیٰ کہ تم پر جو گہن ہے وہ منکشف ہو جائے۔

[اطراف الحدیث: ۱۰۴۸۔۱۰۶۲۔۱۰۶۳۔۵۷۸۵] (سنن نسائی: ۱۴۹۱۔۱۴۹۰' مسند البزار: ۳۶۶۰' شرح السنۃ: ۱۱۳۸۶۔۱۳۸۴' سنن بیہقی ج ۳ ص ۳۳۱' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۴۶۸' السنن الکبریٰ: ۵۰۰' صحیح ابن خزیمہ: ۱۳۷۴' صحیح ابن حبان: ۲۸۳۳' مسند الطیالسی: ۸۷۲' سنن دار قطنی ج ۲ ص ۶۴' مسند احمد ج ۵ ص ۳۷ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۰۳۹۰۔ ج ۳۴ ص ۳۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عمرو بن عون (۲) خالد بن عبد اللہ الطحان الواسطی (۳) یونس بن عبید (۴) الحسن البصری (۵) حضرت ابو بکرہ نفیع بن الحارث۔

(عمدۃ القاری ج ۷ ص ۹۰)

اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے کہ جب تم ان دو دیکھو تو نماز پڑھو۔

سورج گرہن کی نماز میں اختلاف فقہاء اور فقہاء احناف کی دلیل

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

حضرت المغیرہ بن شعبہ نے بیان کیا: جس دن حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ (آپ کے صاحب زادے) فوت ہو گئے تو لوگوں نے کہا: ان کی موت کی وجہ سے سورج کو گہن لگ گیا' تب نبی ﷺ نے فرمایا: کسی کی موت کی وجہ سے سورج کو گہن لگتا ہے نہ کسی کی حیات کی وجہ سے۔ (صحیح البخاری: ۱۰۶۰' صحیح مسلم: ۹۱۵)

جمہور علماء کے نزدیک سورج گہن کی نماز دو رکعت ہے مگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے کہ ہر رکعت میں دو رکوع ہیں اور یہ وہ اضافہ ہے جس کا قبول کرنا واجب ہے۔ (دوسری احادیث صحیحہ اس کے خلاف ہیں۔ سعیدی غفرلہٗ)

فقہاء احناف نے اس کی مخالفت کی ہے اور کہا ہے کہ سورج گرہن کی نماز صبح کی نماز کی طرح دو رکعت ہے' اور صحیح بخاری: ۱۰۴۰ میں حضرت ابو بکرہ کی حدیث مذکور فقہاء احناف کی حجت ہے کیونکہ اس حدیث میں یہ ذکر نہیں ہے کہ ایک رکعت میں دو رکوع ہیں' اس میں صرف یہ مذکور ہے کہ نبی ﷺ نے ہم کو دو رکعت نماز پڑھائی اور اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ نماز لمبی پڑھانی چاہیے حتیٰ کہ سورج منکشف ہو جائے' اگر لوگوں کا یہ گمان ہو کہ عنقریب سورج منکشف ہونے والا ہے اور اس کا نور معمول کے مطابق آنے والا ہے' تب بھی ان کے نزدیک یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اس نماز میں دو رکعت زیادہ کر دیں (یعنی دو کی جگہ چار پڑھ لیں)۔

نبی ﷺ نے جو فرمایا ہے کہ جب تم سورج کو گہنایا ہوا دیکھو تو نماز پڑھو اور دعا کرو حتیٰ کہ تم پر جو گہن لگا ہے وہ منکشف ہو جائے' اس سے بعض فقہاء نے یہ استدلال کیا ہے کہ جب تک سورج منکشف نہ ہو جائے اس وقت تک نماز ختم نہیں کرنی چاہیے۔

امام طحاوی نے کہا: اس حدیث میں وارد ہے کہ نماز پڑھو اور دعا کرو حتیٰ کہ سورج کھل جائے اور امام بخاری نے حضرت ابو موسیٰ سے یہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سورج گرہن اور چاند گرہن کے وقت دعا مانگنے اور استغفار کرنے کا حکم دیا ہے۔ (صحیح

البخاری: ١٠٥٩) جیسے آپ نے نماز کا حکم دیا ہے' پس آپ کا یہ حکم اس پر دلالت کرتا ہے کہ آپ نے سورج گرہن کی نماز کے لیے کسی مخصوص نماز کا ارادہ نہیں کیا' لیکن آپ نے یہ ارادہ کیا کہ مسلمان نماز' دعا اور استغفار سے اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرنے کی کوشش کریں۔

حضرت ابوبکرہ نے یہ کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنا تہبند گھسیٹتے ہوئے اٹھے' اس سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں اللہ کا کتنا خوف تھا اور آپ اللہ تعالیٰ کے احکام کی اطاعت کی طرف کتنی سبقت کرتے تھے' کیا تم نے نہیں دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم گھبرائے ہوئے تہبند کو گھسیٹتے ہوئے نماز کی طرف اٹھے تاکہ اللہ کا جو حکم نازل ہوا ہے' اس کو بجالانے میں مشغول ہوں' اس سے معلوم ہوا کہ تہبند کو گھسیٹنا مطلقاً مذموم نہیں ہے' صرف اس شخص کے لیے مذموم ہے جو قصداً تہبند کو گھسیٹے۔

اس حدیث میں زمانۂ جاہلیت کے اس عقیدہ کا رد ہے کہ کسی بڑے آدمی کے فوت ہونے سے سورج یا چاند کو گہن لگ جاتا ہے۔

(شرح ابن بطال ج ٣ ص ٢٩۔ ٢٨' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ھ)

فقہاء احناف کے مؤقف پر مزید دلائل' صحیح البخاری: ٧٤٥ کی شرح میں ملاحظہ فرمائیں' خلاصہ یہ ہے کہ جو حدیث عورتوں سے مروی ہے' اس میں ایک رکعت میں دو رکوع کا ذکر ہے اور جو حدیث مردوں سے مروی ہے' اس میں ایک رکعت میں ایک رکوع کرنے کا ذکر ہے' نیز ایک رکعت میں زیادہ رکوع کرنے کی روایت میں اضطراب ہے' بعض احادیث میں دو رکوع کرنے کا ذکر ہے' بعض میں تین رکوع کرنے کا ذکر ہے' اور بعض میں چار رکوع کرنے کا ذکر ہے' اور بعض میں پانچ رکوع کرنے کا ذکر ہے' اور حدیث مضطرب لائق استدلال نہیں ہوتی' ایسی صورت میں اس نماز کو اصل کی طرف لوٹانا چاہیے جیسے شیخ بخاری کی زیر بحث حدیث ہے' اس میں رکوع کی زیادتی کا ذکر نہیں ہے۔

١٠٤١ - حَدَّثَنَا شِهَابُ بْنُ عَبَّادٍ قَالَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ حُمَيْدٍ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ قَيْسٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا مَسْعُودٍ يَقُولُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ مِّنَ النَّاسِ، وَلَكِنَّهُمَا آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ، فَإِذَا رَأَيْتُمُوهُمَا فَقُومُوا فَصَلُّوا.

[اطراف الحدیث: ١٠٥٧- ٣٢٠٤]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں شہاب بن عباد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن حمید نے حدیث بیان کی از اسماعیل از قیس' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سورج اور چاند کو لوگوں میں سے کسی کی موت کی وجہ سے گہن نہیں لگتا لیکن یہ اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں' پس جب تم ان نشانیوں کو دیکھو تو کھڑے ہو کر نماز پڑھو۔

(صحیح مسلم: ٩١١' الرقم المسلسل: ٢٠٧٩' سنن نسائی: ١٤٦٢' سنن ابن ماجہ: ١٢٦١)

حدیث مذکور کے رجال

(١) شہاب بن عباد الکوفی العبدی (٢) ابراہیم بن عباس الرواسی' یہ ١٧٨ھ میں فوت ہو گئے تھے (٣) اسماعیل بن ابی خالد (٤) قیس بن ابی حازم (٥) حضرت ابومسعود عقبہ بن عمرو بن ثعلبہ الانصاری الخزرجی البدری رضی اللہ عنہ' یہ بدر کے رہنے والے تھے لیکن غزوۂ بدر میں حاضر نہیں ہوئے تھے' یہ کوفہ میں رہنے لگے تھے اور حضرت علی بن ابی طالب کے دور خلافت میں فوت ہو گئے تھے۔

(عمدۃ القاری ج ٧ ص ٩٨۔ ٩٧)

قاضی ابوبکر بن العربی المتوفی ٥٤٣ھ نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج گرہن کی نماز میں چھ چیزوں کا حکم دیا ہے: (١) اللہ کا

ذکر کرو (۲) دعا کرو (۳) تکبیر پڑھو (۴) نماز پڑھو (۵) صدقہ کرو (٦) غلام آزاد کرو۔

(عارضۃ الاحوذی ج ۳ ص ۱۳۱ دار الکتب العربیہ بیروت ۱۴۱۸ھ)

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس طرح ہے کہ اس میں آپ نے سورج گہن کے وقت نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے۔

اس حدیث میں یہ بیان فرمایا ہے کہ سورج اور چاند کو گہن لگنے کا سبب کسی کی موت اور حیات نہیں ہے بلکہ یہ صرف اللہ تعالیٰ کی نشانی ہے جو بندوں کو ڈرانے کے لیے ہے تاکہ وہ گناہوں سے باز آئیں اور اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اطاعت کریں اور اس میں صرف اللہ تعالیٰ کی قدرت کا اظہار ہے۔

١٠٤٢ - **حَدَّثَنَا** اَصْبَغُ قَالَ اَخْبَرَنِی ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ عَمْرٌو، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ حَدَّثَهٗ، عَنْ اَبِیْهِ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَنَّهٗ كَانَ یُخْبِرُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَا یَخْسِفَانِ لِمَوْتِ اَحَدٍ وَّلَا لِحَیَاتِهٖ، وَلٰكِنَّهُمَا اٰیَتَانِ مِنْ اٰیَاتِ اللّٰهِ، فَاِذَا رَاَیْتُمُوْهُمَا فَصَلُّوْا. [اطراف الحدیث: ۳۲۰۱]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اصبغ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے ابن وہب نے خبر دی انہوں نے کہا: مجھے عمرو نے خبر دی از عبد الرحمٰن بن القاسم ان کو حدیث بیان کی از والد خود از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما وہ یہ خبر دیتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سورج اور چاند کو کسی کی موت کی وجہ سے گہن لگتا ہے نہ کسی کی حیات کی وجہ سے لیکن یہ دونوں اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں پس جب تم ان دونوں کو دیکھو تو نماز پڑھو۔

(صحیح مسلم: ۹۱۴ الرقم المسلسل: ۲۰۸۶ سنن نسائی: ۱۴۶۱ جامع المسانید لابن جوزی: ۳۵۱۴ مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) اصبغ بن الفرج ابو عبد اللہ المصری (۲) عبد اللہ بن وہب المصری (۳) عمرو بن الحارث المصری (۴) عبد الرحمان بن القاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہم (۵) ان کے والد القاسم (٦) حضرت عبد اللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۹۹)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں بھی سورج گہن کے وقت نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۰۴۱ میں گزر چکی ہے۔

١٠٤٣ - **حَدَّثَنَا** عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ قَالَ حَدَّثَنَا شَیْبَانُ اَبُوْ مُعَاوِیَةَ عَنْ زِیَادِ بْنِ عِلَاقَةَ عَنِ الْمُغِیْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ كَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلٰی عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَوْمَ مَاتَ اِبْرَاهِیْمُ، فَقَالَ النَّاسُ كَسَفَتِ الشَّمْسُ لِمَوْتِ اِبْرَاهِیْمَ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَا یَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ اَحَدٍ وَّلَا لِحَیَاتِهٖ، فَاِذَا رَاَیْتُمْ فَصَلُّوْا وَادْعُوا اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ. [اطراف الحدیث: ۱۰۶۰-٦۱۹۹]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن محمد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہاشم بن القاسم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شیبان ابو معاویہ نے حدیث بیان کی از زیاد بن علاقہ از حضرت المغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں سورج کو گہن لگ گیا، جس دن (آپ کے صاحب زادے) حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ فوت ہوئے تھے تو لوگوں نے کہا: حضرت ابراہیم کی موت کی وجہ سے سورج کو گہن لگ گیا تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک سورج اور چاند کو کسی کی موت کی وجہ سے گہن لگتا ہے نہ کسی کی حیات کی وجہ سے، پس

جب تم (گہن) دیکھو تو نماز پڑھو اور اللہ عزوجل سے دعا کرو۔

(صحیح مسلم: ٩١٥ 'الرقم المسلسل: ٢٠٨٧ 'سنن نسائی: ١٤٦١ 'مسند ابوداؤد الطیالسی: ٦٩٣ 'المعجم الکبیر: ١٠١٦ ج ٢٠ 'مصنف ابن ابی شیبہ ج ٢ ص ٤٧١ 'السنن الکبریٰ للنسائی: ١٨٤٣ 'کتاب الدعاء للطبرانی: ٢٢١٣ 'صحیح ابن حبان: ٢٨٢٧ 'سنن بیہقی ج ٣ ص ٣٤١ 'مسند احمد ج ٤ ص ٢٤٩ طبع قدیم 'مسند احمد: ١٨١٧٨ ج ٣٠ ص ١١٣ 'مؤسسۃ الرسالۃ بیروت 'جامع المسانید لابن جوزی: ٦٤٠٧ 'مکتبۃ الرشد ریاض '١٤٢٦ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(١) عبداللہ بن محمد بن عبداللہ ابوجعفر البخاری المسندی (٢) ہاشم بن القاسم ابوالنضر اللیثی الکنانی 'خراسانی 'یہ بغداد میں رہے اور وہیں یکم ذی القعدہ ٢٠٧ھ میں وفات پائی (٣) شیبان بن معاویہ النحوی (٤) زیاد بن علاقہ (٥) حضرت المغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ۔

(عمدۃ القاری ج ٧ ص ٩٩)

حضرت ابراہیم بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تذکرہ

حضرت ابراہیم 'نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صاحب زادے ١٠ھ میں فوت ہو گئے تھے 'ایک قول ہے: ربیع الاوّل میں اور ایک قول ہے: رمضان میں 'اور ایک قول ہے: ذی الحجہ میں 'ان کی والدہ حضرت ماریہ قطبیہ رضی اللہ عنہا تھیں 'یہ ذی الحج ٨ھ میں پیدا ہوئے تھے 'وفات کے وقت ان کی عمر ١٨ ماہ تھی 'یہی مشہور قول ہے۔ (عمدۃ القاری ج ٧ ص ١٠٠)

* صحیح البخاری: ١٠٤٣ اور ١٠٤٢ کی احادیث 'شرح صحیح مسلم: ٢٠١٨۔ ٢٠١٧ ج ٢ ص ٧٣٠ پر مذکور ہیں 'وہاں ان کی شرح نہیں کی گئی 'البتہ کتاب الکسوف کے شروع میں سورج گہن پر تفصیل مذکور ہے 'اس کے عنوان یہ ہیں:

① امام ابوحنیفہ کی دلیل ② ائمہ ثلاثہ کی دلیل اور اس کا جواب ③ امام ابوحنیفہ کی تائید میں دیگر احادیث۔

٢ - بَابُ الصَّدَقَةِ فِي الْكُسُوْفِ
سورج گہن کے دن صدقہ کرنا

١٠٤٤ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّهَا قَالَتْ خَسَفَتِ الشَّمْسُ فِيْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالنَّاسِ فَقَامَ فَاَطَالَ الْقِيَامَ ثُمَّ رَكَعَ فَاَطَالَ الرُّكُوْعَ ثُمَّ قَامَ فَاَطَالَ الْقِيَامَ وَهُوَ دُوْنَ الْقِيَامِ الْاَوَّلِ ثُمَّ رَكَعَ فَاَطَالَ الرُّكُوْعَ وَهُوَ دُوْنَ الرُّكُوْعِ الْاَوَّلِ ثُمَّ سَجَدَ فَاَطَالَ السُّجُوْدَ ثُمَّ فَعَلَ فِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ مِثْلَ مَا فَعَلَ فِي الْاُوْلٰى ثُمَّ انْصَرَفَ وَقَدِ انْجَلَتِ الشَّمْسُ فَخَطَبَ النَّاسَ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ اِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ اٰيَتَانِ مِنْ اٰيَاتِ اللّٰهِ لَا يَنْخَسِفَانِ لِمَوْتِ اَحَدٍ وَّلَا لِحَيَاتِهٖ فَاِذَا رَاَيْتُمْ ذٰلِكَ فَادْعُوا اللّٰهَ وَكَبِّرُوْا وَصَلُّوْا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از ہشام بن عروہ از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں سورج کو گہن لگ گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو نماز پڑھائی 'پس آپ نے بہت لمبا قیام کیا 'پھر رکوع کیا تو بہت لمبا رکوع کیا 'پھر آپ نے قیام کیا 'پس لمبا قیام کیا اور یہ قیام پہلے قیام سے کم تھا 'پھر آپ نے رکوع کیا 'پس لمبا رکوع کیا اور یہ پہلے رکوع سے کم تھا 'پھر آپ نے سجدہ کیا 'پس لمبا سجدہ کیا 'پھر آپ نے دوسری رکعت پہلی رکعت کی مثل پڑھی 'پھر آپ مڑے 'اور سورج منکشف ہو چکا تھا 'پھر آپ نے لوگوں کو خطبہ دیا 'پس اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی 'پھر فرمایا: سورج اور چاند اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں ان کو نہ کسی کی موت کی وجہ سے گہن لگتا ہے نہ کسی کی حیات کی وجہ سے 'پس جب تم سورج گہن دیکھو تو اللہ سے دعا کرو اور تکبیر پڑھو اور نماز

وَتَصَدَّقُوْا. ثُمَّ قَالَ يَا اُمَّةَ مُحَمَّدٍ وَاللّٰهِ مَا مِنْ اَحَدٍ اَغْيَرُ مِنَ اللّٰهِ اَنْ يَزْنِيَ عَبْدُهُ اَوْ تَزْنِيَ اَمَتُهُ يَا اُمَّةَ مُحَمَّدٍ وَاللّٰهِ لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا اَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيْلًا وَلَبَكَيْتُمْ كَثِيْرًا.

پڑھو اور صدقہ کرو' پھر فرمایا: اے امت محمد! اللہ کی قسم! تم میں سے کوئی شخص اللہ سے زیادہ غیرت والا نہیں ہے' جب اس کا بندہ زنا کرے یا اس کی بندی زنا کرے اور اے امتِ محمد! اللہ کی قسم! اگر تم ان چیزوں کو جان لیتے جن کو میں جانتا ہوں تو تم کم ہنستے اور زیادہ روتے۔

[اطراف الحدیث:۱۰۴۶-۱۰۴۷-۱۰۵۰-۱۰۵۶-۱۰۵۸-۱۰۶۴-۱۰۶۵-۱۰۶۶-۱۲۱۲-۳۲۰۳-۴۶۲۴-۵۲۲۱-۶۶۳۱] (صحیح مسلم:۹۰۱' الرقم المسلسل:۲۰۶۱' سنن نسائی:۱۴۷۱' سنن داری:۱۵۲۹' سنن ابوداؤد:۱۱۹۱-۱۱۸۷' السنن الکبریٰ للنسائی:۱۸۵۹' صحیح ابن حبان:۲۸۴۵' سنن بیہقی ج ۳ ص ۳۳۸' شرح السنۃ:۱۱۴۲' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۴۶۷' المنتقی:۲۵۰' مسند الحمیدی:۱۸۰' صحیح ابن خزیمہ:۱۳۹۱' المستدرک ج ۱ ص ۳۳۴-۳۳۳' مسند احمد ج ۶ ص ۳۲ طبع قدیم' مسند احمد ج ۴۰ ص ۴۹' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی:۷۵۰۸' المسند الطحاوی:۷۹-۹۳)

نمازِ کسوف میں قراءت کی مقدار

اس حدیث میں مذکور ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لمبا قیام کیا' حضرت ابن عباس سے مروی ہے: آپ نے تقریباً سورۃ البقرہ کے برابر قراءت کی۔ (صحیح البخاری:۱۰۵۲) اور عروہ سے روایت ہے کہ آپ نے دوسری رکعت میں تقریباً سورۃ آل عمران کے برابر قراءت کی۔ (سنن ابوداؤد:۱۱۸۷)

نمازِ کسوف کی ایک رکعت میں ایک سے زیادہ رکوع کرنے کی احادیث

باب مذکور کی اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے ایک رکعت میں دو رکوع کیے' اسی حدیث سے ائمہ ثلاثہ نے یہ استدلال کیا ہے کہ سورج گرہن کی نماز میں ایک رکعت میں دو رکوع ہیں' اس کے برخلاف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ بھی روایت ہے کہ آپ نے سورج گہن کی نماز کی ہر رکعت میں تین رکوع کیے۔ (سنن ابوداؤد:۱۱[illegible]' صحیح مسلم:۹۰۲' سنن نسائی:۱۴۶۹) اور حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے بھی اسی طرح روایت ہے۔ (صحیح مسلم:۹۰۴' سنن ابوداؤد:۱۱[illegible]) اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نمازِ کسوف کی ہر رکعت میں چار رکوع کی بھی حدیث ہے۔ (صحیح مسلم:۹۰۸' سنن ابوداؤد:۱۱۸۳' سنن ترمذی:۵۶۰' سنن نسائی:۱۴۶۷) اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے سورج گہن کی نماز کی ہر رکعت میں پانچ رکوع کی بھی حدیث ہے۔ (سنن ابوداؤد:۱۱۸۲)

ایک رکعت میں ایک رکوع کرنے کے متعلق احادیث

ظاہر ہے کہ ایک رکعت میں ایک سے زیادہ رکوع کی احادیث متعارض اور مضطرب ہیں اور ان سب پر عمل نہیں کیا جا سکتا' اس اصل کے مطابق اس حدیث پر عمل کرنا لازم ہے جس میں ایک رکعت میں صرف ایک رکوع کرنے کا ذکر ہے اور وہ احادیث درج ذیل ہیں:

حضرت قبیصہ ہلالی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں سورج کو گہن لگ گیا' آپ تہبند کو گھسیٹتے ہوئے گھبرائے ہوئے نکلے اور میں بھی اس دن مدینہ میں آپ کے ساتھ تھا' آپ نے دو رکعت نماز پڑھائی اور ان میں لمبا قیام کیا' پھر آپ مڑے اور سورج منکشف ہو چکا تھا' پس آپ نے فرمایا: یہ نشانیاں ہیں اور ان سے اللہ ڈراتا ہے' پس جب تم ان کو دیکھو تو اتنی نماز پڑھو جتنی نماز تم قریب ترین پڑھتے ہو۔ (سنن ابوداؤد:۱۱۸۵' سنن نسائی:۱۴۸۵)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں سورج کو گہن لگ گیا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نکلے' پس آپ

نے لوگوں کو نماز پڑھائی: آپ کھڑے ہوئے تو میں نے آپ کی قراءت کا اندازہ کیا' پس میں نے دیکھا کہ آپ نے سورۃ البقرہ پڑھی' پھر آپ نے دو سجدے کیے' پھر آپ کھڑے ہوئے' پھر آپ نے لمبی قراءت کی' پس میں نے آپ کی قراءت کا اندازہ کیا' پس میں نے دیکھا کہ آپ نے سورۃ آل عمران پڑھی۔ (سنن ابوداؤد: ١١٨٧)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ سورج کو گہن لگ گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پڑھی اور لوگ بھی آپ کے ساتھ تھے' آپ نے سورۃ البقرہ کی قراءت کے لگ بھگ طویل قیام کیا' پھر آپ نے رکوع کیا اور حدیث پوری کی۔

(صحیح البخاری: ١٠٥٢' صحیح مسلم: ٩٠٧' سنن نسائی: ١٤٩٣' سنن ابوداؤد: ١١٨٩)

ان احادیث میں یہ تصریح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک رکعت میں صرف ایک رکوع کیا اور یہی حدیث اصل کے مطابق ہے اور امام ابوحنیفہ کا ان ہی احادیث سے استدلال ہے۔

زنا سے ڈرانا' صدقہ کرنے سے عذاب کا دور ہونا اور کھیل کود کی مذمت

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سورج گرہن کی نماز کے خطبہ میں فرمایا: اللہ کو اس سے بہت زیادہ غیرت آتی ہے کہ اس کا بندہ زنا کرے یا اس کی بندی زنا کرے۔

اس سے معلوم ہوا کہ جب اللہ کی نشانیوں میں سے کوئی نشانی دکھائی دے تو امام پر لازم ہے کہ وہ لوگوں کو نصیحت کرے اور مسلمانوں کو نیک کاموں کا حکم دے اور ان کو گناہوں سے منع کرے اور ان کو اللہ کے عذاب سے ڈرائے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پس جب تم سورج گہن دیکھو تو اللہ سے دعا کرو اور تکبیر پڑھو اور نماز پڑھو اور صدقہ کرو۔

اس ارشاد میں یہ دلیل ہے کہ صدقہ اور نماز اور استغفار کرنے سے اللہ کا عذاب دور ہوتا ہے' کیا تم نے نہیں دیکھا کہ آپ نے عورتوں سے فرمایا تھا: تم صدقہ کیا کرو کیونکہ میں نے دیکھا ہے کہ تم میں سے اکثر اہل نار ہیں۔ (صحیح البخاری: ٣٠٤)

آپ نے فرمایا: اللہ کی قسم! اگر تم ان چیزوں کو جان لیتے جن کو میں جانتا ہوں تو تم کم ہنستے اور زیادہ روتے۔

اس ارشاد میں یہ دلیل ہے کہ وہ لوگ کھیل لہو میں مشغول رہتے تھے' اسی طرح انصار شروع سے گانے بجانے کے دلدادہ تھے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شادی کے موقع پر فرمایا: کیا تمہارے پاس کوئی کھیل ہے کیونکہ انصار کھیل سے محبت کرتے ہیں۔ (صحیح البخاری: ٥١٦٢) یہ اس کی دلیل ہے کہ کھیل کود کے پیچھے لگنا ان گناہوں سے ہے جن پر نشانیوں سے ڈرایا جاتا ہے اور اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں آپ نے آلات موسیقی کو حلال کرنے پر مسخ کیے جانے کی وعید سنائی ہے۔ (صحیح البخاری: ٥٥٩٠)

(شرح ابن بطال ج ٣ ص ٣٢' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ھ)

علامہ ابن بطال کی یہ عبارت صحابہ کرام کی شان میں بہت سخت معلوم ہوتی ہے' انہیں یہ انداز اختیار نہیں کرنا چاہیے تھا۔

* باب مذکور کی یہ حدیث' شرح صحیح مسلم: ١٩٩٢۔ ج ٢ ص ٧٢٤ پر مذکور ہے' وہاں اس حدیث کی شرح نہیں کی گئی' البتہ ''کتاب الکسوف'' کے شروع میں ص ٧١٨ پر یہ عنوان ہیں:

① امام ابوحنیفہ کی دلیل ② ائمہ ثلاثہ کی دلیل اور اس کا جواب ③ امام ابوحنیفہ کی تائید میں دیگر احادیث۔

٣- بَابُ النِّدَاءِ بِالصَّلٰوةِ جَامِعَةٌ فِي الْكُسُوْفِ

سورج گہن کے دن یہ نداء کرنا کہ جماعت تیار ہے

١٠٤٥ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ صَالِحٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ سَلَّامِ ابْنِ أَبِي سَلَّامٍ الْحَبَشِيُّ الدِّمَشْقِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ الزُّهْرِيُّ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ لَمَّا كَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نُوْدِيَ إِنَّ الصَّلٰوةَ جَامِعَةٌ.

[طرف الحدیث:١٠٥١]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن صالح نے خبردی' انہوں نے کہا: ہمیں معاویہ بن سلام بن ابی سلام الحبشی الدمشقی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن ابی کثیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابوسلمہ بن عبد الرحمان بن عوف الزہری نے خبردی از حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں سورج کو گہن لگ گیا تو یہ نداء کی گئی کہ جماعت تیار ہے۔

(صحیح مسلم:٩١٠' الرقم المسلسل:٢٠٧٨' سنن نسائی:١٤٧٨' صحیح ابن خزیمہ:١٣٧٦' شرح السنۃ:١١٣٩' سنن بیہقی ج ٣ ص ٣٢٣' مسند احمد ج ٢ ص ١٧٥ طبع قدیم' مسند احمد:٦٦٣١- ج ١١ ص ٢٠٧' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(١) اسحاق بن منصور' ایک قول یہ ہے کہ ان کا نام اسحاق بن راھویہ ہے (٢) یحییٰ بن صالح الوحاظی (٣) معاویہ بن سلام بن ابی سلام' یہ ١٦٤ھ میں فوت ہو گئے تھے (٤) یحییٰ بن ابی کثیر (٥) ابوسلمہ بن عبد الرحمٰن بن عوف الزہری (٦) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ٧ ص ١٠٦)

سورج گہن کی نماز میں اذان اور اقامت نہیں ہے' اس میں لوگوں کو جمع کرنے کے لیے صرف یہ نداء کی جاتی ہے: ''الصلٰوۃ جامعۃ'' یا ''جماعت تیار ہے''۔

٤ - بَابُ خُطْبَةِ الْإِمَامِ فِي الْكُسُوْفِ

سورج گہن کی نماز میں امام کا خطبہ

وَقَالَتْ عَائِشَةُ وَأَسْمَاءُ خَطَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اور حضرت عائشہ اور حضرت اسماء نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا۔

اس تعلیق کی اصل باب:١٦ میں آرہی ہے' جس کا عنوان ہے: سورج گہن کے خطبہ میں امام کا کہنا: اما بعد۔

١٠٤٦ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ (ح). وَحَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَنْبَسَةُ قَالَ حَدَّثَنَا يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِي عُرْوَةُ، عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ خَسَفَتِ الشَّمْسُ فِي حَيَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَخَرَجَ إِلَى الْمَسْجِدِ، فَصَفَّ النَّاسُ وَرَاءَهُ، فَكَبَّرَ، فَاقْتَرَأَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِرَاءَةً طَوِيلَةً ثُمَّ كَبَّرَ فَرَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا ثُمَّ قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، فَقَامَ وَلَمْ يَسْجُدْ،

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب (ح) اور مجھے احمد بن صالح نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عنبسہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے حدیث بیان کی از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے عروہ نے حدیث بیان کی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم' وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں سورج کو گہن لگ گیا' سو نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسجد کی طرف نکلے' پس مسلمانوں نے آپ کے پیچھے صف بنائی' پس آپ نے اللہ اکبر کہا' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طویل

وَقَرَاَ قِرَاءَةً طَوِيْلَةً هِيَ اَدْنٰى مِنَ الْقِرَاءَةِ الْاُوْلٰى ثُمَّ كَبَّرَ وَرَكَعَ رُكُوْعًا طَوِيْلًا وَهُوَ اَدْنٰى مِنَ الرُّكُوْعِ الْاَوَّلِ، ثُمَّ قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ، رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ، ثُمَّ سَجَدَ، ثُمَّ قَالَ فِي الرَّكْعَةِ الْاٰخِرَةِ مِثْلَ ذٰلِكَ، فَاسْتَكْمَلَ اَرْبَعَ رَكَعَاتٍ فِيْ اَرْبَعِ سَجَدَاتٍ، وَانْجَلَتِ الشَّمْسُ قَبْلَ اَنْ يَّنْصَرِفَ، ثُمَّ قَامَ فَاَثْنٰى عَلَى اللّٰهِ بِمَا هُوَ اَهْلُهٗ، ثُمَّ قَالَ هُمَا اٰيَتَانِ مِنْ اٰيَاتِ اللّٰهِ لَا يَخْسِفَانِ لِمَوْتِ اَحَدٍ وَّلَا لِحَيَاتِهٖ، فَاِذَا رَاَيْتُمُوْهُمَا فَافْزَعُوْا اِلَى الصَّلٰوةِ.

قراءت کی، پھر آپ نے اللہ اکبر کہا، پس طویل رکوع کیا، پھر آپ نے "سمع اللّٰہ لمن حمدہ" کہا پس آپ کھڑے ہو گئے اور سجدہ نہیں کیا اور طویل قراءت کی اور یہ پہلی قراءت سے کم تھی، پھر آپ نے اللہ اکبر کہا اور طویل رکوع کیا اور یہ پہلے رکوع سے کم تھا، پھر آپ نے "سمع اللّٰہ لمن حمدہ ربنا ولك الحمد" کہا، پھر سجدہ کیا، پھر دوسری رکعت پہلی رکعت کی مثل پڑھی، پس چار سجدوں میں چار رکوع مکمل کر دیئے اور آپ کے مڑنے سے پہلے سورج منکشف ہو گیا، پھر آپ کھڑے ہوئے اور اللہ کی ایسی حمد و ثناء کی جو اس کے شایانِ شان ہے، پھر فرمایا: یہ اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں ان کو کسی کی موت کی وجہ سے گہن لگتا ہے نہ کسی کی حیات کی وجہ سے، پس جب تم ان کو دیکھو تو نماز کی پناہ میں آؤ۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۰۴۴ میں گزر چکی ہے۔

وَكَانَ يُحَدِّثُ كَثِيْرُ بْنُ عَبَّاسٍ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا كَانَ يُحَدِّثُ يَوْمَ خَسَفَتِ الشَّمْسُ بِمِثْلِ حَدِيْثِ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ. فَقُلْتُ لِعُرْوَةَ اِنَّ اَخَاكَ يَوْمَ خَسَفَتِ الشَّمْسُ بِالْمَدِيْنَةِ لَمْ يَزِدْ عَلٰى رَكْعَتَيْنِ مِثْلَ الصُّبْحِ ؟! قَالَ اَجَلْ لِاَنَّهٗ اَخْطَاَ السُّنَّةَ.

اور کثیر بن عباس بہ کثرت یہ حدیث بیان کرتے تھے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما جس دن سورج کو گہن لگ جاتا اس حدیث کی مثل بیان کرتے از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پس میں نے عروہ سے کہا کہ جس دن مدینہ میں گہن لگتا تھا اس دن تمہارے بھائی صبح کی نماز کی دو رکعتوں سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے، عروہ نے کہا: ہاں! لیکن انہوں نے سنت میں خطاء کی۔

اس قول کے قائل الزہری ہیں اور عروہ کے بھائی حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما ہیں، عروہ بن الزبیر کی مراد یہ تھی کہ حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما سورج گرہن کی نماز میں ہر رکعت میں ایک رکوع کرتے تھے اور عروہ کے نزدیک سنت یہ تھی کہ سورج گرہن کی ہر رکعت میں دو رکوع کیے جائیں، لیکن تحقیق یہ ہے کہ حضرت ابن الزبیر سنت کے مطابق پڑھتے تھے اور سورج گہن کی نماز کی ایک رکعت میں صرف ایک رکوع کرتے تھے جس طرح حضرت نفیع بن الحارث، حضرت ابوبکرہ نے سورج گہن کی نماز کو بغیر رکوع کے اضافہ کے روایت کیا ہے۔ (صحیح البخاری: ۱۰۴۰) اور عروہ نے جو اپنے بھائی کو خطاء پر قرار دیا ہے اس میں ان کو خطاء ہوئی ہے، جس طرح دو رکوع کی روایت میں ان کو خطاء ہوئی ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

عروہ تابعی ہیں اور حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما صحابی ہیں اور سنت کا حال تابعی کی بہ نسبت صحابی پر زیادہ منکشف ہوتا ہے، پھر کیا وجہ ہے کہ عروہ نے کہا: حضرت ابن الزبیر نے سنت میں خطاء کی، اس کی توجیہ یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ حضرت ابن الزبیر تک یہ حدیث نہ پہنچی ہو کہ سورج گہن کی نماز میں ہر رکعت میں دو رکوع ہوتے ہیں۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۵۶۷، دار المعرفۃ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر عسقلانی کو بھی اس مسئلہ میں خطاء ہوئی ہے کیونکہ اصل اور سنت یہی ہے کہ سورج گہن کی ہر رکعت

میں ایک ہی رکوع ہوتا ہے ایک سے زیادہ رکوع نہیں ہوتا جیسے حضرت ابوبکرہ کی روایت میں ہے۔ (صحیح البخاری: ١٠٤٠) اور دیگر متعدد احادیث میں ایک رکوع کی تصریح ہے جیسا کہ ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں اور یہی اصل نماز کے طریقہ کے مطابق ہے اور ایک سے زائد رکوع کی روایات متعارض اور مضطرب ہیں کیونکہ ان میں دو رکوع سے لے کر پانچ رکوع تک کرنے کا ذکر ہے۔

٥ - بَابٌ هَلْ يَقُولُ كَسَفَتِ الشَّمْسُ أَوْ خَسَفَتْ

سورج گہن کے لیے ''کسفت الشمس'' کہا جائے یا ''خسفت الشمس'' کہا جائے

ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں کہ سورج گہن کے لیے ''کسوف شمس'' کا لفظ آتا ہے اور چاند گہن کے لیے ''خسوف القمر'' کا لفظ آتا ہے لیکن توسعاً اور مجازاً سورج گہن کے لیے ''خسوف'' کا لفظ بھی استعمال کیا جاتا ہے اور چاند گہن کے لیے ''کسوف'' کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿وَخَسَفَ الْقَمَرُ﴾ (القیامۃ: ٨).

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ''وخسف القمر'' (القیامۃ: ٨) یعنی چاند کو گہن لگ گیا۔

امام بخاری کی مراد یہ ہے کہ اگرچہ ''کسف القمر'' کا استعمال بھی جائز ہے لیکن زیادہ فصیح اور عمدہ ''خسف القمر'' ہے۔

١٠٤٧ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُفَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى يَوْمَ خَسَفَتِ الشَّمْسُ، فَقَامَ فَكَبَّرَ، فَقَرَأَ قِرَاءَةً طَوِيلَةً، ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا، ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ فَقَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ. وَقَامَ كَمَا هُوَ، ثُمَّ قَرَأَ قِرَاءَةً طَوِيلَةً، وَهِيَ أَدْنَى مِنَ الْقِرَاءَةِ الْأُولٰى، ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا، وَهِيَ أَدْنَى مِنَ الرَّكْعَةِ الْأُولٰى، ثُمَّ سَجَدَ سُجُودًا طَوِيلًا، ثُمَّ فَعَلَ فِي الرَّكْعَةِ الْآخِرَةِ مِثْلَ ذٰلِكَ، ثُمَّ سَلَّمَ وَقَدْ تَجَلَّتِ الشَّمْسُ، فَخَطَبَ النَّاسَ، فَقَالَ فِي كُسُوفِ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ إِنَّهُمَا آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللّٰهِ، لَا يَخْسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ، فَإِذَا رَأَيْتُمُوهُمَا فَافْزَعُوا إِلَى الصَّلٰوةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن عفیر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے عقیل نے حدیث بیان کی از ابن شہاب انہوں نے کہا: مجھے عروہ نے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو خبر دی کہ جس دن ''خسوف شمس'' ہوا (سورج کو گہن لگا) اس دن آپ نے کھڑے ہو کر اللہ اکبر پڑھا' پھر بہت طویل قراءت کی' پھر بہت طویل رکوع کیا' پھر اپنا سر اٹھایا' پس پڑھا: ''سمع اللّٰہ لمن حمدہ'' اور اسی طرح کھڑے رہے' پھر آپ نے طویل قراءت کی اور یہ پہلی قراءت سے کم تھی' پھر آپ نے طویل رکوع کیا اور یہ پہلی رکعت سے کم تھا' پھر آپ نے طویل سجدہ کیا' پھر آپ نے دوسری رکعت بھی پہلی رکعت کی مثل پڑھی' پھر آپ نے سلام پھیر دیا اور اس وقت سورج منکشف ہو چکا تھا' پھر آپ نے لوگوں کو خطبہ دیا' پس سورج اور چاند کے گہن میں فرمایا: یہ دونوں اللہ کی نشانیوں میں سے نشانیاں ہیں' انہیں کسی کی موت کی وجہ سے گہن لگتا ہے نہ کسی کی حیات کی وجہ سے' پس جب تم ان دونوں کو دیکھو تو نماز کی پناہ میں آؤ۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٠٤٤ میں گزر چکی ہے۔

٦ - بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُخَوِّفُ اللّٰهُ عِبَادَهُ بِالْكُسُوفِ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ اللہ اپنے بندوں کو ''کسوف'' (گہن) سے ڈراتا ہے

قَالَهُ أَبُو مُوسَى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اس حدیث کو حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا ہے۔

اس تعلیق کی اصل صحیح البخاری:١٠٥٩ میں ہے۔

١٠٤٨ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ أَبِي بَكْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللّٰهِ، لَا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ، وَلٰكِنَّ اللّٰهَ تَعَالَى يُخَوِّفُ بِهِمَا عِبَادَهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از یونس از الحسن از حضرت ابی بکرہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سورج اور چاند اللہ کی نشانیوں میں سے نشانیاں ہیں' انہیں کسی کی موت کی وجہ سے گہن لگتا ہے نہ کسی کی حیات کی وجہ سے' لیکن اللہ تعالیٰ اس سے اپنے بندوں کو ڈراتا ہے۔

وَقَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ لَمْ يَذْكُرْ عَبْدُ الْوَارِثِ، وَشُعْبَةُ، وَخَالِدُ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، وَحَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ يُونُسَ يُخَوِّفُ بِهِمَا عِبَادَهُ، وَتَابَعَهُ أَشْعَثُ عَنِ الْحَسَنِ وَتَابَعَهُ مُوسَى، عَنْ مُبَارَكٍ عَنِ الْحَسَنِ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو بَكْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللّٰهَ تَعَالَى يُخَوِّفُ بِهِمَا عِبَادَهُ.

اور ابوعبداللہ نے کہا: عبدالوارث اور شعبہ اور خالد بن عبداللہ اور حماد بن سلمہ نے از یونس ذکر نہیں کیا کہ اللہ ان سے اپنے بندوں کو ڈراتا ہے' اور یونس کی متابعت اشعث نے کی ہے از الحسن' اور اس کی متابعت موسیٰ نے کی ہے از مبارک از الحسن' انہوں نے کہا: مجھے ابوبکرہ نے خبر دی از نبی صلی اللہ علیہ وسلم کہ اللہ تعالیٰ ان سے اپنے بندوں کو ڈراتا ہے۔

٧ - بَابُ التَّعَوُّذِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ فِي الْكُسُوفِ

سورج گہن میں عذابِ قبر سے پناہ مانگنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ سورج گہن میں عذابِ قبر سے پناہ طلب کرنی چاہیے خواہ نماز میں یا نماز سے فارغ ہونے کے بعد' اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ سورج گہن میں بھی سورج تاریک ہو جاتا ہے اور قبر میں بھی تاریکی ہوتی ہے' سو جس طرح سورج کے روشن ہونے کی دعا کی جاتی ہے' اسی طرح قبر میں بھی روشنی کی دعا کرنی چاہیے اور اس کے اندھیرے سے پناہ طلب کرنی چاہیے۔

١٠٤٩ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ يَهُودِيَّةً جَاءَتْ تَسْأَلُهَا، فَقَالَتْ لَهَا أَعَاذَكِ اللّٰهُ مِنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از یحییٰ بن سعید از عمرہ بنت عبدالرحمان از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم' وہ بیان کرتی ہیں کہ ان کے پاس ایک یہودی عورت نے آ کر سوال کیا' پس آپ سے

عَذَابِ الْقَبْرِ. فَسَاَلَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُعَذَّبُ النَّاسُ فِي قُبُوْرِهِمْ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَائِذًا بِاللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ.

کہا: اللہ آپ کو عذابِ قبر سے محفوظ رکھے' پس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: آیا لوگوں کو ان کی قبروں میں عذاب دیا جائے گا؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پناہ طلب کرتے ہوئے فرمایا۔

[اطراف الحدیث: ۱۰۵۵-۱۰۵۵-۱۲۷۲-۱۳۶۶-۶۳۶۶] (سنن نسائی: ۱۴۹۵-۱۴۷۲ 'سنن کبریٰ: ۲۱۹۴ 'لاجری فی الشریعہ ص ۳۵۹ 'مسند احمد ج ۶ ص ۴۵ طبع قدیم 'مسند احمد: ۲۴۱۷۸-ج ۴۰ ص ۲۰۹ 'موسسۃ الرسالۃ 'بیروت 'جامع المسانید لابن جوزی: ۷۵۰۸ 'مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ 'المسند الطحاوی: ۹۳۷۸)

عذابِ قبر کا برحق اور سنگین ہونا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

عذابِ قبر برحق ہے' اس پر ایمان اور اس کی تصدیق پر اہل سنت کا اجماع ہے' اس کا انکار صرف جاہل اور بدعتی کرتا ہے' البتہ جس کو اس کا علم نہ ہو وہ گناہ گار نہ ہوگا' اور جس نے اس کو سنا اس پر واجب ہے کہ وہ ثقہ علماء سے اس کے متعلق معلوم کر کے اس کی تصدیق کرے' اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عذابِ قبر بہت سنگین ہے' حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پناہ طلب کی۔

(عمدۃ القاری ج ۷ ص ۱۱۴ 'دارالکتب العلمیہ 'بیروت)

۱۰۵۰- ثُمَّ رَكِبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ غَدَاةٍ مَرْكَبًا' فَخَسَفَتِ الشَّمْسُ' فَرَجَعَ ضُحًى' فَمَرَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ ظَهْرَانَي الْحُجَرِ' ثُمَّ قَامَ يُصَلِّي وَقَامَ النَّاسُ وَرَاءَهُ' فَقَامَ قِيَامًا طَوِيْلًا' ثُمَّ رَكَعَ رُكُوْعًا طَوِيْلًا' ثُمَّ رَفَعَ فَقَامَ قِيَامًا طَوِيْلًا' وَهُوَ دُوْنَ الْقِيَامِ الْاَوَّلِ' ثُمَّ رَكَعَ رُكُوْعًا طَوِيْلًا' وَهُوَ دُوْنَ الرُّكُوْعِ الْاَوَّلِ' ثُمَّ رَفَعَ فَسَجَدَ' ثُمَّ قَامَ فَقَامَ قِيَامًا طَوِيْلًا' وَهُوَ دُوْنَ الْقِيَامِ الْاَوَّلِ' ثُمَّ رَكَعَ رُكُوْعًا طَوِيْلًا' وَهُوَ دُوْنَ الرُّكُوْعِ الْاَوَّلِ' ثُمَّ رَفَعَ فَسَجَدَ ثُمَّ قَامَ قِيَامًا طَوِيْلًا' وَهُوَ دُوْنَ الْقِيَامِ الْاَوَّلِ' ثُمَّ رَكَعَ رُكُوْعًا طَوِيْلًا' وَهُوَ دُوْنَ الرُّكُوْعِ الْاَوَّلِ' ثُمَّ رَفَعَ فَسَجَدَ وَانْصَرَفَ' فَقَالَ مَا شَاءَ اللّٰهُ اَنْ يَّقُوْلَ' ثُمَّ اَمَرَهُمْ اَنْ يَّتَعَوَّذُوْا مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ.

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کے وقت ایک سواری پر سوار ہوئے' پھر سورج کو گہن لگ گیا' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم چاشت کے وقت واپس آئے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (ازواج کے) حجروں کے درمیان سے گزرے' پھر آپ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے اور مسلمان آپ کے پیچھے کھڑے ہو گئے' پس آپ نے بہت طویل قیام کیا' پھر آپ نے بہت طویل رکوع کیا' پھر آپ نے رکوع سے سر اٹھایا' پھر آپ نے طویل قیام کیا اور یہ پہلے قیام سے کم تھا' پھر آپ نے طویل رکوع کیا اور یہ پہلے رکوع سے کم تھا' پھر آپ نے رکوع سے سر اٹھا کر سجدہ کیا' پھر آپ نے کھڑے ہو کر طویل قیام کیا' پھر طویل رکوع کیا' پھر رکوع سے سر اٹھایا' پھر طویل قیام کیا اور یہ پہلے قیام سے کم تھا' پھر طویل رکوع کیا اور یہ پہلے رکوع سے کم تھا' پھر رکوع سے سر اٹھایا' پس سجدہ کیا اور آپ نماز سے مڑے' پھر جو اللہ نے چاہا' وہ آپ نے کہا' پھر لوگوں کو حکم دیا کہ وہ عذاب قبر سے پناہ طلب کریں۔

اس حدیث کی شرح 'صحیح البخاری: ۱۰۴۴ میں گزر چکی ہے۔

۸- بَابُ طُوْلِ السُّجُوْدِ فِي الْكُسُوْفِ

نمازِ کسوف میں طویل سجدہ کرنا

١٠٥١ - حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيٰى عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّهٗ قَالَ لَمَّا كَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نُوْدِيَ اِنَّ الصَّلٰوةَ جَامِعَةٌ فَرَكَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ فِيْ سَجْدَةٍ ثُمَّ قَامَ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ فِيْ سَجْدَةٍ ثُمَّ جَلَسَ ثُمَّ جُلِّيَ عَنِ الشَّمْسِ. قَالَ وَقَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا مَا سَجَدْتُ سُجُوْدًا قَطُّ كَانَ اَطْوَلَ مِنْهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شیبان نے حدیث بیان کی از یحییٰ از ابی سلمہ از عبداللہ بن عمرو انہوں نے بیان کیا: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں سورج کو گہن لگ گیا تو یہ نداء کی گئی کہ نماز تیار ہے' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک سجدہ کے ساتھ دو رکوع کیے' پھر آپ کھڑے ہوئے' پھر ایک سجدہ کے ساتھ دو رکوع کیے' پھر آپ بیٹھ گئے' پھر سورج منکشف ہو گیا' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا: میں نے اس سے پہلے کبھی اتنا طویل سجدہ نہیں کیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٠٤٥ میں گزر چکی ہے۔

٩ - بَابُ صَلٰوةِ الْكُسُوْفِ جَمَاعَةً سورج گرہن کی نماز کو جماعت کے ساتھ پڑھنا

امام بخاری نے اس عنوان سے یہ اشارہ کیا ہے کہ سورج گہن کی نماز کو جماعت کے ساتھ پڑھنا سنت ہے۔

ایک رکعت میں ایک رکوع کرنے کے متعلق مزید احادیث

علامہ ابوالمعالی برہان الدین محمود بن صدر الشریعہ ابن مازہ بخاری متوفی ٦١٦ ھ لکھتے ہیں:

اس پر اجماع ہے کہ سورج گہن کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کی جاتی ہے' لیکن اس کی ادائیگی کے طریقہ میں اختلاف ہے' ہمارے علماء رحمہم اللہ نے یہ کہا ہے کہ دو رکعت نماز پڑھیں' ہر رکعت میں ایک رکوع اور دو سجدے کریں' جس طرح باقی نمازیں پڑھی جاتی ہیں' خواہ اس نماز کو طول دیں یا اختصار کے ساتھ پڑھیں اور جو سورت ان کو پسند ہو اس کو پڑھیں' اس میں قرآن مجید کی کسی سورت کا پڑھنا معین نہیں ہے' پھر دعا مانگیں حتیٰ کہ سورج منکشف ہو جائے۔

نماز کسوف دو رکعت پڑھنے پر ہماری دلیل حسب ذیل احادیث ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں سورج کو گہن لگ گیا' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اتنا طویل قیام کیا کہ لگتا تھا کہ آپ رکوع نہیں کریں گے' پھر آپ نے رکوع کیا اور اتنا طویل رکوع کیا کہ لگتا تھا کہ آپ رکوع سے سر نہیں اٹھائیں گے' پھر سر اٹھا کر آپ اتنی دیر کھڑے رہے کہ لگتا تھا کہ آپ سجدہ نہیں کریں گے' پھر آپ نے اتنا طویل سجدہ کیا کہ لگتا تھا کہ آپ سجدہ سے سر نہیں اٹھائیں گے' پھر آپ نے سجدہ سے سر اٹھایا اور پہلی رکعت کی طرح دوسری رکعت پڑھی' پھر آخری سجدہ میں آپ نے سرد آہ لی اور اف اف کہا' پھر دعا کی کہ اے میرے رب! کیا تو نے مجھ سے وعدہ نہیں کیا کہ تو ان کو اس وقت عذاب نہیں دے گا جب تک میں ان میں ہوں! کیا تو نے مجھ سے یہ وعدہ نہیں کیا کہ تو ان کو اس وقت عذاب نہیں دے گا جب وہ استغفار کر رہے ہوں' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز سے فارغ ہو گئے اور اس وقت سورج منکشف ہو چکا تھا۔ (سنن ابوداؤد: ١١٩٤' سنن نسائی: ١٨٦٧-١٤٨١)

حضرت النعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں سورج کو گہن لگا' پس آپ دو' دو رکعت نماز پڑھ رہے تھے اور اللہ سے دعا کر رہے تھے حتیٰ کہ سورج منکشف ہو گیا۔ (سنن ابوداؤد: ١١٩٣' سنن نسائی: ١٤٨٤' سنن ابن ماجہ: ١٢٦٢)

امام ابوداؤد نے بھی اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ اس میں ایک رکوع ہے اور وجہ استدلال یہ ہے کہ اس حدیث میں یہ ذکر نہیں ہے کہ آپ نے ایک رکعت میں دو رکوع کیے۔

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت میں اور انصار کا ایک لڑکا نشانہ لگانے کی مشق کر رہے تھے' اس وقت دیکھنے والے کی نظر میں سورج افق سے دو یا تین نیزے پر تھا اور اس وقت سورج سیاہ پڑ چکا تھا حتیٰ کہ وہ سیاہی مائل پودے کی طرح ہو گیا' پس ہم میں سے ایک نے دوسرے سے کہا: چلو! مسجد کی طرف چلیں' پس اللہ کی قسم! سورج کی اس نئی حالت کی ضرور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت میں کوئی نہ کوئی بات ہوگی (یعنی امت کے لیے کوئی نیا شرعی حکم ہوگا)' پس ہم گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ظاہر تھے' پس آپ نے آگے کھڑے ہو کر نماز پڑھائی' پس آپ نے ہمارے ساتھ اتنا طویل قیام کیا کہ کسی نماز میں آپ نے اتنا طویل قیام نہیں کیا تھا' ہم آپ کی آواز نہیں سن رہے تھے' پھر آپ نے ہمارے ساتھ اتنا لمبا رکوع کیا کہ کسی نماز میں ہمارے ساتھ اتنا لمبا رکوع نہیں کیا تھا' ہم آپ کی آواز نہیں سن رہے تھے' پھر آپ نے بہت طویل سجدہ کیا' اتنا طویل سجدہ آپ نے کبھی ہمارے ساتھ نہیں کیا تھا اور ہم آپ کی آواز نہیں سن رہے تھے' پھر آپ نے اسی کی مثل دوسری رکعت پڑھی' پھر جب آپ دوسری رکعت میں بیٹھے ہوئے تھے' اسی وقت سورج منکشف ہو گیا' پھر آپ سلام پھیر کر کھڑے ہو گئے' پس اللہ کی حمد و ثناء کی اور یہ شہادت دی کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور یہ شہادت دی کہ آپ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

(سنن ابوداؤد: ١١٨٣' سنن ترمذی: ٥٦٢' سنن نسائی: ١٤٨٣' سنن ابن ماجہ: ١٢٦٤)

حضرت عائشہ اور حضرت ابن عباس سے جو ایک رکعت میں دو رکوع کی احادیث مروی ہیں' ان کے جوابات

حضرت عائشہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے جو ایک رکعت میں دو رکوع کی احادیث مروی ہیں' ان کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک رکعت میں صورۃً دو رکوع کیے ہیں نہ کہ حقیقۃً' کیونکہ اس نماز میں جنت اور دوزخ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب کر دی گئی اور اس نماز میں آپ اپنے ہاتھ سے کسی چیز سے بچ رہے تھے اور آگے ہو رہے تھے اور پیچھے ہٹ رہے تھے' اور ان نمازوں میں آپ نے کئی بار کہا: اف اف' اور کہا: کیا تو نے مجھ سے وعدہ نہیں کیا تھا کہ جب میں ان کے درمیان ہوں تو تو ان کو عذاب نہیں دے گا' اور جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا: دوزخ میرے قریب کر دی گئی حتیٰ کہ میں اپنے ہاتھ سے اس کی چنگاریوں سے بچ رہا تھا اور جنت میرے قریب کر دی گئی حتیٰ کہ اگر میں اس کے پھلوں کو لینا چاہتا تو لے لیتا اور ایک روایت میں ہے کہ اگر میں اس کے خوشوں کو توڑنا چاہتا تو توڑ لیتا۔ (صحیح ابن خزیمہ ج ٢ ص ٣٢٢' صحیح ابن حبان ج ٧ ص ٦٩' سنن بیہقی ج ٢ ص ٣٥٢' سنن ابوداؤد: ١١٩٤)

اور جب آپ کے دوزخ قریب کر دی گئی تو آپ نے گھبرا کر رکوع سے سر اٹھایا اور آپ کا رکوع سے یہ سر اٹھانا صورۃً تھا حقیقۃً نہیں تھا' پھر جب آپ دوزخ سے مامون ہو گئے تو دوبارہ رکوع کی طرف لوٹ گئے تاکہ پہلے رکوع میں جو کمی تھی وہ کمی پوری ہو جائے' نہ یہ وجہ تھی کہ آپ نے دوسرا رکوع کیا تھا اور آپ نے ایک قیام میں صرف ایک ہی رکوع کیا تھا جیسا کہ دوسری نمازوں میں معروف ہے۔

اور اس کی مثال یہ ہے کہ جو شخص اپنی نماز کے رکوع میں ہو' پھر اس کو یاد آئے کہ اس نے رکوع سے پہلے سجدۂ تلاوت کرنا ہے تو وہ رکوع سے سر اٹھائے اور سجدہ میں گر جائے' پھر دوبارہ رکوع پورا کرنے کے لیے رکوع کی طرف لوٹے تو یہ اس کی نماز میں دوسرا رکوع نہیں ہوگا۔

شمس الائمہ الحلوانی نے کہا ہے کہ استاذ ابو علی النسفی نے دوسرا جواب دیا ہے اور وہی معتمد ہے اور وہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس نماز میں بہت طویل رکوع کیا تھا' پس بعض نمازی تھک گئے اور انہوں نے اپنا سر اوپر اٹھایا تو ان سے پیچھے نمازیوں نے یہ گمان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رکوع سے سر اٹھا لیا ہے تو انہوں نے اپنے سروں کو اوپر اٹھا لیا' پھر پہلی صف والے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع میں رکوع کی

طرف لوٹ گئے' اور ان کے پیچھے نمازی بھی ان کی اتباع میں رکوع کی طرف لوٹ گئے اور دوسرے نمازیوں نے یہ گمان کیا کہ آپ نے ایک رکعت میں دو رکوع کیے ہیں اور اس قسم کا اشتباہ ان لوگوں کو ہو جاتا ہے جو آخری صف میں ہوتے ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آخری صف میں نماز پڑھ رہی تھیں اور اس وقت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بھی بچوں کے ساتھ آخری صف میں تھے' لہٰذا ان دونوں نے اسی کو نقل کیا جو ان کے نزدیک واقع ہوا تھا اور اگر یہ صحیح ہوتا تو یہ ایسا امر ہوتا جو نماز کے معروف طریقہ کے خلاف تھا' پھر اس کو بڑے بڑے صحابہ بھی نقل کرتے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب کھڑے ہو کر اگلی صفوں میں نماز پڑھتے تھے' اور جب بڑے بڑے صحابہ نے ایک رکعت میں دو رکوع کرنے کو روایت نہیں کیا تو معلوم ہو گیا کہ صحیح وہی ہے جس کو حضرت ابوبکرہ اور دوسرے کبار صحابہ نے نقل کیا ہے۔

نماز کسوف کو جماعت کے ساتھ صرف وہی امام پڑھائے جو جمعہ کی نماز پڑھاتا ہے۔

(المحیط البرہانی ج ۳ ص ١٨-١٥ ملخصاً المجلس العلمی' بیروت' ١٤٢٤ھ)

وَصَلَّى ابْنُ عَبَّاسٍ لَهُمْ فِي صُفَّةِ زَمْزَمَ.

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے مسلمانوں کو زمزم کے چبوترے میں سورج گہن کی نماز پڑھائی۔

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل حدیث ہے:

امام ابن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ' اپنی سند کے ساتھ طاؤس سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے عہد میں سورج کو گہن لگ گیا تو انہوں نے زمزم کے چبوترے پر دو رکعت نماز پڑھائی' ہر رکعت میں چار سجدے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ٨٣٩٤' مجلس علمی' بیروت' ٨٣٠٧' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

وَجَمَّعَ عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ، وَصَلَّى ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمْ.

اور علی بن عبد اللہ بن عباس نے سورج گہن کی نماز پڑھنے کے لیے لوگوں کو جمع کیا اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے نماز پڑھائی۔

علامہ عینی نے کہا ہے کہ امام ابن ابی شیبہ نے اس حدیث کی معنیً روایت کی ہے اور امام بخاری نے ان دونوں اثروں سے یہ استدلال کیا ہے کہ سورج گہن کی نماز جماعت کے ساتھ ہوتی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ١١٨)

١٠٥٢ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ انْخَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلَى عَهْدِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَصَلَّى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَامَ قِيَامًا طَوِيْلًا نَحْوًا مِنْ قِرَاءَةِ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ، ثُمَّ رَكَعَ رُكُوْعًا طَوِيْلًا، ثُمَّ رَفَعَ فَقَامَ قِيَامًا طَوِيْلًا وَهُوَ دُوْنَ الْقِيَامِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ رَكَعَ رُكُوْعًا طَوِيْلًا وَهُوَ دُوْنَ الرُّكُوْعِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ سَجَدَ، ثُمَّ قَامَ قِيَامًا طَوِيْلًا وَهُوَ دُوْنَ الْقِيَامِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ رَكَعَ رُكُوْعًا طَوِيْلًا وَهُوَ دُوْنَ الرُّكُوْعِ الْأَوَّلِ ثُمَّ رَفَعَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از زید بن اسلم از عطاء بن یسار از حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں سورج کو گہن لگ گیا' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی' سو آپ نے سورۃ البقرہ کی قراءت کے لگ بھگ قیام کیا' پھر آپ نے طویل رکوع کیا' پھر آپ نے رکوع سے سر اٹھایا' پس طویل قیام کیا اور یہ پہلے قیام سے کم تھا' پھر آپ نے طویل رکوع کیا اور یہ پہلے رکوع سے کم تھا' پھر سجدہ کیا' پھر طویل قیام کیا اور یہ پہلے قیام سے کم تھا' پھر آپ نے طویل رکوع کیا اور یہ پہلے رکوع سے کم تھا' پھر آپ نے رکوع سے سر اٹھایا' پھر آپ نے طویل

فَقَامَ قِيَامًا طَوِيلًا' وَهُوَ دُوْنَ الْقِيَامِ الْأَوَّلِ' ثُمَّ رَكَعَ رُكُوْعًا طَوِيلًا' وَهُوَ دُوْنَ الرُّكُوْعِ الْأَوَّلِ' ثُمَّ سَجَدَ' ثُمَّ انْصَرَفَ وَقَدْ تَجَلَّتِ الشَّمْسُ' فَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ اٰيَتَانِ مِنْ اٰيَاتِ اللّٰهِ' لَا يَخْسِفَانِ لِمَوْتِ اَحَدٍ وَّلَا لِحَيَاتِهِ' فَإِذَا رَاَيْتُمْ ذٰلِكَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ. قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ' رَاَيْنَاكَ تَنَاوَلْتَ شَيْئًا فِيْ مَقَامِكَ' ثُمَّ رَاَيْنَاكَ كَعْكَعْتَ؟ قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّيْ رَاَيْتُ الْجَنَّةَ فَتَنَاوَلْتُ عُنْقُوْدًا' وَلَوْ اَصَبْتُهُ لَاَكَلْتُمْ مِنْهُ مَا بَقِيَتِ الدُّنْيَا' وَاُرِيْتُ النَّارَ' فَلَمْ اَرَ مَنْظَرًا كَالْيَوْمِ قَطُّ اَفْظَعَ' وَرَاَيْتُ اَكْثَرَ اَهْلِهَا النِّسَاءَ. قَالُوْا بِمَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ بِكُفْرِهِنَّ. قِيْلَ يَكْفُرْنَ بِاللّٰهِ؟ قَالَ يَكْفُرْنَ الْعَشِيْرَ' وَيَكْفُرْنَ الْاِحْسَانَ' لَوْ اَحْسَنْتَ إِلٰى اِحْدَاهُنَّ الدَّهْرَ كُلَّهُ' ثُمَّ رَاَتْ مِنْكَ شَيْئًا' قَالَتْ مَا رَاَيْتُ مِنْكَ خَيْرًا قَطُّ.

قیام کیا اور یہ پہلے قیام سے کم تھا' پھر آپ نے لمبا رکوع کیا اور یہ پہلے رکوع سے کم تھا' پھر آپ نے سجدہ کیا' پھر آپ لوگوں کی طرف مڑے اور اس وقت سورج منکشف ہو چکا تھا' پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سورج اور چاند اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں' ان کو کسی کی موت کی وجہ سے گہن لگتا ہے نہ کسی کی حیات کی وجہ سے' پس جب تم اس کو دیکھو تو اللہ کو یاد کرو' صحابہ نے کہا: یارسول اللہ! ہم نے آپ کو دیکھا ہے کہ آپ نے اپنی جگہ پر کھڑے ہوئے کسی چیز کو پکڑا ہے' پھر ہم نے آپ کو پیچھے ہٹتے ہوئے دیکھا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے جنت کو دیکھا' پس میں نے ایک خوشہ کو پکڑا' اگر میں اس کو لے لیتا تو تم اس کو جب تک دنیا باقی رہتی کھاتے رہتے اور مجھے دوزخ دکھائی گئی اور میں نے آج جیسا قبیح منظر کبھی نہیں دیکھا اور میں نے دوزخ والوں میں اکثر عورتوں کو دیکھا' صحابہ نے پوچھا: وہ کیوں؟ یارسول اللہ! آپ نے فرمایا: ان کے کفر کی وجہ سے' کہا گیا کہ وہ اللہ کے ساتھ کفر کرتی ہیں؟ آپ نے فرمایا: وہ خاوند کی ناشکری کرتی ہیں اور اس کی نیکی کا انکار کرتی ہیں' اگر تم ان میں سے کسی ایک کے ساتھ تمام عمر میں نیکی کرتے رہو' پھر وہ کبھی تم سے تھوڑی سی کمی دیکھے تو وہ کہے گی: میں نے تم سے کبھی کوئی اچھائی نہیں دیکھی۔

یہ حدیث صحیح البخاری: ۲۹ '۴۳۱-۷۴۸ اور ۲۹ میں بھی گزر چکی ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازِ کسوف میں سراً قراءت کی یا جہراً

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: آپ نے سورۃ البقرہ کے لگ بھگ قیام کیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اس جملہ سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس نماز میں سراً (آہستہ) قراءت کر رہے تھے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آپ جہراً قراءت کر رہے ہوں لیکن چونکہ حضرت ابن عباس کم عمر ہونے کی وجہ سے آخری صف میں تھے اس لیے آپ کو آواز نہیں پہنچ رہی تھی۔

اس کی تحقیق کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازِ کسوف میں عین جنت کو دیکھا تھا یا اس کی مثال اور تصویر کو؟

اس حدیث میں ذکر ہے: آپ نے فرمایا: میں نے جنت کو دیکھا۔

بہ ظاہر اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ آپ نے اپنی آنکھوں سے جنت کو دیکھا' یعنی آپ کے اور جنت کے درمیان جو حجابات تھے اللہ تعالیٰ نے ان حجابات کو اٹھا دیا اور آپ کے اور جنت کے درمیان جو مسافت تھی اس کو لپیٹ دیا' حتیٰ کہ آپ کے لیے جنت سے

خوشہ کو پکڑنا ممکن ہو گیا' اس کی تائید حضرت اسماء کی اس حدیث سے ہوتی ہے جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے: جنت میرے قریب ہو گئی حتیٰ کہ اگر میں جراءت کرتا تو میں تمہارے پاس جنت کے خوشوں میں سے ایک خوشہ لے آتا۔ (صحیح البخاری: ٧٤٥) نیز آپ کا ارشاد ہے: مجھے جنت دکھائی گئی' پس میں نے اس کا خوشہ پکڑا اور اگر میں اس کو لے آتا تو تم اس کو اس وقت تک کھاتے رہتے جب تک دنیا باقی رہتی۔ (صحیح البخاری: ٧٤٨)

بعض علماء نے اس حدیث کو اس پر محمول کیا ہے کہ جنت کی مثال قبلہ کی دیوار میں ثبت کر دی گئی تھی' جس طرح آئینہ میں کسی چیز کی صورت ثبت ہوتی ہے' پس آپ نے تمام چیزوں کو اس دیوار میں دیکھ لیا۔ ان کا استدلال اس حدیث سے ہے:

مجھ پر ابھی اس دیوار کی چوڑائی میں جنت اور دوزخ کو پیش کیا گیا۔ (صحیح البخاری: ٥٤٠) نیز آپ کا ارشاد ہے: ابھی جب میں نے تم کو نماز پڑھائی ہے تو میں نے ضرور جنت اور دوزخ کو دیکھا' ان کی مثالیں اس قبلہ کی دیوار میں ثبت کر دی گئی تھیں' پس میں نے آج کی طرح خیر اور شر کو نہیں دیکھا' یہ آپ نے تین مرتبہ فرمایا۔ (صحیح البخاری: ٧٤٩)

ایک حدیث میں اس طرح فرمایا: بے شک میرے لیے جنت اور دوزخ کی تصویر بنا دی گئی' پس میں نے ان دونوں کو اس دیوار میں دیکھا۔ (صحیح مسلم۔ فضائل: ١٣٧' رقم بلا تکرار: ٢٣٥٩' الرقم المسلسل: ٦٠٠٨)

اگر اس پر یہ اعتراض کیا جائے کہ صورت تو آئینہ کی طرح شفاف اجسام میں منطبع اور مرتسم (قائم) ہوتی ہے' جب کہ دیوار ایسی نہیں ہوتی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ بے شک عادت اسی طرح ہے لیکن یہ واقعہ خلاف عادت اور آپ کا معجزہ تھا' علاوہ ازیں یہ ایک اور قصہ ہے جو ظہر کی نماز میں پیش آیا تھا اور اس باب کی حدیث: ١٠٥٢ میں جو واقعہ ہے وہ سورج گہن کی نماز میں پیش آیا تھا یعنی آپ نے جنت کی مثال اور تصویر کو ظہر کی نماز میں دیکھا اور عین جنت کو سورج گہن کی نماز میں دیکھا۔

نیز میں کہتا ہوں کہ صحیح البخاری: ٧٤٨۔ ٧٤٥' اور ١٠٥٢ میں سورج گہن کی نماز کا ذکر ہے اور ان میں یہ تصریح ہے کہ آپ نے جنت کے خوشوں میں سے ایک خوشہ کو پکڑنے کا ارادہ کیا اور خوشہ کی تصویر اور مثال کو دیکھ کر تو کوئی اس کو پکڑنے کے لیے ہاتھ نہیں بڑھاتا اور اس میں مذکور ہے کہ آپ دوزخ کو دیکھ کر پیچھے ہٹے اور دوزخ کی تصویر دیکھ کر تو کوئی اس سے پیچھے نہیں ہٹتا' اس سے معلوم ہوا کہ ان احادیث میں جو جنت اور دوزخ کو دیکھنے کا ذکر ہے تو اس سے قطعی طور پر یہی مراد ہے کہ آپ نے عین جنت اور دوزخ کو دیکھا۔ (سعیدی غفرلہٗ)

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ جنت کی مثال اور اس کی تصویر کو دیکھنے کا واقعہ دوسری بار ظہر کی نماز میں پیش آیا تھا اور اس میں کوئی مانع نہیں ہے کہ آپ نے دو بار جنت کو دیکھا ہو' ایک بار عین جنت کو دیکھا اور دوسری بار جنت کی مثال اور تصویر کو دیکھا۔

(عمدۃ القاری ج ٧ ص ١١٩' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی نے بھی اس حدیث کی شرح میں بعینہٖ یہی تقریر کی ہے۔ (فتح الباری ج ٢ ص ٥٧٢' دار المعرفہ' بیروت)

جنت کو دیکھنے کی توجیہ اور جنت کا طعام نہ لانے کی وجوہ

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے جنت اور دوزخ کو دیکھا۔

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ کے سامنے جنت اور دوزخ کی مثال رکھ دی گئی ہو اور آپ نے اس کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہو' جیسے معراج کے موقع پر جب کفار نے آپ کی تکذیب کی تو آپ کے سامنے بیت المقدس کی مثال رکھ دی گئی تھی' آپ اس کو دیکھ دیکھ کر

کفار کو بیت المقدس کی نشانیوں کی خبر دے رہے تھے۔ حدیث میں ہے:

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب قریش نے میری تکذیب کی تو میں حطیم میں کھڑا ہو گیا' پس اللہ تعالیٰ نے میرے لیے بیت المقدس کو منکشف کر دیا' پس میں بیت المقدس کو دیکھ دیکھ کر ان کو اس کی نشانیوں کی خبر دے رہا تھا۔ (صحیح البخاری: ٣٨٨٦' صحیح مسلم: ١٧٠' سنن ترمذی: ٣١٣٣' مسند احمد ج ٣ ص ٣٧٧' مصنف عبد الرزاق: ٩٧١٩)

میں کہتا ہوں کہ صحیح یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی مثال کو بھی دیکھا ہے اور عین جنت کو بھی دیکھا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: پس میں نے ایک خوشہ پکڑا' اگر میں اس کو لے آتا تو تم اس کو اس وقت تک کھاتے رہتے جب تک دنیا قائم رہتی۔

یہ حدیث اس طرح ہے جس طرح آپ نے فرمایا: اگر میرے بعد نبی ہوتا تو ضرور عمر نبی ہوتے۔

(سنن ترمذی: ٣٦٨٦' مسند احمد ج ٤ ص ١٥٤)

اور آپ کے بعد نبی کا ہونا ممکن نہیں ہے' اسی طرح حضرت عمر کا نبی ہونا بھی ممکن نہیں ہے۔

اور اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس خوشہ کو لے آتے تو آپ اس کو دنیا میں نہ کھاتے کیونکہ جنت کا طعام ہمیشہ باقی رہتا ہے' فنا نہیں ہوتا اور یہ ممکن نہیں ہے کہ دار البقاء کی کوئی چیز دار الفناء میں ہو اور اللہ تعالیٰ نے یہ مقدر کر دیا ہے کہ دنیا میں رزق صرف مشقت اور تھکاوٹ سے حاصل ہوتا ہے اور اللہ کے کلام میں تبدیلی نہیں ہوتی' نیز اللہ تعالیٰ نے جنت کے طعام کا بندوں کے دلوں میں شوق پیدا کیا ہے اور ان سے یہ وعدہ کیا ہے کہ وہ طعام بندوں کے اعمال صالحہ کی جزاء میں ان کو جنت میں ملے گا اور دنیا دار الجزاء نہیں ہے' اس لیے بندوں کو دنیا میں اس طعام کا ملنا ممکن نہیں ہے۔ (شرح ابن بطال ج ٣ ص ٣١' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ھ)

علامہ شہاب الدین احمد القسطلانی متوفی ٩١١ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک میں نے جنت کو دیکھا۔

اس کا معنی یہ ہے کہ آپ نے اپنی آنکھوں سے جنت کو دیکھا' سو آپ نے حقیقۃً جنت کو دیکھا اور آپ کے لیے جنت کی مسافت کو لپیٹ دیا گیا تھا' جیسے بیت المقدس کی مسافت کو لپیٹ دیا گیا تھا' جب آپ نے بیت المقدس کو دیکھ کر قریش کو اس کی نشانیاں بتائیں۔

جنت کے خوشہ کو رہتی دنیا تک کھاتے رہنے کی توجیہ یہ ہے کہ جنت کے پھلوں کو جب کھایا جاتا ہے تو ایک پھل کو کھاتے ہی اس کی جگہ دوسرا پھل پیدا ہو جاتا ہے۔ صاحب المظہر نے جنت کے خوشہ کو نہ لانے کی یہ وجہ بیان کی ہے کہ صحابہ کا جنت پر بالغیب (بن دیکھے) ایمان تھا' اگر وہ جنت کے خوشہ کو دیکھ لیتے اور اس کو کھا لیتے تو ان کا اس پر ایمان بالغیب نہ رہتا۔

(ارشاد الساری ج ٣ ص ١٠٣' دار الفکر' بیروت' ١٤٢١ھ)

١٠ - بَابُ صَلٰوةِ النِّسَاءِ مَعَ الرِّجَالِ فِي الْكُسُوْفِ

سورج گہن کی نماز کو عورتوں کا مردوں کے ساتھ پڑھنا

عورتوں کے مردوں کے ساتھ نماز کسوف پڑھنے میں مذاہب فقہاء

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس عنوان سے ان فقہاء کے رد کی طرف اشارہ کیا ہے جو مردوں کے ساتھ عورتوں کے نماز کسوف پڑھنے کو منع

کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ عورتیں الگ الگ نماز کسوف پڑھیں' یہ قول ثوری اور بعض کوفیین سے منقول ہے۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۵۷۴' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اگر حافظ ابن حجر نے کوفیین سے امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کا ارادہ کیا ہے تو ان کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے' کیونکہ امام ابوحنیفہ نماز کسوف بوڑھی عورتوں کو جماعت کے ساتھ پڑھنے کی اجازت دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ وہ مردوں کے پیچھے کھڑی ہوں اور امام ابو یوسف اور امام محمد یہ کہتے ہیں کہ عورتیں تمام نمازوں میں جائیں کیونکہ سورج گہن کی مصیبت سب کو شامل ہے اور توضیح میں مذکور ہے کہ امام مالک اور فقہاء کوفہ نے بوڑھی عورتوں کو اجازت دی ہے اور جوان عورتوں کو منع کیا ہے' اور امام شافعی نے کہا ہے کہ جو عورتیں بناؤ سنگھار نہ کریں وہ جماعت کے ساتھ نماز کسوف پڑھنے جائیں اور جو عورتیں بناؤ سنگھار کرتی ہوں' وہ اپنے گھروں میں نماز کسوف پڑھیں۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۱۲۳' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۰۵۳ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنِ امْرَأَتِهِ فَاطِمَةَ بِنْتِ الْمُنْذِرِ، عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ، رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّهَا قَالَتْ أَتَيْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا، زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، حِينَ خَسَفَتِ الشَّمْسُ، فَإِذَا النَّاسُ قِيَامٌ يُصَلُّونَ، وَإِذَا هِيَ قَائِمَةٌ تُصَلِّي، فَقُلْتُ مَا لِلنَّاسِ؟ فَأَشَارَتْ بِيَدِهَا إِلَى السَّمَاءِ، وَقَالَتْ سُبْحَانَ اللّٰهِ. فَقُلْتُ آيَةٌ؟ فَأَشَارَتْ أَيْ نَعَمْ قَالَتْ فَقُمْتُ حَتّٰى تَجَلَّانِي الْغَشْيُ، فَجَعَلْتُ أَصُبُّ فَوْقَ رَأْسِي الْمَاءَ، فَلَمَّا انْصَرَفَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَمِدَ اللّٰهَ وَأَثْنٰى عَلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ مَا مِنْ شَيْءٍ كُنْتُ لَمْ أَرَهُ إِلَّا قَدْ رَأَيْتُهُ فِي مَقَامِي هٰذَا، حَتَّى الْجَنَّةَ وَالنَّارَ، وَلَقَدْ أُوحِيَ إِلَيَّ أَنَّكُمْ تُفْتَنُونَ فِي الْقُبُورِ مِثْلَ أَوْ قَرِيبًا مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ لَا أَدْرِي أَيَّتَهُمَا قَالَتْ أَسْمَاءُ يُؤْتٰى أَحَدُكُمْ فَيُقَالُ لَهُ مَا عِلْمُكَ بِهٰذَا الرَّجُلِ؟ فَأَمَّا الْمُؤْمِنُ، أَوِ الْمُوقِنُ لَا أَدْرِي أَيَّ ذٰلِكَ قَالَتْ أَسْمَاءُ فَيَقُولُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، جَاءَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَالْهُدٰى، فَأَجَبْنَا وَآمَنَّا وَاتَّبَعْنَا، فَيُقَالُ لَهُ نَمْ صَالِحًا، فَقَدْ عَلِمْنَا إِنْ كُنْتَ لَمُوقِنًا، وَأَمَّا الْمُنَافِقُ، أَوِ الْمُرْتَابُ لَا أَدْرِي أَيَّتَهُمَا قَالَتْ أَسْمَاءُ فَيَقُولُ لَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ہشام بن عروہ از زوجہ خود فاطمہ بنت المنذر از حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا کہ جب سورج کو گہن لگ گیا تو میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی' اس وقت لوگ کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے اور حضرت عائشہ بھی کھڑی ہوئی نماز پڑھ رہی تھیں' میں نے پوچھا کہ لوگوں کو کیا ہوا ہے؟ حضرت عائشہ نے اپنے ہاتھ سے آسمان کی طرف اشارہ کیا اور کہا: سبحان اللہ! میں نے پوچھا: یہ کوئی نشانی ہے؟ حضرت عائشہ نے اشارہ کیا: ہاں! حضرت اسماء نے کہا: میں کھڑی رہی حتیٰ کہ مجھ پر بے ہوشی طاری ہوگئی' پھر میں اپنے سر کے اوپر پانی ڈالنے لگی' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے لوگوں کی طرف مڑے تو آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد اور ثناء کی' پھر فرمایا: میں نے جس چیز کو بھی پہلے نہیں دیکھا تھا اس کو میں نے اپنی اس جگہ دیکھ لیا ہے حتیٰ کہ جنت اور دوزخ کو بھی دیکھ لیا ہے' اور میری طرف یہ وحی کی گئی ہے کہ عنقریب قبروں میں تمہاری آزمائش کی جائے گی' جو دجال کے فتنہ کی مثل یا قریب ہوگی۔ (راوی نے کہا: مجھے پتا نہیں کہ حضرت اسماء نے کیا کہا تھا) تم میں سے کسی ایک کے پاس (فرشتہ) کو لایا جائے گا' پھر اس سے کہا جائے گا: اس شخص (کریم) کے متعلق تمہیں کیا علم ہے؟ پس رہا مؤمن یا یقین کرنے والا (راوی نے کہا: مجھے پتا نہیں حضرت اسماء

اَدْرِیْ، سَمِعْتُ النَّاسَ یَقُوْلُوْنَ شَیْئًا فَقُلْتُہٗ.

نے کیا کہا تھا) حضرت اسماء نے کہا: وہ شخص کہے گا: یہ محمد رسول اللہ ﷺ ہیں' یہ ہمارے پاس معجزات اور ہدایت لے کر آئے تھے' پس ہم نے ان کے پیغام کو قبول کیا اور ان پر ایمان لائے اور ان کی پیروی کی' تو اس سے کہا جائے گا: تم آرام سے سو جاؤ' ہمیں معلوم تھا کہ بے شک تم یقین کرنے والے ہو' اور رہا منافق یا شک کرنے والا (مجھے معلوم نہیں کہ حضرت اسماء نے کیا کہا تھا) وہ کہے گا: میں نہیں جانتا میں نے لوگوں کو کچھ کہتے سنا تو میں نے بھی کہہ دیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٨٦ میں گزر چکی ہے۔

١١ - بَابُ مَنْ اَحَبَّ الْعَتَاقَةَ فِیْ کُسُوْفِ الشَّمْسِ

جو شخص سورج گہن میں غلام آزاد کرنے کو پسند کرتا ہے

١٠٥٤ - حَدَّثَنَا رَبِیْعُ بْنُ یَحْیٰی قَالَ حَدَّثَنَا زَائِدَةُ عَنْ ہِشَامٍ عَنْ فَاطِمَةَ عَنْ اَسْمَاءَ قَالَتْ لَقَدْ اَمَرَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِالْعَتَاقَةِ فِیْ کُسُوْفِ الشَّمْسِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ربیع بن یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زائدہ نے حدیث بیان کی از ہشام از فاطمہ از حضرت اسماء رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے سورج گہن میں غلام آزاد کرنے کا حکم دیا۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ٨٦ میں گزر چکی ہے۔

١٢ - بَابُ صَلٰوةِ الْکُسُوْفِ فِی الْمَسْجِدِ

سورج گہن کی نماز مسجد میں پڑھنا

١٠٥٥ - حَدَّثَنَا اِسْمَاعِیْلُ قَالَ حَدَّثَنِیْ مَالِكٌ عَنْ یَحْیَی بْنِ سَعِیْدٍ عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا اَنَّ یَہُوْدِیَّةً جَاءَتْ تَسْاَلُہَا فَقَالَتْ اَعَاذَكِ اللّٰہُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ. فَسَاَلَتْ عَائِشَةُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَیُعَذَّبُ النَّاسُ فِیْ قُبُوْرِہِمْ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَائِذًا بِاللّٰہِ مِنْ ذٰلِكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از یحییٰ بن سعید از عمرہ بنت عبد الرحمٰن از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ ایک یہودی عورت ان کے پاس سوال کرنے آئی تو اس نے کہا: اللہ آپ کو عذاب قبر سے اپنی پناہ میں رکھے' تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا: کیا لوگوں کو ان کی قبروں میں عذاب دیا جائے گا؟ تو رسول اللہ ﷺ نے اللہ سے پناہ مانگتے ہوئے فرمایا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ١٠٤٩ میں گزر چکی ہے۔

١٠٥٦ - ثُمَّ رَکِبَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ذَاتَ غَدَاةٍ مَرْکَبًا، فَکَسَفَتِ الشَّمْسُ، فَرَجَعَ ضُحًی، فَمَرَّ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَیْنَ ظَہْرَانَیِ الْحُجَرِ، ثُمَّ قَامَ فَصَلّٰی وَقَامَ النَّاسُ وَرَاءَہٗ،

پھر صبح کو رسول اللہ ﷺ سواری پر سوار ہوئے' پس سورج کو گہن لگ گیا' پھر چاشت کے وقت رسول اللہ ﷺ لوٹ کر آئے' پھر رسول اللہ ﷺ ازواج مطہرات کے حجروں کے درمیان سے گزرے' پھر آپ کھڑے ہوئے' پس آپ نے نماز پڑھی' اور صحابہ

فَقَامَ قِيَامًا طَوِيلًا، ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا، ثُمَّ رَفَعَ فَقَامَ قِيَامًا طَوِيلًا، وَهُوَ دُونَ الْقِيَامِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا، وَهُوَ دُونَ الرُّكُوعِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ رَفَعَ فَسَجَدَ سُجُودًا طَوِيلًا، ثُمَّ قَامَ فَقَامَ قِيَامًا طَوِيلًا، وَهُوَ دُونَ الْقِيَامِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا، وَهُوَ دُونَ الرُّكُوعِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ قَامَ قِيَامًا طَوِيلًا، وَهُوَ دُونَ الْقِيَامِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا، وَهُوَ دُونَ الرُّكُوعِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ سَجَدَ، وَهُوَ دُونَ السُّجُودِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ انْصَرَفَ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاشَاءَ اللّٰهُ أَنْ يَقُولَ، ثُمَّ أَمَرَهُمْ أَنْ يَتَعَوَّذُوا مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ.

آپ کے پیچھے کھڑے ہو گئے' پس آپ نے طویل قیام کیا' پھر آپ نے طویل رکوع کیا' پھر آپ نے رکوع سے سر اٹھایا' پھر آپ نے طویل قیام کیا اور یہ پہلے قیام سے کم تھا' پھر آپ نے طویل رکوع کیا اور یہ پہلے رکوع سے کم تھا' پھر آپ نے سر اٹھایا' پس آپ نے طویل سجدہ کیا' پھر آپ نے قیام کیا' پس طویل قیام کیا اور یہ پہلے قیام سے کم تھا' پھر آپ نے طویل رکوع کیا اور یہ پہلے رکوع سے کم تھا' پھر آپ نے طویل قیام کیا اور یہ پہلے قیام سے کم تھا' پھر آپ نے طویل رکوع کیا اور یہ پہلے رکوع سے کم تھا' پھر آپ نے سجدہ کیا اور یہ پہلے سجدہ سے کم تھا' پھر آپ نمازیوں کی طرف مڑے' پس جو اللہ نے چاہا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' پھر آپ نے نمازیوں کو یہ حکم دیا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے عذابِ قبر سے پناہ طلب کریں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۰۴۴ میں گزر چکی ہے۔

١٣ - بَابٌ لَا تَنْكَسِفُ الشَّمْسُ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ

کسی کی موت اور حیات کی وجہ سے سورج کو گہن نہیں لگتا

رَوَاهُ أَبُو بَكْرَةَ، وَالْمُغِيرَةُ، وَأَبُو مُوسَى، وَابْنُ عَبَّاسٍ، وَابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ.

اسے حضرت ابوبکرہ' حضرت مغیرہ' حضرت ابوموسیٰ' حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم نے روایت کیا۔

١٠٥٧ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنِي قَيْسٌ، عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ لَا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ، وَلَكِنَّهُمَا آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللّٰهِ فَإِذَا رَأَيْتُمُوهُمَا فَصَلُّوا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از اسماعیل' انہوں نے کہا: مجھے قیس نے حدیث بیان کی از ابومسعود' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سورج اور چاند کو کسی کی موت کی وجہ سے گہن لگتا ہے نہ کسی کی حیات کی وجہ سے لیکن یہ دونوں اللہ کی نشانیوں میں سے نشانیاں ہیں' پس جب تم ان دو نشانیوں کو دیکھو تو نماز پڑھو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۰۴۱ میں گزر چکی ہے۔

١٠٥٨ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ وَهِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ كَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از الزہری و ہشام بن عروہ از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں سورج کو گہن لگ گیا' تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے

فَصَلّٰی بِالنَّاسِ، فَاَطَالَ الْقِرَاءَةَ، ثُمَّ رَكَعَ فَاَطَالَ الرُّكُوْعَ ثُمَّ رَفَعَ رَاْسَهُ فَاَطَالَ الْقِرَاءَةَ، وَهِيَ دُوْنَ قِرَاءَتِهِ الْاُوْلٰى، ثُمَّ رَكَعَ فَاَطَالَ الرُّكُوْعَ دُوْنَ رُكُوْعِهِ الْاَوَّلِ، ثُمَّ رَفَعَ رَاْسَهُ فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ، ثُمَّ قَامَ، فَصَنَعَ فِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ مِثْلَ ذٰلِكَ، ثُمَّ قَامَ فَقَالَ اِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَا يَخْسِفَانِ لِمَوْتِ اَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ، وَلٰكِنَّهُمَا اٰيَتَانِ مِنْ اٰيَاتِ اللّٰهِ يُرِيْهِمَا عِبَادَهُ، فَاِذَا رَاَيْتُمْ ذٰلِكَ فَافْزَعُوْا اِلَى الصَّلٰوةِ.

ہو کر لوگوں کو نماز پڑھائی' پس آپ نے طویل قراءت کی' پھر آپ نے رکوع کیا' پس طویل رکوع کیا' پھر آپ نے رکوع سے سر اٹھایا' پس طویل قراءت کی اور یہ پہلی قراءت سے کم تھی' پھر رکوع کیا' پس طویل رکوع کیا' یہ پہلے رکوع سے کم تھا' پھر رکوع سے سر اٹھایا' پس دو سجدے کیے' پھر کھڑے ہوئے' پس پہلی رکعت کی مثل دوسری رکعت پڑھائی' پھر کھڑے ہوئے' پس فرمایا: بے شک سورج اور چاند کو کسی کی موت کی وجہ سے گہن لگتا ہے نہ کسی کی حیات کی وجہ سے' لیکن یہ اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں' اللہ انہیں اپنے بندوں کو دکھاتا ہے' پس جب تم ان کو دیکھو تو نماز کی پناہ میں آؤ۔

اس حدیث کی شرح' حدیث: ۱۰۴۴ میں گزر چکی ہے۔

١٤ - بَابُ الذِّكْرِ فِي الْكُسُوْفِ

سورج گہن میں ذکر کرنا

رَوَاهُ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا.

اس کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے روایت کیا ہے۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم اس کو دیکھو تو اللہ کا ذکر کرو۔ (صحیح بخاری: ۱۰۵۲)

١٠٥٩ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ، عَنْ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ اَبِيْ بُرْدَةَ، عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى قَالَ خَسَفَتِ الشَّمْسُ، فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَزِعًا، يَخْشٰى اَنْ تَكُوْنَ السَّاعَةُ، فَاَتَى الْمَسْجِدَ، فَصَلّٰى بِاَطْوَلِ قِيَامٍ وَرُكُوْعٍ وَسُجُوْدٍ رَاَيْتُهُ قَطُّ يَفْعَلُهُ، وَقَالَ هٰذِهِ الْاٰيَاتُ الَّتِيْ يُرْسِلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ لَا تَكُوْنُ لِمَوْتِ اَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ، وَلٰكِنْ يُخَوِّفُ اللّٰهُ بِهِ عِبَادَهُ، فَاِذَا رَاَيْتُمْ شَيْئًا مِنْ ذٰلِكَ، فَافْزَعُوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَدُعَائِهِ وَاسْتِغْفَارِهِ.

(صحیح مسلم: ۹۱۲' الرقم المسلسل: ۲۰۲۲' سنن نسائی: ۱۴۹۹' صحیح ابن خزیمہ: ۱۳۷۱' جامع المسانید لابن جوزی: ۳۹۵۷' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن العلاء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسامہ نے حدیث بیان کی از برید بن عبد اللہ از ابی بردہ از حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ سورج کو گہن لگ گیا' پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم گھبرائے ہوئے کھڑے ہوئے' آپ کو یہ خوف تھا کہ قیامت آ گئی ہے' پس آپ مسجد میں آئے' سو آپ نے بہت طویل قیام اور رکوع اور سجود کے ساتھ نماز پڑھائی' جو میں نے آپ کو کبھی پڑھاتے ہوئے نہیں دیکھی تھی' اور آپ نے فرمایا: یہ وہ نشانیاں ہیں جن کو اللہ عزوجل بھیجتا ہے جو کسی کی موت کی وجہ سے ہوتی ہیں نہ کسی کی حیات کی وجہ سے' لیکن اللہ ان کے سبب سے اپنے بندوں کو ڈراتا ہے' پس جب تم ان میں سے کسی چیز کو دیکھو تو اللہ کے ذکر اور اس سے دعا اور استغفار کی پناہ میں آؤ۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن العلاء بن کریب الہمدانی الکوفی (۲) ابو اسامہ حماد بن زید القرشی الکوفی (۳) برید بن عبد اللہ بن ابی بردہ بن ابو موسیٰ الاشعری الکوفی (۴) ان کے دادا ابو بردہ' ان کا نام الحارث بن ابی موسیٰ ہے اور ان کو عامر بن ابی موسیٰ کہا جاتا ہے (۵) عبد اللہ

بن قیس الاشعری۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۷۔۱۲۔۱۲۶)

اس کی توجیہ کہ نبی ﷺ اس طرح خوف زدہ ہوئے جیسے قیامت آ گئی ہو حالانکہ ابھی قیامت کی علامات نہیں آ ئیں

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ پس نبی ﷺ گھبرائے ہوئے کھڑے ہوئے' آپ کو یہ خوف تھا کہ قیامت آ گئی ہے۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ یہ راوی نے تمثیل بیان کی ہے گویا کہ اس نے یوں کہا: آپ اس شخص کی طرح گھبرا کر کھڑے ہوئے جو ڈر رہا ہو کہ قیامت آ گئی ہے ورنہ نبی ﷺ کو علم یقینی تھا کہ جب آپ صحابہ کے درمیان ہیں تو قیامت نہیں آئے گی اور اللہ تعالیٰ نے آپ سے وعدہ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے دین کو تمام ادیان پر سربلند فرمائے گا اور ابھی کتاب اپنی مدت کو نہیں پہنچی ہے۔

(شرح الکرمانی ج ۶ ص ۱۴۴' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۱ھ)

علامہ نووی نے کہا ہے: اس حدیث پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ قیامت سے پہلے تو چند چیزوں کا وقوع ضروری ہے' مثلاً سورج کا مغرب سے طلوع ہونا' دابۃ الارض کا خروج' دجال کا ظہور' حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول اور آپ کا دجال کو قتل کرنا' اور یاجوج ماجوج کا نکلنا وغیرہا تو آپ کو سورج کے گہن لگنے سے کیسے یہ خوف ہوا کہ قیامت آ گئی ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے یہ سورج گہن اس سے پہلے لگا ہو جب آپ کو قیامت کی یہ علامات بتائی گئی تھیں یا یہ صرف راوی کا گمان ہے کہ آپ کو یہ خوف تھا کہ قیامت آ گئی ہے اور واقع میں آپ کو قیامت کے آنے کا خوف نہیں تھا' بلکہ بعض اوقات آپ کو یہ خوف ہوتا کہ امت پر عذاب آ رہا ہے اور راوی نے یہ گمان کر لیا کہ آپ کو یہ خوف ہوا کہ قیامت آ گئی ہے۔

(صحیح مسلم بشرح النووی ج ۳ ص ۲۵۷۶' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ)

علامہ عینی فرماتے ہیں: علامہ نووی کا یہ جواب صحیح نہیں ہے کہ آپ کو یہ خوف تھا کہ امت پر عذاب آ رہا ہے کیونکہ آپ کو یقین تھا کہ آپ کے ہوتے ہوئے امت پر عذاب نہیں آئے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ آپ سے یہ وعدہ فرما چکا ہے کہ

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ. (الانفال: ۳۳) اور اللہ کی یہ شان نہیں ہے کہ آپ ان کے درمیان ہوں اور وہ ان پر عذاب نازل فرما دے۔

علامہ کرمانی کا جواب ان کے جواب سے بہتر ہے' یا اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ ہر چند کہ قیامت کا وقوع بعد میں ہونا تھا لیکن نبی ﷺ نے سورج گہن کے واقعہ کو عظیم قرار دیتے ہوئے قیامت کو بہ منزلہ واقعہ قرار دے دیا' اپنی امت کو اس پر تنبیہ کرنے کے لیے کہ جب آپ کے بعد سورج کو گہن لگے تو وہ اس سے اس طرح خوف زدہ ہوں جیسے قیامت آ گئی ہے' اور اس وقت وہ اللہ عزوجل کا ذکر کریں' اس سے مغفرت طلب کریں' نماز پڑھیں اور صدقہ دیں کیونکہ ان کاموں سے اللہ کا عذاب ٹل جاتا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ بعض اوقات نبی ﷺ کو کسی چیز کا علم تو ہوتا ہے لیکن شدت خوف یا کسی اور کیفیت کے غلبہ سے اس علم سے آپ کی توجہ ہٹ جاتی ہے' آپ کو علم تھا کہ وقوع قیامت سے پہلے خروج دجال اور نزول عیسیٰ علیہ السلام ہوگا' یاجوج ماجوج اور دابۃ الارض کا ظہور ہوگا لیکن شدت خوف کی وجہ سے ان اُمور کی طرف سے آپ کی توجہ ہٹ گئی۔

اس حدیث میں مذکور ہے: ''رأيته قط يفعله'' اس عبارت پر یہ اعتراض ہے کہ کلام عرب میں ''قط'' کا لفظ ماضی منفی پر آتا ہے اور یہاں نفی کا لفظ مذکور نہیں ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ کبھی حرف نفی مقدر ہوتا ہے' جیسے اس آیت میں ہے:

تَاللّٰهِ تَفْتَؤُا تَذْكُرُ يُوسُفَ. (یوسف:۸۵)
اللہ کی قسم! آپ ہمیشہ یوسف کو یاد کرتے رہیں گے۔

یہ اصل میں "لا تفتؤ" ہے اس کا معنی "لا یزال" ہے یعنی ہمیشہ۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۱۴۷ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

* یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۲۰۱۳- ج ۲ ص ۷۳۳ پر مذکور ہے وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۱۵ - بَابُ الدُّعَاءِ فِي الْخُسُوْفِ
سورج گہن کی نماز میں دعا کرنا

قَالَهُ أَبُوْ مُوْسٰى وَعَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

حضرت ابوموسیٰ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سورج گہن کی نماز میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا کی روایت کی ہے۔

حضرت ابوموسیٰ کی دعا سے متعلق حدیث صحیح البخاری: ۱۰۵۹ میں ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث صحیح البخاری: ۱۰۴۴ میں ہے۔

۱۰۶۰ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا زَائِدَةُ قَالَ حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ عِلَاقَةَ قَالَ سَمِعْتُ الْمُغِيْرَةَ بْنَ شُعْبَةَ يَقُوْلُ انْكَسَفَتِ الشَّمْسُ يَوْمَ مَاتَ إِبْرَاهِيْمُ، فَقَالَ النَّاسُ انْكَسَفَتْ لِمَوْتِ إِبْرَاهِيْمَ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللّٰهِ، لَا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَّلَا لِحَيَاتِهٖ، فَإِذَا رَأَيْتُمُوْهُمَا فَادْعُوا اللّٰهَ وَصَلُّوْا حَتّٰى تَنْجَلِيَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں زائدہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں زیاد بن علاقہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے حضرت المغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ جس دن حضرت ابراہیم (آپ کے صاحب زادے) رضی اللہ عنہ فوت ہوئے تو لوگوں نے کہا: حضرت ابراہیم کی وفات کی وجہ سے سورج کو گہن لگ گیا ہے تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سورج اور چاند اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں ان کو کسی کی موت کی وجہ سے گہن لگتا ہے نہ کسی کی حیات کی وجہ سے پس جب تم ان کو دیکھو تو اللہ سے دعا کرو اور نماز پڑھو حتیٰ کہ سورج منکشف ہو جائے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۰۴۳ میں گزر چکی ہے۔

۱۶ - بَابُ قَوْلِ الْإِمَامِ فِي خُطْبَةِ الْكُسُوْفِ أَمَّا بَعْدُ
امام کا نمازِ کسوف کے خطبہ میں اما بعد کہنا

۱۰۶۱ - وَقَالَ أَبُوْ أُسَامَةَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ أَخْبَرَتْنِيْ فَاطِمَةُ بِنْتُ الْمُنْذِرِ عَنْ أَسْمَاءَ قَالَتْ فَانْصَرَفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ تَجَلَّتِ الشَّمْسُ، فَخَطَبَ فَحَمِدَ اللّٰهَ بِمَا هُوَ أَهْلُهٗ، ثُمَّ قَالَ أَمَّا بَعْدُ.

اور ابواسامہ نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے فاطمہ بنت المنذر نے خبر دی از حضرت اسماء رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا: پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے مڑے اور اس وقت سورج منکشف ہو چکا تھا پھر آپ نے خطبہ دیا اور اللہ کی شان کے لائق حمد کی پھر فرمایا: اما بعد (یعنی حمد و ثناء کے بعد)۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۸۶ میں گزر چکی ہے۔

۱۷ - بَابُ الصَّلٰوةِ فِيْ كُسُوْفِ الْقَمَرِ
چاند گہن میں نماز پڑھنا

١٠٦٢ - حَدَّثَنَا مَحْمُودٌ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَامِرٍ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ أَبِي بَكْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ انْكَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمود نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سعید بن عامر نے حدیث بیان کی از شعبہ از یونس از الحسن از حضرت ابی بکرہ رضی اللہ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں سورج کو گہن لگ گیا' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعت نماز پڑھائی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۰۴۰ میں گزر چکی ہے۔

اس اعتراض کا جواب کہ یہ حدیث عنوان کے مطابق نہیں ہے

اس باب کا عنوان ہے: چاند گہن کی نماز' اور حدیث میں سورج گہن کی نماز کا ذکر ہے۔ علامہ کرمانی نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ چاند گہن اور سورج گہن کی نمازوں کا طریقہ ایک ہے' اس پر تنبیہ کرنے کے لیے امام بخاری نے عنوان چاند گہن کا قائم کیا اور اس کے تحت سورج گہن کی نماز کا ذکر کیا۔ (شرح الکرمانی ج ۶ ص ۱۲۶' داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۰۱ھ)

علامہ بدرالدین عینی حنفی نے علامہ ابن التین سے نقل کیا ہے کہ اصیلی کے نسخہ میں اس حدیث میں سورج کے گہن لگنے کے بجائے چاند کے گہن لگنے کا ذکر ہے' پھر حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۷ ص ۱۲۹' دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

١٠٦٣ - حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا يُونُسُ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ أَبِي بَكْرَةَ قَالَ خَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَخَرَجَ يَجُرُّ رِدَاءَهُ حَتَّى انْتَهَى إِلَى الْمَسْجِدِ، وَثَابَ النَّاسُ إِلَيْهِ، فَصَلَّى بِهِمْ رَكْعَتَيْنِ فَانْجَلَتِ الشَّمْسُ، فَقَالَ إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ، وَإِنَّهُمَا لَا يَخْسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ، وَإِذَا كَانَ ذَاكَ فَصَلُّوا وَادْعُوا حَتَّى يُكْشَفَ مَا بِكُمْ، وَذَاكَ أَنَّ ابْنًا لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاتَ يُقَالُ لَهُ إِبْرَاهِيمُ، فَقَالَ النَّاسُ فِي ذٰلِكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو معمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوارث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے حدیث بیان کی از الحسن از حضرت ابو بکرہ رضی اللہ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں سورج کو گہن لگ گیا' پس آپ اپنے تہبند کو گھسیٹتے ہوئے نکلے حتیٰ کہ مسجد کی طرف پہنچے اور لوگ بھی جھپٹ کر آپ کی طرف پہنچے' آپ نے ان کو دو رکعت نماز پڑھائی' پس سورج منکشف ہو گیا' پھر آپ نے فرمایا: سورج اور چاند اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں اور ان کو کسی کی موت کی وجہ سے گہن نہیں لگتا اور جب ایسا ہو جائے تو نماز پڑھو اور دعا کرو حتیٰ کہ وہ تم پر منکشف ہو جائے اور اس کی وجہ یہ تھی کہ اس دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحب زادے فوت ہو گئے تھے جن کا نام (حضرت) ابراہیم (رضی اللہ) تھا' پس لوگوں نے ان کے متعلق کہا تھا (کہ ان کی موت کی وجہ سے سورج کو گہن لگ گیا)۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۰۴۰ میں گزر چکی ہے۔

١٨ - بَابُ الرَّكْعَةُ الْأُولَى فِي الْكُسُوفِ أَطْوَلُ

جب نمازِ کسوف میں پہلی رکعت لمبی پڑھی جائے

١٠٦٤ - حَدَّثَنَا مَحْمُوْدٌ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اَحْمَدَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ' عَنْ يَحْيٰى' عَنْ عَمْرَةَ' عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى بِهِمْ فِيْ كُسُوْفِ الشَّمْسِ اَرْبَعَ رَكْعَاتٍ فِيْ سَجْدَتَيْنِ' اَلْاَوَّلُ وَالْاَوَّلُ اَطْوَلُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمود نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواحمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از یحییٰ از عمرہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں سورج گہن میں نماز پڑھائی' اس میں چار رکوع' دو سجدوں میں کیے' پہلی رکعت دوسری رکعت سے زیادہ طویل تھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٠٤٤ میں گزر چکی ہے۔

١٩ - بَابُ الْجَهْرِ بِالْقِرَاءَةِ فِي الْكُسُوْفِ

چاند گرہن کی نماز میں بلند آواز سے قرآن پڑھنا

١٠٦٥ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِهْرَانَ قَالَ حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ قَالَ اَخْبَرَنَا ابْنُ نَمِرٍ سَمِعَ ابْنَ مُسْلِمٍ ابْنَ شِهَابٍ' عَنْ عُرْوَةَ' عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا جَهَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ صَلٰوةِ الْخُسُوْفِ بِقِرَاءَتِهٖ' فَاِذَا فَرَغَ مِنْ قِرَاءَتِهٖ كَبَّرَ فَرَكَعَ' وَاِذَا رَفَعَ مِنَ الرَّكْعَةِ قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ' رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ. ثُمَّ يُعَاوِدُ الْقِرَاءَةَ فِيْ صَلٰوةِ الْكُسُوْفِ' اَرْبَعَ رَكْعَاتٍ فِيْ رَكْعَتَيْنِ' وَاَرْبَعَ سَجَدَاتٍ.

(صحیح مسلم: ٩٠١' الرقم المسلسل: ٢٠٥٩' سنن نسائی: ١٤٩٠)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن مہران نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن نمر نے خبر دی' انہوں نے ابن مسلم بن شہاب سے سنا از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چاند گرہن کی نماز میں بہ آواز بلند قراءت کی' پس جب آپ قراءت سے فارغ ہوئے تو آپ نے اللہ اکبر کہا' پس رکوع کیا اور جب رکوع سے سر اٹھایا تو کہا: "سمع اللّٰہ لمن حمدہ ربنا ولك الحمد" پھر آپ چاند گرہن کی نماز اسی طرح پڑھتے رہے' چار رکوع دو رکعتوں اور چار سجدوں میں۔

حدیث مذکور کے رجال

(١) محمد بن مہران ابوجعفر الجمال الرازی' یہ ٢٣٩ھ میں فوت ہو گئے تھے (٢) الولید بن مسلم القرشی الاموی الدمشقی' یہ ١٩٤ھ میں فوت ہو گئے تھے (٣) عبد الرحمان بن نمر الدمشقی (٤) محمد بن مسلم بن شہاب (٥) عروہ بن الزبیر بن عوام (٦) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا۔ (عمدۃ القاری ج ٧ ص ١٠٣)

١٠٦٦ - وَقَالَ الْاَوْزَاعِيُّ وَغَيْرُهٗ سَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ' عَنْ عُرْوَةَ' عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ الشَّمْسَ خَسَفَتْ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' فَبَعَثَ مُنَادِيًا بِالصَّلٰوةِ جَامِعَةً فَتَقَدَّمَ فَصَلّٰى اَرْبَعَ رَكْعَاتٍ فِيْ رَكْعَتَيْنِ وَاَرْبَعَ سَجَدَاتٍ.

اوزاعی وغیرہ نے کہا: میں نے الزہری سے سنا از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں سورج کو گہن لگ گیا' پس آپ نے ایک منادی بھیجا کہ نماز تیار ہے' پھر آپ نے آگے بڑھ کر دو رکعتوں میں چار رکوع اور چار سجدوں کے ساتھ نماز پڑھائی۔

قَالَ الْوَلِيْدُ وَاَخْبَرَنِيْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ نَمِرٍ سَمِعَ ابْنَ شِهَابٍ مِثْلَهٗ.

الولید نے کہا: اور مجھے عبد الرحمان بن نمر نے خبر دی کہ انہوں نے ابن شہاب سے اس کی مثل حدیث سنی۔

قَالَ الزُّهْرِيُّ فَقُلْتُ مَا صَنَعَ اَخُوْكَ ذٰلِكَ' عَبْدُ

الزہری نے کہا: میں نے کہا: تمہارا یہ بھائی عبد اللہ بن الزبیر

اللّٰهِ بْنُ الزُّبَيْرِ، مَا صَلّٰى إِلَّا رَكْعَتَيْنِ مِثْلَ الصُّبْحِ، إِذْ صَلّٰى بِالْمَدِيْنَةِ؟ قَالَ أَجَلْ إِنَّهُ أَخْطَأَ السُّنَّةَ.

کیا کرتا ہے' وہ جب مدینہ میں (نماز کسوف) پڑھتا ہے تو صبح کی نماز کی طرح صرف دو رکعت پڑھتا ہے؟ (عروہ نے) کہا: ہاں! اس نے سنت میں خطا کی ہے۔

یعنی الزہری نے عروہ بن الزبیر سے کہا کہ تمہارا بھائی عبد اللہ بن الزبیر کیا کرتا ہے' وہ نماز کسوف میں ایک رکعت میں دو رکوع نہیں کرتا اور نماز کسوف کو صبح کی نماز کی طرح صرف دو رکعت بغیر تکرار رکوع کے پڑھتا ہے۔

ہم صحیح البخاری: ١٠٤٦ میں بیان کر چکے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما صحابی ہیں اور عروہ بن الزبیر تابعی ہیں اور تابعی کی بہ نسبت صحابی سنت کو زیادہ جاننے والے ہیں' اس لیے دراصل عروہ بن الزبیر کو سنت میں خطا ہوئی ہے نہ کہ حضرت عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما کو۔

تَابَعَهُ سُفْيَانُ بْنُ حُسَيْنٍ وَ سُلَيْمَانُ بْنُ كَثِيْرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ فِي الْجَهْرِ.

سفیان بن حسین اور سلیمان بن کثیر نے الزہری سے جہراً قراءت کرنے میں عبد الرحمٰن بن نمر کی متابعت کی ہے۔

''کتاب الکسوف'' کا اختتام

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ وازواجہ وذریاتہ اجمعین.

آج ١٥ ربیع الاوّل ١٤٢٨ھ/ ١٤ اپریل ٢٠٠٧ء بہ روز بدھ ''کتاب الکسوف'' مکمل ہوگئی' اس میں چالیس احادیث ہیں جن میں سے نصف موصول ہیں اور نصف معلق ہیں۔

الٰہ العلمین! جس طرح اپنے فضل وکرم سے اس کتاب کو مکمل فرمایا ہے' صحیح البخاری کی باقی کتب کو بھی مکمل فرمادے اور میری' میرے والدین اور میرے قارئین کی اور جملہ محبین کی مغفرت فرمادے۔ آمین یا رب العلمین.

نحمدہ ونصلی ونسلم علٰی رسولہ الکریم

١٧ - کِتَابُ سُجُوْدِ الْقُرْاٰنِ

سجود القرآن کا بیان

١ - بَابُ مَا جَاءَ فِیْ سُجُوْدِ الْقُرْاٰنِ

سجود القرآن یعنی سجدۂ تلاوت کی احادیث کے ابواب

١٠٦٧ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِیْ إِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ الْأَسْوَدَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَرَأَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ النَّجْمَ بِمَكَّةَ فَسَجَدَ فِیْهَا وَسَجَدَ مَنْ مَّعَهٗ غَیْرُ شَیْخٍ أَخَذَ كَفًّا مِّنْ حَصًی أَوْ تُرَابٍ فَرَفَعَهٗ إِلٰی جَبْهَتِهٖ وَقَالَ یَكْفِیْنِیْ هٰذَا فَرَأَیْتُهٗ بَعْدَ ذٰلِكَ قُتِلَ كَافِرًا.

[اطراف الحدیث: ١٠٧٠ـ٣٨٥٣ـ٣٩٧٢ـ٤٨٦٣]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق' انہوں نے کہا: میں نے از اسود از حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ سنا' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں سورۃ النجم کی تلاوت کی اور اس میں سجدہ کیا اور آپ کے ساتھ جو لوگ تھے' انہوں نے بھی سجدہ کیا سوائے ایک بوڑھے شخص کے اس نے اپنے ہاتھ میں کچھ کنکریاں لیں یا مٹی لی' پھر اس کو اپنی پیشانی پر رکھ لیا اور کہا: مجھے یہ کافی ہے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود نے کہا: میں نے بعد میں دیکھا وہ حالت کفر میں قتل کیا گیا۔

(صحیح مسلم: ٥٧٦، الرقم المسلسل: ١٢٧٠، سنن ابوداؤد: ١٤٠٦، سنن نسائی: ٩٥٩، السنن الکبریٰ: ١٠٣١، مسند ابویعلیٰ: ٥٠١٨، مسند احمد ج ١ ص ٣٨٨ طبع قدیم، مسند احمد: ٣٦٨٢، ج ٦ ص ٢٠٦، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید لابن جوزی: ٤١٩٧، مکتبۃ الرشد ریاض ١٤٢٦ھ، مسند الطحاوی: ٥١٢٣)

حدیث مذکور کے رجال

(١) محمد بن بشار' ان کا لقب بندار بصری ہے (٢) غندر' یہ محمد بن جعفر کا لقب ہے (٣) شعبہ بن الحجاج (٤) ابواسحاق السبیعی' ان کا نام عمرو بن عبد اللہ الکوفی ہے (٥) الاسود بن یزید النخعی (٦) حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ٧ ص ١٣٦)

سورۃ النجم اور المفصل (النجم' الانشقاق اور العلق) کے سجدات میں مذاہب فقہاء اور امام ابوحنیفہ کے مذہب کی احادیث سے تقویت اور تائید

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

سورۃ النجم کے سجدہ میں فقہاء کا اختلاف ہے' کیونکہ ان کا المفصل کے سجدوں میں اختلاف ہے' حضرت عمر' حضرت عثمان' حضرت علی' حضرت ابن مسعود' حضرت ابن عمر اور حضرت ابو ہریرہ' سورۃ النجم اور المفصل میں سجدہ کرتے تھے' اور یہی امام ابوحنیفہ' امام شافعی اور امام مالک کے اصحاب میں سے ابن وہب اور ابن حبیب کا مذہب ہے اور انہوں نے اس باب کی حدیث مذکور سے استدلال کیا ہے۔

اور فقہاء کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ سورۃ النجم میں سجدہ نہیں ہے' صحابہ میں سے حضرت ابی بن کعب' حضرت ابن عباس اور حضرت انس رضی اللہ عنہم کا یہی مذہب ہے اور فقہاء تابعین میں سے سعید بن المسیب' حسن بصری' عطاء' طاؤس اور مجاہد کا یہی قول ہے' جو فقہاء سورۃ النجم میں سجدہ کو جائز نہیں سمجھتے' ان کا استدلال اس حدیث سے ہے:

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سورۃ النجم کی تلاوت کی اور آپ نے اس میں سجدہ نہیں کیا۔ (صحیح البخاری: ۱۰۷۲' صحیح مسلم: ۵۷۷)

(میں کہتا ہوں کہ اس حدیث سے علامہ ابن بطال کا سورۃ النجم کے سجدہ کی نفی پر استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ سجدۂ تلاوت فوراً واجب نہیں ہوتا ہے اور اسی لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن ثابت سے سورۃ النجم کی تلاوت سن کر سجدہ نہیں کیا تاکہ امت کو یہ مسئلہ معلوم ہو جائے کہ سجدۂ تلاوت آیت سجدہ سن کر فوراً واجب نہیں ہوتا۔ سعیدی غفرلہٗ)

علامہ ابن بطال فرماتے ہیں:

امام طبری نے اس حدیث کے جواب میں کہا ہے کہ ممکن ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لیے سجدہ نہ کیا ہو کہ حضرت زید بن ثابت نے خود اس سورت میں سجدہ نہیں کیا تھا اور جب آیت پڑھنے والا سجدہ کرے تب سننے والا بھی سجدہ کرتا ہے' اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ نے اس لیے سجدہ کرنے کو ترک کیا ہو تاکہ اس پر دلیل قائم ہو کہ سجدۂ تلاوت فوراً ادا کرنا واجب نہیں ہے' امام طحاوی نے اس کے جواب میں یہ کہا ہے کہ ممکن ہے کہ حضرت زید بن ثابت نے آیت سجدہ کو اس وقت تلاوت کیا ہو' جس وقت میں سجدہ کرنا جائز نہ ہو' یا اس وقت آپ باوضوء نہ ہوں۔

علامہ ابن القصار نے امام مالک کے مذہب کی تائید میں یہ کہا ہے کہ سورۃ النجم میں سجدہ کی آیت یہ ہے:

فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوْا ۝ (النجم: ۶۲) اللہ کے لیے سجدہ کرو اور اس کی عبادت کرو ۝

اس سے مراد سجدۂ تلاوت نہیں ہے بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ نماز میں اللہ کے لیے سجدہ کرو۔

نیز امام طحاوی نے بھی کہا ہے کہ نظر کا تقاضا یہ ہے کہ جس آیت میں سجدہ کرنے کا امر اور حکم ہے اس سے مراد نماز کا سجدہ ہے اور جس آیت میں سجدہ کی خبر دی ہے' اس سے مراد سجدۂ تلاوت ہے۔

(شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۴۶۸' قدیمی کتب خانہ' کراچی' شرح ابن بطال ج ۳ ص ۵۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن بطال نے امام طحاوی کی پوری عبارت نہیں لکھی' امام طحاوی اس قاعدہ کو بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

اگر ہم نظر اور قیاس سے کام لیں تو جہاں سجدہ کا امر ہو ہم وہاں سجدۂ تلاوت کو واجب نہیں کرتے اور جہاں سجدہ کی خبر ہو ہم وہاں سجدۂ تلاوت کو واجب کرتے ہیں لیکن جس آیت پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سجدہ کرنا ثابت ہے' وہاں آپ کے فعل کی اتباع کرنا اولیٰ ہے۔ (شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۴۶۹' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

اس کے بعد امام طحاوی متوفی ۳۲۱ھ لکھتے ہیں:

ہم المفصل میں سورۃ النجم اور سورۃ "اذا السماء انشقت" اور سورۃ "اقرأ باسم ربك الذی خلق" میں دیکھتے ہیں کہ ان میں سجود تلاوت احادیث سے ثابت ہیں کہ ان آیات پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدات کیے ہیں۔

(شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۴۷۰ قدیمی کتب خانہ کراچی)

لہٰذا امام طحاوی کی عبارات کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر چند کہ ان سورتوں میں سجدہ کرنے کا حکم ہے اور نظر اور قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ ان سورتوں میں سجدہ سے مراد نماز کا سجدہ ہو اور سجدۂ تلاوت مراد نہ ہو لیکن چونکہ احادیث سے ان سورتوں میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سجدۂ تلاوت کرنا ثابت ہے لہٰذا ہم نظر اور قیاس کو ترک کرتے ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث پر عمل کرتے ہیں۔

المفصل کی تین آیات میں سجدۂ تلاوت کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثبوت

نیز امام طحاوی فرماتے ہیں:

تحقیق تواتر سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے المفصل میں سجود تلاوت کیے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ "اذا السماء انشقت" (الانشقاق:۲۱) اور "اقرأ باسم ربك الذی خلق" کی آیت:۱۹ میں دو سجدے کیے ہیں۔

(صحیح مسلم۔ سجود التلاوۃ:۱۰۹ رقم الحدیث بلا تکرار:۵۷۸ الرقم المسلسل:۱۲۷۹ شرح معانی الآثار:۲۰۶۳)

نعیم المجمر بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ اس مسجد کے اوپر نماز پڑھی انہوں نے "اذا السماء انشقت" کو پڑھا اور اس میں سجدہ کیا اور کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سورت میں سجدہ کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۷ شرح معانی الآثار:۲۰۶۴)

ابورافع بیان کرتے ہیں کہ میں نے مدینہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی انہوں نے "اذا السماء انشقت" (الانشقاق:۲۱) کو پڑھا اور اس میں سجدہ کیا نماز سے فارغ ہونے کے بعد میں نے ان سے پوچھا: آپ اس سورت میں سجدہ کرتے ہیں؟ انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سورت میں سجدہ تلاوت کرتے ہوئے دیکھا ہے سو میں اس میں سجدہ کو ہرگز ترک نہیں کروں گا۔ (صحیح البخاری:۱۰۷۸ صحیح مسلم:۵۷۸ الرقم المسلسل:۱۲۸۱ سنن ابوداؤد:۱۴۰۸ سنن نسائی:۹۶۸ شرح معانی الآثار:۲۰۶۶)

عبداللہ بن نمیر الحصی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے "اذا السماء انشقت" میں اور "اقرأ باسم ربك الذی خلق" کی آیت:۱۹ میں سجدے کیے۔ (سنن ابوداؤد:۱۴۰۱ سنن ابن ماجہ:۱۰۵۷-۱۰۵۵ شرح معانی الآثار:۲۰۷۸)

امام طحاوی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے المفصل میں سجدہ کرنے کے متعلق متواتر آثار ہیں اور یہی امام ابوحنیفہ امام ابویوسف اور امام محمد کا قول ہے۔ (شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۴۶۶-۴۶۳ ملخصاً قدیمی کتب خانہ کراچی)

دس آیاتِ سجدہ متفق علیہا ہیں

امام طحاوی فرماتے ہیں: دس سجود تلاوت میں فقہاء کا اتفاق ہے ان کی تفصیل یہ ہے:

(۱) "اِنَّ الَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيُسَبِّحُوْنَهٗ وَلَهٗ يَسْجُدُوْنَ○"۔ (الاعراف:۲۰۶)

(۲) "وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّظِلٰلُهُمْ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ○"۔ (الرعد:۱۵)

(۳) "وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ"۔ (النحل:۵۰)

(۴) "يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا○"۔ (بنی اسرائیل:۱۰۹)

(۵) ''اِذَا تُتْلٰی عَلَیْهِمْ اٰیٰتُ الرَّحْمٰنِ خَرُّوْا سُجَّدًا وَّبُكِیًّا۝''۔ (مریم:۵۸)
(۶) ''اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ یَسْجُدُ لَهٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ''۔ (الحج:۱۸)
(۷) ''وَاِذَا قِیْلَ لَهُمُ اسْجُدُوْا لِلرَّحْمٰنِ''۔ (الفرقان:۶۰)
(۸) ''اَلَّا یَسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِیْ یُخْرِجُ الْخَبْءَ''۔ (النمل:۲۶)
(۹) ''اِنَّمَا یُؤْمِنُ بِاٰیٰتِنَا الَّذِیْنَ''۔ (الم تنزیل السجدہ:۱۵)
(۱۰) ''فَاِنِ اسْتَكْبَرُوْا فَالَّذِیْنَ عِنْدَ رَبِّكَ یُسَبِّحُوْنَ لَهٗ بِالَّیْلِ وَالنَّهَارِ وَهُمْ لَا یَسْئَمُوْنَ۝''۔ (حم السجدہ:۳۸)

(شرح معانی الآثار ج۱ ص ۴۶۷۔۴۶۶ ' قدیمی کتب خانہ کراچی)

المفصل کی تین آیتوں کے سجدہ میں اختلاف ہے' وہ یہ ہیں: النجم: ۶۲' الانشقاق: ۲۱' اور العلق: ۱۹۔
فقہاء احناف کے نزدیک ان آیات میں سجدۂ تلاوت کرنا سنت سے ثابت ہے اور امام مالک کے نزدیک نہیں ہے۔

سورۂ صٓ کے سجدے میں مذاہب فقہاء

اسی طرح سورۂ صٓ کے سجدہ میں اختلاف ہے' فقہاء احناف کے نزدیک یہ سجدہ ثابت ہے اور امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک یہ سجدہ شکر ہے۔ فقہاء احناف کے دلائل حسب ذیل ہیں:

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ صٓ میں سجدہ کیا۔

(سنن ابوداؤد: ۱۴۱۰' شرح معانی الآثار: ۲۰۸۸)

العوام بن حوشب بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سورۂ صٓ کے سجدہ کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے یہ آیت پڑھی:

وَمِنْ ذُرِّیَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَیْمٰنَ. (الانعام: ۸۴) اور ابراہیم کی ذریت میں سے داؤد اور سلیمان ہیں۔
اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ هَدَی اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ. (الانعام: ۹۰) یہ وہ نبی ہیں جن کو اللہ نے ہدایت دی ہے' سو آپ ان کی ہدایت کی اتباع کیجئے۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سورۂ صٓ میں سجدہ کرتے تھے' سو تمہارے نبی کو حضرت داؤد کی اتباع کا حکم دیا گیا تھا۔

(صحیح البخاری: ۴۸۰۶' شرح معانی الآثار: ۲۰۸۹)

عمرو بن مرہ بیان کرتے ہیں کہ مجاہد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سورۂ صٓ کے سجدہ کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے یہی آیت پڑھی: ''اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ هَدَی اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ'' (الانعام: ۹۰)۔

(سنن ترمذی: ۵۷۷' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۹' شرح معانی الآثار: ۲۰۹۰)

سورۃ الحج کے آخری سجدہ میں مذاہب فقہاء

نیز امام طحاوی فرماتے ہیں:
الحج کے آخر میں یہ آیت ہے:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوْا وَاسْجُدُوْا وَاعْبُدُوْا. (الحج: ۷۷) اے ایمان والو! رکوع کرو اور سجدہ کرو اور اپنے رب کی عبادت کرو۔

یہ سجدۂ تلاوت کی آیت نہیں ہے' کیونکہ یہ آیت تعلیم کے لیے ہے' اس میں خبر نہیں ہے اور تعلیم کے مقامات میں سجدۂ تلاوت نہیں ہوتا۔ اس میں متقدمین کا اختلاف ہے۔

عبد اللہ بن ثعلبہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ہمیں صبح کی نماز پڑھائی اور اس میں سورۃ الحج کی تلاوت کی اور اس میں دونوں سجدے کیے۔ (سنن ترمذی: ۵۷۸' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۱' شرح معانی الآثار: ۲۰۹۱)

سعید بن جبیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: سورۃ الحج کا پہلا سجدہ عزیمت ہے اور دوسرا سجدہ تعلیم کے لیے ہے اور ہم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول پر عمل کرتے ہیں۔ (شرح معانی الآثار: ۲۰۹۵)

امام طحاوی فرماتے ہیں:

ہم نے اس باب میں جو آثار بیان کیے ہیں وہ امام ابوحنیفہ' امام ابو یوسف اور امام محمد کے اقوال ہے۔

(شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۴۰۷۔ ۴۶۳ ملخصاً' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

سجداتِ تلاوت کے متعلق ائمہ کے مذاہب کا خلاصہ

امام مالک کے نزدیک گیارہ سجدۂ تلاوت ہیں' ان میں المفصل یعنی النجم' الانشقاق اور العلق کے تین سجدے شامل نہیں ہیں۔

(موطأ امام مالک۔ باب ما جاء فی سجود القرآن ج ۱ ص ۱۳۳' المکتبۃ التوفیقیہ)

امام شافعی کے قول جدید کے مطابق چودہ سجدے ہیں' ان میں سورۂ ص کا سجدہ نہیں ہے اور الحج کا دوسرا سجدہ شامل ہے۔

(المہذب ج ۱ ص ۸۵' دار الفکر' بیروت)

امام احمد کے نزدیک بھی اسی طرح چودہ سجدے ہیں۔ (الکافی ج ۱ ص ۲۷۲ ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک بھی چودہ سجدے ہیں' ان میں سورۂ ص کا سجدہ شامل ہے اور سورۃ الحج کا دوسرا سجدہ شامل نہیں ہے' اس کی تفصیل امام طحاوی کی عبارت میں آ چکی ہے۔

امام ابوحنیفہ' امام شافعی اور امام احمد تینوں کے نزدیک المفصل کے تینوں سجدے شامل ہیں' صرف امام مالک کے نزدیک یہ شامل نہیں ہیں' ان کے نزدیک کل گیارہ سجدے ہیں۔

سجدۂ تلاوت کا شرعی حکم

اس میں اختلاف ہے کہ آیا سجدۂ تلاوت سنت ہے یا واجب ہے؟ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب یہ ہے کہ سجدۂ تلاوت سجدہ کی آیت پڑھنے والے پر اور اس کو سننے والے دونوں پر واجب ہے' خواہ اس نے اس آیت کو سننے کا قصد کیا ہو یا نہیں۔

اس پر صاحب ہدایہ نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے: جس نے آیت سجدہ کی تلاوت کی یا اس کو سنا اس پر سجدہ کرنا واجب ہے' علامہ ابن ہمام نے کہا: اس حدیث کو امام ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔

(فتح القدیر ج ۲ ص ۱۳' مصنف ابن ابی شیبہ کی روایت عنقریب آ رہی ہے)

سجدۂ تلاوت کے وجوب کے ثبوت میں قرآن مجید کی آیات

سجدۂ تلاوت کے وجوب پر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے ان آیات سے استدلال کیا ہے:

فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ۝ وَإِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْاٰنُ لَا يَسْجُدُونَ ۝ (الانشقاق: ۲۱۔ ۲۰) انہیں کیا ہوا وہ کیوں ایمان نہیں لاتے ۝ اور جب ان پر قرآن کی تلاوت کی جائے تو وہ سجدہ کیوں نہیں کرتے ۝

وجہ استدلال یہ ہے کہ اس آیت میں سجدہ تلاوت نہ کرنے والوں کی مذمت کی گئی ہے اس سے معلوم ہوا کہ سجدۂ تلاوت ادا کرنا واجب ہے۔

فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوْا. (النجم:۶۲) اللہ کے لیے سجدہ کرو اور عبادت کرو۔

وجہ استدلال یہ ہے کہ اس میں سجدہ کرنے کا حکم ہے اور حکم وجوب پر دلالت کرتا ہے۔

وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ○ (العلق:۱۹) اور سجدہ کریں اور اللہ کے قریب ہو جائیں○

اس آیت میں بھی امر ہے اور امر وجوب کے لیے ہوتا ہے۔

سجدۂ تلاوت کے ثبوت میں آثارِ صحابہ اور فقہاء تابعین کے اقوال

عطیہ بیان کرتے ہیں کہ سجدۂ تلاوت اس پر ہے جس نے آیت سجدہ کو سنا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۲۵۲' مجلس علمی' بیروت' ۱۴۲۷ھ' مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۲۲۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

ابراہیم' نافع اور سعید بن جبیر نے کہا: جس نے آیت سجدہ کو سنا اس پر واجب ہے کہ وہ سجدہ کرے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۲۴۹' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۲۲۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

مغیرہ بیان کرتے ہیں کہ ابراہیم نے کہا: جب کوئی شخص بے وضوء ہو اور وہ آیت سجدہ کو سنے تو وہ وضوء کرے پھر آیت سجدہ کو پڑھے پس سجدہ کرے۔ (الحدیث) (مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۲۵۵' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۲۲۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

منصور بیان کرتے ہیں کہ ابراہیم نے کہا: جو شخص آیت سجدہ کو سنے اور وہ بے وضوء ہو تو اگر اس کے پاس پانی ہو تو وہ وضوء کرے اور سجدۂ تلاوت کرے اور اگر اس کے پاس پانی نہ ہو تو وہ تیمم کرے اور سجدہ کرے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۲۵۸' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۲۲۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

۲ - بَابُ سَجْدَةِ تَنْزِيْلُ السَّجْدَةُ
سورۃ تنزیل السجدہ میں سجدۂ تلاوت

۱۰۶۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ' عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيْمَ' عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ' عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الْجُمُعَةِ فِيْ صَلٰوةِ الْفَجْرِ ﴿الٓمٓ. تَنْزِيْلُ﴾ (السجدہ:۱) وَ ﴿هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ﴾ (الدھر:۱).

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از سعد بن ابراہیم از عبد الرحمان از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن صبح کی نماز میں سورۂ ''الم تنزیل السجدة'' اور ''ھل اتی علی الانسان'' پڑھا کرتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۸۹۱ میں گزر چکی ہے' تاہم مزید شرح کی جارہی ہے۔

بہ ظاہر یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق نہیں ہے کیونکہ اس حدیث میں یہ تصریح نہیں ہے کہ آپ سورۃ حم السجدہ میں سجدۂ تلاوت ادا کرتے تھے' اس سورت میں سجدۂ تلاوت کرنے کے متعلق درج ذیل احادیث ہیں:

سعید بن جبیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما حم السجدہ کی آخری آیت میں سجدۂ تلاوت کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۳۰۸' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۲۵۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' شرح معانی الآثار: ۲۰۷۹)

بنو سلیم کے ایک شخص نے بیان کیا کہ اس نے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حم کی پہلی آیت میں سجدہ کیا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۳۱۲ 'مجلس علمی بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۲۸۱ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت)

مغیرہ بیان کرتے ہیں کہ ابو وائل حٰم کی آخری آیت میں سجدہ کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۳۰۸ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۲۷۷ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت)

ابن عون بیان کرتے ہیں کہ ابن سیرین حٰم کی آخری آیت میں سجدہ کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۳۰۹ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۲۷۸ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت)

۳ - بَابُ سَجْدَةِ صٓ

سورۂ صٓ کا سجدہ

۱۰۶۹ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ وَأَبُو النُّعْمَانِ قَالَا حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ ﴿صٓ﴾ لَيْسَ مِنْ عَزَائِمِ السُّجُودِ وَقَدْ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْجُدُ فِيهَا. [طرف الحدیث: ۳۴۲۲]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب اور ابوالنعمان نے حدیث بیان کی' ان دونوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از ایوب از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے کہا کہ سورۂ صٓ کا سجدہ مؤکد سجدوں میں سے نہیں ہے اور میں نے دیکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس میں سجدہ کرتے تھے۔

(سنن ابوداؤد: ۱۴۰۹' سنن ترمذی: ۵۷۸' سنن نسائی: ۹۶۷' صحیح ابن خزیمہ: ۵۵۲' صحیح ابن حبان: ۲۷۶۶' سنن بیہقی ج ۲ ص ۳۱۹' مصنف عبدالرزاق: ۵۸۶۲' سنن کبریٰ: ۱۱۱۶۹' معجم کبیر: ۱۱۰۳۰' مسند احمد ج ۱ ص ۳۶۰ طبع قدیم' مسند احمد: ۳۳۸۷۔ ج ۵ ص ۲۷۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' مسند الطحاوی: ۲۰۷ ۳)

سورۂ صٓ کے سجدہ میں صحابہ' تابعین اور ائمہ کا اختلاف' نیز مؤکد سجدات کی تعداد میں صحابہ اور ائمہ کا اختلاف

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

سورۂ صٓ کے سجدہ میں فقہاء کا اختلاف ہے' ایک جماعت نے کہا: اس میں سجدۂ تلاوت نہیں ہے' حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: یہ ایک نبی کی توبہ ہے' عطاء کا بھی یہی قول ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۳۰۰ 'مجلس علمی' بیروت' ۴۲۶۹ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت) امام شافعی کا بھی یہی قول ہے۔

اور دوسری جماعت نے کہا ہے کہ اس میں سجدۂ تلاوت ہے: یہ قول حضرت عمر' حضرت عثمان' حضرت ابن عمر اور حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہم کا ہے اور فقہاء تابعین میں سے سعید بن المسیب' حسن بصری اور طاؤس کا ہے اور امام مالک' امام ابو حنیفہ اور ثوری کا بھی یہی مذہب ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی اسی کی مثل مروی ہے۔

امام بخاری نے کتاب الانبیاء میں روایت کی ہے کہ مجاہد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کیا کہ کیا میں سورۂ صٓ میں سجدۂ تلاوت کروں؟ تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ آیت پڑھی:

وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ (الی قوله تعالٰی) فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ. (الانعام: ۹۰۔۸۴)

ابراہیم کی اولاد میں سے داؤد اور سلیمان ہیں' (اس کے بعد فرمایا:) آپ ان کی ہدایت کی پیروی کیجئے۔

پس حضرت ابن عباس نے فرمایا: تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ ان نبیوں کی پیروی کریں' پس حضرت ابن عباس کا یہ قول کہ سورۂ صٓ کا سجدہ مؤکد سجدوں سے نہیں ہے' اس سے راجح ان کا وہ استدلال ہے' جو قرآن مجید سے ہے۔

امام مالک نے کہا کہ سورۂ صٓ کا سجدہ مؤکد سجدات میں سے ہے۔

امام طحاوی نے کہا: ہمارے نزدیک نظر کا تقاضا یہ ہے کہ سورۂ ص کا سجدہ ان مواضع میں سے ہے جو خبر کے موضع میں ہے نہ کہ حکم کے موضع میں پس واجب ہے کہ اس کو ان امثال کی طرف لوٹایا جائے جو خبر کے موضع میں ہیں لہٰذا سورۂ ص کا سجدہ واجب ہوگا۔

مؤکد سجدات میں اختلاف ہے: حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے کہا: مؤکد سجدات چار ہیں: ''الم تنزیل' حٰمٓ تنزیل' النجم'' اور ''اقرأ باسم ربك''۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: مؤکد سجدات پانچ ہیں: الاعراف' بنواسرائیل' النجم' ''اقراء باسم ربك'' اور ''اذا السماء انشقت''۔

ابن جبیر نے کہا: مؤکد سجدات تین ہیں: ''الم تنزیل' النجم'' اور ''اقرأ باسم ربك''۔

امام مالک نے کہا: مؤکد سجدات گیارہ ہیں' ان میں مفصل کے تین سجدے اور الحج کا دوسرا سجدہ نہیں ہیں۔

امام ابو یوسف نے کہا: سجدے چودہ ہیں' ان میں الحج کا پہلا سجدہ نہیں ہے اور امام شافعی نے بھی کہا: سجدے چودہ ہیں' ان میں ص کا سجدہ نہیں ہے کیونکہ یہ شکر کا سجدہ ہے اور ان کے نزدیک حج کے دونوں سجدے ہیں۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۵۴۔ ۵۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

سورۂ صٓ کے سجدہ کے ثبوت میں احادیث' آثار اور فقہاء تابعین کے اقوال

امام ابوبکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سورۂ ص کا سجدہ کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۲۹۰' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۲۶۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' مسند احمد ج ۱ ص ۳۶۴)

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سورۂ ص کا سجدہ کرتے تھے اور یہ آیت پڑھتے تھے: ''**اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ**'' (الانعام: ۹۰)۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۲۸۹' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۲۵۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

امام بخاری نے اس حدیث کی مثل روایت کی ہے۔ (دیکھئے صحیح البخاری: ۴۸۰۷۔ ۴۸۰۶۔ ۳۴۲۱) اور دوسری روایت میں اس حدیث میں یہ اضافہ ہے: تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کی پیروی کریں' پس حضرت داؤد نے بھی اس پر سجدہ کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس پر سجدہ کیا' لہٰذا یہ بھی مرفوع حدیث ہے۔

(صحیح البخاری: ۳۴۲۲۔ ۱۰۶۹' سنن ابو داؤد: ۱۴۰۴' سنن دارمی: ۱۴۶۷' مسند احمد ج ۱ ص ۳۶۰۔ ۲۷۹)

سعید بن جبیر بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ صٓ پڑھی' اس وقت آپ منبر پر تھے' جب آپ آیت سجدہ پر آئے تو منبر سے اتر کر سجدہ کیا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۲۹۱' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۲۶۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

ابن جریج بیان کرتے ہیں کہ طاؤس بھی سورۂ صٓ میں سجدہ کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۲۹۴' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۲۶۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

سفیان بن حسین کہتے ہیں: میں اس وقت موجود تھا جب حسن بصری نے سورۂ صٓ کی آیت سجدہ پڑھ کر سجدہ کیا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۲۹۵' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۲۶۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

ابو الضحیٰ بیان کرتے ہیں کہ مسروق سورۂ صٓ میں سجدہ کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۲۹۶' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۲۶۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

سعید بن جبیر بیان کرتے ہیں: میں نے ضحاک بن قیس کو دیکھا' وہ سورۂ صٓ میں سجدہ کرتے تھے' میں نے اس کا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ذکر کیا' انہوں نے کہا کہ انہوں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو اس سورت میں سجدہ کرتے ہوئے دیکھا ہے۔(مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۲۹۸' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۲۶۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

٤ - بَابُ سَجْدَةِ النَّجْمِ

سورۃ النجم کا سجدہ

قَالَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے سورۃ النجم کے سجدہ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔

اس تعلیق کی حدیث موصول اگلے باب میں آ رہی ہے۔

۱۰۷۰ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ اَبِيْ اِسْحَاقَ، عَنِ الْاَسْوَدِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَاَ سُوْرَةَ النَّجْمِ فَسَجَدَ بِهَا، فَمَا بَقِيَ اَحَدٌ مِّنَ الْقَوْمِ اِلَّا سَجَدَ، فَاَخَذَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ كَفًّا مِنْ حَصًى، اَوْ تُرَابٍ، فَرَفَعَهُ اِلٰى وَجْهِهٖ فَقَالَ يَكْفِيْنِيْ هٰذَا، فَلَقَدْ رَاَيْتُهٗ بَعْدُ قُتِلَ كَافِرًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حفص بن عمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابواسحاق از الاسود از حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ النجم پڑھی' پس آپ نے سجدہ کیا اور اس میں قوم کے ہر شخص نے سجدہ کیا' پھر قوم میں سے ایک شخص نے مٹھی میں کنکریاں یا مٹی پکڑی اور اس کو اپنے چہرے کی طرف بلند کیا اور کہا: مجھے یہ کافی ہے' پس تحقیق یہ ہے کہ میں نے اس کو بعد میں دیکھا وہ حالت کفر میں قتل کیا گیا۔

اس حدیث کی شرح' اس سے پہلے صحیح البخاری: ۱۰۶۷ میں گزر چکی ہے' رہا وہ شخص جس نے کنکریاں اٹھا کر اپنے چہرے تک بلند کی تھیں' علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ وہ شخص ولید بن مغیرہ تھا' اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی اور آپ کا مذاق اڑایا' وہ شخص کافر تھا' اس کو دنیا اور آخرت میں سزا دی جائے گی' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖۤ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ○ (النور: ۶۳)

جو لوگ رسول کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں' ان کو اس سے ڈرنا چاہیے کہ ان پر کوئی مصیبت آئے یا ان پر دردناک عذاب آئے○

چنانچہ اس بوڑھے شخص پر بھی مصیبت آئی اور وہ کافر ہو گیا اور آخرت کے دردناک عذاب کا مستحق ہو گیا۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۵۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

٥ - بَابُ سُجُوْدِ الْمُسْلِمِيْنَ مَعَ الْمُشْرِكِيْنَ، وَالْمُشْرِكُ نَجَسٌ لَيْسَ لَهٗ وُضُوْءٌ

مسلمانوں کا مشرکین کے ساتھ سجدہ کرنا اور مشرک نجس ہے' اس کا وضوء نہیں ہوتا

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَسْجُدُ عَلٰى غَيْرِ وُضُوْءٍ.

اور حضرت ابن عمر بغیر وضوء کے سجدۂ تلاوت کرتے تھے۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

سعید بن جبیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سواری سے اتر کر پیشاب کرتے' پھر سواری پر سوار ہوتے' پھر آیت سجدہ کو پڑھتے اور وضوء نہیں کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۳۵۴' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۳۲۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

زکریا بیان کرتے ہیں کہ الشعبی نے کہا: جس شخص نے بے وضوء آیت سجدہ کی تلاوت کی وہ جس طرف چاہے منہ کر کے سجدہ کرے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۳۵۷' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۳۲۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

بے وضوء سجدۂ تلاوت کرنے کی تحقیق

تاہم بے وضوء سجدہ نہ کرنے کی ممانعت میں یہ آثار ہیں:

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کوئی شخص بغیر طہارت کے سجدۂ تلاوت نہ کرے۔

(سنن بیہقی ج ۲ ص ۳۲۵' نشر السنۃ' ملتان)

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت ابن عمر کا بے وضوء سجدۂ تلاوت کرنا ان کے اپنے اس قول کے خلاف ہے' تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہوسکتا ہے ان کی مراد طہارت سے طہارتِ کبریٰ ہو یعنی کوئی شخص حالت جنابت میں بغیر غسل کے سجدۂ تلاوت نہ کرے یا ان کی مراد یہ ہو کہ کوئی شخص حالت اختیار میں بغیر وضوء کے سجدۂ تلاوت نہ کرے اور انہوں نے جو پیشاب کر کے سجدۂ تلاوت کیا تھا وہ حالت اضطرار تھی۔

بے وضوء سجدۂ تلاوت کی ممانعت میں دیگر آثار حسب ذیل ہیں:

ابو بشر بیان کرتے ہیں کہ حسن بصری نے کہا: جو شخص آیت سجدہ کو سنے اور اس کا وضوء نہ ہو تو اس پر کوئی سجدہ نہیں ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۳۵۵' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۳۲۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

مغیرہ بیان کرتے ہیں کہ ابراہیم نے کہا: جب کوئی شخص آیت سجدہ کو سنے اور اس کا وضوء نہ ہو تو وہ وضوء کرے اور آیت سجدہ کو پڑھ کر سجدہ کرے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۳۵۶' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۳۲۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

منصور بیان کرتے ہیں کہ ابراہیم نے کہا: جو شخص سجدۂ تلاوت کی آیت سنے اور اس کا وضوء نہ ہو اگر اس کے پاس پانی ہو تو وہ وضوء کر کے سجدہ کرے اور اگر اس کے پاس پانی نہ ہو تو وہ تیمم کر کے سجدۂ تلاوت کرے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۳۵۸' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۳۲۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

امام بخاری کی تعلیق مذکور پر علامہ ابن بطال کا تبصرہ

علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

تمام شہروں کے فقہاء نے کہا ہے کہ بغیر وضوء کے سجدۂ تلاوت کرنا جائز نہیں ہے' اگر امام بخاری کا اس تعلیق سے یہ مقصد ہے کہ چونکہ مشرکین نے والنجم کو سن کر سجدہ کیا تھا تو اس سے کچھ ثابت نہیں ہوتا کیونکہ مشرکین نجس ہیں' بغیر اسلام لانے کے ان کا وضوء اور ان کا سجدہ کرنا صحیح نہیں ہے' اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کی تعظیم کے لیے سجدہ نہیں کیا تھا' انہوں نے اس لیے سجدہ کیا تھا کہ شیطان نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر ان کے بتوں کا ذکر جاری کر دیا ہے' کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی:

اَفَرَءَيۡتُمُ اللّٰتَ وَالۡعُزّٰى ۝ وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الۡاُخۡرٰى ۝ (النجم: ۲۰-۲۱)

تو کیا تم نے لات اور عزیٰ (دیویوں) کو دیکھا ۝ اور اس تیسری ایک اور (دیوی) منات کو ۝

پس آپ نے کہا: یہ اونچی اڑان والے پرندے بے شک ان کی شفاعت ضرور قبول کی جائے گی۔

پھر جب مشرکین نے اپنے بتوں کی تعظیم سنی تو انہوں نے سجدہ کیا' پھر جب رسول اللہ ﷺ کو یہ علم ہوا کہ شیطان نے آپ کی زبان سے یہ کلمات جاری کرا دیئے ہیں تو آپ بہت خوف زدہ اور غم زدہ ہوئے' تب اللہ تعالیٰ نے آپ کا خوف اور غم دور کرنے کے لیے اور آپ کو تسلی دینے کے لیے یہ آیت نازل فرمائی:

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُولٍ وَّلَا نَبِيٍّ إِلَّا إِذَا تَمَنّٰى أَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْ أُمْنِيَّتِهٖ فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ. (الحج: ۵۲)

اور ہم نے آپ سے پہلے جب بھی کوئی رسول اور نبی بھیجا تو جب بھی اس نے تلاوت کی تو شیطان نے اس کی تلاوت کے دوران اس میں کچھ اپنی طرف سے ڈال دیا' پس اللہ شیطان کے ڈالے ہوئے کو مٹا دیتا ہے' پھر اپنی آیتوں کو خوب پختہ کر دیتا ہے۔

تنبیہ: یہ ترجمہ علامہ ابن بطال کی ذکر کردہ روایت کے مطابق کیا گیا ہے' اس کا صحیح ترجمہ ہم عنقریب ان شاء اللہ بیان کریں گے۔

(سعیدی غفرلہٗ)

علامہ ابن بطال لکھتے ہیں: یعنی جب آپ نے تلاوت کی تو شیطان نے آپ کی تلاوت میں بتوں کی مذکور الصدر تعریف بھی ڈال دی' لہٰذا مشرکین کے سجدہ کرنے سے یہ استدلال کرنا جائز نہیں ہے کہ بے وضوء سجدہ کرنا جائز ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۵۵۔ ۵۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

میں کہتا ہوں کہ یہ حدیث امام طبرانی نے عروہ ابن الزبیر سے المعجم الکبیر: ۸۳۹۶ میں مرسلاً روایت کی ہے اور اس کی سند میں ابن لہیعہ ہے اور اس کی روایت قبول نہیں کی جاتی۔ (مجمع الزوائد ج ۷ ص ۷۱-۷۰) اور یہ حدیث امام بزار نے مسند البزار: ۲۲۶۳ میں روایت کی ہے اور امام طبرانی نے المعجم الکبیر: ۱۲۴۵۰ میں حضرت ابن عباس سے مرسلاً روایت کی ہے' یہ حدیث از کلبی از ابی صالح از ابن عباس مروی ہے۔ علامہ الہیثمی نے کہا ہے: یہ بہت ضعیف سند ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۷ ص ۱۱۵) ہمارے نزدیک یہ روایت من گھڑت اور موضوع ہے' اس روایت میں ہے کہ شیطان نے نبی ﷺ کی زبان سے یہ کفریہ کلمات کہلوا دیئے تو حضرت جبریل نے آپ سے آ کر کہا: آپ نے وہ بات کہی جس کو میں لے کر نہیں آیا اور نہ اللہ تعالیٰ نے نازل کی' سو آپ رنجیدہ ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے حزن و ملال کو زائل کرنے کے لیے الحج: ۵۲ نازل کی' اور یہ اس لیے صحیح نہیں ہے کہ سورۃ الحج مدنی ہے اور سورۃ النجم سن کر مشرکین کے سجدہ کرنے کا واقعہ ہجرت سے کئی سال پہلے کا ہے تو گویا کئی سال بعد آپ کے حزن و ملال کو زائل کیا گیا اور کئی سال تک مشرکین اور عام مسلمان یہ سمجھتے رہے کہ آپ نے بتوں کی تعریف کی تھی' جس سے خوش ہو کر مشرکین نے النجم کا سجدہ کیا تھا' حالانکہ اس پر امت کا اجماع ہے کہ قرآن مجید کو پہنچانے میں رسول اللہ ﷺ سے عمداً' نسیاناً' خطاءً کسی طرح کی غلطی نہیں ہو سکتی' پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ بہ قول اس روایت کے نبی ﷺ سے العیاذ باللہ یہ کفریہ کلمات صادر ہو گئے' اور نبی ﷺ پر شیطان کا جبر کرنا کسی مسلمان کے نزدیک متصور نہیں ہے' پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ شیطان نے آپ سے یہ کلمات کہلوا لیے ہوں' ہم اس روایت سے ہزار بار اللہ کی پناہ طلب کرتے ہیں۔

الحج: ۵۲ کا صحیح ترجمہ اس طرح ہے:

ہم نے آپ سے پہلے جب بھی کسی نبی اور رسول کو بھیجا تو جب بھی اس نے (اپنی امت کی وسعت کی) تمنا کی تو شیطان نے اس کی تمنا میں (شبہات پیدا کر کے) خلل ڈال دیا تو اللہ تعالیٰ شیطان کے وسوسہ کو مٹا دیتا ہے اور اپنی آیات کو محکم کر دیتا ہے۔

* ہم نے شرح صحیح مسلم ج: ۱۱۹۸۔ ج ۲ ص ۱۵۱ کی شرح میں اس مسئلہ کی تحقیق کی ہے اور یہ تحقیق ص ۱۶۴۔ ۱۵۵ تک پھیلی

ہوئی ہے۔ اور اس کی مزید شرح ہماری تفسیر تبیان القرآن' الحج: ۵۲' ج ۷ ص ۷۷۷ میں ملاحظہ فرمائیں۔

نیز علامہ ابن بطال' امام بخاری کی تعلیق مذکور پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اگر امام بخاری نے اس تعلیق سے حضرت ابن عمر اور شعبی پر رد کرنے کا ارادہ کیا ہے جو بے وضوء سجدۂ تلاوت کرنے کو جائز کہتے ہیں تو پھر صحیح ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۵۵۔ ۵۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

امام بخاری کی تعلیق مذکور پر علامہ عینی کا تبصرہ

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری کا اس تعلیق کو لانے سے مقصود یہ ہے کہ سجدۂ تلاوت کی مشروعیت کو مؤکد کیا جائے حتیٰ کہ مشرکین نے بھی سورۃ النجم کو سن کر سجدہ کیا (اور ان کے سجدہ کرنے کی وجہ یہ تھی کہ قرآن مجید میں ان کے بتوں' لات' مناۃ اور عزیٰ کا ذکر آ گیا ہے' نہ یہ وجہ تھی کہ آپ کی زبان سے شیطان نے یہ کہلوالیا تھا: ''تلك الغرانيق العلٰى فان شفاعتهن لترتجى'' سعیدی غفرلہٗ) اور صحابہ نے ان کے اس فعل کو سجدہ قرار دیا' اگر چہ وہ سجدہ کرنے کے اہل نہیں تھے اور جس نے سجدہ نہیں کیا تھا وہ حالت کفر میں قتل کیا گیا اور جن کو سجدہ کی توفیق دی گئی تھی' ان کو اس سجدہ کی برکت سے بعد میں اسلام لانے کی توفیق دی گئی اور ان کا نیکی پر خاتمہ ہوا۔

(عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۴۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

١٠٧١ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا اَيُّوْبُ' عَنْ عِكْرِمَةَ' عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَجَدَ بِالنَّجْمِ' وَسَجَدَ مَعَهُ الْمُسْلِمُوْنَ وَالْمُشْرِكُوْنَ' وَالْجِنُّ وَالْاِنْسُ. وَرَوَاهُ ابْنُ طُهْمَانَ عَنْ اَيُّوْبَ.

[طرف الحدیث: ۴۸۶۲]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوارث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے والنجم کا سجدہ کیا اور آپ کے ساتھ مسلمانوں اور مشرکوں اور جن اور انس نے سجدہ کیا' اور اس حدیث کی ابن طہمان نے ایوب سے روایت کی ہے۔

اس حدیث کی شرح تفصیل کے ساتھ گزشتہ حدیث: ۱۰۷۰ میں گزر چکی ہے۔

٦ - بَابُ مَنْ قَرَاَ السَّجْدَةَ وَلَمْ يَسْجُدْ

جس نے آیت سجدہ کو پڑھا اور سجدہ نہیں کیا

١٠٧٢ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ اَبُو الرَّبِيْعِ قَالَ حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ اَخْبَرَنَا يَزِيْدُ بْنُ خُصَيْفَةَ' عَنِ ابْنِ قُسَيْطٍ' عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ اَنَّهُ اَخْبَرَهُ اَنَّهُ سَاَلَ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَزَعَمَ اَنَّهُ قَرَاَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ﴿وَالنَّجْمِ﴾ فَلَمْ يَسْجُدْ فِيْهَا. [طرف الحدیث: ۱۰۷۳]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن داؤد ابو الربیع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن جعفر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن خصیفہ نے خبر دی از ابن قسیط از عطاء بن یسار' انہوں نے یہ خبر دی کہ انہوں نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے سوال کیا' انہوں نے کہا کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سورۃ والنجم پڑھی تو آپ نے اس میں سجدہ نہیں کیا۔

(صحیح مسلم: ۵۷۷' الرقم المسلسل: ۱۲۷۵' سنن ابوداؤد: ۱۴۰۴' سنن ترمذی: ۵۷۶' سنن نسائی: ۹۵۹' صحیح ابن خزیمہ: ۵۶۸' صحیح ابن حبان: ۲۷۶۹' سنن دارمی: ۱۴۷۲' المعجم الکبیر: ۴۸۲۹' سنن بیہقی ج ۲ ص ۳۲۴' شرح السنۃ: ۷۶۹' سنن دار قطنی ج ۱ ص ۴۰۹' مسند احمد ج ۵ ص ۱۸۳ طبع قدیم'

مسند احمد: ٢١٥٩١۔ ج ٣٥ ص ٣٦٩ ' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ١٧٥٧' المکتبۃ الرشد' ریاض' ١٤٢٦ھ' مسند الطحاوی: ٢٠١٢)

حدیث مذکور کے رجال

(١) ابو الربیع سلیمان بن داؤد الزہرانی البصری (٢) اسماعیل بن جعفر ابو ابراہیم الانصاری المدنی (٣) یزید بن عبد اللہ بن خصیفہ (٤) ابن قسیط' یہ یزید بن عبد اللہ بن قسیط ہیں (٥) عطاء بن یسار (٦) حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ٧ ص ١٣٩)

علامہ ابن بطال کا حدیث مذکور سے سجدۂ تلاوت کے عدم وجوب پر استدلال اور مصنف کے جوابات

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

یہ حدیث امام مالک اور امام شافعی کی حجت ہے کہ سجدۂ تلاوت سنت ہے اور اگر سجدۂ تلاوت واجب ہوتا جیسا کہ فقہاء احناف کا زعم ہے تو اس سجدہ کو حضرت زید بن ثابت ترک کرتے اور نہ نبی ﷺ ترک کرتے اور حضرت ابن مسعود کی حدیث میں جو آیا کہ نبی ﷺ نے مکہ میں سورۃ النجم کا سجدہ کیا تھا' تو اس کی وضاحت زیر بحث حدیث (١٠٧٢) سے ہوگئی کہ آپ نے اس فعل سے امت کو یہ خبر دی ہے کہ آیت سجدہ پڑھنے والے کو اختیار ہے اگر وہ چاہے تو اس کو پڑھ کر سجدہ کرے اور چاہے تو سجدہ نہ کرے' اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ سورۃ النحل پڑھ کر سجدہ کیا' اور دوسری مرتبہ سجدہ نہیں کیا تا کہ معلوم ہو جائے کہ یہ سجدہ واجب نہیں ہے۔

(صحیح البخاری ۔۔۔ ١٠)(شرح ابن بطال ج ٣ ص ٥٦۔٥٥' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ھ)

میں کہتا ہوں کہ ہم اس سے پہلے صحیح البخاری: ١٠٦٧ کی شرح میں سجدۂ تلاوت کے وجوب پر قرآن مجید کی تین آیات اور آثار صحابہ اور فقہاء تابعین کو پیش کر چکے ہیں اور حضرت زید بن ثابت اور حضرت عمر کے اثر کا جواب یہ ہے کہ سجدۂ تلاوت فوراً واجب نہیں ہوتا' بعد میں کرنا بھی جائز ہے' اور ہم اس سے پہلے اس حدیث کے جواب میں امام طحاوی سے یہ نقل کر چکے ہیں کہ ممکن ہے حضرت زید بن ثابت نے اس وقت آیت سجدہ پڑھی ہو جب سجدہ کرنا جائز نہ ہو' اس لیے آپ نے اس وقت سجدہ نہیں کیا یا آپ اس وقت باوضوء نہ ہوں' لہٰذا اس باب کی حدیث سے امام مالک اور امام شافعی کا یہ مؤقف ثابت نہیں ہوتا کہ سجدۂ تلاوت واجب نہیں ہے اور سجدۂ تلاوت ہمارے پیش کردہ دلائل سے بہر حال واجب ہے۔

١٠٧٣ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ بْنُ اَبِىْ اِيَاسٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِىْ ذِئْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قُسَيْطٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ قَرَاْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ﴿وَالنَّجْمِ﴾، فَلَمْ يَسْجُدْ فِيْهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم بن ابی ایاس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی ذئب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن عبد اللہ بن قسیط نے حدیث بیان کی از عطاء بن یسار از حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ' انہوں نے کہا: میں نے نبی ﷺ کے سامنے النجم پڑھی تو آپ نے اس میں سجدہ نہیں کیا۔

اس حدیث کی مفصل شرح ابھی گزشتہ حدیث: ١٠٧٢ میں گزر چکی ہے۔

٧ - بَابُ سَجْدَةِ ﴿اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ﴾ (الانشقاق: ١)

سورۃ ''اذا السماء انشقت'' کا سجدہ

١٠٧٤ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ وَ مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ قَالَا اَخْبَرَنَا هِشَامٌ، عَنْ يَحْيٰى، عَنْ اَبِىْ سَلَمَةَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم بن ابراہیم اور معاذ بن فضالہ نے حدیث بیان کی' ان دونوں نے کہا: ہمیں ہشام

قَالَ رَأَيْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَرَأَ ﴿إِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ﴾ (الانشقاق:۱). فَسَجَدَ بِهَا. فَقُلْتُ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ أَلَمْ أَرَكَ تَسْجُدُ؟! قَالَ لَوْ لَمْ أَرَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْجُدُ لَمْ أَسْجُدْ.

نے خبر دی از یحییٰ از ابی سلمہ' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے دیکھا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے "اذا السماء انشقت" (الانشقاق:۱) کو پڑھا پس اس کا سجدہ کیا' پس میں نے کہا: اے ابوہریرہ! کیا میں آپ کو سجدہ کرتے ہوئے نہیں دیکھ رہا؟ انہوں نے کہا: اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سجدہ کرتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں سجدہ نہ کرتا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۷۶۶ میں گزر چکی ہے۔

۸ - بَابُ مَنْ سَجَدَ لِسُجُوْدِ الْقَارِئِ. جس نے آیت سجدہ پڑھنے والے کی وجہ سے سجدہ کیا

وَقَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ لِتَمِيْمِ بْنِ حَذْلَمٍ' وَهُوَ غُلَامٌ' فَقَرَأَ عَلَيْهِ سَجْدَةً' فَقَالَ اُسْجُدْ' فَإِنَّكَ إِمَامُنَا.

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے تمیم بن حذلم سے کہا' اس وقت وہ نوعمر لڑکے تھے' انہوں نے حضرت ابن مسعود کے سامنے آیت سجدہ پڑھی تو حضرت ابن مسعود نے ان سے کہا: تم سجدہ کرو کیونکہ اس میں تم ہمارے امام ہو۔

اس تعلیق کی اصل سنن سعید بن منصور میں ہے اور اس کے مناسب یہ حدیث ہے:

سلیم بن حنظلہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے سامنے سورۂ بنی اسرائیل پڑھی' جب میں آیت سجدہ پر پہنچا تو حضرت ابن مسعود نے فرمایا: اس کو پڑھو پس بے شک تم اس میں ہمارے امام ہو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۳۹۷' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۳۶۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

۱۰۷۵ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى' عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنِي نَافِعٌ' عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ عَلَيْنَا السُّوْرَةَ فِيْهَا السَّجْدَةُ فَيَسْجُدُ وَنَسْجُدُ' حَتّٰى مَا يَجِدُ أَحَدُنَا مَوْضِعَ جَبْهَتِهٖ.

[اطراف الحدیث: ۱۰۷۶۔۱۰۷۹]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از عبید اللہ' انہوں نے کہا: مجھے نافع نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے سامنے سجدہ کی کوئی سورت پڑھتے' پس آپ سجدہ کرتے تو ہم بھی سجدہ کرتے حتیٰ کہ ہم میں سے کسی شخص کو سجدہ کرنے کی جگہ بھی نہ ملتی۔

سجدۂ تلاوت کرنے کے وجوب پر مزید دلائل

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

تمام شہروں کے فقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ جب تلاوت کرنے والا آیت سجدہ کی تلاوت کرے تو جو اس کے پاس بیٹھا ہوا آیت سجدہ کو سن رہا ہو' اس پر واجب ہے کہ اس کے سجدہ کے ساتھ وہ بھی سجدہ کرے' حضرت عثمان نے کہا: جو آیت سجدہ کو سنے' اس پر بھی سجدہ کرنا واجب ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۵۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن بطال نے اس عبارت میں یہ اعتراف کر لیا ہے کہ آیت سجدہ کو سننے سے سجدہ کرنا واجب ہو جاتا ہے اور یہی فقہاء احناف کا مسلک ہے۔

علامہ عینی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آیت سجدہ کی تلاوت سے تلاوت کرنے والے اور سننے والے دونوں پر سجدہ کرنا واجب ہو جاتا ہے خواہ وہ نماز میں ہوں یا خارج از نماز ہوں۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۱۵۴)

المہلب نے کہا: اس حدیث میں ہے: پس آپ سجدہ کرتے تو ہم بھی سجدہ کرتے' حتیٰ کہ ہم میں سے کسی شخص کو سجدہ کرنے کی جگہ بھی نہیں ملتی' اس سے معلوم ہوا کہ نیکی پر حرص کرنی چاہیے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال کی کامل متابعت واجب ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۶۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۹ - بَابُ ازْدِحَامِ النَّاسِ إِذَا قَرَأَ الْإِمَامُ السَّجْدَةَ

جب امام آیت سجدہ کو پڑھے تو لوگوں کا رش

۱۰۷۶ - حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ اٰدَمَ قَالَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ قَالَ اَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَاُ السَّجْدَةَ وَنَحْنُ عِنْدَهٗ، فَيَسْجُدُ وَنَسْجُدُ مَعَهٗ، فَنَزْدَحِمُ، حَتّٰى مَا يَجِدُ اَحَدُنَا لِجَبْهَتِهٖ مَوْضِعًا يَسْجُدُ عَلَيْهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں بشر بن آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں علی بن مسہر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبید اللہ نے خبر دی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم آیت سجدہ کو پڑھتے اور ہم آپ کے پاس ہوتے تھے' آپ سجدہ کرتے تو ہم بھی سجدہ کرتے' پھر رش ہو جاتا حتیٰ کہ کسی کو اپنی پیشانی رکھنے کے لیے جگہ نہ ملتی جس پر وہ سجدہ کرتا۔

اس حدیث کی شرح' گزشتہ حدیث کے تحت گزر چکی ہے۔

۱۰ - بَابُ مَنْ رَاٰى اَنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ لَمْ يُوْجِبِ السُّجُوْدَ

جس کا یہ نظریہ تھا کہ اللہ عزوجل نے سجدۂ تلاوت کو واجب نہیں کیا

وَقِيْلَ لِعِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ اَلرَّجُلُ يَسْمَعُ السَّجْدَةَ وَلَمْ يَجْلِسْ لَهَا؟ قَالَ اَرَاَيْتَ لَوْ قَعَدَ لَهَا؟ كَاَنَّهٗ لَا يُوْجِبُهٗ عَلَيْهِ.

اور حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ ایک شخص آیت سجدہ کو سنتا ہے اور اس کے لیے بیٹھتا نہیں ہے؟ انہوں نے کہا: یہ بتاؤ کہ اگر وہ بیٹھ گیا تو پھر؟ گویا کہ انہوں نے اس پر سجدۂ تلاوت کو واجب نہیں کیا۔

اس تعلیق کی اصل اس حدیث میں ہے:

امام ابن ابی شیبہ اپنی سند کے ساتھ ابو العلاء سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے مطرف سے پوچھا: ایک شخص کو یہ شک ہے کہ اس نے آیت سجدہ کو سنا ہے یا نہیں سنا' مطرف نے کہا: اگر اس نے سن بھی لیا تو پھر کیا ہے' پھر مطرف نے کہا: میں نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے سوال کیا: ایک شخص نہیں جانتا کہ آیا اس نے آیت سجدہ کو سنا ہے یا نہیں؟ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر اس نے سن بھی لیا ہے تو پھر کیا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۲۵۱' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۲۲۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

وَقَالَ سَلْمَانُ مَا لِهٰذَا غَدَوْنَا.

اور حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم نے اس کے لیے صبح نہیں کی۔

اس تعلیق کی اصل اس حدیث میں ہے:

امام ابن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ اپنی سند کے ساتھ ابوعبدالرحمان سے روایت کرتے ہیں' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ مسجد میں داخل ہوئے اور اس مسجد میں لوگ قرآن مجید پڑھ رہے تھے' انہوں نے آیت سجدہ پڑھی اور سجدہ کیا تو حضرت سلمان سے ان کے ساتھی نے کہا: اے ابوعبداللہ! کیوں نہ ہم ان لوگوں کے ساتھ شامل ہوں (یعنی سجدہ کریں) حضرت سلمان نے کہا: ہم نے اس لیے صبح نہیں کی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۲۵۰' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۲۲۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

وَقَالَ عُثْمَانُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ إِنَّمَا السَّجْدَةُ عَلٰى مَنِ اسْتَمَعَهَا.

اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: سجدۂ تلاوت صرف اس شخص پر واجب ہے جس نے آیت سجدہ کو بہ غور سنا۔

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل حدیث ہے:

امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ اپنی سند کے ساتھ ابن المسیب سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ایک قصہ گو کے پاس سے گزرے' اس نے آیت سجدہ پڑھی تاکہ وہ سجدہ کرے' اس کے ساتھ حضرت عثمان تھے' پس حضرت عثمان نے کہا: سجدہ اس شخص پر واجب ہوتا ہے جو آیت سجدہ کو بہ غور سنے' پھر حضرت عثمان چلے گئے اور انہوں نے سجدہ نہیں کیا۔

(مصنف عبدالرزاق: ۵۲۹۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

وَقَالَ الزُّهْرِيُّ لَا تَسْجُدْ إِلَّا أَنْ تَكُوْنَ طَاهِرًا' فَإِذَا سَجَدْتَ وَأَنْتَ فِيْ حَضَرٍ فَاسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ' فَإِنْ كُنْتَ رَاكِبًا فَلَا عَلَيْكَ حَيْثُ كَانَ وَجْهُكَ.

اور الزہری نے کہا: بغیر طہارت کے سجدہ نہ کرو' پس جب تم شہر میں سجدہ کرو تو قبلہ کی طرف منہ کرو اور اگر تم سواری پر ہو تو کوئی حرج نہیں ہے خواہ تمہارا منہ کسی طرف ہو۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس تعلیق کو عبداللہ بن وہب نے از یونس سند موصول کے ساتھ روایت کیا ہے' اس میں مذکور ہے کہ بغیر طہارت کے سجدہ نہ کرو' اس پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ یہ عدم وجوب پر دلالت نہیں کرتا' کیونکہ مخالف یہ کہے گا کہ قاری اور سامع کے سجدہ کو طہارت کی شرط کے اوپر معلق کیا گیا ہے اور جب طہارت کی شرط پائی جائے گی تو سجدہ واجب ہوگا' لیکن عنوان کے موافق یہ جملہ ہے کہ اگر تم سوار ہو تو کوئی حرج نہیں خواہ تمہارا منہ کسی طرف ہو کیونکہ یہ نفل کی دلیل ہے اور واجب کو حالت امن میں سواری پر ادا نہیں کیا جاتا۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۵۸۷' دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

وَكَانَ السَّائِبُ بْنُ يَزِيْدَ لَا يَسْجُدُ لِسُجُوْدِ الْقَاصِّ.

اور السائب بن یزید قصہ گو کی آیت سجدہ پر سجدہ نہیں کرتے تھے۔

اس تعلیق کے مناسب یہ حدیث ہے:

الزہری نے کہا کہ ابن المسیب مسجد کے ایک گوشے میں بیٹھ جاتے اور قصہ گو آیت سجدہ پڑھتا تو وہ اس کے ساتھ سجدہ نہیں کرتے تھے اور کہتے تھے: میں اس لیے نہیں بیٹھا تھا۔

(مصنف عبدالرزاق: ۵۹۲۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۲۴۸' مجلس علمی' بیروت)

۱۰۷۷ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى قَالَ أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ يُوْسُفَ أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ أَخْبَرَهُمْ قَالَ أَخْبَرَنِيْ أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ مُلَيْكَةَ' عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن یوسف نے خبر دی کہ بے شک ابن جریج نے انہیں خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے ابوبکر

التَّيْمِيّ، عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْهُدَيْرِ التَّيْمِيِّ، قَالَ أَبُوْ بَكْرٍ وَكَانَ رَبِيعَةُ مِنْ خِيَارِ النَّاسِ، عَمَّا حَضَرَ رَبِيعَةُ مِنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَرَأَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ عَلَى الْمِنْبَرِ بِسُوْرَةِ النَّحْلِ، حَتّٰى إِذَا جَاءَ السَّجْدَةَ نَزَلَ فَسَجَدَ وَسَجَدَ النَّاسُ، حَتّٰى إِذَا كَانَتِ الْجُمُعَةُ الْقَابِلَةُ قَرَأَ بِهَا، حَتّٰى إِذَا جَاءَ السَّجْدَةَ قَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ، إِنَّا نَمُرُّ بِالسُّجُوْدِ، فَمَنْ سَجَدَ فَقَدْ أَصَابَ، وَمَنْ لَّمْ يَسْجُدْ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ. وَلَمْ يَسْجُدْ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ. وَزَادَ نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا إِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَفْرِضِ السُّجُوْدَ إِلَّا أَنْ نَّشَاءَ.

بن ابی ملیکہ نے خبر دی از عثمان بن عبد الرحمان التیمی از ربیعہ بن عبد اللہ بن الہدیر التیمی 'ابوبکر نے کہا: ربیعہ ان تمام لوگوں سے بہتر تھے۔ ربیعہ 'حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئے 'انہوں نے جمعہ کے دن منبر پر سورۃ النحل پڑھی' حتیٰ کہ آیت السجدہ آ گئی' پھر حضرت عمر نے منبر سے اتر کر سجدہ کیا اور لوگوں نے بھی سجدہ کیا حتیٰ کہ جب اگلا جمعہ آیا تو حضرت عمر نے پھر اس سورت کو پڑھا حتیٰ کہ جب آیت السجدہ آئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے لوگو! ہم سجدہ سے گزر رہے ہیں' پس جس نے سجدہ کیا تو اچھا کیا اور جس نے سجدہ نہیں کیا تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سجدہ نہیں کیا' اور نافع نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ اضافہ کیا ہے کہ بے شک اللہ نے سجدۂ تلاوت کو فرض نہیں کیا سوا اس کے کہ ہم چاہیں۔

اس حدیث کو صرف امام بخاری نے روایت کیا ہے۔

حدیث مذکور میں وجوب کے خلاف الفاظ کے جوابات

اس حدیث میں مذکور ہے: حضرت عمر نے فرمایا: جس نے سجدہ نہیں کیا اس پر کوئی گناہ نہیں۔ اس پر یہ اعتراض ہے کہ حضرت عمر کا یہ قول اس پر دلالت کرتا ہے کہ سجدۂ تلاوت واجب نہیں ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ سجدۂ تلاوت آیت پڑھنے کے فوراً بعد واجب نہیں ہوتا' سو حضرت عمر کے اس قول کا معنی یہ ہے کہ جس نے فوراً سجدہ نہیں کیا' اس پر کوئی گناہ نہیں ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عمر نے سجدہ نہیں کیا۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضرت عمر کے نزدیک سجدۂ تلاوت واجب نہیں تھا' ہوسکتا ہے حضرت عمر نے اس لیے فوراً سجدہ نہیں کیا تا کہ ان نمازیوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ سجدۂ تلاوت بعد میں بھی کیا جا سکتا ہے۔ حضرت عمر کے نزدیک سجدۂ تلاوت واجب تھا' اس پر دلیل یہ حدیث ہے:

عبد اللہ بن ثعلبہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے صبح کی نماز پڑھائی' پس سورۃ الحج کی تلاوت کی اور اس میں دو سجدے کیے۔ (سنن ترمذی: ۵۷۸' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۱' شرح معانی الآثار: ۲۰۹۱)

سجدۂ تلاوت کے وجوب کے خلاف حافظ ابن حجر کی تاویلات اور مصنف کے جوابات

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کے قول "فَاسْجُدُوْا" (النجم: ۶۲) کو استحباب پر محمول کیا جائے گا' یا اس سے مراد نماز کا سجدہ مراد لیا جائے یا اس کو فرض نماز میں وجوب پر محمول کیا جائے گا اور سجدۂ تلاوت میں اس کو استحباب پر محمول کیا جائے گا' جیسا کہ امام شافعی کا قاعدہ ہے کہ وہ لفظ مشترک سے دونوں معنی مراد لیتے ہیں۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۵۸۶' دار المعرفہ بیروت)

میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر کی یہ عبارت اس سوال کا جواب ہے کہ امام بخاری کا یہ عنوان کس طرح درست ہوسکتا ہے کہ سجدۂ تلاوت واجب نہیں ہے' جب کہ قرآن مجید میں سجدۂ تلاوت کرنے کا صریح امر موجود ہے "فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوْا" (النجم: ۶۲) اور

فرمایا: "وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ○" (العلق:۱۹) ان دونوں آیتوں میں سجدہ کرنے کا امر ہے اور امر وجوب کے لیے آتا ہے لہٰذا سجدۂ تلاوت کرنا از روئے قرآن واجب ہے اور امام بخاری کا یہ عنوان صریح قرآن کے خلاف ہے' اس کا حافظ ابن حجر نے یہ جواب دیا کہ یہاں امر استحباب کے لیے ہے' لیکن حافظ ابن حجر کا یہ جواب غلط ہے کیونکہ امر میں اصل وجوب ہے اور جب تک وجوب کے خلاف کوئی قرینہ صارفہ نہ ہو' اس کو کسی اور معنی پر محمول کرنا باطل ہے' غالباً حافظ ابن حجر کو خود بھی اپنے اس جواب کے باطل ہونے کا احساس تھا' اس لیے انہوں نے دوسرا جواب دیا کہ: یا اس سے مراد نماز کا سجدہ ہے' لیکن ان کا یہ جواب بھی باطل ہے کیونکہ ان آیتوں کے سیاق اور سباق میں نماز کا کوئی ذکر نہیں ہے' اس لیے ان کا یہ جواب بھی باطل ہے اور سب سے زیادہ غلط بات یہ کہی ہے کہ فرض نماز میں "اسجدوا" کا لفظ وجوب کے لیے ہے اور سجدۂ تلاوت میں استحباب کے لیے ہے اور اس پر انہوں نے کوئی دلیل پیش نہیں کی۔

اس کے بعد حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

سجدۂ تلاوت واجب نہیں ہے' اس کے دلائل میں سے یہ ہے کہ امام طحاوی نے یہ کہا ہے کہ سجدۂ تلاوت کا صیغہ امر سے بھی ذکر ہے اور صیغہ خبر سے بھی ذکر ہے' اور جہاں صیغہ امر سے ذکر ہے' وہاں اختلاف ہے جیسے الحج کا دوسرا سجدہ' النجم اور العلق' پس اگر سجدۂ تلاوت واجب ہوتا تو جہاں اس کا ذکر صیغہ امر سے ہے تو وہ اس کے زیادہ لائق تھا کہ وہاں اس کے وجوب پر اتفاق ہوتا۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۵۸۶' دار المعرفہ بیروت)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے امام طحاوی کی پوری عبارت نقل نہیں کی' امام طحاوی نے کہا ہے کہ جہاں سجدہ کا ذکر امر کے صیغہ سے ہے' وہاں اختلاف ہے کہ اس سے مراد سجدۂ تلاوت ہے یا نہیں' اس لیے اس سے یقینی طور پر سجدۂ تلاوت مراد نہیں ہے لیکن چونکہ احادیث سے ثابت ہے کہ آپ نے النجم میں سجدہ کیا ہے' اس لیے ہم نے یہاں پر قیاس کو چھوڑ دیا اور احادیث کی اتباع میں یہاں سجدۂ تلاوت کو واجب کہا ہے۔ (دیکھئے: شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۳۶۹' قدیمی کتب خانہ کراچی)

اسی طرح سجدۂ تلاوت کے وجوب پر قطعی دلیل الانشقاق: ۲۱۔ ۲۰ ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے سجدۂ تلاوت نہ کرنے والوں کی مذمت کی ہے اور فرمایا ہے:

فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ○ وَإِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْاٰنُ لَا يَسْجُدُوْنَ○ (الانشقاق: ۲۱۔ ۲۰)

ان کو کیا ہوا یہ ایمان کیوں نہیں لاتے○ اور جب ان پر قرآن پڑھا جاتا ہے تو یہ سجدہ کیوں نہیں کرتے○

قرآن مجید کی ان قطعی آیات کے مقابلہ میں حافظ ابن حجر عسقلانی کی تمام تاویلات بے سود ہیں' اسی طرح امام بخاری نے سجدۂ تلاوت کے وجوب کے خلاف اپنی تعلیقات میں جو آثار پیش کیے ہیں' وہ بھی ان آیات سے متصادم اور مزاحم ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتے' نیز اس کے علاوہ ان آثار کے مزاحم وہ آثار ہیں جو سجدۂ تلاوت کے وجوب پر دلالت کرتے ہیں' جن کو ہم صحیح البخاری: ۱۰۶۷ میں پیش کر چکے ہیں اور یہ سجدۂ تلاوت کے وجوب پر بہت قوی دلیل ہے۔ والحمد للّٰہ رب العلمین.

امام بخاری نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول جو پیش کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سجدۂ تلاوت کو فرض نہیں کیا' یہ ہمارے خلاف نہیں ہے کیونکہ ہم سجدۂ تلاوت کو فرض نہیں کہتے' واجب کہتے ہیں۔

۱۱ - بَابُ مَنْ قَرَأَ السَّجْدَةَ فِي الصَّلٰوةِ فَسَجَدَ بِهَا

جس نے نماز میں سجدۂ تلاوت کی آیت پڑھی' پس اس پر سجدہ کیا

۱۰۷۸ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ قَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث

سَمِعْتُ أَبِي قَالَ حَدَّثَنِي بَكْرٌ، عَنْ أَبِي رَافِعٍ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ أَبِي هُرَيْرَةَ الْعَتَمَةَ فَقَرَأَ ﴿إِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ﴾ (الانشقاق:۱) فَسَجَدَ، فَقُلْتُ مَا هٰذِهِ؟ قَالَ سَجَدْتُ بِهَا خَلْفَ أَبِي الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَا أَزَالُ أَسْجُدُ فِيهَا حَتّٰى أَلْقَاهُ.

بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معتمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے اپنے والد سے سنا' انہوں نے کہا: مجھے بکر نے حدیث بیان کی از ابی رافع' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھی' پس انہوں نے یہ آیت پڑھی: "اذا السماء انشقت" (الانشقاق:۱) پس سجدہ کیا' میں نے کہا: یہ کیسا سجدہ ہے' انہوں نے کہا: میں نے ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے اس آیت پر سجدہ کیا تھا' پس میں ہمیشہ اس آیت پر سجدہ کرتا رہوں گا حتیٰ کہ ان سے مل جاؤں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۷۶۶ میں گزر چکی ہے۔

۱۲ - بَابُ مَنْ لَّمْ يَجِدْ مَوْضِعًا لِلسُّجُوْدِ مِنَ الزِّحَامِ

جس نے رش کی وجہ سے سجدہ کرنے کی جگہ نہیں پائی

۱۰۷۹ - حَدَّثَنَا صَدَقَةُ قَالَ أَخْبَرَنَا يَحْيَى، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ السُّوْرَةَ الَّتِي فِيهَا السَّجْدَةُ فَيَسْجُدُ وَنَسْجُدُ، حَتّٰى مَا يَجِدُ أَحَدُنَا مَكَانًا لِمَوْضِعِ جَبْهَتِهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں صدقہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے خبر دی از عبید اللہ از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس سورت کو پڑھتے تھے جس میں سجدہ تھا' پس آپ سجدہ کرتے اور ہم سجدہ کرتے حتیٰ کہ ہم میں سے کوئی ایک اپنی پیشانی رکھنے کے لیے جگہ نہیں پاتا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۱۰۷۵ میں گزر چکی ہے۔

"ابواب سجود القرآن" کی تکمیل

یہاں پر "ابواب سجود القرآن" کی تکمیل ہوگئی۔ ان ابواب میں پندرہ احادیث ہیں' جن میں سے دو معلق ہیں اور باقی موصول ہیں اور نو احادیث مکرر ہیں اور چھ خالص ہیں۔

الٰہ العٰلمین! نعمۃ الباری کو مکمل فرمادے اور میری اور میرے والدین کی مغفرت فرمادے۔

فالحمد للّٰہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علٰی سیدنا محمد خاتم النبیین

وعلٰی آلہٖ واصحابہٖ وازواجہٖ وذریتہٖ اجمعین.

۱۹ ربیع الاوّل ۱۴۲۸ھ/۸ اپریل ۲۰۰۷ء

نحمده ونصلی ونسلم علی رسوله الکریم

۱۸ - كِتَابُ تَقْصِيرِ الصَّلٰوةِ

نمازوں میں قصر کرنے کا بیان

١ - بَابُ مَا جَاءَ فِي التَّقْصِيرِ، وَكَمْ يُقِيمُ حَتّٰى يَقْصُرَ

نمازوں کو قصر کرنا' اور نمازوں کو قصر کرنے کے لیے مسافر کتنے دن ٹھہرے

اس باب میں نماز کو قصر کرنے کا حکم بیان کیا گیا ہے" قصر " کا معنی ہے: چار رکعت کی نماز کو دو رکعت کرنا' اور اس پر اجماع ہے کہ مغرب اور فجر کی نماز میں قصر نہیں ہے۔

١٠٨٠ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ عَوَانَةَ، عَنْ عَاصِمٍ وَحُصَيْنٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ أَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تِسْعَةَ عَشَرَ يَقْصُرُ، فَنَحْنُ إِذَا سَافَرْنَا تِسْعَةَ عَشَرَ قَصَرْنَا، وَإِنْ زِدْنَا أَتْمَمْنَا.

[اطراف الحدیث: ۴۲۹۸-۴۲۹۹]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی' از عاصم وحصین از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم انیس دن ٹھہرے قصر کرتے رہے' پس جب ہم سفر کرتے تو انیس دن ٹھہر کر قصر کرتے (چار رکعت کی نماز دو رکعت پڑھتے) اور اس سے زیادہ ٹھہرتے تو نماز کو مکمل کرتے۔

(سنن ابوداؤد: ۱۲۳۰' سنن ترمذی: ۵۴۹' سنن ابن ماجہ: ۱۰۷۵' صحیح ابن خزیمہ: ۹۵۵' سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۵۰' شرح السنۃ: ۱۰۲۸' مصنف عبدالرزاق: ۴۳۳۷' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۴۵۴' صحیح ابن حبان: ۲۷۵۰' سنن دار قطنی ج ۱ ص ۳۸۸' مسند احمد ج ۱ ص ۲۲۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۹۵۸۔ ج ۳ ص ۴۲۷' مؤسسۃ الرسالۃ بیروت' مسند الطحاوی: ۱۴۹۳' جامع المسانید لابن جوزی: ۳۲۷۳' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) موسیٰ بن اسماعیل ابوسلمہ المنقری التبوذکی (۲) ابوعوانہ الوضاح الیشکری (۳) عاصم بن سلیمان الاحول (۴) حصین بن عبدالرحمان السلمی (۵) عکرمہ (۶) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۱۲۶)

سفر میں مدتِ اقامت کے متعلق مختلف احادیث

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تبوک میں بیس دن ٹھہرے اور نماز کو قصر کرتے رہے (یہ حدیث مرسل ہے)۔ (سنن ابوداؤد: ۱۲۳۵)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد کیا اور آپ کے ساتھ فتح مکہ کے

موقع پر حاضر تھا' آپ مکہ میں اٹھارہ راتیں ٹھہرے اور صرف دو رکعت نماز پڑھتے تھے اور فرماتے تھے: اے شہر والو! چار رکعت نماز پڑھو' ہم مسافر ہیں۔ (سنن ابوداؤد: ۱۲۲۹' سنن ترمذی: ۵۴۵)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ میں سترہ دن ٹھہرے اور نماز کو قصر کرتے رہے' حضرت ابن عباس نے فرمایا: جو مکہ میں سترہ دن ٹھہرے وہ قصر کرے اور جو زیادہ دن ٹھہرے وہ نماز پوری پڑھے۔

(صحیح البخاری: ۱۰۸۰' سنن ابوداؤد: ۱۲۳۰' سنن ترمذی: ۵۴۹' سنن ابن ماجہ: ۱۰۷۵)

امام ابوداؤد نے کہا: عباد بن منصور نے کہا: عکرمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا: آپ انیس دن ٹھہرے تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ میں پندرہ دن ٹھہرے اور نماز کو قصر کرتے رہے۔

(سنن ابوداؤد: ۱۲۳۱' سنن نسائی: ۱۴۵۲)

امام ابوداؤد نے کہا: اس حدیث کو عبدہ بن سلیمان اور احمد بن خالد الوہبی اور مسلمہ بن الفضل نے ابو اسحاق سے روایت کیا ہے اور اس میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ذکر نہیں ہے۔

عکرمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ میں سترہ روز ٹھہرتے اور دو رکعت نماز پڑھتے تھے۔ (صحیح البخاری: ۱۰۸۱' صحیح مسلم: ۶۹۳' سنن ابوداؤد: ۱۲۳۴' سنن نسائی: ۱۴۳۷' سنن ابن ماجہ: ۱۰۷۷)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مدینہ سے مکہ کی طرف گئے' آپ دو رکعت نماز پڑھتے تھے حتیٰ کہ ہم مدینہ کی طرف لوٹ آئے' پس ہم نے کہا: کیا تم نے وہاں کچھ دن قیام کیا تھا' حضرت انس نے کہا: ہم نے دس دن قیام کیا تھا۔ (سنن ابوداؤد: ۱۲۳۳)

مدت قصر کی احادیث میں علامہ عینی حنفی کے بیان کردہ محامل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

مدت اقامت دراصل پندرہ دن ہے جیسا کہ سنن ابوداؤد اور سنن نسائی کی روایت میں اس کی تصریح ہے' جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے' اور عکرمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سترہ دن اقامت کی روایت بھی بیان کی' اس میں ایک دن میں داخل ہونے کا اور ایک دن مکہ سے خارج ہونے کا بھی شامل کر لیا ہے' یہ حدیث صحیح بخاری اور صحیح مسلم اور سنن میں ہے اور حضرت عمران بن حصین کی حدیث میں ہے کہ آپ مکہ میں اٹھارہ راتیں ٹھہرے تھے' اس حدیث میں تین دن ایام منیٰ میں کنکریاں مارنے کے بھی شامل کر لیے گئے ہیں اور جو انیس دن کی روایت ہے' اس کو امام ابوداؤد نے بغیر سند کے ذکر کیا ہے اور انیس دن کی روایت مرسل ہے' اور حضرت انس سے جو دس دن کی روایت ہے' اس میں صرف مکہ میں اقامت کے ایام مراد ہیں' تین دن ایام منیٰ میں قیام کے اور دو دن آنے اور جانے کے مراد نہیں ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۱۶۹۔۱۶۸' مع زیادۃ' دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

مدتِ قصر کی احادیث میں علامہ ابن بطال مالکی کے بیان کردہ محامل

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

باب مذکور کی حدیث: ۱۰۸۰ میں یہ تصریح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انیس دن ٹھہرے اور قصر کرتے رہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انیس دن ٹھہر کر اس لیے قصر کرتے رہے کہ آپ نے طائف کا محاصرہ کیا ہوا تھا یا آپ ہوازن کی جنگ میں مشغول تھے' پس حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس مدت کو نماز کے قصر اور اتمام کے درمیان حد بنا دیا اور کہا: جب ہم سفر کرتے تو انیس دن ٹھہر

کر قصر کرتے اور اس سے زیادہ ٹھہرتے تو نماز کو مکمل کرتے۔

المہلب نے کہا ہے کہ فقہاء اس حدیث کی اس طرح تاویل نہیں کرتے جس طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے تاویل کی ہے' وہ یہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مدت میں قیام کا عزم نہیں کیا تھا کیونکہ آپ فتح کا انتظار کر رہے تھے' پھر اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم روانہ ہوئے تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے گمان کیا کہ انیس دنوں تک قصر کرنا لازم ہے' پھر اس کے بعد آدمی جتنے دن ٹھہرے ان میں پوری نماز پڑھے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تبوک میں بیس دن قیام کیا اور ان دنوں میں نماز قصر کرتے رہے' اس حدیث کو امام عبد الرزاق نے روایت کیا ہے۔ (مصنف عبد الرزاق: ٤٣٣٥) اور امام ابن عیینہ نے ابن ابی نجیح سے روایت کی ہے کہ انہوں نے سالم بن عبد اللہ سے سوال کیا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کس طرح قصر کرتے تھے' انہوں نے کہا: جب وہ قیام کا پختہ ارادہ کر لیتے تو نماز پوری پڑھتے تھے اور جب وہ یہ کہتے کہ میں آج روانہ ہوں گا اور کل روانہ ہوں گا تو نماز کو قصر کرتے خواہ وہ بیس راتیں ٹھہرتے۔

فقہاء کا اس پر اتفاق ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث کی فقہاء نے یہ تاویل بھی کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مکہ میں انیس دن ٹھہرنا اس کو وطن بنانے کے لیے نہیں تھا تا کہ مکہ سے ہجرت سے رجوع نہ ہو جائے اور حضرت ابن عباس سے یہ بھی روایت ہے کہ جس نے دس راتیں اقامت کی نیت کی' وہ پوری نماز پڑھے گا' یہ ان کا دوسرا قول ہے جو حدیث میں ان کی تاویل کے خلاف ہے اور مجھے ائمہ فتویٰ میں سے کسی کے قول کا علم نہیں ہے جس نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کے موافق کہا ہو اور انیس دنوں کو قصر کی حد قرار دیا ہو' سو یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا منفرد موقف ہے' اور امام ابن ابی شیبہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سترہ دن قیام کیا اور نماز کو قصر کرتے رہے اور حضرت ابن عباس نے فرمایا: جس نے سترہ دن قیام کیا وہ نماز کو قصر کرے اور جس نے اس سے زیادہ قیام کیا وہ نماز پوری پڑھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ٨٢٩٥' مجلس علمی' بیروت)

اور باب مذکور کی اس حدیث کو عباد بن تمیم نے عکرمہ سے روایت کیا ہے' جس میں انیس دنوں کا ذکر ہے جیسا کہ امام بخاری نے روایت کیا ہے اور سترہ دنوں کا قول بھی فقہاء میں سے صرف امام شافعی کا ہے کیونکہ انہوں نے کہا ہے کہ جو شخص خصوصیت سے دار الحرب میں سترہ راتیں قیام کرے وہ قصر کرے اور میں اس باب میں ان شاء اللہ اس کا ذکر کروں گا۔

رہی حضرت انس کی حدیث کہ جو دس راتیں قیام کرے وہ پوری نماز پڑھے۔ (صحیح البخاری: ١٠٨١) تو عنقریب اس مسئلہ میں فقہاء کے اختلاف کا ذکر آئے گا' اور اس کی شرح میں' میں فقہاء کے اقوال اور ان کے دلائل کا ذکر کروں گا۔

فقہاء نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث کی یہ تاویل بھی کی ہے کہ آپ مکہ میں جو دس دن ٹھہرے تو روانہ ہونے کی نیت سے ٹھہرے تھے اور جوان عورتیں آپ کو روانہ ہونے سے مانع تھیں اور جس شخص کی روانہ ہونے کی نیت ہو' وہ بہرحال قصر کرے گا خواہ وہ طویل مدت تک قیام کرے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث (١٠٨٠) سے یہ فقہی مسئلہ معلوم ہوتا ہے کہ جو مسلمان دشمن کی سرزمین میں ہوں اور اس میں ایک مدت تک اقامت کی نیت کریں تو وہ اس پوری مدت میں نماز کو قصر کریں گے کیونکہ ان کو یہ علم نہیں ہوگا کہ ان کو کب روانہ ہونا ہے۔ امام مالک اور امام ابو حنیفہ کا یہی مذہب ہے اور امام شافعی کا بھی ایک قول یہی ہے۔ ابن القصار نے یہ کہا ہے کہ امام شافعی کا دوسرا قول یہ ہے کہ اگر مسلمان دار الحرب میں ٹھہریں اور ہر روز روانہ ہونے کا انتظار کریں تو ان کے لیے سترہ یا اٹھارہ دنوں تک نماز کو

قصر کرنا جائز ہے اور اگر اس سے زیادہ دن ٹھہریں تو وہ نماز پوری پڑھیں اور اس قول پر ان کی دلیل یہ ہے کہ نبی ﷺ ہوازن میں اتنی مدت تک ٹھہر کر قصر کرتے رہے تھے اور امام شافعی نے اپنے اس قول میں دوسرے فقہاء کی مخالفت کی ہے اور ان کا پہلا قول جو دوسرے فقہاء کے موافق ہے وہ صحیح ہے کیونکہ جو شخص دار الحرب میں ٹھہرتا ہے اس کی اقامت صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ اقامت اس پر موقوف ہے کہ اس کو کب فتح حاصل ہوگی اور دشمن کی سرزمین مسلمانوں کے لیے دار اقامت نہیں ہے اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے تبوک میں بیس دن قیام کیا اور نمازوں میں قصر کرتے رہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۲۹۳، مجلس علمی) اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما آذربائی جان میں چھ مہینے جہاد کرتے رہے اور قصر کرتے رہے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نیشاپور میں دو سال تک نماز میں قصر کرتے رہے اور صحابہ کی ایک جماعت نے اسی طرح کیا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۲۸۸، مجلس علمی، بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۳۰۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت) (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۶۷۔ ۶۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

مدت قصر میں ائمہ مجتہدین کے مذاہب

علامہ موفق الدین عبد اللہ بن احمد بن محمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ لکھتے ہیں:

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا مشہور مذہب یہ ہے کہ سفر میں قصر کی جس مدت کے بعد نماز پوری پڑھنا فرض ہے وہ اکیس (۲۱) نمازوں کی مدت ہے جب نمازیں اکیس سے زیادہ ہو جائیں تو پھر پوری نماز پڑھی جائے گی۔ امام مالک، امام شافعی اور ابوثور کا بھی یہی مذہب ہے کہ جب کوئی شخص چار دن اقامت کی نیت کرے گا تو وہ پوری نماز پڑھے گا اور جب چار دن سے زیادہ اقامت کرے گا تو پوری نماز پڑھے گا کیونکہ تین دن قلت کی حد ہے کیونکہ حدیث میں ہے:

حضرت العلاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مہاجر حج کے افعال مکمل کرنے کے بعد مکہ میں تین دن رہے گا۔ (صحیح مسلم: ۹۸۵، سنن ترمذی: ۹۴۹، سنن نسائی: ۱۴۵۳، سنن ابن ماجہ: ۱۰۷۳، مسند احمد ج ۴ ص ۳۳۹)

اور سعید بن المسیب بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اہل الذمہ سے حجاز کو خالی کرا لیا تو ان میں سے جو تجارت کے لیے آئے ان کے لیے تین دن مقرر کیے۔ (سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۴۸، نشر السنہ ملتان)

یہ احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں کہ تین دن سفر کے حکم میں ہیں اور جو اس سے زائد دن ہوں وہ اقامت کے حکم میں ہیں اور سفیان ثوری اور فقہاء احناف نے یہ کہا ہے کہ اگر کسی شخص نے پندرہ دن قیام کیا تو وہ پوری نماز پڑھے گا اور اگر اس سے کم قیام کیا تو وہ قصر کرے گا' یہ مذہب حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور سعید بن جبیر اور لیث بن سعد سے مروی ہے' کیونکہ حضرت ابن عمر اور حضرت ابن عباس دونوں نے کہا ہے کہ جب تم آؤ اور تمہارے دل میں یہ ہو کہ تم پندرہ دن ٹھہرو گے تو نماز پوری پڑھو گے اور اس قول کا کوئی مخالف معروف نہیں ہے اور سعید بن المسیب سے بھی اس قول کی مثل مروی ہے۔ (المغنی ج ۲ ص ۵۲۹، دار الحدیث، قاہرہ، ۱۴۲۵ھ)

مدت قصر میں امام ابوحنیفہ کے مذہب کی تصریح

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی الحنفی المتوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

سفر کا حکم اس وقت تک رہے گا حتیٰ کہ وہ کسی شہر یا بستی میں پندرہ دن یا اس سے زیادہ دن اقامت کی نیت کرے اور اگر اس نے اس سے کم مدت اقامت کی نیت کی تو وہ قصر کرے گا اور یہ مدت حضرت ابن عمر اور حضرت ابن عباس سے منقول ہے۔

(ہدایہ مع البنایہ ج ۳ ص ۲۵۷۔ ۲۵۵، مکتبہ حقانیہ ملتان)

مدت قصر میں امام ابوحنیفہ کی تائید میں آثار اور اقوال تابعین

مجاہد حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: انہوں نے کہا: جب تم مسافر ہو اور کسی جگہ پندرہ دن قیام کرو تو نماز پوری پڑھو اور جب تمہیں روانگی کا پتا نہ ہو تو نماز پوری پڑھتے رہو' امام محمد نے کہا: ہم اسی پر عمل کرتے ہیں اور یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔ (کتاب الآثار لامام محمد: ۱۸۸' ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۴۰۷ھ)

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب کسی جگہ پندرہ دن ٹھہرنے کا ارادہ کرتے تو اپنی سواری کو چرنے کے لیے چھوڑ دیتے اور چار رکعت نماز پڑھتے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۳۰۱' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۲۱۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' مصنف عبد الرزاق: ۴۳۵۵)

ابو بشر بیان کرتے ہیں کہ سعید بن جبیر نے کہا: جب تم پندرہ دن سے زیادہ اقامت کی نیت کرو تو نماز پوری پڑھو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۳۰۲' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۲۱۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

وکیع بیان کرتے ہیں کہ میں نے سفیان سے سنا کہ جب تم کسی جگہ پر پندرہ دن ٹھہرنے کا ارادہ کرو تو پوری نماز پڑھو جب تم اس جگہ داخل ہو اور اگر یہ معلوم نہ ہو کہ کب روانہ ہو گے تو دو رکعت نماز پڑھتے رہو خواہ ایک سال قیام کرو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۳۰۵' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۲۲۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

داؤد بن ابی ہند بیان کرتے ہیں کہ سعید بن المسیب نے کہا: جب کوئی شخص پندرہ دن ٹھہرنے کا ارادہ کرلے تو پوری نماز پڑھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۲۹۶' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۲۱۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' مصنف عبد الرزاق: ۴۳۶۰)

نمازِ قصر کی مشروعیت کی ابتداء

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام ضحاک نے اپنی تفسیر میں بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اسلام کی ابتداء میں ظہر اور عصر کی نماز دو' دو رکعت پڑھتے تھے اور مغرب کی تین رکعت پڑھتے تھے اور عشاء اور فجر کی دو' دو رکعت پڑھتے تھے پھر جب تحویل قبلہ کا حکم نازل ہوا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آپ کو اشارہ کیا کہ آپ ظہر کی چار رکعت پڑھیں اور عصر اور عشاء کی چار رکعت پڑھیں اور فجر کی دو رکعت پڑھیں' اور انہوں نے کہا: یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) رہا پہلا فریضہ تو وہ آپ کی امت کے مسافروں اور مجاہدوں کے لیے ہے۔

امام طبرانی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے: تاجروں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا: یا رسول اللہ! ہم زمین میں سفر کرتے ہیں ہم کیسے نماز پڑھیں تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ فَلَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوۃِ. (النساء: ۱۰۱) اور جب تم زمین میں سفر کرو تو نماز کو قصر کرنے میں تم پر کوئی حرج نہیں ہے۔

پھر وحی منقطع ہو گئی' پھر اس کے ایک سال بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کسی غزوہ میں گئے' پس آپ نے ظہر کی نماز پڑھی' تو مشرکین نے کہا: (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے اصحاب نے اپنی سواریوں پر تمہیں قدرت دی' پس تم ان پر حملہ کیوں نہیں کرتے تو اللہ تعالیٰ نے دو نمازوں کے درمیان یہ آیت نازل فرمائی:

اِنْ خِفْتُمْ اَنْ یَّفْتِنَکُمُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا. (النساء: ۱۰۱) اگر تم کو یہ خوف ہو کہ کفار تم کو فتنہ میں مبتلا کریں گے۔

سلیمان یشکری بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے سوال کیا کہ نماز کو قصر کرنے کا حکم کس دن نازل ہوا' تو انہوں نے بتایا کہ ہم شام سے آنے والے قریش کے قافلہ کے مقابلہ کے لیے نکلے' حتیٰ کہ جب ہم کھجور کے درختوں کے پاس

پہنچے تو قصر کی آیت نازل ہوگئی۔ (جامع البیان جز ۵ ص ۲۸۶، دار احیاء التراث العربی بیروت)

علامہ ابن الاثیر نے شرح المسند میں لکھا ہے کہ ۴ھ میں نماز کو قصر کرنے کا حکم نازل ہوا۔

تفسیر الثعلبی میں مذکور ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: سب سے پہلے نمازِ عصر کو قصر کیا گیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ ذی انمار میں عسفان میں نمازِ عصر کو قصر کیا۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۱۶۹، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ تمام دلائل کو جمع کرنے سے مجھ پر یہ منکشف ہوا ہے کہ شب معراج کو دو دو رکعت نماز فرض ہوئی، ماسوا مغرب کے، پھر ہجرت کے بعد صبح کی نماز کے علاوہ نمازوں میں اضافہ کر دیا گیا، جیسا کہ امام ابن خزیمہ، امام ابن حبان اور امام بیہقی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ذکر کی ہے، فجر کی نماز کو اس لیے ترک کر دیا گیا کہ اس میں لمبی قراءت کی جاتی ہے اور مغرب کی نماز کو اس لیے ترک کر دیا گیا کہ وہ دن کے وتر ہیں، پھر جب چار رکعت نماز مقرر ہوگئی تو سفر میں اس آیت (النساء: ۱۰۱) کے نزول کے وقت اس میں تخفیف کر دی گئی اور اس کی تائید علامہ ابن اثیر کے اس قول سے ہوتی ہے کہ ۴ھ میں نماز کو قصر کیا گیا تھا اور اس کی مزید تائید دوسروں کے اس قول سے ہوتی ہے کہ نمازِ خوف ۴ھ میں فرض کی گئی تھی اور اس آیت کا نزول نمازِ خوف میں ہوا ہے، الدولابی نے ذکر کیا ہے کہ ربیع الثانی ۲ھ میں نماز قصر ہوئی، اور علامہ سہیلی نے لکھا ہے کہ یہ ہجرت کے ایک سال بعد ہوئی ہے اور ایک قول یہ ہے کہ ہجرت کے چالیس دن بعد نماز کو قصر کیا گیا۔ (روح المعانی جز ۴ ص ۱۹۴، دار الفکر بیروت ۱۴۱۷ھ)

۱۰۸۱ - حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسًا يَقُولُ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمَدِينَةِ إِلَى مَكَّةَ، فَكَانَ يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ رَكْعَتَيْنِ، حَتَّى رَجَعْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ. قُلْتُ أَقَمْتُمْ بِمَكَّةَ شَيْئًا؟ قَالَ أَقَمْنَا بِهَا عَشْرًا. [طرف الحدیث: ۴۲۹۷]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو معمر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوارث نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن ابی اسحاق نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے کہا: ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ سے مکہ کی طرف گئے، آپ دو دو رکعت نماز پڑھتے رہے حتیٰ کہ ہم مدینہ واپس آ گئے، میں نے پوچھا: آپ لوگوں نے مکہ میں کتنے دن قیام کیا تھا؟ انہوں نے بتایا: ہم نے دس دن قیام کیا تھا۔

(صحیح مسلم: ۶۹۳، الرقم المسلسل: ۱۵۵۷، سنن ابوداؤد: ۱۲۳۳، سنن ترمذی: ۵۴۸، سنن نسائی: ۱۴۳۸، سنن کبریٰ: ۱۸۹۶، سنن ابن ماجہ: ۱۰۷۷، مصنف عبد الرزاق: ۴۳۳۶، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۴۵۳، سنن دارمی: ۱۵۱۰، صحیح ابن خزیمہ: ۹۵۶، صحیح ابن حبان: ۲۷۵۴، المعجم الاوسط: ۵۰۰۴، سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۳۶، شرح السنۃ: ۱۰۲۷، مسند احمد ج ۳ ص ۱۸۷ طبع قدیم، مسند احمد: ۱۲۹۴۵، ج ۲۰ ص ۲۷۴، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، مسند الطحاوی: ۲۷۲)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابو معمر عبد اللہ بن عمر المنقری المقعد (۲) عبد الوارث بن سعید ابو عبیدہ (۳) یحییٰ بن ابی اسحاق الحضرمی، یہ ۱۳۶ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۲۹۷)

حدیث میں مذکور مکہ میں دس دن قیام کا محمل

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہفتہ کے دن ۴ ذی الحج کی صبح کو مکہ میں داخل ہوئے اور بدھ کی رات آپ نے وادی المحصب میں گزاری اور اسی رات میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عمرہ کیا تھا' اور اس کی صبح ۱۴ ذی الحج کو مکہ سے نکل گئے تھے' آپ دو دو رکعت نماز پڑھ رہے تھے یعنی ظہر' عصر اور عشاء اور فجر اور مغرب کی نماز آپ نے معمول کے مطابق تین رکعت پڑھی تھیں' اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ آپ نے مکہ اور اس کے گرد و نواح میں دس دن گزارے تھے نہ کہ فقط مکہ میں' کیونکہ یہ حجۃ الوداع کا واقعہ ہے' اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث سابق کے معارض نہیں ہے کیونکہ حضرت ابن عباس کی حدیث فتح مکہ کے موقع کی تھی اور یہ حدیث حجۃ الوداع کے موقع کی ہے' آپ ۱۴ ذی الحج کو مکہ سے نکل گئے تھے اور مکہ اور اس کے گرد و نواح میں آپ دس دن ٹھہرے تھے' جیسا کہ حضرت انس نے بیان کیا ہے' اور مکہ میں آپ چار دن ٹھہرے تھے کیونکہ آپ ۸ ذی الحج کو مکہ سے نکلے تھے' اور آپ نے ظہر کی نماز منیٰ میں پڑھی تھی۔

ائمہ ثلاثہ کی چار دن اقامت کی دلیل کا رد اور اقامت کی شرائط

امام شافعی رحمہ اللہ نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ جب مسافر کسی شہر میں چار دن قیام کرے تو وہ قصر کرے گا کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں چار دن ٹھہرے تھے' امام مالک اور امام احمد کا بھی یہی قول ہے' امام طحاوی نے کہا ہے کہ امام شافعی کا قول اجماع کے خلاف ہے کیونکہ ان سے پہلے یہ کسی سے منقول نہیں ہے کہ مسافر چار دن اقامت کی نیت سے مقیم ہو جاتا ہے اور ہمارے نزدیک اگر مسافر نے پندرہ دن سے کم اقامت کی نیت کی تو وہ نماز قصر کرے گا جیسے پندرہ دن حضر کی مدت ہے' کیونکہ حدیث میں ہے:

حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم بیان کرتے ہیں کہ جب تم مسافر ہو اور کسی شہر میں آؤ اور تمہارے دل میں یہ ہو کہ تم پندرہ دن ٹھہرو گے تو تم پوری نماز پڑھو اور اگر تم کو علم نہیں ہے کہ تم کب سفر کرو گے تو پھر نماز کو قصر کرو۔

(شرح معانی الآثار: ۲۳۵۷۔۲۳۵۶' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

اور امام ابن ابی شیبہ نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کرتے تو پوری نماز پڑھتے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۸۳' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۲۱۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

پھر یاد رہے کہ ہم نے جو کہا ہے کہ مسافر پندرہ دن اقامت کی نیت سے مقیم ہو جاتا ہے' یہ اس وقت ہے جب وہ تین دن کی مسافت کا سفر کرے' رہا وہ شخص جو تین دن کی مسافت کا سفر نہ کرے اور وہ رجوع کا ارادہ کرے یا وہ اقامت کی نیت کرلے تو وہ مقیم ہی رہے گا' خواہ وہ جنگل میں ہو' اسی طرح فخر الاسلام نے ذکر کیا ہے اور المجتبیٰ میں مذکور ہے کہ سفر صرف اقامت کی نیت سے باطل ہوتا ہے یا وطن میں داخل ہونے سے یا تین دن سے پہلے وطن کی طرف واپس ہونے سے' امام شافعی کا بھی زیادہ ظاہر قول یہی ہے' اور اقامت کی نیت درج ذیل چار شرائط سے مؤثر ہوتی ہے:

(۱) سفر کو ترک کر دینا حتیٰ کہ اگر وہ دوران سفر اقامت کی نیت کرے تو صحیح نہیں ہے۔

(۲) وہ مقام اقامت کی صلاحیت رکھتا ہو حتیٰ کہ اگر وہ جنگل میں یا سمندر میں یا جزیرہ میں اقامت کی نیت کرے تو صحیح نہیں ہے۔

(۳) پندرہ دن اقامت کی نیت کرے۔

(۴) وہ اپنی رائے میں مستقل ہو' حتیٰ کہ اگر وہ کسی دوسرے کی رائے کے تابع ہو تو اس کی اقامت کی نیت صحیح نہیں ہے' جیسے لشکر کا سپاہی ہو یا بیوی ہو یا نوکر ہو یا شاگرد ہو یا مقروض ہو جو قرض خواہ کے ساتھ ہو۔

(عمدۃ القاری ج ۷ ص ۱۷۰۔۱۶۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۱۴۸۳ ۔ ج ۲ ص ۳۵۸ پر مذکور ہے وہاں اس حدیث کی شرح نہیں کی گئی۔

۲ - بَابُ الصَّلٰوةِ بِمِنًى — منیٰ میں نماز کا بیان

منیٰ کا ذکر خصوصیت کے ساتھ اس لیے کیا گیا ہے کہ یہ وہ جگہ ہے جہاں خصوصیت کے ساتھ قربانی کی جاتی ہے' منیٰ کا لفظ ''المنیۃ'' سے ماخوذ ہے''المنیۃ'' کا معنی ہے: تمنا اور آرزو کرنا' کیونکہ اس جگہ اس مینڈھے کی آرزو کی گئی تھی جس کو حضرت اسماعیل علیہ السلام کا فدیہ بنایا گیا تھا' یہ بھی کہا گیا ہے کہ منیٰ مکہ کا ایک معروف پہاڑ ہے۔

۱۰۸۲ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنِىْ نَافِعٌ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِنًى رَكْعَتَيْنِ، وَاَبِىْ بَكْرٍ وَ عُمَرَ، وَمَعَ عُثْمَانَ صَدْرًا مِّنْ اِمَارَتِهٖ، ثُمَّ اَتَمَّهَا. [طرف الحدیث: ۱۶۵۵]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از عبید اللہ' انہوں نے کہا: مجھے نافع نے خبر دی از حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ منیٰ میں دو رکعت نماز پڑھی اور حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کی ابتداء میں' پھر انہوں نے نماز پوری پڑھی۔

(صحیح مسلم: ۶۹۴' الرقم المسلسل: ۱۵۶۱' سنن نسائی: ۱۴۴۹' ۱۴۴۰' صحیح ابن خزیمہ: ۲۹۶۲' صحیح ابن حبان: ۳۸۹۳' مسند احمد ج ۲ ص ۱۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۴۶۵۲ ۔ ج ۸ ص ۲۷۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ۳۰۴۳' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کے رجال کا پہلے ذکر کیا جا چکا ہے۔

اہل مکہ کے لیے منیٰ میں نماز کو قصر کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ حج کرنے والا جب مکہ میں آئے گا تو وہ مکہ میں اور منیٰ میں اور تمام مشاہد میں نماز کو قصر کرے گا کیونکہ ان کے نزدیک وہ سفر میں ہے اور مکہ صرف ان کے لیے دار اقامت ہے جو مکہ کے رہنے والے ہوں یا جو مکہ میں رہائش کا ارادہ کریں اور مہاجرین پر مکہ میں رہائش کے ترک کرنے کو فرض کر دیا گیا تھا' اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں اقامت کی نیت نہیں کی اور نہ منیٰ میں۔

فقہاء کا مکہ کے رہنے والے کے لیے منیٰ میں نماز پڑھنے میں اختلاف ہے' امام مالک نے کہا: وہ مکہ میں پوری نماز پڑھے اور منیٰ میں قصر کرے' اسی طرح اہل منیٰ' منیٰ میں پوری نماز پڑھیں اور مکہ میں اور میدانِ عرفات میں قصر کریں' اور ان مقامات کو ان احکام کے ساتھ خاص کیا گیا ہے' کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب میدانِ عرفات میں نماز قصر کی تو اس کے ماسوا کو متمیز نہیں کیا اور یہ نہیں فرمایا: اے اہل مکہ! پوری نماز پڑھو' اور یہ بیان کرنے کا مقام تھا' اسی طرح حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اس کے بعد کہا تھا: اے اہل مکہ! اپنی نماز پوری کرو کیونکہ ہم مسافر لوگ ہیں اور جن سے یہ مروی ہے کہ مکی منیٰ میں قصر کرے گا' وہ حضرت ابن عمر' سالم' قاسم اور طاؤس ہیں اور اوزاعی کا بھی یہی قول ہے۔

فقہاء کی دوسری جماعت نے یہ کہا ہے کہ اہل مکہ منیٰ اور عرفات میں نماز قصر نہ کریں کیونکہ مکہ اور منیٰ میں اتنی مسافت نہیں ہے جس کی وجہ سے نماز قصر کی جائے' عطاء اور زہری سے اسی طرح مروی ہے اور یہی الثوری' امام ابو حنیفہ' امام شافعی' امام احمد اور ابو ثور کا

قول ہے۔

امام طحاوی نے یہ کہا ہے کہ حج قصر کا موجب نہیں ہے کیونکہ اہل منٰی اور عرفات جب حج کرتے ہیں تو نماز پوری پڑھتے ہیں اور قصر کرنے کا حکم کسی مخصوص جگہ کے ساتھ متعلق نہیں ہے بلکہ یہ سفر کے ساتھ متعلق ہے' اور اہل مکہ یہاں کے رہنے والے ہیں' لہٰذا وہ قصر نہیں کریں گے اور اس لیے بھی کہ اگر عمرہ کرنے والا منٰی چلا جائے تو وہ قصر نہیں کرتا' اسی طرح اگر حج کرنے والا بھی منٰی چلا جائے تو وہ بھی قصر نہیں کرے گا۔

جو منٰی میں قصر کرنے کے قائل ہیں' ان کی دلیل یہ ہے کہ حضرت حارثہ بن وہب کی روایت ہے کہ ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منٰی میں دو رکعت نماز پڑھائی اور ہم اس وقت بہت بڑی تعداد میں اور بہت امن میں تھے اور حضرت حارثہ کی والدہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں' ان سے عبد اللہ پیدا ہوئے اور حضرت حارثہ کا گھر مکہ میں تھا اور اگر اہل مکہ کے لیے منٰی میں نماز کو قصر کرنا جائز نہ ہوتا تو حضرت حارثہ کہتے کہ ہم نے منٰی میں پوری نماز پڑھی یا روایت کرتے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نماز پوری پڑھو کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر لازم تھا کہ آپ اپنی امت کے لیے شرعی حکم بیان فرماتے۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۶۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

قصر کرنے کے لیے مسافت کی مقدار

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

جس مسافت کو قطع کرنے کے بعد نماز کو قصر کرنا واجب ہے' اس کی مقدار میں فقہاء کا اختلاف ہے' امام ابوحنیفہ' ان کے اصحاب اور فقہاء کوفہ نے کہا ہے کہ جس مسافت کے بعد نماز کو قصر کیا جاتا ہے' وہ اونٹ کی رفتار سے یا پیدل چلنے کی رفتار سے تین دن کی مسافت ہے' اور اس میں ان کے نزدیک تسلسل سے چلنا مراد نہیں ہے بلکہ انہوں نے کہا: وہ دن میں سفر کریں اور رات کو آرام کریں (اور اس میں نمازوں اور کھانے پینے کے اوقات بھی داخل ہیں) اور اگر اس کے لیے یہ ممکن ہو کہ وہ اتنی مسافت کو کسی اور راستہ سے ایک دن میں قطع کرلے گا پھر بھی نماز کو قصر کرے' پھر انہوں نے اس مسافت کا فراسخ کے ساتھ اعتبار کیا ہے' ایک قول اکیس فرسخ کا ہے' دوسرا قول اٹھارہ فرسخ کا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور تیسرا قول پندرہ فرسخ کا ہے اور ایک فرسخ تین (شرعی) میل کا ہے۔

تین دن کی مسافت کی مقدار حضرت عثمان بن عفان' حضرت ابن مسعود اور حضرت سوید بن غفلہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے اور الشعبی' النخعی' الثوری' ابن حی' ابوقلابہ' شریک بن عبد اللہ' سعید بن جبیر اور محمد بن سیرین کا بھی یہی موقف ہے اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی یہی روایت ہے۔

اس پر یہ اعتراض ہے کہ امام دارقطنی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اہل مکہ! چار برید سے کم مسافت میں قصر نہ کرو' اور ایک برید بارہ میل کا ہے یعنی ۴۸ میل سے کم مسافت میں نماز کو قصر نہیں کیا جائے گا' اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کی سند میں عبد الوہاب ضعیف راوی ہے اور بعض محدثین نے اس کو کاذب قرار دیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۱۷۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ فقہاء احناف کا مفتی بہ قول ۱۸ فرسخ ہے' جس کے ۵۴ شرعی میل ہوتے ہیں اور یہ انگریزی میل کے حساب سے ۶۱ میل' ۲ فرلانگ' ۲۰ گز اور ۹۸' اعشاریہ ۷۳۴ کلومیٹر ہے' اس سے کم مسافت میں نمازوں کو قصر کرنا جائز نہیں ہے۔

* اس کی پوری تفصیل شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۶۲-۳۷۴ میں درج ذیل عنوانات کے تحت مرقوم ہے:

(۱) تین ایام کی مسافت پر احناف کے دلائل (۲) امام مالک کے دلائل (۳) علامہ ابن رشد مالکی کی دلیل کا جواب (۴) علامہ ابن

قدامہ حنبلی کے استدلال کا جواب ⑤ علامہ نووی کا استدلال ⑥ علامہ نووی کی دلیل کا جواب ⑦ مسافت قصر کا اندازہ بہ حساب انگریزی میل وکلومیٹر ⑧ مسافت کا تفصیلی خاکہ۔

حضرت عثمان نے منیٰ میں جو چار رکعت نماز پڑھی' اس کی توجیہات اور بحث ونظر

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ منیٰ میں پوری نماز پڑھتے تھے' اس کی توجیہ میں علماء کے حسب ذیل اقوال ہیں:

علامہ ابن عبد البر نے کہا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مباح پر عمل کیا ہے کیونکہ مسافر کے لیے جائز ہے کہ وہ نماز کو قصر کرے یا نماز پوری پڑھے جیسے اس کے لیے جائز ہے کہ وہ سفر میں روزہ رکھے یا روزہ نہ رکھے۔

الزہری نے کہا: حضرت عثمان نے منیٰ میں چار رکعت نماز اس لیے پڑھی کہ اس سال مکہ میں دیہاتی اور اعرابی بہت زیادہ آئے ہوئے تھے تو حضرت عثمان نے پسند کیا کہ ان کو یہ بتائیں کہ نماز چار رکعت ہے۔

معمر نے الزہری سے یہ روایت کی ہے کہ حضرت عثمان نے منیٰ میں چار رکعت اس لیے پڑھیں کیونکہ انہوں نے حج کے بعد وہیں رہائش کی نیت کر لی تھی۔

یونس نے الزہری سے یہ روایت کی ہے کہ حضرت عثمان نے جب طائف کے اموال حاصل کیے اور وہیں رہائش کا ارادہ کیا تو چار رکعت نماز پڑھی۔

مغیرہ نے ابراہیم سے روایت کی ہے کہ حضرت عثمان نے منیٰ میں چار رکعت اس لیے پڑھیں کہ انہوں نے منیٰ کو وطن بنا لیا تھا۔

امام بیہقی نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اگر حضرت عثمان اس وجہ سے منیٰ میں چار رکعت نماز پڑھتے تو یہ حضرات صحابہ سے مخفی نہ رہتا اور وہ حضرت عثمان کے ترک سنت پر انکار نہ کرتے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ گھر پر نماز نہ پڑھتے۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ زہری سے جو توجیہات منقول ہیں' وہ صحیح نہیں ہیں۔

پہلی توجیہ پر یہ اعتراض ہے کہ اعراب اور دیہاتی لوگ شارع علیہ السلام کے زمانہ میں نماز کے احکام سے زیادہ ناواقف تھے' اس کے باوجود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تعلیم کے لیے منیٰ میں چار رکعت نماز نہیں پڑھی' اور حضرت عثمان کے لیے یہ جائز نہیں تھا کہ وہ اس چیز کا خوف کریں جس کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خوف نہیں کیا تھا کیونکہ آپ مسلمانوں پر بہت شفیق اور مہربان ہیں' کیا تم نہیں دیکھتے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن دو رکعت نماز جمعہ پڑھاتے تھے حالانکہ مدینہ کے گرد ونواح سے اعراب اور دیہاتی جمعہ پڑھنے کے لیے آتے تھے اور آپ نے کبھی جمعہ کی نماز چار رکعت نہیں پڑھائی تاکہ دیہاتیوں کو یہ تعلیم ہو کہ ظہر کی نماز چار رکعت ہے' پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو منیٰ میں تعلیم کے لیے دو رکعت کے بجائے چار رکعت پڑھنے کی کیا ضرورت تھی۔

دوسری توجیہ پر یہ اعتراض ہے کہ مہاجرین پر مکہ میں قیام کے ترک کرنے کو فرض کر دیا گیا ہے اور یہ صحت سے ثابت ہے کہ حضرت عثمان مکہ سے نکلنے میں جلدی کرتے تھے' اس خوف سے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو ہجرت کی تھی کہیں اس سے رجوع نہ ہو جائے' پس حضرت عثمان حج کرنے کے بعد مکہ میں رہائش کیسے کر سکتے تھے۔ ابن التین نے اس کے جواب میں یہ کہا ہے کہ اگر حضرت عثمان کو کوئی ناگزیر وجہ پیش آ جائے جو مکہ میں ان کے قیام کو واجب کر دے تو یہ محال نہیں ہے۔

تیسری توجیہ پر یہ اعتراض ہے کہ یہ کسی کا قول نہیں ہے کہ جب مسافر کا گزر اپنی مملوکہ زمین پر ہو اور وہاں اس کے بیوی بچے نہ رہتے ہوں تو اس کا حکم وہ ہے جو مقیم کا ہے' لہٰذا طائف کے اموال والا جواب درست نہیں ہے۔

حضرت عثمان کی طرف سے یہ توجیہ بھی کی گئی ہے کہ حضرت عثمان نے منیٰ میں اس لیے پوری نماز پڑھی کہ اس وقت ان کے اہل

وعیال ان کے ساتھ منیٰ میں تھے' اس توجیہ پر یہ اعتراض ہے کہ نبی ﷺ کے ساتھ آپ کی ازواج مطہرات تھیں' اس کے باوجود آپ نے منیٰ میں نماز کو قصر کر کے دو رکعت پڑھیں۔

اگر یہ کہا جائے کہ عبد اللہ بن الحارث کی روایت ہے کہ حضرت عثمان نے ہمیں چار رکعت نماز پڑھائی' پس جب انہوں نے سلام پھیرا تو لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر کہا: میں نے مکہ میں اپنے اہل کا گھر بنا لیا ہے اور میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جس شخص نے کسی شہر میں اپنے اہل کا گھر بنا لیا' وہ اس شہر کا رہنے والا ہے' پس وہ وہاں چار رکعت نماز پڑھے۔ علامہ ابن التین نے بھی ابن شخیر کی روایت سے اس حدیث کا ذکر کیا ہے۔

اس جواب پر یہ اعتراض ہے کہ اس حدیث کی سند منقطع ہے' امام بیہقی نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند میں ایک راوی عکرمہ بن ابراہیم ہے اور وہ ضعیف راوی ہے۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ اس کا صحیح جواب یہ ہے کہ حضرت عثمان اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما نے سفر میں پوری نماز اس لیے پڑھی ہے کیونکہ ان کا اعتقاد یہ تھا کہ نبی ﷺ نے سفر میں مسافر کو اختیار دیا ہے کہ خواہ وہ پوری نماز پڑھے یا قصر کرے' اور خود نبی ﷺ اس لیے نماز کو قصر کر کے دو رکعت پڑھتے تھے تاکہ امت کو آپ کی سنت پر عمل کرنے میں چار رکعت کی مشقت نہ اٹھانی پڑے اور آپ نے امت کے لیے آسانی کو اختیار کیا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب بھی نبی ﷺ کو دو چیزوں میں سے کسی ایک چیز کا اختیار دیا جاتا تو آپ اس چیز کو اختیار کرتے جو زیادہ آسان ہو بہ شرطیکہ وہ گناہ نہ ہو۔ (صحیح البخاری: ۳۵۶۰) پس حضرت عائشہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما نے اپنے نفسوں پر شدت کو اختیار کیا اور رخصت کو ترک کر دیا کیونکہ ان کے نزدیک یہ امر مباح تھا اور اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان کے چار رکعت نماز پڑھنے پر اعتراض کیا' اس کے باوجود ان کے پیچھے چار رکعت نماز پڑھی' جب حضرت ابن مسعود سے کہا گیا کہ آپ حضرت عثمان کی پوری نماز پڑھنے پر اعتراض بھی کرتے ہیں اور ان کی اقتداء میں نماز بھی پڑھتے ہیں' تو انہوں نے جواب دیا کہ امام کی مخالفت کرنے میں زیادہ شر ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۷۷-۷۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

یہ تمام تقریر علامہ عینی نے عمدۃ القاری ج ۷ ص ۱۷۴-۱۷۳ میں بیان کی ہے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۴۸۷- ج ۲ ص ۳۵۸ پر مذکور ہے' اس کی شرح ص ۳۸۱ پر ہے اور اس کا عنوان ہے: منیٰ میں حضرت عثمان کے قصر نہ کرنے کی وجہ' وہاں اس کی صرف ایک توجیہ مذکور ہے۔

۱۰۸۳ - حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ اَنْبَاَنَا اَبُوْ اِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ حَارِثَةَ بْنَ وَهْبٍ قَالَ صَلّٰى بِنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ' اٰمَنَ مَا كَانَ ' بِمِنًى رَكْعَتَيْنِ. [طرف الحدیث: ۱۶۵۶]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسحاق نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے حارثہ بن وہب سے سنا' انہوں نے کہا: ہمیں نبی ﷺ نے بہت امن کے زمانہ میں منیٰ میں دو رکعت نماز پڑھائی۔

(صحیح مسلم: ۶۹۶' الرقم المسلسل: ۱۵۶۹' سنن ابوداؤد: ۱۹۶۵' سنن ترمذی: ۸۸۲' سنن نسائی: ۱۴۴۵' الاحاد والمثانی: ۲۳۴۷' المعجم الکبیر: ۳۲۵۴' السنن الکبریٰ: ۱۹۰۴' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۴۵۰' مسند ابویعلیٰ: ۱۴۷۳' المعجم الکبیر: ۳۲۴۴' صحیح ابن حبان: ۲۷۵۶' سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۳۴' مسند احمد ج ۴ ص ۳۰۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۲۷۷۷- ج ۳۱ ص ۲۶' موسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ۱۴۰۸' مکتبۃ الرشد ریاض' مسند الطحاوی: ۱۶۷۳)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابوالولید ہشام بن عبد الملک الطیالسی (۲) شعبہ بن الحجاج (۳) ابواسحاق عمرو بن عبد اللہ السبیعی (۴) حضرت حارثہ بن وہب الخزاعی رضی اللہ عنہ' یہ عبید اللہ بن عمر بن الخطاب کے اخیافی بھائی ہیں' ان کی والدہ بنت عثمان بن مظعون ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۷ ص ۱۷۴)

اس حدیث میں ان لوگوں کا رد ہے' جن کا یہ زعم ہے کہ نماز قصر صرف جنگ اور خوف کے زمانہ میں جائز ہے' اور رد کی وجہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت امن کے زمانہ میں بھی نماز قصر کی ہے' اس کی مزید تفصیل اگلی حدیث میں آ رہی ہے۔

۱۰۸٤ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ، عَنِ الْأَعْمَشِ قَالَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ يَزِيدَ يَقُولُ صَلَّى بِنَا عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بِمِنًى أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ، فَقِيلَ فِي ذٰلِكَ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَاسْتَرْجَعَ، ثُمَّ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِنًى رَكْعَتَيْنِ، وَصَلَّيْتُ مَعَ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ بِمِنًى رَكْعَتَيْنِ، وَصَلَّيْتُ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بِمِنًى رَكْعَتَيْنِ، فَلَيْتَ حَظِّي مِنْ أَرْبَعِ رَكَعَاتٍ رَكْعَتَانِ مُتَقَبَّلَتَانِ.

[طرف الحدیث: ۱۶۵۷]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الواحد نے حدیث بیان کی از الاعمش' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے عبد الرحمان بن یزید سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے منیٰ میں چار رکعت نماز پڑھائی' حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو یہ بتایا گیا تو انہوں نے کہا: ''اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ'' (البقرہ:۱۵۶) پھر حضرت ابن مسعود نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ منیٰ میں دو رکعت نماز پڑھی ہے' اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ منیٰ میں دو رکعت نماز پڑھی ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ منیٰ میں دو رکعت نماز پڑھی ہے' پس کاش! ان چار رکعات کے بجائے میرا حصہ دو رکعتیں ہوتیں' جو مقبول ہیں۔

(سنن ابوداؤد: ۱۹۶۰' سنن نسائی: ۱۴۴۸۔۱۴۴۷' مسند ابویعلیٰ: ۵۱۹۴' صحیح ابن خزیمہ: ۲۹۶۲' المعجم الکبیر: ۱۰۱۴۱' سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۴۳' سنن کبریٰ: ۱۹۰۷۔۱۹۰۶' صحیح ابن خزیمہ: ۲۹۶۲' مسند احمد ج ۱ ص ۳۷۸ طبع قدیم' مسند احمد: ۳۵۹۳۔ ج ۶ ص ۷۳' مؤسسۃ الرسالۃ بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ۱۲۴۴' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ' مسند الطیالسی: ۵۱۴)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) قتیبہ (۲) عبد الواحد بن زیاد العبدی ابوعبیدہ (۳) سلیمان الاعمش (۴) ابراہیم النخعی (۵) عبد الرحمان بن یزید (۶) حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ (۷) حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۱۷۶)

قصر کے واجب یا سنت ہونے میں فقہاء کا اختلاف

بعض علماء نے اس حدیث سے اور اس سے پہلے والی حدیث سے یہ سمجھا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود کے نزدیک سفر میں نماز کو قصر کرنا لازم نہیں ہے' سنت تو نماز کو قصر کرنا ہے' لیکن اگر سفر میں نماز چار رکعت بھی پڑھ لی جائے' تب بھی جائز ہے' اسی وجہ سے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ منیٰ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں چار رکعت پڑھ لیتے تھے لیکن اس کو خلاف سنت قرار دیتے تھے اور اس پر افسوس کرتے تھے۔

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

رہا سفر میں پوری نماز پڑھنا تو متقدمین فقہاء کا اس میں اختلاف ہے' فقہاء کی ایک جماعت نے یہ کہا ہے کہ یہ سنت ہے' حضرت عائشہ اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہما سفر میں پوری نماز پڑھتے تھے' اس کو عطاء بن ابی رباح نے ان سے روایت کیا ہے' حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ اور حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے بھی اس کی مثل مروی ہے' عبد الرحمان بن الاسود' سعید بن المسیب اور ابوقلابہ کا بھی یہی قول ہے' ابومصعب بیان کرتے ہیں کہ امام مالک نے کہا ہے کہ سفر میں نماز کو قصر کرنا سنت ہے اور یہی امام شافعی اور ابوثور کا قول ہے' امام شافعی نے کہا ہے کہ اس کو قصر کرنے کا اختیار ہے لیکن پوری نماز پڑھنا افضل ہے۔ امام مالک کے بعض اصحاب نے کہا ہے کہ مسافر کو اختیار ہے لیکن قصر کرنا افضل ہے۔

فقہاء کی دوسری جماعت نے یہ کہا ہے کہ مسافر پر نماز کو قصر کرنا واجب ہے اور اس پر لازم ہے کہ وہ چار رکعت کے بجائے دو رکعت پڑھے' حضرت عمر' حضرت ابن عمر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے اسی طرح مروی ہے اور یہی امام ابوحنیفہ اور محمد بن سحنون کا قول ہے اور امام مالک کے اصحاب میں سے اسماعیل بن اسحاق کا مختار ہے۔

قصر کے واجب ہونے کے متعلق احادیث' آثار اور فقہاء تابعین کے اقوال

یعلی بن امیہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ قرآن مجید میں ہے:

فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ اِنْ خِفْتُمْ اَنْ يَّفْتِنَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا. (النساء:۱۰۱) اگر تم کو یہ خطرہ ہو کہ کفار تم کو فتنہ میں مبتلا کر دیں گے تو تم نماز کو قصر کرلو تو اس میں تم پر کوئی گناہ نہیں ہے۔

اور اب تو لوگ امن میں آچکے ہیں' حضرت عمر نے کہا: جس بات پر تم کو تعجب ہوا ہے اس سے مجھ کو بھی تعجب ہوا تھا' پس میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: یہ صدقہ (انعام) ہے' اللہ نے اس کا تم پر صدقہ کیا ہے' سو تم اس کے صدقہ کو قبول کرو۔ (صحیح مسلم:۶۸۶' سنن ابن ماجہ:۱۰۶۵' سنن نسائی:۱۴۳۳' صحیح ابن خزیمہ:۹۴۵' صحیح ابن حبان:۲۷۳۹' سنن ابوداؤد:۱۱۹۹' سنن ترمذی:۳۰۳۴' مسند احمد ج۱ ص۲۵۔ ج۱ ص۳۶' مصنف ابن ابی شیبہ:۸۲۴۳' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ:۸۱۵۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

اس حدیث سے وجہ استدلال یہ ہے کہ اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قصر کا حکم دیا اور اس کو صدقہ قرار دیا اور اس کو قبول کرنے کا امر فرمایا اور امر وجوب کے لیے آتا ہے' پس اس سے واضح ہو گیا کہ نماز کو قصر کرنا واجب ہے۔

سعید بن شفی بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہا کہ جب ہم لوگ سفر کرتے ہیں تو ہمارے ساتھ ایسے لڑکے ہوتے ہیں جو ہماری خدمت کے لیے کافی ہیں' پس ہم کیسے نماز پڑھیں؟ حضرت ابن عباس نے کہا: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر کرتے تھے تو دو رکعت نماز پڑھتے تھے حتیٰ کہ آپ سفر سے لوٹ آتے' سعید نے کہا: میں نے دوبارہ سوال کیا تو حضرت ابن عباس نے پھر وہی جواب دیا' میں نے پھر سوال کیا تو بعض لوگوں نے کہا: کیا تمہیں عقل نہیں ہے' کیا تم نے سنا نہیں کہ حضرت ابن عباس نے تمہیں کیا جواب دیا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ:۸۲۴۱' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ:۸۱۵۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

ابراہیم بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یارسول اللہ! میں تاجر ہوں اور سمندروں میں آتا جاتا ہوں' آپ نے اس کو دو رکعت پڑھنے کا حکم دیا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ:۸۲۴۶' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ:۸۱۶۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

ابواسحاق بیان کرتے ہیں کہ میں نے سلمہ بن صہیب سے نماز کے متعلق سوال کیا اور اس وقت ہم بجستان میں تھے' تو انہوں نے کہا کہ دو' دو رکعت پڑھو حتیٰ کہ تم اپنے گھر لوٹ جاؤ' اسی طرح حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۲۴۷ ' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۱۶۳ ' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

ابن سیرین بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ہم نے مکہ اور مدینہ کے درمیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ دو رکعت نماز پڑھی ہے حالانکہ اس وقت ہم امن میں تھے اور ہم کو کسی چیز کا خوف نہیں تھا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۲۴۸ ' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۱۶۴ ' دار الکتب العلمیہ' بیروت' مسند احمد ج ۱ ص ۳۴۵ ' مصنف عبد الرزاق: ۴۲۷۰۔ ۴۲۷۱ ' سنن ترمذی: ۵۴۷ ' سنن نسائی: ۱۸۹۴۔ ۱۸۹۳)

عون بن ابی جحیفہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں: انہوں نے بیان کیا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ منٰی میں ظہر کی نماز دو رکعت پڑھی' پھر آپ مسلسل دو رکعت پڑھتے رہے حتیٰ کہ آپ مدینہ لوٹ گئے۔

(صحیح البخاری: ۱۸۷ ' صحیح مسلم: ۲۵۳۔ ۲۴۹ ' مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۲۴۹ ' مجلس علمی' مسند احمد ج ۴ ص ۳۰۹ ' المعجم الکبیر: ۲۵۱۔ ج ۲۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ سب سے پہلے نماز دو رکعت فرض کی گئی' پھر اس میں اضافہ کیا گیا اور مقیم کے لیے نماز چار رکعت کر دی گئی۔ (صحیح البخاری: ۳۵۰ ' سنن ابوداؤد: ۱۱۹۱ ' مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۲۵۰ ' مجلس علمی' بیروت)

سماک الحنفی بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ سفر میں دو رکعت نماز ہے' ان دو رکعت میں قصر نہیں ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۲۵۱ ' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۱۶۷ ' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

علی بن ربیعہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سفر میں نکلے تو وہ دو دو رکعت پڑھتے رہے' حتیٰ کہ لوٹ آئے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۲۵۲ ' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۱۶۸ ' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

حرب بن ابی الاسود بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بصرہ سے نکلے تو انہوں نے ظہر کی چار رکعت پڑھیں' پھر کہا: جب ہم ان مکانات (شہر کی اطراف) سے تجاوز کریں گے تو دو رکعت نماز پڑھیں گے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۲۵۳ ' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۱۶۹ ' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

عبد الرحمان بن حرملہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص سعید بن المسیب سے سوال کر رہا تھا: آیا میں سفر میں پوری نماز پڑھوں اور روزے رکھوں؟ انہوں نے کہا: نہیں! اس نے کہا: میں اس کی طاقت رکھتا ہوں' انہوں نے جواب دیا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تم سے زیادہ طاقت رکھتے تھے' آپ سفر میں نماز قصر کرتے تھے اور روزہ افطار کرتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جو سفر میں نماز کو قصر کرے اور روزہ افطار کرے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۲۵۴ ' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۱۷۰ ' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

ابن طاؤس نے کہا: میرے والد جب گھر سے نکلتے تھے تو اپنے اہل میں واپس آنے تک نماز کو قصر کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۲۵۶ ' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۱۷۲ ' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

ابونضرہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ ہماری مجلس میں تھے' لوگوں میں سے ایک نوجوان نے اٹھ کر ان سے سوال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حج' عمرہ اور جہاد میں کس طرح نماز پڑھتے تھے؟ حضرت عمران نے کہا: اس نے جس چیز کے متعلق سوال کیا ہے' اس کا جواب تم بھی سن لو' میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جہاد کیا ہے' آپ مدینہ لوٹنے تک صرف دو رکعت نماز پڑھتے تھے' اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حج کیا ہے' آپ مدینہ لوٹنے تک صرف دو رکعت نماز پڑھتے تھے اور میں آپ کے ساتھ فتح مکہ میں حاضر تھا' آپ مکہ میں اٹھارہ راتیں ٹھہرے' آپ صرف دو رکعت نماز پڑھتے تھے اور شہر کے رہنے والوں سے فرماتے تھے: تم چار رکعت نماز پڑھو' میں مسافر ہوں اور میں نے آپ کے ساتھ تیرہ عمرے کیے ہیں' آپ صرف دو رکعت نماز پڑھتے تھے' اور

میں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ کے ساتھ حج کیا اور عمرہ کیا' وہ مدینہ لوٹنے تک صرف دو رکعت نماز پڑھتے تھے' اور میں نے حضرت عمر رضی اللہ کے ساتھ کئی حج کیے' وہ مدینہ لوٹنے تک صرف دو رکعت نماز پڑھتے تھے' پھر حضرت عمران نے منیٰ میں چار رکعت نماز پڑھی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۲۵۸' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۱۷۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ نے منیٰ میں چار رکعت نماز پڑھی ہے' ممکن ہے انہوں نے اسی تاویل سے چار رکعت نماز پڑھی ہو' جس تاویل سے حضرت عثمان اور حضرت عائشہ رضی اللہ نے منیٰ میں چار رکعت نماز پڑھی تھی۔

عروہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ نے فرمایا: ابتداء میں دو رکعت نماز فرض کی گئی تھی' پھر شہر کی نماز میں اضافہ کیا گیا' اور سفر کی نماز برقرار رہی' الزہری نے کہا: میں نے عروہ سے پوچھا: پھر کیا وجہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ سفر میں پوری نماز پڑھتی تھیں؟ عروہ نے کہا: انہوں نے وہی تاویل کی تھی جو حضرت عثمان نے تاویل کی تھی' الزہری نے کہا: پھر میں نے عروہ سے نہیں پوچھا کہ انہوں نے کیا تاویل کی تھی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۲۶۶' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۱۸۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

اس تاویل کا ذکر ہم اس عنوان کے تحت ذکر کر چکے ہیں: حضرت عثمان نے جو منیٰ میں چار رکعات نماز پڑھی' اس کی توجیہات۔

۳ - بَابٌ كَمْ اَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّتِهٖ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے حج میں کتنے دن قیام کیا

۱۰۸۵ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا اَيُّوْبُ' عَنْ اَبِي الْعَالِيَةِ الْبَرَّاءِ' عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابُهٗ لِصُبْحِ رَابِعَةٍ يُلَبُّوْنَ بِالْحَجِّ' فَاَمَرَهُمْ اَنْ يَّجْعَلُوْهَا عُمْرَةً' اِلَّا مَنْ مَّعَهُ الْهَدْيُ. تَابَعَهٗ عَطَاءٌ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ.

[اطراف الحدیث: ۱۵۶۴-۲۵۰۵-۳۸۳۲]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از ابی العالیہ البراء از حضرت ابن عباس رضی اللہ' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب چار ذی الحج کی صبح کو حج کا تلبیہ پڑھتے ہوئے آئے' آپ نے ان کو حکم دیا کہ وہ اس کو عمرہ قرار دیں' سوا ان کے جن کے پاس قربانی کا جانور ہے۔ عطاء نے ابوالعالیہ کی متابعت کی ہے از حضرت جابر رضی اللہ۔

(صحیح مسلم: ۱۲۴۰' الرقم المسلسل: ۲۹۵۰' سنن نسائی: ۲۸۱۳' المعجم الکبیر: ۱۰۹۰۶' سنن بیہقی ج ۴ ص ۳۴۵' مسند احمد ج ۱ ص ۲۵۲ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۲۷۴۔ ج ۴ ص ۱۳۱' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' مسند الطحاوی: ۳۲۵۳)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) موسیٰ بن اسماعیل ابوسلمہ (۲) وہیب بن خالد ابوبکر (۳) ایوب السختیانی (۴) ابوالعالیہ زیاد (۵) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۱۷۹)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مکہ میں دس دن قیام اور ارکان حج کی ادائیگی کی تفصیل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس سے پہلے حضرت انس رضی اللہ کی یہ حدیث گزر چکی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے حج کے دوران مکہ میں دس دن ٹھہرے تھے' اور اس حدیث میں یہ بیان کیا ہے کہ آپ ۴ ذی الحج کو مکہ میں آئے تھے' یہ اتوار کا دن تھا' آپ نے صبح کی نماز ذی طویٰ میں پڑھی' اس

سال ذی الحج کی پہلی تاریخ اور جمعرات کی شب تھی اور آپ کا یہ قیام اتوار کے دن سے جمعرات کی شب تک تھا' پھر جمعرات کے دن آپ منیٰ کے لیے روانہ ہوئے' پھر تمام دن اور جمعہ کی رات تک آپ منیٰ میں ٹھہرے' پھر جمعہ کے دن زوال کے بعد آپ عرفات کی طرف روانہ ہوئے' پھر عرفات کے قریب آپ نے مسجد نمرہ میں خطبہ دیا اور غروب آفتاب تک آپ وہاں رہے' پھر ہفتہ کی شب کو آپ مزدلفہ کی طرف روانہ ہوئے اور صبح کی نماز تک آپ وہاں ٹھہرے' پھر ہفتہ کے دن طلوع آفتاب کے وقت آپ وہاں سے روانہ ہوئے' اور وہ عید الاضحیٰ کا دن تھا اور منیٰ کی طرف روانگی کا دن تھا' پھر چاشت کے وقت آپ نے جمرۃ العقبہ پر کنکریاں ماریں' پھر اس دن آپ مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہو گئے' پھر آپ نے زوال سے پہلے بیت اللہ کا طواف کر لیا' پھر اسی دن آپ منیٰ کی طرف لوٹ آئے' پھر ہفتہ کے بقیہ دن اور اتوار' پیر اور منگل کو وہیں رہے' پھر منگل کے دن ظہر کے بعد آپ وادی محصب کی طرف روانہ ہوئے اور وہ ایام تشریق کا آخری دن تھا' پھر آپ نے ظہر کی نماز پڑھی اور وہیں بدھ کی رات گزاری اور اسی رات کو آپ نے حضرت عائشہ کو عمرہ کے لیے تنعیم کی طرف روانہ کیا' پھر آپ نے سحر کے وقت فجر کی نماز سے پہلے طواف وداع کیا اور یہ بدھ کا دن تھا اور چودہ ذی الحج کی صبح تھی اور آپ نے مکہ اور اس کے گرد دس دن قیام کیا' جیسا کہ حضرت انس کی حدیث میں گزر چکا ہے' پھر آپ مدینہ کی طرف روانہ ہوئے' آپ ۲۶ ذوالقعدہ کو مدینہ سے مکہ کی طرف روانہ ہوئے تھے اور ظہر کی نماز آپ نے ذوالحلیفہ میں پڑھی تھی' اس کے بعد آپ نے احرام باندھا تھا' اور ۴ ذوالحج کو آپ اپنے اصحاب کے ساتھ مکہ پہنچ گئے تھے اور یوم عرفہ جمعہ کے دن واقع ہوا تھا' اور اسی دن "اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ" (المائدہ: ۳) نازل ہوئی تھی۔

حج کے احرام کو منسوخ کر کے عمرہ قرار دینے میں اختلاف فقہاء

نیز علامہ عینی لکھتے ہیں: اس حدیث سے امام احمد' داؤد ظاہری اور ان کے اصحاب نے یہ حکم مستنبط کیا ہے کہ حج کو فسخ کر کے اس کو عمرہ قرار دینا جائز ہے کیونکہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جن مسلمانوں کے پاس قربانی کا جانور نہیں ہے وہ اپنے احرام کو عمرہ کا احرام قرار دے لیں' جمہور علماء اور صحابہ وغیرہم کے نزدیک یہ جائز نہیں ہے۔

جمہور نے اس حدیث کا یہ جواب دیا ہے کہ یہ حکم نبی ﷺ کے اصحاب کے ساتھ خاص ہے اور آج کل یہ جائز نہیں ہے اور اس خصوصیت کی دلیل یہ حدیث ہے:

سلیم بن اسود بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے تھے: جس نے حج کا احرام باندھا' پھر اس کو فسخ کر کے عمرہ کر دیا' یہ صرف ان سواروں کے لیے جائز تھا جو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۸۰۷)

الحارث بن بلال اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! حج کو فسخ کر کے عمرہ قرار دینا صرف ہمارے ساتھ خاص ہے یا ہمارے بعد والوں کے لیے بھی جائز ہے؟ آپ نے فرمایا: بلکہ یہ صرف تمہارے ساتھ خاص ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۱۸۰۸' سنن نسائی: ۲۸۰۷' سنن ابن ماجہ: ۲۹۸۴)

حضرت ابن عباس اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم نے اس مسئلہ میں تمام صحابہ سے اختلاف کیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۷ ص ۱۸۰-۱۷۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤ - بَابٌ فِیْ كَمْ يَقْصُرُ الصَّلٰوةَ

نماز کو قصر کرنے کی کم سے کم مدت

وَسَمَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السَّفَرَ يَوْمًا وَلَيْلَةً.

اور نبی ﷺ نے ایک دن اور ایک رات کی مسافت کو بھی سفر فرمایا۔

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ وَابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ يَقْصُرَانِ وَيُفْطِرَانِ فِي أَرْبَعَةِ بُرُدٍ وَهِيَ سِتَّةَ عَشَرَ فَرْسَخًا.

اور حضرت ابن عمر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم چار برد کی مسافت میں بھی نماز کو قصر کرتے تھے اور روزہ افطار کرتے تھے اور چار بُرُد سولہ فرسخ ہیں یعنی ۴۸ شرعی میل۔

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل حدیث ہے:

عطاء بن ابی رباح بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم دو دو رکعت نماز پڑھتے تھے اور چار برد یا اس سے زائد مسافت میں روزہ افطار کرتے تھے۔ (سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۳۷ نشر السنہ ملتان)

١٠٨٦ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ قَالَ قُلْتُ لِأَبِي أُسَامَةَ حَدَّثَكُمْ عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُسَافِرِ الْمَرْأَةُ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ إِلَّا مَعَ ذِي مَحْرَمٍ؟[طرف الحدیث: ۱۰۸۷]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن ابراہیم الحنظلی نے حدیث بیان کی انہوں نے بیان کیا: میں نے ابواسامہ سے کہا: تمہیں عبیداللہ نے حدیث بیان کی ہے از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی عورت تین دن کا سفر بغیر محرم کے نہ کرے۔

(صحیح مسلم: ۱۳۳۸ الرقم المسلسل: ۳۲۰۰ سنن ابوداؤد: ۱۷۲۷ صحیح ابن خزیمہ: ۲۵۲۰ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۵ سنن بیہقی ج ۵ ص ۲۲۷ صحیح ابن حبان: ۲۷۳۰ مسند احمد ج ۲ ص ۱۳ طبع قدیم مسند احمد: ۴۶۱۵ ج ۸ ص ۲۳۱ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت جامع المسانید لابن جوزی: ۳۴۷۴ مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) اسحق بن راھویہ (۲) ابواسامہ حماد بن اسامہ اللیثی (۳) عبیداللہ بن عمر العمری (۴) نافع مولیٰ ابن عمر (۵) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۱۸۳-۱۸۲)

بغیر محرم کے عورت کے سفر حج میں مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب نے اور فقہاء اصحاب حدیث نے یہ استدلال کیا ہے کہ عورت پر حج کے واجب ہونے کے لیے یہ شرط ہے کہ اس کے ساتھ اس کا شوہر یا محرم ہو جب کہ اس عورت اور مکہ کے درمیان تین دن اور تین راتوں کی مسافت ہو۔ النخعی حسن بصری ثوری اور الاعمش کا بھی یہی قول ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ یہ حدیث ان سفروں پر محمول ہے جو فرض نہ ہوں اس لیے حج کا سفر اس میں داخل نہیں ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کے الفاظ عام ہیں اور اس میں محرم کے بغیر ہر اس سفر سے منع فرمایا ہے جو تین دن اور تین راتوں کی مسافت پر مشتمل ہو۔ اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ ہرگز تنہائی میں نہ رہے مگر اس کے ساتھ (اس کا) محرم ہو اور کوئی عورت بغیر محرم کے سفر نہ کرے پھر ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا: یارسول اللہ! میری بیوی حج کے لیے نکلی ہے اور میرا نام فلاں فلاں غزوہ میں لکھا ہوا ہے آپ نے فرمایا: جاؤ! اپنی بیوی کے ساتھ حج کرو۔ (صحیح مسلم: ۱۳۴۱ الرقم المسلسل: ۳۲۱۴)

یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ عورت شوہر یا محرم کے بغیر حج کے لیے نہ جائے' ورنہ رسول اللہ ﷺ یوں فرماتے: اس کو تمہارے ساتھ کی کیا ضرورت ہے وہ دوسرے مسلمانوں کے ساتھ ہے' تم اس غزوہ میں جاؤ جس میں تمہارا نام لکھا ہوا ہے' نبی ﷺ نے اس کو غزوہ میں جانے کا حکم نہیں دیا بلکہ اس کو اپنی بیوی کے ساتھ حج پر جانے کا حکم دیا' اس میں یہ دلیل ہے کہ عورت بغیر خاوند یا محرم کے حج کے لیے نہیں جاسکتی۔

امام شافعی اور امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ عورت فرض حج کے لیے بغیر شوہر یا محرم کے جاسکتی ہے' خواہ اس کے اور مکہ کے درمیان سفر ہو یا نہ ہو' وہ کہتے ہیں کہ اس حدیث میں جو بغیر محرم کے سفر کی ممانعت ہے' وہ ان سفروں کے لیے ہے جو واجب نہ ہوں۔

ظاہریہ کا مذہب یہ ہے کہ عورت ایک برید (بارہ شرعی میل) سے کم کا سفر بغیر محرم کے کرسکتی ہے اور ایک برید یا اس سے زائد کا سفر بغیر محرم کے نہیں کرسکتی۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بغیر محرم کے سفر کرتی تھیں اور ایک جماعت نے اس سے استدلال کر کے یہ کہا ہے کہ عورت بغیر محرم کے سفر کرسکتی ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ تمام لوگ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے محرم تھے کیونکہ وہ تمام مؤمنین کی ماں تھیں' وہ جس مؤمن کے ساتھ بھی سفر کرتیں' وہ ان کا محرم ہوتا اور دوسری عورتوں کا یہ حکم نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۷ ص ۱۸۵۔ ۱۸۳ ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۳۱۵۹۔ ج ۳ ص ۶۵۰ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

① زوج یا محرم کے بغیر عورت کے سفر میں شوافع کا نظریہ ② زوج یا محرم کے بغیر عورت کے سفر میں مالکیہ کا نظریہ ③ زوج یا محرم کے بغیر عورت کے سفر میں حنابلہ کا نظریہ ④ عورت کے سفر حج میں احناف کا نظریہ ⑤ عورت کے سفر کے بارے میں متعارض روایات کے جوابات ⑥ زمانہ امن میں عورت کے تنہا سفر کرنے کی تحقیق ⑦ بہ ذریعہ ہوائی جہاز عورت کے بغیر محرم کے حج پر جانے کی تحقیق۔

* یہ بحث شرح صحیح مسلم ج ۳ ص ۶۷۲۔ ۶۵۴ پر مذکور ہے۔

۱۰۸۷ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُسَافِرُ الْمَرْاَةُ اِلَّا مَعَهَا ذِيْ مَحْرَمٍ. تَابَعَهُ اَحْمَدُ، عَنِ ابْنِ الْمُبَارَكِ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از عبید اللہ از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما از نبی ﷺ' آپ نے فرمایا: کوئی عورت بغیر محرم کے سفر نہ کرے۔ عبید اللہ کی امام احمد نے متابعت کی ہے از عبد اللہ بن المبارک از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما از نبی ﷺ۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۱۰۸۶ میں گزر چکی ہے۔

۱۰۸۸ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ ذِئْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ الْمَقْبُرِيُّ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَحِلُّ لِامْرَاَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ،

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی ذئب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سعید مقبری نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جو عورت اللہ پر اور یوم

اَنْ تُسَافِرَ مَسِيْرَةَ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ لَيْسَ مَعَهَا حُرْمَةٌ. تَابَعَهُ يَحْيَى بْنُ اَبِي كَثِيْرٍ، وَسُهَيْلٌ، وَمَالِكٌ، عَنِ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ.

آخرت پر ایمان رکھتی ہو اس کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ بغیر محرم کے ایک دن اور ایک رات کا سفر کرے۔ ابن ابی ذئب کی یحییٰ بن ابی کثیر اور سہیل اور مالک نے متابعت کی ہے از المقبری از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔

(صحیح مسلم: ۱۳۳۹، الرقم المسلسل: ۳۲۰۹، سنن ابوداؤد: ۱۷۲۳، سنن ابن ماجہ: ۲۸۹۹، مسند ابوداؤد الطیالسی: ۲۳۱۷، سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۳۹، صحیح ابن خزیمہ: ۲۵۲۵، مسند احمد ج ۲ ص ۲۵۱ طبع قدیم، مسند احمد: ۷۴۱۴، ج ۱۲ ص ۳۷۷، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

اس حدیث کے رجال کا اس سے پہلے تعارف ہو چکا ہے۔

بغیر محرم کے عورت کے سفر کی ممانعت کی مختلف احادیث میں علامہ ابن بطال کی تطبیق

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

بغیر محرم کے عورت کے سفر کی ممانعت میں احادیث مختلف ہیں' ایک دن اور ایک رات کے سفر کی بھی ممانعت ہے' اور بعض روایات میں دو دن کے سفر کی بھی ممانعت ہے اور تین دن کے سفر کی بھی ممانعت ہے' ان احادیث میں تطبیق اس طرح ہے کہ یہ احادیث مختلف سائلین کے جواب میں ہیں' ایک سائل نے سوال کیا کہ کیا عورت ایک دن اور ایک رات کا سفر بغیر محرم کے کر سکتی ہے؟ تو آپ نے فرمایا: نہیں' پھر دوسرے سائل نے سوال کیا: کیا عورت دو دن کی مسافت کا سفر بغیر محرم کے کر سکتی ہے؟ تو آپ نے فرمایا: نہیں! پھر تیسرے شخص نے سوال کیا: کیا عورت تین دن کی مسافت کا سفر بغیر محرم کے کر سکتی ہے؟ تو آپ نے فرمایا: نہیں! پس ہر صحابی نے اس حدیث کو روایت کیا جو اس نے سنی تھی' ان میں کوئی تعارض ہے نہ کوئی حدیث منسوخ ہے' کیونکہ اصل یہ ہے کہ عورت بالکل سفر نہ کرے اور نہ کسی غیر محرم کے ساتھ تنہائی میں رہے کیونکہ کسی شخص کا اجنبی عورت کے پاس ایک رات میں داخل ہونا یا تین راتوں میں داخل ہونا برابر ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ خلوت میں نہ رہے جو اس کا محرم نہ ہو۔

بغیر محرم کے عورت کے سفر کی ممانعت کی مختلف احادیث میں مصنف کی تطبیق

میں کہتا ہوں کہ ان احادیث میں بہرحال تعارض ہے' یہ اور بات ہے کہ علامہ ابن بطال اس تعارض کو اٹھا نہیں سکے' اور میں اللہ تعالیٰ کی توفیق اور تائید سے یہ کہتا ہوں کہ ابتداء اسلام میں مدینہ میں مسلمان کم تعداد میں تھے اور مسلمان ضعیف تھے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کو بغیر محرم کے ایک دن کے سفر سے منع کر دیا' پھر جب مسلمانوں کی تعداد کچھ زیادہ ہوئی اور وہ بہ نسبت پہلے کے قوی ہو گئے اور خطرات بھی کم ہو گئے تو آپ نے عورت کو بغیر محرم کے دو دن کے سفر سے منع فرما دیا' پھر فتح مکہ کے بعد جب مسلمانوں کی تعداد بہت زیادہ ہو گئی اور مسلمانوں کو شوکت اور غلبہ حاصل ہو گیا تو آپ نے عورت کو محرم کے بغیر تین دن کی مسافت کے سفر سے منع فرما دیا۔

متعدد خواتین کے ساتھ عورت کے سفر حج پر علامہ ابن بطال کا استدلال اور مصنف کا جواب

اس کے بعد علامہ ابن بطال لکھتے ہیں: فقہاء احناف نے حضرت ابن عمر اور حضرت ابو ہریرہ کی حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ عورت کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ بغیر محرم کے حج کے سفر کے لیے جائے اور امام مالک (اور امام شافعی) وغیرہ نے کہا ہے کہ جب عورت کے ساتھ متعدد خواتین ہوں تو وہ بغیر محرم کے بھی حج کے سفر پر جا سکتی ہے اور المہلب نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جو ارشاد ہے کہ کوئی عورت بغیر محرم کے ایک دن اور ایک رات کا سفر نہ کرے۔ اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سفر سے منع کیا ہے جو ان پر لازم نہیں ہے اور ان کے لیے اس سفر کو ترک کرنا جائز ہے اور کیا تم نہیں دیکھتے کہ امام مالک نے کہا ہے کہ عورت بغیر محرم کے متعدد

خواتین کے ساتھ جا سکتی ہے کیونکہ جب متعدد خواتین اس کے ساتھ ہوں گی تو پھر خطرہ کم ہو جائے گا۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۷۹-۷۸ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

میں کہتا ہوں کہ ہم بغیر محرم کے حج کی ممانعت میں باب سابق میں یہ صریح حدیث پیش کر چکے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کوئی عورت بغیر محرم کے سفر نہ کرے' پھر ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا: یا رسول اللہ! میری بیوی حج کے لیے نکلی ہے اور میرا نام فلاں' فلاں غزوہ میں لکھا ہوا ہے' آپ نے فرمایا: جاؤ! اپنی بیوی کے ساتھ حج کرو۔ (صحیح مسلم: ۱۳۴۱)

اگر سفر حج بغیر محرم کے کرنا جائز ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس عورت کے شوہر کو جہاد پر جانے دیتے اور اسے اس کی بیوی کے ساتھ حج پر نہ بھیجتے' اور جب آپ نے ایسا نہیں کیا تو معلوم ہوا کہ کسی عورت کا اپنے محرم کے بغیر حج پر جانا جائز نہیں ہے۔

اور امام مالک اور امام شافعی نے جو کہا ہے کہ جب کوئی عورت متعدد عورتوں کے ساتھ جائے گی تو پھر اس کو خطرہ نہیں ہوگا' انہوں نے صریح حدیث کے مقابلہ میں قیاس پر عمل کیا ہے اور یہ جائز نہیں ہے۔ اس کے مقابلہ میں امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کا عمل صحیح اور صریح حدیث پر ہے۔

٥ - بَابٌ يَقْصُرُ إِذَا خَرَجَ مِنْ مَّوْضِعِهٖ

جب کوئی شخص اپنی جگہ (حدودِ شہر) سے نکلے تو قصر کرے

وَخَرَجَ عَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَصَرَ وَهُوَ يَرَى الْبُيُوْتَ، فَلَمَّا رَجَعَ قِيْلَ لَهٗ هٰذِهِ الْكُوْفَةُ، قَالَ لَا، حَتّٰى نَدْخُلَهَا.

اور حضرت علی علیہ السلام نکلے تو انہوں نے نماز قصر کی حالانکہ وہ مکانوں کو دیکھ رہے تھے' جب وہ واپس آئے تو ان سے کہا گیا: یہ کوفہ ہے' انہوں نے کہا: نہیں! حتیٰ کہ ہم اس میں داخل ہو جائیں۔

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل احادیث ہیں:

علی بن ربیعہ الاسدی بیان کرتے ہیں: ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ (کوفہ سے) نکلے اور ہم کوفہ کی طرف دیکھ رہے تھے' حضرت علی نے دو رکعت نماز پڑھی' پھر واپس آئے' پھر دو رکعت نماز پڑھی اور وہ بستی کی طرف دیکھ رہے تھے' ہم نے ان سے کہا: کیا آپ چار رکعت نماز نہیں پڑھتے' انہوں نے کہا: نہیں! حتیٰ کہ ہم اس میں داخل ہو جائیں۔ (مصنف عبد الرزاق: ۴۳۳۳)

ابوحرب بن ابی الاسود الدیلی بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جب بصرہ سے نکلے تو انہوں نے جھونپڑیاں دیکھیں' پس انہوں نے کہا: اگر یہ جھونپڑیاں نہ ہوتیں تو ہم دو رکعت نماز پڑھتے۔ (مصنف عبد الرزاق: ۴۳۳۱)

ابوحرب بن ابی الاسود بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بصرہ سے نکلے' پس ظہر کی نماز چار رکعت پڑھی' پھر فرمایا: جب ہم ان جھونپڑیوں سے نکل جائیں گے تو دو رکعت نماز پڑھیں گے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۲۵۳' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۱۶۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

علی بن ربیعہ بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ نکلے' ہم شام کا قصد کر رہے تھے' پس حضرت علی نے دو' دو رکعت نماز پڑھی حتیٰ کہ جب ہم واپس آئے اور ہم نے کوفہ کی طرف دیکھا اور نماز کا وقت آ گیا تو ہم نے کہا: اے امیر المومنین! یہ کوفہ ہے' اب ہم پوری نماز پڑھیں؟ حضرت علی نے فرمایا: نہیں! حتیٰ کہ ہم کوفہ میں داخل ہو جائیں۔ (سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۴۶' نشر السنہ' ملتان)

ان آثار کا خلاصہ یہ ہے کہ جب انسان اپنے شہر سے نکل کر کسی دوسرے شہر جانے کا قصد کرے تو جب تک اپنے شہر کی حدود

سے نہیں نکلے گا' پوری نماز پڑھے گا اور جب اپنے شہر واپس آئے گا تو جب تک اپنے شہر میں داخل نہیں ہوگا' نماز کو قصر کرے گا۔

١٠٨٩ - حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ' عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ وَاِبْرَاهِيْمَ بْنِ مَيْسَرَةَ' عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ صَلَّيْتُ الظُّهْرَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِيْنَةِ اَرْبَعًا' وَالْعَصْرَ وَبِذِي الْحُلَيْفَةِ رَكْعَتَيْنِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از محمد بن المنکدر و ابراہیم بن میسرہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ظہر کی نماز مدینہ میں چار رکعت پڑھی اور ذوالحلیفہ میں عصر کی نماز دو رکعت پڑھی۔

[اطراف الحدیث: ١٥٤٦ـ١٥٤٧ـ١٥٤٨ـ١٥٥١ـ١٧١٢ـ١٧١٤ـ١٧١٥ـ٢٩٥١ـ٢٩٨٦] (صحیح مسلم: ٦٩٠' الرقم المسلسل: ١٥٥٢' سنن ابوداؤد: ١٢٠٢' سنن ترمذی: ٥٤٦' سنن نسائی: ٤٦٨' مسند الحمیدی: ١١٩٤' مصنف عبد الرزاق: ٤٣١٥' مسند ابویعلیٰ: ٢٨٩٤' صحیح ابن حبان: ٢٧٤٣' سنن بیہقی ج ٥ ص ١٠' المعجم: ١٨٢' مسند احمد ج ٣ ص ١١١ طبع قدیم' مسند احمد: ١٢٠٨٣ ـ ج ٣ ص ٧ ١٤' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ٤٣٥' مکتبۃ الرشد ریاض' ١٤٢٦ھ' مسند الطحاوی: ٢٧٥)

حدیث مذکور کے رجال

(١) ابونعیم الفضل بن دکین (٢) سفیان الثوری (٣) محمد بن المنکدر بن عبد اللہ القرشی التیمی المدنی' یہ ١٣٠ھ میں فوت ہو گئے تھے (٤) ابراہیم بن میسرہ (٥) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ٧ ص ١٩١)

شہر کی حدود اور مضافات سے نکلنے کے بعد نماز کو قصر کیا جائے گا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

تمام فقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ مسافر اس وقت نماز کو قصر کرے گا جب وہ شہر کے مضافات اور اس کی حدود سے نکل جائے گا' بعض تابعین نے کہا ہے کہ شہر کے مکانات سے نکلنے سے پہلے نماز کو قصر کرے' ان کے اس قول کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل سے رد کیا گیا ہے' کیونکہ آپ نے مدینہ میں ظہر کی نماز پوری پڑھی اور ذوالحلیفہ میں پہنچ کر نماز کو قصر کیا اور نماز کو قصر کرنا اس وقت لازم ہے جب انسان شہر یا بستی کے مکانوں سے نکل جائے' اس سے پہلے نماز کو قصر کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ سفر میں عمل اور نیت کی ضرورت ہے اور یہ اقامت کی طرح نہیں ہے جس میں صرف نیت کافی ہے عمل کی ضرورت نہیں ہے۔

(شرح ابن بطال ج ٣ ص ٨١' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ھ)

١٠٩٠ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ' عَنِ الزُّهْرِيِّ' عَنْ عُرْوَةَ' عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ اَلصَّلٰوةُ اَوَّلُ مَا فُرِضَتْ رَكْعَتَانِ' فَاُقِرَّتْ صَلٰوةُ السَّفَرِ' وَاُتِمَّتْ صَلٰوةُ الْحَضَرِ' قَالَ الزُّهْرِيُّ فَقُلْتُ لِعُرْوَةَ مَا بَالُ عَائِشَةَ تُتِمُّ؟ قَالَ تَاَوَّلَتْ مَا تَاَوَّلَ عُثْمَانُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از الزہری از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' انہوں نے کہا کہ سب سے پہلے نماز دو رکعت فرض کی گئی' پس سفر کی نماز برقرار رہی اور حضر کی نماز پوری پڑھی گئی۔ الزہری نے کہا: میں نے عروہ سے پوچھا: حضرت عائشہ جو (منیٰ میں) نماز پوری پڑھتی تھیں' اس کا کیا سبب تھا؟ انہوں نے کہا: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے وہی تاویل کی تھی جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے تاویل کی تھی۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۱۰۸۲ اور ۳۵۰ کا مطالعہ کریں۔

٦ - بَابٌ يُصَلِّي الْمَغْرِبَ ثَلَاثًا فِي السَّفَرِ
سفر میں مغرب کی تین رکعت پڑھی جائیں گی

١٠٩١ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي سَالِمٌ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَعْجَلَهُ السَّيْرُ فِي السَّفَرِ، يُؤَخِّرُ الْمَغْرِبَ حَتَّى يَجْمَعَ بَيْنَهَا وَ بَيْنَ الْعِشَاءِ. قَالَ سَالِمٌ وَكَانَ عَبْدُ اللَّهِ يَفْعَلُهُ إِذَا أَعْجَلَهُ السَّيْرُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبردی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے سالم نے خبردی از حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا' جب آپ کو سفر میں جلدی روانہ ہونا ہوتا تو آپ مغرب کو مؤخر کردیتے' حتیٰ کہ مغرب اور عشاء کو جمع کر کے پڑھتے۔ سالم نے کہا: اور حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کو جب سفر میں جلدی روانہ ہونا ہوتا تو وہ بھی ایسا ہی کرتے۔

[اطراف الحدیث: ۱۰۹۲-۱۱۰۶-۱۱۰۹-۱۶۶۸-۱۶۷۳-۱۸۰۵-۳۰۰۰] (صحیح مسلم: ۷۰۳' الرقم المسلسل: ۱۵۹۲' سنن نسائی: ۵۹۲' سنن ترمذی: ۵۵۵' سنن دار قطنی ج ۱ ص ۳۹۰' سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۵۹' صحیح ابن حبان: ۱۵۹۰' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۴۵۷' مسند احمد ج ۲ ص ۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۴۴۷۲- ج ۸ ص ۴۷' مؤسسۃ الرسالۃ بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ۳۳۷۱' مسند الطحاوی: ۲۹۸۹)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابوالیمان الحکم بن نافع البہرانی (۲) شعیب بن ابی حمزہ (۳) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (۴) سالم بن عبد اللہ بن عمر (۵) اللیث بن سعد (۶) یونس بن یزید (۷) حضرت عبد اللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۱۹۷)

سفر میں نمازوں کو صورۃً جمع کرنے کے متعلق احادیث

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اسی طرح سنت مروی ہے اور یہ ہر سفر مباح میں جائز ہے' کیا تم نہیں دیکھتے کہ حضرت ابن عمر نے کہا: میں نے دیکھا کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سفر میں جلدی جانا ہوتا تو مغرب کو مؤخر کرتے حتیٰ کہ مغرب اور عشاء کو جمع کر کے پڑھتے۔ یہ حکم ہر سفر میں عام ہے' اور جو یہ دعویٰ کرے کہ یہ حکم بعض سفروں کے ساتھ مخصوص ہے' اسے اس پر دلیل پیش کرنا لازم ہے' اور اس سے کہا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ نے رزق کی طلب میں اور دشمن اسلام سے جہاد کے احوال ایک ساتھ ذکر فرمائے ہیں اور ان سے تہجد کی نماز کے وجوب کو ساقط کر دیا ہے۔ ارشاد فرمایا:

عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَّرْضٰى وَاٰخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِي الْاَرْضِ يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاٰخَرُوْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ. (المزمل: ۲۰)

اللہ کو علم ہے کہ تم تہجد کی نماز کو ہرگز نہ نبھا سکو گے' سو اس نے تمہاری توبہ قبول فرمائی' سو جتنا قرآن پڑھنا تمہارے لیے آسان ہو اتنا قرآن پڑھا کرو' اس کو علم ہے کہ تم میں سے بعض بیمار ہوں گے اور بعض زمین میں سفر کر کے اللہ کے فضل کو تلاش کریں گے اور بعض اللہ کے راستہ میں جہاد کریں گے۔

پس اللہ تعالیٰ نے تہجد کی نماز کو ساقط کرنے میں زمین میں سفر کرنے اور جہاد کو مساوی قرار دیا ہے' پس اس سے معلوم ہوا کہ سفر

میں قصر کی رخصت لازم ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۸۳ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ محمد بن یوسف کرمانی شافعی متوفی ۷۸۶ھ لکھتے ہیں:

یہ حدیث مغرب اور عشاء کی نمازوں کو جمع کرنے میں امام شافعی کی دلیل ہے کہ مغرب کی نماز کو عشاء کی نماز تک مؤخر کیا جائے اور یہ حکم تمام سفروں کے لیے عام ہے۔ (شرح الکرمانی ج ۶ ص ۱۶۷-۱۶۶ 'داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۱ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر صفیہ بنت ابی عبید کی تعزیت کو جا رہے تھے' میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ سفر میں گیا' وہ اپنی زمین پر جانے کا ارادہ کر رہے تھے' وہ بہت جلدی جا رہے تھے' ان کے ساتھ قریش کا ایک آدمی تھا جو ان کو لے جا رہا تھا' سورج غروب ہو گیا اور انہوں نے نماز نہیں پڑھی' وہ نماز کی حفاظت کرتے تھے' جب انہوں نے نماز میں تاخیر کر دی تو میں نے کہا: نماز پڑھیے' اللہ آپ پر رحم کرے' انہوں نے میری طرف مڑ کر دیکھا اور سفر جاری رکھا' حتیٰ کہ جب شفق کا آخری وقت ہو گیا تو وہ سواری سے اترے' پھر مغرب کی نماز پڑھی' پھر عشاء کی اقامت کہی' اس وقت شفق غائب ہو چکی تھی' پس ہم کو نماز پڑھائی' پھر ہماری طرف مڑ کر کہا: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جلدی جانا ہوتا تھا تو آپ اسی طرح کرتے تھے۔ (سنن نسائی: ۵۹۱' سنن ابوداؤد: ۱۲۱۳)

حافظ ابن حجر نے لکھا ہے: یہ ایک اور قصہ ہے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۵۹۸ 'دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

میں کہتا ہوں کہ یہ احادیث ہمارے خلاف نہیں ہیں کیونکہ ان احادیث میں جمع صوری کا ذکر ہے کہ ایک نماز کو اس کے آخری وقت میں پڑھا جائے اور دوسری نماز کو اس کے ابتدائی وقت میں پڑھا جائے' جیسا کہ صحیح بخاری' سنن نسائی اور سنن ابوداؤد کی حدیثوں میں ہے' رہا ایک نماز کے وقت دوسری نماز کو جمع کر کے پڑھنا سو یہ جمع حقیقی ہے اور یہ ہمارے نزدیک جائز نہیں ہے' اس پر تفصیلی بحث ان شاء اللہ عنقریب آئے گی۔

* یہ حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۵۱۸۔ ج ۲ ص ۵۰۰ پر مذکور ہے' اس کی شرح میں دو نمازوں کے جمع کرنے میں مذاہب اور ائمہ ثلاثہ کے دلائل کے جوابات مذکور ہیں۔

۱۰۹۲ - وَزَادَ اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ سَالِمٌ كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا يَجْمَعُ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ بِالْمُزْدَلِفَةِ. قَالَ سَالِمٌ وَأَخَّرَ ابْنُ عُمَرَ الْمَغْرِبَ وَكَانَ اسْتُصْرِخَ عَلَى امْرَأَتِهِ صَفِيَّةَ بِنْتِ أَبِي عُبَيْدٍ، فَقُلْتُ لَهُ الصَّلَاةَ، فَقَالَ سِرْ، فَقُلْتُ لَهُ الصَّلَاةَ، فَقَالَ سِرْ، حَتَّى سَارَ مِيلَيْنِ أَوْ ثَلَاثَةً، ثُمَّ نَزَلَ فَصَلَّى، ثُمَّ قَالَ هَكَذَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي إِذَا أَعْجَلَهُ السَّيْرُ. وَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَعْجَلَهُ السَّيْرُ يُقِيمُ الْمَغْرِبَ فَيُصَلِّيهَا ثَلَاثًا، ثُمَّ يُسَلِّمُ، ثُمَّ قَلَّمَا يَلْبَثُ حَتَّى يُقِيمَ الْعِشَاءَ، فَيُصَلِّيهَا

اور لیث نے یہ اضافہ کیا: انہوں نے کہا: مجھے یونس نے حدیث بیان کی از ابن شہاب' انہوں نے بیان کیا کہ سالم نے بیان کیا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما مغرب اور عشاء کو مزدلفہ میں جمع کر کے پڑھتے تھے' سالم نے کہا کہ حضرت ابن عمر نے مغرب کی نماز کو مؤخر کر دیا' انہیں ان کی بیوی صفیہ بنت عبید کی موت کی خبر دی گئی تھی' (وہ ان کی تعزیت کو جا رہے تھے) میں نے ان سے کہا: نماز پڑھیے' انہوں نے کہا: چلتے رہو' میں نے ان سے کہا: نماز پڑھیے' انہوں نے کہا: چلتے رہو' میں نے ان سے کہا: نماز پڑھیے' انہوں نے کہا: چلتے رہو' حتیٰ کہ انہوں نے دو یا تین میل سفر کیا' پھر سواری سے اترے' پس انہوں نے نماز پڑھی' پھر کہا: میں نے اسی طرح دیکھا ہے' جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جلدی جانا ہوتا تو آپ اسی طرح کرتے تھے'

رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ يُسَلِّمُ، وَلَا يُسَبِّحُ بَعْدَ الْعِشَاءِ، حَتّٰى يَقُوْمَ مِنْ جَوْفِ اللَّيْلِ.

اور حضرت عبد اللہ نے کہا: میں نے دیکھا: جب نبی ﷺ کو جلدی جانا ہوتا تو آپ مغرب کی اقامت کہلواتے' پھر اس کی تین رکعت پڑھتے' پھر سلام پھیر دیتے' پھر تھوڑی دیر ٹھہرتے حتیٰ کہ عشاء کی اقامت کہلواتے' پھر اس کی دو رکعت نماز پڑھتے' پھر سلام پھیر دیتے اور عشاء کے بعد نفل نہیں پڑھتے تھے حتیٰ کہ آدھی رات کو اٹھتے۔

اس حدیث کی شرح گزشتہ حدیث: ۱۰۹۱ میں گزر چکی ہے۔

۷ - بَابُ صَلٰوةِ التَّطَوُّعِ عَلَى الدَّوَابِّ، حَيْثُمَا تَوَجَّهَتْ بِهِ

سواری پر نفل نماز پڑھنا خواہ سواری کا منہ کسی طرف ہو

۱۰۹۳ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْاَعْلٰى قَالَ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَامِرٍ، عَنْ اَبِيْهِ قَالَ رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ حَيْثُ تَوَجَّهَتْ بِهٖ.

[اطراف الحدیث: ۱۰۹۷-۱۱۰۴]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الاعلیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے حدیث بیان کی از الزہری از حضرت عبد اللہ بن عامر از والد خود' انہوں نے کہا: میں نے نبی ﷺ کو اپنی سواری پر نماز پڑھتے ہوئے دیکھا' اس کا منہ جس طرف بھی تھا۔

(صحیح مسلم: ۷۰۱' الرقم المسلسل: ۱۵۹۰' مسند احمد ج ۳ ص ۴۴۵ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۵۶۷۳۔ ج ۲۴ ص ۴۳۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) علی بن عبد اللہ' یہ ابن المدینی کے نام سے معروف ہیں (۲) عبد الاعلیٰ بن عبد الاعلیٰ ابو محمد الشامی (۳) معمر بن راشد (۴) محمد بن مسلم الزہری (۵) حضرت عبد اللہ بن عامر رضی اللہ عنہ انہوں نے بہت کم سنی میں نبی ﷺ کی زیارت کی تھی (۶) ان کے والد حضرت عامر بن ربیعہ العنزی ہیں' یہ آل عمر بن الخطاب کے حلیف تھے' یہ مہاجرین اولین میں سے تھے اور بدر میں حاضر ہوئے تھے' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے کچھ عرصہ بعد فوت ہو گئے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۲۰۰-۱۹۹)

سفر اور حضر میں سواری پر نفل پڑھنے کے متعلق مذاہب فقہاء

اس حدیث میں ''راحلہ'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: اونٹنی' اور اس کا استعمال مذکر اور مؤنث دونوں کے لیے ہوتا ہے' اس سے مراد وہ قوی اونٹ ہے جس پر سواری کی جا سکے اور جس پر بوجھ لادا جا سکے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ اس کا منہ جس طرف بھی تھا' اس سے مراد یہ ہے کہ اس کا منہ خواہ قبلہ کی طرف تھا یا کسی اور طرف۔

امام ترمذی نے کہا: اس حدیث پر عام اہل علم کا عمل ہے' ہمیں ان کے درمیان کسی اختلاف کا علم نہیں ہے' وہ اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے کہ وہ جب سواری پر نفل نماز پڑھیں تو خواہ اس کا منہ قبلہ کی طرف ہو یا کسی اور طرف ہو۔

سفر میں سواری پر نماز پڑھنے کے مسئلہ میں تو فقہاء کا اجماع ہے اور حضر (شہر) میں سواری پر نماز پڑھنے میں اختلاف ہے' امام ابو یوسف' ابو سعید الاصطخری الشافعی' غیر مقلدین اور بعض دیگر شافعی علماء کہتے ہیں کہ حضر (شہر) میں بھی سواری پر نماز پڑھنا جائز ہے' جب کہ سواری کا منہ قبلہ کی طرف ہو' امام ابو حنیفہ اور امام محمد نے حضر (شہر) میں سواری پر نماز پڑھنے کو ناجائز کہا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۷ ص ۲۰۰ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

١٠٩٤ - حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، أَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ أَخْبَرَهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي التَّطَوُّعَ وَهُوَ رَاكِبٌ فِي غَيْرِ الْقِبْلَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شیبان نے حدیث بیان کی از یحییٰ از محمد بن عبد الرحمان، انہوں نے کہا کہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے ان کو خبر دی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نفل پڑھتے تھے اور اس وقت آپ سوار ہوتے تھے اور قبلہ رخ نہیں ہوتے تھے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری ۱۰۹۳، اور ۴۰۰ میں گزر چکی ہے۔

١٠٩٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ حَمَّادٍ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ، عَنْ نَافِعٍ قَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا يُصَلِّي عَلَى رَاحِلَتِهِ، وَيُوتِرُ عَلَيْهَا، وَيُخْبِرُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَفْعَلُهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد الاعلیٰ بن حماد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں موسیٰ بن عقبہ نے حدیث بیان کی از نافع، انہوں نے کہا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنی سواری پر نماز پڑھتے تھے اور اسی پر وتر پڑھتے تھے اور وہ بتاتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی طرح کرتے تھے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۹۹۹ میں گزر چکی ہے۔

٨ - بَابُ الْإِيمَاءِ عَلَى الدَّابَّةِ

سواری پر اشارے سے نماز پڑھنا

١٠٩٦ - حَدَّثَنَا مُوسَى قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دِينَارٍ قَالَ كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا يُصَلِّي فِي السَّفَرِ عَلَى رَاحِلَتِهِ أَيْنَمَا تَوَجَّهَتْ، يُومِئُ. وَذَكَرَ عَبْدُ اللّٰهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَفْعَلُهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد العزیز بن مسلم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ بن دینار نے حدیث بیان کی، انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سفر میں سواری پر نماز پڑھتے تھے جس طرف بھی سواری مڑے وہ اشارہ کرتے تھے اور حضرت عبد اللہ نے ذکر کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس طرح کرتے تھے۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۹۹۹ میں گزر چکی ہے۔

٩ - بَابٌ يَنْزِلُ لِلْمَكْتُوبَةِ

فرض پڑھنے کے لیے سواری سے اترنا

١٠٩٧ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَامِرِ بْنِ رَبِيعَةَ أَنَّ عَامِرَ بْنَ رَبِيعَةَ أَخْبَرَهُ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَلَى الرَّاحِلَةِ يُسَبِّحُ، يُومِئُ بِرَأْسِهِ قِبَلَ أَيِّ وَجْهٍ تَوَجَّهَ، وَلَمْ يَكُنْ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْنَعُ ذٰلِكَ فِي

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب از عبد اللہ بن عامر بن ربیعہ کہ حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ نے ان کو خبر دی کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ سواری پر سر کے اشارہ سے نماز پڑھ رہے تھے، جس طرح بھی سواری کا رخ ہو، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرض نماز میں اس طرح نہیں کرتے

الصَّلٰوةِ الْمَكْتُوْبَةِ. تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۰۹۳ میں گزر چکی ہے۔

۱۰۹۸ - وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِيْ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ قَالَ سَالِمٌ كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ يُصَلِّيْ عَلٰى دَابَّتِهٖ مِنَ اللَّيْلِ وَهُوَ مُسَافِرٌ مَا يُبَالِيْ حَيْثُ مَا كَانَ وَجْهُهٗ. قَالَ ابْنُ عُمَرَ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسَبِّحُ عَلَى الرَّاحِلَةِ قِبَلَ اَيِّ وَجْهٍ تَوَجَّهَ وَيُوْتِرُ عَلَيْهَا غَيْرَ اَنَّهٗ لَا يُصَلِّيْ عَلَيْهَا الْمَكْتُوْبَةَ.

اور لیث نے کہا: مجھے یونس نے حدیث بیان کی از ابن شہاب' انہوں نے کہا کہ سالم نے بیان کیا کہ حضرت عبداللہ رات کو سواری پر نماز پڑھتے تھے اور وہ اس وقت مسافر تھے اور وہ یہ پرواہ نہیں کرتے تھے کہ سواری کا کس طرف منہ ہے' اور حضرت عبداللہ بن عمر نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سواری پر نفل پڑھتے تھے جس طرف بھی اس کا منہ ہو' اور اس پر وتر پڑھتے تھے' البتہ آپ اس پر فرض نہیں پڑھتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۹۹۹ میں گزر چکی ہے۔

۱۰۹۹ - حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ يَحْيٰى عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ ثَوْبَانَ قَالَ حَدَّثَنِيْ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّيْ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ نَحْوَ الْمَشْرِقِ فَاِذَا اَرَادَ اَنْ يُّصَلِّيَ الْمَكْتُوْبَةَ نَزَلَ فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں معاذ بن فضالہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از یحییٰ از محمد بن عبدالرحمان بن ثوبان' انہوں نے کہا: مجھے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مشرق کی طرف منہ کیے ہوئے سواری پر نماز پڑھ رہے تھے' پس جب آپ فرض پڑھنے کا ارادہ کرتے تو سواری سے اتر کر قبلہ کی طرف منہ کرتے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۰۰ میں گزر چکی ہے۔

۱۰ - بَابُ صَلٰوةِ التَّطَوُّعِ عَلَى الْحِمَارِ نفل نماز دراز گوش پر پڑھنا

ہر چند کہ اس سے پہلے باب میں سواری پر نفل پڑھنے کی احادیث گزر چکی ہیں' لیکن امام بخاری نے چاہا کہ خصوصیت کے ساتھ دراز گوش (گدھے) پر سواری کے جواز کا حکم بیان کریں اور اس سے یہ بتانا مقصود ہے کہ گدھے کا پسینہ پاک ہوتا ہے کیونکہ اس پر سواری کرنے سے سوار کے جسم اور کپڑوں پر اس کا پسینہ لگتا ہے' اگر اس کا پسینہ ناپاک ہوتا تو اس پر سواری کرتے ہوئے نماز جائز نہ ہوتی۔ ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ گدھے کا پسینہ مشکوک ہونا چاہیے' کیونکہ ہر جانور کے پسینہ کو اس کے گوشت پر قیاس کیا جاتا ہے لیکن چونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر سواری کی ہے' اس لیے خلاف قیاس اس کے پسینہ کو پاک قرار دیا گیا ہے۔

۱۱۰۰ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَبَّانُ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ قَالَ حَدَّثَنَا اَنَسُ ابْنُ سِيْرِيْنَ قَالَ اِسْتَقْبَلْنَا اَنَسًا حِيْنَ قَدِمَ مِنَ الشَّامِ فَلَقِيْنَاهُ بِعَيْنِ التَّمْرِ فَرَاَيْتُهٗ يُصَلِّيْ عَلٰى حِمَارٍ وَوَجْهُهٗ مِنْ ذَا الْجَانِبِ يَعْنِيْ عَنْ يَّسَارِ الْقِبْلَةِ فَقُلْتُ رَاَيْتُكَ تُصَلِّيْ لِغَيْرِ الْقِبْلَةِ؟ فَقَالَ لَوْ لَا اَنِّيْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حبان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں انس بن سیرین نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: جب حضرت انس رضی اللہ عنہ شام سے آئے تو ہم نے ان کا استقبال کیا' ہم ان سے عین التمر کے مقام پر ملے' پس میں نے ان کو دیکھا وہ گدھے پر نماز

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَلَهُ لَمْ اَفْعَلْهُ . رَوَاهُ ابْنُ طَهْمَانَ، عَنْ حَجَّاجٍ، عَنْ اَنَسِ بْنِ سِيْرِيْنَ، عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

(صحیح مسلم: ۷۰۲، الرقم المسلسل: ۱۵۹۱)

پڑھ رہے تھے اور ان کا منہ اس طرف تھا یعنی قبلہ کی بائیں طرف تھا، میں نے ان سے کہا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ غیر قبلہ کی طرف نماز پڑھ رہے ہیں، انہوں نے کہا: اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح نماز پڑھتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں نماز نہ پڑھتا۔ ابن طہمان نے اس حدیث کو از حجاج از انس بن سیرین از حضرت انس رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم روایت کیا ہے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) احمد بن سعید بن صخر بن سلیمان بن سعید بن قیس بن عبد اللہ ابوجعفر الدارمی المروزی، یہ ۲۴۳ھ میں نیشاپور میں فوت ہو گئے تھے (۲) حبان ابوحبیب بن ہلال الباہلی (۳) ہمام بن یحییٰ العوادی (۴) حضرت انس بن سیرین، یہ محمد بن سیرین کے بھائی ہیں (۵) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۲۰۶۔۲۰۵)

گدھے پر نفل پڑھنے کے جواز میں فقہاء کا اجماع

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

گدھے، خچر، اونٹ اور کسی بھی سواری پر نفل پڑھنے کے جواز میں فقہاء کا اختلاف نہیں ہے، خواہ کم سفر ہو یا زیادہ سفر ہو، امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ انہوں نے شہر میں سواری پر اشارے سے نماز پڑھنے کی اجازت دی ہے، کیونکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے گدھے پر مدینہ کی گلیوں میں اشارے سے نماز پڑھی ہے اور تمام فقہاء نے اس مسئلہ میں ان کی مخالفت کی ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۹۴۔۹۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

* یہ حدیث، شرح صحیح مسلم: ۱۵۱۱۔ ج ۲ ص ۴۹۳ پر مذکور ہے، وہاں اس حدیث کی شرح نہیں کی گئی۔

۱۱ - بَابُ مَنْ لَّمْ يَتَطَوَّعْ فِي السَّفَرِ دُبُرَ الصَّلٰوةِ وَقَبْلَهَا

جو سفر میں نماز سے پہلے اور نماز کے بعد کی سنتیں نہ پڑھے

۱۱۰۱ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنِي عُمَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ اَنَّ حَفْصَ بْنَ عَاصِمٍ حَدَّثَهُ قَالَ سَافَرَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا فَقَالَ صَحِبْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمْ اَرَهُ يُسَبِّحُ فِي السَّفَرِ، وَقَالَ اللّٰهُ جَلَّ ذِكْرُهُ ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾

(الاحزاب: ۲۱). [طرف الحدیث: ۱۱۰۲]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن سلیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن وہب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے عمر بن محمد نے حدیث بیان کی کہ حفص بن عاصم نے ان کو حدیث بیان کی، انہوں نے بیان کیا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے سفر کیا، انہوں نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مصاحبت کی ہے، میں نے آپ کو سفر میں نفل پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا اور اللہ جل ذکرہ نے فرمایا ہے: تحقیق یہ ہے کہ تمہارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں عمدہ نمونہ ہے۔ (الاحزاب: ۲۱)

(صحیح مسلم: ۶۸۹، الرقم المسلسل: ۱۵۵۱، سنن ابوداؤد: ۱۲۲۳، سنن ترمذی: ۵۴۴، سنن نسائی: ۱۴۵۷، سنن ابن ماجہ: ۱۰۷۱، مصنف ابن ابی شیبہ

ج ۱ ص ۳۸۰' مصنف عبد الرزاق: ۴۴۴۳' مسند ابویعلی: ۵۷۷۸' سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۵۸' شرح السنۃ: ۱۰۳۲' صحیح ابن خزیمہ: ۹۴۷' مسند احمد ج ۲ ص ۲۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۴۷۶۱- ج ۸ ص ۳۷۹' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) یحییٰ بن سلیمان بن یحییٰ ابوسعید الجعفی الکوفی' ان کی رہائش مصر میں تھی' اور یہ وہیں ۲۳۸ھ میں فوت ہو گئے (۲) عبد اللہ بن وہب (۳) عمر بن محمد بن زید بن عبد اللہ بن عمر بن الخطاب العسقلانی' یہ ثقہ اور جلیل تھے' ۱۴۵ھ کے بعد فوت ہوئے تھے (۴) حفص بن عاصم بن عمر بن الخطاب (۵) حضرت عبد اللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۲۰۸)

سفر میں سنتیں پڑھنے کے متعلق حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے قول اور فعل کے تعارض کا جواب

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ قول مذکور ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سفر میں فرض سے پہلے اور فرض کے بعد نفل پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا' اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ خود حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سفر میں اپنی سواری پر اشارے سے نماز پڑھتے تھے خواہ سواری کا منہ کسی طرف ہو اور وہ خود بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اسی طرح کرتے تھے۔ (صحیح البخاری: ۱۰۹۶-۹۹۹) اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی مراد یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سفر میں زمین پر فرض سے پہلے اور فرض کے بعد نفل نہیں پڑھتے تھے اور اس حدیث میں سواری پر نفل پڑھنے کا ذکر ہے' لہٰذا حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے قول اور فعل میں تعارض نہیں ہے۔

حضرت ابن عمر کے علاوہ علی بن الحسین' سعید بن المسیب' سعید بن جبیر بھی فرض نماز سے پہلے اور بعد سفر میں سنتیں نہیں پڑھتے تھے۔ حضرت ابن عمر نے جو کہا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سفر میں فرض سے پہلے اور فرض کے بعد نفل پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا' یہ ان صحابہ کے خلاف حجت نہیں ہے جنہوں نے آپ کو فرض سے پہلے اور بعد نفل پڑھتے ہوئے دیکھا ہے کیونکہ جو کسی چیز کی نفی کرے وہ دیکھنے والا نہیں ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ بھی روایت کی گئی ہے کہ آپ نے سفر میں فرض کے ساتھ نفل پڑھے ہیں اور عامۃ العلماء کا یہی قول ہے۔

علامہ طبری نے کہا ہے کہ ہو سکتا ہے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سفر میں نفل پڑھنے کو اس لیے ترک کر دیا ہو جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے تاکہ آپ امت کو یہ تعلیم دیں کہ سفر میں ان کو اختیار ہے خواہ وہ سفر میں سنن مؤکدہ پڑھیں یا نہ پڑھیں۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۹۳-۹۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

سفر میں سنتیں پڑھنے کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام ترمذی نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اہل علم کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعض اصحاب نے کہا ہے کہ سفر میں نفل پڑھنے چاہئیں' امام احمد اور اسحاق کا یہی مذہب ہے' جو سفر میں نفل نہیں پڑھتے تھے' وہ رخصت کو قبول کرتے تھے اور جو نفل پڑھتے تھے ان کے لیے زیادہ فضیلت ہے اور اکثر اہل علم سفر میں نفل پڑھنے کو اختیار کرتے تھے۔

علامہ سرخسی اور علامہ المرغینانی نے کہا ہے کہ سفر میں نفل کو ترک کرنے کی رخصت ہے اور نفل پڑھنے میں فضیلت ہے' علامہ الہندوانی نے کہا ہے کہ جب سواری سے اتر جائے تو نفل پڑھنا افضل ہے اور جب سواری پر سوار ہو تو نفل کو ترک کرنے کی رخصت ہے' ہشام نے کہا: میں نے امام محمد کو دیکھا وہ اکثر سفر میں ظہر سے پہلے اور ظہر کے بعد کی سنتوں کو نہیں پڑھتے تھے اور صبح کی اور مغرب

کی سنتوں کو ترک نہیں کرتے تھے اور میں نے ان کو سفر میں عصر اور عشاء سے پہلے کی سنتوں کو پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا' وہ عشاء پڑھتے تھے' پھر وتر پڑھتے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۲۰۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۴۷۷۔ ج ۲ ص ۳۷۶ پر مذکور ہے' اس کی شرح کا عنوان ہے: سنن کا حکم۔ یہ دو سطروں کی شرح ہے ص ۳۸۳ پر۔

۱۱۰۲ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى' عَنْ عِيْسٰى بْنِ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ اَنَّهٗ سَمِعَ ابْنَ عُمَرَ يَقُوْلُ صَحِبْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' فَكَانَ لَا يَزِيْدُ فِي السَّفَرِ عَلٰى رَكْعَتَيْنِ' وَاَبَا بَكْرٍ وَ عُمَرَ وَعُثْمَانَ كَذٰلِكَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از عیسیٰ بن حفص بن عاصم' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی' انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مصاحبت کی ہے' آپ سفر میں دو رکعت (فرض) سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے' اسی طرح حضرت ابوبکر' حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم۔

اس حدیث کی شرح کے لیے گزشتہ حدیث کا مطالعہ کریں۔

۱۲ - بَابُ مَنْ تَطَوَّعَ فِي السَّفَرِ' فِيْ غَيْرِ دُبُرِ الصَّلَوَاتِ وَقَبْلَهَا

جس نے فرض سے پہلے اور بعد کے علاوہ سفر میں نفل پڑھے

وَرَكَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ فِي السَّفَرِ.

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر میں فجر کی دو رکعت (سنت) پڑھیں۔

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل حدیث ہے:

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کے سفر میں تھے' صحابہ نماز فجر تک سوتے رہے' پس ان کو سورج کی گرمی نے بیدار کیا' وہ تھوڑی دیر اٹھے حتیٰ کہ سورج مستقل ہو گیا' پھر آپ نے مؤذن کو حکم دیا تو اس نے اذان دی' پس آپ نے نماز فجر سے پہلے دو رکعت (سنت فجر) پڑھیں' پھر آپ نے اقامت کہلوائی' پھر نماز فجر پڑھائی۔ (سنن ابوداؤد: ۴۴۳)

دوسری حدیث میں ہے:

پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے تو آپ نے فرمایا: اس جگہ سے دور چلو' پھر آپ نے حضرت بلال کو اذان دینے کا حکم دیا' پس انہوں نے اذان دی' پھر سب نے وضوء کیا اور دو رکعت (سنت) فجر پڑھی' پھر آپ نے حضرت بلال کو حکم دیا تو انہوں نے نماز کی اقامت کہی' پس آپ نے ان کو صبح کی نماز پڑھائی۔ (سنن ابوداؤد: ۴۴۴)

ان دونوں حدیثوں میں یہ تصریح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم نے سفر میں نماز فجر کی سنتیں پڑھیں۔

۱۱۰۳ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ' عَنْ عَمْرٍو' عَنِ ابْنِ اَبِيْ لَيْلٰى قَالَ مَا اَنْبَاَ اَحَدٌ اَنَّهٗ رَاَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الضُّحٰى غَيْرُ اُمِّ هَانِيْءٍ' ذَكَرَتْ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حفص بن عمر نے حدیث بیان کی' وہ کہتے ہیں: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عمرو از ابن ابی لیلیٰ' انہوں نے بیان کیا کہ ہمیں کسی نے یہ خبر نہیں دی کہ اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو چاشت کی نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے' ماسوا

فَتْحِ مَكَّةَ اِغْتَسَلَ فِي بَيْتِهَا، فَصَلَّى ثَمَانَ رَكَعَاتٍ، فَمَا رَأَيْتُهُ صَلَّى صَلٰوةً أَخَفَّ مِنْهَا، غَيْرَ أَنَّهُ يُتِمُّ الرُّكُوعَ وَالسُّجُودَ. [اطراف الحدیث: ۱۱۷۶-۴۲۹۲]

حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کے انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن ان کے گھر میں غسل کیا' پھر آٹھ رکعات پڑھیں' پس میں نے آپ کو اس سے خفیف نماز پڑھتے ہوئے کبھی نہیں دیکھا' البتہ آپ رکوع اور سجود پورا کرتے تھے۔

(صحیح مسلم: ۳۳۶' الرقم المسلسل: ۱۶۴۸' سنن ترمذی: ۴۷۴' سنن نسائی: ۲۲۴' سنن کبریٰ: ۲۲۹' سنن ابن ماجہ: ۴۶۵' صحیح ابن خزیمہ: ۱۲۳۳' مسند ابوداؤد طیالسی: ۱۶۲۰' سنن دارمی: ۱۴۵۳' المعجم الکبیر: ۱۰۶۶-ج ۲۰' سنن بیہقی ج ۳ ص ۴۸' شرح السنۃ: ۱۰۰۰' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۴۰۹' مسند احمد ج ۶ ص ۳۴۲ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۶۹۰۰-ج ۴۴ ص ۴۷۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

سفر میں فرض سے پہلے اور فرض کے بعد سنتیں پڑھنے کے ثبوت میں احادیث

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اٹھارہ سفر کیے ہیں اور میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ آپ نے ظہر سے پہلے کی دو رکعت سنت کبھی چھوڑی ہوں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن جو آٹھ رکعات چاشت کی نماز پڑھی' یہ بھی آپ نے سفر کے موقع پر زمین پر پڑھی اور سواری پر نہیں پڑھی' اور اس میں یہ دلیل ہے کہ سفر میں زمین پر نماز پڑھنی بھی جائز ہے۔

بے شک آپ نے سفر میں زمین پر قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی ہے' اسی طرح آپ نے سفر میں دو رکعت سنت فجر پڑھی ہے' اور آپ نے سواری پر دن اور رات میں نوافل پڑھے ہیں' اور یہ بھی سفر میں زمین پر نفل پڑھنے کی دلیل ہے کیونکہ جب سواری پر نفل پڑھنے جائز ہیں تو زمین پر نفل پڑھنا بہ طریق اولیٰ جائز ہوں گے' اور حضرت ابن عمر کا قول اس کے خلاف ہے اور الحسن البصری نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب سفر کرتے تھے اور فرض سے پہلے اور بعد نفل پڑھتے تھے اور یہ علماء کی ایک جماعت کا قول ہے۔

علامہ ابن المنذر نے کہا کہ حضرت عمر' حضرت علی' حضرت ابن عباس' حضرت جابر' حضرت ابن مسعود' حضرت انس اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہم اور بہ کثرت تابعین سفر میں فرض سے پہلے اور فرض کے بعد نوافل پڑھتے تھے اور یہ امام مالک' فقہاء احناف' امام شافعی' امام احمد' اسحاق اور ابوثور کا مذہب ہے اور یہی صحیح ہے' کیونکہ متعدد احادیث سے ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں فرض سے پہلے اور فرض کے بعد زمین پر نوافل پڑھتے تھے۔

ابن ابی لیلیٰ نے جو یہ کہا ہے کہ حضرت ام ہانی کے علاوہ اور کسی نے یہ روایت نہیں کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاشت کی نماز پڑھی ہے' یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہما نے یہ روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تین چیزوں کی وصیت کی ہے' ان میں سے ایک چاشت کی نماز ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۹۸-۹۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

میں کہتا ہوں کہ ابن ابی لیلیٰ کے قول کے خلاف درج ذیل احادیث ہیں:

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ 7 و بنو معاویہ کی طرف نکلا' آپ نے آٹھ رکعات چاشت کی نماز پڑھی اور ان میں طویل قیام کیا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۹۰۰' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۸۱۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے میرے خلیل صلی اللہ علیہ وسلم نے چاشت کی دو رکعت پڑھنے کی وصیت کی۔

عَنْ حَفْصِ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ اَنَسٍ، عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْمَعُ بَيْنَ صَلٰوةِ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ فِي السَّفَرِ. وَتَابَعَهُ عَلِيُّ بْنُ الْمُبَارَكِ وَحَرْبٌ عَنْ يَحْيٰى، عَنْ حَفْصٍ، عَنْ اَنَسٍ جَمَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

از انس بن مالک رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مغرب اور عشاء کی نمازوں کو سفر میں جمع کرتے تھے۔ حسین کی متابعت علی بن المبارک اور حرب نے کی ہے از یحییٰ از حفص از حضرت انس کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازوں کو جمع کیا۔

(جامع المسانید لابن جوزی: ۲۸۲، المسند الطحاوی: ۲۸۲)

ایک نماز کے وقت میں دو نمازوں کو جمع کرنے کے ثبوت میں ائمہ ثلاثہ کی طرف سے حافظ ابن حجر کے دلائل

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے نمازوں کو جمع کرنے کے متعلق یہ تین حدیثیں ذکر کی ہیں، ان میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث اس قید کے ساتھ مقید ہے کہ جب آپ کو کہیں جلدی جانا ہوتا تو آپ دو نمازوں کو جمع کر لیتے، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث اس قید کے ساتھ مقید ہے کہ جب آپ سواری پر سوار ہوتے تو دو نمازوں کو جمع کر لیتے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث مطلق ہے، اس میں دو نمازوں کو جمع کرنے کے ساتھ کوئی قید نہیں ہے، امام بخاری نے اس باب کا عنوان مطلق رکھا ہے کیونکہ مقید مطلق کے افراد میں سے ہے، اور گویا کہ امام بخاری کی رائے یہ ہے کہ سفر میں دو نمازوں کو جمع کرنا جائز ہے، خواہ وہ سواری پر سفر کر رہا ہو یا نہیں، اور خواہ اس کو کسی کام کی جلدی ہو یا نہیں، اور اس مسئلہ میں اہل علم کے درمیان اختلاف ہے، اکثر صحابہ، تابعین اور فقہاء میں سے امام شافعی، امام احمد، اسحاق اور اشہب نے یہ کہا ہے کہ سفر میں مطلقاً نمازوں کو جمع کرنا جائز ہے اور بعض فقہاء نے یہ کہا ہے کہ عرفہ اور مزدلفہ کے سوا دو نمازوں کو جمع کرنا جائز نہیں ہے، الحسن البصری، النخعی، امام ابوحنیفہ اور ان کے صاحبین کا یہی قول ہے، علامہ نووی نے لکھا ہے کہ صاحبین نے اپنے استاذ کی مخالفت کی ہے اور علامہ سروجی نے شرح الہدایہ میں ان کا رد کیا ہے اور وہی اپنے مذہب کے زیادہ جاننے والے ہیں۔ عرفہ میں دو نمازوں کو جمع کرنے کی بحث کتاب الحج میں آئے گی ان شاء اللہ تعالیٰ۔ جن احادیث میں دو نمازوں کو جمع کرنے کا ذکر ہے، ان کا فقہاء احناف نے یہ جواب دیا ہے کہ یہ جمع صوری پر محمول ہیں اور وہ یہ ہے کہ مثلاً مغرب کو اس کے آخری وقت میں پڑھا جائے اور عشاء کو اس کے اوّل وقت میں پڑھا جائے، علامہ خطابی نے اس پر یہ تعاقب کیا ہے کہ دو نمازوں کو جمع کرنا رخصت ہے، اگر ایسا ہی ہو جیسے انہوں نے ذکر کیا ہے تو پھر اس میں ہر نماز کو اپنے وقت میں پڑھنے کی بہ نسبت زیادہ تنگی ہو گی، کیونکہ نماز کے اوقات کے اوّل اور آخر کو اکثر خواص بھی نہیں جانتے چہ جائے کہ عام لوگ۔ (معالم السنن ج ۱ ص ۲۲۸، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۶ھ)

اس پر دلیل کہ دو نمازوں کو جمع کرنا رخصت ہے، وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول ہے کہ آپ نے یہ ارادہ کیا کہ آپ کی امت حرج میں مبتلا نہ ہو۔ (صحیح مسلم، الرقم المسلسل: ۱۶۰۰) نیز احادیث میں یہ تصریح ہے کہ آپ نے ایک نماز کے وقت میں دو نمازوں کو جمع کیا ہے جیسا کہ اس کے متصل باب میں حدیث آ رہی ہے، اور جمع کے لفظ سے ذہن میں یہی معنی متبادر ہوتا ہے، اور جمع صوری پر جمع تقدیم سے نقض وارد ہوتا ہے، جس کا ذکر ایک باب کے بعد آ رہا ہے اور لیث نے کہا ہے کہ دو نمازوں کو جمع کرنا اس کے ساتھ خاص ہے جس کو اپنی مہم پر جلدی روانہ ہونا ہو اور امام مالک کا مشہور قول بھی یہی ہے اور ایک قول یہ ہے کہ دو نمازوں کو جمع کرنا مسافر کے ساتھ خاص ہے، مقیم کے ساتھ خاص نہیں ہے اور یہ ابن حبیب کا قول ہے اور اوزاعی نے کہا ہے کہ یہ اس کے ساتھ خاص ہے جس کا کوئی عذر حکمی ہو اور ایک قول یہ ہے کہ جمع تاخیر جائز ہے اور جمع تقدیم جائز نہیں ہے اور یہ قول امام مالک اور امام احمد سے مروی ہے اور ابن

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱:۹۰۷، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۱۶۷، دار الکتب العلمیہ بیروت)

۱۱۰۴ - وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ عَامِرٍ أَنَّ أَبَاهُ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى السُّبْحَةَ بِاللَّيْلِ فِي السَّفَرِ عَلَى ظَهْرِ رَاحِلَتِهِ حَيْثُ تَوَجَّهَتْ بِهِ.

اور لیث نے کہا: مجھے یونس نے حدیث بیان کی از ابن شہاب انہوں نے کہا: مجھے عبد اللہ بن عامر نے حدیث بیان کی کہ ان کے والد نے ان کو خبر دی کہ انہوں نے دیکھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت سواری کی پشت پر نفل پڑھ رہے تھے سواری کا منہ جس طرف بھی ہو۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۰۹۳ میں گزر چکی ہے۔

۱۱۰۵ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُسَبِّحُ عَلَى ظَهْرِ رَاحِلَتِهِ حَيْثُ كَانَ وَجْهُهُ، يُومِئُ بِرَأْسِهِ، وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَفْعَلُهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری انہوں نے کہا: مجھے سالم بن عبد اللہ نے خبر دی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سواری کی پشت پر نفل پڑھتے تھے جس طرف بھی سواری کا رخ ہو اور سر سے اشارہ کرتے تھے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بھی اسی طرح کرتے تھے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۹۹۹ میں گزر چکی ہے۔

۱۳ - بَابُ الْجَمْعِ فِي السَّفَرِ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ

سفر میں مغرب اور عشاء کی نمازوں کو جمع کرنا

۱۱۰۶ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ سَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ، عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْمَعُ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ إِذَا جَدَّ بِهِ السَّيْرُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے الزہری سے سنا از سالم از والد خود انہوں نے کہا کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جلد جانا ہوتا تو آپ مغرب اور عشاء کی نمازوں کو جمع کر کے پڑھتے تھے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۰۹۱ میں گزر چکی ہے۔

۱۱۰۷ - وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ بْنُ طَهْمَانَ، عَنِ الْحُسَيْنِ الْمُعَلِّمِ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْمَعُ بَيْنَ صَلٰوةِ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ إِذَا كَانَ عَلَى ظَهْرِ سَيْرٍ، وَيَجْمَعُ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ.

اور ابراہیم بن طہمان نے کہا از الحسین المعلم از یحییٰ بن ابی کثیر از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سواری پر سفر کرتے تو ظہر اور عصر کی نمازوں کو جمع کرتے اور مغرب اور عشاء کی نمازوں کو جمع کرتے۔

۱۱۰۸ - وَعَنْ حُسَيْنٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ،

اور از حسین از یحییٰ بن ابی کثیر از حفص بن عبید اللہ بن انس

حزم کا بھی یہی مختار ہے۔(فتح الباری ج ۲ ص ۶۰۵۔ ۶۰۴، دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

حافظ ابن حجر کے دلائل کے مصنف کی طرف سے جوابات

یہ درست ہے کہ دو نمازوں کو جمع کرنا رخصت ہے لیکن ہم اس جمع کو جمع صوری پر محمول کرتے ہیں کیونکہ دو نمازوں کو جمع کرنے کی تمام احادیث اخبار آحاد ہیں اور قرآن مجید کی نصوص قطعیہ سے یہ ثابت ہے کہ ہر نماز کو اپنے وقت میں پڑھا جائے' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ.(البقرہ:۲۳۸) تمام نمازوں کی حفاظت کرو۔

یعنی ہر نماز کو اس کے وقت میں ادا کرو' نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا○(البقرہ:۲۳۸) بے شک مؤمنوں پر نماز کو اس کے وقت میں فرض کیا گیا ہے○

اگر دو نمازوں کو ایک نماز کے وقت میں پڑھا جائے تو نماز اپنے وقت میں ادا نہیں ہوگی اور یہ ان آیات قطعیہ کے خلاف ہے' اس لیے ہم ان احادیث کو جمع صوری پر محمول کرتے ہیں کہ مثلاً ظہر کو اس کے آخری وقت میں پڑھا جائے اور عصر کو اس کے اوّل وقت میں پڑھا جائے' اس طرح ان احادیث پر بھی عمل ہو جائے گا اور قرآن مجید کی کسی آیت کی مخالفت بھی لازم نہیں آئے گی' نیز رسول اللہ ﷺ کی سنت سے بھی یہی ثابت ہے کہ ایک نماز کو دوسری نماز کے وقت میں نہ پڑھا جائے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ نے کسی نماز کو اس کے وقت کے علاوہ پڑھا ہو' سوا دو نمازوں کے' آپ نے مغرب اور عشاء کو جمع کیا اور فجر کی نماز کو اس کے وقت سے پہلے پڑھا۔

(صحیح البخاری:۱۶۸۲' صحیح مسلم:۱۲۸۹)

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سنو! نیند میں تقصیر نہیں ہے۔ تقصیر صرف اس شخص کی ہے جس نے نماز نہیں پڑھی حتیٰ کہ دوسری نماز کا وقت آ گیا۔ الحدیث (صحیح مسلم:۶۸۱' سنن ابوداؤد:۴۳۷' سنن ابن ماجہ:۶۹۸' سنن بیہقی ج ۱ ص ۳۷۶' صحیح ابن خزیمہ:۹۸۹' سنن دار قطنی ج ۱ ص ۳۸۶' کنز العمال:۲۰۱۳۹)

سو جس نے دو نمازوں کو ایک نماز کے وقت میں جمع کیا تو اس پر ان دونوں حدیثوں کی مخالفت لازم آئے گی۔

علامہ خطابی نے جو یہ کہا ہے کہ نماز کے اول وقت اور آخر وقت کا علم تو خواص کو بھی نہیں ہوتا' چہ جائے کہ عوام کو سو یہ بداہۃً باطل ہے کیونکہ نماز دین کا ستون ہے اور اہم ارکان اسلام میں سے ہے' کسی کامل مسلمان سے یہ کیسے متصور ہوگا کہ اس کو نماز کے اول اور آخر وقت کا علم نہ ہو' اور جس کو نماز کے اوّل اور آخر وقت کا علم نہ ہو' ہو سکتا ہے کہ وہ نماز کو وقت سے پہلے پڑھ لے یا وقت نکلنے کے بعد پڑھے' اور نماز کی حفاظت وہی شخص کر سکتا ہے جس کو نماز کے اوّل اور آخر وقت کا علم ہو اور اللہ نے ہر شخص کو نماز کی حفاظت کرنے کا حکم دیا ہے' سو علامہ خطابی نے یہ بہت نادانی کی بات کی ہے' اور حیرت ہے کہ علامہ ابن حجر نے اس باطل قول کو بڑے طمطراق سے پیش کیا ہے۔

ایک وقت میں دو نمازوں کو جمع کرنے کے رد میں اور جمع صوری کے ثبوت میں ائمہ ثلاثہ کے خلاف قوی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ظہر اور عصر جمع کر کے پڑھی اور مغرب اور عشاء جمع کر کے پڑھی' بغیر خوف کے اور بغیر سفر کے۔(صحیح مسلم:۷۰۵' الرقم المسلسل:۱۵۹۹' سنن ابوداؤد:۱۲۱۰' سنن نسائی:۶۰۱)

ایک اور سند سے یہ حدیث مروی ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ میں ظہر اور عصر کو جمع کر کے پڑھا بغیر خوف اور بغیر سفر کے' ابوالزبیر نے کہا: میں نے سعید بن جبیر سے پوچھا: آپ نے کس وجہ سے ایسا کیا تھا؟ حضرت ابن عباس نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ سوال کیا تھا' حضرت ابن عباس نے کہا: آپ کا ارادہ یہ تھا کہ آپ کی امت حرج میں مبتلا نہ ہو۔

(صحیح مسلم: ۷۰۵' الرقم المسلسل: ۱۶۰۰' سنن ابوداؤد: ۱۲۱۱' سنن ترمذی: ۱۸۷' سنن نسائی: ۶۰۱' مسند احمد ج ۱ ص ۱۸۳)

سنن ترمذی میں ہے: بغیر سفر اور بغیر بارش کے دو نمازوں کو جمع کیا۔

ہم کہتے ہیں کہ اس حدیث کو جمع صوری پر محمول کرنا واجب ہے ورنہ اس کا کوئی بھی قائل نہیں ہے کہ بغیر سفر کے اور بغیر کسی خوف کے دو نمازوں کو ایک وقت میں جمع کر کے پڑھا جائے اور یہ فقہاء احناف کی بہت قوی دلیل ہے۔

علامہ نووی نے اس حدیث کی ایک یہ تاویل کی کہ آپ نے بارش کی وجہ سے ایک وقت میں دو نمازوں کو جمع کیا' پھر اس تاویل کو خود یہ کہہ کر رد کر دیا کہ سنن ترمذی میں ہے: آپ نے بغیر بارش کے دو نمازوں کو جمع کیا۔

دوسری تاویل یہ کی: مطلع ابر آلود تھا اور آپ نے ظہر کے وقت میں عصر پڑھ لی تھی' اس کا بعد میں پتا چلا تھا' لیکن اس تاویل کو بھی انہوں نے رد کر دیا کہ یہ بات ظہر اور عصر میں تو چل سکتی ہے مغرب اور عشاء میں نہیں۔

تیسری تاویل یہ کی ہے کہ آپ نے پہلی نماز آخری وقت میں پڑھی' جب نماز سے فارغ ہوئے تو پتا چلا کہ دوسری نماز کا وقت داخل ہو چکا تھا' اس کو بھی انہوں نے یہ کہہ کر رد کر دیا کہ یہ تاویل خلاف ظاہر ہے اور باطل ہے۔

چوتھی تاویل جس پر ان کا اعتماد ہے وہ یہ ہے کہ آپ نے بیماری کے عذر کی وجہ سے دو نمازوں کو ایک وقت میں جمع کیا۔

(صحیح مسلم بشرح نووی ج ۳ ص ۲۱۵۰-۲۱۴۹' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

علامہ نووی کی یہ تاویل بھی باطل ہے کیونکہ حضرت ابن عباس نے فرمایا: آپ نے بغیر سفر کے اور بغیر خوف کے دو نمازوں کو جمع کیا' اگر آپ نے بیماری کی وجہ سے دو نمازوں کو جمع کیا تھا تو وہ مرض پڑھنے کے خوف میں داخل ہے حالانکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرما رہے ہیں: آپ نے بغیر خوف کے ظہر اور عصر' اور مغرب اور عشاء کو جمع کر کے پڑھا' نیز آپ کی بیماری کے ایام معروف ہیں اور ان ایام میں آپ کے نماز پڑھنے کی تفصیل کا احادیث میں ذکر ہے اور کسی حدیث میں یہ ذکر نہیں ہے کہ آپ نے بیماری کی وجہ سے ظہر اور عصر کو جمع کر کے پڑھا اور مغرب اور عشاء کو جمع کر کے پڑھا' علاوہ ازیں دو نمازوں کو ایک وقت میں جمع کر کے پڑھنا بہر حال قرآن مجید کی نصوص قطعیہ کے خلاف ہے تو پھر کیا ضروری ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فعل کو قرآن مجید کی مخالفت پر محمول کیا جائے اور یہ کیوں نہ کہا جائے کہ آپ نے ظہر کو آخری وقت میں اور عصر کو اوّل وقت میں پڑھا اور مغرب کو آخری وقت میں اور عشاء کو اوّل وقت میں پڑھا اور دو نمازوں کو صورۃً جمع کیا تا کہ بیماری کے ایام میں امت حرج میں مبتلا نہ ہو اور شہر میں دو نمازوں کو ایک ہی وقت میں صورۃً جمع کر کے پڑھ لے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے ایک نماز کے وقت دو نمازوں کو جمع کرنے کے ثبوت میں اس کے متصل باب کا ذکر کیا ہے' سو ہم اس باب کی حدیث کی شرح میں اس پر ان شاء اللہ گفتگو کریں گے۔

١٤ - بَابٌ هَلْ يُؤَذِّنُ اَوْ يُقِيْمُ اِذَا جَمَعَ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ

جب مغرب اور عشاء کی نمازوں کو جمع کرے تو پہلے اذان دے یا اقامت کہے؟

اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ جب مسافر مغرب اور عشاء کی نمازوں کو جمع کرے گا تو آیا وہ اذان دے گا یا نہیں؟ یہاں یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اس باب کے تحت امام بخاری نے جو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث ذکر کی ہے' اس میں اذان کا ذکر نہیں ہے' اور نہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں اذان کا ذکر ہے اور نہ اقامت کا ذکر ہے۔

اس کے جواب میں علامہ کرمانی متوفی ۷۸۶ھ لکھتے ہیں: شاید کہ راوی اذان اور اقامت کے ترک کے ذکر کے درپے نہیں ہوا اور اس نے دونوں نمازوں کا مطلقاً ذکر کیا اور اس سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ یہ دونوں نمازیں اپنے ارکان' شرائط اور سنن کے ساتھ مراد ہیں اور اقامت اور اذان نماز کی سنتوں میں سے ہیں۔ (شرح الکرمانی ج ۶ ص ۱۷۵' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۱ھ)

۱۱۰۹ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ' عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِي سَالِمٌ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ' اِذَا اَعْجَلَهُ السَّيْرُ فِي السَّفَرِ يُؤَخِّرُ صَلٰوةَ الْمَغْرِبِ' حَتّٰى يَجْمَعَ بَيْنَهَا وَ بَيْنَ الْعِشَاءِ. قَالَ سَالِمٌ وَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ يَفْعَلُهُ اِذَا اَعْجَلَهُ السَّيْرُ' وَيُقِيْمُ الْمَغْرِبَ فَيُصَلِّيْهَا ثَلَاثًا' ثُمَّ يُسَلِّمُ' ثُمَّ قَلَّمَا يَلْبَثُ حَتّٰى يُقِيْمَ الْعِشَاءَ' فَيُصَلِّيْهَا رَكْعَتَيْنِ' ثُمَّ يُسَلِّمُ' وَلَا يُسَبِّحُ بَيْنَهُمَا بِرَكْعَةٍ' وَلَا بَعْدَ الْعِشَاءِ بِسَجْدَةٍ' حَتّٰى يَقُوْمَ مِنْ جَوْفِ اللَّيْلِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے سالم نے خبر دی از حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے دیکھا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو روانہ ہونے میں جلدی ہوتی تو آپ مغرب کی نماز کو مؤخر کر دیتے حتیٰ کہ مغرب اور عشاء کی نمازوں کو جمع کرتے' سالم نے کہا: اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی اسی طرح کرتے تھے' جب ان کو روانہ ہونے میں جلدی ہوتی تو وہ مغرب کی اقامت کہتے' پھر اس کی تین رکعت پڑھتے' پھر سلام پھیرتے' پھر تھوڑی دیر ٹھہرتے حتیٰ کہ عشاء کی اقامت کہتے' پس اس کی دو رکعت پڑھتے' پھر سلام پھیر دیتے' پھر ان کے درمیان ایک رکعت بھی نفل نہیں پڑھتے تھے اور نہ عشاء کے بعد کوئی سجدہ کرتے حتیٰ کہ آدھی رات کو قیام کرتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۰۹۱ میں گزر چکی ہے۔ مزید شرح درج ذیل ہے۔

ایک نماز کے وقت میں دو نمازوں کو جمع کرنے پر فقہاء شافعیہ کا استدلال اور اس کا جواب

اس حدیث میں یہ تصریح نہیں ہے کہ مغرب کی نماز کو کتنی دیر مؤخر کرتے تھے لیکن صحیح مسلم میں اس کا بیان ہے:

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو جب روانگی میں جلدی ہوتی تو وہ شفق کے غائب ہونے کے بعد مغرب اور عشاء کی نمازوں کو جمع کرتے اور وہ بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب روانگی میں جلدی ہوتی تو آپ مغرب اور عشاء کی نمازوں کو جمع کرتے تھے۔ (صحیح مسلم: ۷۰۳' الرقم المسلسل: ۱۵۹۲)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں فقہاء احناف کی تاویل کا ابطال ہے کہ جمع سے مراد یہ ہے کہ پہلی نماز کو آخری وقت میں پڑھنا اور دوسری نماز کو اوّل وقت میں پڑھنا (الی قولہ) کیونکہ اس میں یہ تصریح ہے کہ آپ پہلی نماز کے وقت میں دونوں نمازوں کو جمع کرتے تھے۔

(صحیح مسلم بشرح النووی ج ۳ ص ۲۱۴۴' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ان لوگوں کے خلاف حجت ہے جو دو نمازوں کے جمع کرنے کو جمع صوری پر محمول کرتے ہیں۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۶۰۶ 'دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ نووی شافعی اور علامہ عسقلانی شافعی دونوں کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مغرب پڑھ کر تھوڑی دیر ٹھہرتے اور شفق کے غائب ہونے کے بعد عشاء کی نماز پڑھ لیتے تھے' ہم کہتے ہیں کہ شفق کا معنی سرخی بھی ہے اور سفیدی بھی ہے اور سرخی جلد غائب ہوتی ہے اور سفیدی دیر سے غائب ہوتی ہے' ہوسکتا ہے کہ یہاں شفق کی سرخی مراد ہو اور آپ نے شفق کی سرخی غائب ہونے کے بعد عشاء کی نماز پڑھی ہو' تاہم چونکہ قرآن مجید میں ہر نماز کو اپنے وقت میں پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے' اس لیے اگر اس پر اصرار کیا جائے کہ آپ نے عشاء کا وقت شروع ہونے سے پہلے عشاء کی نماز پڑھی تھی تو ہم صریح قرآن کے مخالف ہونے کی وجہ سے اس حدیث کو ترک کردیں گے' جب کہ حضرت ابن مسعود نے فرمایا ہے کہ آپ نے دو نمازوں کے سوا کوئی نماز دوسری نماز کے وقت میں نہیں پڑھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تقصیر اس شخص کی ہے جس نے نماز نہیں پڑھی حتیٰ کہ دوسری نماز کا وقت آ گیا۔

١١١٠ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ قَالَ حَدَّثَنَا حَرْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنِي حَفْصُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ أَنَسٍ أَنَّ أَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ حَدَّثَهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَجْمَعُ بَيْنَ هَاتَيْنِ الصَّلٰوتَيْنِ فِي السَّفَرِ' يَعْنِي الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الصمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے حفص بن عبید اللہ بن انس نے حدیث بیان کی کہ ان کو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں ان دو نمازوں کو جمع کرتے تھے یعنی مغرب اور عشاء کو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١١٠٦ میں گزر چکی ہے۔

١٥ - بَابٌ يُؤَخِّرُ الظُّهْرَ إِلَى الْعَصْرِ' إِذَا ارْتَحَلَ قَبْلَ أَنْ تَزِيْغَ الشَّمْسُ

جب زوال سے پہلے سفر کرے تو نمازِ ظہر کو نمازِ عصر تک مؤخر کرے

فِيهِ ابْنُ عَبَّاسٍ' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اس کے ثبوت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے۔

١١١١ - حَدَّثَنَا حَسَّانُ الْوَاسِطِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا الْمُفَضَّلُ بْنُ فَضَالَةَ' عَنْ عُقَيْلٍ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ' عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا ارْتَحَلَ قَبْلَ أَنْ تَزِيْغَ الشَّمْسُ' أَخَّرَ الظُّهْرَ إِلٰى وَقْتِ الْعَصْرِ' ثُمَّ يَجْمَعُ بَيْنَهُمَا' وَإِذَا زَاغَتْ' صَلَّى الظُّهْرَ ثُمَّ رَكِبَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حسان الواسطی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں المفضل بن فضالہ نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم زوال آفتاب سے پہلے روانہ ہوتے تو ظہر کی نماز کو عصر کے وقت تک مؤخر کرتے' پھر ان دونوں کو جمع کرتے' اور جب سورج زائل ہوجاتا تو ظہر کی نماز پڑھتے' پھر سوار ہوتے۔

[طرف الحدیث: ١١١٢]

(صحیح مسلم: ۷۰۴' الرقم المسلسل: ۱۵۹۶' سنن ابوداؤد: ۱۲۱۸' سنن نسائی: ۵۸۶' سنن دار قطنی ج ۱ ص ۳۹۰' مسند احمد ج ۳ ص ۱۶۵ طبع قدیم' مسند

احمد: ۹۹۷ ۱۳۔ج ۲۱ ص ۳۱۲ 'موسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ۱۹۷ 'مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ' مسند الطحاوی: ۱۲۸۳)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) حسان بن عبد اللہ بن سہل الکندی المصری' یہ ۲۲۲ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) المفضل بن الفضالہ ابو معاویہ القتبانی' یہ مصر کے قاضی تھے اور مجاب الدعوۃ تھے' یہ ۱۸۱ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) عقیل بن خالد (۴) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (۵) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۲۲۴)

دو نمازوں کو ایک وقت میں جمع کرنے والوں کے نزدیک اس کی تفصیل

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

جو فقہاء ایک نماز کے وقت میں دو نمازوں کے جمع کرنے کو جائز کہتے ہیں' وہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں' جو شخص ظہر کی نماز کے وقت میں کسی جگہ ٹھہرا' اس کے لیے افضل یہ ہے کہ وہ عصر کی نماز کو ظہر کے ساتھ ملا کر دو نمازوں کو جمع کرے اور جب وہ سفر کر رہا ہو تو اس کے لیے افضل یہ ہے کہ وہ ظہر کی نماز کو مؤخر کر کے ظہر اور عصر کو جمع کر کے پڑھے' جب اس کو اپنے ٹھہرنے پر اعتماد ہو اور عصر کا وقت باقی ہو' اور جب وہ ان دونوں نمازوں کے وقت میں سفر کر رہا ہے تو اس کو اختیار ہے کہ وہ جس نماز کو چاہے مقدم یا مؤخر کر کے دو نمازوں کو جمع کرے' لیکن افضل یہ ہے کہ پہلی نماز کو دوسری نماز کے ساتھ ملائے۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ جمع کرنے کے وقت میں اختلاف ہے' اگر چاہے تو پہلی نماز کے وقت میں دونوں کو جمع کرے اور اگر چاہے تو دوسری نماز کے وقت میں دونوں کو جمع کرے' یہ جمہور کا قول ہے' پھر انہوں نے امام ابو حنیفہ کے قول کو نقل کر کے کہا: یہ قول احادیث اور آثار کے خلاف ہے' حالانکہ امام ابو حنیفہ کا قول احادیث اور آثار کے خلاف نہیں ہے بلکہ ائمہ ثلاثہ کا قول قرآن مجید کی آیات' احادیث صحیحہ اور آثار صحابہ کے خلاف ہے جیسا کہ ہم واضح کر چکے ہیں' امام اعظم ابو حنیفہ نے قرآن مجید' سنت' آثار صحابہ اور قیاس سے استدلال کیا ہے اور جن احادیث اور آثار میں دو نمازوں کو جمع کرنے کا ذکر ہے ان کو جمع صوری پر محمول کیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۷ ص ۲۲۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۶ - بَابٌ إِذَا ارْتَحَلَ بَعْدَ مَا زَاغَتِ الشَّمْسُ صَلَّى الظُّهْرَ ثُمَّ رَكِبَ

جب مسافر زوالِ آفتاب کے بعد روانہ ہو تو ظہر کی نماز پڑھے' پھر سوار ہو

۱۱۱۲ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا الْمُفَضَّلُ بْنُ فَضَالَةَ' عَنْ عُقَيْلٍ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ' عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا ارْتَحَلَ قَبْلَ أَنْ تَزِيْغَ الشَّمْسُ' أَخَّرَ الظُّهْرَ إِلٰى وَقْتِ الْعَصْرِ' ثُمَّ نَزَلَ فَجَمَعَ بَيْنَهُمَا' فَإِنْ زَاغَتِ الشَّمْسُ قَبْلَ أَنْ يَرْتَحِلَ' صَلَّى الظُّهْرَ ثُمَّ رَكِبَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں المفضل بن فضالہ نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زوالِ آفتاب سے پہلے روانہ ہوتے تو ظہر کی نماز کو عصر کی نماز کے وقت تک مؤخر کر دیتے' پھر سواری سے اتر کر دونوں نمازوں کو جمع کر کے پڑھتے اور اگر آپ کے روانہ ہونے سے پہلے سورج زائل ہو جاتا تو ظہر کی نماز پڑھتے' پھر سوار ہوتے۔

اس حدیث کی شرح 'صحیح البخاری: ۱۱۱۱' میں گزر چکی ہے۔

ایک نماز کے وقت میں دو نمازوں کو جمع کرنے کی روایت پر بحث ونظر

حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ اس حدیث کا تقاضا یہ ہے کہ نبی ﷺ دوسری نماز کے وقت میں دونوں نمازوں کو جمع کرتے تھے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۶۰۷)

علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں: اس حدیث کا یہ تقاضا نہیں ہے بلکہ اس حدیث کا تقاضا یہ ہے کہ جب آپ زوال آفتاب کے بعد روانہ ہوتے تو آپ دونوں نمازوں کو جمع نہیں کرتے تھے بلکہ ظہر کو اپنے وقت میں پڑھتے' پھر سوار ہوتے اور عصر کو ظہر کی نماز کے بعد متصل نہیں پڑھتے تھے بلکہ عصر کی نماز کو ظہر کی نماز کے بعد اپنے وقت میں پڑھتے تھے' کیونکہ اصول کا تقاضا اسی طرح ہے' اسی وجہ سے امام ابوداؤد نے یہ کہا ہے کہ نماز کو وقت سے پہلے پڑھنے کے متعلق کوئی صحیح حدیث نہیں ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ امام اسحاق بن راھویہ نے حضرت انس سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ نبی ﷺ جب سفر میں ہوتے اور سورج زائل ہو جاتا تو آپ ظہر اور عصر دونوں نمازوں کو ایک ساتھ پڑھتے' پھر روانہ ہوتے اور علامہ نووی نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ امام ابوداؤد نے اسحاق کو منکر قرار دیا ہے۔ اسماعیلی نے اس حدیث کی روایت کی ہے اور کہا ہے کہ اسحاق شبابہ سے اس حدیث کی روایت میں منفرد ہے اور شبابہ لوگوں کو ارجاء کی طرف دعوت دیتا تھا اور امام محمد بن سعد نے کہا ہے کہ شبابہ مرجئی تھا' اس لیے دو نمازوں کو جمع کرنے کی یہ روایت صحیح نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۲۲۶' دار الکتب العربیہ' ۱۴۲۱ھ)

۱۷ - بَابُ صَلٰوۃِ الْقَاعِدِ — بیٹھ کر نماز پڑھنا

امام بخاری نے اس عنوان کو عموم کے ساتھ ذکر کیا ہے' خواہ نفل بیٹھ کر پڑھے یا فرض' اور عذر کی وجہ سے بیٹھ کر پڑھے یا بغیر عذر کے اور بیٹھ کر نماز پڑھنے والا خواہ امام ہو یا مقتدی ہو۔

۱۱۱۳ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ' عَنْ مَالِكٍ' عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ' عَنْ اَبِيْهِ' عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّهَا قَالَتْ صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَيْتِهٖ وَهُوَ شَاكٍ فَصَلّٰى جَالِسًا' وَصَلّٰى وَرَاءَهٗ قَوْمٌ قِيَامًا' فَاَشَارَ اِلَيْهِمْ اَنِ اجْلِسُوْا' فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهٖ' فَاِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوْا' وَاِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوْا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی از امام مالک از ہشام بن عروہ از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے گھر میں نماز پڑھی' اس وقت آپ بیمار تھے' سو آپ نے بیٹھ کر نماز پڑھائی اور آپ کے پیچھے لوگوں نے کھڑے ہو کر نماز پڑھی تو آپ نے ان کو اشارے سے فرمایا کہ بیٹھ جائیں' پھر جب آپ ان کی طرف مڑے تو فرمایا: امام صرف اس لیے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے' پس جب وہ رکوع کرے تو رکوع کرو اور جب وہ رکوع سے سر اٹھائے تو رکوع سے سر اٹھاؤ۔

اس حدیث کی شرح 'صحیح البخاری: ۶۸۸' میں گزر چکی ہے۔

جس بیماری کی وجہ سے نبی ﷺ نے بیٹھ کر نماز پڑھی' اس بیماری کا سبب اور اس کی کیفیت

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ میں گھوڑے پر سوار ہوئے' اس نے آپ کو کھجور کے درخت کے

تنے پر گرا دیا' اس سے آپ کے پیر کی ہڈی اپنی جگہ سے ہٹ گئی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۲۶۔۳۲۵' مسند احمد ج ۳ ص ۳۰۰' سنن ابوداؤد: ۶۰۲' مسند ابو یعلیٰ: ۱۸۹۶' صحیح ابن خزیمہ: ۱۶۱۵' مشکل الآثار للطحاوی: ۵۶۳۸' صحیح ابن حبان: ۲۱۱۳' المعجم الاوسط: ۴۳۸۱' سنن دارقطنی ج ۱ ص ۴۲۳' سنن بیہقی ج ۳ ص ۸۰۔۷۹) (انیس الساری ج ۵ ص ۳۲۱۸' موسسۃ الریان ۱۴۲۶ھ)

١١١٤ - حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَقَطَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ فَرَسٍ، فَخُدِشَ، اَوْ فَجُحِشَ شِقُّهُ الْاَيْمَنُ، فَدَخَلْنَا عَلَيْهِ نَعُوْدُهُ، فَحَضَرَتِ الصَّلٰوةُ، فَصَلّٰى قَاعِدًا فَصَلَّيْنَا قُعُوْدًا، وَقَالَ اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهٖ، فَاِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوْا، وَاِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوْا، وَاِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوْا، وَاِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ، فَقُوْلُوْا رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن عیینہ نے حدیث بیان کی از الزہری از حضرت انس رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑے سے گر گئے' اس سے آپ کی بائیں جانب کی کھال چھل گئی' سو ہم آپ کی عیادت کے لیے آپ کے پاس گئے' پس نماز کا وقت آ گیا تو آپ نے بیٹھ کر نماز پڑھائی' سو ہم نے بھی بیٹھ کر پڑھی' اور آپ نے فرمایا: امام اس لیے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے' پس جب وہ اللہ اکبر کہے تو تم اللہ اکبر کہو اور جب وہ رکوع کرے تو تم رکوع کرو اور جب وہ رکوع سے اٹھے تو تم رکوع سے اٹھو اور جب وہ "سمع اللہ لمن حمدہ" کہے تو تم "ربنا ولک الحمد" کہو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۷۸ میں گزر چکی ہے۔

١١١٥ - حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ قَالَ اَخْبَرَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ اَخْبَرَنَا حُسَيْنٌ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهٗ سَاَلَ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَاَخْبَرَنَا اِسْحَاقُ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ قَالَ سَمِعْتُ اَبِيْ قَالَ حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ، عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ قَالَ حَدَّثَنِيْ عِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ، وَكَانَ مَبْسُوْرًا، قَالَ سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَلٰوةِ الرَّجُلِ قَاعِدًا، فَقَالَ اِنْ صَلّٰى قَائِمًا فَهُوَ اَفْضَلُ، وَمَنْ صَلّٰى قَاعِدًا فَلَهٗ نِصْفُ اَجْرِ الْقَائِمِ، وَمَنْ صَلّٰى نَائِمًا فَلَهٗ نِصْفُ اَجْرِ الْقَاعِدِ. [اطراف الحدیث: ۱۱۱۶۔۱۱۱۷]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن منصور نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں روح بن عبادہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں حسین نے خبر دی از عبداللہ بن بریدہ از حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ' انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا اور ہم کو اسحاق نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہم کو عبدالصمد نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے اپنے والد سے سنا' انہوں نے کہا: ہمیں الحسین نے حدیث بیان کی از ابن بریدہ' انہوں نے کہا: مجھے حضرت عمران بن حصین نے حدیث بیان کی اور ان کو بواسیر تھی' انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیٹھ کر نماز پڑھنے والے کے متعلق سوال کیا' آپ نے فرمایا: اگر اس نے کھڑے ہو کر نماز پڑھی تو وہ افضل ہے اور جس نے بیٹھ کر نماز پڑھی تو اس کو کھڑے ہو کر نماز پڑھنے والے کا آدھا اجر ملے گا اور جس نے سو کر نماز پڑھی تو اس کو بیٹھ کر نماز پڑھنے والے کا آدھا اجر ملے گا۔

(سنن ابوداؤد: ۹۵۲' سنن ترمذی: ۳۷۲' سنن ابن ماجہ: ۱۲۲۳' صحیح ابن خزیمہ: ۹۷۹' مسند البزار: ۳۵۱۵' المنتقیٰ: ۲۳۱' مشکل الآثار: ۱۶۹۳' سنن

دارقطنی ج ا ص ۳۸۰' المستدرک ج ا ص ۳۱۵' شرح السنۃ: ۹۸۳' مسند احمد ج ۴ ص ۴۲۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۹۸۱۹۔ج ۳۳ ص ۵۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ۵۸۱۲' مکتبۃ الرشد' ریاض ۱۴۲۶ھ' مسند الطحاوی: ۱؍ ۶۳۳)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) اسحاق بن منصور بن بہرام الکوسج ابو یعقوب (۲) روح بن عبادہ (۳) حسین بن ذکوان المعلم (۴) عبد اللہ بن بریدہ (۵) اسحاق بن ابراہیم الکلاباذی (۶) عبد الصمد بن عبد الوارث (۷) ان کے والد عبد الوارث بن سعید التنوری (۸) حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۲۲۹۔۲۲۸)

''بواسیر'' کا معنی

اس حدیث میں ''بواسیر'' کا لفظ ہے' یہ ایک بیماری ہے جو انسان کی مقعد میں پیدا ہو جاتی ہے' اس کو ناسور بھی کہتے ہیں' جسم کے اندر جو زخم ہوتا ہے اس کو ناسور کہتے ہیں' اور اس کو ناصور بھی کہتے ہیں' یہ جسم کے اندر ایک پھوڑا ہوتا ہے جو عام طور پر ٹھیک نہیں ہوتا اور ناسور کی وجہ سے مقعد میں ورم ہو جاتا ہے اور اس سے مواد نکلتا رہتا ہے۔

بیٹھ کر نماز پڑھنے پر آدھے اجر کی حدیث نوافل سے متعلق ہے

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کی حدیث صرف نوافل سے متعلق ہے' کیونکہ جو شخص فرض نماز بیٹھ کر پڑھے گا' اس کو کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کی طاقت ہوگی یا اس سے عاجز ہوگا' اگر اس کو کھڑے ہونے کی طاقت ہے پھر اس نے بیٹھ کر نماز پڑھی تو تمام فقہاء کے نزدیک اس کی نماز جائز نہیں ہوگی اور اس پر لازم ہے کہ وہ اس نماز کو دوبارہ پڑھے تو اس کی نماز کا نصف اجر کیسے ملے گا' اور اگر وہ کھڑے ہونے سے عاجز ہے تو اس سے قیام کی فرضیت ساقط ہو جائے گی اور اس کی فرضیت بیٹھنے کی طرف منتقل ہو جائے گی اور اب جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھے گا تو کھڑے ہو کر نماز پڑھنے والا اس سے افضل نہیں ہوگا' اور جب وہ بیٹھنے پر بھی قادر نہیں ہوگا تو اس پر لازم ہے کہ وہ لیٹ کر اشاروں سے نماز پڑھے' اور اس صورت میں بیٹھ کر نماز پڑھنے والا اس سے افضل نہیں ہوگا کیونکہ جو آثار نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں' وہ یہ ہیں کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ مرض یا کسی اور مصیبت کی وجہ سے کسی نیک عمل سے روک لے تو اس کے لیے اس نیک عمل کا اجر لکھا جاتا رہتا ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۱۰۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

بیمار کی نماز کے احکام

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: جس نے سوئے ہوئے نماز پڑھی اس کو بیٹھ کر نماز پڑھنے کا آدھا اجر ملے گا' اس میں سوئے ہوئے سے مراد ہے: جس نے لیٹ کر اشاروں سے نماز پڑھی' امام ترمذی نے اس حدیث کی اس طرح روایت کی ہے:

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیمار کی نماز کے متعلق سوال کیا' تو آپ نے فرمایا: کھڑے ہو کر نماز پڑھو پس اگر کھڑے ہو کر نماز نہ پڑھ سکو تو بیٹھ کر نماز پڑھو اور اگر بیٹھ کر نہ پڑھ سکو تو پھر پہلو کے بل پڑھو۔

(سنن ابو داؤد: ۹۵۲' سنن ترمذی: ۳۷۲' سنن ابن ماجہ: ۱۲۲۳' مسند احمد ج ۴ ص ۴۲۶)

نیز امام ترمذی نے اپنی سند کے ساتھ اس باب میں حسن بصری کے اس قول کی روایت کی ہے: اگر انسان چاہے تو نفل نماز کھڑے ہو کر پڑھے اور اگر چاہے تو بیٹھ کر پڑھے اور اگر چاہے تو لیٹ کر پڑھے۔

سفیان ثوری نے اس حدیث میں کہا ہے کہ جس نے بیٹھ کر نماز پڑھی' اس کو کھڑے ہو کر نماز پڑھنے والے کا آدھا اجر ملے گا' انہوں نے کہا: یہ تندرست شخص کے لیے ہے جس کا کوئی عذر نہ ہو یعنی نوافل میں اور جس کا کوئی عذر ہو اور اس نے بیٹھ کر نماز پڑھی تو اس کو اتنا اجر ملے گا جتنا اجر کھڑے ہو کر نماز پڑھنے والے کو ملتا ہے۔ (سنن ترمذی ص ۱۸۰' دار المعرفۃ بیروت' ۱۴۲۳ھ)

۱۸ - بَابُ صَلٰوةِ الْقَاعِدِ بِالْإِيْمَاءِ

بیٹھ کر اشاروں سے نماز

۱۱۱۶ - حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ الْمُعَلِّمُ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ اَنَّ عِمْرَانَ بْنَ حُصَيْنٍ' وَكَانَ رَجُلًا مَبْسُوْرًا' وَقَالَ اَبُوْ مَعْمَرٍ مَرَّةً عَنْ عِمْرَانَ' قَالَ سَاَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَلٰوةِ الرَّجُلِ وَهُوَ قَاعِدٌ' فَقَالَ مَنْ صَلّٰى قَائِمًا فَهُوَ اَفْضَلُ' وَمَنْ صَلّٰى قَاعِدًا فَلَهٗ نِصْفُ اَجْرِ الْقَائِمِ' وَمَنْ صَلّٰى نَائِمًا فَلَهٗ نِصْفُ اَجْرِ الْقَاعِدِ. قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ نَائِمًا عِنْدِيْ مُضْطَجِعًا هٰهُنَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو معمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوارث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حسین المعلم نے حدیث بیان کی از عبد اللہ بن بریدہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کو بواسیر تھی اور ابو معمر نے ایک مرتبہ حضرت عمران سے روایت کی کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیٹھ کر نماز پڑھنے والے کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: جس نے کھڑے ہو کر نماز پڑھی تو وہ افضل ہے اور جس نے بیٹھ کر نماز پڑھی تو اس کو کھڑے ہو کر نماز پڑھنے والے کا آدھا اجر ملے گا اور جس نے سو کر نماز پڑھی تو اس کو بیٹھ کر نماز پڑھنے والے کا آدھا اجر ملے گا۔ امام ابو عبد اللہ بخاری نے کہا: سو کر نماز پڑھنے سے یہاں مراد لیٹ کر نماز پڑھنا ہے۔

اس حدیث کی شرح گزشتہ حدیث کے تحت گزر چکی ہے۔

۱۹ - بَابٌ اِذَا لَمْ يُطِقْ قَاعِدًا صَلّٰى عَلٰى جَنْبٍ

جب نمازی میں بیٹھنے کی طاقت نہ ہو تو وہ لیٹ کر پڑھ لے

وَقَالَ عَطَاءٌ اِنْ لَّمْ يَقْدِرْ اَنْ يَّتَحَوَّلَ اِلَى الْقِبْلَةِ صَلّٰى حَيْثُ كَانَ وَجْهُهٗ.

اور عطاء نے کہا: جب نمازی قبلہ کی طرف پھرنے پر قادر نہ ہو تو جس طرف اس کا منہ ہو اسی طرف پڑھ لے۔

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل احادیث ہیں:

عطاء بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابن جریج سے کہا: کبھی مریض لیٹا ہوا ہوتا ہے اور وہ بیٹھنے کی طاقت نہیں رکھتا؟ انہوں نے کہا: پھر وہ قبلہ سے منحرف ہو کر نماز پڑھ لے' اگر وہ اس کی طاقت نہیں رکھتا تو وہ چت لیٹ کر نماز پڑھے' اپنے سر سے اشارہ کرے' عطاء نے کہا: جب وہ رکوع اور سجدہ کرے تو کیا اپنے گھٹنوں پر ہاتھ رکھے؟ ابن جریج نے کہا: نہیں! لیکن وہ اپنے سر سے اور ہاتھوں سے اشارہ کرے۔ (مصنف عبد الرزاق: ۴۱۴۳)

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر مریض کو طاقت ہو تو وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھے' اگر وہ کھڑا نہیں ہو سکتا تو وہ بیٹھ کر نماز پڑھے' اگر وہ سجدہ کرنے کی طاقت نہیں رکھتا تو وہ اشارہ کرے اور اپنے سجدہ کو اپنے رکوع سے نیچا رکھے' اگر وہ بیٹھنے کی طاقت نہیں رکھتا تو دائیں کروٹ پر قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھے اور اگر وہ دائیں کروٹ پر نماز پڑھنے کی طاقت نہیں رکھتا تو وہ چت لیٹ کر نماز پڑھے اور اس کے دونوں پیر قبلہ کی جانب ہوں۔

(سنن دار قطنی ج ۲ ص ۴۳-۴۲' سنن بیہقی ج ۲ ص ۳۰۸-۳۰۷)

میں کہتا ہوں کہ امام ابوحنیفہ نے بھی بیمار کی نماز پڑھنے کا یہی طریقہ بیان کیا ہے۔ (ہدایہ مع فتح القدیر ج ۲ ص ۵-۳)

۱۱۱۷- حَدَّثَنَا عَبْدَانُ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ طَهْمَانَ قَالَ حَدَّثَنِي الْحُسَيْنُ الْمُكْتِبُ، عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَتْ بِي بَوَاسِيرُ، فَسَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الصَّلٰوةِ، فَقَالَ صَلِّ قَائِمًا، فَإِنْ لَّمْ تَسْتَطِعْ فَقَاعِدًا، فَإِنْ لَّمْ تَسْتَطِعْ فَعَلٰى جَنْبٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی از عبداللہ بن السبارک از ابراہیم بن طہمان انہوں نے کہا: مجھے الحسین المکتب نے حدیث بیان کی از ابن بریدہ از حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ انہوں نے کہا: مجھے بواسیر تھی تو میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز کے متعلق سوال کیا' آپ نے فرمایا: کھڑے ہو کر نماز پڑھو' اگر تمہیں اس کی طاقت نہ ہو تو بیٹھ کر نماز پڑھو' پس اگر تم کو اس کی طاقت نہ ہو تو کروٹ کے بل نماز پڑھو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۱۱۵ میں گزر چکی ہے۔

۲۰- بَابٌ إِذَا صَلّٰى قَاعِدًا، ثُمَّ صَحَّ، أَوْ وَجَدَ خِفَّةً، تَمَّمَ مَا بَقِيَ

جب کسی شخص نے بیٹھ کر نماز پڑھی' پھر وہ تندرست ہو گیا یا اس نے تخفیف محسوس کی تو پھر وہ باقی نماز پوری کرے

امام ابوحنیفہ' امام مالک' امام شافعی اور امام ابو یوسف یہ فرماتے ہیں کہ جب بیمار نے بیٹھ کر فرض نماز پڑھی' پھر وہ تندرست ہو گیا یا اس میں کھڑے ہونے کی قوت آ گئی تو وہ بقیہ نماز کھڑے ہو کر پڑھے گا' اور امام محمد بن حسن شیبانی یہ فرماتے ہیں کہ وہ از سر نو نماز پڑھے گا۔

وَقَالَ الْحَسَنُ إِنْ شَاءَ الْمَرِيضُ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ قَائِمًا وَرَكْعَتَيْنِ قَاعِدًا.

اور حسن بصری نے کہا: اگر مریض چاہے تو دو رکعت کھڑے ہو کر پڑھے اور دو رکعت بیٹھ کر پڑھے۔

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل احادیث میں ہے:

ابراہیم بیان کرتے ہیں کہ یونس اور حسن بصری نے کہا: مریض اس حالت کے موافق نماز پڑھے جس پر وہ ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۸۳۰' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۸۱۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

اشعث بن عبد الملک بیان کرتے ہیں کہ حسن بصری نے کہا: اگر انسان چاہے تو نفل کھڑے ہو کر پڑھے اور اگر چاہے تو بیٹھ کر یا لیٹ کر پڑھے۔ (سنن ترمذی: ۳۷۲)

۱۱۱۸- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا، أَنَّهَا أَخْبَرَتْهُ أَنَّهَا لَمْ تَرَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي صَلٰوةَ اللَّيْلِ قَاعِدًا قَطُّ حَتّٰى أَسَنَّ، فَكَانَ يَقْرَأُ قَاعِدًا، حَتّٰى إِذَا أَرَادَ أَنْ يَرْكَعَ قَامَ، فَقَرَأَ نَحْوًا مِنْ ثَلَاثِينَ آيَةً أَوْ أَرْبَعِينَ آيَةً، ثُمَّ رَكَعَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ہشام بن عروہ از والد خود از حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا' انہوں نے خبر دی کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی رات میں بیٹھ کر نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا حتیٰ کہ آپ کی عمر زیادہ ہو گئی' پس آپ بیٹھ کر قرآن مجید پڑھتے حتیٰ کہ جب آپ رکوع کرنے کا ارادہ کرتے تو کھڑے ہو جاتے' پھر تیس یا چالیس کے قریب آیات

پڑھتے' پھر رکوع کرتے۔ [اطراف الحدیث: ۱۱۱۹۔ ۱۱۴۸۔ ۱۱۶۱۔ ۴۸۳۷]

(صحیح مسلم: ۷۳۱' الرقم المسلسل: ۱۶۷۳' سنن ابوداؤد: ۹۵۴' سنن ترمذی: ۳۷۴' سنن نسائی: ۱۶۴۸' سنن ابن ماجہ: ۱۲۲۶' سنن بیہقی ج ۲ ص ۴۹۱' مسند احمد ج ۶ ص ۲۱۷ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۵۸۲۶' ج ۴۳ ص ۲۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کی عنوان کے ساتھ مطابقت اور جو شخص بیٹھ کر یا لیٹ کر نماز شروع کرے پھر اس میں کھڑے ہونے کی قوت آ جائے تو وہ کیا کرے؟

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کا عنوان فرض نماز کے ساتھ متعلق ہے اور امام بخاری نے اس عنوان کے اثبات کے لیے جو حدیث روایت کی ہے وہ نفل کے متعلق ہے اور اس سے امام بخاری نے فرض نماز کا بھی حکم مستنبط کیا ہے کہ جب بغیر کسی ایسے سبب کے جو قیام سے مانع ہو نفل کو بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے تو فرض نماز جس میں بغیر کسی سبب مانع کے بیٹھ کر پڑھنا جائز نہیں ہے' اس میں بھی اگر قیام سے مانع کوئی سبب پایا جائے تو اس کو بھی بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے۔

اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے' امام زفر اور امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ اگر مریض لیٹ کر نماز پڑھ رہا ہو یا بیٹھ کر نماز پڑھ رہا ہو' پھر اس میں کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کی قوت آ جائے تو وہ بقیہ نماز کھڑے ہو کر پڑھے اور اس نماز کو پہلی نماز پر مبنی کرے۔

اور امام ابوحنیفہ' امام ابویوسف اور امام محمد نے کہا ہے کہ اگر اس نے لیٹ کر نماز پڑھی تھی' پھر اس میں قوت آ گئی تو اب وہ از سر نو نماز پڑھے گا اور اگر وہ بیٹھ کر نماز پڑھ رہا تھا اور رکوع اور سجود کر رہا تھا تو قوت آنے کے بعد اسی نماز پر بناء کرے گا۔

اسی طرح اس میں اختلاف ہے کہ اس نے کھڑے ہو کر نماز پڑھنی شروع کی اور ایک رکعت پڑھ لی تھی' پھر وہ قیام سے عاجز ہو گیا اور اشاروں سے نماز پڑھنے پر قادر ہوا تو امام مالک کے نزدیک وہ بیٹھ کر نماز پڑھے اور اسی نماز پر بناء کرے' امام ابوحنیفہ' ثوری اور امام شافعی کا بھی یہی مذہب ہے۔

امام مالک نے کہا: جس نے کھڑے ہو کر نفل پڑھنے شروع کیے' پھر اگر وہ بیٹھ کر پڑھنا چاہے تو بیٹھ کر پڑھ سکتا ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۱۰۸۔ ۱۰۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۶۰۱۔ ج ۲ ص ۳۴۸ پر مذکور ہے' اس باب کی احادیث کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:
① سنن اور نوافل کا گھر میں پڑھنا ② نوافل کی حکمت ③ بیٹھ کر نوافل پڑھنے کا جواز۔

۱۱۱۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ يَزِيْدَ وَاَبِي النَّضْرِ مَوْلٰى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَائِشَةَ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّيْ جَالِسًا فَيَقْرَاُ وَهُوَ جَالِسٌ فَاِذَا بَقِيَ مِنْ قِرَاءَتِهٖ نَحْوٌ مِّنْ ثَلَاثِيْنَ اَوْ اَرْبَعِيْنَ اٰيَةً قَامَ فَقَرَاَهَا وَهُوَ قَائِمٌ ثُمَّ رَكَعَ ثُمَّ سَجَدَ يَفْعَلُ فِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ مِثْلَ ذٰلِكَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از عبد اللہ بن یزید وابی النضر مولیٰ عمر بن عبید اللہ از ابی سلمہ بن عبد الرحمان از حضرت عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ کر نماز پڑھتے تھے' پس آپ بیٹھے ہوئے قرآن مجید پڑھتے تھے' پس جب آپ کی قراءت سے تیس یا چالیس آیات رہ جاتیں تو آپ کھڑے ہو جاتے اور کھڑے ہوئے ان آیات کو پڑھتے' پھر آپ رکوع کرتے' پھر سجدہ کرتے' دوسری رکعت بھی آپ اسی طرح پڑھتے' پھر

فَاِذَا قَضٰی صَلٰوتَہٗ نَظَرَ، فَاِنْ کُنْتُ یَقْظٰی تَحَدَّثَ مَعِیَ، وَاِنْ کُنْتُ نَائِمَۃً اضْطَجَعَ.

جب آپ نماز پوری کر لیتے تو دیکھتے پس اگر میں بیدار ہوتی تو میرے ساتھ باتیں کرتے اور اگر میں سوئی ہوئی ہوتی تو آپ لیٹ جاتے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے' صحیح البخاری: ۱۱۱۸ کا مطالعہ کریں۔

''ابواب التقصیر'' کی تکمیل

الحمد للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔آج یکم ربیع الثانی ۱۴۲۸ھ/ ۲۰ اپریل ۲۰۰۷ء' بہ روز جمعہ قبل از نماز عصر'' نماز کو قصر کرنے کے ابواب'' مکمل ہو گئے' اے مالک ارض وسماء! ان ابواب کی اور اب تک کی شرح بخاری کو قبول فرما اور اس شرح کو مکمل فرما دے اور مجھے اس کی تکمیل کے لیے صحت اور توانائی عطاء فرما اور میری' میرے والدین کی اور میرے قارئین کی مغفرت فرما دے۔(آمین)

''ابواب التقصیر'' میں ۵۲' احادیث مرفوعہ ہیں' جن میں سولہ معلق احادیث ہیں اور بقیہ احادیث موصول ہیں۔

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

١٩ - كِتَابُ التَّهَجُّدِ
تہجد کا بیان

١ - بَابُ التَّهَجُّدِ بِاللَّيْلِ — رات کو تہجد پڑھنا

وَقَوْلِهِ عَزَّوَجَلَّ ﴿وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهِ نَافِلَةً لَّكَ﴾ (الاسراء:٧٩).

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور رات کے کچھ حصے میں تہجد کی نماز پڑھیے جو خاص آپ کے لیے زیادہ ہے۔ (الاسراء:٧٩)

''تہجد'' کا معنی ہے: نیند کو ترک کر کے اٹھنا اور پھر نماز پڑھنا۔

امام ابومنصور محمد بن محمد ماتریدی حنفی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

حسن بصری نے کہا ہے کہ ''نافلۃ لک'' کا معنی ہے: خالص آپ کے لیے' کیونکہ آپ کسی حکم کی تعمیل میں کسی حال میں غفلت نہیں کرتے اور لوگ بہت سے احکام میں غفلت کرتے ہیں۔

دوسرے مفسرین نے کہا ہے کہ تہجد آپ کے لیے نفل ہے یعنی زائد ہے' کیونکہ آپ کی مغفرت ہو چکی ہے لہٰذا آپ جو عمل بھی کریں گے وہ زائد ہوگا' اور دوسرے مسلمان جو بھی نیک عمل کرتے ہیں وہ ان کے گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے' پس ان کا عمل زائد نہیں ہوگا۔ (تاویلات اہل السنۃ ج ٧ ص ٩٨' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

تہجد کی فضیلت میں احادیث

حضرت بلال رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم رات کو اٹھ کر قیام کرنے کو لازم رکھو کیونکہ یہ تم سے پہلے نیک لوگوں کا طریقہ ہے اور رات کو قیام کرنا اللہ تعالیٰ کے قرب کا سبب ہے اور گناہوں سے روکنے کا اور برے کاموں کو مٹانے کا اور جسم کی بیماریوں کو دور کرنے کا ذریعہ ہے۔

(سنن ترمذی: ٣٥٤٩' موسوعۃ ابن ابی الدنیا ج ١ ص ٢٤٥' سنن بیہقی ج ٢ ص ٥٠٢' المستدرک ج ١ ص ٣٠٨)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں فضیلت والے لوگ حاملینِ قرآن ہیں اور تہجد گزار ہیں۔ (المعجم الکبیر ج ١٢ ص ١٢٥' تاریخ بغداد ج ٤ ص ١٢٤۔ ج ٨ ص ٨٠' موسوعۃ ابن ابی الدنیا ج ١ ص ٢٤٦)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! جب میں آپ کو دیکھتا ہوں تو میرا دل خوش ہو جاتا ہے اور میری آنکھیں ٹھنڈی ہو جاتی ہیں' مجھے ایسے کام کی خبر دیجئے کہ جب میں وہ کام کرلوں تو میں جنت میں داخل ہو جاؤں' آپ نے فرمایا: کھانا کھلاؤ' بہ کثرت سلام کرو' رات کو اٹھ کر نماز پڑھو' جب لوگ سوئے ہوئے ہوں اور جنت میں سلامتی سے داخل ہو جاؤ۔

(مسند احمد ج ٢ ص ٣٢٣۔ ٢٩٥ المستدرک ج ٣ ص ١٢٩ ابن ابی الدنیاج ١ ص ٢٣٦)

مرّہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ نے فرمایا: رات کی نماز کی فضیلت دن کی نماز پر اس طرح ہے جس طرح خفیہ صدقہ دینے والے کی فضیلت ظاہراً صدقہ دینے والے پر ہے۔

(المعجم الکبیر ج ٩ ص ٣٢ کتاب الزہد لابن المبارک: ٢٢٣ ابن ابی الدنیا ج ١ ص ٢٣٧)

١١٢٠ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ اَبِي مُسْلِمٍ، عَنْ طَاوُسٍ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ يَتَهَجَّدُ قَالَ اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ، اَنْتَ قَيِّمُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِيهِنَّ، وَلَكَ الْحَمْدُ، لَكَ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِيهِنَّ، وَلَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ، وَلَكَ الْحَمْدُ، اَنْتَ الْحَقُّ، وَوَعْدُكَ الْحَقُّ، وَلِقَاؤُكَ حَقٌّ، وَقَوْلُكَ حَقٌّ، وَالْجَنَّةُ حَقٌّ، وَالنَّارُ حَقٌّ، وَالنَّبِيُّوْنَ حَقٌّ، وَمُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَقٌّ، وَالسَّاعَةُ حَقٌّ، اَللّٰهُمَّ لَكَ اَسْلَمْتُ، وَبِكَ اٰمَنْتُ، وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ، وَاِلَيْكَ اَنَبْتُ، وَبِكَ خَاصَمْتُ، وَاِلَيْكَ حَاكَمْتُ، فَاغْفِرْ لِي مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ، وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ، اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَوْ لَا اِلٰهَ غَيْرُكَ. قَالَ سُفْيَانُ وَزَادَ عَبْدُ الْكَرِيمِ اَبُوْ اُمَيَّةَ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ. قَالَ سُفْيَانُ قَالَ سُلَيْمَانُ بْنُ اَبِي مُسْلِمٍ سَمِعَهُ مِنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

[اطراف الحدیث: ٦٣١٧۔ ٧٣٨٥۔ ٧٤٤٢۔ ٧٤٩٩]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان بن ابی مسلم نے حدیث بیان کی از طاؤس' انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب رات کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کے لیے اٹھتے تو یہ دعا کرتے: اے اللہ! تیرے لیے ہی حمد ہے' تو ہی آسمانوں کا اور زمینوں کا اور ان میں موجود چیزوں کا قائم کرنے والا ہے اور تیرے لیے ہی حمد ہے' آسمانوں اور زمینوں کا اور ان میں موجود چیزوں کا تو ہی مالک ہے اور تیرے لیے ہی حمد ہے تو آسمانوں اور زمینوں کو منور کرنے والا ہے' اور تیرے لیے ہی حمد ہے اور تو حق ہے اور تیرا وعدہ حق ہے اور تجھ سے ملاقات حق ہے اور تیرا قول حق ہے اور جنت حق ہے اور دوزخ حق ہے اور انبیاء حق ہیں اور (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) حق ہیں اور قیامت حق ہے' اے اللہ! میں تیرے لیے اسلام لایا اور تجھ پر ایمان لایا اور تجھ پر توکل کیا اور تیری ہی طرف رجوع کیا اور تیری ہی وجہ سے لڑا' اور تیری ہی طرف مقدمہ کیا سو تو میرے ان (بہ ظاہر خلاف اولیٰ) کاموں کو معاف فرما جو میں نے پہلے کیے' جو بعد میں کیے' اور جن کو میں نے چھپا کر کیا اور جن کو میں نے دکھا کر کیا' تو ہی مقدم کرنے والا ہے اور تو ہی مؤخر کرنے والا ہے' تیرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے یا تیرے سوا کوئی برحق معبود نہیں۔ سفیان نے کہا: عبدالکریم ابوامیہ نے اضافہ کیا: ''ولا حول ولا قوۃ الا باللہ'' سفیان نے کہا: سلیمان بن ابی مسلم نے کہا: اس کو انہوں نے طاؤس سے سنا ہے از حضرت ابن عباس از نبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

(صحیح مسلم: ٧٦٩ الرقم المسلسل: ١٧٧٧ سنن ابوداؤد: ٧٧١ سنن ترمذی: ٣٤١٨ سنن نسائی: ١٦١٨ سنن ابن ماجہ: ١٣٥٥ مصنف ابن ابی شیبہ ج ١٠ ص ٢٥٩ الادب المفرد: ٦٩٧ صحیح ابن حبان: ٢٥٩٨ کتاب الدعاء للطبرانی: ٧٥٦ عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی: ٧٦٠ شرح السنۃ: ٩٥٠ المعجم الکبیر: ١٠٩٩٣ مسند احمد ج ١ ص ٢٩٨ طبع قدیم مسند احمد: ٢٧١٠۔ ج ٤ ص ٤٣١۔ ٤٣٠ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) علی بن عبد اللہ المعروف بابن المدینی (۲) سفیان بن عیینہ (۳) سلیمان بن ابی مسلم المکی' یہ ابن ابی نجیح کے ماموں ہیں (۴) طاؤس بن کیسان الیمانی (۵) حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۲۵۱)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا میں مشکل الفاظ کے معانی

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

حدیث مذکور میں ہے: تو آسمانوں اور زمینوں کا اور ان میں موجود چیزوں کا قیم ہے' یعنی تو آسمانوں اور زمینوں کا خالق ہے اور ان کو قائم رکھنے والا ہے اور ان میں موجود چیزوں کو ان کی مدت تک باقی رکھنے والا ہے اور ان کے اعمال کو پیدا کرنے والا ہے اور ان کو رزق دینے والا ہے اور ''قیوم'' کا معنی ہے: جو ہمیشہ رہنے والا ہو' جس پر کبھی فنا نہ آئے۔

تو آسمانوں اور زمینوں کا منور کرنے والا ہے: یعنی تو آسمانوں اور زمینوں میں ہر عیب اور ہر نقص سے بری ہے اور تو آسمانوں کو سورج' چاند اور ستاروں سے مزین کرنے والا ہے اور زمین کو انبیاء' علماء اور اولیاء سے مزین کرنے والا ہے

تو حق ہے: یعنی تو ہمیشہ سے موجود ہے اور ہمیشہ رہے گا' تجھ پر کبھی زوال کا آنا ممکن نہیں ہے۔

تیرا وعدہ حق ہے: یعنی تو نے مؤمنین سے جس ثواب کا وعدہ کیا ہے اس کا خلاف ممکن نہیں ہے اور تیرے کلام میں کذب ممکن نہیں ہے۔

تجھ سے ملاقات حق ہے: یعنی مرنے کے بعد انسان کا دوبارہ زندہ ہونا اور اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہونا حق ہے۔

سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حق ہیں: آپ کے تمام اوصاف کمالیہ برحق ہیں' آپ کی بعثت اس لیے ضروری تھی کہ آپ کے زمانہ سے لے کر قیامت تک کے انسانوں کے پاس اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچ جائے اور بندوں پر اللہ تعالیٰ کی حجت قائم ہو جائے۔

قیامت حق ہے: اس کو ''ساعت'' کے لفظ سے تعبیر فرمایا ہے کیونکہ ایک لحظہ میں قیامت واقع ہوگی' اور قیامت کا ہونا اس لیے ضروری ہے تاکہ جن لوگوں کو ان کے کفر اور ظلم پر دنیا میں عذاب نہیں دیا گیا ان کو عذاب دیا جائے اور جن لوگوں کو دنیا میں ان کے نیک اعمال اور مظلومیت کی جزاء نہیں ملی' ان کو ان کے نیک اعمال پر جزاء مل جائے۔

اے اللہ! میں تجھ پر اسلام لایا: اسلام لانے کا معنی یہ ہے کہ جن کاموں کا تو نے حکم دیا ہے میں ان تمام پر عمل کرتا ہوں اور جن کاموں سے تو نے منع کیا ہے ان تمام سے اجتناب کرتا ہوں۔

میں تجھ پر ایمان لایا: یعنی میں نے تیرے واحد لاشریک ہونے کی تصدیق کی اور تمام صفات کمالیہ سے متصف ہونے اور عیوب اور نقائص سے تیرے بری ہونے کی تصدیق کی۔

تجھ پر توکل کیا: میں نے اسباب عادیہ سے قطع نظر کر کے اپنے تمام معاملات کو تجھ پر چھوڑ دیا۔

تیری ہی طرف رجوع کیا: میں نے اپنی تمام تدبیروں میں تیری طرف رجوع کیا اور تیری عبادت کرنے اور تجھ سے ہی دعا کرنے اور سوال کرنے میں مشغول رہا۔

اور تیری ہی وجہ سے لڑا: یعنی جو معاندین تیری توحید کا انکار کرتے ہیں' ان کے سامنے دلائل پیش کیے' جہاں زبانی بحث کی ضروری تھی وہاں زبانی بحث کی اور جہاں تلوار سے جہاد کی ضرورت تھی وہاں جہاد کیا۔

اور تیری ہی طرف مقدمہ کیا: یعنی جس نے کسی معاملہ میں حق کا انکار کیا تو اس معاملہ میں' میں نے صرف تجھ کو حاکم بنایا ہے'

سوتو میرے (ان بہ ظاہر خلاف اولیٰ) کاموں کو معاف فرما جو میں نے پہلے کیے اور جو بعد میں کیے' اور جن کو میں نے چھپا کر کیا اور جن کو میں نے دکھا کر کیا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مغفرت کی دعا کی حالانکہ آپ مغفور ہیں' اس کی متعدد وجوہ ہیں: (۱) اپنی تواضع اور انکسار کے لیے اور اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور اجلال کو ظاہر کرنے کے لیے (۲) امت کی تعلیم کے لیے تا کہ وہ بھی آپ کی اقتداء کریں (۳) اللہ تعالیٰ نے آپ کو مغفرت طلب کرنے کا حکم دیا ہے۔ (النصر: ۳) اس حکم پر عمل کرنے کے لیے (۴) اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔ (البقرہ: ۲۲۲) اس کی محبت کو حاصل کرنے کے لیے (۵) مغفرت کا معنی ہے: گناہوں کو ڈھانپنا اور جس کے گناہ نہیں ہوتے اللہ تعالیٰ استغفار کرنے سے اس کے درجات بلند فرما دیتا ہے' سو آپ استغفار کرتے تھے تا کہ آپ کے درجات بلند کر دیئے جائیں۔

تو ہی مقدم کرنے والا ہے اور تو ہی مؤخر کرنے والا ہے: دنیا میں اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کو مؤخر فرمایا اور آخرت میں آپ کی شان کو تمام نبیوں اور رسولوں پر مقدم فرمائے گا۔

(عمدۃ القاری ج ۷ ص ۲۴۳۔۲۴۱ ملخصاً وموضحاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۲ - بَابُ فَضْلِ قِيَامِ اللَّيْلِ

رات کے قیام کی فضیلت

۱۱۲۱ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ. وَحَدَّثَنِي مَحْمُودٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ' عَنِ الزُّهْرِيِّ' عَنْ سَالِمٍ' عَنْ اَبِيهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ الرَّجُلُ فِي حَيَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا رَاٰى رُؤْيَا قَصَّهَا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ' فَتَمَنَّيْتُ اَنْ اَرٰى رُؤْيَا' فَاَقُصَّهَا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' وَكُنْتُ غُلَامًا شَابًّا' وَكُنْتُ اَنَامُ فِي الْمَسْجِدِ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ' فَرَاَيْتُ فِي النَّوْمِ كَاَنَّ مَلَكَيْنِ اَخَذَانِي فَذَهَبَا بِي اِلَى النَّارِ' فَاِذَا هِيَ مَطْوِيَّةٌ كَطَيِّ الْبِئْرِ' وَاِذَا لَهَا قَرْنَانِ' وَاِذَا فِيهَا اُنَاسٌ قَدْ عَرَفْتُهُمْ' فَجَعَلْتُ اَقُوْلُ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ النَّارِ' قَالَ فَلَقِيَنَا مَلَكٌ اٰخَرُ' فَقَالَ لِي لَمْ تُرَعْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے حدیث بیان کی اور ہمیں محمود نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الرزاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از الزہری از سالم از والد خود رضی اللہ عنہ انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات (ظاہرہ) میں جب کوئی شخص خواب دیکھتا تو وہ اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیان کرتا' پس میں نے یہ تمنا کی کہ میں بھی کوئی خواب دیکھوں اور اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیان کروں اور میں نوجوان لڑکا تھا اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں مسجد میں سوتا تھا' پس میں نے خواب میں دیکھا کہ دو فرشتے مجھے پکڑ کر دوزخ کی طرف لے گئے' پس دوزخ کنویں کی طرح پیچ دار بنی ہوئی تھی اور اس کی دو چرخیاں تھیں اور اس میں کچھ لوگ تھے جن کو میں پہچانتا تھا' پس میں دل میں کہہ رہا تھا کہ میں دوزخ کی آگ سے اللہ کی پناہ میں آتا ہوں' انہوں نے بیان کیا: پھر ہمیں ایک اور فرشتہ ملا' اس نے مجھ سے کہا: تم ڈرو نہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۴۰ میں گزر چکی ہے۔

۱۱۲۲ - فَقَصَصْتُهَا عَلٰى حَفْصَةَ' فَقَصَّتْهَا حَفْصَةُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ '

پس میں نے یہ خواب حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو بیان کیا' حضرت حفصہ نے یہ خواب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا' آپ نے فرمایا:

فَقَالَ نِعْمَ الرَّجُلُ عَبْدُ اللّٰهِ، لَوْ كَانَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ. فَكَانَ بَعْدُ لَا يَنَامُ مِنَ اللَّيْلِ إِلَّا قَلِيلًا.

عبد اللہ کیا ہی اچھا آدمی ہے کاش! وہ رات کو اٹھ کر نماز پڑھتا۔ اس کے بعد وہ رات کو بہت کم سوتے تھے۔

[اطراف الحدیث: ١١٥٧-٣٧٣٩-٣٧٤١-٧٠١٦-٧٠٢٩-٧٠٣١]

صالحین کے سامنے خواب بیان کرنا' مسجد میں سونے کی تحقیق' فرشتوں کو خواب میں دیکھنا' ----------

رات کو زیادہ سونے کی کراہت اور دیگر مسائل

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے خواب بیان کرنے کی فضیلت ہے کیونکہ مؤمن کا خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے' جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

نیز اس سے معلوم ہوا کہ اچھا خواب دیکھنے کی تمنا کرنی چاہیے تا کہ انسان اس خواب کو کسی مرد صالح کے سامنے بیان کرے اور خیر کی اور علم کی تمنا کرنی چاہیے اور اس کی حرص کرنی چاہیے۔

اس حدیث میں مسجد میں سونے کا بیان ہے' امام شافعی کے نزدیک اس میں کوئی کراہت نہیں ہے' امام ترمذی نے کہا ہے کہ اہل علم کی ایک قوم نے اس کی اجازت دی ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے: مسجد کو رات کے سونے کی اور دن کے قیلولہ کی جگہ نہیں بنانا چاہیے' اور بعض اہل علم کا یہی مذہب ہے۔ علامہ ابن العربی نے کہا ہے کہ جس کا گھر ہو' اس کو مسجد میں نہیں سونا چاہیے اور مسافر کے لیے مسجد ہی گھر ہے اور معتکف کا گھر بھی مسجد ہے' اور اگر امام یا ملک کا سربراہ کسی بیمار شخص کو مسجد میں ٹھہرائے تو جائز ہے' جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن معاذ کو مسجد میں ٹھہرایا تھا' تا کہ آپ قریب سے ان کی عیادت کر سکیں' اور جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بے گھر نومسلم خاتون کو مسجد میں ٹھہرایا تھا' امام مالک نے شہر کے تندرست آدمی کے لیے مسجد میں سونے کو مکروہ کہا ہے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ خواب میں فرشتوں کو دیکھنا ممکن ہے اور اس حدیث میں یہ بھی ثبوت ہے کہ نیک آدمی کو خواب میں ڈرانا ممکن ہے' اور اس میں یہ بھی ثبوت ہے کہ مسلمانوں کا پردہ رکھنا چاہیے اور ان کی غیبت کو ترک کرنا چاہیے' کیونکہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: میں نے دوزخ میں ان لوگوں کو دیکھا جن کو میں پہچانتا تھا' ان کا اجمالی طور پر ذکر کیا تا کہ وہ متنبہ ہوں اور ان کا بیان نہیں کیا تا کہ ان کی غیبت نہ ہو' اور یہ وہ لوگ نہیں ہوں گے جن کا خاتمہ کفر پر ہوا ہو۔

اس میں اپنی بہن کے سامنے خواب کے بیان کرنے کا ذکر ہے' اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ خواب پہنچایا اور اس حدیث میں رات کو نماز میں قیام کرنے کی فضیلت ہے اور اس کا امام بخاری نے عنوان قائم کیا ہے اور اس میں نوجوان کی عبادت کرنے کی فضیلت ہے اور حضرت ابن عمر کی مدح ہے' اور رات کو زیادہ سونے کی کراہت ہے' اور اس میں ان کو نیک کام پر متنبہ کرنا ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حضرت ام سلیمان نے سلیمان سے کہا: اے میرے بیٹے! رات کو زیادہ نہ سویا کرو کیونکہ رات کو سونے کی کثرت قیامت کے دن مرد کو فقیر بنا دے گی' اور حقیقت حال کا اللہ تعالیٰ ہی کو علم ہے۔

(عمدۃ القاری ج ٧ ص ٢٤٣-٢٤٦' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٣- بَابُ طُوْلِ السُّجُوْدِ فِيْ قِيَامِ اللَّيْلِ

رات کے قیام میں طویل سجدہ کرنا

١١٢٣ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عُرْوَةُ اَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَخْبَرَتْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّيْ اِحْدٰى عَشْرَةَ رَكْعَةً كَانَتْ تِلْكَ صَلٰوتَهُ، يَسْجُدُ السَّجْدَةَ مِنْ ذٰلِكَ قَدْرَ مَا يَقْرَاُ اَحَدُكُمْ خَمْسِيْنَ اٰيَةً قَبْلَ اَنْ يَّرْفَعَ رَاْسَهُ، وَيَرْكَعُ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلٰوةِ الْفَجْرِ، ثُمَّ يَضْطَجِعُ عَلٰى شِقِّهِ الْاَيْمَنِ، حَتّٰى يَاْتِيَهُ الْمُنَادِيْ لِلصَّلٰوةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے عروہ نے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کو خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گیارہ رکعات نماز پڑھتے تھے' یہ آپ کی نماز تھی' اس میں آپ سر اٹھانے سے پہلے اتنی مقدار کا سجدہ کرتے تھے جتنی دیر میں تم میں سے کوئی شخص پچاس آیات پڑھتا ہے اور آپ نماز فجر پڑھنے سے پہلے دو رکعت پڑھتے تھے' پھر آپ دائیں کروٹ پر لیٹ جاتے تھے حتیٰ کہ آپ کے پاس نماز (کی اطلاع دینے) کے لیے مؤذن آتا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٦٢٦ میں گزر چکی ہے' جن اُمور کی شرح وہاں نہیں کی گئی' وہ درج ذیل ہیں:

تہجد میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طویل سجدہ کا سبب

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ ھ لکھتے ہیں:

آپ تہجد کی نماز میں طویل سجدہ اس لیے کرتے تھے کہ آپ اس سجدہ میں دعا کی بہت کوشش کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے گڑگڑاتے تھے اور سجدہ اللہ کے سامنے تواضع اور تذلل کرنے کا بہت بلیغ حال ہے اور سجدہ کرنے کا ابلیس نے انکار کیا تھا اور وہ لعنت کا مستحق ہو گیا تھا اور قیامت تک اس لعنت میں رہے گا اور بعد ازاں ہمیشہ کے لیے دوزخ کے عذاب میں ڈال دیا جائے گا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم خلوت میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے کے لیے اور اس سے مناجات کرنے کے لیے طویل سجدہ کرتے تھے۔

مسلمانوں کے لیے اس میں اسوۂ حسنہ ہے' ان کو چاہیے کہ وہ تہجد کی نماز میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کی اقتداء کریں اور جس کو تہجد کی نماز میسر ہو وہ سجدہ میں گڑگڑا کر اللہ تعالیٰ سے عفو اور مغفرت کا سوال کرے اور سلف صالحین ایسا کرتے تھے' ابواسحاق نے کہا: میں نے حضرت ابن الزبیر سے زیادہ کسی کو عظیم سجدہ کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔

یحییٰ بن وثاب نے کہا: حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما سجدہ میں پڑے رہتے تھے اور چڑیاں آ کر ان کی کمر پر بیٹھ جاتی تھیں' وہ سمجھتیں تھیں یہ کسی دیوار کا کوئی حصہ ہے۔ (شرح ابن بطال ج ٣ ص ١١٩۔ ١١٨' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ھ)

٤ - بَابُ تَرْكِ الْقِيَامِ لِلْمَرِيْضِ
بیمار کے لیے قیام کو ترک کرنے کی رخصت

١١٢٤ - حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الْاَسْوَدِ قَالَ سَمِعْتُ جُنْدَبًا يَقُوْلُ اشْتَكَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمْ يَقُمْ لَيْلَةً اَوْ لَيْلَتَيْنِ.

[اطراف الحدیث: ٤٩٥٠۔ ٤٩٥١۔ ٤٩٨٣]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از الاسود' انہوں نے کہا: میں نے حضرت جندب رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہو گئے' پھر آپ نے ایک رات یا دو راتیں قیام نہیں کیا۔

(صحیح مسلم: ١٧٩٧' الرقم المسلسل: ٤٥٧٦' سنن ترمذی: ٣٣٤٥' السنن الکبریٰ: ١١٦٨١' سنن بیہقی ج ٣ ص ١٤' صحیح ابن حبان: ٦٥٦٦' المعجم الکبیر: ١٧٠٩' مسند احمد ج ٤ ص ٣١٣ طبع قدیم' مسند احمد: ١٨٨٠٠۔ ج ٣١ ص ١٠٤' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) الفضل بن دکین (۲) سفیان الثوری (۳) الاسود بن قیس (۴) جندب بن عبد اللہ۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۲۴۸)

جس شخص کی کوئی عبادت مرض یا سفر کی وجہ سے رہ جائے' اسے اس عبادت کا اجر دیا جاتا ہے

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ جس شخص کا عبادت میں کوئی حصہ ہو اور اللہ اس کو اس مرض کی وجہ سے اس عبادت سے روک دے تو اللہ عزوجل اس کو اپنے فضل سے اس عبادت کا ثواب عطاء فرماتا ہے۔

امام بخاری' حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب بندہ بیمار ہو یا سفر کرے تو اس کے لیے اس عمل کی مثل لکھی جاتی ہے جو وہ اقامت اور صحت کی حالت میں کرتا تھا۔

(صحیح البخاری: ۲۹۹۶' سنن ابوداؤد: ۳۰۹۱' مصنف عبد الرزاق: ۵۳۴' مسند احمد ج ۴ ص ۴۱۰)

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ جو بندہ کوئی نماز پڑھتا ہو اور اس پر نیند غالب آ جائے تو اس کو اس نماز کا اجر دیا جاتا ہے اور اس کی نیند اس پر صدقہ ہو جاتی ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۱۴۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۱۱۲۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ قَالَ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ قَيْسٍ عَنْ جُنْدَبِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اِحْتَبَسَ جِبْرِيلُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ' فَقَالَتِ امْرَاَةٌ مِّنْ قُرَيْشٍ اَبْطَاَ عَلَيْهِ شَيْطَانُهٗ فَنَزَلَتْ ﴿وَالضُّحٰى○ وَاللَّيْلِ اِذَا سَجٰى○ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى○﴾ (الضحیٰ: ۳۔۱)۔ (سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۴' جامع المسانید لابن جوزی: ۱۳۳۲' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از الاسود بن قیس از جندب بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت جبریل (چند روز) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنے سے رک گئے تو قریش کی ایک عورت نے کہا: ان کے شیطان نے ان کے پاس آنے میں تاخیر کر دی تو یہ آیات نازل ہوئیں: روشن دن کی قسم!○ اور رات کی قسم جب اس کی سیاہی پھیل جائے!○ آپ کے رب نے آپ کو نہیں چھوڑا اور نہ وہ آپ سے ناراض ہوا○ (الضحیٰ: ۳۔۱)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

حاکم نے اپنی سند کے ساتھ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے: جب کئی دن وحی نازل نہیں ہوئی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ٹھہرے رہے تو ابولہب کی بیوی نے کہا: یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! میرا یہی گمان ہے کہ آپ کا شیطان آپ سے ناراض ہو چکا ہے' اس عورت کا نام ام جمیل تھا' یہ کانی تھی' یہ حرب بن امیہ کی بیٹی اور ابوسفیان بن حرب کی بہن تھی اور ابولہب کی بیوی تھی۔

(فتح الباری ج ۳ ص ۶۱۸' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کی پوری تفصیل درج ذیل ہے:

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب سورۃ "تبت یدا ابی لھب وتب" نازل ہوئی تو ابولہب کی بیوی سے کہا گیا کہ (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے تمہاری ہجو کی ہے' تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی' اس وقت آپ لوگوں کی جماعت میں بیٹھے ہوئے تھے' اور کہنے لگی: یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ نے کس وجہ سے میری ہجو کی ہے؟ آپ نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں نے تمہاری ہجو نہیں کی' تمہاری ہجو اللہ نے کی ہے' اس نے کہا: کیا آپ نے مجھے لکڑیوں کا گٹھا اٹھائے ہوئے دیکھا ہے' کیا آپ نے میرے گریبان میں

کھجور کے چھلکے کی بٹی ہوئی رسی دیکھی ہے' پھر وہ چلی گئی' پس کئی روز تک نبی ﷺ پر وحی نازل نہیں ہوئی' پھر وہ آپ کے پاس آئی اور کہنے لگی: یا محمد (ﷺ)! میرا یہی گمان ہے کہ آپ کے صاحب نے آپ کو چھوڑ دیا ہے اور وہ آپ سے ناراض ہو گیا ہے' تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں:

وَالضُّحٰیO وَاللَّیْلِ اِذَا سَجٰیO مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰیO (الضحیٰ: ٣-١)

روشن دن کی قسم!O اور رات کی قسم جب اس کی سیاہی پھیل جائے!O آپ کے رب نے آپ کو نہیں چھوڑا اور نہ وہ آپ سے ناراض ہوا O

(المستدرک: ٣٩٤٥ ۔ ج ٢ ص ٥٢٧ طبع قدیم' المسیرۃ النبویہ ج ١ ص ١٤٨' الاحسان ج ١٤ ص ٤٤١)

حاکم نے کہا: اس حدیث کی سند صحیح ہے مگر اس کی سند میں یزید بن زید کے متعلق ابن المدینی نے کہا ہے کہ وہ مجہول ہے' اس سے ابو اسحاق کے سوا اور کوئی روایت نہیں کرتا۔

* یہ حدیث' شرح صحیح مسلم: ٤٥٤٢ ۔ ج ٥ ص ٥٦١ ۔ ٥٦٠ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

اس حدیث کی مزید تفصیل' تبیان القرآن ج ١٢' سورۃ ''تبت یدا ابی لھب'' میں مطالعہ کریں۔

٥ - بَابُ تَحْرِيْضِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى صَلٰوةِ اللَّيْلِ وَالنَّوَافِلِ مِنْ غَيْرِ اِيْجَابٍ

نبی ﷺ کا بغیر فرض قرار دیئے ہوئے رات کی نماز اور نوافل کی ترغیب دینا

وَطَرَقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاطِمَةَ وَعَلِيًّا عَلَيْهِمَا السَّلَامُ لَيْلَةً لِلصَّلٰوةِ.

اور نبی ﷺ رات کو حضرت فاطمہ اور حضرت علی علیہما السلام کے پاس ایک رات نماز کے لیے گئے۔

اس تعلیق کی اصل عنقریب صحیح البخاری: ١١٢٧ میں آ رہی ہے۔

١١٢٦ - حَدَّثَنَا ابْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ هِنْدٍ بِنْتِ الْحَارِثِ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَيْقَظَ لَيْلَةً فَقَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ مَاذَا اُنْزِلَ اللَّيْلَةَ مِنَ الْفِتْنَةِ مَاذَا اُنْزِلَ مِنَ الْخَزَائِنِ مَنْ يُوْقِظُ صَوَاحِبَ الْحُجُرَاتِ؟ يَا رُبَّ كَاسِيَةٍ فِي الدُّنْيَا عَارِيَةٍ فِي الْاٰخِرَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں ابن مقاتل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ ہمیں عبد اللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از الزہری از ہند بنت الحارث از حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہ نبی ﷺ ایک رات بیدار ہوئے تو آپ نے فرمایا: سبحان اللہ! اس رات خزائن سے کیا کیا آزمائشیں نازل کی گئی ہیں' کوئی ہے جو حجروں والیوں کو بیدار کرے' دنیا میں بہت سی ملبوس عورتیں آخرت میں برہنہ ہوں گی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١١٥ میں گزر چکی ہے۔

١١٢٧ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنٍ اَنَّ حُسَيْنَ بْنَ عَلِيٍّ اَخْبَرَهٗ اَنَّ عَلِيَّ بْنَ اَبِيْ طَالِبٍ اَخْبَرَهٗ اَنَّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے علی بن حسین نے خبر دی کہ ان کو حضرت حسین بن

رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَرَقَهُ وَفَاطِمَةَ بِنْتَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً فَقَالَ اَلَا تُصَلِّيَانِ؟ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَنْفُسُنَا بِيَدِ اللّٰهِ فَاِذَا شَآءَ اَنْ يَّبْعَثَنَا بَعَثَنَا فَانْصَرَفَ حِيْنَ قُلْنَا ذٰلِكَ وَلَمْ يَرْجِعْ اِلَيَّ شَيْئًا ثُمَّ سَمِعْتُهُ وَهُوَ مُوَلٍّ يَضْرِبُ فَخِذَهُ وَهُوَ يَقُوْلُ ﴿وَكَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا﴾ (الکہف:٥٤).

[اطراف الحدیث: ۴۷۲۴-۷۳۴۷-۷۴۶۵]

علی رضی اللہ عنہ نے خبر دی' ان کو حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس اور حضرت فاطمہ بنت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک رات آئے' آپ نے فرمایا: کیا تم دونوں نماز نہیں پڑھتے؟ میں نے کہا: یارسول اللہ! ہماری جانیں اللہ کے قبضہ میں ہیں' پس جب وہ ہمیں اٹھانا چاہتا ہے تو ہم اٹھ جاتے ہیں' سو جب ہم نے یہ کہا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم واپس چلے گئے اور مجھے کوئی جواب نہیں دیا' آپ پیٹھ موڑ کر اپنی ران پر ہاتھ مارتے ہوئے جا رہے تھے اور یہ فرمارہے تھے: انسان سب سے زیادہ بحث کرنے والا ہے۔ (الکہف: ۵۴)

(صحیح مسلم: ۷۷۵' الرقم المسلسل: ۱۷۸۷' سنن نسائی: ۱۶۱۱' السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۳۰۵' مسند البزار: ۷۰۵' مسند ابویعلیٰ: ۵۶۶' صحیح ابن خزیمہ: ۱۱۳۹' مسند احمد ج ۱ ص ۹۱ طبع قدیم' مسند احمد: ۷۰۵۔ ج ۲ ص ۱۱۳' موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابوالیمان الحکم بن نافع (۲) شعیب بن ابی حمزہ (۳) محمد بن مسلم الزہری (۴) علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب' یہ زین العابدین کے لقب سے مشہور ہیں (۵) ان کے والد حضرت الحسین بن علی رضی اللہ عنہما (۶) ان کے دادا حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ۔

(عمدۃ القاری ج ۷ ص ۲۵۳)

تہجد کی ترغیب دینے پر حضرت علی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جو جواب دیا' اس کی وضاحت

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

المہلب نے کہا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جو کام مستحب ہو اور واجب نہ ہو' اس کام کے نہ کرنے میں انسان پر کوئی حرج نہیں ہے اور امام اور عالم کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ نوافل پڑھوانے میں شدت کریں۔

حضرت علی نے جو کہا کہ ہماری جانیں اللہ کے قبضہ میں ہیں' یہ کلام صحیح ہے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر قناعت کر لی اور نفل نہ پڑھنے میں ان کے عذر کو قبول فرمالیا' اور فرض کو ترک کرنے میں اس عذر کو قبول نہیں کیا جا سکتا' حضرت علی نے جو کہا: ہماری جانیں اللہ کے قبضہ میں ہیں' اس جواب کی مثال اس حدیث میں ہے:

سعید بن المسیب بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیبر سے واپس آرہے تھے' حتیٰ کہ جب رات کا آخری حصہ رہ گیا تو آپ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم ہماری صبح کی نماز کی حفاظت کرنا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب سو گئے' اور جب تک حضرت بلال کے لیے مقدر تھا' وہ بھی جاگ کر حفاظت کرتے رہے' انہوں نے سواری کی طرف ٹیک لگائی اور اس وقت وہ فجر کے مقابل تھے' پھر ان کی آنکھوں پر نیند غالب آ گئی پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے نہ حضرت بلال اور نہ سواروں میں سے کوئی' حتیٰ کہ ان پر دھوپ آ گئی' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھبرا کر اٹھے' پھر حضرت بلال نے کہا: یارسول اللہ! میری جان کو بھی اسی نے پکڑ لیا تھا جس نے آپ کی جان کو پکڑ لیا تھا۔ (الحدیث) (موطا امام مالک: ۲۵' دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۲۰ھ)

نیز حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید کی اس آیت سے بھی اقتباس کیا تھا:

اَللّٰہُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِہَا وَالَّتِیْ لَمْ تَمُتْ فِیْ مَنَامِہَا فَیُمْسِکُ الَّتِیْ قَضٰی عَلَیْہَا الْمَوْتَ. (الزمر:٤٢) اللہ ہی روحوں کو ان کی موت کے وقت قبض کرتا ہے اور جن روحوں کو موت نہیں آئی ان کو نیند میں (قبض کرتا ہے)' پھر جن روحوں کی موت کا فیصلہ کر لیا ہے ان کو روک لیتا ہے۔

یعنی سونے والے کی روح اللہ کے ہاتھ میں روکی ہوئی ہوتی ہے' اور جو بے دار ہے اس کی روح اس کے جسم کی طرف چھوڑی ہوئی ہوتی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے خارج نہیں ہوتی' اس لیے نبی ﷺ نے اس جواب پر قناعت کر لی اور واپس چلے گئے۔

نوافل کی ادائیگی پر کسی کو مجبور نہ کیا جائے

رہا یہ کہ رسول اللہ ﷺ اپنے زانو پر ہاتھ مارتے ہوئے گئے اور یہ فرماتے ہوئے گئے:

وَکَانَ الْاِنْسَانُ اَکْثَرَ شَیْءٍ جَدَلًا. (الکہف:٥٤) اور انسان سب سے زیادہ بحث کرنے والا ہے۔

آپ کا یہ قول اس پر دلالت کرتا ہے کہ آپ نے یہ گمان کیا کہ آپ نے ان کو حرج میں ڈالا اور آپ کو انہیں متنبہ کرنے پر افسوس ہوا اور اسی طرح علماء کو چاہیے کہ جب وہ لوگوں کو نوافل کی ترغیب دیں تو ان کو حرج میں اور تنگی میں نہ ڈالیں' ان کو صرف یاد دلائیں اور مشورہ دیں۔ (شرح ابن بطال ج ٣ ص ١٢٤۔ ١٢٣' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ھ)

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ نے علامہ ابن بطال کی تائید کی ہے اور اس کو مقرر رکھا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۔ ص ٢٥٤' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

حافظ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی نے علامہ ابن بطال کی شرح سے اختلاف کیا ہے' وہ لکھتے ہیں:

اگر نبی ﷺ کو تہجد کی نماز کی فضیلت کا علم نہ ہوتا تو آپ اپنی صاحب زادی کو اور اپنے عم زاد کو اس وقت جگانے کے لیے نہ جاتے' جس وقت کو اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کے آرام اور سکون کے لیے بنایا' لیکن آپ نے ان کے آرام اور سکون کے اوپر تہجد کی فضیلت کو ترجیح دی اور قرآن مجید کی اس آیت پر عمل کیا:

وَاْمُرْ اَہْلَکَ بِالصَّلٰوۃِ. (طٰہٰ:١٣٢) اور آپ اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دیجئے۔

(فتح الباری ج ٣ ص ٦١٩' دارالمعرفہ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ٦٧٦ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کا مختار معنی یہ ہے کہ نبی ﷺ کو ان کے بہ سرعت جواب دینے پر تعجب ہوا اور انہوں نے جو عذر پیش کیا تھا' آپ نے ان کے اس عذر کو قبول نہیں کیا' اسی لیے افسوس سے اپنے زانو پر ہاتھ مارتے ہوئے گئے۔

(صحیح مسلم بشرح النووی ج ٤ ص ٢٢٨٠' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ١٤١٧ھ)

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ٥٤٤ھ لکھتے ہیں:

نبی ﷺ زانو پر ہاتھ مارتے ہوئے جو گئے' اس میں یہ دلیل ہے کہ کسی امر منکر پر تنبیہ کے لیے زانو پر ہاتھ مارنا جائز ہے۔

(اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ١ ص ١٤١' دارالوفاء' ١٤١٩ھ)

* یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ١٧١٥۔ ج ٢ ص ٥٣٢ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

١١٢٨ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ یُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے

مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ إِنْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيَدَعُ الْعَمَلَ وَهُوَ يُحِبُّ اَنْ يَّعْمَلَ بِهٖ خَشْيَةَ اَنْ يَّعْمَلَ بِهِ النَّاسُ فَيُفْرَضَ عَلَيْهِمْ، وَمَا سَبَّحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُبْحَةَ الضُّحٰى قَطُّ، وَاِنِّيْ لَاُسَبِّحُهَا. [طرف الحدیث:١١٧٧]

حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن شہاب از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کام کو چھوڑ دیتے تھے حالانکہ آپ اس عمل کو پسند کرتے تھے' اس خدشہ سے کہ لوگ اس پر عمل کرنے لگیں گے تو ان پر وہ کام فرض ہو جائے گا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی چاشت کی نماز نہیں پڑھی اور بے شک میں چاشت کی نماز پڑھتی ہوں۔

(صحیح مسلم:٧١٨' الرقم المسلسل:١٦٣٣' سنن ابوداؤد:١٢٩٣' السنن الکبریٰ للنسائی:١٦٥٩٠' مسند احمد ج٦ص ٣٤ طبع قدیم' مسند احمد:٢٤٠٥٦۔ج ٤٠ ص ٦٢' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کے رجال کا ذکر اس سے پہلے کئی بار ہو چکا ہے۔

امام بخاری نے جس باب کے تحت اس حدیث کو ذکر کیا ہے' اس کا عنوان ہے: ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بغیر فرض قرار دیئے ہوئے رات کی نماز اور نوافل کی ترغیب دینا'' اور اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی چاشت کی نماز نہیں پڑھی اور حضرت عائشہ نے کہا: میں چاشت کی نماز پڑھتی ہوں۔ بہ ظاہر اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت نہیں ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ اس کے عنوان میں نوافل کا ذکر ہے اور چاشت کی نماز بھی نفل ہے' اس جہت سے یہ حدیث عنوان کے مطابق ہے یعنی عنوان کے دوسرے جزء کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت ہے

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے چاشت کی نماز پڑھنے کا ثبوت

اس حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ بیان کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی چاشت کی نماز نہیں پڑھی حالانکہ متعدد صحابہ سے ثابت ہے کہ آپ چاشت کی نماز پڑھتے تھے' وہ احادیث درج ذیل ہیں:

حضرت ام ھانی رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ فتح مکہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر تشریف لائے' میں نے آپ کے غسل کے لیے پانی رکھا' سو آپ نے غسل کیا' پھر آپ نے چاشت کی آٹھ رکعات نماز پڑھی' اس سے پہلے آپ نے یہ رکعات پڑھی تھیں اور نہ اس کے بعد پڑھیں۔ (المعجم الکبیر:١٠٠٣۔ج ٢٤' مسند احمد ج٦ ص ٣٤٢' مصنف ابن ابی شیبہ:٧٨٩٠' مجلس علمی' بیروت)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حرہ بنو معاویہ کی طرف گیا' پس آپ نے چاشت کی آٹھ رکعات نماز پڑھی اور ان میں طول دیا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:٧٩٠٠' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ:٨١٦۔ دار الکتب العلمیہ' بیروت' کنز العمال:٢٧٨٨٣)

اس حدیث میں حرہ بنو معاویہ کا ذکر ہے' یہ مسجد نبوی کے مشرق میں ہے اور مسجد بنو معاویہ اب بھی موجود ہے اور اب وہ مسجد الاجابۃ کے نام سے معروف ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے صرف ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چاشت کی نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ:٧٨٧١' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ:٧٧٨٧' دار الکتب العلمیہ' بیروت' مسند احمد ج٢ص ٤٧٨۔٤٤٦' سنن نسائی:٤٧٧' مسند البزار:٦٩٦' مجمع الزوائد ج٢ص ٢٣٤)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے چاشت کی نماز کی نفی کے متعلق علامہ ابن بطال کی بیان کردہ توجیہات

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چاشت کی نماز پڑھنے کی نفی کی ہے' اس کی دو توجیہات ہیں' پہلی توجیہ یہ ہے کہ ہو سکتا ہے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ اس وقت فرمایا ہو' جب صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر تہجد کی نماز فرض تھی اور آپ کی امت پر فرض نہیں تھی' کیونکہ حدیث میں ہے: مجھے رات کو نماز پڑھنے کے لیے نکلنے سے اس کے سوا اور کوئی چیز مانع نہیں تھی کہ مجھے یہ خوف تھا کہ رات کی نماز تم پر فرض کر دی جائے گی' اور یہ رمضان کا واقعہ تھا۔ (صحیح البخاری: ١١٢٩) اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ رات کی نماز صرف آپ پر فرض تھی' اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رات کا قیام نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر فرض تھا۔

اس حدیث کو ابن الادفوی نے ذکر کیا ہے' اس لیے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جو فرمایا ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کام کو چھوڑ دیتے تھے حالانکہ آپ اس کو پسند کرتے تھے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ آپ اپنی امت کی وجہ سے کسی عمل کا اظہار کرنے اور اس عمل کی طرف دعوت دینے کو چھوڑ دیتے تھے' اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ اس عمل کو بالکل ترک کر دیتے تھے' جب کہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر اس عمل کو فرض کیا تھا یا آپ کے لیے اس عمل کو مستحب قرار دیا تھا' کیونکہ آپ اپنی امت سے بہت زیادہ متقی تھے اور ان کی بہ نسبت عمل میں بہت زیادہ کوشش کرنے والے تھے' کیا تم نہیں دیکھتے کہ رمضان میں تیسری یا چوتھی رات کو جب بہت زیادہ مسلمان نماز پڑھنے کے لیے جمع ہو گئے تو آپ ان کی طرف نہیں نکلے' اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اس دن بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے معمول کے مطابق نماز پڑھی تھی۔

پس آپ کو یہ خدشہ ہوا کہ اگر آپ ان کی طرف نکلے اور انہوں نے بھی آپ کے ساتھ رات کی نماز کا التزام کیا تو اللہ تعالیٰ آپ کے اور ان کے درمیان رات کی نماز کے حکم کو مساوی کر دے گا اور ان پر بھی آپ کی طرح رات کی نماز فرض ہو جائے گی' کیونکہ شریعت میں معروف یہ ہے کہ نماز میں امام اور مقتدی کا حال مساوی ہو' لہٰذا نماز میں امام اور مقتدی مساوی ہیں اور اسی طرح سنن اور نوافل میں بھی مساوی ہیں۔ (شرح ابن بطال ج ٣ ص ١١٥' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

علامہ ابن بطال کی پہلی توجیہ پر مصنف کا تبصرہ اور یہ بتانا کہ نماز کے جمیع احکام میں امت اور نبی مساوی نہیں ہیں

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن بطال کی یہ توجیہ اس مفروضہ پر مبنی ہے کہ تہجد کی نماز آپ پر فرض تھی حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے' تحقیق یہ ہے کہ نبوت کے پہلے سال کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے تہجد کی نماز کی فرضیت منسوخ ہو گئی تھی' اس کی تفصیل ہم نے تبیان القرآن کی بارھویں جلد میں سورۃ المزمل کی تفسیر میں بیان کر دی ہے' نیز درج ذیل آیت بھی اس پر دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر تہجد کی نماز فرض نہیں تھی:

وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ. (بنی اسرائیل: ٧٩) اور آپ رات کے کچھ حصہ میں تہجد کی نماز پڑھیے جو خاص آپ کے لیے زیادہ ہے۔

نیز علامہ ابن بطال کا یہ لکھنا بھی صحیح نہیں ہے کہ نماز پڑھنے کے حکم میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے امتی مساوی ہیں کیونکہ اگر امتی بیٹھ کر نفل پڑھیں تو ان کو آدھا ثواب ہوتا ہے اور اگر آپ بیٹھ کر نفل پڑھیں تو آپ کو پورا ثواب ہوتا ہے' حدیث میں ہے:

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: مجھے یہ حدیث بیان کی گئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: بیٹھ کر نماز پڑھنے

سے انسان کو نصف نماز کا اجر ملتا ہے' انہوں نے کہا: پھر میں آپ کے پاس آیا تو آپ بیٹھ کر نماز پڑھ رہے تھے' میں نے اپنا ہاتھ آپ کے سر پر رکھا' آپ نے فرمایا: اے عبداللہ بن عمرو! کیا بات ہے؟ میں نے کہا: یارسول اللہ! مجھے یہ حدیث بیان کی گئی تھی کہ آپ نے فرمایا ہے: بیٹھ کر نماز پڑھنے سے انسان کو نصف اجر ملتا ہے' اور آپ بیٹھ کر نماز پڑھ رہے ہیں' آپ نے فرمایا: ہاں! لیکن میں تم میں سے کسی ایک کی بھی مثل نہیں ہوں۔ (صحیح البخاری:١١١٧' صحیح مسلم:٧٣٥' سنن نسائی:١٦٥٩' مسند احمد ج ٢ ص ٤٤٣)

اسی طرح امت کے لیے عصر کے بعد نوافل پڑھنا ممنوع ہیں اور آپ ہمیشہ عصر کے بعد نفل پڑھتے تھے' امت کے لیے عصر کے بعد نفل پڑھنے کی ممانعت کی یہ حدیث ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میرے سامنے پسندیدہ لوگوں نے شہادت دی اور سب سے زیادہ پسندیدہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں' انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صبح کے بعد نماز پڑھنے سے منع فرمادیا حتیٰ کہ سورج چمکنے لگے اور عصر کے بعد نماز پڑھنے سے منع فرمادیا حتیٰ کہ سورج غروب ہو جائے۔

(صحیح البخاری:٥٨١' صحیح مسلم:٨٢٦' سنن ابوداؤد:١٢٧٦' سنن ترمذی:١٨٣' سنن نسائی:٥٦١' سنن ابن ماجہ:١٢٥٠)

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عصر کے بعد نفل پڑھتے تھے' اس کے متعلق یہ حدیث ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میرے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عصر کے بعد دو رکعت پڑھنے کو کبھی ترک نہیں کیا' حتیٰ کہ آپ اللہ تعالیٰ سے واصل ہو گئے۔

(صحیح البخاری:٥٩١' صحیح مسلم:٢٩٩' سنن ابوداؤد:١٢٠٠' سنن ترمذی:١٨٤' سنن نسائی:٥٧٤' مسند احمد ج ٦ ص ١٢٩)

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی شخص کو اس حال میں بلائیں کہ وہ نماز پڑھ رہا ہو تو اس پر واجب ہے کہ وہ آپ کے بلانے پر آ جائے جب کہ کوئی اور شخص کسی نمازی کو نماز میں بلائے تو اس کے لیے اس کے بلانے پر نماز چھوڑ کر جانا جائز نہیں ہے:

حضرت ابوسعید بن المعلیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نماز پڑھ رہا تھا' پس میرے پاس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گزرے' سو آپ نے مجھے بلایا' میں آپ کے پاس نہیں گیا' حتیٰ کہ میں نے نماز پڑھ لی' پھر میں آپ کے پاس گیا' تو آپ نے فرمایا: تمہیں میرے پاس آنے سے کس چیز نے منع کیا تھا' کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ. (الانفال:٢٤)

اے ایمان والو! جب تمہیں اور اللہ اور رسول بلائیں تو چلے آؤ۔

(صحیح البخاری:٤٦٤٧)

امام ابن جریر طبری نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ حضرت ابی بن کعب کے ساتھ بھی یہ واقعہ ہوا اور جب آپ نے یہ آیت پڑھی تو انہوں نے کہا: ضرور' یارسول اللہ! اب آپ جب بھی مجھے بلائیں گے تو میں ضرور آؤں گا' خواہ میں نماز پڑھ رہا ہوں۔

(جامع البیان ج ٩ ص ٢٥٢' دار احیاء التراث العربی بیروت)

اگر ہم نماز میں قبلہ کی طرف پیٹھ کر لیں تو ہماری نماز فاسد ہو جاتی ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز میں قبلہ سے پیٹھ پھیر لیں اور آپ صرف دو سہو کے سجدے کر لیں تو آپ کی نماز ہو جاتی ہے' حدیث میں ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پڑھائی' آپ نے اس میں کچھ زیادتی کی یا کمی کر دی' جب آپ نے سلام پھیرا تو آپ سے کہا گیا: یارسول اللہ! کیا نماز میں کوئی نیا حکم نازل ہوا ہے؟ آپ نے پوچھا: اس کا کیا سبب ہے؟

صحابہ نے بتایا: آپ نے اس طرح اور اس طرح نماز پڑھی ہے' آپ نے اپنے پیروں کو موڑا اور قبلہ کی طرف منہ کیا اور دو سجدے کیے' پھر سلام پھیرا' اور فرمایا: اگر نماز میں کوئی نیا حکم نازل ہوتا تو میں تم کو بتا دیتا لیکن میں تمہاری مثل بشر ہوں' میں بھولتا ہوں جس طرح تم بھولتے ہو' پس جب میں بھول جاؤں تو تم مجھے یاد دلایا کرو۔

(صحیح البخاری: ۴۰۱' صحیح مسلم: ۵۷۲' سنن ابوداؤد: ۱۰۲۰' سنن نسائی: ۱۲۳۹' سنن ابن ماجہ: ۱۲۱۱)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے حکم میں اور ہماری نماز کے حکم میں اتنی وجوہ سے فرق ہے تو علامہ ابن بطال کا یہ کہنا کس طرح صحیح ہوگا کہ نماز کے حکم میں آپ اور آپ کی امت مساوی ہیں۔

علامہ ابن بطال کی دوسری توجیہ

علامہ ابن بطال نے دوسری توجیہ یہ کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خوف تھا کہ اگر صحابہ دوام کے ساتھ رات کی نماز پڑھتے رہے تو وہ ضعف کی وجہ سے پھر نہیں پڑھ سکیں گے اور جو اس کو ترک کرے گا' وہ گناہ گار ہوگا کیونکہ وہ آپ کی اتباع کو ترک کرنے کی وجہ سے اور آپ کی مخالفت کرنے کی وجہ سے عذاب کا مستحق ہوگا' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی اتباع کو فرض کر دیا ہے' قرآن مجید میں ہے:

وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ○ (الاعراف: ۱۵۸) اور نبی کی اتباع کرو تا کہ تم ہدایت پاؤ○

سو آپ کو یہ خوف ہوا کہ جس نے رات کی نماز کو ترک کیا وہ فرض کا تارک ہوگا' اس لیے پھر آپ نماز پڑھانے کے لیے باہر نہیں نکلے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے چاشت کی نماز کی نفی کرنے کی علامہ عینی کی بیان کردہ توجیہات

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چاشت کی نماز بالکل نہیں پڑھی اور میں پڑھتی ہوں' علامہ خطابی نے کہا: حضرت عائشہ نے اس چیز کی خبر دی ہے جس کا انہیں علم تھا' اس کی خبر نہیں دی جس کا انہیں علم نہیں تھا' جب کہ یہ ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن چاشت کی نماز پڑھی تھی' اور آپ نے حضرت ابوذر اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو چاشت کی نماز پڑھنے کی وصیت کی ہے اور علامہ ابن عبد البر کہتے ہیں: حضرت عائشہ نے جو فرمایا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چاشت کی نماز بالکل نہیں پڑھی' اس کی وجہ یہ ہے کہ جس کو سنن کا بالخصوص علم ہو' اس سے بعض اہل علم' علم حاصل کر لیتے ہیں' اور صحابہ میں سے کسی نہ کسی سے ضرور کسی نہ کسی سنت کا علم رہ جاتا ہے اور یہ محال ہے کہ تمام صحابہ کو تمام سنتوں کا علم ہو' اور متاخرین کو یہ علم کتابوں کے ذریعہ حاصل ہوا اور بہت کم ایسا ہوتا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم چاشت کے وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ہوں' آپ اس وقت سفر میں ہوتے یا مسجد میں ہوتے تھے یا کسی اور جگہ ہوتے تھے' یا دوسری ازواج مطہرات کے پاس ہوتے تھے' اور نو دن کے بعد آپ کی باری حضرت عائشہ کے پاس آتی تھی لہٰذا حضرت عائشہ کا یہ کہنا صحیح ہے کہ میں نے آپ کو چاشت کی نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا' یا حضرت عائشہ کی مراد یہ تھی کہ میں نے آپ کو دوام کے ساتھ چاشت کی نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا' پس حضرت عائشہ نے چاشت کی نماز پر دوام کی نفی کی ہے نفس چاشت کی نماز کی نفی نہیں کی۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۲۵۵' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

١١٢٩ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ ابْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى ذَاتَ لَيْلَةٍ فِي

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن شہاب از عروہ ابن الزبیر از حضرت عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رات مسجد میں نماز پڑھی'

الْمَسْجِدِ، فَصَلَّى بِصَلٰوتِهِ نَاسٌ، ثُمَّ صَلَّى مِنَ الْقَابِلَةِ فَكَثُرَ النَّاسُ، ثُمَّ اجْتَمَعُوا مِنَ اللَّيْلَةِ الثَّالِثَةِ اَوِ الرَّابِعَةِ فَلَمْ يَخْرُجْ اِلَيْهِمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا اَصْبَحَ قَالَ قَدْ رَاَيْتُ الَّذِیْ صَنَعْتُمْ وَلَمْ يَمْنَعْنِیْ مِنَ الْخُرُوْجِ اِلَيْكُمْ اِلَّا اَنِّیْ خَشِيْتُ اَنْ تُفْرَضَ عَلَيْكُمْ. وَذٰلِكَ فِیْ رَمَضَانَ.

پس لوگوں نے آپ کی نماز کے ساتھ نماز پڑھی' پھر اگلی رات بھی آپ نے نماز پڑھی' پس بہت لوگ ہو گئے' پھر تیسری یا چوتھی رات کو بھی لوگ جمع ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف نہیں نکلے' پھر جب صبح ہوئی تو آپ نے فرمایا: بے شک میں نے دیکھ لیا جو تم نے کیا تھا اور تمہاری طرف نکل کر آنے کے لیے مجھے صرف اس چیز نے منع کیا تھا کہ مجھے یہ خوف تھا کہ یہ نماز تم پر فرض کر دی جائے گی' اور یہ رمضان کا واقعہ ہے۔

یہ حدیث' صحیح البخاری: ٧٢٩ میں گزر چکی ہے' تراویح پر مفصل بحث ہم ان شاء اللہ' صحیح البخاری: ٢٠٠٨ میں کریں گے۔

٦ - بَابُ قِيَامِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى تَرِمَ قَدَمَاهُ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اس قدر قیام کرنا حتیٰ کہ آپ کے دونوں قدم سوج گئے

وَقَالَتْ عَائِشَةُ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا حَتّٰى تَفَطَّرَ قَدَمَاهُ. وَالْفُطُوْرُ الشُّقُوْقُ. ﴿اِنْفَطَرَتْ﴾ (الانفطار: ١) اِنْشَقَّتْ.

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنا قیام کیا حتیٰ کہ آپ کے دونوں قدم پھٹ گئے۔ ''الفطور'' کا معنی ہے: پھٹنا' ''انفطرت'' (الانفطار: ١) کا معنی ہے: پھٹ گیا۔

١١٣٠ - حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ عَنْ زِيَادٍ قَالَ سَمِعْتُ الْمُغِيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ اِنْ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيَقُوْمُ اَوْ لَيُصَلِّیْ حَتّٰى تَرِمَ قَدَمَاهُ اَوْ سَاقَاهُ فَيُقَالُ لَهٗ فَيَقُوْلُ اَفَلَا اَكُوْنُ عَبْدًا شَكُوْرًا.

[اطراف الحدیث: ٤٨٣٦-٦٤٧١]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں مسعر نے حدیث بیان کی از زیاد' انہوں نے کہا: میں نے حضرت المغیرہ رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے تھے کہ بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم قیام کرتے تھے یا نماز پڑھتے تھے حتیٰ کہ آپ کے دونوں پاؤں سوج جاتے تھے یا آپ کی پنڈلیاں' پس آپ سے کہا جاتا تو آپ فرماتے: کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔

(صحیح مسلم: ٢٨١٩' الرقم المسلسل: ٦٩٩١' سنن ترمذی: ٤١٢' سنن ابن ماجہ: ١٤١٩' السنن الکبریٰ: ١١٥٠٠' مصنف عبد الرزاق: ٤٧٤٦' المعجم الکبیر: ١٠١٠- ج ٢٠' مسند الحمیدی: ٧٥٩' صحیح ابن خزیمہ: ١١٨٣' صحیح ابن حبان: ٣١١' سنن بیہقی ج ٣ ص ١٦' شعب الایمان: ٤٥٢٢' مسند ابوداؤد الطیالسی: ٦٩٣' شمائل ترمذی: ٢٥٩' شرح السنۃ: ٩٣١' مسند احمد ج ٤ ص ٢٥١ طبع قدیم' مسند احمد: ١٨١٩٨- ج ٣٠ ص ١٣٨' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ٦٤٣١' مکتبۃ الرشد' ریاض' ١٤٢٦ھ' مسند الطحاوی: ٦٩٠٨)

حدیث مذکور کے رجال

(١) ابونعیم الفضل بن دکین (٢) مسعر بن کدام (٣) زیاد بن علاقہ الثعلبی (٤) حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ۔

(عمدۃ القاری ج ٧ ص ٢٦٠)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مغفرتِ ذنوب کی نسبت اور اس کی وضاحت

اس حدیث میں مذکور ہے: پس آپ سے کہا جاتا' کیا کہا جاتا اور کون کہتا' اس کا ذکر نہیں ہے۔ امام بزار نے حضرت ابوہریرہ

سے روایت کیا ہے: آپ سے کہا جاتا: یارسول اللہ! آپ ایسا کر رہے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے اور پچھلے ذنب (بہ ظاہر خلاف اولیٰ تمام کاموں) کو معاف فرما دیا ہے۔

(شمائل ترمذی: ٢٤٩ صحیح ابن خزیمہ: ١١٨٤ شعب الایمان: ١٤١٤ سنن ابن ماجہ: ١٤٢٠ حلیۃ الاولیاء ج ٧ ص ٨٦)

محمد بن عمرو سے روایت ہے کہ جب یہ آیات نازل ہوئیں: ''اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًاO لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ'' (الفتح: ٢-١) تو آپ نے کھڑے ہو کر اتنی نماز پڑھی کہ آپ کے دونوں قدم سوج گئے اور آپ نے اتنی عبادت کی کہ آپ کا جسم پرانی مشک کی طرح ہو گیا' صحابہ نے کہا: یارسول اللہ! آپ یہ کر رہے ہیں حالانکہ اللہ نے آپ کے اگلے اور پچھلے ذنب (تمام بہ ظاہر خلاف اولیٰ کاموں) کو معاف فرما دیا ہے' آپ نے فرمایا: کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔

(شعب الایمان: ١٤١٥)

اس مضمون کی حدیث' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی مروی ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم رات کو قیام کرتے تھے حتیٰ کہ آپ کے دونوں پیر پھٹ جاتے' پس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: یارسول اللہ! آپ اس طرح کیوں کرتے ہیں! حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے اور پچھلے ذنب (تمام بہ ظاہر خلاف اولیٰ کاموں) کو معاف فرما دیا ہے' آپ نے فرمایا: کیا میں اس سے محبت نہیں کرتا کہ میں اللہ کا شکر گزار بندہ بن جاؤں!

(صحیح البخاری: ٤٨٣٧ صحیح مسلم: ٢٨٢٠ الرقم المسلسل: ٦٩٩٣)

قرآن مجید کی آیت' الفتح: ٢ میں اور صحابہ کرام کے اقوال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جو ذنب کی نسبت کی گئی ہے' اس سے مراد ذنب کا حقیقی معنی نہیں ہے کیونکہ ذنب کا حقیقی معنی اثم اور گناہ ہے' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم معصوم ہیں اور آپ سے کبھی کوئی گناہ خواہ نبوت سے پہلے یا نبوت کے بعد صادر نہیں ہوا' عمداً نہ سہواً' اور آپ کا کوئی گناہ نہیں ہے نہ حقیقۃً نہ صورۃً' لہٰذا الفتح: ٢' اور صحابہ کے اقوال مجاز پر محمول ہیں اور ذنب سے مراد مجازاً خلاف اولیٰ یا مکروہ تنزیہی کام ہیں اور خلاف اولیٰ یا مکروہ تنزیہی گناہ نہیں ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا متوفی ١٣٤٠ھ لکھتے ہیں:

نیکوں کے جو نیک کام ہیں' مقربوں کے حق میں گناہ ہیں' وہاں ترک اولیٰ کو بھی گناہ سے تعبیر کیا جاتا ہے حالانکہ ترک اولیٰ ہرگز گناہ نہیں۔ (فتاویٰ رضویہ ج ٩ ص ٧٧' دار العلوم امجدیہ کراچی)

نیز اعلیٰ حضرت تحریر فرماتے ہیں:

میں کہتا ہوں: یہ بھی ہمارے اختیار کردہ قول کراہت تحریمہ کی صراحت کرتا ہے کیونکہ مکروہ تنزیہی میں کوئی گناہ نہیں ہوتا' وہ صرف خلاف اولیٰ ہے' نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیانِ جواز کے لیے قصداً ایسا کیا اور نبی قصداً گناہ کرنے سے معصوم ہوتا ہے۔

(فتاویٰ رضویہ ج ٩ ص ٤٥٠-٤٤٩' رضا فاؤنڈیشن' جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور)

* اس بحث کی زیادہ تفصیل' شرح صحیح مسلم ج ٦ ص ٦٩٠-٦٨٦' اور شرح صحیح مسلم ج ٧ ص ٣٤٥-٣١٨' اور تبیان القرآن ج ١١' الاحقاف: ٩' اور الفتح: ٢ کی تفسیر میں ملاحظہ فرمائیں' یہاں پر ہم نے جو لکھا ہے وہ ان مباحث کا خلاصہ ہے۔

اس بحث میں یہ عبارت بھی حل طلب ہے:

حضرت پیر مہر علی شاہ قدس سرہٗ لکھتے ہیں:

جواب نمبر ٦: انبیاء و رسل اُن انواع ذنوب و خطایا سے جو شانِ نبوت کے منافی ہوں معصوم و مامون ہیں۔

(سیف چشتیائی ص ۳۵۷' طبع چہارم ۱۹۶۳ء' مہر منیر ص ۲۰۹' طبع سوم ۱۹۷۳ء)

علامہ سید محمد امین بن عمر شامی متوفی ۱۲۵۸ھ نے لکھا ہے کہ کتابوں اور تصانیف میں مفہوم مخالف معتبر ہوتا ہے۔

(ردالمحتار ج ٦ ص ۵۰۸' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

لہٰذا حضرت پیر صاحب گولڑوی رحمہ اللہ کی اس عبارت کا معنی یہ ہوگا کہ جو ذنوب اور خطایا شانِ نبوت کے منافی نہیں ہوتے تو ان سے انبیاء اور رسل علیہم السلام معصوم نہیں ہوتے' لہٰذا ضروری ہوا کہ ان ذنوب اور خطایا سے مراد ان کاموں کو لیا جائے جو خلافِ اولیٰ ہوں یا مکروہ تنزیہی ہوں تاکہ عصمتِ انبیاء کا عقیدہ محفوظ رہے' اور یہی وہ بات ہے جو ہم شروع سے کہہ رہے ہیں۔

٧ - بَابُ مَنْ نَامَ عِنْدَ السَّحَرِ

جو شخص سحر کے وقت سو جائے

١١٣١ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ اَنَّ عَمْرَو بْنَ اَوْسٍ اَخْبَرَهٗ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَخْبَرَهٗ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهٗ اَحَبُّ الصَّلٰوةِ اِلَى اللّٰهِ صَلٰوةُ دَاوٗدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَاَحَبُّ الصِّيَامِ اِلَى اللّٰهِ صِيَامُ دَاوٗدَ وَكَانَ يَنَامُ نِصْفَ اللَّيْلِ وَيَقُوْمُ ثُلُثَهٗ وَيَنَامُ سُدُسَهٗ وَيَصُوْمُ يَوْمًا وَّيُفْطِرُ يَوْمًا.

[اطراف الحدیث: ۱۱۵۲- ۱۱۵۳- ۳۴۲۰- ۱۹۷۵- ۱۹۷۶- ۱۹۷۷- ۱۹۷۸- ۱۹۷۹- ۱۹۸۰- ۳۴۱۸- ۳۴۱۹- ۳۴۲۰- ۵۰۵۲- ۵۰۵۳- ۵۱۹۹- ٦۱۳۴- ٦۲۷۷]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن دینار نے حدیث بیان کی کہ ان کو عمرو بن اوس نے خبر دی کہ ان کو حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ نماز حضرت داؤد علیہ السلام کی نماز ہے اور سب سے زیادہ پسندیدہ روزے حضرت داؤد علیہ السلام کے روزے ہیں' حضرت داؤد آدھی رات تک سوتے تھے اور تہائی رات میں قیام کرتے تھے (پھر) رات کے چھٹے حصے میں سوتے تھے اور ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن افطار کرتے تھے۔

(صحیح مسلم: ۱۱۵۹' الرقم المسلسل: ۲٦۸۳' سنن ابوداؤد: ۲۴۴۷' سنن نسائی: ۲۳۹۲' مصنف عبد الرزاق: ۷۸٦۲' سنن کبریٰ: ۲۷۰۰' صحیح ابن حبان: ۳٦٦۰' حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۲۸۳' مسند احمد ج ۲ ص ۱۸۸ طبع قدیم' مسند احمد: ٦۷٦۰- ج ۱۱ ص ۳۴۷- ۳۷۱' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) علی بن عبد اللہ المعروف بابن المدینی (۲) سفیان بن عیینہ (۳) عمرو بن دینار (۴) عمرو بن اوس ثقفی مکی' یہ ۹۰ھ میں فوت ہو گئے تھے (۵) حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۲٦۳)

رات کے نصف' تہائی اور چھٹے حصہ کی تمثیل

اس حدیث میں بیان فرمایا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام رات کے نصف حصے میں سوتے تھے' اور رات کے تہائی حصہ میں قیام کرتے تھے اور پھر رات کے چھٹے حصہ میں سوتے تھے' فرض کیجئے کہ رات چھ گھنٹے کی ہو تو اس کا نصف تین گھنٹے ہوا' اس کا تہائی دو گھنٹے ہوا' اور اس کا چھٹا حصہ ایک گھنٹا ہوا' اگر رات مثلاً ۹ گھنٹے کی ہو تو اس کا نصف ساڑھے چار گھنٹے ہوا اور اس کا تہائی تین گھنٹے ہوا اور اس کا چھٹا حصہ ڈیڑھ گھنٹا ہوا' باقی راتوں کو اسی حساب سے قیاس کر لیا جائے۔

اس حدیث میں جو فرمایا ہے: اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ نماز' حضرت داؤد علیہ السلام کی نماز ہے' اس سے مراد سیدنا

محمد ﷺ کی نماز کے ماسوا دیگر نبیوں کی نمازیں ہیں۔

۱۱۳۲ - حَدَّثَنِيْ عَبْدَانُ قَالَ أَخْبَرَنِيْ أَبِيْ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ أَشْعَثَ قَالَ سَمِعْتُ أَبِيْ قَالَ سَمِعْتُ مَسْرُوْقًا قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا أَيُّ الْعَمَلِ كَانَ أَحَبَّ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَتِ الدَّائِمُ قُلْتُ مَتٰى كَانَ يَقُوْمُ؟ قَالَتْ يَقُوْمُ إِذَا سَمِعَ الصَّارِخَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبدان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے خبردی از شعبہ از اشعث' انہوں نے کہا: میں نے اپنے والد سے سنا' انہوں نے کہا: میں نے مسروق سے سنا' انہوں نے کہا: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا: نبی ﷺ کو کون سا عمل زیادہ محبوب تھا؟ حضرت عائشہ نے فرمایا: جو دائمی ہو' میں نے پوچھا: آپ (صبح) کس وقت اٹھتے تھے؟ حضرت عائشہ نے فرمایا: جب مرغ اذان دیتا تھا۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ قَالَ أَخْبَرَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ' عَنِ الْأَشْعَثِ قَالَ إِذَا سَمِعَ الصَّارِخَ قَامَ فَصَلّٰى. [اطراف الحدیث: ۶۴۶۱ - ۶۴۶۲]

ہمیں حدیث بیان کی محمد بن سلام نے' انہوں نے کہا: ہمیں ابو الاحوص نے خبردی از الاشعث' انہوں نے کہا: جب آپ مرغ کی اذان سنتے تو کھڑے ہو کر نماز پڑھتے۔

(صحیح مسلم: ۷۴۱' الرقم المسلسل: ۱۶۹۹' سنن ابوداؤد: ۱۳۱۷' سنن نسائی: ۱۶۱۶' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۱۴۰۷' سنن بیہقی ج ۳ ص ۳' صحیح ابن حبان: ۲۴۴۴' کامل ابن عدی ج ۱ ص ۴۱۵' مسند احمد ج ۶ ص ۹۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۴۶۲۸ - ج ۴۱ ص ۹۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ۷۴۸۸' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبدان' ان کا نام عبد اللہ ہے اور عبدان ان کا لقب ہے' جو نام پر غالب ہے (۲) ان کے والد' ان کا نام عثمان بن جبلہ ہے (۳) شعبہ بن الحجاج (۴) اشعث (۵) ان کے والد ابو الشعثاء' ان کا نام سلیم بن اسود المحاربی ہے (۶) مسروق بن الاجدع (۷) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۲۶۴)

دائمی عمل کی فضیلت خواہ وہ کم ہو

اس حدیث میں دائمی عمل کی ترغیب دی ہے' کیونکہ جو عمل کثیر ہو اور وہ کبھی کبھی ہو' اس سے وہ عمل بہتر ہے جو دائمی ہو' خواہ قلیل ہو' کیونکہ جو عمل بغیر مشقت اور تھکاوٹ کے دائمی کیا جائے' اس سے انسان کا دل خوش اور مطمئن رہتا ہے' اس کے برخلاف جو زیادہ کام کیا جائے اور اس میں مشقت اور تھکاوٹ ہو' اس کو انسان بے دلی اور بے رغبتی سے کرتا ہے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۷۲۵ - ج ۲ ص ۵۳۶ پر مذکور ہے' وہاں اس کی بہت مفصل اور مبسوط شرح کی گئی ہے' اس کے عنوان یہ ہیں:

① اُکتانے اور استہزاء کا اللہ پر اطلاق ② نفلی عبادت میں دوام کا معنی ③ نفلی عبادات اور بدعات کے درمیان حد فاصل ④ جس فعل کو رسول اللہ ﷺ نے ہمیشہ ترک کیا ہو وہ علی الاطلاق بدعت نہیں ہے ⑤ رسول اللہ ﷺ کے کسی کام کو ترک کرنے کی وجہ سے بدعت کا ضابطہ ⑥ نفلی عبادات کے ساتھ فرض یا واجب کا معاملہ کرنے کی ممانعت ⑦ بدعت سیئہ کی تعریف ⑧ بدعت کا شرعی معنی اور اقسام ⑨ بدعات حسنہ اور مصالح مرسلہ ⑩ بدعات حسنہ کی وجہ اختراع اور بدعت سیئہ کا مصداق ⑪ ایک شبہ کا ازالہ ⑫ قرون ثلاثہ پر بدعت اور سنت کا مدار۔

١١٣٣ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ قَالَ ذَكَرَ أَبِيْ عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ مَا أَلْفَاهُ السَّحَرُ عِنْدِيْ إِلَّا نَائِمًا، تَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میرے والد نے ذکر کیا از ابوسلمہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سحری کے وقت سوتے ہوئے ہی پایا۔

(صحیح مسلم: ٧٤٢' الرقم المسلسل: ١٧٠٠' سنن ابوداؤد: ١٣١٨' سنن ابن ماجہ: ١١٩٧' جامع المسانید لابن الجوزی: ٧٤٨٧' مکتبۃ الرشد ریاض' ١٤٢٦ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(١) موسیٰ بن اسماعیل المنقری التبوذکی (٢) ابراہیم بن سعد بن ابراہیم بن عبدالرحمن بن عوف ابواسحاق الزہری' یہ بغداد کے قاضی تھے (٣) ان کے والد سعد بن ابراہیم (٤) ابوسلمہ بن عبدالرحمان بن عوف (٥) حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا۔

(عمدۃ القاری ج ٧ ص ٢٦٥)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سحری کے وقت سونے کا معنی

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سحری تک نماز پڑھتے رہتے تھے' پھر سحری کے وقت سو جاتے تھے اور یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ یہ وقت رات کا چھٹا حصہ ہوتا تھا' جس میں حضرت داؤد علیہ السلام سو جاتے تھے' علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم لمبی راتوں میں سحر کے وقت سوتے تھے' اور یہ غیر رمضان کا واقعہ ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تاخیر سے سحری کرتے تھے۔ (شرح ابن بطال ج ٣ ص ١٣٠)

٨ - بَابُ مَنْ تَسَحَّرَ فَلَمْ يَنَمْ حَتّٰى صَلَّى الصُّبْحَ

جس نے سحری کی' پھر نماز پڑھنے کھڑا ہوا' پھر نہیں سویا حتیٰ کہ صبح کی نماز پڑھی

١١٣٤ - حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا رَوْحٌ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَزَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ تَسَحَّرَا فَلَمَّا فَرَغَا مِنْ سَحُوْرِهِمَا قَامَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الصَّلٰوةِ فَصَلّٰى. قُلْنَا لِأَنَسٍ كَمْ كَانَ بَيْنَ فَرَاغِهِمَا مِنْ سَحُوْرِهِمَا وَدُخُوْلِهِمَا فِي الصَّلٰوةِ؟ قَالَ كَقَدْرِ مَا يَقْرَأُ الرَّجُلُ خَمْسِيْنَ آيَةً.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں روح نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سعید نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے سحری کی' جب وہ دونوں اپنی سحری سے فارغ ہو گئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز کی طرف کھڑے ہوئے' پس آپ نے نماز پڑھائی' ہم نے حضرت انس سے پوچھا: ان کے سحری سے فارغ ہونے اور نماز میں داخل ہونے کے درمیان کتنا وقفہ تھا؟ انہوں نے بتایا: جتنی مقدار میں ایک آدمی پچاس آیتیں پڑھتا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٥٧٦ میں گزر چکی ہے۔

٩ - بَابُ طُوْلِ الصَّلٰوةِ فِيْ قِيَامِ اللَّيْلِ

رات کی نماز میں لمبا قیام کرنا

١١٣٥ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِيْ وَائِلٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از

رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ صَلَّیْتُ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَیْلَةً فَلَمْ یَزَلْ قَائِمًا حَتّٰی هَمَمْتُ بِأَمْرِ سَوْءٍ. قُلْنَا وَمَا هَمَمْتَ؟ قَالَ هَمَمْتُ أَنْ أَقْعُدَ وَأَذَرَ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ.

الاعمش از ابی وائل از حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا: میں نے ایک رات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی' آپ مسلسل کھڑے رہے حتیٰ کہ میں نے ایک بُری بات کا ارادہ کیا' ہم نے پوچھا: آپ نے کیا ارادہ کیا تھا؟ انہوں نے کہا: میں نے ارادہ کیا کہ میں بیٹھ جاؤں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کھڑا رہنے دوں۔

(صحیح مسلم: ٧٧٣' الرقم المسلسل: ١٧٨٣' شمائل ترمذی: ١٨-١٧' سنن ابن ماجہ: ١٤١٨' مسند ابویعلیٰ: ٥١٦٥' صحیح ابن خزیمہ: ١١٥٤' صحیح ابن حبان: ٢١٣١' مسند احمد ج ا ص ١٨٥ طبع قدیم' مسند احمد: ٣٦٣٦- ج ٦ ص ١٥٧' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ٤١٣٧' مکتبۃ الرشد' ریاض' ١٤٢٦ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(١) سلیمان بن حرب ابوایوب الواشحی (٢) شعبہ بن الحجاج (٣) سلیمان الاعمش (٤) ابووائل' ان کا نام ہے: شقیق بن سلمہ الاسدی (٥) حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ٧ ص ٢٦٧)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کھڑا چھوڑ کر خود بیٹھ جانے کے بُرا ہونے کی توجیہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

اگر یہ سوال کیا جائے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹھنے کو بُری بات کیوں فرمایا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت بُری بات ہے' قرآن مجید میں ہے:

فَلْیَحْذَرِ الَّذِیْنَ یُخَالِفُوْنَ عَنْ أَمْرِهٖ. (النور: ٦٣) جو لوگ رسول کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں ان کو ڈرنا چاہیے۔

اسی طرح جن لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھی اور آپ اس وقت بیٹھے ہوئے تھے تو آپ نے ان سے فرمایا: امام اس لیے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے (الی قولہ) پس جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم سب بیٹھ کر نماز پڑھو۔ (صحیح البخاری: ٣٧٨) پس جو شخص نماز کے کسی عمل میں اپنے امام کی مخالفت کرے' اس کا وہ عمل بُرے کاموں میں سے شمار ہونا چاہیے۔

حضرت ابن مسعود کی اس حدیث میں رات کی نماز میں طول قیام کی دلیل ہے' کیونکہ حضرت ابن مسعود نے یہ بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اتنی دیر کھڑے رہے کہ انہوں نے بیٹھنے کا ارادہ کیا اور ان کا یہ ارادہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طویل قیام کی وجہ سے تھا۔

آیا طول قیام افضل ہے یا کثرت رکوع اور سجود؟

فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ نفل نماز میں طول قیام افضل ہے یا کثرت رکوع اور سجود افضل ہے؟ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ طویل قیام نہیں کرتے تھے اور رکوع اور سجود کی کثرت کرتے تھے' ان سے اس کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس نے رکوع کیا اور سجدہ کیا' اللہ تعالیٰ اس کے درجہ کو بلند کرتا ہے اور اس کے گناہ کو مٹا دیتا ہے۔ (صحیح مسلم: ٤٨٨)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک نوجوان کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا' جو لمبی نماز پڑھ رہا تھا' جب وہ نماز سے فارغ ہوا تو حضرت ابن عمر نے کہا: اس کو کون جانتا ہے؟ ایک شخص نے کہا: میں جانتا ہوں' حضرت ابن عمر نے فرمایا: اگر میں اس کو جانتا ہوتا تو میں اس کو حکم دیتا کہ یہ لمبے رکوع اور سجود کرے' کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جب بندہ

کھڑے ہو کر نماز پڑھتا ہے تو اس کے گناہوں کو اس کے سر کے اور کندھوں کے اوپر رکھ دیا جاتا ہے اور وہ جب بھی رکوع اور سجدہ کرتا ہے تو اس کے گناہ گر جاتے ہیں۔ (شرح معانی الآثار: ۲۶۶۷ قدیمی کتب خانہ کراچی)

دوسرے فقہاء نے کہا ہے کہ لمبا قیام کرنا افضل ہے کیونکہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا گیا: کون سی نماز افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: جس میں لمبا قیام ہو۔ (صحیح مسلم: ۷۵۶)

ابراہیم نخعی' ابومجلز' حسن بصری کا قول ہے اور امام ابوحنیفہ' امام ابو یوسف اور امام محمد کا یہی مؤقف ہے۔

اشہب مالکی نے کہا ہے: میرے نزدیک یہ قول زیادہ پسندیدہ ہے کیونکہ لمبے قیام میں زیادہ قرآن پڑھا جائے گا۔

امام طحاوی نے کہا ہے کہ حضرت ابوذر کی حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں ہے' کیونکہ یہ ہوسکتا ہے کہ جو شخص اللہ کے لیے رکوع اور سجدہ کرے' اللہ اس کا درجہ بلند کرے اور اس کا گناہ مٹائے اور اگر اس نے اس کے ساتھ لمبا قیام کیا تو وہ افضل ہوگا' اسی طرح حضرت ابن عمر کی حدیث میں بھی رکوع اور سجود کی لمبے قیام پر فضیلت نہیں ہے' اس میں تو صرف یہ بیان ہے کہ رکوع اور سجود کرنے سے گناہ گر جاتے ہیں اور ہوسکتا ہے کہ لمبا قیام کرنے کی وجہ سے اس کو اس سے افضل اجر عطا کیا جائے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث (صحیح بخاری: ۱۱۳۵) میں اس قول کی صحت پر شہادت ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۱۳۳۔ ۱۳۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ ابن بطال نے یہ بحث شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۱۰۹۔۱۰۷ سے اخذ کی ہے۔

* باب مذکور کی یہ حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۲۱۷۔ ج ۲ ص ۱۰۳۵ پر مذکور ہے' اس کی شرح میں تعظیم رسول کو بیان کیا گیا ہے۔

۱۱۳۶- حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ حُصَيْنٍ، عَنْ اَبِيْ وَائِلٍ، عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا قَامَ لِلتَّهَجُّدِ مِنَ اللَّيْلِ، يَشُوْصُ فَاهُ بِالسِّوَاكِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حفص بن عمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی از حصین از ابی وائل از حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب رات کو تہجد کے لیے اٹھتے تو اپنے منہ کو مسواک سے ملتے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۴۵ میں گزر چکی ہے یہاں پر ہم یہ بیان کر رہے ہیں کہ امام بخاری نے اس باب کا عنوان قائم کیا ہے: رات کو لمبا قیام کرنا' اور اس حدیث کی اس عنوان کے ساتھ کوئی مطابقت نہیں ہے' اس کی کیا توجیہ ہوگی۔

طول قیام کے باب میں مسواک کرنے کی حدیث کو ذکر کرنے کی وجہ سے امام بخاری پر اعتراض اور اس کے جوابات

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

حضرت حذیفہ کی اس حدیث کا اس باب میں کوئی دخل نہیں ہے کیونکہ رات کی نماز پڑھنے کے لیے منہ کو مسواک سے صاف کرنے کی رات کی نماز کے طول پر کوئی دلالت نہیں ہے اور نہ اس کی رات کی نماز کے اقتصار پر کوئی دلالت ہے' ہوسکتا ہے کہ صحیح بخاری کو نقل کرنے والے ناسخین اور کاتبین نے اس حدیث کو غلط جگہ پر درج کر دیا ہو اور اگر اس طرح نہیں ہوا تو یہ بھی ہوسکتا ہے کہ امام بخاری کو قضاء نے اتنی مہلت نہ دی ہو کہ وہ اپنی کتاب پر نظر ثانی کر کے اس کی تہذیب کر لیتے۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۱۳۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

ابن المنیر نے کہا ہے کہ ہوسکتا ہے امام بخاری نے یہ ارادہ کیا ہو کہ مسواک کا استعمال کرنا عمدہ حالت بنانے اور نماز کی تیاری پر

دلالت کرتا ہے اور یہ طول قیام کی دلیل ہے کیونکہ اگر نماز تخفیف کے ساتھ پڑھنی ہو تو پھر اس کے لیے مکمل تیاری کی ضرورت نہیں ہوتی' اور ابن رشید نے یہ کہا ہے کہ امام بخاری نے اس حدیث کو اس باب میں اس لیے داخل کیا ہے کہ اس حدیث میں ہے: جب آپ تہجد کے لیے کھڑے ہوتے یعنی جب آپ اپنی عادت کے مطابق تہجد کے لیے کھڑے ہوتے' اور تہجد کا لفظ نیند ترک کرنے اور بیدار ہونے پر دلالت کرتا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ مسواک کرنے سے نیند کو دور کرنے میں مدد حاصل ہوتی ہے اور اس سے لمبی نماز پڑھنے کی صلاحیت حاصل ہوتی ہے' اور بدر بن جماعہ نے کہا: مجھ پر یہ منکشف ہوا ہے کہ اس حدیث کو اس باب میں داخل کرنے سے امام بخاری کی مراد یہ ہے کہ طول صلوٰۃ کے متعلق حضرت حذیفہ کی اس دوسری حدیث کو مستحضر کیا جائے جس کو امام مسلم نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے اور وہ حدیث یہ ہے: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک رات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی' آپ نے سورۃ البقرہ پڑھنی شروع کی' میں نے دل میں کہا: آپ سو آیات پڑھنے کے بعد رکوع کر لیں گے' پھر میں نے کہا: آپ سورۃ البقرہ کے بعد رکوع کر لیں گے' پھر آپ نے سورۃ النساء پڑھی' پھر سورۃ آل عمران پڑھی' آپ ترتیل سے پڑھتے رہے' جب آپ ایسی آیت سے گزرتے جس میں تسبیح کا حکم ہوتا تو آپ تسبیح پڑھتے اور کسی جگہ دعا کا ذکر ہوتا تو آپ دعا کرتے اور جب کسی آیت میں پناہ طلب کرنے کا ذکر ہوتا تو آپ پناہ طلب کرتے' پھر آپ نے رکوع کیا اور'' سبحان ربی العظیم '' پڑھتے رہے' آپ نے قیام کی مقدار میں رکوع کیا' پھر آپ نے فرمایا:'' سمع اللہ لمن حمدہ '' پھر کافی طویل قومہ کیا' جو رکوع کے قریب تھا' پھر آپ نے سجدہ کیا' آپ کے سجدہ کی مقدار بھی آپ کے قیام کے قریب تھی۔ (صحیح مسلم: ۷۷۲' الرقم المسلسل: ۱۷۸۳' سنن ابوداؤد: ۸۷۱' سنن ترمذی: ۲۶۳-۲۶۲' سنن نسائی: ۱۳۷۷' سنن ابن ماجہ: ۱۳۵۱-۸۹۷) امام بخاری نے اس حدیث کو خود اس لیے روایت نہیں کیا کہ وہ ان کی شرط کے مطابق نہیں ہے' اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ امام بخاری نے حضرت حذیفہ کی اس حدیث کے عنوان کے لیے خالی جگہ چھوڑ دی ہو اور بعد میں کاتبین نے اس خالی جگہ کو حذف کر دیا ہو اور حضرت حذیفہ کی اس حدیث کی جگہ حضرت حذیفہ کی دوسری حدیث کو لکھ دیا' جس میں رات کی نماز کے وقت مسواک کرنے کا ذکر ہے۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۶۲۸' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن بطال نے تو امام بخاری پر اعتراض کیے ہیں اور طول صلوٰۃ اللیل کے باب میں مسواک کی حدیث ذکر کرنے کی کوئی توجیہ نہیں کی اور علامہ ابن حجر عسقلانی نے علامہ ابن المنیر' علامہ ابن رشید اور علامہ بدرالدین جماعہ کی طرف سے جو توجیہات ذکر کیں' وہ سب دور از کار اور بعید تاویلات ہیں' البتہ اس کی قریب ترین توجیہ یہ ہے کہ اس باب کے عنوان میں رات کی نماز میں طول قیام کا ذکر ہے اور حضرت حذیفہ کی حدیث میں تہجد کے لیے قیام کا ذکر ہے اور عموماً تہجد میں لمبی نماز پڑھی جاتی ہے اور لمبی نماز میں لمبا قیام ہوتا ہے' اگرچہ اس میں رکوع اور سجود بھی طویل ہوتا ہے مگر طول قیام بھی ہوتا ہے اور یہ عنوان کے ساتھ مناسبت کے لیے کافی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۷ ص ۲۷۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۰ - بَابُ كَيْفَ صَلٰوةُ اللَّيْلِ ' وَكَيْفَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ

رات کی نماز کس طرح تھی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم رات کی نماز کس طرح پڑھتے تھے

۱۱۳۷ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ ' عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ عَبْدَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں

اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ اِنَّ رَجُلًا قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، كَيْفَ صَلٰوةُ اللَّيْلِ؟ قَالَ مَثْنٰى مَثْنٰى، فَاِذَا خِفْتَ الصُّبْحَ فَاَوْتِرْ بِوَاحِدَةٍ.

نے کہا: مجھے سالم بن عبد اللہ نے خبر دی کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ایک شخص نے کہا: یارسول اللہ! رات کی نماز کس طرح (پڑھوں)؟ آپ نے فرمایا: دو دو رکعت' پس جب تم کو صبح کا خوف ہو تو (آخری دوگانہ کے ساتھ) ایک رکعت ملا کر نماز کو وتر کرلو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۷۲ میں گزر چکی ہے۔

۱۱۳۸ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنْ شُعْبَةَ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبُوْ جَمْرَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كَانَ صَلٰوةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً، يَعْنِيْ بِاللَّيْلِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از شعبہ' انہوں نے کہا: مجھے ابوجمرہ نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم رات کو تیرہ رکعات نماز پڑھتے تھے۔

۱۱۳۹ - حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا اِسْرَائِيْلُ، عَنْ اَبِيْ حُصَيْنٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ وَثَّابٍ، عَنْ مَسْرُوْقٍ قَالَ سَاَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا، عَنْ صَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاللَّيْلِ؟ فَقَالَتْ سَبْعٌ وَتِسْعٌ وَاِحْدٰى عَشْرَةَ، سِوٰى رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبید اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسرائیل نے خبر دی از ابی حصین از یحییٰ بن وثاب از مسروق' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کی نماز کے متعلق سوال کیا' انہوں نے بتایا کہ آپ صبح کی دو سنتوں کے علاوہ سات' نو اور گیارہ رکعات پڑھتے تھے۔

۱۱۴۰ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰى قَالَ اَخْبَرَنَا حَنْظَلَةُ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ مِنَ اللَّيْلِ ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً مِنْهَا الْوِتْرُ وَرَكْعَتَا الْفَجْرِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید اللہ بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حنظلہ نے خبر دی از القاسم بن محمد از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم رات کو تیرہ رکعات پڑھتے تھے' ان میں وتر تھے اور دو رکعت فجر کی۔

ان احادیث کی شرح' صحیح البخاری: ۹۹۵۔۹۹۴ میں گزر چکی ہے' مزید شرح کا ہم یہاں ذکر کر رہے ہیں۔

رات کی نماز کی مختلف رکعات میں تطبیق

ان احادیث میں یہ ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم رات کو سات رکعات بھی پڑھتے تھے اور نو رکعات بھی پڑھتے تھے' سات رکعات کے متعلق یہ حدیث ہے:

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر زیادہ ہوگئی اور آپ پر گوشت چڑھ گیا تو آپ سات رکعات پڑھتے تھے اور صرف ان کے آخر میں بیٹھتے تھے اور سلام پھیرنے کے بعد دو رکعت بیٹھ کر پڑھتے تھے۔ (سنن نسائی: ۱۷۱۴)

اور نو رکعات کے متعلق یہ حدیث ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نو رکعات کے ساتھ وتر پڑھتے تھے' پھر بیٹھ کر دو رکعت پڑھتے' پھر جب آپ کمزور ہو گئے تو سات رکعات کے ساتھ وتر پڑھتے تھے' پھر آخر میں بیٹھ کر دو رکعت پڑھتے تھے۔ (سنن نسائی: ۱۷۱۸)

اور صحیح البخاری: ۱۱۳۹۔۱۱۳۸ میں یہ تصریح ہے کہ آپ صبح کی دو سنتوں کے علاوہ رات کی نماز گیارہ رکعت پڑھتے تھے اور عنقریب باب: ۲۸ "ما یقرء بعد الفجر" میں یہ تصریح آئے گی کہ آپ تیرہ رکعات پڑھتے تھے اور اس کے بعد دو رکعت سنت فجر پڑھتے تھے' اس طرح رات کی نماز پندرہ رکعت ہو گئیں' اس میں عشاء کی دو سنتیں بھی شامل ہیں' اس طرح تین رکعت وتر ملا کر رات کی نماز کی تعداد گیارہ رکعات ہیں' اور صبح کی دو سنتیں ملا کر تیرہ رکعات ہیں اور صرف رات کی نماز گیارہ رکعات ہیں' جس میں تین رکعات وتر شامل ہیں۔

ابوسلمہ بن عبدالرحمان بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کی کتنی رکعات نماز پڑھتے تھے' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: رمضان ہو یا اس کا غیر' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گیارہ رکعات سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے' آپ چار رکعت پڑھتے' تم ان کے حسن اور طول کے متعلق نہ پوچھو' پھر چار رکعت پڑھتے' تم ان کے حسن اور طول کے متعلق نہ پوچھو' پھر آپ تین رکعت وتر پڑھتے۔ (صحیح البخاری: ۱۱۴۷' صحیح مسلم: ۷۳۸' سنن ابوداؤد: ۱۳۴۱' سنن ترمذی: ۴۳۹' سنن نسائی: ۱۶۹۶)

۱۱ - بَابُ قِيَامِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاللَّيْلِ وَنَوْمِهٖ، وَمَا نُسِخَ مِنْ قِيَامِ اللَّيْلِ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا رات کو قیام کرنا اور سونا اور رات کے قیام (کی فرضیت) کا منسوخ ہونا

وَقَوْلُهٗ تَعَالٰى ﴿يٰٓاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ○ قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا○ نِّصْفَهٗٓ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا○ اَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا○ اِنَّا سَنُلْقِيْ عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيْلًا○ اِنَّ نَاشِئَةَ الَّيْلِ هِيَ اَشَدُّ وَطْاً وَّاَقْوَمُ قِيْلًا○ اِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيْلًا﴾ (المزمل: ۱۔۷).
وَقَوْلُهٗ ﴿عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَّرْضٰى وَاٰخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِي الْاَرْضِ يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاٰخَرُوْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرًا وَّاَعْظَمَ اَجْرًا وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ (المزمل: ۲۰).

اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد: اے چادر لپیٹنے والے○ رات کو نماز میں قیام کریں مگر تھوڑا○ آدھی رات یا اس سے کچھ کم کر دیں○ یا اس پر کچھ اضافہ کر دیں اور قرآن ٹھہر ٹھہر کر پڑھیں○ بے شک ہم آپ پر بھاری کلام نازل فرمائیں گے○ بے شک رات کو اٹھنا (نفس پر) سخت بھاری ہے اور کلام کو درست رکھنے والا ہے○ بے شک دن میں آپ کی بہت مصروفیات ہیں○ (المزمل: ۱۔۷) اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اللہ کو علم ہے کہ اے مسلمانو! تم ہرگز اس قیام کا شمار نہیں کر سکو گے' سو اس نے تمہاری توبہ قبول فرمائی' پس تم جتنا آسانی سے پڑھ سکتے ہو پڑھ لیا کرو' اللہ کو علم ہے کہ تم میں سے کچھ بیمار ہوں گے اور کچھ لوگ زمین میں سفر کریں گے' اللہ کے فضل کو تلاش کرتے ہوئے اور کچھ دوسرے لوگ اللہ کی راہ میں قتال کر رہے ہوں گے' پس تم جتنا آسانی سے قرآن پڑھ سکتے ہو پڑھ لیا کرو' اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ کو اچھا قرض دو اور تم اپنی بھلائی کے لیے جو کچھ آگے بھیجو گے' اس کو اللہ کے پاس اس

سے بہتر اور زیادہ ثواب میں پاؤ گے اور اللہ سے مغفرت طلب کرتے رہو بے شک اللہ بہت مغفرت فرمانے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے○ (المزمل:٢٠)

ان آیات کی تفصیل کے لیے تبیان القرآن ج ١٢ میں سورۃ المزمل کی تفسیر ملاحظہ فرمائیں۔

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا نَشَأَ قَامَ بِالْحَبَشِيَّةِ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: "نَشَأَ" کا معنی حبشی زبان میں ہے: قیام کیا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ اس تعلیق کو امام عبد بن حمید نے سند صحیح کے ساتھ سعید بن جبیر سے روایت کیا ہے۔

﴿وِطَاءً﴾ قَالَ مُوَاطَاةَ الْقُرْاٰنِ اَشَدُّ مُوَافَقَةً لِسَمْعِهٖ وَبَصَرِهٖ وَقَلْبِهٖ. ﴿لِيُوَاطِئُوْا﴾ (التوبۃ:٣٧). لِيُوَافِقُوْا.

حضرت ابن عباس نے کہا: "وِطَاءً" کا معنی ہے: جو سننے دیکھنے اور دل سے غور کرنے میں قرآن مجید کے بہت زیادہ موافق ہو۔ "لیواطئوا" کا معنی ہے: تاکہ وہ موافقت کریں۔

اس تعلیق کو بھی امام عبد بن حمید نے سند موصول کے ساتھ مجاہد سے روایت کیا ہے۔

(فتح الباری ج ٢ ص ٦٢٩ 'دار المعرفہ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے کہ آیا قرآن مجید میں کوئی غیر عربی لفظ ہے یا نہیں؟ بعض علماء نے کہا ہے کہ قرآن مجید میں غیر عربی الفاظ موجود ہیں جیسے "سجیل' فردوس" اور "ناشئۃ" اور جمہور نے یہ کہا ہے کہ قرآن مجید میں کوئی غیر عربی لفظ نہیں ہے اور جو اس قسم کے الفاظ ہیں ان میں دو لغتوں کا توافق ہے۔ (عمدۃ القاری ج ٧ ص ٢٧٧ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

آیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر تہجد کی نماز فرض تھی یا نفل؟ اس سلسلہ میں فقہاء کے اقوال اور قول راجح کا بیان

امام بخاری نے اس باب کے عنوان میں کہا ہے: رات کے قیام کو جو منسوخ کیا گیا۔

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس سلسلہ میں ایک قول یہ ہے کہ رات کا قیام آپ پر فرض نہیں تھا' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس طرح فرمایا ہے:

قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا○ نِّصْفَهٗٓ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا○ اَوْ زِدْ عَلَيْهِ. (المزمل:٢-٤)

رات کو نماز میں قیام کریں مگر تھوڑا○ آدھی رات یا اس سے کچھ کم کر دیں○ یا اس پر کچھ اضافہ کر دیں۔

جب کہ فرض اس طرح نہیں ہوتا' بلکہ فرض میں حتمی طور پر کچھ معین کیا جاتا ہے' یہ مستحب کی شان ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ رات کا قیام صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر فرض تھا' یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے تمہاری طرف نکلنے سے صرف یہ چیز مانع ہوئی کہ مجھے یہ خوف ہوا کہ رات کی نماز تم پر فرض کر دی جائے گی۔ (صحیح البخاری:١١٢٩) اس حدیث میں آپ نے یہ بیان فرمایا ہے کہ رات کی نماز صحابہ پر فرض نہیں تھی۔

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث سے یہ کب معلوم ہوا کہ رات کی نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر فرض تھی' جب کہ قرآن مجید کی صریح آیت یہ ہے:

وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ. (بنی اسرائیل:٧٩)

اور آپ رات کے کچھ حصہ میں تہجد پڑھیے جو خاص آپ کے لیے نفل ہے۔

علامہ ابن بطال نے اس سلسلہ میں تیسرا قول یہ ذکر کیا ہے:
رات کا قیام آپ پر بھی فرض تھا اور آپ کی امت پر بھی فرض تھا' پھر سورۃ المزمل کی اس آیت سے رات کا قیام منسوخ کر دیا گیا:

عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ. (المزمل:۲۰)

اللہ کو علم ہے کہ اے مسلمانو! تم ہرگز اس قیام کا شمار نہیں کر سکو گے' سو اس نے تمہاری توبہ قبول فرمائی۔

جمہور علماء کا یہی مؤقف ہے اور اس کی تائید میں یہ حدیث ہے:
سعد بن ہشام بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا: یا ام المؤمنین! مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے (رات کے) قیام کے متعلق خبر دیجئے؟ حضرت عائشہ نے فرمایا: کیا تم یہ سورت نہیں پڑھتے؟ (یایها المزمل) میں نے عرض کیا: کیوں نہیں! حضرت عائشہ نے فرمایا: بے شک اللہ عزوجل نے اس سورت کے اوّل میں آپ پر رات کا قیام فرض فرمایا' پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب نے ایک سال تک (رات کو) قیام کیا حتیٰ کہ ان کے قدم سوج گئے اور اللہ عزوجل نے اس سورت کے آخری حصہ (المزمل: ۲۰) کو بارہ مہینے تک روکے رکھا' پھر اللہ عزوجل نے اس سورت کے آخر میں قیام لیل میں تخفیف نازل فرمائی' پھر رات کے قیام کی فرضیت کے بعد اس کو نفل کر دیا۔ (الحدیث) (صحیح مسلم: ۷۴۶' الرقم المسلسل: ۱۷۰۸' سنن ابوداؤد: ۱۳۴۲' سنن نسائی: ۱۶۰۱' السنن الکبریٰ: ۱۳۳۵)

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۱۳۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

میں کہتا ہوں کہ صحیح مسلم' سنن ابوداؤد' سنن نسائی اور سنن کبریٰ کی اس حدیث سے واضح ہو گیا کہ صحیح قول یہی ہے کہ شروع کے ایک سال میں آپ پر اور آپ کے اصحاب پر تہجد فرض تھی' پھر ایک سال بعد اس کی فرضیت کو منسوخ کر کے اس کو نفل کر دیا گیا۔

۱۱۴۱ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ حُمَيْدٍ اَنَّهٗ سَمِعَ اَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُفْطِرُ مِنَ الشَّهْرِ حَتّٰى نَظُنَّ اَنْ لَّا يَصُوْمَ مِنْهُ شَيْئًا وَيَصُوْمُ حَتّٰى نَظُنَّ اَنْ لَّا يُفْطِرَ مِنْهُ شَيْئًا، وَكَانَ لَا تَشَاءُ اَنْ تَرَاهُ مِنَ اللَّيْلِ مُصَلِّيًا اِلَّا رَاَيْتَهٗ، وَلَا نَائِمًا اِلَّا رَاَيْتَهٗ. تَابَعَهٗ سُلَيْمَانُ وَاَبُوْ خَالِدٍ الْاَحْمَرُ، عَنْ حُمَيْدٍ. [اطراف الحدیث: ۱۹۷۲-۱۹۷۳-۳۵۶۱]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد العزیز بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے محمد بن جعفر نے حدیث بیان کی از حمید' انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی مہینہ روزے چھوڑ دیتے حتیٰ کہ ہم یہ گمان کرتے کہ اب آپ بالکل روزے نہیں رکھیں گے اور کسی مہینہ آپ روزے رکھتے حتیٰ کہ ہم یہ گمان کرتے کہ اب آپ بالکل روزے نہیں چھوڑیں گے اور تم آپ کو رات میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھنا چاہو تو آپ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھ لو گے اور تم آپ کو رات میں سوتے ہوئے دیکھنا چاہو تو آپ کو سوتے ہوئے دیکھ لو گے' محمد بن جعفر کی سلیمان اور ابوخالد الاحمر نے از حمید متابعت کی ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تہجد اور دیگر نفلی عبادات کے معمولات مختلف تھے

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے رات کو نفل نماز پڑھنے اور سونے کے معمولات مختلف تھے' اسی طرح نفلی روزے رکھنے کے معمولات بھی مختلف تھے۔

۱۲ - بَابُ عَقْدِ الشَّيْطَانِ عَلٰى قَافِيَةِ — جو شخص رات کی نماز نہ پڑھے اس کی گدی

باب عَقْدِ الشَّيْطَانِ عَلٰى قَافِيَةِ الرَّأْسِ إِذَا لَمْ يُصَلِّ بِاللَّيْلِ

جب رات کو نماز نہ پڑھی جائے تو گدی پر شیطان کا گرہ لگانا

١١٤٢ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ اَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْاَعْرَجِ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَعْقِدُ الشَّيْطَانُ عَلٰى قَافِيَةِ رَأْسِ اَحَدِكُمْ اِذَا هُوَ نَامَ ثَلَاثَ عُقَدٍ، يَضْرِبُ كُلَّ عُقْدَةٍ عَلَيْكَ لَيْلٌ طَوِيْلٌ فَارْقُدْ، فَاِنِ اسْتَيْقَظَ فَذَكَرَ اللّٰهَ انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ، فَاِنْ تَوَضَّاَ انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ، فَاِنْ صَلّٰى انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ، فَاَصْبَحَ نَشِيْطًا طَيِّبَ النَّفْسِ، وَاِلَّا اَصْبَحَ خَبِيْثَ النَّفْسِ كَسْلَانَ. [طرف الحدیث: ٣٢٦٩]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے جب کوئی شخص سوتا ہے تو شیطان اس کی گدی پر تین گرہیں لگا دیتا ہے' ہر گرہ پر یہ پڑھ کر پھونک دیتا ہے کہ رات بہت لمبی ہے لہٰذا تم سو جاؤ' پس جب وہ (بندہ) بیدار ہو کر اللہ کا ذکر کرے تو پہلی گرہ کھل جاتی ہے' پھر اگر وضوء کرے تو دوسری گرہ بھی کھل جاتی ہے' پھر اگر نماز پڑھ لے تو تیسری گرہ بھی کھل جاتی ہے' پھر صبح کو وہ خوش اور تروتازہ اٹھتا ہے' ورنہ وہ صبح کو نحوست اور سستی کے ساتھ اٹھتا ہے۔

(سنن ابوداؤد: ١٣٠٦' جامع المسانید لابن جوزی: ٦٦٠٧' ۴' مکتبۃ الرشد' ریاض' ١٤٢٦ھ' مسند الطحاوی: ٦٠٣٧)

جس کی گدی پر شیطان گرہیں لگاتا ہے' اس کے ضمن میں مسائل اور بعض اعتراضات کے جوابات

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ لکھتے ہیں:

اس حدیث کے عنوان میں ہے: جو شخص رات کو نماز نہ پڑھے اس کی گدی پر شیطان تین گرہیں لگا دیتا ہے' رات کو نماز نہ پڑھنے سے مراد عام ہے' اس نے عشاء کی نماز نہ پڑھی ہو یا رات کو اٹھ کر تہجد نہ پڑھی ہو' اس حدیث میں کوئی ایسا قرینہ نہیں ہے جس سے یہ معلوم ہو کہ اس سے عشاء کی نماز نہ پڑھنا مراد ہے' ظاہر حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کے سوتے وقت شیطان اس کی گدی پر یہ گرہیں لگا دیتا ہے۔

نیز اس حدیث میں ہے: جب وہ نماز پڑھ لیتا ہے تو اس کی تیسری گرہ بھی کھل جاتی ہے اور وہ خوش خوش تروتازہ اٹھتا ہے' وہ خوش اس لیے ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی عبادت کی توفیق دی اور تروتازہ اس لیے ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے نفس میں اور اس کے تصرفات میں برکت رکھی اور شیطان کی گرہیں اس سے زائل ہو گئیں اور اگر وہ ساری رات سوتا رہا اور نماز پڑھنے کے لیے نہیں اٹھا تو وہ نحوست اور سستی سے اٹھتا ہے۔

اس حدیث پر یہ اعتراض ہے کہ حضرت ابوبکر اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما رات کے اوّل حصے میں وتر پڑھ لیتے تھے اور آخر رات تک سوتے رہتے تھے تو کیا وہ بھی اس وعید کے مصداق ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث سے مراد وہ شخص ہے جو رات کو سو جائے اور آخر رات میں اس کے اٹھنے کی نیت نہ ہو' اور جس شخص کی رات کو تہجد پڑھنے کی نیت ہو اور وہ نہ اٹھ سکے تو وہ اس وعید میں داخل نہیں ہے' دوسرا جواب یہ ہے کہ اس وعید میں وہ شخص داخل ہے جو عشاء کی نماز پڑھے بغیر سو جائے اور رات بھر سوتا رہے اور اس کی یہ نیت نہ ہو کہ وہ رات کے کسی وقت میں اٹھ کر عشاء کی نماز پڑھ لے گا۔

پہلے جواب کی تائید میں یہ حدیث ہے:

حضرت ابوذر رضی اللہ یا حضرت ابوالدرداء رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو بندہ بھی دل میں یہ ارادہ کرے کہ وہ رات کو کسی وقت اٹھ کر نماز پڑھے گا' پھر وہ سوتا رہ جائے تو اس کی نیند کو اللہ اس پر صدقہ کر دے گا اور اسے اس عبادت کا اجر ملے گا جس کی اس نے نیت کی ہے۔ (صحیح ابن حبان: ۲۵۸۸' سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۵' مصنف عبدالرزاق: ۴۲۲۴)

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ اس حدیث میں فرمایا: وہ صبح کو خبیث النفس اٹھے گا' حالانکہ ایک حدیث میں ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ تم میں سے کوئی شخص یہ نہ کہے کہ میرا نفس خبیث ہے۔

(مسند الحمیدی: ۲۶۲' مصنف ابن ابی شیبہ: ج ۹ ص ۶۷' صحیح البخاری: ۶۱۷۹' صحیح مسلم: ۲۲۵۰' سنن ابوداؤد: ۴۹۷۹' صحیح ابن حبان: ۵۷۲۴' المعجم الاوسط: ۲۶۳۳' شعب الایمان: ۵۲۱۰' شرح السنۃ: ۳۳۹۰' السنن الکبری: ۱۰۸۸۹' مسند احمد ج ۶ ص ۵۱ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۴۲۴۴۔ ج ۴۰ ص ۲۸۹)

اس کا جواب یہ ہے کہ خبیث کے دو معنی ہیں: ایک دین میں فساد ہے' دوسرا سستی اور نحوست ہے' ان احادیث میں دین میں فساد کے اعتبار سے خبیث کہنے کی ممانعت ہے اور اس باب کی حدیث میں جو خبیث فرمایا ہے' وہ سستی اور نحوست کے معنی میں ہے' دوسرا جواب یہ ہے کہ ان احادیث میں کسی شخص کو اس بات سے منع کیا گیا ہے کہ وہ خود اپنے نفس کو خبیث کہے اور اس باب کی حدیث میں یہ نہیں ہے کہ وہ خود اپنے نفس کو خبیث کہے بلکہ شارع علیہ السلام نے اس کے نماز پڑھے بغیر ساری رات سوتے رہنے کی وجہ سے اس کو ڈرانے کے لیے اس کی مذمت کے طور پر اس کو خبیث فرمایا ہے۔

تیسرا سوال یہ ہے کہ شیطان گدی کے پیچھے گرہ کیوں لگاتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ گدی کے پیچھے وہم کا محل ہوتا اور وہم شیطان کے وسوسوں کو قبول کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

چوتھا اعتراض یہ ہے کہ احادیث میں ہے: جو شخص آیۃ الکرسی پڑھ کر سو جائے' وہ شیطان کے وسوسوں سے محفوظ رہتا ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے صبح کے وقت آیۃ الکرسی پڑھی' وہ شام تک محفوظ رہتا ہے اور جس نے شام کو پڑھی وہ صبح تک محفوظ رہتا ہے۔ (سنن ترمذی: ۲۸۷۹)

حسن بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت جبریل میرے پاس آئے اور کہا: ایک بہت بڑا جن آپ کے ساتھ مکر کرتا ہے' لہٰذا جب آپ بستر پر جائیں تو آیۃ الکرسی پڑھ لیا کریں۔ (موسوعۃ ابن ابی الدنیا ج ۴ ص ۵۴۸' المکتبۃ العصریہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

پھر شیطان کو گدی میں گرہ لگانے کا موقع کس طرح ملتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث ان لوگوں پر محمول ہے جو سونے سے پہلے آیۃ الکرسی نہیں پڑھتے۔

پانچواں سوال یہ ہے کہ جو شخص جنبی ہو' اس کی گرہ کھلنے کے لیے وضوء کرنا کافی ہے یا اس کو غسل کرنا پڑے گا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس کو غسل کرنا پڑے گا۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۲۸۲۔ ۲۸۱' دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۷۱۶۔ ج ۲ ص ۵۳۳۔ ۵۳۲ پر مذکور ہے' وہاں اس کی دو سطروں میں شرح کی گئی ہے۔

۱۱۴۳ - حَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنَا عَوْفٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو رَجَاءٍ قَالَ حَدَّثَنَا سَمُرَةُ بْنُ جُنْدَبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الرُّؤْيَا' قَالَ أَمَّا الَّذِي يُثْلَغُ رَأْسُهُ بِالْحَجَرِ' فَإِنَّهُ يَأْخُذُ الْقُرْآنَ فَيَرْفِضُهُ' وَيَنَامُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مؤمل بن ہشام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عوف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابورجاء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ نے حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خواب کی

عَنِ الصَّلٰوةِ الْمَكْتُوْبَةِ.

تعبیر کے سلسلہ میں فرمایا: رہا وہ شخص جس کے سر کو پتھر سے کچلا جاتا تھا' یہ وہ شخص تھا جو قرآن کو حاصل کرتا تھا' پھر اس کو چھوڑ دیتا تھا اور فرض نماز پڑھے بغیر سو جاتا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۸۴۵ میں گزر چکی ہے۔

۱۳ - بَابٌ إِذَا نَامَ وَلَمْ يُصَلِّ بَالَ الشَّيْطَانُ فِي أُذُنِهٖ

جو شخص سو جائے اور نماز نہ پڑھے' شیطان اس کے کان میں پیشاب کر دیتا ہے

١١٤٤ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ قَالَ حَدَّثَنَا مَنْصُوْرٌ' عَنْ أَبِي وَائِلٍ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ ذُكِرَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ' فَقِيْلَ مَا زَالَ نَائِمًا حَتّٰى أَصْبَحَ' مَا قَامَ إِلَى الصَّلٰوةِ' فَقَالَ بَالَ الشَّيْطَانُ فِي أُذُنِهٖ.

[طرف الحدیث: ۳۲۷۰]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو الاحوص نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں منصور نے حدیث بیان کی از ابو وائل از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک شخص کا ذکر کیا گیا' پس بتایا گیا کہ وہ شخص صبح تک سوتا رہتا ہے' نماز کے لیے نہیں اٹھتا' آپ نے فرمایا: شیطان اس کے کان میں پیشاب کر دیتا ہے۔

(صحیح مسلم: ۷۷۴' الرقم المسلسل: ۱۷۸۶' سنن نسائی: ۱۶۰۷' سنن ابن ماجہ: ۱۳۳۰' مسند ابو یعلیٰ: ۵۰۶۱' صحیح ابن خزیمہ: ۱۱۳۰' سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۵' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۷۱' حلیۃ الاولیاء ج ۹ ص ۳۲۰' صحیح ابن حبان: ۲۵۶۲' مجمع الزوائد ج ۲ ص ۲۶۲' مسند احمد ج ۱ ص ۳۵۷ طبع قدیم' مسند احمد: ۳۵۵۷۔ ج ۶ ص ۲۲۔ ۲۱' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ۱۱۰۳' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ' مسند الطحاوی: ۵۰۵۰)

کان میں شیطان کے پیشاب کرنے کے متعدد محامل

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: شیطان اس کے کان میں پیشاب کر دیتا ہے۔ اس کے معنی میں اختلاف ہے' علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ اس کی حقیقت سے کوئی مانع نہیں ہے کیونکہ اس میں کوئی محال نہیں ہے' یہ ثابت ہے کہ شیطان کھاتا اور پیتا ہے' جو شخص کھانے اور پینے سے پہلے بسم اللہ نہ پڑھے تو شیطان اس کے کھانے اور پینے میں شریک ہو جاتا ہے' تو اس کے پیشاب کرنے سے بھی کوئی چیز مانع نہیں ہے اور علامہ خطابی نے کہا ہے: جس شخص کی گہری نیند ہو اور وہ نماز سے غافل ہو' اس کے حال کو اس شخص کے حال سے تشبیہ دی ہے جس کے کان میں شیطان نے پیشاب کر دیا ہو' امام طحاوی نے کہا ہے کہ یہ اس سے استعارہ ہے کہ شیطان اس پر حکومت کرتا ہے اور وہ اس کی اطاعت کرتا ہے اور علامہ تورپشتی نے کہا ہے کہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ شیطان اس کے کانوں میں باطل باتوں کو بھر دیتا ہے اور اذان اور حق کی باتوں کو سننے سے اس کے کانوں میں ڈاٹ لگا دیتا ہے اور اس چیز کو اس کے کانوں میں پیشاب کرنے سے تعبیر کیا ہو' اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ شیطان اس کی توہین کرتا ہو اور اس کا استخفاف کرتا ہو اور جس چیز کی توہین کی جاتی ہے' اس کو پیشاب کرنے سے تعبیر کرتے ہیں جیسے بیت الخلاء کو پیشاب کرنے کے لیے بنایا جاتا ہے اور کسی چیز کے فاسد کرنے کو بھی پیشاب کرنے سے تعبیر کرتے ہیں یعنی شیطان نے اس کی سماعت کو فاسد کر دیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۲۸۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۷۱۴۔ ج ۲ ص ۵۳۲ پر مذکور ہے' وہاں اس حدیث کی مختصر شرح کی گئی ہے۔

١٤ - بَابُ الدُّعَاءِ فِي الصَّلٰوةِ مِنْ اٰخِرِ اللَّيْلِ

رات کے آخری حصہ میں نماز پڑھ کر دعا کرنا

وَقَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ ﴿كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ اللَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ﴾ اَىْ مَا يَنَامُوْنَ ﴿وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ﴾ (الذاریات:١٨-١٧).

اور اللہ عزوجل کا ارشاد ہے: وہ رات کو بہت کم سوتے تھے○ اور سحری کے وقت مغفرت طلب کرتے تھے○ (الذاریات:١٨-١٧)

١١٤٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ اَبِىْ سَلَمَةَ وَاَبِىْ عَبْدِ اللّٰهِ الْاَغَرِّ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَنْزِلُ رَبُّنَا تَبَارَكَ وَتَعَالٰى كُلَّ لَيْلَةٍ اِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا حِيْنَ يَبْقٰى ثُلُثُ اللَّيْلِ الْاٰخِرِ يَقُوْلُ مَنْ يَّدْعُوْنِىْ فَاَسْتَجِيْبَ لَهٗ ؟ مَنْ يَّسْاَلُنِىْ فَاُعْطِيَهٗ ؟ مَنْ يَّسْتَغْفِرُنِىْ فَاَغْفِرَ لَهٗ ؟

[اطراف الحدیث:٦٣٢١-٧٤٩٤]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از ابی سلمہ و ابی عبد اللہ الاغر از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمارا رب تبارک وتعالیٰ ہر رات آسمانِ دنیا کی طرف نازل ہوتا ہے' جب رات کا آخری تہائی حصہ باقی رہ جاتا ہے' وہ فرماتا ہے: کون مجھ سے دعا کرتا ہے کہ میں اس کی دعا قبول کروں اور کون مجھ سے سوال کرتا ہے کہ میں اس کو عطاء کروں اور کون مجھ سے مغفرت طلب کرتا ہے کہ میں اس کی مغفرت کر دوں؟

(صحیح مسلم:٧٥٨' الرقم المسلسل:١٧٣١' سنن ابوداؤد:١٣١٤' سنن ترمذی:٣٤٩٨' السنن الکبری:٧٧٦٨' سنن ابن ماجہ:١٣٦٦' عمل الیوم واللیلۃ للنسائی:٤٨٠' صحیح ابن خزیمہ ج١ ص٣٩٩' سنن داری:١٤٧٩' مسند ابو یعلیٰ:٦١٥٥' مسند احمد ج٢ ص٢٦٥ طبع قدیم' مسند احمد:٧٥٩٢-ج١٣ ص٣٥' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی:٤٥٣٩' مکتبۃ الرشد' ریاض' ١٤٢٦ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(١) عبد اللہ بن مسلمہ القعنبی (٢) امام مالک بن انس (٣) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (٤) ابو سلمہ بن عبد الرحمن (٥) ابو عبد اللہ الاغر' ان کا نام سلمان الثقفی ہے اور الاغر' ان کا لقب ہے (٦) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج٧ ص٢٨٥)

اللہ تعالیٰ کے نازل ہونے کے مسئلہ میں فقہاء اسلام کے نظریات اور حدیث مذکور کے محامل

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

معتزلہ نے اس حدیث سے اللہ تعالیٰ کے لیے جہت کو ثابت کیا ہے اور کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے علو اور اوپر کی جہت ثابت ہے۔ الزہری' الاوزاعی' ابن المبارک' مکحول' سفیان بن عیینہ و دیگر فقہاء تابعین' ائمہ اربعہ' امام مالک' امام ابو حنیفہ' امام شافعی اور امام احمد وغیرہم جمہور علماء نے کہا ہے کہ ہمارا ان احادیث پر ایمان ہے اور ہم اللہ تعالیٰ کو کسی مخلوق کے ساتھ مشابہ نہیں مانتے' وہ اس سے منزہ ہے اور وہ کس کیفیت سے نازل ہوتا ہے' اس کا اسی کو علم ہے۔

بعض دوسرے علماء نے اس حدیث کی تاویل کی' انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے نازل ہونے کا معنی یہ ہے کہ اس کا حکم نازل ہوتا ہے یا اس کے فرشتے نازل ہوتے ہیں۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ رات کے آخری تہائی حصہ کی تخصیص کی کیا وجہ ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس وقت اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہوتی ہے' اور یہ اہل اخلاص کی عبادت کا وقت ہے۔

۱۵ - بَابُ مَنْ نَامَ اَوَّلَ اللَّيْلِ وَاَحْيَا اٰخِرَهٗ

جو شخص رات کے اوّل حصہ میں سویا اور رات کے آخری حصہ میں اس نے نماز پڑھی

وَقَالَ سَلْمَانُ لِاَبِي الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا نَمْ فَلَمَّا كَانَ مِنْ اٰخِرِ اللَّيْلِ قَالَ قُمْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَدَقَ سَلْمَانُ.

اس تعلیق کی اصل صحیح البخاری: ۱۹۶۸ میں ہے

حضرت سلمان نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہما سے کہا: سو جاؤ' پھر جب رات کا آخری حصہ ہوا تو کہا: اٹھو' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سلمان نے سچ کہا۔

۱۱۴۶ - حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ. وَحَدَّثَنِيْ سُلَيْمَانُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ' عَنْ اَبِيْ اِسْحَاقَ' عَنِ الْاَسْوَدِ قَالَ سَاَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا كَيْفَ كَانَ صَلٰوةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاللَّيْلِ ؟ قَالَتْ كَانَ يَنَامُ اَوَّلَهٗ وَيَقُوْمُ اٰخِرَهٗ فَيُصَلِّيْ ثُمَّ يَرْجِعُ اِلٰى فِرَاشِهٖ فَاِذَا اَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ وَثَبَ فَاِنْ كَانَ بِهٖ حَاجَةٌ اغْتَسَلَ وَاِلَّا تَوَضَّاَ وَخَرَجَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی اور مجھے سلیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق از الاسود' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم رات کو کس طرح نماز پڑھتے تھے؟ حضرت عائشہ نے بتایا کہ آپ رات کے اوّل حصہ میں سوتے اور آخری حصہ میں قیام کرتے' پس نماز پڑھتے' پھر اپنے بستر کی طرف لوٹ آتے پھر جب مؤذن اذان دیتا تو آپ جلدی سے اٹھتے' پس اگر آپ کو حاجت ہوتی تو غسل کرتے ورنہ وضوء کر کے گھر سے نکل جاتے۔

(صحیح مسلم: ۷۳۹' الرقم المسلسل: ۱۶۹۷' سنن ابوداؤد: ۱۳۳۳' السنن الکبریٰ: ۴۲۲' سنن ابن ماجہ: ۱۳۶۵' صحیح ابن حبان: ۲۵۸۹' مسند احمد ج ۶ ص ۶۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۴۳۴۲۔ ج ۴۰ ص ۱۰۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ۷۴۸۸' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابوالولید ہشام بن عبد الملک الطیالسی (۲) شعبہ بن الحجاج (۳) سلیمان بن حرب الواشحی (۴) ابواسحاق السبیعی عمرو بن عبداللہ (۵) الاسود بن یزید (۶) حضرت عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۲۹۳)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا تہجد کے لیے اخیر شب میں اٹھنا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

المہلب نے کہا ہے کہ چونکہ رات کے آخری حصہ میں جب تہائی رات باقی رہ جاتی ہے' اللہ تعالیٰ آسمانِ دنیا کی طرف نازل ہوتا ہے' اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت اٹھ کر نماز پڑھتے تھے' اور یہی سلف صالحین کا طریقہ ہے' عبد الرحمٰن بن عبد القاری سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس وقت میں تم سو جاتے ہو' وہ وقت میرے نزدیک اس وقت سے افضل ہے جس وقت میں تم اٹھتے ہو (یعنی تراویح پڑھنے سے تہجد پڑھنا افضل ہے)۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے تراویح کے متعلق فرمایا: جس نماز کو تم چھوڑ دیتے ہو (یعنی تہجد) وہ اس سے افضل ہے' جس کے لیے تم قیام کرتے ہو (یعنی تراویح)۔

نیز اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ نبی ﷺ تہجد پڑھنے کے بعد اپنے بستر کی طرف لوٹتے تھے اور جماع کرتے تھے اور صبح کو جنبی اٹھتے تھے پھر غسل کرتے تھے اور بعض اوقات اس طرح نہیں کرتے تھے۔

(شرح ابن بطال ج ٣ ص ١٣٥ دار الکتب العلمیہ بیروت ١٤٢٤ھ)

علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اسماعیلی نے کہا ہے کہ اسود نے اس حدیث کی روایت میں غلطی کی ہے اس باب میں عمدہ احادیث یہ ہیں کہ جب نبی ﷺ سونے کا ارادہ کرتے اور آپ جنبی ہوتے تو آپ وضوء کرتے اور جو آپ سے اس کے متعلق سوال کرتا اس کو بھی آپ یہی حکم دیتے۔

(عمدۃ القاری ج ٧ ص ٢٩٤ دار الکتب العلمیہ بیروت ١٤٢٤ھ)

١٦ - بَابُ قِيَامِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاللَّيْلِ فِيْ رَمَضَانَ وَغَيْرِهِ

نبی ﷺ کا رمضان اور غیر رمضان میں رات کو قیام کرنا

١١٤٧ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِيْ سَعِيْدِ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّهُ اَخْبَرَهُ اَنَّهُ سَاَلَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا كَيْفَ كَانَتْ صَلٰوةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ رَمَضَانَ؟ فَقَالَتْ مَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَزِيْدُ فِيْ رَمَضَانَ وَلَا فِيْ غَيْرِهِ عَلٰى اِحْدٰى عَشْرَةَ رَكْعَةً، يُصَلِّيْ اَرْبَعًا، فَلَا تَسْئَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُوْلِهِنَّ، ثُمَّ يُصَلِّيْ اَرْبَعًا، فَلَا تَسْئَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُوْلِهِنَّ، ثُمَّ يُصَلِّيْ ثَلَاثًا، قَالَتْ عَائِشَةُ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اَتَنَامُ قَبْلَ اَنْ تُوْتِرَ؟ فَقَالَ يَا عَائِشَةُ، اِنَّ عَيْنَيَّ تَنَامَانِ وَلَا يَنَامُ قَلْبِيْ. [اطراف الحدیث: ٢٠١٣ - ٣٥٦٩]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از سعید بن ابی سعید المقبری از ابی سلمہ بن عبد الرحمن وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ رسول اللہ ﷺ رمضان میں کس طرح نماز پڑھتے تھے؟ حضرت عائشہ نے بتایا کہ رمضان ہو یا غیر رمضان رسول اللہ ﷺ گیارہ رکعات سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے آپ چار رکعت پڑھتے تم ان کے حسن اور طول کے متعلق نہ پوچھو آپ پھر چار رکعت پڑھتے تم ان کے حسن اور طول کے متعلق نہ پوچھو پھر آپ تین رکعت (وتر) پڑھتے حضرت عائشہ نے بیان کیا: میں نے کہا: یا رسول اللہ! کیا آپ وتر پڑھنے سے پہلے سو جاتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: اے عائشہ! میری آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا۔

(صحیح مسلم: ٧٣٨ سنن ابوداؤد: ١٣٤١ سنن ترمذی: ٤٣٩ سنن نسائی: ١٦٩٦ حلیۃ الاولیاء ج ١٠ ص ٣٨٤ مصنف عبد الرزاق: ٤٧١١ صحیح ابن خزیمہ: ١١٦٦ شرح مشکل الآثار: ٤٣٤٣ صحیح ابن حبان: ٢٤٣٠ سنن بیہقی ج ١ ص ١٢٢ ج ٢ ص ٤٩٥ ج ٣ ص ٦ ج ٧ ص ٦٢ دلائل النبوۃ ج ١ ص ٣٧١ شرح السنہ: ٨٩٩ مسند احمد ج ٦ ص ٣٦ طبع قدیم مسند احمد: ٢٤٠٧٣ ج ٤٠ ص ٨٣ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت جامع المسانید لابن جوزی: ٧٣٨٨ مکتبۃ الرشد ریاض ١٤٢٦ھ مسند الطحاوی: ٩٣٩١)

بیس رکعات تراویح کے متعلق رسول اللہ ﷺ صحابہ اور فقہاء تابعین کے معمولات

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

متقدمین کا رمضان کی نماز کے عدد میں اختلاف ہے:

امام ابوبکر عبد اللہ بن ابی شیبہ متوفی ٢٣٥ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں بیس رکعت اور وتر پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۷۷۴ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۶۹۲ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ج ۲ ص ۳۹۴ 'ادارۃ القرآن' کراچی' المعجم الکبیر: ۱۲۱۰۲ 'المعجم الاوسط: ۸۰۲ 'الکامل لابن عدی ج ۱ ص ۲۴۰ 'سنن بیہقی ج ۲ ص ۴۹۶)

میں کہتا ہوں کہ بیس رکعت تراویح کے متعلق مزید یہ روایات ہیں:

شُتیر بن شکل کے بارے میں مروی ہے کہ وہ رمضان میں بیس رکعت اور وتر پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۷۶۲ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۶۸۰ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ج ۲ ص ۳۹۳ 'ادارۃ القرآن' کراچی)

ابوالحسناء بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ ان کو رمضان میں بیس رکعت پڑھائے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۷۶۳ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۶۸۱ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت' الترغیب والترہیب: ۱۷۸۹ 'مختصر اختلاف العلماء للجصاص ج ۱ ص ۳۱۲ 'سنن بیہقی ج ۲ ص ۴۹۷ 'الجوہر النقی ج ۲ ص ۴۹۶)

نافع حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں' انہوں نے بیان کیا کہ ابن ابی ملیکہ ہمیں رمضان میں بیس رکعت پڑھاتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۷۶۵ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۶۸۳ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت)

یحییٰ بن سعید بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ ان کو بیس رکعت پڑھائے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۷۶۴ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۶۸۲ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت)

عبدالعزیز بن رفیع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ رمضان میں مدینہ میں لوگوں کو بیس رکعات پڑھاتے تھے اور تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۷۶۶ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۶۸۴ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت)

ابوالبختری بیان کرتے ہیں کہ وہ رمضان میں پانچ ترویحات (یعنی ۲۰ رکعت تراویح) اور تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۷۶۸ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۶۸۶ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت)

الحارث بیان کرتے ہیں کہ وہ رمضان میں لوگوں کو بیس رکعت اور تین وتر پڑھاتے تھے اور رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۷۶۷ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۶۸۵ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت)

عطاء بیان کرتے ہیں کہ میں نے لوگوں کو دیکھا' وہ وتر کو ملا کر تیئیس (۲۳) رکعت پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۷۷۰ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۶۸۸ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت)

سعید بن عبید بیان کرتے ہیں کہ علی بن ربیعہ ان کو رمضان میں پانچ ترویحات اور تین وتر پڑھاتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۷۷۲ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۶۹۰ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت)

علامہ ابن بطال لکھتے ہیں:

بیس رکعت تراویح کی احادیث حضرت عمر بن الخطاب' حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہم سے مروی ہیں اور یہی امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا مذہب ہے' مگر حضرت ابن عباس کی حدیث کی سند میں بنی شیبہ کا دادا ابراہیم ضعیف راوی ہے' اس لیے ان کی حدیث میں کوئی دلیل نہیں ہے' اور حضرت عمر اور حضرت علی سے بیس رکعات تراویح معروف ہے۔ عطاء نے کہا: میں نے دیکھا لوگ وتر سمیت تیئیس رکعات پڑھتے تھے اور وتر تین رکعت پڑھتے تھے' اور ابن مہدی نے از داؤد بن قیس روایت کی ہے کہ میں نے عمر بن عبدالعزیز کے زمانہ میں دیکھا کہ لوگ مدینہ میں چھتیس رکعت اور تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۷۷۱ 'مجلس

علمیہ بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۹۷ 'دار الکتب العلمیہ بیروت) اور یہ امام مالک اور اہل مدینہ کا قول ہے۔

میں کہتا ہوں کہ صرف حضرت ابن عباس کی مرفوع روایت کی سند میں ضعف ہے اور حضرت عمر اور حضرت علی کے آثار میں کوئی ضعف نہیں ہے۔

رات کی نماز چار' چار رکعات پڑھی جائے گی یا دو دو رکعت

نیز علامہ ابن بطال لکھتے ہیں:

اس باب کی حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم رات کی نماز چار چار رکعت پڑھتے تھے۔ یہ حدیث مجمل ہے اور ابواب الوتر میں حضرت عائشہ کی مفصل روایت اس کے خلاف ہے' وہ روایت یہ ہے:

از ابن ابی ذئب از ابن شہاب از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو گیارہ رکعات وتر کے ساتھ پڑھتے تھے اور ہر دو رکعت کے بعد سلام پھیرتے تھے۔

یہ روایت مُفصّل ہے اور مفصل روایت مجمل پر راجح ہوتی ہے۔

میں کہتا ہوں کہ رات کی نماز دو' دو رکعت پڑھنے کے متعلق یہ حدیث بھی ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے رات کی نماز کے متعلق سوال کیا' آپ نے فرمایا: رات کی نماز دو رکعت پڑھو' پس جب تم میں سے کسی شخص کو صبح کا خوف ہو تو وہ (آخری دو رکعت کے ساتھ ملا کر) ایک رکعت پڑھ لے تو وہ اس کی تمام نماز کو طاق کر دے گی۔ (صحیح البخاری: ۹۹۳۔ ۹۹۰)

نیند سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وضوء نہ ٹوٹنے کی تحقیق

نیز اس باب کی حدیث میں ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا۔ یہ انبیاء علیہم السلام کا بہت اعلیٰ مرتبہ ہے' اس لیے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: انبیاء علیہم السلام کا خواب وحی ہوتا ہے کیونکہ وہ دل کے سونے میں تمام لوگوں سے ممتاز ہوتے ہیں اور آنکھوں کے سونے میں تمام لوگوں کے مساوی ہوتے ہیں۔

از ایوب از عکرمہ روایت ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سو گئے حتیٰ کہ انہوں نے آپ کے خراٹے سنے' پھر آپ نے نماز پڑھی اور وضوء نہیں کیا' عکرمہ نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم محفوظ تھے۔ (صحیح البخاری: ۱۳۸)

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نیند سے اٹھ کر وضوء کرتے تھے تو اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے لیے وضوء کرتے تھے اور یہ بعید نہیں ہے کہ جب نیند آپ کے قلب پر غالب آ جائے تو آپ وضوء کریں اور یہ بہت نادر ہے جیسا کہ ایک سفر میں صبح کی نماز کے وقت آپ کو نیند تھی تا کہ آپ کی امت کے لیے یہ نمونہ ہو کہ وقت نکلنے کی وجہ سے نماز ساقط نہیں ہوتی خواہ آپ پر نیند کا غلبہ ہو یا آپ بھول گئے ہوں۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۷۱۴ 'دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۱۱۴۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ' عَنْ هِشَامٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَبِيْ' عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ مَا رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَاُ فِيْ شَيْءٍ مِّنْ صَلٰوةِ اللَّيْلِ جَالِسًا' حَتّٰى اِذَا كَبِرَ قَرَاَ جَالِسًا' فَاِذَا بَقِيَ عَلَيْهِ مِنَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی از ہشام' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے خبر دی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے کبھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو رات کی نماز میں بیٹھ کر قرآن مجید پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا حتیٰ کہ جب آپ کی

السُّوْرَةِ ثَلَاثُوْنَ اَوْ اَرْبَعُوْنَ اٰيَةً قَامَ فَقَرَاَهُنَّ ثُمَّ رَكَعَ.

عمر زیادہ ہوگئی تو آپ بیٹھ کر قرآن مجید پڑھتے' پس جب آپ کی تیس یا چالیس آیات باقی رہ جاتیں تو آپ کھڑے ہو کر ان آیات کو پڑھتے پھر رکوع کرتے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١١١٨ میں گزر چکی ہے۔

١٧ - بَابُ فَضْلِ الطُّهُوْرِ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ' وَفَضْلِ الصَّلٰوةِ بَعْدَ الْوُضُوْءِ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ

رات اور دن میں وضوء کرنے کی فضیلت اور رات اور دن میں وضوء کرنے کے بعد نماز پڑھنے کی فضیلت

١١٤٩ - حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ' عَنْ اَبِيْ حَيَّانَ' عَنْ اَبِيْ زُرْعَةَ' عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِبِلَالٍ عِنْدَ صَلٰوةِ الْفَجْرِ يَا بِلَالُ' حَدِّثْنِيْ بِاَرْجٰى عَمَلٍ عَمِلْتَهٗ فِي الْاِسْلَامِ' فَاِنِّيْ سَمِعْتُ دَفَّ نَعْلَيْكَ بَيْنَ يَدَيَّ فِي الْجَنَّةِ. قَالَ مَا عَمِلْتُ عَمَلًا اَرْجٰى عِنْدِيْ اَنِّيْ لَمْ اَتَطَهَّرْ طُهُوْرًا فِيْ سَاعَةِ لَيْلٍ اَوْ نَهَارٍ اِلَّا صَلَّيْتُ بِذٰلِكَ الطُّهُوْرِ مَا كُتِبَ لِيْ اَنْ اُصَلِّيَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن نصر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسامہ نے حدیث بیان کی از ابو حیان از ابو زرعہ از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز کے وقت حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا: مجھے یہ بتاؤ کہ تم نے اسلام میں جو عمل کیے ہیں ان میں تم کو کس عمل پر اجر کی زیادہ توقع ہے؟ کیونکہ میں نے جنت میں اپنے آگے تمہارے جوتیوں سے چلنے کی آہٹ سنی ہے' حضرت بلال نے کہا: میں نے کوئی ایسا عمل نہیں کیا جس پر مجھے زیادہ اجر ملنے کی توقع ہو بے شک میں جب بھی دن یا رات کے کسی وقت میں وضوء کرتا ہوں تو اس وضوء سے اتنی نماز پڑھتا ہوں جو میرے لیے مقدر کی گئی ہے۔

(صحیح مسلم: ٢٤٥٨' الرقم المسلسل: ٦٢٠٧' السنن الکبریٰ للنسائی: ٨٢٣٦' صحیح ابن خزیمہ: ١٢٠٨' صحیح ابن حبان: ٧٠٨٥' شرح السنۃ: ١٠١١' مسند ابو یعلیٰ: ٦١٠٤' مسند احمد ج ٢ ص ٣٣٣ طبع قدیم' مسند احمد: [illegible] ج [illegible] ص ١٢٩' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید [illegible] ٤٣٦٠' مکتبۃ الرشد ریاض [illegible]ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(١) اسحاق بن نصر' یہ اسحاق بن ابراہیم بن نصر ہیں' امام بخاری ان کی نسبت کبھی ان کے والد کی طرف کرتے ہیں اور کبھی ان کے دادا کی طرف (٢) ابو اسامہ حماد بن اسامہ (٣) ابو حیان' ان کا نام یحییٰ بن سعید ہے (٤) ابو زرعہ' ان کا نام ھرم بن جریر بن عبد اللہ البجلی ہے (٥) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ٧ ص ٢٩٩)

حضرت بلال کو ہر وضوء کے بعد نماز پڑھنے کی فضیلت کے حصول کی وجوہ اور دیگر فوائد

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

حضرت بلال نے کہا: میں ہر وضوء کے بعد اتنی نماز پڑھتا ہوں جو میرے لیے مقدر کی گئی ہے۔

اس نماز سے مراد عام ہے خواہ فرض ہو یا نفل' علامہ ابن التین نے کہا: حضرت بلال نے یہ اعتقاد اس لیے کیا تھا کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

سے سن کر انہیں یہ علم تھا کہ تمام اعمال میں افضل عمل نماز ہے اور پوشیدہ عمل ظاہر عمل سے افضل ہوتا ہے۔

زیادہ ظاہر یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ان سے سوال کیا تھا کہ تمہیں کس عمل پر زیادہ اجر کی توقع ہے اس سے آپ کی مراد نفلی عمل تھی ورنہ فرائض قطعی طور پر نوافل سے افضل ہیں۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ اپنے اجتہاد سے نفلی عبادت کا وقت مقرر کرنا جائز ہے کیونکہ حضرت بلال نے اپنے اجتہاد سے ہر وضوء کے بعد نماز پڑھنا مقرر کیا تھا اور اس پر ان کو جنت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے چلنے کی سعادت حاصل ہوئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اس عمل کی تصویب کی۔

علامہ ابن جوزی نے کہا: اس حدیث میں وضوء کرنے کے بعد نماز پڑھنے کی ترغیب دی گئی ہے تاکہ وضوء اپنے مقصود سے خالی نہ رہے۔

المہلب نے کہا: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بندہ جو پوشیدہ عمل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی بہت عظیم جزاء دیتا ہے نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صالحین سے پوچھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو کون سے نیک عمل کی توفیق دی ہے تاکہ اس کو سن کر دوسرے بھی ان کی اقتداء کریں اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ شیخ کو اپنے شاگرد کے عمل کے متعلق پوچھنا چاہیے تاکہ اگر اس کا عمل نیک ہو تو وہ دوسروں کو اس کی ترغیب دے اور اگر اس کا عمل بُرا ہو تو وہ شاگرد کو اس عمل سے منع کرے۔

اس حدیث سے یہ استدلال بھی کیا گیا ہے کہ اوقات مکروہہ میں نماز پڑھنا جائز ہے لیکن یہ استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ جن اوقات میں نماز پڑھنا ممنوع ہے حضرت بلال اگر ان اوقات میں وضوء کرتے ہوں گے تو وہ نماز کو مؤخر کر دیتے ہوں گے۔

مگر اس جواب پر یہ اعتراض ہے کہ سنن ترمذی میں ہے: حضرت بلال نے کہا: میرا جب بھی وضوء ٹوٹا تو میں نے اسی وقت وضوء کیا اور دو رکعت نماز پڑھی۔ (سنن ترمذی: ۳۶۸۹) اور مسند احمد میں ہے: میں نے جب بھی وضوء توڑا تو اس کے بعد وضوء کیا اور دو رکعت نماز پڑھی۔ (مسند احمد ج ۵ ص ۳۵۴)

ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ حضرت بلال جس وقت بھی وضو کرتے تھے تو اس وضوء سے نماز پڑھتے تھے خواہ جو بھی وقت ہو۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ حضرت بلال مکروہ اوقات میں نماز پڑھنے کی ممانعت سے پہلے ایسا کرتے ہوں دوسرا جواب یہ ہے کہ سنن ترمذی اور مسند احمد کی حدیثوں میں جو عموم ہے وہ مخصوص عنہ البعض ہے یعنی مکروہ اوقات کے علاوہ جب بھی ان کا وضوء ٹوٹتا یا وہ وضوء توڑتے تو وہ وضوء کر کے دو رکعت نماز پڑھتے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

حضرت بلال کی جوتیوں کی آہٹ سننے کا قصہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خواب کا واقعہ ہے بحث ونظر اور دیگر فوائد

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ اس حدیث کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال کی جوتیوں کی جو آواز سنی تھی یہ خواب میں سنی تھی کیونکہ جنت میں موت سے پہلے کوئی شخص داخل نہیں ہوگا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ بیداری کا واقعہ ہو کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم شب معراج جنت میں داخل ہوئے تھے جہاں تک حضرت بلال کا معاملہ ہے تو اس قصہ سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ بھی جنت میں داخل ہوئے تھے کیونکہ آپ نے فرمایا ہے: میں نے جنت میں تمہاری جوتیوں کی آہٹ سنی اور اس وقت حضرت بلال جنت سے خارج تھے۔

حافظ ابن حجر کہتے ہیں: یہ احتمال بہت بعید ہے کیونکہ اس حدیث کا سیاق وسباق یہ بتاتا ہے کہ حضرت بلال کو ہر وضوء کے بعد نماز پڑھنے کی وجہ سے یہ فضیلت حاصل ہوئی کہ وہ جنت کے اندر دکھائی دیے نہ کہ جنت سے باہر اور اس حدیث میں یہ جملہ ہے کہ اے

بلال! تم نے کس عمل کی وجہ سے جنت میں مجھ پر سبقت کی' اور یہ جملہ اس مفہوم میں ظاہر ہے کہ آپ نے حضرت بلال کو جنت کے اندر دیکھا' اور یہ واقعہ خواب کا تھا' اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ عنقریب حضرت عمر کے فضائل میں یہ حدیث آئے گی۔

حضرت جابر رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے اپنے آپ کو دیکھا کہ میں جنت میں داخل ہوا' پس میں نے جوتیوں کی آہٹ سنی تو مجھے بتایا گیا کہ یہ حضرت بلال ہیں اور میں نے ایک محل دیکھا جس کے صحن میں ایک باندی تھی' مجھے بتایا گیا کہ یہ محل حضرت عمر کا ہے۔ (صحیح البخاری: ۳۶۷۹' مسند احمد ج ۳ ص ۳۷۲)

اس کے بعد حضرت ابوہریرہ رضی اللہ کی یہ حدیث ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس وقت میں سویا ہوا تھا' میں نے اپنے آپ کو دیکھا میں جنت میں ہوں' پس ناگاہ ایک عورت محل کی ایک جانب میں وضوء کر رہی تھی' پس بتایا گیا کہ یہ محل حضرت عمر کا ہے۔ (صحیح البخاری: ۳۶۸۰)

اس سے معلوم ہو گیا کہ حضرت بلال کا یہ قصہ خواب کا تھا اور اس سے حضرت بلال کی فضیلت ثابت ہو گئی' کیونکہ انبیاء علیہم السلام کے خواب وحی ہوتے ہیں' رہا حضرت بلال کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے چلنا' تو یہ بیداری میں ان کی عادت کے موافق تھا تو خواب میں بھی اسی طرح دکھایا گیا (یعنی وہ بیداری میں خادم کی حیثیت سے آگے چلتے تھے) اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضرت بلال جنت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے داخل ہوئے ہوں' کیونکہ یہ ان کے تابع ہونے کا مقام تھا' اور گویا کہ اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اشارہ کیا کہ حضرت بلال کا زندگی میں جو مقام ہے اور بلند مرتبہ ہے وہ بعد میں بھی ان کو حاصل رہے گا اور اس میں حضرت بلال رضی اللہ کی عظیم فضیلت ہے۔

اس حدیث میں دائما باوضوء رہنے کا استحباب ہے اور یہ بتایا ہے کہ اس کی جزاء جنت میں دخول ہے' کیونکہ جس شخص نے ہمیشہ باوضوء رہنے کو لازم کر لیا وہ رات بھی باوضوء گزارے گا اور جس نے باوضوء رات گزاری' اس کی روح عروج کرتی ہوئی عرش کے نیچے سجدہ کرے گی' جیسا کہ امام بیہقی نے حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے روایت کی ہے۔ (الجامع لشعب الایمان: ۲۵۲۷) اور عرش جنت کی چھت ہے' جیسا کہ عنقریب اس کتاب میں آئے گا۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت بلال اپنے اس عمل کی وجہ سے جنت میں داخل ہوئے' حالانکہ صحیح مسلم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ تم میں سے کوئی شخص اپنے عمل کی وجہ سے جنت میں نہیں جائے گا۔ (صحیح مسلم: ۲۸۱۷)

اس کا جواب یہ ہے کہ جنت میں اصل دخول عمل کی وجہ سے نہیں ہوگا' بلکہ اللہ کے فضل کی وجہ سے ہوگا لیکن جنت میں درجات انسان کو اس کے عمل کی وجہ سے حاصل ہوں گے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ جنت اب بھی موجود ہے اور اس میں معتزلہ کا رد ہے۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ کوئی شخص بھی مرنے سے پہلے جنت میں نہیں جائے گا' حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زندگی میں اور بیداری میں جنت میں گئے اور یہ بظاہر ان میں تعارض ہے لیکن علامہ کرمانی کے قول کی یہ توجیہ کی جائے گی کہ غیر انبیاء میں سے کوئی شخص بھی مرنے سے پہلے جنت میں نہیں جائے گا یا یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہے کیونکہ آپ عالم دنیا سے نکل کے عالم ملکوت میں داخل ہو گئے تھے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۶۳۹-۶۳۸' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

معمولاتِ اہل سنت کی دلیل

حضرت بلال نے اپنے اجتہاد سے نفلی عبادت کا وقت معین کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تصویب کر دی' اس سے معلوم ہوا کہ نفلی عبادت کا اپنے اجتہاد سے وقت معین کرنا جائز ہے' اس میں یہ دلیل ہے کہ معمولات اہل سنت صحیح ہیں کیونکہ اہل سنت نے اپنے اجتہاد

سے عید میلاد النبی اور گیارہویں شریف' سوئم' چہلم اور عرس کا وقت معین کیا ہے' جس طرح حضرت بلال نے ہر وضوء کے بعد دو رکعت پڑھنے کا وقت معین کیا تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چونکہ اُن کا رد نہیں کیا' اس لیے ان ایام کے معین کرنے میں شرعاً حرج نہیں ہے۔

۱۸ - بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ التَّشْدِيْدِ فِي الْعِبَادَةِ

عبادت میں شدت اختیار کرنا مکروہ ہے

۱۱۵۰ - حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ صُهَيْبٍ' عَنْ اَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ' فَإِذَا حَبْلٌ مَّمْدُوْدٌ بَيْنَ السَّارِيَتَيْنِ' فَقَالَ مَا هٰذَا الْحَبْلُ ؟ قَالُوْا هٰذَا حَبْلٌ لِزَيْنَبَ' فَإِذَا فَتَرَتْ تَعَلَّقَتْ' فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا' حُلُّوْهُ لِيُصَلِّ اَحَدُكُمْ نَشَاطَهٗ' فَإِذَا فَتَرَ فَلْيَقْعُدْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابومعمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوارث نے حدیث بیان کی از عبد العزیز بن صہیب از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم (مسجد میں) داخل ہوئے تو آپ نے دیکھا کہ دو ستونوں کے درمیان ایک رسی لگی ہوئی ہے' آپ نے پوچھا: یہ رسی کیسی ہے؟ لوگوں نے بتایا: یہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی رسی ہے' پس جب وہ تھک جاتی ہیں تو اس سے لٹک جاتی ہیں' تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں! اس کو کھول دو' تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک عبادت کرے' جب تک اس میں فرحت ہو' پس جب وہ تھک جائے تو بیٹھ جائے۔

(صحیح مسلم: ۷۸۴' الرقم المسلسل: ۱۷۱۵' سنن ابوداؤد: ۱۳۱۲' السنن الکبریٰ: ۱۳۰۶' صحیح ابن خزیمہ: ۱۱۸۰' صحیح ابن حبان: ۲۴۹۲' شرح السنۃ: ۹۴۲' مسند احمد ج ۳ ص ۱۰۱ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۱۹۸۶۔ ج ۱۹ ص ۴۵' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ۳۴۵' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ' مسند الطحاوی: ۱۹۸)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابومعمر' ان کا نام عبداللہ بن عمرو المنقری المقعد ہے (۲) عبدالوارث بن سعید التنوری ابوعبیدہ (۳) عبدالعزیز بن صہیب البنانی الاعمی (۴) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۳۰۲)

عبادت میں میانہ روی کی تلقین' تمام رات عبادت کرنے میں مذاہب فقہاء اور دیگر مسائل

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

عبادت میں شدت کو اختیار کرنا اس لیے مکروہ ہے کہ شدت کی وجہ سے انسان تھک جاتا ہے اور اُکتا جاتا ہے' کیا تم نہیں دیکھتے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بہترین عمل وہ ہے جس پر عمل کرنے والا دوام کرے خواہ وہ عمل تھوڑا ہو۔ (صحیح البخاری: ۱۹۷۰) اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا. (البقرہ: ۲۸۶) اللہ کسی شخص کو اتنا ہی مکلف کرتا ہے جتنی اس کی طاقت ہو۔

وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ. (الحج: ۷۸) اور اللہ نے تم پر دین میں کوئی تنگی نہیں رکھی۔

پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عبادت میں افراط کو ناپسند کیا تاکہ لوگ عبادت سے منقطع نہ ہو جائیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: اللہ اس وقت تک نہیں اُکتاتا جب تک تم نہ اُکتا جاؤ۔ (صحیح البخاری: ۱۹۷۰' صحیح مسلم: ۱۱۵۶)

یعنی اللہ تعالیٰ تم کو ثواب دینا اس وقت تک منقطع نہیں کرتا جب تک تم عمل کرنے سے منقطع نہ ہو جاؤ۔

متقدمین کا نفلی عبادت میں رسّی سے لٹکنے میں اختلاف ہے۔ امام ابن ابی شیبہ نے ابو حازم سے روایت کی ہے کہ ان کی باندی اصحاب الصفہ سے تھی' وہ بیان کرتی ہیں کہ ہمارے پاس رسّی تھی' جب ہم نماز سے تھک جاتے اور نیند آنے لگتی تو ہم اس رسّی سے لٹک جاتے' سو ہمارے پاس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے' انہوں نے کہا: ان رسیوں کو کاٹ دو اور زمین پر بیٹھو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۳۲۲' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۴۰۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

حضرت حذیفہ نے نماز میں رسّی سے لٹکنے کے متعلق کہا: اس طرح یہود کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۳۲۳' مجلس علمی' بیروت)

دوسرے علماء نے اس کی اجازت دی ہے' عراک بن مالک نے کہا: میں نے رمضان میں لوگوں کو دیکھا ان کے لیے رسّیاں باندھی جاتی تھیں اور وہ لمبے قیام کی وجہ سے ان کا سہارا لیتے تھے (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۳۲۹' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۴۱۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت) (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۱۴۹-۱۴۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبادت میں میانہ روی کی ترغیب دی ہے اور عبادت میں تقشف (سختی) سے منع فرمایا ہے اور یہ حکم دیا ہے کہ جب تک تم خوشی سے عبادت کر سکتے ہو' اس وقت تک عبادت کرو اور جب تم کھڑے کھڑے تھک جاؤ تو بیٹھ جاؤ' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب کے لٹکنے والی رسّی کو کاٹ دیا' اس میں یہ بتایا کہ کسی برائی کو اپنے ہاتھ سے مٹانا چاہیے' نیز اس میں یہ دلیل ہے کہ خواتین کا مسجد میں نفل پڑھنا جائز ہے کیونکہ حضرت زینب مسجد میں نفل پڑھتی تھیں' آپ نے ان کو منع نہیں فرمایا' اس میں یہ دلیل بھی ہے کہ نماز کے دوران رسّی سے لٹکنا مکروہ ہے' اور اس میں یہ دلیل بھی ہے کہ تمام رات نماز پڑھنا مکروہ ہے اور یہی جمہور کا مسلک ہے' متقدمین کی ایک جماعت سے منقول ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے' امام مالک سے بھی یہی روایت ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۷ ص ۳۰۴-۳۰۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* حدیث مذکور شرح صحیح مسلم: ۱۷۴۸- ج ۲ ص ۷۵۳ پر مذکور ہے' اس کی شرح کا عنوان ہے: نفلی عبادات میں دوام کا معنی۔

۱۱۵۱ - **قَالَ وَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ' عَنْ مَالِكٍ' عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ' عَنْ اَبِيْهِ' عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَتْ عِنْدِيْ امْرَاَةٌ مِنْ بَنِيْ اَسَدٍ فَدَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' فَقَالَ مَنْ هٰذِهِ. قُلْتُ فُلَانَةُ لَا تَنَامُ اللَّيْلَ فَذُكِرَ مِنْ صَلٰوتِهَا' قَالَ مَهْ' عَلَيْكُمْ مَا تُطِيْقُوْنَ مِنَ الْاَعْمَالِ' فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَمَلُّ حَتّٰى تَمَلُّوْا.**

امام بخاری روایت کرتے ہیں: اور عبداللہ بن مسلمہ نے کہا از امام مالک از ہشام بن عروہ از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ میرے پاس بنو اسد کی ایک عورت تھی' پس میرے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آئے تو آپ نے پوچھا: یہ کون ہے؟ میں نے بتایا کہ یہ فلاں عورت ہے' یہ رات بھر نہیں سوتی' اس کی نماز کا بہت چرچا ہے' آپ نے فرمایا: چھوڑو! تم اتنا عمل کرو جس کی تم طاقت رکھتے ہو کیونکہ اللہ اس وقت تک نہیں اُکتاتا جب تک تم نہ اُکتاؤ۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۳ میں گزر چکی ہے۔

۱۹ - بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنْ تَرْكِ قِيَامِ اللَّيْلِ لِمَنْ كَانَ يَقُوْمُهُ

جو شخص رات کو قیام کرتا ہو' اس کا رات کے قیام کو ترک کرنا مکروہ ہے

١١٥٢ - حَدَّثَنَا عَبَّاسُ بْنُ الْحُسَيْنِ قَالَ حَدَّثَنَا مُبَشِّرٌ، عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ أَبُو الْحَسَنِ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ أَخْبَرَنَا الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ لِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ، لَا تَكُنْ مِثْلَ فُلَانٍ، كَانَ يَقُومُ اللَّيْلَ فَتَرَكَ قِيَامَ اللَّيْلِ. وَقَالَ هِشَامٌ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي الْعِشْرِينَ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي يَحْيَى، عَنْ عُمَرَ بْنِ الْحَكَمِ بْنِ ثَوْبَانَ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ مِثْلَهُ. وَتَابَعَهُ عَمْرُو بْنُ أَبِي سَلَمَةَ، عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عباس بن الحسین نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں مبشر نے حدیث بیان کی از الاوزاعی (ح) اور مجھے محمد بن مقاتل ابوالحسن نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں الاوزاعی نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے یحییٰ بن ابی کثیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عبداللہ! فلاں شخص کی مثل نہ ہو جانا' وہ رات کو قیام کرتا تھا' پھر اس نے رات کا قیام ترک کر دیا' اور ہشام نے کہا: ہمیں ابن ابی العشرین نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الاوزاعی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے یحییٰ نے حدیث بیان کی از عمر بن الحکم بن ثوبان' انہوں نے کہا: مجھے ابوسلمہ نے اس حدیث کی مثل بیان کی اور ابن ابی العشرین کی عمرو بن ابی سلمہ نے متابعت کی ہے از الاوزاعی۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ١١٣١ کا مطالعہ کریں۔

٢٠ - بَابٌ

باب

امام بخاری نے اس باب کا عنوان قائم نہیں کیا کیونکہ یہ باب بھی باب سابق کے ساتھ ملحق ہے۔

١١٥٣ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي الْعَبَّاسِ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ لِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَمْ أُخْبَرْ أَنَّكَ تَقُومُ اللَّيْلَ وَتَصُومُ النَّهَارَ، قُلْتُ إِنِّي أَفْعَلُ ذٰلِكَ. قَالَ فَإِنَّكَ إِذَا فَعَلْتَ ذٰلِكَ هَجَمَتْ عَيْنُكَ، وَنَفِهَتْ نَفْسُكَ، وَإِنَّ لِنَفْسِكَ حَقًّا، وَلِأَهْلِكَ حَقًّا، فَصُمْ وَأَفْطِرْ، وَقُمْ وَنَمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عمرو از ابی العباس' انہوں نے کہا: میں نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: کیا مجھے یہ خبر نہیں دی گئی کہ تم رات بھر قیام کرتے ہو اور دن کو روزے سے رہتے ہو' میں نے کہا: بے شک میں ایسا کرتا ہوں' آپ نے فرمایا: اگر تم نے ایسا کیا تو تمہاری آنکھیں اندر دھنس جائیں گی اور تمہارا بدن لاغر ہو جائے گا' بے شک تمہارے نفس کا تم پر حق ہے اور تمہاری بیوی کا تم پر حق ہے' پس تم روزہ رکھو اور روزہ چھوڑو' اور رات کو قیام کرو اور سوؤ۔

(صحیح مسلم: ١١٥٩' الرقم المسلسل: ٢٦٨٣' سنن ابوداؤد: ٢٤٢٧' سنن نسائی: ٢٣٩٢' مصنف عبدالرزاق: ٧٨٦٢' السنن الکبریٰ: ٢٧٠٠' صحیح ابن حبان: ٣٦٦٠' مسند احمد ج ٢ ص ١٨٩ طبع قدیم' مسند احمد: ٦٧٦٠ - ج ١١ ص ٢٧٣ - ١٧٣' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) علی بن عبد اللہ المعروف بابن المدینی (۲) سفیان بن عیینہ (۳) عمرو بن دینار (۴) ابو العباس' ان کا نام سائب بن فروخ ہے (۵) حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۳۰۷)

اللہ تعالیٰ کی عبادت کو شروع کر کے اس کو ترک کرنے کی مذمت

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

المہلب نے کہا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی کسی عبادت کو شروع کر کے اس کو منقطع کر دے تو یہ مذموم ہے' اس وجہ سے اللہ نے ایسے لوگوں کی مذمت کی ہے' پس فرمایا:

وَرَهْبَانِيَّةَ ۨابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنٰهَا عَلَيْهِمْ اِلَّا ابْتِغَآءَ رِضْوَانِ اللّٰهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا. (الحدید:۲۷)

رہبانیت کی بدعت انہوں نے خود ایجاد کی' ہم نے اس کو ان پر فرض نہیں کیا تھا' یہ بدعت انہوں نے صرف اللہ کی رضا کے لیے ایجاد کی تھی' پھر انہوں نے اس کی پوری رعایت نہیں کی۔

پس وہ لوگ اس وجہ سے مذمت کے مستحق ہوئے کہ انہوں نے ترک دنیا کی جس عبادت کو شروع کیا تھا اس کو پورا نہیں کیا اور نہ اس کی مکمل رعایت کی' اس وجہ سے کسی عبادت کو شروع کر کے اس کو چھوڑنا نہیں چاہیے بلکہ انسان کو یہ چاہیے کہ وہ نیک عمل میں ہر روز ترقی کرے اور اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرے کہ اس کے عمل کا اختتام خیر پر کرے' اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس عمل کو پسند کرتے تھے جو دائمی ہو خواہ تھوڑا ہو۔

اگر کسی شخص نے کسی نیک عمل کو بیماری کی وجہ سے یا کسی کام میں مشغولیت کی وجہ سے یا کمزوری کی وجہ سے ترک کر دیا تو اس کو ملامت نہیں ہوگی' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کوئی نیک کام کرتا تھا' پھر بیماری یا سفر کی وجہ سے وہ نیک کام نہیں کر سکا تو اسے اس نیک کام کا اجر ملتا رہے گا جو وہ صحت اور قیام کے ایام میں کرتا تھا۔ (صحیح البخاری: ۲۹۹۶)

قرآن مجید میں اس معنی کی شہادت ہے:

ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ○ (التین:۵)

پھر ہم اس کو سب سے نچلی حالت کی طرف لوٹا دیتے ہیں○

یعنی بڑھاپے اور کمزوری کی وجہ سے' اس میں انسان کی ارذل عمر کی طرف اشارہ ہے' جس میں جوانی اور قوت کے بعد بڑھاپا اور کمزوری آ جاتی ہے اور انسان کی عقل اور ذہن بچوں کی طرح ہو جاتا ہے۔

اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ○ (التین:۶)

سوا ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے' سو ان کے لیے ایسا اجر ہے جو کبھی ختم نہیں ہوگا○

یعنی ان کا اجر کبھی منقطع نہیں ہوگا خواہ وہ کمزوری یا بیماری کی وجہ سے عمل نہ کر سکیں' انہوں نے جوانی اور صحت کے ایام میں جو نیک عمل کیے تھے' ان کا اجر ان کے صحیفۂ اعمال میں لکھا جاتا رہے گا۔

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن بطال کی یہ شرح باب سابق کے مناسب ہے' جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے فرمایا: تم فلاں شخص کی مثل نہ ہو جانا' وہ رات کو قیام کرتا تھا' پھر اس نے رات کو قیام ترک کر دیا۔

اس باب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے:

بے شک تمہارے نفس کا تم پر حق ہے اور تمہاری بیوی کا تم پر حق ہے۔

اس کی شرح میں علامہ ابن بطال فرماتے ہیں: یعنی اللہ تعالیٰ نے انسان کے لیے جو مباح راحت اور لذت پیدا کی ہے وہ حرام نہیں ہے کیونکہ اس کی وجہ سے انسان کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کی قوت اور نشاط حاصل ہوتی ہے' اسی طرح اس کی بیوی کا اس پر حق ہے' سو انسان کو چاہیے کہ وہ اپنی بیوی کی ضروریات کو پورا کرے اور اس کے جسمانی حقوق کو ادا کرے۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۱۵۰۔۱۴۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

دین اور دنیا دونوں کی مصلحتوں کو حاصل کرنا اور عبادت میں اعتدال سے کام لینا

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمرو نے رسول اللہ ﷺ کے پوچھنے پر بتایا کہ وہ رات کو قیام کرتے ہیں اور دن میں روزہ رکھتے ہیں' اس سے معلوم ہوا کہ انسان کا اپنے نیک اعمال کی دوسروں کو خبر دینا جائز ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ان سے پوچھا تھا: کیا تم ایسا کرتے ہو؟ اس سے معلوم ہوا کہ استاذ اور شیخ کو اور ملک کے سربراہ کو اپنے متعلقین کے احوال کی تفتیش کرنی چاہیے اور ان کی اصلاح کرنی چاہیے۔

رسول اللہ ﷺ نے ان کو نصیحت کی کہ اگر تم اسی طرح عبادت میں مشقت اٹھاتے رہے تو تمہارا بدن کمزور ہو جائے گا' تمہارے نفس کا بھی تم پر حق ہے اور تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ عبادت میں واجبات کو مستحبات پر مقدم رکھنا چاہیے اور اس حدیث میں آپ نے یہ بتایا کہ اپنی طاقت اور طبیعت کے خلاف مشقت اٹھانے سے عموماً صحت خراب ہو جاتی ہے اور بعض اوقات انسان کام کرنے سے عاجز ہو جاتا ہے اور اس میں آپ نے یہ ترغیب دی ہے کہ انسان کو اتنی عبادت کرنی چاہیے جس سے اس کو غیر معمولی مشقت نہ اٹھانی پڑے کیونکہ آپ نے حضرت عبد اللہ بن عمرو کے طریقہ کو سخت ناپسند کیا اور ان کو میانہ روی کی تلقین کی' گویا کہ آپ نے فرمایا: تم دین اور دنیا دونوں کی مصلحتوں کو حاصل کرو' عبادت کے حق میں بھی کمی نہ کرو اور اپنے اور اپنے اہل وعیال کے حقوق میں بھی کمی نہ کرو۔

(عمدۃ القاری ج ۷ ص ۳۰۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۲۱ - بَابُ فَضْلِ مَنْ تَعَارَّ مِنَ اللَّيْلِ فَصَلّٰى

اس شخص کی فضیلت جو رات کو بیدار ہو' پس نماز پڑھے

اس باب کے عنوان میں "تعارّ" کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: رات کو بیدار ہو کر بستر پر کروٹ بدلنا اور کلام کرنا' اور ظاہر حدیث میں اس کا معنی ہے: بیدار ہونا۔

۱۱۵٤ - حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ قَالَ أَخْبَرَنَا الْوَلِيدُ، عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي عُمَيْرُ ابْنُ هَانِئٍ قَالَ حَدَّثَنِي جُنَادَةُ بْنُ أَبِي أُمَيَّةَ قَالَ حَدَّثَنِي عُبَادَةُ بْنُ الصَّامِتِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ تَعَارَّ مِنَ اللَّيْلِ فَقَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں صدقہ بن الفضل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الولید نے خبر دی از الاوزاعی' انہوں نے کہا: مجھے عمیر بن ھانیء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے جنادہ بن ابی امیہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی از نبی ﷺ' آپ نے فرمایا: جو شخص رات کو بیدار ہو کر یہ دعا پڑھے: اللہ کے

شَيْءٍ قَدِيرٌ' اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ' وَسُبْحَانَ اللّٰهِ' وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ' وَاللّٰهُ أَكْبَرُ' وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ' ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِي' أَوْ دَعَا' اُسْتُجِيبَ لَهُ' فَإِنْ تَوَضَّأَ قُبِلَتْ صَلٰوتُهُ.

سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اس کا کوئی شریک نہیں اسی کا ملک ہے اور اسی کے لیے حمد ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے' تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں' اور اللہ سبحان ہے (ہر عیب سے پاک ہے)' اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور اللہ سب سے بڑا ہے' اللہ کی مدد کے بغیر گناہ سے بچنا ممکن ہے نہ نیکی کی طاقت' پھر کہے: اے اللہ! میری مغفرت فرما' یا کوئی اور دعا کرے تو اس کی دعا قبول ہوگی' پھر اگر وضوء کرے تو اس کی نماز قبول ہوگی۔

(سنن ترمذی: ٣٤١٤' سنن ابوداؤد: ٥٠٦٠' سنن ابن ماجہ: ٣٨٧٨' سنن دارمی: ٢٦٨٧' صحیح ابن حبان: ٢٥٩٦' عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی: ٧٥١' حلیۃ الاولیاء ج ٥ ص ١٥٩' سنن بیہقی ج ٣ ص ٥' شرح السنۃ: ٩٥٣' کتاب الدعاء للطبرانی: ٧٦٣' مسند الشامیین: ٢٢٤' مسند احمد ج ٥ ص ٣١٣ طبع قدیم' مسند احمد: ٢٢٦٧٣۔ ج ٣٧ ص ٣٤٧' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ٢٦٩٠' مکتبۃ الرشد' ریاض' ١٤٢٦ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(١) صدقہ بن الفضل ابوالفضل المروزی (٢) الولید بن مسلم ابوالعباس القرشی الدمشقی (٣) عبدالرحمٰن بن عمرو الاوزاعی (٤) عمیر بن ہانیء' عمیر بن ہانیء ہر روز ایک ہزار رکعات پڑھتے تھے' ایک لاکھ بار سبحان اللہ پڑھتے تھے' ١٢٧ھ میں ان کو شہید کر دیا گیا (٥) جنادہ بن ابی امیہ الازدی' الزہرانی' اسدی' یہ کبار تابعین میں سے ہیں' ٨٠ھ میں فوت ہو گئے تھے (٦) حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ٧ ص ٣٠٩)

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

حضرت عبادہ کی یہ حدیث بہت عظیم القدر ہے' اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے یہ وعدہ کیا ہے کہ جو شخص نیند سے بیدار ہوا اور اس نے صدق دل سے اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی ربوبیت کی گواہی دی اور اس کی ملکیت کی تصدیق کی اور اس کی غیر متناہی نعمتوں کا اعتراف کیا اور اس کی قدرت کا اقرار کیا اور اس کی حمد کی اور صفات نقص سے اس کی تنزیہ کی اور یہ اعتراف کیا کہ اللہ کی مدد کے بغیر وہ کوئی چیز حاصل نہیں کر سکتا تو اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے کہ وہ اس کی دعا کو قبول کرے گا اور اس کے بعد جو وہ نماز پڑھے گا اس کو بھی وہ قبول فرمائے گا اور وہ کریم اور وہاب ہے' پس ہر وہ مؤمن جس کو یہ حدیث پہنچے وہ اس پر عمل کرنے کو غنیمت جانے اور اخلاص نیت کے ساتھ یہ دعا کرے کہ اس کو اللہ تعالیٰ رات کے قیام سے حصہ عطا فرمائے اور یہ دعا کرے کہ اللہ تعالیٰ اس کی گردن کو دوزخ سے آزاد کر دے اور اس کو نیک لوگوں کے اعمال کی توفیق دے اور اسلام پر اس کا خاتمہ کرے' انبیاء علیہم السلام نے یہ دعائیں کی ہیں جو اللہ کے پسندیدہ بندے اور تمام مخلوق میں سب سے بہتر ہیں' سو جس کو اللہ تعالیٰ رات کے قیام سے حصہ عطاء فرمائے' وہ اللہ کا بہت شکر ادا کرے اور اللہ تعالیٰ سے یہ سوال کرے کہ اللہ تعالیٰ اس کو یہ نعمت دائما عطاء فرمائے اور نیک اعمال پر اس کا خاتمہ فرمائے۔

(شرح ابن بطال ج ٣ ص ١٥٢۔ ١٥١' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ' اور علامہ بدرالدین عینی متوفی ٨٥٥ھ نے بھی علامہ ابن بطال کی اس شرح کو نقل کیا ہے۔

(فتح الباری ج ٣ ص ٦٤٣' دارالمعرفہ' عمدۃ القاری ج ٧ ص ٣١٠' دارالکتب العلمیہ)

١١٥٥ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ' عَنْ يُونُسَ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از یونس از

الْهَيْثَمُ بْنُ اَبِي سِنَانٍ اَنَّهُ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، وَهُوَ يَقُصُّ فِي قَصَصِهٖ، وَهُوَ يَذْكُرُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَخًا لَّكُمْ لَا يَقُوْلُ الرَّفَثَ. يَعْنِي بِذٰلِكَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ رَوَاحَةَ:

وَفِيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ يَتْلُوْا كِتَابَهٗ
اِذَا انْشَقَّ مَعْرُوْفٌ مِّنَ الْفَجْرِ سَاطِعُ
اَرَانَا الْهُدٰى بَعْدَ الْعَمٰى فَقُلُوْبُنَا
بِهٖ مُوْقِنَاتٌ اَنَّ مَا قَالَ وَاقِعُ
يَبِيْتُ يُجَافِي جَنْبَهٗ عَنْ فِرَاشِهٖ
اِذَا اسْتَثْقَلَتْ بِالْمُشْرِكِيْنَ الْمَضَاجِعُ

تَابَعَهٗ عُقَيْلٌ. وَقَالَ الزُّبَيْدِيُّ اَخْبَرَنِي الزُّهْرِيُّ، عَنْ سَعِيْدٍ وَالْاَعْرَجِ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ.

[طرف الحدیث: ۶۱۵۱] (تاریخ بغداد ج ۱۴ ص ۳۰۵)

ابن شہاب انہوں نے کہا: مجھے الہیثم بن ابی سنان نے خبر دی انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ سے سنا' وہ اپنے قصوں کو بیان کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر کرنے لگے' آپ نے فرمایا: تمہارے بھائی عبد اللہ بن رواحہ کوئی فضول بات نہیں کہتے' وہ یہ شعر کہتے ہیں:
ہم میں اللہ کے رسول ہیں جو اللہ کی کتاب پڑھتے ہیں' جب صبح پو پھٹ کر روشن ہوتی ہے' انہوں نے ہماری گمراہی کے بعد ہمیں ہدایت دکھائی' سو ہمارے دل ان پر ایمان لانے والے ہیں' انہوں نے جو کہا وہ ہو گیا' وہ رات اسی حال میں گزارتے ہیں کہ ان کا پہلو بستر سے دور ہوتا ہے' جب کہ نیند کی وجہ سے مشرکین پر بستر بھاری ہوتے ہیں۔ یونس کی عقیل نے متابعت کی ہے' اور زبیدی نے کہا: مجھے زہری نے خبر دی از سعید اور الاعرج از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) یحییٰ بن بکیر' یہ یحییٰ بن عبد اللہ بن بکیر ابو زکریا ہیں (۲) لیث بن سعد (۳) یونس بن یزید (۴) محمد بن مسلم بن شہاب زہری (۵) الہیثم بن ابی سنان (۶) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۳۱۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو فرمائیں' اس کا واقع ہو جانا

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عبد اللہ بن رواحہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت پڑھی اور اس کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پسند فرمایا' اس نعت کے ایک شعر میں ہے: انہوں نے جو کہا وہ ہو گیا۔ اس کی نظیر یہ حدیث ہے:

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ نے ایک طویل حدیث کے ضمن میں بیان کیا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک سفید پوش شخص کو ریگستان کی طرف سے آتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: تو ابوخیثمہ ہو جا! سو وہ شخص ابوخیثمہ انصاری ہو گیا۔ (صحیح مسلم: ۲۷۶۹' الرقم المسلسل: ۶۸۸۳)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

قاضی عیاض مالکی نے کہا: میرے نزدیک حق کے قریب بات یہ ہے کہ آپ نے جو فرمایا تھا: ہو جا' یہ تحقق اور وجود کے لیے ہے' اس کا معنی یہ ہے کہ اے شخص! تو حقیقۃً ابوخیثمہ ہو جا! علامہ نووی فرماتے ہیں: قاضی عیاض نے جو کہا ہے وہی صحیح ہے۔

(صحیح مسلم بشرح النووی ج ۱۱ ص ۶۹۱۰' مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

١١٥٦ - حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ اَيُّوْبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ رَاَيْتُ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو النعمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ایوب از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَاَنَّ بِيَدِيْ قِطْعَةَ اِسْتَبْرَقٍ، فَكَاَنِّيْ لَا اُرِيْدُ مَكَانًا مِّنَ الْجَنَّةِ اِلَّا طَارَتْ اِلَيْهِ، وَرَاَيْتُ كَاَنَّ اثْنَيْنِ اَتَيَانِيْ، اَرَادَا اَنْ يَّذْهَبَا بِيْ اِلَى النَّارِ، فَتَلَقَّاهُمَا مَلَكٌ فَقَالَ لَمْ تُرَعْ، خَلِّيَا عَنْهُ.

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں خواب دیکھا گویا میرے ہاتھ میں ریشم کا ٹکڑا ہے' پس گویا کہ میں جنت کی جس جگہ میں بھی جانا چاہتا ہوں وہ ریشم کا ٹکڑا اڑ کر وہاں چلا جاتا ہے اور میں نے دیکھا گویا کہ دو آدمی میرے پاس آئے' انہوں نے ارادہ کیا کہ مجھے دوزخ کی طرف لے جائیں' پس ان دونوں کو ایک فرشتہ ملا' پس اس نے کہا: تم کو نہیں ڈرایا گیا' (ان دونوں سے کہا:) اس کو چھوڑ دو۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۴۴۰ کا مطالعہ کریں۔

١١٥٧ - **فَقَصَّتْ** حَفْصَةُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِحْدٰى رُؤْيَايَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِعْمَ الرَّجُلُ عَبْدُ اللّٰهِ، لَوْ كَانَ يُصَلِّيْ مِنَ اللَّيْلِ. فَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يُصَلِّيْ مِنَ اللَّيْلِ.

امام بخاری بیان کرتے ہیں: پس حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے میرے دو خوابوں میں سے ایک خواب کو بیان کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عبد اللہ اچھا آدمی ہے' کاش! یہ رات کو نماز پڑھتا' پس حضرت عبد اللہ رات کو نماز پڑھتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۱۲۲ میں گزر چکی ہے۔

١١٥٨ - **وَكَانُوْا** لَا يَزَالُوْنَ يَقُصُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرُّؤْيَا اَنَّهَا فِي اللَّيْلَةِ السَّابِعَةِ مِنَ الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرٰى رُؤْيَاكُمْ قَدْ تَوَاطَاَتْ فِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ، فَمَنْ كَانَ مُتَحَرِّيْهَا فَلْيَتَحَرَّهَا مِنَ الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ

امام بخاری بیان کرتے ہیں: اور صحابہ ہمیشہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے خواب بیان کرتے تھے کہ یہ رمضان کے آخری عشرہ کی ساتویں رات ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے تمہارا خواب دیکھا اور وہ رمضان کے آخری دس دنوں کے موافق ہے' پس جو شب قدر کو ڈھونڈنے والا ہے وہ اس کو آخری دس دنوں میں ڈھونڈے۔

[اطراف الحدیث: ۲۰۱۵-۱۹۹۱]

اس حدیث کی مفصل شرح ''کتاب الصیام'' (روزوں کے بیان) کے آخر میں آئے گی۔

٢٢ - بَابُ الْمُدَاوَمَةِ فِيْ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ

فجر کی دو سنتوں کو دائماً پڑھنا

١١٥٩ - **حَدَّثَنَا** عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَزِيْدَ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ، هُوَ ابْنُ اَبِيْ اَيُّوْبَ، قَالَ حَدَّثَنِيْ جَعْفَرُ بْنُ رَبِيْعَةَ، عَنْ عِرَاكِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِشَاءَ ثُمَّ صَلّٰى ثَمَانَ رَكَعَاتٍ، وَرَكْعَتَيْنِ جَالِسًا، وَرَكْعَتَيْنِ بَيْنَ النِّدَاءَيْنِ، وَلَمْ يَكُنْ يَدَعُهُمَا اَبَدًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یزید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سعید بن ابی ایوب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے جعفر بن ربیعہ نے حدیث بیان کی از عراک بن مالک از ابی سلمہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز پڑھائی' پھر آٹھ رکعات پڑھیں اور دو رکعتیں بیٹھ کر پڑھیں اور دو رکعتیں (صبح کی) اذان اور اقامت کے درمیان پڑھیں اور آپ ان دو رکعتوں کو کبھی نہیں چھوڑتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١١١٩ میں گزر چکی ہے۔

٢٣ - بَابُ الضِّجْعَةِ عَلَى الشِّقِّ الْأَيْمَنِ بَعْدَ رَكْعَتَي الْفَجْرِ

صبح کی دو سنتوں کے بعد دائیں کروٹ پر لیٹنا

١١٦٠ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَزِيْدَ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ أَبِي أَيُّوْبَ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو الْأَسْوَدِ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَلّٰى رَكْعَتَي الْفَجْرِ اضْطَجَعَ عَلٰى شِقِّهِ الْأَيْمَنِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یزید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سعید بن ابی ایوب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابو الاسود نے حدیث بیان کی از عروہ بن الزبیر از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' انہوں نے بیان کیا کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی دو سنتیں پڑھ لیتے تو دائیں کروٹ پر لیٹ جاتے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٦٢٦ میں گزر چکی ہے۔

٢٤ - بَابُ مَنْ تَحَدَّثَ بَعْدَ الرَّكْعَتَيْنِ وَلَمْ يَضْطَجِعْ

جس نے فجر کی دو رکعت سنت پڑھنے کے بعد باتیں کیں اور نہیں لیٹا

١١٦١ - حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْحَكَمِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنِي سَالِمٌ أَبُو النَّضْرِ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا صَلّٰى، فَإِنْ كُنْتُ مُسْتَيْقِظَةً حَدَّثَنِي، وَإِلَّا اضْطَجَعَ حَتّٰى يُؤْذَنَ بِالصَّلٰوةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں بشر بن الحکم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے سالم ابو النضر نے حدیث بیان کی از ابی سلمہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز پڑھ لیتے تو اگر میں بیدار ہوتی تو مجھ سے باتیں کرتے ورنہ آپ لیٹ جاتے حتیٰ کہ آپ کو نماز کی اطلاع دی جاتی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١١١٨ میں گزر چکی ہے۔

٢٥ - بَابُ مَا جَاءَ فِي التَّطَوُّعِ مَثْنٰى مَثْنٰى

دو دو رکعت پڑھنے کے متعلق احادیث

قَالَ مُحَمَّدٌ وَيُذْكَرُ ذٰلِكَ عَنْ عَمَّارٍ، وَأَبِي ذَرٍّ، وَأَنَسٍ، وَجَابِرِ بْنِ زَيْدٍ، وَعِكْرِمَةَ، وَالزُّهْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ. وَقَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ الْأَنْصَارِيُّ مَا أَدْرَكْتُ فُقَهَاءَ أَرْضِنَا إِلَّا يُسَلِّمُوْنَ فِي كُلِّ اثْنَتَيْنِ مِنَ النَّهَارِ.

امام محمد (بخاری) نے کہا: حضرت عمار' حضرت ابو ذر' حضرت انس رضی اللہ عنہم اور جابر بن زید' عکرمہ اور زہری نے اس کا ذکر کیا' اور یحییٰ بن سعید انصاری نے کہا: میں نے اپنی سرزمین کے فقہاء کو دن کی ہر دو رکعت کے بعد سلام پھیرتے ہوئے دیکھا۔

١١٦٢ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَبِي الْمَوَالِي، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَلِّمُنَا الْإِسْتِخَارَةَ فِي الْأُمُوْرِ كُلِّهَا، كَمَا يُعَلِّمُنَا السُّوْرَةَ مِنَ الْقُرْاٰنِ،

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الرحمٰن بن ابی الموالی نے حدیث بیان کی از محمد بن المنکدر از حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام کاموں میں استخارہ کی اس طرح تعلیم دیتے تھے جس طرح ہمیں قرآن مجید کی کسی سورت کی

يَقُولُ إِذَا هَمَّ اَحَدُكُمْ بِالْاَمْرِ، فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ مِنْ غَيْرِ الْفَرِيْضَةِ، ثُمَّ لِيَقُلْ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْتَخِيْرُكَ بِعِلْمِكَ، وَاَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ، وَاَسْاَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِيْمِ، فَاِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ، وَتَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ، وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ. اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ خَيْرٌ لِّيْ، فِيْ دِيْنِيْ وَمَعَاشِيْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِيْ، اَوْ قَالَ عَاجِلِ اَمْرِيْ وَاٰجِلِهٖ، فَاقْدُرْهُ لِيْ وَيَسِّرْهُ لِيْ، ثُمَّ بَارِكْ لِيْ فِيْهِ، وَاِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ شَرٌّ لِّيْ، فِيْ دِيْنِيْ وَمَعَاشِيْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِيْ، اَوْ قَالَ فِيْ عَاجِلِ اَمْرِيْ وَاٰجِلِهٖ، فَاصْرِفْهُ عَنِّيْ وَاصْرِفْنِيْ عَنْهُ، وَاقْدُرْ لِيَ الْخَيْرَ حَيْثُ كَانَ، ثُمَّ اَرْضِنِيْ. قَالَ وَيُسَمِّيْ حَاجَتَهٗ.

[اطراف الحدیث: ۶۳۸۲ ـ ۷۳۹۰]

تعلیم دیتے تھے آپ فرماتے تھے: جب تم میں سے کوئی شخص کسی کام کا ارادہ کرے تو وہ فرض کے علاوہ دو رکعت پڑھے' پھر یوں دعا کرے: اے اللہ! میں تیرے علم سے خیر طلب کرتا ہوں اور تیری قدرت سے طاقت طلب کرتا ہوں اور تیرے فضل عظیم سے سوال کرتا ہوں' کیونکہ تو قادر ہے اور میں قادر نہیں ہوں اور تو جانتا ہے اور میں نہیں جانتا' اور تو ہی علام الغیوب ہے' اے اللہ! اگر تجھے یہ علم ہے کہ یہ کام میرے دین اور دنیا اور میرے کام کے آغاز اور انجام میں بہتر ہے تو تُو اس کام کو میرے لیے مقدر فرما دے اور اس کام کو میرے لیے آسان فرما دے' پھر اس کام میں میرے لیے برکت رکھ اور اگر تجھے یہ علم ہے کہ یہ کام میرے دین اور دنیا میں اور میرے کام کے آغاز اور انجام میں نقصان دینے والا ہے تو تُو اس کام کو مجھ سے دور کر دے اور مجھے اس کام سے دور کر دے اور میرے لیے خیر کو مقدر کر دے وہ جہاں کہیں بھی ہو' پھر مجھے راضی کر دے' پھر اپنے اس کام کا نام لے۔

(سنن ابوداؤد: ۱۵۳۸' سنن ترمذی: ۴۸۰' سنن نسائی: ۳۲۵۳' سنن ابن ماجہ: ۱۳۸۳' الادب المفرد: ۷۰۳' مسند ابویعلیٰ: ۲۰۸۶' صحیح ابن حبان: ۸۸۷' سنن بیہقی ج ۳ ص ۵۲' کتاب الاسماء والصفات ص ۱۲۵۔ ۱۲۴' شرح السنہ: ۱۰۱۶' مسند احمد ج ۳ ص ۳۴۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۴۷۰۷۔ ج ۲۳ ص ۵۷۔ ۵۶' مؤسسۃ الرسالۃ بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ۱۱۴۶' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) قتیبہ بن سعید (۲) عبدالرحمان بن ابی الموالی' ابو محمد یہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام تھے (۳) محمد بن المنکدر یہ ۱۳۰ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۳۲۳)

استخارہ کرنے کا شرعی حکم

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ نماز استخارہ پڑھنا مستحب ہے' اور جن چیزوں کا خیر ہونا معلوم نہیں ہے' ان کے خیر ہونے کو معلوم کرنے کے لیے وہ دعا کرنی چاہیے جس کا اس حدیث میں ذکر ہے' اور جن چیزوں کا خیر ہونا معلوم ہے جیسے عبادات اور جائز پیشہ ورانہ کام اور جائز ملازمت وغیرہ ان میں استخارہ کی ضرورت نہیں ہے' البتہ عبادت کے اوقات کے لیے استخارہ کرنا درست ہے' جیسے اس سال حج کیا جائے یا نہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۳۲۷' دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

استخارہ کرنے کا شرعی طریقہ

اگر تم یہ سوال کرو کہ آیا استخارہ کو بار بار کرنا مستحب ہے یا نہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہاں! اس کے لیے بار بار نماز پڑھنا اور دعا کرنا مستحب ہے۔ اس سلسلہ میں یہ حدیث ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے انس! جب تم کسی کام کا ارادہ کرو تو اپنے رب سے سات مرتبہ استخارہ کرو پھر یہ دیکھو کہ تمہارے دل میں کیا بات آتی ہے پس بے شک اسی بات میں خیر ہے۔
(عمل الیوم واللیلۃ للدینوری: ۵۹۸ 'موسسۃ الکتب الثقافیہ ۱۴۰۸ھ)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

نماز پڑھ کر اس دعا کے ساتھ استخارہ کرنا مستحب ہے یہ نماز دو رکعت نفل ہے اور ظاہر یہ ہے کہ یہ دو رکعت سنت مؤکدہ سے بھی حاصل ہو جاتی ہے اور تحیۃ المسجد اور دیگر نوافل سے بھی' پہلی رکعت میں سورۃ الفاتحہ کے بعد سورۃ ''قل یاایھا الکافرون'' پڑھے اور دو رکعت میں سورۃ ''قل ھو اللہ احد'' پڑھے اور (صحیح البخاری میں مذکور) دعا کو ''الحمد للہ'' پھر رسول اللہ ﷺ پر صلوٰۃ وسلام پڑھ کر ختم کرے' پھر استخارہ کرنا تمام کاموں میں مستحب ہے جیسا کہ اس صحیح حدیث میں اس کی تصریح ہے' استخارہ کرنے کے بعد اس کام کو کرے جس کے لیے اس کا شرح صدر ہو جائے۔

حدیث میں ہے کہ جب نبی ﷺ کسی کام کا ارادہ کرتے تو یہ دعا کرتے:

اللھم خرلی واخترلی. (شعب الایمان: ۲۰۴) اے اللہ! اس کام کو میرے لیے پسند فرمالے۔

علامہ نووی نے لکھا ہے کہ امام دینوری نے جو سات بار استخارہ کرنے کی حدیث روایت کی ہے' اس کی سند غریب ہے۔
(کتاب الاذکار ج ا ص ۱۳۱- ۱۳۰' مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

میں کہتا ہوں کہ اگر امام دینوری کی حدیث کی سند ضعیف بھی ہو' پھر بھی فضائل اعمال میں ضعیف السند حدیث پر عمل کرنا مستحب ہے۔ خود علامہ نووی لکھتے ہیں:

محدثین' فقہاء اور دوسرے علماء نے یہ کہا ہے کہ فضائل اور ترغیب اور ترہیب میں حدیث ضعیف پر عمل کرنا جائز اور مستحب ہے جب تک کہ وہ موضوع نہ ہو۔ (کتاب الاذکار ج ا ص ۱۱- ۱۰' مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)۔

علاوہ ازیں تین بار دعا کرنا صحیح حدیث سے ثابت ہے:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ دعا کرتے تو تین مرتبہ دعا کرتے اور جب آپ سوال کرتے تو تین مرتبہ سوال کرتے۔ (صحیح مسلم: ۱۷۹۴)

استخارہ کرنے میں مشائخ کا معمول

علامہ محمد امین بن عمر بن عبد العزیز شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

بعض متقدمین سے منقول ہے کہ پہلی رکعت میں اس آیت کا اضافہ کرے: ''وَرَبُّکَ یَخۡلُقُ مَا یَشَآءُ وَیَخۡتَارُ'' (''یعلنون'' تک) (القصص: ۶۹- ۶۸) اور دوسری رکعت میں اس کا اضافہ کرے: ''وَمَا کَانَ لِمُؤۡمِنٍ وَّلَا مُؤۡمِنَةٍ'' (الاحزاب: ۳۶) اور استخارہ کا سات بار تکرار کرنا چاہیے جیسا کہ امام دینوری کی روایت ہے اور ''شرح الشرعۃ'' میں مذکور ہے کہ مشائخ سے یہ سنا گیا ہے کہ آدمی با وضوء قبلہ کی طرف منہ کر کے یہ دعا پڑھ کر سو جائے' اگر اس کو خواب میں سفید یا سبز چیز نظر آئے تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ اس کام میں خیر ہے اور اگر اس کو سیاہ یا سرخ چیز نظر آئے تو وہ اس کام کے شر ہونے کی علامت ہے' پھر اس کام سے اجتناب کرنا چاہیے۔
(ردالمحتار ج ۲ ص ۴۱۰' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

واضح رہے کہ ہر شخص اپنے لیے خود استخارہ کرے' کوئی شخص دوسرے کے لیے استخارہ نہیں کر سکتا' جیسا کہ صحیح بخاری کی حدیث

میں متکلم کے صیغوں سے ظاہر ہوتا ہے۔ آج کل بعض لوگ مسجد کے امام سے کہتے ہیں: آپ ہمارے فلاں کام کے لیے استخارہ کر دیں یا ٹی۔وی پر کوئی صاحب دوسروں کے لیے استخارہ کر کے مسئلہ کا حل بتاتے ہیں' یہ دونوں طریقے غلط اور خلاف حدیث ہیں۔

١١٦٣ - حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ عَامِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ سُلَيْمٍ الزُّرَقِيِّ سَمِعَ اَبَا قَتَادَةَ بْنَ رِبْعِيِّ الْاَنْصَارِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ اَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ، فَلَا يَجْلِسْ حَتّٰى يُصَلِّيَ رَكْعَتَيْنِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں المکی بن ابراہیم نے حدیث بیان کی از عبد اللہ بن سعید از عامر بن عبد اللہ بن الزبیر از عمرو بن سلیم الزرقی' انہوں نے حضرت ابوقتادہ بن ربعی الانصاری رضی اللہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں داخل ہو تو اس وقت تک نہ بیٹھے حتیٰ کہ دو رکعت پڑھ لے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۴۴ میں گزر چکی ہے۔

١١٦٤ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِي طَلْحَةَ، عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ صَلّٰى لَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ انْصَرَفَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از اسحاق بن عبد اللہ بن ابی طلحہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ' انہوں نے بیان کیا کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعت نماز پڑھائی' پھر مڑ کر چلے گئے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۸۰ میں گزر چکی ہے۔

١١٦٥ - حَدَّثَنَا ابْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِي سَالِمٌ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الظُّهْرِ، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الظُّهْرِ، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْجُمُعَةِ، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعِشَاءِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے سالم نے خبر دی از حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ظہر سے پہلے دو رکعت نماز پڑھی اور ظہر کے بعد دو رکعت نماز پڑھی اور جمعہ کے بعد دو رکعت نماز پڑھی اور مغرب کے بعد دو رکعت نماز پڑھی اور عشاء کے بعد دو رکعت نماز پڑھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۹۳۷ میں گزر چکی ہے۔

١١٦٦ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ قَالَ اَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَخْطُبُ إِذَا جَاءَ اَحَدُكُمْ وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ اَوْ قَدْ خَرَجَ فَلْيُصَلِّ رَكْعَتَيْنِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن دینار نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص اس وقت آئے جب امام خطبہ دے رہا ہو یا امام حجرہ سے نکل آئے تو وہ دو رکعت نماز

پڑھے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۹۳۰ میں گزر چکی ہے۔

۱۱۶۷ - حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا سَيْفٌ قَالَ سَمِعْتُ مُجَاهِدًا يَقُوْلُ اُتِيَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا فِيْ مَنْزِلِهٖ، فَقِيْلَ لَهٗ هٰذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ دَخَلَ الْكَعْبَةَ. قَالَ فَاَقْبَلْتُ، فَاَجِدُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ خَرَجَ، وَاَجِدُ بِلَالًا عِنْدَ الْبَابِ قَائِمًا، فَقُلْتُ يَا بِلَالُ اَصَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْكَعْبَةِ؟ قَالَ نَعَمْ، قُلْتُ فَاَيْنَ؟ قَالَ بَيْنَ هَاتَيْنِ الْاُسْطُوَانَتَيْنِ، ثُمَّ خَرَجَ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ فِيْ وَجْهِ الْكَعْبَةِ. قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَوْصَانِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرَكْعَتَيِ الضُّحٰى. وَقَالَ عِتْبَانُ غَدَا عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَاَبُوْ بَكْرٍ وَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا، بَعْدَ مَا امْتَدَّ النَّهَارُ، وَصَفَفْنَا وَرَاءَهٗ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ.

ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سیف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے مجاہد سے سنا وہ بیان کرتے تھے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ اپنے گھر آئے، انہیں بتایا گیا کہ یہ رسول اللہ کعبہ میں داخل ہوئے ہیں، حضرت ابن عمر نے کہا: میں آگے بڑھا تو رسول اللہ ﷺ کعبہ سے نکل چکے تھے اور میں نے حضرت بلال رضی اللہ کو دروازے کے پاس کھڑے ہوئے دیکھا، میں نے پوچھا: اے بلال! کیا رسول اللہ ﷺ نے کعبہ میں نماز پڑھی ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! میں نے پوچھا: کہاں پر؟ انہوں نے کہا: ان دو ستونوں کے درمیان، پھر آپ کعبہ سے نکل گئے، پھر اس کے دروازہ پر دو رکعت نماز پڑھی۔ امام ابوعبداللہ بخاری نے بیان کیا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ نے کہا: مجھے رسول اللہ ﷺ نے چاشت کی دو رکعت نماز پڑھنے کی وصیت کی، اور حضرت عتبان رضی اللہ نے کہا: رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ صبح کو دن چڑھنے کے بعد میرے ہاں آئے، اور ہم نے آپ کے پیچھے صف بنائی، پھر آپ نے دو رکعت نماز پڑھائی۔

۲۶ - بَابُ الْحَدِيْثِ يَعْنِيْ بَعْدَ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ

صبح کی دو رکعت سنت کے بعد باتیں کرنا

۱۱۶۸ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ اَبُو النَّضْرِ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ، فَاِنْ كُنْتُ مُسْتَيْقِظَةً حَدَّثَنِيْ، وَاِلَّا اضْطَجَعَ. قُلْتُ لِسُفْيَانَ قَالَ بَعْضُهُمْ يَرْوِيْهِ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ؟ قَالَ سُفْيَانُ هُوَ ذَاكَ.

امام بخاری بیان کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی، ابوالنضر نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی از ابی سلمہ از حضرت عائشہ رضی اللہ کہ نبی ﷺ دو رکعت نماز پڑھتے تھے اگر میں بیدار ہوتی تو مجھ سے باتیں کرتے ورنہ آپ لیٹ جاتے۔ میں نے سفیان سے کہا: بعض اس کو یوں روایت کرتے ہیں کہ آپ صبح کی دو رکعت سنت پڑھتے تھے، سفیان نے کہا: اسی طرح ہے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۱۱۸ میں گزر چکی ہے۔

۲۷ - بَابُ تَعَاهُدِ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ، وَمَنْ سَمَّاهُمَا تَطَوُّعًا

فجر کی دو رکعت سنت کی حفاظت کرنا اور جس نے ان کو نفل کہا

۱۱۶۹ - حَدَّثَنَا بَيَانُ بْنُ عَمْرٍو قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ لَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى شَيْءٍ مِّنَ النَّوَافِلِ اَشَدَّ مِنْهُ تَعَاهُدًا عَلٰى رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں بیان بن عمرو نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے حدیث بیان کی از عطاء از عبید بن عمیر از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی دو رکعت سے زیادہ کسی نفل کی حفاظت نہیں کرتے تھے۔

(صحیح مسلم: ۷۲۴' الرقم المسلسل: ۱۶۵۱' سنن ابوداؤد: ۱۲۵۴' سنن کبریٰ: ۴۵۶' صحیح ابن خزیمہ: ۱۱۰۹' صحیح ابن حبان: ۲۴۵۶' سنن بیہقی ج ۲ ص ۴۷۰' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۴۱-۲۴۰' مسند ابویعلیٰ: ۴۴۲۳' مسند احمد ج ۶ ص ۴۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۴۱۶۷-ج ۴۰ ص ۱۹۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۶۱۹ میں گزر چکی ہے۔

۲۸ - بَابُ مَا يُقْرَاُ فِي رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ

فجر کی دو رکعت سنت میں کتنی قراءت کی جائے

۱۱۷۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ بِاللَّيْلِ ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً ثُمَّ يُصَلِّيْ اِذَا سَمِعَ النِّدَاءَ بِالصُّبْحِ رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ہشام بن عروہ [illegible] والد خود از حضرت [illegible] رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] کو تیرہ رکعات نماز پڑھتے تھے' پھر جب آپ صبح کی اذان سنتے تو جلدی جلدی دو رکعت پڑھتے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۶۲۶ میں گزر چکی ہے۔

۱۱۷۱ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَمَّتِهٖ عَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (ح) وَحَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ قَالَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى هُوَ ابْنُ سَعِيْدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُخَفِّفُ الرَّكْعَتَيْنِ اللَّتَيْنِ قَبْلَ صَلٰوةِ الصُّبْحِ حَتّٰى اِنِّيْ لَاَقُوْلُ هَلْ قَرَاَ بِاُمِّ الْكِتَابِ؟

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غندر محمد بن جعفر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از محمد بن عبد الرحمٰن وہ اپنی پھوپھی عمرہ سے روایت کرتے ہیں از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم (ح) اور ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زہیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی اور وہ ابن سعید ہیں از محمد بن عبد الرحمٰن از عمرہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز سے پہلے تخفیف کے ساتھ دو رکعت پڑھتے تھے حتیٰ کہ میں سوچتی تھی کہ آپ نے سورۂ فاتحہ پڑھی ہے یا نہیں۔

اس حدیث کی تخریج بھی حسب سابق ہے

سنت فجر میں قرآن پڑھنے کے متعلق مذاہب فقہاء اور علامہ ابن بطال کے امام ابوحنیفہ پر اعتراضات

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

صبح کی دو رکعت سنت فجر میں قرآن پڑھنے کی مقدار میں چار مذاہب ہیں:

امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی ٣٢١ھ نے کہا ہے: ایک قوم نے یہ کہا ہے کہ صبح کی دو رکعت سنت میں قرآن نہ پڑھے' اور دوسروں نے یہ کہا ہے کہ خصوصیت کے ساتھ سورۂ فاتحہ کو تخفیف کے ساتھ پڑھے' یہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے مروی ہے' ابن وہب کی روایت کے متعلق یہی امام مالک کا مذہب ہے۔

فقہاء کی ایک جماعت نے یہ کہا ہے کہ اس میں تخفیف کے ساتھ قرآن پڑھے اور سورۃ الفاتحہ کے ساتھ کوئی چھوٹی سورت پڑھ لے تو کوئی حرج نہیں ہے' ابن القاسم کی روایت کے مطابق یہی امام مالک کا مذہب ہے اور یہی امام شافعی کا مذہب ہے' امام ابن ابی شیبہ نے ذکر کیا ہے کہ ابراہیم نخعی اور مجاہد سے روایت ہے کہ اگر ان دو رکعتوں میں لمبی قراءت کرے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ٦٤١٨' مجلس علمی' مصنف ابن ابی شیبہ: ٦٣٥٨' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

امام ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ بعض اوقات میں فجر کی دو رکعت سنت میں قرآن مجید کی اپنی منزل پڑھتا ہوں اور یہی ان کے اصحاب کا قول ہے' کیونکہ حدیث میں ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فجر کی دو رکعت سنت دنیا و مافیہا سے بہتر ہیں۔

(صحیح مسلم: ٧٢٥' سنن ترمذی: ٤١٦' شرح معانی الآثار: ١٧٤٢)

لہٰذا اولیٰ یہ ہے کہ نوافل میں جب لمبی قراءت کی جاتی ہے تو ان میں سب سے افضل قراءت کی جائے اور یہ ہمارے نزدیک کم قراءت کرنے سے افضل ہے' کیونکہ اس میں لمبے قیام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیگر نوافل کی بہ نسبت افضل قرار دیا ہے۔ جنہوں نے یہ کہا ہے کہ سنت فجر میں قرآن نہ پڑھا جائے' انہوں نے اس باب کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے جس میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی فرض نماز سے پہلے تخفیف کے ساتھ دو رکعت پڑھتے تھے حتیٰ کہ میں سوچتی تھی کہ آپ نے سورۃ الفاتحہ پڑھی ہے یا نہیں۔ (صحیح البخاری: ١١٧١) یہ حدیث حضرت عائشہ کی دیگر روایات کے خلاف ہے کیونکہ زیر بحث حدیث میں حضرت عائشہ نے یہ ثابت کیا ہے کہ آپ سنت فجر میں سورۃ الفاتحہ پڑھتے تھے۔

لہٰذا یہ حدیث ان کے خلاف حجت ہے جو سنت فجر میں قرآن پڑھنے کی نفی کرتے ہیں اور یہ حدیث ان کی دلیل ہے' جو کہتے ہیں کہ آپ سنت فجر میں صرف سورۃ الفاتحہ پڑھتے تھے' اور یہ ہو سکتا ہے کہ آپ نے اس میں سورۃ الفاتحہ بھی پڑھی ہو اور کوئی اور سورت بھی پڑھی ہو اور بہت تخفیف کے ساتھ قراءت کی ہو حتیٰ کہ حضرت عائشہ نے کہا: کیا آپ نے ان میں سورۃ الفاتحہ پڑھی ہے۔

جن فقہاء نے یہ کہا ہے کہ آپ سنت فجر میں سورۃ الفاتحہ کے ساتھ کوئی چھوٹی سورت بھی پڑھتے تھے ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں شمار نہیں کر سکتا کہ میں نے کتنی مرتبہ سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز فجر سے پہلے دو رکعت سنت فجر میں اور مغرب کے بعد دو رکعت سنت میں سورۃ "قل یایھا الکافرون" اور سورۃ "قل ھو اللہ احد" پڑھتے تھے۔ (سنن ترمذی: ٤٣١' شرح معانی الآثار: ١٧٢٥)

اس حدیث کی مثل سنت فجر میں حضرت عائشہ سے بھی مروی ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ٦٣٩٥' مجلس علمی' بیروت) اور سعید بن جبیر اور ابن سیرین اور دیگر فقہاء تابعین سے بھی مروی ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ٦٤٠٢۔ ٦٤٠٠۔ ٦٣٩٩' مجلس علمی' بیروت)

علامہ ابن بطال لکھتے ہیں:

یہ آثار امام ابوحنیفہ اور ان فقہاء کے خلاف حجت ہیں جو سنت فجر میں لمبی قراءت کو جائز کہتے ہیں کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ان آثار

کے خلاف حدیث محفوظ نہیں ہے اور سنت ثابتہ کے خلاف کسی کا قیاس دلیل نہیں ہے اور ابن سیرین کے سامنے ابراہیم نخعی کا یہ قول ذکر کیا گیا کہ سنت فجر میں لمبی قراءت میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۳۱۸) تو انہوں نے کہا: میں نہیں جانتا یہ کیا ہے اور حضرت ابن مسعود کے اصحاب اس مسئلہ میں حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن عمر کی ان حدیثوں پر عمل کرتے تھے جن میں تخفیف قراءت کا ذکر ہے۔

المہلب نے کہا ہے کہ آپ سنت فجر میں اس لیے تخفیف کے ساتھ قراءت کرتے تھے کہ مؤذن آپ کے پاس اقامت پڑھنے کے لیے آتا تھا۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۱۶۵۔ ۱۶۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

مصنف کی طرف سے علامہ ابن بطال کے اعتراض کے جوابات

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن بطال نے جو امام ابوحنیفہ پر اعتراض کیے ہیں وہ ان کے کلام کو سمجھے بغیر کیے ہیں امام ابوحنیفہ نے یہ نہیں کہا کہ سنت فجر میں کم قراءت کرنا جائز نہیں ہے نہ انہوں نے یہ کہا ہے کہ سنت فجر میں لازماً طویل قراءت کی جائے۔

امام طحاوی نے جو ان کی عبارت نقل کی ہے وہ یہ ہے:

حسن بن زیاد نے کہا: میں نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: بعض اوقات میں سنت فجر کی دو رکعت میں قرآن مجید کے دو جز (دو پارے) پڑھتا ہوں ہم اسی پر عمل کرتے ہیں اور ان دو رکعت میں لمبی قراءت کرنے میں کوئی حرج نہیں اور نفل میں کم قراءت کرنے کے بجائے لمبی قراءت کرنا افضل ہے۔ (شرح معانی الآثار: ۱۷۴۳ ج ۱ ص ۳۹۰ قدیمی کتب خانہ کراچی)

پہلا جواب یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ نے لوگوں کو سنت فجر میں طویل قراءت کرنے کے لیے نہیں کہا انہوں نے صرف اپنا فعل بیان کیا ہے کہ وہ اس میں قرآن مجید کے دو جز پڑھتے ہیں اور حدیث میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص لوگوں کو نماز پڑھائے تو تخفیف کرے کیونکہ ان میں کمزور بیمار اور بوڑھے بھی ہوتے ہیں اور جب تم میں سے کوئی شخص اپنی نماز پڑھے تو جتنی چاہے لمبی نماز پڑھے۔ (صحیح البخاری: ۷۰۳ صحیح مسلم: ۴۶۷ سنن ترمذی: ۲۳۶ مسند احمد ج ۲ ص ۴۸۶)

پس اگر امام ابوحنیفہ خود نماز پڑھتے ہیں اور سنت فجر میں زیادہ قراءت کرتے ہیں تو وہ مذکور الصدر حدیث کے مطابق کرتے ہیں اور اس پر اعتراض کرنا دراصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض کرنا ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ سنت فجر میں طویل قراءت اس لیے کرتے تھے کہ حدیث میں ہے: افضل نماز وہ ہے جس میں لمبا قیام ہو۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: افضل نماز وہ ہے جس میں لمبا قیام ہو۔

(صحیح مسلم: ۷۵۶ سنن ابوداؤد: ۱۳۵۸ شرح معانی الآثار: ۱۷۳۸۔ ۱۷۳۶)

لہٰذا اگر امام ابوحنیفہ نے زیادہ قراءت کر کے لمبا قیام کر کے سنت فجر پڑھی تو یہ اعتراض بھی دراصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر ہے۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ نے فرمایا ہے: میں بعض اوقات سنت فجر میں قرآن کے دو جز پڑھتا ہوں یہ تو نہیں فرمایا کہ میں ہمیشہ ایسا کرتا ہوں جب کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور بعض فقہاء تابعین بھی بعض اوقات سنت فجر میں زیادہ قراءت کرتے تھے پھر امام ابوحنیفہ پر کیا اعتراض ہے اس سلسلہ میں احادیث اور آثار حسب ذیل ہیں:

امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

سعید بن جبیر بیان کرتے ہیں کہ بعض اوقات نبی ﷺ دو رکعت سے سنت فجر لمبی پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۴۱۶ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۳۵۶ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۴۴ 'ادارۃ القرآن' کراچی' سنن بیہقی ج ۳ ص ۴۴)

سو امام ابوحنیفہ کا بعض اوقات سنت فجر کو لمبا پڑھنا' رسول اللہ ﷺ کے عمل کے عین مطابق ہے' پھر یہ امام اعظم پر اعتراض ہے یا رسول اعظم پر!

اس سلسلہ میں دیگر فقہاء تابعین کے آثار حسب ذیل ہیں:

حسن بصری نے کہا: دو رکعت سنت فجر کو لمبا پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے' نمازی کی قرآن کی جو منزل تہجد میں پڑھنے سے رہ گئی' وہ اس کو ان سنتوں میں پڑھ لے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۴۱۷ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۳۵۷ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت)

مجاہد نے کہا: فجر کی دو رکعت سنت میں لمبا قیام کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۴۱۸ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۳۵۸ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت)

چوتھا جواب یہ ہے کہ امام اعظم نے فرمایا: میں بعض اوقات سنت فجر میں قرآن کے دو جز پڑھتا ہوں' اس کا معنی یہ ہے کہ وہ اکثر اوقات میں سنت فجر میں کم قراءت کرتے ہیں جیسا کہ اکثر احادیث میں ہے کیونکہ کتابوں اور علماء کے اقوال میں مفہوم مخالف معتبر ہوتا ہے۔

علامہ ابن بطال بہت ذہین اور محقق عالم ہیں لیکن فقہی تعصب کی بناء پر وہ ان امور کی طرف توجہ نہ کر سکے جن کی ہم نے نشان دہی کی ہے۔

اَبْوَابُ التَّطَوُّعِ

نوافل کے ابواب

صحیح البخاری کے اکثر نسخوں میں یہ عنوان نہیں ہے۔

۲۹ - بَابُ التَّطَوُّعِ بَعْدَ الْمَكْتُوبَةِ

فرض کے بعد نفل پڑھنا

۱۱۷۲ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَجْدَتَيْنِ قَبْلَ الظُّهْرِ وَسَجْدَتَيْنِ بَعْدَ الظُّهْرِ، وَسَجْدَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ، وَسَجْدَتَيْنِ بَعْدَ الْعِشَاءِ، وَسَجْدَتَيْنِ بَعْدَ الْجُمُعَةِ، فَاَمَّا الْمَغْرِبُ وَالْعِشَاءُ فَفِيْ بَيْتِهِ. قَالَ ابْنُ اَبِي الزِّنَادِ عَنْ مُوْسَى بْنِ عُقْبَةَ، عَنْ نَافِعٍ بَعْدَ الْعِشَاءِ فِيْ اَهْلِهِ. تَابَعَهُ كَثِيْرُ بْنُ فَرْقَدٍ، وَاَيُّوْبُ، عَنْ نَافِعٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی از عبید اللہ' انہوں نے کہا: ہمیں نافع نے خبر دی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا: میں نے نبی ﷺ کے ساتھ ظہر سے پہلے دو رکعت پڑھیں اور ظہر کے بعد دو رکعت پڑھیں اور مغرب کے بعد دو رکعت پڑھیں اور عشاء کے بعد دو رکعت پڑھیں اور جمعہ کے بعد دو رکعت پڑھیں' رہی مغرب اور عشاء تو وہ آپ نے اپنے گھر میں پڑھیں۔ ابن ابی الزیاد نے کہا از موسیٰ بن عقبہ از نافع' آپ نے عشاء کے بعد اپنے اہل میں نماز پڑھی۔ موسیٰ بن عقبہ کی کثیر بن فرقد اور ایوب نے متابعت کی ہے از نافع۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۹۳۷ میں گزر چکی ہے۔

ظہر سے پہلے چار سنتیں پڑھنے کے متعلق احادیث

حضرت ام حبیبہ نبی ﷺ کی زوجہ محترمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے ظہر سے پہلے چار رکعات اور ظہر کے بعد چار رکعات کی حفاظت کی اس پر دوزخ حرام ہو جائے گی۔

(سنن ابوداؤد: ١٢٦٩ ' سنن ترمذی: ٤٢٧ ' سنن نسائی: ١٨١٣ ' سنن ابن ماجہ: ١١٦٠ ' مسند احمد ج ٦ ص ٣٢٥)

حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ظہر سے پہلے چار رکعات جن کے درمیان سلام نہ ہو ان کے پڑھنے والوں کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ (سنن ابوداؤد: ١٢٧٠)

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ ظہر سے پہلے چار رکعت پڑھتے تھے اور ظہر کے بعد دو رکعت پڑھتے تھے۔

(سنن ترمذی: ٤٢٤ ' مسند احمد ج ١ ص ٨٥)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب نبی ﷺ ظہر سے پہلے چار سنتیں نہ پڑھتے تو ان کو ظہر کے بعد پڑھتے۔

(سنن ترمذی: ٤٢٦ ' سنن ابن ماجہ: ١١٥٨)

عصر سے پہلے چار سنتیں پڑھنے کے متعلق حدیث

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ اس شخص پر رحم کرے جس نے عصر سے پہلے چار رکعت پڑھیں۔ (سنن ابوداؤد: ١٢٧١ ' سنن ترمذی: ٤٣٠ ' مسند احمد ج ٢ ص ١١٧)

١١٧٣ - وَحَدَّثَتْنِيْ اُخْتِيْ حَفْصَةُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّيْ سَجْدَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ بَعْدَ مَا يَطْلُعُ الْفَجْرُ، وَكَانَتْ سَاعَةً لَا اَدْخُلُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْهَا. تَابَعَهُ كَثِيْرُ بْنُ فَرْقَدٍ وَاَيُّوْبُ، عَنْ نَافِعٍ. وَقَالَ ابْنُ اَبِي الزِّنَادِ عَنْ مُوْسَى ابْنِ عُقْبَةَ، عَنْ نَافِعٍ بَعْدَ الْعِشَاءِ فِيْ اَهْلِهِ.

(حضرت ابن عمر نے کہا:) اور مجھے میری بہن حفصہ نے حدیث بیان کی کہ نبی ﷺ طلوع فجر کے بعد دو خفیف رکعت پڑھتے تھے اور اس وقت میں نبی ﷺ کے پاس داخل نہیں ہوتی تھی۔ عبید اللہ کی متابعت کثیر بن فرقد اور ایوب نے کی ہے از نافع' اور ابن ابی الزناد نے کہا از موسیٰ بن عقبہ از نافع: عشاء کے بعد اپنے اہل میں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٦١٨ میں گزر چکی ہے۔

٣٠ - بَابُ مَنْ لَّمْ يَتَطَوَّعْ بَعْدَ الْمَكْتُوْبَةِ

جس نے فرض کے بعد نفل نہیں پڑھے

١١٧٤ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرٍو قَالَ سَمِعْتُ اَبَا الشَّعْثَاءِ جَابِرًا قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَمَانِيًا جَمِيْعًا، وَسَبْعًا جَمِيْعًا. قُلْتُ يَا اَبَا الشَّعْثَاءِ، اَظُنُّهُ اَخَّرَ الظُّهْرَ وَعَجَّلَ الْعَصْرَ، وَعَجَّلَ الْعِشَاءَ وَاَخَّرَ الْمَغْرِبَ؟ قَالَ وَاَنَا اَظُنُّهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عمرو' انہوں نے کہا: میں نے ابوالشعثاء جابر سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ آٹھ رکعات (ظہر اور عصر) اکٹھی پڑھیں اور سات رکعات (مغرب اور عشاء) اکٹھی پڑھیں' میں نے کہا: اے ابوالشعثاء! میں گمان کرتا ہوں کہ آپ نے ظہر کو مؤخر کیا اور عصر کو جلدی پڑھا اور عشاء کو جلدی پڑھا اور مغرب کو

مؤخر کیا انہوں نے کہا: میں بھی یہی گمان کرتا ہوں۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۵۴۳ میں گزر چکی ہے۔

۳۱ - بَابُ صَلٰوةِ الضُّحٰى فِي السَّفَرِ سفر میں چاشت کی نماز

جب دن کے اول وقت میں سورج چوتھائی آسمان تک بلند ہو جائے تو اس وقت کو اور اس کے بعد کے وقت کو چاشت کا وقت کہتے ہیں۔

۱۱۷۵ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنْ شُعْبَةَ عَنْ تَوْبَةَ، عَنْ مُوَرِّقٍ قَالَ قُلْتُ لِابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَتُصَلِّي الضُّحٰى؟ قَالَ لَا، قُلْتُ فَعُمَرُ؟ قَالَ لَا، قُلْتُ فَأَبُوْ بَكْرٍ؟ قَالَ لَا، قُلْتُ فَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ لَا إِخَالُهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از شعبہ از توبہ از مورق انہوں نے بیان کیا کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ سے پوچھا: کیا آپ چاشت کی نماز پڑھتے ہیں؟ انہوں نے کہا: نہیں! میں نے پوچھا: کیا حضرت عمر پڑھتے ہیں؟ انہوں نے کہا: نہیں! میں نے پوچھا: کیا حضرت ابوبکر پڑھتے ہیں؟ انہوں نے کہا: نہیں! میں نے پوچھا: کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے تھے؟ انہوں نے کہا: میرے گمان میں نہیں۔

۱۱۷۶ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مُرَّةَ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ ابْنَ أَبِي لَيْلٰى يَقُوْلُ مَا حَدَّثَنَا أَحَدٌ أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الضُّحٰى غَيْرُ أُمِّ هَانِئٍ، فَإِنَّهَا قَالَتْ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ بَيْتَهَا يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ، فَاغْتَسَلَ، وَصَلّٰى ثَمَانِيَ رَكَعَاتٍ فَلَمْ أَرَ صَلٰوةً قَطُّ أَخَفَّ مِنْهَا غَيْرَ أَنَّهُ يُتِمُّ الرُّكُوْعَ وَالسُّجُوْدَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن مرہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ہمیں کسی نے یہ حدیث نہیں بیان کی کہ اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو چاشت کی نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے ماسوا ام ہانی کے بے شک انہوں نے یہ کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن ان کے گھر میں داخل ہوئے پس آپ نے غسل کیا اور آٹھ رکعات نماز پڑھی پس میں نے اس سے زیادہ خفیف نماز کبھی نہیں دیکھی مگر آپ رکوع اور سجود پورا پورا کرتے تھے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۶۷۰ اور ۱۱۰۳ میں گزر چکی ہے۔

چاشت کی نماز کی رکعات کے متعلق مختلف احادیث اور آثار

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

چاشت کی نماز کے متعلق مختلف آثار مروی ہیں حضرت ام ہانی رضی اللہ نے آٹھ رکعات چاشت کی نماز کی روایت کی ہے۔ (صحیح البخاری: ۱۱۷۶)

ثمامہ نے کہا: حضرت انس بن مالک رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے چاشت کی بارہ رکعات پڑھیں

اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں سونے کا محل بنا دے گا۔ (سنن ترمذی: ۴۷۳ ' سنن ابن ماجہ: ۱۳۸۰)

حمید نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چاشت کی چھ رکعات پڑھتے تھے۔ (المعجم الاوسط: ۱۲۹۸)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چاشت کی چار رکعات پڑھتے تھے۔ (صحیح مسلم: ۷۱۹ ' سنن ابن ماجہ: ۱۳۸۱)

حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے گھر میں چاشت کی دو رکعت نماز پڑھی۔

(مسند احمد ج ۵ ص ۴۵۰)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو چاشت کی دو رکعت کی وصیت کی اور فرمایا: جس نے ان کی حفاظت کی' اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے خواہ وہ سمندر کے جھاگ کی مثل ہوں۔

(سنن ترمذی: ۴۷۶ ' مسند احمد ج ۲ ص ۴۴۳ ' سنن ابن ماجہ: ۱۳۸۲ ' مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۸۶۸)

آثارِ مختلفہ میں تطبیق

امام طبری نے کہا ہے کہ ان میں سے کوئی حدیث دوسری حدیث کے معارض نہیں ہے' کیونکہ ہو سکتا ہے کہ جس نے چار رکعت کی روایت کی ہے' اس نے آپ کو چار رکعت ہی پڑھتے دیکھا ہو' اور دوسرے نے آپ کو دو رکعت پڑھتے دیکھا ہو اور کسی نے آپ کو آٹھ رکعت پڑھتے دیکھا ہو' اور کسی اور نے آپ کو چھ رکعت پڑھتے دیکھا ہو اور کسی نے آپ کو دو رکعت پڑھتے دیکھا ہو اور دوسرے نے آپ کو دس رکعت پڑھتے دیکھا ہو اور کسی نے آپ کو بارہ رکعات پڑھتے دیکھا ہو' سو جس نے آپ کو جتنی رکعات پڑھتے دیکھا اس نے اتنی رکعات کی خبر دی۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۱۶۹۔۱۶۸ ' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۳۲ - بَابُ مَنْ لَّمْ يُصَلِّ الضُّحٰى' وَرَاٰهُ وَاسِعًا

جس نے چاشت کی نماز نہیں پڑھی اور اس میں گنجائش کا اعتقاد کیا

۱۱۷۷ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِىْ ذِئْبٍ' عَنِ الزُّهْرِيِّ' عَنْ عُرْوَةَ' عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ مَا رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبَّحَ سُبْحَةَ الضُّحٰى' وَاِنِّىْ لَاُسَبِّحُهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی ذئب نے حدیث بیان کی از الزہری از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چاشت کی نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا اور بے شک میں اس کو پڑھتی ہوں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۱۲۸ میں گزر چکی ہے۔

۳۳ - بَابُ صَلٰوةِ الضُّحٰى فِي الْحَضَرِ

چاشت کی نماز حضر میں

قَالَهُ عِتْبَانُ بْنُ مَالِكٍ' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اس کو حضرت عتبان بن مالک نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے گھر میں چاشت کی دو رکعت نماز پڑھی۔ (مسند احمد ج ۶ ص ۴۵۰)

۱۱۷۸ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبَّاسُ الْجُرَيْرِيُّ' هُوَ ابْنُ فَرُّوْخَ'

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے خبر دی' انہوں نے

عَنْ اَبِیْ عُثْمَانَ النَّهْدِیِّ، عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ اَوْصَانِیْ خَلِيْلِیْ بِثَلَاثٍ، لَا اَدَعُهُنَّ حَتّٰی اَمُوْتَ صَوْمُ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ، وَصَلٰوةُ الضُّحٰی، وَنَوْمٌ عَلٰی وِتْرٍ. [طرف الحدیث:١٩٨١]

کہا: ہمیں عباس الجریری نے خبر دی' وہ ابن فروخ ہیں از ابی عثمان النہدی از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ مجھے میرے خلیل نے تین چیزوں کی وصیت کی ہے' جن کو میں نہیں چھوڑوں گا حتیٰ کہ میں فوت ہو جاؤں: ہر ماہ میں تین دن کے روزے' اور چاشت کی نماز اور وتر پڑھ کر سونا۔

(صحیح مسلم: ٧٢١' الرقم المسلسل: ١٦٤٣' سنن نسائی: ١٦٧٧' السنن الکبریٰ: ٢٧٦٣' مصنف عبد الرزاق: ٤٨٥٠' مسند احمد ج ٢ ص ٢٧١ طبع قدیم' مسند احمد: ٧١٦٧۔ ج ١٣ ص ١٠٣' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ٥١٥٨' مکتبۃ الرشد' ریاض' ١٤٢٦ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(١) مسلم بن ابراہیم الازدی القصاب (٢) شعبہ بن الحجاج (٣) عباس بن فروخ الجریری (٤) ابو عثمان بن عبد الرحمان بن مل النہدی (٥) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ٧ ص ٣٥٢)

اس حدیث کا عنوان ہے: حضر میں چاشت کی نماز پڑھنا' اس پر یہ اعتراض ہے کہ حدیث میں سفر کا ذکر ہے نہ حضر کا ذکر ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث مطلق ہے اور سفر اور حضر دونوں کو شامل ہے۔

خلیل کا معنی

اس حدیث میں مذکور ہے: میرے خلیل نے۔ اس سے حضرت ابو ہریرہ کی مراد نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور یہ اس کے خلاف نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو ابو بکر کو خلیل بناتا' کیونکہ ممتنع یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کسی کو خلیل بنائیں' اور اگر کوئی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خلیل بنائے تو یہ ممتنع نہیں ہے' خلیل کا معنی ہے: ایسا خالص دوست جس کی محبت دل میں حلول کر جائے اور رچ جائے۔

حدیث میں مذکور وصیت کی حکمت

ہر مہینہ کے تین دن میں روزے رکھنے کی وصیت کی: اس میں یہ حکمت ہے تاکہ نفس کو روزے رکھنے کا عادی بنایا جائے اور چاشت کی نماز کی وصیت اس لیے ہے کہ نفس کو نماز کا عادی بنایا جائے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ صبح کی نماز اور ظہر کی نماز میں کافی وقفہ ہوتا ہے تو درمیان میں بھی ایک نماز پڑھی جائے' اور سونے سے پہلے وتر پڑھنے کی وصیت میں یہ حکمت ہے کہ اگر وتر کو تہجد کے ساتھ پڑھا جائے تو ہو سکتا ہے کہ تہجد کے وقت آنکھ نہ کھلے اس لیے احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ وتر کو سونے سے پہلے پڑھ لیا جائے۔

١١٧٩ - حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ الْجَعْدِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، عَنْ اَنَسِ بْنِ سِيْرِيْنَ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ الْاَنْصَارِیَّ قَالَ قَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ، وَكَانَ ضَخْمًا، لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّیْ لَا اَسْتَطِيْعُ الصَّلٰوةَ مَعَكَ فَصَنَعَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَعَامًا، فَدَعَاهُ اِلٰی بَيْتِهٖ، وَنَضَحَ لَهٗ طَرَفَ حَصِيْرٍ بِمَاءٍ، فَصَلّٰی عَلَيْهِ رَكْعَتَيْنِ، وَقَالَ فُلَانُ بْنُ فُلَانِ بْنِ جَارُوْدٍ لِاَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَكَانَ النَّبِیُّ صَلّٰی

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن الجعد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے خبر دی از انس بن سیرین' انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ سے سنا' انہوں نے کہا کہ ایک انصاری کا بھاری جسم تھا' انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: میں آپ کے ساتھ نماز نہیں پڑھ سکتا' پس انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کھانا تیار کیا اور آپ کو اپنے گھر بلایا اور آپ کے لیے چٹائی کی ایک طرف کو پانی سے دھو کر صاف کیا' پس آپ نے اس پر دو رکعت نماز پڑھی اور فلاں بن فلاں بن

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الضُّحٰى؟ فَقَالَ مَا رَأَيْتُهُ صَلّٰى غَيْرَ ذٰلِكَ الْيَوْمِ.

جارود نے حضرت انس رضی اللہ سے پوچھا: کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم چاشت کی نماز پڑھتے تھے؟ حضرت انس نے کہا: میں نے اس دن کے علاوہ آپ کو چاشت کی نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٦٧٠ میں گزر چکی ہے۔

٣٤ - بَابُ الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ الظُّهْرِ

ظہر سے پہلے دو رکعت سنت پڑھنا

١١٨٠ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ حَفِظْتُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشْرَ رَكَعَاتٍ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الظُّهْرِ، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَهَا، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ فِي بَيْتِهِ، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعِشَاءِ فِي بَيْتِهِ، وَرَكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلٰوةِ الصُّبْحِ، كَانَتْ سَاعَةً لَا يُدْخَلُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ایوب از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دس رکعات محفوظ کر رکھی ہیں دو رکعت ظہر سے پہلے اور دو رکعت ظہر کے بعد اور دو رکعت مغرب کے بعد اپنے گھر میں' اور دو رکعت عشاء کے بعد اپنے گھر میں' اور دو رکعت صبح سے پہلے اور اس وقت میں کوئی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نہیں جاتا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٩٣٧ میں گزر چکی ہے۔

١١٨١ - حَدَّثَتْنِي حَفْصَةُ أَنَّهُ كَانَ إِذَا أَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ، وَطَلَعَ الْفَجْرُ، صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ.

(حضرت ابن عمر نے کہا:) مجھے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: جب مؤذن اذان دیتا اور فجر طلوع ہو جاتی تو آپ دو رکعت نماز پڑھتے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٦١٨ میں گزر چکی ہے۔

١١٨٢ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْتَشِرِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يَدَعُ أَرْبَعًا قَبْلَ الظُّهْرِ، وَرَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْغَدَاةِ. تَابَعَهُ ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ، وَعَمْرٌو، عَنْ شُعْبَةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از شعبہ از ابراہیم بن محمد بن المنتشر از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ظہر سے پہلے چار رکعت سنت کو اور فجر سے پہلے دو رکعت سنت کو نہیں چھوڑتے تھے۔ یحییٰ بن سعید کی متابعت ابن ابی عدی اور عمرو نے کی ہے از شعبہ۔

(صحیح مسلم: ٧٣٠' الرقم المسلسل: ١٦٦٨' سنن ابوداؤد: ١٢٥١' سنن ترمذی: ٤٣٦-٣٧٥' السنن الکبریٰ: ٣٣٦' جامع المسانید لابن جوزی: ٧١٤١' مکتبۃ الرشد ریاض' ١٤٢٦ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(١) مسدد (٢) یحییٰ بن سعید القطان (٣) شعبہ بن الحجاج (٤) ابراہیم بن محمد المنتشر' یہ مسروق ھمدان کے بھتیجے ہیں (٥) ان کے والد محمد بن المنتشر الاجدع (٦) حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا۔ (عمدۃ القاری ج ٧ ص ٣٥٥)

٣٥ - بَابُ الصَّلٰوةِ قَبْلَ الْمَغْرِبِ

مغرب سے پہلے نماز پڑھنا

١١٨٣ - حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، عَنِ الْحُسَيْنِ، عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ الْمُزَنِيُّ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ صَلُّوْا قَبْلَ صَلٰوةِ الْمَغْرِبِ . قَالَ فِي الثَّالِثَةِ لِمَنْ شَاءَ كَرَاهِيَةَ اَنْ يَّتَّخِذَهَا النَّاسُ سُنَّةً.

[طرف الحدیث:٧٣٦٨]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابومعمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوارث نے حدیث بیان کی از الحسین از ابن بریدہ' انہوں نے کہا: مجھے حضرت عبد اللہ المزنی رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: مغرب سے پہلے نماز پڑھو' تیسری مرتبہ فرمایا: جو چاہے' اس کو ناپسند فرمایا کہ لوگ اس کو سنت بنالیں۔

(سنن ابوداؤد:١٢٨١' صحیح ابن خزیمہ:١٢٨٩' مسند احمد ج ٥ ص ٥٥ طبع قدیم)

حدیث مذکور کے رجال

(١) ابومعمر عبد اللہ بن عمرو بن ابی الحجاج المنقری (٢) عبدالوارث بن سعید' ابوعبیدہ (٣) حسین بن ذکوان المعلم (٤) عبداللہ بن بریدہ (٥) حضرت عبد اللہ بن المغفل رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ٧ ص ٣٥٧)

١١٨٤ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَزِيْدَ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ اَبِيْ اَيُّوْبَ قَالَ حَدَّثَنِيْ يَزِيْدُ ابْنُ اَبِيْ حَبِيْبٍ قَالَ سَمِعْتُ مَرْثَدَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ الْيَزَنِيَّ قَالَ اَتَيْتُ عُقْبَةَ بْنَ عَامِرٍ الْجُهَنِيَّ، فَقُلْتُ اَلَا اُعْجِبُكَ مِنْ اَبِيْ تَمِيْمٍ يَرْكَعُ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلٰوةِ الْمَغْرِبِ؟ فَقَالَ عُقْبَةُ اِنَّا كُنَّا نَفْعَلُهُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ . قُلْتُ فَمَا يَمْنَعُكَ الْاٰنَ؟ قَالَ الشُّغْلُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یزید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سعید بن ابی ایوب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے یزید بن ابی حبیب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے مرثد بن عبداللہ الیزنی سے سنا' انہوں نے کہا: میں حضرت عقبہ بن عامر الجہنی رضی اللہ عنہ کے پاس گیا' پس میں نے کہا: کیا آپ ابوتمیم پر تعجب نہیں کرتے' وہ مغرب کی نماز سے پہلے دو رکعت پڑھتے ہیں' پس حضرت عقبہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ہم بھی پڑھتے تھے' میں نے کہا: پھر آپ کو اب کیا چیز مانع ہے؟ انہوں نے کہا: شغل۔

(سنن نسائی:٥٨١' المعجم الکبیر:٩٣٧ ج ١٧' سنن بیہقی ج ٢ ص ٤٧٥' مسند احمد ج ٤ ص ١٥٥ طبع قدیم' مسند احمد:١٧٣٦١ ج ٢٨ ص ٦٣٣' مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(١) عبداللہ بن یزید المقری ابوعبدالرحمان (٢) سعید بن ابی ایوب الخزاعی' ابوایوب کا نام مقلاص ہے (٣) یزید بن ابی حبیب' ان کی کنیت ابورجاء ہے' ابوحبیب کا نام سوید ہے (٤) مرثد بن عبد اللہ الیزنی' ان کی نسبت یزن کی طرف ہے جو حمیر کی شاخ ہے (٥) حضرت عقبہ بن عامر الجہنی رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ٧ ص ١٩)

نمازِ مغرب سے پہلے دو رکعت نماز میں اختلافِ فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

متقدمین کا نمازِ مغرب سے پہلے نفل پڑھنے میں اختلاف ہے' حضرت ابی بن کعب' حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت سعد

بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم مغرب کی نماز سے پہلے نفل پڑھتے تھے' حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب مؤذن اذان دیتا تھا تو صحابہ ستونوں کی طرف سبقت کرتے تھے' پس نماز پڑھتے تھے' عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ نے کہا: سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب ہر اذان کے وقت نماز پڑھتے تھے اور حسن بصری اور ابن سیرین نماز مغرب سے پہلے دو رکعت نماز پڑھتے تھے' امام احمد اور اسحاق کا یہی قول ہے۔

ابراہیم النخعی نے کہا: حضرت ابوبکر' حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم مغرب سے پہلے دو رکعت نماز نہیں پڑھتے تھے' ابراہیم نے کہا: یہ دو رکعت پڑھنا بدعت ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خیار صحابہ میں سے حضرت علی' حضرت ابن مسعود' حضرت حذیفہ' حضرت عمار اور حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہم کوفہ میں تھے' پس جس نے ان صحابہ کو دیکھا ہے اس نے مجھے خبر دی ہے کہ اس نے ان میں سے کسی ایک کو بھی مغرب سے پہلے نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا اور یہی امام مالک' امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا قول ہے۔ المہلب نے کہا کہ نماز مغرب سے پہلے دو رکعت نماز ابتداء اسلام میں پڑھی جاتی تھی تا کہ یہ اس پر دلالت کرے کہ عصر کی نماز کے بعد نفل پڑھنے کی جو ممانعت تھی' مغرب کے بعد اس کا وقت ختم ہو گیا اور اب نفل پڑھنے کی اجازت ہے' پھر لوگوں نے نماز مغرب کے فرض پڑھنے میں سبقت کر لی تا کہ فاضل وقت میں مغرب کی نماز میں تاخیر نہ ہو۔ (شرح ابن بطال ج ٣ ص ١٧٦' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ھ)

میں کہتا ہوں کہ مغرب کی نماز سے پہلے دو رکعت سنت پڑھنے کے جواز میں درج ذیل احادیث ہیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں مغرب کی نماز سے پہلے دو رکعت سنت پڑھیں' المختار بن فلفل نے کہا: میں نے حضرت انس سے پوچھا: کیا آپ لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیکھتے تھے؟ حضرت انس نے کہا: ہاں! ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا' پس ہم کو نماز کا حکم دیا نہ نماز سے منع کیا۔ (صحیح مسلم: ٨٣٦' سنن ابوداؤد: ١٢٨٢)

حضرت عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہر دو اذانوں (یعنی اذان اور اقامت) کے درمیان نماز ہے' ہر دو اذانوں کے درمیان نماز ہے' جو چاہے۔ (صحیح البخاری: ٦٢٧' صحیح مسلم: ٨٣٨' سنن ترمذی: ١٨٥' سنن نسائی: ٦٨٠' سنن ابن ماجہ: ١١٦٢)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ کہتے ہیں کہ حسب ذیل حدیث سے مغرب سے پہلے دو رکعت نماز کو ابن شاہین نے منسوخ قرار دیا ہے:

امام ابوداؤد نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابوشعیب از طاؤس' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مغرب سے پہلے دو رکعت کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں کسی کو یہ دو رکعت نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا اور انہوں نے عصر کے بعد دو رکعت نماز پڑھنے کی اجازت دی۔ (سنن ابوداؤد: ١٢٨٤' عمدۃ القاری ج ٧ ص ٣٥٨)

میں کہتا ہوں کہ ابن شاہین کا اس حدیث سے استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ عہد رسالت میں صحابہ اس نماز کو پڑھتے تھے جیسا کہ صحیح البخاری: ١١٨٤ میں گزر چکا ہے' علاوہ ازیں یہ حدیث معلول ہے کیونکہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت ابن عمر نے عصر کے بعد دو رکعت پڑھنے کی اجازت دی حالانکہ عصر کے بعد نفل پڑھنا ممنوع ہے۔

* (مغرب سے پہلے دو رکعت نہ پڑھنے کے متعلق احناف کی تائید میں دلائل کے لیے' شرح صحیح مسلم ج ٢ ص ٤٤٤-٤٤٣ ملاحظہ فرمائیں)۔

٣٦ - بَابُ صَلٰوةِ النَّوَافِلِ جَمَاعَةً

نوافل کی نماز جماعت سے پڑھنا

ذَكَرَهُ أَنَسٌ' وَعَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اس کو حضرت انس اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث یہ ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ان کی دادی ملیکہ نے کھانا تیار کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی' آپ نے اس سے کھایا' پھر فرمایا: کھڑے ہو پس میں تم کو نماز پڑھاؤں' حضرت انس نے کہا: پھر میں ایک چٹائی کی طرف کھڑا ہوا جو زیادہ استعمال سے میلی ہو چکی تھی' پس میں نے اس کو پانی سے دھویا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور میں نے اور یتیم نے آپ کے پیچھے صف بنائی اور بوڑھی خاتون ہمارے پیچھے تھی' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو نماز پڑھائی' پھر آپ لوٹ گئے۔

(صحیح البخاری: ۳۸۰' صحیح مسلم: ۶۵۸' سنن ابوداؤد: ۶۱۲' سنن ترمذی: ۲۳۴' سنن نسائی: ۸۰۰)

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث یہ ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں سورج کو گہن لگ گیا' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو نماز پڑھائی۔ الحدیث (صحیح البخاری: ۱۰۴۴' صحیح مسلم: ۹۰۱)

۱۱۸۵ - حَدَّثَنِيْ اِسْحَاقُ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبِيْ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ مَحْمُوْدُ بْنُ الرَّبِيْعِ الْاَنْصَارِيُّ اَنَّهٗ عَقَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' وَعَقَلَ مَجَّةً مَجَّهَا فِيْ وَجْهِهٖ مِنْ بِئْرٍ كَانَتْ فِيْ دَارِهِمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے حضرت محمود بن الربیع الانصاری رضی اللہ عنہ نے خبر دی' انہوں نے بتایا کہ ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یاد ہیں اور ان کو یاد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے گھر کے کنویں سے پانی لے کر ان کے چہرے پر کلی کی تھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: [illegible] میں گزر چکی ہے۔

۱۱۸۶ - فَزَعَمَ مَحْمُوْدٌ اَنَّهٗ سَمِعَ عِتْبَانَ بْنَ مَالِكٍ الْاَنْصَارِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ' وَكَانَ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' يَقُوْلُ كُنْتُ اُصَلِّيْ لِقَوْمِيْ بِبَنِيْ سَالِمٍ' وَكَانَ يَحُوْلُ بَيْنِيْ وَبَيْنَهُمْ وَادٍ اِذَا جَاءَتِ الْاَمْطَارُ' فَيَشُقُّ عَلَيَّ اجْتِيَازُهٗ قِبَلَ مَسْجِدِهِمْ' فَجِئْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ لَهٗ اِنِّيْ اَنْكَرْتُ بَصَرِيْ' وَاِنَّ الْوَادِيَ الَّذِيْ بَيْنِيْ وَبَيْنَ قَوْمِيْ يَسِيْلُ اِذَا جَاءَتِ الْاَمْطَارُ' فَيَشُقُّ عَلَيَّ اجْتِيَازُهٗ' فَوَدِدْتُ اَنَّكَ تَاْتِيْ فَتُصَلِّيْ مِنْ بَيْتِيْ مَكَانًا اَتَّخِذُهٗ مُصَلًّى؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاَفْعَلُ. فَغَدَا عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ' بَعْدَ

پس حضرت محمود نے یہ گمان کیا کہ انہوں نے حضرت عتبان بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ سے سنا ہے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بدر میں حاضر تھے' وہ بیان کرتے تھے کہ میں اپنی قوم بنو سالم کو نماز پڑھاتا تھا اور میرے اور ان کے درمیان ایک وادی حائل تھی اور جب بارشیں ہوتیں تو میرا اس وادی سے مسجد کی طرف جانا مشکل ہو جاتا' پس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور میں نے آپ سے عرض کیا کہ بے شک میری نظر کم زور ہو گئی ہے اور جو وادی میرے اور میری قوم کے درمیان ہے جب بارش آتی ہے تو وہ بہنے لگتی ہے' سو میں چاہتا ہوں کہ آپ میرے گھر آئیں اور میرے گھر میں ایک جگہ نماز پڑھائیں اور میں اس جگہ کو مصلیٰ بنا لوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں عنقریب ایسا کروں گا' پھر صبح کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس وقت آئے جب

مَا اشْتَدَّ النَّهَارُ، فَاسْتَأْذَنَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَذِنْتُ لَهُ، فَلَمْ يَجْلِسْ حَتّٰى قَالَ أَيْنَ تُحِبُّ أَنْ أُصَلِّيَ مِنْ بَيْتِكَ؟ فَأَشَرْتُ لَهُ إِلَى الْمَكَانِ الَّذِي أُحِبُّ أَنْ أُصَلِّيَ فِيهِ، فَقَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَبَّرَ، وَصَفَفْنَا وَرَاءَهُ، فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ سَلَّمَ وَسَلَّمْنَا حِينَ سَلَّمَ، فَحَبَسْتُهُ عَلٰى خَزِيرٍ يُصْنَعُ لَهُ، فَسَمِعَ أَهْلُ الدَّارِ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَيْتِي، فَثَابَ رِجَالٌ مِنْهُمْ حَتّٰى كَثُرَ الرِّجَالُ فِي الْبَيْتِ، فَقَالَ رَجُلٌ مِنْهُمْ مَا فَعَلَ مَالِكٌ؟ لَا أَرَاهُ، فَقَالَ رَجُلٌ مِنْهُمْ ذَاكَ مُنَافِقٌ، لَا يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ. فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُلْ ذَاكَ، أَلَا تَرَاهُ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، يَبْتَغِي بِذٰلِكَ وَجْهَ اللّٰهِ. فَقَالَ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، أَمَّا نَحْنُ، فَوَاللّٰهِ لَا نَرٰى وُدَّهُ وَلَا حَدِيثَهُ إِلَّا إِلَى الْمُنَافِقِينَ، قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَرَّمَ عَلَى النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، يَبْتَغِي بِذٰلِكَ وَجْهَ اللّٰهِ. قَالَ مَحْمُودٌ فَحَدَّثْتُهَا قَوْمًا فِيهِمْ أَبُو أَيُّوبَ، صَاحِبُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فِي غَزْوَتِهِ الَّتِي تُوُفِّيَ فِيهَا، وَيَزِيدُ بْنُ مُعَاوِيَةَ عَلَيْهِمْ بِأَرْضِ الرُّومِ، فَأَنْكَرَهَا عَلَيَّ أَبُو أَيُّوبَ، وَقَالَ وَاللّٰهِ مَا أَظُنُّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا قُلْتَ قَطُّ. فَكَبُرَ ذٰلِكَ عَلَيَّ، فَجَعَلْتُ لِلّٰهِ عَلَيَّ إِنْ سَلَّمَنِي حَتّٰى أَقْفُلَ مِنْ غَزْوَتِي أَنْ أَسْأَلَ عَنْهَا عِتْبَانَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ إِنْ وَجَدْتُهُ حَيًّا فِي مَسْجِدِ قَوْمِهِ، فَقَفَلْتُ، فَأَهْلَلْتُ بِحَجَّةٍ أَوْ بِعُمْرَةٍ، ثُمَّ سِرْتُ حَتّٰى قَدِمْتُ الْمَدِينَةَ، فَأَتَيْتُ بَنِي سَالِمٍ، فَإِذَا عِتْبَانُ شَيْخٌ أَعْمٰى يُصَلِّي لِقَوْمِهِ، فَلَمَّا سَلَّمَ مِنَ الصَّلٰوةِ سَلَّمْتُ عَلَيْهِ، وَأَخْبَرْتُهُ مَنْ أَنَا، ثُمَّ سَأَلْتُهُ عَنْ ذٰلِكَ الْحَدِيثِ، فَحَدَّثَنِيهِ كَمَا حَدَّثَنِيهِ أَوَّلَ مَرَّةٍ.

خوب دن چڑھ گیا تھا' پس رسول اللہ ﷺ نے اجازت طلب کی تو میں نے آپ کو اجازت دی' پس آپ نہیں بیٹھے' حتیٰ کہ آپ نے فرمایا: تم اپنے گھر میں کس جگہ چاہتے ہو کہ میں نماز پڑھاؤں؟ میں نے آپ کو اشارے سے بتایا کہ میں اس جگہ نماز پڑھنا چاہتا ہوں' پس رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے اور آپ نے تکبیر پڑھی اور ہم نے آپ کے پیچھے صف بنائی' پس آپ نے دو رکعتیں پڑھائیں' پھر سلام پھیرا اور ہم نے بھی سلام پھیر دیا' میں نے آپ کے لیے کھانا تیار کیا تھا' سو میں نے آپ کو وہ کھانا کھلانے کے لیے روک لیا' حویلی والوں نے سن لیا کہ آپ میرے گھر تشریف لائے ہیں' پس حویلی کے لوگ بہت تیزی سے آئے حتیٰ کہ گھر میں بہت زیادہ لوگ آ گئے' پس ان میں سے ایک شخص نے کہا: مالک کو کیا ہوا میں اس کو نہیں دیکھ رہا' ان ہی میں سے ایک شخص نے جواب دیا: وہ منافق ہے' اللہ اور اس کے رسول سے محبت نہیں کرتا' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایسا نہ کہو' کیا تم اس کو نہیں دیکھتے کہ اس نے اللہ کی رضا جوئی کے لیے لا الٰہ الا اللہ کہا ہے' اس شخص نے کہا: اللہ اور اس کے رسول کو ہی زیادہ علم ہے' رہے ہم تو اللہ کی قسم! ہم اس کی دوستی اور اس کی بات چیت صرف منافقین کے ساتھ دیکھتے ہیں' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پس بے شک اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو دوزخ پر حرام کر دیا جس نے اللہ کی رضا جوئی کے لیے لا الٰہ الا اللہ پڑھا۔ حضرت محمود نے کہا: میں نے یہ حدیث ان لوگوں کے سامنے بیان کی جن میں رسول اللہ ﷺ کے صحابی حضرت ابوایوب انصاری بھی تھے' جو اس غزوہ میں فوت ہو گئے تھے جو ارض روم میں ہوا تھا اور یزید بن معاویہ ان پر امیر تھا' تو حضرت ابوایوب نے میری بات کا انکار کیا' اور کہا: اللہ کی قسم! میں نہیں گمان کرتا کہ رسول اللہ ﷺ نے وہ بات کہی ہو گی جو تم نے بیان کی ہے' یہ بات مجھ پر شاق گزری' پس میں نے اللہ سے یہ عہد کیا کہ اگر اللہ نے مجھے اس غزوہ سے سلامتی کے ساتھ لوٹا دیا تو اگر حضرت عتبان بن مالک اپنی قوم کی مسجد میں زندہ ہوئے تو میں ان سے اس حدیث کے متعلق سوال کروں گا' پھر میں لوٹ آیا' میں نے حج یا عمرہ کا احرام

باندھا' پھر میں روانہ ہوا حتیٰ کہ میں مدینہ پہنچ گیا' پھر میں بنو سالم میں گیا' اس وقت حضرت عتبان بوڑھے اور نابینا ہو چکے تھے اور وہ اپنی قوم کو نماز پڑھاتے تھے' جب انہوں نے نماز سے سلام پھیرا تو میں نے ان کو سلام کیا اور بتایا کہ میں کون ہوں' پھر میں نے ان سے اس حدیث کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے مجھے یہ حدیث اسی طرح سنائی جس طرح پہلی بار سنائی تھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۲۴ میں گزر چکی ہے' بعض نئے اور اہم فوائد کا ذکر یہاں کیا جا رہا ہے:

حضرت معاویہ کی خلافت میں یزید کا امیر لشکر ہونا' صرف کلمہ پڑھنے سے دوزخ کے حرام ہونے کی تحقیق اور دیگر مسائل

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ یزید بن معاویہ کو ان پر امیر بنا دیا گیا تھا۔ یہ ۵۰ھ یا ۵۲ھ کا واقعہ' حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کا ہے' اس غزوہ میں اس لشکر نے القسطنطنیہ کا محاصرہ کر لیا تھا۔

حضرت ابو ایوب انصاری نے حضرت محمود کی حدیث کا انکار کیا تھا' انکار کی وجہ یہ تھی کہ اس حدیث میں مذکور ہے: اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو دوزخ پر حرام کر دیا ہے جس نے اللہ کی رضا جوئی کے لیے لا الٰہ الا اللہ پڑھا' کیونکہ اس حدیث کے ظاہر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی گناہ گار مسلمان دوزخ میں نہیں داخل ہوگا اور یہ کثیر آیات اور احادیث صحیحہ مشہورہ کے خلاف ہے لیکن ان میں تطبیق ہو سکتی ہے کہ جس نے اللہ کی رضا کے لیے لا الٰہ الا اللہ پڑھا' وہ ہمیشہ کے لیے دوزخ میں داخل نہیں ہوگا اور اپنی سزا بھگت کر جنت میں چلا جائے گا یا ابتداءً جنت میں نہیں جائے گا' شفاعت کے بعد جنت میں داخل ہوگا۔

نیز اس حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر اور حضرت عتبان کو جماعت سے نماز پڑھائی اور یہ نفل کی جماعت تھی۔ امام بخاری نے اسی کے ثبوت کے لیے باب کا عنوان قائم کیا ہے' تاہم نفل کی جماعت کا اعلان نہیں کرنا چاہیے اور اس کے لیے لوگوں کو جمع نہیں کرنا چاہیے' تاکہ جس کو اس نماز کے نفل ہونے کا علم نہ ہو وہ اس کو فرض نہ سمجھ لے' اس سے تراویح کی جماعت مستثنیٰ ہے' کیونکہ بعد میں صحابہ نے تراویح کو جماعت کے ساتھ پڑھا ہے' نیز اس حدیث میں مذکور ہے کہ جب وادی میں پانی بھر جاتا تو حضرت عتبان مسجد میں نماز پڑھانے نہیں جاتے تھے اور ان کی نظر بھی کمزور تھی' اس سے معلوم ہوا کہ بیماری کے عذر کی وجہ سے جماعت کو ترک کرنا جائز ہے اور اس میں مذکور ہے کہ حضرت مالک بن دخشن' رسول اللہ سے ملنے نہیں آئے تو صحابہ نے ان کی مذمت کی' اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص کسی بزرگ کے تشریف لانے پر اس سے ملنے نہ آئے' اس کی مذمت کرنا جائز ہے' چونکہ ان کا منافقین سے ملنا جلنا تھا' اس لیے صحابہ نے ان کی مذمت کی' اس سے یہ معلوم ہوا کہ جس شخص کا جو کام ظاہر ہو' اس کو بیان کرنا غیبت نہیں ہے اور کلمہ شہادت پڑھنا اجراء احکام مسلمین کے لیے کافی ہے' حضرت محمود دوبارہ حضرت عتبان کے پاس اس حدیث کے سماع کے لیے گئے' کیونکہ حضرت ابو ایوب نے اس حدیث کا انکار کیا تھا' اس سے معلوم ہوا کہ جب کسی شخص کو یہ خطرہ ہو کہ وہ حدیث بھول گیا ہے یا اس پر تہمت ہو تو وہ اپنے شیخ سے دوبارہ حدیث کا سماع کرے اور اس میں سماع حدیث کے لیے سفر کرنے کا ثبوت ہے۔

(فتح الباری ج ۳ ص ۶۶۱' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور سے علامہ عینی کے استنباط کردہ پچپن مسائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی نے اس حدیث کے حسب ذیل فوائد ذکر کیے ہیں:

(۱) جو شخص رسول اللہ ﷺ کو یا آپ کے کسی فعل کو یاد رکھے اس کا صحابہ میں شمار ہوتا ہے جیسے حضرت محمود نے پانچ سال کی عمر میں یہ یاد رکھا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے چہرے پر کلی کی تھی۔

(۲) رسول اللہ ﷺ مؤمنین کی اولاد پر شفقت فرماتے تھے جیسے آپ نے شفقت سے محمود بن ربیع کے چہرے پر کلی کی تھی۔

(۳) آپ بچوں سے ان کے آباء کی وجہ سے الفت کرتے تھے اور ان سے مزاح کرتے تھے۔

(۴) اس میں بچوں کے ساتھ آپ کے مزاح کرنے کا ثبوت ہے جیسے آپ نے پانچ سالہ حضرت محمود کے چہرے پر کلی کی۔

(۵) آپ بعض اوقات آرام فرماتے تھے تاکہ اس سے عبادت کرنے پر مدد حاصل ہو' جیسے نماز پڑھانے کے بعد آپ کا حضرت عتبان کے گھر میں ٹھہرنا۔

(۶) نفس کے حقوق کو ادا کرنا اور اس کو ہر وقت مشقت میں نہ ڈالنا۔

(۷) کنویں سے پانی نکالنے کے لیے ڈول رکھنا' جیسے رسول اللہ ﷺ نے حضرت محمود کے گھر کے کنویں سے پانی لے کر کلی کی۔

(۸) منہ سے کلی کرنا۔

(۹) بچہ کے چہرے پر کلی کرنا' جیسے رسول اللہ ﷺ نے پانچ سال کی عمر کے حضرت محمود بن ربیع کے چہرے پر کلی کی۔

(۱۰) مدینہ کے گرد رہنے والے قبیلوں کا اپنی مساجد میں نماز پڑھانا۔

(۱۱) کمزور آدمی کا امامت کرانا اور اندھیرے اور کیچڑ پانی میں مسجد میں نہ جانا' جیسے حضرت عتبان اپنی مسجد میں امامت کراتے تھے۔

(۱۲) مرد کا فرض نماز اپنے گھر میں پڑھنا' اسی طرح نوافل بھی گھر میں پڑھنا' جیسے حضرت عتبان بارش کے ایام میں گھر میں نمازیں پڑھتے تھے۔

(۱۳) کسی بزرگ سے یہ سوال کرنا کہ وہ ان کے گھر آ کر کسی جگہ نماز پڑھائیں تاکہ وہ اس جگہ کو نماز پڑھنے کے لیے معین کرلے۔

(۱۴) کسی شخص کا اپنا عذر بتانے کے لیے اپنا مرض بیان کرنا شکوہ اور شکایت نہیں ہے' جیسے حضرت عتبان نے اپنی بصارت کی کمزوری بیان کی۔

(۱۵) شارع علیہ السلام کا اپنے امتی کی درخواست کو قبول کرنا' جیسے آپ نے حضرت عتبان کے گھر جانے کی دعوت قبول کی۔

(۱۶) امام کا کسی جگہ اپنے تابع کو ساتھ لے کر جانا' جیسے رسول اللہ ﷺ' حضرت عتبان کے گھر حضرت ابوبکر کو ساتھ لے کر گئے۔

(۱۷) صحابہ میں سے حضرت ابوبکر کو ساتھ لے کر جانا ان کے افضل الصحابہ ہونے پر دلالت کرتا ہے۔

(۱۸) صرف حضرت ابوبکر کا نام لینا کیونکہ وہ آپ کو سب سے زیادہ محبوب تھے۔

(۱۹) آپ نے حضرت عتبان سے پوچھا: کس جگہ نماز پڑھوں' کیونکہ گھر والا ہی اپنے گھر کی جگہوں کو زیادہ جانتا ہے۔

(۲۰) حضرت عتبان نے کہا: جس جگہ آپ نماز پڑھیں گے میں اس کو مصلیٰ بنالوں گا' اس میں آثار صالحین سے تبرک کا ثبوت ہے۔

(۲۱) یقین کو طلب کرنا' اجتہاد پر مقدم ہے کیونکہ جس جگہ شارع علیہ السلام نے نماز پڑھی ہے اس کا قبلہ رخ ہونا یقینی تھا جب کہ باقی جگہوں کا قبلہ رخ ہونا اجتہاد سے معلوم کیا جاتا ہے۔

(۲۲) کسی معین جگہ پر نماز کو طلب کرنا تاکہ اس جگہ نماز پڑھنا نبی ﷺ کی برکت سے نماز باجماعت کے قائم مقام ہو۔

(۲۳) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عتبان سے نماز کی جگہ کے متعلق پوچھا تا کہ ان کے گھر کی اطراف میں تجسس نہ کرنا پڑے۔

(۲۴) گھروں میں با جماعت نوافل پڑھنے کا ثبوت کیونکہ آپ نے دن چڑھنے کے بعد جماعت کرائی۔

(۲۵) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس جگہ نماز پڑھیں اس کی فضیلت' کیونکہ حضرت عتبان نے اسی لیے آپ سے نماز پڑھوائی تھی۔

(۲۶) دن کے نوافل بھی رات کے نوافل کی طرح دو' دو رکعت پڑھے جائیں کیونکہ آپ نے دو رکعت نماز پڑھی تھی۔

(۲۷) گھر کے اندر جس جگہ نماز پڑھی جائے اور اس جگہ کو نماز کے لیے مختص کرلیا جائے' اس جگہ کی ملکیت برقرار رہتی ہے۔

(۲۸) نماز کے لیے کسی جگہ کو خاص کرنے کی ممانعت مساجد میں ہے' گھروں میں نہیں ہے' کیونکہ آپ نے حضرت عتبان کو گھر میں نماز کی جگہ معین کرنے سے منع نہیں فرمایا۔

(۲۹) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دن چڑھنے کے بعد دو رکعت نماز پڑھائی اور یہی چاشت کی نماز ہے' اس کا استحباب۔

(۳۰) کسی بزرگ کے آنے پر اس کی کھانے کی دعوت کرنا خواہ اس کو پہلے اس کی اطلاع نہ دی جائے۔

(۳۱) دعوت میں غیر معمولی تکلف کا اہتمام نہ کرنا اور سادگی سے ماحضر پیش کرنا۔

(۳۲) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو کھانا بھی پیش کیا جاتا آپ تناول فرمالیتے اور کسی کھانے کی مذمت نہ فرماتے۔

(۳۳) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نیکی کے کاموں پر دوام فرماتے تھے' جیسے آپ نے حضرت عتبان کے گھر میں بھی چاشت کی نماز پڑھی۔

(۳۴) حضرت عتبان نے اشارے سے وہ جگہ بتائی جہاں وہ نماز پڑھوانا چاہتے تھے' اس سے معلوم ہوا کہ اشارے پر اکتفاء کرنا جائز ہے۔

(۳۵) حضرت عتبان نے اشارے کے ساتھ تصریح بھی کی' اس سے معلوم ہوا کہ اشارہ کے ساتھ الفاظ سے تصریح بھی کرنا چاہیے۔

(۳۶) جس حویلی میں لوگوں کے متعدد گھر ہوں' اس حویلی کو دار سے تعبیر کرنا جائز ہے' جیسے آپ نے فرمایا: انصار کے گھروں میں بنوالنجار کے گھر سب سے بہتر ہیں اور اس حدیث میں ہے کہ اہل الدار نے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے بیت میں ہیں۔

(۳۷) مختلف گھروں سے لوگوں کا اس گھر میں آنا جس میں کوئی صالح بزرگ آیا ہو تاکہ اس کی زیارت سے مستفید ہوں اور اس سے برکت حاصل کریں جیسے اس حویلی کے گھروں کے لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت اور آپ سے فیض حاصل کرنے آئے۔

(۳۸) جو شخص اس بزرگ کی زیارت کے لیے نہ آئے تو اس کی مذمت کرنا جیسے صحابہ کا حضرت مالک بن دخشن کی مذمت کرنا۔
حضرت مالک بن دخشن رضی اللہ عنہ بدری صحابی ہیں' عقبہ میں ان کے حاضر ہونے میں اختلاف ہے' انہوں نے اسلام میں ایسے نیک اعمال کیے ہیں جو ان سے نفاق کی تہمت کو دور کر دیتے ہیں۔

(۳۹) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ منافقوں اور بد مذہبوں سے میل جول اور بات چیت نہیں رکھنی چاہیے۔

(۴۰) منافقوں کے پاس بیٹھنے کی وجہ سے جو شخص کسی مسلمان پر نفاق کی تہمت لگائے اس کو سزا دی جائے گی نہ یہ کہا جائے گا: تم نے گناہ کیا' کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان صحابہ کی مذمت نہیں کی جنہوں نے حضرت مالک پر نفاق کی تہمت لگائی تھی۔

(۴۱) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسلمانوں کے دلوں کے حال پر مطلع تھے کیونکہ آپ نے حضرت مالک کے متعلق فرمایا کہ انہوں نے اللہ کی رضا جوئی کے لیے لا الٰہ الا اللہ پڑھا ہے یا آپ کو وحی سے مطلع کیا گیا تھا۔

(۴۲) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان صحابہ کو منع کیا کہ وہ حضرت مالک کو منافق کہیں' اس سے معلوم ہوا کہ جب کسی بزرگ کے سامنے کسی مسلمان کو منافق کہا جائے تو وہ اس سے منع کرے۔

(۴۳) اگر کوئی شخص دلیل کی بناء پر کسی کو عیب لگائے تو یہ غیبت نہیں ہے' کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے حضرت مالک کو منافق کہا

گیا اور آپ نے اس کو غیبت نہیں قرار دیا۔

(۴۴) جس شخص نے کلمہ شہادت پڑھا اور اس کے حق ہونے کا اعتقاد کیا تو وہ کامیاب ہو گیا اور جنت میں داخل ہو گا کیونکہ آپ نے اسی طرح فرمایا۔

(۴۵) جس شخص نے کسی شیخ کے صاحب سے حدیث سنی اس کو اس کی توثیق کرنی چاہیے۔

(۴۶) اگر کوئی حدیث ظاہر قرآن مجید اور احادیث مشہورہ کے خلاف ہو تو اس پر اعتراض کرنا درست ہے' جیسے حضرت ابوایوب نے اس حدیث پر اعتراض کیا تھا' کیونکہ اس حدیث کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان کو اس کے گناہ پر سزا نہیں ملے گی۔

(۴۷) جب کسی حدیث پر اعتراض کیا جائے تو اس کی تحقیق کی جائے جیسا کہ حضرت محمود دوبارہ حضرت عتبان کے پاس اس حدیث کے سماع کے لیے گئے۔

(۴۸) علم کی طلب کے لیے سفر کرنا' جیسے حضرت محمود اس حدیث کے دوبارہ سماع کے لیے سفر کر کے مدینہ طیبہ گئے۔

(۴۹) حضرت محمود نے بتایا کہ حضرت عتبان نابینا ہو گئے تھے' اس سے معلوم ہوا کہ کسی کی پہچان کے لیے اس کو نابینا کہنا غیبت نہیں ہے۔

(۵۰) نابینا کی امامت کرانا جائز ہے کیونکہ حضرت عتبان نابینا ہونے کے بعد امامت کراتے تھے۔

(۵۱) نوافل کو خفیہ طریقہ سے پڑھنا کیونکہ نبی ﷺ نے اس نفل کا اعلان نہیں فرمایا تھا۔

(۵۲) جب کوئی شخص کسی کے گھر کسی کام سے جائے تو اجازت طلب کرے' جیسے رسول اللہ ﷺ نے حضرت عتبان سے اجازت طلب کی تھی۔

(۵۳) نماز کے لیے قبلہ کو طلب کرنا کیونکہ آپ نے پوچھا: کہاں نماز پڑھوانی ہے؟

(۵۴) امام کسی شخص کو لشکر کا امیر مقرر کرے' جیسے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس لشکر کا امیر یزید بن معاویہ کو بنایا تھا۔

(۵۵) ایک سفر میں حج یا عمرہ کو اور طلب علم کے لیے سفر کرنے کو جمع کرنا' جیسے حضرت محمود جب حج یا عمرہ کے لیے گئے تو حضرت عتبان سے دوبارہ اس حدیث کا سماع کرنے کے لیے سفر کر کے مدینہ منورہ گئے۔

(عمدۃ القاری ج ۷ ص ۳۶۳' مع التوضیح والزیادۃ' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۷ - بَابُ التَّطَوُّعِ فِي الْبَيْتِ

گھر میں نفل پڑھنا

۱۱۸۷ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ حَمَّادٍ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، عَنْ أَيُّوبَ، وَعُبَيْدِ اللَّهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِجْعَلُوْا فِي بُيُوْتِكُمْ مِنْ صَلٰوتِكُمْ، وَلَا تَتَّخِذُوْهَا قُبُوْرًا. تَابَعَهُ عَبْدُ الْوَهَّابِ، عَنْ أَيُّوْبَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالاعلیٰ بن حماد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی از ایوب وعبیداللہ از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنے گھروں میں بھی اپنی نمازوں سے حصہ رکھو اور اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ۔ وہیب کی متابعت عبدالوہاب نے کی ہے از ایوب۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۳۲ میں گزر چکی ہے۔

الحمد للہ علیٰ احسانہ! اس حدیث پر ''کتاب التہجد'' مکمل ہو گئی' اب اس کے بعد ان شاء اللہ مکہ اور مدینہ کی مسجد میں نماز کی فضیلت کا بیان شروع ہو گا۔ اے مالک ارض وسماء! اس شرح کو قبول فرما اور اس کو مکمل فرمادے۔

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

٢٠ - کِتَابُ فَضْلِ الصَّلٰوۃِ فِیْ مَسْجِدِ مَکَّۃَ وَالْمَدِیْنَۃِ

مکہ اور مدینہ کی مسجد میں نماز پڑھنے کی فضیلت کا بیان

١ - بَابُ فَضْلِ الصَّلٰوۃِ فِیْ مَسْجِدِ مَکَّۃَ وَالْمَدِیْنَۃِ

مکہ اور مدینہ کی مسجد میں نماز پڑھنے کی فضیلت

اس عنوان میں اگرچہ مطلقاً نماز کا ذکر ہے مگر اس سے مراد نفل نماز ہے۔

١١٨٨ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَۃُ قَالَ اَخْبَرَنِیْ عَبْدُ الْمَلِكِ، عَنْ قَزَعَۃَ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا سَعِیْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ اَرْبَعًا قَالَ سَمِعْتُ مِنَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَکَانَ غَزَا مَعَ النَّبِیِّ ثِنْتَیْ عَشْرَۃَ غَزْوَۃً. (ح).

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حفص بن عمر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے عبد الملک نے خبر دی از قزعہ انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے چار حدیثیں سنیں انہوں نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بارہ غزوات میں رہے تھے۔ (ح)

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ٥٨٦ میں گزر چکی ہے۔

١١٨٩ - حَدَّثَنَا عَلِیٌّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ، عَنِ الزُّھْرِیِّ، عَنْ سَعِیْدٍ، عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ اِلَّا اِلٰی ثَلَاثَۃِ مَسَاجِدَ اَلْمَسْجِدِ الْحَرَامِ، وَمَسْجِدِ الرَّسُوْلِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، وَمَسْجِدِ الْاَقْصٰی.

امام بخاری نے کہا: ہمیں علی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از الزہری از سعید از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صرف تین مسجدوں کی طرف سفر کے لیے کجاوے کسے جائیں: مسجد حرام مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ۔

(صحیح مسلم: ١٣٩٧، الرقم المسلسل: ٣٣٢٤، سنن ابوداؤد: ٢٠٣٣، سنن نسائی: ٦٩٩، سنن ترمذی: ٣٢٥، سنن ابن ماجہ: ١٤٠٩، مصنف ابن ابی شیبہ ج ٤ ص ٦٧، مشکل الآثار: ٥٩٢-٥٨٧، صحیح ابن حبان: ١٦٣١، سنن بیہقی ج ٥ ص ٤٤، مصنف عبد الرزاق: ٩١٧١-٩١٦٠، مسند احمد ج ٢ ص ٢٣٤ طبع قدیم، مسند احمد: ٧١٩١- ج ١٢ ص ١١٦، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید لابن جوزی: ٧٦٣٤، مکتبۃ الرشد ریاض، ١٤٢٦ھ، مسند الطحاوی: ٧٦٢٨)

مسجد حرام' مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ کے علاوہ اور کسی مسجد میں نماز پڑھنے کی نذر ماننا جائز نہیں

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

فقہاء کے نزدیک یہ حدیث اس شخص پر محمول ہے جو ان تین مساجد کے علاوہ کسی اور مسجد میں نماز پڑھنے کی نذر مانے' امام مالک نے کہا: جس نے کسی ایسی مسجد میں نماز پڑھنے کی نذر مانی جس میں کسی سواری پر سفر کیے بغیر نہیں پہنچ سکتا' تو وہ اپنے شہر کی مسجد میں نماز پڑھے سوا اس کے کہ وہ مکہ' مدینہ یا بیت المقدس کی مسجد میں نماز پڑھنے کی نذر مانے تو اس پر سفر کر کے وہاں جانا لازم ہے۔

علامہ ابن بطال فرماتے ہیں: جس نے صالحین کی مسجد میں نماز پڑھنے اور ان سے تبرک حاصل کرنے کا ارادہ کیا تو اس کے لیے یہ مباح ہے' خواہ وہ سواری پر سفر کر کے جائے یا نہیں اور اس حدیث کی ممانعت اس کے لیے نہیں ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سفر کر کے پہاڑ طور پر گئے' جب وہ واپس آئے تو ان کی ملاقات حضرت بصرہ بن ابی بصرہ سے ہوئی' اور انہوں نے ان کے اس سفر پر ناگواری کا اظہار کیا اور ان سے کہا: اگر میں آپ کے نکلنے سے پہلے آپ سے ملاقات کر لیتا تو آپ نہ نکلتے' میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تین مساجد کے سوا سواری پر سفر نہ کیا جائے۔ (مسند احمد: ۲۳۸۵۰۔ج ۶ ص ۷' المعجم الکبیر: ۲۱۶۰' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۲۵۰۶۔۱۳۴۸) اس سے معلوم ہوا کہ حضرت بصرہ کا مذہب یہ تھا کہ اس حدیث کو عموم پر محمول کیا جائے اور ان تین مساجد کے سوا کسی مسجد کی طرف کسی حال میں سفر نہ کیا جائے اور اس میں نذر ماننے والا اور نفلی طور پر سفر کرنے والا دونوں داخل ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ معاملہ اس طرح نہیں ہے' حضرت بصرہ نے حضرت ابوہریرہ پر اس لیے اعتراض کیا تھا کہ حضرت ابوہریرہ مدینہ سے گئے تھے' جہاں پر ان تین مساجد میں سے ایک مسجد ہے' جس کی طرف سفر کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور جو شخص اس طرح ہو' اس پر لازم ہے کہ وہ اس مسجد میں نماز پڑھے اور حضرت ابوہریرہ کی حدیث میں یہ مذکور نہیں ہے کہ انہوں نے طور پر جانے کی نذر مانی تھی اور ظاہر یہ ہے کہ وہ نفلی طور پر طور گئے تھے اور مدینہ میں جو ان کی مسجد تھی' وہ طور سے افضل تھی۔

فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ جو مدینہ میں ہو اور وہ بیت المقدس کی طرف جانے کی نذر مانے' امام مالک نے کہا: وہ پیدل بھی جا سکتا ہے اور سوار بھی ہو سکتا ہے' امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب نے کہا: وہ مدینہ یا مکہ کی مسجد میں نماز پڑھے' امام ابویوسف نے اس پر استدلال کرتے ہوئے کہا کہ مکہ اور مدینہ کی مسجد میں نماز پڑھنا بیت المقدس میں نماز پڑھنے سے افضل ہے' اس لیے اس کی مکہ یا مدینہ کی مسجد میں نماز بیت المقدس کی نماز سے کفایت کرے گی۔

امام طحاوی نے امام ابوحنیفہ اور امام محمد سے یہ نقل کیا ہے کہ جس نے یہ نذر مانی کہ وہ فلاں جگہ نماز پڑھے گا' پھر اس نے کسی اور جگہ نماز پڑھ لی تو یہ جائز ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: میری اس مسجد میں نماز پڑھنا دوسری مسجد میں ہزار نماز پڑھنے سے افضل ہے سوا مسجد حرام کے۔ (صحیح البخاری: ۱۱۹۰) اس سے مراد فرض نماز ہے نہ کہ نفل کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: فرض کے سوا مرد کی بہترین نماز اس کے گھر میں ہوتی ہے۔

(صحیح البخاری: ۷۳۱' صحیح مسلم: ۷۸۱' سنن ابوداؤد: ۱۴۴۷' سنن ترمذی: ۴۵۰' سنن نسائی: ۱۵۵۸۰' مسند احمد ج ۵ ص ۱۸۲)

مسجد حرام اور مسجد نبوی میں کون سی مسجد زیادہ افضل ہے؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری اس مسجد میں نماز پڑھنا دوسری مسجد میں ہزار نماز پڑھنے سے افضل ہے سوا مسجد حرام کے' تو فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ مکہ میں نماز پڑھنا مدینہ سے افضل ہے یا مدینہ میں نماز پڑھنا مکہ سے افضل ہے؟ ایک جماعت کا یہ

مذہب ہے کہ مدینہ مکہ سے افضل ہے' حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے یہی مروی ہے اور یہی امام مالک کا اور اکثر اہل مدینہ کا قول ہے۔

دوسری جماعت کا مذہب یہ ہے کہ مکہ' مدینہ سے افضل ہے' یہ علماء' اہل مکہ' فقہاء احناف اور امام شافعی کا مذہب ہے' امام شافعی نے کہا کہ روئے زمین کا سب سے افضل ٹکڑا مکہ مکرمہ ہے' ابن وہب مالکی اور ابن حبیب اندلسی کا بھی یہی مذہب ہے' یہ دونوں جماعتیں حضرت ابو ہریرہ کی حدیث سے استدلال کرتی ہیں۔

علامہ ابن بطال فرماتے ہیں: حضرت ابو ہریرہ کی حدیث میں کسی فریق کی دلیل نہیں ہے' حضرت ابو ہریرہ کی حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مسجد نبوی میں نماز پڑھنا اس کے سوا باقی مساجد کی ہزار نمازوں سے افضل ہے ماسوا مسجد حرام کے' اس میں مسجد حرام کا استثناء کیا گیا ہے اور یہ ہوسکتا ہے کہ مسجد حرام' مسجد نبوی کے مساوی ہو یا اس سے افضل ہو یا اس سے مفضول ہو۔

جو مسجد نبوی کی نماز کو افضل کہتے ہیں' ان کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فرماتے تھے: مسجد حرام کی ایک نماز اس کے ماسوا کی سو نمازوں سے افضل ہے' ابو عبد اللہ بن ابی صفرہ نے کہا: حضرت عمر کا یہ قول نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کی تفسیر ہے: میری اس مسجد کی ایک نماز اس کے ماسوا کی ہزار نمازوں سے افضل ہے ماسوا مسجد حرام کے۔

اسی تاویل کی مثل عبد اللہ بن نافع مالکی نے حضرت ابو ہریرہ کی حدیث میں کی ہے' وہ کہتے تھے کہ مسجد نبوی کی ایک نماز باقی تمام مساجد کی ہزار نمازوں سے افضل ہے ماسوا مسجد حرام کے کیونکہ مسجد نبوی میں نماز پڑھنا مسجد حرام میں نماز پڑھنے سے افضل ہے مگر اس کی ہزار نمازوں سے افضل نہیں ہے۔

اور جو مسجد حرام کو افضل قرار دیتے ہیں' ان کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسجد حرام میں ایک نماز پڑھنا میری اس مسجد میں نماز پڑھنے کی سو نمازوں سے افضل ہے۔

(مصنف عبد الرزاق: ۹۲۰۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

بہ طریق نظر ان کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر زندگی میں ایک بار مسجد حرام کا قصد کرنے (یعنی حج) کو فرض قرار دیا ہے اور ان پر مسجد نبوی کے قصد کرنے کو فرض قرار نہیں دیا' انہوں نے امام مالک کے قول سے بھی استدلال کیا ہے کہ جس نے نذر مانی کہ وہ پیدل جا کر مسجد نبوی میں نماز پڑھے گا' اس پر پیدل جانا لازم نہیں ہے بلکہ اس پر لازم ہے کہ وہ سوار ہو کر جائے اور جس نے مکہ میں پیدل جانے کی نذر مانی وہ مکہ تک پیدل جائے گا اور سواری میں ہوگا اور یہ قول اس پر دلالت کرتا ہے کہ مکہ افضل ہے کیونکہ امام مالک نے مکہ کی طرف پیدل جانے کو اسی وجہ سے لازم کیا ہے کہ اس کی حرمت اور فضیلت بہت زیادہ ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۱۸۳۔۱۸۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

دوسری مساجد کی بہ نسبت کعبہ میں نماز پڑھنا ایک لاکھ نمازوں سے افضل ہے

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن بطال نے کعبہ میں نماز پڑھنے کی فضیلت میں وہ احادیث ذکر کی ہیں' جن میں یہ ذکر ہے کہ دوسری مساجد کی بہ نسبت کعبہ میں نماز پڑھنا ہزار نمازوں سے افضل ہے مگر بعض احادیث میں یہ بھی ذکر ہے کہ دوسری مساجد کی بہ نسبت کعبہ میں نماز پڑھنا ایک لاکھ نمازوں سے افضل ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری مسجد میں نماز پڑھنا دوسری مساجد میں نماز پڑھنے کی بہ نسبت ایک ہزار نمازوں سے افضل ہے ماسوا مسجد حرام کے اور مسجد حرام میں ایک نماز پڑھنا اس کے سوا دوسری مساجد میں ایک لاکھ

نمازوں کے پڑھنے سے افضل ہے۔

(سنن ابن ماجہ: ۱۴۰۶ 'شرح مشکل الآثار: ۵۹۹ 'مسند احمد ج ۳ ص ۳۴۳ طبع قدیم 'مسند احمد: ۱۵۲۷۱۔ ۱۴۶۹۴ 'ج ۲۳ ص ۴۶ 'مؤسسۃ الرسالۃ 'بیروت)

علامہ شعیب الارنؤط اوران کے شرکاء نے لکھا ہے: اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مرد کا اپنے گھر میں نماز پڑھنا ایک نماز ہے اور اس کا قبائل (محلّہ) کی مسجد میں نماز پڑھنا پچیس نمازیں ہیں اور اس کا جامع مسجد میں نماز پڑھنا پانچ سو نمازیں ہیں اور اس کا مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) میں نماز پڑھنا پچاس ہزار نمازیں ہیں اور اس کا میری مسجد میں نماز پڑھنا (بھی) پچاس ہزار نمازیں ہیں' اور اس کا مسجد حرام میں نماز پڑھنا ایک لاکھ نمازیں ہیں۔ (سنن ابن ماجہ: ۱۴۱۳)

علامہ بوصیری متوفی ۸۴۰ھ نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند میں ابو الخطاب الدمشقی ہے' یہ مجہول ہے اور رُزَیق ہے' ابو زرعہ نے کہا: اس کی روایت میں کوئی حرج نہیں ہے' ابن حبان نے اس کا ثقات میں ذکر کیا ہے اور ضعفاء میں بھی اور کہا: اس کی روایت سے استدلال صحیح نہیں جب یہ منفرد ہو۔ (زوائد ابن ماجہ ص ۲۰۷ 'دار الکتب العلمیہ 'بیروت' ۱۴۱۴ھ)

میں کہتا ہوں: اگر اس حدیث کی سند ضعیف ہو پھر بھی فضائل اعمال میں ضعیف السند حدیث معتبر ہوتی ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسجد حرام میں نماز ایک لاکھ نمازیں ہیں اور میری مسجد میں نماز دس ہزار نمازیں ہیں اور سرحدوں کی مسجد میں نماز ایک ہزار نمازیں ہیں۔

(حلیۃ الاولیاء ج ۸ ص ۴۶ 'دار الکتاب العربی' بیروت' ۱۴۰۷ھ طبع قدیم 'حلیۃ الاولیاء: ۱۱۳۳۷ 'طبع جدید' دار الکتب العلمیہ 'بیروت' ۱۴۱۸ھ 'الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۲۱۶ 'کنز العمال: ۳۴۶۳۳۔ ۳۴۶۳۲ 'تاریخ دمشق الکبیر: ۱۱۵۸۳۔ ج ۲۸ ص ۱۷۱ 'دار احیاء التراث العربی 'بیروت' ۱۴۲۱ھ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی زیارت کے لیے سفر کرنے کے متعلق شیخ ابن تیمیہ کا نظریہ

شیخ ابن تیمیہ متوفی ۷۲۸ھ لکھتے ہیں:

واما اذا كان قصده بالسفر زيارة قبر النبى صلی اللہ علیہ وسلم دون الصلوة فى مسجده فهذه المسالة فيها خلاف فالذى عليه الائمة واكثر العلماء ان هذا غير مشروع ولا مامور به لقوله صلی اللہ علیہ وسلم لا تشد الرحال الا الى ثلثة مساجد المسجد الحرام ومسجدى هذا والمسجد الاقصى ولهذا لم يذكر العلماء ان مثل هذا السفر اذا نذره يجب الوفاء به. (مجموعۃ الفتاویٰ ج ۲۷ ص ۱۹ 'مطبوعہ دار الجیل' ریاض' ۱۴۱۸ھ)

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ کوئی شخص محض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور کی زیارت کے قصد سے سفر کرے نہ کہ مسجد نبوی میں نماز کے قصد سے تو یہ ایک اختلافی مسئلہ ہے۔ اس بارے میں علماء کی اکثریت کا قول یہ ہے کہ یہ سفر جائز نہیں ہے اور نہ ہی اس کا حکم دیا گیا ہے' کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کجاوے صرف تین مساجد کی طرف باندھے جائیں: مسجد حرام کی طرف' میری اس مسجد کی طرف اور مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) کی طرف۔ یہی وجہ ہے کہ علماء نے یہ ذکر نہیں کیا کہ جب کوئی شخص اس جیسے سفر کی نذر مان لے تو اس پر اس نذر کو پورا کرنا واجب ہے۔

واما اذا قدر ان من اتى المسجد فلم يصل فيه ولكن اتى القبر ثم رجع فهذا هو الذى انكره الائمة كمالك وغيره وليس هذا مستحبا عند احد

جو شخص مسجد نبوی میں آکر نماز ادا نہ کرے' بلکہ فقط قبر پر حاضری دے کر چلا جائے تو امام مالک اور دیگر ائمہ نے اس کو ناپسندیدہ قرار دیا ہے اور کسی بھی عالم کے نزدیک یہ ارادہ مستحب

من العلماء وهو محل النزاع هل هو حرام او مباح وما علمنا احدا من علماء المسلمین استحب مثل هذا بل انکروا اذا کان مقصوده بالسفر مجرد القبر من غیر ان یقصد الصلوة فی المسجد و جعلوا هذا من السفر المنهی عنه.

نہیں ہے' بلکہ اختلاف ہے کہ آیا ایسا ارادہ حرام ہے یا جائز۔ ہمیں تو کسی عالم کے بارے میں نہیں معلوم کہ اس نے اس طرح کے سفر کو مستحب قرار دیا ہو بلکہ جب کسی شخص کا مقصد فقط قبر کی زیارت کرنا ہو اور مسجد نبوی میں نماز کا قصد نہ ہو تو اس سفر کو علماء نے ناپسندیدہ قرار دیا ہے اور اسے ممنوع سفر میں شمار کیا ہے۔

(مجموعۃ الفتاویٰ ج ٢٧ ص ١٨٣)

حافظ ابن حجر عسقلانی کا شیخ ابن تیمیہ کے نظریہ کا رد کرنا

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

علامہ کرمانی متوفی ٧٨٦ھ نے کہا ہے: ہمارے زمانہ میں اس مسئلہ میں بہ کثرت مناظرے ہوئے ہیں اور طرفین سے رسائل لکھے گئے ہیں (حافظ عسقلانی کہتے ہیں:) اس کا اشارہ اس طرف ہے کہ شیخ تقی الدین السبکی وغیرہ نے شیخ تقی الدین بن تیمیہ اور ان کے حامی شمس الدین عبد الہادی کے رد میں جو کتابیں لکھیں اور وہ ہمارے شہروں میں مشہور ہیں' خلاصہ یہ ہے کہ شیخ ابن تیمیہ نے شدِ رحال کی ممانعت کی حدیث سے سیدنا رسول اللہ ﷺ کی قبر کی زیارت کے لیے سفر سے منع کیا' ابن تیمیہ سے جو قبیح مسائل منقول ہیں یہ ان میں سے قبیح مسئلہ ہے' اس کے رد میں اس سے استدلال کیا گیا ہے کہ نبی ﷺ کی قبر کی زیارت کے جواز پر اجماع ہو چکا ہے اور یہ افضل اعمال سے ہے اور اللہ عزوجل کے قرب کا سب سے بزرگ ذریعہ ہے اور بغیر کسی اختلاف کے اس کے جواز پر اجماع ہے۔

شدِ رحال کی حدیث میں مستثنیٰ منہ محذوف ہے یا مقدر ہے' مستثنیٰ منہ یا تو عام مقدر ہے اور اب معنی ہوگا: ان تین مسجدوں کے علاوہ کسی بھی جگہ کے سفر کے لیے اونٹنیوں پر کجاوے نہ کسے جائیں' عام تو ہو نہیں سکتا' ورنہ لازم آئے گا کہ تجارت کے لیے' رشتہ داروں سے ملنے کے لیے اور طلب علم کے لیے بھی سفر نہ کیا جائے' پس یہاں خاص مستثنیٰ منہ مقدر مانا جائے گا' جس کی مقام کے ساتھ زیادہ مناسبت ہو' اور وہ یہ ہے کہ ان تین مساجد کے سوا کسی مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے سفر نہ کیا جائے' پس اس حدیث سے نبی ﷺ کی قبر شریف اور دیگر صالحین کی قبروں کی زیارت کے لیے سفر کی ممانعت پر استدلال کرنا باطل ہو گیا۔ علامہ سبکی نے کہا ہے کہ روئے زمین پر کسی جگہ کی ذاتی فضیلت نہیں ہے کہ اس کی زیارت کے لیے سفر کیا جائے سوائے ان تین شہروں کے' بلکہ وہاں کسی کی زیارت کے لیے یا جہاد کے لیے یا طلب علم وغیرہ کے لیے سفر کیا جاتا ہے۔ (فتح الباری ج ٣ ص ٦٦ ملخصا' دار المعرفہ بیروت' ١٤٢٦ھ)

میں کہتا ہوں: حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ نے اس حدیث کے جواب میں فرمایا ہے: اس حدیث میں ان تین مساجد کے علاوہ مطلقاً سفر سے منع نہیں فرمایا بلکہ ان تین مسجدوں کے علاوہ اور کسی مسجد کے لیے سفر کرنے سے منع فرمایا ہے کیونکہ مستثنیٰ منہ کی جنس سے ہوتا ہے۔ (فتح الباری ج ٣ ص ٦٥' مطبوعہ لاہور)

اور اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے' امام احمد بن حنبل روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کسی مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے کسی سواری کا کجاوہ نہ کسا جائے سوائے مسجد حرام' مسجد اقصیٰ اور میری اس مسجد کے۔

(مسند احمد ج ٣ ص ٦٤ طبع قدیم' دار الفکر' مسند احمد: ١١٥٥٢۔ ج ١ طبع دار الحدیث' قاہرہ' ١٤١٦ھ)

شیخ عبدالرحمان مبارک پوری متوفی ۱۳۵۲ھ نے اس حدیث پر یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ حدیث شہر بن حوشب سے مروی ہے اور وہ کثیر الاوھام ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے التقریب میں لکھا ہے۔ (تحفۃ الاحوذی ج۱ ص۲۷۱ 'طبع ملتان)

شیخ مبارک پوری کے اعتراض کا جواب' مصنف کی طرف سے

میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے التقریب میں لکھا ہے کہ شہر بن حوشب' بہت صادق ہے اور یہ بہت ارسال کرتا ہے اور اس کے بہت وہم ہیں۔ (تقریب التہذیب ج۱ ص۴۲۳ 'مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت)

اور حافظ ابن حجر عسقلانی' شہر بن حوشب کے متعلق تہذیب التہذیب میں لکھتے ہیں:

امام احمد نے اس کے متعلق کہا: اس کی حدیث کتنی حسین ہے اور اس کی توثیق کی' اور کہا کہ عبدالحمید بن بہرام کی وہ حدیث جس میں امام ترمذی نے کہا: امام بخاری نے فرمایا: شہر حسن الحدیث ہے اور اس کا امر قوی ہے' ابن معین نے کہا: یہ ثقہ ہے' ان کے علاوہ اور بہت ناقدین فن نے شہر کی توثیق کی ہے۔ (تہذیب التہذیب ج۴ ص۳۲۷ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

حافظ جمال الدین مزی متوفی ۷۴۲ھ' اور علامہ شمس الدین ذہبی متوفی ۷۴۸ھ نے بھی شہر بن حوشب کی تعدیل میں یہ' اور بہت ائمہ کے اقوال نقل کیے ہیں۔ (تہذیب الکمال ج۸ ص۴۰۹ 'میزان الاعتدال ج۳ ص۳۹۰ 'طبع بیروت)

علاوہ ازیں حافظ ابن حجر عسقلانی نے خصوصیت سے اس حدیث کے متعلق لکھا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے۔ (فتح الباری ج۳ ص۶۶) اور شیخ احمد شاکر متوفی ۱۳۷۷ھ نے بھی اس حدیث کے متعلق لکھا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے' کیونکہ امام احمد اور امام ابن معین نے شہر بن حوشب کی توثیق کی ہے۔ (مسند احمد ج۱۰ ص۲۰۱ 'طبع قاہرہ)

اس حدیث کا دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر اس حدیث میں مستثنیٰ منہ مسجد کو نہ مانا جائے' بلکہ عام مانا جائے اور یہ معنی کیا جائے کہ ان تین مساجد کے سوا کسی جگہ کا بھی سفر کا قصد نہ کیا جائے تو پھر نیک لوگوں کی زیارت' رشتہ داروں سے ملنے' دوستوں سے ملنے' علوم مروجہ کو حاصل کرنے' تلاشِ معاش' حصولِ ملازمت' سیر وتفریح' سیاحت اور سفارت کے لیے سفر کرنا بھی ناجائز' حرام اور سفر معصیت ہوگا۔

شیخ مبارک پوری نے اس جواب پر یہ اعتراض کیا ہے: رہا تجارت یا طلب علم یا کسی اور غرض صحیح کے لیے سفر کرنا تو ان کا جواز دوسرے دلائل سے ثابت ہے (اس لیے یہ ممانعت عموم پر محمول ہے)۔ (تحفۃ الاحوذی ج۱ ص۲۷۱ 'مطبوعہ نشر السنۃ' ملتان)

میں کہتا ہوں کہ ہم نے جو سفر کی انواع ذکر کی ہیں' وہ سب غرض صحیح پر مبنی ہیں اور ان کے جواز پر کون سے دلائل ہیں جو صحاح ستہ کی اس حدیث کی ممانعت کے عموم کے مقابلہ میں راجح ہوں؟ خصوصاً نیک لوگوں' رشتہ داروں' دوستوں کی زیارت اور ان سے ملاقات کے لیے سفر کرنے' اسی طرح سائنسی علوم کے حصول' تلاشِ معاش' حصولِ ملازمت اور سیر وتفریح کے لیے سفر کرنے کے جواز پر کون سے دلائل ہیں؟ جو اس حدیث کی ممانعت پر راجح یا اس کے لیے ناسخ ہوں' نبی ﷺ کی قبر مبارک کی زیارت کے لیے سفر کرنے کے جواز پر اور بھی بہت دلائل ہیں اور ممانعت کی اس حدیث کی ہم نے ان مذکور توجیہات کے علاوہ اور بھی کئی توجیہات ذکر کی ہیں' اس کے لیے شرح صحیح مسلم ج۳ ص۷۶۴۔ ۷۶۳ ملاحظہ فرمائیں' شیخ ابن تیمیہ نے جو اس سفر کو حرام کہا ہے' حافظ ابن حجر نے فرمایا: یہ ان کا انتہائی مکروہ قول ہے۔

اور ملا علی بن سلطان محمد القاری المتوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

ابن تیمیہ حنبلی نے اس مسئلہ میں بہت تفریط کی ہے' کیونکہ اس نے نبی ﷺ کی زیارت کے لیے سفر کو حرام کہا ہے' بعض علماء

نے اس مسئلہ میں افراط کیا ہے اور اس سفر کے منکر کو کافر کہا ہے اور یہ دوسرا قول صحت اور صواب کے زیادہ قریب ہے کیونکہ جس چیز کی اباحت پر اتفاق ہو اس کا انکار کفر ہے تو جس چیز کے استحباب پر علماء کا اتفاق ہو اس کو حرام قرار دینا بہ طریق اولیٰ کفر ہوگا۔

(شرح الشفاء علیٰ حاشیہ نسیم الریاض ج ۳ ص ۵۱۴ 'مطبوعہ بیروت)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۳۲۸۰۔ ج ۳ ص ۷۶۲ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:
① گنبد خضراء کی زیارت کے لیے سفر کا حکم ② شیخ ابن تیمیہ کی تکفیر ③ قبر انور کی زیارت کے ثبوت میں روایات۔

۱۱۹۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ زَيْدِ بْنِ رِبَاحٍ، وَعُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي عَبْدِ اللّٰهِ الْأَغَرِّ، عَنْ أَبِي عَبْدِ اللّٰهِ الْأَغَرِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ صَلٰوةٌ فِي مَسْجِدِي هٰذَا خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ صَلٰوةٍ فِيمَا سِوَاهُ إِلَّا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از زید بن رباح وعبید اللہ بن ابی عبد اللہ الاغر از ابی عبد اللہ الاغر از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری اس مسجد میں نماز پڑھنا دوسری مساجد میں نماز پڑھنے کی بہ نسبت ہزار نمازوں سے افضل ہے ماسوا مسجد حرام کے۔

(صحیح مسلم: ۱۳۹۴' الرقم المسلسل: ۳۳۱۵' سنن ترمذی: ۳۲۵' سنن نسائی: ۲۸۹۹۔ ۲۶۹۳' سنن ابن ماجہ: ۱۴۰۴' مسند ابو یعلیٰ: ۶۱۶۶' مسند احمد ج ۲ ص ۲۵۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۷۴۸۱۔ ج ۱۲ ص ۴۵۰' مؤسسۃ الرسالۃ بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ۷۴۶۳' مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ' مسند الطحاوی: ۷۶۱۵)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبد اللہ بن یوسف ابو محمد التنیسی (۲) امام مالک بن انس (۳) زید بن رباح' یہ ۱۳۱ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) عبید اللہ بن عبد اللہ (۵) ابو عبد اللہ' ان کا نام سلمان الاغر ہے' یہ اہل مدینہ کے واعظ تھے (۶) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۴۰۷)

مسجد حرام اور مسجد نبوی کی نمازوں کی فضیلت میں اختلاف فقہاء اور مسجد نبوی کی فضیلت پر دلیل

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ لکھتے ہیں:

اس پر اجماع ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر مبارک روئے زمین کی سب سے افضل جگہ ہے' اور مکہ اور مدینہ روئے زمین پر سب سے افضل ہیں' پھر اس میں اختلاف ہے کہ قبر مبارک کی جگہ کے علاوہ ان میں سے کون افضل ہے' پس حضرت عمر' بعض صحابہ' امام مالک اور اکثر اہل مدینہ اس کے قائل ہیں کہ مدینہ منورہ افضل ہے' اور انہوں نے کہا کہ مسجد حرام کے سوا باقی مساجد سے مسجد نبوی میں نماز ہزار نمازوں سے افضل ہے اور مسجد حرام سے ہزار نمازوں سے کم افضل ہے' حضرت عمر نے کہا: مسجد حرام میں ایک نماز اس کے ماسوا سے سو نمازوں سے افضل ہے' پس مسجد نبوی کی فضیلت نو سو نمازیں ہیں اور مسجد حرام کے غیر پر ہزار نمازوں سے افضل ہے۔

اہل مکہ اور فقہاء احناف کا مذہب یہ ہے کہ مکہ مکرمہ' مدینہ منورہ سے افضل ہے اور ہمارے اصحاب میں سے ابن حبیب اور ابن وہب کا بھی یہی مؤقف ہے اور الباجی نے امام شافعی سے بھی اسی کی حکایت کی ہے اور انہوں نے کہا ہے کہ مکہ میں نماز پڑھنا افضل ہے۔

(اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۴ ص ۵۱۱' دار الوفاء ۱۴۱۹ھ)

میں کہتا ہوں کہ مسجد نبوی میں نماز پڑھنے کی فضیلت پر اس حدیث سے استدلال کیا جاسکتا ہے:

حضرت انس رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! تو نے مکہ میں جتنی برکتیں رکھی ہیں' اس کی دوضعف برکتیں

مدینہ میں نازل فرما۔ (صحیح البخاری: ۱۸۸۵، صحیح مسلم: ۱۳۶۹)

اس حدیث کا ظاہر معنی یہ ہے کہ مدینہ میں مکہ سے چار گنا برکتیں نازل فرما لیکن شارحین نے اس کو تین مثل پر محمول کیا ہے' ہم پہلے مسند احمد اور سنن ابن ماجہ کی احادیث سے یہ بتا چکے ہیں کہ مسجد حرام میں نماز پڑھنا ایک لاکھ نمازوں سے افضل ہے' اس کا معنی یہ ہے کہ مسجد نبوی میں نماز پڑھنا کم از کم تین لاکھ نمازوں سے افضل ہے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۳۲۷۰۔ ج ۳ ص ۷۵۴ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

① مسجد نبوی میں نمازوں کا اجر زیادہ ہے یا مسجد حرام میں؟ ② کیا مسجد نبوی کے توسیع شدہ حصہ میں بھی ثواب زیادہ ہوتا ہے؟ ③ کیا مسجد نبوی میں ثواب کے اضافہ سے قضاء نمازوں کی تلافی ہو جاتی ہے؟ ④ آخر المسجد پر قادیانیوں کے ایک اشکال کا جواب۔

۲ - بَابُ مَسْجِدِ قُبَاءٍ — مسجد قُبا

اس باب میں مسجد قباء کی فضیلت کو بیان کیا گیا ہے' یاقوت حموی نے کہا ہے کہ جو شخص مدینہ سے مکہ کی طرف جا رہا ہو' اس کی بائیں جانب دو میل کے فاصلہ پر ایک بستی ہے' جس کا نام قباء ہے وہیں پر مسجد التقویٰ ہے۔

الرشاطی نے کہا ہے کہ قباء اور مدینہ کے درمیان چھ میل ہیں' ابن قرقول نے کہا: یہ مدینہ سے تین میل کے فاصلہ پر ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۷ ص ۳۷۵)

۱۱۹۱ - حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ قَالَ أَخْبَرَنَا أَيُّوبُ، عَنْ نَافِعٍ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا كَانَ لَا يُصَلِّي مِنَ الضُّحَى إِلَّا فِي يَوْمَيْنِ يَوْمَ يَقْدَمُ بِمَكَّةَ، فَإِنَّهُ كَانَ يَقْدَمُهَا ضُحًى، فَيَطُوفُ بِالْبَيْتِ، ثُمَّ يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ خَلْفَ الْمَقَامِ، وَيَوْمَ يَأْتِي مَسْجِدَ قُبَاءٍ، فَإِنَّهُ كَانَ يَأْتِيهِ كُلَّ سَبْتٍ، فَإِذَا دَخَلَ الْمَسْجِدَ كَرِهَ أَنْ يَخْرُجَ مِنْهُ حَتَّى يُصَلِّيَ فِيهِ. قَالَ وَكَانَ يُحَدِّثُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَزُورُهُ رَاكِبًا وَمَاشِيًا.

[اطراف الحدیث: ۱۱۹۳-۱۱۹۴-۷۳۲۶]

(صحیح مسلم: ۱۳۹۹' الرقم المسلسل: ۳۳۳۰' سنن ابوداؤد: ۲۰۴۰)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن علیہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے خبر دی از نافع' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما چاشت کی نماز صرف دو دنوں میں پڑھتے تھے جس دن وہ مکہ آتے تھے کیونکہ وہ مکہ میں چاشت کے وقت آتے تھے' پس وہ بیت اللہ کا طواف کرتے' پھر وہ مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعت نماز پڑھتے اور جس دن وہ مسجد قباء میں آتے تھے اور وہ ہر ہفتہ کے دن مسجد قباء میں آتے تھے' پس جب وہ مسجد میں داخل ہوتے تو وہ نماز پڑھے بغیر مسجد سے نکلنے کو ناپسند کرتے اور حضرت ابن عمر یہ حدیث بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سواری پر اور پیدل مسجد قباء کی زیارت کرتے تھے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) یعقوب بن ابراہیم بن کثیر' ان کی کنیت ابو یوسف ہے (۲) ابن علیہ' ان کا نام اسماعیل بن ابراہیم بن سہم ہے' یہ ابن علیہ سے معروف ہیں' علیہ ان کی ماں کا نام ہے (۳) ایوب بن کیسان السختیانی (۴) نافع مولیٰ ابن عمر (۵) حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما۔

(عمدۃ القاری ج ۷ ص ۳۷۶)

۱۱۹۲ - قَالَ وَكَانَ يَقُولُ لَهُ إِنَّمَا أَصْنَعُ كَمَا رَأَيْتُ أَصْحَابِي يَصْنَعُونَ، وَلَا أَمْنَعُ أَحَدًا أَنْ يُصَلِّيَ فِي أَيِّ

حضرت ابن عمر کہتے تھے: میں اس طرح کرتا ہوں جس طرح میں نے اپنے اصحاب کو کرتے ہوئے دیکھا ہے اور میں کسی کو نماز

سَاعَةٍ شَاءَ مِنْ لَيْلٍ أَوْ نَهَارٍ، غَيْرَ أَنْ لَا تَتَحَرَّوْا طُلُوعَ الشَّمْسِ وَلَا غُرُوبَهَا. پڑھنے سے منع نہیں کرتا خواہ وہ دن اور رات کو کسی وقت بھی نماز پڑھے مگر طلوع شمس اور غروب شمس کے وقت نماز کا قصد نہ کرو۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۵۸۲ میں گزر چکی ہے۔

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

ابوجعفر الداؤدی نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مسجد قباء میں جانا' اس پر دلالت کرتا ہے کہ جو فضیلت والی مسجد شہر کے قریب ہو' اس میں پیدل اور سوار ہو کر جانے میں کوئی حرج نہیں ہے اور یہ تین مسجدوں کے علاوہ کجاوے کسنے کی ممانعت میں داخل نہیں ہے۔

مسجد قباء میں نماز پڑھنے کا ثواب عمرہ کے برابر ہے

امام ابن ابی شیبہ نے از ابی امامہ بن سہل از والد خود از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' یہ روایت ذکر کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسجد قباء میں نماز پڑھنا عمرہ کی مثل ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۶۱۰' مجلس علمی' بیروت' سنن ابن ماجہ: ۱۴۱۱' الاحاد والمثانی: ۱۹۸۹' سنن ترمذی: ۳۲۴' المستدرک ج ۱ ص ۴۸۷' ابن ابی حاتم ج ۹ ص ۱۳۸۷)

حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم نے کہا: اس میں نماز پڑھنا عمرہ کی مثل ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۶۱۳' مجلس علمی' بیروت)

وکیع سے روایت ہے کہ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: دو آدمیوں کی اس میں بحث ہوئی کہ وہ کون سی مسجد ہے جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے؟ ان میں سے ایک نے کہا: وہ مسجد نبوی ہے' دوسرے نے کہا: وہ مسجد قباء ہے' پھر وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو آپ نے فرمایا: وہ میری یہ مسجد ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۶۰۳' مجلس علمی' بیروت' صحیح ابن حبان: ۱۶۰۵- ۱۶۰۳' المعجم الکبیر: ۶۰۲۵- ج ۶' مسند احمد ج ۵ ص ۳۳۱)

وکیع نے حضرت ابوسعید خدری سے بھی اس کی مثل روایت کی ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۶۰۲' مجلس علمی' بیروت' المستدرک ج ۲ ص ۳۳۴' دلائل النبوۃ ج ۶ ص ۲۶۴' سنن ترمذی: ۳۰۹۹' سنن نسائی: ۷۷۶' صحیح ابن حبان: ۷۶۰۷)

امام دارقطنی نے کثیر بن ولید سے' از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' اس کی مثل روایت کی ہے اور یہ حضرت ابن عمر' سعید بن المسیب اور امام مالک بن انس کا قول ہے' اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان دونوں مسجدوں کی بنیاد تقویٰ پر ہو۔

اس میں فقہاء مالکیہ کا اختلاف ہے کہ جس نے مسجد قباء میں نماز پڑھنے کی نذر مانی' وہ وہاں جا کر نماز پڑھے یا اپنی جگہ پر پڑھ لے۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۱۸۴- ۱۸۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

مسجد قباء کی فضیلت اور ہفتہ کے دن مسجد قباء جا کر نماز پڑھنے کی توجیہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

(۱) اس حدیث میں قباء کی فضیلت ہے اور قباء کی مسجد کی فضیلت ہے اور وہاں نماز پڑھنے کی فضیلت ہے۔

(۲) اس میں مسجد قباء کی زیارت کا استحباب ہے اور اس مسجد میں نماز پڑھنے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء ہے' اسی طرح ہفتہ کے دن مسجد قباء کی زیارت مستحب ہے۔

(۳) ہفتہ کے دن مسجد قباء کی زیارت اور اس میں نماز پڑھنے کی تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ چونکہ ہجرت کی ابتداء میں سب سے پہلے اس مسجد کی بنیاد رکھی گئی تھی' پھر اس کے بعد مدینہ میں مسجد نبوی کی بنیاد رکھی گئی تھی اور جمعہ کے دن مسجد نبوی میں جمعہ کی نماز پڑھی

جاتی تھی اور جمعہ کے دن اہل قباء مدینہ میں مسجد نبوی میں نماز پڑھنے کے لیے آتے تھے اور جمعہ کے دن جمعہ کے وقت میں مسجد قباء نماز سے معطل ہو جاتی تھی تو اس کے تدارک کے لیے نبی ﷺ اور آپ کی اتباع میں صحابہ ہفتہ کے دن مسجد قباء میں آ کر چاشت کی نماز پڑھتے تھے۔

(۴) اس حدیث میں بعض ایام کو بعض نفلی عبادات کے ساتھ خاص کرنے کی دلیل ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۷ ص ۳۷۸-۳۷۷ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ سوئم، چہلم اور عرس میں دنوں کی تعیین کی اصل بھی یہی حدیث ہے، شیخ تھانوی نے اس حدیث سے عرس کے لیے دن کی تعیین کی اصل نکالی ہے۔ (دیکھئے: البوادر النوادر ص ۴۵۸ 'مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز' لاہور' ۱۹۶۲ء)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۳۲۸۵۔ ج ۳ ص ۷۶۸ پر مذکور ہے' اس کے عنوانات حسب ذیل ہیں:

① مسجد قباء اور اس کے فضائل ② ہفتہ کے دن مسجد قباء جانے کی خصوصیت ③ اعمال صالحہ کی بعض ایام میں تخصیص۔

٣ - بَابُ مَنْ اَتٰى مَسْجِدَ قُبَاءٍ كُلَّ سَبْتٍ

جو ہر ہفتہ کے دن مسجد قباء آیا

١١٩٣ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ مُسْلِمٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْتِيْ مَسْجِدَ قُبَاءٍ كُلَّ سَبْتٍ، مَاشِيًا وَّرَاكِبًا وَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَفْعَلُهٗ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد العزیز بن مسلم نے حدیث بیان کی از عبد اللہ بن دینار از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ ہر ہفتہ کے دن مسجد قباء پیدل اور سوار ہو کر آتے تھے اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی اسی طرح کرتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۱۹۱ میں گزر چکی ہے۔

٤ - بَابُ اِتْيَانِ مَسْجِدِ قُبَاءٍ مَاشِيًا وَّرَاكِبًا

مسجد قباء میں پیدل اور سوار ہو کر جانا

١١٩٤ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِيْ نَافِعٌ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْتِيْ قُبَاءً رَاكِبًا وَّمَاشِيًا. زَادَ ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ، عَنْ نَافِعٍ، فَيُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از عبید اللہ' انہوں نے کہا: مجھے نافع نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ مسجد قباء سوار ہو کر اور پیدل آتے تھے۔ ابن نمیر نے یہ اضافہ کیا: ہمیں عبید اللہ نے حدیث بیان کی از نافع' پس وہ دو رکعت نماز پڑھتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۱۹۱ میں ملاحظہ فرمائیں۔

٥ - بَابُ فَضْلِ مَا بَيْنَ الْقَبْرِ وَالْمِنْبَرِ

قبر اور منبر کے درمیان فضیلت کا بیان

١١٩٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ بَكْرٍ، عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيْمٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ الْمَازِنِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از عبد اللہ بن ابی بکر از عباد بن تمیم از حضرت عبد اللہ بن زید المازنی رضی اللہ عنہ

رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا بَيْنَ بَيْتِيْ وَمِنْبَرِيْ رَوْضَةٌ مِّنْ رِّيَاضِ الْجَنَّةِ. [طرف الحدیث:۶۳۳۵]

کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے گھر اور منبر کی درمیانی جگہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔

(سنن ترمذی: ۳۹۱۵' المعجم الصغیر:۱۱۱۰' مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۷۲۲۳۔ ج ۱۲ ص ۱۵۹)

آپ کے گھر' آپ کے حجرہ اور آپ کی قبر کی فضیلت کے متعلق احادیث

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: میرے گھر اور منبر کے درمیان۔ اس کے دو معنی ہیں: پہلا معنی یہ ہے:

(۱) میرے اس گھر کے درمیان جس میں مَیں رہتا ہوں اور یہ معنی زیادہ ظاہر ہے کیونکہ متعارف یہ ہے کہ جب کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ فلاں شخص اپنے گھر میں ہے تو اس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ وہ اس گھر میں ہے جس میں وہ رہتا ہے اور ایک روایت میں ہے: میرے حجرہ اور میرے منبر کے درمیان اور یہ بالکل ظاہر ہے۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۴۱۲' مسند احمد: ۹۳۳۸۔ ج ۱۵ ص ۱۹۶)

(۲) دوسرا معنی یہ ہے: زید بن اسلم نے کہا: اس حدیث میں "بیت" سے مراد آپ کی قبر ہے اور اس معنی کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جس میں ہے: میری قبر اور میرے منبر کے درمیان۔ (مسند ابویعلیٰ:۱۳۴۱' مشکل الآثار ج ۴ ص ۷۰' تاریخ بغداد ج ۴ ص ۴۰۳' المعجم الکبیر:۱۳۱۵۶' المعجم الاوسط:۶۱۴' الضعفاء للعقیلی ج ۴ ص ۷۳' حلیۃ الاولیاء ج ۹ ص ۳۲۴' شرح مشکل الآثار:۲۸۷۲' مسند البزار: ۱۱۹۴' مسند احمد ج ۳ ص ۶۴ طبع قدیم' مسند احمد:۱۱۶۱۰' ج ۱۸ ص ۱۵۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

امام طبری نے کہا ہے کہ جب کہ آپ کی قبر انور آپ کے گھروں میں سے ایک گھر میں ہے' تو یہ حدیث اس سے مؤید ہے' اس حدیث کے الفاظ اگرچہ مختلف ہیں لیکن اس کا معنی متفق ہے' کیونکہ آپ کا وہ گھر جس میں آپ کی قبر ہے وہ آپ کے حجروں میں سے ایک حجرہ ہے اور آپ کے گھروں میں سے ایک گھر ہے اور وہی آپ کی قبر ہے اور آپ کی وفات کے بعد وہی آپ کا گھر ہے' پس آپ کا وہ گھر اور آپ کا وہ حجرہ جس میں آپ کی قبر ہے' وہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اور "روضۃ" کلام عرب میں اس جگہ کو کہتے ہیں جس میں خشک اور تر گھاس ہو۔

نبی ﷺ کی مراد یہ ہے کہ جس جگہ کوئی نمازی نماز پڑھتا ہو یا کوئی ذکر کرنے والا اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہو یا کوئی شخص اللہ کی اطاعت کرتا ہو تو یہ چیزیں اس کو جنت کی طرف لے جائیں گی' اسی طرح جو شخص نبی ﷺ سے ایمان اور دین کی باتیں سنتا ہو تو وہ چیزیں بھی اس کی جنت کی طرف قیادت کریں گی' جیسا کہ حدیث میں ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم جنت کے باغوں میں سے گزرو تو ان میں چر لیا کرو' صحابہ نے پوچھا: جنت کے باغات کیا ہیں؟ فرمایا: ذکر کے حلقے۔ (سنن ترمذی:۳۵۱۰' سنن دارمی:۲۷۸۰' مسند احمد ج ۵ ص ۴۲)

اس حدیث کی نظیر یہ حدیث ہے:

حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے لوگو! دشمن سے مقابلہ کی تمنا نہ کرو اور اللہ تعالیٰ سے عافیت کا سوال کرو' پس جب تمہارا دشمن سے مقابلہ ہو تو صبر کرو اور یاد رکھو کہ جنت تلواروں کے سایوں کے نیچے ہے۔

(صحیح البخاری:۳۰۲۶' صحیح مسلم:۱۷۴۱' سنن کبریٰ للنسائی:۸۶۳۴)

یعنی جہاد ایسا عمل ہے جو جنت تک پہنچاتا ہے' اسی طرح اللہ کا ذکر بھی بندہ کو جنت کی طرف پہنچا دیتا ہے۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ میرا منبر میرے حوض پر ہے' اس کا ایک معنی یہ ہے: اللہ تعالیٰ بعینہٖ اسی منبر کو حوض پر لوٹا دے گا اور اس کو بلند کر کے حوض پر رکھ دے گا' دوسرا معنی یہ ہے کہ حوض پر بھی نبی ﷺ کا ایک منبر ہوگا۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۱۸۵۔۱۸۴ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

آپ کے حجرہ اور آپ کے منبر کی درمیانی جگہ کو جنت کا باغ قرار دینے کی توجیہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

آپ کے حجرہ اور منبر کی درمیانی جگہ کو جنت کا باغ اس لیے فرمایا ہے کہ آپ کی قبر مبارک کی زیارت کرنے والے فرشتے اور انسان اور جنات سر جھکائے ہوئے اللہ تعالیٰ کا ذکر اور اس کی عبادت کرتے رہتے ہیں۔

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ اس حدیث کی مدینہ منورہ کی فضیلت پر دلالت ہے خصوصاً اس جگہ پر جو آپ کے حجرہ اور آپ کے منبر کے درمیان ہے اور جو شخص اس جگہ میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو لازم رکھے گا تو یہ اطاعت اس کو جنت کے باغات میں سے کسی باغ کی طرف پہنچادے گی اور جس شخص نے آپ کے منبر کے پاس عبادت کو لازم رکھا تو اس عبادت کی وجہ سے اس کو جنت کے حوض سے پلایا جائے گا۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۳۸۱ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۱۱۹۶ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ عَنْ يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِي خُبَيْبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا بَيْنَ بَيْتِي وَمِنْبَرِي رَوْضَةٌ مِّنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ وَمِنْبَرِي عَلٰى حَوْضِي.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی از یحییٰ از عبید اللہ انہوں نے کہا: مجھے خبیب بن عبد الرحمٰن نے حدیث بیان کی از حفص بن عاصم از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا: میرے گھر اور میرے منبر کی درمیانی جگہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اور میرا منبر میرے حوض پر ہے۔

[اطراف الحدیث: ۱۸۸۸۔۶۵۸۸۔۷۳۳۵]

اس حدیث کی شرح کے لیے گزشتہ حدیث: ۱۱۹۵ کا مطالعہ کریں۔

۶ - بَابُ مَسْجِدِ بَيْتِ الْمَقْدِسِ

بیت المقدس کی مسجد

۱۱۹۷ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ قَالَ سَمِعْتُ قَزَعَةَ مَوْلٰى زِيَادٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا سَعِيدِ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يُحَدِّثُ بِأَرْبَعٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَعْجَبْنَنِي وَآنَقْنَنِي قَالَ لَا تُسَافِرِ الْمَرْأَةُ يَوْمَيْنِ إِلَّا مَعَهَا زَوْجُهَا أَوْ ذُوْ مَحْرَمٍ وَلَا صَوْمَ فِي يَوْمَيْنِ الْفِطْرِ وَالْأَضْحٰى وَلَا صَلٰوةَ بَعْدَ صَلٰوتَيْنِ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ وَبَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰى تَغْرُبَ وَلَا تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلَّا إِلٰى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ مَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَسْجِدِ الْأَقْصٰى وَمَسْجِدِي.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الولید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عبد الملک انہوں نے کہا: میں نے زیاد کے آزاد شدہ غلام قزعہ سے سنا انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے سنا وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے چار حدیثوں کی روایت کرتے تھے جو مجھے بہت اچھی اور دلکش لگیں انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی عورت اپنے خاوند یا محرم کے بغیر دو دن کا سفر نہ کرے اور دو دن روزہ نہ رکھے عید الفطر اور عید الاضحیٰ کو اور دو نمازوں کے بعد نماز نہ پڑھے: صبح کی نماز کے بعد حتیٰ کہ سورج طلوع ہو جائے اور عصر کے بعد حتیٰ کہ سورج غروب ہو جائے اور تین مسجدوں کے سوا اونٹنیوں پر کجاوے نہ کسے جائیں: مسجد حرام مسجد اقصیٰ اور میری مسجد۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۵۸۶ کا مطالعہ کریں۔

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

۲۱ - كِتَابُ الْعَمَلِ فِي الصَّلٰوةِ

نماز میں کوئی عمل کرنے کا بیان

١ - بَابُ اِسْتِعَانَةِ الْيَدِ فِي الصَّلٰوةِ، إِذَا كَانَ مِنْ اَمْرِ الصَّلٰوةِ

نماز میں ہاتھ سے مدد لینا جب کہ اس عمل کا تعلق نماز سے ہو

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَسْتَعِينُ الرَّجُلُ فِي صَلٰوتِهِ بِمَا شَاءَ مِنْ جَسَدِهِ.

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: کوئی شخص نماز میں اپنے جسم سے جو چاہے مدد لے جب کہ اس عمل کا تعلق نماز سے ہو۔

اس تعلیق پر یہ اعتراض ہے کہ عنوان میں ہاتھ سے مدد لینے کا ذکر ہے اور اس تعلیق میں جسم سے مدد لینے کا ذکر ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ ہاتھ بھی جسم کا ایک حصہ ہے۔

وَوَضَعَ اَبُوْ اِسْحَاقَ قَلَنْسُوَتَهُ فِي الصَّلٰوةِ وَرَفَعَهَا.

اور ابو اسحاق نے نماز میں اپنی ٹوپی کو رکھا اور اٹھایا۔

ابواسحاق کا نام عمرو بن عبد اللہ السبیعی کوفی ہے یہ کبار تابعین میں سے ہیں اور امام ابوحنیفہ کے مشائخ میں سے ہیں' انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ۳۸' اصحاب کی زیارت کی تھی۔

وَوَضَعَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ كَفَّهُ عَلٰى رُصْغِهِ (رُسْغِهِ) الْاَيْسَرِ، اِلَّا اَنْ يَحُكَّ جِلْدًا اَوْ يُصْلِحَ ثَوْبًا.

حضرت علی نے اپنی ہتھیلی بائیں کلائی پر رکھی سوا اس کے کہ وہ جلد کو کھجائیں یا اپنے کپڑے کو ٹھیک کریں۔

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل حدیث ہے:

غزوان بن جریر الضبی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی جب نماز میں کھڑے ہوتے تو اپنا دایاں ہاتھ بائیں کلائی پر رکھتے' پھر اسی طرح رکھے رہتے حتیٰ کہ رکوع کرتے یا اپنے کپڑے کو ٹھیک کرتے یا جسم پر کہیں کھجاتے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۹۶۱' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱ ۳۹۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۹۰' کراچی)

١١٩٨ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ مَخْرَمَةَ بْنِ سُلَيْمَانَ، عَنْ كُرَيْبٍ، مَوْلٰى ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهُ اَخْبَرَهُ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّهُ بَاتَ عِنْدَ مَيْمُوْنَةَ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از مخرمہ بن سلیمان از کریب مولیٰ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے خبر دی کہ انہوں نے حضرت ام المؤمنین میمونہ

رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا' وَهِیَ خَالَتُهٗ' قَالَ فَاضْطَجَعْتُ عَلٰی عَرْضِ الْوِسَادَةِ' وَاضْطَجَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاَهْلُهٗ فِیْ طُوْلِهَا' فَنَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰی انْتَصَفَ اللَّیْلُ' اَوْ قَبْلَهٗ بِقَلِیْلٍ' اَوْ بَعْدَهٗ بِقَلِیْلٍ' ثُمَّ اسْتَیْقَظَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَجَلَسَ' یَمْسَحُ النَّوْمَ عَنْ وَجْهِهٖ بِیَدِهٖ' ثُمَّ قَرَاَ الْعَشْرَ اٰیَاتِ خَوَاتِیْمَ سُوْرَةِ اٰلِ عِمْرَانَ' ثُمَّ قَامَ اِلٰی شَنٍّ مُعَلَّقَةٍ فَتَوَضَّاَ مِنْهَا فَاَحْسَنَ وُضُوْءَهٗ' ثُمَّ قَامَ یُصَلِّیْ. قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا' فَصَنَعْتُ مِثْلَ مَا صَنَعَ' ثُمَّ ذَهَبْتُ فَقُمْتُ اِلٰی جَنْبِهٖ' فَوَضَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَدَهُ الْیُمْنٰی عَلٰی رَاْسِیْ' وَاَخَذَ بِاُذُنِی الْیُمْنٰی یَفْتِلُهَا بِیَدِهٖ' فَصَلّٰی رَكْعَتَیْنِ' ثُمَّ رَكْعَتَیْنِ' ثُمَّ رَكْعَتَیْنِ' ثُمَّ رَكْعَتَیْنِ' ثُمَّ رَكْعَتَیْنِ' ثُمَّ رَكْعَتَیْنِ' ثُمَّ اَوْتَرَ' ثُمَّ اضْطَجَعَ حَتّٰی جَاءَهُ الْمُؤَذِّنُ' فَقَامَ فَصَلّٰی رَكْعَتَیْنِ خَفِیْفَتَیْنِ' ثُمَّ خَرَجَ فَصَلَّی الصُّبْحَ.

رضی اللہ کے ہاں رات بسر کی اور وہ ان کی خالہ تھیں' انہوں نے بیان کیا کہ پس میں بستر کی چوڑائی میں سو گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی اہلیہ بستر کے طول میں لیٹ گئے' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سو گئے حتیٰ کہ آدھی رات یا اس سے کچھ کم یا کچھ زیادہ وقت گزر گیا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے اور اپنے ہاتھ سے چہرے سے نیند دور کرنے لگے' پھر آپ نے سورۂ آل عمران کی آخری دس آیات پڑھیں' پھر آپ ایک لٹکی ہوئی مشک کے پاس کھڑے ہوئے' پس آپ نے اس سے اچھی طرح وضوء کیا' پھر آپ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے' حضرت ابن عباس رضی اللہ نے کہا: پس میں نے بھی آپ کی مثل کیا' پھر میں گیا اور آپ کے پہلو میں کھڑا ہو گیا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دایاں ہاتھ میرے سر پر رکھا اور میرے دائیں کان کو اپنے ہاتھ سے پکڑ کر مروڑا' پس آپ نے دو رکعت پڑھیں' پھر دو رکعت پڑھیں' پھر دو رکعت پڑھیں' پھر دو رکعت پڑھیں' پھر دو رکعت پڑھیں' پھر دو رکعت پڑھیں' پھر آپ نے وتر پڑھے' پھر آپ لیٹ گئے' پھر آپ کے پاس مؤذن آیا تو آپ نے اٹھ کر تخفیف کے ساتھ دو رکعت (سنت) پڑھیں' پھر آپ گھر سے نکل گئے اور فجر کی نماز پڑھائی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۸۳ میں گزر چکی ہے' اس باب کے تحت امام بخاری نے اس حدیث کو اس لیے ذکر کیا ہے کہ اس میں نماز کی حالت میں عمل کرنے کا ثبوت ہے کیونکہ آپ نے اپنا دایاں ہاتھ حضرت ابن عباس کے سر پر رکھا اور ان کا' کان مروڑا' نیز اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وتر کے علاوہ تہجد کی بارہ رکعات پڑھیں۔

۲ - بَابُ مَا یُنْهٰی مِنَ الْكَلَامِ فِی الصَّلٰوةِ

نماز میں کلام کرنے کی ممانعت

۱۱۹۹ - حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَیْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَیْلٍ قَالَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ' عَنْ اِبْرَاهِیْمَ' عَنْ عَلْقَمَةَ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّهٗ قَالَ كُنَّا نُسَلِّمُ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ' وَهُوَ فِی الصَّلٰوةِ فَیَرُدُّ عَلَیْنَا' فَلَمَّا رَجَعْنَا مِنْ عِنْدِ النَّجَاشِیِّ' سَلَّمْنَا عَلَیْهِ فَلَمْ یَرُدَّ عَلَیْنَا' وَقَالَ اِنَّ فِی الصَّلٰوةِ شُغْلًا.

[اطراف الحدیث: ۱۲۱۶-۳۸۷۵]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابن نمیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن فضیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی از ابراہیم از علقمہ از حضرت عبد اللہ رضی اللہ' انہوں نے بیان کیا کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کرتے تھے اور آپ نماز میں ہوتے تھے تو آپ ہمیں سلام کا جواب دیتے تھے جب ہم النجاشی کے پاس سے لوٹے' ہم نے آپ کو سلام کیا تو آپ نے ہم کو سلام کا جواب نہیں دیا (اور بعد میں بتایا کہ) نماز کی مشغولیت تھی۔

(صحیح مسلم:۵۳۸'الرقم المسلسل:۱۱۸۱'سنن ابوداؤد:۹۲۳'سنن ابن ماجہ:۱۰۱۹'سنن کبریٰ:۵۳۸'مصنف ابن ابی شیبہ ج۱ص۳۷۳'مسند ابویعلیٰ:۵۱۸۸'صحیح ابن خزیمہ:۸۵۵'المعجم الکبیر:۱۰۱۲۶'سنن بیہقی ج۲ص۲۴۸'شرح السنہ:۷۲۴'مسند احمد ج۲ص۳۷۶طبع قدیم'مسند احمد:۳۵۶۳۔ج۶ص۲۸'مؤسسۃ الرسالۃ'بیروت'جامع المسانید لابن جوزی:۷۱۱۴'مکتبۃ الرشد'ریاض'۱۴۲۶ھ'مسند الطحاوی:۵۰۴۴)

حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ حَدَّثَنَا هُرَيْمُ بْنُ سُفْيَانَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ.

اس حدیث کی دوسری سند: ہمیں اسحاق بن منصور نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ھریم بن سفیان نے حدیث بیان کی از الاعمش از ابراہیم از علقمہ از حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' اسی کی مثل مروی ہے۔

۱۲۰۰ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسٰى قَالَ أَخْبَرَنَا عِيسٰى هُوَ ابْنُ يُونُسَ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ، عَنِ الْحَارِثِ بْنِ شُبَيْلٍ، عَنْ أَبِي عَمْرٍو الشَّيْبَانِيِّ قَالَ قَالَ لِي زَيْدُ بْنُ أَرْقَمَ إِنْ كُنَّا لَنَتَكَلَّمُ فِي الصَّلٰوةِ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يُكَلِّمُ أَحَدُنَا صَاحِبَهُ بِحَاجَتِهِ، حَتّٰى نَزَلَتْ ﴿حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوَاتِ﴾ الْآيَةَ (البقرہ: ۲۳۸)، فَأُمِرْنَا بِالسُّكُوْتِ. [طرف الحدیث:۴۵۳۴]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عیسیٰ نے خبر دی اور وہ ابن یونس ہیں از اسماعیل از الحارث بن شبیل از ابی عمرو الشیبانی' انہوں نے کہا: مجھ سے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں نماز میں کلام کرتے تھے' ہم میں سے کوئی شخص اپنے ساتھی سے اپنی ضرورت کی بات کرتا تھا' حتیٰ کہ یہ آیت نازل ہو گئی: تم (تمام) نمازوں کی حفاظت کرو اور (خصوصاً) درمیانی نماز کی اور اللہ کے لیے خاموشی سے کھڑے رہو (البقرہ:۲۳۸) پس ہمیں خاموش رہنے کا حکم دیا گیا۔

(صحیح مسلم:۵۳۹'الرقم المسلسل:۱۱۸۳'سنن ابوداؤد:۹۴۹'سنن ترمذی:۴۰۵'سنن نسائی:۱۲۱۹'السنن الکبریٰ:۱۱۰۴۷'صحیح ابن خزیمہ:۷۵۶۔۷۵۷'صحیح ابن حبان:۲۲۴۶'المعجم الکبیر:۵۰۶۲'سنن بیہقی ج۲ص۲۴۸'شرح السنہ:۷۲۲'مسند احمد ج۴ص۳۶۸طبع قدیم'مسند احمد:۱۹۲۷۸۔ج۳۲ص۲۸'مؤسسۃ الرسالۃ'بیروت'جامع المسانید لابن جوزی:۷۱۷۲'مکتبۃ الرشد'ریاض'۱۴۲۶ھ'مسند الطحاوی:۱۹۷۴)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابراہیم بن موسیٰ بن یزید بن زاذان تمیمی الفراء ابو اسحاق (۲) عیسیٰ بن یونس بن ابی اسحاق السبیعی (۳) اسماعیل بن ابی خالد الاحمسی البجلی' ابو خالد کا نام سعد ہے (۴) الحارث بن شبیل (۵) ابو عمرو شیبانی' ان کا نام سعید بن ایاس ہے (۶) حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ الانصاری الخزرجی' یہ ۶۸ھ میں فوت ہو گئے تھے۔(عمدۃ القاری ج۸ص۶۳)

نماز میں اصلاح نماز کے لیے کلام کرنے پر علامہ ابن بطال کے دلائل اور فقہاء احناف کے دلائل پر اعتراض

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

امام مالک اور امام اوزاعی نے نماز کی مصلحت کے لیے نماز میں کلام کرنے کی اجازت دی ہے' اور فقہاء احناف نے اس سے منع کیا ہے' امام مالک کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر یا عصر کی نماز دو رکعت پڑھا دی تو حضرت ذوالیدین نے کہا: یارسول اللہ! کیا اب نماز کی مقدار کم ہو گئی ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے پوچھا: آیا جو یہ کہہ رہے ہیں وہ حق ہے' صحابہ نے کہا: جی ہاں! تو آپ نے دو رکعت اور پڑھیں اور سہو کے دو سجدے کیے۔(صحیح البخاری:۱۲۲۷)

فقہاء احناف یہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود اور حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی حدیث حضرت ذوالیدین کے قصہ کے لیے ناسخ ہے اور ہم عنقریب حضرت ذوالیدین کی حدیث کی شرح میں اس مسئلہ میں اہل علم کا اختلاف ذکر کریں گے اور یہاں پر فقہاء احناف کا رد کرنے کے لیے کچھ دلائل کا ذکر کریں گے۔

تواتر کے ساتھ آثار سے یہ ثابت ہے کہ حضرت ابن مسعود حبشہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تھے جب آپ نے ان کے سلام کا جواب نہیں دیا تھا اور فرمایا تھا: بے شک نماز میں مشغولیت ہوتی ہے اور یہ مکہ کا واقعہ ہے اور حضرت ابوہریرہ مدینہ میں فتح خیبر کے سال (۷ ھ) میں اسلام لائے تھے تو پہلے کا واقعہ بعد والے واقعہ کو کیسے منسوخ کرے گا۔

اگر وہ یہ کہیں کہ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی حدیث حضرت ابوہریرہ کی اس حدیث کے لیے ناسخ ہے جس میں حضرت ذوالیدین کا قصہ ہے کیونکہ حضرت زید بن ارقم انصار میں سے ہیں اور وہ مدینہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی بنے اور سورۃ البقرہ بھی مدنی ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ہمارے پاس کوئی تاریخ نہیں ہے کہ کون سی حدیث دوسری حدیث سے پہلی ہے البتہ حضرت زید بن ارقم حضرت ابوہریرہ سے پہلے اسلام لائے تھے اور حضرت ابوہریرہ فتح خیبر کے سال اسلام لائے تھے اور پانچ سال نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مصاحب رہے اور جب یہ معلوم نہیں ہے کہ کون سا صحابی دوسرے سے پہلے ہے تو ان میں سے کسی کی بھی حدیث کے منسوخ ہونے کا فیصلہ نہیں کیا جا سکتا۔

حضرت زید بن ارقم نے جو کہا ہے کہ ہمیں خاموش ہونے کا حکم دیا گیا اس کا معنی یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جس کلام کا تعلق نماز کی اصلاح سے نہ ہو اس کلام سے ہمیں خاموش رہنے کا حکم دیا گیا اور اصلاح نماز کے لیے کلام برقرار رہا تا کہ حضرت زید بن ارقم اور حضرت ابوہریرہ کی حدیثوں میں تعارض نہ رہے۔

حضرت زید بن ارقم کی حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ کس قسم کے کلام سے نماز میں منع کیا گیا تھا کیونکہ انہوں نے کہا ہے: ہم ایک دوسرے سے اپنی ضروریات کے متعلق کلام کرتے تھے۔ (صحیح البخاری: ۱۲۰۰) اور امت کا اس پر اجماع ہے کہ اس قسم کا کلام نماز میں حرام ہے اور حضرت ابن مسعود کی حدیث میں ہے: ہم نماز میں ایک دوسرے کو سلام کرتے تھے اور جب ہم حبشہ سے آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے سلام کا جواب نہیں دیا اور فرمایا: نماز میں مشغولیت ہوتی ہے اس سے معلوم ہو گیا کہ نماز میں اس قسم کے کلام سے منع کیا گیا ہے جس کا اصلاح نماز سے تعلق نہ ہو اور حضرت ذوالیدین کی حدیث سے یہ ثابت ہے کہ جس کلام کا تعلق اصلاحِ نماز سے ہو وہ کلام نماز میں جائز ہے اور یہ تاویل زیادہ لائق ہے تا کہ احادیث میں تضاد نہ ہو۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۱۸۹-۱۸۸ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ ھ)

فقہاء احناف کے موقف پر امام طحاوی کے دلائل اور مخالفین کے جوابات

علامہ ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی متوفی ۳۲۱ ھ حضرت ذوالیدین کی حدیث بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

ایک قوم کا مذہب یہ ہے کہ اگر مقتدیوں میں سے کوئی شخص امام کو اس کے سہو پر مطلع کرنے کے لیے اس سے کلام کرے تو یہ جائز ہے کیونکہ حضرت ذوالیدین نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کلام کیا: کیا نماز کی مقدار کم ہو گئی ہے یا آپ بھول گئے ہیں اور آپ نے ان کو جواب دیا کہ نماز کی مقدار کم ہوئی ہے نہ میں بھولا ہوں۔ (صحیح البخاری: ۴۸۲)

فقہاء احناف نے اس کے خلاف کہا ہے کہ نماز میں سوائے تکبیر پڑھنے تسبیح پڑھنے لا الٰہ الا اللہ پڑھنے اور قرآن پڑھنے کے اور

کوئی کلام کرنا جائز نہیں ہے ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

معاویہ بن الحکم سلمی بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھ رہا تھا' اچانک ایک شخص کو چھینک آئی تو میں نے کہا: ''یرحمك اللّٰہ'' تو نمازی مجھے آنکھوں سے گھورنے لگے' میں نے کہا: تمہاری ماں تمہیں روئے! تم مجھے کیوں گھور رہے ہو' تو نمازیوں نے اپنے ہاتھ اپنی رانوں پر مارنے شروع کر دیئے' جب میں نے دیکھا کہ یہ لوگ مجھے خاموش کرانا چاہتے ہیں تو میں خاموش ہو گیا' جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہو گئے تو آپ نے مجھے بلایا' پس آپ پر میرے باپ اور میری ماں فدا ہوں! میں نے آپ سے بہتر معلم اس سے پہلے دیکھا تھا نہ اس کے بعد' اللہ کی قسم! آپ نے مجھے مارا نہ ڈانٹا' نہ بُرا کہا لیکن مجھ سے یہ فرمایا: بے شک ہماری اس نماز میں لوگوں سے کلام کرنا جائز نہیں ہے' اس میں صرف تکبیر اور تسبیح ہے اور تلاوت قرآن ہے۔

(صحیح مسلم: ۵۳۷' الرقم المسلسل: ۱۱۷۹' سنن ابوداؤد: ۹۳۰' سنن نسائی: ۱۲۱۸' السنن الکبریٰ: ۱۲۱۸)

اس حدیث سے معلوم ہو گیا کہ نماز میں تسبیح اور تکبیر کے علاوہ کوئی اور کلام کرنا جائز نہیں ہے۔

اسی طرح یہ حدیث ہے:

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس شخص کو نماز میں اچانک کوئی چیز پیش آئے تو وہ سبحان اللہ کہے' تالی بجانا عورتوں کے لیے ہے' اور مرد سبحان اللہ کہیں۔ (صحیح البخاری: ۶۸۴' صحیح مسلم: ۴۲۱' مسند احمد ج ۵ ص ۳۳۰)

امام ابوجعفر فرماتے ہیں کہ ان احادیث سے یہ واضح ہو گیا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے جو حضرت ذوالیدین کی نماز میں کلام کرنے کی روایت ہے' وہ نماز میں کلام کو منع فرمانے سے پہلے کا واقعہ ہے اور وہ اب منسوخ ہو چکا ہے۔ اس پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ حضرت ابوہریرہ تو فتح خیبر کے سال ۷ ھ میں اسلام لائے تھے اور انہوں نے حضرت ذوالیدین کے نماز میں کلام کرنے کی حدیث روایت کی ہے' اس سے معلوم ہوا کہ ۷ ھ تک نماز میں کلام کرنا جائز تھا' اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ذوالیدین کا نام خرباق ہے' وہ جنگ بدر میں شہید ہو گئے تھے۔ امام محمد بن اسحاق وغیرہم نے ذکر کیا ہے کہ وہ شہداء بدر میں سے ہیں' اور حضرت ابوہریرہ نے جو ان کا واقعہ بیان کیا ہے' وہ اس پر محمول ہے کہ انہوں نے یہ واقعہ کسی اور سے سنا ہے۔

نیز حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعت نماز پڑھ کر مسجد کے ایک ستون کے پاس جا کر کھڑے ہو گئے۔ (صحیح البخاری: ۱۲۲۹) اور حضرت عمران کی حدیث میں ہے: پھر آپ حجرہ کی طرف چلے گئے۔ (صحیح مسلم الرقم المسلسل: ۱۲۷۱)

یہ حدیثیں اس پر دلالت کرتی ہیں کہ آپ نے قبلہ سے منہ پھیر لیا تھا اور آپ نماز میں چلے بھی تھے' اگر ان حدیثوں کو منسوخ نہ مانا جائے تو کیا نماز میں کلام کرنے کے علاوہ قبلہ سے منہ پھیرنا اور چلنا بھی جائز ہے' اور کیا نمازی اثناء نماز میں اپنے حجرے میں چلا جائے اور وہاں جو چاہے کرتا رہے' پھر بھی اس کی نماز باقی رہے گی! (شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۵۷۶' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

حضرت ذوالیدین کی حدیث کے منسوخ ہونے پر قوی دلیل یہ ہے کہ حضرت ذوالیدین کی روایت والے دن حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے' پھر ان کے زمانہ خلافت میں بھی ایسا ہوا تو انہوں نے نماز دوبارہ پڑھی۔

عطاء بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے اصحاب کو نماز پڑھائی اور دو رکعت کے بعد سلام پھیر دیا' پھر نمازیوں کی طرف مڑے تو ان کو بتایا گیا' پس انہوں نے کہا: میں نے عراق سے ایک سامان سے لدا ہوا قافلہ تیار کیا تھا حتیٰ کہ وہ مدینہ میں آ گیا' میں اس کے خیال میں مستغرق تھا' پھر انہوں نے ان کو چار رکعت نماز پڑھائی (یعنی اس خیال کی وجہ سے دو رکعت نماز پڑھا دی)۔ (شرح معانی الآثار: ۲۵۴۱)

حضرت عمر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کا علم تھا کہ آپ نے ایسی صورت میں دو رکعت مزید پڑھ کر سجدۂ سہو کیا تھا' اس کے باوجود جب ان کو بتایا گیا کہ آپ نے دو رکعت نماز پڑھائی ہے تو انہوں نے اس پر عمل نہیں کیا اور یہ واقعہ جب پیش آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیگر اصحاب بھی موجود تھے اور انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر یہ اعتراض نہیں کیا کہ آپ نے حضرت ذوالیدین کی حدیث کے خلاف عمل کیا ہے' اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کے نزدیک حضرت ذوالیدین کی حدیث پر عمل منسوخ ہو چکا ہے۔ (شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۵۷۵ ملخصاً' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

* باب مذکور کی دونوں حدیثیں' شرح صحیح مسلم: ۱۱۰۵۔۱۱۰۳۔ ج ۲ ص ۹۴ پر مذکور ہیں' ان کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:
(۱) منسوخیت کلام کی تاریخ (۲) اباحت اصل ہے (۳) فقہی احکام (۴) بقیہ فوائد۔

۳ - بَابُ مَا يَجُوزُ مِنَ التَّسْبِيحِ وَالْحَمْدِ فِي الصَّلٰوةِ لِلرِّجَالِ

نماز میں مردوں کے لیے سبحان اللہ اور الحمد للہ کہنے کا جواز

۱۲۰۱ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ اَبِي حَازِمٍ' عَنْ اَبِيهِ' عَنْ سَهْلٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصْلِحُ بَيْنَ بَنِي عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ' وَحَانَتِ الصَّلٰوةُ' فَجَاءَ بِلَالٌ اَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَقَالَ حُبِسَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' فَتَؤُمُّ النَّاسَ؟ قَالَ نَعَمْ' اِنْ شِئْتُمْ' فَاَقَامَ بِلَالٌ الصَّلٰوةَ' فَتَقَدَّمَ اَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَصَلّٰى' فَجَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْشِي فِي الصُّفُوفِ يَشُقُّهَا شَقًّا' حَتّٰى قَامَ فِي الصَّفِّ الْاَوَّلِ' فَاَخَذَ النَّاسُ بِالتَّصْفِيحِ' قَالَ سَهْلٌ هَلْ تَدْرُونَ مَا التَّصْفِيحُ؟ هُوَ التَّصْفِيقُ' وَكَانَ اَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ لَا يَلْتَفِتُ فِي صَلٰوتِهِ' فَلَمَّا اَكْثَرُوا الْتَفَتَ' فَاِذَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الصَّفِّ' فَاَشَارَ اِلَيْهِ مَكَانَكَ' فَرَفَعَ اَبُوْ بَكْرٍ يَدَيْهِ' فَحَمِدَ اللّٰهَ' ثُمَّ رَجَعَ الْقَهْقَرٰى وَرَاءَهُ' وَتَقَدَّمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰى.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد العزیز بن ابی حازم نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت سہل رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بنی عمرو بن عوف کے درمیان صلح کرانے کے لیے گھر سے نکلے' اور نماز کا وقت آ گیا' پس حضرت بلال رضی اللہ عنہ' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے' پس کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم وہاں مصروف ہو گئے' کیا آپ لوگوں کو نماز پڑھائیں گے؟ حضرت ابوبکر نے کہا: ہاں! اگر تم چاہو' پس حضرت بلال نے نماز کی اقامت کہی' پس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آگے بڑھے' پس نماز پڑھائی' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم صفوں کو چیرتے ہوئے چلتے ہوئے آئے' حتیٰ کہ آپ صفِ اوّل میں کھڑے ہو گئے' پس نمازیوں نے تالیاں بجانی شروع کیں' حضرت سہل نے کہا: کیا تم تالی بجانا جانتے ہو؟ وہ ہاتھ پر ہاتھ مارتے تھے اور حضرت ابوبکر اپنی نماز میں اِدھر اُدھر توجہ نہیں کرتے تھے' پس جب نمازیوں نے زیادہ تالیاں بجائیں تو حضرت ابوبکر متوجہ ہوئے تو دیکھا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم صف میں کھڑے ہوئے تھے' آپ نے حضرت ابوبکر کو اشارہ کیا کہ اپنی جگہ نماز پڑھاتے رہو' حضرت ابوبکر نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کر کے اللہ کا شکر ادا کیا' پھر الٹے پاؤں پیچھے لوٹ گئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آگے بڑھ کر نماز پڑھا دی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۶۸۴ میں گزر چکی ہے۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس حدیث کے عنوان میں مردوں کے

لیے سبحان اللہ کہنے کا ذکر ہے اور اس حدیث میں اس کا ذکر نہیں ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ امام بخاری نے یہاں پر اس حدیث کو اختصار کے ساتھ روایت کیا ہے' صحیح البخاری: ۶۸۴ میں اس حدیث کے آخر میں ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازیوں سے فرمایا: تم اتنی زیادہ تالیاں کیوں بجا رہے تھے' جب کسی شخص کو نماز میں کوئی چیز بتانی ہو تو وہ سبحان اللہ کہے کیونکہ جب وہ سبحان اللہ کہے گا تو امام اس کی طرف متوجہ ہوگا' تالیاں بجانا صرف عورتوں کے لیے ہے' سو امام بخاری نے جو عنوان قائم کیا ہے وہ اس مکمل حدیث کے اعتبار سے ہے۔

میں کہتا ہوں: اس حدیث میں بھی فقہاء احناف کی دلیل ہے کیونکہ اگر اصلاح نماز کے لیے نماز میں امام سے کلام کرنا جائز ہوتا تو صحابہ تالیاں نہ بجاتے بلکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہتے: آپ پیچھے آ جائیں کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم آ چکے ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا ہے کہ مرد سبحان اللہ کہیں' اس میں بھی یہ دلیل ہے کہ وہ نماز میں امام سے کلام نہ کریں صرف سبحان اللہ کہیں۔

٤ - بَابُ مَنْ سَمّٰى قَوْمًا' اَوْ سَلَّمَ فِي الصَّلٰوةِ عَلٰى غَيْرِهٖ مُوَاجَهَةً' وَهُوَ لَا يَعْلَمُ

جس نے نماز میں کسی کا نام لیا یا کسی کو بالمشافہ سلام کیا' اور جس کو سلام کیا اس کو علم نہ ہو

۱۲۰۲ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عِيْسٰى قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَبْدِ الصَّمَدِ' عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ قَالَ حَدَّثَنَا حُصَيْنُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ' عَنْ اَبِيْ وَائِلٍ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كُنَّا نَقُوْلُ اَلتَّحِيَّةَ فِي الصَّلٰوةِ' وَنُسَمِّيْ' وَيُسَلِّمُ بَعْضُنَا عَلٰى بَعْضٍ' فَسَمِعَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ قُوْلُوْا اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ' وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ' اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ' اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ' اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ' وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ' فَاِنَّكُمْ اِذَا فَعَلْتُمْ ذٰلِكَ' فَقَدْ سَلَّمْتُمْ عَلٰى كُلِّ عَبْدٍ لِلّٰهِ صَالِحٍ' فِي السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن عیسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعبدالصمد عبدالعزیز بن عبدالصمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حصین بن عبدالرحمٰن نے حدیث بیان کی از ابووائل از حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نماز میں سلام کرتے تھے اور نام لیتے تھے اور ہم ایک دوسرے کو سلام کرتے تھے' اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سن لیا تو آپ نے فرمایا: تم کہا کرو: تمام قولی عبادتیں اور بدنی عبادتیں اور مالی عبادتیں اللہ کے لیے ہیں' اے نبی! آپ پر سلام ہو اور اللہ کی رحمت ہو اور اس کی برکتیں ہوں' ہم پر سلام ہو' اور اللہ کے نیک بندوں پر' میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں' پس جب تم نے ایسا کر لیا تو تم نے آسمان اور زمین میں اللہ کے ہر نیک بندہ کو سلام کر لیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۸۳۱ میں گزر چکی ہے' اس حدیث میں بھی یہ دلیل ہے کہ مسلمان نماز میں پہلے ایک دوسرے کو سلام کرتے تھے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرما دیا اور یہ عمل منسوخ کر دیا گیا۔

٥ - بَابٌ اَلتَّصْفِيْقُ لِلنِّسَاءِ

تالیاں بجانا صرف عورتوں کے لیے ہے

۱۲۰۳ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ' عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ' عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الزہری نے حدیث بیان کی از ابی سلمہ از

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ التَّسْبِيحُ لِلرِّجَالِ، وَالتَّصْفِيقُ لِلنِّسَاءِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: مرد سبحان اللہ کہیں اور عورتیں تالی بجائیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۶۸۴ میں گزر چکی ہے' یعنی اگر امام کو اصلاح نماز کے لیے کسی بات پر متوجہ کرنا ہو تو نمازی کلام نہ کریں صرف سبحان اللہ کہیں اور عورتیں تالی بجائیں۔

۱۲۰۴ - حَدَّثَنَا يَحْيٰى قَالَ اَخْبَرَنَا وَكِيْعٌ عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ اَبِيْ حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ التَّسْبِيحُ لِلرِّجَالِ، وَالتَّصْفِيقُ لِلنِّسَاءِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وکیع نے خبر دی از سفیان از ابی حازم از سہل بن سعد رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تسبیح پڑھنا مردوں کے لیے ہے اور تالی بجانا عورتوں کے لیے ہے۔

اس حدیث کی شرح بھی' صحیح البخاری: ۶۸۴ میں گزر چکی ہے۔

٦ - بَابُ مَنْ رَجَعَ الْقَهْقَرٰى فِيْ صَلٰوتِهٖ، اَوْ تَقَدَّمَ بِاَمْرٍ يَّنْزِلُ بِهٖ

جو شخص نماز میں پچھلے پیروں پر لوٹا یا کسی پیش آمدہ امر کی وجہ سے آگے بڑھا

رَوَاهُ سَهْلُ بْنُ سَعْدٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اس حدیث کو حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔

اس تعلیق کی حدیث' صحیح البخاری: ۶۸۴ میں گزر چکی ہے۔

۱۲۰۵ - حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ يُوْنُسُ قَالَ الزُّهْرِيُّ اَخْبَرَنِيْ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ اَنَّ الْمُسْلِمِيْنَ بَيْنَمَا هُمْ فِي الْفَجْرِ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ، وَاَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يُصَلِّيْ بِهِمْ، فَفَجَاَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ كَشَفَ سِتْرَ حُجْرَةِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا، فَنَظَرَ اِلَيْهِمْ وَهُمْ صُفُوْفٌ، فَتَبَسَّمَ يَضْحَكُ، فَنَكَصَ اَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَلٰى عَقِبَيْهِ، وَظَنَّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرِيْدُ اَنْ يَّخْرُجَ اِلَى الصَّلٰوةِ، وَهَمَّ الْمُسْلِمُوْنَ اَنْ يَّفْتَتِنُوْا فِيْ صَلٰوتِهِمْ، فَرَحًا بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ رَاَوْهُ، فَاَشَارَ بِيَدِهٖ اَنْ اَتِمُّوْا. ثُمَّ دَخَلَ الْحُجْرَةَ، وَاَرْخَى السِّتْرَ، وَتُوُفِّيَ ذٰلِكَ الْيَوْمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں بشر بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی' یونس نے کہا: الزہری نے بیان کیا کہ مجھے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ مسلمان پیر کے دن فجر کی نماز پڑھ رہے تھے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ان کو نماز پڑھا رہے تھے' پس اچانک انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کا پردہ کھول دیا تھا' آپ نے مسلمانوں کی طرف دیکھا' وہ نماز کی صفوں میں تھے' آپ ہنستے ہوئے مسکرائے' حضرت ابوبکر اپنی ایڑیوں کی طرف لوٹے اور انہوں نے گمان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کی طرف نکلنے کا ارادہ فرما رہے ہیں اور مسلمانوں نے ارادہ کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے سے جو خوشی ہوئی ہے اس میں وہ نماز کو توڑ دیں' آپ نے ان کو اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ نماز پوری کرو' پھر آپ حجرہ میں داخل ہو گئے اور پردہ ڈال دیا اور اسی دن آپ وصال فرما گئے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۶۸۰ میں گزر چکی ہے' اس باب کی ابواب سابقہ سے یہ مناسبت ہے کہ نبی ﷺ نے نمازیوں کی طرف ہاتھ سے اشارہ کیا اور ان سے کلام نہیں فرمایا۔

۷ - بَابُ إِذَا دَعَتِ الْأُمُّ وَلَدَهَا فِي الصَّلٰوةِ

جب ماں اپنے بیٹے کو نماز میں بلائے

۱۲۰۶ - وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِيْ جَعْفَرٌ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ هُرْمُزَ قَالَ قَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَادَتِ امْرَأَةٌ ابْنَهَا وَهُوَ فِيْ صَوْمَعَةٍ قَالَتْ يَا جُرَيْجُ، قَالَ اللّٰهُمَّ أُمِّيْ وَ صَلٰوتِيْ، قَالَتْ يَا جُرَيْجُ، قَالَ اللّٰهُمَّ أُمِّيْ وَ صَلٰوتِيْ، قَالَتْ يَا جُرَيْجُ، قَالَ اللّٰهُمَّ أُمِّيْ وَ صَلٰوتِيْ، قَالَتْ اللّٰهُمَّ لَا يَمُوْتُ جُرَيْجٌ حَتّٰى يَنْظُرَ فِيْ وَجْهِ الْمَيَامِيْسِ. وَكَانَتْ تَأْوِيْ إِلٰى صَوْمَعَتِهِ رَاعِيَةٌ تَرْعَى الْغَنَمَ، فَوَلَدَتْ، فَقِيْلَ لَهَا مِمَّنْ هٰذَا الْوَلَدُ؟ قَالَتْ مِنْ جُرَيْجٍ نَزَلَ مِنْ صَوْمَعَتِهِ قَالَ جُرَيْجٌ أَيْنَ هٰذِهِ الَّتِيْ تَزْعُمُ أَنَّ وَلَدَهَا لِيْ؟ قَالَ يَا بَابُوْسُ مَنْ أَبُوْكَ؟ قَالَ رَاعِي الْغَنَمِ.

[اطراف الحدیث: ۲۴۸۲-۳۴۳۶-۳۴۶۶]

اور لیث نے کہا: مجھے جعفر نے حدیث بیان کی از عبد الرحمان بن ھرمز' انہوں نے کہا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے بتایا کہ ایک عورت نے اپنے بیٹے کو نداء کی اور وہ اس وقت اپنے گرجے میں تھا' اس نے کہا: یا جریج! جریج نے (دل میں) کہا: اے اللہ! (ایک طرف) میری ماں ہے اور (دوسری طرف) میری نماز ہے' اس کی ماں نے کہا: یا جریج! جریج نے کہا: اے اللہ! میری ماں ہے اور میری نماز ہے' اس کی ماں نے کہا: یا جریج! اس نے کہا: میری ماں ہے اور میری نماز ہے' اس کی ماں نے کہا: اے اللہ! جریج اس وقت تک نہ مرے حتیٰ کہ فاحشہ عورتوں کے چہرے (یعنی فتنہ کو) دیکھ لے' اور اس کے گرجے میں ایک چرواہی آتی تھی جو بکریوں کو چراتی تھی' اس نے بچہ جن دیا' اس سے پوچھا گیا: یہ کس کا بچہ ہے؟ اس نے کہا: یہ جریج سے ہے' جریج گرجے سے اترا' جریج نے کہا: وہ عورت کہاں ہے جس کا یہ زعم ہے کہ اس کا بیٹا میرا ہے' جریج نے کہا: اے بچے! تیرا باپ کون ہے؟ اس نے کہا: بکریوں کا چرواہا۔

(صحیح مسلم: ۲۵۵۰' الرقم المسلسل: ۶۳۸۸' صحیح ابن حبان: ۶۴۸۹' شعب الایمان: ۷۸۷۹' مسند ابویعلیٰ: ۶۲۸۹' الادب المفرد: ۳۳' مسند احمد ج ۲ ص ۳۰۸ طبع قدیم' مسند احمد: ۸۰۷۱- ج ۱۳ ص ۴۳۷-۴۳۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) لیث بن اسد (۲) جعفر بن ربیعہ بن شرحبیل بن حسنہ القرشی (۳) عبد الرحمن بن ھرمز الاعرج (۴) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ۔

(عمدۃ القاری ج ۷ ص ۴۰۹)

اس سے پہلے کی احادیث میں یہ ذکر تھا کہ نماز میں دنیاوی باتیں کرنا جائز نہیں ہے' اور اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ اگر ماں نماز میں اپنے بیٹے کو بلائے تو ماں کے بلانے پر نماز توڑ کر جانا جائز ہے یا نہیں۔

امام بخاری نے کتاب المظالم میں اس حدیث کو زیادہ تفصیل کے ساتھ روایت کیا ہے' وہ حدیث یہ ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا: بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا جس کا نام جریج تھا' وہ نماز پڑھ رہا تھا کہ اس کی ماں نے اس کو بلایا' اس نے آنے سے انکار کیا اور (دل میں) کہا: میں اس کے بلانے پر جاؤں یا نماز پڑھوں' اس کی ماں پھر آئی اور کہا: اے اللہ! اس وقت تک اس کی روح نہ قبض کرنا حتیٰ کہ یہ فاحشہ عورتوں کا منہ دیکھ لے' اور جریج اپنے

گرجے میں عبادت کرتا تھا' ایک عورت نے کہا: میں ضرور جریج کو فتنہ میں ڈالوں گی' اس نے جریج کے سامنے اپنے آپ کو پیش کر کے گناہ کے لیے کہا' جریج نے انکار کیا' وہ ایک چرواہے کے پاس گئی اور اس کو اپنے نفس پر قادر کیا' پس اس نے ایک بچے کو جنم دیا' اور لوگوں سے کہا: یہ جریج سے ہے' لوگ جریج کے پاس آئے اور اس کے گرجے کو توڑ ڈالا اور اس کو گرجے سے نکال کر اس کی مذمت کی' پھر جریج نے وضوء کیا اور نماز پڑھی' پھر اس نوزائیدہ بچے کے پاس جا کر کہا: اے بچے! تیرا باپ کون ہے؟ بچہ نے کہا: چرواہا ہے' لوگوں نے کہا: ہم تمہارا گرجا سونے کا بنا دیتے ہیں' جریج نے کہا: نہیں! تم صرف مٹی کا بنا دو۔ (صحیح البخاری: ۲۴۸۲)

جریج کے قصہ کے متعلق دیگر احادیث

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ' اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مہد (پالنا یا پنگوڑہ) میں صرف تین (بچوں) نے کلام کیا ہے' (ایک) حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام ہیں' (دوسرا) بنی اسرائیل کا عابد تھا جس کا نام جریج تھا' اس نے گرجا بنایا جس میں وہ عبادت کرتا تھا' پس بنی اسرائیل میں جریج کی عبادت کا بہت چرچا ہوا' ان میں سے ایک فاحشہ عورت نے کہا: اگر تم چاہو تو میں اس کو فتنہ میں ڈال دوں' انہوں نے کہا: ہم چاہتے ہیں' پس وہ عورت جریج کے پاس گئی اور اس کے درپے ہوئی' جریج نے اس کی طرف توجہ نہیں کی' پھر اس عورت نے ایک چرواہے کو اپنے نفس پر قادر کیا' جو جریج کے گرجے کے پاس بکریاں چراتا تھا' وہ حاملہ ہو گئی اور اس نے ایک بچہ جنم دیا' لوگوں نے پوچھا: یہ بچہ کس سے ہوا؟ اس نے کہا: جریج سے' پھر لوگ جریج کے پاس آئے' اس کو گرجے سے نکالا' اس کو گالیاں دیں اور زدوکوب کیا اور اس کے گرجے کو منہدم کر دیا' جریج نے پوچھا: تم نے یہ سب کیوں کیا ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ تم نے اس فاحشہ عورت سے زنا کیا ہے اور اس نے بچہ جنم دیا ہے' جریج نے پوچھا: وہ بچہ کہاں ہے؟ لوگوں نے کہا: وہ یہ ہے' پھر جریج کھڑا ہوا' اس نے نماز پڑھی اور دعا کی' پھر وہ بچہ کی طرف گیا اور اس کو انگلی چبھوئی' پھر کہا: اللہ کی قسم! اے بچے! تیرا باپ کون ہے؟ اس نے کہا: میں چرواہے کا بیٹا ہوں' پھر وہ لوگ تیزی سے جریج کی طرف آئے اور اس کو بوسے دینے لگے اور کہنے لگے: ہم آپ کے لیے سونے کا گرجا بنا دیتے ہیں' جریج نے کہا: مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے میرے لیے پہلے جیسا مٹی کا گرجا بنا دو۔ الحدیث

(صحیح البخاری: ۳۴۳۶' صحیح مسلم: ۲۵۵۰' صحیح ابن حبان: ۶۴۸۹' شعب الایمان: ۷۸۷۹' مسند احمد ج ۲ ص ۳۰۸ طبع قدیم' مسند احمد: ۸۰۷۱۔ ج ۱۳ ص ۴۳۵۔ ۴۳۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

امام ابوبکر عبد اللہ بن محمد المعروف بابن ابی الدنیا المتوفی ۲۸۱ھ نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے' اس کے آخر میں یہ اضافہ ہے: پھر وہ لوگ جریج کی طرف بڑھے' اس کو بوسے دینے لگے اور اس کے جسم پر ہاتھ پھیرنے لگے۔

(موسوعہ ابن ابی الدنیا ج ۲ ص ۳۰۷' المکتبۃ العصریہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حافظ ابو القاسم سلیمان بن احمد طبرانی متوفی ۳۶۰ھ' اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ بیان کرتے ہیں: ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے نیکی کا ذکر کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو بتایا: تم سے پہلی امتوں میں ایک شخص تھا جو اپنے گرجے میں عبادت کرتا تھا' اس کا نام جریج تھا' اس کی ماں تھی جو اس کے پاس آتی تھی' وہ اس کی طرف متوجہ ہو کر اس سے باتیں کرتا تھا' ایک دن وہ اس کے پاس آئی تو وہ نماز پڑھ رہا تھا' اس نے اس کو آواز دی' اس نے اپنا سر اوپر اٹھا کر اور اپنا ہاتھ اپنی پیشانی پر رکھ کر اس کو اے جریج! اے جریج! کہہ کر تین مرتبہ آواز دی' ہر بار جریج یہ کہتا: اے میرے رب! میری ماں ہے اور میری نماز ہے' پس اس کی ماں غضب ناک ہوئی اور اس نے بددعا دی: اے اللہ! جریج اس وقت تک نہ مرے

جب تک فاحشہ عورتوں کا منہ نہ دیکھ لے' اس شہر کے بادشاہ کی بیٹی بالغہ ہو کر حاملہ ہو گئی اور اس نے ایک بچہ جن دیا' لوگوں نے پوچھا: تمہارے ساتھ کس نے یہ کام کیا ہے؟ اس نے کہا: وہ گرجے والا ہے جس کا نام جریج ہے' پھر جریج نے اپنے گرجے کی بنیاد میں پھاوڑے مارنے کی آوازیں سنیں' اس نے پوچھا: تم پر افسوس ہے یہ تم کیا کر رہے ہو؟ جب جریج نے یہ دیکھا تو وہ رسی پکڑ کر نیچے لٹک گیا' لوگوں نے اس کو زدوکوب کرنا شروع کیا اور کہا: تم ریا کار ہو اور لوگوں کو اپنے عمل سے دھوکا دیتے ہو' جریج نے کہا: تم پر افسوس ہے تمہیں کیا ہوا ہے؟ لوگوں نے کہا: اس بستی کے بادشاہ کی بیٹی کو تم نے حاملہ کر دیا ہے' جریج نے پوچھا: اس لڑکی کو کیا ہوا ہے؟ لوگوں نے کہا: اس نے بچہ جن دیا ہے' جریج نے پوچھا: کیا وہ بچہ زندہ ہے؟ لوگوں نے کہا: ہاں! جریج نے کہا: اچھا میرے پاس سے جاؤ' لوگ چلے گئے' جریج نے دو رکعت نماز پڑھی' پھر ایک درخت کے پاس گیا اور اس کی ایک شاخ توڑی' پھر اس نوزائیدہ بچے کے پاس آیا جو اپنے پالنے میں تھا' اور اس سے کہا: تیرا باپ کون ہے؟ اس نے کہا: میرا باپ فلاں چرواہا ہے' لوگوں نے کہا: اگر آپ چاہیں تو ہم آپ کے لیے سونے کا گرجا بنا دیں اور اگر آپ چاہیں تو چاندی کا گرجا بنا دیں' جریج نے کہا: اس کو پہلے کی طرح بنا دو۔

(المعجم الکبیر ج ۱۸ ص ۲۲۵۔ ۲۲۴' المعجم الکبیر: ۴۹۴۷' صحیح ابن حبان: ۶۴۸۹' حافظ الہیثمی نے کہا: اس حدیث کی سند میں ایک راوی المفضل بن فضالہ ہے' اس کی امام ابن حبان نے توثیق کی ہے اور ایک جماعت نے اس کو ضعیف کہا ہے' بہر حال اس حدیث کی سند حسن ہے۔ مجمع الزوائد ج ۸ ص ۱۴۵)

اگر نمازی کو نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا والدین بلائیں تو وہ کیا کرے؟

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جریج کی شریعت میں نماز میں کلام کرنا ممنوع نہیں تھا' اسی وجہ سے جب اس نے اپنی ماں کے بلانے پر جواب نہیں دیا تو اس کے خلاف اس کی ماں کی دعا قبول کی گئی' پہلے ہماری شریعت میں بھی نماز میں باتیں کرنا جائز تھا' حتیٰ کہ یہ آیت نازل ہو گئی:

وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ○ (البقرہ: ۲۳۸) اور اللہ کے لیے خاموش کھڑے رہو○

امام بخاری نے حضرت سعید بن المعلی رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ میں مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا' پس مجھے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بلایا' میں نے آپ کو جواب نہیں دیا' میں نے کہا: یا رسول اللہ! میں نماز پڑھ رہا تھا' آپ نے کہا: کیا اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد نہیں فرمایا:

اِسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ. (الانفال: ۲۴) تم اللہ اور رسول کے بلانے پر چلے آؤ جب وہ تمہیں حیات آفریں چیز کی طرف بلائیں۔

(صحیح البخاری: ۴۶۴۷)

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حضرت سعید بن المعلی کو نہ آنے پر زجر کرنا اسی وقت جائز تھا' جب نماز میں کلام مباح تھا' اور جب نماز میں کلام کرنا منسوخ ہو گیا تو کسی نماز کے لیے نماز توڑنا جائز نہیں ہے خواہ نماز میں اس کی ماں بلائے یا کوئی اور کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: خالق کی معصیت میں مخلوق کی اطاعت جائز نہیں ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۲ ص ۵۴۶) اور شریعت میں اللہ تعالیٰ کا حق ماں باپ کے حق پر مقدم ہے' لیکن فقہاء نے کہا ہے کہ وہ نماز میں تخفیف کرے اور ماں باپ کے بلانے پر چلا جائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک حدیث مرسل اس کے خلاف مروی ہے:

محمد بن المنکدر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تمہاری ماں تمہیں نماز میں بلائے تو اس کو جواب دو' اور

جب تمہارا باپ تمہیں بلائے تو اس کو جواب نہ دو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۰۹۷' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۰۱۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

محمد بن المنکدر کی جو حدیث ہے فقہاء اس کے خلاف ہیں اور میرے علم میں مکحول کے سوا اس کا کوئی قائل نہیں ہے' اور ہو سکتا ہے اس کا یہ معنی ہو کہ جب تمہاری ماں تم کو نفل نماز میں بلائے تو سبحان اللہ کہہ کر اس کو جواب دو' اور جب تمہارا باپ تمہیں نفل نماز میں بلائے تو نماز کو مختصر کر کے سلام پھیر دو' پھر اس سے کلام کرو اور جب تمہاری ماں تمہیں بلائے تو جلدی سے سبحان اللہ پڑھو اور سلام پھیر دو۔

المہلب نے کہا: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جس شخص میں قوت ہو اور وہ عبادت میں شدت کو اختیار کرے تو یہ افضل ہے کیونکہ جریج نے اللہ کے حق کی رعایت کی اور عبادت میں خشوع کو لازم رکھا' اور اپنی ماں کو جواب دینے پر نماز کو ترجیح دی اور ماں کو جواب نہ دینے پر اللہ نے اس کو سزا دی اور اس کی بددعا کا اسے سامنا کرنا پڑا' پھر اللہ سے مناجات کرنے اور اس کے خشوع کا اس کو یہ صلہ دیا کہ بچہ کو کلام کرنے سے اس کی کرامت ظاہر فرمائی۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۱۹۷-۱۹۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن بطال نے اچھی شرح کی ہے' لیکن ان کا مطلقاً یہ لکھنا صحیح نہیں ہے کہ جب نماز میں کلام کرنا منسوخ ہو گیا تو کسی کے لیے نماز کو توڑنا جائز نہیں خواہ اس کی ماں بلائے یا کوئی اور کیونکہ اس سے یہ متبادر ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بلانے پر بھی نماز چھوڑ کر آنا جائز نہیں ہے' حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے اور الانفال: ۲۴ میں اس کا رد موجود ہے اور عام مسلمانوں کے بلانے پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بلانے کو قیاس نہیں کیا جا سکتا۔

حدیث مذکور کے مسائل اور فوائد

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ نے اس حدیث کے حسب ذیل فوائد ذکر کیے ہیں:

(۱) والدین کے ساتھ نیکی کرنے کی بہت اہمیت ہے اور ماں کی دعا اور بددعا دونوں قبول ہوتی ہیں۔

(۲) جب اللہ تعالیٰ کے نیک بندے کسی مشکل میں مبتلا ہوں تو اللہ ان کے لیے مشکل سے نکلنے کی راہ پیدا کر دیتا ہے جیسا کہ اس آیت میں فرمایا ہے:

وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا . (الطلاق: ۲) اور جو اللہ سے ڈرتا ہے' اللہ اس کے لیے نجات کی راہ بنا دیتا ہے۔

اور ان پر جو شدت اور سختی طاری ہوتی ہے اس سے ان کا اجر زیادہ ہوتا ہے۔

(۳) جب کوئی مشکل پیش آئے تو وضوء کر کے نماز پڑھے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرے۔

(۴) وضوء کرنا ہماری امت سے پہلی امتوں میں بھی مشروع اور معمول تھا۔

(۵) اس میں اولیاء اللہ کی کرامات کا ثبوت ہے' اور یہی اہل سنت کا مذہب ہے' معتزلہ اس کے مخالف ہیں۔

(۶) بعض اوقات اولیاء اللہ کی کرامات ان کی طلب اور ان کے اختیار سے واقع ہوتی ہیں' یہی صحیح مذہب ہے۔

(علامہ عینی نے عمدۃ القاری ج ۷ ص ۴۱۳ میں اور علامہ ابن حجر نے فتح الباری ج ۴ ص ۶۱۵ میں اس کو نقل کیا ہے)۔

(۷) کرامات ہر قسم کے خوارق کو شامل ہیں' بعض لوگوں نے کہا: اس کا تعلق صرف دعا قبول ہونے کے ساتھ ہے' یہ غلط ہے اور

مشاہدہ کے خلاف ہے' بلکہ کرامات سے حقائق بدل جاتے ہیں اور کوئی چیز عدم سے وجود میں آ جاتی ہے۔
(صحیح مسلم بشرح نووی ج ۱۰ ص ۶۵۵۱ 'مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۶۳۸۵۔ ج ۷ ص ۸۴ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے عنوان حسب ذیل ہیں:
(۱) نماز میں والدین کے بلانے پر نماز توڑ کر آنے کے متعلق فقہاء کے نظریات (۲) اولیاء اللہ کی کرامات کی تحقیق (۳) اولیاء اللہ پر مصائب اور مشکلات طاری ہونے کی حکمتیں (۴) وسیلہ کا لغوی معنی (۵) انبیاء علیہم السلام اور اولیاء اللہ کی ذوات سے توسل کے متعلق فقہاء اسلام کی عبارات (۶) حضرت آدم علیہ السلام کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے دعا کرنا (۷) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خود اپنے وسیلہ سے دعا فرمانا (۸) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سائلین کے وسیلہ سے دعا کی تلقین فرمانا (۹) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خود اپنے وسیلہ سے دعا کرنے کی ہدایت دینا (۱۰) بعض ناشرین کا جامع ترمذی کے نسخوں سے "یا محمد" کو حذف کر دینا (۱۱) حضرت عمر کے زمانہ خلافت میں صحابہ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا کی درخواست کرنا (۱۲) حضرت عثمان کے زمانہ خلافت میں صحابہ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا کی درخواست کرنا (۱۳) شیخ ابن تیمیہ کے حوالے سے حضرت عثمان بن حنیف کی روایت کی تائید' توثیق اور تصحیح (۱۴) طبرانی کی روایت مذکورہ کا دوسری روایت سے تعارض کا جواب (۱۵) توسل بعد از وصال پر شیخ ابن تیمیہ کے اعتراضات اور مصنف کے جوابات (۱۶) توسل بعد از وصال کے متعلق علامہ آلوسی کا نظریہ (۱۷) توسل بعد وصال کے متعلق غیر مقلد عالم شیخ وحید الزمان کا نظریہ (۱۸) توسل بعد از وصال کے متعلق غیر مقلد عالم قاضی شوکانی کا نظریہ (۱۹) انبیاء علیہم السلام اور بزرگان دین سے براہِ راست استمداد کے متعلق احادیث (۲۰) رجال غیب (ابدال) سے استمداد کے متعلق فقہاء اسلام کے نظریات (۲۱) امام ابن اثیر اور حافظ ابن کثیر کے حوالوں سے عہد صحابہ میں ندائے یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا رواج (۲۲) ندائے یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور توسل میں علماء دیو بند کا موقف (۲۳) ندائے غیر اللہ اور توسل کے متعلق مصنف کا موقف۔

۸ - بَابُ مَسْحِ الْحَصَا فِي الصَّلٰوةِ

نماز میں کنکریوں کو ہاتھ سے ہٹانا

۱۲۰۷ - حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيٰى، عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ قَالَ حَدَّثَنِيْ مُعَيْقِيْبٌ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي الرَّجُلِ يُسَوِّي التُّرَابَ حَيْثُ يَسْجُدُ، قَالَ اِنْ كُنْتَ فَاعِلًا فَوَاحِدَةً.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شیبان نے حدیث بیان کی از یحییٰ از ابی سلمہ' انہوں نے کہا: مجھے حضرت معیقیب رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کے متعلق فرمایا جو اپنے سجدہ کی جگہ سے کنکریوں کو صاف کرتا ہے: اگر تم یہ کرنے والے ہو تو ایک دفعہ کرو۔

(صحیح مسلم: ۵۴۶' الرقم المسلسل: ۱۱۹۹' سنن ابوداؤد: ۹۴۶' سنن ترمذی: ۳۸۰' سنن نسائی: ۱۱۹۲' سنن ابن ماجہ: ۱۰۲۶' المنتقیٰ: ۲۱۸' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۱۸۷' صحیح ابن خزیمہ: ۸۹۵' مشکل الآثار: ۱۴۳۳' المعجم الکبیر: ۸۲۶۔ ج ۲۰' سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۸۵۔ ۲۸۴' مسند احمد ج ۳ ص ۴۲۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۵۵۰۹۔ ج ۲۴ ص ۲۶۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ۱۶۷' مکتبۃ الرشد' ریاض' مسند الطحاوی: ۶۸۷۰)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابونعیم الفضل بن دکین (۲) شیبان بن عبد الرحمان (۳) یحییٰ بن ابی کثیر (۴) ابوسلمہ بن عبد الرحمان بن عوف (۵) معیقیب بن ابی فاطمہ الدوسی' یہ بنو عبد شمس کے حلیف ہیں' قدیم الاسلام ہیں' یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی کے محافظ تھے' حضرت ابوبکر اور حضرت عمر نے ان کو بیت المال کا محافظ بنایا' ان کو جذام کا مرض ہو گیا تھا' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے لیے اطباء کو جمع کیا تو مرض رک

گیا' یہ وہی ہیں جن کے ہاتھ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی گر گئی تھی۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۴۱۵)

سجدہ کی جگہ سے کنکریوں کو صاف کرنے کے متعلق اختلافِ فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں سجدہ کی جگہ سے نماز میں ایک مرتبہ کنکریوں پر ہاتھ پھیرنے کی رخصت دی گئی ہے' حضرت ابوذر' حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابوحذیفہ رضی اللہ عنہم نے یہ رخصت دی ہے' حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم نماز میں ایسا کرتے تھے' فقہاء تابعین میں سے ابراہیم نخعی اور ابوصالح کا یہی قول ہے۔

علامہ خطابی نے معالم السنن میں لکھا ہے کہ بہت سے علماء نے اس کو مکروہ کہا ہے' صحابہ میں سے حضرت عمر بن الخطاب اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے اس کو مکروہ کہا ہے اور فقہاء تابعین میں سے حسن بصری نے اور بعد کے علماء نے۔ (معالم السنن ج ۱ ص ۲۰۱)

علامہ نووی نے لکھا ہے کہ کنکریوں پر ہاتھ پھیرنے کی کراہت میں علماء کا اتفاق ہے کیونکہ یہ تواضع کے خلاف ہے' اور نمازی کی نماز سے توجہ ہٹانے کا سبب ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: اس کی کراہت پر اتفاق نہیں ہے کیونکہ امام مالک اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے اور وہ نماز میں ایسا کرتے تھے اور تلویح میں مذکور ہے کہ متقدمین کی ایک جماعت اپنے سجدہ کی جگہ پر ایک مرتبہ کنکریوں پر ہاتھ پھیر کر ہٹاتی تھی اور ایک مرتبہ سے زیادہ کو وہ مکروہ کہتے تھے اور اہل ظاہر (غیر مقلدین) ایک مرتبہ سے زیادہ ہاتھ پھیرنے کو حرام کہتے ہیں' ابن حزم نے کہا ہے کہ نمازی پر فرض ہے کہ وہ کنکریوں پر ہاتھ نہ پھیرے اور اس کو ترک کرنا افضل ہے' لیکن نماز شروع کرنے سے پہلے سجدہ کی جگہ کو صاف کر لے۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۴۱۶)

سجدہ گاہ سے کنکریوں کو صاف کرنے کے متعلق احادیث

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص نماز کے لیے کھڑا ہوتا ہے تو رحمت اس کے سامنے ہوتی ہے' لہٰذا وہ کنکریوں پر ہاتھ نہ پھیرے۔ (سنن ابوداؤد: ۹۴۵' سنن ترمذی: ۳۷۹' سنن نسائی: ۱۱۹۰' مسند احمد ج ۵ ص ۱۴۹)

حضرت معیقیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم نماز پڑھ رہے ہو تو کنکریوں پر ہاتھ نہ پھیرو' اگر تم نے ضرور ایسا کرنا ہو تو ایک مرتبہ کنکریوں کو ہموار کر لو۔ (سنن ابوداؤد: ۹۴۶' سنن نسائی: ۱۱۹۱' سنن ابن ماجہ: ۱۰۲۶' مسند احمد ج ۳ ص ۴۲۶)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کنکریوں کو چھوا اس نے لغو کام کیا۔ (سنن ابن ماجہ: ۱۰۲۵)

اس حدیث کا محمل یہ ہے کہ جس نے بلاضرورت کنکریوں کو چھوایا ایک مرتبہ سے زیادہ کنکریوں کو چھوا تو اس نے لغو کام کیا۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۱۲۱۔ ج ۲ ص ۱۱۸ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

① حضرت معیقیب رضی اللہ عنہ ② حدیث سے حاصل شدہ فقہی احکام۔

۹ - بَابُ بَسْطِ الثَّوْبِ فِي الصَّلٰوةِ لِلسُّجُوْدِ

نماز میں سجدہ کے لیے کپڑا بچھانا

۱۲۰۸ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا بِشْرٌ قَالَ حَدَّثَنَا غَالِبٌ' عَنْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ' عَنْ أَنَسِ ابْنِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں بشر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا:

مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كُنَّا نُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي شِدَّةِ الْحَرِّ فَإِذَا لَمْ يَسْتَطِعْ أَحَدُنَا أَنْ يُمَكِّنَ وَجْهَهُ مِنَ الْأَرْضِ بَسَطَ ثَوْبَهُ فَسَجَدَ عَلَيْهِ.

ہمیں غالب نے حدیث بیان کی از بکر بن عبد اللہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا: ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سخت گرمی میں نماز پڑھتے تھے' جب ہم میں سے کوئی شخص زمین پر اپنا چہرہ نہ رکھ سکتا تو وہ (زمین پر) کپڑا بچھا کر اس پر سجدہ کرتا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۸۵ میں گزر چکی ہے۔

۱۰ - بَابُ مَا يَجُوزُ مِنَ الْعَمَلِ فِي الصَّلٰوةِ

نماز میں جو عمل کرنا جائز ہے

۱۲۰۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي النَّضْرِ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كُنْتُ أَمُدُّ رِجْلِيَّ فِي قِبْلَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُصَلِّي فَإِذَا سَجَدَ غَمَزَنِي فَرَفَعْتُهَا فَإِذَا قَامَ مَدَدْتُهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے حدیث بیان کی از ابو النضر از ابوسلمہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قبلہ کی طرف ٹانگیں پھیلا لیتی تھی اور آپ نماز پڑھ رہے ہوتے تھے' پس جب آپ سجدہ کرتے تو مجھے اشارہ کرتے تو میں اپنی ٹانگیں سمیٹ لیتی' پس جب آپ کھڑے ہوتے تو میں ٹانگیں پھیلا لیتی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۸۲ میں گزر چکی ہے۔

۱۲۱۰ - حَدَّثَنَا مَحْمُودٌ قَالَ حَدَّثَنَا شَبَابَةُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ صَلّٰى صَلٰوةً قَالَ إِنَّ الشَّيْطَانَ عَرَضَ لِي فَشَدَّ عَلَيَّ يَقْطَعُ الصَّلٰوةَ عَلَيَّ فَأَمْكَنَنِي اللّٰهُ مِنْهُ فَذَعَتُّهُ وَلَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ أُوثِقَهُ إِلٰى سَارِيَةٍ حَتّٰى تُصْبِحُوا فَتَنْظُرُوا إِلَيْهِ فَذَكَرْتُ قَوْلَ سُلَيْمَانَ عَلَيْهِ السَّلَامُ رَبِّ اغْفِرْ لِي وَهَبْ لِي مُلْكًا لَا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ مِنْ بَعْدِي (ص:۳۵) فَرَدَّهُ اللّٰهُ خَاسِئًا. ثُمَّ قَالَ النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ فَذَعَتُّهُ بِالذَّالِ أَيْ خَنَقْتُهُ وَفَدَعَّتُّهُ مِنْ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿يَوْمَ يُدَعُّونَ﴾ (الطور:۱۳) أَيْ يُدْفَعُونَ وَالصَّوَابُ فَدَعَتُّهُ إِلَّا أَنَّهُ كَذَا قَالَ بِتَشْدِيدِ الْعَيْنِ وَالتَّاءِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمود نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شبابہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از محمد بن زیاد از حضرت ابوہریرہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے نماز پڑھا کر فرمایا: بے شک شیطان میرے پاس آیا' پس مجھ پر حملہ کیا تا کہ میری نماز توڑ دے' پس اللہ نے مجھ کو اس پر قدرت دی' سو میں نے اس کو دھکا دیا اور میں نے ارادہ کیا کہ اس کو (مسجد کے) کسی ستون کے ساتھ باندھ دوں حتیٰ کہ تم صبح کو اٹھ کر اس کو دیکھتے' پھر مجھے حضرت سلیمان علیہ السلام کی یہ دعا یاد آئی: اے اللہ! مجھے ایسی سلطنت عطا فرما جو میرے بعد کسی اور کے لیے سزاوار نہ ہو' (ص:۳۵) پس اللہ تعالیٰ نے اس کو ناکام لوٹا دیا' پھر النضر بن شمیل نے کہا ہے کہ یہ لفظ ''فذعتہ'' ذال کے ساتھ ہے یعنی میں اس کا گلا گھونٹ دوں اور ''فدعتہ'' اللہ تعالیٰ کے اس قول سے ماخوذ ہے: ''یوم یدعون'' (الطور:۱۳) یعنی جس دن ان کو دور کیا جائے گا اور صحیح لفظ ''فدعتّہ'' یعنی عین اور تا پر تشدید ہے۔

اس حدیث کی شرح 'صحیح البخاری: ۴۶۱ میں گزر چکی ہے۔

۱۱ - بَابٌ إِذَا انْفَلَتَتِ الدَّابَّةُ فِي الصَّلٰوةِ — جب نماز میں سواری بھاگ جائے

اس عنوان میں ''انفلتت'' کا لفظ ہے' اس کا مصدر ''انفلات'' ہے' اس کا معنی ہے: کسی چیز سے چھٹکارا پانا۔

خلاصہ یہ ہے کہ جب نماز میں سواری رسّی چھڑا کر بھاگ جائے تو نمازی کیا کرے۔

وَقَالَ قَتَادَةُ إِنْ أُخِذَ ثَوْبُهُ يَتْبَعُ السَّارِقَ وَيَدَعُ الصَّلٰوةَ.

اور قتادہ نے کہا: اگر چور نمازی کا کپڑا چرا لے تو وہ نماز چھوڑ دے۔

اس تعلیق کے مقارب یہ حدیث ہے:

معمر بیان کرتے ہیں کہ میں نے قتادہ سے پوچھا: ایک شخص نماز پڑھ رہا ہے اور وہ دیکھتا ہے کہ ایک بچہ کنویں پر ہے اور اس کو خطرہ ہے کہ وہ کنویں میں گر جائے گا' کیا وہ نماز سے پھر جائے؟ قتادہ نے کہا: ہاں! میں نے پوچھا: وہ ایک چور کو دیکھتا ہے جو اس کا خچر لے جانا چاہتا ہے؟ قتادہ نے کہا: وہ نماز سے پھر جائے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۳۲۹۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۲۱۱ - حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَزْرَقُ بْنُ قَيْسٍ قَالَ كُنَّا بِالْأَهْوَازِ نُقَاتِلُ الْحَرُوْرِيَّةَ فَبَيْنَا أَنَا عَلٰى جُرُفِ نَهَرٍ إِذَا رَجُلٌ يُصَلِّيْ وَإِذَا لِجَامُ دَابَّتِهٖ بِيَدِهٖ فَجَعَلَتِ الدَّابَّةُ تُنَازِعُهُ وَجَعَلَ يَتْبَعُهَا قَالَ شُعْبَةُ هُوَ أَبُوْ بَرْزَةَ الْأَسْلَمِيُّ فَجَعَلَ رَجُلٌ مِّنَ الْخَوَارِجِ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ افْعَلْ بِهٰذَا الشَّيْخِ فَلَمَّا انْصَرَفَ الشَّيْخُ قَالَ إِنِّيْ سَمِعْتُ قَوْلَكُمْ وَإِنِّيْ غَزَوْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِتَّ غَزَوَاتٍ أَوْ سَبْعَ غَزَوَاتٍ أَوْ ثَمَانَ وَشَهِدْتُّ تَيْسِيْرَهٗ وَإِنِّيْ إِنْ كُنْتُ أُرَاجِعُ مَعَ دَابَّتِيْ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَدَعَهَا تَرْجِعُ إِلٰى مَأْلَفِهَا فَيَشُقُّ عَلَيَّ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ازرق بن قیس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہم الاھواز میں خوارج کے خلاف جہاد کر رہے تھے' جس وقت میں دریا کے کنارے پر تھا' اس وقت ایک شخص نماز پڑھ رہا تھا اور اس کی سواری کی لگام اس کے ہاتھ میں تھی' سواری اس سے بھاگ رہی تھی اور وہ سواری کا پیچھا کر رہا تھا' شعبہ نے کہا: وہ شخص حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ تھے' خوارج میں سے ایک شخص نے کہا: اے اللہ! اس بوڑھے کے ساتھ ایسا کر' جب وہ بوڑھا نماز سے فارغ ہو گیا تو اس نے کہا: میں نے تمہاری بات سن لی ہے اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ چھ یا سات یا آٹھ غزوات میں شریک رہا ہوں اور آپ کی دی ہوئی آسانی اور سہولت پر میں حاضر تھا اور میں اپنی سواری کے ساتھ واپس جاؤں' یہ مجھ کو اس سے زیادہ پسند ہے کہ میں اپنی سواری کو چھوڑ کر جاؤں' یہ اپنی چراگاہ میں چرتی پھرے' یہ مجھ پر دشوار ہے۔

[طرف الحدیث: ۶۱۲۷] (صحیح ابن خزیمہ: ۸۶۶' المستدرک ج ۱ ص ۲۵۵' مسند ابویعلیٰ: ۷۴۳۵' صحیح ابن حبان: ۲۳۱۰' مسند احمد ج ۴ ص ۴۲۰ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۹۷۷۰ - ج ۳۳ ص ۱۶-۱۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) آدم بن ابی ایاس (۲) شعبہ بن الحجاج (۳) ازرق بن قیس الحارثی البصری (۴) حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ' ان کا نام

نضلہ بن عبید ہے' یہ قدیم الاسلام ہیں' یہ بصرہ چلے گئے تھے اور نیشاپور میں فوت ہو گئے تھے' ایک روایت ہے کہ یہ بجستان اور ھرات کے درمیان جنگل میں فوت ہوئے تھے' خلیفہ بن خیاط نے کہا: یہ ۶۴ ھ میں خراسان میں فوت ہوئے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۴۱۹)

''الاھواز'' اور'' الحروریۃ'' کا معنی

اس حدیث میں'' الاھواز'' کا ذکر ہے' یہ بصرہ اور فارس کے درمیان ایک جگہ ہے۔

اس میں'' الحروریۃ'' کا ذکر ہے' یہ حروراء کی طرف نسبت ہے' یہ ایک بستی کا نام ہے' الرشاطی نے کہا: یہ کوفہ کی بستیوں میں سے ایک بستی ہے' محمد بن قدامہ الجوہری نے اپنی کتاب میں لکھا: یہ جنگ ۶۵ ھ میں ہوئی تھی' خوارج نے اہل بصرہ کا محاصرہ کر لیا تھا۔

نمازی کو اپنے مال یا سامان کے ضائع ہونے کا خوف ہو تو اس کے لیے نماز توڑنا جائز ہے

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

فقہاء کا اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جو شخص نماز پڑھ رہا ہو اور اس کی سواری بھاگ جائے تو وہ نماز کو توڑ دے اور سواری کا پیچھا کرے' امام مالک نے المختصر میں لکھا ہے: جس شخص کو اپنی سواری کے ہلاک ہونے کا خطرہ ہو یا کسی بچہ کو مرتا ہوا دیکھے وہ اپنی نماز توڑ دے' ابن القاسم نے امام مالک سے نقل کیا ہے کہ مسافر کی سواری بھاگ گئی اور اس کو اس کے گم ہونے کا خطرہ ہو یا بچہ کا خطرہ ہو یا کسی نابینا کے متعلق یہ خوف ہو کہ وہ کنویں میں یا آگ میں گر جائے گا یا اس کو یاد آیا کہ اس کا سامان ضائع ہو جائے گا تو یہ ایسا عذر ہے جس کی وجہ سے وہ نماز توڑ سکتا ہے اور اگر وہ امام ہو تو نماز میں کسی کو خلیفہ بنا کر اپنی مہم پر چلا جائے۔

حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ نے جو نماز توڑ کر اپنی سواری کا پیچھا کیا' اس میں فقہاء کے لیے یہ دلیل ہے کہ جس کو اپنے سامان یا اپنے مال کے ضائع ہونے کا خوف ہو' اس کے لیے نماز کو توڑنا جائز ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۲۰۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ ھ)

۱۲۱۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا يُوْنُسُ' عَنِ الزُّهْرِيِّ' عَنْ عُرْوَةَ قَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ خَسَفَتِ الشَّمْسُ' فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَرَاَ سُوْرَةً طَوِيْلَةً' ثُمَّ رَكَعَ فَاَطَالَ' ثُمَّ رَفَعَ رَاْسَهُ' ثُمَّ اسْتَفْتَحَ بِسُوْرَةٍ اُخْرٰى' ثُمَّ رَكَعَ حَتّٰى قَضَاهَا' وَسَجَدَ' ثُمَّ فَعَلَ ذٰلِكَ فِي الثَّانِيَةِ' ثُمَّ قَالَ اِنَّهُمَا اٰيَتَانِ مِنْ اٰيَاتِ اللّٰهِ' فَاِذَا رَاَيْتُمْ ذٰلِكَ فَصَلُّوْا' حَتّٰى يُفْرَجَ عَنْكُمْ' لَقَدْ رَاَيْتُ فِيْ مَقَامِيْ هٰذَا كُلَّ شَيْءٍ وُعِدْتُهُ' حَتّٰى لَقَدْ رَاَيْتُ اُرِيْدُ اَنْ اٰخُذَ قِطْفًا مِنَ الْجَنَّةِ' حِيْنَ رَاَيْتُمُوْنِيْ جَعَلْتُ اَتَقَدَّمُ' وَلَقَدْ رَاَيْتُ جَهَنَّمَ يَحْطِمُ بَعْضُهَا بَعْضًا' حِيْنَ رَاَيْتُمُوْنِيْ تَاَخَّرْتُ' وَرَاَيْتُ فِيْهَا عَمْرَو بْنَ لُحَيٍّ' وَهُوَ الَّذِيْ سَيَّبَ السَّوَائِبَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن مقاتل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے خبر دی از الزہری از عروہ' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: سورج کو گہن لگ گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر لمبی سورت پڑھی' پھر رکوع کیا' پس لمبا رکوع کیا' پھر رکوع سے سر اٹھایا' پھر دوسری سورت شروع کر دی' پھر رکوع کیا حتیٰ کہ اس کو پورا کر لیا اور سجدہ کیا' پھر دوسری رکعت میں بھی اسی طرح کیا' پھر فرمایا: سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں' پس جب تم اس (گہن) کو دیکھو تو نماز پڑھو حتیٰ کہ تم سے کشادگی ہو جائے اور میں نے اپنی اس جگہ میں ہر اس چیز کو دیکھ لیا جس کا مجھ سے وعدہ کیا گیا ہے حتیٰ کہ میں نے دیکھا کہ میں جنت کے انگور کے خوشہ کو پکڑے ہوئے ہوں' یہ اس وقت ہوا جب تم نے مجھے آگے بڑھتے ہوئے دیکھا اور میں نے جہنم کو دیکھا جس کا بعض اس کے بعض کو کھا رہا تھا اور میں نے عمرو بن لحی کو جہنم

میں دیکھا' اس نے عرب میں بتوں کے نام پر چھوڑے ہوئے جانوروں (کو حرام قرار دینے) کی رسم نکالی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۰۴۴ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں پر اس لیے ذکر کیا ہے کہ اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز میں آگے بڑھنے اور پیچھے ہٹنے کا ذکر ہے اور اس کی عنوان سے قدرے مناسبت ہے۔

۱۲ - بَابُ مَا يَجُوْزُ مِنَ الْبُزَاقِ وَالنَّفْخِ فِي الصَّلٰوةِ

نماز میں تھوکنے اور پھونک مارنے کا جواز

وَيُذْكَرُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو نَفَخَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سُجُوْدِهٖ فِيْ كُسُوْفٍ.

اور حضرت عبداللہ بن عمرو سے نقل کیا جاتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازِ کسوف کے سجدہ میں پھونک ماری۔

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل حدیث ہے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں سورج کو گہن لگ گیا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں قیام کیا۔ لگتا تھا کہ آپ رکوع نہیں کریں گے' پھر آپ نے رکوع کیا' پس لگتا تھا کہ آپ رکوع سے سر نہیں اٹھائیں گے' پھر آپ نے رکوع سے سر اٹھایا' پس لگتا تھا کہ آپ سجدہ نہیں کریں گے' پھر آپ نے سجدہ کیا اور لگتا تھا کہ آپ سجدہ سے سر نہیں اٹھائیں گے' پھر آپ نے سجدہ سے سر اٹھایا اور دوسری رکعت بھی اسی طرح پڑھی' پھر آپ نے سجدہ کے آخر میں پھونک ماری اور فرمایا: اُف اُف۔ (سنن ابوداؤد: ۱۱۹۴' سنن نسائی: ۱۴۸۱)

۱۲۱۳ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ' عَنْ اَيُّوْبَ' عَنْ نَافِعٍ' عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى نُخَامَةً فِيْ قِبْلَةِ الْمَسْجِدِ' فَتَغَيَّظَ عَلٰى اَهْلِ الْمَسْجِدِ' وَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ قِبَلَ اَحَدِكُمْ' فَاِذَا كَانَ فِيْ صَلٰوتِهٖ' فَلَا يَبْزُقَنَّ' اَوْ قَالَ لَا يَتَنَخَّعَنَّ. ثُمَّ نَزَلَ فَحَتَّهَا بِيَدِهٖ. وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اِذَا بَزَقَ اَحَدُكُمْ فَلْيَبْزُقْ عَلٰى يَسَارِهٖ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از ایوب از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کے قبلہ میں بلغم پڑا ہوا دیکھا تو آپ مسجد والوں پر ناراض ہوئے اور فرمایا: بے شک اللہ تم میں سے ہر ایک کے سامنے ہوتا ہے' پس جب وہ (شخص) نماز میں ہو تو نہ تھوکے' یا فرمایا: وہ بلغم نہ تھوکے' پھر آپ اترے اور آپ نے اپنے ہاتھ سے اس بلغم کو کھرچا اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: جب تم میں سے کوئی شخص تھوکے تو اپنی بائیں جانب تھوکے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۰۶ میں گزر چکی ہے۔

۱۲۱۴ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ' عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا كَانَ فِي الصَّلٰوةِ فَاِنَّهٗ يُنَاجِيْ رَبَّهٗ' فَلَا يَبْزُقَنَّ بَيْنَ يَدَيْهِ' وَلَا عَنْ يَمِيْنِهٖ' وَلٰكِنْ عَنْ شِمَالِهٖ' تَحْتَ قَدَمِهٖ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے قتادہ سے سنا از حضرت انس رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: جب کوئی شخص نماز میں ہوتا ہے تو وہ اپنے رب سے مناجات کرتا ہے' پس وہ اپنے

الْيُسْرٰى.

سامنے تھوکے نہ اپنی دائیں طرف لیکن اپنی بائیں طرف اپنے بائیں قدم کے نیچے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۴۱ا میں گزر چکی ہے۔

۱۳ - بَابُ مَنْ صَفَّقَ جَاهِلًا مِنَ الرِّجَالِ فِي صَلٰوتِهٖ لَمْ تَفْسُدْ صَلٰوتُهٗ

جس مرد نے ناواقفیت سے اپنی نماز میں تالی بجائی تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی

فِيْهِ سَهْلُ بْنُ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اس کے ثبوت میں حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث روایت کی ہے۔

اس تعلیق کے موافق مفصل حدیث' صحیح البخاری: ۱۲۳۴ میں ہے۔

۱۴ - بَابُ إِذَا قِيْلَ لِلْمُصَلِّيْ تَقَدَّمْ أَوِ انْتَظِرْ' فَانْتَظَرَ' فَلَا بَأْسَ

جب نمازی سے کہا گیا: آگے بڑھو یا انتظار کرو اور اس نے انتظار کیا تو کوئی حرج نہیں ہے

۱۲۱۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ قَالَ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ' عَنْ أَبِيْ حَازِمٍ' عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّاسُ يُصَلُّوْنَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' وَهُمْ عَاقِدُوْا أُزْرِهِمْ' عَلٰى رِقَابِهِمْ مِنَ الصِّغَرِ' فَقِيْلَ لِلنِّسَاءِ لَا تَرْفَعْنَ رُؤُوْسَكُنَّ' حَتّٰى يَسْتَوِيَ الرِّجَالُ جُلُوْسًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی از ابی حازم از حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس حال میں نماز پڑھتے تھے کہ انہوں نے اپنے تہ بند چھوٹے ہونے کی وجہ سے اپنی گردنوں پر باندھے ہوئے ہوتے تھے تو عورتوں سے کہا گیا کہ تم اس وقت تک اپنے سروں کو نہ اٹھایا کرو حتیٰ کہ مرد سیدھے بیٹھ جائیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۶۲ میں گزر چکی ہے۔

۱۵ - بَابُ لَا يَرُدُّ السَّلَامَ فِي الصَّلٰوةِ

نمازی نماز میں سلام کا جواب نہ دے

۱۲۱۶ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ' عَنِ الْأَعْمَشِ' عَنْ إِبْرَاهِيْمَ' عَنْ عَلْقَمَةَ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كُنْتُ أُسَلِّمُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' وَهُوَ فِي الصَّلٰوةِ' فَيَرُدُّ عَلَيَّ' فَلَمَّا رَجَعْنَا' سَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيَّ' وَقَالَ إِنَّ فِي الصَّلٰوةِ شُغْلًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن فضیل نے حدیث بیان کی از الاعمش از ابراہیم از علقمہ از حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز میں سلام کرتا تھا' آپ مجھے سلام کا جواب دیتے تھے' پس جب ہم (حبشہ سے) لوٹے تو میں نے آپ کو سلام کیا تو آپ نے جواب نہیں دیا اور فرمایا: بے شک نماز میں مشغولیت ہوتی ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۱۹۹ میں گزر چکی ہے۔

۱۲۱۷ - حَدَّثَنَا أَبُوْ مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو معمر نے حدیث

قَالَ حَدَّثَنَا كَثِيرُ بْنُ شِنْظِيرٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ بَعَثَنِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَاجَةٍ لَهُ، فَانْطَلَقْتُ، ثُمَّ رَجَعْتُ وَقَدْ قَضَيْتُهَا، فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيَّ، فَوَقَعَ فِي قَلْبِي مَا اللّٰهُ أَعْلَمُ بِهِ، فَقُلْتُ فِي نَفْسِي لَعَلَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَدَ عَلَيَّ أَنِّي أَبْطَأْتُ عَلَيْهِ. ثُمَّ سَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيَّ، فَوَقَعَ فِي قَلْبِي أَشَدُّ مِنَ الْمَرَّةِ الْأُولٰى، ثُمَّ سَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَرَدَّ عَلَيَّ، فَقَالَ إِنَّمَا مَنَعَنِي أَنْ أَرُدَّ عَلَيْكَ أَنِّي كُنْتُ أُصَلِّي. وَكَانَ عَلٰى رَاحِلَتِهِ، مُتَوَجِّهًا إِلٰى غَيْرِ الْقِبْلَةِ.

بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوارث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں کثیر بن شنظیر نے حدیث بیان کی از عطاء بن ابی رباح از حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کام سے بھیجا' میں گیا' پھر واپس آیا اور میں وہ کام کر چکا تھا' پس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے آپ کو سلام کیا تو آپ نے مجھے جواب نہیں دیا' اس سے میرے دل میں اتنا رنج ہوا کہ اللہ ہی اس کو زیادہ جانتا ہے' میں نے دل میں کہا: شاید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ پر اس وجہ سے ناراض ہوئے ہیں کہ میں نے کام میں دیر کر دی۔ میں نے آپ کو پھر سلام کیا' آپ نے پھر مجھے جواب نہیں دیا' میرے دل میں اب پہلی مرتبہ سے زیادہ رنج ہوا' میں نے پھر سلام کیا تو آپ نے مجھے جواب دیا' پھر فرمایا: مجھے تمہارے سلام کا جواب دینے سے صرف یہ چیز مانع تھی کہ میں نماز پڑھ رہا تھا' اور آپ اپنی سواری پر غیر قبلہ کی طرف نماز پڑھ رہے تھے۔

اس حدیث میں کلام نفسی کا ثبوت ہے' کیونکہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے دل میں کہا: شاید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ پر ناراض ہیں' اور اس حدیث میں غیر قبلہ کی طرف سواری پر نفل پڑھنے کا ثبوت ہے اور اس میں یہ ثبوت ہے کہ نمازی کو سلام نہیں کرنا چاہیے۔

١٦ - بَابُ رَفْعِ الْأَيْدِي فِي الصَّلٰوةِ، لِأَمْرٍ نَزَلَ بِهِ

کسی پیش آمدہ امر پر نماز میں دونوں ہاتھوں کو بلند کرنا

١٢١٨ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ بَلَغَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ بَنِي عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ بِقُبَاءٍ كَانَ بَيْنَهُمْ شَيْءٌ، فَخَرَجَ يُصْلِحُ بَيْنَهُمْ فِي أُنَاسٍ مِنْ أَصْحَابِهِ، فَحُبِسَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَانَتِ الصَّلٰوةُ، فَجَاءَ بِلَالٌ إِلٰى أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا فَقَالَ يَا أَبَا بَكْرٍ، إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ حُبِسَ، وَقَدْ حَانَتِ الصَّلٰوةُ، فَهَلْ لَكَ أَنْ تَؤُمَّ النَّاسَ؟ قَالَ نَعَمْ، إِنْ شِئْتَ. فَأَقَامَ بِلَالٌ الصَّلٰوةَ، وَتَقَدَّمَ أَبُو

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد العزیز نے حدیث بیان کی از ابی حازم از حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی کہ قباء میں بنو عمرو بن عوف کے درمیان کچھ رنجش ہے' آپ ان کے درمیان صلح کرانے کے لیے اپنے چند اصحاب کے ساتھ نکلے' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تاخیر ہو گئی اور نماز کا وقت آ گیا' پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ' حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے' پس کہا: اے ابو بکر! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تاخیر ہو گئی ہے اور نماز کا وقت آ چکا ہے تو آپ کی کیا رائے ہے کہ آپ لوگوں کو نماز پڑھائیں؟ حضرت ابو بکر نے کہا: ہاں! اگر تم چاہو' پھر حضرت بلال

بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، فَكَبَّرَ لِلنَّاسِ، وَجَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْشِيْ فِي الصُّفُوْفِ يَشُقُّهَا شَقًّا حَتّٰى قَامَ فِي الصَّفِّ، فَأَخَذَ النَّاسُ فِي التَّصْفِيْحِ، قَالَ سَهْلٌ التَّصْفِيْحُ هُوَ التَّصْفِيْقُ، قَالَ وَكَانَ أَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ لَا يَلْتَفِتُ فِيْ صَلٰوتِهٖ، فَلَمَّا أَكْثَرَ النَّاسُ الْتَفَتَ، فَإِذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَشَارَ إِلَيْهِ يَأْمُرُهُ أَنْ يُّصَلِّيَ، فَرَفَعَ أَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَدَهُ، فَحَمِدَ اللّٰهَ، ثُمَّ رَجَعَ الْقَهْقَرٰى وَرَاءَهُ، حَتّٰى قَامَ فِي الصَّفِّ. وَتَقَدَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰى لِلنَّاسِ، فَلَمَّا فَرَغَ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ، فَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ، مَا لَكُمْ حِيْنَ نَابَكُمْ شَيْءٌ فِي الصَّلٰوةِ أَخَذْتُمْ بِالتَّصْفِيْحِ؟ إِنَّمَا التَّصْفِيْحُ لِلنِّسَاءِ، مَنْ نَابَهُ شَيْءٌ فِيْ صَلٰوتِهٖ فَلْيَقُلْ سُبْحَانَ اللّٰهِ. ثُمَّ الْتَفَتَ إِلٰى أَبِيْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَقَالَ يَا أَبَا بَكْرٍ، مَا مَنَعَكَ أَنْ تُصَلِّيَ لِلنَّاسِ حِيْنَ أَشَرْتُ إِلَيْكَ؟ قَالَ أَبُوْ بَكْرٍ، مَا كَانَ يَنْبَغِيْ لِابْنِ أَبِيْ قُحَافَةَ أَنْ يُّصَلِّيَ بَيْنَ يَدَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

نے نماز کی اقامت کہی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آگے بڑھ گئے اور لوگوں کے لیے اللہ اکبر کہا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صفوں کے درمیان چلتے ہوئے اور صفوں کو چیرتے ہوئے آئے' حتیٰ کہ (پہلی) صف میں کھڑے ہو گئے' پس لوگوں نے تالیاں بجانی شروع کر دیں' حضرت سہل نے کہا: "تصفیح" کا معنی ہے: "تصفیق" (تالی بجانا)۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نماز میں اِدھر اُدھر توجہ نہیں کرتے تھے' جب لوگوں نے بہت زیادہ تالیاں بجائیں تو وہ متوجہ ہوئے' پس ناگاہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے تھے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ سے ان کو حکم دیا کہ وہ نماز پڑھاتے رہیں' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کر کے اللہ کا شکر ادا کیا' پھر وہ اپنی ایڑیوں پر پیچھے آ گئے حتیٰ کہ صف میں کھڑے ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھ گئے' آپ نے لوگوں کو نماز پڑھائی' پس جب آپ نے نماز پڑھا دی تو آپ نمازیوں کی طرف متوجہ ہوئے' سو آپ نے فرمایا: اے لوگو! تمہیں کیا ہوا تھا جب تمہیں نماز میں اچانک کوئی چیز پیش آئی تو تم نے تالیاں بجانی شروع کر دیں' تالیاں بجانا تو صرف عورتوں کے لیے جائز ہے' جب کسی شخص کو نماز میں اچانک کوئی چیز پیش آئے تو وہ کہے: سبحان اللہ! پھر آپ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے' پس فرمایا: اے ابوبکر! جب میں نے تمہیں اشارہ کیا تھا تو تم کو نماز پڑھاتے رہنے سے کس نے منع کیا تھا؟ حضرت ابوبکر نے کہا: ابوقحافہ کے بیٹے کے لیے یہ مناسب نہیں تھا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے نماز پڑھانی شروع کر دیتا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۶۸۴ میں گزر چکی ہے۔

١٧ - بَابُ الْخَصْرِ فِي الصَّلٰوةِ

نماز میں کوکھ پر ہاتھ رکھنا

١٢١٩ - حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ أَيُّوْبَ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ نُهِيَ عَنِ الْخَصْرِ فِي الصَّلٰوةِ. وَقَالَ هِشَامٌ وَأَبُوْ هِلَالٍ، عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. [طرف الحدیث: ١٢٢٠]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالنعمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از ایوب از محمد از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے کہا کہ نماز میں کوکھ پر ہاتھ رکھنے سے منع کیا گیا ہے' اور ہشام اور ابوہلال نے کہا از ابن سیرین از حضرت ابوہریرہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

۱۲۲۰ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ نُهِيَ اَنْ يُّصَلِّيَ الرَّجُلُ مُخْتَصِرًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن علی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے کہا: کسی (بھی) شخص کو کوکھ پر ہاتھ رکھے ہوئے نماز پڑھنے سے منع کیا گیا ہے۔

حدیث اوّل کے رجال

(۱) ابو النعمان محمد بن الفضل السدوسی (۲) حماد بن زید (۳) ایوب بن ابی تمیمہ السختیانی (۴) محمد بن سیرین (۵) ہشام بن حسان ابو عبداللہ القردوسی' یہ ۱۴۷ھ میں فوت ہو گئے تھے (۶) ابو ہلال محمد بن سلیم الراسبی' یہ ۱۶۷ھ میں فوت ہو گئے تھے (۷) عمرو بن علی الصیر فی الفلاس (۸) یحییٰ بن سعید القطان (۹) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۴۳۲۔۴۳۱)

نماز میں کوکھ پر ہاتھ رکھنے کی ممانعت کی وجوہ

یہود اکثر اپنی کوکھ پر ہاتھ رکھتے تھے' اس لیے مسلمانوں کو نماز میں کوکھ پر ہاتھ رکھنے سے منع فرمایا تا کہ یہود کے ساتھ مشابہت نہ ہو اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس میں اہل دوزخ اور شیطان کی مشابہت ہے' اس سلسلہ میں حسب ذیل احادیث اور آثار ہیں:

مسروق بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نماز میں کوکھ پر ہاتھ رکھنے کو مکروہ کہتی تھیں اور کہتی تھیں کہ اس طرح یہود کرتے ہیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۶۲۵' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۵۱۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

خالد بن معدان بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک شخص کو کوکھ پر ہاتھ رکھے ہوئے دیکھا تو فرمایا: اسی طرح اہل دوزخ' دوزخ میں کرتے ہیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۶۲۶' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۵۹۱' دار الفکر' بیروت)

صالح مولیٰ التوءمہ بیان کرتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس کو نماز میں مکروہ کہتے تھے اور کہتے تھے کہ شیطان اس پر حاضر ہوتا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۶۲۷' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۵۹۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

اسحاق بن عویمر بیان کرتے ہیں کہ مجاہد نے کہا: کوکھ پر ہاتھ رکھنا اہل دوزخ کے آرام کا طریقہ ہے۔
(مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۶۲۹' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۵۹۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

حمید بن ہلال نے کہا: نماز میں کوکھ پر ہاتھ رکھنا اس لیے مکروہ ہے کہ جب ابلیس کو جنت سے اتارا گیا تو وہ کوکھ پر ہاتھ رکھے ہوئے تھا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۶۳۱' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۵۹۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

مسروق بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نماز میں کوکھ پر ہاتھ رکھنے کو مکروہ قرار دیتی تھیں اور فرماتی تھیں: یہود کی مشابہت نہ کرو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۶۳۴' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۶۰۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

۱۸ - بَابُ تَفَكُّرِ الرَّجُلِ الشَّيْءَ فِي الصَّلٰوةِ

کسی شخص کا نماز میں غور و فکر کرنا

وَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اِنِّي لَاُجَهِّزُ جَيْشِيْ وَاَنَا فِي الصَّلٰوةِ.

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: بے شک میں لشکر کو تیار کرتا ہوں اور اس وقت میں نماز میں ہوتا ہوں۔

اس تعلیق کو سند موصول کے ساتھ امام ابن ابی شیبہ نے اپنی سند کے ساتھ ابوعثمان النہدی سے روایت کیا ہے۔
(مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۰۳۴ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۹۵۱ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت)

اسی کے موافق یہ اثر ہے:

عروہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں بحرین کا جزیہ گنتا رہتا ہوں اور میں اس وقت نماز میں ہوتا ہوں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۰۳۳ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۹۵۰ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت)

عیاض الاشعری بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر نے مغرب کی نماز پڑھائی اور اس میں قراءت نہیں کی' حضرت ابوموسیٰ نے ان سے کہا: آپ نے قراءت نہیں کی' حضرت عمر نے حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ سے پوچھا: انہوں نے کہا: حضرت ابوموسیٰ نے سچ کہا ہے' حضرت عمر نے نماز دوبارہ پڑھائی' پھر فرمایا: جس نماز میں قرآن نہ پڑھا جائے وہ نماز نہیں ہوتی' میں نے شام کی طرف قافلہ بھیجا تھا' میں اس کے متعلق غور کر رہا تھا' اس وجہ سے مجھ سے قراءت رہ گئی۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر نے قراءت کو ترک کرنے کی وجہ سے نماز دہرائی' نہ اس وجہ سے کہ وہ غور وفکر میں مستغرق ہو گئے تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۷ ص ۴۳۵ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۲۲۱ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ حَدَّثَنَا رَوْحٌ قَالَ حَدَّثَنَا عُمَرُ' هُوَ ابْنُ سَعِيدٍ' قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ' عَنْ عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَصْرَ' فَلَمَّا سَلَّمَ قَامَ سَرِيعًا' فَدَخَلَ عَلٰى بَعْضِ نِسَائِهِ' ثُمَّ خَرَجَ' وَرَاٰى مَا فِي وُجُوهِ الْقَوْمِ مِنْ تَعَجُّبِهِمْ لِسُرْعَتِهِ' فَقَالَ ذَكَرْتُ وَاَنَا فِي الصَّلٰوةِ تِبْرًا عِنْدَنَا' فَكَرِهْتُ اَنْ يُّمْسِيَ' اَوْ يَبِيْتَ عِنْدَنَا' فَاَمَرْتُ بِقِسْمَتِهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن منصور نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں روح نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمر نے حدیث بیان کی جو ابن سعید ہیں' انہوں نے کہا: مجھے ابن ابی ملیکہ نے خبر دی از حضرت عقبہ بن الحارث رضی اللہ عنہ' انہوں نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عصر کی نماز پڑھی' پس جب آپ نے سلام پھیرا تو جلدی سے کھڑے ہو گئے اور اپنی بعض ازواج کے حجرے میں داخل ہوئے' پھر آپ نکل آئے آپ نے جلدی کی وجہ سے نمازیوں کے چہروں پر تعجب کے آثار دیکھے تو آپ نے فرمایا: مجھے نماز میں یاد آیا کہ ہمارے پاس (کچھ) سونا ہے' سو مجھے ناپسند ہوا کہ وہ ہمارے پاس شام یا رات گزارے' پس میں نے اس کو تقسیم کرنے کا حکم دیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۸۵۱ میں گزر چکی ہے۔

۱۲۲۲ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ' عَنْ جَعْفَرٍ' عَنِ الْاَعْرَجِ قَالَ قَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اُذِّنَ بِالصَّلٰوةِ اَدْبَرَ الشَّيْطَانُ لَهٗ ضُرَاطٌ حَتّٰى لَا يَسْمَعَ التَّاْذِيْنَ' فَاِذَا سَكَتَ الْمُؤَذِّنُ اَقْبَلَ' فَاِذَا ثُوِّبَ اَدْبَرَ' فَاِذَا سَكَتَ اَقْبَلَ' فَلَا يَزَالُ بِالْمَرْءِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از جعفر از الاعرج' انہوں نے کہا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب نماز کی اذان دی جاتی ہے تو شیطان گوز مارتا ہوا پیٹھ پھیر لیتا ہے حتیٰ کہ وہ اذان نہیں سنتا' پس جب مؤذن خاموش ہو جاتا ہے تو پھر آ جاتا ہے' پھر جب اقامت

يَقُوْلُ لَهُ اُذْكُرْ، مَا لَمْ يَكُنْ يَذْكُرُ، حَتّٰى لَا يَدْرِىْ كَمْ صَلّٰى . قَالَ اَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اِذَا فَعَلَ ذٰلِكَ اَحَدُكُمْ فَلْيَسْجُدْ سَجْدَتَيْنِ وَهُوَ قَاعِدٌ. وَسَمِعَهُ اَبُوْ سَلَمَةَ مِنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ.

کہی جاتی ہے تو پھر پیٹھ پھیر لیتا ہے' پھر جب مؤذن خاموش ہو جاتا ہے تو پھر آ جاتا ہے' پھر مسلسل انسان سے کہتا رہتا ہے کہ فلاں چیز کو یاد کر' جس کو وہ یاد نہیں رکھتا تھا' حتیٰ کہ انسان کو پتا نہیں چلتا کہ اس نے کتنی رکعت پڑھی ہیں' ابوسلمہ بن عبدالرحمان نے کہا: جب تم میں سے کوئی شخص اس طرح کرے تو وہ بیٹھے ہوئے سہو کے دو سجدے کرے' اور ابوسلمہ نے اس حدیث کو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۶۰۸ میں گزر چکی ہے۔

۱۲۲۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ قَالَ اَخْبَرَنِىْ ابْنُ اَبِىْ ذِئْبٍ، عَنْ سَعِيْدِ الْمَقْبُرِىِّ قَالَ قَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ النَّاسُ اَكْثَرَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ، فَلَقِيْتُ رَجُلًا فَقُلْتُ بِمَا قَرَاَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَارِحَةَ فِى الْعَتَمَةِ؟ فَقَالَ لَا اَدْرِىْ فَقُلْتُ اَلَمْ تَشْهَدْهَا؟ قَالَ بَلٰى، قُلْتُ لٰكِنْ اَنَا اَدْرِىْ، قَرَاَ سُوْرَةَ كَذَا وَكَذَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عثمان بن عمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابن ابی ذئب نے حدیث بیان کی از سعید المقبری' انہوں نے کہا: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ لوگ کہتے ہیں کہ ابوہریرہ بہت احادیث بیان کرتے ہیں' میں ایک شخص سے ملا' میں نے اس سے پوچھا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گزشتہ رات عشاء کی نماز میں کون سی سورت پڑھی تھی؟ اس نے کہا: مجھے پتا نہیں' میں نے کہا: تم عشاء کی نماز میں حاضر نہیں تھے؟ اس نے کہا: کیوں نہیں! میں نے کہا: لیکن مجھے علم ہے' آپ نے فلاں فلاں سورت پڑھی تھی۔

میں کہتا ہوں کہ امام بخاری کو یہ حدیث ''العمل فی الصلوٰۃ'' کے ابواب کے بجائے ''صلوٰۃ اللیل'' کے ابواب میں ذکر کرنی چاہیے تھی' بہر حال ''العمل فی الصلوٰۃ'' کے ابواب میں ۳۲' احادیث مرفوعہ ہیں جن میں سے ۶ معلق ہیں اور باقی موصول ہیں۔

الحمد للہ رب العلمین! آج ۲۳ ربیع الثانی ۱۴۲۸ھ/۱۱ مئی ۲۰۰۷ء بہ روز جمعہ بعد نماز جمعہ ''العمل فی الصلوٰۃ'' کے ابواب مکمل ہو گئے' اس کے بعد ان شاء اللہ ''کتاب السھو'' شروع ہوگی۔ الٰہ العلمین! جس طرح یہاں تک لکھوا دیا ہے' پوری کتاب مکمل کراوے۔ (آمین)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علٰی رسولہ الکریم

۲۲ - كِتَابُ السَّهْوِ
سہو کا بیان

١ - بَابُ مَا جَاءَ فِي السَّهْوِ إِذَا قَامَ مِنْ رَكْعَتَي الْفَرِيضَةِ

سہو کے متعلق احادیث' جب آدمی فرض کی دو رکعت پڑھ کر کھڑا ہو جائے

سہو اور نسیان کی تحقیق

سہو کا معنی ہے: کسی چیز سے غفلت اور ذہن کا دوسری چیز کی طرف متوجہ ہونا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: بعض علماء نے سہو اور نسیان میں فرق کیا ہے اور یہ "لیس بشیء" (کچھ نہیں) ہے۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۶۸۶' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدر الدین عینی لکھتے ہیں: انہوں نے جو کہا ہے وہ "لیس بشیء" ہے' حقیقت یہ ہے کہ سہو اور نسیان میں باریک فرق ہے' اور وہ یہ ہے کہ سہو میں شعور معدوم ہو جاتا ہے اور نسیان میں انسان کو شعور ہوتا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۷ ص ۴۳۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ عینی نے سہو اور نسیان میں صحیح فرق نہیں لکھا' صحیح فرق یہ ہے:

علامہ سید محمد امین عمر بن عبد العزیز ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

تحقیق یہ ہے کہ لغت کے اعتبار سے سہو اور نسیان میں کوئی فرق نہیں ہے اور اصطلاح کے اعتبار سے ان میں فرق ہے۔ سہو کا معنی ہے: ضرورت کے وقت کسی چیز کا ذہن میں مستحضر نہ ہونا' جمع الجوامع میں مذکور ہے: سہو کا معنی ہے: معلوم سے غفلت' اور معمولی توجہ سے ذہن اس کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے' اور نسیان میں معلوم زائل ہو جاتا ہے' اور حکماء نے کہا ہے کہ سہو میں معلوم کی صورت حافظہ میں موجود ہوتی ہے اور مدرکہ سے زائل ہو جاتی ہے اور نسیان میں معلوم کی صورت حافظہ اور مدرکہ دونوں سے زائل ہو جاتی ہے اور اس کے حصول کے لیے دوبارہ کسب کرنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۱۷۴' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹)

١٢٢٤ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ' عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْأَعْرَجِ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُحَيْنَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ صَلّٰى لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک بن انس نے خبر دی از ابن شہاب از عبد الرحمٰن الاعرج از حضرت عبد اللہ بن بحینہ رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں کسی نماز کی دو

وَسَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ مِنْ بَعْضِ الصَّلَوَاتِ، ثُمَّ قَامَ فَلَمْ يَجْلِسْ، فَقَامَ النَّاسُ مَعَهُ، فَلَمَّا قَضَى صَلٰوتَهُ وَنَظَرْنَا تَسْلِيمَهُ، كَبَّرَ قَبْلَ التَّسْلِيمِ، فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ، ثُمَّ سَلَّمَ.

رکعت نماز پڑھائی' پھر آپ کھڑے ہو گئے اور بیٹھے نہیں' پس نمازی بھی آپ کے ساتھ کھڑے ہو گئے' جب آپ نے اپنی نماز پوری کر لی تو ہم آپ کے سلام کے منتظر تھے' آپ نے سلام پھیرنے سے پہلے اللہ اکبر کہا' پھر بیٹھے ہوئے دو سہو کے سجدے کیے' پھر سلام پھیر دیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٨٢٩ میں گزر چکی ہے تاہم بعض ضروری اُمور ذکر کیے جا رہے ہیں:

فقہاء احناف کے مؤقف کے ثبوت میں سلام پھیرنے کے بعد سجدۂ سہو کے متعلق احادیث

اس حدیث کے ظاہر سے بعض فقہاء نے یہ استدلال کیا ہے کہ نماز میں زیادتی ہو یا کمی' سجدۂ سہو نماز میں مطلقاً سلام سے پہلے کیا جائے گا' یہی امام شافعی کا صحیح مذہب ہے' اور امام احمد سے بھی ایک یہی روایت ہے' امام ابوحنیفہ' ان کے اصحاب اور ثوری کا یہ مذہب ہے کہ نماز میں زیادتی ہو یا کمی سجدۂ سہو سلام کے بعد کیا جائے گا' حضرت علی بن ابی طالب' حضرت سعد بن ابی وقاص' حضرت ابن مسعود' حضرت عمار' حضرت ابن عباس' حضرت ابن الزبیر اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہم کا یہی مذہب ہے' اور فقہاء تابعین میں سے النخعی' ابن ابی لیلیٰ اور حسن بصری کا یہی مؤقف ہے۔ ان کا استدلال حسب ذیل احادیث سے ہے:

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی' اس میں کچھ زیادتی یا کمی کی' جب آپ نے سلام پھیر دیا تو آپ سے کہا گیا: یارسول اللہ! کیا نماز میں کوئی نیا حکم نازل ہوا ہے؟ آپ نے پوچھا: اس کا کیا سبب ہے؟ نمازیوں نے کہا: آپ نے اس طرح اس طرح نماز پڑھائی ہے' آپ نے پیر موڑے اور قبلہ کی طرف منہ کیا اور دو سہو کے سجدے کیے' پھر سلام پھیر دیا۔ الحدیث (صحیح البخاری: ۴۰۱' صحیح مسلم: ۵۷۲)

اس حدیث میں تصریح ہے کہ آپ نے سلام پھیرنے کے بعد سجدۂ سہو کیا۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کی نماز پڑھائی' پس تین رکعت کے بعد سلام پھیر دیا' پھر آپ اپنے گھر چلے گئے' پھر ایک شخص کھڑے ہوئے جن کا نام خرباق تھا اور ان کے ہاتھوں میں طول تھا' انہوں نے کہا: یارسول اللہ! پھر آپ کے نماز پڑھانے کی رکعات کا ذکر کیا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غصہ میں اپنا تہ بند گھسیٹتے ہوئے نکلے' حتیٰ کہ نمازیوں تک پہنچے' پس آپ نے پوچھا: کیا یہ سچ کہہ رہے ہیں؟ نمازیوں نے کہا: جی ہاں! پس آپ نے ایک رکعت پڑھائی' پھر سلام پھیر دیا' پھر آپ نے دو سجدے کیے' پھر سلام پھیر دیا۔ (صحیح مسلم: ۵۷۴' سنن ابوداؤد: ۱۰۱۸)

اس حدیث میں بھی یہ تصریح ہے کہ آپ نے سلام پھیرنے کے بعد سہو کے دو سجدے کیے۔

الشعبی بیان کرتے ہیں کہ ہم کو حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی' پس وہ دو رکعت پڑھانے کے بعد کھڑے ہو گئے' پس نمازیوں نے سبحان اللہ کہا اور انہوں نے بھی سبحان اللہ کہا' پس جب انہوں نے باقی نماز پڑھا دی تو سلام پھیرا' پھر بیٹھ کر دو سجدۂ سہو کیے' پھر ان کو یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس طرح کیا تھا جس طرح انہوں نے کیا تھا۔

(سنن ترمذی: ۳۶۴' مسند احمد ج ۴ ص ۲۴۸)

اس حدیث میں بھی یہ بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرنے کے بعد سجدۂ سہو کیا۔

صالح بن عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پیچھے ایک نماز پڑھی' اس میں ان

کو سہو ہو گیا' انہوں نے سلام پھیرنے کے بعد سجدۂ سہو کیا' پھر ہماری طرف مڑ کر کہا: سنو! میں نے اسی طرح کیا ہے جس طرح میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ (المعجم الاوسط: ۶۵۱۲ 'مکتبۃ المعارف' ریاض' ۱۴۱۵ھ)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے جس کو اپنی نماز میں شک ہو وہ صحیح چیز پر غور کر کے اپنی نماز پوری کرے' پھر سلام پھیر دے اور دو سجدۂ سہو کرے۔

(صحیح ابن خزیمہ: ۱۰۲۸' صحیح البخاری: ۴۰۱' صحیح مسلم: ۵۷۲' سنن نسائی: ۱۲۳۹' سنن ابن ماجہ: ۱۲۱۱)

اس حدیث میں آپ نے سلام پھیرنے کے بعد سجدۂ سہو کرنے کا حکم دیا ہے:

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو اپنی نماز میں شک ہو' وہ سلام پھیرنے کے بعد سہو کے دو سجدے کرے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۰۳۳' سنن نسائی: ۱۲۴۷)

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر سہو کے لیے سلام پھیرنے کے بعد دو سجدے ہیں

(المعجم الکبیر: ۱۴۱۲' سنن ابوداؤد: ۱۰۳۸' سنن ابن ماجہ: ۱۲۱۹' مصنف عبدالرزاق: ۳۵۴۳' مسند احمد ج ۵ ص ۲۸۰)

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صریح حکم ہے کہ سلام پھیرنے کے بعد سجدۂ سہو کیے جائیں۔

سلام سے پہلے یا بعد سجدۂ سہو کرنے میں مذاہب فقہاء

(۱) فقہاء احناف کے نزدیک مطلقاً سلام کے بعد سجدۂ سہو کیے جائیں اور فقہاء شافعیہ کے نزدیک مطلقاً سلام سے پہلے سجدۂ سہو کیے جائیں۔

(۲) امام مالک کے نزدیک اگر نماز میں کمی ہو تو سلام سے پہلے سجدۂ سہو کیے جائیں اور اگر نماز میں زیادتی ہو تو سلام کے بعد سجدۂ سہو کیے جائیں۔

(۳) امام احمد کا مذہب یہ ہے کہ جن صورتوں میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سلام سے پہلے سجدۂ سہو کیے ہیں' وہاں سلام سے پہلے سجدۂ سہو کیے جائیں اور جن صورتوں میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سلام کے بعد سجدۂ سہو کیے ہیں' وہاں سلام کے بعد سجدۂ سہو کیے جائیں۔

(۴) ظاہریہ کا مذہب یہ ہے کہ صرف اُن ہی صورتوں میں سجدۂ سہو کیا جائے جن صورتوں میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سجدۂ سہو کیا ہے۔

علامہ عینی نے لکھا ہے کہ یہ اختلاف صرف اولویت میں ہے' اگر سلام سے پہلے بھی سجدہ کر لیا جائے تو فقہاء احناف کے نزدیک جائز ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۴۴۰' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

جن صورتوں میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سجدۂ سہو کیا

(۱) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دو رکعت کے بعد کھڑے ہو گئے جیسا کہ حضرت ابن بحینہ کی حدیث میں ہے۔ (صحیح البخاری: ۱۲۲۵)

(۲) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو رکعت کے بعد سلام پھیر دیا جیسا کہ حضرت ذوالیدین کی حدیث میں ہے۔ (صحیح البخاری: ۱۲۲۷)

(۳) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین رکعت کے بعد سلام پھیر دیا جیسا کہ حضرت عمران بن حصین کی حدیث میں ہے۔ (صحیح مسلم: ۵۷۴)

(۴) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پانچ رکعات پڑھیں جیسا کہ حضرت ابن مسعود کی حدیث میں ہے۔ (صحیح البخاری: ۱۲۲۶)

(۵) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شک کی صورت میں سجدۂ سہو کیا جیسا کہ حضرت ابوسعید خدری کی حدیث میں ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۰۲۴)

۱۲۲۵ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ یُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ یَحْیَی بْنِ سَعِیْدٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از یحییٰ

الْأَعْرَجِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُحَيْنَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ مِنِ اثْنَتَيْنِ مِنَ الظُّهْرِ، لَمْ يَجْلِسْ بَيْنَهُمَا، فَلَمَّا قَضٰى صَلٰوتَهُ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ، ثُمَّ سَلَّمَ بَعْدَ ذٰلِكَ.

بن سعید از عبد الرحمان الاعرج از حضرت عبد اللہ بن بحینہ رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی دو رکعت پڑھ کر کھڑے ہو گئے اور دو رکعت کے بعد نہیں بیٹھے جب آپ نے نماز پڑھ لی تو دو سجدے کیے پھر اس کے بعد سلام پھیر دیا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۸۲۹ 'اور گزشتہ حدیث: ۱۲۲۴ میں گزر چکی ہے۔

۲ - بَابٌ إِذَا صَلّٰى خَمْسًا

جب پانچ رکعات نماز پڑھیں

١٢٢٦ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ إِبْرَاهِيْمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الظُّهْرَ خَمْسًا، فَقِيْلَ لَهُ أَزِيْدَ فِي الصَّلٰوةِ؟ فَقَالَ وَمَا ذَاكَ؟ قَالَ صَلَّيْتَ خَمْسًا، فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ بَعْدَ مَا سَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از الحکم از ابراہیم از علقمہ از حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز پانچ رکعات پڑھا دیں' آپ سے پوچھا گیا: کیا اب نماز میں اضافہ ہو گیا ہے؟ آپ نے فرمایا: اس کی کیا وجہ ہے؟ حضرت ابن مسعود نے کہا: آپ نے پانچ رکعات نماز پڑھائی ہے' آپ نے سلام پھیرنے کے بعد سہو کے دو سجدے کیے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۴۰۱ میں گزر چکی ہے۔

۳ - بَابٌ إِذَا سَلَّمَ فِي رَكْعَتَيْنِ، أَوْ فِي ثَلَاثٍ، فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ مِثْلَ سُجُوْدِ الصَّلٰوةِ أَوْ أَطْوَلَ

جب دو رکعت میں سلام پھیر دیا یا تین رکعت میں' پھر نماز کے سجدے کی طرح دو سجدے کیے یا زیادہ طویل

١٢٢٧ - حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيْمَ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ صَلّٰى بِنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظُّهْرَ أَوِ الْعَصْرَ، فَسَلَّمَ، فَقَالَ لَهُ ذُو الْيَدَيْنِ الصَّلٰوةُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَنَقَصَتْ؟ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَصْحَابِهِ أَحَقٌّ مَا يَقُوْلُ؟ قَالُوْا نَعَمْ. فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ أُخْرَيَيْنِ، ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ، قَالَ سَعْدٌ وَرَأَيْتُ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ صَلّٰى مِنَ الْمَغْرِبِ رَكْعَتَيْنِ فَسَلَّمَ وَتَكَلَّمَ، ثُمَّ صَلّٰى مَا بَقِيَ، وَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ، وَقَالَ هٰكَذَا فَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از سعد بن ابراہیم از ابی سلمہ از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا: ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر یا عصر کی نماز پڑھائی' پس سلام پھیر دیا' پھر آپ سے حضرت ذوالیدین رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! کیا نماز کم ہو گئی؟ پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے پوچھا: آیا جو یہ کہہ رہے ہیں وہ حق ہے؟ انہوں نے کہا: جی ہاں! پس آپ نے دو اور رکعت پڑھائیں' پھر (سہو کے) دو سجدے کیے' سعد نے کہا: اور میں نے عروہ بن الزبیر کو دیکھا' انہوں نے مغرب کی دو رکعت پڑھائیں' پھر سلام پھیر دیا اور کلام کیا' پھر باقی نماز پڑھائی اور (سہو کے) دو سجدے کیے اور کہا: اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا۔

اس حدیث کی شرح 'صحیح البخاری: ۴۸۲ میں گزر چکی ہے' رہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام کرنا تو یہ آپ کی خصوصیت تھی یا اس وقت کا واقعہ ہے جب نماز میں کلام مباح تھا۔

٤ - بَابُ مَنْ لَّمْ يَتَشَهَّدْ فِيْ سَجْدَتَيِ السَّهْوِ

جس نے سہو کے دو سجدوں میں تشہد نہیں پڑھا

وَسَلَّمَ اَنَسٌ وَالْحَسَنُ وَلَمْ يَتَشَهَّدَا.

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اور حسن بصری نے سلام پھیرا اور تشہد نہیں پڑھا۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ حسن بصری اور حضرت انس نے سلام پھیرنے کے بعد سہو کے دو سجدے کیے' پھر وہ دونوں کھڑے ہو گئے اور سلام نہیں پھیرا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۴۹۸ ' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۴۶۴ ' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

وَقَالَ قَتَادَةُ لَا يَتَشَهَّدُ.

اور قتادہ نے کہا: تشہد نہ پڑھے۔

اس تعلیق کے موافق یہ اثر ہے:

ابن جریج بیان کرتے ہیں کہ عطاء نے کہا: سہو کے دو سجدوں میں نہ تشہد ہے نہ سلام ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۴۹۶ ' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۴۶۲ ' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

١٢٢٨ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ' عَنْ اَيُّوْبَ بْنِ اَبِيْ تَمِيْمَةَ السَّخْتِيَانِيِّ' عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ' عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنْصَرَفَ مِنِ اثْنَتَيْنِ' فَقَالَ لَهٗ ذُو الْيَدَيْنِ اَقُصِرَتِ الصَّلٰوةُ اَمْ نَسِيْتَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَصَدَقَ ذُو الْيَدَيْنِ؟ فَقَالَ النَّاسُ نَعَمْ' فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلَّى اثْنَتَيْنِ اُخْرَيَيْنِ' ثُمَّ سَلَّمَ' ثُمَّ كَبَّرَ' فَسَجَدَ مِثْلَ سُجُوْدِهٖ اَوْ اَطْوَلَ' ثُمَّ رَفَعَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک بن انس نے حدیث بیان کی از ایوب بن ابی تمیمہ سختیانی از محمد بن سیرین از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعت نماز پڑھانے کے بعد (نمازیوں کی طرف) مڑ گئے تو آپ سے حضرت ذوالیدین رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ! آیا نماز کم ہو گئی ہے یا آپ بھول گئے ہیں؟ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: آیا ذوالیدین نے سچ کہا ہے؟ لوگوں نے کہا: جی ہاں! پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے' آپ نے دو اور رکعت پڑھائیں' پھر آپ نے سلام پھیر دیا' پھر آپ نے اللہ اکبر کہا' پس آپ نے سجدہ کیا پہلے سجدہ کی مثل یا اس سے طویل' پھر آپ نے سجدہ سے سر اٹھایا۔

اس حدیث کی شرح 'صحیح البخاری: ۴۸۲ میں گزر چکی ہے۔

حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ' عَنْ سَلَمَةَ بْنِ عَلْقَمَةَ قَالَ قُلْتُ لِمُحَمَّدٍ فِيْ سَجْدَتَيِ السَّهْوِ تَشَهُّدٌ؟ قَالَ لَيْسَ فِيْ حَدِيْثِ اَبِيْ هُرَيْرَةَ.

ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از سلمہ بن علقمہ' انہوں نے کہا: میں نے محمد سے پوچھا: کیا سہو کے دو سجدوں میں تشہد ہے؟ انہوں نے کہا: حضرت ابوہریرہ کی حدیث میں نہیں ہے۔

۵ - بَابُ مَنْ يُكَبِّرُ فِي سَجْدَتَيِ السَّهْوِ

۱۲۲۹ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِحْدٰى صَلٰوتَيِ الْعَشِيِّ، قَالَ مُحَمَّدٌ وَأَكْثَرُ ظَنِّي الْعَصْرَ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ سَلَّمَ، ثُمَّ قَامَ إِلٰى خَشَبَةٍ فِي مُقَدَّمِ الْمَسْجِدِ، فَوَضَعَ يَدَهُ عَلَيْهَا، وَفِيهِمْ أَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا، فَهَابَا أَنْ يُكَلِّمَاهُ، وَخَرَجَ سَرَعَانُ النَّاسِ، فَقَالُوْا أَقَصُرَتِ الصَّلٰوةُ؟ وَرَجُلٌ يَدْعُوْهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَا الْيَدَيْنِ، فَقَالَ أَنَسِيْتَ أَمْ قَصُرَتْ؟ فَقَالَ لَمْ أَنْسَ وَلَمْ تُقْصَرْ. قَالَ بَلٰى، قَدْ نَسِيْتَ. فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ سَلَّمَ، ثُمَّ كَبَّرَ، فَسَجَدَ مِثْلَ سُجُوْدِهٖ أَوْ أَطْوَلَ، ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ فَكَبَّرَ، ثُمَّ وَضَعَ رَأْسَهُ فَكَبَّرَ، فَسَجَدَ مِثْلَ سُجُوْدِهٖ أَوْ أَطْوَلَ، ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ وَكَبَّرَ.

سجدۂ سہو میں تکبیر پڑھے

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حفص بن عمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن ابراہیم نے حدیث بیان کی از محمد از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر یا عصر کی نمازوں میں سے کوئی ایک نماز پڑھائی' محمد نے کہا: میرا زیادہ گمان یہ ہے کہ وہ عصر کی نماز تھی' آپ نے دو رکعت نماز پڑھا کر سلام پھیر دیا' پھر آپ لکڑی کے ایک ستون کی طرف کھڑے ہو گئے جو مسجد کے اگلے حصہ میں تھا' آپ نے اس پر اپنا ہاتھ رکھ دیا' اور نمازیوں میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما تھے' وہ آپ سے کلام کرتے ہوئے ڈرے اور لوگ جلدی جلدی نکلے' پس لوگوں نے کہا: کیا نماز کم ہو گئی ہے؟ اور ایک شخص جن کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم ذوالیدین کہتے تھے' انہوں نے کہا: کیا آپ بھول گئے ہیں یا نماز کم ہو گئی ہے؟ آپ نے فرمایا: نہ میں بھولا ہوں اور نہ نماز کم ہوئی ہے' انہوں نے کہا: کیوں نہیں! تحقیق آپ بھول گئے ہیں' پس آپ نے دو رکعت پڑھائیں' پھر سلام پھیر دیا' پھر آپ نے اللہ اکبر کہا' پھر پہلے سجدہ کی مثل یا اس سے طویل سجدہ کیا' پھر آپ نے سجدہ سے سر اٹھایا اور اللہ اکبر کہا' پھر آپ نے اپنا سر مبارک سجدہ میں رکھ دیا اور تکبیر کہی اور اپنے سجود کی مثل یا اس سے لمبا سجدہ کیا' پھر آپ نے اپنا سر مبارک اٹھایا اور تکبیر کہی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۸۲ میں گزر چکی ہے۔

۱۲۳۰ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ بُحَيْنَةَ الْأَسَدِيِّ، حَلِيْفِ بَنِيْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ فِي صَلٰوةِ الظُّهْرِ وَعَلَيْهِ جُلُوْسٌ، فَلَمَّا أَتَمَّ صَلٰوتَهُ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ، فَكَبَّرَ فِي كُلِّ سَجْدَةٍ وَهُوَ جَالِسٌ قَبْلَ أَنْ يُسَلِّمَ، وَسَجَدَهُمَا النَّاسُ مَعَهُ، مَكَانَ مَا نَسِيَ مِنَ الْجُلُوْسِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از الاعرج از حضرت عبد اللہ ابن بحینہ الاسدی' جو بنو عبد المطلب کے حلیف ہیں' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی نماز میں کھڑے ہو گئے حالانکہ آپ کو بیٹھنا تھا' پس جب آپ نے نماز مکمل کی تو سہو کے دو سجدے کیے' پس ہر سجدہ کے لیے بیٹھے ہوئے تکبیر پڑھی سلام پھیرنے سے پہلے' اور لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ دو سجدے کیے' آپ کو جو بیٹھنا تھا جس کو آپ بھول گئے تھے' اس کے لیے یہ دو سجدے کیے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۸۲۹ میں گزر چکی ہے۔

٦ - بَابُ اِذَا لَمْ يَدْرِ كَمْ صَلّٰى ثَلَاثًا اَوْ اَرْبَعًا، سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ

جب یہ معلوم نہ ہو کہ کتنی رکعت پڑھی ہیں' تین یا چار تو بیٹھے ہوئے دو سجدے کرے

١٢٣١ - حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ اَبِيْ عَبْدِ اللّٰهِ الدَّسْتَوَائِيُّ، عَنْ يَحْيَى ابْنِ اَبِيْ كَثِيْرٍ، عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا نُوْدِيَ بِالصَّلٰوةِ اَدْبَرَ الشَّيْطَانُ وَلَهٗ ضُرَاطٌ، حَتّٰى لَا يَسْمَعَ الْاَذَانَ، فَاِذَا قُضِيَ الْاَذَانُ اَقْبَلَ، فَاِذَا ثُوِّبَ بِهَا اَدْبَرَ، فَاِذَا قُضِيَ التَّثْوِيْبُ اَقْبَلَ، حَتّٰى يَخْطِرَ بَيْنَ الْمَرْءِ وَنَفْسِهٖ، يَقُوْلُ اُذْكُرْ كَذَا وَكَذَا، مَا لَمْ يَكُنْ يَذْكُرُ، حَتّٰى يَظَلَّ الرَّجُلُ اِنْ يَدْرِيْ كَمْ صَلّٰى، فَاِذَا لَمْ يَدْرِ اَحَدُكُمْ كَمْ صَلّٰى، ثَلَاثًا اَوْ اَرْبَعًا فَلْيَسْجُدْ سَجْدَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں معاذ بن فضالہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن ابی عبد اللہ الدستوائی نے حدیث بیان کی از یحییٰ بن ابی کثیر از ابی سلمہ از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب نماز کی اذان دی جاتی ہے تو شیطان گوز مارتا ہوا پیٹھ پھیر لیتا ہے' حتیٰ کہ وہ اذان نہ سنے' پس جب اذان پوری ہو جاتی ہے تو آ جاتا ہے' پس جب نماز کی اقامت کہی جاتی ہے تو پھر پیٹھ پھیر لیتا ہے' پس جب اقامت مکمل ہو جاتی ہے تو آ جاتا ہے حتیٰ کہ انسان کے دل میں باتیں ڈالتا ہے اور کہتا ہے: فلاں چیز یاد کر اور فلاں چیز یاد کر جو اس کو یاد نہیں ہوتی' حتیٰ کہ آدمی کو پتا نہیں چلتا کہ اس نے کتنی رکعت پڑھی ہیں' پس جب تم میں سے کسی کو پتا نہ چلے کہ اس نے تین رکعت پڑھی ہیں یا چار رکعت پڑھی ہیں تو وہ بیٹھے ہوئے (سہو کے) دو سجدے کرے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۶۰۸ میں گزر چکی ہے۔

٧ - بَابُ السَّهْوِ فِي الْفَرْضِ وَالتَّطَوُّعِ

فرض اور نفل میں سہو ہونا

وَسَجَدَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا سَجْدَتَيْنِ بَعْدَ وِتْرِهٖ.

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے وتر کے بعد دو سجدے کیے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ وتر کو سنت قرار دیتے تھے' اس کے باوجود انہوں نے وتر میں سہو ہونے پر سجدۂ سہو کیا' اس سے معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک نفل میں بھی سجدۂ سہو کا وہی حکم تھا جو فرض میں تھا۔ اس تعلیق کے ثبوت میں حسب ذیل آثار ہیں:

امام ابن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ روایت کرتے ہیں:

شعبی اور سعید بن جبیر نے کہا: نفل میں سجدۂ سہو ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۴۶۵' مجلس علمی' بیروت)

ابو عقیل بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے سعید بن المسیب کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ نوافل میں بھی اسی طرح دو سجدۂ سہو ہیں جس طرح فرائض میں ہیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۴۶۷' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۴۳۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

١٢٣٢ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن شہاب از ابی سلمہ بن عبد الرحمان از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' انہوں

رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ اَحَدَكُمْ اِذَا قَامَ يُصَلِّيْ' جَاءَ الشَّيْطَانُ فَلَبَسَ عَلَيْهِ' حَتّٰى لَا يَدْرِيْ كَمْ صَلّٰى' فَاِذَا وَجَدَ ذٰلِكَ اَحَدُكُمْ' فَلْيَسْجُدْ سَجْدَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ.

نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھنے کے لیے کھڑا ہوتا ہے تو شیطان اس پر اشتباہ ڈال دیتا ہے' حتیٰ کہ اس کو پتا نہیں چلتا کہ اس نے کتنی رکعات پڑھی ہیں' پس جب تم میں سے کوئی شخص اس کیفیت کو پائے تو وہ بیٹھے ہوئے دو (سہو کے) سجدے کرے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۶۰۸ میں گزر چکی ہے۔

۸- بَابُ اِذَا كُلِّمَ وَهُوَ يُصَلِّيْ فَاَشَارَ بِيَدِهٖ وَاسْتَمَعَ

جب کوئی شخص نماز پڑھ رہا تھا اور اس سے بات کی گئی تو اس نے ہاتھ سے اشارہ کیا اور بات سنی

۱۲۳۳ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنِيْ ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عَمْرٌو' عَنْ بُكَيْرٍ' عَنْ كُرَيْبٍ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ' وَالْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ' وَعَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ اَزْهَرَ' رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ اَرْسَلُوْهُ اِلٰى عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا' فَقَالُوْا اِقْرَأْ عَلَيْهَا السَّلَامَ مِنَّا جَمِيْعًا' وَسَلْهَا عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ صَلٰوةِ الْعَصْرِ' وَقُلْ لَهَا اِنَّا اُخْبِرْنَا اَنَّكِ تُصَلِّيْنَهُمَا' وَقَدْ بَلَغَنَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْهُمَا. وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَكُنْتُ اَضْرِبُ النَّاسَ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ عَنْهَا. قَالَ كُرَيْبٌ فَدَخَلْتُ عَلٰى عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا' فَبَلَّغْتُهَا مَا اَرْسَلُوْنِيْ بِهٖ فَقَالَتْ سَلْ اُمَّ سَلَمَةَ' فَخَرَجْتُ اِلَيْهِمْ' فَاَخْبَرْتُهُمْ بِقَوْلِهَا' فَرَدُّوْنِيْ اِلٰى اُمِّ سَلَمَةَ بِمِثْلِ مَا اَرْسَلُوْنِيْ بِهٖ اِلٰى عَائِشَةَ فَقَالَتْ اُمُّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهٰى عَنْهُمَا' ثُمَّ رَاَيْتُهٗ يُصَلِّيْهِمَا حِيْنَ صَلَّى الْعَصْرَ' ثُمَّ دَخَلَ عَلَيَّ وَعِنْدِيْ نِسْوَةٌ مِّنْ بَنِيْ حَرَامٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ' فَاَرْسَلْتُ اِلَيْهِ الْجَارِيَةَ' فَقُلْتُ قُوْمِيْ بِجَنْبِهٖ' قُوْلِيْ لَهٗ تَقُوْلُ لَكَ اُمُّ سَلَمَةَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ' سَمِعْتُكَ تَنْهٰى عَنْ هَاتَيْنِ' وَاَرَاكَ تُصَلِّيْهِمَا؟ فَاِنْ اَشَارَ بِيَدِهٖ فَاسْتَاْخِرِيْ عَنْهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن سلیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابن وہب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عمرو نے خبر دی از بکیر از کریب کہ حضرت ابن عباس' حضرت مسور بن مخرمہ اور حضرت عبد الرحمٰن بن ازھر رضی اللہ عنہم نے انہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا' پس انہوں نے کہا کہ تم حضرت عائشہ کو ہم سب کی طرف سے سلام کہنا اور ان سے عصر کے بعد دو رکعتوں کے متعلق سوال کرنا' اور ان سے کہنا کہ ہمیں معلوم ہوا کہ آپ یہ دو رکعت پڑھتی ہیں اور ہم کو یہ حدیث پہنچی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان دو رکعتوں سے منع کرتے تھے اور حضرت ابن عباس نے کہا: میں حضرت عمر بن الخطاب کے ساتھ مل کر لوگوں کو ان دو رکعتوں کے پڑھنے پر مارتا تھا' کریب نے کہا: میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا اور جو پیغام دے کر انہوں نے مجھے بھیجا تھا' میں نے حضرت عائشہ کو وہ پیغام سنایا' حضرت عائشہ نے فرمایا: تم حضرت ام سلمہ سے پوچھو' میں نے ان حضرات کے پاس جا کر حضرت عائشہ کے جواب کی خبر دی' پھر انہوں نے مجھے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس وہی پیغام دے کر بھیجا' جو پیغام دے کر حضرت عائشہ کے پاس بھیجا تھا' پس حضرت ام سلمہ نے فرمایا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان دو رکعت کے پڑھنے سے منع کرتے ہوئے سنا ہے' پھر میں نے دیکھا کہ جب آپ عصر کی نماز پڑھتے تھے تو یہ دو رکعت بھی پڑھتے تھے' پھر آپ میرے پاس اس وقت آئے جب میرے

فَفَعَلَتِ الْجَارِيَةُ، فَأَشَارَ بِيَدِهٖ، فَاسْتَأْخَرَتْ عَنْهُ، فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ يَا بِنْتَ أَبِيْ أُمَيَّةَ، سَأَلْتِ عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ، وَإِنَّهُ أَتَانِيْ نَاسٌ مِّنْ عَبْدِ الْقَيْسِ، فَشَغَلُوْنِيْ عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ اللَّتَيْنِ بَعْدَ الظُّهْرِ فَهُمَا هَاتَانِ. [طرف الحدیث: ۴۳۷۰]

پاس انصار میں سے بنی حرام کی خواتین بیٹھی تھیں' میں نے آپ کے پاس ایک باندی بھیجی' میں نے اس سے کہا کہ تم آپ کے پہلو میں کھڑی ہو جانا اور آپ سے کہنا: یارسول اللہ! ام سلمہ آپ سے یہ عرض کرتی ہیں کہ میں نے آپ سے سنا ہے کہ آپ ان دو رکعت کے پڑھنے سے منع فرماتے ہیں اور میں نے آپ کو یہ دو رکعت پڑھتے ہوئے دیکھا ہے' پس اگر آپ اپنے ہاتھ سے اشارہ کریں تو تم پیچھے ہٹ جانا' پس اس باندی نے ایسا کیا' آپ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا تو وہ باندی پیچھے ہٹ گئی' پس جب آپ نماز سے فارغ ہو گئے تو آپ نے فرمایا: اے ابوامیہ کی بیٹی! تم نے عصر کے بعد کی دو رکعت کے متعلق سوال کیا ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ میرے پاس عبد القیس کا وفد آیا تھا' انہوں نے مجھے ظہر کے بعد دو رکعت پڑھنے سے مشغول رکھا' سو یہ وہ دو رکعت ہیں۔

حدیث مذکور سے دس مسائل کا استخراج

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی نے اس حدیث سے حسب ذیل مسائل کا استخراج کیا ہے:

(۱) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز میں حضرت ام سلمہ کی بات سنی' اس سے معلوم ہوا کہ نمازی کے لیے اثناء نماز میں کسی کی بات سننا جائز ہے۔

(۲) آپ نے نماز میں اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا' اس سے معلوم ہوا کہ نماز میں ہاتھ سے اشارہ کرنا جائز ہے۔

(۳) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے عصر کے بعد کی دو رکعت کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے سائل کو حضرت ام سلمہ کے پاس بھیج دیا کہ انہیں اس مسئلہ کا زیادہ علم ہے' اس سے معلوم ہوا کہ جب کسی عالم سے کسی چیز کے متعلق سوال کیا جائے اور اس کو علم ہو کہ دوسرے عالم کو اس کا زیادہ علم ہے تو وہ سائل کو اس کے پاس بھیج دے' اور اس میں اہل علم کی فضیلت کا اعتراف ہے۔

(۴) کریب از خود حضرت ام سلمہ کے پاس نہیں گئے بلکہ ان کے پاس گئے جنہوں نے ان کو بھیجا تھا' اس سے معلوم ہوا کہ جس کو کسی کے پاس بھیجا جائے وہ از خود تصرف نہ کرے' بلکہ وہ یہ دیکھے کہ بھیجنے والے اسے دوسرے کے پاس بھیجتے ہیں یا نہیں۔

(۵) جب مصالح اور مہمات میں تعارض ہو جائے تو جو مصلحت اہم ہو اس کو مقدم کرے' آپ کے پاس عبد القیس کا وفد آیا جن کو اسلام کے احکام کی تعلیم دینی تھی اور آپ نے ظہر کی سنتیں بھی پڑھنی تھیں' لیکن اسلام کے احکام کی تعلیم زیادہ اہم تھی' اس لیے آپ نے اس کو مقدم کیا اور ظہر کی سنتوں کو مؤخر کر دیا۔

(۶) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اپنی باندی سے کہا: تم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پہلو میں بیٹھنا' اس سے معلوم ہوا کہ سائل کو عالم کے آگے یا پیچھے نہیں بیٹھنا چاہیے بلکہ پہلو (جانب) میں بیٹھنا چاہیے' آگے اس لیے نہ بیٹھے کہ وہ ادب کے خلاف ہے اور پیچھے اس لیے نہ بیٹھے کہ پھر عالم کو اس کی طرف مڑنا پڑے گا۔

(۷) اس حدیث میں سنتوں کو قضاء کرنے کا ثبوت ہے' مگر یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت ہے۔

(۸) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ سنتیں گھر میں پڑھی تھیں' اس سے معلوم ہوا کہ سنن اور نوافل گھر میں پڑھنے چاہئیں۔

(۹) چند خواتین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے ملاقات کے لیے آئیں اور اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی گھر میں تشریف فرما تھے' اس سے معلوم ہوا کہ کسی خاتون سے ملنے کے لیے دیگر خواتین اس وقت بھی آ سکتی ہیں جب اس کا شوہر گھر پر ہو۔

(۱۰) حضرت ام سلمہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عصر کے بعد دو رکعت پڑھنے کا سبب دریافت کیا' اس سے معلوم ہوا کہ ازواج مطہرات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دینی مسائل دریافت کرتی تھیں' اور حضرت ابن عباس وغیرہ نے اس مسئلہ کو معلوم کرنے کے لیے کریب کو حضرت عائشہ کے پاس پھر حضرت ام سلمہ کے پاس بھیجا' اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام ازواج مطہرات سے دینی مسائل معلوم کرتے تھے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب عالم کا عمل اس کے قول کے خلاف ہو تو اس سے اس کا سبب معلوم کرنا چاہیے' کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کے بعد نوافل پڑھنے سے منع فرمایا تھا اور آپ خود عصر کے بعد دو رکعت پڑھتے تھے' اس لیے حضرت ام سلمہ نے آپ سے اس کا سبب دریافت کیا۔

(عمدۃ القاری ج ۷ ص ۴۶۲-۴۶۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۹ - بَابُ الْاِشَارَةِ فِي الصَّلٰوةِ

نماز میں اشارہ کرنا

قَالَهُ كُرَيْبٌ' عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اس کا ذکر کریب نے کیا از حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا از نبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

اس تعلیق کے موافق حدیث باب سابق میں گزر چکی ہے۔

١٢٣٤ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ' عَنْ اَبِيْ حَازِمٍ' عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَلَغَهُ اَنَّ بَنِيْ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ' كَانَ بَيْنَهُمْ شَيْءٌ' فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصْلِحُ بَيْنَهُمْ فِيْ اُنَاسٍ مَّعَهُ' فَحُبِسَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَانَتِ الصَّلٰوةُ' فَجَاءَ بِلَالٌ اِلٰى اَبِيْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ' فَقَالَ يَا اَبَا بَكْرٍ' اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ حُبِسَ' وَقَدْ حَانَتِ الصَّلٰوةُ' فَهَلْ لَّكَ اَنْ تَؤُمَّ النَّاسَ؟ قَالَ نَعَمْ' اِنْ شِئْتَ. فَاَقَامَ بِلَالٌ' وَتَقَدَّمَ اَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ' فَكَبَّرَ لِلنَّاسِ' وَجَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْشِيْ فِي الصُّفُوْفِ' حَتّٰى قَامَ فِي الصَّفِّ' فَاَخَذَ النَّاسُ فِي التَّصْفِيْقِ' وَكَانَ اَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ لَا يَلْتَفِتُ فِيْ صَلٰوتِهٖ' فَلَمَّا اَكْثَرَ النَّاسُ اِلْتَفَتَ' فَاِذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب بن عبد الرحمٰن نے حدیث بیان کی از ابی حازم از حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی کہ بنو عمرو بن عوف کے درمیان کچھ رنجش ہے' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چند اصحاب کے ساتھ ان کے درمیان صلح کرانے کے لیے نکلے' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہاں تاخیر ہو گئی اور ادھر نماز کا وقت آ گیا تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے پس انہوں نے کہا: اے ابوبکر! بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہاں تاخیر ہو گئی اور نماز کا وقت آ گیا ہے' پس آپ کی کیا رائے ہے کہ آپ لوگوں کو نماز پڑھائیں؟ حضرت ابوبکر نے کہا: ہاں! اگر تم چاہو' پس حضرت بلال نے اقامت کہی' اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آگے بڑھ گئے' پس لوگوں کے لیے اللہ اکبر کہا' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آ گئے' آپ صفوں میں چلتے ہوئے آئے حتیٰ کہ پہلی صف میں کھڑے ہو گئے' پھر لوگ تالیاں بجانے لگے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نماز میں اِدھر اُدھر التفات نہیں کرتے تھے' پھر جب لوگوں نے بہت زیادہ تالیاں

وَسَلَّمَ، فَاَشَارَ اِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْمُرُهُ اَنْ يُّصَلِّيَ، فَرَفَعَ اَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَدَيْهِ، فَحَمِدَ اللّٰهَ، وَرَجَعَ الْقَهْقَرٰى وَرَاءَهُ، حَتّٰى قَامَ فِي الصَّفِّ، فَتَقَدَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰى لِلنَّاسِ، فَلَمَّا فَرَغَ اَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ، فَقَالَ يَآ اَيُّهَا النَّاسُ، مَا لَكُمْ حِيْنَ نَابَكُمْ شَيْءٌ فِي الصَّلٰوةِ اَخَذْتُمْ فِي التَّصْفِيْقِ، اِنَّمَا التَّصْفِيْقُ لِلنِّسَاءِ، مَنْ نَابَهُ شَيْءٌ فِيْ صَلٰوتِهٖ فَلْيَقُلْ سُبْحَانَ اللّٰهِ، فَاِنَّهُ لَا يَسْمَعُهُ اَحَدٌ حِيْنَ يَقُوْلُ سُبْحَانَ اللّٰهِ اِلَّا الْتَفَتَ، يَا اَبَا بَكْرٍ، مَا مَنَعَكَ اَنْ تُصَلِّيَ لِلنَّاسِ حِيْنَ اَشَرْتُ اِلَيْكَ؟ فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ مَا كَانَ يَنْبَغِيْ لِابْنِ اَبِيْ قُحَافَةَ اَنْ يُّصَلِّيَ بَيْنَ يَدَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

بجائیں تو انہوں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ ہیں' پس رسول اللہ ﷺ نے ان کو اشارہ سے یہ حکم دیا کہ وہ نماز پڑھاتے رہیں' پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کیے' پس اللہ کا شکر ادا کیا اور اپنی ایڑیوں کے بل پیچھے لوٹے' حتیٰ کہ صف میں کھڑے ہو گئے' پھر رسول اللہ ﷺ آگے بڑھ گئے اور آپ نے لوگوں کو نماز پڑھائی' پس جب آپ فارغ ہو گئے تو نمازیوں کی طرف مڑے پس فرمایا: اے لوگو! تمہیں کیا ہوا جب تمہیں نماز میں کوئی چیز اچانک پیش آ جائے تو تم تالیاں بجاتے ہو' تالیاں بجانا صرف عورتوں کے لیے جائز ہے' جس شخص کو اس کی نماز میں اچانک کوئی چیز پیش آ جائے تو اس کو سبحان اللہ کہنا چاہیے' کیونکہ جب وہ سبحان اللہ کہے گا تو جو شخص بھی اس کو سنے گا وہ متوجہ ہوگا' اے ابوبکر! جب میں نے تم کو نماز پڑھاتے رہنے کا اشارہ کیا تھا تو تم کو نماز پڑھاتے رہنے سے کس نے منع کیا تھا؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: ابوقحافہ کے بیٹے کے لیے یہ لائق نہیں ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے نماز پڑھاتا رہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۶۸۴ میں گزر چکی ہے۔

١٢٣٥ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا الثَّوْرِيُّ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ فَاطِمَةَ، عَنْ اَسْمَاءَ قَالَتْ دَخَلْتُ عَلٰى عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا، وَهِيَ تُصَلِّيْ قَائِمَةً، وَالنَّاسُ قِيَامٌ، فَقُلْتُ مَا شَاْنُ النَّاسِ؟ فَاَشَارَتْ بِرَاْسِهَا اِلَى السَّمَاءِ، فَقُلْتُ اٰيَةٌ؟ فَقَالَتْ بِرَاْسِهَا اَيْ نَعَمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن سلیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابن وہب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ثوری نے حدیث بیان کی از ہشام از فاطمہ از حضرت اسماء رضی اللہ عنہا' انہوں نے کہا: میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئی اور وہ کھڑی ہوئی نماز پڑھ رہی تھیں اور نمازی کھڑے ہوئے تھے' میں نے پوچھا: لوگوں کو کیا ہوا ہے؟ تو حضرت عائشہ نے سر سے آسمان کی طرف اشارہ کیا' میں نے پوچھا: یہ کوئی علامت ہے؟ تو انہوں نے سر سے اشارہ کیا یعنی ہاں!

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۸۶ میں گزر چکی ہے۔

١٢٣٦ - حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا، زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اَنَّهَا قَالَتْ صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَيْتِهٖ وَهُوَ شَاكٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زوجۂ نبی ﷺ' وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ بیمار تھے تو آپ نے اپنے گھر میں بیٹھ کر

جَالِسًا، وَصَلّٰى وَرَاءَهٗ قَوْمٌ قِيَامًا، فَاَشَارَ اِلَيْهِمْ اَنِ اجْلِسُوْا، فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهٖ، فَاِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوْا، وَاِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوْا.

نماز پڑھی' اور لوگوں نے آپ کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھی تو آپ نے ان کی طرف اشارہ کیا کہ وہ بیٹھ جائیں' پس جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا: امام صرف اس لیے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے' پس جب وہ رکوع کرے تو تم رکوع کرو اور جب وہ رکوع سے سر اٹھائے تو تم رکوع سے سر اٹھاؤ۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۶۸۸ میں گزر چکی ہے۔

''کتاب السہو'' کا اختتام

الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علٰی سیّد المرسلین! آج ۲۶ ربیع الثانی ۱۴۲۸ھ/ ۱۳ مئی ۲۰۰۷ء بہ روز اتوار بعد از نماز ظہر ''کتاب سجود السہو'' مکمل ہوگئی' اس کتاب میں ۱۹ 'احادیث مرفوعہ ہیں اور ۲ 'احادیث معلقہ ہیں۔ الٰہ العٰلمین! اس شرح نعمۃ الباری کو مکمل فرما' اس کو قبولِ عام عطاء فرما اور میری' میرے والدین کی' میرے اساتذہ اور احباب کی' قارئین اور جملہ مؤمنین کی مغفرت فرما۔ (آمین)

❁❁❁❁❁

نحمده و نصلی و نسلم علی رسوله الکریم

۲۳ - کِتَابُ الْجَنَائِزِ

جنائز کا بیان

یہ کتاب جنائز کے احکام میں ہے' جنائز' جنازہ کی جمع ہے' جنازہ اس تخت کو کہتے ہیں جس پر میت ہو' امام بخاری نے نماز اور زکوٰۃ کے احکام کے درمیان میت کے احکام بیان کیے ہیں' اس کتاب میں میت کو غسل دینے' اس کو کفن پہنانے' اس کی نماز جنازہ پڑھنے اور اس کو دفن کرنے کے احکام کے متعلق احادیث کو ذکر کیا جائے گا۔

اسلام میں نماز جنازہ کا آغاز ہجرت کے پہلے سال ماہ شوال میں ہوا۔ حافظ ابن اثیر متوفی ۶۳۰ھ اور حافظ ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ نے لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ منورہ میں ہجرت کے سات مہینے بعد مسلمانوں میں سب سے پہلے حضرت اسعد بن زُرارہ رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا۔ (اسد الغابہ ج ۱ ص ۲۰۵' البدایہ والنہایہ ج ۲ ص ۱۲۶) امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ نے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسعد بن زرارہ کی نماز جنازہ پڑھائی' اور ان کو سب سے پہلے بقیع میں دفن کیا گیا۔ (طبقات کبریٰ ج ۳ ص ۴۵۹) حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں کہ امام بغوی نے کہا ہے: مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ ہجرت کے بعد صحابہ میں جو سب سے پہلے فوت ہوئے' وہ حضرت اسعد بن زرارہ تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ (الاصابہ ج ۱ ص ۲۰۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

١ - بَابٌ فِى الْجَنَائِزِ، وَمَنْ كَانَ اٰخِرُ كَلَامِهٖ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

جس کا آخری کلام ہو: ''لا الٰہ الا اللہ''

یعنی جس کا دنیا سے نکلتے وقت آخری کلام ہو: ''لا الٰہ الا اللہ'' اس عنوان کے متعلق یہ حدیث ہے:

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کا آخری کلام ''لا الٰہ الا اللہ'' ہو' وہ جنت میں داخل ہوگا۔ (سنن ابوداؤد: ۳۱۱۶' مسند احمد ج ۵ ص ۲۳۳' المستدرک ج ۱ ص ۳۵۱)

امام ابن حبان کی روایت میں ہے: جس کا موت کے وقت آخری کلام ''لا الٰہ الا اللہ'' ہو' وہ جنت میں داخل ہوگا۔

(صحیح ابن حبان: ۷۱۹-۷۶۹)

الٰہ العٰلمین! موت کے وقت ہماری زبان پر کلمہ ''لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' جاری فرما دینا۔ (آمین)

وَقِيْلَ لِوَهْبِ بْنِ مُنَبِّهٍ اَلَيْسَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مِفْتَاحُ الْجَنَّةِ؟ قَالَ بَلٰى، وَلٰكِنْ لَيْسَ مِفْتَاحٌ اِلَّا لَهٗ اَسْنَانٌ، فَاِنْ جِئْتَ بِمِفْتَاحٍ لَهٗ اَسْنَانٌ فُتِحَ لَكَ، وَاِلَّا

اور وہب بن منبہ سے کہا گیا: کیا ''لا الٰہ الا اللہ'' جنت کی چابی نہیں ہے؟ انہوں نے کہا: کیوں نہیں! لیکن ہر چابی کے دندانے ہوتے ہیں' اگر تم دندانے والی چابی لائے تو (جنت کا تالا)

لَمْ يُفْتَحْ لَكَ. کھول دیا جائے گا ورنہ نہیں کھولا جائے گا۔

اس تعلیق کی اصل امام بیہقی کی کتاب میں ہے' وہ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے وہب بن منبہ سے کہا: کیا "لا الہ الا اللہ" جنت کی چابی نہیں ہے؟ انہوں نے کہا: کیوں نہیں! اے میرے بھتیجے! لیکن (یہ بات یاد رکھو کہ) ہر چابی کے دندانے ہوتے ہیں' پس جو شخص دندانے والی چابی لائے گا' اس کے لیے دروازہ کھلے گا اور جو ایسی چابی نہیں لائے گا' اس کے لیے دروازہ نہیں کھلے گا۔ (کتاب الاسماء والصفات للبیہقی ص ۱۱۰-۱۰۹' دار احیاء التراث العربی' بیروت)

اس چابی کے دندانے فرائض اور واجبات کو ادا کرنا ہے' اور اللہ تعالیٰ کی معصیت سے اجتناب کرنا ہے' تاہم اگر کسی نے اس میں کوتاہی کی تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت سے اس کی مغفرت ہو جائے گی' ورنہ اپنے گناہوں کی سزا بھگت کر جنت میں چلا جائے گا۔

۱۲۳۷ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا مَهْدِيُّ بْنُ مَيْمُوْنٍ قَالَ حَدَّثَنَا وَاصِلُ الْأَحْدَبُ' عَنِ الْمَعْرُوْرِ بْنِ سُوَيْدٍ' عَنْ أَبِيْ ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَانِيْ آتٍ مِنْ رَبِّيْ' فَأَخْبَرَنِيْ' أَوْ قَالَ بَشَّرَنِيْ' أَنَّهُ مَنْ مَاتَ مِنْ أُمَّتِيْ لَا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ. قُلْتُ وَإِنْ زَنٰى وَإِنْ سَرَقَ؟ قَالَ وَإِنْ زَنٰى وَإِنْ سَرَقَ.

[اطراف الحدیث: ۱۴۰۸-۲۳۸۸-۳۲۲۲-۵۸۲۷-۶۲۶۸-۶۴۴۳-۶۴۴۴-۷۴۸۷]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں مہدی بن میمون نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں واصل الاحدب نے حدیث بیان کی از المعرور بن سوید از حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے پاس میرے رب کی طرف سے آنے والا آیا' پس اس نے مجھے خبر دی یا فرمایا: مجھے بشارت دی کہ جو شخص میری امت میں سے اس حال میں مرا کہ وہ اللہ سے بالکل شرک نہیں کرتا تھا تو وہ جنت میں داخل ہوگا' میں نے کہا: خواہ اس نے زنا کیا ہو' اور خواہ اس نے چوری کی ہو' آپ نے فرمایا: خواہ اس نے زنا کیا ہو اور خواہ اس نے چوری کی ہو۔

(صحیح مسلم: ۹۴' الرقم المسلسل: ۲۶۶' مسند احمد ج ۵ ص ۱۶۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۱۴۶۶- ج ۳۵ ص ۳۷۰' مؤسسة الرسالة' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ۱۲۹۳' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ' مسند الطحاوی: ۷۲۲۳)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) موسیٰ بن اسماعیل ابو سلمہ المنقری التبوذکی (۲) مہدی بن میمون المعولی الازدی (۳) واصل بن حیان (۴) المعرور بن سوید (۵) حضرت ابوذر جندب بن جنادہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۵)

مرتکب کبیرہ کے متعلق اہل سنت کا موقف

اس حدیث میں اہل سنت کی دلیل ہے کہ مرتکب کبیرہ کی مغفرت ہو سکتی ہے اور مسلمان بہر حال جنت میں داخل ہوں گے' اگر ان کے گناہوں کی ابتداءً مغفرت نہیں ہوئی تو بعد میں مغفرت ہو جائے گی اور وہ اپنے گناہوں کی سزا بھگت کر جنت میں داخل ہو جائیں گے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۸۰- ج ۱ ص ۵۵۳ پر مذکور ہے' اس کی شرح کا عنوان ہے: کیا صرف لا الہ الا اللہ کہہ لینا نجات کے لیے کافی ہے۔

۱۲۳۸ - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبِیْ قَالَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنَا شَقِیْقٌ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ مَّاتَ یُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَیْئًا دَخَلَ النَّارَ. وَقُلْتُ اَنَا مَنْ مَّاتَ لَا یُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَیْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ.

[اطراف الحدیث: ۴۴۹۷-۶۶۸۳]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شقیق نے حدیث بیان کی از حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اللہ کے ساتھ ذرا سا بھی شرک کرتے ہوئے مر گیا وہ دوزخ میں داخل ہوگا' اور میں کہتا ہوں کہ جو شخص اس حال میں مرا کہ اس نے اللہ کے ساتھ بالکل شرک نہیں کیا' وہ جنت میں داخل ہوگا۔

(صحیح ابن حبان: ۲۵۱ ' حلیۃ الاولیاء ج ۴ ص ۲۴۸ ' مسند احمد ج ۱ ص ۳۷۴ طبع قدیم ' مسند احمد: ۳۵۵۲- ج ۶ ص ۱۲ ' مؤسسۃ الرسالۃ ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عمر بن حفص النخعی (۲) ان کے والد حفص بن غیاث بن طلق (۳) سلیمان الاعمش (۴) شقیق بن سلمہ (۵) حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۷)

۲ - بَابُ الْاَمْرِ بِاتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ

جنائز کے ساتھ جانے کا حکم

۱۲۳۹ - حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِیْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْاَشْعَثِ قَالَ سَمِعْتُ مُعَاوِیَةَ بْنَ سُوَیْدِ ابْنِ مُقَرِّنٍ، عَنِ الْبَرَاءِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ اَمَرَنَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِسَبْعٍ وَنَهَانَا عَنْ سَبْعٍ اَمَرَنَا بِاتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ، وَعِیَادَةِ الْمَرِیْضِ، وَاِجَابَةِ الدَّاعِیْ، وَنَصْرِ الْمَظْلُوْمِ، وَاِبْرَارِ الْقَسَمِ، وَرَدِّ السَّلَامِ، وَتَشْمِیْتِ الْعَاطِسِ، وَنَهَانَا عَنْ اٰنِیَةِ الْفِضَّةِ، وَخَاتَمِ الذَّهَبِ، وَالْحَرِیْرِ، وَالدِّیْبَاجِ، وَالْقَسِّیِّ، وَالْاِسْتَبْرَقِ.

[اطراف الحدیث: ۲۴۴۵-۵۱۷۵-۵۶۳۵-۵۶۵۰-۵۸۳۸-۵۸۴۹-۵۸۶۳-۶۲۲۲-۶۲۳۵-۶۶۵۴]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از الاشعث' انہوں نے کہا: میں نے معاویہ بن سوید بن مقرن سے سنا از حضرت البراء رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سات چیزوں کا حکم دیا اور سات چیزوں سے منع فرمایا: ہمیں جنازوں کے ساتھ جانے کا' مریض کی عیادت کرنے کا' دعوت دینے والے کی دعوت قبول کرنے کا' مظلوم کی مدد کرنے کا' قسم پوری کرنے کا' سلام کا جواب دینے کا اور چھینک لینے والے کو دعا دینے کا حکم دیا' اور ہم کو چاندی کے برتن استعمال کرنے سے' سونے کی انگوٹھی پہننے سے' ریشم' دیباج' قسی اور استبرق پہننے سے منع فرمایا۔

(صحیح مسلم: ۲۰۶۶ ' الرقم المسلسل: ۵۲۹۰ ' سنن ترمذی: ۲۸۰۹ ' سنن نسائی: ۱۹۳۹ ' سنن ابن ماجہ: ۲۱۱۵ ' سنن نسائی: ۱۹۳۹ ' مشکل الآثار: ۶۷۷ ' سنن کبریٰ ج ۱ ص ۷۲ ' شعب الایمان: ۸۷۵۶ ' شرح السنۃ: ۱۴۰۶ ' مسند احمد ج ۴ ص ۲۸۴ طبع قدیم ' مسند احمد: ۱۸۵۰۴- ج ۳۰ ص ۴۶۳ ' مؤسسۃ الرسالۃ ' بیروت ' جامع المسانید لابن جوزی: ۶۵۴ ' مکتبۃ الرشد ' ریاض ' ۱۴۲۶ھ ' مسند الطحاوی: ۷۳۳)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابو الولید ہشام بن عبد الملک الطیالسی (۲) شعبہ بن الحجاج (۳) الاشعث بن سلیم بن الاسود المحاربی' یہ ۱۲۵ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) معاویہ بن سوید بن مقرن (۵) حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۸)

جنازہ کے فقہی احکام

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں جو پہلا حکم دیا گیا ہے وہ جنازوں کے ساتھ جانا ہے۔ جمہور علماء کے نزدیک نماز جنازہ پڑھنا فرض کفایہ ہے' جنازہ کے ساتھ جانے کا معنی ہے: جنازہ کو اٹھانا اور ایک دوسرے سے کندھا بدلنا' یہ رشتہ داروں اور پڑوسیوں پر واجب ہے' جنازہ کی اتباع کرنے کی تین اقسام ہیں: پہلی قسم یہ ہے کہ فقط اس کی نماز پڑھی جائے' اس پر ایک قیراط اجر ملتا ہے' جو میزان میں احد پہاڑ کے برابر ہوگا' دوسری قسم یہ ہے کہ وہ جنازہ کے ساتھ جائے اور دفن تک اس کے ساتھ رہے' اس میں دو قیراط اجر ملتا ہے' اور تیسری قسم یہ ہے کہ اس کی موت کے وقت خود کلمہ پڑھے تاکہ مرنے والے کا ذہن بھی کلمہ پڑھنے کی طرف متوجہ ہو' اسی طرح ہمارے نزدیک جنازہ کے پیچھے چلنا افضل ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۱۱)

جنازہ کے آگے یا پیچھے چلنے کے متعلق احادیث اور مذاہب فقہاء

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ' حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پاس آئے' وہ اس وقت اکڑوں بیٹھے ہوئے تھے' حضرت ابوسعید نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سلام کیا' انہوں نے ان کے سلام کا جواب دیا' حضرت ابوسعید نے کہا: اے ابوالحسن! مجھے یہ بتایئے کہ جنازہ کے پیچھے چلنا افضل ہے یا جنازہ کے آگے چلنا افضل ہے؟ حضرت علی نے اپنی آنکھوں کے درمیان اپنے ماتھے پر شکن ڈال کر کہا: سبحان اللہ! تم جیسا شخص اس مسئلہ کو پوچھ رہا ہے؟ حضرت ابوسعید نے کہا: ہاں! مجھ جیسا شخص آپ جیسے شخص سے یہ مسئلہ معلوم کر رہا ہے' حضرت علی نے فرمایا: اس ذات کی قسم! جس نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ بھیجا ہے! جنازہ کے پیچھے چلنے والے کی فضیلت جنازہ کے آگے چلنے والے پر ایسی ہے جیسے فرض نماز کی فضیلت نفل نماز پر ہے' حضرت ابوسعید نے کہا: ابوابوالحسن! یہ آپ اپنی رائے سے کہہ رہے ہیں یا آپ نے اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے' حضرت علی غضب ناک ہوئے اور فرمایا: سبحان اللہ! اے ابوسعید! کیا اس قسم کی بات میں اپنی رائے سے کہوں گا! نہیں! بلکہ میں نے اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے متعدد بار سنا ہے' ایک دفعہ یا دو دفعہ یا تین دفعہ نہیں بلکہ سات مرتبہ سنا ہے' حضرت ابوسعید نے کہا: اللہ کی قسم! میں ایک انصاری کے جنازہ میں حاضر ہوا' اس کے جنازہ میں حضرت ابوبکر' حضرت عمر اور تمام صحابہ رضی اللہ عنہم تھے' میں نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا' وہ جنازہ کے آگے چل رہے تھے' حضرت علی ہنسے اور پوچھا: تم نے خود ان کو اس طرح کرتے ہوئے دیکھا؟ حضرت ابوسعید نے کہا: ہاں! حضرت علی نے کہا: اگر تمہارے علاوہ کوئی اور مجھ سے یہ کہتا تو میں اس کی تصدیق نہ کرتا' لیکن میں خوب جانتا ہوں کہ جھوٹ بولنا تمہاری شان نہیں ہے' اللہ ان دونوں کی مغفرت فرمائے' اس امت میں سب سے افضل ابوبکر بن ابی قحافہ اور عمر بن الخطاب تھے' پھر اللہ ہی کو علم ہے کہ وہ اب کہاں ہیں' اور اگر میں ان کو اس طرح کرتے ہوئے دیکھ لیتا تو ان کو منع کرتا' وہ دونوں خوب جانتے تھے کہ جنازہ کے پیچھے چلنا جنازہ کے آگے چلنے سے اس طرح افضل ہے جس طرح فرض نماز نفل نماز سے افضل ہے اور ان دونوں نے اس بات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح سنا تھا جس طرح میں نے سنا تھا' لیکن انہوں نے اس کو ناپسند کیا کہ لوگ جمع ہوں اور تنگ ہوں' پس انہوں نے جنازہ کے آگے چلنے کو اختیار کیا تاکہ وہ لوگوں کو آسانی مہیا کریں' اور وہ جانتے تھے کہ ان کی اقتداء کی جاتی ہے' اس وجہ سے وہ جنازہ کے آگے چلے' حضرت ابوسعید نے کہا: اے ابوالحسن! یہ بتایئے کہ اگر میں جنازہ پر حاضر ہوں تو کیا میرا جنازہ کو اٹھانا واجب ہے؟ حضرت علی نے کہا: نہیں! یہ بہتر ہے' جو چاہے اس کو اٹھائے اور جو چاہے ترک کردے۔ الحدیث

(مصنف عبدالرزاق: ۶۲۹۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

العزیز ارنے حضرت انس بن مالک رضی اللہ سے جنازہ کے آگے چلنے کے متعلق سوال کیا' انہوں نے کہا: تم جنازہ کو رخصت کرنے والے ہو' خواہ تم اس کے آگے چلو خواہ پیچھے چلو' خواہ اس کی دائیں طرف چلو خواہ اس کی بائیں طرف چلو۔ (مصنف عبدالرزاق: ۶۲۸۷)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے جنازہ کے ساتھ چلنے کے متعلق سوال کیا' تو آپ نے فرمایا: جنازہ متبوعہ ہے تابعہ نہیں' جو جنازہ کے آگے چلا وہ جنازہ کے ساتھ نہیں ہے۔

(مصنف عبدالرزاق: ۶۲۹۱' مسند احمد ج ۱ ص ۳۷۸' سنن ابوداؤد: ۳۱۸۴' سنن ترمذی: ۱۰۱۱' سنن ابن ماجہ: ۱۴۸۴)

امام ترمذی اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اصحاب میں سے اہل علم اور دیگر کا یہ مذہب ہے کہ جنازہ کے پیچھے چلنا افضل ہے' سفیان ثوری اور اسحاق کا یہی مذہب ہے۔ (امام ابوحنیفہ کا بھی یہی مذہب ہے۔ سعیدی غفرلہٗ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا' وہ جنازہ کے آگے چلتے تھے۔

(سنن ابوداؤد: ۳۱۷۹' سنن ترمذی: ۱۰۰۷' سنن نسائی: ۱۹۴۳' سنن ابن ماجہ: ۱۴۸۲' مسند احمد ج ۲ ص ۸)

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ لکھتے ہیں:

جنازہ کے آگے چلنے میں اہل علم کا اختلاف ہے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اصحاب میں سے بعض اہل علم اور دوسروں کا مذہب یہ ہے کہ جنازہ کے آگے چلنا افضل ہے' امام شافعی اور امام احمد کا یہی مذہب ہے۔ (سنن ترمذی ص ۴۲۶' دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۲۳ھ)

اس حدیث کا وہی محمل ہے جو حضرت علی رضی اللہ نے بیان فرمایا ہے۔

دعوت کو قبول کرنے' قسم پوری کرنے' مظلوم کی مدد کرنے' چھینک والے کو دعا دینے اور سلام کا جواب دینے' سونے چاندی کے برتنوں کو استعمال کرنے اور ریشم پہننے کے فقہی احکام

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

رہا دعوت کو قبول کرنے کا حکم تو اگر وہ دعوتِ ولیمہ ہو تو جمہور علماء اس کے قبول کرنے کو فرض قرار دیتے ہیں اور جو شخص روزہ دار نہ ہو اس پر اس طعام کے کھانے کو واجب قرار دیتے ہیں بہ شرطیکہ وہ کھانا جائز آمدنی سے ہو اور اس تقریب میں کوئی غیر شرعی امر نہ ہو' اس کے علاوہ جو دعوات ہوں ان کے قبول کرنے کو علماء حسن معاشرت کی وجہ سے مستحب قرار دیتے ہیں۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی نے لکھا ہے کہ ولیمہ کو قبول کرنا سنت ہے اور اس کو قبول کرنا افضل ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۱۵)

علامہ ابن بطال لکھتے ہیں: رہا مظلوم کی مدد کرنا تو وہ انسان کی قدرت اور طاقت کے مطابق اس پر فرض ہے۔

کسی کی قسم کو پورا کرنا مستحب ہے' جب کوئی شخص یہ قسم کھائے کہ اس کا بھائی فلاں کام کرے گا اور اس کام میں کوئی شرعی خرابی نہ ہو تو اس کو چاہیے کہ وہ کام کرے تاکہ وہ شخص اپنی قسم میں سچا ہو جائے' اور یہ مکارم اخلاق میں سے ہے۔

سلام کا جواب دینا امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک فرض کفایہ ہے اور فقہاء احناف کے نزدیک فرض عین ہے۔ (واضح رہے کہ احناف کے نزدیک سلام کا جواب دینا واجب ہے۔ ائمہ ثلاثہ چونکہ فرض اور واجب میں عموماً فرق نہیں کرتے اس لیے علامہ ابن بطال نے فرض عین لکھ دیا۔ سعیدی غفرلہٗ)

جس شخص کو چھینک آئے تو اس کو دعا دینا سنت ہے' یعنی جب کسی کو چھینک آئے اور وہ ''الحمد للّٰہ'' کہے تو اس کے جواب میں ''یرحمك اللّٰہ'' کہنا سنت ہے۔

چاندی اور سونے کے برتنوں میں پانی پینا اور ان کو استعمال کرنا مردوں اور عورتوں پر حرام ہے اور سونے کی انگوٹھی پہننا خاص طور پر مردوں پر حرام ہے۔

خالص ریشم مردوں پر حرام ہے البتہ جنگ اور دواء کے طور پر مردوں کے لیے جائز ہے اور عورتوں کے لیے ریشم حلال ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۲۳۹ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۱۲۴۰ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ اَبِي سَلَمَةَ، عَنِ الْاَوْزَاعِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِي ابْنُ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ خَمْسٌ رَدُّ السَّلَامِ، وَعِيَادَةُ الْمَرِيضِ، وَاتِّبَاعُ الْجَنَائِزِ، وَاِجَابَةُ الدَّعْوَةِ، وَتَشْمِيتُ الْعَاطِسِ. تَابَعَهُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ. وَرَوَاهُ سَلَامَةُ، عَنْ عُقَيْلٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن ابی سلمہ نے حدیث بیان کی از الاوزاعی' انہوں نے کہا: مجھے ابن شہاب نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے سعید بن المسیب نے خبر دی کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ مسلمان کے مسلمان پر پانچ حق ہیں: سلام کا جواب دینا' مریض کی عیادت کرنا' جنازوں کے ساتھ جانا' دعوت کو قبول کرنا اور چھینک لینے والے کو جواب دینا۔ عمرو بن سلمہ کی متابعت عبد الرزاق نے کی ہے' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی' اور اس حدیث کو سلامہ نے عقیل سے روایت کیا ہے۔

اس حدیث کی شرح' گزشتہ حدیث: ۱۲۳۹ میں گزر چکی ہے۔

* باب مذکور کی حدیث: ۱۲۳۹' شرح صحیح مسلم: ۵۲۷۴۔ ج ۶ ص ۳۳۴ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:
(۱) کفار فروع کے مخاطب ہیں یا نہیں؟ (۲) مردوں پر ریشم حرام ہونے کی تفصیل اور دیگر مسائل (۳) سونے' چاندی کے بٹن اور دیگر مسائل۔

۳ - بَابُ الدُّخُولِ عَلَى الْمَيِّتِ بَعْدَ الْمَوْتِ اِذَا اُدْرِجَ فِي كَفَنِهِ

جب میت کو کفن میں لپیٹ دیا جائے تو پھر اس کے پاس آنا

۱۲۴۱، ۱۲۴۲ - حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنِي مَعْمَرٌ وَيُونُسُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِي اَبُو سَلَمَةَ اَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا، زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اَخْبَرَتْهُ قَالَتْ اَقْبَلَ اَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَلَى فَرَسِهِ مِنْ مَسْكَنِهِ بِالسُّنْحِ، حَتّٰى نَزَلَ فَدَخَلَ الْمَسْجِدَ، فَلَمْ يُكَلِّمِ النَّاسَ، حَتّٰى دَخَلَ عَلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا، فَتَيَمَّمَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُسَجًّى بِبُرْدِ حِبَرَةٍ، فَكَشَفَ عَنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں بشر بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے معمر اور یونس نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے ابوسلمہ نے خبر دی کہ ان کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی' انہوں نے بتایا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سخ میں واقع اپنے گھر سے گھوڑے پر سوار ہو کر آئے' حتیٰ کہ مسجد میں ٹھہرے' پھر کسی شخص سے کوئی بات نہیں کی حتیٰ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے' پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قصد کیا' اس وقت آپ ایک سوتی چادر میں لپٹے ہوئے تھے' حضرت ابوبکر نے آپ کے چہرے کو کھولا' پھر آپ پر

وَجْهِهِ، ثُمَّ اَكَبَّ عَلَيْهِ فَقَبَّلَهُ، ثُمَّ بَكٰى فَقَالَ بِاَبِيْ اَنْتَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ، لَا يَجْمَعُ اللّٰهُ عَلَيْكَ مَوْتَتَيْنِ، اَمَّا الْمَوْتَةُ الَّتِيْ كُتِبَ اللّٰهُ عَلَيْكَ فَقَدْ مُتَّهَا. قَالَ اَبُوْ سَلَمَةَ فَاَخْبَرَنِيْ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ اَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ خَرَجَ وَعُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يُكَلِّمُ النَّاسَ، فَقَالَ اِجْلِسْ، فَاَبٰى فَقَالَ اِجْلِسْ فَاَبٰى فَتَشَهَّدَ اَبُوْبَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَمَالَ اِلَيْهِ النَّاسُ وَتَرَكُوْا عُمَرَ فَقَالَ اَمَّا بَعْدُ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ مَاتَ، وَمَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ حَيٌّ لَا يَمُوْتُ، قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ. اِلٰى. الشَّاكِرِيْنَ﴾ (آل عمران: ۱۴۴) وَاللّٰهِ، لَكَاَنَّ النَّاسَ لَمْ يَكُوْنُوْا يَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ الْاٰيَةَ حَتّٰى تَلَاهَا اَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَتَلَقَّاهَا مِنْهُ النَّاسُ، فَمَا يُسْمَعُ بَشَرٌ اِلَّا يَتْلُوْهَا.

[اطراف الحدیث: (حدیث:۱۲۴۲) ۳۶۶۷-۴۴۵۳-۴۴۵۵-۵۷۱۰، (حدیث:۱۲۴۲) ۳۶۶۸-۳۶۷۰-۴۴۵۳-۴۴۵۴-۴۴۵۷-۵۷۱۱]

جھک کر آپ کے چہرے کو بوسا دیا' پھر رونے لگے' پس کہا: آپ پر میرے باپ فدا ہوں' اے اللہ کے نبی! اللہ آپ پر دو موتوں کو جمع نہیں کرے گا' رہی وہ موت جو اللہ نے آپ کے لیے لکھ دی تھی' سو اس موت کو آپ پا چکے ہیں۔ ابوسلمہ نے کہا: مجھے حضرت ابن عباس رضی اللہ نے خبر دی کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ نکل گئے اور حضرت عمر رضی اللہ لوگوں سے باتیں کر رہے تھے' حضرت ابوبکر نے کہا: بیٹھ جائیں' پس انہوں نے انکار کیا' انہوں نے پھر کہا: بیٹھ جائیں' انہوں نے انکار کیا' پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ نے کلمہ شہادت پڑھا' تو لوگ ان کی طرف متوجہ ہو گئے اور حضرت عمر کو چھوڑ دیا' پس حضرت ابوبکر نے کہا: بعد حمد وصلوٰۃ کے یہ معلوم ہونا چاہیے کہ تم میں سے جو شخص (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی عبادت کرتا تھا تو بے شک (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو موت آ گئی اور جو اللہ کی عبادت کرتا تھا تو اللہ تعالیٰ زندہ ہے' اس کو موت نہیں آئے گی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور محمد (خدا نہیں ہیں) صرف رسول ہیں "الشّٰکِرِیْنَ" تک۔ (آل عمران: ۱۴۴) اور اللہ کی قسم! لوگوں کو یوں لگتا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو ابھی نازل کیا ہے حتیٰ کہ اس آیت کی حضرت ابوبکر رضی اللہ نے تلاوت کی اور لوگوں نے حضرت ابوبکر سے سن کر اس آیت کو یاد کیا' پس جس بشر نے بھی اس آیت کو سنا وہ اس کی تلاوت کر رہا تھا۔

(سنن نسائی: ۱۸۴۰' سنن ابن ماجہ: ۱۶۲۷' صحیح ابن حبان: ۶۶۲۰' مسند احمد ج ۶ ص ۱۱۷ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۴۸۶۴۔ ج ۱۲ ص ۴۵۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) بشر بن محمد ابو محمد السختیانی المروزی' یہ ۲۲۴ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) عبد اللہ بن المبارک (۳) معمر بن راشد (۴) یونس بن یزید (۵) محمد بن مسلم الزہری (۶) ابوسلمہ عبد اللہ بن عبد الرحمان بن عوف (۷) حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا۔

(عمدۃ القاری ج ۸ ص ۱۹)

میت کا چہرہ کھولنا' میت کو بوسا دینا اور میت پر آنسوؤں سے رونا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ میت کے چہرے سے کپڑا کھولنا جائز ہے' بہ شرطیکہ اس میں کوئی ناگوار چیز نہ ہو اور اس میں میت کے چہرے کو بوسا دینے کا ثبوت ہے' امام عبد الرزاق نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ

ﷺ حضرت عثمان بن مظعون پر داخل ہوئے' ان پر جھکے' پس ان کو بوسا دیا' پھر روئے حتیٰ کہ میں نے دیکھا کہ آنسو آپ کے رخساروں پر بہہ رہے تھے۔ (مصنف عبدالرزاق:۶۸۰۵)

اور اس حدیث میں میت پر رونے کا ثبوت ہے جب کہ آواز بلند نہ کی جائے۔

رہا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا یہ کہنا کہ اللہ آپ پر دو موتوں کو جمع نہیں کرے گا' واللہ اعلم! اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب وغیرہ نے یہ کہا تھا کہ رسول اللہ ﷺ کو موت نہیں آئی' وہ عنقریب اٹھیں گے اور لوگوں کے ہاتھوں اور پیروں کو کاٹ ڈالیں گے' پس حضرت ابوبکر نے یہ ارادہ کیا کہ اللہ آپ پر دنیا میں دو موتوں کو جمع نہیں کرے گا بایں طور کہ اس موت کے بعد پھر آپ کو زندہ کرے اور پھر آپ پر موت کو طاری کرے۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۲۴۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

حضرت ابوبکر کے اس قول کی توجیہ: اللہ آپ پر دو موتیں جمع نہیں کرے گا

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

زیادہ شدید اشکال یہ ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ تعالیٰ آپ پر دو موتیں جمع نہیں کرے گا' اس اشکال کے متعدد جوابات ہیں:

(۱) حضرت ابوبکر نے اپنے اس قول سے ان لوگوں کے رد کی طرف اشارہ کیا ہے جن کا یہ زعم تھا کہ آپ عنقریب زندہ ہو کر لوگوں کے ہاتھ کاٹ دیں گے کیونکہ اگر یہ بات صحیح ہوتی تو لازم آئے گا کہ آپ پر دوسری بار موت آتی تو حضرت ابوبکر نے کہا: اللہ تعالیٰ اس سے بہت کریم ہے کہ آپ کے اوپر دو موتوں کو جمع کرے جیسا کہ ان لوگوں پر دو بار موت آئی جن کے متعلق قرآن مجید میں ہے:

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَهُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ مُوْتُوْا ثُمَّ اَحْيَاهُمْ.

کیا آپ نے انہیں نہیں دیکھا جو ہزاروں کی تعداد میں تھے اور موت کے ڈر سے اپنے گھروں سے نکل گئے تھے' پس اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا: مر جاؤ' پھر ان کو زندہ کر دیا۔ (البقرہ:۲۴۳)

یہ گزشتہ کسی امت کا واقعہ ہے جو جہاد میں موت کے ڈر سے یا وبائی طاعون کے ڈر سے اپنے گھروں سے نکل گئے تھے' اللہ تعالیٰ نے ان پر موت طاری کر دی' پھر ان کے نبی کی دعا سے زندہ کر دیا' پھر دوبارہ اپنے وقت پر ان کو طبعی موت آئی' اس طرح ان پر دوبارہ موت آئی اسی طرح ایک اور آیت میں ہے:

اَوْ كَالَّذِيْ مَرَّ عَلٰى قَرْيَةٍ وَّهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا قَالَ اَنّٰى يُحْيِيْ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ. (البقرہ:۲۵۹)

یا اس شخص کی مثل نہیں دیکھا جو اس بستی پر گزرا جو اپنی چھتوں کے بل اوندھی پڑی ہوئی تھی' اس نے کہا: اس موت کے بعد اللہ اس کو کیسے زندہ کرے گا' تو اللہ تعالیٰ نے اس پر سو سال کے لیے موت طاری کر دی' پھر اس کو زندہ کر دیا۔

اس شخص کے متعلق تفسیروں میں متعدد اقوال ہیں' مشہور قول یہ ہے کہ یہ حضرت عزیر علیہ السلام تھے' ان پر سو سال موت طاری رہی' پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ کر دیا' پھر اپنے وقت پر ان کو دوبارہ طبعی موت آئی' اس طرح ان پر بھی دو بار موت آئی۔

سو جس طرح ان لوگوں پر دو بار موت آئی تھی' اللہ تعالیٰ آپ پر دو موتوں کو جمع نہیں کرے گا' اور یہ سب سے واضح اور صحیح جواب ہے۔

(۲) داؤدی نے یہ جواب دیا ہے کہ عام مسلمانوں کو قبر میں فرشتوں کے سوالات کے جوابات دینے کے لیے زندہ کیا جاتا ہے پھر ان پر موت طاری کی جاتی ہے اس طرح ان پر دوبار موت آتی ہے اللہ تعالیٰ اس طرح آپ پر دو موتوں کو جمع نہیں کرے گا (یعنی آپ قبر میں قیامت تک زندہ رہیں گے)۔

(۳) اللہ تعالیٰ اس طرح آپ کو دوبارہ موت نہیں دے گا کہ آپ کے نفس پر بھی موت آئے اور آپ کی شریعت پر بھی موت آئے۔

(۴) موت سے مجازاً سکرات الموت کی تکلیف مراد ہے یعنی آپ پر دوبار یہ تکلیف نہیں آئے گی ایک بار تو آپ نے سکرات الموت کی تکلیف اٹھائی اب دوبارہ آپ پر یہ تکلیف نہیں آئے گی۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۷۰۴ دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدر الدین عینی حنفی نے بھی ان ہی جوابات کا اختصار کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۰)

حضرت ابوبکر کے اس قول کا آیت سے تعارض کا جواب

اس جگہ یہ اعتراض ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے تو کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ پر دو موتوں کو جمع نہیں کرے گا حالانکہ قرآن مجید میں ہے: قیامت کے دن لوگ کہیں گے:

اَمَتَّنَا اثْنَتَیْنِ وَاَحْیَیْتَنَا اثْنَتَیْنِ. (المؤمن:۱۱) تو نے دوبار ہم پر موت طاری کی اور دوبار زندہ کیا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ جمہور مفسرین کے مطابق پہلی موت سے مراد وہ نطفہ ہے جو باپ کی پشت میں ہوتا ہے اور وجود سے پہلے انسان کے عدم کو موت سے تعبیر فرمایا' دوسری موت سے مراد طبعی موت ہے جو وقت مقرر پر آتی ہے سو اس معنی میں دو موتیں حضرت ابوبکر کے قول کے معارض نہیں ہے اور دو زندگیوں میں سے پہلی زندگی دنیا کی زندگی اور دوسری زندگی آخرت کی زندگی ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر میں دائمی حیات کے متعلق محدثین کی تصریحات

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: تم میں سے جو شخص (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی عبادت کرتا تھا تو بے شک (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو موت آ گئی اور جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا تو اللہ تعالیٰ زندہ ہے اس کو موت نہیں آئے گی۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اس قول سے بعض گم راہ فرقے یہ استدلال کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اب زندہ نہیں ہیں اور عام لوگوں کی طرح معاذ اللہ آپ اپنی قبر میں مردہ ہیں' ہمارے ہاں کراچی میں غیر مقلدین ہر سال عید میلاد النبی کے موقع پر بڑے بڑے اشتہار چھاپ کر چسپاں کرتے ہیں' جن میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا یہ خطبہ لکھا ہوتا ہے اور وہ یہ ظاہر کرتے ہیں کہ اب آپ زندہ نہیں ہیں' اس لیے ہم یہ واضح کرنا چاہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خطبہ سے علماء امت نے کیا سمجھا ہے:

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

زیادہ بہتر یہ ہے کہ یہ کہا جائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جو قبر میں حیات ہے اس پر موت نہیں آئے گی بلکہ آپ مسلسل زندہ رہیں گے اور انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۷۶۰ دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابوبکر نے جو کہا تھا: اللہ تعالیٰ آپ پر دو موتیں جمع نہیں کرے گا' اس سے وہ دو موتیں مراد ہیں جو انبیاء علیہم السلام کے علاوہ ہر شخص پر آتی ہیں' پس بے شک انبیاء علیہم السلام کو اپنی قبروں میں موت نہیں آتی بلکہ وہ زندہ ہوتے ہیں اور باقی مخلوق پر قبر میں موت آتی ہے اور وہ قیامت کے دن زندہ کیے جائیں گے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۲۵۷ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

حافظ شمس الدین محمد عبد الرحمان السخاوی متوفی ۹۰۲ھ لکھتے ہیں:

ان احادیث سے یہ مستنبط ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دائماً زندہ ہیں اور ہمارا اس پر ایمان ہے کہ آپ قبر میں زندہ ہیں اور آپ کو رزق دیا جاتا ہے اور امام بیہقی نے ایک رسالہ لکھا ہے جس میں یہ ثابت کیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں' وہ نماز پڑھتے ہیں۔

(القول البدیع ص ۲۴۳' مکتبۃ المؤید)

علامہ علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی قبر میں کھڑے ہوئے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا' اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کو' اور یہ حدیث صحیح ہے کہ انبیاء زندہ ہیں' اپنی قبروں میں نماز پڑھتے ہیں' امام بیہقی نے کہا: انبیاء علیہم السلام کا مختلف اوقات میں مختلف جگہوں پر ہونا عقلاً جائز ہے جیسا کہ خبر صادق میں وارد ہے۔ (مرقات ج ۳ ص ۴۶۰' المکتبۃ الحقانیہ' پشاور)

شیخ عبد الحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ لکھتے ہیں:

حیات انبیاء متفق علیہ ہے' کسی کا بھی اس میں اختلاف نہیں ہے' یہ حیات جسمانی' دنیاوی' حقیقی ہے نہ کہ حیات معنوی روحانی' جیسا کہ شہداء کی ہے' نیز آپ نے فرمایا: اللہ نے انبیاء کے اجسام کھانے کو زمین پر حرام کر دیا ہے۔

(اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۶۱۳' مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ' مدارج النبوت ج ۲ ص ۴۴۷)

نیز شیخ عبد الحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

ظاہر یہ ہے کہ اس موت کے طاری ہونے کے بعد آپ پر دوسری بار موت نہیں آئے گی' اور اس کے بعد اللہ آپ کو زندہ کر دے گا' جیسا کہ حدیث میں ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس سے زیادہ مکرم ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے چالیس روز تک قبر میں چھوڑے رکھے اس کے بعد دائمی حیات ہوگی اور موت طاری نہیں ہوگی۔ (مدارج النبوت ج ۲ ص ۴۴۳' مکتبہ نوریہ رضویہ' سکھر)

شیخ نور الحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۷۳ھ لکھتے ہیں:

قول مختار و مقرر جمہور یہ ہے کہ انبیاء موت کو چکھنے کے بعد دنیاوی حیات کے ساتھ زندہ ہوتے ہیں۔

(تیسیر القاری ج ۳ ص ۲۶۲' مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

یعنی اس موت کے بعد اللہ آپ کو حیات ابدی کے ساتھ زندہ کر دے گا' اس کے برخلاف تمام مسلمانوں کو منکر نکیر کے سوال کے وقت زندہ کیا جاتا ہے' پھر مار دیا جاتا ہے۔ (تیسیر القاری ج ۳ ص ۴۲۱۔ ۴۲۲' مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر میں دائمی حیات کے متعلق فقہاء کی تصریحات

علامہ حسن بن عمار بن علی شرنبلالی متوفی ۱۰۶۹ھ لکھتے ہیں:

محققین کے نزدیک یہ ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں اور آپ کو رزق دیا جاتا ہے اور آپ تمام لذتوں اور عبادات کے ساتھ نفع پاتے ہیں' البتہ کوتاہ بینوں کی نظروں سے آپ حجاب میں ہیں۔ (نور الایضاح مع مراقی الفلاح ج ۲ ص ۴۲۸' المکتبۃ الغوثیہ' کراچی)

علامہ سید احمد الطحطاوی التوفی ۱۲۳۱ھ' اس کے حاشیہ پر لکھتے ہیں:

جب کوئی شخص قریب سے آپ پر درود شریف پڑھے تو آپ خود سنتے ہیں اور جب دور سے پڑھے تو فرشتے آپ کو پہنچا دیتے ہیں۔ (حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح ج ۲ ص ۴۲۸' المکتبۃ الغوثیہ)

علامہ محمد امین بن عمر بن عبد العزیز شامی متوفی ۱۲۵۸ھ لکھتے ہیں:

انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ (ردالمحتار ج ٦ ص ١٨٦' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ١٤١٩ھ)

صدر الشریعہ علامہ محمد امجد علی اعظمی متوفی ١٣٦٧ھ لکھتے ہیں:

انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں اسی طرح بحیات حقیقی زندہ ہیں جیسے دنیا میں تھے' کھاتے پیتے ہیں' جہاں چاہتے آتے جاتے ہیں' تصدیق وعدۂ الٰہیہ کے لیے ایک آن کے لیے ان پر موت طاری ہوئی' پھر بدستور زندہ ہو گئے' ان کی حیات' حیات شہداء سے بہت ارفع و اعلیٰ ہے' فلہٰذا شہید کا ترکہ تقسیم ہوگا' اس کی بی بی بعد عدت نکاح کر سکتی ہے' بخلاف انبیاء کے کہ وہاں یہ جائز نہیں۔

(بہار شریعت ج ١ ص ١٠' مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز' لاہور)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی قبر میں دائمی حیات کے متعلق علماء دیوبند کی تصریحات

بانی مدرسہ دیوبند شیخ محمد قاسم نانوتوی متوفی ١٢٩٧ھ لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور مؤمنین کی موت میں بھی مثل حیات فرق ہے' ہاں! فرق ذاتیت و عرضیت مقصود نہیں' وجہ اس فرق کی وہی تفاوت حیات ہے' یعنی حیات نبوی بوجہ ذاتیت قابل زوال نہیں اور حیات مؤمنین بوجہ عرضیت قابل زوال ہے' اس لیے وقت موت حیات نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم زائل نہ ہوگی' ہاں مستور ہو جائے گی اور حیات مؤمنین ساری یا آدھی زائل ہو جاوے گی۔ سو در صورت تقابل عدم و ملکہ اس استتار حیات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو تو مثل آفتاب سمجھئے کہ وقت کسوف قمر بے اوٹ میں حسب مزعوم حکماء اس کا نور مستور ہو جاتا ہے' زائل نہیں ہوتا' یا مثل شمع چراغ خیال فرمایئے کہ جب اس کو کسی ہنڈیا یا مٹکے میں رکھ کر اوپر سے سرپوش رکھ دیجئے تو اس کا نور بالبداہت مستور ہو جاتا ہے' زائل نہیں ہو جاتا اور دوبارہ زوال حیات مؤمنین کو مثل قمر خیال فرمایئے کہ وقت خسوف اس کا نور زائل ہو جاتا ہے یا مثل چراغ سمجھئے کہ گل ہو جانے کے بعد اس میں نور بالکل نہیں رہتا۔

(آب حیات ص ١٨٥۔ ١٨٤' مطبوعہ ادارہ تالیفات اشرفیہ' ملتان' ١٤١٣ھ)

اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر موت آنے سے آپ کی حیات زائل نہیں ہوئی' لوگوں کی نگاہوں سے چھپ گئی تھی اور عام مسلمانوں پر موت آنے سے ان کی حیات ساری یا آدھی زائل ہو جاتی ہے۔

شیخ محمد یوسف لدھیانوی متوفی ٢٠٠٠ء لکھتے ہیں:

الغرض امیرا اور میرے اکابر کا عقیدہ یہ ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے روضۂ مطہرہ میں حیات جسمانی کے ساتھ حیات ہیں' یہ حیات برزخی ہے مگر حیات دنیوی سے قوی تر ہے' جو لوگ اس مسئلہ کا انکار کرتے ہیں' ان کا اکابر علماء دیوبند و اساطین امت کی تصریحات کے مطابق علماء دیوبند سے تعلق نہیں' اور میں ان کو اہل حق میں سے نہیں سمجھتا اور وہ میرے اکابر کے نزدیک گمراہ ہیں۔

(آپ کے مسائل اور ان کا حل ج ١٠ ص ١٤ ٥' مکتبہ لدھیانوی' کراچی' ٢٠٠٢ء)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی قبر میں حیات کے متعلق علماء غیر مقلدین کی تصریحات

قاضی محمد بن علی بن محمد الشوکانی متوفی ١٢٥٠ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنی قبر میں زندہ ہیں اور آپ کی روح آپ سے جدا نہیں ہوتی کیونکہ صحیح حدیث میں ہے: انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں۔ (تحفۃ الذاکرین ص ٣٩' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٠٨ھ)

نواب صدیق حسن خاں بھوپالی متوفی ١٣٠٧ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنی موت کے بعد اپنی قبر میں زندہ ہیں' جیسا کہ حدیث میں ہے: انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں' اس حدیث کو امام

بیہقی نے صحیح قرار دیا ہے اور اس مسئلہ پر ایک رسالہ لکھا ہے۔

استاذ ابو منصور بغدادی نے کہا ہے کہ ہمارے اصحاب میں سے محققین متکلمین نے کہا ہے کہ نبی ﷺ اپنی وفات کے بعد زندہ ہیں۔

اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ شہداء اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور ان کو اپنی قبروں میں رزق دیا جاتا ہے اور نبی ﷺ بھی شہداء میں سے ہیں۔ (السراج الوہاج ج ۳ ص ۳۲۹-۳۲۸' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۵ھ)

نیز نواب صاحب نے لکھا ہے:

قبر میں آپ کو ضغطہ نہ ہوا وکذا لک الانبیاء حالانکہ اس ضغطہ سے کوئی صالح وغیرہ سالم نہیں رہتا اور نہ سباع آپ کا جسد کھا سکتے ہیں' وکذا لک الانبیاء اور کسی مضطر کو میتہ نبی کا کھانا جائز نہیں ہے اور آپ زندہ ہیں اپنی قبر میں اور نماز پڑھتے ہیں' اندر اوس کے اذان و اقامت کے ساتھ' وکذا لک الانبیاء ولہٰذا یہ بات کہی ہے کہ آپ کی ازواج پر عدت نہیں ہے اور آپ کی قبر پر ایک فرشتہ مقرر ہے جو صلوٰۃ مصلین آپ کو پہنچاتا ہے'' اللھم صل علی سیدنا محمد وعلی آلہ وبارك وسلم '' اعمال امت آپ پر عرض کیے جاتے ہیں' آپ امت کے لیے استغفار کرتے ہیں۔ (الشمامۃ العنبریہ من مولد خیر البریہ ص ۵۲' ۱۳۰۵ھ)

غیر مقلدین کے شیخ الکل فی الکل میاں نذیر حسین دہلوی متوفی ۱۹۰۲ء لکھتے ہیں:

حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی اپنی قبر میں زندہ ہیں خصوصاً آں حضرت ﷺ کہ فرماتے ہیں کہ جو عند القبر درود بھیجتا ہے میں سنتا ہوں اور دور سے پہنچایا جاتا ہوں' چنانچہ مشکوٰۃ وغیرہ کتب حدیث سے واضح ہوتا ہے' لیکن کیفیت حیات کی اللہ تعالیٰ جانتا ہے اوروں کو اس کی کیفیت بخوبی معلوم نہیں۔ (فتاویٰ نذیریہ ج ۱ ص ۳۲' مکتبہ ثنائیہ المعارف الاسلامیہ' گوجرانوالہ)

قرآن مجید کی آیات سے نبی ﷺ کی بعد از وفات حیات پر استدلال

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ○ (البقرۃ: ۱۵۴)

اور جو لوگ اللہ کی راہ میں شہید کیے جاتے ہیں ان کو مردہ مت کہو بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم ان کی زندگی کا شعور نہیں رکھتے ○

نبی ﷺ بھی شہید ہیں' آپ کو جو خیبر میں زہر دیا گیا تھا اسی کے اثر سے آپ کی وفات ہوئی' حدیث میں ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: جس مرض میں آپ کی موت ہوئی' اس میں آپ فرما رہے تھے: اے عائشہ! میں مسلسل اس طعام کا درد محسوس کرتا رہا ہوں جو میں نے خیبر میں کھایا تھا اور یہ وقت ہے کہ اس زہر کے اثر سے میں اپنے دل کی رگ کے کٹنے کو پا رہا ہوں۔ (صحیح البخاری: ۴۴۲۸)

اس سے معلوم ہوا آپ شہید ہیں اور شہید زندہ ہوتے ہیں بلکہ آپ افضل الشہداء ہیں اور آپ کی حیات شہداء کی حیات سے افضل ہے' نیز قرآن مجید میں ہے:

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا۔ (البقرۃ: ۱۴۳)

اور ہم نے اسی طرح تمہیں افضل امت بنایا ہے تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ اور رسول تم پر گواہ ہو جائیں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ تمام امت کے اعمال پر گواہ ہیں اور گواہی دینا بغیر حیات کے متصور نہیں ہے' سو اس آیت سے یہ بھی ثابت ہوا کہ آپ قبر انور میں زندہ ہیں اور اعمال امت کا مشاہدہ فرما رہے ہیں۔

اور قرآن مجید میں ہے:

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ O (الانعام:۱۶۲)

آپ کہیے کہ میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی اور میری موت سب اللہ کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے O

شہید وہ ہوتا ہے جس کی موت اللہ کے لیے ہو اور وہ زندہ ہوتا ہے اور آپ کی تو موت اور حیات دونوں اللہ کے لیے ہیں تو آپ تو بہ طریق اولیٰ زندہ ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات کے ثبوت میں احادیث

امام ابویعلیٰ نے اپنی مسند میں اور امام بیہقی نے کتاب حیات الانبیاء میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز پڑھ رہے ہیں۔ (مسند ابویعلیٰ: ۳۴۲۵' حیاۃ الانبیاء للبیہقی ص ۳' سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ للالبانی: ۶۲۱' مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۱۱' المطالب العالیہ: ۳۴۵۲' تاریخ دمشق الکبیر: ۳۵۱۱- ج ۱۵ ص ۱۵۹' دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ)

ابونعیم نے حلیہ میں روایت کیا ہے کہ ثابت بنانی نے حمید الطویل سے پوچھا: کیا تمہیں یہ علم ہے کہ انبیاء کے سوا بھی کوئی اپنی قبروں میں نماز پڑھتا ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں! (حلیۃ الاولیاء: ۲۵۶۷' طبع جدید' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۸ھ)

امام ابوداؤد اور امام بیہقی نے حضرت اوس بن اوس ثقفی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہارے تمام دنوں میں سب سے افضل جمعہ کا دن ہے' تم اس دن میں مجھ پر بہ کثرت صلوٰۃ پڑھا کرو' کیونکہ تمہاری صلوٰۃ (درود شریف) مجھ پر پیش کی جاتی ہے' صحابہ نے کہا: یارسول اللہ! آپ پر ہماری صلوٰۃ کیسے پیش کی جائے گی حالانکہ آپ کی ہڈیاں بوسیدہ ہو چکی ہوں گی؟ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء علیہم السلام کے اجسام کے کھانے کو حرام کر دیا ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۱۰۴۷' سنن نسائی: ۱۳۷۳' سنن ابن ماجہ: ۱۰۸۵' مسند احمد ج ۴ ص ۸' سنن کبریٰ للبیہقی ج ۳ ص ۲۴۹' المستدرک ج ۴ ص ۵۶۰' کنز العمال: ۲۳۳۰۱' البدایہ والنہایہ ج ۴ ص ۵۸۰' دار الفکر بیروت' ۱۴۱۸ھ' سنن ابن ماجہ اور البدایہ والنہایہ میں اس حدیث کے بعد یہ بھی مذکور ہے: اللہ کا نبی زندہ ہوتا ہے اور اس کو رزق دیا جاتا ہے۔ سنن ابن ماجہ: ۱۶۳۷' البدایہ ج ۴ ص ۲۵۸)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے میری قبر کے پاس درود پڑھا' اس کو میں خود سنتا ہوں اور جس نے مجھ پر دور سے درود پڑھا وہ مجھے پہنچا دیا جاتا ہے (اس حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ دور سے خود نہیں سن سکتے کیونکہ یہ بھی حدیث میں ہے کہ کوئی شخص کہیں سے بھی درود پڑھے اس کی آواز مجھ تک پہنچتی ہے۔ (جلاء الافہام) فرشتہ کا درود پہنچانا آپ کے یا درود کے اعزاز واکرام کے سبب سے ہے' جیسے فرشتے اللہ تعالیٰ کے پاس اعمال پہنچاتے ہیں)۔

(شعب الایمان: ۱۵۸۳' مشکوٰۃ: ۹۳۴' کنز العمال: ۲۱۹۵' جمع الجوامع: ۲۲۳۵۶)

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ (نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:) اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ کو تمام مخلوق کی سماعت عطا فرمائی ہے' وہ میری قبر پر کھڑا ہوا ہے۔ (التاریخ الکبیر للبخاری: ۸۹۰۲)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس شخص نے جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات کو مجھ پر سو مرتبہ درود پڑھا' اللہ تعالیٰ اس کی سو حاجات پوری کرتا ہے' ستر آخرت کی حاجتیں اور تیس دنیا کی حاجتیں اور اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے ایک فرشتہ مقرر کرتا ہے جو اس درود کو میری قبر میں داخل کرتا ہے' جیسے تمہارے پاس ہدیے اور تحفے داخل ہوتے ہیں اور میری وفات کے بعد بھی میرا علم اسی طرح ہے جس طرح میری حیات میں تھا۔ (کنز العمال: ۲۲۴۲' جمع الجوامع: ۲۲۳۵۵' اتحاف السادۃ المتقین ج ۳ ص ۲۴۱)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انبیاء علیہم السلام کو چالیس راتوں کے بعد ان کی قبروں میں نہیں چھوڑا جاتا لیکن وہ اللہ سبحانہ کے سامنے نماز پڑھتے ہیں حتیٰ کہ صور میں پھونکا جائے۔ (جمع الجوامع: ۴۹۹۰' کنز العمال: ۳۲۲۳۰)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں ابوالقاسم کی جان ہے! عیسیٰ بن مریم ضرور نازل ہوں گے' درآں حالیکہ وہ امام عادل ہوں گے' وہ ضرور صلیب کو توڑ دیں گے اور وہ ضرور خنزیر کو قتل کریں گے اور وہ ضرور لڑنے والوں کے درمیان صلح کرائیں گے اور وہ ضرور کینہ اور بغض کو دور کریں گے اور ضرور ان پر مال پیش کیا جائے گا' سو وہ اس کو قبول نہیں کریں گے' پھر اگر وہ میری قبر پر کھڑے ہو کر پکاریں: یا محمد! تو میں ان کو ضرور جواب دوں گا۔ (مسند ابو یعلیٰ: ۶۵۸۴' حافظ الہیثمی نے کہا: اس حدیث کی سند صحیح ہے' مجمع الزوائد ج ۸ ص ۵' المطالب العالیہ: ۴۵۷۴۔ ج ۴ ص ۲۴)

سعید بن عبد العزیز بیان کرتے ہیں کہ ایام حرہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں تین دن تک اذان نہیں دی گئی اور نہ جماعت کھڑی ہوئی اور سعید بن المسیب مسجد سے نہیں نکلے اور انہیں نماز کے وقت کا صرف اس آواز سے پتا چلتا تھا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر سے آتی تھی۔

(سنن الدارمی: ۹۴' مشکوٰۃ: ۵۹۵۱)

حافظ سیوطی فرماتے ہیں: یہ احادیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات پر دلالت کرتی ہیں اور باقی انبیاء علیہم السلام کی حیات پر بھی' اور اللہ تعالیٰ نے شہداء کے متعلق قرآن مجید میں فرمایا ہے:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ○ (آل عمران: ۱۶۹) اور جو لوگ اللہ کی راہ میں شہید کیے گئے ہیں ان کو مردہ گمان مت کرو بلکہ وہ زندہ ہیں ان کو ان کے رب کے پاس سے روزی دی جاتی ہے ○

اور جب شہداء زندہ ہیں تو انبیاء علیہم السلام جو ان سے بہت افضل اور اجل ہیں وہ بہ طریق اولیٰ زندہ ہیں اور بہت کم کوئی نبی ایسا ہو گا جس میں وصف شہادت نہ ہو' لہٰذا شہداء کی حیات کے عموم میں وہ بھی داخل ہیں۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نو بار یہ قسم کھاؤں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کیا گیا تو میرے نزدیک اس سے بہتر یہ ہے کہ میں ایک بار یہ قسم کھاؤں کہ آپ کو قتل نہیں کیا گیا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبی بنایا ہے اور شہید بنایا ہے۔ (مسند ابو یعلیٰ: ۵۲۰۷' مجمع الزوائد ج ۸ ص ۵۔ ۴' مسند احمد ج ۱ ص ۳۸۱' المستدرک ج ۳ ص ۵۸' جامع المسانید والسنن مسند ابن مسعود: ۶۱۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جس بیماری میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے تھے' اس میں آپ فرما رہے تھے: اے عائشہ! میں ہمیشہ اس کھانے کا درد محسوس کرتا رہا ہوں جو میں نے خیبر میں کھایا تھا (اس طعام میں زہر ملا ہوا تھا) اور اس زہر کی وجہ سے اب میری رگ حیات کے منقطع ہونے کا وقت آ گیا ہے۔ (صحیح البخاری: ۴۴۲۸' جامع المسانید والسنن مسند عائشہ: ۵۰۳)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات کے متعلق مستند علماء کی تصریحات اور مزید احادیث

حافظ سیوطی فرماتے ہیں: پس قرآن مجید کی صریح عبارت سے یا مفہوم موافق سے یہ ثابت ہو گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر میں زندہ ہیں۔ امام بیہقی نے "کتاب الاعتقاد" میں کہا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی روحوں کو قبض کرنے کے بعد ان کی روحوں کو لوٹا دیا جاتا ہے' پس وہ اپنے رب کے سامنے شہداء کی طرح زندہ ہیں۔

علامہ ابو عبد اللہ قرطبی متوفی ۶۶۸ ھ نے اپنے شیخ احمد بن عمر قرطبی متوفی ۶۵۶ ھ سے نقل کر کے کہا ہے کہ موت عدم محض نہیں ہے' وہ صرف ایک حال سے دوسرے حال کی طرف منتقل ہونا ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ شہداء اپنے قتل ہونے اور اپنی موت کے بعد زندہ

ہوتے ہیں اور وہ خوش و خرم ہوتے ہیں اور یہ دنیا میں زندوں کی صفت ہے اور جب شہداء کو حیات حاصل ہے تو انبیاء علیہم السلام تو ان سے زیادہ حیات کے حق دار ہیں اور صحیح حدیث میں ہے کہ زمین انبیاء علیہم السلام کے اجسام کو نہیں کھاتی اور معراج کی شب نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء علیہم السلام کے ساتھ مسجد اقصیٰ میں جمع ہوئے اور آپ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر بھی دی ہے کہ جو شخص بھی آپ کو سلام کرتا ہے آپ اس کے سلام کا جواب دیتے ہیں۔

اس کے علاوہ اور احادیث بھی ہیں اور ان تمام احادیث کے مجموعہ سے یہ قطعی یقین حاصل ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی موت کا یہ معنی ہے کہ وہ ہماری نظروں سے غائب ہیں' ہر چند کہ وہ زندہ ہیں اور موجود ہیں اور ان کا حال فرشتوں کی طرح ہے' وہ بھی زندہ اور موجود ہیں اور ہماری نوع انسان میں سے کوئی شخص ان کو نہیں دیکھتا ماسوا اولیاء اللہ کے' جن کو اللہ تعالیٰ نے کرامت کے ساتھ مخصوص کیا ہے۔ (التذکرہ ج ۱ ص ۲۶۵۔ ۲۶۴' مطبوعہ دار البخاری' ۱۴۱۷ھ)

علامہ ابوعبد اللہ محمد بن ابی بکر قرطبی متوفی ۶۶۸ھ کے شیخ علامہ ابوالعباس احمد بن عمر قرطبی متوفی ۶۵۶ھ ہیں اور ان کی یہ مذکور الصدر عبارت ''المفہم شرح مسلم'' ج ۶ ص ۲۳۴۔ ۲۳۳' مطبوعہ دار ابن کثیر' بیروت' ۱۴۱۷ھ میں موجود ہے۔

اس کے بعد حافظ سیوطی لکھتے ہیں: ہمارے اصحاب میں سے متکلمین اور محققین یہ کہتے ہیں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی وفات کے بعد زندہ ہیں اور آپ اپنی امت کی عبادات سے خوش ہوتے ہیں اور ان کے گناہوں سے ناخوش ہوتے ہیں اور آپ کی امت میں سے جو شخص آپ پر درود پڑھتا ہے' آپ اس کو سنتے ہیں اور انبیاء علیہم السلام کا جسم بوسیدہ نہیں ہوتا اور زمین اس میں سے کسی چیز کو نہیں کھاتی اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی شب حضرت موسیٰ کو اپنی قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور آپ نے پہلے آسمان میں حضرت آدم کو' دوسرے آسمان میں حضرت عیسیٰ اور حضرت یحییٰ کو اور تیسرے آسمان میں حضرت یوسف کو اور چوتھے آسمان میں حضرت ادریس کو اور پانچویں آسمان میں حضرت ہارون کو اور چھٹے آسمان میں حضرت موسیٰ کو اور ساتویں آسمان میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا۔ (صحیح مسلم: ۱۶۴) ان وجوہ سے ہمارے لیے یہ کہنا صحیح ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنی وفات کے بعد زندہ ہیں۔

اور اصحاب نے جو یہ کہا ہے کہ آپ اپنی امت کی عبادت سے خوش ہوتے ہیں اور ان کے گناہوں سے رنجیدہ ہوتے ہیں' اس کی اصل یہ احادیث ہیں:

بکر بن عبد اللہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری حیات تمہارے لیے بہتر ہے' تم باتیں کرتے ہو اور تمہارے لیے حدیث بیان کی جاتی ہے اور جب میں وفات پا جاؤں گا تو میری وفات تمہارے لیے بہتر ہوگی' مجھ پر تمہارے اعمال پیش کیے جاتے ہیں' جب میں نیک عمل دیکھتا ہوں تو اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا ہوں اور جب برا عمل دیکھتا ہوں تو تمہارے لیے استغفار کرتا ہوں۔ (الطبقات الکبریٰ ج ۲ ص ۱۹۴' دار صادر' بیروت' ۱۳۸۸ھ' المطالب العالیہ ج ۴ ص ۲۳۔ ۲۲' کنز العمال ج ۱۱ ص ۴۰۷' الجامع الصغیر ج ۱ ص ۵۸۲' البدایہ والنہایہ ج ۴ ص ۲۵۷' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۸ھ' مسند احمد: ۳۶۶۶' دار الفکر' مسند البزار: ۸۴۵' حافظ الہیثمی نے کہا: مسند البزار کی سند صحیح ہے' مجمع الزوائد ج ۹ ص ۲۴)

خراش بن عبد اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری حیات تمہارے لیے بہتر ہے اور میری وفات تمہارے لیے بہتر ہے' حیات اس لیے بہتر ہے کہ میں تم سے حدیث بیان کرتا ہوں اور میری وفات اس لیے بہتر ہے کہ ہر پیر اور جمعرات کو تمہارے اعمال مجھ پر پیش کیے جاتے ہیں' سو جو نیک عمل ہوتے ہیں ان پر اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا ہوں اور جو برے عمل ہوتے ہیں تو میں تمہارے لیے استغفار کرتا ہوں۔ (الکامل فی ضعفاء الرجال ج ۳ ص ۹۴۵' دار الفکر' الوفاء لابن الجوزی ص ۸۱۰' مطبوعہ مصر' ۱۳۶۹ھ)

حافظ سیوطی لکھتے ہیں: حافظ ابوبکر بیہقی نے "کتاب الاعتقاد" میں کہا ہے کہ انبیاء علیہم السلام روحوں کے قبض کیے جانے کے بعد اپنے رب کے پاس شہداء کی طرح زندہ ہوتے ہیں' ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انبیاء کی ایک جماعت کو دیکھا ہے اور ان کی امامت کی ہے اور آپ نے یہ خبر دی ہے کہ ہمارا درود اور سلام ان تک پہنچایا جاتا ہے اور آپ کی خبر صادق ہے۔ (انباء الاذکیاء ص ۷)

حافظ بیہقی نے جو کہا ہے کہ ہمارا درود اور سلام آپ کو پہنچایا جاتا ہے' اس کے متعلق یہ احادیث ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ کے کچھ زمین میں سیاحت کرنے والے فرشتے ہیں تاکہ وہ میری اُمت کا سلام مجھے پہنچائیں۔

(سنن نسائی: ۱۲۸۱' مسند احمد: ۴۲۱۰' ج ۲' دار الفکر' البدایہ والنہایہ ج ۱ ص ۹۲' دار الفکر' ۱۴۱۸ھ' جامع المسانید والسنن مسند ابن مسعود: ۹۹)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جمعہ کے دن مجھ پر کثرت کے ساتھ درود پڑھا کرو کیونکہ یہ وہ دن ہے جس میں مجھ پر فرشتے پیش کیے جاتے ہیں اور جو بندہ بھی مجھ پر درود پڑھتا ہے' اس کی آواز مجھ تک پہنچتی ہے خواہ وہ کہیں بھی ہو' ہم نے پوچھا: آپ کی وفات کے بعد بھی؟ آپ نے فرمایا: میری وفات کے بعد بھی' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کے اجسام کھانے کو زمین پر حرام کر دیا ہے۔ (جلاء الافہام ص ۶۳' مطبوعہ دار الکتاب العربی' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مامن احد یسلم علی الا رد اللّٰہ علی روحی حتی ارد علیہ السلام.

جو شخص بھی مجھ پر سلام عرض کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ میری روح کو مجھ پر لوٹا دیتا ہے تاکہ میں اس کے سلام کا جواب دوں۔

(سنن ابوداؤد: ۲۰۴۱' مسند احمد ج ۲ ص ۵۲۷' سنن کبریٰ للبیہقی ج ۵ ص ۲۴۵' مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۶۲' مشکوٰۃ: ۹۲۵' الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۴۹۹' کنز العمال: ۲۲۰۰۰)

سلام کے وقت آپ کی روح کو لوٹانے کی حدیث کے اشکال کے جوابات

حافظ سیوطی فرماتے ہیں: اس حدیث سے بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب بھی آپ کسی سلام کرنے والے کو سلام کا جواب دیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ آپ کے بدن میں روح کو لوٹا دیتا ہے اور پھر روح کو نکال لیا جاتا ہے اور چونکہ آپ کو بار بار سلام کیا جاتا ہے تو گویا بار بار آپ کے جسم سے روح نکالی جاتی ہے اور بار بار داخل کی جاتی ہے اور یہ عمل آپ کے لیے شدید تکلیف کا موجب ہے اور روح کا نکالنا موت کے معنی میں ہے' اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کو بار بار موت آتی ہے اور یہ ان احادیث کے خلاف ہے جن سے آپ کی حیات مستمر ثابت ہے' جن کو ہم اس سے پہلے ذکر کر چکے ہیں' اس اشکال کے اللہ تعالیٰ نے مجھ پر حسب ذیل جوابات منکشف کیے ہیں:

(۱) "الا رد اللّٰہ علی روحی" جملہ حالیہ ہے اور عربی قواعد کے مطابق اس سے پہلے "قد" کا لفظ محذوف ہے' جیسے قرآن مجید میں ہے: "حَصِرَتْ صُدُوْرُهُمْ" (النساء: ۹۰) اس سے پہلے بھی لفظ "قد" محذوف ہے اور اس کا معنی ہے: یا وہ تمہارے پاس اس حال میں آئیں کہ تم سے لڑنے کے لیے بھی ان کے دل تنگ ہوں۔ اسی طرح اس حدیث کا بھی معنی ہے: جو شخص بھی مجھے سلام کرتا ہے وہ اس حال میں سلام کرتا ہے کہ مجھ پر اللہ روح لوٹا چکا ہوتا ہے' اور اب یہاں پر "رد اللّٰہ" کا جملہ ماضی کے معنی میں ہے کیونکہ اشکال اس وقت ہوتا جب "رد اللّٰہ" حال یا استقبال کے معنی میں ہوتا اور اس سے بار بار روح کا لوٹانا لازم آتا' اس سے ایک تو یہ لازم آتا کہ جسم سے بار بار روح کے نکلنے سے آپ کو بار بار درد ہوتا اور یہ آپ کی تکریم کے خلاف ہے' نیز یہ حیات شہداء کے خلاف ہے' کیونکہ شہداء کی حیات مستمر ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کے زیادہ لائق ہیں کہ آپ کی حیات مستمر ہو

اور تیسری خرابی یہ ہے کہ یہ معنی قرآن مجید کے خلاف ہے کیونکہ قرآن مجید سے ثابت ہے کہ صرف دو بار موت اور دو بار حیات ہے اور اس صورت میں بہ کثرت موتیں اور حیاتیں لازم آئیں گی اور چوتھی خرابی یہ ہے کہ یہ معنی ان احادیث صحیحہ متواترہ کے خلاف ہے جن سے آپ کی حیات مستمر ثابت ہے اور جو معنی قرآن مجید اور احادیث متواترہ کے خلاف ہو اس کی تاویل کرنا واجب ہے۔

(۲) اس حدیث میں لفظ ''رد'' ''صیرورۃ'' کے معنی میں ہے جیسا کہ اس آیت میں ہے: ''قَدِ افْتَرَيْنَا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا إِنْ عُدْنَا فِي مِلَّتِكُمْ'' (الاعراف:۸۹) ''عدنا'' کا لفظ ''عود'' سے بنا ہے اور ''عود'' کا معنی ہے: لوٹنا' اگر یہاں عود اپنے معنی میں ہو تو اس کا معنی ہوگا کہ حضرت شعیب علیہ السلام نے کفار سے فرمایا: اگر ہم تمہارے دین میں لوٹ جائیں تو ہم اللہ تعالیٰ پر بہتان باندھنے والے ہو جائیں گے اور کفار کے دین میں لوٹ جانا اس کو مستلزم ہے کہ حضرت شعیب پہلے بھی ان کے دین میں تھے اور یہ معنی باطل ہے اس لیے اس آیت میں ''عدنا'' کا لفظ ''صرنا'' کے معنی میں ہے یعنی اگر ہم تمہارے دین میں ہو جائیں تو پھر ہم اللہ پر بہتان باندھنے والے ہو جائیں گے اسی طرح اس حدیث کا معنی ہے: جب کوئی شخص مجھ کو سلام کرتا ہے تو اس وقت میری روح مجھ میں ہوتی ہے۔

(۳) روح کو لوٹانے سے مراد یہ ہے کہ آپ کی روح کو سلام کے جواب کی طرف متوجہ کر دیا جاتا ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم احوال برزخ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور اپنے رب کے مشاہدہ میں مستغرق ہوتے ہیں تو آپ کو سلام کرنے والے کے جواب کی طرف متوجہ کر دیا جاتا ہے۔

(۴) روح کو لوٹانا آپ کی حیات کے دوام اور استمرار سے کنایہ ہے کیونکہ دنیا میں ہر وقت کسی نہ کسی جگہ سے کوئی نہ کوئی شخص آپ کو سلام عرض کر رہا ہوتا ہے تو آپ ہر وقت کسی نہ کسی کے سلام کا جواب دیتے ہیں تو ہر وقت آپ کو حیات حاصل ہوتی ہے۔

(۵) ردّ روح سے مراد یہ ہے کہ سلام کے وقت اللہ تعالیٰ آپ کے نطق کو اس کے جواب کی طرف متوجہ کر دیتا ہے۔

(۶) ردّ روح سے مراد یہ ہے کہ جب کوئی آپ کو سلام کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ آپ کو غیر معمولی سماعت عطا فرماتا ہے اور کوئی شخص کہیں سے بھی سلام کرے آپ اس کے سلام کا جواب دیتے ہیں۔

(۷) ردّ روح سے مراد یہ ہے کہ آپ عالم ملکوت کے مشاہدہ میں مشغول ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ آپ کو اس کے جواب کی طرف فارغ کر دیتا ہے۔

(۸) روح سے خوشی اور فرحت مراد ہے جیسے قرآن مجید میں ہے: ''فروح وریحان'' (الواقعہ:۸۹) یعنی جو شخص مقرب ہو اس کے لیے راحت اور خوشی ہے' اسی طرح اس حدیث کا معنی ہے: جب کوئی شخص آپ کو سلام کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ آپ کی فرحت اور راحت کو تازہ کر دیتا ہے۔

(۹) ردّ روح سے مراد ہے: صلوٰۃ کے ثواب کو آپ کی طرف لوٹانا یعنی اللہ تعالیٰ اپنی رحمت اور انعامات کو آپ پر لوٹاتا رہتا ہے۔

(۱۰) امام راغب نے ''رد'' کا ایک معنی تفویض بھی لکھا ہے' اس صورت میں حدیث کا معنی یہ ہے: اللہ تعالیٰ نے سلام کے جواب کو آپ کی طرف مفوض کر دیا ہے یعنی اس کی طرف رحمت کے لوٹانے کو' جیسا کہ حدیث میں ہے: جو شخص مجھ پر ایک صلوٰۃ بھیجتا ہے اللہ اس پر دس صلوات بھیجتا ہے' یعنی اس پر دس رحمتیں بھیجنے کو اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف مفوض کر دیا ہے اور آپ کی اس پر رحمت یہ ہے کہ آپ اس کی شفاعت فرمائیں۔

(۱۱) روح سے مراد وہ رحمت ہے جو نبی ﷺ کے دل میں آپ کی امت کے لیے ہے' یعنی آپ کو آپ کی اس رحمت کی طرف متوجہ کر دیتا ہے۔

(۱۲) رد روح سے مراد یہ ہے کہ آپ اعمالِ برزخ میں مشغول ہوتے ہیں' مثلاً اعمالِ امت کو ملاحظہ فرماتے ہیں' ان کے نیک اعمال پر اللہ کی حمد کرتے ہیں اور ان کے بُرے اعمال پر استغفار فرماتے ہیں' ان سے مصائب دور ہونے کی دعا کرتے ہیں' اطراف زمین میں برکت پہنچانے کے لیے آمد ورفت جاری رکھتے ہیں' اور امت کے جو صالحین فوت ہو جاتے ہیں ان کے جنازوں پر تشریف لے جاتے ہیں' یہ تمام اُمور اشغالِ برزخ سے ہیں' جو احادیث صحیحہ سے ثابت ہیں' تو اللہ تعالیٰ آپ کو ان اشغالِ برزخ سے ہٹا کر سلام کے جواب دینے کی طرف متوجہ کر دیتا ہے۔

(انباء الاذکیاء ص ۱۳' حافظ سیوطی کی ترتیب سے اس جواب کا نمبر دس ہے' ہم نے تلخیص کی سہولت سے جوابات کی ترتیب بدل دی ہے)

(۱۳) روح سے مراد وہ فرشتہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کی قبر انور پر مقرر کر دیا ہے جو امت کا سلام آپ تک پہنچاتا ہے۔

(۱۴) ہوسکتا ہے کہ آپ کو ابتداء میں یہی بتایا گیا ہو کہ جواب کے وقت آپ کی روح جسد میں لوٹائی جائے گی' بعد میں اللہ تعالیٰ نے آپ کے درجات میں ترقی فرمائی اور آپ پر وحی فرمائی کہ آپ کو حیات ہمیشہ حاصل رہے گی۔

حافظ سیوطی نے پندرہ جوابات ذکر فرمائے ہیں' ان میں سے پہلے جواب کو انہوں نے بہت کمزور قرار دیا تھا' یعنی راویوں کو اس حدیث کی عبارت میں وہم ہوا ہے' ہم نے اس جواب کا ذکر نہیں کیا اور دوسرے جواب سے ابتداء کی' اس لیے چودہ جواب ذکر کیے ہیں اور جوابات کی ترتیب بھی ہم نے اپنی سہولت سے قائم کی ہے اور یہ جوابات انباء الاذکیاء بحیاۃ الانبیاء میں ص ۱۶۔۸ میں درج ہیں۔ واضح رہے کہ یہ حافظ سیوطی کی عبارت کا ترجمہ نہیں ہے بلکہ ان کی عبارت کا خلاصہ ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد آپ کی حیات کے مظاہر

علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد اس امت کے ایک سے زیادہ کاملین نے آپ کی زیارت کی ہے اور آپ سے بیداری میں فیض حاصل کیا ہے' شیخ سراج الدین بن الملقن نے ''طبقات الاولیاء'' میں لکھا ہے کہ شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہٗ العزیز نے بیان کیا ہے کہ میں نے ظہر سے پہلے رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی' آپ نے فرمایا: اے میرے بیٹے! تم خطاب کیوں نہیں کرتے؟ میں نے کہا: یارسول اللہ! میں عجمی شخص ہوں' فصحاء بغداد کے سامنے کیسے کلام کروں؟ آپ نے فرمایا: اپنا منہ کھولو' میں نے اپنا منہ کھولا تو آپ نے اس میں سات مرتبہ لعاب دہن ڈالا اور آپ نے فرمایا: لوگوں سے کلام کرو اور انہیں حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ اپنے رب کے دین کی دعوت دو' پھر میں ظہر کی نماز پڑھ کر لوگوں کے سامنے بیٹھ گیا' میرے پاس بہت خلوق آئی اور مجھ پر کلام متلبس ہو گیا' پھر میں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی زیارت کی' جو میرے سامنے مجلس میں کھڑے ہوئے تھے' آپ نے مجھ سے فرمایا: اے میرے بیٹے! کلام کیوں نہیں کرتے؟ میں نے کہا: اے میرے والد گرامی! مجھ پر کلام ملتبس ہو گیا' آپ نے فرمایا: اپنا منہ کھولو' میں نے منہ کھولا تو آپ نے میرے منہ میں چھ مرتبہ لعاب دہن ڈالا' میں نے کہا: آپ نے سات بار مکمل کیوں نہیں کیا؟ حضرت علی نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کے ادب کی وجہ سے' پھر وہ مجھ سے غائب ہو گئے۔

نیز شیخ سراج الدین نے لکھا ہے کہ شیخ خلیفہ بن موسیٰ النہر ملکی' رسول اللہ ﷺ کی نیند اور بیداری میں بہ کثرت زیارت کرتے تھے اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے نیند اور بیداری میں اکثر افعال حاصل کیے اور ایک بار انہوں نے ایک رات میں آپ کی

ستره مرتبہ زیارت کی' ان باریوں میں سے ایک بار میں آپ نے فرمایا: اے خلیفہ! میری زیارت کے لیے بے قرار نہ ہوا کرو' کیونکہ بہت سے اولیاء میری زیارت کی حسرت میں فوت ہو گئے اور شیخ تاج الدین بن عطاء اللہ نے ''لطائف المنن'' میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے شیخ ابو العباس مرسی سے کہا: اپنے اس ہاتھ سے میرے ساتھ مصافحہ کیجئے' انہوں نے کہا: میں نے اس ہاتھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا اور کسی سے مصافحہ نہیں کیا' اور شیخ مرسی نے کہا: اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پلک جھپکنے کی مقدار بھی میری نظروں سے اوجھل ہوں تو میں اپنے آپ کو مسلمان شمار نہیں کرتا' اس قول کی مثل اور بہت سے اولیاء سے منقول ہے۔

(روح المعانی جز ۲۲ ص ۵۲-۵۱' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

۱۲۴۳ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ' عَنْ عُقَيْلٍ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ خَارِجَةُ بْنُ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ اَنَّ اُمَّ الْعَلَاءِ' اِمْرَاَةٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ بَايَعَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' اَخْبَرَتْهُ اَنَّهُ اقْتُسِمَ الْمُهَاجِرُوْنَ قُرْعَةً' فَطَارَ لَنَا عُثْمَانُ بْنُ مَظْعُوْنٍ' فَاَنْزَلْنَاهُ فِيْ اَبْيَاتِنَا' فَوَجِعَ وَجَعَهُ الَّذِيْ تُوُفِّيَ فِيْهِ' فَلَمَّا تُوُفِّيَ وَغُسِّلَ وَكُفِّنَ فِيْ اَثْوَابِهِ' دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' فَقُلْتُ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْكَ اَبَا السَّائِبِ' فَشَهَادَتِيْ عَلَيْكَ لَقَدْ اَكْرَمَكَ اللّٰهُ. فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا يُدْرِيْكِ اَنَّ اللّٰهَ اَكْرَمَهُ؟ فَقُلْتُ بِاَبِيْ اَنْتَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ' فَمَنْ يُكْرِمُهُ اللّٰهُ؟ فَقَالَ اَمَّا هُوَ فَقَدْ جَاءَهُ الْيَقِيْنُ' وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاَرْجُوْا لَهُ الْخَيْرَ' وَاللّٰهِ مَا اَدْرِيْ' وَاَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ' مَا يُفْعَلُ بِيْ. قَالَتْ فَوَاللّٰهِ لَا اُزَكِّيْ اَحَدًا بَعْدَهُ اَبَدًا. حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عُفَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ مِثْلَهُ وَقَالَ نَافِعُ بْنُ يَزِيْدَ' عَنْ عُقَيْلٍ مَا يُفْعَلُ بِهِ. وَتَابَعَهُ شُعَيْبٌ وَعَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ' وَمَعْمَرٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے خارجہ بن زید بن ثابت نے خبر دی کہ حضرت ام العلاء رضی اللہ عنہا انصار کی ایک خاتون تھیں' انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیعت کی تھی' وہ بیان کرتی ہیں کہ مہاجرین کو قرعہ اندازی سے تقسیم کیا گیا' پس ہمارے حصہ میں حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ آئے' پس ہم نے ان کو اپنے گھروں میں ٹھہرایا' پس ان کو بہت شدید درد ہو گیا جس میں وہ فوت ہو گئے' پس جب وہ فوت ہو گئے تو ان کو غسل دیا گیا اور انہیں ان کے کپڑوں میں کفن پہنایا گیا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے تو میں نے کہا: اے ابو السائب! تم پر اللہ کی رحمت ہو' میری تمہارے متعلق یہ شہادت ہے کہ بے شک اللہ نے تمہاری تکریم کی ہے' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہیں کس نے بتایا کہ اللہ نے ان کی تکریم کی ہے؟ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ پر میرے باپ فدا ہوں! پھر اللہ کس کی تکریم کرے گا؟ پس آپ نے فرمایا: رہے وہ تو ان کے پاس یقینی بات آ چکی ہے' اور اللہ کی قسم! میں ان کے لیے خیر کی توقع رکھتا ہوں' اور اللہ کی قسم! میں از خود نہیں جانتا حالانکہ میں اللہ کا رسول ہوں کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا' حضرت ام العلاء نے کہا: پس اللہ کی قسم! میں اس کے بعد کبھی بھی کسی کی تعریف نہیں کرتی۔ ہمیں سعید بن عفیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے اس کی مثل حدیث بیان کی' اور نافع بن یزید نے کہا از عقیل ''ما یفعل به'' اور شعیب اور عمرو بن دینار اور معمر نے اس حدیث کی متابعت کی۔

[اطراف الحدیث: ۲۶۸۷-۳۹۲۹-۷۰۰۳-۷۰۰۴-۷۰۱۸]

(الآحاد والمثانی: ۳۳۲۳' المعجم الکبیر ج ۲۵ ص ۳۳۸' حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۱۰۴' مسند الشامیین: ۳۲۱۲' المستدرک ج ۱ ص ۳۷۸' سنن بیہقی ج ۴ ص ۷۶' مسند احمد ج ۶ ص ۴۳۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۷۴۵۷- ج ۴۵ ص ۴۵۰-۴۴۹' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) یحیٰی بن عبد اللہ بن بکیر ابوزکریا المخزومی (۲) لیث بن سعد (۳) عقیل بن خالد (۴) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (۵) خارجہ بن زید بن ثابت الانصاری' یہ مدینہ کے سات فقہاء میں سے ایک ہیں' ۱۰۰ ھ میں فوت ہو گئے تھے (۶) حضرت ام العلاء بنت الحارث بن ثابت بن خارجۃ الانصاریہ۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۲)

اس اعتراض کا جواب کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ علم نہیں تھا کہ آپ کے ساتھ کیا کیا جائے گا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

حضرت ام العلاء کی حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ اہل قبلہ میں سے کسی شخص کے متعلق قطعی طور پر یہ نہ کہا جائے کہ وہ جنت میں ہے یا دوزخ میں ہے لیکن نیک مسلمان کے لیے حسن عاقبت کی توقع رکھی جائے اور بدکار کے متعلق عذاب کا خوف رکھا جائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں ازخود نہیں جانتا حالانکہ میں اللہ کا رسول ہوں کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا۔ اس پر یہ اعتراض ہے کہ آپ کی مغفرت کے متعلق تو الفتح: ۲ میں مغفرت کی بشارت آ چکی ہے' پھر آپ نے یہ کیسے فرمایا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہوسکتا ہے یہ اس سے پہلے کا واقعہ ہو' جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ خبر دی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے تمام اگلے اور پچھلے بہ ظاہر خلاف اولیٰ کاموں کی مغفرت فرما دی ہے' کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا بغیر اللہ کی وحی کے علم نہیں تھا۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۲۴۳۔ ۲۴۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ ھ)

حدیث مذکور اور الاحقاف: ۹ میں مماثلت

جس طرح حضرت ام العلاء کی حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے: اللہ کی قسم! میں ازخود نہیں جانتا حالانکہ میں اللہ کا رسول ہوں کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا' اسی طرح اس آیت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَمَا أَدْرِي مَا يُفْعَلُ بِي وَلَا بِكُمْ. (الاحقاف: ۹)

آپ کہیے کہ میں رسولوں میں سے کوئی انوکھا رسول نہیں ہوں اور نہ میں ازخود جانتا ہوں کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا (اور نہ میں ازخود یہ جانتا ہوں کہ) تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا۔

اکثر اور جمہور مفسرین کا مختار قول یہ ہے کہ آپ کا مطلب یہ تھا کہ میں ازخود یہ نہیں جانتا کہ آخرت میں میرے ساتھ کیا کیا جائے گا اور اس آیت کا حکم درج ذیل آیت سے منسوخ ہے:

إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا ۝ لِيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِن ذَنبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيمًا ۝ (الفتح: ۲۔۱)

(اے رسول مکرم!) ہم نے آپ کے لیے کھلی ہوئی فتح عطاء فرمائی ۝ تاکہ اللہ آپ کے لیے معاف فرما دے آپ کے اگلے اور پچھلے (بہ ظاہر) خلاف اولیٰ سب کام' اور آپ پر اپنی نعمت پوری کر دے' اور آپ کو صراط مستقیم پر برقرار رکھے ۝

چونکہ الفتح: ۲ سے آپ کو معلوم ہو گیا کہ آپ کی کلی مغفرت کر دی گئی ہے' اس لیے تمام مستند اور محقق مفسرین نے یہ کہا ہے کہ اب الاحقاف: ۹ کا یہ حکم منسوخ ہو گیا ہے کہ آپ یہ کہیں کہ میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا کیونکہ اب آپ جانتے ہیں کہ آپ کے ساتھ کیا کیا جائے گا اور آپ کی امت کے ساتھ کیا کیا جائے گا۔

علامہ آلوسی' حافظ ابن حجر عسقلانی اور علامہ عینی کی طرف سے حدیث مذکور اور الاحقاف:۹ پر اعتراض کے جوابات

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

جس چیز کو میں اختیار کرتا ہوں' وہ یہ ہے کہ اس آیت سے اس درایت کی نفی کرنا مراد ہے جو بغیر وحی کے ہو (یعنی میں از خود نہیں جانتا) عام ازیں کہ وہ درایت تفصیلی ہو یا اجمالی ہو اور خواہ اس کا تعلق دنیاوی اُمور سے ہو یا اُخروی امور سے ہو اور میرا اعتقاد یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تک دنیا سے منتقل نہیں ہوئے حتیٰ کہ آپ کو اللہ تعالیٰ کی ذات' صفات اور تمام شانوں کا علم دے دیا گیا اور جن چیزوں کے علم کو کمال قرار دیا جاتا ہے' ان تمام چیزوں کا علم آپ کو دے دیا گیا اور آپ کو اتنا علم دیا گیا ہے کہ تمام جہانوں میں کسی کو اتنا علم نہیں دیا گیا اور میرا یہ اعتقاد نہیں ہے کہ دنیا کے **بعض جزوی حوادث کا علم نہ ہونے کی وجہ سے آپ کے علم کا کمال نہیں رہے گا' مثلاً** یہ کہ زید آج اپنے گھر میں کیا کر رہا ہے اور کل کیا کرے گا؟ اور میں کسی قائل کے اس قول کو اچھا نہیں جانتا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم غیب کو جانتے ہیں' اس کو اس کے بجائے یہ کہنا چاہیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے غیب پر مطلع فرما دیا ہے یا اللہ سبحانہ نے آپ کو غیب کا علم عطا فرما دیا ہے یا اس طرح کی کوئی اور بات کہنی چاہیے۔ (روح المعانی جز ۲۶ ص ۱۷-۱۶' دار الفکر بیروت' ۱۴۱۷ھ)

حضرت ام العلاء کی حدیث کا علامہ آلوسی نے یہ جواب بھی دیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ''مَا اَدْرِیْ مَا یُفْعَلُ بِیْ'' فرمانا اس آیت کے نزول سے پہلے کا واقعہ ہے یعنی ''لِیَغْفِرَ لَکَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَمَا تَاَخَّرَ'' (الفتح:۲)۔

(روح المعانی جز ۲۶ ص ۱۶' دار الفکر)

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں آپ کا ''ما ادری'' فرمانا' الاحقاف:۹ کے موافق ہے کیونکہ اس میں بھی ''مَا اَدْرِیْ مَا یُفْعَلُ بِیْ'' ہے اور یہ واقعہ ''لِیَغْفِرَ لَکَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَمَا تَاَخَّرَ'' (الفتح:۲) سے پہلے کا ہے کیونکہ سورۃ الاحقاف مکی ہے اور سورۃ الفتح بالاتفاق مدنی ہے اور یہ چیز ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے پہلے میں جنت میں داخل ہوں گا' اس کے علاوہ اور صریح احادیث ہیں' جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے اخروی احوال اور مقامات کا علم تھا' سو جن احادیث میں آپ کے اخروی علم کا ثبوت ہے وہ آپ کے علم اجمالی پر محمول ہیں اور جن آیات اور احادیث میں آپ کے علم اخروی کی نفی ہے وہ علم محیط اور علم تفصیلی پر محمول ہیں۔

(فتح الباری ج ۳ ص ۵۰۵' دار المعرفہ بیروت)

حافظ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت عثمان بن مظعون غزوۂ بدر کے بعد فوت ہوئے اور انہوں نے اس غزوہ میں شرکت کی تھی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کی مغفرت فرما دی' اس کا جواب یہ ہے کہ آپ نے اس حدیث میں جو ''ما ادری'' فرمایا ہے وہ پہلے کا واقعہ ہے اور اہل بدر کے جنتی ہونے کی خبر آپ کو بعد میں دی گئی' دوسرا اعتراض یہ ہے کہ غزوۂ احد میں آپ نے حضرت جابر کے والد رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا تھا: فرشتے اپنے پروں سے ان پر سایا کر رہے ہیں' اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت جابر کے والد کا حال آپ کو صرف وحی سے معلوم ہوا تھا۔ خلاصہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اخروی احوال کی جو خبر دی ہے' اس کا علم آپ کو وحی سے ہوا اور اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ بغیر وحی کے از خود تو آپ کو بھی اپنے اخروی حال کا علم نہیں ہے تو حضرت ام العلاء قطعیت کے ساتھ حضرت عثمان بن مظعون کے نیک انجام کی بشارت کیسے دے سکتی ہیں؟

(عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۴ - ۲۳ ملخصاً، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

علامہ شہاب الدین احمد القسطلانی المتوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں:

حضرت ام العلاء کی حدیث میں جو آپ نے "ما ادری" فرمایا ہے وہ "لِیَغْفِرَ لَکَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَمَا تَاَخَّرَ" (الفتح: ۲) کے نزول سے پہلے کا واقعہ ہے کیونکہ الاحقاف مکی ہے اور الفتح مدنی ہے اور آپ کو پہلے اپنی مغفرت کلی کا علم نہیں تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کا علم نہیں دیا تھا، پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کا علم عطا فرمایا تو آپ نے اس کو جان لیا۔ (الی ان قال)

علامہ بیضاوی نے کہا ہے کہ دنیا اور آخرت کا پہلے آپ کو تفصیلی علم نہ تھا۔ علامہ برماوی نے کہا ہے کہ بعض تفاصیل آپ سے مخفی تھیں۔ (ارشاد الساری ج ۳ ص ۳۴۸، دار الفکر بیروت، ۱۴۲۱ھ)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی طرف سے الاحقاف: ۹، اور حدیث مذکور پر اعتراض کا جواب

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی ۱۳۴۰ھ نے بھی الاحقاف: ۹ کو الفتح: ۲ سے منسوخ قرار دیا ہے، چنانچہ وہ رشید احمد گنگوہی کے رد میں اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

یہی مولوی رشید احمد صاحب پھر لکھتے ہیں:

خود فخر عالم علیہ السلام فرماتے ہیں: "واللہ لا ادری ما یفعل بی ولا بکم" الحدیث، اور شیخ عبد الحق روایت کرتے ہیں کہ مجھ کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں۔

قطع نظر اس کے کہ حدیث اول خود احاد ہے، سلیم الحواس کو سند لائی تھی تو وہ مضمون خود آیت میں تھا اور قطع نظر اس سے کہ اس آیت و حدیث کے کیا معنی ہیں اور قطع نظر اس سے کہ یہ کس وقت کے ارشاد ہیں اور قطع نظر اس سے کہ خود قرآن عظیم و احادیث صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں اس کا ناسخ موجود ہے کہ جب آیت کریمہ:

"لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر" تاکہ بخش دے تمہارے واسطے سے سب اگلے پچھلے گناہ (نازل ہوئی)۔

صحابہ نے عرض کی: "ھنیا لک یا رسول اللہ لقد بین اللہ لک ماذا یفعل بک فما ذا یفعل بنا" یارسول اللہ! آپ کو مبارک ہو، خدا کی قسم! اللہ عزوجل نے یہ تو صاف بیان فرمادیا کہ حضور کے ساتھ کیا کرے گا۔ اب رہا یہ کہ ہمارے ساتھ کیا کرے گا۔

اس پر یہ آیت اتری: "لیدخل المؤمنین (الیٰ قولہ تعالیٰ) فوزًا عظیما" تاکہ داخل کرے اللہ ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو باغوں میں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں ہمیشہ رہیں ان میں اور مٹادے ان سے ان کے گناہ اور یہ اللہ کے یہاں بڑی مراد پانا ہے۔

یہ آیت اور ان کے امثال بے نظیر اور یہ حدیث جلیل وشہیر، ایسوں کو کیوں سجھائی دیتیں۔

(انباء المصطفیٰ ص ۹ - ۸، نوری کتب خانہ لاہور)

اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز نے "انباء الحی" ص ۳۸۸ (مرکز اہل سنت برکات رضا) میں بھی متعدد احادیث کے حوالوں سے اسی طرح لکھا ہے۔

صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی متوفی ۱۳۶۷ھ نے بھی الاحقاف: ۹ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ یہ آیت الفتح: ۲ سے منسوخ ہے۔

١٢٤٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ الْمُنْكَدِرِ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ لَمَّا قُتِلَ اَبِيْ جَعَلْتُ اَكْشِفُ الثَّوْبَ عَنْ وَجْهِهٖ اَبْكِيْ وَيَنْهَوْنِيْ عَنْهُ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَنْهَانِيْ فَجَعَلَتْ عَمَّتِيْ فَاطِمَةُ تَبْكِيْ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَبْكِيْنَ اَوْ لَا تَبْكِيْنَ مَا زَالَتْ مَلَائِكَةُ تُظِلُّهٗ بِاَجْنِحَتِهَا حَتّٰى رَفَعْتُمُوْهُ. تَابَعَهُ ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِي ابْنُ الْمُنْكَدِرِ سَمِعَ جَابِرًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ.

[اطراف الحدیث: ۱۲۹۳-۲۸۱۶-۴۰۸۰]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے محمد بن المنکدر سے سنا' انہوں نے کہا: میں نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے سنا' انہوں نے بیان کیا: جب میرے والد کو شہید کر دیا گیا تو میں ان کے چہرے سے کپڑا کھول کر رو رہا تھا' اور لوگ مجھے اس سے منع کر رہے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اس سے منع نہیں فرما رہے تھے' پھر میری پھوپھی فاطمہ رونے لگیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم روؤ یا نہ روؤ فرشتے ان پر اپنے پروں سے سایا کر رہے ہیں حتیٰ کہ تم نے ان (کے جنازہ) کو اٹھا لیا۔ شعبہ کی متابعت ابن جریج نے کی ہے' انہوں نے کہا: مجھے ابن المنکدر نے خبر دی کہ انہوں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے سنا۔

(صحیح مسلم: ۲۴۷۱' الرقم المسلسل: ۶۲۲۷' سنن نسائی: ۱۸۴۰' جامع المسانید لابن جوزی: ۹۷۰' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حضرت جابر کے والد کی تکریم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فرشتے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے والد کے اوپر' اپنے پروں سے سایا کر رہے ہیں' اس کا معنی یہ ہے کہ فرشتے ان کے والد کی تکریم کر رہے ہیں اور ان کی روح کو اوپر لے کر جا رہے ہیں۔

* یہ حدیث' شرح صحیح مسلم: ۶۲۳۳۔ ج ۶ ص ۱۱۳۰ پر ذکر کی گئی ہے' اس کی شرح میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے والد کی سوانح بیان کی گئی ہے۔

٤ - بَابُ الرَّجُلِ يَنْعٰى اِلٰى اَهْلِ الْمَيِّتِ بِنَفْسِهٖ

کوئی شخص میت کے گھر والوں کو اس کی موت کی خبر دے

١٢٤٥ - حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَى النَّجَاشِيَّ فِي الْيَوْمِ الَّذِيْ مَاتَ فِيْهِ خَرَجَ اِلَى الْمُصَلّٰى فَصَفَّ بِهِمْ وَكَبَّرَ اَرْبَعًا. [اطراف الحدیث: ۱۳۱۸-۱۳۲۷-۱۳۲۸-۱۳۳۳-۳۸۸۰-۳۸۸۱]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از سعید بن المسیب از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ جس دن النجاشی فوت ہوئے' اس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی موت کی خبر دی' آپ عیدگاہ کی طرف نکلے' آپ نے مسلمانوں کی صفیں بنائیں اور چار تکبیریں پڑھیں۔

(صحیح مسلم: ۹۵۱' الرقم المسلسل: ۲۱۶۹' سنن ابوداؤد: ۳۲۰۴' سنن نسائی: ۱۹۷۱' مصنف عبد الرزاق: ۶۳۹۳' سنن بیہقی ج ۴ ص ۳۵' مسند احمد ج ۲ ص ۲۸۱ طبع قدیم' مسند احمد: ۷۷۷۶۔ ج ۱۳ ص ۱۹۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ۴۵۱۳' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ' مسند الطحاوی: ۷۸۷۹)

غائبانہ نماز جنازہ کی تحقیق

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

نبی ﷺ نے مسلمانوں کو نجاشی کی موت کی خبر دی اور خصوصاً اس کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھی کیونکہ عام مسلمانوں کے علم میں اس کا اسلام لانا نہیں تھا' تو آپ نے یہ ارادہ کیا کہ تمام مسلمانوں کو اس کے اسلام کی خبر دیں اور تمام مسلمانوں کے ساتھ اس کے حق میں دعا کریں تاکہ اسے تمام مسلمانوں کی دعا کی برکت حاصل ہو' اس کی خصوصیت کی دلیل یہ ہے کہ نبی ﷺ نے مسلمانوں میں سے کسی کی بھی نماز جنازہ نہیں پڑھی اور نہ ان مہاجرین اور انصار کی جو مختلف شہروں میں فوت ہو گئے تھے اور نبی ﷺ کے بعد اسی پر مسلمانوں کا عمل رہا اور نبی ﷺ نے نجاشی کے علاوہ کسی کی بھی غائبانہ نماز جنازہ نہیں پڑھی' نماز جنازہ فرض کفایہ ہے' جو شخص جس شہر میں فوت ہو جائے صرف اس شہر کے لوگ اس کی نماز جنازہ پڑھیں' اور غائبانہ نماز جنازہ صرف نجاشی کی خصوصیت ہے۔

بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ نجاشی کی روح نبی ﷺ کے سامنے حاضر تھی' سو آپ نے اس پر نماز پڑھی تھی اور آپ کے لیے جنازہ کو اٹھا کر لایا گیا تھا' جیسا کہ آپ کے لیے بیت المقدس کو منکشف کر دیا گیا تھا' جب کفار قریش نے آپ سے بیت المقدس کی صفات کے متعلق سوال کیا تھا' آپ کو نجاشی کی موت کا علم تھا اور آپ نے اپنے اصحاب کو اس کی موت کی خبر دی تھی' آپ گھر سے نکلے اور آپ نے مسلمانوں کو اس کی نماز جنازہ پڑھائی اور یہ اس کی خصوصیت کی دلیل ہے' اسی وجہ سے امت نے غائبانہ نماز جنازہ کو ترک کر دیا ہے اور میں نے امت میں سے کسی کو نہیں پایا' جس نے غائبانہ نماز جنازہ پڑھنے کی اجازت دی ہو۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۲۴۵۔ ۲۴۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

میں کہتا ہوں کہ نبی ﷺ نے تین اور مسلمانوں کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھی ہے اور وہ بھی آپ کی خصوصیت ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت جبریل علیہ السلام' نبی ﷺ پر نازل ہوئے اور کہا کہ معاویہ بن معاویہ اللیثی فوت ہو گئے ہیں' کیا آپ ان کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھنا چاہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! حضرت جبریل نے اپنے پیر زمین پر مارے پس جو درخت اور ٹیلہ تھا' وہ زمین کے برابر ہو گیا اور ان کا جنازہ اٹھا کر لایا گیا حتیٰ کہ آپ نے اس کو دیکھا اور اس پر نماز پڑھی اور آپ کے پیچھے فرشتوں کی دو صفیں تھیں اور ہر صف میں ستر ہزار فرشتے تھے' پس نبی ﷺ نے حضرت جبریل سے پوچھا: اے جبریل! ان کو اللہ کی جناب سے یہ مرتبہ کس وجہ سے حاصل ہوا؟ حضرت جبریل نے کہا: یہ "قل هو الله احد" پڑھنے سے محبت کرتے تھے اور آتے جاتے' کھڑے ہوئے اور بیٹھے ہوئے ہر حال میں اس کو پڑھتے رہتے تھے۔

(المعجم الکبیر: ۱۰۴۰۔ ج ۱۱ ص ۴۲۸' مسند ابو یعلیٰ ج ۲ ص ۱۹۷' مجمع الزوائد ج ۳ ص ۳۸' علامہ الہیثمی نے کہا ہے: یہ حدیث بہت ضعیف ہے اور علامہ الذہبی نے کہا ہے: یہ حدیث منکر ہے۔ مجمع الزوائد ج ۳ ص ۳۸)

علامہ عبداللہ بن یوسف الزیلعی حنفی متوفی ۷۶۲ھ لکھتے ہیں:

امام بیہقی نے کہا ہے کہ ضعیف سندوں سے مروی ہے کہ آپ نے دو اور غائبانہ نماز جنازہ پڑھائی ہیں اور وہ حضرت زید بن حارثہ اور حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہما کی نمازیں ہیں اور حدیث میں ہے کہ ان کے جنازوں کو بھی آپ کے لیے منکشف کر دیا گیا تھا۔ امام واقدی نے اپنی سند کے ساتھ کتاب المغازی میں عبداللہ بن ابی بکر سے روایت کیا ہے کہ جب لوگ غزوۂ موتہ میں گئے تو رسول اللہ ﷺ منبر پر بیٹھے اور آپ کے لیے شام کو منکشف کر دیا گیا' آپ ان کے میدانِ جنگ دیکھ رہے تھے' پس نبی ﷺ نے فرمایا: اب جھنڈا زید بن حارثہ نے لیا' پس وہ لڑتے رہے حتیٰ کہ شہید ہو گئے' پھر آپ نے ان کی نماز جنازہ پڑھی اور ان کے لیے دعا

کی اور فرمایا: ان کے لیے استغفار کرو اور وہ جنت میں داخل ہو گئے اور وہ دوڑ رہے ہیں' پھر جھنڈا جعفر بن ابی طالب نے لیا' پس وہ لڑتے رہے حتیٰ کہ وہ شہید ہو گئے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی نماز جنازہ پڑھی اور ان کے لیے دعا کی اور فرمایا: ان کے لیے استغفار کرو اور وہ جنت میں داخل ہو گئے اور وہ اپنے دو پروں کے ساتھ جنت میں جہاں چاہیں اُڑ رہے ہیں۔

(نصب الرایہ ج ۲ ص ۲۹۲۔۲۹۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

علامہ محمد بن عمر بن واقد الواقدی المتوفی ۲۰۷ھ نے ان حدیثوں کو زیادہ تفصیل سے روایت کیا ہے۔

(کتاب المغازی ج ۲ ص ۲۱۱۔۲۱۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

غائبانہ نمازِ جنازہ میں فقہاء کا اختلاف

علامہ موفق الدین عبد اللہ بن احمد بن محمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ لکھتے ہیں:

دوسرے شہر میں غائب کی نماز جنازہ پڑھنی جائز ہے' خواہ وہ شہر قریب ہو یا بعید' پس امام قبلہ کی طرف منہ کرے اور اس پر اس طرح نماز پڑھائے جس طرح حاضر پر پڑھاتا ہے خواہ میت قبلہ کی جہت میں ہو یا نہ ہو' امام شافعی کا بھی یہی مذہب ہے اور امام مالک اور امام ابوحنیفہ کا یہ مذہب ہے کہ غائب کی نماز جنازہ پڑھنا جائز نہیں ہے۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی کہتے ہیں کہ ہماری دلیل یہ ہے کہ جس دن نجاشی فوت ہوئے' اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی نماز جنازہ مسلمانوں کو پڑھائی' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ہو سکتا ہے کہ آپ کے لیے زمین لپیٹ دی گئی ہو اور آپ کو جنازہ دکھا دیا گیا ہو تو ہم کہیں گے کہ یہ منقول نہیں ہے اور اگر ایسا ہوا ہوتا تو آپ اس کی خبر دیتے۔ (المغنی ج ۳ ص ۲۶۰' دار الحدیث' قاہرہ' ۱۴۲۵ھ)

مصنف کی طرف سے علامہ ابن قدامہ کے دلائل کے جوابات

میں کہتا ہوں کہ ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کی نماز جنازہ پڑھنے پر بہت حریص تھے اور مدینہ کے قریب اور بعید شہروں میں مسلمان طبعی موت سے اور شہادت سے فوت ہوتے رہتے تھے لیکن نجاشی کے علاوہ اور کسی کے متعلق صحیح سند کے ساتھ ثابت نہیں ہے کہ آپ نے اس کی نماز جنازہ پڑھی ہو حتیٰ کہ بیر معونہ میں جب ستر قاریوں کو شہید کیا گیا تو آپ کو بہت رنج ہوا اور آپ ایک ماہ تک ان کے قاتلوں کے خلاف دعاء ضرر فرماتے رہے لیکن آپ نے ان کی نماز جنازہ نہیں پڑھی' اگر آپ کے نزدیک غائب کی نماز جنازہ بالعموم جائز ہوتی تو آپ ان کی نماز جنازہ ضرور پڑھتے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ آپ نے حضرت معاویہ بن معاویہ لیثی' حضرت زید بن حارثہ اور حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہم کی نماز جنازہ پڑھی ہے اور وہ اس وقت شام میں تھے' اس کا جواب یہ ہے کہ ان روایات کی سند ضعیف ہے' علاوہ ازیں ان روایات میں ''صلّی'' کا لفظ ہے اور وہ نماز جنازہ پڑھنے کے معنی میں قطعی نہیں ہے' اس کا معنی دعا بھی ہوتا ہے۔ اس لیے ان ضعیف السند روایات اور محتمل لفظ سے معارضہ کرنا صحیح نہیں ہے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۰۹۹۔ ج ۲ ص ۷۶۶ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

(۱) غائبانہ نماز جنازہ (۲) حدیث نجاشی کے جوابات (۳) غائبانہ نماز جنازہ کے عدم جواز پر احناف کے دلائل۔ یہ بحث شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۸۰۷۔۸۰۵ پر مذکور ہے۔

١٢٤٦ - حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ، عَنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو معمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوارث نے حدیث بیان کی'

أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخَذَ الرَّايَةَ زَيْدٌ فَأُصِيبَ، ثُمَّ اَخَذَهَا جَعْفَرٌ فَأُصِيبَ، ثُمَّ اَخَذَهَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَوَاحَةَ فَأُصِيبَ. وَإِنَّ عَيْنَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَتَذْرِفَانِ. ثُمَّ اَخَذَهَا خَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ مِنْ غَيْرِ إِمْرَةٍ فَفُتِحَ لَهُ. [اطراف الحدیث: ۲۷۹۸-۳۰۶۳-۳۶۳۰-۴۲۶۲-۴۷۵۷] (سنن نسائی: ۱۸۷۷، جامع المسانید لابن جوزی: ۱۵۴، مکتبۃ الرشد ریاض، ۱۴۲۵ھ)

انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از حمید بن ہلال از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زید (بن حارثہ) نے جھنڈا پکڑا' پس وہ شہید ہو گئے' پھر جعفر (بن ابی طالب) نے جھنڈا پکڑا' پس وہ شہید ہو گئے' پھر عبد اللہ بن رواحہ نے جھنڈا پکڑا' پس وہ شہید ہو گئے اور بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں آنکھوں سے آنسو بہ رہے تھے' پھر بغیر کسی کے مشورہ کے خالد بن ولید نے جھنڈا پکڑا' پس ان کو فتح حاصل ہو گئی۔

غزوہ موتہ کی تاریخ

یہ قصہ غزوۂ موتہ کا ہے' یہ شام کے علاقہ البلقاء میں پیش آیا تھا' اس کا سبب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جمادی الاولیٰ ۸ ھ میں ایک لشکر بھیجا تھا' اور اس لشکر کا امیر حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو بنایا تھا' اور آپ نے فرمایا تھا: اگر زید شہید ہو جائیں تو پھر جعفر بن ابی طالب لوگوں کے امیر ہوں گے' پھر اگر جعفر شہید ہو جائیں تو پھر عبد اللہ بن رواحہ لوگوں کے امیر ہوں گے' پس وہ تین ہزار نفوس پر مشتمل لشکر روانہ ہو گیا' انہوں نے کفار سے مقابلہ کیا' پس حضرت زید بن حارثہ شہید ہو گئے' پھر حضرت جعفر بن ابی طالب نے جھنڈا لیا اور قتال کیا حتیٰ کہ وہ شہید ہو گئے' پھر حضرت عبد اللہ بن رواحہ نے جھنڈا لیا اور قتال کیا حتیٰ کہ وہ شہید ہو گئے' پھر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جھنڈا لیا' پس اللہ تعالیٰ نے ان کو فتح عطا فرما دی۔

امام بخاری نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ ہم نے حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو تلاش کیا تو ان کو مقتولین میں پایا اور ان کے جسم پر ستر سے زیادہ نیزوں اور تیروں کے زخم تھے۔ (صحیح البخاری: ۴۲۶۱)

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ جنگ موتہ میں میرے ہاتھوں میں نو تلواریں ٹوٹ گئیں' پس میرے ہاتھوں میں صرف صحیفہ یمانیہ (یمنی خنجر) باقی رہ گیا۔ (صحیح البخاری: ۴۲۶۵)

حضرت زید' حضرت جعفر اور حضرت عبد اللہ بن رواحہ کا تعارف

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام تھے آپ نے ان کو آزاد کر کے اپنا بیٹا بنا لیا تھا' حضرت زید بن حارثہ کے سوا اللہ تعالیٰ نے صحابہ میں سے کسی کا بھی قرآن مجید میں نام ذکر نہیں کیا' صرف ان کا نام ذکر فرمایا ہے:

فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا. (الاحزاب: ۳۷) پس جب زید نے اپنی بیوی سے اپنی حاجت پوری کر لی۔

حضرت جعفر بن ابی طالب ہاشمی رضی اللہ عنہ' ان کو شہادت کے بعد اللہ عزوجل کی وجہ سے دو پر عطا کیے گئے تھے اور یہ جنت میں اڑتے تھے' ان کو الطیار کہا جاتا ہے' انہوں نے حبشہ اور مدینہ کی طرف دو ہجرتیں کیں' یہ حبشہ میں مہاجرین کے امیر تھے۔

حضرت عبد اللہ بن رواحہ الخزرجی المدنی' یہ ان میں سے تھے جو مکہ کی گھاٹیوں میں آ کر اسلام لائے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی دلیل' میت پر رونے کا جواز اور ضرورت کے وقت از خود لشکر کا امیر بننے کا جواز

اس حدیث میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں اس واقعہ کی خبر دی جو موتہ میں ہوا تھا اور یہ غیب کی خبر تھی۔

اس حدیث میں میت پر رونے کا جواز ہے' کیونکہ جب آپ نے ان صحابہ کی شہادت کی خبر دی تو آپ کی آنکھوں سے آنسو بہ رہے تھے' جس کے دل میں رحمت ہو اسی کی آنکھوں سے آنسو نکلتے ہیں اور یہ اچھی صفت ہے۔

حضرت خالد بن ولید کو کسی نے اس لشکر کا امیر نہیں بنایا تھا' وہ از خود امیر بن گئے تھے' اس سے معلوم ہوا کہ جب قوم کا کوئی امیر نہ رہے اور بغیر امیر کے قوم کی ہلاکت کا خطرہ ہو تو جو شخص اہل ہو' اس کا از خود امیر بننا جائز ہے' کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' حضرت خالد کے اس اقدام سے راضی ہوئے۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۳۴۔ ۳۳ ملخصا وموضحا ومخرجا' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٥ - بَابُ الْإِذْنِ بِالْجَنَازَةِ

جنازہ کی خبر دینا

وَقَالَ اَبُوْ رَافِعٍ ' عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلَا كُنْتُمْ اٰذَنْتُمُوْنِیْ.

اور ابو رافع نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے مجھے خبر کیوں نہیں دی۔

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل حدیث ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک سیاہ فام مرد تھا جو مسجد کی صفائی کرتا تھا' وہ فوت ہو گیا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے متعلق دریافت کیا' پس لوگوں نے بتایا کہ وہ فوت ہو گیا' آپ نے فرمایا: تم نے مجھے خبر کیوں نہیں دی! مجھے اس کی قبر بتاؤ' پھر آپ اس کی قبر پر آئے اور اس کی نماز جنازہ پڑھی۔ (صحیح البخاری: [illegible]' صحیح مسلم: ۹۵۶' سنن ابوداؤد: ۳۲۰۳' سنن ابن ماجہ: ۱۵۲۷)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۱۱۰۔ ج ۲ ص ۷۶۹۔ ۷۶۸ پر ذکر کی گئی ہے' اس کی شرح کا عنوان ہے: قبر پر نماز جنازہ۔

١٢٤٧ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ' عَنْ اَبِیْ اِسْحَاقَ الشَّيْبَانِیِّ' عَنِ الشَّعْبِیِّ' عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ مَاتَ اِنْسَانٌ' كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُوْدُهٗ فَمَاتَ بِاللَّيْلِ فَدَفَنُوْهُ لَيْلًا' فَلَمَّا اَصْبَحَ اَخْبَرُوْهُ' فَقَالَ مَا مَنَعَكُمْ اَنْ تُعْلِمُوْنِیْ؟ قَالُوْا كَانَ اللَّيْلُ' فَكَرِهْنَا' وَكَانَتْ ظُلْمَةٌ' اَنْ نَشُقَّ عَلَيْكَ' فَاَتٰی قَبْرَهٗ فَصَلّٰی عَلَيْهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو معاویہ نے خبر دی از ابی اسحاق الشیبانی از شعبی از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک انسان فوت ہو گیا جس کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عیادت کرتے تھے' وہ رات کو فوت ہوا تھا تو صحابہ نے رات کو اسے دفن کر دیا' جب صبح ہوئی تو انہوں نے آپ کو خبر دی' آپ نے فرمایا: تمہیں کس چیز نے مجھے اس کی اطلاع دینے سے باز رکھا تھا' صحابہ نے کہا: وہ رات کا وقت تھا' ہم نے اس کو ناپسند کیا کہ اندھیرے میں آپ کو آنے میں مشکل پیش آئے' پس آپ اس کی قبر پر آئے اور اس کی نماز جنازہ پڑھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۸۵۷ میں گزر چکی ہے۔

٦ - بَابُ فَضْلِ مَنْ مَّاتَ لَهٗ وَلَدٌ فَاحْتَسَبَ

اس شخص کی فضیلت جس کا بیٹا فوت ہو گیا اور اس نے ثواب کی نیت سے صبر کیا

یعنی اس نے اللہ کی تقدیر پر راضی ہو کر صبر کیا اور اس کی رحمت اور مغفرت کی امید رکھی۔

وَقَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ ﴿وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ﴾

اور اللہ عزوجل کا ارشاد ہے: آپ صبر کرنے والوں کو بشارت

(البقرہ:۱۵۵). دیجیے۔(البقرہ:۱۵۵)

اس پوری آیت کا ترجمہ اس طرح ہے: آپ ان صبر کرنے والوں کو بشارت دیجیے' جب ان کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو وہ کہتے ہیں: بے شک ہم اللہ کے لیے ہیں اور بے شک ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں O اور مصیبت کا لفظ عام ہے' بیٹے کی موت کی مصیبت بھی اس میں شامل ہے۔

١٢٤٨ - حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنَ النَّاسِ مِنْ مُسْلِمٍ، يُتَوَفَّى لَهُ ثَلَاثٌ لَمْ يَبْلُغُوا الْحِنْثَ، إِلَّا أَدْخَلَهُ اللَّهُ الْجَنَّةَ بِفَضْلِ رَحْمَتِهِ إِيَّاهُمْ.

[طرف الحدیث:۱۳۸۱]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابومعمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوارث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد العزیز نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس مسلمان کے بھی تین ایسے بیٹے فوت ہو جائیں جو بلوغت کی عمر کو نہ پہنچے ہوں تو اس شخص کی ان بچوں پر رحمت کے فضل کی وجہ سے اللہ اس شخص کو جنت میں داخل کر دے گا۔

(سنن نسائی:۱۸۷۲' سنن ابن ماجہ:۱۶۰۵' سنن ترمذی:۱۰۶۱' حلیۃ الاولیاء ج ۴ ص ۲۰۹' شعب الایمان:۹۷۴۹' مسند احمد ج ۱ ص ۳۷۵ طبع قدیم' مسند احمد:۳۵۵۴۔ج ۶ ص ۱۵' مؤسسۃ الرسالۃ بیروت' جامع المسانید لابن جوزی:۵۰۶' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابومعمر عبد اللہ بن عمر (۲) عبد الوارث بن سعید (۳) عبد العزیز بن صہیب (۴) حضرت انس بن مالک رضی اللہ۔

(عمدۃ القاری ج ۸ ص ۴۲)

حدیث مذکور کی عنوان سے مطابقت پر اعتراض کا جواب

اس حدیث پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اس حدیث کے عنوان میں ہے: جو شخص اپنے فوت شدہ بیٹے پر ثواب کی نیت سے صبر کرے اور حدیث میں اس کا ذکر نہیں ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ اس کا اگرچہ صراحۃً ذکر نہیں ہے لیکن التزاماً ذکر ہے' کیونکہ وہ جنت میں اسی وقت داخل ہوگا جب ثواب کی نیت سے اپنے بیٹوں کی موت پر صبر کرے گا۔

''الحنث'' کا معنی اور نابالغ بچوں کی موت پر صبر کی تخصیص کی توجیہ

اس حدیث میں مذکور ہے کہ وہ تین بیٹے ''الحنث'' کو نہ پہنچے ہوں'' الحنث'' کا معنی ہے: گناہ اور انسان کا کوئی فعل اسی وقت گناہ قرار دیا جاتا ہے جب وہ بالغ ہو چکا ہو' اس لیے اس کا معنی یہ ہے کہ جب وہ بلوغت کی عمر کو نہ پہنچے ہوں۔

نابالغ بچوں کی موت پر صبر کرنے کی وجہ سے جنت میں دخول کی بشارت اس لیے ہے کہ نابالغ بچوں سے محبت اور شفقت اور ان پر رحمت بہت زیادہ ہوتی ہے اور بالغ بچوں پر اتنی شفقت اور رحمت نہیں ہوتی کیونکہ عموماً اولاد بالغ ہونے کے بعد ماں باپ کی نافرمانیاں بہت زیادہ کرتی ہے' اس لیے اس سے محبت کا وہ جذبہ نہیں رہتا۔

١٢٤٩ - حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْأَصْبَهَانِيِّ، عَنْ ذَكْوَانَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ النِّسَاءَ قُلْنَ لِلنَّبِيِّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الرحمان بن الاصبہانی نے حدیث بیان کی از ذکوان از

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِجْعَلْ لَنَا يَوْمًا' فَوَعَظَهُنَّ' وَقَالَ اَيُّمَا امْرَاَةٍ مَاتَ لَهَا ثَلَاثَةٌ مِّنَ الْوَلَدِ' كَانُوْا حِجَابًا مِّنَ النَّارِ. قَالَتِ امْرَاَةٌ وَاثْنَانِ؟ قَالَ وَاثْنَانِ.

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کہ عورتوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ ہمارے لیے ایک دن مقرر کر دیں' پس آپ نے ان کو وعظ کیا کہ جس عورت کے بھی تین بچے فوت ہو جائیں تو وہ اس کے لیے دوزخ کی آگ سے حجاب ہو جائیں گے' ایک عورت نے کہا: اگر دو فوت ہوں؟ آپ نے فرمایا: اور دو بھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۰۱ میں گزر چکی ہے۔

۱۲۵۰ - وَقَالَ شَرِيْكٌ' عَنِ ابْنِ الْاَصْبَهَانِيِّ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبُوْ صَالِحٍ' عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ وَّاَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحِنْثَ.

اور شریک نے کہا از ابن الاصبہانی' انہوں نے کہا: مجھے ابوصالح نے حدیث بیان کی از حضرت ابوسعید و حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: وہ بچے بلوغت کی عمر کو نہ پہنچے ہوں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۰۲ میں گزر چکی ہے۔

۱۲۵۱ - حَدَّثَنَا عَلِيٌّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ سَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ' عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ' عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَمُوْتُ لِمُسْلِمٍ ثَلَاثَةٌ مِّنَ الْوَلَدِ' فَيَلِجَ النَّارَ' اِلَّا تَحِلَّةَ الْقَسَمِ. قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ ﴿وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا﴾ (مریم: ۷۱)

[طرف الحدیث: ۶۶۵۶]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے الزہری سے سنا از سعید بن المسیب از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا: جس مسلمان کے تین بچے فوت ہوں تو وہ صرف قسم کو پورا کرنے کے لیے دوزخ میں داخل ہوگا۔ امام ابوعبد اللہ نے کہا: اللہ کی قسم! تم میں سے ہر شخص دوزخ میں داخل ہوگا۔ (مریم: ۷۱)

(صحیح مسلم: ۲۶۳۲' الرقم المسلسل: ۶۵۷۳' سنن ابوداؤد: ۲۲۶۰' سنن ترمذی: ۱۰۶۰' سنن نسائی: ۱۸۷۵' مسند الحمیدی: ۱۰۸۴' مسند ابویعلیٰ: ۵۸۶۹' صحیح ابن حبان: ۲۹۴۲' سنن بیہقی ج ۷ ص ۷۸' مسند احمد ج ۲ ص ۲۴۰ طبع قدیم' مسند احمد: ۷۲۶۵۔ ج ۱۲ ص ۲۰۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ۴۵۲۱' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

ہر شخص کا دوزخ پر سے گزر ہوگا' اس آیت کی متعدد تفاسیر

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

یہ احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں کہ مسلمانوں کی اولاد جنت میں ہوگی اور یہ جمہور علماء کا قول ہے' اس پر اس جماعت کا اجماع ہے' جس کا غلط ہونا جائز نہیں ہے کیونکہ یہ محال ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے فضل سے ان کے آباء کو معاف فرما دے اور ان کی اولاد پر رحمت نہ فرمائے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اللہ کی قسم! تم میں سے ہر شخص دوزخ میں داخل ہوگا۔ (مریم: ۷۱)

علماء کا اس دخول میں اختلاف ہے' حضرت جابر بن عبد اللہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم نے کہا: ہر نیک اور ہر بد دوزخ میں داخل ہوگا' مؤمن پر دوزخ ٹھنڈی اور سلامتی والی بن جائے گی' جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر بن گئی تھی' اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ

اور کعب احبار نے کہا: اس دخول سے مراد پل صراط سے گزرنا ہے۔

حضرت ابن عباس سے ایک روایت ہے کہ اس آیت میں کفار سے خطاب ہے کیونکہ اس سے پہلے یہ آیات ہیں:

فَوَرَبِّكَ لَنَحْشُرَنَّهُمْ وَالشَّيٰطِيْنَ ثُمَّ لَنُحْضِرَنَّهُمْ حَوْلَ جَهَنَّمَ جِثِيًّا○ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ مِنْ كُلِّ شِيْعَةٍ اَيُّهُمْ اَشَدُّ عَلَى الرَّحْمٰنِ عِتِيًّا○ثُمَّ لَنَحْنُ اَعْلَمُ بِالَّذِيْنَ هُمْ اَوْلٰى بِهَا صِلِيًّا○وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا○ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّنَذَرُ الظّٰلِمِيْنَ فِيْهَا جِثِيًّا○ (مریم: ۷۲-۶۸)

سو آپ کے رب کی قسم! ہم ضرور ان سب کو اور شیطانوں کو جمع کریں گے' پھر ہم انہیں ضرور جہنم کے گرد گھٹنوں کے بل گرے ہوئے حاضر کریں گے○ پھر ہم ہر گروہ سے اس کو ضرور باہر نکالیں گے جو رحمٰن پر سب سے زیادہ اکڑنے والا ہو گا○ پھر بے شک ہم ان لوگوں کو خوب جانتے ہیں جو جہنم میں داخل ہونے کے زیادہ لائق ہیں○ اور بے شک تم میں سے ہر شخص ضرور دوزخ پر وارد ہو گا' یہ آپ کے رب کے نزدیک قطعی فیصلہ کیا ہوا ہے○ پھر ہم متقین کو دوزخ سے نکال لیں گے اور ظالموں کو اس میں گھٹنوں کے بل چھوڑ دیں گے○

ایک جماعت نے کہا ہے کہ مؤمن کو دوزخ سے دور کر دیا جائے گا' وہ اس کو دیکھے گا نہ اس پر وارد ہو گا اور دنیا میں جو اس کو بخار آیا تھا وہی اس کے حق میں دوزخ پر ورود ہو گا' عثمان بن اسود نے کہا: دوزخ کی آگ سے مؤمن کا حصہ دنیا میں بخار آنا ہے' سو وہ آخرت میں دوزخ پر وارد نہیں ہو گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بخار والے مریض کی عیادت کی' میں بھی آپ کے ساتھ تھا' آپ نے اس سے فرمایا: تمہیں خوش خبری ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: یہ میری آگ ہے جس کو میں بندۂ مؤمن کے اوپر مسلط کرتا ہوں تاکہ یہ اس کے لیے آخرت کی آگ کا حصہ ہو جائے۔ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

(سنن ترمذی: ۲۰۸۸' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۲۲۹' مسند احمد ج ۲ ص ۴۴۰' المستدرک ج ۱ ص ۳۴۵)

خلاصہ یہ ہے کہ اس مسئلہ میں متعدد اقوال ہیں: ایک قول یہ ہے کہ صرف کفار دوزخ میں داخل ہوں گے' مسلمان داخل نہیں ہوں گے' دوسرا قول یہ ہے کہ مؤمن اور کافر سب دوزخ میں داخل ہوں گے' تیسرا قول یہ ہے کہ دوزخ میں دخول سے مراد سب کا پل صراط سے گزرنا ہے' چوتھا قول یہ ہے کہ سب دوزخ کے قریب سے دوزخ کو دیکھیں گے اور پانچواں قول یہ ہے کہ مسلمانوں پر جو دنیا میں بخار آتا ہے یا دیگر مصائب آتے ہیں' وہ ان کے دوزخ میں داخل ہونے کے عوض ہیں۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۲۴۸-۲۴۷' مع زیادۃ' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

* اس آیت کی زیادہ تفصیل اور تحقیق ہماری تفسیر' تبیان القرآن ج ۷ ص ۳۰۷' سورۂ مریم: ۷۱ میں ملاحظہ فرمائیں۔

۷ - بَابُ قَوْلِ الرَّجُلِ لِلْمَرْاَةِ عِنْدَ الْقَبْرِ اِصْبِرِيْ

مرد کا قبر کے پاس کسی عورت سے یہ کہنا: صبر کرو

۱۲۵۲ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا ثَابِتٌ' عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِامْرَاَةٍ عِنْدَ قَبْرٍ وَهِيَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ثابت نے حدیث بیان کی از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہ

تَبْكِيْ، قَالَ اِتَّقِي اللهَ وَاصْبِرِيْ.

نبی ﷺ قبر کے نزدیک ایک عورت کے پاس سے گزرے وہ اس وقت رو رہی تھی' آپ نے فرمایا: اللہ سے ڈرو اور صبر کرو۔

[اطراف الحدیث: ۱۲۸۳۔ ۱۳۰۲۔ ۷۱۵۴]

(صحیح مسلم: ۹۲۶' الرقم المسلسل: ۲۱۰۵' سنن ابوداؤد: ۳۱۲۴' سنن ترمذی: ۹۸۸' سنن نسائی: ۱۸۷۰۔ ۱۸۶۹' مسند ابویعلیٰ: ۳۴۵۸' عمل الیوم واللیلۃ: ۱۰۶۸' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۲۰۴۰' شرح السنۃ: ۱۴۱۱' صحیح ابن حبان: ۲۸۹۵' سنن بیہقی ج ۱ ص ۵۳۹' شعب الایمان: ۹۷۰۲' المعجم الاوسط: ۶۲۴۰' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۷۱' سنن دارمی: ۶۸۲' مسند احمد ج ۳ ص ۱۴۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۲۴۵۸۔ ج ۱۹ ص ۴۴۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

خواتین کے لیے زیارتِ قبور کا ثبوت

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ زیارتِ قبور جائز ہے اور خواتین کے لیے بھی زیارتِ قبور جائز ہے لیکن پردے کی پابندی بہر حال ضروری ہوگی' ورنہ آپ نے جس طرح اس عورت کو آواز سے رونے سے منع فرمایا' آپ اس کو قبر کی زیارت سے بھی منع فرماتے' نیز اس حدیث میں نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے کا ثبوت ہے اور نبی ﷺ کی تواضع کا ثبوت ہے کیونکہ آپ نے اس کو ڈانٹا نہیں اور اس میں کسی کے مرنے پر آواز سے رونے کی ممانعت کا ثبوت ہے اور اس رونے والی کو صبر کرنے کی نصیحت کا ثبوت ہے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۰۳۶۔ ج ۲ ص ۳۲۸ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی

۸ - بَابُ غُسْلِ الْمَيِّتِ وَوُضُوْئِهِ بِالْمَاءِ وَالسِّدْرِ

میت کو بیری کے پانی سے غسل دینا اور وضوء کرانا

وَحَنَّطَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا ابْنًا لِسَعِيْدِ بْنِ زَيْدٍ، وَحَمَلَهُ وَصَلّٰى، وَلَمْ يَتَوَضَّأْ.

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے حضرت سعید بن زید کے بیٹے کو خوشبو لگائی' ان کے جنازہ کو اٹھایا' نماز پڑھی اور وضوء نہیں کیا۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے حضرت سعید بن زید کے بیٹے کو خوشبو لگائی' اور ان کا جنازہ اٹھایا' پھر مسجد میں داخل ہوئے' پس نماز پڑھی اور وضوء نہیں کیا۔ (موطا امام مالک: ۱۸۔ باب: ۳۔ ج ۱ ص ۱۹' المکتبۃ التوفیقیہ' بیروت)

ہشام بن عروہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک میت کو کفن دیا اور اس کو خوشبو لگائی' پھر وضوء نہیں کیا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۲۵۶' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۱۴۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

آیا میت کو غسل دینے سے وضوء واجب ہوتا ہے یا نہیں؟

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: میت کو غسل دینے سے غسل واجب ہوتا ہے اور میت کا جنازہ اٹھانے سے وضوء واجب ہوتا ہے۔ (سنن ترمذی: ۹۹۳' سنن ابن ماجہ: ۱۴۵۸' مسند احمد ج ۲ ص ۲۷۲)

امام ترمذی فرماتے ہیں: حضرت ابوہریرہ کی حدیث حسن ہے' اہل علم کا میت کو غسل دینے والے پر غسل کے وجوب میں اختلاف ہے' نبی ﷺ کے اصحاب میں سے بعض اہل علم نے کہا ہے کہ جب کوئی شخص میت کو غسل دے تو اس پر غسل ہے اور بعض نے کہا: اس پر وضوء ہے' امام مالک بن انس نے کہا: میرے نزدیک غسل میت کی وجہ سے غسل کرنا مستحب ہے' واجب نہیں ہے' اور اسی طرح امام شافعی نے کہا ہے' امام احمد بن حنبل نے کہا: جس نے میت کو غسل دیا مجھے امید ہے اس پر غسل واجب نہیں ہے' رہا وضوء تو اس کے متعلق بہت کم کہا گیا ہے اور عبداللہ بن المبارک سے مروی ہے: غسل میت سے غسل واجب ہوتا ہے نہ وضوء۔

(سنن ترمذی ص ۲۴۰' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۳ھ)

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ نے لکھا ہے: امام بخاری کی ذکر کردہ تعلیق اس پر دلالت کرتی ہے کہ میت کو غسل دینے والے پر وضوء کرنا واجب نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۵۳)

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَلْمُسْلِمُ لَا يَنْجُسُ حَيًّا وَّلَا مَيِّتًا.

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: مسلمان نجس نہیں ہوتا خواہ زندہ ہو یا مردہ۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

عطاء بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اپنے مُردوں کو نجس نہ قرار دو' کیونکہ مؤمن نجس نہیں ہوتا خواہ وہ زندہ ہو یا مردہ۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۲۴۶' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۱۳۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

وَقَالَ سَعْدٌ لَوْ كَانَ نَجِسًا مَا مَسِسْتُهٗ.

اور حضرت سعد نے کہا: اگر مردہ نجس ہوتا تو میں اس کو نہ چھوتا۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

عائشہ بنت سعد بیان کرتی ہیں کہ حضرت سعد کو حضرت سعید بن زید کے جنازہ کی خبر دی گئی' اس وقت وہ بقیع میں تھے' پس حضرت سعد آئے اور انہوں نے حضرت سعید کو غسل دیا اور کفن پہنایا اور ان کو خوشبو لگائی' پھر ان کے گھر گئے اور ان پر نماز جنازہ پڑھی' پھر پانی منگا کر غسل کیا' پھر کہا: میں نے ان کو غسل دینے کی وجہ سے غسل نہیں کیا اور اگر وہ نجس ہوتے تو میں ان کو غسل نہ دیتا لیکن میں نے گرمی کی وجہ سے غسل کیا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۲۵۱' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۱۳۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْمُؤْمِنُ لَا يَنْجُسُ.

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مؤمن نجس نہیں ہوتا۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے ملے' اس وقت میں جُنبی تھا' آپ نے میرا ہاتھ پکڑا اور میں آپ کے ساتھ چلنے لگا' حتیٰ کہ آپ بیٹھ گئے' پس میں نکل گیا' پھر میں گھر گیا اور میں نے غسل کیا' پھر میں آیا تو آپ بیٹھے ہوئے تھے' آپ نے پوچھا: اے ابو ہریرہ! تم کہاں تھے؟ میں نے آپ کو بتایا' آپ نے فرمایا: سبحان اللہ! اے ابو ہریرہ! بے شک مؤمن نجس نہیں ہوتا۔ (صحیح البخاری: ۲۸۵' صحیح مسلم: ۳۷۱)

۱۲۵۳ - حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ' عَنْ اَيُّوْبَ السَّخْتِيَانِيِّ' عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ' عَنْ اُمِّ عَطِيَّةَ الْاَنْصَارِيَّةِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ دَخَلَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' حِيْنَ تُوُفِّيَتِ ابْنَتُهٗ' فَقَالَ اغْسِلْنَهَا ثَلَاثًا' اَوْ خَمْسًا' اَوْ اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ اِنْ رَاَيْتُنَّ ذٰلِكَ' بِمَاءٍ وَسِدْرٍ' وَاجْعَلْنَ فِي الْاٰخِرَةِ كَافُوْرًا' اَوْ شَيْئًا مِنْ كَافُوْرٍ' فَاِذَا فَرَغْتُنَّ فَاٰذِنَّنِيْ. فَلَمَّا فَرَغْنَا اٰذَنَّاهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از ایوب السختیانی از محمد بن سیرین از حضرت ام عطیہ الانصاریہ رضی اللہ عنہا' انہوں نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحب زادی فوت ہو گئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے' پس آپ نے فرمایا: اس کو تین دفعہ یا پانچ دفعہ یا اس سے زیادہ دفعہ غسل دو' اگر تم اس کو مناسب سمجھو پانی اور بیری کے پتوں سے اور اس کے آخر میں کافور یا کچھ کافور رکھ دینا' پس جب تم فارغ ہو جاؤ

فَاَعْطَانَا حِقْوَهُ، فَقَالَ اَشْعِرْنَهَا اِيَّاهُ. تَعْنِي اِزَارَهُ.

تو مجھے بتانا' پس جب ہم فارغ ہو گئیں تو ہم نے آپ کو بتایا' پس آپ نے ہم کو اپنا تہبند دیا اور فرمایا: اس تہبند کو اس کا ازار بنا دینا۔

(صحیح مسلم: ۹۳۹' الرقم المسلسل: ۲۱۳۳' سنن ابوداؤد: ۳۱۴۲' سنن نسائی: ۱۸۸۵۔ ۱۸۸۰' سنن ابن ماجہ: ۱۴۵۸' سنن ترمذی: ۹۹۰' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۲۴۳' المعجم الکبیر ج ۲۵ ص ۱۶۵' مسند الحمیدی: ۳۶۰' مسند احمد ج ۵ ص ۸۵ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۰۷۹۵۔ ج ۳۴ ص ۳۹۱' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) اسماعیل بن ابی اویس (۲) امام مالک بن انس (۳) ایوب السختیانی (۴) محمد بن سیرین (۵) حضرت ام عطیہ الانصاریہ' یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی کو غسل دینے کے موقع پر حاضر تھیں' میت کو غسل دینے کے متعلق ان سے اعلیٰ کسی کی حدیث نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۸ ص ۵۶)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحب زادی کا تذکرہ اور آثار صالحین سے تبرک کا حصول

اس حدیث میں مذکور ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحب زادی فوت ہو گئیں' ان کا نام حضرت زینب رضی اللہ عنہا تھا' یہ ابو العاص بن الربیع کی زوجہ تھیں' اور حضرت امامہ کی والدہ تھیں' جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں اٹھایا ہوا تھا' جب آپ سجدہ کرتے تو ان کو زمین پر رکھ دیتے اور جب کھڑے ہوتے تو ان کو اٹھا لیتے' حضرت زینب' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے بڑی صاحبزادی تھیں' ان کا نکاح ابو العاص بن الربیع سے ہوا' ان سے حضرت علی اور حضرت امامہ پیدا ہوئے' حضرت زینب ۸ ھ میں فوت ہوئیں' بعض اہل سیر نے لکھا ہے کہ یہ صاحب زادی حضرت ام کلثوم تھیں' جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی زوجہ تھیں' اور صحیح یہ ہے کہ یہ قصہ حضرت زینب کا ہے کیونکہ جب حضرت ام کلثوم فوت ہوئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بدر میں گئے ہوئے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس تہبند کو ان کا شعار بنا دینا' یعنی ان کے جسم کے ساتھ لپیٹ دینا تا کہ انہیں آپ کے آثار شریفہ کا تبرک حاصل ہو' آپ نے ان کو ابتداءً یہ تہبند نہیں دیا بلکہ آخر میں دیا تا کہ زیادہ دیر تک یہ آپ کے جسم مبارک کے ساتھ لگا رہے اور یہ حدیث آثار صالحین سے تبرک کے حصول کی اصل ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ میت کو بیری کے پتوں کے پانی سے غسل دینا چاہیے اور اس کے کفن میں کافور یا اور کسی قسم کی خوشبو لگانی چاہیے' اور طاق مرتبہ غسل دینا چاہیے۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۶۰' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

۹ - بَابُ مَا يُسْتَحَبُّ اَنْ يُغْسَلَ وِتْرًا

طاق مرتبہ غسل دینے کا استحباب

۱۲۵۴ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ، عَنْ اَيُّوْبَ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ اُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ دَخَلَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَنَحْنُ نَغْسِلُ ابْنَتَهُ، فَقَالَ اغْسِلْنَهَا ثَلَاثًا، اَوْ خَمْسًا، اَوْ اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ، بِمَاءٍ وَسِدْرٍ، وَاجْعَلْنَ فِي الْاٰخِرَةِ كَافُوْرًا، فَاِذَا فَرَغْتُنَّ فَاٰذِنَّنِيْ. فَلَمَّا فَرَغْنَا اٰذَنَّاهُ، فَاَلْقٰى اِلَيْنَا حِقْوَهُ، فَقَالَ اَشْعِرْنَهَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوہاب الثقفی نے حدیث بیان کی از ایوب از محمد از حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے' ہم اس وقت آپ کی صاحب زادی کو غسل دے رہی تھیں' آپ نے فرمایا: ان کو تین مرتبہ یا پانچ مرتبہ یا اس سے زیادہ مرتبہ پانی سے اور بیری کے پتوں سے غسل دو' اور اس کے آخر میں کافور رکھنا اور جب تم فارغ ہو جاؤ تو مجھے اطلاع

إِيَّاهُ. فَقَالَ أَيُّوبُ وَحَدَّثَتْنِي حَفْصَةُ بِمِثْلِ حَدِيثِ مُحَمَّدٍ، وَكَانَ فِي حَدِيثِ حَفْصَةَ اغْسِلْنَهَا وِتْرًا. وَكَانَ فِيهِ ثَلَاثًا أَوْ خَمْسًا أَوْ سَبْعًا. وَكَانَ فِيهِ أَنَّهُ قَالَ ابْدَأْنَ بِمَيَامِنِهَا، وَمَوَاضِعِ الْوُضُوءِ مِنْهَا. وَكَانَ فِيهِ أَنَّ أُمَّ عَطِيَّةَ قَالَتْ وَمَشَطْنَاهَا ثَلَاثَةَ قُرُونٍ.

دینا' پس جب ہم فارغ ہوگئیں تو ہم نے آپ کو اطلاع دی' آپ نے ہم کو اپنا تہبند دیا اور فرمایا: اس کو ان کے بدن سے ملا دینا' پس ایوب نے کہا: مجھے حفصہ نے محمد کی مثل حدیث بیان کی اور حفصہ کی حدیث میں مذکور تھا: ان کو طاق مرتبہ غسل دینا اور اس میں تین یا پانچ یا سات مرتبہ کا ذکر تھا' اور اس میں یہ ذکر تھا کہ ان کی دائیں جانب سے ابتداء کرنا اور وضوء کے اعضاء سے غسل شروع کرنا اور اس میں یہ ذکر تھا کہ حضرت ام عطیہ نے کہا: اور ہم نے ان کے بالوں کی تین چوٹیاں بنائیں۔

اس حدیث کی شرح' گزشتہ حدیث: ۱۲۵۳ میں گزر چکی ہے۔

۱۰ - بَابٌ يُبْدَأُ بِمَيَامِنِ الْمَيِّتِ

میت کی دائیں طرف سے غسل کی ابتداء کی جائے

۱۲۵۵ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ، عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيرِينَ، عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غُسْلِ ابْنَتِهِ ابْدَأْنَ بِمَيَامِنِهَا وَمَوَاضِعِ الْوُضُوءِ مِنْهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی از حفصہ بنت سیرین از حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی صاحب زادی کے غسل کے متعلق فرمایا: ان کی دائیں جانب سے اور وضوء کے اعضاء سے غسل کی ابتداء کرنا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۲۵۳ میں گزر چکی ہے۔

۱۱ - بَابُ مَوَاضِعِ الْوُضُوءِ مِنَ الْمَيِّتِ

میت کی وضوء کی جگہیں

۱۲۵۶ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسٰى قَالَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ، عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيرِينَ، عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ لَمَّا غَسَّلْنَا بِنْتَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَنَا، وَنَحْنُ نَغْسِلُهَا ابْدَأْنَ بِمَيَامِنِهَا وَمَوَاضِعِ الْوُضُوءِ مِنْهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وکیع نے حدیث بیان کی از سفیان از خالد الحذاء از حفصہ بنت سیرین از حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا: جب ہم نے نبی ﷺ کی صاحب زادی کو غسل دیا تو جس وقت ہم غسل دے رہی تھیں' آپ نے ہم سے فرمایا: ان کی دائیں جانب سے اور وضوء کے اعضاء سے غسل کی ابتداء کرنا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۲۵۳ میں گزر چکی ہے۔

۱۲ - بَابٌ هَلْ تُكَفَّنُ الْمَرْأَةُ فِي إِزَارِ الرَّجُلِ

کیا عورت کو مرد کے تہبند میں کفن دیا جا سکتا ہے

۱۲۵۷ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ حَمَّادٍ قَالَ اَخْبَرَنَا ابْنُ عَوْنٍ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ اُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ تُوُفِّيَتْ بِنْتُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَنَا اغْسِلْنَهَا ثَلَاثًا، اَوْ خَمْسًا، اَوْ اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ اِنْ رَاَيْتُنَّ، فَاِذَا فَرَغْتُنَّ فَاٰذِنَّنِيْ. فَلَمَّا فَرَغْنَا اٰذَنَّاهُ، فَنَزَعَ مِنْ حِقْوِهٖ اِزَارَهُ، فَاَعْطَانَا. وَقَالَ اَشْعِرْنَهَا اِيَّاهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالرحمٰن بن حماد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن عون نے خبردی از محمد از حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحب زادی فوت ہوگئیں' پس آپ نے ہم سے فرمایا: ان کو تین مرتبہ غسل دو یا پانچ مرتبہ یا اس سے زیادہ مرتبہ اگر تم مناسب سمجھو پھر جب تم فارغ ہو جاؤ تو مجھے مطلع کرنا' پھر جب ہم فارغ ہوگئیں تو ہم نے آپ کو مطلع کیا' آپ نے اپنا تہبند اتار کر ہمیں عطاء کیا اور فرمایا: اس کو ان کے جسم سے ملا دینا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورت کو مرد کے کپڑے میں کفن دینا جائز ہے' ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ عورت کو پانچ کپڑوں میں کفن دیا جائے: قمیص' تہبند' دوپٹہ' لفافہ اور وہ کپڑا جس کے ساتھ اس کے پستانوں کو باندھا جائے' پہلے قمیص پہنائی جائے' پھر اس کے سر پر دوپٹہ رکھا جائے' جو قمیص کے اوپر ہو اور تہبند اور لفافہ کے نیچے ہو' اور اس کپڑے کو سینہ کے پاس باندھا جائے۔

(عمدۃ القاری ج ۸ ص ۶۴)

باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۰۶۳۔ ج ۲ ص ۷۵۶ پر ذکر کی گئی ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۱۳ - بَابُ يُجْعَلُ الْكَافُوْرُ فِي اٰخِرِهٖ

کافور کو آخر میں رکھا جائے

۱۲۵۸ - حَدَّثَنَا حَامِدُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ اَيُّوْبَ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ اُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ تُوُفِّيَتْ اِحْدٰى بَنَاتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَخَرَجَ فَقَالَ اغْسِلْنَهَا ثَلَاثًا، اَوْ خَمْسًا، اَوْ اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ اِنْ رَاَيْتُنَّ، بِمَاءٍ وَسِدْرٍ، وَاجْعَلْنَ فِي الْاٰخِرَةِ كَافُوْرًا، اَوْ شَيْئًا مِّنْ كَافُوْرٍ، فَاِذَا فَرَغْتُنَّ فَاٰذِنَّنِيْ. قَالَتْ فَلَمَّا فَرَغْنَا اٰذَنَّاهُ، فَاَلْقٰى اِلَيْنَا حِقْوَهُ، فَقَالَ اَشْعِرْنَهَا اِيَّاهُ. وَعَنْ اَيُّوْبَ، عَنْ حَفْصَةَ، عَنْ اُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا بِنَحْوِهٖ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حامد بن عمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ایوب از محمد از حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک صاحب زادی فوت ہوگئیں' آپ گھر سے نکلے' پس فرمایا: ان کو تین مرتبہ غسل دو یا پانچ مرتبہ یا اس سے زیادہ مرتبہ اگر تم مناسب سمجھو پانی سے اور بیری کے پتوں سے غسل دو اور آخر میں کافور رکھو یا کچھ کافور' پس جب تم فارغ ہو جاؤ تو مجھے مطلع کرنا' حضرت ام عطیہ نے کہا: پس جب ہم فارغ ہوگئیں تو ہم نے آپ کو اطلاع دی' آپ نے اپنا تہبند ہم کو عطا کیا اور فرمایا: اس کو ان کے جسم سے ملا دینا۔ اور ایوب نے حدیث بیان کی از حفصہ از حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا اس کی مثل۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۲۵۳ میں گزر چکی ہے۔

۱۲۵۹ - وَقَالَتْ اِنَّهٗ قَالَ اغْسِلْنَهَا ثَلَاثًا، اَوْ خَمْسًا، اَوْ سَبْعًا، اَوْ اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ اِنْ رَاَيْتُنَّ. قَالَتْ حَفْصَةُ قَالَتْ اُمُّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا وَجَعَلْنَا

اور انہوں نے بیان کیا کہ آپ نے فرمایا: ان کو تین مرتبہ یا پانچ مرتبہ یا سات مرتبہ غسل دو یا اس سے زیادہ مرتبہ اگر تم مناسب سمجھو' حفصہ نے بیان کیا کہ حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اور ہم نے ان

رَاْسِهَا ثَلَاثَةَ قُرُوْنٍ.

کے سر میں تین چوٹیاں بنائیں۔

اس حدیث کی شرح ' صحیح البخاری: ۱۲۵۳ میں گزر چکی ہے۔

۱٤ - بَابُ نَقْضِ شَعَرِ الْمَرْاَةِ

عورت کے بالوں کو کھولنا

وَقَالَ ابْنُ سِيْرِيْنَ لَا بَاْسَ اَنْ يُّنْقَضَ شَعَرُ الْمَرْاَةِ.

اور ابن سیرین نے کہا: عورت کے بالوں کو کھولنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

اشعث بیان کرتے ہیں کہ ابن سیرین نے کہا: جب عورت کو غسل دیا جائے تو اس کے بالوں کی تین مینڈھیاں بنائی جائیں' پھر ان کو اس کے پیچھے ڈال دیا جائے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۱۰۲ ' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۹۹۲ ' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

۱۲٦۰ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ اَيُّوْبُ وَسَمِعْتُ حَفْصَةَ بِنْتَ سِيْرِيْنَ قَالَتْ حَدَّثَتْنَا اُمُّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّهُنَّ جَعَلْنَ رَاْسَ بِنْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةَ قُرُوْنٍ' نَقَضْنَهُ ثُمَّ غَسَلْنَهُ' ثُمَّ جَعَلْنَهُ ثَلَاثَةَ قُرُوْنٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ بن وہب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے خبر دی' ایوب نے کہا: اور میں نے حفصہ بنت سیرین سے سنا' انہوں نے کہا: ہمیں حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے حدیث بیان کی کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحب زادی کے سر میں تین مینڈھیاں بنائیں' ان کو کھول دیا' پھر ان کو دھویا' پھر ان کی تین مینڈھیاں بنادیں۔

اس حدیث کی شرح ' صحیح البخاری: ۱۲۵۳ میں گزر چکی ہے۔

۱۵ - بَابٌ كَيْفَ الْاِشْعَارُ لِلْمَيِّتِ

میت کے بدن کے ساتھ کپڑا کس طرح لپیٹا جائے

وَقَالَ الْحَسَنُ الْخِرْقَةُ الْخَامِسَةُ تَشُدُّ بِهَا الْفَخِذَيْنِ وَالْوَرِكَيْنِ' تَحْتَ الدِّرْعِ.

اور حسن بصری نے کہا: پانچویں کپڑے کے ساتھ میت کی رانیں اور اس کے کولہے قمیص کے نیچے باندھے جائیں۔

اس تعلیق کے موافق یہ حدیثیں ہیں:

ابن سیرین نے کہا: عورت کے پیٹ کے اوپر کپڑا رکھا جائے اور اس کے ساتھ اس کی رانوں کو باندھا جائے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۲۰۴ ' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۰۹۲ ' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

ابن سیرین نے کہا: پانچویں کپڑے میں قمیص کے نیچے اس کی رانوں کو لپیٹا جائے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۲۰۵ ' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۰۹۳ ' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

۱۲٦۱ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ اَنَّ اَيُّوْبَ اَخْبَرَهُ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ سِيْرِيْنَ يَقُوْلُ جَاءَتْ اُمُّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا' اِمْرَاَةٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ مِنَ اللَّاتِيْ بَايَعْنَ' قَدِمَتِ الْبَصْرَةَ' تُبَادِرُ اِبْنًا لَهَا فَلَمْ تُدْرِكْهُ' فَحَدَّثَتْنَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ بن وہب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے خبر دی کہ ان کو ایوب نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے ابن سیرین سے سنا کہ حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا انصار کی ان عورتوں میں سے تھیں جنہوں نے رسول اللہ

قَالَتْ دَخَلَ عَلَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ نَغْسِلُ ابْنَتَهُ فَقَالَ اغْسِلْنَهَا ثَلَاثًا، اَوْ خَمْسًا، اَوْ اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ اِنْ رَاَيْتُنَّ ذٰلِكَ، بِمَاءٍ وَسِدْرٍ، وَاجْعَلْنَ فِي الْاٰخِرَةِ كَافُوْرًا، فَاِذَا فَرَغْتُنَّ فَاٰذِنَّنِي. قَالَتْ فَلَمَّا فَرَغْنَا اَلْقٰى اِلَيْنَا حِقْوَهُ، فَقَالَ اَشْعِرْنَهَا اِيَّاهُ. وَلَمْ يَزِدْ عَلٰى ذٰلِكَ، وَلَا اَدْرِيْ اَيُّ بَنَاتِهِ. وَزَعَمَ اَنَّ الْاِشْعَارَ اَلْفِفْنَهَا فِيْهِ. وَكَذٰلِكَ كَانَ ابْنُ سِيْرِيْنَ يَاْمُرُ بِالْمَرْاَةِ اَنْ تُشْعَرَ وَلَا تُؤْزَرَ.

صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی' وہ اپنے بیٹے کو دیکھنے کے لیے سبقت کر کے بصرہ آئیں اور اس کو نہ دیکھ سکیں' انہوں نے ہمیں حدیث بیان کی کہ ہم آپ کی صاحب زادی کو غسل دے رہی تھیں' آپ نے فرمایا: ان کو تین مرتبہ غسل دو یا پانچ مرتبہ یا اس سے زیادہ مرتبہ اگر تم مناسب سمجھو' ان کو پانی اور بیری کے پتوں سے غسل دو اور اس کے آخر میں کافور رکھو' پس جب تم فارغ ہو جاؤ تو مجھے مطلع کرنا۔ حضرت ام عطیہ نے کہا: پس جب ہم فارغ ہو گئیں تو آپ نے ہمیں اپنا تہبند عطا کیا' پس فرمایا: اس کو ان کے بدن کے ساتھ ملا دو' اور اس پر اضافہ نہ کیا جائے اور مجھے نہیں معلوم وہ آپ کی کون سی صاحب زادی تھیں' اور ان کا زعم تھا کہ تہبند کو لپیٹا جائے اور اسی طرح ابن سیرین عورت کے بارے میں حکم دیتے تھے کہ اس کے بدن پر کپڑا لپیٹ دیا جائے اور اس کو تہبند نہ پہنایا جائے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۲۵۳ میں گزر چکی ہے۔

١٦ - بَابٌ هَلْ يُجْعَلُ شَعَرُ الْمَرْاَةِ ثَلَاثَةَ قُرُوْنٍ

کیا عورت کے بالوں کی تین مینڈھیاں بنائی جائیں

١٢٦٢ - حَدَّثَنَا قَبِيْصَةُ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ اُمِّ الْهُذَيْلِ، عَنْ اُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ ضَفَرْنَا شَعَرَ بِنْتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، تَعْنِيْ ثَلَاثَةَ قُرُوْنٍ. وَقَالَ وَكِيْعٌ قَالَ سُفْيَانُ نَاصِيَتَهَا وَقَرْنَيْهَا.

قبیصہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ہشام از ام الہذیل از حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا انہوں نے کہا: ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحب زادی کی تین مینڈھیاں بنائیں اور وکیع نے کہا کہ سفیان نے کہا کہ اس کی پیشانی اور کنپٹیوں کے بالوں کی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۲۵۳ میں گزر چکی ہے۔

١٧ - بَابٌ يُلْقٰى شَعَرُ الْمَرْاَةِ خَلْفَهَا

عورت کے بالوں کو پیچھے ڈال دیا جائے

١٢٦٣ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ حَسَّانَ قَالَ حَدَّثَتْنَا حَفْصَةُ، عَنْ اُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ تُوُفِّيَتْ اِحْدٰى بَنَاتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاَتَانَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ اغْسِلْنَهَا بِالسِّدْرِ وِتْرًا، ثَلَاثًا اَوْ خَمْسًا، اَوْ اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ اِنْ رَاَيْتُنَّ ذٰلِكَ، وَاجْعَلْنَ فِي الْاٰخِرَةِ كَافُوْرًا، اَوْ شَيْئًا مِّنْ كَافُوْرٍ، فَاِذَا فَرَغْتُنَّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی از ہشام بن حسان' انہوں نے کہا: ہمیں حفصہ نے حدیث بیان کی از حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحب زادیوں میں سے ایک فوت ہو گئیں' پس ہمارے پاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم آئے' پس فرمایا: اس کو بیری کے پتوں سے تین مرتبہ یا پانچ مرتبہ یا اس سے زیادہ مرتبہ غسل دو' اگر تم اس کو مناسب سمجھو' اور اس کے آخر

فَاٰذِنَّنِيْ. فَلَمَّا فَرَغْنَا اٰذَنَّاهُ، فَاَلْقٰى اِلَيْنَا حِقْوَهُ، فَضَفَرْنَا شَعَرَهَا ثَلَاثَةَ قُرُوْنٍ، وَاَلْقَيْنَاهَا خَلْفَهَا.

میں کافور رکھنا یا کچھ کافور' پھر جب تم فارغ ہو جاؤ تو مجھے مطلع کرنا' پس جب ہم فارغ ہو گئیں تو ہم نے آپ کو مطلع کیا' آپ نے ہم کو اپنا تہبند عطا کیا' پس ہم نے ان کے بالوں کی تین مینڈھیاں بنائیں اور ان کو ان کے پیچھے ڈال دیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٢٥٣ میں گزر چکی ہے۔

١٨ - بَابُ الثِّيَابِ الْبِيْضِ لِلْكَفَنِ

کفن کے لیے سفید کپڑا

١٢٦٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُفِّنَ فِيْ ثَلَاثَةِ اَثْوَابٍ يَمَانِيَةٍ بِيْضٍ سُحُوْلِيَّةٍ مِّنْ كُرْسُفٍ، لَيْسَ فِيْهِنَّ قَمِيْصٌ وَّلَا عِمَامَةٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن مقاتل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن عروہ نے خبر دی از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تین سفید سوتی کپڑوں میں کفن دیا گیا جو یمنی سحولی روئی سے بُنے ہوئے تھے' ان میں قمیص تھی نہ عمامہ تھا۔

[اطراف الحدیث: ١٢٧١۔ ١٢٧٢۔ ١٢٧٣۔ ١٣٨٧]

(صحیح مسلم: ٩٤١' الرقم المسلسل: ٢١٤٣' المستدرک ج ٣ ص ٦٥' سنن بیہقی ج ٣ ص ٤٠٠' مصنف ابن ابی شیبہ ج ٣ ص ٥٨' السنن الکبریٰ: ٢٠٢٦' صحیح ابن حبان: ٣٠٣٧' المعجم الاوسط: ٨٣٦٩' دلائل النبوۃ ج ٧ ص ٢٤٦' شرح السنۃ: ١٤٧٦' مسند احمد ج ٦ ص ٤٠ طبع قدیم' مسند احمد: ٢٤١١٩۔ ج ٤٠ ص ١٣٦' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(١) محمد بن مقاتل ابو الحسن' مجاور مکہ' یہ ٢٢٦ھ میں فوت ہو گئے تھے (٢) عبد اللہ بن المبارک (٣) ہشام بن عروہ (٤) عروہ بن الزبیر بن العوام (٥) حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا۔ (عمدۃ القاری ج ٨ ص ٧٠)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کفن کے متعلق دیگر احادیث

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تین سفید یمنی کپڑوں میں کفن دیا گیا' ان میں قمیص تھی نہ عمامہ تھا۔

(صحیح البخاری: ١٢٦٤' صحیح مسلم: ٩٤١' سنن ترمذی: ٩٩٦' سنن ابن ماجہ: ١٤٦٩' سنن نسائی: ١٨٩٨)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تین نجرانی کپڑوں میں کفن دیا گیا' دو کپڑے حلہ تھا اور ایک وہ قمیص تھی جس میں آپ فوت ہوئے تھے۔ (سنن ابوداؤد: ٣١٥٣' سنن ابن ماجہ: ١٤٧١)

حدیث مذکور کے مسائل اور کفن میں عمامہ کے متعلق مختلف روایات

اس حدیث سے ہمارے اصحاب نے یہ استدلال کیا ہے کہ مرد کے حق میں کفن میں سنت یہ ہے کہ تین کپڑوں میں کفن دیا جائے: ازار' قمیص اور لفافہ' امام شافعی نے کہا ہے کہ میت کو تین لفافوں سے کفن دیا جائے' امام احمد کا بھی یہی مسلک ہے' ہمارے اصحاب کا استدلال اس حدیث سے ہے:

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تین کپڑوں میں کفن دیا گیا: قمیص' ازار اور لفافہ۔

(الکامل لابن عدی ج ۷ ص ۲۵۱۱ 'المکتبۃ الاثریہ پاکستان)

اس حدیث میں عمامہ کا ذکر نہیں ہے المبسوط میں مذکور ہے کہ ہمارے بعض مشائخ نے عمامہ کو مکروہ کہا ہے کیونکہ پھر کفن کے کپڑے جفت ہو جائیں گے اور بعض مشائخ نے عمامہ کو مستحسن کہا ہے کیونکہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنے بیٹے واقد کو پانچ کپڑوں میں کفن دیا: قمیص' عمامہ اور تین لفافے اور عمامہ کا شملہ ان کی ٹھوڑی کے نیچے رکھا' اس حدیث کو سعید بن منصور نے روایت کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۷۲ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ عینی کی ذکر کردہ حدیث یہ ہے:

نافع بیان کرتے ہیں کہ واقد بن عبداللہ فوت ہو گئے تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ان کو پانچ کپڑوں میں کفن دیا: قمیص' تین لفافے اور عمامہ۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۱۶۹ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۰۵۹ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت)

جابر بن زید نے کہا ہے کہ میت کو عمامہ نہ پہنایا جائے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۱۷۷ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۰۶۷ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۰۷۴۔ ج ۲ ص ۷۵۹۔ ۷۵۸ پر بیان کی گئی ہے' اس کی شرح کے یہ عنوان ہیں:
① تکفین میں مذاہب ② احناف کے دلائل ③ عورت کا کفن۔

۱۹ - بَابُ الْكَفَنِ فِي ثَوْبَيْنِ

دو کپڑوں میں کفن

١٢٦٥ - حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ قَالَ بَيْنَمَا رَجُلٌ وَاقِفٌ بِعَرَفَةَ إِذْ وَقَعَ عَنْ رَاحِلَتِهِ فَوَقَصَتْهُ أَوْ قَالَ فَأَوْقَصَتْهُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اغْسِلُوهُ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ وَكَفِّنُوهُ فِي ثَوْبَيْنِ، وَلَا تُحَنِّطُوهُ، وَلَا تُخَمِّرُوا رَأْسَهُ، فَإِنَّهُ يُبْعَثُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُلَبِّيًا. [اطراف الحدیث: ۱۲۶۶۔ ۱۲۶۷۔ ۱۲۶۸۔ ۱۸۳۹۔ ۱۸۴۹۔ ۱۸۵۰۔ ۱۸۵۱]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالنعمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از ایوب از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص میدانِ عرفہ میں کھڑا ہوا تھا' اچانک وہ اپنی اونٹنی سے گر گیا' پس اونٹنی نے اس کو ہلاک کر دیا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو پانی اور بیری کے پتوں سے غسل دو اور اس کو دو کپڑوں میں کفن دو اور اس کو خوشبو نہ لگاؤ اور نہ اس کا سر ڈھانپو کیونکہ یہ قیامت کے دن تلبیہ پڑھتا ہوا اٹھایا جائے گا۔

(صحیح مسلم: ۱۲۰۶' الرقم المسلسل: ۲۸۴۴' سنن ترمذی: ۹۵۱' سنن نسائی: ۲۷۱۴' سنن ابوداؤد: ۳۲۳۸' سنن ابن ماجہ: ۳۰۸۴' مسند الحمیدی: ۴۶۶' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۴ ص ۲۰۶' المنتقی: ۵۰۶' شرح مشکل الآثار: ۲۵۶' المعجم الکبیر: ۱۲۵۲۳' سنن دارقطنی ج ۲ ص ۲۹۶' سنن بیہقی ج ۳ ص ۳۹۰' مسند احمد ج ۱ ص ۲۲۱ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۹۱۴۔ ج ۳ ص ۳۹۵' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' مسند الطحاوی: ۳۳۵۷)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابوالنعمان محمد بن الفضل السدوسی (۲) حماد بن زید (۳) ایوب السختیانی (۴) سعید بن جبیر (۵) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۷۳)

محرم کو کفن پہنانے کے متعلق مذاہب ائمہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

امام مالک اور امام ابوحنیفہ نے یہ کہا ہے کہ کسی شخص کو تین کپڑوں سے کم میں کفن پہنانا ہمارے نزدیک پسندیدہ نہیں ہے اور اگر کسی شخص کو دو کپڑوں میں کفن دیا گیا تو وہ اس حدیث کے ظاہر کے اعتبار سے مستحب ہے۔

فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ محرم کو کس طرح کفن پہنایا جائے' امام شافعی اور امام احمد بن حنبل نے یہ کہا ہے کہ محرم کو کفن پہنایا جائے اور اس کے سر کو نہ ڈھانپا جائے اور نہ اس کو خوشبو لگائی جائے کیونکہ اس کے احرام کا حکم باقی ہے' حضرت علی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم کا یہی قول ہے جو کہ ظاہر حدیث کے مطابق ہے اور امام مالک اور امام ابوحنیفہ نے یہ کہا ہے کہ محرم کو اسی طرح کفن پہنایا جائے گا جس طرح عام مسلمان کو کفن پہنایا جاتا ہے اور حضرت عثمان' حضرت عائشہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم کا یہی قول ہے۔

علامہ ابن القصار نے کہا ہے کہ اس قول کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب انسان مر جاتا ہے تو اس کا عمل منقطع ہو جاتا ہے' ماسوا تین کے: صدقہ جاریہ' وہ علم جس سے نفع حاصل کیا جائے اور وہ نیک بیٹا جو اس کے لیے دعا کرے۔

(صحیح مسلم: ۱۶۳۱' سنن ابوداؤد: ۲۸۸۰' سنن نسائی: ۳۶۵۱' سنن ترمذی: ۱۳۷۶' مسند احمد ج ۲ ص ۳۷۲)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ موت سے عبادت منقطع ہو جاتی ہے' لہٰذا احرام کی عبادت بھی منقطع ہو گئی اور سر کو نہ ڈھانپنا اور خوشبو نہ لگانا احرام کی عبادت سے متعلق ہیں اور موت سے اس کا احرام منقطع ہو چکا ہے۔

حضرت عمر کے بیٹے کو جب موت آئی تو وہ محرم تھے اور حضرت ابن عمر نے ان کا سر ڈھانپا تھا اور حضرت ابن عمر نے کہا: اگر ہم محرم نہ ہوتے تو اس کو خوشبو بھی لگاتے' اس سے معلوم ہوا کہ یہ حدیث خاص اس محرم کے متعلق ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ قیامت کے دن تلبیہ پڑھتا ہوا اٹھایا جائے گا' جیسا کہ آپ نے شہداء کے متعلق فرمایا ہے: بے شک شہید قیامت کے دن اس حال میں اٹھایا جائے گا کہ اس کے خون کا رنگ خون کی طرح ہوگا اور اس کی خوشبو مشک کی طرح ہوگی (سنن ترمذی: ۱۶۵۶) پس ہر وہ شخص جو شہید ہے وہ اسی بشارت کا مستحق ہے' پھر حضرت جعفر کو اس عموم سے خاص کر لیا گیا' آپ نے فرمایا: اس کے دو پر ہیں جن کے ساتھ وہ جنت میں اڑ رہا ہے۔ (المستدرک ج ۳ ص ۲۰۹) آپ نے کسی اور شہید کے متعلق اس طرح نہیں فرمایا' جس شہید کے دونوں ہاتھ کاٹ دیئے گئے ہوں' پس اسی طرح اس محرم کو بھی عام فوت ہونے والے مسلمانوں کے حکم سے خاص کر لیا گیا۔

اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ اس محرم کی اس وجہ سے خصوصیت ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا حج قبول فرما لیا ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اور کوئی شخص نہیں جان سکتا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا حج قبول فرما لیا ہے یا نہیں' اسی وجہ سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے کو الجحفہ میں غسل دیا اور ان کے سر اور چہرے کو ڈھانپا کیونکہ وہ نہیں جانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کا حج قبول کیا ہے یا نہیں' حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص بھی اللہ کی راہ میں زخمی ہوتا ہے اور اللہ خوب جانتا ہے کہ کون اس کی راہ میں زخمی ہوتا ہے' مگر وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کے زخم سے خون بہہ رہا ہوگا' اس کا رنگ خون کا رنگ ہوگا اور اس کی خوشبو مشک کی خوشبو ہوگی۔ (صحیح مسلم: ۱۸۷۶' فضل الجہاد والخروج فی سبیل اللہ: ۱۰۵)

اسی طرح اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ کس کا حج خاص اللہ کے لیے ہے' سو اسی کا حج قبول ہوگا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو سر کھلا رکھنے اور خوشبو نہ لگانے کا حکم دیا تھا' وہ بھی اسی محرم کے لیے تھا۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۲۶۳۔ ۲۶۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

* حدیث مذکور' شرح صحیح مسلم: ۲۷۸۷۔ ج ۳ ص ۳۶۷ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے حسب ذیل عنوانات ہیں:

① محرم کی تکفین میں مذاہب اور مؤقف احناف کی وضاحت ② امام شافعی اور امام احمد کی پیش کردہ حدیث کا جواب ③ تکفین میں محرم کا سر ڈھانپنے کی بحث ④ مردہ محرم کا سر ڈھانپنے میں امام شافعی اور امام احمد کا نظریہ ⑤ علامہ نووی کے اعتراض کا جواب ⑥ محرم کی وفات کے بعد بھی اجر کی توقع۔

٢٠ - بَابُ الْحَنُوْطِ لِلْمَيِّتِ
میت کو خوشبو لگانا

١٢٦٦ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ أَيُّوْبَ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ بَيْنَمَا رَجُلٌ وَاقِفٌ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَرَفَةَ إِذْ وَقَعَ مِنْ رَاحِلَتِهِ فَأَقْصَعَتْهُ، أَوْ قَالَ فَأَقْعَصَتْهُ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِغْسِلُوْهُ بِمَاءٍ وَّسِدْرٍ، وَكَفِّنُوْهُ فِيْ ثَوْبَيْنِ، وَلَا تُحَنِّطُوْهُ وَلَا تُخَمِّرُوْا رَأْسَهُ، فَإِنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُلَبِّيًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از ایوب از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ میدان عرفہ میں کھڑا ہوا تھا اچانک وہ اپنی سواری سے گرا جس نے اس کو ہلاک کر دیا پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو پانی سے اور بیری کے پتوں سے غسل دو اور اس کو دو کپڑوں میں کفن دو اور اس کو خوشبو نہ لگاؤ اور نہ اس کا سر ڈھانپو کیونکہ اللہ اس کو قیامت کے دن اس حال میں اٹھائے گا کہ وہ تلبیہ پڑھ رہا ہو گا۔

اس حدیث کی شرح گزشتہ حدیث: ١٢٦٥ میں گزر چکی ہے۔

٢١ - بَابٌ كَيْفَ يُكَفَّنُ الْمُحْرِمُ
محرم کو کیسے کفن دیا جائے

١٢٦٧ - حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا أَبُوْ عَوَانَةَ، عَنْ أَبِيْ بِشْرٍ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ رَجُلًا وَقَصَهُ بَعِيْرُهُ، وَنَحْنُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهُوَ مُحْرِمٌ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِغْسِلُوْهُ بِمَاءٍ وَّسِدْرٍ، وَكَفِّنُوْهُ فِيْ ثَوْبَيْنِ وَلَا تَمَسُّوْهُ طِيْبًا وَلَا تُخَمِّرُوْا رَأْسَهُ، فَإِنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُلَبِّيًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالنعمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے خبر دی از ابی بشر از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ ایک شخص کو اس کے اونٹ نے گرا دیا اور ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور وہ شخص محرم تھا پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو پانی اور بیری کے پتوں سے غسل دو اور اس کو دو کپڑوں میں کفن پہناؤ اور اس کو خوشبو نہ لگانا اور نہ اس کا سر ڈھانپنا کیونکہ اللہ اس کو قیامت کے دن تلبیہ پڑھتے ہوئے اٹھائے گا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ١٢٦٥ میں گزر چکی ہے۔

١٢٦٨ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ عَمْرٍو، وَأَيُّوْبَ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كَانَ رَجُلٌ وَاقِفٌ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَرَفَةَ، فَوَقَعَ عَنْ رَاحِلَتِهِ، قَالَ أَيُّوْبُ فَوَقَصَتْهُ، وَقَالَ عَمْرٌو فَأَقْصَعَتْهُ فَمَاتَ فَقَالَ اِغْسِلُوْهُ بِمَاءٍ وَّسِدْرٍ، وَكَفِّنُوْهُ فِيْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از عمرو و ایوب از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا کہ ایک شخص میدان عرفہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھڑا ہوا تھا وہ اپنی سواری سے گر پڑا ایوب نے کہا: ''فوقصتہ'' اور عمرو نے کہا: ''فاقصعتہ'' (پس اس کو سواری نے گرا دیا) پس وہ فوت ہو

ثَوْبَيْنِ، وَلَا تُحَنِّطُوْهُ، وَلَا تُخَمِّرُوْا رَاْسَهٗ، فَاِنَّهٗ يُبْعَثُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، قَالَ اَيُّوْبُ يُلَبِّيْ، وَقَالَ عَمْرٌو مُلَبِّيًا.

گیا' پس آپ نے فرمایا: اس کو پانی اور بیری کے پتوں سے غسل دو' اور اس کو دو کپڑوں میں کفن دو اور اس کو خوشبو نہ لگانا' اور نہ اس کا سر ڈھانپنا کیونکہ اس کو قیامت کے دن اٹھایا جائے گا' ایوب نے کہا: اس حال میں کہ وہ تلبیہ پڑھ رہا ہو گا' عمرو نے کہا: وہ تلبیہ پڑھنے والا ہو گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۲۶۵ میں گزر چکی ہے۔

۲۲ - بَابُ الْكَفَنِ فِي الْقَمِيْصِ الَّذِيْ يُكَفُّ، اَوْ لَا يُكَفُّ، وَمَنْ كُفِّنَ بِغَيْرِ قَمِيْصٍ

اس قمیص میں کفن دینا جس کا حاشیہ سلا ہوا ہو یا بے سلا اور بغیر قمیص کے کفن دینا

۱۲۶۹ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِيْ نَافِعٌ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ اُبَيٍّ لَمَّا تُوُفِّيَ، جَاءَ ابْنُهٗ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اَعْطِنِيْ قَمِيْصَكَ اُكَفِّنْهُ فِيْهِ، وَصَلِّ عَلَيْهِ، وَاسْتَغْفِرْ لَهٗ. فَاَعْطَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَمِيْصَهٗ، فَقَالَ اٰذِنِّيْ اُصَلِّيْ عَلَيْهِ. فَاٰذَنَهٗ فَلَمَّا اَرَادَ اَنْ يُصَلِّيَ عَلَيْهِ جَذَبَهٗ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، فَقَالَ اَلَيْسَ اللّٰهُ نَهَاكَ اَنْ تُصَلِّيَ عَلَى الْمُنَافِقِيْنَ؟ فَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَا بَيْنَ خِيَرَتَيْنِ، قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ﴾ (التوبہ: ۸۰) فَصَلّٰى عَلَيْهِ فَنَزَلَتْ ﴿وَلَا تُصَلِّ عَلٰى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا﴾ (التوبہ: ۸۴).

[اطراف الحدیث: ۴۶۷۰-۴۶۷۲-۵۷۹۶]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از عبید اللہ' انہوں نے کہا: مجھے نافع نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہ عبد اللہ بن ابی جب مر گیا تو اس کا بیٹا رضی اللہ عنہ' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا' پس اس نے کہا: یا رسول اللہ! آپ اپنی قمیص مجھے عطا کریں' میں اس کو کفن پہناؤں گا اور اس کی نماز جنازہ پڑھیں اور اس کے لیے استغفار کریں' پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنی قمیص عطا فرمائی اور فرمایا: مجھے مطلع کرنا میں اس کی نماز پڑھاؤں گا' پس انہوں نے آپ کو مطلع کیا' پس جب آپ نے اس کی نماز پڑھانے کا ارادہ کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کا کپڑا پکڑ کر کھینچا' پس کہا: کیا اللہ نے آپ کو منافقین کی نماز پڑھانے سے منع نہیں فرمایا؟ آپ نے فرمایا: مجھے اللہ نے دو چیزوں کا اختیار دیا ہے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: آپ ان کے لیے استغفار کریں یا ان کے لیے استغفار نہ کریں اگر آپ ان کے لیے ستر مرتبہ (بھی) استغفار کریں تو اللہ ان کی مغفرت نہیں فرمائے گا۔ (التوبہ: ۸۰) آپ نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی تو پھر یہ آیت نازل ہوئی: اور ان میں سے جو کوئی مر جائے تو آپ اس کی کبھی بھی نماز جنازہ نہ پڑھیں۔ (التوبہ: ۸۴)

(صحیح مسلم: ۶۸۹۶-۲۷۷۴' سنن ترمذی: ۳۰۹۸' سنن نسائی: ۱۹۰۰' السنن الکبریٰ: ۱۱۲۲۴' سنن ابن ماجہ: ۱۵۲۳' صحیح ابن حبان: ۳۱۷۵' سنن بیہقی ج ۸ ص ۱۹۹' مسند احمد ج ۲ ص ۱۸ طبع قدیم' مسند احمد: ۴۶۸۰-ج ۸ ص ۳۰۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ۳۵۲۰' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ' مسند الطحاوی: ۳۰۴۴)

قمیص کو کفن بنانے پر علامہ ابن بطال کا امام ابوحنیفہ پر اعتراض

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ قمیص میں کفن دینا جائز ہے امام مالک کے اصحاب نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عبداللہ بن ابی کے لیے اپنی قمیص اس لیے عطا فرمائی تھی کہ عبداللہ بن ابی نے غزوۂ بدر کے دن آپ کے ساتھ ایک نیکی کی تھی اور وہ یہ تھی کہ آپ کے چچا عباس اس وقت قیدیوں میں تھے اور ان کے بدن پر کوئی کپڑا نہیں تھا' پس نبی ﷺ نے ان کے لیے قمیص تلاش کی' ان کا قد لمبا تھا اور کسی کی قمیص ان کو پوری نہیں آ رہی تھی' عبداللہ بن ابی کی قمیص ان کو پوری تھی' اس نے اپنی قمیص ان کے لیے دے دی' پس رسول اللہ ﷺ نے اس کا بدلہ اتارنے کے لیے اپنی قمیص اس کے لیے عطا فرما دی۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۲۶۵۔ ۲۶۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

مصنف کی طرف سے امام ابوحنیفہ پر علامہ ابن بطال کے اعتراض کا جواب

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن بطال نے یہ غلط لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ قمیص میں کفن دینا چاہیے بلکہ امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کا استدلال ان حدیثوں سے ہے:

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو تین کپڑوں میں کفن دیا گیا: قمیص' ازار اور لفافہ۔
(الکامل لابن عدی ج ۷ ص ۲۵۱۱' المکتبۃ الاثریہ' پاکستان)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو تین نجرانی کپڑوں میں کفن دیا گیا' دو کپڑے حلہ تھے اور ایک وہ قمیص تھی جس میں آپ فوت ہوئے تھے۔ (سنن ابوداؤد: ۳۱۵۳' سنن ابن ماجہ: ۱۴۷۱)

کافر کو غسل دینے' کفن پہنانے اور دفن کرنے کے متعلق مذاہب ائمہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

قرآن مجید میں مردہ کافر کی نماز جنازہ پڑھنے سے منع فرمایا ہے تو آیا مردہ کافر کو غسل دینا' کفن پہنانا اور اس کو دفن کرنا جائز ہے یا نہیں! علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ جس شخص کا کافر باپ مر گیا' اس کا مسلمان بیٹا اس کو غسل نہ دے اور نہ اس کی قبر میں داخل ہو' ہاں! اگر اس کو اس کے ضائع ہونے کا خطرہ ہو تو اس کو کسی گڑھے میں چھپا دے۔ امام مالک نے اس کی المدونہ میں تصریح کی ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور آپ کو یہ خبر دی کہ ان کے والد فوت ہو گئے' تو آپ نے فرمایا: جاؤ ان کو زمین میں چھپا دو اور ان کو اسے غسل دینے کا حکم نہیں دیا۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ نے انہیں اسے غسل دینے کا حکم دیا لیکن اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔

امام طبری نے کہا ہے کہ اپنے کافر باپ کی قبر کو درست کرانے کے لیے اس کی قبر پر کھڑا ہونا جائز ہے اور اس کو دفن کرنے کے لیے اس کے متعلق حدیث صحیح ہے اور اہل علم نے اس پر عمل کیا ہے۔

صاحب الہدایہ نے کہا ہے کہ اگر کافر مر جائے اور اس کا بیٹا مسلمان ہو تو وہ اس کو غسل دے اور کفن پہنائے اور اس کو دفن کرے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ان کے والد ابوطالب کے متعلق اسی کا حکم دیا گیا تھا۔

امام محمد بن سعد نے الطبقات میں یہ حدیث اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: جب میں نے رسول اللہ ﷺ کو ابوطالب کی وفات کی خبر دی تو آپ روئے' پھر مجھ سے فرمایا: ان کو غسل دو' کفن پہناؤ اور ان کو زمین میں چھپا دو'

سو میں نے ایسا کیا' پھر میں آپ کے پاس آیا تو آپ نے مجھ سے فرمایا: جاؤ! جا کر غسل کرو۔ (سنن نسائی: ۱۹۰)

امام محمد بن سعد نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کئی دن تک ابو طالب کے لیے مغفرت طلب کرتے رہے اور اپنے گھر سے نہیں نکلے حتیٰ کہ جبریل علیہ السلام یہ آیت لے کر نازل ہوئے:

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ اٰمَنُوٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ. (التوبہ: ۱۱۳)

نبی اور مومنین کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ مشرکین کے لیے مغفرت طلب کریں۔

(الطبقات الکبریٰ ج ۱ ص ۹۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

صاحب ہدایہ نے کہا ہے: لیکن کافر کو اس طرح غسل دے جس طرح نجس کپڑے کو دھویا جاتا ہے اور اس کو ایک کپڑے میں لپیٹ دے اور اس کے کفن پہنانے کے عذر میں سنت کی رعایت نہ کرے اور نہ اس کو خوشبو لگائے' امام شافعی کا بھی یہی قول ہے اور امام مالک اور امام احمد نے کہا ہے کہ کافر کے ولی (وارث) کے لیے اس کو غسل دینا اور اس کو کفن پہنانا جائز نہیں ہے' لیکن امام مالک نے کہا ہے کہ اس کو زمین میں چھپا دے۔

اس حدیث میں حضرت عمر کی فضیلت ہے کہ ان کی رائے کے موافق قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوگئی' جس میں منافقین کی نماز جنازہ پڑھنے سے منع فرمایا ہے' لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی اعتراض نہیں ہے کیونکہ جس وقت آپ نے عبد اللہ بن ابی کی نماز جنازہ پڑھی تھی' اس وقت یہ آیت نازل نہیں ہوئی تھی۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۸۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۶۸۹۹۔ ج ۷ ص ۵۷۳ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

(۱) عبد اللہ بن ابی کی مختصر سوانح (۲) ابن ابی کو قمیص مبارک عطا فرمانے کے متعلق دو متعارض حدیثوں میں تطبیق (۳) ابن ابی کو کفن کے لیے قمیص عطا فرمانے اور اس کی نماز جنازہ پڑھنے کی وجہ سے ایک ہزار منافقوں کا اسلام قبول کرنا (۴) ابن ابی کی نماز جنازہ پڑھانے کے متعلق احادیث (۵) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن ابی کے نفاق کے باوجود اس کی نماز جنازہ کیوں پڑھائی تھی؟ (۶) مشرکین کے لیے استغفار کی ممانعت کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نماز جنازہ کیوں پڑھائی تھی؟ (۷) "استغفر لهم او لا تستغفر لهم" سے استغفار کا اختیار مراد لینے پر بعض علماء کا اضطراب (۸) ابن ابی کی نماز جنازہ پڑھانے کے متعلق امام رازی کا تسامح (۹) کیا ابن ابی کے حق میں مغفرت کی دعا کا قبول نہ ہونا آپ کی محبوبیت کے منافی ہے۔

* یہ بحث' شرح صحیح مسلم میں ج ۷ ص ۵۸۰ سے ۵۹۱ تک پھیلی ہوئی ہے۔

ہم نے اپنی تفسیر' تبیان القرآن میں بھی "اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ" (التوبہ: ۸۰) کی تفسیر میں اس مسئلہ پر بحث کی ہے' اس کے عنوان حسب ذیل ہیں:

(۱) عبد اللہ بن ابی کی نماز جنازہ پڑھنے کا شان نزول (۲) عبد اللہ بن ابی کے لیے قمیص عطاء فرمانے کی وجوہ (۳) اللہ تعالیٰ کے منع کرنے کے باوجود عبد اللہ بن ابی کے لیے استغفار کی توجیہات (۴) ابن ابی کی نماز جنازہ پڑھنے کے متعلق امام رازی کا تسامح۔

چونکہ شرح صحیح مسلم اور تبیان القرآن میں اس بحث کے تمام پہلو آ گئے ہیں' اس لیے ہم نے یہاں نعمۃ الباری میں اس کی زیادہ تفصیل نہیں کی' جو قارئین اس بحث کو زیادہ تفصیل سے پڑھنا چاہیں' وہ شرح صحیح مسلم اور تبیان القرآن کا مطالعہ کریں۔

۱۲۷۰ - حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ' عَنْ عَمْرٍو سَمِعَ جَابِرًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مالک بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن عیینہ نے حدیث بیان کی

قَالَ اَتَى النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ اُبَیٍّ بَعْدَ مَا دُفِنَ، فَاَخْرَجَهُ، فَنَفَثَ فِيْهِ مِنْ رِيْقِهِ، وَاَلْبَسَهُ قَمِيْصَهُ. [اطراف الحدیث: ۱۳۵۰-۳۰۰۸-۵۷۹۵]

از عمرو انہوں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے سنا انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عبد اللہ بن ابی کے دفن ہونے کے بعد اس کے پاس گئے آپ نے اس کو قبر سے نکالا پھر اس میں اپنا لعاب ڈالا اور اس کو اپنی قمیص پہنائی۔

(صحیح مسلم: ۲۷۷۳' الرقم المسلسل: ۶۸۹۲' سنن نسائی: ۲۰۱۹-۱۹۰۱' جامع المسانید لابن جوزی: ۹۳۸' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ' مسند الطحاوی: ۱۰۸۲)

حضرت جابر کی اس روایت کا حضرت ابن عمر کی روایت سے تعارض کا جواب اور عبد اللہ بن ابی کے لیے قمیص عطا فرمانے کی وجوہ

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری کی یہ روایت: ۱۲۷۰' اس سے پہلی روایت: ۱۲۶۹ کے معارض ہے' روایت: ۱۲۶۹ میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد اللہ بن ابی کے بیٹے کو قمیص عطا کی اور اس روایت میں مذکور ہے کہ عبد اللہ بن ابی کو دفن کر دیا گیا تھا' پھر آپ نے اس کو قبر سے نکالا اور اس کو قمیص پہنائی' پہلی روایت حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اور دوسری روایت حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' ان دو روایتوں میں تطبیق اس طرح کی گئی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد اللہ بن ابی کے بیٹے کو قمیص عطا کر دی تھی' پھر اس کے گھر والوں نے سوچا کہ آپ کو آنے میں مشقت ہوگی' اس لیے آپ کے پہنچنے سے پہلے ہی عبد اللہ بن ابی کو دفن کر دیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنا وعدہ پورا کرنے کے لیے پہنچ گئے' اس وقت عبد اللہ بن ابی دفن کیا جا چکا تھا' پھر آپ نے حکم دیا: اس کو قبر سے نکالا جائے' اور آپ نے اس کو اپنی قمیص پہنائی اور اپنا لعاب دہن اس میں ڈالا اور اس کی نماز جنازہ پڑھائی۔ امام ابن الجوزی نے کہا ہے کہ ممکن ہے کہ آپ نے اس کو دو قمیصیں عطا کی ہوں' ایک قمیص اس کے کفن کے لیے اس کے بیٹے کو دی اور دوسری قمیص اس کو قبر سے نکال کر پہنائی اور ہو سکتا ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے اس واقعہ کا مشاہدہ کیا ہو اور حضرت ابن عمر نے اس واقعہ کا مشاہدہ نہ کیا ہو۔ (کشف المشکل ج ۲ ص ۱۶۲)

اگر یہ اعتراض ہو کہ عبد اللہ بن ابی کے لیے قمیص عطا کرنے میں کیا حکمت تھی حالانکہ وہ منافقین کا سردار تھا' اس کا جواب یہ ہے کہ اس کا بیٹا مخلص مؤمن اور صحابی تھا' آپ نے اس کی دل جوئی اور تکریم کے لیے قمیص عطا فرمائی' دوسرا جواب یہ ہے: آپ سے جب بھی کوئی سائل سوال کرتا تو آپ اس کے جواب میں "نہ" نہیں فرماتے تھے اور اس کے سوال کو مسترد نہیں کرتے تھے اور تیسرا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: بے شک میری قمیص اس سے اللہ کے کسی عذاب کو دور نہیں کر سکتی لیکن مجھے یہ امید ہے کہ اس سبب سے اس کی قوم اسلام لے آئے گی' چنانچہ روایت ہے کہ خزرج نے جب یہ دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو قمیص عطا کی اور اس کی نماز جنازہ پڑھائی تو خزرج کے ایک ہزار آدمیوں نے اسلام قبول کر لیا۔

دفن کے بعد میت کو قبر سے نکالنے اور قبر کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے میں مذاہب فقہاء

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ عبد اللہ بن ابی کو دفن کرنے کے بعد قبر سے نکالا گیا' اس سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ میت کو دفن کرنے کے بعد کسی ضرورت یا مصلحت سے اس کو قبر سے نکالنا جائز ہے۔

رہا دفن کے بعد میت کو دوسری جگہ منتقل کرنا' اس کو بعض فقہاء نے مکروہ (تحریمی) کہا ہے اور دوسروں نے جائز قرار دیا ہے' ایک قول یہ ہے کہ اگر ایک میل یا دو میل تک منتقل کیا جائے تو کوئی حرج نہیں' ایک قول یہ ہے کہ اگر مسافت سفر سے کم فاصلہ تک منتقل کیا جائے تو کوئی حرج نہیں ہے اور ایک قول یہ ہے کہ مسافت قصر کے فاصلہ تک بھی منتقل کیا جائے تو کوئی حرج نہیں ہے' کیونکہ حضرت

عثمان رضی اللہ نے یہ حکم دیا تھا کہ جو قبریں مسجد کے پاس ہیں ان کو بقیع کی طرف منتقل کر دیا جائے اور فرمایا: اپنی مسجد کو وسیع کرو اور امام محمد نے کہا ہے کہ یہ فعل معصیت اور گناہ ہے۔

علامہ مازری مالکی نے کہا ہے کہ ہمارے مذہب میں ظاہر یہ ہے کہ میت کو ایک شہر سے دوسرے شہر کی طرف منتقل کرنا جائز ہے' حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت سعید بن زید العقیق میں فوت ہوئے اور ان کو مدینہ میں دفن کیا گیا۔

الحاوی میں مذکور ہے: امام شافعی نے کہا ہے کہ میرے نزدیک میت کو منتقل کرنا پسندیدہ نہیں ہے' تاہم مکہ مکرمہ' مدینہ منورہ اور بیت المقدس کا قرب حاصل کرنے اور اس جگہ کی فضیلت حاصل کرنے کے لیے میت کو منتقل کیا جائے تو جائز ہے' علامہ بغوی اور البندنیجی نے کہا ہے کہ میت کو منتقل کرنا مکروہ تحریمی ہے' علامہ نووی نے کہا ہے کہ یہی قول زیادہ صحیح ہے۔

امام احمد بن حنبل کے نزدیک میت کو اس کی قبر سے دوسری جگہ منتقل کیا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے' حضرت معاذ نے اپنی بیوی کی قبر کھود کر اس کو وہاں سے نکالا اور حضرت طلحہ نے قبر کو منتقل کیا اور جماعت کی مخالفت کی۔

(عمدۃ القاری ج ۸ ص ۸۲۔۸۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

اس مسئلہ کی زیادہ تفصیل اور فقہاء احناف کی تصریحات' شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۸۱۰۔۸۰۸ میں بیان کی گئی ہیں۔

۲۳ - بَابُ الْكَفَنِ بِغَيْرِ قَمِيصٍ
بغیر قمیص کے کفن دینا

۱۲۷۱ - حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ كُفِّنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ثَلَاثَةِ أَثْوَابٍ سُحُولٍ كُرْسُفٍ، لَيْسَ فِيهَا قَمِيصٌ وَلَا عِمَامَةٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ہشام از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تین سفید سوتی سحولی کپڑوں میں کفن دیا گیا' ان میں قمیص تھی نہ عمامہ۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۲۶۴ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں ''سحول'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: وہ کپڑا سحولیہ نامی یمن کی بستی کا بنا ہوا تھا۔

۱۲۷۲ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُفِّنَ فِي ثَلَاثَةِ أَثْوَابٍ، لَيْسَ فِيهَا قَمِيصٌ وَلَا عِمَامَةٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از ہشام' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی از حضرت عائشہ رضی اللہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تین کپڑوں میں کفن دیا گیا' اس میں قمیص تھی نہ عمامہ۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۱۲۶۴ میں گزر چکی ہے۔

سنت کے مطابق کفن میں مذاہب

اس حدیث سے امام شافعی نے یہ استدلال کیا ہے کہ کفن میں سنت یہ ہے کہ صرف تین لفافے ہوں' نہ ان میں قمیص ہو نہ عمامہ ہو' امام مالک کے نزدیک کفن میں عمامہ بھی سنت ہے' ان کے نزدیک اس حدیث کی توجیہ یہ ہے کہ یہ تین لفافے قمیص اور عمامہ پر زائد تھے' ہمارا مذہب دلائل کے ساتھ حدیث: ۱۲۶۴ میں گزر چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۸۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٢٤ - بَابُ الْكَفَنِ بِلَا عِمَامَةٍ

بغیر عمامہ کے کفن دینا

١٢٧٣ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُفِّنَ فِي ثَلَاثَةِ أَثْوَابٍ بِيضٍ سَحُولِيَّةٍ لَيْسَ فِيهَا قَمِيصٌ وَلَا عِمَامَةٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از ہشام بن عروہ از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یمن کے بنے ہوئے تین سفید سوتی کپڑوں میں کفن دیا گیا' ان میں قمیص تھی نہ عمامہ۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۲۶۴ میں گزر چکی ہے۔

٢٥ - بَابُ الْكَفَنِ مِنْ جَمِيعِ الْمَالِ

تمام مال سے کفن دینا

وَبِهِ قَالَ عَطَاءٌ وَالزُّهْرِيُّ وَعَمْرُو بْنُ دِينَارٍ وَقَتَادَةُ.

اور عطاء' الزہری' عمرو بن دینار اور قتادہ کا بھی یہی قول ہے۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

امام عبد الرزاق نے معمر سے روایت کیا ہے کہ الزہری اور قتادہ نے کہا کہ کفن جمیع مال سے ہے۔ (مصنف عبد الرزاق: ۶۲۴۷)

اسی طرح عطاء کا قول ہے۔ (مصنف عبد الرزاق: ۶۲۴۸) اور عمرو بن دینار کا قول ہے۔

وَقَالَ عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ الْحَنُوطُ مِنْ جَمِيعِ الْمَالِ.

اور عمرو بن دینار نے کہا کہ خوشبو بھی تمام مال سے ہے۔

اس تعلیق کی اصل بھی مصنف عبد الرزاق: ۶۲۴۸ میں ہے۔

وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ يُبْدَأُ بِالْكَفَنِ ثُمَّ بِالدَّيْنِ ثُمَّ بِالْوَصِيَّةِ وَقَالَ سُفْيَانُ أَجْرُ الْقَبْرِ وَالْغُسْلِ هُوَ مِنَ الْكَفَنِ.

اور ابراہیم نے کہا: کفن سے ابتداء کی جائے گی' پھر قرض سے' پھر وصیت سے' اور سفیان نے کہا: قبر کھودنے کی اور غسل کی اجرت کفن سے شمار کی جائے گی۔

اس تعلیق کی اصل بھی مصنف عبد الرزاق: ۶۲۵۰ میں ہے۔

١٢٧٤ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَكِّيُّ قَالَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ أُتِيَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَوْمًا بِطَعَامِهِ فَقَالَ قُتِلَ مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ وَكَانَ خَيْرًا مِنِّي فَلَمْ يُوجَدْ لَهُ مَا يُكَفَّنُ فِيهِ إِلَّا بُرْدَةٌ وَقُتِلَ حَمْزَةُ أَوْ رَجُلٌ آخَرُ خَيْرٌ مِنِّي فَلَمْ يُوجَدْ لَهُ مَا يُكَفَّنُ فِيهِ إِلَّا بُرْدَةٌ لَقَدْ خَشِيتُ أَنْ تَكُونَ قَدْ عُجِّلَتْ لَنَا طَيِّبَاتُنَا فِي حَيَاتِنَا الدُّنْيَا ثُمَّ جَعَلَ يَبْكِي.

[اطراف الحدیث: ۱۲۷۵۔ ۴۰۴۵]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن محمد مکی نے حدیث بیان کی' وہ کہتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از سعد از والد خود انہوں نے بیان کیا کہ ایک دن حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے سامنے کھانا لایا گیا تو انہوں نے کہا کہ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا اور وہ مجھ سے بہتر تھے' ان کو کفن پہنانے کے لیے صرف ایک چادر مل سکی اور حضرت حمزہ کو شہید کر دیا گیا اور ایک اور شخص کو جو مجھ سے افضل تھے' ان کو کفن دینے کے لیے بھی صرف ایک چادر مل سکی' مجھے اس کا خطرہ ہے کہ ہماری پسندیدہ چیزیں ہمیں دنیا کی زندگی میں ہی دے دی گئی ہیں'

پھر وہ رونے لگے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) احمد بن محمد المکی الازرقی ابومحمد (۲) ابراہیم بن سعد بن ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف (۳) ان کے والد سعد بن ابراہیم مدینہ کے قاضی تھی' ۱۲۵ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) ابوسعید ابراہیم بن عبدالرحمٰن (۵) حضرت عبدالرحمٰن بن عوف' یہ عشرہ مبشرہ میں سے ایک ہیں' یہ قدیم الاسلام ہیں' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر اسلام لائے تھے' انہوں نے دو ہجرتیں کیں اور تمام مشاہد میں حاضر رہے' غزوۂ احد میں ثابت قدم رہے اور بیس سے زیادہ زخم کھائے' جنگ تبوک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پیچھے نماز پڑھی' یہ ۳۲ھ میں فوت ہوئے تھے اور البقیع میں مدفون ہوئے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۸۵-۸۴)

جمیع مال سے کفن دینے کی دلیل' دنیا سے بے رغبتی اور جنت کی بشارت کے باوجود خوف آخرت کی توجیہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

جمہور فقہاء کا یہ مذہب ہے کہ میت کے تمام مال سے اس کا کفن دیا جائے گا' اگر اس کے خلاف کسی کا کوئی شاذ قول ہے تو اس کی طرف التفات نہیں کیا جائے گا اور وہ یہ ہے کہ میت کے تہائی مال سے اس کا کفن دیا جائے گا' ایک اور شاذ قول خلاس بن عمرو اور طاؤس کا ہے' انہوں نے کہا: اگر اس کا مال بہت زیادہ ہے تو اس کے اصل مال سے کفن دیا جائے گا اور اگر اس کا مال کم ہے تو اس کے تہائی مال سے کفن دیا جائے گا۔ (مصنف عبدالرزاق: ۶۲۵۲-۶۲۵۱)

اس قول پر کوئی دلیل نہیں ہے۔

المہلب نے کہا ہے کہ جمہور کے قول پر واضح دلیل یہ ہے کہ حضرت مصعب بن عمیر اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہما ان میں سے ہر ایک کے پاس اتنا مال نہیں تھا' جس سے ان کو کفن دیا جاتا' صرف ایک چھوٹی سی چادر تھی' جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کفن دیا اور آپ نے کسی قرض خواہ کی طرف التفات کیا اور نہ کسی مقروض کی طرف اور نہ کسی وارث کی طرف' پس اس سے معلوم ہوا کہ تمام اصل مال سے کفن دیا جاتا ہے۔

نیز اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ جب اور کوئی کپڑا نہ ملے تو ایک چادر سے بھی کفن دیا جا سکتا ہے' جیسے امام بخاری نے عنوان قائم کیا ہے اور اس میں اصل شرم گاہ کو چھپانا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کے لیے اس چادر میں کفن دینے کو پسند کیا جو کہ ان کو مکمل ڈھانپنے والی نہیں تھی کیونکہ وہ اسی چادر میں شہید کیے گئے تھے اور اسی چادر میں ان شاء اللہ اٹھائے جائیں گے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کی حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عالم کو صالحین کی سیرت پر عمل کرنا چاہیے اور دنیا سے بہت کم حصہ لینا چاہیے اور دنیا میں کم رغبت کرنا چاہیے اور صالحین کے طریقہ کے نہ ملنے پر رونا چاہیے' کیا تم نے نہیں دیکھا کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف روئے اور انہوں نے کھانا نہیں کھایا۔

اور انسان کو چاہیے کہ اس کے پاس جو اللہ کی نعمتیں ہیں ان کو یاد کرے اور ان کے شکر کی ادائیگی میں کمی کا اعتراف کرے اور اس سے ڈرے کہ وہ آخرت کی نعمتوں سے محروم ہو جائے گا اور اس نے جو نیک اعمال کیے ہیں ان کا صلہ صرف یہی دنیا کی نعمتیں ہو جائیں گی جن کا اس نے شکر ادا نہیں کیا۔

اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی ضمانت دی ہے اور وہ عشرہ مبشرہ میں سے ایک ہیں تو پھر ان کو آخرت کا اس قدر خوف کیوں تھا' اس کا جواب یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قیامت کے دن کے طول حساب

سے ڈرتے تھے اور وہ بلند درجات کی تمنا کرتے تھے' اگرچہ ان کو جنت کی بشارت مل چکی تھی لیکن ان کو یہ ڈر تھا کہ کہیں وہ بلند درجات سے محروم نہ ہو جائیں اور ان سے زیادہ دیر تک حساب نہ لیا جائے' اور وہ اللہ کے جلال اور اس کی بے نیازی سے ڈرتے تھے۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۲۶۶۔۲۶۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۲۶ - بَابٌ إِذَا لَمْ يُوجَدْ إِلَّا ثَوْبٌ وَاحِدٌ

جب ایک کپڑے کے سوا اور کوئی چیز نہ ملے

۱۲۷۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ ابْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ أَبِيهِ إِبْرَاهِيمَ أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أُتِيَ بِطَعَامٍ، وَكَانَ صَائِمًا، فَقَالَ قُتِلَ مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ، وَهُوَ خَيْرٌ مِّنِّي، كُفِّنَ فِي بُرْدَةٍ إِنْ غُطِّيَ رَأْسُهُ بَدَتْ رِجْلَاهُ، وَإِنْ غُطِّيَ رِجْلَاهُ بَدَا رَأْسُهُ. وَأُرَاهُ قَالَ وَقُتِلَ حَمْزَةُ، وَهُوَ خَيْرٌ مِّنِّي، ثُمَّ بُسِطَ لَنَا مِنَ الدُّنْيَا مَا بُسِطَ، أَوْ قَالَ أُعْطِينَا مِنَ الدُّنْيَا مَا أُعْطِينَا، وَقَدْ خَشِينَا أَنْ تَكُونَ حَسَنَاتُنَا عُجِّلَتْ لَنَا، ثُمَّ جَعَلَ يَبْكِي حَتّٰى تَرَكَ الطَّعَامَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن مقاتل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے خبر دی از سعد بن ابراہیم از والد خود ابراہیم' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے پاس کھانا لایا گیا' وہ اس وقت روزہ دار تھے' پس انہوں نے کہا: حضرت مصعب بن عمیر کو شہید کر دیا گیا اور وہ مجھ سے بہتر تھے' ان کو ایک ایسی چادر میں کفن دیا گیا تھا کہ اگر ان کا سر ڈھانپا جاتا تو ان کے پیر کھل جاتے تھے اور اگر ان کے پیر ڈھانپے جاتے تو ان کا سر کھل جاتا اور ان کو دفن کر دیا اور انہوں نے کہا کہ حضرت حمزہ کو شہید کر دیا گیا اور وہ مجھ سے بہتر تھے پھر ہمارے لیے دنیا کشادہ کر دی گئی جیسا کہ کشادہ کر دی گئی اور ہم کو دنیا سے وہ دیا گیا جو دیا گیا اور ہم کو یہ ڈر ہے کہ ہماری نیکیوں کا اجر ہمیں جلدی دے دیا گیا ہے' پھر حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ رونے لگے اور کھانا ترک کر دیا۔

اس حدیث کی شرح' گزشتہ حدیث: ۱۲۷۴ میں گزر چکی ہے۔

۲۷ - بَابٌ إِذَا لَمْ يَجِدْ كَفَنًا، إِلَّا مَا يُوَارِي رَأْسَهُ أَوْ قَدَمَيْهِ، غُطِّيَ بِهِ رَأْسُهُ

جب اس کے سوا کفن نہ ملے جو سر کو چھپائے یا قدموں کو تو پھر سر کو ڈھانپا جائے

۱۲۷۶ - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنَا شَقِيقٌ قَالَ حَدَّثَنَا خَبَّابٌ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ هَاجَرْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَلْتَمِسُ وَجْهَ اللّٰهِ، فَوَقَعَ أَجْرُنَا عَلَى اللّٰهِ، فَمِنَّا مَنْ مَاتَ لَمْ يَأْكُلْ مِنْ أَجْرِهِ شَيْئًا مِنْهُمْ مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ، وَمِنَّا مَنْ أَيْنَعَتْ لَهُ ثَمَرَتُهُ، فَهُوَ يَهْدِبُهَا، قُتِلَ يَوْمَ أُحُدٍ، فَلَمْ نَجِدْ مَا نُكَفِّنُهُ إِلَّا بُرْدَةً إِذَا غَطَّيْنَا بِهَا رَأْسَهُ خَرَجَتْ رِجْلَاهُ،

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص بن غیاث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شقیق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت کی' ہم اللہ کی رضا ڈھونڈتے تھے' پس ہمارا اجر اللہ کے ذمہ کرم پر ہو گیا' پس بعض ہم میں سے وہ ہیں جو فوت ہو گئے اور انہوں نے اپنے اجر میں سے کچھ حاصل نہیں کیا'

وَإِذَا غَطَّيْنَا رِجْلَيْهِ خَرَجَ رَأْسُهُ، فَأَمَرَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نُغَطِّيَ رَأْسَهُ، وَأَنْ نَجْعَلَ عَلَى رِجْلَيْهِ مِنَ الْإِذْخِرِ. [اطراف الحدیث:۳۸۹۷۔۳۹۱۳۔۳۹۱۴۔۴۰۴۷۔۴۰۸۲۔۶۴۳۲۔۶۴۴۸]

ان میں سے حضرت مصعب بن عمیر ہیں' اور ہم میں سے بعض ایسے لوگ ہیں جن کے لیے ان کا پھل پک گیا اور وہ اسے چن چن کر کھاتے ہیں' حضرت مصعب بن عمیر غزوۂ احد میں شہید ہو گئے' ہمیں ان کے کفن کے لیے کچھ نہ ملا' بس ایک چادر تھی جس سے ان کا سر ڈھانپتے تو پاؤں کھل جاتے تھے' پاؤں ڈھانپتے تو سر کھل جاتا تھا' پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ ہم ان کا سر ڈھانپ دیں اور ان کے پیروں پر اذخر (گھاس) ڈال دیں۔

(صحیح مسلم: ۹۴۰' الرقم المسلسل: ۲۱۴۲' سنن ابوداؤد: ۲۸۷۶' سنن ترمذی: ۳۸۵۳' سنن نسائی: ۱۹۰۰' المعجم الکبیر: ۳۶۶۱' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۲۶۰۔ ج ۱۴ ص ۳۹۳' المنتقیٰ: ۵۲۲' سنن بیہقی ج ۳ ص ۴۰۱' شرح السنہ: ۱۴۷۹' مصنف عبد الرزاق: ۶۱۹۵' مسند الحمیدی: ۱۵۵' شرح مشکل الآثار: ۴۰۴۶' مسند احمد ج ۵ ص ۱۰۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۱۰۵۸۔ ج ۳۴ ص ۵۳۸' جامع المسانید لابن جوزی: ۱۶۰۰' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ' مسند الطحاوی: ۱۸۶۸)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عمر بن حفص بن غیاث بن طلق بن معاویہ ابوحفص النخعی (۲) ان کے والد حفص بن غیاث (۳) سلیمان الاعمش (۴) شقیق بن سلمہ الاسدی ابووائل (۵) حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۸۷)

کفن کی مقدار کم ہو تو کیا کرنا چاہیے؟ اور حدیث مذکور سے مستنبط دیگر مسائل

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جب کپڑے کی مقدار کم ہو تو پیر ڈھانپنے کی بجائے اولیٰ یہ ہے کہ سر کو ڈھانپا جائے۔

المہلب نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا ہے کہ میت کا سر ڈھانپنے کے بعد اس کے افضل اعضاء کو ڈھانپا جائے اور اگر پھر پیر کھلے رہیں تو ان پر گھاس ڈال دی جائے اور موت اور زندگی میں ستر کو ڈھانپنا واجب ہے اور اجنبی آدمی کو اسے دیکھنا اور چھونا حرام ہے ماسوا زوجین کے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ایک دوسرے کے لیے حلال کر دیا ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اس امت کے پہلے لوگ صدق وصفا کے اعلیٰ درجہ پر تھے' وہ دنیا سے اپنی لذت کے لیے کچھ نہیں رکھتے تھے اور اپنے نفس کو شہوات سے روک کر رکھتے تھے تاکہ آخرت میں تمام لذات کو حاصل کریں' وہ فقر پر صبر کرتے تھے اور مشقتوں کو برداشت کرتے تھے۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۲۶۸۔۲۶۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

میت کی شرم گاہ کو دھونے کا طریقہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

ہمارا مذہب یہ ہے کہ آدمی کا پورا جسم محترم ہے خواہ وہ زندہ ہو یا مردہ' پس مردوں کے لیے عورتوں کو غسل دینا جائز نہیں ہے اور عورتوں کے لیے اجنبی مردوں کو وفات کے بعد غسل دینا جائز نہیں ہے' حسن نے امام ابوحنیفہ سے یہ روایت ذکر کی ہے: جب میت کو غسل دینا ہو تو اس کو بڑا تہبند پہنایا جائے اور ظاہر الروایۃ میں مذکور ہے کہ اگر غسل دینے والے پر تہبند کے نیچے غسل دینا دشوار ہو تو اس

کی شرم گاہ پر کپڑے کا ٹکڑا ڈال دیا جائے اور البدائع میں مذکور ہے کہ غسل دینے والا اپنے ہاتھوں پر کپڑا لپیٹ کر کپڑے کے نیچے سے اس کی شرم گاہ کو دھوئے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس کو استنجاء کرائے اور صاحبین کے نزدیک اس کو استنجاء نہ کرائے' مردہ کی شرم گاہ وہی ہے جو زندہ کی شرم گاہ ہے اور وہ ناف سے گھٹنے تک ہے اور گھٹنا ہمارے نزدیک شرم گاہ ہے' لیکن اس کی غلیظ شرم گاہ کو ڈھک دینا کافی ہے اور وہ اس کا اگلا اور پچھلا حصہ ہے' ہمارا اور امام مالک کا یہی صحیح مذہب ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۸ ص ۸۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۲۸ - بَابُ مَنِ اسْتَعَدَّ الْكَفَنَ فِي زَمَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يُنْكَرْ عَلَيْهِ

جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کفن تیار کیا تو اس پر انکار نہیں کیا گیا

۱۲۷۷ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ سَهْلٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ امْرَأَةً جَاءَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِبُرْدَةٍ مَنْسُوجَةٍ، فِيهَا حَاشِيَتُهَا، أَتَدْرُونَ مَا الْبُرْدَةُ؟ قَالُوا الشَّمْلَةُ، قَالَ نَعَمْ. قَالَتْ نَسَجْتُهَا بِيَدِي فَجِئْتُ لِأَكْسُوَكَهَا، فَأَخَذَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُحْتَاجًا إِلَيْهَا، فَخَرَجَ إِلَيْنَا وَإِنَّهَا إِزَارُهُ، فَحَسَّنَهَا فُلَانٌ فَقَالَ اكْسُنِيهَا، مَا أَحْسَنَهَا، قَالَ الْقَوْمُ مَا أَحْسَنْتَ، لَبِسَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُحْتَاجًا إِلَيْهَا، ثُمَّ سَأَلْتَهُ، وَعَلِمْتَ أَنَّهُ لَا يَرُدُّ قَالَ إِنِّي وَاللّٰهِ، مَا سَأَلْتُهُ لِأَلْبَسَهَا، إِنَّمَا سَأَلْتُهُ لِتَكُونَ كَفَنِي. قَالَ سَهْلٌ فَكَانَتْ كَفَنَهُ.

[اطراف الحدیث: ۲۰۹۳-۵۸۱۰-۶۰۳۶]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی حازم نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت سہل رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک چادر لے کر آئی' جس کے کناروں پر بُنائی کی ہوئی تھی' کیا تم جانتے ہو کہ بردہ کیا چیز ہے؟ لوگوں نے کہا: وہ چادر ہے' انہوں نے کہا: ہاں! اس عورت نے کہا: میں نے اس چادر کو اپنے ہاتھ سے بُنا ہے تاکہ میں یہ آپ کو پہناؤں' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ چادر لے لی' اس وقت آپ کو اس کی ضرورت بھی تھی' آپ ہمارے پاس وہ چادر پہن کر آئے' فلاں شخص نے اس کی تعریف کی' پس کہنے لگا: یہ کتنی اچھی چادر ہے' یہ آپ مجھے پہنا دیجئے' لوگوں نے اس سے کہا: یہ تم نے اچھا نہیں کیا' اس چادر کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پہنا تھا اور اس وقت آپ کو اس کی ضرورت تھی' پھر تم نے اس کو مانگ لیا اور تم کو معلوم ہے کہ آپ سوال کو مسترد نہیں کرتے' اس شخص نے کہا: اللہ کی قسم! اس نے پہننے کے لیے اس چادر کا سوال نہیں کیا' میں نے اس لیے سوال کیا ہے تاکہ یہ میرا کفن ہو جائے۔ حضرت سہل نے کہا: پس یہ چادر اس شخص کا کفن ہو گئی۔

(سنن ابن ماجہ: ۳۵۵۵' المعجم الکبیر: ۵۸۸۷' شعب الایمان: ۶۲۳۴' مسند احمد ج ۵ ص ۳۳۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۲۸۲۵- ج ۳۷ ص ۴۸۲- ۴۸۱' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ۲۴۰۵' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبد اللہ بن مسلمہ القعنبی (۲) عبد العزیز بن ابی حازم (۳) ان کے والد ابو حازم سلمہ بن دینار الاعرج' یہ اہل مدینہ کے قاضی تھے (۴) حضرت سہل بن سعد بن مالک الساعدی رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۸۹)

حدیث مذکور سے مستنبط مسائل اور دیگر فوائد

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی چیز کو وقت سے پہلے تیار کر کے رکھنا جائز ہے' بہت سے صالحین نے اپنے ہاتھوں سے اپنی قبر کو کھود کر رکھا' اور اس میں آخرت کی تیاری کی فکر کرنا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: ان مؤمنین کا ایمان افضل ہے جو موت کو زیادہ یاد رکھتے ہیں اور اس کی اچھی تیاری کرتے ہیں۔ (مجھے اس حدیث کا حوالہ نہیں مل سکا)

المہلب نے کہا: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سلطان کو فقیر کا ہدیہ قبول کرنا چاہیے اور اس میں یہ دلیل بھی ہے کہ فقیر کو اس ہدیہ کے بدلہ میں کچھ نہ دینا بھی جائز ہے اور اس میں یہ دلیل بھی کہ سلطان اور عالم سے تبرک کے لیے کسی قیمتی چیز کا سوال کرنا جائز ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۲۶۹۔۲۶۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ ھ)

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ نے بعض فوائد مذکور میں علامہ ابن بطال سے اختلاف کیا ہے' علامہ ابن بطال نے لکھا ہے کہ ہدیہ کے بدلا میں کچھ نہ دینا بھی جائز ہے کیونکہ جس عورت نے آپ کو ہدیہ میں وہ چادر پیش کی' آپ نے اس کو کچھ نہیں دیا تھا' علامہ عینی نے لکھا ہے کہ آپ کی عادت کریمہ مستمرہ یہ تھی کہ آپ ہدیہ دینے والے کو کچھ نہ کچھ عطا فرماتے تھے۔ اس موقع پر آپ کے جواباً کچھ عطا فرمانے کا ذکر نہیں ہے اور ذکر نہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ نے واقع میں کچھ عطا نہ فرمایا ہو' نیز یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس خاتون نے آپ کو وہ چادر بہ طور ہدیہ نہ دی ہو بلکہ خریدنے کے لیے پیش کی ہو' نیز اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ آپ سائل کو رد نہیں فرماتے تھے خواہ آپ کو خود ضرورت ہو اور اس میں یہ ثبوت ہے کہ جو کپڑا آپ کے جسم کے ساتھ لگ جائے' صحابہ اس سے تبرک حاصل کرتے تھے' لہٰذا اس میں آثار صالحین سے تبرک حاصل کرنے کا ثبوت ہے' اور جو کام بہ ظاہر خلاف ادب ہو' اس پر انکار کرنا چاہیے جیسے صحابہ نے چادر مانگنے کی وجہ سے اس شخص پر انکار کیا۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۹۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی یہی کچھ لکھا ہے بلکہ انہوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ ابوغسان کی روایت میں ہے: اس شخص نے اپنا عذر بیان کرتے ہوئے کہا کہ جب نبی ﷺ نے اس چادر کو پہن لیا تو مجھے اس کی برکت کی امید ہوگئی تاکہ میں اس کو اپنا کفن بناؤں۔ (صحیح البخاری: ۶۰۳۰) اور انہوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ امام طبرانی نے زمعہ بن صالح سے یہ روایت کی ہے کہ آپ نے یہ حکم دیا تھا کہ آپ کے لیے اور چادر بنائی جائے' پھر آپ اس چادر کے بننے سے پہلے وصال فرما گئے۔ (المعجم الکبیر: ۵۹۲۰) اور اس میں آثار صالحین سے تبرک کا ثبوت ہے اور آپ کے حسن خلق کا بیان ہے کہ آپ عورت سے بھی ہدیہ قبول فرما لیتے تھے' اور آپ کی سخاوت کا بیان ہے' علامہ ابن بطال نے لکھا ہے کہ بہت سے صالحین نے اپنی قبر کو کھودا۔ علامہ ابن حجر فرماتے ہیں: صحابہ میں سے کسی ایک نے بھی اس طرح نہیں کیا' اگر یہ کام مستحب ہوتا تو اس کو بہ کثرت کیا جاتا اور بعض شافعیہ نے کہا ہے کہ جس چیز میں کسی کو صلاح اور برکت کا اعتقاد ہو' اسے اس کو حاصل کرنے کی بہت زیادہ کوشش کرنی چاہیے۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۷۲۸۔۷۲۷' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ ھ)

۲۹- بَابُ اِتِّبَاعِ النِّسَاءِ الْجَنَائِزَ

عورتوں کا جنازوں کے ساتھ جانا

۱۲۷۸- حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ بْنُ عُقْبَةَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ خَالِدٍ، عَنْ أُمِّ الْهُذَيْلِ، عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ نُهِينَا عَنِ اتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ، وَلَمْ يُعْزَمْ عَلَيْنَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قبیصہ بن عقبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از خالد از ام الہذیل از حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا: ہمیں جنازوں کے ساتھ جانے سے منع کیا گیا تھا اور ہمیں جنازوں کے ساتھ جانے کی زیادہ ترغیب

نہیں دی گئی تھی یا ہم کو زیادہ تاکید سے منع نہیں کیا گیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۳۱۳ میں گزر چکی ہے' تاہم بعض ضروری اُمور کا ذکر کیا جا رہا ہے:

جنازوں کے ساتھ عورتوں کے جانے میں صحابہ' فقہاء تابعین اور ائمہ مجتہدین کا اختلاف

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ قرطبی نے لکھا ہے کہ اس حدیث کا تقاضا یہ ہے کہ عورتوں کا جنازوں کے ساتھ جانا مکروہ تنزیہی ہے اور جمہور اہل علم کا یہی قول ہے۔

علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ حضرت ابن مسعود' حضرت ابن عمر' حضرت عائشہ اور حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہم عورتوں کے جنازوں کے ساتھ جانے کو مکروہ کہتے تھے اور فقہاء تابعین میں سے ابراہیم' حسن بصری' مسروق' ابن سیرین' اوزاعی' امام احمد اور اسحاق اس کو مکروہ کہتے تھے' ثوری نے کہا: عورتوں کا جنازوں کے ساتھ جانا بدعت ہے اور امام ابوحنیفہ سے منقول ہے کہ عورتوں کو جنازوں کے ساتھ نہیں جانا چاہیے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' قاسم' سالم' الزہری' ربیعہ اور ابوالزناد نے عورتوں کو جنازوں کے ساتھ جانے کی اجازت دی ہے اور امام مالک نے بھی اس میں رخصت دی ہے اور جوان عورتوں کے لیے مکروہ کہا ہے' امام شافعی نے بھی کہا ہے کہ یہ مکروہ ہے حرام نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۹۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۰ - بَابُ حَدِّ الْمَرْاَةِ عَلٰى غَيْرِ زَوْجِهَا

خاوند کے غیر پر عورت کا سوگ کرنا

۱۲۷۹ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ قَالَ حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ عَلْقَمَةَ' عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ سِيْرِيْنَ قَالَ تُوُفِّيَ ابْنٌ لِاُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا' فَلَمَّا كَانَ الْيَوْمُ الثَّالِثُ' دَعَتْ بِصُفْرَةٍ فَتَمَسَّحَتْ بِهٖ' وَقَالَتْ نُهِيْنَا اَنْ نُّحِدَّ اَكْثَرَ مِنْ ثَلَاثٍ اِلَّا بِزَوْجٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں بشر بن المفضل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: سلمہ بن علقمہ نے حدیث بیان کی از محمد بن سیرین' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا کا بیٹا فوت ہو گیا' جب تیسرا دن آیا تو انہوں نے پیلا رنگ منگایا اور اس کو اپنے جسم پر لگایا اور کہا کہ ہمیں اس سے منع کیا گیا تھا کہ ہم اپنے خاوند کے علاوہ کسی اور کے اوپر تین دن سے زیادہ سوگ کریں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۳۱۳ میں گزر چکی ہے۔

۱۲۸۰ - حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا اَيُّوْبُ بْنُ مُوْسٰى قَالَ اَخْبَرَنِيْ حُمَيْدُ بْنُ نَافِعٍ' عَنْ زَيْنَبَ ابْنَةِ اَبِيْ سَلَمَةَ قَالَتْ لَمَّا جَاءَ نَعْيُ اَبِيْ سُفْيَانَ مِنَ الشَّامِ' دَعَتْ اُمُّ حَبِيْبَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا بِصُفْرَةٍ فِي الْيَوْمِ الثَّالِثِ' فَمَسَحَتْ عَارِضَيْهَا وَذِرَاعَيْهَا' وَقَالَتْ اِنِّيْ كُنْتُ عَنْ هٰذَا لَغَنِيَّةً' لَوْ لَا اَنِّيْ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا يَحِلُّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحمیدی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ایوب بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے حمید بن نافع نے خبر دی از زینب بنت ابی سلمہ' انہوں نے بیان کیا کہ جب حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی موت کی خبر شام سے آئی تو حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے تیسرے دن پیلا رنگ منگایا اور اپنے رخساروں اور کلائیوں پر ملا اور کہا: بے شک میں اس سے مستغنی

لِامْرَاَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ، اَنْ تُحِدَّ عَلٰى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثٍ، اِلَّا عَلٰى زَوْجٍ، فَاِنَّهَا تُحِدُّ عَلَيْهِ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا.

[اطراف الحدیث:١٢٨١- ٥٣٣٤-٥٣٣٩-٥٣٤٥]

ہوں' اگر میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ نہ سنا ہوتا کہ جو عورت بھی اللہ پر اور روزِ آخرت پر ایمان لائی ہو' اس کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے خاوند کے علاوہ کسی اور پر تین دن سے زیادہ سوگ کرے' پس بے شک وہ خاوند کے اوپر چار ماہ اور دس دن سوگ کرے۔

(صحیح مسلم:١٤٩٠-١٤٨٩' الرقم المسلسل:٣٦٦٥-٣٦٦٣' سنن ابوداؤد:٢٢٩٩' سنن ترمذی:١١٩٧-١١٩٥' سنن نسائی:٣٥٠٠' سنن ابن ماجہ: ٢٠١٣' جامع المسانید لابن جوزی:٧٠٩٥' مکتبۃ الرشد ریاض' ١٤٢٦ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(١) الحمیدی عبد اللہ بن الزبیر بن عیسیٰ القریشی الاسدی ابوبکر (٢) سفیان بن عیینہ (٣) ایوب بن موسیٰ بن عمرو بن سعید بن العاص الاموی' یہ فقہاء میں سے ایک ہیں' یہ ١٣٢ھ میں مکہ میں فوت ہو گئے تھے (٤) حمید الطویل بن نافع ابوافلح (٥) زینب بنت ابی سلمہ' ان کا نام عبد اللہ بن عبد الاسد ہے' یہ الحز ومیہ تھیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی لے پالک تھیں' عمر بن ابی سلمہ کی بہن تھیں' ان کی ماں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا تھیں' جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ تھیں۔

سوگ کا معنی

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

اس باب کا عنوان ہے: ''احداد المراۃ'' یعنی عورت کا سوگ کرنا' سوگ کا معنی ہے: عورت زینت کو اور بناؤ سنگھار کو ترک کر دے' خوب صورت کپڑے نہ پہنے' خوشبو نہ لگائے' زیور نہ پہنے' سرمہ نہ لگائے' اور ہر اس چیز سے پرہیز کرے جو عمل ازدواج کا محرک ہو' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اجازت دی ہے کہ عورت اپنے خاوند کے علاوہ محارم کی موت پر تین دن سوگ کرے اور یہ اس پر واجب نہیں ہے اور تین دن سے زیادہ سوگ کرنا اس پر حرام ہے' اور قرآن مجید میں یہ حکم ہے کہ خاوند کی موت کے اوپر چار مہینہ دس دن سوگ کرے۔

(شرح ابن بطال ج ٣ ص ٢٧١' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ھ)

شام سے حضرت ابوسفیان کی وفات کی خبر آنے کے ذکر میں امام بخاری کا تسامح

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس روایت میں کہا ہے کہ شام سے حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی وفات کی خبر آئی' یہ غلط ہے' کیونکہ مؤرخین اہل علم کا اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ حضرت ابوسفیان کی وفات مدینہ میں ہوئی ہے' اور جمہور کا اس پر اتفاق ہے کہ ان کی وفات ٣٢ھ میں ہوئی ہے اور ایک قول ٣٣ھ کا ہے' اور شام سے ابوسفیان کی وفات کی خبر آنے کا ذکر صرف سفیان بن عیینہ کی اس روایت میں ہے اور میرا گمان یہ ہے کہ یہ وہم ہے' اور یہاں ''ابن'' کا لفظ چھوٹ گیا ہے یعنی شام سے حضرت ابوسفیان کے بیٹے کی موت کی خبر آئی تھی' جو حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے بھائی تھے' جن کا نام یزید بن ابی سفیان تھا' یہ شام کے گورنر تھے' امام بخاری نے امام مالک اور سفیان ثوری کی سند سے روایت کیا ہے کہ جب حضرت ام حبیبہ کے والد ابوسفیان بن حرب فوت ہو گئے۔ الحدیث' اور ان میں سے کسی نے بھی شام کا ذکر نہیں کیا' اور مجھے یہ حدیث مسند ابن ابی شیبہ میں مل گئی' اس میں ذکر ہے کہ جب حضرت ام حبیبہ کے بھائی کی موت کی خبر آئی تو انہوں نے بناؤ سنگھار ترک کر دیا اور زرد رنگ اپنی کلائیوں پر لگایا۔ (مجھے مسند ابن ابی شیبہ میں یہ حدیث نہیں ملی۔ سعیدی غفرلہ)

اس روایت سے یہ متعین ہو گیا کہ شام سے حضرت ابوسفیان کی وفات کی خبر نہیں آئی تھی' ان کے بیٹے یزید بن ابوسفیان کی

موت کی خبر آئی تھی۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۷۳۰۔۷۲۹ 'دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدر الدین عینی نے بھی اس تقریر کا ذکر کیا ہے لیکن انہوں نے مسند ابن ابی شیبہ کی روایت کا ذکر نہیں کیا۔

(عمدۃ القاری ج ۸ ص ۹۵ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۲۸۱ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ نَافِعٍ، عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أَبِي سَلَمَةَ أَخْبَرَتْهُ قَالَتْ دَخَلْتُ عَلَى أُمِّ حَبِيبَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ، تُحِدُّ عَلَى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثٍ، إِلَّا عَلَى زَوْجٍ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَّعَشْرًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از عبد اللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم از حمید بن نافع از زینب بنت ابی سلمہ' انہوں نے خبر دی کہ وہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا زوجۂ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئیں' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جو عورت اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتی ہو اس کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ کسی میت کے اوپر تین دن سے زیادہ سوگ کرے سوائے اپنے شوہر کے' اس پر چار مہینہ دس دن سوگ کرے۔

اس حدیث کی شرح' گزشتہ حدیث: ۱۲۸۰ میں گزر چکی ہے۔

۱۲۸۲ - ثُمَّ دَخَلْتُ عَلَى زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ، حِينَ تُوُفِّيَ أَخُوهَا، فَدَعَتْ بِطِيبٍ فَمَسَّتْ، ثُمَّ قَالَتْ مَا لِي بِالطِّيبِ مِنْ حَاجَةٍ، غَيْرَ أَنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ يَقُولُ لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ، تُحِدُّ عَلَى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثٍ، إِلَّا عَلَى زَوْجٍ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَّعَشْرًا.

[طرف الحدیث: ۵۳۳۵] [جامع المسانید لابن جوزی: ۷۰۱۹' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

پھر وہ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے پاس گئیں' جب ان کے بھائی فوت ہو گئے تھے' پھر انہوں نے خوشبو منگا کر لگائی' پھر کہا: مجھے اب خوشبو کی ضرورت تو نہیں ہے لیکن میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو عورت اللہ پر اور روز آخرت پر ایمان لائی ہو' اس کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرے سوا اپنے شوہر کے' اس پر چار مہینے دس دن سوگ کرے۔

اس اعتراض کا جواب کہ حضرت زینب نے جس بھائی کی وفات پر سوگ کیا تھا' وہ کافر تھا اور کافر کی موت پر سوگ کرنا جائز نہیں

علامہ بدر الدین محمود بن عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

ہمارے شیخ زین الدین نے یہ کہا ہے کہ اس حدیث پر یہ اشکال ہے کہ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے تین بھائی تھے: عبد اللہ' عبید اللہ اور ابو احمد' حضرت زینب نے جس بھائی کی وفات کا ذکر کیا ہے' وہ عبد اللہ تو ہو نہیں سکتے کیونکہ وہ جنگ احد میں شہید ہو گئے تھے اور اس وقت حضرت زینب' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں نہیں آئی تھیں' اور نہ عبید اللہ ہو سکتے ہیں کیونکہ وہ حبشہ میں اس حال میں فوت ہوئے تھے کہ وہ نصرانی تھے' یہ ۵ھ یا ۶ھ کا واقعہ ہے' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام حبیبہ بنت ابی سفیان سے اس کے بعد نکاح کیا تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح ۶ھ یا ۷ھ میں کیا تھا اور زینب بنت ابی سلمہ اس وقت چھوٹی تھیں' اگر چہ یہ ممکن ہے کہ وہ اس

وقت سمجھ دار ہوں' اور یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ ان کے وہ بھائی ابو احمد ہوں کیونکہ حضرت زینب بنت جحش ان سے پہلے فوت ہو گئی تھیں' پس زیادہ قریب احتمال یہ ہے کہ ان کے وہ بھائی عبید اللہ ہوں جو نصرانی ہونے کی حالت میں فوت ہوئے تھے' اس پر یہ اعتراض ہے کہ کافر کی موت پر تو اہل بیت نبوت کو افسوس نہیں کرنا چاہیے تھا' اس کا جواب یہ ہے کہ ان کا یہ رنج اور افسوس بشری تقاضے سے طبعی طور پر تھا۔

اس حدیث سے فقہاء احناف نے اس پر استدلال کیا ہے کہ شوہر کی وفات پر سوگ کرنا واجب ہے۔

۳۱ - بَابُ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ

قبروں کی زیارت کا بیان

۱۲۸۳ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا ثَابِتٌ، عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِامْرَاَةٍ تَبْكِيْ عِنْدَ قَبْرٍ، فَقَالَ اتَّقِي اللّٰهَ وَاصْبِرِيْ. قَالَتْ اِلَيْكَ عَنِّيْ، فَاِنَّكَ لَمْ تُصَبْ بِمُصِيْبَتِيْ، وَلَمْ تَعْرِفْهُ، فَقِيْلَ لَهَا اِنَّهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاَتَتْ بَابَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمْ تَجِدْ عِنْدَهُ بَوَّابِيْنَ، فَقَالَتْ لَمْ اَعْرِفْكَ، فَقَالَ اِنَّمَا الصَّبْرُ عِنْدَ الصَّدْمَةِ الْاُوْلٰى.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ثابت نے حدیث بیان کی از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک عورت کے پاس سے گزرے جو قبر کے پاس بیٹھی ہوئی رو رہی تھی' آپ نے اس سے فرمایا: تم اللہ سے ڈرو اور صبر کرو' اس نے کہا: تم مجھ سے ایک طرف ہٹو' تم پر وہ مصیبت نہیں آئی جو مجھ پر آئی ہے' اور اس نے آپ کو پہچانا نہیں تھا' اس کو بتایا گیا کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تھے' تب وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازہ پر آئی' اس نے وہاں دربان نہیں دیکھے' اس نے کہا: میں نے آپ کو پہچانا نہیں تھا' آپ نے فرمایا: صبر اس وقت شمار ہوتا ہے جب پہلی بار صدمہ پہنچے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۲۵۲ میں گزر چکی ہے' تاہم "زیارۃ القبور" کی تفصیل لکھی جا رہی ہے۔

زیارتِ قبور کی تحقیق

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علماء کا زیارت القبور میں اختلاف ہے' المازری نے کہا ہے کہ تمام اہل علم اس پر متفق ہیں کہ مردوں کے لیے زیارت قبور جائز ہے' علامہ ابن عبد البر نے کہا ہے کہ زیارت القبور بالعموم مباح ہے' جیسا کہ پہلے بالعموم زیارت القبور سے منع کیا گیا تھا' پس مردوں اور عورتوں دونوں کے لیے قبروں کی زیارت کرنا جائز ہے اور اس کی اباحت میں بہ کثرت احادیث مروی ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۸ ص ۹۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ ابتداء اسلام میں زیارت قبور سے اس لیے منع کیا گیا تھا کہ وہ زمانہ بت پرستی اور قبروں کو سجدہ گاہ بنانے کے قریب تھا' پھر جب اسلام مستحکم ہو گیا اور لوگوں کے دلوں میں قوی ہو گیا اور قبروں کی عبادت اور اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے سے مسلمان مامون ہو گئے تو قبروں کی زیارت کی ممانعت کو منسوخ کر دیا' کیونکہ قبریں آخرت کی یاد دلاتی ہیں اور دنیا سے بے رغبت کرتی ہیں۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۲۷۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

زیارتِ قبور کے متعلق احادیث' آثار اور فقہاء تابعین کے اقوال

عبد اللہ بن بریدہ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تم کو (پہلے) زیارت قبور سے منع

کرتا تھا' سواب تم قبروں کی زیارت کیا کرو۔ (صحیح مسلم: ۹۷۷' سنن ترمذی: ۱۰۵۴' سنن نسائی: ۲۰۳۲' سنن ابن ماجہ: ۱۵۷۱' سنن بیہقی ج ۴ ص ۷۶' المستدرک ج ۱ ص ۳۷۶' مشکوٰۃ: ۱۷۶۹' کنز العمال: ۴۲۵۵۵' موطأ امام مالک۔ کتاب الضحایا: ۸)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے اپنے رب سے اپنی ماں کے لیے استغفار کی اجازت طلب کی تو مجھے اجازت نہیں دی' پھر میں نے ان کی قبر کی زیارت کی اجازت طلب کی تو مجھے اجازت دے دی۔

(صحیح مسلم: ۹۷۶' سنن ابوداؤد: ۳۲۳۴' سنن نسائی: ۲۰۳۴' سنن ابن ماجہ: ۱۵۷۲)

سلیمان بن بریدہ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کو یہ تعلیم دیتے تھے کہ جب وہ قبرستان کی طرف جائیں تو ان میں سے ایک کہنے والا یہ کہے: ''السلام علیکم یا اهل الدیار من المؤمنین والمسلمین وانا ان شاء اللّٰہ بکم للاحقون انتم لنا فرطٌ ونحن لکم تبعٌ ونسال اللّٰہ لنا ولکم العافیة'' (ترجمہ:) السلام علیکم! اے مؤمنین اور مسلمین کے گھر والو! ہم ان شاء اللہ تم سے ملنے والے ہیں' تم ہمارے پیش رو ہو اور ہم تمہارے پیچھے ہیں اور ہم اللہ سے اپنے لیے اور تمہارے لیے معافی کا سوال کرتے ہیں۔ (مسند احمد ج ۵ ص ۳۵۳' سنن ابوداؤد: ۳۲۳۰' صحیح ابن حبان: ۳۱۷۳' سنن ابن ماجہ: ۱۵۴۷' سنن نسائی: ۱۰۹۳۰۔ ۲۱۶۷' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۹۰۹' مجلس علمی بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۷۸۷' دار الکتب العلمیہ بیروت)

زاذان بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جب قبرستان میں داخل ہوتے تو فرماتے: ''السلام علی من فی هذه الدیار من المؤمنین والمسلمین انتم لنا فرطٌ ونحن لکم تبع وانا بکم للاحقون فانا للّٰہ وانا الیه راجعون''۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۹۰۴' مجلس علمی بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۷۸۳' دار الکتب العلمیہ بیروت)

عامر بن سعد بیان کرتے ہیں کہ ان کے والد حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ جب اپنی زمین سے واپس آتے اور شہداء کی قبروں کے پاس سے گزرتے تو کہتے: ''السلام علیکم وانا بکم للاحقون'' پھر اپنے اصحاب سے کہتے: کیا تم شہداء پر سلام نہیں کرتے کہ وہ بھی تم کو سلام کا جواب دیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۹۱۰' مجلس علمی بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۷۸۸' دار الکتب العلمیہ بیروت)

عبداللہ بن سعد جاری بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اے عبداللہ! جب تم ان قبروں کے پاس سے گزرو جن کو تم پہچانتے ہو تو کہو: ''السلام علیکم اصحاب القبور'' اور جب تم ان قبروں کے پاس سے گزرو جن کو تم نہیں پہچانتے تو کہو: ''السلام علی المسلمین''۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۹۱۱' مجلس علمی بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۷۸۹' دار الکتب العلمیہ بیروت)

ابو مویہبہ مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ جب آپ البقیع کی طرف جائیں تو ان پر صلوٰۃ پڑھیں یا ان کو سلام کریں۔ (المعجم الکبیر: ۸۷۲۔ ج ۲۲' مسند احمد ج ۳ ص ۴۸۹' سنن دارمی: ۷۸' مسند البزار: ۸۶۳' المستدرک ج ۳ ص ۵۶۔ ۵۵' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۹۱۲' مجلس علمی بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۷۹۰' دار الکتب العلمیہ بیروت)

محمد بن ابراہیم التیمی بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سال کی ابتداء میں شہداء (احد) کی قبروں پر جاتے تھے' پس فرماتے تھے: تم پر سلام ہو کیونکہ تم نے صبر کیا اور حضرت ابوبکر' حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم بھی اسی طرح کرتے تھے' ایک روایت میں ہے: آپ اور حضرت ابوبکر وغیرہ ہر سال اسی طرح کرتے تھے۔

(مصنف عبد الرزاق: (۱۸۲۸)۔ ۶۷۴۵' کتاب المغازی للواقدی ج ۱ ص ۳۱۳' عالم الکتب' دلائل النبوۃ ج ۳ ص ۳۰۸' شرح الصدور ص ۲۱۰)

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب کہیں جانے کا ارادہ کرتے تو مسجد (نبوی) میں داخل ہوتے' پس نماز پڑھتے' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر (مبارک) پر آتے' پس کہتے: ''السلام علیك یا رسول اللّٰہ! السلام علیك یا ابابکر! السلام علیك یا

ابتاہ! ''(اے ابا جان!) پھر جہاں جانا ہوتا جاتے اور جب سفر سے واپس آتے تب بھی مسجد میں آ کر اسی طرح کرتے اور وہ اپنے گھر جانے سے پہلے اس طرح کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۹۱۵، مجلس علمی بیروت مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۷۹۳، دارالکتب العلمیہ بیروت)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اپنے ماں باپ کی قبر کی ہر جمعہ زیارت کی یا ان میں سے کسی ایک کی زیارت کی تو اس کی مغفرت کر دی جائے گی اور یہ لکھ دیا جائے گا کہ یہ بُری ہے۔ (المعجم الصغیر: ۹۵۵، الہیثمی نے کہا: اس کی سند میں عبدالکریم ابو امیہ ضعیف راوی ہے، مجمع الزوائد ج ۳ ص ۶۰، مگر فضائل اعمال میں احادیث ضعیف السند معتبر ہوتی ہیں)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم احد سے لوٹے تو حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ (کی قبر) اور دیگر اصحاب (کی قبروں) پر کھڑے ہو گئے اور فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ تم اللہ کے نزدیک زندہ ہو، پس تم ان کی زیارت کرو اور ان کو سلام کرو، پس اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! تم قیامت تک ان میں سے جس پر بھی سلام کرو گے وہ تمہارے سلام کا جواب دیں گے۔ (مجمع الزوائد ج ۳ ص ۶۰، حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۱۰۸)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو بندہ بھی کسی ایسے مسلمان کی قبر کے پاس سے گزرتا ہے جس کو وہ دنیا میں پہچانتا تھا، پھر اس کو سلام کرتا ہے تو وہ قبر والا اس کو پہچانتا ہے اور اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔

(تاریخ دمشق الکبیر: ۲۵۴۴۔ ۲۵۴۳۔ ج ۱۰ ص ۲۹۴، داراحیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۲۱ھ)

اسماعیل بن عبدالاعلیٰ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کرتا تھا، ایک دن وہ اس کی قبر کی زیارت کے لیے گیا تو اس کو نیند آ گئی، خواب میں اس کی والدہ نے کہا: اس قبرستان میں اس قبر والے سے زیادہ عظیم اجر کسی کو نہیں ملا، اس نے پوچھا: اس کا کیا عمل تھا؟ اس کی والدہ نے کہا: اس پر بہت مصائب آئے اور اس نے ان پر صبر کیا۔

(موسوعہ امام ابن ابی الدنیا: ۱۳۶۔ ج ۶ ص ۸۵، المکتبۃ العصریہ بیروت)

عبداللہ بن نافع المدنی بیان کرتے ہیں کہ اہل مدینہ میں سے ایک شخص فوت ہو گیا، اس کو دفن کر دیا گیا، ایک شخص نے خواب میں اس کو دیکھا کہ وہ اہل دوزخ میں سے ہے، وہ بہت مغموم ہوا، سات آٹھ دن بعد اس کو دکھایا گیا کہ وہ اہل جنت میں سے ہے، اس نے کہا: کیا تم نے یہ نہیں کہا تھا کہ یہ اہل دوزخ میں سے ہے، اس نے کہا: یہ اہل دوزخ میں سے تھا مگر ہمارے ساتھ ایک صالح شخص دفن کیا گیا، اس نے اپنے چالیس پڑوسیوں کے لیے شفاعت کی اور یہ بھی ان میں سے تھا۔

(موسوعہ امام ابن ابی الدنیا: ۱۳۹۔ ج ۶ ص ۸۶، المکتبۃ العصریہ بیروت)

سلیمان بن بریدہ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے تم کو قبروں کی زیارت کرنے سے منع کیا تھا، پس تحقیق (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اپنی والدہ کی قبر کی اجازت دی گئی ہے، پس تم قبروں کی زیارت کیا کرو، کیونکہ قبریں آخرت کی یاد دلاتی ہیں۔ (سنن ترمذی: ۱۰۵۴، صحیح مسلم: ۹۷۷، سنن نسائی: ۵۶۹۴، سنن ابن ماجہ: ۳۴۰۵، مسند احمد ج ۵ ص ۳۵۶)

امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث صحیح ہے، اہل علم کا اس پر عمل ہے، عبداللہ بن المبارک، امام شافعی اور امام احمد کا بھی یہی قول ہے۔

عورتوں کے لیے قبروں کی زیارت کی اجازت

بعض علماء نے عورتوں کو قبروں کی زیارت کرنے سے منع کیا ہے، ان کا استدلال اس حدیث سے ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کی بہت زیادہ زیارت کرنے والیوں پر لعنت فرمائی۔

(سنن ترمذی: ۱۰۵۶، سنن ابن ماجہ: ۱۵۷۶، مسند احمد ج ۲ ص ۳۳۷)

امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث صحیح ہے' آپ نے یہ لعنت قبروں کی زیارت کی اجازت دینے سے پہلے فرمائی تھی' جب آپ نے قبروں کی زیارت کی اجازت دے دی تو اس اجازت میں مردوں کے ساتھ عورتیں بھی داخل ہو گئیں۔

(سنن ترمذی ص ۴۴۵' دارالمعرفہ بیروت' ۱۴۲۳ھ)

جمہور علماء جو عورتوں کو قبروں کی زیارت کی اجازت دیتے ہیں' ان کا استدلال درج ذیل احادیث سے ہے:

عبداللہ بن ابی ملیکہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما حبشی میں فوت ہو گئے' ان کی میت کو مکہ لا کر وہاں دفن کر دیا گیا' پس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت عبدالرحمن کی قبر پر آئیں اور یہ اشعار پڑھے:

وکنا کندمانی جذیمۃ حقبۃً   من الدھر حتی قیل لن یتصدعا

''ہم بادشاہ جذیمہ کے دو صاحبوں کی طرح ہمیشہ اکٹھے رہے' یہاں تک کہ کہا گیا: یہ کبھی جدا نہیں ہوں گے''۔

فلما تفرقنا کان ومالکًا   لطول اجتماع لم نبت لیلۃ معًا

''پس جب ہم جدا ہو گئے تو گویا مدت دراز تک اکٹھا رہنے کے باوجود' میں نے اور مالک نے ایک رات بھی اکٹھے نہیں گزاری''۔

پھر حضرت عائشہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! اگر میں تمہاری وفات کے وقت حاضر ہوتی تو تم کو وہیں دفن کیا جاتا جہاں تم فوت ہو گئے تھے' اور اگر میں وہاں حاضر ہوتی تو اب تمہاری زیارت کے لیے نہ آتی۔ (سنن ترمذی: ۱۰۵۵)

وجہ استدلال یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے بھائی کی قبر کی زیارت کے لیے مدینہ سے مکہ گئیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں اپنے اس حجرے میں داخل ہوتی تھی جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور میرے والد مدفون تھے' پس میں اپنے (زائد) کپڑے اتار دیتی تھی اور کہتی تھی کہ یہ میرے خاوند اور میرے والد ہی تو ہیں' جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھی ان کے ساتھ دفن کر دیا تو اللہ کی قسم! میں اس حال میں داخل ہوتی تھی کہ میں نے اپنے کپڑوں کو باندھا ہوا ہوتا تھا اور یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حیاء کی وجہ سے تھا۔ (سنن ابوداؤد: ۳۰۰۳' موطا امام مالک ج ۱ ص ۱۳' سنن بیہقی ج ۵ ص ۱۹۲' مسند احمد ج ۶ ص ۲۰۲ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۵۶۶۰۔ ج ۴۲ ص ۱۴' ۴۱۴' مشکوٰۃ: ۱۷۱۲)

حافظ یوسف بن عبداللہ ابن عبدالبر مالکی متوفی ۴۶۳ھ روایت کرتے ہیں:

عبداللہ بن ابی ملیکہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا قبرستان سے آئیں' میں نے ان سے کہا: اے ام المؤمنین! آپ کہاں سے آ رہی ہیں؟ انہوں نے کہا: میں اپنے بھائی عبدالرحمن بن ابی بکر کی قبر سے آ رہی ہوں' میں نے کہا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زیارت قبور سے منع نہیں فرمایا؟ حضرت عائشہ نے کہا: ہاں! آپ نے قبروں کی زیارت سے منع فرمایا تھا' پھر آپ نے قبروں کی زیارت کا حکم دیا۔ (مصنف عبدالرزاق: ۶۷۴۰)

جعفر بن محمد بیان کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' سیدنا حمزہ بن عبدالمطلب کی قبر کی ہر جمعہ کو زیارت کرتی تھیں اور آپ نے ایک پتھر کو اس کی علامت کے طور پر رکھ دیا تھا۔ (مصنف عبدالرزاق: ۶۷۴۲) (تمہید ج ۲ ص ۱۴۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

عورتوں کے مزارات پر جانے کے متعلق مذاہب فقہاء

امام احمد بن حنبل سے پوچھا گیا: کیا عورتیں قبر کی زیارت کر سکتی ہیں؟ انہوں نے کہا: ہاں! ان شاء اللہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بھائی کی قبر کی زیارت کی ہے' لیکن حضرت ابن عباس کی حدیث ہے کہ قبر کی بہت زیادہ زیارت کرنے والوں پر لعنت کی گئی ہے' امام احمد نے فرمایا: یہ ابو صالح کی روایت ہے' وہ کیا چیز ہے! گویا انہوں نے اس حدیث کو ضعیف قرار

دیا۔ (تمہید ج ۲ ص ۱۴۵۔ ۱۴۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

عورتوں کے زیارتِ قبر میں اختلاف ہے' ایک قول یہ ہے کہ اجازت کے عموم میں عورتیں بھی داخل ہیں اور یہ اکثر کا قول ہے' اور یہ اس وقت ہے جب عورتیں فتنہ سے مامون ہوں' اور جواز کی تائید اس باب کی حدیث سے ہوتی ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت کو قبر کے پاس بیٹھے ہوئے دیکھا اور اس کو منع نہیں فرمایا اور آپ کا کسی کام کو مقرر رکھنا حجت ہے اور جنہوں نے زیارتِ قبور کی اجازت کو مردوں اور عورتوں دونوں کے لیے عام قرار دیا ہے' ان میں سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں' وہ اپنے بھائی عبد الرحمان کی قبر کی زیارت کے لیے گئیں اور جب ان سے کہا گیا: کیا اس سے منع نہیں کیا گیا تھا تو حضرت عائشہ نے فرمایا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے اس سے منع فرمایا تھا' پھر آپ نے قبر کی زیارت کا حکم دیا۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۱۳۱۷' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ قرطبی مالکی نے لکھا ہے کہ جوان عورتوں کے لیے قبرستان کے لیے نکلنا حرام ہے اور بوڑھی عورتوں کے لیے مباح ہے' نیز کہا ہے کہ ان سب کے لیے مباح ہے جب یہ مردوں کے بغیر اکیلی جائیں' انہوں نے کہا: اس میں ان شاء اللہ اختلاف نہیں ہوگا' نیز علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ حدیث ترمذی میں زوّرات پر لعنت کی گئی ہے یعنی جو قبروں کی زیارت کے لیے بہت زیادہ جاتی ہوں' یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ عورتوں کو زیادہ جانے سے اس لیے منع فرمایا ہے کہ اس سے مردوں کے حقوق ضائع ہوں گے' اور وہ بناؤ سنگھار کر کے نکلیں گی اور یہ اس کے مشابہ ہوگا جو قبروں کی تعظیم کے لیے قبروں کے پاس لازم رہتا ہے' نیز اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ عورتیں قبروں پر چیخ و پکار کر کے روئیں گی اور اس میں اور بھی مفاسد ہیں' یہ اس صورت میں ہے جب عورتیں قبروں پر بہت زیادہ جائیں اور جو عورتیں کبھی کبھی جائیں' اس میں حرج نہیں ہے' یہی وجہ ہے کہ زوّرات پر لعنت کی گئی ہے نہ کہ زائرات پر۔

(عمدة القاری ج ۸ ص ۱۰۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

ہماری اس تحریر میں چاروں فقہ کے ائمہ اور علماء کے اس مسئلہ میں نظریات کی تفصیل آ گئی ہے۔

* شرح صحیح مسلم میں مذاہب فقہاء کو زیادہ تفصیل سے لکھا گیا ہے' اس کے عنوانات حسب ذیل ہیں:

(۱) زیارتِ قبور کا بیان (۲) عورتوں کی زیارتِ قبور کے متعلق احادیث (۳) فقہاء احناف کے نزدیک عورتوں کے لیے زیارتِ قبور کا حکم (۴) فقہاء حنبلیہ کے نزدیک عورتوں کے لیے زیارتِ قبور کا حکم (۵) فقہاء شافعیہ کے نزدیک عورتوں کے لیے زیارتِ قبور کا حکم (۶) فقہاء مالکیہ کے نزدیک عورتوں کے لیے زیارتِ قبور کا حکم (۷) خلاصہ بحث۔

* یہ بحث شرح صحیح مسلم ج ۷ ص ۴۴۷۔ ۴۳۷ پر مذکور ہے۔

۳۲ - بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَذَّبُ الْمَيِّتُ بِبَعْضِ بُكَاءِ اَهْلِهِ عَلَيْهِ اِذَا كَانَ النَّوْحُ مِنْ سُنَّتِهٖ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد: میت کے بعض گھر والوں کے رونے سے میت کو عذاب دیا جاتا ہے' جب کہ میت پر نوحہ کرنا' اس کا طریقہ ہو

بِقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا﴾ (التحریم:٦) وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ۔ (التحریم:٦) اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

كُلُّكُمْ رَاعٍ وَ مَسْؤُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ.

تم میں سے ہر ایک نگہبان ہے اور اس سے اپنے ماتحت لوگوں کے متعلق سوال کیا جائے گا۔

اس تعلیق کے موافق حدیث موصول' صحیح البخاری: ٨٩٣ میں گزر چکی ہے۔

فَاِذَا لَمْ يَكُنْ مِنْ سُنَّتِهٖ' فَهُوَ كَمَا قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا ﴿لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى﴾ (الانعام:١٦٤).

اور اگر نوحہ کرنا میت کی سنت نہ ہو تو پھر یہ اس طرح ہے جس طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔

(الانعام:١٦٤' بنی اسرائیل:١٥' فاطر:١٨' الزمر:٧)

وَهُوَ كَقَوْلِهٖ ﴿وَاِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ﴾. ذُنُوْبًا. ﴿اِلٰى حِمْلِهَا لَا يُحْمَلْ مِنْهُ شَيْءٌ﴾ (الفاطر:١٨).

اور وہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کی مثل ہے: اور اگر کوئی بوجھ والا دوسرے کو بوجھ اٹھانے کے لیے بلائے گا تو اس سے کچھ بھی اٹھایا نہیں جائے گا۔ (فاطر:١٨)

وَمَا يُرَخَّصُ مِنَ الْبُكَاءِ فِيْ غَيْرِ نَوْحٍ.

اور وہ جو بغیر نوحہ کے رونے کی اجازت دی گئی ہے۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو رونا آنکھ سے ہو اور دل سے ہو' وہ اللہ عزوجل کی طرف سے ہے اور رحمت سے ہے اور جو ہاتھ سے ہو اور زبان سے ہو' وہ شیطان کی طرف سے ہے۔ (المعجم الکبیر:٨٣١٧)

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُقْتَلُ نَفْسٌ ظُلْمًا' اِلَّا كَانَ عَلَى ابْنِ اٰدَمَ الْاَوَّلِ كِفْلٌ مِّنْ دَمِهَا. وَذٰلِكَ لِاَنَّهٗ اَوَّلُ مَنْ سَنَّ الْقَتْلَ.

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نفس کو بھی ظلماً قتل کیا جائے گا تو پہلے ابن آدم پر اس کے خون کے گناہ کا حصہ ہوگا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس نے سب سے پہلے قتل کرنے کا طریقہ ایجاد کیا۔

اس تعلیق کی اصل' صحیح البخاری: ٣٣٣٥ اور ٦٨٦٧ میں ہے۔

١٢٨٤ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ وَمُحَمَّدٌ قَالَا اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا عَاصِمُ بْنُ سُلَيْمَانَ' عَنْ اَبِيْ عُثْمَانَ قَالَ حَدَّثَنِيْ اُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ اَرْسَلَتِ ابْنَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَيْهِ اِنَّ ابْنًا لِّيْ قُبِضَ فَائْتِنَا' فَاَرْسَلَ يُقْرِئُ السَّلَامَ' وَيَقُوْلُ اِنَّ لِلّٰهِ مَا اَخَذَ وَلَهٗ مَا اَعْطٰى' وَكُلٌّ عِنْدَهٗ بِاَجَلٍ مُّسَمًّى' فَلْتَصْبِرْ وَلْتَحْتَسِبْ. فَاَرْسَلَتْ اِلَيْهِ تُقْسِمُ عَلَيْهِ لَيَاْتِيَنَّهَا' فَقَامَ وَمَعَهٗ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ' وَمُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ' وَاُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ' وَزَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ' وَرِجَالٌ' فَرُفِعَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّبِيُّ وَنَفْسُهٗ تَتَقَعْقَعُ' قَالَ حَسِبْتُهٗ اَنَّهٗ قَالَ كَاَنَّهَا شَنٌّ'

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان اور محمد نے حدیث بیان کی' ان دونوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں عاصم بن سلیمان نے خبر دی از ابی عثمان' انہوں نے کہا: مجھے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحب زادی نے آپ کی طرف پیغام بھیجا کہ میرا بیٹا فوت ہو رہا ہے' آپ ہمارے پاس آئیں' آپ نے جوابی پیغام میں سلام کہا اور فرمایا: بے شک اللہ ہی کے لیے ہے جو اس نے لیا اور اسی کے لیے ہے جو اس نے عطا کیا اور ہر چیز کی اس کے پاس مدت مقرر ہے' پس تم صبر کرو اور ثواب کی امید رکھو' انہوں نے پھر آپ کی طرف پیغام بھیجا اور آپ کو قسم دی کہ آپ ان کے پاس ضرور آئیں' سو آپ کھڑے ہوئے اور آپ کے ساتھ حضرت سعد

فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ، فَقَالَ سَعْدٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، مَا هٰذَا؟ فَقَالَ هٰذِهٖ رَحْمَةٌ جَعَلَهَا اللّٰهُ فِيْ قُلُوْبِ عِبَادِهٖ، وَاِنَّمَا يَرْحَمُ اللّٰهُ مِنْ عِبَادِهِ الرُّحَمَاءَ.

[اطراف الحدیث: ۵۶۵۵-۶۶۰۲-۶۶۵۵-۷۳۷۷-۷۴۴۸]

(صحیح مسلم: ۹۲۳' الرقم المسلسل: ۲۱۰۰' سنن ابوداؤد: ۳۱۲۵' سنن نسائی: ۱۸۶۸' سنن ابن ماجہ: ۱۵۸۸' جامع المسانید لابن جوزی: ۷۶' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

بن عبادہ' حضرت معاذ بن جبل' حضرت ابی بن کعب' حضرت زید بن ثابت اور دوسرے مرد تھے' اس بچے کو اٹھا کر آپ کے پاس لایا گیا اور اس کا سانس اکھڑ رہا تھا' راوی نے کہا: میرے گمان میں اس کا جسم پرانی مشک کی طرح تھا' پس آپ کی دونوں آنکھوں سے آنسو بہنے لگے' حضرت سعد نے کہا: یارسول اللہ! یہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: یہ اللہ کی رحمت ہے' جس کو اللہ نے اپنے بندوں کے دل میں کر دیا ہے اور اللہ اپنے بندوں میں سے صرف رحم کرنے والوں پر رحم فرماتا ہے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبدان' ان کا نام عبد اللہ بن عثمان ابو عبد الرحمن ہے (۲) محمد بن مقاتل (۳) عبد اللہ بن المبارک (۴) عاصم بن سلیمان الاحول (۵) ابوعثمان النہدی' ان کا نام عبد الرحمن بن مل ہے (۶) حضرت اسامہ بن زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ' یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب اور آزاد کردہ غلام تھے' ان کی والدہ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا تھیں' ان کا نام برکہ تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۱۰۵)

تعزیت اور عیادت کے لیے اصحابِ فضل کو بلانا' بغیر نوحہ کے رونا اور دیگر مسائل

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس صاحب زادی کا نام حضرت زینب رضی اللہ عنہا تھا اور ان کے بیٹے کا نام علی بن ابی العاص بن الربیع تھا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی کی موت کے وقت اصحابِ فضل کو بلانا چاہیے تاکہ ان کی دعا اور ان کی برکت حاصل ہو۔

افاضل صحابہ آپ کے ساتھ بغیر بلائے چلے گئے' اس سے معلوم ہوا کہ تعزیت اور عیادت کے لیے بغیر بلائے بھی چلے جانا چاہیے' اس کے برخلاف ولیمہ اور شادی کے کھانے میں بلانے کے بعد جانا چاہیے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب کو صبر اور ثواب کی امید رکھنے کی تلقین کی' اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص مصیبت میں بے قرار ہو' اس کو صبر کی تلقین کرنی چاہیے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم' پہلی بار بلانے پر نہیں گئے اور دوسری بار چلے گئے' اس سے معلوم ہوا کہ اہل فضل کو کسی کی امید نہیں توڑنی چاہیے اور عیادت اور تعزیت کے لیے جانا چاہیے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو بہے' اس میں بغیر نوحہ کے رونے کا ثبوت ہے اور اس میں دل کی نرمی کا بیان ہے' اور ایسے مواقع پر نہ رونا دل کی سختی اور شقاوت کی علامت ہے۔

حضرت زینب نے آپ کو قسم دے کر بلایا' اس میں یہ ثبوت ہے کہ نہایت ادب سے سوال کرنا چاہیے۔

(عمدۃ القاری ج ۸ ص ۱۰۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۰۳۱- ج ۲ ص ۷۴۵- ۷۴۴ پر مذکور ہے' اس حدیث کی وہاں شرح نہیں کی گئی۔

۱۲۸۵ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَامِرٍ قَالَ حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ هِلَالِ بْنِ عَلِيٍّ، عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو عامر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں فلیح بن سلیمان نے حدیث بیان کی از ہلال

قَالَ شَهِدْنَا بِنْتًا لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ عَلَى الْقَبْرِ، قَالَ فَرَاَيْتُ عَيْنَيْهِ تَدْمَعَانِ، قَالَ فَقَالَ هَلْ مِنْكُمْ رَجُلٌ لَمْ يُقَارِفِ اللَّيْلَةَ. فَقَالَ اَبُوْ طَلْحَةَ اَنَا، قَالَ فَانْزِلْ، قَالَ فَنَزَلَ فِيْ قَبْرِهَا.

[طرف الحدیث:۱۳۴۲] [جامع المسانید لابن جوزی:۲۴۲، مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ مسند الطحاوی:۳۱۵]

بن علی از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحب زادی کے جنازہ میں حاضر ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبر کی ایک جانب بیٹھے ہوئے تھے پس میں نے دیکھا کہ آپ کی دونوں آنکھوں سے آنسو جاری ہو رہے تھے پس آپ نے پوچھا: تم میں سے کوئی ایسا شخص ہے جس نے رات کو جماع نہ کیا ہو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں ہوں! آپ نے فرمایا: تم قبر میں اترو پس وہ آپ کی صاحب زادی کی قبر میں اترے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبد اللہ بن محمد المسندی (۲) ابو عامر عبد الملک بن عمرو العقدی (۳) فلیح بن سلیمان ان کا نام عبد الملک ہے اور فلیح ان کا لقب ہے (۴) ھلال بن علی بن اسامہ العامری (۵) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۱۰۹)

حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا تذکرہ

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جس صاحب زادی کے جنازہ کا ذکر ہے ان کا نام حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا تھا یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی زوجہ تھیں ان کی وفات ۹ ھ میں ہوئی تھی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا جس وقت فوت ہوئی تھیں اس وقت آپ بدر میں تھے اور ان کے جنازہ پر حاضر نہیں ہوئے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۱۱۰)

اس کی توجیہ کہ حضرت ام کلثوم کو وہ شخص قبر میں اتارے جس نے گزشتہ رات جماع نہ کیا ہو

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: تم میں سے کوئی ایسا شخص ہے جس نے رات کو جماع نہ کیا ہو؟ علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ اس کی حکمت یہ تھی کہ آپ کی صاحب زادی کو قبر میں اتارنا تھا تو جس شخص نے رات کو جماع کیا ہوتا اس میں شہوت کے آثار تازہ ہوتے اور جس شخص نے رات کو جماع نہ کیا ہوتا وہ گویا شہوت کو بھول چکا ہوتا تو آپ نے چاہا کہ آپ کی صاحب زادی کو وہ شخص قبر میں اتارے جو شہوت کو بھولا ہوا ہو اس کی یہ وجہ بھی بیان کی گئی ہے کہ اس رات حضرت عثمان نے اپنی باندی سے جماع کیا تھا پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم ہو گیا اور آپ کو یہ پسند نہ آیا کہ وہ آپ کی بیمار بیٹی کو چھوڑ کر داد عیش میں مشغول ہوں انہیں چاہیے تھا کہ ان کے آخری وقت میں وہ ان کے پاس ہوتے اور ان کی خدمت کرتے اس لیے ان پر عتاب فرماتے ہوئے آپ نے چاہا کہ وہ ان کی قبر میں نہ اتریں۔ (میں کہتا ہوں کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی طرف سے یہ توجیہ کی جاسکتی ہے کہ حضرت ام کلثوم بہت طویل عرصہ سے بیمار تھیں۔ اس لیے حضرت عثمان اپنے طبعی تقاضے کو پورا کرنے کے لیے باندی کے پاس چلے گئے جب کہ انہیں یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ آج حضرت ام کلثوم کا انتقال ہو جائے گا۔ سعیدی غفرلہ)

بغیر آواز کے رونے کا جواز اور قبر پر بیٹھنے کی ممانعت

اس حدیث میں بغیر آواز کے آنسوؤں سے رونے کا ذکر ہے اور یہ بیان ہے کہ مردوں کو چاہیے کہ وہ عورت کو قبر میں اتاریں کیونکہ وہ عورتوں سے قوی ہوتے ہیں اور ایسے مردوں کو قبر میں عورت کو اتارنا چاہیے جس نے زمانہ قریب میں جماع نہ کیا ہو اور اس حدیث میں قبر کی ایک جانب بیٹھنے کا ثبوت ہے اس حدیث کا ظاہر معنی یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبر پر بیٹھے ہوئے تھے حضرت زید

بن ثابت' حضرت علی رضی اللہ عنہ اور امام مالک نے اس سے یہ استدلال کیا ہے کہ قبر پر بیٹھنا جائز ہے' اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ' عطاء' امام شافعی اور جمہور نے یہ کہا ہے کہ قبر پر بیٹھنا جائز نہیں' ان کا استدلال ان احادیث سے ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی ایک شخص انگارے پر بیٹھ جائے' پس وہ اس کے کپڑے جلا دے' پھر وہ آگ اس کی کھال تک پہنچ جائے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ قبر پر بیٹھے۔

(صحیح مسلم: ۹۷۱' الرقم المسلسل: ۲۲۱۲)

ابومرثد الغنوی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قبر پر نہ بیٹھو اور نہ اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھو۔

(صحیح مسلم: ۹۷۲' الرقم المسلسل: ۲۲۱۴' سنن ابوداؤد: ۳۲۲۹' سنن ترمذی: ۱۰۵۰' سنن نسائی: ۷۶۰' مسند احمد ج ۴ ص ۱۳۵)

المحاملی نے کہا ہے کہ قبر پر بیٹھنا حرام ہے' امام مالک اور خارجہ بن زید نے کہا ہے کہ اس حدیث میں جو فرمایا: قبر پر نہ بیٹھو' اس کا معنی یہ ہے کہ قبر پر قضاء حاجت نہ کرو' لیکن یہ تاویل بہت بعید ہے' توضیح میں مذکور ہے کہ قبر پر ٹیک لگانا مکروہ ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۸ ص ۱۱۱۔ ۱۱۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

١٢٨٦ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ قَالَ تُوُفِّيَتِ ابْنَةٌ لِعُثْمَانَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ بِمَكَّةَ' وَجِئْنَا لِنَشْهَدَهَا' وَحَضَرَهَا ابْنُ عُمَرَ وَابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمْ' وَإِنِّي لَجَالِسٌ بَيْنَهُمَا' أَوْ قَالَ جَلَسْتُ إِلَى أَحَدِهِمَا' ثُمَّ جَاءَ الْآخَرُ فَجَلَسَ إِلَى جَنْبِي' فَقَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا لِعَمْرِو بْنِ عُثْمَانَ أَلَا تَنْهَى عَنِ الْبُكَاءِ؟ فَإِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الْمَيِّتَ لَيُعَذَّبُ بِبُكَاءِ أَهْلِهِ عَلَيْهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے عبداللہ بن عبید اللہ بن ابی ملیکہ نے خبر دی' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بیٹی مکہ میں فوت ہو گئی' ہم ان کے جنازہ میں آئے اور حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم بھی ان کے جنازے میں آئے تھے اور بے شک میں ان دونوں کے درمیان میں بیٹھا ہوا تھا' یا کہا: میں ان میں سے کسی ایک کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ دوسرا بھی آ گیا' پس وہ میرے پہلو میں بیٹھ گیا' پس حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے حضرت عمرو بن عثمان سے کہا: کیا آپ ان کو رونے سے نہیں روکتے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بے شک گھر والوں کے رونے سے میت کو ضرور عذاب دیا جاتا ہے۔

(صحیح مسلم: ۹۲۸' الرقم المسلسل: ۲۱۱۳' سنن نسائی: ۱۸۵۸' مسند الحمیدی: ۲۲۰' مسند احمد ج ۱ ص ۴۱)

١٢٨٧ - فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَدْ كَانَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ يَقُولُ بَعْضَ ذٰلِكَ' ثُمَّ حَدَّثَ فَقَالَ صَدَرْتُ مَعَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ مِنْ مَكَّةَ' حَتّٰى إِذَا كُنَّا بِالْبَيْدَاءِ' إِذَا هُوَ بِرَكْبٍ تَحْتَ ظِلِّ سَمُرَةٍ' فَقَالَ اذْهَبْ فَانْظُرْ مَنْ هٰؤُلَاءِ الرَّكْبُ؟ قَالَ فَنَظَرْتُ' فَإِذَا صُهَيْبٌ' فَأَخْبَرْتُهُ'

پس حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: بے شک حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی اس قسم کی بات کہتے تھے' پھر انہوں نے حدیث بیان کی کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مکہ سے لوٹا' حتیٰ کہ جب ہم مقام بیداء پر پہنچے تو اس وقت سواروں کی جماعت کیکر کے درخت کے سائے میں تھی' حضرت عمر نے فرمایا: جاؤ! دیکھو یہ کون سوار ہیں؟ حضرت ابن عباس نے کہا: میں نے دیکھا تو وہ حضرت

فَقَالَ ادْعُهُ لِي، فَرَجَعْتُ إِلَى صُهَيْبٍ فَقُلْتُ ارْتَحِلْ، فَالْحَقْ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِيْنَ، فَلَمَّا أُصِيبَ عُمَرُ، دَخَلَ صُهَيْبٌ يَبْكِي، يَقُولُ وَا أَخَاهُ وَاصَاحِبَاهُ فَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ يَا صُهَيْبُ أَتَبْكِي عَلَيَّ، وَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْمَيِّتَ يُعَذَّبُ بِبَعْضِ بُكَاءِ أَهْلِهِ عَلَيْهِ. [اطراف الحدیث: ۱۲۹۰-۱۲۹۲] (صحیح مسلم: ۹۲۸، الرقم المسلسل: ۲۱۱۳)

صہیب رضی اللہ عنہ تھے، میں نے حضرت عمر کو بتایا تو حضرت عمر نے فرمایا: ان کو میرے پاس بلا کر لاؤ، میں واپس حضرت صہیب کے پاس گیا اور ان سے کہا: چلیے! پس وہ امیر المؤمنین سے ملے، پھر جب حضرت عمر زخمی ہو گئے تھے تو حضرت صہیب روتے ہوئے آئے اور کہنے لگے: ہائے میرے بھائی! ہائے میرے صاحب! پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے صہیب! کیا تم مجھ پر رو رہے ہو؟ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: میت پر اس کے بعض گھر والوں کے رونے سے اس کو عذاب دیا جاتا ہے۔

۱۲۸۸ - قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا فَلَمَّا مَاتَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ، ذَكَرْتُ ذَلِكَ لِعَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا، فَقَالَتْ رَحِمَ اللَّهُ عُمَرَ، وَاللَّهِ مَا حَدَّثَ رَسُوْلُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ لَيُعَذِّبُ الْمُؤْمِنَ بِبُكَاءِ أَهْلِهِ عَلَيْهِ، وَلَكِنَّ رَسُوْلَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ اللَّهَ لَيَزِيدُ الْكَافِرَ عَذَابًا بِبُكَاءِ أَهْلِهِ عَلَيْهِ. وَقَالَتْ حَسْبُكُمُ الْقُرْآنُ ﴿وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ أُخْرَى﴾ (الانعام: ١٦٤). قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا عِنْدَ ذَلِكَ وَاللَّهُ ﴿هُوَ أَضْحَكَ وَأَبْكَى﴾ (النجم: ۴۳). قَالَ ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ وَاللَّهِ مَا قَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا شَيْئًا.

[اطراف الحدیث: ۱۲۸۹-۱۲۸۸-۳۹۷۸] (سند الحمیدی رقم: ۹۳۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو میں نے حضرت عمر کے اس قول کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ذکر کیا تو حضرت عائشہ نے کہا: اللہ تعالیٰ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے، اللہ کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ بے شک مؤمن میت کے گھر والوں کے اس پر رونے سے اللہ اس کو عذاب دیتا ہے، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا: بے شک کافر کے گھر والوں کے اس پر رونے سے اللہ تعالیٰ اس کو زیادہ عذاب دیتا ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: تمہارے لیے قرآن کافی ہے: اور کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ (الانعام: ۱۶۴) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس وقت کہا: اللہ کی قسم! وہی ہنساتا ہے اور وہی رلاتا ہے○ (النجم: ۴۳) ابن ابی ملیکہ نے کہا: اللہ کی قسم! یہ سن کر حضرت ابن عمر نے کچھ نہیں کہا۔

گھر والوں کے میت پر رونے کی وجہ سے میت کو عذاب کی توجیہات

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ہے: میت کے گھر والوں کے اس کے اوپر رونے سے میت کو عذاب دیا جاتا ہے، اس کی تشریح میں علماء کا اختلاف ہے، بعض علماء نے کہا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ اگر میت نے یہ وصیت کی ہو کہ اس کے مرنے کے بعد اس پر رویا جائے تو اس کو عذاب ہوگا اور اس صورت میں اس کو اس کے اپنے فعل کی وجہ سے عذاب ہوگا نہ کہ دوسرے کے فعل کی وجہ سے اور اب یہ فاطر: ۱۸ کے خلاف نہیں ہے، امام بخاری نے بھی اسی توجیہ کو اختیار کیا ہے کیونکہ انہوں نے کہا: جب کہ میت پر رونا میت کے جاری کردہ طریقہ کی وجہ سے ہو تو پھر میت پر گھر والوں کے رونے کی وجہ سے اس کو عذاب ہوگا۔

دوسرے علماء نے یہ کہا کہ اگر میت کی ان باتوں سے مدح کی جائے، جن باتوں سے زمانہ جاہلیت میں میت کی مدح کی جاتی

تھی مثلاً تو اس طرح لوٹ مار کرتا تھا اور ڈاکے ڈالتا تھا اور ناحق خون بہاتا تھا اور یوں بے دریغ پیسہ لٹاتا تھا اور یہ افعال اللہ تعالیٰ کے نزدیک گناہ ہیں پس میت کے قبر میں جانے کے بعد اس کے گھر والے ان افعال کو یاد کر کے روئیں گے اور اس کو قبر میں ان افعال پر عذاب ہو رہا ہوگا۔

دیگر علماء نے یہ کہا ہے کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ میت کو عذاب دیا جاتا ہے اور وہ اپنے گھر والوں کے رونے سے غم زدہ ہوتا ہے اور اس کے گھر والے جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہیں وہ اس کو ناگوار ہوتی ہے۔

علامہ طبری نے کہا ہے کہ میت پر زندہ کا رونا' زندہ کی طرف سے میت کو عذاب دینا ہے نہ کہ اللہ کی طرف سے عذاب دینا ہے' اس پر دلیل یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہارے اعمال تمہارے مردہ رشتہ داروں پر پیش کیے جاتے ہیں اگر وہ نیک اعمال دیکھتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں اور اگر وہ بُرے اعمال دیکھتے ہیں تو رنجیدہ ہوتے ہیں اور جب ان کے پاس کوئی نئی میت آتی ہے تو وہ اس سے بعد میں مرنے والے کا حال پوچھتے ہیں حتیٰ کہ انسان اپنی بیوی کے متعلق پوچھتا ہے کہ اس نے شادی کر لی ہے یا نہیں۔ (المعجم الکبیر: ۳۸۸۷' کنز العمال: ۴۳۰۲۹)

ہر وہ حدیث جس میں رونے سے منع کیا گیا ہے' علماء کے نزدیک اس کا محمل رونے سے منع کرنا ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ ہنساتا ہے اور وہی رلاتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: آنکھ روتی ہے اور دل غمگین ہوتا ہے اور ہم وہ بات نہیں کہتے جس سے رب ناراض ہوتا ہے اور جب حضرت عمر نے عورتوں کو رونے سے منع کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے عمر! ان کو رہنے دو' کیونکہ نفس مصیبت زدہ ہے اور آنکھ رو رہی ہے اور (مصیبت کا) زمانہ قریب ہے' اور آپ نے نوحہ سے منع فرمایا ہے اور نوحہ کرنے والی وہ ہے جو گریبان چاک کرتی ہے' منہ پر تھپڑ لگاتی ہے اور جاہلیت کی طرح چیخ و پکار کرتی ہے' اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لعنت کی ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۲۷۷-۲۷۶' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۴ھ)

حافظ ابن حجر کی بیان کردہ توجیہات

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی درج ذیل توجیہات ہیں:

(۱) میت کو گھر والوں کے اس پر رونے سے اس وقت عذاب ہوگا جب اس نے رونے کی وصیت کی ہو۔

(۲) جب میت پر نوحہ کرنے اور رونے کی رسم اس نے ڈالی ہو۔

(۳) جب گھر والے اس کے سامنے کسی میت پر نوحہ کرتے ہوں اور وہ ان کو منع نہ کرتا ہو اور یہ نہ بتاتا ہو کہ یہ فعل حرام ہے۔

(۴) جب اس کے گھر والے اس کے کیے ہوئے ناجائز کاموں پر اس کی مدح کر رہے ہوں اور اسے قبر میں عذاب ہو رہا ہو۔

(۵) جب گھر والے میت کے ایسے اوصاف بیان کر رہے ہوں جو اس میں نہ ہوں تو قبر میں فرشتے اس کو جھڑکتے ہیں' کیا تو ایسا تھا مثلاً جب نوحہ کرنے والے کہیں: ہائے! تم پہاڑ تھے' تم دریا تھے تو فرشتے میت کو ڈانٹ کر کہیں گے: کیا تم پہاڑ تھے' کیا تم دریا تھے۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۶۳۷' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۴ھ)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا علم و فضل میں مرتبہ حضرت عائشہ سے زیادہ ہے' اس کے باوجود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عمر سے اختلاف کیا اور ان کے قول کو خطاء پر قرار دیا اور اپنے قول پر فاطر: ۱۸ سے استدلال کیا' اس سے معلوم ہوا کہ دلائل کے ساتھ اکابر سے اختلاف کیا جاتا ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نے فقہی مسائل میں تقریباً اپنے تمام اکابر سے حتیٰ کہ ائمہ اربعہ سے بھی دلائل کے ساتھ

اختلاف کیا ہے اس میں اکابر کی بے ادبی نہیں ہے بلکہ علم اور اجتہاد کی وسعت اور ہمہ گیری کا اظہار ہے۔

۱۲۸۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ بَكْرٍ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّهَا اَخْبَرَتْهُ اَنَّهَا سَمِعَتْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا، زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَتْ اِنَّمَا مَرَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى يَهُوْدِيَّةٍ يَبْكِيْ عَلَيْهَا اَهْلُهَا. فَقَالَ اِنَّهُمْ لَيَبْكُوْنَ عَلَيْهَا، وَاِنَّهَا لَتُعَذَّبُ فِيْ قَبْرِهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از عبداللہ بن ابی بکر از والد خود از عمرۃ بنت عبد الرحمان' انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا' وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک یہودیہ کے پاس سے گزرے' جس پر اس کے گھر والے رو رہے تھے' آپ نے فرمایا: یہ اس پر رو رہے ہیں حالانکہ اس کو اس کی قبر میں عذاب ہو رہا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۲۸۷ میں گزر چکی ہے۔

۱۲۹۰ - حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ خَلِيْلٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اِسْحَاقَ، وَهُوَ الشَّيْبَانِيُّ، عَنْ اَبِيْ بُرْدَةَ، عَنْ اَبِيْهِ قَالَ لَمَّا اُصِيْبَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ جَعَلَ صُهَيْبٌ يَقُوْلُ وَااَخَاهُ، فَقَالَ عُمَرُ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الْمَيِّتَ لَيُعَذَّبُ بِبُكَاءِ الْحَيِّ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن خلیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں علی بن مسہر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسحاق نے حدیث بیان کی اور وہ الشیبانی ہیں از ابی بردہ از والد خود انہوں نے بیان کیا: جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ زخمی ہو گئے تو حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کہنے لگے: ہائے میرے بھائی! پس حضرت عمر نے کہا: کیا تم کو معلوم نہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ زندہ کے رونے سے میت کو عذاب دیا جاتا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۲۸۸ میں گزر چکی ہے۔

۳۳ - بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ النِّيَاحَةِ عَلَى الْمَيِّتِ

میت پر نوحہ کرنا مکروہ ہے

وَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ دَعْهُنَّ يَبْكِيْنَ عَلٰى اَبِيْ سُلَيْمَانَ مَا لَمْ يَكُنْ نَقْعٌ اَوْ لَقْلَقَةٌ. وَالنَّقْعُ التُّرَابُ عَلَى الرَّاْسِ، وَاللَّقْلَقَةُ الصَّوْتُ.

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ان عورتوں کو ابوسلیمان پر رونے دو' جب تک یہ بالوں میں مٹی نہ ڈالیں اور نہ چلائیں۔ "نقع" کا معنی ہے: بالوں میں مٹی ڈالنا' "لقلقۃ" کا معنی ہے: چلانا۔

اس تعلیق کی اصل اس حدیث میں ہے:

شقیق بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت خالد بن ولید فوت ہو گئے تو بنو مغیرہ کی عورتیں جمع ہو کر ان پر رونے لگیں' پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا گیا: ان عورتوں کے پاس کسی کو بھیج کر انہیں رونے سے منع کریں' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ان کو ابوسلیمان پر آنسو بہانے دو' جب تک یہ بالوں میں مٹی نہ ڈالیں اور آواز نہ نکالیں۔ (سنن بیہقی ج ۴ ص ۷۱' نشر السنۃ' ملتان)

۱۲۹۱ - حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عُبَيْدٍ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ رَبِيْعَةَ، عَنِ الْمُغِيْرَةِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ كَذِبًا عَلَيَّ لَيْسَ كَكَذِبٍ عَلٰى اَحَدٍ، مَنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سعید بن عبید نے حدیث بیان کی از علی بن ربیعہ از حضرت المغیرہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: مجھ پر جھوٹ باندھنا تم میں سے

كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ. سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ نِيحَ عَلَيْهِ يُعَذَّبُ بِمَا نِيحَ عَلَيْهِ.

کسی ایک پر جھوٹ باندھنے کی مثل نہیں ہے' جس نے مجھ پر عمداً جھوٹ باندھا' وہ اپنے بیٹھنے کی جگہ دوزخ میں بنالے' میں نے نبی ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: جس پر نوحہ کیا گیا' اس کو قیامت کے دن اس سے عذاب دیا جائے گا' جس سے نوحہ کیا گیا ہے۔

(صحیح مسلم: ۹۳۳' الرقم المسلسل: ۲۱۲۳' سنن ترمذی: ۱۰۰۰' مسند الحمیدی: ۲۲۱' سنن نسائی: ۱۸۵۲' سنن ابن ماجہ: ۱۹۵۳' مسند الطحاوی: ۶۸۹۰)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابونعیم الفضل بن دکین (۲) سعید بن عبید الطائی ابوالہذیل (۳) علی بن ربیعہ ابوالمغیرہ (۴) حضرت المغیرہ بن شعبہ رضی اللہ۔

(عمدۃ القاری ج ۸ ص ۱۲۱)

بغیر نوحہ کے میت پر رونے کا جواز

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

نوحہ کرنا حرام ہے کیونکہ یہ جاہلیت کا طریقہ ہے' کیا تم نہیں دیکھتے کہ جب نبی ﷺ عورتوں کو بیعت کرتے تھے تو اس بات پر بیعت کرتے تھے کہ وہ نوحہ نہیں کریں گی اور اس باب کی حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ عورتوں کا میت پر رونا اس وقت ممنوع ہے جب وہ نوحہ کریں اور بغیر نوحہ کے رونے پر حضرت عمر کا یہ قول دلیل ہے کہ ان کو رونے دو جب تک یہ بالوں میں خاک نہ ڈالیں اور چلائیں نہیں' پس انہوں نے بغیر نوحہ کے رونے کو مباح کر دیا اور حضرت المغیرہ کی حدیث میں ہے کہ جس سے نوحہ کیا گیا ہے اس سے عذاب دیا جائے گا' اس میں یہ دلیل ہے کہ بغیر نوحہ کے رونے میں عذاب نہیں ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۲۷۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۱۲۹۲ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ شُعْبَةَ' عَنْ قَتَادَةَ' عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ' عَنِ ابْنِ عُمَرَ' عَنْ أَبِيْهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمَيِّتُ يُعَذَّبُ فِي قَبْرِهِ بِمَا نِيحَ عَلَيْهِ.

تَابَعَهُ عَبْدُ الْأَعْلٰى قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ قَالَ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ. وَقَالَ آدَمُ' عَنْ شُعْبَةَ الْمَيِّتُ يُعَذَّبُ بِبُكَاءِ الْحَيِّ عَلَيْهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے خبر دی از شعبہ از قتادہ از سعید بن المسیب از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما از والد خود رضی اللہ از نبی ﷺ' آپ نے فرمایا: میت کو قبر میں اس چیز سے عذاب دیا جاتا ہے جس سے اس پر نوحہ کیا جائے۔

اس حدیث کی روایت میں عبدان کی متابعت عبد الاعلیٰ نے کی ہے' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی اور آدم نے کہا از شعبہ: زندہ کے رونے سے میت کو عذاب دیا جاتا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۲۸۷ میں گزر چکی ہے۔

۳۴ - بَابٌ

باب

اس باب کا کوئی عنوان نہیں ہے اور یہ ابواب سابقہ کا تتمہ ہے۔

۱۲۹۳ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُنْكَدِرِ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ جِيْءَ بِأَبِي يَوْمَ أُحُدٍ قَدْ مُثِّلَ بِهِ، حَتّٰى وُضِعَ بَيْنَ يَدَيْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَدْ سُجِّيَ ثَوْبًا، فَذَهَبْتُ أُرِيْدُ أَنْ أَكْشِفَ عَنْهُ، فَنَهَانِيْ قَوْمِيْ، ثُمَّ ذَهَبْتُ أَكْشِفُ عَنْهُ، فَنَهَانِي قَوْمِيْ، فَأَمَرَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرُفِعَ، فَسَمِعَ صَوْتَ صَائِحَةٍ، فَقَالَ مَنْ هٰذِهِ؟ فَقَالُوْا ابْنَةُ عَمْرٍو، أَوْ أُخْتُ عَمْرٍو، قَالَ فَلِمَ تَبْكِيْ؟ أَوْ لَا تَبْكِيْ، فَمَا زَالَتِ الْمَلَائِكَةُ تُظِلُّهُ بِأَجْنِحَتِهَا حَتّٰى رُفِعَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن المنکدر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ میرے والد کو جنگ احد کے دن اس حال میں لایا گیا کہ ان کو مثلہ کیا جا چکا تھا' حتیٰ کہ ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لا کر رکھ دیا گیا اور ان کو ایک چادر سے ڈھانپ دیا گیا' میں ارادہ کر رہا تھا کہ ان کی نعش سے چادر کھولوں تو مجھے میری قوم نے منع کیا' پھر میں دوبارہ ان سے چادر کھولنے کے لیے گیا تو میری قوم نے پھر مجھے منع کر دیا' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا تو ان کے جنازہ کو اٹھایا گیا' پھر آپ نے کسی چلانے والی کی آواز سنی' آپ نے پوچھا: یہ کون ہے؟ تو لوگوں نے بتایا کہ یہ عمرو کی بیٹی یا عمرو کی بہن ہے' آپ نے فرمایا: یہ کیوں رو رہی ہے؟ یا فرمایا: یہ نہ روئے' فرشتے اس پر مسلسل سایا کیے ہوئے تھے حتیٰ کہ اس کا جنازہ اٹھا لیا گیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۲۴۴ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں ''مثلة'' کا لفظ مذکور ہے اس کا معنی ہے: کسی شخص کو قتل کرنے کے بعد اس کی ناک' کان یا اس کی شرم گاہ کے اعضاء اور دیگر اعضاء کاٹ دیے جائیں۔

۳۵ - بَابٌ لَيْسَ مِنَّا مَنْ شَقَّ الْجُيُوْبَ

وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جس نے اپنا گریبان پھاڑا

۱۲۹۴ - حَدَّثَنَا أَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا زُبَيْدُ الْيَامِيُّ، عَنْ إِبْرَاهِيْمَ، عَنْ مَسْرُوْقٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَطَمَ الْخُدُوْدَ، وَشَقَّ الْجُيُوْبَ، وَدَعَا بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ.

[اطراف الحدیث: ۱۲۹۷-۱۲۹۸-۳۵۱۹]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زبید الیامی نے حدیث بیان کی از ابراہیم از مسروق از حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو اپنے رخساروں پر طمانچے مارے اور گریبان پھاڑے اور زمانہ جاہلیت کی چیخ و پکار کرے۔

(صحیح مسلم: ۱۰۳' الرقم المسلسل: ۲۷۹' سنن نسائی: ۱۸۶۰' سنن ابن ماجہ: ۱۵۸۴' سنن ترمذی: ۹۹۹' المنتقی: ۵۱۶' حلیۃ الاولیاء ج ۵ ص ۳۹' سنن بیہقی ج ۴ ص ۶۳' مسند احمد ج ۱ ص ۳۸۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۳۶۵۸- ج ۶ ص ۱۷۲' موسسۃ الرسالۃ بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ۴۰۲۳' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ' مسند الطحاوی: ۵۱۲۹)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابونعیم الفضل بن دکین (۲) سفیان الثوری (۳) زبید بن الحارث بن عبد الکریم الیامی' یہ بنو یام بن رافع بن مالک کی اولاد سے ہیں' جو ہمدان سے تھے (۴) ابراہیم النخعی (۵) مسروق بن الاجدع (۶) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔

(عمدۃ القاری ج ۸ ص ۱۳۶)

اس حدیث کی توجیہات کہ منہ پر طمانچے لگانے والا ہم میں سے نہیں ہے

اس حدیث میں آپ کا ارشاد ہے: وہ ہم میں سے نہیں ہے یعنی وہ ہماری سنت پر عمل کرنے والوں میں سے نہیں ہے' اور نہ ہماری سیرت پر عمل کرنے والوں میں سے ہے' اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ وہ دین سے بالکل خارج ہو گیا ہے کیونکہ اہل سنت کے نزدیک کوئی شخص معصیت کے ارتکاب سے دین سے خارج نہیں ہوتا' ہاں! اگر کسی شخص کا یہ عقیدہ ہو کہ معصیت حلال اور جائز ہے تو پھر وہ دین سے خارج ہو جائے گا' سفیان ثوری اس حدیث کو اپنے ظاہر پر جاری کرتے تھے اور اس میں کوئی تاویل نہیں کرتے تھے کیونکہ اس حدیث کو اپنے ظاہر پر محمول کرنا زجر و توبیخ کے زیادہ لائق ہے' اسی طرح ان تمام احادیث کو جن میں یہ جملہ ہے: وہ ہم میں سے نہیں ہے' علامہ کرمانی نے کہا ہے: یہ جملہ تغلیظ کے لیے ہے۔ ہاں! اگر زمانہ جاہلیت کی طرح چیخ و پکار میں کوئی شخص ایسے الفاظ بولے جو کفریہ ہوں مثلاً وہ حرام کو حلال کرے اور اللہ تعالیٰ کی قضاء و قدر پر راضی نہ ہو' پس اس وقت اس سے اسلام کی نفی حقیقۃً ہوگی۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ اس کا معنی ہے: وہ ہماری اقتداء کرنے والا نہیں ہے اور ہماری سنت پر عمل کرنے والا نہیں ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ ہماری سیرتِ کاملہ پر عمل کرنے والا نہیں ہے اور ایک قول یہ ہے کہ یہ اس شخص پر محمول ہے جو منہ پر طمانچے لگانے' گریبان پھاڑنے اور زمانہ جاہلیت کی چیخ و پکار کو جائز سمجھتا ہو۔

زمانہ جاہلیت سے مراد ہے: اسلام کے ظہور سے پہلے کا زمانہ فترت' یعنی زمانہ جاہلیت کی طرح چیخ و پکار کرنا اور مردے کے متعلق کہنا: ہائے پہاڑ' ہائے میرے بازو' یہ اہل جاہلیت کا طریقہ ہے' شریعت اسلام میں جائز نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۸ ص ۱۳۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۶ - بَابٌ رَثَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَعْدَ بْنَ خَوْلَةَ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سعد بن خولہ کی موت پر افسوس کرنا

اس عنوان میں ''رِثاء'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: مرنے والے کے محاسن بیان کرنا' اس کو مرثیہ بھی کہتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں اور وہ اصحاب الشجرہ میں سے تھے کہ ان کی بیٹی فوت ہو گئی اور وہ ایک خچر پر ان کے جنازہ کے پیچھے جا رہے تھے' پس عورتیں رونے لگیں تو انہوں نے کہا: تم مرثیہ نہ پڑھنا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مرثیہ پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔ (کتاب الدعا للطبرانی: ۵۶۰' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۸۲۵' کامل ابن عدی ج ۱ ص ۲۱۵' المستدرک ج ۱ ص ۳۶۰۔۳۵۹' سنن بیہقی ج ۴ ص ۴۳۔۴۲' مصنف عبد الرزاق: ۶۴۰۳' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳۰۲' سنن ابن ماجہ: ۱۵۹۲۔۱۵۰۳' المعجم الصغیر: ۲۶۸' حلیۃ الاولیاء ج ۷ ص ۳۳۳' مسند احمد ج ۴ ص ۳۵۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۹۱۴۰۔ ج ۳۱ ص ۴۸۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس عنوان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف مرثیہ کی جو نسبت کی گئی ہے' اس سے مراد ہے: صرف کسی کی موت پر اظہارِ افسوس کرنا' اور مرثیہ کا حقیقی معنی مراد نہیں ہے۔

۱۲۹۵ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ، عَنْ اَبِيْهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُوْدُنِيْ عَامَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ مِنْ وَجَعٍ اِشْتَدَّ بِيْ، فَقُلْتُ اِنِّيْ قَدْ بَلَغَ بِيْ مِنَ الْوَجَعِ، وَاَنَا ذُوْ مَالٍ، وَلَا يَرِثُنِيْ اِلَّا ابْنَةٌ، اَفَاَتَصَدَّقُ بِثُلُثَيْ مَالِيْ؟ قَالَ لَا. فَقُلْتُ بِالشَّطْرِ؟ فَقَالَ لَا. ثُمَّ قَالَ الثُّلُثُ وَالثُّلُثُ كَبِيْرٌ، اَوْ كَثِيْرٌ، اِنَّكَ اَنْ تَذَرَ وَرَثَتَكَ اَغْنِيَاءَ خَيْرٌ مِّنْ اَنْ تَذَرَهُمْ عَالَةً يَتَكَفَّفُوْنَ النَّاسَ، وَاِنَّكَ لَنْ تُنْفِقَ نَفَقَةً تَبْتَغِيْ بِهَا وَجْهَ اللّٰهِ اِلَّا اُجِرْتَ بِهَا، حَتّٰى مَا تَجْعَلُ فِيْ فِيْ امْرَاَتِكَ. فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اُخَلَّفُ بَعْدَ اَصْحَابِيْ؟ قَالَ اِنَّكَ لَنْ تُخَلَّفَ فَتَعْمَلَ عَمَلًا صَالِحًا اِلَّا ازْدَدْتَ بِهٖ دَرَجَةً وَّرِفْعَةً، ثُمَّ لَعَلَّكَ اَنْ تُخَلَّفَ حَتّٰى يَنْتَفِعَ بِكَ اَقْوَامٌ وَيُضَرَّ بِكَ اٰخَرُوْنَ، اَللّٰهُمَّ اَمْضِ لِاَصْحَابِيْ هِجْرَتَهُمْ وَلَا تَرُدَّهُمْ عَلٰى اَعْقَابِهِمْ، لٰكِنِ الْبَائِسُ سَعْدُ ابْنُ خَوْلَةَ. يَرْثِيْ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ مَّاتَ بِمَكَّةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن شہاب از عامر بن سعد بن ابی وقاص از والد خود رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں: حجۃ الوداع کے سال مجھے شدید درد تھا تو رسول اللہ ﷺ میری عیادت کرنے کے لیے آئے' تب میں نے کہا: مجھے اتنا درد ہو رہا ہے اور میں مال دار ہوں اور میری وراثت صرف میری ایک بیٹی ہے' کیا میں اپنا دو تہائی مال صدقہ کر دوں؟ آپ نے فرمایا: نہیں! پھر میں نے پوچھا: میں آدھا مال صدقہ کر دوں؟ آپ نے فرمایا: نہیں! پھر آپ نے فرمایا: تہائی مال صدقہ کر دو' تہائی مال (بھی) بہت زیادہ ہے' بے شک اگر تم اپنے وارثوں کو خوش حال چھوڑو تو یہ اس سے بہتر ہے کہ تم ان کو فقراء چھوڑو' وہ لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلاتے رہیں اور بے شک تم جو بھی خرچ کرو گے جس سے تم اللہ کی رضاجوئی کا ارادہ کرو گے تو تم کو اس پر اجر ملے گا حتیٰ کہ تم جو لقمہ اپنی بیوی کے منہ میں رکھو گے (اس پر بھی تم کو اجر ملے گا)' پس میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا میں اپنے اصحاب کے پیچھے رہ جاؤں گا؟ آپ نے فرمایا: تم بے شک ہرگز پیچھے نہیں چھوڑے جاؤ گے' تم جو بھی نیک کام کرو گے اس سے تمہارا درجہ زیادہ اور بلند ہوگا' پھر شاید کہ تم پیچھے چھوڑے جاؤ گے حتیٰ کہ ایک قوم تم سے نفع حاصل کرے گی اور دوسری قوم تم سے نقصان اٹھائے گی' اے اللہ! میرے اصحاب کی ہجرت کو جاری رکھنا اور ان کو ان کی ایڑیوں پر نہ لوٹانا' لیکن بے چارے سعد بن خولہ' رسول اللہ ﷺ ان کے لیے افسوس کر رہے تھے کہ وہ مکہ میں فوت ہو گئے تھے۔

(صحیح مسلم: ۱۶۲۸' الرقم المسلسل: ۴۱۳۱' سنن ابوداؤد: ۲۸۶۴' سنن ترمذی: ۲۱۱۶' سنن ابن ماجہ: ۲۷۰۸' السنن الکبریٰ: ۶۴۵۳' سنن نسائی: ۳۶۲۶' مسند الحمیدی: ۶۷' مسند البزار: ۱۰۸۳' المنتقیٰ: ۹۴۸' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۱ ص ۱۹۹' الاحاد والمثانی: ۲۱۷' مسند ابویعلیٰ: ۷۴۷' مشکل الآثار ج ۳ ص ۵۵' صحیح ابن حبان: ۴۲۴۹' مسند احمد ج ۱ ص ۱۷۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۵۴۶۔ ج ۳ ص ۱۲۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ۱۸۶۰' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حضرت سعد بن خولہ کے مکہ میں فوت ہونے کے متعلق تین روایات

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں حضرت سعد بن خولہ کا ذکر ہے کہ رسول اللہ ﷺ ان کے مکہ میں فوت ہونے پر افسوس کر رہے تھے' حضرت

سعد بن خولہ سبیعہ الاسلمیہ کے شوہر تھے ان کے درد اٹھا اور وہ مکہ کی اس زمین میں فوت ہو گئے جس سے وہ ہجرت کر کے مدینہ گئے تھے حالانکہ وہ چاہتے یہ تھے کہ مدینہ میں فوت ہوں' جہاں کے لیے انہوں نے ہجرت کی تھی' اسی لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ دعا کی تھی: اے اللہ! مجھے اپنے راستہ میں شہادت عطا فرما اور مجھے اپنے رسول کے شہر میں وفات عطا فرما۔ (صحیح البخاری: ۱۸۹۰) کیونکہ مہاجر پر اپنے اس وطن میں لوٹنا حرام ہے' جس سے اس نے اللہ کے لیے ہجرت کی تھی' اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حج کے افعال کرنے کے بعد کوئی مہاجر مکہ میں تین دن سے زیادہ نہ ٹھہرے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ وغیرہ جب طواف کرتے تھے تو ان کی سواریاں کوچ کے لیے تیار ہوتی تھیں اور امام بخاری نے ذکر کیا ہے کہ حضرت سعد بن خولہ بدر میں حاضر ہوئے تھے' پھر مکہ واپس گئے اور وہیں فوت ہو گئے' انہوں نے دوسری ہجرت حبشہ کی طرف کی تھی' وہ پچیس سال کی عمر میں بدر میں حاضر ہوئے تھے' اور احد اور خندق اور حدیبیہ میں حاضر ہوئے' وہ اپنی بیوی کے ساتھ حجۃ الوداع میں مکہ گئے اور وہیں فوت ہو گئے' اس وقت ان کی بیوی حاملہ تھیں اور ان کے فوت ہونے کے بعد ان کا وضع حمل ہوا' امام مسلم نے از ابن شہاب یہ روایت ذکر کی ہے کہ حضرت سعد بن خولہ حجۃ الوداع میں فوت ہوئے تھے۔

امام طبری نے کہا ہے کہ حضرت سعد بن خولہ ۷ ھ میں مکہ میں فوت ہوئے تھے' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اہل مکہ کے درمیان حدیبیہ کے سال کے بعد صلح ہو چکی تھی' حضرت سعد بن خولہ مکہ گئے' نہ حج کے لیے اور نہ جہاد کے لیے کیونکہ حج اس وقت تک فرض نہیں ہوا تھا' اور رہے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ' وہ مکہ حج کرنے کے لیے گئے تھے اور اگر وہ مکہ میں فوت ہو جاتے تو وہ حضرت سعد بن خولہ کے حکم میں نہیں تھے جن پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے افسوس کیا تھا کیونکہ جو شخص کسی فرض کو ادا کرنے کے لیے نکلے' پھر اس کو موت آ جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے نہ کوئی گناہ اور نہ اس کے متعلق یہ کہا جائے گا: بے چارا! اور نہ یہ کہا جائے گا کہ وہ دار ہجرت کو ترک کرنے والا ہے اور آپ نے دعا کی: اے اللہ! میرے اصحاب کی ہجرت کو جاری رکھ اور ان کو ان کی ایڑیوں کے بل نہ لوٹا یعنی ان کو زیادہ درجہ دے کر کمی نہ کرے۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۲۸۰۔۲۸۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ علامہ ابن بطال نے حضرت سعد بن خولہ کے مکہ میں فوت ہونے کے متعلق تین روایات ذکر کی ہیں' امام بخاری کے حوالہ سے ذکر کیا ہے کہ وہ غزوۂ بدر کے بعد مکہ گئے اور وہیں فوت ہو گئے' دوسری روایت امام مسلم کے حوالے سے ذکر کی ہے کہ وہ حجۃ الوداع میں مکہ گئے اور وہاں فوت ہو گئے اور تیسری روایت امام طبری کے حوالے سے ذکر کی کہ وہ صلح حدیبیہ کے ایام میں مکہ گئے اور وہاں فوت ہو گئے اور اسی کو ترجیح دی ہے کہ اسی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی موت پر افسوس کیا۔

تہائی مال سے زیادہ وصیت کرنے کا عدم جواز' وارثوں کو غنی چھوڑنے کی ترجیح' علم غیب کا ثبوت اور دیگر مسائل

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابو عمر نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند کی صحت پر تمام اہل علم متفق ہیں اور جمہور فقہاء نے اس حدیث کو وصیت کی مقدار میں اصل قرار دیا ہے اور یہ کہ تہائی مال سے زیادہ کی وصیت کرنا جائز نہیں ہے۔

امام مالک' امام شافعی' امام احمد' امام ابو حنیفہ اور دیگر فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ بیمار آدمی کا تہائی مال سے زیادہ کو ہبہ کرنا' صدقہ کرنا اور آزاد کرنا بھی جائز نہیں ہے۔

امام کا مریض کی عیادت کرنا مستحب ہے اور مال کو جمع کرنا جائز ہے' اس میں کوئی عیب نہیں ہے جیسا کہ بعض جعلی صوفیاء کہتے ہیں' بہ شرطیکہ اس مال کی زکوٰۃ ادا کی جاتی رہے اور مستحقین کی مدد کی جاتی رہے۔

اس حدیث میں وارثوں اور رشتہ داروں سے حسن سلوک کی ترغیب ہے اور یہ کہ جب کسی مباح کام میں اللہ تعالیٰ کی رضاء کے حصول کی نیت کی جائے تو وہ بھی کار ثواب ہے حتیٰ کہ اپنی بیوی کے منہ میں لقمہ رکھنا بھی۔

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب عطا فرمایا ہے کیونکہ آپ نے حضرت سعد بن ابی وقاص سے فرمایا کہ تم اس بیماری سے فوت نہیں ہو گے' تمہاری عمر طویل ہوگی حتیٰ کہ ایک قوم تم سے نفع حاصل کرے گی اور دوسری قوم نقصان اٹھائے گی یعنی مسلمانوں کو تم سے فائدہ ہوگا اور کفار کو نقصان ہوگا' اور اس میں لمبی عمر کی فضیلت ہے۔

اگر چہ فتح مکہ کے بعد ہجرت فرض نہیں رہی لیکن مہاجرین پر لازم تھا کہ وہ مدینہ میں رہیں تا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کریں اور آپ سے احکام شرعیہ کا علم حاصل کریں۔

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ اگر مہاجر کسی ضرورت کی وجہ سے مکہ میں رہے' پھر وہیں فوت ہو جائے تو اس کی ہجرت کا اجر ضائع نہیں ہوگا اور بعض علماء نے کہا ہے کہ مکہ میں رہنے سے ہر صورت میں ہجرت کا اجر ضائع ہو جائے گا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ورثاء کو خوش حال اور غنی چھوڑنا ان کو تنگ دست اور فقراء چھوڑنے پر راجح ہے بلکہ واجب ہے اور یہ اس کی دلیل ہے کہ غنی فقیر سے افضل ہے۔

قرآن مجید میں مطلقاً وصیت کرنے کا حکم ہے اور اس حدیث میں تہائی مال سے زیادہ وصیت کرنے سے منع فرمایا ہے' اس سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید کے عموم کی حدیث سے تخصیص کرنا جائز ہے' اس کی اور بہت مثالیں ہیں جیسے حضرت خزیمہ بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کی شہادت کو دو شہادتوں کے برابر قرار دینا' حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی حیات میں دوسری شادی سے منع فرما دینا' حضرت فاطمہ اور ازواج مطہرات کو آپ کے ترکہ سے حصہ نہ دینا وغیرہا۔

(عمدۃ القاری ج ۸ ص ۱۳۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۴۰۹۶۔ ج ۴ ص ۴۹۱ پر ذکر کی گئی ہے' اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:
① وصیت کا لغوی اور شرعی معنی ② وصیت کی اقسام ③ کیا مطلقاً وصیت کرنا فرض ہے؟ ④ ثلث مال تک وصیت کی تحقیق ⑤ امور مباحہ پر اجر ملنے کی تحقیق ⑥ لمبی عمر کی فضیلت ⑦ اہل مکہ کی ہجرت کا حکم۔

۳۷- بَابُ مَا يُنْهٰى مِنَ الْحَلْقِ عِنْدَ الْمُصِيبَةِ

مصیبت کے وقت بال مونڈنے کی ممانعت

۱۲۹۶- قَالَ الْحَكَمُ بْنُ مُوسٰى حَدَّثَنَا يَحْيٰى بْنُ حَمْزَةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ جَابِرٍ أَنَّ الْقَاسِمَ بْنَ مُخَيْمِرَةَ حَدَّثَهُ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو بُرْدَةَ بْنُ أَبِي مُوسٰى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ وَجِعَ أَبُو مُوسٰى وَجَعًا، فَغُشِيَ عَلَيْهِ، وَرَأْسُهُ فِي حَجْرِ امْرَأَةٍ مِنْ أَهْلِهِ، فَلَمْ يَسْتَطِعْ أَنْ يَرُدَّ عَلَيْهَا شَيْئًا، فَلَمَّا أَفَاقَ قَالَ أَنَا بَرِيءٌ مِمَّنْ بَرِئَ مِنْهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَرِئَ مِنَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: الحکم بن موسیٰ نے کہا: ہمیں یحییٰ بن حمزہ نے حدیث بیان کی از عبد الرحمٰن بن جابر کہ القاسم بن مخیمرہ نے ان کو حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے حضرت ابو بردہ بن ابی موسیٰ رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت ابو موسیٰ کو بہت شدید درد ہو گیا' پس وہ بے ہوش ہو گئے اور ان کا سر ان کے گھر والوں سے ان کی بیوی کی گود میں تھا اور وہ ان کے کسی کام کو مسترد کرنے کی طاقت نہیں رکھتے تھے' پس جب ان کو ہوش آیا تو انہوں نے کہا: میں ان سے بَری ہوں' جن سے رسول

الصَّالِقَةِ وَالْحَالِقَةِ وَالشَّاقَّةِ.

اللہ ﷺ بَری تھے اور بے شک رسول اللہ ﷺ چیخ و پکار کرنے والی بال مونڈنے والی اور کپڑے پھاڑنے والی سے بَری تھے۔

(صحیح مسلم: ۱۰۴، الرقم المسلسل: ۲۸۱، سنن نسائی: ۱۸۶۳، سنن ابن ماجہ: ۱۵۸۶، السنن الکبریٰ: ۱۹۹۰، سنن بیہقی ج ۴ ص ۶۴، شعب الایمان: ۱۰۱۵۷، مسند احمد ج ۴ ص ۳۹۷ طبع قدیم، مسند احمد: ۱۹۵۴۷۔ ج ۳۲ ص ۳۱۷، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

چیخ و پکار کرنے والی عورتوں سے بَری ہونے کا محمل

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

المہلب نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ چیخ و پکار کرنے والی بال مونڈنے والی اور کپڑے پھاڑنے والی سے بَری تھے اس کا معنی یہ ہے کہ آپ ان افعال سے راضی نہیں تھے اور ان عورتوں سے ان افعال کے وقت راضی نہیں تھے اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ ان کے اسلام سے بَری تھے۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۲۸۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

۳۸ - بَابُ لَيْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ الْخُدُوْدَ

جس نے اپنے چہرے پر طمانچے مارے وہ ہم میں سے نہیں ہے

۱۲۹۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُرَّةَ، عَنْ مَسْرُوْقٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ الْخُدُوْدَ، وَشَقَّ الْجُيُوْبَ، وَدَعَا بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد الرحمٰن نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از الاعمش از عبد اللہ بن مرہ از مسروق از حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ آپ نے فرمایا: وہ ہم میں سے نہیں ہے جس نے اپنے رخساروں پر مارا اور گریبانوں کو پھاڑا اور زمانہ جاہلیت کی چیخ و پکار کی۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۲۹۴ میں ملاحظہ فرمائیں۔

۳۹ - بَابُ مَا يُنْهٰى مِنَ الْوَيْلِ وَدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ عِنْدَ الْمُصِيْبَةِ

مصیبت کے وقت واویلاہ کہنے اور جاہلیت کی چیخ و پکار کرنے کی ممانعت

۱۲۹۸ - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِيْ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُرَّةَ، عَنْ مَسْرُوْقٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ الْخُدُوْدَ، وَشَقَّ الْجُيُوْبَ، وَدَعَا بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی از عبد اللہ بن مرہ از مسروق از حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جس نے چہروں پر مارا اور گریبانوں کو پھاڑا اور جاہلیت کی چیخ و پکار کی۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۲۹۴ میں گزر چکی ہے۔

٤٠ - بَابُ مَنْ جَلَسَ عِنْدَ الْمُصِيبَةِ يُعْرَفُ فِيهِ الْحُزْنُ

جو شخص مصیبت کے وقت اس طرح بیٹھا کہ اس کے چہرے سے غم ظاہر ہو

۱۲۹۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ سَمِعْتُ يَحْيٰى قَالَ اَخْبَرَتْنِي عَمْرَةُ قَالَتْ سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ لَمَّا جَاءَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَتْلُ ابْنِ حَارِثَةَ وَجَعْفَرٍ وَابْنِ رَوَاحَةَ، جَلَسَ يُعْرَفُ فِيهِ الْحُزْنُ، وَاَنَا اَنْظُرُ مِنْ صَائِرِ الْبَابِ، شَقِّ الْبَابِ، فَاَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ اِنَّ نِسَاءَ جَعْفَرٍ، وَذَكَرَ بُكَاءَهُنَّ، فَاَمَرَهُ اَنْ يَنْهَاهُنَّ، فَذَهَبَ، ثُمَّ اَتَاهُ الثَّانِيَةَ لَمْ يُطِعْنَهُ، فَقَالَ انْهَهُنَّ. فَاَتَاهُ الثَّالِثَةَ قَالَ وَاللّٰهِ غَلَبْنَنَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَزَعَمَتْ اَنَّهُ قَالَ فَاحْثُ فِي اَفْوَاهِهِنَّ التُّرَابَ. فَقُلْتُ اَرْغَمَ اللّٰهُ اَنْفَكَ، لَمْ تَفْعَلْ مَا اَمَرَكَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَمْ تَتْرُكْ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْعَنَاءِ. [اطراف الحدیث: ۱۳۰۵۔ ۴۲۶۳] (صحیح مسلم: ۹۳۵ الرقم المسلسل: ۲۰۹۹ سنن ابوداؤد: ۳۱۲۲ سنن نسائی: ۱۸۴۷)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوہاب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے یحییٰ سے سنا' انہوں نے کہا: مجھے عمرہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا' وہ بیان کرتی ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت ابن حارثہ اور حضرت جعفر اور حضرت ابن رواحہ کی شہادت کی خبر آئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح بیٹھے کہ آپ کے چہرے سے غم ظاہر ہو رہا تھا' اور میں دروازہ کی جھری سے دیکھ رہی تھی' پس آپ کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی خواتین کا اور ان کے رونے کا ذکر کیا' آپ نے اس کو حکم دیا کہ وہ ان عورتوں کو (آواز سے رونے سے) منع کرے' وہ چلا گیا' پھر دوسری بار آیا کہ وہ عورتیں اس کی بات نہیں مانتیں' آپ نے فرمایا: ان کو منع کرو' وہ تیسری بار آیا' پس کہا: اللہ کی قسم! وہ ہم پر غالب آ گئیں یا رسول اللہ! حضرت عائشہ نے گمان کیا کہ آپ نے فرمایا: ان کے مونہوں میں مٹی ڈال دو' میں نے (دل میں) کہا: اللہ تیری ناک کو خاک آلود کرے' تو نے وہ نہیں کیا جس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تجھے حکم دیا تھا اور تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رنجیدہ کرنا بھی نہیں چھوڑتا۔

اس حدیث کے رجال کا کئی مرتبہ ذکر کیا جا چکا ہے۔

بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ مصیبت سے پہلے اور مصیبت کے بعد آدمی کی کیفیت ایک جیسی ہو تو یہ صبر ہے

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

علامہ طبری نے کہا ہے کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ صبر میں لوگوں کے احوال مختلف ہوتے ہیں' بعض لوگوں کا چہرہ مصیبت کے وقت متغیر ہو جاتا ہے اور ان کی آنکھوں سے آنسو گرنے لگتے ہیں اور وہ زبان سے کوئی صبر کے خلاف بات نہیں کہتے اور بعض لوگوں کا چہرہ متغیر ہو جاتا ہے اور وہ زبان سے آہ و فغاں کرتے ہیں اور بے قراری کا اظہار کرتے ہیں' اور بعض لوگوں کے آنسو بھی بہتے ہیں اور وہ آہ و زاری بھی کرتے ہیں اور وہ کھانا پینا ترک کر دیتے ہیں اور سوگ والے کپڑے پہنتے ہیں اور بعض لوگوں کا حال مصیبت پڑنے سے پہلے اور مصیبت کے بعد یکساں ہوتا ہے' سو ان میں سے کون سے لوگ صبر کرنے والوں میں شمار کیے جائیں گے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہم سے پہلے متقدمین کا بھی اس میں اختلاف ہے' پس بعض نے یہ کہا کہ صبر کے اسم کے مستحق وہ لوگ ہیں جن کا حال مصیبت پڑنے سے پہلے اور مصیبت کے بعد یکساں ہو' اور ان کی زبان اور دیگر اعضاء سے بے قراری کی کوئی علامت ظاہر نہ ہو' اور صوفیاء نے

یہ کہا ہے کہ ولی ولایت پر اس وقت فائز ہوتا ہے جب وہ اللہ کی تقدیر پر راضی ہو اور کسی چیز پر غم زدہ نہ ہو اور اس حال میں لوگوں کے مراتب مختلف ہیں' پس بعض وہ ہیں جن کی طبیعت میں سکون ہوتا ہے اور وہ مصائب کی پرواہ بہت کم کرتے ہیں اور بعض وہ ہیں جن کی طبیعت میں بے صبری اور بے قراری ہوتی ہے' اس کے باوجود وہ اپنی طبیعت پر قابو اور کنٹرول رکھتے ہیں اور وہ یہ جانتے ہیں کہ صبر کا بہت زیادہ اجر ہوتا ہے۔

علامہ طبری نے کہا کہ روایت ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو ان کے بھائی عتبہ کی موت کی خبر دی گئی تو انہوں نے کہا: وہ مجھے بہت عزیز تھے اور مجھے اس سے خوشی نہیں ہوگی کہ اب وہ تمہارے درمیان زندہ ہوتے' لوگوں نے پوچھا: وہ کیسے آپ کو بہت عزیز تھے؟ تو حضرت ابن مسعود نے کہا: مجھے ان کی وجہ سے اجر دیا جائے تو یہ مجھے زیادہ پسند ہے اور ثابت نے بیان کیا کہ صلہ بن اشیم کے بھائی فوت ہو گئے' ان کے پاس ایک شخص اس وقت آیا جب وہ کھانا کھا رہے تھے اور کہا: اے ابو الصہباء! تمہارے بھائی فوت ہو گئے' انہوں نے کہا: آؤ! کھانا کھاؤ! بے شک ہمیں ان کی موت کی خبر مل گئی ہے' لو اب کھانا کھاؤ! اس شخص نے کہا: مجھ سے پہلے تو آپ کو کسی نے اس کی موت کی خبر نہیں دی تھی' انہوں نے: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ۝ (الزمر: ۳۰) بے شک آپ بھی فوت ہونے والے ہیں اور وہ بھی مرنے والے ہیں ۝

الشعبی نے کہا کہ شریح رات میں جنازوں کو دفن کرتے تھے اور اس کو غنیمت جانتے تھے' جب ان کے پاس کوئی شخص آتا اور بیمار کے متعلق سوال کرتا تو وہ کہتے: اللہ کا شکر ہے! وہ آرام سے ہے اور مجھے امید ہے کہ اس کو راحت مل گئی ہے' انہوں نے اس طریقہ کو حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے طریقہ سے اخذ کیا اور ابن سیرین مصیبت کے وقت میں پہلے کی طرح رہتے تھے' باتیں کرتے رہتے تھے اور ہنستے رہتے تھے مگر جس دن ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا فوت ہوئیں تو اس دن غم کے آثار ان کے چہرے سے ظاہر تھے' اور ربیعہ سے سوال کیا گیا کہ صبر کی انتہا کیا ہے؟ انہوں نے کہا: تم مصیبت آنے کے بعد بھی پہلے کی طرح رہو۔

غمگین ہونا اور آنسوؤں کا نکلنا' صبر کے اعلیٰ درجہ کے منافی نہیں

دوسرے علماء نے یہ کہا ہے کہ پسندیدہ صبر یہ ہے کہ جب بندہ پر کوئی مصیبت آئے تو وہ اپنے رب کی قضاء پر راضی رہے اور اس کے حکم کو تسلیم کرے رہا دل کا غمگین ہونا اور آنکھوں سے آنسوؤں کا بہنا تو اس سے بندہ صابرین کے مصداق سے نہیں نکلتا' جب تک وہ اس سے تجاوز کر کے شکوہ شکایت اور آہ وزاری نہ کرے کیونکہ انسانوں کے نفوس مصائب میں رنج و ملال پر پیدا کیے گئے ہیں' انہوں نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صبر کرنے والوں کی مدح کی ہے اور ان کو عظیم ثواب عطا کرنے کا وعدہ فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ان نیک کاموں کے کرنے پر ثواب عطا فرماتا ہے' جو ان کے اختیار میں ہوتے ہیں اور مصیبت کے وقت چہروں سے افسردگی اور غم کا اظہار نہ کرنا اور آنسوؤں کا نہ بہنا یہ انسان کی فطرت کے خلاف ہے' اس پر انسان قادر نہیں ہے' اس پر صرف انسان کو پیدا کرنے والا ہی قادر ہے' اور محمود صبر وہ ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اور وہ یہ ہے کہ جب مصیبت نازل ہو تو بندہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر راضی ہو اور اس کے حکم کو تسلیم کرے نہ یہ کہ اپنے چہرے سے غم کے آثار ظاہر نہ ہونے دے اور آنسوؤں کو نہ بہنے دے۔

ربیعہ بن کلثوم نے کہا: ہم حسن بصری کے پاس گئے' ان کی ڈاڑھ میں تکلیف تھی' انہوں نے دعا کی: اے میرے رب! مجھے تکلیف پہنچی ہے اور تو ارحم الراحمین ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: جب میں اپنے مومن بندہ کو کسی

تکلیف میں مبتلا کرتا ہوں' پس وہ اپنی عیادت کرنے والوں سے شکایت نہیں کرتا تو میں اس کو بیماری سے نکال لیتا ہوں اور اس کے گوشت کو پہلے سے بہتر گوشت سے بدل دیتا ہوں اور اس کے خون کو پہلے سے بہتر خون سے بدل دیتا ہوں اور اس کو از سرِ نو کام کے قابل بنا دیتا ہوں۔ (المستدرک ج ۱ ص ۳۴۸' سنن بیہقی ج ۳ ص ۳۷۵)

طلحہ بن مصرف نے کہا: تم اپنی بیماری اور مصیبت کی شکایت نہ کرو' اور مجھے یہ خبر دی گئی ہے کہ حضرت یعقوب بن اسحاق علیہما السلام کے پاس ان کا پڑوسی آیا' اس نے کہا: اے یعقوب! کیا وجہ ہے کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہاری ہڈیاں کمزور ہو گئی ہیں اور تم تقریباً فنا ہو چکے ہو حالانکہ تم ابھی اپنے والد کی عمر کو نہیں پہنچے! حضرت یعقوب علیہ السلام نے کہا: یوسف کی جدائی کے غم نے میری ہڈیوں کو کمزور کر دیا' تب اللہ تعالیٰ نے حضرت یعقوب علیہ السلام کی طرف یہ وحی کی: کیا تم مخلوق سے میری شکایت کر رہے ہو' تب حضرت یعقوب نے کہا: اے میرے رب! یہ میری خطاء ہے' تو اس کو معاف فرما دے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں نے تم کو معاف کر دیا' پھر اس کے بعد جب ان سے ان کا حال دریافت کیا گیا تو انہوں نے کہا:

اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّیْ وَحُزْنِیْٓ اِلَى اللّٰهِ. (یوسف:۸۶) میں اپنی پریشانی اور رنج کی شکایت صرف اللہ سے کرتا ہوں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات سے صالحین کو بہت شدید رنج ہوا' طاؤس نے کہا: میں نے اللہ تعالیٰ کی حرمتوں کی تعظیم کرنے والا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے زیادہ کسی کو نہیں دیکھا' ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات سے بہت رنج ہوا' اور ان کی آنکھوں سے آنسو بہتے رہتے تھے' اور میں نے دیکھا کہ جب حضرت عمر بن الخطاب کے پاس النعمان بن مقرن کی وفات کی خبر پہنچی تو انہوں نے اپنے سر پر ہاتھ رکھا اور رونے لگے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۲۲۵۷)

جب سعید بن ابی الحسن فوت ہوئے تو حسن بصری ایک سال تک روتے رہے' ان سے کہا گیا: اے ابوسعید! آپ صبر کا حکم دیتے ہیں اور خود روتے ہیں تو انہوں نے کہا: اللہ کا شکر ہے جس نے مؤمنین کے دلوں میں یہ رحمت رکھی ہے' آنکھ روتی ہے اور دل غمگین ہوتا ہے اور یہ بے صبری نہیں ہے' بے صبری وہ ہے جس کا اظہار زبان اور ہاتھ سے ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی صاحب زادی سیدہ زینب کے فوت ہونے پر روئے اور اپنے صاحب زادے حضرت ابراہیم کے فوت ہونے پر آنسوؤں سے روئے اور فرمایا: یہ وہ رحمت ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دلوں میں رکھ دیا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۲۲۵۱-۱۲۲۵۰' مجلس علمی' بیروت) اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم افاضل صحابہ حضرت زید بن حارثہ' حضرت جعفر بن ابی طالب اور حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم کے شہید ہونے پر آنسوؤں سے روئے' لہٰذا کسی مصیبت پر غمگین ہونا اور آنسوؤں سے رونا صبر کے خلاف نہیں ہے بلکہ یہ صبر محمود ہے اور صبر کا اعلیٰ درجہ ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۲۸۵-۲۸۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ بدر الدین عینی نے علامہ ابن بطال کی صبر کے متعلق اس پوری تقریر کو نقل کر دیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۸ ص ۱۴۰-۱۳۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حافظ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: (اگر وہ عورتیں رونا بند نہیں کرتیں تو) ان کے مونہوں میں مٹی ڈال دو' علامہ قرطبی نے اس کی شرح میں کہا ہے: یہ اس کی دلیل ہے کہ وہ عورتیں بلند آواز سے رو رہی تھیں اور جب انہوں نے آپ کے حکم کے باوجود رونا بند نہیں کیا تو آپ نے فرمایا: ان کا منہ مٹی سے بند کر دو' اور منہ کی اس لیے تخصیص کی کہ وہ نوحہ کرنے کا محل ہے' اس کے برخلاف آنکھوں سے آنسوؤں کا بہانا ممنوع نہیں ہے۔

حافظ ابن حجر اس کی توجیہ میں لکھتے ہیں: یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آپ نے ڈانٹ ڈپٹ میں مبالغہ کے لیے یہ فرمایا ہو کہ ان کے مونہوں میں مٹی ڈال دو یا اس کا یہ معنی ہو کہ ان کو یہ بتاؤ کہ آواز کے ساتھ رونے کی وجہ سے وہ صبر کے اجر سے محروم ہوگئیں' جیسے ناکام اور نامراد شخص کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اس کے ہاتھوں میں خاک اور دھول کے سوا کچھ نہیں آیا' ایک قول یہ ہے کہ آپ کا یہ ارادہ نہیں تھا کہ حقیقۃً ان کے مونہوں میں مٹی ڈال دی جائے' قاضی عیاض نے کہا: آپ کے اس ارشاد کا معنی یہ ہے کہ یہ اس وقت تک چپ نہیں ہوں گی جب تک ان کے مونہوں میں مٹی نہ ڈال دی جائے' سو اگر تم ان کے مونہوں میں مٹی ڈال سکتے ہو تو مٹی ڈال دو۔

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس شخص کے رونے سے منع کرنے کے باوجود ان عورتوں نے رونا اس لیے نہ بند کیا ہو کہ اس شخص نے یہ تصریح نہیں کی تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کو رونے سے منع کر رہے ہیں اور انہوں نے یہ سمجھا کہ یہ اپنی طرف سے کہہ رہا ہے یا انہوں نے یہ سمجھ تو لیا تھا لیکن غم کی شدت ان پر غالب آ گئی' پھر زیادہ ظاہر یہ ہے کہ اگر ان کا رونا' رونے کی اس مقدار سے زیادہ تھا جو مباح ہے تو پھر آپ کا منع فرمانا تحریم کے لیے تھا کیونکہ آپ نے مکرر منع فرمایا اور اگر وہ چپ نہ کریں تو اس پر وعید بھی فرمائی اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ اس قدر زیادہ نہ رو رہی ہوں اور آپ نے تنزیہ کے لیے منع فرمایا ہو اور اگر یہ منع فرمانا تحریم کے لیے ہوتا تو پھر آپ منع کرنے کے لیے کسی اور شخص کو بھیجتے کیونکہ آپ کسی ناجائز کام کو مقرر اور ثابت نہیں رکھتے تھے' اور صحابیات کا کسی حرام کام سے ممانعت کے باوجود اس کو کیے جانا بہت بعید ہے اور جب ان کا رونا مباح کی حد میں تھا تو پھر آپ کا اس سے منع فرمانا اس لیے تھا کہ اگر اس میں ڈھیل دی جائے تو پھر ان کا رونا حرام کی حد میں داخل ہو جائے گا کیونکہ عورتوں میں صبر کم ہوتا ہے' اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کسی مباح کام کے کرنے میں یہ خطرہ ہو کہ وہ حرام تک پہنچ جائے گا تو سد ذرائع کے لیے اس مباح کام سے بھی منع کر دینا چاہیے۔ (واضح رہے کہ پست اور دھیمی آواز سے رونا مباح ہے اور اونچی اور بلند آواز سے رونا یا چلا چلا کر واویلا کرنا حرام ہے۔ سعیدی غفرلہٗ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس شخص کے متعلق دل میں کہا: اللہ تیری ناک کو خاک آلودہ کرے' تو نے وہ نہیں کیا جس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تجھے حکم دیا تھا۔

اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ حضرت عائشہ کو یہ کیسے علم ہوا کہ اس شخص نے آپ کے حکم پر عمل نہیں کیا' علامہ نووی نے اس کے جواب میں یہ کہا ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ حضرت عائشہ کے نزدیک اس پر قرینہ قائم ہو چکا تھا کہ اس شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر عمل نہیں کیا اور ان عورتوں کو زبردستی چپ نہیں کرایا' یا حضرت عائشہ کی مراد یہ تھی کہ اگر وہ شخص ان عورتوں کو چپ کرانے سے قاصر اور عاجز تھا تو وہ جا کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بتاتا کہ میں ان کو چپ نہیں کرا سکا' آپ کسی اور کو بھیج دیں۔

اس حدیث کے فوائد میں سے یہ ہے کہ تعزیت کے لیے سکون اور وقار کے ساتھ بیٹھنا چاہیے اور یہ کہ پردہ دار عورتوں کا اجنبی مردوں کی طرف دیکھنا جائز ہے۔ (ان فوائد کو علامہ عینی نے بھی نقل کیا ہے۔ سعیدی غفرلہٗ)

(فتح الباری ج ۲ ص ۴۷۸-۴۷۷' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن حجر کا یہ لکھنا صحیح نہیں کہ پردہ دار عورتوں کا اجنبی مردوں کی طرف دیکھنا جائز ہے اور علامہ عینی کا اس کو بلا رد نقل کرنا بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ پردہ دار عورتوں کا اجنبی مردوں کی طرف دیکھنا جائز نہیں ہے۔

پردہ دار عورتوں کا اجنبی مردوں کی طرف دیکھنے کا جواز اور اس میں بحث ونظر

قرآن مجید میں ہے:

وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ. اور آپ مسلمان عورتوں سے کہیے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں۔ (النور:۳۱)

اور حدیث میں ہے:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھی اور آپ کے پاس حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں' پس حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ آئے' یہ حجاب کا حکم نازل ہونے کے بعد کا واقعہ ہے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم دونوں ان سے پردہ کرو' ہم نے کہا: یارسول اللہ! کیا یہ نابینا نہیں ہے؟ نہ ہم کو دیکھ رہا ہے نہ ہم کو پہچانتا ہے! آپ نے فرمایا: کیا تم دونوں بھی نابینا ہو' کیا تم اس کو دیکھ نہیں رہیں۔ (سنن ابوداؤد:۴۱۱۲'سنن ترمذی:۲۷۷۸' مسند احمد ج ۶ ص ۲۹۶)

امام ابوداؤد نے کہا ہے کہ یہ حکم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کے ساتھ مخصوص ہے کیونکہ آپ نے حضرت فاطمہ بنت قیس کو یہ حکم دیا کہ وہ حضرت ابن ام مکتوم کے گھر عدت گزاریں' وہ نابینا شخص ہیں' تم ان کے پاس اپنے کپڑے اتار سکتی ہو۔

(سنن ابوداؤد ص ۷۶۴' دارالفکر' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

امام ابوداؤد کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ علامہ محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

مسلمان عورت مرد کو دیکھ سکتی ہے بہ شرطیکہ وہ شہوت سے مامون ہو' اور اگر وہ شہوت سے مامون نہ ہو یا اس کو شہوت کا خطرہ ہو یا شک ہو تو پھر اس کا اجنبی مرد کی طرف دیکھنا استحساناً حرام ہے۔ (الدرالمختار مع ردالمحتار ج ۹ ص ۴۵۲' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی اس کے حاشیہ میں لکھتے ہیں:

ھدایہ میں مذکور ہے کہ عورتوں پر شہوت غالب ہوتی ہے اور یہ اعتبار کیا جائے گا کہ ان میں شہوت محقق ہے۔

(ردالمحتار ج ۹ ص ۴۵۲' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ عورتوں کا اجنبی مردوں کی طرف دیکھنا جائز نہیں ہے اور ظاہر قرآن اور حدیث سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے' پھر یہ اعتراض ہوگا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ بنت قیس کو حضرت ابن ام مکتوم کے گھر عدت گزارنے کی جو اجازت دی تھی' اس کی کیا توجیہ ہوگی؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے یہ ان کی خصوصیت ہو اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نور نبوت سے یہ علم ہو کہ وہ شہوت سے مامون ہیں۔

اس پر دوسرا اعتراض یہ ہوگا کہ حضرت عائشہ دروازہ کی جھری سے اس شخص کی طرف دیکھ رہی تھیں جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو رونے سے منع کرنے کے لیے بھیجا تھا اور اس سے علامہ ابن حجر اور علامہ عینی نے یہ مسئلہ مستنبط کیا ہے کہ پردہ دار عورتوں کا اجنبی مردوں کی طرف دیکھنا جائز ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں یہ تصریح نہیں ہے کہ حضرت عائشہ نے اس شخص کے چہرے کی طرف دیکھا اور ممنوع صرف چہرے کی طرف دیکھنا ہے۔ حضرت عائشہ نے اس کے جسم اور اس کے ڈھانچے کی طرف دیکھا تھا اور اس سے پردہ دار عورتوں کا اجنبی مردوں کے چہرہ کی طرف دیکھنا لازم نہیں آتا' ہر چند کہ علامہ ابن حجر اور علامہ عینی نے اجنبی مرد کے چہرے کی طرف دیکھنے کی تصریح نہیں کی' لیکن ان کی عبارت سے متبادر چہرے کی طرف دیکھنے کا جواز معلوم ہوتا ہے کیونکہ اجنبی مرد کے جسم اور اس کے ڈھانچے کی طرف دیکھنے کے جواز میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔

۱۳۰۰ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَاصِمُ الْاَحْوَلُ' عَنْ اَنَسٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن علی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن فضیل نے حدیث بیان کی'

رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَنَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ شَهْرًا، حِیْنَ قُتِلَ الْقُرَّاءُ، فَمَا رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حَزِنَ حُزْنًا قَطُّ اَشَدَّ مِنْهُ.

انہوں نے کہا: ہمیں عاصم احول نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ' انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مہینہ تک قنوت پڑھتے رہے جب (ستر) قاریوں کو شہید کیا گیا' پس میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے زیادہ غم زدہ کبھی نہیں دیکھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۰۰۱ میں گزر چکی ہے۔

٤١ - بَابُ مَنْ لَّمْ يُظْهِرْ حُزْنَهٗ عِنْدَ الْمُصِيْبَةِ

جو مصیبت کے وقت اپنے غم کو ظاہر نہ کرے

وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ كَعْبِ الْقُرَظِيُّ اَلْجَزَعُ الْقَوْلُ السَّيِّئُ وَالظَّنُّ السَّيِّئُ.

اور محمد بن کعب القرظی نے کہا: ''الجزع'' بُرا قول ہے اور بُرا گمان ہے۔

بُرے قول سے مراد ایسا قول ہے جو غم پر اُبھارے اور بُرے گمان سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صبر کرنے پر جو وعدہ کیا ہے اس کو بعید سمجھے۔

وَقَالَ يَعْقُوْبُ عَلَيْهِ السَّلَامُ ﴿اِنَّمَا اَشْكُوْا بَثِّیْ وَحُزْنِیْٓ اِلَی اللّٰهِ﴾ (یوسف:۸٦).

اور حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا: میں اپنی پریشانی اور غم کی صرف اللہ سے شکایت کرتا ہوں۔ (یوسف:۸٦)

۱۳۰۱ - حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْحَكَمِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ قَالَ اَخْبَرَنَا اِسْحَاقُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ اَبِیْ طَلْحَةَ اَنَّهٗ سَمِعَ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ يَقُوْلُ اِشْتَكٰی ابْنٌ لِاَبِیْ طَلْحَةَ قَالَ فَمَاتَ وَاَبُوْ طَلْحَةَ خَارِجٌ، فَلَمَّا رَاَتِ امْرَاَتُهٗ اَنَّهٗ قَدْ مَاتَ، هَيَّاَتْ شَيْئًا، وَنَحَّتْهُ فِیْ جَانِبِ الْبَيْتِ، فَلَمَّا جَاءَ اَبُوْ طَلْحَةَ قَالَ كَيْفَ الْغُلَامُ؟ قَالَتْ قَدْ هَدَاَتْ نَفْسُهٗ، وَاَرْجُوْا اَنْ يَّكُوْنَ قَدِ اسْتَرَاحَ. وَظَنَّ اَبُوْ طَلْحَةَ اَنَّهَا صَادِقَةٌ. قَالَ فَبَاتَ، فَلَمَّا اَصْبَحَ اِغْتَسَلَ، فَلَمَّا اَرَادَ اَنْ يَّخْرُجَ اَعْلَمَتْهُ اَنَّهٗ قَدْ مَاتَ، فَصَلّٰی مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ اَخْبَرَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَا كَانَ مِنْهُمَا، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَلَّ اللّٰهَ اَنْ يُّبَارِكَ لَكُمَا فِیْ لَيْلَتِكُمَا. قَالَ سُفْيَانُ فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ فَرَاَيْتُ لَهُمَا تِسْعَةَ اَوْلَادٍ، كُلُّهُمْ قَدْ قَرَاَ الْقُرْاٰنَ.

[طرف الحدیث: ۵۴۷۰] (صحیح مسلم: ۲۱۴۴' الرقم المسلسل: ۵۵۰۸)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں بشر بن الحکم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان بن عیینہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسحاق بن عبد اللہ بن ابی طلحہ نے خبر دی' انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا بیٹا بیمار ہو گیا' پس وہ فوت ہو گیا اور حضرت ابوطلحہ گھر سے نکلے ہوئے تھے' جب ان کی بیوی نے یہ دیکھا کہ بچہ فوت ہو گیا ہے تو انہوں نے اس کو غسل دیا اور کفن پہنایا اور اس کو گھر کے ایک کونے میں رکھ دیا' جب حضرت ابوطلحہ آئے اور پوچھا: بچہ کیسا ہے؟ تو انہوں نے کہا: وہ پرسکون ہے اور مجھے امید ہے وہ راحت پا چکا ہے' اور حضرت ابوطلحہ نے گمان کیا کہ وہ سچی ہیں' حضرت انس نے کہا: انہوں نے رات گزاری' جب صبح ہوئی تو غسل کیا' جب وہ گھر سے باہر نکلنے لگے تو ان کی بیوی نے انہیں بتایا کہ بچہ فوت ہو چکا ہے' پس انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی' پھر انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا کہ ان دونوں کے ساتھ رات کو کیا ہوا ہے' تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: امید ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے رات کے معاملہ میں برکت دے گا' سفیان نے کہا: پس انصار کے

ایک شخص نے کہا: میں نے دیکھا کہ ان کے نو بیٹے ہوئے اور وہ سب قرآن مجید کے قاری تھے۔

حضرت ام سلیم کا بے مثال صبر جمیل اور ان کی ناقابل فراموش شجاعت

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

جس شخص نے مصیبت کے وقت اپنے رنج کو ظاہر نہیں کیا اور اس کے لیے غم کا اظہار کرنا جو مباح تھا اس کو ترک کر دیا' اس میں اللہ تعالیٰ کی کوئی ناراضگی نہیں ہے اور اس نے صبر کو اختیار کیا جس طرح حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے کیا تھا' تو وہ اس آیت کا مصداق ہے:

وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ ○ (النحل:١٢٦) اور اگر تم نے صبر کیا تو وہ صبر کرنے والوں کے لیے بہتر ہے ○

اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ جو شخص عزیمت اور شدت کے عمل پر قادر ہو' اس کے لیے رخصت کو ترک کرنا جائز ہے' اس میں بہت عظیم اجر و ثواب ہوتا ہے۔

المہلب نے کہا ہے کہ حضرت ام سلیم نے کہا: اس کا نفس پر سکون ہو گیا اور مجھے امید ہے کہ وہ آرام پا چکا ہے' اس میں تعریض ہے یعنی اس کلام کے دو معنی تھے' قریب معنی یہ ہے کہ وہ بیماری سے شفاء پا کر پر سکون ہو گیا اور اب اس کو آرام ہے' یہ معنی قریب ہے جو انہوں نے اپنے شوہر حضرت ابوطلحہ کے ذہن میں ڈالا اور اس کا بعید معنی یہ ہے کہ وہ فوت ہو کر پر سکون ہو گیا اور دنیا کے آلام سے آرام پا چکا ہے' حضرت ام سلیم نے اسی معنی کا ارادہ کیا اور وہ اپنے کلام میں سچی تھیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے: پھر انہوں نے کچھ تیاری کی' اس کے بھی دو معنی ہیں یعنی انہوں نے بچہ کو غسل دے کر اور کفن پہنا کر تیار کیا اور دوسرا معنی یہ ہے کہ انہوں نے بناؤ سنگھار کر کے اپنے آپ کو اپنے شوہر سے جماع کے لیے تیار کیا' اس سے معلوم ہوا کہ عورت کا اپنے آپ کو جماع کے لیے تیار کرنا جائز ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو اللہ کی رضا کے لیے بے صبری اور بے قراری کو ترک کرے اور صبر جمیل کو اختیار کرے' اللہ تعالیٰ اس کو بہترین جزاء عطا فرماتا ہے' کیا تم نے نہیں دیکھا کہ ان کے نو بیٹے ہوئے اور وہ سب قرآن مجید کے قاری تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت ابوطلحہ اپنی بیوی سے جماع کر چکے تو ان کی بیوی نے ان سے کہا: یہ بتائیے کہ اگر کوئی شخص آپ کو کوئی چیز عاریۃً دے' پھر وہ اس چیز کو واپس لے لے تو کیا آپ اس پر غم و غصہ اور بے قراری کا اظہار کریں گے؟ حضرت ابوطلحہ نے کہا: نہیں' حضرت ام سلیم نے کہا: اللہ تعالیٰ نے آپ کو عاریۃً بیٹا دیا تھا اور اب اس نے اس کو واپس لے لیا' پس اللہ تعالیٰ اس کا زیادہ حق دار ہے کہ آپ اس کے فعل سے راضی ہوں اور وہ بیٹا اس کے سپرد کر دیں' پھر حضرت ابوطلحہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی بیوی کی اس بات کی خبر دی تو آپ نے ان دونوں کو دعا دی: اے اللہ! ان کے رات کے اس فعل میں برکت عطا فرما' پھر ان کے ہاں ایک لڑکا ہوا جس کا نام عبداللہ تھا اور وہ اپنے زمانہ کے تمام لوگوں میں سب سے افضل تھا۔

(مسند البزار: ٢٦٧٠' اس حدیث کے رجال صحیح ہیں' تاریخ دمشق: ٣٦١١۔ ٣٦١٠۔ ج ٢١ ص ٢٨٥۔ ٢٨٣' مجمع الزوائد ج ٩ ص ٢٦١)

حضرت ام سلیم صبر کے سب سے بلند مرتبہ پر فائز تھیں حالانکہ عورتیں بہت رقیق القلب ہوتی ہیں' حضرت ام سلیم کی عورتوں میں کوئی مثال نہیں ہے اور مردوں میں بھی ان جیسے کم ہوئے ہیں' وہ جہاد میں بڑے بڑے بہادروں پر فائق ہوتی تھیں' حضرت ام سلیم غزوۂ احد میں حاضر ہوئیں' پیاسوں کو پانی پلا رہی تھیں اور زخمیوں کی دوا دارو کر رہی تھیں۔

(الطبقات الکبریٰ ج ٨ ص ٣١٢' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٨ھ)

حضرت ام سلیم غزوۂ حنین میں اس وقت ثابت قدم رہیں جب بہت سے مردوں کے قدم اکھڑ گئے تھے اور صفیں ٹوٹ گئیں تھیں' رسول اللہ ﷺ ان کی طرف متوجہ ہوئے' اس وقت ان کے ہاتھ میں خنجر تھا اور وہ کہہ رہی تھیں: یارسول اللہ! ان لوگوں کو قتل کر دیں جو آپ کو چھوڑ کر بھاگ گئے ہیں جیسے آپ ان لوگوں کو قتل کر رہے ہیں جو آپ سے جنگ کر رہے ہیں' رسول اللہ ﷺ مسکرائے اور فرمایا: اللہ مجھے کافی ہے۔ (الطبقات الکبریٰ ج ۸ ص ۳۱۲) (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۲۸۶-۲۸۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۵۴۹۸- ج ۶ ص ۵۰۱ پر مذکور ہے' اس کی شرح کا عنوان ہے: حضرت ام سلیم کی ذہانت اور راضی بہ رضاء الٰہی ہونے کا بیان۔ مختصر شرح کی گئی ہے' تہائی صفحہ پر مشتمل ہے۔

۴۲ - بَابُ الصَّبْرِ عِنْدَ الصَّدْمَةِ الْأُولٰی

صبر اس وقت معتبر ہوتا ہے جب پہلی بار صدمہ پہنچے

وَقَالَ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ نِعْمَ الْعِدْلَانِ' وَنِعْمَ الْعِلَاوَةُ ﴿اَلَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِیْبَةٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ○ اُولٰٓئِكَ عَلَیْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ رَحْمَةٌ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ﴾ (البقرة: ۱۵۷-۱۵٦).

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا خوب دو ایک جیسے الفاظ ہیں (''صلوٰت'' اور ''رحمت'') اور کیا خوب اس کے علاوہ ہے: یعنی ''اولئك هم المهتدون'' وہ لوگ جب انہیں کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو وہ کہتے ہیں: بے شک ہم اللہ کے لیے ہیں اور بے شک ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں○ یہ وہ لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی طرف سے بہ کثرت درود ہیں اور رحمت ہے اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں○ (البقرہ: ۱۵۷-۱۵٦)

اس تعلیق میں ''عِدلان'' کا لفظ ہے' اونٹ کی پیٹھ پر دائیں بائیں جو بوریاں لدی ہوئی ہوتی ہیں' ان کو ''عِدلان'' کہتے ہیں' یعنی وہ دونوں بوریاں ایک دوسرے کی مثل ہیں' اسی طرح اس آیت میں بھی ''صلوٰت'' اور ''رحمت'' ایک جیسے لفظ ہیں' اس لیے حضرت عمر نے ان کو ''عِدلان'' کہا' ان لوگوں کو ''صلوٰت'' اور ''رحمت'' کا یہ خصوصی اجر اس لیے ملا کہ جب ان کو پہلی بار صدمہ پہنچا تو انہوں نے اس پر صبر کیا۔

وَقَوْلُهٗ تَعَالٰی ﴿وَاسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ وَاِنَّهَا لَكَبِیْرَةٌ اِلَّا عَلَی الْخٰشِعِیْنَ﴾ (البقرة: ٤٥).

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد: اور صبر اور نماز سے مدد حاصل کرو بے شک نماز اللہ سے ڈرنے والوں کے سوا سب پر دشوار ہے○ (البقرہ: ۴۵)

مفسرین نے کہا ہے: اس آیت میں صبر سے مراد روزہ ہے' صبر کا معنی نفس کو بے قراری کے اظہار اور جزع اور فزع سے روکنا ہے اور روزہ میں نفس کو طلوع فجر سے لے کر غروب آفتاب تک کھانے' پینے اور عمل ازدواج سے روک کر رکھا جاتا ہے' اور نماز سے مدد حاصل کرنے کا معنی یہ ہے کہ اس میں قرآن مجید کی تلاوت ہوتی ہے اور دعا ہوتی ہے اور اللہ کے سامنے جھکنا ہوتا ہے' سو ان اُمور سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں مدد حاصل ہوتی ہے' جو شخص مصیبت نازل ہونے پر اپنے نفس کو بے قراری کے اظہار سے روک لے تو وہ اپنے نفس پر قہر کرنے کا عادی ہو جاتا ہے' پھر اس پر روزے رکھنا اور نماز پڑھنا دشوار نہیں ہوتا کیونکہ نفس دن میں کھانا پینا چاہتا ہے اور نماز کے اوقات میں آرام کرنا چاہتا ہے اور جب انسان اپنے نفس پر قہر کرنے کا عادی ہو جاتا ہے تو اس کے لیے روزہ رکھنا اور نماز پڑھنا آسان ہو جاتا ہے بلکہ اس کے لیے تمام پر مشقت عبادتیں آسان ہو جاتی ہیں۔

۱۳۰۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث

قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ ثَابِتٍ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلصَّبْرُ عِنْدَ الصَّدْمَةِ الْاُوْلٰی.

بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ثابت' انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صبر اس وقت شمار ہوتا ہے جب پہلی بار صدمہ پہنچے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٢٥٢ میں کی جا چکی ہے۔

٤٣ - بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّا بِكَ لَمَحْزُوْنُوْنَ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد: بے شک ہم تمہاری وجہ سے غم زدہ ہیں

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَدْمَعُ الْعَيْنُ' وَيَحْزَنُ الْقَلْبُ.

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث روایت کی: آنکھ آنسو بہا رہی ہے اور دل غم زدہ ہے۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آج رات میرے گھر بیٹا پیدا ہوا' جس کا نام میں نے اپنے باپ ابراہیم کے نام پر رکھا ہے' پھر آپ نے اس بیٹے کو لوہار کی بیوی ام سیف کو دے دیا' اس لوہار کا نام ابوسیف تھا' ایک روز آپ اس کے پاس گئے' میں بھی آپ کے ساتھ تھا' جب ہم اس کے پاس پہنچے تو وہ بھٹی دھونک رہا تھا اور گھر دھوئیں سے بھرا ہوا تھا' میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس کے ہاں جلدی جلدی گیا اور اس سے کہا: اے ابوسیف! ذرا ٹھہر جاؤ' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں' وہ ٹھہر گیا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بچہ کو منگوایا اور اس کو اپنے ساتھ چمٹا لیا اور جو اللہ تعالیٰ نے چاہا وہ فرمایا' حضرت انس نے کہا: میں اس بچہ کو دیکھ رہا تھا' وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جان دے رہا تھا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے' آپ نے فرمایا: آنکھیں رو رہی ہیں اور دل غمگین ہے اور ہم وہی بات کہتے ہیں جس سے ہمارا رب راضی ہو' اور اللہ کی قسم! اے ابراہیم! ہم تمہاری وجہ سے غم زدہ ہیں۔ (صحیح مسلم: [illegible] الاحسان: ٦١١٠ [illegible] سنن ابوداؤد: [illegible])

١٣٠٣ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَسَّانَ قَالَ حَدَّثَنَا قُرَيْشٌ هُوَ ابْنُ حَيَّانَ' عَنْ ثَابِتٍ' عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ دَخَلْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰی اَبِيْ سَيْفٍ الْقَيْنِ' وَكَانَ ظِئْرًا لِاِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ' فَاَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِبْرَاهِيْمَ فَقَبَّلَهٗ وَشَمَّهٗ' ثُمَّ دَخَلْنَا عَلَيْهِ بَعْدَ ذٰلِكَ' وَاِبْرَاهِيْمُ يَجُوْدُ بِنَفْسِهٖ' فَجَعَلَتْ عَيْنَا رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَذْرِفَانِ' فَقَالَ لَهٗ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ وَاَنْتَ يَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحسن بن عبد العزیز نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن حسان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں قریش نے حدیث بیان کی اور وہ ابن حیان ہیں' از ثابت از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ابوسیف لوہار کے پاس گئے اور وہ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے رضاعی باپ تھے' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابراہیم کو اٹھایا' پس ان کو بوسا دیا اور سونگھا' پھر اس کے بعد ہم ان کے پاس گئے اور حضرت ابراہیم اس وقت اپنی جان کی سخاوت کر رہے تھے' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں آنکھیں سخاوت کرنے لگیں' پھر حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ

رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ فَقَالَ يَا ابْنَ عَوْفٍ، إِنَّهَا رَحْمَةٌ. ثُمَّ أَتْبَعَهَا بِأُخْرٰى، فَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْعَيْنَ تَدْمَعُ، وَالْقَلْبَ يَحْزَنُ، وَلَا نَقُوْلُ إِلَّا مَا يَرْضٰى رَبُّنَا، وَإِنَّا بِفِرَاقِكَ يَا إِبْرَاهِيْمُ لَمَحْزُوْنُوْنَ. رَوَاهُ مُوْسٰى، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ الْمُغِيْرَةِ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

نے آپ سے کہا: یارسول اللہ! آپ (بھی رو رہے ہیں!) آپ نے فرمایا: اے ابن عوف! یہ آنسو رحمت ہیں' پھر دوبارہ آنسو بہے' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک آنکھ رو رہی ہے اور دل غم گین ہے اور ہم صرف وہی بات کہتے ہیں جس سے ہمارا رب راضی ہے اور اے ابراہیم! ہم تمہاری جدائی سے غم زدہ ہیں۔ اس حدیث کو موسیٰ نے از سلیمان بن المغیرہ از ثابت از انس از نبی صلی اللہ علیہ وسلم روایت کیا ہے۔

(صحیح مسلم: ۲۳۱۵' ۲۳' الرقم المسلسل: ۵۹۱۱' سنن ابوداؤد: ۳۱۲۶' سنن ابن ماجہ: ۱۴۷۵' الطبقات الکبریٰ ج ۱ ص ۱۳۶' سنن بیہقی ج ۴ ص ۶۹' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳۹۳' مسند ابویعلیٰ: ۳۲۸۸' دلائل النبوۃ ج ۵ ص ۴۳۰' شعب الایمان: ۱۰۱۶۲' مسند احمد ج ۳ ص ۱۹۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۳۰۱۴۔ ج ۲۰ ص ۳۱۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) الحسن بن عبد العزیز ابن الوزیر' یہ ۲۵۷ھ میں عراق میں فوت ہو گئے تھے (۲) یحییٰ بن حسان ابوزکریا الامام الرئیس (۳) قریش ابن حیان ابوبکر العجلی (۴) ثابت بن اسلم البنانی (۵) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۱۴۷)

مشکل الفاظ کے معانی اور سیدنا ابراہیم کا تذکرہ

اس حدیث میں "قین" کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: لوہار' یہ ابوسیف کی صفت ہے' ان کا نام البراء بن اوس ہے۔

نیز اس حدیث میں "ظئر" کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: دودھ پلانے والی کا شوہر' ان کی بیوی کا نام خولہ بنت المنذر ہے' یہ ام بردہ کے نام سے مشہور تھیں' یہ حضرت ابراہیم کو دودھ پلانے والی تھیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد آٹھ ہیں: (۱) القاسم ان ہی کے نام کے ساتھ آپ کی کنیت تھی (۲) طاہر (۳) طیب' ایک قول یہ ہے کہ یہ دونوں ایک ہی ہیں' اور (۴) ابراہیم اور (۵) زینب (۶) رقیہ (۷) ام کلثوم اور (۸) سیدہ فاطمہ۔ حضرت ابراہیم کے علاوہ آپ کی تمام اولاد حضرت خدیجہ سے ہوئی' حضرت ابراہیم حضرت ماریہ قبطیہ کے بطن سے پیدا ہوئے تھے۔

(تحفۃ الباری ج ۴ ص ۲۱۳۔ ۲۱۲' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۵ھ)

حضرت زینب' ابوالعاص کے بیٹے کے نکاح میں تھیں' حضرت رقیہ اور حضرت ام کلثوم حضرت عثمان کے نکاح میں تھیں اور سیدہ فاطمہ' حضرت علی کے نکاح میں تھیں' رضی اللہ عنہم اجمعین۔

اس پر اتفاق ہے کہ حضرت ابراہیم ذوالحجہ ۸ھ میں پیدا ہوئے' واقدی کو جزم ہے کہ وہ ۱۰ ربیع الاوّل ۱۰ھ میں فوت ہوئے' ابن حزم نے کہا: ان کی عمر ۱۶ ماہ اور آٹھ دن تھی' محمود بن لبید سے روایت ہے کہ ان کی عمر ۱۸ ماہ تھی۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۱۴۹)

ان کی فضیلت میں یہ حدیث ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کسی کو اپنی اولاد پر شفیق نہیں دیکھا' حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ مدینہ کی بالائی بستی میں دودھ پیتے تھے' آپ وہاں تشریف لے جاتے تھے اور ہم بھی آپ کے ساتھ ہوتے تھے حالانکہ وہاں دھواں ہوتا تھا کیونکہ ان کی دایہ کا خاوند لوہار تھا' آپ بچے کو بوسا دیتے اور لوٹ آتے' جب حضرت ابراہیم فوت ہو گئے تو آپ

نے فرمایا: ابراہیم میرا بیٹا ہے اور وہ دودھ پینے کے ایام میں فوت ہو گیا اور اس کے لیے دو دودھ پلانے والیاں ہیں جو جنت میں مدت رضاعت تک اس کو دودھ پلائیں گی۔ (صحیح مسلم: ۲۳۱۶ الرقم المسلسل: ۵۹۱۲)

کس قسم کا رونا جائز ہے اور کس قسم کا رونا ممنوع ہے

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس سے پہلے ابواب میں بیان کیا جا چکا ہے کہ آواز سے رونا' بال نوچنا' منہ پر طمانچے مارنا اور گریبان پھاڑنا حرام ہے اور غمگین ہونا اور آنسو بہانا جائز ہے اور اس کے روکنے پر کوئی شخص قادر نہیں ہے' حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ایک جنازہ گزرا' جس پر کوئی رو رہا تھا' میں اور حضرت عمر بن الخطاب بھی آپ کے پاس تھے' حضرت عمر نے ان عورتوں کو ڈانٹا' جو رو رہی تھیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابن الخطاب! ان کو رہنے دو' کیونکہ نفس مصیبت زدہ ہے' آنکھ آنسو بہا رہی ہے اور زمانہ مرگ قریب ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۲۲۶۳' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۲۱۳۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورتیں غم میں ڈوبی ہوئی ہوتی ہیں اور چونکہ ان میں عقل کم ہوتی ہے' اس لیے وہ حد سے تجاوز کر جاتی ہیں اور جو شاہی چراگاہ کے قریب اپنے جانور چرائے گا' اس کے جانور اس چراگاہ میں منہ ماریں گے۔

حدیث میں ہے:

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں چار کام جاہلیت کے ہیں' جن کو وہ ترک نہیں کریں گے: (۱) خاندانی شرافت پر فخر کرنا (۲) دوسرے کے نسب پر طعن کرنا (۳) ستاروں سے بارش کو طلب کرنا (۴) نوحہ کرنا۔ نوحہ کرنے والی اگر مرنے سے پہلے توبہ نہ کرے تو قیامت کے دن اس کو تپش کی قمیص اور خارش کی زرہ پہنائی جائے گی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۲۲۲۹' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۲۱۰۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

حسن بصری درج ذیل آیت کی تفسیر میں کہتے ہیں:

وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً. (الروم: ۲۱) — اور اللہ نے تمہارے درمیان محبت اور رحمت رکھ دی ہے۔

اس آیت میں "مودة" سے مراد جماع ہے اور "رحمة" سے مراد اولاد ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۲۸۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۵-۹۰۵۔ ج ۲ ص ۷۶۶ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

٤٤ - بَابُ الْبُكَاءِ عِنْدَ الْمَرِيْضِ

مریض کے پاس رونا

١٣٠٤ - حَدَّثَنَا أَصْبَغُ عَنِ ابْنِ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرٌو' عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْحَارِثِ الْأَنْصَارِيِّ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ اشْتَكٰى سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ شَكْوٰى لَهُ' فَأَتَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُوْدُهُ' مَعَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ' وَسَعْدِ بْنِ أَبِيْ وَقَّاصٍ' وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ' رَضِيَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اصبغ نے حدیث بیان کی از ابن وہب' انہوں نے کہا: مجھے عمرو نے خبر دی از سعید بن الحارث الانصاری از عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ بیمار ہو گئے' پس ان کی عیادت کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے' آپ کے ساتھ حضرت عبد الرحمن بن عوف' حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم بھی

اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمْ، فَلَمَّا دَخَلَ عَلَيْهِ، فَوَجَدَهُ فِي غَاشِيَةِ أَهْلِهِ، فَقَالَ قَدْ قَضٰى؟ قَالُوْا لَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، فَبَكَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا رَاَى الْقَوْمُ بُكَاءَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَكَوْا، فَقَالَ اَلَا تَسْمَعُوْنَ، اِنَّ اللّٰهَ لَا يُعَذِّبُ بِدَمْعِ الْعَيْنِ، وَلَا بِحُزْنِ الْقَلْبِ، وَلٰكِنْ يُعَذِّبُ بِهٰذَا، وَاَشَارَ اِلٰى لِسَانِهِ اَوْ يَرْحَمُ، وَاِنَّ الْمَيِّتَ يُعَذَّبُ بِبُكَاءِ اَهْلِهِ عَلَيْهِ. وَكَانَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَضْرِبُ فِيْهِ بِالْعَصَا، وَيَرْمِيْ بِالْحِجَارَةِ، وَيَحْثِيْ بِالتُّرَابِ.

(صحیح مسلم: ۹۲۴، الرقم المسلسل: ۲۱۰۲، المسند الطحاوی: ۴۰۴۹)

تھے، پس جب آپ ان کے پاس پہنچے تو آپ نے ان کو اپنے گھر والوں کے درمیان بے ہوشی میں پایا، آپ نے پوچھا: کیا یہ فوت ہو گئے؟ گھر والوں نے کہا: نہیں! یارسول اللہ! پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم رونے لگے، جب لوگوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو روتے ہوئے دیکھا تو وہ بھی رونے لگے، آپ نے فرمایا: کیا تم نے یہ نہیں سنا کہ اللہ تعالیٰ آنکھ کے آنسوؤں پر عذاب نہیں دیتا اور نہ دل کے غم پر عذاب دیتا ہے، آپ نے زبان کی طرف اشارہ کر کے فرمایا لیکن اس کی وجہ سے عذاب دیتا ہے یا رحم فرماتا ہے، اور میت پر میت کے گھر والوں کے رونے سے میت کو عذاب دیا جاتا ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ رونے پر لاٹھی سے مارتے تھے اور پتھر مارتے تھے اور منہ میں مٹی ڈال دیتے تھے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) اصبغ بن الفرج ابوعبداللہ، یہ ۲۲۵ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) عبداللہ بن وہب (۳) عمرو بن الحارث (۴) سعد بن الحارث الانصاری، یہ مدینہ کے قاضی تھے (۵) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۱۵۰)

عبادت کا ثبوت اور زبان کی وجہ سے عذاب یا ثواب کا محمل

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ فاضل کو مفضول کی عیادت کرنی چاہیے اور مریض کی بیمار پرسی کرنی چاہیے۔

اس حدیث میں مریض کے پاس رونے کا ثبوت ہے اور یہی اس حدیث کا عنوان ہے۔

اگر استاذ یا شیخ روئے تو اس کی اتباع میں تلامذہ اور مریدین کو بھی رونا چاہیے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زبان کی وجہ سے اللہ عذاب دیتا ہے یا رحم فرماتا ہے یعنی اگر زبان سے نوحہ کیا یا اللہ تعالیٰ کا شکوہ کیا تو عذاب دیتا ہے اور اگر زبان سے یہ کہا کہ ہم اللہ کی تقدیر پر راضی ہیں اور اس کے حکم کو تسلیم کرتے ہیں یا اور کوئی نیک کلمہ کہا تو اللہ تعالیٰ رحم فرماتا ہے۔

اس حدیث میں جو فرمایا ہے کہ گھر والوں کے میت پر رونے سے میت کو عذاب ہوتا ہے، اس کا محمل یہ ہے کہ جب مرنے والے نے یہ وصیت کی ہو کہ اس پر رویا جائے، اس پر مفصل بحث صحیح البخاری: ۱۲۸۸ میں گزر چکی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۸ ص ۱۵۱، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

٤٥ - بَابُ مَا يُنْهٰى عَنِ النَّوْحِ وَالْبُكَاءِ، وَالزَّجْرِ عَنْ ذٰلِكَ

نوحہ کرنے اور رونے کی ممانعت اور اس پر ڈانٹ ڈپٹ

۱۳۰۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حَوْشَبٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبداللہ بن حوشب

قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى ابْنُ سَعِيدٍ قَالَ اَخْبَرَتْنِي عَمْرَةُ قَالَتْ سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا تَقُولُ لَمَّا جَاءَ قَتْلُ زَيْدِ بْنِ حَارِثَةَ، وَجَعْفَرٍ، وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ رَوَاحَةَ، جَلَسَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْرَفُ فِيْهِ الْحُزْنُ، وَاَنَا اَطَّلِعُ مِنْ شَقِّ الْبَابِ، فَاَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اِنَّ نِسَاءَ جَعْفَرٍ، وَذَكَرَ بُكَاءَهُنَّ، فَاَمَرَهُ بِاَنْ يَنْهَاهُنَّ، فَذَهَبَ الرَّجُلُ ثُمَّ اَتٰى، فَقَالَ قَدْ نَهَيْتُهُنَّ، وَذَكَرَ اَنَّهُنَّ لَمْ يُطِعْنَهُ، فَاَمَرَهُ الثَّانِيَةَ اَنْ يَنْهَاهُنَّ، فَذَهَبَ ثُمَّ اَتٰى، فَقَالَ وَاللّٰهِ لَقَدْ غَلَبْنَنِي، اَوْ غَلَبْنَنَا، اَلشَّكُّ مِنْ مُحَمَّدِ ابْنِ حَوْشَبٍ، فَزَعَمَتْ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَاحْثُ فِي اَفْوَاهِهِنَّ التُّرَابَ. فَقُلْتُ اَرْغَمَ اللّٰهُ اَنْفَكَ، فَوَاللّٰهِ مَا اَنْتَ بِفَاعِلٍ، وَمَا تَرَكْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْعَنَاءِ.

نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوہاب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عمرہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ جب حضرت زید بن حارثہ' حضرت جعفر اور حضرت عبد اللہ بن رواحہ کی شہادت کی خبر آئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے آپ کے چہرے سے غم ظاہر ہو رہا تھا اور میں دروازہ کی جھری سے دیکھ رہی تھی' پس آپ کے پاس ایک شخص آیا' اس نے کہا: یا رسول اللہ! حضرت جعفر کی عورتیں رو رہی ہیں' آپ نے حکم دیا کہ وہ ان کو منع کرے' وہ شخص گیا اور پھر آیا' پس اس نے کہا: میں نے ان کو منع کیا تھا' انہوں نے میری بات نہیں مانی' آپ نے اس کو دوبارہ حکم دیا کہ وہ ان کو منع کرے' وہ پھر آیا' پس کہا: اللہ کی قسم! وہ مجھ پر غالب آ گئیں' یا کہا: وہ ہم پر غالب آ گئیں' اس میں محمد بن حوشب کو شک ہے' پس میں نے گمان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پس تم ان کے مونہوں میں مٹی ڈال دو' میں نے دل میں کہا: اللہ تیری ناک کو خاک آلود کرے تو یہ کرنے والا نہیں ہے اور تو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ستانا نہیں چھوڑا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۲۹۹ میں گزر چکی ہے۔

۱۳۰۶ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَيُّوْبُ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ اُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ اَخَذَ عَلَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ الْبَيْعَةِ اَنْ لَّا نَنُوْحَ فَمَا وَفَتْ مِنَّا امْرَاَةٌ غَيْرَ خَمْسِ نِسْوَةٍ اُمِّ سُلَيْمٍ، وَاُمِّ الْعَلَاءِ، وَابْنَةِ اَبِي سَبْرَةَ امْرَاَةِ مُعَاذٍ، وَامْرَاَتَيْنِ. اَوِ ابْنَةِ اَبِي سَبْرَةَ، وَامْرَاَةِ مُعَاذٍ، وَامْرَاَةٍ اُخْرٰى.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن عبد الوہاب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از محمد از حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت کے وقت ہم سے یہ عہد لیا کہ ہم نوحہ نہیں کریں گی' پس پانچ عورتوں کے سوا ہم میں سے کسی نے یہ عہد پورا نہیں کیا' حضرت ام سلیم' حضرت ام العلاء' ابو سبرہ کی بیٹی' معاذ کی بیوی اور دو عورتیں' یا کہا: ابو سبرہ کی بیٹی اور معاذ کی بیوی اور ایک اور عورت۔

[اطراف الحدیث: ۴۸۹۲-۷۲۱۵]

(صحیح مسلم: ۹۳۶' الرقم المسلسل: ۲۱۲۸' سنن نسائی: ۴۱۸۰' المعجم الکبیر ج ۲۵ ص ۱۳۴' سنن بیہقی ج ۴ ص ۶۴' مسند احمد ج ۵ ص ۸۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۰۷۹۱- ج ۳۴ ص ۳۸۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' مسند الطحاوی: ۱۰۳۲۵)

نوحہ کی ممانعت اور تحریم کی وجوہ

اس حدیث میں یہ بیان ہے کہ نوحہ کرنا زمانہ جاہلیت کی چیخ و پکار ہے اور یہ حرام ہے کیونکہ آپ نے ان عورتوں سے صرف

فرائض پر بیعت لی تھی' حضرت ام عطیہ نے کہا: صرف پانچ عورتوں نے اس عہد کو پورا کیا' اس سے معلوم ہوا کہ عورتوں کے متعلق نبی ﷺ کا یہ قول صادق ہے کہ عورتیں دین اور عقل میں ناقص ہیں اور یہ ٹیڑھی پسلی سے پیدا کی گئی ہیں اور جس کی یہ صفت ہو اس کا حق کی طرف رجوع کرنا اور اس پر عمل کرنا مشکل ہوتا ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۲۹۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نوحہ کرنا بہت قبیح کام ہے' اس کے انکار کا اور اس کی مذمت کا اہتمام کرنا چاہیے کیونکہ یہ غم کو ابھارتا ہے' اللہ تعالیٰ نے مصیبت پر صبر کرنے کا حکم دیا ہے اور نوحہ کرنا صبر کی ضد اور اس کے منافی ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کی قضاء اور اس کی تقدیر کو تسلیم کرنے کی مخالفت ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۱۵۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٦ - بَابُ الْقِيَامِ لِلْجَنَازَةِ

جنازہ کے لیے کھڑا ہونا

١٣٠٧ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ' عَنْ سَالِمٍ' عَنْ اَبِيْهِ' عَنْ عَامِرِ بْنِ رَبِيْعَةَ' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا رَاَيْتُمُ الْجَنَازَةَ فَقُوْمُوْا حَتّٰى تُخَلِّفَكُمْ . قَالَ سُفْيَانُ قَالَ الزُّهْرِيُّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ سَالِمٌ' عَنْ اَبِيْهِ قَالَ اَخْبَرَنَا عَامِرُ بْنُ رَبِيْعَةَ' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ . زَادَ الْحُمَيْدِيُّ حَتّٰى تُخَلِّفَكُمْ اَوْ تُوْضَعَ.

[طرف الحدیث: ۱۳۰۸]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الزہری نے حدیث بیان کی از سالم از والد خود از عامر بن ربیعہ از نبی ﷺ' آپ نے فرمایا: جب تم جنازہ کو دیکھو تو کھڑے ہو جاؤ حتیٰ کہ جنازہ تم کو پیچھے چھوڑ دے' سفیان نے کہا: الزہری نے کہا: مجھے سالم نے خبر دی از والد خود' انہوں نے کہا: ہمیں عامر بن ربیعہ نے خبر دی از نبی ﷺ' حمیدی نے یہ اضافہ کیا: حتیٰ کہ جنازہ تمہیں پیچھے چھوڑ دے یا رکھ دیا جائے۔

(صحیح مسلم: ۹۵۸' الرقم المسلسل: ۲۱۸۲' سنن ابوداؤد: ۳۱۷۲' سنن ترمذی: ۱۰۴۲' سنن نسائی: ۱۹۱۶' سنن ابن ماجہ: ۱۵۴۲' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۴۹۶' صحیح ابن خزیمہ: ۱۲۶۵' مسند الحمیدی: ۱۴۳' الآحاد والمثانی: ۲۳۳' مسند ابویعلیٰ: ۷۲۰۰' سنن بیہقی ج ۴ ص ۲۵' شرح السنہ: ۱۴۸۴' مسند احمد ج ۳ ص ۴۴۵ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۵۶۸۵۔ ج ۲۴ ص ۴۵۵' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' المسند الطحاوی: ۲۸۵۳)

جنازہ کے لیے قیام کی حدیث کا منسوخ ہونا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

موت کی تعظیم کے سبب سے جنازہ کے لیے قیام کرنے کا معمول ہے کیونکہ موت وحشت اور خوف کا سبب ہے' اس لیے کھڑے ہو کر اس کا استقبال کرنا چاہیے' حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کے پاس سے ایک جنازہ گزرا تو آپ کھڑے ہو گئے اور جو لوگ آپ کے ساتھ تھے' ان سے فرمایا: کھڑے ہو جاؤ کیونکہ موت سے دہشت ہوتی ہے اور اس کا خوف ہوتا ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۲۰۳۱' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۹۰۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' مسند احمد ج ۱ ص ۱۴۲۔ ۱۴۱' سنن نسائی: ۲۰۴۶)

حضرت ابوموسیٰ نے جنازہ کے لیے کھڑے ہونے کا حکم دیا اور کہا: جنازہ کے ساتھ فرشتے ہوتے ہیں' تم ان کی تعظیم کے لیے کھڑے ہو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۲۰۳۵' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۹۱۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

ایک جماعت صحابہ اور فقہاء تابعین نے ان حدیثوں پر عمل کیا ہے۔

فقہاء کی دوسری جماعت نے کہا ہے کہ جب جنازہ گزرے تو قیام نہ کیا جائے اور انہوں نے کہا ہے کہ جنازہ دیکھ کر بیٹھ جائے

خواہ ابھی جنازہ کو کندھوں سے اتار کر نہ رکھا گیا ہو' ان کا استدلال ان احادیث سے ہے:

ابو معمر' حضرت علی سے روایت کرتے ہیں کہ ہم بیٹھے ہوئے تھے' پس ایک جنازہ گزرا تو ہم کھڑے ہو گئے' حضرت علی نے کہا: یہ کیا ہے! ہم نے کہا: یہ ابو موسیٰ کا حکم ہے' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ کھڑے ہوئے تھے' پھر دوبارہ نہیں کھڑے ہوئے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۲۰۴۱' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۹۱۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' مسند احمد ج ۱ ص ۱۴۲' مسند ابویعلیٰ: ۲۶۱)

عبد الرحمان بن ابی لیلیٰ بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس تھے' پس ہمارے پاس سے ایک جنازہ گزرا تو ایک شخص کھڑا ہو گیا' پس حضرت علی نے کہا: یہ کیا ہے! یہ یہود کا طریقہ ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۲۰۴۲' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۹۲۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

ابو اسحاق بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اصحاب اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اصحاب کے پاس سے جنازہ گزرتا تو وہ کھڑے نہیں ہوتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۲۰۴۴' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۹۲۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

علامہ ابن بطال فرماتے ہیں: یہ احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں کہ جنازہ کے لیے قیام کرنے کا حکم منسوخ ہو گیا کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنازہ کو دیکھ کر بیٹھ گئے تھے' سعید بن المسیب' عروہ بن الزبیر' امام مالک بن انس' امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب اور امام شافعی کا یہی مذہب ہے۔

امام طحاوی فرماتے ہیں: صحیح البخاری: ۱۳۰۷' میں حضرت عامر بن ربیعہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم جنازہ کو دیکھو تو کھڑے ہو جاؤ' اس کے برخلاف حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب جنازے کو رکھنے سے پہلے بیٹھ جاتے تھے' اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عامر بن ربیعہ کی حدیث منسوخ ہو چکی ہے۔

قاسم بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اہل جاہلیت جنازہ کے لیے قیام کرتے تھے' پس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جنازہ کے لیے قیام کا اصلاً انکار کرتی تھیں اور یہ خبر دیتی تھیں کہ یہ افعال جاہلیت میں سے ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۲۹۳۔ ۲۹۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

جنازہ کے لیے قیام میں مذاہب فقہاء اور امام ابوحنیفہ کے مؤقف پر دلائل

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

المسور بن مخرمہ' قتادہ' محمد بن سیرین' شعبی' نخعی' اسحاق بن ابراہیم اور عمرو بن میمون نے کہا ہے کہ جب جنازہ کسی شخص کے پاس سے گزرے تو وہ اس جنازہ کے لیے کھڑا ہو جائے' امام احمد اور محمد بن الحسن کا بھی یہی مذہب ہے۔ امام طحاوی نے کہا ہے کہ دوسروں نے اس کی مخالفت کی ہے اور کہا ہے کہ جس کے پاس سے جنازہ گزرے اس کا کھڑا ہونا ضروری نہیں ہے اور جو لوگ جنازے کے پیچھے آ رہے ہوں' ان کے لیے بھی جنازہ کو اتارنے سے پہلے بیٹھنا جائز ہے۔ علامہ عینی فرماتے ہیں: دوسروں سے امام طحاوی کی مراد یہ حضرات ہیں: عروہ ابن الزبیر' سعید بن المسیب' علقمہ' الاسود' نافع' سعید بن جبیر' امام ابوحنیفہ' امام مالک' امام شافعی' امام ابویوسف اور امام محمد اور یہی عطاء بن ابی رباح' مجاہد اور ابو اسحاق کا قول ہے' حضرت علی بن ابی طالب' ان کے بیٹے حضرت حسن' حضرت ابن عباس اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم سے بھی اسی طرح مروی ہے اور انہوں نے کہا ہے کہ جنازہ کے لیے قیام کا حکم منسوخ ہے اور اس پر ان کا استدلال حسب ذیل احادیث سے ہے:

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہلے جنازہ کے لیے کھڑے ہوئے' پھر آپ بیٹھ گئے۔

(صحیح مسلم: ٩٦٢' سنن ابوداؤد: ٣١٧٥' سنن ترمذی: ١٠٤٤' سنن نسائی: ١٩٩٩' سنن ابن ماجہ: ١٥٤٤)

مسعود بن الحکم بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کوفہ میں لوگوں سے فرما رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں جنازہ میں کھڑے ہونے کا حکم دیتے تھے' پھر اس کے بعد آپ بیٹھ گئے اور آپ نے بیٹھنے کا حکم دیا۔

(صحیح ابن حبان: ٣٠٥٦' مسند احمد ج ١ ص ٨٢' مسند ابو یعلیٰ: ٢٧٣' سنن بیہقی ج ٤ ص ٢٧)

ابو معمر بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے کہ ایک جنازہ گزرا' لوگ اس کے لیے کھڑے ہو گئے' حضرت علی نے پوچھا: تمہیں اس کا فتویٰ کس نے دیا ہے؟ لوگوں نے کہا: حضرت ابوموسیٰ نے' حضرت علی نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح ایک مرتبہ کیا تھا' اس وقت آپ اہل کتاب سے مشابہت کرتے تھے' پس جب آپ کو منع کیا گیا تو آپ رک گئے۔

(مصنف عبدالرزاق: ٦٢٧١' مسند احمد ج ١ ص ١٤١) (عمدۃ القاری ج ٨ ص ١٥٩-١٥٥' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٤٧ - بَابٌ مَتٰى يَقْعُدُ اِذَا قَامَ لِلْجَنَازَةِ

جب جنازہ کے لیے کھڑا ہو تو کس وقت بیٹھے

١٣٠٨ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنْ عَامِرِ بْنِ رَبِيْعَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا رَاٰى اَحَدُكُمْ جَنَازَةً فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ مَاشِيًا مَعَهَا فَلْيَقُمْ حَتّٰى يُخَلِّفَهَا، اَوْ تُخَلِّفَهُ، اَوْ تُوْضَعَ مِنْ قَبْلِ اَنْ تُخَلِّفَهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما از حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص جنازہ کو دیکھے پس اگر وہ اس کے ساتھ چل نہ رہا ہو تو کھڑا ہو جائے حتیٰ کہ جنازہ اس کو پیچھے چھوڑ دے یا تم اس کو پیچھے چھوڑ دو یا تمہارے چھوڑنے سے پہلے جنازہ کو رکھ دیا جائے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٣٠٧ میں گزر چکی ہے۔

١٣٠٩ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ ذِئْبٍ، عَنْ سَعِيْدِ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ اَبِيْهِ قَالَ كُنَّا فِيْ جَنَازَةٍ، فَاَخَذَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ بِيَدِ مَرْوَانَ، فَجَلَسَا قَبْلَ اَنْ تُوْضَعَ فَجَاءَ اَبُوْ سَعِيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، فَاَخَذَ بِيَدِ مَرْوَانَ فَقَالَ قُمْ فَوَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمَ هٰذَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَانَا عَنْ ذٰلِكَ، فَقَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ صَدَقَ. [طرف الحدیث: ١٣١٠]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی ذئب نے حدیث بیان کی از حضرت سعید مقبری از والد خود' انہوں نے کہا: ہم ایک جنازہ میں تھے' پس حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے مروان کا ہاتھ پکڑا' پس وہ دونوں جنازے کو رکھنے سے پہلے بیٹھ گئے' پس حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ آئے' انہوں نے مروان کا ہاتھ پکڑ کر کہا: کھڑے ہوا پس اللہ کی قسم! ان کو خوب علم ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو اس سے منع کرتے تھے' حضرت ابوہریرہ نے کہا: انہوں نے سچ کہا ہے۔

اس حدیث کو صرف امام بخاری نے روایت کیا ہے۔

اس کی دلیل کہ جنازہ کے لیے کھڑا ہونا واجب نہیں ہے

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

المہلب نے کہا ہے کہ حضرت ابوہریرہ اور مروان کا بیٹھنا اس کی دلیل ہے کہ ان کو یہ علم تھا کہ جنازہ کے لیے کھڑا ہونا واجب نہیں ہے اور یہ کہ اس حکم پر عمل ترک کر دیا گیا ہے کیونکہ یہ نہیں ہو سکتا کہ ان کو یہ علم ہو کہ جنازہ کے لیے کھڑا ہونا واجب ہے اور پھر وہ بیٹھ جائیں اور اگر جنازہ کے لیے کھڑے ہونا واجب ہوتا تو یہ مروان ایسے شخص سے مخفی نہ ہوتا کیونکہ ان کے سامنے اکثر جنازے آتے تھے' حضرت ابن عمر اور دیگر صحابہ کا اسی پر عمل ہے کہ وہ جنازہ رکھنے سے پہلے بیٹھ جاتے تھے۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۲۹۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے جو حضرت ابوسعید کی تصدیق کی تھی' اس کی کیا وجہ تھی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہ نے اس لیے تصدیق کی تھی کہ ان کو معلوم تھا کہ پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنازہ گزرنے کے وقت بیٹھنے سے منع فرمایا تھا اور ان کو معلوم تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بعد میں خود بیٹھ گئے تھے' تو حضرت ابوہریرہ نے پہلے حکم کے اعتبار سے تصدیق کی تھی اور بعد میں وہ اور مروان اس حکم کے اعتبار سے بیٹھ گئے تھے' جس کے مطابق آپ کا آخری عمل تھا۔

(عمدۃ القاری ج ۸ ص ۱۵۹۔ ۱۵۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٨ - بَابُ مَنْ تَبِعَ جَنَازَةً فَلَا يَقْعُدْ حَتّٰى تُوْضَعَ عَنْ مَنَاكِبِ الرِّجَالِ فَإِنْ قَعَدَ أُمِرَ بِالْقِيَامِ

جو جنازہ کے ساتھ گیا وہ اس وقت تک نہ بیٹھے حتیٰ کہ جنازہ کو مردوں کے کندھوں سے اتار کر رکھ دیا جائے' اگر کوئی بیٹھ جائے تو اسے کھڑے ہونے کا حکم دیا جائے

١٣١٠ - حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ يَعْنِي ابْنَ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى' عَنْ أَبِي سَلَمَةَ' عَنْ أَبِي سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا رَأَيْتُمُ الْجَنَازَةَ فَقُوْمُوْا' فَمَنْ تَبِعَهَا فَلَا يَقْعُدْ حَتّٰى تُوْضَعَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم یعنی ابن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از ابوسلمہ از حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: جب تم جنازہ کو دیکھو تو کھڑے ہو جاؤ' پس جو جنازہ کے ساتھ گیا ہے وہ اس وقت تک نہ بیٹھے حتیٰ کہ جنازہ کو رکھ دیا جائے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے' صحیح البخاری: ۱۳۰۹ کا مطالعہ کریں۔

٤٩ - بَابُ مَنْ قَامَ لِجَنَازَةِ يَهُوْدِيٍّ

جو شخص یہودی کے جنازہ کے لیے کھڑا ہوا

١٣١١ - حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ' عَنْ يَحْيٰى' عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ مِقْسَمٍ' عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ مَرَّ بِنَا جَنَازَةٌ' فَقَامَ لَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقُمْنَا بِهٖ' فَقُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ' إِنَّهَا جَنَازَةُ يَهُوْدِيٍّ؟ قَالَ إِذَا رَأَيْتُمُ الْجَنَازَةَ فَقُوْمُوْا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں معاذ بن فضالہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از یحییٰ از عبید اللہ بن مقسم از حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ ہمارے ساتھ ایک جنازہ گزرا' پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کے لیے کھڑے ہو گئے اور ہم بھی آپ کے ساتھ کھڑے ہو گئے' پس ہم نے کہا: یا رسول اللہ! یہ یہودی کا جنازہ تھا؟ آپ نے فرمایا: جب تم جنازہ کو دیکھو تو کھڑے ہو جاؤ۔

(صحیح مسلم: ۹۶۰ 'الرقم المسلسل: ۲۱۸۷ 'سنن ترمذی: ۱۰۳۴ 'سنن ابوداؤد: ۳۱۷۴ 'سنن نسائی: ۱۹۲۱-۱۹۱۷ 'الکامل لابن عدی ج ۳ ص ۱۲۱۷ 'مسند احمد ج ۳ ص ۳۱۹ طبع قدیم 'مسند احمد: ۱۴۴۲۷-ج ۲۲ ص ۳۱۷ 'مؤسسۃ الرسالۃ 'بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ۱۰۹۹ 'مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ المسند الطحاوی: ۱۰۹۱)

باب مذکور کی دیگر احادیث

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک جنازہ گزرا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے لیے کھڑے ہو گئے اور ہم بھی آپ کے ساتھ کھڑے ہو گئے' پس ہم نے کہا: یا رسول اللہ! یہ یہودی کا جنازہ ہے' تو آپ نے فرمایا: موت خوف اور دہشت کی چیز ہے' پس جب تم جنازہ کو دیکھو تو کھڑے ہو جاؤ۔ (صحیح مسلم: ۹۶۰ 'سنن ابوداؤد: ۳۱۷۴ 'سنن نسائی: ۱۹۲۲)

قیس بن سعد اور سہل بن حنیف بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ایک جنازہ گزرا تو آپ کھڑے ہو گئے' آپ کو بتایا گیا کہ یہ یہودی کا جنازہ ہے' آپ نے فرمایا: کیا یہ ذی روح نہیں ہے؟ (صحیح مسلم: ۹۶۱ 'سنن نسائی: ۱۹۲۱)

یہودی کے جنازہ کے لیے کھڑے ہونے کے محامل

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

امام طحاوی نے کہا ہے کہ ان احادیث پر عمل منسوخ ہو چکا ہے۔ ابن سخبرہ بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنازہ کے انتظار میں بیٹھے تھے تو ایک جنازہ گزرا تو ہم کھڑے ہو گئے' حضرت علی نے فرمایا: یہ کیسا قیام ہے' حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: جب تم جنازہ دیکھو خواہ وہ مسلمان کا ہو یا یہودی کا ہو یا نصرانی کا ہو' پس تم کھڑے ہو جاؤ کیونکہ تم اس کی تعظیم کے لیے نہیں کھڑے ہوتے بلکہ اس کے ساتھ جو فرشتے ہوتے ہیں ان کی تعظیم کے لیے کھڑے ہوتے ہو' حضرت علی نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح صرف ایک مرتبہ کیا تھا' اس وقت آپ اہل کتاب کی مشابہت کرتے تھے' جب آپ کو اس سے منع کیا گیا تو آپ نے اس کو ترک کر دیا' پس حضرت علی نے اس حدیث میں یہ خبر دی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتداء اسلام میں صرف ایک مرتبہ جنازہ کو دیکھ کر قیام کیا تھا۔ اہل کتاب سے مشابہت کی وجہ سے اور انبیاء سابقین کی اقتداء کرنے کی وجہ سے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے خلاف حکم دیا اور وہ جنازہ دیکھ کر بیٹھے رہتا تھا۔

(شرح معانی الآثار: ۲۷۳۵-ج ۲ ص ۱۷ 'قدیمی کتب خانہ' کراچی)

نیز علامہ ابن بطال لکھتے ہیں: ہمیں ابوعاصم نے از ابن جریج از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ایک یہودی کا جنازہ گزرا تو آپ کھڑے ہو گئے اور آپ نے فرمایا: اس کی بدبو نے مجھے اذیت پہنچائی ہے۔

(الناسخ لابن شاہین: ۳۴۴ 'مسند احمد ج ۱ ص ۲۰۰ 'مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳۵۸ 'معرفۃ السنن والآثار للبیہقی ج ۵ ص ۲۷۹)

نیز علامہ ابن بطال نے امام طبری کے حوالے سے لکھا ہے کہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے بیان کیا ہے کہ جب یہودی کا جنازہ آپ کے پاس سے گزرا تو آپ اس لیے کھڑے ہو گئے تھے کہ آپ نے اس کو ناپسند کیا کہ اس کا جنازہ آپ کے سر سے بلند ہو جائے۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۲۹۶-۲۹۵ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

میں کہتا ہوں کہ اس سلسلہ میں مزید احادیث حسب ذیل ہیں:

محمد بیان کرتے ہیں کہ حضرت حسن بن علی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم کے پاس سے ایک جنازہ گزرا' حضرت حسن رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نہیں کھڑے ہوئے تو حضرت حسن نے کہا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہودی کے جنازہ کے

لیے نہیں کھڑے ہوئے تھے؟ حضرت ابن عباس نے کہا: ہاں! اس کے بعد آپ بیٹھ گئے تھے۔

(مصنف عبد الرزاق: ۶۳۱۳، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳۵۸، المعجم الکبیر: ۲۷۴۳، السنن الکبریٰ: ۲۰۶۲، مسند احمد: ۱۷۲۶)

محمد بیان کرتے ہیں کہ حضرت الحسن بن علی رضی اللہ عنہما بیٹھے ہوئے تھے، ان کے پاس سے ایک جنازہ گزرا، پس لوگ کھڑے ہو گئے حتیٰ کہ جنازہ گزر گیا، پس حضرت الحسن نے کہا: ایک یہودی کا جنازہ گزرا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے راستہ میں بیٹھے ہوئے تھے آپ نے اس کو ناپسند کیا کہ یہودی کا جنازہ آپ کے سر سے اونچا ہو، پس آپ کھڑے ہو گئے۔ (مسند احمد: ۱۷۲۲، السنن الکبریٰ: ۲۰۶۵)

۱۳۱۲ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مُرَّةَ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ ابْنَ اَبِىْ لَيْلٰى قَالَ كَانَ سَهْلُ بْنُ حُنَيْفٍ، وَقَيْسُ بْنُ سَعْدٍ، قَاعِدَيْنِ بِالْقَادِسِيَّةِ، فَمَرُّوْا عَلَيْهِمَا بِجَنَازَةٍ فَقَامَا، فَقِيْلَ لَهُمَا اِنَّهَا مِنْ اَهْلِ الْاَرْضِ، اَىْ مِنْ اَهْلِ الذِّمَّةِ، فَقَالَا اِنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّتْ بِهٖ جَنَازَةٌ فَقَامَ، فَقِيْلَ لَهٗ اِنَّهَا جَنَازَةُ يَهُوْدِىٍّ، فَقَالَ اَلَيْسَتْ نَفْسًا؟

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن مرہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے سنا، انہوں نے کہا کہ حضرت سہل بن حنیف اور حضرت قیس بن سعد دونوں قادسیہ میں بیٹھے ہوئے تھے پس ان کے پاس سے ایک جنازہ گزرا تو وہ دونوں کھڑے ہو گئے، ان سے کہا گیا کہ یہ اہل ذمہ کا جنازہ ہے، تو ان دونوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ایک جنازہ گزرا، پس آپ کھڑے ہو گئے، پس آپ سے کہا گیا کہ یہ یہودی کا جنازہ ہے، تو آپ نے فرمایا: کیا یہ ذی روح نہیں ہے؟

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۱۳۱۱ کا مطالعہ کریں۔

۱۳۱۳ - وَقَالَ اَبُوْ حَمْزَةَ، عَنِ الْاَعْمَشِ، عَنْ عَمْرٍو، عَنِ ابْنِ اَبِىْ لَيْلٰى قَالَ كُنْتُ مَعَ قَيْسٍ وَسَهْلٍ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا، فَقَالَا كُنَّا مَعَ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَقَالَ زَكَرِيَّاءُ، عَنِ الشَّعْبِىِّ، عَنِ ابْنِ اَبِىْ لَيْلٰى كَانَ اَبُوْ مَسْعُوْدٍ وَقَيْسٌ يَقُوْمَانِ لِلْجَنَازَةِ.

اور ابوحمزہ نے کہا از الاعمش از عمرو از ابن ابی لیلیٰ، انہوں نے کہا کہ میں قیس اور سہل رضی اللہ عنہما کے ساتھ تھا، پس ان دونوں نے کہا: ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور زکریا نے کہا از الشعبی از ابن ابی لیلیٰ: حضرت ابو مسعود اور قیس رضی اللہ عنہما جنازہ کے لیے کھڑے ہوتے تھے۔

ان آثار کی شرح کے لیے بھی صحیح البخاری: ۱۳۱۱ کا مطالعہ کریں۔

۵۰ - بَابُ حَمْلِ الرِّجَالِ الْجَنَازَةَ دُوْنَ النِّسَاءِ

جنازوں کو مردوں کا اٹھانا نہ کہ عورتوں کا

اس کی وجہ یہ ہے کہ مرد عورتوں سے قوی ہوتے ہیں اور اگر عورتیں جنازہ کو اٹھائیں گی تو ان کا حجاب کھل جائے گا، اور ان کا مردوں کے ساتھ اختلاط ہوگا اور یہ محل فتنہ ہے اور اس میں فساد کا احتمال ہے، اگر یہ سوال کیا جائے کہ جہاں مرد بالکل میسر نہ ہوں، تو اس کا جواب یہ ہے کہ ضروریات شرع میں مستثنیٰ ہوتی ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۱۶۱)

۱۳۱۴ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد العزیز بن عبد اللہ

حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ سَعِيدِ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيدِ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا وُضِعَتِ الْجَنَازَةُ وَاحْتَمَلَهَا الرِّجَالُ عَلَى أَعْنَاقِهِمْ، فَإِنْ كَانَتْ صَالِحَةً قَالَتْ قَدِّمُونِي، وَإِنْ كَانَتْ غَيْرَ صَالِحَةٍ قَالَتْ يَا وَيْلَهَا، أَيْنَ يَذْهَبُونَ بِهَا، يَسْمَعُ صَوْتَهَا كُلُّ شَيْءٍ إِلَّا الْإِنْسَانَ، وَلَوْ سَمِعَهُ لَصَعِقَ.

نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از سعید المقبری از والد خود' انہوں نے حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب جنازہ رکھا جاتا ہے اور مرد اس کو اپنی گردنوں پر اٹھا لیتے ہیں' پس اگر وہ جنازہ نیک ہو تو وہ کہتا ہے: مجھے آگے لے چلو اور اگر وہ نیک نہ ہو تو وہ کہتا ہے کہ ہائے افسوس! یہ اس کو کہاں لے جا رہے ہیں' اس کی آواز کو انسان کے سوا ہر چیز سنتی ہے اور اگر انسان سنتا تو وہ بے ہوش ہو جاتا۔

[اطراف الحدیث: ١٣١٦-١٣٨٠]

(سنن نسائی: ١٩٠٨' مسند ابو یعلیٰ: ١٢٦٥' صحیح ابن حبان: ٣٠٣٨' السنن الکبریٰ: ٢٠٣٦' سنن بیہقی ج ٣ ص ٢١-٢٢' شرح السنۃ: ١٤٨٢' مسند احمد ج ٣ ص ٤١ طبع قدیم' مسند احمد: ١١٣٧٢-ج ١٧ ص ٤٦٦-٤٦٥' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ٢١٩٧' مکتبۃ الرشد' ریاض' ١٤٢٦ھ)

عورتوں کے جنازہ نہ اٹھانے کی توجیہ' انسان کے سوا سننے والوں کے مصادیق اور جنازہ کے کلام کرنے کی توجیہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس حدیث کا عنوان قائم کیا ہے: "جنازوں کو مردوں کا اٹھانا نہ کہ عورتوں کا" اس پر اس حدیث کے ان الفاظ سے استدلال کیا ہے: جب جنازہ رکھا جاتا ہے اور مرد اس کو اپنی گردنوں پر اٹھا لیتے ہیں' اس میں یہ دلیل ہے کہ عورتیں جنازوں کو نہ اٹھائیں کیونکہ جو مشقت والے کام مردوں پر لازم ہیں وہ عورتوں پر لازم نہیں ہیں' اللہ تعالیٰ نے ان کے ضعف کی وجہ سے ان سے بہ کثرت احکام ساقط کر دیئے ہیں' اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

إِلَّا الْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ. (النساء: ٩٨)

ماسوا کمزور مردوں اور عورتوں اور بچوں کے۔

اس حدیث میں جو فرمایا ہے: اگر وہ نیک نہ ہو تو وہ کہتا ہے: ہائے افسوس! یہ اس کو کہاں لے جا رہے ہیں! اس کی آواز کو انسان کے سوا ہر چیز سنتی ہے۔

اس پر یہ سوال ہوتا ہے کہ کیا اس کی آواز کو پتھر اور درخت بھی سنتے ہیں کیونکہ اس حدیث میں صرف انسان کا استثناء ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اگرچہ یہاں پر الفاظ عام ہیں لیکن اس سے مراد خصوص ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ اس کی آواز کو تمام اہل علم سنتے ہیں اور وہ ملائکہ اور جنات ہیں۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ یہ کلام کون کرتا ہے کیونکہ صاحب جنازہ تو فوت شدہ ہوتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جنازہ کی روح یہ کلام کرتی ہے کیونکہ روح نکلنے کے بعد جنازہ کلام نہیں کرتا سوا اس کے کہ اللہ اس میں روح کو لوٹا دے اور روح کی بات وہی سنتا ہے جو اس کی مثل ہو اور وہ ملائکہ اور جنات ہیں۔ (شرح ابن بطال ج ٣ ص ٢٩٧' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ھ)

٥١- بَابُ السُّرْعَةِ بِالْجَنَازَةِ

جنازہ کو جلدی لے جانا

وَقَالَ أَنَسٌ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنْتُمْ مُشَيِّعُونَ، فَامْشُوا بَيْنَ يَدَيْهَا، وَخَلْفَهَا، وَعَنْ يَمِينِهَا، وَعَنْ

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: تم جنازہ کو رخصت کر رہے ہو پس تم اس کے آگے چلو اور پیچھے چلو اور دائیں چلو اور بائیں چلو۔

بِشِمَالِهَا.

اس تعلیق کی اصل مصنف عبدالرزاق: ٦٢٨٧ میں ہے۔

وَقَالَ غَيْرُهُ قَرِيبًا مِنْهَا. اور دوسروں نے کہا: جنازہ کے قریب چلے۔

اس تعلیق کی اصل یہ اثر ہے:

ابو العالیہ نے کہا: جنازہ کے پیچھے قریب ہے اس کے آگے قریب ہے اس کے دائیں قریب ہے اور اس کے بائیں قریب ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ١١٣٤٦ مجلس علمی بیروت مصنف ابن ابی شیبہ: ١١٢٣٣ دار الکتب العلمیہ بیروت)

١٣١٥ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَفِظْنَاهُ مِنَ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَسْرِعُوا بِالْجَنَازَةِ، فَاِنْ تَكُ صَالِحَةً فَخَيْرٌ تُقَدِّمُوْنَهَا اِلَيْهِ، وَاِنْ تَكُ سِوٰى ذٰلِكَ، فَشَرٌّ تَضَعُوْنَهُ عَنْ رِقَابِكُمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہم نے اس کو الزہری سے محفوظ رکھا ہے از سعید بن المسیب از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا: جنازہ کو جلدی لے جاؤ پس اگر وہ نیک ہے تو تم اس کی طرف نیکی کو جلدی پہنچا رہے ہو اور اگر وہ اس کے سوا ہے تو تم شر کو اپنی گردنوں سے اتار رہے ہو۔

(صحیح مسلم: ٩٤٤ الرقم المسلسل: ٢١٥١ سنن ابوداؤد: ٣١٨١ سنن ترمذی: ١٠١٥ سنن نسائی: ١٩١٠ سنن ابن ماجہ: ١٤٧٧ مسند الحمیدی: ١٠٢٢ مصنف ابن ابی شیبہ ج ٣ ص ٢٨١ المنتقی: ٥٢٧ صحیح ابن حبان: ٣٠٤٢ سنن بیہقی ج ٤ ص ٢١ شرح السنہ: ١٤٨١ مسند احمد ج ٢ ص ٢٤٠ طبع قدیم مسند احمد: ٧٢٦٧ ج ١٢ ص ٢٠٨ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت جامع المسانید لابن جوزی: ٤٨٩٢ مکتبۃ الرشد ریاض ١٤٢٦ھ المسند الطحاوی: ٧٨٦٣)

جنازہ کے ساتھ کس کیفیت کے ساتھ چلنا چاہیے؟

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

امام طحاوی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ لوگ جنازہ کے ساتھ آہستہ آہستہ چلتے تھے تو ان کو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ڈانٹا اور کہا: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھاگ بھاگ کر چلتے تھے تو ایک قوم نے اس پر عمل کیا اور کہا: جنازہ کے ساتھ بھاگ بھاگ کر چلنا افضل ہے۔ (سنن ابوداؤد: ٣١٨٢ شرح معانی الآثار: ٢٦٦٨)

نوٹ: امام طحاوی نے یہ حدیث حضرت ابوبکرہ سے روایت کی ہے نہ کہ حضرت ابوہریرہ سے۔

دوسرے فقہاء نے اس کی مخالفت کی ہے اور کہا ہے کہ جنازہ کے ساتھ آہستہ آہستہ چلنا افضل ہے حدیث میں ہے:

حضرت ابوبردہ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ایک جنازہ گزرا وہ اس کے ساتھ بھاگ بھاگ کر چل رہے تھے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم کو سکون کے ساتھ چلنا چاہیے۔

(سنن ابن ماجہ: ١٤٧٩ مسند احمد ج ٤ ص ٤٠٦ شرح معانی الآثار: ٢٦٧٤)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جنازہ کے ساتھ چلنے کی کیفیت کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: بھاگنے کی رفتار سے کم چلو پس اگر وہ مؤمن ہے تو اس کے لیے جتنی عجلت کی گئی ہے وہ بہتر ہے اور اگر وہ کافر ہے تو اہل دوزخ کے لیے دوری ہو۔ (سنن ابوداؤد: ٣١٨٤ سنن ترمذی: ١٠١١ مسند احمد ج ١ ص ٣٩٤ شرح معانی الآثار: ٢٦٧٦)

امام ابوجعفر احمد بن محمد الطحاوی متوفی ۳۲۱ھ لکھتے ہیں:

پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں یہ خبر دی ہے کہ جنازہ کے ساتھ چلنے کی کیفیت بھاگنے سے کم ہونی چاہیے' سو ہم اسی پر عمل کرتے ہیں اور یہی امام ابوحنیفہ' امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ کا قول ہے۔

(شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۵۔ ۳' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

علامہ ابن بطال مالکی لکھتے ہیں: اور یہی جمہور علماء کا قول ہے کہ جنازہ کے ساتھ متوسط رفتار کے ساتھ چلنا چاہیے۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۲۹۸۔ ۲۹۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

٥٢ - بَابُ قَوْلِ الْمَيِّتِ وَهُوَ عَلَى الْجَنَازَةِ قَدِّمُوْنِي

میت کا جنازہ پر کہنا: مجھے جلدی لے جاؤ

١٣١٦ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ' عَنْ اَبِيْهِ اَنَّهُ سَمِعَ اَبَا سَعِيْدِ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِذَا وُضِعَتِ الْجَنَازَةُ' فَاحْتَمَلَهَا الرِّجَالُ عَلٰى اَعْنَاقِهِمْ' فَاِنْ كَانَتْ صَالِحَةً قَالَتْ قَدِّمُوْنِيْ' وَاِنْ كَانَتْ غَيْرَ صَالِحَةٍ قَالَتْ لِاَهْلِهَا يَا وَيْلَهَا' اَيْنَ يَذْهَبُوْنَ بِهَا' يَسْمَعُ صَوْتَهَا كُلُّ شَيْءٍ اِلَّا الْاِنْسَانَ' وَلَوْ سَمِعَ الْاِنْسَانُ لَصَعِقَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سعید نے حدیث بیان کی از والد خود' انہوں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے: جب جنازہ رکھ دیا جائے' پس لوگ اس کو اپنی گردنوں پر اٹھالیں' پس اگر وہ جنازہ نیک ہو تو کہتا ہے: مجھے آگے لے جاؤ اور اگر نیک نہ ہو تو لے جانے والوں سے کہتا ہے: ہائے افسوس! اس کو کہاں لے جا رہے ہو' انسان کے سوا اس کی آواز کو ہر چیز سنتی ہے اور اگر انسان سنتا تو بے ہوش ہو جاتا۔

اس حدیث کی شرح کے لیے' صحیح البخاری: ۱۳۱۴ کا مطالعہ کریں۔

٥٣ - بَابُ مَنْ صَفَّ صَفَّيْنِ اَوْ ثَلَاثَةً عَلَى الْجَنَازَةِ خَلْفَ الْاِمَامِ

جس نے امام کے پیچھے جنازہ کی دو یا تین صفیں بنائیں

١٣١٧ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ' عَنْ اَبِيْ عَوَانَةَ' عَنْ قَتَادَةَ' عَنْ عَطَاءٍ' عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى عَلَى النَّجَاشِيِّ' فَكُنْتُ فِي الصَّفِّ الثَّانِيْ اَوِ الثَّالِثِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی از ابوعوانہ از قتادہ از عطاء از حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی کی نماز جنازہ پڑھائی' پس میں دوسری یا تیسری صف میں تھا۔

[اطراف الحدیث: ۱۳۲۰۔ ۱۳۳۴۔ ۳۸۷۷۔ ۳۸۷۸۔ ۳۸۷۹]

اس حدیث کو صرف امام بخاری نے روایت کیا ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز جنازہ کی امام کے پیچھے دو یا تین صفیں بنانا مستحب ہے۔

٥٤ - بَابُ الصُّفُوْفِ عَلَى الْجَنَازَةِ

نماز جنازہ کی صفیں

۱۳۱۸ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ نَعَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى أَصْحَابِهِ النَّجَاشِيَّ، ثُمَّ تَقَدَّمَ، فَصَفُّوا خَلْفَهُ، فَكَبَّرَ أَرْبَعًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے حدیث بیان کی از الزہری از سعید از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو نجاشی کی موت کی خبر دی' پھر آپ آگے بڑھ گئے' پس صحابہ نے آپ کے پیچھے صف بنائی' پس آپ نے چار تکبیریں پڑھیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۲۴۵ میں گزر چکی ہے' تاہم بعض ضروری اُمور کی وضاحت کی جارہی ہے۔

کتنے مسلمان نمازِ جنازہ پڑھیں تو میت کی مغفرت ہو جاتی ہے؟

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس میت کی نماز جنازہ مسلمانوں کا ایک گروہ پڑھے' جن کی تعداد سو افراد ہو اور وہ سب اس کی شفاعت کریں تو ان کی شفاعت قبول کی جائے گی۔

(صحیح مسلم: ۹۴۷' سنن ترمذی: ۱۰۲۹' سنن نسائی: ۱۹۸۷' مسند احمد ج ۳ ص ۲۶۶)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جو مسلمان فوت ہو اور اس کے جنازہ میں چالیس افراد ہوں اور وہ اللہ کے ساتھ بالکل شرک نہ کرتے ہوں تو اللہ اس شخص کے متعلق ان کی شفاعت قبول فرمائے گا۔ (صحیح مسلم: ۹۴۸' سنن ابوداؤد: ۳۱۷۰' سنن ابن ماجہ: ۱۴۸۹)

حضرت مالک بن ھبیرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مسلمان فوت ہو اور مسلمانوں کی تین صفیں اس کی نماز جنازہ پڑھیں تو اس کی مغفرت واجب ہو جاتی ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۳۱۶۶' سنن ترمذی: ۱۰۲۸' سنن ابن ماجہ: ۱۴۹۰)

نمازِ جنازہ کی چار تکبیروں کے ثبوت میں احادیث' آثار اور ائمہ مجتہدین کے اقوال

اس حدیث میں نمازِ جنازہ کی چار تکبیروں کا ذکر ہے' حضرت عمر بن الخطاب' حضرت عبد اللہ بن عمر' حضرت زید بن ثابت' حضرت جابر' حضرت ابن ابی اوفیٰ' حضرت الحسن بن علی' حضرت البراء بن عازب' حضرت ابو ہریرہ اور حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہم کا یہی موقف ہے اور فقہاء تابعین میں سے محمد بن حنفیہ' عطاء بن ابی رباح' محمد بن سیرین' النخعی' سوید بن غفلہ اور ثوری کا یہی مسلک ہے اور ائمہ مجتہدین میں سے امام ابو حنیفہ' امام مالک' امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کا یہی مذہب ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۱۶۸)

اس سلسلہ میں احادیث حسب ذیل ہیں:

یزید بن ثابت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت کی قبر پر چار تکبیرات پڑھیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۵۳۴' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۴۱۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

ابوامامہ بن سہل اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت کی قبر پر چار تکبیرات پڑھیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۵۳۵' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۴۱۷' مجلس علمی' بیروت)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحمہ النجاشی پر نماز جنازہ پڑھی اور اس میں چار تکبیرات پڑھیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۵۳۶' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۴۱۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

ان احادیث سے واضح ہو گیا کہ نماز جنازہ میں چار تکبیرات فرض ہیں۔

علامہ علاء الدین الحصکفی المتوفی ۱۰۸۸ھ نے لکھا ہے کہ نماز میں یہ چار تکبیرات فرض ہیں اور قیام فرض ہے اور بغیر عذر شرعی کے بیٹھ کر نماز جنازہ پڑھنا جائز نہیں ہے۔ (الدرالمختار مع ردالمحتار ج ۳ ص ۱۰۰-۹۹ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۹ھ)

۱۳۱۹ - حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا الشَّيْبَانِيُّ، عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي مَنْ شَهِدَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَى عَلَى قَبْرٍ مَنْبُوذٍ، فَصَفَّهُمْ، وَكَبَّرَ أَرْبَعًا. قُلْتُ يَا أَبَا عَمْرٍو مَنْ حَدَّثَكَ؟ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں الشیبانی نے حدیث بیان کی از الشعبی انہوں نے کہا: مجھے انہوں نے خبر دی جنہوں نے اس کی شہادت دی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک منفرد قبر پر آئے پس آپ نے مسلمانوں کی صف بنائی اور چار تکبیریں پڑھیں میں نے پوچھا: اے ابوعمرو! آپ سے یہ حدیث کس نے بیان کی؟ انہوں نے کہا: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۸۵۷ میں گزر چکی ہے۔

۱۳۲۰ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى قَالَ أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ أَخْبَرَهُمْ قَالَ أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا يَقُولُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ تُوُفِّيَ الْيَوْمَ رَجُلٌ صَالِحٌ مِنَ الْحَبَشِ، فَهَلُمَّ فَصَلُّوا عَلَيْهِ. قَالَ فَصَفَفْنَا، فَصَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْهِ وَنَحْنُ صُفُوفٌ. قَالَ أَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ كُنْتُ فِي الصَّفِّ الثَّانِي.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن یوسف نے خبر دی کہ ابن جریج نے ان کو خبر دی انہوں نے کہا: مجھے عطاء نے خبر دی انہوں نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے سنا وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آج حبش کا ایک نیک شخص فوت ہو گیا آؤ! اس کی نماز جنازہ پڑھیں راوی نے کہا: پس ہم نے صفیں بنائیں پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ پڑھائی اور ہماری کئی صفیں تھیں ابو الزبیر نے حضرت جابر سے روایت کی کہ میں دوسری صف میں تھا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۳۱۷ میں گزر چکی ہے۔

۵۵ - بَابُ صُفُوفِ الصِّبْيَانِ مَعَ الرِّجَالِ عَلَى الْجَنَائِزِ

جنازہ میں بچوں کی مردوں کے ساتھ صفیں

۱۳۲۱ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا الشَّيْبَانِيُّ، عَنْ عَامِرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِقَبْرٍ قَدْ دُفِنَ لَيْلًا فَقَالَ مَتَى دُفِنَ هٰذَا؟ قَالُوا الْبَارِحَةَ. قَالَ أَفَلَا آذَنْتُمُونِي. قَالُوا دَفَنَّاهُ فِي ظُلْمَةِ اللَّيْلِ. فَكَرِهْنَا أَنْ نُوقِظَكَ، فَقَامَ فَصَفَفْنَا خَلْفَهُ، قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَأَنَا فِيهِمْ فَصَلَّى عَلَيْهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد الواحد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں الشیبانی نے حدیث بیان کی از عامر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسی قبر کے پاس سے گزرے جس میں رات کو دفن کیا گیا تھا آپ نے پوچھا: اس کو کب دفن کیا گیا؟ مسلمانوں نے کہا: گزشتہ رات آپ نے فرمایا: تم نے مجھے خبر کیوں نہیں دی مسلمانوں نے کہا: ہم نے اس کو رات کے اندھیرے میں دفن کر دیا تھا ہم نے آپ کو بیدار کرنا

پسند نہیں کیا تھا' پس آپ کھڑے ہوئے' ہم نے آپ کے پیچھے صف بنائی' حضرت ابن عباس نے کہا: میں بھی ان میں تھا' پس آپ نے اس کی نماز جنازہ پڑھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۸۵۷ میں گزر چکی ہے۔

٥٦ - بَابُ سُنَّةِ الصَّلٰوةِ عَلَى الْجَنَائِزِ نماز جنازہ پڑھنے کا طریقہ

نماز جنازہ پڑھنے کے طریقہ سے مراد یہ ہے کہ نبی ﷺ نے نماز جنازہ کی جو شرائط اور ارکان مقرر کیے ہیں' اور نماز جنازہ کی شرائط میں سے یہ ہے کہ نماز جنازہ بغیر طہارت کے جائز نہیں ہے اور نہ برہنہ پڑھنا جائز ہے اور نہ قبلہ کی طرف منہ کیے بغیر پڑھنا جائز ہے' اور نماز جنازہ کے ارکان میں چار تکبیرات ہیں' علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ اس باب سے امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ نماز جنازہ پر صلوٰۃ کا اطلاق کرنا جائز ہے اور یہ مشروع ہے' اگرچہ اس میں رکوع اور سجود نہیں ہے' امام بخاری نے اس پر اس سے استدلال کیا ہے کہ نماز جنازہ پر صلوٰۃ کے اسم کا اطلاق ہے اور اس کا حکم دیا گیا اور اس میں نماز کے خصائص ہیں کیونکہ یہ اللہ اکبر پڑھنے سے شروع ہوتی ہے اور مکروہ وقت میں نہیں پڑھی جاتی اور لفظ سلام سے اس کو ختم کیا جاتا ہے اور اس کی صفیں بنائی جاتی ہیں۔

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰى عَلَى الْجَنَازَةِ. اور نبی ﷺ نے فرمایا: جس نے جنازہ پر نماز پڑھی۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے جنازہ پر نماز پڑھی اور اس کے ساتھ نہیں گیا' اس کو ایک قیراط اجر ملے گا' پس اگر اس کے ساتھ گیا تو اس کو دو قیراط اجر ملیں گے' پوچھا گیا کہ قیراط کیا ہیں؟ تو حضرت ابوہریرہ نے کہا: چھوٹا قیراط اُحد پہاڑ جتنا ہے۔ (صحیح مسلم: ۹۴۵' الرقم المسلسل: ۲۱۵۷)

امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے نماز جنازہ پر نماز کا اطلاق کیا ہے۔

وَقَالَ صَلُّوْا عَلٰى صَاحِبِكُمْ. اور آپ نے فرمایا: تم اپنے ساتھی پر نماز پڑھو۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ کے پاس ایک جنازہ لایا گیا' مسلمانوں نے کہا: آپ اس کی نماز جنازہ پڑھائیں' آپ نے پوچھا: کیا اس پر قرض ہے؟ مسلمانوں نے کہا: نہیں! آپ نے پوچھا: کیا اس نے کوئی ترکہ چھوڑا ہے؟ مسلمانوں نے کہا: نہیں! تو آپ نے اس کی نماز جنازہ پڑھا دی' پھر دوسرا جنازہ لایا گیا' مسلمانوں نے کہا: یارسول اللہ! اس کی نماز جنازہ پڑھائیں' آپ نے پوچھا: کیا اس پر قرض ہے؟ کہا گیا: جی ہاں! آپ نے پوچھا: کیا اس نے ترکہ چھوڑا ہے؟ مسلمانوں نے کہا: تین دینار' آپ نے اس کی نماز جنازہ پڑھا دی' پھر تیسرا جنازہ لایا گیا' آپ سے مسلمانوں نے کہا: اس کی نماز جنازہ پڑھا دیں' آپ نے پوچھا: اس نے کوئی ترکہ چھوڑا ہے؟ مسلمانوں نے کہا: نہیں' آپ نے پوچھا: کیا اس پر قرض ہے؟ مسلمانوں نے کہا: تین دینار (قرض ہے)' آپ نے فرمایا: تم اپنے ساتھی پر نماز (جنازہ) پڑھو' حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ! آپ اس کی نماز جنازہ پڑھا دیں اور اس کا قرض میرے ذمہ ہے' پھر آپ نے اس کی نماز جنازہ پڑھا دی۔

(صحیح البخاری: ۲۲۸۹' سنن نسائی: ۱۹۶۰)

اس حدیث سے بھی امام بخاری کا مقصد یہی ہے کہ نبی ﷺ نے نماز جنازہ پر نماز کا اطلاق کیا ہے۔

وَقَالَ صَلُّوْا عَلَى النَّجَاشِيِّ. اور نبی ﷺ نے فرمایا: النجاشی پر نماز پڑھو۔

اس تعلیق کی اصل اس حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے اپنے اصحاب کو النجاشی کی موت کی خبر دی' پھر آپ آگے بڑھ گئے' پس مسلمانوں نے آپ کے پیچھے صفیں بنائیں' پھر آپ نے چار تکبیرات پڑھیں۔ (صحیح البخاری: ۱۳۱۸)

سَمَّاهَا صَلٰوةً لَيْسَ فِيْهَا رُكُوْعٌ وَّلَا سُجُوْدٌ. نبی ﷺ نے نماز جنازہ کو نماز فرمایا حالانکہ اس میں رکوع اور سجود نہیں ہے۔

یعنی اس ہیئت مخصوصہ کو بھی آپ نے نماز فرمایا ہے۔

وَلَا يُتَكَلَّمُ فِيْهَا' وَفِيْهَا تَكْبِيْرٌ وَّتَسْلِيْمٌ. اور نماز جنازہ میں کلام نہیں کیا جاتا اور اس میں اللہ اکبر پڑھنا ہے اور سلام پھیرنا ہے۔

یعنی نماز جنازہ میں کلام نہیں کیا جاتا اور یہ چیز نماز کے لوازم سے ہے اور نماز کے شروع میں اللہ اکبر پڑھا جاتا ہے' اس میں سب کا اتفاق ہے اور سلام میں اختلاف ہے' امام مالک' امام احمد اور اسحاق کے نزدیک نماز جنازہ میں صرف ایک سلام ہے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک نماز جنازہ میں دونوں طرف سلام پھیرنا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۱۷۸)

امام مالک اور امام احمد کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب نماز جنازہ پڑھتے تو دونوں ہاتھ بلند کر کے اللہ اکبر پڑھتے اور جب فارغ ہوتے تو دائیں طرف ایک سلام پھیرتے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۶۱۱' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۴۹۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی دلیل حسب ذیل احادیث اور آثار ہیں:

حریث بیان کرتے ہیں کہ میں نے عامر کو دیکھا' انہوں نے ایک جنازہ پر نماز پڑھی' پھر انہوں نے دائیں جانب اور بائیں جانب سلام پھیرا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۶۲۳' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۵۰۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

ابی الہیثم بیان کرتے ہیں کہ ابراہیم نے نماز جنازہ کے بعد اپنی دائیں طرف اور بائیں طرف سلام پھیرا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۶۲۸' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۵۰۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تین کام ایسے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ان کو کرتے تھے اور لوگوں نے ان کو ترک کر دیا' ان میں سے ایک یہ ہے کہ نماز جنازہ کے بعد اس طرح سلام پھیرا جائے جس طرح دیگر نمازوں کے بعد سلام پھیرا جاتا ہے۔

(سنن بیہقی ج ۴ ص ۴۳' معرفۃ السنن والآثار ج ۳ ص ۱۷۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۲ھ)

ابراہیم الہجری' حضرت ابن ابی اوفی سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے چار تکبیرات پڑھیں' پھر دائیں اور بائیں جانب سلام پھیرا اور اس کو نبی ﷺ کی طرف منسوب کیا۔ (سنن بیہقی ج ۴ ص ۴۳' معرفۃ السنن والآثار ج ۳ ص ۱۷۳)

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ لَا يُصَلِّيْ إِلَّا طَاهِرًا' وَلَا يُصَلِّيْ عِنْدَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَلَا غُرُوْبِهَا' وَيَرْفَعُ يَدَيْهِ. اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما صرف طہارت کے ساتھ نماز جنازہ پڑھتے تھے اور طلوع شمس اور غروب شمس کے وقت نماز نہیں پڑھتے تھے اور اس میں رفع یدین کرتے تھے۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ اس تعلیق سے امام بخاری کا مقصد شعبی کا رد کرنا ہے کیونکہ انہوں نے بغیر وضوء کے نماز جنازہ کو جائز قرار دیا ہے' انہوں نے کہا کہ نمازِ جنازہ صرف دعا ہے' اس میں رکوع ہے نہ سجود اور تمام متقدمین اور متاخرین کا اس کے خلاف پر اجماع ہے' سو یہ قول شاذ ہے' اس کی طرف التفات نہیں کیا جائے گا۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۳۰۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

اس تعلیق کے پہلے جز کی اصل یہ حدیث ہے:

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے تھے: کوئی شخص بغیر طہارت کے نماز جنازہ نہ پڑھے۔

(موطأ امام مالک۔ الجنائز: ۲۶۔ ج ۱ ص ۱۴۹' المکتبۃ التوفیقیہ)

قاسم نے کہا: بغیر وضوء کے نماز جنازہ نہ پڑھی جائے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۵۹۴' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۴۷۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

طلوع شمس اور غروبِ شمس کے وقت نماز جنازہ نہ پڑھنے کی تعلیق کے متعلق یہ حدیث ہے:

ابو یحییٰ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جنازہ رکھا گیا' پس حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کھڑے ہو گئے' پھر پوچھا: اس جنازہ کا ولی کہاں ہے؟ تا کہ وہ سورج کے طلوع ہونے سے پہلے اس کی نماز جنازہ پڑھ لے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۴۳۸' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۴۲۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

ابی حفص بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس جنازہ لایا گیا تو آپ نے عصر کی نماز پڑھی اور فرمایا: اس کی نماز جنازہ میں جلدی کرنا سورج غروب ہونے سے پہلے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۴۳۶' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۴۲۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

ان تعلیقات سے بھی امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ نمازِ جنازہ پر نماز کا اطلاق آتا ہے۔

اور نماز جنازہ میں رفع یدین کی تعلیق کے متعلق یہ حدیث ہے:

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نماز جنازہ کی ہر تکبیر میں رفع یدین کرتے تھے یعنی ہاتھ اٹھا کر بلند کرتے تھے۔

فقہاء احناف نماز جنازہ میں صرف پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کرتے ہیں' ان کا استدلال درج ذیل آثار سے ہے:

عبد اللہ بن جمیع الزہری بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابراہیم النخعی کو دیکھا وہ نماز جنازہ میں رفع یدین کر کے اللہ اکبر پڑھتے' پھر باقی تکبیرات میں رفع یدین نہیں کرتے تھے اور وہ چار تکبیرات پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۵۰۴' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۳۸۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

سفیان بیان کرتے ہیں کہ الحسن بن عبید اللہ نماز جنازہ کی صرف پہلی تکبیر میں رفع یدین کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۵۰۵' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۳۸۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

نفاعہ بن مسلم بیان کرتے ہیں کہ سوید ہمارے جنازوں میں تکبیرات پڑھتے تھے اور وہ صرف پہلی تکبیر میں رفع یدین کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۵۰۸' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۳۹۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

وَقَالَ الْحَسَنُ اَدْرَكْتُ النَّاسَ، وَاَحَقُّهُمْ عَلٰى جَنَائِزِهِمْ مَنْ رَضُوْهُمْ لِفَرَائِضِهِمْ.

اور الحسن (البصری) نے کہا: میں نے لوگوں کو اس حال میں پایا کہ ان کے جنازے پڑھانے کے زیادہ حق دار وہ لوگ تھے جن

کی اقتداء میں وہ فرائض پڑھنے پر راضی تھے۔

اس تعلیق کے متعلق یہ حدیثیں ہیں:

الحکم بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ نے فرمایا: نماز جنازہ پڑھانے کا زیادہ حق دار امام (مسجد) ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۴۲۲ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۳۰۵ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت)

منصور بیان کرتے ہیں کہ میں ابراہیم کے ساتھ ایک جنازہ پر گیا اور وہ اس جنازہ کے ولی تھے' انہوں نے محلہ کے امام کو بلایا' اس نے نماز جنازہ پڑھائی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۴۲۳ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۳۰۶ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت)

وَإِذَا اَحْدَثَ يَوْمَ الْعِيدِ اَوْ عِنْدَ الْجِنَازَةِ يَطْلُبُ الْمَاءَ وَلَا يَتَيَمَّمُ.

اور جب کوئی شخص عید کے دن بے وضوء ہو یا جنازہ کے وقت تو وہ پانی کو طلب کرے اور تیمم نہ کرے۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیثیں ہیں:

حسن بصری نے کہا: تیمم نہ کرے اور بغیر وضوء کے نماز نہ پڑھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۵۹۵ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۴۷۵ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت)

عطاء نے کہا: ایک شخص جنازہ پڑھنے جائے اور اس کو نماز فوت ہونے کا خوف ہو تو وہ تیمم نہ کرے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۵۹۶ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۴۷۶ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت)

وَإِذَا انْتَهٰى إِلَى الْجَنَازَةِ وَهُمْ يُصَلُّوْنَ يَدْخُلُ مَعَهُمْ بِتَكْبِيْرَةٍ.

اور جب کوئی شخص جنازہ میں پہنچے اور وہ نماز پڑھ رہے ہوں تو وہ تکبیر پڑھ کر ان میں شامل ہو جائے۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

اشعث بیان کرتے ہیں کہ حسن بصری نے کہا: جو شخص جنازہ تک پہنچے اور وہ اس پر نماز پڑھ رہے ہوں تو وہ تکبیر پڑھ کر ان میں شامل ہو جائے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۶۰۹ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۴۸۸ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت)

وَقَالَ ابْنُ الْمُسَيَّبِ يُكَبِّرُ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ' وَالسَّفَرِ وَالْحَضَرِ' اَرْبَعًا.

اور ابن المسیب نے کہا: رات اور دن اور سفر اور حضر میں چار تکبیرات پڑھے۔

اس تعلیق میں یہ دلیل ہے کہ نماز جنازہ میں چار تکبیرات ہیں اور یہ اس کی بھی دلیل ہے کہ نماز جنازہ نماز ہے۔

وَقَالَ اَنَسٌ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ تَعَالٰى التَّكْبِيْرَةُ الْوَاحِدَةُ اِسْتِفْتَاحُ الصَّلٰوةِ.

اور حضرت انس رضی اللہ نے کہا کہ ایک تکبیر سے نماز جنازہ کو شروع کرتا ہے۔

اس تعلیق کی اصل سنن سعید بن منصور کی یہ حدیث ہے:

زریق بن کریم نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ سے کہا: ایک آدمی نے نماز جنازہ پڑھی پس تین تکبیرات پڑھیں' حضرت انس نے کہا: کیا تین تکبیرات نہیں ہیں؟ انہوں نے کہا: ہاں! اے ابوحمزہ! تکبیرات چار ہیں' حضرت انس نے کہا: ہاں! ایک تکبیر نماز کے افتتاح کی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۱۸۲)

اس تعلیق سے بھی امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ نماز جنازہ پر نماز کا اطلاق بھی ہوتا ہے۔

وَقَالَ ﴿وَلَا تُصَلِّ عَلٰى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا﴾

اور اللہ عزوجل کا ارشاد ہے: اور آپ ان میں سے کسی ایک

(التوبہ: ٨٤). پر نماز جنازہ نہ پڑھیں۔ (التوبہ: ٨٤)

اس آیت سے بھی یہ ثابت ہوا کہ نماز جنازہ نماز ہے۔

وَفِيْهِ صُفُوْفٌ وَإِمَامٌ. اور نماز جنازہ میں صفیں بھی ہیں اور اس میں امام بھی ہوتا ہے۔

نماز جنازہ میں صفوں کا ہونا اور امام کا ہونا' اس پر دلالت کرتا ہے کہ نماز جنازہ نماز ہے۔

١٣٢٢ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الشَّيْبَانِيِّ، عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي مَنْ مَرَّ مَعَ نَبِيِّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى قَبْرٍ مَنْبُوْذٍ، فَأَمَّنَا فَصَفَفْنَا خَلْفَهُ. فَقُلْنَا يَا أَبَا عَمْرٍو، مَنْ حَدَّثَكَ؟ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از الشیبانی از الشعبی' انہوں نے بیان کیا: مجھے اس شخص نے خبر دی جو تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک منفرد قبر کے پاس سے گزرا تھا' پس آپ نے ہماری امامت کی' پس ہم نے آپ کے پیچھے صفیں بنائیں' پس ہم نے کہا: اے ابوعمرو! تم کو یہ حدیث کس نے بیان کی؟ انہوں نے کہا: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٨٥٧ میں گزر چکی ہے۔

٥٧ - بَابُ فَضْلِ اتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ

جنازوں کے ساتھ جانے کی فضیلت

وَقَالَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ إِذَا صَلَّيْتَ فَقَدْ قَضَيْتَ الَّذِيْ عَلَيْكَ

اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا: جب تم نے نماز پڑھ لی تو تم نے اس حق کو ادا کر دیا جو تم پر تھا۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

ہشام اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا: جب تم نے جنازہ پر نماز پڑھ لی تو تم نے وہ حق ادا کر دیا جو تم پر تھا' اب جنازے اور اس کے گھر والوں کے درمیان تخلیہ کر دو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ٧ ١١٦٣٠ مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ٧ ١١٥٢٧ دار الکتب العلمیہ' بیروت)

وَقَالَ حُمَيْدُ بْنُ هِلَالٍ مَا عَلِمْنَا عَلَى الْجَنَازَةِ إِذْنًا، وَلٰكِنْ مَنْ صَلّٰى ثُمَّ رَجَعَ فَلَهُ قِيْرَاطٌ.

اور حمید بن ہلال نے کہا: ہمیں علم نہیں کہ جنازہ پڑھ کر جانے کی اجازت دی جاتی ہے لیکن جس نے جنازہ پڑھ لیا' پھر لوٹ آیا' اس کو ایک قیراط اجر ملتا ہے۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص جنازہ کے ساتھ گیا اور اس نے جنازہ کو اوپر سے اٹھایا اور اس کی قبر میں مٹی ڈالی اور بیٹھا رہا حتیٰ کہ اس کو اجازت دی گئی تو وہ دو قیراط اجر کے ساتھ لوٹے گا' ہر قیراط احد پہاڑ جتنا ہوگا۔

(مسند احمد: ١٠٨٧٥۔ ج ٢ ص ٥٣١ مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

١٣٢٣ - حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيْرُ بْنُ حَازِمٍ قَالَ سَمِعْتُ نَافِعًا يَقُوْلُ حُدِّثَ ابْنُ عُمَرَ أَنَّ أَبَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالنعمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر بن حازم نے حدیث بیان کی'

هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ يَقُوْلُ مَنْ تَبِعَ جَنَازَةً فَلَهٗ قِيْرَاطٌ. فَقَالَ اَكْثَرَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ عَلَيْنَا.

انہوں نے کہا: میں نے نافع سے سنا' وہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے حدیث بیان کی کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ یہ فرماتے تھے کہ جو شخص جنازہ کے ساتھ گیا اس کو ایک قیراط اجر ملے گا' پس انہوں نے کہا کہ حضرت ابو ہریرہ نے اس حدیث کو ہم سے بہت مرتبہ بیان کیا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٤٧ میں گزر چکی ہے۔

١٣٢٤ - فَصَدَّقَتْ يَعْنِيْ عَائِشَةَ اَبَا هُرَيْرَةَ' وَقَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُهٗ. فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا لَقَدْ فَرَّطْنَا فِيْ قَرَارِيْطَ كَثِيْرَةٍ. ﴿فَرَّطْتُ﴾ (الزمر:٥٦) ضَيَّعْتُ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ.

پس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی تصدیق کی اور کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے' پس حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: بے شک ہم نے بہت کثیر قراریط میں کمی کر دی۔ "فرطت" کا معنی ہے: میں نے اللہ کے حکم پر عمل کرنے میں تقصیر کی۔

٥٨ - بَابُ مَنِ انْتَظَرَ حَتّٰى يُدْفَنَ

جس نے دفن تک میت کا انتظار کیا

١٣٢٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ قَرَاْتُ عَلَى ابْنِ اَبِيْ ذِئْبٍ' عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِيْ سَعِيْدِ الْمَقْبُرِيِّ' عَنْ اَبِيْهِ اَنَّهٗ سَاَلَ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَقَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. ح. وَحَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا هِشَامٌ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' قَالَ وَحَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ شَبِيْبِ بْنِ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ قَالَ حَدَّثَنَا يُوْنُسُ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ ح. وَحَدَّثَنِيْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ الْاَعْرَجُ' اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ شَهِدَ الْجَنَازَةَ حَتّٰى يُصَلِّيَ فَلَهٗ قِيْرَاطٌ' وَمَنْ شَهِدَهَا حَتّٰى تُدْفَنَ كَانَ لَهٗ قِيْرَاطَانِ. قِيْلَ وَمَا الْقِيْرَاطَانِ؟ قَالَ مِثْلُ الْجَبَلَيْنِ الْعَظِيْمَيْنِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے ابن ابی ذئب پر قراءت کی از سعید بن ابی سعید المقبری از والد خود' انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سوال کیا' پس انہوں نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے (ح) اور مجھے عبد اللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے حدیث بیان کی از الزہری از ابن المسیب از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' انہوں نے کہا: اور ہمیں احمد بن شبیب بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے حدیث بیان کی' ابن شہاب نے کہا (ح) اور مجھے عبد الرحمن الاعرج نے حدیث بیان کی کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص جنازہ پر حاضر ہوا حتیٰ کہ اس نے نماز پڑھ لی پس اس کے لیے ایک قیراط اجر ہے اور جو شخص جنازہ پر حاضر ہوا حتیٰ کہ اس کو دفن کر دیا جائے' اس کے لیے دو قیراط اجر ہے' پوچھا گیا: دو قیراط کتنے ہیں؟ تو انہوں نے کہا: دو بڑے پہاڑوں جتنے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٤٧ میں گزر چکی ہے۔

۵۹ - بَابُ صَلٰوةِ الصِّبْيَانِ مَعَ النَّاسِ عَلَى الْجَنَائِزِ

بچوں کا لوگوں کے ساتھ نمازِ جنازہ پڑھنا

۱۳۲٦ - حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا زَائِدَةُ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الشَّيْبَانِيُّ، عَنْ عَامِرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ أَتَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْرًا فَقَالُوا هٰذَا دُفِنَ أَوْ دُفِنَتِ الْبَارِحَةَ. قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا فَصَفَفْنَا خَلْفَهُ، ثُمَّ صَلَّى عَلَيْهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن ابی بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زائدہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسحاق الشیبانی نے حدیث بیان کی از عامر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک قبر پر آئے' پس مسلمانوں نے کہا: اس شخص کو رات کو دفن کیا گیا ہے یا اس عورت کو رات کو دفن کیا گیا ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: پس ہم نے آپ کے پیچھے صفیں بنائیں' پھر آپ نے اس کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۸۵۸ میں گزر چکی ہے۔

٦٠ - بَابُ الصَّلٰوةِ عَلَى الْجَنَائِزِ بِالْمُصَلّٰى وَالْمَسْجِدِ

عید گاہ اور مسجد میں نمازِ جنازہ پڑھنا

۱۳۲۷ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَعِيدِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ وَأَبِي سَلَمَةَ أَنَّهُمَا حَدَّثَاهُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ نَعَى لَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّجَاشِيَّ صَاحِبَ الْحَبَشَةِ، يَوْمَ الَّذِي مَاتَ فِيهِ فَقَالَ اسْتَغْفِرُوا لِأَخِيكُمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب از سعید بن المسیب و ابی سلمہ' ان دونوں نے ان کو حدیث بیان کی از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے النجاشی کی موت کی خبر دی' جو حبشہ کے بادشاہ تھے' جس دن وہ فوت ہو گئے تھے' آپ نے فرمایا: تم اپنے بھائی کے لیے مغفرت طلب کرو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۲۴۵ میں گزر چکی ہے۔

۱۳۲۸ - وَعَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَفَّ بِهِمْ بِالْمُصَلّٰى، فَكَبَّرَ عَلَيْهِ أَرْبَعًا.

از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے سعید بن المسیب نے حدیث بیان کی کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عید گاہ میں مسلمانوں کی صف بنائی' پس آپ نے جنازہ پر چار تکبیریں پڑھیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۲۴۵ میں گزر چکی ہے۔

۱۳۲۹ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن المنذر نے

اَبُوْ ضَمْرَةَ قَالَ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ الْيَهُوْدَ جَاؤُوْا اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرَجُلٍ مِّنْهُمْ وَامْرَاَةٍ زَنَيَا فَاَمَرَ بِهِمَا فَرُجِمَا قَرِيْبًا مِّنْ مَّوْضِعِ الْجَنَائِزِ عِنْدَ الْمَسْجِدِ.

[اطراف الحدیث: ۳۶۳۵-۴۵۵۶-۶۸۱۹-۶۸۴۱-۷۳۳۲-۷۵۴۳]

حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابوضمرہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں موسیٰ بن عقبہ نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا کہ یہود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک مرد اور ایک عورت کو لے کر آئے جنہوں نے زنا کیا تھا آپ کے حکم سے ان دونوں کو جنازہ گاہ کی جگہ میں مسجد کے پاس رجم کیا گیا۔

(صحیح مسلم: ۱۶۹۹ الرقم المسلسل: ۴۳۵۸ سنن ابوداؤد: ۴۴۴۶ سنن ترمذی: ۱۴۳۶ شرح مشکل الآثار: ۴۵۴۲ صحیح ابن حبان: ۴۴۳۴ سنن بیہقی ج ۸ ص ۲۱۴ شرح السنۃ: ۲۵۸۳ مسند احمد ج ۲ ص ۷ طبع قدیم مسند احمد: ۴۵۲۹ ج ۸ ص ۱۲۵ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابراہیم بن المنذر بن عبداللہ الحزامی (۲) ابوضمرہ (۳) موسیٰ بن عقبہ (۴) نافع مولیٰ ابن عمر (۵) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۱۹۱)

حدیث مذکور کی مفصل روایت

امام بخاری نے اس حدیث کو زیادہ تفصیل کے ساتھ اس روایت میں بیان کیا ہے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ یہودی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنے ایک مرد اور ایک عورت کو لے کر آئے جنہوں نے زنا کیا تھا آپ نے ان سے پوچھا: تم میں سے جو زنا کرے تم اس کے ساتھ کیا کرتے ہو؟ انہوں نے کہا: ہم اس کا منہ کالا کرتے ہیں اور اس کو مارتے ہیں آپ نے پوچھا: کیا تم تورات میں رجم کا حکم نہیں پاتے؟ انہوں نے کہا: ہم تورات میں یہ حکم بالکل نہیں پاتے پس ان سے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے کہا: تم نے جھوٹ بولا تم تورات لے کر آؤ اور اس کی تلاوت کرو اگر تم سچے ہو پس ان کے مدرس نے جو ان کو پڑھاتا تھا آیت رجم کے اوپر اپنی ہتھیلی رکھ دی پس وہ اپنے ہاتھ کے نیچے سے اور ہاتھ کے پیچھے سے پڑھنے لگا اور وہ آیت رجم کو نہیں پڑھتا تھا حضرت عبداللہ بن سلام نے آیت رجم کے اوپر سے اس کا ہاتھ کھینچا پس فرمایا: یہ کیا ہے؟ جب انہوں نے اس آیت کو دیکھا تو کہا: یہ آیت رجم ہے پھر آپ نے اس یہودی مرد اور عورت کو رجم کرنے کا حکم دیا انہیں جنازوں کی جگہ میں مسجد کے قریب رجم کر دیا گیا پس میں نے دیکھا اس عورت کا ساتھی اس پر جھکا ہوا تھا اور اس کو پتھروں سے بچا رہا تھا۔

(صحیح البخاری: ۴۵۵۶)

تورات میں رجم کے حکم کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کیسے علم ہوا؟

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جوان سے پوچھا تھا کہ تم زنا کرنے والوں کے ساتھ کیا کرتے ہو؟ یہ ان سے مسئلہ معلوم کرنے کے لیے سوال نہیں کیا تھا اور نہ ان کی تقلید کرنے کے لیے سوال کیا تھا بلکہ آپ نے ان پر الزام اور حجت قائم کرنے کے لیے سوال کیا تھا اور شاید کہ آپ پر یہ وحی نازل کی گئی تھی کہ جو تورات ان کے ہاتھوں میں ہے اس میں رجم کا حکم موجود ہے جس کو انہوں نے اب تک تبدیل نہیں کیا ہے جیسا کہ اور احکام کو تبدیل کر دیا ہے یا ان میں سے جو مسلمان ہو چکا تھا اس نے آپ کو خبر دی تھی اس لیے جب انہوں نے

اس آیت کو چھپایا تو آپ سے اس کا حکم مخفی نہیں رہا۔

اگر اہل ذمہ زنا کریں تو ان کو رجم کرنے میں مذاہب ائمہ

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ کافر پر بھی زنا کی حد واجب ہے اور اس کا نکاح صحیح ہے' علامہ نووی نے کہا ہے: کیونکہ رجم صرف محصن پر واجب ہے' اگر اس کا نکاح صحیح نہ ہو تو اس کا احصان ثابت نہیں ہوگا اور اس کو رجم نہیں کیا جائے گا۔

(علامہ عینی فرماتے ہیں:) میں کہتا ہوں کہ احصان کی جملہ شرائط میں سے اسلام ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا وہ محصن نہیں ہے۔ (سنن دار قطنی: ۳۲۵۱' دارالمعرفہ' بیروت) اور امام ابو یوسف سے مروی ہے کہ مسلمان ہونا احصان کی شرط نہیں ہے' امام شافعی اور امام احمد کا بھی یہی قول ہے' اور انہوں نے اس باب کی حدیث سے استدلال کیا ہے' ہم کہتے ہیں کہ زانیوں کو کوڑے مارنے کی سزا کا حکم نازل ہونے سے پہلے جب آپ ابتداءً مدینہ میں داخل ہوئے تھے' یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب آپ تورات کے موافق حکم دیتے تھے' پھر جب سورۂ نور میں حد کا حکم نازل ہوا تو یہ حکم منسوخ ہوگیا' پھر محصن کے حق میں حد کا یہ حکم منسوخ ہوگیا اور کافر محصن نہیں ہے' (محصن سے مراد شادی شدہ مسلمان ہے اور سورۂ نور میں کنواروں کے متعلق حد نازل ہوئی ہے۔ سعیدی غفرلہٗ) اور یہ حضرت علی' حضرت ابن عباس' حضرت ابن عمر اور امام مالک رضی اللہ عنہم کا قول ہے۔

اگر تم سوال کرو کہ حدیث میں ہے:

حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھ سے حکم لو' مجھ سے حکم لو' اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے لیے حکم بیان فرما دیا ہے: اگر کنوارہ مرد کنواری لڑکی سے زنا کرے تو ان کو سو کوڑے مارو اور ایک سال کے لیے شہر بدر کر دو اور اگر شادی شدہ مرد شادی شدہ عورت سے زنا کرے تو اس کو سو کوڑے مارو اور رجم کر دو۔

(صحیح مسلم: ۱۶۹۰' سنن ابوداؤد: ۴۴۱۵' سنن ترمذی: ۱۴۳۴' سنن ابن ماجہ: ۲۵۵۰)

نبی ﷺ نے ان کے درمیان شادی شدہ ہونے کے اعتبار سے فرق کیا ہے' پس جس نے ان کے درمیان مسلم اور غیر مسلم ہونے کے اعتبار سے فرق کیا اس نے نص پر اضافہ کیا' میں کہتا ہوں کہ یہ حکم منسوخ ہے کیونکہ نبی ﷺ نزول قرآن کے بعد قرآن سے حکم فرماتے تھے اور قرآن مجید میں صرف کوڑے مارنے کا حکم ہے۔

اگر تم یہ سوال کرو کہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے: جب یہ لوگ عقد ذمہ کو قبول کر لیں تو ان کے لیے وہی حقوق ہیں جو مسلمانوں کے حقوق ہیں اور ان پر وہی فرائض ہیں جو مسلمانوں پر فرائض ہیں۔ (صحیح مسلم: ۱۷۳۱) اور رجم شادی شدہ مسلمان پر فرض ہے' اسی طرح شادی شدہ کافر پر بھی رجم فرض ہوگا تو میں کہوں گا کہ تمام مسلمانوں پر رجم فرض نہیں ہے' پس یہ اس کی دلیل ہے کہ رجم صرف شادی شدہ مسلمانوں پر فرض ہے۔

علماء کا اس پر اجماع ہے کہ کنوارے زانی کی حد سو کوڑے ہے اور شادی شدہ زانی کو رجم کیا جائے گا اور کنوارے مرد سے مراد یہ ہے کہ جس نے نکاح صحیح کے ساتھ جماع نہ کیا ہو اور وہ آزاد عاقل بالغ شخص ہے اور شادی شدہ سے مراد ہے: جس نے نکاح صحیح کے ساتھ زندگی میں ایک مرتبہ جماع کیا ہو' اور وہ آزاد عاقل بالغ شخص ہے' اور اس میں مرد اور عورت برابر ہیں' علامہ نووی نے کہا ہے کہ ان تمام احکام میں مسلمان اور کافر برابر ہیں' خواہ ان کی عقل پوری ہو یا کم ہو' نیز رسول اللہ ﷺ نے کنوارے کے متعلق فرمایا: اس کو ایک سال کے لیے شہر بدر کر دو' اس میں امام شافعی اور جمہور کی دلیل ہے کہ کنوارے کو ایک سال کے لیے شہر بدر کرنا واجب ہے خواہ مرد ہو یا عورت' اور الحسن البصری نے کہا کہ شہر بدر کرنا واجب نہیں ہے اور امام مالک اور اوزاعی نے کہا: عورتوں کو شہر بدر کرنا واجب نہیں

ہے' حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی اس کی مثل مروی ہے' کیونکہ عورت کو شہر بدر کرنے میں اس کو ضائع کرنا ہے اور اس کو فتنہ پر پیش کرنا ہے اور اسی وجہ سے عورت کو بغیر محرم کے سفر کرنے سے منع فرمایا ہے۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ ان یہودیوں کو جو رجم کیا گیا تھا تو آیا گواہوں کی وجہ سے رجم کیا گیا تھا یا ان کے اقرار کی وجہ سے؟ میں کہتا ہوں کہ ظاہر یہ ہے کہ ان کے اقرار کی وجہ سے رجم کیا گیا تھا اور سنن ابوداؤد وغیرہ میں یہ حدیث ہے:

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کے خلاف چار مردوں نے گواہی دی تھی کہ انہوں نے اس یہودی کا آلہ اس عورت کی فرج میں دیکھا تھا' جس طرح سلائی سرمہ دانی میں ہوتی ہے' تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو رجم کرنے کا حکم دیا۔

(سنن ابوداؤد: ۴۴۵۲' سنن ابن ماجہ: ۲۳۷۴)

علامہ عینی لکھتے ہیں کہ اگر یہ گواہ مسلمان تھے' پھر تو ظاہر ہے اور اگر یہ گواہ کافر تھے تو ان کی گواہی کا کوئی اعتبار نہیں ہے' پھر متعین ہو گیا کہ ان کے اقرار کی وجہ سے ان کو رجم کیا گیا۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۱۹۴۔ ۱۹۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ اگر ذمی کافر زنا کریں تو فقہاء احناف کے نزدیک ان کو رجم نہیں کیا جائے گا اور باقی ائمہ کے نزدیک ان کو رجم کیا جائے گا۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۴۳۲۴۔ ج ۴ ص ۸۷۷ پر درج ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے کی تحقیق

اس باب کے عنوان میں یہ بھی ذکر ہے: ''اور مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا'' مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے کے متعلق یہ حدیث ہے:

حضرت عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ حکم دیا کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا جنازہ مسجد میں لے جایا جائے' پس ان کی نماز جنازہ پڑھی جائے' پس مسلمانوں نے اس پر اعتراض کیا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: کتنی جلدی لوگ بھول گئے ہیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سہل بن بیضاء کے دو بیٹوں کی نماز جنازہ صرف مسجد میں ہی پڑھی تھی۔

(صحیح مسلم: ۹۷۳' الرقم المسلسل: ۲۲۱۶۔ ۲۲۱۸' سنن ترمذی: ۱۰۳۳' سنن نسائی: ۱۹۶۷' سنن ابوداؤد: ۳۱۸۹' سنن ابن ماجہ: ۱۵۱۸)

امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی ۳۲۱ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ایک قوم (امام شافعی اور امام احمد) کا یہ مذہب ہے کہ مسجد میں نماز پڑھنا جائز ہے اور دوسرے فقہاء (امام ابوحنیفہ اور امام مالک) نے اس کی مخالفت کی ہے اور کہا ہے کہ مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا مکروہ ہے' ان کا استدلال اس حدیث سے ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے مسجد میں رکھے ہوئے جنازہ پر نماز پڑھی اس کے لیے کوئی چیز نہیں ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۳۱۹۱' سنن ابن ماجہ: ۱۵۱۷)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کے لیے ناسخ ہے' اسی لیے صحابہ نے مسجد میں سہل بن بیضاء کے بیٹوں پر نماز پڑھنے کا انکار کیا تھا۔

امام ابوحنیفہ' امام ابویوسف اور امام محمد کا یہی مذہب ہے' تاہم امام ابویوسف نے یہ کہا ہے کہ اگر مسجد میں جنازہ کے لیے الگ جگہ بنائی گئی ہو تو پھر مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۲۲۔ ۲۰' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

یہ حدیث' شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۰۳۲۔ ۱۰۲۶ کے ضمیمہ میں مذکور ہے' وہاں ہم نے فقہ حنفی کی متعدد کتب کے حوالوں سے لکھا ہے کہ اگر جنازہ مسجد سے باہر ہو' جیسے آج کل محراب کے آگے جگہ بنائی ہوتی ہے تو پھر مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے میں کوئی حرج نہیں

ہے' کراہت صرف اس صورت میں ہے جب جنازہ کو مسجد کے اندر رکھا جائے۔

٦١ - بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنِ اتِّخَاذِ الْمَسَاجِدِ عَلَى الْقُبُوْرِ

قبروں پر سجدہ گاہ بنانے کی کراہت

وَلَمَّا مَاتَ الْحَسَنُ بْنُ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ' ضَرَبَتِ امْرَاَتُهُ الْقُبَّةَ عَلٰى قَبْرِهٖ سَنَةً' ثُمَّ رُفِعَتْ' فَسَمِعُوْا صَائِحًا يَقُوْلُ اَلَا هَلْ وَجَدُوْا مَا فَقَدُوْا' فَاَجَابَهُ الْاٰخَرُ بَلْ يَئِسُوْا فَانْقَلَبُوْا.

اور جب حضرت الحسن بن الحسن بن علی رضی اللہ عنہم فوت ہو گئے تو ان کی زوجہ نے ان کی قبر پر ایک خیمہ لگا دیا' جس کو ایک سال کے بعد اٹھالیا' پھر لوگوں نے کسی پکارنے والے کی آواز سنی: سنو! کیا انہوں نے جس کو گم پایا تھا اس کو پالیا' پس دوسرے نے جواب دیا: بلکہ وہ مایوس ہو کر لوٹ گئے۔

علامہ ابن التین نے کہا ہے: یہ پکارنے والا مؤمنین جنوں میں سے تھا یا ملائکہ میں سے تھا۔

(عمدۃ القاری ج ۸ ص ۱۹۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

١٣٣٠ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰى' عَنْ شَيْبَانَ' عَنْ هِلَالٍ' هُوَ الْوَزَّانُ' عَنْ عُرْوَةَ' عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِيْ مَرَضِهِ الَّذِيْ مَاتَ فِيْهِ لَعَنَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى' اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَائِهِمْ مَسْجِدًا. قَالَتْ وَلَوْ لَا ذٰلِكَ لَاَبْرَزُوْا قَبْرَهٗ' غَيْرَ اَنِّيْ اَخْشٰى اَنْ يُّتَّخَذَ مَسْجِدًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید اللہ بن موسیٰ نے حدیث بیان کی از شیبان از ھلال اور وہ الوزّان ہیں از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا از نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے اس مرض میں فرمایا جس میں آپ کی وفات ہوگئی: اللہ یہود اور نصاریٰ پر لعنت فرمائے' جنہوں نے انبیاء علیہم السلام کی قبروں کو مسجد بنالیا' حضرت عائشہ نے فرمایا: اگر یہ خطرہ نہ ہوتا تو صحابہ آپ کی قبر کو ظاہر کر دیتے' لیکن مجھے یہ خطرہ ہے کہ اس کو مسجد بنالیا جائے گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۳۵ میں گزر چکی ہے۔

٦٢ - بَابُ الصَّلٰوةِ عَلَى النُّفَسَاءِ اِذَا مَاتَتْ فِيْ نِفَاسِهَا

نفاس میں مرنے والی عورت کی نماز جنازہ

١٣٣١ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ بُرَيْدَةَ' عَنْ سَمُرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ صَلَّيْتُ وَرَاءَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى امْرَاَةٍ مَاتَتْ فِيْ نِفَاسِهَا' فَقَامَ عَلَيْهَا وَسَطَهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حسین نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ بن بریدہ نے حدیث بیان کی از حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ایک عورت کی نماز جنازہ پڑھی جو نفاس میں فوت ہو گئی تھی' آپ اس عورت کے وسط میں کھڑے ہوئے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۳۲ میں گزر چکی ہے۔

٦٣ - بَابٌ اَيْنَ يَقُوْمُ مِنَ الْمَرْاَةِ وَالرَّجُلِ

میت عورت ہو یا مرد تو نمازی کس جگہ کھڑا ہو

١٣٣٢ - حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ مَيْسَرَةَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ قَالَ حَدَّثَنَا سَمُرَةُ بْنُ جُنْدَبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ صَلَّيْتُ وَرَاءَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى اِمْرَاَةٍ مَاتَتْ فِيْ نِفَاسِهَا، فَقَامَ عَلَيْهَا وَسَطَهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمران بن میسرہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوارث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حسین نے حدیث بیان کی از ابن بریدہ' انہوں نے کہا: ہمیں حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ایک عورت کی نماز جنازہ پڑھی' جو نفاس میں فوت ہو گئی تھی' آپ اس کے درمیان میں کھڑے ہوئے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۳۲ میں گزر چکی ہے۔

٦٤ - بَابُ التَّكْبِيْرِ عَلَى الْجَنَازَةِ اَرْبَعًا

جنازہ پر چار تکبیریں پڑھنا

وَقَالَ حُمَيْدٌ صَلّٰى بِنَا اَنَسٌ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، فَكَبَّرَ ثَلَاثًا، ثُمَّ سَلَّمَ، فَقِيْلَ لَهٗ، فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ، ثُمَّ كَبَّرَ الرَّابِعَةَ، ثُمَّ سَلَّمَ.

اور حمید نے کہا: ہم کو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی' پس انہوں نے تین تکبیریں پڑھیں' پھر سلام پھیر دیا' پھر ان کو بتایا گیا تو انہوں نے قبلہ کی طرف منہ کیا' پھر چوتھی تکبیر پڑھی' پھر سلام پھیر دیا۔

التوضیح میں مذکور ہے کہ ہمارے نزدیک ہر تکبیر ایک رکعت کے قائم مقام ہے' اور نماز جنازہ کی چار تکبیریں ظہر کی چار رکعات کی طرح ہیں' حتیٰ کہ اگر نمازی نے ایک تکبیر ترک کر دی تو اس کی نماز جائز نہیں ہے' اور جو نمازی ایک یا اس سے زائد تکبیرات کے بعد نماز جنازہ میں ملا تو وہ سلام پھیرنے کے بعد باقی تکبیرات پڑھے گا۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۱۹۰)

١٣٣٣ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَى النَّجَاشِيَّ فِي الْيَوْمِ الَّذِيْ مَاتَ فِيْهِ، وَخَرَجَ بِهِمْ اِلَى الْمُصَلّٰى، فَصَفَّ بِهِمْ، وَكَبَّرَ عَلَيْهِ اَرْبَعَ تَكْبِيْرَاتٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن شہاب از سعید بن المسیب از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہ جس دن نجاشی فوت ہوئے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی موت کی خبر دی اور مسلمانوں کو لے کر عید گاہ گئے' پس ان کی صفیں بنائیں اور جنازہ پر چار تکبیرات پڑھیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۲۴۵ میں گزر چکی ہے۔

١٣٣٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُلَيْمُ بْنُ حَيَّانَ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ مِيْنَاءَ، عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى عَلٰى اَصْحَمَةَ النَّجَاشِيِّ، فَكَبَّرَ اَرْبَعًا. وَقَالَ يَزِيْدُ ابْنُ هَارُوْنَ، وَعَبْدُ الصَّمَدِ، عَنْ سَلِيْمٍ اَصْحَمَةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن سنان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سلیم بن حیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سعید بن میناء نے حدیث بیان کی از حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحمہ النجاشی کی نماز جنازہ پڑھائی' پس چار تکبیرات پڑھیں' اور یزید بن ہارون اور عبد الصمد نے کہا از

سلیم احمد۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۳۱۷ میں گزر چکی ہے۔

٦٥ - بَابُ قِرَاءَةِ فَاتِحَةِ الْكِتَابِ عَلَى الْجَنَازَةِ

نمازِ جنازہ میں سورۂ فاتحہ کو پڑھنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ نماز میں سورۂ فاتحہ کو پڑھنا جائز ہے' اس میں صحابہ' فقہاء تابعین اور ائمہ مجتہدین کا اختلاف ہے: حضرت ابن مسعود' حضرت الحسن بن علی' حضرت ابن الزبیر اور حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہم کے نزدیک یہ جائز ہے' امام شافعی اور امام احمد اور اسحاق کا بھی یہی موقف ہے' اور حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم سے منقول ہے کہ نماز جنازہ میں قرآن مجید کی قراءت نہیں ہے اور یہی امام مالک اور فقہاء احناف کا قول ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۰۱)

علامہ ابن بطال مالکی لکھتے ہیں: اور جو نماز جنازہ میں قرآن مجید کی قراءت کا انکار کرتے' ان میں حضرت عمر بن الخطاب' حضرت علی بن ابی طالب' حضرت ابن عمر اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم ہیں اور فقہاء تابعین میں سے عطاء' طاؤس' سعید بن المسیب' ابن سیرین' سعید بن جبیر' الشعبی اور الحکم ہیں' اور مجتہدین میں سے امام مالک' امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب ہیں' امام مالک نے کہا: نماز جنازہ صرف دعا ہے اور ہمارے شہروں میں اس میں سورۃ الفاتحہ نہیں پڑھی جاتی۔

امام طحاوی نے کہا: یہ ہو سکتا ہے کہ جن صحابہ نے نماز جنازہ میں سورۃ الفاتحہ پڑھی ہو' انہوں نے اس کو بہ طور دعا پڑھا ہو نہ کہ بہ طور تلاوت' اور جب کہ صحابہ اور فقہاء تابعین نے نماز جنازہ میں سورۃ الفاتحہ کو پڑھنے کا انکار کیا ہے اور دوسری تکبیر کے بعد اس کو نہیں پڑھا تو یہ اس کی دلیل ہے کہ اس کو پہلی تکبیر کے بعد بھی نہیں پڑھا جائے گا کیونکہ ہر تکبیر ایک رکعت کے قائم مقام ہے اور جب کہ نماز جنازہ کے آخر میں تشہد کو بھی نہیں پڑھا تو یہ اس کی دلیل ہے کہ اس میں قرآن مجید کی قراءت بھی نہیں کی جاتی۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۳۱۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

وَقَالَ الْحَسَنُ يَقْرَأُ عَلَى الطِّفْلِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ' وَيَقُولُ اللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا فَرَطًا وَسَلَفًا وَأَجْرًا.

اور الحسن البصری نے کہا: بچہ پر سورۃ الفاتحہ پڑھی جائے گی اور نمازی یہ دعا کرے: اے اللہ! اس کو ہمارے لیے پیش رو اور جنت تک لے جانے والا اور باعث اجر بنا دے۔

اس تعلیق کو ابونصر عبد الوہاب بن عطاء نے کتاب الجنائز میں روایت کیا ہے' سعید بن ابی عروبہ نے بیان کیا ہے کہ ان سے بچہ کی نماز جنازہ کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے ان کو خبر دی کہ از قتادہ از حسن بصری روایت ہے کہ وہ پہلے تکبیر پڑھتے' پھر سورۃ الفاتحہ پڑھتے' پھر یہ دعا کرتے: ''اللهم اجعله لنا سلفًا وفرطًا واجرًا''۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۰۱)

١٣٣٥ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ' عَنْ سَعْدٍ' عَنْ طَلْحَةَ قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا. (ح). حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ قَالَ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ' عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ' عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَوْفٍ قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از سعد از طلحہ' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پیچھے نماز پڑھی' (ح) ہمیں محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی از سعد بن ابراہیم از طلحہ بن عبد اللہ بن عوف' انہوں نے بیان

عَلٰی جَنَازَۃٍ، فَقَرَاَ بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ، قَالَ لِیَعْلَمُوْا اَنَّھَا سُنَّۃٌ.

کیا کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پیچھے ایک جنازہ پر نماز پڑھی، پس انہوں نے سورۃ الفاتحہ پڑھی اور فرمایا: تاکہ لوگ جان لیں کہ سورۃ الفاتحہ پڑھنا سنت ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۳۱۹۸، سنن ترمذی: ۱۰۲۷، سنن نسائی: ۱۹۸۳)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن بشار، ان کا تذکرہ کئی بار ہو چکا ہے (۲) غندر اور یہ محمد بن جعفر البصری ہیں (۳) شعبہ بن الحجاج (۴) سعد بن ابراہیم بن عبد الرحمان بن عوف، یہ ۱۲۵ھ میں فوت ہو گئے تھے (۵) طلحہ بن عبد اللہ بن عوف، یہ عبد الرحمان کے بھتیجے تھے، یہ فقیہ اور سخی تھے، ان کو طلحہ اسدی کہا جاتا تھا، یہ ۹۹ھ میں فوت ہو گئے تھے (۶) محمد بن کثیر (۷) سفیان الثوری (۸) حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۰۱)

نمازِ جنازہ میں سورۃ الفاتحہ پڑھنے کے متعلق دیگر احادیث

طلحہ بن عبد اللہ بن عوف بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے جنازہ پر نماز پڑھائی، پس سورۃ الفاتحہ پڑھی، پس میں نے ان سے (سوال کیا)، تو انہوں نے کہا: یہ سنت سے ہے یا تمام سنت سے ہے۔

(سنن ترمذی: ۱۰۲۷، سنن ابوداؤد: ۳۱۹۸، سنن نسائی: ۱۹۸۳)

امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے بعض اہل علم کا اس پر عمل ہے، ان کا مختار یہ ہے کہ پہلی تکبیر کے بعد سورۃ الفاتحہ پڑھی جائے اور یہ امام شافعی، امام احمد اور اسحاق کا قول ہے۔

اور بعض اہل علم نے کہا ہے کہ نمازِ جنازہ میں بالکل قرآن مجید کی تلاوت نہ کی جائے، نمازِ جنازہ تو صرف اللہ تعالیٰ کی ثناء ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود ہے اور میت کے لیے دعا ہے، یہ فقہاء احناف اور الثوری کا قول ہے۔ (سنن ترمذی: ۳۳۳، دار المعرفہ بیروت، ۱۴۲۳ھ)

طلحہ بن عبد اللہ بن عوف بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پیچھے نمازِ جنازہ پڑھی، پس انہوں نے بلند آواز سے سورۃ الفاتحہ پڑھی اور ایک سورت پڑھی حتیٰ کہ ہم کو سنایا، جب وہ فارغ ہوئے تو میں نے ان کا ہاتھ پکڑ کر ان سے سوال کیا تو انہوں نے کہا: یہ سنت اور حق ہے۔ (سنن نسائی: ۱۹۸۳)

اس حدیث میں جو سورۂ فاتحہ کے ساتھ سورت ملانے کا ذکر ہے، اس کے متعلق امام بیہقی نے کہا ہے: یہ غیر محفوظ ہے یعنی شاذ ہے۔ (سنن بیہقی ج ۴ ص ۳۸)

حضرت ابو امامہ سے روایت ہے کہ نمازِ جنازہ میں سنت یہ ہے کہ پہلی تکبیر کے بعد سورۃ الفاتحہ پڑھی جائے، پھر تین تکبیریں پڑھی جائیں اور آخر میں سلام پھیرا جائے۔ (سنن نسائی: ۱۹۸۵)

حضرت ام شریک الانصاریہ بیان کرتی ہیں کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ہم نمازِ جنازہ میں سورۃ الفاتحہ پڑھیں۔

(سنن ابن ماجہ: ۱۴۹۶)

علامہ عبد الرحمان بن اسماعیل الکنانی البوصیری المتوفی ۸۴۹ھ اس حدیث کی سند کے متعلق لکھتے ہیں:

اس حدیث کو شہر بن حوشب نے حضرت ام شریک سے روایت کیا ہے، اس کی توثیق میں اختلاف ہے، امام احمد اور ابن معین وغیرہ نے اس کی توثیق کی ہے اور ابن عون نے اس کو ترک کر دیا ہے، امام بیہقی، امام نسائی اور حماد بن جعفر نے اس کو ضعیف اور لین قرار دیا ہے۔ (زوائد ابن ماجہ ص ۲۱۸، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۳ھ)

صحابہ کرام اور فقہاء تابعین کا نمازِ جنازہ میں قرآن پڑھنے سے منع کرنا

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نماز جنازہ میں قرآن نہیں پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۵۲۲' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۴۰۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

ابو المنہال بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابو العالیہ سے پوچھا: کیا نماز جنازہ میں سورۃ الفاتحہ پڑھی جائے گی؟ انہوں نے کہا: میرا گمان یہ ہے کہ سورۃ الفاتحہ صرف اس نماز میں پڑھی جائے گی جس میں رکوع اور سجود ہو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۵۲۵' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۴۰۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

موسیٰ بن علی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا نماز جنازہ میں قرآن پڑھا جائے گا؟ انہوں نے کہا: نہیں! (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۵۲۶' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۴۰۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

سعید بن ابی بردہ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: ایک شخص نے ان سے پوچھا: میں نماز جنازہ میں سورۃ الفاتحہ پڑھوں؟ انہوں نے کہا: مت پڑھو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۵۲۶' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۴۰۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

ابو حصین نے الشعبی سے روایت کیا کہ نماز جنازہ میں قرآن مجید کی تلاوت نہیں ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۵۲۸' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۴۱۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

طاؤس اور عطاء نماز جنازہ میں قرآن پڑھنے کا انکار کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۵۲۹' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۴۱۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

بکر بن عبد اللہ نے کہا: مجھے نماز جنازہ میں قرآن پڑھنے کا علم نہیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۵۳۰' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۴۱۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

محمد بن عبد اللہ بیان کرتے ہیں: میں نے سالم سے پوچھا: کیا نمازِ جنازہ میں قرآن پڑھا جائے گا؟ انہوں نے کہا: نماز جنازہ میں قرآن نہیں پڑھا جائے گا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۵۳۲' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۴۱۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ ابن المسیب نے کہا: ہمیں علم نہیں کہ نماز جنازہ میں قرآن کی تلاوت ہے نہ کسی معین دعا کی۔

(مصنف عبد الرزاق: ۶۴۲۶۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نمازِ جنازہ میں ہمارے لیے قراءت معین کی گئی ہے اور نہ کوئی اور قول امام کی تکبیر پر تکبیر کہو اور اچھی طرح دعا اور ثناء کرو۔

(مجمع الزوائد ج ۳ ص ۳۲' حافظ الہیثمی نے کہا: اس حدیث کو امام احمد نے روایت کیا ہے اور اس کے تمام راوی صحیح ہیں)

نمازِ جنازہ کے بعد دعا کرنے کے ثبوت میں خصوصی احادیث اور آثار

عن ابی ہریرۃ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اذا صلیتم علی المیت فاخلصوا لہ الدعاء.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب تم میت پر نماز (جنازہ) پڑھ لو تو اخلاص کے ساتھ اس کے لیے دعا کرو۔

(سنن ابو داؤد: ۳۱۹۹' سنن ابن ماجہ: ۱۴۹۷' صحیح ابن حبان: ۳۰۷۶' سنن کبریٰ للبیہقی ج ۴ ص ۴۰)

اس حدیث میں "فاخلصوا" پر "فا" ہے اور یہ تعقیب علی الفور کے لیے آتی ہے اس کا معنی ہے: میت پر نماز جنازہ پڑھنے

کے فوراً بعد اس کے لیے اخلاص سے دعا کرو۔

مانعین اور مخالفین اس استدلال پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ قرآن مجید میں ہے:

فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○ (النحل: ۹۸)

پس جب تم قرآن پڑھو تو شیطان مردود سے اللہ کی پناہ طلب کرو۔

اس آیت میں ''فاستعذ'' پر ''فا'' ہے جو تعقیب علی الفور کے لیے آتی ہے اور اس صورت میں اس کا معنی ہوگا: جب تم قرآن مجید پڑھو تو اس کے فوراً بعد ''اعوذ باللّٰه من الشيطن الرجيم'' پڑھو حالانکہ ''اعوذ باللّٰه'' قرآن مجید پڑھنے سے پہلے پڑھی جاتی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ اس آیت کا ظاہر معنی متعذر ہے اس لیے اس میں مجاز بالحذف ہے اور تقدیر عبارت اس طرح ہے: ''اذا اردت ان تقرا القران'' جب تم قرآن پڑھنے کا ارادہ کرو تو ''اعوذ باللّٰه من الشيطن الرجيم'' پڑھو اس کے برخلاف جس حدیث سے ہم نے استدلال کیا ہے اس کے معنی میں کوئی تعذر نہیں ہے اور اس کو کسی مجاز پر محمول کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

اس سلسلہ میں دوسری صحیح حدیث یہ ہے:

عن عبد اللّٰه بن ابی اوفی وکان من اصحاب الشجرة فماتت ابنة له وکان یتبع جنازتها علی بغلة خلفها، فجعل النساء یبکین، فقال لاترثین، فان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیہ وسلم نهی عن المراثی، فتفیض احداکن من عبرتها ما شاءت، ثم کبر علیها اربعا، ثم قام بعد الرابعة قدر ما بین التکبیرتین یدعوا، ثم قال کان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیہ وسلم یصنع فی الجنازة هکذا.

حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ جو اصحاب شجرہ میں سے ہیں، وہ بیان کرتے ہیں کہ ان کی بیٹی فوت ہوگئی، وہ اس کے جنازہ میں خچر پر سوار ہو کر جا رہے تھے کہ عورتوں نے رونا شروع کر دیا۔ حضرت عبد اللہ نے کہا: تم مرثیہ مت پڑھو، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرثیہ پڑھنے سے منع فرمایا ہے، تم میں سے کوئی عورت اپنی آنکھ سے جس قدر چاہے آنسو بہائے، پھر انہوں نے جنازہ پر چار تکبیریں پڑھیں، پھر اتنا وقفہ کیا جتنا دو تکبیروں کے درمیان وقفہ ہوتا ہے اور اس وقفہ میں دعا کرتے رہے، پھر کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز جنازہ میں اسی طرح کرتے تھے۔

(مسند احمد ج ۴ ص ۳۵۶ طبع قدیم، مسند احمد: ۱۹۱۴۰، ج ۳۱ ص ۴۸۰، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۴۲۰ھ، مصنف عبد الرزاق: ۶۴۰۴، مسند الحمیدی: ۷۱۸، سنن ابن ماجہ: ۱۵۰۳، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳۰۲، المعجم الصغیر: ۲۶۸، المستدرک ج ۱ ص ۳۶۰-۳۵۹، سنن بیہقی ج ۴ ص ۴۳-۴۲)

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ حضرت ابن ابی اوفی نے چوتھی تکبیر کے بعد دعا کی اور نماز جنازہ کے اندر جو دعا ہے وہ تیسری تکبیر کے بعد کی جاتی ہے اور حضرت ابن ابی اوفی نے بتایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی طرح کرتے تھے اور یہ نماز جنازہ کے بعد دعا کرنے کا واضح ثبوت ہے، باقی رہا یہ کہ چوتھی تکبیر کے بعد سلام پڑھا جاتا ہے اور اس حدیث میں اس کا ذکر نہیں ہے اس کا جواب یہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ راوی سلام کا ذکر کرنا بھول گیا ہو یا اس نے یہ سوچ کر اس کا ذکر ترک کر دیا ہو کہ یہ تو ویسے ہی معروف اور مشہور ہے۔

نماز جنازہ کے بعد دعا کے ثبوت میں یہ حدیث بھی اس کی مثل ہے:

یزید بن رکانہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب میت پر نماز جنازہ پڑھتے تو چار تکبیریں پڑھتے، پھر یہ دعا کرتے: اے اللہ! تیرا بندہ اور تیری بندی کا بیٹا تیری رحمت کا محتاج ہے اور تو اس کو عذاب دینے سے غنی ہے، پس اگر یہ نیک ہے تو تو اس کی نیکی میں زیادہ کر

اور اگر یہ بُرا ہے تو اس کی برائی سے درگزر فرما' پھر جو اللہ چاہتا آپ اس کے لیے وہ دعا کرتے۔

(المعجم الکبیر: ۷۴ ج ۲۲ ص ۲۴۹' حافظ الہیثمی نے کہا: اس حدیث کی سند میں ایک راوی یعقوب بن حمید ہے' اس میں کلام کیا گیا ہے۔ مجمع الزوائد ج ۳ ص ۳۴)

اس حدیث میں بھی چار تکبیروں کے بعد دعا کا ذکر ہے' اس لیے اس دعا سے مراد بھی وہ دعا ہے جو نماز جنازہ کے بعد پڑھی جاتی ہے کیونکہ جو دعا نماز جنازہ کے اندر پڑھی جاتی ہے وہ تین تکبیروں کے بعد پڑھی جاتی ہے اور اس حدیث میں اور اس سے پہلی حدیث میں یہ تصریح ہے کہ یہ دعا چار تکبیروں کے بعد پڑھی گئی ہے اور اگر کوئی مخالف اس پر اصرار کرے کہ چار تکبیروں کے بعد یہ دعا نماز جنازہ کے اندر پڑھی گئی تھی اور اس کے بعد سلام پڑھا گیا تو لازماً سلام سے پہلے بھی ایک تکبیر پڑھی جائے گی اور اس طرح نماز جنازہ میں پانچ تکبیریں ہو جائیں گی اور یہ اجماع کے خلاف ہے۔ رہا یہ کہ ان دونوں حدیثوں میں چار تکبیروں کے بعد سلام کا ذکر نہیں ہے تو ہوسکتا ہے کہ راوی نے اس کا ذکر اس لیے نہ کیا ہو کہ چار تکبیروں کے سلام کا پڑھنا مسلمانوں میں بالکل ظاہر اور معروف تھا' اس لیے اس نے اس کا ذکر نہیں کیا۔ بہر حال چار تکبیروں کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کا دعا کرنا ہمارے مطلوب پر بہت واضح دلیل ہے۔

اور یہ حدیث بھی ہمارے مطلوب پر بہت واضح اور صریح دلیل ہے:

عن جبیر بن نفیر سمعه یقول سمعت عوف بن مالك یقول صلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی جنازة فحفظت من دعائه وهو یقول اللهم اغفر له وارحمه وعافه واعف عنه واکرم نزله ووسع مدخله واغسله بالماء والثلج والبرد ونقه من الخطایا کما نقیت الثوب الابیض من الدنس وابدله دارا خیرا من داره واهلا خیرا من اهله وزوجا خیرا من زوجه وادخله الجنة واعذه من عذاب القبر ومن عذاب النار قال حتی تمنیت ان اکون انا ذلك المیت.

(صحیح مسلم: ۹۶۳' سنن ترمذی: ۱۰۲۵' سنن نسائی: ۱۹۸۴)

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جنازے کی نماز پڑھی' میں نے اس جنازے میں آپ کی دعا کے الفاظ یاد رکھے' وہ یہ ہیں: (ترجمہ:) اے اللہ! اس کی مغفرت فرما' اس پر رحم فرما' اس کو عافیت میں رکھ اور اس کو معاف فرما' اس کی عزت کے ساتھ مہمانی کر' اس کے مدخل کو وسیع کر' اس کو پانی' برف اور اولوں سے دھو ڈال' اس کو گناہوں سے اس طرح صاف کر دے جس طرح تو نے سفید کپڑے کے میل کو صاف کر دیا' اس کے (دنیاوی) گھر کے بدلا میں اس سے بہتر گھر عطا فرما' اس کے (دنیاوی) گھر والوں کے بدلا میں بہتر گھر والے عطا فرما' اس کی (دنیاوی) بیوی کے بدلا میں اس سے بہتر بیوی عطا فرما' اس کو جنت میں داخل فرما' اس کو عذاب قبر اور عذاب نار سے محفوظ رکھ۔ حضرت عوف کہتے ہیں کہ اس وقت میں نے یہ تمنا کی کہ کاش! وہ مرنے والا میں ہوتا (تا کہ یہ دعا مجھے مل جاتی)۔

نماز جنازہ کے اندر جو دعا ہو' اس کو سراً (آہستہ) پڑھا جاتا ہے اور اس دعا کو حضرت عوف بن مالک نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر یاد کیا تھا' اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے یہ دعا جہراً پڑھی تھی اور جہراً دعا نماز جنازہ کے بعد پڑھی جاتی ہے' لہٰذا یہ وہ دعا ہے جو نماز جنازہ کے بعد پڑھی گئی اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ محدثین نے اس دعا کو نماز جنازہ میں پڑھی جانے والی دعا کے باب میں ذکر کیا ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں کوئی ایسا لفظ نہیں ہے جو اس پر دلالت کرتا ہو کہ یہ وہ دعا ہے جو نماز جنازہ کے اندر پڑھی جاتی ہے بلکہ حضرت عوف بن مالک کا اس دعا کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر یاد کرنا اس پر ظاہر اور واضح قرینہ ہے کہ یہ دعا نماز جنازہ کے بعد پڑھی گئی تھی اور محدثین کا اس دعا کو نماز جنازہ کے اندر پڑھنے پر محمول کرنا محض ان کی رائے ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ان کو نہیں

فرمایا تھا کہ تم اس حدیث کو اس باب میں درج کرو۔ نماز جنازہ کے بعد دعا کرنے کے ثبوت میں احادیث کا ذکر کرنے کے بعد اب ہم آثار صحابہ کا ذکر کر رہے ہیں:

امام ابوبکر عبداللہ بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن عمير بن سعيد قال صليت مع علي على يزيد بن المكفف فكبر عليه اربعا ثم مشى حتى اتاه فقال اللهم عبدك وابن عبدك نزل بك اليوم فاغفرله ذنبه ووسع عليه مدخله ثم مشى حتى اتاه وقال اللهم عبدك وابن عبدك نزل بك اليوم فاغفرله ذنبه ووسع عليه مدخله فانا لا نعلم منه الا خيرا وانت اعلم به. (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳۳۱، مطبوعہ ادارۃ القرآن، کراچی، ۱۴۰۶ھ)

عمیر بن سعید بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ یزید بن المکفف کی نماز جنازہ پڑھی، انہوں نے اس پر چار تکبیریں پڑھیں، پھر کچھ چلے حتیٰ کہ جنازہ کے پاس آئے، اور یہ دعا کی: اے اللہ! یہ تیرا بندہ ہے اور تیرے بندہ کا بیٹا ہے، آج اس پر موت طاری ہوئی ہے تو اس کے گناہ کو بخش دے اور اس کی قبر کو اس کے لیے کشادہ کر دے، پھر کچھ چل کر اس کے پاس آئے اور دعا کی: اے اللہ! یہ تیرا بندہ ہے اور تیرے بندہ کا بیٹا ہے، آج اس پر موت طاری ہوئی ہے تو اس کے گناہ کو بخش دے اور اس کی قبر کو کشادہ کر دے، کیونکہ ہمیں اس کے متعلق خیر کے سوا اور کچھ علم نہیں ہے اور اس کا خوب علم تجھ کو ہی ہے۔

شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ بیان کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ایک نماز جنازہ رہ گئی، جب وہ اس جنازہ پر آئے تو انہوں نے میت پر صرف استغفار کیا اور حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ رہ گئی، جب وہ ان کے جنازہ پر آئے تو کہا: اگر تم نے نماز جنازہ پڑھنے میں مجھ پر سبقت کر لی ہے تو ان کے لیے دعا کرنے میں تو مجھ پر سبقت نہ کرو۔

(المبسوط ج ۲ ص ۱۰۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

امام علاء الدین ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ لکھتے ہیں:

ہماری دلیل یہ ہے کہ روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جنازہ پر نماز پڑھائی، جب آپ نماز جنازہ پڑھ چکے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کچھ لوگوں کے ساتھ آئے اور یہ ارادہ کیا کہ ان پر نماز جنازہ پڑھیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نماز جنازہ دوبارہ نہیں پڑھی جاتی، لیکن تم میت کے لیے دعا کرو اور استغفار کرو اور یہ حدیث اس باب میں نص (صریح) ہے اور روایت ہے کہ حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم سے ایک جنازہ پر نماز رہ گئی، جب وہ آئے تو انہوں نے میت کے لیے صرف استغفار کیا اور حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ رہ گئی، جب وہ آئے تو انہوں نے کہا: اگر تم نے ان کی نماز جنازہ میں مجھ پر سبقت کر لی ہے تو ان کے لیے دعا کرنے میں مجھ پر سبقت نہ کرو۔ (بدائع الصنائع ج ۲ ص ۳۳۸، ۲۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۸ھ)

علامہ محمود بن احمد البخاری المتوفی ۶۱۶ھ نے بھی اس حدیث کا ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نماز جنازہ دوبارہ نہیں پڑھی جاتی لیکن تم میت کے لیے دعا کرو اور استغفار کرو۔ (المحیط البرہانی ج ۲ ص ۳۳۳، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

ان احادیث اور آثار سے یہ واضح ہو گیا کہ نماز جنازہ کے بعد دعا کرنا عہد رسالت اور عہد صحابہ میں معمول اور مشروع تھا۔ اس تفصیل اور تحقیق کے بعد ہم فقہاء کی ان عبارات کی تنقیح کرنا چاہتے ہیں جن سے مخالفین نماز جنازہ کے بعد دعا کرنے کے عدم جواز پر

استدلال کرتے ہیں۔

نمازِ جنازہ کے بعد دعا سے ممانعت کے دلائل اور ان کے جوابات

ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

نماز جنازہ کے بعد میت کے لیے دعا نہ کرے کیونکہ اس سے نماز جنازہ میں زیادتی کا شبہ پیدا ہوتا ہے۔

(مرقاۃ المفاتیح ج ۴ ص ۱۷۰ 'مکتبہ حقانیہ' پشاور)

ہم نے نماز جنازہ کے بعد دعا کو احادیث صحیحہ اور آثار صحابہ سے ثابت کیا ہے اور ملا علی قاری کی یہ عبارت نہ قرآن کی آیت ہے' نہ حدیث ہے' نہ اثر ہے تو اس میں اتنی قوت کہاں سے آگئی کہ یہ احادیث صحیحہ کے مزاحم ہو سکے' تاہم اس کی توجیہ یہ ہے کہ ملا علی قاری نے نماز جنازہ کے بعد دعا کو اس لیے منع کیا ہے کہ اس سے نماز جنازہ میں زیادتی کا شبہ پیدا ہوتا ہے اور زیادتی کا شبہ اس وقت ہوگا جب سلام پھیرنے کے بعد اسی طرح صفیں قائم رہیں اور لوگ اسی طرح اپنی جگہوں پر ہاتھ باندھے کھڑے رہیں' پھر اسی حال میں میت کے لیے دعا کریں تو یہ شبہ ہوگا کہ یہ دعا بھی نماز جنازہ کا جز ہے' لیکن جب سلام پھیرنے کے بعد صفیں ٹوٹ جائیں اور لوگ منتشر ہو کر جنازہ کے گرد جمع ہوں اور ایک بار سورۂ فاتحہ اور تین بار سورۂ اخلاص پڑھ کر میت کے لیے ایصال ثواب کریں اور ہاتھ اٹھا کر میت کے لیے دعا کریں تو پھر کوئی عقل وخرد سے عاری شخص ہی ہوگا جو یہ سمجھے گا کہ یہ دعا نماز جنازہ کا جز ہے۔

اسی طرح بعض فقہاء نے یہ کہا ہے کہ ظاہر الروایہ میں ہے کہ نماز جنازہ کے بعد دعا نہ کرے' اور نوادر میں ہے: یہ دعا جائز ہے۔

علامہ محمود بن احمد البخاری متوفی ۶۱۶ھ لکھتے ہیں:

نماز جنازہ کے بعد کوئی شخص دعا کے لیے کھڑا نہ ہو کیونکہ وہ ایک مرتبہ دعا کر چکا ہے اور نماز جنازہ کا اکثر حصہ دعا ہے' اور نوادر کی روایت میں ہے کہ یہ دعا جائز ہے۔ (المحیط البرہانی ج ۲ ص ۳۳۸ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ زین الدین ابن نجیم متوفی ۹۷۰ھ لکھتے ہیں:

نماز جنازہ میں سلام پھیرنے کے بعد دعا نہ کرے' اسی طرح خلاصۃ الفتاویٰ (ج ۱ ص ۲۲۵) میں ہے اور امام فضلی نے کہا ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (البحر الرائق ج ۲ ص ۱۸۳ 'مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ' کوئٹہ)

علامہ سراج الدین عمر بن ابراہیم ابن نجیم حنفی متوفی ۱۰۰۵ھ لکھتے ہیں:

نماز جنازہ میں سلام پھیرنے کے بعد کوئی دعا نہ کرے' یہ ظاہر مذہب ہے اور بعض مشائخ نے کہا ہے کہ یہ دعا کرے: "ربنا اتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الاخرۃ حسنۃ" اور بعض نے کہا: یہ دعا کرے: "اللھم لا تحرمنا اجرہ ولا تفتنا بعدہ واغفرلنا ولہ" اور بعض نے کہا: یہ دعا کرے: "ربنا لا تزغ قلوبنا.....الی اخرہ"۔ (النہر الفائق ج ۱ ص ۳۹۴ 'قدیمی کتب خانہ' کراچی)

علامہ ابراہیم حلبی متوفی ۹۵۶ھ اور علامہ شیخ زادہ داماد آفندی متوفی ۱۰۷۸ھ نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔

(غنیۃ المستملی ص ۵۸۶-۵۸۵ 'سہیل اکیڈمی' لاہور' مجمع الانہر ج ۱ ص ۲۷۱' مکتبہ غفاریہ' کوئٹہ)

فقہاء کی ان عبارات سے واضح ہوا کہ اگر نماز جنازہ کے سلام پھیرنے کے متصل بعد وہیں کھڑے کھڑے صفیں توڑے بغیر میت کے لیے دعا کی تو یہ ظاہر الروایہ میں ممنوع ہے لیکن نوادر کی عبارت میں' امام فضلی اور دیگر متاخرین کی عبارات میں مذکور ہے کہ اس کیفیت سے بھی نماز جنازہ کے بعد دعا کرنا جائز ہے اور اگر نماز جنازہ کے بعد صفیں توڑ کر میت کے لیے دعا کی جائے جیسا کہ مروجہ طریقہ ہے تو پھر یہ کسی کے اعتبار سے بھی ممنوع نہیں ہے اور اس کے جواز اور استحسان میں کوئی کلام نہیں ہے۔

مفتی محمد شفیع دیوبندی متوفی ۱۳۹۶ھ نے نماز جنازہ کے بعد دعا کی ممانعت میں لکھا ہے:

سوال (۳۰۷): نماز جنازہ کے بعد جماعت کے ساتھ وہیں ٹھہر کر دعا کرنا کیسا ہے؟

الجواب: درست نہیں! ''لما فی البزازیه لا یقوم بالدعا بعد صلوٰۃ الجنازۃ لانه دعا مرۃ لان اکثرھا دعا''.

(بزازیہ علی حاشیہ العالمگیریہ ج ۴ ص ۹۰) (فتاوی دارالعلوم دیوبند ج ۲ (امداد المفتین کامل) ص ۴۳۴ دارالاشاعت کراچی ۱۹۷۷ء)

دراصل بزازیہ کی یہ عبارت عالم گیری ج ۴ ص ۸۰ پر ہے اس کا ترجمہ یہ ہے: نماز جنازہ کے لیے بعد دعا کے لیے کھڑا نہ رہے کیونکہ وہ ایک مرتبہ دعا کر چکا ہے اور نماز جنازہ کا اکثر حصہ دعا پر مشتمل ہے۔

اس ممانعت کا بھی وہی محمل ہے کہ نماز جنازہ کے بعد اسی جگہ صفیں توڑے بغیر دعا نہ کرے صفیں توڑنے اور لوگوں کے منتشر ہونے کے بعد ممانعت نہیں ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر فصل کیے بغیر اسی جگہ دعا کرے گا تو اس سے نماز جنازہ میں زیادتی کا شبہ ہوگا۔

دارالعلوم دیوبند کے مفتی اول مفتی عزیز الرحمن لکھتے ہیں:

سوال (۳۱۳۴): بعد نماز جنازہ قبل دفن چند مصلیوں (نمازیوں) کا ایصال ثواب کے لیے سورۂ فاتحہ ایک بار اور سورۂ اخلاص تین بار آہستہ آواز سے پڑھنا یا کسی نیک آدمی کا دونوں ہاتھ اٹھا کر مختصر دعا کرنا شرعاً درست ہے یا نہیں؟

الجواب: اس میں کچھ حرج نہیں ہے لیکن اس کو رسم کر لینا اور التزام کرنا مثل واجبات کے اس کو بدعت بنا دے گا۔ ''کما صرح به الفقهاء فقط''. (فتاوی دارالعلوم دیوبند مدلل مکمل ج ۵ ص ۴۳۵-۴۳۴ دارالاشاعت کراچی)

اس فتویٰ سے معلوم ہوا کہ نماز جنازہ کے بعد کچھ فصل کر کے دعا کرنا جائز ہے بلکہ مستحب اور مسنون ہے۔ مثل واجبات کے التزام کرنا ہمارے نزدیک بھی صحیح نہیں ہے۔

اس بحث کو زیادہ تفصیل کے ساتھ ہم نے اپنی تفسیر تبیان القرآن میں الزمر: ۳۰ کی تفسیر میں لکھا ہے یہاں پر ہم نے چند اقتباس درج کیے ہیں جو حضرات اس کو پوری تفصیل سے سمجھنا چاہتے ہوں وہ اصل تفسیر کا مطالعہ کریں۔

٦٦ - بَابُ الصَّلٰوةِ عَلَى الْقَبْرِ بَعْدَ مَا يُدْفَنُ

دفن کے بعد قبر پر نماز جنازہ پڑھنا

١٣٣٦ - حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ الشَّيْبَانِيُّ قَالَ سَمِعْتُ الشَّعْبِيَّ قَالَ اَخْبَرَنِي مَنْ مَرَّ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى قَبْرٍ مَنْبُوْذٍ فَاَمَّهُمْ وَصَلَّوْا خَلْفَهٗ. قُلْتُ مَنْ حَدَّثَكَ هٰذَا يَا اَبَا عَمْرٍو؟ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حجاج بن منہال نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان الشیبانی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے الشعبی سے سنا انہوں نے کہا: مجھے اس شخص نے خبر دی جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک منفرد قبر کے پاس سے گزرا تھا آپ نے مسلمانوں کی امامت کی اور انہوں نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی میں نے پوچھا: اے ابوعمرو! آپ کو کس نے یہ حدیث بیان کی انہوں نے کہا: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۸۵۷ میں گزر چکی ہے۔

١٣٣٧ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْفَضْلِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَبِي رَافِعٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ أَسْوَدَ، رَجُلًا أَوِ امْرَأَةً، كَانَ يَقُمُّ الْمَسْجِدَ فَمَاتَ وَلَمْ يَعْلَمِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَوْتِهِ، فَذَكَرَهُ ذَاتَ يَوْمٍ فَقَالَ مَا فَعَلَ ذٰلِكَ الْإِنْسَانُ؟ قَالُوْا مَاتَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ. قَالَ أَفَلَا آذَنْتُمُوْنِي. فَقَالُوْا إِنَّهُ كَانَ كَذَا وَكَذَا ......قِصَّتُهُ. قَالَ فَحَقَّرُوْا شَأْنَهُ، قَالَ فَدُلُّوْنِي عَلٰى قَبْرِهِ. فَأَتٰى قَبْرَهُ فَصَلّٰى عَلَيْهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن الفضل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ثابت از ابی رافع از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک سیاہ فام مرد یا عورت جو مسجد کی صفائی کرتا تھا پس وہ فوت ہو گیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی وفات کا علم نہیں ہوا پس ایک دن آپ نے اس کا ذکر کیا پس فرمایا: اس انسان کو کیا ہوا؟ مسلمانوں نے بتایا: یا رسول اللہ! وہ فوت ہو گیا' آپ نے فرمایا: تم نے مجھے خبر کیوں نہیں دی' پس مسلمانوں نے کہا: اس کا اس طرح اور اس طرح قصہ ہے' انہوں نے اس کو کم حیثیت کا سمجھا تھا' آپ نے فرمایا: مجھے اس کی قبر بتاؤ' پھر آپ اس کی قبر پر آئے اور اس پر نماز پڑھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۵۸ میں گزر چکی ہے۔

٦٧ - بَابُ الْمَيِّتُ يَسْمَعُ خَفْقَ النِّعَالِ

مردہ جوتوں کی آواز (بھی) سنتا ہے

١٣٣٨ - حَدَّثَنَا عَيَّاشٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلٰى قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ ح. وَقَالَ لِي خَلِيْفَةُ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْعَبْدُ إِذَا وُضِعَ فِي قَبْرِهِ وَتُوُلِّيَ وَذَهَبَ أَصْحَابُهُ، حَتّٰى إِنَّهُ لَيَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِهِمْ أَتَاهُ مَلَكَانِ فَأَقْعَدَاهُ، فَيَقُوْلَانِ لَهُ مَا كُنْتَ تَقُوْلُ فِي هٰذَا الرَّجُلِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَيَقُوْلُ أَشْهَدُ أَنَّهُ عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهُ، فَيُقَالُ انْظُرْ إِلٰى مَقْعَدِكَ مِنَ النَّارِ أَبْدَلَكَ اللّٰهُ بِهِ مَقْعَدًا مِنَ الْجَنَّةِ. قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَرَاهُمَا جَمِيْعًا، وَأَمَّا الْكَافِرُ، أَوِ الْمُنَافِقُ فَيَقُوْلُ لَا أَدْرِي، كُنْتُ أَقُوْلُ مَا يَقُوْلُ النَّاسُ. فَيُقَالُ لَا دَرَيْتَ وَلَا تَلَيْتَ، ثُمَّ يُضْرَبُ بِمِطْرَقَةٍ مِنْ حَدِيْدٍ ضَرْبَةً بَيْنَ أُذُنَيْهِ، فَيَصِيْحُ صَيْحَةً يَسْمَعُهَا مَنْ يَلِيْهِ إِلَّا الثَّقَلَيْنِ. [طرف الحدیث: ۱۳۷۴]

(صحیح مسلم: ۲۸۷۰' الرقم المسلسل: ۷۰۸۳' سنن ابوداؤد: ۳۷۵۲' ۳۲۳۱' سنن نسائی: ۲۰۴۹' السنۃ لابن ابی عاصم: ۸۶۳' صحیح ابن حبان:

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عیاش نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدالاعلیٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سعید نے حدیث بیان کی (ح) انہوں نے کہا: مجھ سے خلیفہ نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سعید نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا: جب بندہ کو قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور اس کے ساتھی پیٹھ پھیر کر چلے جاتے ہیں حتیٰ کہ وہ ان کے جوتوں کی آواز سنتا ہے' پھر اس کے پاس دو فرشتے آ کر اس کو بٹھا دیتے ہیں پس وہ اس سے کہتے ہیں: تم اس شخص محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے متعلق کیا کہتے تھے؟ پس وہ کہے گا: میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں' پھر اس سے کہا جائے گا: دیکھو! تمہارے بیٹھنے کی جگہ دوزخ میں تھی' اللہ نے اس کو تمہارے لیے جنت میں بیٹھنے کی جگہ سے تبدیل کر دیا ہے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پس وہ ان دونوں جگہوں کو دیکھے گا' رہا کافر یا منافق تو وہ کہے گا: میں نہیں جانتا' میں وہی کہتا تھا جو لوگ کہتے تھے پس اس سے کہا جائے گا: تو نے عقل سے جانا نہ قرآن مجید کی تلاوت کی' پھر اس کے دونوں کانوں کے درمیان لوہے کے ہتھوڑے سے ضرب لگائی

جائے گی' جس سے وہ چلائے گا اور اس کے چلانے کو جن اور انس کے علاوہ اس کے قریب کی تمام چیزیں سنیں گی۔

۱۲۰ ۳' الشریعۃ للآجری ص ۳۶۶-۳۶۵' مسند احمد ج ۳ ص ۱۲۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۲۲۷۱- ج ۱۹ ص ۲۹۰-۲۸۹' مؤسسۃ الرسالۃ بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ۱۲۵۰' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عیاش بن الولید (۲) عبد الاعلیٰ بن عبد الاعلیٰ السامی (۳) خلیفہ بن خیاط (۴) یزید بن زریع (۵) سعید بن ابی عروبہ (۶) قتادہ بن دعامہ (۷) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۰۶)

منکر نکیر کا معنی اور فرشتوں کا آپ کا نام لینا اور وصف رسالت کا ذکر نہ کرنا اور اس کی توجیہ

اس حدیث میں "قرع نعالھم" کا ذکر ہے' اس کا معنی ہے: جو لوگ میت کو دفن کر کے واپس جا رہے تھے' مردہ ان کے جوتوں کے چلنے کی آواز کو سنتا ہے۔

اس میں ذکر ہے: اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں' ان کو منکر نکیر کہا جاتا ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کی خلقت اور بناوٹ آدمیوں کی طرح ہوتی ہے' نہ فرشتوں کی طرح ہوتی ہے' نہ جانوروں کی طرح' نہ حشرات الارض کی طرح بلکہ ان کی بناوٹ بالکل عجیب وغریب ہوتی ہے اور دیکھنے والوں کو ان کی شکل سے کوئی انس نہیں ہوتا' اللہ تعالیٰ نے ان کو مسلمانوں کی تکریم کے لیے بنایا تاکہ وہ ان کو ثابت قدم رکھیں اور کافر کی اہانت کے لیے تاکہ اس کو قیامت سے پہلے عذاب دیا جائے۔ فرشتے اس سے کہیں گے: تم اس شخص محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے متعلق کیا کہتے تھے؟ فرشتے آپ کا تعظیم اور تکریم سے ذکر نہیں کریں گے' مثلاً یوں نہیں کہیں گے کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کیا کہتے تھے؟ کیونکہ یہ امتحان کا موقع ہے تاکہ تعظیم اور توقیر سے میت کو جواب کی طرف نہ اشارہ ہو۔

(عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۰۸-۲۰۷)

فرشتوں کے سوال کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ کرنے کی تحقیق

شیخ عبد الحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ لکھتے ہیں:

فرشتے کہیں گے: تم اس شخص کے متعلق کیا کہتے تھے؟ فرشتے آپ کی طرف لفظ "ھذا" سے اشارہ کریں گے' اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کی شخصیت مشہور ہے اور اگرچہ آپ ہم سے غائب ہیں مگر ہمارے ذہنوں میں حاضر ہیں یا آپ کی ذات شریف خارج میں حاضر ہوگی' اس طرح کہ قبر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مثال حاضر کی جائے گی تاکہ آپ کے جمال جہاں آراء کے مشاہدہ سے فرشتوں کے سوال کی گرہ کھل جائے' اور آپ کی ملاقات کے نور سے فراق کی ظلمت دور ہو جائے اور اس میں مشتاقانِ زیارت کے لیے یہ بشارت ہے کہ اگر وہ قبر میں آپ کی زیارت کی امید سے خوشی سے موت کا استقبال کریں تو اس کی گنجائش ہے۔

(اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۱۲۴' مکتبہ رشیدیہ' کوئٹہ)

مصنف کے نزدیک یہ بھی ہو سکتا ہے کہ خواص مقربین اور اولیاء اللہ کی قبروں میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم خود تشریف لے جائیں اور فرشتے آپ کی طرف اشارہ کر کے کہیں کہ تم اس شخص محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے متعلق کیا کہتے تھے' اور عام مسلمانوں اور آپ کی قبر انور کے درمیان جو حجابات ہیں ان کو اٹھا کر قبر والے سے سوال کیا جائے' اور کفار کو آپ کی مثال دکھا کر سوال کیا جائے کہ جن کی یہ مثال ہے ان کے متعلق تم دنیا میں کیا کہتے تھے؟ اور چونکہ آپ کی زیارت نعمت ہے' اس لیے کفار کو اس نعمت سے محروم رکھا جائے گا۔

قبر والا آپ کے متعلق قبر میں وہی کہے گا' جو دنیا میں کہتا تھا

فرشتے یہ نہیں پوچھیں گے کہ تم اب ان کے متعلق کیا کہتے ہو؟ بلکہ یہ پوچھیں گے کہ تم ان کے متعلق دنیا میں کیا کہتے تھے؟ سو آپ کے متعلق جو شخص جو کہتا ہو گا وہی قبر میں کہہ دے گا۔

شیخ خلیل احمد انبیٹھوی متوفی ۱۳۴۶ھ نے لکھا ہے:

پس اعلیٰ علیین میں روح مبارک علیہ السلام کا تشریف رکھنا اور ملک الموت سے افضل ہونے کی وجہ سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ علم آپ کا ان اُمور میں ملک الموت کے برابر بھی ہو چہ جائے کہ زیادہ ہو۔ (براہین قاطعہ ص ۵۲' مطبع بلال ڈھور' ہند)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ لکھتے ہیں:

بندہ مسکین یہ کہتا ہے کہ مؤمن عارف' سید المرسلین وامام العارفین سے حقیقت روح کے علم کی نفی کیسے کر سکتا ہے جب کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی ذات اور صفات کا علم عطا فرمایا ہے اور آپ پر اولین اور آخرین کا علم کھول دیا ہے' روح انسان کا علم آپ کے علوم کے مقابلہ میں کیا حیثیت رکھتا ہے' وہ آپ کے دریائے علم کا ایک قطرہ ہے اور آپ کے بیضاء علم کا ایک ذرہ ہے۔

(مدارج النبوت ج ۲ ص ۴۱۔ ۴۰' مکتبہ نوریہ رضویہ' سکھر)

سو اس حدیث کی روشنی میں معلوم ہوتا ہے کہ علماء دیوبند اور غیر مقلدین قبر میں رسول اللہ ﷺ کے متعلق وہی کہیں گے جو دنیا میں کہتے تھے اور علماء اہل سنت قبر میں فرشتوں کے جواب میں وہی کہیں گے جو دنیا میں آپ کے متعلق کہتے تھے۔

اسماعیل دہلوی متوفی ۱۲۴۶ھ لکھتے ہیں: جس کا نام محمد یا علی ہے' وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔ (تقویۃ الایمان (کلاں) ص ۲۸' مطبع لاہور)

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت متوفی ۱۳۴۰ھ فرماتے ہیں:

ممکن میں یہ قدرت کہاں واجب میں عبدیت کہاں ... حیراں ہوں یہ بھی ہے خطا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں
حق یہ کہ ہیں عبداللہ اور عالم امکاں کے شاہ ... برزخ ہیں وہ سر خدا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

(حدائق بخشش ج ۱ ص ۳۹' فرید بک سٹال' لاہور)

حافظ سیوطی متوفی ۹۱۱ھ نے لکھا ہے کہ قبر میں میت سے اس کے اعتقاد اور نظریہ کے متعلق سوال کیا جائے گا۔

(شرح الصدور ص ۱۴۲)

قبرستان میں جوتے پہن کر چلنے کی تحقیق

اس حدیث میں ذکر ہے کہ مردہ قبر میں جوتیوں کی آواز سنتا ہے' اس سے معلوم ہوا کہ قبرستان میں جوتے پہن کر چلنا جائز ہے' تاہم اس کے خلاف یہ حدیث ہے:

بشیر مولیٰ رسول اللہ ﷺ بیان کرتے ہیں کہ جاہلیت میں ان کا نام زحم بن معبد تھا' انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی طرف ہجرت کی تو آپ نے پوچھا: تمہارا نام کیا ہے؟ انہوں نے کہا: زحم' آپ نے فرمایا: بلکہ تم بشیر ہو' انہوں نے بیان کیا کہ میں چل رہا تھا تو رسول اللہ ﷺ مشرکین کی قبروں کے پاس سے گزرے' آپ نے تین بار فرمایا: ان لوگوں نے خیر کثیر پر سبقت کی ہے' پھر مسلمانوں کی قبروں کے پاس سے گزرے تو آپ نے فرمایا: ان لوگوں نے خیر کثیر کو پا لیا' پھر آپ نے نظر اٹھائی تو ایک آدمی قبروں کے درمیان سے جوتے پہنے ہوئے چل رہا تھا' تو آپ نے فرمایا: اے جوتوں والے! تجھ پر افسوس ہے! اپنے جوتے اتار دے' اس شخص نے مڑ کر دیکھا تو رسول اللہ ﷺ کو پہچان لیا' پھر اس نے جوتے اتار کر پھینک دیئے۔

(سنن ابوداؤد: ۳۲۳۰، سنن نسائی: ۲۰۴۷، سنن ابن ماجہ: ۱۵۶۸)

علامہ شمس الدین عبدالرحمان بن محمد بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۸۲ ھ نے لکھا ہے:

جب کوئی شخص قبرستان میں داخل ہو تو مستحب یہ ہے کہ جوتے اتار دے۔ (الشرح الکبیرج ۳ ص ۲۸۰، دارالحدیث قاہرہ ۱۴۲۵ ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

جمہور علماء نے لکھا ہے کہ قبرستان میں جوتے پہن کر جانا جائز ہے' فقہاء تابعین میں سے حسن بصری' ابن سیرین' النخعی اور ثوری کا یہی موقف ہے' امام ابوحنیفہ' امام مالک' امام شافعی اور ان کے بعد کے جمہور فقہاء کا یہی مختار ہے۔

امام طحاوی نے کہا ہے کہ آپ نے اس شخص کو جوتے اتارنے کا اس لیے نہیں فرمایا تھا کہ قبرستان میں جوتے پہن کر چلنا ممنوع ہے' بلکہ آپ نے اس لیے منع فرمایا تھا کہ اس کے جوتوں پر گندگی لگی ہوئی تھی۔

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ آپ نے جوتے پہن کر چلنے سے اس لیے منع فرمایا تھا کہ جوتے پہن کر چلنا امیر آدمیوں کا طریقہ ہے اور قبرستان میں تواضع اور خضوع اور خشوع سے چلنا چاہیے۔

علامہ ابن جوزی نے کہا ہے کہ اس حدیث میں صرف ایک واقعہ کی حکایت کی ہے اور یہ اباحت کا تقاضا کرتی ہے نہ کہ تحریم کا اور آپ نے قبروں کے احترام کی وجہ سے جوتے اتارنے کا حکم دیا' جس طرح آپ نے قبروں پر ٹیک لگانے اور ان پر بیٹھنے سے منع فرمایا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۱۳۔ ۲۱۲' دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

فرشتوں کے سوال کے بعد قبر والے کا حال اور نیک مسلمانوں کی روحوں کا قبروں پر آنا

نیز علامہ عینی لکھتے ہیں:

اگر یہ سوال کیا جائے کہ جب فرشتے سوال سے فارغ ہو جاتے ہیں تو پھر میت کے ساتھ کیا ہوتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر میت سعید ہو تو اس کی روح جنت میں ہوتی ہے اور اگر شقی ہو تو پھر اس کی روح سجین میں ہوتی ہے' وہ ساتویں زمین میں دوزخ کے کنارے ایک پتھر ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک قوم برزخ میں ہوتی ہے' وہ جنت میں ہے نہ دوزخ میں' اور اس کی دلیل اصحاب الاعراف کا قصہ ہے۔

جو مسلمان مرتکب کبیرہ ہیں' ان کے متعلق کیا کہا جاتا ہے' کیا ان کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ تم صالح کی طرح سو جاؤ یا ان سے سکوت کیا جاتا ہے۔ (ان کے متعلق حدیث میں کوئی تصریح نہیں ہے' وہ اللہ تعالیٰ کی مشیت کی طرف مفوض ہیں۔ سعیدی غفرلہٗ)

ایک قول یہ ہے کہ نیک مسلمانوں کی روحیں قبروں پر مطلع ہوتی ہیں اور ان میں سے اکثر جمعہ کے دن اور جمعہ کی رات کو مطلع ہوتی ہیں اور ہفتہ کی رات کو طلوع آفتاب تک' وہ زندوں کے اعمال کو دیکھتی ہیں اور نیک مسلمانوں میں سے جو فوت ہو جائیں ان سے سوال کرتی ہیں کہ فلاں شخص نے کیا کیا' اگر اس کے نیک اعمال کا ذکر کیا جائے تو وہ کہتے ہیں: اے اللہ! اس کو ثابت قدم رکھنا اور اگر اس کے خلاف ہو تو وہ دعا کرتے ہیں: اے اللہ! اس کو رجوع کی توفیق دینا' اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ جب وہ اپنی قبروں میں ہوتے ہیں تو جو ان کو سلام کرتا ہے وہ اس کا سلام سنتے ہیں اور اگر ان کو اجازت دی جائے تو وہ اس کا جواب بھی دیتے ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۱۳' دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

حدیث مذکور کے دیگر فوائد

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں عذابِ قبر کا ثبوت ہے اور یہ عذاب کفار کو ہوگا اور ان فساق مسلمانوں کو ہوگا جن کو اللہ تعالیٰ عذاب دینا چاہے گا۔ فرشتوں کا سوال اس امت کے ساتھ مخصوص ہے یا پچھلی امتوں سے بھی فرشتے سوال کرتے تھے؟ ظاہر یہ ہے کہ یہ سوال اس امت کے ساتھ مخصوص ہے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عقائد میں تقلید مذموم ہے کیونکہ منافق یہ کہے گا کہ میں نے لوگوں کو کچھ کہتے ہوئے سنا تو میں نے بھی وہی کہہ دیا۔

اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ فرشتوں کے سوالوں کا جواب دینے کے لیے میت میں روح لوٹائی جائے گی' پھر دوبارہ وہ مر جائیں گے تو ان کو عارضی حیات دی جائے گی۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۸۰۴' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

مُردوں کے سننے کا ثبوت

اس حدیث میں مذکور ہے کہ جب لوگ مردہ کو دفن کر کے چلے جاتے ہیں تو مردہ ان کی جوتیوں کی آواز کو سنتا ہے' اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ مردے زندوں کا کلام سنتے ہیں' ہم نے اپنی تفسیر' تبیان القرآن میں الانفال: ۱۴ کی تفسیر میں اس پر تفصیل سے بحث کی ہے۔ یہ بحث تبیان القرآن ج ۴ ص ۵۹۰-۵۷۷ پر پھیلی ہوئی ہے' جن قارئین کو اس موضوع سے دل چسپی ہے' وہ اس بحث کا ضرور مطالعہ کریں۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۷۰۸۸۔ ج ۷ ص ۶۹۹ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

① قبر میں سوال اور جواب کے متعلق احادیث ② آیا قبر میں کفار سے بھی سوال ہوگا یا نہیں؟ ③ آیا پچھلی امتوں سے بھی قبر میں سوال ہوتا تھا یا یہ سوال صرف اس امت کے ساتھ مخصوص ہے؟ ④ آیا انبیاء علیہم السلام اور نابالغ بچوں سے بھی قبر میں سوال ہوتا ہے یا نہیں؟ ⑤ قبر میں سوال کرنے والے فرشتوں کی تحقیق ⑥ قبر کے سوال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ کی تحقیق ⑦ قبر کے سوالوں سے فارغ ہونے کے بعد میت کا کیا انجام ہوگا؟ ⑧ ان لوگوں کا بیان جن سے قبر میں سوال نہیں کیا جائے گا ⑨ قبر میں مردے کو جمعہ کے حوالے کرنے کی تحقیق ⑩ قبروں کی زیارت کرنا اور قبر والوں کا زائرین کو پہچاننا' ان کے سلام کا جواب دینا اور ان سے کلام کرنا ⑪ روحوں کی قیام گاہ کی تحقیق ⑫ روحوں کا زندوں کے احوال اور اعمال پر مطلع ہونا ⑬ زیارتِ قبور کا بیان ⑭ زیارتِ قبور کے متعلق احادیث ⑮ فقہاءِ احناف کے نزدیک عورتوں کے لیے زیارتِ قبور کا حکم ⑯ فقہاءِ حنبلیہ کے نزدیک عورتوں کے لیے زیارتِ قبور کا حکم ⑰ فقہاءِ شافعیہ کے نزدیک عورتوں کے لیے زیارتِ قبور کا حکم ⑱ فقہاءِ مالکیہ کے نزدیک عورتوں کے لیے زیارتِ قبور کا حکم ⑲ کون کہاں مرے گا اور کل کیا ہوگا؟ اس کے علم کی تحقیق ⑳ سماعِ موتیٰ کی تحقیق ㉑ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا سماعِ موتیٰ سے انکار اور اس کا جواب۔

٦٨ - بَابُ مَنْ اَحَبَّ الدَّفْنَ فِى الْاَرْضِ الْمُقَدَّسَةِ اَوْ نَحْوِهَا

جوارضِ مقدسہ یا اس کی مثل جگہ میں دفن ہونے کو پسند کرے

١٣٣٩ - حَدَّثَنَا مَحْمُوْدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اُرْسِلَ مَلَكُ الْمَوْتِ اِلٰى مُوْسٰى عَلَيْهِمَا السَّلَامُ، فَلَمَّا جَاءَهُ صَكَّهُ، فَرَجَعَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمود نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام عبد الرزاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از ابن طاؤس از والد خود از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام

إِلٰى رَبِّهٖ، فَقَالَ اَرْسَلْتَنِيْ إِلٰى عَبْدٍ لَا يُرِيْدُ الْمَوْتَ! فَرَدَّ اللّٰهُ عَلَيْهِ عَيْنَهٗ، وَقَالَ ارْجِعْ فَقُلْ لَهٗ يَضَعُ يَدَهٗ عَلٰى مَتْنِ ثَوْرٍ، فَلَهٗ بِكُلِّ مَا غَطَّتْ بِهٖ يَدُهٗ بِكُلِّ شَعْرَةٍ سَنَةٌ. قَالَ اَيْ رَبِّ، ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ ثُمَّ الْمَوْتُ. قَالَ فَالْاٰنَ، فَسَاَلَ اللّٰهَ اَنْ يُدْنِيَهٗ مِنَ الْاَرْضِ الْمُقَدَّسَةِ رَمْيَةً بِحَجَرٍ. قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَوْ كُنْتُ ثَمَّ لَاَرَيْتُكُمْ قَبْرَهٗ، إِلٰى جَانِبِ الطَّرِيْقِ، عِنْدَ الْكَثِيْبِ الْاَحْمَرِ. [طرف الحدیث:۳۴۰۷]

کی طرف ملک الموت کو بھیجا گیا' جب ان کے پاس ملک الموت آیا تو انہوں نے اس کو ایک تھپڑ مارا' وہ اپنے رب کی طرف لوٹ گیا' پس کہا: تو نے مجھے ایسے بندے کی طرف بھیجا جو موت کا ارادہ ہی نہیں کرتا' اللہ تعالیٰ نے اس کی آنکھ لوٹا دی اور فرمایا: جاؤ! ان سے کہنا: آپ بیل کی پشت پر ہاتھ رکھ دیں' آپ کے ہاتھ سے جتنے بال چھپیں گے تو ہر بال کے بدلے میں آپ کی ایک سال عمر ہو گی' حضرت موسیٰ نے پوچھا: اے میرے رب! پھر کیا ہو گا؟ فرمایا: پھر موت ہو گی! حضرت موسیٰ نے کہا: پھر ابھی ہو جائے' پھر اللہ سے سوال کیا کہ وہ ان کو ارضِ مقدسہ سے اتنی دور کر دے' جتنی دور پتھر پھینکنے سے جاتا ہے' حضرت ابو ہریرہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر میں اس جگہ ہوتا تو میں تم کو ان کی قبر دکھاتا' وہ راستہ کی جانب سرخ ریت کے ٹیلے کے پاس ہے۔

(صحیح مسلم: ۲۳۷۲' الرقم المسلسل: ۶۰۳۳' سنن نسائی: ۲۰۸۹' مصنف عبد الرزاق: ۲۰۵۳۰' صحیح ابن حبان: ۶۲۲۳' الاسماء والصفات ص ۴۹۲' السنۃ لابن ابی عاصم: ۵۹۹' مسند احمد ج ۲ ص ۲۶۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۷۶۴۶۔ ج ۱۳ ص ۸۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ۶۱۴۴' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمود بن غیلان (۲) عبد الرزاق بن ہمام (۳) معمر بن راشد (۴) عبد اللہ بن طاؤس (۵) طاؤس بن کیسان (۶) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۱۴)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حضرت ملک الموت کو تھپڑ مارنا' کیا کوئی معیوب کام تھا؟

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

ابو بکر محمد بن اسحاق بن خزیمہ نے کہا: بعض اہل بدعت اور جہمیہ نے اس حدیث پر اعتراض کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ملک الموت کو پہچانا تھا یا نہیں؟ اگر انہوں نے ان کو پہچان لیا تھا تو پھر ان پر ظلم کیا اور وہ اللہ کے رسول ہیں تو ان کی توہین کی اور اللہ کے رسول کی توہین کرنا اللہ تعالیٰ کی توہین کرنا ہے اور اگر انہوں نے ملک الموت کو نہیں پہچانا تھا تو یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مرتبہ سے بعید ہے' اور حشویہ نے کہا: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو ملک الموت کے تھپڑ مارا تھا' اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اس کا قصاص نہیں لیا اور اللہ تعالیٰ کسی پر ظلم نہیں کرتا۔

امام ابن خزیمہ نے اس کے جواب میں کہا: یہ ان لوگوں کا اعتراض ہے جو بصیرت سے محروم ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ملک الموت کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف ان کی روح قبض کرنے کے ارادہ سے نہیں بھیجا تھا بلکہ حضرت موسیٰ کے امتحان اور ان کی آزمائش کے لیے ان کی طرف ملک الموت کو بھیجا تھا' جیسے اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا تھا کہ وہ اپنے بیٹے کو ذبح کریں اور اللہ تعالیٰ نے یہ ارادہ نہیں کیا تھا کہ وہ اپنے بیٹے کو قتل کر دیں بلکہ ان کو آزمانے کے لیے بیٹے کو ذبح کرنے کا حکم دیا تھا' پس اللہ تعالیٰ نے

ان کے بیٹے کا فدیہ بھیج دیا اور ایک دنبہ کو ذبح کرا دیا اور فرمایا:

وَنَادَيْنَاهُ اَنْ يَّا اِبْرَاهِيْمُO قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا. (الصّٰفّٰت: ۱۰۵-۱۰۴)

اور ہم نے ان کو نداء کی کہ اے ابراہیم!O آپ نے اپنا خواب سچا کر دیا۔

اور اگر اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی روح کو قبض کرنے کا ارادہ کرتا تو وہ ضرور ان کی روح کو قبض فرما لیتا کیونکہ اللہ تعالیٰ جس چیز کا ارادہ کرتا ہے اس کو کر گزرتا ہے' اس نے فرمایا ہے:

وَاِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ اِذَا اَرَدْنَاهُ اَنْ نَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُO (النحل: ۴۰)

اور جب ہم کسی چیز کا ارادہ کرتے ہیں تو ہم صرف یہ کہتے ہیں کہ ہو جا' سو وہ ہو جاتی ہےO

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے تھپڑ مارنا مباح تھا کیونکہ انہوں نے آدمی کی صورت میں ایک شخص کو دیکھا جو ان کے پاس آیا اور ان کو یہ علم نہیں تھا کہ یہ ملک الموت ہے' اور جو شخص کسی مسلمان کے گھر میں اس کی اجازت کے بغیر دیکھ رہا ہو تو رسول اللہ ﷺ نے اس کی آنکھ پھوڑنے کو مباح کر دیا ہے' حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جو شخص لوگوں کے گھر میں ان کی اجازت کے بغیر جھانکے' پس وہ اس کی آنکھ پھوڑ دیں تو اس میں دیت ہے نہ قصاص ہے۔

(مشکل الآثار: ۹۳۹ المنتقی: ۷۰۰۷ صحیح ابن حبان: ۶۰۰۴ سنن دارقطنی ج ۳ ص ۱۹۹ سنن بیہقی ج ۸ ص ۳۳۸' مسند احمد ج ۲ ص ۳۸۵)

اور یہ محال ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ علم ہو کہ یہ حضرت ملک الموت ہیں اور ان کی آنکھ پھوڑ دیں۔ حضرت خلیل اللہ ابراہیم علیہ السلام کے پاس فرشتے آئے اور انہوں نے ابتداء میں نہیں پہچانا کہ یہ فرشتے ہیں حتیٰ کہ خود فرشتوں نے بتا دیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے ہیں اور اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ابتداء میں پتا چل جاتا کہ یہ فرشتے ہیں تو محال تھا کہ وہ ان کے پاس بھنا ہوا بچھڑا لے کر آتے' کیونکہ فرشتے طعام نہیں کھاتے' اور جب حضرت ابراہیم کو ان سے خطرہ ہوا تو انہوں نے کہا: آپ مت ڈریں' بے شک ہمیں حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کی طرف بھیجا گیا ہے اور فرشتہ حضرت مریم کے پاس آیا تو انہوں نے اس کو نہیں پہچانا اور ان سے پناہ طلب کی اور اگر حضرت مریم کو ابتداءً پتا ہوتا کہ یہ فرشتہ ہے اور انہیں ایسے بیٹے کی بشارت دینے آیا ہے جو مادر زاد اندھوں کو بینا کرے گا اور کوڑھیوں کو تندرست کرے گا اور وہ اللہ کا نبی ہوگا تو وہ اس فرشتہ سے پناہ طلب نہ کرتیں' اور حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس دو آدمیوں کی صورتوں میں لڑتے ہوئے دو فرشتے آئے اور حضرت داؤد نے ان کو نہیں پہچانا اور اللہ تعالیٰ نے ان کو اس لیے بھیجا تھا کہ ان میں سے ایک کا دوسرے کے خلاف جو دعویٰ ہے اس سے حضرت داؤد علیہ السلام نصیحت حاصل کریں اور وہ یہ جان لیں کہ انہوں نے جو کام کیا ہے وہ درست نہیں ہے' پس انہوں نے اللہ تعالیٰ سے توبہ کی اور نادم ہوئے' قرآن مجید میں ہے:

وَظَنَّ دَاوٗدُ اَنَّمَا فَتَنّٰهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ وَخَرَّ رَاكِعًا. (ص: ۲۴)

اور داؤد نے گمان کیا کہ ہم نے ان کو آزمائش میں مبتلا کیا ہے پس انہوں نے اپنے رب سے مغفرت طلب کی اور رکوع میں جھک گئے۔

تو جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس اچانک ملک الموت آئے اور انہوں نے ان کو نہیں پہچانا تو اس میں کون سے تعجب کی بات ہے۔

رہا جہمیوں کا یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ نے ملک الموت کو لگائے ہوئے تھپڑ کا بدلا نہیں لیا تو یہ ان کی جہالت کی دلیل ہے' ان کو کس نے یہ

خبر دی کہ فرشتوں اور آدمیوں کے درمیان قصاص ہوتا ہے اور ان کو کس نے یہ خبر دی کہ ملک الموت نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے قصاص طلب کیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے ان کا قصاص نہیں لیا' حالانکہ اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے کہ حضرت موسیٰ نے ایک شخص کو قتل کر دیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے ان سے اس قتل کا قصاص نہیں لیا۔

اس کی نظیر یہ ہے کہ حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام کے سامنے جب دو عورتوں نے ایک بچہ کے متعلق یہ دعویٰ کیا کہ وہ اس کا بچہ ہے تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے یہ حکم دیا کہ اس بچہ کو چھری سے کاٹ کر اس کے دو ٹکڑے کر دیئے جائیں اور ہر عورت کو ایک ایک ٹکڑا دے دیا جائے' حضرت سلیمان علیہ السلام نے یہ حکم اس لیے نہیں دیا تھا کہ اس پر عمل کیا جائے بلکہ انہوں نے یہ حکم آزمانے کے لیے دیا تھا تا کہ ان پر منکشف ہو جائے کہ حقیقت میں یہ بچہ کون سی عورت کا ہے کیونکہ ماں اپنے بچہ پر شفیق ہوتی ہے' وہ کبھی اس بچے کے ٹکڑے کرنے پر راضی نہیں ہوگی' سو ایک عورت نے کہا: ٹھیک ہے اس کے دو ٹکڑے کر دیں' اور دوسری نے کہا: اس کے دو ٹکڑے نہ کریں اور بچہ اس مدعیہ کو دے دیں' وہ زندہ تو رہے گا' پس حضرت سلیمان علیہ السلام نے جان لیا کہ یہی عورت اس بچہ کی حقیقی ماں ہے' اسی طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس ملک الموت کو آزمائش کے لیے بھیجا تھا نہ کہ حقیقۃً ان کی روح کو قبض کرنے کے لیے بھیجا تھا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے کتنی مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے کہ بے شک اللہ کسی نبی کی روح کو قبض نہیں فرماتا حتیٰ کہ اس کو اختیار دے۔ (حلیۃ الاولیاء: ۱۹۹۰)

اور حتیٰ کہ اس کو جنت میں اس کا ٹھکانا دکھا دے تو جب تک حضرت موسیٰ کو جنت میں ان کا مقام نہیں دکھایا تھا تو ملک الموت کو ان کی روح قبض کرنے کا حکم دینا جائز نہ تھا' پس حضرت ملک الموت کو صرف آزمائش کے لیے بھیجا گیا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو یہ سوال کیا تھا کہ ان کو ارضِ مقدسہ کے قریب کر دیا جائے تو یہ سوال اس جگہ کی فضیلت کی وجہ سے تھا کیونکہ اس زمین میں انبیاء علیہم السلام اور صالحین کی قبریں تھیں' پس حضرت موسیٰ نے اپنی وفات کے بعد صالحین کے قرب اور جوار کو پسند فرمایا کیونکہ نیک مسلمان ایسی جگہوں کا قصد کرتے ہیں اور صالحین کی قبروں کی زیارت کرتے ہیں اور وہاں دعا کرتے ہیں۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۳۲۴۔ ۳۲۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی نے بھی علامہ ابن بطال کی اس تقریر کو بعینہٖ نقل کیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۱۵۔ ۲۱۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

ارضِ مقدسہ سے پتھر پھینکنے کے فاصلہ پر روح قبض کرنے کی دعا کی توجیہ

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی کہ جب وہ ارضِ مقدسہ یعنی بیت المقدس سے پتھر پھینکنے کے فاصلہ پر ہوں' اس وقت ان کی روح قبض کر لی جائے' ہوسکتا ہے کہ اس کی حکمت یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو بیت المقدس میں دخول سے منع فرما دیا تھا اور چالیس سال تک ان کو میدانِ تیہ میں چھوڑے رکھا یہاں تک کہ موت نے ان کو فنا کر دیا' پس حضرت یوشع علیہ السلام کے ساتھ صرف ان کی اولاد ارضِ مقدسہ میں گئی' اور جن لوگوں پر پہلے ارضِ مقدسہ میں دخول ممتنع کر دیا گیا تھا' ان میں سے کوئی بھی داخل نہیں ہوا' اور ارضِ مقدسہ کی فتح سے پہلے حضرت ہارون علیہ السلام فوت ہوئے' پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے' پس جبارین کے غلبہ کی وجہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے ارضِ مقدسہ میں داخل ہونا ممکن نہیں ہوا اور نہ ہی تدفین کے بعد ان کی قبر کو وہاں سے منتقل کرنا ممکن تھا اور جب وہ ارضِ مقدسہ کے قریب دفن ہوئے تو گویا ارضِ مقدسہ میں ہی مدفون ہوئے' خلاصہ یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ارضِ

مقدسہ سے پتھر پھینکے جانے کے فاصلہ پر تدفین کو اس لیے پسند فرمایا نہ کہ ارضِ مقدسہ میں کیونکہ ان کی زندگی میں جبارین کے تسلط کی وجہ سے ان کا ارضِ مقدسہ میں دخول ممکن نہ تھا۔

میت کو ایک شہر سے دوسرے شہر میں منتقل کرنے کے متعلق اختلاف ہے' ایک قول یہ ہے کہ یہ مکروہ ہے کیونکہ اس وجہ سے دفن میں تاخیر ہوتی ہے اور میت کے احترام میں کمی ہوتی ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اگر کوئی غرض راجح ہو جیسے میت کے لیے صالحین کا قرب مطلوب ہو تو اس کو منتقل کرنا مستحب ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو پھر مکروہ تحریمی ہے' امام شافعی نے کہا ہے کہ فضیلت والی زمین جیسے مکہ ہے' اس میں دفن کرنے کے لیے میت کو منتقل کرنا مستحب ہے۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۷۷۸' دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین عینی نے حافظ ابن حجر کی اس شرح کو بھی من وعن نقل کر دیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۱۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حدیث مذکور کے دیگر فوائد

علامہ بدرالدین عینی اس حدیث کے دیگر فوائد بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اس حدیث میں اس پر واضح دلیل ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اللہ کی بارگاہ میں بہت بڑا مرتبہ تھا کیونکہ انہوں نے حضرت ملک الموت علیہ السلام کی آنکھ پھوڑ ڈالی اور اللہ تعالیٰ نے ان پر بالکل عتاب نہیں فرمایا۔

اس میں یہ بھی دلیل ہے کہ فضیلت والی جگہوں اور صالحین کے مزارات کے قرب میں دفن کرنا مستحب ہے۔

حضرت موسیٰ سے فرمایا کہ آپ بیل کی پشت پر ہاتھ رکھ دیں جتنے بال آپ کے ہاتھ کے نیچے آئیں گے تو ہر بال کے بدلہ میں ایک سال آپ کی عمر بڑھا دی جائے گی' اس سے معلوم ہوا کہ دنیا کی عمر بہت طویل ہے اور قیامت ابھی بہت دور ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۱۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی یہ حدیث' شرح صحیح مسلم: ۶۰۲۷۔ ج ۶ ص ۸۳۶ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے عنوان حسب ذیل ہیں:
① حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ملک الموت کو تھپڑ مارنے کی وجہ ② صالحین کے قرب میں دفن کرنے کا استحباب۔

٦٩ - بَابُ الدَّفْنِ بِاللَّيْلِ — رات کو دفن کرنا

وَدُفِنَ اَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ لَيْلًا.

اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو رات میں دفن کیا گیا۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

ابن السباق بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو رات میں دفن کیا' پھر مسجد میں داخل ہو کر تین رکعات وتر پڑھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۹۵۳' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۸۳۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

۱۳٤٠ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى رَجُلٍ بَعْدَ مَا دُفِنَ بِلَيْلَةٍ قَامَ هُوَ وَاَصْحَابُهُ وَكَانَ سَاَلَ عَنْهُ فَقَالَ مَنْ هٰذَا؟ فَقَالُوْا فُلَانٌ دُفِنَ الْبَارِحَةَ فَصَلَّوْا عَلَيْهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عثمان بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از الشیبانی از الشعبی از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب نے ایک شخص کے دفن کیے جانے کے بعد رات کو اس کی نماز جنازہ پڑھی' آپ نے پوچھا: یہ کون ہے' مسلمانوں نے کہا: یہ فلاں شخص ہے' جسے رات کو دفن کر دیا گیا تھا'

پس مسلمانوں نے اس کی نماز جنازہ پڑھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۸۵۷ میں گزر چکی ہے۔

٧٠ - بَابُ بِنَاءِ الْمَسْجِدِ عَلَى الْقَبْرِ

قبر پر مسجد کو بنانا

١٣٤١ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ لَمَّا اشْتَكَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَتْ بَعْضُ نِسَائِهِ كَنِيسَةً رَأَيْنَهَا بِأَرْضِ الْحَبَشَةِ يُقَالُ لَهَا مَارِيَةُ، وَكَانَتْ أُمُّ سَلَمَةَ وَأُمُّ حَبِيبَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَتَتَا أَرْضَ الْحَبَشَةِ، فَذَكَرَتَا مِنْ حُسْنِهَا وَتَصَاوِيرَ فِيهَا، فَرَفَعَ رَأْسَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أُولَئِكَ إِذَا مَاتَ مِنْهُمُ الرَّجُلُ الصَّالِحُ بَنَوْا عَلَى قَبْرِهِ مَسْجِدًا، ثُمَّ صَوَّرُوا فِيهِ تِلْكَ الصُّورَةَ، أُولَئِكَ شِرَارُ الْخَلْقِ عِنْدَ اللَّهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہو گئے تو آپ کی بعض ازواج نے ایک گرجے کا ذکر کیا' جس کو انہوں نے حبشہ کی سرزمین میں دیکھا تھا' جس کا نام ماریہ تھا اور حضرت ام سلمہ اور حضرت ام حبیبہ حبشہ کی سرزمین میں گئی تھیں' پس انہوں نے اس کی خوب صورتی اور اس میں لگی ہوئی تصویروں کا ذکر کیا' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر اٹھایا' پھر فرمایا: جب ان لوگوں میں سے کوئی نیک آدمی مر جاتا ہے تو یہ اس کی قبر پر مسجد بنا دیتے ہیں' پھر اس میں یہ تصویریں بنا دیتے ہیں' یہ لوگ اللہ کے نزدیک بدترین مخلوق ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۲۷ میں گزر چکی ہے۔

٧١ - بَابُ مَنْ يَدْخُلُ قَبْرَ الْمَرْأَةِ

عورت کی قبر میں کون داخل ہوگا؟

١٣٤٢ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ قَالَ حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنَا هِلَالُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ شَهِدْنَا بِنْتَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ عَلَى الْقَبْرِ فَرَأَيْتُ عَيْنَيْهِ تَدْمَعَانِ فَقَالَ هَلْ فِيكُمْ مِنْ أَحَدٍ لَمْ يُقَارِفِ اللَّيْلَةَ؟ فَقَالَ أَبُو طَلْحَةَ أَنَا، قَالَ فَانْزِلْ فِي قَبْرِهَا. فَنَزَلَ فِي قَبْرِهَا فَقَبَرَهَا. قَالَ ابْنُ الْمُبَارَكِ قَالَ فُلَيْحٌ أُرَاهُ يَعْنِي الذَّنْبَ. قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ ﴿لِيَقْتَرِفُوا﴾ (الانعام:١١٣) أَيْ لِيَكْتَسِبُوا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن سنان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں فلیح بن سلیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ھلال بن علی نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحب زادی کے جنازہ میں حاضر ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبر کے پاس بیٹھے ہوئے تھے' پس میں نے دیکھا کہ آپ کی دونوں آنکھوں سے آنسو جاری تھے' آپ نے پوچھا: تم میں سے کوئی ایسا شخص ہے جس نے رات کو جماع نہ کیا ہو' حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں ہوں' آپ نے فرمایا: تم ان کی قبر میں اترو' پس حضرت ابوطلحہ' آپ کی صاحب زادی (حضرت رقیہ) کی قبر میں اترے' پس ان کو قبر میں اتارا۔ ابن المبارک نے بیان کیا: فلیح نے کہا: اس کا معنی یہ ہے: جس نے رات کو گناہ نہ کیا ہو' امام بخاری نے کہا: قرآن مجید میں ''لیقترفوا'' کا معنی ہے: تاکہ وہ گناہ کریں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۲۸۵ میں گزر چکی ہے۔

۷۲ - بَابُ الصَّلٰوةِ عَلَى الشَّهِيْدِ

شہید پر نمازِ جنازہ پڑھنا

۱۳۴۳ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ شِهَابٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْمَعُ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ مِنْ قَتْلٰى اُحُدٍ فِي ثَوْبٍ وَّاحِدٍ ثُمَّ يَقُوْلُ اَيُّهُمْ اَكْثَرُ اَخْذًا لِلْقُرْاٰنِ؟ فَاِذَا اُشِيْرَ لَهٗ اِلٰى اَحَدِهِمَا قَدَّمَهٗ فِي اللَّحْدِ، وَقَالَ اَنَا شَهِيْدٌ عَلٰى هٰؤُلَاءِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. وَاَمَرَ بِدَفْنِهِمْ فِيْ دِمَائِهِمْ، وَلَمْ يُغَسَّلُوْا وَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْهِمْ. [اطراف الحدیث: ۱۳۴۵-۱۳۴۶-۱۳۴۷-۱۳۴۸-۱۳۵۳-۴۰۷۹]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابن شہاب نے حدیث بیان کی از عبدالرحمٰن بن کعب بن مالک از حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم شہداء احد میں سے دو آدمیوں کو ایک کپڑے میں جمع کر رہے تھے' پھر آپ پوچھتے: ان میں سے کس کو زیادہ قرآن یاد تھا؟ پس جب ان میں سے کسی ایک کی طرف اشارہ کیا جاتا تو آپ اس کو لحد میں مقدم رکھتے اور فرماتے: میں قیامت کے دن ان لوگوں پر گواہ ہوں گا اور آپ نے حکم دیا کہ ان کو ان کے خون کے ساتھ دفن کر دیا جائے اور ان کو غسل نہ دیا جائے اور نہ ان پر نماز پڑھی جائے۔

(سنن ابوداؤد: ۳۱۳۹-۳۱۳۸' سنن ترمذی: ۱۰۳۶' سنن نسائی: ۱۹۵۴' سنن ابن ماجہ: ۱۵۱۴' جامع المسانید لابن جوزی: ۹۹۶' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ' المسند الطحاوی: ۱۰۹)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبداللہ بن یوسف التنیسی (۲) لیث بن سعد (۳) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (۴) عبدالرحمان بن کعب بن مالک ابو الخطاب الانصاری السلمی (۵) حضرت جابر بن عبداللہ الانصاری رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۲۰)

ضرورت کی وجہ سے دو یا دو سے زیادہ آدمیوں کو ایک قبر میں دفن کرنا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن التین نے یہ کہا ہے کہ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ ضرورت کی وجہ سے دو آدمیوں کو ایک کپڑے میں لپیٹ کر دفن کرنا جائز ہے اور ان میں سے جس کو قرآن مجید زیادہ یاد ہو اس کو لحد میں مقدم رکھا جائے اور اس میں قرآن مجید کی فضیلت کی دلیل ہے' نیز اگر ضرورت ہو تو دو سے زیادہ آدمیوں کو بھی ایک قبر میں دفن کرنا جائز ہے۔

شہید کو غسل نہ دیا جانا

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ شہید کو غسل نہیں دیا جاتا' اس سلسلہ میں یہ احادیث ہیں:

عامر نے کہا: جس شخص کو چوروں نے قتل کر دیا ہو' اس کو اس کے کپڑوں میں دفن کر دیا جائے گا اور اس کو غسل نہیں دیا جائے گا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۱۱۴' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۰۰۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

غنیم بن قیس کہتے تھے کہ شہید کو اس کے کپڑوں میں دفن کر دیا جائے گا اور اس کو غسل نہیں دیا جائے گا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۱۱۵ 'مجلس علمی 'بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۰۰۵ 'دار الکتب العلمیہ 'بیروت)

حسن بصری بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ان کو غسل دیا گیا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۱۱۸ 'مجلس علمی 'بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۰۰۸ 'دار الکتب العلمیہ 'بیروت)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ حالت جنابت میں شہید ہوئے تھے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان کو فرشتوں نے غسل دیا ہے۔ (المستدرک ج ۳ ص ۱۹۵)

حضرت حمزہ اور حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہما کی خصوصیت ہے کہ ان کو فرشتوں نے غسل دیا تھا کیونکہ وہ دونوں حالت جنابت میں شہید ہوئے تھے۔ (الطبقات الکبریٰ ج ۳ ص ۱۶)

شہید کی نمازِ جنازہ پڑھنے میں مذاہب ائمہ اور سید الشہداء حضرت حمزہ کی نمازِ جنازہ پڑھنے کے متعلق احادیث

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ان شہیدوں پر نماز جنازہ نہیں پڑھی گئی' اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے۔

امام ترمذی باب مذکور کی حضرت جابر کی روایت کردہ حدیث کو روایت کر کے لکھتے ہیں:

شہید کی نماز جنازہ پڑھنے میں اختلاف ہے' بعض نے کہا: شہید کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی' یہ اہل مدینہ کا قول ہے' امام شافعی اور امام احمد کا بھی یہی مذہب ہے۔

اور بعض نے کہا کہ شہید کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی' ان کا استدلال اس حدیث سے ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھی ہے' یہ ثوری' فقہاء احناف اور اسحاق کا قول ہے۔ (سنن ترمذی ص ۲۴۷ 'دار المعرفہ 'بیروت' ۱۴۲۳ھ)

امام ابن الاثیر ابو الحسن علی بن محمد الجزری المتوفی ۶۳۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھی اور اس میں سات تکبیریں پڑھیں' پھر آپ کے پاس جو شہید بھی لایا گیا آپ نے اس کی نماز جنازہ پڑھی اور اس کے ساتھ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ بھی پڑھی' حتیٰ کہ آپ نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی بہتر مرتبہ نماز جنازہ پڑھی' نیز امام ابن الاثیر نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز جنازہ میں چار تکبیرات پڑھتے تھے اور سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ پر آپ نے ستر تکبیرات پڑھیں۔

ابو احمد العسکری نے کہا: سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ وہ پہلے شہید تھے جن کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ پڑھی۔

(اسد الغابہ ج ۲ ص ۷۰ 'دار الکتب العلمیہ 'بیروت)

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

محمد بن عمر نے بیان کیا کہ سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر میں حضرت ابوبکر' حضرت عمر' حضرت علی اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم اترے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی قبر کے پاس بیٹھے ہوئے تھے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے دیکھا: فرشتے حمزہ کو غسل دے رہے تھے کیونکہ وہ اس دن جنبی تھے' اور سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ شہداء میں سے وہ پہلے شخص تھے' جن کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن نماز جنازہ پڑھی' اور ان پر چار تکبیرات پڑھیں' پھر شہداء کو آپ کے پاس جمع کیا گیا' پھر جس شہید کو بھی لایا جاتا' اس کو سیدنا حمزہ کے پہلو میں رکھا جاتا' آپ سیدنا حمزہ پر نماز پڑھتے اور اس شہید پر نماز پڑھتے حتیٰ کہ آپ نے ستر مرتبہ حضرت سیدنا حمزہ کی نماز جنازہ پڑھی۔

(الطبقات الکبریٰ ج ۳ ص ۷ 'دار الکتب العلمیہ 'بیروت' ۱۴۱۸ھ)

امام ابو جعفر احمد بن محمد الطحاوی متوفی ۳۲۱ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ احد کے دن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے دس شہیدوں کو رکھا گیا تو آپ نے ان کی نماز جنازہ پڑھی اور سیدنا حمزہ کی نماز جنازہ پڑھی اور سیدنا حمزہ بھی ان کے ساتھ تھے۔ (شرح معانی الآثار: ۲۸۱۴ 'سنن ابن ماجہ: ۱۵۱۳)

امام طحاوی فرماتے ہیں: ان احادیث سے ثابت ہوا کہ شہداء کو غسل نہیں دیا جائے گا اور ان کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی' اور یہی امام ابوحنیفہ' امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ کا مذہب ہے۔ (شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۳۶' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

امام سلیمان بن احمد طبرانی متوفی ۳۶۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب جنگ احد کے دن حضرت حمزہ کو شہید کر دیا گیا تو حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا (حضرت حمزہ کی بہن) ان کو ڈھونڈ رہی تھیں' ان کو پتا نہیں تھا کہ ان کے ساتھ کیا ہو چکا ہے' پھر وہ حضرت علی اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما سے ملیں' پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ اپنی والدہ کو بتائیں کہ (حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ شہید ہو چکے ہیں)' حضرت زبیر نے حضرت علی سے کہا: آپ اپنی پھوپھی کو بتائیں' حضرت صفیہ نے کہا: حضرت حمزہ کو کیا ہوا؟ ان دونوں نے کہا: ہم کو پتا نہیں' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آئے' پس آپ نے فرمایا: مجھے صفیہ کی عقل پر خطرہ ہے' پھر آپ نے حضرت صفیہ کے سینہ پر ہاتھ رکھا اور ان کے لیے دعا کی' پس حضرت صفیہ نے کہا: ''انا للّٰہ وانا الیہ راجعون'' اور رونے لگیں' پھر آپ آ کر حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کے پاس کھڑے ہوئے اور ان کے اعضاء کاٹے جا چکے تھے' پس آپ نے فرمایا: اگر مجھے عورتوں کی چیخ وپکار کا خطرہ نہ ہوتا تو میں حمزہ کو یوں ہی چھوڑ دیتا حتیٰ کہ پرندوں کے پوٹوں اور درندوں کے پیٹوں سے ان کا حشر کیا جاتا' پھر آپ نے شہداء کو لانے کا حکم دیا' پھر آپ ان کی نماز جنازہ پڑھنے لگے' پس نو دیگر شہداء تھے اور ایک سیدنا حمزہ تھے' آپ نے ان پر سات تکبیرات پڑھیں اور باقی شہداء کو اٹھا لیا گیا اور سیدنا حمزہ کو رہنے دیا گیا' پھر نو دیگر شہداء بلائے اور ان پر سات تکبیرات پڑھیں حتیٰ کہ آپ ان کی نماز جنازہ سے فارغ ہو گئے۔

(المعجم الکبیر: ۲۹۳۵' داراحیاء التراث العربی' بیروت' المستدرک: ۴۸۹۵۔ ج ۳ ص ۱۹۸)

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ نے بھی حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی ستر بار نماز جنازہ پڑھانے کی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ (سنن کبریٰ للبیہقی ج ۴ ص ۱۲' نشر السنۃ' ملتان)

شہید پر نمازِ جنازہ کی نفی پر علامہ ابن بطال کے دلائل اور ان کے جوابات

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس مسئلہ میں فقہاء کی آراء مختلف ہیں' پس امام مالک نے کہا: میں نے اہل علم سے یہ سنا ہے کہ سنت یہ ہے کہ شہداء کو غسل نہیں دیا جائے اور نہ ان کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی اور ان کو ان ہی کپڑوں میں دفن کر دیا جائے گا جن میں وہ شہید ہوئے تھے' یہ عطاء' النخعی' الحکم' اللیث' امام شافعی اور امام احمد کا قول ہے' عکرمہ نے کہا: شہید کو اس لیے غسل نہیں دیا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو پاک کر دیا ہے' لیکن اس پر نماز پڑھی جائے گی اور سعید بن المسیب اور حسن بصری نے کہا ہے کہ شہید کو غسل دیا جائے گا اور اس پر نماز پڑھی جائے گی کیونکہ ہر مردہ جنبی ہوتا ہے۔

امام مالک اور ان کے موافقین کی دلیل یہ ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ شہداء احد کو غسل دیا گیا نہ ان کی نماز جنازہ پڑھی گئی۔ (صحیح البخاری: ۱۳۴۳' المستدرک: ۱۳۹۲۔۱۳۹۱' دارالمعرفہ' بیروت)

علامہ ابن القصار نے کہا ہے کہ غزوۂ احد میں ستر مسلمان شہید ہوئے' اگر ان کی نماز جنازہ پڑھی گئی ہوتی تو مسلمانوں سے مخفی نہ رہتی۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۳۲۹۔۳۲۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

میں کہتا ہوں: یہ غلط نقل ہے' صحیح حدیث میں ہے کہ تمام شہداء احد پر ایک ایک بار نماز جنازہ پڑھی گئی اور حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ پر ان کی تکریم اور تعظیم کی وجہ سے ستر مرتبہ نماز جنازہ پڑھی گئی جیسا کہ امام ابن الاثیر' امام محمد بن سعد' امام طحاوی' امام ابن ماجہ' امام طبرانی' حاکم اور بیہقی نے اپنی اپنی اسانید کے ساتھ روایت کیا ہے۔

نیز علامہ ابن بطال مالکی لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ○ (آل عمران:۱۶۹)

اور جو مسلمان اللہ کی راہ میں قتل کیے گئے ان کو مردہ گمان مت کرو بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں ان کو رزق دیا جا رہا ہے ○

اللہ تعالیٰ نے ان سے موت کی نفی کی ہے اور ان کے لیے حیات کو واجب کیا ہے' پس ان پر نماز جنازہ واجب نہیں ہو گی کیونکہ زندہ کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جاتی۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۳۲۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

میں کہتا ہوں کہ یہ دلیل بہت کم زور ہے' اگر شہید کی نماز جنازہ پڑھنا اس لیے ناجائز ہے کہ وہ زندہ ہے اور نماز جنازہ مردہ کی پڑھی جاتی ہے تو پھر شہید کو دفن بھی نہیں کرنا چاہیے کیونکہ زندہ کو دفن نہیں کیا جاتا' اور اس کی میراث بھی تقسیم نہیں کرنی چاہیے کیونکہ زندہ کا ترکہ تقسیم نہیں کیا جاتا' اور اس کی بیوہ کا کہیں نکاح بھی نہیں کرنا چاہیے کیونکہ زندہ شخص کی بیوی کا دوسری جگہ نکاح کرنا جائز نہیں ہے' یہ لوگ فقہی تعصب میں اپنی عقل سے فارغ ہو گئے ہیں' ان کو یہ خبر نہیں کہ شہید کے زندہ ہونے کا یہ معنی نہیں ہے کہ وہ دنیاوی احکام کے اعتبار سے زندہ ہے حتیٰ کہ اس کی نماز جنازہ ناجائز ہو بلکہ شہید برزخی حیات کے ساتھ زندہ ہوتا ہے' اس لیے اس کی نماز جنازہ پڑھنا اس کی حیات کے منافی نہیں ہے' اور شہید کی نماز جنازہ پڑھنا اس کے حق میں دعا کرنا ہے اور اس کی تکریم ہے' سو یہ لوگ شہید کو اس کے حق سے کیوں محروم کرتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑا اور کون شہید ہے اور تمام صحابہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ پڑھی ہے۔

۱۳۴۴ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِيْ يَزِيْدُ بْنُ اَبِيْ حَبِيْبٍ' عَنْ اَبِي الْخَيْرِ' عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ يَوْمًا' فَصَلّٰى عَلٰى اَهْلِ اُحُدٍ صَلَاتَهُ عَلَى الْمَيِّتِ' ثُمَّ انْصَرَفَ اِلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ اِنِّيْ فَرَطٌ لَّكُمْ' وَاَنَا شَهِيْدٌ عَلَيْكُمْ' وَاِنِّيْ وَاللّٰهِ لَاَنْظُرُ اِلٰى حَوْضِي الْاٰنَ' وَاِنِّيْ اُعْطِيْتُ مَفَاتِيْحَ خَزَائِنِ الْاَرْضِ' اَوْ مَفَاتِيْحَ الْاَرْضِ' وَاِنِّيْ وَاللّٰهِ مَا اَخَافُ عَلَيْكُمْ اَنْ تُشْرِكُوْا بَعْدِيْ' وَلٰكِنْ اَخَافُ عَلَيْكُمْ اَنْ تَنَافَسُوْا فِيْهَا.

[اطراف الحدیث: ۳۵۹۶-۴۰۴۲-۴۰۸۵-۶۴۲۶-۶۵۹۰]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے یزید بن ابی حبیب نے حدیث بیان کی از ابوالخیر از حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن گھر سے نکلے اور آپ نے اہل احد پر اس طرح نماز پڑھی' جس طرح میت پر نماز پڑھی جاتی ہے' پھر آپ منبر کی طرف مڑے' پس فرمایا: میں تمہارا پیش رو ہوں اور میں تم پر گواہ ہوں اور بے شک اللہ کی قسم! میں اب بھی اپنے حوض کی طرف ضرور دیکھ رہا ہوں اور بے شک مجھے روئے زمین کے خزانوں کی چابیاں عطا کی گئی ہیں' یا فرمایا: روئے زمین کی چابیاں عطا کی گئی ہیں' اور اللہ کی قسم! بے شک مجھے یہ خطرہ نہیں ہے کہ تم (سب) میرے بعد مشرک ہو جاؤ گے لیکن مجھے تم پر یہ خطرہ ہے کہ تم دنیا میں رغبت کرو گے۔

(صحیح مسلم: ٢٢٩٦، الرقم المسلسل: ٥٨٦٤، سنن ابوداؤد: ٣٢٢٣، سنن نسائی: ١٩٥٤، شرح مشکل الآثار: ٤٩٠٨، صحیح ابن حبان: ٣١٩٨، المعجم الکبیر: ٦٧٧ ـ ج ١٧، سنن بیہقی ج ٤ ص ١٤، شرح السنۃ: ٣٨٢٣، الآحاد والمثانی: ٢٥٨٣، مسند ابویعلیٰ: ١٧٤٨، البعث والنشور ص ١٦٧، مسند احمد ج ٤ ص ١٤٩ طبع قدیم، مسند احمد: ١٧٣٤٤ ـ ج ٢٨ ص ٥٧٨، مسند الطحاوی: ٥٥٨٠، جامع المسانید لابن جوزی: ٥٣٧٩، مکتبۃ الرشد ریاض ١٤٢٦ھ)

اس حدیث کے رجال کا تذکرہ پہلے کئی بار ہو چکا ہے۔

بالعموم شہید کی نمازِ جنازہ اور بالخصوص سیدنا حمزہ کی نمازِ جنازہ پر حافظ ابن حجر کا اعتراض

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

امام شافعی نے "الام" میں لکھا ہے کہ احادیث متواترہ سے ثابت ہے کہ نبی ﷺ نے شہداء احد پر نماز جنازہ نہیں پڑھی' اور وہ جو حدیث ہے کہ نبی ﷺ نے ستر بار حضرت حمزہ کی نماز جنازہ پڑھی ہے اور جو ان احادیث صحیحہ سے ان کا معارضہ کرتا ہے' اس کو اپنے نفس سے حیاء کرنی چاہیے۔ (فتح الباری ج ٢ ص ٧٨٠' دار المعرفہ بیروت' ١٤٢٦ھ)

میں کہتا ہوں کہ صحیح البخاری: ١٣٤٤ میں یہ تصریح ہے کہ نبی ﷺ نے اہل احد پر اس طرح نماز پڑھی' جس طرح میت پر نماز پڑھی جاتی ہے اور یہ حدیث صحیح بخاری کے علاوہ دیگر کتب صحاح میں بھی مذکور ہے' جس کے حوالے ہم نے تخریج میں ذکر کیے ہیں' سو اب ہم بھی کہہ سکتے ہیں کہ جو اس صحیح اور صریح حدیث کا انکار کرے' اس کو اپنے نفس سے حیاء کرنی چاہیے' رہا حضرت سیدنا حمزہ پر ستر مرتبہ نماز جنازہ پڑھنے پر حافظ ابن حجر کا یہ اعتراض کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے' اس کے علامہ عینی نے متعدد جوابات ذکر کیے ہیں:

حافظ ابن حجر کے اعتراض کے جوابات

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے جنازہ کی ستر بار نماز پڑھانے کی حدیث اس سند سے مروی ہے:

از یزید بن ابی زیاد از مقسم از حضرت ابن عباس۔

(سنن ابن ماجہ: ١٥١٣، شرح معانی الآثار: ٢٨١٢، المعجم الکبیر: ٢٩٣٥، المستدرک ج ٣ ص ١٩٨، سنن بیہقی ج ٤ ص ١٢)

یزید بن ابی زیاد اُن رجال میں سے ہیں جن کے ضعف کے باوجود ان کی حدیث لکھی جاتی ہے' امام مسلم اور اصحاب السنن (امام ابوداؤد' امام ترمذی اور امام ابن ماجہ) نے ان کی حدیث روایت کی ہے' امام ابوداؤد نے کہا: میں ایسے کسی شخص کو نہیں جانتا جس نے ان کی حدیث کو ترک کیا ہو۔ (عمدۃ القاری ج ٨ ص ٢٢٣)

میں کہتا ہوں کہ حافظ مزی متوفی ٧٤٢ھ نے ان کے متعلق لکھا ہے:

العجلی نے کہا: یہ جائز الحدیث ہیں' اپنے بھائی یزید سے ان کا حافظہ زیادہ قوی تھا' جریر نے کہا: عطاء بن السائب سے ان کا حافظہ زیادہ اچھا تھا۔

عبد اللہ بن المبارک نے کہا: یہ کیا خوب کریم تھے۔

ابوعبید الآجری نے امام ابوداؤد سے روایت کی ہے کہ میرے علم میں کسی نے ان کی حدیث کو ترک نہیں کیا۔

امام بخاری نے اپنی صحیح (بخاری) کی "کتاب اللباس" میں یزید بن ابی زیاد سے القسیہ کے متعلق روایت ذکر کی ہے' اور اپنی کتاب "رفع الیدین" اور "الادب المفرد" میں ان سے روایت کی ہے اور امام مسلم نے بھی ان سے روایت کی ہے۔

(تہذیب الکمال ج ٢٠ ص ٣١٧ ـ ٣١٦' دار الفکر' بیروت' ١٤١٤ھ)

نیز علامہ عینی لکھتے ہیں:

یزید بن ابی زیاد کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ امام ابن ہشام متوفی ۲۱۸ھ نے یزید بن ابی زیاد کی حدیث کو اس عبارت کے ساتھ لکھا ہے:

امام ابن اسحاق نے کہا: مجھے اس نے حدیث بیان کی جس پر میں کوئی تہمت نہیں لگاتا' از مقسم مولیٰ عبد اللہ بن الحارث از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حمزہ کو لانے کا حکم دیا' پھر ان کو چادر سے ڈھانپ دیا' پھر آپ نے ان پر نماز پڑھائی' پس سات تکبیرات پڑھیں' پھر دیگر شہیدوں کو لایا گیا اور ان کو حضرت حمزہ کے پاس رکھا' پھر ان پر اور حضرت حمزہ پر ایک ساتھ نماز پڑھائی حتیٰ کہ آپ نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ پر بہتر مرتبہ نماز پڑھائی۔

(السیرۃ النبویہ لابن ہشام ج ۳ ص ۱۰۸' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

نیز اس حدیث کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ امام طحاوی نے یہ حدیث بھی روایت کی ہے:

حضرت عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوۂ احد کے دن حضرت حمزہ کو لانے کا حکم دیا' پس ان کو ایک چادر سے ڈھانپ دیا' پھر ان پر نماز جنازہ پڑھی' پس نو تکبیرات پڑھیں' پھر دوسرے شہداء کی صفیں بنائیں اور ان کی نماز جنازہ پڑھی اور ان کے ساتھ حضرت حمزہ کی بھی نماز جنازہ پڑھی۔ (شرح معانی الآثار: ۲۸۱۴)

اس حدیث کی مثل حضرت ابو مالک الغفاری سے بھی مروی ہے' وہ بیان کرتے ہیں کہ نو شہداء احد کو لایا جاتا اور ان کے ساتھ دسویں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ ہوتے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سب کی نماز جنازہ پڑھتے' پھر ان کو اٹھایا جاتا' پھر دوسرے نو شہداء لائے جاتے اور حضرت حمزہ اسی جگہ ہوتے حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سب کی نماز جنازہ پڑھتے۔

(شرح معانی الآثار: ۲۸۱۵' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۵۸۱' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۴۶۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳۰۴' ادارۃ القرآن' کراچی' سنن دارقطنی: ۱۸۲۴' ج ۲ ص ۲۳۳' دار المعرفہ' بیروت' اس حدیث کو امام ابوداؤد نے اپنی مراسیل میں بھی روایت کیا ہے' حدیث: ۴۳۵۔۴۲۷)

ان احادیث سے آفتاب سے زیادہ روشن ہو گیا کہ ہر چند کہ نماز جنازہ مکرر نہیں پڑھائی جاتی مگر سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی تکریم کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی نماز جنازہ ستر یا بہتر مرتبہ پڑھی اور حضرت ابن عباس اور حضرت ابن الزبیر کی سند صحیح ہے' ہم نے کثیر طرق اور اسانید سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث کی صحت کو واضح کیا ہے اور ان دلائل کے سامنے اس حدیث پر حافظ ابن حجر کا اعتراض کچھ وقعت نہیں رکھتا اور امام بخاری نے اس باب کی حدیث: ۱۳۴۴ میں حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شہداء احد پر اس طرح نماز پڑھی جس طرح میت پر نماز پڑھی جاتی ہے اور یہ ہم احناف کے موقف پر صحیح اور صریح حدیث ہے۔

شہید کی نمازِ جنازہ پڑھنے کی حضرت عقبہ کی حدیث پر حافظ ابن حجر کے اعتراضات

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ' حضرت عقبہ کی حدیث: ۱۳۴۴ کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت جابر کی حدیث: ۱۳۴۳' میں شہید پر نماز جنازہ کی نفی ہے اور حضرت عقبہ کی حدیث: ۱۳۴۴ میں شہید کی نماز جنازہ کا اثبات ہے (الیٰ قولہ) رہی حضرت عقبہ کی حدیث تو صحیح البخاری: ۴۰۴۲ میں خود حضرت عقبہ نے یہ تصریح کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آٹھ سال بعد شہداء احد پر نماز جنازہ پڑھی' اور مخالف خود یہ کہتا ہے کہ جب زیادہ مدت گزر جائے تو قبر پر نماز نہیں پڑھی جاتی تو گویا

نماز سے مراد یہ ہے کہ آپ نے ان کے لیے دعا کی تھی اور استغفار کیا تھا اور اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ شہید کی نماز جنازہ نہ پڑھنے کا حکم منسوخ ہو گیا' پھر امام شافعی کا اس مسئلہ میں اختلاف استحباب میں ہے یعنی ان کے نزدیک مستحب یہ ہے کہ شہید کی نماز جنازہ نہ پڑھی جائے اور فقہاء حنبلیہ سے بھی اسی طرح منقول ہے' الماوردی نے امام احمد سے نقل کیا ہے کہ شہید پر نماز جنازہ پڑھنا عمدہ ہے اور اگر نماز نہ پڑھیں تب بھی کافی ہے۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۷۸۰ 'دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حافظ ابن حجر کے اعتراضات کے علامہ عینی کی طرف سے جوابات

حضرت جابر کی حدیث: ۱۳۴۳ میں شہید کی نماز جنازہ پڑھنے کی نفی ہے اور حضرت عقبہ کی حدیث: ۱۳۴۴ میں شہید کی نماز جنازہ پڑھنے کا اثبات ہے۔

حافظ بدر الدین محمود بن احمد عینی نے حسب ذیل وجوہ سے حضرت عقبہ کی حدیث کو حضرت جابر کی حدیث پر ترجیح دی ہے:

(۱) حضرت جابر کی حدیث میں نفی ہے اور حضرت عقبہ کی حدیث میں اثبات ہے اور اثبات کی حدیث نفی کی حدیث پر راجح ہوتی ہے۔

(۲) حضرت جابر اپنے والد اور اپنے چچا کی تجہیز و تکفین کے کاموں میں مشغول تھے اور اس سلسلے میں مدینہ بھی گئے تھے' پھر جب انہوں نے یہ اعلان سنا کہ شہداء کو وہیں دفن کیا جائے جہاں ان کی لاشیں گری ہیں تو انہوں نے ان کی تدفین میں جلدی کی' اس سے معلوم ہوا کہ وہ شہداء کی تدفین کے وقت حاضر نہیں تھے' علاوہ ازیں الاکلیل میں یہ حدیث مذکور ہے:

حضرت جابر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھی' پھر دیگر شہداء کو لایا گیا اور ان کو حضرت حمزہ کے پہلو میں رکھ دیا گیا تو آپ نے ان سب کی نماز جنازہ پڑھی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۳۴۹۶ 'مجلس علمی' بیروت' المستدرک ج ۳ ص ۱۹۹)

(۳) ہمارے اصحاب نے جن روایات سے شہید کی نماز جنازہ پر استدلال کیا ہے' ان کی تعداد شہید پر نماز کی نفی کی روایات سے بہت زیادہ ہے۔

(۴) فوت شدہ مسلمانوں کی نماز جنازہ پڑھنا دین میں اصل ہے اور فرض کفایہ ہے اور یہ کسی کے فعل کے تعارض کی وجہ سے ساقط نہیں ہوگی۔

(۵) اگر شہید کی نماز جنازہ پڑھنا جائز نہ ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کو بیان فرما دیتے جس طرح آپ نے شہید کو غسل دینے سے منع فرما دیا۔

(۶) بر تقدیر تنزل' ہم یہ کہتے ہیں کہ ہوسکتا ہے کہ غزوۂ احد کے دن آپ نے شہداء کی نماز نہ پڑھی ہو اور دیگر صحابہ نے پڑھی ہو۔

(۷) یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آپ نے اس دن شہداء احد کی نماز نہ پڑھی ہو کیونکہ آپ کا چہرۂ مبارک زخمی اور خون آلود تھا اور آپ کو حضرت حمزہ کی شہادت کا بہت رنج تھا اور کسی اور دن آپ نے ان کی نماز جنازہ پڑھی ہو' جیسا کہ صحیح البخاری: ۴۰۴۳ میں تصریح ہے کہ آپ نے آٹھ سال بعد شہداء احد کی نماز جنازہ پڑھی۔

(۸) یہ بھی روایت ہے کہ آپ نے شہداء احد کے علاوہ دوسرے شہداء کی نماز جنازہ پڑھی ہے' کیونکہ آپ نے حضرت جعفر' حضرت زید بن حارثہ اور حضرت عبد اللہ بن رواحہ کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھی ہے۔ (کتاب المغازی للواقدی ج ۲ ص ۲۱۱ 'البدایہ والنہایہ ج ۳ ص ۴۳۵ 'دار الفکر' ملا علی قاری نے لکھا ہے: یہ غائبانہ نماز ان کی خصوصیت تھی' مرقات ج ۳ ص ۱۴۱ ' مکتبہ حقانیہ) نیز حضرت ابوبکر نے

حضرت عمرو بن العاص کی قیادت میں ایک لشکر فلسطین بھیجا' وہاں ۱۳۰ مسلمان شہید ہوئے' ان کی نماز جنازہ حضرت عمرو بن العاص نے پڑھائی۔ (نصب الرایہ ج ۲ ص ۳۱۹)

(۹) حافظ ابن حجر کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ حضرت عقبہ کی حدیث میں ''صلّی'' کا معنی ہے: آپ نے ان کے لیے دعا کی اور استغفار کیا' کیونکہ حضرت عقبہ نے فرمایا: آپ نے ان کی اس طرح نماز پڑھی جس طرح میت پر نماز پڑھی جاتی ہے۔

(۱۰) شہید کی نماز جنازہ پڑھنے میں زیادہ احتیاط ہے اور مخالفین کے نزدیک بھی اس کو ترک کرنا واجب نہیں ہے' بلکہ مستحب ہے اور پڑھنا جائز ہے' اور شہید کی نماز جنازہ پڑھنے میں اجر کے حصول کی توقع ہے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے نماز جنازہ پڑھی اس کو ایک قیراط اجر ملے گا۔ (صحیح البخاری: ۱۳۲۳) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ حکم بالعموم دیا ہے اور اس میں شہید کا استثناء نہیں فرمایا۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ شہید اس سے مستغنی ہے کہ اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے کیونکہ اس کی مغفرت کی بشارت ہوتی ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ خیر سے کوئی مستغنی نہیں ہوتا' نابالغ بچے بھی مغفور ہیں اور ان کی نماز جنازہ پڑھی جاتی ہے' حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کی نماز جنازہ پڑھی گئی اور سب کو چھوڑیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز جنازہ پڑھی گئی تو شہید نماز جنازہ سے کیسے مستغنی ہو سکتا ہے۔

حافظ ابن حجر نے یہ اعتراض کیا ہے کہ فقہاء احناف کے نزدیک دفن کے تین دن بعد قبر پر نماز جنازہ پڑھنا جائز نہیں ہے' تو دفن کے آٹھ سال بعد شہداء احد کی نماز جنازہ کیسے جائز ہوگی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ فقہاء احناف کا مذہب اس طرح نہیں ہے بلکہ جب تک یہ یقین نہ ہو کہ قبر میں میت کا جسم سلامت ہے اور پھولا یا پھٹا نہیں ہے' اس وقت تک قبر پر اس کی نماز پڑھنا جائز ہے اور شہداء کا جسم قبر میں خراب نہیں ہوتا بلکہ سلامت ہوتا ہے' اسی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آٹھ سال بعد ان کی قبروں پر نماز جنازہ پڑھی۔

(عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۲۵۔ ۲۲۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حدیث مذکور کے دیگر فوائد

اس حدیث میں مذکور ہے: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں تمہارا حوض پر پیش رو ہوں' یعنی میں حوض پر تمہیں پانی پلانے کا انتظام کروں گا۔

آپ نے فرمایا: میں اب بھی اپنے حوض کو دیکھ رہا ہوں یعنی اس وقت میں آپ کے لیے حوض کو منکشف کر دیا گیا تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حوض اب بھی حقیقۃً موجود ہے اور اس میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معجزہ ہے کہ آپ نے دنیا میں حوض کو دیکھ لیا' اور اس کی خبر دی۔

آپ نے فرمایا: مجھے روئے زمین کے خزانوں کی چابیاں دے دی گئی ہیں یعنی آپ کے بعد آپ کی امت جن خزانوں کی مالک ہوگی اور یہ آپ کا دوسرا معجزہ ہے۔

آپ نے فرمایا: مجھے یہ خوف نہیں ہے کہ تم میرے بعد مشرک ہو جاؤ گے' اس کا معنی یہ ہے کہ مجھے یہ خوف نہیں ہے کہ تم مجموعی طور پر مشرک ہو جاؤ گے اگرچہ بعض مسلمان مشرک ہو گئے۔ العیاذ باللہ!

آپ نے فرمایا: مجھے تم سے یہ خوف ہے کہ تم دنیا میں رغبت کرو گے' اسی طرح بعض مسلمان حسد اور بغض میں مبتلا ہوئے۔

(عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۲۷۔ ۲۲۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۷۳ - بَابُ دَفْنِ الرَّجُلَيْنِ وَالثَّلَاثَةِ فِي قَبْرٍ وَّاحِدٍ

دو یا تین مردوں کو ایک قبر میں دفن کرنا

١٣٤٥ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ كَعْبٍ اَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَخْبَرَهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَجْمَعُ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ مِنْ قَتْلٰى اُحُدٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن سلیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن شہاب نے حدیث بیان کی از عبدالرحمان بن کعب کہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما نے انہیں خبردی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم شہداء احد میں سے دو مردوں کو (ایک قبر میں) جمع کرتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۳۴۳ میں گزر چکی ہے۔

٧٤ - بَابُ مَنْ لَّمْ يَرَ غُسْلَ الشُّهَدَاءِ
جس کے نزدیک شہداء کو غسل دینا جائز نہیں ہے

١٣٤٦ - حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيدِ قَالَ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ كَعْبٍ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِدْفِنُوْهُمْ فِيْ دِمَائِهِمْ. يَعْنِيْ يَوْمَ اُحُدٍ وَلَمْ يُغَسِّلْهُمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از عبدالرحمان بن کعب از حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان کو ان کے خونوں میں دفن کردو یعنی غزوۂ احد کے دن اور ان کو غسل نہیں دیا۔

اس حدیث کی شرح بھی' صحیح البخاری: ۱۳۴۳ میں گزر چکی ہے۔

٧٥ - بَابُ مَنْ يُقَدَّمُ فِي اللَّحْدِ
جس کو لحد میں پہلے رکھا جائے

وَسُمِّيَ اللَّحْدُ لِاَنَّهُ فِيْ نَاحِيَةٍ.

اور''اللحد'' کو لحد اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ ایک جانب (بغلی قبر) ہوتی ہے۔

بعض لحد کو لحد اس لیے کہتے ہیں کہ قبر کی ایک جانب گڑھا کھودا جاتا ہے اور اس گڑھے میں میت کو رکھ دیا جاتا ہے۔

وَكُلُّ جَائِرٍ مُلْحِدٌ.

اور ہر ظالم الحاد کرنے والا ہے۔

''الحاد'' کا معنی ہے: ایک جانب سے عدول کر کے دوسری جانب کی طرف میلان کرنا اور ظالم بھی حق سے عدول کر کے باطل کی طرف میلان کرتا ہے۔

﴿مُلْتَحَدًا﴾ (الکہف:۲۷) مَعْدِلًا.

''ملتحدا'' کا معنی ہے: ''معدلًا'' (عدول کی جگہ)۔

اس تعلیق میں قرآن مجید کے اس لفظ کے معنی کی طرف اشارہ ہے:

وَلَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ○ (الجن:۲۲)

اور میں اللہ کو چھوڑ کر کوئی پناہ کی جگہ نہیں پاتا ○

وَلَوْ كَانَ مُسْتَقِيمًا كَانَ ضَرِيحًا.

اور اگر قبر سیدھی ہوتی تو وہ ضریح ہوتی۔

یعنی اگر قبر میں ایک جانب گڑھا نہ ہو اور وہ بالکل سیدھی ہو تو اس کو شق اور ضریح کہا جاتا ہے۔

١٣٤٧ - حَدَّثَنَا ابْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا لَيْثُ بْنُ سَعْدٍ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابن مقاتل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث بن سعد نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے ابن شہاب نے

عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَجْمَعُ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ مِنْ قَتْلٰى اُحُدٍ فِيْ ثَوْبٍ وَّاحِدٍ، ثُمَّ يَقُوْلُ اَيُّهُمْ اَكْثَرُ اَخْذًا لِّلْقُرْاٰنِ؟ فَاِذَا اُشِيْرَ لَهٗ اِلٰى اَحَدِهِمَا قَدَّمَهٗ فِي اللَّحْدِ، وَقَالَ اَنَا شَهِيْدٌ عَلٰى هٰؤُلَاءِ. وَاَمَرَ بِدَفْنِهِمْ بِدِمَائِهِمْ، وَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْهِمْ وَلَمْ يُغَسِّلْهُمْ.

حدیث بیان کی از عبد الرحمن بن کعب بن مالک از حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہداء احد میں سے دو مردوں کو ایک کپڑے میں جمع کرتے تھے پھر پوچھتے تھے کہ ان میں سے کس کو زیادہ قرآن یاد ہے؟ پس جب ان میں سے کسی ایک کی طرف اشارہ کیا جاتا تو اس کو لحد میں پہلے رکھا جاتا' اور آپ نے فرمایا: میں ان پر گواہ ہوں اور ان کو ان کے خونوں میں دفن کرنے کا حکم دیا اور ان میں سے کسی کی نماز نہیں پڑھی اور نہ ان کو غسل دیا۔

اس حدیث کی شرح بھی' صحیح البخاری: ۱۳۴۳ میں گزر چکی ہے۔

۱۳۴۸ - قَالَ ابْنُ الْمُبَارَكِ وَاَخْبَرَنَا الْاَوْزَاعِيُّ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لِقَتْلٰى اُحُدٍ اَيُّ هٰؤُلَاءِ اَكْثَرُ اَخْذًا لِّلْقُرْاٰنِ؟ فَاِذَا اُشِيْرَ لَهٗ اِلٰى رَجُلٍ قَدَّمَهٗ فِي اللَّحْدِ قَبْلَ صَاحِبِهٖ. وَقَالَ جَابِرٌ فَكُفِّنَ اَبِيْ وَعَمِّيْ فِيْ نَمِرَةٍ وَّاحِدَةٍ. وَقَالَ سُلَيْمَانُ بْنُ كَثِيْرٍ حَدَّثَنِي الزُّهْرِيُّ حَدَّثَنِيْ مَنْ سَمِعَ جَابِرًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ.

ابن المبارک نے کہا: اور ہمیں الاوزاعی نے خبر دی از الزہری از حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہداء احد کے متعلق پوچھتے کہ ان میں سے کس کو زیادہ قرآن یاد ہے؟ پس جب کسی مرد کی طرف اشارہ کیا جاتا تو آپ اس کو اس کے ساتھی سے پہلے لحد میں رکھتے' اور حضرت جابر نے کہا: پس میرے والد اور میرے چچا کو ایک چادر میں کفن دیا گیا' اور سلیمان بن کثیر نے کہا: مجھے الزہری نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے اس شخص نے حدیث بیان کی جس نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے سنا تھا۔

اس حدیث کی شرح بھی' صحیح البخاری: ۱۳۴۳ میں گزر چکی ہے۔

٧٦ - بَابُ الْاِذْخِرِ وَالْحَشِيْشِ فِي الْقَبْرِ

قبر میں اذخر اور الحشیش (گھاس) کو رکھنا

۱۳۴۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حَوْشَبٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ حَرَّمَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ مَكَّةَ، فَلَمْ تَحِلَّ لِاَحَدٍ قَبْلِيْ وَلَا لِاَحَدٍ بَعْدِيْ، اُحِلَّتْ لِيْ سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ، لَا يُخْتَلٰى خَلَاهَا، وَلَا يُعْضَدُ شَجَرُهَا، وَلَا يُنَفَّرُ صَيْدُهَا، وَلَا تُلْتَقَطُ لُقَطَتُهَا اِلَّا لِمُعَرِّفٍ. فَقَالَ الْعَبَّاسُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اِلَّا الْاِذْخِرَ لِصَاغَتِنَا وَقُبُوْرِنَا؟ فَقَالَ اِلَّا الْاِذْخِرَ. وَقَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِقُبُوْرِنَا وَبُيُوْتِنَا. وَقَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبد اللہ بن حوشب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوہاب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: اللہ عز وجل نے مکہ کو حرم بنا دیا' پس مجھ سے پہلے کسی کے لیے اس میں (قتال) جائز نہ تھا' نہ میرے بعد جائز ہے' میرے لیے دن کی ایک ساعت میں اس کو حلال کیا گیا' اس کی گھاس کاٹی جائے نہ اس کا درخت کاٹا جائے اور نہ وہاں کے جانور (شکار) کو بھگایا جائے اور نہ وہاں کی پڑی ہوئی چیز اٹھائی جائے ماسوا اعلان کرنے والے کے' حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: سوائے اذخر (گھاس) کے کیونکہ

اَبَانُ بْنُ صَالِحٍ، عَنِ الْحَسَنِ بْنِ مُسْلِمٍ، عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ. وَقَالَ مُجَاهِدٌ، عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا لِقَيْنِهِمْ وَبُيُوْتِهِمْ.

[اطراف الحدیث: ۱۵۸۷۔ ۱۸۳۳۔ ۱۸۳۴۔ ۲۰۹۰۔ ۲۴۳۳۔ ۲۷۸۳۔ ۲۸۲۵۔ ۳۰۷۷۔ ۳۱۸۹۔ ۴۳۱۳]

وہ ہمارے سناروں کے کام آتی ہے اور ہماری قبروں میں رکھی جاتی ہے تو آپ نے فرمایا: سوائے اذخر کے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہماری قبروں اور ہمارے گھروں کے لیے اور ابان بن صالح نے کہا از الحسن بن مسلم از صفیہ بنت شیبہ روایت ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی مثل سنی ہے اور مجاہد نے کہا از طاؤس از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما: ان کے لوہاروں کے لیے اور ان کے گھروں کے لیے۔

(سنن ابوداؤد: ۲۰۱۸۔ ۲۴۸۰، سنن ترمذی: ۱۵۹۰، سنن نسائی: ۴۱۸۱۔ ۲۸۷۵۔ ۲۸۷۴، سنن ابن ماجہ: ۳۰۱۹، الادب المفرد: ۸۱۳، المعجم الکبیر: ۱۲۶۲۱، صحیح ابن حبان: ۳۶۷۸، مسند احمد ج ۱ ص ۲۵۹ طبع قدیم، مسند احمد: ۲۳۵۳۔ ج ۴ ص ۱۸۴، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید لابن جوزی: ۳۱۲۱)

اس حدیث کے رجال کا پہلے ذکر کیا جا چکا ہے۔

حضرت ابراہیم کا مکہ کو حرم بنانا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مدینہ کو حرم بنانا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مکہ حرم ہے یعنی جو کام دوسرے شہروں میں حلال ہیں وہ مکہ میں حرام ہیں، حدیث میں ہے:

حضرت زید بن عاصم بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک حضرت ابراہیم نے مکہ کو حرم بنایا اور وہاں کے رہنے والوں کے لیے دعا کی اور میں نے مدینہ کو حرم بنایا جیسے حضرت ابراہیم نے مکہ کو حرم بنایا تھا۔ الحدیث

(صحیح البخاری: ۲۱۲۹، صحیح مسلم: ۱۳۶۰)

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مکہ کو حرم بنایا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کی تبلیغ اور اشاعت کی، اکثر علماء نے یہ کہا ہے کہ مکہ شروع سے حرم تھا، لیکن اس کی تحریم مخفی تھی، پس حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کی تحریم کو ظاہر فرمایا۔

مکہ میں جو پودے از خود پیدا ہوتے ہیں ان کو کاٹنا حرام ہے اور جن سبزیوں کو لوگ کاشت کرتے ہیں ان کا کاٹنا جائز ہے، نیز اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اذخر گھاس کو قبروں میں استعمال کرنا جائز ہے، اسی طرح سناروں کے لیے بھی اس کو استعمال کرنا جائز ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۳۵۔ ۲۳۴، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۷۷- بَابُ هَلْ يُخْرَجُ الْمَيِّتُ مِنَ الْقَبْرِ وَاللَّحْدِ لِعِلَّةٍ؟

کیا کسی سبب کی وجہ سے میت کو قبر اور لحد سے نکالا جائے گا

۱۳۵۰ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ عَمْرٌو سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ اَتٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ اُبَيٍّ بَعْدَ مَا اُدْخِلَ حُفْرَتَهُ، فَاَمَرَ بِهٖ فَاُخْرِجَ، فَوَضَعَهُ عَلٰى رُكْبَتَيْهِ، وَنَفَثَ عَلَيْهِ مِنْ رِيْقِهٖ،

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی، عمرو نے کہا: میں نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے سنا کہ عبد اللہ بن ابی کی تدفین کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس گئے، پھر آپ کے حکم سے اس کو قبر سے نکالا گیا، آپ نے اس کو اپنے گھٹنوں

وَأَلْبَسَهُ قَمِيصَهُ، فَاللّٰهُ أَعْلَمُ، وَكَانَ كَسَا عَبَّاسًا قَمِيصًا. قَالَ سُفْيَانُ وَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ وَكَانَ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَمِيصَانِ، فَقَالَ لَهُ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ يَا رَسُولَ اللّٰهِ، أَلْبِسْ أَبِي قَمِيصَكَ الَّذِي يَلِي جِلْدَكَ. قَالَ سُفْيَانُ فَيُرَوْنَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلْبَسَ عَبْدَ اللّٰهِ قَمِيصَهُ، مُكَافَأَةً لِمَا صَنَعَ.

پر رکھا اور اس پر اپنا لعاب دہن ڈالا اور اس کو اپنی قمیص پہنائی، پس اللہ ہی زیادہ جاننے والا ہے، ابن ابی نے حضرت عباس کو قمیص پہنائی تھی (جب غزوۂ بدر میں حضرت عباس کو کسی کی قمیص پوری نہیں آ رہی تھی)' سفیان نے کہا: اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر دو قمیصیں تھیں' تو عبداللہ کے بیٹے نے کہا: یا رسول اللہ! میرے باپ کو وہ قمیص پہنچائیں جو آپ کے جسم کے ساتھ ملی ہوئی ہے' سفیان نے کہا: مسلمانوں کا یہ گمان تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ کو اس لیے قمیص پہنائی کہ اس نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو جو قمیص پہنائی تھی اس کا بدلہ ہو جائے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۲۷۰ میں گزر چکی ہے۔

باب کے عنوان سے اس حدیث کی مطابقت اس طرح ہے کہ عبداللہ بن ابی کی تدفین کے بعد اس کو قمیص پہنانے اور لعاب دہن عطا فرمانے کے لیے قبر سے نکالا گیا۔

۱۳۵۱ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ أَخْبَرَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ قَالَ حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ الْمُعَلِّمُ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ لَمَّا حَضَرَ أُحُدٌ، دَعَانِي أَبِي مِنَ اللَّيْلِ، فَقَالَ مَا أُرَانِي إِلَّا مَقْتُولًا فِي أَوَّلِ مَنْ يُقْتَلُ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَإِنِّي لَا أَتْرُكُ بَعْدِي أَعَزَّ عَلَيَّ مِنْكَ غَيْرَ نَفْسِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَإِنَّ عَلَيَّ دَيْنًا، فَاقْضِ، وَاسْتَوْصِ بِأَخَوَاتِكَ خَيْرًا. فَأَصْبَحْنَا فَكَانَ أَوَّلَ قَتِيلٍ، وَدُفِنَ مَعَهُ آخَرُ فِي قَبْرٍ، ثُمَّ لَمْ تَطِبْ نَفْسِي أَنْ أَتْرُكَهُ مَعَ الْآخَرِ، فَاسْتَخْرَجْتُهُ بَعْدَ سِتَّةِ أَشْهُرٍ، فَإِذَا هُوَ كَيَوْمِ وَضَعْتُهُ هُنَيَّةً، غَيْرَ أُذُنِهِ.

[طرف الحدیث: ۱۳۵۲] (سنن نسائی: ۲۰۲۰)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں بشر بن المفضل نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں حسین المعلم نے حدیث بیان کی از عطاء از حضرت جابر رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب غزوۂ احد پیش آیا تو میرے والد نے مجھے رات کو بلایا اور کہا: میرا یہی گمان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے جو شہید ہوں گے' میں ان میں سب سے پہلے شہید ہو جاؤں گا اور میں جن کو چھوڑ کر جاؤں گا' ان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مجھے سب سے زیادہ عزیز تم ہو' پس مجھ پر قرض ہے' سو تم میرا قرض ادا کر دینا اور تم اپنی بہنوں کے ساتھ نیک سلوک کرنا' پھر صبح ہوئی تو وہ سب سے پہلے شہید تھے اور ان کے ساتھ ایک اور شخص کو بھی قبر میں دفن کیا گیا' پھر میرا دل اس سے خوش نہیں ہوا کہ میں ان کو دوسرے شخص کے ساتھ رکھوں' پس میں نے چھ مہینے بعد ان کو اس قبر سے نکال لیا' پس وہ اسی طرح تھے جیسے اس وقت ان کو رکھا تھا' البتہ کان تھوڑا سا متغیر ہوا تھا۔

شہداء کے اجسام کو زمین نہیں کھاتی

امام مالک نے یہ روایت ذکر کی ہے کہ حضرت عمرو بن الجموح اور حضرت عبداللہ بن عمرو انصاری سلمی' ان دونوں کی قبروں کو سیلاب نے کھود ڈالا اور ان دونوں کی قبریں سیلاب کے قریب تھیں اور وہ دونوں ایک قبر میں تھے اور وہ دونوں غزوۂ اُحد میں شہید

ہوئے تھے پس ان کی قبروں کو کھودا گیا تا کہ انہیں دوسری جگہ منتقل کیا جائے پس ان دونوں میں کوئی تغیر نہیں ہوا تھا اور گویا کہ وہ دونوں کل فوت ہوئے تھے ان میں سے ایک کے زخم تھا اور اس کا ہاتھ اس کے زخم کے اوپر تھا' جس وقت اس کو دفن کیا گیا تو وہ اسی طرح تھا' اس کا ہاتھ اس کے زخم سے ہٹا کر پھر چھوڑا گیا تو پھر وہ لوٹ کر اپنی جگہ آ گیا' غزوۂ اُحد اور اس کی کھدائی کے دن کے درمیان چھیالیس سال کا عرصہ تھا۔ (موطأ امام مالک: ۱۰۴۴۔ کتاب الجہاد۔ باب: ۲۱ دار المعرفۃ بیروت)

علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں حضرت عمرو بن جموح کا ذکر ہے' یہ حضرت جابر کے والد کے دوست اور بہنوئی تھے' حضرت جابر ان کو تعظیماً چچا کہتے تھے' موطأ امام مالک کی اس حدیث میں ہے کہ ان کو چھیالیس سال کے بعد ان کی قبر سے منتقل کیا گیا اور صحیح بخاری: ۱۳۵۱ میں ہے' چھ ماہ بعد حضرت جابر نے اس قبر سے اپنے والد کو نکال لیا تھا۔

علامہ عینی لکھتے ہیں کہ حافظ ابن عبد البر نے کہا ہے کہ یہ دو مختلف واقعات ہیں' ہو سکتا ہے کہ پہلے حضرت جابر نے اپنے والد کو چھ ماہ بعد قبر سے نکالا ہو اور بعد میں چھیالیس سال بعد نکالا ہو' لیکن علامہ عینی نے کہا ہے کہ حافظ ابن عبد البر کی یہ توجیہ صحیح نہیں ہے' صحیح جواب یہ ہے کہ موطأ امام مالک کی حدیث بلاغات میں سے ہے اور یہ حدیث منقطع ہے اور امام بخاری کی حدیث متصل ہے' اس لیے وہ راجح ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۴۰' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابو عمر ابن عبد البر مالکی متوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ زمین شہداء کے اجسام کو نہیں کھاتی' ہو سکتا ہے کہ یہ کہا جائے کہ یہ شہداء اُحد کی خصوصیت ہے مگر ایسے آثار بھی ثابت ہیں' جو اس پر دلالت کرتے ہیں کہ شہداء اُحد کے علاوہ دوسرے شہداء کے اجسام کو بھی زمین نہیں کھاتی اور اس کا مشاہدہ بھی کیا گیا ہے۔ (الاستذکار ج ۱۴ ص ۳۴۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۱۴ھ)

۱۳۵۲ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَامِرٍ' عَنْ شُعْبَةَ' عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ' عَنْ عَطَاءٍ' عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ دُفِنَ مَعَ أَبِي رَجُلٌ' فَلَمْ تَطِبْ نَفْسِي حَتّٰى أَخْرَجْتُهُ' فَجَعَلْتُهُ فِي قَبْرٍ عَلٰى حِدَةٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سعید بن عامر نے حدیث بیان کی از شعبہ از ابن ابی نجیح از عطاء از حضرت جابر رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ میرے والد کے ساتھ ایک شخص کو دفن کیا گیا' پس میرا دل اس سے خوش نہیں ہوا' حتیٰ کہ میں نے اپنے والد کو نکال لیا' پس میں نے ان کو الگ قبر میں رکھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۳۵۱ میں گزر چکی ہے۔

۷۸ - بَابُ اللَّحْدِ وَالشَّقِّ فِي الْقَبْرِ — قبر کو لحد اور شق کی صورت میں بنانا

لحد کا معنی ہے: بغلی قبر' اور شق کا معنی ہے: ضریح' یعنی جو سیدھی قبر ہو اور قبر کی ایک جانب گڑھا نہ ہو' حدیث میں شق کا ذکر نہیں ہے اور اس عنوان کی حدیث کے ایک جز کے ساتھ مطابقت ہے۔

۱۳۵۳ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ شِهَابٍ' عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ' عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں اللیث بن سعد نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے ابن شہاب نے

اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْمَعُ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ مِنْ قَتْلَى أُحُدٍ، ثُمَّ يَقُوْلُ أَيُّهُمْ أَكْثَرُ أَخْذًا لِلْقُرْاٰنِ؟ فَإِذَا أُشِيْرَ لَهُ إِلٰى أَحَدِهِمَا قَدَّمَهُ فِي اللَّحْدِ، فَقَالَ أَنَا شَهِيْدٌ عَلٰى هٰؤُلَاءِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. فَأَمَرَ بِدَفْنِهِمْ بِدِمَائِهِمْ، وَلَمْ يُغَسِّلْهُمْ.

حدیث بیان کی از عبد الرحمان بن کعب بن مالک از حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم شہداء اُحد میں سے دو مردوں کو ایک قبر میں جمع کرتے تھے' پھر آپ فرماتے: ان میں سے کس کو قرآن زیادہ یاد ہے؟ پس جب ان میں سے کسی ایک کی طرف اشارہ کیا جاتا تو آپ اس کو پہلے لحد میں رکھتے' پھر فرماتے: میں قیامت کے دن ان لوگوں کا گواہ ہوں گا' پھر آپ نے حکم دیا کہ ان لوگوں کو ان کے خونوں کے ساتھ دفن کر دیا جائے اور ان کو غسل نہیں دیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۳۴۳ میں گزر چکی ہے۔

٧٩ - بَابٌ إِذَا أَسْلَمَ الصَّبِيُّ فَمَاتَ، هَلْ يُصَلّٰى عَلَيْهِ، وَهَلْ يُعْرَضُ عَلَى الصَّبِيِّ الْإِسْلَامُ؟

جب بچہ اسلام لے آئے' پس فوت ہو جائے تو کیا اس کی نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی؟ اور کیا بچہ کے اوپر اسلام کو پیش کیا جائے گا؟

امام بخاری نے اس باب میں دو عنوان قائم کیے ہیں' پہلا عنوان یہ ہے کہ جب بچہ مسلمان ہو جائے اور بالغ ہونے سے پہلے فوت ہو جائے تو آیا اس کی نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی یا نہیں؟

اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے' اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جو بچہ اسلام میں پیدا ہوا' اس کی نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی کیونکہ وہ اپنے ماں باپ کے دین پر ہے' اور دوسرا عنوان ہے: کیا بچہ پر اسلام پیش کیا جائے گا؟

مشرکین کی اولاد کی نمازِ جنازہ پڑھنے میں مذاہب ائمہ

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

المدونہ میں مذکور ہے کہ اس کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھی جائے گی' سوا اس صورت کے کہ اس کا صاحبِ عقل ہونا معروف ہو اور وہ اسلام کو قبول کرے اور یہ امام مالک کا مشہور مذہب ہے اور الہدایہ کی شرح میں مذکور ہے کہ جب کوئی بچہ قید کر لیا جائے اور اس کے ساتھ اس کے ماں باپ میں سے کوئی ایک ہو' پھر وہ مر جائے تو اس کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھی جائے گی حتیٰ کہ وہ شعور کی حالت میں اسلام کو قبول کرے یا اس کے ماں باپ میں سے کوئی اسلام لے آئے اور امام شافعی کے نزدیک اس کو مسلمان قرار دیا جائے گا اور بچہ ماں باپ کے اچھے دین کے تابع ہوتا ہے اور المغنی میں مذکور ہے کہ مشرکین کی اولاد کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھی جائے گی سوائے اس صورت کے کہ اس کے ماں باپ میں سے کوئی ایک مسلمان ہو جائے۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۴۳ ملخصاً)

امام بخاری نے دوسرا عنوان یہ قائم کیا ہے کہ کیا بچے پر اسلام پیش کیا جائے گا اور اگر بچہ بلوغت کے قریب ہو تو اس پر اسلام کو پیش کرنا صحیح ہے' امام ابو حنیفہ اور امام مالک کا یہی مذہب ہے اور امام شافعی کا اس میں اختلاف ہے۔

وَقَالَ الْحَسَنُ، وَشُرَيْحٌ، وَإِبْرَاهِيْمُ، وَقَتَادَةُ إِذَا أَسْلَمَ أَحَدُهُمَا فَالْوَلَدُ مَعَ الْمُسْلِمِ.

اور حسن بصری اور شریح اور ابراہیم اور قتادہ نے یہ کہا ہے کہ جب ماں باپ میں سے کوئی ایک مسلمان ہو جائے تو بچہ مسلمان

کے ساتھ ہوگا۔

یہ تعلیق امام بخاری کے دوسرے عنوان کے موافق ہے' حسن بصری اور قاضی شریح کا قول سنن بیہقی میں مذکور ہے اور ابراہیم اور قتادہ کا قول مصنف عبد الرزاق میں مذکور ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۴۳)

وَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا مَعَ أُمِّهِ مِنَ الْمُسْتَضْعَفِينَ، وَلَمْ يَكُنْ مَعَ أَبِيهِ عَلٰى دِيْنِ قَوْمِهِ.

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ضعیف لوگوں میں اپنی ماں کے ساتھ تھے اور اپنی قوم کے دین پر اپنے باپ کے ساتھ نہیں تھے۔

اس تعلیق کی اصل عنقریب' صحیح البخاری: ۱۳۵۷ میں آ رہی ہے۔

اس تعلیق میں ''المستضعفین'' (ضعیف لوگوں) سے مراد وہ ہیں جن کا ذکر اس آیت میں ہے:

إِلَّا الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ حِيْلَةً وَّلَا يَهْتَدُوْنَ سَبِيْلًا ۝ (النساء: ۹۸)

مگر جو مرد' عورتیں اور بچے واقعی بے بس ہوں' ہجرت کرنے کی طاقت نہ رکھتے ہوں' نہ وہ کسی تدبیر پر عمل کرنے کی طاقت رکھتے ہوں اور نہ انہیں کسی راستہ کا علم ہو (ان پر ہجرت فرض نہیں ہے) ۝

اس آیت میں ان مردوں' عورتوں اور بچوں کو ہجرت سے مستثنیٰ کرنے کا بیان ہے' جو ہجرت کے وسائل سے محروم ہوں اور راستہ سے بھی بے خبر ہوں' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میں اور میری ماں ''مستضعفین'' میں سے تھے' میں بچوں میں سے تھا اور میری ماں عورتوں میں سے تھیں' یہ وہ لوگ تھے جو مکہ میں اسلام لائے تھے اور مشرکین نے ان کو ہجرت کرنے سے روک دیا تھا' پس وہ بہت ضعیف تھے اور مشرکین کی شدید اذیت کو برداشت کرتے تھے' اور حضرت ابن عباس اپنے والد کے ساتھ نہ تھے کیونکہ وہ اس وقت اپنی قوم کے مشرکین کے دین پر تھے' یہ امام بخاری کا کلام ہے اور یہ کلام اس پر مبنی ہے کہ حضرت عباس غزوۂ بدر کے بعد اسلام لائے تھے' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ امام ابن سعد نے یہ روایت ذکر کی ہے کہ حضرت عباس ہجرت سے پہلے اسلام لائے تھے اور کسی مصلحت کی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے مکہ میں ٹھہرے رہے تھے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کی سند میں الکلبی ہے اور وہ متروک ہے' نیز یہ روایت اس وجہ سے بھی مسترد کی گئی ہے کہ حضرت عباس بدر میں قید کیے گئے تھے اور انہوں نے اپنا فدیہ دیا تھا' جیسا کہ ان شاء اللہ عنقریب کتاب المغازی میں آئے گا' نیز اس روایت کا رد اس آیت سے بھی ہوتا ہے جو ''مستضعفین'' کے متعلق نازل ہوئی ہے' کیونکہ یہ آیت غزوۂ بدر کے بعد نازل ہوئی ہے' حضرت عباس بدر میں قید کیے گئے تھے اور اس کے بعد اسلام لائے تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۴۴)

وَقَالَ الْإِسْلَامُ يَعْلُوْ وَلَا يُعْلٰى.

اور آپ نے فرمایا: اسلام غالب رہتا ہے اور مغلوب نہیں ہوتا۔

اس تعلیق کی اصل درج ذیل حدیث میں ہے:

عائذ بن عمر المزنی بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسلام غالب رہتا ہے مغلوب نہیں ہوتا۔

(سنن دار قطنی: ۳۵۶۴۔ ج ۳ ص ۱۸۱' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۲ھ)

۱۳۵۴ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ، عَنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان

يُونُسَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ، أَنَّ عُمَرَ انْطَلَقَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَهْطٍ قِبَلَ ابْنِ صَيَّادٍ، حَتّٰى وَجَدُوْهُ يَلْعَبُ مَعَ الصِّبْيَانِ، عِنْدَ أُطُمِ بَنِي مَغَالَةَ، وَقَدْ قَارَبَ ابْنُ صَيَّادٍ الْحُلُمَ، فَلَمْ يَشْعُرْ حَتّٰى ضَرَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ، ثُمَّ قَالَ لِابْنِ صَيَّادٍ تَشْهَدُ أَنِّي رَسُوْلُ اللّٰهِ؟ فَنَظَرَ إِلَيْهِ ابْنُ صَيَّادٍ فَقَالَ أَشْهَدُ أَنَّكَ رَسُوْلُ الْأُمِّيِّيْنَ. فَقَالَ ابْنُ صَيَّادٍ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَشْهَدُ أَنِّي رَسُوْلُ اللّٰهِ؟ فَرَفَضَهُ وَقَالَ آمَنْتُ بِاللّٰهِ وَبِرُسُلِهِ. فَقَالَ لَهُ مَاذَا تَرٰى؟ فَقَالَ ابْنُ صَيَّادٍ يَأْتِيْنِي صَادِقٌ وَكَاذِبٌ. فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُلِطَ عَلَيْكَ الْأَمْرُ. ثُمَّ قَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي قَدْ خَبَأْتُ لَكَ خَبِيْئًا. فَقَالَ ابْنُ صَيَّادٍ هُوَ الدُّخُّ. فَقَالَ اِخْسَأْ، فَلَنْ تَعْدُوَ قَدْرَكَ. فَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ دَعْنِي يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَضْرِبْ عُنُقَهُ. فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنْ يَكُنْهُ فَلَنْ تُسَلَّطَ عَلَيْهِ، وَإِنْ لَمْ يَكُنْهُ فَلَا خَيْرَ لَكَ فِي قَتْلِهِ. [اطراف الحدیث:۳۰۵۵-۶۱۷۳-۶۶۱۸]

کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی از یونس از الزہری، انہوں نے کہا: مجھے سالم بن عبد اللہ نے خبر دی کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ان کو خبر دی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور چند مسلمان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ابن صیاد کی طرف گئے حتیٰ کہ اس کو اس حال میں دیکھا کہ وہ بچوں کے ساتھ بنی مغالہ کے مکانوں کے پاس کھیل رہا تھا، اور اس وقت ابن صیاد بلوغت کے قریب تھا، اس کو پتا نہیں چلا حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر اپنا ہاتھ مارا، پھر آپ نے ابن صیاد سے فرمایا: کیا تم شہادت دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ ابن صیاد نے آپ کی طرف دیکھا، پھر کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ امیین (ان پڑھ لوگوں) کے رسول ہیں، پھر ابن صیاد نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: کیا آپ گواہی دیتے ہیں کہ میں اللہ کا رسول ہوں، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو چھوڑ دیا، اور فرمایا: میں اللہ پر ایمان لاتا ہوں اور اس کے تمام رسولوں پر، پھر آپ نے اس سے پوچھا: تم کیا دیکھتے ہو؟ تو ابن صیاد نے کہا: میرے پاس صادق اور کاذب (خبریں) آتی ہیں، تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم پر معاملہ مشتبہ ہو گیا ہے، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: میں نے تمہارے لیے ایک بات چھپائی ہے (بتاؤ! وہ کیا ہے) ابن صیاد نے کہا: وہ الدخ ہے، آپ نے فرمایا: دفع ہو جا! تو اپنی حد سے تجاوز نہیں کر سکتا، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! مجھے اجازت دیں میں اس کی گردن اڑا دوں! پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر یہ وہی ہے (یعنی دجال) تو تم اس پر مسلط نہیں ہو، اور اگر یہ وہ نہیں ہے تو پھر اس کو قتل کرنے میں تمہارے لیے کوئی خیر نہیں ہے۔

(صحیح مسلم: ۲۹۳۰، الرقم المسلسل: ۷۲۲۱، سنن ابوداؤد: ۴۳۳۳، سنن ترمذی: ۲۲۳۵، مصنف عبد الرزاق: ۲۰۸۱۷، صحیح ابن حبان: ۶۷۸۵، الادب المفرد: ۹۵۸، شرح السنۃ: ۴۲۷۰، المعجم الکبیر: ۱۳۱۳۸-۱۳۱۳۶، سند احمد ج ۲ ص ۱۴۸ طبع قدیم، مسند احمد: ۶۳۶۰، ج ۱۰ ص ۴۲۹-۴۲۸، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید لابن جوزی: ۳۶۳۰، مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبدان، یہ عبد اللہ بن عثمان کا لقب ہے (۲) عبد اللہ بن المبارک (۳) یونس بن یزید (۴) محمد بن مسلم الزہری (۵) سالم بن عبد اللہ بن عمر (۶) حضرت عبد اللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۴۵)

مشکل الفاظ کے معانی اور ابن صیاد کے دعویٰ نبوت کا بطلان

اس حدیث میں ''رھط'' کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: تین سے لے کر دس تک لوگ۔
اس حدیث میں ''ابن صیّاد'' کا لفظ ہے یہ یہود سے تھا اور یہ بنو النجار کے خلفاء میں سے تھا۔
اس میں ''اطم'' کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: قلعہ کی طرح پتھر سے بنے ہوئے مضبوط مکان اس کی جمع ''اطام'' ہے۔
''بنو مغالۃ'' مغالہ ایک عورت کا نام ہے جس کی طرف یہ لوگ منسوب تھے یہ عدی بن عمرو بن مالک بن النجار کی بیوی تھی۔
''الامیین'' جو لوگ امۃ العرب کی طرف منسوب ہوں یہ لوگ لکھتے پڑھتے نہیں تھے ایک قول یہ ہے کہ جو لوگ اپنی ماں سے ولادت کے طریقہ پر ہوں اور لکھتے نہ ہوں ایک قول یہ ہے کہ جو لوگ ام القریٰ کے رہنے والے ہوں۔
تم پر معاملہ مشتبہ ہو گیا ہے: تم پر جو جھوٹی باتیں القاء کی جاتی ہیں وہ تمہاری طرف شیطان القاء کرتا ہے۔
میں نے تمہارے لیے ایک بات چھپائی ہے: میں نے تمہیں آزمانے کے لیے یا تمہارے بطلان کو ظاہر کرنے کے لیے سورۃ الدخان کی یہ آیت چھپائی ہے: ''يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُّبِينٍ O'' (الدخان:۱۰) الداؤدی نے کہا: آپ کے ہاتھ میں سورۃ الدخان لکھی ہوئی تھی۔ ابن قرقول نے کہا: ابن الصیاد اس آیت تک نہیں پہنچ سکا یا اس پر پورا لفظ ''الدخان'' منکشف نہیں ہو سکا اس لیے اس نے کہا: وہ ''الدخ'' ہے۔ اس پر اعتراض ہے کہ نبی ﷺ نے اس آیت کو اپنے دل میں چھپایا تھا تو ابن صیاد کو ''دخ'' کا بھی کیسے پتا چل گیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ نبی ﷺ نے اپنے اصحاب کو چپکے سے بتایا تھا کہ میں نے یہ آیت چھپائی ہے تاکہ ان کو بھی شرح صدر ہو جائے کہ ابن صیاد کو اس کا پتا نہیں چل سکا شیطان نے اس آیت میں سے ''دخ'' کا لفظ سن لیا اور وہ ابن صیاد کو بتا دیا تو ابن صیاد نے کہا: آپ نے ''الدخ'' کو چھپایا ہے اور جب وہ آپ کے دل کی بات پر مطلع نہ ہو سکا تو اس کو اپنی نبوت کا جو زعم تھا وہ باطل ہو گیا اس لیے آپ نے فرمایا: دفع ہو جا! تو اپنی حد سے تجاوز نہیں کر سکتا۔

(عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۴۶-۲۴۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ ھ)

ابن صیاد کے دجال ہونے یا نہ ہونے کے متعلق علماء کے اقوال اور ان کے دلائل

علامہ یحییٰ بن شرف النووی متوفی ۶۷۶ ھ لکھتے ہیں:
اس میں اختلاف ہے کہ دجال ابن صیاد ہے یا کوئی اور ہے بعض علماء کا یہ خیال ہے کہ ابن صیاد ہی دجال ہے ان کی دلیل یہ حدیث ہے:
حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے ہم چند بچوں کے پاس سے گزرے جن میں ابن صیاد بھی تھا بچے بھاگ گئے اور ابن صیاد بیٹھا رہا رسول اللہ ﷺ نے اس کو ناپسند کیا پس نبی ﷺ نے اس سے فرمایا: تیرے ہاتھ خاک آلود ہوں کیا تو یہ گواہی دیتا ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں اس نے کہا: نہیں! بلکہ آپ یہ گواہی دیتے ہیں کہ میں اللہ کا رسول ہوں پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! مجھے اجازت دیں کہ میں اس کو قتل کر دوں؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر یہ وہی ہے جو تمہارا خیال ہے تو تم اس کو قتل نہیں کر سکو گے۔ (صحیح مسلم: ۲۹۲۴ الرقم المسلسل: ۷۲۱۱)
علامہ نووی نے کہا ہے کہ ابن صیاد کا قصہ مشکل ہے اور اس کا معاملہ مشتبہ ہے آیا یہ وہی مشہور مسیح دجال ہے یا اس کا غیر ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ دجالوں میں سے ایک دجال تھا۔
علماء نے کہا ہے کہ اس باب کی ظاہر احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نبی ﷺ کی طرف یہ وحی نہیں کی گئی تھی کہ ابن صیاد مسیح

الدجال ہے نہ اس کا غیر ہے آپ کی طرف صرف دجال کی صفات کی وحی کی گئی تھی اور ابن صیاد میں قرائن محتملہ تھے اس وجہ سے نبی ﷺ نے قطعی طور پر یہ نہیں کہا کہ یہ دجال ہے نہ یہ کہا کہ یہ اس کا غیر ہے اسی وجہ سے آپ نے حضرت عمر رضی اللہ سے یہ فرمایا کہ اگر یہ وہی ہے تو تم اس کے قتل کی طاقت نہیں رکھتے۔

رہا یہ استدلال کہ ابن صیاد مسلمان تھا اور دجال کافر ہے اور یہ کہ دجال کی اولاد نہیں ہوگی اور اس کی اولاد ہوئی اور یہ کہ دجال مکہ اور مدینہ میں داخل نہیں ہوگا اور ابن صیاد مدینہ میں داخل ہوا اور وہ مکہ کی طرف متوجہ ہوا سو اس میں کوئی دلیل نہیں ہے کیونکہ نبی ﷺ نے اس کے فتنہ کے وقت اور اس کے زمین میں نکلنے کے وقت اس کی خبر دی ہے اور ابن صیاد کا واقعہ اس سے پہلے کا ہے۔

ابن صیاد کا اسلام کا اظہار کرنا اور اس کا حج کرنا اور اس کا جہاد کرنا اس میں یہ تصریح نہیں ہے کہ وہ دجال کا غیر ہے۔ الخطابی نے کہا ہے کہ ابن صیاد کے بڑے ہونے کے بعد متقدمین کا اس کے متعلق اختلاف ہے ایک قول یہ ہے کہ اس نے نبوت کے قول سے توبہ کر لی تھی اور مدینہ میں مرگیا تھا۔

الخطابی نے کہا کہ حضرت ابن عمر اور حضرت جابر رضی اللہ عنہم حلف اٹھا کر کہتے تھے کہ ابن صیاد ہی دجال ہے اور وہ اس میں شک نہیں کرتے تھے حضرت جابر سے کہا گیا کہ وہ اسلام لے آیا تھا انہوں نے کہا: خواہ وہ اسلام لے آیا ہو ان سے کہا گیا: وہ مدینہ میں تھا اور مکہ میں داخل ہوا انہوں نے کہا: خواہ وہ مکہ میں داخل ہو گیا ہو۔

امام ابوداؤد نے اپنی سنن میں سند صحیح کے ساتھ یہ روایت ذکر کی ہے کہ یوم حرہ میں ہم نے ابن صیاد کو گم پایا۔
(سنن ابوداؤد: ۴۳۳۲)

اس سے وہ روایت باطل ہو جاتی ہے کہ ابن صیاد مدینہ میں مرا تھا اور اس کی نماز جنازہ پڑھی گئی تھی۔

امام ابوداؤد نے سند صحیح کے ساتھ یہ روایت ذکر کی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ یہ کہتے تھے: اللہ کی قسم! مجھے یہ شک نہیں ہے کہ ابن صیاد ہی مسیح دجال تھا۔ (سنن ابوداؤد: ۴۳۳۰)

امام بیہقی نے اپنی کتاب "البعث والنشور" میں کہا ہے کہ لوگوں کا ابن صیاد کے معاملہ میں بہت زیادہ اختلاف ہے کہ آیا وہ دجال تھا یا نہیں؟

ابن صیاد کو نبی ﷺ نے قتل کیوں نہیں کیا جب کہ اس نے آپ کے سامنے دعویٰ نبوت کیا تھا؟

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ابن صیاد نے نبی ﷺ کے سامنے نبوت کا دعویٰ کیا تو پھر آپ نے اس کو قتل کیوں نہیں کیا؟ امام بیہقی وغیرہ نے اس کے دو جواب دیئے ہیں:

(۱) وہ اس وقت بالغ نہیں تھا اس جواب کو قاضی عیاض نے بھی اختیار کیا ہے۔

(۲) ابن صیاد اس زمانہ میں تھا جب یہودیوں سے آپ کی صلح تھی اور وہ آپ کے حلیف تھے۔

علامہ خطابی نے معالم السنن میں اسی جواب پر اعتماد کیا ہے کیونکہ نبی ﷺ جب مدینہ میں آئے تو آپ کے اور یہودیوں کے درمیان صلح نامہ لکھا گیا کہ وہ ایک دوسرے کے خلاف کسی کو نہیں بھڑکائیں گے اور ان کے معاملات کو ان پر چھوڑ دیں گے اور ابن صیاد ان ہی میں سے تھا۔

آیت دخان کو دل میں چھپانے کی توجیہ

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ نبی ﷺ نے اپنے دل میں آیت دخان کو چھپا کر اس کا امتحان لیا تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ نبی ﷺ

کے پاس یہ خبریں پہنچتی تھیں کہ وہ علم غیب کا دعویٰ کرتا ہے' تو آپ نے اس کا امتحان لیا تا کہ آپ پر حقیقتِ حال منکشف ہو جائے' اور آپ صحابہ کرام پر یہ ظاہر کر دیں کہ اس کا غیب جاننے کا دعویٰ باطل ہے اور وہ کاہن اور ساحر ہے' اس کے پاس شیطان آتا ہے اور اس کی زبان پر وہ باتیں ڈالتا ہے جو شیطان اپنے کاہنوں کی طرف ڈالتے ہیں' پس آپ نے اپنے دل میں یہ آیت چھپائی: ''فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍO'' (الدخان:۱۰) اور فرمایا: میں نے تمہارے لیے ایک بات چھپائی ہے' اس نے کہا: وہ ''الدخ'' ہے' تب نبی ﷺ نے فرمایا: دفع ہو! تو اپنی حد سے تجاوز نہیں کر سکتا' یعنی تو کاہنوں کے درجہ سے نہیں بڑھ سکتا جس طرح شیاطین لمبی چوڑی بات کا صرف ایک لفظ کاہنوں کے دل میں ڈال دیتے ہیں' سو تیرا معاملہ بھی ایسا ہی ہے۔ اس کے برخلاف انبیاء علیہم السلام کی طرف اللہ تعالیٰ علم غیب کی وحی نازل فرماتا ہے اور وہ وحی واضح اور کامل ہوتی ہے' اسی طرح اولیاء اللہ کی طرف بھی اللہ تعالیٰ غیب کا الہام فرماتا ہے اور ان کو بھی غیب کا مکمل کشف ہو جاتا ہے' پس ابن صیاد انبیاء علیہم السلام کے درجہ تک تو کیا پہنچتا وہ تو اولیاء اللہ کے درجہ تک بھی نہیں پہنچا تھا' وہ صرف کاہن تھا' اس سے زیادہ کچھ نہیں تھا۔ (معالم السنن ج ۴ ص ۳۲۳۔ ۳۲۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ حضرت عمر نے حلف اٹھا کر جو کہا تھا کہ ابن صیاد ہی دجال ہے تو اس سے یہ معلوم ہوا کہ آدمی اپنے گمان پر قسم کھا سکتا ہے کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا گمان یہ تھا کہ ابن صیاد ہی دجال ہے اور انہوں نے اس پر قسم کھائی۔

(صحیح مسلم بشرح النووی ج ۱۱ ص ۷۱۷۶۔ ۷۱۷۲' ملخصاً' مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

* باب مذکور کی یہ حدیث' شرح صحیح مسلم: ۷۲۲۶۔ ج ۷ ص ۸۰۳ پر مذکور ہے۔ اس کی شرح کے عنوان درج ذیل ہیں:
(۱) ابن صیاد کا بیان (۲) ابن صیاد کے متعلق علماء اسلام کی آراء (۳) دعویٰ نبوت کے باوجود ابن صیاد کو قتل نہ کرنے کی وجہ (۴) ابن صیاد سے نبی ﷺ کے امتحان کی وضاحت (۵) ابن صیاد کی اصلیت میں نبی ﷺ کے اشتباہ کی تحقیق (۶) دجال کے متعلق علماء اسلام کے نظریات۔

۱۳۵۵ - وَقَالَ سَالِمٌ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ اِنْطَلَقَ بَعْدَ ذٰلِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ' اِلَى النَّخْلِ الَّتِيْ فِيْهَا ابْنُ صَيَّادٍ' وَهُوَ يَخْتِلُ اَنْ يَّسْمَعَ مِنِ ابْنِ صَيَّادٍ شَيْئًا' قَبْلَ اَنْ يَّرَاهُ ابْنُ صَيَّادٍ' فَرَاٰهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُضْطَجِعٌ' يَعْنِيْ فِيْ قَطِيْفَةٍ' لَهٗ فِيْهَا رَمْزَةٌ اَوْ زَمْرَةٌ' فَرَاَتْ اُمُّ ابْنِ صَيَّادٍ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' وَهُوَ يَتَّقِيْ بِجُذُوْعِ النَّخْلِ' فَقَالَتْ لِابْنِ صَيَّادٍ يَا صَافِ' وَهُوَ اسْمُ ابْنِ صَيَّادٍ' هٰذَا مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' فَثَارَ ابْنُ صَيَّادٍ' فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ تَرَكَتْهُ بَيَّنَ. وَقَالَ شُعَيْبٌ فِيْ حَدِيْثِهٖ فَرَفَصَهٗ' رَمْرَمَةٌ اَوْ زَمْزَمَةٌ. وَقَالَ عُقَيْلٌ رَمْرَمَةٌ. وَقَالَ مَعْمَرٌ رَمْزَةٌ.

اور سالم نے کہا: میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا' وہ بیان کرتے تھے کہ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ ان کھجور کے درختوں کی طرف گئے' جن میں ابن صیاد تھا اور آپ یہ حیلہ کر رہے تھے کہ ابن صیاد کے دیکھنے سے پہلے اس کی کوئی بات سن لیں' پس نبی ﷺ نے اس کو دیکھا' وہ ایک چادر اوڑھ کر لیٹا ہوا تھا' اس میں اس کی گنگناہٹ کی آواز آ رہی تھی' ابن صیاد کی ماں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھ لیا' اس وقت آپ کھجور کے درختوں کی آڑ میں چھپے ہوئے تھے' اس نے ابن صیاد سے کہا: ''یا صاف'' اور یہ ابن صیاد کا نام ہے' اس کی ماں نے کہا: یہ محمد (ﷺ) ہیں' پس ابن صیاد فوراً اٹھ کر کھڑا ہو گیا' تب نبی ﷺ نے فرمایا: اگر وہ ابن صیاد کو چھوڑ دیتی تو اس کا معاملہ منکشف ہو جاتا' اور شعیب نے اپنی حدیث میں کہا: پھر آپ نے اس کو چھوڑ دیا۔ ''رمرمۃ'' یا ''زمزمۃ'' اور عقیل نے کہا:

[اطراف الحدیث:۲۶۳۸-۳۰۳۲-۳۰۵۶-۶۱۷۴] "زمرمة" اور معمر نے کہا: "رمزة"۔

حدیث کے اس ٹکڑے کو صرف امام بخاری نے روایت کیا ہے۔

بعض الفاظ کے معانی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس سے پہلے جو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ذکر کی گئی تھی' یہ اس کا تتمہ ہے۔

اس میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بعد حضرت ابی بن کعب کے ساتھ گئے' یعنی پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دیگر چند اصحاب کے ساتھ ابن صیاد کی طرف گئے تھے' اس کے بعد حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے ساتھ کھجور کے درختوں کی طرف گئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت یہ حیلہ کر رہے تھے کہ چپکے سے ابن صیاد کا کلام سنیں تاکہ معلوم ہو جائے کہ وہ ساحر ہے یا کاہن ہے' اس وقت ابن صیاد ایک چادر اوڑھ کر لیٹا ہوا تھا۔

اس حدیث میں "رمزة" یا "زمرة" کا لفظ ہے' اور عقیل نے کہا: "زمرمة" اس کا معنی ہے: کلام خفی' یعنی اس کے ہونٹوں اور نتھنوں سے گنگناہٹ کی آواز نکل رہی تھی۔

١٣٥٦ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، وَهُوَ ابْنُ زَيْدٍ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ كَانَ غُلَامٌ يَهُودِيٌّ يَخْدُمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَرِضَ، فَأَتَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُودُهُ، فَقَعَدَ عِنْدَ رَأْسِهِ، فَقَالَ لَهُ أَسْلِمْ فَنَظَرَ إِلَى أَبِيهِ وَهُوَ عِنْدَهُ، فَقَالَ لَهُ أَطِعْ أَبَا الْقَاسِمِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَسْلَمَ، فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَقُولُ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَنْقَذَهُ مِنَ النَّارِ. [طرف الحدیث:۵۶۵۶]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی اور وہ ابن زید ہیں' از ثابت از حضرت انس رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ ایک یہودی لڑکا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کرتا تھا' پس وہ بیمار ہو گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کی عیادت کرنے کے لیے گئے' پس آپ اس کے سر کے پاس بیٹھ گئے' آپ نے اس سے فرمایا: اسلام قبول کر لو' اس کا باپ بھی اس کے پاس تھا' سو اس لڑکے نے اپنے باپ کی طرف دیکھا' اس کے باپ نے کہا: ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم مانو' سو وہ اسلام لے آیا' پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے نکلے' اس وقت آپ فرما رہے تھے: اللہ کا شکر ہے جس نے اس کو دوزخ سے نجات دے دی۔

(مسند ابو یعلیٰ: ۳۳۵۰' صحیح ابن حبان: ۲۹۶۰' تاریخ بغداد ج ۲ ص ۲۰۸' مسند احمد ج ۳ ص ۲۸۰ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۲۷۹۲ ج ۲۰ ص ۱۸۶-۱۸۷' مؤسسۃ الرسالۃ بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ۵۳۴ مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

کافر سے اور نو عمر لڑکوں سے خدمت لینا اور اگر وہ بیمار ہوں تو ان کی عیادت کرنا اور ان کو اسلام کی تبلیغ کرنا

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لڑکے کے باپ کے سامنے اس کو اسلام کی دعوت دی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر یہ فرض کیا ہے کہ آپ اللہ کے بندوں کو اسلام کی دعوت دیں' اور اس فرض کی ادائیگی میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا خوف نہ کریں۔

اس حدیث میں اہل ذمہ کی عیادت کا ثبوت ہے' خصوصاً جب وہ ذمی پڑوسی ہو' کیونکہ اس میں محاسن اسلام کا اظہار ہے اور ان کے ساتھ زیادہ الفت کا اظہار ہے تاکہ وہ اسلام کے قبول کرنے میں رغبت کریں۔

اس حدیث میں کافر سے اور لڑکوں سے خدمت لینے کا ثبوت ہے اور اس میں بچوں اور لڑکوں پر اسلام پیش کرنے کا ثبوت ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کا شکر ہے جس نے اس کو دوزخ سے نجات دی' اس سے معلوم ہوا کہ جس کو کفر اور اسلام کا پتا ہو' اس کے باوجود وہ کفر پر برقرار رہے تو وہ دوزخ کی آگ کا مستحق ہوتا ہے۔

١٣٥٧ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ قَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُولُ كُنْتُ اَنَا وَاُمِّيْ مِنَ الْمُسْتَضْعَفِيْنَ' اَنَا مِنَ الْوِلْدَانِ وَاُمِّيْ مِنَ النِّسَاءِ.

[اطراف الحدیث: ۴۵۸۷-۴۵۸۸-۴۵۹۷] (صحیح مسلم: ۱۲۹۳' الرقم المسلسل: ۳۰۶۸' سنن ابوداؤد: ۱۹۳۹' سنن نسائی: ۳۰۳۲)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ عبید اللہ نے بیان کیا کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میں اور میری والدہ ضعیف لوگوں میں سے تھے' میں بچوں میں سے تھا اور میری والدہ عورتوں میں سے تھیں۔

اس سے پہلے امام بخاری نے اس حدیث کو تعلیقاً ذکر کیا تھا اور وہاں اس کی شرح گزر چکی ہے۔ (دیکھئے چند صفحات قبل باب: ۷۹)

١٣٥٨ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ' يُصَلّٰى عَلٰى كُلِّ مَوْلُوْدٍ مُتَوَفًّى وَاِنْ كَانَ لِغَيَّةٍ' مِنْ اَجْلِ اَنَّهٗ وُلِدَ عَلٰى فِطْرَةِ الْاِسْلَامِ' يَدَّعِيْ اَبَوَاهُ الْاِسْلَامَ' اَوْ اَبُوْهُ خَاصَّةً' وَاِنْ كَانَتْ اُمُّهٗ عَلٰى غَيْرِ الْاِسْلَامِ' اِذَا اسْتَهَلَّ صَارِخًا صُلِّيَ عَلَيْهِ' وَلَا يُصَلّٰى عَلٰى مَنْ لَا يَسْتَهِلُّ' مِنْ اَجْلِ اَنَّهٗ سِقْطٌ' فَاِنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ كَانَ يُحَدِّثُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ مَوْلُوْدٍ اِلَّا يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ' فَاَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهٖ اَوْ يُنَصِّرَانِهٖ اَوْ يُمَجِّسَانِهٖ' كَمَا تُنْتَجُ الْبَهِيْمَةُ بَهِيْمَةً جَمْعَاءَ' هَلْ تُحِسُّوْنَ فِيْهَا مِنْ جَدْعَاءَ. ثُمَّ يَقُوْلُ اَبُوْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ ﴿فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا﴾ (الروم: ۳۰) الْاٰيَةَ.

[اطراف الحدیث: ۱۳۵۹-۱۳۸۵-۴۷۷۵-۶۵۹۹]

(اس حدیث کو صرف امام بخاری نے روایت کیا ہے)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی' انہوں نے بیان کیا کہ ابن شہاب ہر فوت شدہ بچہ کی نماز جنازہ پڑھتے تھے خواہ وہ کسی طوائف کا بچہ ہو کیونکہ وہ بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوا ہے' اس کے ماں باپ اسلام کے مدعی ہیں یا خصوصاً اس کا باپ' خواہ اس کی ماں اسلام کے علاوہ کسی اور دین پر ہو' جب بچہ پیدا ہونے کے بعد آواز سے روئے گا تو اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی اور جو پیدا ہونے کے بعد آواز سے نہیں روئے گا' اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی' کیونکہ ہوسکتا ہے کہ وہ ناتمام بچہ ہو کیونکہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ یہ حدیث بیان کرتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے' پھر اس کے ماں باپ اس کو یہودی بنا دیتے ہیں یا نصرانی بنا دیتے ہیں یا مجوسی بنا دیتے ہیں' جیسے چوپائے ہیں سب مکمل جسم کے ساتھ پیدا ہوتے ہیں' کیا تم ان میں سے کسی کو کن کٹا یا نکٹا دیکھتے ہو' پھر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ آیت پڑھی: اللہ نے جس فطرت (بناوٹ) پر لوگوں کو پیدا کیا ہے۔ (الروم: ۳۰)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابوالیمان الحکم بن نافع الحمصی (۲) شعیب بن ابی حمزہ الحمصی (۳) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (۴) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۶۸)

حدیث مذکور میں فطرت کے متعدد معانی اور ان پر حافظ ابن عبد البر کے اعتراضات اور مصنف کے نزدیک فطرت کا محمل

حافظ ابو عمر ابن عبد البر مالکی متوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں:

ایک قوم نے کہا ہے کہ فطرت سے مراد یہاں پر وہ خلقت ہے جس پر مولود پیدا ہوتا ہے انہوں نے اس کا انکار کیا ہے کہ مولود کو کفر یا ایمان پر یا معرفت اور انکار پر پیدا کیا جائے اور مولود کو غالباً اس کے اعضاء کی سلامتی کے ساتھ پیدا کیا جاتا ہے اس میں ایمان ہوتا ہے نہ کفر اور نہ انکار اور نہ معرفت پھر جب ان میں تمیز آ جاتی ہے تو پھر وہ ایمان وغیرہ کا اعتقاد رکھتے ہیں انہوں نے حدیث کے ان الفاظ سے استدلال کیا ہے: جیسے چوپائے پس بچے ولادت کے وقت ان چوپایوں کی مثل ہوتے ہیں جن کے اعضاء سلامت ہوتے ہیں پس جب وہ بالغ ہو جاتے ہیں تو شیاطین ان پر غالب ہو جاتے ہیں پس ان میں سے اکثر کافر ہو جاتے ہیں ماسوا ان کے جن کو اللہ تعالیٰ بچائے اور اگر وہ اپنی پیدائش کے وقت ایمان یا کفر پر پیدا کیے جاتے تو وہ اس سے کبھی بھی منتقل نہیں ہو سکتے تھے حالانکہ تم ان کو اس حال میں پاتے ہو کہ وہ ایمان لاتے ہیں پھر کفر کرتے ہیں پھر ایمان لاتے ہیں اور یہ محال ہے کہ بچے کو اپنی ولادت کے وقت ذرا سی بھی عقل ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس حال میں اپنی ماؤں کے پیٹ سے نکالا ہے کہ ان کو کسی چیز کا علم نہیں ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْئًا وَّجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ۝ (النحل:۷۸)

اور اللہ نے تم کو تمہاری ماؤں کے پیٹوں سے پیدا کیا اس وقت تم کچھ نہیں جانتے تھے اور اس نے تمہارے کان اور تمہاری آنکھیں اور تمہارے دل بنائے تا کہ تم (اللہ کا) شکر ادا کرو۝

پس جس کو کسی چیز کا علم نہ ہو اس کو کفر یا ایمان یا معرفت یا انکار کا علم ہونا محال ہے۔

حافظ ابو عمر ابن عبد البر المتوفی ۴۶۳ھ نے کہا ہے کہ فطرت کے جتنے معانی بیان کیے گئے ہیں ان میں یہ سب سے صحیح معنی ہے۔

ایک قوم نے یہ کہا ہے کہ آپ نے جو فرمایا تھا کہ ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے یہ آپ نے فرائض کے نازل ہونے سے پہلے فرمایا تھا کیونکہ اگر ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا پھر اس کے ماں باپ اس کو یہودی یا نصرانی بنانے سے پہلے مر جاتے تو وہ اپنے ماں باپ کا وارث نہ ہوتا (کیونکہ مسلمان کافر کا وارث نہیں ہوتا حالانکہ وہ ان کا وارث ہوتا ہے) پس جب فرائض نازل ہوئے تو معلوم ہوا کہ وہ اپنے ماں باپ کے دین پر پیدا ہوتا ہے۔

دوسری قوم نے یہ کہا ہے کہ فطرت سے مراد یہاں پر اسلام ہے قرآن مجید میں ہے:

فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا. (الروم:۳۰) اللہ کی وہ فطرت جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا۔

سلف کا اس پر اجماع ہے کہ اس آیت میں "فطرت" سے مراد دین اسلام ہے۔ عکرمہ مجاہد الحسن ابراہیم ضحاک اور قتادہ نے کہا ہے کہ "لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ" کا معنی ہے: اللہ کے دین میں کوئی تبدیلی نہیں ہے۔

اور ان کا استدلال اس حدیث سے ہے:

عیاض بن حمار مجاشعی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن لوگوں سے فرمایا: کیا میں تم کو وہ حدیث نہ بیان کروں جو مجھ سے اللہ نے کتاب میں بیان فرمائی ہے کہ اللہ نے آدم کو اور اس کی اولاد کو حنفاء مسلمین پیدا فرمایا الحدیث بطولہ۔ (المعجم الکبیر ج ۱۷، ص ۳۶۳) اور "حنیف" کا معنی مسلمان ہے قرآن مجید میں ہے:

مَا كَانَ إِبْرٰهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّلَا نَصْرَانِيًّا وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا. (آل عمران:۶۷) ابراہیم نہ یہودی تھے نہ نصرانی لیکن وہ حنیف مسلم تھے۔

اللہ تعالیٰ نے حنیف کی تفسیر مسلم کے ساتھ کی ہے اور یہ بالکل واضح ہے اور اس میں کوئی خفا نہیں ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ حنیف وہ ہے جو دین ابراہیم پر ہو' پھر اس شخص کا نام ''الحنیف'' رکھا گیا ہے جو ختنہ کراتا ہو اور زمانہ جاہلیت میں حج کرتا ہو اور اس زمانہ میں حنیف مسلمان ہے۔

جن علماء نے کہا کہ فطرت سے مراد اسلام ہے' انہوں نے اس حدیث سے بھی استدلال کیا ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانچ چیزیں فطرت ہیں' یا فرمایا: پانچ چیزیں فطرت سے ہیں: ختنہ کرانا' زیر ناف بال کاٹنا' ناخن تراشنا' بغل کے بال نوچنا اور مونچھیں کم کرانا۔

(صحیح البخاری:۵۸۸۹' صحیح مسلم:۲۵۷' سنن ابوداؤد:۴۱۹۸' سنن نسائی:۱۱' مصنف عبدالرزاق:۲۰۲۴۳' مسند احمد ج ۲ ص ۲۲۹)

اور یہ اسلام کی سنتیں ہیں۔

امام اوزاعی بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابن شہاب الزہری سے سوال کیا کہ ایک شخص پر مسلمان غلام کو آزاد کرنا واجب ہے' اگر وہ بچہ کو یا دودھ پیتے کو آزاد کر دے تو آیا اس کا واجب ادا ہو جائے گا؟ ابن شہاب نے کہا: ہاں! کیونکہ وہ فطرت پر پیدا ہوا ہے یعنی اسلام پر۔ اس قول کی بناء پر حدیث میں جو الفاظ ہیں: جیسے چوپائے ہیں سب مکمل جسم کے ساتھ پیدا ہوتے ہیں' کیا تم ان میں کوئی کن کٹا یا نکٹا دیکھتے ہو' اس کا معنی یہ ہوگا کہ بچہ کو کفر سے سلامت اور مؤمن و مسلمان پیدا کیا گیا ہے' اس میثاق پر جو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کی اولاد سے لیا تھا جب ان کو حضرت آدم کی پشت سے نکالا تھا اور ان کو ان کے نفسوں پر گواہ کر کے فرمایا تھا:

أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى. (الاعراف:۱۷۲) کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ انہوں نے کہا: کیوں نہیں!

علامہ ابوعمر ابن عبدالبر نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا ہے: ہر مولود فطرت پر پیدا ہوتا ہے' اس ارشاد میں فطرت سے اسلام کو مراد لینا محال ہے' کیونکہ اسلام اور ایمان اقرار باللسان' تصدیق بالقلب اور عمل بالارکان ہے اور یہ معنی نومولود بچہ میں پایا نہیں جاتا اور کلام عرب میں فطرت کے کئی معانی ہیں اور دودھ پیتے بچے کو آزاد کرنا مؤمن کو آزاد کرنے سے اس لیے کافی ہوتا ہے کہ اس کے ماں باپ مؤمن ہوتے ہیں۔ (تمہید ج ۷ ص ۲۴۳-۲۴۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

مصنف کے نزدیک اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ ہر بچہ جب پیدا ہوتا ہے تو اس کے ذہن میں اسلام کو قبول کرنے کی استعداد ہوتی ہے اور یہی اس حدیث میں فطرت کا معنی ہے' اس کے ماں باپ اس کو یہودی' عیسائی یا مجوسی بنا دیتے ہیں' پھر بھی اس کے ذہن میں اسلام کو قبول کرنے کی استعداد اور صلاحیت ہوتی ہے' یہی وجہ ہے کہ بعد میں جب اس کو اسلام کی تبلیغ کی جاتی ہے تو وہ اسلام کو قبول کر لیتا ہے' اگر اس کے ذہن میں قبول اسلام کی استعداد نہ ہوتی تو وہ بعد میں کیسے مسلمان ہو جاتا' اس کی مثال اس طرح ہے کہ اگر چمک دار ہیرے کو کیچڑ میں ڈال دیا جائے تو اس کی چمک چھپ جاتی ہے مٹتی نہیں ہے' پھر اگر اس کو پانی سے دھو دیا جائے تو اس کی چمک پھر لوٹ آتی ہے' پس جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو بے شک اس میں اقرار باللسان' تصدیق بالقلب اور عمل بالارکان کا مصداق نہیں پایا جاتا لیکن اس میں اللہ کی توحید کا اقرار کرنے اور اس کی توحید کی تصدیق کرنے اور اس کے احکام پر عمل کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے اور اس میں یہ صلاحیت ساری زندگی باقی رہتی ہے' خواہ وہ عملی طور پر یہودی ہو عیسائی ہو یا مجوسی ہو اور جو علماء کہتے ہیں کہ ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے' اس سے مراد یہ ہے کہ وہ اسلام کی صلاحیت پر پیدا ہوتا ہے اور اس تعریف پر علامہ ابن عبدالبر کا کوئی اعتراض وارد نہیں ہوتا۔

فللّٰہ الحمد علٰی ذالک.

۱۳۵۹ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ اَخْبَرَنَا يُوْنُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ مَوْلُوْدٍ اِلَّا يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَاَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهٖ اَوْ يُنَصِّرَانِهٖ اَوْ يُمَجِّسَانِهٖ كَمَا تُنْتَجُ الْبَهِيْمَةُ بَهِيْمَةً جَمْعَاءَ هَلْ تُحِسُّوْنَ فِيْهَا مِنْ جَدْعَاءَ. ثُمَّ يَقُوْلُ اَبُوْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ ﴿فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ﴾ (الروم: ۳۰).

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے خبر دی از الزہری انہوں نے کہا: مجھے ابوسلمہ بن عبد الرحمٰن نے خبر دی کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو بچہ بھی پیدا ہوتا ہے وہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے ماں باپ اس کو یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں جس طرح چوپایا صحیح سالم بچہ جنتا ہے کیا تم اس میں کان یا ناک کٹی ہوئی دیکھتے ہو پھر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ آیت پڑھی: اللہ کی وہ فطرت (بناوٹ) جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا اللہ کی تخلیق میں کوئی تبدیلی نہیں ہے یہی صحیح دین ہے۔ (الروم: ۳۰)

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۳۵۸ میں گزر چکی ہے۔

۸۰ - بَابٌ اِذَا قَالَ الْمُشْرِكُ عِنْدَ الْمَوْتِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

جب مشرک موت کے وقت لا الٰہ الا اللہ پڑھے

اس سے مراد یہ ہے کہ مشرک اپنی زندگی میں موت کے معائنہ کے وقت لا الٰہ الا اللہ پڑھے تو اس سے اس کو نفع نہیں ہوگا قرآن مجید میں ہے:

يَوْمَ يَاْتِيْ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ. (الانعام: ۱۵۸)

جس دن آپ کے رب کی کوئی (بڑی) نشانی آ پہنچے گی اس دن کسی ایسے شخص کو اس کا ایمان لانا نفع نہیں دے گا جو اس سے پہلے ایمان نہ لایا ہو۔

۱۳۶۰ - حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ قَالَ اَخْبَرَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّهٗ لَمَّا حَضَرَتْ اَبَا طَالِبٍ الْوَفَاةُ جَاءَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدَ عِنْدَهٗ اَبَا جَهْلِ بْنَ هِشَامٍ وَعَبْدَ اللّٰهِ بْنَ اَبِيْ اُمَيَّةَ بْنِ الْمُغِيْرَةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاَبِيْ طَالِبٍ يَا عَمِّ قُلْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ كَلِمَةً اَشْهَدُ لَكَ بِهَا عِنْدَ اللّٰهِ. فَقَالَ اَبُوْ جَهْلٍ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِيْ اُمَيَّةَ يَا اَبَا طَالِبٍ اَتَرْغَبُ عَنْ مِلَّةِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ؟! فَلَمْ يَزَلْ رَسُوْلُ اللّٰهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے خبر دی انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی از صالح از ابن شہاب انہوں نے کہا: مجھے سعید بن المسیب نے خبر دی از والد خود انہوں نے بیان کیا کہ جب ابوطالب پر موت کا وقت آیا تو اس کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گئے پس آپ نے اس کے پاس ابوجہل بن ہشام اور عبد اللہ بن ابی امیہ بن المغیرہ کو پایا تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوطالب سے فرمایا: اے میرے چچا! آپ یہ کلمہ پڑھیں: لا الٰہ الا اللہ تو میں اللہ کے پاس آپ کے حق میں شہادت دوں گا پس ابوجہل اور عبد اللہ بن ابی امیہ نے کہا: اے ابوطالب! کیا تم

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْرِضُهَا عَلَيْهِ . وَيَعُوْدَانِ بِتِلْكَ الْمَقَالَةِ حَتّٰى قَالَ اَبُوْ طَالِبٍ آخِرَ مَا كَلَّمَهُمْ هُوَ عَلٰى مِلَّةِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ. وَاَبٰى اَنْ يَقُوْلَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَا وَاللّٰهِ لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ مَا لَمْ اُنْهَ عَنْكَ. فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى فِيْهِ ﴿مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ﴾ (التوبہ:۱۱۳) الْآيَةَ.

[اطراف الحدیث: ۳۸۸۴-۴۶۷۵-۴۷۷۲-۶۶۸۱]

عبد المطلب کی ملت سے اعراض کرو گے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوطالب پر مسلسل کلمہ پیش کرتے رہے اور وہ دونوں اپنی بات دہراتے رہے' حتیٰ کہ ابوطالب نے ان سے جو آخری بات کہی' وہ یہ تھی کہ وہ عبد المطلب کی ملت پر ہے اور اس نے لا الٰہ الا اللہ پڑھنے سے انکار کر دیا' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سنیں! اللہ کی قسم! میں آپ کے لیے اللہ سے مغفرت طلب کرتا رہوں گا جب تک مجھے اس سے منع نہیں کیا جائے گا' تب اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق یہ آیت نازل کی: نبی کے لیے اور ایمان والوں کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ مشرکین کے لیے اللہ سے مغفرت طلب کریں خواہ وہ ان کے رشتہ دار ہوں۔ (التوبہ: ۱۱۳)

(صحیح مسلم: ۲۴' الرقم المسلسل: ۱۳۱' سنن نسائی: ۲۰۳۵' السنن الکبریٰ: ۱۱۳۸۳' مصنف عبد الرزاق: ۹۶۷۵-۴۸۸۴' الا حاد والمثانی: ۷۲۰' المعجم الکبیر: ۸۲۰-ج ۲۰ ص ۳۴۹' دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۳۴۳-۳۴۲' الاسماء والصفات ص ۹۸-۹۷' مسند الشامیین: ۳۰۳۳' شرح السنۃ: ۱۲۷۴' صحیح ابن حبان: ۹۸۲' شرح مشکل الآثار: ۲۳۸۶-۲۳۸۵-۲۳۸۴' مسند احمد ج ۵ ص ۴۳۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۳۶۷۴-ج ۳۹ ص ۷۹-۷۸' مؤسسۃ الرسالۃ بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ۶۲۲۷' مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ' مسند الطحاوی: ۳۳۴)

حدیث مذکور کے رجال اور اس حدیث کی سند کی تحقیق

(۱) اسحاق سے مراد اسحاق بن راھویہ ہے یا اسحاق بن منصور' یہ دونوں امام بخاری کی شرط کے مطابق ہیں (۲) یعقوب بن ابراہیم بن سعد بن ابراہیم' یہ شوال ۲۰۸ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) ان کے والد ابراہیم بن سعد القرشی' یہ بغداد میں قاضی تھے اور ۱۸۳ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) صالح بن کیسان' یہ ۱۴۰ھ کے بعد فوت ہو گئے تھے (۵) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (۶) سعید بن المسیب (۷) ان کے والد المسیب بن حزن القرشی المخزومی' یہ دونوں صحابی ہیں' ان دونوں نے مدینہ کی طرف ہجرت کی' المسیب ان صحابہ میں سے ہیں جنہوں نے درخت کے نیچے بیعت رضوان کی تھی' یہ تاجر تھے' انہوں نے سات احادیث روایت کی ہیں' ان میں سے امام بخاری نے تین روایت کی ہیں۔ علامہ ذہبی نے ذکر کیا ہے کہ المسیب بن حزن صحابی ہیں' ان سے ان کے بیٹے روایت کرتے ہیں' وہ فتح خیبر کے بعد اسلام لائے تھے' انہوں نے کہا کہ حزن بن ابی وہب المخزومی نے بھی ہجرت کی تھی اور وہ طلقاء میں سے ہیں' وہ ۱۰ھ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں جنگ یمامہ میں شہید ہو گئے تھے۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: اس سند میں تین اہم چیزیں ہیں:

(۱) یہ حدیث صحیح البخاری کی افراد میں سے ہے کیونکہ المسیب سے صرف ان کا بیٹا سعید روایت کرتا ہے۔

(۲) المسیب اور ان کا بیٹا فتح مکہ کے بعد اسلام لائے تھے اور ابو احمد العسکری کے قول کے مطابق بیعت رضوان میں شریک تھے' ہر دو صورت میں وہ ابوطالب کی وفات کے وقت موجود نہ تھے' لہٰذا یہ حدیث مراسیل صحابہ میں سے ہے' ابوطالب اور حضرت خدیجہ کی وفات تین متقارب دنوں میں ہوئی' اس لیے اس سال کا نام عام الحزن رکھا گیا' اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر ۴۹ سال آٹھ ماہ گیارہ دن تھی' ایک قول یہ ہے کہ ان کی وفات نصف شوال نبوت کے دسویں سال ہوئی' ابن جراز نے کہا ہے کہ ان کی وفات

ہجرت سے تین سال پہلے ہوئی' ۴ سال اور ۵ سال پہلے کا بھی قول ہے۔

(۳) ایک قول یہ ہے کہ یہ حدیث مرسل حقیقی ہے کیونکہ امام ابن حبان نے المسیب کا ذکر ثقات تابعین میں کیا ہے' لیکن یہ قول غریب ہے۔(عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۶۱۔۲۶۰)

مشکل الفاظ کے معانی اور ابو جہل اور عبد اللہ بن ابی امیہ کا تذکرہ

اس حدیث میں مذکور ہے: جب ابو طالب پر موت کا وقت آیا۔ اس سے مراد موت کی علامات ہیں اور یہ نزع کے وقت سے پہلے کا واقعہ ہے' ورنہ اس کو ایمان لانے سے نفع نہ ہوتا' ابو طالب کا نام عبد مناف تھا' یہ اکثرین کا قول ہے' حاکم نے کہا: اس کا نام اور کنیت واحد ہے' ابو القاسم مغربی نے کہا: اس کا نام عمران تھا۔

ابو جہل: اس کی کنیت ابو الحکم تھی اور اس کا نام عمرو بن ہشام المغیرہ المخزومی ہے' یہ بھینگا تھا اور مفعول تھا۔

عبد اللہ بن ابی میہ: ان کی ماں کا نام عاتکہ تھا' جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی تھیں' یہ طائف میں شہید ہوئے تھے' یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت عداوت رکھتے تھے اور مسلمانوں کے شدید مخالف تھے' یہ اور ابو سفیان بن الحارث بن عبد المطلب فتح مکہ سے پہلے اسلام لائے تھے۔

امام ابن ابی اسحاق نے لکھا ہے کہ عباس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: اے بھتیجے! آپ نے جو کلمہ اپنے چچا پر پیش کیا تھا' میں نے سنا وہ اس کلمہ کو پڑھ رہے تھے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے نہیں سنا' علامہ عینی نے کہا: آپ نے اس کو اس لیے رد کر دیا کیونکہ عباس نے کفر کی حالت میں یہ شہادت دی تھی' اگر انہوں نے اسلام کی حالت میں یہ شہادت دی ہوتی تو ان کی شہادت قبول کر لی جاتی۔

(عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۶۳۔۲۶۱' ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

جب موت کے وقت کلمہ پڑھنا مفید نہیں ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو طالب کو موت کے وقت کلمہ پڑھنے کے لیے کیوں فرمایا؟

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

المہلب نے کہا ہے کہ کلمہ توحید پڑھنا اس کو نفع دیتا ہے جو فرشتوں کے روح قبض کرنے کے معائنہ اور مشاہدہ سے پہلے کلمہ پڑھ لے' قرآن مجید میں ہے:

وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ حَتّٰٓى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّيْ تُبْتُ الْـٰٔنَ. (النساء:۱۸)

ان لوگوں کی توبہ قبول نہیں ہوتی جو برے کام کرتے رہیں حتیٰ کہ جب ان میں سے کسی ایک کے پاس موت آئے تو وہ کہے کہ میں نے اب توبہ کر لی۔

یعنی جب ملک الموت روح قبض کرنے کے لیے آ جائے اور وہ اس کا مشاہدہ کر لے اور موت کے فرشتوں کو کوئی شخص اسی وقت دیکھ سکتا ہے جب وہ دنیا سے آخرت کی طرف منتقل ہو رہا ہو۔

علامہ ابن بطال لکھتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا سے موت کے وقت کہا: آپ لا الہ الا اللہ پڑھیں' میں اس کلمہ کی وجہ سے اپنے رب کے سامنے آپ کی شفاعت کروں گا' اس حدیث پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ موت کے وقت کلمہ پڑھنا تو معتبر نہیں ہوتا تو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیسے فرمایا: میں اس کلمہ کی وجہ سے آپ کی شفاعت کروں گا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ابھی ابو طالب نے موت کے فرشتوں کو نہیں دیکھا تھا لیکن اس کا اعتقاد یہ تھا کہ اس نے کوئی عمل صالح نہیں کیا تھا نہ نماز پڑھی تھی نہ روزہ رکھا تھا نہ زکوٰۃ ادا کی تھی

نہ حج کیا تھا' تو نبی ﷺ نے اس کو بتلایا کہ جس نے موت سے پہلے لا الٰہ الا اللہ پڑھ لیا' وہ مؤمنین میں داخل ہو جائے گا خواہ اس نے اس کے سوا اور کوئی عمل نہ کیا ہو۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ ابوطالب نے آخرت کا معائنہ کر لیا تھا اور اس کو موت کا یقین ہو چکا تھا اور وہ اس حالت میں تھا کہ اگر وہ اس وقت ایمان لے آتا تو اس کو ایمان نفع نہ دیتا' اس لیے اس نے روح نکلتے وقت کہا: وہ عبد المطلب کی ملت پر ہے' اس سے رسول اللہ ﷺ کو یہ امید ہوئی کہ اگر اس نے لا الٰہ الا اللہ پڑھ لیا اور آپ کی نبوت پر یقین کر لیا تو آپ اس کے لیے شفاعت کریں گے اور اللہ تعالیٰ سے عرض کریں گے کہ وہ اس سے درگزر فرمائے اور اس حال میں اس کے ایمان کو قبول فرما لے اور یہ ابوطالب کی خصوصیت ہوگی کیونکہ وہ نبی ﷺ کی حمایت کرتا تھا اور آپ کا دفاع کرتا تھا' اس امید کی وجہ سے آپ نے فرمایا: اے چچا! آپ کلمہ پڑھ لیں' میں آپ کی شفاعت کروں گا۔ اس قسم کا جواب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی منقول ہے۔

علامہ ابن بطال لکھتے ہیں: کیا تم نے نہیں دیکھا کہ نبی ﷺ نے اس کو نفع پہنچایا ہے خواہ وہ اسلام پر فوت نہیں ہوا کیونکہ اس کو تمام اہل دوزخ میں سب سے کم عذاب ہوگا' تو اگر وہ اس حال میں کلمہ پڑھ لیتا تو آپ اس کو ضرور نفع پہنچاتے' خواہ اس نے موت کے فرشتوں کو دیکھ لیا ہوتا۔

اس اعتراض کا ایک اور جواب یہ ہے کہ ابوطالب نے نبی ﷺ کی نبوت کے دلائل دیکھے تھے اور آپ کے معجزات کی تصدیق کی تھی اور اس کو آپ کی نبوت کی صحت میں کوئی شک نہیں تھا' اگرچہ غیرت اور جاہلیت کا تعصب اس کو نبی ﷺ کی تکذیب پر ابھارتا تھا' اور باقی مشرکین اپنے سرداروں کی طرف دیکھ رہے تھے اور ان کے قول کی پیروی کر رہے تھے' پس ابوطالب اور اس جیسے لوگ بہت بڑے گناہ کے مستحق تھے کیونکہ ان کے پیروکاروں کے کفر اور ان کی تکذیب کا بوجھ بھی ان کے اوپر تھا تو نبی ﷺ نے اس توقع پر اس کو کلمہ پڑھنے کے لیے کہا کہ جب آپ اس سے کہیں گے کہ میں اللہ تعالیٰ کے پاس تمہاری شفاعت کروں گا تو اس کا عناد زائل ہو جائے گا اور وہ ایمان لانے میں تردد اور توقف نہیں کرے گا لیکن اس کے برخلاف ظاہر ہوا اور اس نے اللہ تعالیٰ کی توحید اور آپ کی نبوت کی تصدیق نہیں کی۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۳۴۰-۳۳۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت ۱۴۲۴ھ)

موت کے وقت کلمہ پڑھنا ابوطالب کی خصوصیت تھی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

نبی ﷺ نے موت کے وقت ابوطالب کو کلمہ پڑھنے کے لیے کہا' یہ اس کی خصوصیت تھی کیونکہ ابوطالب کے علاوہ کوئی اور شخص موت کے وقت کلمہ پڑھے تو اس وقت کلمہ پڑھنا اس کو نفع نہیں دے گا۔ سورۃ التوبہ: ۱۱۳ کی تفسیر میں ہم اس بحث کو زیادہ تفصیل سے لکھیں گے۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۷۹۰' دار المعرفہ' بیروت ۱۴۲۶ھ)

سورۃ التوبہ: ۱۱۳ کی تفسیر میں حافظ ابن حجر نے لکھا ہے: ہم اس کی شرح ''کتاب الجنائز'' میں ابوطالب کی وفات کے قصہ میں لکھ چکے ہیں اور سورۃ القصص کی تفسیر میں ان شاء اللہ ہم اس پر کچھ کلام کریں گے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۶۲۴' دار المعرفہ' بیروت ۱۴۲۶ھ)

القصص: ۵۶ کی تفسیر میں حافظ ابن حجر نے لکھا ہے:

صحیح البخاری: ۱۳۶۰ میں مذکور ہے: آپ نے موت کے وقت ابوطالب سے لا الٰہ الا اللہ پڑھنے کے لیے فرمایا۔ اس پر یہ اعتراض ہے کہ موت کے وقت تو کلمہ پڑھنا مفید نہیں ہوتا' علامہ کرمانی نے اس کے جواب میں کہا ہے: اس سے مراد ہے: جب ابوطالب پر موت کی علامات وارد ہوئیں' ورنہ اگر وہ ملک الموت کا مشاہدہ کر لیتا تو پھر اس کا ایمان لانا مفید نہ ہوتا خواہ وہ کلمہ پڑھ لیتا'

اور اس کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس سے بار بار کلمہ پڑھنے کے لیے فرماتے رہے اور ابوجہل وغیرہ اس کو منع کرتے رہے۔

حافظ ابن حجر اس اعتراض کے جواب میں لکھتے ہیں: یہ بھی ہوسکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ امید ہو کہ اگر اس نے ملک الموت کو دیکھنے کے بعد بھی کلمہ پڑھ لیا تو یہ اس کو مفید ہوگا' اگرچہ دوسروں کو اس حال میں کلمہ پڑھنا مفید نہیں ہوتا اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اس کے مرنے کے بعد آپ اس کے لیے تخفیف عذاب کی شفاعت کرتے رہے اور بالآخر اس کے عذاب میں تخفیف کر دی گئی اور اس تخفیف کو اس کے خصائص میں سے شمار کیا گیا ہے۔

بعض علماء نے اس حدیث کو مراسیل صحابہ میں شمار کیا ہے کیونکہ المسیب بیعت رضوان کے موقع پر اسلام لائے تھے اور ابوطالب کی وفات ہجرت سے پہلے ہوئی تھی لیکن یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ المسیب کے بعد میں اسلام لانے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ حالت کفر میں ابوطالب کی وفات کے موقع پر حاضر نہ ہوں' جیسے عبد اللہ بن ابی امیہ' فتح مکہ کے موقع پر اسلام لائے تھے حالانکہ وہ ابوطالب کی وفات کے موقع پر موجود تھے۔

حضرت ابوہریرہ نے یہ حدیث روایت کی ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا سے فرمایا: آپ لا الٰہ الا اللہ پڑھیے' میں آپ کے حق میں گواہی دوں گا تو ابوطالب نے کہا: اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ قریش مجھے ملامت کریں گے اور کہیں گے کہ اس کو کلمۂ توحید پڑھنے پر موت کی گھبراہٹ نے برانگیختہ کیا تو میں کلمہ پڑھ کر تمہاری آنکھوں کو ٹھنڈا کر دیتا' تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَن يَشَاءُ. (القصص:۵٦)

بے شک آپ جس کو چاہیں ہدایت پیدا نہیں کر سکتے لیکن اللہ جس میں چاہتا ہے ہدایت پیدا فرماتا ہے۔

(صحیح مسلم:۲۵' الرقم المسلسل:۱۳۴' سنن ترمذی:۳۱۸۸' مسند احمد ج ۲ ص ۴۳۴)(فتح الباری ج ۵ ص ۷۶۴-۷۶۳' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

اس کی توجیہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف لا الٰہ الا اللہ پڑھنے کے لیے فرمایا اور محمد رسول اللہ پڑھنے کے لیے نہیں فرمایا

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوطالب سے فرمایا کہ وہ لا الٰہ الا اللہ پڑھے اور محمد رسول اللہ پڑھنے کے لیے نہیں فرمایا' اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ دونوں جملے کمال اتصال کی وجہ سے ایک جملہ کے حکم میں ہیں اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ آپ کو اللہ کا رسول تو مانتا تھا لیکن اللہ تعالیٰ کی توحید کا اقرار نہیں کرتا تھا۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۷۵' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲٦ھ)

ابوطالب کے ایمان کے متعلق بعض علماء کے شبہات اور ان کے جوابات

علامہ اسماعیل حقی متوفی ۱۱۳۷ھ لکھتے ہیں:

روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے والد اور والدہ اور آپ کے چچا ابوطالب کو زندہ کیا اور وہ آپ پر ایمان لائے۔

(روح البیان ج ۱ ص ۲۷۴۔ ج ۳ ص ٦٦۵' دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کا ایمان تو اہل سنت کے نزدیک اتفاقی ہے لیکن ابوطالب کے متعلق اکثر اہل سنت کا مسلک یہ ہے کہ ان کا ایمان لانا ثابت نہیں ہے۔

علامہ شہاب الدین احمد خفاجی متوفی ۱۰٦۹ھ لکھتے ہیں:

بہت عجیب و غریب باتوں میں سے ایک یہ عبارت ہے جس کو بعض علماء نے نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

والدین کی طرح ابوطالب کو بھی نبی ﷺ کے لیے زندہ کیا کہ وہ موت کے بعد زندہ ہو کر اسلام سے مشرف ہوئے۔ میرا گمان ہے کہ یہ شیعوں کی من گھڑت روایت ہے۔ (نسیم الریاض ج ۱ ص ۲۱۰ 'مرکز اہل سنت' گجرات' دار الفکر' بیروت)

حافظ ابن کثیر الدمشقی متوفی ۷۷۴ھ لکھتے ہیں:

بعض غالی شیعہ کہتے ہیں کہ ابوطالب اسلام میں فوت ہوئے' عباس بن عبد المطلب نے کہا: اے میرے بھتیجے! میرے بھائی نے وہ کلمہ پڑھ لیا جس کو پڑھنے کا انہیں حکم دیا تھا یعنی لا الہ الا اللہ' اس کا جواب کئی وجوہ سے ہے۔

اولاً یہ کہ اس کی سند میں کئی مبہم راوی ہیں' جن کا حال معلوم نہیں۔ ثانیاً یہ کہ نبی ﷺ نے فرمایا: میں نے نہیں سنا۔ ثالثاً یہ کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جب تک مجھے منع نہیں کیا جائے گا میں آپ کے لیے استغفار کرتا رہوں گا' پھر یہ آیت نازل ہوگئی:

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْٓا اُولِيْ قُرْبٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ○ (التوبہ: ۱۱۳)

نبی کے لیے اور مؤمنین کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ مشرکین کے لیے مغفرت طلب کریں خواہ وہ ان کے رشتہ دار ہوں' ان پر یہ واضح ہونے کے بعد کہ ان کے رشتہ دار دوزخی ہیں ○

(صحیح البخاری: ۳۸۸۴' صحیح مسلم: ۲۴)

اگر ابوطالب اسلام پر فوت ہوئے تھے تو نبی ﷺ ان کے لیے استغفار کیوں کرتے رہے اور پھر اس آیت کے نازل ہونے کی کوئی وجہ نہیں رہتی۔

نیز اگر وہ اسلام پر فوت ہوئے تھے تو پھر وہ دوزخ میں داخل نہ ہوتے' حالانکہ حدیث میں ہے کہ وہ دوزخ میں داخل ہوئے:

حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ سے عرض کیا: آپ نے اپنے چچا سے کیا بُرائی دور کی' وہ آپ کی حفاظت کرتے تھے اور آپ کے لیے غضب ناک ہوتے تھے؟ آپ نے فرمایا: وہ دوزخ کے گڑھے میں تھے اور اگر میں نہ ہوتا تو وہ دوزخ کے سب سے نچلے طبقہ میں ہوتے۔ (صحیح البخاری: ۳۸۸۳' صحیح مسلم: ۲۰۹)

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے اپنے چچا کا ذکر کیا اور فرمایا: شاید اس کو قیامت کے دن میری شفاعت سے نفع ہوگا' پس اس کو دوزخ کے گڑھے میں داخل کر دیا جائے گا' آگ اس کے ٹخنوں تک پہنچے گی جس سے اس کا دماغ کھول رہا ہوگا۔

(صحیح البخاری: ۳۸۸۵' صحیح مسلم: ۲۱۰)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دوزخ والوں میں سب سے کم عذاب ابوطالب کو ہوگا' اس کو آگ کی دو جوتیاں پہنائی جائیں گی جس سے اس کا دماغ کھول رہا ہوگا۔ (صحیح البخاری: ۶۵۶۴' صحیح مسلم: ۲۱۲)

یہ تمام احادیث حافظ ابن کثیر نے شیعہ کی مذکورہ موضوع روایت کے رد میں ذکر کی ہیں۔ (البدایہ والنہایہ ج ۲ ص ۴۹۳۔۴۹۰)

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ اور حافظ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ' اس موضوع روایت کے رد میں لکھتے ہیں:

اگر حضرت عباس کی طرف منسوب یہ روایت صحیح بھی ہوتی تب بھی اس کے معارض یہ احادیث صحیحہ ہیں' چہ جائے کہ یہ روایت صحیح بھی نہیں ہے' امام ابوداؤد اور امام نسائی نے یہ روایت ذکر کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب ابوطالب فوت ہو گئے تو میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ کا بوڑھا گم راہ چچا فوت ہو گیا' آپ نے فرمایا: جاؤ! اس کو زمین میں چھپا دو' میں نے کہا: وہ مشرک ہونے کی حالت میں فوت ہوا ہے' آپ نے فرمایا: جاؤ! اس کو زمین میں چھپا دو۔ (سنن ابوداؤد: ۳۲۱۴' سنن نسائی: ۱۹۰)

(فتح الباری ج ۵ ص ۷۴' دار المعرفہ' بیروت' عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۲۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

ابوطالب کے ایمان نہ لانے کے متعلق مشاہیر علماء اہل سنت کی تصریحات

امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت متوفی ۱۵۰ھ لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابوطالب کا کفر پر انتقال ہوا۔ (الفقہ الاکبر مع شرح الفقہ الاکبر ص ۱۰۸ مطبعہ مصطفیٰ البابی مصر)

علامہ علی ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

جب کافر مر جائے اور اس کا کوئی مسلمان رشتہ دار موجود ہو تو وہ اس کو غسل دے کفن پہنائے اور دفن کرے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ان کے باپ ابوطالب کے متعلق اسی طرح حکم دیا گیا' لیکن اس کو غسل اس طرح دیا جائے جیسے ناپاک کپڑے کو دھویا جاتا ہے اور کسی کپڑے میں لپیٹ دیا جائے اور اس کے لیے گڑھا کھودا جائے' کفن پہنانے اور لحد بنانے کی سنت کو ملحوظ نہ رکھا جائے اور نہ ہی اس کو گڑھے میں رکھا جائے بلکہ پھینکا جائے۔ (ہدایہ اولین ص ۱۶۲۔۱۶۱ المکتبۃ العربیہ دستگیر کالونی کراچی)

علامہ ابراہیم بن محمد حلبی متوفی ۹۵۶ھ ہدایہ کی مذکورہ عبارت کی مثل لکھنے کے بعد فرماتے ہیں:

جب ابوطالب کا انتقال ہو گیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آ کر کہا: یارسول اللہ! آپ کا گمراہ چچا فوت ہو گیا ہے۔

(غنیۃ المستملی ص ۶۰۳ سہیل اکیڈمی لاہور)

علامہ سید احمد الطحطاوی متوفی ۱۲۳۱ھ اور علامہ زین الدین ابن نجیم مصری نے بھی اس کے متقارب لکھا ہے۔

(حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح ج ۲ ص ۳۰۶ مکتبہ غوثیہ کراچی' البحر الرائق ج ۲ ص ۱۹۰ مصر)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

ہمیں امید ہے کہ عبد المطلب اور ان کے تمام اہل بیت نجات پائیں گے' ماسوا ابوطالب (اس استثناء میں ابولہب کو بھی شامل کرنا ضروری تھا۔ سعیدی غفرلہ) کے' ان کے متعلق حدیث میں ہے کہ وہ پاؤں تک آگ میں ہے' یہ اس کا حال ہے جو کفر پر مرا اور اگر وہ توحید پر مرا ہوتا تو ضرور دوزخ سے نجات پاتا۔ (الاصابہ ج ۱ ص ۲۰۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۵ھ)

نیز حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چار چچاؤں نے اسلام کا زمانہ پایا' ان میں سے دو مسلمان نہیں ہوئے' ابوطالب' ان کا نام عبد مناف ہے اور ابولہب' اس کا نام عبد العزیٰ ہے' اور دو مسلمان ہوئے: حضرت حمزہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۷۵ دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

علامہ شہاب الدین احمد القسطلانی المتوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں:

ابوطالب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کرتا تھا اور آپ کی مدد کرتا تھا اور آپ سے طبعی محبت کرتا تھا نہ کہ شرعی محبت' پس اس پر تقدیر غالب آ گئی اور وہ ہمیشہ کفر پر رہا اور اللہ ہی کے لیے قوی حجت ہے۔ (ارشاد الساری ج ۸ ص ۳۹۸ دار الفکر بیروت ۱۴۲۱ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ حدیث: ۳۸۸۴ التوبہ: ۱۱۳ اور القصص: ۵۶ ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

اس سب سے ظاہر ہوتا ہے کہ ابوطالب غیر اسلام پر مرا' اگر تم یہ کہو کہ سہیلی نے لکھا ہے کہ وہ اسلام لے آیا تھا تو میں کہوں گا کہ ان کا یہ قول حدیث صحیح کے معارض نہیں ہو سکتا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۲۴ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

اہل سنت کے نزدیک ابوطالب مسلمان نہیں ہے۔ (مرقات ج ۹ ص ۳۶۰ مکتبہ حقانیہ پشاور)

شیخ محقق عبد الحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ ھ لکھتے ہیں:

حدیث صحیح نے ابوطالب کے کفر کو ثابت کر دیا ہے۔ (مدارج النبوت ج ۲ ص ۴۸' مکتبہ نوریہ رضویہ' سکھر)

روضۃ الاحباب میں بھی ابوطالب کے کفر پر مرنے کی احادیث لائی گئی ہیں۔ (مدارج النبوت ج ۲ ص ۴۹' مکتبہ نوریہ رضویہ' سکھر)

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام احمد رضا فاضل بریلوی فرماتے ہیں:

علماء کا جا بجا کفر ابوطالب پر اجماع نقل فرمانا اور اسلام ابوطالب کا قول مزعوم روافض فرمانا' جس کے نقول اگلے تصوں میں مذکور و منقول اس حکایت بے سرو پا کے رد کو بس ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۲۹ ص ۱۷۳' رضا فاؤنڈیشن' جامعہ رضویہ' لاہور' پاکستان)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۴۰۔ ج ۱ ص ۳۸۴ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے عنوانات حسب ذیل ہیں:

① غرغرہ موت کے وقت ایمان نامقبول ہونے پر دلیل اور ابوطالب کے ایمان نہ لانے کی بحث ② ابوطالب کے ایمان نہ لانے کے متعلق قرآن مجید کی آیات اور ان کی تفسیر میں مذاہب اربعہ کے مفسرین کی تصریحات ③ ابوطالب کے ایمان نہ لانے کے متعلق احادیث ④ ابوطالب کے ایمان نہ لانے کی بحث میں مصنف کا موقف۔

* یہ بحث' شرح صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۹۸۔۳۸۶' آٹھ صفحات پر محیط ہے۔

۸۱ - بَابُ الْجَرِيْدِ عَلَى الْقَبْرِ
قبر پر درخت کی شاخ رکھنا

وَأَوْصَى بُرَيْدَةُ الْأَسْلَمِيُّ أَنْ يُّجْعَلَ فِي قَبْرِهٖ جَرِيْدَانِ.

اور حضرت بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ نے یہ وصیت کی کہ ان کی قبر پر کھجور کے درخت کی دو شاخیں رکھی جائیں۔

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل حدیث میں ہے:

مورق نے بیان کیا کہ حضرت بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ نے یہ وصیت کی کہ ان کی قبر پر کھجور کے درخت کی دو شاخیں رکھی جائیں اور حضرت بریدہ بن الحصیب خراسان میں یزید بن معاویہ کی خلافت میں ۶۳ ھ میں فوت ہو گئے تھے۔

(الطبقات الکبریٰ ج ۷ ص ۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ ھ)

قبر پر کھجور کی دو شاخیں رکھنے میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فعل کی اتباع ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو قبروں پر کھجور کی شاخ کے دو ٹکڑے رکھے تھے۔ (صحیح البخاری: ۲۱۶' صحیح مسلم: ۲۹۲) اور کھجور کے درخت کی برکت حاصل کرنا ہے۔

وَرَاَى ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا فُسْطَاطًا عَلٰى قَبْرِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ فَقَالَ انْزِعْهُ يَا غُلَامُ، فَإِنَّمَا يُظِلُّهٗ عَمَلُهٗ.

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے حضرت عبد الرحمان بن ابوبکر رضی اللہ عنہ کی قبر پر خیمہ لگا ہوا دیکھا' تو فرمایا: اے غلام! اس کو اکھاڑ لو اس شخص پر اس کے عمل کا سایا ہوگا۔

اس تعلیق کی اصل بھی الطبقات الکبریٰ میں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۶۴)

وَقَالَ خَارِجَةُ ابْنُ زَيْدٍ رَاَيْتُنِيْ وَنَحْنُ شُبَّانٌ فِيْ زَمَنِ عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ وَإِنَّ أَشَدَّنَا وَثْبَةً الَّذِيْ يَثِبُ قَبْرَ عُثْمَانَ بْنِ مَظْعُوْنٍ، حَتّٰى يُجَاوِزَهٗ.

اور خارجہ بن زید نے کہا: اور میں نے اپنے آپ کو دیکھا اور اس وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ہم جوان تھے اور ہم میں سب سے بڑی چھلانگ وہ شخص لگاتا تھا جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی قبر کو پھلانگ لیتا تھا۔

علامہ بدر الدین عینی لکھتے ہیں: اس تعلیق کی اصل تاریخ صغیر میں ہے' نیز انہوں نے لکھا ہے:

اگر قبر پر خیمہ لگانا کسی صحیح وجہ سے ہو تو پھر جائز ہے مثلاً زندہ لوگوں پر دھوپ سے سایا کرنے کی وجہ سے ہو۔

(عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۶۵)

قبر پر بیٹھنے کے مکروہ ہونے کی تحقیق

وَقَالَ عُثْمَانُ بْنُ حَكِيمٍ اَخَذَ بِيَدِىْ خَارِجَةُ فَاَجْلَسَنِىْ عَلٰى قَبْرٍ ' وَاَخْبَرَنِىْ عَنْ عَمِّهٖ يَزِيْدَ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ اِنَّمَا كُرِهَ ذٰلِكَ لِمَنْ اَحْدَثَ عَلَيْهِ.

اور عثمان بن حکیم نے کہا: خارجہ نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے قبر پر بٹھایا اور مجھے یہ خبر دی کہ میرے چچا یزید بن ثابت نے کہا ہے کہ قبر پر بیٹھنا اس کے لیے منع ہے جو قبر پر بیٹھ کر وضوء توڑے۔

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں: اس تعلیق کی اصل مسدد کی مسند کبیر میں ہے' اس کا متن یہ ہے:

عبد اللہ بن سرجس اور ابوسلمہ بن عبد الرحمن بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ سے یہ سنا ہے کہ اگر میں انگارے پر بیٹھوں اور وہ میرے گوشت کے نچلے حصہ کو جلا دے تو وہ مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ میں قبر پر بیٹھوں' عثمان نے کہا: میں نے خارجہ بن زید کو قبرستان میں دیکھا' پس میں نے ان سے اس حدیث کا ذکر کیا تو انہوں نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے قبر پر بٹھایا اور بتایا کہ میرے چچا حضرت یزید بن ثابت رضی اللہ نے کہا ہے کہ قبر پر بیٹھنا اس کے لیے ممنوع ہے جو قبر پر بیٹھ کر وضوء توڑے (یعنی قضاء حاجت کرے)۔

امام مسلم نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم میں سے کوئی شخص انگارے پر بیٹھے اور وہ اس کے کپڑے جلا دے اور آگ اس کی کھال تک پہنچ جائے تو وہ اس کے لیے قبر پر بیٹھنے سے بہتر ہے۔ (صحیح مسلم: ۹۷۱)

ابومرثد الغنوی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قبروں پر نہ بیٹھو اور نہ ان کی طرف منہ کر کے نماز پڑھو۔

(صحیح مسلم: ۹۷۲' سنن ابوداؤد: ۳۲۲۹' سنن ترمذی: ۱۰۵۰' سنن نسائی: ۷۶۰)

حضرت جابر رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر پر چونا لگانے سے' اس پر بیٹھنے سے اور اس پر عمارت بنانے سے منع فرمایا ہے۔ (صحیح مسلم: ۹۷۰' سنن ابوداؤد: ۳۲۲۵' سنن ابن ماجہ: ۱۵۶۲)

علامہ عینی نے امام طحاوی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ قبر پر بیٹھنا جائز ہے اور اس پر بیٹھنا صرف اس صورت میں ممنوع ہے جب کوئی شخص قبر پر بیٹھ کر وضوء توڑے' یعنی قضاء حاجت کرے' فقہ حنفی کی جن کتابوں میں اس کے خلاف ہے' ان کو اسی پر محمول کرنا چاہیے۔

(عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۶۷ - ۲۶۵ ملخصاً' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

ہر چند کہ امام طحاوی اور علامہ عینی کی احادیث اور عبارات فقہاء پر بہت گہری نظر ہے' لیکن ان دونوں بزرگوں نے احادیث صحیحہ اور صریحہ کے برخلاف قبر پر بیٹھنے کو جو جائز کہا ہے' وہ صحیح نہیں ہے جب کہ خود امام اعظم اور اکابر فقہاء احناف نے قبر پر بیٹھنے سے منع فرمایا ہے:

علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ نے فرمایا: قبر کو روندنا یا قبر پر بیٹھنا یا قبر پر سونا یا قبر پر قضاء حاجت کرنا مکروہ ہے' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر پر بیٹھنے سے منع فرمایا ہے۔ (صحیح مسلم: ۹۷۰' سنن ابوداؤد: ۳۲۲۵' سنن ترمذی: ۱۰۵۸) (بدائع الصنائع ج ۲ ص ۳۵۹' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۸ھ)

علامہ محمود بن صدر الشریعہ ابن مازہ البخاری متوفی ۶۱۶ھ لکھتے ہیں:

قبر کو پیروں سے روندنا یا اس پر بیٹھنا یا اس پر قضاء حاجت کرنا مکروہ ہے۔ (المحیط البرہانی ج ۳ ص ۹۴ ادارۃ القرآن کراچی ۱۴۲۴ھ)

علامہ عثمان بن الزیلعی الحنفی المتوفی ۷۴۳ھ لکھتے ہیں:

قبر پر عمارت بنانا' یا اس پر بیٹھنا یا اس کو پیروں سے روندنا' یا اس پر سونا یا اس پر قضائے حاجت کرنا یا اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ (تبیین الحقائق ج ۱ ص ۵۸۷ ایچ۔ ایم۔ سعید کمپنی کراچی ۱۴۲۱ھ)

علامہ زین الدین ابن نجیم التوفی ۹۷۰ھ لکھتے ہیں:

اور فتح القدیر میں مذکور ہے کہ قبر پر بیٹھنا اور قبر کو روندنا مکروہ ہے۔ (البحر الرائق ج ۲ ص ۱۹۴ المکتبۃ الماجدیہ کوئٹہ)

فتاویٰ عالم گیری ج ۱ ص ۱۶۶ پر بھی اسی طرح مذکور ہے۔ (مطبعہ امیریہ کبریٰ ۱۳۱۰ھ)

میں کہتا ہوں کہ خود علامہ عینی نے صحیح بخاری کی حدیث: ۱۲۸۵ کی شرح میں لکھا ہے:

امام مالک' حضرت زید بن ثابت اور حضرت علی رضی اللہ عنہم نے کہا ہے کہ قبر پر بیٹھنا جائز ہے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور عطاء نے کہا ہے کہ قبر پر نہ بیٹھا جائے اور یہی امام شافعی اور جمہور کا قول ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم میں سے کوئی شخص انگارے پر بیٹھے اور وہ اس کے کپڑے جلا کر اس کی کھال تک پہنچ جائے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ قبر پر بیٹھے۔ (صحیح مسلم: ۹۷۱) اور محاملی وغیرہ نے یہ کہا ہے کہ قبر پر بیٹھنا حرام ہے اور اس کو علامہ نووی نے اصحاب سے نقل کیا ہے اور امام مالک اور خارجہ بن زید نے اس کی یہ تاویل کی ہے کہ قبر پر بیٹھنے کی ممانعت سے مراد قضاء حاجت کے لیے قبر پر بیٹھنا ہے اور یہ بہت بعید تاویل ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۸ ص ۱۱۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

حیرت ہے کہ جس مذہب کو علامہ عینی حدیث: ۱۲۸۵ کی شرح میں رد کر چکے ہیں' اسی مذہب کو حدیث: ۱۳۶۱ کی شرح میں اپنا مختار قرار دے رہے ہیں!

وَقَالَ نَافِعٌ كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَجْلِسُ عَلَى الْقُبُوْرِ.

اور نافع نے کہا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما قبروں پر بیٹھتے تھے۔

حافظ ابن حجر اور حافظ عینی کا مناقشہ اور مصنف کا محاکمہ

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس تعلیق کی اصل یہ ہے:

امام طحاوی اپنی سند کے ساتھ نافع سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما قبروں پر بیٹھتے تھے۔

(شرح معانی الآثار: ۲۸۸۱۔ ج ۲ ص ۴۸ قدیمی کتب خانہ کراچی)

یہ حدیث امام ابن شیبہ کی سند صحیح کے ساتھ اس روایت کے معارض نہیں ہے کہ اگر میں گرم پتھر پر چلوں تو یہ میرے نزدیک قبر پر چلنے سے زیادہ بہتر ہے' اور یہ ان مسائل میں سے ہے جن میں اختلاف ہے۔

ابو مرثد الغنوی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قبروں پر نہ بیٹھو اور نہ ان کی طرف منہ کر کے نماز پڑھو۔

(صحیح مسلم: ۹۷۲)

امام مالک نے کہا کہ قبر پر بیٹھنے کی ممانعت سے مراد یہ ہے کہ قبر پر قضاء حاجت نہ کرو' علامہ نووی نے کہا کہ یہ تاویل ضعیف ہے یا باطل ہے' اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ امام مالک اس قول میں منفرد ہیں' اسی طرح امام ابن جوزی کے کلام سے یہ وہم ہوتا ہے'

انہوں نے کہا ہے کہ جمہور کے نزدیک قبر پر بیٹھنا مکروہ ہے اور اس میں امام مالک کا اختلاف ہے' علامہ نووی نے شرح المہذب میں یہ تصریح کی ہے کہ امام ابوحنیفہ کا مذہب جمہور کی مثل ہے حالانکہ اس طرح نہیں ہے' بلکہ امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کا مذہب امام مالک کی مثل ہے جیسا کہ امام طحاوی نے ان سے نقل کیا ہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے اثر مذکور سے استدلال کیا ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اثر سے بھی استدلال کیا ہے کہ حضرت علی بھی قبروں پر بیٹھتے تھے۔ (شرح معانی الآثار: ۲۸۸۰) اور حضرت زید بن ثابت کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر پر صرف قضاء حاجت کے لیے بیٹھنے سے منع فرمایا ہے۔ (شرح معانی الآثار: ۲۸۷۷)

جمہور کے قول کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے کہ امام احمد نے حضرت عمرو بن حزم انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قبروں پر نہ بیٹھو۔ (کنز العمال: ۴۲۵۷۱) اور اس حدیث سے:

حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک قبر پر بیٹھے ہوئے دیکھا تو فرمایا: قبر سے اتر دا اور صاحب قبر کو ایذاء نہ دو تاکہ وہ تمہیں ایذاء نہ دے۔ (شرح معانی الآثار: ۲۸۷)

امام مسلم نے اپنی سند سے روایت کی ہے: اگر تم میں سے کوئی شخص انگارے پر بیٹھے اور وہ اس کے کپڑوں کو جلا دے اور آگ اس کی کھال تک پہنچ جائے تو وہ قبر پر بیٹھنے سے بہتر ہے۔ (صحیح مسلم: ۹۷۱)

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ یہ تاویل بہت بعید ہے کہ قبر پر بیٹھنے کی ممانعت سے مراد یہ ہے کہ قبر پر بیٹھ کر قضاء حاجت نہ کرو کیونکہ قبر پر بیٹھ کر قضاء حاجت کرنا بہت قبیح فعل ہے اور یہ مکروہ ہونے سے بہت بڑھ کر ہے اور یہاں پر بیٹھنے سے مراد عرف کے مطابق بیٹھنا ہے۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۷۹۲' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

اس قائل (حافظ ابن حجر) نے کہا کہ علامہ نووی نے لکھا ہے کہ امام مالک نے کہا ہے کہ بیٹھنے سے مراد قضاء حاجت کے لیے بیٹھنا ہے' اور یہ تاویل ضعیف ہے یا باطل ہے۔ (علامہ عینی کہتے ہیں:) میں کہتا ہوں کہ شدت تعصب کی وجہ سے آدمی اس سے زیادہ کہتا ہے اور علامہ نووی نے کیسے کہا کہ امام مالک کی تاویل باطل ہے' حالانکہ امام مالک علامہ نووی سے بڑے عالم ہیں اور وہ ان سے زیادہ احادیث اور آثار کو جاننے والے ہیں' پھر اس قائل نے کہا کہ جمہور فقہاء قبر پر بیٹھنے کو مکروہ کہتے ہیں اور اس میں امام مالک کا اختلاف ہے اور علامہ نووی نے شرح المہذب میں لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ کا مذہب بھی جمہور کی مثل ہے' میں کہتا ہوں کہ اس طرح نہیں ہے بلکہ امام ابوحنیفہ کا مذہب امام مالک کی مثل ہے جیسا کہ امام طحاوی نے نقل کیا ہے' پھر اس قائل نے جمہور کی تائید میں چند احادیث نقل کی ہیں' جن پر قبر پر بیٹھنے سے آپ نے منع فرمایا ہے (علامہ عینی کہتے ہیں:) میں کہتا ہوں کہ ان احادیث میں قبر پر بیٹھنے کی ممانعت سے مراد قضاء حاجت کے لیے بیٹھنا ہے اور قبر پر بیٹھنا جائز ہے اور یہی امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کا مذہب ہے جیسا کہ امام طحاوی نے کہا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۶۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

میں کہتا ہوں کہ اس بحث میں حافظ ابن حجر عسقلانی کا موقف اور علامہ نووی کی نقل صحیح ہے اور علامہ عینی اور امام طحاوی کو اس مسئلہ میں خطا ہوئی ہے اور امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کا مذہب وہ نہیں ہے جو علامہ عینی اور امام طحاوی نے ذکر کیا ہے بلکہ ان کے نزدیک قبر پر بیٹھنا مکروہ ہے' جیسا کہ ہم اس سے پہلے فقہاء احناف کی مشہور اور متداول کتب بدائع الصنائع' محیط برہانی' تبیین الحقائق' البحر الرائق اور فتاویٰ عالم گیری کے حوالوں سے بلکہ خود علامہ عینی کی عمدۃ القاری کے حوالے سے نقل کر چکے ہیں۔

فالحمد للّٰہ علٰی ذالك.

۱۳۶۱ - حَدَّثَنَا يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْاَعْمَشِ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ طَاؤُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ مَرَّ بِقَبْرَيْنِ يُعَذَّبَانِ فَقَالَ اِنَّهُمَا لَيُعَذَّبَانِ، وَمَا يُعَذَّبَانِ فِيْ كَبِيْرٍ، اَمَّا اَحَدُهُمَا فَكَانَ لَا يَسْتَتِرُ مِنَ الْبَوْلِ، وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَكَانَ يَمْشِيْ بِالنَّمِيْمَةِ. ثُمَّ اَخَذَ جَرِيْدَةً رَطْبَةً فَشَقَّهَا بِنِصْفَيْنِ، ثُمَّ غَرَزَ فِيْ كُلِّ قَبْرٍ وَاحِدَةً، فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لِمَ صَنَعْتَ هٰذَا؟ فَقَالَ لَعَلَّهُ اَنْ يُّخَفَّفَ عَنْهُمَا مَا لَمْ يَيْبَسَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابومعاویہ نے حدیث بیان کی از الاعمش از مجاہد از طاؤس از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ ایسی دو قبروں کے پاس سے گزرے جن کو عذاب دیا جارہا تھا' آپ نے فرمایا: بے شک ان کو عذاب دیا جارہا ہے اور ان کو کسی ایسی چیز میں عذاب نہیں دیا جارہا جس سے بچنا دشوار ہو۔ رہا ان دونوں میں سے ایک تو وہ پیشاب سے نہیں بچتا تھا اور رہا دوسرا تو وہ چغلی کرتا تھا' پھر آپ نے کھجور کے درخت کی ایک تر شاخ لی' پس اس کے دو ٹکڑے کیے' پھر ہر ایک کی قبر میں ایک ٹکڑا گاڑ دیا' پس مسلمانوں نے پوچھا: یارسول اللہ! آپ نے ایسا کیوں کیا؟ آپ نے فرمایا: تحقیق یہ ہے کہ جب تک یہ شاخیں خشک نہیں ہوں گی' ان کے عذاب میں تخفیف ہوتی رہے گی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۱۶ میں گزر چکی ہے۔

۸۲ - بَابُ مَوْعِظَةِ الْمُحَدِّثِ عِنْدَ الْقَبْرِ، وَقُعُوْدِ اَصْحَابِهٖ حَوْلَهٗ

محدث کا قبر کے پاس نصیحت کرنا اور اس کے اصحاب کا اس کے پاس بیٹھنا

امام بخاری نے اس عنوان سے یہ اشارہ کیا ہے کہ اگر زندہ لوگوں یا قبر والے کی کسی مصلحت کا تقاضا ہو تو قبر کے گرد لوگوں کا بیٹھنا جائز ہے' زندہ لوگوں کی مصلحت یہ ہے کہ ان کو موت اور آخرت کی یاد دلائی جائے اور قبر والے کی مصلحت یہ ہے کہ قبر کے پاس بیٹھ کر قرآن مجید کی تلاوت کی جائے اور اللہ کا ذکر کیا جائے تو اس سے میت کو نفع ہوگا۔

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنے مُردوں پر (سورۃ) یٰس پڑھو۔

(سنن ابوداؤد: ۳۱۲۱' سنن ابن ماجہ: ۱۴۴۸)

یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ مُردے کے پاس قرآن مجید کی تلاوت سے اس کو فائدہ ہوتا ہے' اور یہ حدیث ان کے خلاف حجت ہے' جو یہ کہتے ہیں کہ قرآن مجید کی تلاوت سے میت کو فائدہ نہیں ہوتا۔

﴿يَوْمَ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ﴾ (المعارج: ۴۳) اَلْاَجْدَاثُ الْقُبُوْرُ.

جس دن لوگ ''الاجداث'' سے نکالے جائیں گے۔ (المعارج: ۴۳) ''الاجداث'' کا معنی قبور ہے۔

جس دن لوگ قبروں سے نکل کر میدانِ حشر کی طرف دوڑتے ہوئے جائیں گے' اس تعلیق میں اس آیت کی طرف اشارہ ہے:

وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَاِذَا هُمْ مِّنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰى رَبِّهِمْ يَنْسِلُوْنَ۝ (یٰس: ۵۱)

اور صور میں پھونکا جائے گا' پس اس وقت وہ قبروں سے نکل کر اپنے رب کی طرف دوڑتے ہوئے جائیں گے۝

﴿بُعْثِرَتْ﴾ (الانفطار: ۴) اُثِيْرَتْ، بَعْثَرْتُ حَوْضِيْ اَيْ جَعَلْتُ اَسْفَلَهٗ اَعْلَاهُ.

''بعثرت'' اکھاڑ دی جائیں گی یا ان کو الٹ پلٹ کردیا جائے گا۔ ''بَعْثَرْتُ حَوْضِيْ'' کا معنی ہے: میں نے اس کے نچلے

حصہ کو اوپر کر دیا۔

اس تعلیق میں اس آیت کی طرف اشارہ ہے:

وَإِذَا الْقُبُورُ بُعْثِرَتْ ○ (الانفطار: ۴)

اور جب قبروں کو پلٹ دیا جائے گا ○

اَلْاِيْفَاضُ اَلْاِسْرَاعُ.

"الایفاض" کا معنی ہے: جلدی جلدی بھاگتے ہوئے جانا۔

اس تعلیق میں اس آیت کی طرف اشارہ ہے:

يَوْمَ يَخْرُجُونَ مِنَ الْاَجْدَاثِ سِرَاعًا كَاَنَّهُمْ اِلٰى نُصُبٍ يُّوْفِضُوْنَ ○ (المعارج: ۴۳)

جس دن وہ قبروں سے دوڑتے ہوئے نکلیں گے گویا کہ وہ بتوں کی طرف بھاگتے ہوئے جا رہے ہیں ○

وَقَرَاَ الْاَعْمَشُ ﴿اِلٰى نَصْبٍ﴾ (المعارج: ٤٣) اِلٰى شَيْءٍ مَنْصُوْبٍ يَسْتَبِقُوْنَ اِلَيْهِ، وَالنُّصُبُ وَاحِدٌ، وَالنَّصْبُ مَصْدَرٌ.

الاعمش نے اس آیت میں "الی نصب" پڑھا ہے: یعنی جو چیز نصب کی گئی ہو اور لوگ اس کی طرف سبقت کر رہے ہوں، "نُصُب" واحد ہے اور "نَصْب" مصدر ہے۔

"نُصُب" کا معنی ہے: ایک جھنڈا نصب کر دیا گیا ہے اور لوگ اس کی طرف بھاگ رہے ہیں اور جس نے "نَصَب" پڑھا، اس کا معنی ہے: وہ اپنے بتوں کی طرف دوڑ رہے ہیں "نَصَب" کا معنی ہے: پتھر سے تراشے ہوئے بت، ایک قول یہ ہے کہ اس کا معنی ہے: وہ پتھر جس کی عبادت کی جاتی ہے اور اس پر ذبح شدہ جانوروں کا خون بہایا جاتا ہے اور ایک قول ہے کہ وہ ایک جھنڈا ہے، جس کو لوگوں کے لیے گاڑ دیا جاتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۷۰-۲۶۹)

﴿يَوْمُ الْخُرُوْجِ﴾ (ق: ٤٢) مِنَ الْقُبُوْرِ ﴿يَنْسِلُوْنَ﴾ (یٰس: ٥١) يَخْرُجُوْنَ.

"یوم الخروج" قبروں سے نکلنے کے دن۔ "ینسلون" نکلیں گے۔

اس تعلیق میں اس آیت کی طرف اشارہ ہے:

يَوْمَ يَسْمَعُوْنَ الصَّيْحَةَ بِالْحَقِّ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُرُوْجِ ○ (ق: ۴۲)

جس روز وہ اس زبردست چنگھاڑ کو یقین کے ساتھ سنیں گے، یہی (قبروں سے) نکلنے کا دن ہوگا ○

اور یہ اشارہ کیا ہے کہ یٰس: ۵۱ میں جو "ینسلون" کا لفظ ہے، اس کا معنی نکلنا ہے۔

١٣٦٢ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ قَالَ حَدَّثَنِي جَرِيْرٌ عَنْ مَنْصُوْرٍ، عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ، عَنْ اَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كُنَّا فِي جَنَازَةٍ فِي بَقِيْعِ الْغَرْقَدِ، فَاَتَانَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَعَدَ وَقَعَدْنَا حَوْلَهُ، وَمَعَهُ مِخْصَرَةٌ، فَنَكَّسَ، فَجَعَلَ يَنْكُتُ بِمِخْصَرَتِهِ، ثُمَّ قَالَ مَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ، مَا مِنْ نَفْسٍ مَنْفُوْسَةٍ، اِلَّا كُتِبَ مَكَانُهَا مِنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ، وَاِلَّا قَدْ كُتِبَ شَقِيَّةً اَوْ سَعِيْدَةً. فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اَفَلَا نَتَّكِلُ عَلٰى كِتَابِنَا وَنَدَعُ الْعَمَلَ؟

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عثمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از منصور از سعد بن عبیدہ از ابوعبدالرحمان از حضرت علی رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم بقیع الغرقد میں ایک جنازے کے ساتھ تھے، ہمارے پاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم آئے پس بیٹھ گئے اور ہم بھی آپ کے گرد بیٹھ گئے، آپ کے پاس چھڑی تھی، آپ نے سر جھکایا اور اپنی چھڑی کے ساتھ زمین کریدنے لگے، پھر فرمایا: تم میں سے ہر شخص کا جنت میں یا دوزخ میں ٹھکانا لکھ دیا گیا ہے اور یہ بھی لکھ دیا گیا ہے کہ وہ نیک بخت ہے یا بد بخت ہے، ایک شخص نے کہا: یا رسول اللہ! کیا ہم اپنے

فَمَنْ كَانَ مِنَّا مِنْ اَهْلِ السَّعَادَةِ فَسَيَصِيْرُ اِلٰى عَمَلِ اَهْلِ السَّعَادَةِ، وَاَمَّا مَنْ كَانَ مِنَّا مِنْ اَهْلِ الشَّقَاوَةِ فَسَيَصِيْرُ اِلٰى عَمَلِ اَهْلِ الشَّقَاوَةِ؟ قَالَ اَمَّا اَهْلُ السَّعَادَةِ فَيُيَسَّرُوْنَ لِعَمَلِ السَّعَادَةِ، وَاَمَّا اَهْلُ الشَّقَاوَةِ فَيُيَسَّرُوْنَ لِعَمَلِ الشَّقَاوَةِ. ثُمَّ قَرَاَ ﴿فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى﴾ (اللیل:۵) الاٰیة. [اطراف الحدیث: ۴۹۴۵-۴۹۴۶-۴۹۴۷-۴۹۴۸-۶۲۱۷-۶۶۰۵-۷۵۵۲]

متعلق لکھے ہوئے پر اعتماد نہ کرلیں اور عمل کرنے کو چھوڑ دیں' پس جو شخص ہم میں سے نیک بخت ہوگا پس وہ عنقریب نیک بختوں کے عمل کی طرف رجوع کرے گا اور رہا وہ جو ہم میں سے بد بخت ہوگا پس وہ بدبختوں کے عمل کی طرف رجوع کرے گا؟ آپ نے فرمایا: رہے وہ جو اہل سعادت ہیں ان کے لیے سعادت کے عمل آسان کردیئے جائیں گے اور جو اہل شقاوت ہیں ان کے لیے شقاوت کے عمل آسان کر دیئے جائیں گے' پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت کی: پس رہا وہ جس نے (اللہ کی راہ میں) عطا کیا اور (اللہ سے) ڈراO اور نیکی کی تصدیق کیO تو ہم اس کے لیے نیکی کے راستے آسان کر دیں گےO (اللیل:۷-۵)

(صحیح مسلم: ۲۶۴۷' الرقم المسلسل: ۶۶۰۷' سنن ابوداؤد: ۴۶۹۴' سنن ترمذی: ۲۱۳۶' سنن ابن ماجہ: ۷۸' السنن الکبریٰ: ۱۱۶۷۸' مسند البزار: ۵۸۴' الادب المفرد: ۹۰۳' صحیح ابن حبان: ۳۳۴' مسند احمد ج ۱ ص ۸۲ طبع قدیم' مسند احمد: ۶۲۱۔ ج ۲ ص ۵۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ۵۵۰۷' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عثمان بن محمد بن ابی شیبہ' ان کا نام ابراہیم ابوالحسن العبسی ہے (۲) جریر بن عبدالحمید الضبی (۳) منصور بن المعتمر (۴) سعد بن عبیدہ (۵) ابوعبدالرحمان اور یہ عبداللہ بن حبیب ہیں (۶) حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۱۷۲)

- اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: ہمارے پاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے اور ہم بھی آپ کے گرد بیٹھ گئے۔

''بقیع الغرقد'' کا معنی

اس حدیث میں ''بقیع الغرقد'' کا لفظ ہے' ''بقیع'' اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں مختلف اقسام کے درخت ہوں اور ''الغرقد'' کانٹوں والے درخت کو کہتے ہیں' ''بقیع الغرقد'' اہل مدینہ کا قبرستان ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۱۷۲)

اس اعتراض کا جواب کہ جب سعادت اور شقاوت کو تقدیر میں لکھ دیا ہے تو عمل کی کیا ضرورت ہے؟

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جب بندے کے اعمال کو ازل میں لکھ دیا گیا ہے تو پھر نیک اعمال پر اس کی مدح کیوں کی جاتی ہے اور برے اعمال پر اس کی مذمت کیوں کی جاتی ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس کی مدح اس لیے کی جاتی ہے کہ وہ نیک اعمال کا محل ہے نہ کہ اس لیے کہ وہ ان کا فاعل ہے اور برے اعمال پر اس کی مذمت اس لیے کی جاتی ہے کہ وہ برے اعمال کا محل ہے نہ کہ اس لیے کہ وہ برے اعمال کا فاعل ہے' یہ اشاعرہ کی طرف سے مشہور جواب ہے' جیسے جب کسی حسین چیز کی مدح کی جاتی ہے اور قبیح چیز کی مذمت کی جاتی ہے اور اسی لحاظ سے اس کو ثواب اور عذاب ہوتا ہے' جس طرح ہمارے نزدیک یہ صحیح نہیں ہے کہ کہا جائے کہ آگ کو چھونے کے بعد جلنے کی کیفیت کیوں ہوتی ہے' اسی طرح یہ بھی کہنا صحیح نہیں ہے کہ برے اعمال کے بعد عذاب کیوں ہوتا ہے۔

علامہ طیبی نے اس کے جواب میں یہ کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو تقدیر پر تکیہ کرنے سے اور عمل کو ترک کرنے سے منع کیا ہے اور ان کو یہ حکم دیا ہے کہ بندہ پر لازم ہے کہ وہ اللہ کی عبادت کرے اور اللہ کے کاموں میں تصرف کرنے سے اجتناب کرے

پس عبادت کرنے کو جنت کے دخول کا مستقل سبب نہ بنایا جائے اور عبادت کے ترک کرنے کو دوزخ میں دخول کا مستقل سبب نہ بنایا جائے بلکہ عبادت کا کرنا اور اس کو ترک کرنا جنت اور دوزخ میں دخول کی علامات ہیں۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر دی کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی سعادت اور شقاوت کو کتاب میں لکھ دیا ہے تو مسلمانوں نے قصد کیا کہ اس لکھے ہوئے کو حجت قرار دے کر عمل کرنے کو ترک کر دیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یہ بتلایا کہ یہاں پر دو چیزیں ہیں اور ایک چیز کی وجہ سے دوسری چیز باطل نہیں ہوتی' ایک ظاہری چیز ہے اور ایک باطنی چیز ہے اور وہی علت موجبہ ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اور دوسری ظاہری چیز ہے اور وہ بندہ کے حق میں تتمہ لازمہ ہے اور وہ خیالی علامت ہے اور آپ نے یہ بیان فرمایا کہ اللہ نے جو پیدا کیا ہے ان میں سے ہر ایک میسر ہے اور دنیا میں اس کا عمل آخرت کے انجام کی دلیل ہے' اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی وَاتَّقٰیO وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰیO فَسَنُیَسِّرُهٗ لِلْیُسْرٰیO (اللیل: ۷-۵)

پس رہا وہ جس نے (اللہ کی راہ میں) خرچ کیا اور (اللہ سے) ڈراO اور نیکی کی تصدیق کیO تو ہم اس کے لیے نیکی کے راستے آسان کر دیں گےO

اس کی نظیر یہ ہے کہ انسان کی قسمت میں رزق لکھ دیا ہے لیکن اس کو کمانے کا حکم دیا ہے اور اس کی زندگی کی میعاد مقرر ہے لیکن اس کو بیماری کا علاج کرنے کا حکم دیا ہے' اسی طرح سعادت اور شقاوت مقرر ہے لیکن اس کو نیکی کرنے اور برائی کو ترک کرنے کا حکم دیا ہے' پس جس طرح وہ تقدیر میں لکھے ہوئے رزق پر تکیہ کر کے کمانے کو ترک نہیں کرتا اور تقدیر میں لکھی ہوئی زندگی کی مدت پر تکیہ کر کے بیماری میں علاج کو ترک نہیں کرتا' اسی طرح تقدیر میں لکھی ہوئی سعادت اور شقاوت پر تکیہ کر کے نیک اعمال کے کرنے اور بُرے اعمال کے نہ کرنے کو ترک نہ کرے' پس تقدیر میں لکھا ہوا امر باطنی' علت موجبہ اور اللہ کا حکم ہے' اور انسان کے اعمال تتمہ لازمہ ہیں اور خیالی علامت ہیں اور امر باطنی کی وجہ سے امر ظاہری کو ترک نہیں کیا جاتا۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۷۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۶۶۰۷- ج ۷ ص ۲۶۸ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے عنوان حسب ذیل ہیں:

(۱) کیا اللہ تعالیٰ کے علم سابق میں انسانوں کا جنتی یا جہنمی ہونا ان کے مکلف ہونے کے منافی ہے؟ (۲) جبر اور قدر کے اعتبار سے مسئلہ تقدیر پر اشکال اور اس کا جواب۔

۸۳ - بَابُ مَا جَاءَ فِیْ قَاتِلِ النَّفْسِ — اپنی جان کے قاتل کے متعلق جو حکم ہے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جو شخص اپنی جان کو قتل کرے' اس کا شریعت میں کیا حکم ہے۔

حضرت ابن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے اپنے آپ کو چوڑے تیر سے قتل کر لیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تو اس پر نماز جنازہ نہیں پڑھوں گا۔ (صحیح مسلم: ۹۷۸' سنن نسائی: ۱۹۶۰)

خودکشی کرنا گناہ کبیرہ ہے' اس کی نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے لیکن کسی بڑے عالم کو اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھانی چاہیے۔

۱۳۶۳ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا یَزِیْدُ بْنُ زُرَیْعٍ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ' عَنْ اَبِیْ قِلَابَةَ' عَنْ ثَابِتِ ابْنِ الضَّحَّاكِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ' عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ حَلَفَ بِمِلَّةٍ غَیْرِ الْاِسْلَامِ' كَاذِبًا مُتَعَمِّدًا' فَهُوَ كَمَا قَالَ' وَمَنْ قَتَلَ نَفْسَهٗ بِحَدِیْدَةٍ'

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی از ابی قلابہ از حضرت ثابت بن الضحاک رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: جس نے غیر ملت اسلام کی عمداً جھوٹی قسم کھائی پس وہ اس طرح ہے' اور جس

عُذِّبَ بِهِ فِي نَارِ جَهَنَّمَ.

نے لوہے کے ہتھیار سے اپنے آپ کو قتل کیا' اس کو اسی ہتھیار سے دوزخ میں عذاب ہوتا رہے گا۔

[اطراف الحدیث: ۴۱۷۱_۴۸۴۳_۶۰۴۷_۶۱۰۵_۶۶۵۲]

(صحیح مسلم: ۱۱۰' الرقم المسلسل: ۲۹۵' سنن ابوداؤد: ۳۲۵۷' سنن ترمذی: ۱۵۴۳' سنن نسائی: ۳۷۷۹' سنن ابن ماجہ: ۲۰۹۸' الاحاد والمثانی: ۲۳۳۰' المعجم الکبیر: ۱۳۳۵' مسند ابویعلی: ۱۵۳۵' جامع المسانید لابن جوزی: ۸۵۷' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ' مسند الطحاوی: ۹۱۱)

اس حدیث کے رجال کا اس سے پہلے تعارف کیا جا چکا ہے۔

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: اور جس نے لوہے کے ہتھیار سے اپنے آپ کو قتل کیا۔ الحدیث

''ملّت'' کا معنیٰ' غیر ملّت اسلام کی قسم کھانے والے کا شرعی حکم اور اس میں مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ''ملّت'' کا لفظ ہے' ''ملّت'' کا معنی ہے: دین جیسے ملت اسلام' یا یہودیت یا نصرانیت' ایک قول یہ ہے کہ اس کا معنی ہے: دین کے عظیم ارکان۔

نیز اس حدیث میں ہے: جس نے غیر ملت اسلام کی عمداً جھوٹی قسم کھائی پس وہ اسی طرح ہے۔

اس کا معنی یہ ہے کہ اس نے یہودیت یا عیسائیت کی تعظیم کی وجہ سے قسم کھائی خواہ وہ قسم جھوٹی کھائی ہو یا سچی کھائی ہو' بہر حال اس نے غیر ملت اسلام کی تعظیم کی کیونکہ قسم اسی کی کھائی جاتی ہے جس کی دل میں تعظیم ہوتی ہے اور غیر ملت اسلام کی تعظیم حرام اور ممنوع ہے۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ چونکہ اس نے غیر ملت اسلام کی جھوٹی قسم کھائی ہے' اس وجہ سے وہ گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوگا' کافر نہیں ہوگا۔

علامہ کرمانی نے بھی کہا: وہ گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوگا' کافر نہیں ہوگا' اور حدیث میں جو فرمایا ہے: پس وہ اس طرح ہے' یہ تغلیظ کے لیے ہے۔ علامہ ابن جوزی نے کہا: اس کا غیر ملت اسلام کی قسم کھانا کفر کے مشابہ ہے' کیونکہ اس نے قسم کھا کر غیر ملت اسلام کی تعظیم کی اور غیر ملت اسلام کی تعظیم کفر ہے' لہٰذا اس کا یہ قسم کھانا کفر کے مشابہ فعل ہے۔

علامہ قرطبی نے کہا: جس نے عمداً غیر ملت اسلام کی تعظیم کی وہ حقیقۃً کافر ہو گیا اور حدیث میں یہی فرمایا ہے کہ جس نے عمداً غیر ملت اسلام کی قسم کھائی' وہ اسی طرح ہے' پس ایسا شخص حقیقۃً کافر ہے۔

علامہ عینی نے کہا: میں کہتا ہوں کہ وہ حقیقۃً کافر ہے اور کافروں کے مشابہ ہونا کم درجہ کی چیز ہے۔

امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ جس شخص نے اس طرح قسم کھائی اس کی قسم منعقد ہو جائے گی اور اس پر کفارہ لازم ہے' کیونکہ ظہار کرنے والا بُری اور جھوٹی بات کہتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس پر کفارہ لازم کیا ہے اور یہ بھی بُری اور جھوٹی بات ہے' امام مالک' امام شافعی اور جمہور نے یہ کہا ہے کہ اس پر توبہ کرنا اور تجدید اسلام کرنا لازم ہے کیونکہ حدیث میں ہے: جس نے لات اور عزیٰ کی قسم کھائی وہ کہے: لا الٰہ الا اللہ۔ (سنن ابوداؤد: ۳۲۴۷' سنن ابن ماجہ: ۲۰۹۶' صحیح ابن خزیمہ: ۳۰۵۴' مسند احمد ج ۲ ص ۳۰۹) اور حدیث میں کفارہ کا ذکر نہیں ہے اس لیے اس پر صرف توبہ اور تجدید اسلام لازم ہے اور اگر شادی شدہ ہو تو تجدید نکاح بھی لازم ہے' ہم کہتے ہیں کہ کفارہ کا ذکر نہ ہونے سے اس کے وجوب کی نفی نہیں ہوتی۔

(عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۷۶_۲۷۵' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

١٣٦٤ - وَقَالَ حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ حَدَّثَنَا جَرِيْرُ بْنُ حَازِمٍ، عَنِ الْحَسَنِ قَالَ حَدَّثَنَا جُنْدَبٌ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فِي هٰذَا الْمَسْجِدِ، فَمَا نَسِيْنَا، وَمَا نَخَافُ اَنْ يَكْذِبَ جُنْدَبٌ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَ بِرَجُلٍ جِرَاحٌ قَتَلَ نَفْسَهُ، فَقَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ بَدَرَنِيْ عَبْدِيْ بِنَفْسِهِ، حَرَّمْتُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ.

[طرف الحدیث: ۳۴۶۳] (صحیح مسلم: ۱۱۳' الرقم المسلسل: ۳۰۰)

اور حجاج بن منہال نے کہا: ہمیں جریر بن حازم نے حدیث بیان کی از الحسن' انہوں نے کہا: ہمیں حضرت جندب رضی اللہ عنہ نے اس مسجد میں یہ حدیث بیان کی' سو ہم اس کو نہیں بھولے اور ہمیں یہ خوف نہیں ہے کہ حضرت جندب نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جھوٹی بات روایت کی ہو گی' آپ نے فرمایا: ایک شخص زخمی تھا' اس نے خود کو قتل کر لیا تو اللہ عزوجل نے فرمایا: میرے بندے نے اپنی جان نکالنے میں مجھ پر سبقت کی' میں نے اس پر جنت کو حرام کر دیا۔

خودکشی کرنے والے پر جنت حرام کرنے کی توجیہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ اللہ عزوجل نے فرمایا: میرے بندے نے اپنی جان کو ہلاک کرنے میں مجھ پر سبقت کی' میں نے اس پر جنت کو حرام کر دیا ہے' اس پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ خودکشی کرنا گناہ کبیرہ ہے اور گناہ کبیرہ کی وجہ سے جنت حرام نہیں ہوتی۔

قرآن مجید میں ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ. (النساء: ۱۱۶-۴۸)

بے شک اللہ اس کو نہیں معاف فرمائے گا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور اس سے کم گناہ کو جس کے لیے چاہے گا معاف فرما دے گا۔

حضرت عتبان بن مالک انصاری کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ نے دوزخ پر اس شخص کو حرام کر دیا ہے جس نے لا الٰہ الا اللہ کہا اور وہ اس سے اللہ کی رضا جوئی کا ارادہ کرتا تھا۔ (صحیح البخاری: ۴۲۵' صحیح مسلم: ۳۳)

حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جس نے "لا الله الا الله محمد رسول الله" کی شہادت دی' اللہ نے اس پر دوزخ کو حرام کر دیا ہے۔

(صحیح مسلم: ۲۹' سنن ترمذی: ۲۶۳۸' مسند احمد ج ۵ ص ۳۱۸)

اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے گناہ کبیرہ کرنے والے کو جو وعید سنائی ہے وہ چاہے گا تو اس کو معاف کر دے اور چاہے گا تو اس پر وعید نافذ کرے گا' اس کو دوزخ میں ڈال دے گا' پھر کچھ عرصہ کے بعد اس کو دوزخ سے نکال لے گا' پھر اس کو اس کے ایمان کی وجہ سے جنت میں داخل کر دے گا' اور اس کو دائماً دوزخ میں نہیں رکھے گا۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۳۴۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

چونکہ احادیث صحیحہ سے یہ ثابت ہے کہ اہل اسلام دوزخ میں ہمیشہ نہیں رہیں گے' اس لیے یہ حدیث اس صورت پر محمول ہے کہ جو شخص خودکشی کو حلال جان کر خودکشی کرے گا' اس پر اللہ عزوجل جنت کو حرام کر دے گا کیونکہ وہ خودکشی کو حلال سمجھنے کی وجہ سے کافر ہو جائے گا اور کافر یقیناً ہمیشہ دوزخ میں رہے گا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ نے زجر و توبیخ اور ڈانٹ ڈپٹ کے اعتبار سے فرمایا ہے' اس کی حقیقت مراد نہیں ہے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۷۹۴' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی' اس اشکال کے جواب میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کا محمل یہ ہے کہ خودکشی کرنے والے کو دوزخ میں داخل کرنے سے پہلے میں نے اس پر جنت کے دخول کو حرام کر دیا ہے' یا کسی خاص جنت کو اس پر حرام کر دیا ہے کیونکہ جنتیں بہت سی ہیں یا یہ وعید اس کے لیے ہے جو حلال اور جائز سمجھ کر خودکشی کرے یا اس کو محض تغلیظ کے لیے فرمایا ہے اور اس کو خودکشی کرنے سے ڈرایا ہے' اس کی حقیقت مراد نہیں یا مراد یہ ہے کہ خودکشی کرنے والے کی سزا یہ ہے کہ اس پر جنت کو حرام کر دیا جائے لیکن اس پر اس سزا کو نافذ کرنا ضروری نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۷۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۳۶۵ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُو الزِّنَادِ' عَنِ الْاَعْرَجِ' عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِي يَخْنُقُ نَفْسَهُ يَخْنُقُهَا فِي النَّارِ' وَالَّذِي يَطْعُنُهَا يَطْعُنُهَا فِي النَّارِ. [طرف الحدیث: ۵۷۷۸]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو الزناد نے حدیث بیان کی از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اپنا گلا گھونٹے گا اس کا دوزخ میں گلا گھونٹا جاتا رہے گا' اور جو شخص اپنے آپ کو نیزہ یا تیر مارے گا وہ دوزخ میں بھی اپنے آپ کو نیزہ یا تیر مارتا رہے گا۔

(صحیح ابن حبان: ۵۹۸۷' شرح مشکل الآثار: ۱۹۵' مسند احمد ج ۱ ص ۴۳۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۹۶۱۸۔ ج ۱ ص ۳۸۰' موسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ۶۷۵۵' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کی موافق حدیث

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے اپنے آپ کو لوہے کے ہتھیار سے قتل کیا' دوزخ میں اس کے ہاتھ میں وہ ہتھیار ہوگا اور وہ دوزخ میں ہمیشہ ہمیشہ اس ہتھیار کو اپنے پیٹ میں گھونپتا رہے گا اور جس شخص نے اپنے آپ کو پہاڑ سے گرا کر ہلاک کیا' وہ دوزخ میں ہمیشہ ہمیشہ اپنے آپ کو گرا کر ہلاک کرتا رہے گا اور جس شخص نے اپنے آپ کو زہر سے ہلاک کیا' وہ دوزخ میں ہمیشہ ہمیشہ زہر چاٹتا رہے گا۔ (صحیح البخاری: ۵۷۷۸' صحیح مسلم: ۱۰۹' سنن ترمذی: ۲۰۴۴' سنن ابوداؤد: ۳۸۷۲' مسند ابوداؤد طیالسی: ۲۴۱۶' شرح السنہ: ۲۵۲۳' مسند احمد ج ۲ ص ۴۸۸۔ ۴۷۸۔ ۲۴۵)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ انسان جس طریقہ سے خودکشی کرے گا' اسی کی مثل طریقہ سے اس کو دائماً عذاب ہوتا رہے گا اور اس کی مغفرت نہیں ہوگی' لیکن ایک حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ خودکشی کرنے والے کی بھی مغفرت ہو جائے گی۔

حدیث مذکور کی مخالف حدیث

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت طفیل بن عمرو الدوسی' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے' پس کہا: یا رسول اللہ! کیا آپ کو مضبوط قلعہ کی ضرورت ہے؟ ان کے پاس زمانہ جاہلیت میں دوس کا قلعہ تھا' پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا انکار کیا جو انصار کے لیے ذخیرہ تھا' پھر جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی طرف ہجرت کی تو حضرت طفیل بن عمرو نے بھی ہجرت کی اور ان کے ساتھ ایک اور شخص نے بھی ہجرت کی' ان کو مدینہ کی آب و ہوا موافق نہیں آئی' پس وہ شخص بیمار ہو گیا' سو وہ صبر نہ کر سکا' اس نے چوڑے پھل کے تیر سے اپنی انگلیوں کے جوڑ کاٹ ڈالے' اس کے ہاتھوں سے خون بہنے لگا حتیٰ کہ وہ فوت ہو گیا' حضرت طفیل بن عمرو نے اس کو خواب میں اچھی حالت میں دیکھا اور اس کے ہاتھوں پر پٹی دیکھی' حضرت طفیل نے پوچھا: تمہارے رب نے تمہارے ساتھ کیا کیا؟ انہوں نے کہا: میں

نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جو ہجرت کی تھی' اس وجہ سے اللہ نے میری مغفرت کر دی' انہوں نے پوچھا: میں تمہارے ہاتھوں پر پٹی کیسی دیکھ رہا ہوں؟ انہوں نے جواب دیا: مجھ سے کہا گیا کہ جس چیز کو تم نے خود خراب کیا ہے ہم اس کو ہرگز ٹھیک نہیں کریں گے۔ حضرت طفیل نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ خواب بیان کیا تو آپ نے دعا کی: اے اللہ! اس کے ہاتھوں کی بھی مغفرت فرما!

(صحیح مسلم: ۱۱۶' مسند احمد ج ۳ ص ۳۷۱۔ ۳۷۰' مسند ابویعلیٰ: ۲۱۷۵)

خودکشی کرنے والے کی مغفرت کے متعلق امام طحاوی کی توجیہ

امام ابوجعفر احمد بن محمد الطحاوی متوفی ۳۲۱ھ' ان دونوں حدیثوں کے تعارض کے جواب میں لکھتے ہیں:

ہوسکتا ہے کہ اس شخص نے چوڑے تیر سے اپنی انگلیوں کے جوڑ کو اس لیے کاٹا ہو کہ اس کے نزدیک اس بیماری کا یہی علاج تھا کہ فاسد خون کو نکال دیا جائے اور اس کا یہ خیال ہو کہ اگر اس فاسد خون کو نہ نکالا گیا تو اس سے اس کے پورے جسم میں یہ بیماری سرایت کر جائے گی (جیسا کہ آج کل بھی اگر کسی عضو میں زہر سرایت کر جائے اور اس سے پورے جسم کے فاسد ہونے کا خطرہ ہو تو ڈاکٹر اس عضو کو کاٹ دیتے ہیں۔ سعیدی غفرلہٗ) سو اس نے پورے جسم کی اصلاح کے لیے اپنی انگلیوں کے جوڑوں کو کاٹا' لیکن قضاء الٰہی سے اتنا خون بہ گیا کہ وہ فوت ہو گیا' سو اس صورت میں اس پر کوئی ملامت نہیں ہے اور نہ وہ آخرت میں کسی سزا کا مستحق ہے' کیونکہ اس کا ارادہ خودکشی کرنے کا نہ تھا۔ اگر یہ سوال کیا جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ہاتھوں کے لیے مغفرت کی دعا کی' اس سے معلوم ہوا کہ اس سے کوئی تقصیر ہوئی تھی جبھی تو آپ نے اس کے ہاتھوں کے لیے مغفرت کی دعا کی' تو اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں جو خوف خدا کا غلبہ تھا' اس کی وجہ سے آپ نے یہ دعا کی۔ (شرح مشکل الآثار ج ۱ ص ۱۸۷۔ ۱۸۵' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۲۷ھ)

خودکشی کرنے والے کی مغفرت کے متعلق علامہ نووی اور حافظ ابن حجر کی توجیہ

اس حدیث میں دو احتمال ہیں: ایک احتمال وہ ہے جس کو امام طحاوی نے ذکر کیا ہے اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ وہ شخص اپنی بیماری کی تکلیف پر صبر نہیں کر سکا اور اس نے خودکشی کے ارادہ سے اپنی انگلیوں کے جوڑ کاٹ ڈالے پھر اس پر یہ اعتراض ہو گا کہ پہلی حدیث کے مطابق تو اس کو دائمی عذاب ہونا چاہیے تھا اور اس کی مغفرت نہیں ہونی چاہیے تھی' علامہ نووی نے اس کی شرح میں لکھا ہے کہ اس حدیث میں اہل سنت کے ایک عظیم قاعدہ پر دلیل ہے کہ جس نے خودکشی کی یا کوئی اور معصیت کی اور بغیر توبہ کے مر گیا تو وہ کافر نہیں ہے اور نہ اس کو قطعی طور پر دوزخی کہا جائے گا بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تحت ہے' وہ چاہے تو اس کو کچھ عرصہ سزا دے اور چاہے تو معاف کر دے۔ (صحیح مسلم بشرح النووی ج ۱ ص ۸۰۲۔ ۸۰۱' مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے یہ کہا ہے کہ خودکشی کرنے والے کے لیے دائمی عذاب کی وعید اس صورت میں ہے جب وہ جائز سمجھ کر خودکشی کرے' اس وقت وہ کافر ہو گا اور اس کو دائمی عذاب ہو گا' دوسرا جواب یہ ہے کہ خودکشی کرنے والے کی سزا تو یہی ہے کہ اس کو دائمی عذاب دیا جائے لیکن اللہ تعالیٰ مسلمانوں پر کرم فرماتا ہے اور ان کو کچھ عرصہ کے بعد ان کی توحید کی وجہ سے دوزخ سے نکال لیتا ہے یا اصلاً عذاب نہیں دیتا یا اللہ تعالیٰ نے زجر و توبیخ اور ڈانٹ ڈپٹ کے طور پر اور ڈرانے کے لیے فرمایا کہ خودکشی کرنے سے دائمی عذاب ہو گا تا کہ مسلمان خودکشی کرنے سے باز رہیں۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۷۹۴' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۱۳۔ ۲۱۲۔ ج ۱ ص ۵۷۱۔ ۵۷۰ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے عنوان یہ ہیں:
(۱) خودکشی پر دائمی عذاب کی وعید کی توجیہ (۲) غیر ملت اسلام کی قسم کھانے کی تفصیل۔

٨٤ - بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ الصَّلٰوةِ عَلَى الْمُنَافِقِيْنَ وَالْاِسْتِغْفَارِ لِلْمُشْرِكِيْنَ

رَوَاهُ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اس تعلیق کی اصل صحیح البخاری: ١٢٦٩ میں گزر چکی ہے۔

١٣٦٦ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ اَنَّهُ قَالَ لَمَّا مَاتَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اُبَيِّ ابْنُ سَلُوْلَ، دُعِيَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيُصَلِّيَ عَلَيْهِ، فَلَمَّا قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَثَبْتُ اِلَيْهِ، فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اَتُصَلِّيْ عَلَى ابْنِ اُبَيٍّ، وَقَدْ قَالَ يَوْمَ كَذَا وَكَذَا كَذَا وَكَذَا؟ اُعَدِّدُ عَلَيْهِ قَوْلَهُ، فَتَبَسَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ اَخِّرْ عَنِّيْ يَا عُمَرُ. فَلَمَّا اَكْثَرْتُ عَلَيْهِ، قَالَ اِنِّيْ خُيِّرْتُ فَاخْتَرْتُ، لَوْ اَعْلَمُ اَنِّيْ اِنْ زِدْتُ عَلَى السَّبْعِيْنَ فَغُفِرَ لَهُ لَزِدْتُ عَلَيْهَا. قَالَ فَصَلّٰى عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ انْصَرَفَ، فَلَمْ يَمْكُثْ اِلَّا يَسِيْرًا حَتّٰى نَزَلَتِ الْاٰيَتَانِ مِنْ بَرَاءَةٍ ﴿وَلَا تُصَلِّ عَلٰى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا﴾ اِلٰى ﴿وَهُمْ فَاسِقُوْنَ﴾ (التوبۃ: ٨٤) قَالَ فَعَجِبْتُ بَعْدُ مِنْ جُرْاَتِيْ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَئِذٍ، وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ. [طرف الحدیث: ٤٦٧١]

منافقین کی نمازِ جنازہ اور مشرکین کے لیے استغفار کا مکروہ ہونا

اس کو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب از عبید اللہ بن عبد اللہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما از حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ جب عبد اللہ بن ابی ابن سلول مر گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس پر نماز پڑھنے کے لیے بلایا گیا، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (جانے کے لیے) کھڑے ہوئے تو میں جلدی سے آگے بڑھا، پس میں نے کہا: یا رسول اللہ! کیا آپ ابن ابی کی نماز پڑھ رہے ہیں حالانکہ اس نے فلاں دن یہ کہا تھا اور فلاں دن یہ کہا تھا؟ میں اس کی سب باتیں گنواتا رہا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے اور فرمایا: اے عمر! مجھے چھوڑ دو، جب میں نے زیادہ اصرار کیا تو آپ نے فرمایا: مجھے اختیار دیا گیا تھا، پس میں نے اختیار کر لیا، اگر مجھے معلوم ہوتا کہ میں نے ستر دفعہ سے زیادہ مغفرت طلب کی تو اس کی مغفرت کر دی جائے گی تو میں ستر مرتبہ سے زیادہ مغفرت طلب کرتا، حضرت عمر نے کہا: پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نماز پڑھائی، پھر آپ واپس آ گئے، پھر آپ تھوڑی دیر ٹھہرے تھے کہ سورۂ توبہ کی یہ آیت نازل ہوگئی: اور ان میں سے کوئی مر جائے تو آپ اس کی کبھی بھی نمازِ جنازہ نہ پڑھیں، اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہوں، کیونکہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا اور اسی حالت میں مر گئے اور وہ فاسق ہیں ○ (التوبہ: ٨٤) پھر بعد میں مجھے اس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنی اس جراءت پر بہت تعجب ہوا، اور اللہ اور رسول کو ہی زیادہ علم ہے۔

(سنن ترمذی: ٣٠٩٧، سنن نسائی: ١٩٦٥۔ ٢٣٤٥، مسند البزار: ٩٣، صحیح ابن حبان: ٣١٧٦، سنن کبریٰ: ١١٢٢٥، مسند احمد ج ١ ص ١١٦ طبع قدیم، مسند احمد: ٩٣۔ ج ١ ص ٢٥٣، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید لابن جوزی: ٥٦٩٨، مکتبۃ الرشد ریاض ١٤٢٦ھ، مسند الطحاوی: ٦٠٦٥)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) یحییٰ بن بکیر (۲) لیث بن سعد (۳) عقیل بن خالد (۴) محمد بن مسلم بن شہاب (۵) عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود' یہ سات فقہاء میں سے ایک ہیں (۶) حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۷۸)

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت آیت (التوبہ: ۸۴) میں ہے' اگر اس پر اعتراض کیا جائے کہ عنوان میں مشرکین کے لیے استغفار کی کراہت کا بھی ذکر ہے اور اس کا حدیث میں ذکر نہیں ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں التوبہ: ۸۴ کا ذکر ہے اور التوبہ: ۸۰ میں یہ آیت ہے: ''فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ'' پس اللہ ان کی ہرگز مغفرت نہیں کرے گا' اور اس میں مشرکین کے لیے استغفار کی ممانعت کا اشارہ ہے۔

منافقین کی قبر پر کھڑے ہونے کی ممانعت' صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے تھی

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

علامہ طبری نے کہا ہے کہ التوبہ: ۸۴ میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو منافقین کی نماز پڑھانے سے منع فرمادیا ہے' اگرچہ وہ اسلام کو ظاہر کرتے تھے تا کہ ان کی جانیں محفوظ رہیں' رہا ان کی قبروں پر کھڑا ہونا تو وہ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ممنوع تھا اور دیگر مسلمانوں کے لیے جائز تھا کہ وہ اپنے کافر آباء کی تدفین کے لیے ان کی قبروں پر کھڑے ہوں' اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب ابوطالب فوت ہوگئے تو میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے عرض کیا کہ آپ کا گمراہ چچا فوت ہو گیا' تو آپ نے فرمایا: جاؤ! اس کو زمین میں چھپادو' پھر کسی سے کوئی بات نہ کرنا حتیٰ کہ میرے پاس آنا' پس میں گیا اور میں نے اس کو زمین میں چھپا دیا اور میں آپ کے پاس آیا تو آپ نے مجھے غسل کرنے کا حکم دیا اور میرے لیے دعا کی۔

(سنن ابوداؤد: ۳۲۱۴' سنن نسائی: ۱۹۰)

سعید بن جبیر نے بیان کیا ہے کہ ایک یہودی فوت ہو گیا' اس کا بیٹا مسلمان تھا' اس نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کا ذکر کیا' تو انہوں نے کہا کہ اس کو چاہیے کہ اس کے ساتھ جائے اور اس کو دفن کرے اور جب تک وہ زندہ ہے اس کے لیے ہدایت کی دعا کرتا رہے اور جب وہ مر جائے تو اس کا معاملہ اللہ کے سپرد کردے اور التوبہ: ۱۱۳ کی تلاوت کی۔

ابراہیم النخعی نے کہا ہے کہ حارث بن عبد اللہ بن ابی ربیعہ کی ماں فوت ہوگئی اور وہ نصرانی تھی' حارث کی تکریم کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب اس کے جنازہ کے ساتھ گئے اور ان کی ماں کی نماز جنازہ نہیں پڑھی۔

اصاغر کا اکابر کی رائے کے خلاف اپنی رائے دینے اور اس پر اصرار کرنے کا جواز

علامہ ابن بطال فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو بار بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اصرار کیا کہ آپ اس کی نماز جنازہ نہ پڑھائیں' اس میں یہ فقہ ہے کہ خیر خواہ وزیر کے لیے جائز ہے کہ سلطان کو اپنی رائے بتائے خواہ اس کی رائے سلطان کی رائے کے خلاف ہو' جب کہ سلطان کو علم ہو کہ اس وزیر کی نیت نیک ہے اور وہ اس کا خیر خواہ ہے اور اس کے اعمال صالحہ ہیں تو اس وزیر کے اجتہاد پر ملامت نہیں کی جائے گی اور اس کے ساتھ بدگمانی نہیں کی جائے گی اور سلطان کا اس کے اصرار اور اس کی ضد پر صبر کرنا سلطان کے اعلیٰ اخلاق کی علامت ہے' کیا تم نے نہیں دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر کے اصرار پر سکوت کیا اور انکار نہیں فرمایا اور اپنی رائے کی موافقت میں قرآن مجید کی آیت پیش کی' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عمل میں بہت بڑا نمونہ ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۳۴۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ ھ)

میں کہتا ہوں کہ بعد میں حضرت عمر رضی اللہ کے موقف کی تائید میں التوبہ: ۸۴ نازل ہوئی' اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عبد اللہ بن ابی کی نماز جنازہ پڑھانا معاذ اللہ غلط تھا' کیونکہ التوبہ: ۸۴ آپ کے نماز پڑھانے کے بعد نازل ہوئی ہے' اس سے معلوم ہوا کہ اس وقت وہی صحیح عمل تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا موقف تھا۔

۸۵ - بَابُ ثَنَاءِ النَّاسِ عَلَى الْمَيِّتِ

لوگوں کا میت کی تحسین کرنا

۱۳۶۷ - حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ صُهَيْبٍ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ ابْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُولُ مَرُّوا بِجَنَازَةٍ فَأَثْنَوْا عَلَيْهَا خَيْرًا، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَبَتْ. ثُمَّ مَرُّوا بِأُخْرٰى فَأَثْنَوْا عَلَيْهَا شَرًّا، فَقَالَ وَجَبَتْ. فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ مَا وَجَبَتْ؟ قَالَ هٰذَا أَثْنَيْتُمْ عَلَيْهِ خَيْرًا، فَوَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ، وَهٰذَا أَثْنَيْتُمْ عَلَيْهِ شَرًّا، فَوَجَبَتْ لَهُ النَّارُ، أَنْتُمْ شُهَدَاءُ اللّٰهِ فِي الْأَرْضِ. [طرف الحدیث: ۲۶۴۲]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد العزیز بن صہیب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ مسلمان ایک جنازہ کے پاس سے گزرے تو انہوں نے اس کی تحسین کی' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ واجب ہوگئی' پھر وہ دوسرے جنازہ کے پاس سے گزرے تو انہوں نے اس کی مذمت کی' پس آپ نے فرمایا: یہ واجب ہوگئی' پھر حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ نے پوچھا: کیا واجب ہوگئی؟ تو آپ نے فرمایا: یہ جنازہ جس کی تم نے تحسین کی ہے اس کے لیے جنت واجب ہوگئی اور یہ جنازہ جس کی تم نے مذمت کی ہے اس کے لیے دوزخ واجب ہوگئی' تم زمین میں اللہ کے گواہ ہو۔

(صحیح مسلم: ۹۴۹' الرقم المسلسل: ۲۱۶۵' سنن نسائی: ۱۹۳۲' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳۶۸۔۳۶۷' شرح السنہ: ۱۴۹۰' شرح مشکل الآثار: ۳۳۰۴' مسند احمد ج ۳ ص ۱۸۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۲۹۳۸ ج ۲۰ ص ۲۶۹' مؤسسۃ الرسالۃ بیروت' مسند الطحاوی: ۸۹۳۷)

اس حدیث کے رجال کا پہلے تعارف ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مناسبت اس جملہ میں ہے: مسلمانوں نے اس جنازہ کی تحسین کی۔

باب مذکور کی موافق احادیث

حضرت انس رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا' پس ایک جنازہ گزرا' آپ نے پوچھا: یہ کیسا جنازہ ہے؟ صحابہ نے کہا: یہ فلاں شخص کا جنازہ ہے جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتا ہے اور اس میں بہت کوشش کرتا ہے' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: واجب ہوگئی' واجب ہوگئی' واجب ہوگئی' اور ایک اور جنازہ گزرا تو صحابہ نے کہا: یہ فلاں شخص کا جنازہ ہے' جو اللہ اور اس کے رسول سے بغض رکھتا ہے اور اللہ کی نافرمانی میں عمل کرتا ہے اور اس میں بہت کوشش کرتا ہے' آپ نے فرمایا: واجب ہوگئی' واجب ہوگئی' واجب ہوگئی' صحابہ نے پوچھا: یارسول اللہ! پہلے جنازہ کی تحسین کی گئی اور دوسرے جنازہ کی مذمت کی گئی' اور آپ نے فرمایا: واجب ہوگئی' واجب ہوگئی' واجب ہوگئی' آپ نے فرمایا: ہاں! اے ابوبکر! جب بنو آدم کسی کی تحسین یا مذمت کرتے ہیں تو فرشتے ان کی زبان سے کلام کرتے ہیں۔

امام حاکم نے کہا: یہ حدیث امام مسلم کی شرط کے موافق ہے اور امام بخاری اور مسلم نے اس کی روایت نہیں کی۔

(المستدرک: ۱۴۳۷، ج ۱ ص ۳۷۷، مجمع الزوائد ج ۳ ص ۵)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ بیان کرتے ہیں: جو مسلمان فوت ہو جائے اور اس کے پڑوس میں سے چار زیادہ قریب گھر والے یہ شہادت دیں کہ وہ اس شخص کے متعلق سوا خیر کے اور کچھ نہیں جانتے تو اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے: میں نے تمہارا قول قبول کر لیا ہے یا فرماتا ہے: میں نے تمہاری شہادت قبول کر لی' اور اس کے متعلق جن کاموں کا تمہیں علم نہیں ہے' ان کو میں نے معاف کر دیا۔ یہ حدیث بھی امام مسلم کی شرط کے مطابق ہے اور شیخین نے اس کی روایت نہیں کی۔ (المستدرک: ۱۴۳۸، ج ۱ ص ۳۷۷' المطالب العالیہ: ۷۵۰' مسند احمد ج ۳ ص ۲۴۲' تاریخ بغداد ج ۷ ص ۴۵۵' صحیح ابن حبان: ۳۰۲۶' مسند ابو یعلیٰ: ۳۴۸۱)

ابو الاسود الدؤلی بیان کرتے ہیں کہ میں مدینہ میں آیا' وہاں ایک بیماری پھیلی ہوئی تھی جس سے لوگ بہ کثرت مر رہے تھے' پس میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ کے پاس بیٹھا تھا تو ایک جنازہ گزرا' پس اس کی تحسین کی گئی' حضرت عمر رضی اللہ نے کہا: واجب ہو گئی' پھر دوسرا جنازہ گزرا تو اس کی مذمت کی گئی' حضرت عمر نے کہا: واجب ہو گئی' پھر تیسرا جنازہ گزرا تو اس کی مذمت کی گئی' حضرت عمر نے کہا: واجب ہو گئی' ابو الاسود نے پوچھا: اے امیر المؤمنین! یہ آپ نے کیوں کہا ہے؟ حضرت عمر نے کہا: میں نے اسی طرح کہا ہے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس مسلمان کے لیے بھی چار مسلمان نیکی کی گواہی دیں' اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل کر دیتا ہے' ہم نے پوچھا: اور تین؟ آپ نے فرمایا: اور تین' ہم نے پوچھا: اور دو؟ آپ نے فرمایا: اور دو' پھر ہم نے ایک کے متعلق سوال نہیں کیا۔ (شرح مشکل الآثار: ۳۳۰۸' مسند احمد ج ۱ ص ۴۵۔ ۳۰۔ ۲۱' صحیح البخاری: ۱۳۶۸' سنن ترمذی: ۱۰۵۹' صحیح ابن حبان: ۳۰۲۸' سنن بیہقی ج ۴ ص ۷۵' شرح السنۃ: ۱۵۰۶)

جن فوت شدہ لوگوں کی مسلمان تحسین کریں' ان کے جنتی ہونے اور جن کی مذمت کریں' ان کے دوزخی ہونے کا سبب

امام ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی ۳۲۱ھ ان احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

جس فوت شدہ شخص کے متعلق مسلمان نیکی کی گواہی دیں' اس کا سبب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں اس کے گناہوں پر پردہ رکھا ہے' اور اللہ تعالیٰ جس پر دنیا میں پردہ رکھے اس کو آخرت میں رسوا نہیں کرتا۔ حدیث میں ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ دنیا میں جس بندہ کا پردہ رکھتا ہے' اس کا آخرت میں بھی پردہ رکھتا ہے۔ (شرح مشکل الآثار: ۱۸۵' مسند احمد ج ۶ ص ۱۶۰۔ ۱۴۵' مسند ابو یعلیٰ: ۴۵۶۶' الترغیب والترہیب ج ۱ ص ۲۹' مجمع الزوائد ج ۱ ص ۷۳' المعجم الکبیر: ۸۷۹۹۔ ۸۷۹۸۔ ۸۰۲۳)

جس شخص کی دنیا میں تحسین کی گئی ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ نے آخرت میں اس کا پردہ رکھا ہے اور جس شخص کی دنیا میں مذمت کی گئی ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا آخرت میں پردہ نہیں رکھا' یہ حضرت عمر رضی اللہ کا ان احادیث سے استنباط ہے اور بہت عمدہ استنباط ہے۔ (شرح مشکل الآثار ج ۸ ص ۳۵۸۔ ۳۵۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۲۷ھ)

زمین پر اللہ تعالیٰ کے گواہ کس قسم کے مسلمان ہیں اور مرے ہوئے لوگوں کو برا کہنا ممنوع ہے' پھر ان کی مذمت کرنے کی توجیہ

اس حدیث میں فوت شدہ کی تحسین یا مذمت کرنے والے جن لوگوں کے متعلق فرمایا ہے کہ تم زمین پر اللہ تعالیٰ کے گواہ ہو' اس سے مراد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں یا جو لوگ قوت ایمان اور اعمال صالحہ میں ان کی صفات پر ہوں یعنی متقین' صالحین اور علماء ربانیین اور

جن لوگوں کی صحابہ نے مذمت کی تھی ان سے مراد منافقین ہیں یا وہ لوگ جو کھلے عام بُرائی کرنے والے ہوں۔ واضح رہے کہ احادیث میں مرنے والے کی برائی بیان کرنے سے منع کیا گیا ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مرے ہوئے لوگوں کو بُرا نہ کہو کیونکہ وہ اپنے اعمال کی جزاء پانے کے لیے جاچکے ہیں۔ (صحیح البخاری: ١٣٩٣، صحیح ابن حبان: ٣٠٢١، سنن نسائی: ١٩٣٥، مسند احمد ج٦ ص ١٨٠)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اپنے مُردوں کے محاسن کا ذکر کرو اور ان کی بُرائیوں سے درگزر کرو۔ (سنن ابوداؤد: ٤٩٠٠، سنن ترمذی: ١٠١٩، المعجم الصغیر: ٤٦١، سنن بیہقی ج ٤ ص ٧٥، المستدرک: ١٤٢١)

اور ان احادیث میں جن مُردوں کی مذمت کرنے کا ذکر ہے اس سے مراد کافر اور منافق ہیں یا فاسق معلن اور بدعتی لوگ اور مرنے کے بعد ان کی مذمت اس لیے کی جاتی ہے کہ مسلمان ان کی روش پر نہ چلیں اور ان کی اتباع اور ان کی اقتداء نہ کریں۔

١٣٦٨ - حَدَّثَنَا عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ أَبِي الْفُرَاتِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِي الْأَسْوَدِ قَالَ قَدِمْتُ الْمَدِينَةَ، وَقَدْ وَقَعَ بِهَا مَرَضٌ، فَجَلَسْتُ إِلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، فَمَرَّتْ بِهِمْ جَنَازَةٌ، فَأُثْنِيَ عَلَى صَاحِبِهَا خَيْرًا، فَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ وَجَبَتْ، ثُمَّ مُرَّ بِأُخْرَى فَأُثْنِيَ عَلَى صَاحِبِهَا خَيْرًا، فَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ وَجَبَتْ ثُمَّ مُرَّ بِالثَّالِثَةِ فَأُثْنِيَ عَلَى صَاحِبِهَا شَرًّا، فَقَالَ وَجَبَتْ. فَقَالَ أَبُو الْأَسْوَدِ فَقُلْتُ وَمَا وَجَبَتْ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ؟ قَالَ قُلْتُ كَمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّمَا مُسْلِمٍ، شَهِدَ لَهُ أَرْبَعَةٌ بِخَيْرٍ، أَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ. فَقُلْنَا وَثَلَاثَةٌ، قَالَ وَثَلَاثَةٌ. فَقُلْنَا وَاثْنَانِ، قَالَ وَاثْنَانِ. ثُمَّ لَمْ نَسْأَلْهُ عَنِ الْوَاحِدِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں عفان بن مسلم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں داؤد بن ابی الفرات نے حدیث بیان کی از عبد اللہ بن بریدہ از ابی الاسود انہوں نے بیان کیا کہ میں مدینہ میں آیا اور وہاں ایک بیماری پھیلی ہوئی تھی پس میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا' پھر وہاں سے ایک جنازہ گزرا پس اس کی تحسین کی گئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: واجب ہوگئی' پھر دوسرا جنازہ گزرا تو اس کی بھی تحسین کی گئی' پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: واجب ہوگئی' پھر تیسرا جنازہ گزرا تو اس کی مذمت کی گئی پس حضرت عمر نے کہا: واجب ہوگئی' ابوالاسود نے کہا: میں نے پوچھا: اے امیر المؤمنین! کیا چیز واجب ہوگئی؟ حضرت عمر نے کہا: میں نے اسی طرح کہا ہے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جس مسلمان کے حق میں بھی چار مسلمان نیکی کی گواہی دیں اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل کر دے گا' ہم نے کہا: اور تین؟ آپ نے فرمایا: اور تین' پس ہم نے کہا: اور دو؟ آپ نے فرمایا: اور دو' پھر ہم نے ایک کے متعلق آپ سے سوال نہیں کیا۔

اس حدیث کی شرح گزشتہ حدیث: ١٣٦٧ میں گزر چکی ہے۔

٨٦ - بَابُ مَا جَاءَ فِي عَذَابِ الْقَبْرِ

عذابِ قبر کے متعلق جو احادیث ہیں

وَقَوْلُهُ تَعَالَى ﴿وَلَوْ تَرَىٰ إِذِ الظَّالِمُونَ فِي غَمَرَاتِ الْمَوْتِ وَالْمَلَائِكَةُ بَاسِطُوا أَيْدِيهِمْ أَخْرِجُوا أَنفُسَكُمُ الْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُونِ﴾ (الانعام: ٩٣). الْهُونُ هُوَ الْهَوَانُ، وَالْهَوْنُ الرِّفْقُ.

اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد: اور کاش آپ اس وقت دیکھتے جب یہ ظالم لوگ موت کی سختیوں میں ہوں گے اور موت کے فرشتے ان کی طرف اپنے ہاتھ بڑھا رہے ہوں گے (اور کہہ رہے ہوں گے:) اپنی جانیں نکالو! آج تمہیں ذلت والا عذاب دیا جائے گا۔ (الانعام:

وَقَوْلُهُ جَلَّ ذِكْرُهُ ﴿سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّوْنَ إِلٰى عَذَابٍ عَظِيْمٍ﴾ (التوبہ:۱۰۱). وَقَوْلُهُ تَعَالٰى ﴿وَحَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْٓءُ الْعَذَابِ○ اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ﴾ (المؤمن:٤٦-٤٥).

۹۳)''هُون'' کا معنی ذلت ہے اور''هَون'' کا معنی ملائمت ہے اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد: ہم عنقریب ان کو دو مرتبہ عذاب دیں گے پھر ان کو عظیم عذاب کی طرف لوٹایا جائے گا○ (التوبہ:۱۰۱) اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد: اور آلِ فرعون کا سخت عذاب نے احاطہ کر لیا○ ان کو ہر صبح اور شام آگ پر پیش کیا جاتا ہے اور (اس دن بھی پیش کیا جائے گا) جب قیامت قائم ہوگی (ارشاد ہوگا کہ) آلِ فرعون کو زیادہ سخت عذاب میں جھونکو○ (المؤمن:۴۶-۴۵)

عنوان میں درج آیات کی عذابِ قبر پر دلالت

الانعام:۹۳ میں ظالم لوگوں سے مراد کفار ہیں اور اس میں''غمرات'' کا لفظ ہے اس سے مراد موت کی سختیاں ہیں اس میں مذکور ہے کہ موت کے فرشتے ان کی طرف ہاتھ بڑھا رہے ہوں گے''الیوم'' سے مراد ہے: روح قبض کرنے کا دن اور یہی عذاب کی ابتداء کا وقت ہے اور اس کی ابتداء عذابِ قبر سے ہوگی' اس سے واضح ہوا کہ عذابِ قبر برحق ہے' ورنہ ہاتھ بڑھا کر جان نکالنے کا حکم دینے کے ساتھ اس بات کا کوئی معنی نہیں ہے کہ آج تمہیں ذلت والا عذاب دیا جائے گا' واضح رہے کہ قبر سے مراد برزخ کی زندگی ہے' برزخ کا معنی ہے: دنیا کی زندگی کے بعد اور آخرت کی زندگی سے پہلے کا زمانہ' یہ اس درمیانی وقت کی زندگی ہے جس کی مدت انسان کی موت سے لے کر قیامت کے وقوع تک ہے' اس کو برزخی حیات کہتے ہیں' خواہ انسان کسی درندہ کے پیٹ میں ہو یا اس کی لاش دریا' یا سمندر میں ہو یا وہ جل کر راکھ ہو چکا ہو یا قبر میں مدفون ہو' ہر صورت میں اس کے اجزاء اصلیہ کو اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے باقی رکھتا ہے اور روح کا ان اجزاء کے ساتھ تعلق ہوتا ہے اور عذاب اور ثواب کی کیفیات کا ترتب ان ہی اجزاء پر ہوتا ہے' اس آیت میں عذابِ قبر کا واضح ثبوت ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۱۸۱ ملخصاً' دارالفکر بیروت' ۱۴۱۹ھ)

التوبہ:۱۰۱ میں فرمایا: ہم ان کو دو مرتبہ عذاب دیں گے' ایک مرتبہ ان کو دنیا میں ذلت اور رسوائی کا عذاب دیا گیا' جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نام لے لے کر چھتیس منافقوں کو مسجد نبوی سے نکال دیا' اور فرمایا: اے فلاں شخص! مسجد سے نکل جا' تو منافق ہے' اور دوسری مرتبہ ان کو قبر میں عذاب دیا گیا' سو اس آیت میں بھی عذابِ قبر کا ثبوت ہے۔

(تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۴۳۱ ملخصاً' دارالفکر بیروت' ۱۴۱۹ھ)

المؤمن:۴۵ میں فرمایا: آلِ فرعون کا سخت عذاب نے احاطہ کر لیا' آلِ فرعون کو دنیا میں سمندر میں غرق کر دیا اور آخرت میں ان کے لیے دوزخ کا سخت ترین عذاب ہے۔

المؤمن:۴۶ میں فرمایا: ان کو ہر صبح اور شام آگ پر پیش کیا جاتا ہے: اس سے مراد آخرت کا عذاب نہیں ہے کیونکہ صبح اور شام کا تحقق دنیا میں ہے اور ان کو قبر میں ہر صبح اور شام آگ پر پیش کیا جاتا ہے اور یہی عذابِ قبر ہے اور یہ عذاب ان کو قیامت سے پہلے قبر میں دیا جاتا ہے' پھر اس پر عطف کر کے فرمایا: اور اس دن بھی ان کو آگ پر پیش کیا جائے گا جب قیامت قائم ہوگی' اور عطف تغایر کا تقاضا کرتا ہے یعنی قیامت سے پہلے کا عذاب اور ہے اور قیامت کے دن کا عذاب اور ہے' اور پہلے جو عذاب ہوگا وہ قبر میں ہوگا' اس کے بعد فرمایا: (فرشتوں سے کہا جائے گا کہ:) آلِ فرعون کو زیادہ سخت عذاب میں جھونکو۔ زیادہ سخت عذاب کے الفاظ میں بھی یہ اشارہ ہے کہ اس سے پہلے ان کو دنیا میں بھی عذاب دیا گیا تھا لیکن وہ زیادہ سخت عذاب نہیں تھا اور اب قیامت کے دن جو عذاب دیا جائے گا

وہ زیادہ سخت عذاب ہوگا اور اس میں بھی عذاب قبر کا ثبوت ہے یعنی قیامت سے پہلے جو عذاب دیا گیا تھا وہ عذاب قبر تھا۔

(تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۸۹۔ ۸۸ ملخصاً' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

۱۳۶۹- حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ' عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ' عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا أُقْعِدَ الْمُؤْمِنُ فِي قَبْرِهِ أُتِيَ' ثُمَّ شَهِدَ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ' وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰهِ' فَذٰلِكَ قَوْلُهُ ﴿يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ﴾ (ابراہیم: ۲۷). [طرف الحدیث: ۴۶۹۹]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حفص بن عمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از علقمہ بن مرثد از سعد بن عبیدہ از حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: جب مؤمن کو قبر میں بٹھا دیا جاتا ہے تو اس کے پاس فرشتے لائے جاتے ہیں' پھر وہ گواہی دیتا ہے: ''لا الله الا الله محمد رسول الله'' پس یہ اس آیت کا مصداق ہے: اللہ ایمان والوں کو قول ثابت پر ثابت قدم رکھتا ہے۔ (ابراہیم: ۲۷).

(سنن ترمذی: ۱۰۵۹' سنن نسائی: ۲۰۵۷' سنن ابوداؤد: ۴۷۵۰' سنن ترمذی: ۳۱۲۰' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۷۴۵' صحیح ابن حبان: ۲۰۶' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳۷۷' المعجم الاوسط: ۳۶۷۷' مسند احمد ج ۴ ص ۲۸۲ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۸۴۸۲۔ ج ۳۰ ص ۴۳۵' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ۶۳۵' مکتبۃ الرشد' ریاض)

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ سورۂ ابراہیم: ۲۷' عذاب قبر کے متعلق نازل ہوئی ہے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) حفص بن عمر الحارث الحوضی النمری الازدی (۲) شعبہ بن الحجاج (۳) علقمہ بن مرثد (۴) سعد بن عبیدہ (۵) حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۸۹)

حافظ ابن کثیر نے سورۂ ابراہیم: ۲۷ کی تفسیر میں یہ روایت درج کی ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب قبر میں فرشتے مسلمان سے پوچھتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے: میرا رب اللہ ہے' وہ پھر پوچھتے ہیں: تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہتا ہے: میرا دین اسلام ہے' وہ پوچھتے ہیں: تیرا نبی کون ہے؟ وہ کہتا ہے: میرے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں' وہ اللہ کے پاس سے معجزات اور دلائل لے کر آئے تو میں ان پر ایمان لایا اور میں نے ان کی تصدیق کی' پھر اس سے کہا جائے گا: تو نے سچ کہا' تو اسی دین پر زندہ رہا اور اسی پر مرا اور اسی پر تجھ کو اٹھایا جائے گا۔

(تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۵۹۱' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ بِهٰذَا' وَزَادَ ﴿يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ نَزَلَتْ فِيْ عَذَابِ الْقَبْرِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے یہ حدیث بیان کی اور یہ اضافہ کیا: اللہ ایمان والوں کو ثابت قدم رکھتا ہے۔ (ابراہیم: ۲۷) یہ آیت عذاب قبر کے متعلق نازل ہوئی ہے۔

عذاب قبر کے متعلق دیگر احادیث

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب میت کو یا تم میں سے کسی ایک کو قبر میں رکھ دیا جاتا ہے تو اس کے پاس دو سیاہ فام نیلی آنکھوں والے فرشتے آتے ہیں' جن میں سے ایک کو منکر اور دوسرے کو نکیر کہا جاتا ہے' وہ کہتے ہیں: تم اس شخص کے متعلق کیا کہتے تھے؟ وہ وہی کہے گا جو کہتا تھا کہ یہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں'' اشهد ان لا اله الا الله وان محمدا عبده ورسوله '' فرشتے کہیں گے: ہم جانتے تھے کہ تم یہی کہو گے' پھر اس کی قبر میں ستر ضرب ستر ہاتھ وسعت کر دی جائے گی' پھر اس کے لیے قبر کو منور کر دیا جائے گا' پھر اس سے کہا جائے گا: سو جا' وہ قبر والا کہے گا: میں اپنے گھر جاؤں اور ان کو خبر دوں؟ فرشتے کہیں گے: تو اس دلہن کی طرح سو جا جس کو صرف وہی بیدار کرتا ہے جو اس کو اپنے گھر میں سے زیادہ محبوب ہو' حتیٰ کہ اس کو اللہ اس کی اس جگہ سے اٹھائے گا اور اگر وہ مردہ منافق ہو تو وہ کہے گا: میں نے لوگوں کو کچھ کہتے ہوئے سنا تو میں نے بھی اس کی مثل کہہ دیا' میں نہیں جانتا' فرشتے کہیں گے: ہمیں معلوم تھا کہ تم یہی کہو گے' پھر زمین سے کہا جائے گا: تو اس پر مل جا' سو وہ زمین اس پر مل جائے گی' پس اس کی پسلیاں اِدھر سے اُدھر ہو جائیں گی' پھر اس کو قبر میں اسی طرح عذاب دیا جاتا رہے گا حتیٰ کہ اللہ اس کو اس جگہ سے اٹھائے گا۔ (سنن ترمذی:۱۰۷۱' صحیح ابن حبان:۳۱۱۷)

امام ترمذی نے کہا ہے کہ اس باب میں حضرت علی سے' حضرت زید بن ثابت سے اور حضرت ابن عباس اور حضرت البراء بن عازب سے اور حضرت ابوایوب سے اور حضرت انس سے اور حضرت جابر سے اور حضرت عائشہ سے اور حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہم سے بھی احادیث مروی ہیں' ان میں سے ہر ایک نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عذابِ قبر کے متعلق حدیث روایت کی ہے۔

(سنن ترمذی ص ۲۵۰' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۳ھ)

میں کہتا ہوں کہ حضرت علی کی روایت مجھے نہیں مل سکی اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی روایت' صحیح مسلم: ۲۸۶۷ میں ہے اور حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ کی روایت' سنن ابوداؤد: ۴۷۵۰ میں ہے اور حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کی روایت مجھے نہیں ملی اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت' صحیح البخاری: ۱۳۳۸' اور صحیح مسلم: ۲۸۷۰' اور سنن ابوداؤد: ۳۲۳۱' سنن نسائی: ۲۰۵۱' اور مسند احمد ج ۳ ص ۱۲۶ میں ہے اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت' مسند احمد ج ۳ ص ۳۴۴۔ ۳۳۳' اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت' صحیح البخاری: ۱۳۷۲' اور صحیح مسلم: ۵۸۴ میں ہے اور حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کی روایت' سنن ترمذی: ۲۴۶۰ میں ہے۔

قارئین کے استفادہ کے لیے بعض اہم احادیث کے متن کا ترجمہ پیش کیا جا رہا ہے۔

امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد متوفی ۳۶۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب کوئی مسلمان بندہ فوت ہو جاتا ہے تو اس کو اس کی قبر میں بٹھایا جاتا ہے اور اس سے کہا جاتا ہے کہ تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ اور تیرا نبی کون ہے؟ پس اللہ اس کو ان کے جوابات میں ثابت قدم رکھتا ہے پس وہ کہتا ہے: میرا رب اللہ ہے اور میرا دین اسلام ہے اور میرے نبی (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں' پھر اس کی قبر میں وسعت کی جاتی ہے اور اس کے لیے اس میں کشادگی کی جاتی ہے' پھر حضرت عبد اللہ بن مسعود نے یہ آیت پڑھی: '' يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ وَيُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ '' (ابراہیم: ۲۷)۔

(المعجم الکبیر: ۹۱۴۵' حافظ الہیثمی نے کہا: اس حدیث کی سند حسن ہے' مجمع الزوائد ج ۳ ص ۵۴' بیروت' الشریعہ للآجری: ۸۱۱)

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک انصاری کے جنازہ میں گئے' ہم قبر تک پہنچے

جب لحد بنائی گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے اور ہم بھی آپ کے گرد بیٹھ گئے' گویا کہ ہمارے سروں پر پرندے ہیں' آپ کے ہاتھ میں ایک لکڑی تھی جس کے ساتھ آپ زمین کو کرید رہے تھے' آپ نے اپنا سر (اقدس) اٹھا کر دو یا تین بار فرمایا: عذاب قبر سے اللہ کی پناہ طلب کرو' اور فرمایا: جب لوگ پیٹھ پھیر کر جائیں گے تو یہ ضرور ان کی جوتیوں کی آواز سنے گا' جب اس سے یہ کہا جائے گا: اے شخص! تیرا رب کون ہے؟ اور تیرا دین کیا ہے؟ اور تیرا نبی کون ہے؟ ھناد نے کہا: اس کے پاس دو فرشتے آئیں گے اور اس کو بٹھا دیں گے' اور اس سے کہیں گے: تیرا رب کون ہے؟ وہ کہے گا: میرا رب اللہ ہے' پھر وہ کہیں گے: تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہے گا: میرا دین اسلام ہے' پھر وہ کہیں گے: وہ شخص کون ہے جو تم میں بھیجا گیا تھا؟ وہ کہے گا: وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں' پھر وہ کہیں گے: تم کو کیسے معلوم ہوا؟ وہ کہے گا: میں نے کتاب پڑھی' میں اس پر ایمان لایا اور میں نے اس کی تصدیق کی' اور یہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے مطابق ہے: ''یُثَبِّتُ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَۃِ'' (ابراہیم: ۲۷) پھر آسمان سے ایک منادی یہ ندا کرے گا کہ میرے بندہ نے سچ کہا' اس کے لیے جنت سے فرش بچھا دو اور جنت سے لباس پہنا دو اور اس کے لیے جنت کی طرف دروازہ کھول دو' پھر اس کے پاس جنت کی ہوائیں اور جنت کی خوشبو آئے گی' اور اس کی منتہائے بصر تک اس کی قبر کھول دی جائے گی' پھر آپ نے کافر کی موت کا ذکر کیا اور فرمایا: اس کے جسم میں اس کی روح لوٹائی جائے گی اور اس کے پاس دو فرشتے آ کر اس کو بٹھائیں گے اور اس سے کہیں گے: تیرا رب کون ہے؟ وہ کہے گا: افسوس! میں نہیں جانتا' پھر وہ اس سے کہیں گے: تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہے گا: افسوس! میں نہیں جانتا' پھر وہ کہیں گے: یہ شخص کون ہے جو تم میں بھیجا گیا تھا؟ وہ کہے گا: افسوس! میں نہیں جانتا۔ پھر آسمان سے ایک منادی ندا کرے گا: اس نے جھوٹ بولا' اس کے لیے دوزخ سے فرش بچھا دو اور اس کو دوزخ کا لباس پہنا دو اور اس کے لیے دوزخ سے ایک دروازہ کھول دو' پھر اس کے پاس دوزخ کی تپش اور دوزخ کی گرم ہوائیں آئیں گی اور اس پر اس کی قبر تنگ کر دی جائے گی' حتیٰ کہ اس کی ایک طرف کی پسلیاں دوسری طرف نکل جائیں گی' پھر اس پر ایک اندھا اور گونگا مسلط کیا جائے گا' اس کے پاس لوہے کا ایک گرز ہو گا جس کی ضرب اگر پہاڑ پر لگائی جائے تو وہ بھی مٹی کا ڈھیر ہو جائے' پھر وہ گرز اس پر مارے گا جس سے وہ کافر چیخ مارے گا' جس کو جن اور انس کے سوا سب سنیں گے اور وہ کافر مٹی ہو جائے گا اور اس میں پھر دوبارہ روح ڈال دی جائے گی۔

امام عبدالرزاق متوفی ۲۱۱ھ' امام احمد متوفی ۲۴۱ھ' امام آجری متوفی ۳۶۰ھ اور امام ابوعبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ نے اس حدیث کو بہت زیادہ تفصیل کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۴۷۵۳' مصنف عبدالرزاق: ۶۷۳۷' مسند احمد ج ۴ ص ۲۸۷ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۸۷۳۲' الشریعۃ للآجری: ۸۱۲' المستدرک ج ۱ ص ۳۷)

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب میت کو دفن کر کے فارغ ہوئے تو آپ اس کی قبر پر کھڑے رہے اور فرمایا: اس کے لیے ثابت قدم رہنے کی دعا کرو کیونکہ اب اس سے سوال کیا جائے گا۔

(سنن ابوداؤد: ۳۲۲۱' المستدرک ج ۱ ص ۳۷۰' شرح السنۃ: ۱۵۲۳' عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی: ۵۸۶)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب میت کو قبر میں داخل کیا جاتا ہے تو اسے ڈوبتے ہوئے سورج کی شکل دکھائی جاتی ہے تو وہ آنکھیں ملتا ہوا بیٹھ جاتا ہے اور کہتا ہے: مجھے نماز پڑھنے دو۔

(سنن ابن ماجہ: ۴۲۷۲' موارد الظمآن: ۷۷۹' صحیح ابن حبان: ۳۱۱۶)

ہم نے اپنی تفسیر تبیان القرآن' ابراہیم: ۲۷ کی تفسیر میں اس بحث کو بہت زیادہ تفصیل کے ساتھ لکھا ہے' جو قارئین اس مبحث کو زیادہ تفصیل کے ساتھ پڑھنا چاہتے ہوں' وہ اس مقام کا مطالعہ کریں۔

۱۳۷۰ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ صَالِحٍ قَالَ حَدَّثَنِي نَافِعٌ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ قَالَ اِطَّلَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى أَهْلِ الْقَلِيبِ، فَقَالَ وَجَدْتُّمْ مَّا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا؟ فَقِيلَ لَهُ أَتَدْعُوا أَمْوَاتًا؟ فَقَالَ مَا أَنْتُمْ بِأَسْمَعَ مِنْهُمْ وَلٰكِنْ لَّا يُجِيبُونَ. [اطراف الحدیث: ۳۹۸۰-۴۰۲۶]

(صحیح مسلم: ۹۳۲، الرقم المسلسل: ۲۱۲۱، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۴ ص ۷۷، ۳، المعجم الکبیر: ۱۳۲۶۳، مسند احمد ج ۲ ص ۳۸ طبع قدیم، مسند احمد: ۴۹۵۸- ج ۹ ص ۲۰، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی از صالح، انہوں نے کہا: مجھے نافع نے حدیث بیان کی کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ان کو خبر دی کہ بدر کے جس کنویں میں بدر کے دن جن کافروں کو ڈال دیا گیا تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کنویں میں جھانکا اور فرمایا: تمہارے رب نے تم سے جو وعدہ کیا تھا تم نے اس کو سچا پالیا؟ آپ سے کہا گیا: کیا آپ مُردوں کو پکار رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: تم ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو لیکن وہ جواب نہیں دے سکتے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) علی بن عبد اللہ المعروف بابن المدینی (۲) یعقوب بن ابراہیم بن سعد بن ابراہیم بن عبد الرحمان بن عوف القرشی الزہری (۳) ان کے والد ابراہیم بن سعد (۴) صالح بن کیسان ابو محمد (۵) نافع مولی ابن عمر (۶) حضرت عبد اللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہم۔

(عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۹۰)

حدیث مذکور میں عذابِ قبر کی دلیل

آپ نے فرمایا: تم ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو، اس میں یہ دلیل ہے کہ مُردوں کو قبر میں حیات حاصل ہوتی ہے اور جب ان میں حیات ہوتی ہے تو وہ درد اور اذیت کا ادراک کر سکتے ہیں، لہٰذا قبر میں ان کے عذاب پر کوئی اشکال نہیں ہے۔

۱۳۷۱ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ إِنَّمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّهُمْ لَيَعْلَمُونَ الْآنَ أَنَّ مَا كُنْتُ أَقُولُ حَقٌّ. وَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى﴾ (النمل: ۸۰). [اطراف الحدیث: ۳۹۷۹-۳۹۸۱]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ہشام بن عروہ از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف یہ فرمایا تھا: وہ اب اس بات کو جان رہے ہیں کہ بے شک میں ان سے حق کہتا تھا اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: بے شک آپ مُردوں کو نہیں سناتے۔ (النمل: ۸۰)

اس حدیث کی تخریج بھی حسب سابق ہے، اور اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: وہ اب اس بات کو جان رہے ہیں کہ میں ان سے حق کہتا تھا۔

حضرت ابن عمر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم کی حدیثوں میں تعارض کا جواب

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت ابن عمر کی حدیث: ۱۳۷۰، اور حضرت عائشہ کی حدیث: ۱۳۷۱، عذابِ قبر کے متعلق متعارض ہیں، حضرت ابن عمر کی حدیث میں عذابِ قبر کا ثبوت ہے اور حضرت عائشہ کی حدیث میں عذابِ قبر کا ثبوت نہیں ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابن عمر کی حدیث سے یہ ثابت ہے کہ مُردے سنتے ہیں اور دوسری احادیث سے یہ ثابت ہے کہ جب مردوں

سے سوال کیا جاتا ہے اور کفار جواب نہیں دیتے تو ان کو عذاب دیا جاتا ہے اور جب فرشتے مُردوں سے سوال کرتے ہیں تو ان میں روح لوٹا دی جاتی ہے اور جب وہ زندہ ہوتے ہیں تو ان کو قبر میں عذاب بھی ہوسکتا ہے اور حضرت عائشہ کی حدیث اس صورت پر محمول ہے جب مردے میں روح نہ لوٹائی گئی ہو اس لیے انہوں نے مُردوں کے سننے کی نفی کی۔

۱۳۷۲ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ اَخْبَرَنِی اَبِی، عَنْ شُعْبَةَ، قَالَ سَمِعْتُ الْاَشْعَثَ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ مَسْرُوْقٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا اَنَّ يَهُوْدِيَّةً دَخَلَتْ عَلَيْهَا، فَذَكَرَتْ عَذَابَ الْقَبْرِ، فَقَالَتْ لَهَا اَعَاذَكِ اللّٰهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ. فَسَاَلَتْ عَائِشَةُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ عَذَابِ الْقَبْرِ؟ فَقَالَ نَعَمْ، عَذَابُ الْقَبْرِ. قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا فَمَا رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدُ صَلّٰى صَلٰوةً اِلَّا تَعَوَّذَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے خبر دی از شعبہ، انہوں نے کہا: میں نے اشعث سے سنا از والد خود از مسروق از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ ایک یہودی عورت حضرت عائشہ کے پاس آئی، پھر اس نے عذاب قبر کا ذکر کیا، اس نے کہا: اللہ آپ کو عذاب قبر سے اپنی پناہ میں رکھے، پھر حضرت عائشہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عذاب قبر کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: ہاں! عذاب قبر ہوتا ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا: پھر اس کے بعد میں نے دیکھا کہ جب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی تو عذاب قبر سے پناہ طلب کی۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۰۴۹ میں گزر چکی ہے۔

۱۳۷۳ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ اَخْبَرَنِی يُوْنُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِی عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ اَنَّهُ سَمِعَ اَسْمَاءَ بِنْتَ اَبِی بَكْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا تَقُوْلُ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطِيْبًا، فَذَكَرَ فِتْنَةَ الْقَبْرِ الَّتِی يَفْتَتِنُ فِيْهَا الْمَرْءُ، فَلَمَّا ذَكَرَ ذٰلِكَ ضَجَّ الْمُسْلِمُوْنَ ضَجَّةً. زَادَ غُنْدَرٌ عَذَابُ الْقَبْرِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن سلیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن وہب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے یونس نے خبر دی از ابن شہاب، انہوں نے کہا: مجھے عروہ بن الزبیر نے خبر دی کہ انہوں نے حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے سنا، وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے، پھر آپ نے قبر کے اس فتنہ کا ذکر کیا جس میں ہر شخص مبتلا ہوگا، جب آپ نے یہ ذکر کیا تو مسلمانوں نے سن کر چیخ و پکار کی، غندر نے عذاب قبر کا اضافہ کیا۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۸۶ میں گزر چکی ہے۔

۱۳۷۴ - حَدَّثَنَا عَيَّاشُ بْنُ الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْاَعْلٰى قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّهُ حَدَّثَهُمْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا وُضِعَ فِی قَبْرِهِ، وَتَوَلّٰى عَنْهُ اَصْحَابُهُ، وَاِنَّهُ لَيَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِهِمْ، اَتَاهُ مَلَكَانِ فَيُقْعِدَانِهِ فَيَقُوْلَانِ مَا كُنْتَ تَقُوْلُ فِی هٰذَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عیاش بن الولید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالاعلیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سعید نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، انہوں نے یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب بندہ کو اس کی قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور اس کے ساتھی پیٹھ پھیر کر چلے جاتے ہیں تو بے شک وہ ضرور ان کی

الرَّجُلِ؟ لِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَمَّا الْمُؤْمِنُ فَيَقُولُ أَشْهَدُ أَنَّهُ عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُولُهُ، فَيُقَالُ لَهُ انْظُرْ إِلَى مَقْعَدِكَ مِنَ النَّارِ، قَدْ أَبْدَلَكَ اللّٰهُ بِهِ مَقْعَدًا مِّنَ الْجَنَّةِ، فَيَرَاهُمَا جَمِيعًا. قَالَ قَتَادَةُ وَذُكِرَ لَنَا أَنَّهُ يُفْسَحُ فِي قَبْرِهِ، ثُمَّ رَجَعَ إِلَى حَدِيثِ أَنَسٍ، قَالَ وَأَمَّا الْمُنَافِقُ وَالْكَافِرُ فَيُقَالُ لَهُ مَا كُنْتَ تَقُولُ فِي هٰذَا الرَّجُلِ؟ فَيَقُولُ لَا أَدْرِي، كُنْتُ أَقُولُ مَا يَقُولُ النَّاسُ، فَيُقَالُ لَا دَرَيْتَ وَلَا تَلَيْتَ، وَيُضْرَبُ بِمَطَارِقَ مِنْ حَدِيدٍ ضَرْبَةً، فَيَصِيحُ صَيْحَةً يَسْمَعُهَا مَنْ يَلِيهِ غَيْرَ الثَّقَلَيْنِ.

جوتیوں کی آواز سنتا ہے' اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں' پس وہ اس کو بٹھا دیتے ہیں' پھر وہ کہتے ہیں: تم اس شخص (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے متعلق کیا کہتے تھے؟ پس رہا مؤمن تو وہ کہے گا: میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں' پھر اس سے کہا جائے گا: دوزخ میں اپنے ٹھکانے کی طرف دیکھ' اللہ نے اس کو جنت کے ٹھکانے سے بدل دیا ہے' پس وہ دونوں ٹھکانوں کی طرف دیکھے گا' قتادہ نے کہا: ہم سے یہ بیان کیا گیا ہے کہ اس کی قبر میں وسعت کر دی جائے گی' پھر انہوں نے حضرت انس کی حدیث کی طرف رجوع کیا اور کہا: رہا منافق اور کافر پس اس سے کہا جائے گا: تم اس شخص کے متعلق کیا کہتے تھے؟ وہ کہے گا: میں نہیں جانتا! لوگ جو کہتے تھے میں بھی وہی کہہ دیتا تھا۔ اس سے کہا جائے گا: تم نے عقل سے جانا نہ قرآن سے تلاوت کی' اور اس کو لوہے کے ہتھوڑوں سے ضرب لگائی جائے گی' پھر وہ زور سے چیخے گا جس کو جن اور انسان کے علاوہ سب قریب والے سنیں گے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۳۳۸ میں گزر چکی ہے۔

۸۷ - بَابُ التَّعَوُّذِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ

عذاب قبر سے پناہ طلب کرنا

۱۳۷۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنِي عَوْنُ بْنُ أَبِي جُحَيْفَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ، عَنْ أَبِي أَيُّوبَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ قَالَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ وَجَبَتِ الشَّمْسُ فَسَمِعَ صَوْتًا، فَقَالَ يَهُودُ تُعَذَّبُ فِي قُبُورِهَا. وَقَالَ النَّضْرُ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَوْنٌ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي سَمِعْتُ الْبَرَاءَ، عَنْ أَبِي أَيُّوبَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عون بن ابی جحیفہ نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت البراء بن عازب از ابی ایوب رضی اللہ عنہم وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلے' اس وقت سورج غروب ہو چکا تھا' پس آپ نے آواز سنی تو فرمایا: یہود کو ان کی قبروں میں عذاب ہو رہا ہے' اور النضر نے کہا: ہمیں شعبہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں عون نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے اپنے والد سے سنا' انہوں نے کہا: میں نے حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ سے سنا از ابی ایوب رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

(صحیح مسلم: ۲۸۶۹' الرقم المسلسل: ۷۰۸۲' سنن نسائی: ۲۰۵۹' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۵۸۸' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳۷۵' صحیح ابن حبان: ۳۱۲۴' المعجم الکبیر: ۳۸۵۶' مسند احمد ج ۵ ص ۴۱۷' مسند احمد: ۲۳۵۳۹۔ ج ۳۸ ص ۵۲۰' مؤسسة الرسالة' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن المثنیٰ بن عبید یہ العنبری کے نام سے معروف ہیں (۲) یحییٰ بن سعید القطان (۳) شعبہ بن الحجاج (۴) عون بن ابی جحیفہ (۵) ان کے والد ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ یہ صحابی ہیں' ان کا نام وہب بن عبد اللہ السوائی ہے (۶) حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ (۷) حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ' ان کا نام خالد بن زید ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۹۸)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عذاب کے وقت مردہ کی چیخ و پکار کو سننا آپ کی خصوصیت ہے

اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے آواز سنی' ہو سکتا ہے یہ فرشتوں کے عذاب دینے کی آواز ہو یا ان یہودیوں کی آواز ہو جن کو عذاب ہو رہا تھا یا یہ عذاب واقع ہونے کی آواز ہو' اس کے متعلق یہ حدیث ہے:

حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب سورج غروب ہو گیا یا غروب ہونے کے لیے زرد پڑ گیا تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نکلا اور میرے ساتھ لوٹے میں پانی تھا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قضاء حاجت کے لیے گئے اور میں آپ کے انتظار میں بیٹھا رہا حتیٰ کہ آپ آ گئے' پس میں نے آپ کو وضوء کرایا' پھر آپ نے پوچھا: اے ابوایوب! کیا تم وہ آواز سن رہے ہو جو میں سن رہا ہوں؟ میں نے کہا: اللہ اور اس کے رسول کو ہی زیادہ علم ہے' آپ نے فرمایا: میں یہودیوں کی آوازیں سن رہا ہوں جن کو ان کی قبروں میں عذاب دیا جا رہا ہے۔ (المعجم الکبیر: ۳۸۵۷' دار احیاء التراث العربی' بیروت)

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ عذاب کے وقت مردہ جو چیخ و پکار کرتا ہے' اس کے متعلق حدیث میں گزر چکا ہے کہ اس کو کوئی جن یا انسان نہیں سن سکتا تو آپ نے ان کی آواز کیسے سن لی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ عام انسان اس کو نہیں سن سکتا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عام انسان تو نہیں ہیں' آپ کے تمام حواس کی قوت عام انسانوں سے زیادہ تھی یا پھر یہ آپ کا معجزہ ہے۔

۱۳۷۶ - حَدَّثَنَا مُعَلًّى قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ قَالَ حَدَّثَتْنِي ابْنَةُ خَالِدِ بْنِ سَعِيدِ بْنِ الْعَاصِ أَنَّهَا سَمِعَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهُوَ يَتَعَوَّذُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ. [طرف الحدیث: ۶۳۶۴]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں معلّٰی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی از موسیٰ بن عقبہ' انہوں نے کہا: خالد بن سعید بن العاص کی بیٹی نے مجھ سے حدیث بیان کی' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قبر کے عذاب سے پناہ مانگتے ہوئے سنا ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۰ ص ۱۹۳' السنن الکبریٰ: ۲۲۰۷' الآحاد والمثانی: ۳۱۷۲' شرح مشکل الآثار: ۵۱۸۴' صحیح ابن حبان: ۱۰۰۱' المعجم الکبیر: ۲۴۴۔ ج ۲۵' المستدرک ج ۴ ص ۶۷' مسند احمد ج ۶ ص ۳۶۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۷۰۵۶۔ ج ۴۴ ص ۶۱۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) معلّٰی بن اسد (۲) وہیب بن خالد (۳) خالد بن سعید بن العاص کی بیٹی' ان کا نام ام خالد الامویہ ہے' یہ حبشہ میں پیدا ہوئیں' ان سے زبیر نے نکاح کیا' پھر ان سے خالد اور عمر پیدا ہوئے' علامہ ذہبی نے کہا ہے: یہ صحابیہ ہیں' ان سے موسیٰ بن ابراہیم کے دو بیٹوں عقبہ اور کریب بن سلیمان نے روایت کی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۹۹)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عذابِ قبر سے پناہ طلب کرنے کی توجیہ

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عذاب قبر سے پناہ طلب کی' حالانکہ آپ معصوم' مطہر اور مغفور ہیں' تو جو عام مسلمان معصوم ہیں نہ گناہوں سے مطہر ہیں اور نہ ان کی مغفرت کی بشارت ہے' ان کو چاہیے کہ وہ اللہ کے احکام پر عمل کریں اور گناہوں سے

اجتناب کریں اور عذابِ قبر سے بلکہ ہر قسم کے عذاب سے اللہ کی پناہ طلب کریں تا کہ اللہ تعالیٰ ان کو دوزخ کے عذاب سے اور قبر کے عذاب سے اپنی پناہ میں رکھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قبر کے عذاب سے پناہ طلب کرنا' اس لیے تھا کہ مسلمان آپ کے اس فعل کی اتباع کریں اور آپ کے تمام احکام پر عمل کریں اور آپ کے اسوہ کی اقتداء کریں حتیٰ کہ وہ دنیا اور آخرت کی سختیوں سے نجات پائیں۔

۱۳۷۷ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُو اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَمِنْ عَذَابِ النَّارِ، وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ، وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از ابی سلمہ از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کرتے تھے: اے اللہ! میں قبر کے عذاب سے اور دوزخ کے عذاب سے اور زندگی اور موت کے فتنہ سے اور مسیح دجال کے فتنہ سے تیری پناہ طلب کرتا ہوں۔

(صحیح مسلم: ۵۸۸' الرقم المسلسل: ۱۳۰۱' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۲۳۴۹' صحیح ابن حبان: ۱۰۱۹' المستدرک ج ۱ ص ۲۷۳' ۲' کتاب الدعاء للطبرانی: ۱۳۷۳' مسند احمد ج ۲ ص ۵۲۲ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۰۷۶۸۔ ج ۱۶ ص ۳۴۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم مغفور ہونے کے باوجود قبر اور دوزخ کے عذاب سے کیوں پناہ طلب کرتے تھے

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

ان احادیث میں اس کی دلیل ہے کہ عذابِ قبر برحق ہے جیسا کہ اہل سنت کا مذہب ہے' کیا تم نہیں دیکھتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عذابِ قبر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کی حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو معصوم بنایا اور گناہوں سے پاک رکھا اور آپ کے اگلے اور پچھلے تمام بہ ظاہر خلافِ اولیٰ کاموں کو معاف فرما دیا' سو جو شخص معصوم ہو نہ گناہوں سے پاک ہو' اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت زیادہ عذابِ قبر سے اللہ کی پناہ طلب کرنی چاہیے کیونکہ یہ اکرم الاکرمین کا نمونہ ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جب اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر دے دی تھی کہ اس نے آپ کی اگلی اور پچھلی کلی مغفرت فرما دی ہے تو پھر آپ کے عذابِ قبر سے پناہ مانگنے کی کیا توجیہ ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ قبر کے عذاب سے اور ہر اس چیز کے عذاب سے جس سے آپ نے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کی' اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف احتیاج کا اظہار ہے اور اس کی نعمتوں کا اقرار ہے' اور یہ اعتراف ہے کہ اس کی بے پایاں نعمتوں کا کما حقہ شکر نہیں ادا ہو سکتا' جیسا کہ اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو اتنا زیادہ قیام کرتے تھے کہ آپ کے دونوں قدم سوج جاتے تھے پس حضرت عائشہ نے کہا: یارسول اللہ! آپ ایسا کیوں کرتے ہیں حالانکہ اللہ نے آپ کے اگلے اور پچھلے ذنب (بہ ظاہر خلافِ اولیٰ تمام کاموں) کی مغفرت فرما دی ہے؟ آپ نے فرمایا: کیا میں اس کو پسند نہیں کرتا کہ میں اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بندہ بنوں!

(صحیح البخاری: ۴۸۳۷' صحیح مسلم: ۲۸۲۰)

پس جس شخص کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی نعمتیں بہت عظیم ہوں' اس پر واجب ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا بہت زیادہ شکر ادا کرے' خصوصاً انبیاء علیہم السلام اور اللہ تعالیٰ کے عباد صالحین' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو عذابِ قبر اور دیگر انواع کے عذاب سے پناہ طلب کی ہے' اس میں امت کے لیے تعلیم ہے اور ان کے عمل کے لیے نمونہ ہے اور آپ کی اقتداء کرنے اور آپ کی سنت کی اتباع کرنے کی ترغیب ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۳۵۹-۳۵۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

نواب صدیق حسن خاں بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے زندگی کے فتنہ سے پناہ طلب کی ہے' زندگی کے فتنہ سے مراد یہ ہے کہ آفات اور مصائب کے واقع ہونے پر صبر نہ کیا جائے اور بندہ اللہ کی تقدیر پر راضی نہ ہو' اور برے کاموں پر اصرار کرے۔

اور موت کے فتنہ سے پناہ طلب کی ہے' اور موت کے فتنہ سے مراد ہے: منکر اور نکیر کے سوال کے وقت حیرت اور خوف' عذاب قبر اور قبر کی دوسری سختیاں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا بہ طور عبادت اور تعلیم کی ہے۔

اس حدیث میں عذابِ قبر کا ثبوت ہے اور اس سے پناہ مانگنے کا ذکر ہے۔ (عون الباری ج ۲ ص ۳۷۰' دار الرشید' حلب' سوریا)

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث میں ان جاہل اور بناوٹی صوفیوں کا رد ہے' جو دوزخ سے پناہ طلب کرنے کو اپنے مرتبہ سے کم تر خیال کرتے ہیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کس کا مرتبہ ہو سکتا ہے اور آپ نے دوزخ کے عذاب سے پناہ طلب کی ہے' امام ابو حنیفہ کو دیکھ کر کسی شخص نے کہا: یہ جنتی شخص ہے تو امام اعظم رو پڑے اور کہا: میں جنت کے کب لائق ہوں' اگر اللہ تعالیٰ مجھے دوزخ کے عذاب سے بچالے تو یہ اس کا بڑا کرم ہوگا۔ وہ امام اعظم تھے جو اپنے آپ کو جنت کے لائق نہیں سمجھتے تھے' یہ آج کل کے صوفیاء ہیں جو جنت کو اپنے لائق نہیں سمجھتے!

۸۸ - بَابُ عَذَابِ الْقَبْرِ مِنَ الْغِيبَةِ وَالْبَوْلِ

غیبت کرنے اور پیشاب کی آلودگی سے نہ بچنے کی وجہ سے قبر کا عذاب

غیبت کا معنی ہے: کسی انسان کے پیچھے اس کی وہ برائی بیان کرنا جو اس میں ہو' اگر وہ برائی اس میں نہ ہو تو پھر وہ بہتان ہے' غیبت اس وقت ممنوع ہے جب کسی انسان کا عیب اس کی اہانت کے لیے بیان کیا جائے' اور اگر کسی جائز غرض کے حصول کے لیے کسی کا پس پشت عیب بیان کیا جائے تو وہ ممنوع نہیں ہے اور اس کی حسب ذیل چار صورتیں ہیں:

(۱) مظلوم اپنی دادرسی کے لیے قاضی کے سامنے ظالم کا ظلم بیان کرے۔ قرآن مجید میں ہے:

لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ. (النساء: ۱۴۸)

اللہ مظلوم کے سوا بلند آواز سے برائی کے ذکر کو پسند نہیں فرماتا۔

(۲) کسی مسلمان کو کسی دوسرے شخص کے ضرر سے بچانے کے لیے اس کی برائی بیان کرنا' مثلاً یہ کہنا کہ فلاں شخص کو قرض نہ دو' وہ قرض لے کر واپس نہیں کرتا' سو یہ غیبت ممنوع نہیں ہے۔

(۳) جو شخص لوگوں کے سامنے برے اور ناجائز کام کرتا ہو' اس کی برائی کو بیان کرنا غیبت نہیں ہے۔

(۴) تعریف اور تعیین کے لیے کسی کا عیب بیان کرنا' مثلاً یہ رقم فلاں لنگڑے کو دے دو' جب کہ اور کسی طریقہ سے اس کی تعیین نہ ہو سکے۔

* شرح صحیح مسلم ج ۳ ص ۱۰۹۱-۱۰۹۰ میں اس کی زیادہ تفصیل مذکور ہے۔

۱۳۷۸ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ' عَنِ الْاَعْمَشِ' عَنْ مُجَاهِدٍ' عَنْ طَاوُسٍ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از الاعمش از مجاہد از طاؤس' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

وَسَلَّمَ عَلٰی قَبْرَیْنِ، فَقَالَ اِنَّهُمَا لَیُعَذَّبَانِ، وَمَا یُعَذَّبَانِ مِنْ کَبِیْرٍ. ثُمَّ قَالَ بَلٰی، اَمَّا اَحَدُهُمَا فَکَانَ یَسْعٰی بِالنَّمِیْمَةِ، وَاَمَّا اَحَدُهُمَا فَکَانَ لَا یَسْتَتِرُ مِنْ بَوْلِهٖ. قَالَ ثُمَّ اَخَذَ عُوْدًا رَطْبًا فَکَسَرَهٗ بِاثْنَتَیْنِ ثُمَّ غَرَزَ کُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا عَلٰی قَبْرٍ، ثُمَّ قَالَ لَعَلَّهٗ یُخَفَّفُ عَنْهُمَا مَا لَمْ یَیْبَسَا.

نبی ﷺ دو قبروں کے پاس سے گزرے' آپ نے فرمایا: ان دونوں کو ضرور عذاب ہو رہا ہے اور ان کو کسی بڑی چیز میں عذاب نہیں ہو رہا' پھر فرمایا: کیوں نہیں! ان میں سے ایک چغلی کرتا تھا اور دوسرا پیشاب سے نہیں بچتا تھا' پھر آپ نے کھجور کی ایک تر شاخ توڑی اور اس کے دو ٹکڑے کیے' پھر ان میں سے ہر ایک کی قبر پر ایک ایک ٹکڑا گاڑ دیا' پھر فرمایا: تحقیق یہ ہے کہ جب تک یہ خشک نہیں ہوں گی ان کے عذاب میں تخفیف ہوتی رہے گی۔

(جامع المسانید لابن جوزی: ۲۹۶۳' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کے عنوان میں غیبت کا ذکر ہے اور حدیث میں چغلی کا ذکر ہے کیونکہ ان کا معنی متقارب ہے' غیبت کا معنی عنوان کی شرح میں گزر گیا اور چغلی کا معنی ہے: دو آدمیوں میں فساد ڈالنے کے لیے ایک کی بات دوسرے تک پہنچانا۔

قبر پر پھولوں کے رکھنے کا جواز اور نواب صاحب کے حافظہ کی خرابی

نواب صدیق حسن خاں بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

کھجور کی تر شاخ آپ نے اس لیے رکھی تھی کہ جب تک وہ تر رہے گی تسبیح کرتی رہے گی اور اس کی تسبیح کی برکت سے عذاب میں تخفیف ہو گی اور اس کا حکم ہر اس درخت کی شاخ کے لیے عام ہے جس میں رطوبت ہو' اسی طرح جس چیز میں ذکر کی برکت ہو' اور تلاوت قرآن سے عذاب میں تخفیف زیادہ اولیٰ ہے۔ (اس کے بعد لکھتے ہیں:) یہ قضیہ شخصیہ ہے اور فعل مخصوص ہے' اس میں عموم نہیں ہے' پس اس حدیث سے قبر پر پھولوں کے رکھنے کو قیاس نہیں کیا جائے گا' جیسا کہ اس زمانہ میں اہل بدعت کرتے ہیں' اور اہل مکہ و اہل مدینہ کا معمول ہے۔ (عون الباری ج ۱ ص ۲۷۰' دار الرشید' حلب' سوریا)

یہ نواب صاحب کے وہابیانہ تعصب کی زہر آفرینی ہے جو اتنی جلدی انہوں نے خود اپنی بات کا رد کر دیا' ابھی تو انہوں نے کہا تھا کہ تخفیف عذاب میں کھجور کی تر شاخ کی کوئی خصوصیت نہیں ہے' تخفیف عذاب کا یہ حکم ہر اس درخت کی شاخ کے لیے عام ہے جس میں رطوبت ہو اور اس کو بھی عام ہے جس میں ذکر کی برکت ہو اور تلاوت قرآن سے عذاب میں تخفیف زیادہ اولیٰ ہے' اور فقہاء اہل سنت چونکہ قبروں پر پھول بھی رکھتے ہیں تو ان کا رد کرنے کے لیے کہہ دیا کہ یہ فعل مخصوص ہے' اس میں عموم نہیں ہے اور تعصب کی وجہ سے علماء اہل سنت کو فوراً اہل بدعت کہہ دیا' کیا پھولوں میں رطوبت نہیں ہوتی اور کیا تر پھول ذکر نہیں کرتے تو جب ہر تر شاخ اور ذکر کرنے والی چیز کا قبروں پر رکھنا جائز ہے تو پھولوں کا قبروں پر رکھنا کیوں ناجائز ہو گا! چند سطر پہلے نواب صاحب نے کہا: اس فعل میں عموم ہے اور چونکہ جھوٹوں کا حافظہ نہیں ہوتا' اس لیے چند سطر بعد کہہ دیا' اس میں عموم نہیں ہے!

اس حدیث کے باقی مضامین' صحیح البخاری: ۲۱۶ میں ذکر کیے جا چکے ہیں۔

۸۹- بَابُ الْمَیِّتِ یُعْرَضُ عَلَیْهِ مَقْعَدُهٗ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِیِّ

میت پر اس کا ٹھکانا صبح اور شام کو پیش کیا جاتا ہے

۱۳۷۹ - حَدَّثَنَا اِسْمَاعِیْلُ قَالَ حَدَّثَنِیْ مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اَحَدَکُمْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے مالک نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ

إِذَا مَاتَ، عُرِضَ عَلَيْهِ مَقْعَدُهُ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ، إِنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَمِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ، وَإِنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ فَمِنْ أَهْلِ النَّارِ، فَيُقَالُ هٰذَا مَقْعَدُكَ حَتّٰى يَبْعَثَكَ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. [اطراف الحدیث: ۳۲۴۰-۶۵۱۵]

نے فرمایا: بے شک جب تم میں سے کوئی شخص فوت ہو جاتا ہے تو اس پر اس کا ٹھکانا صبح اور شام پیش کیا جاتا ہے اگر وہ جنتی ہو تو جنت والوں میں اور اگر وہ دوزخی ہو تو دوزخ والوں میں (اس کا ٹھکانا ہوتا ہے) پس کہا جاتا ہے: یہ تمہارا ٹھکانا ہے حتیٰ کہ قیامت کے دن تم کو اٹھایا جائے گا۔

(صحیح مسلم: ۲۸۶۶ 'الرقم المسلسل: ۷۰۷۸ 'سنن ابن ماجہ: ۴۲۷۰ 'سنن ترمذی: ۱۰۷۲ 'سنن کبریٰ: ۲۱۹۸ 'سنن نسائی: ۲۰۷۲ 'مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۳ ص ۲۳۷ 'مسند ابوداؤد الطیالسی: ۱۸۳۲ 'مسند ابویعلیٰ: ۵۸۳۰ 'المعجم الصغیر' تاریخ بغداد ج ۸ ص ۴۹-۴۸ 'مصنف عبد الرزاق: ۶۷۴۵ 'مسند احمد ج ۲ ص ۱۷ طبع قدیم' مسند احمد: ۴۶۸۵-ج ۸ ص ۲۸۴-۲۸۳ 'موسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ۳۵۰۴ 'مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

صبح اور شام جن پر ٹھکانا پیش کیا جاتا ہے' وہ ارواح ہیں اور ارواح قبروں میں ہوتی ہیں اور فنا نہیں ہوتیں

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

ہمارے شہر کے علماء نے کہا ہے کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قبر والوں کو یہ خبر دے گا کہ ان کے اعمال کی جگہ اور جزاء اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اور ہر صبح اور ہر شام خبر دینے سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو یہ بات یاد دلاتا رہے گا اور ہم کو اس میں شک نہیں ہے کہ موت اور فرشتوں کے سوال کے بعد بہ تدریج اجسام کو مٹی کھا جاتی ہے اور اجسام فنا ہو جاتے ہیں اور ان پر کوئی چیز پیش نہیں کی جاتی اور قیامت تک صبح اور شام قبر والوں پر جو ان کا ٹھکانا پیش کیا جاتا ہے' وہ صرف ان کی ارواح پر پیش کیا جاتا ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ ارواح فنا نہیں ہوتیں اور وہ باقی رہتی ہیں حتیٰ کہ بندے جنت یا دوزخ میں پہنچ جاتے ہیں۔

قاضی ابن الطیب نے کہا ہے کہ مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہے کہ آخرت میں صبح اور شام نہیں ہوتے' صبح اور شام کا تواردصرف دنیا میں ہے اور آلِ فرعون کے متعلق جو قرآن میں ہے: وہ ہر صبح اور شام آگ پر پیش کیے جاتے ہیں۔ (المؤمن: ۴۶) اس سے مراد یہ ہے کہ دنیا میں ان کو قبر میں ہر صبح اور شام آگ پر پیش کیا جاتا ہے اور قیامت کے دن ان کو زیادہ شدید عذاب پر پیش کیا جائے گا اور جب قبر والوں پر ہر صبح اور شام ان کا ٹھکانا پیش کیا جائے گا تو اس سے معلوم ہوا کہ مردے کلام سنتے ہیں ورنہ ان پر ان کے ٹھکانے کو پیش کرنے کا کوئی معنی نہیں ہے۔

(سماع موتی کی مفصل تحقیق ہم نے اپنی تفسیر میں سورۃ الانفال: ۱۴ کے تحت بیان کی ہے' تفسیر تبیان القرآن ج ۴ ص ۵۸۴-۵۷۶)

دیگر علماء نے یہ کہا ہے کہ اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ روحیں قبر میں ہوتی ہیں کیونکہ ان پر ہی ان کے ٹھکانے پیش کیے جاتے ہیں' اجسام کو تو مٹی کھا چکی ہوتی ہے اور یہی صحیح مذہب ہے۔ داؤدی نے کہا ہے کہ جو چیز روح اور نفس کی حیات پر اس کے فنا نہ ہونے پر دلالت کرتی ہے' وہ یہ آیت ہے:

اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْاُخْرٰى اِلٰى اَجَلٍ مُّسَمًّى. (الزمر: ۴۲)

اللہ ہی روحوں کو ان کی موت کے وقت (قبض کرتا ہے) اور جن کی موت نہیں آئی انہیں ان کی نیند کے وقت قبض فرما لیتا ہے' پھر ان روحوں کو روک لیتا ہے جن کی موت کا فیصلہ ہو چکا ہے اور دوسری روحوں کو ایک مقرر وقت تک کے لیے چھوڑ دیتا ہے۔

اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ نفس اور روح ایک ہی چیز ہے اور اس پر دلیل ہے کہ روح فنا نہیں ہوتی کیونکہ جو چیز فنا ہو چکی ہو اس کو رد کا نہیں جاتا۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۳۶۰ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

ٹھکانا مردے کی روح پر پیش کیا جاتا ہے یا اس کے اجزاء اصلیہ پر؟

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

یہ حدیث اس پر محمول ہے کہ مردہ کے جسم کا ایک جزء اصلی یا اس کے اجزاء اصلیہ کو باقی رکھا جاتا ہے اور اس میں حیات لوٹائی جاتی ہے اور اس سے خطاب کر کے اس کو اس کا ٹھکانا بتایا جاتا ہے علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ یہ ٹھکانا صرف اس کی روح پر پیش کیا جاتا ہو یا جسم کے ساتھ اس کا کوئی جز بھی ہو اور یہ غیر شہداء کے متعلق ہے کیونکہ شہداء کی روحیں جنت میں ہوتی ہیں۔

اس حدیث میں عذاب قبر کا ثبوت ہے اور اس کا ثبوت ہے کہ جسم کے فنا ہونے سے روح فنا نہیں ہوتی کیونکہ ٹھکانا کسی زندہ پر پیش کیا جاتا ہے علامہ ابن عبد البر نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ روحیں قبروں کے صحن میں ہوتی ہیں۔

(فتح الباری ج ۳ ص ۸۰۶ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

روحیں جہاں چاہتی ہیں پھرتی ہیں مگر لوٹ کر قبروں میں آجاتی ہیں

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ نے علامہ ابن بطال اور علامہ ابن حجر کی عبارات نقل کرنے کے بعد یہ اضافہ کیا ہے:

علامہ ابن عبد البر نے یہ کہا ہے کہ میرے نزدیک روحیں کبھی قبروں کے صحن میں ہوتی ہیں ایسا نہیں ہے کہ وہ قبروں کے صحن سے کبھی جدا نہیں ہوتیں بلکہ جیسا کہ امام مالک نے کہا ہے کہ ان کو یہ حدیث پہنچی ہے کہ روحیں جہاں چاہتی ہیں پھرتی ہیں میں کہتا ہوں کہ روحوں کا جہاں چاہیں پھرنا اس سے مانع نہیں ہے کہ وہ قبروں کے صحن میں ہوں کیونکہ روحیں گھوم پھر کر پھر قبروں میں آجاتی ہیں۔ مجاہد نے کہا ہے کہ میت کے دفن ہونے کے سات دن تک ارواح قبروں سے جدا نہیں ہوتیں۔

(عمدۃ القاری ج ۸ ص ۳۰۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

قبر میں مردے پر اس کا ٹھکانا پیش کرنے کی زیادہ تفصیل

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب میت کو قبر میں رکھ دیا جاتا ہے تو جب لوگ اس سے پیٹھ پھیر کر چلے جاتے ہیں تو وہ ان کے جوتوں کی آواز کو سنتا ہے پھر اگر وہ مؤمن ہو تو نماز اس کے سر کی طرف ہوتی ہے اور روزہ اس کے دائیں طرف ہوتا ہے اور زکوٰۃ اس کے بائیں طرف ہوتی ہے اور صدقہ صلہ رحم اور لوگوں کے ساتھ نیک سلوک اس کے پاؤں کی طرف ہوتا ہے پھر اس کے سر کی طرف سے فرشتے آتے ہیں تو نماز کہتی ہے: میری طرف سے داخلہ کی جگہ نہیں ہے پھر وہ دائیں طرف سے آتے ہیں تو روزہ کہتا ہے کہ میری طرف سے داخلہ کی جگہ نہیں ہے پھر وہ بائیں طرف سے آتے ہیں تو زکوٰۃ کہتی ہے: میری طرف سے داخلہ کی جگہ نہیں ہے پھر وہ پیروں کی طرف سے آتے ہیں تو صدقہ صلہ رحم اور لوگوں کے ساتھ حسن سلوک کی نیکیاں کہتی ہیں: میری طرف سے داخلہ کی جگہ نہیں ہے پھر مردے سے کہا جاتا ہے کہ بیٹھ جاؤ تو وہ بیٹھ جاتا ہے اور اس کو دکھایا جاتا ہے کہ سورج غروب ہونے کے قریب ہے پھر اس سے کہا جاتا ہے: یہ بتاؤ! یہ شخص تم میں تھے تو تم ان کے متعلق کیا کہتے تھے؟ اور کیا گواہی دیتے تھے؟ وہ کہے گا: مجھے چھوڑو حتیٰ کہ میں نماز پڑھ لوں فرشتے کہیں گے: تم عنقریب نماز پڑھ لو گے ہمارے سوال کا جواب دو تم ان کے متعلق کیا گواہی دیتے تھے؟ وہ کہے گا: یہ (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں یہ اللہ کے پاس سے حق

لے کر آئے تھے' اس سے کہا جائے گا: تم اسی (عقیدہ) پر زندہ رہے' اسی پر تم کو موت آئی اور اسی پر تم کو اٹھایا جائے گا' ان شاء اللہ' پھر اس کے لیے جنت کی کھڑکیوں میں سے ایک کھڑکی کھول دی جائے گی' پھر اس سے کہا جائے گا: یہ تمہارا ٹھکانا ہے اور تمہارے لیے جو اللہ نے تیار کیا ہے وہ اس میں ہے۔ اس کی خوشی اور سرور میں اضافہ ہوگا' پھر اس کے لیے دوزخ کی کھڑکیوں میں سے ایک کھڑکی کھولی جائے گی اور کہا جائے گا: یہ تمہارا ٹھکانا تھا اور جو اللہ نے تمہارے لیے تیار کیا تھا وہ اس میں ہے' اگر تم اللہ کی نافرمانی کرتے' پھر اس کی خوشی اور سرور میں مزید اضافہ ہوگا' پھر اس کی قبر میں ستر ہاتھ وسعت کردی جائے گی اور اس کی قبر منور کردی جائے گی اور اس کے جسم کو پھر پہلے کی طرح لوٹا دیا جائے گا اور اس کی روح پاکیزہ روحوں میں کردی جائے گی اور وہ ایسے پرندوں (کی صورت میں) ہوں گے جو جنت کے درختوں میں لٹکے ہوئے ہوں گے اور یہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کے موافق ہے:

يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ. (ابراہیم:۲۷)

ایمان والوں کو اللہ دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں قول ثابت (کلمہ توحید) پر ثابت قدم رکھتا ہے۔

اور کافر کے پاس جب سر کی جانب سے فرشتے آتے ہیں تو وہاں کوئی چیز نہیں ہوتی' پھر جب اس کے دائیں طرف سے آتے ہیں تو وہاں کوئی چیز نہیں ہوتی' پھر جب اس کے بائیں طرف سے آتے ہیں تو وہاں کوئی چیز نہیں ہوتی' پھر جب اس کے پیروں کی طرف سے آتے ہیں تو وہاں کوئی چیز نہیں ہوتی' پھر اس سے کہا جاتا ہے: بیٹھ جاؤ! تو وہ مرعوب اور خوف زدہ ہو کر بیٹھ جاتا ہے' پھر اس سے پوچھا جاتا ہے: یہ بتاؤ! یہ شخص جو تم میں رہا تھا تم اس کے متعلق کیا کہتے تھے؟ اور تم اس کے متعلق کیا گواہی دیتے تھے؟ وہ پوچھے گا: کون شخص؟ پس کہا جائے گا: وہ جو تم میں رہا تھا' وہ اس شخص کے نام کو نہیں بوجھ سکے گا' حتیٰ کہ کہا جائے گا: (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)' وہ کہے گا: میں نہیں جانتا' میں نے لوگوں کو ایک بات کہتے ہوئے سنا تو میں نے بھی وہ بات کہہ دی' اس سے کہا جائے گا: تم اسی (عقیدہ) پر زندہ رہے' اسی پر مرے اور اسی پر تم کو اٹھایا جائے گا۔ ان شاء اللہ' پھر اس کے لیے دوزخ کی کھڑکیوں میں سے ایک کھڑکی کھولی جائے گی اور اس سے کہا جائے گا: یہ دوزخ میں تمہارا ٹھکانا ہے اور جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے اس میں تیار رکھا ہے' پس اس کی حسرت اور افسوس میں اضافہ ہوگا' پھر اس کے لیے جنت کی کھڑکیوں میں سے ایک کھڑکی کھولی جائے گی اور اس سے کہا جائے گا: یہ تمہارا جنت میں ٹھکانا تھا' اور اس میں وہ چیزیں ہیں جو اللہ نے تمہارے لیے تیار کی تھیں بہ شرطیکہ تم اللہ کی اطاعت کرتے' پھر اس کی حسرت اور افسوس میں مزید اضافہ ہوگا' پھر اس کی قبر کو اس پر تنگ کردیا جائے گا حتیٰ کہ اس کی پسلیاں اِدھر سے اُدھر نکل جائیں گی' سو یہ اس کی زندگی کی تنگی ہے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى. (طٰہٰ:۱۲۴)

پس اس کے لیے تنگی کی زندگی ہے اور ہم قیامت کے دن اس کو اندھا اٹھائیں گے۔

(صحیح ابن حبان: ۳۱۱۳' مصنف عبد الرزاق: ۶۷۰۳' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳۸۴-۳۸۳' المستدرک ج ۱ ص ۳۸۰-۳۷۹' المعجم الاوسط: ۲۶۵۱' حافظ الہیثمی نے کہا: اس حدیث کی سند حسن ہے' مجمع الزوائد ج ۳ ص ۵۲-۵۱)

* صحیح بخاری کی زیر بحث حدیث' شرح صحیح مسلم: ۷۰۸۳- ج ۷ ص ۶۹۷ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے عنوان حسب ذیل ہیں:

(۱) میت پر اس کا ٹھکانا پیش کیے جانے کا بیان (۲) قرآن مجید کی آیات سے عذاب قبر پر دلائل (۳) احادیث سے عذاب قبر پر دلائل (۴) عذاب قبر کی نفی پر قرآن مجید سے دلائل اور ان کے جوابات (۵) عذاب قبر کے خلاف عقلی شبہات کے جوابات (۶) آیا قبر میں عذاب صرف روح کو ہوتا ہے یا روح اور جسم دونوں کو؟ (۷) قبر میں سوال اور جواب کے متعلق احادیث (۸) آیا قبر میں کفار سے بھی سوال ہوگا یا نہیں؟ (۹) آیا پچھلی امتوں سے بھی قبر میں سوال ہوتا تھا یا یہ سوال صرف اس امت کے ساتھ مخصوص ہے؟ (۱۰) آیا انبیاء علیہم السلام اور

نابالغ بچوں سے بھی سوال ہوتا ہے یا نہیں؟ ⑪ قبر میں سوال کرنے والے فرشتوں کی تحقیق ⑫ قبر کے سوال میں رسول اللہ ﷺ کی طرف اشارہ کی تحقیق ⑬ قبر کے سوالوں سے فارغ ہونے کے بعد میت کا کیا انجام ہوگا ⑭ ان لوگوں کا بیان جن سے قبر میں سوال نہیں کیا جائے گا ⑮ قبر میں مُردے کو جمعہ کے حوالے کرنے کی تحقیق ⑯ قبروں کی زیارت کرنا اور قبر والوں کا زائرین کو پہچاننا' ان کے سلام کا جواب دینا اور ان سے کلام کرنا ⑰ روحوں کی قیام گاہ کی تحقیق ⑱ روحوں کا زندوں کے احوال اور اعمال پر مطلع ہونا ⑲ زیارتِ قبور کا بیان ⑳ عورتوں کی زیارتِ قبور کے متعلق احادیث ㉑ فقہاء احناف کے نزدیک عورتوں کے لیے زیارتِ قبور کا حکم ㉒ فقہاء حنبلیہ کے نزدیک عورتوں کے لیے زیارتِ قبور کا حکم ㉓ فقہاء شافعیہ کے نزدیک عورتوں کے لیے زیارتِ قبور کا حکم ㉔ فقہاء مالکیہ کے نزدیک عورتوں کے لیے زیارتِ قبور کا حکم ㉕ کون کہاں مرے گا اور کل کیا ہوگا؟ اس کے علم کی تحقیق ㉖ سماعِ موتی کی تحقیق ㉗ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا سماعِ موتی سے انکار اور اس کا جواب۔

۹۰ - بَابُ كَلَامِ الْمَيِّتِ عَلَى الْجَنَازَةِ

میت کا جنازہ اٹھانے کے بعد کلام کرنا

۱۳۸۰ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ، عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا وُضِعَتِ الْجَنَازَةُ فَاحْتَمَلَهَا الرِّجَالُ عَلَى أَعْنَاقِهِمْ، فَإِنْ كَانَتْ صَالِحَةً قَالَتْ قَدِّمُونِي قَدِّمُونِي، وَإِنْ كَانَتْ غَيْرَ صَالِحَةٍ قَالَتْ يَا وَيْلَهَا، أَيْنَ يَذْهَبُونَ بِهَا، يَسْمَعُ صَوْتَهَا كُلُّ شَيْءٍ إِلَّا الْإِنْسَانَ، وَلَوْ سَمِعَهَا الْإِنْسَانُ لَصَعِقَ.

امام بخاری بیان کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از سعید بن ابی سعید از والد خود' انہوں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب جنازہ رکھ دیا جاتا ہے' پھر لوگ اس کو اپنی گردنوں پر اٹھا لیتے ہیں' پھر اگر وہ جنازہ نیک ہو تو وہ کہتا ہے: مجھے آگے لے جاؤ' مجھے آگے لے جاؤ' اور اگر وہ نیک نہ ہو تو وہ کہتا ہے: ہائے ہائے! یہ اس کو کہاں لے جا رہے ہیں' انسان کے سوا اس کی آواز کو ہر چیز سنتی ہے اور اگر انسان اس آواز کو سنتا تو وہ بے ہوش ہو جاتا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۳۱۴ میں گزر چکی ہے۔

۹۱ - بَابُ مَا قِيلَ فِي أَوْلَادِ الْمُسْلِمِينَ

مسلمانوں کی اولاد کے (ٹھکانے کے) متعلق کیا کہا گیا ہے؟

یعنی مسلمانوں کی نابالغ اولاد کے ٹھکانے کے متعلق کیا کہا گیا ہے۔

قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ مَاتَ لَهُ ثَلَاثَةٌ مِنَ الْوَلَدِ لَمْ يَبْلُغُوا الْحِنْثَ، كَانَ لَهُ حِجَابًا مِنَ النَّارِ أَوْ دَخَلَ الْجَنَّةَ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ جس شخص کے تین ایسے بچے فوت ہو گئے جو ابھی گناہ کی عمر کو نہیں پہنچے تھے' وہ اس کے لیے دوزخ کی آگ سے حجاب ہو جائیں گے یا جنت میں داخل ہو جائیں گے۔

اس تعلیق کی اصل صحیح البخاری: ۱۲۴۸ میں گزر چکی ہے۔

۱۳۸۱ - حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ صُهَيْبٍ، عَنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن علیہ نے حدیث بیان

أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنَ النَّاسِ مُسْلِمٌ، يَمُوْتُ لَهُ ثَلَاثَةٌ مِنَ الْوَلَدِ لَمْ يَبْلُغُوا الْحِنْثَ، إِلَّا أَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ بِفَضْلِ رَحْمَتِهِ إِيَّاهُمْ.

کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز بن صہیب نے حدیث بیان کی از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں میں سے جس مسلمان کے تین نابالغ بچے فوت ہو گئے اس کو اللہ جنت میں داخل کر دے گا' ان پر اپنی رحمت کے فضل کی وجہ سے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۲۴۸ میں گزر چکی ہے۔

۱۳۸۲ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ أَنَّهُ سَمِعَ الْبَرَاءَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ لَمَّا تُوُفِّيَ إِبْرَاهِيمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ لَهُ مُرْضِعًا فِي الْجَنَّةِ.

[اطراف الحدیث: ۳۲۵۵-۶۱۹۵]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عدی بن ثابت' انہوں نے حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان کے لیے جنت میں دودھ پلانے والی ہے۔

(مسند ابوداؤد الطیالسی: ۷۲۹' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳۷۹' صحیح ابن حبان: ۶۹۴۹' المستدرک ج ۴ ص ۳۸' دلائل النبوۃ ج ۵ ص ۴۳۱-۴۳۰' مسند ابویعلیٰ: ۱۶۶۵' مصنف عبدالرزاق: ۶۷۰۹' صحیح ابن خزیمہ: ۲۲۵' سنن بیہقی ج ۲ ص ۳۹۳' مسند احمد ج ۴ ص ۲۸۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۸۵۰۲- ج ۳۰ ص ۴۶۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ۱۵۰' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حضرت سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ کا تذکرہ

اس حدیث میں حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے' اس سے مراد ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحب زادے' اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ حضرت ابراہیم کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام اولاد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے پیدا ہوئی' اور حضرت ابراہیم حضرت ماریہ قبطیہ کے بطن سے پیدا ہوئے' ان کی ولادت ذی الحجہ ۸ ھ میں ہوئی' علامہ واقدی نے کہا ہے کہ حضرت ابراہیم منگل کے دن ۱۰ ربیع الاول ۱۰ ھ میں فوت ہوئے' اس وقت ان کی عمر ۱۸ ماہ تھی اور ان کو البقیع میں دفن کیا گیا۔

(عمدۃ القاری ج ۸ ص ۳۰۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۹۲ - بَابُ مَا قِيْلَ فِيْ أَوْلَادِ الْمُشْرِكِيْنَ

مشرکین کی نابالغ اولاد کے ٹھکانے کے متعلق جو اقوال ہیں

۱۳۸۳ - حَدَّثَنَا حِبَّانُ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِيْ بِشْرٍ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أَوْلَادِ الْمُشْرِكِيْنَ؟ فَقَالَ اللّٰهُ إِذْ خَلَقَهُمْ أَعْلَمُ بِمَا كَانُوْا عَامِلِيْنَ.

[طرف الحدیث: ۶۵۹۷]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حبان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے خبر دی از ابی بشر از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرکین کی اولاد کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: جب اللہ نے ان کو پیدا کیا تھا تو اس کو علم تھا کہ وہ کیا عمل کرنے والے ہیں۔

(صحیح مسلم: ۲۶۶۰' الرقم المسلسل: ۶۶۳۱' سنن ابوداؤد: ۴۷۱۱' سنن نسائی: ۱۹۵۲' مسند ابویعلیٰ: ۲۴۷۹' مسند احمد ج ۱ ص ۲۱۵ طبع قدیم' مسند

احمد: ۱۸۴۵ - ج ۳ ص ۳۴۳ 'مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

کفار کی نابالغ اولاد کے متعلق علماء اسلام کے اقوال

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے اس مسئلہ میں حسب ذیل اقوال نقل کیے ہیں:

(۱) کفار کی نابالغ اولاد کا ٹھکانا اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہے' یہ قول ابن المبارک اور اسحاق سے منقول ہے' امام بیہقی نے الاعتقاد میں اس قول کو امام شافعی سے نقل کیا ہے' علامہ ابن عبد البر نے کہا ہے کہ امام مالک کے طریقہ کا بھی یہی مقتضیٰ ہے اور ان کے اصحاب نے یہ تصریح کی ہے کہ مسلمانوں کے بچے جنت میں ہوں گے اور کفار کے بچے اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہیں اور اس کی دلیل باب مذکور کی یہ حدیث ہے: جب رسول اللہ ﷺ سے مشرکین کی اولاد کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے ان کو پیدا کیا تھا تو اس کو علم تھا کہ وہ کیا عمل کرنے والے ہیں۔ (صحیح البخاری: ۱۳۸۳)

(۲) نابالغ اولاد اپنے آباء کے تابع ہے' پس مسلمانوں کی اولاد جنت میں ہے اور کفار کی اولاد دوزخ میں ہے۔ اس کی دلیل یہ حدیث ہے: امام احمد نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت کی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے مسلمانوں کے بچوں کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: وہ جنت میں ہیں' اور مشرکین کے بچوں کے متعلق سوال کیا' تو آپ نے فرمایا: وہ دوزخ میں ہیں۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! انہوں نے تو اعمال کا زمانہ نہیں پایا! آپ نے فرمایا: تمہارا رب خوب جاننے والا ہے وہ کیا کرنے والے تھے' اگر تم چاہو تو میں دوزخ میں ان کے رونے کی آواز سنا دوں۔ (مسند احمد ج ۶ ص ۲۰۸) اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔

(۳) وہ جنت اور دوزخ کے درمیان برزخ میں ہیں' کیونکہ انہوں نے نیک کام کیے ہیں کہ وہ جنت میں داخل ہوں نہ بُرے کام کیے ہیں کہ وہ دوزخ میں داخل ہوں۔

(۴) وہ اہل جنت کے خدام ہیں' اس کے ثبوت میں درج ذیل احادیث ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بچے اہل جنت کے خدام ہیں۔

(مسند ابویعلیٰ: ۴۰۹۰' مسند البزار: ۲۱۷۰' تمہید ج ۷ ص ۲۵۵)

یزید رقاشی بیان کرتے ہیں کہ ہم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا: اے ابوحمزہ! آپ کے نزدیک مشرکین کے نابالغ بچوں کا کیا حکم ہے؟ حضرت انس نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ان کے گناہ نہیں ہیں کہ ان کو عذاب دیا جائے اور نہ ان کی نیکیاں ہیں کہ ان کو ثواب دیا جائے' پس وہ اہل جنت کے خدام ہوں گے۔

(مسند ابوداؤد الطیالسی: ۲۸۲۴' حلیۃ الاولیاء ج ۷ ص ۳۰۸)

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے مشرکین کی اولاد کے متعلق سوال کیا' آپ نے فرمایا: وہ اہل جنت کے خدام ہیں۔ (المعجم الکبیر: ۶۹۹۳' مسند البزار: ۲۱۷۲)

(۵) ان کو قیامت کے دن مٹی بنا دیا جائے گا۔

(۶) وہ دوزخ میں ہیں' یہ امام احمد کے بعض اصحاب کا قول ہے۔ (مسند احمد ج ۶ ص ۲۰۸' تاہم اس حدیث کی سند ضعیف ہے)

(۷) ان کی آخرت میں آزمائش کی جائے گی' ان کے سامنے آگ پیش کی جائے گی' پس جو اس آگ میں داخل ہو جائے گا' اس کے لیے وہ آگ ٹھنڈی اور سلامتی والی بن جائے گی' اس کے ثبوت میں یہ احادیث ہیں:

حضرت انس رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن چار آدمیوں کو لایا جائے گا' نابالغ بچہ' کم عقل' جو فترت میں مرگیا اور شیخ فانی' اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے گا: اس آگ میں داخل ہو جاؤ' تو جن کے اوپر بدبختی لکھ دی گئی ہے' وہ کہیں گے: اے ہمارے رب! تو ہم کو اس آگ میں داخل کر رہا ہے حالانکہ ہم اس سے ڈرتے تھے اور جن کے لیے نیک بختی لکھ دی گئی ہے' وہ اس میں دوڑتے ہوئے داخل ہو جائیں گے' پس یہ لوگ جنت میں داخل ہو جائیں گے اور پہلا فریق دوزخ میں داخل ہوگا۔ (مسند البزار: ۲۱۷۷' مسند ابویعلیٰ: ۴۲۲۴)

حضرت ابوسعید رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن ان کو لایا جائے گا جو زمانہ فترت میں مر گئے اور کم عقل کو اور نابالغ بچے کو' جو زمانہ فترت میں مرگیا' وہ کہے گا: میرے پاس کتاب آئی تھی نہ رسول آیا تھا' اور کم عقل کہے گا: اے میرے رب! تو نے مجھے ایسی عقل نہیں دی جس سے میں خیر اور شر کا ادراک کرتا اور نابالغ بچہ کہے گا: میں نے عمل کرنے کا زمانہ نہیں پایا' آپ نے فرمایا: پھر ان کے لیے آگ پیش کی جائے گی اور ان سے کہا جائے گا: اس میں داخل ہو جاؤ' پس ان میں سے جو لوگ اللہ کے علم میں نیک بخت ہوں گے وہ اس میں داخل ہو جائیں گے اور جو اللہ کے علم میں بدبخت ہوں گے وہ اس میں داخل نہیں ہوں گے' پس اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تم نے میرے سامنے میری نافرمانی کی ہے' پس تم میرے غیاب میں میرے رسولوں کی نافرمانی بھی کرتے۔ (مسند البزار: ۲۱۷۶)

یہ حدیث حضرت معاذ سے بھی مروی ہے۔

(المعجم الکبیر: ۸۴-۸۳- ج ۲۰' المعجم الاوسط: ۱۹۵۱' مسند الشامیین: ۲۲۰۵' حلیۃ الاولیاء ج ۵ ص ۱۲۷)

یہ حدیث الاسود بن سریع سے بھی مروی ہے: (صحیح ابن حبان: ۷۳۵۷' المعجم الکبیر: ۸۴۱' مسند احمد ج ۴ ص ۲۴' مسند البزار: ۲۱۷۴)

(۸) وہ جنت میں ہیں' علامہ نووی نے کہا کہ یہی مذہب صحیح اور مختار ہے' جس پر محققین ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ○ اور ہم عذاب دینے والے نہیں ہیں حتیٰ کہ رسول بھیج دیں ○

(بنی اسرائیل: ۱۵)

اور نابالغ بچوں کے حق میں رسالت متحقق نہیں ہے' کیونکہ جب عاقل کو اس لیے عذاب نہیں دیا جائے گا کہ اس کے پاس رسول نہیں آیا تو غیر عاقل کو بہ درجہ اولیٰ عذاب نہیں دیا جائے گا' اور اس کی دلیل یہ حدیث بھی ہے:

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خواب دیکھا' جس کی آپ کو یہ تعبیر بتائی گئی: جو باغ میں طویل القامت شخص تھے' وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں اور جو ان کے گرد بچے تھے' وہ ہر پیدا ہونے والا بچہ تھا جو فطرت پر پیدا ہوا' پس بعض مسلمانوں نے پوچھا: یا رسول اللہ! اور مشرکین کی اولاد؟ آپ نے فرمایا: اور مشرکین کی اولاد۔

(صحیح البخاری: ۷۰۴۷' صحیح مسلم: ۲۲۷۵)

(۹) توقف

(۱۰) امساک۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۸۰۹' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

توقف سے مراد یہ ہے کہ چونکہ دلائل متعارض ہیں' اس لیے کسی قول کو ترجیح نہ دی جائے اور امساک سے مراد یہ ہے کہ اس بحث میں پڑنے سے گریز کیا جائے۔

علامہ بدرالدین عینی نے چھ اقوال ذکر کیے ہیں اور اس قول کو ترجیح دی ہے کہ مشرکین کے بچے جنت میں ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۸ ص ۳۰۸ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ محمد بن عبد الباقی زرقانی مالکی متوفی ۱۱۲۲ھ نے حافظ ابن حجر عسقلانی کے ذکر کردہ دس اقوال ذکر کیے ہیں اور اس قول کو ترجیح دی ہے کہ مشرکین کے نابالغ بچے جنت میں ہوں گے۔

(شرح الزرقانی علی موطأ امام مالک ج ۲ ص ۱۲۸ 'دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

نابالغ بچوں کی آخرت میں آزمائش پر اس اعتراض کا جواب کہ میدانِ حشر تو دارِ تکلیف نہیں ہے'۔۔۔ وہاں کیوں امتحان ہوگا؟

علامہ محمد التاؤدی بن محمد الطالب متوفی ۱۲۰۹ھ لکھتے ہیں:

حافظ ابن حجر عسقلانی نے ان اقوال میں ساتواں قول یہ ذکر کیا ہے کہ قیامت کے دن مشرکین کے نابالغ بچوں' کم عقل شخص اور زمانہ فترت میں مرنے والی کی آزمائش کی جائے گی اور ان کو آگ میں داخل ہونے کا حکم دیا جائے گا' جو اس میں داخل ہو جائے گا' وہ آگ اس پر ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جائے گی اور جو داخل نہیں ہوگا' اس کو دوزخ میں عذاب دیا جائے گا' اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ قیامت کا دن اور میدانِ حشر دارِ تکلیف تو نہیں ہے' دارِ تکلیف تو صرف دنیا ہے' پھر حشر کے دن ان کا امتحان کیوں لیا جائے گا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جنت یا دوزخ میں استقرار کے بعد ان کا امتحان نہیں لیا جائے گا لیکن اس سے پہلے میدانِ حشر میں ان کا امتحان لینے سے کوئی چیز مانع نہیں ہے' بلکہ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ میں وہاں بھی امتحان لینے کا ذکر ہے' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَّيُدْعَوْنَ إِلَى السُّجُوْدِ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ○ (القلم: ۴۲)

جس دن پنڈلی کھولی جائے گی اور ان کو سجدہ کے لیے بلایا جائے گا تو وہ سجدہ نہ کر سکیں گے○

اس آیت میں پنڈلی سے مراد اللہ کی پنڈلی ہے' جو اس کی شان کے مطابق ہے' اس وقت ہر مؤمن مرد اور عورت اللہ کے سامنے سجدہ ریز ہوں گے' ماسوا ریاکاروں کے' وہ سجدہ نہ کر سکیں گے' اس آیت میں حشر کے دن لوگوں کو مکلف کرنے کا ذکر ہے۔

نیز حدیث میں ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جس نے ایسا خواب بیان کیا جس کو اس نے نہیں دیکھا اس کو (قیامت کے دن) دو جَو کے درمیان گرہ لگانے کا مکلف کیا جائے گا اور وہ ہرگز ان میں گرہ نہیں لگا سکے گا اور جو تصویر بنائے گا اس کو عذاب دیا جائے گا اور اس کو اس میں روح پھونکنے کا مکلف کیا جائے گا اور وہ اس میں روح نہیں پھونک سکے گا۔ (صحیح البخاری: ۷۰۴۲' سنن ابوداؤد: ۵۰۲۴' سنن ترمذی: ۱۷۵۱' سنن ابن ماجہ: ۳۹۱۶' مسند احمد ج ۱ ص ۳۵۹) (حاشیۃ التاؤدی ج ۲ ص ۹۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۸ھ)

۱۳۸٤ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِيْ عَطَاءُ بْنُ يَزِيْدَ اللَّيْثِيُّ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذَرَارِيِّ الْمُشْرِكِيْنَ؟ فَقَالَ اللّٰهُ أَعْلَمُ بِمَا كَانُوْا عَامِلِيْنَ.

[اطراف الحدیث: ۶۵۹۸-۶۶۰۰]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے عطاء بن یزید اللیثی نے خبر دی' انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرکین کی نابالغ اولاد کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: اللہ ہی زیادہ جاننے والا ہے کہ وہ کیا کرنے والے تھے۔

(صحیح مسلم: ۲۶۵۹' الرقم المسلسل: ۶۶۳۸' سنن نسائی: ۱۹۴۸' مسند ابویعلیٰ: ۶۱۲۰' مسند احمد ج ۲ ص ۲۷۱ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۰۰۸۴- ج ۱۶ ص ۱۰۳)

اس حدیث کی شرح' گزشتہ حدیث: ۱۳۸۳ میں گزر چکی ہے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۶۶۳۸۔ ج ۷ ص ۳۵۵ پر مذکور ہے' اس کی شرح کا عنوان ہے:
کافروں کے نابالغ بچوں کے اخروی انجام کا حکم۔

۱۳۸۵ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ ذِئْبٍ' عَنِ الزُّهْرِيِّ' عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ' عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ مَوْلُوْدٍ يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ' فَاَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهٖ' اَوْ يُنَصِّرَانِهٖ' اَوْ يُمَجِّسَانِهٖ' كَمَثَلِ الْبَهِيْمَةِ تُنْتَجُ الْبَهِيْمَةَ' هَلْ تَرٰى فِيْهَا جَدْعَاءَ؟

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی ذئب نے حدیث بیان کی از الزہری از ابی سلمہ بن عبد الرحمان از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے' پس اس کے ماں باپ اس کو یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں جیسے چوپائے سے چوپایہ پیدا ہوتا ہے' کیا تم اس کو نکٹا یا کن کٹا دیکھتے ہو؟

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۳۲۸ میں گزر چکی ہے۔

۹۳ - بَابٌ
باب

امام بخاری نے اس باب کا عنوان ذکر نہیں کیا' سو یہ ابواب سابقہ کے ساتھ ملحق ہے۔

۱۳۸۶ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيْرُ بْنُ حَازِمٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ رَجَاءٍ' عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدَبٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا صَلّٰى صَلٰوةً اَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهٖ' فَقَالَ مَنْ رَاٰى مِنْكُمُ اللَّيْلَةَ رُؤْيَا؟ قَالَ فَاِنْ رَاٰى اَحَدٌ قَصَّهَا' فَيَقُوْلُ مَا شَاءَ اللّٰهُ. فَسَاَلَنَا يَوْمًا فَقَالَ هَلْ رَاٰى اَحَدٌ مِّنْكُمْ رُؤْيَا؟ قُلْنَا لَا' قَالَ لٰكِنِّيْ رَاَيْتُ اللَّيْلَةَ رَجُلَيْنِ اَتَيَانِيْ فَاَخَذَا بِيَدِيْ' فَاَخْرَجَانِيْ اِلَى الْاَرْضِ الْمُقَدَّسَةِ' فَاِذَا رَجُلٌ جَالِسٌ' وَرَجُلٌ قَائِمٌ' بِيَدِهٖ قَالَ بَعْضُ اَصْحَابِنَا عَنْ مُوْسٰى كَلُّوْبٌ مِّنْ حَدِيْدٍ. اِنَّهٗ يُدْخِلُهٗ فِيْ شِدْقِهٖ حَتّٰى يَبْلُغَ قَفَاهُ' ثُمَّ يَفْعَلُ بِشِدْقِهِ الْاٰخَرِ مِثْلَ ذٰلِكَ' وَيَلْتَئِمُ شِدْقُهٗ هٰذَا' فَيَعُوْدُ فَيَصْنَعُ مِثْلَهٗ' قُلْتُ مَا هٰذَا؟ قَالَا انْطَلِقْ' فَانْطَلَقْنَا' حَتّٰى اَتَيْنَا عَلٰى رَجُلٍ مُّضْطَجِعٍ عَلٰى قَفَاهُ' وَرَجُلٌ قَائِمٌ عَلٰى رَاْسِهٖ بِفِهْرٍ' اَوْ صَخْرَةٍ' فَيَشْدَخُ بِهٖ رَاْسَهٗ' فَاِذَا ضَرَبَهٗ تَدَهْدَهَ الْحَجَرُ' فَانْطَلَقَ اِلَيْهِ لِيَاْخُذَهٗ' فَلَا يَرْجِعُ اِلٰى هٰذَا' حَتّٰى يَلْتَئِمَ رَاْسُهٗ'

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر بن حازم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابورجاء نے حدیث بیان کی از حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا: جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھاتے تو ہماری طرف متوجہ ہوتے' پس پوچھتے: تم میں سے آج رات کس نے خواب دیکھا ہے؟ پس اگر کسی نے خواب دیکھا ہوتا تو وہ بیان کرتا' پس جو اللہ تعالیٰ چاہتا وہ آپ فرماتے' سو ایک دن آپ نے ہم سے سوال کیا' پس فرمایا: کیا تم میں سے کسی نے خواب دیکھا ہے؟ ہم نے کہا: نہیں! آپ نے فرمایا: لیکن میں نے آج رات خواب دیکھا کہ دو آدمی میرے پاس آئے' پس وہ دونوں میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے ارضِ مقدسہ میں لے گئے' پس وہاں ایک آدمی بیٹھا ہوا تھا اور دوسرا آدمی لوہے کا آنکڑا (ہک) لے کر کھڑا ہوا تھا' راوی نے کہا: ہمارے بعض اصحاب نے موسیٰ سے روایت کیا: وہ کھڑا ہوا شخص اس بیٹھے ہوئے آدمی کے جبڑے میں اس آنکڑے کو داخل کرتا حتیٰ کہ وہ جبڑا اس کی گدی تک چیر دیتا' پھر اس کے دوسرے جبڑے میں اسی طرح آنکڑے کو داخل کرتا اور اس کا پہلا

وَعَادَ رَأْسُهُ كَمَا هُوَ' فَعَادَ إِلَيْهِ فَضَرَبَهُ' قُلْتُ مَنْ هٰذَا؟ قَالَا اِنْطَلِقْ' فَانْطَلَقْنَا إِلَى ثَقْبٍ مِثْلِ التَّنُّوْرِ' أَعْلَاهُ ضَيِّقٌ وَاَسْفَلُهُ وَاسِعٌ' يَتَوَقَّدُ تَحْتَهُ نَارًا' فَإِذَا اقْتَرَبَ اِرْتَفَعُوْا' حَتّٰى كَادَ اَنْ يَّخْرُجُوْا' فَإِذَا خَمَدَتْ رَجَعُوْا فِيْهَا' وَفِيْهَا رِجَالٌ وَّنِسَاءٌ عُرَاةٌ' فَقُلْتُ مَنْ هٰذَا؟ قَالَا اِنْطَلِقْ فَانْطَلَقْنَا' حَتّٰى اَتَيْنَا عَلٰى نَهَرٍ مِنْ دَمٍ فِيْهِ رَجُلٌ قَائِمٌ' عَلٰى وَسَطِ النَّهَرِ رَجُلٌ بَيْنَ يَدَيْهِ حِجَارَةٌ قَالَ يَزِيْدُ وَوَهْبُ بْنُ جَرِيْرٍ' عَنْ جَرِيْرِ بْنِ حَازِمٍ. وَعَلٰى شَطِّ النَّهَرِ رَجُلٌ' فَاَقْبَلَ الرَّجُلُ الَّذِيْ فِي النَّهَرِ' فَإِذَا اَرَادَ اَنْ يَّخْرُجَ رَمَى الرَّجُلُ بِحَجَرٍ فِيْ فِيْهِ' فَرَدَّهُ حَيْثُ كَانَ فَجَعَلَ كُلَّمَا جَاءَ لِيَخْرُجَ رَمٰى فِيْ فِيْهِ بِحَجَرٍ' فَيَرْجِعُ كَمَا كَانَ' فَقُلْتُ مَا هٰذَا؟ قَالَا اِنْطَلِقْ' فَانْطَلَقْنَا حَتَّى انْتَهَيْنَا إِلٰى رَوْضَةٍ خَضْرَاءَ' فِيْهَا شَجَرَةٌ عَظِيْمَةٌ' وَفِيْ اَصْلِهَا شَيْخٌ وَصِبْيَانٌ' وَإِذَا رَجُلٌ قَرِيْبٌ مِنَ الشَّجَرَةِ' بَيْنَ يَدَيْهِ نَارٌ يُوْقِدُهَا' فَصَعِدَا بِيْ فِي الشَّجَرَةِ' وَاَدْخَلَانِيْ دَارًا لَمْ اَرَ قَطُّ اَحْسَنَ مِنْهَا' فِيْهَا رِجَالٌ شُيُوْخٌ وَشَبَابٌ وَنِسَاءٌ وَصِبْيَانٌ' ثُمَّ اَخْرَجَانِيْ مِنْهَا' فَصَعِدَا بِي الشَّجَرَةَ' فَاَدْخَلَانِيْ دَارًا هِيَ اَحْسَنُ وَاَفْضَلُ' فِيْهَا شُيُوْخٌ وَشَبَابٌ' قُلْتُ طَوَّفْتُمَانِي اللَّيْلَةَ' فَاَخْبِرَانِيْ عَمَّا رَاَيْتُ' قَالَا نَعَمْ' اَمَّا الَّذِيْ رَاَيْتَهُ يُشَقُّ شِدْقُهُ فَكَذَّابٌ' يُحَدِّثُ بِالْكَذْبَةِ فَتُحْمَلُ عَنْهُ حَتّٰى تَبْلُغَ الْاٰفَاقَ' فَيُصْنَعُ بِهِ مَا رَاَيْتَ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ' وَالَّذِيْ رَاَيْتَهُ يُشْدَخُ رَاْسُهُ' فَرَجُلٌ عَلَّمَهُ اللّٰهُ الْقُرْاٰنَ' فَنَامَ عَنْهُ بِاللَّيْلِ' وَلَمْ يَعْمَلْ فِيْهِ بِالنَّهَارِ' يُفْعَلُ بِهِ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ' وَالَّذِيْ رَاَيْتَهُ فِي الثَّقْبِ فَهُمُ الزُّنَاةُ' وَالَّذِيْ رَاَيْتَهُ فِي النَّهَرِ اٰكِلُوا الرِّبَا' وَالشَّيْخُ فِيْ اَصْلِ الشَّجَرَةِ إِبْرَاهِيْمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ' وَالصِّبْيَانُ حَوْلَهُ فَاَوْلَادُ النَّاسِ' وَالَّذِيْ يُوْقِدُ النَّارَ مَالِكٌ خَازِنُ

جبڑا ٹھیک ہو چکا ہوتا' پھر وہ اس جبڑے میں اسی طرح آنکڑا داخل کرتا' میں نے ان دونوں سے پوچھا: یہ کیا ہو رہا ہے؟ انہوں نے کہا: آگے چلیے! پس ہم چل پڑے حتیٰ کہ ہم ایک شخص کے پاس پہنچے جو پیٹھ کے بل لیٹا ہوا تھا اور دوسرا شخص اس کے سر کے پاس پتھر لیے کھڑا ہے اور اس کا سر پھوڑ رہا ہے' پس جب وہ اس کے سر پر ضرب لگاتا تو وہ پتھر لڑھکتا ہوا چلا جاتا' پھر وہ اس پتھر کو لینے کے لیے چلا جاتا' جب وہ واپس آتا تو اس کا سر پہلے کی طرح ٹھیک ہو چکا ہوتا' وہ پھر لوٹ کر اس کا سر پھوڑتا' میں نے ان دونوں سے پوچھا: یہ کیا ہو رہا ہے؟ انہوں نے کہا: آگے چلیے! پس ہم آگے گئے تو تنور کی طرح ایک سوراخ تھا' وہ اوپر سے تنگ تھا اور نیچے سے فراخ تھا' اس کے نیچے آگ جل رہی تھی' پھر جب وہ آگ اوپر اٹھتی تو اس میں جو لوگ تھے تو وہ اس تنور سے نکلنے کے قریب ہوتے اور جب وہ آگ بجھ جاتی تو پھر وہ لوگ نیچے چلے جاتے' اس میں برہنہ مرد اور عورتیں تھیں' میں نے پوچھا: یہ کیا ہو رہا ہے؟ انہوں نے کہا: آگے چلیے! پس ہم آگے گئے' حتیٰ کہ ہم خون کے دریا پر آئے' دریا کے وسط میں ایک شخص کھڑا ہوا تھا' یزید نے اور وہب بن جریر نے کہا از جریر بن حازم: دریا کے کنارے ایک اور شخص تھا جس کے سامنے پتھر تھے' پھر وہ شخص آگے بڑھا جو دریا میں تھا جب وہ (دریا سے) نکلنے کا ارادہ کرتا تو دوسرا شخص اس کے منہ پر پتھر کھینچ کر مارتا اور اس کو اسی جگہ لوٹا دیتا' پس جب بھی وہ نکلنے کے لیے آتا تو وہ دوسرا شخص اس کے منہ پر پتھر مارتا' پھر وہ اسی جگہ لوٹ جاتا' میں نے ان دونوں سے پوچھا: یہ کیا ہو رہا ہے؟ انہوں نے کہا: آگے چلیے! پس ہم آگے گئے حتیٰ کہ ہم ایک سرسبز باغ کے پاس پہنچے' اس میں بہت بڑا درخت تھا' اس کی جڑ میں ایک بوڑھا شخص بیٹھا تھا اور بچے بیٹھے تھے اور ایک شخص درخت کے قریب تھا' وہ اپنے سامنے آگ جلا رہا تھا' ان دونوں نے مجھے اس درخت پر چڑھایا اور مجھے ایک گھر میں داخل کر دیا' اس سے زیادہ حسین گھر میں نے اس سے پہلے نہیں دیکھا تھا' اس میں بوڑھے مرد تھے اور جوان مرد تھے اور عورتیں تھیں اور بچے تھے' پھر ان دونوں نے مجھے

النَّارِ، وَالدَّارُ الْاُولَى الَّتِي دَخَلْتَ دَارُ عَامَّةِ الْمُؤْمِنِيْنَ، وَاَمَّا هٰذِهِ الدَّارُ فَدَارُ الشُّهَدَاءِ، وَاَنَا جِبْرِيْلُ، وَهٰذَا مِيْكَائِيْلُ، فَارْفَعْ رَأْسَكَ، فَرَفَعْتُ رَأْسِي، فَاِذَا فَوْقِي مِثْلُ السَّحَابِ، قَالَا ذَاكَ مَنْزِلُكَ، قُلْتُ دَعَانِي اَدْخُلْ مَنْزِلِي، قَالَا اِنَّهُ بَقِيَ لَكَ عُمُرٌ لَمْ تَسْتَكْمِلْهُ، فَلَوِ اسْتَكْمَلْتَ اَتَيْتَ مَنْزِلَكَ.

اس گھر سے نکالا' پھر مجھے اس درخت پر چڑھایا' پھر مجھے ایک اور گھر میں داخل کیا جو اس سے زیادہ حسین اور افضل تھا' اس میں بوڑھے اور جوان تھے' میں نے کہا: تم دونوں نے مجھے ساری رات گھمایا ہے' اب مجھے بتاؤ کہ میں نے کیا کچھ دیکھا ہے' ان دونوں نے کہا: ہاں! رہا وہ شخص جس کو آپ نے دیکھا کہ اس کے جبڑے کو توڑا جا رہا تھا' یہ بہت جھوٹا تھا' یہ جھوٹی خبریں دیتا تھا' جو اس سے نقل کی جاتی تھیں حتیٰ کہ ساری دنیا میں پھیل جاتی تھیں' سو اس کے ساتھ قیامت تک وہی کیا جاتا رہے گا' جو آپ نے دیکھا ہے اور جس شخص کو آپ نے دیکھا کہ اس کا سر پھوڑا جا رہا تھا' یہ وہ شخص ہے جس کو اللہ نے قرآن کا علم دیا تھا' یہ رات کو سو جاتا تھا اور دن میں اس پر عمل نہیں کرتا تھا' اس کے ساتھ قیامت تک اسی طرح کیا جاتا رہے گا' اور جن لوگوں کو آپ نے تنور میں دیکھا' وہ زنا کرنے والے تھے اور جن لوگوں کو آپ نے خون کے دریا میں دیکھا' وہ سود کھانے والے تھے اور جس بوڑھے شخص کو آپ نے درخت کی جڑ میں دیکھا' وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے اور جو بچے ان کے گرد تھے وہ لوگوں کی (نابالغ) اولاد ہیں اور جو شخص آگ جلا رہا تھا' وہ دوزخ کا داروغہ مالک ہے اور پہلا گھر جو آپ نے دیکھا جس میں آپ داخل ہوئے تھے وہ عام مسلمانوں کا گھر ہے اور رہا یہ گھر تو یہ شہداء کا گھر ہے' اور میں جبریل ہوں اور یہ میکائیل ہیں' آپ اپنا سر اٹھائیں' پس میں نے اپنا سر اٹھایا تو میرے اوپر بادل کی طرح تھا' ان دونوں نے کہا: یہ آپ کا ٹھکانا ہے' میں نے کہا: مجھے چھوڑ دو! میں اپنے گھر میں داخل ہوں' ان دونوں نے کہا: ابھی آپ کی عمر باقی ہے جس کو آپ نے مکمل نہیں کیا' پس اگر آپ نے اپنی عمر کی تکمیل کر لی تو آپ اپنے ٹھکانے میں جائیں گے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۸۴۵ میں گزر چکی ہے۔

۹۴ - بَابُ مَوْتِ يَوْمِ الْاِثْنَيْنِ — پیر کے دن کی موت

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ پیر کے دن مرنا تو کسی کے اختیار میں نہیں ہے' پھر امام بخاری نے یہ باب کیوں قائم کیا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ مسلمان کو یہ خواہش کرنی چاہیے کہ اس کو پیر کے دن موت آئے۔

۱۳۸۷ - حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ اَسَدٍ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ،

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں معلّٰی بن اسد نے حدیث

عَنْ هِشَامٍ، عَنْ اَبِیْهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ دَخَلْتُ عَلٰی اَبِیْ بَکْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ، فَقَالَ فِیْ کَمْ کَفَّنْتُمُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَتْ فِیْ ثَلَاثَةِ اَثْوَابٍ بِیْضٍ سَحُوْلِیَّةٍ، لَیْسَ فِیْهَا قَمِیْصٌ وَلَا عِمَامَةٌ. وَقَالَ لَهَا فِیْ اَیِّ یَوْمٍ تُوُفِّیَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَتْ یَوْمَ الْاِثْنَیْنِ. قَالَ فَاَیُّ یَوْمٍ هٰذَا؟ قَالَتْ یَوْمُ الْاِثْنَیْنِ. قَالَ اَرْجُوْا فِیْمَا بَیْنِیْ وَبَیْنَ اللَّیْلِ. فَنَظَرَ اِلٰی ثَوْبٍ عَلَیْهِ کَانَ یُمَرَّضُ فِیْهِ. بِهٖ رَدْعٌ مِّنْ زَعْفَرَانٍ، فَقَالَ اِغْسِلُوْا ثَوْبِیْ هٰذَا، وَزِیْدُوْا عَلَیْهِ ثَوْبَیْنِ، فَکَفِّنُوْنِیْ فِیْهِمَا. قُلْتُ اِنَّ هٰذَا خَلَقٌ؟ قَالَ اِنَّ الْحَیَّ اَحَقُّ بِالْجَدِیْدِ مِنَ الْمَیِّتِ، اِنَّمَا هُوَ لِلْمُهْلَةِ. فَلَمْ یَتَوَفَّ حَتّٰی اَمْسٰی مِنْ لَیْلَةِ الثُّلَاثَاءِ، وَدُفِنَ قَبْلَ اَنْ یُّصْبِحَ.

(جامع المسانید لابن جوزی: ۷۱۸۹، مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ مسند الطحاوی: ۷۰۹۴)

بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس گئی انہوں نے پوچھا: آپ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کتنے کپڑوں میں کفن دیا تھا؟ حضرت عائشہ نے بتایا: تین سفید یمن کے بنے ہوئے کپڑوں میں ان میں نہ قمیص تھی اور نہ عمامہ تھا' اور انہوں نے حضرت عائشہ سے پوچھا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس دن فوت ہوئے تھے؟ حضرت عائشہ نے بتایا: پیر کے دن' پھر حضرت ابوبکر نے پوچھا: آج کون سا دن ہے؟ حضرت عائشہ نے بتایا: پیر کا دن ہے' حضرت ابوبکر نے کہا: مجھے اس وقت سے لے کر آج رات تک امید ہے' پھر حضرت ابوبکر نے اپنے ان کپڑوں کو دیکھا جن میں وہ بیمار ہوئے تھے' ان میں زعفران کا اثر تھا' پس انہوں نے کہا: میرے اس کپڑے کو دھو دو اور اس کے ساتھ دو کپڑوں کا اور اضافہ کرنا' پھر ان میں مجھے کفن دینا۔ (حضرت عائشہ نے بتایا:) میں نے کہا: یہ پرانا کپڑا ہے' حضرت ابوبکر نے کہا: زندہ آدمی کو مُردے کی بہ نسبت نئے کپڑے کی زیادہ ضرورت ہے' مُردے کا کپڑا خون اور پیپ کے لیے ہے' پھر حضرت ابوبکر نہیں فوت ہوئے حتیٰ کہ انہوں نے منگل کی رات گزار لی اور صبح سے پہلے ان کو دفن کر دیا گیا۔

اس حدیث کو صرف امام بخاری نے روایت کیا ہے۔

پیر کے دن وفات کی تمنا کی فضیلت

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی سے یہ سوال کیا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کس دن ہوئی تھی تا کہ ان کو بھی اس دن فوت ہونے کی برکت حاصل ہو جائے اور ہمیشہ سے لوگ صالحین کے کپڑوں سے تبرک حاصل کرنے اور ان کی ولادت اور وفات کے دن سے موافقت کے حصول کی کوشش کرتے ہیں اور اس میں رغبت کرتے ہیں اور اس کی حرص کرتے ہیں' سو جس دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی' اس دن وفات کی تمنا کرنی چاہیے اور اگر وہ شخص اس دن فوت نہیں ہوا تو اسے پیر کے دن وفات کی تمنا کرنے کا ان شاء اللہ ثواب ملے گا' جیسے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اُن آثار کی اتباع کرتے تھے' جن کی اتباع کرنا سنت اور عبادت نہیں ہے' پس وہ اس جگہ کھڑے ہوتے تھے جس جگہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے تھے اور اس جگہ اپنی اونٹنی کو گھماتے تھے جس جگہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اونٹنی کو گھمایا تھا' ان تمام کاموں کو کرنا اگرچہ عبادت نہیں ہے لیکن حضرت ابن عمر ان کاموں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی وجہ سے اور آپ کے آثار کی حفاظت کی وجہ سے کرتے تھے اور جو شخص آپ کے ان آثار کی اتباع کرے گا جن کی اتباع کرنا لازم اور عبادت نہیں ہے تو

وہ ان آثار کی بہ طریق اولیٰ اتباع کرے گا جن کی اتباع کرنا لازم اور عبادت ہے۔

پیر کے دن کی فضیلت

امام بخاری نے جمعہ کے دن وفات کا باب قائم نہیں کیا' کیونکہ جمعہ کے دن وفات کی فضیلت کی احادیث ان کی شرائط کے مطابق نہیں اور پیر کے دن وفات کا باب قائم کیا ہے' کیونکہ اس پر اہل سنت کا اتفاق ہے کہ آپ پیر کے دن پیدا ہوئے اور پیر کے دن آپ پر قرآن نازل ہوا اور پیر کے دن آپ نے اعلانِ نبوت کیا اور پیر کے دن آپ مدینہ میں داخل ہوئے اور پیر کے دن آپ کی وفات ہوئی' اسی لیے آپ پیر اور جمعرات کے دن روزہ رکھتے تھے۔

امام مالک نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں کے اعمال ہر جمعہ کو دو مرتبہ پیش کیے جاتے ہیں' پیر کے دن اور جمعرات کے دن' پس ہر مؤمن بندہ کی مغفرت کر دی جاتی ہے سوا اس بندہ کے جس کے درمیان اور اس کے بھائی کے درمیان بغض ہو' ان کو چھوڑ دیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے: ان کو چھوڑ دو! حتیٰ کہ یہ ایک دوسرے کی طرف رجوع کر لیں۔ (موطأ امام مالک۔ حسن الخلق: ۱۸)

جمعہ کے دن وفات کی فضیلت

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جمعہ کے دن کی وفات کی فضیلت کے سلسلہ میں بھی احادیث مروی ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات کو فوت ہو' اللہ تعالیٰ اس کو قبر کے فتنے سے محفوظ رکھتا ہے۔

(سنن ترمذی: ۱۰۷۴' مصنف عبدالرزاق: ۵۵۹۴' مسند احمد ج ۲ ص ۱۶۹' مشکوٰۃ: ۱۳۶۷)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جو شخص جمعہ کے دن فوت ہو جائے' اس کو عذاب قبر سے محفوظ رکھا جاتا ہے۔ (المعجم الصغیر: ۱۷۲' الکامل لابن عدی ج ۷ ص ۲۵۵۴)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص جمعہ کے دن فوت ہو یا جمعہ کی شب فوت ہو' اس کو عذابِ قبر سے محفوظ رکھا جاتا ہے اور وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس پر شہداء کی مہر ہوگی۔

(حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۱۸۱' تقریب البغیۃ: ۱۲۱۶۔ ج ۱ ص ۳۳۳) (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۷۰-۳۶۹' دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۴ھ)

عمدہ کپڑوں میں کفن دینے کے متعلق احادیث اور آثار

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پرانے کپڑے میں کفن دینے کے لیے کہا اور فرمایا: زندہ آدمی کو مردے کی بہ نسبت نئے کپڑے کی زیادہ ضرورت ہے' لیکن دیگر احادیث اور آثار میں نئے اور اچھے کپڑے میں کفن دینے کا ذکر کیا گیا ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنے کپڑوں میں سے سفید کپڑے پہنو' یہ تمہارے بہترین کپڑے ہیں اور ان ہی کپڑوں میں تم اپنے مُردوں کو کفن دو۔

(سنن ترمذی: ۹۹۴' سنن ابوداؤد: ۴۰۶۱' سنن ابن ماجہ: ۱۴۷۲' مسند احمد ج ۱ ص ۲۳۱)

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کا ولی ہو تو اس کو اچھا کفن دے۔ (سنن ترمذی: ۹۹۵' سنن ابن ماجہ: ۱۴۷۴)

سلمہ بن علقمہ بیان کرتے ہیں کہ ابن سیرین عمدہ کفن پسند کرتے تھے' انہوں نے بیان کیا کہ کہا جاتا ہے کہ مردے اپنے کفنوں

میں ایک دوسرے کے ساتھ ملاقات کرتے ہیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۲۴۳ ' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۱۴۳ ' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

عمیر بن اسود بیان کرتے ہیں کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنی بیوی کے متعلق وصیت کی اور نکل گئے' پھر ان کی بیوی فوت ہوگئی' ہم نے اس کو اس کے پرانے کپڑوں میں کفن پہنایا' وہ اس وقت آئے جب ہم ان کی بیوی کو دفن کر کے فارغ ہو چکے تھے' انہوں نے پوچھا: تم نے اس کو کیسے کپڑوں میں کفن پہنایا؟ ہم نے کہا: ہم نے ان کو ان کے پرانے کپڑوں میں کفن پہنایا' انہوں نے ان کی قبر کو کھودا اور ان کو نئے کپڑوں میں کفن دیا' اور فرمایا: اپنے مردوں کو اچھے کپڑوں میں کفن دیا کرو' کیونکہ وہ ان ہی کپڑوں میں میدانِ حشر میں جاتے ہیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۲۴۴ ' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۱۴۴ ' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

حضرت ابوبکر نے پرانے کپڑوں میں کفن دینے کی جو وصیت کی تھی' اس کی توجیہ

علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

ابونصر نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اپنے مردوں کو عمدہ کپڑوں میں کفن دو کیونکہ وہ اس پر فخر کرتے ہیں اور ایک دوسرے کی زیارت کرتے ہیں۔

اب یہ سوال ہوگا کہ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے پرانے کپڑوں میں کفن پہنانے کی کیوں وصیت کی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابوبکر نے ان کپڑوں کو پہنے ہوئے عبادت کی تھی اور جہاد کیا تھا' اس لیے ان کپڑوں کی برکت حاصل کرنے کے لیے انہوں نے یہ وصیت کی کہ ان کو ان ہی کپڑوں میں کفن دیا جائے' اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ امام محمد بن سعد نے قاسم بن محمد بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر نے فرمایا: مجھے میرے ان دو کپڑوں میں کفن دینا جن میں' میں نماز پڑھتا تھا۔ علامہ عینی فرماتے ہیں کہ اس میں ایک اور وجہ کا بھی احتمال ہے کہ انہوں نے ان کپڑوں کو اس لیے ترجیح دی کہ انہوں نے ان کپڑوں کو پہنے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کی تھی تو آپ کی برکت حاصل کرنے کے لیے انہوں نے ان کپڑوں کو ترجیح دی۔

(عمدۃ القاری ج ۸ ص ۳۱۸ ' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حضرت ابوبکر کو اللہ تعالیٰ سے یہ امید تھی کہ ان کی اس دن وفات ہو جائے گی' جس دن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوئی تھی تاہم پیر کا دن گزار کر منگل کی رات مغرب اور عشاء کے درمیان آپ کی وفات ہوئی اور یہ ۲۲ جمادی الثانیہ ۱۳ھ کا دن تھا۔

حضرت ابوبکر کی وفات کے سبب میں اختلاف ہے ایک قول یہ ہے کہ یہودیوں نے آپ کو زہر آلود کھانا کھلا دیا تھا' اس سبب سے حضرت ابوبکر کی وفات ہوگئی' جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خیبر میں ایک یہودی عورت نے زہر آلود گوشت کھلایا تھا اور اسی کے اثر سے آپ کی وفات ہوئی' یوں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر کی وفات کا سبب بھی ایک تھا اور ایک ہی دن دونوں کی وفات ہوئی اور ایک ہی جگہ دونوں مدفون ہیں اور ایک ہی وقت میں دونوں قبر سے اٹھیں گے اور ایک ہی وقت میں دونوں جنت میں داخل ہوں گے۔

۹۵ - بَابُ مَوْتِ الْفَجَاةِ الْبَغْتَةِ

اچانک موت کا آ جانا

۱۳۸۸ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ أَخْبَرَنِي هِشَامٌ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِيِّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن ابی مریم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن جعفر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ہشام نے خبر دی از والد خود از حضرت

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أُمِّي افْتُلِتَتْ نَفْسُهَا، وَأَظُنُّهَا لَوْ تَكَلَّمَتْ تَصَدَّقَتْ، فَهَلْ لَهَا أَجْرٌ إِنْ تَصَدَّقْتُ عَنْهَا؟ قَالَ نَعَمْ. [طرف الحدیث: ۲۷۶۰]

عائشہ رضی اللہ عنہا کہ ایک مرد نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: بے شک میری ماں اچانک فوت ہوگئی اور میرا اس کے متعلق گمان ہے کہ اگر وہ بات کرتی تو کچھ صدقہ کرتی' پس کیا اس کو اجر ملے گا اگر میں اس کی طرف سے صدقہ کردوں؟ آپ نے فرمایا: ہاں!

(صحیح مسلم: ۱۰۰۴' الرقم المسلسل: ۲۲۸۹' سنن ابوداؤد: ۲۸۸۱' سنن ابن ماجہ: ۲۷۱۷' مسند ابویعلیٰ: ۴۴۳۴' صحیح ابن حبان: ۳۳۵۳' سنن بیہقی ج۶ ص ۲۷۷-۲۷۸' شرح السنہ: ۱۶۹۰' صحیح ابن خزیمہ: ۲۴۹۹' مسند احمد ج ۱ ص ۵۱ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۲۵۱۴- ج ۴۰ ص ۲۹۵' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ۷۴۷۵' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) سعید بن ابی مریم اور وہ سعید بن محمد بن الحکم بن ابی مریم ہیں (۲) محمد بن ابی جعفر بن ابی کثیر (۳) ہشام بن عروہ (۴) ان کے والد عروہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ (۵) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۳۱۹)

مشکل الفاظ کے معانی

اس حدیث میں ذکر ہے کہ ایک مرد نے کہا: میری ماں اچانک فوت ہوگئی' اس مرد کا نام حضرت سعد بن عبادہ تھا اور ان کی ماں کا نام حضرت عمرہ رضی اللہ عنہا تھا۔

نیز اس حدیث میں ''افتلتت'' مذکور ہے' اس کا معنی ہے: وہ اچانک فوت ہوگئی۔ صحیح البخاری: ۲۷۶۰ میں مرد کی جگہ حضرت سعد بن عبادہ کا ذکر ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۳۲۰-۳۱۹)

اچانک موت کی کراہت کے متعلق احادیث

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے ایک شخص نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اچانک موت غضب ہے یعنی غضب کا سبب ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۳۱۱۰)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سات موتوں سے پناہ طلب کی: (۱) اچانک موت (۲) سانپ کے ڈسنے سے (۳) درندوں کے پھاڑنے سے (۴) آگ میں جلنے سے (۵) پانی میں ڈوبنے سے (۶) کسی چیز کے اوپر گرنے سے (۷) جہاد میں پیٹھ پھیر کر بھاگنے سے۔

(مسند البزار: ۷۴۸۳' مسند احمد ج ۲ ص ۱۷۲' مسند احمد: ۶۵۹۲- ج ۱۱ ص ۱۱۶' مؤسسۃ الرسالۃ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک دیوار کے پاس سے گزرے جو گرنے کے لیے جھک رہی تھی' تو آپ وہاں سے تیزی کے ساتھ گزرے' آپ سے اس کی وجہ پوچھی گئی' تو آپ نے فرمایا: میں اچانک موت کو ناپسند کرتا ہوں۔

(مسند ابویعلیٰ: ۶۶۱۲' کتاب الضعفاء للعقیلی ج ۱ ص ۶۱' الکامل لابن عدی ج ۱ ص ۲۳۲' شعب الایمان: ۱۳۵۹' المعجم الکبیر: ۷۶۰۲-۷۶۰۳' مسند احمد ج ۲ ص ۳۵۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۸۶۶۶- ج ۱۴ ص ۳۰۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اچانک موت کے متعلق سوال کیا' تو آپ نے فرمایا: یہ مؤمن کے لیے راحت اور فاجر کے لیے غضب ہے۔ (مسند احمد ج ۶ ص ۱۳۶)

یحییٰ بن ابی کثیر بیان کرتے ہیں کہ ان کو یہ حدیث پہنچی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرماتے تھے: جب تم میں سے کوئی شخص

ایسی چیز کے پاس سے گزرے جو گرنے والی ہو تو وہ تیزی سے گزرے اور اللہ تعالیٰ سے عافیت کی دعا کرے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۹ ص ۱۰۶ 'شعب الایمان: ۱۳۶۱)

فائدہ: ضرر کے اسباب سے احتراز کرنا توکل اور تقدیر پر اعتقاد کے منافی نہیں ہے ورنہ بیماریوں کا علاج مشروع نہ ہوتا۔ امام مالک' یحییٰ بن سعید سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں ایک شخص کو (اچانک) موت آ گئی' تو ایک شخص نے کہا: اس کو مبارک ہو! یہ کسی بیماری میں مبتلا نہیں ہوا' تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم پر افسوس ہے! تمہیں کیا پتا اگر اللہ اس کو کسی مرض میں مبتلا کرتا تو وہ مرض اس کے گناہوں کو مٹا دیتا۔ (موطأ امام مالک۔ کتاب العین: ۸' اس حدیث کی روایت میں امام مالک منفرد ہیں)

اچانک موت کو نبی ﷺ نے اس لیے ناپسند فرمایا ہے کہ اس صورت میں آدمی وصیت نہیں کر سکتا اور آخرت کی تیاری نہیں کر سکتا کہ اپنے گناہوں پر اللہ تعالیٰ سے استغفار کرے اور توبہ کرے' اور اس موقع پر جس قدر اعمال صالحہ کر سکتا ہو' وہ کرے۔

ایصالِ ثواب کے متعلق احادیث

اس حدیث میں ایصالِ ثواب کا بھی ثبوت ہے اور ایصالِ ثواب کے متعلق دیگر احادیث حسب ذیل ہیں:

(۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی ماں کا انتقال ہو گیا' وہ اس وقت وہاں موجود نہیں تھے' پھر وہ نبی ﷺ کے پاس آئے اور کہا: یا رسول اللہ! میری ماں کا انتقال ہو گیا اور میں اس وقت موجود نہیں تھا' اگر میں اُن کی طرف سے کچھ صدقہ کروں تو کیا ان کو اس کا نفع پہنچے گا؟ آپ نے فرمایا: ہاں! انہوں نے کہا: پس بے شک میں آپ کو گواہ کرتا ہوں کہ میرا مخراف نام کا کھجوروں کا باغ اُن پر صدقہ ہے۔ (صحیح البخاری: ۲۷۶۲-۲۷۵۶' سنن ترمذی: ۶۶۹' سنن ابوداؤد: ۲۸۸۲)

(۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ ان کی ماں فوت ہو گئی' اور انہوں نے ایک نذر مانی ہوئی تھی' آپ نے فرمایا: تم ان کی طرف سے ان کی نذر ادا کرو۔

(صحیح البخاری: ۲۷۶۱' صحیح مسلم: ۱۶۳۸' سنن ابوداؤد: ۳۳۰۷' سنن نسائی: ۳۸۱۷' سنن ابن ماجہ: ۲۱۳۲)

(۳) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت فضل بن عباس سواری پر رسول اللہ ﷺ کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے' قبیلہ خثعم کی ایک عورت آئی تو حضرت فضل اس کی طرف دیکھنے لگے اور وہ عورت حضرت فضل کی طرف دیکھنے لگی' نبی ﷺ نے حضرت فضل کے چہرے کو دوسری طرف کر دیا' اس عورت نے کہا: یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر حج کرنا فرض کر دیا ہے اور میرا باپ بہت بوڑھا ہے وہ سواری پر بیٹھ نہیں سکتا' کیا میں اس کی طرف سے حج کر لوں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! اور یہ حجۃ الوداع کا موقع تھا۔ (صحیح البخاری: ۱۵۱۳' صحیح مسلم: ۱۳۳۴' سنن ابوداؤد: ۱۸۰۹' سنن نسائی: ۲۶۳۱)

(۴) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی ﷺ کے پاس آیا اور کہا کہ میری بہن نے حج کرنے کی نذر مانی تھی اور اب وہ فوت ہو گئی تو نبی ﷺ نے فرمایا: اگر اس پر قرض ہوتا تو کیا تم اس کا قرض ادا کرتے؟ اس نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: تو اللہ کا قرض ادا کرو' وہ قرض کی ادائیگی کا زیادہ مستحق ہے۔

(صحیح البخاری: ۶۶۹۹' سنن ابوداؤد: ۱۸۰۹' مسند الحمیدی: ۵۰۷' سنن داری: ۱۸۳۰)

(۵) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت' نبی ﷺ کے پاس آئی اور اس نے کہا: میری ماں نے حج کرنے کی نذر مانی تھی' پھر وہ حج کرنے سے پہلے فوت ہو گئی' آیا میں اس کی طرف سے حج کر لوں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! تم اس کی طرف سے حج کرو' یہ بتاؤ کہ اگر تمہاری ماں پر قرض ہوتا تو کیا تم اس قرض کو ادا کرتیں؟ اس نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: تو پھر تم

اللہ کا قرض ادا کرو کیونکہ اللہ اس کا زیادہ حق دار ہے کہ اس سے کیا ہوا وعدہ پورا کیا جائے۔

(صحیح البخاری:۱۵۳۱۷' موطأ امام مالک:۶۲۳' مسند احمد:۲۲۶۶' عالم الکتب' بیروت)

(۶) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک سینگوں والے مینڈھے کو لانے کا حکم دیا' وہ مینڈھا لایا گیا تاکہ آپ اس کی قربانی کریں' پھر آپ نے فرمایا: اے عائشہ! چھری لاؤ' پھر فرمایا: اس چھری کو پتھر سے تیز کرو' انہوں نے اس چھری کی دھار تیز کی' پھر آپ نے اس چھری کو پکڑ کر اس مینڈھے کو گرایا' پھر اس کو ذبح کرنے لگے' پھر یہ دعا کی: بسم اللہ! اے اللہ! اس کو محمد اور آلِ محمد اور امتِ محمد کی طرف سے قبول فرما' پھر اس کو قربان کر دیا۔

(صحیح مسلم:۱۹۶۷' الرقم المسلسل:۵۰۰۱' سنن ابوداؤد:۲۷۹۲)

امام احمد نے اس حدیث کو تین مختلف سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے اور ان سندوں کے ساتھ یہ حدیث صحیح لغیرہ ہے۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۵۶ ۳ طبع قدیم۔ ج ۲۳ ص ۱۳۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۱۹ھ' المستدرک ج ۴ ص ۲۲۹' مسند ابویعلیٰ:۱۷۹۲' سنن بیہقی ج ۹ ص ۲۶۸' مسند احمد ج ۳ ص ۳۶۲ طبع قدیم' مسند احمد ج ۲۳ ص ۱۷۱' مؤسسۃ الرسالۃ' سنن الدار قطنی ج ۴ ص ۲۸۵' مسند احمد ج ۳ ص ۳۷۵ طبع قدیم' مسند احمد ج ۲۳ ص ۲۶۷' مؤسسۃ الرسالۃ' المستدرک ج ۱ ص ۳۶۷' صحیح ابن خزیمہ:۲۸۹۹' سنن دارمی:۱۹۴۶' سنن ابن ماجہ:۳۱۲۱' الطحاوی ج ۴ ص ۱۷۷)

ہم نے اپنی تفسیر' تبیان القرآن ج ۱۱' میں ایصالِ ثواب کی بحث' النجم:۳۹ کی تفسیر میں کی ہے' یہ بہت مفصل بحث ہے اور ص ۵۶۶۔۵۳۲ میں یہ بحث ۳۴ صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔

ایصالِ ثواب میں مذاہبِ فقہاء

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ میت کی طرف سے صدقہ کرنے کا ثواب میت کو پہنچتا ہے اور میت کو اس سے نفع ہوتا ہے اور اس پر علماء کا اجماع ہے' اسی طرح اس پر بھی اجماع ہے کہ میت کے لیے جو دعا کی جائے اور میت کی طرف سے جو قرض ادا کیا جائے اس سے میت کو نفع ہوتا ہے اور اس کے ثبوت میں قرآن مجید اور احادیث کی نصوص ہیں' اسی طرح میت کی طرف سے فرض اور نفل حج کرنا بھی صحیح ہے' ہمارے اصحاب کی ایک جماعت نے اور امام احمد بن حنبل نے کہا ہے کہ قرآن مجید کی تلاوت کا ثواب بھی میت کو پہنچتا ہے' جب کوئی شخص فوت ہو جائے اور اس پر روزے ہوں تو اس کی طرف سے روزے رکھنے میں اختلاف ہے اور راجح یہ ہے کہ وہ بھی صحیح ہے (فقہاء احناف کے نزدیک روزوں کا اور دیگر عبادات بدنیہ کا ثواب نہیں پہنچتا) اور باقی عبادات بدنیہ کا ثواب نہیں پہنچتا اور امام احمد کے نزدیک تمام عبادات کا ثواب پہنچتا ہے۔

(شرح صحیح مسلم بشرح النووی ج ۴ ص ۲۷۸۱' مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ میت کی طرف سے صدقہ کرنا جائز ہے اور یہ کہ میت کو اس سے فائدہ ہوتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا' پس میں نے کہا: ہم اپنے مُردوں کے لیے دعا کرتے ہیں اور ان کی طرف سے صدقہ کرتے ہیں اور حج کرتے ہیں' کیا یہ ان کی طرف پہنچتا ہے؟ آپ نے فرمایا: یہ ان کی طرف پہنچتا ہے اور وہ اس سے خوش ہوتے ہیں جیسے تم میں سے کوئی شخص ہدیہ سے خوش ہوتا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۸ ص ۳۲۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٩٦ - بَابُ مَا جَاءَ فِي قَبْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبِي بَكْرٍ وَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا

وہ احادیث جو نبی ﷺ کی قبر اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی قبروں کے متعلق ہیں

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری کی اس حدیث سے غرض یہ ہے کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی وہ فضیلت بیان کریں' جس میں ان کا کوئی شریک نہیں ہے' کیونکہ یہ دونوں جس طرح رسول اللہ ﷺ کی حیات میں آپ کے وزیر تھے' اسی طرح آپ کی وفات کے بعد بھی آپ کے ساتھ قبر میں ہیں۔ یہ وہ فضیلت ہے جو خصوصیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا کی ہے' یہ ان دونوں کی محبت کی کرامت ہے جو اور کسی کو حاصل نہیں ہوئی۔ اسی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ان کے حجرے میں مدفون ہونے کی اجازت طلب کی۔

اس حدیث میں فقہ یہ ہے کہ صالحین کی قبروں کے جوار میں دفن ہونے کی حرص کرنی چاہیے تاکہ صالحین پر جو رحمت نازل ہو' اس سے ان کو بھی حصہ مل جائے اور صالحین کے لیے جب مسلمان آ کر دعا کریں تو اس دعا سے بھی ان کو حصہ ملے۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۳۴۷-۳۴۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

وَقَوْلُ اللّٰهِ ﴿فَاَقْبَرَهٗ﴾ (العبس: ۲۱)

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے: پس اس کو دفن کیا۔

یہ پوری آیت اس طرح ہے: پھر اسے موت دی اور پھر اسے قبر میں دفن کیا۔ (عبس: ۲۱)

اَقْبَرْتُ الرَّجُلَ اِذَا جَعَلْتَ لَهٗ قَبْرًا' وَقَبَرْتُهٗ دَفَنْتُهٗ.

''اقبرت الرجل'' یہ اس وقت کہا جائے گا جب تم اس کے لیے قبر بنا دو' اور ''قبرتہ'' یہ اس وقت کہا جائے گا جب تم اس کو دفن کر دو۔

امام بخاری اس تعلیق سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ قبر کا مادہ ثلاثی مزید فیہ سے باب افعال سے آتا ہے اور ثلاثی مجرد سے بھی آتا ہے' پہلی صورت میں اس کا معنی ہے: قبر بنانا اور دوسری صورت میں اس کا معنی ہے: دفن کرنا۔

﴿كِفَاتًا﴾ (المرسلات: ۲۵) يَكُوْنُوْنَ فِيْهَا اَحْيَاءً وَيُدْفَنُوْنَ فِيْهَا اَمْوَاتًا.

''کفاتا'' یعنی حفاظت کی جگہ' اس زمین میں زندہ لوگ بھی ہوتے ہیں اور اس میں مُردوں کو بھی دفن کیا جاتا ہے۔

اس تعلیق میں اس آیت کی طرف اشارہ ہے: کیا ہم نے زمین کو حفاظت کی جگہ نہیں بنایا' زندوں کے لیے بھی اور مُردوں کے لیے بھی۔ (المرسلات: ۲۶-۲۵) یعنی زمین زندہ کو اپنی پشت پر رکھ کر اور مُردوں کو اپنے پیٹ میں رکھ کر ان کی حفاظت کرتی ہے۔ الفراء نے کہا ہے کہ ''نکفتهم'' کا معنی ہے: ہم ان کی حفاظت کرتے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۳۲۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

١٣٨٩ - حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِيْ سُلَيْمَانُ' عَنْ هِشَامٍ. ح. وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ مَرْوَانَ' يَحْيَى بْنُ اَبِيْ زَكَرِيَّاءَ' عَنْ هِشَامٍ' عَنْ عُرْوَةَ' عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے سلیمان نے حدیث بیان کی از ہشام' ح' اور مجھے محمد بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابومروان یحییٰ بن ابی زکریاء نے حدیث بیان کی از ہشام از عروہ از

إِنْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيَتَعَذَّرُ فِي مَرَضِهِ أَيْنَ أَنَا الْيَوْمَ؟ أَيْنَ أَنَا غَدًا؟ اِسْتِبْطَاءً لِيَوْمِ عَائِشَةَ، فَلَمَّا كَانَ يَوْمِي، قَبَضَهُ اللّٰهُ بَيْنَ سَحْرِيْ وَنَحْرِيْ، وَدُفِنَ فِي بَيْتِي. [طرف الحدیث: ۳۷۷۴]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیماری کی (ابتداء) میں دوسری ازواج سے بہ طور معذرت فرماتے تھے: میں آج کہاں ہوں؟ در میں کل کہاں ہوں گا؟ حضرت عائشہ کی باری کو آپ دور گمان کرتے تھے' پس جس دن اللہ نے آپ کی روح کو قبض فرمایا' اس دن آپ میرے پہلو اور میرے سینہ کے درمیان تھے اور میرے حجرے میں آپ کو دفن کیا گیا۔

(صحیح مسلم: ۲۴۴۳' الرقم المسلسل: ۶۱۷۵' المعجم الکبیر: ۸۱۔ ج ۲۳' تاریخ بغداد ج ۷ ص ۲۷۵' المعجم الاوسط: ۶۸۸۳' المستدرک ج ۱ ص ۱۴۵)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) اسماعیل بن ابی اویس' ان کا نام عبداللہ ہے' یہ امام مالک کے بھانجے ہیں (۲) سلیمان بن بلال ابوایوب (۳) ہشام بن عروہ بن الزبیر (۴) محمد بن حرب' ابوعبداللہ النشائی' یہ ۲۵۵ھ میں فوت ہو گئے تھے (۵) ابومروان یحییٰ بن ابی زکریاء الغسانی' یہ ۱۸۸ھ میں فوت ہو گئے تھے (۶) عروہ بن الزبیر بن العوام (۷) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۳۲۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت

اس حدیث میں مذکور ہے: میں آج کہاں ہوں؟ میں کل کہاں ہوں گا؟ حضرت عائشہ کی باری کو آپ دور گمان کرتے تھے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس شخص کی متعدد ازواج ہوں اس کا کسی ایک سے زیادہ محبت کرنا جائز ہے جب کہ وہ باریوں کی تقسیم میں اور خرچ مہیا کرنے میں ان کے درمیان عدل کرتا ہو۔

نیز اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ازواج میں حضرت عائشہ سے سب سے زیادہ محبت کرتے تھے اور یہ ان کی فضیلت کی دلیل ہے۔

* باب مذکور کی یہ حدیث' شرح صحیح مسلم: ۶۱۷۵۔ ج ۶ ص ۱۰۰۲ پر مذکور ہے' اس کی شرح میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی سوانح بیان کی گئی ہے۔

۱۳۹۰ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ هِلَالٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ مَرَضِهِ الَّذِيْ لَمْ يَقُمْ مِنْهُ لَعَنَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى، اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ. لَوْ لَا ذٰلِكَ أُبْرِزَ قَبْرُهُ، غَيْرَ أَنَّهُ خَشِيَ، أَوْ خُشِيَ، أَنْ يُتَّخَذَ مَسْجِدًا. وَعَنْ هِلَالٍ قَالَ كَنَّانِيْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ، وَلَمْ يُوْلَدْ لِيْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی از ہلال از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اس بیماری میں فرمایا جس سے آپ صحت یاب نہیں ہوئے: اللہ یہود اور نصاریٰ پر لعنت کرے جنہوں نے انبیاء علیہم السلام کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا' اگر یہ خطرہ نہ ہوتا تو میں آپ کی قبر کو ظاہر کر دیتی لیکن یہ خطرہ ہے کہ آپ کی قبر کو سجدہ گاہ بنالیا جائے گا' اور ہلال نے کہا کہ عروہ بن الزبیر نے میری کنیت رکھی حالانکہ میری اولاد نہیں ہوئی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۳۵ میں گزر چکی ہے' اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ کسی شخص کی کنیت رکھنی جائز ہے' خواہ

اس کی اولاد ہو یا نہ ہو۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ، عَنْ سُفْيَانَ التَّمَّارِ اَنَّهُ حَدَّثَهُ اَنَّهُ رَاٰى قَبْرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُسَنَّمًا.

ہمیں محمد بن مقاتل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوبکر بن عیاش نے خبر دی از سفیان التمار' انہوں نے یہ حدیث بیان کی کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کو دیکھا' وہ کوہان کی طرح تھی۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن مقاتل ابوالحسن المروزی' یہ مکہ میں مجاور تھے (۲) عبد اللہ بن المبارک المروزی (۳) ابوبکر بن عیاش المحدث' یہ ۱۹۳ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) سفیان بن دینار الکوفی التمار' یہ کبار تابعین میں سے ہیں اور عصر صحابہ سے متصل تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۸ ص ۳۲۴)

قبر کو کوہان کی صورت میں بنانا مستحب ہے یا مسطح اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کس طرح تھی؟

علامہ التاؤدی بن سودہ متوفی ۱۲۰۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کوہان کی طرح تھی' یعنی زمین سے اٹھی ہوئی اور بلند تھی' امام ابونعیم نے یہ اضافہ کیا ہے کہ حضرت ابوبکر اور عمر کی قبریں بھی اسی طرح تھیں' اس حدیث سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ قبروں کو کوہان کی طرح بنانا مستحب ہے' امام ابوحنیفہ' امام مالک' امام احمد' مزنی اور اکثر فقہاء شافعیہ کا یہی مذہب ہے' امام شافعی کا قول یہ ہے کہ قبر کو مسطح یعنی ہم وار اور چپٹی بنانا مستحب ہے' الماوردی اور دوسرے شافعی فقہاء کا یہی مذہب ہے' امام بیہقی نے کہا کہ سفیان التمار کے قول میں قبر کو کوہان کی شکل میں بنانے کی کوئی دلیل نہیں ہے' اس لیے کہ ہوسکتا ہے کہ آپ کی قبر ابتداء میں ہم وار اور مسطح ہو' اور بعد میں اس کو کوہان کی طرح بنا دیا گیا ہو' اس کی دلیل یہ حدیث ہے:

امام ابوداؤد اپنی سند کے ساتھ قاسم بن محمد سے روایت کرتے ہیں کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا' میں نے عرض کیا: اے میری ماں! مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک اور ان کے دو صاحبوں رضی اللہ عنہما کی قبریں دکھائیں' تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے میرے لیے تین قبریں کھول دیں' یہ قبریں نہ بلند تھیں نہ زمین سے ملی ہوئی تھیں' ان کے اوپر میدان کی سرخ کنکریاں ڈالی ہوئی تھیں۔ ابوعلی نے بتایا کہ کہا جاتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر آگے ہے اور حضرت ابوبکر کی قبر آپ کے سر مبارک کے پاس ہے اور حضرت عمر کی قبر آپ کے پیروں کے پاس ہے' ان کا سر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۳۲۲۰)

انہوں نے یہ مشاہدہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت میں کیا تھا گویا کہ ابتداء میں یہ قبریں مسطح تھیں' پھر جب عمر بن عبد العزیز کی خلافت میں مدینہ میں ولید بن عبد الملک کے حکم سے قبر کی دیوار بنائی گئی تو انہوں نے ان قبروں کو کوہان کی صورت میں بلند کر دیا۔

ابوبکر الآجری نے غنیم بن بسطام سے روایت کی ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کو عمر بن عبد العزیز کی امارت میں دیکھا' پس میں نے اس کو زمین سے چار انگل بلند دیکھا' اور حضرت ابوبکر کی قبر کو آپ کی قبر کے پیچھے دیکھا اور حضرت عمر کی قبر کو حضرت ابوبکر کی قبر کے پیچھے اور نیچے دیکھا' پھر اختلاف اس میں ہے کہ کوہان کی طرح قبر بنانا مستحب ہے یا مسطح بنانا مستحب ہے' اصل جواز میں اختلاف نہیں ہے اور مزنی شافعی نے قبر کو کوہان کی طرح بنانے کو مستحب قرار دیا ہے کیونکہ اگر قبر مسطح ہو تو وہ اس طرح ہوگی جیسے بیٹھنے کے لیے کوئی چیز (مثلاً بینچ وغیرہ) بنائی جاتی ہے اور وہ دنیاوی چیزوں کے مشابہ ہوگی۔

(حاشیۃ السندی بن سودہ علی صحیح البخاری ج ۲ ص ۹۶ ' دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۸ ھ)

میں کہتا ہوں کہ امام شافعی نے درج ذیل حدیث سے بھی استدلال کیا ہے:

حضرت ابو وائل بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابو الھیاج الاسدی سے کہا: میں تمہیں اس کام کے لیے بھیج رہا ہوں جس کام کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بھیجا تھا کہ تم جس قبر کو بھی بلند دیکھو اس کو ہموار کر دو اور جس مجسمہ کو بھی دیکھو اس کو مٹا دو۔

(صحیح مسلم: ۹۶۹ ' سنن ابوداؤد: ۳۲۱۸ ' سنن ترمذی: ۱۰۴۹ ' سنن نسائی: ۲۰۳۰ ' مسند احمد ج ۱ ص ۸۹)

فقہاء شافعیہ کے دلائل کے جوابات

علامہ بدر الدین عینی حنفی نے سنن ابوداؤد: ۳۲۲۰ کے جواب میں کہا ہے کہ اس کی سند ضعیف ہے اور وہ حدیث مرسل ہے اور امام شافعی حدیث مرسل کو حجت نہیں مانتے' اور صحیح مسلم: ۹۶۹ کے جواب میں کہا ہے کہ اس سے مراد وہ قبریں ہیں جن کو فخر اور مباہات کے لیے بلند بنایا گیا ہو یا اس کو ایک بالشت سے زیادہ بلند بنایا گیا ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۲۴)

علامہ موفق الدین عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ ھ لکھتے ہیں:

قبر کو کوہان کی طرح بنانا مسطح بنانے سے افضل ہے' امام مالک' امام ابوحنیفہ' امام احمد اور ثوری کا یہی مذہب ہے' امام شافعی نے کہا کہ قبر کو مسطح بنانا افضل ہے' انہوں نے کہا: ہمیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صاحب زادہ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی قبر کو مسطح بنایا تھا اور قاسم نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم' حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی قبروں کو مسطح دیکھا۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ سفیان تمار نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کو' کوہان کی مثل دیکھا۔ (صحیح بخاری: ۱۳۹۰-۲) حسن بصری سے بھی اسی طرح مروی ہے' نیز اس لیے کہ قبر کو مسطح بنانا' اہل دنیا کی عمارتوں کے مشابہ ہے اور یہ اہل بدعت کا شعار ہے' اس لیے مکروہ ہے اور ہماری دلیل بخاری کی روایت ہے' اس لیے وہ ان کی حدیث سے زیادہ صحیح ہے' اس لیے اس پر عمل کرنا اولیٰ ہے۔ (المغنی ج ۳ ص ۱۷۶ ' دار الحدیث' قاہرہ' ۱۴۲۵ ھ)

شمس الائمہ محمد بن احمد السرخسی الحنفی المتوفی ۴۸۳ ھ لکھتے ہیں:

قبر کو' کوہان کی طرح بنایا جائے' مربع نہ بنایا جائے' کیونکہ ابراہیم النخعی سے بیان کیا ہے کہ مجھے اس نے حدیث بیان کی' جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی قبروں کو دیکھا تھا کہ ان کی قبریں کوہان کی طرح تھیں اور ان پر سفید مٹی سے لپائی کی گئی تھی اور اس لیے بھی کہ مربع بنانا دنیاوی طرز تعمیر ہے اور قبروں کو دنیاوی طرز تعمیر سے مختلف بنانا چاہیے' نیز قبر کو مربع بنانا روافض کا (اور اہل کتاب کا) شعار ہے۔ (المبسوط ج ۲ ص ۹۹ ' دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ ھ)

علامہ محمود بن صدر الشریعہ ابن مازہ البخاری المتوفی ۶۱۶ ھ لکھتے ہیں:

قبر کو' کوہان کی طرز پر بنانا چاہیے' وہ زمین سے ایک بالشت یا کچھ زیادہ اونچی ہو' اس سے زیادہ اونچی نہ بنائی جائے' امام شافعی نے کہا کہ قبر کو مربع اور مسطح بنانا چاہیے' کوہان کی طرح نہیں بنانا چاہیے' ان کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صاحب زادہ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی قبر کو مسطح بنایا تھا۔ (تہذیب الاسماء ج ۱ ص ۵۰)

ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے فرشتوں کے ساتھ حضرت آدم علیہ السلام کی نماز جنازہ پڑھائی اور ان کی قبر کو کوہان کی مثل بنایا اور اس پر خیمہ نصب کیا۔

ابراہیم النخعی سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی قبریں کوہان کی مثل تھیں۔

(کتاب الآثار لامام محمد ص ۴۷)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما طائف میں فوت ہوئے' محمد بن الحنفیہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور ان کی قبر کوہان کی مثل بنائی اور اس پر خیمہ نصب کیا۔

قبر کو مربع کی مثل نہ بنایا جائے کیونکہ یہ اہل کتاب کے طریقہ کے مشابہ ہے اور اہل کتاب کی مشابہت مکروہ ہے۔

نیز دنیاوی عمارتیں مربع بنائی جاتی ہیں اور قبر کا تعلق آخرت سے ہے' اس کو اس سے مختلف ہونا چاہیے' اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صاحب زادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی قبر کا جواب یہ ہے کہ پہلے اس کو مسطح بنایا گیا تھا' پھر اس کو' کوہان کی مثل بنا دیا گیا۔

(المحیط البرہانی ج ۳ ص ۹۳-۹۲' ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۴۲۴ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ' فقہاء احناف کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

سفیان التمار نے جو کہا ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر کو' کوہان کی مثل دیکھا۔ (صحیح البخاری: ۱۳۹۰-۲) اس میں کوئی حجت نہیں ہے کیونکہ ہو سکتا ہے' وہ پہلے کوہان کی مثل نہ ہو' جیسے امام بیہقی نے کہا ہے' پھر اس پر انہوں نے امام ابوداؤد کی اس روایت سے استدلال کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی قبریں دکھائیں' وہ زمین سے بلند تھیں نہ زمین سے ملی ہوئی تھیں۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۸۱۷' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی' حافظ ابن حجر کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

یہ ہمیشہ امام بخاری کی روایت کو ترجیح دیتے ہیں اور اس مسئلہ میں فقہی تعصب کی بناء پر اپنے طریقہ سے انحراف کر رہے ہیں' باقی انہوں نے امام ابوداؤد اور امام مسلم کی جن روایات سے استدلال کیا ہے ان کا جواب ہم ذکر کر چکے ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۲۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی فضیلت

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علماء کی ایک جماعت نے اس حدیث سے شیخین کی فضیلت پر استدلال کیا ہے' کیونکہ ان کی قبریں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر کے ساتھ متصل ہیں اور حافظ ابونعیم نے اپنی سند کے ساتھ یہ حدیث روایت کی ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو بچہ بھی پیدا ہوتا ہے اس کی قبر کی مٹی اس کے نطفہ پر چھڑکی جاتی ہے۔ (دلائل النبوۃ [illegible] ص ۵۸۰' الترغیب والترہیب [illegible])

ابوعاصم نے کہا: تم حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کی فضیلت پر اس کی مثل کوئی اور دلیل نہیں پاؤ گے کیونکہ ان دونوں کی مٹی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مٹی سے ہے۔ (حلیۃ الاولیاء: ۲۳۸۹- ج ۲ ص ۳۱۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

حکیم ابوعبداللہ ترمذی نے نوادر الاصول میں اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ جو فرشتہ رحم میں مقرر ہوتا ہے' وہ نطفہ کو لے کر اس جگہ کی مٹی کے ساتھ گوندھتا ہے' جہاں اس نے دفن ہونا ہوتا ہے اور یہ اس آیت کا مصداق ہے:

مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ وَفِيهَا نُعِيدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرَىٰ ○ (طٰہٰ: ۵۵)

ہم نے اس مٹی سے تم کو پیدا کیا اور اسی میں تم کو لوٹائیں گے اور اسی سے تم کو دوبارہ نکالیں گے ○

حافظ ابن عبد البر مالکی متوفی ۴۶۳ھ نے عطاء الخراسانی سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ فرشتہ جا کر اس جگہ سے مٹی لیتا ہے'

جہاں اس نے دفن ہونا ہوتا ہے' پھر اس مٹی کو نطفہ پر چھڑکتا ہے' پھر اس مٹی اور نطفہ سے اس شخص کی تخلیق کی جاتی ہے' اس کے بعد انہوں نے بھی اس کی تائید میں طٰہٰ: ۵۵ کو ذکر کیا ہے۔ (التمہید ج۱۰ ص ۵۷۷)

چونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما ایک جگہ مدفون ہیں' اس سے معلوم ہوا کہ ان سب کی مٹی ایک جگہ سے لی گئی ہے' اور یہ وہ جگہ ہے جہاں یہ مدفون ہیں۔ (عمدۃ القاری ج۸ ص ۳۲۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حَدَّثَنَا فَرْوَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَلِيٌّ' عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ' عَنْ اَبِيْهِ لَمَّا سَقَطَ عَلَيْهِمُ الْحَائِطُ فِيْ زَمَانِ الْوَلِيْدِ بْنِ عَبْدِ الْمَلِكِ' اَخَذُوْا فِيْ بِنَائِهِ' فَبَدَتْ لَهُمْ قَدَمٌ' فَفَزِعُوْا' وَظَنُّوْا اَنَّهَا قَدَمُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ' فَمَا وَجَدُوْا اَحَدًا يَعْلَمُ ذٰلِكَ' حَتّٰى قَالَ لَهُمْ عُرْوَةُ لَا وَاللّٰهِ' مَا هِيَ قَدَمُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ' مَا هِيَ اِلَّا قَدَمُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ.

ہمیں فروہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں علی نے حدیث بیان کی از ہشام بن عروہ از والد خود' جب الولید بن عبد الملک کے زمانہ میں ان پر دیوار گر گئی اور وہ اس کو بنانے لگے تو ان کے سامنے ایک قدم ظاہر ہوا' پس وہ خوف زدہ ہو گئے اور انہوں نے گمان کیا کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قدم ہے' پس انہیں اس کو جاننے والا کوئی نہیں ملا' حتیٰ کہ ان سے عروہ نے کہا: نہیں! اللہ کی قسم! یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قدم نہیں ہے' یہ صرف حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قدم ہے۔

حضرت عمر کا قدم ظاہر ہونے کا سبب

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: الولید بن عبد الملک کے زمانہ میں ان پر دیوار گر گئی یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرہ کی دیوار گر گئی' عروہ نے اس کا سبب یہ بیان کیا ہے کہ لوگ آپ کی قبر کی طرف نماز پڑھتے تھے تو عمر بن عبد العزیز نے یہ حکم دیا کہ یہاں دیوار بنا دی جائے تا کہ قبر مبارک کی طرف منہ کر کے کوئی نماز نہ پڑھ سکے' پھر جب وہ دیوار گر گئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قدم اور گھٹنا ظاہر ہو گیا تو عمر بن عبد العزیز خوف زدہ ہو گئے کہ کہیں یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قدم نہ ہو' پھر ان کے پاس عروہ آئے اور بتایا کہ یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قدم اور ان کا گھٹنا ہے' تب عمر بن عبد العزیز کا خوف دور ہو گیا۔

مالک بن مغول نے یہ روایت بیان کی ہے کہ ولید بن عبد الملک کے زمانہ خلافت میں اس نے مدینہ کے عامل عمر بن عبد العزیز کو لکھا کہ ازواج مطہرات کے حجرے گرا کر مسجد نبوی کی توسیع کرو' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کو بلند کر دو تا کہ نماز میں اس کی طرف منہ نہ ہو' عمر بن عبد العزیز نے حجرے گرانے شروع کیے' اس وقت ایک پاؤں اندر سے ظاہر ہوا' جس کے متعلق عمر بن عبد العزیز کو یہ خدشہ ہوا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پاؤں ہے تو عروہ نے بتایا کہ یہ حضرت عمر کا پاؤں ہے۔

(فتح الباری ج۴ ص ۸۱۷' دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

۱۳۹۱ - وَعَنْ هِشَامٍ' عَنْ اَبِيْهِ' عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّهَا اَوْصَتْ عَبْدَ اللّٰهِ ابْنَ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا لَا تَدْفِنِّيْ مَعَهُمْ' وَادْفِنِّيْ مَعَ صَوَاحِبِيْ بِالْبَقِيْعِ' لَا اُزَكّٰى بِهٖ اَبَدًا.

[طرف الحدیث: ۷۳۲۷]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' انہوں نے حضرت عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما کو وصیت کی کہ مجھے ان (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما) کے ساتھ دفن نہ کرنا اور مجھے میری سوکنوں کے ساتھ بقیع میں دفن کر دینا' میں یہ نہیں چاہتی کہ ان کے ساتھ دفن ہونے کی وجہ سے بعد میں میری (خصوصی) تعظیم کی جائے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تواضع

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ اس لیے کہا تھا کہ اب ان کے حجرہ میں صرف ایک قبر کی جگہ تھی۔

حضرت عائشہ نے اس کو ناپسند کیا کہ یہ کہا جائے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدفون ہیں اور اس وجہ سے ان کی زیادہ تعظیم کی جائے۔ یہ آپ کا اعلیٰ درجہ کا انکسار اور تواضع تھی۔

۱۳۹۲ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيْرُ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا حُصَيْنُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُوْنِ الْاَوْدِيِّ قَالَ رَاَيْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ ابْنَ عُمَرَ، اِذْهَبْ اِلٰى اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ، عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا، فَقُلْ يَقْرَاُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ عَلَيْكِ السَّلَامَ، ثُمَّ سَلْهَا اَنْ اُدْفَنَ مَعَ صَاحِبَيَّ، قَالَتْ كُنْتُ اُرِيْدُهُ لِنَفْسِيْ، فَلَاُوْثِرَنَّهُ الْيَوْمَ عَلٰى نَفْسِيْ، فَلَمَّا اَقْبَلَ قَالَ لَهُ مَا لَدَيْكَ؟ قَالَ اَذِنَتْ لَكَ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ، قَالَ مَا كَانَ شَيْءٌ اَهَمَّ اِلَيَّ مِنْ ذٰلِكَ الْمَضْجَعِ، فَاِذَا قُبِضْتُ فَاحْمِلُوْنِيْ ثُمَّ سَلِّمُوْا، ثُمَّ قُلْ يَسْتَاْذِنُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، فَاِنْ اَذِنَتْ لِيْ فَادْفِنُوْنِيْ، وَاِلَّا فَرُدُّوْنِيْ اِلٰى مَقَابِرِ الْمُسْلِمِيْنَ. اِنِّيْ لَا اَعْلَمُ اَحَدًا اَحَقَّ بِهٰذَا الْاَمْرِ مِنْ هٰؤُلَاءِ النَّفَرِ، الَّذِيْنَ تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَنْهُمْ رَاضٍ، فَمَنِ اسْتَخْلَفُوْا بَعْدِيْ فَهُوَ الْخَلِيْفَةُ، فَاسْمَعُوْا لَهُ وَاَطِيْعُوْا، فَسَمّٰى عُثْمَانَ، وَعَلِيًّا، وَطَلْحَةَ، وَالزُّبَيْرَ، وَعَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ، وَسَعْدَ بْنَ عَوْفٍ وَسَعْدَ بْنَ اَبِيْ وَقَّاصٍ، وَوَلَجَ عَلَيْهِ شَابٌّ مِّنَ الْاَنْصَارِ، فَقَالَ اَبْشِرْ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ بِبُشْرَى اللّٰهِ، كَانَ لَكَ مِنَ الْقَدَمِ فِي الْاِسْلَامِ مَا قَدْ عَلِمْتَ، ثُمَّ اسْتُخْلِفْتَ فَعَدَلْتَ، ثُمَّ الشَّهَادَةُ بَعْدَ هٰذَا كُلِّهٖ. فَقَالَ لَيْتَنِيْ يَا ابْنَ اَخِيْ وَذٰلِكَ كَفَافًا، لَا عَلَيَّ وَلَا لِيْ، اُوْصِي الْخَلِيْفَةَ مِنْ بَعْدِيْ بِالْمُهَاجِرِيْنَ الْاَوَّلِيْنَ خَيْرًا، اَنْ يَّعْرِفَ لَهُمْ حَقَّهُمْ، وَاَنْ يَّحْفَظَ لَهُمْ حُرْمَتَهُمْ،

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر بن عبد الحمید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حصین بن عبد الرحمٰن نے حدیث بیان کی از عمرو بن میمون الاودی' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو دیکھا' انہوں نے کہا: اے عبداللہ بن عمر! تم ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس جاؤ' پس ان سے کہو کہ عمر بن الخطاب آپ کو سلام کہتے ہیں' پھر ان سے سوال کرنا کہ میں اپنے دو صاحبوں کے ساتھ دفن کر دیا جاؤں؟ حضرت عائشہ نے کہا: میں اس جگہ کا اپنے لیے ارادہ رکھتی تھی' پس میں آج ان کو ضرور اپنے اوپر ترجیح دوں گی' پھر جب حضرت عبداللہ بن عمر آئے تو حضرت عمر نے پوچھا: تمہارے پاس کیا جواب ہے؟ انہوں نے کہا: اے امیر المؤمنین! حضرت ام المؤمنین نے آپ کے لیے اجازت دے دی ہے' حضرت عمر نے کہا: اس جگہ سے زیادہ میرے نزدیک اور کوئی جگہ اہم نہیں تھی' پس جب میری روح قبض کر لی جائے تو مجھے وہاں اٹھا کر لے جانا' پھر سلام عرض کرنا' پھر کہنا: عمر بن الخطاب اجازت طلب کرتا ہے' پس اگر وہ میرے لیے اجازت دے دیں تو مجھے وہاں دفن کر دینا ورنہ مجھے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کر دینا' بے شک میرے علم میں اس خلافت کا ان لوگوں سے زیادہ حق دار کوئی نہیں ہے جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی وفات کے وقت راضی تھے' پس وہ میرے بعد جس کو خلیفہ بنا دیں وہی خلیفہ ہوگا' تم اس کے احکام سننا اور اس کی اطاعت کرنا' پھر انہوں نے حضرت عثمان' حضرت علی' حضرت طلحہ' حضرت الزبیر' حضرت عبد الرحمان بن عوف اور سعد بن عوف اور حضرت سعد بن ابی وقاص کے نام لیے اور ان کے پاس انصار کا ایک جوان آیا اور اس نے کہا: اے امیر المؤمنین! آپ کو مبارک ہو! آپ کو اللہ کی بشارت ہے' آپ

وَاُوْصِيْهِ بِالْاَنْصَارِ خَيْرًا' اَلَّذِيْنَ تَبَوَّؤُوا الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ' اَنْ يُّقْبَلَ مِنْ مُّحْسِنِهِمْ' وَيُعْفٰى عَنْ مُّسِيْئِهِمْ' وَاُوْصِيْهِ بِذِمَّةِ اللّٰهِ وَذِمَّةِ رَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ' اَنْ يُّوْفٰى لَهُمْ بِعَهْدِهِمْ' وَاَنْ يُّقَاتَلَ مِنْ وَّرَائِهِمْ' وَاَنْ لَّا يُكَلَّفُوْا فَوْقَ طَاقَتِهِمْ.

[اطراف الحدیث: ۳۰۵۲-۳۱۶۲-۳۷۰۰-۴۸۸۸-۷۲۰۷] (اس حدیث کوصرف امام بخاری نے روایت کیا ہے)

پہلے اسلام لانے والوں میں ہیں جیسا کہ آپ کو معلوم ہے پھر آپ کو خلیفہ بنایا گیا تو آپ نے عدل کیا' پھر اس کے بعد آپ کو شہادت ملی: حضرت عمر نے کہا: کاش! اے میرے بھتیجے! یہ سب برابر سرابر ہو جائے' نہ مجھے عذاب ہو اور نہ مجھے ثواب ملے' میرے بعد جو خلیفہ ہو میں اس کو مہاجرین اوّلین کے ساتھ نیک سلوک کرنے کی وصیت کرتا ہوں اور وہ ان کے حق کو پہچانے اور ان کی حرمت کی حفاظت کرے اور میں اسے انصار کے ساتھ نیک سلوک کی وصیت کرتا ہوں' جنہوں نے گھروں میں ٹھکانا دیا اور مہاجروں کی ہجرت سے پہلے ایمان لائے' ان کی نیکیوں کو قبول کیا جائے اور ان کی خطاؤں کو معاف کر دیا جائے اور میں اسے یہ وصیت کرتا ہوں کہ اللہ کے ذمہ کو اور اس کے رسول کے ذمہ کو پورا کرے اور ان کے عہد کو مکمل کیا جائے اور ان کے پیچھے جنگ کی جائے اور ان کو ان کی طاقت سے زیادہ مکلف نہ کیا جائے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) قتیبہ بن سعید (۲) جریر بن عبدالحمید (۳) حصین بن عبدالرحمان (۴) عمرو بن میمون الاودی' یہ ابن صعب بن سعد کی طرف منسوب ہیں' انہوں نے جاہلیت کا زمانہ پایا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات نہیں کی اور صحابہ کی ایک جماعت سے انہوں نے احادیث کا سماع کیا ہے' یہ ۷۵ھ میں فوت ہوئے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۳۴۹)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کا قصہ

اس حدیث میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کا ذکر ہے۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ ان کی شہادت کے قصہ میں لکھتے ہیں:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ابولولؤ فیروز نے شہید کیا تھا' یہ حضرت المغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا غلام تھا' اور یہ اسلام کا مدعی تھا' اس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہہ کر اس کی خراج کی رقم کم کرا دیں' (مولیٰ اپنے غلام سے کہے کہ تم مجھے روزانہ اتنی رقم کما کر لا کے دیا کرو' اس کو خراج کہتے ہیں) حضرت عمر نے پوچھا: تمہارا خراج کتنا ہے؟ اس نے کہا: ایک دینار' حضرت عمر نے کہا: میں ایسا نہیں کروں گا' تم عمدہ کام کر سکتے ہو اور یہ رقم زیادہ نہیں ہے' یہ جواب سن کر وہ غضب ناک ہو گیا' جب حضرت عمر صبح کی نماز پڑھانے کے لیے گئے تو یہ اللہ کا دشمن نکلا اور زہر آلود دو دھاری چھری سے آپ پر پے در پے کئی وار کیے۔ علامہ واقدی نے کہا ہے کہ ۲۶ ذوالحجہ ۲۳ھ بہ روز بدھ اس نے آپ پر حملہ کیا تھا اور اس وقت آپ کی عمر ساٹھ سال تھی' ایک قول ۶۱ کا اور ایک قول ۶۳ کا بھی ہے' آپ کی خلافت ۱۰ سال' ۵ ماہ' ۲۱ دن رہی۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ فقہاء شافعیہ کے قول کے مطابق شہید وہ ہے جس کو کفار قتل کریں اور فقہاء احناف کے قول کے مطابق شہید وہ ہے جس کو ظلماً قتل کیا جائے اور اس کے قتل سے دیت واجب نہ ہو' اس کا جواب یہ ہے کہ فقہاء شافعیہ کے قول پر حضرت عمر

آخرت کے حق میں شہید ہیں اور ہمارے قول کے مطابق وہ حقیقۃً شہید ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۸ ص ۳۳۱۔ ۳۳۰ 'ملخصاً' دارالکتب العلمیہ بیروت '۱۴۲۱ھ)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صالحین کے قرب میں مدفون ہونے کی تمنا کرنی چاہیے' تاکہ صالحین پر جو رحمت نازل ہو' اس سے ان کے قرب میں دفن ہونے والے کو بھی حصہ مل جائے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ خلیفہ مقرر کرنے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ ایک مجلس شوریٰ بنادی جائے اور وہ اپنی صواب دید سے کسی کو خلیفہ نامزد کردے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جو شخص قریب الموت ہو اس کے نیک اعمال کا تذکرہ کرکے اس کی تعزیت کرنی چاہیے' جیسے اس انصاری جوان نے حضرت عمر سے تعزیت کی' حضرت عمر نے وفات کے وقت تواضع کی اور کہا: کاش! میرا معاملہ برابر سرابر ہو جائے' مجھے نیک کاموں پر اجر ملے نہ میری خطاؤں پر گرفت ہو' اس کے برخلاف آج کل کے نام نہاد پیر اپنے لیے مقام وجاہت کی امید رکھتے ہیں' پتا نہیں موت کب آئے گی مگر میری آرزو یہ ہے کہ میرا خاتمہ ایمان پر ہو جائے اور اللہ تعالیٰ میرے گناہوں کو معاف فرمادے' اللہ تعالیٰ میری اس دعا کو قبول فرمائے۔ (آمین) قارئین سے درخواست ہے کہ وہ بھی میری اس دعا پر آمین کہیں۔

۹۷ - بَابُ مَا يُنْهٰى مِنْ سَبِّ الْاَمْوَاتِ

مُردوں کو برا کہنے کی ممانعت

۱۳۹۳ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ' عَنِ الْاَعْمَشِ' عَنْ مُجَاهِدٍ' عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَسُبُّوا الْاَمْوَاتَ' فَاِنَّهُمْ قَدْ اَفْضَوْا اِلٰى مَا قَدَّمُوْا. وَرَوَاهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الْقُدُّوْسِ' عَنِ الْاَعْمَشِ. وَمُحَمَّدُ بْنُ اَنَسٍ' عَنِ الْاَعْمَشِ. تَابَعَهٗ عَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ' وَابْنُ عَرْعَرَةَ' وَابْنُ اَبِيْ عَدِيٍّ' عَنْ شُعْبَةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از الاعمش از مجاہد از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مُردوں کو برا نہ کہو کیونکہ وہ اپنے اعمال کی جزاء تک پہنچ گئے' اور اس حدیث کو عبداللہ بن عبدالقدوس نے روایت کیا ہے از الاعمش' ومحمد بن انس از الاعمش' علی بن الجعد نے اور ابن عرعرہ نے اور ابن عدی نے اس حدیث کی روایت میں آدم کی متابعت کی ہے از شعبہ۔

[طرف الحدیث: ۶۵۱۶]

(سنن داری: ۲۵۱۱' سنن کبریٰ: ۲۰۶۳' مساوی الاخلاق للخرائطی: ۹۲' سنن بیہقی ج ۴ ص ۷۵' شعب الایمان: ۶۶۷۸' شرح السنۃ: ۱۵۰۹' صحیح ابن حبان: ۳۰۲۱' مسند احمد ج ۶ ص ۱۸۰ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۵۴۷۰ ج ۴۲ ص ۲۹۶' مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس اعتراض کا جواب کہ قرآن مجید میں انبیاء علیہم السلام کی خطاؤں کا ذکر کیا گیا ہے

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ جو مؤمنین وفات پاچکے ہیں' ان کے بُرے اعمال کا ذکر ممنوع ہے' پس جس نے وفات شدہ مؤمنین کے بُرے کاموں کا ذکر کیا' وہ گنہ گار ہوگا۔

عبدالواحد نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں انبیاء علیہم السلام کی لغزشوں کا ذکر فرمایا ہے اور وہ فوت ہوچکے ہیں اور ان آیات کی تلاوت کی جاتی ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے معارضہ کرنا جائز نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کی لغزشوں کا ذکر اپنی مخلوق کو نصیحت کرنے کے لیے کیا ہے تاکہ لوگ جان لیں کہ انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ اور محبوب بندے ہیں اور ان سے جو اجتہادی خطاء یا نسیان سے ظاہری خطائیں سرزد ہوگئیں' اس پر بھی انہوں نے توبہ کی تو عام لوگ جو قصداً گناہ کرتے ہیں' انہیں اپنے گناہوں پر توبہ کرنا

کس قدر ضروری ہے' اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ان کی توبہ کا اور ان کی مغفرت کا ذکر فرما دیا ہے' اس لیے اب کوئی شخص ان کو ملامت نہیں کر سکتا اور نہ ان کی ظاہری خطاؤں سے یہ استدلال کر سکتا ہے کہ جب انہوں نے بھی خطائیں کر لیں تو ہم نے گناہ کر لیے تو کون سی بڑی بات ہے۔ بعض نبیوں پر اللہ تعالیٰ نے ان کی ظاہری خطاء پر سختی فرمائی' جیسے حضرت یونس علیہ السلام چند راتیں مچھلی کے پیٹ میں رہے تو یہ سختی ان کو طاہر اور مطہر کرنے کے لیے اور ان کے درجات بلند کرنے کے لیے تھی' سو کسی شخص کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ ان کا ذکر بغیر تعظیم اور ادب اور احترام کے کرے۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۳۷۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

انبیاء علیہم السلام کی ظاہری خطاؤں کا ذکر کرنا جائز نہیں ہے

میں کہتا ہوں کہ قرآن مجید کی تلاوت اور احادیث صحیحہ کی قراءت کے دوران انبیاء علیہم السلام کی زلات کا جو ذکر کیا گیا ہے اس کے علاوہ ان کی زلات کا ذکر کرنا جائز نہیں ہے بلکہ امام ابن الحاج مالکی نے اور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے اس کو کفر لکھا ہے۔ علامہ ابن الحاج کی عبارت المدخل ج ۲ ص ۱۴ پر ہے' اور اعلیٰ حضرت کی عبارت فتاویٰ رضویہ ج ۱ ص ۳۳۴۔ ۳۳۳' طبع کراچی پر ہے۔

سید ابو الاعلیٰ مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ نے حضرت نوح علیہ السلام کے متعلق لکھا ہے: جس بیٹے نے حق کو چھوڑ کر باطل کا ساتھ دیا' اس کو محض اپنا سمجھنا کہ وہ تمہاری صلب سے پیدا ہوا ہے' محض ایک جاہلیت کا جذبہ ہے۔ آگے چل کر لکھا ہے: اور تڑپ کر بیٹے کی معافی کے لیے درخواست کرتا ہے لیکن دربار خداوندی سے الٹی اس پر ڈانٹ پڑ جاتی ہے۔

(تفہیم القرآن ج ۲ ص ۳۴۵۔ ۳۴۳' سولہواں ایڈیشن' ۱۴۰۲ھ)

غور فرمایئے! فوت شدہ عام مسلمانوں کی خطاؤں کا ذکر کرنا بھی جائز نہیں تو حضرت نوح علیہ السلام کے متعلق جاہلیت کا جذبہ اور ان پر الٹی ڈانٹ پڑنے کے الفاظ لکھنا' کس قدر باعث افسوس ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

سَلٰمٌ عَلٰی نُوْحٍ فِی الْعٰلَمِیْنَO (الصّٰفّٰت: ۷۹) سلام ہو نوح پر تمام جہان والوں میںO

اللہ تعالیٰ حضرت نوح علیہ السلام کا ذکر کس قدر تکریم سے فرما رہا ہے اور سید مودودی نے ان کا ذکر کس طرح کیا ہے۔

اس اعتراض کا جواب کہ اسماء رجال کی کتب میں مُردہ راویوں کے عیوب بیان کیے جاتے ہیں

اس جگہ یہ اعتراض بھی ہوتا ہے کہ فوت شدہ مسلمانوں کو بُرا کہنا ممنوع ہے تو پھر اسماء رجال کی کتابوں میں ضعیف اور موضوع راویوں کی بہ کثرت بُرائیاں مذکور ہیں حالانکہ وہ بھی فوت شدہ مسلمان ہیں' اس کا جواب یہ ہے کہ ان کی بُرائیوں کا ذکر ان کی اہانت کے لیے نہیں کیا جاتا بلکہ اس لیے کیا جاتا ہے کہ ان کی روایت سے احتراز کیا جائے' ان کی روایت سے کسی عقیدہ کا اثبات نہ کیا جائے اور نہ کسی چیز کی حلت یا حرمت پر استدلال کیا جائے۔

۹۸ - بَابُ ذِكْرِ شِرَارِ الْمَوْتٰى

بدترین مُردوں کا ذکر کرنا

١٣٩٤ - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ مُرَّةَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ أَبُو لَهَبٍ، عَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ، لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَبًّا لَكَ سَائِرَ الْيَوْمِ، فَنَزَلَتْ ﴿تَبَّتْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عمرو بن مرہ نے حدیث بیان کی از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ ابولہب لعنۃ اللہ علیہ نے نبی

یَدَآ اَبِیْ لَهَبٍ وَّتَبَّ﴾. [اطراف الحدیث: ۳۵۲۵-۳۵۲۶-۴۷۷۰-۴۸۰۱-۴۹۷۱-۴۹۷۲-۴۹۷۳] ﷺ سے کہا: تمہارے لیے سارا دن ہلاکت ہو' تب یہ آیت نازل ہوئی: ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ جائیں اور وہ خود ہلاک ہو جائے۔ (اللھب:۱)

(صحیح مسلم: ۲۰۸' الرقم المسلسل: ۴۹۷' سنن ترمذی: ۳۳۶۳' السنن الکبریٰ: ۱۰۸۱۹' دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۱۸۲' مسند احمد ج ۱ ص ۱۸۱ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۵۴۴- ج ۴ ص ۳۲۹' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کے رجال کا پہلے تذکرہ ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: ابولہب لعنۃ اللہ علیہ نے کہا۔

اس عنوان کے تحت امام بخاری پر حدیث مرسل لانے کا طعن

یہ حدیث مرسل ہے کیونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی عمر ہجرت کے وقت تین سال تھی اور یہ آیت مکہ میں نبوت کے ابتدائی سالوں میں نازل ہوئی ہے' اس وقت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما پیدا بھی نہیں ہوئے تھے' اس عنوان کے مطابق یہ حدیث تھی: حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ پھر ایک اور جنازہ گزرا تو مسلمانوں نے اس کی مذمت کی' پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: واجب ہوگئی' حضرت عمر بن الخطاب نے پوچھا: کیا واجب ہوگئی؟ تو آپ نے فرمایا: یہ جنازہ جس کی تم نے مذمت کی ہے' اس کے حق میں دوزخ واجب ہوگئی' تم زمین میں اللہ کے گواہ ہو۔ (صحیح البخاری: ۱۳۶۷)

امام بخاری کو چاہیے تھا کہ اس عنوان کے تحت اس حدیث کو لاتے کیونکہ اس حدیث میں بدترین مردوں کا ذکر ہے اور یہ حدیث متصل ہے اور اس کی سند صحیح ہے اور جو حدیث انہوں نے ذکر کی ہے' وہ مرسل ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اختصار کے ساتھ ذکر کیا ہے اور سورۃ الشعراء کی تفسیر میں اس کی تفصیل سے روایت کی ہے' وہاں اس حدیث کا متن اس طرح ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: جب یہ آیت نازل ہوئی:

وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ ○ (الشعراء: ۲۱۴) اور اپنے قریبی رشتہ داروں کو (اللہ کے عذاب سے) ڈرایئے ○

تو نبی ﷺ نے صفا پہاڑ پر چڑھ کر یہ ندا کی: اے بنو فہر! اے بنو عدی! یہ قریش کی شاخیں ہیں' حتیٰ کہ سب جمع ہو گئے' جو شخص خود نہیں آ سکا اس نے اپنے نمائندہ کو بھیج دیا تاکہ معلوم ہو کون بلا رہا ہے؟ اور کیوں بلا رہا ہے؟ پس ابولہب اور دیگر قریش آئے' آپ نے فرمایا: اگر میں تم کو یہ خبر دوں کہ اس وادی میں ایک لشکر ہے جو تم پر حملہ کرنے والا ہے تو کیا تم میری تصدیق کرو گے؟ سب نے کہا: ہاں! ہم نے جب بھی تجربہ کیا تو تمہاری خبر سچ تھی' آپ نے فرمایا: پس میں تم کو اس سخت عذاب سے ڈرانے والا ہوں جو تمہارے سامنے ہے' ابولہب نے کہا: تمہارے لیے سارا دن ہلاکت ہو' کیا تم نے اس لیے ہم کو جمع کیا تھا! تب یہ آیات نازل ہوئیں:

تَبَّتْ یَدَآ اَبِیْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ○ مَآ اَغْنٰی عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا کَسَبَ ○ (اللھب: ۲-۱) ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ جائیں اور وہ خود ہلاک ہو جائے ○ اس کے مال نے اس کو (عذاب سے) نہیں بچایا اور نہ اس کی کمائی نے (یعنی اس کے بیٹے نے) ○

ابولہب کے نام کے بجائے اس کی کنیت ذکر کرنے کی توجیہ

ابولہب کا نام عبد العزیٰ تھا' اس کا نام ذکر نہیں کیا' اس کی کنیت ذکر کی کیونکہ وہ اپنی کنیت سے زیادہ مشہور تھا اور دوسری وجہ یہ ہے

کیونکہ اس کا نام عبد العزیٰ تھا یعنی عزیٰ نام کے درخت کا بندہ' جس کی قریش پرستش کرتے تھے' سو اس کا نام اس لائق نہ تھا کہ اس کا قرآن مجید میں ذکر کیا جاتا' تیسری وجہ یہ ہے کہ اس کا ٹھکانا جہنم تھا اور شعلے مارنے والی آگ اس کو لازم تھی' اس میں یہ کنایہ ہے کہ آگ کے شعلوں کی لپٹ اس کو لازم رہے گی۔

اس آیت کی مکمل تفصیل ہماری تفسیر' تبیان القرآن میں الشعراء: ۲۱۴ کے تحت ملاحظہ فرمائیں۔

امام بخاری نے بدترین مردوں کے عنوان میں ابولہب کا ذکر کیا ہے کیونکہ وہ مشرک تھا اور اس کو دائمی عذاب لازم تھا۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۴۱۶- ج ا ص ۸۲۹ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے عنوان حسب ذیل ہیں:

① اہل بیت اطہار کے لیے رسول اللہ ﷺ کی شفاعت کا بیان ② گستاخ رسول پر شدت کا بیان۔

ابولہب کا مکمل تعارف اور اللہب: ۱ کی تفسیر ہماری تفسیر' تبیان القرآن ج ۱۲ میں سورۃ اللہب میں ملاحظہ فرمائیں۔

''کتاب الجنائز'' کی تکمیل

الحمد للّٰہ رب العٰلمین والصلٰوۃ والسلام علٰی سیّدنا محمد سیّد المرسلین وعلٰی آلہٖ واصحابہٖ وازواجہٖ وذریاتہٖ اجمعین! آج بہ روز جمعرات ۱۲ جمادی الثانیہ ۱۴۲۸ھ/ ۲۸ جون ۲۰۰۷ء ''کتاب الجنائز'' مکمل ہوگئی' اس میں ۲۱۰' احادیث مرفوعہ ہیں' ان میں تعلیقات اور متابعات کی تعداد ۵۶ ہے' بقیہ احادیث موصولہ ہیں اور مکررات کی تعداد ۱۰۹ ہے اور خالص احادیث کی تعداد ۱۰۰ ہے' جن احادیث کی موافقت امام مسلم نے کی ہے ان کی تعداد ۴۰ ہے۔ ''کتاب الجنائز'' کی تکمیل کے ساتھ ہی ''کتاب الصلوٰۃ'' کی بھی تکمیل ہوگئی' اس کے بعد ان شاء اللہ ''کتاب الزکوٰۃ'' شروع ہوگی۔

الٰہ العٰلمین! جس طرح آپ نے اپنے کرم سے یہاں تک پہنچا دیا ہے' صحیح البخاری کی باقی احادیث کی بھی شرح کی تکمیل کرا دیں اور میری' میرے والدین کی' میرے اساتذہ کی' میرے احباب اور تلامذہ کی مغفرت فرما دیں اور اس شرح کو موافقین کے لیے موجب استقامت اور مخالفین کے لیے سبب ہدایت بنا دیں۔ آمین یا رب العٰلمین!

۞۞۞۞۞

نحمده ونصلي ونسلم على رسوله الكريم

٢٤ - كِتَابُ الزَّكٰوةِ
زکوٰۃ کا بیان

امام بخاری نے "کتاب الصلوٰۃ" کے بعد "کتاب الزکوٰۃ" کو شروع کیا ہے اور اس میں قرآن اور سنت کی اتباع کی ہے' قرآن مجید کی اتباع اس آیت سے ظاہر ہوتی ہے:

اَلَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَO (البقرہ:٣) جو لوگ غیب پر ایمان لاتے ہیں اور نماز کو قائم کرتے ہیں اور جو ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے بعض کو خرچ کرتے ہیںO

اور سنت کی اتباع اس حدیث سے ظاہر ہوتی ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے: "لا الله الا الله محمد رسول الله" کی شہادت دینا' نماز قائم کرنا' زکوٰۃ ادا کرنا اور حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔ (صحیح البخاری:٨' صحیح مسلم:١٦)

زکوٰۃ کا لغوی اور شرعی معنی' زکوٰۃ کے وجوب کا سبب اور زکوٰۃ کی حکمتیں

زکوٰۃ کا لغت میں معنی ہے: بڑھنا' کہا جاتا ہے: "زکا الزرع" کھیتی بڑھ گئی اور اس کا معنی پاکیزہ کرنا بھی ہے' قرآن مجید میں ہے:

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰىO (الاعلیٰ:١٤) جس نے اپنے نفس کو پاکیزہ کر لیا وہ کامیاب ہو گیاO

زکوٰۃ کا شرعی معنی ہے: جب نصاب کی مقدار پر ایک سال گزر جائے تو اس مال میں سے ایک حصہ غیر ہاشمی فقیر کو دے دیا جائے' اگر سونا چاندی یا نقد روپیہ ہو تو اس میں سے چالیسواں حصہ دیا جائے' سونے کا نصاب ساڑھے سات تولہ سونا ہے اور چاندی کا نصاب ساڑھے باون تولہ چاندی ہے اور نقد روپیہ جو چاندی کے نصاب کے برابر ہو' چونکہ چاندی کی قیمت بدلتی رہتی ہے اس لیے نقد روپیہ کا نصاب بھی بدلتا رہتا ہے۔

زکوٰۃ کے وجوب کا سبب نصاب کی مقدار کا مالک ہونا ہے اور وہ شخص عاقل' بالغ اور آزاد ہو۔

زکوٰۃ کی حکمتیں یہ ہیں: مسلمان گناہوں کے میل سے اور بخل سے پاک ہو جاتا ہے' اس کا آخرت میں درجہ اور قرب بلند ہوتا ہے اور ضرورت مندوں کے ساتھ حسن سلوک ہوتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ٨ ص ٣٣٥)

١ - بَابُ وُجُوْبِ الزَّكٰوةِ — زکوٰۃ کا وجوب

وَقَوْلُ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ﴾ (البقرۃ:٤٣). اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد: نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو۔ (البقرہ:٤٣)

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ مجھے حضرت

حَدَّثَنِیْ اَبُوْ سُفْیَانَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ فَذَکَرَ حَدِیْثَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَاْمُرُنَا بِالصَّلٰوةِ وَالزَّکٰوةِ وَالصِّلَةِ وَالْعَفَافِ.

ابوسفیان رضی اللہ نے حدیث بیان کی پس نبی ﷺ کی حدیث ذکر کی، پھر ذکر کیا کہ آپ ہمیں نماز پڑھنے، زکوٰۃ ادا کرنے، صلہ رحم کرنے اور پاک دامن رہنے کا حکم دیتے ہیں۔

اس تعلیق کی اصل، صحیح البخاری: ۷ میں گزر چکی ہے۔

١٣٩٥ - حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ الضَّحَّاكُ بْنُ مَخْلَدٍ، عَنْ زَکَرِیَّاءَ بْنِ اِسْحَاقَ، عَنْ یَحْیَی ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ صَیْفِیٍّ، عَنْ اَبِیْ مَعْبَدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ مُعَاذًا رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اِلَی الْیَمَنِ، فَقَالَ اُدْعُهُمْ اِلٰی شَهَادَةِ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ، فَاِنْ هُمْ اَطَاعُوْا لِذٰلِكَ، فَاَعْلِمْهُمْ اَنَّ اللّٰهَ قَدِ افْتَرَضَ عَلَیْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِیْ کُلِّ یَوْمٍ وَّلَیْلَةٍ، فَاِنْ هُمْ اَطَاعُوْا لِذٰلِكَ، فَاَعْلِمْهُمْ اَنَّ اللّٰهَ افْتَرَضَ عَلَیْهِمْ صَدَقَةً فِیْ اَمْوَالِهِمْ، تُؤْخَذُ مِنْ اَغْنِیَائِهِمْ وَتُرَدُّ عَلٰی فُقَرَائِهِمْ. [اطراف الحدیث: ١٤٥٨-١٤٩٦-٢٤٤٨-٤٣٤٧-٧٣٧١-٧٣٧٢]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوعاصم الضحاک بن مخلد نے حدیث بیان کی از زکریاء بن اسحاق از یحییٰ بن عبداللہ ابن صیفی از ابی معبد از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ کو یمن کی طرف بھیجا، پس فرمایا: ان کو دعوت دو کہ وہ یہ گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور بے شک میں اللہ کا رسول ہوں، پس اگر وہ اس کی اطاعت کر لیں تو پھر ان کو یہ خبر دو کہ اللہ نے ان پر ہر دن اور رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں، پس اگر وہ اس کی اطاعت کر لیں تو پھر ان کو خبر دو کہ بے شک اللہ نے ان کے مالوں میں ان پر زکوٰۃ فرض کی ہے جو ان کے مال دار لوگوں سے لی جائے گی اور ان کے فقراء پر لوٹا دی جائے گی۔

(صحیح مسلم: ١٩، الرقم المسلسل: ١٢١، سنن ابوداؤد: ١٥٨٤، سنن ترمذی: ٦٢٥، سنن نسائی: ٢٤٣٥، سنن ابن ماجہ: ١٧٨٣، صحیح ابن خزیمہ: ٢٣٤٦، سنن دارقطنی ج ٢ ص ١٣٦-١٣٥، سنن بیہقی ج ٧ ص ٨، شرح السنۃ: ١٥٥٧، مصنف ابن ابی شیبہ ج ٣ ص ١١٤، سنن دارمی: ١٦١٤، مسند احمد ج ١ ص ٢٣٣ طبع قدیم، مسند احمد: ٢٠٧١، ج ٣ ص ٤٩٨، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(١) ابوعاصم الضحاک بن مخلد (٢) زکریا بن اسحاق (٣) یحییٰ بن عبداللہ بن صیفی مولیٰ عثمان رضی اللہ (٤) ابومعبد مولیٰ ابن عباس رضی اللہ عنہما (٥) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ٨ ص ٣٣٧)

اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں زکوٰۃ کی فرضیت بیان کی گئی ہے۔

حضرت معاذ کو یمن بھیجنے کی تاریخ

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت معاذ کو یمن کی طرف بھیجا۔ جب نبی ﷺ ٩ ھ میں تبوک سے واپس آئے تو آپ نے حضرت معاذ کو اور حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ کو یمن کی طرف بھیجا، نبی ﷺ نے ان کو یمن کا والی اور قاضی بنا کر بھیجا تھا۔ اس کی تاریخ میں ربیع الثانی ١٠ ھ اور ربیع الثانی ٩ ھ کے بھی اقوال ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ٨ ص ٣٣٨)

یمن کے لوگ اہل کتاب تھے، جیسا کہ اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذ کو یمن کی طرف بھیجا اور فرمایا: تم اہل کتاب کی

ایک قوم کی طرف جاؤ گے‘ تم پہلے ان کو اللہ کی عبادت کی دعوت دینا۔ (صحیح البخاری: ۱۴۵۸)

ایک شہر کی زکوٰۃ دوسرے شہر میں منتقل نہ کرنے پر فقہاء شافعیہ کی دلیل اور اس کا جواب

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ان کے مال دار لوگوں سے زکوٰۃ لی جائے گی اور ان کے فقراء پر لوٹا دی جائے گی۔

علامہ ابوسلیمان حمد بن محمد الخطابی الشافعی المتوفی ۳۸۸ھ‘ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس سے معلوم ہوا کہ ایک شہر کی زکوٰۃ دوسرے شہر کی طرف منتقل نہیں کی جاتی‘ جس شہر کے مال دار لوگوں سے زکوٰۃ وصول کی گئی ہے‘ وہ اسی شہر کے فقراء پر خرچ کی جائے گی‘ اور یہ امام شافعی کا مذہب ہے۔ (اعلام السنن ج۱ ص ۳۷۹‘ دارالکتب العلمیہ‘ بیروت‘ ۱۴۲۸ھ)

ہم کہتے ہیں کہ ”فقرائھم“ کی ضمیر اس شہر کے فقراء کی طرف راجع نہیں ہے بلکہ فقراء مسلمین کی طرف راجع ہے‘ خواہ وہ اس شہر کے فقراء ہوں یا کسی اور شہر کے فقراء ہوں۔

قرآن مجید میں التوبہ: ٦٠ میں مصارف زکوٰۃ میں مطلقاً فقراء کا ذکر فرمایا ہے اور یہ قید نہیں لگائی کہ ایک شہر کی زکوٰۃ کو اسی شہر کے فقراء پر صرف کیا جائے

ائمہ ثلاثہ کا یتیم کے مال میں زکوٰۃ کو واجب کرنا اور امام ابوحنیفہ کا اس کے مال سے وجوب زکوٰۃ کو ساقط کرنا

نیز علامہ خطابی شافعی متوفی ۳۸۸ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ نابالغ بچہ جب مال دار ہو تو ا[illegible] کے [illegible] میں زکوٰۃ [illegible] ہوگی جس طرح جب وہ بچہ فقیر ہو تو اس کے لیے زکوٰۃ کا لینا جائز ہے۔ (اعلام السنن ج۱ ص ۳۷۹)

فقہاء شافعیہ کے نزدیک یتیم کے مال پر بھی زکوٰۃ واجب ہوتی ہے‘ ان کا استدلال اس حدیث سے ہے:

از المثنیٰ بن الصباح از عمرو بن شعیب‘ وہ اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو خطبہ دیا‘ سو اس میں فرمایا: جو شخص ایسے یتیم کا ولی [illegible] جس [illegible] مال [illegible] وہ [illegible] مال [illegible] تجارت کر[illegible]ے اور اس کو ترک نہ کرے حتیٰ کہ اس کو صدقہ کھا جائے۔ امام ترمذی نے کہا: اس حدیث [illegible] سند [illegible] کلام ہے [illegible] المثنیٰ [illegible] الصباح [illegible] حدیث میں ضعیف قرار دیا جاتا ہے۔

(سنن ترمذی: ۶۴۱)

امام ترمذی اس حدیث کی روایت میں منفرد ہیں۔

امام ترمذی متوفی ۲۷۹ھ اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

اہل علم کا اس باب میں اختلاف ہے [illegible] نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعدد اصحاب نے کہا ہے [illegible] یتیم کے مال میں زکوٰۃ واجب ہے‘ ان میں حضرت عمر‘ حضرت علی‘ حضرت عائشہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم ہیں‘ امام مالک‘ امام شافعی‘ امام احمد اور اسحاق کا بھی یہی مذہب ہے اور اہل علم کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ یتیم کے مال میں زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی‘ سفیان ثوری‘ عبداللہ بن المبارک (اور امام ابوحنیفہ) کا یہی مذہب ہے۔

عمرو بن شعیب‘ یہ محمد بن عبداللہ بن عمرو بن العاص کے بیٹے ہیں‘ شعیب نے اپنے دادا عبداللہ بن عمرو سے حدیث سنی ہے‘ یحییٰ بن سعید نے عمرو بن شعیب کی حدیث میں کلام کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ ہمارے نزدیک ضعیف ہے اور جس نے ان کی حدیث کو ضعیف کہا ہے‘ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اپنے دادا عبداللہ بن عمرو کے صحیفہ سے حدیث کو روایت کرتے ہیں اور اکثر اہل علم عمرو بن شعیب کی حدیث سے استدلال کرتے ہیں‘ ان میں امام احمد اور اسحاق وغیرہ ہیں۔ (سنن ترمذی ص ۲۹۱‘ دارالمعرفہ‘ بیروت‘ ۱۴۲۳ھ)

المثنیٰ بن الصباح کا ضعف

امام ترمذی نے خود اعتراف کر لیا ہے کہ ائمہ ثلاثہ نے یتیم کے مال میں زکوٰۃ کے وجوب پر جس حدیث سے استدلال کیا ہے' اس کو یحییٰ بن سعید نے ضعیف کہا ہے۔

اس حدیث کی سند میں المثنیٰ بن الصباح راوی ہے' اس کے متعلق علامہ جمال الدین یوسف المزی المتوفی ٧٤٢ ھ لکھتے ہیں:

امام احمد بن حنبل اس کے متعلق کہتے ہیں: اس کی حدیث کسی چیز کے مساوی نہیں ہے' یہ مضطرب الحدیث ہے۔

یحییٰ بن معین نے کہا: مثنیٰ بن الصباح ضعیف ہے۔

عبد الرحمان بن ابی حاتم نے کہا: میں نے اپنے والد اور ابو زرعہ سے اس کے متعلق پوچھا' انہوں نے کہا: یہ ضعیف الحدیث ہے' الجوزجانی نے کہا: اس کی حدیث پر قناعت نہیں کی جاتی۔

امام ترمذی نے کہا: اس کی حدیث ضعیف ہے' امام نسائی نے کہا: یہ ثقہ نہیں ہے' ایک اور مقام پر کہا: یہ متروک الحدیث ہے' ابو احمد بن عدی نے کہا: ائمہ متقدمین نے اس کی حدیث کو ضعیف کہا ہے اور اس کا ضعف ظاہر ہے۔

عمرو بن علی نے کہا: یحییٰ اور عبد الرحمان اس سے حدیث روایت نہیں کرتے تھے۔

علی بن الحسین بن الجنید نے کہا: یہ متروک الحدیث ہے' الدار قطنی نے کہا: یہ ضعیف ہے۔

(تہذیب الکمال [illegible] ص ٣٢٩-٣٣٠' دار الفکر' بیروت' ١٤١٤ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ ائمہ ثلاثہ نے جس حدیث سے استدلال [illegible] ہے' وہ [illegible] وجوہ [illegible] ہے: ایک محمد بن عمرو بن شعیب کی وجہ سے اور دوسرے المثنیٰ بن الصباح کی وجہ سے اور تیسرے اس وجہ سے کہ اسلام کا مسلم اصول ہے کہ نابالغ مکلف نہیں ہوتا اور یتیم چونکہ نابالغ بچے کو کہتے ہیں' اس لیے اس کے مال میں زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی۔

یتیم کے مکلف نہ ہونے کے ثبوت [illegible] یہ [illegible] ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں [illegible] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [illegible] لوگوں سے قلم (تکلیف) اٹھا لیا گیا ہے: سونے والے سے حتیٰ کہ وہ بیدار ہو جائے' مجنون سے حتیٰ کہ وہ تندرست ہو جائے اور بچے سے حتیٰ کہ وہ بڑا ہو جائے۔ امام ابوداؤد کی دوسری روایات میں مذکور ہے کہ نابالغ سے حتیٰ کہ وہ بالغ ہو جائے۔ (سنن ابوداؤد: ٤٤٠٣-٤٤٠٢-٤٤٠١-٤٣٩٨' سنن ترمذی: ١٤٢٣' سنن ابن ماجہ: ٢٠٤١' صحیح ابن حبان: ١٤٢-١٤٩٦ [illegible] ج ٢ ص [illegible] سنن [illegible] ج ١ ص ٨٩ [illegible] ج ١ ص ٥٦ [illegible] المنتقیٰ: ٨٠٨-٣٨' مصنف ابن ابی شیبہ ج ٥ ص ٢٦٨ [illegible] صحیح [illegible] ٣٠٠٣ [illegible] ٣٤٨٧' کنز [illegible] ١٠٣٢٢)

علاوہ ازیں علامہ خطابی نے صحیح البخاری: ١٣٩٥ کی شرح میں یہ لکھا ہے کہ یتیم کے مال میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے۔ میں کہتا ہوں: اس حدیث میں کہیں یہ نہیں لکھا ہوا کہ یتیم کے مال میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے' اس میں صرف یہ لکھا ہوا ہے کہ ان کے مال داروں سے زکوٰۃ لی جائے گی اور ان کے فقراء میں لوٹا دی جائے گی' اس جملہ سے یتیم کے مال میں زکوٰۃ کے وجوب کو کشید کرنا محض تحکم اور سینہ زوری ہے۔

نواب صدیق حسن بھوپالی متوفی ١٣٠٧ ھ نے بھی علامہ خطابی وغیرہ کی طرح لکھا ہے کہ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ ایک شہر کی زکوٰۃ اسی شہر میں خرچ کی جائے گی اور دوسرے شہروں میں نہیں لوٹائی جائے گی۔ (عون الباری ج ٢ ص ٣٩٠' دار الرشید' حلب' سوریا)

اس کا جواب ہم اس سے پہلے لکھ چکے ہیں کہ اس سے مراد فقراء مسلمین ہیں خواہ وہ فقراء اسی شہر کے ہوں یا کسی دوسرے شہر کے۔

قرآن مجید کی سورۂ توبہ: ٦٠ میں زکوٰۃ کے آٹھ مصارف بیان کیے گئے ہیں اور اس حدیث میں صرف فقراء کی طرف زکوٰۃ لوٹانے کا ذکر ہے' اس سے معلوم ہوا کہ آٹھوں مصارف میں زکوٰۃ کو خرچ کرنا ضروری نہیں ہے۔

توحید ورسالت کی گواہی کو مقدم رکھنا' کفار کا فروع شریعت کا مخاطب نہ ہونا اور روزے اور حج کے ذکر نہ کرنے کی توجیہ

علامہ ابو العباس احمد بن عمر بن ابراہیم القرطبی المتوفی ٦٥٦ ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: سب سے پہلے تمہیں اللہ تعالیٰ کی عبادت کی دعوت دینی چاہیے۔

عبادت کی اصل تذلل اور خضوع ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے سامنے ذلت اور عجز کا اظہار کرنا' اور یہاں عبادت سے مراد'' لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' کی گواہی دینا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے: جب وہ اللہ کو پہچان لیں تو پھر ان کو خبر دینا' یعنی اگر وہ زبان سے توحید اور رسالت کا اقرار کر لیں تو پھر ان کو بتانا کہ اللہ نے ان پر دن اور رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد میں یہ دلیل ہے کہ کسی قوم سے جہاد کرنے سے پہلے اسے اسلام کی دعوت دی جائے۔ ائمہ اربعہ اور متقدمین کا اس پر اتفاق ہے کہ مکلف پر سب سے پہلے یہ واجب ہے کہ وہ توحید اور رسالت کا اقرار کرے' جن فقہاء کا یہ قول ہے کہ کفار فروع شریعت کے مخاطب نہیں ہیں' وہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ سے فرمایا: تم سب سے پہلے ان کو توحید و رسالت کی گواہی دینا اور جب وہ اس کا اقرار کر لیں اور مسلمان ہو جائیں تو پھر ان کو نماز اور زکوٰۃ کی فرضیت کی خبر دینا۔

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے روزے اور حج کا ذکر نہیں کیا' اس کی یہ وجہ نہیں ہے کہ اس وقت تک روزے اور حج فرض نہیں ہوا تھا کیونکہ حضرت معاذ کو نو ہجری میں یمن بھیجا تھا' روزے ٢ ھ میں فرض ہوئے تھے اور حج ٨ ھ میں فرض ہو گیا تھا' ہو سکتا ہے کہ اس کی وجہ یہ ہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے زیادہ اہم عبادات کا ذکر فرمایا ہو' ہر چند کہ روزے اور حج بھی فرض ہیں لیکن نماز اور زکوٰۃ ان سے زیادہ اہم فرائض میں سے ہیں۔ (المفہم ج ١ ص ١٨٣-١٨١' دار ابن کثیر' بیروت' ١٤٢٠ ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ٢٩- ج ١ ص ٣٧١ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے عنوان حسب ذیل ہیں:

① باب مذکور کی حدیث سے استنباط شدہ مسائل ② آیا کفار احکام شرعیہ فرعیہ کے مخاطب ہیں یا نہیں؟

١٣٩٦ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ ابْنِ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَوْهَبٍ' عَنْ مُوْسَى بْنِ طَلْحَةَ' عَنْ اَبِيْ اَيُّوْبَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخْبِرْنِيْ بِعَمَلٍ يُدْخِلُنِي الْجَنَّةَ. قَالَ مَا لَهُ مَا لَهُ؟ وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرَبٌ مَا لَهُ' تَعْبُدُ اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا' وَتُقِيْمُ الصَّلٰوةَ' وَتُؤْتِي الزَّكٰوةَ' وَتَصِلُ الرَّحِمَ. وَقَالَ بَهْزٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حفص بن عمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابن عثمان بن عبد اللہ بن موہب از موسیٰ بن طلحہ از ابی ایوب رضی اللہ عنہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: مجھے ایسے عمل کی خبر دیجئے جو مجھے جنت میں داخل کر دے (لوگوں نے کہا:) اسے کیا ہوا' یہ بات پوچھنے کی کیا ضرورت ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس سوال کی ضرورت ہے' تم اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور رشتہ داروں سے ملاپ رکھو اور

مُحَمَّدُ بْنُ عُثْمَانَ، وَاَبُوْهُ عُثْمَانُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّهُمَا سَمِعَا مُوْسَى بْنَ طَلْحَةَ، عَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ بِهٰذَا. قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ اَخْشٰى اَنْ یَّكُوْنَ مُحَمَّدٌ غَیْرَ مَحْفُوْظٍ اِنَّمَا هُوَ عَمْرٌو. [اطراف الحدیث: ۵۹۸۲-۵۹۸۳]

بہز نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن عثمان نے حدیث بیان کی' اور ان کے والد عثمان بن عبد اللہ' ان دونوں نے موسیٰ بن طلحہ از ابو ایوب اس حدیث کو سنا۔ امام ابو عبد اللہ (بخاری) نے کہا: مجھے خدشہ ہے کہ محمد کا نام غیر محفوظ ہے' اس کا نام عمرو ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۳' الرقم المسلسل: ۱۰۴' سنن نسائی: ۴۶۸' السنن الکبریٰ: ۵۸۸۰' مسند احمد ج ۲ ص ۳۴۲ طبع قدیم' مسند احمد: ۸۵۱۵۔ ج ۱۴ ص ۲۰۵' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) حفص بن عمر بن الحارث بن سخبرہ ابو عمر الحوضی (۲) شعبہ بن الحجاج (۳) محمد بن عثمان بن عبد اللہ بن موہب (۴) موسیٰ بن طلحہ بن عبید اللہ القرشی' یہ ۱۰۴ھ میں فوت ہوئے (۵) حضرت ابو ایوب انصاری' ان کا نام خالد بن زید بن کلیب ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۸ ص ۳۴۴)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: تم زکوٰۃ کو ادا کرو' اس میں زکوٰۃ کو نماز کے ساتھ ذکر فرمایا ہے جس طرح رسالت کو توحید کے ساتھ ذکر کیا جاتا ہے۔

''ماله ' ماله'' اور ''ارب'' کے معانی

علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مکرر لکھا ہے: ''ماله ماله''۔ یہ کلمہ استفہام ہے اور اس کی تکرار تاکید کے لیے ہے' اس کا معنی ہے: اس کو کیا ہوا؟

نیز اس حدیث میں ''ارب'' لکھا ہوا ہے' اس کو کئی طرح پڑھا گیا ہے:

(۱) ''اَرِبٌ'' اس کا معنی ہے: یہ ضرورت مند ہے' یعنی اس کو اس سوال کے جواب کی ضرورت ہے۔

(۲) ''اَرَبٌ'' اس کا معنی ہے: حاجت' یعنی یہ سوال اس کی ضرورت ہے۔

(۳) ''اَرَبَ'' اس کا معنی ہے: اس کو ضرورت پیش آئی تو اس نے اپنی ضرورت کا سوال کیا۔

(۴) ''اَرِبَ'' اس کا معنی بھی وہی اوّل الذکر ہے۔

النضر بن شمیل نے کہا: ''اَرَبَ'' اس موقع پر کہا جاتا ہے جب کوئی شخص کسی کام میں اپنی انتہائی کوشش صرف کر دے۔

ابن الانباری نے کہا: یہ لفظ اصل میں ہے: ''سقط ارابه'' اور ''اراب'' کا معنی اعضاء ہے' یعنی اس کے اعضاء ساقط ہو جائیں' لیکن یہ معنی مراد نہیں ہوتا جیسے کہا جاتا ہے: ''تربت یداك'' تمہارے ہاتھ خاک آلودہ ہو جائیں اور اس لفظ کو تعجب کے موقع پر بولا جاتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۳۴۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۲۔ ج ۱ ص ۳۵۹ پر مذکور ہے' اس کی شرح میں توفیق کا معنی اور شرک کی تعریف ذکر کی گئی ہے۔

۱۳۹۷ - حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِیْمِ قَالَ حَدَّثَنَا عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَیْبٌ، عَنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن عبد الرحیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عفان بن مسلم نے حدیث

يَحْيَى بْنِ سَعِيدِ بْنِ حَيَّانَ، عَنْ أَبِي زُرْعَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ أَعْرَابِيًّا أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ دُلَّنِي عَلَى عَمَلٍ إِذَا عَمِلْتُهُ دَخَلْتُ الْجَنَّةَ . قَالَ تَعْبُدُ اللّٰهَ لَا تُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا، وَتُقِيمُ الصَّلٰوةَ الْمَكْتُوبَةَ، وَتُؤَدِّي الزَّكٰوةَ الْمَفْرُوضَةَ، وَتَصُومُ رَمَضَانَ. قَالَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، لَا أَزِيدُ عَلَى هٰذَا. فَلَمَّا وَلَّى، قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى رَجُلٍ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ، فَلْيَنْظُرْ إِلَى هٰذَا. حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ أَبِي حَيَّانَ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو زُرْعَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا.

(صحیح مسلم: ۱۴ الرقم المسلسل: ۱۰۷)

بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی از یحییٰ بن سعید بن حیان از ابی زرعہ از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہ ایک اعرابی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا' اس نے کہا: آپ مجھے کوئی ایسا عمل بتایئے کہ جب میں اس عمل کو کرلوں تو جنت میں داخل ہو جاؤں' آپ نے فرمایا: تم اللہ کی عبادت کرو اور اس میں کسی کو شریک نہ کرو اور فرض نماز پڑھو اور فرض زکوٰۃ ادا کرو اور رمضان کے روزے رکھو' اس اعرابی نے کہا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! میں اس پر کوئی زیادتی نہیں کروں گا' جب وہ اعرابی پیٹھ پھیر کر چلا گیا تو آپ نے فرمایا: جس شخص کو اس سے خوشی ہو کہ وہ کسی جنتی آدمی کو دیکھے تو وہ اس آدمی کو دیکھ لے۔ اس حدیث کو ہمیں مسدد نے بیان کیا از یحییٰ از ابی حیان' انہوں نے کہا: مجھے ابوزرعہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس حدیث کی خبر دی۔

اس حدیث کو امام بخاری اور امام مسلم کے علاوہ اور کسی نے روایت نہیں کیا۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن عبد الرحیم ابویحییٰ (۲) عفان بن مسلم الصفار الانصاری (۳) وہیب بن خالد بن عجلان صاحب الکرابیس (۴) یحییٰ بن سعید بن حیان ابوحیان تیمی (۵) ابوزرعہ' ان کا نام ھرم ہے' عمرو' عبد الرحمان اور عبد اللہ کے بھی ان کے نام میں اقوال ہیں (۶) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' ان کا نام عبد الرحمان بن صخر ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۳۴۷)

حدیث مذکور کے بعض جملوں کی شرح

اس حدیث میں مذکور ہے کہ اعرابی نے کہا: میں اس پر کوئی زیادتی نہیں کروں گا' یعنی فرائض پر اضافہ نہیں کروں گا' جتنی نمازیں فرض ہیں اتنی ہی نمازیں پڑھوں گا' اس جملہ میں یا تو فرائض میں اضافہ کی نفی ہے یا اس کا معنی ہے: میں اپنی قوم کو جا کر اتنے ہی فرائض بیان کروں گا جتنے آپ نے فرمائے ہیں' نہ اس میں کوئی کمی نہیں کروں گا۔

عشرہ مبشرہ کے علاوہ جن صحابہ کا نام لے کر جنت کی بشارت دی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے فرمایا: جس شخص کو اس سے خوشی ہو کہ وہ کسی جنتی آدمی کو دیکھے وہ اس آدمی کو دیکھ لے۔ ظاہر یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو علم تھا کہ آپ نے جو کچھ اس شخص کو بتایا ہے وہ اس پر عمل کرے گا اور تاحیات اس پر عمل کرتا رہے گا اور موت کے بعد جنت میں داخل ہو جائے گا' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جن صحابہ کو جنت کی بشارت دی گئی ہے وہ تو معین ہیں اور وہ صرف دس صحابہ ہیں' اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث سے ان کی تعداد میں اضافہ کیا جائے گا کیونکہ آپ نے اس صحابی کے جنتی ہونے کی تصریح کی ہے' دوسرا جواب یہ ہے کہ دس عدد کی تصریح اس میں اضافہ کے منافی نہیں ہے' نیز اس طرح اہل جنت کی بشارت دس صحابہ کے علاوہ دیگر صحابہ کو بھی دی گئی ہے' مثلاً آپ نے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کے متعلق فرمایا کہ وہ جنت کے جوانوں کے سردار ہیں۔ (سنن ترمذی: ۳۷۶۸' سنن ابن ماجہ: ۱۱۸' مسند احمد ج ۳ ص ۳) حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا: میں نے جعفر کو جنت

میں فرشتوں کے ساتھ پرواز کرتے ہوئے دیکھا۔ (سنن ترمذی: ٣٧٦٣) حضرت خدیجہ رضی اللہ کے متعلق فرمایا: حضرت جبریل علیہ السلام نے ان کے لیے جنت میں محل کی بشارت دی ہے۔ (صحیح البخاری: ٣٨٢٠، صحیح مسلم: ٢٤٣٢، سنن ترمذی: ٣٨٧٦، مسند احمد ج ٢ ص ٢٣١) حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ کے متعلق فرمایا: حضرت مریم بنت عمران کے سوا یہ تمام جنتی عورتوں کی سردار ہیں۔ (سنن ترمذی: ٣٨٧٣) حضرت ام سلیم رضی اللہ کے متعلق فرمایا: مجھے جنت دکھائی گئی تو میں نے اس میں ابوطلحہ کی بیوی کو دیکھا' اور اپنے آگے حضرت بلال رضی اللہ کے چلنے کی آہٹ سنی۔ (صحیح مسلم: ٢٤٥٧، مسند احمد ج ٦ ص ٣٥٠) حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ کے متعلق فرمایا: جنت میں ان کے رومال ریشم سے زیادہ ملائم ہیں۔ (صحیح البخاری: ٣٨٠٢، صحیح مسلم: ٢٤٦٨، سنن ترمذی: ٣٨٤٧، سنن ابن ماجہ: ١٥٧، مسند احمد ج ٣ ص ١٠٩، مسند احمد ج ٣ ص ٢٠٩) حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ کے متعلق فرمایا: وہ اہل جنت میں سے ہیں۔ (صحیح مسلم: ١١٩) آپ نے فرمایا: جنت تین آدمیوں کی مشتاق ہے: حضرت علی' حضرت عمار اور حضرت سلمان۔ (سنن ترمذی: ٣٧٩٧) حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ کے متعلق فرمایا: وہ جنت کے دسویں شخص ہیں۔ (سنن ترمذی: ٣٨٠٤، مسند احمد ج ٥ ص ٢٤٣) حضرت حاطب رضی اللہ کے متعلق فرمایا: وہ دوزخ میں داخل نہیں ہوں گے' وہ بدر اور حدیبیہ میں حاضر تھے۔ (صحیح مسلم: ٢١٩٥، سنن ترمذی: ٣٨٦٥، مسند احمد ج ٣ ص ٣٢٥) حضرت حفصہ رضی اللہ کے متعلق فرمایا: مجھے حضرت جبریل نے بتایا: یہ جنت میں آپ کی زوجہ ہیں۔ (المعجم الکبیر ج ١٨ ص ٣٦٥) حضرت عائشہ رضی اللہ سے فرمایا: میری ازواج جنت میں ہوں گی' تم بھی ان ہی میں سے ہو۔ (صحیح ابن حبان: ٧٠٩٦)

تیسرا جواب یہ ہے کہ عشرہ مبشرہ کی خصوصیت یہ ہے کہ ان دس صحابہ کو یک بارگی جنت کی بشارت دی اور یہ اس کے منافی نہیں ہے جن کے جنتی ہونے کی بشارت مختلف اوقات میں دی ہے۔

حدیث مذکور کے دیگر فوائد

آپ نے فرمایا: رمضان کے روزے رکھو' یہ نہیں فرمایا کہ رمضان کے مہینہ کے روزے رکھو' اس سے معلوم ہوا کہ بغیر مہینہ کے ذکر کے بھی رمضان کا ذکر کرنا جائز ہے' مثلاً یہ کہا جائے کہ رمضان آ گیا یا رمضان گیا' اور بعض علماء نے کہا ہے: اس طرح کہنا جائز نہیں ہے کیونکہ رمضان اللہ تعالیٰ کا نام ہے' اس لیے کہنا چاہیے کہ رمضان کا مہینہ آیا' رمضان کا مہینہ گیا۔

جس اعرابی نے کہا: میں ان فرائض پر عمل کروں گا' آپ نے اس کو جنت کی بشارت دی' اس سے معلوم ہوا کہ جس نے توحید اور رسالت کی گواہی دی' پانچ نمازیں پڑھیں' رمضان کے روزے رکھے اور زکوٰۃ ادا کی اور بہ شرط استطاعت حج کیا' وہ شخص جنت میں داخل ہوگا جب کہ ان ہی اعمال پر اس کو موت آئی ہو۔

اس سے معلوم ہوا کہ اہل علم سے ایسے اعمال کا سوال کرنا چاہیے جو دخول جنت کا سبب ہوں۔

(عمدۃ القاری ج ٨ ص ٣٤٩' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

* باب مذکور کی یہ حدیث' شرح صحیح مسلم: ١٢۔ ج ١ ص ٣٦٠ پر مذکور ہے' اس کی شرح میں توفیق کا معنی اور شرک کی تعریف ذکر کی گئی ہے۔

١٣٩٨ - حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو جَمْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا يَقُولُ قَدِمَ وَفْدُ عَبْدِ الْقَيْسِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ' إِنَّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حجاج نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو جمرہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ عبد القیس

هٰذَا الْحَيَّ مِنْ رَبِيعَةَ، قَدْ حَالَتْ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ، كُفَّارُ مُضَرَ، وَلَسْنَا نَخْلُصُ إِلَيْكَ إِلَّا فِي الشَّهْرِ الْحَرَامِ، فَمُرْنَا بِشَيْءٍ نَأْخُذُهُ عَنْكَ وَنَدْعُوا إِلَيْهِ مَنْ وَّرَاءَ نَا. قَالَ آمُرُكُمْ بِأَرْبَعٍ، وَأَنْهَاكُمْ عَنْ أَرْبَعٍ الْإِيمَانِ بِاللّٰهِ، وَشَهَادَةِ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَعَقَدَ بِيَدِهِ هٰكَذَا وَإِقَامِ الصَّلٰوةِ، وَإِيتَاءِ الزَّكٰوةِ، وَأَنْ تُؤَدُّوا خُمُسَ مَا غَنِمْتُمْ. وَأَنْهَاكُمْ عَنِ الدُّبَّاءِ، وَالْحَنْتَمِ، وَالنَّقِيرِ، وَالْمُزَفَّتِ. وَقَالَ سُلَيْمَانُ وَأَبُو النُّعْمَانِ، عَنْ حَمَّادٍ الْإِيمَانِ بِاللّٰهِ شَهَادَةِ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ.

کا وفد نبی ﷺ کے پاس آیا' انہوں نے کہا: یارسول اللہ! یہ ربیعہ کا قبیلہ ہے' ہمارے اور آپ کے درمیان کفار مضر حائل ہیں اور ہم آپ کے پاس صرف حرمت والے مہینوں میں آ سکتے ہیں' سو آپ ہمیں ایسی چیز کا حکم دیں جس کو ہم آپ سے حاصل کریں اور اس کی طرف ان کو دعوت دیں جو ہمارے پیچھے ہیں' آپ نے فرمایا: میں تم کو چار چیزوں کا حکم دیتا ہوں اور چار چیزوں سے منع کرتا ہوں' اللہ پر ایمان لانے کا اور وہ یہ گواہی دینا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور آپ نے اپنی انگلی سے ایک کا اشارہ کیا' اور نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ دینے کا اور یہ کہ تم مال غنیمت سے پانچواں حصہ ادا کرو' اور میں تم کو کھوکھلے کدو' سبز گھڑوں' کھوکھلی لکڑی اور روغنی برتنوں (میں پینے) سے منع کرتا ہوں' اور سلیمان اور ابو النعمان نے حماد سے روایت میں کہا ہے: ایمان باللہ یہ گواہی دینا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۵۳ میں گزر چکی ہے۔

١٣٩٩ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ الْحَكَمُ بْنُ نَافِعٍ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبُ بْنُ أَبِي حَمْزَةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ لَمَّا تُوُفِّيَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ وَكَفَرَ مَنْ كَفَرَ مِنَ الْعَرَبِ، فَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ كَيْفَ تُقَاتِلُ النَّاسَ؟ وَقَدْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَقُولُوا لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، فَمَنْ قَالَهَا فَقَدْ عَصَمَ مِنِّي مَالَهُ وَنَفْسَهُ إِلَّا بِحَقِّهِ، وَحِسَابُهُ عَلَى اللّٰهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الیمان الحکم بن نافع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب بن ابی حمزہ نے حدیث بیان کی از الزہری' انہوں نے کہا: ہمیں عبید اللہ بن عتبہ بن مسعود نے حدیث بیان کی کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہو گئی اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے اور عرب میں سے جس نے کفر کرنا تھا اس نے کفر کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ لوگوں سے کس طرح قتال کریں گے' حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا ہے: مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے قتال کروں حتیٰ کہ وہ یہ کہیں: لا الٰہ الا اللہ' پس جس نے یہ کلمہ پڑھ لیا' اس نے مجھ سے اپنے مال اور اپنی جان کو محفوظ کر لیا سوا اس کے جو اس پر اسلام کا حق ہو' اور اس کا حساب اللہ کے ذمہ ہے۔

١٤٠٠ - فَقَالَ وَاللّٰهِ لَأُقَاتِلَنَّ مَنْ فَرَّقَ بَيْنَ الصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ، فَإِنَّ الزَّكٰوةَ حَقُّ الْمَالِ، وَاللّٰهِ لَوْ مَنَعُونِي عَنَاقًا كَانُوا يُؤَدُّونَهَا إِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

پس حضرت ابو بکر نے کہا: اللہ کی قسم! میں ان لوگوں سے ضرور قتال کروں گا جو نماز اور زکوٰۃ میں فرق کریں گے' کیونکہ زکوٰۃ مال کا حق ہے اور اللہ کی قسم! اگر انہوں نے مجھے اس بکری کے بچے کو

وَسَلَّمَ لَقَاتَلْتُهُمْ عَلٰى مَنْعِهَا. قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَوَاللّٰهِ مَا هُوَ اِلَّا اَنْ قَدْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَ اَبِيْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَعَرَفْتُ اَنَّهُ الْحَقُّ.

[طرف الحدیث: ۱۴۵۷۔ ۶۹۲۴۔ ۷۲۸۴]

دینے سے بھی انکار کیا جس کو وہ رسول اللہ ﷺ کو دیتے تھے تو میں اس کو نہ دینے کی وجہ سے ضرور ان سے قتال کروں گا' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: پس اللہ کی قسم! یہ وہی چیز تھی جس کے لیے اللہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سینہ کو کھول دیا تھا' پس میں نے جان لیا کہ یہی حق ہے۔

(صحیح مسلم: ۲۰' الرقم المسلسل: ۱۲۴' سنن ابوداؤد: ۱۵۵۶' سنن ترمذی: ۲۶۰۷' سنن نسائی: ۲۴۴۳' سنن بیہقی ج ۴ ص ۱۰۴' صحیح ابن حبان: ۲۱۶' مسند احمد ج ۱ ص ۱۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۱۷' ج ۱ ص ۲۷۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کے رجال کا اس سے پہلے تعارف ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: اللہ کی قسم! میں اس شخص سے ضرور قتال کروں گا جو نماز اور زکوٰۃ میں فرق کرے گا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد میں کفار عرب کی اقسام

اس حدیث میں مذکور ہے: اور عرب میں سے جس نے کفر کرنا تھا اس نے کفر کیا' کفر کرنے والے دو فریق تھے: (۱) مسیلمہ کذاب کے اصحاب' جن کا تعلق بنو حنیفہ وغیرہ سے تھا' اور جنہوں نے مسیلمہ کے دعوائے نبوت کی تصدیق کی تھی (۲) اسود عنسی کے اصحاب' جنہوں نے اس کی تصدیق کی تھی' ان کا تعلق اہل یمن سے تھا' یہ فرقہ سیدنا محمد ﷺ کی نبوت کا منکر تھا اور آپ کے غیر کی نبوت کا مدعی تھا' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان سے قتال کیا' حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے مسیلمہ کو یمامہ میں قتل کر دیا اور العنسی کو الصنعاء میں قتل کر دیا اور ان کی جمعیت ٹوٹ گئی اور ان میں سے اکثر ہلاک ہو گئے۔

دوسرا فریق وہ تھا جو دین سے مرتد ہو گیا' انہوں نے شریعت کا انکار کیا اور نماز اور زکوٰۃ وغیرہما اُمورِ دین کو ترک کر دیا' اور زمانہ جاہلیت کے طریقہ پر لوٹ گئے' اس وقت روئے زمین میں صرف تین مساجد تھیں: مسجد مکہ' مسجد مدینہ اور بحرین میں مسجد عبد القیس جس کو جواثی کہا جاتا تھا۔

کفار کی ایک اور قسم وہ تھی جو نماز اور زکوٰۃ میں فرق کر رہے تھے' وہ نماز کا اقرار کرتے تھے اور زکوٰۃ کی فرضیت کا اور امام کی طرف زکوٰۃ ادا کرنے کے وجوب کا انکار کرتے تھے' یہ لوگ حقیقت میں باغی تھے' اس زمانہ میں ان کو باغی اس لیے نہیں کہا گیا کیونکہ ان پر مرتدین کے نام کا غلبہ ہو گیا تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۴۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

اس سوال کا جواب کہ حضرت ابوبکر کے عہد میں منکرین زکوٰۃ کو کافر نہیں قرار دیا گیا تو کیا اب بھی یہی حکم ہے؟

حافظ ابوسلیمان حمد بن محمد الخطابی الشافعی المتوفی ۳۸۸ھ لکھتے ہیں:

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جن لوگوں نے نماز اور زکوٰۃ میں فرق کیا' نماز کا اقرار کیا اور زکوٰۃ کی فرضیت کا انکار کیا' ان کو حقیقۃً کافر نہیں قرار دیا گیا اور ان کے ساتھ باغیوں کا سا معاملہ کیا گیا تو اگر اس زمانہ میں بھی کوئی نماز کا اقرار کرے اور زکوٰۃ کا انکار کرے تو کیا اس کو بھی صرف باغی قرار دیا جائے گا اور کافر نہیں کہا جائے گا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس زمانہ میں جو شخص نماز اور زکوٰۃ میں فرق کرے گا' اس کے کفر پر اب اجماع ہو چکا ہے' اور حضرت ابوبکر کے زمانہ میں منکرین زکوٰۃ کو کافر اس لیے نہیں قرار دیا گیا کیونکہ ان کا زمانہ نزول شریعت کے قریب تھا اور اس زمانہ میں احکام تبدیل ہوتے رہتے تھے اور اس زمانہ کے عام لوگ دین کے احکام سے جاہل

تھے' پس زکوٰۃ کی ادائیگی کے متعلق ان کو یہ شبہ ہو گیا کہ زکوٰۃ کا وصول کرنا صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حق تھا اور صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف زکوٰۃ کا ادا کرنا واجب تھا۔ کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ. (التوبہ:١٠٣)

آپ ان کے مالوں میں سے زکوٰۃ لیجئے' جس سے آپ ان کو پاک کریں اوران کے باطن کو صاف کریں اوران کے لیے دعا کیجئے' بے شک آپ کی دعا ان کے لیے موجب طمانیت ہے۔

ان کا شبہ یہ تھا کہ زکوٰۃ کو وصول کرنا صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منصب تھا اور حضرت ابوبکر کا منصب نہیں ہے' اس لیے انہوں نے حضرت ابوبکر کو زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا' لیکن اب چونکہ احکام واضح ہو چکے ہیں اور مسلمانوں کا زکوٰۃ کی فرضیت پر اجماع ہو چکا ہے' اس لیے اب منکر زکوٰۃ کو مطلقاً کافر قرار دیا جائے گا۔ (اعلام السنن ج ١ ص ٣٨٥۔٣٨١ ملخصاً' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٨ھ)

* باب مذکور کی یہ حدیث' شرح صحیح مسلم: ٣٢ ۔ج ١ ص ٣٧٦ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

(١) حضرت ابوبکر کے عہد میں مرتدین اور مانعین زکوٰۃ کا بیان (٢) مانعین زکوٰۃ کا شبہ (٣) مانعین زکوٰۃ کو مرتدین میں شمار کرنے کی توجیہ اوران کے شبہ کا جواب (٤) قرآن مجید کے خطاب کرنے کی اقسام (٥) ضروریات دین کا انکار کفر ہے (٦) حدیث مذکور کی تفصیل میں دیگر احادیث (٧) باب مذکور کی حدیث سے استنباط شدہ مسائل۔

٢ - بَابُ الْبَيْعَةِ عَلٰى اِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ

زکوٰۃ کی ادائیگی پر بیعت کرنا

بیعت کا معنی ہے: کسی کے ہاتھ پر اس کی اطاعت کا عہد کرنا' عرف اسلام میں بیعت سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص کسی مرد صالح کے سامنے اپنے گناہوں سے تائب ہو اور اس کے سامنے یہ عہد کرے کہ وہ آئندہ اسلام کے احکام پر عمل کرے گا اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرے گا۔

﴿فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَاِخْوَانُكُمْ فِى الدِّيْنِ﴾ (التوبہ:١١).

پس اگر وہ توبہ کر لیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں تو وہ دین میں تمہارے بھائی ہیں۔ (التوبہ:١١)

دین میں بھائی وہ شخص بن سکتا ہے جو نماز قائم کرے اور زکوٰۃ ادا کرے' اور اسلام کی بیعت اسی وقت مکمل ہو گی جب کوئی شخص زکوٰۃ ادا کرے گا۔

١٤٠١ - حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنِىْ اَبِىْ قَالَ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ' عَنْ قَيْسٍ قَالَ قَالَ جَرِيْرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ بَايَعْتُ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى اِقَامِ الصَّلٰوةِ' وَاِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ' وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابن نمیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی از قیس' انہوں نے کہا کہ حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز قائم کرنے' زکوٰۃ ادا کرنے اور ہر مسلمان کے ساتھ خیر خواہی کرنے پر بیعت کی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٥٧ میں گزر چکی ہے۔

٣ - بَابُ اِثْمِ مَانِعِ الزَّكٰوةِ

زکوٰۃ نہ دینے والے کا گناہ

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد: اور جو لوگ سونے اور چاندی کو جمع

وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ يَوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ﴾ (التوبہ: ٣٥_٣٤).

کرتے ہیں اور اللہ کی راہ میں انہیں خرچ نہیں کرتے' آپ انہیں درد ناک عذاب کی بشارت دے دیجئے ۝ جس دن ان کے جمع کردہ سونے اور چاندی کو دوزخ کی آگ میں تپایا جائے گا' پھر اس سے ان کی پیشانیاں اور پہلو اور پیٹھیں داغی جائیں گی' (پس ان سے کہا جائے گا:) یہ ہے وہ جس کو تم نے جمع کیا تھا' سو اپنے جمع کیے ہوئے کا مزا چکھو ۝ (التوبہ: ٣٥_٣٤)

اس آیت میں "کنز" (خزانہ) کا لفظ ہے' "کنز" اس مال کو کہتے ہیں جس کو جمع کیا جائے' جو مال مدفون ہو اس کو بھی "کنز" کہتے ہیں' جس جمع شدہ مال پر یہ وعید ہے کہ یہ وہ مال ہے جس کی زکوٰۃ ادا نہ کی گئی ہو اور جس مال کی زکوٰۃ ادا کر دی گئی ہو وہ "کنز" نہیں ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب التوبہ: ٣٤ نازل ہوئی تو مسلمانوں پر یہ آیت بہت شاق گزری' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: چلو! میں تمہارے لیے اس معاملہ کو کشادہ کراتا ہوں' پھر انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر کہا: اے اللہ کے نبی! آپ کے اصحاب پر یہ آیت بہت شاق گزری ہے' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ صرف اس لیے فرض کی ہے کہ تمہارا مال پاکیزہ ہو جائے اور وراثت تمہارے بعد والوں کے لیے فرض کی ہے۔

(سنن ابوداؤد: ١٦٦٤' مسند ابو یعلیٰ: ٢٤٩٩' المستدرک ج ٢ ص ٣٣٣' سنن بیہقی ج ٤ ص ٨٣)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں سونے کی پازیب پہنتی تھی' میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا یہ کنز ہے؟ آپ نے فرمایا: جو مال زکوٰۃ کی مقدار کو پہنچ گیا اور اس کی زکوٰۃ ادا کر دی گئی' وہ کنز نہیں ہے۔ (سنن ابوداؤد: ١٥٦٤' الاستذکار: ١٢٤٠٨)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم نے اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کر دی تو تم نے اس حق کو ادا کر دیا جو تم پر واجب تھا۔ (سنن ترمذی: ٦١٨' سنن ابن ماجہ: ١٧٨٨' سنن بیہقی ج ٤ ص ٨٤' معرفۃ الآثار: ٧٨٤٢)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس مال کی تم نے زکوٰۃ ادا کر دی ہو تو خواہ وہ مال سات زمینوں کے نیچے ہو' وہ کنز نہیں ہے اور جس مال کی تم نے زکوٰۃ ادا نہیں کی تو خواہ وہ ظاہر ہو' وہ پھر بھی کنز ہے۔

(مصنف عبد الرزاق ج ٤ ص ١٠٦' الاستذکار: ١٢٧٠٣)

ان احادیث سے ثابت ہوا کہ کنز سے مراد وہ جمع شدہ مال ہے جس کو دوزخ کی آگ میں تپا کر زکوٰۃ نہ دینے والوں کی پیشانیوں اور پیٹھوں کو داغا جائے گا۔

١٤٠٢ - حَدَّثَنَا الْحَكَمُ بْنُ نَافِعٍ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُو الزِّنَادِ اَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ ابْنَ هُرْمُزَ الْاَعْرَجَ حَدَّثَهٗ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَاْتِي الْاِبِلُ عَلٰى صَاحِبِهَا عَلٰى خَيْرِ مَا كَانَتْ اِذَا هُوَ لَمْ يُعْطِ فِيْهَا حَقَّهَا' تَطَؤُهٗ بِاَخْفَافِهَا' وَتَاْتِي الْغَنَمُ عَلٰى

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحکم بن نافع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو الزناد نے حدیث بیان کی کہ عبد الرحمٰن بن ہرمز الاعرج نے ان کو حدیث بیان کی کہ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اونٹ والے نے اونٹ کا حق ادا نہیں کیا ہو گا تو (قیامت کے دن) اس

صَاحِبِهَا عَلٰى خَيْرِ مَا كَانَتْ، إِذَا لَمْ يُعْطِ فِيهَا حَقَّهَا، تَطَؤُهُ بِأَظْلَافِهَا، وَتَنْطَحُهُ بِقُرُونِهَا، قَالَ وَمِنْ حَقِّهَا أَنْ تُحْلَبَ عَلَى الْمَاءِ. قَالَ وَلَا يَأْتِيْ أَحَدُكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِشَاةٍ يَحْمِلُهَا عَلٰى رَقَبَتِهِ لَهَا يُعَارٌ، فَيَقُولُ يَا مُحَمَّدُ، فَأَقُولُ لَا أَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا، قَدْ بَلَّغْتُ، وَلَا يَأْتِيْ بِبَعِيرٍ يَحْمِلُهُ عَلٰى رَقَبَتِهِ لَهُ رُغَاءٌ، فَيَقُولُ يَا مُحَمَّدُ، فَأَقُولُ لَا أَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا، قَدْ بَلَّغْتُ.

[اطراف الحدیث: ٢٣٧٨، ٣٠٧٣، ٦٩٥٨]

(صحیح مسلم: ٩٨٧، الرقم المسلسل: ٢٢٥٦، سنن ابوداؤد: ١٦٥٨، سنن نسائی: ٢٤٨٢-٢٤٤٨، سنن ابن ماجہ: ١٧٨٢، مسند احمد ج ٢ ص ٣٨٣ طبع قدیم، مسند احمد: ٧٧٨٩٧، ج ١٣ ص ٥٣٣-٥٣٢، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

کے اونٹ انتہائی فربہ جسامت اس کے پاس آ کر اس کو اپنے پیروں سے روندیں گے اور جب بکریوں والے نے بکریوں کا حق ادا نہیں کیا ہوگا تو اس کی بکریاں اس کو اپنے کھروں سے روندیں گی اور اس کو اپنے سینگوں سے ماریں گی اور اس کے حق میں سے یہ بھی ہے کہ پانی پلانے کی جگہ پر اس کا دودھ دوہا جائے اور تم میں سے کوئی شخص قیامت کے دن اس حال میں نہ آئے کہ اس کی بکری اس کی گردن پر سوار ہو اور ممیا رہی ہو' پس وہ شخص کہے گا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! پھر میں کہوں گا کہ میں تمہارے لیے کسی چیز کا مالک نہیں ہوں' تحقیق میں تبلیغ کر چکا ہوں' اور تم میں سے کوئی شخص اس حال میں نہ آئے کہ اس کا اونٹ اس کی گردن پر سوار ہو اور وہ بلبلا رہا ہو' پس وہ کہے گا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! پھر میں کہوں گا کہ میں تمہارے لیے کسی چیز کا مالک نہیں ہوں' تحقیق میں تبلیغ کر چکا ہوں۔

حدیث مذکور کے رجال

(١) الحکم بن نافع ابوالیمان البہرانی الحمصی (٢) شعیب بن ابی حمزہ الحمصی (٣) ابوالزناد ان کا نام عبد اللہ بن ذکوان ہے (٤) عبدالرحمان بن ہرمز (٥) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ٨ ص ٣٦٠)

اس حدیث کی مطابقت باب کے عنوان کے ساتھ اس طرح ہے کہ اس حدیث میں قیامت کے دن زکوۃ نہ دینے والوں کا گناہ بیان کیا گیا ہے۔

حدیث مذکور کے فوائد

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ اونٹوں اور بکریوں کی زکوۃ ادا کرنا واجب ہے' باقی رہا یہ کہ ان کی زکوۃ کی کیا مقدار ہے' اس کا بیان دوسری احادیث میں آئے گا۔

مویشیوں کے حقوق میں سے یہ بھی ہے کہ جب مویشیوں کو پانی پلانے کے لیے لے جائیں تو گزرنے والوں کو ان کا دودھ نکال کر پلائیں' اور ضرورت مندوں کو ان پر سوار کریں' تاہم اکثر علماء کا یہ مذہب ہے کہ ان حقوق کو ادا کرنا مستحب ہے۔

١٤٠٣ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ، عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِيْ صَالِحٍ السَّمَّانِ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ آتَاهُ اللّٰهُ مَالًا، فَلَمْ يُؤَدِّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے بیان کیا کہ ہمیں ہاشم بن القاسم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الرحمان بن عبد اللہ بن دینار نے حدیث بیان کی از والد خود از ابی صالح السمان از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

زَكٰوتَهٗ' مُثِّلَ لَهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ شُجَاعًا اَقْرَعَ' لَهٗ زَبِيبَتَانِ' يُطَوَّقُهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ' ثُمَّ يَاْخُذُ بِلِهْزِمَتَيْهِ . يَعْنِيْ شِدْقَيْهِ ثُمَّ يَقُوْلُ اَنَا مَالُكَ' اَنَا كَنْزُكَ' ثُمَّ تَلَا ﴿وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ﴾ (آل عمران: ١٨٠) الْاٰيَةَ.

[اطراف الحدیث: ٤٥٦٥-٤٦٥٩-٤٩٥٧]

(صحیح مسلم: ٩٨٨' الرقم المسلسل: ٢٢٥٩' السنن الکبریٰ: ١١٦٢١' مسند احمد ج ٢ ص ٢٧٩ طبع قدیم' مسند احمد: ٧٧٥٦-ج ١٣ ص ١٧٨' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

جس شخص کو اللہ نے مال دیا ہو اور وہ اس کی زکوٰۃ ادا نہ کرے' وہ مال قیامت کے دن گنجا سانپ بنا دیا جائے گا' اس کی آنکھوں کے اوپر دو سیاہ نقطے ہوں گے' اس سانپ کو اس کے گلے میں طوق بنا کر ڈال دیا جائے گا' پھر وہ اس شخص کو اپنے جبڑوں سے پکڑے گا' پھر کہے گا: میں تیرا مال ہوں' میں تیرا خزانہ ہوں' پھر انہوں نے یہ آیت تلاوت کی: جن لوگوں کو اللہ نے اپنے فضل سے مال عطا کیا ہے اور وہ اس میں بخل کرتے ہیں' وہ اس کو بہتر گمان نہ کریں بلکہ وہ ان کے لیے بدتر ہے۔ (آل عمران: ١٨٠)

حدیث مذکور کے رجال

(١) علی بن عبد اللہ المعروف بابن المدینی (٢) ہاشم بن القاسم ابو النضر التیمی اللیثی الکنانی' یہ بغداد میں ٢٠٧ھ میں فوت ہو گئے تھے (٣) عبد الرحمان بن عبد اللہ (٤) ان کے والد عبد اللہ بن دینار مولیٰ عبد اللہ بن عمر (٥) ابو صالح' ان کا نام ذکوان ہے (٦) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ٨ ص ٣٦٢)

حدیث مذکور کے فوائد اور مسائل اور سونے اور چاندی کی زکوٰۃ کا نصاب

اس حدیث میں زکوٰۃ نہ دینے پر شدید وعید ہے اور اس میں یہ ثبوت ہے کہ زکوٰۃ دینا فرض ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ مال اور خزانہ کو قیامت کے دن سانپ بنا دیا جائے گا' اس میں یہ ثبوت ہے کہ خارجی چیزیں ایک حقیقت سے دوسری حقیقت میں تبدیل ہو جاتی ہیں' اور یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت میں آسان ہے' اس لیے اس کا انکار کرنا درست نہیں ہے' نمک کی کان میں مرا ہوا گدھا نمک بن جاتا ہے۔

اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ لفظ مال سونے اور چاندی اور دیگر ان اجناس کو شامل ہے جن میں زکوٰۃ ہوتی ہے۔

المہلب نے لکھا ہے کہ سونے کی زکوٰۃ کے نصاب کی مقدار میں اس طرح حدیث ثابت نہیں ہے' جس طرح چاندی کے نصاب کی مقدار میں حدیث ہے۔ (شرح ابن بطال ج ٣ ص ٣٨٩-٣٨٨)

میں کہتا ہوں کہ چاندی کے نصاب کے متعلق یہ حدیث ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اہل یمن کی طرف فرضیت زکوٰۃ کے متعلق مکتوب بھیجا' اس کے آخر میں یہ مذکور تھا' اس میں چاندی کے نصاب کی صراحت ہے:

اور چاندی میں چالیسواں حصہ زکوٰۃ ہے' اگر اس کے پاس صرف ایک سو نوے درہم ہوں تو ان میں زکوٰۃ نہیں ہے سوا اس کے کہ زکوٰۃ دینے والا چاہے۔ (صحیح ابن حبان: ٣٢٦٦)

درج ذیل حدیث میں سونے کے نصاب کی مقدار کی صراحت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کے لیے جو مکتوب لکھوایا' اس میں درج ہے:

پس جب سونے کی قیمت دو سو درہم کو پہنچ جائے تو ہر چالیس درہم میں ایک درہم زکوٰۃ ہے۔

(المستدرک: ١٤٨٦' دار المعرفۃ بیروت' ١٤٢٧ھ)

سونے اور چاندی دونوں کے نصاب کے متعلق یہ حدیث ہے:
حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تمہارے پاس دو سو درہم ہوں اور ان پر ایک سال گزر جائے تو ان میں پانچ درہم زکوۃ ہے اور سونے میں تم پر زکوۃ فرض نہیں ہے حتیٰ کہ تمہارے پاس بیس دینار ہوں اور ان پر ایک سال گزر جائے پس اس میں نصف دینار زکوۃ ہے اور جو اس سے زائد مقدار ہو تو اس میں اسی حساب سے زکوۃ ہے۔ (سنن ابوداؤد: ١٥٧٣)
علامہ عینی نے لکھا ہے کہ جمہور علماء کا مذہب یہ ہے کہ جب سونا بیس مثقال ہو اور اس کی قیمت دو سو درہم ہو تو اس میں نصف مثقال زکوۃ فرض ہوگی۔ (عمدۃ القاری ج ٨ ص ٣٦٥)
صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی متوفی ١٣٦٧ھ لکھتے ہیں:
سونے کا نصاب بیس مثقال ہے یعنی ساڑھے سات تولے اور چاندی کا نصاب دو سو درہم ہے یعنی ساڑھے باون تولے۔
(بہار شریعت حصہ ٥ ص ١٩ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ٢١٩٣-٢١٨٦- ج ٧ ص ٩١٢- ٩٠٧ پر مذکور ہے وہاں اس کی شرح کا عنوان ہے: گھوڑوں پر زکوۃ میں مذاہب۔

٤ - بَابُ مَا اُدِّيَ زَكٰوتُهٗ فَلَيْسَ بِكَنْزٍ

جس مال کی زکوۃ ادا کر دی گئی وہ کنز (خزانہ) نہیں ہے

لِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ فِيْمَا دُوْنَ خَمْسَةِ اَوَاقٍ صَدَقَةٌ.

کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: پانچ اواق (دو سو درہم) سے کم میں زکوۃ نہیں ہے۔

اس تعلیق کی اصل صحیح البخاری: ١٤٠٥ میں آرہی ہے۔

١٤٠٤ - وَقَالَ اَحْمَدُ بْنُ شَبِيْبِ بْنِ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا اَبِيْ، عَنْ يُوْنُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ خَالِدِ بْنِ اَسْلَمَ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا، فَقَالَ اَعْرَابِيٌّ اَخْبِرْنِيْ قَوْلَ اللّٰهِ ﴿وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ (التوبہ: ٣٤). قَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا مَنْ كَنَزَهَا فَلَمْ يُؤَدِّ زَكٰوتَهَا فَوَيْلٌ لَّهٗ، اِنَّمَا كَانَ هٰذَا قَبْلَ اَنْ تُنْزَلَ الزَّكٰوةُ، فَلَمَّا اُنْزِلَتْ جَعَلَهَا اللّٰهُ طُهْرًا لِّلْاَمْوَالِ. [طرف الحدیث: ٤٦٦١] (سنن ابن ماجہ: ١٧٨٧)

اور احمد بن شبیب بن سعید نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی از یونس از ابن شہاب از خالد بن اسلم انہوں نے بیان کیا کہ ہم حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ نکلے تو ایک اعرابی نے کہا: مجھے اس آیت کے متعلق خبر دیجئے: وہ لوگ جو سونے اور چاندی کو جمع کرتے ہیں اور ان کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے۔ (التوبہ: ٣٤) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: جس نے ان کو جمع کیا اور ان کی زکوۃ ادا نہیں کی سو اس کے لیے عذاب ہے اس آیت کا حکم اس وقت تھا جب زکوۃ کا حکم نازل نہیں ہوا تھا پس جب زکوۃ کا حکم نازل ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے زکوۃ کو اموال کی پاکیزگی کا ذریعہ بنا دیا۔

حدیث مذکور کے رجال

(١) احمد بن شبیب الحبطی ابن قانع نے کہا: یہ ٢٢٩ھ میں فوت ہو گئے تھے (٢) ان کے والد شبیب بن سعید ابو سعید الحبطی یہ ٢٨٦ھ میں فوت ہو گئے تھے (٣) یونس بن یزید الایلی (٤) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (٥) خالد بن اسلم یہ زید بن اسلم کے بھائی

ہیں یہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام ہیں (٦) حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ٨ ص ٣٦٧)

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت مفہوم مخالف کے اعتبار سے ہے' کیونکہ عنوان ہے: جس مال کی زکوٰۃ ادا کر دی گئی وہ کنز نہیں ہے' اور حدیث میں ہے: جس نے مال جمع کیا اور اس کی زکوٰۃ ادا نہیں کی سو اس کے لیے عذاب ہے' اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ جس نے زکوٰۃ ادا کر دی اس کو عذاب نہیں ہوگا۔

زکوٰۃ کی فرضیت کی تاریخ

اس حدیث میں مذکور ہے: جب زکوٰۃ کا حکم نازل نہیں ہوا تھا' جس اول وقت میں زکوٰۃ فرض ہوئی' اس کی تعیین میں اختلاف ہے' اکثر علماء کے نزدیک زکوٰۃ ہجرت کے بعد فرض ہوئی ہے' ایک قول یہ ہے کہ زکوٰۃ ٢ھ میں روزے فرض ہونے سے پہلے فرض ہوئی تھی۔ علامہ ابن اثیر نے کہا ہے کہ زکوٰۃ ٩ھ میں فرض ہوئی تھی۔

ان کے اس قول پر رد کیا گیا ہے کیونکہ متعدد احادیث میں اس سے پہلے زکوٰۃ کا ذکر ہے' حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ کا ہرقل کے ساتھ جو مکالمہ ہوا تھا' اس میں مذکور ہے کہ آپ ہمیں نماز پڑھنے اور زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیتے ہیں۔ (صحیح البخاری: ٧) اور یہ ٧ھ کے اوائل کا واقعہ ہے۔

زکوٰۃ ادا کرنے سے مال اور مال دار کا پاک ہونا

اس حدیث میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کو اموال کی پاکیزگی کا ذریعہ بنا دیا۔

کیونکہ زکوٰۃ لوگوں کا میل ہے اسی لیے یہ بنی ہاشم کے لیے جائز نہیں ہے' حدیث میں ہے:

حضرت ربیعہ بن الحارث بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ صدقہ صرف لوگوں کا میل ہے اور (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور آلِ محمد کے لیے جائز نہیں ہے۔ (صحیح مسلم: ١٠٧٢' سنن ابو داؤد: ٢٩٨٥' سنن نسائی: ٢٦٠٨)

پس جب زکوٰۃ ادا کر دی جائے گی تو مال پاک ہو جائے گا اور زکوٰۃ دینے والا رذائل اخلاق اور بخل سے پاک ہو جائے گا۔

(عمدۃ القاری ج ٨ ص ٣٦٨-٣٦٧' دار الکتب العلمیہ بیروت' ١٤٢١ھ)

١٤٠٥ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ يَزِيدَ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبُ بْنُ إِسْحَاقَ قَالَ الْأَوْزَاعِيُّ أَخْبَرَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ أَنَّ عَمْرَو بْنَ يَحْيَى بْنِ عُمَارَةَ أَخْبَرَهُ عَنْ أَبِيهِ يَحْيَى بْنِ عُمَارَةَ بْنِ أَبِي الْحَسَنِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُولُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسِ أَوَاقٍ صَدَقَةٌ وَلَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسِ ذَوْدٍ صَدَقَةٌ وَلَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسِ أَوْسُقٍ صَدَقَةٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن یزید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب بن اسحاق نے خبر دی' اوزاعی نے کہا: مجھے یحییٰ بن ابی کثیر نے خبر دی' ان کو عمرو بن یحییٰ بن عمارہ نے خبر دی از والد خود' یحییٰ بن عمارہ بن ابی الحسن کہ انہوں نے حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانچ اواق (دو سو درہم) سے کم میں صدقہ (زکوٰۃ) نہیں ہے' اور پانچ اونٹوں سے کم میں صدقہ نہیں ہے اور پانچ وسق (تیس من) سے کم غلہ میں صدقہ نہیں ہے۔

[اطراف الحدیث: ١٤٤٧-١٤٥٩-١٤٨٤] (صحیح مسلم: ٩٧٩' الرقم المسلسل: ٢٢٨٧' سنن ابو داؤد: ١٥٥٨' سنن ترمذی: ٦٢٧-٦٢٦' سنن نسائی: ٢٤٤٥' سنن ابن ماجہ: ١٧٩٣' مسند الحمیدی: ٧٣٥' السنن الکبریٰ: ٢٢٢٥' المنتقیٰ: ٣٤٠' مسند ابو یعلیٰ: ٩٧٩' الکامل لابن عدی ج ٥ ص ١٧٨٩' سنن بیہقی ج ٤ ص ١٣٣' مصنف عبد الرزاق: ٧٢٥٢' مصنف ابن ابی شیبہ ج ٣ ص ١١٧' صحیح ابن حبان: ٣٢٦٨' سنن دارقطنی ج ٢ ص ٩٣-٩٢' مسند احمد

ج ۳ ص ۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۱۰۳۰- ج ۱۷ ص ۷۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' موطأ امام مالک۔ الزکوٰۃ: ۲-۱' جامع المسانید لابن جوزی: ۲۱۵۳' مکتبہ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ' مسند الطحاوی: ۲۱۷۹)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) اسحاق بن یزید' یہ اصل میں اسحاق بن ابراہیم بن یزید ہیں' ان کی کنیت ابوالنضر السامی ہے (۲) شعیب بن اسحاق' یہ ۱۸۹ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) عبد الرحمن بن عمرو الاوزاعی (۴) یحییٰ بن ابی کثیر (۵) عمرو بن یحییٰ بن عمارہ (۶) ان کے والد یحییٰ بن عمارہ بن ابی الحسن المازنی الانصاری (۷) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ' ان کا نام سعید بن مالک ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۳۶۹)

مشکل الفاظ کے معانی

اس حدیث میں ''اوقیہ'' کا لفظ ہے' اس کی جمع ''اواقی'' اور یاء کے حذف کے ساتھ ''اواق'' ہے' محدثین' فقہاء اور ائمہ لغت کا اس پر اجماع ہے کہ اوقیہ شرعیہ چالیس درہم ہے۔

نیز اس حدیث میں ''ذَوْد'' کا لفظ ہے' اس کا اطلاق تین سے لے کر دس اونٹوں پر ہوتا ہے۔

اس میں ''اوسق'' کا لفظ ہے' یہ ''وسق'' کی جمع ہے' ایک وسق ساٹھ صاع کا ہوتا ہے اور ایک صاع چار کلوگرام کا ہے' لہٰذا پانچ وسق تقریباً ۳۰ من وزن ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۳۶۹-۳۷۲)

زمین کی پیداوار میں عُشر کے وجوب کے متعلق اختلاف فقہاء اور امام ابوحنیفہ کے مؤقف پر دلائل

اس حدیث میں مذکور ہے: پانچ وسق سے کم غلہ میں صدقہ نہیں ہے' اور صدقہ سے مراد ہے: عُشر (پیداوار کا دسواں حصہ)۔ امام شافعی' امام ابو یوسف اور امام محمد کہتے ہیں کہ اگر زمین کی پیداوار پانچ وسق کو پہنچ جائے تب تو اس میں عشر واجب ہوگا ورنہ نہیں۔

اور امام ابوحنیفہ کہتے ہیں کہ زمین کی پیداوار جتنی بھی ہو خواہ قلیل ہو یا کثیر' اس میں عشر دینا واجب ہے بہ شرطیکہ وہ زمین بارش یا چشموں کے پانی سے سیراب ہوتی ہو۔

علامہ نووی نے لکھا ہے: یہ مذہب باطل ہے' احادیث صحیحہ کے منابذ ہے یعنی ان کو ساقط کرنے والا ہے۔

(صحیح مسلم بشرح النووی ج ۴ ص ۲۶۹۷' مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

میں کہتا ہوں کہ امام ابوحنیفہ کا مذہب قرآن مجید اور احادیث صحیحہ اور آثار قویہ سے ثابت ہے اور علامہ نووی کا قول باطل ہے۔

قرآن مجید کی آیات درج ذیل ہیں:

كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ. (الانعام: ۱۴۱) درخت جب پھل دے تو اس پھل سے کھاؤ اور اس کی کٹائی کے دن اس کا حق ادا کرو۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے پھلوں کی کسی مقدار کو بیان نہیں کیا' اس سے معلوم ہوا کہ درخت کے پھلوں پر مطلقاً عشر واجب ہے خواہ ان کی مقدار قلیل ہو یا کثیر۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ. (البقرہ: ۲۶۷) اے ایمان والو! اپنی کمائی سے پاکیزہ چیزوں کو خرچ کرو اور جو کچھ ہم نے تمہارے لیے زمین سے نکالا ہے اس میں سے (خرچ کرو)۔

اس آیت میں فرمایا ہے: جو کچھ ہم نے تمہارے لیے زمین سے نکالا ہے اور اس کی کسی مقدار کو بیان نہیں فرمایا یعنی زمین سے ہم نے جو کچھ پیدا کیا ہے خواہ وہ قلیل ہو یا کثیر اس میں سے ہماری راہ میں خرچ کرو۔

ان دونوں آیتوں کا مفاد یہ ہے کہ زمین کی پیداوار خواہ قلیل ہو یا کثیر اس میں عشر واجب ہے اور یہی امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب ہے اور رہیں احادیث صحیحہ تو وہ درج ذیل ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو کھیت بارش یا چشموں سے سیراب ہو یا وہ کھیت قریب کے پانی سے سیراب ہو اس سے عشر لیا جائے گا اور جو کھیت کنویں کے پانی سے سیراب کیا جائے اس میں سے نصف (پیداوار کا بیسواں حصہ) لیا جائے گا۔ (صحیح البخاری: ۱۴۸۳' سنن ابوداؤد: ۱۵۹۶' سنن ترمذی: ۶۴۰' سنن نسائی: ۲۴۸۷' سنن ابن ماجہ: ۱۸۱۷' صحیح ابن خزیمہ: ۲۳۰۷' مصنف عبدالرزاق: ۷۲۷۰۔ ۷۲۶۵)

جعفر بن محمد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جس کھیت کو بارش یا قریبی پانی یا دریا سیراب کریں اس میں عشر ہے اور جس زمین کو کنویں کے ڈولوں سے سیراب کیا جائے اس میں نصف عشر ہے۔

(مصنف عبدالرزاق: ۱۹۵۱۔ ج ۴ ص ۱۰۴' دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس کھیت کو چشموں سے سیراب کیا جائے یا بارش کے پانی سے اس میں عشر ہے اور جس کھیت کو کنویں سے سیراب کیا جائے اس میں نصف عشر ہے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۷۲۶۳۔ ج ۴ ص ۱۰۴)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس زمین کو بارش نے سیراب کیا یا چشموں نے اس میں عشر ہے اور جس زمین کو کنویں سے سیراب کیا گیا اس میں نصف عشر ہے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۷۲۳۰۔ ۷۲۳۱' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۱۴۶' مسند احمد ج ۳ ص ۳۴۱ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۴۶۶۶۔ ج ۲۳ ص ۱۳۱' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جن کھیتوں کو دریاؤں اور چشموں نے سیراب کیا ہو ان میں عشر ہے اور جن کھیتوں کو کنوؤں سے سیراب کیا گیا ہو ان میں نصف عشر ہے۔

(صحیح مسلم: ۹۸۱' سنن ابوداؤد: ۱۵۹۷' سنن نسائی: ۲۴۶۸' المنتقی: ۳۴۷' صحیح ابن خزیمہ: ۲۳۰۹' سنن دار قطنی ج ۲ ص ۱۳۰' سنن بیہقی ج ۴ ص ۱۳۰' مسند احمد ج ۳ ص ۳۴۱ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۴۶۶۷۔ ج ۲۳ ص ۱۳۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ نے اپنی سند کے ساتھ اس باب میں بہ کثرت احادیث و آثار کو روایت کیا ہے:

عمرو بن شعیب اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں' آپ نے فرمایا: جس کھیت کو جاری پانی نے سیراب کیا ہو اس میں عشر ہے اور جس کھیت کو کنویں کے ڈول سے سیراب کیا گیا ہو اس میں نصف عشر ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۱۷۳' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۰۷۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ج ۳ ص ۱۴۴' ادارۃ القرآن' کراچی)

شعبی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کی طرف مکتوب لکھا: جس زمین کی گندم' جو' کھجور اور انگور کو بارش سے سیراب کیا گیا ہو اس میں عشر ہے اور جس کو کنویں سے سیراب کیا گیا ہو اس میں نصف عشر ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۱۷۴' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ج ۳ ص ۱۴۵' ادارۃ القرآن' کراچی)

الحکم بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن میں حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی طرف لکھا: جس زمین کو بارش نے یا جاری پانی

نے سیراب کیا ہو اس میں عشر ہے اور جس زمین کو کنویں کے ڈولوں نے سیراب کیا ہو اس میں نصف عشر ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۱۷۵ ' مجلس علمی ' بیروت ' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۰۸۰ ' دار الکتب العلمیہ ' بیروت)

ابو الخلیل بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنت قرار دیا کہ جس زمین کو یا کھجور کو بارش نے یا چشموں نے یا جاری پانی نے سیراب کیا ہو اس میں عشر ہے اور جس زمین کو کنویں کی رسی اور ڈول نے سیراب کیا ہو اس میں نصف عشر ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۱۷۶ ' مجلس علمی ' بیروت ' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۰۸۱ ' دار الکتب العلمیہ ' بیروت)

حضرت علی نے فرمایا: جس زمین کو بارش نے یا جاری پانی نے سیراب کیا ہو' اس میں عشر ہے اور جس زمین کو کنویں کے ڈولوں نے سیراب کیا ہو اس میں نصف عشر ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۱۷۷ ' مجلس علمی ' بیروت ' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۰۸۲ ' دار الکتب العلمیہ ' بیروت)

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنت قرار دیا' جس زمین یا کھجور کو بارش نے یا جاری پانی نے سیراب کیا ہو' اس میں عشر ہے اور جس زمین کو کنویں کی رسی اور ڈول سے سیراب کیا گیا ہو اس میں نصف عشر ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۱۷۸ ' مجلس علمی ' بیروت ' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۰۸۳ ' دار الکتب العلمیہ ' بیروت)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل یمن کی طرف لکھا: جس زمین کو چشمے نے یا بارش نے سیراب کیا ہو' اس میں عشر ہے اور جس زمین کو کنویں کے ڈولوں سے سیراب کیا ہو اس میں نصف عشر ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۱۷۹ ' مجلس علمی ' بیروت ' مصنف ابن ابی شیبہ: ج ۳ ص ۱۴۶ ' ادارۃ القرآن ' کراچی)

ابن جریج بیان کرتے ہیں: میں نے عطاء سے پوچھا: جو کھجور یا کھیت پانی کے قریب ہو اس میں کیا واجب ہے؟ انہوں نے کہا: عشر' میں نے کہا: اور جس زمین کو کنویں کے ڈولوں سے سیراب کیا جائے' اس میں؟ انہوں نے کہا: نصف عشر۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۱۸۲ ' مجلس علمی ' بیروت ' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۰۸۷ ' دار الکتب العلمیہ ' بیروت)

معمر بیان کرتے ہیں کہ الزہری پھلوں میں وقت مقرر نہیں کرتے تھے اور عشر اور نصف عشر کا فتویٰ دیتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۱۸۴ ' مجلس علمی ' بیروت ' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۰۸۹ ' دار الکتب العلمیہ ' بیروت ' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۱۴۶ ' ادارۃ القرآن ' کراچی)

ہم نے بہ کثرت احادیث صحیحہ اور آثار قویہ نقل کیے ہیں' جن میں یہ مذکور ہے کہ جس زمین یا کھیت کو بارش نے یا چشموں نے یا جاری پانی نے سیراب کیا ہو اس میں عشر ہوگا اور ان میں سے کسی حدیث میں زمین کی پیداوار کی مقدار کا تعین نہیں کیا کہ وہ پانچ وسق ہو یا اس سے کم یا زیادہ ہو' پس یہ تمام احادیث اور آثار اس پر ناطق اور شاہد ہیں کہ زمین کی پیداوار خواہ قلیل ہو یا کثیر ہو اس میں عشر واجب ہے' متعدد صحابہ اور فقہاء تابعین کا یہی مذہب ہے اور امام ابوحنیفہ اس میں منفرد نہیں ہیں' اگر علامہ نووی کو ان احادیث اور آثار کا علم ہوتا تو وہ کبھی یہ نہ کہتے کہ امام ابوحنیفہ کا مذہب باطل ہے اور احادیث صحیحہ کو ساقط کرنے والا ہے' علامہ نووی جن کے مقلد ہیں' وہ کہتے ہیں کہ تمام فقہاء امام ابوحنیفہ کے پروردہ ہیں۔ (میزان الشریعۃ الکبریٰ ج ۱ ص ۸۹) امام شافعی' امام ابوحنیفہ کا اس قدر ادب کرتے تھے کہ منہاج کے حاشیہ میں مذکور ہے کہ امام شافعی نے امام ابوحنیفہ کی قبر کے پاس صبح کی نماز پڑھی تو اس میں دعاء قنوت نہیں پڑھی' ان سے پوچھا گیا کہ آپ کا مذہب ہے کہ نماز فجر میں دعاء قنوت پڑھی جائے تو پھر آپ نے کیوں دعاء قنوت نہیں پڑھی؟ تو انہوں نے کہا: امام ابوحنیفہ کے ادب کی وجہ سے۔ (رد المحتار ج ۱ ص ۱۳۹ ' دار احیاء التراث العربی ' بیروت' ۱۴۱۹ ھ)

باب مذکور کی حدیث جس میں یہ ارشاد ہے کہ پانچ وسق سے کم میں صدقہ نہیں ہے' وہ حدیث اموال تجارت پر محمول ہے کیونکہ

اس وقت پانچ وسق' دوسو درہم کے برابر ہوتے تھے' اس لیے فرمایا کہ پانچ وسق سے کم میں صدقہ نہیں ہے۔

* شرح صحیح مسلم: ٢١٦٢-ج ٢ ص ٨٨٩-٨٨٦ کی شرح میں بھی اس مسئلہ پر بحث کی گئی ہے' اس شرح کے عنوان ہیں:

① زرعی پیداوار کے نصاب زکوٰۃ میں فقہاء کے نظریات ② ائمہ ثلاثہ کا نظریہ ③ امام ابوحنیفہ کا نظریہ۔

ہم نے اپنی اس شرح' نعمۃ الباری میں امام ابوحنیفہ کے مذہب کی تائید میں جس قدر احادیثِ صحیحہ اور آثارِ قویہ کو پیش کیا ہے' کسی اور کتاب میں اس قدر احادیث اور آثار کو جمع نہیں کیا گیا۔ وللّٰه الحمد علٰی ذالك.

١٤٠٦ - حَدَّثَنَا عَلِيٌّ سَمِعَ هُشَيْمًا قَالَ اَخْبَرَنَا حُصَيْنٌ، عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ قَالَ مَرَرْتُ بِالرَّبَذَةِ، فَإِذَا أَنَا بِأَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، فَقُلْتُ لَهُ مَا أَنْزَلَكَ مَنْزِلَكَ هٰذَا؟ قَالَ كُنْتُ بِالشَّامِ، فَاخْتَلَفْتُ أَنَا وَمُعَاوِيَةُ فِي ﴿وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ﴾ (التوبہ: ٣٤) قَالَ مُعَاوِيَةُ نَزَلَتْ فِي أَهْلِ الْكِتَابِ، فَقُلْتُ نَزَلَتْ فِينَا وَفِيهِمْ، فَكَانَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ فِي ذٰلِكَ، وَكَتَبَ إِلٰى عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَشْكُونِي، فَكَتَبَ إِلَيَّ عُثْمَانُ أَنِ اقْدَمِ الْمَدِينَةَ، فَقَدِمْتُهَا، فَكَثُرَ عَلَيَّ النَّاسُ حَتّٰى كَأَنَّهُمْ لَمْ يَرَوْنِي قَبْلَ ذٰلِكَ، فَذَكَرْتُ ذَاكَ لِعُثْمَانَ، فَقَالَ لِي إِنْ شِئْتَ تَنَحَّيْتَ، فَكُنْتَ قَرِيبًا، فَذَاكَ الَّذِي أَنْزَلَنِي هٰذَا الْمَنْزِلَ، وَلَوْ أَمَّرُوا عَلَيَّ حَبَشِيًّا لَسَمِعْتُ وَأَطَعْتُ.

[طرف الحدیث: ٤٦٦٠] [السنن الکبریٰ: ١١٩١٦]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی نے حدیث بیان کی' انہوں نے ہشیم سے سنا' انہوں نے کہا: ہمیں حصین نے خبر دی از زید بن وہب' انہوں نے بیان کیا کہ میں ربذہ کے پاس سے گزرا' پس اس وقت میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے پاس تھا' میں نے ان سے پوچھا کہ آپ کو اس جگہ کس چیز نے ٹھہرایا ہے؟ انہوں نے بیان کیا کہ میں شام میں تھا' پس میرا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا اس آیت میں اختلاف ہو گیا: اور جو لوگ سونے اور چاندی کو جمع کرتے ہیں اور ان کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے۔ (التوبہ: ٣٤) حضرت معاویہ نے کہا: یہ آیت اہل کتاب کے متعلق نازل ہوئی ہے' اور میں نے کہا: یہ آیت ہمارے متعلق بھی نازل ہوئی ہے اور ان کے متعلق بھی نازل ہوئی ہے' پس میرا اور ان کا اس آیت میں اختلاف ہو گیا' اور انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف مکتوب بھیج کر میری شکایت کی' پس حضرت عثمان نے میری طرف لکھا کہ میں مدینہ میں آؤں' پس میں مدینہ میں گیا تو بہت لوگ میرے گرد جمع ہو گئے' گویا کہ انہوں نے مجھے اس سے پہلے نہیں دیکھا تھا' میں نے حضرت عثمان سے اس واقعہ کا ذکر کیا تو حضرت عثمان نے مجھ سے کہا: اگر آپ چاہیں تو مدینہ کے قریب کسی الگ جگہ رہیں' پس اس وجہ سے میں اس جگہ آ کر ٹھہرا' اور اگر مجھ پر کسی حبشی کو امیر بنا دیا جاتا تو میں اس کا بھی حکم سنتا اور اس کی اطاعت کرتا۔

حدیث مذکور کے رجال

(١) علی' ان کے نام میں اختلاف ہے' ایک قول ہے کہ ان کا نام علی بن ابی ہاشم بن عبداللہ بن الطبراخ ہے' دوسرا قول یہ ہے کہ ان کا نام ابوالحسن علی بن مسلم بن سعید الطوسی ہے' تیسرا قول یہ ہے کہ ان کا نام علی بن عبداللہ المدینی ہے (٢) ہشیم بن بشیر ابن القاسم بن دینار ہے (٣) حصین بن عبدالرحمان السلمی' ان کی کنیت ابوالہذیل ہے (٤) زید بن وہب ابوسلیمان الہمدانی الجہنی (٥) حضرت ابوذر جندب بن جنادہ۔ (عمدۃ القاری ج ٨ ص ٣٧٧)

ربذہ کا معنی اور حضرت معاویہ اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہما کا اختلاف

ربذہ مدینہ سے تین مراحل دور ایک جگہ ہے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس جگہ کو صدقہ کے اونٹوں کے لیے مقرر کیا تھا۔

حضرت معاویہ اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہما کا اختلاف' حضرت معاویہ کا نظریہ یہ تھا کہ یہ آیت ان احبار اور رھبان کے متعلق نازل ہوئی ہے جو زکوۃ ادا نہیں کرتے تھے اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ اس آیت کے عموم سے استدلال کرتے تھے کہ جو شخص بھی یہ مانتا ہو کہ زکوۃ کا ادا کرنا واجب ہے اور پھر وہ زکوۃ ادا نہ کرے' تو اس کو یہ شدید وعید لاحق ہوگی' اس وقت حضرت معاویہ' حضرت عثمان کی طرف سے دمشق کے گورنر تھے' امام ابویعلیٰ کی روایت کے مطابق حضرت ابوذر کے شام جانے کی وجہ یہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذر سے فرمایا تھا کہ جب مدینہ کے مکان سلع پہاڑ تک پہنچ جائیں تو شام چلے جانا' امام ابویعلیٰ نے ایک اور سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوذر' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور حضرت عثمان سے کہا کہ حضرت معاویہ ہمیں ایذاء پہنچاتے ہیں' حضرت عثمان نے کہا: کیا آپ کا یہ گمان ہے کہ آپ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں؟ حضرت ابوذر نے کہا: لیکن میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: میرے نزدیک تم میں سب سے زیادہ محبوب اور سب سے زیادہ مقرب وہ شخص ہے جو مجھ سے کیے ہوئے عہد پر قائم رہے' اور میں آپ سے کیے ہوئے عہد پر قائم ہوں' پھر حضرت عثمان نے ان کو یہ حکم دیا کہ وہ شام چلے جائیں' پھر حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ وہاں یہ حدیث بیان کرتے تھے کہ تم میں سے کوئی شخص اس حال میں رات نہ گزارے کہ اس کے پاس ایک دینار یا ایک درہم ہو' سوا اس صورت کے کہ اس نے اس کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنا ہو یا کسی قرض خواہ کو دینا ہو' پھر حضرت معاویہ نے حضرت عثمان کو لکھا کہ اگر آپ کو کوئی کام ہو تو حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو بلالیں۔

(عمدۃ القاری ج ۸ ص ۳۷۸-۳۷۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو شہر بدر کرنے کی توجیہ اور دیگر مسائل

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان کی طرف حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی شکایت لکھ کر بھیجی' اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت ابوذر' حضرت معاویہ پر بہت اعتراضات کرتے تھے اور ان سے بہت اختلاف کرتے تھے اور ان کے لشکر کے لوگ حضرت ابوذر کی باتوں کی طرف میلان رکھتے تھے تو جب حضرت عثمان کو یہ خطرہ ہوا کہ حضرت ابوذر کے شام میں رہنے کی وجہ سے وہاں فتنہ ہوگا تو حضرت عثمان نے حضرت ابوذر کو مدینہ بلالیا' کیونکہ حضرت ابوذر اپنے موقف میں بہت متشدد تھے اور کلمہ حق سنانے میں کسی کی ملامت کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔

المہلب نے کہا ہے کہ یہ حضرت معاویہ کی طرف سے حضرت ابوذر کی بہت تعظیم اور توقیر تھی کہ انہوں نے خلیفہ مسلمین سے کہا کہ آپ انہیں بلالیں اور از خود ان سے یہ نہیں کہا کہ آپ شام سے چلے جائیں۔

علامہ طبری نے کہا ہے کہ جب لوگوں نے مدینہ میں حضرت عثمان سے بہ کثرت سوال کیے کہ حضرت ابوذر کو شام سے کیوں بلایا ہے؟ تو حضرت عثمان نے حضرت ابوذر سے کہا: آپ مدینہ کے قریب کسی جگہ چلے جائیں تو حضرت ابوذر ربذہ چلے گئے۔

اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ انسان کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے میں شدت اختیار کرے۔

نیز امام اور سربراہ ملک کے لیے یہ جائز ہے کہ جس شخص کے شہر میں رہنے سے فتنہ اور فساد کا خطرہ ہو اس کو شہر بدر کردے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب کسی عالم کا امیر شہر سے کسی مسئلہ میں اختلاف ہو تو وہ اس کے خلاف بغاوت نہ کرے اور اس کی اطاعت

کرتا ہے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مسائل میں اجتہاد اور آراء میں اختلاف جائز ہے' کیا تم یہ نہیں دیکھتے کہ حضرت عثمان اور ان کے حامی دیگر صحابہ نے حضرت ابوذر رضی اللہ سے یہ نہیں کہا کہ آپ اپنے مؤقف سے پیچھے ہٹ جائیں اور نہ ان سے یہ کہا کہ آپ کا اعتقاد جائز نہیں ہے' کیونکہ حضرت ابوذر رضی اللہ' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے استدلال کرتے تھے کہ میں یہ پسند نہیں کرتا کہ میرے پاس احد پہاڑ جتنا سونا ہو تو میں وہ سب (اللہ کی راہ میں) خرچ کردوں سوا تین دینار کے (یعنی تین دینار بھی میرے پاس رہیں' میں اسے پسند نہیں کرتا)' اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ قیامت تک مسائل میں اختلاف ہوتا رہے گا اور وہ صرف اجماع سے اٹھ سکتا ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۳۹۶۔۳۹۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

١٤٠٧ - حَدَّثَنَا عَيَّاشٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْاَعْلٰى قَالَ حَدَّثَنَا الْجُرَيْرِيُّ، عَنْ اَبِي الْعَلَاءِ، عَنِ الْاَحْنَفِ بْنِ قَيْسٍ قَالَ جَلَسْتُ. ح . وَحَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ قَالَ حَدَّثَنَا اَبِي قَالَ حَدَّثَنَا الْجُرَيْرِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُو الْعَلَاءِ بْنُ الشِّخِّيرِ اَنَّ الْاَحْنَفَ بْنَ قَيْسٍ حَدَّثَهُمْ قَالَ جَلَسْتُ إِلٰى مَلَإٍ مِّنْ قُرَيْشٍ، فَجَاءَ رَجُلٌ خَشِنُ الشَّعْرِ وَالثِّيَابِ وَالْهَيْئَةِ، حَتّٰى قَامَ عَلَيْهِمْ، فَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ بَشِّرِ الْكَانِزِيْنَ بِرَضْفٍ يُحْمٰى عَلَيْهِ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ، ثُمَّ يُوْضَعُ عَلٰى حَلَمَةِ ثَدْيِ اَحَدِهِمْ حَتّٰى يَخْرُجَ مِنْ نُغْضِ كَتِفِهٖ، وَيُوْضَعُ عَلٰى نُغْضِ كَتِفِهٖ حَتّٰى يَخْرُجَ مِنْ حَلَمَةِ ثَدْيِهٖ يَتَزَلْزَلُ . ثُمَّ وَلّٰى فَجَلَسَ إِلٰى سَارِيَةٍ، وَتَبِعْتُهٗ وَجَلَسْتُ إِلَيْهِ، وَاَنَا لَا اَدْرِيْ مَنْ هُوَ، فَقُلْتُ لَهٗ لَا اُرَى الْقَوْمَ إِلَّا قَدْ كَرِهُوا الَّذِيْ قُلْتَ ؟ قَالَ إِنَّهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْئًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عیاش نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الاعلیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریری نے حدیث بیان کی از ابی العلاء از الاحنف بن قیس' انہوں نے کہا: میں بیٹھا ہوا تھا' (ح) اور مجھے اسحاق بن منصور نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الصمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریری نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابو العلاء بن الشخیر نے حدیث بیان کی کہ الاحنف بن قیس نے ان کو حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ میں قریش کی ایک جماعت میں بیٹھا ہوا تھا' پس ایک شخص آیا جس کے بال سخت اور کپڑے موٹے تھے اور اس کی شکل معمولی تھی' حتیٰ کہ وہ اس جماعت کے پاس کھڑا ہو گیا' اور ان کو سلام کیا اور کہا: مال جمع کرنے والوں کو یہ خوش خبری سنا دو کہ دوزخ کی آگ میں ایک پتھر گرم کیا جائے گا' پھر اس کو ان میں سے کسی ایک کے پستان کے سر پر رکھ دیا جائے گا' حتیٰ کہ وہ اس کے کندھے کی اوپر والی ہڈی کے پار ہو جائے گا' پھر وہ پتھر اس کے کندھے کی اوپر والی ہڈی پر رکھ دیا جائے گا یہاں تک کہ وہ اس کے پستان کے سر سے نکل جائے گا' پھر وہ پتھر اسی طرح لرزتا رہے گا' پھر اس نے پیٹھ پھیری اور ایک ستون کی طرف بیٹھ گیا' میں اس کے پیچھے آیا اور اس کے پاس بیٹھ گیا اور میں نہیں جانتا تھا کہ وہ کون ہے' میں نے اس سے کہا کہ میرا خیال ہے کہ یہ لوگ تمہاری بات سن کر ناراض ہوئے ہیں' اس نے کہا: یہ بے عقل لوگ ہیں۔

رَجُلٍ اٰتَاهُ اللّٰهُ مَالًا، فَسَلَّطَهُ عَلٰى هَلَكَتِهِ فِي الْحَقِّ، وَرَجُلٍ اٰتَاهُ اللّٰهُ حِكْمَةً، فَهُوَ يَقْضِي بِهَا وَيُعَلِّمُهَا.

ہوئے سنا ہے کہ حسد (یعنی رشک کرنا) صرف دو چیزوں میں مستحب ہے، ایک وہ شخص جس کو اللہ نے مال دیا ہو اور اسے (اس کے صحیح مصارف میں) خرچ کرنے پر مسلط کر دیا ہو اور ایک وہ شخص جس کو اللہ نے حکمت دی ہو اور وہ اس کے مطابق فیصلے کرتا ہو اور تعلیم دیتا ہو۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۷۳ میں گزر چکی ہے۔

٦ - بَابُ الرِّيَاءِ فِي الصَّدَقَةِ

صدقہ میں ریاء

ریاء کا معنی ہے: دکھانے کے لیے کوئی کام کرنا، قرآن مجید میں ہے:

اَلَّذِيْنَ هُمْ يُرَآءُوْنَ ۝ (الماعون: ٦)

وہ لوگ جو دکھاوا کرتے ہیں ۝

یعنی جب مسلمان نماز پڑھتے ہیں تو منافقین بھی ان کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں اور مسلمانوں کو یہ دکھاتے ہیں کہ وہ بھی مسلمانوں کے طریقہ پر ہیں۔ المغرب میں ہے: جو ریاء کرتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اس کے ساتھ ریاء کرے گا، یعنی جو شخص کوئی عمل اس لیے کرتا ہے کہ لوگ اس کے عمل کو دیکھیں تو قیامت کے دن اللہ اس کی ریاء کاری کو مشہور کر دے گا۔ ابو حامد نے کہا ہے کہ ریاء کا لفظ رؤیت سے ماخوذ ہے اور اس کا معنی ہے: کوئی شخص لوگوں کو اپنے نیک کام دکھا کر ان کے دلوں میں اپنی قدر و منزلت پیدا کرے۔

(عمدۃ القاری ج ۸ ص ۳۸۴)

لِقَوْلِهِ تَعَالٰى ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى كَالَّذِيْ يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ صَلْدًا لَا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَيْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْا وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ﴾ (البقرۃ: ٢٦٤).

کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! احسان جتا کر اور اذیت پہنچا کر اپنے صدقات ضائع نہ کرو، اس شخص کی طرح جو اپنا مال ریاکاری کے لیے خرچ کرتا ہے، وہ نہ اللہ پر ایمان لاتا ہے اور نہ قیامت پر، اس کی مثل اس چکنے پتھر کی طرح ہے، جس پر تھوڑی سی مٹی ہو، پھر اس پر زور کی بارش ہوئی جس نے اس پتھر کو بالکل صاف کر دیا، وہ (ریاکار) اپنی کمائی سے کسی چیز پر قدرت نہیں پائیں گے اور اللہ کافروں کو ہدایت نہیں دیتا ۝ (البقرۃ: ۲۶۴)

اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے صدقات کو احسان جتا کر اور طعنے دے کر برباد کرنے سے منع فرمایا ہے، جس طرح کوئی شخص ریاکاری اور دکھاوے کے لیے عمل کرتا ہے تو آخرت میں اسے اپنے عمل کا کوئی اجر نہیں ملتا۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا ﴿صَلْدًا﴾ (البقرۃ: ٢٦٤) لَيْسَ عَلَيْهِ شَيْءٌ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: "صلدا" کا معنی ہے: جس پر کوئی چیز نہ ہو۔

وَقَالَ عِكْرِمَةُ ﴿وَابِلٌ﴾ (البقرۃ: ٢٦٥) مَطَرٌ شَدِيْدٌ، وَالطَّلُّ النَّدٰى.

عکرمہ نے کہا: "وابل" کا معنی ہے: شدید بارش اور "الطل" کا معنی ہے: شبنم۔

امام بخاری نے اس باب میں ریاء کاری کی مذمت میں صرف قرآن مجید کی آیت پیش کرنے پر اقتصار کیا ہے، جس میں احسان جتانے اور طعنے دینے کو ریاء کاری کے ساتھ تشبیہ دی ہے اور مشبہ بہ مشبہ سے اقویٰ ہوتا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ ریاء کاری احسان

جتانے اور طعنے دینے سے بھی بڑا گناہ ہے' امام بخاری نے ریاء کاری کی مذمت میں کوئی حدیث روایت نہیں کی۔ ہوسکتا ہے کہ اس کی وجہ یہ ہو کہ امام بخاری کو ریاء کی مذمت میں اپنی شرائط کے مطابق کوئی حدیث نہ ملی ہو اور امام بخاری نے صدقہ میں ریاء کا عنوان قائم کر کے اس پر تنبیہ کی ہے کہ اس عنوان کے تحت بہر حال احادیث ہیں' ہم ریاء کی مذمت میں چند احادیث پیش کر رہے ہیں:

ریاء کاری کی مذمت میں احادیث

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے جہاد کے متعلق خبر دیجئے' آپ نے فرمایا: اے عبداللہ بن عمرو! اگر تم نے صبر کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے جہاد کیا تو اللہ تم کو (قیامت کے دن) اس حال میں اٹھائے گا کہ تم صبر کرنے والے اور ثواب کی نیت کرنے والے ہو گے اور اگر تم نے ریاء اور بڑائی کے حصول کے لیے جہاد کیا تو اللہ تمہیں اس حال میں اٹھائے گا کہ تم ریاء کرنے والے اور بڑائی کو طلب کرنے والے ہو گے' اے عبداللہ! تم جس حال میں بھی قتال کرو گے' اللہ تمہیں اسی حال میں اٹھائے گا۔ (سنن ابوداؤد: ۲۵۱۹' المستدرک ج ۲ ص ۸۶-۸۵)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب الحزن (غم کا کنواں) سے اللہ کی پناہ طلب کرو' صحابہ نے پوچھا: یارسول اللہ! جب الحزن کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ جہنم کی ایسی وادی ہے جس سے جہنم ہر روز چار سو مرتبہ پناہ طلب کرتی ہے' صحابہ نے پوچھا: یارسول اللہ! اس میں کون داخل ہوگا؟ آپ نے فرمایا: اسے قرآن کے ان قاریوں کے لیے تیار کیا گیا ہے' جو ریاء کاری کے لیے عمل کرتے ہیں اور اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ مبغوض قاری وہ ہیں' جو ظالم حکام سے ملنے کے لیے جاتے ہیں۔ (سنن ابن ماجہ: ۲۵۶' سنن ترمذی: ۲۳۸۳)

حضرت محمود بن لبید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے تم پر سب سے زیادہ شرک اصغر کا خطرہ ہے' میں نے یہ عرض کیا: یارسول اللہ! شرک اصغر کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا: ریاء (دکھانے کے لیے عمل کرنا)' اللہ تبارک و تعالیٰ جس دن بندوں کو ان کے اعمال کی جزاء دے گا' اس دن فرمائے گا: جاؤ! ان سے جزاء لو جن کو دکھانے کے لیے تم دنیا میں عمل کرتے تھے' پس دیکھو! کیا تم ان کے پاس کوئی جزاء پاتے ہو۔ (مسند احمد ج ۵ ص ۴۲۹' شعب الایمان: ۶۸۳۱' مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۰۲)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جہاد کی دو قسمیں ہیں' جس نے اللہ کی رضا جوئی اور امام کی اطاعت کے لیے جہاد کیا' عمدہ مال خرچ کیا' ساتھی سے نرمی برتی اور فساد سے اجتناب کیا' تو اس کی نیند اور بیداری میں بھی اجر ہے اور جس نے فخر کے لیے اور دکھانے اور سنانے کے لیے جہاد کیا اور امام کی نافرمانی کی اور زمین میں فساد کیا' اس کا معاملہ برابر سرابر بھی نہیں ہوگا۔ (سنن ابوداؤد: ۲۵۱۵' المستدرک ج ۲ ص ۸۵)

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ مجھے اپنی امت پر شرک اور شہوت خفیہ کا خطرہ ہے' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا آپ کے بعد آپ کی امت شرک کرے گی؟ آپ نے فرمایا: ہاں لیکن وہ سورج یا چاند کی یا پتھر یا بت کی پرستش نہیں کرے گی' بلکہ وہ اپنے اعمال میں ریاء کریں گے۔

(مسند احمد ج ۴ ص ۱۲۴' شعب الایمان ج ۵ ص ۳۳۱)

شہوت خفیہ سے مراد یہ ہے کہ ایک شخص صبح کو روزے سے اٹھے گا' پھر اس کو خواہش ہوگی تو وہ روزہ توڑ دے گا۔ (مسند احمد ج ۴ ص ۱۲۴) حضرت عبادہ بن الصامت اور حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ شہوت خفیہ سے مراد دنیا میں عورتوں کی خواہش ہے۔

(مسند احمد ج ۴ ص ۱۲۶)

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس نے ریاء کاری سے نماز پڑھی اس نے شرک کیا اور جس نے ریاء کاری سے روزہ رکھا' اس نے شرک کیا اور جس نے ریاء کاری سے صدقہ دیا' اس نے شرک کیا۔ (مسند احمد ج ۴ ص ۱۲۶)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قیامت کے دن جس شخص کا سب سے پہلے فیصلہ کیا جائے گا' وہ مرد ایک شہید ہوگا' اس کو لایا جائے گا' اللہ تعالیٰ اس پر اپنی نعمتوں کو گنوائے گا جن کا وہ اعتراف کرے گا' اللہ تعالیٰ پوچھے گا: تو نے ان نعمتوں میں کیا عمل کیا؟ وہ کہے گا: میں نے تیری خاطر قتال کیا حتیٰ کہ میں شہید ہو گیا' اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تم نے جھوٹ بولا لیکن تم نے اس لیے قتال کیا تھا کہ تم کو بہادر کہا جائے' سو وہ کہا گیا' پھر اس کو منہ کے بل گھسیٹ کر دوزخ میں ڈال دیا جائے گا' اور ایک شخص نے علم حاصل کیا اور لوگوں کو پڑھایا اور قرآن پڑھا' اس کو لایا جائے گا' اللہ تعالیٰ اس پر اپنی نعمتیں گنوائے گا' پس وہ ان کا اعتراف کرے گا' اللہ تعالیٰ پوچھے گا: تم نے ان نعمتوں میں کیا عمل کیا؟ وہ کہے گا: میں نے علم حاصل کیا اور اس کو پڑھایا اور میں نے تیرا قرآن پڑھا' اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تم نے جھوٹ بولا لیکن تم نے اس لیے علم حاصل کیا تھا کہ تم کو عالم کہا جائے اور تم نے قرآن پڑھا تا کہ کہا جائے: یہ قاری ہے' سو کہا گیا' پھر اس کو منہ کے بل گھسیٹ کر دوزخ میں ڈال دیا جائے گا' اور ایک شخص کو اللہ تعالیٰ نے بہت وسعت دی تھی اور اس کو ہر قسم کا مال عطا کیا تھا' اس کو لایا جائے گا' اللہ تعالیٰ اس پر اپنی نعمتیں گنوائے گا' جن کا وہ اعتراف کرے گا' اللہ تعالیٰ پوچھے گا: تم نے ان نعمتوں میں کیا عمل کیا؟ وہ کہے گا: میں نے ہر اس راستے میں مال خرچ کیا جس میں تجھ کو مال خرچ کرنا پسند ہے' میں نے تیری رضا کے لیے خرچ کیا' اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تو نے جھوٹ بولا' لیکن تو نے اس لیے خرچ کیا تھا تا کہ یہ کہا جائے کہ یہ بہت سخی ہے' سو وہ کہا گیا' پھر یہ حکم دیا جائے گا کہ اس کو منہ کے بل گھسیٹا جائے' پھر اس کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔ (صحیح مسلم: ۱۹۰۵' سنن نسائی: ۳۱۳۷' مسند احمد ج ۲ ص ۳۲۲' المستدرک ج ۱ ص ۴۰۷)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اس حدیث کو سنانے سے پہلے تین بار بے ہوش ہو گئے تھے۔ (سنن ترمذی: ۲۳۸۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: میں تمام شرکاء کے شرک سے مستغنی ہوں' جس نے کسی عمل میں میرے غیر کو شریک کیا' میں اس عمل کو اور اس کے شریک کو چھوڑ دوں گا۔

(صحیح مسلم: ۲۹۸۵' الترغیب والترہیب ج ۱ ص ۶۹)

۷ - بَابٌ لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ صَدَقَةً مِنْ غُلُوْلٍ وَلَا يَقْبَلُ إِلَّا مِنْ كَسْبٍ طَيِّبٍ

اللہ خیانت کے مال سے صدقہ قبول نہیں کرتا اور اللہ صرف پاکیزہ کمائی سے صدقہ قبول کرتا ہے

لِقَوْلِهٖ ﴿قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَّتْبَعُهَآ اَذًى وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَلِيْمٌ﴾ (البقرہ: ۲۶۳).

کیونکہ قرآن مجید میں ہے: (لوگوں سے) اچھی بات کہنا اور درگزر کرنا اس صدقہ سے بہتر ہے جس کے بعد تکلیف پہنچے اور اللہ بے نیاز اور بہت بردبار ہے O (البقرہ: ۲۶۳)

اس آیت کی تائید درج ذیل حدیث سے ہوتی ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کوئی نماز بغیر وضوء کے قبول نہیں ہوتی' اور نہ خیانت کے مال سے صدقہ قبول ہوتا ہے۔ (سنن ترمذی: ۱' صحیح مسلم: ۲۲۴' سنن ابن ماجہ: ۲۷۲)

سود' رشوت اور کسی بھی حرام مال سے صدقہ اور خیرات کرنا' حج کرنا یا کوئی بھی عبادت کرنا جائز نہیں ہے۔

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

کسی شخص نے مال حرام سے فقیر کو کچھ دیا اور اس میں ثواب کی نیت کی تو وہ کافر ہو گیا اور اگر فقیر کو علم ہو کہ دینے والے نے حرام مال سے اس کو دیا ہے اور اس دینے والے کو دعا دی اور دینے والے نے آمین کہی تو دونوں کافر ہو گئے۔

(ردالمحتار ج ۳ ص ۲۰۲، داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۹ھ)

ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ نے بھی یہی لکھا ہے۔ (مرقات ج ۴ ص ۳۲، مطبوعہ مکتبہ حقانیہ پشاور)

امام بخاری نے اس باب کے تحت بھی کوئی حدیث روایت نہیں کی، جس کی وجہ یہی ہو سکتی ہے کہ ان کو اپنی شرط کے مطابق حدیث نہیں مل سکی، بہر حال اس حدیث کی شرح میں ہم نے سنن ترمذی کے حوالے سے اس کے مناسب حدیث لکھ دی ہے۔

۸ - بَابُ الصَّدَقَةِ مِنْ كَسْبٍ طَيِّبٍ

پاکیزہ کمائی سے صدقہ کرنا

لِقَوْلِهِ ﴿وَيُرْبِي الصَّدَقَاتِ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيمٍ○ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ﴾ (البقرۃ: ۲۷۶ - ۲۷۷).

کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اللہ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے اور اللہ کسی ناشکرے گناہ گار کو پسند نہیں کرتا○ بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیے اور انہوں نے نماز قائم کی اور زکوۃ دیتے رہے ان کے لیے ان کا ثواب ان کے رب کے پاس ہے اور ان پر نہ کوئی خوف ہو گا اور نہ وہ غمگین ہوں گے○ (البقرۃ: ۲۷۶-۲۷۷)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سود اگرچہ بہت زیادہ ہو لیکن اس کا انجام مال کی کمی ہے۔

(سنن ابن ماجہ: ۵۲۸)

امام ابو منصور محمد بن محمد الماتریدی المتوفی ۳۳۳ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اس آیت میں "یمحق" کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: ہلاک کرنا، باطل کرنا، باطل کو مٹا دینا۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ لوگ مال جمع کرنے کا قصد کرتے ہیں اور ان پر بخل غالب ہوتا ہے تاکہ ان کے بعد ان کی اولاد اس مال سے نفع اٹھائے اور اسی وجہ سے وہ لوگوں کو مال کا صدقہ نہیں کرتے تو اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے کہ اللہ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے اور ان کو سود نہ لینے اور صدقہ کرنے کی ترغیب دی ہے۔ (تاویلات اہل السنۃ ج ۲ ص ۲۱۰، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان مومنین کی تعریف کی ہے جو نیک عمل کرتے ہیں، نماز پڑھتے ہیں، زکوۃ ادا کرتے ہیں کہ ان کو آخرت میں کوئی خوف اور غم نہیں ہو گا۔

۱۴۱۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُنِيْرٍ سَمِعَ اَبَا النَّضْرِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ، هُوَ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَصَدَّقَ بِعَدْلِ تَمْرَةٍ مِنْ كَسْبٍ طَيِّبٍ، وَلَا يَقْبَلُ اللّٰهُ اِلَّا الطَّيِّبَ، وَاِنَّ اللّٰهَ يَتَقَبَّلُهَا بِيَمِيْنِهِ، ثُمَّ يُرَبِّيْهَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن منیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے ابو النضر سے سنا، انہوں نے کہا: ہمیں عبد الرحمان نے حدیث بیان کی اور وہ عبد اللہ بن دینار ہیں از والد خود از ابی صالح از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے پاکیزہ کمائی سے کھجور کے برابر صدقہ کیا اور اللہ صرف پاکیزہ چیز کو قبول کرتا ہے اور بے شک

لِصَاحِبِهٖ، كَمَا يُرَبِّيْ اَحَدُكُمْ فَلُوَّهٗ، حَتّٰى تَكُوْنَ مِثْلَ الْجَبَلِ.

اللہ اس کو اپنے دائیں ہاتھ سے قبول کرتا ہے' پھر اس صدقہ کرنے والے کے لیے اس کو بڑھاتا رہتا ہے جیسا کہ کوئی شخص تم میں سے اپنے گھوڑے کے بچہ کو پالتا ہے حتیٰ کہ اس کا وہ صدقہ پہاڑ کے برابر ہو جاتا ہے۔

تَابَعَهٗ سُلَيْمَانُ عَنِ ابْنِ دِيْنَارٍ، وَقَالَ وَرْقَاءُ عَنِ ابْنِ دِيْنَارٍ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَرَوَاهُ مُسْلِمُ بْنُ اَبِيْ مَرْيَمَ، وَزَيْدُ بْنُ اَسْلَمَ، وَسُهَيْلٌ، عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

عبد الرحمان کی متابعت سلیمان نے کی ہے ابن دینار سے اور ورقاء نے کہا از ابن دینار از سعید بن یسار از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کو مسلم بن ابی مریم نے اور زید بن اسلم نے اور سہیل نے از ابو صالح از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم روایت کیا ہے۔

[طرف الحدیث: ٧٤٣٠] (صحیح مسلم: ١٠١٤' الرقم المسلسل: ٢٣٠٥' سنن ترمذی: ٦٦١' سنن نسائی: ٢٥٢٥' سنن ابن ماجہ: ١٨٤٢' السنن الکبریٰ: ٢٣٠٤' صحیح ابن خزیمہ ج ١ ص ١٤٤۔ ١٤٣' الشریعۃ الآجری ص ٣٢١۔ ٣٢٠' کتاب الاسماء والصفات ص ٣٢٨' شرح السنہ: ١٦٣٢' مسند احمد ج ٢ ص ٥٣٨ طبع قدیم' مسند احمد: ١٠٩٤٥۔ ج ١٦ ص ٥٥١ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(١) عبد اللہ بن منیر (٢) ابو النضر' ان کا نام سالم بن ابی امیہ ہے' یہ عمر بن عبید اللہ بن معمر کے آزاد کردہ غلام ہیں' القریشی التیمی ہیں (٣) عبد الرحمان بن عبد اللہ بن دینار مولیٰ عبد اللہ بن عمر (٤) ان کے والد عبد اللہ بن دینار ہیں (٥) ابو صالح ذکوان الزیات السمان (٦) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ٨ ص ٣٨٨)

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: جس نے پاکیزہ کمائی سے کھجور کے برابر صدقہ کیا۔

مشکل الفاظ کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے: "بعدل تمرۃ"۔ "عدل" کا معنی ہے: جو چیز کسی اور جنس کے برابر ہو' علامہ خطابی نے کہا: جس چیز کی قیمت کھجور کے برابر ہو۔

"کسب طیب" جو چیز حلال کمائی سے حاصل ہو اس کو طیب کہتے ہیں اور جو چیز فی نفسہٖ نجس نہ ہو' اس کو طاہر کہتے ہیں۔

اللہ اس کو اپنے دائیں ہاتھ سے قبول کرتا ہے: اللہ کے دونوں ہاتھ دائیں ہیں' اللہ تعالیٰ کے لیے دائیں ہاتھ کا ذکر اس لیے فرمایا ہے کہ دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر فضیلت ہوتی ہے' اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو اچھی طرح قبول فرماتا ہے۔

"فلوّہ" گھوڑی کا ایک سال کا بچہ جو اپنی ماں کا دودھ چھوڑ کر چارا وغیرہ کھانے لگے۔

حتیٰ کہ وہ صدقہ پہاڑ کی مثل ہو جاتا ہے: یعنی میزان میں بہت ثقیل ہوتا ہے۔

(اعلام السنن ج ١ ص ٧٩١' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٨ھ)

* حدیث مذکور' شرح صحیح مسلم: ٢٢٣٨۔ ج ٢ ص ٩٣٧ پر مذکور ہے' اس کی شرح کا عنوان ہے: مال حرام سے صدقہ کرنے کا حکم۔

۹ - بَابُ الصَّدَقَةِ قَبْلَ الرَّدِّ رد کیے جانے سے پہلے صدقہ کرنا

اس باب سے یہ مقصود ہے کہ زکوٰۃ ادا کرنے میں جلدی کرنی چاہیے' ایسا نہ ہو کہ انسان اس وقت صدقہ کرے جب فقراء کو ضرورت نہ ہو اور وہ لینے سے انکار کر دیں۔

۱۴۱۱ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا مَعْبَدُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ سَمِعْتُ حَارِثَةَ بْنَ وَهْبٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ تَصَدَّقُوْا' فَاِنَّهٗ يَاْتِيْ عَلَيْكُمْ زَمَانٌ يَمْشِي الرَّجُلُ بِصَدَقَتِهٖ فَلَا يَجِدُ مَنْ يَقْبَلُهَا' يَقُوْلُ الرَّجُلُ لَوْ جِئْتَ بِهَا بِالْاَمْسِ لَقَبِلْتُهَا' فَاَمَّا الْيَوْمَ فَلَا حَاجَةَ لِيْ بِهَا.

[اطراف الحدیث: ۱۴۲۴-۷۱۲۰]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معبد بن خالد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حارثہ بن وہب سے سنا' انہوں نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: تم صدقہ کیا کرو کیونکہ تم پر ایسا زمانہ آئے گا کہ تم میں سے کوئی شخص صدقہ لے کر جائے گا اور اس کو کوئی صدقہ قبول کرنے والا نہیں ملے گا' اور وہ آدمی کہے گا: اگر تم کل آتے تو میں یہ صدقہ قبول کر لیتا' رہا آج کا دن تو مجھے اب اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۰۱۱' الرقم المسلسل: ۲۳۰۰' سنن نسائی: ۲۵۵۴' مسند ابوداؤد طیالسی: ۱۲۳۹' صحیح ابن حبان: ۶۶۷۸' السنن الکبریٰ: ۲۳۳۶' المعجم الکبیر: ۳۲۵۹' مسند احمد ج ۴ ص ۳۰۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۸۷۲۶۔ ج ۳۱ ص ۲۵' مؤسسۃ الرسالۃ بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ۱۳۰۷' مکتبۃ الرشد' ریاض ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) آدم بن ابی ایاس (۲) شعبہ بن الحجاج (۳) معبد بن خالد الجدلی کوفی' قصہ گو اور عابد' یہ رات کو قیام کرنے والے تھے' ۱۱۸ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) حارثہ بن وہب الخزاعی' یہ عبید اللہ بن عمر بن الخطاب کے اخیافی بھائی تھے' ان کا شمار اہل کوفہ میں ہوتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۳۹۱)

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: وہ آدمی کہے گا: اگر تم کل آتے تو میں صدقہ قبول کر لیتا۔

اس حدیث میں صدقہ دینے کی ترغیب ہے اور حدیث میں جو ذکر ہے کہ ایسا زمانہ آئے گا جب صدقہ کو قبول کرنے والا کوئی نہیں ملے گا' ظاہر یہ ہے کہ یہ زمانہ قیامت کے قریب آئے گا۔

۱۴۱۲ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُو الزِّنَادِ' عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ' عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَكْثُرَ فِيْكُمُ الْمَالُ' فَيَفِيْضَ' حَتّٰى يُهِمَّ رَبَّ الْمَالِ مَنْ يَّقْبَلُ صَدَقَتَهٗ' وَحَتّٰى يَعْرِضَهٗ' فَيَقُوْلَ الَّذِيْ يَعْرِضُهٗ عَلَيْهِ لَا اَرَبَ لِيْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوالزناد نے حدیث بیان کی از عبدالرحمان از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی حتیٰ کہ تمہارے پاس بہ کثرت مال ہو جائے' پس آدمی مال بہائے گا حتیٰ کہ مال دار سوچے گا: کون اس کے صدقہ کو قبول کرے گا حتیٰ کہ وہ کسی پر مال پیش کرے گا تو وہ شخص کہے گا:

مجھے اس مال کی حاجت نہیں ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۸۵ میں گزر چکی ہے۔

۱۴۱۳ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ عَاصِمٍ النَّبِيْلُ قَالَ أَخْبَرَنَا سَعْدَانُ بْنُ بِشْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ مُجَاهِدٍ حَدَّثَنَا مُحِلُّ بْنُ خَلِيْفَةَ الطَّائِيُّ قَالَ سَمِعْتُ عَدِيَّ بْنَ حَاتِمٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ كُنْتُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَجَاءَهُ رَجُلَانِ، أَحَدُهُمَا يَشْكُوا الْعَيْلَةَ، وَالْآخَرُ يَشْكُوْا قَطْعَ السَّبِيْلِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَّا قَطْعُ السَّبِيْلِ فَإِنَّهُ لَا يَأْتِيْ عَلَيْكَ إِلَّا قَلِيْلٌ، حَتّٰى تَخْرُجَ الْعِيْرُ إِلٰى مَكَّةَ بِغَيْرِ خَفِيْرٍ، وَأَمَّا الْعَيْلَةُ فَإِنَّ السَّاعَةَ لَا تَقُوْمُ، حَتّٰى يَطُوْفَ أَحَدُكُمْ بِصَدَقَتِهِ، لَا يَجِدُ مَنْ يَقْبَلُهَا مِنْهُ، ثُمَّ لَيَقِفَنَّ أَحَدُكُمْ بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ، لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ حِجَابٌ، وَلَا تَرْجُمَانٌ يُتَرْجِمُ لَهُ، ثُمَّ لَيَقُوْلَنَّ لَهُ أَلَمْ أُوْتِكَ مَالًا؟ فَلَيَقُوْلَنَّ بَلٰى، ثُمَّ لَيَقُوْلَنَّ أَلَمْ أُرْسِلْ إِلَيْكَ رَسُوْلًا؟ فَلَيَقُوْلَنَّ بَلٰى، فَيَنْظُرُ عَنْ يَمِيْنِهِ فَلَا يَرٰى إِلَّا النَّارَ، ثُمَّ يَنْظُرُ عَنْ شِمَالِهِ فَلَا يَرٰى إِلَّا النَّارَ، فَلْيَتَّقِيَنَّ أَحَدُكُمُ النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ، فَإِنْ لَّمْ يَجِدْ فَبِكَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ.

[اطراف الحدیث: ۱۴۱۷-۳۵۹۵-۶۰۲۳-۶۵۳۹-۶۵۴۰-۶۵۶۳-۷۴۴۳-۷۵۱۲] (صحیح مسلم: ۱۰۱۶' الرقم المسلسل: ۲۳۱۰' سنن ترمذی: ۲۴۱۵' سنن نسائی: ۱۸۴۳-۱۸۵' جامع المسانید لابن جوزی: ۵۳۰۴' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعاصم النبیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سعدان بن بشر نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ابومجاہد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محل بن خلیفہ الطائی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تھا' آپ کے پاس دو مرد آئے' ان میں سے ایک تنگ دستی کی شکایت کر رہا تھا اور دوسرا راستہ میں ڈاکے کی شکایت کر رہا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: رہا راستہ میں ڈاکے پڑنا تو تمہارے اوپر تھوڑے عرصہ کے بعد ایسا وقت آئے گا کہ ایک قافلہ مکہ سے بغیر کسی محافظ اور ضامن کے روانہ ہوگا' اور رہی تنگ دستی تو قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی حتیٰ کہ تم میں سے ایک شخص اپنے صدقہ کو لے کر گھومتا پھرے گا اور اسے اس صدقہ کو قبول کرنے والا کوئی شخص نہیں ملے گا' پھر تم میں سے کوئی شخص اللہ کے سامنے اس طرح کھڑا ہوگا کہ اس کے اور اللہ کے درمیان کوئی حجاب نہیں ہوگا اور نہ کوئی ترجمانی کرنے والا ہوگا' پھر اللہ اس سے فرمائے گا: کیا میں نے تم کو مال نہیں دیا تھا؟ وہ کہے گا: کیوں نہیں! پھر اللہ فرمائے گا: کیا میں نے تمہاری طرف رسول نہیں بھیجا تھا؟ وہ شخص کہے گا: کیوں نہیں! پھر وہ اپنی دائیں طرف دیکھے گا تو صرف آگ کو دیکھے گا' پھر وہ بائیں طرف دیکھے گا تو صرف آگ کو دیکھے گا' پس تم میں سے ہر شخص کو دوزخ کی آگ سے بچنا چاہیے خواہ کھجور کے ایک ٹکڑے سے اور اگر کھجور بھی دستیاب نہ ہو تو کوئی نیک بات کہنے سے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبداللہ بن محمد بن عبداللہ بن جعفر الجعفی المسندی (۲) ابوعاصم الضحاک بن مخلد النبیل (۳) سعدان بن بشر الجہنی (۴) ابومجاہد' ان کا نام سعد الطائی ہے (۵) محل بن خلیفہ الطائی (۶) حضرت عدی بن حاتم الطائی رضی اللہ۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۳۹۳)

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی حتیٰ کہ تم میں سے ایک شخص

اپنے صدقہ کو لے کر گھومتا پھرے گا اور اسے اس صدقہ کو قبول کرنے والا کوئی شخص نہیں ملے گا۔

مشکل الفاظ کے معانی

اس حدیث میں ''العیلۃ'' کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: کسی شخص کا تنگ دست اور محتاج ہونا' جو شخص اپنے یتیم بچوں کو چھوڑ کر مر جائے اس کو ''عائل'' کہتے ہیں۔

''قطع السبیل'' ڈاکوؤں کی وجہ سے راستہ کا منقطع ہو جانا۔ ڈاکو وہ ہوتا ہے جو دن دھاڑے ڈاکے ڈالتا ہے اور چور وہ ہوتا ہے جو رات کو چھپ کر مال چراتا ہے' ہمارے زمانہ میں اب چوریاں تقریباً متروک ہو گئی ہیں' اب سر عام شاہراہوں' بھرے پڑے بازاروں' مارکیٹوں اور گلیوں میں ٹی ٹی اور کلاشنکوف دکھا کر لٹیرے لوٹ لیتے ہیں اور مزاحمت کرنے پر فوراً گولی مار دیتے ہیں۔

''العیر'' تجارتی قافلہ یہ پہلے زمانہ میں اونٹوں اور بیلوں پر مشتمل ہوتا تھا' اب ٹرک اور کنٹینرز پر اور بحری جہازوں کے ذریعہ تجارتی مال ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جاتے ہیں۔

''خفیر'' قافلہ کو ڈاکوؤں سے محفوظ رکھنے کے لیے جو محافظ جاتے ہیں' آج کل کنٹینرز کے ساتھ پولیس کے دستے ہوتے ہیں۔

اس حدیث میں بھی صدقہ کرنے کی ترغیب ہے' اور یہ کہ نیکی کی بات یا نیکی کا کام خواہ کم ہو' اس کو حقیر نہیں سمجھنا چاہیے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۲۴۴۔ ج ۲ ص ۹۴۰۔ ۹۳۹ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے عنوان ہیں:

(۱) مسجد میں چندہ کرنا (۲) بدعت حسنہ پر استدلال۔

۱٤۱٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ' عَنْ بُرَيْدٍ' عَنْ اَبِیْ بُرْدَةَ' عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ' عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيَاْتِيَنَّ عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ يَطُوْفُ الرَّجُلُ فِيْهِ بِالصَّدَقَةِ مِنَ الذَّهَبِ' ثُمَّ لَا يَجِدُ اَحَدًا يَاْخُذُهَا مِنْهُ' وَيُرَى الرَّجُلُ الْوَاحِدُ يَتْبَعُهُ اَرْبَعُوْنَ امْرَاَةً يَلُذْنَ بِهٖ' مِنْ قِلَّةِ الرِّجَالِ' وَكَثْرَةِ النِّسَاءِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن العلاء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسامہ نے حدیث بیان کی از برید از ابی بردہ از حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: لوگوں کے اوپر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ ایک شخص سونے کو صدقہ کرنے کے لیے گھومتا پھرے گا' پھر اسے کوئی ایسا شخص نہیں ملے گا جو اس سے وہ سونا لے' اور ایسا شخص دکھائی دے گا کہ اس ایک شخص کی پناہ میں چالیس عورتیں ہوں گی کیونکہ مرد کم ہوں گے اور عورتیں زیادہ ہوں گی۔

(صحیح مسلم: ۱۰۱۲' الرقم المسلسل: ۲۳۰۱' جامع المسانید لابن جوزی: ۳۹۵۶' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن العلاء ابو کریب' یہ ۲۴۸ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) ابو اسامہ حماد بن اسامہ اللیثی (۳) برید بن عبد اللہ بن ابی بردہ بن ابی موسیٰ الاشعری (۴) ابو بردہ' ان کا نام عامر ہے اور ایک قول کے مطابق الحارث بن ابی موسیٰ الاشعری ہے (۵) حضرت ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ' ان کا نام عبد اللہ بن قیس ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۳۹۵)

چالیس عورتیں جو ایک مرد کے زیر کفالت ہوں گی' ان کی تفصیل' اس دور کا بیان ---------- اور پچاس عورتوں کی حدیث سے تعارض کا جواب

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ایک مرد کی پناہ میں چالیس عورتیں ہوں گی۔ ان چالیس عورتوں میں اس کی بیویاں' اس کی باندیاں'

اس کی محرم عورتیں اور رشتہ دار عورتیں ہوں گی۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آخر زمانہ میں لوگوں کے پاس بہت مال ہوگا اور انہیں زکوٰۃ قبول کرنے والا کوئی نہیں ملے گا' اور یہ اس وقت ہوگا جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام دجال کو اور کفار کو قتل کر چکے ہوں گے' اور روئے زمین پر کوئی کافر نہیں ہوگا' اور اس زمانہ میں آسمان سے زمین کی طرف برکتیں نازل ہوں گی اور لوگ بہت کم ہوں گے اور وہ کسی مال کا ذخیرہ نہیں کریں گے کیونکہ ان کو علم ہوگا کہ عنقریب قیامت آنے والی ہے اور اس وقت زمین کی پیداوار میں بھی برکت ہوگی حتیٰ کہ ایک انار کھا کر پورا گھر سیر ہو جائے گا' اور پہلے بادشاہوں نے زمین میں جو خزانے دفن کیے ہوں گے' زمین ان خزانوں کو اُگل دے گی اور مال اتنا زیادہ ہوگا کہ لوگ اس میں بالکل رغبت نہیں کریں گے۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ اس سے پہلے صحیح البخاری: ۸۱ میں یہ حدیث گزری ہے کہ پچاس عورتوں کا ایک منتظم ہوگا' اور اس حدیث میں ہے کہ چالیس عورتوں کا ایک کفیل ہوگا اور یہ تعارض ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ چالیس عورتوں کے عدد کی تخصیص سے زائد کی نفی نہیں ہوتی۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۳۹۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۰ - بَابٌ اِتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ وَالْقَلِيلِ مِنَ الصَّدَقَةِ

دوزخ کی آگ سے بچو خواہ ایک کھجور کا ٹکرا صدقہ کر کے اور تھوڑا صدقہ کر کے

﴿وَمَثَلُ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَتَثْبِيتًا مِنْ اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍ بِرَبْوَةٍ اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ فَاِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ○ اَيَوَدُّ اَحَدُكُمْ اَنْ تَكُوْنَ لَهٗ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ لَهٗ فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ﴾ (البقرۃ: ۲٦٦-۲٦٥).

اور جو لوگ اپنے مالوں کو اللہ کی رضا جوئی اور اپنے دلوں کو مضبوط رکھنے کے لیے خرچ کرتے ہیں' ان کی مثال اونچی زمین پر ایک باغ کی طرح ہے جس پر زوردار بارش ہو تو وہ اپنا پھل دگنا لائے' پھر اگر اس پر زوردار بارش نہ ہو تو اسے شبنم ہی کافی ہے اور اللہ تمہارے سب کاموں کو دیکھنے والا ہے○ کیا تم میں سے کوئی شخص یہ پسند کرتا ہے کہ اس کا کھجوروں اور انگوروں کا ایک باغ ہو اور اس کے نیچے دریا بہ رہے ہوں' اس کے لیے اس باغ میں ہر قسم کے پھل ہوں۔ (البقرۃ: ۲٦٦-۲٦٥)

اللہ کی رضا جوئی کے لیے صدقہ دینے کی صورتیں

(۱) البقرۃ: ۲٦٥ میں اللہ کی رضا جوئی اور اپنے دلوں کو اسلام پر مضبوط رکھنے کا معنی یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو احکام شرع پر عمل کرنے کا عادی بنائیں اور اپنے نیک اعمال کو ایسی نیتوں اور ایسے کاموں سے محفوظ رکھیں جن سے وہ نیک اعمال فاسد ہو جائیں' ایسی نیتوں میں ریاء کاری اور دکھاوے کی نیت ہے اور ایسے کاموں میں صدقہ لینے والے پر احسان جتانا اور طعنہ دے کر اسے تکلیف پہنچانا ہے۔

(۲) دل کا ثابت قدم رہنا صرف اللہ کے ذکر سے حاصل ہوتا ہے' جو شخص اللہ کی راہ میں مال خرچ کرتا ہے' اس کا دل اس وقت تک مطمئن اور مضبوط نہیں ہوتا' جب تک اس کا خرچ کرنا محض اللہ کی رضا جوئی کے لیے نہ ہو' جیسے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال کو گراں قیمت پر خرید کر آزاد کیا اور مشرکوں نے کہا کہ ضرور بلال نے ابوبکر پر کوئی احسان کیا ہوگا' جس کا بدلہ اتارنے کے لیے اتنی بھاری قیمت ادا کر کے بلال کو آزاد کیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر کی مدح میں فرمایا:

وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰۤى ۝ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى ۝ وَلَسَوْفَ يَرْضٰى ۝ (اللیل:٢١-١٩)

اور اس پر کسی کا کچھ احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے ۝ وہ صرف اپنے رب کی رضا کے لیے (اپنا مال خرچ کرتا ہے) جو سب سے بلند ہے ۝ اور ضرور وہ عنقریب (اپنے رب سے) راضی ہو گا ۝

(٣) جب انسان بار بار اللہ کی رضا جوئی کے لیے خرچ کرتا ہے تو اللہ کی رضا جوئی اس کی فطرتِ ثانیہ بن جاتی ہے اور اگر کبھی اس سے کسی نیک کام میں غفلت بھی ہو جائے تو اس کا دل فوراً اللہ کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اور یہی اسلام پر ثابت قدم رہنے کا وہ مرتبہ ہے جس کا اس آیت میں ذکر ہے۔

(٤) مخلصین جب اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں تو ان کو یقین ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے عمل کو ضائع نہیں کرے گا اور ان کو جو اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید ہے وہ پوری ہوگی اور مخلصین کا آخرت پر یقین رکھنا ہی اسلام پر ثابت قدمی سے عبارت ہے۔

(٥) مخلصین جب اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں تو اپنے مال کو صحیح مصارف میں خرچ کرتے ہیں اور نیکی کے راستہ میں لگاتے ہیں اور خوب چھان بین کر کے اپنا مال خرچ کرتے ہیں اور اس بات سے ڈرتے ہیں کہ ان کا مال کہیں اللہ کی نافرمانی اور کسی گناہ کے کام میں نہ لگ جائے اور یہی وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی اور اسلام پر ثابت قدمی کی نیت سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنا مال خرچ کرتے ہیں۔

صدقہ دینے کے بعد اس پر احسان جتا کر اس کا اجر ضائع کرنے کی مثال

البقرہ:٢٦٦ میں فرمایا: کیا تم میں سے کوئی شخص یہ پسند کرتا ہے کہ اس کا کھجوروں اور انگوروں کا ایک باغ ہو اور اس کے نیچے دریا بہ رہے ہوں اس کے لیے اس باغ میں ہر قسم کے پھل ہوں اس کو بڑھاپا آ جائے اور اس کے چھوٹے چھوٹے بچے ہوں تو (اچانک) اس باغ میں گرم ہوا کا ایک بگولہ آئے جس میں آگ ہو اور وہ جل جائے۔

اس آیت میں صدقہ و خیرات کر کے اس پر احسان جتانے یا طعنہ دے کر اس کے اجر سے محرومی کی مثال ہے کہ جس شخص کا بہت پھل دار باغ ہو وہ جب بوڑھا اور کمانے سے عاجز ہو اور اس پر اپنے چھوٹے چھوٹے بچوں کی پرورش کا بھی بوجھ ہو تو اس وقت اس کو اس باغ کی بہت سخت ضرورت ہوگی ایسے میں اگر وہ باغ کسی آگ والے بگولے سے جل جائے تو اس کے نقصان اور محرومی کا کیا عالم ہوگا۔ اسی طرح انسان اللہ کی راہ میں مال خرچ کرے اور فقراء اور مساکین کو صدقہ و خیرات دے اور اس کو یہ امید ہو کہ آخرت میں جب وہ نیک عمل کرنے سے بالکل عاجز ہوگا اور اس کو نیکیوں پر اجر و ثواب کی سخت ضرورت ہوگی اور کہیں اور کسی ذریعہ سے کسی نیکی کے ملنے کا امکان نہیں ہوگا اور اس کی واحد اُمید وہ صدقہ و خیرات ہوں جو اس نے دنیا میں کیے تھے پھر اس کو اچانک معلوم ہو کہ اس نے جو ان صدقات پر احسان جتایا تھا اور فقراء کو طعنے دے کر اذیت پہنچائی تھی اس سے وہ تمام صدقات ضائع ہو چکے ہیں تو اس شخص کی محرومی اور مایوسی کا کیا عالم ہوگا۔ (تبیان القرآن ج ١ ص ٩٩٩-٩٩٨ فرید بک اسٹال لاہور-٢)

١٤١٥ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ الْحَكَمُ هُوَ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْبَصْرِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ اَبِيْ وَائِلٍ عَنْ اَبِيْ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ اٰيَةُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید اللہ بن سعید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابو النعمان الحکم نے حدیث بیان کی اور وہ ابن عبد اللہ البصری ہیں انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از سلیمان از ابو وائل از حضرت ابو مسعود رضی اللہ

الصَّدَقَةِ كُنَّا نُحَامِلُ، فَجَاءَ رَجُلٌ فَتَصَدَّقَ بِشَیْءٍ كَثِيرٍ، فَقَالُوْا مُرَاءٍ، وَجَاءَ رَجُلٌ فَتَصَدَّقَ بِصَاعٍ، فَقَالُوْا إِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنْ صَاعِ هٰذَا، فَنَزَلَتْ ﴿الَّذِيْنَ يَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فِي الصَّدَقَاتِ وَالَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ إِلَّا جُهْدَهُمْ﴾ (التوبہ:٧٩) الْآيَةَ.

[اطراف الحدیث:١٤١٦-٢٢٧٣-٤٦٦٨-٤٦٦٩]

(صحیح مسلم:١٠١٨، الرقم المسلسل:٢٣١٧، سنن نسائی: ٢٥٢٧، سنن کبریٰ:١١٢٢٣، سنن ابن ماجہ:٤١٥٥)

وہ بیان کرتے ہیں کہ جب صدقہ کی آیت نازل ہوئی تو ہم بوجھ اٹھا کر (اُجرت حاصل کرتے) پس ایک شخص آیا اور اس نے بہت زیادہ صدقہ کیا' تو منافقین نے کہا: یہ ریاء کار ہے' پھر ایک شخص آیا جس نے ایک صاع (چار کلوگرام) صدقہ کیا' تو انہوں نے کہا: اللہ اس صاع سے مستغنی ہے' تب یہ آیت نازل ہوئی: جو لوگ ان مسلمانوں کو طعنہ دیتے ہیں جو دل کھول کر صدقہ دیتے ہیں اور ان لوگوں کو جن کو سوائے اپنی محنت مزدوری کے کچھ میسر ہی نہیں۔ (التوبہ:٧٩)

حدیث مذکور کے رجال

(١) عبید اللہ بن سعید بن یحییٰ بن بُرد ابو قدامہ الیشکری' یہ ٢٤١ھ میں فوت ہو گئے تھے (٢) ابو النعمان الحکم بن عبد اللہ الانصاری (٣) شعبہ بن الحجاج (٤) سلیمان بن مہران الاعمش (٥) ابو وائل شقیق بن سلمہ (٦) حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ' ان کا نام عقبہ الانصاری البدری ہے۔ (عمدۃ القاری ج ٨ ص ٣٩٨)

منافقین کے استہزاء کا بیان

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کی تفسیر میں بیان کیا کہ حضرت عبد الرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ چالیس اوقیہ سونا لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور ایک انصاری مرد ایک صاع غلہ لے کر آئے تو بعض منافقین نے کہا: عبد الرحمان بن عوف تو صرف ریاء کاری اور دکھاوے کے لیے سونا لے کر آئے ہیں اور اس انصاری نے کہا: اللہ اور اس کا رسول اس ایک صاع سے مستغنی ہیں۔

١٤١٦ - حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنَا أَبِیْ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ شَقِيْقٍ، عَنْ أَبِیْ مَسْعُوْدٍ الْأَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَمَرَنَا بِالصَّدَقَةِ، انْطَلَقَ أَحَدُنَا إِلَى السُّوْقِ، فَتَحَامَلَ، فَيُصِيْبُ الْمُدَّ، وَإِنَّ لِبَعْضِهِمُ الْيَوْمَ لَمِائَةَ أَلْفٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی از شقیق از حضرت ابو مسعود الانصاری رضی اللہ عنہ کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں صدقہ دینے کا حکم دیتے تو ہم میں سے ایک شخص بازار کی طرف چلا جاتا' اور محنت مزدوری کرتا تو اسے ایک کلوگرام غلہ ملتا' اور آج ان میں سے ایک کے پاس ایک لاکھ درہم ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٤١٥ میں گزر چکی ہے۔

١٤١٧ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِیْ إِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مَعْقِلٍ قَالَ سَمِعْتُ عَدِيَّ بْنَ حَاتِمٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق' انہوں نے کہا: میں نے عبد اللہ بن معقل سے سنا' انہوں نے کہا: میں نے حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے سنا' انہوں نے

يَقُوْلُ اِتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ.

بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ دوزخ کی آگ سے بچو خواہ کھجور کے ایک ٹکڑے (کے صدقہ) سے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٤١٣ میں گزر چکی ہے۔

١٤١٨ - حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِي بَكْرِ بْنِ حَزْمٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ دَخَلَتِ امْرَاَةٌ مَعَهَا ابْنَتَانِ لَهَا تَسْاَلُ فَلَمْ تَجِدْ عِنْدِي شَيْئًا غَيْرَ تَمْرَةٍ فَاَعْطَيْتُهَا اِيَّاهَا فَقَسَمَتْهَا بَيْنَ ابْنَتَيْهَا وَلَمْ تَاْكُلْ مِنْهَا ثُمَّ قَامَتْ فَخَرَجَتْ فَدَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْنَا فَاَخْبَرْتُهُ فَقَالَ مَنِ ابْتُلِيَ مِنْ هٰذِهِ الْبَنَاتِ بِشَيْءٍ كُنَّ لَهُ سِتْرًا مِّنَ النَّارِ. [طرف الحدیث: ٥٩٩٥]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں بشر بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے عبد اللہ بن ابی بکر بن حزم نے خبر دی از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا کہ ایک عورت داخل ہوئی' اس کے ساتھ اس کی دو بیٹیاں تھیں' اس نے سوال کیا' پس میرے پاس ایک کھجور کے سوا کوئی چیز نہیں تھی' پس میں نے وہ کھجور ہی اس کو دے دی' اس عورت نے اس کھجور کو اپنی دو بیٹیوں کے درمیان تقسیم کر دیا اور خود اس سے نہیں کھایا' پھر وہ کھڑی ہو کر چلی گئی' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس آئے' پس میں نے آپ کو اس واقعہ کی خبر دی تو آپ نے فرمایا: جو کوئی ان بیٹیوں کی کفالت میں مبتلا ہوتا ہے وہ اس کے لیے دوزخ کی آگ سے حجاب بن جاتی ہیں۔

(صحیح مسلم: ٢٦٢٩' الرقم المسلسل: ٧٠٥٥ ' سنن ترمذی: ١٩١٥' الادب المفرد: ١٣٢ ' سنن بیہقی ج ٧ ص ٤٧٨ ' شعب الایمان: ١١٠١٩ ' شرح السنہ: ١٦٨١ ' مسند احمد ج ٦ ص ٨٨ طبع قدیم' مسند احمد: ٢٤٠٥٥ - ج ٤٠ ص ١٢٠ مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: اس عورت نے کھجور کے دو ٹکڑے کیے اور ان کو اپنی بیٹیوں میں تقسیم کر دیا۔

اس حدیث کے رجال کا اس سے پہلے تعارف ہو چکا ہے۔

١١ - بَابُ اَيُّ الصَّدَقَةِ اَفْضَلُ وَصَدَقَةُ الشَّحِيْحِ الصَّحِيْحِ

کون سا صدقہ افضل ہے اور مال کے خواہش مند اور تندرست آدمی کا صدقہ

لِقَوْلِهٖ ﴿وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ﴾ (المنافقون: ١٠) الْاٰيَةَ.

کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ان چیزوں میں سے خرچ کرو جو ہم نے تم کو عطا کی ہیں اس سے پہلے کہ تم میں سے کسی کی موت آ جائے۔ (المنافقون: ١٠)

اس آیت میں اس سے ڈرایا ہے کہ انسان صدقہ وخیرات کرنے میں اتنی تاخیر کرے کہ اس کو موت آ جائے اور اس باب کا عنوان ہے: جو انسان تندرست ہو اور مال کا خواہش مند ہو' وہ اپنے نفس سے جہاد کر کے اس خوف سے صدقہ وخیرات کرے کہ کہیں اس کو اچانک موت نہ آ جائے تو ایسے شخص کا صدقہ وخیرات کرنا افضل ہے اور یہ اس آیت اور باب کے عنوان میں مناسبت ہے۔

وَقَوْلِهٖ ﴿يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوٓا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ﴾ (البقرۃ: ۲۵٤) الْاٰيَةَ.

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! جو ہم نے تم کو عطا کیا ہے اس میں سے خرچ کرو اس سے پہلے کہ وہ دن آ جائے جس میں کوئی خرید و فروخت نہیں ہوگی۔ (البقرہ: ۲۵۴)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے کہ مسلمان اللہ کے دیئے ہوئے مال میں سے اس کی راہ میں خرچ کریں تا کہ وہ اپنے رب کے پاس اپنے اجر کا ذخیرہ کریں' اس سے پہلے کہ وہ دن آ جائے کہ جس میں کسی چیز کا کوئی بدلہ نہیں لیا جائے گا' نہ کسی کی دوستی کام آئے گی' نہ کسی کے لیے شفاعت کام آئے گی' یعنی کافروں سے عذاب کے بدلا نہ کوئی فدیہ لیا جائے گا اور نہ کسی سے دوستی اور شفاعت ان کے کام آئے گی اور کافر ہی ظالم ہیں۔ اس آیت کی مزید تفسیر ہماری تفسیر 'تبیان القرآن' البقرہ: ۲۵۴ میں ملاحظہ فرمائیں۔

۱٤۱۹ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا عُمَارَةُ بْنُ الْقَعْقَاعِ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ زُرْعَةَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ' اَيُّ الصَّدَقَةِ اَعْظَمُ اَجْرًا؟ قَالَ اَنْ تَصَدَّقَ وَاَنْتَ صَحِيْحٌ شَحِيْحٌ تَخْشَى الْفَقْرَ وَتَاْمُلُ الْغِنٰى' وَلَا تُمْهِلَ حَتّٰى إِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ' قُلْتَ لِفُلَانٍ كَذَا' وَلِفُلَانٍ كَذَا' وَقَدْ كَانَ لِفُلَانٍ.

[طرف الحدیث: ۲۷۴۸]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الواحد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمارہ بن القعقاع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوزرعہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے پوچھا: یارسول اللہ! کون سے صدقہ کا سب سے زیادہ اجر ہے؟ آپ نے فرمایا کہ تم اس حال میں صدقہ کرو کہ تم تندرست ہو اور مال کے خواہش مند ہو' تمہیں تنگ دستی کا خطرہ ہو اور تم خوش حالی کی اُمید رکھتے ہو اور صدقہ کرنے میں اتنی ڈھیل نہ دو حتیٰ کہ روح تمہارے حلقوم تک پہنچ جائے تو پھر تم اس وقت کہو کہ فلاں کے لیے اتنا ہے اور فلاں کے لیے اتنا ہے اور اب تو فلاں کے لیے ہو ہی جائے گا۔

(صحیح مسلم: ۱۰۳۲' الرقم المسلسل: ۲۳۴۴' سنن ابوداؤد: ۲۸۶۵' سنن نسائی: ۲۵۴۲' سنن ابن ماجہ: ۲۷۰۶' الادب المفرد: ۷۷۸' مسند ابویعلیٰ: ۶۰۹۲' مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۱ طبع قدیم' مسند احمد: ۷۱۵۹' ج ۱۲ ص ۷۵' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ۶۹۷۷' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) موسیٰ بن اسماعیل ابوسلمہ المنقری (۲) عبد الواحد بن زیاد ابوبشر (۳) عمارہ بن القعقاع ابن شبرمہ (۴) ابوزرعہ' ان کا نام ھرم ہے اور عبد الرحمن اور عمرو کے بھی اقوال ہیں (۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۴۰۳)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: تم اس حال میں صدقہ کرو کہ تم تندرست ہو اور مال کے خواہش مند ہو' سو اس حال میں صدقہ کرنے کا زیادہ اجر ہے اور یہی صدقہ دوسرے صدقات سے افضل ہے۔

افضل صدقہ کا مصداق اور صحت اور مال کی خواہش کے وقت صدقہ کی فضیلت کی توجیہ

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ایک شخص آیا' یہ شخص حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ ہیں' کیونکہ امام احمد نے روایت کی ہے کہ انہوں نے

سوال کیا تھا: کون سا صدقہ افضل ہے؟ تو آپ نے فرمایا: پانی پلانا' تو انہوں نے کہا: یہ مدینہ میں آلِ سعد کی سبیل ہے۔
(مسند احمد ج ٦ ص ٧ 'المعجم الکبیر: ٦٨ ٦٣)

آپ نے فرمایا: اس حال میں صدقہ کرو کہ تم تندرست ہو اور مال کے خواہش مند ہو کیونکہ ان دونوں حالتوں میں صدقہ کرنا نفس پر بہت دشوار ہوتا ہے' اسی لیے اس حالت میں صدقہ کرنا سب سے افضل ہے۔

اس حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ اس وقت صدقہ کرنا سب سے افضل ہے جب تم زندہ اور تندرست ہو اور تمہیں مال کی ضرورت ہو' نہ اس وقت جب تم بیمار ہو اور موت کی دہلیز پر ہو کیونکہ اس وقت تو مال تمہاری ملکیت سے نکل جائے گا اور دوسروں کے متعلق ہو جائے گا اور حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انسان اپنی زندگی میں ایک درہم خیرات کرے تو وہ موت کے وقت سو درہم خیرات کرنے سے افضل ہے' اس لیے صدقہ کی فضیلت کی یہ شرط ہے کہ انسان صحت مند ہو اور اسے اس مال کی ضرورت ہو' اس وقت اسے اس مال کو خرچ کرنے سے قلق ہوگا کیونکہ اس کو لمبی زندگی کی امید ہوگی اور وہ فقر سے ڈرتا ہوگا۔
(اعلام السنن ج ا ص ٣٩٣' شرح ابن بطال ج ٣ ص ٤٠٤ ملخصاً)

* یہ حدیث' شرح صحیح مسلم: ٢٢٧٨۔ ج ٢ ص ٩٥٥ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

٠٠٠ - بَابٌ باب

امام بخاری نے اس باب کا کوئی عنوان قائم نہیں کیا اور ہر ایسا باب ابوابِ سابقہ کے ساتھ مناسب ہوتا ہے۔

١٤٢٠ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ عَوَانَةَ، عَنْ فِرَاسٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ مَسْرُوْقٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا أَنَّ بَعْضَ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْنَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّنَا أَسْرَعُ بِكَ لُحُوْقًا؟ قَالَ أَطْوَلُكُنَّ يَدًا. فَأَخَذُوْا قَصَبَةً يَذْرَعُوْنَهَا، فَكَانَتْ سَوْدَةُ أَطْوَلَهُنَّ يَدًا، فَعَلِمْنَا بَعْدُ أَنَّمَا كَانَتْ طُوْلَ يَدِهَا الصَّدَقَةُ، وَكَانَتْ أَسْرَعَنَا لُحُوْقًا بِهٖ، وَكَانَتْ تُحِبُّ الصَّدَقَةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی از فراس از الشعبی از مسروق از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی زوجہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: ہم میں سے کون سب سے پہلے آپ سے ملاقات کرے گی؟ آپ نے فرمایا: جس کے ہاتھ سب سے زیادہ لمبے ہوں گے' پھر ازواج سرکنڈے سے اپنے ہاتھوں کی پیمائش کرنے لگیں تو حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے ہاتھ سب سے لمبے تھے' پھر ہمیں بعد میں معلوم ہوا کہ لمبے ہاتھوں سے مراد صدقہ کرنا تھی' اور وہ آپ سے سب سے پہلے واصل ہوئی تھیں اور وہ صدقہ کرنے سے محبت کرتی تھیں۔

(صحیح مسلم: ٢٤٥٢' الرقم المسلسل: ٦١٩٩' جامع المسانید لابن جوزی: ٨٣٣٨٧' مکتبۃ الرشد ریاض ١٤٢٦ھ)

اس حدیث کو صرف امام بخاری اور امام مسلم نے روایت کیا ہے۔

امام بخاری کا اپنی روایت میں حضرت زینب کی جگہ حضرت سودہ کا ذکر کرنا

علامہ ابوالحسن علی خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں امام بخاری سے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا ذکر ساقط ہو گیا' صحیح مسلم کی عبارت اس طرح ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: پس حضرت زینب کے ہاتھ سب سے لمبے تھے اور وہ صدقہ کرنے سے محبت کرتی تھیں۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۴۰۵ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ نووی متوفی ۶۷۶ھ حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ اور علامہ عینی متوفی ۸۵۵ھ نے بھی اس کی تصریح کی ہے کہ علامہ نووی کی عبارت اس طرح ہے: امام بخاری نے ''کتاب الزکوٰۃ'' میں ایسی عبارت لکھی ہے جس سے یہ وہم ہوتا ہے کہ سب سے پہلے آپ سے ملنے والی حضرت سودہ رضی اللہ عنہا تھیں اور یہ وہم بالا جماع باطل ہے۔ (صحیح مسلم بشرح النووی ج ۱۰ ص ۶۳۸۶)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے لکھا ہے:

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سب سے پہلے آپ کے ساتھ واصل ہوئی تھیں امام بخاری کی روایت اس کے خلاف ہے اہل علم کے درمیان معروف ہے کہ ازواج مطہرات میں سب سے پہلے حضرت زینب بنت جحش کی وفات ہوئی علامہ ابن الجوزی نے کہا ہے کہ اس حدیث میں بعض راویوں سے غلطی ہوئی اور امام بخاری پر تعجب ہے کہ وہ اس غلطی پر کیسے متنبہ نہیں ہوئے اور نہ شارحین متوجہ ہوئے اور نہ علامہ خطابی متوجہ ہوئے کیونکہ انہوں نے لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے کہ سب سے پہلے مجھ سے سودہ ملیں گی اس میں علوم نبوت ہیں اور یہ ان کا وہم ہے کیونکہ سب سے پہلے حضرت زینب فوت ہوئیں اور حضرت سودہ زندہ رہیں حتیٰ کہ وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ایام میں ۵۴ھ میں فوت ہوئیں۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۲۵ دارالمعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

حافظ بدرالدین عینی نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۴۰۶)

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا واضح معجزہ ہے اور حضرت ام المومنین زینب رضی اللہ عنہا کی فضیلت کا بیان ہے۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۶۱۹۹۴۔ ج ۶ ص ۱۰۱۹ پر مذکور ہے اس کی شرح کے عنوانات حسب ذیل ہیں:

① حضرت زینب بنت جحش کی خصوصیات ② حضرت زینب بنت جحش کی سوانح ③ کفو کا لغوی معنی ④ کفو کا اصطلاحی معنی ⑤ کفو کی تحقیق ⑥ غیر کفو میں نکاح کی بحث ⑦ قرآن مجید سے غیر کفو میں نکاح کے جواز کا بیان ⑧ جمہور فقہاء کے نزدیک عام مخصوص عنہ البعض کا حجت ہونا ⑨ ''احل لکم ما وراء ذالکم'' میں ''ما'' کا عموم ⑩ ''احل لکم ماوراء ذالکم'' کے عموم سے فقہاء کا استدلال ⑪ ''فانکحوا ما طاب لکم من النساء'' میں ''ما'' کے عموم سے فقہاء کا استدلال ⑫ ''وانکحوا الایامی منکم'' (الایۃ) سے غیر کفو میں نکاح کے جواز پر استدلال ⑬ غیر کفو میں نکاح کا جواز سادات کرام کی تعظیم و تکریم کے منافی نہیں ہے ⑭ ''ولا جناح علیکم ان تنکحوھن'' سے غیر کفو میں نکاح کے جواز پر استدلال ⑮ آیت تحلیل سے غیر کفو میں نکاح کے جواز پر استدلال ⑯ ''ان اکرمکم عند اللّٰہ اتقاکم'' سے غیر کفو میں نکاح کے جواز پر استدلال ⑰ استدلال مذکور پر ایک اعتراض کا جواب ⑱ ''وما کان لمؤمن ولا مؤمنۃ'' سے غیر کفو میں نکاح کے جواز پر استدلال ⑲ ''ولعبد مؤمن خیر من مشرک'' سے غیر کفو میں نکاح کے جواز کا جزئیہ ⑳ ''افنجعل المسلمین کالمجرمین'' سے غیر کفو میں نکاح کے جواز پر استدلال ㉑ ''وللّٰہ العزۃ ولرسولہ وللمؤمنین'' سے غیر کفو میں نکاح کے جواز پر استدلال ㉒ عہد رسالت میں غیر کفو میں کیے ہوئے نکاحوں میں سے چند نکاحوں کا بیان ㉓ غیر کفو میں کیے ہوئے نکاحوں کی ایک توجیہ کا جواب ㉔ اسلام میں ذات پات کا امتیاز نہ کرنے پر احادیث ㉕ اسلام اور اچھے اخلاق کی بناء پر رشتہ دینے کا حکم عام ازیں کہ کفو ہو یا غیر کفو ㉖ سیدات کا غیر فاطمیوں کے ساتھ نکاح کا بیان ㉗ حضرت سیدہ ام کلثوم کے حضرت عمر سے نکاح کا بیان ㉘ حضرت سیدہ فاطمہ بنت حسین اور حضرت سیدہ سکینہ بنت حسین کے غیر فاطمی جوانوں سے نکاح کا بیان ㉙ حسن مثنیٰ کی صاحب زادیوں کے نکاحوں کا بیان ㉚ سیدات کے غیر کفو میں کیے ہوئے نکاحوں کی توجیہ کا بیان ㉛ نکاح کی وجہ سے عورت کی تذلیل کی تحقیق ㉜ غیر کفو میں نکاح کے انعقاد کے لیے صرف ولی اقرب کا

راضی ہونا کافی ہے ⑬ اعتبار کفو کی روایات کی فنی حیثیت ⑭ تحریم کا مدار اس دلیل پر ہے جو قطعی الثبوت اور قطعی الدلالۃ ہو ⑮ نکاح غیر کفو میں مذاہب اربعہ ⑯ ہاشمیہ کا غیر ہاشمی سے نکاح کا جزئیہ ⑰ نکاح غیر کفو اور حلالہ کا جزئیہ ⑱ نکاح غیر کفو اور علامہ ابن ہمام ⑲ نکاح غیر کفو میں مصنف کا موقف اور حرف آخر۔

* نکاح غیر کفو کی یہ بحث' شرح صحیح مسلم ج ۶ ص ۱۰۵-۱۰۲۰ تک پھیلی ہوئی ہے' شرح صحیح مسلم کے چودہ سے زیادہ ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں اور مخالفین اس میں مذکور دلائل کے جواب دینے سے الحمدللہ آج تک عاجز رہے ہیں۔

۱۲ - بَابُ صَدَقَةِ الْعَلَانِيَةِ
دکھا کر صدقہ دینا

امام بخاری نے اس عنوان کے ثبوت میں کوئی حدیث روایت نہیں کی' صرف درج ذیل آیت پیش کرنے پر اکتفاء کیا ہے:

وَقَوْلُهُ عَزَّوَجَلَّ ﴿الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ﴾ (البقرہ: ۲۷۴).

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جو لوگ رات اور دن میں خفیہ اور علانیہ اپنے مالوں کو خرچ کرتے ہیں تو ان کے رب کے پاس ان کے لیے اجر ہے' نہ ان پر کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے O (البقرہ: ۲۷۴)

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: امام بخاری نے اس عنوان کے تحت صرف آیت لکھ کر یہ اشارہ کیا ہے کہ اس مسئلہ میں ان کی شرط کے مطابق کوئی حدیث نہیں ہے۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۲۷۰' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حافظ بدرالدین عینی لکھتے ہیں: یہ باب اعلانیہ صدقہ کے ذکر میں ہے' امام بخاری نے اس باب میں کوئی حدیث ذکر نہیں کی کیونکہ ظاہر یہ ہے کہ ان کو اپنی شرط کے مطابق اس موضوع کی کوئی حدیث نہیں ملی' اس لیے انہوں نے اس آیت پر قناعت کر لی۔

(عمدۃ القاری ج ۸ ص ۴۰۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

جو صدقہ فرض ہو اس کو علانیہ اور دکھا کر دینا افضل ہے اور جو صدقہ نفل ہو اس کو خفیہ طور پر دینا افضل ہے اور جائز دونوں طرح ہے' امام بخاری نے دکھا کر صدقہ دینے کے متعلق احادیث روایت نہیں کیں کیونکہ وہ ان کی شرط کے مطابق نہیں تھیں۔

علانیہ صدقہ کے ثبوت میں احادیث

حضرت جریر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم دن کے ابتدائی حصہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے' ناگاہ آپ کے پاس لوگوں کی ایک جماعت آئی' جو ننگے پیر' ننگے بدن' گلے میں چمڑے کی عبائیں پہنے ہوئے اور تلواریں لٹکائے ہوئے تھے' ان میں سے اکثر بلکہ سب قبیلہ مضر سے متعلق تھے' ان کے فقر و فاقہ کو دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرۂ انور متغیر ہو گیا' آپ اندر گئے' پھر باہر آئے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اذان دینے کا حکم دیا' حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی پھر اقامت کہی' آپ نے نماز پڑھائی' پھر خطبہ دیا اور فرمایا: اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو' جس نے تم کو ایک نفس سے پیدا کیا۔ (النساء: ۱) آپ نے یہ آیت پوری پڑھی' پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: انسان کو غور کرنا چاہیے کہ وہ کل قیامت کے لیے کیا بھیج رہا ہے۔ (الحشر: ۱۸) لوگ درہم' دینار' اپنے کپڑے' گندم اور جو' ایک صاع (جو چار کلوگرام کے اندازہ کے موافق ہوں) صدقہ کریں' خواہ کھجور کا ایک ٹکڑا ہی ہو' انصار میں سے ایک شخص تھیلی لے کر آئے' جس کے اٹھانے سے ان کا ہاتھ تھک رہا تھا' اس کے بعد لوگوں کا تانتا بندھ گیا' یہاں تک کہ میں نے کھانے اور کپڑے کے دو ڈھیر دیکھے حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ خوشی سے تمتما رہا تھا' یوں لگتا تھا جیسے آپ کا چہرہ سونے کا ہو' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اسلام میں کسی نیک کام کی ابتداء کرے' اسے اپنے عمل کا بھی اجر ملے گا اور بعد میں عمل کرنے والوں کا بھی اجر ملے گا اور

ان عمل کرنے والوں کے اجر میں کوئی کمی نہیں ہوگی' اور جس نے اسلام میں کسی بُرے عمل کی ابتداء کی' اسے اپنے عمل کا بھی گناہ ہوگا اور بعد میں عمل کرنے والوں کے عمل کا بھی گناہ ہوگا' اور ان عمل کرنے والوں کے گناہ میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔

(صحیح مسلم: ١٠١٧' سنن نسائی: ٢٥٥٤' سنن ابن ماجہ: ٢٠٣)

اس حدیث سے وجہ استدلال یہ ہے کہ نبی ﷺ نے لوگوں کے سامنے نفلی صدقہ کی اپیل کی اور مسلمانوں نے سب کے سامنے صدقہ وخیرات میں مال دیا اور رسول اللہ ﷺ نے اس پر خوشی کا اظہار فرمایا اور اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ نفلی صدقہ دکھا کر دینا جائز بلکہ مستحب ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس چار درہم تھے' انہوں نے ایک درہم رات کو صدقہ کیا اور ایک درہم دن کو صدقہ کیا' ایک درہم چھپا کر صدقہ کیا اور ایک درہم علانیہ صدقہ کیا' تب یہ آیت نازل ہوئی:

اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّیْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِیَةً. (البقرہ: ٢٧٤) جو لوگ رات اور دن میں خفیہ اور علانیہ صدقہ کرتے ہیں۔

(المعجم الکبیر: ١١١٦٤' حافظ الہیثمی نے کہا: اس کی سند میں ایک ضعیف راوی ہے' جس کا نام عبدالوہاب بن مجاہد ہے' مجمع الزوائد ج ٦ ص ٣٢٤' دار الکتاب العربی' بیروت' ١٤٠٢ھ)

علامہ ابوالحیان اندلسی متوفی ٧٥٤ھ لکھتے ہیں:

صدقہ فرضیہ کو ظاہر کر کے دینا افضل ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہی مختار ہے' امام طبری نے اس پر اجماع نقل کیا ہے اور قاضی ابویعلیٰ کا بھی یہی مختار ہے نیز حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ نفلی صدقہ کو خفیہ طریقہ سے دینا افضل ہے اور حضرت ابن عباس سے یہ بھی مروی ہے کہ نفلی صدقہ کو خفیہ طریقہ سے دینا علانیہ طریقہ سے دینے سے ستر درجہ افضل ہے اور صدقہ فرضیہ کو علانیہ دینا خفیہ طریقہ سے دینے سے پچیس درجہ افضل ہے' زجاج نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں زکوٰۃ کو خفیہ طور پر دینا بھی احسن تھا لیکن اب لوگ بدگمانی کرتے ہیں' اس لیے زکوٰۃ کو ظاہر کر کے دینا افضل ہے' علامہ ابن عربی نے کہا ہے کہ خفیہ اور علانیہ صدقہ کرنے کی ایک دوسرے پر فضیلت کے متعلق کوئی حدیث صحیح نہیں ہے۔ (البحر المحیط ج ٢ ص ٦٨٩۔٦٨٨' دار الفکر' بیروت' ١٤١٢ھ)

امام بیہقی نے شعب الایمان میں سند ضعیف کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: خفیہ عمل علانیہ سے افضل ہے اور جو شخص یہ چاہتا ہو کہ اس کی اقتداء کی جائے' اس کے لیے علانیہ عمل افضل ہے۔ (شعب الایمان: ٧٠١٢)

حضرت معاویہ بن قرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ہر وہ چیز جو اللہ نے تم پر فرض کی ہے اس کا اعلانیہ کرنا افضل ہے۔ (شعب الایمان: ٧٠٢٠)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں عید کے دن نبی ﷺ کے ساتھ حاضر تھا' اور اگر میں کم عمر نہ ہوتا تو میں آپ کے ساتھ نہ ہوتا' آپ اس جھنڈے کے پاس گئے جو کثیر بن الصلت کے گھر پر لگا ہوا ہے' پھر آپ نے خطبہ دیا' پھر آپ خواتین کے پاس گئے اور آپ کے ساتھ حضرت بلال رضی اللہ عنہ بھی تھے' آپ نے عورتوں کو وعظ کیا اور نصیحت کی اور ان کو صدقہ دینے کا حکم دیا' پس میں نے دیکھا کہ وہ اپنے ہاتھوں سے حضرت بلال کے کپڑے میں صدقہ ڈال رہی تھیں۔ صحیح البخاری: ٩٨ میں ہے کہ عورتیں اس کپڑے میں اپنے کانوں کی بالیاں اور انگوٹھیاں ڈال رہی تھیں۔ (صحیح البخاری: ٩٧٨۔٩٧٧۔٩٨' صحیح مسلم: ٨٨٤' سنن ابوداؤد: ١١٤١)

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ خواتین نے عید کے اجتماع میں سب کے سامنے صدقہ دیا اور یہ علانیہ صدقہ کرنے کی واضح دلیل ہے۔ امام بخاری نے اس حدیث کو نمبر: ٧٣٢٤۔ ٥٨٨٣۔ ٥٨٨١۔ ٥٨٨٠۔ ٤٨٩٥۔ ١٤٤٩۔ ١٤٣١۔ ٩٨٩۔ ٩٧٩۔ ٩٧٧۔

۹۷۵۔ ۹۶۴۔ ۹۶۲' اور ۸۶۳ پر بھی روایت کیا ہے اور کسی جگہ اس حدیث سے علانیہ صدقہ کرنے پر استدلال نہیں کیا حالانکہ یہ استنباط بالکل ظاہر ہے اور امام بخاری بہت خفی مسئلہ کا بھی حدیث سے استنباط کر لیتے ہیں' نجانے اس طرف ان کی توجہ کیوں نہیں گئی اور نہ بخاری کے مشہور شارحین میں سے علامہ خطابی' علامہ ابن بطال' علامہ ابن جوزی' علامہ عسقلانی اور علامہ عینی نے اس طرف توجہ کی' یہ اللہ تعالیٰ کا اس گناہ گار' کم علم اور ناکارہ پر خصوصی کرم ہے کہ اس نے میرے ذہن کو علانیہ صدقہ پر استدلال کرنے کے لیے اس حدیث کی طرف متوجہ کیا۔ وللّٰہ الحمد.

١٣ - بَابُ صَدَقَةِ السِّرِّ — خفیہ طور پر صدقہ کرنا

امام بخاری نے اس باب کے عنوان کو ثابت کرنے کے لیے ایک حدیث معلق اور قرآن مجید کی ایک آیت کا ذکر کیا ہے:

وَقَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَاَخْفَاهَا' حَتّٰى لَا تَعْلَمَ شِمَالُهٗ مَا صَنَعَتْ يَمِيْنُهٗ.

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اور وہ شخص جس نے خفیہ طریقہ سے صدقہ کیا حتیٰ کہ اس کے بائیں ہاتھ کو بھی پتا نہیں چلا کہ اس کے دائیں ہاتھ نے کیا کیا ہے۔

اس تعلیق کے موافق متصل حدیث' صحیح البخاری: ۱۴۲۳ میں عنقریب آ رہی ہے۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِيَ وَاِنْ تُخْفُوْهَا وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ﴾ (البقرہ: ۲۷۱).

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اگر تم ان (صدقات) کو علانیہ دو تو یہ کتنی ہی اچھی بات ہے اور اگر ان کو مخفی رکھو اور فقراء کو دو تو یہ تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے۔ (البقرہ: ۲۷۱)

خفیہ طور پر صدقہ دینے کی فضیلت میں دیگر احادیث

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے زمین کو پیدا فرمایا تو وہ ہلنے لگی' پھر اللہ نے پہاڑوں کو پیدا فرمایا اور ان کو زمین کے اوپر نصب کر دیا تو پھر زمین ٹھہر گئی' فرشتوں کو پہاڑوں کی تخلیق پر تعجب ہوا اور پوچھا: یا اللہ! کیا تیری مخلوق میں کوئی چیز پہاڑوں سے بھی زیادہ سخت ہے؟ فرمایا: ہاں! لوہا' فرشتوں نے پوچھا: کیا کوئی چیز لوہے سے بھی زیادہ سخت ہے؟ فرمایا: ہاں! پانی' فرشتوں نے پوچھا: کیا کوئی چیز پانی سے بھی زیادہ سخت ہے' فرمایا: ہاں! ہوا' فرشتوں نے پوچھا: کیا کوئی چیز ہوا سے بھی سخت ہے؟ فرمایا: ہاں! وہ ابن آدم جو اپنے دائیں ہاتھ سے صدقہ کرتا ہے اور اسے بائیں ہاتھ سے بھی چھپا کر رکھتا ہے (یہ عمل ہوا سے بھی زیادہ سخت ہے)۔ (سنن ترمذی: ۳۳۶۹' شعب الایمان: ۳۴۴۱)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پوشیدہ طریقہ سے صدقہ دینا رب کے غضب کو بجھا دیتا ہے' اور صلہ رحم (رشتہ داری نبھانا) عمر میں اضافہ کرتا ہے اور نیکی کا فعل بُری موت سے بچاتا ہے۔ (شعب الایمان: ۳۴۴۲)

١٤ - بَابُ اِذَا تَصَدَّقَ عَلٰى غَنِيٍّ وَهُوَ لَا يَعْلَمُ — جب لاعلمی میں کسی غنی پر صدقہ کیا گیا

١٤٢١ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُو الزِّنَادِ' عَنِ الْاَعْرَجِ' عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوالزناد نے خبر دی از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' انہوں

وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ رَجُلٌ لَاَتَصَدَّقَنَّ بِصَدَقَةٍ، فَخَرَجَ بِصَدَقَتِهٖ، فَوَضَعَهَا فِيْ يَدِ سَارِقٍ! فَاَصْبَحُوْا يَتَحَدَّثُوْنَ تُصُدِّقَ عَلٰى سَارِقٍ، فَقَالَ اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ، لَاَتَصَدَّقَنَّ بِصَدَقَةٍ، فَخَرَجَ بِصَدَقَتِهٖ فَوَضَعَهَا فِيْ يَدَيْ زَانِيَةٍ، فَاَصْبَحُوْا يَتَحَدَّثُوْنَ تُصُدِّقَ اللَّيْلَةَ عَلٰى زَانِيَةٍ! فَقَالَ اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ، عَلٰى زَانِيَةٍ؟ لَاَتَصَدَّقَنَّ بِصَدَقَةٍ، فَخَرَجَ بِصَدَقَتِهٖ، فَوَضَعَهَا فِيْ يَدِ غَنِيٍّ، فَاَصْبَحُوْا يَتَحَدَّثُوْنَ تُصُدِّقَ عَلٰى غَنِيٍّ! فَقَالَ اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ، عَلٰى سَارِقٍ، وَعَلٰى زَانِيَةٍ، وَعَلٰى غَنِيٍّ، فَاُتِيَ فَقِيْلَ لَهٗ اَمَّا صَدَقَتُكَ عَلٰى سَارِقٍ فَلَعَلَّهٗ اَنْ يَّسْتَعِفَّ عَنْ سَرِقَتِهٖ، وَاَمَّا الزَّانِيَةُ فَلَعَلَّهَا اَنْ تَسْتَعِفَّ عَنْ زِنَاهَا، وَاَمَّا الْغَنِيُّ فَلَعَلَّهٗ يَعْتَبِرُ، فَيُنْفِقُ مِمَّا اَعْطَاهُ اللّٰهُ.

نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک آدمی نے کہا: میں ضرور صدقہ کروں گا' وہ اپنے صدقہ کو لے کر نکلا' پھر اس کو ایک چور کے ہاتھ پر رکھ دیا' صبح کو لوگوں نے کہا: ایک چور پر صدقہ کیا گیا ہے' اس آدمی نے کہا: اللہ کے لیے حمد ہے' میں ضرور صدقہ کروں گا' پھر وہ اپنے صدقہ کو لے کر نکلا' پھر اس کو ایک زانیہ کے ہاتھوں پر رکھ دیا' پھر صبح کو لوگوں نے کہا: زانیہ پر صدقہ کیا گیا ہے' اس نے کہا: اے اللہ! زانیہ پر صدقہ کی وجہ سے تیرے لیے حمد ہے' میں ضرور صدقہ کروں گا' پھر وہ اپنے صدقہ کو لے کر نکلا اور اس کو ایک غنی کے ہاتھ پر رکھ دیا' پھر صبح کو لوگ باتیں کرنے لگے کہ غنی پر صدقہ کیا گیا ہے' اس نے کہا: چور پر اور زانیہ پر اور غنی پر صدقہ کی وجہ سے تیرے لیے حمد ہے' پھر اس نے غیب سے آواز سنی: تم نے جو چور پر صدقہ کیا تھا تو ہوسکتا ہے کہ وہ چوری سے باز آ جائے اور تم نے جو زانیہ پر صدقہ کیا تھا تو ہوسکتا ہے کہ وہ زنا سے باز آ جائے اور تم نے جو غنی پر صدقہ کیا تھا تو ہوسکتا ہے کہ وہ عبرت حاصل کرے اور وہ اس مال سے صدقہ کرے جو اللہ نے اس کو عطا کیا ہے۔

(صحیح مسلم: ١٠٢٢' الرقم المسلسل: ٢٢٥١' صحیح ابن حبان: ٣٣٥٦' سنن بیہقی ج ٤ ص ١٩١' مسند احمد ج ٢ ص ٣٢٢ طبع قدیم' مسند احمد: ٨٢٨٢- ج ١٤ ص ٣٦' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ٢٠٢٢' مکتبۃ الرشد' ریاض' ١٤٢٦ھ)

اس حدیث کے رجال کا پہلے تعارف ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: پھر وہ اپنے صدقہ کو لے کر نکلا تو اس کو ایک غنی کے ہاتھ پر رکھ دیا' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس حدیث میں تین قسم کے لوگوں کو صدقہ دینے کا ذکر ہے' پھر غنی کی کیا خصوصیت ہے کہ عنوان میں اس کا ذکر کیا گیا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ غنی پر صدقہ کرنا کسی حال میں بھی جائز نہیں ہے حتیٰ کہ اس نے غنی کو فقیر گمان کر کے اس کو زکوۃ دے دی' پھر اس کو معلوم ہوا کہ یہ شخص غنی تھا تو بعض فقہاء کے نزدیک وہ اپنی زکوۃ دہرائے گا اور جو فقیر چور ہو یا زانیہ ہو تو اس کو زکوۃ دینا بالاتفاق جائز ہے۔

حدیث میں مذکور بعض جملوں کی وضاحت اور لاعلمی میں غیر مستحق کو زکوۃ ادا کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء

اس نے چور کے ہاتھ پر زکوۃ رکھ دی: یہ اس پر محمول ہے کہ اس کو معلوم نہیں تھا کہ یہ چور ہے۔

صبح کو لوگوں نے کہا کہ چور پر صدقہ کیا گیا ہے: یعنی ان لوگوں نے کہا جن کے درمیان وہ شخص رہتا تھا۔

اس نے کہا: اے اللہ! تیرے لیے حمد ہے: اس نے یہ جملہ یا تو بہ طور انکار کہا یا بہ طور تعجب کہا' اس نے اس وجہ سے اللہ کا شکر ادا کیا کہ لاعلمی میں اس نے چور سے بدتر شخص کے ہاتھ پر صدقہ نہیں رکھا یا اس کو تعجب ہوا کہ میں نے کس کے ہاتھ میں لاعلمی میں صدقہ رکھ دیا اور اللہ کی حمد کی کہ وہ لاعلمی کے عیب سے پاک ہے۔

اے اللہ! زانیہ پر صدقہ کرنے کی وجہ سے تیری حمد ہے: اس کو تعجب ہوا کہ میں نے لاعلمی میں زانیہ کے ہاتھ پر صدقہ رکھ دیا اور اس نے اللہ کی حمد اس لیے کی کہ یہ میرا ارادہ نہیں تھا کہ میں زانیہ کو صدقہ دوں' یہ اللہ کا ارادہ تھا اور اللہ کا ہر کام عمدہ اور قابل تعریف ہوتا ہے' وہ کفار اور فساق اور فجار کا بھی رب ہے' ان کو بھی روزی دیتا ہے۔

اس نے غیب سے آواز سنی: ہوسکتا ہے' اس نے خواب میں یہ آواز سنی ہو یا بیداری میں ھاتف کی آواز سنی ہو' یا اس کو اس زمانے کے نبی نے خبر دی ہو یا کسی عالم نے فتویٰ دیا ہو۔

امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ اگر کسی شخص نے کسی کو فقیر سمجھ کر اس کو زکوۃ دی ہو' بعد میں معلوم ہو جائے کہ وہ شخص غنی تھا تو اس کی زکوۃ ادا ہو گئی اور اس پر اعادہ واجب نہیں ہے' حسن بصری اور ابراہیم النخعی کا بھی یہی موقف ہے' امام ابو یوسف اور امام شافعی کا موقف یہ ہے کہ اس کی زکوۃ ادا نہیں ہوئی اور اس پر دوبارہ زکوۃ دینا لازم ہے اور حدیث سے امام اعظم کے موقف کی تائید ہوتی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ٨ ص ٤١٣۔٤١٢' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

١٥ - بَابٌ اِذَا تَصَدَّقَ عَلٰى اِبْنِهٖ وَهُوَ لَا يَشْعُرُ

جب کسی شخص نے لاعلمی میں اپنے بیٹے کو زکوۃ دے دی

١٤٢٢ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا اِسْرَائِيْلُ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُو الْجُوَيْرِيَةِ اَنَّ مَعْنَ بْنَ يَزِيْدَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ حَدَّثَهٗ قَالَ بَايَعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَا وَاَبِيْ وَجَدِّيْ' وَخَطَبَ عَلَيَّ فَاَنْكَحَنِيْ' وَخَاصَمْتُ اِلَيْهِ وَكَانَ اَبِيْ يَزِيْدُ اَخْرَجَ دَنَانِيْرَ يَتَصَدَّقُ بِهَا' فَوَضَعَهَا عِنْدَ رَجُلٍ فِي الْمَسْجِدِ' فَجِئْتُ فَاَخَذْتُهَا' فَاَتَيْتُهٗ بِهَا' فَقَالَ وَاللّٰهِ مَا اِيَّاكَ اَرَدْتُّ' فَخَاصَمْتُهٗ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' فَقَالَ لَكَ مَا نَوَيْتَ يَا يَزِيْدُ' وَلَكَ مَا اَخَذْتَ يَا مَعْنُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسرائیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوالجویریہ نے حدیث بیان کی کہ حضرت معن بن یزید رضی اللہ عنہ نے ان سے بیان کیا کہ میں نے اور میرے باپ اور دادا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی اور آپ نے میری منگنی کی اور میرا نکاح کر دیا اور میں نے آپ کے پاس یہ مقدمہ کیا کہ میرے باپ یزید چند دینار لے کر صدقہ کرنے کے لیے نکلے' انہوں نے مسجد کے پاس ایک شخص کے ہاتھ پر وہ دینار رکھ دیئے' پس میں آیا تو میں نے وہ دینار لے لیے' انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! میں نے تمہارا ارادہ نہیں کیا تھا' پھر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ مقدمہ پیش کیا تو آپ نے میرے والد سے فرمایا: اے یزید! تم کو اسی کا اجر ملے گا جس کی تم نے نیت کی ہے اور اے معن! تم نے جو لے لیا' وہ تمہارا ہے۔

(سنن دارمی: ١٦٤٥' مشکل الآثار: ٤٥٣٣' المعجم الکبیر: ١٠٧٠۔ج ١٩' سنن بیہقی ج ٧ ص ٣٤' مسند احمد ج ٣ ص ٤٧٠ طبع قدیم' مسند احمد: ١٥٨٦٠۔ ج ٢٥ ص ١٩١' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' مسند الطحاوی: ٦٨٦٨)

حدیث مذکور کے رجال

(١) محمد بن یوسف الفریابی (٢) اسرائیل بن یونس بن ابی اسحاق السبیعی (٣) ابوالجویریہ حطان بن خفاف الجرمی (٤) معن بن یزید۔ (عمدۃ القاری ج ٨ ص ٤١٤)

رشتہ داروں کو زکوٰۃ دینے کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ بیٹے اور باپ کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے جب کہ زکوٰۃ دینے والے پر ان کا نفقہ لازم ہو البتہ ان کو نفلی صدقہ دینا جائز ہے اور اس حدیث میں نفلی صدقہ مراد ہے۔

باقی ضرورت مند رشتہ دار جن کا خرچ زکوٰۃ دینے والے پر لازم نہیں ہے ان کے متعلق اختلاف ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک ان کو زکوٰۃ دینا جائز ہے عطاء قاسم سعید بن المسیب امام ابوحنیفہ الثوری امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک ان کو زکوٰۃ دینا جائز ہے حسن بصری اور طاؤس نے کہا ہے کہ اپنے رشتہ داروں کو بالکل زکوٰۃ نہ دے امام مالک نے کہا ہے کہ اپنے کسی رشتہ دار کو زکوٰۃ کے ساتھ مخصوص کرنا مکروہ ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۴۰۹ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

١٦ - بَابُ الصَّدَقَةِ بِالْيَمِينِ

دائیں ہاتھ سے زکوٰۃ دینا

١٤٢٣ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنِي خُبَيْبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى فِي ظِلِّهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ إِمَامٌ عَدْلٌ وَشَابٌّ نَشَأَ فِي عِبَادَةِ اللّٰهِ وَرَجُلٌ قَلْبُهُ مُعَلَّقٌ فِي الْمَسَاجِدِ وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِي اللّٰهِ اجْتَمَعَا عَلَيْهِ وَتَفَرَّقَا عَلَيْهِ وَرَجُلٌ دَعَتْهُ امْرَأَةٌ ذَاتُ مَنْصِبٍ وَجَمَالٍ فَقَالَ إِنِّي أَخَافُ اللّٰهَ وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَأَخْفَاهَا حَتّٰى لَا تَعْلَمَ شِمَالُهُ مَا تُنْفِقُ يَمِينُهُ وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللّٰهَ خَالِيًا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از عبید اللہ انہوں نے کہا: مجھے خبیب بن عبد الرحمٰن نے حدیث بیان کی از حفص بن عاصم از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا: سات آدمیوں کو اللہ اس دن اپنے سائے میں رکھے گا جس دن اس کے سائے کے سوا اور کسی کا سایا نہیں ہوگا: (۱) امام عادل (۲) وہ جوان جو اللہ کی عبادت میں پروان چڑھا (۳) وہ آدمی جس کا دل مسجد میں معلق رہا (۴) وہ دو آدمی جو اللہ کی محبت میں اکٹھے ہوئے اور اس کی محبت میں الگ ہوئے (۵) وہ آدمی جس کو ایک مقتدر اور حسین وجمیل عورت نے گناہ کی دعوت دی تو اس نے کہا: میں اللہ سے ڈرتا ہوں (۶) وہ آدمی جس نے چھپا کر صدقہ دیا حتیٰ کہ اس کے بائیں ہاتھ کو پتا نہیں چلا کہ دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا ہے (۷) جس شخص نے تنہائی میں اللہ کو یاد کیا تو اس کی آنکھوں سے آنسو بہے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ٦٦٠ میں گزر چکی ہے۔

١٤٢٤ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِي مَعْبَدُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ سَمِعْتُ حَارِثَةَ بْنَ وَهْبٍ الْخُزَاعِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُولُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ تَصَدَّقُوا فَسَيَأْتِي عَلَيْكُمْ زَمَانٌ يَمْشِي الرَّجُلُ بِصَدَقَتِهِ فَيَقُولُ الرَّجُلُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن الجعد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے خبر دی انہوں نے کہا: مجھے معبد بن خالد نے خبر دی انہوں نے کہا: میں نے حضرت حارثہ بن وہب الخزاعی رضی اللہ عنہ سے سنا وہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: صدقہ کرو پس عنقریب تم پر ایسا زمانہ

لَوْ جِئْتَ بِهَا بِالْاَمْسِ لَقَبِلْتُهَا مِنْكَ، فَاَمَّا الْيَوْمَ فَلَا حَاجَةَ لِيْ فِيْهَا.

آئے گا کہ ایک آدمی اپنا صدقہ لے کر کسی کے پاس جائے گا تو وہ شخص کہے گا: اگر تم کل آتے تو میں اس کو قبول کر لیتا' رہا آج کا دن تو مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٤١١ میں گزر چکی ہے' تاہم یہ حدیث عنوان کے مطابق نہیں ہے کیونکہ اس میں دائیں ہاتھ سے صدقہ دینے کا ذکر نہیں ہے۔

١٧ - بَابُ مَنْ اَمَرَ خَادِمَهٗ بِالصَّدَقَةِ وَلَمْ يُنَاوِلْ بِنَفْسِهٖ

جس نے اپنے خادم کو صدقہ دینے کا حکم دیا اور خود صدقہ نہیں دیا

وَقَالَ اَبُوْ مُوْسٰى، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ اَحَدُ الْمُتَصَدِّقِيْنَ.

اور حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ وہ بھی صدقہ دینے والوں میں سے ایک ہے۔

اس تعلیق کے موافق حدیث متصل' صحیح البخاری: ١٤٣٢ میں عنقریب آ رہی ہے۔

١٤٢٥ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ، عَنْ مَنْصُوْرٍ، عَنْ شَقِيْقٍ، عَنْ مَسْرُوْقٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَنْفَقَتِ الْمَرْاَةُ مِنْ طَعَامِ بَيْتِهَا، غَيْرَ مُفْسِدَةٍ، كَانَ لَهَا اَجْرُهَا بِمَا اَنْفَقَتْ، وَلِزَوْجِهَا اَجْرُهٗ بِمَا كَسَبَ، وَلِلْخَازِنِ مِثْلُ ذٰلِكَ، لَا يَنْقُصُ بَعْضُهُمْ اَجْرَ بَعْضٍ شَيْئًا.

[اطراف الحدیث: ١٤٣٧-١٤٣٩-١٤٤٠-١٤٤١-٢٠٦٥]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عثمان بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از منصور از شقیق از مسروق از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی عورت اپنے گھر کا طعام خرچ کرے' اس حال میں کہ وہ خاوند کا گھر برباد کرنے والی نہ ہو' تو جو کچھ وہ خرچ کرے گی اسے بھی اس کا اجر ملے گا اور اس کے خاوند کو بھی کمانے کا اجر ملے گا اور طعام کی حفاظت کرنے والے کو بھی اس کا اجر ملے گا اور کسی کے اجر کی وجہ سے دوسرے کا اجر کم نہیں ہو گا۔

(صحیح مسلم: ١٠٢٤' الرقم المسلسل: ٢٣٢٦' سنن ابوداؤد: ١٦٨٥' سنن ترمذی: ٦٧٢' سنن کبریٰ: ٩١٩٧' سنن ابن ماجہ: ٢٢٩٤' مصنف ابن ابی شیبہ ج٦ ص ٥٨٢' سنن بیہقی ج٤ ص ١٩٢' مسند الحمیدی: ٢٧٦' شرح السنۃ: ١٦٩٥' مسند ابویعلیٰ: ٤٣٥٩' صحیح ابن حبان: ٣٣٥٨' المعجم الاوسط: ٢٧٠٠' مسند احمد ج٦ ص ٤٤ طبع قدیم' مسند احمد: ٢٤١٧١' ج٤٠ ص ٢٠١' موسسۃ الرسالۃ بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ٧٥٠٥' مکتبۃ الرشد ریاض ١٤٢٦ھ)

اس حدیث کے رجال کا اس سے پہلے تعارف ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: طعام کی حفاظت کرنے والے (یعنی خادم) کو بھی اس کا اجر ملے گا۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ عنوان میں یہ قید ہے کہ جس نے اپنے خادم کو صدقہ دینے کا حکم دیا اور حدیث میں حکم دینے کی قید کا ذکر نہیں ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ خادم اور خازن امین ہوتا ہے اور اس کو مالک کی اجازت کے بغیر اس کے مال میں تصرف کرنے کی ممانعت ہوتی ہے اور یہ چیز مسلمانوں کے دستور اور عرف سے معلوم ہے' اسی طرح عورت بھی خاوند کی اجازت کے بغیر اس کے مال میں تصرف کرنے کی مجاز نہیں ہے۔

١٨ - بَابٌ لَا صَدَقَةَ إِلَّا عَنْ ظَهْرِ غِنًى

وہی صدقہ مقبول ہے جس کے بعد صدقہ دینے والا غنی رہے

وَمَنْ تَصَدَّقَ وَهُوَ مُحْتَاجٌ، أَوْ أَهْلُهُ مُحْتَاجٌ، أَوْ عَلَيْهِ دَيْنٌ، فَالدَّيْنُ أَحَقُّ أَنْ يُقْضَى مِنَ الصَّدَقَةِ وَالْعِتْقِ وَالْهِبَةِ، وَهُوَ رَدٌّ عَلَيْهِ، لَيْسَ لَهُ أَنْ يُتْلِفَ أَمْوَالَ النَّاسِ.

اور جس آدمی نے اس حال میں صدقہ دیا کہ وہ ضرورت مند تھا یا اس کے گھر والے ضرورت مند تھے یا وہ مقروض تھا تو قرض اس کا مستحق ہے کہ صدقہ کرنے کے بجائے قرض ادا کیا جائے اور اگر اس نے اس حال میں غلام آزاد کیا یا کسی کو کچھ ہبہ کیا تو وہ اس کو واپس دیا جائے گا اور اس کو لوگوں کا مال ضائع کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

اس تعلیق میں اس حدیث کے عنوان کی امام بخاری نے شرح کی ہے۔

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَخَذَ أَمْوَالَ النَّاسِ يُرِيدُ إِتْلَافَهَا أَتْلَفَهُ اللَّهُ.

اور نبی ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے ضائع کرنے کے لیے لوگوں کے مال لیے اللہ اس کو ضائع کردے گا۔

امام بخاری نے اس عنوان کی شرح کے لیے پانچ احادیث معلقہ ذکر کی ہیں اور یہ ان میں سے پہلی معلق حدیث ہے اس تعلیق کی اصل درج ذیل حدیث ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے ادائیگی کی نیت سے لوگوں کے اموال لیے اللہ اس کی طرف سے ادا کردے گا اور جس نے ضائع کرنے کے لیے لوگوں کے اموال لیے اللہ اس کو ضائع کردے گا۔

(صحیح البخاری: ٢٣٨٧ سنن ابن ماجہ: ٢٤١١)

إِلَّا أَنْ يَكُونَ مَعْرُوفًا بِالصَّبْرِ، فَيُؤْثِرُ عَلَى نَفْسِهِ، وَلَوْ كَانَ بِهِ خَصَاصَةٌ، كَفِعْلِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ حِينَ تَصَدَّقَ بِمَالِهِ.

سوا اس صورت کے کہ وہ شخص صبر کرنے میں مشہور ہو پس وہ اپنے نفس پر دوسروں کو ترجیح دے خواہ اس کو خود ضرورت ہو جیسے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے تمام مال کو صدقہ کردیا تھا۔

تمام مال صدقہ کرنے کی تحقیق

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے تمام مال کو صدقہ کر دیا تھا کیونکہ وہ اپنے توکل کی قوت سے غنی تھے حضرت ابوبکر کا اپنے تمام مال کو صدقہ کرنے کا واقعہ سیرت کی کتب میں مشہور ہے اور اس سلسلہ میں یہ حدیث ہے:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے صدقہ کرنے کا حکم دیا اور اتفاق سے اس وقت میرے پاس مال تھا میں نے دل میں کہا: اگر میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے سبقت کر سکتا ہوں تو آج سبقت کرلوں گا میں آپ کے پاس آدھا مال لے کر آیا تو رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: تم نے اپنے گھر والوں کے لیے کیا باقی رکھا ہے؟ پس میں نے کہا: میں نے ان کے لیے اتنا ہی مال باقی رکھا ہے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنا کل مال لے کر آگئے تو آپ نے پوچھا: اے ابوبکر! تم نے اپنے گھر والوں کے لیے کیا باقی رکھا ہے پس حضرت ابوبکر نے کہا: میں نے ان کے لیے اللہ اور اس کے رسول کو باقی رکھا ہے تب میں نے اپنے دل میں کہا: میں ان سے کبھی نہیں بڑھ سکتا۔

(سنن ابوداؤد: ١٦٧٨ سنن ترمذی: ٣٦٧٥ سنن دارمی: ١٦٦٠ المستدرک ج ١ ص ٤١٤ سنن بیہقی ج ٤ ص ١٨١ مشکوٰۃ: ٦٠٢١ کنز العمال: ٣٥٦١١)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی لکھتے ہیں:

جمہور نے کہا ہے کہ جب انسان تندرست ہو' اور اس کی عقل صحیح ہو' اور اس پر قرض نہ ہو' اور وہ صبر کرنے والا ہو' اس کے اہل و عیال نہ ہوں یا اگر ہوں تو وہ بھی صبر کرنے والے ہوں اور پھر وہ اپنے تمام مال کو صدقہ کر دے تو جائز ہے' اور اگر ان میں سے کوئی شرط نہ پائی جائے تو پھر اس کا تمام مال صدقہ کرنا مکروہ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۴۲۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر کا کل مال قبول فرمالیا تھا اور ان پر انکار نہیں کیا اور نہ ان کے مال کو رد کیا۔

اور یہ امام مالک کا' امام ابوحنیفہ کا' امام شافعی کا اور جمہور کا قول ہے۔

بعض علماء نے کہا ہے کہ یہ قول مردود ہے' اس میں سے کوئی چیز جائز نہیں ہے کیونکہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے غیلان بن سلمہ پر ان کی ان ازواج کو لوٹا دیا تھا جن کو انہوں نے طلاق دے دی تھی اور اپنے مال کو اپنے بیٹوں پر تقسیم کر دیا تھا' حضرت عمر نے ان سب کو رد کر دیا تھا۔

دوسرے علماء نے یہ کہا ہے کہ تہائی مال تک صدقہ کرنا جائز ہے اور باقی دو تہائی کو واپس کیا جائے گا' اور انہوں نے حضرت کعب بن مالک کی حدیث سے استدلال کیا ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے صدقہ میں سے تیسرے حصہ کو قبول کیا تھا اور باقی کو مسترد کر دیا تھا۔

امام طبری نے کہا ہے کہ ہمارے نزدیک صحیح یہ ہے کہ جب انسان کا بدن تندرست ہو اور اس کی عقل صحیح ہو تو اس کا تمام مال کو صدقہ کرنا صحیح ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر کو ان کے تمام مال کے صدقہ کرنے کی اجازت جو دی تھی تو اس میں آپ نے اپنی امت کو یہ خبر دی ہے کہ تمام مال کو صدقہ کرنا جائز ہے اور مذموم نہیں ہے' اور آپ نے حضرت کعب بن مالک اور حضرت ابولبابہ کے تمام مال کے صدقہ کو جو رد کر دیا تھا اور ان کو صرف تہائی مال کے صدقہ کرنے کا جو حکم دیا تھا' اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ نے یہ تعلیم دی تھی کہ تمام مال کو صدقہ کرنا مستحب ہے' ممنوع نہیں ہے کیونکہ ہر وہ شخص جس کے پاس مال ہو' اس کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنی تمام ضروریات میں اور اپنی جائز خواہشوں کو پورا کرنے کے لیے اپنے تمام مال کو خرچ کرے لیکن اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لیے اس کی راہ میں اپنا تمام مال خرچ کرنا اپنی خواہش کو پورا کرنے کے لیے تمام مال کو خرچ کرنے سے بہتر اور افضل ہے۔

جو شخص اپنے نفس کے ساتھ ایثار کر سکتا ہو اور اس کو معلوم ہو کہ فقر و فاقہ پر صبر کرے گا اور اس کے اہل بھی صبر کر لیں گے' اس کے لیے اپنے نفس پر دوسروں کو ترجیح دینا مباح ہے اور اس کے لیے خود محتاج ہونے کے باوجود صدقہ کرنا جائز ہے' جیسے حضرت ابوبکر صدیق نے کیا تھا اور انصار نے مہاجرین کے لیے ایثار کیا تھا اور اگر اس کو معلوم ہو کہ اس میں اور اس کے اہل میں اتنی طاقت نہیں ہے کہ اپنی ضروریات کو ترک کر دیں تو پھر ان کے لیے اپنے مال کو بچا کر رکھنا جائز ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۴۱۴-۴۱۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

وَكَذٰلِكَ اٰثَرَ الْاَنْصَارُ الْمُهَاجِرِيْنَ. اور اسی طرح انصار نے مہاجرین کے لیے ایثار کیا تھا۔

یہ اس سلسلہ میں احادیث معلقہ کی تیسری حدیث ہے اور اس کی اصل حدیث متصل درج ذیل ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب مہاجرین مکہ سے مدینہ میں آئے تو ان کے ہاتھوں میں کوئی چیز نہیں تھی'

اور انصار زمینوں اور کھیتوں کے مالک تھے' پس انصار نے مہاجرین کو یہ پیش کش کی کہ وہ ان کو ہر سال اپنے درختوں کے پھل دیں گے اور مہاجرین اس کے بدلہ میں کاشت کاری کریں' اور حضرت انس کی والدہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا' عبد اللہ بن ابی طلحہ کی بھی ماں تھیں' پس حضرت انس کی والدہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کھجوروں کے وہ درخت دیئے جو آپ نے حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کو دیئے تھے' جو آپ کی باندی اور حضرت اسامہ بن زید کی ماں تھیں۔ ابن شہاب نے کہا: مجھ سے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے یہ بیان کیا کہ جب آپ اہل خیبر کے قتال سے فارغ ہوئے اور آپ مدینہ لوٹ گئے تو مہاجرین نے انصار کو ان کی ہبہ کی ہوئی چیزیں واپس کر دیں جو انصار نے مہاجرین کو پھل وغیرہ دیئے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت انس کی والدہ کو وہ کھجور کے درخت واپس کر دیئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام ایمن کو ان درختوں کی جگہ اپنا باغ دے دیا۔ (صحیح البخاری: ٢٦٣٠' صحیح مسلم: ١٧٧١)

وَنَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ إِضَاعَةِ الْمَالِ. فَلَيْسَ لَهُ أَنْ يُضَيِّعَ أَمْوَالَ النَّاسِ بِعِلَّةِ الصَّدَقَةِ.

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مال ضائع کرنے سے منع فرمایا ہے' پس کسی شخص کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ صدقہ کا بہانا کر کے لوگوں کا مال ضائع کرے۔

یہ تعلیق حضرت مغیرہ کی حدیث کا ایک ٹکڑا ہے' جو "صفة الصلوٰة" کے آخر میں گزر چکا ہے۔

حافظ عسقلانی اور حافظ عینی نے جو اس حدیث کی نشاندہی کی ہے' اس کے اعتبار سے اس کا نمبر: ٨٤٤ ہے۔

وَقَالَ كَعْبٌ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ' إِنَّ مِنْ تَوْبَتِيْ أَنْ أَنْخَلِعَ مِنْ مَالِيْ صَدَقَةً إِلَى اللّٰهِ وَإِلٰى رَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ أَمْسِكْ عَلَيْكَ بَعْضَ مَالِكَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكَ. قُلْتُ فَإِنِّيْ أُمْسِكُ سَهْمِيَ الَّذِيْ بِخَيْبَرَ.

اور حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میری توبہ یہ ہے کہ میں اپنے تمام مال کو اللہ کی طرف اور اس کے رسول کی طرف صدقہ کر دوں' آپ نے فرمایا: تم اپنے کچھ مال کو اپنے پاس رکھو پس وہ تمہارے لیے بہتر ہے' پس میں نے کہا: میں اپنا وہ حصہ رکھ لیتا ہوں جو خیبر میں ہے۔

یہ تعلیق ان احادیث معلقہ میں سے پانچویں حدیث ہے اور یہ اس حدیث کا ایک ٹکڑا ہے جو سورۂ توبہ کی تفسیر میں آئے گی۔ اس کی تفصیل صحیح البخاری: ٤٦٧٦ میں ہے۔

١٤٢٦ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ' عَنْ يُوْنُسَ' عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ أَنَّهٗ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَيْرُ الصَّدَقَةِ مَا كَانَ عَنْ ظَهْرِ غِنًى' وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُوْلُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے حدیث بیان کی از یونس از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے سعید بن المسیب نے خبر دی' انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا' انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا: بہترین صدقہ وہ ہے جس کے دینے کے بعد بھی آدمی غنی رہے اور دینے کی ابتداء اپنے عیال (گھر والوں سے) کرو۔

[اطراف الحدیث: ١٤٢٨-٥٣٥٥-٥٣٥٦]

(سنن دارمی: ١٦٥٨' جامع المسانید لابن جوزی: ٥٦٨٤' مکتبۃ الرشد ریاض' ١٤٢٦ھ)

اس حدیث کے رجال کا کئی مرتبہ ذکر کیا جا چکا ہے۔

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ اتنا صدقہ دینا چاہیے کہ صدقہ کے بعد آدمی مال دار رہے اور اسی اعتبار سے یہ حدیث عنوان کے مطابق ہے۔

١٤٢٧ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ حَكِيْمِ بْنِ حِزَامٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِّنَ الْيَدِ السُّفْلٰى وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُوْلُ وَخَيْرُ الصَّدَقَةِ عَنْ ظَهْرِ غِنًى وَمَنْ يَّسْتَعْفِفْ يُعِفَّهُ اللّٰهُ وَمَنْ يَسْتَغْنِ يُغْنِهِ اللّٰهُ.

(جامع المسانید لابن جوزی: ١٥٢١ مکتبۃ الرشد ریاض ١٤٢٦ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا: اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے اور دینے کی ابتداء اپنے عیال (گھر والوں) سے کرو اور بہترین صدقہ وہ ہے جس کے دینے کے بعد بھی آدمی غنی رہے اور جو شخص سوال کرنے سے رُکے گا' اللہ اسے روک کر رکھے گا' اور جو شخص مستغنی رہے گا' اللہ اس کو غنی کر دے گا۔

اس حدیث کو صرف امام بخاری نے روایت کیا ہے اور اس کے رجال کا تعارف کیا جا چکا ہے۔

اوپر والے ہاتھ کے مصداق کی تحقیق

اوپر والے ہاتھ کی حسب ذیل تفسیریں ہیں:

(١) اوپر والے ہاتھ سے مراد صدقہ دینے والے کا ہاتھ ہے۔
(٢) اوپر والے ہاتھ سے مراد لینے والے کا ہاتھ ہے۔
(٣) اوپر والے ہاتھ سے مراد اس شخص کا ہاتھ ہے جو سوال کرنے سے باز رہتا ہو۔
(٤) اوپر والے ہاتھ سے مراد اللہ کا ہاتھ ہے یا کسی بھی دینے والے کا ہاتھ ہے اور نیچے والے ہاتھ سے مراد مانگنے والے کا ہاتھ ہے۔

(عمدۃ القاری ج ٨ ص ٤٢٤ دار الکتب العلمیہ بیروت ١٤٢١ھ)

اوپر والے ہاتھ کے مصداق کے متعلق حسب ذیل احادیث ہیں:

بنو یربوع میں سے ایک شخص نے کہا: میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا' آپ اس وقت لوگوں سے کلام فرما رہے تھے' آپ نے فرمایا: دینے والے کا ہاتھ اوپر ہے وہ تمہاری ماں' تمہارا باپ اور تمہاری بہن اور تمہارا بھائی ہے' پھر جو تمہارا قریبی ہو' پھر جو تمہارا زیادہ قریبی ہو۔ (الآحاد والمثانی: ١١٧٥ مسند احمد ج ٤ ص ٦٥ طبع قدیم مسند احمد: ١٦٦١٣۔ ج ٢٧ ص ١٥٩)

حضرت مالک بن نضلہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاتھ تین ہیں' پس اللہ کا ہاتھ اوپر والا ہے اور دینے والے کا ہاتھ اس کے قریب ہے اور مانگنے والے کا ہاتھ نیچے والا ہاتھ ہے' پس تم زائد چیز کو عطا کرو اور اپنے نفس سے عاجز نہ ہو۔

(سنن ابوداؤد: ١٦٤٩ المستدرک ج ١ ص ٤٠٨ صحیح ابن حبان: ٣٣٦٢ مسند احمد ج ٣ ص ٤٧٣)

محمد بن عطیہ اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ دینے والے کا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔

(مصنف عبد الرزاق: ٢٠٠٦٤ الآحاد والمثانی: ١٢٦٤ المعجم الاوسط: ٣٠١٦ مسند احمد ج ٤ ص ٢٢٦)

عدی الجزامی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو! جان لو کہ ہاتھ تین ہیں' پس اللہ کا ہاتھ سب سے اوپر ہے اور دینے والے کا ہاتھ درمیان والا ہے اور مانگنے والے کا ہاتھ سب سے نیچے ہے' پس تم سوال کرنے سے احتراز کرو' خواہ لکڑیوں کا گٹھا (کاٹ کر)' سنو! کیا میں نے تبلیغ کر دی ہے' سنو! کیا میں نے تبلیغ کر دی ہے۔ (المعجم الکبیر: ٢٦٩۔ ج ١٧ ص ١١٠)

عیال پر خرچ کرنے کی ترتیب اور تفصیل

اس حدیث میں مذکور ہے: دینے کی ابتداء اپنے عیال سے کرو۔ اس کی تفصیل میں یہ حدیث ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صدقہ کرو' ایک شخص نے کہا: یارسول اللہ! میرے پاس ایک دینار ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو اپنے اوپر خرچ کرو' اس نے کہا: میرے پاس ایک اور دینار ہے؟ آپ نے فرمایا: اس کو اپنی بیوی پر خرچ کرو' اس نے کہا: میرے پاس ایک اور دینار ہے؟ آپ نے فرمایا: اس کو اپنی اولاد پر خرچ کرو' اس نے کہا: میرے پاس ایک اور دینار ہے؟ آپ نے فرمایا: اس کو اپنے خادم پر خرچ کرو' اس نے کہا: میرے پاس ایک اور دینار ہے؟ آپ نے فرمایا: تم اس کے متعلق زیادہ بصیرت رکھتے ہو۔ (سنن نسائی: ۲۵۳۱' سنن ابوداؤد: ۱۶۹۱)

سنن ابوداؤد کی روایت میں بیوی سے پہلے اولاد پر خرچ کرنے کا ذکر ہے۔

علامہ ابوسلیمان حمد بن محمد الخطابی الشافعی المتوفی ۳۸۸ھ لکھتے ہیں:

جب تم اس ترتیب پر غور کرو گے تو معلوم ہوگا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے الاولی فالاولی اور الاقرب فالاقرب کو بیان کیا ہے' یعنی ہر نزدیک والے پر خرچ کرنے کو مقدم کیا ہے' سب سے پہلے انسان اپنے اوپر خرچ کرے' پھر اپنی اولاد پر خرچ کرے کیونکہ اس کی اولاد اس کے جز کے حکم میں ہے' جب وہ اولاد کو خرچ نہیں دے گا تو وہ ضائع ہو جائیں گے اور ہلاک ہو جائیں گے اور کوئی اور ان کا قائم مقام نہیں ہوگا اور اولاد کے بعد خرچ کرنے میں اس کی بیوی کا نمبر ہے کیونکہ اگر وہ اپنی بیوی پر خرچ نہیں کرے گا تو اس کی بیوی اس سے طلاق لے کر الگ ہو جائے گی یا عدالت ان کے درمیان تفریق کر دے گی' اس کے بعد اس کے خادم کا ذکر فرمایا کیونکہ اگر وہ اپنے خادم پر خرچ نہیں کرے گا تو وہ اس کی نوکری چھوڑ دے گا اور چوتھے نمبر پر خرچ کرنے کو آپ نے انسان کی صواب دید پر چھوڑ دیا۔

(معالم السنن ج ۲ ص ۶۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

عیال پر خرچ کرنے کی تاکید اس حدیث میں ہے:

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی آدمی کے گناہ کے لیے یہ کافی ہے کہ وہ ان لوگوں کو ضائع کر دے جن کی روزی اس کے ذمہ ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۶۹۲)

سنن نسائی کی حدیث میں بیوی پر خرچ کرنے کو اولاد کے خرچ پر مقدم کیا ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ بیوی پر خرچ کرنا اولاد پر خرچ کرنے سے زیادہ لازم ہے کیونکہ اولاد جب بالغ ہو جائے تو اس پر خرچ کرنا لازم نہیں رہتا اور بیوی کا خرچ اس وقت تک لازم رہتا ہے جب تک بیوی کے ساتھ نکاح کا رشتہ قائم رہتا ہے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے کہ تم سوال کرنے سے احتراز کرو' اس کے دو محمل ہیں: ایک یہ کہ تم لوگوں سے سوال کرنے سے احتراز کرو' اور دوسرا یہ کہ تم حرام چیز کا سوال کرنے سے احتراز کرو۔

١٤٢٨ - وَعَنْ وُهَيْبٍ قَالَ اَخْبَرَنَا هِشَامٌ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ بِهٰذَا.

اور وہیب سے روایت ہے' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے خبر دی از والد خود از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' ان سے یہی حدیث مروی ہے۔

اس کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۱۴۲۷ کا مطالعہ فرمائیں۔

١٤٢٩ - حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو النعمان نے حدیث

زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (ح). وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ، وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ، وَذَكَرَ الصَّدَقَةَ وَالتَّعَفُّفَ وَالْمَسْأَلَةَ اَلْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِّنَ الْيَدِ السُّفْلٰى، فَالْيَدُ الْعُلْيَا هِيَ الْمُنْفِقَةُ، وَالسُّفْلٰى هِيَ السَّائِلَةُ.

بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ایوب از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما انہوں نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے (ح) اور ہمیں عبد اللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از مالک از نافع از حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر فرمایا: آپ نے صدقہ کا ذکر کیا اور سوال کرنے سے احتراز کرنے کا' اور سوال کرنے کا (آپ نے فرمایا:) اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے' پس اوپر والا ہاتھ خرچ کرنے والا ہے اور نیچے والا ہاتھ مانگنے والا ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۰۳۳، الرقم المسلسل: ۲۳۴۷، سنن ابوداؤد: ۱۶۴۸، سنن نسائی: ۲۵۳۳، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۲۱۱، المعجم الکبیر: ۳۰۹۱، سنن بیہقی ج ۴ ص ۱۷۷، مسند احمد ج ۳ ص ۴۰۳ طبع قدیم، مسند احمد: ۱۵۳۲۶۔ ج ۲۴ ص ۴۲، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید لابن جوزی: ۳۳۷۳، مکتبۃ الرشد ریاض، ۱۴۲۷ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابوالنعمان محمد بن الفضل السدوسی (۲) حماد بن زید (۳) ایوب بن ابی تمیمہ السختیانی (۴) نافع مولیٰ ابن عمر (۵) عبد اللہ بن مسلمہ (۶) حضرت مالک بن انس رضی اللہ عنہ (۷) حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۴۲۶)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: آپ نے صدقہ کا ذکر فرمایا۔

اوپر والے ہاتھ کے مصداق کی مزید تفصیل

علامہ ابوسلیمان حمد بن محمد خطابی شافعی متوفی ۳۸۸ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں فرمایا ہے: اوپر والا ہاتھ خرچ کرنے والا ہے' لیکن حماد بن زید سے ایک روایت ہے کہ اوپر والا ہاتھ سوال سے احتراز کرنے والا ہے۔ (معالم السنن ج ۲ ص ۶۰، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۶ھ بیروت)

علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اوپر والے ہاتھ کی اور بھی کئی تفسیریں ہیں' امام ابوداؤد اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

سعید بن المسیب بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حکیم بن حزام کو دوسرے اصحاب کی بہ نسبت کم دیا' حضرت حکیم نے کہا: یارسول اللہ! میں یہ گمان نہیں کرتا تھا کہ آپ مجھے دوسروں سے کم دیں گے' پھر آپ نے ان کو زیادہ دیا حتیٰ کہ وہ راضی ہو گئے' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے' حضرت حکیم نے کہا: یارسول اللہ! آپ سے بھی؟ آپ نے فرمایا: مجھ سے بھی' حضرت حکیم نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے! میں آپ کے بعد کسی کا مال کم نہیں کروں گا' پھر حضرت حکیم کوئی مال قبول نہیں کرتے تھے حتیٰ کہ وہ فوت ہو گئے۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۴۱۴، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۴ھ)

میں کہتا ہوں کہ مجھے سنن ابوداؤد میں یہ روایت نہیں ملی۔

علامہ نووی نے ذکر کیا ہے کہ علامہ خطابی نے اس حدیث کو ترجیح دی ہے' جس میں ذکر ہے کہ اوپر والا ہاتھ سوال سے احتراز

کرنے والے کا ہے لیکن صحیح وہی ہے جو امام بخاری اور امام مسلم کی روایت ہے۔

(صحیح مسلم بشرح النووی ج ۴ ص ۲۸۴۱ مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۲۸۱۔ ج ۲ ص ۹۵۶ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

١٩ - بَابُ الْمَنَّانِ بِمَا اَعْطٰى

دے کر احسان جتانے والا

بِقَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُوْنَ مَآ اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّلَآ اَذًى﴾ (البقرہ: ٢٦٢) الاٰية.

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جو لوگ اللہ کی راہ میں اپنے مال خرچ کرتے ہیں' پھر جو کچھ خرچ کیا اس پر نہ احسان جتاتے ہیں نہ تکلیف پہنچاتے ہیں' ان کے لیے ان کے رب کے پاس ان کا اجر ہے اور ان پر نہ کچھ خوف ہوگا نہ وہ غمگین ہوں گے ○ (البقرہ: ۲۶۲)

جو شخص صدقہ دے کر احسان جتاتا ہے' اس کی وجہ بخل اور تکبر ہوتی ہے اور وہ یہ بھول جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر کتنے احسانات کیے ہیں۔

امام بخاری نے اس باب کے تحت کسی حدیث کو روایت نہیں کیا' صرف احسان جتانے کی مذمت میں قرآن مجید کی آیت کو ذکر کرنے پر اکتفاء کر لیا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ غالباً ان کو اپنی شرط کے مطابق اس باب میں لانے کے لیے کوئی حدیث نہیں ملی' تاہم اس سلسلہ میں یہ حدیث صحیح ہے:

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین آدمیوں سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بات نہیں کرے گا: (۱) احسان جتانے والا' جو ہر چیز دے کر اس پر احسان جتاتا ہے (۲) جھوٹی قسم کھا کر سودا بیچنے والا (۳) (ٹخنوں سے نیچے ازراہِ تکبر) اپنا تہبند لٹکانے والا۔

(صحیح مسلم: ۱۰۶' الرقم المسلسل: ۲۸۸' سنن ابوداؤد: ۴۰۸۷' سنن ترمذی: ۱۲۱۱' سنن نسائی: ۴۴۵۸۔ ۲۵۶۳' سنن ابن ماجہ: ۲۲۰۸)

* زیر بحث حدیث' شرح صحیح مسلم ج ۱ ص ۵۶۵ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے یہ عنوان ہیں:

① ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے کے مکروہ ہونے کی وجہ ② بوڑھے زانی' جھوٹے حاکم اور متکبر فقیر کے زیادہ مبغوض ہونے کی وجہ۔

٢٠ - بَابُ مَنْ اَحَبَّ تَعْجِيْلَ الصَّدَقَةِ مِنْ يَوْمِهَا

جس نے اپنے دن سے پہلے صدقہ دینے کو پسند کیا

اس عنوان میں صدقہ سے مراد عام ہے خواہ صدقہ فرض ہو یا نفل۔

١٤٣٠ - حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ' عَنْ عُمَرَ بْنِ سَعِيْدٍ' عَنِ ابْنِ اَبِيْ مُلَيْكَةَ اَنَّ عُقْبَةَ بْنَ الْحَارِثِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ حَدَّثَهٗ قَالَ صَلّٰى بِنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَصْرَ' فَاَسْرَعَ ثُمَّ دَخَلَ الْبَيْتَ' فَلَمْ يَلْبَثْ اَنْ خَرَجَ' فَقُلْتُ' اَوْ قِيْلَ لَهٗ' فَقَالَ كُنْتُ خَلَّفْتُ فِي الْبَيْتِ تِبْرًا مِّنَ الصَّدَقَةِ' فَكَرِهْتُ اَنْ اُبَيِّتَهٗ' فَقَسَمْتُهٗ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوعاصم نے حدیث بیان کی از عمر بن سعید از ابن ابی ملیکہ کہ حضرت عقبہ بن الحارث نے حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں عصر کی نماز پڑھائی' پھر آپ جلدی سے اپنے گھر گئے' پھر تھوڑی دیر بعد آپ آ گئے' پس میں نے پوچھا یا آپ سے کہا گیا (کہ اس کی کیا وجہ ہے؟) تو آپ نے فرمایا: میں اپنے گھر میں صدقہ کا سونا چھوڑ آیا تھا' پس میں نے

اس کو رات بھر گھر میں رکھنا ناپسند کیا تو میں نے اس کو تقسیم کیا۔

اس حدیث کی شرح 'صحیح البخاری: ۸۵۱ میں گزر چکی ہے۔

۲۱ - بَابُ التَّحْرِيْضِ عَلَى الصَّدَقَةِ وَالشَّفَاعَةِ فِيْهَا

صدقہ کی ترغیب دینا اور اس میں شفاعت کرنا

یعنی صدقہ کرنے کے ثواب کو بیان کرنا اور صدقہ کا سوال کرنا۔

١٤٣١ - حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَدِيٌّ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ عِيْدٍ، فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ، لَمْ يُصَلِّ قَبْلُ وَلَا بَعْدُ، ثُمَّ مَالَ عَلَى النِّسَاءِ، وَمَعَهُ بِلَالٌ، فَوَعَظَهُنَّ وَاَمَرَهُنَّ اَنْ يَتَصَدَّقْنَ، فَجَعَلَتِ الْمَرْاَةُ تُلْقِي الْقُلْبَ وَالْخُرْصَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عدی نے حدیث بیان کی از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عید کے دن نکلے' پس آپ نے دو رکعت نماز پڑھی' اس سے پہلے آپ نے نماز پڑھی نہ اس کے بعد نماز پڑھی' پھر آپ عورتوں کی طرف گئے اور آپ کے ساتھ حضرت بلال تھے' آپ نے عورتوں کو وعظ کیا اور انہیں صدقہ دینے کا حکم دیا' پھر عورتیں اپنے کنگن اور بالیاں اتار کر ڈال رہی تھیں۔

اس حدیث کی شرح 'صحیح البخاری: ۹۸ میں گزر چکی ہے۔

١٤٣٢ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ بُرْدَةَ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ بُرْدَةَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ بُرْدَةَ بْنُ اَبِيْ مُوْسٰى، عَنْ اَبِيْهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا جَاءَهُ السَّائِلُ، اَوْ طُلِبَتْ اِلَيْهِ حَاجَةٌ قَالَ اِشْفَعُوْا تُؤْجَرُوْا، وَيَقْضِي اللّٰهُ عَلٰى لِسَانِ نَبِيِّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا شَاءَ.

[اطراف الحدیث: ۶۰۲۷-۶۰۲۸-۷۴۷۶]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الواحد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو بردہ بن عبد اللہ بن ابی بردہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو بردہ بن ابو موسیٰ نے حدیث بیان کی از والد خود رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی سائل آتا یا آپ سے کوئی حاجت طلب کی جاتی تو آپ فرماتے: تم (اس کی سفارش کرو) تمہیں اجر دیا جائے گا اور اللہ اپنے نبی کی زبان سے جو چاہے گا' فیصلہ فرمائے گا۔

(صحیح مسلم: ۲۶۲۷' الرقم المسلسل: ۶۵۶۸' سنن ابوداؤد: ۵۱۳۱' سنن ترمذی: ۲۶۷۲' سنن نسائی: ۲۵۵۶' مسند ابویعلیٰ: ۷۲۹۶' سنن بیہقی ج ۸ ص ۱۶۷' شعب الایمان: ۷۶۱۲' مسند الحمیدی: ۷۷۱' مسند احمد ج ۴ ص ۴۰۰ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۹۵۸۴- ج ۳۲ ص ۳۵۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) موسیٰ بن اسماعیل المنقری (۲) عبد الواحد بن زیاد (۳) ابو بردہ بن عبد اللہ بن ابی بردہ بن ابو موسیٰ الاشعری (۴) ابو بردہ' ان کا نام عامر یا حارث ہے (۵) حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ' ان کا نام عبد اللہ بن قیس ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۴۲۹)

سفارش کرنے کی فضیلت

اس حدیث میں نبی ﷺ نے شفاعت (سفارش) کی ترغیب دی ہے اور جب کوئی شخص اپنے مسلمان بھائی کے لیے کسی کام کی سفارش کرتا ہے تو اس کا کام ہو یا نہ ہو اسے سفارش کرنے کا اجر ملتا ہے' قرآن مجید میں ہے:

مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَّكُنْ لَّهُ نَصِيْبٌ مِّنْهَا. (النساء:۸۵)
جو شخص کسی نیک کام کے لیے سفارش کرتا ہے اسے بھی اس نیکی سے کچھ حصہ ملتا ہے۔

حدیث صحیح میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس وقت تک بندہ کی مدد میں رہتا ہے' جب تک وہ بندہ اپنے بھائی کی مدد میں رہتا ہے۔ (کتاب الاذکار:۴۰۹) کسی بڑے آدمی کو کسی چھوٹے آدمی کے پاس سفارش کرنے سے انکار نہیں کرنا چاہیے' نبی ﷺ نے حضرت بریرہ سے یہ سفارش کی تھی کہ وہ اپنے سابق شوہر مغیث سے نکاح کر لیں' لیکن انہوں نے انکار کر دیا۔

اس کی تفصیل اس حدیث میں ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت بریرہ کے (سابق) خاوند غلام تھے' ان کا نام مغیث تھا' گویا کہ میں ان کی طرف دیکھ رہا ہوں' وہ حضرت بریرہ کے پیچھے روتے ہوئے چکر لگاتے رہتے تھے اور ان کے آنسو ان کی ڈاڑھی پر بہتے رہتے تھے' پس نبی ﷺ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے کہا: اے عباس! کیا تم کو اس پر تعجب نہیں ہوتا کہ مغیث کو بریرہ سے کتنی محبت ہے اور بریرہ کو مغیث سے کتنا بغض ہے' پھر نبی ﷺ نے حضرت بریرہ سے کہا: کاش! تم اس سے رجوع کر لیتیں' انہوں نے کہا: یارسول اللہ! کیا آپ مجھے یہ حکم دے رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: میں صرف شفاعت کر رہا ہوں' حضرت بریرہ نے کہا: مجھے مغیث کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ (صحیح البخاری:۵۲۸۳' سنن دار قطنی:۳۷۱۸' دار المعرفہ' بیروت)

اس حدیث کا پس منظر یہ ہے کہ حضرت بریرہ' حضرت مغیث رضی اللہ عنہما کے نکاح میں تھیں' جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت بریرہ کو آزاد کیا تو حضرت بریرہ نے خیار عتق کے سبب سے اپنے نفس کو حضرت مغیث کے نکاح سے آزاد کر لیا اور حضرت مغیث کو حضرت بریرہ سے بہت محبت تھی' وہ ان کے فراق میں روتے رہتے تھے۔ (البنایہ ج۶ ص۲۵۲ ملخصا' مکتبہ حقانیہ' ملتان)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کے شوہر غلام تھے پس جب حضرت بریرہ کو آزاد کیا گیا تو رسول اللہ ﷺ نے ان کے نکاح کا معاملہ ان کے اختیار میں دے دیا۔ (سنن دار قطنی:۳۷۰۵' دار المعرفہ' بیروت' سنن بیہقی ج۷ ص۲۲۱' ملتان)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جس دن حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کو آزاد کیا گیا تو وہ بنو مغیرہ کے سیاہ فام غلام کے نکاح میں تھیں اور اللہ کی قسم! ان کے شوہر مدینہ کی گلیوں میں پھرتے تھے اور ان کی ڈاڑھی پر ان کے آنسو بہتے رہتے تھے' وہ حضرت بریرہ کو راضی کرنے کے لیے ان کے پیچھے پھرتے تھے تاکہ وہ ان کو اختیار کر لیں لیکن حضرت بریرہ نے ان کو اختیار نہیں کیا۔ (سنن دار قطنی:۳۷۱۶)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۶۵۶۷۔ ج۷ ص۲۴۲ پر مذکور ہے' وہاں اس کی مختصر شرح کی گئی ہے۔

۱۴۳۳ - حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدَةُ' عَنْ هِشَامٍ' عَنْ فَاطِمَةَ' عَنْ اَسْمَاءَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ قَالَ لِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُوْكِيْ فَيُوْكٰى عَلَيْكِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں صدقہ بن الفضل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدہ نے خبر دی از ہشام از فاطمہ از حضرت اسماء رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ مجھ سے نبی ﷺ نے فرمایا: تم اپنی تھیلی کو باندھ کر نہ رکھو ورنہ تم پر بھی ذخیرہ کیا جائے گا۔

[اطراف الحدیث:۱۴۳۴۔۲۵۹۰۔۲۵۹۱]

(صحیح مسلم: ١٠٢٩، الرقم المسلسل: ٢٣٣٩، سنن نسائی: ٢٥٤٩، السنن الکبریٰ: ٩١٩٥، المعجم الکبیر: ٣٣٨۔ ٣٣٧۔ ج ٢٤، مکارم الاخلاق ص ٥٧، سنن بیہقی ج ٤ ص ١٨٧۔ ١٨٦، شعب الایمان: ٣٤٣٦، صحیح ابن حبان: ٣٢٠٩، مسند احمد ج ٦ ص ٣٤٥ طبع قدیم، مسند احمد: ٢٦٩٢٢۔ ج ٤٤ ص ٤٩١، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس باب کا عنوان ہے: صدقہ کی ترغیب دینا اور اس کی مناسبت حدیث کے اس جملہ میں ہے: تم اپنی تھیلی کو باندھ کر نہ رکھو یعنی اللہ کی راہ میں خرچ کرو۔

حدیث مذکور کے رجال

(١) صدقہ بن الفضل ابوالفضل (٢) عبدہ بن سلیمان (٣) ہشام بن عروہ بن الزبیر (٤) فاطمہ بنت المنذر بن الزبیر (٥) حضرت اسماء بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ٨ ص ٤٣٠)

تھیلی کو باندھ کر رکھنے کا معنی

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: اپنی تھیلی کو باندھ کر نہ رکھو یعنی اپنے مال کو جمع نہ کرو اور صدقہ دینے سے منع نہ کرو ورنہ اللہ بھی اپنے رزق کو تم پر بند کر دے گا۔

حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ، عَنْ عَبْدَةَ، وَقَالَ لَا تُحْصِیْ فَيُحْصِيَ اللّٰهُ عَلَيْكِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عثمان بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی از عبدہ' آپ نے فرمایا: تم گن گن کر نہ دو' ورنہ اللہ بھی تم کو گن گن کر دے گا۔

اس حدیث کی تخریج حسب سابق ہے۔

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ تم جو اللہ کی راہ میں دیتی ہو' اس کو گنا مت کرو' ورنہ یہ اللہ تعالیٰ کی عطاء کے منقطع ہونے کا سبب بن جائے گا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ گننے اور تھیلی کو بند کرنے کی ممانعت اس وجہ سے فرمائی ہو کہ اس طرح کرنے سے برکت زائل ہو جائے گی۔

٢٢ - بَابُ الصَّدَقَةِ فِيْمَا اسْتَطَاعَ

استطاعت کے مطابق صدقہ کرنا

١٤٣٤ - حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ. وَحَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيْمِ، عَنْ حَجَّاجِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِی ابْنُ اَبِیْ مُلَيْكَةَ، عَنْ عَبَّادِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ اَخْبَرَهُ، عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِیْ بَكْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَنَّهَا جَاءَتْ اِلَى النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَا تُوْعِیْ فَيُوْعِیَ اللّٰهُ عَلَيْكِ، اِرْضَخِیْ مَا اسْتَطَعْتِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوعاصم نے حدیث بیان کی از ابن جریج' اور مجھے محمد بن عبدالرحیم نے حدیث بیان کی از حجاج بن محمد از ابن جریج' انہوں نے کہا: مجھے ابن ابی ملیکہ نے خبر دی از عباد بن عبداللہ بن الزبیر' انہوں نے خبر دی از حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں تو آپ نے فرمایا: تم (اپنے پیسوں کا) ذخیرہ نہ کرو' ورنہ اللہ بھی تم پر ذخیرہ کرے گا' تم جتنا (اللہ کی راہ میں) خرچ کر سکتی ہو' کرو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٤٣٣ میں گزر چکی ہے۔

۲۳ - بَابُ اَلصَّدَقَةُ تُكَفِّرُ الْخَطِيئَةَ

۱۴۳۵ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ أَيُّكُمْ يَحْفَظُ حَدِيثَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْفِتْنَةِ؟ قَالَ قُلْتُ أَنَا أَحْفَظُهُ كَمَا قَالَ. قَالَ إِنَّكَ عَلَيْهِ لَجَرِيءٌ، فَكَيْفَ قَالَ؟ قُلْتُ فِتْنَةُ الرَّجُلِ فِي أَهْلِهِ وَوَلَدِهِ وَجَارِهِ، تُكَفِّرُهَا الصَّلٰوةُ وَالصَّدَقَةُ وَالْمَعْرُوفُ. قَالَ سُلَيْمَانُ قَدْ كَانَ يَقُولُ الصَّلٰوةُ وَالصَّدَقَةُ وَالْأَمْرُ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّهْيُ عَنِ الْمُنْكَرِ قَالَ لَيْسَ هٰذِهِ أُرِيدُ، وَلٰكِنِّي أُرِيدُ الَّتِي تَمُوجُ كَمَوْجِ الْبَحْرِ، قَالَ قُلْتُ لَيْسَ عَلَيْكَ بِهَا يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ بَأْسٌ، بَيْنَكَ وَبَيْنَهَا بَابٌ مُغْلَقٌ، قَالَ فَيُكْسَرُ الْبَابُ أَوْ يُفْتَحُ؟ قَالَ قُلْتُ لَا، بَلْ يُكْسَرُ قَالَ فَإِنَّهُ إِذَا كُسِرَ لَمْ يُغْلَقْ أَبَدًا. قَالَ قُلْتُ أَجَلْ. فَهِبْنَا أَنْ نَسْأَلَهُ مَنِ الْبَابُ؟ فَقُلْنَا لِمَسْرُوقٍ سَلْهُ، قَالَ فَسَأَلَهُ. فَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ. قَالَ قُلْنَا فَعَلِمَ عُمَرُ مَنْ تَعْنِي؟ قَالَ نَعَمْ، كَمَا أَنَّ دُونَ غَدٍ لَيْلَةً، وَذٰلِكَ أَنِّي حَدَّثْتُهُ حَدِيثًا لَيْسَ بِالْأَغَالِيطِ.

صدقہ گناہ کو مٹادیتا ہے

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از الاعمش از ابی وائل از حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم میں سے کسی شخص کو فتنہ کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث یاد ہے؟ حضرت حذیفہ نے کہا: مجھے وہ حدیث اسی طرح یاد ہے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تھی' حضرت عمر نے فرمایا: تم اس کی ہمت رکھتے ہو پس آپ نے کس طرح فرمایا تھا؟ میں نے کہا: آدمی اپنی بیوی' اپنی اولاد اور اپنے پڑوسی کی وجہ سے جن فتنوں میں مبتلا ہوتا ہے' نماز پڑھنے' صدقہ کرنے اور نیک کام کرنے سے ان کا کفارہ ہو جاتا ہے۔ سلیمان نے کہا: کبھی وہ یوں کہتے تھے کہ نماز' صدقہ' نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے کی وجہ سے ان کا کفارہ ہو جاتا ہے' حضرت عمر نے فرمایا: میری یہ مراد نہیں ہے لیکن میری مراد وہ فتنہ ہے جو سمندر کی موج کی طرح امڈ کر آئے گا' حضرت حذیفہ نے بیان کیا: میں نے کہا: اے امیر المومنین! آپ کو اس فتنہ سے کوئی خطرہ نہیں ہے' آپ کے اور اس فتنہ کے درمیان ایک بند دروازہ ہے' حضرت عمر نے پوچھا: اس دروازہ کو توڑا جائے گا یا اس کو کھولا جائے گا؟ حضرت حذیفہ نے کہا: نہیں! بلکہ اس دروازہ کو توڑا جائے گا' حضرت عمر نے کہا: جب اس دروازہ کو توڑ دیا جائے گا تو پھر وہ کبھی بند نہیں ہو سکے گا' حضرت حذیفہ نے کہا: جی ہاں! پھر ہم حضرت حذیفہ سے اس دروازہ کے متعلق پوچھنے سے ڈرے' ہم نے مسروق سے کہا: تم ان سے پوچھو' مسروق نے حضرت حذیفہ سے پوچھا تو انہوں نے بتایا: دروازہ سے مراد خود حضرت عمر کی ذات تھی' ہم نے پوچھا: کیا حضرت عمر جانتے تھے آپ کی کیا مراد تھی؟ انہوں نے کہا: ہاں! جس طرح وہ یہ جانتے تھے کہ آج دن کے بعد رات آئے گی' اس کی وجہ یہ تھی کہ میں نے ان کو ایسی حدیث بیان کی تھی جس میں بجھارت نہیں تھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۵۲۵ میں گزر چکی ہے۔

۲۴ - بَابُ مَنْ تَصَدَّقَ فِي الشِّرْكِ ثُمَّ اَسْلَمَ

جس نے حالت شرک میں صدقہ کیا' پھر اسلام قبول کرلیا

اس باب میں یہ بیان کیا جائے گا کہ حالت شرک میں کیا ہوا صدقہ قبول کیا جائے گا یا نہیں۔

۱۴۳۶ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ' عَنِ الزُّهْرِيِّ' عَنْ عُرْوَةَ' عَنْ حَكِيْمِ بْنِ حِزَامٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ' اَرَاَيْتَ اَشْيَاءَ' كُنْتُ اَتَحَنَّثُ بِهَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ' مِنْ صَدَقَةٍ' اَوْ عَتَاقَةٍ' وَصِلَةِ رَحِمٍ' فَهَلْ فِيْهَا مِنْ اَجْرٍ؟ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَسْلَمْتَ عَلٰى مَا سَلَفَ مِنْ خَيْرٍ.

[اطراف الحدیث: ۲۲۲۰-۲۵۳۸-۵۹۹۲]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے حدیث بیان کی از الزہری از عروہ از حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہ بتایئے کہ میں نے زمانہ جاہلیت میں جو عبادت کی ہے' صدقہ کیا ہے یا غلام آزاد کیے ہیں یا رشتہ داروں سے نیک سلوک کیا ہے' کیا مجھے اس میں کوئی نیک اجر ملے گا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہاری جو نیکی گزر چکی ہے تم نے اس کو محفوظ رکھا ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۲۳' الرقم المسلسل: ۳۱۶' مسند الحمیدی: ۵۵۳' المعجم الکبیر: ۳۰۸۴' مشکل الآثار: ۴۳۶۳' المعجم الکبیر: ۳۰۸۵' المستدرک ج ۳ ص ۴۸۳۔ ۴۸۲' مسند احمد ج ۳ ص ۴۳۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۵۳۷۵۔ ج ۲۴ ص ۳۴۲ مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ۱۵۱۶' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبد اللہ بن محمد بن عبد اللہ ابوجعفر المسندی (۲) ہشام بن یوسف ابوعبدالرحمان قاضی صنعاء (۳) معمر بن راشد (۴) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (۵) عروہ بن الزبیر بن العوام (۶) حکیم بن حزام بن خویلد الاسدی۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۴۳۴)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: تمہاری جو نیکی گزر چکی ہے تم نے اس کو محفوظ رکھا ہے۔

زمانہ کفر میں کی ہوئی نیکیوں کی جزاء کی تحقیق

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کا ظاہری معنی اسلام کے مسلمہ اصول کے خلاف ہے کیونکہ کافر کی کوئی عبادت صحیح نہیں ہوتی' جس پر اسے اجر دیا جائے' کیونکہ عبادت کی صحت کی شرط ایمان ہے اس لیے اس حدیث کی حسب ذیل تاویلات کی گئی ہیں:

(۱) تمہاری فطرت اور سرشت بہت عمدہ تھی جس کو تم نے جاہلیت میں بھی محفوظ رکھا ہے' اس سرشت سے تم اسلام میں فائدہ اٹھاؤ گے اور نیک کاموں میں وہ سرشت تمہاری مددگار ہوگی۔

(۲) زمانہ جاہلیت میں تم نے جو نیک کام کیے تھے اور ان پر جو تمہاری تعریف اور تحسین کی گئی تھی' وہ اب اسلام میں بھی باقی ہے اور محفوظ ہے۔

(۳) زمانہ جاہلیت میں تم نے جو نیک کام کیے تھے' ان ہی کی برکت سے تم کو اسلام لانے کی توفیق ہوئی ہے۔

(۴) کافر کے نیک کاموں کی اس کو آخرت میں جزاء نہیں دی جائے گی' لیکن یہ ہوسکتا ہے کہ اسے دنیا میں اس کے نیک کاموں کی جزاء دی جائے گی تو اس حدیث کا یہ مطلب ہے کہ تم نے زمانہ جاہلیت میں جو نیک کام کیے تھے' ان کاموں کی دنیا میں تمہاری

جزاء سلامت اور محفوظ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۴۳۶ ملخصا' دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۳۱۱۔ ج ۱ ص ۵۸۴ پر مذکور ہے' اس کی شرح کا عنوان ہے:

کافر کی نیکیوں پر اجر ملتا ہے نہ عذاب میں تخفیف ہوتی ہے۔

۲۵ - بَابُ أَجْرِ الْخَادِمِ إِذَا تَصَدَّقَ بِأَمْرِ صَاحِبِهِ غَيْرَ مُفْسِدٍ

جب نوکر' مالک کے حکم سے صدقہ کرے اور اس کی نیت مالک کا مال برباد کرنا نہ ہو تو اس کا ثواب

١٤٣٧ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ' عَنِ الْأَعْمَشِ' عَنْ أَبِيْ وَائِلٍ' عَنْ مَسْرُوْقٍ' عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا تَصَدَّقَتِ الْمَرْأَةُ مِنْ طَعَامِ زَوْجِهَا' غَيْرَ مُفْسِدَةٍ' كَانَ لَهَا أَجْرُهَا' وَلِزَوْجِهَا بِمَا كَسَبَ' وَلِلْخَازِنِ مِثْلُ ذٰلِكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از الاعمش از ابووائل از مسروق از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی عورت اپنے خاوند کے مال سے صدقہ کرے اور اس کی نیت خاوند کا مال برباد کرنا نہ ہو تو اسے بھی اس کا اجر ملے گا اور اس کے خاوند کو بھی مال کمانے کا اجر ملے گا اور اس مال کے محافظ کو بھی اس کا اجر ملے گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۲۵ میں گزر چکی ہے۔

١٤٣٨ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ أُسَامَةَ' عَنْ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ' عَنْ أَبِيْ بُرْدَةَ' عَنْ أَبِيْ مُوْسٰى' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْخَازِنُ الْمُسْلِمُ الْأَمِيْنُ' الَّذِيْ يُنْفِذُ وَرُبَّمَا قَالَ يُعْطِيْ مَا أُمِرَ بِهِ' كَامِلًا مُوَفَّرًا' طَيِّبٌ بِهِ نَفْسُهُ' فَيَدْفَعُهُ إِلَى الَّذِيْ أُمِرَ لَهُ بِهِ' أَحَدُ الْمُتَصَدِّقَيْنِ.

[اطراف الحدیث: ۲۲۶۰۔ ۲۳۱۹]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن العلاء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی از برید بن عبداللہ از ابوبردہ از حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم ' آپ نے فرمایا: جس مال کا محافظ مسلمان ہو' امانت دار ہو' اور اپنے مالک کے حکم پر عمل کرنے والا ہو' اور کبھی آپ نے فرمایا: اس کو جتنا دینے کا حکم دیا گیا ہو' اس کو پورا پورا خوشی سے دینے والا ہو' اور جس کو دینے کا اسے حکم دیا گیا ہو' اس کو دے دے تو وہ بھی دو صدقہ کرنے والوں میں سے ایک ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۰۲۳' الرقم المسلسل: ۲۳۲۵' سنن ابوداؤد: ۱۶۸۴' سنن نسائی: ۲۵۵۹' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۲۱۶' صحیح ابن حبان: ۳۳۵۹' سنن بیہقی ج ۴ ص ۱۹۲' شعب الایمان: ۷۶۹۵' مسند احمد ج ۴ ص ۳۹۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۹۵۱۲۔ ج ۳۲ ص ۲۷۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن العلاء ابوکریب الہمدانی (۲) ابواسامہ حماد بن اسامہ اللیثی (۳) برید بن عبداللہ' ان کی کنیت ابوبردہ ہے (۴) ابوبردہ' ان کا نام عامر یا حارث ہے (۵) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ' ان کا نام عبداللہ بن قیس ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۴۳۷)

حدیث میں مذکور خزانچی کی قیود کے فوائد

اس حدیث میں دینے والے کے ساتھ پہلی قید یہ ہے کہ وہ خازن ہو یعنی مال کا محافظ ہو' جس کو خزانچی کہتے ہیں۔

دوسری قید یہ ہے کہ وہ مسلمان ہو کیونکہ کافر کی نیت کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں ہے اور نہ اس کو ثواب ملتا ہے۔

تیسری قید یہ ہے کہ وہ امانت دار ہو اس قید سے وہ خازن نکل گیا جو خائن ہو۔
چوتھی قید یہ ہے کہ وہ مالک کے حکم کے مطابق صدقہ کو نافذ کرنے والا ہو اور جتنا دینے کا حکم دیا گیا ہے اتنا دے۔
پانچویں قید یہ ہے کہ جس کو جتنا دینے کا حکم دیا گیا ہے وہ اس کو خوشی سے دے کیونکہ اگر وہ خوشی سے نہیں دے گا تو اس کی دینے کی نیت نہیں ہوگی پھر اس کو ثواب نہیں ملے گا۔
چھٹی قید یہ ہے کہ جس کو دینے کا حکم دیا گیا ہے اسی کو دے کیونکہ اگر اس نے کسی اور کو دیا تو پھر وہ اپنے مالک کے حکم کی مخالفت کرنے والا ہوگا اور پھر اس کا شمار صدقہ کرنے والوں میں نہیں ہوگا اور اس کو ثواب نہیں ملے گا۔

٢٦ - بَابُ اَجْرِ الْمَرْاَةِ اِذَا تَصَدَّقَتْ، اَوْ اَطْعَمَتْ، مِنْ بَيْتِ زَوْجِهَا غَيْرَ مُفْسِدَةٍ

جب کوئی عورت صدقہ کرے یا خاوند کے گھر سے کھلائے اور اس کا مال برباد کرنے کی نیت نہ ہو تو اس کا ثواب

١٤٣٩ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا مَنْصُوْرٌ وَالْاَعْمَشُ، عَنْ اَبِیْ وَائِلٍ، عَنْ مَسْرُوْقٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، تَصَدَّقَتِ الْمَرْاَةُ مِنْ بَيْتِ زَوْجِهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں منصور اور الاعمش نے حدیث بیان کی از ابی وائل از مسروق از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا از نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا: عورت اپنے خاوند کے گھر سے صدقہ کرے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ١٤٢٥ میں ملاحظہ فرمائیں۔

١٤٤٠ - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبِیْ قَالَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ، عَنْ شَقِيْقٍ، عَنْ مَسْرُوْقٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَطْعَمَتِ الْمَرْاَةُ مِنْ بَيْتِ زَوْجِهَا، غَيْرَ مُفْسِدَةٍ، لَهَا اَجْرُهَا، وَلَهُ مِثْلُهُ، وَلِلْخَازِنِ مِثْلُ ذٰلِكَ، لَهُ بِمَا اكْتَسَبَ وَلَهَا بِمَا اَنْفَقَتْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی از شقیق از مسروق از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی عورت اپنے خاوند کے گھر سے کھلائے اور اس کی نیت اس کا گھر برباد کرنا نہ ہو تو اس کو بھی اجر ملتا ہے اور اس کے خاوند کو بھی اتنا ہی ثواب ملتا ہے اور خزانچی کو بھی اتنا ہی ثواب ملتا ہے خاوند کو اس کے کمانے کا اور عورت کو اس کے خرچ کرنے کا ثواب ملتا ہے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ١٤٢٥ میں مطالعہ فرمائیں۔

١٤٤١ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ اَخْبَرَنَا جَرِيْرٌ، عَنْ مَنْصُوْرٍ، عَنْ شَقِيْقٍ، عَنْ مَسْرُوْقٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اَنْفَقَتِ الْمَرْاَةُ مِنْ طَعَامِ بَيْتِهَا، غَيْرَ مُفْسِدَةٍ فَلَهَا اَجْرُهَا، وَلِلزَّوْجِ بِمَا اكْتَسَبَ،

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن یحییٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے خبر دی از منصور از شقیق از مسروق از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا از نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا: جب کوئی عورت اپنے خاوند کے گھر سے طعام کو خرچ کرے اور وہ طعام کو برباد کرنے والی نہ ہو تو اس عورت کو بھی اجر ملے گا اور اس کے

وَلِلْخَازِنِ مِثْلَ ذٰلِكَ.

خاوند کو بھی کمانے کا اجر ملے گا اور خزانچی کو بھی اتنا ہی اجر ملے گا۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ١٤٢٥ میں ہے۔

* باب مذکور کی پہلی حدیث شرح صحیح مسلم: ٣٢٥٩ ۔ ج ٢ ص ٩٤٨ پر مذکور ہے وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

٢٧ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى ○ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى ○ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى ○ وَاَمَّا مَنْۢ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰى ○ وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى ○ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى﴾ (اللیل: ١٠-٥)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: پس جس نے (اللہ کی راہ میں) دیا اور اللہ سے ڈر کر گناہوں سے بچتا رہا ○ اور نیک باتوں کی تصدیق کرتا رہا ○ پس عنقریب ہم اس کو آسانی (جنت) مہیا کریں گے ○ اور جس نے بخل کیا اور اللہ سے بے پرواہ رہا ○ اور نیک باتوں کی تکذیب کی ○ پس عنقریب ہم اس کو دشواری (دوزخ) مہیا کریں گے ○ (اللیل: ١٠-٥)

اللیل: ٥ میں اللہ کی راہ میں دینے کا ذکر ہے اس سے مراد یہ ہے کہ اس نے نیکی کے تمام راستوں میں اپنا مال خرچ کیا اور ہر قسم کے صغیرہ اور کبیرہ گناہوں سے بچتا رہا۔ اللیل: ٦ میں "حسنیٰ" کا لفظ ہے اس سے مراد اللہ پر ایمان لانا ہے اور تمام فرائض پر عمل کرنا ہے۔ اللیل: ٧ میں "یسریٰ" کا لفظ ہے اس کا معنی آسانی ہے اس سے مراد دنیا میں نیک خصلت اور آخرت میں جنت ہے۔ اللیل: ٨ میں بخل کا ذکر ہے یعنی جس نے زکوٰۃ ادا نہیں کی اور اللیل: ٩ میں کذب سے مراد ہے: اللہ تعالیٰ کی توحید کی تکذیب کی اور اس میں مذکور ہے: وہ اللہ سے بے پرواہ رہا یعنی وہ اللہ کے اجر وثواب سے بے پرواہ رہا۔ اللیل: ١٠ میں "العسریٰ" کا ذکر ہے اس سے مراد دوزخ ہے۔

اَللّٰهُمَّ اَعْطِ مُنْفِقَ مَالٍ خَلَفًا

اے اللہ! (اپنی راہ میں) مال خرچ کرنے والے کو (اس مال کا) بدل عطا فرما۔

یہ تعلیق اس آیت کے مناسب ہے:

وَمَا اَنْفَقْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهٗ. (سبا: ٣٩)

اور تم جو کچھ بھی اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے وہ اس کا پورا پورا بدل عطا فرمائے گا۔

١٤٤٢ - حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَخِيْ عَنْ سُلَيْمَانَ، عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ اَبِيْ مُزَرِّدٍ، عَنْ اَبِي الْحُبَابِ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ يَوْمٍ يُصْبِحُ الْعِبَادُ فِيْهِ، اِلَّا مَلَكَانِ يَنْزِلَانِ، فَيَقُوْلُ اَحَدُهُمَا اَللّٰهُمَّ اَعْطِ مُنْفِقًا خَلَفًا، وَيَقُوْلُ الْاٰخَرُ اَللّٰهُمَّ اَعْطِ مُمْسِكًا تَلَفًا.

(صحیح مسلم: ١٠١٠، الرقم المسلسل: ٢٢٩٩، السنن الکبریٰ: ٨، ٩١٧٨، جامع المسانید لابن جوزی: ١٤١، ٥ مکتبۃ الرشد ریاض ١٤٢٦ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے میرے بھائی نے حدیث بیان کی از سلیمان از معاویہ بن ابی مزرد از ابی الحباب از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر دن جس میں بندے صبح کو اٹھتے ہیں تو اس میں دو فرشتے نازل ہوتے ہیں ان میں سے ایک فرشتہ دعا کرتا ہے کہ اے اللہ! (اللہ کی راہ میں) خرچ کرنے والے کو اس کا بدل عطا فرما اور دوسرا دعا کرتا ہے: اے اللہ! بخل کرنے والے کے مال کو تلف کر دے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) اسماعیل بن ابی اویس (۲) ان کے بھائی اور وہ ابوبکر ہیں' ان کا نام عبد الحمید ہے (۳) سلیمان بن بلال (۴) معاویہ بن ابی مزرد' ان کا نام عبد الرحمان ہے (۵) ابو الحباب' ان کا نام سعید بن یسار ہے' یہ معاویہ مذکور کے چچا ہیں (۶) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ ۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۴۴۱)

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت فرشتوں کی اس دعا میں ہے: اے اللہ! خرچ کرنے والے کو بدل عطا فرما۔

اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والے کے لیے فرشتوں کی دعا

فرشتے دعا کرتے ہیں: اے اللہ! اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والے کو اس مال کا بدل عطا فرما' اس سے مراد وہ شخص ہے جو فرائض اور مستحبات میں مال کو خرچ کرتا ہے اور جب وہ بخیل کے لیے دعا کرتے ہیں کہ اس کے مال کو تلف کر دے تو اس سے مراد وہ شخص ہے جو فرائض میں بخل کرتا ہے' کیونکہ جو شخص فرائض ادا کرتا ہو اور مستحبات کو ترک کرتا ہو' وہ اس دعا کا مستحق نہیں ہے' اس حدیث میں خرچ کرنے کی ترغیب ہے خواہ فرائض میں ہو جیسے اہل و عیال پر خرچ کرنا' خواہ مستحبات میں ہو جیسے دیگر رشتہ داروں اور پڑوسیوں پر خرچ کرنا' اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ فرشتے دعا کرتے ہیں اور ان کی دعا مستجاب ہوتی ہے' جیسے حدیث میں ہے کہ جس کی آمین فرشتوں کی آمین کے موافق ہو جائے' اس کے گزشتہ گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ (صحیح البخاری: ۷۸۲)

۲۸ - بَابُ مَثَلِ الْمُتَصَدِّقِ وَالْبَخِيلِ

صدقہ کرنے والے اور بخیل کی مثال

۱۴۴۳ - حَدَّثَنَا مُوسٰى قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ طَاوُسٍ' عَنْ اَبِيْهِ' عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الْبَخِيْلِ وَالْمُتَصَدِّقِ' كَمَثَلِ رَجُلَيْنِ عَلَيْهِمَا جُبَّتَانِ مِنْ حَدِيْدٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن طاؤس نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بخیل اور صدقہ کرنے والے کی مثال اس طرح ہے جیسے دو شخص لوہے کے دو جبے پہنے ہوئے ہوں۔

امام بخاری نے اس حدیث کا آخری حصہ دوسری سند کے ساتھ بیان کیا' وہ یہ ہے:

وَحَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُو الزِّنَادِ اَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَهُ اَنَّهُ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَثَلُ الْبَخِيْلِ وَالْمُنْفِقِ' كَمَثَلِ رَجُلَيْنِ' عَلَيْهِمَا جُبَّتَانِ مِنْ حَدِيْدٍ' مِنْ ثُدِيِّهِمَا اِلٰى تَرَاقِيْهِمَا' فَاَمَّا الْمُنْفِقُ فَلَا يُنْفِقُ اِلَّا سَبَغَتْ' اَوْ وَفَرَتْ عَلٰى جِلْدِهٖ' حَتّٰى تُخْفِيَ بَنَانَهُ' وَتَعْفُوَ اَثَرَهُ. وَاَمَّا الْبَخِيْلُ فَلَا يُرِيْدُ اَنْ يُنْفِقَ شَيْئًا اِلَّا لَزِقَتْ كُلُّ حَلْقَةٍ مَكَانَهَا' وَهُوَ يُوَسِّعُهَا وَلَا تَتَّسِعُ. تَابَعَهُ

اور ہمیں ابو الیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو الزناد نے حدیث بیان کی کہ عبد الرحمان نے ان کو حدیث بیان کی' انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ سے سنا' انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ بخیل اور خرچ کرنے والے کی مثال اس طرح ہے جیسے دو آدمیوں نے اپنے سینوں سے اپنی گردنوں تک دو لوہے کے جبے پہنے ہوئے ہوں' رہا خرچ کرنے والا تو وہ جب بھی خرچ کرتا ہے تو وہ جبہ کھل جاتا ہے یا اس کے جسم پر ڈھیلا اور کشادہ ہو جاتا ہے حتیٰ کہ اس کی انگلیاں چھپ جاتی ہیں اور اس کے پیروں کے نشان

الْحَسَنُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ طَاوُسٍ فِي الْجُبَّتَيْنِ.
[اطراف الحدیث: ١٤٤٣-١٤٤٤-٢٩١٧-٥٢٩٩-٥٧٩٧]

مٹ جاتے ہیں اور رہا بخیل تو وہ جب بھی خرچ کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے فولادی جبہ کی ہر کڑی اپنی جگہ جم جاتی ہے وہ اس جبہ کو ڈھیلا کرنا چاہتا ہے لیکن وہ ڈھیلا نہیں ہوتا۔ ابن طاؤس کی حسن بن مسلم نے دو جبوں میں متابعت کی ہے از طاؤس۔

(صحیح مسلم: ١٠٢١ 'الرقم المسلسل: ٢٣٢١ 'سنن نسائی: ٢٥٤٧ 'مسند احمد ج ٢ ص ٣٨٩ طبع قدیم 'مسند احمد: ٩٠٥٧ - ج ١٥ ص ٢٤ 'مؤسسۃ الرسالۃ 'بیروت)

مال خرچ کرنے کی وجہ سے دنیا میں عیوب کی پردہ پوشی اور آخرت میں اجر وثواب

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

المہلب نے کہا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ صدقہ کرنے والے کا مال بڑھاتا ہے اور خرچ کرنے کی برکت سے اس کے مال میں اضافہ فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ خرچ کرنے والے کی سر سے لے کر قدم تک اس کے تمام عیوب کی پردہ پوشی کرتا ہے اور آخرت میں اس کو اجر عطا فرماتا ہے 'پس اس کا مال اس پر تختی اور تنگی نہیں کرتا 'اور رہا بخیل تو وہ یہ گمان کرتا ہے کہ اس کے عیوب کی پردہ پوشی اس کے مال کو خرچ نہ کرنے میں ہے لیکن اس کا مال اس کے عیوب کی بالکل پردہ پوشی نہیں کرتا 'وہ دنیا میں رسوا ہوتا ہے اور آخرت میں گناہوں کا بوجھ اٹھاتا ہے۔ (شرح ابن بطال ج ٣ ص ٤٢٢ 'دار الکتب العلمیہ 'بیروت '١٤٢٤ھ)

١٤٤٤ - وَقَالَ حَنْظَلَةُ عَنْ طَاوُسٍ جُنَّتَانِ. وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي جَعْفَرٌ عَنِ ابْنِ هُرْمُزَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهِ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جُنَّتَانِ.

اور حنظلہ نے طاؤس سے روایت کی ہے کہ اس میں "جُبّتان" کی جگہ "جُنّتان" کا لفظ ہے اور لیث نے کہا: مجھے جعفر نے حدیث بیان کی از ابن ہرمز انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ سے سنا از نبی صلی اللہ علیہ وسلم "جنتان"۔

"جُبّتان" کا معنی ہے: دو لمبے کوٹ اور "جُنّتان" کا معنی ہے: دو ڈھالیں اور اس کی شرح گزشتہ حدیث: ١٤٤٣ میں ہے۔

* باب مذکور کی حدیث 'شرح صحیح مسلم: ٢٢٥٥ - ج ٢ ص ٩٤٥ پر مذکور ہے وہاں اس کی مختصر شرح کی گئی ہے۔

٢٩ - بَابُ صَدَقَةِ الْكَسْبِ وَالتِّجَارَةِ

کمائی اور تجارت سے صدقہ کرنا

لِقَوْلِهِ تَعَالٰى ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ اِلَّآ اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ﴾ (البقرۃ: ٢٦٧).

کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! (اللہ کی راہ میں) اپنی کمائی سے پسندیدہ چیزوں کو صدقہ کرو اور ان چیزوں میں سے خرچ کرو جو ہم نے تمہارے لیے زمین سے پیدا کی ہیں اور (اللہ کی راہ میں) ایسی ناکارہ اور ناقابل استعمال چیز دینے کا قصد نہ کرو جس کو تم خود بھی آنکھیں بند کیے بغیر لینے والے نہیں ہو 'اور یقین کرو اللہ بہت بے نیاز بے حد تعریف کیا ہوا ہے O

(البقرۃ: ٢٦٧)

اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں پسندیدہ اور پاکیزہ چیزوں کو خرچ کرنا چاہیے اور ناپسندیدہ اور ناکارہ چیزوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں نہیں خرچ کرنا چاہیے 'امام بخاری نے اس باب میں بھی کوئی حدیث روایت نہیں کی اور صرف اس مضمون کی آیت ذکر کرنے پر اکتفاء کر لیا۔ تاہم 'ہم اس مضمون کی احادیث ذکر کر رہے ہیں:

ناپسندیدہ اور ناکارہ چیزوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں دینے کی ممانعت کے متعلق احادیث

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ یہ آیت ہم انصار کے متعلق نازل ہوئی ہے' ہم لوگوں کے کھجور کے درخت تھے اور جس شخص کے باغ سے جتنی زیادہ یا کم کھجوریں درختوں سے اترتی تھیں' وہ اسی حساب سے کھجوریں لاتا تھا' کوئی شخص کھجوروں کا ایک خوشہ لاتا تو کوئی دو خوشے لاتا' اور ان کو مسجد میں لٹکا دیتا' اور اہل صفہ (مسجد نبوی میں رہنے والے طلبہ) کے پاس طعام نہیں ہوتا تھا' ان میں سے جب کسی کو بھوک لگتی تو وہ ان خوشوں پر لاٹھی مارتا تو اس سے اَدھ پکی کھجوریں اور چھوارے گر جاتے اور وہ اس کو کھا لیتے' اس وقت لوگوں کو صدقہ اور خیرات میں رغبت نہیں تھی' وہ کھجوروں کے ایسے خوشے لے کر آتے جن میں سوکھی ہوئی' ردی اور بے کار کھجوریں ہوتیں اور وہ ان کو لا کر لٹکا دیتے' تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی کہ تم اپنی کمائی سے پسندیدہ چیزوں کو صدقہ کرو (البقرہ:٢٦٧)۔ (سنن ترمذی:٢٩٨٧' سنن ابن ماجہ:١٨٢٢)

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس مسجد میں آئے اور آپ کے ہاتھ میں لاٹھی تھی اور ایک شخص نے ردی کھجوریں لٹکائی ہوئی تھیں' آپ نے ان کھجوروں کے خوشے پر لاٹھی ماری اور فرمایا: ان کھجوروں کا صدقہ کرنے والا اگر چاہتا تو ان سے عمدہ کھجوروں کا صدقہ کر سکتا تھا' یہ صدقہ کرنے والا قیامت کے دن ردی کھجوریں کھائے گا۔

(سنن ابوداؤد:١٦٠٨' سنن نسائی:٢٤٩٣' سنن ابن ماجہ:١٨٢١)

حضرت غافرہ قیس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے تین کاموں کو کر لیا' وہ ایمان کا ذائقہ چکھ لے گا: (١) جس شخص نے اللہ وحدہ کی عبادت کی اور بے شک اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے (٢) اور جس نے خوشی سے ہر سال اپنے مال کی زکوٰۃ دی (٣) اور زکوٰۃ میں نہ بوڑھا جانور دے نہ خارش زدہ اور نہ بیمار اور نہ بُری قسم کا' لیکن درمیانی قسم کا دے کیونکہ اللہ تم سے نہ سب سے عمدہ مال طلب کرتا ہے اور نہ تم کو سب سے گھٹیا مال دینے کا حکم دیتا ہے۔ (سنن ابوداؤد:١٥٨٢)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ نے تمہارے درمیان اخلاق کو اس طرح تقسیم کیا ہے جس طرح تمہارے درمیان رزق کو تقسیم کیا ہے اور اللہ تعالیٰ لوگوں کو دنیا دیتا ہے خواہ وہ اس کے نزدیک پسندیدہ ہوں یا نہ ہوں اور دین صرف ان ہی کو دیتا ہے جو اس کے نزدیک پسندیدہ ہوں اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! کوئی بندہ اس وقت تک مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کا دل اور اس کی زبان بھی مسلمان نہ ہو جائے اور اس وقت تک مؤمن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کا پڑوسی اس کے بوائق سے مامون نہ ہو جائے' مسلمانوں نے پوچھا: یا رسول اللہ! بوائق سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا: اس کا شر اور اس کا ظلم' اور کوئی بندہ حرام مال کما کر اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرے' پھر اس سے برکت کی توقع رکھے' اور نہ حرام مال سے صدقہ کر کے' پھر اس کے قبول ہونے کی اُمید رکھے' اور وہ اپنی پیٹھ کے پیچھے جو کچھ چھوڑے گا وہ دوزخ کا حصہ ہوگا' اور اللہ تعالیٰ بُرائی کو بُرائی سے نہیں مٹاتا لیکن بُرائی کو نیکی سے مٹاتا ہے' بے شک خبیث چیز خبیث چیز کو نہیں مٹاتی۔

اس حدیث کی سند میں ایک راوی صباح بن محمد ہے اور وہ ضعیف راوی ہے۔

(حلیۃ الاولیاء ج ٤ ص ١٦٦' مسند البزار:٣٥٦٣' شعب الایمان:٥٥٢٤' شرح السنۃ:٢٠٣٠' المعجم الکبیر:٨٩٩٠' الکامل لابن عدی ج ٣ ص ١١٥٨' المستدرک ج ١ ص ٣٣-٣٤' مسند احمد ج ١ ص ٣٨٧ طبع قدیم' مسند احمد:٣٦٧٢۔ ج ٦ ص ١٨٩' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

٣٠- بَابٌ عَلٰی كُلِّ مُسْلِمٍ صَدَقَةٌ، فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَلْيَعْمَلْ بِالْمَعْرُوْفِ

ہر مسلمان پر صدقہ کرنا فرض ہے' جس کو صدقہ کرنے کے لیے کچھ میسر نہ ہو' وہ کوئی نیک کام کرے

١٤٤٥ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ صَدَقَةٌ. فَقَالُوا يَا نَبِيَّ اللّٰهِ، فَمَنْ لَمْ يَجِدْ؟ قَالَ يَعْمَلُ بِيَدِهِ، فَيَنْفَعُ نَفْسَهُ وَيَتَصَدَّقُ. قَالُوا فَإِنْ لَمْ يَجِدْ؟ قَالَ يُعِينُ ذَا الْحَاجَةِ الْمَلْهُوفَ. قَالُوا فَإِنْ لَمْ يَجِدْ؟ قَالَ فَلْيَعْمَلْ بِالْمَعْرُوفِ، وَلْيُمْسِكْ عَنِ الشَّرِّ، فَإِنَّهَا لَهُ صَدَقَةٌ. [طرف الحدیث:٦٠٢٢]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سعید بن ابی بردہ نے حدیث بیان کی از والد خود از جد خود از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: ہر مسلمان پر صدقہ کرنا (واجب) ہے' مسلمانوں نے کہا: یا نبی اللہ! جس شخص کو صدقہ کرنے کے لیے کچھ میسر نہ ہو؟ آپ نے فرمایا: وہ اپنے ہاتھ سے کوئی کام کرے' سو اپنے نفس کو فائدہ پہنچائے اور صدقہ کرے' مسلمانوں نے کہا: اگر اس کو کوئی کام میسر نہ ہو؟ آپ نے فرمایا: وہ کسی حاجت مند' مصیبت زدہ کی مدد کرے' مسلمانوں نے کہا: اگر اس کو یہ بھی میسر نہ ہو؟ آپ نے فرمایا: پھر وہ نیک کام کرے اور (کسی کے ساتھ) بُرائی کرنے سے رُک جائے' بے شک اس کے لیے یہ بھی صدقہ ہے۔

(صحیح مسلم:١٠٠٨' الرقم المسلسل:٢٢٩٦' سنن نسائی:٢٥٣٨' مسند ابوداؤد الطیالسی:٤٩٥' مصنف ابن ابی شیبہ ج٩ ص١٠٨' سنن کبریٰ:٢٣١٨' سنن دارمی:٢٧٤٧' شعب الایمان:٧٦١٦' شرح السنہ:١٦٤٣' مسند احمد ج ٤ ص ٣٩٥ طبع قدیم' مسند احمد:١٩٥٣١۔ ج ٣٢ ص ٢٩٨' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی:٣٩٠٩' مکتبۃ الرشد' ریاض' ١٤٢٧ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(١) مسلم بن ابراہیم الازدی القصاب (٢) شعبہ بن الحجاج (٣) سعید بن ابی بردہ (٤) ان کے والد ابو بردہ عامر' سعید کے دادا اور وہ حضرت ابو موسیٰ عبد اللہ بن قیس الاشعری رضی اللہ عنہ ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ٨ ص ٣٣٨)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: آپ نے فرمایا: وہ کسی مصیبت زدہ کی مدد کرے۔

صدقہ کی صورتیں

حافظ ابو العباس احمد بن عمر بن ابراہیم القرطبی ٦٥٦ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں فرمایا ہے: ہر مسلمان پر صدقہ ہے اور حضرت ابو ہریرہ کی روایت میں ہے: ہر مسلمان پر ہر دن میں صدقہ (واجب) ہے' اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر مسلمان پر صدقہ کرنا واجب ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے تخفیف فرمائی اور مستحب عمل کرنے سے اس صدقہ کے وجوب کو ساقط کر دیا' یہ اللہ تعالیٰ کا لطف اور فضل ہے' ایک اور حدیث میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں کے ہر جوڑ پر صدقہ (واجب) ہے' ہر اس دن میں جس میں سورج طلوع ہوتا ہے' آپ نے فرمایا: دو آدمیوں کے درمیان عدل کرنا صدقہ ہے' کسی شخص کی اس کی سواری پر بیٹھنے میں مدد کرنا صدقہ ہے یا اس کا سامان سواری پر رکھنا صدقہ ہے اور اچھی بات کہنا صدقہ ہے اور نماز کی طرف ہر قدم چلنا صدقہ ہے اور راستہ سے تکلیف دہ چیز کو ہٹانا صدقہ ہے۔ (صحیح البخاری:٢٧٠٧' صحیح مسلم:١٠٠٩' مسند احمد ج ٢ ص ٣١٦)

نیز آپ نے فرمایا: کسی ضرورت مند اور مظلوم کی مدد کرنا صدقہ ہے اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ جو شخص اس حال میں ہو'

اس کی مدد کرنے میں متعدد طریقے سے اجر ملتا ہے اور ان احادیث سے مقصود یہ ہے کہ نیکی کے کام کرنے کی ترغیب دی جائے۔
(المفہم ج ۳ ص ۵۴ 'دار ابن کثیر بیروت' ۱۴۲۰ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ انسان کو اپنے مسلمان بھائی کی جس طرح ممکن ہو مدد کرنی چاہیے خواہ وہ اس کی مال سے مدد کرے یا کسی اور طریقہ سے اس کے کام آ کر مدد کرے' نیکی کا حکم دے' بُرائی سے روکے اور یہ بھی نہ کر سکے تو کسی کے ساتھ بُرائی نہ کرے۔

٣١ - بَابٌ قَدْرُ كَمْ يُعْطِي مِنَ الزَّكٰوةِ وَالصَّدَقَةِ، وَمَنْ اَعْطٰى شَاةً

زکوٰۃ اور صدقہ میں سے کتنی مقدار دی جائے اور جس آدمی نے بکری دی

زکوٰۃ میں ہر صنف کی الگ الگ مقدار ہے' چاندی اور سونا' نصاب کو پہنچ جائے اور ان پر ایک سال گزر جائے تو اس میں سے چالیسواں حصہ دیا جائے' مویشیوں میں اونٹ' گائے اور بکری ہر ایک کی الگ الگ مقدار ہے' مثلاً ۵ سے ۹ اونٹ تک ایک بکری دی جائے گی' ۳۰ سے ۳۹ گائے تک ایک سالہ بچھڑی دی جائے گی' ۴۰ سے ۱۲۰ تک ایک بکری دی جائے گی اور اگر صدقہ نفلی ہو تو اس میں مقدار معین نہیں ہے۔

١٤٤٦ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ شِهَابٍ، عَنْ خَالِدِ الْحَذَّاءِ، عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيْرِيْنَ، عَنْ اُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ بُعِثَ اِلٰى نُسَيْبَةَ الْاَنْصَارِيَّةِ بِشَاةٍ، فَاَرْسَلَتْ اِلٰى عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا مِنْهَا، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَكُمْ شَيْءٌ؟ فَقُلْتُ لَا، اِلَّا مَا اَرْسَلَتْ بِهٖ نُسَيْبَةُ مِنْ تِلْكَ الشَّاةِ، فَقَالَ هَاتِ، فَقَدْ بَلَغَتْ مَحِلَّهَا.

[اطراف الحدیث: ۱۴۹۴۔ ۲۵۷۹] (صحیح مسلم: ۲۴۴۵۱۔ ۱۰۷۶)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو شہاب نے حدیث بیان کی از خالد الحذاء از حفصہ بنت سیرین از حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا انہوں نے کہا کہ حضرت نسیبہ انصاریہ کے پاس ایک بکری بھیجی گئی' انہوں نے اس بکری سے کچھ حصہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیج دیا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا: تمہارے پاس کچھ ہے؟ انہوں نے کہا: اس کے سوا کچھ نہیں ہے جو حضرت نسیبہ نے اس بکری سے حصہ بھیجا تھا' آپ نے فرمایا: وہ لے آؤ وہ بکری اپنے محل تک پہنچ چکی ہے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) احمد بن یونس' وہ احمد بن عبد اللہ بن یونس ابو عبد اللہ التمیمی الیربوعی ہیں (۲) ابو شہاب' ان کا نام عبد ربہ بن نافع الحناط ہے (۳) خالد بن عمران الحذاء (۴) حفصہ بنت محمد بن سیرین (۵) ام عطیہ' ان کا نام نسیبہ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۵۰)

اس حدیث کے عنوان کے دو جزء ہیں: (۱) زکوٰۃ کی کتنی مقدار دی جائے (۲) اور دوسرا جز ہے: جس نے بکری دی' دوسرے جز کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ حضرت نسیبہ انصاریہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف بکری بھیجی اور پہلے جز کے ساتھ اس حدیث میں مطابقت نہیں ہے۔

فقیر کو اپنی زکوٰۃ کی کتنی مقدار دی جائے؟ اس کے متعلق مذاہب ائمہ

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ کسی شخص کو اپنی زکوٰۃ میں سے کتنی مقدار دینی چاہیے' علامہ ابن القصار نے امام مالک سے یہ روایت کی ہے کہ فقیر کو اتنی زکوٰۃ دینی چاہیے جو اس کے لیے اور اس کے اہل و عیال کے لیے کافی ہو اور امام مالک نے اس زکوٰۃ کی مقدار بیان نہیں کی اور میرے نزدیک اس کو اتنی زکوٰۃ دی جا سکتی ہے کہ وہ خود غنی ہو جائے اور اس پر بھی زکوٰۃ واجب ہو جائے۔

المہلب نے المجموعہ میں لکھا ہے کہ امام مالک نے کہا ہے کہ فقیر کو اتنی زکوۃ دی جائے' جو اس کی ایک سال کی خوراک کے لیے کافی ہو' پھر اس کی ضرورت کے مطابق اس کے کپڑوں کے لیے بھی زکوۃ میں سے رقم دی جائے۔

امام ابوحنیفہ نے فرمایا: کسی ایک انسان کو زکوۃ میں سے دو سو درہم (ساڑھے باون تولے چاندی یا اس کی قیمت) دے دی جائے تو یہ میرے نزدیک مکروہ ہے اور اگر اس کو اتنی رقم دے دی گئی تو زکوۃ ادا ہو جائے گی۔

المغیرہ نے کہا: اگر کسی شخص کو نصاب کی مقدار سے کم زکوۃ دی گئی تو کوئی حرج نہیں ہے اور اس کو اتنی زکوۃ نہ دی جائے کہ وہ خود صاحب نصاب ہو جائے' اور اس پر زکوۃ واجب ہو' اور ثوری اور امام احمد بن حنبل نے کہا کہ کسی شخص کو پچاس درہم سے زیادہ زکوۃ نہ دی جائے ماسوا اس کے کہ وہ مقروض ہو۔

امام شافعی نے کہا کہ کسی شخص کو اتنی زکوۃ دی جائے کہ وہ غنی اور صاحب نصاب ہو جائے اور اس کو مسکین نہ کہا جائے اور اگر فقیر کو ہزار یا اس سے زیادہ درہم دے دیئے جائیں تو کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ اس پر زکوۃ تب واجب ہوگی جب ایک سال گزر جائے گا' ابوثور کا بھی یہی قول ہے۔

ابن حبیب نے کہا: بکریوں کی زکوۃ میں کسی شخص کو ایک بکری دینے میں کوئی حرج نہیں ہے اور اگر اس کو زیادہ ضرورت ہو تو ایک سے زیادہ بکریاں دینا بھی جائز ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے حضرت نسیبہ کی بھیجی ہوئی بکری کے متعلق فرمایا: وہ بکری لے آؤ! وہ بکری اپنے محل تک پہنچ چکی ہے' یعنی حضرت نسیبہ پر وہ بکری صدقہ کر دی گئی ہے اور اب وہ ہمارے لیے ہدیہ ہے' جیسے حضرت بریرہ پر جو گوشت صدقہ کیا گیا تھا تو آپ نے فرمایا: وہ ان کے لیے صدقہ ہے اور جب انہوں نے ہمیں دے دیا تو وہ ہمارے لیے ہدیہ ہے۔ اس سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ کسی چیز کی ملک بدلنے سے اس چیز کا حکم بدل جاتا ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۴۲۲۔ ۴۲۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

٣٢ - بَابُ زَكٰوةِ الْوَرِقِ

چاندی کی زکوۃ

١٤٤٧ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ' عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى الْمَازِنِيِّ' عَنْ اَبِيْهِ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا سَعِيْدِ الْخُدْرِيَّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ فِيْمَا دُوْنَ خَمْسِ ذَوْدٍ صَدَقَةٌ مِّنَ الْاِبِلِ' وَلَيْسَ فِيْمَا دُوْنَ خَمْسِ اَوَاقٍ صَدَقَةٌ' وَلَيْسَ فِيْمَا دُوْنَ خَمْسَةِ اَوْسُقٍ صَدَقَةٌ. حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنِيْ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عَمْرٌو سَمِعَ اَبَاهُ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از عمرو بن یحییٰ المازنی از والد خود' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانچ اونٹوں سے کم میں صدقہ (زکوۃ) نہیں ہے' اور پانچ اوقیہ (دو سو درہم) سے کم میں صدقہ نہیں ہے اور پانچ وسق (۶۰ صاع' ۳۰۰ کلوگرام) سے کم میں صدقہ نہیں ہے۔ ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوہاب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عمرو نے خبر دی' انہوں نے اپنے والد سے سنا از ابی سعید رضی اللہ عنہ' انہوں نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس حدیث کو سنا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۰۵ میں گزر چکی ہے۔

۳۳ - بَابُ الْعَرْضِ فِي الزَّكٰوةِ
زکوٰۃ میں چیزوں کا لینا

وَقَالَ طَاوُسٌ قَالَ مُعَاذٌ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ لِأَهْلِ الْيَمَنِ اِئْتُونِي بِعَرْضٍ ثِيَابٍ خَمِيصٍ أَوْ لَبِيسٍ فِي الصَّدَقَةِ مَكَانَ الشَّعِيرِ وَالذُّرَةِ أَهْوَنُ عَلَيْكُمْ وَخَيْرٌ لِأَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِينَةِ.

اور طاؤس بیان کرتے ہیں کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے اہل یمن سے کہا: مجھے زکوٰۃ میں جَو اور جوار کے بدلے میں دیگر چیزیں لا کر دو' جیسے کپڑے' کالی یا دھاری دار چادریں یا لباس' یہ تمہارے لیے آسان ہوگا' اور مدینہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے لیے بہتر ہو گا۔

اس تعلیق کی اصل' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۵۴۱۔ ۱۰۵۴۰' مطبوعہ مجلس علمی' بیروت میں ہے۔

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَمَّا خَالِدٌ اِحْتَبَسَ أَدْرَاعَهُ وَأَعْتُدَهُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ.

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اور رہا خالد تو اس نے اپنی زرہیں اور ہتھیار اللہ کی راہ میں وقف کر دیئے ہیں۔

اس تعلیق کی حدیث متصل عنقریب' صحیح البخاری: ۱۴۶۸ میں آ رہی ہے۔

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَصَدَّقْنَ وَلَوْ مِنْ حُلِيِّكُنَّ. فَلَمْ يَسْتَثْنِ صَدَقَةَ الْفَرْضِ مِنْ غَيْرِهَا. فَجَعَلَتِ الْمَرْأَةُ تُلْقِي خُرْصَهَا وَسِخَابَهَا. وَلَمْ يَخُصَّ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ مِنَ الْعُرُوضِ.

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (عید کے دن عورتوں سے) فرمایا: صدقہ کرو' خواہ اپنے زیورات سے' پس آپ نے زکوٰۃ کو دوسرے صدقات سے مستثنیٰ نہیں فرمایا' پھر عورتیں اپنے کانوں کی بالیوں کو اور لونگوں کے ہار کو ڈالتیں' آپ نے زکوٰۃ کی ادائیگی میں سونے اور چاندی کو دوسری چیزوں سے مخصوص نہیں فرمایا۔

ان تعلیقات سے ہمارے فقہاء نے یہ استدلال کیا ہے کہ زکوٰۃ میں سونے اور چاندی کو دینا ضروری نہیں ہے' دوسری چیزوں کو بھی زکوٰۃ میں دینا جائز ہے' اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ زیورات میں زکوٰۃ ہوتی ہے۔

۱۴۴۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ حَدَّثَنِي ثُمَامَةُ أَنَّ أَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ حَدَّثَهُ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ كَتَبَ لَهُ الَّتِي أَمَرَ اللّٰهُ رَسُولَهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَنْ بَلَغَتْ صَدَقَتُهُ بِنْتَ مَخَاضٍ وَلَيْسَتْ عِنْدَهُ وَعِنْدَهُ بِنْتُ لَبُونٍ فَإِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ وَيُعْطِيهِ الْمُصَدِّقُ عِشْرِينَ دِرْهَمًا أَوْ شَاتَيْنِ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ عِنْدَهُ بِنْتُ مَخَاضٍ عَلٰى وَجْهِهَا وَعِنْدَهُ ابْنُ لَبُونٍ فَإِنَّهُ يُقْبَلُ مِنْهُ وَلَيْسَ مَعَهُ شَيْءٌ. [اطراف الحدیث: ۱۴۵۰۔ ۱۴۵۱۔ ۱۴۵۳۔ ۱۴۵۴۔ ۱۴۵۵۔ ۲۴۸۷۔ ۳۱۰۶۔ ۵۸۷۸۔ ۶۹۵۵]

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں محمد بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ثمامہ نے حدیث بیان کی کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ان سے یہ حدیث بیان کی کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ مکتوب لکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا کہ جس شخص پر زکوٰۃ میں ایک سال کی اونٹنی واجب ہو اور وہ اس کے پاس نہ ہو' اس کے پاس دو سال کی اونٹنی ہو تو وہ اس سے وصول کر لی جائے گی اور زکوٰۃ وصول کرنے والا اس کو بیس درہم دے گا یا دو بکریاں دے گا' پس اگر اس کے پاس ایک سال کی اونٹنی نہ ہو اور اس کے پاس دو سال کا اونٹ ہو تو وہ اس سے بہ طور زکوٰۃ وصول کر لیا جائے گا اور اس کے ساتھ اور کچھ نہیں ہوگا۔

(سنن ابوداؤد: ١٥٦٧' سنن نسائی: ٢٤٤٦' سنن ابن ماجہ: ١٨٠٠' مسند البزار: ٤١' سنن ابویعلیٰ: ١٢٧' سنن دارقطنی ج ٢ص ١١٤' المستدرک ج ١ص ٣٩٠' سنن بیہقی ج ٤ص ٨٦' صحیح ابن خزیمہ: ٢٢٦١' صحیح ابن حبان: ٣٢٦٦' مسند احمد ج ١ص ١٢۔ ١١ طبع قدیم' مسند احمد: ٧٢۔ ج ١ص ٢٣٣۔ ٢٣٢' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(١) محمد بن عبداللہ بن المثنیٰ (٢) ان کے والد عبداللہ بن المثنیٰ بن عبداللہ بن انس بن مالک (٣) ثمامہ' اور وہ عبداللہ بن انس ہیں جو بصرہ کے قاضی ہیں (٤) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ٩ص ٩)

زکوٰۃ کی مقدار کے برابر کسی بھی جنس سے زکوٰۃ ادا کرنے کا جواز

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

زکوٰۃ کی ادائیگی میں سامان اور قیمتی چیزوں کے لینے میں فقہاء کا اختلاف ہے' امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک یہ جائز نہیں ہے' اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک یہ جائز ہے' امام ابوحنیفہ کے اصحاب نے امام بخاری کی اس تعلیق سے استدلال کیا ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے زکوٰۃ میں سامان اور دیگر چیزوں کو وصول کیا تھا اور حضرت انس کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ حضرت معاذ صدقات کو مدینہ کی طرف منتقل کرتے تھے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو تقسیم کرتے تھے' پس جب یہ صدقات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں مدینہ منتقل ہوتے تھے اور آپ ان کو مدینہ کے فقراء میں تقسیم کرتے تھے تو لامحالہ آپ نے زکوٰۃ کے بدل کے جواز کو برقرار رکھا تھا کیونکہ آپ کو علم تھا کہ زکوٰۃ کپڑوں کی جنس سے نہیں ہے اور یہ کپڑے زکوٰۃ میں بہ طور بدل لیے گئے ہیں' لہٰذا زکوٰۃ کے بدل میں ان چیزوں کا لینا جائز قرار پایا اور آپ کے وصال کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی اسی معمول کو برقرار رکھا اور صحابہ کرام کا اس پر اتفاق رہا' اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا کہ ایک سال کی اونٹنی کے بجائے دو سال کی اونٹنی لے لی جائے اور زکوٰۃ وصول کرنے والا اس کو بیس درہم یا دو بکریاں دے' اس سے بھی واضح ہوا کہ زکوٰۃ کے بدلے میں اس کے مساوی قیمت یا قیمتی چیز لینا جائز ہے اور جب یہ جائز ہے کہ پانچ اونٹوں کی زکوٰۃ میں اس کی جنس کے خلاف ایک بکری لینا جائز ہے تو بکری کی جگہ ایک دینار لینا بھی جائز ہے۔

نیز امام بخاری کی تیسری تعلیق میں مذکور ہے کہ عورتیں اپنے کانوں کی بالیاں اور لونگوں کے ہار بھی ڈال دیتی تھیں' اور لونگوں کے ہار سونے چاندی کی جنس سے نہیں ہیں' اس سے معلوم ہوا کہ زکوٰۃ میں سونے چاندی کو دینا ضرور نہیں ہے' بلکہ زکوٰۃ کی مقدار کے برابر کسی بھی جنس سے زکوٰۃ دینا جائز ہے۔

اس مذہب کے مخالفین یہ کہتے ہیں کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی حدیث صرف ان کے ساتھ مخصوص ہے کیونکہ ان کو معلوم تھا کہ اس وقت مدینہ میں ان کپڑوں اور دیگر اشیاء کی ضرورت ہے' اسی طرح حضرت انس رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جو ارشاد نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: جس شخص پر زکوٰۃ میں ایک سال کی اونٹنی واجب ہو اور اس کے پاس ایک سال کی اونٹنی کے بجائے دو سال کی اونٹنی ہو تو اس سے عامل دو سال کی اونٹنی لے لے اور اس کو بیس درہم یا دو بکریاں دے دے تو اس پر حضرت ابوبکر اور حضرت عمر نے اپنے عہد خلافت میں عمل نہیں کیا۔ (شرح ابن بطال ج ٣ص ٤٢٨۔ ٤٢٧' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ھ)

مصنف کی طرف سے علامہ ابن بطال کی دلیل کا جواب

میں کہتا ہوں کہ امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کی دلیل' صحیح بخاری کی حدیث مرفوع اور صحابہ کرام کے آثار ہیں۔ اس کے مقابلہ میں علامہ ابن بطال نے فقہاء احناف کے مخالفین کی طرف سے جو دلیل پیش کی ہے' وہ محض ان کا مفروضہ ہے اور بلا دلیل ایک

دعویٰ ہے' نیز میں پوچھتا ہوں کہ شریعت کا مدار نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر ہے یا حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے عمل پر ہے؟ جب کہ علامہ ابن بطال نے ان کے عمل پر بھی کسی صحیح حدیث کا حوالہ نہیں دیا اور دلائل کے مقابلہ میں محض دعویٰ کی کیا حیثیت ہے!

حافظ ابن حجر اور غیر مقلدین کا آثارِ صحابہ اور حدیث رسول کو مسترد کرنا اور مصنف کے جوابات

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

اس مسئلہ میں امام بخاری نے فقہاء احناف کی موافقت کی ہے' اس کے باوجود کہ وہ ان کی بہت مخالفت کرتے ہیں:

حضرت معاذ کے قصہ کا یہ جواب ہے کہ یہ ان کا اجتہاد ہے' پس اس قصہ میں کوئی دلیل نہیں ہے' لیکن اس پر یہ اعتراض ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ حلال اور حرام کو سب سے زیادہ جاننے والے تھے اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو یمن بھیجا تھا تو آپ نے ان کو بتا دیا تھا کہ وہ کس طرح عمل کریں گے' ایک جواب یہ دیا گیا ہے کہ یہ اس زمانہ کا خاص واقعہ ہے' اس سے یہ قاعدہ کلیہ ثابت نہیں ہوتا کہ جس جنس میں زکوۃ واجب ہو' اس کی زکوۃ دوسری جنس سے دی جا سکتی ہے۔ (میں کہتا ہوں کہ اس کے خلاف بھی کوئی قاعدہ کلیہ نہیں ہے اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ خواتین نے اپنی زکوۃ میں لوگوں کا ہار دیا' اگر یہ ناجائز ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو رد فرما دیتے۔ سعیدی غفرلہٗ)

قاضی عبدالوہاب مالکی نے کہا ہے کہ وہ لوگ جزیہ پر بھی صدقہ کا اطلاق کرتے تھے' ہوسکتا ہے کہ حضرت معاذ نے جو لیا تھا وہ بھی جزیہ ہو' حافظ ابن حجر نے اس جواب پر یہ اعتراض کیا ہے کہ حضرت معاذ نے فرمایا تھا: تم نہیں جَو اور جوار کے بدلا میں کپڑے اور سامان دو اور جزیہ میں جَو اور جوار کو نہیں لیا جاتا' درہم اور دینار کو لیا جاتا ہے۔

حدیث مذکور کا حافظ ابن حجر نے یہ جواب دیا ہے کہ زکوۃ کی مقدار تو معین ہوتی ہے' اس میں کمی بیشی نہیں ہوتی جب کہ سامان کی قیمت تو کم زیادہ ہوتی ہے' پس جس چیز میں زکوۃ واجب ہے اس کی زکوۃ میں وہی چیز لی جائے گی' اس کے بدلا میں کوئی اور سامان نہیں لیا جائے گا کیونکہ زکوۃ کی مقدار معین اور واحد ہوتی ہے' اس میں کمی بیشی نہیں ہوتی۔

(فتح الباری ج ٣ ص ٧-٣١٦' دار المعرفہ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

نواب صدیق حسن خان متوفی ١٣٠٧ھ نے بھی اسی جواب کو نقل کیا ہے۔ (عون الباری ج ٢ ص ٣٣٨' دار الرشید' سوریا)

میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی اور نواب قنوجی کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ حدیث رسول کو اپنے قیاس سے مسترد کر دیں' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ۵ سے ۹ اونٹ تک زکوۃ میں ایک بکری واجب کی ہے' کیا بکری کی قیمت کم و بیش نہیں ہوتی رہتی' اسی طرح ٣٠ سے ٣٩ تک گائیوں میں ایک بچھڑی واجب کی ہے' کیا بچھڑی کی قیمت کم و بیش نہیں ہوتی' اسی طرح ٤٠ سے ١٢٠ تک بکریوں میں ایک بکری واجب کی ہے اور بکری کی قیمت بھی کم و بیش ہوتی رہتی ہے' اگر حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی اور نواب بھوپالی (اہل حدیث) کے قاعدہ کو تسلیم کر کے حدیث رسول کو مسترد کر دیا جائے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دیا ہوا پورا نظامِ زکوۃ ہی ساقط ہو جائے گا۔

حافظ ابن حجر کہتے ہیں: زکوۃ کی ادائیگی کی مقدار معین ہونی چاہیے' میں کہتا ہوں کہ زکوۃ کی ادائیگی کی مقدار وہی ہونی چاہیے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی ہے خواہ وہ معین ہو یا غیر معین۔

علامہ بدر الدین عینی حنفی اس موقع کی تلاش میں رہتے ہیں کہ جہاں حافظ ابن حجر کوئی غلط بات کہیں یا فقہاء احناف کے خلاف کچھ کہیں تو وہ فوراً ان کا رد کریں لیکن اس حدیث کی شرح میں حافظ ابن حجر نے احناف کے خلاف لکھا اور صحیح بخاری کی حدیث کا رد کیا لیکن علامہ عینی کا خون جوش میں آیا نہ قلم حرکت میں آیا' شاید قسّامِ ازل نے یہ سعادت اس ناکارہ کے لیے مقدر کر دی تھی!

١٤٤٩ - حَدَّثَنَا مُؤَمَّلٌ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ قَالَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَشْهَدُ عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَصَلّٰى قَبْلَ الْخُطْبَةِ فَرَأٰى أَنَّهُ لَمْ يُسْمِعِ النِّسَاءَ، فَأَتَاهُنَّ، وَمَعَهُ بِلَالٌ نَاشِرَ ثَوْبِهٖ، فَوَعَظَهُنَّ، وَأَمَرَهُنَّ أَنْ يَتَصَدَّقْنَ، فَجَعَلَتِ الْمَرْأَةُ تُلْقِي، وَأَشَارَ أَيُّوبُ إِلٰى أُذُنِهٖ وَإِلٰى حَلْقِهٖ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مؤمل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی از ایوب از عطاء بن ابی رباح انہوں نے بیان کیا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ سے پہلے نماز پڑھی پس آپ نے گمان کیا کہ آپ نے عورتوں کو نہیں سنایا تو آپ عورتوں کے پاس آئے اور آپ کے ساتھ حضرت بلال رضی اللہ عنہ بھی اپنا کپڑا پھیلائے ہوئے تھے آپ نے عورتوں کو وعظ کیا اور ان کو صدقہ کرنے کا حکم دیا تو عورت (حضرت بلال کے کپڑے میں صدقہ) ڈالتی تھی اور ایوب نے اپنے کانوں اور اپنے حلق کی طرف اشارہ کیا۔

٣٤ - بَابٌ لَّا يُجْمَعُ بَيْنَ مُتَفَرِّقٍ، وَلَا يُفَرَّقُ بَيْنَ مُجْتَمِعٍ

متفرق جانوروں کو جمع نہ کیا جائے اور جو جانور جمع ہوں ان کو متفرق نہ کیا جائے

مثلاً تین آدمیوں میں سے ہر ایک کی ۴۰، ۴۰ بکریاں ہیں اور ان کی زکوٰۃ تین بکریاں ہیں اور جب عامل زکوٰۃ وصول کرنے آئے تو ان میں سے ایک آدمی کہے کہ سب اس کی بکریاں ہیں اور متفرق بکریوں کو جمع کر لے اور صرف ایک بکری عامل کو دے کیونکہ ۴۰ سے ۱۲۰ تک صرف ایک بکری واجب ہوتی ہے یا ایک آدمی کی ۸۰ بکریاں ہوں جن پر ایک بکری زکوٰۃ ہو زکوٰۃ کی وصولی کے وقت عامل کہے: یہ دو آدمیوں کی ۴۰، ۴۰ بکریاں ہیں اور ان پر دو بکریاں زکوٰۃ میں واجب ہیں اور جمع کو متفرق کرے خلاصہ یہ ہے کہ زکوٰۃ دینے والا متفرق کو جمع کر کے زکوٰۃ بچائے نہ عامل زیادہ زکوٰۃ لینے کے لیے جمع کو متفرق کرے۔

وَيُذْكَرُ عَنْ سَالِمٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ.

اور سالم نے از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کی مثل روایت کی ہے۔

اس تعلیق کی اصل درج ذیل حدیث ہے:

سالم از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ کا مکتوب لکھا اور اس کو عمال کی طرف روانہ نہیں کیا تھا کہ آپ کی وفات ہوگئی سو آپ نے اس مکتوب کو اپنی تلوار کے ساتھ ملا کر رکھا تھا پس جب آپ کی وفات ہوگئی تو اس مکتوب پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عمل کیا حتیٰ کہ ان کی وفات ہوگئی اور حضرت عمر نے عمل کیا حتیٰ کہ ان کی وفات ہوگئی اس مکتوب میں یہ درج تھا کہ پانچ اونٹوں میں ایک بکری ہے اور دس میں دو بکریاں ہیں اور پندرہ میں تین بکریاں ہیں اور بیس میں چار بکریاں ہیں اور پچیس سے پینتیس تک ایک سال کی ایک اونٹنی ہے اگر اس سے زیادہ ہوں تو پینتالیس تک دو سال کی ایک اونٹنی ہے اور اگر اس سے زیادہ ہوں تو ساٹھ تک تین سال کی ایک اونٹنی ہے اور اگر اس سے زیادہ ہوں تو پچھتر تک چار سال کی ایک اونٹنی ہے پھر اگر اس سے زیادہ ہوں تو نوے تک دو سال کی دو اونٹنیاں ہیں پھر اگر اس سے زیادہ ہوں تو ایک سو بیس تک تین سال کی دو اونٹنیاں ہیں پھر اگر ایک سو بیس سے زیادہ اونٹنیاں ہوں تو ہر پچاس پر ایک تین سال کی اونٹنی اور ہر چالیس پر دو سال کی ایک اونٹنی دی جائے اور بکریوں میں چالیس سے لے کر ایک سو بیس تک ایک بکری دی جائے پھر اگر اس سے زیادہ بکریاں ہوں تو دو سو تک دو بکریاں دی جائیں پھر

اگر اس سے زیادہ بکریاں ہوں تو تین سو بکریوں تک تین بکریاں دی جائیں' پھر اگر تین سو بکریوں سے زائد ہوں تو ہر سو بکریوں پر ایک بکری دی جائے' پھر جب تک چار سو بکریاں نہ ہو جائیں ان میں کچھ نہیں ہے اور صدقہ دینے کے خوف سے جمع کو متفرق نہ کیا جائے اور متفرق کو جمع نہ کیا جائے' اور اگر مویشیوں میں دو آدمی شریک ہوں تو وہ صدقہ کی رقم برابر برابر ایک دوسرے سے لے لیں۔

(سنن ترمذی: ۶۲۱' سنن ابوداؤد: ۱۵۶۷-۱۵۷۰' مسند احمد ج ۲ ص ۱۴)

۱۴۵۰ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْاَنْصَارِيُّ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ قَالَ حَدَّثَنِيْ ثُمَامَةُ اَنَّ اَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ حَدَّثَهٗ اَنَّ اَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ كَتَبَ لَهُ الَّتِيْ فَرَضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا يُجْمَعُ بَيْنَ مُتَفَرِّقٍ' وَلَا يُفَرَّقُ بَيْنَ مُجْتَمِعٍ' خَشْيَةَ الصَّدَقَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبد اللہ الانصاری نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ثمامہ نے حدیث بیان کی کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مکتوب لکھا' جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرض کیا ہوا صدقہ بیان کیا اور یہ کہ صدقہ کے خوف سے متفرق کو جمع نہ کیا جائے اور جمع کو متفرق نہ کیا جائے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۴۸ میں گزر چکی ہے۔

۳۵ - بَابٌ مَا كَانَ مِنْ خَلِيْطَيْنِ' فَاِنَّهُمَا يَتَرَاجَعَانِ بَيْنَهُمَا بِالسَّوِيَّةِ

اگر دو شخص شریک ہوں تو زکوٰۃ کا خرچ ایک دوسرے سے برابر برابر لے لیں

وَقَالَ طَاوُسٌ وَّ عَطَاءٌ اِذَا عَلِمَ الْخَلِيْطَانِ اَمْوَالَهُمَا' فَلَا يُجْمَعُ مَالُهُمَا.

اور طاؤس اور عطاء نے کہا: اگر دونوں شریکوں کو اپنے مالوں کا پتا ہو تو ان کے مالوں کو جمع نہیں کیا جائے گا۔

اس تعلیق کی اصل یہ ہے: عمرو بن دینار بیان کرتے ہیں کہ طاؤس نے کہا: جب دو شریک اپنے مالوں کو جانتے ہوں تو پھر صدقہ میں ان کے مالوں کو جمع کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ (مصنف عبد الرزاق: ۶۸۶۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

وَقَالَ سُفْيَانُ لَا تَجِبُ حَتّٰى يَتِمَّ لِهٰذَا اَرْبَعُوْنَ شَاةً' وَلِهٰذَا اَرْبَعُوْنَ شَاةً.

اور سفیان نے کہا: اس وقت تک زکوٰۃ واجب نہیں ہے حتیٰ کہ اس شریک کے لیے بھی چالیس بکریاں ہوں اور دوسرے شریک کے لیے بھی چالیس بکریاں ہوں۔

(مصنف عبد الرزاق: ۶۸۶۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۴۵۱ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ قَالَ حَدَّثَنِيْ ثُمَامَةُ اَنَّ اَنَسًا حَدَّثَهٗ اَنَّ اَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ كَتَبَ لَهُ الَّتِيْ فَرَضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا كَانَ مِنْ خَلِيْطَيْنِ' فَاِنَّهُمَا يَتَرَاجَعَانِ بَيْنَهُمَا بِالسَّوِيَّةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ثمامہ نے حدیث بیان کی کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے وہ مکتوب لکھا جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ کی فرضیت لکھی تھی اور جو دو شریکوں کے مال میں زکوٰۃ ہو' وہ ایک دوسرے سے برابر برابر لے لیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۴۸ میں گزر چکی ہے۔

۳۶ - بَابُ زَكٰوةِ الْاِبِلِ

اونٹوں کی زکوٰۃ

ذَكَرَهُ اَبُوْ بَكْرٍ، وَاَبُوْ ذَرٍّ، وَاَبُوْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اس کا حضرت ابوبکر، حضرت ابوذر اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا ہے۔

یعنی اونٹوں کی زکوٰۃ کا ذکر ان صحابہ رضی اللہ عنہم نے کیا ہے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طویل حدیث' صحیح البخاری: ۱۴۵۳ میں ہے' حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی حدیث' صحیح البخاری: ۱۴۶۰ میں ہے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث بھی اسی کے ساتھ تعلیق میں ہے۔

۱۴۵۲ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ حَدَّثَنَا الْاَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ شِهَابٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيْدَ، عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ اَعْرَابِيًّا سَاَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْهِجْرَةِ فَقَالَ وَيْحَكَ، اِنَّ شَاْنَهَا شَدِيْدٌ، فَهَلْ لَكَ مِنْ اِبِلٍ تُؤَدِّيْ صَدَقَتَهَا؟ قَالَ نَعَمْ، قَالَ فَاعْمَلْ مِنْ وَرَاءِ الْبِحَارِ، فَاِنَّ اللّٰهَ لَنْ يَتِرَكَ مِنْ عَمَلِكَ شَيْئًا.

[اطراف الحدیث: ۲۶۳۳-۳۹۲۳-۶۱۶۵]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الولید بن مسلم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الاوزاعی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابن شہاب نے حدیث بیان کی از عطاء بن یزید از حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہ ایک اعرابی (دیہاتی) نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہجرت کے متعلق سوال کیا' آپ نے فرمایا: تم پر افسوس ہے! ہجرت کا معاملہ تو بہت سخت ہے' کیا تمہارے پاس اونٹ ہیں جن کی تم زکوٰۃ ادا کرتے ہو؟ اس نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: پس تم سمندر کے پار (شہر میں) عمل کرتے رہو' بے شک اللہ تمہارے اعمال میں سے کسی چیز کو ترک نہیں کرے گا۔

(صحیح مسلم: ۱۸۶۵' الرقم المسلسل: ۴۷۴۹' سنن ابوداؤد: ۲۴۷۷' سنن نسائی: ۴۱۶۳' سنن کبریٰ: ۷۷۸۷' جامع المسانید لابن جوزی: ۲۰۷۷' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) علی بن عبد اللہ ابن المدینی (۲) الولید بن مسلم (۳) عبد الرحمان ابن عمرو الاوزاعی (۴) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (۵) عطاء بن یزید ابو یزید اللیثی (۶) حضرت ابوسعید الخدری' ان کا نام سعد بن مالک ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۲۰)

دیہاتیوں کے اوپر ہجرت کا سخت ہونا

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی لکھتے ہیں:

المہلب نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد فتح مکہ سے پہلے کا ہے کیونکہ اگر فتح مکہ کے بعد یہ ارشاد ہوتا تو آپ فرماتے: فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں ہے' لیکن آپ کو علم تھا کہ اعرابی مدینہ پر صبر نہیں کر سکیں گے کیونکہ وہاں پر بہت سختیاں تھیں' اور وبائیں تھیں کیونکہ جب ایک اعرابی کو مدینہ میں بخار چڑھ گیا تو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیعت توڑنے کے لیے آیا' اس لیے جب اس اعرابی نے آپ سے ہجرت کے متعلق سوال کیا تو آپ نے اس سے زکوٰۃ کے متعلق پوچھا کیونکہ زکوٰۃ ادا کرنا اعراب کے اوپر بہت سخت تھا' اس لیے آپ نے فرمایا کہ تم سمندر کے پار عمل کرتے رہو (یعنی ہجرت کرنا ضروری نہیں' بے شک سمندر کے پار رہو مگر نیک عمل کرتے رہو)۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۴۳۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۳۷ - بَابُ مَنْ بَلَغَتْ عِنْدَهُ صَدَقَةُ بِنْتِ مَخَاضٍ وَلَيْسَتْ عِنْدَهُ

جس کی زکوٰۃ میں ایک سال کی اونٹنی واجب ہو اور وہ اس کے پاس نہ ہو

١٤٥٣ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِیْ أَبِیْ قَالَ حَدَّثَنِیْ ثُمَامَةُ أَنَّ أَنَسًا رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ حَدَّثَهٗ أَنَّ أَبَا بَکْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ کَتَبَ لَهٗ فَرِیْضَةَ الصَّدَقَةِ الَّتِیْ أَمَرَ اللّٰهُ رَسُوْلَهٗ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ بَلَغَتْ عِنْدَهٗ مِنَ الْإِبِلِ صَدَقَةُ الْجَذَعَةِ، وَلَیْسَتْ عِنْدَهٗ جَذَعَةٌ، وَعِنْدَهٗ حِقَّةٌ، فَإِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ الْحِقَّةُ، وَیَجْعَلُ مَعَهَا شَاتَیْنِ إِنِ اسْتَیْسَرَتَا لَهٗ، أَوْ عِشْرِیْنَ دِرْهَمًا. وَمَنْ بَلَغَتْ عِنْدَهٗ صَدَقَةُ الْحِقَّةِ، وَلَیْسَتْ عِنْدَهُ الْحِقَّةُ، وَعِنْدَهُ الْجَذَعَةُ، فَإِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ الْجَذَعَةُ، وَیُعْطِیْهِ الْمُصَدِّقُ عِشْرِیْنَ دِرْهَمًا أَوْ شَاتَیْنِ، وَمَنْ بَلَغَتْ عِنْدَهٗ صَدَقَةُ الْحِقَّةِ، وَلَیْسَتْ عِنْدَهٗ إِلَّا بِنْتُ لَبُوْنٍ، فَإِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ بِنْتُ لَبُوْنٍ، وَیُعْطِیْ شَاتَیْنِ أَوْ عِشْرِیْنَ دِرْهَمًا، وَمَنْ بَلَغَتْ صَدَقَتُهٗ بِنْتَ لَبُوْنٍ، وَعِنْدَهٗ حِقَّةٌ، فَإِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ الْحِقَّةُ، وَیُعْطِیْهِ الْمُصَدِّقُ عِشْرِیْنَ دِرْهَمًا أَوْ شَاتَیْنِ. وَمَنْ بَلَغَتْ صَدَقَتُهٗ بِنْتَ لَبُوْنٍ، وَلَیْسَتْ عِنْدَهٗ، وَعِنْدَهٗ بِنْتُ مَخَاضٍ، فَإِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ بِنْتُ مَخَاضٍ، وَیُعْطِیْ مَعَهَا عِشْرِیْنَ دِرْهَمًا أَوْ شَاتَیْنِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ثمامہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے صدقہ کا وہ فریضہ لکھا جس کا اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا تھا: جس شخص پر اونٹوں کی زکوۃ میں چار سال کی اونٹنی واجب ہو اور اس کے پاس چار سال کی اونٹنی نہ ہو بلکہ اس کے پاس تین سال کی اونٹنی ہو تو اس سے وہ تین سال کی اونٹنی قبول کی جائے گی اور اسے اس کے ساتھ دو بکریاں دینی ہوں گی اگر اس کو میسر ہوں یا وہ بیس درہم دے گا' اور جس شخص پر زکوۃ میں تین سال کی اونٹنی واجب ہو اور اس کے پاس تین سال کی اونٹنی نہ ہو اور اس کے پاس چار سال کی اونٹنی ہو تو اس سے چار سال کی اونٹنی قبول کی جائے گی اور عامل اس کو بیس درہم دے گا یا دو بکریاں دے گا' اور جس پر زکوۃ میں تین سال کی اونٹنی واجب ہو اور اس کے پاس صرف دو سال کی اونٹنی ہو تو اس سے دو سال کی اونٹنی قبول کی جائے گی اور وہ دو بکریاں یا بیس درہم دے گا' اور جس پر زکوۃ میں دو سال کی اونٹنی واجب ہو اور اس کے پاس تین سال کی اونٹنی ہو تو اس سے تین سال کی اونٹنی قبول کی جائے گی اور عامل اس کو بیس درہم یا دو بکریاں دے گا' اور جس پر زکوۃ میں دو سال کی اونٹنی واجب ہو اور اس کے پاس دو سال کی اونٹنی نہ ہو اور اس کے پاس ایک سال کی اونٹنی ہو تو اس سے وہ ایک سال کی اونٹنی قبول کی جائے گی اور وہ اس کے ساتھ بیس درہم یا دو بکریاں دے گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٤٤٨ میں گزر چکی ہے۔

٣٨ - بَابُ زَکٰوةِ الْغَنَمِ

بکریوں کی زکوۃ

١٤٥٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْمُثَنّٰی الْأَنْصَارِیُّ قَالَ حَدَّثَنِیْ أَبِیْ قَالَ حَدَّثَنِیْ ثُمَامَةُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَنَسٍ أَنَّ أَنَسًا حَدَّثَهٗ أَنَّ أَبَا بَکْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ کَتَبَ لَهٗ هٰذَا الْکِتَابَ، لَمَّا وَجَّهَهٗ إِلَی الْبَحْرَیْنِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبداللہ بن المثنی الانصاری نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ثمامہ بن عبداللہ بن انس نے حدیث بیان کی' حضرت انس نے بیان کیا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جب ان کو بحرین کی طرف بھیجا تو ان کے لیے یہ مکتوب لکھا:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

هٰذِهٖ فَرِيْضَةُ الصَّدَقَةِ الَّتِيْ فَرَضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ، وَالَّتِيْ اَمَرَ اللّٰهُ بِهَا رَسُوْلَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَمَنْ سُئِلَهَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ عَلٰى وَجْهِهَا فَلْيُعْطِهَا، وَمَنْ سُئِلَ فَوْقَهَا فَلَا يُعْطِ فِيْ اَرْبَعٍ وَّعِشْرِيْنَ مِنَ الْاِبِلِ فَمَا دُوْنَهَا، مِنَ الْغَنَمِ، مِنْ كُلِّ خَمْسٍ، شَاةٌ، اِذَا بَلَغَتْ خَمْسًا وَّعِشْرِيْنَ اِلٰى خَمْسٍ وَّثَلَاثِيْنَ فَفِيْهَا بِنْتُ مَخَاضٍ اُنْثٰى، فَاِذَا بَلَغَتْ سِتًّا وَّثَلَاثِيْنَ اِلٰى خَمْسٍ وَّاَرْبَعِيْنَ فَفِيْهَا بِنْتُ لَبُوْنٍ اُنْثٰى، فَاِذَا بَلَغَتْ سِتًّا وَّاَرْبَعِيْنَ اِلٰى سِتِّيْنَ فَفِيْهَا حِقَّةٌ طَرُوْقَةُ الْجَمَلِ، فَاِذَا بَلَغَتْ وَاحِدَةً وَّسِتِّيْنَ اِلٰى خَمْسٍ وَّسَبْعِيْنَ فَفِيْهَا جَذَعَةٌ، فَاِذَا بَلَغَتْ يَعْنِيْ سِتًّا وَّسَبْعِيْنَ اِلٰى تِسْعِيْنَ فَفِيْهَا بِنْتَا لَبُوْنٍ، فَاِذَا بَلَغَتْ اِحْدٰى وَتِسْعِيْنَ اِلٰى عِشْرِيْنَ وَمِائَةٍ، فَفِيْهَا حِقَّتَانِ طَرُوْقَتَا الْجَمَلِ، فَاِذَا زَادَتْ عَلٰى عِشْرِيْنَ وَمِائَةٍ فَفِيْ كُلِّ اَرْبَعِيْنَ بِنْتُ لَبُوْنٍ، وَفِيْ كُلِّ خَمْسِيْنَ حِقَّةٌ، وَمَنْ لَّمْ يَكُنْ مَعَهٗ اِلَّا اَرْبَعٌ مِّنَ الْاِبِلِ فَلَيْسَ فِيْهَا صَدَقَةٌ اِلَّا اَنْ يَّشَاءَ رَبُّهَا، فَاِذَا بَلَغَتْ خَمْسًا مِّنَ الْاِبِلِ فَفِيْهَا شَاةٌ. وَفِيْ صَدَقَةِ الْغَنَمِ فِيْ سَائِمَتِهَا اِذَا كَانَتْ اَرْبَعِيْنَ اِلٰى عِشْرِيْنَ وَمِائَةٍ شَاةٌ، فَاِذَا زَادَتْ عَلٰى عِشْرِيْنَ وَمِائَةٍ اِلٰى مِائَتَيْنِ شَاتَانِ، فَاِذَا زَادَتْ عَلٰى مِائَتَيْنِ اِلٰى ثَلَاثِ مِائَةٍ فَفِيْهَا ثَلَاثٌ، فَاِذَا زَادَتْ عَلٰى ثَلَاثِ مِائَةٍ فَفِيْ كُلِّ مِائَةٍ شَاةٌ، فَاِذَا كَانَتْ سَائِمَةُ الرَّجُلِ نَاقِصَةً مِنْ اَرْبَعِيْنَ شَاةً وَّاحِدَةً فَلَيْسَ فِيْهَا صَدَقَةٌ اِلَّا اَنْ يَّشَاءَ رَبُّهَا. وَفِي الرِّقَةِ رُبْعُ الْعُشْرِ، فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ اِلَّا تِسْعِيْنَ وَمِائَةً فَلَيْسَ فِيْهَا شَيْءٌ اِلَّا اَنْ يَّشَاءَ رَبُّهَا.

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم!

یہ زکوٰۃ کا وہ فریضہ ہے جس کو رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں پر فرض کیا اور جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو حکم دیا تو اس مکتوب کے موافق جس مسلمان سے زکوٰۃ طلب کی جائے وہ اس کو دے اور اگر کوئی اس سے زیادہ (زکوٰۃ) مانگے تو وہ اس کو ہرگز نہ دے' چوبیس اونٹ ہوں یا اس سے کم ہوں تو ہر پانچ اونٹ میں ایک بکری دینی ہوگی' جب پچیس اونٹ ہو جائیں تو پینتیس اونٹوں تک ایک سال کی اونٹنی دینی ہوگی' جب چھتیس اونٹ ہو جائیں تو پینتالیس اونٹوں تک دو سال کی اونٹنی دینی ہوگی' جب چھیالیس اونٹ ہو جائیں تو ساٹھ اونٹوں تک تین سال کی اونٹنی دینی ہوگی جو جفتی کے لائق ہو اور جب اکسٹھ اونٹ ہو جائیں تو پچھتر اونٹوں تک چار سال کی اونٹنی دینی ہوگی اور جب چھہتر اونٹ ہو جائیں تو نوے اونٹوں تک اس میں دو سال کی دو اونٹنیاں دینی ہوں گی' پس جب اکیانوے اونٹ ہو جائیں تو ایک سو بیس اونٹوں تک تین سال کی دو اونٹنیاں دینی ہوں گی جو جفتی کے لائق ہوں' پس جب وہ ایک سو بیس سے زیادہ ہو جائیں تو ہر چالیس اونٹ میں ایک' دو سال کی اونٹنی دینی ہوگی اور ہر پچاس اونٹ میں ایک تین سال کی اونٹنی دینی ہوگی اور جس کے پاس صرف چار اونٹ ہوں تو ان پر زکوٰۃ نہیں ہے' مگر یہ کہ اونٹوں کا مالک نفلی صدقہ دینا چاہے' پس جب پانچ اونٹ ہو جائیں تو اس میں ایک بکری دینا واجب ہے' اور جنگل میں چرنے والی بکریاں جب چالیس ہو جائیں تو ایک سو بیس بکریوں تک ایک بکری دینا واجب ہے' پس جب ایک سو بیس بکریوں سے زیادہ ہوں تو دو سو بکریوں تک دو بکریاں دینا واجب ہے' پس جب دو سو بکریوں سے زیادہ ہو جائیں تو تین سو بکریوں تک تین بکریاں دینا واجب ہے' پس جب تین سو بکریوں سے زیادہ ہو جائیں تو ہر سو بکریوں میں ایک بکری دینا واجب ہے' پس جب کسی آدمی کی جنگل میں چرنے والی بکریوں کی تعداد چالیس بکریوں سے ایک بکری بھی کم ہو تو اس میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے مگر یہ کہ بکریوں کا مالک نفلی صدقہ دینا چاہے' اور چاندی میں چالیسواں حصہ دینا واجب ہے'

پس اگر اس کے پاس صرف ایک سو تو ے درہم ہوں تو اس میں کوئی چیز واجب نہیں ہے' مگر یہ کہ اس کا مالک نفلی طور پر دینا چاہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٤٤٨ میں گزر چکی ہے۔

٣٩ - بَابٌ لَا تُؤْخَذُ فِي الصَّدَقَةِ هَرِمَةٌ، وَلَا ذَاتُ عَوَارٍ، وَلَا تَيْسٌ، إِلَّا مَا شَاءَ الْمُصَّدِّقُ

زکوۃ میں بوڑھا اور عیب والا اور نر جانور نہیں دیا جائے گا' مگر جب عامل اس کا لینا مناسب سمجھے

١٤٥٥ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ حَدَّثَنِي ثُمَامَةُ أَنَّ أَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ حَدَّثَهُ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ كَتَبَ لَهُ، الَّتِي أَمَرَ اللّٰهُ رَسُولَهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا يُخْرَجُ فِي الصَّدَقَةِ هَرِمَةٌ، وَلَا ذَاتُ عَوَارٍ، وَلَا تَيْسٌ، إِلَّا مَا شَاءَ الْمُصَدِّقُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ثمامہ نے حدیث بیان کی کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ان کو حدیث بیان کی کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ مکتوب لکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا کہ کوئی شخص زکوۃ میں بوڑھے جانور کو نہ نکالے نہ کسی عیب والے جانور کو نہ نر جانور کو مگر یہ کہ عامل اس کو چاہے۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ١٤٤٨ میں ملاحظہ کریں۔

٤٠ - بَابُ أَخْذِ الْعَنَاقِ فِي الصَّدَقَةِ

بکری کے بچہ کو زکوۃ میں دینا

١٤٥٦ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ (ح). وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ خَالِدٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ لَوْ مَنَعُونِي عَنَاقًا كَانُوا يُؤَدُّونَهَا إِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَاتَلْتُهُمْ عَلٰى مَنْعِهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری (ح) اور لیث نے کہا: ہمیں عبدالرحمٰن بن خالد نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر انہوں نے مجھے ایک بکری کا بچہ دینے سے بھی انکار کیا جسے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا کرتے تھے تو میں اس کے انکار کرنے پر ان سے قتال کروں گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٤٠٠ میں گزر چکی ہے۔

١٤٥٧ - قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَمَا هُوَ إِلَّا أَنْ رَأَيْتُ أَنَّ اللّٰهَ شَرَحَ صَدْرَ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ بِالْقِتَالِ، فَعَرَفْتُ أَنَّهُ الْحَقُّ.

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: پس یہ چیز وہ تھی جس کو میں نے سمجھ لیا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا سینہ قتال کے لیے کھول دیا ہے' پس میں نے جان لیا کہ یہی حق ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٣٩٩ میں گزر چکی ہے۔

٤١ - بَابٌ لَا تُؤْخَذُ كَرَائِمُ أَمْوَالِ النَّاسِ فِي الصَّدَقَةِ

زکوۃ میں لوگوں کا عمدہ مال نہ وصول کیا جائے

١٤٥٨ - حَدَّثَنَا أُمَيَّةُ بْنُ بِسْطَامٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ الْقَاسِمِ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أُمَيَّةَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ صَيْفِيٍّ، عَنْ أَبِي مَعْبَدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا بَعَثَ مُعَاذًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَلَى الْيَمَنِ، قَالَ إِنَّكَ تَقْدَمُ عَلٰى قَوْمٍ أَهْلِ كِتَابٍ، فَلْيَكُنْ أَوَّلَ مَا تَدْعُوهُمْ إِلَيْهِ عِبَادَةُ اللّٰهِ، فَإِذَا عَرَفُوا اللّٰهَ، فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللّٰهَ قَدْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِي يَوْمِهِمْ وَلَيْلَتِهِمْ، فَإِذَا فَعَلُوا، فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللّٰهَ فَرَضَ عَلَيْهِمْ زَكٰوةً تُؤْخَذُ مِنْ أَمْوَالِهِمْ، وَتُرَدُّ عَلٰى فُقَرَائِهِمْ، فَإِذَا أَطَاعُوا بِهَا، فَخُذْ مِنْهُمْ، وَتَوَقَّ كَرَائِمَ أَمْوَالِ النَّاسِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں امیہ بن بسطام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں روح بن القاسم نے حدیث بیان کی از اسماعیل بن امیہ از یحییٰ بن عبد اللہ بن صیفی از ابی معبد از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجا تو فرمایا: بے شک تم اہل کتاب کی ایک قوم کی طرف جاؤ گے' پس تم کو چاہیے کہ تم ان کو سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی دعوت دو' پس جب وہ اللہ تعالیٰ کو پہچان لیں تو تم ان کو یہ خبر دینا کہ ان کے (اوپر) دن اور رات میں اللہ نے پانچ نمازیں فرض کی ہیں' پس جب وہ اس پر عمل کر لیں تو پھر ان کو یہ خبر دینا کہ اللہ نے ان پر زکوۃ فرض کی ہے جو ان کے اموال سے وصول کی جائے گی اور ان کے فقراء پر لوٹا دی جائے گی' پس جب وہ اس کی اطاعت کر لیں تو ان سے زکوۃ وصول کرنا اور ان کے عمدہ مال کو لینے سے اجتناب کرنا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٣٩٥ میں گزر چکی ہے۔

٤٢ - بَابٌ لَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسِ ذَوْدٍ صَدَقَةٌ

پانچ اونٹوں سے کم میں زکوۃ واجب نہیں ہے

١٤٥٩ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي صَعْصَعَةَ الْمَازِنِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ مِنَ التَّمْرِ صَدَقَةٌ وَلَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسِ أَوَاقٍ مِنَ الْوَرِقِ صَدَقَةٌ وَلَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسِ ذَوْدٍ مِنَ الْإِبِلِ صَدَقَةٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از محمد بن عبد الرحمان بن ابی صعصعہ المازنی از والد خود از حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانچ وسق (تین سو کلو گرام) کھجور سے کم میں صدقہ (زکوۃ) نہیں ہے اور دو سو درہم چاندی سے کم میں زکوۃ نہیں ہے اور پانچ اونٹوں سے کم میں زکوۃ نہیں ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٤٠٥ میں گزر چکی ہے۔

٤٣ - بَابُ زَكٰوةِ الْبَقَرِ

گایوں کی زکوۃ

وَقَالَ اَبُوْ حُمَيْدٍ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاَعْرِفَنَّ مَا جَاءَ اللّٰهَ رَجُلٌ بِبَقَرَةٍ لَهَا خُوَارٌ. وَيُقَالُ جُؤَارٌ. ﴿تَجْاَرُوْنَ﴾ (النحل:٥٣) تَرْفَعُوْنَ اَصْوَاتَكُمْ كَمَا تَجْاَرُ الْبَقَرَةُ.

اور ابوحمید نے کہا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: میں تمہیں قیامت کے دن وہ شخص ضرور دکھاؤں گا جو اللہ کے پاس گائے اٹھائے ہوئے حاضر ہوگا' وہ گائے آواز نکال رہی ہوگی اور "خوار" کی جگہ ایک روایت میں "جوار" کا لفظ ہے' سورۃ المؤمنون میں جو "تجارون" کا لفظ ہے' وہ اسی سے نکلا ہے یعنی تم اس طرح چلا رہے ہو گے جس طرح گائے چلاتی ہے۔

علامہ بدرالدین عینی نے لکھا ہے: اس تعلیق کی اصل امام بخاری نے "کتاب ترك الحیل" میں موصولاً روایت کی ہے۔ (عمدة القاری ج ۹ ص ۴۷) میں نے "کتاب ترك الحیل" میں دیکھا' اس میں یہ حدیث نہیں ہے بلکہ یہ حدیث ہے: "انما الاعمال بالنیة"۔ (صحیح البخاری: ٦٩٥٣)

١٤٦٠ - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبِيْ قَالَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ عَنِ الْمَعْرُوْرِ ابْنِ سُوَيْدٍ عَنْ اَبِيْ ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ انْتَهَيْتُ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ اَوْ وَالَّذِيْ لَا اِلٰهَ غَيْرُهٗ اَوْ كَمَا حَلَفَ. مَا مِنْ رَجُلٍ تَكُوْنُ لَهٗ اِبِلٌ اَوْ بَقَرٌ اَوْ غَنَمٌ لَا يُؤَدِّيْ حَقَّهَا اِلَّا اُتِيَ بِهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ اَعْظَمَ مَا تَكُوْنُ وَاَسْمَنَهٗ تَطَؤُهٗ بِاَخْفَافِهَا وَتَنْطَحُهٗ بِقُرُوْنِهَا كُلَّمَا جَازَتْ اُخْرَاهَا رُدَّتْ عَلَيْهِ اُوْلَاهَا حَتّٰى يُقْضٰى بَيْنَ النَّاسِ. رَوَاهُ بُكَيْرٌ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

[طرف الحدیث: ٦٦٣٨]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص بن غیاث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی از المعرور بن سوید از حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ میں نبی ﷺ کے پاس پہنچا' آپ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے! یا فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے! یا جس طرح آپ نے حلف اٹھایا کہ کوئی مرد ایسا نہیں ہوگا جس کے پاس اونٹ ہوں یا گائیں ہوں یا بکریاں ہوں' جن کا وہ حق ادا نہ کرتا ہو مگر قیامت کے دن اس کے پاس وہ جانور بہت بڑی جسامت میں اور بہت فربہ حالت میں آئیں گے اور اس کو اپنے کھروں سے روندیں گے اور اپنے سینگوں سے ماریں گے' جب ان کا آخری ریوڑ گزر جائے گا تو پہلا ریوڑ دوبارہ آ جائے گا حتیٰ کہ لوگوں کے درمیان فیصلہ کر دیا جائے گا۔ اس حدیث کو بکیر نے از ابی صالح از ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ روایت کیا ہے۔

(سنن ترمذی: ٦١٧' سنن نسائی: ٢٤٤٠' سنن ابن ماجہ: ١٧٨٥' مسند البزار: ٣٩٩٣' صحیح ابن خزیمہ: ٢٢٥١' سنن بیہقی ج ۴ ص ۹۷' مسند احمد ج ۵ ص ۱۵۸ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۱۳۰۱۔ ج ۳۵ ص ۳۱۷' مؤسسة الرسالة' بیروت)

اس حدیث کے رجال کا اس سے پہلے تعارف ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان سے اس طرح مطابقت ہے کہ جس شخص نے اپنی گایوں کی زکوۃ ادا نہیں کی ہوگی' قیامت کے دن وہ اس کو اپنے کھروں سے روندیں گی اور سینگوں سے ماریں گی' اس سے معلوم ہوا کہ گایوں کی زکوۃ ادا کرنا واجب ہے۔

گایوں کی زکوٰۃ کا نصاب اور زکوٰۃ کی مقدار

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

گایوں کی زکوٰۃ کا نصاب اور اس کی مقدار درج ذیل حدیث میں ہے:

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو یمن کی طرف بھیجا (تو انہیں حکم فرمایا) کہ ہر تیس گایوں سے ایک سال کا بچھڑا یا بچھڑی وصول کریں اور ہر چالیس گایوں سے دو سال کا بچھڑا یا بچھڑی وصول کریں۔ الحدیث

(سنن ابوداؤد: ١٥٧٦ 'سنن ترمذی: ٦٢٣ 'سنن نسائی: ٢٤٤٩ 'سنن نسائی: ١٨٠٣)(شرح ابن بطال ج ٣ ص ٤٤٤ 'دار الکتب العلمیہ 'بیروت '١٤٢٤ھ)

٤٤ - بَابُ الزَّكٰوةِ عَلَى الْاَقَارِبِ — رشتہ داروں کو زکوٰۃ دینا

اس عنوان میں زکوٰۃ سے مراد اصطلاحی زکوٰۃ نہیں ہے بلکہ ثواب کی نیت سے صدقہ اور خیرات کرنا ہے' اصطلاحی زکوٰۃ سے مراد شرعی نصاب پر ایک سال گزرنے کے بعد اس کا چالیسواں حصہ کسی غیر ہاشمی فقیر کو دینا ہے۔

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَهٗ اَجْرَانِ اَجْرُ الْقَرَابَةِ وَالصَّدَقَةِ.

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کے لیے دو اجر ہیں' ایک اجر قرابت کا ہے اور ایک اجر صدقہ کا ہے۔

اس تعلیق کے موافق حدیث موصول عنقریب صحیح البخاری: ١٤٦٦ میں آ رہی ہے۔

١٤٦١ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ اِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ طَلْحَةَ اَنَّهٗ سَمِعَ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ كَانَ اَبُوْ طَلْحَةَ اَكْثَرَ الْاَنْصَارِ بِالْمَدِيْنَةِ مَالًا مِّنْ نَخْلٍ' وَكَانَ اَحَبَّ اَمْوَالِهٖ اِلَيْهِ بَيْرُحَاءَ' وَكَانَتْ مُسْتَقْبِلَةَ الْمَسْجِدِ' وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْخُلُهَا' وَيَشْرَبُ مِنْ مَّاءٍ فِيْهَا طَيِّبٍ. قَالَ اَنَسٌ فَلَمَّا اُنْزِلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ﴾ (آل عمران: ٩٢) قَامَ اَبُوْ طَلْحَةَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ' اِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى يَقُوْلُ ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ﴾ وَاِنَّ اَحَبَّ اَمْوَالِيْ اِلَيَّ بَيْرُحَاءَ' وَاِنَّهَا صَدَقَةٌ لِلّٰهِ' اَرْجُوْا بِرَّهَا وَذُخْرَهَا عِنْدَ اللّٰهِ' فَضَعْهَا' يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ' حَيْثُ اَرَاكَ اللّٰهُ. قَالَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَخٍ' ذٰلِكَ مَالٌ رَابِحٌ' ذٰلِكَ مَالٌ رَابِحٌ وَقَدْ سَمِعْتُ مَا قُلْتَ' وَاِنِّيْ اَرٰى اَنْ تَجْعَلَهَا فِي الْاَقْرَبِيْنَ. فَقَالَ اَبُوْ طَلْحَةَ اَفْعَلُ يَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ' انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ انصار میں سب سے زیادہ کھجوروں کے باغ کے لحاظ سے مال دار تھے اور ان کا سب سے زیادہ پسندیدہ باغ بیرحاء میں تھا اور وہ مسجد (نبوی) کے سامنے تھا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں داخل ہوتے تھے اور اس کا میٹھا پانی پیتے تھے' حضرت انس نے کہا: جب یہ آیت نازل ہوئی: تم اس وقت تک ہرگز نیکی کو نہیں پا سکتے جب تک کہ تم اپنی پسندیدہ چیزوں میں سے خرچ نہ کرو۔ (آل عمران: ٩٢) تو حضرت ابوطلحہ' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کھڑے ہوئے' اور کہا: یارسول اللہ! اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے: تم اس وقت تک ہرگز نیکی کو نہیں پا سکتے جب تک کہ تم اپنی پسندیدہ چیزوں میں سے خرچ نہ کرو۔ (آل عمران: ٩٢) اور میرے نزدیک میرا سب سے زیادہ پسندیدہ مال بیرحاء کا باغ ہے اور یہ اللہ کے لیے صدقہ ہے' میں اس کی نیکی اور اللہ کے نزدیک اس کے ذخیرہ کی امید رکھتا ہوں' پس یارسول اللہ! اس کو وہاں خرچ کیجئے جہاں اللہ تعالیٰ آپ کو بتائے' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

رَسُوْلَ اللّٰهِ، فَقَسَمَهَا اَبُوْ طَلْحَةَ فِيْ اَقَارِبِهٖ وَبَنِيْ عَمِّهٖ. تَابَعَهٗ رَوْحٌ. وَقَالَ يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى وَاِسْمَاعِيْلُ عَنْ مَالِكٍ رَايِحٌ. [اطراف الحدیث: ٢٣١٨-٢٧٥٢-٢٧٥٨-٢٧٦٩-٤٥٥٤-٤٥٥٥-٥٦١١]

فرمایا: اس کو چھوڑو! یہ نفع آور مال ہے' یہ نفع آور مال ہے' (آپ نے دو بار فرمایا) اور تم نے جو کہا وہ میں نے سن لیا اور میری رائے یہ ہے کہ تم یہ باغ اپنے رشتہ داروں کو دے دو' پس حضرت ابوطلحہ نے کہا: یا رسول اللہ! میں ایسا ہی کروں گا' پھر حضرت ابوطلحہ نے وہ باغ اپنے رشتہ داروں میں اور اپنے عم زادوں میں تقسیم کر دیا۔ عبد اللہ بن یوسف کی متابعت روح نے کی ہے' اور یحییٰ بن یحییٰ اور اسماعیل نے امام مالک سے "رایح" کی روایت کی ہے۔

(صحیح مسلم: ٩٩٨' الرقم المسلسل: ٢٢٧٨' سنن دارمی: ١٦٥٥' سنن کبریٰ: ١١٠٦٦' صحیح ابن حبان: ٣٣٤١-٧١٨٢' حلیۃ الاولیاء ج ٦ ص ٣٣٨' سنن بیہقی ج ٦ ص ٢٧٥-١٦٥-١٦٣' شرح السنۃ: ١٦٨٣' مسند احمد ج ٣ ص ١٤١ طبع قدیم' مسند احمد: ١٢٤٣٨- ج ١٩ ص ٢٢٧' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ٢٠٩' مکتبۃ الرشد ریاض' ١٤٢٧ھ)

اس حدیث کے رجال کا اس سے پہلے کئی بار تذکرہ ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: تم یہ باغ اپنے رشتہ داروں کو دے دو۔

حدیث مذکور کے مسائل اور حضرت ابوطلحہ کی دریا دلی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بے نفسی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کے مسائل اور فوائد حسب ذیل ہیں:

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میرے نزدیک میرا سب سے زیادہ پسندیدہ مال بیرحاء کا باغ ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اپنے مال سے محبت کرنا اور اس کو پسند کرنا جائز ہے اور اس میں کوئی نقص اور عیب نہیں ہے' اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اپنی زمین پر پھل دار درختوں کا باغ لگانا جائز ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم' حضرت ابوطلحہ کے باغ میں جاتے تھے اور اس کا پانی پیتے تھے' اس سے معلوم ہوا کہ استاذ اور شیخ کا اپنے شاگرد کے باغ میں اس کی اجازت کے بغیر جانا جائز ہے اور اپنے دوستوں کے باغ میں جانا اور اس کے پھلوں سے کھانا بھی جائز ہے۔

اور اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ حضرت ابوطلحہ نے اپنا پسندیدہ باغ اللہ کی راہ میں دے دیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو قبول نہیں کیا اور فرمایا: یہ تم اپنے رشتہ داروں میں تقسیم کر دو' اس سے حضرت ابوطلحہ کی دریا دلی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بے نفسی معلوم ہوئی۔

١٤٦٢ - حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ مَرْيَمَ قَالَ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ زَيْدٌ' عَنْ عِيَاضِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ' عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ' خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ اَضْحًى اَوْ فِطْرٍ اِلَى الْمُصَلّٰى' ثُمَّ انْصَرَفَ' فَوَعَظَ النَّاسَ وَاَمَرَهُمْ بِالصَّدَقَةِ' فَقَالَ اَيُّهَا النَّاسُ' تَصَدَّقُوْا. فَمَرَّ عَلَى النِّسَاءِ' فَقَالَ يَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ تَصَدَّقْنَ' فَاِنِّيْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابن ابی مریم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن جعفر نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے زید نے خبر دی از عیاض بن عبد اللہ از حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید الاضحیٰ یا عید الفطر میں عیدگاہ کی طرف گئے' پھر واپس آئے تو لوگوں کو وعظ کیا اور ان کو صدقہ کرنے کا حکم دیا' پس فرمایا: اے لوگو! صدقہ کرو' پھر آپ کا خواتین پر گزر ہوا تو آپ نے فرمایا: اے عورتوں کی جماعت!

رَاَيْتُكُنَّ اَكْثَرَ اَهْلِ النَّارِ. فَقُلْنَ وَبِمَ ذٰلِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ تُكْثِرْنَ اللَّعْنَ، وَتَكْفُرْنَ الْعَشِيْرَ، مَا رَاَيْتُ مِنْ نَاقِصَاتِ عَقْلٍ وَدِيْنٍ، اَذْهَبَ لِلُبِّ الرَّجُلِ الْحَازِمِ، مِنْ اِحْدَاكُنَّ، يَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ. ثُمَّ انْصَرَفَ، فَلَمَّا صَارَ اِلٰى مَنْزِلِهٖ، جَاءَتْ زَيْنَبُ، اِمْرَاَةُ ابْنِ مَسْعُوْدٍ، تَسْتَاْذِنُ عَلَيْهِ، فَقِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، هٰذِهٖ زَيْنَبُ، فَقَالَ اَيُّ الزَّيَانِبِ؟ فَقِيْلَ اِمْرَاَةُ ابْنِ مَسْعُوْدٍ، قَالَ نَعَمْ، اِئْذَنُوْا لَهَا. فَاُذِنَ لَهَا، قَالَتْ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ، اِنَّكَ اَمَرْتَ الْيَوْمَ بِالصَّدَقَةِ، وَكَانَ عِنْدِيْ حُلِيٌّ لِيْ، فَاَرَدْتُّ اَنْ اَتَصَدَّقَ بِهٖ، فَزَعَمَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ اَنَّهٗ وَوَلَدَهٗ اَحَقُّ مَنْ تَصَدَّقْتُ بِهٖ عَلَيْهِمْ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَدَقَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ، زَوْجُكِ وَوَلَدُكِ اَحَقُّ مَنْ تَصَدَّقْتِ بِهٖ عَلَيْهِمْ.

صدقہ کیا کرو کیونکہ میں نے تم میں سے اکثر کو دوزخ والیاں پایا ہے' انہوں نے پوچھا: وہ کس وجہ سے؟ یارسول اللہ! آپ نے فرمایا: تم لعنت بہت کرتی ہو اور اپنے خاوند کی نافرمانی کرتی ہو' میں نے عقل اور دین کی کمی والی تم میں سے کوئی ایسی عورت نہیں دیکھی جو سمجھ دار مرد کی عقل کو ضائع کرنے والی ہو' اے عورتوں کی جماعت!' پھر آپ واپس چلے گئے' پھر جب آپ گھر پہنچے تو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی زینب آئیں' وہ آپ سے اجازت طلب کرتی تھیں' پس عرض کیا گیا: یارسول اللہ! یہ زینب ہیں' آپ نے پوچھا: کون سی زینب ہیں؟ پس بتایا گیا: یہ حضرت ابن مسعود کی بیوی ہیں' آپ نے فرمایا: ہاں! ان کو اجازت دے دو' پس ان کو اجازت دی گئی' انہوں نے کہا: اے اللہ کے نبی! آپ نے آج صدقہ کرنے کا حکم فرمایا تھا اور میرے پاس زیورات ہیں' پس میں نے ان کو صدقہ کرنے کا ارادہ کیا ہے' پس حضرت ابن مسعود کا یہ خیال ہے کہ میں جن پر ان زیورات کو صدقہ کروں' ان میں وہ اور ان کی اولاد زیادہ مستحق ہیں' تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابن مسعود نے سچ کہا' تمہارا خاوند اور اس کی اولاد ان میں زیادہ مستحق ہیں جن پر تم صدقہ کرو گی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۰۴ میں گزر چکی ہے' تاہم اس حدیث میں زیورات کے نفلی صدقہ کا ذکر ہے' اس مناسبت سے ہم یہاں زیورات کی زکوٰۃ کا مسئلہ اور اس میں مذاہب فقہاء اور فقہاء احناف کے مؤقف پر دلائل کا ذکر کرنا چاہتے ہیں:

مستعمل زیورات میں زکوٰۃ کے وجوب کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن محمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ لکھتے ہیں:

جب عورت زیورات کو پہنتی ہو یا عاریۃً دیتی ہو تو ان زیورات پر زکوٰۃ نہیں ہے' یہ حنبلیہ کا ظاہر المذہب ہے' حضرت ابن عمر' حضرت جابر' حضرت انس' حضرت عائشہ اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہم کا یہی مؤقف ہے' اور فقہاء تابعین میں سے قاسم' شعبی' قتادہ' محمد بن علی اور عمرہ کا یہی مؤقف ہے اور ائمہ میں سے امام مالک' امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کا یہی مذہب ہے۔

دوسرا مذہب یہ ہے کہ عورت کے پہنے ہوئے زیورات میں زکوٰۃ ہے' حضرت عمر' حضرت ابن مسعود' حضرت ابن عباس اور حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص کا یہی مؤقف ہے' اور فقہاء تابعین میں سے سعید بن المسیب' سعید ابن جبیر' عطاء' مجاہد' عبداللہ بن شداد' جابر بن زید' ابن سیرین' میمون بن مہران' الزہری اور الثوری' اور ائمہ میں سے امام ابوحنیفہ کا یہی مذہب ہے۔

(المغنی ج ۳ ص ۴۷' دارالحدیث' قاہرہ' ۱۴۲۵ھ)

مستعمل زیورات میں زکوۃ کے وجوب کے متعلق احادیث مطلقہ

حضرت انس رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ نے جو زکوۃ کے فرائض مکتوب میں لکھے اس میں مذکور ہے: چاندی میں چالیسواں حصہ زکوۃ ہے اور اگر اس کے پاس صرف ۱۹۰ درا ہم ہوں تو ان میں زکوۃ نہیں ہے سوا اس کے کہ اس کا مالک نفلی طور پر زکوۃ دینا چاہے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۵۶۷ سنن نسائی: ۲۴۴۶ سنن ابن ماجہ: ۱۸۰۰ مسند البزار: ۱۳۱ مسند ابویعلیٰ: ۱۲۷ سنن دارقطنی ج ۲ ص ۱۱۴ المستدرک ج ۱ ص ۳۹۰ سنن بیہقی ج ۴ ص ۸۶ مسند احمد ج ۱ ص ۱۲)

اس حدیث سے وجہ استدلال یہ ہے کہ اس حدیث میں نبی ﷺ نے دوسو درہم (ساڑھے باون تولہ چاندی) پر مطلقاً زکوۃ واجب کی ہے خواہ وہ چاندی زیورات کی شکل میں ہو یا درہم کی شکل میں ہو۔

اسی طرح یہ حدیث ہے:

حضرت ابوسعید رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: پانچ اوقیہ (دوسو درہم یا ساڑھے باون تولے چاندی) سے کم میں زکوۃ نہیں ہے۔

(صحیح البخاری: ۱۴۰۵ صحیح مسلم: ۹۷۹ سنن ابوداؤد: ۱۵۵۸ سنن ترمذی: ۶۲۷-۶۲۶ سنن نسائی: ۲۴۴۴ سنن ابن ماجہ: ۱۷۹۳)

اور سونے کی زکوۃ کے متعلق یہ احادیث ہیں:

حضرت محمد بن عبداللہ بن جحش رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ کو یمن بھیجا تو انہیں حکم دیا کہ وہ ہر چالیس دینار سے ایک دینار وصول کریں اور ہر دوسو درہم سے پانچ درہم وصول کریں۔ الحدیث

(سنن دارقطنی: ۱۸۸۶ دارالمعرفہ بیروت ۱۴۲۲ھ)

حضرت ابن عمر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہر بیس دینار سے نصف دینار زکوۃ وصول کرتے تھے اور ہر چالیس دینار سے ایک دینار زکوۃ وصول کرتے تھے۔ (سنن ابن ماجہ: ۱۷۹۱)

• حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جو مکتوب لکھا اس میں مذکور تھا جب سونے کی قیمت دوسو درہم کو پہنچ جائے تو ہر چالیس درہم میں ایک درہم زکوۃ ہے۔

(المستدرک: ۱۴۸۷-۱۴۸۶ صحیح ابن حبان: ۶۵۵۹ سنن دارمی ج ۲ ص ۱۸۸ صحیح ابن خزیمہ: ۲۲۶۹ مصنف عبدالرزاق: ۶۷۹۳ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۶ ص ۱۵۹ سنن کبریٰ ج ۸ ص ۸۷ مجمع الزوائد ج ۳ ص ۷۲ المطالب العالیہ: ۸۰۹)

امام محمد شیبانی متوفی ۱۸۹ھ بیان کرتے ہیں: ہمیں امام ابوحنیفہ نے خبر دی از حماد از ابراہیم انہوں نے بیان کیا کہ بیس مثقال سونے سے کم مقدار میں زکوۃ نہیں ہے پس جب بیس مثقال سونا ہو تو اس میں سے نصف مثقال زکوۃ دی جائے گی اور جو بیس مثقال سے زیادہ ہو تو اس کے حساب سے زکوۃ دی جائے گی اور جب دوسو درہم چاندی ہو تو اس میں سے پانچ درہم زکوۃ دی جائے گی اور جو دوسو درہم سے زائد ہو تو اس کے حساب سے زکوۃ دی جائے گی۔ امام محمد نے کہا: ہم ان سب پر عمل کرتے ہیں اور امام ابوحنیفہ بھی ان سب پر عمل کرتے تھے۔ (کتاب الآثار: ۲۹۵ ادارۃ القرآن کراچی ۱۴۰۷ھ)

امام ابواحمد بن زنجویہ نے کتاب الاموال میں از ابونعیم النخعی از العرزمی از عمرو بن شعیب از والد خود از جد خود بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دوسو درہم سے کم میں کوئی چیز واجب نہیں ہے اور نہ بیس مثقال سے کم سونے میں کچھ واجب ہے اور دوسو درہم میں پانچ درہم واجب ہیں اور بیس مثقال سونے میں نصف مثقال زکوۃ واجب ہے۔

(نصب الرایہ ج ۲ ص ۳۷۹ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

ان احادیث سے وجہ استدلال یہ ہے کہ نبی ﷺ نے ساڑھے سات تولے سونے پر مطلقاً زکوٰۃ واجب کی ہے' خواہ وہ سونا خام حالت میں ہو یا زیورات کی صورت میں۔

صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی اعظمی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

مسئلہ: سونے کی نصاب بیس مثقال ہے یعنی ساڑھے سات تولے اور چاندی کی دو سو درہم یعنی ساڑھے باون تولے۔

(بہار شریعت حصہ: ۵ ص ۱۹ 'ضیاء القرآن پبلی کیشنز' لاہور' ۱۴۱۶ھ)

مستعمل زیورات میں زکوٰۃ کے وجوب کے متعلق خصوصی احادیث

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں سونے کے زیورات پہنا کرتی تھی' میں نے پوچھا: یارسول اللہ! کیا یہ کنز (خزانہ) ہے؟ تو آپ نے فرمایا: جو زیور زکوٰۃ کی مقدار کو پہنچ گیا اور اس کی زکوٰۃ ادا کر دی گئی تو وہ کنز نہیں ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۱۵۶۴ 'المستدرک ج ۱ ص ۳۹۰ 'سنن دار قطنی ج ۲ ص ۱۰۵ 'سنن بیہقی ج ۴ ص ۱۴۰)

امام بیہقی نے کہا ہے: اس کی سند میں ثابت بن عجلان منفرد ہے مگر اس سے امام بخاری نے روایت کی ہے اور امام ابن معین نے اس کی توثیق کی ہے اور امام ابن حبان نے اس کا ثقات میں ذکر کیا ہے۔ (کتاب الثقات لابن حبان ج ۷ ص ۱۷)

عبد اللہ بن شداد بن الہاد بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ میرے پاس آئے اور میرے ہاتھوں میں چاندی کے کنگن تھے' آپ نے پوچھا: اے عائشہ! یہ کیا ہیں؟ میں نے کہا: میں نے ان کو اس لیے پہنا ہے تاکہ میں آپ کے لیے مزین ہوں' یارسول اللہ! آپ نے پوچھا: کیا تم ان کی زکوٰۃ ادا کرتی ہو؟ میں نے کہا: نہیں! آپ نے فرمایا: یہ دوزخ کی آگ سے تمہارے لیے کافی ہیں۔ (سنن ابوداؤد: ۱۵۶۵ 'سنن بیہقی ج ۴ ص ۱۳۹ 'سنن دار قطنی ج ۲ ص ۱۰۵)

اس حدیث کی سند میں محمد بن عطاء ایک راوی ہے' امام دار قطنی نے اس کو مجہول کہا ہے' لیکن یہ صحیح نہیں ہے' اس کا پورا نام محمد بن عمرو بن عطاء ہے اور جب اس کی نسبت اس کے دادا عطاء کی طرف کی جائے تو اس کو مجہول گمان کیا جاتا ہے' امام حاکم نے اس حدیث کو امام مسلم کی شرط کے موافق صحیح قرار دیا ہے۔ (المستدرک ج ۱ ص ۳۸۹) (نصب الرایہ ج ۲ ص ۳۸۱ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ ایک عورت' نبی ﷺ کے پاس آئی اور اس کے ساتھ اس کی بیٹی تھی اور اس کے ہاتھ میں سونے کے کنگن تھے' آپ نے اس سے پوچھا: کیا تم اس کی زکوٰۃ دیتی ہو؟ اس نے کہا: نہیں! آپ نے فرمایا: کیا تمہیں اس سے خوشی ہوگی کہ اللہ تعالیٰ تمہیں قیامت کے دن آگ کے دو کنگن پہنا دے؟ اس عورت نے پھر وہ کنگن اتار کر ڈال دیئے' آپ نے فرمایا: تم ان کی زکوٰۃ ادا کیا کرو' اور اس عورت نے کہا: یہ اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہیں۔

(سنن ترمذی: ۶۳۷ 'سنن ابوداؤد: ۱۵۶۳ 'سنن نسائی: ج ۵ ص ۳۸ 'مسند احمد ج ۲ ص ۲۰۸-۲۰۴-۱۷۸ 'سنن بیہقی ج ۴ ص ۱۴۰ 'شرح السنۃ: ۱۵۷۷ 'مصنف عبد الرزاق: ۷۰۶۵ 'مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۴۴)

حضرت زینب رضی اللہ عنہا زوجہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتی ہیں: میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میرے زیورات ہیں اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ہاتھ تنگ ہے اور میرے زیر کفالت میری دو بھتیجیاں ہیں' آیا میرے لیے یہ جائز ہے کہ میں اپنے زیورات کی زکوٰۃ ان پر خرچ کر دوں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! پھر انہوں نے حضرت ابن مسعود سے کہا: تمہاری اور تمہارے بچوں کی کفالت نے مجھے صدقہ کرنے سے روک رکھا ہے' تب نبی ﷺ نے فرمایا: تم ان پر خرچ کرو تمہارے لیے اس میں دو اجر ہیں۔

(سنن دارقطنی ج ۲ ص ۱۰۸ مصنف عبدالرزاق: ۷۰۵۶-۷۰۵۵)

الشعبی بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت نبی ﷺ کے پاس آئی اور کہنے لگی: یہ زیورات ہیں یہ ستر دینار کے ہیں پس آپ ان میں سے اللہ تعالیٰ کا حق لے لیجئے پس نبی ﷺ نے ان میں سے ایک دینار اور چوتھائی دینار لے لیا۔

(سنن دارقطنی ج ۲ ص ۱۰۷-۱۰۶ اس حدیث کی سند میں ابوبکر الہذلی نام کا ایک راوی متروک ہے)

جب زیورات بہ مقدار نصاب ہوں تو ان میں زکوۃ کے وجوب کے متعلق فقہاء تابعین کے آثار

سعید بن جبیر نے کہا: سونے اور چاندی کے زیورات میں زکوۃ ہے اور یہی سفیان کا قول ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۲۶۲ مجلس علمی بیروت مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۱۶۴ دارالکتب العلمیہ بیروت)

عمرو بن شعیب بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما اپنی بیویوں کو یہ حکم دیتے تھے کہ وہ اپنے زیورات کی زکوۃ دیا کریں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۲۶۳ مجلس علمی بیروت مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۲۶۳ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۶ ھ)

عمرو بن ہرم بیان کرتے ہیں کہ حضرت جابر بن زید سے سوال کیا گیا: کیا زیورات میں زکوۃ ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! جب وہ بیس مثقال (سونا) ہو یا دو سو درہم ہوں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۲۶۶ مجلس علمی بیروت مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۱۶۸ دارالکتب العلمیہ بیروت)

حجاج بیان کرتے ہیں کہ عطاء الزہری اور مکحول نے کہا کہ زیورات میں زکوۃ ہے اور سنت کا یہ حکم جاری ہے کہ سونے اور چاندی کے زیورات میں زکوۃ ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۲۶۷ مجلس علمی بیروت مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۱۶۹ دارالکتب العلمیہ بیروت)

عبداللہ بن شداد نے کہا کہ زیورات میں زکوۃ ہے حتیٰ کہ انگوٹھی میں بھی زکوۃ ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۲۶۸ مجلس علمی بیروت مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۱۷۰ دارالکتب العلمیہ بیروت)

حسین بیان کرتے ہیں کہ عطاء نے کہا کہ جب زیورات کا نصاب زکوۃ کو پہنچ جائے تو ان میں زکوۃ ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۲۷۰ مجلس علمی بیروت مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۱۷۲ دارالکتب العلمیہ بیروت)

زیورات میں زکوۃ واجب نہ ہونے کے متعلق ائمہ ثلاثہ کی احادیث اور ان کے جوابات

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: زیورات میں زکوۃ نہیں ہے۔

امام بیہقی متوفی ۴۵۸ ھ فرماتے ہیں: اس حدیث کو ہمارے بعض فقہاء نے روایت کیا ہے اس کی کوئی اصل نہیں ہے یہ باطل ہے اور اس باب میں رسول اللہ ﷺ کا کوئی ارشاد نہیں ہے۔ (معرفۃ السنن والآثار ج ۳ ص ۲۹۸ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۲ ھ)

عمرو بن دینار بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا زیورات میں زکوۃ ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں! میں نے کہا: اگرچہ ہزار دینار ہوں؟ انہوں نے کہا: ہزار کثیر ہیں۔ (مصنف عبدالرزاق: ۷۰۴۶ سنن بیہقی ج ۴ ص ۱۳۸)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ زیورات میں زکوۃ نہیں ہے۔

(مصنف عبدالرزاق: ۷۰۴۷ دارالکتب العلمیہ بیروت مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۲۷۱ مجلس علمی بیروت) (سنن بیہقی ج ۴ ص ۱۳۸)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے علاوہ حضرت انس حضرت عائشہ اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہم کا بھی یہی موقف ہے اور یہ ایک اجتہادی مسئلہ ہے اور اس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی آراء مختلف ہیں لیکن احادیث صحیحہ اور آثار تو یہ سے یہ ثابت ہے کہ زیورات میں زکوۃ واجب ہے اور یہی چیز اصول اسلام کے مطابق ہے اور زیورات میں زکوۃ کے وجوب کی نفی میں صرف بعض صحابہ کے اقوال ہیں اور رسول اللہ ﷺ کا اس کے متعلق کوئی ارشاد نہیں ہے جیسا کہ امام بیہقی نے بھی اعتراف کیا ہے جب کہ زیورات

میں زکوٰۃ کے وجوب کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعدد ارشادات صحیحہ ثابت ہیں۔

* شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۸۹۵۔ ۸۹۳ میں بھی اس مسئلہ پر بحث کی گئی ہے' لیکن یہاں نعمۃ الباری میں بہت مفصل بحث ہے۔

٤٥ - بَابٌ لَيْسَ عَلَى الْمُسْلِمِ فِيْ فَرَسِهٖ صَدَقَةٌ

مسلمان پر اس کے گھوڑے میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے

١٤٦٣ - حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دِيْنَارٍ قَالَ سَمِعْتُ سُلَيْمَانَ بْنَ يَسَارٍ، عَنْ عِرَاكِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. لَيْسَ عَلَى الْمُسْلِمِ فِيْ فَرَسِهٖ وَغُلَامِهٖ صَدَقَةٌ.

[طرف الحدیث: ۱۴۶۴]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن دینار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے سلیمان بن یسار سے سنا از عراک بن مالک از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان پر اس کے گھوڑے اور غلام میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔

(صحیح مسلم: ۹۸۲' الرقم المسلسل: ۲۲۳۷' سنن ابوداؤد: ۱۵۹۵۔ ۱۵۹۴' سنن ترمذی: ۶۲۸' سنن نسائی: ۲۴۷۳۔ ۲۴۶۷' سنن ابن ماجہ: ۱۸۱۲' مسند الحمیدی: ۱۰۷۳' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۱۹۱' صحیح ابن خزیمہ: ۲۲۸۶' سنن بیہقی ج ۴ ص ۱۱۷' شرح مشکل الآثار: ۲۲۴۷' شرح السنۃ: ۱۵۷۳' مسند احمد ج ۲ ص ۲۴۲ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۳۵ ... ۲۴۴ ... مؤسسۃ ... جامع المسانید ... جوزی: ۸۳۱۴' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ' مسند الطحاوی: ۷۸۹۵)

گھوڑوں میں زکوٰۃ کے وجوب کے متعلق مذاہب فقہاء اور امام ابوحنیفہ کے مذہب پر دلائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

سعید بن المسیب' عمر بن عبدالعزیز' ... الشعبی' الحسن' ... ابن سیرین' الثوری' الزہری' امام مالک' امام شافعی' امام احمد' اسحاق اور غیر مقلدین نے یہ کہا ہے کہ گھوڑوں میں ... زکوٰۃ نہیں ہے اور ہمارے اصحاب میں سے امام ابویوسف اور امام محمد کا بھی یہی موقف ہے۔

امام ترمذی متوفی ۲۷۹ھ نے اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد لکھا ہے:

اہل علم کا اس حدیث کے اوپر عمل ہے' انہوں نے کہا ہے کہ جنگل میں چرنے والے گھوڑوں پر زکوٰۃ نہیں ہے اور جو غلام خدمت کے لیے ہوں ان پر بھی زکوٰۃ نہیں ہے' سوا اس صورت کے کہ وہ گھوڑے اور غلام تجارت کے لیے ہوں تو پھر جب ان کی قیمت پر سال گزر جائے گا تو ان پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔ (سنن ترمذی ص ۲۸۷' دارالمعرفہ بیروت' ۱۴۲۳ھ)

ابراہیم النخعی' حماد بن ابی سلیمان' امام ابوحنیفہ اور زفر نے یہ کہا ہے کہ جو گھوڑے نسل بڑھانے کے لیے رکھے ہوں' ان میں زکوٰۃ واجب ہے اور شمس الائمہ السرخسی نے کہا ہے کہ صحابہ میں سے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا بھی یہی موقف ہے اور انہوں نے درج ذیل حدیث سے استدلال کیا ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث مروی ہے کہ جس شخص کے پاس سونا چاندی ہو اور وہ اس کی زکوٰۃ ادا نہ کرے' قیامت کے دن اس سونے چاندی کو دوزخ کی آگ سے تپانے کے بعد اس کی پیشانی' پہلو اور پشت کو ان سے داغا جائے گا (الیٰ قولہ) صحابہ نے پوچھا: یارسول اللہ! گھوڑوں کے متعلق کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا: گھوڑوں کی تین قسمیں ہیں: ایک قسم وہ ہے جو

اپنے مال کے لیے بوجھ ہے' دوسری قسم وہ ہے جو اس کے گناہوں کے لیے ستر اور حجاب ہے اور تیسری قسم وہ ہے جو اس کے لیے اجر ہے' وہ گھوڑے جو اس کے لیے بوجھ ہیں' یہ وہ ہیں جن کو اس نے اہل اسلام کو دکھانے اور ان پر فخر کرنے کے لیے باندھا ہوا ہے' اور وہ گھوڑے جو اس کے لیے ستر ہیں یہ وہ گھوڑے ہیں جن کو اس نے اللہ کے راستہ میں باندھا ہے اور وہ ان گھوڑوں کی پشت میں اور ان کی گردنوں میں اللہ کے حق کو نہیں بھولا' اور رہے وہ گھوڑے جو اس کے لیے اجر ہیں' یہ وہ گھوڑے ہیں جن کو اس نے اہل اسلام کے لیے اللہ کے راستہ میں باندھا ہے۔ الحدیث (صحیح مسلم: ۹۸۷' الرقم المسلسل: ۲۲۵۳' صحیح البخاری: ۲۸۶۰' سنن نسائی: ۳۵۶۳)

امام ابوحنیفہ اور ان کے موافقین نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ گھوڑوں میں زکوٰۃ واجب ہے' انہوں نے کہا ہے کہ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ گھوڑوں میں اللہ کا حق ہے' جس طرح باقی اموال میں اللہ کا حق ہے اور اس حق کی وجہ سے ان پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے۔

اور اس کی تائید درج ذیل حدیث سے ہوتی ہے:

الزہری بیان کرتے ہیں کہ السائب بن یزید نے ان کو خبر دی کہ میں نے اپنے والد کو دیکھا کہ وہ گھوڑوں کی قیمت لگاتے اور اس کی زکوٰۃ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ادا کرتے۔ (شرح معانی الآثار: ۲۹۶۷' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

ابن شہاب بیان کرتے ہیں کہ عثمان گھوڑوں کی زکوٰۃ دیتے تھے' اور نمر کے بھانجے السائب بیان کرتے ہیں کہ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گھوڑوں کی زکوٰۃ لے کر جاتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۲۴۰' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۱۴۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

خلاصہ یہ ہے کہ جو گھوڑے تجارت کے لیے ہوں' ان کی قیمت پر زکوٰۃ واجب ہوگی جیسا کہ اور اموالِ تجارت کا حکم ہے' اور جو گھوڑے انسان نے اپنی ضرورت کے لیے رکھے ہوں اور ان سے ان کی نسل بڑھانا اور ان کی تجارت کرنا مقصود نہ ہو' ان پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی اور یہی امام ابوحنیفہ کا مذہب ہے اور جن احادیث میں گھوڑوں پر زکوٰۃ کی نفی ہے' وہ اسی صورت پر محمول ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۹ ص ۵۳-۵۲ ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۱۸۶- ج ۲ ص ۹۰۹ پر مذکور ہے' اس کی شرح میں گھوڑوں کی زکوٰۃ میں مذاہب کا ذکر ہے۔

٤٦ - بَابٌ لَيْسَ عَلَى الْمُسْلِمِ فِي عَبْدِهِ صَدَقَةٌ

کسی مسلمان پر اس کے غلام میں صدقہ واجب نہیں ہے

١٤٦٤ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ خُثَيْمِ بْنِ عِرَاكٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ح وَحَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ حَدَّثَنَا خُثَيْمُ بْنُ عِرَاكِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ عَلَى

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی از خثیم بن عراک' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' (ح) اور ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وہیب بن خالد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں خثیم بن عراک بن مالک نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم'

الْمُسْلِمِ صَدَقَةٌ فِي عَبْدِهٖ وَلَا فَرَسِهٖ.

آپ نے فرمایا: مسلمان پر اس کے غلام اور گھوڑے میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ مسلمانوں نے اپنی خدمت کے لیے جو غلام رکھے ہوں یا اپنی ضرورت کے لیے جو گھوڑے رکھے ہوں' ان میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے اور جو غلام اور گھوڑے تجارت کے لیے رکھے ہوں ان میں زکوٰۃ واجب ہے جیسا کہ امام ترمذی نے بیان کیا ہے اور اس کی مکمل تفصیل اور بیان مذاہب' گزشتہ حدیث کی شرح میں گزر چکے ہیں۔

٤٧ - بَابُ الصَّدَقَةِ عَلَى الْيَتَامٰى

یتیموں پر صدقہ کرنا

١٤٦٥ - حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ' عَنْ يَحْيٰى' عَنْ هِلَالِ بْنِ اَبِيْ مَيْمُوْنَةَ قَالَ حَدَّثَنَا عَطَاءُ بْنُ يَسَارٍ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا سَعِيْدٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يُحَدِّثُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَلَسَ ذَاتَ يَوْمٍ عَلَى الْمِنْبَرِ' وَجَلَسْنَا حَوْلَهٗ' فَقَالَ اِنِّيْ مِمَّا اَخَافُ عَلَيْكُمْ مِنْ بَعْدِيْ مَا يُفْتَحُ عَلَيْكُمْ مِنْ زَهْرَةِ الدُّنْيَا وَزِيْنَتِهَا. فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ' اَوَ يَاْتِي الْخَيْرُ بِالشَّرِّ؟ فَسَكَتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' فَقِيْلَ لَهٗ مَا شَاْنُكَ' تُكَلِّمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا يُكَلِّمُكَ؟ فَرَاَيْنَا اَنَّهٗ يُنْزَلُ عَلَيْهِ' قَالَ فَمَسَحَ عَنْهُ الرُّحَضَاءَ' فَقَالَ اَيْنَ السَّائِلُ؟ وَكَاَنَّهٗ حَمِدَهٗ فَقَالَ اِنَّهٗ لَا يَاْتِي الْخَيْرُ بِالشَّرِّ' وَاِنَّ مِمَّا يُنْبِتُ الرَّبِيْعُ يَقْتُلُ حَبَطًا اَوْ يُلِمُّ' اِلَّا اٰكِلَةَ الْخَضْرَاءِ' اَكَلَتْ حَتّٰى اِذَا امْتَدَّتْ خَاصِرَتَاهَا' اسْتَقْبَلَتْ عَيْنَ الشَّمْسِ' فَثَلَطَتْ' وَبَالَتْ' وَرَتَعَتْ' وَاِنَّ هٰذَا الْمَالَ خَضِرَةٌ حُلْوَةٌ' فَنِعْمَ صَاحِبُ الْمُسْلِمِ مَا اَعْطٰى مِنْهُ الْمِسْكِيْنَ وَالْيَتِيْمَ وَابْنَ السَّبِيْلِ اَوْ كَمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاِنَّهٗ مَنْ يَّاْخُذُهٗ بِغَيْرِ حَقِّهٖ' كَالَّذِيْ يَاْكُلُ وَلَا يَشْبَعُ' وَيَكُوْنُ شَهِيْدًا عَلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں معاذ بن فضالہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از یحییٰ از ھلال بن ابی میمونہ' انہوں نے کہا: ہمیں عطاء بن یسار نے حدیث بیان کی' انہوں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر بیٹھے' ہم بھی آپ کے گرد بیٹھ گئے' تو آپ نے فرمایا: مجھے اپنے بعد جس چیز کا تم پر خطرہ ہے وہ یہ ہے کہ تم پر دنیا کی تروتازگی اور زینت کھول دی جائے گی' ایک شخص نے کہا: یا رسول اللہ! کیا اچھی چیز سے بھی بُرائی پیدا ہوگی؟ پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے' پھر اس شخص سے کہا گیا: تمہیں کیا ہوا ہے کہ تم صلی اللہ علیہ وسلم نبی سے بات کر رہے ہو' اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم تم سے بات نہیں کر رہے؟ پھر ہم نے غور سے دیکھا تو آپ پر وحی نازل ہو رہی تھی' پھر آپ نے اپنے چہرے سے پسینہ پونچھا' پس فرمایا: وہ سوال کرنے والا کہاں ہے؟ گویا کہ آپ کو اس کا سوال پسند آیا' پس آپ نے فرمایا: اچھی چیز بُرائی کا سبب نہیں ہو سکتی' دیکھو فصلِ بہار گھاس اُگاتی ہے (یعنی وہ اچھی چیز ہے) لیکن وہ کبھی جانور کو مار دیتی ہے یا مارنے کے قریب کر دیتی ہے (اور یہ بُری چیز ہے جو اچھی چیز سے ظاہر ہوتی ہے) تاہم جو جانور سبزہ چرتے ہیں حتیٰ کہ ان کی دونوں کوکھیں پھول کر تن جاتی ہیں اور وہ سورج کی طرف منہ کر کے لید کرتے ہیں اور پیشاب کرتے ہیں اور چرتے ہیں' بے شک یہ مال سرسبز اور میٹھا ہے' پس وہ کیسا اچھا مسلمان مالک ہے جو اس مال سے مسکین اور یتیم اور مسافر کو کھلاتا ہے یا جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' اور جو شخص ناحق مال لیتا ہے وہ اس شخص کی مثل ہے جو کھاتا ہے اور سیر نہیں ہوتا اور وہ مال اس

کے خلاف قیامت کے دن گواہی دے گا۔

(صحیح مسلم: ١٠٥٢، الرقم المسلسل: ٢٣٨٣، سنن ابن ماجہ: ٣٩٩٥، مسند ابویعلیٰ: ١٢٤٢، صحیح ابن حبان: ٣٢٢٥، مسند ابوداؤد الطیالسی: ٢١٨٠، مصنف عبدالرزاق: ٢٠٠٢٨، شرح السنۃ: ٤٠٥١، مسند احمد ج ٣ص ٢١ طبع قدیم، مسند احمد: ١١١٥٧۔ ج ١٧ص ٢٥٠۔ ٢٤٨، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، جامع المسانید لابن جوزی: ١٩٤٠، مکتبۃ الرشد ریاض، ١٤٢٦ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(١) معاذ بن فضالہ (٢) ہشام الدستوائی (٣) یحییٰ بن ابی کثیر (٤) ہلال بن ابی میمونہ، ان کو ہلال بن ابی ہلال بھی کہا جاتا ہے (٥) عطاء بن یسار (٦) حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ٩ص ٥٥)

اس باب کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس باب کا عنوان ہے: یتیموں پر صدقہ کرنا اور اس حدیث میں یہ جملہ ہے: جو شخص اس مال سے مسکین، یتیم اور مسافر کو کھلاتا ہے۔

کبھی کبھار اچھی چیز سے بُری چیز کا ظاہر ہونا

اس حدیث میں مذکور ہے: کیا اچھائی بُرائی کا سبب ہوسکتی ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اس سوال کا جواب دیا، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اچھائی بُرائی کا سبب نہیں ہوتی لیکن کبھی اچھائی بُرائی تک پہنچا دیتی ہے جیسے فصل بہار اچھی چیز ہے لیکن کبھی فصل بہار کا سبزہ کھا کر مویشی مرجاتے ہیں یا مرنے کے قریب ہو جاتے ہیں یا سبزہ خوش نما معلوم ہوتا ہے، مویشی اس کو خوب پیٹ بھر کر کھا لیتے ہیں، پھر اس سبزہ پر لید اور پیشاب کر کے اس سبزہ کو خراب کر دیتے ہیں، اس طرح مال و دولت اچھی چیز ہے لیکن کبھی انسان مال و دولت کو ناجائز اور حرام کاموں میں خرچ کرتا ہے یا نیک مصارف میں خرچ نہیں کرتا اور یہ بُرائی ہے، اسی طرح کبھی اچھائی برائی کا سبب بن جاتی ہے۔

پہلی مثال میں فرمایا: جیسے فصل بہار میں کبھی جانور مرجاتے ہیں، اس میں کافر کی مثال دی ہے، وہ دنیا میں نیک کام کرتا ہے جیسے انگریزوں اور امریکیوں نے مہلک بیماریوں کے علاج کے لیے دوائیں ایجاد کیں مثلاً شوگر، السر، بلڈ پریشر اور تپ دق کی دوائیں، اس کام سے انسانیت کو فائدہ پہنچا لیکن چونکہ وہ ایمان نہیں لائے تھے اس لیے ان کے وہ نیک کام برباد ہو گئے اور ان کا آخرت میں ٹھکانا دوزخ ہے، سو ان کی اچھائی بُرائی کا سبب بنی۔

دوسری مثال اس مسلمان کی دی ہے جو کبیرہ گناہوں میں مستغرق ہو، فرائض اور واجبات کا تارک ہو، اس کی اچھائی اس کا اللہ اور رسول پر اس کا ایمان ہے اور اس کی بُرائی اس کا کبیرہ گناہوں میں منہمک ہونا ہے اور وہ اس خطرہ میں ہے کہ گناہوں میں اس کی رغبت اس کا کفر پر خاتمہ نہ کر دے، اس کی مثال اس سے دی کہ کبھی فصل بہار میں جانور کھا کھا کر موت کے قریب پہنچ جاتے ہیں۔

تیسری مثال اس مسلمان کی ہے جو نیک کام کرتا ہے اور گناہوں سے بچتا ہے اور اگر کبھی اس سے گناہ ہو جائیں تو وہ ان پر توبہ کر لیتا ہے، اس کی مثال میں فرمایا: جو شخص کھاتا ہے اور سیر نہیں ہوتا۔

چوتھی مثال اس مسلمان کی ہے جو دنیا سے بے رغبت ہے اور آخرت میں کوشاں ہے اور متقی و پرہیزگار ہے، اس کی مثال میں فرمایا: پس وہ کیسا اچھا مسلمان مالک ہے جو اس مال سے مسکین اور یتیم اور مسافر کو کھلاتا ہے۔

یہ مثالیں ترتیب وار نہیں ہیں لیکن اس حدیث میں غور و فکر کرنے سے سمجھ میں آ جاتی ہیں۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عالم کی جو بات سمجھ میں نہ آئے، اس کے متعلق سوال کرنا چاہیے، جس طرح جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے مال و دولت کی فراوانی سے تم پر خطرہ ہے تو اس سے ایک صحابی کو شبہ ہوا کہ مال و دولت تو اللہ کی نعمت ہے اور اچھی چیز

ہے یہ کس بُرائی کا کیسے سبب ہو گی؟ نبی ﷺ نے فوراً جواب نہیں دیا؛ بلکہ کچھ دیر کے بعد وحی سے مطلع ہو کر جواب دیا' اسی طرح جب عالم کو فوراً کسی سوال کا جواب نہ آئے تو وہ دینی کتابوں کا مطالعہ کر کے شرح صدر حاصل کر کے سائل کو جواب دے' جس طرح نبی ﷺ نے وحی سے مطلع ہو کر شرح صدر حاصل کر لیا تھا۔

اس حدیث کے فوائد میں سے یہ ہے کہ عالم کو چاہیے کہ وہ لوگوں کو مال کے فتنہ سے ڈرائے اور انہیں اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے کی ترغیب دے اور کسی مشکل مسئلہ کو آسان مثالیں دے کر سمجھائے۔

٤٨ - بَابُ الزَّكٰوةِ عَلَى الزَّوْجِ وَالْاَيْتَامِ فِي الْحَجْرِ

خاوند اور گود میں زیر پرورش یتیم بچوں پر زکوٰۃ کو خرچ کرنا

اس حدیث میں زکوٰۃ سے مراد عام ہے خواہ زکوٰۃ فرض ہو یا صدقہ نفلیہ ہو۔

قَالَهُ اَبُوْ سَعِيْدٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اس حدیث کی حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے روایت کی ہے۔

اس تعلیق کے موافق حدیث' صحیح البخاری: ١٤٦٢ میں گزر چکی ہے۔

١٤٦٦ - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبِيْ قَالَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنِيْ شَقِيْقٌ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ زَيْنَبَ، اِمْرَاَةِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا. قَالَ فَذَكَرْتُهُ لِاِبْرَاهِيْمَ فَحَدَّثَنِيْ اِبْرَاهِيْمُ، عَنْ اَبِيْ عُبَيْدَةَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ زَيْنَبَ، اِمْرَاَةِ عَبْدِ اللّٰهِ، بِمِثْلِهِ سَوَاءً. قَالَتْ كُنْتُ فِي الْمَسْجِدِ، فَرَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ تَصَدَّقْنَ وَلَوْ مِنْ حُلِيِّكُنَّ. وَكَانَتْ زَيْنَبُ تُنْفِقُ عَلٰى عَبْدِ اللّٰهِ وَاَيْتَامٍ فِيْ حَجْرِهَا، قَالَ فَقَالَتْ لِعَبْدِ اللّٰهِ سَلْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيَجْزِيْ عَنِّيْ اَنْ اُنْفِقَ عَلَيْكَ وَعَلٰى اَيْتَامِيْ فِيْ حَجْرِيْ مِنَ الصَّدَقَةِ؟ فَقَالَ سَلِيْ اَنْتِ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَانْطَلَقْتُ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدْتُ امْرَاَةً مِّنَ الْاَنْصَارِ عَلَى الْبَابِ، حَاجَتُهَا مِثْلُ حَاجَتِيْ، فَمَرَّ عَلَيْنَا بِلَالٌ، فَقُلْنَا سَلِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيَجْزِيْ عَنِّيْ اَنْ اُنْفِقَ عَلٰى زَوْجِيْ وَاَيْتَامٍ لِّيْ فِيْ حَجْرِيْ؟ وَقُلْنَا لَا تُخْبِرْ بِنَا، فَدَخَلَ فَسَاَلَهُ، فَقَالَ مَنْ هُمَا. قَالَ زَيْنَبُ، قَالَ اَيُّ الزَّيَانِبِ. قَالَ امْرَاَةُ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ نَعَمْ وَلَهَا اَجْرَانِ، اَجْرُ الْقَرَابَةِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص نے حدیث بیان کی انہوں نے بیان کیا کہ ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے شقیق نے حدیث بیان کی از عمرو بن الحارث از حضرت زینب زوجہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما انہوں نے کہا: میں نے اس کا ابراہیم سے ذکر کیا پس مجھے ابراہیم نے حدیث بیان کی از ابو عبیدہ از عمرو بن الحارث از حضرت زینب زوجہ حضرت عبد اللہ بن مسعود وہ حدیث بالکل اس کی مثل ہے' وہ بیان کرتی ہیں کہ میں مسجد میں تھی تو میں نے نبی ﷺ کو دیکھا' پس آپ نے فرمایا: تم صدقہ کیا کرو خواہ اپنے زیورات سے کرو' اور حضرت زینب حضرت ابن مسعود پر خرچ کرتی تھیں اور اپنی گود میں یتیم بچوں پر' حضرت زینب نے حضرت ابن مسعود سے کہا: آپ رسول اللہ ﷺ سے یہ پوچھیں کہ اگر میں آپ کے اوپر اور ان یتیم بچوں پر صدقہ کروں جو میری گود میں ہیں تو کیا یہ مجھ سے کفایت کرے گا؟ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ خود رسول اللہ ﷺ سے سوال کریں' تب حضرت زینب رسول اللہ ﷺ کے پاس گئیں تو وہاں انصار کی ایک عورت دروازہ پر بیٹھی ہوئی تھی اور اس کو بھی یہی مسئلہ درپیش تھا' پھر ہمارے پاس سے حضرت بلال گزرے' تو ہم نے کہا: نبی ﷺ سے یہ سوال کرو کہ کیا میرے لیے یہ جائز ہے کہ میں اپنے خاوند پر

وَاَجْرُ الصَّدَقَةِ. (صحیح مسلم:١٠٠٠، الرقم المسلسل:٢٢٨٢، سنن ترمذی: ٦٣٦-٦٣٥، سنن ابن ماجہ: ١٨٣٤، سنن کبریٰ:٩٢٠١-٩٣٦٤، مسند ابوداؤد الطیالسی: ١٦٥٣، المعجم الکبیر: ٧٢٥-ج ٢٤، صحیح ابن خزیمہ: ٢٤٦٤، مسند احمد ج ٣ ص ٥٠٢ طبع قدیم، مسند احمد: ١٦٠٨٢-ج ٢٥ ص ٤٩٠، مؤسسة الرسالة، بیروت، جامع المسانید لابن جوزی: ٧١١٧، مکتبة الرشد، ریاض، ١٤٢٦ھ)

اور اپنے ان یتیم بچوں پر صدقہ کروں جو میری گود میں ہیں؟ اور ہم نے کہا: ہمارا ذکر نہ کرنا، حضرت بلال گئے اور انہوں نے آپ سے یہ سوال کیا، آپ نے پوچھا: وہ دونوں کون ہیں؟ انہوں نے کہا: حضرت زینب ہیں، آپ نے پوچھا: کون سی زینب ہیں؟ انہوں نے کہا: حضرت عبد اللہ کی بیوی، آپ نے فرمایا: ہاں! اور ان کے لیے دو اجر ہیں، قرابت کا اجر اور صدقہ کا اجر۔

حدیث مذکور کے رجال

(١) عمر بن حفص ابو حفص النخعی (٢) ابو حفص بن غیاث بن طلق (٣) سلیمان الاعمش (٤) شقیق ابو وائل (٥) عمرو بن الحارث بن ابی ضرار الخزاعی المصطلقی، یہ ام المؤمنین حضرت جویریہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا کے بھائی ہیں اور صحابی ہیں (٦) ابراہیم النخعی (٧) ابو عبیدہ ان کا نام عامر بن عبد اللہ بن مسعود ہے (٨) حضرت زینب رضی اللہ عنہا بنت معاویہ، ان کو بنت عبد اللہ بن معاویہ بن عتاب الثقفیہ بھی کہا جاتا ہے، ان کا نام رائطہ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ٩ ص ٦٠)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں اپنے خاوند اور اپنی گود کے یتیم بچوں پر صدقہ کرنے کا ذکر ہے۔

حضرت زینب کے زیر کفالت یتیم بچوں کا مصداق اور حضرت بلال کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت زینب کی خبر دینا

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: وہ یتیم بچے جو میرے زیر پرورش ہیں ان پر میں صدقہ کروں تو کیا یہ میرے لیے کافی ہوگا؟

الطیالسی کی روایت میں ہے: یہ حضرت زینب کے بھتیجے اور بھتیجیاں تھیں۔

حضرت زینب نے حضرت بلال سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہمارا ذکر نہ کرنا۔ اس پر یہ سوال ہوتا ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے ان کی مخالفت کی اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: وہ کون ہیں؟ تو حضرت بلال نے بتا دیا کہ وہ حضرت زینب ہیں، جو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی ہیں، اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت بلال سے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: وہ کون ہیں؟ تو ان پر واجب تھا کہ وہ آپ کو بتاتے اور حضرت زینب کے حکم کے اوپر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل کو مقدم کرتے۔

(عمدۃ القاری ج ٩ ص ٦١، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ١٤٢١ھ)

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ بیوی اور شوہر کا ایک دوسرے کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت زینب اپنے شوہر حضرت ابن مسعود پر اپنا صدقہ خرچ کرتی تھیں، اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے مراد نفلی صدقہ ہے اور شوہر پر زکوٰۃ کو خرچ کرنا منع ہے اور وہ صدقہ فرض ہے۔

١٤٦٧ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ زَيْنَبَ ابْنَةِ اُمِّ سَلَمَةَ، قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اَلِيَ اَجْرٌ اَنْ اُنْفِقَ عَلٰى بَنِيْ اَبِيْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عثمان بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدہ نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود از زینب بنت ام سلمہ رضی اللہ عنہا انہوں نے کہا: یا رسول

سَلَمَةَ، إِنَّمَا هُمْ بَنِيَّ؟ فَقَالَ اَنْفِقِي عَلَيْهِمْ، فَلَكِ اَجْرُ مَا اَنْفَقْتِ عَلَيْهِمْ. [طرف الحدیث:۵۳۶۹]

اللہ! اگر میں ابوسلمہ کی اولاد پر خرچ کروں تو کیا مجھے بھی اجر ملے گا؟ کیونکہ وہ میری بھی اولاد ہے' آپ نے فرمایا: تم ان پر خرچ کرو' تم کو اس کا اجر ملے گا جو تم ان پر خرچ کرو گی۔

(صحیح مسلم:۱۰۰۱' الرقم المسلسل: ۲۲۸۳' سنن ترمذی:۶۳۶-۶۳۵' سنن کبریٰ:۲۳۶۳' سنن ابن ماجہ: ۱۸۳۴)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عثمان بن ابی شیبہ اور وہ عثمان بن محمد بن ابی شیبہ ہیں' ان کا نام ابراہیم ابوالحسن العبسی ہے' یہ ابوبکر بن ابی شیبہ کے بھائی ہیں' یہ ۲۳۹ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) عبدہ بن سلیمان الکلابی (۳) ہشام بن عروہ (۴) ان کے والد عروہ بن زبیر بن العوام ہیں (۵) زینب بنت ام سلمہ' یہ ابوسلمہ عبداللہ بن عبدالاسد المخزومی کی بیٹی ہیں' ان کا نام برّہ تھا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام بدل کر زینب رکھ دیا' امام بخاری کے نزدیک ان کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سماع ثابت ہے (۶) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا ان کا نام ھند بنت ابی امیہ ہے' یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ ہیں اور ام المؤمنین ہیں۔ (عمدۃ القاری ج۹ ص ۶۲)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حضرت ابوسلمہ سے اولاد

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکاح سے پہلے حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں اور ان سے یہ اولاد تھی: عمر' محمد' زینب اور درّہ۔ (عمدۃ القاری ج۹ ص ۶۳)

شوہر پر زکوٰۃ خرچ کرنے کے متعلق مذاہب ائمہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ علماء کا اس پر اجماع ہے کہ مرد اپنی بیوی کو اپنی زکوٰۃ نہیں دے سکتا' کیونکہ بیوی کا نفقہ اس پر واجب ہے اور وہ اس سے زکوٰۃ لینے سے مستغنی ہے اور اس میں اختلاف ہے کہ آیا بیوی اپنے شوہر کو زکوٰۃ دے سکتی ہے یا نہیں؟ امام ابو یوسف' امام محمد اور امام احمد اور امام شافعی کے نزدیک یہ جائز ہے اور امام مالک کا مشہور قول امام ابوحنیفہ کی مثل یہ ہے کہ اس کے لیے اپنے شوہر کو اپنی زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے اور امام احمد کا بھی راجح قول یہی ہے۔

(شرح ابن بطال ج۳ ص ۴۵۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ موفق الدین محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ لکھتے ہیں:

بیوی کو زکوٰۃ دینا اجماعاً جائز نہیں ہے' کیونکہ بیوی کا خرچ شوہر پر واجب ہے اس لیے وہ زکوٰۃ لینے سے مستغنی ہے' اور شوہر کو زکوٰۃ دینے کے متعلق دو روایتیں ہیں' ایک یہ ہے کہ بیوی کا شوہر کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے اور یہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب ہے کیونکہ جس طرح شوہر کا بیوی کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے' اسی طرح بیوی کا بھی شوہر کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے کیونکہ شوہر کو زکوٰۃ دینے سے وہ خود اس زکوٰۃ سے نفع حاصل کرے گی اور حنبلیوں کی دوسری روایت یہ ہے کہ بیوی کے لیے شوہر کو زکوٰۃ دینا جائز ہے اور یہی امام شافعی کا مذہب ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن مسعود کی بیوی حضرت زینب سے فرمایا: جن پر تم صدقہ کرو گی ان میں تمہارا شوہر اور تمہاری اولاد اس صدقہ کے زیادہ مستحق ہیں۔ (صحیح البخاری: ۱۴۶۲' صحیح مسلم: ۹۸۲) اور ایک اور حدیث میں ہے: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا: کیا بیوی اپنے شوہر پر صدقہ کر سکتی ہے؟ تو آپ نے فرمایا: اس کے لیے دو اجر ہیں' ایک صدقہ کا اجر ہے اور ایک قرابت کا اجر ہے۔ (صحیح البخاری: ۱۴۶۶' صحیح مسلم: ۱۰۰۰) (المغنی ج۳ ص ۴۲۵-۴۲۴' دارالحدیث' قاہرہ' ۱۴۲۵ھ)

اس پر دلیل کہ حضرت ابن مسعود کی بیوی ان پر جو مال خرچ کرتی تھیں' وہ زکوۃ نہیں تھا

امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی متوفی ۳۲۱ھ لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: عورت کے لیے اپنے شوہر کو اپنے مال کی زکوۃ دینا جائز نہیں ہے جس طرح مرد کے لیے اپنی بیوی کو اپنے مال کی زکوۃ دینا جائز نہیں ہے اور جس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت زینب کو یہ ترغیب دی تھی کہ وہ اپنے شوہر کو صدقہ دیں' اس صدقہ سے مراد غیر زکوۃ ہے۔

رہا یہ کہ اس پر کیا دلیل ہے کہ اس صدقہ سے مراد غیر زکوۃ ہے' سو اس کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت عبد اللہ بن مسعود کی بیوی رائطہ بنت عبد اللہ' صنعاء کی عورت تھیں اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس مال نہیں تھا اور وہ حضرت عبد اللہ پر اور ان کی اولاد پر خرچ کرتی تھیں' حضرت ابن مسعود نے فرمایا: مجھے یہ پسند نہیں ہے کہ تم بغیر اجر و ثواب کے یہ خرچ کرو' پھر حضرت زینب نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا: یا رسول اللہ! میں کچھ چیزیں بنا کر فروخت کرتی ہوں' میرے شوہر اور میری اولاد کے پاس کوئی آمدنی نہیں ہے جس کی وجہ سے میں ان پر خرچ نہ کروں اور ان پر صدقہ نہ کروں' آیا میرے لیے ان پر خرچ کرنے میں اجر و ثواب ہے؟ آپ نے فرمایا: تم جو ان پر خرچ کرتی ہو اس میں تمہارے لیے اجر ہے' سو تم ان پر خرچ کرتی رہو۔

(شرح معانی الآثار: ۲۹۶۱)

امام طحاوی فرماتے ہیں: اس حدیث میں یہ بیان ہے کہ یہ صدقہ زکوۃ نہیں تھا کیونکہ اس پر اجماع ہے کہ کسی عورت کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنی اولاد پر اپنی زکوۃ کو خرچ کرے' اس سے یہ واضح ہوا کہ وہ اپنی اولاد پر جو خرچ کرتی تھیں وہ زکوۃ نہیں تھی اور اس مال سے وہ اپنے شوہر پر بھی خرچ کرتی تھیں' اس سے ثابت ہو گیا کہ وہ اپنے شوہر پر جو خرچ کرتی تھیں' وہ بھی زکوۃ نہیں تھی۔

اس سلسلہ میں دوسری حدیث یہ ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک دن صبح کو خواتین کے پاس گئے اور فرمایا: اے عورتوں کی جماعت! میں نے تم میں سے کوئی ایسی ناقص عقل اور ناقص دین نہیں دیکھی جو عقل مند مردوں کی عقل کو زائل کرنے والی ہو اور بے شک میں نے تم میں سے اکثر کو قیامت کے دن دوزخ میں دیکھا' پس جتنا تم سے ہو سکتا ہے اتنا صدقہ کر کے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرو' ان خواتین میں حضرت عبد اللہ بن مسعود کی بیوی بھی تھیں' وہ حضرت ابن مسعود کے پاس گئیں اور ان کو رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث سنائی اور انہوں نے اپنے زیورات اٹھائے' حضرت ابن مسعود نے پوچھا: تم یہ زیورات لے کر کہاں جا رہی ہو؟ انہوں نے کہا: میں اللہ اور رسول کا قرب حاصل کرنے جا رہی ہوں' شاید اللہ تعالیٰ مجھے دوزخ میں نہ ڈالے' حضرت ابن مسعود نے کہا: تم پر افسوس ہے! تم یہ زیورات مجھ پر اور میرے بچوں پر صدقہ کرو' ان کی بیوی نے کہا: نہیں! خدا کی قسم! حتیٰ کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس ہو آؤں' پھر وہ رسول اللہ ﷺ سے اجازت طلب کرنے کے لیے گئیں' پس لوگوں نے کہا: یا رسول اللہ! یہ زینب ہیں' آپ سے اجازت طلب کرنے آئی ہیں' آپ نے پوچھا: کون سی زینب ہیں؟ انہوں نے کہا: حضرت ابن مسعود کی بیوی' پھر وہ نبی ﷺ کے پاس گئیں اور عرض کیا: میں نے ابھی آپ سے حدیث سنی تھی' پھر میں نے حضرت ابن مسعود کو وہ حدیث سنائی' پھر میں نے اپنے زیورات لیے تاکہ میں اللہ عزوجل کا اور آپ کا قرب حاصل کروں' اس امید سے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اہل دوزخ میں سے نہ کرے' تب حضرت ابن مسعود نے مجھ سے یہ کہا کہ تم مجھ پر اور میرے بیٹوں پر خرچ کرو' تب میں نے کہا: میں پہلے رسول اللہ ﷺ سے اس کی اجازت لے لوں' پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم ابن مسعود پر اور ان کے بیٹوں پر خرچ کرو' وہ اس صدقہ کا محل ہیں۔

(مسند احمد ج ۲ ص ۷۴ ۔ ۲۷۳ ۲، شرح معانی الآثار: ۲۹۶۲، صحیح البخاری: ۱۴۶۲)

امام ابوجعفر طحاوی نے کہا: اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ یہ نفلی صدقہ تھا جو گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے اور یہ صدقہ زکوۃ میں سے نہیں تھا کیونکہ حضرت زینب اپنے تمام زیورات لے کر آئی تھیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ان کے تمام زیورات حضرت ابن مسعود اور ان کے بیٹوں پر صدقہ کرنے کی اجازت دی' سو یہ زکوۃ نہیں تھی کیونکہ زیورات کی زکوۃ میں تمام زیورات کو صدقہ نہیں کیا جاتا بلکہ اس کے ایک جز کو صدقہ کیا جاتا ہے' یعنی کل زیورات کے چالیسویں حصہ کو بہ شرطیکہ وہ نصاب کی مقدار کے مطابق بیس مثقال ہوں اور ان پر ایک سال گزر چکا ہو' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تفصیل کے بغیر ان کو تمام زیورات ان کے شوہر حضرت ابن مسعود اور ان کے بیٹوں پر خرچ کرنے کی اجازت دی' اگر یہ زکوۃ ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان زیورات کو ان کے شوہر اور ان کی اولاد پر خرچ کرنے کی اجازت نہ دیتے' پس واضح ہو گیا کہ بیوی کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنی زکوۃ کو اپنے شوہر پر خرچ کرے اور یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب ہے۔ (شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۷۵۔ ۷۲' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

شافعی' مالکی اور غیر مقلد علماء کا شوہر کو زکوۃ دینے کے عدم جواز میں امام اعظم کے موقف کی تائید کرنا

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی کی حدیث سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ بیوی کا اپنے خاوند کو اپنی زکوۃ دینا جائز ہے' یہ امام شافعی اور ثوری کا قول ہے اور امام ابوحنیفہ کے دو صاحبوں کا قول ہے اور امام مالک اور امام احمد سے بھی ایک روایت یہی ہے اور ان ائمہ نے اس حدیث میں صدقہ کو صدقہ واجبہ پر محمول کیا ہے' علامہ مازری نے یہ کہا ہے کہ حضرت زینب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا کہ اگر میں اپنے زیورات کو اپنے شوہر اور ان کے بیٹوں پر خرچ کروں تو کیا یہ میری طرف سے کفایت کرے گا؟ (صحیح البخاری: ۱۴۶۶) اس کا مطلب یہ ہے کہ کیا میرا صدقہ واجبہ ادا ہو جائے گا اور یہ اس کی دلیل ہے کہ وہ اپنے شوہر پر اپنی زکوۃ خرچ کرنے کے متعلق پوچھ رہی تھیں کیونکہ نفلی صدقہ میں اس سوال کی ضرورت نہیں تھی' لیکن قاضی عیاض مالکی نے اس دلیل کو مسترد کر دیا ہے اور یہ کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواتین کو صدقہ کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا: تم صدقہ کیا کرو خواہ اپنے زیورات سے کرو۔ (صحیح مسلم: ۹۸۲) آپ کا یہ ارشاد اس کی دلیل ہے کہ اس سے مراد نفلی صدقہ تھی' کیونکہ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک زیورات میں زکوۃ واجب نہیں ہے' نیز حضرت زینب کچھ چیزیں بنا کر ان کی آمدنی سے صدقہ کرتی تھیں اور یہ بھی نفلی صدقہ ہونے کی دلیل ہے' علامہ نووی شافعی نے بھی اس کی توثیق کی ہے اور حضرت زینب نے جو یہ کہا تھا کہ آیا یہ صدقہ میری طرف سے کفایت کرے گا' ان کا یہ قول نفلی صدقہ کے منافی نہیں ہے بلکہ اس کا مطلب یہ تھا کہ آیا یہ نفلی صدقہ میرے لیے دوزخ کے عذاب سے نجات کے لیے کافی ہو گا؟ گویا کہ انہیں یہ خوف تھا کہ اپنے شوہر پر نفلی صدقہ کرنا شاید دوزخ کے عذاب سے نجات کے لیے کافی نہ ہو' اور اس حدیث میں زیورات سے صدقہ کرنے کا ذکر ہے اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک زیورات میں زکوۃ واجب نہیں ہے' سو ان کی طرف سے اس حدیث سے یہ استدلال کرنا صحیح نہیں ہے کہ اس حدیث میں صدقہ سے مراد صدقہ واجبہ ہے' اور امام طحاوی کے نزدیک ہر چند کہ زیورات میں زکوۃ واجب ہوتی ہے لیکن انہوں نے بیان کیا ہے کہ تمام زیورات کا صدقہ کرنا واجب نہیں ہوتا' بلکہ اس کے چالیسویں حصہ کا صدقہ کرنا واجب ہوتا ہے' اس لیے امام طحاوی پر یہ اعتراض نہیں ہو گا کہ ان کے نزدیک تو زیورات میں زکوۃ واجب ہے' وہ اس سے نفلی صدقہ کیسے مراد لے سکتے ہیں' نیز علقمہ نے حضرت ابن مسعود سے یہ روایت کی ہے کہ انہوں نے اپنی بیوی سے کہا کہ جب تمہارے زیورات کی قیمت دو سو درہم کو پہنچ جائے تو اس میں زکوۃ ہے' لہٰذا امام طحاوی کے خلاف اس چیز سے کیسے استدلال کیا جا سکتا ہے جس کے وہ قائل نہیں ہیں۔

(فتح الباری ج ۳ ص ۶۰ ' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

مشہور غیر مقلد عالم نواب صدیق حسن بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ نے علامہ ابن حجر شافعی کی اسی عبارت کا دو تین سطروں میں خلاصہ لکھا ہے۔ (عون الباری ج ۲ ص ۴۵۲' دار الرشید' حلب' سوریا)

اس اقتباس سے معلوم ہوا کہ شافعی' مالکی اور غیر مقلد علماء نے بھی امام اعظم کے موقف کی تائید کر دی ہے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۲۱۴۔ ج ۲ ص ۹۲۵ پر مذکور ہے' وہاں اس حدیث کی شرح ذکر نہیں کی گئی۔

۴۹ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ (التوبہ: ٦٠)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: اور غلاموں کو آزاد کرنے میں اور مقروضوں کو اور اللہ کی راہ میں زکوٰۃ دی جائے۔ (التوبہ: ۶۰)

وَيُذْكَرُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يُعْتِقُ مِنْ زَكٰوةِ مَالِهٖ وَيُعْطِيْ فِي الْحَجِّ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ذکر کیا جاتا ہے کہ مسلمان اپنے مال کی زکوٰۃ سے غلام آزاد کرے اور حج کرنے والے کو عطا کرے۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے کہ اپنی زکوٰۃ کی رقم میں سے حج کرنے والے کو عطا کیا جائے اور اس رقم سے غلام کو آزاد کیا جائے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۵۲۵' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۴۲۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

زکوٰۃ کے آٹھ مصارف ہیں اور ان میں سے ایک مصرف غلام کو آزاد کرنا ہے' اس کا معنی یہ ہے کہ غلام کو آزاد کرنے میں زکوٰۃ کی رقم سے اس کی مدد کی جائے اور یہ اکثر فقہاء کا قول ہے' ان میں سعید بن جبیر' ابراہیم النخعی' الزہری' الثوری' امام ابوحنیفہ' امام شافعی اور لیث شامل ہیں۔

نیز عنوان میں اللہ کی راہ میں بھی زکوٰۃ دینے کا ذکر ہے' المبسوط میں مذکور ہے کہ امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک جو نمازی فقراء ہوں ان کو زکوٰۃ دی جائے اور حج کرنے والے فقراء کو بھی۔ ابو ثور نے کہا ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک صرف نمازی کو زکوٰۃ دی جائے نہ کہ حج کرنے والے کو' علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ یہ امام ابوحنیفہ' امام مالک اور امام شافعی کا قول ہے' صاحب التوضیح نے ذکر کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ کا قول یہ ہے کہ نمازی کو صرف اس وقت زکوٰۃ دی جائے جب وہ ضرورت مند ہو اور یہ قول ظاہر کتاب اور سنت کے خلاف ہے' قرآن مجید کے اس لیے خلاف ہے کہ قرآن مجید میں ہے: اور اللہ کی راہ میں (التوبہ: ۶۰) اور سنت کے اس لیے خلاف ہے کہ حدیث میں ہے:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: غنی (صاحب نصاب) کا صدقہ لینا جائز نہیں ہے سوا پانچ صورتوں کے: (۱) زکوٰۃ وصول کرنے والا عامل ہو (۲) وہ شخص جس نے اس صدقہ کو اپنے مال سے خریدا ہو (۳) مقروض (۴) جو اللہ کی راہ میں غازی ہو (۵) مسکین کو کچھ صدقہ دیا گیا اور اس نے وہ صدقہ کسی غنی کو صدقہ کر دیا۔

(سنن ابوداؤد: ۱۶۳۶' سنن ابن ماجہ: ۱۸۴۱' مسند احمد ج ۳ ص ۵۶' مصنف عبد الرزاق: ۱۹۲۴)

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ نے قرآن مجید کی مخالفت نہیں کی' کیونکہ قرآن مجید میں جس غازی کا مصارف زکوٰۃ میں ذکر کیا ہے' اس سے مراد ہے جو غازی ضرورت مند ہو' اور حدیث میں جس غازی کا ذکر ہے کہ وہ غنی ہو' اس سے مراد ہے کہ وہ قوت بدن اور کمانے کی قدرت کے لحاظ سے غنی ہو اور اس غنی سے مراد صاحب نصاب نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۹ ص ۶۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

وَقَالَ الْحَسَنُ اِنِ اشْتَرٰی اَبَاهُ مِنَ الزَّكٰوةِ جَازَ' وَيُعْطِىْ فِى الْمُجَاهِدِيْنَ' وَالَّذِىْ لَمْ يَحُجَّ' ثُمَّ تَلَا ﴿اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ﴾ (التوبہ: ۶۰) الْاٰيَةَ' فِىْ اَيِّهَا اَعْطَيْتَ اَجْزَاَتْ.

اور الحسن البصری نے کہا: اگر کسی شخص نے زکوٰۃ کی رقم سے اپنے باپ کو خرید لیا تو یہ جائز ہے' اور زکوٰۃ مجاہدین کو دے اور اس کو دے جس نے حج نہیں کیا' پھر یہ آیت پڑھی: زکوٰۃ کے مصارف صرف فقراء اور مساکین ہیں اور زکوٰۃ کی وصول یابی پر مامور لوگ' اور جن کے دلوں کو اسلام کی طرف راغب کرنا مقصود ہو اور جن غلاموں کو آزاد کرنا ہو اور مقروض لوگ اور اللہ کی راہ میں اور مسافرین۔ (التوبہ: ۶۰) ان میں سے جس کو بھی زکوٰۃ دی گئی' جائز ہے۔

اس تعلیق کی اصل درج ذیل حدیث ہے:

اشعث بن سوار بیان کرتے ہیں کہ حسن بصری سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص نے زکوٰۃ کی رقم سے اپنے باپ کو خرید کر آزاد کر دیا؟ انہوں نے کہا: اس نے بہترین غلام کو خریدا ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۵۲۴' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۴۳۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

وَقَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ خَالِدًا اِحْتَبَسَ اَدْرَاعَهٗ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ.

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک خالد نے اپنی زرہوں کو اللہ کی راہ میں وقف کیا ہوا ہے۔

اس تعلیق کی حدیث متصل اس باب کی حدیث: ۱۴۶۸ میں آرہی ہے۔

وَيُذْكَرُ عَنْ اَبِىْ لَاسٍ حَمَلَنَا النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى اِبِلِ الصَّدَقَةِ لِلْحَجِّ.

اور حضرت ابولاس رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا جاتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حج کے لیے صدقہ کے اونٹ پر سوار کیا۔

اس تعلیق کی اصل درج ذیل حدیث ہے:

حضرت ابولاس الخزاعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کے لیے صدقہ کے اونٹوں میں سے ایک کمزور اونٹ پر سوار کیا' پھر ہم نے کہا: یارسول اللہ! ہم نہیں سمجھتے کہ آپ ہمیں اس پر سوار کریں گے' آپ نے فرمایا: ہر اونٹ کے کوہان میں شیطان ہوتا ہے' پس جب تم اس پر سوار ہو تو اس طرح اللہ کا نام لو جس طرح اس نے تم کو حکم دیا ہے (یعنی یہ پڑھو: "سُبْحَانَ الَّذِىْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ ○ وَاِنَّا اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ○" (الزخرف: ۱۴)) پھر تم اس کو اپنے کام کے لیے استعمال کرو کیونکہ صرف اللہ سوار کرتا ہے۔ (الاحاد والمثانی: ۲۳۲۸' صحیح ابن خزیمہ: ۲۳۷۷' المعجم الکبیر: ۷۔۸۳۔ج ۲۲' المستدرک ج ۱ ص ۴۴۴' سنن بیہقی ج ۵ ص ۲۵۲' مسند احمد ج ۴ ص ۲۲۱ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۷۹۳۸۔ج ۲۹ ص ۴۵۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

۱۴۶۸ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُو الزِّنَادِ' عَنِ الْاَعْرَجِ' عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں

رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ اَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالصَّدَقَةِ فَقِيْلَ مَنَعَ ابْنُ جَمِيْلٍ وَخَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ وَعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يَنْقِمُ ابْنُ جَمِيْلٍ اِلَّا اَنَّهٗ كَانَ فَقِيْرًا فَاَغْنَاهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَاَمَّا خَالِدٌ فَاِنَّكُمْ تَظْلِمُوْنَ خَالِدًا قَدِ احْتَبَسَ اَدْرَاعَهٗ وَاَعْتُدَهٗ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاَمَّا الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَعَمُّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَهِيَ صَدَقَةٌ وَمِثْلُهَا مَعَهَا. تَابَعَهُ ابْنُ اَبِي الزِّنَادِ عَنْ اَبِيْهِ وَقَالَ ابْنُ اِسْحَاقَ عَنْ اَبِي الزِّنَادِ هِيَ عَلَيْهِ وَمِثْلُهَا مَعَهَا. وَقَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ حُدِّثْتُ عَنِ الْاَعْرَجِ بِمِثْلِهٖ.

ابو الزناد نے خبر دی از اعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ دینے کا حکم دیا' پس کہا گیا کہ (صدقہ دینے سے) ابن جمیل نے منع کیا اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اور حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے' تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابن جمیل کو تو صرف یہ ناگوار ہوا کہ وہ فقیر تھا تو اس کو اللہ اور اس کے رسول نے غنی کر دیا اور رہا خالد تو تم اس پر ظلم کرتے ہو اس نے تو اپنی زرہیں اور ہتھیار بھی اللہ کی راہ میں وقف کی ہوئی ہیں اور رہے حضرت عباس بن عبدالمطلب تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ہیں تو یہ (زکوۃ) ان پر صدقہ ہے اور اس کے ساتھ اس کی (ایک اور) مثل ہے۔ اعرج کی متابعت عبدالرحمان بن ابی الزناد نے کی ہے از والد خود اور ابن اسحاق نے ابی الزناد سے روایت کی ہے: یہ ان کے اوپر صدقہ ہے اور اس کی مثل اس کے ساتھ ہے اور ابن جریج نے کہا: مجھے از اعرج اس کی مثل حدیث بیان کی گئی ہے۔

(صحیح مسلم: ٩٨٣' الرقم المسلسل: ٢٢٣١' سنن ابوداؤد: ١٦٢٣' سنن ترمذی: ٣٧٦١' صحیح ابن خزیمہ: ٢٣٣٠' صحیح ابن حبان: ٣٢٧٣' سنن دارقطنی ج ٢ ص ١٢٣' سنن بیہقی ج ٦ ص ١٦٤-١٦٣' مسند احمد ج ٢ ص ٣٢٢ طبع قدیم' مسند احمد: ٨٢٨٤- ج ١٤ ص ٣٨' موسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ٥٠٤٣' مکتبۃ الرشد ریاض' ١٤٢٦ھ)

اس حدیث کے رجال کا اس سے پہلے تذکرہ ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: رہا خالد تو اس نے تو اپنی زرہ بھی اللہ کی راہ میں وقف کی ہوئی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غنی کرنا' حضرت خالد کے زکوۃ نہ دینے کی توجیہ اور حضرت عباس پر صدقہ کرنے کی توجیہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ دینے کا حکم دیا' اس سے مراد صدقہ واجب ہے یعنی زکوۃ۔

کہا گیا کہ ابن جمیل نے زکوۃ دینے سے منع کیا: اس قول کے قائل حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں' الرویانی نے ذکر کیا ہے کہ اس کا نام عبداللہ تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابن جمیل کو صرف یہ ناگوار ہوا کہ وہ فقیر تھا تو اس کو اللہ اور اس کے رسول نے غنی کر دیا۔ آپ کا یہ ارشاد قرآن مجید کی اس آیت کے موافق ہے:

وَمَا نَقَمُوْٓا اِلَّآ اَنْ اَغْنٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ فَاِنْ يَّتُوْبُوْا يَكُ خَيْرًا لَّهُمْ. (التوبہ: ٧٤)

اور ان کو صرف یہ ناگوار گزرا کہ اللہ اور اس کے رسول نے انہیں اپنے فضل سے غنی کر دیا' پس اگر وہ توبہ کر لیں تو ان کے حق میں بہتر ہوگا۔

اس آیت میں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف غنی کرنے کی نسبت کی گئی ہے' اس سے معلوم ہوا کہ

نبی ﷺ بھی غنی کرتے ہیں اور نوازتے ہیں۔

ابن جمیل منافق تھا' اس نے زکوٰۃ ادا کرنے سے منع کیا لیکن اس نے بعد میں توبہ کر لی اور نیک کام کیے' اس نے کہا: میرے رب نے مجھ سے توبہ طلب کی تو میں نے توبہ کر لی اور بعد میں ان کا حال عمدہ ہو گیا۔

اس حدیث میں فرمایا: اور رہا خالد تو تم اس پر ظلم کرتے ہو' حضرت خالد سے زکوٰۃ میں آٹھ زرہیں طلب کی گئی تھیں اور یہ باور کیا گیا تھا کہ ان کے پاس یہ زرہیں تجارت کے لیے ہیں' نبی ﷺ نے یہ بتایا کہ ان کے اوپر بالکل زکوٰۃ نہیں ہے کیونکہ انہوں نے وہ زرہیں اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کے لیے وقف کی ہوئی ہیں۔

اور رہے عباس بن عبد المطلب' نبی ﷺ نے یہ بتایا کہ حضرت عباس آپ کے چچا ہیں اور کسی شخص کا چچا اس کے باپ کی مثل ہوتا ہے' آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بتایا کہ آپ نے اپنے کرم سے یہ زکوٰۃ ان پر صدقہ کر دی ہے اور اس کی ایک اور مثل بھی صدقہ کر دی۔ شعیب کی اس روایت میں ''صدقہ'' کا لفظ ہے' امام بیہقی نے اس روایت پر یہ اعتراض کیا ہے کہ بنو ہاشم پر تو صدقہ حرام ہے تو رسول اللہ ﷺ ان پر دو سال کی زکوٰۃ کو کیسے صدقہ کر سکتے ہیں؟ المنذری نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ ہو سکتا ہے یہ واقعہ آلِ نبی پر صدقہ کو حرام قرار دینے سے پہلے کا ہو' ابو عبید نے کہا: نبی ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: حضرت عباس سے زکوٰۃ کی وصول یابی دو سال کے لیے مؤخر کر دو' کیونکہ ان دو سالوں میں ان کے حالات زکوٰۃ ادا کرنے کے قابل نہ تھے اور امام کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ کسی شخص سے زکوٰۃ وصول کرنے کو مؤخر کر دے جیسے خود حضرت عمر نے قحط کے سال میں زکوٰۃ وصول کرنے کو مؤخر کر دیا تھا۔

جس جنس میں زکوٰۃ واجب ہو' اس جنس کے بجائے اس کی قیمت ادا کرنے کا جواز' امام کے لیے زکوٰۃ کو مؤخر کرنے کا جواز اور وقت سے پہلے زکوٰۃ کی ادائیگی میں مذاہب

اس حدیث میں اموالِ تجارت سے زکوٰۃ وصول کرنے کا ثبوت ہے اور اس میں یہ دلیل ہے کہ یہ ضروری نہیں ہے کہ زکوٰۃ اسی جنس سے لی جائے بلکہ جس جنس پر زکوٰۃ واجب ہے' اس جنس سے اس کی قیمت وصول کر لی جائے۔

اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ امام اگر مناسب سمجھے تو زکوٰۃ وصول کرنے کو مؤخر بھی کر سکتا ہے۔

زکوٰۃ کو وقت سے پہلے ادا کرنے میں بھی اختلاف ہے' امام ابو حنیفہ' امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک زکوٰۃ کو وقت سے پہلے ادا کرنا جائز ہے' حسن بصری نے کہا: جس نے وقت سے پہلے زکوٰۃ ادا کی وہ دوبارہ زکوٰۃ ادا کرے گا جیسے کسی نے وقت سے پہلے نماز پڑھ لی تو وہ دوبارہ نماز پڑھے گا' اور امام مالک کے نزدیک جس نے سال گزرنے سے پہلے زکوٰۃ ادا کی' اس کی صحت میں دو قول ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۹ ص ۶۸۔ ۶۵ ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۵۰ - بَابُ الْاِسْتِعْفَافِ عَنِ الْمَسْاَلَةِ

سوال کرنے سے رکنا

۱۴۶۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ' عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيْدَ اللَّيْثِيِّ' عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ نَاسًا مِّنَ الْاَنْصَارِ' سَاَلُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَعْطَاهُمْ' ثُمَّ سَاَلُوْهُ فَاَعْطَاهُمْ' حَتّٰى نَفِدَ مَا عِنْدَهٗ' فَقَالَ مَا يَكُوْنُ عِنْدِيْ مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ اَدَّخِرَهٗ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن شہاب از عطاء بن یزید اللیثی از حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہ انصار میں سے کچھ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا تو آپ نے ان کو عطا فرمایا' انہوں نے پھر سوال کیا تو آپ نے ان کو عطا فرمایا حتیٰ کہ آپ کے پاس جو مال تھا وہ ختم ہو گیا' پھر آپ نے

عَنْكُمْ، وَمَنْ يَّسْتَعْفِفْ يُعِفَّهُ اللّٰهُ، وَمَنْ يَّسْتَغْنِ يُغْنِهِ اللّٰهُ، وَمَنْ يَّتَصَبَّرْ يُصَبِّرْهُ اللّٰهُ، وَمَا أُعْطِيَ أَحَدٌ عَطَاءً خَيْرًا وَّأَوْسَعَ مِنَ الصَّبْرِ. [طرف الحدیث: ٦٤٧٠]

فرمایا: میرے پاس جو بھی اچھی چیز ہوگی میں اس کو تم سے بچا کر جمع نہیں رکھوں گا اور جو شخص سوال سے رُکے گا' اللہ تعالیٰ اس کو (فقر سے) روک کر رکھے گا اور جو شخص مال سے بے نیاز رہے گا' اللہ تعالیٰ اس کو غنی کر دے گا اور جو شخص صبر کرے گا' اللہ تعالیٰ اس کو صابر بنا دے گا اور کسی شخص کو صبر سے اچھی اور وسیع چیز نہیں دی گئی۔

(صحیح مسلم: ١٠٥٣' الرقم المسلسل: ٢٣٨٦' سنن ابوداؤد: ١٦٤٤' سنن ترمذی: ٢٠٢٤' سنن نسائی: ٢٥٨٨' مصنف عبد الرزاق: ٢٠٠١٤' مسند ابویعلیٰ: ١٣٥٢' صحیح ابن حبان: ٣٤٠٠' شعب الایمان: ٣٥٠٣' شرح السنۃ: ١٦١٣' مسند احمد ج ٣ ص ٩٣ طبع قدیم' مسند احمد: ١١٨٩٠۔ ج ١٨ ص ٣٨٧' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ٢٠٥٩' مکتبۃ الرشد ریاض' ١٤٢٦ھ)

اس حدیث کے رجال کا اس سے پہلے کئی بار تذکرہ کیا جا چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: جو شخص سوال سے رکے گا' اللہ تعالیٰ اس کو (فقر سے) روک کر رکھے گا۔

ضرورت کے وقت سوال کرنے کا جواز' تاہم ضرورت کے باوجود سوال نہ کرنا زیادہ اولیٰ اور افضل ہے

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں سائل کو ایک مال سے دو مرتبہ دینے کا ثبوت ہے اور اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جب سائل کو دینے کے لیے کچھ نہ ہو تو اس سے اچھے طریقہ سے عذر پیش کیا جائے' اور اس حدیث میں نبی ﷺ کے کرم اور آپ کی جود وسخاء کا بیان ہے کہ آپ بار بار دینے سے اکتاتے نہیں تھے' نیز اس حدیث میں ہے کہ آپ نے لوگوں کو صبر کرنے اور بے نیازی اختیار کرنے کی ترغیب دی ہے اور اللہ پر توکل کرنے کی وصیت کی ہے اور اللہ تعالیٰ کے رزق کا انتظار کرنے کی ترغیب دی ہے اور آپ نے یہ بتایا کہ مؤمن کو جو چیزیں دی گئی ہیں' ان میں سب سے اچھی چیز صبر ہے کیونکہ صبر کی جزاء لامحدود ہے' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

إِنَّمَا يُوَفَّى الصَّابِرُوْنَ أَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ○ (الزمر: ١٠)

صرف صبر کرنے والوں کو ہی ان کا پورا پورا بے حساب اجر دیا جائے گا○

اس حدیث میں مذکور ہے کہ انصار کے کچھ لوگوں نے سوال کیا تو آپ نے ان کو عطا فرمایا' اس سے معلوم ہوا کہ ضرورت کے وقت سوال کرنا جائز ہے تاہم ضرورت کے باوجود سوال نہ کرنا اور صبر کرنا زیادہ اولیٰ اور افضل ہے' تا کہ اس کے پاس بغیر سوال کے اللہ تعالیٰ کا رزق آئے۔ (شرح ابن بطال ج ٣ ص ٤٦٣' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ھ)

١٤٧٠ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، لَأَنْ يَّأْخُذَ أَحَدُكُمْ حَبْلَهُ، فَيَحْتَطِبَ عَلٰى ظَهْرِهِ، خَيْرٌ لَّهُ مِنْ أَنْ يَّأْتِيَ رَجُلًا فَيَسْأَلَهُ، أَعْطَاهُ أَوْ مَنَعَهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابی الزناد از اعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! اگر تم میں سے کوئی شخص اپنی رسی لے کر جنگل کی لکڑیاں کاٹ کر اپنی پشت پر باندھ کر لائے تو وہ اس کے لیے اس

[اطراف الحدیث: ١٤٨٠-٢٠٧٤-٢٣٧٤] سے بہتر ہے کہ وہ کسی شخص کے پاس جا کر اس سے سوال کرے' وہ اس کو عطا کرے یا منع کر دے۔

(سنن نسائی: ٢٥٨٨' مسند الحمیدی: ١٠٥٧' مسند ابویعلیٰ: ٦٦٧٥' شرح السنۃ: ١٦١٥' مسند احمد ج ٢ ص ٢٤٣ طبع قدیم' مسند احمد: ٧٣١٧- ج ١٢ ص ٢٦٨' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ٤٦٢٢' مکتبۃ الرشد' ریاض' ١٤٢٧ھ)

اس حدیث کے رجال کا پہلے تذکرہ ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ کسی شخص کے پاس جا کر اس سے سوال کرے' وہ اس کو عطا کرے یا منع کرے۔

سوال کی ممانعت کے متعلق دیگر احادیث

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص صبح کو اٹھ کر لکڑیوں کا گٹھا اپنی پیٹھ پر لاد کر لائے اور اس کی آمدنی سے صدقہ کرے اور اس کی وجہ سے لوگوں سے مستغنی رہے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ کسی شخص سے سوال کرے' وہ اس کو عطا کرے یا اس کو منع کر دے کیونکہ اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہوتا ہے اور دینے کی ابتداء اپنے اہل وعیال سے کرو۔ (صحیح مسلم: ١٠٤٠' سنن ترمذی: ٦٨٠' مسند احمد ج ٢ ص ٣٠٠)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے اپنا مال بڑھانے کے لیے لوگوں سے سوال کیا' وہ انگاروں کا سوال کر رہا ہے خواہ کم سوال کرے یا زیادہ کرے۔ (صحیح مسلم: ١٠٤١' سنن ابن ماجہ: ١٨٣٨)

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سوال کرنے سے آدمی کے چہرے پر خراش پڑ جاتی ہے سوا اس کے کہ وہ سلطان سے سوال کرے یا کسی ناگزیر چیز کا سوال کرے۔

(سنن ترمذی: ٦٨١' سنن ابوداؤد: ١٦٣٩' سنن نسائی: ٢٥٩٩' مسند احمد ج ٥ ص ١٠)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کے پاس اتنا مال ہو' جو اس کو سوال سے مستغنی کر دے' پھر بھی اس نے لوگوں سے سوال کیا تو وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کے چہرے پر خراشیں ہوں گی' آپ سے پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ! سوال سے مستغنی ہونے کی کیا مقدار ہے؟ آپ نے فرمایا: اس کے پاس پچاس درہم ہوں یا اتنی مقدار کا سونا ہو۔ (سنن ابوداؤد: ١٦٢٦' سنن ترمذی: ٦٥٠' سنن نسائی: ٢٥٩١)

بنواسد کے ایک شخص بیان کرتے ہیں کہ میں اور میرے گھر والے بقیع الغرقد میں آ کر ٹھہرے' مجھ سے میرے گھر والوں نے کہا: جاؤ! جا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کر کے کچھ لاؤ' جسے ہم کھائیں۔ جب میں آپ کے پاس پہنچا تو وہاں پر لوگ آپ سے اپنی ضروریات کا سوال کر رہے تھے' میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا تو میں نے دیکھا ایک شخص آپ سے سوال کر رہا تھا' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے: میرے پاس تمہیں دینے کے لیے کچھ نہیں ہے' پس وہ شخص غصہ کی حالت میں پیٹھ پھیر کر چلا گیا اور وہ کہہ رہا تھا: مجھے اپنی حیات کی قسم! آپ اس کو دیتے ہیں جسے آپ چاہتے ہیں' آپ نے فرمایا: یہ مجھ پر اس لیے غضب ناک ہو رہا ہے کہ میرے پاس اسے دینے کے لیے نہیں ہے' جس نے تم میں سے اس حال میں سوال کیا کہ اس کے پاس چالیس درہم ہوں یا اس کے برابر مال ہو تو اس نے گڑگڑا کر سوال کیا' سو میں لوٹ آیا اور میں نے آپ سے سوال نہیں کیا' پھر اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جو اور کشمش آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے ہمیں بھی تقسیم کیا حتیٰ کہ اللہ عزوجل نے ہمیں غنی کر دیا۔

(سنن ابوداؤد: ١٦٢٧، سنن نسائی: ٢٥٩٥)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے اس حال میں سوال کیا کہ اس کے پاس اتنا مال تھا جو اس کو سوال سے غنی کر سکے تو وہ صرف آگ کی کثرت کر رہا ہے' دوسری روایت میں ہے: وہ جہنم کے انگاروں کی کثرت کر رہا ہے' مسلمانوں نے پوچھا: یا رسول اللہ! سوال سے غنی کرنے والے مال کی کیا مقدار ہے؟ یا پوچھا: اس غنا کی کتنی مقدار ہے جس کے ساتھ سوال نہیں کرنا چاہیے؟ آپ نے فرمایا: جس سے وہ ایک رات اور ایک دن سیر ہو کر کھا سکے۔ (سنن ابوداؤد: ١٦٢٩)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ شخص مسکین نہیں ہے جس کو ایک کھجور یا دو کھجوریں لوٹا دیں یا ایک لقمہ یا دو لقمے لوٹا دیں لیکن مسکین وہ ہے جو لوگوں سے کسی چیز کا سوال نہ کرے اور نہ لوگ اس کی ضرورت کو سمجھ کر اسے عطا کریں۔ (سنن ابوداؤد: ١٦٣١)

عدی بن الخیار بیان کرتے ہیں کہ مجھے دو آدمیوں نے خبر دی کہ وہ حجۃ الوداع میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گئے' اس وقت آپ صدقہ تقسیم کر رہے تھے' ان دونوں نے آپ سے صدقہ کا سوال کیا' آپ نے ہمیں نظر اٹھا کر دیکھا' پھر نظر نیچے کر لی' آپ نے ہم دونوں کو تندرست اور قوی پایا' آپ نے فرمایا: اگر تم چاہو تو میں تمہیں عطا کر دوں اور اس صدقہ میں غنی کا حصہ نہیں اور نہ اس شخص کا حصہ ہے جو قوی ہو اور کمانے پر قادر ہو۔ (سنن ابوداؤد: ١٦٣٣، سنن نسائی: ٢٥٩٧)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ غنی کے لیے صدقہ حلال ہے نہ اس شخص کے لیے جو قوی ہو اور اس کے اعضاء صحیح ہوں۔ (سنن ابوداؤد: ١٦٣٤، سنن ترمذی: ٦٥٢)

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ کون ہے جو میرے ایک حکم کو قبول کرے تو میں اس کے لیے جنت کو قبول کروں؟ میں نے عرض کیا: میں ہوں! آپ نے فرمایا: لوگوں سے کسی چیز کا سوال نہ کرنا۔

(سنن ابن ماجہ: ١٨٣٧، سنن نسائی: ٢٥٨٦)

١٤٧١ - حَدَّثَنَا مُوْسٰى قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَاَنْ يَّاْخُذَ اَحَدُكُمْ حَبْلَهٗ، فَيَاْتِيَ بِحُزْمَةِ الْحَطَبِ عَلٰى ظَهْرِهٖ فَيَبِيْعَهَا، فَيَكُفَّ اللّٰهُ بِهَا وَجْهَهٗ، خَيْرٌ لَّهٗ مِنْ اَنْ يَّسْاَلَ النَّاسَ، اَعْطَوْهُ اَوْ مَنَعُوْهُ.

[اطراف الحدیث: ٢٠٧٥-٢٣٧٣] (سنن نسائی: ٢٥٨٨)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت الزبیر بن العوام رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: تم میں سے جو شخص رسی میں لکڑیاں باندھ کر اس کا گٹھا اپنی کمر پر لادے' پھر اس کو فروخت کرے' پس اس کی وجہ سے اللہ اس کے چہرے کو بچائے تو وہ اس سے بہتر ہے کہ وہ لوگوں سے سوال کرے' وہ اس کو دیں یا منع کر دیں۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ١٤٧٠ کا مطالعہ کریں۔

١٤٧٢ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا يُوْنُسُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، وَسَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ اَنَّ حَكِيْمَ بْنَ حِزَامٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے خبر دی از الزہری از عروہ بن الزبیر و سعید بن المسیب' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے کہا

وَسَلَّمَ فَاَعْطَانِي، ثُمَّ سَاَلْتُهُ فَاَعْطَانِي، ثُمَّ سَاَلْتُهُ فَاَعْطَانِي، ثُمَّ قَالَ يَا حَكِيمُ، اِنَّ هٰذَا الْمَالَ خَضِرَةٌ حُلْوَةٌ، فَمَنْ اَخَذَهُ بِسَخَاوَةِ نَفْسٍ بُوْرِكَ لَهُ فِيهِ، وَمَنْ اَخَذَهُ بِاِشْرَافِ نَفْسٍ لَمْ يُبَارَكْ لَهُ فِيهِ، وَكَانَ كَالَّذِي يَاْكُلُ وَلَا يَشْبَعُ، اَلْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِّنَ الْيَدِ السُّفْلٰى. قَالَ حَكِيمٌ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ، لَا اَرْزَاُ اَحَدًا بَعْدَكَ شَيْئًا، حَتّٰى اُفَارِقَ الدُّنْيَا. فَكَانَ اَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَدْعُوْا حَكِيمًا اِلَى الْعَطَاءِ فَيَاْبٰى اَنْ يَّقْبَلَهُ مِنْهُ، ثُمَّ اِنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ دَعَاهُ لِيُعْطِيَهُ فَاَبٰى اَنْ يَّقْبَلَ مِنْهُ شَيْئًا، فَقَالَ عُمَرُ اِنِّي اُشْهِدُكُمْ يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِيْنَ عَلٰى حَكِيمٍ، اَنِّي اَعْرِضُ عَلَيْهِ حَقَّهُ مِنْ هٰذَا الْفَيْءِ، فَيَاْبٰى اَنْ يَّاْخُذَهُ. فَلَمْ يَرْزَاْ حَكِيمٌ اَحَدًا مِّنَ النَّاسِ بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى تُوُفِّيَ.

[اطراف الحدیث: ٢٧٥٠-٣١٤٣-٦٤٤١]

کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تو آپ نے مجھے عطا کیا، میں نے پھر سوال کیا تو آپ نے مجھے عطا کیا، میں نے پھر سوال کیا سو آپ نے مجھے عطا کیا، پھر آپ نے فرمایا: اے حکیم! یہ مال سرسبز میٹھا ہے، جو شخص اس کو نفس کی سخاوت کے ساتھ لے گا اس کو اس میں برکت دی جائے گی اور جو شخص نفس کو جھکا کر یہ مال لے گا اس کو اس میں برکت نہیں دی جائے گی اور وہ اس شخص کی طرح ہوگا جو کھاتا ہے اور سیر نہیں ہوتا اور اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہوتا ہے، حضرت حکیم کہتے ہیں: میں نے کہا: یارسول اللہ! اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے! میں اب کے بعد کسی شخص کے مال میں کمی نہیں کروں گا حتیٰ کہ میں دنیا سے رخصت ہو جاؤں، پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت حکیم کو وظیفہ دینے کے لیے بلاتے تھے تو وہ اس کو قبول کرنے سے انکار کر دیتے تھے، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کو عطا کرنے کے لیے بلاتے تھے تو وہ اس کو قبول کرنے سے انکار کر دیتے تھے، پھر حضرت عمر نے فرمایا: اے مسلمانوں کی جماعت! میں تم کو حکیم کے متعلق گواہ کرتا ہوں کہ میں ان کے سامنے مال فئے سے ان کا حق پیش کرتا ہوں اور یہ اس کو لینے سے انکار کرتے ہیں، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت حکیم نے لوگوں سے کسی کے مال میں کمی نہیں کی حتیٰ کہ وہ فوت ہو گئے۔

(صحیح مسلم: ١٠٣٥، الرقم المسلسل: ٢٣٤٩، سنن ترمذی: ٢٤٦٣، سنن نسائی: ٢٥٣١، سنن کبریٰ: ٢٣١٠، مسند الحمیدی: ٥٥٣، مصنف ابن ابی شیبہ ج ٣ ص ٢١١، الآحاد والمثانی: ٥٩٥، صحیح ابن حبان: ٣٣٠٦، المعجم الکبیر: ٣٠٧٩، مصنف عبد الرزاق: ٢٠٠٤١، صحیح ابن حبان: ٣٢٢٠، المعجم الکبیر: ٣٠٨١-٣٠٨٠-٣٠٧٨، مسند احمد ج ٣ ص ٤٣٤ طبع قدیم، مسند احمد: ١٥٥٧٤۔ ج ٢٤ ص ٣٣١، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، جامع المسانید لابن جوزی: ١٥٢٠، مکتبۃ الرشد ریاض ١٤٢٧ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(١) عبدان، اور وہ عبد اللہ بن عثمان بن جبلہ المروزی ہیں، ان کا لقب عبدان ہے (٢) عبد اللہ بن مبارک المروزی (٣) یونس بن یزید الایلی (٤) محمد بن مسلم الزہری المدنی (٥) عروہ بن الزبیر بن العوام المدنی (٦) سعید بن المسیب المدنی (٧) حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ٩ ص ٧٤)

مقتدرِ اعلیٰ سے سوال کرنے کا جواز' زیادہ سوال کرنے کی کراہت' اپنی اجرت کے سوال کرنے کا جواز اور بیت المال میں مسلمانوں کے حق کے متعلق فقہاء کے مذاہب

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ نے رسول اللہ ﷺ سے دوبار سوال کیا اور آپ نے انہیں عطا کیا' اس سے معلوم ہوا کہ مقتدرِ اعلیٰ سے سوال کرنے میں نہ سائل کو عار ہوتا ہے نہ اس میں کوئی کراہت ہے۔

دوسری بار سوال کرنے پر رسول اللہ ﷺ نے ان کو حرص کم کرنے اور سوال سے رُکنے کا حکم دیا' اس سے معلوم ہوا کہ مقتدرِ اعلیٰ سے بھی زیادہ سوال کرنا مناسب نہیں ہے۔

نبی ﷺ نے بتایا کہ جو شخص بغیر حرص کے بے نیازی سے لے گا' اس کے مال میں برکت ہوگی۔

نبی ﷺ نے فرمایا: اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے' اس ارشاد میں یہ بتایا ہے کہ بغیر سخت ضرورت کے انسان کسی سے سوال نہ کرے اور جب اسے مال مل جائے تو اسے اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں خرچ کرے۔

اس سے یہ معلوم ہوا کہ مانگنا اور لینا اس وقت مذموم ہے جب انسان کا کسی پر کوئی حق نہ ہو' جب انسان نے کسی کا کوئی کام کیا ہو اور اس سے اس نے اس کام کی اجرت لینی ہو یا کسی کو قرض دیا ہوا ور اس سے قرض واپس لینا ہو تو یہ مانگنا مذموم نہیں ہے اور اس صورت میں لینے والے کا ہاتھ غیر مستحسن نہیں ہے کیونکہ وہ اپنا حق مانگ رہا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر لوگوں کو بلا بلا کر بیت المال سے ان کے وظائف دیا کرتے تھے' اس سے معلوم ہوا کہ امام کبیر اور مقتدرِ اعلیٰ کے دینے سے پہلے کسی کا بیت المال میں ازخود کوئی حق نہیں ہوتا۔

اسی وجہ سے امام مالک نے کہا ہے کہ اگر کوئی شخص بیت المال سے کوئی چیز چرا لے تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا اور اگر ہر مسلمان کا بیت المال میں حق ہوتا تو شک اور شبہ کی وجہ سے اس سے حد ساقط ہو جاتی۔

جمہور امت کے نزدیک تمام مسلمانوں کا بیت المال میں اور مال فئے میں حق ہوتا ہے اور سربراہِ ملک اس کو اپنی صواب دید سے مسلمانوں میں تقسیم کرتا ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۴۶۴۔ ۴۶۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

* صحیح البخاری: ۱۴۷۱' شرح صحیح مسلم: ۲۲۹۶۔ ج ۲ ص ۹۶۱ پر مذکور ہے' اس کی شرح کا عنوان ہے:

سوال کرنے کے جواز اور عدمِ جواز کا محمل۔

۵۱ - بَابُ مَنْ اَعْطَاهُ اللّٰهُ شَيْئًا مِّنْ غَيْرِ مَسْاَلَةٍ وَّلَا اِشْرَافِ نَفْسٍ ﴿وَفِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ﴾ (الذاریات: ۱۹)

جس کو اللہ تعالیٰ نے بغیر سوال کے اور بغیر نفس کے جھکانے کے عطا کیا'' اور ان کے مالوں میں سائلوں اور محروموں کا حق ثابت تھا''

اس آیت میں سائل اور محروم کا ذکر کیا گیا ہے' سائل اور محروم کی حسب ذیل تفسیریں ہیں:

(۱) سائل سے مراد ہے: سوال کرنے والا اور بولنے والا یعنی ناطق انسان' اور محروم سے مراد ہے: غیر ناطق جان دار' کیونکہ انسان اگر اپنے مال سے جانوروں پر خرچ کرے تو اس پر بھی اسے اجر ملتا ہے' کیونکہ ایک شخص نے ایک پیاسے کتے کو کنویں سے پانی نکال کر پلا دیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو بخش دیا۔ (صحیح البخاری: ۲۴۶۶' صحیح مسلم: ۲۲۴۴' سنن ابوداؤد: ۲۵۵۰)

(۲) سائل سے مراد وہ ضرورت مند ہے جو اپنی ضرورت کا سوال کرتا ہے اور محروم سے مراد وہ شخص ہے جو ضرورت مند ہونے کے باوجود اپنی ضرورت کا سوال نہیں کرتا اور اپنی عزت نفس اور خودداری قائم رکھتا ہے۔

مرا طریق امیری نہیں فقیری ہے خودی نہ بیچ' غریبی میں نام پیدا کر

(۳) اس آیت میں یہ اشارہ ہے کہ متقین بہت زیادہ عطا کرتے ہیں' جو سوال کرتے ہیں ان کو بھی عطا کرتے ہیں اور جو سوال نہیں کرتے ان کو بھی عطا کرتے ہیں۔ اس آیت کی مکمل تفسیر ہماری تفسیر 'تبیان القرآن' الذاریات:۱۹ میں مطالعہ فرمائیں۔

۱۴۷۳ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ يَقُولُ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْطِينِي الْعَطَاءَ، فَأَقُولُ أَعْطِهِ مَنْ هُوَ أَفْقَرُ إِلَيْهِ مِنِّي، فَقَالَ خُذْهُ إِذَا جَاءَكَ مِنْ هٰذَا الْمَالِ شَيْءٌ، وَأَنْتَ غَيْرُ مُشْرِفٍ وَلَا سَائِلٍ، فَخُذْهُ وَمَا لَا، فَلَا تُتْبِعْهُ نَفْسَكَ.

[اطراف الحدیث: ۷۱۶۳-۷۱۶۴-۷۱۶۳]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از یونس از الزہری از سالم' وہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا' وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ کو عطا فرماتے تھے' پس میں کہتا تھا کہ آپ اس کو عطا فرمائیں جو مجھ سے زیادہ ضرورت مند ہو' تو آپ نے فرمایا: تم اس کو لے لو' جب تمہارے پاس اس مال میں سے کوئی چیز آئے اور تم اس کے منتظر نہ ہو اور نہ اس کا سوال کرنے والے ہو تو تم اس کو لے لو اور جو اس طرح نہ ہو تو تم اس کے درپے نہ ہو۔

(صحیح مسلم:۱۰۴۵' الرقم المسلسل:۲۳۶۷' سنن نسائی:۲۶۰۸' سنن دارمی:۱۶۴۸' مسند الحمیدی:۲۱' صحیح ابن خزیمہ:۲۳۶۵' مسند البزار:۲۴۴' مصنف عبدالرزاق:۲۰۰۴۵' مسند احمد ج۱ص۱۷ طبع قدیم' مسند احمد:۱۰۰- ج۱ص۲۵۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کے رجال کا اس سے پہلے تذکرہ ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: جب تمہارے پاس اس مال میں سے کوئی چیز آئے اور تم اس کے منتظر نہ ہو اور نہ اس کا سوال کرنے والے ہو تو اس کو لے لو۔

''اشراف نفس'' کا معنی

اس حدیث میں ''اشراف نفس'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: کسی چیز پر مطلع ہونا اور اس کے درپے ہونا' ایک قول کے مطابق اس کا معنی یہ ہے کہ مسئول اس چیز کو کراہت کے ساتھ دے' دوسرا قول ہے کہ سائل کو اس چیز کی شدید حرص ہو اور وہ گردن اونچی کر کے اس کا انتظار کر رہا ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر کو جو مال عطا کیا تھا' وہ صدقہ نہیں تھا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

امام طحاوی نے کہا ہے: جس مال سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عطا فرمایا تھا وہ صدقات نہیں تھے بلکہ یہ وہ اموال تھے جن کو آپ مسلمان اغنیاء اور فقراء دونوں پر تقسیم فرماتے تھے' یہ اموال آپ لوگوں کو ان کے فقر کی وجہ سے نہیں عطا کرتے تھے بلکہ ان کے حقوق کی وجہ سے عطا کرتے تھے' اس لیے جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ کہا کہ یہ مال آپ مجھ سے زیادہ ضرورت مند کو عطا فرمائیں تو آپ

نے اس کو ناپسند فرمایا اور فرمایا: یہ مال لے لو اور اس کو اپنے مال میں شامل کرو' جیسا کہ شعیب نے زہری سے روایت کیا ہے' اس میں یہ دلیل ہے کہ یہ صدقات کے اموال نہیں تھے کیونکہ فقیر کے پاس مال نہیں ہوتا۔

جب کسی شخص کو کوئی مال عطا کرے تو اس کو وہ لے لینا چاہیے

علامہ طبری نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حضرت عمر سے فرمایا تھا: جب تمہارے پاس اس مال میں سے کوئی چیز آئے تو اس کو لے لو۔ آپ کے اس ارشاد کی تفسیر میں اختلاف ہے' بعض علماء نے کہا: جب بھی کوئی شخص کسی کو عطا کرے خواہ عطا کرنے والا مقتدر اعلیٰ ہو یا عام آدمی ہو' نیک ہو یا بدکار ہو' تو اس چیز کو لینا مستحب ہے' جب کہ وہ مال حلال ہو اور اس کا عطا کرنا جائز ہو' اس کی دلیل میں حسب ذیل اقوال ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: جو شخص بھی مجھے کوئی ہدیہ دیتا ہے تو میں اس کو قبول کر لیتا ہوں لیکن میں اس کا سوال نہیں کرتا۔ حضرت ابوالدرداء سے بھی اس کی مثل مروی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے ہدیہ قبول کیا اور حبیب بن ابی ثابت نے کہا: میں نے دیکھا کہ المختار کے ہدایا حضرت ابن عمر اور حضرت عباس رضی اللہ عنہم کے پاس آتے تھے اور وہ ان کو قبول کرتے تھے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: سلطان کے عطیات ہرن کے پاک گوشت کی مثل ہیں' اور سعید بن العاص نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی طرف ہدیے بھیجے تو انہوں نے قبول کر لیے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت الحسین رضی اللہ عنہ کی طرف چار لاکھ (درہم) بھیجے اور ابوجعفر محمد بن علی بن حسین سے سلطان کے ہدایا کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا: اگر تم کو معلوم ہو کہ یہ ہدایا غصب شدہ مال سے ہیں یا رشوت کے یا کسی اور حرام ذریعہ کے ہیں تو ان کو مت قبول کرو ورنہ قبول کر لو' کیونکہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آل کے لیے صدقہ کا گوشت بھیجا تو آپ نے قبول فرما لیا اور فرمایا: یہ اس کے لیے صدقہ ہے اور ہمارے لیے ہدیہ ہے اور ابوجعفر نے کہا: جو مال حرام ذریعہ سے ہو' اس کا گناہ ان پر ہے اور جو مال حلال ذریعہ سے ہو وہ تمہارے لیے ہے' اور علقمہ' اسود' نخعی' حسن بصری اور شعبی نے سلطان کے ہدایا کو قبول کیا ہے۔

بعض فقہاء کے نزدیک حاکم اور سلطان کا عطیہ قبول کرنا حرام یا مکروہ ہے

دوسرے فقہاء نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کے لیے حاکم اور سلطان کے غیر کے ہدیہ کو قبول کرنا مستحب قرار دیا ہے' اور سلطان کے عطیہ کے متعلق بعض نے کہا: اس کو قبول کرنا حرام ہے اور بعض نے کہا: مکروہ ہے' اس کی دلیل حسب ذیل اقوال ہیں:

خالد بن اسید نے مسروق کو تیس (درہم) دینے تو انہوں نے اس کے قبول کرنے سے انکار کر دیا' ان سے کہا گیا: اگر آپ ان کو قبول کر لیتے تو اپنے رشتہ داروں کو دے دیتے' اور ابن سیرین اور ابورزین اور ابن محریز نے سلطان کا ہدیہ قبول نہیں کیا اور ہشام بن عروہ نے کہا: میرے اور میرے بھائی کی طرف حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ نے پانچ سو دینار بھیجے تو میرے بھائی نے کہا: ان کو واپس کر دو اور ان کو کسی نے نہیں کھایا۔

علامہ ابن المنذر نے بیان کیا کہ محمد بن واسع' ثوری' ابن المبارک' امام احمد بن حنبل اور فقہاء کی ایک جماعت نے سلطان کے عطیات کو مکروہ کہا ہے۔

بعض دوسرے فقہاء کے نزدیک حاکم کا عطیہ قبول کرنا مستحب ہے

بعض فقہاء نے کہا ہے کہ سلطان کے ہدایا قبول کرنا مستحب ہے نہ کہ دوسروں کے' عکرمہ نے کہا: میں صرف حکام کے ہدایا قبول

کرتا ہوں۔

امام طبری نے کہا ہے کہ میرے نزدیک نبی ﷺ نے ہر عطا کرنے والے کے عطیہ کو قبول کرنے کو مستحب قرار دیا ہے خواہ وہ سربراہ ملک ہو یا عوام میں سے کوئی شخص ہو اور اس کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تمہیں اس مال سے اللہ تعالیٰ جو چیز عطا کرے جب کہ تم اس کے منتظر ہو نہ سائل تو تم اس کو قبول کر لو' نبی ﷺ نے اس حدیث میں بغیر کسی تخصیص اور استثناء کے قبول کرنے کا حکم دیا ہے' البتہ جو مال حرام ذریعہ سے ہو' اس کا قبول کرنا جائز نہیں ہے' جیسے وہ مال کسی مسلمان سے چھینا ہوا ہو' پھر کوئی شخص بہ عینہٖ وہی مال کسی دوسرے کو دے اور جس کو دے اس کو پتا ہو کہ یہ چھینا ہوا مال ہے یا چوری کا مال ہے یا خیانت کا مال ہے' پھر اگر اس نے اس کو قبول کر لیا تو اس پر اس مال کو واپس کرنا واجب ہے۔

حاکم کا عطیہ قبول کرنے پر بعض اعتراضات کے جوابات

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جب ہر عطیہ کو قبول کرنا مستحب ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ ان فقہاء تابعین نے حکام اور خلفاء کے عطیات کو واپس کر دیا؟ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ان فقہاء تابعین کو علم تھا کہ ان کے زمانہ کے حکام اور سلاطین کا غالب حال یہ ہے کہ وہ حلال ذرائع سے مال حاصل نہیں کرتے' اس لیے انہوں نے یہ سمجھا کہ ان کے دین اور تقویٰ کو محفوظ رکھنے کا طریقہ اور سلامتی اس میں ہے کہ ان کے عطیات کو واپس کر دیا جائے۔

اگر یہ سوال کیا جائے گا کہ اگر کسی شخص کو یہ علم نہ ہو کہ اس کو جو عطیہ دیا جا رہا ہے وہ کس ذریعہ سے حاصل ہوا ہے تو وہ پھر کیا کرے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس کی تین صورتیں ہیں' اگر اس کو یقینی طور پر معلوم ہو کہ یہ حلال مال سے عطیہ ہے تو پھر اس کو رد کرنا مستحب نہیں ہے اور اگر اس کو یقینی طور پر معلوم ہو کہ یہ حرام مال سے عطیہ ہے تو پھر اس کو لینا جائز نہیں ہے اور اگر اس کو صورت حال کا بالکل علم نہ ہو تو پھر احتیاط اور سلامتی اس میں ہے کہ اس کو نہ لیا جائے۔

حرام اور حلال مال سے مخلوط عطیہ کا بعض کے نزدیک ناجائز ہونا

اگر یہ سوال کیا جائے کہ جس شخص کے مال میں حلال اور حرام مخلوط ہو' آیا اس کا ہدیہ قبول کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں فقہاء کا اختلاف ہے' بعض نے اس کو مکروہ کہا ہے اور بعض نے اس کو جائز کہا ہے۔

عبداللہ بن یزید' ابو وائل' قاسم' سالم وغیرہ نے اس کو مکروہ کہا ہے' روایت ہے کہ سالم کی باندی خمر (انگور کی شراب)' مصر میں فروخت کرتی تھی' وہ مر گئی' اس نے اپنی میراث چھوڑی' اسی طرح قاسم کی باندی چاندی کے بدلے میں چاندی اضافے کے ساتھ فروخت کرتی تھی' وہ بھی فوت ہو گئی اور اس نے بھی اپنی میراث چھوڑی' امام مالک نے بیان کیا کہ عبداللہ بن یزید بن ہرمز نے کہا: مجھے اس شخص پر تعجب ہے' جس کو حلال رزق دیا جاتا ہے پھر وہ تھوڑے سے اضافہ کے لیے حرام مال میں رغبت کرتا ہے اور اس کا تمام مال فاسد ہو جاتا ہے۔

حرام اور حلال مال سے مخلوط عطیہ کا بعض صحابہ اور فقہاء تابعین کے نزدیک جائز ہونا

اور جن فقہاء نے اس کو جائز کہا ہے' ان میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں' ایک شخص نے ان سے سوال کیا کہ میرا پڑوسی سود کھانے سے پرہیز نہیں کرتا اور نہ ناجائز ذرائع کی آمدنی سے اجتناب کرتا ہے اور وہ ہمیں کھانے کی دعوت دیتا ہے اور ہمیں اس کی ضرورت ہے' ہم اس سے قرض لیتے ہیں' آیا ہم اس کی دعوت قبول کر سکتے ہیں؟ حضرت ابن مسعود نے فرمایا: تم اس کے کھانے کی دعوت کو قبول کرو اور اس سے قرض لو وہ تمہارے لیے جائز ہے اور حرام مال کا گناہ اس پر ہے' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ

آیا سودخور کی دعوت طعام کو قبول کرنا جائز ہے تو انہوں نے اس کی اجازت دی' ابراہیم النخعی سے سوال کیا گیا: جو شخص ایسے ترکہ کا وارث ہو جس میں حلال اور حرام دونوں طرح کا مال ہو؟ انہوں نے کہا: اس پر صرف وہی حرام ہے جو بعینہٖ حرام ہو اور سعید بن جبیر سے روایت ہے کہ وہ ٹیکس وصول کرنے والوں کے پاس سے گزرے اور ان کے ہاتھوں میں کھجور اور انگور کے خوشے تھے تو انہوں نے کہا: ان خوشوں میں سے ہم کو دو' یہ تم پر حرام ہیں اور ہمارے لیے حلال ہیں اور حسن بصری نے ٹیکس وصول کرنے والے' صراف اور عامل زکوٰۃ کے طعام کھانے کو جائز قرار دیا ہے اور مکحول نے الزہری سے روایت کی ہے کہ جب حلال اور حرام مال مخلوط ہو جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے' صرف وہ چیز مکروہ ہے جس کے حرام ہونے کے متعلق یقین ہو' ابن ابی ذئب نے اس کو جائز قرار دیا ہے اور علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ جن فقہاء نے مخلوط مال کو جائز قرار دیا ہے' انہوں نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہود کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ. (المائدہ:۴۲) یہ جھوٹی باتیں بہت سنتے ہیں اور حرام بہت زیادہ کھاتے ہیں۔

اس کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی کے پاس اپنی زرہ گروی رکھ کر اس سے طعام خریدا' حدیث میں ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدت معینہ کے ادھار پر ایک یہودی سے طعام خریدا اور اس کے پاس اپنی زرہ کو گروی رکھا۔ (صحیح البخاری: ۲۰۶۸' صحیح مسلم: ۱۶۰۳' سنن نسائی: ۴۶۲۳' سنن ابن ماجہ: ۲۴۳۶)

امام طبری نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب سے جزیہ لینے کو مباح کر دیا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کو علم ہے کہ اہل کتاب کے اکثر اموال خمر اور خنزیر کی قیمتوں سے حاصل ہوتے ہیں اور وہ سود کا لین دین کرتے ہیں اور اس پر بہت واضح دلیل یہ ہے کہ جس مسلمان کے پاس مال ہو اور یہ معلوم نہ ہو کہ اس کی کمائی حلال ہے یا حرام' تو اس کا ہدیہ قبول کرنا حرام نہیں ہے' فقہاء صحابہ اور تابعین نے اسی کا فتویٰ دیا ہے اور جنہوں نے اس کو مکروہ کہا ہے' انہوں نے محض اپنے تقویٰ اور شبہات سے بچنے اور اپنے دین کو سلامت رکھنے کے لیے اس کو مکروہ کہا ہے۔

مقتدرِ اعلیٰ کا کسی ترجیح کی بناء پر خوش حال لوگوں کو عطا کرنا

المہلب نے کہا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ امام اور سربراہ ملک کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ کسی شخص کو مال عطا کرے جب اس کے نزدیک وہ نیک کاموں میں سابق ہو یا اس کے نزدیک اس میں کوئی اور فضیلت ہو خواہ مسلمانوں میں کوئی اور شخص زیادہ ضرورت مند ہو اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس شخص کو بغیر سوال کے حلال اور طیب مال ملے' اس کے لیے اس کو لینا جائز ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ امام کے عطیہ کو رد کرنا ادب کے خلاف ہے کیونکہ یہ اس آیت کے عموم کے تحت داخل ہے:

وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ. (الحشر:۷) اور رسول تم کو جو بھی دیں وہ لے لو۔

پس جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عطا کریں اور وہ نہ لے تو اس نے اللہ تعالیٰ کے اس حکم پر عمل نہیں کیا اور یہ فعل ادب کے خلاف ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۴۶۹۔۴۶۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ نے علامہ ابن بطال کی اسی عبارت کا خلاصہ لکھا ہے' حافظ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ نے علامہ ابن بطال کی اس طویل عبارت کو من و عن لکھا ہے اور غیر مقلد عالم نواب صدیق حسن خان بھوپالی نے اس عبارت کو بے حد مختصر کر کے لکھا ہے اور ان میں سے کسی نے بھی علامہ ابن بطال مالکی کا نام نہیں لیا۔ اس بات کے لکھنے سے میرا یہ مقصد نہیں ہے

کہ ان علماء نے علامہ ابن بطال کی عبارت کا سرقہ کیا ہے' بلکہ میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اس تحقیق میں یہ علماء بھی علامہ ابن بطال کے ساتھ ہیں۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۶۷۔۶۶' دارالمعرفہ بیروت' عمدۃ القاری ج ۹ ص ۸۰۔۷۸' دارالکتب العلمیہ بیروت' عون الباری ج ۲ ص ۱۷۴' دارالرشید حلب' سوریا)

* باب مذکور کی یہ حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۳۰۱۔ ج ۲ ص ۹۶۶ پر مذکور ہے' اس کی شرح کا عنوان ہے: حکومت کے عطیات کا حکم۔

۵۲ - بَابُ مَنْ سَأَلَ النَّاسَ تَكَثُّرًا

جس نے اپنے مال کو زیادہ کرنے کے لیے لوگوں سے سوال کیا

١٤٧٤ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي جَعْفَرٍ قَالَ سَمِعْتُ حَمْزَةَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يَزَالُ الرَّجُلُ يَسْأَلُ النَّاسَ، حَتّٰى يَأْتِيَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَيْسَ فِي وَجْهِهِ مُزْعَةُ لَحْمٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از عبید اللہ بن ابی جعفر' انہوں نے کہا: میں نے حمزہ بن عبد اللہ بن عمر سے سنا' انہوں نے کہا: میں نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک آدمی ہمیشہ لوگوں سے سوال کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کے چہرے پر گوشت کی ایک بوٹی تک نہیں ہوگی۔

١٤٧٥ - وَقَالَ إِنَّ الشَّمْسَ تَدْنُوْا يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتّٰى يَبْلُغَ الْعَرَقُ نِصْفَ الْأُذُنِ، فَبَيْنَا هُمْ كَذٰلِكَ اسْتَغَاثُوْا بِآدَمَ، ثُمَّ بِمُوْسٰى، ثُمَّ بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَزَادَ عَبْدُ اللّٰهِ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي جَعْفَرٍ فَيَشْفَعُ لِيُقْضٰى بَيْنَ الْخَلْقِ، فَيَمْشِي حَتّٰى يَأْخُذَ بِحَلْقَةِ الْبَابِ، فَيَوْمَئِذٍ يَبْعَثُهُ اللّٰهُ مَقَامًا مَحْمُوْدًا، يَحْمَدُهُ أَهْلُ الْجَمْعِ كُلُّهُمْ. وَقَالَ مُعَلّٰى حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ رَاشِدٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُسْلِمٍ، أَخِي الزُّهْرِيِّ، عَنْ حَمْزَةَ سَمِعَ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْأَلَةِ. [طرف الحدیث: ۴۷۱۸]

اور آپ نے فرمایا: بے شک قیامت کے دن سورج قریب ہوگا حتیٰ کہ پسینہ آدھے کان تک پہنچ جائے گا' پھر جب لوگ اس حال میں ہوں گے تو وہ حضرت آدم سے فریاد کریں گے' پھر حضرت موسیٰ سے فریاد کریں گے' پھر سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے فریاد کریں گے۔ اور عبد اللہ نے یہ اضافہ کیا: مجھے لیث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی جعفر نے حدیث بیان کی: پس آپ شفاعت کریں گے تاکہ مخلوق کے درمیان فیصلہ کیا جائے' پھر آپ چلیں گے حتیٰ کہ جنت کے دروازہ کے حلقہ کو پکڑ لیں گے' سو اس دن اللہ تعالیٰ آپ کو مقام محمود پر فائز فرمائے گا جس کی تمام اہل محشر تعریف اور تحسین کریں گے۔ اور معلی نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی از النعمان بن راشد از عبد اللہ بن مسلم' جو زہری کے بھائی ہیں' از حمزہ' انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا' انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرنے کے متعلق حدیث کو سنا۔

(صحیح مسلم: ۱۰۴۰' الرقم المسلسل: ۲۳۵۸' سنن نسائی: ۲۵۸۵' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۲۰۸' سنن بیہقی ج ۴ ص ۱۹۶' سنن کبریٰ: ۲۳۶۶' صحیح ابن خزیمہ: ۲۴۴۸' مشکل الآثار: ۱۰۲۲' شعب الایمان: ۳۵۰۹' شرح السنہ: ۱۶۲۲' حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۱۶۴' مسند احمد ج ۲ ص ۱۵ طبع قدیم' مسند احمد: ۴۶۳۸۔ ج ۸ ص ۲۶۱' مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(١) یحییٰ بن بکیر (٢) لیث بن سعد (٣) عبید اللہ (٤) حمزہ بن عبد اللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہم (٥) حضرت عبد اللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ (٦) عبد اللہ بن صالح' یہ لیث کے کاتب ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ٩ ص ٨١)

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: جو ہمیشہ سوال کرتا رہے گا وہ قیامت کے دن ایسے چہرے کے ساتھ آئے گا کہ اس پر گوشت کی ایک بوٹی بھی نہیں ہوگی۔

بلاضرورت سوال کرنے والے کی قیامت کے دن سزا

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں سوال کرنے کی مذمت اور بُرائی کا بیان ہے' اور امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث سے یہ سمجھا ہے کہ جس نے بلاضرورت بہت زیادہ سوال کیے یا جو شخص غنی تھا اور اس نے اپنے مال میں اضافہ کرنے کے لیے بہ کثرت سوال کیے' اس کے لیے صدقہ لینا جائز نہیں ہے اور اس کو آخرت میں سزا دی جائے گی۔

عبد الواحد نے کہا: اس کے چہرے کو سزا دی جائے گی کہ اس کے اوپر ایک بوٹی بھی نہیں ہوگی اور اللہ تعالیٰ اس کو اس کے گناہ کی جنس سے سزا دے گا کیونکہ اس کو سوال کی ضرورت نہیں تھی' پھر بھی اس نے اپنے منہ سے سوال کیا اور اپنے چہرے کو جھکایا۔ المہلب نے کہا: اس حدیث میں "مزعة" کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: گوشت کا ٹکڑا' پس جب کسی شخص کا ایسا چہرا ہو جس پر گوشت نہ ہو تو اس کو سورج کی تپش سے دوسروں کی بہ نسبت زیادہ ایذاء ہوگی' کیا تم نہیں دیکھتے کہ حدیث میں مذکور ہے کہ قیامت کے دن سورج قریب ہو گا اور آدمی کا پسینہ نصف کان تک پہنچ جائے گا تو اس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بلاضرورت گڑگڑا کر سوال کرنے سے ڈرایا ہے لیکن جس شخص نے ضرورت کی وجہ سے سوال کیا' اس کے لیے سوال کرنا مباح ہے اور جب اس کے لیے سوال کے سوا اور کوئی چارہ کار نہ ہو تو اس کو سوال کرنے پر بھی اجر ملے گا' بہ شرطیکہ وہ اللہ تعالیٰ کی تقسیم پر راضی ہو اور تقدیر سے شاکی نہ ہو۔

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ جو شخص اپنا مال بڑھانے کے لیے بہ کثرت سوال کرے گا' وہ قیامت کے دن ذلت کی حالت میں آئے گا اور اس کی قدر و منزلت ساقط ہوگی اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کی کوئی عزت نہیں ہوگی' حدیث میں ہے:

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سائل کے چہرے پر خراشیں ہوں گی' پس جو چاہے اپنے چہرے پر خراشیں ڈالے اور جو چاہے ترک کردے' ماسوا اس کے کہ انسان مقتدرِ اعلیٰ سے سوال کرے یا اس معاملہ میں سوال کرے جس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہ ہو۔ (شرح ابن بطال ج ٣ ص ٥٠٧۔ ٤٦٩' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ھ)

٥٣ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی ﴿لَا يَسْأَلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا﴾ (البقرۃ: ٢٧٣) وَكَمِ الْغِنٰى

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: وہ لوگوں سے گڑگڑا کر سوال نہیں کرتے۔ (البقرہ: ٢٧٣) اور خوش حالی کی کتنی مقدار ہے

اس آیت میں ان لوگوں کی مدح فرمائی ہے جو لوگوں سے گڑگڑا کر سوال نہیں کرتے' پوری آیت اس طرح ہے:

لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِى الْاَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ

(یہ خیرات) ان فقراء کا حق ہے جو خود کو اللہ کی راہ میں وقف کیے ہوئے ہیں' جو (اس میں شدتِ اشتغال کی وجہ سے) زمین میں

اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ لَا يَسْـَٔلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا . (البقرة: ٢٧٣)

سفر کرنے کی طاقت نہیں رکھتے' ناواقف شخص ان کے سوال نہ کرنے کی وجہ سے ان کو مال دار سمجھتا ہے (اے مخاطب!) تم (ان میں بھوک کے آثار دیکھ کر) صورت سے انہیں پہچان لو گے' وہ لوگوں سے گڑگڑا کر سوال نہیں کرتے۔

اس آیت میں فقراء سے مراد وہ صحابہ ہیں جنہوں نے اللہ اور رسول کی طرف مدینہ میں ہجرت کی' ان کے پاس کوئی ایسا سبب نہیں تھا جس سے وہ اپنے نفس سے فقر کو دور کرتے' وہ طلب معاش کے لیے زمین میں سفر کرنے کی طاقت نہیں رکھتے تھے اور وہ اس لیے بھی سفر کرنا نہیں چاہتے تھے کہ اگر وہ معاش کی طلب میں کہیں چلے گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اور آپ کی رفاقت سے محروم ہو جائیں گے' ان کے صاف ستھرے لباس اور ان کی پاکیزہ وضع قطع دیکھ کر ان کے حال سے ناواقف شخص ان کو غنی اور خوش حال سمجھتا تھا' اور عقل مند شخص ان کی بھوک اور ان کی نقاہت کو دیکھ کر سمجھ لیتا تھا کہ یہ ضرورت مند لوگ ہیں۔

علامہ بغوی متوفی ٥١٦ھ نے لکھا ہے: یہ فقراء مہاجرین اصحاب صفہ تھے' ان کی تعداد چار سو تھی' ان کا مدینہ میں کوئی گھر تھا نہ کوئی قبیلہ تھا' یہ مسجد میں رہتے تھے اور قرآن کی تعلیم حاصل کرتے تھے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو لشکر جہاد کے لیے روانہ کرتے' یہ اس میں شامل ہوتے تھے' جب یہ صبح کو اٹھتے تھے تو رات کے کھانے کا سوال نہیں کرتے تھے اور رات کو صبح کے ناشتہ کا سوال نہیں کرتے تھے' ایک قول یہ ہے کہ یہ لوگ بالکل سوال نہیں کرتے تھے۔ (معالم التنزیل ج ١ ص ٣٧٨۔ ٣٧٧' داراحیاء التراث العربی)

قبیصہ بن مخارق بیان کرتے ہیں: میں ایک بڑی رقم کا مقروض ہو گیا تھا' میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا' تاکہ آپ سے اس کے متعلق سوال کروں' آپ نے فرمایا: اس وقت تک ہمارے پاس ٹھہرو جب تک صدقہ کا مال آ جائے' ہم اس میں سے تمہیں دینے کا حکم دیں گے' پھر فرمایا: اے قبیصہ! تین شخصوں کے علاوہ اور کسی کے لیے سوال کرنا جائز نہیں ہے' ایک وہ شخص جو مقروض ہو اس کے لیے اتنی مقدار کا سوال جائز ہے جس سے اس کا قرض ادا ہو جائے' اس کے بعد وہ سوال سے رک جائے' دوسرا وہ شخص جس کے مال کو کوئی ناگہانی آفت پہنچی ہو جس سے اس کا مال برباد ہو گیا ہو' اس کے لیے اتنا سوال کرنا جائز ہے جس سے اس کا گزارہ ہو جائے' تیسرا وہ شخص جو فاقہ زدہ ہو اور اس کے قبیلہ کے تین عقل مند آدمی یہ گواہی دیں کہ یہ واقعی فاقہ زدہ ہے تو اس کے لیے بھی اتنی مقدار کا سوال کرنا جائز ہے جس سے اس کا گزارہ ہو جائے' اور اے قبیصہ! ان تین شخصوں کے علاوہ سوال کرنا حرام ہے اور جو (ان کے علاوہ کسی اور صورت میں) سوال کر کے کھاتا ہے وہ حرام کھاتا ہے۔ (صحیح مسلم: ١٠٤٤' سنن ابوداؤد: ١٦٤٠' مسند الحمیدی: ٨١٩' مسند احمد ج ٣ ص ٤٧٧' صحیح ابن خزیمہ: ٢٣٥٩' سنن دار قطنی ج ٢ ص ١١٩' سنن بیہقی ج ٦ ص ٧٣' المعجم الکبیر ج ١٨ ص ٩٤٧)

وَقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا يَجِدُ غِنًى يُغْنِيهِ. لِقَوْلِهِ تَعَالٰى ﴿لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ لَا يَسْـَٔلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ﴾ (البقرة: ٢٧٣).

اور کتنے مال سے آدمی غنی (مال دار) کہلاتا ہے؟ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد: اور وہ اتنا مال نہیں پاتا جو اس کو غنی بنا دے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: (یہ خیرات) ان فقراء کا حق ہے جو خود کو اللہ کی راہ میں وقف کیے ہوئے ہیں جو (اس میں شدت اشتغال کی وجہ سے) زمین میں سفر کی طاقت نہیں رکھتے' ناواقف شخص ان کے سوال نہ کرنے کی وجہ سے ان کو مال دار سمجھتا ہے' (اے مخاطب!) تم (ان میں بھوک کے آثار دیکھ کر) انہیں ان کی

صورت سے پہچان لوگے' وہ لوگوں سے گڑگڑا کر سوال نہیں کرتے' تم جو اچھی چیز بھی (اللہ کی راہ میں) خرچ کرتے ہو' بے شک اللہ اس کو خوب جاننے والا ہےO(البقرہ: ۲۷۳)

۱۴۷۶ - حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ زِيَادٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ الْمِسْكِيْنُ الَّذِيْ تَرُدُّهُ الْأُكْلَةُ وَالْأُكْلَتَانِ، وَلٰكِنِ الْمِسْكِيْنُ الَّذِيْ لَهٗ غِنًى، وَيَسْتَحْيِيْ، وَلَا يَسْأَلُ النَّاسَ إِلْحَافًا.

[اطراف الحدیث: ۱۴۷۹-۴۵۳۹]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حجاج بن منہال نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے محمد بن زیاد نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ شخص مسکین نہیں ہے جس کو ایک لقمہ یا دو لقمے لوٹا دیں لیکن مسکین وہ شخص ہے جس کے پاس (بالکل) مال نہ ہو اور وہ لوگوں سے گڑگڑا کر سوال کرنے سے حیاء کرتا ہو۔

(صحیح مسلم: ۱۰۳۹' الرقم المسلسل: ۲۳۵۵' سنن بیہقی ج ۷ ص ۱۱' شرح السنۃ: ۱۶۰۳' مسند الطحاوی: ۷۹۱۳' مسند احمد ج ۲ ص ۲۶۰ طبع قدیم' مسند احمد: ۸۱۸۷- ج ۱۳ ص ۵۱۲- ۵۱۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ۶۸۳۴' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کے چار رجال ہیں' جن کا پہلے تذکرہ ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: وہ لوگوں سے گڑگڑا کر سوال کرنے سے حیاء کرتے ہیں۔

مسکین اور فقیر کے معنی کی تحقیق

مسکین کا لفظ سکون سے ماخوذ ہے' جس کا معنی ہے: حرکت نہ کرنا گویا مسکین مردہ کی طرح ہوتا ہے' الصحاح میں مذکور ہے کہ مسکین کا معنی ہے: فقیر' اور یہ ذلت اور ضعف کے معنی میں ہے' اور فقیر مالدار کی ضد ہے' یعنی یہ ایسا شخص ہے جس کے بارے میں یہ فرض کیا جائے کہ اس کے پاس اتنا مال ہو جو اس کے گھر والوں کے لیے کافی ہو' القزاز نے کہا ہے کہ لغت میں فقیر کی اصل "فقار الظهر" ہے گویا کہ اس کی ریڑھ کی ہڈی ٹوٹ گئی اور اس کے باقی جسم کا حصہ رہ گیا۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۸۶-۸۵)

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اہل لغت اور فقہاء کا فقیر اور مسکین کے معنی میں اختلاف ہے اور اس میں اختلاف ہے کہ ان میں سے کون زیادہ تنگی اور بدتر حال میں ہے' ابن السکیت اور ابن قتیبہ نے کہا کہ مسکین فقیر کی بہ نسبت زیادہ بدتر حال میں ہے کیونکہ مسکین وہ ہے جو بالکل ساکن ہو اور مردہ کی طرح ہو اور فقیر وہ ہے جس کے پاس کچھ مال ہو' ابن القصار نے بیان کیا ہے کہ یہ امام ابو حنیفہ اور امام مالک کے اصحاب کا قول ہے' اور ایک جماعت نے کہا ہے کہ فقیر مسکین کی بہ نسبت زیادہ بدتر حال میں ہوتا ہے' یہ اصمعی اور ابن الانباری کا قول ہے اور یہی امام شافعی کا مختار ہے اور انہوں نے اس آیت سے استدلال کیا ہے: یہ (خیرات) ان فقراء کا حق ہے جو خود کو اللہ کی راہ میں وقف کیے ہوئے ہیں' جو اس میں شدت اشتغال کی وجہ سے زمین میں سفر کرنے کی طاقت نہیں رکھتے (البقرہ: ۲۷۳) اور انہوں نے اس آیت سے بھی استدلال کیا ہے:

أَمَّا السَّفِيْنَةُ فَكَانَتْ لِمَسٰكِيْنَ يَعْمَلُوْنَ فِي الْبَحْرِ. (الکہف: ۷۹)

رہی وہ کشتی تو وہ چند مسکین لوگوں کی تھی جو سمندر میں کام کرتے تھے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے کہ مسکین لوگ کشتی کے مالک تھے۔

شافعی فقہاء نے کہا ہے کہ فقر کا معنی ہے: کسی چیز کو جڑ سے اکھاڑ دینا' جب کسی پر اچانک ایسی مصیبت آ جائے جس سے وہ برباد ہو جائے تو عرب کہتے ہیں: "فَقَرَتْهُمُ الْفَاقِرَةُ" اور عرب کے نزدیک فقیر وہ شخص ہے جس کی ریڑھ کی ہڈی ٹوٹ جائے' اور جو شخص اس طرح ہو' اس پر موت آ جاتی ہے اور مسکین غیر فقیر کو بھی کہا جاتا ہے' جب بعض امور میں اس کا حال کمال سے ناقص ہو جائے جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: مسکین وہ ہے جس کی بیوی نہ ہو۔ (مجمع الزوائد ج ٣ ص ٣٥٢) اور نبی ﷺ نے دعا کی: اے اللہ! مجھے مسکین کے حال میں زندہ رکھ اور مسکین کے حال میری روح قبض فرما اور مساکین کے گروہ میں میرا حشر فرمانا۔ (سنن ترمذی: ٢٣٥٢' سنن ابن ماجہ: ٤١٢٦' المستدرک ج ٤ ص ٣٢٢' سنن بیہقی ج ٧ ص ١٢' مشکوٰۃ: ٥٢٤٥' مجمع الزوائد ج ١٠ ص ٢٦٢' کنز العمال: ١٦٥٩٢) اور آپ نے فقر سے اللہ کی پناہ طلب کی' اس سے معلوم ہوا کہ فقیر مسکین سے بدتر حال میں ہوتا ہے۔

حضرت ابن عباس' مجاہد' عکرمہ' جابر بن زید اور زہری نے کہا ہے کہ فقیر وہ ہے جو سوال نہیں کرتا اور مسکین وہ ہے جو سوال کرتا ہے' علی بن زیاد بن مالک نے کہا ہے کہ فقیر وہ ہے جس کے پاس مال نہ ہو اور وہ سوال کرنے سے رکے اور مسکین وہ ہے جس کے پاس مال نہ ہو اور وہ سوال کرتا ہو۔ فقہاء احناف نے اس آیت سے استدلال کیا ہے: "أَوْ مِسْكِينًا ذَا مَتْرَبَةٍ ۝" (البلد: ١٦) یا خاک افتادہ مسکین کو ۝ یعنی مسکین کے پاس کچھ نہیں ہوتا' وہ صرف خاک نشین ہوتا ہے۔

اس حدیث میں آپ کا ارشاد ہے: وہ شخص مسکین نہیں ہے جس کو ایک لقمہ یا دو لقمے لوٹا دیں' اس سے آپ کی مراد یہ ہے کہ وہ شخص مسکین کامل نہیں ہے' مسکین کامل وہ شخص ہے جس کے پاس مال نہ ہو اور اس پر صدقہ نہ کیا جائے۔

آدمی کے پاس کس قدر مال ہو تو اس کے لیے سوال کرنا اور صدقہ لینا جائز نہیں ہے

اس میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ کس شخص کے پاس کتنا مال ہو تو اس کے لیے صدقہ لینا جائز نہیں ہے اور اس کا سوال کرنا حرام ہے' بعض نے کہا: جس کے پاس صبح اور شام کی خوراک ہو' اس کا سوال کرنا جائز ہے نہ اس پر صدقہ کرنا جائز ہے' یہ ان بعض صوفیاء کا قول ہے جو کہتے ہیں کہ کل کے لیے کسی چیز کو جمع کرنا جائز نہیں اور ان کا یہ قول اس لیے قابل رد ہے کہ نبی ﷺ اور آپ کے اصحاب مال جمع کرتے تھے۔

اور دوسرے فقہاء نے یہ کہا ہے کہ بغیر ضرورت کے سوال کرنا جائز نہیں ہے' انہوں نے کہا ہے کہ سوال کرنا اس وقت جائز ہے جب انسان کے لیے مردار کھانا حلال ہو جائے۔

قیس بن عاصم نے اپنے بیٹوں سے کہا: تم سوال کرنے سے احتراز کرو' یہ انسان کا آخری کسب ہے کیونکہ جو شخص بھی سوال کرتا ہے پھر وہ کمانا ترک کر دیتا ہے۔

ایک جماعت نے یہ کہا ہے کہ جس شخص کے پاس چالیس درہم تقریباً ساڑھے دس تولہ چاندی کی قیمت ہو' وہ سوال نہ کرے' حدیث میں ہے:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کے پاس چالیس درہم کی قیمت ہو' اس نے اگر سوال کیا تو اس نے گڑگڑا کر سوال کیا۔ (سنن ابوداؤد: ١٦٢٨' سنن نسائی: ٢٥٩٤' سنن بیہقی ج ٧ ص ٢٤)

ایک جماعت نے کہا: جس کے پاس پچاس درہم (تقریباً تیرہ تولہ چاندی) ہوں' اس کے لیے صدقہ حلال نہیں ہے' یہ النخعی' الثوری' امام احمد اور اسحٰق کا قول ہے' اس سلسلہ میں انہوں نے از حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ ایک حدیث روایت کی ہے مگر

اس کی سند ضعیف ہے۔

ایک جماعت نے کہا ہے کہ جس کے پاس دو سو درہم (ساڑھے باون تولہ چاندی) ہو اس کے لیے زکوۃ لینا حرام ہے' یہ امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کا قول ہے اور امام مالک سے بھی اسی طرح ایک قول منقول ہے۔

علامہ ابن بطال نے اس سلسلہ میں اور بھی بہت اقوال نقل کیے ہیں مگر ہم نے جتنے اقوال نقل کر دیے ہیں' وہ کافی ہیں۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۴۷۶۔۴۷۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

✱ باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۲۸۹۔ ج ۲ ص ۹۵۹ پر مذکور ہے' اس کی شرح کا عنوان ہے: سوال کرنے کے جواز اور عدم جواز کا محمل۔

۱٤۷۷ - حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عُلَيَّةَ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدُ الْحَذَّاءُ' عَنِ ابْنِ أَشْوَعَ' عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي كَاتِبُ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ كَتَبَ مُعَاوِيَةُ إِلَى الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ أَنِ اكْتُبْ إِلَيَّ بِشَيْءٍ سَمِعْتَهُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ' فَكَتَبَ إِلَيْهِ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ اللّٰهَ كَرِهَ لَكُمْ ثَلَاثًا قِيلَ وَقَالَ وَإِضَاعَةَ الْمَالِ' وَكَثْرَةَ السُّؤَالِ.

(صحیح مسلم: ۱۵' ۱۷۱۵' الرقم المسلسل: ۴۴۰۱' السنن الکبریٰ: ۱۱۵۳۶' جامع المسانید لابن جوزی: ۶۴۰۵' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۷ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن علیہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد الحذاء نے حدیث بیان کی از ابن اشوع از الشعبی' انہوں نے کہا: مجھے حضرت المغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے کاتب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی طرف مکتوب لکھا کہ میری طرف ایسی حدیث لکھ کر بھیجو جس کو تم نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہو' حضرت مغیرہ نے ان کی طرف لکھا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے لیے تین چیزوں کو ناپسند فرماتا ہے: فضول بحث' مال کو ضائع کرنا اور زیادہ سوال کرنا۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) یعقوب بن ابراہیم بن کثیر الدورقی (۲) اسماعیل بن علیہ' یہ اسماعیل بن ابراہیم البصری ہیں اور علیہ ان کی ماں کا نام ہے (۳) خالد بن مہران الحذاء البصری (۴) ابن اشوع' ان کا نام سعید بن عمرو بن الاشوع الہمدانی الکوفی ہے' یہ کوفہ کے قاضی ہیں (۵) الشعبی' ان کا نام عامر بن شراحیل ہے (۶) کاتب المغیرہ' ان کا نام وراد ہے (۷) حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ (۸) حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۸۶)

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت کثرت سوال میں ہے۔

''قیل و قال'' کا معنی

علامہ ابوسلیمان حمد بن محمد الخطابی المتوفی ۳۸۸ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ''قیل وقال'' کو مکروہ فرمایا ہے' اس کی دو تاویلیں ہیں' ایک یہ ہے کہ اس سے مراد ہے: لوگوں کے اقوال اور ان کی باتوں کو نقل کرنا' ان کو تلاش کرنا اور ان کے درپے ہونا' مثلاً یوں کہا جائے کہ فلاں آدمی نے یہ کہا اور فلاں نے یہ کہا اور ان کے ذکر سے نہ کوئی غرض ہو نہ کوئی فائدہ ہو اور اس کی دوسری تاویل یہ ہے کہ غیر محتاط باتیں کرنا اور بغیر ثبوت کے کوئی بات کرنا۔

کثرتِ سوال کی متعدد صورتیں

اس حدیث میں یہ کثرت سوالات سے بھی منع فرمایا ہے اور اس کے حسب ذیل محامل ہیں:

(۱) لوگوں کے اموال کے متعلق پوچھنا اور جو چیز ان کے قبضہ میں نہ ہو اس کے درپے ہونا۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے جن آیات متشابہات میں کلام کرنے سے منع فرمایا ہے ان کے متعلق سوال کرنا' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

فَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ زَیْغٌ فَیَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَآءَ تَاْوِیْلِهٖ وَمَا یَعْلَمُ تَاْوِیْلَهٗۤ اِلَّا اللّٰهُ. (آل عمران: ۷)

سو جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے' وہ فتنہ جوئی کے لیے اور متشابہ کا محمل نکالنے کے لیے آیت متشابہ کے درپے رہتے ہیں حالانکہ متشابہ کے محمل کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

(۳) لوگ رسول اللہ ﷺ سے بلاضرورت سوال کرتے تھے' پھر اس کی وجہ سے وہ کسی مشکل میں مبتلا ہو جاتے تھے' جیسے کوئی شخص اس مرد کے متعلق سوال کرتا جو اپنی اہلیہ کے ساتھ کسی اجنبی مرد کو پاتا' حدیث میں ہے:

حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے سوالات کو ناپسند کیا اور ان کی مذمت کی' پس روایت ہے کہ ایک شخص کچھ عرصہ بعد اس میں مبتلا ہو گیا اور جیسا کہ روایت ہے کہ ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا: یا رسول اللہ! میرا باپ کون ہے؟ تو رسول اللہ ﷺ غضب ناک ہوئے اور فرمایا: تمہارا باپ فلاں شخص ہے۔ (صحیح البخاری: ۹۲' صحیح مسلم: ۲۳۶۰) اور جیسا کہ روایت ہے' آپ نے فرمایا: اسلام میں سب سے بڑا جرم اس شخص کا ہے جس نے اسلام میں کسی ایسی چیز کا سوال کیا جو حرام نہیں تھی' پھر اس کے سوال کی وجہ سے وہ چیز حرام کر دی گئی۔

(صحیح البخاری: ۷۲۸۹' صحیح مسلم: ۲۳۵۸' سنن ابوداؤد: ۴۶۱۰)

قرآن مجید میں جن سوالات کا ذکر ہے' ان کی دو قسمیں ہیں' بعض سوالات محمود ہیں' ان کا ذکر ان آیات میں ہے:

یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ قُلْ هِیَ مَوَاقِیْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ. (البقرہ: ۱۸۹)

لوگ آپ سے ہلال (پہلی تاریخ کے چاند) کے متعلق دریافت کرتے ہیں' آپ کہیے: یہ لوگوں کے (دینی اور دنیوی کاموں) اور حج کے اوقات کی نشانیاں ہیں۔

وَیَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِیْضِ قُلْ هُوَ اَذًی فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِی الْمَحِیْضِ. (البقرہ: ۲۲۲)

اور یہ آپ سے حیض کا حکم معلوم کرتے ہیں' آپ کہیے کہ وہ گندگی ہے' سو عورتوں سے حالت حیض میں الگ رہو۔

وَیَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا یُنْفِقُوْنَ قُلِ الْعَفْوَ. (البقرہ: ۲۱۹)

اور یہ آپ سے سوال کرتے ہیں کہ کیا چیز خرچ کریں' آپ کہیے کہ جو ضرورت سے زائد ہو۔

یہ سوالات اس لیے محمود ہیں کہ ان سوالات کی وجہ سے لوگوں کو اپنے پیش آمدہ معاملات میں شرعی احکام معلوم ہوئے۔ قرآن مجید میں مذکور سوالات کی دوسری قسم یہ ہے کہ لوگ بے فائدہ اور عبث سوالات کرتے تھے جن کے ساتھ ان کی کوئی دینی یا دنیاوی مصلحت متعلق نہیں تھی' جیسے یہ آیات ہیں:

یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَیَّانَ مُرْسٰهَا ○ فِیْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰىهَا ○ اِلٰی رَبِّكَ مُنْتَهٰىهَا ○ (النّٰزعٰت: ۴۴-۴۲)

یہ لوگ آپ سے قیامت کے متعلق پوچھتے ہیں کہ اس کا وقوع کب ہوگا ○ آپ کا اس کا ذکر کرنے سے کیا تعلق ہے؟ ○ آپ کے رب کی طرف ہی اس کی انتہاء ہے ○

وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا۝ (بنی اسرائیل:٨٥)

اور یہ لوگ آپ سے روح کے متعلق سوال کرتے ہیں' آپ کہیے کہ روح میرے رب کے امر سے ہے اور تم کو محض تھوڑا سا علم دیا گیا ہے۝

ایسے بے فائدہ اور عبث سوالات کرنے سے اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں منع فرمادیا ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْئَلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ. (المائدہ:١٠١)

اے ایمان والو! ایسی باتیں نہ پوچھا کرو جو اگر تم پر ظاہر کر دی جائیں تو تم کو ناگوار ہوں۔

مال ضائع کرنے کی متعدد صورتیں

مال ضائع کرنے کی بھی متعدد صورتیں ہیں' جو درج ذیل ہیں:

(١) اگر انسان خرچ میں اسراف کرے یعنی جن مدات میں اس نے خرچ کرنا ہے' ان میں بے تحاشا خرچ کرے تو یہ مال کو ضائع کرنا ہے یا ان مدات میں خرچ کرے جہاں خرچ کرنا جائز نہیں ہے مثلاً فحش کاموں اور معصیت میں مال خرچ کرے یا بلاضرورت مال کو خرچ کرے' جیسے کھانے' پہننے اور دیگر ضروریات زندگی میں میانہ روی سے تجاوز کر کے عیش وعشرت کرے' مکان بنانے میں بے تحاشا مال خرچ کرے اور استعمال کی اور دیگر چیزوں میں سونے چاندی سے تزئین وآرائش کرے۔

(٢) اگر اس نے اپنے مال کا' کارمختار اور ولی کسی نادان اور ناتجربہ کار آدمی کو بنادیا تو یہ بھی مال کو ضائع کرنا ہے' اسی طرح اگر اس نے کسی چیز کو عام اور مروج قیمت سے زیادہ بہت مہنگے دام پر خریدا تو یہ بھی مال ضائع کرنا ہے۔

(٣) اپنی زیر تصرف چیزوں میں بدسلوکی کرنا یا ان کا بے جا استعمال کرنا' یہ بھی مال کو ضائع کرنا ہے' مثلاً سواریوں میں' گھر اور دکان کی چیزوں میں' اپنے نوکروں اور دفتر میں اسٹاف کے لوگوں کے ساتھ بدسلوکی کر کے ان کو اپنا بدخواہ بنا دینا' یہ بھی اپنے مال کو ضائع کرنا ہے۔

(٤) لوگوں کو صدقہ وخیرات میں ضرورت یا میانہ روی سے زیادہ دینا یا قرض ادا کرنے کے بجائے لوگوں کو ہدیہ اور تحفہ وغیرہ دینا یا اپنا سارا مال خیرات کر دینا اور اپنے گھر والوں کے لیے اپنے مستقبل کے لیے اپنے پاس کچھ نہ رکھنا' یہ بھی اپنے مال کو ضائع کرنا ہے' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے غزوۂ تبوک میں سارا مال لا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش کر دیا تھا' وہ اس قاعدہ سے مستثنیٰ ہیں' کیونکہ ان میں جو تنگی اور محرومی پر صبر کرنے کی زبردست قوت تھی اور اللہ تعالیٰ کی عطاء ونوال پر بے مثال توکل تھا' وہ عام لوگوں میں نہیں ہوتا' انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں اور مسلمانوں کی مدد کے جذبہ سے اور جہاد میں مال خرچ کرنے کی نیت سے اپنا سارا کا سارا مال اللہ کی راہ میں خرچ کر دیا اور ایسی محبت' ایسا جذبہ اور ایسی نیت ہر ایک میں نہیں ہوتی۔

(اعلام السنن ج١ص ٢٢٠-٤١٧ ملخصاً' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٨ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ٤٣٦٧-ج ٥ ص ١٣٣ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:
① ''قیل وقال'' سے منع کرنے کی حکمت ② بہ کثرت سوال کرنے سے ممانعت کی حکمت ③ مسجد میں سوال کرنے اور سائل کو دینے کی تحقیق ④ زیادہ خرچ کرنے کی تفصیل اور تحقیق ⑤ اسراف اور اقتار کا محمل ⑥ لذت اور آسائش کے لیے مال خرچ کرنا اسراف نہیں ہے ⑦ ماں باپ کی نافرمانی گناہ کبیرہ ہے۔
یہ بحث ١٣٣ سے ١٤٤' صفحات پر مشتمل ہے اور منفرد تحقیق ہے جو شاید کسی اور جگہ مذکور نہ ہو۔

۱۴۷۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ غُرَيْرٍ الزُّهْرِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَامِرُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ أَعْطَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَهْطًا وَأَنَا جَالِسٌ فِيهِمْ، قَالَ فَتَرَكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُمْ رَجُلًا لَمْ يُعْطِهِ، وَهُوَ أَعْجَبُهُمْ إِلَيَّ، فَقُمْتُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَارَرْتُهُ، فَقُلْتُ مَا لَكَ عَنْ فُلَانٍ، وَاللَّهِ إِنِّي لَأَرَاهُ مُؤْمِنًا؟ قَالَ أَوْ مُسْلِمًا. قَالَ فَسَكَتُّ قَلِيلًا ثُمَّ غَلَبَنِي مَا أَعْلَمُ فِيهِ، فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ، مَا لَكَ عَنْ فُلَانٍ، وَاللَّهِ إِنِّي لَأَرَاهُ مُؤْمِنًا؟ قَالَ أَوْ مُسْلِمًا قَالَ فَسَكَتُّ قَلِيلًا ثُمَّ غَلَبَنِي مَا أَعْلَمُ فِيهِ، فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا لَكَ عَنْ فُلَانٍ، وَاللَّهِ إِنِّي لَأَرَاهُ مُؤْمِنًا قَالَ أَوْ مُسْلِمًا. يَعْنِي فَقَالَ إِنِّي لَأُعْطِي الرَّجُلَ وَغَيْرُهُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْهُ، خَشْيَةَ أَنْ يُكَبَّ فِي النَّارِ عَلَى وَجْهِهِ. وَعَنْ أَبِيهِ، عَنْ صَالِحٍ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ مُحَمَّدٍ أَنَّهُ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي يُحَدِّثُ هَذَا، فَقَالَ فِي حَدِيثِهِ فَضَرَبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ، فَجَمَعَ بَيْنَ عُنُقِي وَكَتِفِي، ثُمَّ قَالَ أَقْبِلْ أَيْ سَعْدُ، إِنِّي لَأُعْطِي الرَّجُلَ. قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ ﴿فَكُبْكِبُوا﴾ (الشعراء: ۹٤) قُلِبُوا. ﴿مُكِبًّا﴾ (الملک: ۲۲) أَكَبَّ الرَّجُلُ إِذَا كَانَ فِعْلُهُ غَيْرَ وَاقِعٍ عَلَى أَحَدٍ، فَإِذَا وَقَعَ الْفِعْلُ، قُلْتَ كَبَّهُ اللَّهُ لِوَجْهِهِ، وَكَبَبْتُهُ أَنَا. قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ صَالِحُ بْنُ كَيْسَانَ أَكْبَرُ مِنَ الزُّهْرِيِّ وَهُوَ قَدْ أَدْرَكَ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن غریر الزہری نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے حدیث بیان کی از والد خود از صالح بن کیسان از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے عامر بن سعد نے خبر دی از والد خود' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جماعت کو چند چیزیں عطا کیں اور میں بھی ان لوگوں میں بیٹھا ہوا تھا' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے ایک شخص کو چھوڑ دیا اور اس کو عطا نہیں کیا حالانکہ وہ میرے نزدیک بہت پسندیدہ شخص تھا تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کھڑے ہو کر چپکے سے کہا: آپ فلاں شخص کو کیوں نہیں عطا فرما رہے' اللہ کی قسم! میں اس کو مومن گمان کرتا ہوں؟ آپ نے فرمایا: یا وہ مسلم ہو' حضرت سعد بن ابی وقاص نے کہا: میں تھوڑی دیر خاموش رہا' پھر اس کے متعلق جو میرا گمان تھا اس نے مجھے مجبور کیا تو میں نے کہا: یا رسول اللہ! آپ فلاں شخص کو کیوں نہیں دے رہے' اللہ کی قسم! میں اس کو مومن گمان کرتا ہوں؟ آپ نے فرمایا: یا مسلم' حضرت سعد نے کہا: پس میں تھوڑی دیر خاموش رہا' پھر اس کے متعلق جو مجھے یقین تھا اس نے مجھے مجبور کیا تو میں نے کہا: یا رسول اللہ! آپ فلاں شخص کو کیوں نہیں عطا فرما رہے' اللہ کی قسم! میں اس کو مومن گمان کرتا ہوں؟ آپ نے فرمایا: یا مسلم' پھر آپ نے فرمایا: بے شک میں کسی شخص کو عطا کرتا ہوں اور اس کا غیر مجھے اس سے زیادہ محبوب ہوتا ہے' اس خوف سے اس کو منہ کے بل دوزخ میں گرا دیا جائے گا اور از والد خود از صالح از اسماعیل بن محمد' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے اپنے والد سے یہ حدیث سنی ہے' پس انہوں نے اپنی حدیث میں یہ بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھ جوڑ کر میری گردن اور کندھے کے درمیان مارے' پھر فرمایا: اے سعد! ادھر آؤ! سنو! بے شک میں کسی شخص کو عطا کرتا ہوں۔ امام بخاری نے کہا: سورۃ الشعراء میں جو "فکبکبوا" کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: انہیں منہ کے بل گرا دیا گیا اور سورۃ الملک میں جو "مکبا" کا لفظ ہے' وہ "اکب" سے ماخوذ ہے' "اکب" فعل لازم ہے یعنی اوندھا گرا' اور اس کا فعل متعدی "کبّ" ہے' کہا

جاتا ہے: ''کبہ اللّٰہ لوجھہ'' یعنی اللہ نے اس کو منہ کے بل گرا دیا اور ''کَبَبْتُہٗ'' میں نے اس کو منہ کے بل گرا دیا۔ امام بخاری نے کہا: صالح بن کیسان، عمرو بن الزہری سے بڑے تھے، ان کی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ملاقات ہوئی تھی۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۲۷ میں کی جا چکی ہے۔

١٤٧٩ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ الْمِسْكِينُ الَّذِي يَطُوفُ عَلَى النَّاسِ، تَرُدُّهُ اللُّقْمَةُ وَاللُّقْمَتَانِ، وَالتَّمْرَةُ وَالتَّمْرَتَانِ، وَلٰكِنِ الْمِسْكِينُ الَّذِي لَا يَجِدُ غِنًى يُغْنِيهِ، وَلَا يُفْطَنُ بِهِ، فَيُتَصَدَّقُ عَلَيْهِ، وَلَا يَقُومُ فَيَسْأَلُ النَّاسَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از ابو الزناد از الاعرج از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ شخص مسکین نہیں ہے جو لوگوں کے درمیان چکر لگاتا رہتا ہے اور ایک لقمہ اور دو لقمے اور ایک کھجور اور دو کھجوریں اس کو لوٹا دیتی ہیں بلکہ (اصل میں) مسکین وہ شخص ہے جس کے پاس اتنا مال نہیں ہوتا جو اس کو (سوال سے) مستغنی کر دے اور نہ کوئی اس کا حال جانتا ہے کہ اس کے اوپر صدقہ کرے اور وہ حیا کی وجہ سے کسی سے گڑگڑا کر سوال نہیں کرتا۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۴۷۶ میں گزر چکی ہے۔

١٤٨٠ - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَأَنْ يَأْخُذَ أَحَدُكُمْ حَبْلَهُ، ثُمَّ يَغْدُوَ أَحْسَبُهُ قَالَ إِلَى الْجَبَلِ، فَيَحْتَطِبَ، فَيَبِيعَ، فَيَأْكُلَ وَيَتَصَدَّقَ، خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَسْأَلَ النَّاسَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص بن غیاث نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو صالح نے حدیث بیان کی از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص اپنی رسی لے کر جائے (میرا گمان ہے، انہوں نے کہا:) پہاڑ کی طرف پھر (جنگل سے) لکڑیاں کاٹ کر بیچے اور کھائے اور صدقہ کرے، یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ لوگوں سے سوال کرے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۴۷۰ میں گزر چکی ہے۔

٥٤ - بَابُ خَرْصِ التَّمْرِ

درخت پر لگی ہوئی کھجوروں کو دیکھ کر پکی ہوئی کھجوروں کا اندازہ کرنا

اس عنوان میں ''خرص'' کا لفظ ہے، اس کا معنی ہے: درخت پر لگی ہوئی تازہ کھجوروں کو دیکھ کر پکی ہوئی کھجوروں کو اندازہ کرنا۔

١٤٨١ - حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ بَكَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى، عَنْ عَبَّاسٍ السَّاعِدِيِّ، عَنْ أَبِي

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سہل بن بکار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی از عمرو بن

حُمَيْدِ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ غَزَوْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَزْوَةَ تَبُوْكَ، فَلَمَّا جَاءَ وَادِيَ الْقُرٰى، إِذَا امْرَأَةٌ فِي حَدِيْقَةٍ لَهَا، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَصْحَابِهِ اُخْرُصُوْا. وَخَرَصَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشَرَةَ اَوْسُقٍ، فَقَالَ لَهَا اَحْصِيْ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا. فَلَمَّا اَتَيْنَا تَبُوْكَ قَالَ اَمَا إِنَّهَا سَتَهُبُّ اللَّيْلَةَ رِيْحٌ شَدِيْدَةٌ، فَلَا يَقُوْمَنَّ اَحَدٌ، وَمَنْ كَانَ مَعَهُ بَعِيْرٌ فَلْيَعْقِلْهُ. فَعَقَلْنَاهَا، وَهَبَّتْ رِيْحٌ شَدِيْدَةٌ، فَقَامَ رَجُلٌ، فَاَلْقَتْهُ بِجَبَلِ طَيِّئٍ. وَاَهْدٰى مَلِكُ اَيْلَةَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَغْلَةً بَيْضَاءَ، وَكَسَاهُ بُرْدًا، وَكَتَبَ لَهُ بِبَحْرِهِمْ، فَلَمَّا اَتٰى وَادِيَ الْقُرٰى قَالَ لِلْمَرْاَةِ كَمْ جَاءَتْ حَدِيْقَتُكِ؟ قَالَتْ عَشَرَةَ اَوْسُقٍ، خَرْصَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّيْ مُتَعَجِّلٌ اِلَى الْمَدِيْنَةِ، فَمَنْ اَرَادَ مِنْكُمْ اَنْ يَتَعَجَّلَ مَعِيَ فَلْيَتَعَجَّلْ. فَلَمَّا قَالَ ابْنُ بَكَّارٍ كَلِمَةً مَعْنَاهَا. اَشْرَفَ عَلَى الْمَدِيْنَةِ قَالَ هٰذِهٖ طَابَةُ. فَلَمَّا رَاٰى اُحُدًا قَالَ هٰذَا جُبَيْلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ، اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِخَيْرِ دُوْرِ الْاَنْصَارِ؟ قَالُوْا بَلٰى، قَالَ دُوْرُ بَنِي النَّجَّارِ ثُمَّ دُوْرُ بَنِيْ عَبْدِ الْاَشْهَلِ، ثُمَّ دُوْرُ بَنِيْ سَاعِدَةَ، اَوْ دُوْرُ بَنِي الْحَارِثِ بْنِ الْخَزْرَجِ وَفِيْ كُلِّ دُوْرِ الْاَنْصَارِ يَعْنِيْ خَيْرًا.

[اطراف الحدیث: ١٨٧٢-٣١٦١-٣٧٩١-٤٤٨٢]

یحییٰ از عباس الساعدی از ابوحمید الساعدی رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوۂ تبوک میں گئے' پس جب آپ وادی القریٰ (مدینہ اور شام کے درمیان ایک بستی) میں پہنچے تو وہاں اپنے باغ میں ایک عورت تھی' آپ نے اپنے اصحاب سے فرمایا: اندازہ لگاؤ! ان درختوں سے کتنی کھجوریں نکلیں گی' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس وسق (چھ سوکلوگرام) کا اندازہ لگایا' پھر آپ نے اس عورت سے فرمایا: جو کھجوریں ان درختوں سے اتریں' ان کی پیمائش کر لینا' جب ہم تبوک پہنچے تو آپ نے فرمایا: سنو! آج رات کو بہت سخت آندھی آئے گی' پس تم میں سے کوئی شخص کھڑا نہ ہو' اور جس شخص کے پاس اونٹ ہو' وہ اس کو باندھ لے' سو ہم نے اونٹوں کو باندھ لیا' اور بہت سخت آندھی آئی' ایک شخص کھڑا ہوا تھا' اس کو آندھی نے طے کے پہاڑوں پر پھینک دیا' اور ایلہ کے بادشاہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک سفید خچر تحفے میں دیا اور آپ کو ایک چادر نذر کی اور آپ نے اس سمندری علاقہ کی حکومت اس بادشاہ کے نام لکھ دی' پھر جب واپسی میں وادی القریٰ پہنچے تو آپ نے اس عورت سے پوچھا: تمہارے باغ سے کتنی کھجوریں نکلیں؟ اس عورت نے کہا: دس وسق' جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اندازہ تھا' تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے مدینہ جلدی جانا ہے' پس تم میں سے جو جلدی روانہ ہونا چاہتا ہو وہ میرے ساتھ چلے' ابن بکار نے کوئی لفظ کہا' جس کا معنی ہے: آپ نے مدینہ کی طرف دیکھا اور فرمایا: یہ طابہ ہے (پاکیزہ اور عمدہ)' پھر جب آپ نے احد پہاڑ کو دیکھا تو فرمایا: یہ پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں' کیا میں تمہیں یہ نہ بتاؤں کہ انصار کے گھروں میں کس کے گھر سب سے بہتر ہیں؟ صحابہ نے کہا: کیوں نہیں! آپ نے فرمایا: بنو النجار کے گھر' پھر بنو عبد الاشہل کے گھر' پھر بنو ساعدہ کے گھر یا بنو الحارث بن الخزرج کے گھر اور انصار کے تمام گھروں میں خیر ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۳۹۲' الرقم المسلسل: ۳۳۱۲' سنن ابوداؤد: ۳۰۷۹' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۴ ص ۵۳۹' المنتقیٰ: ۱۱۰۹' صحیح ابن خزیمہ: ۲۳۱۴' صحیح ابن حبان: ۴۵۰۳' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۵ ص ۲۳۹' سنن دارمی: ۲۴۹۵' مسند احمد ج ۵ ص ۴۲۵-۴۲۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۳۶۰۴-ج ۳۹ ص ۱۷-۱۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) سہل بن بکار ابو بشر الدارمی (۲) وہیب بن خالد ابو بکر (۳) عمرو بن یحییٰ بن عمارہ (۴) عباس بن سہل بن سعد' یہ ولید کی حکومت میں مدینہ میں فوت ہو گئے تھے (۵) ابوحمید المنذر بن سعد الساعدی۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۹۲)

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مناسبت اس جملہ میں ہے: آپ نے فرمایا: اندازہ لگاؤ! ان درختوں سے کتنی کھجوریں نکلیں گی۔

تبوک' وادی القریٰ اور ایلہ کا مصداق

غزوۂ تبوک: تبوک اور مدینہ منورہ کے درمیان شام کی جانب ۱۴' مرحلے ہیں اور تبوک اور دمشق کے درمیان گیارہ مرحلے ہیں۔

وادی القریٰ: السمعانی نے ذکر کیا ہے کہ یہ شام کی جانب حجاز میں قدیم شہر ہے' ابن قرقول نے ذکر کیا ہے کہ یہ مدینہ کے قریب ہے۔

ایلہ: یہ حجاز کی انتہاء اور شام کی ابتداء میں ساحل سمندر پر ایک شہر ہے' یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ مصر سے نصف فاصلہ پر اور مکہ مکرمہ کے درمیان ہے' یہ شہر ایلہ بنت مدین بن ابراہیم علیہ السلام کے نام سے موسوم ہے' ایک روایت ہے کہ ایلہ سمندر کے کنارے ایک بستی ہے۔ التلویح میں مذکور ہے کہ ایلہ کے بادشاہ کا نام یوحنا بن روبہ ہے۔

''ببحرھم'': ''ای ببلدھم'' اس سے مراد ہے کہ سمندر کے کنارے بسنے والے' کیونکہ یہ لوگ سمندر کے کنارے رہنے والے تھے' ایک روایت میں ہے: ''ببحرتھم'' اور ''بحرۃ'' کا معنی ہے: شہر' یعنی اس شہر کے رہنے والے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شہر کی زمینیں اور وہاں کی حکومت اس بادشاہ کو عطا کر دی تھیں۔

احد پہاڑ کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنا حقیقت پر مبنی ہے اور اس کی بہ کثرت نظائر اور شواہد

یہ پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے ہم اس سے محبت کرتے ہیں: بہ ظاہر پہاڑ کا محبت کرنا مستبعد ہے' اس لیے بعض علماء نے اس کی یہ تاویل کی ہے کہ اس پہاڑ کے پاس رہنے والے ہم سے محبت کرتے ہیں اور وہ انصار ہیں' اور یہ اطلاق مجازی ہے۔ علامہ عینی فرماتے ہیں: اس حدیث میں حقیقی معنی مراد لینا بعید نہیں ہے کیونکہ حدیث میں ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر اور حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم احد پہاڑ پر چڑھے تو وہ ہلنے لگا' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے احد! ثابت اور برقرار رہ' تجھ پر نبی ہے' صدیق ہے اور دو شہید ہیں۔
(صحیح البخاری: ۳۶۷۵' سنن ترمذی: ۳۶۹۷' مسند احمد ج ۵ ص ۳۳۱)

حضرت جابر بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کھجور کے ایک سوکھے ہوئے تنے کے ساتھ ٹیک لگا کر خطبہ دیتے تھے' جب آپ کے لیے منبر بنا دیا گیا اور آپ نے منبر پر بیٹھ کر خطبہ دیا تو ہم نے سنا' اس درخت کے تنے سے آپ کے فراق کی وجہ سے اس طرح رونے کی آواز آ رہی تھی جس طرح دس ماہ کی حاملہ اونٹنی چلاتی ہے حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ اس تنے پر رکھا تو وہ چپ ہو گیا۔ (صحیح البخاری: ۳۰۸۵' مسند احمد ج ۵ ص ۱۰۲) ایک روایت میں ہے: آپ نے اس کو سینہ سے لگایا تو وہ بچے کی طرح سسکیاں لے کر رونے لگا' پھر چپ ہو گیا۔ (صحیح البخاری: ۲۰۹۵) اگر آپ اس کو سینہ سے نہ لگاتے تو وہ قیامت تک اسی طرح روتا رہتا۔ اس سے معلوم ہوا: وہ تنا آپ سے محبت کرتا تھا۔

ایک یہودی عورت نے خیبر میں آپ کو بکری کا زہر آلودہ گوشت کھلایا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اور آپ کے اصحاب نے اس کو کھایا' پھر

آپ نے اپنے اصحاب سے فرمایا: رُک جاؤ! پھر آپ نے اس عورت سے فرمایا: تم نے اس میں زہر ملایا تھا' اس نے آپ سے پوچھا: آپ کو کس نے خبر دی؟ آپ نے فرمایا: اس کے پاؤں کی ہڈی نے' جو آپ کے ہاتھ میں تھی' اس نے کہا: ہاں!

(دلائل النبوۃ ج ۴ ص ۲۱۰)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں مکہ کے ایک پتھر کو پہچانتا ہوں جو میری بعثت سے پہلے مجھ کو سلام کرتا تھا' میں اس کو اب بھی پہچانتا ہوں۔ (صحیح مسلم: ۲۲۷۷' سنن ترمذی: ۳۶۲۴' مسند احمد ج ۵ ص ۸۹)

حضرت عبد اللہ بن قرط یمانی بیان کرتے ہیں کہ حجۃ الوداع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چھ اونٹنیاں لائی گئیں' ان میں سے ہر ایک آپ کی طرف گردن بڑھا رہی تھی کہ آپ اس سے ذبح کی ابتداء کریں۔

(سنن ابوداؤد: ۱۷۶۵' صحیح ابن خزیمہ: ۲۸۶۶' مسند احمد ج ۴ ص ۳۵۰' البدایہ والنہایہ ج ۴ ص ۵۳۴' دار الفکر بیروت' ۱۴۱۹ھ)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے ایک سفر میں دیکھا کہ ایک اونٹ نے آ کر آپ کو سجدہ کیا۔

(البدایہ والنہایہ ج ۴ ص ۵۳۵' دار الفکر بیروت' ۱۴۱۹ھ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اونٹ نے آپ سے کلام کیا اور آپ کو سجدہ کیا۔

(البدایہ والنہایہ ج ۴ ص ۵۳۶۔۵۳۱۔۵۳۰)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بھیڑیے نے آپ سے کلام کیا۔ (البدایہ والنہایہ ج ۴ ص ۵۴۰)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہرنی نے آپ سے کلام کیا اور کلمہ پڑھا۔ (البدایہ والنہایہ ج ۴ ص ۵۴۳۔۵۴۲)

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ گوہ نے آپ سے کلام کیا اور آپ کی رسالت کی تصدیق کی۔

(البدایہ والنہایہ ج ۴ ص ۵۴۵۔۵۴۴)

حضرت یعلیٰ بن مرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فاسق جن اور انس کے علاوہ ہر چیز کو علم ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ (البدایہ والنہایہ ج ۴ ص ۵۴۴)

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ کی بعض اطراف میں جا رہا تھا' آپ کے سامنے جو پہاڑ یا درخت آتا' وہ کہتا تھا: "السلام علیك یا رسول اللہ!"۔ (سنن ترمذی: ۳۶۲۶)

میں کہتا ہوں کہ جب بہ کثرت احادیث صحیحہ سے یہ ثابت ہے کہ شجر و حجر اور حیوانات آپ کو پہچانتے تھے' آپ کی رسالت کی تصدیق کرتے اور آپ سے محبت کرتے تھے تو اُحد پہاڑ کا آپ سے محبت کرنا کیسے بعید ہو سکتا ہے!

آپ پہاڑ کی محبت کا جواب بھی محبت سے دیتے تھے

نیز میں کہتا ہوں کہ آپ نے فرمایا: اُحد پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے' ہم اس سے محبت کرتے ہیں' اس سے یہ معلوم ہوا کہ پتھر کے دل میں بھی آپ کی محبت ہے' سو جس انسان کے دل میں آپ کی محبت نہ ہو' وہ پتھر سے بھی گیا گزرا ہے اور پتھر وہ حقیقت ہے جس میں نرمی اور محبت نہیں ہوتی' اس لیے جس شخص میں محبت نہ ہو' اس کو سنگ دل اور پتھر دل کہتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت اور آپ کی سیرت کا یہ اعجاز ہے کہ جس حقیقت میں محبت نہیں ہوتی' اس میں بھی آپ کی محبت آ گئی اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر پتھر آپ سے محبت کرے تو آپ اسے بھی محروم نہیں کرتے اور اس کی محبت کا جواب محبت سے دیتے ہیں تو انسان اور آپ کا امتی اور غلام آپ سے محبت کرے تو آپ اسے کب محروم کریں گے اور یہ کہ پتھر کے دل میں آپ کی محبت ہو' تو آپ کو اس کا بھی علم ہوتا ہے تو

اگر آپ کے امتی اور غلام کے دل میں آپ کی محبت ہو تو وہ کب آپ سے مخفی رہ سکے گی! اے مالک ارض وسما! ہمارے دلوں میں نبی ﷺ کی محبت بیش از بیش کر دے۔ (آمین)

''خرص'' کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

کھجور کے درخت پر لگی ہوئی تازہ کھجوروں کو دیکھ کر یہ اندازہ کرنا کہ اس درخت میں کتنی پکی ہوئی کھجوریں ہوں گی یا باغ کے درختوں کو دیکھ کر باغ کی کل کھجوروں کا اندازہ کرنا کہ اس باغ میں کل کتنی کھجوریں ہوں گی' اس میں فقہاء کا اختلاف ہے' پھر اس حساب سے ان کل کھجوروں میں سے زکوٰۃ یا عشر نکالنے میں بھی فقہاء کا اختلاف ہے۔ امام مالک' امام شافعی' امام احمد اور جمہور کے نزدیک یہ اندازہ لگانا واجب ہے' اس کو ''خرص'' کہتے ہیں اور امام ابوحنیفہ' امام ابو یوسف' امام محمد' الشعبی اور ثوری کے نزدیک یہ مکروہ ہے۔

(عمدۃ القاری ج ٩ ص ٩٧-٩٦' دارالکتب العلمیہ بیروت' ١٤٢١ھ)

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ٢٧٩ھ لکھتے ہیں:

''خرص'' یہ ہے کہ جب درخت پر تازہ کھجوریں لگ جائیں' جن میں زکوٰۃ واجب ہو تو سلطان ان کی مقدار کا اندازہ لگانے والے کو بھیجے اور وہ یہ بتائے کہ اس درخت سے اتنی پکی ہوئی کھجوریں یا پکے ہوئے انگور نکلیں گے' پھر حساب لگایا جائے کہ ان میں کتنا عشر واجب ہوگا' پھر درخت والے پر اس عشر کا ادا کرنا واجب کر دیا جائے' پھر درختوں کے مالک کو اس کے پھلوں کے ساتھ چھوڑ دیا جائے' وہ ان درختوں کے پھلوں میں جو چاہے کرے' پھر جب پھل پک جائیں تو ان میں سے عشر نکال لیا جائے۔ امام مالک' امام شافعی' امام احمد اور اسحاق کا یہی قول ہے۔ (سنن ترمذی ص ٢٩٢' دارالمعرفہ بیروت' ١٤٢٣ھ)

مشہور غیر مقلد عالم وحیدالزمان متوفی ١٣٣٨ھ لکھتے ہیں:

جب کھجور یا انگور یا اور کوئی میوہ درختوں پر پختہ ہو جائے تو ایک جاننے والے شخص کو بادشاہ یا حاکم بھیجتا ہے' وہ جا کر اندازہ کرتا ہے کہ اس میں سے اتنا زیادہ میوہ اترے گا' پھر اسی کا دسواں حصہ زکوٰۃ کے طور پر لیا جاتا ہے' اس کو ''خرص'' کہتے ہیں' آں حضرت ﷺ نے ہمیشہ یہ جاری رکھا اور خلفاء راشدین نے بھی' امام شافعی اور امام احمد اور اہل حدیث سب اس کو جائز کہتے ہیں لیکن حنفیہ نے برخلاف احادیث صحیحہ کے صرف اپنی رائے سے اس کو ناجائز قرار دیا ہے' ان کا قول دیوار پر پھینک دینے کے لائق ہے۔

(حاشیہ تیسیر الباری ج ٢ ص ٩٣ نعمانی کتب خانہ لاہور)

''خرص'' کے ثبوت میں ائمہ ثلاثہ کی مؤید احادیث اور ان کے جوابات

ائمہ ثلاثہ نے اس باب کی حدیث: ١٤٨١ سے بھی استدلال کیا ہے' کیونکہ اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ نبی ﷺ نے اس باغ کے درختوں کی کھجوروں کا اندازہ لگانے کا حکم دیا' لیکن اس حدیث سے ان کا استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ اس حدیث میں یہ ذکر نہیں ہے کہ نبی ﷺ نے اس اندازہ کے دسویں حصہ میں عشر یا صدقہ دینے کو واجب فرمایا بلکہ ان درختوں کی کھجوروں میں اسی وقت عشر واجب ہوگا' جب ان درختوں سے کھجوروں کو اتارا جائے گا' اس حدیث میں جو اندازہ لگانے کا ذکر ہے' اس سے مقصود نبی ﷺ کا اپنی نبوت پر دلیل قائم کرنا تھا۔ آپ نے دس وسق کھجوروں کا اندازہ لگایا اور آپ نے اس باغ کی مالکہ عورت سے فرمایا کہ تم اس باغ کی کھجوروں کی پیمائش کر لینا' پھر آپ تبوک چلے گئے' واپس آ کر معلوم کیا تو پتا چلا اس باغ میں اتنی ہی کھجوریں تھیں تو پتا چلا کہ آپ نے وحی الٰہی سے مطلع ہو کر بتایا تھا کہ اس باغ میں دس وسق کھجوریں ہیں اور وحی نبی پر نازل ہوتی ہے' سو اس سے آپ کی نبوت پر دلیل

قائم ہوگئی۔

ائمہ ثلاثہ کی دوسری دلیل یہ حدیث ہے:

ابن جریج بیان کرتے ہیں کہ مجھے ابن شہاب سے خبر دی گئی از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے خیبر کا قصہ بیان کرتے ہوئے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم' حضرت عبداللہ بن رواحہ کو یہود کی طرف بھیجتے' پس جب کھجوریں میٹھی ہو جاتیں تو ان کے کھائے جانے سے پہلے وہ ان کا اندازہ کرتے۔ (سنن ابوداؤد: ١٦٠٦)

اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ اس کی سند میں ایک مجہول راوی ہے کیونکہ یہ معلوم نہیں کہ ابن جریج کو ابن شہاب کی روایت کی کس نے خبر دی تھی۔

ائمہ ثلاثہ کی تیسری دلیل یہ حدیث ہے:

سعید بن المسیب' حضرت عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا کہ انگوروں کا بھی اسی طرح اندازہ لگایا جائے جس طرح کھجوروں کا اندازہ لگایا جاتا ہے اور کشمش سے ان کی زکوٰۃ لی جائے جس طرح کھجوروں کی زکوٰۃ چھواروں سے لی جاتی ہے۔ (سنن ابوداؤد: ١٦٠٣' سنن ترمذی: ٦٤٤' سنن نسائی: ٢٦١٧' سنن ابن ماجہ: ١٨١٩)

اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد امام ابوداؤد نے یہ لکھ دیا کہ سعید نے عتاب سے کسی چیز کو نہیں سنا۔

سو یہ حدیث منقطع ہے اور حدیث منقطع سے استدلال صحیح نہیں ہے۔

''خرص'' کی ممانعت کے متعلق احادیث

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ''خرص'' (درخت پر پھلوں کا اندازہ لگانے سے) منع کرتے ہوئے سنا ہے' آپ نے فرمایا: مجھے یہ بتاؤ کہ اگر (درخت پر) پھل ہلاک ہو گئے تو کیا تم اپنے بھائی کا مال باطل کے عوض کھانا پسند کرو گے! (مسند احمد ج ٣ ص ٣٩٤ طبع قدیم' مسند احمد: ١٥٢٣٩۔ ج ٢٣ ص ٣٩٦' شرح معانی الآثار: ٣٠٢٧)

یعنی اگر تمہارے اندازہ لگانے کے بعد آندھی سے درخت کے پھل گر گئے یا ژالہ باری اور آسمانی بجلی سے پھل جل گئے یا تباہ ہو گئے تو تم ان پھلوں کو کس چیز کے معاوضہ میں لو گے؟

ائمہ ثلاثہ اور غیر مقلدین نے جن احادیث سے استدلال کیا ہے' ان میں سے صحیح بخاری کی حدیث تو ان کے مدعا پر دلالت نہیں کرتی اور باقی احادیث قابل استدلال نہیں ہیں' اس کے بعد وہ ''خرص'' اور اندازہ کی اباحت پر دلالت کرتی ہیں اور امام ابوحنیفہ نے جس صحیح حدیث سے استدلال کیا ہے' وہ ''خرص'' اور اندازہ کی ممانعت اور تحریم پر دلالت کرتی ہے اور جب اباحت اور تحریم اور حلت اور حرمت میں تعارض ہو تو یہ متفقہ اصول ہے کہ تحریم کی حدیث کو اباحت کی حدیث پر ترجیح دی جاتی ہے۔

''خرص'' اور اندازہ لگانے میں درخت پر لگے ہوئے تازہ پھلوں کی مقدار کا اندازہ لگا کر اس مقدار کا دسواں حصہ خشک پھل دیئے جاتے ہیں' مثلاً درخت پر لگی ہوئی تازہ کھجوروں کا عشر پکی ہوئی کھجوروں یا چھواروں میں سے دیا جاتا ہے اور تازہ انگوروں کا عشر پکے ہوئے انگوروں اور کشمش سے دیا جاتا ہے' جب کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے درخت پر لگے ہوئے پھلوں کو خشک پھلوں کے عوض فروخت کرنے سے منع فرما دیا ہے' کیونکہ اگر آندھی آنے سے یا ژالہ باری سے یا کسی اور آفت سے درخت کے پھل تباہ اور برباد ہو گئے تو ان کے بدلہ میں جو خشک پھل لیے گئے ہیں' ان کا کوئی معاوضہ نہیں ہوگا اور وہ تازہ پھل یا کھیت کی تازہ فصل کے بدلا میں جو غلہ لیا گیا

ہے وہ کس چیز کے عوض حلال ہوگا! درخت پر لگے ہوئے تازہ پھلوں کی خشک پھلوں کے عوض بیع کو مزابنہ کہا جاتا ہے اور کھیت میں لگی ہوئی تازہ فصل کی خشک غلہ کے عوض بیع کو محاقلہ کہا جاتا ہے اور نبی ﷺ نے مزابنہ اور محاقلہ دونوں کو حرام قرار دیا ہے' اس کی تفصیل حسب ذیل احادیث میں ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے مزابنہ اور محاقلہ سے منع فرمایا ہے۔

(صحیح البخاری۔ باب بیع المزابنہ' ص ۳۵۱' دار ارقم' بیروت)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تک پھلوں کی پختگی ظاہر نہ ہو' ان کو فروخت نہ کرو اور تازہ پھلوں کو چھواروں کے عوض فروخت نہ کرو۔

(صحیح البخاری: ۲۱۸۳' سنن ابوداؤد: ۳۳۶۷' سنن ترمذی: ۱۲۲۶' سنن نسائی: ۵۳۱' سنن ابن ماجہ: ۲۲۱۴' مسند احمد ج ۲ ص ۵)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے تازہ کھجوروں کو فروخت کرنے سے منع فرمایا حتیٰ کہ وہ سرخ ہو جائیں' اور سنبل (گندم یا جو کی بالیاں یا بھٹے) کو فروخت کرنے سے منع فرمایا حتیٰ کہ وہ سفید ہو جائیں اور قدرتی آفات سے محفوظ ہو جائیں' آپ نے فروخت کرنے والے اور خریدنے والے دونوں کو منع فرمایا۔

(صحیح مسلم: ۱۵۳۵' سنن ابوداؤد: ۳۳۶۸' سنن ترمذی: ۱۲۲۷' سنن نسائی: ۴۵۶۵)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ''المحاقلہ'' اور ''المزابنہ'' سے منع فرمایا۔

(سنن ترمذی: ۱۲۲۴' صحیح مسلم: ۱۵۳۶' مسند احمد ج ۲ ص ۳۸۰)

امام ترمذی اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

''المحاقلہ'' یہ ہے کہ کھیت کی فصل کو گندم کے عوض فروخت کیا جائے اور ''المزابنہ'' یہ ہے: کھجور کے درخت پر لگی ہوئی تازہ کھجوروں کو چھواروں کے عوض فروخت کیا جائے' اکثر اہل علم کا اس حدیث پر عمل ہے' انہوں نے ''المحاقلہ'' اور ''المزابنہ'' کو مکروہ قرار دیا ہے۔

حضرت سعد بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ آیا تازہ کھجوروں کو چھواروں کے عوض خریدنا جائز ہے؟ آپ نے حاضرین سے پوچھا: آیا تازہ کھجوریں سوکھنے کے بعد کم ہو جاتی ہیں' انہوں نے کہا: جی ہاں! تو آپ نے اس سے منع فرما دیا۔ (سنن ترمذی: ۱۲۲۵' سنن ابوداؤد: ۳۳۶۰۔ ۳۳۵۹' سنن نسائی: ۴۵۶۰۔ ۴۵۵۹' سنن ابن ماجہ: ۲۲۶۴' مسند احمد ج ۱ ص ۱۷۵)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے سیاہ ہونے سے پہلے انگوروں کو فروخت کرنے سے منع فرمایا اور پکنے سے پہلے غلہ کو فروخت کرنے سے منع فرمایا۔ (سنن ترمذی: ۱۲۲۸' سنن ابوداؤد: ۳۳۷۱' سنن ابن ماجہ: ۲۲۱۷' مسند احمد ج ۳ ص ۲۲۱)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے درخت پر پھلوں کو فروخت کرنے سے منع فرمایا حتیٰ کہ وہ ''زھو'' ہو جائیں' پوچھا گیا کہ ''زھو'' کا کیا معنی ہے؟ فرمایا: وہ سرخ ہو جائیں' پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ بتاؤ جب اللہ تعالیٰ ان پھلوں کو منع کر دے (یعنی وہ درخت سے اترنے سے پہلے ضائع ہو جائیں) تو تم اپنے بھائی کا مال کس چیز کے عوض کھاؤ گے؟ (صحیح البخاری: ۲۱۹۸' صحیح مسلم: ۱۰۰۰)

نبی ﷺ نے درختوں پر تازہ پھلوں کو خشک پھلوں کے عوض اور کھیتوں میں تازہ فصل کو خشک غلہ کے عوض فروخت کرنے سے اس لیے منع فرمادیا ہے کہ تم نے مثلاً تازہ کھجوروں کے عوض چھوارے لے لیے اور درخت پر لگی ہوئی تازہ کھجوریں آندھی یا اولوں سے

برباد ہو گئیں تو تم نے جو ان کے معاوضہ میں چھوارے لیے ہیں وہ بلا معاوضہ اور حرام ہوں گے' اسی طرح اگر درخت پر لگی ہوئی تازہ کھجوروں کا اندازہ کر کے ان کے عشر میں چھوارے دے دیئے اور آندھی یا اُولوں سے وہ تازہ کھجوریں گر گئیں یا جل گئیں تو وہ عشر میں لیے ہوئے چھوارے بھی ناجائز ہوں گے' اسی لیے نبی ﷺ نے درخت پر لگے ہوئے پھلوں کی مقدار کا اندازہ لگانے سے منع فرما دیا اور ان احادیث کی وجہ سے امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے درخت پر لگے ہوئے پھلوں کی مقدار کا اندازہ کر کے عشر نکالنے کو مکروہ فرمایا ہے اور یہ فرمایا ہے کہ درخت سے پھل اتارنے کے بعد ان پھلوں میں سے عشر نکالا جائے۔

حضرت امام ابوحنیفہ تو ان احادیث کی بناء پر "خرص" اور اندازہ لگانے کا حکم بیان فرما رہے ہیں اور شیخ وحید الزمان امام اعظم کے قول پر یہ تبصرہ کر رہے ہیں کہ حنفیہ نے برخلاف احادیث صحیحہ کے صرف اپنی رائے سے اس کو ناجائز قرار دیا ہے' ان کا قول دیوار پر پھینک دینے کے لائق ہے' میں کہتا ہوں کہ ان کے اس دروغ بے فروغ کے متعلق یہی کہا جا سکتا ہے کہ اگر شیخ وحید الزمان اپنے منہ پر اس جھوٹ کی کالک نہ ملتے تو بہتر تھا! ہمارا انداز تحریر اس طرح نہیں ہے' لیکن چونکہ شیخ وحید الزمان نے ہمارے امام ابوحنیفہ کے متعلق ایک قول شنیع لکھا ہے اور اللہ تعالیٰ نے قصاص لینے کی اجازت دی ہے اور فرمایا ہے:

وَجَزَآءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا. (الشوریٰ:٤٠) اور بُرائی کا بدلہ اسی کی مثل بُرائی ہے۔

سو اس وجہ سے ہم نے اپنے مزاج' عادت اور اسلوب کے خلاف شیخ وحید الزمان کے متعلق اس طرح لکھا' بہ قول شاعر:

ہے یہ گنبد کی صدا جیسی کہو ویسی سنو

١٤٨٢ - وَقَالَ سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ حَدَّثَنِيْ عَمْرٌو ثُمَّ دَارُ بَنِي الْحَارِثِ، ثُمَّ بَنِيْ سَاعِدَةَ. وَقَالَ سُلَيْمَانُ، عَنْ سَعْدِ بْنِ سَعِيْدٍ، عَنْ عُمَارَةَ بْنِ غَزِيَّةَ، عَنْ عَبَّاسٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أُحُدٌ جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ. قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ كُلُّ بُسْتَانٍ عَلَيْهِ حَائِطٌ فَهُوَ حَدِيْقَةٌ وَمَا لَمْ يَكُنْ عَلَيْهِ حَائِطٌ لَمْ يُقَلْ حَدِيْقَةٌ.

اور سلیمان بن بلال نے کہا: مجھے عمرو نے حدیث بیان کی' پھر دار بنی الحارث نے' پھر بنی ساعدہ نے اور سلیمان نے کہا از سعد بن سعید از عمارہ بن غزیہ از عباس از والد خود از نبی ﷺ آپ نے فرمایا: اُحد ایک پہاڑ ہے' یہ ہم سے محبت کرتا ہے ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔ امام بخاری نے کہا: ہر وہ باغ جس کے گرد چار دیواری ہو اس کو "حدیقہ" کہتے ہیں اور جس کے گرد چار دیواری نہ ہو اس کو "حدیقہ" نہیں کہتے۔

اس حدیث کی شرح اس سے پہلی حدیث :١٤٨١ میں آ چکی ہے اور اس حدیث میں جس باغ کا ذکر ہے' اس کے گرد چار دیواری تھی' اسی لیے اس کو "حدیقہ" فرمایا ہے۔

٥٥ - بَابُ الْعُشْرِ فِيْمَا يُسْقٰى مِنْ مَّاءِ السَّمَاءِ وَبِالْمَاءِ الْجَارِيْ

جس زمین کو بارش کے پانی اور جاری پانی سے سیراب کیا جائے اس میں عشر ہے

وَلَمْ يَرَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ فِي الْعَسَلِ شَيْئًا.

اور عمر بن عبد العزیز شہد میں کسی صدقہ کو واجب نہیں قرار دیتے تھے۔

اس تعلیق کی اصل' مصنف ابن ابی شیبہ: ١٠١٥٢' مطبوعہ مجلس علمی' بیروت' اور مصنف ابن ابی شیبہ: ١٠٠٥٢' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت میں ہے۔

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ متوفی ٢٧٩ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شہد کی ہر دس مشکوں میں سے ایک مشک (یعنی عشر واجب) ہے۔ (سنن ترمذی: ٦٢٩)

شہد میں عشر کے وجوب کے متعلق مذاہب فقہاء

اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد امام ترمذی لکھتے ہیں: حضرت ابن عمر کی حدیث کی سند میں کلام ہے اور اس باب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی بڑی چیز ثابت نہیں ہے اور اکثر اہل علم کا اس حدیث پر عمل ہے اور امام احمد اور اسحاق کا یہی قول ہے اور بعض اہل علم نے کہا: شہد میں کوئی چیز واجب نہیں ہے۔ اس حدیث کی سند میں ایک راوی صدقہ بن عبد اللہ ہے وہ حافظ نہیں ہے اور اس حدیث کی روایت میں اس کی مخالفت کی گئی ہے۔ (سنن ترمذی ص ٢٨٧' دار المعرفۃ' بیروت' ١٤٢٣ھ)

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک شہد میں زکوٰۃ نہیں ہے اور یہی حضرت ابن عمر کا مذہب ہے اور امام ابوحنیفہ نے فرمایا: اس میں عشر ہے ابن المنذر نے کہا: شہد میں زکوٰۃ کے وجوب کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی حدیث ثابت نہیں ہے اور نہ اس پر اجماع ہے سو اس میں زکوٰۃ نہیں ہے۔ (شرح ابن بطال ج ٣ ص ٤٨٣' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٣ھ)

شمس الائمہ محمد بن احمد السرخسی الحنفی المتوفی ٤٨٣ھ لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک شہد قلیل ہو یا کثیر اس میں عشر واجب ہے جب کہ وہ شہد عشری زمین میں ہو اور امام ابو یوسف کے نزدیک پانچ وسق (تین سو کلوگرام) شہد سے کم میں عشر نہیں ہے اور ان کی مراد یہ ہے کہ جب اس کی قیمت پانچ وسق غلہ کی قیمت یعنی دو سو درہم کو پہنچ جائے۔ (المبسوط ج ٣ ص ١٩' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

شہد میں عشر کے وجوب کے متعلق احادیث اور آثار

ابو سیارہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے پاس شہد کے چھتے ہیں' آپ نے فرمایا: عشر ادا کرو' میں نے عرض کیا: اس کو میرے لیے خاص فرما دیجئے' آپ نے اس زمین کو ان کے لیے خاص فرما دیا۔

(سنن ابن ماجہ: ١٨٢٣' مسند احمد ج ٤ ص ٢٣٦' مصنف عبد الرزاق: ٦٩٧٣' المعجم الکبیر: ٨٨٠۔ ج ٢٢' مسند ابو داؤد الطیالسی: ١٢١٤' سنن بیہقی ج ٤ ص ١٢٦' مصنف ابن ابی شیبہ: ١٠١٤٥' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ١٠٠٥٠' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

عمرو بن شعیب بیان کرتے ہیں کہ طائف کے امیر نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی طرف لکھا کہ شہد والے ہم کو وہ صدقہ نہیں دے رہے جو ہم سے پہلے حکام کو دیتے تھے' حضرت عمر نے ان کی طرف لکھا: اگر وہ لوگ تم کو وہ صدقہ دیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیتے تھے تب تم ان کی زمین کی حفاظت کرنا ورنہ نہ کرنا۔ عمرو بن شعیب نے کہا: وہ شہد کی ہر دس مشکوں میں سے ایک مشک دیتے تھے۔

(سنن ابو داؤد: ١٥٩٦' سنن نسائی: ٢٤٨٧' مصنف ابن ابی شیبہ: ١٠١٤٦' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ١٠٠٥١' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

عطاء خراسانی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ شہد میں عشر ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ١٠١٤٧' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ١٠٠٥٢' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

سعد بن ابی ذباب بیان کرتے ہیں کہ وہ اپنی قوم کے پاس آئے اور ان سے کہا کہ شہد میں زکوٰۃ ہے کیونکہ اس مال میں کوئی خیر نہیں ہے جس کی زکوٰۃ نہ دی جائے۔ ان کی قوم کے لوگوں نے پوچھا: اس میں کتنی زکوٰۃ ہے؟ انہوں نے کہا: عشر ہے' پس انہوں نے

ان سے عشر لیا' پھر اس کو لے کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان کو اس کی خبر دی' تو حضرت عمر نے اس عشر کو لے کر مسلمانوں کے صدقات میں داخل کر دیا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۱۴۸' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۰۵۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

ابن ابی ذئب نے الزہری سے روایت کی ہے کہ شہد میں عشر ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۱۴۹' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۰۵۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شہد سے عشر لیا۔ (سنن ابن ماجہ: ۱۸۲۴' سنن ابوداؤد: ۱۶۰۲)

١٤٨٣ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ ابْنُ يَزِيدَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِيمَا سَقَتِ السَّمَاءُ وَالْعُيُونُ أَوْ كَانَ عَثَرِيًّا الْعُشْرُ وَمَا سُقِيَ بِالنَّضْحِ نِصْفُ الْعُشْرِ. قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ هٰذَا تَفْسِيرُ الْأَوَّلِ لِأَنَّهُ لَمْ يُوَقِّتْ فِي الْأَوَّلِ يَعْنِي حَدِيثَ ابْنِ عُمَرَ فِيمَا سَقَتِ السَّمَاءُ الْعُشْرُ. وَبَيَّنَ فِي هٰذَا وَوَقَّتَ وَالزِّيَادَةُ مَقْبُولَةٌ وَالْمُفَسَّرُ يَقْضِي عَلَى الْمُبْهَمِ إِذَا رَوَاهُ أَهْلُ الثَّبَتِ كَمَا رَوَى الْفَضْلُ بْنُ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يُصَلِّ فِي الْكَعْبَةِ وَقَالَ بِلَالٌ قَدْ صَلَّى فَأُخِذَ بِقَوْلِ بِلَالٍ وَتُرِكَ قَوْلُ الْفَضْلِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن ابی مریم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن وہب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے یونس بن یزید نے خبر دی از الزہری از سالم بن عبداللہ از والد خود رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: جس زمین کو بارش نے سیراب کیا اور چشموں نے سیراب کیا یا اس زمین نے خود اپنی رگوں سے پانی لے لیا' اس میں عشر ہے اور جس زمین کو کنویں کے ڈولوں سے سیراب کیا گیا اس میں نصف عشر ہے' امام بخاری نے کہا: یہ حدیث پہلی حدیث کی تفسیر ہے کیونکہ پہلی حدیث یعنی حضرت ابوسعید کی حدیث میں یہ بیان نہیں کیا گیا تھا کہ جس زمین کو بارش سیراب کرے اس میں عشر ہے اور اس میں زکوۃ کی مقدار بیان کی گئی ہے اور اضافہ مقبول ہوتا ہے اور حدیث مفسر مبہم پر راجح ہوتی ہے' جب اس کو ثقہ راوی بیان کریں جیسا کہ حضرت الفضل بن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ میں نماز نہیں پڑھی اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے یہ روایت کی ہے کہ آپ نے کعبہ میں نماز پڑھی ہے' پس حضرت بلال کے قول پر عمل کیا گیا ہے اور حضرت الفضل کے قول کو ترک کر دیا گیا ہے۔

اس حدیث کی مکمل اور مفصل شرح صحیح البخاری: [illegible] میں گزر چکی ہے۔

٥٦ - بَابٌ لَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ صَدَقَةٌ

پانچ وسق سے کم میں صدقہ نہیں ہے

١٤٨٤ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ قَالَ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي صَعْصَعَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ فِيمَا أَقَلُّ مِنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے محمد بن عبداللہ بن عبدالرحمان بن ابی صعصعہ نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے

خَمْسَةِ أَوْسُقٍ صَدَقَةٌ وَلَا فِي أَقَلَّ مِنْ خَمْسَةٍ مِّنَ الْإِبِلِ الذَّوْدِ صَدَقَةٌ وَلَا فِي أَقَلَّ مِنْ خَمْسِ أَوَاقٍ مِّنَ الْوَرِقِ صَدَقَةٌ. قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ هٰذَا تَفْسِيرُ الْأَوَّلِ إِذَا قَالَ لَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ صَدَقَةٌ. لِكَوْنِهِ لَمْ يُبَيِّنْ وَيُؤْخَذُ أَبَدًا فِي الْعِلْمِ بِمَا زَادَ أَهْلُ الثَّبَتِ أَوْ بَيَّنُوا.

فرمایا: پانچ وسق سے کم میں صدقہ نہیں ہے اور نہ پانچ اونٹوں سے کم میں صدقہ ہے اور نہ پانچ اواق چاندی سے کم میں صدقہ ہے۔ امام بخاری نے کہا: یہ (حضرت ابوسعید خدری کی) پہلی حدیث کی تفسیر ہے' جب انہوں نے یہ کہا ہے کہ پانچ وسق سے کم میں صدقہ نہیں ہے کیونکہ یہ پہلے بیان نہیں کیا گیا تھا اور ہمیشہ علم میں اضافہ والی حدیث پر عمل کیا جاتا ہے' جب کہ اس کو ثقہ راوی بیان کریں۔

اس حدیث کی شرح بھی' صحیح البخاری: ١٤٠٥ میں گزر چکی ہے۔

٥٧ - بَابُ أَخْذِ صَدَقَةِ التَّمْرِ عِنْدَ صِرَامِ النَّخْلِ وَهَلْ يُتْرَكُ الصَّبِيُّ فَيَمَسَّ تَمْرَ الصَّدَقَةِ

جب درختوں سے کھجوروں کو اتارا جائے' اس وقت صدقہ (عشر) لیا جائے اور کیا بچوں کو چھوڑ دیا جائے کہ وہ صدقہ کی کھجوروں کو ہاتھ لگائیں؟

١٤٨٥ - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَسَنِ الْأَسَدِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ طَهْمَانَ' عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ' عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُؤْتٰى بِالتَّمْرِ عِنْدَ صِرَامِ النَّخْلِ' فَيَجِيءُ هٰذَا بِتَمْرِهِ وَهٰذَا مِنْ تَمْرِهِ' حَتّٰى يَصِيرَ عِنْدَهُ كَوْمًا مِنْ تَمْرٍ' فَجَعَلَ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَلْعَبَانِ بِذٰلِكَ التَّمْرِ. فَأَخَذَ أَحَدُهُمَا تَمْرَةً فَجَعَلَهُ فِي فِيهِ' فَنَظَرَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْرَجَهَا مِنْ فِيهِ' فَقَالَ أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ آلَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَأْكُلُونَ الصَّدَقَةَ؟

[اطراف الحدیث: ١٤٩١-٣٠٧٢]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن محمد بن الحسن الاسدی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن طہمان نے حدیث بیان کی از محمد بن زیاد از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ کھجور کے درختوں سے کھجوریں اتارتے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھجوریں لائی جاتیں' سو یہ شخص کھجوریں لاتا اور وہ شخص کھجوریں لاتا حتیٰ کہ آپ کے پاس کھجوروں کا ڈھیر لگ جاتا' پس حضرت الحسن اور حضرت الحسین رضی اللہ عنہما ان کھجوروں سے کھیل رہے تھے تو ان میں سے ایک نے کھجور اپنے منہ میں ڈال لی' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف دیکھا تو آپ نے وہ کھجور ان کے منہ سے نکال لی' پس آپ نے فرمایا: کیا تم کو معلوم نہیں کہ (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی آل صدقہ نہیں کھاتی!

(صحیح مسلم: ١٠٦٩' الرقم المسلسل: ٢٣٣٣' سنن نسائی: ٢٦١٥' ٨٦٣٥' مسند ابوداؤد الطیالسی: ٢٤٨٢' سنن دارمی: ١٦٣٢' شرح السنۃ: ١١٥٨' سنن بیہقی ج ٧ ص ٢٩' مسند احمد ج ٢ ص ٤١٠ طبع قدیم' مسند احمد: ٩٣٠٨- ج ١٥ ص ١٧٧' مؤسسۃ الرسالۃ بیروت' مسند الطحاوی: ٩٤٢٠)

حدیث مذکور کے رجال

(١) عمر بن محمد بن الحسن المعروف بابن التل الازدی' یہ ٢٥٠ھ میں فوت ہو گئے تھے (٢) ان کے والد محمد بن الحسن ابوجعفر' یہ ٢٠٠ھ میں فوت ہو گئے تھے (٣) ابراہیم بن طہمان (٤) محمد بن زیاد (٥) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ٩ ص ١١٢)

اس حدیث کی اس عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: کھجور کے درختوں سے کھجوریں اتارتے وقت۔

درختوں سے پھل اتارنے کے بعد ان میں سے کچھ پھلوں کو صدقہ کرنا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖۤ اِذَاۤ اَثْمَرَ وَاٰتُوْا حَقَّهٗ یَوْمَ حَصَادِهٖ. (الانعام:۱۴۱) جب وہ درخت پھل دار ہوں تو ان کے پھلوں سے کھاؤ اور جب ان کی کٹائی کا دن آئے تو ان کا حق ادا کرو۔

علامہ ابوبکر احمد بن رازی جصاص حنفی متوفی ۳۷۰ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' جابر بن زید' محمد بن حنفیہ' حسن بصری' سعید بن مسیب' طاؤس' زید بن اسلم' قتادہ اور ضحاک کا یہ قول ہے کہ اس حق سے مراد عشر اور نصف عشر ہے اور حضرت ابن عباس سے دوسری روایت یہ ہے کہ اس حق کو اس حدیث نے منسوخ کر دیا جس میں عشر اور نصف عشر کو فرض کیا گیا اور یہ قول اس اصول پر مبنی ہے کہ قرآن کے حکم کو سنت سے منسوخ کرنا جائز ہے' حسن بصری سے روایت ہے کہ اس حکم کو زکوٰۃ نے منسوخ کر دیا' ضحاک نے کہا ہے کہ قرآن میں مذکور ہر صدقہ کو زکوٰۃ نے منسوخ کر دیا اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور مجاہد سے روایت ہے کہ یہ آیت محکمہ (غیر منسوخ) ہے اور فصل کی کٹائی کے وقت اس حق کو ادا کرنا واجب ہے اور یہ حق زکوٰۃ کے علاوہ ہے اور روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور درخت سے اتارنے اور فصل کاٹنے سے منع فرمایا ہے' سفیان بن عیینہ نے کہا: یہ ممانعت اس لیے ہے تاکہ دن میں کٹائی کے وقت مساکین آسکیں۔ مجاہد نے کہا: جب فصل کاٹی جائے تو اس میں سے کچھ حصہ مساکین کو دیا جائے' اس طرح جب درخت سے کھجوریں اتاری جائیں تو کچھ کھجوریں ان کو دی جائیں' اسی طرح جب ان کو صاع کے حساب سے ماپا جائے تو ان کو کچھ کھجوریں دی جائیں۔ (احکام القرآن ج ۳ ص ۹' مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور' ۱۴۰۰ھ)

امام ابومنصور محمد بن محمد الماتریدی الحنفی المتوفی ۳۳۳ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے کھجور کے درختوں' پھلوں کی بیلوں' زیتون اور انار کے ذکر کے بعد یہ فرمایا کہ جب تم درختوں اور بیلوں سے پھل اتارو یا کھیتوں سے فصل کاٹو تو کٹائی کے دن ان میں سے کچھ مقدار کا صدقہ کرو اور اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں قلیل اور کثیر کا فرق نہیں کیا اور اس میں یہ دلیل ہے کہ زمین سے قلیل پیداوار حاصل ہو یا کثیر اس میں صدقہ کرنا واجب ہے۔

اسی طرح قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّاۤ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ. (البقرہ:۲۶۷) اے ایمان والو! (اللہ کی راہ میں) اپنی کمائی سے اچھی چیزوں کو خرچ کرو اور ان چیزوں میں سے خرچ کرو جو ہم نے تمہارے لیے زمین سے پیدا کی ہیں۔

اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ نے قلیل اور کثیر کا فرق نہیں کیا اور مطلقاً یہ فرمایا کہ زمین کی پیداوار سے اللہ کی راہ میں خرچ کرو' زمین کی پیداوار خواہ قلیل ہو یا کثیر۔

اور اللہ کی راہ میں کتنا خرچ کیا جائے' اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور حدیث نے بیان کر دیا' اور وہ یہ ہے کہ اگر بغیر آلات کے زمین کو پانی سے سیراب کیا جائے تو اس میں عشر (پیداوار کا دسواں حصہ) ہے اور اگر آلات کے ذریعہ زمین کو پانی سے سیراب کیا جائے تو اس میں نصف عشر (پیداوار کا بیسواں حصہ) ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو باغ یا کھیت بارش سے یا چشموں سے یا زمین کے اندرونی پانی سے سیراب کیا گیا ہو اس میں عشر ہے اور جن کو کنوئیں کے پانی سے سیراب کیا گیا ہو اس میں نصف عشر ہے۔

(صحیح البخاری: ١٤٨٣ ، صحیح مسلم: ٩٨١ ، سنن ابوداؤد: ١٥٩٧ ، سنن نسائی: ٢٤٨٩ ، سنن ترمذی: ٦٤٠)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کی طرف بھیجا اور مجھے یہ حکم دیا کہ جس زمین کو بارش نے سیراب کیا ہو یا وہ بارانی زمین ہو اس میں عشر ہے اور جس زمین کو کنویں کے ڈولوں کے ذریعہ پانی حاصل کر کے سیراب کیا گیا ہو اس میں نصف عشر ہے۔ (سنن ابن ماجہ: ١٨١٨ ، سنن نسائی: ٢٤٨٩ ، سنن بیہقی ج ٤ ص ١٣١)

نیز امام ابومنصور ماتریدی لکھتے ہیں:

اہل تاویل کا اس میں اختلاف ہے کہ اس آیت میں کٹائی کے دن جو حق ادا کرنے کا حکم دیا ہے اس حق سے کیا مراد ہے امام ابن جریر نے کہا: اس آیت میں زکوٰۃ کے علاوہ دوسرے نفلی صدقات مراد ہیں اور ان کی دلیل یہ ہے کہ یہ آیت مکی ہے اور زکوٰۃ مدینہ میں فرض ہوئی ہے سو یہ آیت' آیت زکوٰۃ سے منسوخ ہے۔

اور دوسرے علماء نے یہ کہا کہ اس آیت میں حق ادا کرنے سے مراد زکوٰۃ ادا کرنا ہے اور زکوٰۃ کی مقدار منسوخ ہوئی ہے' سرے سے زکوٰۃ منسوخ نہیں ہوئی کیونکہ پہلے وہ درخت سے اتارے ہوئے تمام پھل صدقہ کر دیتے تھے اور آیت زکوٰۃ سے تمام پھلوں کا صدقہ کرنا منسوخ ہو گیا اور زکوٰۃ کی مقدار کے مطابق صدقہ کرنے کا حکم اب بھی باقی ہے (اور وہ عشر یا نصف عشر ہے)۔

(تاویلات اہل السنہ ج ٤ ص ٢٨٠۔ ٢٧٤ ملخصاً' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٦ ھ)

سادات پر صدقہ حرام ہونے میں مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ ھ لکھتے ہیں:

التوضیح میں مذکور ہے کہ اس حدیث میں اس پر واضح دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آل پر صدقہ حرام ہے' امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا یہی قول ہے' فقہاء مالکیہ کے اس مسئلہ میں چار قول ہیں: (١) جواز (٢) منع (٣) آپ کی آل کو نفلی صدقہ دینا جائز ہے اور فرض صدقہ دینا منع ہے (٤) فرض صدقہ دینا جائز ہے اور نفلی صدقہ دینا منع ہے' کیونکہ لوگ نفلی صدقہ دینے میں احسان جتاتے ہیں اور فرض میں احسان نہیں جتاتے۔ (عمدۃ القاری ج ٩ ص ١٢٣' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ ھ)

جن سادات پر صدقہ حرام ہے' ان کے مصادیق

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ٥٩٣ ھ لکھتے ہیں:

بنو ہاشم کو زکوٰۃ نہیں دی جائے گی کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: اے بنو ہاشم! بے شک اللہ تعالیٰ نے تم پر لوگوں کا غسالہ (دھوون) اور میل کچیل حرام کر دیا ہے اور اس کے عوض میں تم کو خمس کا خمس عطا فرمایا ہے۔ (المعجم الکبیر: ١١٥٤٣ ، ١١٠٠٧ ، مجمع الزوائد ج ٣ ص ٩١) اس کے برخلاف ان کو نفلی صدقہ دینا جائز ہے کیونکہ فرض صدقہ میں مال' پانی کی طرح ہے۔ فرض کے ساقط ہونے سے وہ میل کچیل کے ساتھ ملوث ہو جاتا ہے اور نفلی صدقہ ایسے ہے جیسے پانی سے ٹھنڈک حاصل کی جائے اور بنو ہاشم سے مراد آل علی' آل عباس' آل جعفر' آل عقیل' آل الحارث بن عبدالمطلب اور ان کے آزاد کردہ غلام ہیں' کیونکہ یہ لوگ ہاشم بن عبد مناف کی طرف منسوب ہیں اور قبیلہ کی نسبت ہاشم کی طرف ہے اور رہے ان کے آزاد کردہ غلام تو اس کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام نے آپ سے سوال کیا: کیا میرے لیے صدقہ حلال ہے؟ تو آپ نے فرمایا: نہیں! تم ہمارے آزاد کردہ غلام ہو۔

(سنن ابوداؤد: ١٦٥٠ ، سنن ترمذی: ٦٥٧ ، سنن نسائی: ٢٦١١ ، سنن بیہقی ج ٧ ص ٣٢ ، صحیح ابن حبان: ٣٢٩٥ ، المستدرک ج ١ ص ٤٠٤ ، مسند احمد

ج ٦ ص ١٠١-٨ طبع قدیم) (ہدایہ مع فتح القدیر ج ٢ ص ٢٧٩-٢٧٧، دار الکتب العلمیہ بیروت، ١٤١٥ھ)

مسجد میں اور سلطان کے پاس صدقات جمع کرانے اور جن کاموں میں عام لوگوں کا مفاد ہو ان کو مسجد میں انجام دینے کا جواز اور دیگر مسائل

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

المہلب نے کہا ہے کہ اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ صدقات سلطان یا سربراہ ملک کے پاس جمع کرائے جائیں۔

مسجد میں نمازوں کے علاوہ ان اُمور کو بھی سرانجام دیا جائے جن کا تعلق مسلمانوں کے مفادِ عامہ کے ساتھ ہو کیا تم نہیں دیکھتے کہ رسول اللہ ﷺ نے مسجد میں صدقات کو جمع کیا اور مسجد کو اس کا مخزن بنایا اور آپ نے بحرین کے مال کو بھی مسجد میں جمع کرنے کا حکم دیا اور آپ نے اس مال کو مسجد میں ہی تقسیم کیا' اسی طرح آپ وفود سے ملاقات کرنے کے لیے اور مقدمات کا فیصلہ کرنے کے لیے بھی مسجد میں ہی بیٹھتے تھے اور جس کام کا تعلق کسی ایک فرد کے نفع کے ساتھ ہو' اس کو مسجد میں کرنا جائز نہیں ہے جیسے کپڑے سینا یا بڑھئی اور کارپینٹر کا کام کرنا' البتہ مسجد میں قرآن اور حدیث کی اور دیگر دینی کتابوں کی تعلیم دینا جائز ہے' کیونکہ اس کا تعلق مفادِ عامہ کے ساتھ ہے۔

حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما مسجد میں کھجوروں سے کھیل رہے تھے' اس سے معلوم ہوا کہ مسجد میں چھوٹے بچوں کو لانا اور ان کا مسجد میں کھیلنا جائز ہے' بہ شرطیکہ وہ اتنے چھوٹے بچے نہ ہوں جن کے پیشاب نکلنے کا خطرہ ہو یا ان کے بھاگنے دوڑنے اور رونے اور چلانے سے نمازیوں کی نماز میں خلل پڑنے کا خطرہ ہو' کیونکہ حدیث میں ہے:

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: تم اپنی مسجدوں کو اپنے بچوں سے اور اپنی لڑائیوں سے اور اپنی حدود سے اور اپنی خرید و فروخت سے محفوظ رکھو۔ (المعجم الکبیر ج ٢٠ ص ١٧٣' مصنف عبد الرزاق: ١٧٢٦' مجمع الزوائد ج ٢ ص ٢٦)

جو حرام کام بڑوں کے لیے ناجائز ہیں وہ بچوں کے لیے بھی ناجائز ہیں اور ایسے بچوں کو مسجد میں لانا جائز ہے جو باادب ہوں اور ان کو جس بات سے منع کیا جائے وہ اس سے باز آ جائیں۔

حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما میں سے کسی ایک نے صدقہ کی کھجور منہ میں ڈال لی تو آپ نے وہ کھجور ان کے منہ سے نکال لی اور فرمایا: کیا تم کو نہیں معلوم کہ (سیدنا) محمد (ﷺ) کی آل صدقہ نہیں کھاتی! اس سے معلوم ہوا کہ بچوں کو بھی وعظ اور نصیحت کرنی چاہیے۔

اسی طرح اگر نابالغ لڑکی بیوہ ہو جائے تو اس کے ولی کو چاہیے کہ وہ اس لڑکی کو بناؤ سنگھار سے روکے اور سوگ کرنے کی ہدایت کرے۔ (شرح ابن بطال ج ٣ ص ٣٨٥-٣٨٤' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ھ)

٥٨- بَابُ مَنْ بَاعَ ثِمَارَهُ أَوْ نَخْلَهُ أَوْ أَرْضَهُ أَوْ زَرْعَهُ' وَقَدْ وَجَبَ فِيْهِ الْعُشْرُ أَوِ الصَّدَقَةُ' فَأَدَّى الزَّكٰوةَ مِنْ غَيْرِهٖ' أَوْ بَاعَ ثِمَارَهُ وَلَمْ تَجِبْ فِيْهِ الصَّدَقَةُ

جس نے اپنے پھل فروخت کیے یا کھجور کے درخت یا زمین یا کھیت حالانکہ اس میں عشر یا صدقہ واجب ہو چکا تھا' پس اس نے کسی اور مد میں سے زکوۃ ادا کر دی یا اس نے اپنے وہ پھل فروخت کیے جن میں صدقہ واجب نہیں ہوا تھا

وَقَوْلُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَبِيعُوا الثَّمَرَةَ حَتّٰى يَبْدُوَ صَلَاحُهَا. فَلَمْ يَحْظُرِ الْبَيْعَ بَعْدَ الصَّلَاحِ عَلٰى اَحَدٍ وَلَمْ يَخُصَّ مَنْ وَجَبَ عَلَيْهِ الزَّكٰوةُ مِمَّنْ لَمْ تَجِبْ.

اور نبی ﷺ کا ارشاد ہے: تم پھلوں کو مت فروخت کرو حتیٰ کہ ان کی پختگی ظاہر ہو جائے' پس آپ نے پھل پکنے کے بعد اس کو فروخت کرنے سے کسی کو منع نہیں فرمایا اور جس پر زکوٰۃ واجب ہے آپ نے اس کو اس سے مستثنیٰ نہیں کیا جس پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔

امام شافعی کا پکے ہوئے پھلوں کی بیع کو ناجائز قرار دینا' اور امام بخاری کا ان پر رد کرنا کہ یہ حدیث کے خلاف ہے

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

علماء کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے' امام مالک نے کہا ہے کہ جس شخص نے اپنے اصل باغ کو فروخت کر دیا یا اس کی زمین کو فروخت کر دیا اور اس میں اس کا کھیت تھا یا اس کے ایسے پھل لگے ہوئے تھے جن کا پختہ ہونا ظاہر ہو چکا تھا تو اس کا فروخت کرنا جائز ہے اور ان پھلوں کی زکوٰۃ خریدار پر ہے' سوا اس کے کہ خریدار نے پہلے ہی زکوٰۃ نہ دینے کی شرط لگائی ہو' اور اس قول کی وجہ یہ ہے کہ پھلوں میں زکوٰۃ تب واجب ہوتی ہے جب ان میں مٹھاس آ جائے' پس جب مالک نے اس وقت پھل بیچے جب ان میں مٹھاس آ چکی تھی تو اس نے خریدار کا مال بیچا اور مساکین کا حصہ اس کے ساتھ ہے' پس یہ اس پر محمول کیا جائے گا کہ خریدار اس زکوٰۃ کا ضامن ہے اور یہ زکوٰۃ اس پر لازم ہے۔

امام ابوحنیفہ نے یہ کہا ہے کہ خریدار کو اس میں اختیار ہے کہ وہ ایسی بیع کو نافذ کرے یا اس کو رد کر دے' پس پھلوں کا عشر خریدار سے لیا جائے گا اور وہ اس کی مقدار کے مطابق فروخت کرنے والے سے وصول کرے گا' اور اس کی وجہ یہ ہے کہ عشر وصول کرنے والا پھلوں سے عشر لیتا ہے' پس خریدار اس عشر کی مقدار فروخت کرنے والے سے وصول کرے گا اور یہ ایسے ہے جیسے فروخت کی ہوئی چیز میں کوئی عیب نکل آئے تو پھر اس کے حساب سے فروخت کرنے والے سے قیمت وصول کی جاتی ہے۔

امام شافعی کا ایک قول یہ ہے کہ یہ بیع فاسد ہے کیونکہ اس نے اس چیز کو فروخت کیا جس کا وہ مالک ہے اور جس کا وہ مالک نہیں ہے' وہ مساکین کا حصہ ہے' پس صدقہ فاسد ہو گیا' پس امام بخاری نے امام شافعی کے اس قول کو رد کیا ہے کیونکہ امام بخاری نے کہا: پس رسول اللہ ﷺ نے پھل پکنے کے بعد اس کو فروخت کرنے سے کسی کو منع نہیں کیا اور جس پھل پر زکوٰۃ (عشر) واجب ہے' آپ نے اس کو اس سے مستثنیٰ نہیں کیا جس پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے اور امام شافعی نے پھل پکنے کے بعد اس کو فروخت کرنے سے منع کیا ہے' پس جس پھل کے فروخت کرنے کو نبی ﷺ نے جائز اور مباح قرار دیا ہے' اس اباحت کی امام شافعی نے مخالفت کی ہے۔

امام مالک' امام ابوحنیفہ اور امام شافعی اس پر متفق ہیں کہ جس شخص نے ایسے باغ کو فروخت کیا' جس میں ابھی پھل نہیں پکے تو یہ بیع جائز ہے اور ان کا عشر خریدار کے ذمہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جب پھلوں کی کٹائی کا وقت آئے تو ان کا حق یعنی عشر ادا کرو (الانعام: ۱۴۱) اور نبی ﷺ نے جو پکنے سے پہلے پھلوں کو فروخت کرنے سے منع فرمایا ہے تو یہ ممانعت صرف پھلوں کے ساتھ خاص ہے' پھلوں کے باغ یا اس کی زمین کے ساتھ متعلق نہیں ہے' کیونکہ اگر پھلوں کو پکنے سے پہلے فروخت کر دیا تو یہ خدشہ ہے کہ وہ پھل آندھی سے گر جائیں گے یا کسی آفت سے جل جائیں گے تو خریدار کا مال بلاعوض جائے گا لیکن اگر اس نے اس باغ یا اس زمین کو فروخت کیا ہے جس کے پھل ابھی نہیں پکے تو یہ بیع جائز ہے کیونکہ یہ بیع اس باغ اور زمین کی ہوئی ہے' پھلوں کی نہیں ہوئی' لہٰذا

دونوں صورتوں کا فرق واضح ہو گیا۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۴۸۹ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت '۱۴۲۴ھ)

١٤٨٦ - حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ اَخْبَرَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دِينَارٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الثَّمَرَةِ حَتّٰى يَبْدُوَ صَلَاحُهَا وَكَانَ اِذَا سُئِلَ عَنْ صَلَاحِهَا قَالَ حَتّٰى تَذْهَبَ عَاهَتُهُ.

[اطراف الحدیث: ۲۱۸۳-۲۱۹۴-۲۱۹۹-۲۲۴۷-۲۲۴۹]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حجاج نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عبد اللہ بن دینار نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پھلوں کو فروخت کرنے سے منع کیا حتیٰ کہ ان کا پختہ ہونا یا پکنا ظاہر ہو جائے اور جب آپ سے ان کے پکنے (کی علامت) کے متعلق سوال کیا جاتا تو آپ فرماتے: حتیٰ کہ وہ قدرتی آفت سے بچ جائے۔

(صحیح مسلم: ۱۵۳۴' الرقم المسلسل: ۳۷۸۸' سنن ابوداؤد: ۳۳۶۷' سنن ترمذی: ۱۲۲۶' سنن نسائی: ۴۵۵۱' مصنف عبد الرزاق: ۱۴۳۱۵' مسند ابویعلیٰ: ۵۷۹۸' صحیح ابن حبان: ۴۹۹۱' سنن بیہقی ج ۵ ص ۲۹۹' شرح السنۃ: ۲۰۷۷' مسند الطحاوی: ۴۳۷۹' مسند احمد ج ۲ ص ۷ طبع قدیم' مسند احمد: ۴۵۲۵- ج ۸ ص ۱۲۱ 'مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ۳۳۹۹ 'مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۷ھ)

اس حدیث کے رجال کا پہلے تذکرہ کیا جا چکا ہے۔

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پھلوں کو فروخت کرنے سے منع کیا حتیٰ کہ ان کا پکنا ظاہر ہو جائے یعنی پھلوں کے پکنے کے بعد ان کو فروخت کرنا جائز ہے' اور اس جملہ سے امام بخاری نے امام شافعی کا رد کیا ہے۔

اس حدیث کی شرح وہی ہے جو ہم نے عنوان کی شرح میں علامہ ابن بطال کے حوالے سے ذکر کی ہے' علامہ عینی نے اسی شرح کو علامہ ابن بطال کا نام لیے بغیر ذکر کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۱۲۰)

امام بخاری کی عبارت میں حافظ ابن حجر کا بے جا قید کا اضافہ کرنا

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کے عنوان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مصنف یعنی امام بخاری کے نزدیک پھلوں کے پکنے کے بعد ان کو فروخت کرنا جائز ہے' خواہ اس میں درختوں پر لگے ہوئے پھلوں کی مقدار کا اندازہ کر کے ان میں عشر کو واجب کر دیا گیا ہو اور یہ فقہاء کے دو قولوں میں سے ایک قول ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ جب اندازہ سے پھلوں کی مقدار کا تعین کر کے ان میں عشر کو واجب کر دیا گیا ہو تو پھر ان پھلوں کو فروخت کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ اب ان پھلوں میں مساکین کا حق متعلق ہو چکا ہے' اور یہ امام شافعی کے دو قولوں میں سے ایک قول ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو پھلوں کے پکنے کے بعد ان کی بیع کے جواز پر محمول کیا ہے اور پھلوں کی مقدار کے اندازہ سے پہلے پر محمول کیا ہے تاکہ دونوں حدیثوں میں تطبیق ہو۔ امام بخاری نے عنوان میں کہا ہے: جس نے اپنے پھل فروخت کیے حالانکہ ان میں عشر یا صدقہ واجب ہو چکا تھا' امام بخاری نے اپنے اس قول سے ان علماء کے قول کے رد کی طرف اشارہ کیا ہے' جو کہتے ہیں کہ پھلوں میں مطلقاً عشر واجب ہے' خواہ ان کی مقدار نصاب (پانچ وسق) کو پہنچی ہو یا نہیں اور ان کا یہ ارادہ نہیں ہے کہ پھلوں کو فروخت کرنے کے بعد ان کا عشر یا صدقہ ساقط ہو جاتا ہے۔

حافظ ابن حجر کی نکتہ آفرینی پر مصنف کی تنقید

حافظ ابن حجر عسقلانی نے امام بخاری کی عبارت میں یہ نکتہ آفرینی اس لیے کی ہے تاکہ امام ابوحنیفہ پر رد کیا جائے' جو یہ کہتے

ہیں کہ پھلوں پر مطلقاً عشر واجب ہے خواہ ان کی مقدار پانچ وسق ہو یا نہ ہو لیکن حافظ ابن حجر کی یہ کوشش بالکل فضول اور قطعاً عبث ہے کیونکہ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ. (الانعام:۱۴۱) اور جب پھلوں کی کٹائی کا دن آئے تو ان کا حق ادا کرو۔

اس آیت میں یہ نہیں فرمایا کہ جب درخت پر پھلوں کی مقدار پانچ وسق ہو تو ان کا حق ادا کرو' بلکہ اللہ تعالیٰ نے مطلقاً کٹائی کے دن پھلوں کا حق ادا کرنے کا حکم دیا ہے خواہ ان کی مقدار پانچ وسق ہو یا نہ ہو' غور کریں تو اس قید سے مسکینوں کا حق مارا جائے گا کیونکہ اگر پانچ وسق سے کم پھل اتارے گئے تو پھر مسکینوں کو عشر نہیں دیا جائے گا اور باغ کا مالک ہر دفعہ پانچ وسق سے کم پھل اتارے گا تاکہ اس کے باغ کے پھلوں سے مسکینوں کو عشر نہ دینا پڑے اور امام اعظم ابوحنیفہ کے مذہب کے مطابق وہ جب بھی اپنے درختوں سے پھل اتارے گا تو اسے ہر دفعہ اور ہر صورت میں عشر دینا پڑے گا خواہ پھلوں کی مقدار پانچ وسق سے کم ہو یا زیادہ۔

امام بخاری نے یہ کہا ہے کہ جس شخص نے اپنے درخت سے پھل فروخت کیے جن میں صدقہ یا عشر واجب ہو چکا تھا۔ حافظ ابن حجر نے اس عبارت کو اپنے مذہب کے مطابق ڈھالنے کے لیے اس میں یہ پیوند لگایا کہ ان پھلوں کی مقدار نصاب کو پہنچ چکی ہوتا کہ ان لوگوں کے رد کی طرف اشارہ ہو جو نصاب کا اعتبار نہیں کرتے اور پھلوں میں مطلقاً عشر کو واجب کرتے ہیں اور حافظ ابن حجر کی یہ کوشش اس لیے عبث ہے کہ نہ قرآن مجید میں پانچ وسق کی قید ہے نہ اس حدیث میں ہے اور نہ امام بخاری کی اس عبارت میں ہے۔

نیز حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ ظاہر قرآن کا تقاضا یہ ہے کہ کٹائی کے دن عشر کا ادا کرنا واجب ہے اور چونکہ ان کے نزدیک عشر کا ادا کرنا اس وقت واجب ہوتا ہے' جب پھلوں کی مقدار پانچ وسق (تین سو کلو گرام) ہو' اس لیے امام بخاری کی عبارت میں حافظ ابن حجر یہ پیوند کاری کرتے ہیں: ظاہر یہ ہے کہ امام بخاری نے اس مقدمہ کی تصحیح کے لیے پھل پکنے کے وقت اندازہ لگانے کا اعتبار کیا ہے تاکہ مساکین کا حق متعلق ہو سکے اور اندازہ لگانے کے مقدمہ کو اس عبارت میں لپیٹ دیا۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۸۷' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

یعنی جب کوئی شخص یہ اندازہ لگائے گا کہ اس درخت کے پھل نصاب کی حد یعنی پانچ وسق کو پہنچ گئے ہیں' تب اس درخت کے پھلوں میں عشر واجب ہوگا۔ حافظ ابن حجر کا مطلب یہ ہے کہ اگر چہ پانچ وسق کا اندازہ لگانے کا ذکر امام بخاری کی عبارت میں صراحۃً نہیں ہے' لیکن چونکہ امام بخاری نے مطلقاً یہ کہا ہے کہ جس نے اپنے درخت کے پھل فروخت کیے حالانکہ ان میں عشر یا صدقہ واجب ہو چکا تھا' اور حافظ ابن حجر کے نزدیک مطلقاً پھلوں پر عشر واجب نہیں ہوتا جب تک کہ کوئی شخص ان پھلوں کو دیکھ کر یہ اندازہ نہ لگائے کہ ان پھلوں کی مقدار نصاب یعنی پانچ وسق کو پہنچ گئی ہے' اس لیے وہ کہتے ہیں کہ امام بخاری کی عبارت کو صحیح کرنے کے لیے ان کی عبارت میں یہ قید لگانی پڑے گی اور ان کی عبارت میں یہ جملہ محذوف ماننا پڑے گا۔

میں کہتا ہوں کہ امام بخاری کی یہ عبارت امام اعظم ابوحنیفہ کے مذہب کے مطابق بالکل صحیح ہے اور قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کا اطلاق اس کا مؤید ہے اور مساکین کا فائدہ بھی اسی طرح ہوتا ہے کہ پانچ وسق کی قید کے بغیر مطلقاً پھلوں پر عشر واجب کیا جائے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے امام بخاری کی عبارت میں پانچ وسق کا اندازہ لگانے کی اس قید کا جو اضافہ کیا ہے وہ امام بخاری کو زبردستی اور سینہ زوری سے شافعی بنانے کی کوشش ہے' ورنہ اس قید اور اس اضافہ کے بغیر امام بخاری کی عبارت بالکل صحیح ہے۔

ہم نے حافظ ابن حجر کے رد میں جو تقریر کی ہے وہ بہت غامض اور دقیق ہے' غالباً اسی وجہ سے علامہ عینی نے اس جگہ حافظ ابن حجر کے رد سے تعرض نہیں کیا' ورنہ وہ امام ابوحنیفہ کی حمایت اور حافظ ابن حجر پر تنقید کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے' اور اس ناکارہ کی شرح میں یہ محض نعمۃ الباری ہے کہ اس ذرہ ناچیز کو علم کے اتنے بڑے پہاڑ سے ٹکرانے کی صلاحیت بخشی۔

وللّٰہ الحمد علی ذالک.

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۳۷۵۱- ج ۴ ص ۱۸۰ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے یہ عنوان ہیں:
① ظہور صلاحیت کی تفسیر میں اختلاف فقہاء ② ظہور صلاحیت سے پہلے پھلوں کی بیع میں مذاہب فقہاء ③ ظہور صلاحیت سے پہلے پھلوں کی بیع میں فقہاء احناف کا موقف ④ ظہور صلاحیت سے پہلے پھلوں کی بیع کے جواز میں فقہاء احناف کے دلائل ⑤ ظہور صلاحیت سے پہلے پھلوں کی بیع کے عدم جواز میں ائمہ ثلاثہ کی حدیث کا جواب ⑥ باغات کے پھلوں کی مروجہ بیع کا شرعی حکم ⑦ پھلوں کے ظہور سے پہلے بیع کا حل ⑧ باغ کے پھلوں کی مروجہ بیع میں پھلوں کو درختوں پر برقرار رکھنے کا حل۔

یہ بحث' شرح صحیح مسلم کے خصائص اور مصنف کی انفرادی تحقیق پر مشتمل ہے اور یہ ص ۱۸۰ سے ۱۹۱ تک محیط ہے۔

۱٤۸۷ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي خَالِدُ بْنُ يَزِيدَ' عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ' عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الثِّمَارِ حَتّٰى يَبْدُوَ صَلَاحُهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے اللیث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے خالد بن یزید نے حدیث بیان کی از عطاء بن ابی رباح از حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پھلوں کو فروخت کرنے سے منع فرمایا حتیٰ کہ ان کے پکنے کی صلاحیت ظاہر ہو جائے۔

[اطراف الحدیث: ۲۱۹۵-۲۱۹۷-۲۱۹۸-۲۲۰۸]

اس حدیث کی تخریج اور شرح وہی ہے' جو اس سے پہلی حدیث میں بیان کی جا چکی ہے۔

۱٤۸۸ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ' عَنْ مَالِكٍ' عَنْ حُمَيْدٍ' عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ بَيْعِ الثِّمَارِ حَتّٰى تُزْهِيَ. قَالَ حَتّٰى تَحْمَارَّ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از حمید از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھلوں کو فروخت کرنے سے منع فرمایا حتیٰ کہ وہ سرخ ہو جائیں۔

[اطراف الحدیث: ۲۱۹۵-۲۱۹۷-۲۱۹۸-۲۲۰۸] (صحیح مسلم: ۱۵۵۵' الرقم المسلسل: ۳۹۰۲' سنن ابوداؤد: ۳۳۷۱-۳۳۷۰' سنن نسائی: ۴۵۲۷' سنن ابن ماجہ: ۲۲۱۶-۲۲۱۷' سنن ترمذی: ۱۲۲۸' سنن دارقطنی ج ۳ ص ۴۸-۴۷' سنن بیہقی ج ۵ ص ۳۰۳' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۷ ص ۱۱۹' مسند ابویعلیٰ: ۳۷۴۴' صحیح ابن حبان: ۴۹۹۳' المستدرک ج ۲ ص ۱۹' شرح السنہ: ۲۰۸۴' مسند احمد ج ۳ ص ۲۲۱ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۲۱۳۳- ج ۲۱ ص ۴۷' موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی شرح کے لیے بھی' صحیح البخاری: ۱۴۸۶ کا مطالعہ کریں۔

۵۹ - بَابُ هَلْ يَشْتَرِي صَدَقَتَهُ؟ کیا انسان اپنے صدقہ کو خرید سکتا ہے؟

وَلَا بَأْسَ أَنْ يَشْتَرِيَ صَدَقَةَ غَيْرِهِ' لِأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا نَهَى الْمُتَصَدِّقَ خَاصَّةً عَنِ الشِّرَاءِ' وَلَمْ يَنْهَ غَيْرَهُ.

اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ انسان دوسرے کے کیے ہوئے صدقہ کو خرید لے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خصوصیت کے ساتھ صدقہ کرنے والے کو منع فرمایا ہے اور دوسرے کو منع نہیں فرمایا۔

اس کی وضاحت اس طرح ہے کہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا پر جو گوشت صدقہ کیا گیا تھا اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول کر لیا اور فرمایا: وہ اس کے لیے صدقہ ہے اور ہمارے لیے ہدیہ ہے۔ (صحیح البخاری: ۱۴۹۳-۵۴۳۰) لہٰذا جب صدقہ کو بلاعوض قبول کیا جا سکتا ہے تو عوض

کے ساتھ اس کو قبول کرنا بہ درجہ اولیٰ جائز ہوگا۔

١٤٨٩ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمٍ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا كَانَ يُحَدِّثُ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ تَصَدَّقَ بِفَرَسٍ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ، فَوَجَدَهُ يُبَاعُ فَأَرَادَ أَنْ يَشْتَرِيَهُ، ثُمَّ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَأْمَرَهُ فَقَالَ لَا تَعُدْ فِي صَدَقَتِكَ، فَبِذٰلِكَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا لَا يَتْرُكُ أَنْ يَبْتَاعَ شَيْئًا تَصَدَّقَ بِهِ إِلَّا جَعَلَهُ صَدَقَةً.

[اطراف الحدیث: ۲۷۷۵-۲۹۷۱-۳۰۰۲]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب از سالم کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما یہ حدیث بیان کرتے تھے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ایک گھوڑا اللہ کی راہ میں صدقہ کر دیا' پھر انہوں نے دیکھا کہ اس گھوڑے کو فروخت کیا جا رہا ہے' لہٰذا انہوں نے اس کو خریدنے کا ارادہ کیا' پھر انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی اجازت طلب کی' تو آپ نے فرمایا: تم اپنے صدقہ کو واپس نہ لو' سو اس وجہ سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب اپنی صدقہ کی ہوئی کسی چیز کو فروخت ہوتے ہوئے دیکھتے تو وہ اپنے صدقہ کو برقرار رکھتے۔

(صحیح مسلم: ۱۶۲۰' الرقم المسلسل: ۴۰۸۶' سنن ابوداؤد: ۱۲۲۶' سنن نسائی: ۲۶۱۵' سنن ابن ماجہ: ۲۳۹۰' مسند ابویعلیٰ: ۵۶۶۶' سنن بیہقی ج ۴ ص ۴' شرح السنہ: ۱۰۳۷' مسند ابوداؤد طیالسی: ۱۸۷۳' صحیح ابن خزیمہ: ۱۲۶۸' مسند احمد ج ۲ ص ۷ طبع قدیم' مسند احمد: ۳۵۲۱-ج ۸ ص ۱۱۵' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ۵۷۴۳' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کے رجال کا پہلے تذکرہ ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: تم اپنے صدقہ کو واپس نہ لو' جس کا خلاصہ یہ ہے کہ تم اپنی صدقہ کی ہوئی چیز کو نہ خریدو۔

صدقہ کی ہوئی چیز کو خریدنے کی ممانعت میں مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

حضرت عمر کی اس حدیث کی وجہ سے اکثر علماء نے کہا ہے کہ کسی شخص کا اپنی چیز کو صدقہ کرنے کے بعد پھر اس کو خریدنا مکروہ ہے' امام مالک' امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا یہی قول ہے' خواہ وہ صدقہ فرض ہو یا نفل ہو' لیکن اگر کسی شخص نے اپنے صدقہ کو خرید لیا تو اس کی بیع فسخ نہیں ہوگی' اور اولیٰ یہ ہے کہ اس سے بچنا چاہیے۔

علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ حسن بصری' عکرمہ' ربیعہ اور اوزاعی نے صدقہ کو خریدنے کی اجازت دی ہے۔

علامہ ابن القصار نے کہا ہے کہ ایک قوم نے یہ کہا ہے کہ کسی کے لیے اپنے صدقہ کو خریدنا جائز نہیں ہے اور اگر خریدا تو بیع فسخ ہو جائے گی لیکن انہوں نے یہ ذکر نہیں کیا کہ اس قول کا قائل کون ہے اور قرین قیاس یہ ہے کہ یہ لوگ غیر مقلدین ہیں اور جو لوگ صدقہ کی بیع کو فسخ نہیں قرار دیتے وہ حضرت بریرہ کی حدیث سے استدلال کرتے ہیں۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۴۹۱-۴۹۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

١٤٩٠ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک بن انس نے خبر دی

سَمِعْتُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ حَمَلْتُ عَلٰى فَرَسٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، فَاَضَاعَهُ الَّذِيْ كَانَ عِنْدَهُ، فَاَرَدْتُ اَنْ اَشْتَرِيَهُ، وَظَنَنْتُ اَنَّهُ يَبِيْعُهُ بِرُخْصٍ، فَسَاَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَا تَشْتَرِ، وَلَا تَعُدْ فِيْ صَدَقَتِكَ، وَاِنْ اَعْطَاكَهُ بِدِرْهَمٍ، فَاِنَّ الْعَائِدَ فِيْ صَدَقَتِهِ كَالْعَائِدِ فِيْ قَيْئِهِ.

[اطراف الحدیث: ۲۶۲۳-۲۶۳۶-۲۹۷۰-۳۰۰۳]

از زید بن اسلم از والد خود انہوں نے بیان کیا کہ میں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ میں نے ایک گھوڑے کو اللہ کی راہ میں دے دیا' سو جس شخص کے پاس وہ گھوڑا تھا اس نے اس کو ضائع کر دیا تو میں نے اس کو خریدنے کا ارادہ کیا اور میرا گمان تھا کہ وہ مجھے سستا بیچ دے گا' پس میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: تم اس کو مت خریدو' خواہ وہ تم کو ایک درہم میں دے کیونکہ صدقہ میں رجوع کرنے والا اس طرح ہے جس طرح کوئی اپنی قے میں رجوع کرے۔

اس حدیث کی تخریج بھی حدیث سابق کی مثل ہے۔

جہاد کے لیے صدقہ کرنے کی فضیلت اور ہبہ کر کے واپس لینے کی کراہت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: اس شخص نے اس گھوڑے کو ضائع کر دیا' یعنی وہ شخص اس گھوڑے کو ٹھیک سے چارا اور گھاس نہیں ڈالتا تھا اور اس سے زیادہ مشقت لینے کے بعد اس گھوڑے کی چمپی اور مالش نہیں کرتا تھا۔

اس گھوڑے کو مت خریدو' خواہ وہ ایک درہم میں فروخت کرے۔ اس ارشاد میں آپ نے قیمت کی کمی میں مبالغہ فرمایا ہے۔

صدقہ میں رجوع کرنا اپنی قے میں رجوع کی مثل ہے: اس تشبیہ سے اس فعل کی برائی اور قباحت کو بیان کرنا مقصود ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جہاد کے لیے مجاہدوں کو گھوڑے فراہم کرنے کی فضیلت ہے اور جس طرح بھی ممکن ہو جہاد کے لیے صدقہ اور خیرات کی جائے اور اس سے معلوم ہوا کہ کسی کو کوئی چیز ہبہ کر کے واپس لینا مکروہ ہے۔ اس کے مفصل احکام ان شاء اللہ ''کتاب الھبہ'' میں بیان کیے جائیں گے۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۱۲۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٦٠ - بَابُ مَا يُذْكَرُ فِي الصَّدَقَةِ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے صدقہ کا ذکر

١٤٩١ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ زِيَادٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اَخَذَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا تَمْرَةً مِنْ تَمْرِ الصَّدَقَةِ فَجَعَلَهَا فِيْ فِيْهِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كِخْ كِخْ. لِيَطْرَحَهَا، ثُمَّ قَالَ اَمَا شَعَرْتَ اَنَّا لَا نَاْكُلُ الصَّدَقَةَ؟

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن زیاد نے حدیث بیان کی' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت الحسن بن علی رضی اللہ عنہما نے صدقہ کی کھجوروں میں سے ایک کھجور لے لی اور اس کو اپنے منہ میں رکھ لیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چھی چھی' تاکہ وہ اس کھجور کو پھینک دیں' پھر فرمایا: کیا تم کو نہیں معلوم کہ ہم صدقہ کو نہیں کھاتے!

ہر چند کہ اس حدیث کی تخریج اور شرح 'صحیح البخاری: ١٤٨٥ میں گزر چکی ہے' لیکن یہاں ہم اس کے اہم اور نفیس مباحث کا ذکر کر رہے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل پر کون سا صدقہ حرام ہے؟ آیا صرف فرض یا نفلی صدقہ بھی حرام ہے؟

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آل پر جو صدقہ حرام ہے' اس کے مصداق میں علماء کا اختلاف ہے:

امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی ٣٢١ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مدینہ میں قافلہ آیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قافلہ سے کچھ سامان خریدا' پھر اس سامان کو چند اوقیہ چاندی کے نفع پر فروخت کر دیا' پھر آپ نے اس سامان کو بنو عبد المطلب کی بیواؤں پر صدقہ کر دیا' پھر اس کے بعد فرمایا: اس کے بعد میں کبھی کوئی ایسی چیز نہیں خریدوں گا جس کی قیمت میرے پاس نہ ہو۔

(سنن ابوداؤد: ٣٣٤٤' مسند احمد ج ١ ص ٢٣٥-٣٢٣' شرح معانی الآثار: ٢٨٨٢)

چونکہ اس حدیث میں بنو عبد المطلب کی بیواؤں پر صدقہ کرنے کا ذکر ہے' اس لیے بعض علماء نے کہا ہے کہ بنو ہاشم پر صدقہ کرنا جائز ہے۔ اس کے برخلاف دوسرے علماء نے یہ کہا ہے کہ بنی ہاشم پر صدقہ کرنا جائز نہیں ہے خواہ وہ صدقہ فرض ہو یا نفل۔

تاہم اس کی تاویل میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ جس طرح اغنیاء پر صدقات فرضیہ اور کفارات حرام ہیں اور نفلی صدقات اور ہبہ کرنا ان پر حرام نہیں ہے' اسی طرح بنو ہاشم پر بھی زکوٰۃ اور کفارات کو خرچ کرنا حرام ہے اور نفلی صدقہ اور ہبہ کرنا ان پر حرام نہیں ہے اور ہو سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آل عبد المطلب پر جو صدقہ کیا تھا وہ نفلی صدقہ ہو یا ہبہ ہو' اس تاویل کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عام مسلمانوں کے علاوہ ہم کو صرف تین احکام کے ساتھ خاص کیا ہے: (١) پورا پورا وضوء کرنا (٢) اور یہ کہ ہم صدقہ (فرض) نہ کھائیں (٣) اور یہ کہ ہم گدھوں کا گھوڑیوں سے ملاپ نہ کرائیں۔ (سنن ابوداؤد: ٨٠٨' سنن ترمذی: ١٧٠١' سنن نسائی: ١٤١' سنن ابن ماجہ: ٤٢٦' مسند احمد ج ١ ص ٧٨)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد یہ حدیث بیان کی ہے' اس سے واضح ہو گیا کہ بنو ہاشم پر فرض صدقہ حرام ہے اور پہلے آل عبد المطلب پر جو آپ نے صدقہ کیا تھا' اس کا حکم منسوخ ہو چکا ہے یا پھر وہ نفلی صدقہ اور ہبہ تھا اور اس حدیث میں حضرت ابن عباس نے فرمایا ہے کہ عام مسلمانوں کے سوا ہم جس حکم کے ساتھ خاص ہیں' وہ یہ ہے کہ ہم صدقہ نہیں کھاتے' ضروری ہے کہ اس صدقہ سے مراد فرض صدقہ لیا جائے کیونکہ اگر اس سے مراد عام صدقہ لیا جائے تو اس کا اس حدیث سے تعارض لازم آئے گا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نفع سے حاصل شدہ مال سے آل عبد المطلب کی بیواؤں پر صدقہ کیا' سو اس تعارض کو اٹھانے کے لیے ضروری ہے کہ اُس حدیث میں نفلی صدقہ مراد لیا جائے اور اس حدیث میں فرض صدقہ مراد لیا جائے۔

(شرح معانی الآثار ج ٢ ص ٥٠' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

مصنف کے نزدیک اس کی ایک اور دقیق وجہ یہ ہے کہ اُس حدیث میں ذکر ہے کہ آپ نے اپنے ذاتی مال سے آل عبد المطلب کی بیواؤں پر صدقہ کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر تو زکوٰۃ فرض نہیں تھی' اس لیے لامحالہ آپ نے ان پر نفلی صدقہ کیا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جو کہا ہے کہ ہم صدقہ نہیں کھاتے' اس سے مراد یہ ہے کہ زکوٰۃ کا مال نہیں کھاتے' لہٰذا اب بالکل تعارض نہ رہا۔

فافهم وتشكر.

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر زکوٰۃ حرام ہونے کے متعلق احادیث

باقی رہا یہ کہ بنو ہاشم پر صدقات حرام ہیں' اس کے ثبوت میں ایک تو اسی باب کی حدیث ہے کہ آپ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے فرمایا: کیا تم کو معلوم نہیں کہ ہم صدقہ نہیں کھاتے۔ (صحیح البخاری:۱۴۹۱' صحیح مسلم:۱۰۶۹' سنن کبریٰ:۸۶۳۵' شرح معانی الآثار:۲۸۹۳)

اور دوسری حدیث یہ ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں اپنے گھر لوٹتا ہوں تو میں دیکھتا ہوں کہ میرے بستر پر ایک کھجور پڑی ہوئی ہے' میں اس کو کھانے کے لیے اٹھاتا ہوں' پھر مجھے یہ خوف ہوتا ہے کہ کہیں یہ صدقہ کی کھجور نہ ہو' پھر میں اس کو پھینک دیتا ہوں۔ (صحیح مسلم:۱۰۷۰' صحیح البخاری:۲۰۵۵' شرح السنہ ج۸ ص ۱۳)

تیسری حدیث یہ ہے:

حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم سے فرمایا: بے شک یہ صدقات لوگوں کا میل کچیل ہیں اور (سیدنا) محمد اور آل (سیدنا) محمد کے لیے حلال نہیں ہیں۔ (صحیح مسلم:۱۰۷۲' سنن ابوداؤد:۲۹۸۵' سنن نسائی:۲۶۰۹)

اس سلسلہ میں چوتھی حدیث یہ ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: تمام مسلمانوں کی بہ نسبت ہماری خصوصیت یہ ہے کہ ہم صدقہ نہیں کھاتے۔

(سنن ابوداؤد:۸۰۸' سنن ترمذی:۱۷۰۱' سنن نسائی:۱۴۱ ' مسند احمد ج۱ ص ۲۴۹-۲۳۴-۲۲۵-۱۳۲-۹۵-۷۸)

اور اس سلسلہ میں پانچویں حدیث یہ ہے:

حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آزاد کردہ غلام تھے' انہوں نے صدقہ لینے کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے استفسار کیا تو آپ نے فرمایا: جو شخص کسی قوم کا غلام ہو تو اس کا شمار اسی قوم سے ہوتا ہے اور بے شک ہمارے لیے صدقہ حلال نہیں ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۶۵۰' سنن ترمذی:۶۵۷' سنن نسائی:۲۶۱۱' صحیح ابن حبان:۳۲۹۵' سنن بیہقی ج۷ ص ۳۲' المستدرک ج۱ ص ۴۰۴' مسند احمد ج۶ ص ۱۰-۸)

اس سلسلہ میں چھٹی حدیث یہ ہے:

حضرت سلمان فارسی دین حق کی تلاش میں مختلف راہبوں کے پاس گئے' آخر میں جس راہب کے پاس گئے تو اس نے اپنی وفات سے پہلے ان کو بتایا: تم پر ایسے نبی کا سایا ہے جس کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین کے ساتھ بھیجا جائے گا' اس کی ہجرت کی جگہ میں دو پتھریلی زمینوں کے درمیان بہ کثرت کھجور کے درخت ہیں' اگر تم اس کے پاس جا سکتے ہو تو ضرور جاؤ اور اس کی نشانی یہ ہے کہ وہ صدقہ نہیں کھائے گا اور ہدیہ کھائے گا' اور اس کے دو کندھوں کے درمیان مہر نبوت ہوگی' تم اس کو دیکھتے ہی پہچان لو گے' حضرت سلمان آپ کے متعلق پوچھتے پوچھتے قبا میں پہنچے' اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اصحاب کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے' حضرت سلمان نے کہا: مجھے معلوم ہوا کہ آپ اور آپ کے اصحاب ضرورت مند ہیں اور میں نے آپ کے لیے صدقہ تیار کیا' پھر میں نے آپ کے سامنے وہ طعام رکھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا: تم کھاؤ اور خود نہیں کھایا۔ میں نے دل میں کہا: یہ پہلی نشانی ہوئی' پھر میں دوبارہ آپ سے ملنے مدینہ گیا اور میں نے سلام کر کے عرض کیا کہ میں نے دیکھا ہے کہ آپ صدقہ نہیں کھاتے اور میں آپ کی تکریم کے لیے بہت نفیس ہدیہ لایا ہوں تو اس میں سے آپ نے بھی کھایا اور آپ کے اصحاب نے بھی کھایا تو میں نے دل میں کہا: یہ دوسری نشانی ہو گئی۔ (الطبقات الکبریٰ ج۴ ص ۷۹-۷۷ ملخصاً' دار صادر' بیروت' شرح معانی الآثار:۲۹۱۳)

اس سلسلہ میں ساتویں حدیث یہ ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گائے کا گوشت لایا گیا اور بتایا گیا کہ یہ وہ گوشت ہے جو حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا پر صدقہ کیا گیا ہے' آپ نے فرمایا: یہ ان کے لیے صدقہ ہے اور ہمارے لیے ہدیہ ہے۔
(صحیح البخاری:۱۴۹۵' سنن ابوداؤد:۱۶۵۵' سنن نسائی:۲۶۰۷' شرح معانی الآثار:۲۹۱۸)

اس سلسلہ میں آٹھویں حدیث یہ ہے:
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی طعام لایا جاتا تو آپ اس کے متعلق سوال کرتے' اگر یہ کہا جاتا کہ یہ ہدیہ ہے تو آپ اس سے کھا لیتے اور اگر یہ کہا جاتا کہ یہ صدقہ ہے تو پھر آپ اس سے نہیں کھاتے تھے۔
(صحیح مسلم:۱۰۷۷' الرقم المسلسل:۲۴۵۲)

اس سلسلہ میں نویں حدیث یہ ہے:
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس آئے تو آپ نے فرمایا: تمہارے پاس کوئی طعام ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں! اللہ کی قسم! یارسول اللہ! ہمارے پاس صرف بکری کی ایک ہڈی ہے جو میری باندی کو صدقہ سے دی گئی تھی' آپ نے فرمایا: اس کو میرے قریب لاؤ' بے شک وہ صدقہ اپنے محل (مقام) میں پہنچ چکا ہے۔
(صحیح مسلم:۱۰۷۳' الرقم المسلسل:۲۴۴۴' شرح معانی الآثار:۲۹۱۹)

اس سلسلہ میں ''تلك عشرة كاملة'' کے تحت دسویں حدیث یہ ہے:
حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آئے' پس فرمایا: تمہارے پاس ہمیں کھلانے کے لیے کوئی چیز ہے؟ ہم نے کہا: نہیں! اللہ کی قسم! یارسول اللہ! آپ نے فرمایا: کیا میں وہ گوشت نہیں دیکھ رہا جو ابھی تم کو دیا گیا ہے؟ ہم نے کہا: یارسول اللہ! یہ اس صدقہ کی بکری کا گوشت ہے جو حضرت زینب پر کیا گیا تھا اور آپ صدقہ نہیں کھاتے تو ہم نے یہ پسند نہیں کیا کہ آپ کے لیے وہ چیز رکھیں جو آپ نہیں کھاتے۔ الحدیث (شرح معانی الآثار:۲۹۲۲)
امام طحاوی فرماتے ہیں کہ ان احادیث سے واضح ہو گیا کہ ہاشمی کو زکوٰۃ اور صدقہ واجبہ دینا جائز نہیں ہے اور اس کو نفلی صدقہ اور ہدیہ دینا جائز ہے اور یہی امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف کا مذہب ہے۔ (شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۶۱-۴۹ ملخصاً' قدیمی کتب خانہ' کراچی)
* باب مذکور کی یہ حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۳۶۹- ج ۲ ص ۱۰۱۰ پر مذکور ہے' اس کی شرح کا عنوان ہے: آل رسول کو زکوٰۃ دینے میں مذاہب' چند سطروں پر مشتمل بہت مختصر شرح ہے۔

٦١ - بَابُ الصَّدَقَةِ عَلٰى مَوَالِيْ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کی باندیوں پر صدقہ

١٤٩٢ - حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عُفَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ' عَنْ يُوْنُسَ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ' عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ وَجَدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَاةً مَيْتَةً' أُعْطِيَتْهَا مَوْلَاةٌ لِمَيْمُوْنَةَ مِنَ الصَّدَقَةِ' قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلَّا انْتَفَعْتُمْ بِجِلْدِهَا. قَالُوْا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن عفیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن وہب نے حدیث بیان کی از یونس از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے عبید اللہ بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مردہ بکری دیکھی جو حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی باندی کو صدقہ میں دی گئی تھی' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: تم نے اس کی

إِنَّهَا مَيْتَةٌ؟ قَالَ إِنَّمَا حَرُمَ أَكْلُهَا. کھال سے فائدہ کیوں نہیں اٹھایا' گھر والوں نے کہا: یہ مردار تھی'
[اطراف الحدیث:۱۴۹۲۔۲۲۲۱۔۵۵۳۱۔۵۵۳۲] آپ نے فرمایا: اس کا صرف کھانا حرام تھا۔

(صحیح مسلم: ۳۶۳' الرقم المسلسل: ۷۸۴' سنن ابوداؤد: ۴۱۲۱۔۴۱۲۰' سنن ترمذی: ۱۷۲۷' سنن نسائی: ۴۲۳۵' سنن ابن ماجہ: ۳۶۱۰' سنن دار قطنی ج۱ص ۴۴' مصنف ابن ابی شیبہ ج۸ص ۳۸۰' المعجم الکبیر: ۱۱۵۰۱' سنن بیہقی ج۱ص ۱۶' مسند احمد ج۱ص ۲۲۷ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۰۰۳۔ج۳ص ۴۵۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ۲۶۰۶' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) سعید بن عفیر (۲) عبداللہ بن وہب (۳) یونس بن یزید (۴) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (۵) عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود' یہ سات مشہور فقہاء تابعین میں سے ایک ہیں (۶) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج۹ص ۱۲۵)

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: حضرت ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا کی باندی کو صدقہ کی بکری دی گئی اور اس پر کسی نے انکار نہیں کیا' اس سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی باندیوں کے اوپر صدقہ حلال ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اوران کی باندیوں پر صدقہ کا حرام نہ ہونا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

تمام فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج آل کے اس مصداق میں داخل نہیں ہیں جن پر صدقہ حرام ہے' پس جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج پر صدقہ کرنا حرام نہیں ہے تو ان کی باندیوں پر صدقہ کرنا بہ طریق اولیٰ حرام نہیں ہوگا' یہی وجہ ہے کہ حضرت ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا کی باندی پر بکری صدقہ کی گئی اور حضرت عائشہ ام المؤمنین کی باندی حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا پر گوشت صدقہ کیا گیا۔

بنو ہاشم کے غلاموں پر صدقہ حرام ہونے میں مذاہب

بنو ہاشم کے غلاموں کے متعلق اختلاف ہے کہ آیا وہ اس اعتبار سے بنو ہاشم میں داخل ہیں کہ ان پر صدقہ کرنا حرام ہے یا نہیں؟ پس فقہاء احناف' ثوری اور ابن الماجشون وغیرہم کا مذہب یہ ہے کہ جس طرح بنو ہاشم پر صدقہ حرام ہے' اسی طرح بنو ہاشم کے غلاموں پر بھی صدقہ کرنا حرام ہے اور ان کا استدلال حسب ذیل حدیث سے ہے:

حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو بنو مخزوم سے صدقہ لینے کے لیے بھیجا' اس شخص نے حضرت ابورافع سے کہا: آپ بھی میرے ساتھ رہیں تو آپ کو بھی صدقہ سے حصہ ملے گا' حضرت ابورافع نے کہا: میں پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ لوں' پھر وہ آپ کے پاس گئے اور آپ سے اس کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: جو شخص کسی قوم کا غلام ہو' اس کا اسی قوم سے شمار ہوتا ہے اور بے شک ہمارے لیے صدقہ حلال نہیں ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۶۵۰' سنن ترمذی: ۶۵۷' سنن نسائی: ۲۶۱۱' صحیح ابن حبان: ۳۲۹۵' سنن بیہقی ج۷ص ۳۲' المستدرک ج۱ص ۴۰۴' مسند احمد ج۶ص ۱۰۔۸)

امام مالک' ابن القاسم اور امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ بنو ہاشم کے آزاد کردہ غلاموں پر صدقہ کرنا جائز ہے' اور انہوں نے مذکور الصدر حدیث کی یہ تاویل کی ہے کہ آپ نے جو فرمایا تھا کہ کسی قوم کا آزاد کردہ غلام اسی قوم سے ہوتا ہے' یہ خصوصیت کے ساتھ حضرت ابورافع کے بارے میں ہے۔ (شرح ابن بطال ج۳ص ۴۹۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

میں کہتا ہوں کہ یہ تاویل صحیح نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو قاعدہ کلیہ بیان فرمایا ہے کہ کسی قوم کے آزاد کردہ غلام کا شمار بھی اسی قوم سے ہوتا ہے' ورنہ آپ حضرت ابورافع سے اس طرح فرما دیتے: تم پر یہ صدقہ حلال نہیں ہے۔

مردار کی رنگی ہوئی کھال کے پاک ہونے میں مذاہب فقہاء

حافظ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے صحابہ اور فقہاء تابعین کی ایک جماعت نے یہ استدلال کیا ہے کہ مردار کی کھال رنگنے سے پاک ہو جاتی ہے' امام ابوحنیفہ' ان کے اصحاب اور امام شافعی کا بھی یہی مسلک ہے اور اس حدیث سے ان لوگوں کا قول بھی باطل ہو گیا جنہوں نے یہ کہا ہے کہ رنگنے کے بعد مردار کی کھال سے نفع حاصل کرنا جائز نہیں ہے' مردار کی کھال سے نفع اٹھانے کے متعلق حسب ذیل سات قول ہیں:

(۱) حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے اور یہی امام شافعی کا مذہب ہے کہ کتے اور خنزیر کے علاوہ تمام مرداروں کی کھال ظاہراً اور باطناً پاک ہو جاتی ہے اور وہ ہر خشک اور تر میں استعمال کی جاسکتی ہے خواہ اس مردار کا گوشت کھانا جائز ہو یا نہ ہو۔

(۲) حضرت عمر بن الخطاب' ان کے بیٹے حضرت عبد اللہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم کا قول ہے اور امام مالک اور امام احمد سے بھی یہی ایک روایت ہے کہ رنگنے سے مردار کی کوئی چیز پاک نہیں ہوتی۔

(۳) ابن المبارک اور ابوثور کا مذہب یہ ہے کہ رنگنے سے صرف اس جانور کی کھال پاک ہوتی ہے جس کا گوشت کھایا جاتا ہو۔

(۴) امام ابوحنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ خنزیر کے سوا تمام جانوروں کی کھال رنگنے سے پاک ہو جاتی ہے۔

(۵) امام مالک کا مشہور مذہب یہ ہے کہ رنگنے سے کھال کا ظاہر حصہ پاک ہوتا ہے' باطنی حصہ پاک نہیں ہوتا اور اس کا خشک چیزوں میں استعمال جائز ہے اور تر چیزوں میں اس کا استعمال جائز نہیں ہے اور اس کے صرف ظاہر حصہ پر نماز پڑھنا جائز ہے۔

۱۴۹۳ - حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا الْحَكَمُ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا أَنَّهَا أَرَادَتْ أَنْ تَشْتَرِيَ بَرِيرَةَ لِلْعِتْقِ، وَأَرَادَ مَوَالِيهَا أَنْ يَشْتَرِطُوا، فَذَكَرَتْ عَائِشَةُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ لَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اشْتَرِيهَا، فَإِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ. قَالَتْ وَأُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِلَحْمٍ، فَقُلْتُ هٰذَا مَا تُصُدِّقَ بِهِ عَلٰى بَرِيرَةَ، فَقَالَ هُوَ لَهَا صَدَقَةٌ وَلَنَا هَدِيَّةٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الحکم نے حدیث بیان کی از ابراہیم از الاسود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کو آزاد کرنے کے لیے انہیں خریدنے کا ارادہ کیا اور حضرت بریرہ کے مالکوں نے اس کے لیے ایک شرط لگانے کا ارادہ کیا' پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اس کو خرید لو' ولاء کا مستحق وہ ہوتا ہے جو اس کو آزاد کرے' حضرت عائشہ نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گوشت لایا گیا' میں نے بتایا کہ یہ وہ گوشت ہے جو حضرت بریرہ پر صدقہ کیا گیا ہے' آپ نے فرمایا: وہ اس کے لیے صدقہ ہے اور ہمارے لیے ہدیہ ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۵٦ میں گزر چکی ہے۔

٦٢ - بَابٌ إِذَا تَحَوَّلَتِ الصَّدَقَةُ — جب صدقہ منتقل ہو جائے

امام بخاری کی اس عنوان سے مراد یہ ہے کہ جب کسی غیر ہاشمی کو صدقہ دیا جائے اور وہ اس صدقہ کو کسی ہاشمی کو ہدیہ کر دے تو اب چونکہ وہ صدقہ منتقل ہو چکا ہے اور اس کی ملکیت بتدیل ہو گئی' اس لیے اب ہاشمی اس صدقہ کو کھا سکتا ہے۔

١٤٩٤ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ، عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيْرِيْنَ، عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ الْأَنْصَارِيَّةِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا، فَقَالَ هَلْ عِنْدَكُمْ شَيْءٌ. فَقَالَتْ لَا، إِلَّا شَيْءٌ بَعَثَتْ بِهِ إِلَيْنَا نُسَيْبَةُ، مِنَ الشَّاةِ الَّتِي بَعَثْتَ بِهَا مِنَ الصَّدَقَةِ، فَقَالَ إِنَّهَا قَدْ بَلَغَتْ مَحِلَّهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی از حفصہ بنت سیرین از حضرت ام عطیہ انصاریہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے آپ نے پوچھا: کیا تمہارے پاس کوئی چیز ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں مگر وہ چیز جو ہمارے پاس نُسیبہ نے بھیجی ہے اس صدقہ کی بکری سے جو ان کے پاس بھیجی گئی تھی آپ نے فرمایا: بے شک وہ صدقہ اپنے محل میں پہنچ چکا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٤٤٦ میں مطالعہ فرمائیں۔

١٤٩٥ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوْسٰى قَالَ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُتِيَ بِلَحْمٍ، تُصُدِّقَ بِهِ عَلٰى بَرِيْرَةَ، فَقَالَ هُوَ عَلَيْهَا صَدَقَةٌ، وَهُوَ لَنَا هَدِيَّةٌ. وَقَالَ أَبُوْ دَاوُدَ أَنْبَأَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ سَمِعَ أَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. [طرف الحدیث: ٢٥٧٧]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن موسیٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں وکیع نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وہ گوشت لایا گیا جو کہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا پر صدقہ کیا گیا تھا آپ نے فرمایا: وہ ان پر صدقہ ہے اور وہ ہمارے لیے ہدیہ ہے اور ابوداؤد نے کہا: ہمیں شعبہ نے خبر دی از قتادہ انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔

(صحیح مسلم: ١٠٧٤' الرقم المسلسل: ٢٤٥١' سنن ابوداؤد: ١٦٥٥' مسند ابوداؤد طیالسی: ١٩٦٢' طبقات ابن سعد ج ٨ ص ٢٦٠-٢٥٩' مسند ابویعلیٰ: ٣٢٢٤' مشکل الآثار: ٤٣٨٨' سنن بیہقی ج ٧ ص ٣٣' مسند احمد ج ٣ ص ١١٧ طبع قدیم' مسند احمد: ١٢١٥٩-ج ١٩ ص ٢٠٢' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ٢٩٠' مکتبۃ الرشد' ریاض' ١٤٢٦ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(١) علی بن عبد اللہ ابن المدینی (٢) یزید بن زریع (٣) خالد الحذاء (٤) حفصہ بنت سیرین' یہ محمد بن سیرین کی بہن ہیں اور سیدہ تابعات ہیں (٥) حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا۔ (عمدۃ القاری ج ٣ ص ١٣٠)

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ جو گوشت حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا پر صدقہ کیا گیا تھا' جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدیہ کر دیا گیا تو پھر آپ کے لیے اس کا کھانا جائز ہو گیا۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ١٤٩١ میں گزر چکی ہے۔

٦٣ - بَابُ أَخْذِ الصَّدَقَةِ مِنَ الْأَغْنِيَاءِ، وَتُرَدُّ فِي الْفُقَرَاءِ حَيْثُ كَانُوْا

مال داروں سے صدقہ لے کر فقراء کی طرف لوٹانا خواہ وہ کہیں ہوں

امام بخاری نے اس عنوان سے یہ اشارہ کیا ہے کہ ایک شہر کے لوگوں کی زکوۃ کو دوسرے شہر کے مستحقین کی طرف لوٹانا جائز ہے'

اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کے نزدیک یہ جائز ہے امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک ایک شہر کی زکوٰۃ اسی شہر میں تقسیم کی جائے' تاہم امام مالک کے نزدیک اگر دوسرے شہر میں زکوٰۃ منتقل کی جائے تب بھی ادا ہو جائے گی اور امام شافعی کے صحیح قول کے مطابق ادا نہیں ہوگی۔ (عمدۃ القاری ج۹ ص ۱۲۲' دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

١٤٩٦ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا زَكَرِيَّاءُ بْنُ إِسْحَاقَ' عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ صَيْفِيٍّ' عَنْ أَبِي مَعْبَدٍ' مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ' عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ' حِيْنَ بَعَثَهُ إِلَى الْيَمَنِ إِنَّكَ سَتَأْتِي قَوْمًا اَهْلَ كِتَابٍ' فَإِذَا جِئْتَهُمْ فَادْعُهُمْ إِلَى اَنْ يَّشْهَدُوْا اَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ' وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ' فَإِنْ هُمْ اَطَاعُوْا لَكَ بِذٰلِكَ' فَاَخْبِرْهُمْ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِيْ كُلِّ يَوْمٍ وَّلَيْلَةٍ' فَإِنْ هُمْ اَطَاعُوْا لَكَ بِذٰلِكَ' فَاَخْبِرْهُمْ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً' تُؤْخَذُ مِنْ اَغْنِيَائِهِمْ فَتُرَدُّ عَلٰى فُقَرَائِهِمْ' فَإِنْ هُمْ اَطَاعُوْا لَكَ بِذٰلِكَ فَإِيَّاكَ وَكَرَائِمَ اَمْوَالِهِمْ' وَاتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُوْمِ' فَإِنَّهُ لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ اللّٰهِ حِجَابٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں زکریاء بن اسحاق نے خبر دی از یحییٰ بن عبد اللہ بن صیفی از ابو معبد مولیٰ حضرت ابن عباس' از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو جب یمن کی طرف بھیجا تو ان سے فرمایا: تم عنقریب اہل کتاب کی قوم کی طرف جاؤ گے' سو جب تم ان کے پاس جاؤ تو پہلے ان کو یہ دعوت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور یہ کہ (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں' پس اگر وہ اس دعوت میں تمہاری اطاعت کر لیں تو پھر ان کو یہ خبر دینا کہ اللہ نے ان پر ہر دن اور رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں' پس اگر وہ اس میں تمہاری اطاعت کر لیں تو پھر ان کو یہ خبر دینا کہ اللہ نے ان پر زکوٰۃ فرض کی ہے جو ان کے مال دار لوگوں سے لی جائے گی اور ان کے فقراء کی طرف لوٹا دی جائے گی' پس اگر وہ اس میں تمہاری اطاعت کر لیں تو تم ان کے اموال میں سے عمدہ چیزوں سے اجتناب کرنا اور مظلوم کی دعا سے ڈرنا کیونکہ مظلوم کی دعا اور اللہ کے درمیان کوئی حجاب نہیں ہوتا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۳۹۵ میں گزر چکی ہے۔

٦٤ - بَابُ صَلٰوةِ الْإِمَامِ' وَدُعَائِهٖ لِصَاحِبِ الصَّدَقَةِ

زکوٰۃ دینے والے کے لیے امام کی صلوٰۃ اور دعا

وَقَوْلِهٖ ﴿خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ إِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ﴾ (التوبہ: ۱۰۳).

اور اللہ عزوجل کا ارشاد: آپ ان کے مالوں سے زکوٰۃ لیجئے جس کے ذریعہ آپ انہیں پاک کریں گے اور ان کے باطن کو صاف کریں گے اور ان پر صلوٰۃ پڑھئے بے شک آپ کی صلوٰۃ ان کے لیے باعث طمانیت ہے۔ (التوبہ: ۱۰۳)

صلوٰۃ کا معنی

حافظ ابوسلیمان حمد بن محمد الخطابی المتوفی ۳۸۸ھ لکھتے ہیں:

لغت میں صلوٰۃ کا معنی دعا ہے' مگر جس کے لیے دعا کی جاتی ہے اس کے اعتبار سے دعا کا معنی مختلف ہوتا ہے' پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم جو

امت پر صلوٰۃ پڑھتے ہیں' اس کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور انہوں نے اللہ کا قرب حاصل کرنے کے لیے جو عبادت کی ہے اس کو قبول فرمائے اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر آپ کی امت صلوٰۃ پڑھتی ہے تو اس کا معنی ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم اور تکریم اور آپ کی تعریف اور تحسین اور یہ دعا کرنا کہ اللہ آپ کو زیادہ قرب اور زیادہ درجہ عطا فرمائے اور اس معنی میں صلوٰۃ آپ کے سوا کسی اور کے لائق نہیں ہے اور آپ کے سوا کوئی اور اس معنی میں صلوٰۃ کا مستحق نہیں ہے۔

(اعلام السنن ج ۱ ص ۲۲۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۸ھ)

علامہ عینی کے نزدیک التوبہ: ۱۰۳ میں صلوٰۃ سے مراد دعا ہے

حافظ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

التوبہ: ۱۰۳ میں اور اس باب کی حدیث میں جو "صلوٰۃ" کا لفظ ہے' اس کا معنی دعا ہے' اسی لیے امام بخاری نے کہا ہے کہ امام کی صلوٰۃ اور دعا' مثلاً امام زکوٰۃ دینے والے سے کہے: تم نے جو زکوٰۃ دی ہے اللہ اس کا تمہیں اجر عطا فرمائے اور زکوٰۃ دینے کے بعد جو مال تمہارے پاس بچا ہے' اللہ اس میں برکت دے' یا کہے: اے اللہ! اس کی مغفرت فرما اور اس کی اس زکوٰۃ کو قبول فرما۔

امام بخاری نے اس عنوان میں کہا ہے: زکوٰۃ دینے والے کے لیے امام کی صلوٰۃ اور دعا' اس سے ان کا مقصد مرتدین اور منکرین زکوٰۃ کے اس شبہ کا رد کرنا ہے جو انہوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش کیا تھا کہ زکوٰۃ لینے کا حق صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَصَلِّ عَلَيْهِمْ إِنَّ صَلَوٰتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ. اور ان پر صلوٰۃ پڑھئے بے شک آپ کی صلوٰۃ ان کے لیے باعث طمانیت ہے۔ (التوبہ: ۱۰۳)

سو امام بخاری نے یہ بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم آپ کے امام ہونے کی وجہ سے ہے اور مسلمانوں کا ہر امام اس حکم میں داخل ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۱۳۵۔ ۱۳۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ ابن بطال کے نزدیک' التوبہ: ۱۰۳ میں صلوٰۃ سے مراد نماز جنازہ ہے

علامہ ابو الحسن ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

صلوٰۃ کا اطلاق احکام شرعیہ میں نماز پر ہوتا ہے' لہٰذا اس آیت میں صلوٰۃ سے مراد نماز جنازہ ہے یعنی جب ان زکوٰۃ دینے والوں میں سے کوئی مر جائے تو آپ اس کی نماز جنازہ پڑھیں اور اگر یہاں نماز سے مراد دعا ہو تو پھر یہ حکم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ آپ کی دعا ان کے لیے باعث طمانیت ہے اور ظاہر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی اور امام کی دعا زکوٰۃ دینے والوں کے لیے باعث طمانیت نہیں ہے' اس لیے یہاں صلوٰۃ سے نماز جنازہ ہی مراد ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۵۰۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

التوبہ: ۱۰۳ میں صلوٰۃ کی تفسیر میں علامہ عینی اور علامہ ابن بطال کے نزاع میں مصنف کا محاکمہ

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن بطال کی یہ تفسیر صحیح نہیں ہے کیونکہ اس تفسیر کی بناء پر یہ لازم آئے گا کہ آپ کو صرف ان مسلمانوں کی نماز جنازہ پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے جو آپ کو زکوٰۃ ادا کر دیں' حالانکہ آپ حتی المقدور تمام مسلمانوں کی نماز جنازہ پڑھتے تھے' حتیٰ کہ جب مسجد کی صفائی کرنے والا خادم رات کو فوت ہوا' اور صحابہ نے اسے رات ہی کو دفن کر دیا تو آپ ناراض ہوئے کہ مجھے اطلاع کیوں نہیں دی' ظاہر ہے کہ وہ زکوٰۃ ادا نہیں کرتا تھا' نیز صحیح بخاری کی اس حدیث میں مذکور ہے: جب لوگ آپ کے پاس اپنے صدقات لاتے تو

آپ فرماتے: اے اللہ! آلِ فلاں پر صلوٰۃ نازل فرما' اس سے واضح ہو گیا کہ یہاں پر صلوٰۃ سے مراد ہے: مسلمانوں کے حق میں خیر اور برکت نازل فرما! جیسا کہ علامہ خطابی اور علامہ عینی نے بیان کیا ہے' باقی رہا علامہ ابن بطال کا یہ اعتراض کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی اور امام کی دعا تو زکوٰۃ دینے والوں کے لیے باعث طمانیت نہیں ہو سکتی' اس کا جواب یہ ہے کہ بے شک جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا باعث طمانیت ہوتی ہے' اس درجہ میں تو دوسرے امام کی دعا باعث طمانیت نہیں ہو گی لیکن اس سے کم کسی درجہ میں تو ان کی دعا زکوٰۃ دینے والوں کے لیے باعث طمانیت ضرور ہو گی اور تمام احکام شرعیہ اسی طرح ہیں' مثلاً مسلمانوں کو باجماعت نماز پڑھنے کا حکم ہے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں جس درجہ کا ثواب ملتا ہے کسی اور کی اقتداء میں تو اس درجہ کا ثواب نہیں ملے گا لیکن بہر حال کسی نہ کسی درجہ کا ثواب تو ضرور ملے گا یا جس طرح آپ کی زیر قیادت جہاد کرنے کا جتنا ثواب ہے کسی اور امیر کی زیر قیادت تو اتنا ثواب نہیں ہو گا لیکن بہر حال اس کو کچھ نہ کچھ ثواب ضرور ہو گا' اسی طرح زکوٰۃ دینے والوں کی زکوٰۃ لے کر دعا دینے کا معاملہ ہے۔

فافہم وتشکر.

امام پر زکوٰۃ دینے والے کے لیے دعا کرنا واجب ہے یا مستحب؟

امام بخاری نے اس باب کے عنوان میں جو امام کا لفظ لکھا ہے' اس کی شرح میں حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

اس سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ جو امام بھی زکوٰۃ وصول کرے اس کے لیے مستحب ہے کہ وہ زکوٰۃ دینے والے کے لیے دعا کرے' بعض ظاہریہ (غیر مقلدین) نے کہا ہے کہ ہر امام کے لیے واجب ہے کہ وہ زکوٰۃ دینے والے کے لیے دعا کرے' لیکن یہ قول صحیح نہیں ہے کیونکہ اگر یہ واجب ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے جو عامل بھیجتے تھے' ان کو یہ حکم دیتے کہ وہ زکوٰۃ وصول کرنے کے بعد زکوٰۃ دینے والوں کے لیے دعا کریں حالانکہ اس طرح نہیں ہے' نیز امام باقی کفارات اور قرضہ جات وصول کرتا ہے' ان میں اس پر یہ واجب نہیں ہے کہ وہ دینے والوں کے لیے دعا کرے' سو زکوٰۃ کے باب میں بھی اس پر دعا کرنا واجب نہیں ہو گا۔

(فتح الباری ج ۳ ص ۸٦' دار المعرفہ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

غیر مقلد عالم نواب صدیق حسن خاں بھوپالی نے اس عنوان کی شرح میں حافظ عینی اور حافظ ابن حجر کی بعض عبارات کو حوالہ دیئے بغیر من وعن نقل کر دیا ہے' اور نواب صاحب کا اپنی پوری شرح میں یہ وتیرہ ہے اور شروح پر نظر رکھنے والوں کو ان کا سرقہ صاف نظر آتا ہے۔ (عون الباری ج ۲ ص ٤٨٨' دار الرشید' حلب' سوریا)

١٤٩٧ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرٍو، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي أَوْفٰى قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَتَاهُ قَوْمٌ بِصَدَقَتِهِمْ، قَالَ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى اٰلِ فُلَانٍ، فَأَتَاهُ أَبِي بِصَدَقَتِهِ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى اٰلِ أَبِي أَوْفٰى.

[اطراف الحدیث: ٤١٦٦-٦٣٣٢-٦٣٥٩]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حفص بن عمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عمرو از حضرت عبد اللہ بن ابی اوفیٰ' انہوں نے بیان کیا کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لوگ صدقہ لے کر آتے تو آپ دعا کرتے: اے اللہ! آلِ فلاں پر صلوٰۃ نازل فرما' سو میرے والد بھی آپ کے پاس اپنا صدقہ لے کر آئے تو آپ نے دعا کی: اے اللہ! ابو اوفیٰ کی آل پر صلوٰۃ نازل فرما۔

(صحیح مسلم: ١٠٧٨' الرقم المسلسل: ٢٤٥٣' سنن ابوداؤد: ١٥٩٠' سنن نسائی: ٢٤٥٩' سنن ابن ماجہ: ١٧٩٦' شرح مشکل الآثار: ٢٠٥٢' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ٥١٩' الاحاد والمثانی: ٢٣٦٣' مسند ابوداؤد الطیالسی: ٨١٩' المنتقیٰ: ٣٦١' صحیح ابن خزیمہ: ٢٣٤٥' صحیح ابن حبان: ٩١٧' حلیۃ الاولیاء

ج ۵ ص ۹۶' مصنف عبد الرزاق: ۶۹۵۷' سنن کبریٰ: ۲۲۳۹' کتاب الدعاء للطبرانی: ۲۰۱۲' سنن بیہقی ج ۲ ص ۱۵۲' شرح السنہ: ۱۵۶۶' تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۱۹' الکامل لابن عدی ج ۶ ص ۲۱۱۲' مسند احمد ج ۴ ص ۳۵۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۹۱۱۱۔ ج ۳۱ ص ۴۵۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال' اور حضرت عبد اللہ بن ابو اوفی کا تذکرہ اور امام اعظم کا انہیں پانا

(۱) حفص بن عمر بن الحارث ابو حفص الحوضی (۲) شعبہ بن الحجاج (۳) عمرو بن مرہ بن عبد اللہ بن طارق المرادی (۴) حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی' ابو اوفی کا نام علقمہ بن خالد الحارث الاسلمی المدنی ہے' یہ اصحاب بیعت رضوان میں سے ہیں' انہوں نے ۹۵' احادیث روایت کی ہیں' جن میں سے پندرہ امام بخاری نے روایت کی ہیں' یہ کوفہ میں رہنے والے آخری صحابی تھے اور ۸۳ھ میں فوت ہو گئے تھے' یہ ان سات صحابہ میں سے ایک ہیں جن کو امام ابو حنیفہ نے ۸۰ھ میں پایا' اس وقت حضرت امام ابو حنیفہ کی عمر ۳ (تین) سال تھی اور یہ وہ عمر ہے جس میں انسان اشیاء کی تمیز اور ادراک حاصل کر لیتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۱۳۵)

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: جب حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی کے والد آپ کے پاس زکوٰۃ لے کر آئے تو آپ نے دعا کی: اے اللہ! ابو اوفی کی آل پر صلوٰۃ نازل فرما۔

غیر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لیے لفظ صلوٰۃ کے ساتھ دعا کرنے میں مذاہب فقہاء

جو علماء غیر انبیاء پر بالاستقلال لفظ صلوٰۃ کے ساتھ دعا کرنے کے قائل ہیں وہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں' امام احمد کا بھی یہی قول ہے' امام ابو حنیفہ' ان کے اصحاب' امام مالک اور امام شافعی کا قول یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے غیر پر لفظ صلوٰۃ کے ساتھ بالاستقلال دعا نہ کی جائے' مثلاً یوں نہ کہا جائے: اے اللہ! ابو بکر کی آل پر صلوٰۃ نازل فرما' یا عمر کی آل پر صلوٰۃ نازل فرما' لیکن ان پر بالتبع لفظ صلوٰۃ کے ساتھ دعا کی جائے' مثلاً یوں دعا کی جائے: اے اللہ! سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور حضرت ابو بکر اور حضرت عمر پر اور تمام صحابہ اور اہل بیت پر صلوٰۃ نازل فرما۔

رہا یہ سوال کہ جب بالاستقلال لفظ صلوٰۃ کے ساتھ دعا کرنا' انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مخصوص ہے تو پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود حضرت ابو اوفی کی آل کے لیے لفظ صلوٰۃ کے ساتھ دعا کیوں کی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ صلوٰۃ کا آپ کے ساتھ مخصوص ہونا آپ کا حق ہے اور آپ اپنا حق جس کو چاہیں عطا فرما دیں۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۱۳۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

غیر انبیاء علیہم السلام کے لیے لفظ صلوٰۃ کے ساتھ دعا کرنے میں علماء اہل سنت اور علماء شیعہ کا موقف

علماء شیعہ کی ایک جماعت نے لکھا ہے کہ بعض متعصبین اہل سنت نے لکھا ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی آل پر مستقلاً صلوٰۃ بھیجنا جائز نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص کہے: اے اللہ! امیر المومنین علی پر صلوٰۃ بھیج! یا فاطمۃ الزہراء پر صلوٰۃ بھیج! تو یہ ممنوع ہے حالانکہ قرآن مجید کی اس آیت سے عام مسلمانوں پر بھی صلوٰۃ بھیجنا جائز ہے چہ جائیکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت اور آپ کے ولی پر صلوٰۃ بھیجنا ناجائز ہو۔

(تفسیر نمونہ ج ۸ ص ۱۲۱۔ ۱۲۰' مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ' طہران' ۱۳۷۵ھ)

علامہ موسیٰ بن احمد صالحی حنبلی ۹۶۰ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے غیر پر بھی انفراداً صلوٰۃ بھیجنا جائز ہے۔ (الاقناع مع کشاف القناع ج ۱ ص ۴۳۲' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ لکھتے ہیں:

امام مالک کے نزدیک انبیاء علیہم السلام کے غیر پر مستقلاً صلوٰۃ بھیجنا مکروہ ہے۔

(اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۲ ص ۳۰۵' مطبوعہ دار الوفاء' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام مالک اور جمہور کے نزدیک انبیاء علیہم السلام کے غیر پر استقلالاً صلوٰۃ بھیجنا مکروہ ہے۔

(فتح الباری ج ۳ ص ۳۶۲' مطبوعہ لاہور' ۱۴۰۱ھ)

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لیے لفظ صلوٰۃ کے ساتھ دعا کرنے میں جمہور علماء کا مؤقف

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر انفراداً صلوٰۃ بھیجنے پر اجماع ہے' اسی طرح تمام انبیاء اور ملائکہ پر استقلالاً صلوٰۃ بھیجنے کے جواز اور استحباب پر لائق شمار علماء کا اجماع ہے اور انبیاء علیہم السلام کے غیر کے متعلق جمہور کا مؤقف یہ ہے کہ ان پر ابتداء صلوٰۃ نہ بھیجی جائے' مثلاً ابوبکر صلی اللہ علیہ وسلم نہیں کہا جائے گا اور ممانعت میں اختلاف ہے' ہمارے بعض اصحاب نے کہا کہ یہ حرام ہے اور اکثر علماء نے یہ کہا کہ یہ مکروہ تنزیہی ہے' اور بہت سے علماء نے یہ کہا کہ یہ مکروہ تنزیہی بھی نہیں' خلاف اولیٰ ہے' کیونکہ یہ اہل بدعت کا شعار ہے اور ہم کو اہل بدعت کے شعار سے منع کیا گیا ہے اور مکروہ وہ ہوتا ہے جس میں قصداً ممانعت وارد ہو' ہمارے اصحاب نے کہا: اس کے مکروہ تنزیہی ہونے کی دلیل یہ ہے کہ سلف کی زبانوں میں صلوٰۃ کا لفظ انبیاء علیہم السلام کے ساتھ مخصوص ہے' جیسے اللہ عزوجل کا لفظ اللہ سبحانہ کے ساتھ مخصوص ہے' پس جس طرح محمد عزوجل نہیں کہا جائے گا ہر چند کہ آپ عزیز اور جلیل ہیں' اسی طرح ابوبکر صلی اللہ علیہ وسلم یا علی صلی اللہ علیہ وسلم نہیں کہا جائے گا' اگرچہ اس کا معنی صحیح ہے' اور اس پر اتفاق ہے کہ غیر انبیاء پر تبعاً صلوٰۃ بھیجی جاسکتی ہے' اس لیے یہ کہا جائے گا کہ "اللھم صل علی محمد وعلی ال محمد واصحابه وازواجه وذريته واتباعه" کیونکہ اس کے متعلق احادیث صحیحہ وارد ہیں اور ہم کو تشہد میں اس کا حکم دیا گیا ہے اور خارج از نماز بھی اس پر سلف صالحین کا عمل رہا ہے اور جہاں تک سلام کا تعلق ہے تو ہمارے اصحاب میں سے شیخ ابومحمد جوینی نے یہ کہا ہے کہ غائب کے حق میں یہ بھی صلوٰۃ کی طرح ہے اور غیر انبیاء پر انفراداً سلام نہیں بھیجا جائے گا' پس علی علیہ السلام نہیں کہا جائے گا اور اس میں زندہ اور مردہ برابر ہیں اور حاضر کو سلام کے ساتھ مخاطب کیا جائے گا' مثلاً "السلام علیک" یا "السلام علیکم" کہا جائے گا۔ (الاذکار ج ۱ ص ۱۳۵-۱۳۶' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

علامہ شمس الدین ابن قیم جوزی حنبلی متوفی ۷۵۱ھ نے سلام بھیجنے کے مسئلہ میں علامہ جوینی سے اختلاف کیا ہے' وہ لکھتے ہیں:

دوسرے علماء نے صلوٰۃ اور سلام میں فرق کیا ہے' وہ کہتے ہیں کہ سلام کا لفظ ہر مؤمن کے حق میں مشروع ہے' خواہ وہ زندہ ہو یا مردہ' حاضر ہو یا غائب' کیونکہ یہ کہنا معروف اور معمول ہے کہ فلاں شخص کو میرا سلام پہنچا دو' اور یہ اہل اسلام کی تحیت (تعظیم) ہے یہ خلاف صلوٰۃ کے کیونکہ وہ رسول کا حق ہے' اس لیے نماز کے تشہد میں پڑھتے ہیں: "السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین" اور یوں نہیں پڑھا جاتا: "الصلوٰۃ علینا وعلی عباد اللہ الصالحین" اور اس سے ان دونوں کے درمیان فرق معلوم ہو گیا۔

(جلاء الافہام ص ۲۶۰' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت)

انبیاء علیہم السلام کے غیر کے لیے لفظ صلوٰۃ کے ساتھ دعا کرنے والوں کے دلائل اور ان کے جوابات

مجوزین کی ایک دلیل زیر بحث آیت ہے:

صَلِّ عَلَيْهِمْ إِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ. (التوبہ: ۱۰۳) آپ ان پر صلوٰۃ بھیجئے' آپ کی صلوٰۃ ان کے لیے باعث طمانیت ہے۔

اور دیگر آیتیں یہ ہیں:

أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ. (البقرہ:١٥٧) (یہ) وہ لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی جانب سے صلوات ہیں اور رحمت۔

هُوَ الَّذِي يُصَلِّي عَلَيْكُمْ. (الاحزاب:٤٣) وہی ہے جو تم پر صلوٰۃ بھیجتا ہے۔

ان آیتوں کے علاوہ حسب ذیل احادیث سے بھی وہ استدلال کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب لوگ صدقہ لے کر آتے تو آپ ان کے لیے دعا کرتے: اے اللہ! ان پر رحمت بھیج۔ سو میرے باپ ابواوفی صدقہ لے کر آئے تو آپ نے دعا فرمائی: اے اللہ! ابواوفی کی آل پر رحمت بھیج۔ (صحیح البخاری:١٤٩٧، صحیح مسلم:١٠٧٨، سنن ابوداؤد:١٥٩٠، سنن نسائی:٢٤٥٩، سنن ابن ماجہ:١٧٩٦)

امام دارمی نے ایک طویل حدیث روایت کی ہے اس میں ہے: ایک خاتون نے کہا: یارسول اللہ! مجھ پر اور میرے خاوند پر صلوٰۃ بھیجئے تو آپ نے ان پر صلوٰۃ بھیجی۔ (سنن الدارمی:٤٦، مسند احمد ج ٣ ص ٣٩٨۔ ٣٠٣، صحیح ابن حبان:٩٥٠، مصنف ابن ابی شیبہ ج ٢ ص ٥١٩)

قیس بن سعد بن عبادہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ اٹھا کر دعا کی: اے اللہ! سعد بن عبادہ کی آل پر اپنی صلوات اور رحمت بھیج۔ (سنن ابوداؤد:٥١٨٥، عمل الیوم واللیلۃ للنسائی:٣٢٥)

ان آیات اور احادیث کا جواب یہ ہے کہ ان آیات اور احادیث میں اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صلوٰۃ بھیجنے کا ذکر ہے اور اللہ تعالیٰ کسی حکم اور کسی قاعدہ کا پابند نہیں ہے وہ جس کو چاہے صلوٰۃ بھیجے اور جو چاہے کرے اور صلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حق ہے وہ اپنا حق جس کو چاہیں عطا کر دیں سو یہ آیات اور احادیث ہمارے موضوع سے خارج ہیں۔ ہمارا موضوع یہ ہے کہ امت کسی غیر نبی پر صلوٰۃ بھیجے اور یہ چیز ان آیات اور احادیث سے ثابت نہیں ہے۔

انبیاء علیہم السلام کے غیر پر انفراداً لفظ صلوٰۃ کے ساتھ دعا کی ممانعت کے دلائل

امام ابن عبد البر متوفی ٤٦٣ ھ نے اس آیت سے استدلال کیا ہے:

لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُم بَعْضًا. (النور:٦٣) تم آپس میں رسول کی دعا کو ایسا نہ قرار دو جیسا کہ تم ایک دوسرے کے لیے دعا کرتے ہو۔

اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے دعا میں صلوٰۃ کا ذکر ہو اور مسلمان ایک دوسرے کے لیے دعا میں بھی صلوٰۃ کا ذکر کریں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور عام مسلمانوں کے لیے دعا میں کوئی امتیاز نہیں رہے گا حالانکہ اس آیت کا یہ تقاضا ہے کہ ان میں امتیاز ہونا چاہیے۔
(الاستذکار ج ٦ ص ٢٦٣، طبع بیروت، ١٤١٤ھ، التمہید ج ٧ ص ٩٩، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت، ١٤١٩ھ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی شخص کا کسی شخص پر صلوٰۃ بھیجنا میرے علم میں جائز نہیں ہے۔
(مصنف ابن ابی شیبہ ج ٢ ص ٥١٩، مصنف عبدالرزاق:٣١١٩، سنن کبریٰ ج ٢ ص ١٥٣، الاستذکار ج ٦ ص ٢٦٣، التمہید ج ٧ ص ٩٩)

امام عبدالرزاق نے یہ اثر اس طرح روایت کیا ہے:

عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: انبیاء کے سوا کسی شخص پر صلوٰۃ بھیجنا جائز نہیں ہے۔ سفیان نے کہا: نبی کے سوا کسی اور پر صلوٰۃ بھیجنا مکروہ ہے۔ (المصنف:٣١١٩، المعجم الکبیر:١١٨١٣، ج ١١)

امام مالک وغیرہ نے عبداللہ بن دینار سے روایت کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر (مبارک) پر کھڑے ہوتے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ بھیجتے اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے لیے دعا کرتے۔ (الاستذکار ج ٦ ص ٢٦٣، التمہید ج ٧ ص ٩٩)

موطأ امام مالک کے موجودہ نسخوں میں یہ روایت ہے کہ حضرت ابن عمر نبی ﷺ کی قبر پر کھڑے ہوتے اور نبی ﷺ اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر پر صلوٰۃ بھیجتے۔ (رقم الحدیث:۱۶۶) امام ابن عبد البر نے اس کا رد کیا ہے اور کہا ہے کہ یحییٰ بن یحییٰ کو اس روایت کے درج کرنے میں مغالطہ ہوا ہے' صحیح روایت اس طرح ہے جس طرح مذکور الصدر عبارت میں ذکر ہے۔
(الاستذکار ج ۶ ص ۲۶۳' التمہید ج ۷ ص ۹۹)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: نبی ﷺ کے سوا کوئی شخص کسی شخص پر صلوٰۃ نہ بھیجے' باقی لوگوں کے لیے دعا کی جائے اور ان پر رحمت بھیجی جائے۔ (الاستذکار ج ۶ ص ۶۳)

خلاصہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے غیر پر تبعاً صلوٰۃ وسلام بھیجنا جائز ہے اور انفراداً اور استقلالاً صلوٰۃ بھیجنا مکروہ تنزیہی ہے اور صرف سلام بھیجنا بلا کراہت جائز ہے۔ یہی جمہور کا مسلک اور یہی ہمارا موقف ہے۔

* باب مذکور کی یہ حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۳۸۸۔ ج ۲ ص ۱۰۱۸ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے عنوانات حسب ذیل ہیں:

① غیر انبیاء پر استقلالاً صلوٰۃ پڑھنے میں مذاہب ائمہ ② غیر انبیاء کے لیے لفظ صلوٰۃ استعمال نہ کرنے کے دلائل ③ غیر نبی کے لیے صلوٰۃ بھیجنے والوں کے شبہات اور ان کے جوابات ④ غیر نبی پر صلوٰۃ اور سلام کے مسئلہ میں علماء کی آراء ⑤ حرف مدعا۔

ہر چند کہ شرح صحیح مسلم میں بھی یہ بحث تفصیل سے لکھی گئی ہے' لیکن یہاں نعمۃ الباری میں اس کی زیادہ تحقیق ہے' نیز ہم نے اپنی تفسیر' تبیان القرآن میں التوبہ: ۱۰۳' کے تحت اس سے زیادہ لکھا ہے۔

٦٥ - بَابُ مَا يُسْتَخْرَجُ مِنَ الْبَحْرِ — جو چیزیں سمندر سے نکالی جاتی ہیں

یعنی جو چیزیں سمندر نکالی جاتی ہیں آیا ان میں زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا لَيْسَ الْعَنْبَرُ بِرِكَازٍ' هُوَ شَيْءٌ دَسَرَهُ الْبَحْرُ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: عنبر رکاز (کان یا دفینہ) نہیں ہے' یہ وہ چیز ہے جس کو سمندر ساحل پر پھینک دیتا ہے۔

یہ تعلیق سنن بیہقی ج ۴ ص ۱۴۶ میں سند کے ساتھ مذکور ہے' اور مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۱۵۳ (مجلس علمی' بیروت) میں ہے۔

عنبر کے معنی کی تحقیق

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

عنبر خوشبو کی ایک قسم ہے' علامہ کرمانی نے لکھا ہے: یہ سمندر کا جھاگ ہے' ایک قول یہ ہے کہ یہ سمندری جانور کی لید ہے' ایک قول یہ ہے کہ یہ سمندر کی تہ میں ایک قسم کی گھاس ہے جس کو بعض سمندری جانور کھاتے ہیں' ابن سینا نے کہا: یہ جو کہا جاتا ہے کہ یہ کسی سمندری جانور کی لید یا قے ہے' لیکن یہ بہت بعید قول ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۱۳۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حکیم مظفر حسین اعوان نے لکھا ہے:

عنبر ایک مچھلی (سپریم ویل) کے شکم سے نکلتا ہے' اس کی صورت اکثر گول ہوتی ہے' اس لیے اسے شامہ بھی کہتے ہیں' اس کا وزن نصف کلو سے لے کر دس کلو تک ہوتا ہے' یہ موی مادہ ہے جو سرد پانی میں حل نہیں ہوتا ہے لیکن گرم پانی میں گداز ہو جاتا ہے۔
(کتاب المفردات ص ۲۶' شیخ غلام علی اینڈ سنز' لاہور)

مولوی فیروز الدین لکھتے ہیں:

ایک مشہور اور نہایت عمدہ قسم کی خوشبو کا نام ہے' جو ایک قسم کا موم ہے' کوہستان ہند اور چین میں شہد کی مکھیوں سے حاصل ہوتا ہے'

بعض کا خیال ہے یہ ایک قسم کی دریائی گائے کا گوبر ہے' مگر یہ درست نہیں۔ (فیروز اللغات فارسی' حصہ دوم ص ۱۵۵' فیروز سنز لاہور' ۱۹۶۸ء)

وَقَالَ الْحَسَنُ فِي الْعَنْبَرِ وَاللُّؤْلُؤِ الْخُمُسُ.

اور حسن بصری نے کہا: عنبر میں اور موتی میں خمس (ان کی مالیت کا پانچواں حصہ) ہے۔

یہ تعلیق سند موصول کے ساتھ' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۱۵۸ (مجلس علمی' بیروت) میں مذکور ہے۔

فَإِنَّمَا جَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الرِّكَازِ الْخُمُسَ' لَيْسَ فِي الَّذِي يُصَابُ فِي الْمَاءِ.

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف رکاز (کان یا دفینہ) میں خمس مقرر فرمایا نہ کہ اس میں جو پانی میں پایا جاتا ہے۔

اس تعلیق سے امام بخاری' حسن بصری کا رد کرنا چاہتے ہیں' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف دفینہ یا کان میں خمس مقرر کیا ہے نہ کہ اس چیز میں جو مچھلی کی طرح پانی میں پائی جائے۔

۱۴۹۸ - وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي جَعْفَرُ بْنُ رَبِيعَةَ' عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ هُرْمُزَ' عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ رَجُلًا مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ' سَأَلَ بَعْضَ بَنِي إِسْرَائِيلَ بِأَنْ يُسْلِفَهُ أَلْفَ دِينَارٍ' فَدَفَعَهَا إِلَيْهِ' فَخَرَجَ فِي الْبَحْرِ فَلَمْ يَجِدْ مَرْكَبًا' فَأَخَذَ خَشَبَةً فَنَقَرَهَا' فَأَدْخَلَ فِيهَا أَلْفَ دِينَارٍ' فَرَمٰى بِهَا فِي الْبَحْرِ' فَخَرَجَ الرَّجُلُ الَّذِي كَانَ أَسْلَفَهُ' فَإِذَا بِالْخَشَبَةِ' فَأَخَذَهَا لِأَهْلِهِ حَطَبًا فَذَكَرَ الْحَدِيثَ فَلَمَّا نَشَرَهَا وَجَدَ الْمَالَ.

[اطراف الحدیث: ۲۰۶۳-۲۲۹۱-۲۴۰۴-۲۴۳۰-۲۷۳۴-۶۲۶۱]

اور لیث نے کہا: مجھے جعفر بن ربیعہ نے حدیث بیان کی از عبد الرحمٰن بن ہرمز از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا کہ بنی اسرائیل کے ایک شخص نے کسی دوسرے بنی اسرائیل کے شخص سے سوال کیا کہ وہ اس کو ایک ہزار دینار قرض دے' سو اس نے اس کو وہ دینار دے دیئے' پس وہ (ان کو واپس کرنے کے لیے) سمندر میں نکلا تو اس کو کوئی کشتی نہیں ملی' اس نے ایک لکڑی کو کھوکھلا کر کے اس میں ہزار دینار رکھ دیئے' پھر وہ لکڑی سمندر میں ڈال دی' پھر وہ شخص نکلا جس نے اس کو قرض دیا تھا تو اس کو وہ لکڑی ملی' وہ اپنے گھر والوں کے استعمال کے لیے اس لکڑی کو لے گیا' اس کے بعد آپ نے پورا واقعہ سنایا' جب اس شخص نے اس لکڑی کو کھولا تو اس میں وہ مال مل گیا۔

(الادب المفرد: ۱۱۲۸' صحیح ابن حبان: ۶۴۸۷' مسند احمد ج ۲ ص ۳۴۹-۳۴۸ طبع قدیم' مسند احمد: ۸۵۸۷-ج ۱۴ ص ۲۴۷-۲۴۶' مؤسسة الرسالة' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ۷۴۳۶' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کا مکمل متن

امام بخاری نے اپنی صحیح میں اس حدیث کو سات جگہ روایت کیا ہے' لیکن کہیں بھی اس کا مکمل متن ذکر نہیں کیا' ہم قارئین کے استفادہ کے لیے اس حدیث کا مکمل متن پیش کر رہے ہیں:

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ اپنی سند کے ساتھ اس حدیث کو روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل کے ایک شخص کا ذکر کیا جس نے بنی اسرائیل کے کسی دوسرے شخص سے ایک ہزار دینار قرض مانگے' اس نے کہا: تم گواہ لے کر آؤ جن کو میں اس قرض پر گواہ بناؤں' اس نے کہا: میرا گواہ اللہ ہے' اس نے کہا: تم کفیل (ضامن) لے کر آؤ' اس نے کہا: میرا کفیل اللہ ہے' اس نے کہا: تم نے سچ کہا' پھر اس کو ایک مدت معین تک کے لیے ایک ہزار دینار دے دیئے' پھر وہ شخص سمندر پار چلا گیا اور اس نے اپنی ضرورت پوری کی' پھر اس نے مدت معین

آنے پر کشتی تلاش کی تاکہ اس کو ایک ہزار دینار واپس کر آئے' لیکن اس کو کشتی نہیں ملی' پھر اس نے ایک لکڑی کو اندر سے کھوکھلا کیا' اس میں ایک ہزار دینار رکھ دیئے اور عرض خواہ کے نام ایک خط لکھ کر رکھ دیا' پھر وہ سمندر پر آیا اور کہا: اے اللہ! تجھے علم ہے کہ میں نے فلاں شخص سے ایک ہزار دینار قرض لیے تھے' اس نے مجھ سے کفیل (ضامن) کا سوال کیا تو میں نے کہا: میرا کفیل اللہ ہے' پس وہ تیری کفالت پر راضی ہو گیا' پھر اس نے گواہ کا سوال کیا تو میں نے کہا: میرا گواہ اللہ ہے' پس وہ تیری گواہی پر راضی ہو گیا اور بے شک میں نے کشتی تلاش کرنے کی پوری کوشش کی مگر مجھے کشتی نہیں ملی' جس کے ذریعہ میں وہ رقم پہنچا سکوں جو تو نے مجھے عطا فرمائی ہے اور بے شک اب میں یہ رقم تیری امانت میں رکھتا ہوں' پھر وہ اس لکڑی کو سمندر میں بہا کر واپس آ گیا اور وہ اس عرصہ میں کشتی تلاش کرتا رہا تاکہ اس آدمی کے شہر پہنچ جائے' اُدھر وہ آدمی جس نے اس کو ایک ہزار دینار قرض دیئے تھے' سمندر پر آیا تاکہ اسے وہ آدمی ملے جو اس کی رقم لے کر آئے گا تو اچانک اس کو سمندر میں وہ کھوکھلی لکڑی مل گئی جس میں اس کی رقم تھی' وہ اس لکڑی کو اپنے گھر والوں کے استعمال کے لیے لے آیا' جب گھر آ کر اس نے اس لکڑی کو توڑا تو اس میں اس کی رقم تھی اور اس مقروض کا لکھا ہوا خط تھا۔

پھر کچھ دنوں بعد وہ مقروض اس کے پاس ایک ہزار دینار لے کر آیا اور کہا: اللہ کی قسم! میں مسلسل کشتی تلاش کرنے کی کوشش میں لگا رہا تاکہ تم کو تمہاری رقم وقت پر پہنچا دوں لیکن اس سے پہلے مجھے کوئی کشتی نہیں ملی تاکہ میں تمہاری رقم وقت مقرر پر تم کو ادا کر دوں' اس قرض خواہ نے کہا: کیا تم نے میرے پاس کوئی چیز بھیجی تھی؟ مقروض نے کہا: کیا تم کو میں نے یہ خبر نہیں دی کہ مجھے اس سے پہلے کوئی کشتی نہیں ملی' جس میں بیٹھ کر آتا اور تمہاری رقم تمہارے حوالے کرتا' اس قرض خواہ نے کہا: بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہاری طرف سے تمہاری وہ رقم اور وہ خط مجھے پہنچا دیا جو تم نے اس میں رکھا تھا' لہٰذا تم اپنے ان ہزار دینار کو لے کر خوشی سے واپس چلے جاؤ۔

(مسند احمد ج ۲ ص ۳۴۹-۳۴۸ طبع قدیم' مسند احمد: ۸۵۸۷' ج ۱۴ ص ۴۲۶-۴۲۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' صحیح ابن حبان: ۶۴۸۷)

حدیث مذکور کی عنوان سے مطابقت اور امام بخاری کا مقصود

اس حدیث کی عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ وہ کھوکھلی لکڑی سمندر سے نکالی گئی تھی اور امام بخاری نے اس حدیث کو اس لیے روایت کیا ہے کہ اس لکڑی کو سمندر سے نکالنے کی وجہ سے اس قرض خواہ پر کوئی زکوٰۃ واجب نہیں ہوئی' ہرچند کہ یہ پچھلی امتوں کا واقعہ ہے لیکن جب نبی ﷺ گزشتہ امتوں کا کوئی واقعہ رد کیے بغیر بیان فرمائیں تو وہ بھی ہماری شریعت میں حجت ہوتا ہے۔

سمندر سے نکالے گئے موتیوں اور عنبر میں وجوبِ زکوٰۃ کے متعلق اختلافِ فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ جب عنبر اور موتیوں کو سمندر سے نکالا جائے تو ان میں خمس ہے یا نہیں۔ (خمس سے مراد ہے: جو چیز ملے اس چیز کا یا اس کی مالیت کا پانچواں حصہ حکومت کو یا بیت المال کو ادا کرنا۔ سعیدی غفرلہٗ)

جمہور علماء کا مؤقف یہ ہے کہ ان میں کوئی چیز واجب نہیں ہے اور عنبر اور موتی گھر کے باقی سامان کی طرح ہیں' یہ اہل مدینہ' فقہاء کوفہ' لیث' امام شافعی' امام احمد اور ابوثور کا قول ہے' اور امام ابویوسف نے کہا ہے کہ عنبر اور موتی اور جو زیور بھی سمندر سے نکالا جائے اس میں خمس ہے اور یہ عمر بن عبدالعزیز' حسن بصری اور ابن شہاب کا قول ہے۔

ابن القصار نے کہا: امام ابویوسف اور دیگر فقہاء تابعین کا یہ قول غلط ہے' کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے: رکاز میں خمس ہے' اس میں یہ دلیل ہے کہ غیر رکاز میں خمس نہیں ہے اور سمندر میں ملنے والی چیز پر رکاز (کان یا دفینہ) کا اطلاق نہیں کیا جاتا' اور موتی اور عنبر سمندری جانور سے پیدا ہوتے ہیں' لہٰذا یہ مچھلی اور صدف کے مشابہ ہیں۔

دوسروں نے کہا: دوسری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کو فرض کیا: ارشاد فرمایا: آپ ان کے مالوں میں سے زکوٰۃ لیجئے۔ (التوبہ: ۱۰۳) تو رسول اللہ ﷺ نے ان کے بعض اموال سے زکوٰۃ لی اور بعض اموال سے زکوٰۃ نہیں لی' اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی یہ مراد نہیں تھی کہ ان کے تمام مالوں میں سے زکوٰۃ لیں' لہٰذا صرف ان ہی اموال سے زکوٰۃ لینا واجب ہے جن اموال سے رسول اللہ ﷺ نے زکوٰۃ لی ہے اور جن اموال سے زکوٰۃ لینا صحابہ کرام سے ثابت ہے۔

المہلب نے کہا ہے: وہ شخص سمندر سے اس کھوکھلی لکڑی کو اٹھا کر اپنے گھر والوں کے لیے لے گیا' اس میں یہ دلیل ہے کہ سمندر میں جو سامان وغیرہ ملے اس پر کوئی چیز واجب نہیں ہے اور وہ چیز اسی کی ہے جس کو وہ ملے' حتیٰ کہ سمندر سے ایسی چیزیں ملیں جن کا کوئی مستحق ہو جیسے دینار اور کپڑے وغیرہ تو ان کا بھی یہی حکم ہے' البتہ جب کسی چیز پر کسی کا استحقاق ثابت ہو جائے تو وہ چیز اس کو لوٹا دی جائے گی اور جس چیز کا کوئی مطالبہ کرنے والا نہ ہو اور اس چیز کی کوئی زیادہ قیمت نہ ہو تو جس شخص کو وہ چیز ملی ہو' وہ اس سے فائدہ حاصل کر سکتا ہے اور اس پر یہ لازم نہیں ہے کہ وہ اس کا اعلان کرے ماسوا اس کے کہ اس چیز میں کوئی ایسی دلیل ہو' جس سے اس کے مالک پر استدلال کیا جا سکے' مثلاً اس پر کسی معین شخص کا نام لکھا ہو یا کوئی اور علامت ہو تو اس کا اعلان کرنے میں علماء اجتہاد کریں۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ جو شخص کسی کی امانت یا اس کا قرض واپس کرنے کا ارادہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کا کفیل اور مددگار ہوتا ہے' اور جو اللہ کو اپنا گواہ اور کفیل بنائے تو اس کے لیے اللہ کافی ہے۔

اور اس سے یہ معلوم ہوا کہ جو شخص کسی کی امانت کی حفاظت کرتا ہے' اللہ تعالیٰ دنیا میں اس کی مدد کرتا ہے اور آخرت میں اس کو اجر عطا فرماتا ہے۔

اور اس حدیث میں لوگوں کے اموال کے ساتھ اور تجارت کے لیے کشتی میں سفر کرنے کی دلیل ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۵۰۳۔ ۵۰۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ نے علامہ ابن بطال کی اس عبارت کو من وعن ذکر کر دیا ہے' اس سے معلوم ہوا کہ فقہاء احناف اس تحقیق کے ساتھ متفق ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۱۴۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

الاسماعیلی نے کہا ہے کہ یہ حدیث باب کے مناسب نہیں ہے' کیونکہ اس میں ایک شخص کے قرض واپس کرنے کا ذکر ہے' اسی طرح داؤدی نے کہا ہے کہ اس حدیث میں کھوکھلی لکڑی کا ذکر ہے اور اس کا عنوان سے کوئی تعلق نہیں ہے' اور عبدالملک نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ جس چیز کو سمندر ساحل پر پھینک دے اس میں خمس نہیں ہے جس طرح کھوکھلی لکڑی کو سمندر سے لانے پر اس مقروض پر کوئی خمس واجب ہوا نہ زکوٰۃ واجب ہوئی اور یہی جمہور فقہاء اسلام کا مؤقف ہے' ہر چند کہ یہ پچھلی شریعت کا واقعہ ہے' لیکن چونکہ اس کو رسول اللہ ﷺ نے بغیر انکار کے بیان فرمایا ہے' اس لیے اس حدیث سے استدلال درست ہے۔

(فتح الباری ج ۳ ص ۸۷' دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

غیر مقلد عالم نواب صدیق حسن خان بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ نے بھی اسی شرح کا خلاصہ کر دیا ہے' اس سے معلوم ہوا کہ غیر مقلدین کا بھی یہی مؤقف ہے۔ (عون الباری ج ۳ ص ۴۸۷۔ ۴۸۶' دارالرشید' حلب' سوریا)

٦٦ - بَابٌ فِي الرِّكَازِ الْخُمُسُ
رکاز میں خمس (پانچواں حصہ) ہے

وَقَالَ مَالِكٌ وَابْنُ إِدْرِيسَ الرِّكَازُ دِفْنُ

اور امام مالک اور ابن ادریس (امام شافعی) نے کہا: الرکاز

الْجَاهِلِيَّةِ، فِي قَلِيْلِهِ وَكَثِيْرِهِ الْخُمُسُ، وَلَيْسَ الْمَعْدِنُ بِرِكَازٍ. زمانہ جاہلیت کا دفینہ ہے، اس کے قلیل اور کثیر میں خمس ہے اور معدن (کسی چیز کی کان) رکاز نہیں ہے۔

اس تعلیق کی امام ابوعبید نے کتاب الاموال میں روایت کی ہے اور معدن (کسی چیز کی کان) رکاز نہیں ہے، اس کا معنی یہ ہے کہ دفینہ میں سے چالیسواں حصہ بیت المال کو دینا ہوگا اور کان میں سے پانچواں حصہ بیت المال کو دینا ہوگا۔ امام شافعی کا قول قدیم یہ ہے کہ کان میں سے خمس ادا کرنا واجب ہے اور قول جدید یہ ہے کہ اگر کان بہ قدر نصاب ہے تو اس میں زکوٰۃ ہے۔

(عمدۃ القاری ج۹ ص ۱۴۲)

وَقَدْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَعْدِنِ جُبَارٌ، وَفِي الرِّكَازِ الْخُمُسُ. اور تحقیق یہ ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: معدن (کان) میں تاوان نہیں ہے اور رکاز میں خمس ہے۔

یعنی اگر کوئی شخص کسی چیز کی کان میں کام کرتے ہوئے گر کر مر گیا تو اس میں تاوان نہیں ہے، گویا اس کی جان مفت میں گئی۔ یہ تعلیق سنن بیہقی ج ۴ ص ۱۵۱ (مطبوعہ ملتان) میں مذکور ہے۔

وَاَخَذَ عُمَرُ ابْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ مِنَ الْمَعَادِنِ، مِنْ كُلِّ مِائَتَيْنِ خَمْسَةً. اور عمر بن عبد العزیز کان میں ہر دو سو درہم میں سے پانچ درہم (چالیسواں حصہ) لیتے تھے۔

یہ تعلیق سنن بیہقی ج ۴ ص ۱۵۲ (مطبوعہ ملتان) میں سند متصل کے ساتھ مذکور ہے۔

وَقَالَ الْحَسَنُ مَا كَانَ مِنْ رِكَازٍ فِي اَرْضِ الْحَرْبِ فَفِيْهِ الْخُمُسُ، وَمَا كَانَ مِنْ اَرْضِ السِّلْمِ فَفِيْهِ الزَّكٰوةُ. اور حسن بصری نے کہا: جو کان سرزمین حرب میں ہو، اس میں خمس ہے اور جو کان سرزمین صلح میں ہو، اس میں زکوٰۃ ہے۔

اس تعلیق کی اصل مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۸۸۲ (مجلس علمی بیروت) اور مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۷۷۷ (دار الکتب العلمیہ بیروت) میں ہے۔ میں کہتا ہوں کہ امام بخاری کی تعلیقات میں تعارض ہے، بعض تعلیقات کے اعتبار سے کان میں خمس ہے اور بعض کے اعتبار سے کان میں زکوٰۃ ہے۔

وَاِنْ وَجَدْتَّ اللُّقَطَةَ فِي اَرْضِ الْعَدُوِّ فَعَرِّفْهَا، وَاِنْ كَانَتْ مِنَ الْعَدُوِّ فَفِيْهَا الْخُمُسُ. اور اگر دشمن کی سرزمین میں لقطہ پاؤ تو اس کا اعلان کرو اور اگر وہ لقطہ دشمن کا ہو تو اس میں خمس ہے۔

اس لقطہ کا اس لیے اعلان کرو کہ ہو سکتا ہے وہ مسلمان کا مال ہو، اور اگر یقین ہو کہ وہ دشمن کا ہے تو پھر اس میں خمس ہے۔ یہ حسن بصری کے کلام کا تتمہ ہے اور اس کی اصل مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۸۸۱ (مجلس علمی، بیروت) اور ۱۰۷۷۶ (دار الکتب العلمیہ، بیروت) میں ہے۔

امام بخاری کا امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ پر یہ اعتراض کہ وہ کان میں خمس ادا کرنے کو واجب بھی کہتے ہیں اور منع بھی کرتے ہیں

وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ الْمَعْدِنُ رِكَازٌ مِثْلُ دِفْنِ الْجَاهِلِيَّةِ، لِاَنَّهُ يُقَالُ اَرْكَزَ الْمَعْدِنُ اِذَا خَرَجَ مِنْهُ شَيْءٌ، قِيْلَ لَهُ قَدْ يُقَالُ لِمَنْ وُهِبَ لَهُ شَيْءٌ، اَوْ رَبِحَ اور بعض الناس نے کہا: المعدن رکاز ہے جیسے جاہلیت کا دفینہ ہے کیونکہ عرب لوگ ''ارکز المعدن'' اس وقت کہتے ہیں کہ جب کان میں سے کوئی چیز نکلے، بعض الناس سے اس کے جواب

رِبۡحًا كَثِيرًا اَوْ كَثُرَ ثَمَرُهٗ اَرْكَزْتَ. ثُمَّ نَاقَضَ وَقَالَ لَا بَاسَ اَنْ يَّكْتُمَهٗ فَلَا يُؤَدِّيَ الْخُمُسَ.

میں کہا گیا کہ جب کسی شخص کو کوئی چیز ہبہ کی جائے یا وہ کسی تجارت میں بہت زیادہ نفع کمائے یا اس کے باغ میں بہت زیادہ پھل لگیں تب بھی عرب لوگ کہتے ہیں: "ارکزت" (حالانکہ یہ چیزیں بالاتفاق رکاز نہیں ہیں) پھر بعض الناس نے اپنے قول کی خود مخالفت کی اور کہا: اگر کوئی شخص اس کان کو چھپالے تو کوئی حرج نہیں ہے سو وہ اس میں سے خمس یعنی پانچواں حصہ حکومت کو ادا نہ کرے۔

امام بخاری کی یہ اصطلاح ہے کہ وہ اپنی صحیح میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو بعض الناس (بعض لوگوں کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں)

امام بخاری کے اعتراض کا خلاصہ یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ نے پہلے یہ کہا کہ کسی چیز کی کان زمانہ جاہلیت کے دفینہ کی طرح ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ اس میں سے پانچواں حصہ حکومت کو دینا واجب ہے کیونکہ دفینہ میں سے پانچواں حصہ حکومت کو دیا جاتا ہے پھر انہوں نے اس قول کی خود مخالفت کی اور کہا: اگر حکومت کا عامل اس کے پاس کان میں سے پانچواں حصہ طلب کرنے کے لیے آئے تو کان والے پر کوئی حرج نہیں ہے کہ وہ اس کان کو چھپالے اور اس عامل کو پانچواں حصہ نہ دے اور یہ پہلے قول کے خلاف ہے کیونکہ پہلے قول کے مطابق اس پر واجب تھا کہ وہ پانچواں حصہ حکومت کے عامل کو ادا کرتا۔

امام بخاری کے اعتراض کا مصنف کی طرف سے جواب اور کان کے متعلق امام اعظم کے مذہب کی تفصیل

امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس قول سے عام حالات کا قاعدہ کلیہ بیان نہیں فرمایا' عام حالات میں یہ واجب ہے کہ جس شخص کی زمین سے کسی چیز کی کان نکلے' مثلاً نمک کی یا پتھر کے کوئلہ کی یا مٹی کے تیل کی یا قدرتی گیس کی تو اس شخص پر واجب ہے کہ وہ حکومت کو مطلع کرے اور حکومت اپنے ذرائع اور وسائل سے اس کان سے اس چیز کے نکالنے کا انتظام کرے اور اس سلسلہ میں غیر ملکی کمپنیوں کے جو اخراجات ادا کرنے پڑیں اور حکومت کو اس تیل یا گیس یا کوئلہ یا نمک کو پورے ملک میں پھیلانے کے لیے جو اخراجات ادا کرنے پڑیں ان اخراجات کو منہا کرنے کے بعد جو خالص نفع حاصل ہو اس کے پانچ حصے کیے جائیں اور اس میں سے چار حصہ نفع تو ہر سال زمین کے مالک کو بہ طور رائلٹی دیئے جائیں اور ایک حصہ جو خمس ہے وہ ہر سال حکومت اپنے پاس رکھے۔

یہ طریقہ اس وقت ہے جب زمین کے بہت بڑے رقبہ میں کان نکلے اور اتنے بڑے رقبہ پر جو کام محیط ہو' اس سے مطلوبہ معدن (مثلاً تیل یا قدرتی گیس) کو نکالنا زمین کے مالک کے لیے عادۃً ممکن نہ ہو تو اس صورت میں زمین کا مالک اس کان سے حکومت کو مطلع کرے گا اور اس صورت میں وہی طریقہ عمل میں لایا جائے گا جس کا ہم نے اوپر ذکر کیا ہے' اور اگر زمین کے محدود اور تھوڑے سے حصہ میں کوئی سونے یا چاندی کی کان نکلی ہو اور زمین کا مالک اس کان سے اپنے ذاتی وسائل سے اس میں موجود سونے یا چاندی کو حاصل کرسکتا ہو تو پھر اس پر یہ واجب نہیں ہے کہ وہ اس سونے یا چاندی میں سے حکومت یا بیت المال کو اس کا پانچواں حصہ ادا کرے اور یہ تب ہوگا جب حکومت ظالم اور عیاش ہو اور وہ بیت المال کی رقم کو اپنی عیاشیوں میں خرچ کرتی ہو اور بیت المال کے مصارف میں اور یتیموں' بیواؤں اور محتاجوں کے حقوق ادا نہ کرتی ہو' ایسی صورت میں جس کے اپنے مکان میں یا دکان میں سونے یا چاندی کی کان نکل آئے' اس کے لیے جائز ہے کہ وہ اس کان سے حکومت کو مطلع نہ کرے اور اس کان سے سونے یا چاندی کو حاصل کرکے بیت المال کے مصارف میں خرچ کرے اور یتیموں' بیواؤں اور محتاجوں کی مدد کرے اور اگر وہ خود بہت زیادہ مستحق ہے تو وہ اس کام کے

سارے مال کو صرف اپنے اوپر بھی خرچ کر سکتا ہے کیونکہ جس طرح بیت المال میں دیگر مستحقین کا حق ہے' اسی طرح جب وہ خود بے حد ضرورت مند ہے تو اس کان میں اس کا بھی حق ہے اور وہ کان کے سارے مال کو اپنے اوپر صرف کر سکتا ہے' ہم نے کان سے نکلنے والی معدنیات کا عام حالات میں جو امام ابوحنیفہ کے مذہب کے مطابق حکم بیان کیا ہے کہ اس صورت میں کان کا مالک چار حصہ اپنے پاس رکھے گا اور ایک حصہ یعنی خمس حکومت کو دے گا اور اگر اس کے مکان یا دکان میں کان نکلی ہو تو وہ کان کے سارے مال کو بھی اپنے پاس رکھ سکتا ہے' اس کی تفصیل' ہدایہ اولین ص ۱۸۱-۱۷۹ (مطبوعہ کارخانہ تجارت کتب' دستگیر کالونی' کراچی) اور فتح القدیر ج ۲ ص ۲۴۷-۲۳۹ (دار الکتب العلمیہ' بیروت) میں مذکور ہے اور اسی طرح درمختار وردالمحتار میں مذکور ہے' جس کا خلاصہ علامہ امجد علی اعظمی نے یوں بیان فرمایا ہے:

کان کے حکم کے متعلق فقہاء احناف کی تصریحات

صدر الشریعہ علامہ محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

صحیح بخاری و صحیح مسلم میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: رکاز (کان) میں خمس ہے۔

(صحیح البخاری: ۱۴۹۹' صحیح مسلم: ۱۷۱۰)

مسئلہ: کان سے لوہا' سیسہ' تانبا' پیتل' سونا' چاندی نکلے' اس میں خمس (پانچواں حصہ) لیا جائے گا اور باقی پانے والے کا ہے' خواہ وہ پانے والا آزاد ہو یا غلام' مسلمان ہو یا ذمی مرد ہو یا عورت' بالغ ہو یا نابالغ۔ وہ زمین جس سے یہ چیزیں نکلیں عشری ہو یا خراجی۔ (عالم گیری) یہ اس صورت میں ہے کہ زمین کسی شخص کی مملوک نہ ہو مثلاً جنگل ہو یا پہاڑ اور اگر مملوک ہے تو کل مال مالک زمین کو دیا جائے اور خمس بھی نہ لیا جائے۔ (بہار شریعت حصہ ۵ ص ۲۵-۲۴' ضیاء القرآن پبلی کیشنز' لاہور' ۱۴۱۶ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام طحاوی نے امام ابوحنیفہ سے حکایت کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ جس شخص کو کان ملی تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ وہ اس کا پانچواں حصہ خود مساکین کو دے (جب کہ حکومت ظالم' غاصب اور خائن ہو) اور وہ خود بہت ضرورت مند ہو تو وہ خود بھی کان کا سارا مال رکھ سکتا ہے اور امام ابوحنیفہ نے یہ تاویل کی ہے کہ جس طرح بیت المال میں دوسرے ضرورت مندوں کا حق ہے تو محتاج ہونے کی وجہ سے اس کا بھی بیت المال میں حق ہے اور مال فئے میں حصہ ہے' سو اس کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنی ذات کے لیے خمس رکھ لے۔

(عمدۃ القاری ج ۹ ص ۱۴۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

امام بخاری کے امام اعظم پر اعتراض اور مصنف کے جواب کا خلاصہ

امام بخاری کا اعتراض یہ تھا کہ امام ابوحنیفہ کی ایک عبارت کا تقاضا یہ ہے کہ کان میں سے پانچواں حصہ حکومت کو دینا واجب ہے اور دوسری عبارت کا تقاضا یہ ہے کہ اس پر کان کا پانچواں حصہ دینا واجب نہیں ہے' وہ خود کان کا سارا مال رکھ سکتا ہے اور یہ ان کے کلام میں تعارض ہے' ہمارے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ عام اور معمول کے مطابق حالات میں کان کے مالک پر واجب ہے کہ وہ اس کا پانچواں حصہ حکومت کو دے اور جب حکومت ظالم' غاصب اور عیاش ہو اور کان کا مالک خود محتاج ہو تو وہ کان کا سارا مال اپنے پاس رکھ سکتا ہے' سو امام ابوحنیفہ کی ان دو عبارتوں میں تعارض نہ رہا۔ اگر امام بخاری رحمہ اللہ' امام اعظم ابوحنیفہ قدس سرہ کی ان عبارتوں میں توجہ اور غور فرما لیتے تو امام اعظم پر اعتراض نہ کرتے۔

علامہ ابن بطال' علامہ ابن حجر اور شیخ وحید الزمان کا اس مقام پر امام بخاری کے مقابلہ میں امام اعظم ابوحنیفہ کی تائید کرنا

علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ' علامہ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ' اور غیر مقلد نواب صدیق حسن خان بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ' یہ سب امام اعظم کے مخالف ہیں اور امام ابوحنیفہ پر بے جا تنقید کرتے ہیں' لیکن اس مقام پر انہوں نے بھی امام طحاوی کی مذکور الصدر عبارت کا حوالہ دے کر یہ تصریح کی ہے کہ امام اعظم کی ان دو عبارتوں میں تعارض نہیں ہے اور ان پر امام بخاری کا اعتراض صحیح نہیں ہے۔(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۵۰۶۔۵۰۵' فتح الباری ج ۳ ص ۸۸' عون الباری ج ۲ ص ۴۹۳)

شیخ وحید الزمان غیر مقلد بھی امام اعظم کے کٹر مخالف ہیں لیکن اس مقام پر انہوں نے بھی امام اعظم کی عبارتوں کو صحیح قرار دیا ہے اور امام بخاری کے اعتراض کو ساقط کر دیا ہے' ان کی عبارت یہ ہے:

میں کہتا ہوں: یہ اعتراض امام بخاری کا امام ابوحنیفہ پر صحیح نہیں ہے' اول تو امام ابوحنیفہ نے ''ارکز المعدن'' کے معنی یہ نہیں بیان کیے ہیں کہ جب معدن میں سے کچھ نکلے' نہ عرب کے محاورے میں ''ارکز المعدن'' کا یہ معنی ہے' بلکہ ''ارکز المعدن'' کا معنی یہ ہے کہ معدن رکاز بن گئی تو ''ارکز'' میں صیرورت کی خاصیت ہے جو باب افعال کی خاصیتوں میں سے ایک خاصیت ہے' دوسرے یہ بھی صحیح نہیں ہے کہ کسی سے کچھ ہبہ لے یا نفع کمائے تو اس کو ''ارکزت'' کہتے ہیں بلکہ عرب لوگ ''ارکز الرجل'' جب کہتے ہیں جب وہ کوئی رکاز پائے۔ تیسرے امام ابوحنیفہ نے رکاز کا چھپانا اس وقت جائز رکھا ہے جب پانے والا شخص محتاج ہو' اس کو بیت المال پر یہ دعویٰ ہو کہ اس کا حق بیت المال میں مار لیا گیا ہے تو وہ اپنے حق کے بدلے اگر رکاز پائے تو اس کو چھپا کر لے سکتا ہے اور احتمال ہے کہ امام بخاری کی مراد بعض الناس سے کوئی اور لوگ ہوں کیونکہ امام ابوحنیفہ پر تو یہ اعتراض متوجہ نہیں ہوتا۔ منہ

(تیسیر الباری ج ۲ ص ۱۰۲' نعمانی کتب خانہ' لاہور)

تنبیہات

(۱) شیخ وحید الزمان کی یہ عبارت دراصل فتح الباری اور عون الباری کی عبارات کا ترجمہ اور تلخیص ہے۔

(۲) رکاز کے لغت میں حسب ذیل معانی ہیں: (۱) ''ارکز'' کان کا دھات والی ہونا (۲) ''الرکاز'' زمین کے اندر قدرتی گڑی ہوئی دھاتیں (۳) ''الرکیزۃ'' زمین کے اندر دفن کیے ہوئے جواہر۔ (المنجد اردو ص ۴۰۳)

(۳) امام بخاری نے اپنی اس صحیح میں متعدد ابواب میں امام ابوحنیفہ کو بعض الناس (بعض لوگ) سے تعبیر کر کے امام ابوحنیفہ پر رد کیا ہے اور یہ ان مقامات میں سے پہلا مقام ہے' دیگر مقامات کی بھی ان شاء اللہ ہم اسی طرح وضاحت کریں گے۔

١٤٩٩ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، وَعَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْعَجْمَاءُ جُبَارٌ، وَالْبِئْرُ جُبَارٌ، وَالْمَعْدِنُ جُبَارٌ، وَفِي الرِّكَازِ الْخُمُسُ.

[اطراف الحدیث: ۲۳۵۵-۶۹۱۲-۶۹۱۳]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن شہاب از سعید بن المسیب واز ابوسلمہ بن عبدالرحمان از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جانور سے جو نقصان ہو' اس کا کوئی تاوان نہیں ہے اور جو کنویں میں گر جائے اس کا بھی کوئی تاوان نہیں ہے اور جو کان میں مر جائے اس کا بھی کوئی تاوان نہیں ہے اور رکاز (کان) میں سے پانچواں حصہ دینا

واجب ہے۔

(صحیح مسلم: ١٧١٠، الرقم المسلسل: ٤٣٨٥، سنن ترمذی: ١٣٧٧، سنن ابن ماجہ: ٢٦٧٣، سنن ابوداؤد: ٣٠٨٥، مسند الحمیدی: ١٠٧٩، مصنف ابن ابی شیبہ ج ٩ ص ٢٧١، سنن دار قطنی ج ٣ ص ١٥١، سنن بیہقی ج ٤ ص ١٥٥۔ ج ٨ ص ٣٤٣، سنن کبریٰ: ٥٨٣٣، صحیح ابن خزیمہ: ٢٣٢٦، صحیح ابن حبان: ٦٠٠٥، مسند احمد ج ٢ ص ٢٣٩ طبع قدیم، مسند احمد: ٧٢٥٤۔ ج ١٢ ص ١٩٦، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید لابن جوزی: ٤٨٢٠، مکتبۃ الرشد ریاض ١٤٢٦ھ)

جانور کے کیے ہوئے نقصان کی ضمانت میں مذاہب فقہاء

اس حدیث میں مذکور ہے: جانور سے جو نقصان ہو اس میں تاوان نہیں ہے۔

قاضی عیاض مالکی متوفی ٥٤٤ھ نے کہا ہے کہ اس پر فقہاء کا اجماع ہے کہ دن میں اگر جانور کسی کا نقصان کر دیں تو اس میں کوئی تاوان نہیں ہے جب کہ اس جانور کے ساتھ اس کا سوار یا اس کا چلانے والا نہ ہو اگر اس کے ساتھ اس کا سوار یا اس کا چلانے والا ہو تو پھر جمہور فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ اس کا سوار یا اس کا چلانے والا اس نقصان کا ضامن ہوگا اور داؤد ظاہری اور غیر مقلدین یہ کہتے ہیں کہ ہر صورت میں اس کے نقصان کا کوئی تاوان نہیں ہوگا۔ (اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ٥ ص ٥٥٣، دار الوفاء، ١٤١٩ھ)

کنویں میں اور کان میں گرنے والے کا تاوان نہ ہونا

نیز اس حدیث میں مذکور ہے: اور جو کنویں میں گر جائے اس کا بھی کوئی تاوان نہیں ہے:

یعنی اس کا قصاص لیا جائے گا نہ اس کی دیت ہوگی یعنی کسی شخص نے جنگل میں کنواں کھودا یا کسی آبادی میں جہاں لوگوں کا گزر ہوتا ہے پس اس میں کوئی آدمی گر گیا' یا کسی شخص نے کسی مزدور سے کہا کہ وہ اس کی زمین میں کنواں کھودے اور اس میں وہ گر گیا یا کسی شخص نے کان کھودنے کے لیے کسی کو بلایا اور وہ کان میں گر گیا' ان دونوں صورتوں میں گرنے والے شخص کا کسی پر قصاص ہے نہ دیت ہے۔ (عمدۃ القاری ج ٩ ص ١٣٦)

نیز اس حدیث میں مذکور ہے رکاز میں پانچواں حصہ دینا واجب ہے اور رکاز کے مصداق میں اختلاف ہے کہ وہ کان ہے یا دفینہ؟ اس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

رکاز کا مصداق

رکاز کے مصداق میں اختلاف ہے امام شافعی کے نزدیک رکاز زمانہ جاہلیت کا دفینہ ہے۔

امام بیہقی متوفی ٤٥٨ھ لکھتے ہیں: وہ رکاز جس میں خمس ہے وہ زمانہ جاہلیت کا دفینہ ہے جو کسی ایسی زمین سے ملے جو کسی کی ملکیت میں نہ ہو۔ (سنن بیہقی ج ٤ ص ١٥٥، کتاب الام ج ٢ ص ٤٣)

نیز امام بیہقی نے امام ابوحنیفہ سے حکایت کی ہے کہ تمام معادن یعنی تمام کانیں رکاز ہیں۔ (کتاب الآثار ج ٣ ص ٣٠٨)

امام ابوحنیفہ کی تائید میں حسب ذیل آثار ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رکاز وہ سونا ہے جس کو اللہ نے اس دن پیدا کیا جس دن اس نے زمین کو پیدا کیا تھا۔ (سنن بیہقی ج ٤ ص ١٥٢، کنز العمال: ١٠٩٦٢)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رکاز وہ سونا ہے جو زمین کے ساتھ پیدا ہوتا ہے۔ (سنن بیہقی ج ٤ ص ١٥٢، الکامل لابن عدی ج ٢ ص ٨٣٣)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رکاز میں خمس ہے' پوچھا گیا: یارسول اللہ! رکاز کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا: یہ وہ سونا ہے جس کو اللہ نے اس دن پیدا کیا جس دن زمین کو پیدا کیا۔

(سنن بیہقی ج ۴ ص ۱۵۲' کتاب السنن والآثار ج ۳ ص ۳۰۸)

یہ تمام احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں کہ رکاز کان ہے نہ کہ دفینہ' کیونکہ لوگ سونا چاندی دفن کرتے ہیں' اس کو دفینہ کہتے ہیں اور کان وہ جگہ ہے جہاں سونا چاندی اور دیگر معدنیات پیدائشی طور پر موجود ہوتی ہیں' اس سے معلوم ہوا کہ رکاز کان ہے نہ کہ دفینہ۔

رکاز میں نصاب کی شرط کے متعلق مذاہب فقہاء

ہمارے نزدیک رکاز کے قلیل اور کثیر میں خمس واجب ہے اور اس میں نصاب کی شرط نہیں ہے۔ امام مالک' امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک اس میں نصاب کی شرط ہے اور انہوں نے اس میں سال گزرنے کی شرط نہیں لگائی اور داؤد ظاہری نے اس میں نصاب کی اور سال گزرنے کی شرط لگائی ہے اور ہماری دلیل وہ نصوص ہیں جن میں نصاب کی شرط نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۹ ص ۱۴۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۴۳۵۱- ج ۴ ص ۸۸۰ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے عنوانات یہ ہیں:
① جانور کے کیے ہوئے نقصان میں فقہاء شافعیہ کا نظریہ ② جانور کے کیے ہوئے نقصان میں فقہاء حنبلیہ کا نظریہ ③ جانور کے کیے ہوئے نقصان میں فقہاء مالکیہ کا نظریہ ④ جانور کے کیے ہوئے نقصان میں فقہاء احناف کا نظریہ ⑤ کنویں اور کان میں گرنے کا حکم ⑥ رکاز سے دفینہ مراد ہے یا معدن؟ ⑦ معدنیات کی اقسام اور احکام ⑧ معدنیات میں نصاب اور سال گزرنے کی تحقیق ⑨ معدنیات کو حاصل کرنے کے اعتبار سے معدنیات کے احکام ⑩ معدنیات کا مصرف اور زمین کے اعتبار سے معدنیات کا حکم ⑪ اگر آج کل کسی کی زمین سے قدرتی گیس یا تیل نکل آئے تو ادائیگی خمس کی کیا صورت ہوگی؟

٦٧ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَالْعَامِلِيْنَ عَلَيْهَا﴾ (التوبہ: ٦٠) وَمُحَاسَبَةِ الْمُصَدِّقِيْنَ مَعَ الْاِمَامِ

اللہ عزوجل کا ارشاد: اور زکوٰۃ کی وصول یابی پر مامور لوگ (التوبہ: ٦٠) اور امام کا عاملین کا محاسبہ کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے: امام اور سربراہ جن عاملین کو زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے بھیجتا ہے' اسے ان کا محاسبہ کرنا چاہیے۔

١٥٠٠ - حَدَّثَنَا يُوْسُفُ بْنُ مُوْسٰى قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ قَالَ اَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حُمَيْدِ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اِسْتَعْمَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا مِّنَ الْاَسْدِ عَلٰى صَدَقَاتِ بَنِيْ سُلَيْمٍ يُدْعَى ابْنَ اللُّتْبِيَّةِ فَلَمَّا جَاءَ حَاسَبَهٗ. [اطراف الحدیث: ٢٥٩٧- ٧١٧٤]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یوسف بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن عروہ نے حدیث بیان کی از والد خود از ابوحمید الساعدی رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسد کے ایک شخص کو بنوسلیم کے صدقات وصول کرنے پر مامور کیا' اس کو ابن اللتبیہ کہا جاتا تھا' جب وہ زکوٰۃ لے کر آیا تو آپ نے اس کا محاسبہ کیا۔

(صحیح مسلم: ١٨٣٢' الرقم المسلسل: ٤٦٥٦' سنن ابوداؤد: ٢٩٤٦' مصنف ابن ابی شیبہ ج ١٢ص ٤٩٤' مسند البزار: ٣٧٠٧' صحیح ابن خزیمہ: ٢٣٣٩' شرح مشکل الآثار: ٤٣٤٠' سنن بیہقی ج ٤ص ١٥٩۔ ١٥٨' شرح السنہ: ١٥٦٨' مسند احمد ج ٥ص ٤٢٤ طبع قدیم' مسند احمد: ٢٣٥٩٨۔ ج ٣٩ص ٧' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

امام بخاری نے اس باب میں اس حدیث کا مکمل متن روایت نہیں کیا' دوسرے باب میں کیا ہے' اس لیے ہم اس باب میں اس حدیث کا مکمل متن بیان کر رہے ہیں تا کہ یہ معلوم ہو کہ آپ نے عامل کا کیوں اور کس طرح محاسبہ کیا تھا۔

حدیث مذکور کا مکمل متن

حضرت ابوحمید الساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسد کے ایک شخص کو عامل بنایا' جس کو ابن اللتبیہ کہا جاتا تھا' عمرو نے کہا: اس کو صدقہ وصول کرنے پر عامل بنایا تھا' جب وہ واپس آیا تو اس نے کہا: یہ چیزیں آپ کے لیے ہیں اور یہ چیزیں مجھے دی گئی ہیں' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر کھڑے ہوئے اور آپ نے اللہ کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا: اس عامل کا کیا حال ہے جس کو میں (صدقہ وصول کرنے) بھیجتا ہوں اور وہ واپس آ کر یہ کہتا ہے: یہ چیزیں آپ کے لیے ہیں اور یہ چیزیں مجھے ہدیہ میں دی گئی ہیں' وہ آپ اپنے باپ یا اپنی ماں کے گھر جا کر کیوں نہ بیٹھا حتیٰ کہ ہم دیکھتے کہ پھر اس کو ہدیہ دیا جاتا ہے یا نہیں! اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے! تم میں سے جو شخص جس چیز کو بھی لے گا وہ شخص قیامت کے دن اس چیز کو اپنی گردن پر اٹھائے ہوئے آئے گا' اونٹ بڑبڑا رہا ہوگا یا گائے ڈکرا رہی ہوگی یا بکری ممیا رہی ہوگی' پھر آپ نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کیے حتیٰ کہ ہم نے آپ کی دونوں بغلوں کی سفیدی دیکھی' پھر آپ نے دو مرتبہ فرمایا: اے اللہ! کیا میں نے تبلیغ کر دی ہے۔

(صحیح البخاری: ٢٥٩٧' صحیح مسلم: ١٨٣٢' سنن ابوداؤد: ٢٩٤٦)

عاملین زکوۃ سے حساب لینا اور دیگر فقہی مسائل

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ جن عاملین کو صدقات وصول کرنے کے لیے بھیجا جاتا ہے ان کے لیے اموال زکوۃ سے از خود کوئی چیز لینا جائز نہیں ہے' البتہ امام اور ملک کا سربراہ اپنی صواب دید سے ان کی محنت اور سعی کے اعتبار سے جو کچھ دے صرف وہ لینا ان کے لیے جائز ہے' اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس شخص کو مسلمانوں کی فلاح کے لیے کسی منصب پر مقرر کیا جائے' اس کی خوراک اور گزر بسر کے لیے اس کو وظیفہ دینا جائز ہے جیسے حکام' قضاۃ اور ائمہ اور خطباء وغیرہ تاہم متقدمین میں سے بعض فقہاء نے اس کو مکروہ کہا ہے' ان شاء اللہ اس کا ذکر" رزق الحکام والعاملین " کے باب میں آئے گا۔

المہلب نے کہا ہے کہ اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ عاملین کا محاسبہ کرنا جائز ہے اور محاسبہ ان کی امانت کی تصحیح پر مشتمل ہونا چاہیے' دوسرے علماء نے یہ کہا کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ جو عاملین کا محاسبہ کرتے تھے' یہ حدیث اس کی اصل ہے' اور حضرت عمر ان کا محاسبہ اس لیے کرتے تھے کہ انہوں نے دیکھا کہ عاملین کے پاس مال و دولت کی فراوانی ہے اور مال و دولت کی یہ کثرت ان کو ان کے منصب کے دوران حاصل ہوئی تھی تو انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی اتباع میں کہ یہ عامل اپنے باپ یا اپنی ماں کے گھر میں جا کر کیوں نہ بیٹھ گیا' پھر میں دیکھتا کہ اس کو کوئی ہدیہ دیتا ہے یا نہیں' اور اس کا معنی یہ ہے کہ اگر یہ منصب نہ ہوتا تو پھر اسے کوئی ہدیہ نہ دیتا اور یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اجتہاد تھا اور وہ عمال کی مال و دولت کو جو ضبط کرتے تھے' اس کو بیت المال میں داخل کرتے تھے' اپنے پاس نہیں رکھتے تھے اور اس بحث کی زیادہ تفصیل ان شاء اللہ "کتاب الحیل" میں آئے گی۔

المہلب نے کہا کہ اس حدیث کے فقہی مسائل میں سے یہ ہے کہ جب عالم یہ دیکھے کہ کوئی شخص کسی تاویل سے کوئی مال حاصل کر رہا ہے اور اسے تاویل میں خطاء ہوئی ہے تو وہ لوگوں کے سامنے اس کی خطاء پر تنبیہ کرے تاکہ تمام لوگوں کو اس کی تاویل کی خطاء معلوم ہو جائے اور عامل پر لازم ہے کہ وہ قطعی دلائل سے اس کی خطاء کو بیان کرے' جس طرح رسول اللہ ﷺ نے قطعی دلائل کے ساتھ ابن اللتبیہ کی خطاء کو بیان فرمایا۔

نیز اس حدیث کے فقہی مسائل میں سے یہ ہے کہ خطاء کار کی خطاء پر مذمت کرنی چاہیے۔

اور اس حدیث کے فقہی مسائل میں سے یہ ہے کہ پہلے کسی کم درجہ کے مسلمان کو کسی منصب پر فائز کرنا چاہیے' پھر اس تجربہ کی روشنی میں دوسروں کو یہ منصب سونپنا چاہیے' جیسے نبی ﷺ نے پہلے ابن اللتبیہ کو اس منصب پر مقرر فرمایا حالانکہ اس وقت ان سے اعلیٰ درجہ کے اصحاب بھی موجود تھے۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۵۰۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے لکھا ہے:

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ نے کہا ہے کہ ابن اللتبیہ کا نام عبداللہ ہے اور ان کی ماں کا نام معلوم نہیں ہو سکا' ان کا محاسبہ کرنے کی وجہ یہ تھی کہ جس نوع کے صدقات یہ وصول کر کے لائے تھے' اسی نوع کے صدقات ان کے پاس پائے گئے تھے۔

(فتح الباری ج ۳ ص ۸۹' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ نے اس حدیث کی بعینہٖ وہی شرح کی ہے' جو علامہ ابن بطال نے کی ہے۔ اسی طرح نواب صدیق حسن خاں متوفی ۱۳۰۷ھ نے بھی ان ہی کی شرح کا خلاصہ لکھا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۹ ص ۱۵۰' عون الباری ج ۲ ص ۴۹۴)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۴۶۲۳۔ ج ۷ ص ۶۷۷ پر مذکور ہے' اس کی وضاحت میں دو تین سطریں لکھی گئی ہیں۔

٦٨ - بَابُ اِسْتِعْمَالِ اِبِلِ الصَّدَقَةِ وَاَلْبَانِهَا لِاَبْنَاءِ السَّبِيْلِ

صدقہ کی اونٹنیوں اور ان کے دودھ کو مسافروں کے لیے استعمال کرنا

١٥٠١ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنْ شُعْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ نَاسًا مِّنْ عُرَيْنَةَ اجْتَوَوُا الْمَدِيْنَةَ فَرَخَّصَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّاْتُوْا اِبِلَ الصَّدَقَةِ فَيَشْرَبُوْا مِنْ اَلْبَانِهَا وَاَبْوَالِهَا، فَقَتَلُوا الرَّاعِيَ وَاسْتَاقُوا الذَّوْدَ، فَاَرْسَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاُتِيَ بِهِمْ، فَقَطَّعَ اَيْدِيَهُمْ وَاَرْجُلَهُمْ، وَسَمَّرَ اَعْيُنَهُمْ، وَتَرَكَهُمْ بِالْحَرَّةِ يَعَضُّوْنَ الْحِجَارَةَ . تَابَعَهُ اَبُوْ قِلَابَةَ وَحُمَيْدٌ وَثَابِتٌ، عَنْ اَنَسٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از شعبہ' انہوں نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ کہ عرینہ کے کچھ لوگوں کو مدینہ راس نہیں آیا تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں اجازت دی کہ وہ صدقہ کی اونٹنیوں کے پاس جائیں اور ان کا دودھ اور ان کا پیشاب پئیں' سو انہوں نے چرواہوں کو قتل کر دیا اور اونٹنیوں کو ہنکا کر لے گئے' رسول اللہ ﷺ نے ان کو بلوایا' سو ان کو لایا گیا' پھر ان کے ہاتھ اور پیر کاٹ دیے گئے اور ان کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیری گئیں اور ان کو پتھریلی زمین میں ڈال دیا گیا' وہ دانتوں سے پتھر کاٹ رہے تھے۔ قتادہ کی متابعت ابو قلابہ' حمید اور ثابت نے کی ہے از حضرت انس رضی اللہ عنہ۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۴۳ میں گزر چکی ہے۔

٦٩ - بَابُ وَسْمِ الْإِمَامِ إِبِلَ الصَّدَقَةِ بِيَدِهِ

صدقہ کے اونٹوں پر امام کا اپنے ہاتھ سے داغ لگانا

١٥٠٢ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَمْرٍو الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ قَالَ حَدَّثَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ غَدَوْتُ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ لِيُحَنِّكَهُ، فَوَافَيْتُهُ فِي يَدِهِ الْمِيْسَمُ، يَسِمُ إِبِلَ الصَّدَقَةِ.

[اطراف الحدیث: ۵۵۴۲-۵۸۲۴] (شرح السنۃ: ۸۱۲' مسند احمد ج ۳ ص ۲۵۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۲۶۶۳-ج ۱۲ ص ۲۴۵' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعمرو الاوزاعی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے اسحاق بن عبد اللہ بن ابی طلحہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ میں صبح کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس عبد اللہ بن ابی طلحہ کو لے کر گیا تا کہ آپ اس کو گھٹی کھلائیں جب میں گیا تو اس وقت آپ کے ہاتھ میں داغ لگانے کا آلہ تھا' اور آپ صدقہ کے اونٹوں کو داغ لگا رہے تھے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابراہیم بن المنذر ابواسحاق الحزامی القرشی الاسدی (۲) الولید بن مسلم ابوالعباس الاموی القرشی' یہ ۱۹۵ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) ابوعمرو الاوزاعی' ان کا نام عبد الرحمان بن عمرو ہے (۴) اسحاق بن عبد اللہ بن ابی طلحہ' ان کا نام زید بن سہل انصاری ہے' یہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے بھتیجے ہیں' ان کی کنیت ابویحییٰ ہے (۵) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۱۵۲)

گھٹی دینے کا معنی

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں گھٹی دینے کا ذکر ہے' اس کا معنی ہے: کھجور یا اس کی مثل کوئی چیز چبا کر نوزائیدہ بچہ کے منہ میں اس طرح دینا کہ وہ اس کے لعاب کے ساتھ مخلوط ہو کر اس کے حلق میں چلی جائے۔

علامت کے لیے جانوروں کے جسم پر داغ لگانے کے جواز یا استحباب میں مذاہب فقہاء

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جانور کو داغ لگانا مباح ہے' بعض شافعی علماء نے کہا ہے کہ زکوٰۃ اور جزیہ کے جانوروں کو داغ لگانا مستحب ہے اور دوسرے جانوروں میں جائز ہے اور مستحب یہ ہے کہ بکری کے کانوں میں داغ لگایا جائے اور اونٹوں اور گایوں کی رانوں کی جڑوں میں داغ لگایا جائے' امام احمد اور امام ابن ماجہ کی ایک روایت میں ہے کہ بکری کے کانوں میں داغ لگایا جائے' آدمی کو داغنا مکروہ ہے اور آدمی کے علاوہ کسی جانور کے چہرے پر داغ لگانا مکروہ ہے' داغ لگانے کا فائدہ یہ ہے کہ ایک جانور دوسرے جانور سے ممتاز ہو جائے تا کہ جو آدمی اس جانور کو پکڑ لے وہ اس داغ کے نشان سے اس کو پہچان کر اس کو واپس کر دے اور مستحب یہ ہے کہ زکوٰۃ اور صدقہ کے جانوروں میں داغ لگایا جائے' ابن الصباغ وغیرہ نے نقل کیا ہے کہ داغ لگانے کی صحت اور اباحت پر صحابہ کا اجماع ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۱۵۳)

شوافع کا فقہاء احناف پر یہ افتراء کہ وہ داغ لگانے سے منع کر کے حدیث کی مخالفت کرتے ہیں

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں اور ابن الصباغ شافعی سے منقول اجماع صحابہ میں فقہاء احناف کے خلاف حجت ہے' جو داغ لگانے کو مکروہ کہتے ہیں کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بالعموم مثلہ کرنے سے منع فرمایا ہے اور چونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جانور کو داغ لگانا حدیث مذکور سے ثابت ہے' اس لیے ممانعت کے عموم سے ضرورت کے مواقع پر اس کی تخصیص کی جائے گی جیسا کہ بچوں کے لیے ختنہ کرنا سنت ہے حالانکہ اس میں ایک عضو کے کچھ حصہ کو کاٹا جاتا ہے۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۹۰' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین عینی حنفی اس کے جواب میں لکھتے ہیں: ہمارے فقہاء نے جانوروں کے داغ لگانے کو مکروہ نہیں کہا بلکہ انہوں نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے کہ علامت کے لیے جانوروں کے داغ لگانے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ اس میں منفعت ہے' اسی طرح کسی بیماری میں بچوں کے داغ لگانا بھی جائز ہے کیونکہ یہ دوا اور علاج ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۱۵۳)

جانوروں پر داغ لگانے کے ثبوت میں فقہاء احناف کی عبارات

میں کہتا ہوں کہ جن فقہاء احناف نے جانوروں کے داغ لگانے کو جائز کہا ہے' ان کی عبارات حسب ذیل ہیں:

علامہ حسن بن منصور الاوجندی الفرغانی الحنفی المعروف بہ قاضی خاں المتوفی ۵۹۲ھ لکھتے ہیں:

بلے اگر ضرر دیتے ہوں تو ان کو خصی کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور دیگر جانوروں کو خصی کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے' اور بکریوں کو داغ لگانے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ اس میں منفعت ظاہرہ ہے' اسی طرح بچے کو بیماری میں علاج کے لیے لوہا گرم کر کے داغ لگانا بھی جائز ہے۔ (فتاویٰ قاضی خاں ج ۳ ص ۴۱۰-۴۰۹' علیٰ ھامش الہندیہ امیریہ کبریٰ بولاق' مصر' ۱۳۱۰ھ)

علامہ محمود بن صدر الشریعہ ابن مازہ البخاری المتوفی ٦١٦ھ لکھتے ہیں:

اگر بچوں کو کوئی بیماری ہو تو ان کو لوہا گرم کر کے داغ لگانے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ یہ دوا ہے اور لڑکیوں کے کان چھیدنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں بغیر انکار کے کیا جاتا تھا۔

(المحیط البرھانی ج ۸ ص ۹۵' ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۴۲۴ھ)

ملا نظام الدین مرتب فتاویٰ عالم گیری متوفی ۱۱٦۱ھ لکھتے ہیں:

بچوں کو گرم لوہے سے کسی بیماری میں داغ لگانے میں کوئی حرج نہیں ہے' اسی طرح جانوروں میں بھی علامت لگانے کے لیے گرم لوہے سے داغ لگانے میں کوئی حرج نہیں ہے اسی طرح محیط سرخسی میں ہے' تاہم چہرے پر داغ لگانا مکروہ ہے' اسی طرح فتاویٰ عتابیہ میں ہے۔ (فتاویٰ عالم گیری ج ۵ ص ۳۵٦' مطبعہ امیریہ کبریٰ بولاق' مصر' ۱۳۱۰ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی کو چاہیے تھا کہ وہ فتح الباری میں فقہاء احناف پر حدیث کی مخالفت کرنے کی تہمت لگانے سے پہلے فقہاء احناف کی مذکور الصدر عبارات کو دیکھ لیتے!

غیر مقلدین کا فقہاء احناف پر افتراء کہ وہ جانوروں پر داغ لگانے سے منع کرتے ہیں

اسی طرح غیر مقلد عالم نواب صدیق حسن خان بھوپالی نے بھی حافظ ابن حجر عسقلانی کی دیکھا دیکھی لکھا ہے:

اس باب کی حدیث ان فقہاء احناف کے خلاف حجت ہے جنہوں نے مثلہ کی ممانعت کی وجہ سے جانوروں کے داغ لگانے کو مکروہ کہا ہے حالانکہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہے' اس کے بعد وہی حافظ ابن حجر کی عبارت ہے۔

(عون الباری ج ۲ ص ۴۹۵ 'دار الرشید' حلب' سوریا)

اسی طرح دوسرے غیر مقلد عالم شیخ وحید الزمان نے لکھا ہے:

معلوم ہوا کہ جانور کو کسی ضرورت سے داغ دینا درست ہوا اور رد ہوا حنفیہ کا' جنہوں نے داغ دینا مکروہ اور اس کو مثلہ سمجھا ہے۔منہ (تیسیر الباری ج ۲ ص ۱۰۴' نعمانی کتب خانہ' لاہور)

ہم نے جو فقہاء احناف کی ٹھوس عبارات نقل کی ہیں ان سے آفتاب سے زیادہ روشن ہو گیا کہ ان لوگوں کا یہ کہنا سراسر جھوٹ ہے اور احناف پر افتراء ہے' کاش! یہ لوگ احناف کے بغض میں اندھے ہو کر جھوٹ کی غلاظت کا یہ ٹوکرا اپنے سروں پر نہ سجاتے!

صحابہ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لعاب سے برکت حاصل کرنا

المہلب وغیرہ نے لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں داغ لگانے کا آلہ تھا' اس سے معلوم ہوا کہ امام اور سربراہ کو ایسا آلہ رکھنا چاہیے' اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب بچہ پیدا ہو تو اسے نیک (اور صحت مند جو بیمار نہ ہوں) بزرگوں کے پاس لے جانا چاہیے تاکہ وہ اس کو گھٹی کھلائیں اور اس کے لیے برکت کی دعا کریں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں صحابہ کرام اپنے نومولود بچوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس لیے لے جاتے تھے کہ انہیں آپ کے لعاب مبارک اور آپ کے ہاتھوں کے لمس اور آپ کی دعا کی برکت حاصل ہو' اور اس حدیث میں زیادہ اجر کے حصول کے لیے مشقت والے کام کرنے کا ثبوت ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۵۰۹ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

یہ عبارت حافظ ابن حجر عسقلانی اور حافظ بدر الدین عینی نے بھی نقل کی ہے۔(فتح الباری ج ۳ ص ۹۰' عمدۃ القاری ج ۹ ص ۱۵۳)

۷۰- بَابُ فَرْضِ صَدَقَةِ الْفِطْرِ صدقہ فطر کا فرض ہونا

اس صدقہ کی اضافت فطر کی طرف اس لیے کی گئی ہے کہ رمضان کے روزوں کے بعد عید کے دن جو افطار کی نعمت حاصل ہوتی ہے' اس کے سبب سے یہ صدقہ فرض کیا گیا ہے۔ علامہ عینی نے اس کی شرح میں حسب ذیل اُمور بیان کیے ہیں:

صدقہ فطر کی تعریف' حکم' شرط' رکن اور مسائل

(۱) یہ صدقہ مسلمانوں پر رحم کرنے کے لیے اپنے مال سے دیا جاتا ہے تاکہ فقراء اور مساکین کو بھی عید کی خوشی میں شامل کیا جائے۔

(۲) یہ کثرت احادیث میں اس صدقہ کے ادا کرنے کو صاحب نصاب پر واجب قرار دیا گیا ہے۔

(۳) یہ صدقہ ان سب لوگوں کی طرف سے ادا کیا جائے گا جن کی کفالت کسی صاحب نصاب کے ذمہ ہو۔

(۴) اس کے وجوب کی شرائط یہ ہیں: مسلمان ہونا' آزاد ہونا' صاحب نصاب یعنی غنی ہونا۔

(۵) اس کا رکن یہ ہے کہ کسی ایسے شخص کو اس کا مالک بنایا جائے جو فقیر غیر صاحب نصاب ہو اور ہاشمی نہ ہو۔

(۶) اس کے جواز کی شرط یہ ہے کہ اس کا مصرف فقیر ہو۔

(۷) صدقہ فطر کا ادا کرنا جن کی طرف سے واجب ہے: باپ پر واجب ہے کہ وہ اپنے نابالغ غیر صاحب نصاب بچوں کی طرف سے صدقہ فطر ادا کرے' اور مالک پر واجب ہے کہ وہ اپنے غلام' مدبّر اور ام ولد کی طرف سے صدقہ فطر ادا کرے۔

(۸) جن کی وجہ سے صدقہ فطر واجب ہے وہ مذکور الصدر ہیں' بیوی کی طرف سے صدقہ فطر واجب نہیں ہے۔

(۹) صدقہ فطر ادا کرنے کی مقدار: دو کلو گندم یا چار کلو گرام جَو' کھجور' یا کشمش یا ان کی قیمت۔

(۱۰) صدقہ فطر کے وجوب کا وقت: وہ عید کے دن فجر صادق کے طلوع کا وقت ہے۔

(۱۱) صدقہ فطر ادا کرنے کا مستحب وقت: ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے کہ وہ عید کے دن فجر کی نماز کا وقت ہے' عید کی نماز کے لیے جانے سے پہلے۔

(۱۲) امام ابوحنیفہ کے نزدیک عید الفطر کے دن سے پہلے بھی صدقہ فطر کو ادا کرنا جائز ہے' ایک سال اور دو سال پہلے بھی۔ خلف بن ایوب سے روایت ہے کہ ایک ماہ پہلے اور ایک قول ہے: ایک یا دو دن پہلے۔

(۱۳) اس کی ادائیگی کا وقت عید کا پورا دن ہے اور عید کے دن کے بعد اس کی قضاء کرنا واجب ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۹ ص ۱۵۳۔ ۱۵۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

وَرَاٰی اَبُو الْعَالِیَۃِ' وَعَطَاءٌ' وَابْنُ سِیْرِیْنَ صَدَقَۃَ الْفِطْرِ فَرِیْضَۃً.

اور ابو العالیہ' عطاء اور ابن سیرین کے نزدیک صدقہ فطر فرض ہے۔

اس تعلیق کی اصل میں حسب ذیل اثر مروی ہیں:

عاصم بیان کرتے ہیں کہ ابو العالیہ اور ابن سیرین نے کہا: صدقہ فطر فرض ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۸۶۱' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۷۵۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

صدقہ فطر کے حکم میں مذاہب ائمہ اور امام اعظم کے مذہب پر دلیل

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

صدقہ فطر کے حکم میں اختلاف ہے کہ آیا یہ فرض ہے یا واجب ہے یا سنت ہے یا مستحب ہے۔

امام مالک' امام شافعی اور امام احمد نے کہا ہے کہ صدقہ فطر فرض ہے' اور ہمارے اصحاب فقہاء احناف نے کہا ہے کہ صدقہ فطر ادا کرنا واجب ہے اور ایک جماعت نے کہا ہے کہ صدقہ کا ادا کرنا سنت ہے اور یہ امام مالک سے ایک روایت ہے' اور ایک قول یہ ہے کہ صدقہ فطر ادا کرنا اچھا کام ہے اور مستحب ہے' اس کے ثبوت میں یہ حدیث ہے:

حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ کا حکم نازل ہونے سے پہلے صدقہ فطر ادا کرنے کا حکم دیا اور جب زکوٰۃ کا حکم نازل ہو گیا تو پھر آپ نے صدقہ فطر کا حکم دیا اور نہ اس سے منع کیا اور ہم صدقہ فطر ادا کرتے تھے۔ (سنن ابن ماجہ: ۱۸۲۸' سنن نسائی: ۲۵۰۲)

صدقہ فطر فرض نہیں ہے کیونکہ فرض کا ثبوت اس دلیل سے ہوتا ہے جس کا ثبوت قطعی ہو اور اس کے فعل کے لزوم کی دلالت بھی قطعی ہو اور صدقہ فطر کا ثبوت اخبار آحاد سے ہے جو ظنی الثبوت ہیں اور چونکہ احادیث میں صدقہ فطر ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے' اس لیے صدقہ فطر کا ادا کرنا واجب ہے' اور یہی اس باب میں امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا مذہب ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۹ ص ۱۵۵۔ ۱۵۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۵۰۳ - حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ السَّکَنِ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَهْضَمٍ قَالَ حَدَّثَنَا اِسْمَاعِیْلُ بْنُ جَعْفَرٍ' عَنْ عُمَرَ بْنِ نَافِعٍ' عَنْ اَبِیْهِ' عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ فَرَضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ زَکٰوةَ الْفِطْرِ' صَاعًا مِّنْ تَمْرٍ اَوْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن محمد بن السکن نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن جہضم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن جعفر نے حدیث بیان کی از عمر بن نافع از والد خود از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عید الفطر کی زکوٰۃ فرض کی ایک صاع

صَاعًا مِّنْ شَعِيْرٍ، عَلَى الْعَبْدِ وَالْحُرِّ، وَالذَّكَرِ وَالْأُنْثٰى، وَالصَّغِيْرِ وَالْكَبِيْرِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ، وَاَمَرَ بِهَا اَنْ تُؤَدّٰى قَبْلَ خُرُوْجِ النَّاسِ اِلَى الصَّلٰوةِ.

(چار کلوگرام) کھجوریں یا چار کلوگرام جَو، مسلمانوں میں سے ہر غلام اور آزاد پر، ہر مرد اور عورت پر اور ہر چھوٹے اور بڑے پر اور آپ نے یہ حکم دیا کہ لوگوں کے نماز کی طرف جانے سے پہلے اس کو ادا کر دیا جائے۔

[اطراف الحدیث: ۱۵۰۳-۱۵۰۷-۱۵۰۹-۱۵۱۱-۱۵۱۲]

(صحیح مسلم: ۹۸۴، الرقم المسلسل: ۲۲۳۲، سنن ابوداؤد: ۱۶۱۱، سنن ترمذی: ۶۷۶، سنن نسائی: ۲۵۰۳-۲۵۰۲، سنن ابن ماجہ: ۱۸۲۶، صحیح ابن خزیمہ: ۲۴۰۳، سنن بیہقی ج ۴ ص ۱۶۰، سنن کبریٰ: ۲۲۸۴، سنن دار قطنی ج ۲ ص ۱۳۹، مسند احمد ج ۲ ص ۵۵ طبع قدیم، مسند احمد: ۵۱۷۴-ج ۹ ص ۱۵۹، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، جامع المسانید لابن جوزی: ۳۳۸۵، مکتبۃ الرشد، ریاض، ۱۴۲۷ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) یحییٰ بن محمد السکن ابن حبیب ابو عبد اللہ البزار القرشی (۲) محمد بن جہضم بن عبد اللہ ابو جعفر الثقفی (۳) اسماعیل بن جعفر بن کثیر ابو ابراہیم الانصاری (۴) عمر بن نافع مولیٰ عبد اللہ بن عمر (۵) ان کے والد نافع (۶) حضرت عبد اللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما۔

(عمدۃ القاری ج ۹ ص ۱۵۵)

اس حدیث کی اس باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عید الفطر کی زکوۃ فرض کی۔

احکام شرعیہ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مفوض ہونا اور صدقہ فطر کے وجوب کی دلیل

اس حدیث میں مذکور ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عید الفطر کی زکوۃ فرض کی، حافظ ابو عمر ابن عبد البر مالکی متوفی ۴۶۳ھ نے کہا: اس حدیث میں فرض کے دو معنی ہیں: ایک یہ ہے کہ آپ نے زکوۃ فطر کو واجب کیا، دوسرا معنی یہ ہے کہ آپ نے زکوۃ فطر کو اندازہ سے مقرر کیا اور پہلا معنی زیادہ ظاہر ہے۔ (تمہید ابن عبد البر ج ۵ ص ۲۷۰، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۹ھ)

میں کہتا ہوں کہ ان دونوں معنی میں سے جس معنی کا ارادہ بھی کیا جائے، اس حدیث سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ احکام شرعیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مفوض ہیں، آپ مراد شناسائے الوہیت ہیں، سو آپ اللہ تعالیٰ کی مراد اور منشاء پر مطلع ہو کر جس چیز کو چاہتے ہیں فرض یا واجب کر دیتے ہیں اور جس چیز کو چاہتے ہیں مکروہ یا حرام کر دیتے ہیں۔

اس سلسلہ میں حسب ذیل حدیث بھی ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ دار کی لغو باتوں اور بے حیائی کے کاموں سے پاکیزگی اور مساکین کو کھانا کھلانے کے لیے زکوۃ فطر کو فرض کیا اور جس نے اس کو عید کی نماز سے پہلے ادا کر دیا تو یہ زکوۃ مقبول ہے اور جس نے اس کو نماز کے بعد ادا کیا تو یہ صدقات میں سے ایک صدقہ ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۶۰۹)

جو بچہ عید کے دن پیدا ہوا اس کی طرف سے صدقہ فطر ادا کرنے کے وجوب میں مذاہب فقہاء

حافظ ابو عمر ابن عبد البر مالکی متوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں:

اللیث نے کہا ہے کہ جب کوئی بچہ نماز عید کے بعد پیدا ہو تو اس کے باپ پر اس کی طرف سے زکوۃ فطر ادا کرنا لازم ہے، اور اگر کوئی نصرانی اس وقت مسلمان ہو تو اس پر زکوۃ فطر دینا مستحب ہے، لیکن واجب نہیں ہے۔ امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب کا اس پر اتفاق ہے کہ عید کے دن طلوع فجر کے ساتھ صدقہ فطر واجب ہو جاتا ہے، امام شافعی کے نزدیک عید کے دن غروب آفتاب تک جو بچہ پیدا ہو جائے، اس کی طرف سے بھی صدقہ فطر واجب ہو جاتا ہے لیکن جو غروب آفتاب کے بعد پیدا ہو، اس کی طرف سے صدقہ فطر

واجب نہیں ہوتا۔

اسی طرح اشہب نے امام مالک سے روایت کیا ہے کہ عید کے دن غروب آفتاب تک جو بچہ پیدا ہو اس کی طرف سے صدقہ فطر واجب ہو جاتا ہے۔ (التمہید ج ۵ ص ۵۲۹ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

کتنے مال کی ملکیت پر صدقہ فطر واجب ہوتا ہے' اس میں مذاہب فقہاء

حافظ ابوعمر ابن عبد البر مالکی کہتے ہیں کہ امام طحاوی نے ذکر کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب نے کہا ہے کہ جس شخص کے لیے زکوٰۃ لینا جائز ہے' اس پر صدقہ فطر ادا کرنا واجب نہیں ہوتا اور جو شخص ساڑھے باون تولہ چاندی کا مالک نہ ہو' اس کے لیے صدقہ فطر لینا جائز ہے' امام شافعی نے کہا ہے کہ جس شخص کے پاس اپنی اور اپنے زیر کفالت افراد کی ایک دن کی خوراک ہو' اس پر اپنی طرف سے اور اپنے زیر کفالت افراد کی طرف سے صدقہ فطر ادا کرنا لازم ہے' اور اگر اس کے پاس ایک دن کی خوراک نہیں ہے تو اس پر صدقہ فطر ادا کرنا لازم نہیں ہے۔ امام مالک نے کہا ہے کہ جس کے پاس پندرہ دن یا ایک ماہ کی خوراک ہو' اس پر صدقہ فطر ادا کرنا واجب ہے۔ (التمہید ج ۵ ص ۵۳۰ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

بیوی کا صدقہ فطر شوہر پر لازم ہونے میں مذاہب فقہاء

حافظ ابن عبد البر لکھتے ہیں کہ اس میں اختلاف ہے کہ کسی شخص کی بیوی اپنا صدقہ فطر خود ادا کرے گی یا اس کا شوہر اس کی طرف سے ادا کرے گا!

امام مالک' امام شافعی' امام احمد' لیث اور اسحاق نے یہ کہا ہے کہ خاوند پر لازم ہے کہ جس طرح وہ اپنا صدقہ فطر ادا کرتا ہے' اسی طرح اپنی بیوی کی طرف سے بھی صدقہ فطر ادا کرے' صدقہ فطر اس پر بھی واجب ہے اور اس کے زیر کفالت جتنے افراد ہیں' ان کا صدقہ فطر ادا کرنا بھی اس پر لازم ہے۔

سفیان ثوری' امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب نے یہ کہا ہے کہ خاوند پر صرف یہ واجب ہے کہ وہ اپنی بیوی کو کھانا کھلائے' اس پر یہ بھی واجب نہیں ہے کہ وہ اپنی بیوی کے خادم کو کھانا کھلائے' اور بیوی پر واجب ہے کہ وہ اپنا صدقہ فطر بھی ادا کرے اور اپنے خادم کا صدقہ فطر بھی ادا کرے' انہوں نے کہا ہے کہ مرد پر صرف یہ واجب ہے کہ وہ اپنے چھوٹے بچوں اور اپنے غلام کی طرف سے صدقہ فطر ادا کرے اور ان کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مرد اور عورت پر صدقہ فطر فرض کیا ہے اور چھوٹے اور بڑے پر اور آزاد اور غلام پر' پس عورت پر الگ صدقہ فطر واجب ہے اور مرد پر الگ واجب ہے اور غلام کسی مال کا مالک نہیں ہوتا' اس لیے اس کا صدقہ فطر اس کے مالک پر واجب ہوگا اور چھوٹے بچے اس کے تابع ہیں اور بڑوں کی ذمہ داری اس پر نہیں ہے۔

(التمہید ج ۵ ص ۵۳۲-۵۳۱ ملخصاً 'دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

۷۱ - بَابُ صَدَقَةِ الْفِطْرِ عَلَى الْعَبْدِ وَغَيْرِهِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ

صدقہ فطر کا تمام مسلمانوں پر واجب ہونا حتیٰ کہ غلاموں اور باندیوں پر بھی

اس عنوان پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ غلام اور باندیاں تو کسی چیز کے مالک نہیں ہوتے' ان پر صدقہ فطر کیسے واجب کیا گیا ہے؟

اس کے دو جواب ہیں' ایک یہ ہے کہ جس طرح ان کو نماز پڑھنے اور روزہ رکھنے کی قدرت ہے' اسی طرح ان کو محنت مزدوری کر کے صدقہ فطر ادا کرنے کی بھی قدرت ہے' دوسرا جواب یہ ہے کہ ان کا مالک ان کی طرف سے صدقہ فطر ادا کرے گا۔

١٥٠٤ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَضَ زَكٰوةَ الْفِطْرِ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ أَوْ صَاعًا مِّنْ شَعِيْرٍ عَلٰى كُلِّ حُرٍّ أَوْ عَبْدٍ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثٰى مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوۃ فطر فرض کی' کھجوروں سے چار کلو گرام اور جَو سے چار کلو گرام' پھر مسلمانوں میں سے ہر آزاد اور غلام پر اور ہر مرد اور عورت پر۔

اس کی شرح گزشتہ حدیث: ۱۵۰۳ میں گزر چکی ہے۔

٧٢ - بَابُ صَدَقَةُ الْفِطْرِ صَاعٌ مِّنْ شَعِيْرٍ

جَو سے چار کلو گرام صدقہ فطر ادا کرنا

١٥٠٥ - حَدَّثَنَا قَبِيْصَةُ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عِيَاضِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ كُنَّا نُطْعِمُ الصَّدَقَةَ صَاعًا مِّنْ شَعِيْرٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قبیصہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از زید بن اسلم از عیاض بن عبداللہ از حضرت ابی سعید رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا: ہم چار کلو گرام جَو صدقہ کھلاتے تھے۔

اس حدیث کی شرح بھی حدیث: ۱۵۰۳ میں ملاحظہ فرمائیں۔

٧٣ - بَابُ صَدَقَةِ الْفِطْرِ صَاعًا مِّنْ طَعَامٍ

چار کلو گرام طعام یا دوسرے اناج سے صدقہ فطر ادا کرنا

اس عنوان میں ''طعام'' کا لفظ ہے' ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ''طعام'' سے مراد گندم ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ صحیح البخاری: ۱۵۱۰ میں خود حضرت ابوسعید کی تصریح ہے۔ طعام سے مراد جَو' کشمش' پنیر اور کھجور ہے۔

١٥٠٦ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عِيَاضِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَعْدِ بْنِ أَبِيْ سَرْحٍ الْعَامِرِيِّ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيْدٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُولُ كُنَّا نُخْرِجُ زَكٰوةَ الْفِطْرِ صَاعًا مِّنْ طَعَامٍ أَوْ صَاعًا مِّنْ شَعِيْرٍ أَوْ صَاعًا مِّنْ تَمْرٍ أَوْ صَاعًا مِّنْ أَقِطٍ أَوْ صَاعًا مِّنْ زَبِيْبٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از زید بن اسلم از عیاض بن عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح العامری' انہوں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا کہ ہم صدقہ فطر میں چار کلو گرام طعام دیتے تھے یا چار کلو گرام جَو دیتے تھے یا چار کلو گرام پنیر دیتے تھے یا چار کلو گرام کشمش دیتے تھے۔

امام شافعی نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ چار کلو گندم صدقہ فطر دیا جائے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک دو کلو گندم دیئے جائیں جیسا کہ حدیث: ۱۵۰۷ میں ہے۔ مختلف اجناس سے صدقہ فطر دینے کی حکمت ہم ان شاء اللہ صدقہ فطر کی احادیث کے اخیر میں بیان کریں گے۔

٧٤ - بَابُ صَدَقَةِ الْفِطْرِ صَاعًا مِّنْ تَمْرٍ

چار کلو گرام کھجوروں سے صدقہ فطر ادا کرنا

١٥٠٧ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ قَالَ أَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِزَكٰوةِ الْفِطْرِ صَاعًا مِّنْ تَمْرٍ، أَوْ صَاعًا مِّنْ شَعِيْرٍ. قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَجَعَلَ النَّاسُ عِدْلَهُ مُدَّيْنِ مِنْ حِنْطَةٍ.

نافع کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ فطر میں چار کلو گرام کھجور دینے کا حکم دیا یا چار کلو گرام جَو دینے کا حکم دیا' حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: پس لوگوں نے دو کلو گرام گندم کو اس کے برابر قرار دے دیا۔

(صحیح مسلم: ۹۸۴' الرقم المسلسل: ۲۲۴۵' سنن ابوداؤد: ۱۶۱۵' سنن ترمذی: ۶۷۵' سنن نسائی: ۲۵۰۱-۲۵۰۰' سنن کبریٰ: ۲۲۹۲-۲۲۹۱' صحیح ابن خزیمہ: ۲۳۹۵' مسند الحمیدی: ۷۰۱' صحیح ابن حبان: ۳۳۰۰' سنن دار قطنی ج ۲ ص ۱۳۹' المستدرک ج ۱ ص ۴۰۹' سنن بیہقی ج ۴ ص ۱۶۲' شرح السنۃ: ۱۵۹۴' مسند احمد ج ۲ ص ۵ طبع قدیم' مسند احمد: ۴۴۸۶- ج ۸ ص ۶۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

گندم سے صدقہ فطر دینے میں گندم کی مقدار چار کلو گرام ہے یا دو کلو گرام؟

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

گندم سے صدقہ فطر دینے میں گندم کی مقدار میں فقہاء کا اختلاف ہے' امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک دو کلو گرام گندم دیئے جائیں گے کیونکہ اس حدیث میں نصف صاع گندم دینے کا ذکر ہے اور نصف صاع دو کلو گرام کے برابر ہیں اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک چار کلو گندم دی جائے گی' کیونکہ صحیح البخاری: ۱۵۰۶ میں ایک صاع طعام دینے کا ذکر ہے اور ایک صاع چار کلو گرام کے برابر ہے اور طعام سے مراد ان کے نزدیک گندم ہے کیونکہ عرف میں طعام گندم کو کہتے ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۹ ص ۱۶۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

ایک صاع (چار کلو) گندم صدقہ فطر دینے کی تائید میں ائمہ ثلاثہ کی احادیث اور ان کا جواب

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہر چھوٹے اور بڑے کی طرف سے اور آزاد اور غلام کی طرف سے چار کلو طعام' یا چار کلو پنیر یا چار کلو جَو یا چار کلو کھجور یا چار کلو کشمش صدقہ فطر نکالتے تھے' ہم اسی طرح صدقہ فطر نکالتے رہے' حتیٰ کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حج یا عمرہ کرنے کے لیے آئے' پھر انہوں نے لوگوں سے منبر پر کلام کیا اور انہوں نے اپنے کلام میں یہ کہا کہ میری رائے یہ ہے کہ شام کے دو کلو گندم چار کلو کھجوروں کے برابر ہیں' پھر لوگوں نے اس پر عمل کرنا شروع کر دیا تب حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ نے کہا: میں تو ہمیشہ چار کلو طعام ہی دیتا رہوں گا جب تک میں زندہ ہوں۔

(سنن ابوداؤد: ۱۶۱۶' سنن نسائی: ۲۵۱۱' سنن ابن ماجہ: ۱۸۲۹)

امام ابوداؤد نے کہا: ابن علیہ کی روایت میں چار کلو طعام کی جگہ چار کلو گندم کا ذکر ہے' مگر یہ روایت محفوظ نہیں ہے۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے تھے: میں ہمیشہ چار کلو طعام نکالتا رہوں گا' ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ایک صاع (چار کلو) کھجور یا جَو' یا پنیر یا کشمش نکالتے تھے' اس روایت میں سفیان نے آٹے کا اضافہ کیا۔

امام ابوداؤد نے یہ کہا: یہ اضافہ ابن عیینہ کا وہم ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۶۱۸)

میں کہتا ہوں کہ حدیث میں چار کلو طعام کا ذکر ہے' اس سے ائمہ ثلاثہ کا گندم مراد لینا بلا دلیل ہے' ثانیاً جن روایات میں طعام کی جگہ گندم یا آٹے کا ذکر ہے' امام ابوداؤد نے ان کو راوی کا وہم قرار دیا ہے' لہٰذا حدیث سے صدقہ فطر میں چار کلو گندم کی مقدار ثابت نہیں ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی نصف صاع (دوکلو گندم) صدقہ فطر کے متعلق احادیث

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث بجستانی متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبد اللہ بن ثعلبہ بن ابی صُعیر اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک صاع (چار کلوگرام) گندم (صدقہ فطر) ہر دو آدمیوں پر ہے' خواہ چھوٹے ہوں یا بڑے' آزاد ہوں یا غلام' مرد ہوں یا عورت' رہا تم میں سے غنی تو اللہ اس کے باطن کو پاک کرے گا' رہا تم میں سے فقیر تو وہ جتنا دے گا اللہ اس سے زیادہ اس پر لوٹا دے گا۔ (سنن ابوداؤد:۱۶۱۹)

عبد اللہ بن ثعلبہ بن صعیر اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے' پس آپ نے صدقہ فطر ادا کرنے کا حکم دیا: ایک صاع (چار کلو) کھجور یا چار کلو جَو ہر ایک فرد کی طرف سے' علی نے اپنی حدیث میں یہ اضافہ کیا: یا ایک صاع (چار کلو) گندم دو آدمیوں کی طرف سے' ہر چھوٹے اور بڑے کی طرف سے اور ہر آزاد اور غلام کی طرف سے۔

(سنن ابوداؤد:۱۶۲۰)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بصرہ میں منبر پر خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: اپنے روزوں کا صدقہ نکالو' پس گویا کہ لوگوں کو علم نہیں تھا' پس فرمایا: یہاں اہل مدینہ میں سے کون ہیں؟ تم اپنے بھائیوں کی طرف کھڑے ہو' پس ان کو تعلیم دو' پس بے شک وہ نہیں جانتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ صدقہ فرض کیا ہے' ایک صاع کھجور یا ایک صاع جَو یا نصف صاع (دوکلوگرام) گندم ہر آزاد یا غلام پر' مرد یا عورت پر' چھوٹے یا بڑے پر' پھر جب حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے اور انہوں نے قیمت میں کمی دیکھی تو فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تم پر وسعت کر دی ہے' پس اگر تم ہر جنس سے ایک صاع (چار کلو) دو تو یہ بہتر ہوگا۔ (سنن ابوداؤد:۱۶۲۲' سنن نسائی:۱۵۷۹' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۱۷۰' سنن بیہقی ج ۴ ص ۱۶۸' مسند احمد ج ۱ ص ۲۲۸ طبع قدیم' مسند احمد:۲۰۱۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

امام علی بن عمر دارقطنی متوفی ۳۸۵ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ فطر ادا کرنے کا حکم دیا' ایک صاع کھجور یا ایک صاع کشمش یا ایک صاع جَو یا دوکلو گندم' ہر شہری اور دیہاتی پر اور ہر چھوٹے اور بڑے پر یا ہر آزاد اور غلام پر۔

(سنن دارقطنی:۲۰۶۲' دار المعرفہ ۱۴۲۲ھ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صدقہ فطر ایک صاع کھجور یا ایک صاع جَو یا دوکلو گندم ہے' ہر صغیر اور کبیر اور ہر آزاد اور غلام کی طرف سے۔ (سنن دارقطنی:۲۰۶۳' دار المعرفہ ۱۴۲۲ھ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں لوگ صدقہ فطر نکالتے تھے' ایک صاع جَو' ایک صاع کھجور یا ایک صاع کشمش' پس جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عہد خلافت آیا اور گندم زیادہ ہوگئی تو آپ نے ان چیزوں کا بدل نصف صاع گندم کر دیا۔ (سنن دارقطنی:۲۰۷۰' سنن ابوداؤد:۱۶۱۴)

امام ابوداؤد کی روایت کردہ حدیث اس طرح ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں لوگ صدقہ فطر نکالتے تھے' ایک صاع جَو یا ایک صاع کھجور یا ایک صاع کشمش' جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عہد خلافت آیا اور گندم بہ کثرت ہوگئی تو آپ نے ان دو چیزوں کا بدل نصف صاع (دوکلو) گندم کو کر دیا۔ (سنن ابوداؤد:۱۶۱۴' سنن نسائی:۲۵۱۵)

عبد اللہ بن ثعلبہ بن صعیر اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صدقہ فطر ادا کرو' ایک صاع

کھجور یا ایک صاع جَو یا نصف صاع (دوکلو) گندم ہر چھوٹے یا بڑے سے یا ہر مرد یا عورت سے یا ہر آزاد اور غلام سے۔

(سنن دار قطنی: ۲۰۷۸ مصنف عبد الرزاق: ۵۷۸۵ مسند احمد ج ۵ ص ۴۳۲ سنن ابو داؤد: ۱۶۲۱ اس حدیث کی سند قوی ہے)

عبد اللہ بن ثعلبہ بن ابی صعیر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عید سے ایک دن یا دو دن پہلے خطبہ دیا پس فرمایا: صدقہ فطر ہر ایک شخص کی طرف سے دوکلو گندم ہے یا اس کے علاوہ دوسرے طعام سے چار کلو ہے۔

(سنن دار قطنی: ۲۰۸۶ دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۲ھ)

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: صدقہ فطر نصف صاع (دوکلو) گندم یا ایک صاع کھجور ہے ہر چھوٹے اور بڑے اور ہر آزاد اور غلام کی طرف سے۔ (سنن دار قطنی: ۲۰۸۸)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: زکوٰۃ الفطر ہر آزاد اور غلام پر مرد اور عورت پر چھوٹے اور بڑے پر فقیر اور غنی پر ایک صاع کھجوریں یا نصف صاع (دوکلو) گندم ہے۔ (سنن دار قطنی: ۲۰۹۱ مصنف عبد الرزاق: ۵۷۶۱)

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: جس کے پاس نصف صاع (دوکلو) گندم ہو وہ صدقہ کرے یا ایک صاع جَو ہوں یا ایک صاع کھجوریں ہوں یا ایک صاع آٹا ہو یا ایک صاع کشمش ہو۔

(سنن دار قطنی: ۲۰۹۲ اس کی سند میں سلیمان بن ارقم متروک الحدیث ہے)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ہر مسلمان پر صدقہ فطر خواہ چھوٹا ہو یا بڑا غلام ہو یا آزاد دوکلو گندم ہے یا ایک صاع کھجور یا ایک صاع جَو۔ (سنن دار قطنی: ۲۱۰۰ مصنف عبد الرزاق: ۵۷۷۲ المعجم الاوسط للطبرانی: ۷۶۶۳ طبرانی کی سند میں ایک ضعیف راوی ہے جس کا نام جعفر بن محمد ہے مجمع الزوائد ج ۳ ص ۸۱)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: دوکلو گندم یا ایک صاع کھجور یا جَو (صدقہ فطر ہے)۔

(سنن دار قطنی: ۲۱۰۱ مصنف عبد الرزاق: ۵۷۷۹ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳۶)

ابو قلابہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے اس نے خبر دی جس نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تک دوکلو گندم (صدقہ فطر) پہنچایا۔

(سنن دار قطنی: ۲۱۰۳ مصنف عبد الرزاق: ۵۷۷۶۔۵۷۷۴ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳۶)

ابو قلابہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے ایک شخص نے خبر دی کہ اس نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دو آدمیوں کی طرف سے چار کلو گندم (صدقہ فطر) پہنچایا۔ (سنن دار قطنی: ۲۱۰۴ مصنف عبد الرزاق: ۵۷۷۴)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے مہینے کے آخر میں فرمایا: اور وہ اس وقت بصرہ کے امیر تھے تم اپنے روزوں کی زکوٰۃ نکالو تب لوگوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا تب آپ نے فرمایا: یہاں پر اہل مدینہ میں سے کون ہے؟ تم لوگ کھڑے ہو اور اپنے بھائیوں کو تعلیم دو کیونکہ یہ لوگ نہیں جانتے اس زکوٰۃ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرض کیا ہے ہر مرد اور عورت پر آزاد اور غلام پر ایک صاع جَو یا کھجور یا نصف صاع (دوکلو) گندم۔ (سنن دار قطنی: ۲۱۰۵ سنن ابو داؤد: ۱۶۲۲ سنن نسائی: ۱۵۷۹)

۷۵ - بَابُ صَاعٍ مِّنْ زَبِيبٍ
ایک صاع (چار کلو) کشمش سے

۱۵۰۸ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُنِيرٍ سَمِعَ يَزِيدَ الْعَدَنِيَّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ قَالَ حَدَّثَنِي عِيَاضُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِي سَرْحٍ عَنْ اَبِي

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن منیر نے حدیث بیان کی انہوں نے یزید العدنی سے سنا انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از زید بن اسلم انہوں نے کہا: مجھے

سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كُنَّا نُعْطِيْهَا فِيْ زَمَانِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَاعًا مِّنْ طَعَامٍ' اَوْ صَاعًا مِّنْ تَمْرٍ' اَوْ صَاعًا مِّنْ شَعِيْرٍ' اَوْ صَاعًا مِّنْ زَبِيْبٍ' فَلَمَّا جَاءَ مُعَاوِيَةُ' وَجَاءَتِ السَّمْرَاءُ' قَالَ اُرٰى مُدًّا' مِّنْ هٰذَا يَعْدِلُ مُدَّيْنِ.

عیاض بن عبداللہ بن ابی سرح نے حدیث بیان کی از حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا: ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک صاع طعام یا ایک صاع کھجوریں یا ایک صاع جَو یا ایک صاع کشمش دیتے تھے' پھر جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ آئے اور گندم (بھی) آ گئی تو انہوں نے کہا: میری رائے یہ ہے کہ ایک کلو گندم ان چیزوں کے دو کلو کے برابر ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٥٠٥ میں ملاحظہ فرمائیں۔

٧٦ - بَابُ الصَّدَقَةِ قَبْلَ الْعِيْدِ

عید سے پہلے صدقہ دینا

١٥٠٩ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ مَيْسَرَةَ قَالَ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ' عَنْ نَافِعٍ' عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَ بِزَكٰوةِ الْفِطْرِ' قَبْلَ خُرُوْجِ النَّاسِ اِلَى الصَّلٰوةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حفص بن میسرہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں موسیٰ بن عقبہ نے حدیث بیان کی از نافع از ابن عمر رضی اللہ عنہما کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کی طرف نکلنے سے پہلے زکوٰۃ فطر ادا کرنے کا حکم دیا۔

اس حدیث کی شرح کے لیے' صحیح البخاری: ١٥٠٣ کا مطالعہ کریں۔

١٥١٠ - حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ عُمَرَ' عَنْ زَيْدٍ' عَنْ عِيَاضِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَعْدٍ' عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كُنَّا نُخْرِجُ فِيْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْفِطْرِ صَاعًا مِّنْ طَعَامٍ. وَقَالَ اَبُوْ سَعِيْدٍ وَكَانَ طَعَامَنَا الشَّعِيْرُ وَالزَّبِيْبُ' وَالْاَقِطُ وَالتَّمْرُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں معاذ بن فضالہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعمر نے حدیث بیان کی از زید از عیاض بن عبد اللہ بن سعد از حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ایک صاع طعام نکالتے تھے' اور حضرت ابوسعید نے کہا: ہمارا طعام جَو' کشمش' پنیر اور کھجور تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٥٠٥ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں ائمہ ثلاثہ کا رد ہے' جو کہتے ہیں کہ حضرت ابوسعید کی حدیث میں طعام سے مراد گندم ہے اور اس سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ گندم سے بھی ایک صاع یعنی چار کلو گرام صدقہ دینا چاہیے۔

٧٧ - بَابُ صَدَقَةِ الْفِطْرِ عَلَى الْحُرِّ وَالْمَمْلُوْكِ

آزاد اور غلام پر صدقہ فطر کا وجوب

وَقَالَ الزُّهْرِيُّ' فِي الْمَمْلُوْكِيْنَ لِلتِّجَارَةِ يُزَكّٰى فِي التِّجَارَةِ' وَيُزَكّٰى فِي الْفِطْرِ.

اور الزہری نے کہا: جو غلام تجارت کے لیے ہیں' ان کی تجارت میں زکوٰۃ نکالی جائے گی اور عید الفطر میں ان کا صدقہ فطر دیا جائے گا۔

اس تعلیق کی اصل امام ابوعبید کی کتاب الاموال میں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ١٧١)

١٥١١ - حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ فَرَضَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَدَقَةَ الْفِطْرِ أَوْ قَالَ رَمَضَانَ، عَلَى الذَّكَرِ وَالْأُنْثَى، وَالْحُرِّ وَالْمَمْلُوكِ، صَاعًا مِّنْ تَمْرٍ أَوْ صَاعًا مِّنْ شَعِيرٍ، فَعَدَلَ النَّاسُ بِهٖ نِصْفَ صَاعٍ مِّنْ بُرٍّ، فَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يُعْطِي التَّمْرَ، فَأَعْوَزَ أَهْلُ الْمَدِينَةِ مِنَ التَّمْرِ، فَأَعْطَى شَعِيرًا. فَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يُعْطِي عَنِ الصَّغِيرِ وَالْكَبِيرِ، حَتّٰى إِنْ كَانَ يُعْطِي عَنْ بَنِيَّ. وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يُعْطِيهَا الَّذِينَ يَقْبَلُونَهَا، وَكَانُوا يُعْطُونَ قَبْلَ الْفِطْرِ بِيَوْمٍ أَوْ يَوْمَيْنِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالنعمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صدقہ فطر کو فرض کیا یا فرمایا: صدقہ رمضان کو فرض کیا مرد اور عورت پر' آزاد اور غلام پر' ایک صاع کھجوروں سے یا ایک صاع جَو سے پس لوگوں نے نصف صاع (دو کلو) گندم کو ان کے برابر کر دیا' پس حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کھجوریں دیتے تھے' پس جب اہل مدینہ کھجوروں کے محتاج ہو گئے تو وہ جَو دینے لگے' سو حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما چھوٹوں اور بڑوں کی طرف سے صدقہ دیتے تھے حتیٰ کہ وہ میرے بیٹوں کی طرف سے بھی دیتے تھے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ان لوگوں کو صدقہ دیتے تھے جو اس کو قبول کرتے تھے اور لوگ عید کی نماز سے ایک دن پہلے یا دو دن پہلے صدقہ فطر دیتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٥٠٣ میں گزر چکی ہے

٧٨ - بَابُ صَدَقَةِ الْفِطْرِ عَلَى الصَّغِيرِ وَالْكَبِيرِ

چھوٹے اور بڑے کو صدقہ فطر دینا

١٥١٢ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِي نَافِعٌ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ فَرَضَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَدَقَةَ الْفِطْرِ، صَاعًا مِّنْ شَعِيرٍ، أَوْ صَاعًا مِّنْ تَمْرٍ، عَلَى الصَّغِيرِ وَالْكَبِيرِ، وَالْحُرِّ وَالْمَمْلُوكِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از عبید اللہ' انہوں نے کہا: مجھے نافع نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صدقہ فطر کو فرض کیا' ایک صاع جَو سے یا ایک صاع کھجور سے' چھوٹے اور بڑے پر اور آزاد اور غلام پر۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٥٠٣ میں گزر چکی ہے۔

ان احادیث میں صدقہ فطر ادا کرنے کی جو اجناس بیان کی گئی ہیں' ان کی قیمتوں میں کافی فرق ہے مثلاً دو کلو گندم اور چار کلو کشمش یا چار کلو پنیر کی قیمت میں کافی فرق ہے' اسی طرح قربانی کے جانوروں مثلاً ایک سال کے بکرے' دو سال کی گائے اور پانچ سال کے اونٹ کی قیمت میں بہت فرق ہے۔ (٢٠٠١ء میں) ہم نے اپنی تفسیر' تبیان القرآن' الحج: ٣٤ کی تفسیر میں اس فرق کی حکمت لکھی تھی اور چونکہ ان احادیث میں بھی صدقہ فطر کی مختلف اجناس کا ذکر آیا ہے' اس لیے ہم اس حکمت کو یہاں بھی نقل کر رہے ہیں:

قربانی کے جانوروں اور صدقۂ فطر میں تنوع

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صرف مسنہ کی قربانی کرو ہاں! اگر دنبوں میں مسنہ دشوار ہو تو چھ ماہ کے دنبہ کی قربانی کر سکتے ہو۔ (سنن ابوداؤد: ۲۷۹۷، صحیح مسلم: ۱۹۶۳، سنن نسائی: ۴۳۹۰، سنن ابن ماجہ: ۳۱۴۱)

بکرے، گائے اور اونٹ میں مسنہ اس جانور کو کہتے ہیں، جس کے دودھ پینے کے دانتوں کی جگہ چرنے اور کھانے کے دانت نکل آئے ہوں۔ بکروں میں دو دانت، اس وقت نکل آتے ہیں جب ان کی عمر ایک سال کی ہو چکی ہو اور گائے اور اونٹ میں دو دانت اس وقت نکل آتے ہیں جب گائے کی عمر دو سال کی ہو چکی ہو اور اونٹ کی عمر پانچ سال کی ہو چکی ہو۔

جس طرح قربانی کے جانوروں میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تنوع کو مشروع اور مسنون فرمایا۔ یعنی بکرے، گائے اور اونٹ ہر ایک کی قربانی ہو سکتی ہے اور آپ نے کی ہے اور اب تک مسلمان حسب استطاعت بکروں، گایوں اور اونٹوں کی قربانی کرتے ہیں، اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ فطر میں بھی تنوع کو مشروع فرمایا ہے، حدیث میں ہے:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہم ایک صاع (چار کلو گرام) طعام (صدقہ فطر) ادا کرتے تھے یا ایک صاع (چار کلو) کھجوریں یا ایک صاع (چار کلو) جَو یا ایک صاع (چار کلو) پنیر یا ایک صاع (چار کلو) کشمش، جب حضرت معاویہ کا زمانہ آیا تو گندم آ گئی اور انہوں نے کہا: میری رائے میں نصف صاع (دو کلو) گندم ان کے چار کلو کے برابر ہے۔

(صحیح البخاری: ۱۵۰۷-۱۵۰۶، سنن ابوداؤد: ۱۶۱۰، سنن ترمذی: ۶۷۶، سنن نسائی: ۲۵۱۱، سنن ابن ماجہ: ۱۸۲۹)

آج کل (۲۰۰۱ء میں) نصف صاع یعنی دو کلو گندم تقریباً چھبیس روپے کے ہیں اور چار کلو کھجور تقریباً دو سو روپے کی ہیں اور چار کلو کشمش تقریباً چار سو روپے کی ہیں اور چار کلو پنیر تقریباً ایک ہزار روپے کا ہے، سو جس طرح قربانی کے جانوروں میں تنوع ہے اور ان کی کئی اقسام ہیں، اسی طرح صدقہ فطر میں بھی تنوع ہے اور اس کی کئی اقسام ہیں اور جو لوگ جس حیثیت کے ہوں، وہ اس حیثیت سے صدقہ فطر ادا کریں، مثلاً جو کروڑ پتی لوگ ہیں، وہ چار کلو پنیر کے حساب سے صدقہ فطر ادا کریں، جو لکھ پتی ہیں، وہ چار کلو کشمش کے حساب سے صدقہ فطر ادا کریں اور جو ہزاروں روپوں کی آمدنی والے ہیں، وہ چار کلو گرام کھجور کے حساب سے صدقہ فطر ادا کریں اور جو سینکڑوں کی آمدنی والے ہیں، وہ دو کلو گندم کے حساب سے صدقہ فطر ادا کریں، لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ آج کل کروڑ پتی ہوں یا سینکڑوں کی آمدنی والے ہوں، سب دو کلو گندم کے حساب سے صدقہ فطر ادا کرتے ہیں اور تنوع پر عمل نہیں کرتے، جب کہ قربانی کے جانوروں میں لوگ تنوع پر عمل کرتے ہیں اور کروڑ پتی لوگ کئی کئی لاکھ کے بیل خرید کر اور متعدد قیمتی اور مہنگے دنبے اور بکرے خرید کر ان کی قربانی کرتے ہیں، اس کی کیا وجہ ہے؟ ہم اپنا جائزہ لیں کہیں اس کی یہ وجہ تو نہیں ہے کہ قربانی کے مہنگے اور قیمتی جانور خرید کر ہمیں اپنی شان و شوکت اور امارت دکھانے کا موقع ملتا ہے۔ ہم بڑے فخر سے وہ قیمتی جانور اپنے عزیزوں اور دوستوں کو دکھاتے ہیں اور نمود و نمائش کرتے ہیں اور صدقہ فطر کسی غریب آدمی کے ہاتھ پر رکھ دیا جاتا ہے، اس میں دکھانے اور سنانے اور اپنی امارت جتانے کے مواقع نہیں ہیں، اس لیے کروڑ پتی سے لے کر عام آدمی تک سب دو کلو گندم کے حساب سے صدقہ فطر ادا کرتے ہیں۔ سوچئے! ہم کیا کر رہے ہیں؟ ایسا نہ ہو کہ قیامت کے دن یہ ساری قربانیاں ریاکاری قرار دے کر ہمارے منہ پر مار دی جائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کے جانوروں کی متعدد قسمیں اس لیے کی ہیں کہ ہر طبقہ کے لوگ اپنی حیثیت کے لحاظ سے قربانی کا تعین کریں۔ اسی طرح آپ نے صدقہ فطر کی متعدد اقسام بھی اس لیے کی ہیں کہ ہر طبقہ کے لوگ اپنی حیثیت کے لحاظ سے صدقہ فطر ادا کریں، سو جس طرح ہم اپنی حیثیت کے لحاظ سے قربانی کے جانوروں کا تعین کرتے ہیں، اس طرح ہمیں اپنی حیثیت کے لحاظ سے صدقہ فطر کی قسم کا تعین بھی کرنا

چاہیے اور تمام طبقات کے لوگوں کو صرف دو کلو گندم کے حساب سے صدقہ فطر پر نہیں ٹرخانا چاہیے۔

* باب مذکور کی احادیث' شرح صحیح مسلم: ۲۱۸۵۔ ۲۱۷۴۔ ج ۲ ص ۹۰۲۔ ۹۰۰ پر مذکور ہیں' ان کی شرح کی عنوان یہ ہیں:

(۱) صدقہ فطر کے حکم میں مذاہب (۲) گندم کے نصاب میں مذاہب (۳) نظریہ احناف پر دلائل۔

''کتاب الزکوٰۃ'' کا اختتام

الحمد للّٰہ رب العٰلمین و الصلوٰۃ و السلام علٰی سیّدنا محمد خاتم النبیّین و علٰی آلہٖ و اصحابہٖ و ازواجہ و ذریاتہٖ اجمعین! آج ۱۹' رجب ۱۴۲۸ھ/ ۴' اگست ۲۰۰۷ء' بہ روز ہفتہ بعد نماز فجر ''کتاب الزکوٰۃ'' مکمل ہو گئی۔

''کتاب الزکوٰۃ'' میں ۱۷۲' احادیث مرفوعہ ہیں جن میں سے احادیث موصولہ ۱۱۹ ہیں اور باقی متابعات اور تعلیقات ہیں' ان میں ایک سو احادیث مکررہ ہیں اور خالص احادیث ۷۲ ہیں' ان میں ۱۷' احادیث ایسی ہیں جو صحیح مسلم میں بھی ہیں۔

الٰہ العٰلمین! جس طرح آپ نے یہاں تک پہنچا دیا ہے' صحیح البخاری کی باقی احادیث بھی مکمل کرا دیں' اس کاوش کو میری طرف سے قبول فرمالیں اور میری اور میرے والدین کی' میرے اساتذہ کی' میرے احباب کی' میرے تلامذہ کی اور تمام قارئین کی اور مسلمانوں کی مغفرت فرمادیں۔

آمین! یا رب العٰلمین بجاہ حبیبک سیّد المرسلین محمد و علٰی آلہٖ و اصحابہٖ اجمعین.

۞ ۞ ۞ ۞ ۞

نحمدہ ونصلی ونسلم علٰی رسولہ الکریم

۲۵ - کِتَابُ الْحَجِّ
حج کا بیان

''کتاب الزکٰوۃ'' کے بعد ''کتاب الحج'' درج کرنے کی توجیہ' حج کا لغوی اور شرعی معنی ------ اور حج کی مشروعیت کی تاریخ

امام بخاری نے ''کتاب الزکوٰۃ'' کے بعد ''کتاب الحج'' کو درج کیا ہے' حالانکہ مناسب یہ تھا کہ وہ ''کتاب الزکوٰۃ'' کے بعد ''کتاب الصوم'' کو ذکر کرتے جیسا کہ علامہ ابن بطال نے کہا ہے' اور اسلام کے ارکان خمسہ بھی اسی ترتیب سے ہیں' لیکن جب کہ ''کتاب الزکوٰۃ'' اور ''کتاب الحج'' دونوں مالی عبادت ہونے میں شریک ہیں' اس لیے امام بخاری نے ''کتاب الزکوٰۃ'' کے بعد ''کتاب الحج'' کو شروع کیا۔

حج کا لغوی معنی ہے: قصد کرنا' اور اس کا شرعی معنی ہے: تعظیم کے ساتھ بیت اللہ کی زیارت کا قصد کرنا' اس کی شرط احرام ہے اور اس کے ارکان وقوف عرفہ اور طواف زیارت ہیں' یہ زندگی میں صرف ایک بار فرض ہے' اور اس کے فرض ہونے کی شرط یہ ہے کہ انسان کے پاس اتنا مال ہو کہ وہ حرمین شریفین تک جائے اور واپس آئے اور وہاں کھانے پینے اور رہائش کا انتظام کر سکے اور جو لوگ اس کے زیر کفالت ہوں' اتنے عرصہ کے لیے ان کا خرچ مہیا کر سکے اور اگر اس پر قرض ہو تو وہ ادا کر سکے اور وہ صحت مند ہو اور سفر کے قابل ہو اور اس کے سفر میں کوئی قانونی رکاوٹ نہ ہو اور اگر عورت حج کرنے والی ہو تو اس کے ساتھ اس کا شوہر یا محرم ہو۔

علامہ قرطبی نے ذکر کیا ہے کہ حج ۵ ھ میں فرض ہوا ہے' ایک قول ہے: ۹ ھ میں فرض ہوا ہے اور یہی صحیح ہے' ایک قول ٦ ھ کا بھی ہے۔

علامہ ابو العباس احمد بن عمر بن ابراہیم القرطبی المتوفی ٦٥٦ ھ لکھتے ہیں:

صحیح یہ ہے کہ حج ۹ ھ میں فرض ہوا ہے کیونکہ ۱۹ رمضان ۸ ھ میں مکہ فتح ہوا تھا اور اس سال حضرت عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کو حج کرایا تھا اور مشرکین بھی افعال جاہلیت کے مطابق حج کرتے رہے' پھر جب ۹ ھ میں حج فرض ہو گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ مسلمانوں کو اپنی امارت اور قیادت میں حج کرائیں اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو ان کے پیچھے سورۃ براءت (توبہ) کا اعلان کرنے کے لیے بھیجا اور انہوں نے یہ اعلان کیا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کرے گا اور کعبہ میں برہنہ طواف نہیں کرے گا اور ۱۰ ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کیا اور اس حج کا نام حجۃ الوداع رکھا گیا' مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ حج عمر میں صرف ایک بار فرض ہے اور اس کے وجوب کی یہ شرائط ہیں: عقل' بلوغ اور استطاعت' اس میں فقہاء کا اختلاف

ہے کہ حج فوراً واجب ہوتا ہے یا اس میں تاخیر کی گنجائش ہے اور اس پر سب کا اتفاق ہے کہ اس میں ایک سال اور دو سال کی تاخیر کی گنجائش ہے' کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کے فرض ہونے کے بعد ایک سال کی تاخیر فرمائی تھی۔

(المفہم ج ۳ ص ۲۵۶-۲۵۵' دار ابن کثیر بیروت' ۱۴۲۰ھ)

۱ - بَابُ وُجُوْبِ الْحَجِّ وَفَضْلِهٖ — حج کا وجوب اور اس کی فضیلت

اس باب میں حج کی فرضیت اور اس کی فضیلت بیان کی گئی ہے اور اب امام بخاری نے حج کے افعال سے متعلق ابواب کے بیان کو شروع کر دیا ہے۔

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ﴾ (آل عمران: ۹۷).

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد: اور بیت اللہ کا حج کرنا ان لوگوں پر اللہ کا حق ہے جو اس کے راستہ کی استطاعت رکھتے ہوں اور جس نے کفر (انکار) کیا تو بے شک اللہ سارے جہانوں سے بے پرواہ ہے ○ (آل عمران: ۹۷)

بیت اللہ کے اسماء

اس آیت میں بیت اللہ کا ذکر ہے' بیت اللہ کے متعدد نام ہیں' مشہور نام کعبہ ہے' قرآن مجید میں ہے:

جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيٰمًا لِّلنَّاسِ.
(المائدہ: ۹۷)

اللہ نے معزز بیت کعبہ کو لوگوں کے قیام کا سبب بنا دیا۔

کعبہ کا معنی شرف اور بلندی ہے اور بیت اللہ بھی مشرف اور بلند ہے' اس لیے اس کو کعبہ کہتے ہیں۔

اس کا نام ''البیت العتیق'' بھی ہے' قرآن مجید میں ہے:

وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ. (الحج: ۲۹)

اور وہ البیت العتیق کا طواف کریں۔

''العتیق'' کا معنی آزاد کرنے والا ہے اور اس کی زیارت کرنے سے مسلمان دوزخ سے آزاد ہو جاتا ہے۔

اس کا نام مسجد حرام بھی ہے' قرآن مجید میں ہے:

سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ. (بنی اسرائیل: ۱)

سبحان ہے وہ جو اپنے مکرم بندہ کو رات کے قلیل حصہ میں مسجد حرام سے لے گیا۔

حج کی استطاعت کی تفصیل

ملا نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ نے حج کی استطاعت میں حسب ذیل اُمور ذکر کیے ہیں:

(۱) حج کرنے والے کے پاس اتنا مال ہو جو اس کی رہائش' کپڑوں' نوکروں' گھر کے سامان اور دیگر ضروریات سے اس قدر زائد ہو کہ مکہ مکرمہ تک جانے کے دوران' حج تک وہاں رہنے اور پھر واپس آنے کے لیے اور سواری کے خرچ کے لیے کافی ہو اور اس کے پاس اس کے علاوہ اتنا مال ہو' جس سے وہ اپنے قرضہ جات ادا کر سکے اور اس عرصہ کے لیے اس کے اہل وعیال کا خرچ پورا ہو سکے اور گھر کی مرمت اور دیگر مصارف ادا ہو سکیں۔

(۲) وہ شخص سالم الاعضاء اور تندرست ہو' حتیٰ کہ لولے لنگڑے' مفلوج' جس کے ہاتھ پیر کٹے ہوئے ہوں' بیمار اور بہت بوڑھے شخص پر حج فرض نہیں ہے' اگر وہ سفر خرچ اور سواری کے مالک ہوں تب بھی ان پر حج فرض نہیں ہے' اور جو شخص نابینا ہو اس پر بھی حج

کرنا فرض نہیں ہے اور نہ اپنے مال سے حج کرانا فرض ہے' اگر اس کو قائد میسّر ہو تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس پر پھر بھی حج فرض نہیں ہے اور امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک اس میں دو روایتیں ہیں۔

(۳) اگر راستہ میں سلامتی غالب ہو تو اس پر حج فرض ہے اور اگر سلامتی غالب نہ ہو تو پھر حج فرض نہیں ہے۔

(۴) اگر اس کے شہر اور مکہ کے درمیان تین دن یا اس سے زیادہ کی مسافت ہو تو عورت کے لیے ضروری ہے کہ اس کے ساتھ اس کا خاوند ہو یا اس کا محرم ہو اور محرم کے لیے ضروری ہے کہ وہ مامون' آزاد اور عاقل اور بالغ ہو' محرم کا خرچ حج کرانے والے کے ذمہ ہے۔

(۵) عورت کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اس وقت میں عدت نہ گزار رہی ہو' خواہ عدت وفات ہو یا عدت طلاق۔

(فتاویٰ عالم گیری ج ۱ ص ۲۱۹۔۲۱۷' مطبعہ امیریہ کبریٰ بولاق' مصر' ۱۳۱۰ھ)

استطاعت کے باوجود حج نہ کرنے والے پر وعید

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص سفر خرچ اور ایسی سواری پر قادر ہو جو اس کو بیت اللہ تک پہنچا دے اور وہ حج نہ کرے تو اس پر کوئی حرج نہیں ہے کہ وہ یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر مرے۔ (سنن ترمذی: ۸۱۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کتنے حج کیے؟

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین حج کیے' دو حج ہجرت سے پہلے اور ایک حج ہجرت کے بعد۔ (سنن ترمذی: ۸۱۵' سنن ابن ماجہ: ۳۰۷۶۔۲۶۰۶)

حلال آمدنی سے حج کرنے کی فضیلت اور حرام آمدنی سے حج کرنے کی مذمت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی شخص حلال آمدنی سے حج کرنے کے لیے نکلتا ہے اور اپنا پیر اونٹ کی رکاب میں رکھتا ہے اور ''لبیک لبیک'' کے ساتھ ندا کرتا ہے تو آسمان سے آواز آتی ہے: ''لبیک وسعدیک'' (تیری حاضری قبول ہے) تیرا سفر خرچ حلال ہے اور تیری سواری حلال ہے اور تیرا حج مقبول ہے' مردود نہیں ہے اور جب کوئی شخص حرام آمدنی کے ساتھ حج کے لیے نکلتا ہے اور اپنا پیر اونٹ کی رکاب میں رکھ کر کہتا ہے: ''لبیک'' تو آسمان سے ایک منادی نداء کرتا ہے: ''لا لبیک' لا سعدیک'' (تیری حاضری قبول نہیں) تیرا سفر خرچ حرام ہے' تیری سواری حرام ہے اور تیرا حج مقبول نہیں ہے۔ (المعجم الاوسط: ۵۲۲۴۔ ج ۶ ص ۱۱۰۔۱۰۹' مکتبۃ المعارف' ریاض' ۱۴۱۵ھ)

۱۵۱۳ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كَانَ الْفَضْلُ رَدِيْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَجَاءَتِ امْرَأَةٌ مِّنْ خَثْعَمَ، فَجَعَلَ الْفَضْلُ يَنْظُرُ إِلَيْهَا وَتَنْظُرُ إِلَيْهِ، وَجَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْرِفُ وَجْهَ الْفَضْلِ إِلَى الشِّقِّ الْآخَرِ، فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، إِنَّ فَرِيْضَةَ اللّٰهِ عَلٰى عِبَادِهِ فِي الْحَجِّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن شہاب از سلیمان بن یسار از عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت الفضل رضی اللہ عنہ' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے سواری پر بیٹھے تھے' پس قبیلہ خثعم کی ایک عورت آئی تو حضرت الفضل اس کی طرف دیکھنے لگے اور وہ ان کی طرف دیکھنے لگی' اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت الفضل کا چہرہ دوسری طرف کر دیا' اس عورت نے کہا: یا رسول اللہ! بے شک اللہ کا اپنے بندوں پر حج کا فریضہ ہے' میرا باپ بہت

اَدْرَكَتْ اَبِىْ شَيْخًا كَبِيْرًا، لَا يَثْبُتُ عَلَى الرَّاحِلَةِ اَفَاَحُجُّ عَنْهُ؟ قَالَ نَعَمْ. وَذٰلِكَ فِىْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ.

بوڑھا ہے وہ سواری پر برقرار نہیں رہ سکتا! کیا میں اس کی طرف سے حج ادا کر دوں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! اور یہ حجۃ الوداع کا واقعہ ہے۔

[اطراف الحدیث: ۱۸۵۴-۱۸۵۵-۴۳۹۹-۶۲۲۸]

(صحیح مسلم: ۱۳۳۴' الرقم المسلسل: ۳۱۹۳' سنن ابوداؤد: ۱۸۰۹' سنن نسائی: ۲۶۴۱' سنن دارمی: ۱۸۳۳' المعجم الکبیر ج ۱۸ ص ۲۷۳' مسند احمد ج ۱ ص ۳۲۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۳۰۴۹- ج ۵ ص ۱۶۹' مؤسسۃ الرسالۃ بیروت' مسند الطحاوی: ۳۳۲۷)

اس حدیث کے باب کا عنوان ہے: حج کا وجوب اور اس کی مطابقت اس حدیث سے اس طرح ہے کہ جب اس عورت کا باپ خود حج نہیں کر سکتا تھا تو آپ نے اس کی بیٹی کو اس کی طرف سے حج کرنے کا حکم دیا' اس سے حج کا وجوب معلوم ہوا۔

حضرت الفضل رضی اللہ عنہ کا تذکرہ' حضرت الفضل کا چہرہ دوسری طرف پھیرنے اور عورت کو منع نہ کرنے کی توجیہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں حضرت الفضل کا ذکر ہے' ان کا نام ہے: حضرت الفضل بن عباس بن عبد المطلب بن ہاشم القرشی الہاشمی' ابو عبد اللہ' یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عم زاد ہیں' ان کی والدہ حضرت ام الفضل لبابۃ الکبریٰ بنت الحارث بن حزن الہلالیہ ہیں' ان کے بھائی حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ہیں' حضرت الفضل' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں جنگ یرموک میں شہید ہو گئے تھے' ان کی شہادت صفر ۱۳ ھ میں ہوئی تھی' اس وقت ان کی عمر بائیس سال تھی۔

حضرت الفضل سواری پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے' اس سے معلوم ہوا کہ ایک سواری پر دو آدمیوں کا بیٹھنا جائز ہے۔

حضرت الفضل اس عورت کی طرف دیکھنے لگے اور وہ ان کی طرف دیکھنے لگی اس میں یہ دلیل ہے کہ عورت کا چہرہ احرام میں کھلا رہنا چاہیے۔ حضرت الفضل نے اس عورت کے چہرہ کی طرف دیکھا' اس سے معلوم ہوا کہ انسان کی طبیعت پر شہوت کا غلبہ ہے اور وہ طبعی تقاضوں کو روکنے میں کم زور ہے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت الفضل کا چہرہ دوسری طرف کر دیا' اس سے معلوم ہوا کہ عورت کے چہرہ کی طرف دیکھنا ممنوع ہے اور عالم کو چاہیے کہ وہ اس سے روکے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کو حضرت الفضل کی طرف دیکھنے سے منع نہیں فرمایا کیونکہ جب آپ نے حضرت الفضل کے چہرہ کو اس کی طرف سے پھیر دیا تو وہ عورت بھی متنبہ ہو گئی تھی' اس حدیث کی وجہ سے بعض مالکی فقہاء نے یہ کہا ہے کہ عورت پر یہ لازم نہیں ہے کہ وہ اپنے چہرے کو ڈھانپے بلکہ مرد پر لازم ہے کہ وہ عورت کے چہرے کی طرف نہ دیکھے' یہ بھی کہا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کو چہرہ ڈھانپنے کے لیے اس لیے نہیں فرمایا کیونکہ وہ احرام میں تھی اور احرام میں چہرہ کھلا رکھا جاتا ہے' اور آپ نے حضرت الفضل کو اس عورت کی طرف دیکھنے سے منع کرنے کے بجائے ان کا چہرہ دوسری طرف کر دیا کیونکہ فعل سے منع کرنا قول سے منع کرنے کی بہ نسبت زیادہ قوی ہے۔

حج بدل کرنے میں فقہاء اسلام کے مذاہب

امام ابوحنیفہ' ان کے اصحاب' الثوری' امام شافعی اور امام احمد کا مذہب یہ ہے کہ جب کوئی شخص معذور ہو اور وہ حج نہ کر سکے تو اس کی طرف سے حج بدل کرنا جائز ہے' اور امام مالک اور لیث نے یہ کہا ہے کہ کوئی شخص کسی کی طرف سے حج نہ کرے سوائے اس صورت

کے کہ کوئی شخص فوت ہو چکا ہو اور اس نے حجۃ الاسلام نہ کیا ہو۔

صاحب الہدایہ نے یہ کہا ہے کہ قاعدہ یہ ہے کہ انسان کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ اپنے عمل کا ثواب دوسرے کو عطا کر دے خواہ نماز ہو یا صدقہ ہو یا روزہ ہو یا کوئی اور عبادت ہو یہ اہل سنت و جماعت کے نزدیک صحیح ہے کیونکہ حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ نے دو مینڈھوں کی قربانی کی ایک اپنی طرف سے اور ایک اپنی امت کی طرف سے۔ (صحیح مسلم: ۱۹۶۷ سنن ابوداؤد: ۲۷۹۲)

عبادت کی کئی قسمیں ہیں: (۱) مالیہ محضہ جیسے زکوٰۃ (۲) بدنیہ محضہ جیسے نماز (۳) اور دونوں سے مرکب جیسے حج۔

پہلی قسم میں نیابت جاری ہوتی ہے اور دوسری قسم میں کسی حال میں نیابت جائز نہیں ہے اور تیسری قسم میں اس وقت نیابت جائز ہے جب اصل مکلف شخص اس عبادت کی ادائیگی سے عاجز ہو اور جب وہ خود اس عبادت پر قادر ہو تو کسی اور کا اس کی طرف سے اس عبادت کو کرنا جائز نہیں ہے اور اس میں یہ شرط ہے کہ اصل مکلف تا حیات اس عبادت کو کرنے سے عاجز ہو کیونکہ حج پوری زندگی میں فرض ہے اور نفلی حج میں قدرت کی حالت میں بھی نیابت جائز ہے کیونکہ نفل کے باب میں زیادہ وسعت ہے اور ظاہر المذہب یہ ہے کہ حج اس کا ہوگا جس کی طرف سے حج کیا جائے گا جیسا کہ الخثعمیہ کی حدیث میں مذکور ہے۔

حج بدل میں حج کس کا ہوگا؟ حج کرنے والے کا یا حج کروانے والے کا؟

امام محمد کے نزدیک حج اس کا ہوگا جو حج کرے گا اور حج کرانے والے کو مال خرچ کرنے کا ثواب ملے گا۔

(ہدایہ اولین ص ۲۷۷-۲۷۶ محمد علی کارخانہ تجارت کتب کراچی)

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ اس میں اختلاف ہے کہ جب مریض کسی شخص کو حج کرنے کا حکم دے پھر بعد میں وہ تندرست ہو جائے تو فقہاء احناف امام شافعی اور ابوثور نے یہ کہا ہے کہ اب اس کے لیے وہ حج کافی نہیں ہوگا اور اس پر لازم ہے کہ وہ خود حج کرے اور امام احمد اور اسحاق نے یہ کہا ہے کہ اس کی طرف سے جو حج کیا گیا ہے وہ اس کے لیے کافی ہے اسی طرح سے جو شخص اس مرض میں مر گیا اور اس کی طرف سے حج کیا جا چکا ہے تو فقہاء احناف اور ابوثور نے کہا ہے کہ وہ اس کے لیے حجۃ الاسلام سے کافی ہے اور امام شافعی کے اس مسئلہ میں دو قول ہیں: ایک قول یہ ہے کہ اس کے لیے یہ حج حجۃ الاسلام سے کافی ہے اور دوسرا یہ ہے کہ کافی نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۱۸۱-۱۸۰ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

حج بدل کرنے کے ثبوت میں دیگر احادیث

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے سنا ایک شخص کہہ رہا تھا: شبرمہ کی طرف سے لبیک آپ نے پوچھا: شبرمہ کون ہے؟ اس نے کہا: میرا بھائی ہے یا میرا رشتہ دار ہے آپ نے پوچھا: کیا تم نے اپنا حج کر لیا ہے؟ اس نے کہا: نہیں! آپ نے فرمایا: پہلے اپنا حج کرو پھر شبرمہ کی طرف سے حج کرو (افضل یہی ہے کہ پہلے اپنا حج کرے بعد میں دوسرے کی طرف سے)۔ (سنن ابوداؤد: ۱۸۱۱ سنن ابن ماجہ: ۲۹۰۳ المنتقی لابن جارود: ۴۹۹ مشکل الآثار ج ۳ ص ۲۲۳ صحیح ابن خزیمہ: ۳۰۳۹ مسند ابویعلیٰ: ۲۴۴۰ سنن الدارقطنی ج ۲ ص ۲۶۷ سنن بیہقی ج ۴ ص ۳۳۶)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے اپنے ماں باپ کی طرف سے حج کیا یا ان کا کوئی قرض ادا کیا وہ قیامت کے دن ابرار (نیکی کرنے والوں) کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔

(سنن دارقطنی ج ۲ ص ۲۵۹ طبع قدیم سنن دارقطنی: ۲۵۷۴ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۲ھ)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب کوئی شخص اپنے والدین کی طرف سے حج کرے

تو وہ حج اس کی طرف سے بھی قبول کیا جاتا ہے اور اس کے والدین کی طرف سے بھی اور ان کی روحیں آسمان میں خوش ہوتی ہیں اور وہ شخص اللہ تعالیٰ کے نزدیک نیکی کرنے والا لکھا جاتا ہے۔ (سنن دار قطنی ج ۲ ص ۲۵۹ طبع قدیم' سنن دار قطنی: ۲۵۷۳' دار الکتب العلمیہ' اس کی سند میں ایک راوی ابوسعید البقال ضعیف ہے' تہذیب التہذیب ج ۴ ص ۸۰-۷۹)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے اپنے باپ اور ماں کی طرف سے حج کیا' اس کا اپنا حج بھی ہو گیا اور اس کو دس حج کرنے کی فضیلت ملے گی۔ (سنن دار قطنی ج ۲ ص ۲۵۹ طبع قدیم' رقم الحدیث: ۲۵۷۶ طبع جدید' اس حدیث کا محمل یہ ہے کہ اس پر جو حج فرض ہے وہ اس کو ادا کرنے کی نیت کرے پھر اس کا ثواب اپنے ماں باپ کو پہنچا دے)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ میرے باپ کا انتقال ہو گیا اور اس نے حج نہیں کیا' آپ نے فرمایا: یہ بتاؤ کہ اگر تمہارے باپ پر قرض ہوتا اور تم اس کو ادا کرتے تو وہ قبول کیا جاتا؟ اس نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: تو پھر تم اپنے باپ کی طرف سے حج کرو۔ (سنن دار قطنی ج ۲ ص ۲۵۹ طبع قدیم' المعجم الاوسط: ۱۰۰' حافظ الہیثمی نے کہا: اس حدیث کو امام بزار نے اور امام طبرانی نے کبیر اور اوسط میں روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے' مجمع الزوائد ج ۳ ص ۲۸۲)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۳۱۴۷- ج ۳ ص ۸۳۸ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے یہ عنوانات ہیں:
(۱) حج بدل میں شوافع کا نظریہ اور تشریح حدیث (۲) حج بدل میں احناف کا نظریہ (۳) حج بدل کے عدم وجوب میں مالکیہ کے دلائل (۴) دلائل مالکیہ کے جوابات (۵) حنابلہ کا نظریہ (۶) نظریہ احناف پر دلائل (۷) اموات کے لیے ایصال ثواب۔

۲ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿يَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّعَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَّاْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ ۝ لِّيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ﴾ (الحج: ۲۸-۲۷)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (اور لوگوں میں بلند آواز سے حج کا اعلان کیجئے) وہ آپ کے پاس دور دراز راستوں سے پیدل اور ہر دُبلے اونٹ پر سوار ہو کر آئیں گے ۝ تا کہ وہ اپنے فوائد کے مقامات پر حاضر ہوں۔ (الحج: ۲۸-۲۷)

امام بخاری نے اس باب کے عنوان میں اس آیت کو ذکر کیا ہے تا کہ یہ معلوم ہو کہ حج کی سواری پر قدرت کی جو شرط ہے وہ پیدل حج کرنے کے منافی نہیں ہے کیونکہ اس آیت میں حج کے لیے پیدل چل کر جانے اور سواری پر جانے دونوں کا ذکر ہے۔

قیامت تک وہی حج کر سکیں گے جنہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پکار پر لبیک کہا تھا

امام ابن جریر متوفی ۳۱۰ھ نے اس آیت کی تفسیر میں حسب ذیل روایات ذکر کی ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام بیت اللہ کی تعمیر سے فارغ ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا کہ آپ لوگوں میں حج کرنے کا اعلان کیجئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا: اے میرے رب! ان سب لوگوں تک میری آواز کیسے پہنچے گی؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آپ اعلان کیجئے! آواز پہنچانا میرا کام ہے' پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اعلان کیا: اے لوگو! تم پر اس قدیم گھر کا حج فرض کر دیا گیا ہے' سو تم حج کرو! آسمان اور زمین کی تمام مخلوق نے اس اعلان کو سن لیا' کیا تم نہیں دیکھتے کہ زمین کے دور دراز علاقوں سے تلبیہ پڑھتے ہوئے لوگ حج کرنے کے لیے آتے ہیں!

(جامع البیان: ۱۸۹۳۵' تفسیر امام ابن ابی حاتم: ۱۳۸۷۷' المستدرک ج ۲ ص ۳۸۹-۳۸۸)

مجاہد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کی تفسیر میں یہ روایت ذکر کی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک پتھر پر کھڑے ہو کر نداء کی: اے لوگو! تم پر حج فرض کر دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ نداء ان سب کو سنا دی' جو مردوں کی پشت میں اور عورتوں کے رحموں میں تھے اور ان سب نے اس نداء کا جواب دیا' جو اللہ تعالیٰ کے علم میں قیامت تک حج کرنے والے تھے' جنہوں نے ''اللھم لبیك اللھم لبیك'' کہا تھا۔ (جامع البیان: ۱۸۹۳۶' المستدرک ج ۲ ص ۵۵۲)

اس آیت کی مزید تشریح ہماری تفسیر 'تبیان القرآن' سورۃ الحج: ۹۸۔۹۷ میں ملاحظہ فرمائیں۔

﴿فِجَاجًا﴾ (نوح: ۲۰) اَلطُّرُقُ الْوَاسِعَةُ. ''فجاجًا'' وسیع اور کشادہ راستے۔

امام بخاری کی عادت ہے' جب آیت میں کوئی مشکل لفظ آیا ہو تو اس کا معنی بیان کر دیتے ہیں' اس آیت میں ''فج عمیق'' کا لفظ تھا تو امام بخاری نے بتایا' اس کی جمع ''فجاجًا'' ہے اور اس کا معنی ہے: وسیع اور کشادہ راستے۔

١٥١٤ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عِيْسٰى قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ' عَنْ يُوْنُسَ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ اَنَّ سَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ اَخْبَرَهٗ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْكَبُ رَاحِلَتَهٗ بِذِى الْحُلَيْفَةِ' ثُمَّ يُهِلُّ حَتّٰى تَسْتَوِىَ بِهٖ قَائِمَةً.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن عیسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن وہب نے حدیث بیان کی از یونس از ابن شہاب کہ سالم بن عبد اللہ بن عمر نے ان سے کہا کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذوالحلیفہ میں سواری پر سوار ہوئے' پھر آپ نے احرام باندھا حتیٰ کہ سواری سیدھی کھڑی ہو گئی۔

(صحیح مسلم: ۱۱۸۷' الرقم المسلسل: ۲۷۷۵' سنن ابوداؤد: ۱۷۷۲' سنن نسائی: ۱۱۷' سنن ابن ماجہ: ۳۶۲۶)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) احمد بن عیسیٰ ابو عبد اللہ التستری مصری الاصل' یہ تستر میں تجارت کرتے تھے تو اس طرف منسوب ہو گئے' ۲۴۳ھ میں ان کی وفات ہوئی (۲) ابن وہب' وہ عبد اللہ بن وہب مصری ہیں (۳) یونس بن یزید الایلی (۴) محمد بن شہاب الزہری (۵) سالم بن عبد اللہ بن عمر (۶) حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۱۸۶)

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذوالحلیفہ میں سواری پر سوار ہوئے۔

سواری پر سوار ہو کر حج کرنا افضل ہے یا پیدل چل کر؟

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سفر حج میں سواری پر سوار ہونا اور پیدل چلنا دونوں جائز ہیں' تاہم اس میں بحث ہے کہ ان میں سے افضل کون سی چیز ہے۔

جمہور فقہاء نے یہ کہا ہے کہ سواری پر سفر کرنا افضل ہے کیونکہ اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کی اتباع ہے اور حج کے سفر میں خرچ کرنا ہے' اور حج کے سفر میں خرچ کرنا بہت زیادہ اجر و ثواب کا موجب ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۱۸۶)

سواری پر حج کرنے کی فضیلت میں احادیث

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حج میں خرچ کرنا اللہ کی راہ میں خرچ کرنا ہے' سات سو گنا۔

(مسند احمد ج ۵ ص ۳۵۵' المعجم الاوسط: ۵۲۷۰) یہ حدیث حسن ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حج میں خرچ کرنا اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی مثل ہے ایک درہم کو خرچ کرنا سات سو درہم کو خرچ کرنے کے برابر ہے۔ یہ حدیث حسن ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۳ ص ۲۰۸)

عمرو بن شعیب اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حج کرنے والے اور عمرہ کرنے والے اللہ کے وفود ہیں اگر وہ سوال کریں تو ان کو عطا کیا جاتا ہے اگر وہ دعا کریں تو ان کی دعا قبول ہوتی ہے اور اگر وہ خرچ کریں تو ان کو اس کا بدل عطا کیا جاتا ہے۔ الحدیث (شعب الایمان: ۴۱۰۴)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حج کرنے والے اور عمرہ کرنے والے اللہ عزوجل کے وفد ہیں وہ جو سوال کریں اللہ عطا فرماتا ہے وہ جو دعا کریں اللہ قبول فرماتا ہے اور وہ جو خرچ کریں اس کا عوض انہیں ایک درہم کے بدلا میں دس لاکھ درہم عطا کیا جاتا ہے۔ (شعب الایمان: ۴۱۰۵)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک عورت نے نذر مانی کہ وہ پیدل چل کر بیت اللہ جائے گی پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: بے شک اللہ اس کے پیدل چلنے سے مستغنی ہے اس کو سوار ہونے کا حکم دو۔
(سنن ترمذی: ۱۵۳۶)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ سواری پر سوار ہو کر حج کرنا زیادہ افضل ہے کیونکہ اس میں اللہ کی راہ میں خرچ کرنا ہے اور حج میں خرچ کرنے سے ایک درہم کے بدلا میں سات سو درہم یا دس لاکھ درہم اجر ملتا ہے اور سب سے بڑھ کر یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سواری پر سوار ہو کر حج کیا تھا اور سوار ہو کر حج کرنے میں آپ کے فعل کی اتباع ہے۔

پیدل حج کرنے کی فضیلت میں احادیث

بعض فقہاء نے کہا: پیدل چل کر حج کرنا زیادہ افضل ہے کیونکہ اس میں زیادہ مشقت ہے اور اس کا اجر بہت زیادہ ہے حدیث میں ہے:

زاذان بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بہت سخت بیمار ہو گئے انہوں نے اپنے بیٹوں کو بلا کر جمع کیا پھر فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جو مکہ سے پیدل حج کرنے کے لیے نکلا حتیٰ کہ مکہ لوٹ آیا اللہ اس کو ہر قدم کے بدلے میں سو نیکیاں عطا فرمائے گا ہر نیکی حرم کی نیکیوں کی مثل ہو گی پوچھا گیا: حرم کی نیکیاں کیسی ہیں؟ فرمایا: ہر نیکی ایک لاکھ نیکیوں کے برابر ہے۔ (المستدرک: ۱۷۳۵ المطالب العالیہ: ۱۰۶۱ مجمع الزوائد ج ۳ ص ۲۰۹ سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۷۸ المعجم الکبیر ج ۳ ص ۱۶۹)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: مجھے کسی چیز کا کوئی افسوس نہیں ہے سوائے اس کے کہ میں نے پیدل حج نہیں کیا کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جس نے سوار ہو کر حج کیا اس کو ہر قدم پر ایک نیکی ملے گی اور جس نے پیدل حج کیا اس کو ہر قدم چلنے پر حرم کی ستر نیکیاں ملیں گی۔ (الکامل لابن عدی ج ۴ ص ۱۵۷۰ المکتبۃ الاثریہ پاکستان)

سواری پر حج کرنے والوں کو ملال نہیں کرنا چاہیے

بعض فقہاء نے کہا ہے کہ سوار ہو کر حج کرنے اور پیدل چل کر حج کرنے کا معاملہ اشخاص اور احوال کے اعتبار سے مختلف ہوتا ہے۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۱۰۰ دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

میں کہتا ہوں کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے فضل سے ۱۹۹۴ء میں حج کیا تھا اور ۱۹۸۳ء سے میری کمر میں شدید درد تھا مجھے مکہ مکرمہ سے پیدل چل کر حج کے لیے جانے کی بہت خواہش تھی لیکن میں اپنی کمر کی تکلیف کی وجہ سے دو کلومیٹر سے زیادہ پیدل نہیں چل سکتا تھا

بہر حال میں اپنی مجبوری کی وجہ سے بس میں بیٹھ کر منیٰ 'عرفات' مزدلفہ اور پھر واپس مکہ مکرمہ آیا لیکن مجھے بڑا قلق رہتا تھا کہ میں پیدل حج کر کے ہر قدم پر حرم شریف کی سات سو نیکیوں کا اجر حاصل نہیں کر سکا' لیکن آج ان سطور کے لکھتے وقت میں سوچ رہا ہوں کہ کیا ہوا جو میں نے پیدل حج نہیں کیا' میں نے سواری پر سوار ہو کر حج کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو پالیا اور سواری کے کرائے میں جو میں نے رقم خرچ کی تو ایک حدیث کے مطابق مجھے ایک روپے کے مقابلہ میں ان شاء اللہ سات سو روپے راہِ خدا میں خرچ کرنے کا اجر ملے گا اور دوسری حدیث کے مطابق مجھے ان شاء اللہ ایک روپے کے مقابلہ میں دس لاکھ روپے راہِ خدا میں خرچ کرنے کا اجر ملے گا اور چونکہ یہ روپے حرم شریف میں خرچ ہوئے تو ان کا اجر بھی ہر روپے پر سات سو گنا زیادہ ہوگا' سو اس بحث کے لکھتے وقت پیدل حج نہ کرنے کی وجہ سے جو مجھے چودہ سال سے ملال تھا وہ آج جاتا رہا (یہ سطور ۲۰ رجب ۱۴۲۸ھ/۵ اگست ۲۰۰۷ء کو لکھی گئی ہیں)۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۱۷۸-ج ۳ص ۶۷۵ پر ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۱۵۱۵ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ قَالَ أَخْبَرَنَا الْوَلِيدُ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ سَمِعَ عَطَاءً يُحَدِّثُ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ إِهْلَالَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ ذِي الْحُلَيْفَةِ حِيْنَ اسْتَوَتْ بِهِ رَاحِلَتُهُ. رَوَاهُ أَنَسٌ وَابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم نے حدیث حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الولید نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں الاوزاعی نے حدیث بیان کی' انہوں نے عطاء سے سنا' وہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا احرام باندھنا ذوالحلیفہ سے تھا' آپ کی سواری سیدھی کھڑی ہو گئی۔ اس حدیث کو حضرت انس اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم نے بھی روایت کیا ہے۔

اس حدیث کی شرح بھی حسب سابق ہے۔

۳- بَابُ الْحَجِّ عَلَى الرَّحْلِ

پالان پر سوار ہو کر حج کرنا

۱۵۱۶ - وَقَالَ أَبَانُ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ دِينَارٍ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ مَعَهَا أَخَاهَا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ فَأَعْمَرَهَا مِنَ التَّنْعِيمِ وَحَمَلَهَا عَلَى قَتَبٍ.

اور ابان نے کہا: ہمیں مالک بن دینار نے حدیث بیان کی از القاسم بن محمد از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ ان کے بھائی حضرت عبد الرحمٰن کو بھیجا' پس انہوں نے حضرت عائشہ کو مقام تنعیم سے عمرہ کرایا اور ان کو پالان کی پچھلی لکڑی پر بٹھایا۔

وَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ شُدُّوا الرِّحَالَ فِي الْحَجِّ فَإِنَّهُ أَحَدُ الْجِهَادَيْنِ.

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حج میں پالانیں باندھو کیونکہ حج بھی دو جہادوں میں سے ایک جہاد ہے۔

اس تعلیق کی اصل مصنف عبد الرزاق: ۸۸۴۰ میں ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حج کو جہاد اس لیے فرمایا کہ حج میں بھی انسان اپنے نفس کے ساتھ جہاد کرتا ہے' حج کی مشقت پر صبر کرتا ہے' نفسانی لذتوں کو ترک کرتا ہے' اپنے آپ کو شہوت کے تقاضوں سے دور رکھتا ہے۔

۱۵۱۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَزْرَةُ بْنُ ثَابِتٍ عَنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن ابوبکر المقدمی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث

ثُمَامَةُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَنَسٍ قَالَ حَجَّ أَنَسٌ عَلٰى رَحْلٍ، وَلَمْ يَكُنْ شَحِيحًا، وَحَدَّثَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَجَّ عَلٰى رَحْلٍ، وَكَانَتْ زَامِلَتَهُ.

بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عزرہ بن ثابت نے حدیث بیان کی از ثمامہ بن عبداللہ بن انس انہوں نے بیان کیا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے پالان پر بیٹھ کر حج کیا اور وہ کنجوس نہ تھے اور انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی پالان پر سوار ہو کر حج کیا اور اونٹ کی دونوں طرف کی تھیلیوں میں آپ کا سامان لدا ہوا تھا۔

اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن ابی بکر المقدمی (۲) یزید بن زریع (۳) عزرہ بن ثابت الانصاری (۴) ثمامہ (۵) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔

(عمدۃ القاری ج ۹ ص ۱۹۰)

١٥١٨ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ عَاصِمٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَيْمَنُ بْنُ نَابِلٍ قَالَ حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ، اعْتَمَرْتُمْ وَلَمْ أَعْتَمِرْ، فَقَالَ يَا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ، اِذْهَبْ بِأُخْتِكَ، فَأَعْمِرْهَا مِنَ التَّنْعِيْمِ. فَأَحْقَبَهَا عَلٰى نَاقَةٍ، فَاعْتَمَرَتْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن علی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابوعاصم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ایمن بن نابل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں القاسم بن محمد نے حدیث بیان کی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے کہا: یارسول اللہ! آپ لوگوں نے عمرہ کرلیا اور میں نے عمرہ نہیں کیا' آپ نے فرمایا: اے عبدالرحمان! اپنی بہن کو لے جاؤ اور ان کو مقام تنعیم سے عمرہ کراؤ' حضرت عبدالرحمٰن نے ان کو اونٹنی پر اپنے پیچھے پالان پر بٹھایا' پس انہوں نے عمرہ کیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۹۴ میں گزر چکی ہے' تاہم ان دونوں حدیثوں سے بھی معلوم ہوا کہ پیدل حج کرنے کی بہ نسبت سواری پر بیٹھ کر حج کرنا افضل ہے۔

٤ - بَابُ فَضْلِ الْحَجِّ الْمَبْرُوْرِ — حج مقبول کی فضیلت

اس عنوان میں "حج مبرور" کا لفظ ہے' ابن خالویہ نے کہا: اس کا معنی ہے: حج مقبول' دوسروں نے کہا: اس کا معنی ہے: جس حج میں کوئی گناہ نہ کیا ہو' "المبرور" کا ماخذ "بر" ہے' اس کا معنی ہے: نیکی۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۱۹۱)

میں کہتا ہوں کہ حدیث میں حج مبرور کا معنی یہ بیان کیا گیا ہے:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حج مبرور کی جزاء صرف جنت ہے' آپ سے پوچھا گیا کہ "بر" کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: کھانا کھلانا اور اچھی باتیں کرنا۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۳۲۵' صحیح ابن خزیمہ: ۲۵۱۴' الضعفاء الکبیر للعقیلی ج ۱ ص ۱۴۱' شعب الایمان: ۴۱۱۹)

١٥١٩ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالعزیز بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از الزہری از سعید بن المسیب از حضرت ابوہریرہ

سُئِلَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَیُّ الْاَعْمَالِ اَفْضَلُ؟ قَالَ اِيْمَانٌ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ. قِيْلَ ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ جِهَادٌ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ. قِيْلَ ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ حَجٌّ مَبْرُوْرٌ.

رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا: کون سا عمل سب سے افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا' پوچھا گیا: پھر کون سا عمل افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: اللہ کی راہ میں جہاد کرنا' پوچھا گیا: پھر کون سا ہے؟ آپ نے فرمایا: حج مبرور۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۶ میں گزر چکی ہے۔

۱۵۲۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْمُبَارَكِ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا حَبِيْبُ بْنُ اَبِیْ عَمْرَةَ' عَنْ عَائِشَةَ بِنْتِ طَلْحَةَ' عَنْ عَائِشَةَ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا اَنَّهَا قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ' نَرَى الْجِهَادَ اَفْضَلَ الْعَمَلِ' اَفَلَا نُجَاهِدُ؟ قَالَ لَا لٰكِنَّ اَفْضَلَ الْجِهَادِ حَجٌّ مَبْرُوْرٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالرحمان بن المبارک نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حبیب بن ابی عمرہ نے خبر دی از عائشہ بنت طلحہ از حضرت عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا' انہوں نے کہا: یارسول اللہ! ہماری رائے ہے کہ جہاد سب سے افضل عمل ہے تو کیا ہم جہاد نہ کریں؟ آپ نے فرمایا: نہیں! لیکن افضل جہاد حج مبرور ہے۔

[اطراف الحدیث: ۱۸۶۱-۲۷۸۴-۲۸۷۵-۲۸۷۶]

(سنن نسائی: ۲۶۲۷' سنن ابن ماجہ: ۲۹۰۱' مسند الطحاوی: ۹۳۹۰)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبدالرحمان بن المبارک بن عبداللہ العیشی (۲) خالد بن عبداللہ بن عبدالرحمان الطحان (۳) حبیب بن ابی عمرہ (۴) عائشہ بنت طلحہ بنت عبیداللہ التیمیہ القرشیہ' یہ قریش میں حسین ترین خاتون تھیں' مصعب بن الزبیر نے ان کا دس لاکھ مہر مقرر کیا تھا (۵) حضرت عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۱۹۲)

حج کے جہاد سے افضل ہونے کی توجیہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ہمارے نزدیک جہاد سب سے افضل عمل ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ ابتداء اسلام میں جہاد کرنے والوں کی قلت تھی اور ہر شخص پر جہاد کرنا فرض عین تھا لیکن جب اسلام ہر جگہ پھیل گیا تو پھر جہاد فرض کفایہ ہو گیا' جو شخص جہاد کر لیتا تو پھر باقی مسلمانوں سے جہاد کی فرضیت ساقط ہو جاتی' پس اس وقت حج جہاد سے افضل ہو گیا' کیا تم نہیں دیکھتے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ سے فرمایا: لیکن افضل جہاد حج مبرور ہے' لیکن جب دشمن مسلمانوں کے شہر پر ٹوٹ پڑے اور اس سے دفاع کی ضرورت ہو اور دشمن بہت غالب اور قوی ہو اور اس سے خطرہ ہو تو پھر اس وقت جہاد فرض عین ہو گا اور اس وقت جہاد کرنا حج سے افضل ہو گا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر سے نکلنے پر روافض کا اعتراض اور اس کا جواب

المہلب نے کہا ہے کہ آپ نے فرمایا: لیکن افضل جہاد حج مبرور ہے' اس میں آپ نے اس آیت کی تفسیر فرمائی ہے:

وَقَرْنَ فِیْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ　　اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور قدیم جاہلیت کی طرح

الْأُوْلٰى. (الاحزاب: ۳۳) اپنے بناؤ سنگھار کی نمائش نہ کرو۔

اس آیت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ عورتوں پر لازم ہے کہ وہ گھروں میں رہیں جیسا کہ روافض کا زعم ہے جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر یہ طعن کرتے ہیں کہ وہ مسلمانوں میں صلح کرانے کے لیے اپنے گھر سے نکل کر بصرہ گئیں ان کا یہ طعن اس لیے وارد نہیں ہوتا کہ حضرت عائشہ دراصل حج کرنے کے لیے گئی ہوئی تھیں اسی اثناء میں باغیوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا تو حضرت طلحہ اور حضرت زبیر اور ان کے رفقاء ان کے خوف سے مدینہ چھوڑ کر مکہ میں آ گئے اور حضرت عائشہ کو بھی مشورہ دیا' آپ اب مدینہ نہ جائیں' باغیوں سے کوئی بعید نہیں کہ وہ آپ کی بے حرمتی کریں' بصرہ میں ہمارے بہت حامی ہیں' آپ ہمارے ساتھ وہاں چلیں' سو حضرت عائشہ اصلاح کی غرض سے بصرہ روانہ ہو گئیں' پھر جو ہونا تھا وہ ہو گیا' لیکن حضرت عائشہ کا گھر سے نکلنا حج کے لیے تھا اور حج پر جانے کی اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی ہے!

۱۵۲۱ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا سَيَّارٌ اَبُو الْحَكَمِ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا حَازِمٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ حَجَّ لِلّٰهِ فَلَمْ يَرْفُثْ وَلَمْ يَفْسُقْ رَجَعَ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ اُمُّهُ.

[اطراف الحدیث: ۱۸۱۹-۱۸۲۰]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سیار ابوالحکم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے ابوحازم سے سنا انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جس نے اللہ کے لیے حج کیا اور شہوت آمیز باتیں نہیں کیں' نہ کوئی گناہ کیا تو وہ حج سے اس طرح واپس ہوگا جیسے اپنی ماں سے اسی دن پیدا ہوا ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۳۵۰' الرقم المسلسل: ۳۲۲۳' سنن ترمذی: ۸۱۱' سنن نسائی: ۲۶۲۷' سنن دارقطنی ج ۵ ص ۲۶۲' مسند احمد ج ۲ ص ۲۲۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۷۱۳۶- ج ۱۲ ص ۳۸' موسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ۷۰۵۴' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) آدم بن ابی ایاس (۲) شعبہ بن الحجاج (۳) سیار (۴) ابوحازم سلیمان الاشجعی' یہ عمر بن عبدالعزیز کے ایام حکومت میں فوت ہو گئے تھے (۵) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۱۹۴)

''رفث'' اور ''فسق'' کا معنی

اس حدیث میں ''رفث'' اور ''فسق'' کے الفاظ ہیں ''رفث'' کے معنی ہیں: جماع کرنا اور جماع سے متعلق باتیں کرنا اور ''فسق'' کا معنی ہے: اللہ کے حکم کو ترک کرنا اور راہِ حق سے منحرف ہونا اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے نکل جانا۔

(عمدۃ القاری ج ۹ ص ۱۹۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

نیز اس حدیث میں مذکور ہے: وہ حج سے اس طرح واپس ہوگا جیسے اپنی ماں سے اسی دن پیدا ہوا ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: یعنی اس کا کوئی گناہ نہیں ہوگا' اس کا ظاہر معنی یہ ہے کہ اس کے تمام صغائر اور کبائر کی مغفرت کر دی جائے گی' اور گناہوں سے بَری ہونے میں وہ اپنے اس حال کے مشابہ ہوگا' جب وہ اپنی ماں کے بطن سے پیدا ہوا تھا۔

(فتح الباری ج ۳ ص ۱۰۳' دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

ملا علی قاری کی یہ تحقیق کہ حج کرنے سے گناہ کبیرہ معاف نہیں ہوتے اور نہ حقوق العباد معاف ہوتے ہیں

ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کے ظاہر کا تقاضا یہ ہے کہ حج کرنے سے گزشتہ تمام صغیرہ اور کبیرہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں لیکن اس پر اجماع ہے کہ عبادات سے صرف وہ صغائر معاف ہوتے ہیں جن کا تعلق حقوق العباد سے نہ ہو' کیونکہ حقوق العباد اس وقت معاف ہوتے ہیں' جب صاحب حق کو راضی کر دیا جائے' علاوہ ازیں شرک کے علاوہ باقی گناہوں کا معاف ہونا اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہے۔

(مرقات ج ۵ ص ۳۸۲' المکتبۃ الحقانیہ' پشاور)

مصنف کی یہ تحقیق کہ حج کرنے سے ہر قسم کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں

میں کہتا ہوں کہ ملا علی قاری کی اس عبارت نے تو حج کی عظمت اور اہمیت کو ختم کر دیا ہے' صرف صغائر کی مغفرت تو ایک نماز پڑھنے سے بھی بلکہ وضوء کرنے سے بھی ہو جاتی ہے' پھر حج کی خصوصیت کیا رہے گی! یہ ٹھیک ہے کہ کبیرہ گناہوں کی معافی توبہ سے ہوتی ہے لیکن حج کرنے والا میدانِ عرفات میں اپنے تمام گناہوں سے توبہ کرتا ہے' اس لیے حج کرنے سے اس کے تمام صغیرہ اور کبیرہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ ہماری اس تقریر کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے:

طلحہ بن عبید اللہ بن کریز بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شیطان کو کسی دن اس سے زیادہ چھوٹا' اس سے زیادہ خیر سے دور' اس سے زیادہ حقیر اور اس سے زیادہ غضب ناک نہیں دیکھا گیا جتنا وہ یوم عرفہ کو ہوتا ہے' اور اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ وہ دیکھتا ہے کہ اس دن اللہ کی رحمت نازل ہو رہی ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے بڑے بڑے گناہ معاف فرما رہا ہے' سوا یوم بدر کے۔ الحدیث

(موطأ امام مالک۔ کتاب الحج: ۲۴۵' شرح السنۃ ج ۷ ص ۱۵۸' شعب الایمان: ۴۰۶۹' الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۲۰۱' کنز العمال: ۱۲۱۰۵)

علامہ محمد بن عبد الباقی بن یوسف الزرقانی المالکی المتوفی ۱۱۲۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کا یہ معنی نہیں ہے کہ شیطان رحمت نازل ہوتے ہوئے دیکھتا ہے' بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ وہ دیکھتا ہے کہ فرشتے اپنے ہاتھ پھیلا کر حج کرنے والوں کے لیے رحمت اور مغفرت کی دعا کر رہے ہیں' اور اللہ تعالیٰ حج کرنے والوں کے ان کبیرہ گناہوں کو معاف فرما رہا ہے جن کو اس ملعون نے بندوں کے لیے مزین کیا تھا اور اس کی یہ خواہش تھی کہ وہ بندے ان گناہوں سے ہلاک ہو جائیں اور ایمان سے کفر کی طرف منتقل ہو جائیں اور اس کی طرح دائمی عذاب میں مبتلا ہو جائیں اور جب اس کی یہ خواہش پوری نہیں ہوئی تو وہ غم و غصہ میں مبتلا ہو گیا۔ (شرح الزرقانی علی الموطأ ج ۲ ص ۵۰۱' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

حافظ یوسف بن عبد اللہ ابن عبد البر المالکی القرطبی المتوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں:

موطأ امام مالک کی اس حدیث کی تائید میں اور متعدد احادیث ہیں' ان میں سے بعض یہ ہیں:

سعید بن المسیب بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یوم عرفہ سے زیادہ کسی دن بھی اللہ تعالیٰ دوزخ سے بندوں کو آزاد نہیں کرتا' اور اللہ (اپنی رحمت کے ساتھ بندوں کے) قریب ہوتا ہے اور فرشتوں کے سامنے فخر کر کے فرماتا ہے: ان لوگوں نے کیا ارادہ کیا تھا! (سنن نسائی: ۳۰۰۳' المستدرک ج ۱ ص ۴۶۴' سنن بیہقی ج ۵ ص ۱۱۸' سنن دار قطنی ج ۲ ص ۳۰۱' صحیح ابن خزیمہ: ۲۸۲۷' کنز العمال: ۱۲۰۷۲' صحیح مسلم ۱۳۴۸' سنن ابن ماجہ: ۳۰۱۴' الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۲۰۱)

یہ احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں کہ میدانِ عرفات میں توبہ کرنے والے حجاج کی مغفرت کر دی جاتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی یہ

شان نہیں ہے کہ وہ فرشتوں کے سامنے خطاء کاروں اور گناہ گاروں پر فخر کرے۔

حج کرنے والے کے کبیرہ گناہوں کو معاف فرما دینا

ابن المبارک نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: یوم عرفہ "یوم المباھاۃ" (فخر کا دن) ہے' آپ سے پوچھا گیا: "یوم المباھاۃ" کیا ہے؟ انہوں نے بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ یوم عرفہ کو آسمانِ دنیا پر نازل ہوتا ہے' پھر فرشتوں کو بلاتا ہے اور فرماتا ہے: میرے ان بندوں کو دیکھو! ان کے بال بکھرے ہوئے اور غبار آلود ہیں' میں نے ان کی طرف ایک عظیم رسول بھیجا تو یہ اس پر ایمان لائے اور میں نے ان کی طرف ایک عظیم کتاب بھیجی تو یہ اس پر ایمان لائے' یہ بہت دور دراز کے راستوں پر چل کر میرے پاس آئے ہیں اور یہ مجھ سے سوال کر رہے ہیں کہ میں ان کو دوزخ سے آزاد کر دوں' سو میں نے ان کو آزاد کر دیا' پس یوم عرفہ سے زیادہ کسی دن بھی لوگوں کو دوزخ سے آزاد ہوتے ہوئے نہیں دیکھا گیا۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب عرفہ کا دن ہوتا ہے تو اللہ آسمانِ دنیا کی طرف نازل ہوتا ہے اور اہل عرفات کی وجہ سے فرشتوں کے سامنے فخر فرماتا ہے اور فرماتا ہے: میرے ان بندوں کی طرف دیکھو! ان کے بال بکھرے ہوئے اور غبار آلود ہیں' یہ دور دراز کے راستوں پر چل کر میرے پاس آئے ہیں' میں تم کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے ان کی مغفرت کر دی ہے' پس فرشتے کہتے ہیں کہ اے میرے رب! فلاں وفلاں شخص (یعنی وہ مغفرت کے لائق نہیں)' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں نے ان سب کی مغفرت کر دی ہے' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پس یوم عرفہ سے زیادہ کسی دن بھی لوگ دوزخ سے آزاد نہیں کیے گئے۔ (شرح السنہ ج ۷ ص ۱۵۹' المستدرک ج ۱ ص ۴۶۵' حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۳۰۵' صحیح ابن خزیمہ: ۲۸۴۳' کنز العمال: ۱۲۰۷۴)

ابن جریج نے از محمد بن المنکدر از حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کی ہے کہ اہل عرفہ کے اوپر ایک لحظہ میں مغفرت نازل ہوتی ہے' اس وقت ابلیس اپنے سر پر مٹی ڈال لیتا ہے اور کہتا ہے کہ ہائے ہلاکت! ہائے موت! پھر تمام شیاطین اس کے پاس جمع ہو کر پوچھتے ہیں کہ کیا ہوا؟ وہ کہتا ہے: میں نے ان کو ساٹھ ستر سال سے فتنہ میں ڈالا ہوا تھا اور (آج) پلک جھپکنے میں ان کی مغفرت کر دی گئی۔

حج کرنے والے کے ذمہ حقوق العباد کو معاف فرما دینا

حضرت عباس بن مرداس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفہ کے دن شام کو اپنی امت کے لیے مغفرت اور رحمت کی دعا کی' سو آپ بہت دیر دعا کرتے رہے' پس اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمائی کہ میں نے ایسا کر دیا سوا ان لوگوں کے جنہوں نے دوسروں پر ظلم کیا ہے' رہے ان کے وہ گناہ جو میرے اور ان کے درمیان ہیں تو میں نے ان گناہوں کو معاف کر دیا' پھر آپ نے دعا کی: اے میرے رب! تو اس پر قادر ہے کہ تو اس مظلوم کو جزاء اور ثواب عطا فرما اور اس ظالم کی مغفرت فرما دے' تو اس شام کو اللہ تعالیٰ نے یہ دعا قبول نہیں کی' پھر جب دوسرے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دعا کو دہرایا تو اللہ نے آپ کی دعا قبول کر لی اور فرمایا: میں نے ان کو معاف کر دیا' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے' آپ کے اصحاب نے پوچھا: یا رسول اللہ! آپ اس وقت کیوں مسکرا رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: میں اللہ کے دشمن ابلیس کی وجہ سے مسکرا رہا ہوں' جب اس نے جان لیا کہ اللہ نے میری امت کے متعلق میری دعا قبول کر لی ہے تو وہ چلانے لگا: ہائے ہلاکت! وائے موت! اور مٹھی اٹھا کر اپنے سر پر ڈالنے لگا۔

(سنن ابن ماجہ: ۳۰۱۳' سنن ابوداؤد: ۵۲۳۴)

ابن المبارک نے بھی اپنی سند کے ساتھ اس حدیث کی روایت کی ہے۔ (التمہید ج ۱ ص ۹۷-۹۰ ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

حافظ ابن عبد البر نے یہ احادیث صحیحہ درج کی ہیں۔ ان سے واضح ہو گیا کہ جب حج کرنے والا میدانِ عرفات میں دعا کرتا ہے

تو اللہ تعالیٰ اس کے تمام گناہ معاف فرما دیتا ہے خواہ وہ گناہ صغیرہ ہوں یا کبیرہ' خواہ ان کا تعلق حقوق اللہ سے ہو یا حقوق العباد سے اور ملا علی قاری کا یہ کہنا درست نہیں ہے کہ حج کرنے سے صرف گناہ صغیرہ معاف ہوتے ہیں' گناہ کبیرہ معاف نہیں ہوتے اور نہ وہ گناہ معاف ہوتے ہیں جن کا تعلق حقوق العباد سے ہو۔

اس حدیث سے استدلال کہ حج کرنے والا گناہوں سے اس طرح پاک ہو جاتا ہے' جیسے اسی دن اپنی ماں کے بطن سے پیدا ہوا ہو

نیز زیر بحث حدیث' صحیح البخاری: ۱۵۲۱ میں رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد ہے: جس شخص نے دورانِ حج کوئی گناہ نہیں کیا تو وہ گناہوں سے اس طرح پاک ہو جائے گا جیسے وہ اسی دن اپنی ماں کے بطن سے پیدا ہوا ہے' اگر ملا علی قاری کی تحقیق کے مطابق اس کے صرف صغیرہ گناہ معاف ہوتے ہیں اور اس کے کبیرہ گناہ باقی ہیں اور حقوق العباد بھی اس کے ذمہ ہیں تو پھر کس طرح وہ ایسا ہوگا کہ وہ اس دن ماں کے بطن سے پیدا ہوا ہے' نیز ملا علی قاری کا یہ کہنا بھی غلط ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ اس کے صرف صغیرہ گناہ معاف ہوتے ہیں' ہم حافظ ابن حجر عسقلانی سے نقل کر چکے ہیں کہ اس کے تمام صغیرہ اور کبیرہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں' لہٰذا ملا علی قاری کا اس پر اجماع نقل کرنا بھی درست نہیں ہے۔

اس اعتراض کا جواب کہ پھر تو قاتلوں اور زانیوں کے لیے معاملہ آسان ہے' وہ قتل اور زنا کریں ---- اور حج کر کے اپنی مغفرت کرالیں

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ پھر تو زانیوں' قاتلوں' چوروں' ڈاکوؤں' سود خوروں اور رشوت خوروں کے لیے معاملہ آسان ہے' وہ سال بھر یہ کبیرہ گناہ کرتے رہیں اور سال کے آخر میں حج کر آئیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جو عادی مجرم ہوتے ہیں ان کو حج کرنے کی توفیق ہی نہیں ہوتی' اور جو اس طرح کے کبیرہ گناہ کرنے والا ہو' وہ اسی وقت حج کرنے جاتا ہے جب اس کے دل میں خوفِ خدا کا غلبہ ہوتا ہے' اور وہ اپنے گناہوں پر نادم ہوتا ہے اور دل سے گناہوں پر تائب ہوتا ہے اور جو اس طرح نہ ہو' اس کو حج کرنے کی توفیق نہیں ہوتی۔ ۱۹۹۴ء میں' میں حج کے سلسلہ میں حاجی کیمپ جا رہا تھا' میں جس ٹیکسی میں بیٹھا تھا' اس کے ڈرائیور نے مجھ سے پوچھا: آپ حج کرنے جا رہے ہیں؟ میں نے کہا: ہاں! اس نے کہا: اپنی اپنی قسمت ہے! میں اٹھارہ سال مکہ میں رہا اور میں نے حج نہیں کیا اور آپ پاکستان سے حج کرنے جا رہے ہیں!

خلاصہ یہ ہے کہ ہر شخص کو حج کرنے کی توفیق نہیں ہوتی' حج کرنے وہی جاتا ہے جس کے دل میں خوفِ خدا کا جذبہ ہوتا ہے اور وہ نیکیوں پر آمادہ اور گناہوں کے ترک کرنے پر تیار ہوتا ہے' علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ غفور و رحیم ہے' وہ قادر مطلق ہے' بے نیاز ہے' اگر وہ قاتلوں' ڈاکوؤں اور زانیوں کی بھی مغفرت فرما دے تو وہ مالک ہے' کسی کو اس پر اعتراض کرنے کا کیا حق ہے!

۵ - بَابُ فَرْضِ مَوَاقِيْتِ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ — حج اور عمرہ کے مواقیت کا تقرر

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

مواقیت' میقات کی جمع ہے' جیسے میعاد کی جمع مواعید ہے' امام بخاری نے عنوان میں لکھا ہے: حج اور عمرہ کے مواقیت کو فرض کرنا۔ اس میں فرض کا معنی ہے: واجب کرنا' اس کا معنی یہ ہے کہ کوئی شخص حج یا عمرہ کا احرام میقات سے پہلے نہیں باندھ سکتا اور اس کی وضاحت باب نمبر: ۸ سے ہو رہی ہے' جس میں امام بخاری نے یہ لکھا ہے کہ اہل مدینہ کا میقات' اور وہ ذوالحلیفہ سے پہلے احرام نہیں باندھتے تھے اور جب وقت سے پہلے احرام باندھنا جائز نہیں ہے تو میقات کی جگہ سے پہلے بھی احرام باندھنا ناجائز ہونا چاہیے۔

(فتح الباری ج ۳ ص ۱۰۳ ملخصاً دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

حافظ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

یہاں پر عنوان میں فرض کا معنی مقرر کرنا ہے اور یہ واجب کرنے کے معنی میں نہیں ہے اور امام بخاری نے باب: ۸ میں جو کہا ہے کہ اہل مدینہ کا میقات اور وہ ذوالحلیفہ سے پہلے احرام نہیں باندھتے تھے' یہ اس پر دلالت نہیں کرتا کہ ذوالحلیفہ سے پہلے احرام باندھنا جائز نہیں ہے' کیونکہ ہوسکتا ہے کہ اس کا معنی یہ ہو کہ ذوالحلیفہ سے پہلے احرام باندھنا مستحب نہیں ہے' کیونکہ جمہور فقہاء نے مواقیت سے پہلے احرام باندھنے کو جائز قرار دیا ہے' اور ابن المنذر نے کہا ہے کہ میقات سے پہلے احرام باندھنے کے جواز پر اجماع ہے اور فقہاء احناف اور فقہاء شافعیہ کا مذہب یہ ہے کہ میقات سے پہلے احرام باندھنا افضل ہے' امام مالک سے اس کی کراہت منقول ہے لیکن یہ ان کے نزدیک عدم جواز کی دلیل نہیں ہے' اسی طرح حضرت عثمان سے منقول ہے کہ انہوں نے خراسان سے احرام باندھنے کو مکروہ کہا ہے اور یہ بھی عدم جواز کی دلیل نہیں ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اسحاق اور داؤد سے عدم جواز منقول ہے' تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان کا جمہور کی مخالفت کرنا غیر معتبر ہے' اور اگر بر تقدیر تنزل یہ مان بھی لیا جائے تو یہ کہاں سے معلوم ہو گیا کہ امام بخاری اس مسئلہ میں ان کے ساتھ ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۹ ص ۱۹۶۔۱۹۵' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۵۲۲ - حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ قَالَ حَدَّثَنِي زَيْدُ بْنُ جُبَيْرٍ أَنَّهُ أَتَى عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا فِي مَنْزِلِهِ' وَلَهُ فُسْطَاطٌ وَسُرَادِقٌ' فَسَأَلْتُهُ مِنْ أَيْنَ يَجُوزُ أَنْ أَعْتَمِرَ؟ قَالَ فَرَضَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَهْلِ نَجْدٍ قَرْنًا' وَلِأَهْلِ الْمَدِينَةِ ذَا الْحُلَيْفَةِ' وَلِأَهْلِ الشَّامِ الْجُحْفَةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مالک بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زہیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے زید بن جبیر نے حدیث بیان کی کہ وہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس ان کے گھر گئے' وہاں ان کا خیمہ اور پردے تھے' پس میں نے ان سے سوال کیا کہ کہاں سے عمرہ کرنا جائز ہے؟ تو انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل نجد کے لیے قرن کو مقرر کیا اور اہل مدینہ کے لیے ذوالحلیفہ کو اور اہل شام کے لیے الجحفہ کو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۳۳ میں گزر چکی ہے' تاہم بعض ضروری امور کی وضاحت کی جارہی ہے۔

قرن' ذوالحلیفہ اور الجحفہ کا بیان

اس حدیث میں چند مواقیت کا ذکر کیا گیا ہے جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:

قرن: پورا نام قرن المنازل ہے' یہ یمن اور طائف والوں کی میقات ہے' اس کا دوسرا نام قرن الثعالب ہے' یہ صرف اہل نجد کی میقات ہے' اہل یمن کی میقات بھی قرن کہلاتی ہے' یہ مکہ سے اکیاون میل اور طائف سے چھتیس میل دور ہے۔

(معجم البلدان (اردو) ص ۲۷۲)

ذوالحلیفہ: یہ اہل مدینہ کا میقات ہے' یہ مدینہ سے چار میل کے فاصلہ پر ہے اور مکہ سے ۱۹۸' میل کے فاصلہ پر ہے۔

الجحفہ: یہ مکہ اور مدینہ کے درمیان شام کی جانب ایک جگہ ہے اور یہ اہل شام کا میقات ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۲ ص ۳۲۸' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

مواقیت مذکورہ سے احرام باندھنے کا وجوب اور جو شخص بغیر احرام کے مکہ میں داخل ہو اس کا شرعی حکم

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

ائمہ فتویٰ کا اس پر اجماع ہے کہ حج اور عمرہ میں مواقیت واجب ہیں' انہوں نے کہا ہے کہ ان میں توسیع اور رخصت ہے' انسان حِل (میقات سے پہلی جگہ) سے فائدہ حاصل کرتا رہے حتیٰ کہ میقات پہنچ جائے اور میرے علم کے مطابق کسی شخص نے یہ نہیں کہا کہ میقات حج کے فرائض میں سے ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مواقیت کو فرض کیا ہے' اس سے حضرت ابن عمر کی مراد یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مواقیت کا تعین کیا اور ان کی جگہیں اور حدود مقرر فرمائیں۔

اس باب میں عطاء النخعی اور حسن بصری کا رد ہے' انہوں نے یہ کہا ہے کہ جو شخص حج اور عمرہ کا ارادہ رکھتا ہو اور وہ میقات کو ترک کر دے اور احرام نہ باندھے تو کوئی حرج نہیں ہے' اور ان کا یہ قول شاذ ہے' امام مالک' امام ابوحنیفہ اور امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ وہ شخص مکہ سے واپس میقات کی طرف لوٹے اور اس میں ان کا اختلاف ہے کہ آیا لوٹنے کے بعد اس پر دم واجب ہے یا نہیں؟ امام ابوحنیفہ نے یہ کہا ہے کہ اگر لوٹنے کے بعد اس نے تلبیہ پڑھ لیا ہے تو اس پر دم نہیں ہے اور اگر اس نے تلبیہ نہیں پڑھا تو اس پر دم ہے اور ثوری' امام ابو یوسف' امام محمد اور امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ جب وہ احرام باندھنے کے بعد میقات کی طرف لوٹ آیا تو کسی صورت میں اس پر دم نہیں ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۱۶۱۔ ۱۶۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ ھ)

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:

اس حدیث پر علامہ کرمانی نے یہ اعتراض کیا ہے کہ عمرہ کا احرام باندھنا ان مواقیت مذکورہ میں سے لازم نہیں ہے' بلکہ جعرانہ سے بھی احرام باندھنا صحیح ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اہل مکہ کے لیے صحیح ہے لیکن جس جگہ آفاقی ہوں یعنی خارج از حرم کے لوگ ہوں' ان کے لیے ان ہی مواقیت سے احرام باندھنا ضروری ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۱۹۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

٦ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَتَزَوَّدُوْا فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى﴾ (البقرة:١٩٧)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: اور سفر خرچ تیار کرو' اور بہترین سفر خرچ تقویٰ (سوال سے رکنا) ہے (البقرہ:۱۹۷)

اس باب میں اس آیت کا ذکر کر کے یہ بتایا ہے کہ حج کرنے والے کو اپنے ساتھ سفر خرچ رکھنا چاہیے اور لوگوں سے سوال نہیں کرنا چاہیے تاکہ اس سفر میں وہ لوگوں کے مونہوں کی طرف نہ دیکھتا رہے کہ وہ اس کو بھیک دیتے ہیں یا نہیں' وہ حج کے سفر میں صرف اللہ کی طرف متوجہ رہے' اسی کو دیکھتا رہے اور صرف اسی سے سوال کرتا رہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ لوگ اپنے گھروں سے حج کرنے کے لیے نکلتے تھے اور ان کے پاس سفر خرچ نہیں ہوتا تھا اور وہ کہتے تھے کہ ہم اللہ کے گھر کا قصد کر رہے ہیں تو کیا وہ ہمیں نہیں کھلائے گا' تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ تم زادِ راہ لے کر سفر کرو' جو تم کو لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلانے سے روکے۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۱۹۸)

١٥٢٣ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بِشْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَبَابَةُ عَنْ وَرْقَاءَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كَانَ أَهْلُ الْيَمَنِ يَحُجُّوْنَ وَلَا يَتَزَوَّدُوْنَ وَيَقُوْلُوْنَ نَحْنُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بشر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شبابہ نے حدیث بیان کی از ورقاء از عمرو بن دینار از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ اہل یمن حج کرتے تھے اور اپنے ساتھ زادِ راہ (سفر خرچ)

فَإِذَا قَدِمُوا الْمَدِينَةَ سَأَلُوا النَّاسَ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿وَتَزَوَّدُوْا فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى﴾. رَوَاهُ ابْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ عِكْرِمَةَ مُرْسَلًا. (سنن ابوداؤد: ۱۷۳۰)

نہیں لیتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم توکل کرنے والے ہیں' پھر جب وہ مدینہ آتے تو لوگوں سے سوال کرتے' تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: اور سفر خرچ تیار کرو' اور بہترین سفر خرچ تقویٰ (سوال سے رکنا) ہے۔ اس کی ابن عیینہ نے از عمرو از عکرمہ مرسلاً روایت کی ہے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) یحییٰ بن بشر ابوزکریا' یہ اللہ تعالیٰ کے عباد صالحین میں سے تھے' یہ ۲۳۲ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) شبابہ بن سوار الفزاری (۳) ورقاء بن عمرو بن کلیب ابوبشر الیشکری (۴) عمرو بن دینار (۵) عکرمہ مولیٰ ابن عباس (۶) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما۔
(عمدۃ القاری ج ۹ ص ۱۹۹)

اغنیاء پر توکل کرنے کا شدید حرام ہونا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سوال کے ساتھ توکل نہیں ہوتا۔ توکل صرف اللہ پر ہوتا ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور سے بالکل استعانت نہیں کی جاتی' جیسا کہ حدیث میں ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری امت سے ستر ہزار افراد بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے' یہ وہ لوگ ہیں جو (شرکیہ الفاظ پر مبنی) دم کراتے ہوں گے نہ فال نکلواتے ہوں گے' وہ صرف اپنے رب پر توکل کرتے ہوں گے۔ (صحیح البخاری: ۶۴۷۲-۶۵۴۱' صحیح مسلم: ۲۲۰' مسند احمد ج ۱ ص ۳۰۳)

اغنیاء پر حج کے علاوہ بھی سوال کرنا حرام ہے تو سفر حج میں ان پر سوال کرنے کی حرمت اور بھی مؤکد ہے۔
(شرح ابن بطال ج ۴ ص ۱۴۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

توکل کی صحیح تعریف

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ تقویٰ کی وجہ سے لوگوں سے سوال کرنے کو ترک کرنا چاہیے' کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی مدح فرمائی ہے' جو لوگوں سے بالکل سوال نہیں کرتے تھے:

لَا يَسْئَلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا. (البقرۃ: ۲۷۳) وہ لوگوں سے گڑگڑا کر سوال نہیں کرتے۔

اس حدیث میں لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلانے کی مذمت ہے اور سوال نہ کرنے کی ترغیب ہے اور کم چیزوں پر قناعت کرنے کا حکم ہے' اس حدیث میں توکل کی مذمت نہیں ہے' ہاں! اس میں لوگوں سے سوال کرنے کی مذمت ہے اور یہ لوگ توکل کرنے والے نہیں تھے بلکہ کھانے پینے کے حریص تھے' توکل کی تعریف یہ ہے کہ کسی چیز کے حصول کے اسباب مہیا کر کے اسباب سے قطع نظر کر لی جائے اور اس چیز کے حصول کو اللہ تعالیٰ کی عطاء پر چھوڑ دیا جائے۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۱۹۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۷- بَابُ مُهَلِّ أَهْلِ مَكَّةَ لِلْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ — حج اور عمرہ میں اہل مکہ کے احرام باندھنے کی جگہ

اس حدیث کے عنوان میں "مُهل" کا لفظ ہے یہ "اهلال" کا اسم ظرف ہے اور "اهلال" کا معنی ہے: بلند آواز سے تلبیہ پڑھنا اور چونکہ مسلمان احرام باندھتے وقت بلند آواز سے "لبیك اللّٰهم لبیك" کہتے ہیں' اس لیے "اهلال" سے مراد ہے: احرام باندھنا۔

١٥٢٤ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَّتَ لِأَهْلِ الْمَدِيْنَةِ ذَا الْحُلَيْفَةِ، وَلِأَهْلِ الشَّامِ الْجُحْفَةَ، وَلِأَهْلِ نَجْدٍ قَرْنَ الْمَنَازِلِ، وَلِأَهْلِ الْيَمَنِ يَلَمْلَمَ، هُنَّ لَهُنَّ، وَلِمَنْ أَتَى عَلَيْهِنَّ مِنْ غَيْرِهِنَّ، مِمَّنْ أَرَادَ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ، وَمَنْ كَانَ دُوْنَ ذٰلِكَ فَمِنْ حَيْثُ أَنْشَأَ، حَتّٰى أَهْلُ مَكَّةَ مِنْ مَكَّةَ.

[اطراف الحدیث: ۱۵۲۶۔۱۵۲۹۔۱۵۳۰۔۱۸۴۵]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن طاؤس نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مدینہ کے لیے ذوالحلیفہ کو میقات (احرام باندھنے کی جگہ) مقرر فرمایا اور اہل شام کے لیے الجحفہ کو میقات مقرر کیا اور اہل نجد کے لیے قرن المنازل اور اہل یمن کے لیے یلملم کو میقات مقرر فرمایا۔ یہ مواقیت ان لوگوں کے لیے ہیں اور ان لوگوں کے لیے ہیں جو دوسرے ملکوں سے ان جگہوں پر سے گزریں' جب وہ حج اور عمرہ کے ارادہ سے آئیں اور جو ان مقامات کے اس طرف (مکہ کی جانب رہتا) ہو وہ جہاں سے چلے وہیں سے احرام باندھے حتیٰ کہ اہل مکہ' مکہ سے احرام باندھیں۔

(صحیح مسلم: ۱۱۸۱' الرقم المسلسل: ۲۷۵۷' سنن ابوداؤد: ۱۷۳۸' سنن نسائی: ۲۶۵۸' المعجم الکبیر: ۱۰۹۱۳۔۱۰۹۱۲' مسند الطحاوی: ۲۲۳۷' مسند احمد ج ۱ ص ۲۳۸ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۲۴۰۔ ج ۴ ص ۹۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کے رجال کا اس سے پہلے تعارف ہو چکا ہے۔

اس حدیث کا عنوان ہے: حج اور عمرہ میں اہل مکہ کے احرام باندھنے کی جگہ۔ اس حدیث کی اس عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: اور جو ان مقامات کے اس طرف (مکہ کی جانب) رہتا ہو وہ جہاں سے چلے وہیں سے احرام باندھے حتیٰ کہ اہل مکہ' مکہ سے احرام باندھیں۔

یلملم کی تعیین اور پاکستان کے کسی شہر سے احرام باندھنے کی جگہ

اس حدیث میں جن مواقیت کا ذکر ہے' ان میں سے ذوالحلیفہ' الجحفہ اور قرن المنازل کی شرح' صحیح البخاری: ۱۵۲۲ میں کی جا چکی ہے' اور اس میں یلملم کا بھی ذکر ہے' اس کا محل وقوع یہ ہے:

مکہ کے جنوب میں دو شب کی مسافت پر اہل یمن کی میقات' جہاں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی مسجد بھی ہے۔

(معجم البلدان اردو ص ۳۶۴' شیخ غلام علی اینڈ سنز' کراچی)

یلملم ایک پہاڑ ہے مکہ سے دو منزل پر۔ ہندوستان سے جو لوگ مکہ کو جاتے ہیں' وہ جہاز ہی میں سے اس پہاڑ کے برابر پہنچ کر احرام باندھ لیتے ہیں۔ (تیسیر الباری ج ۲ ص ۱۱۱)

پہلے لوگ بحری جہاز کے ذریعہ سفر کر کے حج کے لیے جاتے تھے اور جب یلملم کے پاس سے جہاز گزرتا تھا تو کپتان ان کو مطلع

کر دیا تھا اور وہ جہاز میں احرام باندھ لیتے تھے' اب بحری جہاز سے حج کا سفر متروک ہو گیا' اس لیے اب ہوائی جہاز میں بیٹھنے کے بعد احرام باندھ لیا جائے' بہتر یہ ہے کہ ائیر پورٹ کی لاؤنج میں سکون سے وضوء کر کے احرام باندھ لیں یا گھر سے احرام باندھ کر چلیں اور لاؤنج میں دو رکعت نماز پڑھ کر حج یا عمرہ کی نیت کر لیں' گھر سے نیت نہ کریں کیونکہ بعض اوقات پرواز میں بہت تاخیر ہو جاتی ہے اور بعض اوقات پرواز منسوخ ہو جاتی ہے۔

٨ - بَابُ مِيقَاتِ اَهْلِ الْمَدِينَةِ، وَلَا يُهِلُّونَ قَبْلَ ذِي الْحُلَيْفَةِ

اہل مدینہ کا میقات اور وہ لوگ ذوالحلیفہ پہنچنے سے پہلے احرام نہ باندھیں

اس عنوان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری کے نزدیک میقات سے پہلے احرام باندھنا جائز نہیں ہے لیکن ہم صحیح البخاری: ۱۵۲۲ کے عنوان کی شرح میں بیان کر چکے ہیں کہ اس پر اجماع ہے کہ میقات سے پہلے احرام باندھنا جائز ہے' ہندوستان' پاکستان اور دوسرے اسلامی شہروں سے جو لوگ حج یا عمرہ کرنے ہوائی جہاز کے ذریعہ سفر کر کے جاتے ہیں' ان کے لیے عین میقات پر احرام باندھنا تو ممکن ہی نہیں ہے' اس سے معلوم ہوا کہ امام بخاری کا مذہب نا قابل عمل ہے۔

۱۵۲۵ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُهِلُّ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ مِنْ ذِي الْحُلَيْفَةِ، وَاَهْلُ الشَّامِ مِنَ الْجُحْفَةِ، وَاَهْلُ نَجْدٍ مِنْ قَرْنٍ. قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ وَبَلَغَنِيْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَيُهِلُّ اَهْلُ الْيَمَنِ مِنْ يَلَمْلَمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اہل مدینہ ذوالحلیفہ سے احرام باندھیں اور اہل شام الجحفہ سے اور اہل نجد قرن سے۔ حضرت عبداللہ نے کہا: اور مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اہل یمن یلملم سے احرام باندھیں۔

اس حدیث میں ذوالحلیفہ' الجحفہ اور قرن کا ذکر ہے' ان کی شرح' صحیح البخاری: ۱۵۲۲ میں گزر چکی ہے اور اس حدیث میں یلملم کا ذکر ہے' اس کی شرح' صحیح البخاری: ۱۵۲۴ میں گزر چکی ہے۔

٩ - بَابُ مُهَلِّ اَهْلِ الشَّامِ

اہل شام کے احرام باندھنے کی جگہ

۱۵۲٦ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ، عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ وَقَّتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ ذَا الْحُلَيْفَةِ، وَلِاَهْلِ الشَّامِ الْجُحْفَةَ، وَلِاَهْلِ نَجْدٍ قَرْنَ الْمَنَازِلِ، وَلِاَهْلِ الْيَمَنِ يَلَمْلَمَ، فَهُنَّ لَهُنَّ، وَلِمَنْ اَتٰى عَلَيْهِنَّ مِنْ غَيْرِ اَهْلِهِنَّ، لِمَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ، فَمَنْ كَانَ دُوْنَهُنَّ فَمُهَلُّهُ مِنْ اَهْلِهٖ، وَكَذَاكَ حَتّٰى اَهْلُ مَكَّةَ يُهِلُّوْنَ مِنْهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از عمرو بن دینار از طاؤس از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مدینہ کے لیے ذوالحلیفہ کو میقات مقرر کیا اور اہل شام کے لیے الجحفہ کو اور اہل نجد کے لیے قرن المنازل کو اور اہل یمن کے لیے یلملم کو' یہ مواقیت ان مقامات پر رہنے والوں کے لیے ہیں اور دوسرے ملکوں سے جو لوگ ان مقامات سے گزریں اور وہ وہاں پر رہنے والے نہ ہوں اور وہ حج اور عمرہ کا ارادہ کر رہے ہوں' ان کے لیے بھی یہ مواقیت ہیں اور جو لوگ ان

مواقیت سے ماوراء رہتے ہوں' وہ اپنے گھر سے احرام باندھیں' اسی طرح اہل مکہ' مکہ سے احرام باندھیں۔

اس حدیث کی شرح کے لیے' صحیح البخاری: ۱۵۲۲' اور ۱۵۲۴ کا مطالعہ کریں۔

۱۰ - بَابُ مُهَلِّ اَهْلِ نَجْدٍ

اہل نجد کے احرام باندھنے کی جگہ

۱۵۲۷ - حَدَّثَنَا عَلِيٌّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانَ حَفِظْنَاهُ مِنَ الزُّهْرِيِّ' عَنْ سَالِمٍ' عَنْ اَبِيْهِ وَقَّتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. ح.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہم نے اس کو الزہری سے محفوظ کیا ہے از سالم از والد خود کہ نبی ﷺ نے مقرر کیا......(ح)

اس حدیث کی شرح کے لیے' صحیح البخاری: ۱۵۲۲ کا مطالعہ کریں۔

۱۵۲۸ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ' عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ' عَنْ اَبِيْهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مُهَلُّ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ ذُو الْحُلَيْفَةِ' وَمُهَلُّ اَهْلِ الشَّامِ مَهْيَعَةُ' وَهِيَ الْجُحْفَةُ' وَاَهْلِ نَجْدٍ قَرْنٌ. قَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا زَعَمُوْا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ' وَلَمْ اَسْمَعْهُ وَمُهَلُّ اَهْلِ الْيَمَنِ يَلَمْلَمُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں امام احمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن وہب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے یونس نے خبر دی از ابن شہاب از سالم بن عبد اللہ از والد خود رضی اللہ عنہ انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اہل مدینہ کے احرام باندھنے کی جگہ ذوالحلیفہ ہے اور اہل شام کے احرام باندھنے کی جگہ مھیعہ ہے اور اسی کا نام الجحفہ ہے اور اہل نجد کے احرام باندھنے کی جگہ قرن ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی ﷺ نے فرمایا' اور میں نے اس کو نہیں سنا کہ اہل یمن کے احرام باندھنے کی جگہ یلملم ہے۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۱۵۲۲' اور ۱۵۲۴ میں گزر چکی ہے۔

۱۱ - بَابُ مُهَلِّ مَنْ كَانَ دُوْنَ الْمَوَاقِيْتِ

جو لوگ مواقیت کے ماوراء رہتے ہوں ان کے احرام باندھنے کی جگہ

۱۵۲۹ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ' عَنْ عَمْرٍو' عَنْ طَاوُسٍ' عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَّتَ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ ذَا الْحُلَيْفَةِ' وَلِاَهْلِ الشَّامِ الْجُحْفَةَ' وَلِاَهْلِ الْيَمَنِ يَلَمْلَمَ' وَلِاَهْلِ نَجْدٍ قَرْنًا' فَهُنَّ لَهُنَّ' وَلِمَنْ اَتٰى عَلَيْهِنَّ مِنْ غَيْرِ اَهْلِهِنَّ' مِمَّنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ' فَمَنْ كَانَ دُوْنَهُنَّ فَمِنْ اَهْلِهٖ' حَتّٰى اِنَّ اَهْلَ مَكَّةَ يُهِلُّوْنَ مِنْهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: حماد نے حدیث بیان کی از عمرو از طاؤس از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے اہل مدینہ کے لیے ذوالحلیفہ کو میقات مقرر کیا' اور اہل شام کے لیے الجحفہ کو اور اہل یمن کے لیے یلملم کو اور اہل نجد کے لیے قرن کو' سو یہ ان مقامات کے رہنے والوں کے میقات ہیں اور دوسرے ملکوں کے لوگ جو یہاں کے رہنے والے نہ ہوں اور ان مقامات سے گزریں اور وہ ان لوگوں میں سے ہوں جو حج اور عمرہ کا ارادہ کرتے

ہوں اور جو لوگ ان مواقیت کے ماوراء ہوں وہ اپنے گھروں سے احرام باندھیں حتیٰ کہ اہل مکہ' مکہ سے احرام باندھیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۵۲۴ میں گزر چکی ہے۔

۱۲ - بَابُ مُهَلِّ اَهْلِ الْيَمَنِ

اہل یمن کے احرام باندھنے کی جگہ

۱۵۳۰ - حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ اَسَدٍ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ طَاؤُسٍ' عَنْ اَبِيْهِ' عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَّتَ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ ذَا الْحُلَيْفَةِ' وَلِاَهْلِ الشَّامِ الْجُحْفَةَ' وَلِاَهْلِ نَجْدٍ قَرْنَ الْمَنَازِلِ' وَلِاَهْلِ الْيَمَنِ يَلَمْلَمَ' هُنَّ لَهُنَّ' وَلِكُلِّ اٰتٍ اَتٰى عَلَيْهِنَّ مِنْ غَيْرِهِمْ' مِمَّنْ اَرَادَ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ' فَمَنْ كَانَ دُوْنَ ذٰلِكَ فَمِنْ حَيْثُ اَنْشَاَ' حَتّٰى اَهْلُ مَكَّةَ مِنْ مَكَّةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں معلّٰی بن اسد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی از عبداللہ بن طاؤس از والد خود از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مدینہ کے لیے ذوالحلیفہ کو میقات مقرر کیا اور اہل شام کے لیے الجحفہ کو اور اہل نجد کے لیے قرن المنازل کو اور اہل یمن کے لیے یلملم کو' یہ ان مقامات پر رہنے والوں کے لیے احرام باندھنے کی جگہیں ہیں اور دوسرے ملکوں کے لوگ جو یہاں کے رہنے والے نہ ہوں اور ان مقامات سے گزریں اور وہ ان لوگوں میں سے ہوں جو حج اور عمرہ کا ارادہ کرتے ہوں اور جو لوگ ان مواقیت کے ماوراء ہوں' وہ اپنے گھروں سے احرام باندھیں حتیٰ کہ اہل مکہ' مکہ سے احرام باندھیں۔

اس حدیث کی شرح بھی' صحیح البخاری: ۱۵۲۴ میں گزر چکی ہے۔

۱۳ - بَابُ ذَاتُ عِرْقٍ لِاَهْلِ الْعِرَاقِ

اہل عراق کا میقات ذات عرق ہے

''عِــرق'' کا معنی ہے: چھوٹی پہاڑی' یہ تہامہ کے شہروں میں سے پہلا شہر ہے' یہاں تین بڑے بڑے کنویں ہیں اور اس کے قریب ابورغال کی قبر ہے اور یہاں ایک باغ ہے' جو مکہ سے اٹھارہ میل کے فاصلہ پر ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۲۰۷)

۱۵۳۱ - حَدَّثَنِيْ عَلِيُّ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ' عَنْ نَافِعٍ' عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ لَمَّا فُتِحَ هٰذَانِ الْمِصْرَانِ' اَتَوْا عُمَرَ' فَقَالُوْا يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ' اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّ لِاَهْلِ نَجْدٍ قَرْنًا' وَهُوَ جَوْرٌ عَنْ طَرِيْقِنَا' وَاِنَّا اِنْ اَرَدْنَا قَرْنًا شَقَّ عَلَيْنَا. قَالَ فَانْظُرُوْا حَذْوَهَا مِنْ طَرِيْقِكُمْ' فَحَدَّ لَهُمْ ذَاتَ عِرْقٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن مسلم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن نمیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبیداللہ نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا: جب یہ دونوں شہر (بصرہ اور کوفہ) فتح ہو گئے تو لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے' پھر انہوں نے کہا: یا امیر المؤمنین! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل نجد کے لیے میقات مقرر کیا ہے اور وہ ہمارے راستہ سے منحرف ہے اور اگر ہم قرن جا کر احرام باندھیں تو یہ ہم پر دشوار ہے' حضرت عمر نے فرمایا: تم قرن کے موازی اپنے راستہ میں کوئی جگہ بتاؤ' پھر ان کے لیے ذات عرق کو میقات بنا دیا۔

اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) علی بن مسلم ابن سعید ابوالحسن' یہ ۲۳۵ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) عبداللہ بن نمیر (۳) عبید اللہ بن عمر بن حفص بن عاصم بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ابوعثمان القرشی العدوی (۴) نافع مولی ابن عمر (۵) حضرت عبد اللہ بن عمر بن الخطاب (۶) حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۲۰۷)

اس اعتراض کا جواب کہ بصرہ اور کوفہ حضرت عمر کے عہد میں فتح نہیں ہوئے تھے ....

اور حدیث میں مذکور ہے: جب یہ دونوں شہر فتح ہو گئے تھے

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں جن دو شہروں کا ذکر ہے اس سے مراد بصرہ اور کوفہ ہیں' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ بصرہ اور کوفہ کو مسلمانوں نے شہر بنایا تھا اور ۱۷ھ میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ان کی بنیاد رکھی گئی تو یہ کہنا کس طرح درست ہوگا کہ جب یہ دو شہر فتح کیے گئے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث میں جو مذکور ہے کہ جب یہ دو شہر فتح کیے گئے' اس سے مراد یہ ہے کہ جب ان شہروں کی جگہ کی زمین پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا' بصرہ اور کوفہ کے درمیان اسی فرسخ کی مسافت ہے اور ان کے پاس دریائے فرات ہے اور اس سے بہت نہریں نکالی گئی ہیں اور بصرہ اور کوفہ میں دریاؤں کے پانی سے کاشت کاری ہوتی ہے۔

اس پر دلیل کہ ذات عرق کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی میقات بنایا تھا' حضرت عمر نے صرف اس حکم کی تبلیغ کی تھی

ابن المنذر نے کہا ہے کہ عام اہل علم کا حضرت ابن عمر کی ظاہر حدیث پر اتفاق ہے اور اس میں ان کا اختلاف ہے کہ جو شخص ذات عرق کے پاس سے گزرے وہ کیا کرے؟ پس حضرت ابن عمر کی حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اہل عراق کے لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ذات عرق کو میقات مقرر کیا اور اس کو میقات قرار دینے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ ثابت نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں کہ صحیح یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی ذات عرق کو اہل عراق کا میقات قرار دیا تھا کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی کے ذریعہ تمام ملکوں اور شہروں کو جان لیا تھا' حدیث میں ہے:

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ نے میرے لیے تمام روئے زمین کو لپیٹ دیا' پس میں نے اس کے تمام مشارق اور مغارب کو دیکھ لیا اور بے شک میری امت زمین کے ان تمام ملکوں تک پہنچ جائے گی جن کو میرے لیے لپیٹ دیا گیا تھا۔ (صحیح مسلم: ۲۸۸۹' سنن ابوداؤد: ۴۲۵۲' سنن ترمذی: ۲۱۷۶' سنن ابن ماجہ: ۳۹۵۲)

فقہاء تابعین میں جمہور علماء اور بعد کے علماء' امام ابوحنیفہ' امام مالک' امام شافعی' امام احمد' اسحاق اور ابوثور نے یہ کہا ہے کہ اہل عراق کا میقات ذات عرق ہے' مگر امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ مستحب یہ ہے کہ اہل عراق العقیق سے احرام باندھیں جو ذات عرق کے متوازی ہے اور انہوں نے الأم میں یہ لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ذات عرق کی حدیث ثابت نہیں ہے' اس پر صرف لوگوں کا اجماع ہے' ان کی یہ عبارت اس پر دلالت کرتی ہے کہ ذات عرق کا میقات ہونا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منصوص نہیں ہے اور آپ نے اس کی تصریح نہیں کی' الغزالی اور الرافعی نے اسی کی تائید کی ہے' اور علامہ نووی نے شرح المہذب میں لکھا ہے کہ یہ منصوص ہے اور انہوں نے اس سے استدلال کیا ہے کہ امام طحاوی نے یہ حدیث ذکر کی ہے:

ذات عرق کو میقات قرار دینے کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مدینہ کے لیے ذوالحلیفہ کو میقات مقرر کیا اور شام اور مصر والوں کے لیے الجحفہ کو اور اہل عراق کے لیے ذات عرق کو اور اہل یمن کے لیے یلملم کو۔

(سنن نسائی: ۲۶۵۲۔۲۶۴۹' سنن ابوداؤد: ۱۷۳۹' شرح معانی الآثار: ۳۴۴۸)

ابوالزبیر نے کہا: حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ان سے احرام باندھنے کی جگہ کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ میں نے سنا ہے' پھر کہا کہ میرا گمان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارادہ تھا کہ اہل مدینہ ذوالحلیفہ سے احرام باندھیں اور دوسرے راستہ کے لوگ الجحفہ سے اور اہل عراق ذات عرق سے اور اہل نجد قرن سے احرام باندھیں اور اہل یمن یلملم سے۔

(شرح معانی الآثار: ۳۴۴۹' صحیح مسلم: ۱۱۸۳' الرقم المسلسل: ۲۷۶۴)

عطاء سے روایت ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مدینہ کے لیے ذوالحلیفہ کو میقات مقرر کیا اور اہل شام کے لیے الجحفہ کو اور اہل یمن کے لیے یلملم کو اور اہل عراق کے لیے ذات عرق کو۔ (شرح معانی الآثار: ۳۴۵۰)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا' آپ نے اہل مدینہ کے لیے ذوالحلیفہ کو میقات مقرر کیا اور اہل شام کے لیے الجحفہ کو اور اہل بصرہ کے لیے ذات عرق کو اور اہل مدائن کے لیے العقیق کو' یہ ذات عرق کے قریب جگہ ہے۔ (شرح معانی الآثار: ۳۴۵۱)

امام طحاوی نے کہا ہے کہ پس ان آثار سے ثابت ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل عراق کے لیے بھی اسی طرح میقات مقرر کیا ہے' جس طرح دوسرے شہر والوں کے لیے مواقیت مقرر کیے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۲۰۹۔۲۰۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر کی امام شافعی کی تائید میں ان احادیث کو مشکوک قرار دینے کی لاحاصل سعی اور مصنف کا امام ابوحنیفہ کی تائید میں متعدد احادیث صحیحہ کو درج کرنا

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

حضرت جابر کی حدیث (شرح معانی الآثار: ۳۴۵۰۔۳۴۴۹) کو امام احمد نے ابن لہیعہ کی روایت سے اور امام ابن ماجہ نے ابراہیم بن یزید کی روایت سے روایت کیا ہے اور ان دونوں نے ابوالزبیر سے روایت کی ہے' اس لیے اس حدیث کے مرفوع ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر نے امام احمد کی ابن لہیعہ سے جس روایت کا ذکر کیا ہے' وہ یہ ہے:

حسن بن موسیٰ الاشیب سے روایت ہے' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں ابن لہیعہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوالزبیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت جابر سے میقات کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اہل مدینہ کے احرام باندھنے کی جگہ ذوالحلیفہ ہے اور دوسرے راستہ والوں کے احرام باندھنے کی جگہ الجحفہ ہے اور اہل عراق کے احرام باندھنے کی جگہ ذات عرق ہے اور اہل یمن کے احرام باندھنے کی جگہ ذات عرق ہے۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۳۳۳' مسند احمد: ۱۴۵۷۲۔ ج ۲۲ ص ۳۳۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

یہ حدیث مسند احمد کے علاوہ درج ذیل کتب حدیث میں بھی ہے:

صحیح مسلم: ۱۱۸۳' الرقم المسلسل: ۲۷۶۴' صحیح ابن خزیمہ: ۲۵۹۲' شرح معانی الآثار: ۳۴۴۹' شرح السنہ: ۸۶۰' سنن بیہقی

ج ۵ ص ۲۷۔

علامہ شعیب الارنؤوط اور ان کے معاون مخرجین نے لکھا ہے: امام مسلم کی شرط کے مطابق اس حدیث کی سند صحیح ہے اور ابو الزبیر امام مسلم کے رجال میں سے ہیں۔ (حاشیہ مسند احمد ج ۳ ص ۳۳۳ 'مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کو ایک اور سند سے بھی امام احمد نے روایت کیا ہے۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۳۳۶ 'مسند احمد: ۱۴۶۱۵۔ ج ۲۲ ص ۴۵۹ 'مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کو امام احمد نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کیا ہے۔

(مسند احمد ج ۲ ص ۱۸۱ طبع قدیم 'مسند احمد: ۶۶۹۷۔ ج ۱۱ ص ۲۹۷ 'مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حضرت عمرو بن العاص کی یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی ہے:

سنن بیہقی ج ۵ ص ۲۸ 'سنن دار قطنی ج ۲ ص ۲۳۶ 'مجمع الزوائد ج ۳ ص ۲۱۶ 'حلیۃ الاولیاء ج ۴ ص ۹۴۔ ۹۳۔

حافظ ابن حجر نے جو لکھا ہے کہ اس حدیث کو امام ابن ماجہ نے ابراہیم بن یزید از ابو الزبیر روایت کیا ہے' سو وہ حدیث یہ ہے:

ابراہیم بن یزید از ابو الزبیر از حضرت جابر رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا' پس فرمایا کہ اہل مدینہ کے احرام باندھنے کی جگہ ذوالحلیفہ ہے اور اہل شام کے احرام باندھنے کی جگہ الجحفہ ہے' اور اہل یمن کے احرام باندھنے کی جگہ یلملم ہے اور اہل نجد کے احرام باندھنے کی جگہ قرن ہے اور اہل مشرق کے احرام باندھنے کی جگہ ذات عرق ہے۔

(سنن ابن ماجہ: ۲۹۱۵)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام شافعی نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذات عرق کو میقات مقرر نہیں کیا' اور اس وقت اہل مشرق نہیں تھے' اور انہوں نے اپنی کتاب الأم میں لکھا ہے: یہ ثابت نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذات عرق کو حد مقرر کیا ہو' اس پر صرف لوگوں کا اتفاق ہے اور یہ اس کی دلیل ہے کہ ذات عرق کا میقات ہونا منصوص علیہ نہیں ہے یعنی اس کے میقات ہونے کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تصریح نہیں کی اور حنفیہ' حنابلہ اور جمہور شافعیہ کے نزدیک یہ منصوص علیہ ہے۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۱۰۹ 'دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

ہم نے صحیح مسلم' سنن ابوداؤد' سنن نسائی' سنن ابن ماجہ' شرح معانی الآثار' مسند احمد اور متعدد کتب حدیث سے یہ واضح کر دیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل عراق کے لیے ذات عرق کے میقات ہونے کی تصریح کی ہے اور یہی امام ابوحنیفہ' امام مالک اور امام احمد کا مذہب ہے اور امام شافعی کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ ذات عرق کا میقات ہونا ثابت نہیں ہے اور منصوص علیہ نہیں ہے' حافظ ابن حجر عسقلانی چونکہ شافعی المذہب ہیں' اس لیے انہوں نے حتی الامکان ان احادیث کو ضعیف قرار دینے کی لاحاصل سعی کی ہے' وہ لکھتے ہیں:

یہ حدیث امام احمد' امام ابوداؤد اور امام نسائی سے مروی ہے (حافظ ابن حجر نے امام مسلم کا نام تک نہیں لیا) اور اس میں یہ دلیل ہے کہ اس حدیث کی اصل ہے اور شاید کہ جس نے یہ کہا ہے کہ ذات عرق کا میقات ہونا منصوص علیہ نہیں ہے' اس کو یہ احادیث نہیں پہنچی ہوں گی یا اس کے نزدیک یہ احادیث ضعیف ہوں گی کیونکہ ان احادیث کی ہر سند پر اعتراض ہے' (پھر اس کے بعد مجبور ہو کر لکھتے ہیں کہ) اس حدیث کی متعدد اسانید ہیں اور ان اسانید کے مجموعہ سے یہ حدیث قوی ہو جاتی ہے۔

ان احادیث پر امام شافعی کے اس اعتراض کا جواب کہ آپ کے عہد میں تو عراق آباد نہیں ہوا تھا

امام شافعی نے اس حدیث پر یہ اعتراض کیا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اہل مشرق کے لیے میقات کیسے مقرر کر سکتے تھے حالانکہ اس وقت

اہل مشرق نہیں تھے؟ حافظ ابن حجر اس اعتراض کا جواب حافظ ابن عبد البر سے نقل کرتے ہیں:

اس حدیث پر جس نے یہ اعتراض کیا ہے کہ اس وقت تک عراق فتح نہیں ہوا تھا تو حافظ ابن عبد البر نے کہا: یہ اس کی غفلت ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فتوحات سے پہلے تمام اطراف مکہ کے مواقیت مقرر کر دیئے تھے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو علم تھا کہ یہ علاقے عنقریب فتح ہو جائیں گے پس اس وجہ سے شام اور عراق میں کوئی فرق نہیں ہے علامہ الماوردی اور دوسرے محدثین نے بھی یہی جواب دیا ہے۔

(فتح الباری ج ۳ ص ۱۰۹ دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ اور دیگر ائمہ کے نزدیک اہل عراق کے لیے ذات عرق کا میقات ہونا ثابت ہے لیکن امام شافعی کے نزدیک یہ ثابت نہیں ہے اس لیے ہم نے صحیح مسلم اور دیگر کتب حدیث سے یہ واضح کیا ہے کہ ذات عرق کا میقات ہونا منصوص علیہ ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور اس حدیث پر امام شافعی کے جو اعتراضات تھے ان کے جوابات ان ہی کے مقلدین کے حوالے سے نقل کر دیئے ہیں۔ وللّٰه الحمد علٰى ذالك.

١٤ - بَابٌ

باب

امام بخاری نے اس باب کا کوئی عنوان ذکر نہیں کیا اور جب وہ کسی باب کا عنوان ذکر نہ کریں تو وہ باب ابواب سابقہ کے ساتھ لاحق ہوتا ہے اس سے پہلے ابواب میں مختلف شہروں کے مواقیت ذکر کیے گئے تھے اور اس باب میں ذوالحلیفہ کا ذکر ہے اور وہ اہل مدینہ کا میقات ہے۔

١٥٣٢ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَاخَ بِالْبَطْحَاءِ بِذِي الْحُلَيْفَةِ، فَصَلّٰى بِهَا، وَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَفْعَلُ ذٰلِكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع از حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذوالحلیفہ کے پتھریلے میدان میں اپنی اونٹنی بٹھائی پس وہاں نماز پڑھی اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی اسی طرح کرتے تھے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۴۸۴ میں گزر چکی ہے۔

١٥ - بَابُ خُرُوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى طَرِيْقِ الشَّجَرَةِ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا راستہ کے درخت سے نکلنا

١٥٣٣ - حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا اَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَخْرُجُ مِنْ طَرِيْقِ الشَّجَرَةِ، وَيَدْخُلُ مِنْ طَرِيْقِ الْمُعَرَّسِ، وَاَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا خَرَجَ اِلٰى مَكَّةَ يُصَلِّيْ فِيْ مَسْجِدِ الشَّجَرَةِ، وَاِذَا رَجَعَ صَلّٰى بِذِي الْحُلَيْفَةِ، بِبَطْنِ الْوَادِيْ، وَبَاتَ حَتّٰى يُصْبِحَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں انس بن عیاض نے حدیث بیان کی از عبید اللہ از نافع از حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم درخت کے راستہ سے (مدینہ منورہ سے) نکلتے تھے اور معرس کے راستے سے مدینہ میں داخل ہوتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ سے مکہ روانہ ہوتے تو درخت کی مسجد میں نماز پڑھتے تھے اور جب واپس آتے تو ذوالحلیفہ میں وادی کے نشیب میں نماز پڑھتے تھے اور وہیں رات گزارتے تھے حتیٰ کہ صبح ہو جاتی۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۴۸۴ میں گزر چکی ہے' بعض اُمور کی تفصیل حسب ذیل ہے:
معرس اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں مسافر رات کو ٹھہرے' یہ معرس ذوالحلیفہ کی مسجد کے نشیب میں واقع ہے اور ذوالحلیفہ کی بہ نسبت مسجد سے زیادہ قریب ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم درخت کے راستے سے مدینہ سے روانہ ہوتے اور معرس کے راستہ سے واپس آتے اور آنے جانے میں راستہ بدل دیتے اور آپ عید کے دن بھی ایسا ہی کرتے تھے' ایک راستہ سے جاتے اور دوسرے راستہ سے واپس آتے' آج کل رش سے بچنے کے لیے یک طرفہ ٹریفک کا اصول ہے' ایک سڑک روانہ ہونے کے لیے ہوتی ہے اور دوسری سڑک واپسی کے لیے ہوتی ہے' ہم کہتے ہیں کہ یہ طریقہ بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سنت سے ماخوذ ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم واپسی میں ساری رات ذوالحلیفہ کے نشیب میں ٹھہرتے اور صبح ہونے کے بعد مدینہ میں داخل ہوتے اور آپ کی تعلیم بھی یہی ہے کہ رات کی تاریکی میں گھر واپس نہ جاؤ' دن کی روشنی میں گھر جاؤ۔

١٦ - بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَقِيقُ وَادٍ مُّبَارَكٌ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد کہ العقیق مبارک وادی ہے

العقیق' مدینہ کے باہر ایک وادی ہے' ایک قول یہ ہے کہ تہامہ کے نالہ کی گہرائی میں اس کا پانی ڈوب جاتا ہے۔

١٥٣٤ - حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ وَبِشْرُ بْنُ بَكْرٍ التِّنِّيسِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا الْاَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنِي عِكْرِمَةُ اَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُولُ اِنَّهُ سَمِعَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُولُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِوَادِي الْعَقِيقِ يَقُولُ اَتَانِي اللَّيْلَةَ اٰتٍ مِّنْ رَّبِّيْ فَقَالَ صَلِّ فِي هٰذَا الْوَادِي الْمُبَارَكِ وَقُلْ عُمْرَةٌ فِي حَجَّةٍ. [اطراف الحدیث: ۲۳۳۷-۷۳۴۳]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحمیدی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الولید اور بشر بن بکر التنیسی نے حدیث بیان کی' ان دونوں نے کہا کہ ہمیں الاوزاعی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ مجھے یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ مجھے عکرمہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے بیان کیا کہ انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا' وہ بیان کرتے تھے کہ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ کہتے تھے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے وادی عقیق کے متعلق یہ سنا ہے کہ آج رات میرے رب کی طرف سے ایک آنے والا آیا' پس اس نے کہا: اس مبارک وادی میں نماز پڑھیے اور کہیے کہ عمرہ حج میں ہے۔

(سنن ابن ماجہ: ۲۹۷۶' سنن ابوداؤد: ۱۸۰۰' مسند الحمیدی: ۱۹' صحیح ابن حبان: ۳۷۹۰' شرح السنۃ: ۱۸۸۳' مسند البزار: ۲۰۱' صحیح ابن خزیمہ: ۲۶۱۷' سنن بیہقی ج ۵ ص ۱۴' مسند احمد ج ۱ ص ۲۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۶۱۔ ج ۱ ص ۳۰۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) الحمیدی' یہ ابوبکر عبداللہ بن الزبیر بن العوام ہیں (۲) الولید بن مسلم (۳) بشر التنیسی (۴) عبدالرحمن بن عمر الاوزاعی (۵) یحییٰ بن ابی کثیر (۶) عکرمہ مولیٰ ابن عباس (۷) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما (۸) حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ۔

(عمدۃ القاری ج ۹ ص ۲۱۱)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: اس مبارک وادی میں نماز پڑھیے۔

آپ کے پاس آنے والے کا مصداق' آپ نے وادی عقیق میں کون سی نماز پڑھی تھی؟ اورعمرہ کا حج میں ہونے کا معنی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: آج رات میرے رب کی طرف سے ایک آنے والا آیا' امام بیہقی نے تصریح کی ہے کہ یہ آنے والے حضرت جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام تھے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ان کے علاوہ کوئی اور فرشتہ ہو۔

اس نے کہا: اس مبارک وادی میں نماز پڑھئے' اس نماز سے وہ نماز مراد ہے جو احرام باندھتے وقت پڑھی جاتی ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد صبح کی نماز ہو۔

اور آپ کہیے کہ عمرہ حج میں ہے: اس کا ایک معنی یہ ہے کہ یہ عمرہ حج میں ہے' یعنی آپ کا یہ حج' حج قران ہے یا اس کا معنی ہے: یہ عمرہ حج کے ساتھ ہے یا یہ عمرہ حج میں مندرج ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آپ نے یہ اس لیے فرمایا ہوتا کہ آپ کے اصحاب کو معلوم ہو جائے کہ قران مشروع ہے۔

وادی عقیق کی فضیلت اور اس پر دلیل کہ آپ کا حج' حج قران تھا

اس حدیث سے وادی عقیق کی فضیلت معلوم ہوئی اور اس کی یہ فضیلت مدینہ منورہ کی فضیلت کی وجہ سے ہے۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ احرام باندھتے وقت نماز پڑھنی چاہیے خصوصاً اس وادی میں۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حج کرنے والے کو اپنے شہر کے قریب کی جگہ میں ٹھہر کر احرام باندھ کر نماز پڑھنی چاہیے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سب سے افضل حج' حج قران ہے اور یہ کہ نبی ﷺ کا حج حجۃ الوداع میں قران تھا' تمتع یا افراد نہیں تھا اور یہی فقہاء احناف کا مذہب ہے' اس کی دلیل یہ ہے کہ نبی ﷺ کو اللہ کی طرف سے یہ حکم دیا گیا کہ آپ کہیے کہ یہ عمرہ حج میں ہے' لہٰذا آپ کو یہ حکم دیا گیا کہ آپ عمرہ اور حج کو جمع کریں اور یہ عین قران ہے اور جب آپ کو قران کا حکم دیا گیا ہے تو یہ محال ہے کہ آپ حج تمتع یا حج افراد کریں۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۲۱۳-۲۱۲ دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۵۳۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبِیْ بَكْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا فُضَيْلُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ قَالَ حَدَّثَنِیْ سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِيْهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ رُئِيَ وَهُوَ فِیْ مُعَرَّسٍ بِذِی الْحُلَيْفَةِ بِبَطْنِ الْوَادِیْ قِيْلَ لَهُ اِنَّكَ بِبَطْحَاءَ مُبَارَكَةٍ. وَقَدْ اَنَاخَ بِنَا سَالِمٌ يَتَوَخَّى بِالْمُنَاخِ الَّذِیْ كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ يُنِيْخُ يَتَحَرَّى مُعَرَّسَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ اَسْفَلُ مِنَ الْمَسْجِدِ الَّذِیْ بِبَطْنِ الْوَادِیْ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الطَّرِيْقِ وَسَطٌ مِّنْ ذٰلِكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن ابی بکر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں فضیل بن سلیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں موسیٰ بن عقبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے سالم بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی از والد خود رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ آپ نے بیان کیا کہ آپ کو رات کے آخری حصہ میں ذوالحلیفہ کی وادی کے نشیب میں خواب میں یہ کہا گیا کہ آپ مدینہ کی مبارک وادی میں ہیں۔ موسیٰ بن عقبہ نے کہا کہ سالم نے ہمارے اونٹ کو بھی وہاں بٹھا دیا' وہ اس جگہ کو ڈھونڈ رہے تھے جس جگہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنے اونٹ کو بٹھاتے تھے اور وہ اس جگہ کو ڈھونڈ رہے تھے جہاں رسول اللہ ﷺ رات

کے آخری حصہ میں ٹھہرتے تھے وہ جگہ اس مسجد کی نچلی طرف ہے جو اس وادی کے نشیب میں ہے وہ جگہ ان لوگوں کے اور راستہ کے درمیان میں ہے۔

اس حدیث کی شرح 'صحیح البخاری: ۴۸۳ میں گزر چکی ہے۔

رسول اللہ ﷺ اور حضرات صحابہ کے قیام کی جگہوں پر خصوصی رحمتوں اور برکتوں کا نازل ہونا

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس جگہ رسول اللہ ﷺ ٹھہرے تھے' اس جگہ قیام کرنے سے اور نماز پڑھنے سے ایسی خاص رحمتیں اور برکتیں حاصل ہوتی ہیں جو اور جگہ نہیں ملتیں' اس لیے حضرت عبداللہ بن عمر اس جگہ کو ڈھونڈ رہے تھے جہاں آپ ٹھہرے تھے ورنہ وہ کسی بھی جگہ ٹھہر جاتے اور صبح کو نماز پڑھ لیتے' اسی طرح حضرات صحابہ کرام جس جگہ ٹھہرے ہوں وہاں بھی اللہ تعالیٰ کی خصوصی تجلیات نازل ہوتی ہیں' ورنہ سالم' حضرت عبداللہ بن عمر کے قیام کی جگہ کو نہ تلاش کرتے اور کسی بھی جگہ قیام کر لیتے اور نماز پڑھ لیتے۔

١٧ - بَابُ غَسْلِ الْخَلُوْقِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ مِنَ الثِّيَابِ

اگر کپڑوں پر خوشبو کا لیپ ہو تو احرام باندھنے سے پہلے اس کو تین بار دھو ڈالنا چاہیے

اس حدیث کے عنوان میں ''خلوق'' کا لفظ ہے' یہ ایک قسم کی خوشبو ہے جو زعفران سے بنائی جاتی ہے۔

١٥٣٦ - قَالَ اَبُوْ عَاصِمٍ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ اَخْبَرَنِي عَطَاءٌ اَنَّ صَفْوَانَ بْنَ يَعْلٰى اَخْبَرَهٗ اَنَّ يَعْلٰى قَالَ لِعُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَرِنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ يُوْحٰى اِلَيْهِ. قَالَ فَبَيْنَمَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْجِعْرَانَةِ' وَمَعَهٗ نَفَرٌ مِّنْ اَصْحَابِهٖ' جَاءَهٗ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ' كَيْفَ تَرٰى فِيْ رَجُلٍ اَحْرَمَ بِعُمْرَةٍ' وَهُوَ مُتَضَمِّخٌ بِطِيْبٍ؟ فَسَكَتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاعَةً' فَجَاءَهُ الْوَحْيُ' فَاَشَارَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اِلٰى يَعْلٰى' فَجَاءَ يَعْلٰى' وَعَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَوْبٌ قَدْ اُظِلَّ بِهٖ' فَاَدْخَلَ رَاْسَهٗ' فَاِذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُحْمَرُّ الْوَجْهِ' وَهُوَ يَغِطُّ' ثُمَّ سُرِّيَ عَنْهُ' فَقَالَ اَيْنَ الَّذِيْ سَاَلَ عَنِ الْعُمْرَةِ؟ فَاُتِيَ بِرَجُلٍ' فَقَالَ اغْسِلِ الطِّيْبَ الَّذِيْ بِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ' وَانْزِعْ عَنْكَ الْجُبَّةَ' وَاصْنَعْ فِيْ عُمْرَتِكَ كَمَا تَصْنَعُ فِيْ حَجَّتِكَ. قُلْتُ لِعَطَاءٍ اَرَادَ الْاِنْقَاءَ حِيْنَ اَمَرَهٗ اَنْ يَّغْسِلَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ؟ قَالَ نَعَمْ.

ابو عاصم نے کہا: ہمیں ابن جریج نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے عطاء نے خبر دی از صفوان بن یعلیٰ' انہوں نے یہ خبر دی کہ حضرت یعلیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: جب نبی ﷺ پر وحی نازل ہو رہی ہو تو مجھے وہ منظر دکھائیں' حضرت عمر نے بیان کیا کہ جب نبی ﷺ جعرانہ میں تھے اور آپ کے ساتھ آپ کے اصحاب کی ایک جماعت تھی' اس وقت ایک شخص نے آ کر کہا: یا رسول اللہ! جو شخص عمرہ کا احرام باندھے اور اس نے کپڑوں پر خوشبو لگائی ہوئی ہو' آپ اس کے متعلق کیا فرماتے ہیں؟ تو نبی ﷺ ایک ساعت خاموش رہے' پھر آپ پر وحی نازل ہوئی' پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت یعلیٰ کی طرف اشارہ کیا تو حضرت یعلیٰ آئے اور اس وقت رسول اللہ ﷺ کے اوپر ایک کپڑے سے سایا کیا ہوا تھا' پس حضرت یعلیٰ نے اس کپڑے میں اپنا سر داخل کر لیا' اس وقت رسول اللہ ﷺ کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا' اور آپ خراٹے لے رہے تھے' پھر آپ کی یہ کیفیت منقطع ہو گئی تو آپ نے پوچھا: وہ شخص کہاں ہے جس نے عمرہ کے متعلق سوال کیا تھا؟ تو اس شخص کو لایا گیا' آپ نے فرمایا: تمہارے کپڑوں پر جو خوشبو لگی ہوئی ہو اس کو تین مرتبہ دھو لو اور اپنا جبہ (لمبا کوٹ) اتار دو اور اپنے عمرہ میں وہی افعال کرو

[اطراف الحدیث:۱۷۸۹ـ ۱۸۴۷ـ ۴۳۲۹ـ ۴۹۸۵] جو تم اپنے حج میں کرتے ہو' ابن جریج نے کہا: میں نے عطاء سے پوچھا کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو تین مرتبہ دھونے کا حکم دیا تھا تو کیا اس سے آپ کی غرض کپڑے کو خوب صاف کرنا تھی؟ عطاء نے کہا: ہاں!

(صحیح مسلم:۱۱۸۰' الرقم المسلسل:۲۷۵۲' سنن ابوداؤد:۱۸۱۹' سنن ترمذی:۸۳۶' سنن نسائی:۲۶۶۷' صحیح ابن خزیمہ:۲۶۷۰' سنن دارقطنی ج ۲ ص ۲۳۱' مسند الحمیدی:۷۹۱' المنتقی:۴۴۷' الاحاد والمثانی:۱۱۶۹' صحیح ابن حبان:۳۷۷۹' دلائل النبوۃ لابی نعیم:۱۷۶' سنن بیہقی ج ۵ ص ۵۷' دلائل النبوۃ ج ۵ ص ۲۰۵ـ ۲۰۴' المعجم الکبیر:۶۶۰ـ ۶۵۳ـ ج ۲۲' مسند احمد ج ۴ ص ۲۲۲ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۷۹۴۸ـ ج ۲۹ ص ۴۶۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابوعاصم النبیل' ان کا نام الضحاک بن مخلد ہے (۲) عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج (۳) عطاء بن ابی رباح (۴) صفوان بن یعلیٰ بن امیہ (۵) ان کے والد یعلیٰ بن امیہ۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۲۱۵)

احرام باندھتے وقت خوشبو لگانے کے جواز میں امام طحاوی کے دلائل اور مانعین کے جوابات

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں جعرانہ کے واقعہ کا بیان ہے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ حنین سے واپس آئے تھے اور اس جگہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ حنین کے مال غنیمت کو تقسیم کیا تھا۔

امام ابوجعفر متوفی ۳۲۱ھ نے کہا ہے کہ بعض فقہاء نے اس حدیث کی بناء پر یہ کہا ہے کہ احرام باندھتے وقت خوشبو لگانا مکروہ ہے' حضرت عمر' حضرت عثمان' حضرت ابن عمر' حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہم' عطاء' الزہری' امام مالک اور امام محمد بن الحسن کا یہی مسلک ہے اور دوسرے فقہاء نے ان کی مخالفت کی ہے اور احرام باندھتے وقت خوشبو لگانے کو جائز قرار دیا ہے۔

جو فقہاء احرام باندھتے وقت خوشبو لگانے کو جائز قرار دیتے ہیں' وہ کہتے ہیں کہ حضرت یعلیٰ کی حدیث میں مانعین کی کوئی دلیل نہیں ہے کیونکہ جس شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خوشبو کے متعلق سوال کیا تھا' اس کے کپڑوں پر زرد رنگ کی کریم کی طرح خوشبو لگی ہوئی تھی اور اس قسم کی خوشبو مرد کو لگانا مکروہ ہے خواہ وہ احرام کی حالت میں ہو یا بغیر احرام کی حالت میں ہو' ہم احرام باندھتے وقت اس خوشبو کے لگانے کو جائز کہتے ہیں جس کا لگانا بغیر احرام کی حالت میں جائز ہے' اور ہمام نے از عطاء از صفوان بن یعلیٰ از یعلیٰ روایت کی ہے' اس میں یہ مذکور ہے: تم خوشبو یا زرد رنگ کے اثر کو دھو ڈالو۔ آپ نے اس کو اس خوشبو کے دھونے کا اس لیے حکم دیا تھا کیونکہ آپ نے مرد کو زرد رنگ کا لیپ لگانے سے منع فرمایا ہے خواہ احرام باندھا ہوا ہو یا نہ ہو' کیونکہ زرد رنگ کی خوشبو عورتوں کی ہے۔ (یہ ایسی خوشبو ہوتی ہے جس میں زرد رنگ کی خوشبودار چیز کا لیپ کپڑوں پر یا جسم پر لگالیا جاتا ہے گویا یہ زرد رنگ کی کریم ہوتی ہے۔ سعیدی غفرلہٗ)

اور آپ نے اس کو اس لیے منع نہیں فرمایا تھا کہ احرام باندھتے وقت خوشبو لگانا جائز نہیں ہے' لہٰذا حضرت یعلیٰ کی حدیث میں یہ دلیل نہیں ہے کہ جو شخص احرام باندھنے کا ارادہ کرے تو آیا اس کے لیے جائز ہے کہ وہ ایسی خوشبو لگائے جس کا اثر احرام کے بعد بھی باقی رہے' یا اس کے لیے ایسی خوشبو لگانا جائز نہیں ہے۔

امام طحاوی نے کہا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احرام باندھتے تھے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کے اوپر سب سے عمدہ خوشبو

لگائی تھیں (وہ زرد رنگ کا لیپ نہیں ہوتا تھا کسی اور رنگ کا لیپ ہوتا تھا۔ سعیدی غفرلہ)

امام طحاوی نے امام محمد بن الحسن کے حدیث یعلیٰ سے استدلال کو رد کرنے کے لیے یہ کہا ہے کہ احرام ہر قسم کے سلے ہوئے کپڑے پہننے کو اور خوشبو لگانے کو منع کرتا ہے اور شکار کرنے کو بھی منع کرتا ہے اور اس پر فقہاء کا اجماع ہے کہ جب کوئی شخص احرام باندھنے سے پہلے قمیص پہنے' پھر احرام باندھ لے اور وہ اسی طرح قمیص پہنے ہوئے ہو تو اس کو قمیص اتارنے کا حکم دیا جائے گا اور اگر اس نے قمیص کو نہیں اتارا تو یہ ایسا ہوگا جیسے اس نے احرام باندھنے کے بعد مستقل قمیص پہنی ہوئی ہے اور اس پر فدیہ واجب ہو جائے گا' اسی طرح اگر اس نے بغیر احرام کی حالت میں شکار کیا اور اپنے ہاتھ سے شکار کو پکڑا ہوا ہے' پھر اس نے احرام باندھ لیا تو اس کو حکم دیا جائے گا کہ اس شکار کو چھوڑ دے ورنہ ایسا ہوگا جیسے اس نے حالت احرام میں شکار کیا ہے' اسی طرح محرم کے اوپر احرام باندھنے کے بعد خوشبو لگانا منع ہے جیسا کہ مذکور الصدر چیزوں میں تھا' اور اگر اس نے احرام باندھنے سے پہلے خوشبو لگائی ہوئی ہو تو وہ اس کی مثل ہے جیسے اس نے احرام باندھنے کے بعد خوشبو لگائی ہو' یہ امام طحاوی کا کلام ہے۔

علامہ ابن بطال کہتے ہیں: جن فقہاء نے احرام باندھنے سے پہلے خوشبو لگانے کو جائز کہا ہے' وہ یہ کہتے ہیں کہ خوشبودار لیپ (کریم) اور زرد رنگ مردوں کو لگانا منع ہے خواہ وہ بغیر احرام کے ہو یا احرام باندھے ہوئے ہو' اور جنہوں نے احرام باندھتے وقت خوشبو لگانے سے منع کیا ہے' ان کے نزدیک اس طرح نہیں ہے اور نبی ﷺ نے جو مرد کو زعفران لگانے سے منع کیا' وہ اہل مدینہ کے نزدیک صرف حالت احرام میں منع ہے اور بغیر احرام کے مرد کو زعفران کا رنگ لگانا جائز ہے اور ان کے پاس اس مسئلہ پر دلائل ہیں' جن کو ہم ان شاء اللہ "کتاب اللباس" میں ذکر کریں گے۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۱۷۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

احرام باندھتے وقت خوشبو لگانے میں اختلاف ائمہ اور امام ابوحنیفہ کے موقف پر احادیث سے دلائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

احرام باندھتے وقت خوشبو کا استعمال کرنے میں اور احرام کے بعد خوشبو لگی رہنے کے مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے' بعض فقہاء نے اس سے منع کیا ہے اور اس کو مکروہ کہا ہے' یہ فقہاء امام مالک اور امام محمد بن الحسن ہیں اور صحابہ میں حضرت عمر' حضرت عثمان' حضرت ابن عمر اور حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہم ہیں اور فقہاء تابعین میں عطاء اور الزہری ہیں اور دوسرے فقہاء نے ان کی مخالفت کی ہے اور اس کو جائز کہا ہے' یہ فقہاء امام ابوحنیفہ اور امام شافعی ہیں' ان کا استدلال حسب ذیل احادیث سے ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے اپنے ان دو ہاتھوں سے رسول اللہ ﷺ کے خوشبو لگائی' جب آپ نے احرام باندھا اور جب آپ نے احرام اتارا' طواف کرنے سے پہلے اور حضرت عائشہ نے اپنے دونوں ہاتھ پھیلائے۔

(صحیح البخاری: ۱۷۵۴' صحیح مسلم: ۱۱۸۹' سنن ابوداؤد: ۱۷۸۹' سنن نسائی: ۲۶۸۴)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے اپنے ان دونوں ہاتھوں سے حجۃ الوداع میں رسول اللہ ﷺ پر ذریرہ (ایک قسم کی خوشبو) لگائی' احرام کھولتے وقت اور احرام باندھتے وقت۔ (صحیح البخاری: ۵۹۳۰' سنن ابوداؤد: ۱۷۴۵)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ گویا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے بالوں کے درمیان (مانگ میں) مشک کی چمک دیکھ رہی تھی اور اس وقت آپ احرام باندھے ہوئے تھے۔ (صحیح مسلم: ۱۱۹۰' سنن ابوداؤد: ۱۷۴۶)

حضرت یعلیٰ کی حدیث میں جو مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں خوشبو (کا لیپ یا کریم) دھونے کا حکم دیا تھا' اس کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے اپنے کپڑوں پر زعفران کا لیپ لگایا ہوا تھا اور مردوں کو زعفران کی خوشبو لگانے سے آپ نے منع فرمایا ہے' حضرت

یعلیٰ کا قصہ جعرانہ کے موقع کا ہے اور یہ بالاتفاق ۸ھ کا واقعہ ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث مذکور بالاتفاق حجۃ الوداع ۱۰ھ کے موقع کی ہے اور اس حدیث پر عمل کیا جاتا ہے جس کا تعلق آخری واقعہ سے ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۲۱۹ 'دار الکتب العلمیہ' ۱۴۲۱ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ احرام باندھتے وقت بدن پر اور کپڑوں پر خوشبو لگانا جائز ہے خواہ وہ خوشبو بعد میں بھی باقی رہے' البتہ زعفران اور زرد رنگ کی خوشبو کا لیپ لگانا مردوں کے لیے ممنوع ہے خواہ وہ احرام باندھتے وقت لگائیں یا احرام باندھنے سے پہلے لگائیں' اور احرام باندھنے کے بعد بالاتفاق خوشبو لگانا جائز نہیں ہے۔

وحی خفی کا ثبوت اور کسی مسئلہ کا فوراً جواب دینا ضروری نہیں ہے' عالم کو چاہیے کہ وہ یقین حاصل کرنے کے بعد جواب دے اور دیگر مسائل

المہلب نے کہا ہے کہ اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ کبھی کوئی شرعی حکم وحی خفی یا وحی غیر متلو سے بھی ثابت ہوتا ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ وحی کی دو قسمیں ہیں: وحی جلی اور وہ قرآن مجید ہے اور وحی خفی اور وہ سنت ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب عالم سے سوال کیا جائے تو اس کا فوراً جواب دینا ضروری نہیں ہے' جب اس کے نزدیک اس کا جواب قطعی طور پر معلوم ہو جائے تب جواب دے' جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ جو شخص عمرہ کا احرام باندھے اور اس کے کپڑوں پر خوشبو لگی ہو تو وہ کیا کرے؟ پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے اور وحی آنے کے بعد جواب دیا' اسی طرح جب کسی عالم سے سوال کیا جائے اور اس کو جواب مستحضر نہ ہو تو وہ دینی کتب کا مطالعہ کر کے جواب دے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کپڑے کو تین مرتبہ دھوئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ کسی چیز کو پاک کرنے کے لیے تین مرتبہ دھونا ضروری ہے۔

آپ نے فرمایا: تم عمرہ میں وہی کام کرو جو حج میں کرتے ہو' اس سے معلوم ہوا کہ عمرہ میں بھی سعی اور طواف ضروری ہے' لہٰذا جب کوئی شخص حج تمتع یا حج قران کرے گا تو اس کو عمرہ اور حج کے لیے الگ الگ سعی اور طواف کرنے ہوں گے اور دونوں کے لیے ایک سعی اور ایک طواف کافی نہیں ہے۔ (شرح ابن بطال مع زیادۃ ج ۴ ص ۱۷۳ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۱۸ - بَابُ الطِّيْبِ عِنْدَ الْاِحْرَامِ وَمَا يَلْبَسُ اِذَا اَرَادَ اَنْ يُّحْرِمَ' وَيَتَرَجَّلُ وَيَدَّهِنُ

احرام باندھتے وقت خوشبو لگانا' اور جب احرام باندھنے کا ارادہ کرے تو کیا پہنے؟ اور وہ کنگھی کرے اور تیل لگائے

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَشَمُّ الْمُحْرِمُ الرَّيْحَانَ' وَيَنْظُرُ فِي الْمِرْاٰةِ' وَيَتَدَاوٰى بِمَا يَاْكُلُ الزَّيْتَ وَالسَّمْنَ.

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: محرم ریحان (خوشبو دار پھول) سونگھ سکتا ہے' اور آئینہ میں دیکھ سکتا ہے اور کھانے کی چیزوں میں سے زیتون کے تیل اور گھی سے علاج کر سکتا ہے۔

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل احادیث میں ہے:

عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما محرم کے ریحان سونگھنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔

(سنن بیہقی ج ۵ ص ۵۷ 'نشر السنہ' ملتان)

عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: محرم کے آئینہ دیکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۲۹۹۳، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۲۸۳۹، دارالکتب العلمیہ بیروت)

الضحاک بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: جب محرم کے ہاتھ پھٹ جائیں تو وہ ان پر زیتون کا تیل لگائے یا گھی لگالے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۰۷۷، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۲۹۲۱، دارالکتب العلمیہ بیروت)

وَقَالَ عَطَاءٌ يَتَخَتَّمُ وَيَلْبَسُ الْهِمْيَانَ.

اور عطاء نے کہا: محرم انگوٹھی پہن سکتا ہے اور ہمیان باندھ سکتا ہے۔

اس تعلیق کی اصل سنن دارقطنی: ۲۴۴۹۔ ج ۲ ص ۴۶۷ (دارالمعرفہ بیروت، ۱۴۲۲ھ) میں ہے۔

وَطَافَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا وَهُوَ مُحْرِمٌ، وَقَدْ حَزَمَ عَلٰى بَطْنِهِ بِثَوْبٍ.

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے حالت احرام میں طواف کیا اور ان کے پیٹ پر کپڑا بندھا ہوا تھا۔

اس کی اصل حسب ذیل حدیث ہے:

عطاء اور طاؤس بیان کرتے ہیں کہ ہم نے دیکھا کہ حضرت ابن عمر حالت احرام میں اپنی دونوں کوکھوں کے اوپر عمامہ باندھے ہوئے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۵۴۳۲، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۶ھ)

وَلَمْ تَرَ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا بِالتُّبَّانِ بَأْسًا، لِلَّذِيْنَ يَرْحَلُوْنَ هَوْدَجَهَا.

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان لوگوں کے لیے جانگیا پہننے میں کوئی حرج نہیں سمجھتی تھیں جو اونٹوں کی پشتوں پر ہودج باندھتے تھے۔

اس کی اصل اس حدیث میں ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے حج کیا اور ان کے ساتھ کم عمر لڑکے تھے، وہ جب ہودج کو اونٹ پر باندھتے تو ان کے جسم سے کچھ ظاہر ہو جاتا تھا تو میں نے ان کو جانگیا پہننے کا حکم دیا، سو وہ حالت احرام میں جانگیا پہنتے تھے اس حدیث کو امام سعید بن منصور نے اپنی سند موصول کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۲۲۲)

۱۵۳۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ مَنْصُوْرٍ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَدَّهِنُ بِالزَّيْتِ، فَذَكَرْتُهُ لِإِبْرَاهِيْمَ، قَالَ مَا تَصْنَعُ بِقَوْلِهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از منصور از سعید بن جبیر انہوں نے بیان کیا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما زیتون کا تیل لگاتے تھے، میں نے اس کا ابراہیم سے ذکر کیا تو انہوں نے کہا: تم ان کے اُس قول کی کیا توجیہ کرو گے جو اس حدیث کے منافی ہے۔

۱۵۳۸ - حَدَّثَنِي الْأَسْوَدُ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلٰى وَبِيْصِ الطِّيْبِ فِي مَفَارِقِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهُوَ مُحْرِمٌ.

اسود نے مجھ سے حدیث بیان کی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: گویا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں کے درمیان خوشبو کی چمک دیکھ رہی تھی اور آپ اس وقت احرام باندھے ہوئے تھے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۲۷۱ میں گزر چکی ہے۔

ان دونوں حدیثوں سے مراد یہ ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما احرام باندھتے وقت خوشبو لگانے سے منع کرتے تھے اس لیے وہ حالت احرام میں اپنے بالوں میں زیتون کا تیل لگاتے تھے جس میں خوشبو نہیں ہوتی تھی، ابراہیم نے اس پر یہ اعتراض کیا کہ ان کا یہ عمل

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کے خلاف ہے کیونکہ آپ احرام باندھتے وقت اپنے بالوں کی مانگ میں خوشبو لگاتے تھے' جس کی چمک بعد میں بھی دکھائی دیتی تھی۔

۱۵۳۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا، زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَتْ كُنْتُ اُطَيِّبُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاِحْرَامِهٖ حِيْنَ يُحْرِمُ، وَلِحِلِّهٖ قَبْلَ اَنْ يَّطُوْفَ بِالْبَيْتِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از عبدالرحمٰن بن القاسم از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم' وہ بیان کرتی ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خوشبو لگاتی تھی جب آپ احرام باندھتے تھے اور جب آپ احرام کھولتے تھے' بیت اللہ کا طواف کرنے سے پہلے۔

[اطراف الحدیث: ۱۷۵۴-۵۹۲۲-۵۹۳۰-۵۹۸۸] (صحیح مسلم: ۱۱۸۹' الرقم المسلسل: ۲۷۷۸' سنن نسائی: ۲۶۸۵' سنن ابن ماجہ: ۲۹۲۶' مسند الحمیدی: ۲۱۰' المنتقی: ۴۱۴' مسند ابویعلیٰ: ۴۷۱۲' صحیح ابن خزیمہ: ۲۵۸۲-۲۵۸۱' سنن بیہقی ج ۵ ص ۳۴' مسند احمد ج ۶ ص ۳۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۴۴۱۶-ج ۴۰ ص ۱۳۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' مسند الطحاوی: ۹۴۹۸)

احرام باندھتے وقت خوشبو لگانے کا استحباب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ احرام باندھتے وقت خوشبو لگانا مستحب ہے خواہ بعد میں وہ خوشبو آتی رہے' امام مالک کا اس میں اختلاف ہے' وہ اس کو حرام کہتے ہیں اور وجوب فدیہ کے متعلق ان کے دو قول ہیں' اس کی تفصیل صحیح البخاری: ۱۵۳۶ میں گزر چکی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۲۲۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۷۷۰- ج ۳ ص ۲۹۵ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے عنوان حسب ذیل ہیں:

(۱) احرام سے پہلے خوشبو لگانے میں مذاہب ائمہ (۲) احناف کی مؤید احادیث (۳) محرم کے پھول سونگھنے میں مذاہب اربعہ (۴) کیا ازواج مطہرات میں دنوں کی تقسیم نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر واجب تھی؟ (۵) جن ازواج سے نکاح اور رخصتی ہوئی' ان کی تعداد (۶) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تعدد ازواج پر اعتراض کے جوابات۔

۱۹ - بَابُ مَنْ اَهَلَّ مُلَبِّدًا

جس نے بال جما کر احرام باندھا

بال جمانے کا مطلب یہ ہے کہ جس نے بالوں میں گوند کی مثل کوئی چیز لگائی' جس سے اس کے بال چپک کر جم جائیں تا کہ احرام کی حالت میں بکھر نہ سکیں۔

۱۵۴۰ - حَدَّثَنَا اَصْبَغُ قَالَ اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ يُوْنُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِيْهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُهِلُّ مُلَبِّدًا. [اطراف الحدیث: ۱۵۴۹-۵۹۱۴-۵۹۱۵]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اصبغ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن وہب نے خبر دی از یونس از ابن شہاب از سالم از والد خود رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے سنا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالوں کو جمائے ہوئے لبیک پکار رہے تھے۔

(صحیح مسلم: ۱۱۸۴' الرقم المسلسل: ۲۷۶۵' سنن ابوداؤد: ۱۸۱۲' سنن نسائی: ۲۸۴۸' سنن کبریٰ: ۳۷۲۸' سنن بیہقی ج ۵ ص ۴۴' مسند احمد ج ۲ ص ۱۲۰ طبع قدیم' مسند احمد: ۶۰۲۱- ج ۱۰ ص ۲۱۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) اصبغ ابن الفرج ابوعبداللہ مولیٰ عبدالعزیز بن مروان وراق عبداللہ بن وہب' یہ ۲۲۶ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) عبداللہ بن وہب (۳) یونس بن یزید (۴) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (۵) سالم بن عبداللہ (۶) ان کے والد حضرت عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۲۲۷)

تلبیہ کے کلمات اور تلبید کا معنی

اس حدیث میں "اھل" کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: بلند آواز سے تلبیہ کہنا' تلبیہ کے الفاظ یہ ہیں:

"لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ' إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ"۔

نیز اس حدیث میں "ملبدًا" کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: بال جمائے ہوئے یا بال چپکائے ہوئے۔ احرام باندھتے وقت اس خیال سے کہ بال بکھرنے نہ پائیں اور پریشان نہ ہوں یا ان میں گرد وغبار نہ سمائے' جس سے جوئیں پڑنے کا اندیشہ ہو' بالوں کو گوند یا کسی اور چپکانے والی چیز سے (جیسے آج کل بالوں کو Gell سے چپکایا جاتا ہے) جما لیتے ہیں' اس کو تلبید کہتے ہیں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہد سے اپنے بالوں کو چپکایا۔ (سنن ابوداؤد: ۱۷۴۸)

محرم کے لیے بالوں کو چپکانے میں مذاہب ائمہ اور امام ابوحنیفہ کے مؤقف پر دلیل

علامہ بدرالدین محمود بن عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ بالوں کو جمانا مستحب ہے' جو چاہے بالوں کو جمائے اور جو چاہے ترک کر دے اور جو بالوں کو چپکائے' اس پر لازم ہے کہ وہ بالوں کو منڈوائے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بالوں کو منڈوایا تھا۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۱۸۰)

حضرت عمر اور ابن عمر رضی اللہ بال چپکانے والوں کو بال منڈوانے کا حکم دیتے تھے' یہی امام مالک' امام شافعی' امام احمد اور جمہور فقہاء کا قول ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے یہ کہا ہے کہ جس نے بال چپکائے یا مینڈھیاں بنائیں تو اگر اس نے بال کاٹ لیے اور ان کو منڈوایا نہیں تو یہ بھی اس کے لیے کافی ہے کیونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ فرماتے تھے: جس نے اپنے بالوں کو چپکایا یا گچھا بنایا' یا مینڈھیاں بنائیں تو اگر اس نے بال مونڈنے کی نیت کی تھی تو بال مونڈ لے اور اگر اس نے بال مونڈنے کی نیت نہیں کی تھی تو چاہے تو بال مونڈ لے اور اگر چاہے تو بال کاٹ لے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ امام ابن عدی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے احرام کے لیے اپنے بالوں کو چپکایا' اس پر بالوں کو منڈانا واجب ہے۔

(الکامل لابن عدی ج ۴ ص ۱۴۸۲ طبع قدیم۔ ج ۵ ص ۲۷۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کی سند میں ایک راوی عبداللہ بن رافع ہے اور وہ ضعیف ہے اور امام دار قطنی نے کہا ہے کہ وہ قوی نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۲۲۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۲۰ - بَابُ الْإِهْلَالِ عِنْدَ مَسْجِدِ ذِي الْحُلَيْفَةِ

مسجد ذوالحلیفہ کے پاس تلبیہ پڑھنا

١٥٤١ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ قَالَ سَمِعْتُ سَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا (ح) وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ مُوْسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّهُ سَمِعَ اَبَاهُ يَقُوْلُ مَا اَهَلَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا مِنْ عِنْدِ الْمَسْجِدِ يَعْنِيْ مَسْجِدَ ذِي الْحُلَيْفَةِ. [طرف الحدیث: ۲۷۷۰]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں موسیٰ بن عقبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے سالم بن عبد اللہ سے سنا' انہوں نے کہا: میں نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا' (ح) اور ہمیں عبد اللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از موسیٰ بن عقبہ از سالم بن عبد اللہ' وہ کہتے ہیں کہ انہوں نے اپنے والد رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف مسجد کے پاس احرام باندھا یعنی مسجد ذوالحلیفہ کے پاس۔

(صحیح مسلم: ۱۱۸۶' سنن ابوداؤد: ۱۷۷۱' سنن ترمذی: ۸۱۸' سنن نسائی: ۲۷۵۶' مسند الحمیدی: ۶۵۹' صحیح ابن خزیمہ: ۲۶۱۱' المعجم الکبیر: ۱۳۱۶۷' سنن بیہقی ج ۵ ص ۳۸' سنن کبریٰ: ۳۷۳۹' مسند احمد ج ۲ ص ۱۰ طبع قدیم' مسند احمد: ۴۵۷۰- ج ۸ ص ۱۷۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' مسند الطحاوی: ۴۱۰۷)

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف مسجد ذوالحلیفہ کے پاس احرام باندھا۔

اس حدیث کے رجال کا اس سے پہلے تذکرہ ہو چکا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے احرام باندھنے کی جگہ میں فقہاء کا اختلاف

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس جگہ سے احرام باندھا' اس میں فقہاء کا اختلاف ہے' بعض فقہاء نے کہا: آپ نے مسجد ذوالحلیفہ کے پاس سے احرام باندھا ہے' اور دوسرے فقہاء نے کہا: مسجد سے نکلنے کے بعد جب آپ کی سواری سیدھی کھڑی ہو گئی' اس وقت آپ نے احرام باندھا' حضرت ابن عمر' حضرت انس' حضرت ابن عباس اور حضرت جابر رضی اللہ عنہم سے اسی طرح مروی ہے اور دوسرے فقہاء نے کہا: آپ نے اس وقت احرام باندھا جب آپ مقام بیداء پر آئے۔

امام طحاوی کہتے ہیں: بعض علماء نے ان کی مخالفت کی ہے اور کہا ہے کہ ہو سکتا ہے آپ نے مقام بیداء سے احرام باندھا ہو اور اس کی وجہ یہ نہیں تھی کہ آپ کا قصد یہ تھا کہ اس جگہ احرام باندھنا دوسری جگہوں پر احرام باندھنے سے افضل تھا' کیونکہ ہم نے دیکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے حج میں کئی افعال ایسی جگہوں پر کیے' جو ان جگہوں کی فضیلت کی وجہ سے نہیں تھے' جیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم منیٰ سے واپسی میں وادی محصب میں ٹھہرے اور یہ اس وجہ سے نہیں تھا کہ وادی محصب میں ٹھہرنا سنت تھا لیکن یہ کسی اور وجہ سے تھا' اسی طرح آپ کا مقام بیداء پر احرام باندھنا' اس وجہ سے نہیں تھا کہ وہاں احرام باندھنا سنت تھا جب کہ بعض علماء نے اس کا انکار کیا ہے کہ آپ نے مقام بیداء سے احرام باندھا تھا۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ تمہارا بیداء وہ ہے جس کا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھتے ہو' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف مسجد کے پاس احرام باندھا ہے یعنی مسجد ذوالحلیفہ کے پاس۔

(موطا امام مالک- کتاب الحج: ۳۰- ج ۱ ص ۲۱۵' المکتبۃ التوفیقیہ' بیروت)

بیداء: مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک ہموار میدان ہے۔ (معجم البلدان اُردو ص ۷۷)

جنہوں نے کہا ہے کہ آپ نے احرام اس وقت باندھا تھا جب آپ سواری پر سوار ہو گئے تھے۔

ان کا استدلال اس حدیث سے ہے:

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما مسجد ذوالحلیفہ میں نماز پڑھتے تھے' پھر آپ مسجد سے نکل کر سواری پر سوار ہوتے اور جب آپ کی سواری سیدھی ہو جاتی تو آپ احرام باندھتے۔

(موطأ امام مالک۔ کتاب الحج: ۳۲۔ ج ۱ ص ۲۱۵' المکتبۃ التوفیقیہ' بیروت)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حج کا احرام باندھنے میں اختلاف کا منشاء

پس جب علماء کا اس مسئلہ میں اختلاف ہوا تو ہم نے غور کیا کہ ان کا منشاء اختلاف کیا ہے' سو امام ابن اسحاق نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ مجھے اس پر تعجب تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حج کا احرام باندھنے میں اختلاف کیوں ہے' حضرت ابن عباس نے کہا: مجھے تمام لوگوں سے زیادہ اس کا علم ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حج کرنے کے لیے نکلے' آپ نے مسجد ذوالحلیفہ میں نماز پڑھ کر حج کا احرام باندھ لیا' جب صحابہ نے آپ کے تلبیہ پڑھنے کو سنا تو انہوں نے اس کو محفوظ کر لیا' پھر جب آپ کی اونٹنی سیدھی ہو گئی تو آپ نے پھر تلبیہ پڑھا' اس کو ان صحابہ نے سن لیا جنہوں نے پہلی مرتبہ آپ کے احرام باندھنے کا مشاہدہ نہیں کیا تھا کیونکہ صحابہ متفرق طور پر آ رہے تھے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روانہ ہو گئے حتیٰ کہ جب البیداء کی بلندی پر پہنچے تو آپ نے پھر تلبیہ پڑھا اور اس کو بعض ان صحابہ نے دیکھا اور سنا جنہوں نے پہلی اور دوسری بار آپ کو تلبیہ پڑھتے ہوئے نہیں سنا تھا' پس صحابہ میں سے ہر فریق نے آپ کے احرام باندھنے کی اس جگہ سے روایت کی جس جگہ سے انہوں نے آپ کو احرام باندھتے ہوئے سنا تھا' لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صرف اس جگہ احرام باندھا تھا جس جگہ آپ نے مسجد ذوالحلیفہ میں نماز پڑھی تھی۔

(سنن ابوداؤد: ۱۷۷۰)

پس حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کر دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حج کے احرام باندھنے کی جگہوں میں اختلاف کس وجہ سے ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے حج کے احرام باندھنے کی ابتداء اس جگہ سے کی تھی جس جگہ آپ نے مسجد ذوالحلیفہ میں نماز پڑھی تھی' سو جو شخص حج کا احرام باندھنے کا ارادہ کرے وہ دو رکعت نماز پڑھے' پھر اس کے بعد احرام باندھے اور یہ جمہور علماء کا قول ہے۔

امام طحاوی فرماتے ہیں: یہی امام ابوحنیفہ امام ابویوسف اور امام محمد رحمہم اللہ کا مذہب ہے۔

(شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۱۸۷۔۱۸۴ ملخصاً' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ جس شخص نے احرام باندھنے سے پہلے دو رکعت نماز نہیں پڑھی' اس کا احرام باندھنا بھی صحیح ہے کیونکہ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا حالت نفاس میں تھیں تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو حکم دیا کہ وہ غسل کر کے احرام باندھ لیں اور ظاہر ہے کہ حالت نفاس والی عورت طاہرہ نہیں ہے اور بغیر طہارت کے نماز نہیں ہوتی۔

(شرح ابن بطال ج ۴ ص ۱۸۲۔۱۸۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حج کا احرام باندھنے میں مذاہب ائمہ

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ' امام طحاوی کی پوری عبارت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ' امام ابویوسف' امام محمد' امام مالک' امام شافعی' امام احمد اور ان کے اصحاب کا یہی قول ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد

ذوالحلیفہ میں دو رکعت نماز پڑھ کر اسی جگہ حج کا احرام باندھا تھا اور الاوزاعی' عطاء اور قتادہ نے کہا کہ البیداء میں احرام باندھنا مستحب ہے' اور البکری نے کہا: یہ البیداء ذوالحلیفہ کے دو پہاڑوں کے اوپر ہے' جو شخص اس وادی سے چڑھتا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۹ ص ۲۳۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۷۱۶۔ ج ۳ ص ۲۹۱ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:
(۱) نبی ﷺ کے احرام باندھنے کی جگہ میں اختلاف روایات (۲) رکن یمانی کی تعظیم کی وجہ (۳) احرام کے لباس کو رنگنے کا جواز (۴) خضاب کا حکم۔

۲۱ - بَابُ مَا لَا يَلْبَسُ الْمُحْرِمُ مِنَ الثِّيَابِ

محرم کون سے کپڑے نہ پہنے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ محرم کس قسم کا لباس نہ پہنے خواہ اس کا احرام حج کا ہو یا عمرہ کا' نیز حج افراد کا ہو یا تمتع کا ہو یا قران کا ہو۔

۱۵٤۲ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ' عَنْ نَافِعٍ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَجُلًا قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ' مَا يَلْبَسُ الْمُحْرِمُ مِنَ الثِّيَابِ؟ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَلْبَسُ الْقُمُصَ وَلَا الْعَمَائِمَ' وَلَا السَّرَاوِيْلَاتِ' وَلَا الْبَرَانِسَ' وَلَا الْخِفَافَ' اِلَّا اَحَدٌ لَا يَجِدُ نَعْلَيْنِ' فَلْيَلْبَسْ خُفَّيْنِ' وَلْيَقْطَعْهُمَا اَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ' وَلَا تَلْبَسُوْا مِنَ الثِّيَابِ شَيْئًا مَسَّهُ الزَّعْفَرَانُ' اَوْ وَرْسٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا: یا رسول اللہ! محرم کس قسم کے کپڑے پہنے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ قمیص نہ پہنے اور عمامہ نہ پہنے اور شلوار نہ پہنے نہ کن ٹوپ (کان ڈھانپنے والی ٹوپی)' نہ موزے' مگر یہ کہ جس شخص کو جوتے نہ ملیں تو وہ موزے پہن لے اور موزوں کو ٹخنوں کے نیچے تک کاٹ لے اور وہ کپڑے نہ پہنے جن کو زعفران یا زرد رنگ سے رنگا گیا ہو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۳۴ میں گزر چکی ہے۔

۲۲ - بَابُ الرُّكُوْبِ وَالْاِرْتِدَافِ فِي الْحَجِّ

حج میں سواری پر بیٹھنا اور کسی کو اپنے پیچھے سواری پر بٹھانا

۱۵٤٣' ۱۵٤٤ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبِيْ' عَنْ يُوْنُسَ الْاَيْلِيِّ' عَنِ الزُّهْرِيِّ' عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ' عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ اُسَامَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ كَانَ رِدْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' مِنْ عَرَفَةَ اِلَى الْمُزْدَلِفَةِ' ثُمَّ اَرْدَفَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وہب بن جریر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی از یونس الایلی از الزہری از عبیداللہ بن عبداللہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ عرفات سے مزدلفہ تک سواری پر رسول اللہ ﷺ کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے' پھر

الْفَضْلَ مِنَ الْمُزْدَلِفَةِ إِلَى مِنًى، قَالَ فَكِلَاهُمَا قَالَ لَمْ يَزَلِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُلَبِّي حَتّٰى رَمٰى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ. [اطراف الحدیث: ١٦٧٠-١٦٨٥-١٦٨٧]

مزدلفہ سے منٰی تک آپ نے حضرت الفضل رضی اللہ عنہ کو اپنے پیچھے بٹھا لیا' پھر آپ نے ان دونوں کو اپنے پیچھے بٹھا لیا' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: پھر آپ مسلسل تلبیہ پڑھتے رہے حتیٰ کہ آپ نے جمرہ عقبہ پر کنکریاں ماریں۔

(صحیح مسلم: ١٢٨١' الرقم المسلسل: ٣٠٣٥' سنن ابن ماجہ: ٣٠٤٠' سنن نسائی: ٣٠٧٧' سنن کبریٰ: ٤٠٨٦' مسند ابویعلیٰ: ٦٧٢٧' المعجم الکبیر: ٧٠٣-٦٧٧-٦٧٥-ج ١٨' مسند احمد ج ١ ص ٢١٣ طبع قدیم' مسند احمد: ١٨٣١-ج ٣ ص ٣٣١' مؤسسة الرسالة' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ٢٩٦٣' مکتبۃ الرشد ریاض' ١٤٢٧ھ)

اس حدیث کے رجال کا اس سے پہلے تذکرہ کیا جا چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت اسامہ اور حضرت الفضل سواری پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے۔

سواری پر بیٹھ کر حج کرنے کی فضیلت

المہلب نے بیان کیا کہ سواری پر سوار ہو کر حج کرنا پیدل حج کرنے سے افضل ہے' اس کی تفصیل اس سے پہلے صحیح البخاری: ١٥١٦۔ ١٥١٣ میں گزر چکی ہے (الحمد للہ رب العالمین! مصنف نے بھی سواری پر سوار ہو کر ١٩٩٤ء میں حج کیا تھا)۔

نیز اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ عالم اپنے پیچھے سواری پر اپنے شاگرد اور خادم کو سوار کرے' اور اس میں بڑے آدمی اور استاذ کے لیے تواضع کرنے کا اور ادب کرنے کا ثبوت ہے کہ حضرت اسامہ اور حضرت الفضل رضی اللہ عنہما' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سواری پر بیٹھے۔ (شرح ابن بطال ج ٤ ص ١٨٦' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ھ)

٢٣- بَابُ مَا يَلْبَسُ الْمُحْرِمُ مِنَ الثِّيَابِ وَالْأَرْدِيَةِ وَالْأُزُرِ

محرم کپڑوں' چادروں اور تہ بندوں پر مشتمل جو لباس پہنے

وَلَبِسَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا الثِّيَابَ الْمُعَصْفَرَةَ وَهِيَ مُحْرِمَةٌ وَقَالَتْ لَا تَلَثَّمْ وَلَا تَتَبَرْقَعْ وَلَا تَلْبَسْ ثَوْبًا بِوَرْسٍ وَلَا زَعْفَرَانٍ.

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حالت احرام میں کم رنگ میں رنگے ہوئے کپڑے پہنے اور وہ فرماتی تھیں کہ عورت نقاب نہ ڈالے اور برقع نہ پہنے اور ایسا کپڑا نہ پہنے جس سے سرخ یا زرد رنگ جھڑ رہا ہو۔

علامہ عینی نے لکھا ہے کہ اس حدیث کو سند موصول کے ساتھ امام سعید بن منصور نے روایت کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ٩ ص ٢٣٨)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے احرام میں دستانے اور نقاب پہننے سے منع فرمایا اور ان کپڑوں کے پہننے سے منع فرمایا جن سے سرخ رنگ یا زعفران جھڑ رہی ہو' اس کے بعد وہ جس رنگ کے کپڑے چاہے پہنے خواہ زرد ہو یا ریشم ہو یا زیور ہوں یا شلوار ہو یا قمیص ہو یا موزے ہوں۔ (سنن ابو داؤد: ١٨٢٧)

وَقَالَ جَابِرٌ لَا أَرَى الْمُعَصْفَرَ طِيبًا.

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں زرد رنگ کے کپڑوں کو خوشبودار نہیں سمجھتا۔

اس تعلیق کو امام شافعی نے سند موصول کے ساتھ روایت کیا۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۲۳۸)

وَلَمْ تَرَ عَائِشَةُ بَاْسًا بِالْحُلِيِّ وَالثَّوْبِ الْاَسْوَدِ وَالْمُوَرَّدِ وَالْخُفِّ لِلْمَرْاَةِ.

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا عورت کے لیے زیور اور سیاہ اور گلابی کپڑے اور موزے پہننے میں کوئی حرج نہیں سمجھتی تھیں۔

اس تعلیق کی اصل سنن بیہقی ج ۵ ص ۵۲ میں ہے۔

علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ عورت تمام سلے ہوئے کپڑے اور موزے پہن سکتی ہے اور چہرے کے علاوہ اس کے لیے سر اور بالوں کو ڈھانپنا جائز ہے اور وہ اپنے چہرہ پر کوئی کپڑا لٹکا سکتی ہے تاکہ اپنے چہرہ کو مردوں کی نگاہوں سے بچائے' فاطمہ بنت منذر سے روایت ہے کہ ہم محرمات تھیں اور ہم حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما کے ساتھ اپنے چہروں کو ڈھانپتی تھیں (یعنی کوئی کپڑا لٹکا کر)۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۲۳۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

وَقَالَ اِبْرَاهِيْمُ لَا بَاْسَ اَنْ يُّبْدِلَ ثِيَابَهُ.

اور ابراہیم نے کہا کہ محرم کے کپڑے تبدیل کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اس تعلیق کو امام ابوبکر نے سند موصول کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۲۳۹)

۱۵۴۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبِيْ بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا فُضَيْلُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنِيْ مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ قَالَ اَخْبَرَنِيْ كُرَيْبٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ انْطَلَقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمَدِيْنَةِ بَعْدَ مَا تَرَجَّلَ وَادَّهَنَ وَلَبِسَ اِزَارَهُ وَرِدَاءَهُ هُوَ وَاَصْحَابُهُ فَلَمْ يَنْهَ عَنْ شَيْءٍ مِّنَ الْاَرْدِيَةِ وَالْاُزُرِ تُلْبَسُ اِلَّا الْمُزَعْفَرَةَ الَّتِيْ تَرْدَعُ عَلَى الْجِلْدِ فَاَصْبَحَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ رَكِبَ رَاحِلَتَهُ حَتّٰى اسْتَوٰى عَلَى الْبَيْدَاءِ اَهَلَّ هُوَ وَاَصْحَابُهُ وَقَلَّدَ بَدَنَتَهُ وَذٰلِكَ لِخَمْسٍ بَقِيْنَ مِنْ ذِي الْقَعْدَةِ فَقَدِمَ مَكَّةَ لِاَرْبَعِ لَيَالٍ خَلَوْنَ مِنْ ذِي الْحَجَّةِ فَطَافَ بِالْبَيْتِ وَسَعٰى بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَلَمْ يَحِلَّ مِنْ اَجْلِ بُدْنِهٖ لِاَنَّهُ قَلَّدَهَا ثُمَّ نَزَلَ بِاَعْلٰى مَكَّةَ عِنْدَ الْحَجُوْنِ وَهُوَ مُهِلٌّ بِالْحَجِّ وَلَمْ يَقْرَبِ الْكَعْبَةَ بَعْدَ طَوَافِهٖ بِهَا حَتّٰى رَجَعَ مِنْ عَرَفَةَ وَاَمَرَ اَصْحَابَهُ اَنْ يَّطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ثُمَّ يُقَصِّرُوْا مِنْ رُءُوْسِهِمْ ثُمَّ يَحِلُّوْا وَذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ مَعَهُ بَدَنَةٌ قَلَّدَهَا وَمَنْ كَانَتْ مَعَهُ امْرَاَتُهُ فَهِيَ لَهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن ابی بکر المقدمی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں فضیل بن سلیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے موسیٰ بن عقبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے کریب نے خبر دی از حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کنگھی کی اور تیل لگایا اور اپنا تہ بند باندھا اور چادر اوڑھی' اس کے بعد آپ اور آپ کے اصحاب مدینہ سے نکلے' پس آپ نے چادروں اور تہ بندوں میں سے کسی چیز کے پہننے سے منع نہیں فرمایا' سوا اس کے کہ جو کپڑا زعفران سے رنگا ہوا ہو اور وہ زعفران بدن پر جھڑ رہی ہو' پس صبح آپ ذوالحلیفہ پہنچے' اپنی سواری پر سوار ہوئے' حتیٰ کہ مقام البیداء پر آپ نے اور آپ کے اصحاب نے احرام باندھا' اور اپنی اونٹنی کے گلے میں ہار ڈالا' اس دن ذوالقعدہ کے مہینہ کے پانچ دن باقی تھے' جب آپ مکہ پہنچے تو ذوالحجہ کے چار دن گزر چکے تھے' پھر آپ نے بیت اللہ کا طواف کیا اور صفا اور مروہ کے درمیان سعی کی' اور چونکہ آپ نے اپنی قربانی کے اونٹ میں ہار ڈال دیا تھا' اس لیے آپ نے احرام نہیں کھولا' پھر آپ مکہ کے بالائی حصہ میں حجون پہاڑ کے پاس اونٹ سے اترے' اس وقت آپ حج کا تلبیہ پڑھ رہے تھے' پھر آپ کعبہ کا طواف کرنے کے بعد کعبہ کے قریب نہیں

حَلَالٌ وَالطِّيبُ وَالثِّيَابُ. [اطراف الحدیث:۱۶۲۵۔۱۷۳۱]

گئے حتیٰ کہ آپ میدانِ عرفات سے واپس آئے اور آپ نے اپنے اصحاب کو یہ حکم دیا کہ وہ بیت اللہ کا طواف کریں اور صفا اور مروہ کے درمیان سعی کریں (دوڑیں)' پھر اپنے سروں کے بال کاٹ کر احرام کھول دیں اور یہ حکم ان اصحاب کے لیے تھا جن کے ساتھ قربانی کا اونٹ نہیں تھا جس کے گلے میں ہار ہو' اور جس صحابی کے ساتھ اس کی بیوی تھی وہ اس کے لیے حلال ہوگئی تھی اور اس کے لیے خوشبو لگانا اور سلے ہوئے کپڑے پہننا بھی حلال ہو گیا تھا۔

اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں۔

اس حدیث کے رجال کا پہلے تذکرہ ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: پس آپ نے چادروں اور تہ بندوں میں سے کسی چیز کے پہننے سے منع نہیں فرمایا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حج قران کا ثبوت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حج قران کیا تھا کیونکہ آپ نے ایک سفر میں عمرہ اور حج کو جمع کیا تھا اور یہ قران کی صفت ہے اور قران' افراد اور تمتع سے افضل ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۲۴۲ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

رنگ دار کپڑے کا احرام پہننے کی تحقیق

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

المہلب نے کہا ہے کہ مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ محرم صرف چادر اور تہ بند پہنے گا اور سلے ہوئے کپڑے نہیں پہنے گا کیونکہ سلے ہوئے کپڑے تعیش کی علامت ہیں' اللہ یہ چاہتا ہے کہ اس کے بندے اس کے پاس غبار آلود بکھرے ہوئے بالوں کے ساتھ آئیں اور ان پر تواضع اور انکسار کے آثار ہوں' اسی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے کپڑے پہننے سے منع فرمایا ہے جو ورس یا زعفران سے رنگے ہوئے ہوں کیونکہ ان میں خوشبو ہوتی ہے اور اس پر علماء کا اتفاق ہے کہ خوشبو والا لباس محرم کے لیے پہننا ممنوع ہے۔

محرم کے لیے زرد رنگ کے کپڑے پہننے کے متعلق علماء کا اختلاف ہے' حضرت جابر' حضرت ابن عمر' حضرت عائشہ اور حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہم نے اس کو جائز کہا ہے اور القاسم' عطاء اور ربیعہ کا بھی یہی قول ہے' امام مالک نے کہا ہے کہ زرد رنگ خوشبو نہیں ہے اور انہوں نے اس کو محرم کے لیے مکروہ کہا ہے کیونکہ زرد رنگ جلد اور بدن پر جھڑتا ہے۔

(غالباً امام مالک کے زمانہ میں زرد رنگ کچا ہوتا ہوگا' جو بدن اور جلد پر جھڑتا ہوگا' آج زرد رنگ کے لباس کا رنگ نہیں جھڑتا)۔

اگر اس نے زرد رنگ کا احرام پہنا تو اس نے برا کیا لیکن اس پر فدیہ نہیں ہے اور یہی امام شافعی کا قول ہے۔ ابوثور نے کہا: ہم زرد رنگ کے احرام کو مکروہ کہتے ہیں کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے نہ اس وجہ سے کہ وہ خوشبو ہے' اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے رنگے ہوئے کپڑوں کے لباس کو مکروہ کہا ہے۔

امام ابوحنیفہ اور الثوری نے کہا ہے کہ زرد رنگ خوشبو ہے اور اس میں فدیہ ہے' علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ انہوں نے رنگے

ہوئے احرام سے تادیباً منع کیا ہے تاکہ وہ لوگ رنگا ہوا احرام نہ باندھیں جن کی اقتداء کی جاتی ہے اور ناواقف شخص دھوکا کھائے اور وہ زرد رنگ اور زعفران میں رنگے ہوئے کپڑے میں تمیز نہ کرے اور یہ ناواقف لوگوں کے لیے ورس اور زعفران میں رنگے ہوئے احرام باندھنے کا ذریعہ بن جائے حالانکہ ورس اور زعفران سے رنگے ہوئے احرام سے نبی ﷺ نے منع فرمایا ہے (ورس ایک جڑی بوٹی ہے جس سے رنگنے کے بعد خوشبو آتی ہے)۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت طلحہ بن عبید اللہ کو رنگا ہوا احرام پہنے دیکھا تو فرمایا: اے طلحہ! یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا: اے امیر المؤمنین! یہ میالا رنگ ہے' حضرت عمر نے فرمایا: تم لوگوں کی اقتداء کی جاتی ہے' اگر کسی ناواقف شخص نے یہ احرام دیکھا تو وہ کہے گا: میں نے حضرت طلحہ کو رنگا ہوا احرام پہنے دیکھا تھا۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۱۸۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

٢٤ - بَابُ مَنْ بَاتَ بِذِی الْحُلَیْفَةِ حَتّٰی اَصْبَحَ

جس نے صبح تک رات ذوالحلیفہ میں گزاری

یعنی جب کوئی شخص مدینہ منورہ سے حج کرنے کے لیے جائے تو اس کے لیے ذوالحلیفہ میں رات گزارنا جائز ہے۔

قَالَهُ ابْنُ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ.

اس قول کو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے نبی ﷺ سے روایت کیا ہے۔

(صحیح البخاری: ۱۵۳۳)

١٥٤٦ - حَدَّثَنِی عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ یُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَیْجٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْکَدِرِ، عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ صَلَّی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِیْنَةِ اَرْبَعًا، وَبِذِی الْحُلَیْفَةِ رَکْعَتَیْنِ، ثُمَّ بَاتَ حَتّٰی اَصْبَحَ بِذِی الْحُلَیْفَةِ فَلَمَّا رَکِبَ رَاحِلَتَهُ وَاسْتَوَتْ بِهٖ اَهَلَّ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن المنکدر نے حدیث بیان کی از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے مدینہ میں چار رکعت نماز پڑھی اور ذوالحلیفہ میں دو رکعت نماز پڑھی' پھر آپ نے وہیں رات گزاری حتیٰ کہ ذوالحلیفہ میں صبح کی' پھر جب آپ سوار ہو گئے اور سواری سیدھی ہو گئی تو آپ نے تلبیہ پڑھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۰۸۹ میں گزر چکی ہے۔

١٥٤٧ - حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا اَیُّوْبُ، عَنْ اَبِیْ قِلَابَةَ، عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ صَلَّی الظُّهْرَ بِالْمَدِیْنَةِ اَرْبَعًا، وَصَلَّی الْعَصْرَ بِذِی الْحُلَیْفَةِ رَکْعَتَیْنِ، قَالَ وَاَحْسِبُهُ بَاتَ بِهَا حَتّٰی اَصْبَحَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوہاب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از ابی قلابہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے مدینہ میں ظہر کی چار رکعت نماز پڑھی اور عصر کی نماز ذوالحلیفہ میں دو رکعت پڑھی' اور میرا گمان ہے کہ آپ نے صبح تک وہاں رات گزاری۔

اس حدیث کی شرح بھی' صحیح البخاری: ١٠٨٩ میں گزر چکی ہے۔

٢٥ - بَابُ رَفْعِ الصَّوْتِ بِالْإِهْلَالِ

بلند آواز سے تلبیہ (اللّٰھم لبیك) پڑھنا

١٥٤٨ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِينَةِ الظُّهْرَ أَرْبَعًا، وَالْعَصْرَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ رَكْعَتَيْنِ، وَسَمِعْتُهُمْ يَصْرُخُونَ بِهِمَا جَمِيعًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ایوب از ابی قلابہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے مدینہ میں ظہر کی چار رکعت نماز پڑھی اور عصر کی ذوالحلیفہ میں دو رکعت نماز پڑھی' اور میں نے سنا: لوگ حج اور عمرہ دونوں کا پکار کر نام لے رہے تھے۔

اس حدیث کی شرح بھی' صحیح البخاری: ١٠٨٩ میں گزر چکی ہے۔

٢٦ - بَابُ التَّلْبِيَةِ

تلبیہ (''اللّٰھم لبیك'' کہنا)

١٥٤٩ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ تَلْبِيَةَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ، لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ، لَا شَرِيكَ لَكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع از عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا تلبیہ تھا: میں حاضر ہوں' اے اللہ! میں حاضر ہوں' میں حاضر ہوں' تیرا کوئی شریک نہیں ہے' میں حاضر ہوں' بے شک ہر حمد تیرے لیے ہر حال میں ہے اور ہر نعمت تیری دی ہوئی ہے' اور ہر ملک تیرا ہے' تیرا کوئی شریک نہیں ہے۔

(صحیح مسلم: ١١٨٤' الرقم المسلسل: ٢٧٦٥' سنن ابوداؤد: ١٨١٢' سنن ترمذی: ٨٢٥' سنن نسائی: ٢٧٤٩-٢٧٤٨' مسند ابویعلیٰ: ٥٦٩٢' مسند ابوداؤد الطیالسی: ١٨٣٨' سنن دارقطنی ج ٢ ص ٢٢٦-٢٢٥' سنن کبریٰ: ٣٧٣١' سنن بیہقی ج ٥ ص ٤٤' مسند احمد ج ٣ ص ٢ طبع قدیم' مسند احمد: ٤٤٥٧- ج ٨ ص ٢٥-٢٢' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' مسند الطحاوی: ٤١٣٤)

تلبیہ کا معنی

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

المہلب نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو چونکہ یہ حکم دیا تھا کہ وہ حج کا اعلان کریں' اس لیے تلبیہ پڑھ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس دعوت پر لبیک کہی جاتی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام بیت اللہ بنا کر فارغ ہو گئے تو آپ کو حکم دیا گیا کہ آپ لوگوں میں حج کا اعلان کیجئے' حضرت ابراہیم نے عرض کیا: اے میرے رب! میری آواز کیسے پہنچے گی؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آپ اعلان کیجئے' آپ کی آواز پہنچانا میرے ذمہ ہے' تب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پکار کر کہا: اے لوگو! تم پر اللہ تعالیٰ کے اس گھر پر آنا فرض کر دیا گیا ہے' تو اس کو تمام آسمان اور زمین والوں نے سنا' کیا تم نہیں دیکھتے کہ زمین کی ہر طرف سے لوگ جوق در جوق ''اللّٰھم لبیك'' کہتے ہوئے آتے ہیں۔

تلبیہ پڑھنے کا شرعی حکم

سفیان ثوری اور امام ابوحنیفہ نے یہ کہا ہے کہ تلبیہ پڑھنا حج کے ارکان میں سے ایک رکن ہے' مگر امام ابوحنیفہ کے نزدیک باقی اذکار بھی تلبیہ کے قائم مقام ہو سکتے ہیں جیسے ''اللہ اکبر' سبحان اللّٰہ' لا الٰہ الا اللّٰہ'' اور امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک احرام باندھنا تلبیہ کے قائم مقام ہے اور امام مالک کے نزدیک تلبیہ کے ترک کرنے سے دم لازم ہے اور امام شافعی کے نزدیک اس پر دم نہیں ہے' اور اسماعیل بن اسحاق نے کہا: احرام باندھتے وقت تلبیہ پڑھنا ایسے ہے جیسے نماز پڑھنے کے لیے تکبیر پڑھنا کیونکہ کوئی شخص تکبیر پڑھے بغیر نماز میں داخل نہیں ہو سکتا' اسی طرح تلبیہ پڑھے بغیر احرام میں داخل نہیں ہو سکتا اور اگر اس نے تلبیہ نہیں پڑھا اور احرام باندھتے وقت یہ کہا: میں نے عمرہ کا احرام باندھا ہے یا حج کا احرام باندھا ہے تب بھی وہ محرم ہو جائے گا۔

تلبیہ میں اضافہ کرنے کے متعلق اختلاف فقہاء

علماء کا اس پر اجماع ہے کہ تلبیہ کے یہی الفاظ ہیں اور ان الفاظ پر اضافہ کرنے میں فقہاء کا اختلاف ہے' امام شافعی نے کہا ہے کہ افضل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑھے ہوئے تلبیہ پر اقتصار کیا جائے مگر اس پر یہ اضافہ کر سکتا ہے: ''لبیك اله الحق'' کیونکہ اس کو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔

امام مالک نے کہا ہے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑھے ہوئے تلبیہ پر اقتصار کیا جائے تو یہ مستحسن ہے اور اگر اس پر اضافہ کیا تب بھی مستحسن ہے' امام ابوحنیفہ' ثوری' امام احمد اور ابوثور کا بھی یہی قول ہے انہوں نے کہا ہے کہ وہ جن الفاظ کا اضافہ کرنا چاہے کر سکتا ہے اور انہوں نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے:

امام مالک نے از نافع از ابن عمر یہ روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اس میں یہ اضافہ کرتے تھے: ''لبیك وسعدیك والرغباء الیك والعمل''۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۳) حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ لوگ اس میں یہ اضافہ کرتے تھے: ''لبیك ذا المعارج'' حضرت انس رضی اللہ عنہ اپنے تلبیہ میں کہتے تھے: ''لبیك حقا حقا''۔

(شرح ابن بطال ج ۴ ص ۱۹۳۔ ۱۹۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۷۰۷۔ ج ۳ ص ۲۸۵ پر مذکور ہے' اس کی شرح میں حسب ذیل عنوان ہیں:

(۱) اہلال کا لغوی اور شرعی معنی (۲) تلبیہ کے حکم میں مذاہب ائمہ (۳) تلبیہ کے اوقات اور احکام۔

۱۵۵۰ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ عُمَارَةَ عَنْ أَبِي عَطِيَّةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ إِنِّي لَأَعْلَمُ كَيْفَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُلَبِّي لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ، لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ، إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ. تَابَعَهُ أَبُوْ مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، وَقَالَ شُعْبَةُ أَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ سَمِعْتُ خَيْثَمَةَ، عَنْ أَبِي عَطِيَّةَ سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از الاعمش از عمارہ از ابوعطیہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے کہا: میں خوب جانتی ہوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیسے تلبیہ کہتے تھے آپ کہتے: ''لبیك اللهم لبیك' لبیك لا شریك لك لبیك' ان الحمد والنعمة لك''۔ سفیان ثوری کی متابعت ابو معاویہ نے کی ہے از الاعمش' اور شعبہ نے کہا: ہمیں سلیمان نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے خیثمہ سے سنا از ابی عطیہ' انہوں نے کہا: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا۔

۲۷ - بَابُ التَّحْمِيْدِ وَالتَّسْبِيْحِ وَالتَّكْبِيْرِ، قَبْلَ الْإِهْلَالِ، عِنْدَ الرُّكُوْبِ عَلَى الدَّابَّةِ

سواری پر بیٹھتے وقت احرام باندھنے سے پہلے ''الحمد للہ'، سبحان اللہ'' اور ''اللہ اکبر'' پڑھنا

۱۵۵۱ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَيُّوْبُ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَنَحْنُ مَعَهُ، بِالْمَدِيْنَةِ الظُّهْرَ أَرْبَعًا، وَالْعَصْرَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ بَاتَ بِهَا حَتّٰى أَصْبَحَ، ثُمَّ رَكِبَ حَتّٰى اسْتَوَتْ بِهِ رَاحِلَتُهُ عَلَى الْبَيْدَاءِ، حَمِدَ اللّٰهَ وَسَبَّحَ وَكَبَّرَ، ثُمَّ أَهَلَّ بِحَجٍّ وَعُمْرَةٍ، وَأَهَلَّ النَّاسُ بِهِمَا، فَلَمَّا قَدِمْنَا أَمَرَ النَّاسَ فَحَلُّوْا، حَتّٰى كَانَ يَوْمُ التَّرْوِيَةِ أَهَلُّوْا بِالْحَجِّ. قَالَ وَنَحَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَدَنَاتٍ بِيَدِهِ قِيَامًا، وَذَبَحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِيْنَةِ كَبْشَيْنِ أَمْلَحَيْنِ. قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ بَعْضُهُمْ هٰذَا عَنْ أَيُّوْبَ، عَنْ رَجُلٍ، عَنْ أَنَسٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از ابی قلابہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں مدینہ میں ظہر کی چار رکعت نماز پڑھائی اور عصر کی ذوالحلیفہ میں دو رکعت نماز پڑھائی' پھر آپ نے وہیں رات گزاری حتیٰ کہ صبح ہوگئی' پھر آپ سوار ہو گئے حتیٰ کہ جب مقام البیداء پر آپ کی سواری سیدھی کھڑی ہوگئی تو ''الحمد للہ'' پڑھا اور ''سبحان اللہ'' پڑھا اور ''اللہ اکبر'' پڑھا' پھر آپ نے حج اور عمرہ کا احرام باندھا اور لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ احرام باندھا' پھر جب ہم (مکہ میں) آئے تو آپ نے لوگوں کو احرام کھولنے کا حکم دیا حتیٰ کہ جب یوم الترویہ (آٹھ ذوالحجہ) آیا تو لوگوں نے حج کا احرام باندھ لیا' حضرت انس نے کہا: پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر کئی اونٹنیوں کو اپنے ہاتھ سے نحر کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں دو سرمئی مینڈھے ذبح کیے۔ امام ابوعبد اللہ بخاری نے کہا: بعض لوگوں نے بیان کیا یہ حدیث از ایوب از ایک شخص از حضرت انس رضی اللہ عنہ مروی ہے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۰۸۹ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حج' حج قران تھا کیونکہ اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ آپ نے حج اور عمرہ کا احرام باندھا اور جس حج میں حج اور عمرہ کا احرام باندھا جائے' وہ حج قران ہوتا ہے اور یہی امام ابوحنیفہ کا مذہب ہے۔

۲۸ - بَابُ مَنْ أَهَلَّ حِيْنَ اسْتَوَتْ بِهِ رَاحِلَتُهُ قَائِمَةً

جس نے اس وقت احرام باندھا جب اس کی سواری سیدھی کھڑی ہوگئی

۱۵۵۲ - حَدَّثَنَا أَبُوْ عَاصِمٍ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ صَالِحُ بْنُ كَيْسَانَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ أَهَلَّ النَّبِيُّ صَلَّى

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو عاصم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے صالح بن کیسان نے خبر دی از نافع از حضرت

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ اسْتَوَتْ بِهٖ رَاحِلَتُهٗ قَائِمَةً.

ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت احرام باندھا جب آپ کی سواری سیدھی کھڑی ہوگئی۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ١٥٤٦ - ١٥٤١ - ١٦٦ کا مطالعہ فرمائیں۔

٢٩ - بَابُ الْإِهْلَالِ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ

قبلہ کی طرف منہ کرکے احرام باندھنا

١٥٥٣ - وَقَالَ أَبُوْ مَعْمَرٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا أَيُّوْبُ، عَنْ نَّافِعٍ قَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا إِذَا صَلَّى بِالْغَدَاةِ بِذِي الْحُلَيْفَةِ أَمَرَ بِرَاحِلَتِهٖ فَرُحِلَتْ، ثُمَّ رَكِبَ، فَإِذَا اسْتَوَتْ بِهٖ اسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ قَائِمًا، ثُمَّ يُلَبِّيْ حَتّٰى يَبْلُغَ الْحَرَمَ، ثُمَّ يُمْسِكُ، حَتّٰى إِذَا جَاءَ ذَا طُوًى بَاتَ بِهٖ حَتّٰى يُصْبِحَ، فَإِذَا صَلَّى الْغَدَاةَ اغْتَسَلَ، وَزَعَمَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَلَ ذٰلِكَ. تَابَعَهٗ إِسْمَاعِيْلُ، عَنْ أَيُّوْبَ فِي الْغُسْلِ.

[اطراف الحدیث: ١٥٥٤ - ١٥٧٣ - ١٥٧٤] (مسند الطحاوی: ٣٠٠٧)

اور ابومعمر نے کہا: ہمیں عبدالوارث نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از نافع، وہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ذوالحلیفہ میں صبح کی نماز پڑھ لیتے تو وہ اپنی سواری پر پالان لگانے کا حکم دیتے، پھر وہ اس پر سوار ہوتے، پھر جب سواری سیدھی کھڑی ہو جاتی تو وہ کھڑے ہو کر قبلہ کی طرف منہ کرتے، پھر تلبیہ پڑھتے حتیٰ کہ حرم پہنچ جاتے، پھر ٹھہر جاتے حتیٰ کہ وادی ذی طویٰ میں آتے اور وہاں صبح تک رات گزارتے، پھر جب صبح کی نماز پڑھتے تو غسل کرتے اور ان کا یہ گمان تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح کرتے تھے۔ عبدالوارث کی متابعت اسماعیل نے کی ہے از ایوب، غسل کرنے کے الفاظ میں۔

اس حدیث کے رجال کا پہلے تذکرہ ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: پھر جب وہ سواری سیدھی کھڑی ہو جاتی تو وہ کھڑے ہو کر قبلہ کی طرف منہ کرتے۔

وادی ذی طویٰ: یہ مکہ کے نشیب میں ایک وادی ہے، امام ابوحنیفہ کے نزدیک وادی ذی طویٰ میں صبح کو غسل کرنا سنت ہے۔

(عمدۃ القاری ج ٩ ص ٢٥٨ - ٢٥٧، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ١٤٢١ھ)

١٥٥٤ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ أَبُو الرَّبِيْعِ قَالَ حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ، عَنْ نَّافِعٍ قَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا إِذَا أَرَادَ الْخُرُوْجَ إِلٰى مَكَّةَ ادَّهَنَ بِدُهْنٍ لَيْسَ لَهٗ رَائِحَةٌ طَيِّبَةٌ، ثُمَّ يَأْتِيْ مَسْجِدَ الْحُلَيْفَةِ فَيُصَلِّيْ، ثُمَّ يَرْكَبُ، وَإِذَا اسْتَوَتْ بِهٖ رَاحِلَتُهٗ قَائِمَةً أَحْرَمَ، ثُمَّ قَالَ هٰكَذَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن داؤد ابو الربیع نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں فلیح نے حدیث بیان کی از نافع، انہوں نے بیان کیا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب مکہ سے نکلنے کا ارادہ کرتے تو وہ ایسا تیل لگاتے تھے جس میں کوئی اچھی خوشبو نہیں ہوتی تھی، پھر ذوالحلیفہ کی مسجد میں آتے، پس وہاں نماز پڑھتے، پھر سواری پر سوار ہوتے، پھر جب اونٹنی ان کو لے کر سیدھی کھڑی ہو جاتی تو پھر وہ احرام باندھتے، پھر وہ کہتے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح کرتے ہوئے دیکھا۔

اس حدیث کی شرح بھی، صحیح البخاری: ١٥٥٣ کی مثل ہے۔

۳۰ - بَابُ التَّلْبِيَةِ إِذَا انْحَدَرَ فِي الْوَادِيْ

وادی میں اترتے وقت تلبیہ کہنا

١٥٥٥ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِيْ عَدِيٍّ، عَنِ ابْنِ عَوْنٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ كُنَّا عِنْدَ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا، فَذَكَرُوا الدَّجَّالَ أَنَّهُ قَالَ مَكْتُوْبٌ بَيْنَ عَيْنَيْهِ كَافِرٌ. فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَمْ أَسْمَعْهُ، وَلٰكِنَّهُ قَالَ أَمَّا مُوْسٰى كَأَنِّيْ أَنْظُرُ إِلَيْهِ، إِذِ انْحَدَرَ فِي الْوَادِيْ يُلَبِّيْ.

[اطراف الحدیث: ۳۳۵۵-۵۹۱۳]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے ابن ابی عدی نے حدیث بیان کی از ابن عون از مجاہد انہوں نے بیان کیا کہ ہم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس تھے پس لوگوں نے دجال کا ذکر کیا اور یہ کہا کہ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان کافر لکھا ہوا ہے تو حضرت ابن عباس نے کہا: میں نے اس کو نہیں سنا لیکن آپ نے فرمایا تھا: رہے حضرت موسیٰ علیہ السلام تو گویا میں ان کی طرف دیکھ رہا ہوں جب وہ وادی سے اتر رہے تھے تو تلبیہ پڑھ رہے تھے۔

(صحیح مسلم: ۱۶۶، الرقم المسلسل: ۳۱۰، سنن ابن ماجہ: ۲۸۹۱، سنن بیہقی ج ۵ ص ۱۷۶، مسند ابویعلیٰ: ۲۵۴۲، صحیح ابن خزیمہ: ۲۶۳۳-۲۶۳۲، صحیح ابن حبان: ۶۲۱۹-۳۸۰۱، المعجم الکبیر: ۱۲۷۵۶، حلیۃ الاولیاء ج ۲ ص ۲۲۳-ج ۳ ص ۹۶، مسند احمد ج ۱ ص ۲۱۶ طبع قدیم، مسند احمد: ۱۸۵۴-ج ۳ ص ۳۵۲، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن المثنیٰ بن عبید ابوموسیٰ العنزی (۲) محمد بن ابی عدی ابی عدی کا نام ابراہیم ہے محمد بن ابی عدی کی وفات ۱۹۴ھ میں ہوئی ہے (۳) عبداللہ بن عون (۴) مجاہد (۵) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۲۵۹)

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: جب حضرت موسیٰ وادی سے اتر رہے تھے تو تلبیہ پڑھ رہے تھے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تلبیہ پڑھتے ہوئے دیکھا اور المہلب کا اس حدیث کو غلط قرار دینا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

المہلب بن ابی صفرۃ المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے کہ اس حدیث میں حضرت موسیٰ کا ذکر کرنے میں حدیث کے راوی کو غلطی ہوئی ہے کیونکہ کسی حدیث یا اثر میں یہ منقول نہیں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں اور وہ عنقریب حج کریں گے ہاں! حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق اس طرح حدیث میں ہے پس راوی پر اشتباہ ہو گیا اور اس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے فعل کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب کر دیا۔

اس حدیث کی توجیہ میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خواب میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس وادی سے اترتے وقت تلبیہ پڑھتے ہوئے دیکھا یا آپ کی طرف اس واقعہ کی وحی کی گئی تھی اور اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ اس وادی سے اترتے وقت تلبیہ پڑھنا انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۱۹۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی کا المہلب پر رد کرنا اور اس حدیث کی متعدد توجیہات کرنا اور انبیاء علیہم السلام کی حیات کی تصریح کرنا

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ المہلب کی تقریر پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

المہلب محض اپنے وہم سے ثقہ راویوں کی تغلیط کر رہے ہیں' عنقریب یہ حدیث ''کتاب اللباس'' میں اسی سند کے ساتھ آئے گی۔(رقم:۵۹۱۳)اور اس سند میں ابراہیم کا بھی اضافہ ہے' کیا پھر یہ کہا جائے گا کہ راوی نے مزید غلطی کی ہے اور ایک راوی کا اضافہ کر دیا ہے' امام مسلم نے اس حدیث کو از ابو العالیہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کیا ہے' اس میں یہ عبارت ہے: گویا کہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف دیکھ رہا ہوں ذو ثنیہ سے اس حال میں اتر رہے ہیں کہ ان کی دونوں انگلیاں ان کے کانوں میں ہیں' وہ اس وادی سے گزر رہے ہیں اور وہ بلند آواز سے اللہ کی طرف تلبیہ پڑھ رہے ہیں' جب وہ وادی ازرق سے گزرے۔(صحیح مسلم:۱۶۶' الرقم المسلسل:۴۱۴)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اس وادی کا نام ازرق تھا اور یہ وادی امج نام کی بستی کے پیچھے ہے اور اس وادی اور مکہ کے درمیان ایک میل کا فاصلہ ہے اور اس حدیث میں حضرت یونس علیہ السلام کا بھی ذکر ہے' کیا پھر یہ کہا جائے گا کہ دوسرے راوی نے بھی غلطی کی ہے اور حضرت یونس علیہ السلام کا اضافہ کر دیا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا ہے کہ گویا میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف دیکھ رہا ہوں' اہل علم نے اس کی متعدد توجیہات کی ہیں:

(۱) آپ کا یہ ارشاد اپنی حقیقت پر محمول ہے اور انبیاء علیہم السلام اپنے رب کے نزدیک زندہ ہوتے ہیں اور ان کو رزق دیا جاتا ہے' پس اس لحاظ سے ان کے حج کرنے میں کوئی مانع نہیں ہے جیسا کہ صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے۔(صحیح مسلم' الرقم المسلسل:۶۰۴۲)

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے دلوں میں عبادت کی محبت ڈالی گئی ہے' سو ان کے نفسوں میں جو عبادت کے محرکات ہیں' اس کے موافق وہ عبادت کرتے ہیں جیسا کہ اہل جنت کو ذکر کا الہام کیا جائے گا' اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ آخرت کا عمل ذکر اور دعا ہے' جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

دَعْوٰهُمْ فِيْهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ. (یونس:۱۰) اور جنتوں میں ان کی (بے ساختہ) یہ پکار ہوگی: پاک ہے تو اے اللہ!

لیکن اس توجیہ کا تتمہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی روحوں کی طرف دیکھا جاتا ہے' پس شاید نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ان کی روح اس طرح جسم مثالی میں دکھائی گئی جس طرح ان کو شب معراج دکھایا گیا تھا۔ رہے ان کے اجسام جو قبروں میں ہیں تو ابن المنیر وغیرہ نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی روح کے لیے ایک مثالی بنا دیتا ہے تو ان کی روح بیداری میں اسی طرح دکھائی دیتی ہے' جس طرح خواب میں دکھائی دیتی ہے۔

(۲) گویا کہ انبیاء علیہم السلام کے جو احوال دنیا کی زندگی میں تھے کہ وہ کس طرح عبادت کرتے تھے اور کس طرح حج کرتے تھے اور کس طرح تلبیہ پڑھتے تھے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے وہ احوال متمثل کر دیئے گئے تھے' اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گویا کہ میں دیکھ رہا ہوں۔

(۳) گویا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کے ذریعہ یہ خبر دی گئی اور چونکہ آپ کو اس خبر کی قطعیت پر یقین تھا' اس لیے آپ نے فرمایا: گویا کہ میں دیکھ رہا ہوں۔

(۴) گویا کہ آپ نے اس سے پہلے خواب میں یہ واقعہ دیکھا تھا' پس جب آپ نے حج کیا تو آپ کو یہ واقعہ یاد آ گیا' سو آپ نے اس کی خبر دی' اور انبیاء علیہم السلام کے خواب وحی ہوتے ہیں اور یہ جواب میرے نزدیک معتمد ہے' جیسا کہ احادیث الانبیاء کے باب میں اس کی تصریح آئے گی اور اس سے پہلے جو جوابات ذکر کیے ہیں وہ بھی بعید نہیں ہیں۔

علامہ ابن المنیر نے الحاشیہ میں لکھا ہے کہ المہلب کا راوی کی غلطی نکالنا ان کا وہم ہے ورنہ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھنے میں کیا فرق ہے کہ انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دکھائی دینے کا تو اعتراف کیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دکھائی دینے کا انکار کیا' جب کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لیے یہ ثابت نہیں ہے کہ وہ زمین سے آسمان کی طرف اٹھائے جانے کے بعد زمین پر نازل ہوئے ہوں' البتہ یہ ثابت ہے کہ وہ عنقریب نازل ہوں گے۔

علامہ ابن حجر اس کے جواب میں لکھتے ہیں کہ المہلب کا ارادہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زمین پر نازل ہونا اتنے دلائل سے ثابت ہے گویا کہ وہ محقق ہو چکا ہے' اس لیے المہلب نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ حضرت ابن مریم ضرور حج کا تلبیہ پڑھیں گے۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۱۲۹۔۱۲۸' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

دیگر شارحین کا حافظ ابن حجر کی تقریر کو نقل کرنا

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی نے اپنے انداز سے حافظ ابن حجر عسقلانی کی اس تقریر کا خلاصہ لکھا ہے اور انہوں نے اس حدیث کی جو توجیہات ذکر کی ہیں' ان کو اختصار سے لکھا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۲۶۰۔۲۵۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حافظ شہاب الدین احمد القسطلانی متوفی ۹۲۱ھ نے بھی حافظ ابن حجر عسقلانی کی ذکر کردہ توجیہات لکھی ہیں۔

(ارشاد الساری ج ۴ ص ۵۶' دار الفکر' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ طیبی' محدث دہلوی اور دیگر علماء اسلام کی یہ تصریح کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے زمانہ میں ہر زمانہ کے احوال دیکھتے ہیں اور دیگر جوابات کا ذکر کرنا

علامہ شرف الدین حسین بن محمد بن عبد اللہ الطیبی التوفی ۷۴۳ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ انبیاء علیہم السلام کیسے حج کرتے ہیں اور کیسے تلبیہ پڑھتے ہیں حالانکہ وہ وفات پا چکے ہیں اور دار آخرت دار عمل نہیں ہے' اس اعتراض کے متعدد جوابات ہیں:

(۱) انبیاء علیہم السلام شہداء کی مثل ہیں' بلکہ ان سے افضل ہیں اور شہداء اپنے رب کے پاس زندہ ہیں' پس یہ بعید نہیں ہے کہ وہ حج کریں اور نماز پڑھیں اور اپنی طاقت کے مطابق اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کریں کیونکہ ہر چند کہ وہ وفات پا چکے ہیں لیکن وہ ابھی اس دنیا میں ہیں اور یہ دنیا دار العمل ہے' حتیٰ کہ دنیا کی مدت فنا ہو جائے اور اس کے بعد آخرت آ جائے جو کہ دار الجزاء ہے' پھر عمل منقطع ہو جائے گا۔

(۲) تلبیہ (''اللّٰھم لبیک اللّٰھم لبیک'' پڑھنا) دعا ہے اور یہ آخرت کے اعمال سے ہے' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

دَعْوٰىهُمْ فِيْهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَتَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ وَاٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ○ (یونس: ۱۰)

اور جنتوں میں ان کی (بے ساختہ) یہ پکار ہوگی: پاک ہے تو اے اللہ! اور جنتوں میں ان کی ایک دوسرے کے لیے یہ دعا ہوگی: سلام علیکم' اور ہر بات کے آخر میں ان کا یہ کہنا ہوگا: ''الحمد للّٰہ رب العلمین○''

(۳) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کو جو دیکھا تھا' سو یہ شب معراج کے علاوہ خواب میں دیکھا تھا جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ جس وقت میں سویا ہوا تھا تو میں نے اپنے آپ کو دیکھا کہ میں کعبہ کے گرد طواف کر رہا ہوں..........انہوں نے اس حدیث کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں ذکر کیا ہے۔

(۴) ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو انبیاء علیہم السلام کے وہ احوال دکھائے گئے جو ان کی دنیاوی حیات میں تھے اور انبیاء علیہم السلام کو ان کی حیات کے حال میں متمثل کیا گیا' خواہ وہ جو عمل کر رہے ہوں اور جس طرح ان کا حج اور ان کا تلبیہ تھا' اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گویا کہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف دیکھ رہا ہوں۔

(۵) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف انبیاء علیہم السلام کے احوال کی وحی کی گئی تھی اور آپ کو خبر دی گئی تھی کہ وہ اپنی زندگی میں کیا کرتے رہے ہیں' سو اس کے اعتبار سے آپ نے خبر دی۔ یہاں تک قاضی عیاض کا کلام تھا۔

(شرح الطیبی ج ۱۰ ص ۳۲۰۔۳۱۹' ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۴۱۳ھ)

ملا علی بن سلطان محمد القاری المتوفی ۱۰۱۴ھ نے اس پوری عبارت کو من وعن نقل کر دیا ہے۔

(مرقاۃ المفاتیح ج ۹ ص ۷۰۵' المکتبۃ الحقانیہ' پشاور)

شیخ عبد الحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انبیاء علیہم السلام کو دیکھا' یہ آپ کے علم الیقین سے کنایہ ہے یعنی میں ان کے احوال کا اس طرح علم رکھتا ہوں کہ جس طرح میں نے ان کو زندگی کے حال میں دیکھا ہے گویا کہ میں ان کو ان کی زندگی میں دیکھ رہا ہوں اور بعض علماء نے کہا کہ یہ سب خواب کا واقعہ ہے اور بعض نے کہا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو متمثل کر کے آپ پر منکشف کر دیا تھا' اور بعض اہل تحقیق نے یہ کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اسی وقت میں ان کی زندگی کی حالت میں دیکھا اور یہ ایسی عالم میں تھا جس میں ماضی' حال اور مستقبل نہیں ہوتا' اور بندہ مسکین عبد الحق یہ کہتا ہے کہ تمام انبیاء حیات حقیقی دنیاوی کے ساتھ زندہ ہیں لیکن عام لوگوں کی نظر سے مجوب ہیں' پس انہوں نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو حقیقت میں بغیر ان کی نیند کے اور بغیر اپنی مثال کے بغیر کسی اشتباہ اور اشکال کے خود کو دکھایا۔

(اشعۃ اللمعات ج ۴ ص ۴۸۱' مکتبہ رشیدیہ' کوئٹہ)

شیخ نور الحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۷۳ھ' اس حدیث کی توجیہات میں لکھتے ہیں:

مخفی نہ رہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج متعدد انبیاء علیہم السلام کا مشاہدہ کیا تھا' پس ہوسکتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی روح جسم میں متمثل ہوگئی ہو اور آپ نے ان کو بیداری میں دیکھا ہو' اور یہ تمثل اس وجہ سے ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ کے نزدیک زندہ ہیں اور ان کو رزق دیا جاتا ہے' اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آپ نے حضرت موسیٰ کو حج کرتے ہوئے خواب میں دیکھا ہو' اور انبیاء علیہم السلام کے خواب وحی ہوتے ہیں' اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے زمانہ میں حج کیا ہو اور ''اللّٰھم لبیک'' پڑھا ہو اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ان کے زمانہ کا حج منکشف کر دیا گیا ہو۔ (تیسیر القاری ج ۲ ص ۶۸' مکتبہ رشیدیہ' کوئٹہ)

شیخ محمد انور شاہ کشمیری دیوبندی متوفی ۱۳۵۲ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رہے حضرت موسیٰ علیہ السلام تو گویا کہ میں ان کو دیکھ رہا ہوں جب وہ وادی سے اترتے ہوئے ''اللّٰھم لبیک لبیک'' پڑھ رہے تھے۔

اس میں راز یہ ہے کہ شاید حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی زندگی میں حج نہیں کیا تھا' اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی حج نہیں کیا تھا' اسی لیے انہوں نے آسمان سے نازل ہو کر حج کیا اور یہ تحقیق سے ثابت ہے کہ اکثر انبیاء علیہم السلام نے حج کیا ہے اور جس وادی کا ذکر ہے' یہ وادی ازرق ہے۔

دنیا کی آخرت کے ساتھ کس طرح نسبت ہے' اس میں اختلاف ہے' ایک قول یہ ہے کہ یہ ایسی نسبت ہے جیسی روح کی نسبت

بدن کے ساتھ ہے اور یہ ایسی نسبت ہے جیسی موتی کی نسبت سیپی کے ساتھ ہوتی ہے' اور نہ یہ ایسی نسبت ہے جیسے ایک منفصل چیز کی دوسری منفصل چیز کے ساتھ ہوتی ہے' ایک قول یہ ہے کہ یہ ایسی نسبت ہے جیسے درخت کی نسبت بیج کے ساتھ ہوتی ہے' پس دنیا آخرت سے شق ہوتی ہے جیسے بیج درخت سے شق ہوتا ہے اور میرے نزدیک یہ ایسی نسبت ہے جیسے ظاہر کی نسبت باطن کے ساتھ ہوتی ہے اور غیب کی شہادت کے ساتھ ہوتی ہے' پس اب عالم اور چیز کے اعتبار سے ان میں کوئی فرق نہیں ہے بلکہ نظر اور بصر کے اعتبار سے فرق ہے' پس اگر بصر قوی ہو تو وہ اب بھی آخرت کو دیکھ لے گی اور دوزخ اور جنت کو دیکھ لے گی لیکن عام لوگوں کی بصر کم زور ہوتی ہے' وہ اس طرح نہیں دیکھ سکتی جس طرح قوی اور تیز بصر والے دیکھتے ہیں' سو انبیاء علیہم السلام اپنی زندگی میں بھی جنت اور دوزخ کو دیکھتے ہیں اور رہے عوام تو وہ جنت اور دوزخ کو حشر کے بعد دیکھیں گے جب ان کی نظر تیز ہو جائے گی' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَقَدْ كُنْتَ فِي غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَآءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ۝ (قٓ:۲۲) بے شک تو اس دن سے غفلت میں تھا' سو ہم نے تیری آنکھوں سے پردہ ہٹا دیا تو آج تیری نگاہ بہت تیز ہے۝

(فیض الباری ج ۳ ص ۷۶۔۷۵' المجلس العلمی سورت الہند' ۱۳۵۷ھ)

کاشمیری صاحب کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ انبیاء علیہم السلام کی نظر بہت تیز ہوتی ہے اور وہ دنیا میں آخرت کی چیزوں کو دیکھ لیتے ہیں' اس لیے کوئی بعید نہیں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے زمانہ میں حج کرتے ہوئے اس وادی سے ''اللّٰھم لبیک اللّٰھم لبیک'' پڑھتے ہوئے گزر رہے ہوں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنے اس زمانہ میں دیکھ لیا ہو' اس قسم کا معنی شیخ عبد الحق محدث دہلوی سے بھی منقول ہے۔

شیخ محمد یحییٰ کاندھلوی دیوبندی نے بھی المہلب کے قول کو علامہ ابن حجر عسقلانی کے ذکر کردہ دلائل سے رد کیا ہے' پھر اس حدیث کی توجیہ میں علامہ ابن حجر کی طرح یہ ذکر کیا ہے کہ انبیاء اپنے رب کے پاس زندہ ہوتے ہیں اور ان کو رزق دیا جاتا ہے' پس اس حال میں ان کے حج کرنے میں کوئی مانع نہیں ہے۔ (حاشیہ لامع الدراری ج ۲ ص ۱۸۹' ایچ ایم سعید کمپنی' کراچی)

غیر مقلد علماء کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالاتِ بصر کا ذکر نہ کرنا

نواب صدیق حسن خاں بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ نے بھی حافظ ابن حجر کے دلائل سے المہلب کا رد کیا ہے لیکن اس حدیث کی توجیہات کو ذکر نہیں کیا۔ شاید یہ توجیہات ان کے عقیدہ کے خلاف تھیں۔ (عون الباری ج ۲ ص ۷۵۳' دار الرشید' حلب' سوریا)

مشہور غیر مقلد عالم شیخ وحید الزمان متوفی ۱۳۲۸ھ نے بھی المہلب کا رد کر کے اس حدیث کی توجیہ میں لکھا ہے: میں کہتا ہوں کہ گو حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ گزر گئے ہیں مگر ان کی مثالی صورتیں آں حضرت کو دکھائی جانا کچھ بعید نہیں جیسے شب معراج میں دکھائی گئی تھیں۔ (تیسیر الباری ج ۲ ص ۱۲۴' نعمانی کتب خانہ' لاہور)

* باب مذکور کی یہ حدیث' شرح صحیح مسلم: ۳۳۰۔ ج ۱ ص ۶۸۲۔۶۸۱ پر مذکور ہے' وہاں اس حدیث کی شرح نہیں کی گئی۔

۳۱ - بَابٌ كَيْفَ تُهِلُّ الْحَائِضُ وَالنُّفَسَاءُ حیض اور نفاس والی عورت کس طرح احرام باندھے

''اھلال'' کے متعدد معانی

''کتاب الحج'' کی احادیث میں بار بار ''اَهَلَّ'' کا لفظ مذکور ہے' اس لیے امام بخاری ''اَهَلَّ'' کا معنی بیان کرتے ہیں:

اَهَلَّ تَكَلَّمَ بِهٖ' وَاسْتَهْلَلْنَا وَاَهْلَلْنَا الْهِلَالَ' كُلُّهٗ مِنَ الظُّهُوْرِ' وَاسْتَهَلَّ الْمَطَرُ خَرَجَ مِنَ ''اَهَلَّ'' منہ سے بات نکالی' ''اِسْتَهْلَلْنَا'' اور ''اَهْلَلْنَا الْهِلَالَ'' یہ سب الفاظ ظہور کے معنی میں ہیں اور ''اِستھلّ المطر''

السَّحَابِ. ﴿وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهِ﴾ (المائدہ:۳). وَهُوَ مِنِ اسْتِهْلَالِ الصَّبِيِّ. کا معنی ہے: بارش بادل سے نکلی اور ''وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهِ'' (المائدہ:۳) اور یہ بچہ کے بلند آواز سے رونے سے ماخوذ ہے۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری کا طریقہ ہے کہ جب وہ دیکھتے ہیں کہ کلام کا ایک مادہ کئی معانی میں مستعمل ہے تو وہ قرآن اور سنت سے اس کے شواہد بیان کرتے ہیں' سو وہ لکھتے ہیں کہ ''اَهَلَّ'' کا معنی ہے: بات کی یعنی اپنے مافی الضمیر کو کلام سے ظاہر کیا' اور ''استهلّ المطر'' کا معنی ہے: بارش کا بادل سے گرج کی آواز کے ساتھ نازل ہونا اور ''ما اهل لغير الله'' کا معنی ہے: جب ذبح کرنے والا ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام پکارے اور ''استهل الصبی'' کا معنی ہے: بچہ بلند آواز سے رویا تو ''اهلال'' کے تمام صیغوں میں بلند آواز سے پکارنے کا معنی ہے' اسی وجہ سے احرام باندھتے وقت بلند آواز سے ''اللّٰهم لبيك اللّٰهم لبيك'' پڑھنے کو بھی ''اهلال'' کہتے ہیں' لہذا ''اَهَلَّ'' کا معنی احرام باندھنا بھی ہے اور لبیک کہنا بھی ہے اور ان تمام اطلاقات میں ظہور کا معنی ملحوظ ہوتا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۹ ص ۲۶۱۔ ۲۶۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

''وَمَا أُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ'' کے معنی کی تحقیق

حافظ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ نے ''ما اهل به لغير الله'' کے معنی میں لکھا ہے:

ذبح کے وقت بتوں کا نام بلند آواز سے لینا۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۱۴۹' دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی متوفی ۱۱۷۶ھ درج ذیل آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''وَمَآ أُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ'' (البقرہ:۱۷۳) وآنچہ آواز بلند کردہ شود در ذبح وے بغیر خدا (جس جانور کے ذبح کے وقت غیر خدا کا نام لیا گیا ہو)۔

ہم نے بہ کثرت حوالہ جات اس لیے ذکر کیے ہیں کہ علماء دیوبند کہتے ہیں کہ جس چیز پر بھی غیر اللہ کا نام پکارا گیا ہو وہ حرام ہے حتیٰ کہ بزرگوں کے ایصال ثواب کے لیے جو نیاز دی جاتی ہے اور کہا جاتا ہے: یہ داتا گنج ہجویری کا بکرا ہے' یا غوث اعظم کی گائے ہے یا خواجہ اجمیری کی شیرینی ہے' وہ کہتے ہیں کہ چونکہ ان چیزوں پر غیر اللہ کا نام پکارا گیا ہے' اس لیے یہ چیزیں حرام ہیں' حالانکہ غیر اللہ کا نام پکارنے سے چیز کا حرام ہونا وقت ذبح کے ساتھ خاص ہے' جیسا کہ علامہ عینی' حافظ ابن حجر اور شاہ ولی اللہ کی مذکورہ عبارات سے ظاہر ہے۔

علماء دیوبند کا مطلقاً غیر اللہ کے تقرب کو حرام قرار دینا

مفتی محمد شفیع دیوبندی متوفی ۱۳۹۶ھ لکھتے ہیں:

دوسری صورت یہ ہے کہ جانور کو تقرب الی غیر اللہ کے لیے ذبح کیا جائے یعنی اس کا خون بہانے سے تقرب الی غیر اللہ مقصود ہو لیکن بہ وقت ذبح اس پر نام اللہ ہی کا لیا جائے جیسے بہت سے ناواقف مسلمان بزرگوں' پیروں کے نام پر ان کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے بکرے' مرغے وغیرہ ذبح کرتے ہیں لیکن ذبح کے وقت اس پر نام اللہ ہی کا پکارتے ہیں' یہ صورت باتفاق فقہاء حرام ہے اور مذبوحہ مردار ہے۔ (معارف القرآن ج ۱ ص ۴۲۱' ادارۃ المعارف' کراچی' ۱۹۹۳ء)

مصنف کے نزدیک بہ طور عبادت غیر اللہ کے تقرب کا حصول حرام ہونا اور دیگر صورتوں میں غیر اللہ کے تقرب کا حصول جائز ہونا

مفتی شفیع کی یہ عبارت مذکور الصدر تصریحات کے خلاف ہے اور محض تعصب پر مبنی ہے نیز ان کا تقرب الی غیر اللہ کو حرام کہنا بھی غلط ہے کیونکہ غیر اللہ کا وہ تقرب ممنوع ہے جو بہ طور عبادت ہو۔

علامہ شامی فرماتے ہیں: تقرب علٰی وجہ العبادۃ ہی کفر کا سبب ہے اور یہ مسلمان کے حال سے بہت بعید ہے۔

(ردالمحتار ج ۵ ص ۱۹۸۔۱۹۷ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۹ھ)

اگر مطلقاً غیر اللہ کا تقرب حاصل کرنا ممنوع ہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب حاصل کرنا' اولیاء اللہ کا قرب حاصل کرنا' اولاد کے لیے والدین کا قرب حاصل کرنا' شاگردوں کے لیے اساتذہ کا قرب حاصل کرنا' مریدوں کے لیے مشائخ کا قرب حاصل کرنا اور نوکروں کے لیے اپنے مالکوں کا قرب حاصل کرنا' اور چھوٹوں کے لیے بڑوں کا قرب حاصل کرنا حرام ہو جائے گا اور قرب حاصل کرنے کی یہ تمام صورتیں ممنوع قرار پائیں گی' اس لیے صرف وہی قرب حاصل کرنا ممنوع اور حرام ہے جس قرب کا حصول اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے اور یہ وہ قرب ہے جو بہ طور عبادت ہو جیسے ہم نماز پڑھ کر اور دیگر عبادات انجام دے کر اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنا قرب حاصل کرنے کی تلقین کی ہے' حدیث میں ہے:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک قیامت کے دن تم میں سے سب سے زیادہ میرے نزدیک محبوب اور سب سے زیادہ میری مجلس کے قریب وہ شخص ہوگا جس کے اخلاق تم سب سے اچھے ہوں گے۔

(سنن ترمذی: ۲۰۱۸' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۸ ص ۵۱۵' صحیح ابن حبان: ۴۸۲' المعجم الکبیر: ۵۸۸۔ ج ۲۲' مسند الشامیین: ۳۴۹۰' شعب الایمان: ۷۹۸۹' مسند احمد ج ۴ ص ۱۹۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۷۷۳۲۔ ج ۲۹ ص ۲۶۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

درج ذیل حدیث میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا قرب حاصل کرنے کی ترغیب اور تلقین کی ہے:

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں اس طرح ہوں گے اور آپ نے اپنی شہادت کی انگلی اور درمیانی انگلی سے اشارہ کیا۔ (صحیح البخاری: ۵۳۰۴۔۶۰۰۵' سنن ابوداؤد: ۵۱۵۰' سنن ترمذی: ۱۹۱۸' مسند ابویعلیٰ: ۷۵۵۳' صحیح ابن حبان: ۴۶۰' المعجم الکبیر: ۵۹۰۵' سنن بیہقی ج ۶ ص ۲۸۳' شعب الایمان: ۱۱۰۲۶' شرح السنہ: ۳۴۵۴' مسند احمد ج ۵ ص ۳۳۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۲۸۲۰۔ ج ۳۷ ص ۴۷۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

آپ کی مراد یہ ہے کہ یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں میرے اتنا قریب ہوگا جتنا شہادت کی انگلی درمیانی انگلی سے قریب ہوتی ہے' سو تم یتیم کی کفالت کر کے جنت میں میرا قرب حاصل کرو۔

ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب حاصل کرنا مطلوب اور مستحسن ہے اور مفتی شفیع کا مطلقاً غیر اللہ کے قرب کے حصول کو مذموم اور ممنوع قرار دینا قطعاً باطل اور مردود ہے' اور اس وجہ سے بزرگوں کی نیاز کے کھانے کو "ما اھل بہ لغیر اللہ" میں داخل کرنا بھی مذموم اور باطل ہے۔

۱۵۵٦ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے حدیث بیان

عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا، زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ، فَأَهْلَلْنَا بِعُمْرَةٍ، ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ مَعَهُ هَدْيٌ فَلْيُهِلَّ بِالْحَجِّ مَعَ الْعُمْرَةِ، ثُمَّ لَا يَحِلُّ حَتّٰى يَحِلَّ مِنْهُمَا جَمِيعًا. فَقَدِمْتُ مَكَّةَ وَأَنَا حَائِضٌ، وَلَمْ أَطُفْ بِالْبَيْتِ وَلَا بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، فَشَكَوْتُ ذٰلِكَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ انْقُضِي رَأْسَكِ، وَامْتَشِطِي، وَأَهِلِّي بِالْحَجِّ، وَدَعِي الْعُمْرَةَ. فَفَعَلْتُ، فَلَمَّا قَضَيْنَا الْحَجَّ، أَرْسَلَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ أَبِي بَكْرٍ إِلَى التَّنْعِيمِ، فَاعْتَمَرْتُ، فَقَالَ هٰذَا مَكَانُ عُمْرَتِكِ. قَالَتْ فَطَافَ الَّذِينَ كَانُوا أَهَلُّوا بِالْعُمْرَةِ بِالْبَيْتِ، وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ثُمَّ أَحَلُّوا، ثُمَّ طَافُوا طَوَافًا وَاحِدًا بَعْدَ أَنْ رَجَعُوا مِنْ مِنًى، وَأَمَّا الَّذِينَ جَمَعُوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ فَإِنَّمَا طَافُوا طَوَافًا وَاحِدًا.

کی از ابن شہاب از عروہ بن الزبیر از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ وہ بیان کرتی ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حجۃ الوداع کے لیے نکلے، پس ہم نے عمرہ کا احرام باندھا، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کے ساتھ قربانی ہو وہ حج کے ساتھ عمرہ کا احرام باندھے، پھر وہ احرام نہ کھولے حتیٰ کہ ان دونوں سے اکٹھا حلال ہو جائے (دونوں سے فارغ ہو جائے)، پس میں اس حال میں مکہ آئی کہ میں حائضہ تھی اور میں نے بیت اللہ کا طواف نہیں کیا تھا اور نہ صفا اور مروہ میں سعی کی تھی تو میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی شکایت کی (کہ حج کا وقت آ گیا اور میں ابھی عمرہ سے بھی فارغ نہیں ہوئی)، آپ نے فرمایا: تم اپنے سر کے بال کھول کر کنگھی کرلو اور حج کا احرام باندھ لو اور عمرہ کو چھوڑ دو، سو میں نے ایسا کیا، پس جب ہم نے حج کر لیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ عنہما کے ساتھ تنعیم بھیجا، سو میں نے عمرہ کیا، تو آپ نے فرمایا: یہ تمہارے (اس) عمرہ کی جگہ ہے، حضرت عائشہ نے کہا: پس ان لوگوں نے بیت اللہ کا طواف کیا جنہوں نے عمرہ کا احرام باندھا تھا اور صفا اور مروہ کے درمیان سعی کی، پھر انہوں نے احرام کو کھول دیا، پھر انہوں نے منیٰ سے واپس آنے کے بعد ایک (نوع کا) طواف کیا اور جن لوگوں نے حج اور عمرہ کا احرام باندھا تھا انہوں نے صرف ایک (نوع کا) طواف کیا۔

ہر چند کہ اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۲۹۴ میں گزر چکی ہے، لیکن یہ حدیث "کتاب الحج" میں پہلی بار آئی ہے، اس لیے ہم یہاں ضروری اُمور کی وضاحت کر رہے ہیں۔

حجۃ الوداع کا معنی، تنعیم کا محل وقوع، احناف کے نزدیک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حج قران ہونا اور قران میں دو سعی اور دو طواف ہونے کے دلائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا: ہم حجۃ الوداع کے لیے نکلے۔ حجۃ الوداع ۱۰ھ میں ہوا تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے بعد اس کے علاوہ کوئی اور حج نہیں کیا، اس سے پہلے جب آپ مکہ میں تھے تو آپ نے متعدد حج کیے تھے جن کی تعداد کا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو علم نہیں۔

حضرت عائشہ نے بیان کیا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے تنعیم بھیجا۔ تنعیم حرم مکہ سے شام کی جانب مکہ اور سرف کے درمیان ایک جگہ ہے، یہ مسجد حرام سے تقریباً دو میل کے فاصلہ پر ہے، اس جگہ ایک مسجد ہے جس کا نام مسجد عائشہ ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قران افضل ہے کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس کے پاس قربانی ہو وہ حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندھے اور اسی کا نام قران ہے اور اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ نبی ﷺ نے قران کیا تھا' امام ابوحنیفہ' امام ابو یوسف' امام محمد اور اصحاب شافعیہ میں سے مزنی کا یہی مذہب ہے اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا بھی یہی قول ہے' اور امام احمد کا ظاہر قول بھی یہی ہے' اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ جنہوں نے قران کا احرام باندھا تھا' انہوں نے ایک طواف کیا' اس میں امام مالک' امام شافعی اور امام احمد کی دلیل ہے' وہ کہتے ہیں کہ قران کرنے والا ایک طواف کرے گا اور ایک سعی کرے گا' جب کہ امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب یہ کہتے ہیں کہ قران کرنے والا دو طواف اور دو سعی کرے گا' ایک طواف اور ایک سعی عمرہ میں اور ایک طواف اور ایک سعی حج میں' ان کا استدلال بہت احادیث سے ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۲۶۴۔ ۲۶۳' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حج قران میں دو طواف اور دو سعی کرنے کے ثبوت میں احادیث' آثار اور فقہاء تابعین کے اقوال

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مکہ میں آئے تو سب سے پہلے آپ نے حجر اسود کی تعظیم کی' پھر آپ نے بیت اللہ کا طواف کیا' پہلے تین طواف دوڑ دوڑ کر کیے اور چار طواف پیدل چل کر کیے' پھر طواف پورا کرنے کے بعد آپ نے مقام ابراہیم کے پاس دو رکعت نماز پڑھی' پھر سلام پھیر کر مڑ گئے' پھر آپ نے صفا اور مروہ میں سات بار سعی کی' پھر آپ نے احرام نہیں کھولا اور اسی احرام پر برقرار رہے' حتیٰ کہ قربانی کے دن آپ نے اپنی قربانی کو نحر کیا' پھر بیت اللہ میں طواف زیارت کیا' پھر آپ پر ہر وہ چیز حلال ہو گئی جو حج کی وجہ سے حرام ہو گئی تھی۔ (صحیح البخاری: ۱۶۹۱' صحیح مسلم: ۱۲۲۷' سنن ابوداؤد: ۱۸۰۵' سنن نسائی: ۲۷۳۱)

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ نبی ﷺ نے حج قران میں دو طواف کیے' پہلے عمرہ کا طواف کیا' پھر حج کا طواف زیارت کیا۔

امام علی بن عمر دار قطنی متوفی ۳۸۵ھ' اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک ساتھ حج اور عمرہ کیا اور ان کے لیے دو طواف کیے اور دو سعی کیں اور کہا: رسول اللہ ﷺ نے اسی طرح کیا تھا' جس طرح میں نے کیا ہے۔

(سنن دار قطنی: ۲۵۶۳۔ ج ۲ ص ۵۰۳' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۲ھ۔ ج ۲ ص ۲۵۷ طبع قدیم)

ابن ابی لیلیٰ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام نے ایک ساتھ حج اور عمرہ کیا اور ان کے لیے دو طواف اور دو سعی کیں اور کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو اسی طرح کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ (سنن دار قطنی: ۲۵۹۴۔ ج ۲ ص ۵۱۱' دار المعرفہ ج ۲ ص ۲۶۲ طبع قدیم)

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ قارن تھے' پس آپ نے دو طواف کیے اور دو سعی کیں۔

(سنن دار قطنی: ۲۵۹۵۔ ج ۲ ص ۵۱۱' دار المعرفہ ج ۲ ص ۲۶۳ طبع قدیم)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے عمرہ اور حج کے لیے دو طواف کیے اور دو سعی کیں۔

(سنن دار قطنی: ۲۵۹۶۔ ج ۲ ص ۵۱۲' دار المعرفہ ج ۲ ص ۲۶۳ طبع قدیم)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے دو طواف کیے اور دو سعی کیں۔

(سنن دار قطنی: ۲۵۹۷۔ ج ۲ ص ۵۱۲' دار المعرفہ ج ۲ ص ۲۶۳ طبع قدیم)

ابو نصر بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ملا' اس وقت میں نے حج کا احرام باندھا ہوا تھا اور حضرت علی نے حج اور عمرہ کا احرام باندھا ہوا تھا' میں نے کہا: کیا میں بھی اس طرح کر سکتا ہوں جس طرح آپ نے کیا ہے؟ حضرت علی نے فرمایا: تم وضوء کر کے حج اور عمرہ کا اکٹھا احرام باندھو' پھر تم ان دونوں کے لیے دو طواف اور دو سعی کرو۔

(سنن دار قطنی: ۲۵۹۹۔ ج ۲ ص ۵۱۳۔ ۵۱۲' دار المعرفہ' ج ۲ ص ۲۶۴ طبع قدیم)

امام دار قطنی نے ان تمام اسانید کو ضعیف قرار دیا ہے لیکن یہ ہم کو مضر نہیں ہے کیونکہ یہ متعدد اسانید ہیں اور تعدد اسانید سے حدیث حسن لغیرہ ہو جاتی ہے۔ ثانیاً اس لیے کہ ہم نے ان احادیث سے بہ راہ راست استدلال نہیں کیا بلکہ ان احادیث کو صحیح بخاری' صحیح مسلم' سنن ابوداؤد' سنن نسائی کی حدیث کی تائید اور تقویت کے لیے پیش کیا ہے۔

امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ العبسی الکوفی المتوفی ۲۳۵ ھ' اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

زیاد بن ملک بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما نے کہا: حج قران کرنے والا دو طواف کرے گا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۴۵۲۲ ' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۴۳۱۳ ' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

عمرو بن الاسود بیان کرتے ہیں کہ حضرت الحسن بن علی رضی اللہ عنہما نے کہا: جب تم حج اور عمرہ میں قران کرو تو دو طواف کرو اور دو سعی کرو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۴۵۲۳ ' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۴۳۱۴ ' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

ابراہیم بیان کرتے ہیں کہ اسماعیل اور الشعبی دو طواف اور دو سعی کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۴۵۲۴ ' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۴۳۱۵ ' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

ابواسحاق بیان کرتے ہیں کہ ابوجعفر نے کہا: حج قران کرنے والا دو طواف اور دو سعی کرے گا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۴۵۲۵ ' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۴۳۱۶ ' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

عبدالرحمن بن الاسود نے بیان کیا کہ ان کے والد نے کہا: حج قران والا دو طواف کرے گا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۴۵۲۶ ' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۴۳۱۷ ' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

شعبہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے الحکم اور الحماد سے قران کرنے والے کے متعلق سوال کیا' ان دونوں نے کہا: وہ دو طواف کرے گا اور دو سعی کرے گا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۴۵۲۷ ' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۴۳۱۸ ' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

ابومعشر بیان کرتے ہیں کہ ابراہیم نے کہا: قران کرنے والا دو طواف اور دو سعی کرے گا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۴۵۲۸ ' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۴۳۱۹ ' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

امام ابوجعفر احمد بن محمد الطحاوی الحنفی المتوفی ۳۲۱ ھ' اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے حج اور عمرہ کو جمع کیا' اس کے لیے ایک طواف اور ایک سعی کافی ہے' پھر جب تک وہ حج اور عمرہ سے فارغ نہ ہو' وہ احرام نہ کھولے۔

(سنن ابن ماجہ: ۲۹۷۵' مسند احمد ج ۲ ص ۶۷' شرح معانی الآثار: ۳۸۳۰)

امام ابوجعفر طحاوی فرماتے ہیں کہ ایک قوم (ائمہ ثلاثہ) کا یہ مذہب ہے کہ جو شخص حج اور عمرہ کو جمع کرے' اس پر ایک طواف واجب ہوتا ہے اور دوسروں (امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب) نے ان کی مخالفت کی ہے اور کہا ہے کہ وہ حج اور عمرہ میں سے ہر ایک کے لیے الگ الگ طواف کرے گا' ان کا استدلال درج ذیل احادیث سے ہے:

ابونصر بیان کرتے ہیں کہ میں نے حج کا احرام باندھا' پھر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ملا' میں نے ان سے کہا: میں نے حج کا احرام باندھا ہے' کیا میں اس کے ساتھ عمرہ ملا سکتا ہوں؟ حضرت علی نے کہا: نہیں! اگر تم نے عمرہ کا احرام باندھا' پھر تم اس کے ساتھ حج کا احرام ملانا چاہتے تو ملا سکتے تھے' میں نے پوچھا: اگر میں اب یہ ارادہ کروں تو کس طرح کروں؟ حضرت علی نے کہا: تم پانی لے کر وضوء

کرو' پھر ان دونوں کا احرام باندھو' پھر ان میں سے ہر ایک کے لیے الگ الگ طواف کرو۔ (شرح معانی الآثار: ۳۸۵۲)

منصور نے کہا: میں نے مجاہد سے یہ حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: پہلے میں لوگوں کو ایک طواف کا حکم دیتا تھا لیکن اب نہیں دوں گا۔ (شرح معانی الآثار: ۳۸۵۳)

زیاد بن مالک نے بیان کیا کہ حضرت علی اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ دونوں یہ کہتے تھے کہ قران کرنے والا دو طواف کرے گا اور دو سعی کرے گا۔ (شرح معانی الآثار: ۳۸۵۸)

پس حضرت علی اور حضرت عبد اللہ بن مسعود' دونوں حضرت ابن عمر کے خلاف یہ کہتے تھے کہ قران کرنے والا دو طواف اور دو سعی کرے گا' اور یہی امام ابو حنیفہ' امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ کا قول ہے۔ (شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۲۸۲' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں جو مذکور ہے کہ جنہوں نے حج اور عمرہ کو جمع کیا تھا' انہوں نے ایک طواف کیا تھا' اس کا محمل یہ ہے کہ انہوں نے ایک نوع کا طواف کیا تھا اور طواف واحد کے الفاظ میں واحد سے مراد واحد شخصی نہیں ہے بلکہ واحد نوعی مراد ہے' ان مختلف اور بہ ظاہر متعارض احادیث میں اسی طرح تطبیق ہو سکے گی۔

۳۲ - بَابُ مَنْ اَهَلَّ فِیْ زَمَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَاِهْلَالِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں آپ کے احرام کی مثل احرام باندھا

اس عنوان سے امام بخاری نے یہ اشارہ کیا ہے کہ یہ جائز ہے کہ کوئی شخص پہلے مبہم احرام باندھے' پھر اس کو جس طرح چاہے معین کر دے اور یہ اس لیے جائز ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایسا ہوا۔

قَالَهُ ابْنُ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے:

بکر البصری بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ان کو یہ حدیث بیان کی کہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ اور حج کا احرام باندھا تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کا احرام باندھا اور ہم نے بھی آپ کے ساتھ حج کا احرام باندھا' پس جب ہم مکہ میں آئے تو آپ نے فرمایا: جس شخص کے ساتھ قربانی نہ ہو وہ اپنے اس احرام کو عمرہ کا احرام کر دے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قربانی تھی' پھر ہمارے پاس حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ یمن سے حج کا احرام باندھے ہوئے آئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: تم نے کس چیز کا احرام باندھا ہے کیونکہ تمہاری اہلیہ ہمارے پاس ہیں' حضرت علی نے کہا: میں نے اس کا احرام باندھا جس کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام باندھا' تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اس احرام پر برقرار رہو کیونکہ ہمارے ساتھ قربانی ہے۔ (صحیح البخاری: ۴۳۵۴' صحیح مسلم: ۱۲۳۲-۱۲۳۱' سنن نسائی: ۲۷۳۱)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں امام شافعی اور ان کے مذہب کے موافقین کی دلیل ہے کیونکہ ان کے نزدیک مبہم اور معلق احرام باندھنا جائز ہے' مثلاً کوئی شخص اس طرح احرام باندھے کہ میرا احرام زید کے احرام کی مثل ہے' پھر اگر زید کا احرام حج کا ہے تو اس کا احرام حج کا ہے اور

اگر اس کا احرام عمرہ کا ہے تو اس کا احرام عمرہ کا ہے اور اگر اس کا احرام حج اور عمرہ دونوں کا ہے تو اس کا احرام بھی حج اور عمرہ دونوں کا ہو گا' اور اگر زید نے مبہم اور مطلق احرام باندھا ہے تو اس کا احرام بھی مطلق اور مبہم ہو گا' پھر وہ اپنے اس احرام کو جس طرف چاہے گا پھیر دے گا اور پھیرنے میں اس پر زید کی موافقت کرنا لازم نہیں ہے' یہ علامہ نووی نے کہا ہے اور علامہ رافعی نے یہ صورت بیان کی ہے کہ پھیرنے میں اس پر زید کی موافقت کرنا لازم ہے اور باقی علماء اور ائمہ کے نزدیک مبہم نیت کے ساتھ احرام باندھنا جائز نہیں ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ. (البقرہ:۱۹۶) اور حج اور عمرہ کو اللہ کے لیے مکمل کرو۔

نیز فرمایا:

وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ. (محمد:۳۳) اور اپنے اعمال کو باطل نہ کرو۔

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث کا جواب یہ ہے کہ یہ حکم ان کے ساتھ مخصوص تھا' حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے لیے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح فرمایا تھا' اس کا جواب بھی یہ ہے کہ یہ حکم بھی ان کے ساتھ مخصوص تھا اور عنقریب ان شاء اللہ اس کی زیادہ تفصیل آئے گی۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۲۶۵۔ ۲۶۴ ملخصا)

۱۵۵۷ - حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، قَالَ عَطَاءٌ قَالَ جَابِرٌ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنْ يُقِيمَ عَلَى إِحْرَامِهِ. وَذَكَرَ قَوْلَ سُرَاقَةَ. [اطراف الحدیث: ۱۵۶۸۔ ۱۵۷۰۔ ۱۶۵۱۔ ۱۷۸۵۔ ۲۵۰۶۔ ۴۳۵۲۔ ۷۲۳۰۔ ۷۳۶۷]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مکی بن ابراہیم نے حدیث بیان کی ہے از ابن جریج' عطاء نے کہا: حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ حکم دیا کہ وہ اپنے احرام پر برقرار رہیں اور حضرت سراقہ کا قول ذکر کیا۔

(سنن نسائی: ۲۷۴۳' سنن ابوداؤد: ۱۷۸۹' صحیح ابن خزیمہ: ۲۷۸۵' سنن کبریٰ: ۴۲۳۱' سنن بیہقی: ۴۲۳۱' مسند احمد ج ۳ ص ۳۰۵ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۴۲۷۹' ج ۲۲ ص ۱۸۲)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) مکی بن ابراہیم بن بشر بن فرقد الحنظلی التمیمی البلخی ابوالسکن' یہ ان رجال میں سے ہیں جو امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں' ان کی وفات بلخ میں ۲۱۴ھ میں ہوئی تھی' ان کی عمر ایک سو سال کے قریب تھی' علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ یہ مکہ مکرمہ کی طرف منسوب ہیں۔ اس پر یہ اعتراض ہے کہ یہ مکہ مکرمہ کی طرف منسوب نہیں تھے' بلکہ مکی ان کا نام ہے اور یہ بلخ کے رہنے والے تھے' اس کا جواب یہ ہے کہ علامہ کرمانی نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ یہ حقیقتاً مکہ کے رہنے والے تھے بلکہ یہ صورۃً مکہ مکرمہ کی طرف منسوب تھے (۲) عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج (۳) عطاء بن ابی رباح (۴) حضرت جابر بن عبداللہ الانصاری رضی اللہ عنہ۔

(عمدۃ القاری ج ۹ ص ۲۶۶)

اس حدیث کی اس باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو یہ حکم دیا کہ وہ اپنے احرام پر برقرار رہیں۔

حضرت سراقہ رضی اللہ عنہ کا تذکرہ

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت سراقہ کے قول کا ذکر کیا' یعنی حضرت جابر نے اپنی حدیث میں حضرت سراقہ کے قول کا ذکر

کیا۔حضرت سُراقہ کا پورا نام سُراقہ بن مالک بن جعشم ہے' انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے انیس احادیث روایت کی ہیں' امام بخاری نے ان میں سے صرف ایک حدیث روایت کی ہے' حضرت سُراقہ کے قول کا ذکر امام بخاری نے "باب عمرة التنعيم" میں کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ حضرت سُراقہ کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عقبہ میں ملاقات ہوئی' اس وقت آپ کنکریاں مار رہے تھے' حضرت سراقہ نے پوچھا: یارسول اللہ! یہ عمل آپ کے ساتھ خاص ہے یا ہمیشہ کے لیے ہے؟ آپ نے فرمایا: ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ہے۔
(صحیح البخاری:۱۷۸۵)

امام بخاری نے اس حدیث کو تفصیل سے "کتاب المغازی" میں ذکر کیا ہے۔
(عمدۃ القاری ج ۹ ص ۲۶۶' دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۵۵۸ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ الْهُذَلِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ قَالَ حَدَّثَنَا سُلَيْمُ ابْنُ حَيَّانَ قَالَ سَمِعْتُ مَرْوَانَ الْاَصْفَرَ' عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَدِمَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ' عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْيَمَنِ' فَقَالَ بِمَا اَهْلَلْتَ؟ قَالَ بِمَا اَهَلَّ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' فَقَالَ لَوْ لَا اَنَّ مَعِيَ الْهَدْيَ لَاَحْلَلْتُ. وَزَادَ مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ' عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَا اَهْلَلْتَ يَا عَلِيُّ؟ قَالَ بِمَا اَهَلَّ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' قَالَ فَاَهْدِ وَامْكُثْ حَرَامًا كَمَا اَنْتَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحسن بن علی الخلال الہذلی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الصمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سلیم بن حیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے مروان الاصفر سے سنا از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس یمن سے آئے تو آپ نے پوچھا: تم نے کس چیز کا احرام باندھا ہے؟ انہوں نے کہا: جس چیز کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام باندھا ہے' آپ نے فرمایا: اگر میرے ساتھ قربانی نہ ہوتی تو میں احرام کھول دیتا' اور محمد بن بکیر نے از ابن جریج یہ اضافہ کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: اے علی! تم نے کس چیز کا احرام باندھا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ جس چیز کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام باندھا ہے' آپ نے فرمایا: پس تم ھدی ساتھ لو اور اپنے احرام پر اسی طرح برقرار رہو۔

اس حدیث کی شرح بھی حسب سابق ہے' یعنی صحیح البخاری: ۱۵۵۷ کی مثل ہے۔

۱۵۵۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ' عَنْ قَيْسِ بْنِ مُسْلِمٍ' عَنْ طَارِقِ ابْنِ شِهَابٍ' عَنْ اَبِي مُوسٰى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ بَعَثَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى قَوْمٍ بِالْيَمَنِ' فَجِئْتُ وَهُوَ بِالْبَطْحَاءِ' فَقَالَ بِمَا اَهْلَلْتَ؟ قُلْتُ اَهْلَلْتُ كَاِهْلَالِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' قَالَ هَلْ مَعَكَ مِنْ هَدْيٍ؟ قُلْتُ لَا' فَاَمَرَنِي فَطُفْتُ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ' ثُمَّ اَمَرَنِي فَاَحْلَلْتُ' فَاَتَيْتُ امْرَاَةً

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از قیس بن مسلم از طارق بن شہاب از حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کے لوگوں کی طرف بھیجا' پس جب میں واپس آیا تو آپ مکہ کی وادی المحصب میں تھے' آپ نے پوچھا: تم نے کس چیز کا احرام باندھا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے احرام کی مثل احرام باندھا ہے' آپ نے پوچھا: کیا تمہارے ساتھ قربانی ہے؟ میں نے کہا: نہیں! تو آپ

مِنْ قَوْمِيْ، فَمَشَطَتْنِيْ، أَوْ غَسَلَتْ رَأْسِيْ. فَقَدِمَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهِ تَعَالٰى عَنْهُ فَقَالَ إِنْ نَّأْخُذْ بِكِتَابِ اللّٰهِ فَإِنَّهُ يَأْمُرُنَا بِالتَّمَامِ، قَالَ اللّٰهُ ﴿وَأَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ﴾ (البقرہ:١٩٦) وَإِنْ نَّأْخُذْ بِسُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَإِنَّهُ لَمْ يَحِلَّ حَتّٰى نَحَرَ الْهَدْيَ.

[اطراف الحدیث:١٥٦٥۔ ١٧٢٤۔ ١٧٩٥۔ ٤٣٤٦۔ ٤٣٩٧]

نے مجھے حکم دیا' سو میں نے بیت اللہ کا طواف کیا اور صفا اور مروہ میں سعی کی' پھر آپ نے مجھے احرام کھولنے کا حکم دیا' پھر میں اپنی قوم کی ایک عورت کے پاس گیا' اس نے میرے سر میں کنگھی کی یا میرا سر دھویا' پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آ کر کہا: اگر ہم کتاب اللہ پر عمل کریں تو وہ ہمیں (حج اور عمرہ کو) مکمل کرنے کا حکم دیتی ہے' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: حج اور عمرہ کو اللہ کے لیے مکمل کرو۔ (البقرہ: ۱۹۶) اور اگر ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کریں تو آپ نے جب تک قربانی نہیں کی' احرام کو نہیں کھولا۔

(صحیح مسلم:۱۲۲۱' الرقم المسلسل:۲۹۰۸' سنن نسائی: ۲۷۴۲' مسند ابوداؤد الطیالسی:۵۱۶۔ ۶۷' مسند احمد ج۱ ص۳۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۳۷۳۔ ج۱ ص۳۷۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبداللہ بن یوسف التنیسی ابومحمد (۲) سفیان الثوری (۳) قیس بن مسلم الجدلی (۴) طارق بن شہاب بن عبد شمس البجلی الاحمسی (۵) حضرت ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ' ان کا نام عبداللہ بن قیس ہے۔ (عمدۃ القاری ج۹ ص۲۶۹)

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے احرام کی مثل احرام باندھا۔

حضرت ابوموسیٰ کو یمن بھیجنے کی تاریخ' حضرت عمر کے تمتع سے منع کرنے کی توجیہ' حضرت علی اور حضرت ابوموسیٰ دونوں کے پاس ھدی نہیں تھی' پھر کیا وجہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو اپنے احرام پر برقرار رہنے کا حکم دیا اور حضرت ابوموسیٰ اشعری کو احرام کھولنے کا حکم دیا؟

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کے لوگوں کی طرف بھیجا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوموسیٰ کو اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو ۱۰ھ میں یمن کی طرف بھیجا تھا۔

اس حدیث میں ''البطحاء'' کا ذکر ہے' اس سے مراد مکہ میں وادی المحصب ہے۔

حضرت ابوموسیٰ اپنی قوم کی ایک عورت کے پاس گئے۔ یہ ان کے کسی بھائی کی بیوی تھیں اور ان کی محرم نہیں تھیں۔

پھر حضرت عمر نے آ کر کہا: اگر ہم کتاب اللہ پر عمل کریں.......... اس حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری نے بتایا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے حج کا احرام فسخ کر کے عمرہ کا احرام باندھ لیا تھا' حضرت عمر نے اس سے اختلاف کیا اور کہا کہ کتاب اور سنت دونوں سے یہ ثابت ہے کہ حج اور عمرہ کو پورا پورا کیا جائے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عمر نے حج کو فسخ کر کے عمرہ کرنے سے منع کیا ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تمتع کرنے سے بھی منع کیا ہے۔ علامہ مازری نے کہا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو تمتع کرنے سے منع کیا ہے' اس میں بھی حج کو فسخ کر کے عمرہ کرنے سے منع کیا ہے' ایک قول یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حج کے مہینے میں عمرہ کرنے سے پھر اسی سال حج کرنے سے منع کیا ہے' ایک قول

یہ ہے کہ حضرت عمر نے حج کے مہینے میں عمرہ کرنے سے اس لیے منع کیا ہے تا کہ حج افراد کی ترغیب دیں' جو فقط عمرہ کرنے سے افضل ہے اور ان کی یہ مراد نہیں تھی کہ اس مہینے میں عمرہ کو باطل اور عبث قرار دیں' پھر بعد میں بغیر کراہت کے تمتع کے جواز پر اجماع منعقد ہو گیا۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت علی اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ دونوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے احرام کی مثل احرام باندھا تھا' پھر کیا وجہ ہے کہ آپ نے حضرت علی کو تو ان کے احرام پر برقرار رکھا اور حضرت ابوموسیٰ اشعری کو احرام کھولنے کا حکم دیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت علی کے ساتھ ھدی یعنی قربانی تھی اور حضرت ابوموسیٰ اشعری کے ساتھ ھدی نہیں تھی' دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت علی کی طرف سے خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی روانہ کر دی تھی اور تیسرا جواب یہ ہے کہ یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خصوصیت تھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ھدی تھی' اس پر دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے یہ سوال نہیں کیا تھا کہ کیا آپ کے پاس قربانی ہے' جب کہ آپ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے یہ سوال کیا تھا کیونکہ آپ کو علم تھا کہ حضرت علی کے ساتھ ھدی ہے اور حضرت ابوموسیٰ اشعری کے ساتھ ھدی نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۲۶۷-۲۶۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۳- بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی ﴿اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ﴾ (البقرہ:۱۹۷)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: حج کے مہینے معروف ہیں اور جو شخص ان مہینوں میں (حج کی نیت کر کے) حج کو لازم کر لے' تو حج میں نہ عورتوں سے جماع کی باتیں ہوں نہ گناہ اور نہ جھگڑا۔ (البقرہ:۱۹۷)

امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کے نزدیک حج کی نیت کے ساتھ احرام باندھ کر تلبیہ پڑھنے یا حج کی نیت سے احرام باندھ کر قربانی کے گلے میں قلادہ (ہار) ڈال کر اس کو روانہ کرنے سے حج فرض ہو جاتا ہے' یا حج کی نیت سے احرام باندھ کر اشعار کرنے سے حج فرض ہو جاتا ہے۔ امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک تلبیہ کے بغیر حج کی نیت کے ساتھ احرام باندھنے سے حج فرض ہو جاتا ہے۔
(البحر المحیط ج ۲ ص ۲۷۹' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۲ھ)

امام احمد بن حنبل نے یہ تصریح کی ہے کہ حج کی نیت سے صرف احرام باندھنے سے حج فرض ہو جاتا ہے خواہ تلبیہ نہ پڑھا جائے۔
(زاد المسیر ج ۱ ص ۲۱۰' مکتب اسلامی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس آیت میں "رفث" سے مراد جماع ہے' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: "رفث" سے مراد عورتوں سے فحش کلام کرنا ہے اور "فسوق" سے مراد ہر قسم کے گناہ ہیں اور "جدال" سے مراد بحث مباحثہ میں غضب ناک ہونا ہے' یہ حضرت ابن مسعود کی رائے ہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: اس سے مراد گالی دینا ہے۔

(البحر المحیط ج ۲ ص ۲۸۱-۲۸۰' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۲ھ)

﴿يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ قُلْ هِيَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ﴾ (البقرہ:۱۸۹).

لوگ آپ سے ہلال (پہلی تاریخ کے چاند) کے متعلق دریافت کرتے ہیں آپ کہیے: یہ لوگوں کے (دینی اور دنیاوی کاموں) اور حج کے اوقات کی نشانیاں ہیں۔ (البقرہ:۱۸۹)

اسلام کے بہت سے احکام ہلال کے طلوع پر موقوف ہیں' مثلاً قربانی اور حج' عید الفطر' عید الاضحیٰ اور رمضان' عدت وفات کی گنتی

۴ ماہ دس دن اور جس کے حیض کی مدت تین ماہ ہو اس کی گنتی اور زکوۃ کی ادائیگی کے لیے ایک سال کا تعین ایلاء کے لیے ۴ ماہ کا تعین کفارہ کے روزوں کے لیے ۲ ماہ کا تعین ان تمام امور میں مدت کا تعین ہلال کے طلوع سے ہوتا ہے یہ تو دین کے احکام ہیں اور دنیا کے احکام میں مثلاً ۴ ماہ بعد کسی نے قرض ادا کرنا ہو یا کوئی اور معاملہ ہو تو وہ چاند پر موقوف ہے لوگ آپ سے چاند کے گھٹنے بڑھنے کی کیفیت اور اس کی ماہیت کے متعلق سوال کرتے تھے اللہ تعالیٰ نے جواب دیا کہ اس میں تمہارے دین اور دنیا کے کاموں اور خصوصاً حج کے اوقات کی نشانیاں ہیں۔ (تبیان القرآن ج ۱ ص ۱۹۰۔۱۸۹ فرید بک اسٹال لاہور)

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَشْهُرُ الْحَجِّ شَوَّالٌ، وَذُو الْقَعْدَةِ، وَعَشْرٌ مِّنْ ذِي الْحَجَّةِ.

اور حضرت ابن عمر نے کہا: حج کے مہینے شوال اور ذوالقعدہ اور ذوالحجہ کے دس دن ہیں۔

اس تعلیق کو امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ نے سند موصول کے ساتھ روایت کیا ہے۔

(جامع البیان ج ۲ ص ۳۱۰ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۲۱ھ)

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا مِنَ السُّنَّةِ اَنْ لَّا يُحْرِمَ بِالْحَجِّ اِلَّا فِيْ اَشْهُرِ الْحَجِّ.

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: سنت یہ ہے کہ حج کا احرام صرف حج کے مہینوں میں باندھا جائے۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

مقسم بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: حج کا احرام حج کے مہینوں کے سوا نہ باندھا جائے کیونکہ حج کی سنت یہ ہے کہ حج کا احرام حج کے مہینوں میں باندھا جائے۔ (المستدرک: ۱۶۸۴ المعجم الکبیر: ۱۲۰۸۳ مجمع الزوائد ج ۳ ص ۲۱۸)

امام شافعی کے نزدیک یہ واجب ہے کہ حج کا احرام حج کے مہینوں میں باندھا جائے اور جمہور علماء کے نزدیک یہ سنت ہے۔ حج کا احرام حج کے مہینوں سے پہلے بھی باندھا جاسکتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۲۷۵)

وَكَرِهَ عُثْمَانُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنْ يُّحْرِمَ مِنْ خُرَاسَانَ اَوْ كَرْمَانَ.

اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نزدیک یہ مکروہ ہے کہ خراسان یا کرمان سے احرام باندھا جائے۔

اس تعلیق کی اصل مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۲۸۳۸ مجلس علمی بیروت اور مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۲۶۹۳ دار الکتب العلمیہ بیروت میں ہے۔

۱۵۶۰ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبُوْ بَكْرٍ الْحَنَفِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا اَفْلَحُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ الْقَاسِمَ بْنَ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ اَشْهُرِ الْحَجِّ، وَلَيَالِي الْحَجِّ، وَحُرُمِ الْحَجِّ، فَنَزَلْنَا بِسَرِفَ، قَالَتْ فَخَرَجَ اِلٰى اَصْحَابِهٖ فَقَالَ مَنْ لَّمْ يَكُنْ مِّنْكُمْ مَعَهُ هَدْيٌ، فَاَحَبَّ اَنْ يَّجْعَلَهَا عُمْرَةً فَلْيَفْعَلْ، وَمَنْ كَانَ مَعَهُ الْهَدْيُ فَلَا. قَالَتْ فَالْاٰخِذُ بِهَا وَالتَّارِكُ لَهَا مِنْ اَصْحَابِهٖ، قَالَتْ فَاَمَّا رَسُوْلُ اللّٰهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے ابوبکر الحنفی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں افلح بن حمید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے قاسم بن محمد سے سنا از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا: ہم حج کے مہینوں میں اور حج کی راتوں میں اور حج کے موسم میں نکلے اور مقام سرف میں ٹھہرے حضرت عائشہ نے کہا: آپ اپنے اصحاب کی طرف نکلے اور فرمایا: تم میں سے جس شخص کے ساتھ ھدی (قربانی) نہیں ہے پس وہ پسند کرے تو اپنے احرام کو عمرہ کا احرام قرار دے لے اور جس کے ساتھ ھدی ہے وہ ایسا نہ کرے

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرِجَالٌ مِّنْ أَصْحَابِهِ، فَكَانُوا أَهْلَ قُوَّةٍ، وَكَانَ مَعَهُمُ الْهَدْيُ، فَلَمْ يَقْدِرُوا عَلَى الْعُمْرَةِ، قَالَتْ فَدَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا أَبْكِي، فَقَالَ مَا يُبْكِيكِ يَا هَنْتَاهُ؟ قُلْتُ سَمِعْتُ قَوْلَكَ لِأَصْحَابِكَ، فَمُنِعْتُ الْعُمْرَةَ، قَالَ وَمَا شَأْنُكِ؟ قُلْتُ لَا أُصَلِّي، قَالَ فَلَا يَضِيرُكِ، إِنَّمَا أَنْتِ امْرَأَةٌ مِنْ بَنَاتِ آدَمَ، كَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْكِ مَا كَتَبَ عَلَيْهِنَّ، فَكُونِي فِي حَجَّتِكِ، فَعَسَى اللّٰهُ أَنْ يَرْزُقَكِيهَا. قَالَتْ فَخَرَجْنَا فِي حَجَّتِهِ حَتَّى قَدِمْنَا مِنًى، فَطَهَرْتُ، ثُمَّ خَرَجْتُ مِنْ مِنًى، فَأَفَضْتُ بِالْبَيْتِ، قَالَتْ ثُمَّ خَرَجْتُ مَعَهُ فِي النَّفْرِ الْآخِرِ، حَتَّى نَزَلَ الْمُحَصَّبَ، وَنَزَلْنَا مَعَهُ، فَدَعَا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ أَبِي بَكْرٍ، فَقَالَ اخْرُجْ بِأُخْتِكَ مِنَ الْحَرَمِ، فَلْتُهِلَّ بِعُمْرَةٍ، ثُمَّ افْرُغَا، ثُمَّ ائْتِيَا هَا هُنَا، فَإِنِّي أَنْظُرُكُمَا حَتَّى تَأْتِيَانِي. قَالَتْ فَخَرَجْنَا، حَتَّى إِذَا فَرَغْتُ، وَفَرَغْتُ مِنَ الطَّوَافِ، ثُمَّ جِئْتُهُ بِسَحَرٍ، فَقَالَ هَلْ فَرَغْتُمْ؟ فَقُلْتُ نَعَمْ، فَآذَنَ بِالرَّحِيلِ فِي أَصْحَابِهِ، فَارْتَحَلَ النَّاسُ، فَمَرَّ مُتَوَجِّهًا إِلَى الْمَدِينَةِ. ضَيْرِ مِنْ ضَارَ يَضِيرُ ضَيْرًا، وَيُقَالُ ضَارَ يَضُورُ ضَوْرًا، وَضَرَّ يَضُرُّ ضَرًّا.

حضرت عائشہ نے بیان کیا: پس آپ کے اصحاب میں سے بعض اپنے احرام کو ترک کرنے والے تھے اور بعض اپنے احرام پر برقرار رہنے والے تھے' حضرت عائشہ نے بیان کیا: پس رہے رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب میں سے چند مرد تو وہ قوت والے تھے اور ان کے ساتھ ہدی (قربانی) تھی وہ عمرہ پر قادر نہ ہوئے' حضرت عائشہ نے بیان کیا: پس رسول اللہ ﷺ میرے پاس آئے' اور میں اس وقت رو رہی تھی' آپ نے پوچھا: اے بھولی بھالی! کیوں رو رہی ہے؟ میں نے کہا: آپ نے جو اپنے اصحاب سے فرمایا ہے وہ میں نے سن لیا ہے' تو میں عمرہ سے روک دی گئی ہوں' آپ نے پوچھا: اس کی کیا وجہ ہے؟ میں نے عرض کیا: میں نماز نہیں پڑھ رہی' تو آپ نے فرمایا: سو تمہیں کوئی نقصان نہیں ہے' تم آدم کی بیٹیوں میں سے ایک عورت ہو' اللہ نے تم پر وہ چیز لکھ دی ہے جو ان پر لکھ دی ہے' پس تم اپنے حج میں شروع ہو جاؤ' عنقریب اللہ تمہیں عمرہ عطا کر دے گا' حضرت عائشہ نے کہا: پس ہم اپنے حج کے لیے نکلے' حتیٰ کہ ہم منیٰ میں آئے' پھر میں پاک ہو گئی' پھر میں منیٰ سے نکلی اور میں نے بیت اللہ میں طواف زیارت کیا' حضرت عائشہ نے بیان کیا: میں دوسری جماعت کے ساتھ نکلی حتیٰ کہ آپ وادی المحصب میں اترے' اور ہم بھی آپ کے ساتھ اترے' پس آپ نے حضرت عبدالرحمان بن ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرمایا: اپنی بہن کو حرم سے لے کر روانہ ہو تو وہ عمرہ کا احرام باندھیں' پھر تم دونوں فارغ ہو کر یہاں آ جاؤ' پس میں تم دونوں کا انتظار کروں گا حتیٰ کہ تم دونوں میرے پاس آ جاؤ' حضرت عائشہ نے کہا: پس ہم نکلے حتیٰ کہ جب میں فارغ ہو گئی اور طواف (وداع) سے بھی فارغ ہو گئی تو میں آپ کے پاس سحری کے وقت پہنچی' آپ نے پوچھا: کیا تم لوگ فارغ ہو گئے؟ میں نے کہا: جی ہاں! پھر آپ نے اپنے اصحاب کو کوچ کرنے کا حکم دیا' پھر لوگ روانہ ہوئے' سو آپ مدینہ کی طرف متوجہ ہو کر گزرے۔ "ضیر" کا لفظ "ضار یضیر ضیرًا" سے ماخوذ ہے اور "ضار' یضور' ضورًا" اور "ضرّ یضرّ ضرًّا" بھی کہا جاتا ہے۔

اس حدیث کی مفصل اور مدلل شرح' صحیح البخاری: ۱۵۵۶ میں گزر چکی ہے۔

۳٤ - بَابُ التَّمَتُّعِ وَالْإِقْرَانِ وَالْإِفْرَادِ بِالْحَجِّ، وَفَسْخِ الْحَجِّ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ مَعَهُ هَدْيٌ

حج میں تمتع اور قران اور افراد اور جس کے ساتھ قربانی نہ ہو اس کا حج کے احرام کو فسخ کرنا

اگر عمرہ کر کے احرام کھول دیا جائے اور پھر دوبارہ آٹھ ذوالحجہ کو حج کا احرام باندھا جائے تو وہ حج تمتع ہے اور اگر عمرہ پورا کر کے حج کے احرام کو برقرار رکھا جائے' پھر حج کر کے احرام کھولا جائے تو وہ حج قران ہے اور اگر صرف حج کا احرام باندھا جائے تو وہ حج افراد ہے۔

١٥٦١ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مَنْصُوْرٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا نُرَى إِلَّا أَنَّهُ الْحَجُّ، فَلَمَّا قَدِمْنَا تَطَوَّفْنَا بِالْبَيْتِ، فَأَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَّمْ يَكُنْ سَاقَ الْهَدْيَ أَنْ يَّحِلَّ، فَحَلَّ مَنْ لَّمْ يَكُنْ سَاقَ الْهَدْيَ، وَنِسَاؤُهُ لَمْ يَسُقْنَ فَأَحْلَلْنَ، قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا فَحِضْتُ، فَلَمْ أَطُفْ بِالْبَيْتِ، فَلَمَّا كَانَتْ لَيْلَةُ الْحَصْبَةِ قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللَّهِ، يَرْجِعُ النَّاسُ بِعُمْرَةٍ وَّحَجَّةٍ، وَأَرْجِعُ أَنَا بِحَجَّةٍ؟ قَالَ وَمَا طُفْتِ لَيَالِيَ قَدِمْنَا مَكَّةَ؟ قُلْتُ لَا، قَالَ فَاذْهَبِي مَعَ أَخِيكِ إِلَى التَّنْعِيمِ، فَأَهِلِّي بِعُمْرَةٍ، ثُمَّ مَوْعِدُكِ كَذَا وَكَذَا. قَالَتْ صَفِيَّةُ مَا أُرَانِي إِلَّا حَابِسَتَهُمْ، قَالَ عَقْرَى حَلْقَى أَوَ مَا طُفْتِ يَوْمَ النَّحْرِ؟ قَالَتْ قُلْتُ بَلَى، قَالَ لَا بَأْسَ انْفِرِي. قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا فَلَقِيَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهُوَ مُصْعِدٌ مِّنْ مَّكَّةَ وَأَنَا مُنْهَبِطَةٌ عَلَيْهَا، أَوْ أَنَا مُصْعِدَةٌ وَّهُوَ مُنْهَبِطٌ مِّنْهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عثمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از منصور از ابراہیم از الاسود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے اور اس وقت ہماری نیت صرف حج کی تھی' پس جب ہم (مکہ) پہنچے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا کہ جو قربانی ساتھ نہیں لائے ہیں وہ احرام کھول دیں' پس جو قربانی ساتھ نہیں لائے تھے انہوں نے احرام کھول دیا اور آپ کی ازواج قربانی ساتھ نہیں لائی تھیں' سو انہوں نے بھی احرام کھول دیا' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: پھر مجھے حیض آ گیا تو میں نے بیت اللہ کا طواف نہیں کیا (اور حج کے باقی افعال کرتی رہی)' سو جب وادی محصب کی رات آئی تو میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا لوگ عمرہ اور حج کر کے لوٹیں گے اور میں صرف حج کر کے واپس جاؤں گی؟ آپ نے پوچھا: کیا تم نے مکہ کی راتوں میں طواف نہیں کیا تھا؟ میں نے کہا: نہیں! آپ نے فرمایا: تم اپنے بھائی کے ساتھ تنعیم تک جاؤ' پھر عمرہ کا احرام باندھ لو پھر فلاں اور فلاں جگہ تم سے ملاقات ہوگی' حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میں شاید آپ لوگوں کو روک لوں گی' آپ نے فرمایا: زخمی سر منڈی! کیا تم نے دس ذوالحجہ کو طواف نہیں کیا تھا؟ حضرت صفیہ نے کہا: کیوں نہیں! آپ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں ہے تم بھی چلو' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے ملے' آپ مکہ سے اوپر چڑھ رہے تھے اور میں مکہ کی طرف اتر رہی تھی' یا میں چڑھ رہی تھی اور آپ اتر رہے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٥٥٦ میں کر دی گئی ہے۔

۱۵۶۲ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ أَبِي الْأَسْوَدِ، مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ نَوْفَلٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ، فَمِنَّا مَنْ أَهَلَّ بِعُمْرَةٍ، وَمِنَّا مَنْ أَهَلَّ بِحَجَّةٍ وَّعُمْرَةٍ، وَمِنَّا مَنْ أَهَلَّ بِالْحَجِّ، وَأَهَلَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحَجِّ، فَأَمَّا مَنْ أَهَلَّ بِالْحَجِّ، أَوْ جَمَعَ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ، لَمْ يَحِلُّوْا حَتّٰى كَانَ يَوْمُ النَّحْرِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابو الاسود محمد بن عبدالرحمٰن ابن نوفل از عروہ بن الزبیر از حضرت عائشہ رضی اللہ' انہوں نے بیان کیا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حجۃ الوداع کے لیے نکلے' سو ہم میں سے بعض نے عمرہ کا احرام باندھا تھا اور بعض نے حج اور عمرہ کا احرام باندھا تھا اور بعض نے حج کا احرام باندھا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کا احرام باندھا تھا' پس جس نے حج کا احرام باندھا تھا یا حج اور عمرہ کو جمع کر کے احرام باندھا تھا' انہوں نے دس ذوالحجہ تک احرام نہیں کھولا۔

اس حدیث کی شرح کے لیے بھی' صحیح البخاری: ۱۵۵۶ کا مطالعہ فرمائیں۔

۱۵۶۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ عَلِيِّ ابْنِ حُسَيْنٍ، عَنْ مَرْوَانَ بْنِ الْحَكَمِ قَالَ شَهِدْتُ عُثْمَانَ وَعَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا وَعُثْمَانُ يَنْهٰى عَنِ الْمُتْعَةِ، وَأَنْ يُّجْمَعَ بَيْنَهُمَا، فَلَمَّا رَأٰى عَلِيٌّ أَهَلَّ بِهِمَا لَبَّيْكَ بِعُمْرَةٍ وَّحَجَّةٍ، قَالَ مَا كُنْتُ لِأَدَعَ سُنَّةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِقَوْلِ أَحَدٍ.

[طرف الحدیث: ۱۵۶۹]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از الحکم از علی بن حسین از مروان بن الحکم' انہوں نے بیان کیا کہ میں حضرت عثمان اور حضرت علی کے سامنے موجود تھا اور حضرت عثمان حج تمتع کرنے سے اور حج اور عمرہ کو جمع کرنے سے منع کر رہے تھے' حضرت علی نے یہ دیکھ کر یوں احرام باندھا: "لبیک بعمرة وحجة" یعنی قران کا احرام باندھا اور کہا: میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو کسی شخص کے قول کی بناء پر ترک نہیں کر سکتا۔

(صحیح مسلم: ۱۲۲۳' الرقم المسلسل: ۲۹۱۳' مسند البزار: ۵۲۷' مسند ابو یعلیٰ: ۳۴۲' مسند ابو داؤد الطیالسی: ۱۰۰' مسند احمد ج ۱ ص ۱۳۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۱۴۶- ج ۲ ص ۳۵۷-۳۵۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کے رجال کا اس سے پہلے تذکرہ ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ حضرت علی رضی اللہ نے حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندھا۔

حضرت عثمان اور حضرت علی کے درمیان حج تمتع کرنے کے متعلق مباحثہ کے فوائد

علامہ بدرالدین عینی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عالم کو جس چیز کا علم ہو' اس کا اظہار کرنا چاہیے اور اس کی تحقیق کے لیے حکام وغیرہ سے بحث کرنی چاہیے اور جو اس پر قادر ہو' اس کو مسلمانوں کی خیر خواہی کے لیے ایسا کرنا چاہیے۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عالم کے نزدیک جو شخص حق بات کا انکار کر رہا ہو' اس کو اس شخص کے اپنے قول اور عمل دونوں سے رد کرنا چاہیے' جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ نے کہا: اور حاکم کی اطاعت صرف اس چیز میں واجب ہے جو معروف اور صحیح ہو۔

اس حدیث سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا حلم معلوم ہوا کہ انہوں نے حاکم وقت ہونے کے باوجود اپنی مخالفت کرنے والے کو ملامت نہیں کی۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما تمتع کرنے سے منع کرتے تھے' تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ صرف قول صحابی ہے جو کتاب' سنت اور اجماع کے خلاف ہے' کتاب کے اس لیے خلاف ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ. (البقرہ:۱۹۶) سو جو شخص حج کے ساتھ عمرہ ملائے۔

اس آیت میں حج کے ساتھ عمرہ کو ملانے کا ذکر ہے اور اسی کا نام تمتع اور قران ہے' اور عمرہ کو حج کے ساتھ ملانے کی بہت احادیث ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۲۸۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

عمرہ اور حج کو جمع کرنے یعنی قران اور تمتع کے جواز کے متعلق دیگر احادیث

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حجۃ الوداع کے لیے نکلے' سو ہم میں سے بعض نے عمرہ کا احرام باندھا تھا' اور بعض نے حج اور عمرہ کا احرام باندھا تھا اور بعض نے (صرف) حج کا احرام باندھا' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کا احرام باندھا تھا' پس جس نے حج کا احرام باندھا تھا یا حج اور عمرہ کو جمع کر کے احرام باندھا تھا' انہوں نے دس ذوالحجہ تک احرام نہیں کھولا۔ (صحیح البخاری: ۱۵۶۲' صحیح مسلم: ۱۲۱۱' سنن ابوداؤد: ۱۷۸۱' سنن نسائی: ۲۷۶۴)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ اور حج کا احرام باندھا۔

(صحیح البخاری: ۴۳۵۴-۴۳۵۳' صحیح مسلم: ۱۲۳۲-۱۲۳۱)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے پیچھے سواری پر بیٹھا ہوا تھا اور لوگ حج اور عمرہ کو جمع کر کے پکار رہے تھے (لبیك بحجة وعمرة)۔ (صحیح البخاری: ۲۹۸۶)

جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حج اور عمرہ کو جمع کیا تو حضرت سراقہ بن مالک بن جعشم کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جمرہ عقبہ میں ملاقات ہوئی' اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کنکریاں مار رہے تھے' انہوں نے پوچھا: یا رسول اللہ! یہ آپ کے لیے خاص ہے یا ہمیشہ کے لیے ہے؟ آپ نے فرمایا: ہمیشہ کے لیے ہے۔ (صحیح البخاری: ۱۷۸۵' صحیح مسلم: ۱۲۱۶)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہم حجۃ الوداع کے سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ روانہ ہوئے' پس ہم نے عمرہ کا احرام باندھا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کے ساتھ قربانی ہے پس وہ حج کے ساتھ عمرہ کا احرام باندھے' پھر وہ اس وقت تک احرام نہیں کھولے گا جب تک کہ وہ ان دونوں سے فارغ نہیں ہو جائے گا۔

(صحیح البخاری: ۱۵۵۶' صحیح مسلم: ۱۲۱۱' سنن ابوداؤد: ۱۷۸۱' سنن نسائی: ۲۷۶۴)

ابونضرہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما حج تمتع کرنے کا حکم دیتے تھے اور حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما اس سے منع کرتے تھے تو میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے اس کا ذکر کیا تو انہوں نے کہا: میرے ہاتھوں سے یہ حدیث گردش کرتی رہی ہے' ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج تمتع کیا ہے' پس جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے کہا: بے شک اللہ اپنے رسول کے لیے جو چاہتا ہے جس طرح چاہتا ہے حلال کر دیتا ہے' اور بے شک قرآن اپنی نزول کی جگہوں میں نازل ہوا ہے' پس تم حج اور عمرہ کو (الگ الگ) پورا کرو۔ الحدیث' دوسری روایت میں ہے: پس تم اپنے حج کو اپنے عمرہ سے منفصل رکھو' یہ تمہارے حج کو زیادہ پورا کرنے والا ہے اور تمہارے عمرہ کو بھی زیادہ پورا کرنے والا ہے۔ (صحیح مسلم: ۱۲۱۷)

حضرت عمران رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں تمتع کیا اور قرآن نازل ہو رہا تھا' ایک شخص نے اپنی رائے سے جو چاہا کہا۔ (صحیح البخاری: ۱۵۷۱)

الحارث بن نوفل بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت سعد بن ابی وقاص اور الضحاک بن قیس سے سنا' وہ دونوں حج تمتع کا ذکر کر رہے تھے' الضحاک بن قیس نے کہا: تمتع وہی شخص کرے گا جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے جاہل ہو' حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ نے کہا: تم نے بہت بُری بات کہی ہے' اے میرے بھتیجے! الضحاک بن قیس نے کہا: حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ نے تمتع کرنے سے منع کیا ہے' حضرت سعد بن ابی وقاص نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج تمتع کیا ہے اور ہم نے آپ کے ساتھ حج تمتع کیا ہے۔

(سنن ترمذی ج ۲ ص ۸۲۳' مسند احمد ج ۱ ص ۲۴۶)

حضرت انس رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: "لبیک بعمرة و حجة" (حج اور عمرہ کے ساتھ لبیک)۔ (سنن ترمذی: ۸۲۱' مسند احمد ج ۳ ص ۱۱۱)

سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے سنا' اہل شام سے ایک شخص حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ سے حج تمتع کے متعلق سوال کر رہا تھا' حضرت عبداللہ بن عمر نے کہا: وہ حلال ہے' اس شخص نے کہا: تمہارے والد تو اس سے منع کرتے تھے! حضرت عبداللہ بن عمر نے کہا: یہ بتاؤ کہ میرے والد تمتع سے منع کرتے ہوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمتع کیا ہو تو کیا ہم اپنے والد کے حکم کی اتباع کریں گے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی؟ اس شخص نے کہا: بلکہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی اتباع کریں گے۔ حضرت عبداللہ بن عمر نے کہا: تو بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمتع کیا تھا۔ امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(سنن ترمذی: ۸۲۴' مسند احمد ج ۲ ص ۹۵)

تنبیہ: ہم نے جو حج اور عمرہ کو جمع کرنے کے جواز میں احادیث ذکر کی ہیں' ان میں سے بعض احادیث میں یہ ذکر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمتع کیا ہے اور ہم نے اس سے پہلے یہ بیان کیا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قران کیا ہے اور یہ تعارض ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ان احادیث میں مجازاً تمتع سے مراد عام ہے یعنی حج اور عمرہ کو جمع کرنا خواہ یہ جمع کرنا قران کی صورت میں ہو یا تمتع کی صورت میں۔

حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما جو حج تمتع سے منع کرتے تھے' اس کے متعلق شارحین کی آراء

علامہ ابو العباس احمد بن عمر بن ابراہیم المالکی القرطبی المتوفی ۶۵۶ ھ لکھتے ہیں:

احرام کی تین قسمیں ہیں: افراد' قران اور تمتع' اور ان کے جواز پر اجماع ہے' اختلاف اس میں ہے کہ ان میں سے افضل کون سا ہے' جس تمتع میں حضرت عثمان اور حضرت علی کا اختلاف ہوا' اس کی تاویل کرنے والوں میں اختلاف ہے۔ حضرت عثمان کی رائے یہ تھی کہ ایک سفر اور ایک عمل میں حج اور عمرہ کو جمع کرنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص تھا اور ان کے ساتھ مخصوص تھا جو حجۃ الوداع میں آپ کے ساتھ تھے اور حضرت علی رضی اللہ کی رائے یہ تھی کہ یہ ان کے ساتھ مخصوص نہیں ہے' پس ان دونوں کا اختلاف اس میں تھا کہ افضل کون سا عمل ہے' حضرت عثمان کی رائے یہ تھی کہ صرف حج افراد کرنا افضل ہے اور حضرت علی رضی اللہ کی رائے یہ تھی کہ تمتع کرنا افضل ہے' کیونکہ امت کا اس پر اجماع ہے کہ ان میں سے ہر ایک جائز ہے' حضرت عثمان نے یہ کہا تھا کہ ہمیں یہ خوف تھا کہ حج افراد کرنے والے کا اجر حج تمتع کرنے والے سے زیادہ ہوگا' اور حضرت علی کا یہ خیال تھا کہ اگر لوگوں نے حضرت عثمان کی رائے کو سنا جب کہ ان کی اقتداء کی جاتی ہے تو اس کے نتیجہ میں تمتع اور قران متروک ہو جائے گا' اس لیے حضرت علی نے ان کے سامنے قران کا احرام باندھا تا کہ یہ معلوم

ہو جائے کہ ان میں سے ہر ایک عمل جائز ہے یا حضرت علی کے نزدیک تمتع اور قران کرنا افراد سے افضل تھے' اس لیے کہ تمتع اور قران میں حج اور عمرہ کے دو عمل ہیں' اور افراد میں صرف ایک حج کا عمل ہے۔

حضرت عثمان کی جو رائے تھی وہی حضرت عمر رضی اللہ کی بھی رائے تھی اور ان دونوں کے نزدیک حج افراد کرنا حج تمتع اور حج قران سے افضل تھا۔ (المفہم ج ۳ ص ۳۵۰۔۳۴۹' دار ابن کثیر' بیروت' ۱۴۲۰ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حجۃ الوداع میں قربانی لے کر نہ چلنے والے اپنے اصحاب سے فرمایا تھا کہ تم حج کے احرام کو فسخ کر کے عمرہ کا احرام باندھ لو' اس میں قریش کے اس اعتقاد کو رد کرنا تھا جو حج کے ایام میں عمرہ کرنے سے منع کرتے تھے' اور اس کی ابتداء حدیبیہ میں ہوئی تھی کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب نے عمرہ کا احرام باندھا ہوا تھا اور وہ ذوالقعدہ کا مہینہ تھا اور وہ حج کے مہینوں سے ہے اور اس وقت صحابہ خوف زدہ تھے' کیونکہ ان کے اور مشرکین کے درمیان جنگ ہو چکی تھی اور مشرکین نے ان کو بیت اللہ تک جانے سے روکا تھا اور ان کے اور ان کے عمرہ کے درمیان حائل ہو گئے تھے اور یہ پہلا عمرہ تھا جو حج کے مہینوں میں کیا گیا تھا' پھر اس کے بعد جو اس عمرہ کی قضا ہوئی وہ بھی ذوالقعدہ کے مہینہ میں ہوئی تھی' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مبالغہ کے ساتھ اس کی تاکید کا ارادہ کیا' حتیٰ کہ صحابہ کو حکم دیا کہ وہ حج کے عمرہ کو فسخ کر کے عمرہ کا احرام باندھ لیں تو حضرت عثمان رضی اللہ کی مراد یہ تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وجہ سے حج کے احرام کو فسخ کر کے عمرہ کا احرام باندھنے کا حکم دیا تھا۔

حضرت عثمان تمتع اور قران دونوں کو جائز سمجھتے تھے لیکن ان کے نزدیک حج افراد افضل تھا' اس لیے وہ تمتع اور قران سے منع کرتے تھے' حضرت عمر رضی اللہ کی بھی یہی رائے تھی لیکن حضرت علی کو یہ خوف تھا کہ ان کے بعد کوئی تمتع اور قران کو حرام نہ سمجھ لے' اس لیے انہوں نے حضرت عثمان کے سامنے قران کا احرام باندھا اور حضرت عثمان نے ان سے کوئی تعرض نہیں کیا۔

(فتح الباری ج ۳ ص ۱۳۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

واضح رہے کہ حافظ ابن حجر نے جو یہ بیان کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کے اس اعتقاد کا رد کرنے کے لیے حج کے احرام کو فسخ کر کے عمرہ کا احرام باندھنے کا حکم دیا کہ مشرکین یہ سمجھتے تھے کہ حج کے ایام میں عمرہ کرنا جائز نہیں ہے' اس کا اس بات سے کیا تعلق ہے کہ حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ تمتع اور قران سے منع کرتے تھے اور اس بات میں ان کے منع کرنے کی کیا مناسبت ہے؟

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی لکھتے ہیں:

حضرت عمر اور حضرت عثمان کے منع کرنے پر علماء صحابہ نے رد کیا اور ان پر انکار کیا اور حق ان انکار کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۹ ص ۲۸۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

مصنف کے نزدیک حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ' ایام حج میں عمرہ اور حج کو جمع کرنے سے اس لیے منع کرتے تھے کہ اگر لوگوں نے ان ایام میں عمرہ بھی کر لیا تو وہ دوبارہ عمرہ کرنے نہیں آئیں گے اور ان کو یہ ناپسند تھا کہ بیت اللہ عبادت گزاروں سے خالی رہے' ان کا منشاء یہ تھا کہ لوگ پھر دوبارہ عمرہ کرنے آئیں' تاہم وہ ایام حج میں حج اور عمرہ کے جمع کرنے کو ناجائز اور حرام نہیں کہتے تھے' ان کے نزدیک یہ خلاف اولیٰ تھا لیکن جمہور صحابہ' فقہاء تابعین اور ائمہ مجتہدین کے نزدیک اولیٰ یہی ہے کہ ایام حج میں تمتع اور قران کیا جائے کیونکہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے اور مصنف کے نزدیک بھی اولیٰ یہی ہے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۸۵۸۔ ج ۳ ص ۴۴۳ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

① تمتع کے بارے میں حضرت علی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے مذاکرہ کی تفصیل ② حج کے احرام کو فسخ کرنے کی صحابہ کے ساتھ خصوصیت ③ عمرے پر تمتع کا اطلاق۔

١٥٦٤ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا ابْنُ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ كَانُوا يَرَوْنَ أَنَّ الْعُمْرَةَ فِي أَشْهُرِ الْحَجِّ مِنْ أَفْجَرِ الْفُجُورِ فِي الْأَرْضِ، وَيَجْعَلُونَ الْمُحَرَّمَ صَفَرًا، وَيَقُولُونَ إِذَا بَرَأَ الدَّبَرْ، وَعَفَا الْأَثَرْ، وَانْسَلَخَ صَفَرْ، حَلَّتِ الْعُمْرَةُ لِمَنِ اعْتَمَرْ. قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابُهُ صَبِيحَةَ رَابِعَةٍ مُهِلِّينَ بِالْحَجِّ، فَأَمَرَهُمْ أَنْ يَجْعَلُوهَا عُمْرَةً، فَتَعَاظَمَ ذَلِكَ عِنْدَهُمْ، فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَيُّ الْحِلِّ؟ قَالَ حِلٌّ كُلُّهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن طاؤس نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ عرب لوگ (زمانہ جاہلیت میں) یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ حج کے مہینوں میں عمرہ کرنا زمین میں بہت بڑا گناہ ہے اور وہ محرم کو صفر قرار دیتے تھے اور وہ کہتے تھے کہ جب اونٹ کی پیٹھ ٹھیک ہو جائے اور زخم کا نشان مٹ جائے اور صفر کا مہینہ گزر جائے' تب عمرہ کرنے والے کے لیے عمرہ جائز ہو جائے گا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب چار ذوالحجہ کی صبح کو (مکہ میں) حج کا احرام باندھے ہوئے آئے تھے' پھر آپ نے یہ حکم دیا تھا کہ احرام کو فسخ کر کے عمرہ کا احرام باندھ لو' اس لیے یہ حکم ان پر گراں گزرا' پس انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! پھر ہمارے لیے کون سی چیز حلال ہو گی؟ آپ نے فرمایا: سب چیزیں حلال ہو جائیں گی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۰۸۵ میں گزر چکی ہے' تاہم بعض مشکل جملوں کی وضاحت کی جارہی ہے۔

زمانہ جاہلیت میں عربوں کا مہینوں کو مؤخر کرنا اور اسلام کا اس غلط رسم کو مٹانا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ذوالحجہ میں صرف اس لیے عمرہ کیا تھا تاکہ مشرکین کے اس اعتقاد کا رد کیا جائے کہ ایام حج میں عمرہ کرنا جائز نہیں ہے۔

مشرکین زمانہ جاہلیت میں مہینوں کو مؤخر کرتے رہتے تھے' وہ محرم کو صفر قرار دیتے اور اس مہینہ میں قتال کرنے کو حلال کر لیتے اور محرم کے مہینہ میں جو قتال حرام تھا اس کو مؤخر کر دیتے' اور بعض اوقات وہ سال کے تیرہ یا چودہ مہینے بنا لیتے تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۹ ص ۲۸۶۔۲۸۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

اللہ تعالیٰ نے ان کا رد کرتے ہوئے فرمایا:

إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِنْهَآ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَآفَّةً كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَآفَّةً

بے شک اللہ کے نزدیک مہینوں کی تعداد اللہ کی کتاب میں بارہ ماہ ہے' جس دن سے اس نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا' ان میں سے چار مہینے حرمت والے ہیں' یہی دین مستقیم ہے' سو ان مہینوں میں تم اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو' اور تم تمام مشرکین سے قتال

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ۝ اِنَّمَا النَّسِيْٓءُ زِيَادَةٌ فِي الْكُفْرِ يُضَلُّ بِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُحِلُّوْنَهٗ عَامًا وَّيُحَرِّمُوْنَهٗ عَامًا لِّيُوَاطِـُٔوْا عِدَّةَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ فَيُحِلُّوْا مَا حَرَّمَ اللّٰهُ زُيِّنَ لَهُمْ سُوْٓءُ اَعْمَالِهِمْ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ۝ (التوبہ: ۳۶-۳۷)

کرو جیسا کہ وہ تم سب سے قتال کرتے ہیں' اور یاد رکھو کہ اللہ متقین کے ساتھ ہے۝ مہینہ کو مؤخر کرنا محض کفر ہے اس سے کافروں کو گم راہ کیا جاتا ہے' وہ کسی مہینہ کو ایک سال حلال قرار دیتے ہیں اور اسی مہینہ کو دوسرے سال حرام قرار دیتے ہیں' تاکہ اللہ کے حرام کیے ہوئے مہینوں کی تعداد پوری کرلیں' پھر جس کو اللہ نے حرام کیا ہے اس کو حلال کرلیں' ان کے بُرے کام ان کے لیے خوش نما بنا دیئے گئے ہیں' اور اللہ کافروں کو ہدایت نہیں دیتا۝

حرمت والے مہینے

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زمانہ گھوم کر اپنی اصلی شکل پر آچکا ہے' جب اللہ نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا تھا' سال کے بارہ مہینے ہیں' ان میں سے چار حرمت والے مہینے ہیں' تین مہینے متواتر ہیں: ذوالقعدہ' ذوالحجہ اور محرم' اور قبیلہ مضر کا رجب جو جمادی اور شعبان کے درمیان ہے۔ (صحیح البخاری: ۴۶۶۲)

مشرکین کا حرمت والے مہینوں کو مؤخر کرنے کی وجہ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اس کو رد فرمانا

مشرکین حرمت والے مہینوں کو مؤخر کرتے رہتے تھے' ان کے رد میں یہ آیات نازل ہوئی ہیں' محرم حرمت والا مہینہ تھا' اس میں قتال حرام تھا' مشرکین عرب لوٹ مار اور قتل و غارت کرنے والے لوگ تھے اور ذوالقعدہ' ذوالحجہ اور محرم یہ تین مہینے متواتر حرمت والے تھے' ان تین مہینوں میں قتال سے رکنا مشرکین عرب کے لیے بہت مشکل اور دشوار تھا' انہیں جب محرم کے مہینہ میں کسی سے لڑنے کی ضرورت پیش آتی تو وہ محرم کے مہینہ کو مؤخر کر دیتے اور صفر کے مہینہ کو محرم قرار دیتے اور اصل محرم کے مہینہ میں قتال کر لیتے' اسی طرح وہ ہر سال محرم کے مہینہ کو ایک ماہ مؤخر کرتے رہتے تھے' حتیٰ کہ جس سال نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کیا' اس سال گیارہ مرتبہ محرم کا مہینہ مؤخر ہو کر اپنی اصل ہیئت پر آچکا تھا' اس لیے آپ نے فرمایا: زمانہ گھوم کر اپنی اصل ہیئت پر آچکا ہے' جس ہیئت پر وہ اس وقت تھا' جب اللہ نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا تھا۔ (تبیان القرآن ج ۵ ص ۱۳۲-۱۳۳' فرید بک سٹال' لاہور)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۹۰۵۔ ج ۳ ص ۴۶۸ پر مذکور ہے' وہاں اس کی بہت مختصر شرح کی گئی ہے۔

١٥٦٥ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَيْسِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ' عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَدِمْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَمَرَهٗ بِالْحِلِّ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از قیس بن مسلم از طارق بن شہاب از حضرت ابی موسیٰ رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس (یمن سے حجۃ الوداع میں) آیا' آپ نے انہیں حکم دیا کہ وہ عمرہ کر کے احرام کھول دیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۵۵۹ میں گزر چکی ہے۔

١٥٦٦ - حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ. ح. وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ' عَنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی' (ح)

نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنْ حَفْصَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا، زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهَا قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، مَا شَأْنُ النَّاسِ حَلُّوْا بِعُمْرَةٍ، وَلَمْ تَحْلِلْ أَنْتَ مِنْ عُمْرَتِكَ؟ قَالَ إِنِّيْ لَبَّدْتُ رَأْسِيْ، وَقَلَّدْتُ هَدْيِيْ، فَلَا أَحِلُّ حَتّٰى أَنْحَرَ.

[اطراف الحدیث: ۱۶۹۷-۱۷۲۵-۴۳۹۸-۵۹۱۶]

اور ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما از حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم، انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! کیا وجہ ہے کہ لوگوں نے عمرہ کر کے احرام کھول دیا اور آپ نے ابھی تک عمرہ کرنے کے بعد احرام نہیں کھولا؟ آپ نے فرمایا: میں نے اپنے سر کے بالوں کو چپکا لیا تھا اور اپنی قربانی کے گلے میں ہار ڈال دیا تھا تو میں جب تک نحر (قربانی) نہ کرلوں احرام نہیں کھولوں گا۔

(صحیح مسلم: ۱۲۲۹، الرقم المسلسل: ۲۹۳۲، سنن ابوداؤد: ۱۸۰۶، سنن نسائی: ۲۶۸۲، سنن ابن ماجہ: ۳۰۴۶، سنن کبریٰ: ۳۶۶۲، شرح مشکل الآثار: ۴۳۱۰-۴۳۱۱، سنن بیہقی ج ۵ ص ۱۳-۱۲، المعجم الکبیر: ۳۱۱، ج ۲۳، مسند احمد ج ۶ ص ۲۸۳ طبع قدیم، مسند احمد: ۲۶۴۲۴- ج ۴۴ ص ۲۴، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حج قران کی دلیل اور دیگر مسائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس محرم نے ہدی بھیج دی ہو، وہ عمرہ کرنے کے بعد احرام نہیں کھولے گا حتیٰ کہ حج کا احرام باندھ کر اس کے عمل سے فارغ ہو جائے، اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ اس وقت تک احرام نہیں کھولے گا جب تک کہ اپنی ہدی کی قربانی نہ کرلے اور یہ امام ابوحنیفہ اور امام احمد کا قول ہے۔

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حج قران کیا تھا کیونکہ آپ نے عمرہ کرنے کے بعد احرام نہیں کھولا حتیٰ کہ آپ حج سے فارغ ہو گئے، اسی لیے آپ نے شروع میں اپنے بالوں کو چپکا کر جما لیا تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۲۸۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث، شرح صحیح مسلم: ۲۸۸۰- ج ۳ ص ۴۵۴ پر مذکور ہے، اس کی شرح کا عنوان ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حج قران ہونے پر دلیل۔

۱۵۶۷ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنَا أَبُوْ جَمْرَةَ، نَصْرُ بْنُ عِمْرَانَ الضُّبَعِيُّ، قَالَ تَمَتَّعْتُ، فَنَهَانِيْ نَاسٌ، فَسَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا، فَأَمَرَنِيْ، فَرَأَيْتُ فِي الْمَنَامِ كَأَنَّ رَجُلًا يَقُوْلُ لِيْ حَجٌّ مَبْرُوْرٌ، وَعُمْرَةٌ مُتَقَبَّلَةٌ، فَأَخْبَرْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ، فَقَالَ سُنَّةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ لِيْ أَقِمْ عِنْدِيْ فَأَجْعَلُ لَكَ سَهْمًا مِنْ مَالِيْ، قَالَ شُعْبَةُ فَقُلْتُ لِمَ؟ فَقَالَ لِلرُّؤْيَا الَّتِيْ رَأَيْتُ. [طرف الحدیث: ۱۶۸۸]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوجمرہ نصر بن عمران الضبعی نے خبر دی، انہوں نے کہا: میں نے حج تمتع کیا تو مجھے بعض لوگوں نے منع کیا، پس میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کیا تو انہوں نے مجھے تمتع کرنے کا حکم دیا، پھر میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص مجھ سے کہہ رہا ہے: (تمہارا) حج مقبول ہے اور عمرہ بھی مقبول ہے، پھر میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو اس کی خبر دی، تو انہوں نے بتایا کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے، پھر حضرت ابن عباس نے فرمایا: تم میرے پاس ٹھہرو حتیٰ کہ میں تمہیں اپنے مال سے حصہ دوں۔ شعبہ نے کہا: میں نے ابوجمرہ

سے پوچھا: اس کی کیا وجہ تھی؟ تو انہوں نے کہا: اس خواب کی وجہ
سے جو میں نے دیکھا تھا۔

(صحیح مسلم: ۱۲۴۲ الرقم المسلسل: ۲۹۶۳ مسند ابوداؤد الطیالسی: ۲۷۴۹ المعجم الکبیر: ۱۲۹۶۲ سنن بیہقی ج ۵ ص ۱۹ صحیح ابن حبان: ۱۷۲ مسند احمد ج ۱ ص ۲۴۱ طبع قدیم مسند احمد: ۲۱۵۸۔ ج ۴ ص ۵۵ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

نیک عالم کے خواب سے شرعی مسئلہ پر استدلال اپنے موقف کی تائید پر انعام دینا اور عالم کا علم پر نذرانہ لینا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں میں تعاون کرنے کا بیان ہے کیونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ابوجمرہ کو تمتع کرنے کا حکم دیا' ابوجمرہ کو بعض لوگوں نے تمتع کرنے سے منع کیا تھا' ان کے نزدیک ایک سفر میں اور ایک احرام میں حج اور عمرہ کو جمع کرنے سے اجر میں کمی کا خطرہ تھا' اس لیے انہوں نے ان کو حج افراد کرنے کا حکم دیا' پھر انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا' اور انہوں نے فرمایا: تم تمتع کرو' پھر انہوں نے خواب دیکھا جس سے معلوم ہوا کہ یہ حج اور عمرہ مقبول ہے اور جب انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو یہ خواب سنایا تو وہ اس سے بہت خوش ہوئے کہ اس خواب سے ان کے بتائے ہوئے مسئلہ کی تائید ہوگئی' اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص خوشی کی خبر سنائے' اس کو انعام دینا چاہیے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سچے خوابوں سے بیداری کے کاموں پر تائید حاصل ہو جاتی ہے اور کیوں نہ ہو کہ مؤمن کا سچا خواب نبوت کے چھیالیس اجزاء میں سے ایک جز ہے' اس حدیث میں یہ بھی دلیل ہے کہ عالم کو علم پر اجرت لینی جائز ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۲۹۰ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

١٥٦٨ - حَدَّثَنَا أَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ شِهَابٍ قَالَ قَدِمْتُ مُتَمَتِّعًا مَكَّةَ بِعُمْرَةٍ، فَدَخَلْنَا قَبْلَ التَّرْوِيَةِ بِثَلَاثَةِ أَيَّامٍ، فَقَالَ لِيْ أُنَاسٌ مِّنْ أَهْلِ مَكَّةَ تَصِيْرُ الْآنَ حَجَّتُكَ مَكِّيَّةً، فَدَخَلْتُ عَلٰى عَطَاءٍ أَسْتَفْتِيْهِ فَقَالَ حَدَّثَنِيْ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّهُ حَجَّ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ سَاقَ الْبُدْنَ مَعَهُ، وَقَدْ أَهَلُّوْا بِالْحَجِّ مُفْرَدًا، فَقَالَ لَهُمْ أَحِلُّوْا مِنْ إِحْرَامِكُمْ بِطَوَافِ الْبَيْتِ وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَقَصِّرُوْا ثُمَّ أَقِيْمُوْا حَلَالًا، حَتّٰى إِذَا كَانَ يَوْمُ التَّرْوِيَةِ فَأَهِلُّوْا بِالْحَجِّ، وَاجْعَلُوا الَّتِيْ قَدِمْتُمْ بِهَا مُتْعَةً. فَقَالُوْا كَيْفَ نَجْعَلُهَا مُتْعَةً، وَقَدْ سَمَّيْنَا الْحَجَّ؟ فَقَالَ افْعَلُوْا مَا أَمَرْتُكُمْ، فَلَوْ لَا أَنِّيْ سُقْتُ الْهَدْيَ لَفَعَلْتُ مِثْلَ الَّذِيْ أَمَرْتُكُمْ، وَلٰكِنْ لَا يَحِلُّ مِنِّيْ حَرَامٌ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهُ. فَفَعَلُوْا. قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوشہاب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں تمتع کی حالت میں عمرہ کا احرام باندھ کر مکہ مکرمہ آیا' ہم آٹھ ذوالحجہ سے تین دن پہلے مکہ پہنچے تھے' مجھ سے اہل مکہ کے لوگوں نے کہا: اب تمہارا حج مکی ہو جائے گا' پھر میں نے عطاء کے پاس جا کر مسئلہ پوچھا' انہوں نے کہا: مجھے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما نے حدیث بیان کی ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس دن حج کیا جس دن انہوں نے قربانی کے جانور آپ کے ساتھ روانہ کیے' ان لوگوں نے حج افراد کا احرام باندھا ہوا تھا تو آپ نے ان سے فرمایا: تم لوگ طواف اور صفا اور مروہ کے درمیان سعی کر کے اپنا احرام کھول دو' اور اپنے بال کاٹ لو' پھر اسی طرح بغیر احرام کے ٹھہرے رہو حتیٰ کہ جب آٹھ ذوالحجہ کا دن ہو تو تم حج کا احرام باندھ لینا اور اپنے پہلے طواف اور سعی کے ساتھ اس کو ملا کر حج تمتع کر لو انہوں نے کہا: ہم اس کو تمتع کیسے کریں ہم نے تو احرام باندھتے

اَبُوْ شِهَابٍ لَيْسَ لَهُ مُسْنَدٌ إِلَّا هٰذَا.

وقت صرف حج (افراد) کی نیت کی تھی؟ آپ نے فرمایا: وہی کرو جس کا میں نے حکم دیا ہے پس اگر میں نے ھدی (قربانی) روانہ نہ کی ہوتی تو میں بھی اسی طرح کرتا جس کا میں نے تمہیں حکم دیا ہے لیکن (میں کیا کروں کہ) جب تک قربانی اپنے محل (منیٰ) میں نہ پہنچ جائے تو احرام کی وجہ سے جو چیز مجھ پر حرام ہو چکی ہے وہ حلال نہیں ہو سکتی' تو پھر ان لوگوں نے ایسا ہی کرلیا۔ امام بخاری نے کہا: ابوشہاب سے صرف یہی ایک حدیث مسند (متصل) مروی ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۵۵۷ میں گزر چکی ہے۔

١٥٦٩ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْاَعْوَرُ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ قَالَ اِخْتَلَفَ عَلِيٌّ وَعُثْمَانُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا، وَهُمَا بِعُسْفَانَ، فِي الْمُتْعَةِ، فَقَالَ عَلِيٌّ مَا تُرِيْدُ إِلٰى اَنْ تَنْهٰى عَنْ اَمْرٍ فَعَلَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا رَاٰى ذٰلِكَ عَلِيٌّ اَهَلَّ بِهِمَا جَمِيْعًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حجاج بن محمد الاعور نے حدیث بیان کی از شعبہ از عمرو بن مرہ از سعید بن المسیب' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت علی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما تمتع کے متعلق اختلاف کر رہے تھے اور وہ دونوں عسفان میں تھے' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ کا صرف یہ ارادہ ہے کہ آپ اس کام سے منع کریں جس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے' راوی نے کہا: جب حضرت علی نے یہ دیکھا تو حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۵۶۳ میں گزر چکی ہے۔

٣٥ - بَابُ مَنْ لَبّٰى بِالْحَجِّ وَسَمَّاهُ

جس نے لبیک پڑھتے ہوئے حج کا نام لیا

١٥٧٠ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ اَيُّوْبَ قَالَ سَمِعْتُ مُجَاهِدًا يَقُوْلُ حَدَّثَنَا جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَدِمْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ نَقُوْلُ لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ بِالْحَجِّ، فَاَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلْنَاهَا عُمْرَةً.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ایوب' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے مجاہد کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ ہمیں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما نے حدیث بیان کی' انہوں نے بیان کیا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور اس وقت ہم یہ پڑھ رہے تھے: "لبیک اللّٰھم لبیک بالحج" (جب ہم مکہ پہنچے) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ حکم دیا کہ ہم حج کے احرام کو عمرہ کر دیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۵۵۷ میں گزر چکی ہے۔

٣٦ - بَابُ التَّمَتُّعِ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں حج تمتع کرنا

۱۵۷۱ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ حَدَّثَنِي مُطَرِّفٌ عَنْ عِمْرَانَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ تَمَتَّعْنَا عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، وَنَزَلَ الْقُرْاٰنُ ، قَالَ رَجُلٌ بِرَأْيِهِ مَا شَاءَ. [طرف الحدیث:۴۵۱۸]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی از قتادہ' انہوں نے بیان کیا کہ مجھے مطرف نے حدیث بیان کی از حضرت عمران رضی اللہ عنہ' انہوں نے کہا: ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں تمتع کیا اور قرآن نازل ہوا' اور ایک شخص نے محض اپنی رائے سے جو چاہا کہا۔

(صحیح مسلم:۱۲۲۶' الرقم المسلسل:۲۹۲۰' سنن ابن ماجہ:۲۹۷۸' مسند البزار:۳۵۸۷' سنن کبریٰ:۱۱۰۳۲' المعجم الکبیر:۲۸۳۔ج۱۸' مسند احمد ج۴ص۴۳۶ طبع قدیم' مسند احمد:۱۹۹۰۷۔ج۳۳ص۱۳۹۔۱۳۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) موسیٰ بن اسماعیل ابوسلمہ المنقری التبوذکی (۲) ھمام بن یحییٰ بن دینار العوذی (۳) قتادہ بن دعامہ (۴) مطرف بن الشخیر (۵) حضرت عمران بن الحصین رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج۹ص ۲۹۳۔ ۲۹۲)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں تمتع کیا۔

تمتع یا قران کی تائید میں قرآن مجید کی آیت اور حدیث میں مذکور شخص کا مصداق

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: قرآن نازل ہوا۔ اس سے یہ آیت مراد ہے:

فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ. (البقرہ:۱۹۶) تو جو شخص حج کے ساتھ عمرہ ملائے۔

اس حدیث میں مذکور ہے: ایک شخص نے محض اپنی رائے سے جو چاہا کہا۔

علامہ ابن جوزی نے کہا: اس سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مراد ہیں۔

علامہ ابن التین نے کہا: ہوسکتا ہے کہ اس سے حضرت ابوبکر یا حضرت عمر یا حضرت عثمان رضی اللہ عنہم مراد ہوں۔

علامہ قرطبی اور علامہ نووی نے کہا: اس سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ مراد ہیں۔

(عمدۃ القاری ج۹ص ۲۹۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۱۵۶۳ میں ملاحظہ فرمائیں۔

۳۷ - بَابُ تَفْسِيْرِ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ اَهْلُهٗ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾ (البقرہ:۱۹۶)

اس آیت کی تفسیر: یہ (حج تمتع کا) حکم اس شخص کے لیے ہے جس کے اہل وعیال مسجد حرام (مکہ مکرمہ) کے رہنے والے نہ ہوں۔ (البقرہ:۱۹۶)

اہل حرم کے مصداق میں اختلاف فقہاء اور اہل مکہ کے لیے تمتع اور قران کے بلا کراہت جواز میں اختلاف ائمہ

مسجد حرام کے رہنے والوں کے مصداق میں فقہاء کا اختلاف ہے' داؤد ظاہری اور ایک جماعت نے کہا: اس سے مراد خاص اہل

مکہ ہیں' یہ نافع اور عبدالرحمٰن بن ھرمز الاعرج کی روایت ہے' اور یہ امام مالک کا قول ہے کہ اس کا مصداق اہل مکہ' ذی طویٰ اور اس کے مشابہ ہیں اور رہے اہل منیٰ اور مناهل مثل قدید اور مرالظہران اور عسفان' سوان پر دم ہے' امام ابوحنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ اس سے مراد اہل مواقیت ہیں اور جو مکہ کے پار رہتے ہیں اور یہ عطاء اور مکحول کا قول ہے اور یہی امام شافعی کا عراق کے متعلق قول ہے' اور امام شافعی اور امام احمد نے یہ بھی کہا ہے کہ جو شخص حرم سے اتنی مسافت پر رہتا ہو' جس میں نماز قصر نہیں کی جاتی تو اس کا شمار مسجد حرام کے رہنے والوں میں ہوگا اور امام شافعی' امام احمد' امام مالک اور داؤد ظاہری کے نزدیک اہل مکہ کے لیے تمتع اور قران مکروہ نہیں ہے اور اگر انہوں نے تمتع کیا تو ان پر دم لازم نہیں ہے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک اہل مکہ کے لیے تمتع اور قران مکروہ ہے اور اگر انہوں نے تمتع یا قران کیا تو ان پر بہ طور جبر دم لازم ہے اور مکہ سے ماوراء رہنے والوں کے لیے تمتع اور قران مستحب ہیں اور ان پر بہ طور شکر دم لازم ہے۔

١٥٧٢ - وَقَالَ أَبُو كَامِلٍ فُضَيْلُ بْنُ حُسَيْنٍ الْبَصْرِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو مَعْشَرٍ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ ابْنُ غِيَاثٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّهُ سُئِلَ عَنْ مُتْعَةِ الْحَجِّ؟ فَقَالَ أَهَلَّ الْمُهَاجِرُونَ وَالْأَنْصَارُ وَأَزْوَاجُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ وَأَهْلَلْنَا، فَلَمَّا قَدِمْنَا مَكَّةَ، قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِجْعَلُوْا إِهْلَالَكُمْ بِالْحَجِّ عُمْرَةً، إِلَّا مَنْ قَلَّدَ الْهَدْيَ. طُفْنَا بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، وَنَسَكْنَا مَنَاسِكَنَا وَأَتَيْنَا النِّسَاءَ، وَلَبِسْنَا الثِّيَابَ، وَقَالَ مَنْ قَلَّدَ الْهَدْيَ فَإِنَّهُ لَا يَحِلُّ لَهُ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهُ. ثُمَّ أَمَرَنَا عَشِيَّةَ التَّرْوِيَةِ أَنْ نُهِلَّ بِالْحَجِّ، فَإِذَا فَرَغْنَا مِنَ الْمَنَاسِكِ، جِئْنَا فَطُفْنَا بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، فَقَدْ تَمَّ حَجُّنَا وَعَلَيْنَا الْهَدْيُ، كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالَى ﴿فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ إِذَا رَجَعْتُمْ﴾ (البقرۃ:١٩٦). إِلٰى أَمْصَارِكُمْ، الشَّاةُ تَجْزِيُّ، فَجَمَعُوْا نُسُكَيْنِ فِي عَامٍ بَيْنَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ، فَإِنَّ اللّٰهَ تَعَالَى أَنْزَلَهُ فِي كِتَابِهِ، وَسَنَّهُ نَبِيُّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَبَاحَهُ لِلنَّاسِ غَيْرَ أَهْلِ مَكَّةَ، قَالَ اللّٰهُ ﴿ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ أَهْلُهُ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾. (البقرۃ:١٩٦) وَأَشْهُرُ الْحَجِّ الَّتِي ذَكَرَ اللّٰهُ تَعَالَى شَوَّالٌ، وَذُو الْقَعْدَةِ، وَذُو الْحَجَّةِ، فَمَنْ تَمَتَّعَ فِي هٰذِهِ الْأَشْهُرِ،

اور ابو کامل فضیل بن حسین البصری نے کہا: ہمیں ابومعشر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عثمان بن غیاث نے حدیث بیان کی از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' ان سے حج تمتع کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا: مہاجرین اور انصار اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج نے حجۃ الوداع میں احرام باندھا اور ہم نے احرام باندھا' پس جب ہم مکہ میں آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنے حج کے احرام کو عمرہ کا احرام کر دو ماسوا ان کے جنہوں نے قربانی کے گلے میں ہار ڈال دیا ہے' ہم نے بیت اللہ میں طواف کیا اور صفا اور مروہ میں سعی کی اور ہم نے حج کے افعال کر لیے اور ہم ازواج کے پاس گئے اور ہم نے سلے ہوئے کپڑے پہن لیے اور آپ نے فرمایا: جس نے قربانی کے گلے میں ہار ڈالا ہے' اس کے لیے احرام کھولنا جائز نہیں ہے حتیٰ کہ قربانی اپنے محل میں پہنچ جائے' پھر آپ نے آٹھ ذوالحجہ کی شام کو ہمیں حج کا احرام باندھنے کا حکم دیا' پھر جب ہم حج کے افعال سے فارغ ہو گئے تو ہم مکہ میں آئے' پس ہم نے بیت اللہ کا طواف کیا اور صفا اور مروہ میں سعی کی' پھر ہمارا حج مکمل ہو گیا اور ہم پر قربانی کرنا لازم ہو گئی' جس طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: تو جو شخص حج کے ساتھ عمرہ ملائے تو وہ ایک قربانی کرے جس کو وہ آسانی کے ساتھ کر سکے' اور جو قربانی نہ کر سکے وہ تین روزے ایام حج میں رکھے اور سات روزے جب تم لوٹ آؤ۔ (البقرۃ:١٩٦) اپنے شہروں میں تو بکری کفایت کرے گی' پس انہوں نے حج اور عمرہ کے درمیان دو قربانیاں جمع کیں' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی کتاب میں نازل کیا ہے اور اس کے نبی نے

فَعَلَیْهِ دَمٌ اَوْ صَوْمٌ وَالرَّفَثُ الْجِمَاعُ، وَالْفُسُوْقُ الْمَعَاصِیْ، وَالْجِدَالُ الْمِرَاءُ.

اس کو سنت قرار دیا ہے اور اہل مکہ کے سوا (دوسرے) لوگوں کے لیے اس کو مباح قرار دیا' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ (حج تمتع کا) حکم اس شخص کے لیے ہے جس کے اہل وعیال مسجد حرام (مکہ مکرمہ) کے رہنے والے نہ ہوں۔ (البقرہ:۱۹۶) اور حج کے مہینے جن کا اللہ نے ذکر کیا ہے' وہ شوال اور ذوالقعدہ اور ذوالحجہ ہیں' پس جس نے ان مہینوں میں تمتع کیا تو اس کے اوپر قربانی ہے یا روزے ہیں۔ اور ''الرفث'' کا معنی جماع ہے اور ''فسوق'' کا معنی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہے اور ''الجدال'' کا معنی جھگڑا ہے۔

اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابوکامل فضیل بن حسین الجحدری' یہ ۲۳۷ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) ابومعشر' ان کا نام یوسف بن یزید البراء ہے (۳) عثمان بن غیاث (۴) عکرمہ مولیٰ ابن عباس (۵) حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۲۹۵)

مشکل اور مبہم الفاظ کے معانی اور تفصیل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: پس جب ہم مکہ میں آئے' اس کا معنی ہے: جب ہم مکہ کے قریب پہنچ گئے کیونکہ یہ مقام سرف کا واقعہ ہے۔

تم اپنے حج کے احرام کو عمرہ کا احرام کر دو: یہ ان سے خطاب ہے جنہوں نے حج افراد کا احرام باندھا تھا۔

اور ہم نے حج کے افعال کر لیے: یعنی وقوف عرفات کر لیا اور المزدلفہ میں رات گزار لی اور منیٰ میں کنکریاں مار لیں وغیرہ۔

پھر جب ہم حج کے افعال سے فارغ ہو گئے: یعنی وقوف عرفات سے' المزدلفہ میں رات گزارنے سے اور عید کے دن کنکریاں مارنے سے اور سر منڈانے سے۔

تمتع کی تعریف' شرائط اور تمتع کی قربانی میسر نہ ہونے کی صورت میں دس روزوں کے رکھنے کے مقام میں مذاہب ائمہ

اس حدیث میں تمتع کی مشروعیت کی دلیل ہے اور تمتع کرنے والے کی دو قسمیں ہیں' ایک وہ ہے جس نے ھدی (قربانی) روانہ کر دی ہو' اس کے لیے اس وقت تک احرام کھولنا جائز نہیں ہے جب تک قربانی اپنے محل میں نہ پہنچ جائے' اور دوسری قسم وہ ہے جس نے پہلے ھدی (قربانی) روانہ نہ کی ہو' یہ شخص عمرہ کرنے کے بعد احرام کھول دے گا' پھر آٹھ ذوالحجہ کو حج کا احرام باندھے گا۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مکہ میں رہنے والے کے لیے تمتع کرنا جائز نہیں ہے اور جمہور کے نزدیک تمتع کی تعریف یہ ہے کہ کوئی شخص عمرہ اور حج کو ایک سفر میں' حج کے مہینہ میں ایک سال میں جمع کرے اور وہ عمرہ کو مقدم کرے اور وہ شخص مکہ کا رہنے والا نہ ہو' ان میں سے کوئی ایک شرط بھی فوت ہو گئی تو وہ شخص تمتع کرنے والا نہیں ہو گا' جس شخص کو قربانی میسر نہ ہو' وہ ایام حج میں تین دن کے روزے رکھے گا' امام ابوحنیفہ کے نزدیک افضل یہ ہے کہ وہ سات' آٹھ اور نو ذوالحجہ کے روزے رکھے' اس امید پر کہ ان دنوں میں ہو

سکتا ہے' اس کو قربانی میسر ہو جائے تو وہ اصل کے مطابق قربانی کرلے' اور سات روزوں میں مستحب یہ ہے کہ وہ اپنے گھر پہنچنے کے بعد یہ روزے رکھے' اگرچہ ایام تشریق کے بعد مکہ میں اور راستہ میں بھی ان روزوں کو رکھنا جائز ہے۔ یہ مجاہد اور عطاء سے منقول ہے' امام مالک کا بھی یہی قول ہے' اور ان کے نزدیک ایام تشریق میں بھی ان روزوں کا رکھنا جائز ہے' یہ حضرت ابن عمر اور حضرت عائشہ کا قول ہے اور حضرت علی رضی اللہ کے نزدیک یہ ناجائز ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایام تشریق میں روزے رکھنے سے منع فرمایا ہے' امام احمد کے نزدیک اس میں کوئی حرج نہیں ہے' امام شافعی کے اس مسئلہ میں چار قول ہیں' زیادہ صحیح یہ ہے کہ اپنے گھر پہنچ کر یہ روزے رکھے' دوسرا قول یہ ہے کہ جب وہ مکہ سے لوٹ رہا ہو تو یہ روزے رکھے' تیسرا قول یہ ہے کہ جب منٰی سے مکہ جا رہا ہو' تب یہ روزے رکھے' چوتھا قول یہ ہے کہ افعال حج سے فارغ ہونے کے بعد یہ روزے رکھے۔

ایام حج میں جو تین روزے رکھنے ہیں' اگر وہ نہیں رکھ سکا تو پھر امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس پر قربانی کرنا لازم ہے اور امام شافعی کے اس مسئلہ میں چھ اقوال ہیں: (۱) اب وہ روزے نہیں رکھے گا اور قربانی کرے گا (۲) اس پر دس روزے رکھنا لازم ہیں' وہ ایک ایک دن کا فصل کر کے روزے رکھے (۳) مطلقاً دس دن کے روزے رکھے (۴) صرف چار دن کا فصل کرے (۵) روانگی کی مدت کے اعتبار سے فصل کرے (۶) چار دن کا فصل کرے اور روانگی کی مدت کے اعتبار سے فصل کرے۔

(عمدۃ القاری ج ۹ ص ۲۹۶۔۲۹۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۸ - بَابُ الْاِغْتِسَالِ عِنْدَ دُخُوْلِ مَكَّةَ
مکہ میں دخول کے وقت غسل کرنا

۱۵۷۳ - حَدَّثَنِیْ یَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَیَّةَ قَالَ اَخْبَرَنَا اَیُّوْبُ' عَنْ نَّافِعٍ قَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اِذَا دَخَلَ اَدْنَی الْحَرَمِ اَمْسَكَ عَنِ التَّلْبِیَةِ' ثُمَّ یَبِیْتُ بِذِیْ طُوًی' ثُمَّ یُصَلِّیْ بِهِ الصُّبْحَ وَیَغْتَسِلُ' وَیُحَدِّثُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَانَ یَفْعَلُ ذٰلِكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے یعقوب بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن علیہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے خبر دی از نافع' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ جب حرم کی سرحد کے قریب پہنچتے تو لبیک کہنا موقوف کر دیتے' پھر ذی طویٰ میں رات گزارتے' پھر لوگوں کے ساتھ صبح کی نماز پڑھتے اور غسل کرتے اور یہ بیان کرتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی طرح کرتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۵۵۳ میں گزر چکی ہے۔

تنبیہ: ذی طویٰ ایک کنواں یا ایک جگہ ہے جو مکہ سے ایک میل کے فاصلہ پر ہے' علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ یہ غسل تمام علماء کے نزدیک مستحب ہے' حضرت ابن عمر رضی اللہ کبھی یہ غسل کرتے تھے اور کبھی نہیں کرتے تھے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت ابن عمر تلبیہ کہنا کیوں ترک کرتے تھے حالانکہ وہ محرم ہوتے تھے' اس کا جواب یہ ہے کہ ان کے نزدیک اس کی یہ تاویل تھی کہ وہ اب اس جگہ پہنچ گئے ہیں جہاں کے لیے ان کو بلایا گیا تھا اور وہ اب تلبیہ کی جگہ تکبیر اور تسبیح پڑھتے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۲۹۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۹ - بَابُ دُخُوْلِ مَكَّةَ نَهَارًا اَوْ لَیْلًا
دن یا رات کے وقت مکہ میں داخل ہونا

بَاتَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِذِیْ طُوًی حَتّٰی اَصْبَحَ' ثُمَّ دَخَلَ مَكَّةَ' وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِیَ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ذی طویٰ میں رات گزاری حتیٰ کہ صبح کو مکہ میں داخل ہوئے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ یہ فعل کرتے تھے۔

اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَفْعَلُهٗ.

اس تعلیق کی اصل اسی باب کی حدیث میں سند کے ساتھ مذکور ہے۔

١٥٧٤ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِيْ نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ بَاتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذِيْ طُوًى حَتّٰى أَصْبَحَ ثُمَّ دَخَلَ مَكَّةَ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَفْعَلُهٗ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از عبید اللہ انہوں نے کہا: مجھے نافع نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ذی طویٰ میں رات گزاری حتیٰ کہ صبح ہوگئی پھر آپ مکہ میں داخل ہوئے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بھی اسی طرح کرتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٥٥٣ میں گزر چکی ہے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ٢٩٤٠۔ ج ٣ ص ٨٣٤ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

٤٠ - بَابٌ مِنْ أَيْنَ يَدْخُلُ مَكَّةَ
مکہ میں کہاں سے داخل ہو؟

١٥٧٥ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَعْنٌ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْخُلُ مَكَّةَ مِنَ الثَّنِيَّةِ الْعُلْيَا وَيَخْرُجُ مِنَ الثَّنِيَّةِ السُّفْلٰى. [طرف الحدیث:١٥٧٦] (صحیح مسلم:١٢٥٧' الرقم المسلسل:٢٩٨٧' سنن ابوداؤد:١٨٦٦' سنن نسائی:٢٨٦٥)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے معن نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں الثنیۃ العلیاء سے داخل ہوتے تھے اور الثنیۃ السفلیٰ سے مکہ سے باہر نکلتے تھے۔

الثنیۃ العلیاء اور الثنیۃ السفلیٰ کا معنی اور مکہ میں دخول اور خروج کے وقت راستہ بدلنے کی حکمتیں

مکہ مکرمہ سے مدینہ کی طرف جو گھاٹی ہے اس کو الثنیۃ العلیاء کہتے ہیں اور مدینہ منورہ سے شام کی طرف جو گھاٹی ہے اس کو الثنیۃ السفلیٰ کہتے ہیں۔ (زاد المعاد ج ٣ ص ٤٦٩' دار الفکر' بیروت' ١٤١٩ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم جانب علیا (بلندی کی جانب) سے مکہ میں داخل ہوتے اور جانب سفلیٰ (پستی کی جانب) سے مکہ سے باہر آتے' اس میں حکمت یہ تھی کہ ہمارے جد مکرم حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نداء بلندی کی جانب سے تھی' اس لیے بلندی کی جانب سے مکہ میں داخل ہونا اس کے مناسب تھا اور مکہ سے باہر آنے کے لیے اس کے برعکس جانب تناسب تھی۔

ایک قول یہ ہے کہ جو بلندی کی جانب سے مکہ میں داخل ہوگا' اس کا منہ بیت اللہ کی جانب ہوگا۔

دوسرا قول یہ ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کے وقت مکہ مکرمہ سے نکلے تھے تو پوشیدگی کے ساتھ مکہ سے نکلے تھے اور اب چونکہ اسلام کا غلبہ ہو چکا تھا' اس لیے آپ بلندی کی جانب سے مکہ میں داخل ہوئے تاکہ آپ کو داخل ہوتے ہوئے سب دیکھ لیں۔

تیسرا قول یہ ہے کہ آپ ایک جانب سے مکہ میں داخل ہوئے اور دوسری جانب سے مکہ سے نکلے تاکہ مکہ کی ہر جانب کو آپ کی برکت حاصل ہو جائے' اور آپ ہر جانب کھڑے ہو کر دعا کریں۔

چوتھا قول یہ ہے کہ مکہ کی ہر طرف آنے اور جانے سے دین اسلام کے غلبہ اور سر بلندی کا ظہور ہوتا ہے تا کہ منافقین اور دشمنانِ اسلام کے سینوں میں آگ بھڑکے۔

پانچواں قول یہ ہے کہ آپ نے جس طرح عید کے دن آنے اور جانے کے راستہ کو تبدیل کیا تھا' اسی طرح مکہ میں دخول اور خروج کے وقت بھی راستہ کو تبدیل کیا' تا کہ رش کم ہو (اور ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ دو رویہ ٹریفک کے اصول کی بھی اصل یہی حدیث ہے۔ سعیدی غفرلہٗ)۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۲۹۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۹۴۶۔ ج ۳ ص ۴۸۲ پر ہے' وہاں اس کی بہت مختصر شرح ہے۔

۴۱ - بَابٌ مِنْ اَيْنَ يَخْرُجُ مِنْ مَكَّةَ

مکہ سے کہاں سے باہر نکلے؟

۱۵۷۶ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدُ بْنُ مُسَرْهَدٍ الْبَصْرِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ مَكَّةَ مِنْ كَدَاءٍ، مِنَ الثَّنِيَّةِ الْعُلْيَا الَّتِيْ بِالْبَطْحَاءِ، وَيَخْرُجُ مِنَ الثَّنِيَّةِ السُّفْلٰى. قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ كَانَ يُقَالُ هُوَ مُسَدَّدٌ كَاسْمِهٖ، قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ مَعِيْنٍ يَقُوْلُ سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ سَعِيْدٍ يَقُوْلُ لَوْ اَنَّ مُسَدَّدًا اَتَيْتُهٗ فِيْ بَيْتِهٖ فَحَدَّثْتُهٗ لَاسْتَحَقَّ ذٰلِكَ، وَمَا اُبَالِيْ كُتُبِيْ كَانَتْ عِنْدِيْ اَوْ عِنْدَ مُسَدَّدٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد بن مسرھد البصری نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از عبید اللہ از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں کداء سے الثنیۃ العلیاء کی جانب سے داخل ہوئے جو بطحاء (پتھریلے میدان) میں ہے اور الثنیۃ السفلیٰ سے مکہ سے باہر آئے۔ امام بخاری کہتے ہیں کہ یہ مسدد اپنے نام کی مثل ہے' امام بخاری کہتے ہیں کہ میں نے یحییٰ بن معین کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے' وہ کہتے ہیں: میں نے یحییٰ بن سعید سے سنا ہے کہ اگر میں مسدد کے پاس اس کے گھر جاؤں اور اس کو حدیث بیان کروں تو وہ اس کا مستحق ہے اور مجھے اس کی پرواہ نہیں کہ میری کتابیں خواہ میرے پاس ہوں یا مسدد کے پاس ہوں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۵۷۵ میں گزر چکی ہے۔

فائدہ: مسدد کا عربی میں معنی مضبوط اور درست ہے' امام بخاری کی مراد یہ ہے کہ مسدد اپنے نام کی طرح حدیث کی روایت میں مضبوط اور درست تھے گویا مسدد ثقہ اور درست تھے۔

کداء مکہ کے نزدیک ایک پہاڑ ہے اور کدیٰ دوسرا پہاڑ ہے جو یمن کے راستہ پر ہے۔

۱۵۷۷ - حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ هِشَامِ ابْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا جَاءَ اِلٰى مَكَّةَ، دَخَلَ مِنْ اَعْلَاهَا، وَخَرَجَ مِنْ اَسْفَلِهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحمیدی اور محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' ان دونوں نے کہا: ہمیں سفیان بن عیینہ نے حدیث بیان کی از ہشام بن عروہ از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں داخل ہوتے تو اس کی بلند جانب سے داخل ہوتے اور جب مکہ سے باہر نکلتے تو اس کی نچلی جانب سے نکلتے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۵۷۵ میں گزر چکی ہے۔

١٥٧٨ - حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ الْمَرْوَزِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَامَ الْفَتْحِ مِنْ كَدَاءٍ وَخَرَجَ مِنْ كُدًا مِنْ أَعْلٰى مَكَّةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمود بن غیلان المروزی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن عروہ نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے سال کداء سے داخل ہوئے اور کدا سے نکلے مکہ کی بلند جانب سے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۵۷۶ میں گزر چکی ہے۔

١٥٧٩ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَمْرٌو عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَامَ الْفَتْحِ مِنْ كَدَاءٍ أَعْلٰى مَكَّةَ قَالَ هِشَامٌ وَكَانَ عُرْوَةُ يَدْخُلُ عَلٰى كِلْتَيْهِمَا مِنْ كَدَاءٍ وَكُدًا وَأَكْثَرُ مَا يَدْخُلُ مِنْ كَدَاءٍ وَكَانَتْ أَقْرَبَهُمَا إِلٰى مَنْزِلِهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن وہب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمرو نے خبر دی از ہشام بن عروہ از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے سال مکہ کی بلند جانب کداء سے داخل ہوئے۔ ہشام نے کہا: عروہ دونوں جانبوں سے داخل ہوتے تھے کداء سے اور کدا سے اور زیادہ تر کداء سے داخل ہوتے تھے اور وہ ان کے گھر سے زیادہ قریب تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۵۷۶ میں گزر چکی ہے۔

١٥٨٠ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا حَاتِمٌ عَنْ هِشَامٍ عَنْ عُرْوَةَ قَالَ دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفَتْحِ مِنْ كَدَاءٍ مِنْ أَعْلٰى مَكَّةَ. وَكَانَ عُرْوَةُ أَكْثَرَ مَا يَدْخُلُ مِنْ كَدَاءٍ وَكَانَ أَقْرَبَهُمَا إِلٰى مَنْزِلِهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن عبدالوہاب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حاتم نے حدیث بیان کی از ہشام از عروہ' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے سال مکہ کی بلند جانب کداء سے داخل ہوئے اور عروہ زیادہ تر کداء سے داخل ہوتے تھے' اور وہ ان کے گھر سے زیادہ قریب تھا۔

اس حدیث کی شرح بھی' صحیح البخاری: ۱۵۷۶ میں گزر چکی ہے۔

١٥٨١ - حَدَّثَنَا مُوسٰى قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفَتْحِ مِنْ كَدَاءٍ وَكَانَ عُرْوَةُ يَدْخُلُ مِنْهُمَا كِلَيْهِمَا وَأَكْثَرُ مَا يَدْخُلُ مِنْ كَدَاءٍ أَقْرَبِهِمَا إِلٰى مَنْزِلِهِ. قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ كَدَاءٌ وَكُدًا مَوْضِعَانِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از والد خود' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے سال کداء سے داخل ہوئے اور عروہ ان دونوں سے داخل ہوتے تھے اور زیادہ تر وہ کداء سے داخل ہوتے تھے' وہ ان کے گھر کے زیادہ قریب تھا۔ امام بخاری نے کہا: کداء اور کدا دو جگہیں ہیں۔

اس حدیث کی شرح بھی' صحیح البخاری: ۱۵۷۶ میں گزر چکی ہے۔

۴۲ - بَابُ فَضْلِ مَكَّةَ وَبُنْيَانِهَا

مکہ کی فضیلت اور کعبہ کی تعمیر کا بیان

وَقَوْلِهِ تَعَالٰى ﴿وَإِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَأَمْنًا وَاتَّخِذُوا مِن مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى وَعَهِدْنَا إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ أَن طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْعَاكِفِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ۝ وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ اجْعَلْ هَٰذَا بَلَدًا آمِنًا وَارْزُقْ أَهْلَهُ مِنَ الثَّمَرَاتِ مَنْ آمَنَ مِنْهُم بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ قَالَ وَمَن كَفَرَ فَأُمَتِّعُهُ قَلِيلًا ثُمَّ أَضْطَرُّهُ إِلَىٰ عَذَابِ النَّارِ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ۝ وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرَاهِيمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَإِسْمَاعِيلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ۝ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِن ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ وَأَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ﴾ (البقرہ:۱۲۸۔۱۲۵).

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد: اور (یاد کیجئے) جب ہم نے بیت اللہ (کعبہ) کو لوگوں کے لیے معبد اور امن کی جگہ بنا دیا اور مقامِ ابراہیم کو نماز پڑھنے کی جگہ بنالو اور ہم نے ابراہیم اور اسماعیل سے تاکیداً فرمایا کہ میرے گھر کو طواف کرنے والوں' اعتکاف کرنے والوں' رکوع کرنے والوں اور سجدہ کرنے والوں کے لیے پاک رکھو۝ اور (یاد کرو) جب ابراہیم نے کہا: اے میرے رب! اس جگہ کو امن والا شہر بنا دے اور اس میں رہنے والوں میں سے جو اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان لائیں ان کو پھلوں سے رزق عطا فرما' فرمایا: اور جس نے کفر کیا میں اس کو (بھی) تھوڑا سا فائدہ پہنچاؤں گا' پھر اس کو مجبور کر کے دوزخ میں ڈالوں گا اور وہ کیا ہی بُرا ٹھکانا ہے۝ اور (یاد کیجئے) جب ابراہیم اور اسماعیل کعبہ کی بنیادیں اٹھا رہے تھے (اور اس وقت وہ یہ دعا کر رہے تھے:) اے ہمارے رب! ہم سے قبول فرما! بے شک تو بہت ہی سننے والا خوب جاننے والا ہے۝ اور اے ہمارے رب! ہمیں خاص اپنی فرماں برداری پر برقرار رکھ' اور ہماری اولاد میں ایک امت کو خاص اپنا فرماں بردار کر' اور ہمیں حج کی عبادت بتا' اور ہماری توبہ قبول فرما! بے شک تو ہی بہت توبہ قبول فرمانے والا' بہت رحم فرمانے والا ہے۝

(البقرہ:۱۲۸۔۱۲۵)

''مثابۃً'' کا معنی

ان آیتوں میں ''مثابۃً'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: لوٹنے کی جگہ کیونکہ جو شخص بھی بیت اللہ سے واپس آتا ہے' وہ سیر نہیں ہوتا' اور وہ پھر دوبارہ وہاں جاتا ہے یا جانا چاہتا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کا معنی ہو: اجر و ثواب کی جگہ' کیونکہ عبادت پر جس قدر اجر و ثواب یہاں ملتا ہے اور کہیں نہیں ملتا۔

''امنًا'' کا معنی

اس کا معنی ہے: امن کی جگہ' ہر چند کہ یہ بیت اللہ کی صفت ہے لیکن اس سے مراد پورا حرم ہے۔

اس پر تمام ائمہ کا اتفاق ہے کہ کعبہ میں کسی پر حد نہیں جاری کی جائے گی لیکن باقی حرم میں بھی حد جاری کی جائے گی یا نہیں؟ اس میں ائمہ کا اختلاف ہے۔ علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ حرم میں حد جاری کی جائے گی اور ''من دخلہ کان امنا'' منسوخ ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن ج ۲ ص ۱۱۱' انتشارات ناصر خسرو' ایران' ۱۳۸۷ھ)

علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ کے نزدیک حرم میں کسی شخص سے قصاص لیا جائے گا نہ کسی پر حد جاری کی جائے گی اگر کسی مجرم نے حرم میں آ کر پناہ لے لی تو اس پر کھانا پینا بند کر دیا جائے گا اور اس سے کوئی معاملہ نہیں کیا جائے گا حتیٰ کہ وہ حرم سے باہر آ جائے اور جب وہ باہر آ جائے گا تو اس پر حد جاری کر دی جائے گی۔ (روح المعانی ج۱ ص ۳۸۷ دار احیاء التراث العربی بیروت)

مقام ابراہیم کی تعیین

مقام ابراہیم کی تعیین میں کئی اقوال ہیں: عکرمہ اور عطاء نے کہا: پورا حج مقام ابراہیم ہے شعبی نے کہا: عرفہ مزدلفہ اور جمار مقام ابراہیم ہیں نخعی نے کہا: پورا حرم مقام ابراہیم ہے اور سب سے صحیح قول یہ ہے کہ وہ پتھر جس کو اب لوگ مقام ابراہیم کے عنوان سے پہچانتے ہیں اور جس کے پاس طواف کی دو رکعت پڑھتے ہیں وہ مقام ابراہیم ہے اور یہ حضرت جابر بن عبد اللہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم اور قتادہ وغیرہ کا قول ہے امام مسلم نے ایک طویل حدیث میں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بیت اللہ کو دیکھا تو حجر اسود کو تعظیم دی اور پہلے تین طوافوں میں رمل کیا اور اس کے بعد چار طواف معمول کے مطابق چل کر کیے پھر مقام ابراہیم کی طرف گئے اور طواف کی دو رکعتیں پڑھیں اور امام بخاری نے روایت کیا ہے کہ مقام ابراہیم وہ پتھر ہے جس کو اس وقت بلند کر دیا گیا تھا جب حضرت ابراہیم کو ان پتھروں کے اٹھانے سے ضعف لاحق ہوا جو ان کو حضرت اسماعیل لا کر دے رہے تھے اور حضرت ابراہیم کے قدموں کے نشان اس پتھر میں نقش ہو گئے تھے حضرت انس نے کہا: میں نے ''مقام'' میں حضرت ابراہیم کی انگلیوں ایڑیوں اور تلووں کے نشان ثبت دیکھے۔ سدی نے بیان کیا ہے کہ مقام ابراہیم وہ پتھر ہے جس کو حضرت اسماعیل کی زوجہ نے حضرت ابراہیم کا سر دھوتے وقت ان کے قدموں کے نیچے رکھا تھا۔

(الجامع لاحکام القرآن ج ۲ ص ۱۱۳۔ ۱۱۲ انتشارات ناصر خسرو ایران ۱۳۸۷ھ)

کعبہ کی تعمیر کتنی بار کی گئی

علامہ شہاب الدین احمد قسطلانی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں:

(۱) پہلی بار کعبہ کو فرشتوں نے بنایا (۲) دوسری مرتبہ حضرت آدم نے بنایا (۳) تیسری بار حضرت شیث بن آدم نے بنایا (۴) چوتھی بار حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بنایا (۵) پانچویں بار قوم عمالقہ نے بنایا (۶) چھٹی بار جرھم نے بنایا (۷) ساتویں بار قصی بن کلاب نے بنایا (۸) آٹھویں بار قریش نے بنایا (۹) نویں بار حضرت عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسب منشاء بنایا اس میں دو دروازے رکھے ایک داخل ہونے کا اور ایک خارج ہونے کا اور حطیم کو کعبہ میں داخل کیا اور یہی بناء ابراہیم تھی قریش اپنے وسائل کی کمی کی وجہ سے اس کو مکمل بناء ابراہیم پر نہیں بنا سکے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش تھی کہ اس کو بناء ابراہیم پر بنا دیا جائے لیکن فتنہ کے خدشہ سے آپ نے نہیں بنایا تھا (۱۰) دسویں بار عبد الملک بن مروان کے حکم سے حجاج بن یوسف نے اس کو پھر منہدم کر کے قریش کی بناء کے مطابق بنا دیا۔ (ارشاد الساری ج ۴ ص ۱۰۴۔ ۱۰۳ ملخصاً دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

علامہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں:

جب ہارون رشید کو یہ روایت پہنچی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کو اس طرح بنانا چاہتے تھے تو اس نے چاہا کہ کعبہ کو پھر حضرت ابن الزبیر کی بناء کے مطابق بنا دے لیکن امام مالک نے اس سے منع کیا اور فرمایا: میں تم کو قسم دیتا ہوں اب کعبہ کو اسی طرح رہنے دو بار بار منہدم کرنے سے اور بنانے سے اس کی ہیبت اور جلال میں کمی آئے گی۔

(الجامع لاحکام القرآن ج ۲ ص ۱۲۵ انتشارات ناصر خسرو ایران ۱۳۸۷ھ)

سورۃ البقرہ کی ان آیات میں مذکورا ہم اُمور کی ہم نے یہاں اختصار سے تفسیر کی ہے' تفصیل کے لیے ان آیات کی تفسیر ہماری تفسیر' تبیان القرآن میں ملاحظہ فرمائیں۔

١٥٨٢ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ قَالَ اَخْبَرَنِي ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ لَمَّا بُنِيَتِ الْكَعْبَةُ ذَهَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَبَّاسٌ يَنْقُلَانِ الْحِجَارَةَ' فَقَالَ الْعَبَّاسُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِجْعَلْ اِزَارَكَ عَلٰى رَقَبَتِكَ' فَخَرَّ اِلَى الْاَرْضِ' وَطَمَحَتْ عَيْنَاهُ اِلَى السَّمَآءِ' فَقَالَ اَرِنِيْ اِزَارِيْ. فَشَدَّهُ عَلَيْهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو عاصم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے عمرو بن دینار نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ سے سنا' انہوں نے کہا: جب کعبہ کی تعمیر کی گئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت جابر رضی اللہ پتھر اٹھا کر لا رہے تھے' پس حضرت عباس رضی اللہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: آپ اپنا تہبند اپنی گردن (کندھے) کے نیچے رکھ لیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم (بے ہوش ہو کر) زمین پر گر گئے اور آپ کی آنکھیں آسمان کی طرف لگ گئیں' پس آپ نے فرمایا: مجھے میرا تہبند دکھاؤ (انہوں نے آپ کا تہبند دیا) آپ نے اس کو مضبوطی سے باندھ لیا۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ٣٦٤ میں گزر چکی ہے۔

١٥٨٣ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ' عَنْ مَالِكٍ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ' عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مُحَمَّدِ بْنِ اَبِيْ بَكْرٍ اَخْبَرَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ' عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ' زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهَا اَلَمْ تَرَیْ اَنَّ قَوْمَكِ لَمَّا بَنَوُا الْكَعْبَةَ' اقْتَصَرُوْا عَنْ قَوَاعِدِ اِبْرَاهِيْمَ؟ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اَلَا تَرُدُّهَا عَلٰى قَوَاعِدِ اِبْرَاهِيْمَ؟ قَالَ لَوْلَا حِدْثَانُ قَوْمِكِ بِالْكُفْرِ لَفَعَلْتُ. فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ لَئِنْ كَانَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا سَمِعَتْ هٰذَا مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' مَا اُرٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَرَكَ اسْتِلَامَ الرُّكْنَيْنِ اللَّذَيْنِ يَلِيَانِ الْحِجْرَ' اِلَّا اَنَّ الْبَيْتَ لَمْ يُتَمَّمْ عَلٰى قَوَاعِدِ اِبْرَاهِيْمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از ابن شہاب از سالم بن عبد اللہ کہ عبد اللہ بن محمد بن ابی بکر نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ کو خبر دی از حضرت عائشہ رضی اللہ زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم' وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: کیا تم نہیں دیکھتیں کہ جب تمہاری قوم نے کعبہ کی تعمیر کی تو انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں میں کمی کر دی' میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ کعبہ مکرمہ کو دوبارہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں پر کیوں نہیں کر دیتے؟ آپ نے فرمایا: اگر تمہاری قوم کے کفر کا زمانہ ابھی قریب ہی نہ گزرا ہوتا تو میں ضرور ایسا کر لیتا' پس حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ نے کہا: اگر حضرت عائشہ رضی اللہ نے یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حطیم کے متصل دیواروں کے دو کونوں کی تعظیم نہیں کرتے تھے کیونکہ بیت اللہ' حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں کے مطابق تعمیر نہیں کیا گیا تھا۔

(صحیح مسلم: ٣٣٣' الرقم المسلسل: ٣١٨٣' سنن کبریٰ: ٣٨٨٣' سنن نسائی: ٢٩٠٠' مسند ابو یعلیٰ: ٤٣٦٣' صحیح ابن خزیمہ: ٢٧٢٦' صحیح ابن حبان:

۔ یکا ۳۸۱' سنن بیہقی ج ۵ ص ۷۷' مصنف عبدالرزاق: ۸۹۴۱' مسند احمد ج ۶ ص ۷۷ ا طبع قدیم' مسند احمد: ۲۵۴۴۰۔ ج ۴۲ ص ۷۳' ۲' موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

کعبہ کی دیوار کے چار کونوں اور ان میں سے صرف دو کونوں کی تعظیم کا بیان

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو یہ معلوم تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حطیم کے متصل دو کونوں کی تعظیم نہیں کرتے تھے' لیکن ان کو اس کی وجہ معلوم نہیں تھی جب ان کو حضرت عبداللہ بن محمد نے یہ حدیث سنائی تو ان کو اس کی وجہ معلوم ہو گئی کہ جن دیواروں پر یہ دو کونے ہیں' وہ دیواریں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں پر نہیں ہیں' ان دو کونوں کو رکن شامی اور رکن عراقی کہا جاتا ہے اور حجر اسود کی طرف جو دو کونے ہیں ان کو رکن یمانی کہا جاتا ہے۔

عروہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ سب کونوں کی تعظیم کرنی چاہیے اور یہ کہ بیت اللہ کی کسی چیز کی تعظیم کو ترک نہیں کرنا چاہیے۔ حضرت ابن الزبیر' حضرت جابر' حضرت ابن عباس' حضرت الحسن اور حضرت الحسین رضی اللہ عنہم سے بھی اسی طرح منقول ہے اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ صرف حجر اسود کی تعظیم کی جائے اور رکن یمانی کی تعظیم نہ کی جائے' کیونکہ یہ سنت نہیں ہے اور اگر اس کی تعظیم کی تو کوئی حرج نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۳۱۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

فقہاء احناف کے نزدیک کعبہ کے صرف دو کونوں کی تعظیم ہے اور اس کے ثبوت میں احادیث

امام ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی ۳۲۱ھ بیان کرتے ہیں:

بعض صحابہ نے کہا ہے کہ بیت اللہ کے تمام ارکان کی تعظیم کرنی چاہیے یعنی بیت اللہ کے چاروں کونوں کی تعظیم کرنی چاہیے' خواہ وہ دو رکن یمانی ہوں یا رکن شامی اور رکن عراقی ہوں (حجر اسود کی جہت میں جو بیت اللہ کے دو کونے ہیں' ان کو رکن یمانی کہا جاتا ہے اور حطیم سے متصل دیوار کے جو دو کونے ہیں' ان کو رکن شامی و عراقی کہا جاتا ہے)۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم تمام ارکان کی تعظیم کرتے تھے۔ (شرح معانی الآثار: ۳۷۶۶)

عمرو بن دینار بیان کرتے ہیں کہ ابو الشعثاء نے کہا: بیت اللہ کی کسی چیز (کی تعظیم کرنے) کو کون ترک کر سکتا ہے' اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ تمام ارکان کی تعظیم کرتے تھے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ ان دو رکنوں (شامی و عراقی) کی تعظیم نہیں کی جاتی' تو حضرت معاویہ نے کہا: بیت اللہ کی کوئی چیز متروک نہیں ہے' اور حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما بھی تمام ارکان کی تعظیم کرتے تھے۔

(صحیح البخاری: ۱۶۰۸)

بعض نے کہا ہے کہ طواف کے دوران تمام ارکان کی تعظیم کرنی چاہیے' ان کا استدلال مذکور الصدر حدیث سے ہے' دوسرے ائمہ نے ان سے اختلاف کیا ہے اور انہوں نے کہا ہے کہ طواف کے دوران صرف حجر اسود اور رکن یمانی کی تعظیم کرنی چاہیے' ان کا استدلال درج ذیل احادیث سے ہے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف دو رکن یمانی (یعنی حجر اسود اور رکن یمانی) کی تعظیم کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ (صحیح البخاری: ۱۶۰۹' صحیح مسلم: ۱۲۶۷' سنن ابوداؤد: ۱۸۷۴' سنن نسائی: ۲۹۴۹)

یہ حدیث متعدد اسانید سے مروی ہے' اور امام ابو حنیفہ' امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ کا یہی قول ہے کہ صرف حجر اسود اور رکن یمانی کی تعظیم کرنی چاہیے۔ (شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۲۵۷۔ ۲۵۳ ملخصاً' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

رکن یمانی کو بوسا دینے کی ممانعت

علامہ محمد بن علی بن محمد الحصکفی الحنفی المتوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

طواف کے دوران جب بھی حجر اسود کے پاس سے گزرے تو اس کی تعظیم کرے اور رکن یمانی کی بھی تعظیم کرے اور یہ مستحب ہے لیکن اس کو بوسا نہ دے اور امام محمد نے کہا: یہ سنت ہے اور اس کو بوسا دے اور دلائل اس کی تائید کرتے ہیں اور ان دو کونوں کے علاوہ باقی کونوں (رکن شامی اور رکن عراقی) کی تعظیم کرنا مکروہ ہے۔

(الدر المختار مع رد المحتار ج ۳ ص ۴۵۳' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

علامہ محمد امین بن عمر بن عبد العزیز ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

رکن یمانی کی تعظیم سے مراد یہ ہے کہ اس کو ہتھیلیوں سے مس کرے اور چھوئے یا صرف سیدھے ہاتھ سے مس کرے' البتہ اس کو بوسا نہ دے اور نہ اس پر سجدہ کرے۔

علامہ حصکفی نے لکھا ہے کہ امام محمد کا قول ہے کہ رکن یمانی کی تعظیم سنت ہے اور اس کو بوسا دے اور دلائل اس کی تائید کرتے ہیں' لیکن شرح اللباب میں صرف پہلی روایت ہے اور یہی ظاہر الروایہ ہے جیسا کہ الکافی' الہدایہ اور دوسری کتابوں میں ہے' علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ یہی صحیح روایت ہے اور النخبہ میں مذکور ہے کہ امام محمد کی روایت بہت ضعیف ہے۔

رکن شامی اور رکن عراقی کی تعظیم مکروہ ہے کیونکہ یہ دونوں حقیقت میں رکن نہیں بلکہ یہ بیت اللہ کے وسط میں ہیں کیونکہ حطیم کا کچھ حصہ بیت اللہ میں داخل ہے۔ بدائع الصنائع میں مذکور ہے کہ یہ کراہت تنزیہی ہے۔

(رد المحتار ج ۳ ص ۴۵۳' دار احیاء التراث العربی' ۱۴۱۹ھ)

باقی ائمہ ثلاثہ کے نزدیک بھی کعبہ کی دیوار کے صرف دو کونوں کی تعظیم ہے

علامہ موفق الدین عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ لکھتے ہیں:

رکن یمانی اہل یمن کا قبلہ ہے' اور یہ دیوار کعبہ کے اس کونے کے قریب ہے جس میں حجر اسود نصب ہے اور یہ طواف کے آخر میں ہے کیونکہ طواف کرنے والا اس کونے سے ابتداء کرتا ہے جس میں حجر اسود نصب ہے' اور حجر اسود اہل خراسان کا قبلہ ہے' سو طواف کرنے والا حجر اسود کی تعظیم کرے اور اس کو بوسا دے اور جب طواف کرنے والا دوسرے کونے پر پہنچے جو کہ رکن عراقی ہے تو اس کی تعظیم نہ کرے اور جب وہ تیسرے کونے پر پہنچے تو اس کی تعظیم بھی نہ کرے اور یہ دو کونے حطیم کے ساتھ متصل ہیں اور جب وہ چوتھے کونے پر پہنچے تو اس کی تعظیم کرے' الخرقی نے کہا ہے کہ اس کو بوسا دے' لیکن امام احمد کی صحیح روایت یہ ہے کہ اس کو بوسا نہ دے اور اکثر اہل علم کا یہی قول ہے' امام ابو حنیفہ سے منقول ہے کہ رکن یمانی کی تعظیم نہ کرے۔ (یہ محض ایک روایت ہے' امام اعظم کا مذہب یہ ہے کہ رکن یمانی کی تعظیم کرے اور اس کو مس کرے' البتہ اس کو بوسا نہ دے۔ سعیدی غفرلہ)

علامہ ابن عبد البر مالکی نے لکھا ہے کہ اہل علم کے نزدیک رکن یمانی اور حجر اسود کی تعظیم جائز ہے اور ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ حجر اسود کو بوسا دے اور رکن یمانی کو بوسا نہ دے۔ (المغنی ج ۴ ص ۵۶۷' دار الحدیث القاہرہ' ۱۴۲۵ھ)

قاضی ابو الولید محمد بن رشد مالکی متوفی ۵۹۵ھ نے جمہور کا مذہب اسی طرح لکھا ہے۔

(بدایۃ المجتہد ج ۳ ص ۳۱۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۸ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی نے شوافع کا مذہب بھی اسی طرح لکھا ہے۔

(فتح الباری ج ۳ ص ۱۷۸ 'دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

۱۵۸٤ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُو الْاَحْوَصِ قَالَ حَدَّثَنَا اَشْعَثُ، عَنِ الْاَسْوَدِ بْنِ يَزِيْدَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ سَاَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْجِدَارِ، اَمِنَ الْبَيْتِ هُوَ؟ قَالَ نَعَمْ. قُلْتُ فَمَا لَهُمْ لَمْ يُدْخِلُوْهُ فِي الْبَيْتِ؟ قَالَ اِنَّ قَوْمَكِ قَصَّرَتْ بِهِمُ النَّفَقَةُ. قُلْتُ فَمَا شَاْنُ بَابِهٖ مُرْتَفِعًا؟ قَالَ فَعَلَ ذٰلِكَ قَوْمُكِ، لِيُدْخِلُوْا مَنْ شَاءُوْا وَيَمْنَعُوْا مَنْ شَاءُوْا، وَلَوْ لَا اَنَّ قَوْمَكِ حَدِيْثٌ عَهْدُهُمْ بِالْجَاهِلِيَّةِ فَاَخَافُ اَنْ تُنْكِرَ قُلُوْبُهُمْ اَنْ اُدْخِلَ الْجِدَارَ فِي الْبَيْتِ وَاَنْ اُلْصِقَ بَابَهٗ بِالْاَرْضِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوالاحوص نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الاشعث نے حدیث بیان کی از الاسود بن یزید از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: کیا حطیم بیت اللہ کا حصہ ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! میں نے پوچھا: پھر کیا وجہ ہے کہ لوگوں نے اس کو بیت اللہ میں داخل نہیں کیا؟ آپ نے فرمایا: تمہاری قوم کے پاس خرچ کم تھا' میں نے پوچھا: پھر اس کی کیا وجہ ہے کہ اس کا دروازہ اونچا ہے؟ آپ نے فرمایا: تمہاری قوم نے یہ اس لیے کیا ہے کہ جس کو چاہیں کعبہ میں داخل کریں اور جس کو چاہیں منع کر دیں' اور اگر تمہاری قوم کا زمانہ جاہلیت ابھی تازہ تازہ نہ ہوتا اور ان کے دلوں کے بگڑ جانے کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں حطیم کو بیت اللہ کے اندر داخل کر دیتا اور اس کا دروازہ زمین سے متصل بنا تا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۲۶ میں گزر چکی ہے۔

۱۵۸۵ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ اِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ لَا حَدَاثَةُ قَوْمِكِ بِالْكُفْرِ، لَنَقَضْتُ الْبَيْتَ، ثُمَّ لَبَنَيْتُهٗ عَلٰى اَسَاسِ اِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ، فَاِنَّ قُرَيْشًا اسْتَقْصَرَتْ بِنَاءَهٗ، وَجَعَلْتُ لَهٗ خَلْفًا. قَالَ اَبُوْ مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ خَلْفًا، يَعْنِيْ بَابًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تمہاری قوم کا کفر سے نکلے ہوئے قریب کا زمانہ نہ ہوتا تو میں بیت اللہ کو منہدم کر دیتا' پھر میں اس کو حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بنیادوں پر بناتا' ہوا یہ کہ قریش نے کعبہ کی عمارت کو کم کر دیا اور اس میں ''خلف'' (پچھلا دروازہ) بنایا' ابومعاویہ نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی کہ ''خلف'' سے مراد (پچھلا) دروازہ ہے۔

اس حدیث کی شرح بھی' صحیح البخاری: ۱۲۶ میں گزر چکی ہے۔

۱۵۸٦ - حَدَّثَنَا بَيَانُ بْنُ عَمْرٍو قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيْرُ بْنُ حَازِمٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ رُوْمَانَ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهَا يَا عَائِشَةُ لَوْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں بیان بن عمرو نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر بن حازم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن رومان نے حدیث بیان کی از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

لا أَنَّ قَوْمَكِ حَدِيثُ عَهْدٍ بِجَاهِلِيَّةٍ' لَأَمَرْتُ بِالْبَيْتِ فَهُدِمَ فَأَدْخَلْتُ فِيهِ مَا أُخْرِجَ مِنْهُ' وَأَلْزَقْتُهُ بِالْأَرْضِ' وَجَعَلْتُ لَهُ بَابَيْنِ بَابًا شَرْقِيًّا وَبَابًا غَرْبِيًّا' فَبَلَغْتُ بِهِ أَسَاسَ إِبْرَاهِيمَ. فَذٰلِكَ الَّذِي حَمَلَ ابْنَ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَلٰى هَدْمِهِ. قَالَ يَزِيدُ وَ شَهِدْتُ ابْنَ الزُّبَيْرِ حِينَ هَدَمَهُ وَبَنَاهُ' وَأَدْخَلَ فِيهِ مِنَ الْحِجْرِ' وَقَدْ رَأَيْتُ أَسَاسَ إِبْرَاهِيمَ' حِجَارَةً كَأَسْنِمَةِ الْإِبِلِ. قَالَ جَرِيرٌ فَقُلْتُ لَهُ أَيْنَ مَوْضِعُهُ؟ قَالَ أُرِيكَهُ الْآنَ' فَدَخَلْتُ مَعَهُ الْحِجْرَ' فَأَشَارَ إِلٰى مَكَانٍ' فَقَالَ هَا هُنَا' قَالَ جَرِيرٌ فَحَزَرْتُ مِنَ الْحِجْرِ سِتَّةَ أَذْرُعٍ أَوْ نَحْوَهَا.

وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے ان سے فرمایا: اے عائشہ! اگر تمہاری قوم کا زمانۂ جاہلیت ابھی تازہ تازہ نہ گزرا ہوتا تو میں بیت اللہ کو منہدم کرنے کا حکم دیتا' پس جو حصہ (حطیم) اس میں سے نکال دیا گیا ہے' اس کو میں اس میں داخل کر دیتا اور اس (کے دروازہ کو) زمین سے ملا دیتا' اور اس کے دو دروازے بناتا' ایک دروازہ شرقی اور ایک دروازہ غربی اور اس کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں تک پہنچا دیتا۔ (یزید بن رومان نے کہا:) پس یہی وہ سبب ہے جس نے حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کو کعبہ کی عمارت کے گرانے پر برانگیختہ کیا' یزید نے کہا: میں اس وقت موجود تھا جب حضرت ابن الزبیر نے کعبہ کو منہدم کیا اور اس کی (دوبارہ) تعمیر کی اور اس میں حطیم کو داخل کر دیا اور میں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں کے پتھر دیکھے ہیں' جو اونٹ کے کوہانوں کی شکل تھے' جریر نے کہا: میں نے یزید بن رومان سے پوچھا: حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیادیں کس جگہ تھیں؟ انہوں نے کہا: میں تمہیں ابھی دکھاتا ہوں' پس میں ان کے ساتھ حطیم میں داخل ہوا' انہوں نے ایک جگہ اشارہ کر کے کہا: یہاں' پس میں نے اندازہ لگایا وہ جگہ حطیم سے چھ ہاتھ یا اس کے قریب تھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۲۶ میں گزر چکی ہے۔

علامہ بدرالدین عینی نے لکھا ہے کہ امام ابن سعد نے کہا کہ حضرت ابن الزبیر نے کعبہ کی تعمیر جدید کی ابتداء ۶۵ھ کی ابتداء میں کی ہے اور ازرقی نے کہا ہے کہ جمادی الاخریٰ ۶۴ھ میں اس کی تعمیر کی ابتداء کی اور یہ ہو سکتا ہے کہ اس کی ابتداء ۶۴ھ میں کی ہو' اور اس کو مکمل رجب ۶۵ھ میں کیا ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۳۱۵۔۳۱۶)

۴۳- بَابُ فَضْلِ الْحَرَمِ — حرم کی فضیلت

اس باب میں حرم مکہ کی فضیلت بیان کی گئی ہے اور حرم مکہ جن جانبوں کو محیط ہے' حرم مکہ کی حد مدینہ سے تین میل ہے' یمن اور عراق سے سات میل ہے اور جدہ سے دس میل ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۳۱۷)

وَقَوْلِهِ تَعَالٰى ﴿إِنَّمَا أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ رَبَّ هٰذِهِ الْبَلْدَةِ الَّذِي حَرَّمَهَا وَلَهُ كُلُّ شَيْءٍ وَأُمِرْتُ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ﴾ (النمل: ۹۱).

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (آپ کہیے:) مجھے صرف یہی حکم دیا گیا ہے کہ میں اس شہر (مکہ) کے رب کی عبادت کروں' جس نے اس کو حرم بنا دیا ہے اور اسی کی ملکیت میں ہر چیز ہے اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اس کے فرماں برداروں میں سے رہوں O (النمل: ۹۱)

اللہ تعالیٰ نے اپنی یہ صفت بیان کی کہ وہ اس شہر کا رب ہے' اور اس شہر سے مراد مکہ مکرمہ ہے اور تمام شہروں میں سے اللہ تعالیٰ نے شہر مکہ کی طرف اپنی ربوبیت کی نسبت اس لیے کی ہے کہ ہونے کو تو میں تمام شہروں کا رب ہوں لیکن جس شہر کے رب ہونے پر مجھے ناز ہے وہ شہر مکہ ہے' اسی شہر کی ایک جگہ کو اللہ تعالیٰ نے اپنا بیت قرار دیا ہے' یہی شہر اس کے محبوب نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا مولد اور مسکن ہے اور یہی شہر پہلا مہبطِ وحی الٰہی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس شہر کو حرم بنا دیا ہے' اس شہر کو حرم بنانے کی چند وجوہ ہیں: جو شخص حج کرنے کے لیے اس شہر میں آتا ہے' اس پر حالت احرام میں کئی حلال کام حرام ہو جاتے ہیں' وہ بال اور ناخن نہیں کاٹ سکتا' خوشبو نہیں لگا سکتا' ازدواجی عمل نہیں کر سکتا اور اس طرح کے اور کئی کام اس پر حرام ہو جاتے ہیں' جو شخص اس شہر میں آ کر پناہ لے' اس کو ایذاء پہنچانا حرام ہے' اس شہر کے درخت کاٹنا اور وحشی جانوروں کو پریشان کرنا حرام ہے' اس شہر میں قتال کرنا' مال لوٹنا اور کسی کی عزت پامال کرنا خصوصیت کے ساتھ حرام ہیں' اس لیے یہ شہر حرم ہے۔ (تبیان القرآن ج ۸ ص ۷۶۱ 'فرید بک سٹال' لاہور' ۱۴۲۵ھ)

وَقَوْلِهِ جَلَّ ذِكْرُهُ ﴿أَوَلَمْ نُمَكِّنْ لَّهُمْ حَرَمًا اٰمِنًا يُّجْبٰى إِلَيْهِ ثَمَرَاتُ كُلِّ شَيْءٍ رِّزْقًا مِّنْ لَّدُنَّا وَلٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ (القصص:۵۷).

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کیا ہم نے ان کو حرم میں آباد نہیں کیا جو امن والا ہے' اس کی طرف ہمارے دیئے ہوئے ہر قسم کے پھل لائے جاتے ہیں' لیکن ان کے اکثر لوگ نہیں جانتے O (القصص:۵۷)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے کفار کے ایک عذر کو زائل فرمایا ہے۔

امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی سند سے روایت کی ہے کہ کفار قریش نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ اگر ہم آپ کے ساتھ ہدایت کی پیروی کر لیں تو ہم اپنے ملک سے اُچک لیے جائیں گے۔ (جامع البیان:۲۰۹۷۲)

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ان کے اس شبہ کو زائل فرمایا ہے' جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سرزمین حرم کو امن والا بنا دیا ہے اور اس میں بہت زیادہ رزق رکھا ہے' حالانکہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت سے اعراض کرنے والے ہو اور بتوں کی عبادت کی طرف رغبت کرنے والے ہو' پس اگر تم ایمان لے آؤ تو تم پر اللہ تعالیٰ کا کرم زیادہ متوقع ہوگا اور تمہیں مکہ سے نکالے جانے کا خطرہ نہیں رہے گا۔ (تبیان القرآن ج ۸ ص ۸۴۵ 'فرید بک سٹال' لاہور' ۱۴۲۵ھ)

۱۵۸۷ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيْرُ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيْدِ' عَنْ مَنْصُوْرٍ' عَنْ مُجَاهِدٍ' عَنْ طَاوُسٍ' عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ إِنَّ هٰذَا الْبَلَدَ حَرَّمَهُ اللّٰهُ لَا يُعْضَدُ شَوْكُهُ' وَلَا يُنَفَّرُ صَيْدُهُ' وَلَا يَلْتَقِطُ لُقَطَتَهُ إِلَّا مَنْ عَرَّفَهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر بن عبد الحمید نے حدیث بیان کی از منصور از مجاہد از طاؤس از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن فرمایا: بے شک اس شہر کو اللہ تعالیٰ نے حرم بنا دیا ہے' اس کا کانٹا کاٹا جائے گا نہ اس کے شکار کو پریشان کیا جائے گا اور نہ اس کے راستہ میں گری ہوئی چیز کو اٹھایا جائے گا ماسوا اس شخص کے جو اس کا اعلان کرے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۳۴۹ میں گزر چکی ہے۔

٤٤ - بَابُ تَوْرِيْثِ دُوْرِ مَكَّةَ وَبَيْعِهَا وَشِرَائِهَا وَاَنَّ النَّاسَ فِيْ مَسْجِدِ الْحَرَامِ سَوَاءٌ خَاصَّةً

مکہ کے گھروں میں وراثت جاری ہوگی اور ان کا بیچنا اور خریدنا جائز ہے' اور لوگ بالخصوص مسجد حرام میں برابر ہیں

بِقَوْلِهِ تَعَالٰى ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الَّذِيْ جَعَلْنَاهُ لِلنَّاسِ سَوَاءَ نِ الْعَاكِفُ فِيْهِ وَالْبَادِ وَمَنْ يُّرِدْ فِيْهِ بِاِلْحَادٍ بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ﴾ (الحج:۲۵).

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک جن لوگوں نے کفر کیا اور وہ اللہ کے راستہ سے روکنے لگے اور اس مسجد حرام سے جس کو ہم نے لوگوں کے لیے مساوی بنایا ہے خواہ وہ اس مسجد میں معتکف ہوں یا باہر سے آئیں اور جو اس مسجد میں ظلم کے ساتھ زیادتی کا ارادہ کرے گا ہم اس کو دردناک عذاب چکھائیں گے O (الحج:۲۵)

اس آیت کی تفسیر ان شاء اللہ ہم عنقریب اپنی تفسیر' تبیان القرآن سے نقل کریں گے' انتظار فرمائیں۔

اس آیت میں'' الباد'' کا لفظ ہے' امام بخاری اس کی تفسیر کرتے ہیں:

اَلْبَادِىْ الطَّارِىْ. ﴿مَعْكُوْفًا﴾ (الفتح:۲۵) مَحْبُوْسًا.

'' الباد'' کا معنی ہے:'' الطاری'' (مسافر) اور'' معکوفا'' کا معنی محبوس (روکا ہوا)۔

اس آیت میں'' معکوف'' کا لفظ نہیں ہے لیکن چونکہ اس آیت میں'' عاکف'' (مقیم) کا لفظ ہے' اس کی مناسبت سے امام بخاری نے'' معکوف'' کا معنی ذکر کر دیا۔

١٥٨٨ - حَدَّثَنَا اَصْبَغُ قَالَ اَخْبَرَنِي ابْنُ وَهْبٍ' عَنْ يُوْنُسَ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ' عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ' عَنْ عَمْرِو بْنِ عُثْمَانَ' عَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّهُ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ' اَيْنَ تَنْزِلُ فِيْ دَارِكَ بِمَكَّةَ؟ فَقَالَ وَهَلْ تَرَكَ عَقِيْلٌ مِنْ رِبَاعٍ' اَوْ دُوْرٍ؟ وَكَانَ عَقِيْلٌ وَرِثَ اَبَا طَالِبٍ' هُوَ وَطَالِبٌ' وَلَمْ يَرِثْهُ جَعْفَرٌ وَلَا عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا شَيْئًا' لِاَنَّهُمَا كَانَا مُسْلِمَيْنِ' وَكَانَ عَقِيْلٌ وَطَالِبٌ كَافِرَيْنِ' فَكَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ لَا يَرِثُ الْمُؤْمِنُ الْكَافِرَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اصبغ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابن وہب نے خبر دی از یونس از ابن شہاب از علی بن حسین از عمرو بن عثمان از حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما انہوں نے پوچھا: یارسول اللہ! آپ مکہ میں اپنے گھر میں کہاں اتریں گے؟ آپ نے فرمایا: عقیل نے ہمارے لیے کوئی محلہ یا مکان کہاں چھوڑا ہے (یعنی سب بیچ دیئے ہیں)' اور عقیل اور طالب (اپنے باپ) ابو طالب کے وارث ہوئے تھے' اور حضرت جعفر اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کے وارث نہیں ہوئے تھے' کیونکہ یہ دونوں مسلمان تھے اور عقیل اور طالب دونوں کافر تھے' اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ مؤمن کافر کا وارث نہیں ہوتا۔

قَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَكَانُوْا يَتَاَوَّلُوْنَ قَوْلَ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْآ اُولٰٓئِكَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ﴾ (الانفال:۷۲) الْاٰيَةَ. [اطراف الحدیث:۳۰۵۸-۴۲۸۲-۶۷۶۴]

ابن شہاب نے کہا: وہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تاویل کرتے تھے: بے شک جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے ہجرت کی اور اپنی جانوں اور مالوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور جن لوگوں نے (مہاجرین کو) جگہ فراہم کی اور ان کی نصرت کی' یہی لوگ آپس میں ایک دوسرے کے ولی ہیں۔ (الانفال:۷۲)

(صحیح مسلم: ۱۶۱۴ الرقم المسلسل: ۴۰۶۳ سنن ابوداؤد: ۲۹۰۹ سنن ترمذی: ۲۱۰۷ سنن ابن ماجہ: ۲۷۳۰-۲۹۲۹)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) اصبغ بن الفرج ابوعبداللہ (۲) عبداللہ بن وہب (۳) یونس بن عبید (۴) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (۵) علی بن الحسین المشہور بزین العابدین (۶) عمرو بن عثمان بن عفان امیر المؤمنین (۷) حضرت اسامہ بن زید بن حارثہ رضی اللہ عنہما۔

(عمدۃ القاری ج ۹ ص ۳۲۴)

آیت مذکورالصدر کی تاویل

اللہ تعالیٰ نے مہاجرین اور انصار کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا: یہی لوگ آپس میں ایک دوسرے کے ولی ہیں' اس جگہ مفسرین کا اختلاف ہے کہ ولایت سے مراد وراثت ہے یا ولایت سے مراد ایک دوسرے کی نصرت اور معاونت ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس ولایت سے مراد وراثت ہے اور اللہ تعالیٰ نے مہاجرین اور انصار کو ایک دوسرے کا وارث کر دیا تھا اور جب اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا: اور جو لوگ ایمان لے آئے اور انہوں نے ہجرت نہیں کی' وہ اس وقت تک تمہاری ولایت میں نہیں ہوں گے جب تک کہ وہ ہجرت نہ کر لیں۔ (الانفال: ۷۲) اس کا معنی یہ ہے کہ جب تک وہ ہجرت نہ کر لیں ان کو وراثت نہیں ملے گی' اور جب اللہ تعالیٰ نے اس سورت کے آخر میں فرمایا: اور اللہ کی کتاب میں قرابت دار (بہ طور وراثت) ایک دوسرے کے زیادہ حق دار ہیں۔ (الانفال: ۷۵) تو اس آیت نے پہلی آیت کے حکم کو منسوخ کر دیا اور اب قرابت وراثت کا سبب ہے اور ہجرت وراثت کا سبب نہیں ہے۔ مجاہد' ابن جریج' قتادہ' عکرمہ' حسن بصری' سدی اور زہری سے بھی اسی قسم کے اقوال مروی ہیں۔

(جامع البیان جز ۱۰ ص ۶۹-۶۷' دارالفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: عقیل نے ہمارے لیے کوئی محلہ یا مکان کہاں چھوڑا ہے!

الحج: ۲۵ کی تفسیر حسب ذیل ہے:

مکہ کی زمین اور اس کے مکانوں کو فروخت کرنے اور کرائے پر دینے کی ممانعت میں مذاہب فقہاء

مسجد حرام' صفا اور مروہ کی پہاڑیاں' منیٰ' مزدلفہ' عرفات اور موضع جمرات' مکہ مکرمہ کی سرزمین کے حصے' تمام فقہاء کے نزدیک وقف عام ہیں اور مکہ کے رہنے والے اور باہر سے مکہ مکرمہ آنے والے سب وہاں عبادت اور مناسکِ حج ادا کر سکتے ہیں اور یہ جگہ کسی کی ملکیت نہیں ہے اور یہاں پر کوئی کسی مسلمان کو عبادت کرنے اور ٹھہرنے سے منع نہیں کر سکتا اور نہ مکہ کے ان حصوں کو فروخت کرنا یا کرائے پر دینا جائز ہے۔ (المغنی لابن قدامہ ج ۴ ص ۱۷۸' روح المعانی جز ۱۷ ص ۲۰۷-۲۰۶)

سرزمین مکہ کے ان حصوں کے علاوہ باقی سرزمین مکہ میں اختلاف ہے کہ آیا ان کو بیچنا اور کرائے پر دینا جائز ہے یا نہیں۔ امام شافعی اور امام احمد کا یہ مذہب ہے کہ مکہ کی زمین کو اور اس کے مکانات کو فروخت کرنا اور کرائے پر دینا جائز ہے۔ (المغنی لابن قدامہ ج ۴ ص ۱۷۷' تفسیر کبیر ج ۸ ص ۲۱۷' فتح الباری ج ۴ ص ۴۴۵) امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ مکہ کی تمام زمین وقف ہے' اس کو بیچنا اور کرائے پر دینا جائز نہیں ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۲ ص ۳۲-۳۱)

اور امام ابوحنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ مکہ کی سرزمین کے جو حصے مناسکِ حج کے لیے وقف ہیں' ان کے علاوہ مکہ کی باقی زمینوں اور مکانوں کو فروخت کرنا اور کرائے پر دینا جائز ہے۔ البتہ حج کے ایام میں مکہ کے مکانوں کو کرائے پر دینا مکروہ ہے' کیونکہ اس سے زائرین حرم اور حجاج کو زحمت اور تکلیف ہوگی۔ (درمختار و ردالمحتار ج ۹ ص ۴۸۰-۴۷۹)

امام مالک اور ان کے موافقین یہ کہتے ہیں کہ مکہ کی تمام زمین وقف ہے اور کسی جگہ کو فروخت کرنا اور اس کو کرائے پر دینا جائز نہیں ہے۔ ان کا استدلال اس آیت سے ہے اس میں فرمایا ہے: ''وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الَّذِیْ جَعَلْنٰهُ لِلنَّاسِ سَوَآءَ ۨالْعَاكِفُ فِیْهِ وَالْبَادُ'' (الحج: ۲۵) وہ اس آیت میں ''المسجد الحرام'' سے مراد ارض حرم لیتے ہیں یعنی سرزمین مکہ اور ''العاکف'' کا معنی کرتے ہیں: مکہ میں رہنے والا ''الباد'' کا معنی کرتے ہیں: مسافر۔ ان کے نزدیک اس آیت کا معنی اس طرح ہے کہ تمام سرزمین مکہ میں رہنے والوں اور مسافروں کا برابر کا حق ہے اور مکہ کی زمین اور اس میں بنے ہوئے مکانوں کا کوئی مالک نہیں ہے ہر جگہ اور ہر مکان میں ہر شخص رہ سکتا ہے۔

مکہ کی زمین اور مکانوں کو فروخت کرنے اور کرائے پر دینے کی ممانعت کے دلائل اور ان کا ضعف

علامہ ابوعبداللہ مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ ھ اپنے مسلک کی وضاحت میں لکھتے ہیں:

مساوات مکہ کی حویلیوں اور مکانوں میں رہنے والوں میں ہے اور ان مکانوں میں رہنے والا مسافر سے زیادہ حق دار نہیں ہے اور یہ اس بناء پر ہے کہ اس آیت میں مسجد حرام سے مراد پورا حرم ہے اور یہ مجاہد اور امام مالک کا قول ہے اور حضرت عمر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ جو شخص مکہ میں آئے وہ جس مکان میں چاہے ٹھہر جائے اور مکان والے پر اس کو ٹھہرانا لازم ہے وہ چاہے یا نہ چاہے اور سفیان ثوری وغیرہ نے کہا ہے کہ ابتدائی دور میں مکہ کے مکانوں کے دروازے نہیں بنائے جاتے تھے (تاکہ جب کوئی مسافر جہاں چاہے ٹھہر جائے) حتیٰ کہ جب چوریاں بہت ہونے لگیں تو ایک شخص نے اپنے مکان کا دروازہ بنالیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس پر انکار کیا اور کہا: تم بیت اللہ کا حج کرنے والے پر دروازہ بند کرتے ہو؟ اس نے کہا: میں نے اپنے سامان کو چوری سے محفوظ رکھنے کا ارادہ کیا ہے پھر حضرت عمر نے اس کو چھوڑ دیا پھر لوگوں نے اپنے گھروں کے دروازے بنانے شروع کر دیئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ مروی ہے کہ وہ حج کے ایام میں مکہ کے گھروں کے دروازوں کو توڑنے کا حکم دیتے تھے تاکہ مکہ آنے والے مسافر جس گھر میں چاہیں آکر ٹھہر جائیں اور امام مالک سے یہ بھی مروی ہے کہ گھر مسجد کی طرح نہیں ہیں اور گھر والوں کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ اپنے گھروں میں آنے والوں کو منع کریں۔

اس کے بعد علامہ قرطبی لکھتے ہیں: صحیح وہی ہے جو امام مالک کا قول ہے اور اس کی تائید میں احادیث ہیں: علقمہ بن نضلہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر فوت ہو گئے اور اس وقت تک مکہ کی زمین کو وقف کہا جاتا تھا جس کو ضرورت ہو وہ اس میں خود رہے اور جو مستغنی ہے وہ کسی اور کو ٹھہرائے۔ (سنن دارقطنی: ۳۰۰۳ یہ حدیث ضعیف ہے اس کی سند میں ارسال اور انقطاع ہے) اور علقمہ بن نضلہ سے ایک اور حدیث مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کے عہد میں مکہ کے گھر وقف کیے جاتے تھے ان کو فروخت نہیں کیا جاتا تھا۔ جس کو ضرورت ہوتی وہ ان گھروں میں خود رہتا اور جس کو ضرورت نہ ہوتی وہ کسی اور کو ٹھہرالیتا۔ (سنن دارقطنی: ۳۰۰۲ یہ حدیث بھی حسب سابق ہے) اور حضرت عبداللہ بن عمرو سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مکہ حرم ہے اس کی حویلیوں کو فروخت کرنا حرام ہے اور ان کو کرائے پر دینا حرام ہے۔ (سنن دارقطنی: ۲۹۹۵ یہ حدیث بھی ضعیف ہے)

(الجامع لاحکام القرآن جز ۱۲ ص ۳۲-۳۱ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱۴۱۵ ھ)

امام مالک اور ان کے موافقین نے اس آیت سے جو استدلال کیا ہے وہ صحیح نہیں ہے انہوں نے ''المسجد الحرام'' کا معنی پوری سرزمین حرم کیا ہے اور یہ مجاز ہے اور بغیر قرینہ صارفہ کے مجاز کو اختیار کرنا صحیح نہیں ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ انہوں نے ''العاکف'' کا معنی مکہ میں رہنے والا کیا ہے حالانکہ ''العاکف'' کا شرعی معنی ''المعتکف'' ہے اور جن احادیث سے علامہ قرطبی

نے استدلال کیا ہے ہم نے ان کا ضعف قوسین میں ذکر کر دیا ہے۔

جو احادیث علامہ قرطبی نے ذکر کی ہیں ان کے علاوہ بھی کچھ احادیث ہیں جن سے امام مالک کے مؤقف پر استدلال کیا جاتا ہے وہ یہ ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مکہ اونٹوں کے بٹھانے کی جگہ ہے اس کی حویلیاں فروخت کی جائیں نہ اس کے مکان کرائے پر دیئے جائیں۔ (المستدرک ج ۳ ص ۵۳ طبع قدیم دار الباز مکہ مکرمہ)

علامہ ذہبی متوفی ۷۴۸ھ فرماتے ہیں: اس کی سند میں ایک راوی اسماعیل ضعیف ہے۔ (تلخیص المستدرک ج ۲ ص ۵۳)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما نے کہا: جو شخص مکہ کے مکانوں کا کرایہ کھاتا ہے وہ اپنے پیٹ میں آگ بھرتا ہے۔ (سنن دار قطنی: ۲۹۹۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۷ھ)

اس حدیث کا ایک راوی عبید اللہ بن ابی زیاد ہے۔ حافظ عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ اس کے متعلق لکھتے ہیں: ابن معین نے کہا: یہ ضعیف ہے ابو حاتم نے کہا: یہ قوی اور متین نہیں ہے اور اس کی احادیث لکھنے کے لائق نہیں ہیں آجری نے کہا: اس کی احادیث منکر ہیں امام نسائی نے کہا: یہ قوی اور ثقہ نہیں ہے حاکم ابو احمد نے کہا: یہ قوی نہیں ہے۔

(تہذیب التہذیب ج ۷ ص ۱۴ مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن ۱۳۲۶ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ جو فقہاء مکہ کی زمین کو فروخت کرنے اور اس کے مکانوں کو کرائے پر دینے کو حرام کہتے ہیں ان کا قرآن مجید سے استدلال صحیح نہیں ہے اور جن احادیث سے انہوں نے استدلال کیا ہے ان سب کی سندیں ضعیف ہیں۔

مکہ کی زمین اور اس کے مکانوں کو فروخت کرنے اور کرائے پر دینے کے جواز میں قرآن مجید اور احادیث و آثار سے استدلال

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَلَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ بِغَیْرِ حَقٍّ. (الحج: ۴۰) یہ وہ لوگ ہیں جن کو ناحق اپنے گھروں سے نکالا گیا۔

امام ابن جریر نے کہا: کفار قریش نے مؤمنین کو مکہ سے نکال دیا تھا۔ (جامع البیان جز ۱۷ ص ۲۲۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کو مکہ سے نکال دیا گیا تھا۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم: ۱۳۹۶۶ مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ ۱۴۱۷ھ)

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ آیت ہمارے متعلق نازل ہوئی ہے ہمیں ہمارے گھروں سے ناحق نکال دیا گیا تھا۔ الحدیث (تفسیر امام ابن ابی حاتم: ۱۳۹۶۷)

مکہ کے مسلمانوں کو ان کے گھروں سے نکالنا ناحق اسی وقت ہوگا جب ان کا ان کے گھروں پر حق ہو اور وہ گھر وقف عام نہ ہوں اور مسلمانوں کا ان گھروں کو فروخت کرنا اور کرائے پر دینا جائز ہو۔

اس آیت کے بعد اس مؤقف پر یہ حدیث بہت قوی دلیل ہے:

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! آپ مکہ کے کون سے گھر میں ٹھہریں گے؟ آپ نے فرمایا: کیا عقیل نے ہمارے لیے حویلیاں اور مکانات چھوڑے ہیں عقیل ابو طالب کے وارث ہوئے تھے اور حضرت جعفر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما ابو طالب کے وارث نہیں ہوئے تھے کیونکہ یہ دونوں مسلمان تھے (اور مسلمان کافر کا وارث نہیں ہوتا) اور عقیل اور

طالب کافر تھے‘ سو حضرت عمر بن الخطاب یہ کہتے تھے کہ مسلمان کافر کا وارث نہیں ہوتا۔

(صحیح البخاری: ۱۵۸۸‘ صحیح مسلم: ۱۳۵۱‘ سنن ابوداؤد: ۲۰۱۰‘ سنن ابن ماجہ: ۲۹۴۲‘ السنن الکبریٰ للنسائی: ۴۲۵۵)

عقیل ابوطالب کے مکان کے وارث ہو گئے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ ابوطالب اور عقیل دونوں مکہ میں اپنے مکانوں کے مالک تھے اور ان کے مکان وقف عام نہیں تھے اور ان کا ان مکانوں کو فروخت کرنا اور ان میں تصرف کرنا صحیح تھا۔

علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے مکہ میں مکانات تھے۔ حضرت ابوبکر‘ حضرت زبیر‘ حضرت حکیم بن حزام‘ حضرت ابوسفیان اور باقی اہل مکہ کے مکانات تھے۔ بعض نے اپنے مکانوں کو فروخت کر دیا اور بعض نے اپنے مکانوں کو اپنی ملک میں رہنے دیا۔ حضرت حکیم بن حزام نے دارالندوہ کو فروخت کر دیا تو حضرت ابن الزبیر نے کہا: آپ نے قریش کی عزت کو بیچ دیا تو حضرت حکیم بن حزام نے کہا: اے بھتیجے! عزت تو صرف تقویٰ سے حاصل ہوتی ہے‘ اور حضرت معاویہ نے دو مکان خریدے۔ حضرت عمر نے حضرت صفوان بن امیہ سے چار ہزار درہم میں ایک قید خانہ خریدا اور ہمیشہ سے اہل مکہ اپنے مکانوں میں مالکانہ تصرف کرتے رہے ہیں اور خرید و فروخت کرتے رہے ہیں اور اس پر کسی نے اعتراض نہیں کیا تو یہ اجماع ہو گیا‘ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مکہ کے مکانوں کی ان کی طرف نسبت کو برقرار رکھا۔ آپ نے فرمایا: جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو گیا‘ اس کو امان ہے‘ اور جس نے اپنے گھر کا دروازہ بند کر دیا اس کو امان ہے‘ اور ان کے مکانوں اور ان کی حویلیوں کو برقرار رکھا اور کسی شخص کو اس کے گھر سے منتقل نہیں کیا گیا اور نہ کوئی ایسی حدیث پائی گئی جو ان کے مکانوں سے ان کی ملکیت زائل ہونے پر دلالت کرے‘ اور آپ کے بعد آپ کے خلفاء کا بھی یہی معمول رہا حتیٰ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو قید خانہ بنانے کے لیے مکان کی سخت ضرورت تھی‘ مگر انہوں نے خریدنے کے سوا اس کو نہیں لیا‘ اور اس کے خلاف جو احادیث مروی ہیں‘ وہ سب ضعیف ہیں اور صحیح یہ ہے کہ مکہ جنگ سے فتح ہوا ہے لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مکہ کو ان کی املاک اور حویلیوں پر برقرار رکھا اور آپ نے ان کے مکانوں کو ان کے لیے اس طرح چھوڑ دیا‘ جس طرح ہوازن کے لیے ان کی عورتوں اور بیٹوں کو چھوڑ دیا تھا۔ ابن عقیل نے کہا ہے کہ مکہ کی زمینوں کا یہ اختلاف افعالِ حج کی ادائیگی کے مقامات کے علاوہ میں ہے لیکن زمین کے جن حصوں میں افعالِ حج کی ادائیگی کی جاتی ہے جیسے صفا اور مروہ کے درمیان دوڑنے کی جگہ اور شیطان کو کنکریاں مارنے کی جگہیں‘ ان جگہوں کا حکم مساجد کا حکم ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ (المغنی لابن قدامہ ج ۳ ص ۱۷۸‘ مطبوعہ دارالفکر بیروت‘ ۱۴۰۵ ھ)

مکہ کی زمین اور مکانوں کو فروخت کرنے اور کرائے پر دینے کے متعلق فقہاء احناف کا مذہب

علامہ محمد علی بن محمد الحصکفی المتوفی ۱۰۸۸ ھ لکھتے ہیں:

مکہ کے مکانوں اور اس کی زمین کو فروخت کرنا بلا کراہت جائز ہے۔ امام شافعی کا بھی یہی قول ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ صاحب ہدایہ کی مختارات النوازل میں مذکور ہے کہ مکہ کے مکانوں کو فروخت کرنے اور ان کو کرائے پر دینے میں کوئی حرج نہیں ہے‘ لیکن زیلعی وغیرہ میں مذکور ہے کہ ان کو کرائے پر دینا مکروہ ہے اور التاتارخانیہ کی آخری فصل الوہبانیہ کے باب اجارہ میں لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ نے فرمایا: میں حج کے ایام میں مکہ کے مکانوں کو کرائے پر دینا مکروہ قرار دیتا ہوں اور آپ یہ فتویٰ دیتے تھے کہ حجاج ایام حج میں مکہ والوں کے گھروں میں رہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ''سَوَآءَ نِ الْعَاكِفُ فِيْهِ وَالْبَادُ'' (الحج: ۲۵) مسجد حرام میں مقیم اور مسافر برابر ہیں‘ اور ایام حج کے علاوہ کرایہ لینے کی رخصت دی ہے‘ اس سے فرق اور تطبیق کا علم ہو گیا۔ حضرت عمر ایام حج میں فرماتے تھے: اے مکہ والو! اپنے گھروں میں دروازے نہ بناؤ تاکہ آنے والے جہاں چاہیں‘ ٹھہر سکیں‘ پھر یہ آیت پڑھتے تھے۔

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ اس عبارت کی شرح میں لکھتے ہیں:

غایۃ البیان میں مذکور ہے کہ امام ابو یوسف نے امام ابوحنیفہ سے روایت کیا ہے کہ وہ ایام حج میں مکہ کے مکانوں کو کرائے پر دینا مکروہ کہتے تھے اور غیر ایام حج میں اس کی اجازت دیتے تھے' امام ابو یوسف کا بھی یہی قول ہے۔ امام محمد نے امام ابوحنیفہ سے روایت کیا ہے کہ وہ ایام حج میں مکہ کے مکانوں کو کرائے پر دینا مکروہ کہتے تھے اور وہ کہتے تھے کہ مکہ والوں کو چاہیے کہ اگر ان کے مکانوں میں زائد جگہ ہو تو وہ مسافروں کو اپنے مکانوں میں ٹھہرائیں ورنہ نہیں' اور امام محمد کا بھی یہی قول ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ کرائے پر دینے کی کراہت میں ہمارے ائمہ کا اتفاق ہے۔

علامہ حصکفی نے کہا ہے کہ اسی سے فرق اور تطبیق کا علم ہو گیا' اس کی شرح یہ ہے کہ ایام حج میں مکانوں کو کرائے پر دینا مکروہ ہے اور زیلعی کی نوازل میں جو اس کو مکروہ کہا ہے' اس کا یہی معنی ہے' اور مختارات النوازل میں جو کہا ہے' اس میں کوئی حرج نہیں' وہ ایام حج کے علاوہ دنوں پر محمول ہے اور امام اعظم کا بھی یہی فتویٰ ہے۔ (الدرالمختار ورد المحتار ج ۹ ص ۴۷۹ 'مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۹ھ)

ہمارے فقہاء کی عبارات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایام حج میں مکانوں کو کرائے پر دینے کی کراہت تنزیہی ہے کیونکہ انہوں نے کہا ہے کہ اگر ان کے پاس زائد جگہ ہو تو آنے والے کو ٹھہرائیں ورنہ نہیں' اور اسلام کے عام اصول سے یہ بات معلوم اور مقرر ہے کہ کوئی شخص مالک مکان کی مرضی اور اس کی اجازت کے بغیر اس کے گھر میں داخل نہیں ہو سکتا۔ قرآن مجید نے مسجد حرام میں مقیم اور مسافروں کا حق برابر قرار دیا ہے۔ ارض حرم میں یہ حق برابر نہیں فرمایا' اور اگر بالفرض ارض حرم بھی مراد ہو تو بھی حرم کے مکانوں میں تو مقیم اور مسافر کا حق برابر نہیں فرمایا۔ ارض حرم میں مسافر جہاں چاہیں خیمہ ڈال کر رہیں' کسی کے مکان میں اس کی اجازت اور اس کی مرضی کے بغیر رہنے کا انہیں کیا حق ہے؟ اور ائمہ احناف نے ایام حج میں مکانوں کو کرائے پر دینے کو مکروہ کہا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ اخلاق اور مروت کے خلاف ہے کہ مسافروں' مہمانوں اور زائرین حرم سے ان کے ٹھہرنے کا کرایہ طلب کیا جائے' یہ مطلب نہیں ہے کہ یہ شرعاً مکروہ یا حرام ہے۔ (تبیان القرآن ج ۷ ص ۷۳۳-۷۲۹ 'فرید بک سٹال' لاہور)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۳۱۹۰- ج ۳ ص ۶۹۹ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے عنوان یہ ہیں:

① مکہ میں مہاجروں کے چھوڑے ہوئے مکانوں کا حکم ② مکہ صلح سے فتح ہوا یا جنگ سے؟ ③ جن مکانوں پر مسلمانوں کی ہجرت کے بعد کفار نے قبضہ کر لیا' ان کی ملکیت کے حکم میں اختلاف مذاہب۔

٤٥ - بَابُ نُزُوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مکہ میں اترنا

١٥٨٩ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ' عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبُوْ سَلَمَةَ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' حِيْنَ اَرَادَ قُدُوْمَ مَكَّةَ مَنْزِلُنَا غَدًا' اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى' بِخَيْفِ بَنِيْ كِنَانَةَ' حَيْثُ تَقَاسَمُوْا عَلَى الْكُفْرِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے ابوسلمہ نے حدیث بیان کی کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (منیٰ سے لوٹ کر) مکہ آنے لگے تو آپ نے فرمایا: کل ہم ان شاء اللہ خیف بنی کنانہ میں اتریں گے' جہاں کفار نے کفر پر قسمیں کھائی تھیں۔

[اطراف الحدیث: ۱۵۹۰-۳۸۸۲-۴۲۸۴-۴۲۸۵-۷۴۷۹]

(صحیح مسلم: ۱۳۱۴' الرقم المسلسل: ۳۱۱۶' سنن ابوداؤد: ۲۰۱۱' سنن کبریٰ: ۴۲۰۲' صحیح ابن خزیمہ: ۲۹۸۲۔۲۹۸۱' سنن بیہقی ج ۵ ص ۱۶۰' مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۸ طبع قدیم' مسند احمد: ۷۲۴۰۔ ج ۱۲ ص ۱۸۱۔۱۸۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت میں لکھے ہوئے صحیفہ کو دیمک کا کھالینا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

کفار قریش نے جو کفر پر قسمیں کھائی تھیں' وہ یہ تھیں کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو' بنوہاشم کو اور بنوعبدالمطلب کو مکہ سے اس گھاٹی کی طرف نکال دیں گے اور وہ جگہ خیف بنی کنانہ تھی' اور انہوں نے آپس میں مشورہ کر کے ایک صحیفہ لکھا تھا جس میں بہت سی باطل چیزیں تھیں' اللہ تعالیٰ نے دیمک کو بھیجا' جس نے اس میں سے کفر کی باتوں کو کھالیا اور اس میں جو اللہ کا ذکر تھا اس کو چھوڑ دیا' پس حضرت جبریل علیہ السلام نے اس بات کی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خبر دی اور آپ نے اس کی خبر اپنے چچا ابوطالب کو دی' پس انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ سے اس کی قریش کو خبر دی تو انہوں نے اس کو اسی طرح پایا۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۳۲۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۳۰۷۰۔ ج ۳ ص ۵۶۰ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۱۵۹۰ - حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ قَالَ حَدَّثَنَا الْاَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي الزُّهْرِيُّ' عَنْ اَبِي سَلَمَةَ' عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' مِنَ الْغَدِ يَوْمَ النَّحْرِ' وَهُوَ بِمِنًى نَحْنُ نَازِلُوْنَ غَدًا بِخَيْفِ بَنِيْ كِنَانَةَ' حَيْثُ تَقَاسَمُوْا عَلَى الْكُفْرِ. يَعْنِي ذٰلِكَ الْمُحَصَّبَ' وَذٰلِكَ اَنَّ قُرَيْشًا وَكِنَانَةَ' تَحَالَفَتْ عَلٰى بَنِيْ هَاشِمٍ وَبَنِيْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ' اَوْ بَنِي الْمُطَّلِبِ اَنْ لَا يُنَاكِحُوْهُمْ وَلَا يُبَايِعُوْهُمْ' حَتّٰى يُسْلِمُوْا اِلَيْهِمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحمیدی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الاوزاعی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے الزہری نے حدیث بیان کی از ابی سلمہ از ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس وقت منیٰ میں تھے' آپ نے فرمایا: کل قربانی کے دن ہم خیف بنی کنانہ میں اتریں گے جہاں انہوں نے کفر پر قسمیں کھائی تھیں' اس سے آپ کی مراد وادی المحصب تھی' اس کی وجہ یہ تھی کہ قریش اور کنانہ نے بنوہاشم اور بنوعبدالمطلب یا بنوالمطلب کے خلاف قسمیں کھائی تھیں کہ ان سے نکاح نہ کرنا' ان سے خرید وفروخت نہ کرنا حتیٰ کہ یہ لوگ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کے حوالے کردیں۔

وَقَالَ سَلَامَةُ عَنْ عُقَيْلٍ وَيَحْيَى بْنُ الضَّحَّاكِ عَنِ الْاَوْزَاعِيِّ اَخْبَرَنِي ابْنُ شِهَابٍ' وَقَالَا بَنِيْ هَاشِمٍ وَبَنِي الْمُطَّلِبِ. قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ بَنِي الْمُطَّلِبِ اَشْبَهُ.

اور سلامہ نے کہا از عقیل اور یحییٰ بن الضحاک از اوزاعی' انہوں نے کہا: مجھے ابن شہاب نے خبر دی' ان دونوں نے کہا: بنی ہاشم اور بنی المطلب۔ امام بخاری نے کہا: بنوالمطلب اشبہ بالحق ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۵۸۹ میں کردی گئی ہے۔

٤٦ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى
اللہ عزوجل کا ارشاد

﴿وَاِذْ قَالَ اِبْرَاهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ ۝ رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ

اور جب ابراہیم نے دعا کی کہ اے میرے رب! اس شہر (مکہ) کو امن والا بنا دے اور مجھے اور میرے بیٹوں کو بتوں کی

﴿كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ فَمَنْ تَبِعَنِي فَإِنَّهُ مِنِّي وَمَنْ عَصَانِي فَإِنَّكَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ○ رَبَّنَا إِنِّي أَسْكَنتُ مِن ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ عِندَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيمُوا الصَّلَاةَ فَاجْعَلْ أَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِي إِلَيْهِمْ﴾ (ابراہیم:۳۷۔ ۳۵) الآیۃ.

عبادت کرنے سے محفوظ رکھ○ اے میرے رب! بے شک ان بتوں نے بہت لوگوں کو گم راہ کر دیا ہے' سو جس نے میری پیروی کی وہ بے شک میرا ہے اور جس نے میری نافرمانی کی تو بے شک تو بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے○ اے ہمارے رب! میں نے اپنی بعض اولاد کو بے آب و گیاہ وادی میں ٹھہرا دیا ہے' تیرے حرمت والے گھر کے نزدیک' اے ہمارے رب! تا کہ وہ نماز کو قائم رکھیں تو کچھ لوگوں کے دلوں کو ایسا کر دے کہ وہ ان کی طرف مائل رہیں○ (ابراہیم: ۳۷۔ ۳۵)

باب مذکور میں حدیث ذکر نہ کرنے کی توجیہ

اس باب میں امام بخاری نے حدیث ذکر نہیں کی' ہو سکتا ہے کہ حدیث ذکر نہ کرنے کی وجہ یہ ہو کہ اس آیت کے مناسب انہیں کوئی حدیث نہیں مل سکی جو ان کی شرط کے مطابق ہو یا انہوں نے ابواب کے عنوان پہلے لکھ دیئے تھے اور بعد میں ان عنوانات کے مناسب انہوں نے احادیث کو درج کیا اور اس عنوان کے مطابق حدیث درج کرنے کا موقع نہ ملا ہو' یا انہوں نے اس عنوان کے تحت حدیث ذکر کر دی تھی لیکن صحیح بخاری کے نسخوں کو نقل کرنے والوں سے وہ حدیث نقل کرنے سے رہ گئی۔

ابراہیم: ۳۷۔ ۳۵ کی مختصر تفسیر

اور یاد کیجئے جب ابراہیم نے دعا کی کہ اے میرے رب! اس شہر یعنی مکہ کو امن والا بنا دے یعنی قتل اور لوٹ مار اور جذام اور برص ایسی مہلک بیماریوں سے' اور مجھے اور میرے بیٹوں کو بتوں کی پرستش سے محفوظ رکھ۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام جب بیت اللہ کی تعمیر سے فارغ ہو گئے تو انہوں نے اپنے رب سے یہ دعا کی کہ اس شہر کو امن والا بنا دے اور انہیں اپنی اولاد کے متعلق تشویش تھی کیونکہ انہوں نے ایسے لوگوں کو دیکھا تھا جو بتوں کی عبادت کرتے تھے' اس لیے انہوں نے اپنی اولاد کے متعلق دعا کی اور انہوں نے اپنی دعا میں کہا: اے میرے رب! بے شک ان بتوں نے بہت لوگوں کو گم راہ کر دیا ہے یعنی یہ بت بہت لوگوں کی گم راہی کا سبب بن گئے' حضرت ابراہیم نے ظاہر کے اعتبار سے ان بتوں کی طرف گم راہ کرنے کی نسبت کی ورنہ حقیقت میں شیطان لوگوں کو بہکاتا ہے اور ان بتوں کی عبادت کی ترغیب دیتا ہے۔

حضرت ابراہیم نے دعا میں کہا: سو جس نے میری پیروی کی یعنی جو مجھ پر ایمان لایا' وہ بے شک میرا ہے یعنی وہ میرے دین پر ہے اور میرا امتی ہے اور جس نے میری نافرمانی کی یعنی جس نے میری اطاعت نہیں کی اور تجھ کو واحد نہیں مانا' تو بے شک تو بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے' اگر وہ توبہ کرے یا تو اس کو اسلام لانے کی توفیق دے' اے ہمارے رب! میں نے اپنی بعض اولاد کو بے آب و گیاہ وادی میں ٹھہرا دیا ہے' بعض اولاد سے مراد حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں اور بے آب و گیاہ وادی سے مراد مکہ مکرمہ ہے۔

تیرے حرمت والے گھر کے نزدیک یعنی جہاں قتل کرنا اور شکار کرنا اور بغیر احرام کے داخل ہونا حرام کر دیا گیا ہے' اے ہمارے رب! تا کہ وہ نماز کو قائم رکھیں' یعنی تو انہیں نماز کو قائم کرنے کی توفیق عطا فرما' نماز کا خصوصیت سے اس لیے ذکر کیا کہ وہ تمام عبادات میں اولیٰ اور افضل ہے' پھر کہا: تو کچھ لوگوں کے دلوں کو ایسا کر دے کہ وہ ان کی طرف مائل رہیں' یعنی وہ ان عبادات کی طرف مشتاق ہوں اور ان کو ادا کرنے کی طرف جلدی کریں اور دعا میں یہ کہا: اور ان کو پھلوں سے روزی دے تا کہ وہ شکر ادا کریں' یعنی تا کہ وہ

تیرے رزق عطا کرنے کا شکر ادا کریں۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۳۳۱۔۳۳۰)

ان آیات کی مفصل تفسیر کے لیے ہماری تفسیر 'تبیان القرآن' ابراہیم: ۳۷۔۳۵ کا مطالعہ فرمائیں۔

٤٧ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى
اللہ تعالیٰ کا ارشاد

﴿جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيَامًا لِّلنَّاسِ وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ وَالْهَدْيَ وَالْقَلَآئِدَ ذٰلِكَ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ﴾ (المائدہ:۹۷).

اللہ نے کعبہ کو جو حرمت والا گھر ہے لوگوں کے قیام کا سبب بنا دیا' اور حرمت والے مہینہ کو اور کعبہ کی قربانی کو اور جانوروں کے گلوں میں پڑے ہوئے پٹوں کو' یہ اس لیے ہے کہ تم جان لو کہ بے شک اللہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمینوں میں ہے' بے شک اللہ ہر چیز کو بہت جاننے والا ہے O (المائدہ:۹۷)

المائدہ:۹۷ کی باب میں درج تین حدیثوں کی مناسبت کے اشارات

امام بخاری نے اس آیت کریمہ کو اس باب کا عنوان حسب ذیل اُمور کی وجہ سے بنایا ہے:

(۱) اس میں یہ اشارہ ہے کہ لوگوں کے معاملات کا درست ہونا اور ان کے دین اور دنیا کی بہتری کعبہ کی وجہ سے قائم ہے اور اس پر ''قیامًا للناس'' دلالت کرتا ہے۔ اللہ نے کعبہ کو جو حرمت والا گھر ہے لوگوں کے قیام کا سبب بنا دیا' یعنی جب تک کعبہ موجود ہے دین قائم رہے گا' پس جب کعبہ کو چھوٹی پنڈلیوں والے تباہ کر دیں گے تو ان کا نظام فاسد ہو جائے گا' اس لیے امام بخاری نے اس باب میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث درج کی ہے' جو اس معنی پر دلالت کرتی ہے اور اسی کے ساتھ باب کے عنوان اور حدیث میں مطابقت ظاہر ہو جاتی ہے۔

(۲) اس میں کعبہ کی تعظیم اور توقیر کی طرف اشارہ ہے' جس پر ''البیت الحرام'' کا لفظ دلالت کرتا ہے کیونکہ حرمت کے ساتھ کعبہ کی صفت بیان کی ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث روایت کی ہے جس میں کعبہ پر غلاف چڑھانے کا ذکر ہے۔

(۳) اس میں یہ اشارہ ہے کہ کعبہ کی زیارت کرنے والے کبھی ختم نہیں ہوں گے' اسی وجہ سے یاجوج اور ماجوج کے خروج کے بعد بھی لوگ حج کرتے رہیں گے' اسی وجہ سے امام بخاری نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث ذکر کی ہے جس میں یہ ارشاد ہے کہ یاجوج اور ماجوج کے خروج کے بعد بھی حج اور عمرہ ہوتا رہے گا۔

المائدہ:۹۷ میں درج بعض اہم الفاظ کی شرح

اس آیت میں ''قیامًا'' کا لفظ ہے' یعنی کعبہ لوگوں کے دین اور دنیا کا ستون ہے' جس سے ان کے معاش اور معاد کے اغراض اور مقاصد پورے ہوتے ہیں کیونکہ کعبہ کی وجہ سے حج اور عمرہ کیا جاتا ہے اور وہ تجارت کرتے ہیں جس سے ان کو انواع واقسام کے منافع حاصل ہوتے ہیں' مقاتل نے کہا: کعبہ ان کے قبلہ کی علامت ہے جس کی طرف منہ کر کے وہ نماز پڑھتے ہیں۔

''شھر حرام'' وہ مہینہ جس میں حج کیا جاتا ہے اور وہ ذوالحجہ ہے۔

''الھدی'' قربانی کا جانور۔

''القلائد'' قربانی کے جانوروں کے گلوں میں جو ہار ڈالے جاتے ہیں' یعنی اللہ تعالیٰ نے شہر حرام کو' ھدی کو اور قلائد کو لوگوں کے لیے امن کی علامت بنا دیا کیونکہ حرمت والے مہینوں کے سوا عربوں میں جنگ رہتی تھی' پس جب وہ ان لوگوں کو دیکھتے جن کے پاس قربانی کے جانور ہیں' جن کے گلوں میں ہار ہیں تو وہ ان سے تعرض نہیں کرتے تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۹ ص ۳۳۲-۳۳۱، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۱۵۹۱ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ سَعْدٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُخَرِّبُ الْكَعْبَةَ ذُو السُّوَيْقَتَيْنِ مِنَ الْحَبَشَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زیاد بن سعد نے حدیث بیان کی از الزہری از سعید بن المسیب از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: دو چھوٹی پنڈلیوں والے حبشی کعبہ کو تباہ کر دیں گے۔

[طرف الحدیث:۱۵۹۶]

(صحیح مسلم:۲۹۰۹' الرقم المسلسل:۷۱۷۲' سنن نسائی:۲۹۰۳' مسند الحمیدی:۱۱۳۶' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۵ ص ۴۷' صحیح ابن حبان:۶۷۵۱' سنن بیہقی ج ۴ ص ۳۴۰' شرح السنۃ:۲۰۰۸' مسند احمد ج ۲ ص ۳۱۰ طبع قدیم' مسند احمد:۸۰۹۴- ج ۱۳ ص ۴۵۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

چھوٹی پنڈلیوں والے حبشی کی شرح

اس حدیث میں مذکور ہے: ''ذو السویقتین'' یہ ''ساق'' کی تصغیر ہے' اس میں یہ اشارہ ہے کہ ان کی پنڈلیاں چھوٹی اور پتلی ہوں گی اور یہ حبشیوں کی ایک جماعت ہوگی۔

سفیان بن عیینہ نے یہ حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حبشیوں میں کوئی خیر نہیں ہے' یہ اگر بھوکے ہوں تو چوری کرتے ہیں اور اگر شکم سیر ہوں تو زنا کرتے ہیں اور ان میں دو خوبیاں ہیں: یہ تنگی کے دنوں میں کھانا کھلاتے ہیں اور لباس پہناتے ہیں۔ (المعجم الکبیر:۱۲۲۱۳' مسند البزار:۲۸۳۶' الکامل ابن عدی ج ۵ ص ۲۰۲۰' کنز العمال:۲۵۰۹۴' حافظ الہیثمی المتوفی ۸۰۷ھ نے کہا: اس حدیث کے تمام رجال ثقہ ہیں اور ایک سے زائد ائمہ نے اس حدیث کی توثیق کی ہے۔ مجمع الزوائد ج ۴ ص ۲۳' دار الکتاب العربی' بیروت)

کعبہ کی تخریب کے متعلق احادیث

کعبہ کی تباہی کے متعلق متعدد احادیث ہیں' ایک حدیث' صحیح البخاری: ۱۵۹۵ میں ہے' جو عنقریب آئے گی اور دیگر احادیث میں سے چند درج ذیل ہیں:

(۲) سعید بن سمعان بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ حضرت ابو قتادہ کو یہ حدیث اس وقت بیان کر رہے تھے جس وقت وہ کعبہ کا طواف کر رہے تھے' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان ایک شخص سے بیعت کی جائے گی اور سب سے پہلے اس بیعت کو بیت والے حلال کریں گے' پس جب وہ اس کو حلال کرلیں تو عربوں کی ہلاکت کا نہ پوچھو' پھر حبشی آکر کعبہ کو تباہ کر دیں گے' پھر اس کی تعمیر نہیں کی جائے گی اور یہ وہ لوگ ہیں جو کعبہ کا خزانہ نکال لیں گے (اس حدیث کی سند صحیح ہے)۔

(مسند ابوداؤد الطیالسی:۲۹۶۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۵ھ' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۵ ص ۵۳-۵۲' مسند احمد:۷۸۹۷' شرح السنۃ:۲۸۲۹' صحیح ابن حبان:۶۸۲۷' المستدرک ج ۴ ص ۴۵۳-۴۵۲' سیر اعلام النبلاء ج ۷ ص ۱۳۶-۱۳۵)

(۳) حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تک حبشی تم کو ترک کیے ہوئے ہیں تم بھی ان کو ترک کر دو کیونکہ کعبہ کے خزانہ کو صرف چھوٹی ٹانگوں والے حبشی نکال لیں گے۔ (سنن ابوداؤد:۴۳۰۹-۴۳۰۲' مسند احمد ج ۵ ص ۳۷۱' المستدرک ج ۴ ص ۴۵۳' تاریخ بغداد ج ۱۲ ص ۴۰۳' مجمع الزوائد ج ۵ ص ۳۰۳' مشکوٰۃ:۵۴۲۹' کنز العمال:۱۰۹۳۵)

(۴) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ دو چھوٹی پنڈلیوں والے حبشی کعبہ کو تباہ کردیں گے' وہ اس کے زیورات چھین لیں گے اور اس کا غلاف اتار دیں گے' ان کے سر گنجے ہوں گے اور ٹانگیں ٹیڑھی ہوں گی' وہ ہتھوڑی اور کلہاڑی سے اس پر ضرب لگائیں گے۔

(اخبار مکہ للازرقی ص ۲۴۳-۲۷۷' سنن ابوداؤد: ۴۳۰۹' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۵ ص ۴۷' مصنف عبد الرزاق: ۹۱۷۹-۹۱۷۸' مجمع الزوائد ج ۳ ص ۲۹۸' مسند احمد ج ۲ ص ۲۲۰ طبع قدیم' مسند احمد: ۷۰۵۳-ج ۱۱ ص ۶۲۹-۶۲۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اللہ تعالیٰ نے کعبہ کو مامون قرار دیا ہے' پھر حجاج' قرامطہ اور حبشی کعبہ کی تخریب پر کس طرح قادر ہوئے؟

علامہ عبدالرحمان بن علی بن محمد الجوزی المتوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں اصحاب الفیل (ہاتھی والوں) سے کعبہ کی حفاظت کی گئی اور زمانہ اسلام میں حجاج اور قرامطہ سے کعبہ کی حفاظت نہیں کی گئی' اسی طرح آخر زمانہ میں حبشی کعبہ کو نقصان پہنچائیں گے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہاتھیوں کو کعبہ تک پہنچنے سے روکنا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی علامت اور دلیل تھی' کیونکہ اس وقت اہل کعبہ وادی کے رہنے والے تھے تو اس کی حفاظت کی گئی تا کہ وہ لوگ اللہ کی نعمت کو پہچانیں کہ بغیر قتال کے کعبہ کی حفاظت کی گئی' پس جب ان میں سے نبی ظاہر ہو گئے تو ان پر حجت قوی ہو گئی کیونکہ انہوں نے اپنی آنکھوں سے اس دلیل کا مشاہدہ کرلیا تھا۔

(کشف المشکل ج ۴ ص ۳۳۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اگر تم یہ اعتراض کرو کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: حرم امن والا ہے۔ (القصص: ۵۷) اور جب حبشی حرم کو تباہ کردیں گے تو یہ اس آیت کے منافی ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حرم دائما اور تمام اوقات میں مامون نہیں ہے بلکہ اگر کسی وقت بھی وہ مامون (امن والا) ہو تو اس کا مامون ہونا صادق آجائے گا' پھر اگر وہ کسی وقت میں مامون نہ رہے تو یہ اس کے منافی نہیں ہوگا۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ نے ایک ساعت میرے لیے مکہ (میں قتال کو) حلال کردیا' پھر اس کی حرمت قیامت تک کے لیے لوٹ آئی ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ قتال کی حرمت کا حکم قیامت تک کے لیے باقی ہے' البتہ یزید کے زمانہ میں اس حکم کی مخالفت کی گئی اور حجاج بن یوسف نے مکہ پر حملہ کر کے اس حرمت کو پامال کیا اور وہ گناہ گار ہوئے۔ قاضی عیاض نے کہا ہے کہ حرم قیامت تک کے لیے مامون ہے اور چھوٹی پنڈلیوں والے حبشیوں کا کعبہ کو تباہ کرنا اس عموم سے مستثنیٰ ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۹ ص ۳۳۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۷۱۷۸-ج ۷ ص ۵۷۷ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۱۵۹۲ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا. ح. وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللّٰهِ، هُوَ ابْنُ الْمُبَارَكِ، قَالَ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي حَفْصَةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانُوا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا (ح) اور مجھے محمد بن مقاتل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عبداللہ نے خبر دی وہ ابن المبارک ہیں' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن ابی حفصہ نے خبر دی از الزہری از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں

يَصُوْمُوْنَ عَاشُوْرَاءَ قَبْلَ اَنْ يُّفْرَضَ رَمَضَانُ وَكَانَ يَوْمًا تُسْتَرُ فِيْهِ الْكَعْبَةُ فَلَمَّا فَرَضَ اللّٰهُ رَمَضَانَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ شَاءَ اَنْ يَّصُوْمَهُ فَلْيَصُمْهُ وَمَنْ شَاءَ اَنْ يَّتْرُكَهُ فَلْيَتْرُكْهُ.

[اطراف الحدیث: ۱۸۹۳-۲۰۰۱-۲۰۰۲-۳۸۳۱-۴۵۰۲-۴۵۰۴]

کہ لوگ رمضان کے فرض کیے جانے سے پہلے دس محرم کا روزہ رکھتے تھے اور یہ وہ دن تھا جس دن کعبہ پر غلام چڑھایا جاتا تھا' پھر جب اللہ نے رمضان (کے روزے) فرض کر دیئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو دس محرم کا روزہ رکھنا چاہے' وہ اس دن کا روزہ رکھے اور جو اس کو ترک کرنا چاہے تو وہ اس کو ترک کر دے۔

اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) یحییٰ بن بکیر ابوزکریاء المخزومی (۲) لیث بن سعد (۳) عقیل بن خالد (۴) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (۵) عروہ بن الزبیر بن العوام (۶) محمد بن مقاتل ابوالحسن' مجاور مکہ (۷) عبداللہ بن المبارک (۸) محمد بن ابی حفصہ' ان کا نام میسرہ ہے (۹) حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۳۳۵)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ مشرکین ہمیشہ سے کعبہ کی تعظیم کرتے تھے' اس پر غلاف چڑھاتے تھے اور اس کے سامنے اس طرح ادب سے کھڑے ہوتے تھے جس طرح مسلمان ادب سے کھڑے ہوتے ہیں اور اس کی تعظیم اور حرمت سے یہ بھی ہے کہ وہ ہر سال دس محرم کو کعبہ پر غلاف چڑھاتے تھے اور اس حدیث میں بھی دس محرم کا ذکر ہے۔

غلافِ کعبہ کی تاریخ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

ابن جریج نے کہا: ہمارے بعض علماء کا یہ زعم ہے کہ سب سے پہلے جس نے کعبہ پر غلاف چڑھایا' وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں ابن جریج نے کہا: مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ سب سے پہلے تبع نے کعبہ پر غلاف چڑھایا تھا' اس کے بعد ہر زمانہ میں بادشاہ کعبہ پر عمدہ اور نفیس کپڑے لٹکاتے رہے اور تبرک کے حصول کے لیے اس پر سونا چاندی چڑھاتے رہتے تھے' اس پر اتنا زیادہ سونا اور چاندی تھی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اب اس پر مزید سونا اور چاندی چڑھانے کی ضرورت نہیں ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۴ ص ۲۴۰' دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۱۵۹۳ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ قَالَ حَدَّثَنَا اَبِيْ قَالَ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ عَنِ الْحَجَّاجِ بْنِ حَجَّاجٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ عُتْبَةَ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيُحَجَّنَّ الْبَيْتُ وَلَيُعْتَمَرَنَّ بَعْدَ خُرُوْجِ يَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ. تَابَعَهُ اَبَانُ وَعِمْرَانُ عَنْ قَتَادَةَ. وَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ عَنْ شُعْبَةَ قَالَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى لَا يُحَجَّ الْبَيْتُ. وَالْاَوَّلُ اَكْثَرُ سَمِعَ قَتَادَةُ عَبْدَ اللّٰهِ وَعَبْدُ اللّٰهِ اَبَا سَعِيْدٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم نے حدیث بیان کی از الحجاج بن حجاج از قتادہ از عبداللہ بن ابی عتبہ از حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا: یاجوج اور ماجوج کے خروج کے بعد (بھی) ضرور بیت اللہ کا حج کیا جائے گا اور عمرہ کیا جائے گا۔ ابان اور عمران نے عبداللہ بن ابی عتبہ کی متابعت کی ہے از قتادہ' اور عبدالرحمان نے کہا از شعبہ: انہوں نے بیان کیا: قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہو گی حتیٰ کہ بیت اللہ کا حج کیا جائے گا اور پہلی روایت اکثر سے مروی

ہے۔ قتادہ نے عبداللہ سے سماع کیا ہے اور عبداللہ نے ابوسعید سے۔

اس حدیث کی روایت میں بھی امام بخاری منفرد ہیں۔

حدیث مذکور کے رجال

(١) احمد بن ابی عمرو' ان کا نام حفص بن عبداللہ بن راشد ابوعلی السلمی ہے' یہ ٢٦٠ھ میں فوت ہو گئے تھے (٢) ان کے والد حفص ابوعمرو' یہ نیشاپور کے قاضی تھے (٣) ابراہیم بن طہمان ابوسعید (٤) الحجاج بن الحجاج الاسلمی الباہلی الاحول (٥) قتادہ بن دعامہ (٦) عبداللہ بن ابی عتبہ مولیٰ حضرت انس بن مالک (٧) حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ' ان کا نام سعد بن مالک ہے۔
(عمدۃ القاری ج ٩ ص ٣٣٧)

یاجوج اور ماجوج کی تعریف

یاجوج' اور ماجوج کے متعلق علامہ عینی نے لکھا ہے کہ یاجوج ترک سے ہیں اور ماجوج جیل اور دیلم سے ہیں' ایک قول یہ ہے کہ یہ دو قسمیں ہیں ایک کا بہت لمبا قد ہے اور دوسری کا بہت چھوٹا قد ہے۔ (عمدۃ القاری ج ٩ ص ٣٣٧' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

* یاجوج اور ماجوج کے متعلق ہم نے' شرح صحیح مسلم: ٧١٠٧۔ ج ٧ ص ٧٨٧۔ ٧٨٣ میں اور تفسیر تبیان القرآن ج ٧' سورۃ الکہف: ١٠١۔ ٨٣ کے تحت بہت تفصیل کے ساتھ لکھا ہے' وہاں ملاحظہ فرمائیں

٤٨ - بَابُ كِسْوَةِ الْكَعْبَةِ

کعبہ پر غلاف چڑھانا

١٥٩٤ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا وَاصِلُ الْأَحْدَبُ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ قَالَ جِئْتُ إِلَى شَيْبَةَ .ح . وَحَدَّثَنَا قَبِيصَةُ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ وَاصِلٍ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ قَالَ جَلَسْتُ مَعَ شَيْبَةَ عَلَى الْكُرْسِيِّ فِي الْكَعْبَةِ فَقَالَ لَقَدْ جَلَسَ هٰذَا الْمَجْلِسَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَقَالَ لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ لَا أَدَعَ فِيهَا صَفْرَاءَ وَلَا بَيْضَاءَ إِلَّا قَسَمْتُهُ. قُلْتُ إِنَّ صَاحِبَيْكَ لَمْ يَفْعَلَا! قَالَ هُمَا الْمَرْءَانِ أَقْتَدِي بِهِمَا.
[طرف الحدیث: ٧٢٧٥]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن عبدالوہاب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد بن الحارث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں واصل الاحدب نے حدیث بیان کی از ابووائل' انہوں نے کہا: میں شیبہ کی طرف گیا' (ح) اور ہمیں قبیصہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از واصل از ابی وائل' انہوں نے کہا: میں شیبہ کے ساتھ کعبہ میں کرسی پر بیٹھا' پس کہا: اس بیٹھنے کی جگہ پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیٹھے تھے پھر حضرت عمر نے کہا: میں نے ارادہ کیا ہے کہ میں ہر درہم اور دینار کو تقسیم کر دوں' شیبہ نے کہا: آپ کے دو صاحبوں (نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر) نے تو ایسا نہیں کیا تھا' حضرت عمر نے کہا: میں ان ہی دو مردوں کی تو اقتداء کرتا ہوں۔

(سنن ابوداؤد: ٢٠٣١' سنن ابن ماجہ: ٣١١٦' مصنف ابن ابی شیبہ ج ١٢ ص ٣٤٠' المعجم الکبیر: ٧١٩٦' مسند احمد ج ٣ ص ٤١٠ طبع قدیم' مسند احمد: ١٥٣٨٢۔ ج ٢٤ ص ١٠٢' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(١) عبداللہ بن عبدالوہاب ابومحمد الحجبی (٢) خالد بن الحارث ابوعبداللہ الحجبی (٣) سفیان الثوری (٤) واصل بن حیان الاحدب

الاسدی (۵) ابووائل شقیق بن سلمہ (۶) شیبہ بن عثمان الحجبی العبدری رضی اللہ عنہ' یہ فتح مکہ کے دن اسلام لائے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اور ان کے عم زاد حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ کو کعبہ کی چابی دی تھی اور فرمایا تھا: اے ابوطلحہ کی اولاد! تم ہمیشہ ہمیشہ کے لیے قیامت تک ان چابیوں کو اپنے پاس رکھو صرف کوئی ظالم شخص ہی تم سے یہ چابیاں لے گا' اور یہ چابیاں اب بنوشیبہ کے ہاتھ میں ہیں' شیبہ بن عثمان ۵۹ھ میں فوت ہو گئے تھے (۷) قبیصہ بن عقبہ ابوعامر السدائی (۸) حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۳۳۹)

اس اعتراض کے متعدد جوابات کہ یہ حدیث عنوان کے مطابق نہیں ہے

اس حدیث پر یہ اعتراض ہے کہ اس میں غلاف کعبہ کا ذکر نہیں ہے' سو یہ حدیث عنوان کے مطابق نہیں؟ اس کے جواب میں یہ کہا گیا ہے کہ اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت حسب ذیل وجوہ سے ہے:

(۱) یہ بات مشہور ہے کہ ہر زمانہ میں بادشاہ سونے سے مزین کچھ ریشمی کپڑوں کے غلاف کعبہ پر چڑھا کر فخر کرتے تھے جس طرح وہ کعبہ پر پردے لٹکا کر فخر کرتے تھے' امام بخاری نے یہ ارادہ کیا کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے سمجھا کہ جس طرح کعبہ پر چڑھائے جانے والے سونے اور چاندی کو تقسیم کرنا درست ہے' اسی طرح کعبہ کے پردوں کا حکم بھی مال کی طرح ہے اور ان کو تقسیم کرنا بھی جائز ہے' بلکہ فاضل کپڑوں کو تقسیم کرنا زیادہ لائق ہے۔

(۲) یہ بھی ہو سکتا ہے کہ امام بخاری کا مقصود اس پر متنبہ کرنا ہو کہ کعبہ پر غلاف چڑھانا مشروع ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ کعبہ کی زینت کے لیے ہمیشہ کعبہ پر مال نذر کیا جاتا رہا تھا اور غلاف کعبہ بھی اسی قبیل سے ہے۔

(۳) یہ بھی ہو سکتا ہے کہ امام بخاری نے غلاف کعبہ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول سے مستنبط کیا ہو کہ میں اس وقت تک نہیں نکلوں گا جب تک کہ میں کعبہ کے مال کو تقسیم نہ کر دوں' سو ہر وہ چیز جس سے تمول حاصل کیا جائے وہ مال ہے اور غلاف اور پردوں کے کپڑے بھی اسی میں داخل ہیں۔

(۴) جس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کرسی پر بیٹھے تھے اس وقت کعبہ پر غلاف چڑھا ہوا تھا اور چونکہ حضرت عمر نے اس پر انکار نہیں کیا اور اس کو برقرار رکھا' اس سے معلوم ہوا کہ کعبہ پر غلاف چڑھانا جائز ہے۔

(۵) یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ حدیث مختصر ہو اور اس میں غلاف کعبہ کا ذکر نہ کیا گیا ہو۔

کرسی کا معنی اور کعبہ کے غلاف کے متعلق حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا طرز عمل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کرسی پر بیٹھے تھے علامہ عینی نے زمخشری سے نقل کیا ہے کہ کرسی اور تخت میں یہ فرق ہے کہ تخت پر بیٹھنے کے بعد تخت پر بیٹھنے والے سے زائد جگہ ہوتی ہے اور کرسی پر بیٹھنے کے بعد بیٹھنے والے سے زائد جگہ نہیں بچتی۔ (کرسی پر بیٹھنے کی مفصل تحقیق ہم نے اپنی تفسیر' تبیان القرآن میں البقرہ: ۲۵۵ کے تحت کر دی ہے' حوالہ کے لیے تبیان القرآن ج ۱ ص ۹۷۶-۹۷۴ کا مطالعہ فرمائیں)

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے ارادہ کیا ہے کہ میں ہر دینار اور درہم کو تقسیم کر دوں' علامہ ابن جوزی نے کہا ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں لوگ کعبہ کی تعظیم کے لیے کعبہ میں سونا اور چاندی نذر کرتے تھے' حضرت عمر نے فرمایا: میں اس کرسی سے اس وقت تک نہیں اٹھوں گا جب تک کہ اس مال کو فقراء مسلمین کے درمیان تقسیم نہ کر دوں۔

شیبہ نے حضرت عمر پر اعتراض کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر نے تو کعبہ کے مال کو فقراء مسلمین میں تقسیم نہیں کیا تھا' حضرت

عمر نے کہا: میں ان ہی دونوں کی تو اقتداء کرتا ہوں' اس کا معنی یہ ہے کہ اگر ان دونوں نے اس طرح نہ کیا ہوتا تو میں بھی نہ کرتا۔

امام عبد الرزاق نے حسن بصری سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر نے کعبہ کے خزانہ کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا ارادہ کیا تو حضرت ابی بن کعب نے اعتراض کیا: آپ سے پہلے آپ کے دو صاحب گزر چکے ہیں' اگر اس میں کوئی فضیلت ہوتی تو وہ بھی اسی طرح کرتے' علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ جب حضرت ابی بن کعب نے بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس طرح نہیں کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ رک گئے۔

کعبہ کے پردوں کو کعبہ پر برقرار رکھنا اور پرانے پردوں کو مسلمانوں میں تقسیم کرنے کا جواز

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کعبہ پر غلاف چڑھانا مشروع ہے۔

اس حدیث میں یہ بیان ہے کہ حضرت عمر کے نزدیک کعبہ کے پردوں کو کعبہ کی زینت کے بجائے فقراء مسلمین پر خرچ کرنا زیادہ اہم تھا' لیکن اس امت میں اور اس سے پہلے لوگوں کے دلوں میں جو کعبہ کی عزت اور حرمت برقرار تھی' اس کا تقاضا یہ تھا کہ ان پردوں کو کعبہ پر ہی برقرار رکھا جائے' علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ کعبہ کے پردے اور غلاف مال وقف کے قائم مقام ہیں اور وقف میں تغیر کرنا جائز نہیں ہے اور کعبہ کے غلاف کو برقرار رکھنے میں اسلام کی تعظیم ہے اور دشمنانِ اسلام پر ہیبت ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۲۴۰) البتہ کعبہ کے جو پردے پرانے ہو جائیں' ان کو مسلمانوں میں تقسیم کرنا جائز ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۹ ص ۳۴۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۴۹ - بَابُ هَدْمِ الْكَعْبَةِ

کعبہ کو منہدم کرنا

قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْزُوْ جَيْشٌ الْكَعْبَةَ فَيُخْسَفُ بِهِمْ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایک لشکر کعبہ پر حملہ کرے گا' اس کو زمین میں دھنسا دیا جائے گا۔

امام بخاری نے اس تعلیق کو سند موصوں کے ساتھ صحیح البخاری: ۲۱۱۸ میں روایت کیا ہے۔

۱۵۹۵ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ الْاَخْنَسِ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ اَبِيْ مُلَيْكَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَاَنِّيْ بِهِ اَسْوَدَ اَفْحَجَ يَقْلَعُهَا حَجَرًا حَجَرًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن علی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبید اللہ بن الاخنس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابن ابی ملیکہ نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: گویا کہ میں کعبہ کے گرانے والے کو دیکھ رہا ہوں' ایک سیاہ فام اکڑ کر چلنے والا کعبہ کا ایک ایک پتھر اکھاڑ رہا ہے۔

اس حدیث میں ''افحج'' کا لفظ ہے' ''افحج'' کا معنی ہے: اکڑ کر چلنے والا یا وہ شخص کہ جب وہ چلے تو اس کے دونوں پیروں کے پنجے تو ملے ہوئے ہوں اور اس کی ایڑیوں کے درمیان فاصلہ رہے' وہ خبیث شخص جو کعبہ کو قرب قیامت میں گرائے گا' وہ اسی ہیئت پر ہوگا۔

۱۵۹۶ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث

اللَّيْثُ' عَنْ يُوْنُسَ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ' عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُخَرِّبُ الْكَعْبَةَ ذُو السُّوَيْقَتَيْنِ مِنَ الْحَبَشَةِ.

بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از یونس از ابن شہاب از سعید بن المسیب کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چھوٹی اور پتلی پنڈلیوں والا حبشی کعبہ کو تباہ کر دے گا۔

ان دونوں حدیثوں کی شرح' صحیح البخاری: ۱۵۹۱ میں گزر چکی ہے۔

اخیر زمانہ میں کعبہ کو گرائے جانے کی حکمت

قرب قیامت میں کعبہ کو ایک حبشی گرا دے گا' اس کی وجہ یہ ہے کہ جس چیز کے متعلق لوگوں کا یہ گمان ہو کہ یہ سب سے بلند اور بڑی اور نا قابل تسخیر ہے' اللہ تعالیٰ اس کو کسی موقع پر سرنگوں کر دیتا ہے تا کہ یہ واضح ہو کہ مطلقاً کبریائی اور بلندی صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے' حدیث میں ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کا نام العضباء تھا' وہ ہمیشہ سب سے آگے رہتی تھی اور کوئی اونٹ اس سے آگے نہیں نکل پاتا تھا' ایک اعرابی اپنے اونٹ پر آیا اور وہ العضباء سے آگے نکل گیا' مسلمانوں پر یہ بہت شاق گزرا' جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے چہروں کے تاثرات دیکھے تو آپ نے فرمایا: بے شک اللہ پر یہ حق ہے کہ جو چیز بھی دنیا میں سر بلند ہو' وہ اس کو پست کر دے۔ (سنن نسائی: ۳۵۸۷' صحیح البخاری: ۲۸۷۲' سنن ابوداؤد: ۴۸۰۲' سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۱۷' مشکوٰۃ: ۳۸۷۱' کنز العمال: ۴۳۰۹۷' مسند احمد ج ۳ ص ۲۵۳۔ ۱۰۳ طبع قدیم)

حافظ ابن حجر عسقلانی اور حافظ بدر الدین عینی نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ ہر وہ چیز جو دنیا میں سر بلند ہو' وہ سرنگوں ہو جاتی ہے۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۲۸۳' عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۲۲۸)

اسی طرح خانہ کعبہ کی عزت اور حرمت مسلمانوں کے دلوں میں بہت زیادہ ہے اور رہے گی' لیکن قرب قیامت میں اس کو ایک حبشی کے ہاتھوں تباہ کر دیا جائے گا۔

محمد علی کلے جو مشہور باکسر تھا' لوگ اس کو نا قابل تسخیر سمجھتے تھے' لیکن وہ ۱۵ فروری ۱۹۷۸ء کو لیون اسٹنکز (Leon Stinkz) سے ورلڈ ہیوی ویٹ باکسنگ کا اعزاز ہار گیا۔ (وکی پیڈیا انسائیکلوپیڈیا) اس کے علاوہ جہانگیر خان جو اسکواش کا نا قابل تسخیر کھلاڑی سمجھا جاتا تھا' اس کو آسٹریلیا کے راس نارمن (Ross Norman) نے تقریباً ۵۷۵ مقابلوں کے بعد شکست سے دوچار کر دیا۔

ایک زمانہ میں جرمنی کو نا قابل تسخیر سمجھا جاتا تھا' لیکن وہ اتحادیوں سے ہار گئے' برطانیہ کے متعلق کہا جاتا تھا کہ اس کی سلطنت میں کبھی سورج غروب نہیں ہوتا لیکن وہ بھی سمٹ کر ایک جزیرہ میں محدود ہو گیا ہے' روس کو بہت بڑی طاقت سمجھا جاتا تھا لیکن اس پر بھی زوال آ چکا ہے' اب امریکا کو سپر پاور سمجھا جاتا ہے اور ان شاء اللہ کسی دن وہ بھی سرنگوں ہو جائے گا۔ غرض یہ کہ دنیا میں جس کو بھی بڑی چیز سمجھا گیا وہ بالآخر ٹوٹ پھوٹ گئی۔ رہے نام اللہ کا!

لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ لَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ○ (القصص: ۸۸)

اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں' اس کی ذات کے سوا ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے' اسی کا حکم ہے اور تم سب اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے ○

۵۰ - بَابُ مَا ذُكِرَ فِي الْحَجَرِ الْاَسْوَدِ

حجر اسود کے متعلق جو ذکر کیا گیا ہے

حجر اسود کعبہ کا ایک رکن (کونا) ہے یہ مشرقی جانب میں بیت اللہ کے دروازہ کے قریب ہے یہ زمین سے دو ہاتھ اور ایک ثلث اونچا ہے۔

۱۵۹۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ قَالَ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَابِسِ بْنِ رَبِيعَةَ، عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّهُ جَاءَ إِلَى الْحَجَرِ الْأَسْوَدِ فَقَبَّلَهُ، فَقَالَ إِنِّي أَعْلَمُ أَنَّكَ حَجَرٌ، لَا تَضُرُّ وَلَا تَنْفَعُ، وَلَوْلَا أَنِّي رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَبِّلُكَ مَا قَبَّلْتُكَ. [اطراف الحدیث: ۱۶۰۶-۱۶۱۰]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی از الاعمش از ابراہیم از عابس بن ربیعہ از حضرت عمر رضی اللہ عنہ وہ حجر اسود کے پاس آئے پس اس کو بوسا دیا پھر کہا: میں خوب جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے تو نقصان پہنچا سکتا ہے نہ نفع دے سکتا ہے اور اگر میں نے یہ نہ دیکھا ہوتا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تجھے بوسا دیتے تھے تو میں تجھے بوسا نہ دیتا۔

(صحیح مسلم: ۱۲۷۰، الرقم المسلسل: ۳۰۱۴، سنن ابوداؤد: ۱۸۷۳، سنن ترمذی: ۸۶۱، سنن نسائی: ۲۹۳۴، سنن ابن ماجہ: ۲۹۴۳، سنن کبریٰ: ۳۹۱۸، مصنف عبد الرزاق: ۹۰۳۳، مسند الحمیدی: ۹، مسند البزار: ۲۵۰، مسند احمد ج ۱ ص ۳۵ طبع قدیم، مسند احمد: ۲۲۹- ج ۱ ص ۳۵۴، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت واضح ہے کیونکہ اس میں حجر اسود کو بوسا دینے کا ذکر ہے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن کثیر ابوعبد اللہ العبدری (۲) سفیان الثوری (۳) سلیمان الاعمش (۴) ابراہیم بن یزید النخعی (۵) عابس بن ربیعہ النخعی (۶) حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۳۴۳)

حضرت عمر نے جو کہا تھا کہ تو ایک پتھر ہے نقصان پہنچا سکتا ہے نہ نفع' اس کے متعلق شارحین کی توجیہات

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: حضرت عمر نے کہا: میں خوب جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے نقصان پہنچا سکتا ہے نہ نفع دے سکتا ہے۔

شارحین نے اس میں بحث کی ہے کہ اس کلام سے حضرت عمر کی کیا مراد تھی!

محمد بن جریر طبری نے کہا: حضرت عمر نے یہ اس لیے کہا کہ لوگ نئے نئے بت پرستی سے نکلے تھے حضرت عمر کو یہ خطرہ ہوا کہ جاہل لوگ یہ گمان کریں گے کہ حجر اسود کو چومنا ایسے ہی ہے جیسے کہ وہ زمانہ جاہلیت میں بتوں کی تعظیم کرتے تھے پس حضرت عمر نے یہ ارادہ کیا کہ ان کا حجر اسود کی تعظیم کرنا' اللہ تعالیٰ کی تعظیم کی وجہ سے ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر عمل کرنے کی وجہ سے ہے اور یہ حج کے ان شعائر میں سے ہے جن کی تعظیم کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اور حجر اسود کی تعظیم اس طرح نہیں ہے جس طرح مشرکین اپنے بتوں کی تعظیم کرتے تھے کیونکہ وہ بتوں کی تعظیم بہ طور عبادت کرتے تھے اور ان کا یہ اعتقاد تھا کہ اگر وہ بتوں کی عبادت کریں گے تو یہ بت ان کی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شفاعت کریں گے' اور ان کو اللہ تعالیٰ کے قریب کر دیں گے' پس حضرت عمر نے ان کے اس اعتقاد کی مخالفت پر تنبیہ کی کہ عبادت صرف اس کی کرنی چاہیے جو کسی کو نقصان اور نفع پہنچانے پر قادر ہو اور وہ صرف اللہ عزوجل کی ذات ہے جو واحد لاشریک ہے' اور محب طبری نے یہ کہا کہ حضرت عمر نے اپنے اس قول سے یہ بتایا کہ وہ رائے اور قیاس کی وجہ سے حجر اسود کی تعظیم نہیں کر رہے بلکہ ان کا یہ تعظیم کرنا محض اتباع رسول کی وجہ سے ہے جیسا کہ انہوں نے رمل کرنے کے متعلق بھی اسی طرح کہا تھا۔

علامہ خطابی نے یہ کہا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث میں یہ فقہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع واجب ہے خواہ آپ کے فعل

کی کوئی علت معلوم نہ ہو اور نہ عقل سے اس کا کوئی سبب دریافت ہو اور جس شخص کے پاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل پہنچ جائے' اس پر اس فعل کے موافق عمل کرنا واجب ہے خواہ اس کا معنی اس کی سمجھ میں نہ آئے اور اس کی حکمت اسے معلوم نہ ہو اور یہ بات معلوم ہے کہ حجر اسود کو بوسا دینا اس کی تعظیم اور تکریم ہے اور اللہ تعالیٰ نے بعض پتھروں کو بعض دوسرے پتھروں پر فضیلت دی ہے۔ (جیسے زمین کے بعض حصوں کو دوسرے حصوں پر فضیلت دی ہے اور بعض راتوں اور بعض دنوں کو دوسری راتوں اور دوسرے دنوں پر فضیلت دی ہے' جیسے حرمین شریفین زمین کے دوسرے علاقوں سے افضل ہیں اور رمضان کے ایام دوسرے ایام سے افضل ہیں اور شب میلاد' شب معراج اور شب قدر دوسری راتوں سے افضل ہیں۔ سعیدی غفرلہ)

علامہ نووی نے کہا ہے کہ جس رکن (کونے) میں حجر اسود نصب ہے' اس کو بوسا دینے اور اس کی تعظیم کو جمع کرنے کی حکمت یہ ہے کہ وہ رکن حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں پر نصب ہے اور اس میں حجر اسود ہے اور رکن یمانی میں صرف تعظیم پر اقتصار ہے کیونکہ وہ بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں پر ہے اور اس کو بوسا نہیں دیا جاتا اور باقی دو رکن جو مغربی جانب ہیں ان کو بوسا دیا جاتا ہے نہ ان کی تعظیم کی جاتی ہے' کیونکہ ان میں دونوں چیزیں نہیں ہیں' ان میں حجر اسود ہے اور نہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں پر ہیں۔

حضرت عمر کے اس قول سے حضرت علی کا اختلاف اور حضرت عمر کا رجوع کرنا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تو نقصان پہنچا سکتا ہے نہ نفع دے سکتا ہے' ان کی مراد یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر تو ایسا نہیں کر سکتا۔

حاکم نے حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ہم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ حج کیا' جب انہوں نے طواف کر لیا تو وہ حجر اسود کی طرف متوجہ ہوئے' پس کہا: میں خوب جانتا ہوں کہ تو پتھر ہے نقصان پہنچا سکتا ہے نہ نفع دے سکتا ہے' اور اگر میں نے یہ نہ دیکھا ہوتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تجھے بوسا دیا ہے تو میں تجھے بوسا نہ دیتا' پھر حضرت عمر نے اس کو بوسا دیا' تب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بے شک یہ نقصان پہنچاتا ہے اور نفع دیتا ہے۔ حضرت عمر نے پوچھا: اس کا ثبوت؟ تو حضرت علی نے کہا: اللہ عزوجل نے فرمایا:

وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِيْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى. (الاعراف: ۱۷۲)

اور (یاد کیجئے) جب آپ کے رب نے بنو آدم کی پشتوں سے ان کی نسل کو نکالا اور ان کو خود ان کے نفسوں پر گواہ کرتے ہوئے فرمایا: کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں' انہوں نے کہا: کیوں نہیں!

اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو پیدا کیا تو ان کی پیٹھ پر اپنا ہاتھ پھیرا اور ان سے یہ اقرار کرایا کہ وہ رب ہے اور وہ بندے ہیں اور ان سے پکا وعدہ لیا اور اس کو ایک صحیفہ میں لکھ دیا اور اس پتھر کی دو آنکھیں اور زبان ہیں' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: منہ کھول! تو اس نے منہ کھولا' پس وہ صحیفہ اس کے منہ میں ڈال دیا اور فرمایا: جو تجھ سے وفا کرے' اس کے حق میں قیامت کے دن گواہی دینا اور بے شک میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قیامت کے دن حجر اسود کو لایا جائے گا اور اس کی ایک زبان نکلی ہوئی ہوگی اور جو توحید کے ساتھ اس کی تعظیم کرے گا یہ اس کے حق میں گواہی دے گا' پس اے امیر المؤمنین! یہ نقصان بھی پہنچائے گا اور نفع بھی پہنچائے گا' پھر حضرت عمر نے کہا: میں اس سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں کہ میں اس قوم میں ہوں جس میں اے ابوالحسن! تم نہ ہو۔ (المستدرک: ۱۷۲۵)

علامہ عینی فرماتے ہیں: اس حدیث کی سند میں ایک راوی ہے: ابو ہارون عمارہ بن جوین اور وہ ضعیف ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۹ ص ۳۴۵ ' دار الکتب العلمیہ 'بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حجر اسود کے فضائل میں احادیث

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رکن (حجر اسود) اور مقام (ابراہیم) جنت کے یاقوتوں میں سے دو یاقوت ہیں' اللہ تعالیٰ نے ان کے نور کو مٹا دیا اور اگر اس طرح نہ ہوتا تو یہ مشرق اور مغرب کے درمیان کو منور کر دیتے۔ (المستدرک: ۱۷۲۰' سنن ترمذی: ۸۷۸' صحیح ابن خزیمہ: ۲۷۳۲' صحیح ابن حبان: ۳۷۱۰' سنن کبریٰ ج ۵ ص ۷۵)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس پتھر کی ایک زبان ہے اور دو ہونٹ ہیں' جو حق کے ساتھ اس کی تعظیم کرے گا یہ قیامت کے دن اس کے حق میں گواہی دے گا۔

(المستدرک: ۱۷۲۳' مسند احمد ج ۱ ص ۲۶۶' صحیح ابن خزیمہ: ۲۷۳۶ـ ۲۷۳۵' سنن ترمذی: ۹۶۱' سنن ابن ماجہ: ۲۹۴۴' صحیح ابن حبان: ۳۷۱۱)

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن رکن (حجر اسود) ابوقبیس پہاڑ سے زیادہ بڑا ہو کر آئے گا' اس کی ایک زبان اور دو ہونٹ ہوں گے' جو اخلاص کے ساتھ اس کی تعظیم کرے گا یہ اس سے کلام کرے گا اور یہ اللہ کا دایاں ہاتھ ہے' اس کے ساتھ اللہ اپنی مخلوق سے مصافحہ کرے گا۔

(المستدرک: ۱۷۲۴' صحیح ابن خزیمہ: ۲۷۳۷' مجمع الزوائد ج ۳ ص ۲۴۲' المعجم الاوسط: ۵۶۷)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حجر اسود جنت کے پتھروں میں سے ہے۔

(مسند البزار: ۱۱۱۵' مجمع الزوائد ج ۳ ص ۲۴۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حجر اسود جنت کے پتھروں میں سے ہے اور روئے زمین پر اس کے علاوہ اور کوئی جنت کی چیز نہیں ہے یہ بلور (شیشے) کی طرح سفید تھا' اگر زمانہ جاہلیت کے گناہوں نے اس کو مس نہ کیا ہوتا تو جو بیمار بھی اس کو چھوتا' وہ تندرست ہو جاتا۔ (المعجم الکبیر: ۱۱۳۱۴' مجمع الزوائد ج ۳ ص ۲۴۳)

۵۱- بَابُ إِغْلَاقِ الْبَيْتِ، وَيُصَلِّي فِي أَيِّ نَوَاحِي الْبَيْتِ شَاءَ

بیت اللہ کے دروازہ کو اندر سے بند کرنے کا جواز اور بیت اللہ کے اندر ہر جہت میں نماز پڑھنے کا جواز

۱۵۹۸ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ قَالَ دَخَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَيْتَ، هُوَ وَأُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ وَبِلَالٌ وَعُثْمَانُ بْنُ طَلْحَةَ، فَأَغْلَقُوا عَلَيْهِمْ، فَلَمَّا فَتَحُوا، كُنْتُ أَوَّلَ مَنْ وَلَجَ، فَلَقِيتُ بِلَالًا، فَسَأَلْتُهُ هَلْ صَلَّى فِيهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ نَعَمْ، بَيْنَ الْعَمُودَيْنِ الْيَمَانِيَيْنِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از سالم از والد خود' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' حضرت اسامہ بن زید' حضرت بلال اور حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہم' بیت اللہ میں داخل ہوئے' پھر ان پر دروازہ بند کر دیا' پس جب انہوں نے دروازہ کھولا تو سب سے پہلے میں داخل ہوا' پھر میری حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی' پس میں نے ان سے سوال کیا: کیا اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! دو یمنی ستونوں کے درمیان۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۹۷ میں گزر چکی ہے' تاہم بعض اہم اُمور یہاں بیان کیے جا رہے ہیں:

کعبہ کے اندر نماز پڑھنے کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

التوضیح میں مذکور ہے کہ امام شافعی نے کہا: جس شخص نے کعبہ کے اندر کسی بھی دیوار کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی تو اس کی نماز جائز ہے اور اگر کعبہ کا دروازہ بند ہو اور اس نے کعبہ کے دروازہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی' پھر بھی اس کی نماز جائز ہے اور کعبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہو تو پھر اس کی نماز باطل ہے کیونکہ اس نے کسی چیز کی طرف منہ کر کے نماز نہیں پڑھی' گویا کہ امام شافعی نے اس سے استدلال کیا ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ کے اندر نماز پڑھی تھی تو کعبہ کا دروازہ بند تھا' اور یہ کہا جاتا ہے کہ آپ نے دروازہ اس لیے بند کیا تھا کہ لوگ بہت تھے' اگر دروازہ کھلا ہوتا تو سب لوگ آپ کے پیچھے نماز پڑھتے اور کعبہ کے اندر نماز پڑھنا مناسک حج میں سے شمار ہوتا' اس کی نظیر یہ ہے کہ آپ نے رمضان میں صرف تین راتیں تراویح پڑھی اور چوتھے روز آپ نے اس لیے تراویح نہیں پڑھی کہ مسلمانوں کا شوق دیکھ کر تراویح کو فرض نہ کر دیا جائے۔

علامہ عینی لکھتے ہیں کہ کعبہ کے اندر نماز پڑھنا جائز ہے خواہ فرض ہو یا نفل' جمہور فقہاء کا یہی قول ہے' امام شافعی کا بھی یہی مذہب ہے۔

امام مالک نے یہ کہا ہے کہ بیت اللہ اور حطیم میں نماز نہ پڑھی جائے' خواہ فرض ہو یا طواف کی دو رکعتیں' یا وتر ہو یا نمازِ فجر کی دو سنتیں' ان کے علاوہ نوافل پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

علامہ قرطبی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ امام مالک کے نزدیک بیت اللہ کے اندر فرض پڑھے جائیں گے نہ سنتیں' البتہ نفل پڑھے جاسکتے ہیں۔ اگر اس نے فرض پڑھ لیے ہیں اور ابھی نماز کا وقت ہے تو اس فرض کا اعادہ کیا جائے گا جیسے کوئی شخص غیر کعبہ کی طرف اپنے اجتہاد سے نماز پڑھے۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۳۴۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۵۲ - بَابُ الصَّلٰوةِ فِي الْكَعْبَةِ

کعبہ کے اندر نماز پڑھنا

۱۵۹۹ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ' عَنْ نَافِعٍ' عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّهٗ كَانَ اِذَا دَخَلَ الْكَعْبَةَ' مَشٰى قِبَلَ الْوَجْهِ حِيْنَ يَدْخُلُ' وَيَجْعَلُ الْبَابَ قِبَلَ الظَّهْرِ' يَمْشِيْ حَتّٰى يَكُوْنَ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجِدَارِ الَّذِيْ قِبَلَ وَجْهِهٖ قَرِيْبًا مِّنْ ثَلَاثِ اَذْرُعٍ' فَيُصَلِّيْ' يَتَوَخَّى الْمَكَانَ الَّذِيْ اَخْبَرَهٗ بِلَالٌ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى فِيْهِ' وَلَيْسَ عَلٰى اَحَدٍ بَاْسٌ اَنْ يُّصَلِّيَ فِيْ اَيِّ نَوَاحِي الْبَيْتِ شَاءَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں موسیٰ بن عقبہ نے خبر دی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ جب وہ کعبہ کے اندر داخل ہوتے تو منہ کی سیدھ میں سامنے چلے جاتے حتیٰ کہ وہ داخل ہو جاتے اور دروازہ کی طرف پیٹھ کر کے چلتے حتیٰ کہ ان کے درمیان اور اس دیوار کے درمیان جو ان کے منہ کے سامنے ہوتی تقریباً تین ہاتھ کا فاصلہ ہوتا' پھر وہ نماز پڑھنے کے لیے اس جگہ کو تلاش کرے جس کے متعلق حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے ان کو خبر دی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جگہ نماز پڑھی تھی اور کسی شخص پر کوئی حرج نہیں ہے وہ بیت اللہ کی جس جانب چاہے نماز پڑھ لے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۹۷ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ جس جگہ نبی ﷺ نے نماز پڑھی ہو اس جگہ نماز پڑھنے کا جو مرتبہ اور ثواب ہے وہ کسی اور جگہ نماز پڑھنے کا ثواب اور مرتبہ نہیں ہے' اسی لیے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اس جگہ کو تلاش کر کے وہاں نماز پڑھتے تھے جہاں نبی ﷺ نے نماز پڑھی تھی۔

٥٣ - بَابُ مَنْ لَّمْ يَدْخُلِ الْكَعْبَةَ — جو شخص کعبہ کے اندر داخل نہیں ہوا

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَحُجُّ كَثِيْرًا وَّلَا يَدْخُلُ.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بہت حج کرتے تھے اور کعبہ کے اندر داخل نہیں ہوتے تھے۔

اس تعلیق کے موافق یہ حدیث ہے:

ابن جریج بیان کرتے ہیں کہ میں نے عطاء سے پوچھا: کیا تم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ تمہیں بیت اللہ کا طواف کرنے کا حکم دیا ہے اور اس میں داخل ہونے کا حکم نہیں دیا گیا؟ انہوں نے کہا: حضرت ابن عباس' بیت اللہ میں داخل ہونے سے منع نہیں کرتے تھے۔ (صحیح مسلم: ١٣٣٠' سنن نسائی: ٢٩١٦)

١٦٠٠ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ أَبِيْ خَالِدٍ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِيْ أَوْفٰى قَالَ اِعْتَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ' فَطَافَ بِالْبَيْتِ' وَصَلّٰى خَلْفَ الْمَقَامِ رَكْعَتَيْنِ' وَمَعَهُ مَنْ يَّسْتُرُهُ مِنَ النَّاسِ' فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ أَدَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْكَعْبَةَ؟ قَالَ لَا. [اطراف الحدیث: ١٧٩١-٤١٨٨-٤٢٥٥]

(سنن ابوداؤد: ١٩٠٢' سنن ابن ماجہ: ٢٩٩٠)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن ابی خالد نے حدیث بیان کی' از حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے عمرہ کیا' پس بیت اللہ کا طواف کیا اور مقام (ابراہیم) کے پیچھے دو رکعت نماز پڑھی اور آپ کے ساتھ وہ صحابہ تھے جو آپ کے لیے لوگوں سے سترہ بنے ہوئے تھے' پس ایک شخص نے پوچھا: کیا رسول اللہ ﷺ کعبہ میں داخل ہوئے تھے؟ تو انہوں نے کہا: نہیں!

اس حدیث کے رجال کا پہلے تذکرہ ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: رسول اللہ ﷺ کعبہ میں داخل نہیں ہوئے تھے۔

کعبہ کی تصویروں کو مٹانا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی ٤٤٩ ھ لکھتے ہیں:

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے کعبہ میں تصویروں کو دیکھا تو میں ڈول میں پانی لے کر آیا اور وہ پانی تصویروں پر ڈالا گیا' نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ہلاک کرے' جو ایسی تصویریں بناتے ہیں جن کو وہ پیدا نہیں کر سکتے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی تھیں: ان لوگوں پر تعجب ہے جو کعبہ میں داخل ہوتے ہیں' وہ اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور اجلال کے باوجود کیسے سر اوپر اٹھاتے ہیں حالانکہ رسول اللہ ﷺ کعبہ میں داخل ہوتے تو آپ کی نظر سجدہ کی جگہ سے تجاوز نہیں کرتی تھی۔

(شرح ابن بطال ج ٤ ص ٢٤٥' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ھ)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ کعبہ میں تصویریں تھیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ کو ان تصویروں کے مٹانے کا حکم دیا' حضرت عمر رضی اللہ نے ایک کپڑا گیلا کر کے ان تصویروں کو مٹا دیا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ میں داخل ہوئے تو اس میں کوئی چیز نہیں تھی۔ (مسند احمد ج ۳ ص ۳۹۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۵۲۶۱۔ ج ۲۳ ص ۴۰۹' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

٥٤ - بَابُ مَنْ كَبَّرَ فِيْ نَوَاحِي الْكَعْبَةِ

جس نے کعبہ کی اطراف میں اللہ اکبر کہا

١٦٠١ - حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا اَيُّوْبُ قَالَ حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ' عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا قَدِمَ' اَبٰى اَنْ يَّدْخُلَ الْبَيْتَ وَفِيْهِ الْاٰلِهَةُ' فَاَمَرَ بِهَا فَاُخْرِجَتْ' فَاَخْرَجُوْا صُوْرَةَ اِبْرَاهِيْمَ وَاِسْمَاعِيْلَ فِيْ اَيْدِيْهِمَا الْاَزْلَامُ' فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ' اَمَا وَاللّٰهِ' قَدْ عَلِمُوْا اَنَّهُمَا لَمْ يَسْتَقْسِمَا بِهَا قَطُّ' فَدَخَلَ الْبَيْتَ' فَكَبَّرَ فِيْ نَوَاحِيْهِ' وَلَمْ يُصَلِّ فِيْهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو معمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوارث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عکرمہ نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عباس رضی اللہ' انہوں نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں آئے تو آپ نے اس صورت میں کعبہ میں داخل ہونے سے انکار کر دیا کہ اس میں بت تھے' پھر آپ کے حکم سے ان کو نکالا گیا' پھر انہوں نے حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی صورتوں کو نکالا جن کے ہاتھوں میں تیر تھے' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ ان (مشرکین) کو ہلاک کردے' یہ خوب جانتے تھے کہ حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل نے کبھی تیروں سے قسمت کا حال معلوم نہیں کیا' پھر آپ بیت اللہ میں داخل ہوئے اور اس کی اطراف میں کہا: اللہ اکبر' اور وہاں نماز نہیں پڑھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۹۸ میں گزر چکی ہے' البتہ بعض اُمور کی وضاحت کی جا رہی ہے:

مشرکین کا تیروں سے فال نکالنا

اس حدیث میں ان تیروں کا ذکر ہے جن سے مشرکین قسمت کا حال معلوم کرتے تھے' مشرکین نے ان تیروں میں کسی پر یہ لکھ دیا تھا کہ یہ کام کرو اور کسی پر لکھ دیا تھا: یہ کام نہ کرو' پس جب ان میں سے کوئی کسی سفر پر جانے کا ارادہ کرتا' یا کسی سے ملاقات کا ارادہ کرتا تو پہلے وہ ان تیروں سے کوئی تیر اٹھاتا' اگر اس پر لکھا ہوتا: یہ کام کرو' تو وہ سفر پر روانہ ہو جاتا اور اگر یہ لکھا ہوتا: یہ کام نہ کرو' تو وہ اس سفر پر جانے سے رک جاتا' اور اگر کسی اور قسم کا تیر نکلتا تو پھر وہ بار بار تیر اٹھاتا رہتا حتیٰ کہ کسی تیر پر یہ لکھا ہوا مل جاتا ہے کہ یہ کام کرو' یا یہ کام نہ کرو۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۴۸۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٥٥ - بَابُ كَيْفَ كَانَ بَدْءُ الرَّمَلِ

رمل کی ابتداء کس طرح ہوئی

رمل کا معنی ہے: تیز تیز چلتے ہوئے کندھے ہلانا۔

١٦٠٢ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ' هُوَ ابْنُ زَيْدٍ' عَنْ اَيُّوْبَ' عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ'

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی جو

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابُهٗ فَقَالَ الْمُشْرِكُوْنَ اِنَّهٗ يَقْدَمُ عَلَيْكُمْ وَفْدٌ وَهَنَهُمْ حُمّٰى يَثْرِبَ فَاَمَرَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّرْمُلُوا الْاَشْوَاطَ الثَّلَاثَةَ وَاَنْ يَّمْشُوْا مَا بَيْنَ الرُّكْنَيْنِ وَلَمْ يَمْنَعْهُ اَنْ يَّاْمُرَهُمْ اَنْ يَّرْمُلُوا الْاَشْوَاطَ كُلَّهَا اِلَّا الْاِبْقَاءُ عَلَيْهِمْ. [طرف الحدیث:٤٢٥٦]

ابن زید ہیں از ایوب از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب (مکہ میں) آئے تو مشرکین نے کہا: تمہارے پاس ایسا وفد آیا ہے جس کو یثرب کے بخار نے کم زور کر دیا ہے' تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو حکم دیا کہ وہ طواف کے پہلے چکروں میں رمل کریں (کندھے ہلا ہلا کر دوڑتے ہوئے چلیں) اور دو رکنوں کے درمیان عام رفتار سے چلیں اور ان کو اس سے منع نہیں کیا کہ وہ تمام چکروں میں رمل کریں' مگر ان پر آسانی کے لیے۔

(صحیح مسلم:١٢٦٦' الرقم المسلسل:٢٩٤٨' سنن ابوداؤد:١٨٨٦' سنن نسائی: ٢٩٤٣' سنن بیہقی ج٥ ص٨٢' صحیح ابن خزیمہ: ٢٧٢٠' مسند احمد ج١ ص٢٩٠ طبع قدیم' مسند احمد:٢٦٣٩۔ ج٤ ص٣٨٨' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

طواف میں رمل کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ کیا رمل حج کی ایسی سنت ہے جس کا ترک کرنا جائز نہیں ہے یا یہ سنت نہیں ہے' بلکہ یہ رمل کسی ضرورت کی وجہ سے تھا اور اب وہ ضرورت زائل ہو چکی ہے' لہٰذا جو چاہے رمل کرے اور جو چاہے نہ کرے! چنانچہ حضرت عمر' حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم کا موقف یہ ہے کہ رمل کرنا سنت ہے' امام ابوحنیفہ' امام مالک' امام شافعی اور امام احمد کا بھی یہی قول ہے اور فقہاء تابعین میں سے طاؤس' عطاء' حسن بصری' القاسم اور سالم کا بھی یہی نظریہ ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور جمہور علماء سے مروی ہے کہ حجر اسود سے حجر اسود تک رمل کیا جائے گا' اور اس پر اجماع ہے کہ عورت رمل نہیں کرے گی' کیونکہ اس سے ستر میں حرج ہوتا ہے' اسی طرح وہ صفا اور مروہ کے درمیان سعی میں بھی دوڑ نہیں لگائے گی' اگر مرد نے طواف میں رمل کو اور صفا اور مروہ کے درمیان سعی میں دوڑنے کو ترک کر دیا تو امام مالک کا ایک قول یہ ہے کہ وہ اعادہ کرے گا اور دوسرا قول ہے: اعادہ نہیں کرے گا' اور اس میں بھی اختلاف ہے کہ اس پر دم ہے یا نہیں۔ (عمدۃ القاری ج٩ ص٣٧٥' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

حج میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا بیان

ایک دفعہ ایک علمی نشست کے دوران علماء کی مجلس میں مفتی سید شجاعت علی قادری متوفی ١٩٩٣ء نے کہا: ہمارے نجوں نے اعتراض کیا ہے کہ حج تو سارا کا سارا حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام اور حضرت ہاجرہ رحمہا اللہ کے افعال کا نام ہے' کعبہ کا طواف ہو یا صفا اور مروہ میں سعی ہو' رمی جمرات ہو یا قربانی ہو' اس میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا تو کوئی فعل نہیں ہے' نہ آپ کی سنت ہے؟ میں نے کہا: اس میں ایک چیز ایسی ہے جو صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے! انہوں نے پوچھا: وہ کیا ہے؟ میں نے کہا: رمل! پھر سب حیران رہ گئے۔

٥٦ - بَابُ اِسْتِلَامِ الْحَجَرِ الْاَسْوَدِ حِيْنَ يَقْدَمُ مَكَّةَ اَوَّلَ مَا يَطُوْفُ وَيَرْمُلُ ثَلَاثًا

جب کوئی مکہ میں آئے تو پہلے طواف میں حجر اسود کی تعظیم کرے اور تین چکروں میں رمل کرے

حجر اسود کی تعظیم سے مراد یہ ہے کہ اس کو بوسا دے اگر رش کی وجہ سے اس کو بوسا نہ دے سکے تو اس پر ہاتھ پھیر دے اور اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو ہاتھ سے اشارہ کر دے۔

١٦٠٣ - حَدَّثَنَا اَصْبَغُ بْنُ الْفَرَجِ قَالَ اَخْبَرَنِی ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ يُوْنُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ اَبِيْهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ يَقْدَمُ مَكَّةَ، إِذَا اسْتَلَمَ الرُّكْنَ الْاَسْوَدَ، اَوَّلَ مَا يَطُوْفُ يَخُبُّ ثَلَاثَةَ اَطْوَافٍ مِنَ السَّبْعِ. [اطراف الحدیث: ۱۶۰۴-۱۶۱۶-۱۶۱۷-۱۶۴۴]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اصبغ بن الفرج نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے ابن وہب نے حدیث بیان کی از یونس از ابن شہاب از سالم از والد خود رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے دیکھا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں آئے تو آپ نے طواف کے پہلے چکر میں حجر اسود کی تعظیم کی اور سات چکروں میں سے تین چکر دوڑ دوڑ کر کیے۔

(صحیح مسلم: ۱۲۶۱ ' الرقم المسلسل: ۲۹۳۷ ' سنن ابوداؤد: ۱۸۹۳ ' سنن ابن ماجہ: ۲۹۵۰ ' سنن نسائی: ۲۹۳۹ ' سنن کبریٰ: ۳۹۳۸ ' سنن دارمی: ۱۸۶۰ ' مسند احمد ج ۲ ص ۱۳ طبع قدیم ' مسند احمد: ۶۱۸ ۴ ۔ ج ۸ ص ۲۳۴ ' مؤسسۃ الرسالۃ ' بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مناسبت اس جملہ میں ہے: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں آئے تو آپ نے طواف کے پہلے چکر میں حجر اسود کی تعظیم کی۔

طواف قدوم ' طواف زیارت اور طواف وداع کا بیان

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

جو شخص مسجد حرام میں داخل ہو اس کے لیے سنت یہ ہے کہ وہ سب سے پہلے حجر اسود کو بوسا دے ' پھر اس کے بعد طواف قدوم کرے اور یہ وہ طواف ہے جس کے بعد سعی بھی ہے اور اس سے پہلے تین چکروں میں رمل کرے ' طواف زیارت بھی اسی طرح ہے ' البتہ طواف وداع میں رمل اور سعی نہیں ہے۔

* باب مذکور کی یہ حدیث ' شرح صحیح مسلم: ۳۰۲۴ ۔ ج ۳ ص ۴۸۵ پر مذکور ہے ' اس کی شرح کے یہ عنوان ہیں:

① رمل کی تعریف ② رمل کے احکام ③ تعارض کا جواب۔

۵۷ - بَابُ الرَّمَلِ فِي الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ

حج اور عمرہ میں رمل کرنا

١٦٠٤ - حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا سُرَيْجُ بْنُ النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ سَعَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةَ اَشْوَاطٍ، وَمَشٰى اَرْبَعَةً فِي الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی ' انہوں نے کہا: ہمیں سریج بن النعمان نے حدیث بیان کی ' انہوں نے کہا: ہمیں فلیح نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حج اور عمرہ کے (طواف میں) تین چکر دوڑ دوڑ کر کیے اور چار چکر (معمول کے مطابق) چل کر کیے۔

تَابَعَهُ اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِیْ كَثِيْرُ بْنُ فَرْقَدٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

سریج کی متابعت لیث نے کی ' انہوں نے کہا: مجھے کثیر بن فرقد نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

اس حدیث کی شرح' گزشتہ حدیث: ۱۶۰۳ میں گزر چکی ہے۔

١٦٠٥ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ قَالَ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ أَخْبَرَنِي زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ، عَنْ أَبِيهِ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ لِلرُّكْنِ أَمَا وَاللَّهِ، إِنِّي لَأَعْلَمُ أَنَّكَ حَجَرٌ، لَا تَضُرُّ وَلَا تَنْفَعُ، وَلَوْ لَا أَنِّي رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَلَمَكَ مَا اسْتَلَمْتُكَ، فَاسْتَلَمَهُ، ثُمَّ قَالَ مَا لَنَا وَلِلرَّمَلِ، إِنَّمَا كُنَّا رَاءَيْنَا بِهِ الْمُشْرِكِينَ، وَقَدْ أَهْلَكَهُمُ اللَّهُ ثُمَّ قَالَ شَيْءٌ صَنَعَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَا نُحِبُّ أَنْ نَتْرُكَهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن ابی مریم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن جعفر نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے زید بن اسلم نے خبر دی از والد خود کہ حضرت عمر بن الخطاب نے حجر اسود سے فرمایا: سن! اللہ کی قسم! میں ضرور جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے' نقصان پہنچا سکتا ہے نہ نفع دے سکتا ہے' اگر میں نے یہ نہ دیکھا ہوتا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تجھے بوسا دیا ہے تو میں تجھے بوسا نہ دیتا' پھر حضرت عمر نے اس کو بوسا دیا' پھر کہا: ہمیں اب رمل کی کیا ضرورت ہے' ہم صرف مشرکین کو دکھانے کے لیے رمل کرتے تھے' اب اللہ نے ان کو ہلاک کر دیا ہے' پھر کہا: جس کام کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے ہم اس کو چھوڑنا پسند نہیں کرتے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۵۹۷ میں گزر چکی ہے۔

مشرکین کو دکھانے کے لیے رمل کرنے سے مراد ریا کاری نہیں کیونکہ اس رمل سے ان کو اپنی طاقت دکھانا مراد ہے' عبادت کو دکھانا مراد نہیں ہے اور عبادت کو دکھا کر کرنا ریا کاری ہوتی ہے۔

١٦٠٦ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ مَا تَرَكْتُ اِسْتِلَامَ هٰذَيْنِ الرُّكْنَيْنِ فِي شِدَّةٍ وَلَا رَخَاءٍ مُنْذُ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَلِمُهُمَا. قُلْتُ لِنَافِعٍ أَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَمْشِي بَيْنَ الرُّكْنَيْنِ؟ قَالَ إِنَّمَا كَانَ يَمْشِي لِيَكُونَ أَيْسَرَ لِاسْتِلَامِهِ.

[طرف الحدیث: ۱۶۱۱]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از عبید اللہ از نافع از ابن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ان دو رکنوں (حجر اسود اور رکن یمانی) کی تعظیم کبھی ترک نہیں کی' تنگی میں نہ آسانی میں' جب سے میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان دونوں کی تعظیم کرتے ہوئے دیکھا ہے' عبید اللہ نے کہا: میں نے نافع سے پوچھا: کیا حضرت ابن عمر ان دو رکنوں کے درمیان عام رفتار سے چلتے تھے؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں! وہ عام رفتار سے چلتے تھے تاکہ ان کی تعظیم کرنا آسان ہو۔

(صحیح مسلم: ۱۲۶۸' الرقم المسلسل: ۲۹۵۳' سنن نسائی: ۲۹۴۹' مسند ابو یعلیٰ: ۵۸۱۱' المستدرک ج ۱ ص ۴۵۴' مسند احمد ج ۲ ص ۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۴۶۶۳' ج ۸ ص ۳۵' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

علامہ عینی اور علامہ عسقلانی کا حدیث مذکور کی عنوان کے ساتھ مطابقت بیان کرنے میں غلط توجیہ کرنا

علامہ بدر الدین محمد بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ نافع نے بتایا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ان دو رکنوں کے درمیان عام رفتار سے چلتے تھے' اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ وہ باقی ارکان کے درمیان تیز رفتار سے چلتے تھے اور یہی رمل ہے اور اس باب کا

عنوان بھی حج اور عمرہ کے درمیان رمل کرتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۳۶۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

الاسماعیلی نے امام بخاری پر اعتراض کیا ہے کہ یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق نہیں ہے یعنی اس میں رمل کا ذکر نہیں ہے حافظ عسقلانی اس کے جواب میں لکھتے ہیں: اس حدیث میں اتنی مقدار مذکور ہے جس کا باب کے عنوان سے تعلق ہے۔
(فتح الباری ج ۳ ص ۱۷۵ دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

مصنف کا علامہ عینی اور علامہ عسقلانی کی غلطی کو واضح کرنا

میں کہتا ہوں کہ الاسماعیلی کا اعتراض صحیح ہے اس باب کا عنوان رمل ہے اور اس حدیث میں رمل کا ذکر نہیں ہے اور علامہ عینی نے اس کی توجیہ میں یہ لکھا ہے کہ حضرت ابن عمر دو رکنوں میں عام رفتار سے چلتے تھے اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ وہ باقی ارکان میں تیز رفتار سے چلتے تھے اور یہی رمل ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ رمل نہیں ہے رمل یہ ہے کہ طواف کے تین چکروں میں بھاگ بھاگ کر اور کندھے ہلا ہلا کر چلا جائے اور باقی چار چکروں میں عام رفتار سے چلا جائے نہ یہ کہ حجر اسود اور رکن یمانی ان دو رکنوں میں عام رفتار سے چلا جائے اور باقی ارکان یعنی رکن عراقی اور رکن شامی کے درمیان بھاگ بھاگ کر چلا جائے علامہ عینی اور حافظ عسقلانی علم کے پہاڑوں میں سے دو عظیم پہاڑ ہیں مگر یہاں ان سے چوک ہو گئی اور انہوں نے حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت ثابت کرنے کی کوشش میں رمل کی تعریف کی طرف توجہ نہیں کی۔

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس میں اختلاف ہے کہ اہل مکہ پر رمل ہے یا نہیں؟ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے نزدیک اہل مکہ پر رمل واجب نہیں ہے اور امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک اہل مکہ پر رمل کرنا مستحب ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۲۵۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

علامہ ابن بطال کی شرح کا مآل یہ ہے کہ حضرت ابن عمر نے رمل نہیں کیا تھا کیونکہ وہ اہل مکہ سے تھے اور رمل مدینہ سے آ کر طواف کرنے والوں کے لیے سنت ہے اور اس سے اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ اس حدیث میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے رمل کا ذکر نہیں ہے اللہ تعالیٰ حافظ ابن حجر اور علامہ عینی کے درجات بلند فرمائے انہوں نے اس حدیث کی شرح میں یہ کیسے لکھ دیا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے رمل کیا تھا۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۲۹۴۴- ج ۳ ص ۴۸۵ پر مذکور ہے اس کی شرح میں بھی رمل کی تعریف اور اس کے احکام بیان کیے گئے ہیں۔

نعمۃ الباری کی تیسری جلد کا اختتام

الحمد للّٰہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علٰی سیّدنا محمد خاتم النبیین قائد المرسلین شفیع المذنبین وعلٰی آلہٖ واصحابہٖ وازواجہٖ وذریاتہٖ وامتہٖ من المفسرین والمحدثین والفقہاء والمجتہدین اجمعین.

آج دس شعبان ۱۴۲۸ھ/ ۲۳ اگست ۲۰۰۷ء کو نعمۃ الباری کی تیسری جلد مکمل ہوگئی اب تک مکمل ہونے والی جلدوں میں یہ جلد سب سے کم مدت میں مکمل ہوئی ہے سات مارچ ۲۰۰۷ء کو اس کی ابتداء ہوئی تھی اور آج تئیس اگست ۲۰۰۷ء کو یہ مکمل ہوگئی یعنی یہ جلد پانچ ماہ سولہ دن میں مکمل ہوگئی اور یہ صرف اللہ عزوجل کے فضل وکرم سے ہو سکا ہے۔

اس جلد کا اختتام "حج اور عمرہ میں رمل" کے باب پر ہوا ہے اور ان شاء اللہ العزیز" لاٹھی سے حجر اسود کی تعظیم" کے باب سے نعمۃ

الباری کی چوتھی جلد کی ابتداء ہوگی اس جلد میں ۶۶۵ ' احادیث کی شرح ہوگئی ہے۔

اے مالک ارض وسماء! جس طرح آپ نے یہاں تک صحیح البخاری کی احادیث کی شرح کرادی ہے' باقی احادیث کی شرح بھی مکمل کرادیں' اور اس شرح کو متلاشیانِ حق کے لیے مشعل راہ بنادیں' میری' میرے والدین' میرے اساتذہ' میرے تلامذہ اور میرے احباب خصوصاً مفتی منیب الرحمان' مفتی اسماعیل نورانی' سید عمیر الحسن برنی' صاحب زادہ حبیب الرحمان (بریڈفورڈ)' مولانا عبدالمجید (برسٹل)' شیخ نجیب الدین (کراچی)' شفیق بھائی (کراچی) اور سید محسن اعجاز (لاہور) اور دیگر احباب کی مغفرت فرمائیں! مجھے' ان سب کو اور میرے تمام قارئین کو دنیا اور آخرت کی تمام پریشانیوں' مصائب اور آلام سے محفوظ رکھیں اور ہم سب کو محض اپنے فضل وکرم اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے بلاحساب وکتاب جنت الفردوس عطا فرمائیں اور دارین کی نعمتوں سے نوازیں۔

آمین یا رب العلمین بجاہ حبیبک سیّدنا محمد سیّد الانبیاء والمرسلین.

غلام رسول سعیدی غفرلہٗ
خادم الحدیث' دارالعلوم نعیمیہ' بلاک ۱۵ ' فیڈرل بی ایریا'
عقب ایوب منزل' کراچی۔ ۳۸
موبائل: ۰۳۰۰۔۲۱۵۶۳۰۹
۰۳۲۱۔۲۰۲۱۷۴۴

۞۞۞۞۞

نعمۃ الباری فی شرح صحیح البخاری' جلد ثالث کی ڈائری

تقویم میلادی	تقویم ہجری	دن	ایک ماہ کے صفحات	کل صفحات	تعداد حدیث
۷ مارچ ۲۰۰۷ء	۰ ابتداء کی گئی				
یکم اپریل ۲۰۰۷ء	۱۲' ربیع الاوّل ۱۴۲۸ھ	اتوار	۱۱۸	۱۱۸	۱۰۴۰
یکم مئی ۲۰۰۷ء	۱۲' ربیع الثانی ۱۴۲۸ھ	جمعرات	۱۴۷	۲۶۵	۱۱۹۲
یکم جون ۲۰۰۷ء	۱۴ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۸ھ	جمعہ	۱۱۳	۳۷۸	۱۳۰۷
یکم جولائی ۲۰۰۷ء	۱۵ جمادی الثانیہ ۱۴۲۸ھ	اتوار	۱۲۵	۵۰۳	۱۴۰۲
یکم اگست ۲۰۰۷ء	۱۶' رجب ۱۴۲۸ھ	بدھ	۱۳۳	۶۳۶	۱۵۰۰
۲۳' اگست ۲۰۰۷ء	۸ شعبان المعظم ۱۴۲۸ھ	جمعرات	۱۱۵	۷۵۱	۱۶۰۶

ماخذ ومراجع

کتب الٰہیہ

۱- قرآن مجید

۲- تورات

۳- انجیل

کتب احادیث

۴- امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت' متوفی ۱۵۰ھ' مسند امام اعظم' مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز' کراچی

۵- امام مالک بن انس اصبحی' متوفی ۱۷۹ھ' موطا امام مالک' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۰۹ھ

۶- امام عبد اللہ بن مبارک' متوفی ۱۸۱ھ' کتاب الزہد' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت

۷- امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم' متوفی ۱۸۳ھ' کتاب الآثار' مطبوعہ مکتبہ اثریہ' سانگلہ ہل

۸- امام محمد بن حسن شیبانی' متوفی ۱۸۹ھ' موطا امام محمد' مطبوعہ نور محمد' کارخانہ تجارت کتب' کراچی

۹- امام محمد بن حسن شیبانی' متوفی ۱۸۹ھ' کتاب الآثار' مطبوعہ ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۴۰۷ھ

۱۰- امام محمد بن ادریس شافعی' متوفی ۲۰۴ھ' المسند' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۰۰ھ

۱۱- امام سلیمان بن داؤد الجارود' المتوفی ۲۰۴ھ' مسند ابوداؤد الطیالسی' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۵ھ

۱۲- امام محمد بن عمر بن واقد متوفی ۲۰۷ھ' کتاب المغازی' مطبوعہ عالم الکتب' بیروت' ۱۴۰۴ھ

۱۳- امام عبد الرزاق بن ہمام صنعانی' متوفی ۲۱۱ھ' مصنف عبد الرزاق' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۳۹۰ھ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ

۱۴- امام عبد اللہ بن الزبیر حمیدی' متوفی ۲۱۹ھ' المسند' مطبوعہ عالم الکتب' بیروت

۱۵- امام سعید بن منصور خراسانی' مکی' متوفی ۲۲۷ھ' سنن سعید بن منصور' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت

۱۶- امام ابوبکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ' متوفی ۲۳۵ھ' المصنف' مطبوعہ ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۴۰۶ھ' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ

۱۷- امام ابوبکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ' متوفی ۲۳۵' مصنف ابن ابی شیبہ' مطبوعہ دار الوطن' بیروت' ۱۴۱۸ھ

۱۸- امام ابوبکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ' مصنف ابن ابی شیبہ' مطبوعہ مجلس علمی' بیروت' ۱۴۲۷ھ

۱۹- امام احمد بن حنبل' متوفی ۲۴۱ھ' المسند' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۳۹۸ھ' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۳ھ' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۲۰ھ' عالم الکتب' بیروت' ۱۴۱۹ھ

۲۰- امام ابو عبد اللہ بن عبد الرحمان دارمی متوفی ۲۵۵ھ' سنن دارمی' مطبوعہ دار الکتاب العربی' ۱۴۰۷ھ' دار المعرفۃ' بیروت'

۱۴۲۰ھ
۲۱- امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری' متوفی ۲۵۶ھ' صحیح بخاری' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۲ھ دار ارقم' بیروت
۲۲- امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری' متوفی ۲۵۶ھ' الادب المفرد' مطبوعہ دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۱۲ھ
۲۳- امام ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری' متوفی ۲۶۱ھ' صحیح مسلم' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفی الباز' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ
۲۴- امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ' متوفی ۲۷۳ھ' سنن ابن ماجہ' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ' دار الجیل' بیروت' ۱۴۱۸ھ
۲۵- امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث بجستانی' متوفی ۲۷۵ھ' سنن ابو داؤد' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۴ھ
۲۶- امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث بجستانی' متوفی ۲۷۵ھ' مراسیل ابو داؤد' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی
۲۷- امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ' سنن ترمذی' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۴ھ' دار الجیل' بیروت' ۱۹۹۸ء
۲۸- امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ' شمائل محمدیہ' مطبوعہ المکتبۃ التجاریہ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۵ھ
۲۹- امام علی بن عمر دار قطنی' متوفی ۲۸۵ھ' سنن دار قطنی' مطبوعہ نشر السنہ' ملتان' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۷ھ
۳۰- امام ابن ابی عاصم' متوفی ۲۸۷ھ' الاحاد و المثانی' مطبوعہ دار الرایہ' ریاض' ۱۴۱۱ھ
۳۱- امام احمد عمرو بن عبد الخالق بزار' متوفی ۲۹۲ھ' البحر الزخار المعروف بہ مسند البزار' مطبوعہ مؤسسۃ القرآن' بیروت
۳۲- امام ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ' سنن نسائی' مطبوعہ دار المعرفہ بیروت' ۱۴۱۲ھ
۳۳- امام ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ' عمل الیوم واللیلۃ' مطبوعہ مؤسسۃ الکتب الثقافیہ' بیروت' ۱۴۰۸ھ
۳۴- امام ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳' سنن کبریٰ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۱ھ
۳۵- امام ابو بکر محمد بن ہارون الرویانی' متوفی ۳۰۷ھ' مسند الصحابہ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۷ھ
۳۶- امام احمد بن علی المثنی التمیمی' المتوفی ۳۰۷ھ' مسند ابو یعلیٰ موصلی' مطبوعہ دار المامون التراث' بیروت' ۱۴۰۴ھ
۳۷- امام عبد اللہ بن علی بن جارود نیشاپوری' متوفی ۳۰۷ھ' المنتقی' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۷ھ
۳۸- امام محمد بن اسحاق بن خزیمہ' متوفی ۳۱۱ھ' صحیح ابن خزیمہ' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۳۹۵ھ
۳۹- امام ابو عوانہ یعقوب بن اسحاق' متوفی ۳۱۶ھ' مسند ابو عوانہ' مطبوعہ دار الباز' مکہ مکرمہ
۴۰- امام ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی' متوفی ۳۲۱ھ' تحفۃ الاخیار' مطبوعہ دار بلنسیہ' ریاض' ۱۴۲۰ھ
۴۱- امام ابو جعفر احمد بن محمد الطحاوی' متوفی ۳۲۱ھ' شرح معانی الآثار' مطبوعہ مطبع مجتبائی' پاکستان' لاہور' ۱۴۰۴ھ
۴۲- امام ابو جعفر محمد بن احمد الطحاوی متوفی ۳۲۱ھ' مسند الطحاوی' مطبوعہ مکتبۃ الحرمین' الدبئی' ۱۴۲۶ھ
۴۳- امام ابو جعفر محمد بن عمرو العقیلی متوفی ۳۲۲ھ' کتاب الضعفاء الکبیر' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ
۴۴- امام ابو حاتم محمد بن حبان البستی' متوفی ۳۵۴ھ' الاحسان بہ ترتیب صحیح ابن حبان' مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۰۷ھ
۴۵- امام ابو القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی' المتوفی ۳۶۰ھ' معجم صغیر' مطبوعہ مکتبہ سلفیہ' مدینہ منورہ' ۱۳۸۸ھ' کتب اسلامی'

بیروت' ۱۴۰۵ھ
۴۶- امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی' المتوفی ۳۶۰ھ' معجم اوسط' مطبوعہ مکتبۃ المعارف' ریاض' ۱۴۰۵ھ دارالفکر' بیروت' ۱۴۲۰ھ
۴۷- امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی' المتوفی ۳۶۰ھ' معجم کبیر' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت
۴۸- امام عبداللہ بن عدی الجرجانی' المتوفی ۳۶۵ھ' الکامل فی ضعفاء الرجال' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ
۴۹- امام ابوحفص عمر بن احمد المعروف بابن شاہین المتوفی ۳۸۵ھ' الناسخ والمنسوخ من الحدیث' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۲ھ
۵۰- امام عبداللہ بن محمد بن جعفر المعروف بابی الشیخ' متوفی ۳۹۶ھ' کتاب العظمۃ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت
۵۱- امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری' متوفی ۴۰۵ھ' المستدرک' مطبوعہ دار الباز' مکہ مکرمہ' مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت' ۱۴۱۸ھ' المکتبۃ العصریہ بیروت' ۱۴۲۰ھ
۵۲- امام ابونعیم احمد بن عبداللہ اصبہانی' متوفی ۴۳۰ھ' حلیۃ الاولیاء' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ
۵۳- امام ابونعیم احمد بن عبداللہ اصبہانی' متوفی ۴۳۰ھ' دلائل النبوۃ' مطبوعہ دار النفائس' بیروت
۵۴- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' سنن کبریٰ' مطبوعہ نشر السنہ ملتان
۵۵- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' کتاب الاسماء والصفات' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت
۵۶- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' معرفۃ السنن والآثار' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت
۵۷- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' دلائل النبوۃ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۳ھ
۵۸- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' کتاب الآداب' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۰۶ھ
۵۹- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' کتاب فضائل الاوقات' مطبوعہ مکتبۃ المنارۃ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۰ھ
۶۰- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' شعب الایمان' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۰ھ
۶۱- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی' متوفی ۴۵۸ھ' الجامع لشعب الایمان' مطبوعہ مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۳ھ
۶۲- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' البعث والنشور' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۴ھ
۶۳- امام ابوعمر یوسف ابن عبدالبر قرطبی' متوفی ۴۶۳ھ' جامع بیان العلم وفضلہ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت
۶۴- امام ابوشجاع شیرویہ بن شہردار بن شیرویہ الدیلمی' المتوفی ۵۰۹ھ' الفردوس بماثور الخطاب' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۰۶ھ
۶۵- امام حسین بن مسعود بغوی' متوفی ۵۱۶ھ' شرح السنہ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۲ھ
۶۶- امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر' متوفی ۵۷۱ھ' تاریخ دمشق الکبیر' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۱ھ
۶۷- امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر' متوفی ۵۷۱ھ' تہذیب تاریخ دمشق' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۷ھ
۶۸- امام ابوالفرج عبدالرحمان بن علی بن محمد جوزی' متوفی ۵۹۷ھ' جامع المسانید' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ

٦٩- امام مجد الدین المبارک بن محمد الشیبانی' المعروف بابن الاثیر الجزری' متوفی ٦٠٦ھ' جامع الاصول' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٨ھ
٧٠- امام زکی الدین عبد العظیم بن عبد القوی المنذری' المتوفی ٦٥٦ھ' الترغیب والترہیب' مطبوعہ دار الحدیث' قاہرہ' ١٤٠٧ھ دار ابن کثیر' بیروت' ١٤١٤ھ
٧١- امام ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی' متوفی ٦٦٨ھ' التذکرۃ فی امور الآخرہ' مطبوعہ دار البخاری' مدینہ منورہ
٧٢- امام ولی الدین تبریزی' متوفی ٧٤٢ھ' مشکوٰۃ' مطبوعہ اصح المطابع دہلی' دار ارقم' بیروت
٧٣- حافظ جمال الدین عبداللہ بن یوسف زیلعی' متوفی ٧٦٢ھ' نصب الرایہ' مطبوعہ مجلس علمی سورۃ ہند' ١٣٥٧ھ' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٦ھ
٧٤- حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی' المتوفی ٨٠٧ھ' مجمع الزوائد' مطبوعہ دار الکتاب العربی' بیروت' ١٤٠٢ھ
٧٥- حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی' المتوفی ٨٠٧ھ' کشف الاستار' مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ' بیروت' ١٤٠٤ھ
٧٦- امام ابوالعباس احمد بن ابوبکر بوصیری' شافعی' متوفی ٨٤٠ھ' اتحاف الخیرۃ المہرۃ بزوائد المسانید العشرہ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٢ھ
٧٧- حافظ علاء الدین بن علی بن عثمان ماردینی ترکمان' متوفی ٨٤٥ھ' الجواہر النقی' مطبوعہ نشر السنہ' ملتان
٧٨- حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی' متوفی ٨٤٨ھ' تلخیص المستدرک' مطبوعہ مکتبہ دار الباز' مکہ مکرمہ
٧٩- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی' متوفی ٨٥٢ھ' المطالب العالیہ' مطبوعہ مکتبہ دار الباز' مکہ مکرمہ
٨٠- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ٩١١ھ' الجامع الصغیر' مطبوعہ دار المعرفہ بیروت' ١٣٩١ھ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ١٤٢٠ھ
٨١- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ٩١١ھ' جامع الاحادیث الکبیر' مطبوعہ دار الفکر' بیروت ١٤١٤ھ
٨٢- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ٩١١ھ' البدور السافرہ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ١٤١٦ھ' دار ابن حزم' بیروت' ١٤١٤ھ
٨٣- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ٩١١ھ' جمع الجوامع' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ
٨٤- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ٩١١ھ' الخصائص الکبریٰ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٠٥ھ
٨٥- علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی برہان پوری' متوفی ٩٧٥ھ' کنز العمال' مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ' بیروت

کتب تفاسیر

٨٦- امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری' متوفی ٣١٠ھ' جامع البیان' مطبوعہ دار المعرفہ بیروت' ١٤٠٩ھ' دار الفکر' بیروت
٨٧- امام عبدالرحمٰن بن محمد بن ادریس بن ابی حاتم رازی' متوفی ٣٢٧ھ' تفسیر القرآن العزیز' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ١٤١٧ھ
٨٨- امام ابومنصور محمد بن محمد ماتریدی حنفی' متوفی ٣٣٣ھ' تاویلات اہل السنۃ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٦ھ
٨٩- علامہ ابوالحسن علی بن احمد واحدی نیشاپوری' متوفی ٤٦٨ھ' الوسیط' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٥ھ

۹۰- امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی' متوفی ۶۰۶ھ' تفسیر کبیر' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ

۹۱- علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی' متوفی ۶۶۸ھ' الجامع لاحکام القرآن' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ

۹۲- قاضی ابو الخیر عبد اللہ بن عمر بیضاوی شیرازی شافعی' متوفی ۶۸۵ھ' انوار التنزیل' مطبوعہ دار فراس للنشر والتوزیع' مصر

۹۳- علامہ ابو البرکات احمد بن محمد نسفی' متوفی ۷۱۰ھ' مدارک التنزیل' مطبوعہ دار الکتب العربیہ' پشاور

۹۴- علامہ ابو الفضل سید محمود آلوسی حنفی' متوفی ۱۲۷۰ھ' روح المعانی' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۷ھ

۹۵- شیخ اشرف علی تھانوی' متوفی ۱۳۶۴ھ' بیان القرآن' مطبوعہ تاج کمپنی' لاہور

۹۶- شیخ محمود الحسن دیوبندی' متوفی ۱۳۳۹ھ و شیخ شبیر احمد عثمانی' متوفی ۱۳۶۹ھ' حاشیۃ القرآن' مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ' لاہور

کتب شروح حدیث

۹۷- علامہ ابو الحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطال مالکی اندلسی متوفی ۴۴۹ھ' شرح صحیح البخاری' مطبوعہ مکتبہ الرشید' ریاض' ۱۴۲۰ھ

۹۸- حافظ ابو عمرو ابن عبد البر مالکی' متوفی ۴۶۳ھ' الاستذکار' مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ' بیروت' ۱۴۱۳ھ

۹۹- حافظ ابو عمرو ابن عبد البر مالکی متوفی ۴۶۳ھ' تمہید' مطبوعہ مکتبہ القدوسیہ لاہور' ۱۴۰۴ھ' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۹ھ

۱۰۰- قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ' اکمال المعلم بفوائد مسلم' مطبوعہ دار الوفا' بیروت' ۱۴۱۹ھ

۱۰۱- علامہ عبد الرحمن بن علی بن محمد جوزی متوفی ۵۹۷ھ' کشف المشکل علی صحیح البخاری' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ

۱۰۲- امام عبد العظیم بن عبد القوی منذری' متوفی ۶۵۶ھ' مختصر سنن ابوداؤد' مطبوعہ دار المعرفہ' بیروت

۱۰۳- علامہ ابو عبد اللہ فضل اللہ الحسن التورپشتی' متوفی ۶۶۱ھ' کتاب المسیر فی شرح مصابیح السنۃ' مکتبہ نزار مصطفیٰ' ۱۴۲۲ھ

۱۰۴- علامہ ابو العباس احمد بن عمر ابراہیم القرطبی المالکی' المتوفی ۶۵۶ھ' المفہم' مطبوعہ دار ابن کثیر' بیروت' ۱۴۱۷ھ

۱۰۵- علامہ یحییٰ بن شرف نووی' متوفی ۶۷۶ھ' شرح مسلم' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ

۱۰۶- علامہ شرف الدین حسین بن محمد الطیبی' متوفی ۷۴۳ھ' شرح الطیبی' مطبوعہ ادارۃ القرآن' ۱۴۱۳ھ

۱۰۷- علامہ ابن رجب حنبلی' متوفی ۷۹۵ھ' فتح الباری' دار ابن الجوزی' ریاض' ۱۴۱۷ھ

۱۰۸- علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی' متوفی ۸۲۸ھ' اکمال اکمال المعلم' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ

۱۰۹- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی' متوفی ۸۵۲ھ' فتح الباری' مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ' لاہور' دار الفکر' بیروت' ۱۴۲۰ھ

۱۱۰- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ' نتائج الافکار فی تخریج الاحادیث الاذکار' دار ابن کثیر' بیروت

۱۱۱- حافظ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی' متوفی ۸۵۵ھ' عمدۃ القاری' مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ' مصر' ۱۳۴۸ھ' دار الکتب

العلمیہ ۱۴۲۱ھ

۱۱۲- حافظ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ شرح سنن ابوداؤد مطبوعہ مکتبۃ الرشید ریاض ۱۴۲۰ھ

۱۱۳- علامہ محمد بن محمد سنوسی مالکی متوفی ۸۹۵ھ مکمل اکمال المعلم مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۵ھ

۱۱۴- علامہ احمد قسطلانی متوفی ۹۱۱ھ ارشاد الساری مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر ۱۳۰۶ھ

۱۱۵- حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ التوشیح علی الجامع الصحیح مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۰ھ

۱۱۶- حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ الدیباج علی صحیح مسلم بن حجاج مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی ۱۴۱۲ھ

۱۱۷- حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ تنویر الحوالک مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ

۱۱۸- علامہ ابو یحییٰ زکریا بن محمد انصاری متوفی ۹۲۶ھ تحفۃ الباری بشرح صحیح البخاری مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۵ھ

۱۱۹- علامہ عبدالرؤف مناوی شافعی متوفی ۱۰۰۳ھ فیض القدیر مطبوعہ دارالمعرفہ بیروت ۱۳۹۱ھ مکتبہ نزار مصطفی الباز مکہ مکرمہ ۱۴۱۸ھ

۱۲۰- علامہ عبدالرؤف مناوی شافعی متوفی ۱۰۰۳ھ شرح الشمائل مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

۱۲۱- علامہ علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ جمع الوسائل مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

۱۲۲- علامہ علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ شرح مسند ابی حنیفہ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۰۵ھ

۱۲۳- علامہ علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ مرقات مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱۳۹۰ھ مکتبہ حقانیہ پشاور

۱۲۴- علامہ علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ الاسرار المرفوعۃ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۰۵ھ

۱۲۵- شیخ رشید احمد گنگوہی متوفی ۱۳۲۳ھ لامع الدراری علی جامع البخاری مطبوعہ ایچ۔ایم۔سعید کمپنی

۱۲۶- شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ اشعۃ اللمعات مطبوعہ مطبع تیج کمار لکھنؤ

۱۲۷- شیخ محمد بن علی بن محمد شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ تحفۃ الذاکرین مطبوعہ مطبع مصطفی البابی واولادہ مصر ۱۳۵۰ھ

۱۲۸- شیخ عبدالرحمن مبارک پوری متوفی ۱۳۲۵ھ تحفۃ الاحوذی مطبوعہ نشر السنہ ملتان دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۹ھ

۱۲۹- شیخ انور شاہ کشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ فیض الباری مطبوعہ مطبع حجازی مصر ۱۳۵۷ھ

۱۳۰- شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ھ فتح الملہم مطبوعہ مکتبہ الحجاز کراچی

۱۳۱- شیخ محمد بن زکریا بن محمد بن یحییٰ کاندھلوی اوجز المسالک الی مؤطا مالک مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۰ھ

۱۳۲- شیخ محمد تقی عثمانی انعام الباری مطبوعہ مکتبۃ الحراء

۱۳۳- شیخ سلیم اللہ خان کشف الباری مکتبہ فاروقیہ کراچی

کتب اسماء الرجال

۱۳۴- امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ التاریخ الکبیر مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۲ھ

۱۳۵- امام احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ منهج الامام النسائی فی الجرح والتعدیل دارالاحیاء التراث العربی بیروت ۱۴۲۴ھ

۱۳۶- امام ابوبکر احمد بن علی خطیب بغدادی' متوفی ۴۶۳ھ' تاریخ بغداد' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۷ھ
۱۳۷- حافظ جمال الدین ابوالحجاج یوسف مزی' متوفی ۷۴۲ھ' تہذیب الکمال' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۴ھ
۱۳۸- حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی' متوفی ۷۴۸ھ' میزان الاعتدال' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ
۱۳۹- حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی' متوفی ۷۴۸ھ' الکاشف' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۸ھ
۱۴۰- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی' متوفی ۸۵۲ھ' تہذیب التہذیب' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت
۱۴۱- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی' متوفی ۸۵۲ھ' تقریب التہذیب' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت
۱۴۲- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ۹۱۱ھ' اللآلی المصنوعہ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۷ھ
۱۴۳- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ۹۱۱ھ' طبقات الحفاظ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۴ھ
۱۴۴- علامہ محمد بن طولون متوفی ۹۵۳ھ' الشذرۃ فی الاحادیث المشتہرۃ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۳ھ
۱۴۵- علامہ محمد طاہر پٹنی' متوفی ۹۸۶ھ' تذکرۃ الموضوعات' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ
۱۴۶- علامہ علی بن سلطان محمد القاری' المتوفی ۱۰۱۴ھ' موضوعات کبیر' مطبوعہ مطبع مجتبائی' دہلی
۱۴۷- علامہ اسماعیل بن محمد العجلونی' متوفی ۱۱۶۴ھ' کشف الخفاء و مزیل الالباس' مطبوعہ مکتبۃ الغزالی' دمشق

کتب لغت

۱۴۸- امام اللغۃ خلیل احمد فراہیدی' متوفی ۱۷۵ھ' کتاب العین' مطبوعہ انتشارات اسوہ' ایران' ۱۴۱۴ھ
۱۴۹- علامہ اسماعیل بن حماد الجوہری' متوفی ۳۹۸ھ' الصحاح' مطبوعہ دار العلم' بیروت' ۱۴۰۴ھ
۱۵۰- علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی' متوفی ۵۰۲ھ' المفردات' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ
۱۵۱- علامہ محمود بن عمر زمخشری' متوفی ۵۸۳ھ' الفائق' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۷ھ
۱۵۲- علامہ محمد بن اثیر الجزری' متوفی ۶۰۶ھ' نہایہ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ
۱۵۳- علامہ محمد بن ابوبکر بن عبد القادر رازی متوفی ۶۶۰ھ' مختار الصحاح' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ
۱۵۴- علامہ یحییٰ بن شرف نووی' متوفی ۶۷۶ھ' تہذیب الاسماء واللغات' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت
۱۵۵- علامہ جمال الدین محمد بن مکرم بن منظور افریقی' متوفی ۷۱۱ھ' لسان العرب' مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ' قم' ایران
۱۵۶- علامہ مجد الدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی' متوفی ۸۱۷ھ' القاموس المحیط' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت
۱۵۷- علامہ محمد طاہر پٹنی' متوفی ۹۸۶ھ' مجمع بحار الانوار' مطبوعہ مکتبہ دار الایمان' المدینۃ المنورۃ' ۱۴۱۵ھ
۱۵۸- علامہ سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی' متوفی ۱۲۰۵ھ' تاج العروس' مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ' مصر
۱۵۹- لوئیس معلوف الیسوعی' متوفی ۱۸۶۷ء' المنجد' مطبوعہ المطبعۃ الکاثولیکیہ' بیروت' ۱۹۲۷ء
۱۶۰- ابو نعیم عبد الحکیم خان نشتر جالندھری' قائد اللغات' مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی' لاہور
۱۶۱- قاضی عبد النبی بن عبد الرسول احمد نگری' دستور العلماء' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ

کتب تاریخ ' سیرت و فضائل

۱۶۲- امام محمد بن سعد ' متوفی ۲۳۰ھ ' الطبقات الکبریٰ ' مطبوعہ دار صادر بیروت ' ۱۳۸۸ھ ' دار الکتب العلمیہ ' بیروت ' ۱۴۱۸ھ

۱۶۳- امام ابو سعید عبد الملک بن ابی عثمان نیشاپوری متوفی ۴۰۶ھ ' شرف المصطفیٰ ' مطبوعہ دار البشائر الاسلامیہ ' مکہ مکرمہ ' ۱۴۲۴ھ

۱۶۴- امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری ' متوفی ۳۱۰ھ ' تاریخ الامم والملوک ' مطبوعہ دار القلم بیروت

۱۶۵- حافظ ابو عمر و یوسف بن عبد اللہ بن محمد بن عبد البر ' متوفی ۴۶۳ھ ' الاستیعاب ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ ' بیروت

۱۶۶- قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی ' متوفی ۵۴۴ھ ' الشفاء ' مطبوعہ عبد التواب اکیڈمی ملتان ' دار الفکر ' بیروت ' ۱۴۱۵ھ

۱۶۷- علامہ عبد الرحمن بن علی جوزی ' متوفی ۵۹۷ھ ' الوفاء ' مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ ' فیصل آباد

۱۶۸- علامہ ابو الحسن علی بن ابی الکرم الشیبانی المعروف بابن الاثیر ' متوفی ۶۳۰ھ ' اسد الغابہ ' مطبوعہ دار الفکر ' بیروت ' دار الکتب العلمیہ ' بیروت

۱۶۹- علامہ ابو الحسن علی بن ابی الکرم الشیبانی المعروف بابن الاثیر ' متوفی ۶۳۰ھ ' الکامل فی التاریخ ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ ' بیروت

۱۷۰- علامہ شمس الدین احمد بن محمد بن ابی بکر بن خلکان ' متوفی ۶۸۱ھ ' وفیات الاعیان ' مطبوعہ منشورات الشریف الرضی ' ایران

۱۷۱- حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۷۴۸ھ ' سیر اعلام النبلاء ' مطبوعہ دار الفکر ' بیروت ' ۱۴۱۷ھ

۱۷۲- شیخ ابو عبد اللہ محمد بن ابی بکر ابن القیم الجوزیہ المتوفی ۷۵۱ھ ' زاد المعاد ' مطبوعہ دار الفکر ' بیروت ' ۱۴۱۹ھ

۱۷۳- علامہ تاج الدین ابو نصر عبد الوہاب سبکی متوفی ۷۷۱ھ ' طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ ' بیروت ' ۱۴۲۰ھ

۱۷۴- حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر شافعی ' متوفی ۷۷۴ھ ' البدایہ والنہایہ ' مطبوعہ دار الفکر ' بیروت ' ۱۴۱۸ھ

۱۷۵- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی ' متوفی ۸۵۲ھ ' الاصابہ ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ ' بیروت

۱۷۶- علامہ نور الدین علی بن احمد سمہودی ' متوفی ۹۱۱ھ ' وفاء الوفاء ' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی ' بیروت ' ۱۴۰۱ھ

۱۷۷- علامہ احمد قسطلانی ' متوفی ۹۱۱ھ ' المواہب اللدنیہ ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ ' بیروت ' ۱۴۱۶ھ

۱۷۸- علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی ' متوفی ۹۴۲ھ ' سبل الھدیٰ والرشاد ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ ' بیروت ' ۱۴۱۴ھ

۱۷۹- علامہ علی بن سلطان محمد القاری ' متوفی ۱۰۱۴ھ ' شرح الشفاء ' مطبوعہ دار الفکر بیروت ' دار الکتب العلمیہ ' بیروت ' ۱۴۲۱ھ

۱۸۰- علامہ احمد شہاب الدین خفاجی ' متوفی ۱۰۶۹ھ ' نسیم الریاض ' مطبوعہ دار الفکر بیروت ' دار الکتب العلمیہ ' بیروت ' ۱۴۲۱ھ

۱۸۱- علامہ محمد عبد الباقی زرقانی ' متوفی ۱۱۲۲ھ ' شرح المواہب اللدنیہ ' مطبوعہ دار الفکر ' بیروت ' ۱۳۹۳ھ

کتب فقہ حنفی

۱۸۲- شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی ' متوفی ۴۸۳ھ ' المبسوط ' مطبوعہ دار المعرفہ ' بیروت ' ۱۳۹۸ھ ' دار الکتب العلمیہ ' بیروت ' ۱۴۲۱ھ

۱۸۳- شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی، متوفی ۴۸۳ھ، شرح سیر کبیر، مطبوعہ المکتبہ الثورۃ الاسلامیہ افغانستان، ۱۴۰۵ھ
۱۸۴- علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی، متوفی ۵۸۷ھ، بدائع الصنائع، مطبوعہ ایچ-ایم-سعید اینڈ کمپنی ۱۴۰۰ھ، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۸ھ
۱۸۵- علامہ حسین بن منصور اوزجندی، متوفی ۵۹۲ھ، فتاویٰ قاضی خاں، مطبوعہ مطبعہ کبریٰ بولاق، مصر، ۱۳۱۰ھ
۱۸۶- علامہ حسین بن منصور اوزجندی، متوفی ۵۹۲ھ، شرح الزیارات، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۲۶ھ
۱۸۷- علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی، متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اولین وآخرین، مطبوعہ شرکت علمیہ، ملتان
۱۸۸- علامہ برہان الدین محمود بن صدر الشریعہ ابن مازہ البخاری متوفی ۶۱۶ھ، المحیط البرہانی، مطبوعہ ادارۃ القرآن، کراچی، ۱۴۲۴ھ
۱۸۹- امام فخر الدین عثمان بن علی متوفی ۷۴۳ھ، تبیین الحقائق، مطبوعہ ایچ-ایم سعید کمپنی، کراچی، ۱۴۲۱ھ
۱۹۰- علامہ محمد بن محمود بابرتی، متوفی ۷۸۶ھ، عنایہ، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۵ھ
۱۹۱- علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی، متوفی ۸۵۵ھ، بنایہ، مطبوعہ دارالفکر، بیروت، ۱۴۱۱ھ
۱۹۲- علامہ کمال الدین بن ہمام، متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۵ھ
۱۹۳- علامہ ابراہیم بن محمد حلبی، متوفی ۹۵۶ھ، غنیۃ المستملی، مطبوعہ سہیل اکیڈمی، لاہور، ۱۴۱۲ھ
۱۹۴- علامہ زین الدین بن نجیم، متوفی ۹۷۰ھ، البحر الرائق، مطبوعہ مطبعہ علمیہ، مصر، ۱۳۱۱ھ
۱۹۵- ملا بن سلطان محمد القاری المتوفی ۱۰۱۴ھ، فتح باب العنایہ، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۲۶ھ
۱۹۶- علامہ علاء الدین محمد بن علی بن محمد حصکفی، متوفی ۱۰۸۸ھ، الدرالمختار، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت
۱۹۷- ملا نظام الدین متوفی ۱۱۶۱ھ، فتاویٰ عالمگیری، مطبوعہ مطبع کبریٰ امیریہ بولاق، مصر، ۱۳۱۰ھ
۱۹۸- علامہ احمد بن محمد طحطاوی متوفی ۱۲۳۱ھ، حاشیۃ الطحطاوی، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۸ھ
۱۹۹- علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی، متوفی ۱۲۵۲ھ، منحۃ الخالق، مطبوعہ مطبعہ علمیہ، مصر، ۱۳۱۱ھ
۲۰۰- علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی، متوفی ۱۲۵۲ھ، تنقیح الفتاویٰ الحامدیہ، مطبوعہ دارالاشاعۃ العربی، کوئٹہ
۲۰۱- علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی، متوفی ۱۲۵۲ھ، رسائل ابن عابدین، مطبوعہ سہیل اکیڈمی، لاہور، ۱۳۹۶ھ
۲۰۲- علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی، متوفی ۱۲۵۲ھ، ردالمحتار، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۰۷ھ، ۱۴۱۹ھ

کتب فقہ شافعی

۲۰۳- امام محمد بن ادریس شافعی، متوفی ۲۰۴ھ، الام، مطبوعہ دارالفکر، بیروت، ۱۴۰۳ھ
۲۰۴- علامہ ابوالحسین علی بن محمد حبیب ماوردی شافعی، متوفی ۴۵۰ھ، الحاوی الکبیر، مطبوعہ دارالفکر، بیروت، ۱۴۱۴ھ
۲۰۵- علامہ ابواسحاق شیرازی، متوفی ۴۵۵ھ، المہذب، مطبوعہ دارالمعرفہ، بیروت، ۱۳۹۳ھ
۲۰۶- علامہ یحییٰ بن شرف نووی، متوفی ۶۷۶ھ، شرح المہذب، مطبوعہ دارالفکر، بیروت، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۳ھ

کتب فقہ مالکی

۲۰۷- امام سحنون بن سعید تنوخی مالکی متوفی ۲۵۶ھ المدونۃ الکبریٰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

۲۰۸- قاضی ابوالولید محمد بن احمد بن رشد مالکی اندلسی متوفی ۵۹۵ھ بدایۃ المجتہد مطبوعہ دار الفکر بیروت

۲۰۹- علامہ ابوالبرکات احمد دردیر مالکی متوفی ۱۱۹۷ھ الشرح الکبیر مطبوعہ دار الفکر بیروت

۲۱۰- علامہ شمس الدین محمد بن عرفہ دسوقی متوفی ۱۲۱۹ھ حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر مطبوعہ دار الفکر بیروت

کتب فقہ حنبلی

۲۱۱- علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ متوفی ۶۲۰ھ المغنی مطبوعہ دار الحدیث قاہرہ ۱۴۲۵ھ

۲۱۲- علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ متوفی ۶۲۰ھ الکافی مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۴ھ

۲۱۳- شیخ ابوالعباس تقی الدین بن تیمیہ متوفی ۷۲۸ھ مجموعۃ الفتاویٰ مطبوعہ دار ریاض مطبوعہ دار الجیل بیروت ۱۴۱۸ھ

۲۱۴- علامہ شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن مفلح مقدسی متوفی ۷۶۳ھ کتاب الفروع مطبوعہ عالم الکتب بیروت

۲۱۵- علامہ موسیٰ بن احمد صالحی متوفی ۹۶۰ھ کشاف القناع مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ

نعمۃ الباری

فی

شرح صحیح البخاری

شرح

علامہ غلام رسول سعیدی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نعمۃ الباری
فی
شرح صحیح البخاری

علامہ غلام رسول سعیدی

(الجزء رابع)

وَإِن تَعُدُّوا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوهَا

اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرو تو شمار نہ کر سکو گے (ابراہیم: ۳۴)

نِعمۃُ الباری

فی

شرحِ صحیح البخاری

جِلد چہارم

الاحادیث: ۱۶۰۷ —— ۲۳۵۰

کتاب الحج، کتاب العمرۃ، کتاب المحصر وجزاء الصید، کتاب جزاء الصید، کتاب فضائل المدینۃ، کتاب الصوم، کتاب التراویح، کتاب فضل لیلۃ القدر، کتاب الاعتکاف، کتاب البیوع، کتاب السلم، کتاب الشفعۃ، کتاب الاجارۃ، کتاب الحوالات، کتاب الکفالۃ، کتاب الوکالۃ، کتاب المزارعۃ

تصنیف

علامہ غلام رسول سعیدی

شیخ الحدیث، دار العلوم نعیمیہ، کراچی۔ ۳۸

ناشر

فرید بک سٹال ۳۸۔ اردو بازار لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست مضامین

نعمۃ الباری فی شرح صحیح البخاری (جلد چہارم)

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
☆	**خطبة الكتاب**	55
	باب:٥٨	
1	لاٹھی سے حجر اسود کی تعظیم کرنا	57
2	حدیث مذکور کے رجال	57
3	لاٹھی کے واسطے سے حجر اسود کی تعظیم کی حکمت	57
4	رسول اللہ ﷺ کے حکم کی علت تلاش کرنے کی بجائے آپ کی اتباع کی نیت سے اس پر عمل کرنا چاہیے	58
	باب:٥٩	
5	جس نے صرف حجر اسود اور رکن یمانی کی تعظیم کی	58
6	کعبہ کے ارکان (کونوں) کی تعظیم کے متعلق مذاہب فقہاء	59
7	کعبہ کے ارکان کی تعظیم کے متعلق احادیث' آثار اور فقہاء تابعین کے اقوال	59
	باب:٦٠	
8	حجر اسود کو بوسا دینا	60
9	صحیح اور صریح حدیث کے مقابلہ میں رائے اور قیاس پر عمل کرنے کی مذمت جب کہ اس کے معارض دیگر احادیث نہ ہوں	61
10	شیخ وحید الزمان کا فقہاء احناف پر تبرا	62
11	جن صحیح احادیث پر علماء غیر مقلدین نے عمل نہیں کیا	62
	باب:٦١	
12	جب کوئی شخص حجر اسود کے پاس جائے تو اس کی طرف اشارہ کرے	62
	باب:٦٢	
13	حجر اسود کے پاس اللہ اکبر کہنا	63
	باب:٦٣	
14	جو شخص مکہ میں آئے تو وہ اپنے گھر لوٹنے سے پہلے بیت اللہ کا طواف کرے' پھر دو رکعت نماز پڑھے' پھر صفا کی طرف جائے	63
15	حدیث مذکور کے رجال	64
16	صرف طواف قدوم کرنے کے بعد کوئی شخص احرام نہیں کھول سکتا جب تک صفا اور المروۃ میں سعی نہ کرے	64
17	صحیح بخاری کی مختصر روایت کی تفصیل	64
18	طواف سے پہلے وضوء کے شرط ہونے میں اختلاف ائمہ اور دیگر مسائل	65
	باب:٦٤	
19	عورت کا مردوں کے ساتھ طواف کرنا	66
20	عورتوں کا مردوں کے ساتھ طواف کرنے کی کیفیت اور دیگر مسائل	67
	باب:٦٥	
21	طواف میں کلام کرنا	68
22	حدیث مذکور کے رجال	68
23	طواف کے دوران قرآن مجید پڑھنے اور ذکر	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	کرنے کے متعلق فقہاء کے نظریات اور غلط کام کی اصلاح کرنے کا ثبوت	68
	باب:٦٦	
24	جب آدمی تسمہ یا کوئی بھی ایسی چیز دیکھے جو طواف میں مکروہ ہو تو اُسے کاٹ دے	70
	باب:٦٧	
25	کوئی شخص برہنہ طواف کرے نہ کوئی مشرک حج کرے	70
26	جزیرہ عرب سے غیر مسلموں کو نکالنے کا حکم اور دورانِ طواف ستر ڈھانپنے میں مذاہب	70
	باب:٦٨	
27	جب طواف کے درمیان رک گیا	71
28	طواف منقطع کرنے کے بعد اسی طواف پر بناء کی جائے یا دوبارہ طواف شروع کرے؟ اس میں اختلاف ائمہ	71
	باب:٦٩	
29	نبی ﷺ نے طواف کے سات چکروں کے بعد دو رکعت نماز پڑھی	72
	باب:٧٠	
30	جو شخص طواف قدوم کے بعد پھر کعبہ کے نزدیک نہیں گیا اور حج کرنے میدانِ عرفات چلا گیا	73
	باب:٧١	
31	طواف کی دو رکعتوں کو حرم سے باہر پڑھنا	74
	باب:٧٢	
32	جس نے طواف کی دو رکعتیں مقامِ ابراہیم کے پیچھے پڑھیں	75
	باب:٧٣	
33	صبح اور عصر کے بعد طواف کرنا	75
34	فجر اور عصر کی نماز کے بعد طواف کی دو رکعتوں کے پڑھنے میں مذاہب فقہاء	76
35	فجر اور عصر کی نماز کے بعد خصوصیت سے طواف کی دو رکعت نہ پڑھنے کے متعلق احادیث اور آثار	77
36	اس اعتراض کا جواب کہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے: بیت اللہ میں کسی وقت بھی نماز پڑھنے سے منع نہ کرو	78
37	اس اعتراض کا جواب کہ بعض صحابہ فجر اور عصر کے بعد طواف کی دو رکعت پڑھتے تھے	79
	باب:٧٤	
38	مریض سوار ہو کر طواف کرے	79
	باب:٧٥	
39	حجاج کو پانی پلانا	79
40	نبیذ پینے کا جواز، تیز نبیذ کو پانی ملا کر ہلکا کرنا اور حضرت عباس کو پانی پلانے کے منصب پر برقرار رکھنا	81
41	نبی ﷺ کا عام سبیل سے پانی پینا، صدقاتِ نفلیہ کا آپ پر حرام نہ ہونا، اشیاء میں طہارت کا اصل ہونا اور دیگر مسائل	82
	باب:٧٦	
42	زمزم کا بیان	83
43	زمزم کے فضائل میں احادیث	83
44	حدیث مذکور کے رجال	84
45	زمزم کے پانی پینے کا مشروع ہونا	84
46	کھڑے ہو کر پانی پینے کی تحقیق	84
47	کھڑے ہو کر پانی پینے کی ممانعت کے متعلق احادیث	85
48	کھڑے ہو کر پانی پینے کے جواز کے متعلق احادیث	85
49	کھڑے ہو کر پانی پینے کی ممانعت اور رخصت کی احادیث میں تطبیق	85

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
50	کھڑے ہو کر پانی پینا ہمارے اعتبار سے مکروہ تنزیہی ہے نہ کہ نبی ﷺ کے اعتبار سے	86
51	کھڑے ہو کر پانی پینے کی ممانعت اور جواز کے متعلق فقہاء اسلام کی آراء	86
52	وضو کے بچے ہوئے پانی اور زمزم کے پانی کو کھڑے ہو کر پینے کا استحباب	89
	باب:۷۷	
53	حج قران کرنے والے کا طواف	90
54	حج قران میں دو طواف اور دو سعی کرنے پر دلائل	91
55	حدیث مذکور کے رجال	92
	باب:۷۸	
56	وضوء کر کے طواف کرنا	93
57	حج افراد کے افضل ہونے کی دلیل	94
58	طواف کرنے سے پہلے وضوء کرنے میں اختلاف ائمہ	94
59	طواف سے پہلے وضوء کی عدم فرضیت پر امام ابوحنیفہ کے دلائل اور ائمہ ثلاثہ کے دلائل کے جوابات	95
	باب:۷۹	
60	صفا اور المروۃ میں سعی کا وجوب اور ان کو شعائر اللہ قرار دیا گیا	96
61	"شعائر" کا لغوی اور شرعی معنی	96
62	عروہ کی البقرہ:۱۵۸ میں تاویل اور حضرت عائشہ کا اس تاویل کو رد کرنا	98
63	منات طاغیہ اور مشلل کے معانی اور صفا اور المروۃ کے درمیان زمانہ جاہلیت کے طواف کا بیان	98
64	صفا اور المروۃ کی سعی کے شرعی حکم میں مذاہب فقہاء	99
	باب:۸۰	
65	الصفا اور المروۃ کے درمیان سعی (دوڑنے) کے متعلق احادیث	99
66	حدیث مذکور کے رجال	101
	باب:۸۱	
67	حائضہ عورت بیت اللہ میں طواف کے سوا باقی حج کے تمام افعال کرے	102
68	حائضہ اور جنبی کو مسجد سے دور رکھنے کی وجہ	103
69	ایام حج میں عمرہ کرنے کا ثبوت' نبی ﷺ کا حج قران کرنا' اور قران کا افراد اور تمتع سے افضل ہونا	104
70	صحابہ کے اس قول کا معنی: کیا ہم اس حال میں منیٰ جائیں گے کہ ہمارے آلہ ہائے تناسل سے منی ٹپک رہی ہوگی!	104
71	کیا اس زمانہ میں عورتوں کا جہاد میں شریک ہونا اور عورتوں کے لیے نرسوں کا کام کرنا جائز ہے؟	105
	باب:۸۲	
72	مکہ میں رہنے والے کے لیے مکہ کی وادی یا میدان وغیرہ سے احرام باندھنا اور جب حج کرنے والا منیٰ کی طرف نکلے تو اس کا احرام باندھنا	106
	باب:۸۳	
73	یوم الترویہ کو ظہر کی نماز کہاں پڑھے؟	107
74	آٹھ ذوالحجہ کو "یوم الترویہ" کہنے کی وجوہ	107
75	حدیث مذکور کے رجال	108
76	یوم ترویہ سے لے کر اختتام حج تک کے معمولات مذاہب اربعہ کی روشنی میں	108
	باب:۸۴	
77	منیٰ میں نماز	109
78	منیٰ میں پوری نماز یا قصر پڑھنے کے متعلق مذاہب ائمہ	110
	باب:۸۵	
79	یوم عرفہ کا روزہ رکھنا	110

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
80	حدیث مذکور کے رجال	111	95	حدیث مذکور کے رجال	118
81	یوم عرفہ کے روزے کے متعلق احادیث	111	96	''خمس'' کا معنی	118
82	یوم عرفہ کے روزہ کے متعلق مذاہب فقہاء اور دیگر مسائل	111	97	حدیث مذکور کے رجال	119
			98	میدانِ عرفات میں وقوف کی ابتداء کا وقت	119
	باب:٨٦		99	یوم عرفہ کو میدانِ عرفات میں وقوف کے وقت میں مذاہب اربعہ	119
83	جب صبح کو منیٰ سے عرفات کی طرف جائے تو تلبیہ اور تکبیر پڑھنا	112		باب:٩٣	
84	منیٰ کی طرف جاتے ہوئے تلبیہ پڑھنے یا نہ پڑھنے کی افضلیت میں اختلاف	112	100	عرفات سے واپسی کے وقت کس رفتار سے چلے	120
			101	عرفات سے مزدلفہ جاتے ہوئے عجلت کا سبب	121
	باب:٨٧		102	''عنق'' اور ''نص'' کا معنی	121
85	ٹھیک دو پہر کو یوم عرفہ میں (نماز کے لیے) روانہ ہونا	113	103	''مناص'' اور ''نص'' ایک دوسرے سے ماخوذ نہیں ہیں	122
86	مشکل الفاظ کے معانی، بعض رجال کا تعارف، فاسق حکام کی اقتداء میں نماز کا جواز اور دیگر مسائل	114	104	شیخ وحید الزمان کا علامہ عینی پر بے جا اعتراض اور اس کا جواب	122
87	ائمہ اربعہ کے نزدیک حج کے خطبات کی تفصیل	114		باب:٩٤	
	باب:٨٨		105	میدانِ عرفات اور وادیٔ مزدلفہ کے درمیان سواری سے اترنا	122
88	میدانِ عرفات میں سواری پر وقوف کرنا	115		باب:٩٥	
89	میدانِ عرفات میں سواری پر وقوف کرنے میں فقہاء کا اختلاف	115	106	نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عرفات سے واپسی پر حکم دیا کہ سکون اور وقار کے ساتھ چلو اور اپنے اصحاب کی طرف چابک سے اشارہ فرمایا	124
	باب:٨٩				
90	میدانِ عرفات میں دو نمازوں کو جمع کرنا	116	107	حدیث مذکور کے رجال	125
	باب:٩٠				
91	یوم عرفہ کو چھوٹا خطبہ دینا	116	108	''اوضعوا'' اور ''خلال'' کے معنی پر قرآن مجید سے استشہاد	125
	باب:٩١				
92	وقوفِ عرفات کے لیے جلدی روانہ ہونا	117		باب:٩٦	
93	صحیح البخاری میں احادیث کی تکرار کی تحقیق	117	109	المزدلفہ میں دو نمازوں کو جمع کرنا	125
	باب:٩٢			باب:٩٧	
94	وقوفِ عرفہ	118	110	جس نے ان دو نمازوں کو جمع کیا اور ان کے	

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
	درمیان نفل نہیں پڑھے	126
111	المزدلفہ میں مغرب اور عشاء کو جمع کر کے پڑھنے کے وجوب یا استحباب میں اقوالِ فقہاء	126
112	المزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی اذان اور اقامت کے متعلق اقوال فقہاء	127
113	عرفات میں ظہر اور عصر کی جمع تقدیم میں اذان اور اقامت کے متعلق فقہاء کے اقوال	127
114	حدیث مذکور کے رجال	128
115	مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نمازوں کے درمیان نفل نہ پڑھنے کی توجیہ	128
	باب:۹۸	
116	جس نے ان میں سے ہر نماز کے لیے اذان اور اقامت کہی	128
117	حدیث مذکور کے رجال	129
118	مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نمازوں میں اذان اور اقامت کی تعداد کے متعلق اختلاف فقہاء	129
	باب:۹۹	
119	گھر کے کمزور افراد کو مزدلفہ سے جلدی (منیٰ) کی طرف روانہ کر دینا کہ وہ مزدلفہ میں ٹھہریں' دعا کریں اور چاند غروب ہوتے ہی روانہ ہو جائیں	130
120	کنکریاں مارنے کے مستحب' مباح اور مکروہ وقت میں مذاہب ائمہ	131
	باب:۱۰۰	
121	جس نے فجر کی نماز مزدلفہ میں پڑھی	134
122	عرفات اور مزدلفہ کے علاوہ دو نمازوں کو حقیقۃً جمع کر کے پڑھنے کا عدم جواز	134
	باب:۱۰۱	
123	مزدلفہ سے کب روانہ ہو؟	135
124	المشعر الحرام کا مصداق اور طلوع فجر سے پہلے مزدلفہ سے روانہ ہونے میں مذاہب ائمہ	136
125	ہمارا زوال غیر مسلموں کی تقلید کی وجہ سے ہے	137
	باب:۱۰۲	
126	یوم نحر کی صبح کو جب جمرہ کو کنکریاں ماریں تو تلبیہ اور تکبیر پڑھیں اور کسی کو اپنے ساتھ سواری پر بٹھائیں	137
127	تلبیہ منقطع کرنے کے وقت میں ائمہ ثلاثہ اور امام مالک کا اختلاف	138
128	یوم عرفہ کو زوالِ آفتاب کے وقت تلبیہ منقطع کرنے پر امام مالک کے دلائل	138
129	مصنف کی طرف سے امام مالک کے دلائل کے جوابات	139
	باب:۱۰۳	
130	اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: سو جو شخص حج کے ساتھ عمرہ ملائے تو وہ ایک قربانی کرے جس کو وہ آسانی کے ساتھ کر سکے اور جو قربانی نہ کر سکے وہ تین روزے ایام حج میں رکھے اور سات روزے جب تم لوٹ آؤ' یہ کامل دس (روزے) ہیں' یہ (حج تمتع کا) حکم اس شخص کے لیے ہے جس کے اہل و عیال مسجد حرام (مکہ مکرمہ) کے رہنے والے نہ ہوں۔ (البقرہ:۱۹۶)	139
131	''ھدی'' کی تفسیر اور دیگر مسائل	139
132	ہدی کے مصداق میں کم از کم ایک بکری ہے جب کہ اونٹ یا گائے کا ساتواں حصہ ہے	140
	باب:۱۰۴	
133	بُدن یعنی اونٹ یا گائے پر سوار ہونے کا حکم	141
134	''بَدَنَہ'' پر سوار ہونے میں مذاہب فقہاء	142
	باب:۱۰۵	
135	جس نے اپنے ساتھ بُدن (قربانی کے اونٹوں)	

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
	کو ہانکا	143
136	حدیث مذکور میں تمتع سے مراد حج قران ہے	144
	باب:۱۰۶	
137	جس نے راستہ سے ہدی کو خریدا	145
138	عمرہ کے احرام پر حج کے احرام باندھنے کا جواز اور حِل میں ھدی کو خریدنے کا جواز	146
	باب:۱۰۷	
139	جس نے ذوالحلیفہ میں اشعار کیا اور قربانی کے گلے میں ہارڈالا' پھر احرام باندھا	146
140	اشعار کا لغوی اور اصطلاحی معنی اور اشعار میں مذاہب	146
141	اشعار کو منع کرنے کی وجہ سے امام ابوحنیفہ پر طعن و تشنیع	147
142	اشعار کو ترک کرنے کے جواز میں آثار	148
143	حدیث مذکور کے رجال اور حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ اور مروان کا تذکرہ	149
144	ھدی کے گلے میں ہارڈالنے اور اس کو اشعار کرنے کی مشروعیت	149
145	اپنے ہاتھ سے ہار بنا کر ھدی کے گلے میں ڈالنے کی فضیلت	150
	باب:۱۰۸	
146	قربانی کے اونٹوں اور گایوں کے لیے ہار بنانا	150
	باب:۱۰۹	
147	قربانی کے اونٹوں کو اشعار کرنا	151
	باب:۱۱۰	
148	جس نے اپنے ہاتھ سے ہارڈالے	151
149	حضرت معاویہ کا زیاد کے نسب کو اپنے والد کے نسب سے ملانا	152
150	حضرت ام المؤمنین اور حضرت ابن عباس کے علمی اختلاف میں علامہ عینی کا حضرت ابن عباس کی تائید کرنا اور یہ ثابت کرنا کہ ھدی کو ہارڈالنے سے احرام لازم ہوجاتا ہے	152
151	مصنف کا علامہ عینی کی تحقیق سے اختلاف کرنا اور یہ ثابت کرنا کہ ھدی کے گلے میں ہارڈالنے سے احرام کے احکام لازم نہیں ہوتے	153
152	حافظ ابن حجر کا حضرت ابن عباس کے مقابلہ میں حضرت ام المؤمنین کے مؤقف کی تائید کرنا	154
153	علامہ خطابی کا احناف کی طرف غلط مسلک منسوب کرنا	154
154	محض قربانی کے گلے میں ہارڈالنے سے احرام کے احکام لازم نہ ہونے میں مذاہب ائمہ	155
155	صحابہ کرام مسائل میں اختلاف کے باوجود باہمی احترام کو قائم رکھتے تھے اور دیگر مسائل	155
	باب:۱۱۱	
156	بکری کے گلے میں ہارڈالنا	156
157	بکری کے گلے میں ہارڈالنے میں مذاہب ائمہ	156
158	حافظ ابن حجر کا فقہاء احناف پر یہ اعتراض کہ بکری کو ھدی بنانا حنفیہ کا اصول نہیں ہے	156
159	حافظ ابن حجر کے اس قول کا رد کہ بکری کو ھدی بنانا حنفیہ کا اصول نہیں ہے	157
160	بکری کو ہدی بنانے کا کتب حنفیہ سے ثبوت	157
161	بکری کے گلے میں ہارڈالنا سنت ہے	158
	باب:۱۱۲	
162	اُون سے ہار بنانا	159
	باب:۱۱۳	
163	ہار میں جوتا لٹکانا	159
164	ھدی کی گردن میں جوتا لٹکانے کی تفصیل	160

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	باب:۱۱۴	
165	اونٹوں کی جھولوں کا حکم	160
166	نحر یا قربانی کے وقت حفاظت کے قصد سے جھول کو اُتارنا	161
	باب:۱۱۵	
167	جس نے راستہ سے اپنی ھدی خرید کر اس کو ہار ڈالا	161
	باب:۱۱۶	
168	کسی شخص کا اپنی بیویوں کی طرف سے ان کی اجازت کے بغیر گائے کو ذبح کرنا	162
169	گائے کو نحر اور ذبح کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء	162
	باب:۱۱۷	
170	منیٰ میں رسول اللہ ﷺ نے جہاں نحر کیا تھا' وہاں نحر کرنا	163
171	حج کرنے والے' عمرہ کرنے والے اور جس کو حج اور عمرہ سے روکا گیا ہو' ان سب کے لیے نحر کرنے کی جگہیں	163
	باب:۱۱۸	
172	جس نے اپنے ہاتھ سے نحر کیا	164
173	حدیث مذکور کے رجال	164
174	اونٹ کو کھڑا کر کے اور بٹھا کر نحر کرنے میں مذاہب ائمہ	165
175	اونٹ کو کھڑا کر کے اور بٹھا کر نحر کرنے کے متعلق آثار صحابہ	165
	باب:۱۱۹	
176	اونٹ کو باندھ کر نحر کرنا	165
177	حدیث مذکور کے رجال	166
178	اونٹ کو نحر کرتے وقت اس کے پیر کو باندھنے کی کیفیت کے متعلق احادیث اور آثار	166
	باب:۱۲۰	
179	قربانی کے اونٹوں کو کھڑا کر کے نحر کرنا	166
	باب:۱۲۱	
180	قصاب کو ہدی کی کوئی چیز اجرت میں نہ دے	168
181	قربانی کی کسی چیز کو قصاب کی اجرت میں دینے کا عدم جواز اور قربانی کی کھال اور گوشت کے متعلق فقہاء مالکیہ کا مسلک	168
182	قربانی کی کھال اور گوشت کے متعلق فقہاء احناف کا مسلک	169
	باب:۱۲۲	
183	قربانی کے جانوروں کی کھالوں کو صدقہ کر دے	169
	باب:۱۲۳	
184	قربانی کے اونٹوں کی جھولوں کو صدقہ کرے	170
185	باب:۱۲۴	170
186	الحج:۳۰_۲۶ کے فقہی احکام	171
	باب:۱۲۵	
187	قربانی کے اونٹوں سے کتنا اور کب تک کھائے اور کتنا صدقہ کرے؟	171
188	شکار کی جزاء اور نذر کے اونٹوں کے سوا قربانی کے اونٹوں سے کھانے اور کھلانے میں مذاہب ائمہ	172
189	تین دن سے زیادہ قربانی کا گوشت جمع کرنے کی ممانعت کا سبب	173
	باب:۱۲۶	
190	سر مونڈنے سے پہلے ذبح کرنا	174
	باب:۱۲۷	
191	جس نے احرام باندھتے وقت سر پر بال جما لیے اور سر مونڈ لیا	176

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	باب:۱۲۸	
192	احرام کھولتے وقت سر منڈانا اور بال کٹوانا	176
193	رسول اللہ ﷺ کے سر منڈانے کی کیفیت	176
194	سر کے بال منڈانے کی مقدار میں مذاہب ائمہ اور نبی ﷺ کے سر کے بالوں کو بہ طور تبرک حفاظت سے رکھنا	177
195	سر منڈانے والوں کی سر کے بال کٹوانے والوں پر افضلیت کی وجوہ	178
196	حضرت معاویہ کے بال کاٹنے کا واقعہ کس موقع کا ہے؟	180
	باب:۱۲۹	
197	تمتع کرنے والے کا عمرہ کرنے کے بعد بال کاٹنا	180
	باب:۱۳۰	
198	یوم النحر (قربانی کے دن) طواف زیارت کرنا	180
	باب:۱۳۱	
199	جس کسی شخص نے ذبح کرنے سے پہلے بھولے سے یا جہالت سے شام کے بعد کنکریاں ماریں	182
	باب:۱۳۲	
200	جمرہ کے پاس سواری پر لوگوں کے مسائل کا جواب دینا	182
	باب:۱۳۳	
201	ایام منیٰ میں خطبہ دینا	184
202	قرآن مجید سے اس حدیث کی تائید کہ مسلمانوں کا ایک دوسرے کو قتل کرنا حرام ہے	184
203	کسی مسلمان کو اس کے کسی گناہ کی وجہ سے کافر قرار دینا جائز نہیں	185
204	حدیث مذکور کے رجال	186
205	حدیث مذکور کے رجال	188
206	حج اکبر کے متعلق اقوال اور حجۃ الوداع کا بیان	188
	باب:۱۳۴	
207	جو لوگ منیٰ کی راتوں میں مکہ میں پانی پلاتے ہیں یا کوئی اور کام کرتے ہیں ان کا مکہ میں رہنے کا جواز	189
	باب:۱۳۵	
208	کنکریاں مارنا	189
209	جمرہ عقبہ کو پہلے دن کنکریاں مارنے کے اوقات	190
210	یوم النحر کے بعد باقی تین دنوں میں کنکریاں مارنے کے اوقات	190
211	یوم النحر کے بعد باقی تین دنوں میں بھی طلوع شمس کے بعد کنکریاں مارنی جائز ہیں	191
	باب:۲۳۶	
212	وادی کے نشیب میں جا کر جمار کو کنکریاں مارنا	192
213	حدیث مذکور کے رجال	192
2،4	وادی کے نشیب سے کنکریاں مارنے میں مذاہب ائمہ	192
	باب:۱۳۷	
215	ہر جمرہ پر سات کنکریاں مارنا	193
	باب:۱۳۸	
216	جس نے جمرۃ العقبہ کی رمی کی تو بیت اللہ کو بائیں جانب رکھا	193
	باب:۱۳۹	
217	ہر کنکری مارتے وقت اللہ اکبر کہے	194
	باب:۱۴۰	
218	جس نے جمرۃ العقبہ پر کنکریاں ماریں اور وہاں نہیں ٹھہرا	194
	باب:۱۴۱	
219	جب پہلے اور دوسرے جمرہ کو کنکریاں مارے تو قبلہ رخ نرم زمین پر کھڑا ہو	194

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
220	مشکل الفاظ کے معانی	195
	باب:۱۴۲	
221	قریب اور درمیانی جمرہ کے پاس دونوں ہاتھ بلند کرنا	195
	باب:۱۴۳	
222	دو جمروں کے درمیان دعا کرنا	196
	باب:۱۴۴	
223	جمرات پر کنکریاں مارنے کے بعد خوشبو لگانا اور طواف زیارت سے پہلے سر منڈانا	197
224	خوشبو لگانے کے سلسلہ میں مذاہب ائمہ	197
	باب:۱۴۵	
225	طواف الوداع کا حکم	198
	باب:۱۴۶	
226	جب طواف زیارت کے بعد کسی عورت کو حیض آ جائے	198
227	بغیر طواف وداع کیے حائضہ کی روانگی میں اختلافِ صحابہ	200
228	حضرت زید بن ثابت اور حضرت ابن عمر کا حضرت عائشہ کی حدیث کی طرف رجوع کرنا	200
229	حضرت صفیہ سے عمل تزویج کے ارادہ پر ایک اشکال کا جواب	202
	باب:۱۴۷	
230	جس نے روانگی کے دن وادئ محصب میں عصر کی نماز پڑھی	202
	باب:۱۴۸	
231	وادئ محصب میں ٹھہرنے کا بیان	203
232	وادئ محصب میں ٹھہرنے کے متعلق مذاہب ائمہ	203
	باب:۱۴۹	
233	مکہ میں داخل ہونے سے پہلے ذی طوی میں اترنا اور جب مکہ سے مدینہ کو لوٹے تو اس وادی میں اُترے جو ذوالحلیفہ میں ہے	204
234	حدیث مذکور کے رجال	205
	باب:۱۵۰	
235	جو مکہ سے واپس آتے ہوئے ذی طوی میں اترا	205
	باب:۱۵۱	
236	حج کے ایام میں تجارت کرنا اور زمانہ جاہلیت کے بازاروں میں خرید و فروخت کرنا	206
237	ذوالمجاز اور عکاظ کا محل وقوع	206
	باب:۱۵۲	
238	وادی المحصب سے رات کو روانہ ہونا	207
239	''عقرٰی حلقٰی'' کا معنی	207
240	کتاب الحج کی تکمیل	208
	۲۶ - کتاب العمرۃ	209
	باب:۱	
1	عمرہ کا وجوب اور اس کی فضیلت	209
2	عمرہ کے شرعی حکم میں مذاہب ائمہ	210
3	فقہاء احناف کے نزدیک عمرہ کا شرعی حکم	211
4	حج مبرور کے متعلق اقوال	212
5	عمرہ کی فضیلت میں دیگر احادیث	212
	باب:۲	
6	جس نے حج سے پہلے عمرہ کیا	213
7	حدیث مذکور کے رجال	214
8	رسول اللہ ﷺ کے عمرہ کرنے سے پہلے آپ پر حج فرض ہونا اور حج کی ادائیگی میں تاخیر کی گنجائش	214

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	باب:۳	
9	نبی ﷺ نے کتنے عمرے کیے؟	214
10	حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے جو چاشت کی نماز کو بدعت کہا' اس کی توجیہ	215
11	حدیث مذکور کے رجال	216
12	حج کے ساتھ والے عمرہ کے متعلق علامہ ابن بطال کی تحقیق	217
13	نبی ﷺ کے عمروں کی ترتیب وار تفصیل اور تعداد	217
	باب:٤	
14	رمضان میں عمرہ کرنا	218
15	''الناصح'' کا معنی اور اس کی تحقیق کہ رمضان کا عمرہ حج کی مثل ہے	218
	باب:۵	
16	وادیٔ حصبہ کی رات میں یا کسی اور رات میں عمرہ کرنا	219
	باب:٦	
17	باب التنعیم کا عمرہ	219
18	مکہ سے احرام باندھنے کے لیے تنعیم کی تخصیص کی وجہ	220
	باب:۷	
19	حج کے بعد بغیر ہدی روانہ کیے عمرہ کرنا	221
	باب:۸	
20	عمرہ کا اجر بہ قدر مشقت ملے گا	222
21	زیادہ خرچ کرنے یا زیادہ مشقت برداشت کرنے کی وجہ سے اجر کا زیادہ ہونا	222
22	زمان اور مکان کے شرف کے اعتبار سے اجر کا زیادہ ہونا	223
	باب:۹	
23	عمرہ کرنے والا جب عمرہ کا طواف کر کے چلا جائے تو آیا اس کے لیے یہ طواف وداع سے کافی ہوگا یا نہیں!	223
	باب:۱۰	
24	عمرہ میں ان ہی کاموں سے اجتناب کیا جائے گا جن سے حج میں اجتناب کیا جاتا ہے	224
	باب:۱۱	
25	عمرہ کرنے والا کب احرام کھولے گا	225
26	حدیث مذکور کے رجال	226
27	حدیث مذکور کے مشکل فقروں کی تشریح	226
	باب:۱۲	
28	جب حج یا عمرہ یا جہاد سے واپس آئے تو کیا دعا کرے	228
29	سفر سے واپسی کی دعا میں مشکل الفاظ کے معانی	229
30	حج' جہاد یا کسی مبارک مہم سے واپس آنے پر اللہ تعالیٰ کی حمد کرنا اور اس کا شکر بجالانا	229
	باب:۱۳	
31	جب حجاج مکہ میں آئیں تو ان کا استقبال کرنا اور ایک سواری پر تین آدمیوں کا سوار ہونا	229
32	حدیث مذکور کے رجال	230
	باب:۱۴	
33	مسافر کا صبح کے وقت آنا	230
	باب:۱۵	
34	مسافر کا شام کو آنا	230
	باب:۱۶	
35	جب مدینہ پہنچے تو رات کو اپنے گھر میں داخل نہ ہو	231
	باب:۱۷	
36	جب مدینہ طیبہ پہنچے تو اپنی سواری کو تیز چلائے	231
	باب:۱۸	
37	اللہ تعالیٰ کا ارشاد: اور گھروں میں ان کے دروازوں سے داخل ہو۔ (البقرہ:۱۸۹)	232

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
38	حضرت قطبہ رضی اللہ عنہ کا نبی ﷺ کی اتباع میں گھر کے دروازہ سے نکلنا اور اپنی رسم کو ترک کر دینا	232
39	اپنی عقل سے دین میں کوئی طریقہ نہیں نکالنا چاہیے	233
40	نبی ﷺ کے ادب اور اجلال کے لیے کوئی نیا کام کرنا مستحسن ہے	233
	باب:۱۹	
41	سفر عذاب کا ایک ٹکڑا ہے	233
42	سفر کے عذاب سے مراد تھکاوٹ ہے	234
43	سفر کی فضیلت میں بعض احادیث کی فنی حیثیت	234
	باب:۲۰	
44	مسافر کو جب گھر پہنچنے کی جلدی ہو تو وہ کیا کرے؟	234
	۲۷ - کتاب المحصر وجزاء الصید	235
1	حصر اور احصار کا معنی	235
2	احصار کی تعریف میں مذاہب ائمہ	235
	باب:۱	
3	جب عمرہ کرنے والے کو روک دیا جائے	237
	باب:۲	
4	حج میں روکنا	238
	باب:۳	
5	جس شخص کو حج یا عمرہ سے روکا گیا ہو وہ پہلے نحر کرے، پھر سر منڈائے	239
	باب:٤	
6	جس نے یہ کہا کہ جس شخص کو حج یا عمرہ سے روکا گیا ہو اس پر قضاء نہیں ہے	239
7	احصار کی تعریف میں امام ابوحنیفہ کے موقف پر دلائل	240
8	دشمن کے حج یا عمرہ سے روکنے کے علاوہ مرض وغیرہ سے رک جانے کی وجہ سے بھی احصار کے متعلق احادیث اور آثار	241
9	حدیبیہ کے خارج از حرم ہونے میں امام بخاری کا موقف اور اس پر بحث ونظر اور امام ابوحنیفہ کے موقف پر دلائل	242
	باب:۵	
10	اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پس جو شخص تم میں سے بیمار ہو یا اس کے سر میں کچھ تکلیف ہو تو وہ اس کے بدلہ میں روزے رکھے یا کچھ صدقہ دے یا قربانی کرے۔ (البقرہ:۱۹۶)	243
11	حدیث مذکور کے مسائل	244
	باب:٦	
12	اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: یا صدقہ۔ (البقرہ:۱۹۶) اور یہ چھ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے	245
	باب:۷	
13	فدیہ میں نصف صاع یعنی دو کلو گندم کھلانا	245
	باب:۸	
14	''او نسک'' (البقرہ:۱۹۶) سے مراد بکری کی قربانی ہے	246
	باب:۹	
15	اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: تو حج میں نہ عورتوں سے جماع کی باتیں ہوں۔ (البقرہ:۱۹۷)	247
	باب:۱۰	
16	اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (حج میں) نہ گناہ کیا اور نہ جھگڑا۔ (البقرہ:۱۹۷)	247
	۲۸ - کتاب جزاء الصید	248
	باب:۱	
1	اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:	248
2	المائدہ:۹۵ کا شانِ نزول	248

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
3	شکار کی تعریف	249
4	شکار کو قتل کرنے میں مذاہب فقہاء	249
5	شکار کی جزاء میں مثل صوری یا مثل معنوی دی جائے گی	249
6	شکار کی جزاء کی تعیین میں مذاہب فقہاء	250
	باب:۲	
7	جب غیر محرم شکار کر کے محرم کو وہ شکار ہدیہ کرے تو وہ اس کو کھا سکتا ہے	250
8	حدیث مذکور کے رجال	252
9	محرم کن صورتوں میں غیر محرم کے کیے ہوئے شکار کو کھا سکتا ہے؟	252
10	بعض مشکل الفاظ کے معانی	253
	باب:۳	
11	جب محرم شکار کو دیکھ کر ہنسیں اور غیر محرم سمجھ جائے	254
	باب:۴	
12	محرم شکار کو قتل کرنے میں غیر محرم کی مدد نہ کرے	255
	باب:۵	
13	محرم شکار کی طرف اشارہ نہ کرے تا کہ غیر محرم اس کو شکار کر لے	256
14	صحیح بخاری کی غلط روایت اور اس کی توجیہ میں حافظ ابن حجر اور حافظ عینی کا مناقشہ	257
15	حافظ ابن حجر اور حافظ عینی کے درمیان مصنف کا محاکمہ	257
16	نبی ﷺ کے زمانہ میں صحابہ کرام کا اجتہاد کرنا، زخمی شکار کو ذبح کیے بغیر کھانے کا جواز اور دیگر مسائل اور فوائد	258
	باب:۶	
17	جب محرم کو زندہ جنگلی گدھا ہدیہ کیا جائے تو وہ قبول نہ کرے	258
18	حدیث مذکور کے رجال	259
19	غیر محرم کے کیے ہوئے شکار کو محرم کے لیے کھانے میں مذاہب ائمہ	259
	باب:۷	
20	محرم کن جانوروں کو قتل کر سکتا ہے	260
21	محرم اور غیر محرم دونوں کے لیے ان پانچ جانوروں کو قتل کرنے کا جواز اور ان پانچ کے علاوہ دیگر جانوروں کا بیان	261
22	کوے کی اقسام اور ان کے احکام	261
23	چیل کو قتل کرنے کے متعلق اقاویل فقہاء	262
24	چوہے کو قتل کرنے کے متعلق اقاویل فقہاء	262
25	بچھو کو قتل کرنے کے متعلق اختلاف فقہاء	263
26	کاٹنے والے کتے کو قتل کرنے کے متعلق اختلاف فقہاء	263
27	کتے کو قتل کرنے کے متعلق شافعی علماء کے اقوال	263
28	سانپوں کو قتل کرنے کے متعلق متعارض احادیث میں تطبیق	264
29	چھپکلی، بھڑ اور کوے کو قتل کرنے اور اس کو کھانے کے متعلق فقہاء کے اقوال	266
30	''الوزغ'' کا معنی گرگٹ ہے یا چھپکلی	267
31	چھپکلی کو قتل کرنے کے متعلق احادیث	267
	باب:۸	
32	حرم کے درختوں کو کاٹا نہیں جائے گا	268
	باب:۹	
33	حرم کے شکار کو بھگایا نہ جائے	268
	باب:۱۰	
34	مکہ میں قتال جائز نہیں ہے	269

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	باب:۱۱	
35	محرم کا فصد لگوانا	270
36	حدیث مذکور کے رجال	270
37	محرم کے فصد لگوانے میں مذاہب فقہاء	271
38	فصد لگوانے کی متعدد اقسام اور وجوہ	271
39	حدیث مذکور کے رجال	272
40	''لحي جمل'' کا محل وقوع اور دیگر مسائل	272
	باب:۱۲	
41	مُحرِم کا عقد نکاح کرنا	272
42	مُحرِم کے نکاح کرنے کے جواز میں اختلاف ائمہ	273
43	امام ابوحنیفہ کی تائید میں محرم کے نکاح کے جواز کے ثبوت میں احادیث	274
44	محرم کے نکاح کے عدم جواز میں ائمہ ثلاثہ کے مزید دلائل	274
45	ائمہ ثلاثہ کی تائید میں حضرت میمونہ کی حدیث کا مرجوح ہونا	275
46	محرم کے نکاح کے جواز میں عقلی دلیل	275
47	محرم کے نکاح کے جواز میں آثارِ صحابہ اور فقہاء تابعین کے فتاویٰ	275
48	روایتِ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی وجوہ ترجیح از مصنف	275
	باب:۱۳	
49	محرم اور محرمہ کو خوشبو لگانے کی ممانعت	276
	باب:۱۴	
50	محرم کا غسل کرنا	277
51	محرم کے سر دھونے میں ائمہ کا اختلاف' صحابہ کا فقہی مسائل میں اختلاف کرنا اور مسئلہ کے حل کے لیے حدیث کی طرف رجوع کرنا	278
	باب:۱۵	
52	جب محرم کو جوتے نہ ملیں تو وہ موزوں کو پہن لے	279
53	اگر محرم کو تہبند دستیاب نہ ہو اور وہ شلوار پہن لے تو آیا اس پر فدیہ لازم ہوگا یا نہیں؟	279
	باب:۱۶	
54	جب محرم کو تہبند نہ ملے تو وہ شلوار پہن لے	281
	باب:۱۷	
55	محرم کے لیے ہتھیار پہننے کا حکم	281
	باب:۱۸	
56	مکہ میں اور حرم میں بغیر احرام کے داخل ہونا	282
57	امام بخاری کے اس پر دلائل کہ جس کا حج یا عمرہ کا ارادہ نہ ہو' بغیر احرام باندھے مکہ میں داخل ہو سکتا ہے	283
58	مکہ میں بغیر احرام کے دخول کے متعلق مذاہب فقہاء	283
59	مکہ میں بغیر احرام کے دخول کے جواز پر بعض علماء کی دلیل	283
60	دلیل مذکور پر مصنف کا رد کرنا اور اس پر دلیل قائم کرنا کہ مکہ میں بغیر احرام کے دخول جائز نہیں ہے	284
61	مکہ میں احرام کے ساتھ دخول کے وجوب پر علامہ عینی کے تتبع سے فقہاء کے اقوال	284
62	مکہ میں احرام کے ساتھ دخول کے وجوب پر مصنف کے تتبع سے احادیث' آثار اور فتاویٰ تابعین	285
63	جس شخص نے بغیر احرام کے میقات سے تجاوز کیا' امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس پر قربانی کا وجوب	286
64	مکہ میں دخول کے وقت آپ نے خود پہنا ہوا تھا یا عمامہ' ان حدیثوں میں تطبیق اور دیگر مسائل	287
65	امام بخاری کا مؤقف ہے کہ مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہونا جائز ہے' اس پر امام طحاوی کا تعاقب	287

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
66	غیر مقلدین کے نزدیک بھی مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہونا صحیح ہے	288
67	ابن خطل کے ساتھ جن دوسرے لوگوں کو قتل کرنے کا حکم دیا گیا	288
68	ابن خطل اور اس کی دو باندیوں کا تذکرہ اور ان کو قتل کر دینے کے حکم کی وجہ	289
69	عبداللہ بن سعد بن ابی السرح اور عکرمہ کا تذکرہ	290
70	مِقیَس بن صُبابہ کا تذکرہ	290
	باب: ۱۹	
71	اگر کوئی لاعلمی سے قمیص پہنے ہوئے احرام باندھ لے	290
72	احرام باندھتے وقت خوشبو لگانے کا جواز اور ہاتھ پر کاٹنے والے کی دیت کو ساقط کرنا	291
73	ثانی الذکر حدیث کی باب کے ساتھ مناسبت	292
	باب: ۲۰	
74	محرم میدانِ عرفات میں مر گیا تو نبی ﷺ نے یہ حکم نہیں دیا کہ اس کی طرف سے اس کا بقیہ حج ادا کیا جائے	292
	باب: ۲۱	
75	جب محرم مرجائے تو اس کو کفن دینے کا طریقہ	293
	باب: ۲۲	
76	میت کی طرف سے حج کرنا اور نذروں کو پورا کرنا اور مرد کا عورت کی طرف سے حج کرنا	294
77	فوت شدہ شخص کی طرف سے اس کا حج ادا کرنے میں اختلاف فقہاء	294
78	جو فقہاء یہ کہتے ہیں کہ میت کی طرف سے حج کرنا جائز ہے ان کی دلیل	295
79	جو فقہاء یہ کہتے ہیں کہ میت کی طرف سے حج کرنا جائز نہیں ہے	295
80	امام بخاری پر ایک اعتراض کا جواب	295
81	اعتراض مذکور کا حافظ ابن حجر عسقلانی کی طرف سے جواب	295
82	علامہ عینی کا علامہ ابن بطال اور حافظ ابن حجر دونوں کے جوابوں کو رد کرنا	296
83	حافظ ابن حجر کے جواب میں ایک اور سنگین غلطی	296
84	میت کی طرف سے حجۃ الاسلام کرنے میں امام اعظم کے مذہب کی وضاحت‘ قیاس کی اصل‘ فتویٰ میں دلائل لکھنے کی اصل اور دیگر مسائل	298
	باب: ۲۳	
85	اس کی طرف سے حج کرنا جو سواری پر بیٹھنے کی طاقت نہ رکھتا ہو	299
	باب: ۲۴	
86	عورت کا مرد کی طرف سے حج کرنا	299
	باب: ۲۵	
87	بچوں کا حج کرنا	300
88	بچوں کے حج میں مذاہب ائمہ	300
	باب: ۲۶	
89	عورتوں کا حج کرنا	302
90	تمام مسلمان امہات المومنین کے محارم ہیں	302
91	حدیث مذکور کے رجال	303
92	حدیث مذکور کے رجال	304
93	بغیر محرم کے عورت کے سفر حج کی ممانعت پر دلائل	304
94	بغیر محرم کے عورت کے سفر حج کرنے پر علامہ ابن بطال کے دلائل اور مصنف کے جوابات	305
95	عورت کا سلامتی کے ساتھ سفر حج صرف امام اعظم کے مذہب کے مطابق ہی ہو سکتا ہے	306
96	بغیر محرم کے عورت کے سفر کی ممانعت کے متعلق مختلف	

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
	احادیث میں تطبیق اور دیگر احادیث کی شرح کا تعین	308
	باب:۲۷	
97	جس نے کعبہ تک پیدل جانے کی نذر مانی	309
98	کعبہ تک پیدل جانے کی نذر کے متعلق فقہاء کا اختلاف	309
99	علامہ ابن بطال کا تساہل اور عدم تتبع کی وجہ سے صحیح اور مکمل حدیث کے خلاف نقل کرنا	310
100	حدیث مذکور کے رجال	311
101	حدیث مذکور کی متعدد روایات	311
102	''ابواب المحصر وجزاء الصید'' کا اختتام	312
	۲۹ - کتاب فضائل المدینۃ	313
	باب:۱	
1	مدینہ حرم ہے	314
2	حدیث مذکور کے رجال	315
3	حرم مدینہ کی حدود اور لعنت کا معنی	315
4	مدینہ کے شرعی حرم ہونے میں مذاہب ائمہ	315
5	مدینہ کے شرعی حرم نہ ہونے پر امام ابوحنیفہ کے دلائل	315
6	حافظ ابن حجر عسقلانی اور علامہ عینی کا مناقشہ اور مصنف کا محاکمہ	316
7	حدیث مذکور کے رجال	317
8	حضرت علی کے پاس صرف کتاب اللہ لکھی ہونے کی توجیہ ''احداث فی الدین'' کا معنی اور تمام مسلمانوں کے عہد کے واحد ہونے کا معنی	318
	باب:۲	
9	مدینہ کی فضیلت اور مدینہ کا بُرے آدمیوں کو نکالنا	318
10	حدیث مذکور کے رجال کی نسبت کی تعیین میں حافظ ابن حجر عسقلانی اور علامہ عینی کا مناقشہ	319
11	مدینہ دوسری بستیوں کو کھا جائے گا' اس کا کیا معنی ہے؟	319

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
12	مدینہ کو یثرب کہنے کی ممانعت کی توجیہ	319
13	اگر مدینہ اشرار اور مفسدین کو مدینہ سے نکال دیتا ہے تو پھر ہر زمانہ میں مدینہ میں اشرار کیوں کر رہے؟	320
14	مکہ اور مدینہ کی افضلیت میں ائمہ کا اختلاف اور امام مالک کے افضلیت مدینہ کے دلائل پر شیخ ابن حزم کا تعاقب	320
	باب:۳	
15	مدینہ طابہ (پاکیزہ) ہے	321
	باب:۴	
16	مدینہ کے دو پتھریلے کنارے	321
	باب:۵	
17	جو شخص مدینہ سے اعراض کرے	322
18	قربِ قیامت میں مدینہ منورہ کی کیفیت	322
19	حدیث مذکور کے رجال	323
	باب:٦	
20	ایمان کا مدینہ کی طرف سمٹ جانا	323
21	حدیث مذکور کے رجال	324
22	جس حدیث میں ایمان کو سانپ کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے' اس کی تشریح علامہ مہلب' علامہ داؤدی' علامہ قرطبی اور علامہ عینی سے	324
23	اس حدیث کی تشریح مصنف سے	324
	باب:۷	
24	جو شخص اہل مدینہ کو فریب دے' اس کا گناہ	325
	باب:۸	
25	مدینہ کے بلند اور بڑے بڑے مکان	326
26	سیدنا محمد ﷺ کی نبوت کی دلیل	326
	باب:۹	
27	دجال' مدینہ میں داخل نہیں ہوگا	326

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
28	حدیث مذکور کے رجال	327
29	"رعب" اور "المسیح الدجال" کا معنی	327
30	"انقاب" اور "طاعون" کے معنی کی تحقیق	327
31	حدیث مذکور کی تفصیل	329
	باب:۱۰	
32	مدینہ خبث (برے آدمیوں) کو نکال دیتا ہے	330
33	جو اعرابی مدینہ سے نکلنا چاہتا تھا' اس کی بیعت نہ توڑنے کی متعدد وجوہ	330
34	علامہ عینی کی طرف سے اس اعتراض کا جواب کہ بعض منافق تو مدینہ میں ہی مر گئے تھے	331
35	مصنف کی طرف سے اعتراض مذکور کا جواب	331
36	ان منافقین کا مصداق جن کے متعلق النساء:۸۸ نازل ہوئی	331
37	**باب:۱۱**	332
38	نبی ﷺ نے جو مدینہ میں برکت کی دعا کی ہے آیا اس سے مراد عام برکت ہے خواہ دنیاوی امور میں برکت ہو یا اخروی امور میں یا خاص دنیاوی برکت مراد ہے؟	332
39	نبی ﷺ کی دعا کے متعلق یہ کہنا کہ وہ دائماً مقبول نہیں ہوتی' آپ کی محبت سے محرومی' بے ادبی اور خلاف تحقیق ہے	333
40	علامہ قرطبی نے وہ خلاف تحقیق عبارت نہیں لکھی جو بخاری کے شارحین نے ان کی طرف منسوب کر دی ہے	333
41	مکہ کی مدینہ پر فضیلت کا بیان	334
	باب:۱۲	
42	مدینہ کو خالی اور ویران کرنا' رسول اللہ ﷺ کو ناپسند تھا	334
43	**باب:۱۳**	335
44	آپ کے حجرہ اور منبر کے درمیان زمین کا ٹکڑا آیا حقیقۃً جنت ہے یا مجازاً؟	335
45	حدیث مذکور کی دیگر روایات	336
46	حدیث "من زار قبری وجبت له شفاعتی" کی تحقیق	336
47	حدیث "من زار قبری" کی سند پر غیر مقلد عالم کا اعتراض	337
48	اس حدیث کے راوی موسیٰ بن ہلال العبدی کو مجہول قرار دینے کا جواب	337
49	موسیٰ بن ہلال العبدی کی روایت کی عدم متابعت کا جواب	338
50	حدیث "من زار قبری" کا متابع اول (۱)	338
51	حدیث "من زار قبری" کا متابع ثانی (۲)	339
52	حدیث "من زار قبری" کا متابع ثالث (۳)	339
53	حدیث "من زار قبری" کا متابع رابع (۴)	339
54	حدیث "من زار قبری" کا متابع خامس (۵)	340
55	حدیث "من زار قبری" کا متابع سادس (۶)	340
56	حدیث "من زار قبری" کا متابع سابع (۷)	340
57	حدیث "من زار قبری" کا متابع ثامن (۸)	340
58	حدیث "من زار قبری" کا متابع تاسع (۹)	341
59	حدیث "من زار قبری" کا متابع عاشر (۱۰)	341
60	حدیث "من زار قبری" کا متابع حادی عشر (۱۱)	341
61	حدیث "من زار قبری" کا متابع ثانی عشر (۱۲)	342
62	حدیث "من زار قبری" کا متابع ثالث عشر (۱۳)	342
63	حدیث "من زار قبری" کا متابع رابع عشر (۱۴)	342
64	ابن تیمیہ کی تحریف اور اس کی تکفیر	343
65	حدیث "من زار قبری" کا متابع خامس عشر (۱۵)	343

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
66	نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر انور کی زیارت کے جواز پر حافظ ابن حجر کی جمع کردہ احادیث	344
67	نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر انور کی زیارت کے جواز پر حافظ سیوطی کی جمع کردہ احادیث	344
68	حدیث "من زار قبری" اگر بالفرض ضعیف السند بھی ہے تو وہ اہل علم کے عمل سے قوی ہو گئی ہے!	347
69	خلاصۂ بحث اور حرف آخر	347
70	مدینہ میں آ کر حضرت ابوبکر اور حضرت بلال رضی اللہ عنہما کا بیماریوں میں مبتلا ہونا	349
71	مدینہ کو محبوب بنانے کی دعا	349
72	بیماری اور مصائب کو دور کرنے کی دعا کا جواز اور جاہل صوفیاء کا رد	349
73	الجحفہ کے خلاف دعاء ضرر کرنے کی توجیہ	350
74	مشکل الفاظ کے معانی	350
75	علامہ عینی نے غناء میں اس طرح مذاہب بیان کیے کہ ان میں تضاد اور تعارض ہے	351
76	مصنف نے غناء میں اس طرح مذاہب بیان کیے کہ ان میں تضاد اور تعارض نہیں ہے اور علامہ عینی کا رد کیا ہے	351
77	مدینہ کی مکہ پر فضیلت کی ایک قول دلیل	354
78	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کی تاریخ اور جس جگہ آپ مدفون ہیں اس جگہ کا عرش سے بھی افضل ہونا	354
79	شہادت کی دعا پر ایک اشکال کا جواب	355
80	فضائل مدینہ کی تکمیل	355
	۳۰ - کتاب الصوم	356
1	روزوں کے بیان کو باقی عبادات کے اخیر میں بیان کرنے کی توجیہ	356
2	روزہ کا لغوی اور شرعی معنی	356
	باب:۱	
3	رمضان کے روزے کی فرضیت	357
4	روزے کی فرضیت اور فضیلت کے متعلق احادیث	357
5	روزہ کے مکروہات اور مستحبات	359
6	جن کاموں سے روزہ فاسد ہوتا ہے یا نہیں ہوتا	360
7	جن اُمور سے روزہ کی قضاء اور کفارہ دونوں واجب ہیں یا صرف قضاء واجب ہے	362
8	جن اعذار کی وجہ سے روزہ توڑنا یا روزہ چھوڑنا جائز ہے	362
	باب:۲	
9	روزہ کی فضیلت	364
10	لفظ "جُنّۃ" کے معانی اور روزہ کے ڈھال ہونے کی توجیہات	365
11	"رفث" کا معنی	365
12	"جھل" کا معنی اور روزہ میں جہالت کے کاموں کی ممانعت کی زیادہ تاکید	366
13	اللہ تعالیٰ سونگھنے سے منزہ اور پاک ہے' پھر روزہ دار کے منہ کی بو اس کو مشک سے زیادہ کیسے پسند ہے؟ اس کی توجیہات	366
14	اس اعتراض کا جواب کہ تمام اعمال اللہ کے لیے ہیں' پھر یہ کیوں فرمایا کہ روزہ میرے لیے ہے؟	366
15	چھٹی توجیہ پر ایک اعتراض کا جواب	367
16	روزہ کی اقسام	371
17	روزہ کی فضیلت کا مدار دو چیزوں پر ہے	371
	باب:۳	
18	روزہ کفارہ ہے	371
19	روزے کے کفارہ ہونے اور کفارہ نہ ہونے کی	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	متعارض حدیثوں میں حافظ ابن حجر کی تطبیق	372
20	حافظ ابن حجر عسقلانی کی حدیث مذکور کی شرح اور حدیث سابق کی شرح پر مصنف کا تبصرہ	373
	باب:۴	
21	روزہ داروں کے لیے جنت کا دروازہ	374
22	جنت کے دروازوں کی تفصیل	374
23	''زوجین'' کا معنی، تمام فرائض پر عمل کرنے کا وجوب اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت	375
	باب:۵	
24	آیا رمضان کہا جائے یا رمضان کا مہینہ کہا جائے؟ اور جس کے نزدیک ان سب کی گنجائش ہے	376
25	حدیث مذکور کے رجال	377
26	بغیر مہینہ کے اضافہ کے لفظ رمضان کہنے کا جواز	377
27	آسمانوں کے دروازوں کو کھولنا جنت کے دروازوں کو کھولنے کے منافی نہیں ہے	378
28	دوزخ کے دروازے بند کرنے کی وجوہ	378
29	شیاطین کو قید کرنے کی وجوہ اور شیاطین کے مقید ہونے کے باوجود معصیت کے وقوع کا سبب	379
30	حدیث مذکور کے مسائل اور رؤیت ہلال کی تاکید کے متعلق احادیث	380
31	یوم شک (تیس شعبان) کے روزے سے ممانعت اور اس کی حکمت، یوم شک کی تعریف اور اس دن کے روزہ میں اختلاف فقہاء	381
32	یوم شک کے روزے کی ممانعت اور شعبان کے روزے رکھنے کے ثبوت میں احادیث	382
	باب:۶	
33	جس نے ایمان کی حالت میں ثواب کی نیت سے رمضان کا روزہ رکھا	382
	باب:۷	
34	نبی ﷺ سب سے زیادہ رمضان میں سخاوت کرتے تھے	383
	باب:۸	
35	جس نے روزہ میں جھوٹ بولنا اور جھوٹ پر عمل کرنا نہیں چھوڑا	384
36	روزے میں جھوٹ بولنے سے یہ خطرہ ہے کہ روزہ قبول نہ ہو	384
37	جھوٹ بولنے اور غیبت کرنے سے روزہ ٹوٹنے کے متعلق اختلاف علماء	385
38	جھوٹ اور غیبت سے روزہ ٹوٹنے کے متعلق احادیث اور آثار	385
39	روزے کے تمام وکمال کے لیے جھوٹ اور غیبت کو ترک کرنا	385
	باب:۹	
40	جب روزہ دار کو گالی دی جائے تو کیا وہ یہ کہے کہ میں روزہ دار ہوں!	385
	باب:۱۰	
41	اس کنوارے مرد کا روزے رکھنا جس کو اپنے اوپر زنا کا خطرہ ہو	386
42	حدیث مذکور کے رجال	387
43	روزے سے شہوت ٹوٹتی ہے اس پر ایک اعتراض کا جواب	387
44	نکاح کرنے کی اقسام اور نکاح کرنے کے متعلق احادیث	387
	باب:۱۱	
45	نبی ﷺ کا یہ ارشاد کہ جب تم ہلال (رمضان) دیکھو تو روزے رکھو اور جب تم (ہلال) عید دیکھو تو	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	روزے چھوڑ دو	388
46	یوم شک کا نفلی روزہ رکھنے پر فقہاء احناف کے دلائل	390
47	علم نجوم اور چاند کی منازل کا سفر ہلال رمضان اور ہلال عید کے سفر میں معتبر نہیں ہے	391
48	رؤیت ہلال رمضان وعید کے مسئلہ میں مذاہب فقہاء	392
49	حدیث مذکور کے رجال	393
50	ایلاء کی تحقیق	393
51	نبی ﷺ کے ایلاء کرنے کے متعلق صریح حدیث اور ایلاء کی وجہ	394
	باب:۱۲	
52	عید کے دو مہینے کم نہیں ہوتے	395
53	حدیث مذکور کے متعدد محامل	396
	باب:۱۳	
54	نبی ﷺ کا یہ ارشاد: ہم لکھتے ہیں نہ حساب کرتے ہیں	396
55	اُمّی کے متعدد معانی اور حساب نہ کرنے کا معنی	397
	باب:۱۴	
56	رمضان سے ایک روز پہلے یا دو روز پہلے روزہ نہ رکھے	397
57	شعبان کے آخری دن نفلی روزہ رکھنے میں مذاہب فقہاء	398
58	رمضان سے ایک دن یا دو دن پہلے روزہ رکھنے کی ممانعت کی حکمت	398
	باب:۱۵	
59	اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:	399
60	آیت مذکورہ کا شانِ نزول	399
61	رمضان کی راتوں کے حلال ہونے کے متعلق دو روایتیں	400
	باب:۱۶	
62	اللہ عزوجل کا ارشاد:	400
63	حدیث مذکور کے رجال	401
64	سحری کھانے کی آخری حد میں صحابہ، فقہاء تابعین اور ائمہ مجتہدین کے دو قول	401
65	حدیث مذکور کے رجال	403
66	حضرت سہل اور حضرت عدی کی حدیثوں میں تطبیق	403
	باب:۱۷	
67	نبی ﷺ کا یہ ارشاد کہ تمہیں (حضرت) بلال (رضی اللہ عنہ) کی اذان سحری کھانے سے منع نہ کرے	403
68	رمضان میں حضرت بلال اور حضرت ابن ام مکتوم کی اذانوں کے معمولات	404
	باب:۱۸	
69	سحری کو تاخیر سے کرنا	404
70	صحیح بخاری کے عنوان کی شرح میں علامہ ابن حجر اور علامہ عینی کا مناقشہ	404
71	مذکورہ مناقشہ میں مصنف کا محاکمہ	405
	باب:۱۹	
72	سحری اور نمازِ فجر میں کتنا وقت ہونا چاہیے؟	405
	باب:۲۰	
73	سحری کو واجب قرار دیئے بغیر اس کی برکت	406
74	علامہ ابن بطال کا امام بخاری پر غفلت کرنے کا اعتراض اور اس کا جواب	406
75	نبی ﷺ کا وصال کے روزے رکھنا اور صحابہ کو اس سے منع فرمانا	407
76	نبی ﷺ کے وصال کے روزہ کی کیفیت	407
77	وصال کے روزوں سے ممانعت کی حکمت	407
78	بعض صحابہ اور بعد کے صالحین کا وصال کے روزے	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	رکھنا	408
79	وصال کے روزوں میں مذاہب فقہاء	408
80	صوم وصال کی تعریف میں علامہ ابن بطال' علامہ عینی اور حافظ ابن حجر کی عبارات کا اضطراب	409
81	صومِ وصال کا شرعی معنی اور صومِ وصال کے متعلق مالکی' شافعی اور حنفی فقہاء کا نظریہ	409
82	صومِ وصال کا شرعی معنی اور صومِ وصال کے متعلق حنبلی فقہاء کا نظریہ	410
83	سحری کی فضیلت میں دیگر احادیث	411
	باب: ۲۱	
84	جب کسی شخص نے دن میں روزہ کی نیت کی	412
85	دن میں روزہ کی نیت کرنے کے متعلق مذاہب ائمہ	413
86	رات کو روزہ کی نیت نہ کرنے کے جواز پر حافظ ابن حجر کے اعتراض کا جواب	413
	باب: ۲۲	
87	صبح کو روزہ دار حالت جنابت میں اٹھے	414
88	حدیث مذکور کے رجال	415
89	باب مذکور کی حدیث کی دیگر روایات	415
90	صبح کو انسان جنبی اٹھے تو اس کے روزہ رکھنے اور روزہ چھوڑنے کے متعلق فقہاء کے اقوال اور مذاہب	416
91	علماء کا حکام کے پاس جانا' صحابہ کرام کا مسائل میں اختلاف' قبول حق میں پس و پیش نہ کرنا اور دیگر مسائل	417
	باب: ۲۳	
92	روزہ دار کا اپنی بیوی سے بغل گیر ہونا	418
93	روزے میں بوس و کنار کے متعلق اختلاف فقہاء	418
94	آیا بغل گیر ہونے سے انزال ہو جائے تو پھر روزہ کی فقط قضاء ہے یا کفارہ بھی ہے؟	419
	باب: ۲۴	
95	روزہ دار کے لیے بوسا لینے کا حکم	419
	باب: ۲۵	
96	روزہ دار کا غسل کرنا	420
97	روزہ دار کے غسل کے متعلق حافظ ابن حجر کا امام ابوحنیفہ کی ایک غیر معتمد روایت کے سبب سے احناف پر اعتراض اور علامہ عینی کا جواب	420
98	روزہ دار کے طعام چکھنے میں مذاہب فقہاء	422
	باب: ۲۶	
99	جب روزہ دار بھول کر کھا لے یا پی لے	425
100	روزہ دار کے بھول کر کھانے پینے کے حکم میں اختلاف ائمہ	426
	باب: ۲۷	
101	روزہ دار کے لیے تر اور خشک مسواک کرنے کا حکم	426
102	عنوان مذکور کی شرح میں حافظ ابن حجر اور علامہ عینی کا اختلاف	426
	باب: ۲۸	
103	نبی ﷺ کا یہ ارشاد: جب تم وضوء کرو تو اپنی ناک کے دونوں نتھنوں میں پانی ڈالو اور آپ نے روزہ دار اور غیر روزہ دار کا فرق نہیں کیا	428
	باب: ۲۹	
104	جب کوئی شخص رمضان میں جماع (عمل زوجیت) کرلے	430
105	امام بخاری کی قتادہ سے خلاف واقع روایت	431
106	حدیث مذکور کے رجال	431
107	مشکل الفاظ کے معانی اور بعض جملوں کی شرح	432
108	آیا اس شخص مذکور پر کفارہ واجب تھا یا نہیں اور کفارہ کی کھجوروں کو اس شخص پر صرف کرنے کی توجیہات	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	اور محامل	432
109	روزہ میں جماع کرنے سے آیا صرف مرد پر کفارہ واجب ہوتا ہے یا عورت پر بھی واجب ہوتا ہے؟	432
110	کفارہ کی ترتیب میں مذاہب فقہاء	432
	باب: ۳۰	
111	جب کسی روزہ دار نے رمضان میں جماع کیا اور اس کے پاس کوئی مال نہیں تھا' پھر اس پر صدقہ کیا گیا تو پھر وہ کفارہ ادا کرے	433
112	حدیث مذکور کے رجال	434
113	ہلاکت اور عذاب میں جلنا مترادف ہیں اور کفارہ کے تین حکموں کی توجیہ	434
114	کفارہ کے تین حکموں کی مناسبت	434
115	نبی ﷺ کے ہنسنے کی توجیہ	435
116	کفارہ کے ساتھ قضاء کے لزوم میں اختلاف فقہاء	435
117	صورتِ مذکورہ میں عورت پر کفارہ بیان نہ کرنے کی توجیہ	435
118	حدیث مذکور سے مستفاد ہونے والے دیگر مسائل	435
	باب: ۳۱	
119	رمضان میں جماع کرنے والا آیا اپنے گھر والوں کو کفارہ سے کھلا سکتا ہے جب وہ ضرورت مند ہوں؟	437
	باب: ۳۲	
120	روزہ دار کا فصد لگوانا اور قے کرنا	437
121	فصد لگوانے سے روزہ ٹوٹنے کی احادیث کے جوابات	440
	باب: ۳۳	
122	سفر میں روزہ رکھنا اور روزہ چھوڑنا	441
123	حدیث مذکور کے رجال	442
124	سفر میں روزہ رکھنے یا روزہ چھوڑنے کے متعلق اختلاف فقہاء اور روزہ کے افطار کا وقت	442
125	حدیث مذکور کے رجال	443
126	حدیث مذکور کا صومِ دھر کی ممانعت سے تعارض کا جواب	443
	باب: ۳۴	
127	جب رمضان میں کئی روزے رکھے' پھر سفر کیا	444
128	حدیث مذکور کے عنوان کی شرح میں حافظ ابن حجر اور علامہ عینی کا مناقشہ	444
129	حافظ ابن حجر اور علامہ عینی کے مناقشہ میں مصنف کا محاکمہ	445
130	سفر میں روزہ کھولنے کے متعلق مذاہب فقہاء	446
131	سفر میں روزہ کھولنے کی مفصل روایت	447
132	سفر میں روزہ رکھنے کے متعلق صحابہ کرام اور فقہاء تابعین کا اختلاف اور مذاہب فقہاء	447
133	**باب: ۳۵**	447
134	حدیث مذکور کے رجال	448
135	سفر میں روزہ رکھنا اور روزہ چھوڑنا' دونوں نبی ﷺ کی سنت ہیں	448
	باب: ۳۶	
136	جس شخص کے اوپر گرمی کی شدت سے سایا کیا گیا' اس کے متعلق نبی ﷺ کا یہ ارشاد: سفر میں روزہ رکھنا نیک کاموں میں سے نہیں ہے	449
137	اس حدیث کے مختلف محامل کہ سفر میں روز رکھنا نیک کاموں میں سے نہیں ہے	449
138	جس عبادت کی اس امت کو طاقت نہیں ہے' اس عبادت کو اس امت سے اٹھالیا گیا ہے	450
139	جب روزہ دار کے پاس کھانا کھایا جائے تو اس پر فرشتے صلوٰۃ پڑھتے ہیں	450

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	باب:۳۷	
140	نبی ﷺ کے اصحاب روزہ رکھنے اور چھوڑنے میں ایک دوسرے کی مذمت نہیں کرتے تھے	451
	باب:۳۸	
141	جس نے سفر میں روزہ کھولا تا کہ لوگ دیکھ لیں	451
	باب:۳۹	
142	اور جن لوگوں پر روزے رکھنا دشوار ہو (ان پر روز کا) فدیہ ایک مسکین کا کھانا ہے۔ (البقرہ:۱۸۴)	452
143	علامہ عینی کا دوبارہ لفظ اشارہ لکھنا' جس پر انہوں نے حافظ ابن حجر پر اعتراض کیا تھا	454
	باب:۴۰	
144	رمضان کے روزوں کی کب قضاء کی جائے	454
145	حدیث مذکور کے رجال	456
146	باب مذکور کی حدیث کے موافق ایک اور حدیث	457
147	ازواج مطہرات شعبان میں روزے کیوں قضاء کرتی تھیں؟	457
	باب:۴۱	
148	حائضہ روزہ اور نماز کو ترک کر دے	457
149	علامہ عینی کا حافظ ابن حجر کی ایک سنگین غلطی پر متنبہ کرنا	458
150	حیض کے زمانہ کی نمازوں کی قضاء کو ساقط کیا گیا اور روزوں کی قضاء کو ساقط نہیں کیا گیا' اس کی توجیہ	458
	باب:۴۲	
151	جو شخص فوت ہو گیا اور اس کے ذمہ روزے تھے	459
152	حدیث مذکور کے رجال	459
153	میت کے قضاء روزوں کے متعلق ائمہ ثلاثہ کے مذاہب	460
154	میت کے قضاء روزوں کے متعلق فقہاء احناف کا مذہب	461
155	میت کے قضاء روزوں کے متعلق غیر مقلدین کا مذہب	461
156	میت کی طرف سے قضاء روزے رکھنے کے خلاف حافظ ابن حجر عسقلانی کے دلائل	462
157	حضرت عائشہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم کی روایات اور ان کے فتاویٰ میں تعارض کے جوابات	462
158	صحیح بخاری کے باب مذکور کی حدیث مذکور کے ضعف پر فنی اور فقہی دلائل	462
159	فقہاء احناف کے موقف پر مزید احادیث اور آثار	463
160	خلاصہ بحث	464
161	حدیث مذکور کے رجال	465
162	حدیث مذکور کے متن اور سند میں اختلاف اور اضطراب اور اس کی وجہ سے حدیث مذکور کا ضعیف ہونا	465
163	حدیث مذکور کا جواب	466
164	صحیح بخاری کی حدیث مذکور کے ناقابل عمل ہونے کی وجوہ	466
	باب:۴۳	
165	کس وقت روزہ دار کے لیے روزہ افطار کرنا جائز ہے	467
166	حدیث مذکور کے رجال	468
	باب:۴۴	
167	روزہ دار کو پانی یا جو چیز بھی میسر ہو اس سے روزہ افطار کر لے	468
	باب:۴۵	
168	افطار میں جلدی کرنا	469
169	وقت سے پہلے روزہ افطار کرنے پر وعید	469
170	غروب آفتاب کے بعد جلد روزہ افطار کرنے کے	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	متعلق احادیث اور آثار	469
171	جلدی روزہ افطار کرنے کی توجیہ اور اس سلسلہ میں مزید احادیث	470
	باب:٤٦	
172	جب کسی شخص نے رمضان میں روزہ افطار کر لیا' پھر سورج طلوع ہو گیا	471
173	حدیث مذکور کے رجال	471
174	اَبر آلود دن میں روزہ افطار کرنے کے متعلق مختلف روایات	472
175	حدیث مذکور کے متعلق مذاہب ائمہ	472
	باب:٤٧	
176	بچوں کا روزہ رکھنا	472
177	حدیث مذکور کے رجال	473
	باب:٤٨	
178	وصال کے روزے یعنی روزہ کو روزہ سے ملانا' اور جس نے یہ کہا کہ رات کا روزہ نہیں ہے (یعنی روزہ افطار کرنے کے بعد سحری تک کچھ نہ کھایا پیا جائے)	474
179	صوم وصال میں مذاہب ائمہ	475
180	قرآن مجید میں آپ کی مثل کا ثبوت ہے اور حدیث میں آپ کی مثل کی نفی ہے' اس تعارض کا مصنف کی طرف سے جواب اور علماء دیوبند کے جواب کا ردّ	475
181	آپ کو کھلانا اور پلانا آپ کے صومِ وصال کے منافی نہیں ہے	476
	باب:٤٩	
182	جو زیادہ وصال کے روزے رکھے' اس کو سزا دینا	477
	باب:٥٠	
183	سحری تک روزہ کو ملانا	478
	باب:٥١	
184	جس نے اپنے بھائی کو قسم دی کہ وہ نفلی روزہ توڑ دے اور اس کے نزدیک اس پر قضاء نہیں تھی جب کہ روزہ نہ رکھنا اس کے موافق ہو	479
185	حدیث مذکور کے رجال	480
186	عمداً نماز یا روزہ توڑنے والے پر قضاء کے لزوم میں مذاہب ائمہ	480
187	عمداً نماز یا روزہ توڑنے والے پر قضاء کے لزوم میں فقہاء احناف کے دلائل	480
188	فقہاء احناف کی دلیل پر حافظ ابن حجر کا اعتراض اور اس کا جواب	480
189	نفلی روزہ کو عمداً توڑ کر اس کی قضاء کے وجوب پر احادیث' آثارِ صحابہ اور فتاویٰ تابعین	481
190	''مواخاۃ'' کا معنیٰ' اس کی دو قسمیں اور ''مواخاۃ'' پر ایک اعتراض کا جواب	483
191	حضرت ام الدرداء کا تعارف	483
192	نفلی عبادت کو عمداً توڑنے پر قضاء کا لزوم' معاشرتی معاملات اور عبادات میں توازن اور دیگر مسائل	483
	باب:٥٢	
193	شعبان کے روزے	485
194	نصف شعبان کی رات میں استغفار کرنے' قبرستان جانے اور اگلے دن روزہ رکھنے کے متعلق احادیث	485
195	آیا رسول اللہ ﷺ شعبان کے اکثر ایام میں روزے رکھتے تھے یا پورے مہینہ کے روزے رکھتے تھے؟	486
196	شعبان کے مہینہ میں کثرت سے روزے رکھنے کا سبب	487
197	اس اعتراض کا جواب کہ شعبان میں روزے رکھنے کی ممانعت ہے	488

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
198	نصف شعبان میں مساجد میں جماعت کے ساتھ نوافل پڑھنے کے متعلق اہل شام اور اہل بصرہ کا موقف	488
199	شعبان کی پندرھویں شب مساجد میں جماعت کے ساتھ نوافل پڑھنے کے متعلق اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کا موقف	489
	باب:٥٣	
200	نبی ﷺ کے روزہ رکھنے اور روزہ چھوڑنے کے متعلق جو ذکر کیا جاتا ہے	491
201	حدیث مذکور کے رجال	491
	باب:٥٤	
202	روزے میں مہمان کا حق ادا کرنا	492
	باب:٥٥	
203	روزے میں جسم کا حق	493
204	''صیام الدھر'' میں مذاہب	494
205	''صیام دھر'' اور ''صیام وصال'' میں فرق	494
	باب:٥٦	
206	تاحیات روزے رکھنا	494
	باب:٥٧	
207	روزہ میں اہل کا حق	495
	باب:٥٨	
208	ایک دن روزہ رکھنا اور ایک دن روزہ چھوڑنا	496
	باب:٥٩	
209	حضرت داؤد علیہ السلام کے روزے	496
210	نبی ﷺ کا احکامِ شرعیہ کی گہرائی میں جانے سے منع فرمانا اور عمل میں آسانی کی ہدایت دینا اور آپ کی تواضع اور انکسار	498
	باب:٦٠	
211	ایام بیض یعنی تیرہ، چودہ اور پندرہ تاریخ کے روزے	498
212	ہر مہینہ کے تین روزوں کے مصادیق میں ائمہ اور فقہاء کا اختلاف	498
	باب:٦١	
213	جو شخص کسی سے ملنے گیا اور اس نے اس کے پاس روزہ نہیں کھولا	499
214	حضرت انس رضی اللہ عنہ کے لیے آخرت کی خیر کی دعا کا بیان	500
215	حکام کی تاریخ کو محفوظ رکھنا	500
216	حدیث مذکور کا حضرت ابوالدرداء کی حدیث سے تعارض کا جواب	501
	باب:٦٢	
217	مہینہ کے آخر میں روزہ رکھنا	502
218	حدیث مذکور کے رجال	502
219	''سَرَر'' کا معنی	503
220	آیا حدیث مذکور میں مہینہ کے آخری روزوں سے مراد رمضان کے آخری روزے ہیں یا شعبان کے	503
221	صحیح مسلم کی حدیث پر وارد ہونے والے اشکال کے جواب میں علامہ عینی کا تفرد	503
	باب:٦٣	
222	جمعہ کے دن کا روزہ	504
223	حدیث مذکور کے رجال	504
224	جمعہ کے دن کا انفرادی روزہ رکھنے کی ممانعت کے متعلق دیگر احادیث	504
225	جمعہ کے دن کا روزہ رکھنے میں مذاہب ائمہ	506
226	جمعہ کے دن کا روزہ رکھنے میں فقہاء احناف کا مختار	506

نمبرشار	عنوان	صفحہ
	باب:٦٤	
227	کیاروزہ رکھنے کے لیے کسی دن کو معین کرنا جائز ہے؟	508
228	نبی ﷺ جن دنوں میں روزے رکھتے تھے' ان کے متعلق احادیث	508
	باب:٦٥	
229	یوم عرفہ کا روزہ	509
230	وقوف عرفہ کرنے والے کے لیے روزہ نہ رکھنے کا استحباب اور کھڑے ہو کر پینے کا جواز	510
	باب:٦٦	
231	عید الفطر کے روزہ کا حکم	510
	باب:٦٧	
232	عید الاضحیٰ کے دن روزہ رکھنا	511
233	حدیث مذکور کے رجال	513
234	اگر قرآن اور حدیث میں تعارض ہو تو سوال کے جواب میں توقف کیا جائے	513
	باب:٦٨	
235	ایام تشریق کے روزے	513
236	تشریق کا لغوی اور اصطلاحی معنی	513
237	ایام تشریق کے روزے رکھنے کے متعلق مذاہب ائمہ	514
238	احادیث مذکورہ کے رجال	515
239	ایام تشریق کے روزے رکھنے کے جواز اور ممانعت میں مذاہب ائمہ اور امام ابوحنیفہ کی تائید میں احادیث اور آثار	515
240	ایام تشریق میں روزے رکھنے کے جواز میں حافظ ابن حجر کا امام بخاری کی روایت اور ائمہ ثلاثہ کے مذہب کا دفاع کرنا	516
241	علامہ بدرالدین عینی کا امام بخاری کی روایت کو ضعیف اور نا قابل استدلال قرار دینا	517
	باب:٦٩	
242	یوم عاشوراء کے روزے	517
243	''عاشوراء'' کا معنی' اس کی وجہ تسمیہ اور دس نبیوں پر انعامات	518
244	عاشوراء کے دن روزہ رکھنے کا شرعی حکم	518
245	عاشوراء کے روزے کی فضیلت	518
246	حدیث مذکور میں جس حج کا ذکر ہے وہ حضرت معاویہ کا پہلا حج تھا یا آخری؟ اور عاشوراء کے روزے کی فضیلت	520
247	حدیث مذکور کے رجال	521
248	اس اعتراض کے جوابات کہ یہود کی خبر نا مقبول ہوتی ہے' پھر آپ نے ان کے خبر دینے سے عاشوراء کا روزہ کیوں رکھا؟	521
249	حدیث مذکور کے رجال	522
250	اس اعتراض کا جواب کہ یہود عاشوراء کا روزہ رکھتے تھے' پھر وہ اس دن عید کیسے مناتے تھے؟	522
251	یوم عاشوراء اور یوم عرفہ میں فضیلت کے تعارض کا جواب	523
252	عاشوراء کے منفرد روزہ کی کراہت کے متعلق احادیث	523
253	فقہاء شافعیہ اور حنبلیہ کے نزدیک عاشوراء کے منفرد روزہ کا حکم	523
254	فقہاء احناف کے نزدیک عاشوراء کے منفرد روزہ کا حکم	524
255	''کتاب الصیام'' کی تکمیل	524
	٣١ - کتاب التراویح	525
	باب:١	
1	جس نے رمضان میں قیام کیا' اس کی فضیلت	525
2	قرآن مجید کی آیات اور احادیث سے اس پر دلائل کہ نیک اعمال سے صرف صغائر کی مغفرت ہوتی	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	ہے اور کبائر کی مغفرت توبہ سے ہوتی ہے	525
3	رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں اور حضرت ابوبکر کی خلافت میں اور حضرت عمر کے ابتدائی عہد میں تراویح کا معمول	527
4	عبدالرحمن بن عبدالقاری اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا تعارف	528
5	بدعت کی اقسام	528
6	رمضان میں تہجد کی نماز پڑھنا تراویح سے افضل ہے	528
7	ائمہ اربعہ کے نزدیک تراویح کی رکعات کی تعداد بیس ہے	529
8	غیر مقلدین کے آٹھ رکعت تراویح پر دلائل اور ان کے جوابات	530
9	نواب صدیق حسن بھوپالی کی یہ تصریح کہ بیس رکعت تراویح پر اجماع ہے	532
10	صحابہ کرام اور فقہاء تابعین کا بیس رکعات تراویح پڑھنا	532
11	غیر مقلدین حضرات کو بیس رکعات تراویح کی مخالفت نہیں کرنی چاہیے	533
12	تراویح کی احادیث کی تکمیل	535
	۳۲ - کتاب فضل لیلۃ القدر	536
	باب:۱	
1	لیلۃ القدر کی فضیلت	536
2	سورۃ القدر کی آیات کی تفسیر	537
3	تعلیق مذکور کی شرح میں علامہ عینی کا حافظ ابن حجر پر اعتراض	538
4	ابن عیینہ کے قاعدہ پر حافظ ابن حجر کا رد کرنا	538
5	امام بخاری کی تعلیق مذکور پر مصنف کا تبصرہ	538
	باب:۲	
6	آخری سات راتوں میں شب قدر کو تلاش کرنا	539
7	لیلۃ القدر کو آخری سات راتوں یا آخری دس راتوں میں تلاش کرنے کی حدیثوں میں تطبیق	539
8	نبی ﷺ جو شب قدر کی تعیین ایک سال بھول گئے تھے اس کی وضاحت اور دیگر مسائل	540
	باب:۳	
9	شب قدر کو رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرنا	541
10	باب مذکور کی تائید میں احادیث اور آثار	541
11	شب قدر کی علامات	541
12	چوبیسویں شب کے شب قدر ہونے کے متعلق دیگر احادیث	544
	باب:۴	
13	لوگوں کے جھگڑنے کی وجہ سے شب قدر کی معرفت کا اٹھا لیا جانا	544
	باب:۵	
14	رمضان کے مہینہ کے آخری عشرہ میں عمل کرنا	545
15	حدیث مذکور کے رجال	545
16	حالت اعتکاف میں گھر جانا منع ہے پھر گھر والوں کو جگانے کی توجیہ، تہبند کس کر باندھنے سے کیا کنایہ ہے اور رات کو زندہ کرنے کا معنی	546
	۳۳ - کتاب الاعتکاف	547
1	اعتکاف کا لغوی اور شرعی معنی اور اعتکاف کی اقسام	547
2	فقہاء اربعہ کے نزدیک اعتکاف کے لیے کون سی مسجد شرط ہے؟	547
3	فقہاء احناف کے نزدیک اعتکاف کے ضروری مسائل	548

نمبرشار	عنوان	صفحہ
	ابواب الاعتکاف	549
	باب:۱	
4	رمضان کے مہینہ کے آخری عشرہ میں اعتکاف کرنا اور تمام مساجد میں اعتکاف کرنا	549
5	نفل اعتکاف کی قضاء میں اختلاف ائمہ	549
6	عورتوں اور مردوں کے اعتکاف کا فرق	550
	باب:۲	
7	حائضہ عورت معتکف کے کنگھی کرسکتی ہے	551
8	معتکف کا نمازِ جمعہ پڑھنے کے لیے، نمازِ جنازہ پڑھنے کے لیے، مریض کی عیادت کرنے کے لیے مسجد سے جانا اور جماعت والی مسجد میں اعتکاف کرنا اور ٹھنڈک حاصل کرنے کے لیے غسل کا ناجائز ہونا	551
	باب:۳	
9	معتکف کا بغیر (شرعی یا طبعی) ضرورت کے گھر میں داخل نہ ہونا	553
	باب:۴	
10	معتکف کا غسل کرنا	553
11	معتکف جمعہ کے لیے غسل کرنا	554
	باب:۵	
12	رات کو اعتکاف کرنا	555
13	رات اور دن میں اعتکاف کرنے کی دو حدیثوں میں تعارض اور ان میں تطبیق	555
	باب:۶	
14	عورتوں کا اعتکاف کرنا	555
15	مسجد میں خواتین کے اعتکاف کے متعلق مذاہب فقہاء	556
16	مسجد میں خواتین کے اعتکاف کے عدم جواز پر دلائل	557
17	اعتکاف کی ابتداء کا وقت	558
	باب:۷	
18	مسجد میں خیمے لگانا	558
	باب:۸	
19	کیا معتکف اپنی ضروریات پوری کرنے کے لیے مسجد کے دروازہ تک آسکتا ہے؟	559
20	حدیث مذکور کے رجال	560
21	حدیث میں مذکور انصار کے دو آدمیوں کا بیان	560
22	صحیح بخاری کی حدیث مذکور کا منکر اور ضعیف ہونا اور حافظ ابن حجر اور علامہ عینی کا مناقشہ	560
23	شیطان کس طرح آدمی کو بہکاتا ہے اور اس کو انسان پر تسلط نہیں ہے	561
24	معتکف کے لیے حالت اعتکاف میں جو کام کرنا مباح ہیں	561
	باب:۹	
25	اعتکاف کرنا اور نبی ﷺ کا بیسویں (رات) کی صبح کو اعتکاف سے نکلنا	562
	باب:۱۰	
26	مستحاضہ کو اعتکاف کرنا	563
	باب:۱۱	
27	بیوی کا اپنے خاوند سے اعتکاف میں ملاقات کرنا	563
	باب:۱۲	
28	کیا معتکف اپنے اوپر سے کسی بدگمانی کو دور کرسکتا ہے؟	564
	باب:۱۳	
29	جو صبح کے وقت اپنے اعتکاف کی جگہ سے نکلا	564
	باب:۱۴	
30	شوال میں اعتکاف کرنا	565

نمبرشار	عنوان	صفحہ
	باب:۱۵	
31	جس کے نزدیک اعتکاف میں روزہ ضروری نہیں ہے	566
	باب:۱۶	
32	جب کسی شخص نے زمانۂ جاہلیت میں اعتکاف کی نذر مانی' پھر وہ مسلمان ہو گیا	566
	باب:۱۷	
33	رمضان کے مہینہ کے درمیانی عشرہ میں اعتکاف کرنا	566
34	آخری رمضان میں بیس دن اعتکاف کرنے کی توجیہات	567
35	اعتکاف کا سنت مؤکدہ ہونا	568
	باب:۱۸	
36	جس نے اعتکاف کا ارادہ کیا' پھر اس نے اعتکاف کو ترک کرنے کا ارادہ کیا	568
	باب:۱۹	
37	معتکف اپنے سر کو دھونے کے لیے گھر میں داخل کرے	569
38	''کتاب التراویح ولیلۃ القدر والاعتکاف'' کی تکمیل	569
	۳۴ - کتاب البیوع	570
1	بیع کی اقسام	570
2	''بیع'' کا لغوی اور شرعی معنی' ''بیع'' کا رکن' اس کی شرط اور اس کا حکم	570
3	بیع کی مشروعیت کی حکمت	571
4	بیع کا ثبوت	571
	باب:۱	
5	اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:	571
6	اسلام کے نظام معیشت اور دنیا کے دیگر نظام ہائے معیشت کا تقابلی جائزہ	572
7	تجارت اور صنعت و حرفت کی فضیلت اور جوئے اور دیگر عقود فاسدہ کی مذمت	574
8	بازار میں تجارت کی فضیلت' صدقہ اور عطیہ کے بجائے اپنی محنت کی کمائی سے زندگی بسر کی جائے اور مسلمانوں کا تعاون اور ایثار	575
9	ولیمہ کی تعریف' ولیمہ کے شرعی حکم میں مذاہب اور ولیمہ کا وقت	575
10	بازار قینقاع کا معنی	576
11	مردوں کو زرد رنگ لگانا ممنوع ہے' پھر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کے کپڑوں پر زرد رنگ کی توجیہ	576
	باب:۲	
12	حلال (بھی) ظاہر ہے اور حرام (بھی) ظاہر ہے اور ان کے درمیان کچھ مشتبہ چیزیں ہیں	577
	باب:۳	
13	مشتبہات کی تفسیر	578
14	تقویٰ کی اقسام	578
15	ایک عورت کی گواہی سے رضاعت کے ثبوت میں مذاہب فقہاء اور امام اعظم کے مذہب کی تقویت	579
16	حضرت سعد بن ابی وقاص' عتبہ بن ابی وقاص' عبد زمعہ' عبدالرحمان بن زمعہ اور حضرت ام المؤمنین سودہ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ	581
17	زمعہ کی باندی کے بیٹے کا زمعہ کے نسب کے ساتھ استلحاق (ملانے) کی دو وجہیں	582
18	جس شخص نے عقد نکاح کے بعد عورت کو طلاق دے دی' پھر اس سے بچہ پیدا ہوا' اس کے نسب میں اختلاف فقہاء	582
19	''زانی کے لیے پتھر ہیں'' اس ارشاد کے دو محمل	583
20	جب متنازع شخص کو حضرت سودہ کا بھائی قرار دے	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	دیا گیا تو پھر حضرت سودہ کو اس سے پردہ کرنے کا حکم کیوں دیا؟	583
21	عتبہ بن ابی وقاص نے زمعہ کی باندی کے حمل کو اپنے نسب کے ساتھ ملانے کی وصیت کس بنیاد پر کی تھی؟	583
22	حدیث مذکور سے حرمت مصاہرۃ کے جواز یا عدم جواز پر استدلال	584
23	استلحاق نسب کی شرائط	584
	باب:۴	
24	مشتبہ چیزوں سے احتراز کرنا	585
25	جس کام کے کرنے پر دل مطمئن ہو وہ جائز ہے اور جس کام سے دل میں تردد ہو وہ ناجائز ہے اور نبی ﷺ کا دل کی بات کو جان لینا	586
26	جس مال کی کوئی قابل ذکر قیمت نہ ہو اس کو لینے کا جواز	587
	باب:۵	
27	جس نے وساوس وغیرہ کو شبہات میں سے نہیں قرار دیا	587
28	حدیث مذکور کے رجال	588
29	وسوسہ کو شبہات میں داخل نہ کرنے کی توجیہ	588
30	حضرت عائشہ کے شبہہ پر علامہ ابن بطال کا رد اور مصنف کا ان کی طرف سے دفاع	588
31	ذبیحہ پر ذبح کے وقت بسم اللہ پڑھنا معتبر ہے	589
	باب:۶	
32	اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:	590
	باب:۷	
33	جو شخص یہ پرواہ نہیں کرتا کہ اس نے مال کہاں سے حاصل کیا	590
34	باب مذکور کے موافق ایک اور حدیث	591
35	حرام سے اجتناب اور رزق حلال کی طلب کی فضیلت میں احادیث	591
	باب:۸	
36	خشکی وغیرہ میں تجارت کرنا	592
37	حدیث مذکور کے رجال	593
38	بیع صرف 'دست بہ دست اور ''نساءً'' کا معنی	593
	باب:۹	
39	تجارت کے لیے نکلنا	594
40	باب مذکور کی حدیث کے موافق دیگر احادیث	595
41	کسی کے گھر میں داخل ہونے سے پہلے تین بار اجازت طلب کرنے کے متعلق قرآن مجید کی آیات	595
42	حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس حدیث پر حضرت ابوموسیٰ سے گواہ کیوں طلب کیا؟	596
43	حضرت عمر نے بازار کے سودوں میں مشغول ہونے کی وجہ سے اس حدیث کو نہیں سنا' کیا یہ حضرت عمر کے مرتبہ کے منافی نہیں ہے؟	596
44	حضرت عمر نے حضرت ابوموسیٰ کو گواہ نہ لانے پر وعید سنائی' کیا ان کے نزدیک حضرت ابوموسیٰ امین نہیں تھے؟	597
	باب:۱۰	
45	سمندری راستہ سے تجارت کرنا	597
	باب:۱۱	
46	جب یہ لوگ کسی تجارتی قافلہ کو یا کسی کھیل تماشے کو دیکھتے ہیں تو اس کی طرف بھاگ جاتے ہیں۔ (الجمعہ:۱۱)	598
	باب:۱۲	
47	اللہ عزوجل کا قول: اپنی کمائی میں سے اچھی چیزوں کو خرچ کرو۔ (البقرہ:۲۶۷)	599

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
48	شوہر کے حکم اور اس کی اجازت سے خرچ کرنے کی احادیث میں تطبیق	599
	باب:۱۳	
49	جس نے رزق میں کشادگی کو پسند کیا	600
50	حدیث مذکور کے رجال	600
51	صلہ رحم کے درجات' ان کے مصادیق اور تقدیر معلق اور تقدیر مبرم کی تفصیل	600
52	صلہ رحم کی وجہ سے رزق میں اضافہ کے متعلق دیگر احادیث	601
	باب:۱۴	
53	نبی ﷺ کا ادھار پر خریدنا	602
54	حدیث مذکور کے رجال	602
55	جس شخص کے پاس اکثر مال حرام ہو اس سے معاملہ کرنے کا جواز	602
56	یہودیوں سے بیع و شراء کرنے اور ان سے قرض لینے کا جواز اور اس مسئلہ میں بحث و نظر اور جس شخص کے پاس اکثر مال حرام ہو اس کا طعام کھانے کا جواز	603
57	حدیث مذکور کے رجال	605
58	مشکل الفاظ کے معانی' نبی ﷺ کی تواضع اور اپنا کام اپنے ہاتھ سے کرنے کی ترغیب	605
	باب:۱۵	
59	آدمی کا اپنے ہاتھ سے کام کرنا اور کمانا	606
60	بیت المال سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے وظیفہ کے متعلق متعدد روایات	606
61	پاکیزہ کمائی اور ہاتھ کے کام کی فضیلت میں احادیث	607
62	حدیث مذکور کے رجال	608
63	اپنے کام اپنے ہاتھوں سے کرنے کی فضیلت	608
	باب:۱۶	
64	خرید و فروخت میں سہولت اور فیاضی سے کام لینا اور اپنے حق کا مطالبہ پاکیزگی سے کرنا	609
65	باب مذکور کے موافق دیگر احادیث	610
	باب:۱۷	
66	جو شخص کسی مال دار کو مہلت دے	610
67	حدیث مذکور کے رجال	611
68	اللہ تعالیٰ کا قلیل نیکی کو قبول فرمالینا	611
	باب:۱۸	
69	جس نے تنگ دست کو مہلت دی	611
70	حدیث مذکور کے رجال	612
71	باب مذکور کی حدیث کے موافق دیگر احادیث	612
	باب:۱۹	
72	جب فروخت کرنے والا اور خریدنے والا عیب نہ چھپائیں اور ایک دوسرے کی خیر خواہی کریں	613
73	حدیث مذکور کے رجال	614
74	مجلس میں بیع فسخ کرنے کے اختیار اور عدم اختیار میں مذاہب فقہاء	614
	باب:۲۰	
75	مختلف اقسام کی کھجوروں کو ملا کر بیچنے کا شرعی حکم	615
76	اضافہ اور ادھار کے ساتھ فروخت کرنے میں مذاہب اور مسائل	616
	باب:۲۱	
77	گوشت بیچنے والے اور قصائی کا بیان	616
78	کسی کی دعوت پر جانے کے آداب اور دیگر مسائل	617
	باب:۲۲	
79	بیع میں جھوٹ بولنا اور (عیب) چھپانا (برکت کو) مٹا دیتا ہے	617

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	باب:۲۳	
80	اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! دگنا چوگنا سود نہ کھاؤ' اور اللہ سے ڈرتے رہو تا کہ تم فلاح پاؤO(آل عمران:۱۳۰)	618
	باب:۲۴	
81	سود کھانے والے' سود پر گواہی دینے والے اور سود کو لکھنے والے کی سزا	618
82	سود پر وعید اور تغلیظ اور اس کا شرعی حکم	619
	باب:۲۵	
83	سود کھلانے والے کا گناہ	621
84	اس آیت کا شانِ نزول کہ جو باقی ماندہ سود کو ترک نہیں کرتے' وہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلانِ جنگ سن لیں	621
85	تنگ دست مقروض کو مہلت دینے سے قرض کے برابر یا قرض سے دگنا صدقہ کرنے کا اجر ملے گا اور دیگر بشارتیں	622
86	قیامت کے دن سے ڈرانے کی تفسیر	622
87	قرآن مجید کی آخری آیت کے متعلق متعدد اقوال	623
88	فصد لگانے اور ''واشمة'' اور ''موشومة'' کے معانی	624
89	کتے کی بیع اور شراء میں مذاہب ائمہ	624
90	اس باب کی حدیث میں کتوں کی قیمت لینے سے منع فرمایا ہے' اس کے باوجود فقہاء احناف کے نزدیک کتوں کی بیع کے جواز کی توجیہ	624
91	کتوں کو قتل کرنے کے حکم کے منسوخ ہونے کے متعلق احادیث	625
92	فصد لگانے کی اجرت کی ممانعت تنزیہی ہے	625
93	''واشمة'' اور ''مستوشمة'' (گودنے والی اور گدوانے والی) پر لعنت	625
94	بھنویں بنانے کا شرعی حکم	626
95	سود کھانے اور کھلانے اور تصویر بنانے کی ممانعت	626
	باب:۲۶	
96	اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اللہ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے اور اللہ کسی ناشکرے گناہ گار کو پسند نہیں کرتاO(البقرہ:۲۷۶)	626
	باب:۲۷	
97	سودا بیچنے کے لیے قسم کھانا مکروہ ہے	627
98	باب مذکور کی حدیث کے موافق دیگر احادیث	627
	باب:۲۸	
99	سناروں کے متعلق جو بیان کیا گیا ہے	628
100	باب مذکور کے رجال	629
101	''شارف'' کا معنی	629
102	خمس کی تاریخ کے تعین میں علامہ ابن بطال کا نظریہ	630
103	خمس کی تاریخ کے تعین میں علامہ ابن حجر عسقلانی کا نظریہ	630
104	خمس کی تاریخ کے تعین میں علامہ عینی کا نظریہ	631
105	علامہ ابن بطال' علامہ حجر اور علامہ عینی کے مناقشہ میں مصنف کا محاکمہ	631
106	سیدتنا فاطمہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کی تاریخ	631
107	حدیث مذکور کے بقیہ مسائل اور فوائد	632
	باب:۲۹	
108	لوہاروں کا ذکر	632
109	حدیث مذکور کے رجال	633
110	حضرت خباب کے قرض کا بیان	633
111	اس اعتراض کا جواب کہ حضرت خباب نے کہا: جب تم کو اٹھایا جائے گا تو میں کفر کروں گا' حالانکہ	

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
	کفر کا وعدہ کرنا بھی کفر ہے؟	634
	باب: ۳۰	
112	درزی کا ذکر	634
113	عام پیشہ ور لوگوں کی دعوت کو قبول کرنا' اپنے خدام کو دعوت میں لے جانا اور دیگر مسائل	635
114	کدو شریف کی بے توقیری کرنے سے کفر کا خطرہ ہے	635
115	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کے متعلق چند احادیث	635
116	امام بخاری کی روایت کردہ اس حدیث کی سند کی تحقیق	636
	باب: ۳۱	
117	کپڑا بننے والے کا ذکر	637
	باب: ۳۲	
118	بڑھئی (درکھان) کا ذکر	638
	باب: ۳۳	
119	امام کا اپنی ضرورت کی چیزوں کو خود خریدنا	639
	باب: ۳۴	
120	چوپایوں اور گدھوں کو خریدنا	639
121	اور جب کسی شخص نے چوپایہ یا اونٹ کو اس حال میں خریدا کہ وہ اس پر سوار تھا تو کیا اس سے اترنے سے پہلے اس کا اس پر قبضہ قرار پائے گا؟	640
122	حدیث مذکور کی شرح' حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ سے	641
123	مبیع (سودے) پر قبضہ کی شرط اور قیمت میں اضافہ کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء	642
124	''الکیس'' کا معنی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معجزہ' حضرت جابر کا ادب وایثار' کنواری لڑکی سے نکاح کی فضیلت اور دیگر مسائل	642
	باب: ۳۵	
125	زمانۂ جاہلیت کے وہ بازار جن میں لوگوں نے زمانۂ اسلام کے بعد خریداری کی	643
	باب: ۳۶	
126	بیمار یا خارش زدہ اونٹ خریدنا	644
127	اگر خریدار راضی ہو تو عیب والی چیز کو فروخت کرنا جائز ہے	644
	باب: ۳۷	
128	ایامِ فتنہ میں اسلحہ فروخت کرنے کا حکم اور غیر ایامِ فتنہ میں	645
129	حدیث مذکور کے رجال	645
130	کافر سے چھینے ہوئے مال سے خوش حالی اور ایامِ فتنہ میں اسلحہ فروخت کرنے کی تفصیل	645
	باب: ۳۸	
131	عطار اور مُشک کی بیع کا ذکر	646
132	حدیث مذکور کے رجال	647
133	مُشک کے حرام یا حلال ہونے میں اختلاف فقہاء	647
134	مُشک کے پاک ہونے پر دلائل	647
	باب: ۳۹	
135	حجام (فصد لگانے والے) کا ذکر	648
136	''خَراج'' کا معنی	649
137	فصد لگانے اور اس پر اجرت لینے کا جواز	649
138	حدیث مذکور کے مسائل اور فوائد	650
139	علامہ ابن بطال کا امام ابوحنیفہ کی طرف فصد کی اجرت کی کراہت کو منسوب کرکے ان کا رد کرنا	650
140	مصنف کی جانب سے اس پر دلائل کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک فصد لگانے کی اجرت جائز ہے اور علامہ ابن بطال کا اعتراض غلط ہے	650

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
	باب:٤٠	
141	ان کپڑوں کی تجارت جن کا پہننا مردوں اور عورتوں کے لیے مکروہ ہے	652
142	''نمرُقہ'' کا معنی	653
143	تصویروں والے پردوں کی بیع حرام نہیں ہے' فقط مکروہ ہے	653
144	بے جان چیزوں کی تصویریں بنانے کا جواز	654
145	حفاظت کے کتے اور غیر معظم تصویریں گھروں میں رحمت کے فرشتوں کے دخول سے مانع نہیں ہیں	654
	باب:٤١	
146	سودے کے مالک کو قیمت مقرر کرنے کا زیادہ حق ہے	655
	باب:٤٢	
147	کتنی مدت تک بیع فسخ کرنے کا اختیار ہے؟	655
148	خیارِ شرط کی تعریف	656
149	خیارِ شرط میں مذاہب	656
150	تین دن اختیار کی شرط رکھنے کے متعلق احادیث	656
	باب:٤٣	
151	جب خیارِ شرط کی مدت نہ مقرر کی جائے تو آیا بیع جائز ہے	657
	باب:٤٤	
152	خرید وفروخت کرنے والوں کو اس وقت تک (فسخ بیع کا) اختیار ہوتا ہے جب تک وہ متفرق نہ ہوں	658
	باب:٤٥	
153	جب ایک فریق نے اپنے صاحب کو بیع کے بعد اختیار دیا تو بیع واجب ہوگئی	659
154	حدیث مذکور سے تفرق بالابدان پر استدلال اور تفرق بالاقوال پر اعتراض اور اس کا جواب	660
	باب:٤٦	
155	جب بائع نے خیارِ شرط رکھا تو آیا بیع جائز ہے؟	660
	باب:٤٧	
156	جب کسی شخص نے کوئی چیز خریدی' پھر بائع سے جدا ہونے سے پہلے اسی وقت وہ چیز کسی کو ہبہ کردی اور بائع نے خریدار کے اس فعل پر اعتراض نہیں کیا یا کسی شخص نے غلام خریدا' پس اس کو فوراً آزاد کردیا	661
157	تفرق بالاقوال کے ثبوت میں فقہاء مالکیہ اور فقہاء احناف کا حدیث مذکور سے استدلال	662
158	وادیٔ القریٰ' مدائن صالح اور حضرت ابن عمر کے نقصان پہنچانے کی شرح	664
159	حضرت ابن عمر کے اثر سے اس بات کا ثبوت کہ تفرق بالابدان سے لزوم بیع کا حکم بہ طور استحباب تھا اور بعد میں متروک ہوگیا تھا	664
160	حدیث مذکور اور علامہ ابن بطال کی شرح سے غیر مقلد علماء کی پریشانی	665
161	تفرق بالاقوال سے بیع کے لزوم کے ثبوت میں مزید احادیث اور آثار	665
162	تفرق بالاقوال سے بیع کے لزوم میں دلائل کا خلاصہ	666
	باب:٤٨	
163	بیع میں دھوکا دینا مکروہ ہے	666
164	حضرت حبان بن مُنقذ رضی اللہ عنہ کا تذکرہ اور ان کے سر کی چوٹ کی وجہ سے ان کی عقل اور زبان پر اثر کا بیان	667
165	حضرت حبان بن منقذ کو تین دن کا خیارِ شرط دینے کے متعلق احادیث	667
166	احادیث مذکورہ کی بناء پر غبن فاحش' خیارِ شرط اور کم عقل پر بیع کی پابندی کے متعلق حافظ ابن حجر کا تبصرہ	668

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
167	غبن فاحش کی وجہ سے بیع فسخ کرنے اور کمزور عقل والے پر بیع کی پابندی لگانے کے متعلق مذاہب فقہاء	668
168	غبن فاحش اور مہنگائی کی صورت میں قیمتیں مقرر کرنے کے متعلق فقہاء احناف کے مؤقف	669
	باب: ۴۹	
169	بازاروں کے متعلق احادیث	670
170	حدیث مذکور کے رجال	670
171	''بیداء'' اور ''جیش'' کا معنی اور ''جیش'' کا ترجمہ کرنے میں شیخ تقی عثمانی کی غلطی	671
172	اگر نیک لوگ بُروں کا ساتھ نہ چھوڑیں تو سب پر عام عذاب ہوتا ہے	671
173	لشکر کے درمیان کے لوگوں کو بھی دھنسایا جائے گا اور مجبور لوگوں کو بھی اور ان کو بھی جو بازاروں میں ہوں گے	672
174	بعض صحابہ اور بعض صحابہ کی اولاد کا نام محمد اور ان کی کنیت ابوالقاسم تھی	674
175	رسول اللہ ﷺ کا نام اور کنیت رکھنے میں مذاہب فقہاء	674
176	شیخ تقی عثمانی کا ''یا محمد'' کہنے کو نئی قوم کا شعار قرار دینا اور اس پر مصنف کا تبصرہ	674
177	حضرت ابوہریرہ اور نبی ﷺ کا راستہ میں بات نہ کرنے کا سبب' صحیح مسلم کی حدیث سے صحیح بخاری کی حدیث کی وضاحت' ''لُکَعُ'' کا ترجمہ کرنے میں شیخ انور شاہ کشمیری کی بے ادبی	676
178	صحابہ کا رسول اللہ ﷺ کی تعظیم کرنا' آپ کی تواضع اور معانقہ کا سنت ہونا	677
179	معانقہ کے جواز کے متعلق فقہاء کا اختلاف	677
180	معانقہ کے جواز کے ثبوت میں احادیث اور آثار	677
181	مصنف کے تتبع سے معانقہ کے ثبوت میں مزید احادیث اور آثار	678
182	معانقہ کرنے' بوسا دینے اور دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کرنے کے جواز کے متعلق فقہاء احناف کی تصریحات	679
183	حدیث مذکور کے متصل ہونے کا ثبوت اور اس تعلیق کی توجیہ بیان کرنے میں علامہ کرمانی کا تسامح	679
184	مذکورہ حدیثوں کی باب کے عنوان سے مطابقت پر ایک اعتراض کا جواب	680
185	حدیث مذکور کے رجال	681
186	''رکبان'' کا معنی اور حدیث مذکور کا خلاصہ	681
187	خریدی ہوئی چیز کو قبضہ کرنے سے پہلے فروخت کرنے میں مذاہب فقہاء	681
	باب: ۵۰	
188	بازار میں شور کرنے کی کراہت	682
189	حدیث مذکور کے رجال	683
190	مشکل الفاظ کے معانی	683
191	موجودہ تورات میں نبی ﷺ کی مذکورہ صفات	683
	باب: ۵۱	
192	ناپ تول کرنے والے کی اُجرت' فروخت کرنے والے پر ہے اور دینے والے پر ہے	684
193	بیچنے والے اور دینے والے کے ذمہ ناپ اور تول کی ذمہ داری پر دلائل اور نبی ﷺ کا واضح معجزہ	686
	باب: ۵۲	
194	ناپنے کا استحباب	686
195	طعام کو گھر میں ناپ کر رکھنے کا حکم اور اس پر دو حدیثوں سے معارضہ اور اس معارضہ کے جوابات	687

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	باب: ۵۳	
196	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صاع (چار کلو کا پیمانہ) اور مُد (دو کلو کا پیمانہ) کی برکت	688
197	مدینہ منورہ کو حرم بنانے سے مراد اس کی تعظیم ہے نہ کہ مکہ کی طرح تحریم مراد ہے' اس پر دلائل اور مذاہب فقہاء	688
198	دین اور دنیا میں برکت کا معنی	689
	باب: ۵۴	
199	طعام (غلہ) کی بیع اور ذخیرہ اندوزی کے متعلق احادیث	690
200	ذخیرہ اندوزی کی مذمت میں احادیث	690
201	حدیث میں مذکور بیع کی ممانعت کا سبب	691
202	حرمت سود کی علت میں مذاہب فقہاء	692
	باب: ۵۵	
203	قبضہ کرنے سے پہلے غلہ کو فروخت کرنے اور جو چیز تمہارے پاس موجود نہ ہو اس کو فروخت کرنے کا حکم	694
	باب: ۵۶	
204	جو شخص غلہ کا ڈھیر خریدے وہ اس کو اس وقت تک نہ فروخت کرے حتیٰ کہ اس کو اپنے ٹھکانے پر لائے اور ایسا نہ کرنے والے کی سزا	696
205	بیع قبل القبض اور اسٹاک ایکسچینج کا معاملہ	696
206	کراچی اسٹاک ایکسچینج میں کاروبار عامہ کا طریقہ	697
207	مستقبل کے اعتبار سے حصص کی خرید و فروخت	697
208	مستقبل میں حصص کی خریداری اور حقیقی سٹہ کا فرق	698
209	شیئرز کی خرید و فروخت کی شرعی حیثیت اور بلاواسطہ سودی کاروبار کرنے والوں اور بالواسطہ سودی کاروبار کرنے والوں کے درمیان فرق	698
	باب: ۵۷	
210	اگر کسی شخص نے کچھ سامان یا ایک جانور خریدا' اور اس کو بائع کے پاس رکھ دیا یا وہ بائع خریدار کے قبضہ کرنے سے پہلے مرگیا	699
211	حدیث مذکور کے رجال	701
212	خریدار مبیع کو بائع کے پاس چھوڑ دے تو مبیع خریدار کی ضمان میں ہوتی ہے' آپ کو سب سے زیادہ حضرت ابوبکر پر اعتماد تھا' حضرت ابوبکر کی فہم و فراست' تفرق بالاقوال سے بیع کا لزوم اور دیگر مسائل	701
	باب: ۵۸	
213	اپنے بھائی کی بیع کے اوپر بیع نہ کرے' نہ اپنے بھائی کی لگائی ہوئی قیمت پر قیمت لگائے' حتیٰ کہ وہ اس کی اجازت دے یا اس کے لیے بیع چھوڑ دے	702
214	نیلام کی بیع کا جواز	702
215	شہری کی دیہاتی سے بیع اور نجش کی ممانعت اور "ایک عورت اپنی بہن کی طلاق کا سوال نہ کرے" اس کی وضاحت	703
216	شہری کی دیہاتی سے بیع کے متعلق مذاہب فقہاء	704
217	شہری کی دیہاتی سے بیع کے متعلق فقہاء احناف کا موقف	704
218	اپنے بھائی کی بیع پر بیع کی ممانعت کا محمل	705
	باب: ۵۹	
219	نیلام کی بیع	705
220	حدیث مذکور کے رجال	706
221	غلام آزاد کرنے والے شخص اور غلام کا بیان' اور حضرت نُعیم بن عبداللہ نحام کا تذکرہ	706
222	مدبر غلام کو فروخت کرنے کے معاملہ میں مذاہب فقہاء	707

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
223	فقہاء احناف کے نزدیک مُدبّر غلام کی دو قسمیں	707
224	مدبر غلام کو فروخت کرنے کے عدم جواز پر فقہاء احناف کا حدیث سے استدلال	707
225	امام شافعی اور امام احمد نے حضرت جابر کی جس حدیث سے مدبر غلام کو فروخت کرنے سے جواز پر استدلال کیا ہے اس حدیث کے جوابات	707
	باب: ٦٠	
226	النجش (کسی کو بیع پر راغب کرنے کے لیے مصنوعی طور پر قیمت بڑھانا) اور جس نے کہا: یہ بیع جائز نہیں ہے	708
227	نجش کی تعریف اور اس کے بعد کی گئی بیع میں مذاہب فقہاء	709
	باب: ٦١	
228	بیع غرر یعنی دھوکے کی بیع اور حمل کی بیع کا بیان	709
229	بیع غرر کی ممانعت کے متعلق احادیث	710
230	غرر کا معنی اور جس چیز میں غرر ہو اس کی بیع میں مذاہب فقہاء	710
231	لاٹری، معمہ، جوا، ریس اور سٹہ وغیرہ غرر کی وجہ سے حرام ہیں	711
232	انعامی بانڈز کو ناجائز قرار دینے پر شیخ تقی عثمانی کے دلائل اور ان پر مصنف کا تبصرہ	711
233	شرح صحیح مسلم میں انعامی بانڈز کی بیع کے جواز کے دلائل کے عنوانات	713
234	تبیان القرآن میں انعامی بانڈز کی بیع کے جواز کے دلائل کے عنوانات	713
	باب: ٦٢	
235	بیع الملامسہ (مبیع کو چھونے سے بیع کا وجوب)	713
236	بیع ملامسہ اور بیع منابذہ کے باطل ہونے کی دلیل	714
237	کسی چیز کو دیکھے بغیر اس کی بیع میں مذاہب فقہاء	714
238	کسی چیز کو دیکھے بغیر اس کی بیع کے جواز میں فقہاء احناف کے دلائل	714
	باب: ٦٣	
239	بیع المنابذہ کا بیان	715
	باب: ٦٤	
240	بائع کو تحفیل سے ممانعت یعنی وہ اونٹنیوں، گایوں اور بکریوں سے دودھ دوہنا بند کر کے ان کے تھنوں میں دودھ جمع نہ کرے اور ہر "محفّلة"	715
241	حدیث مصراة پر عمل کے متعلق مذاہب فقہاء	717
242	حدیث مصراة پر فقہاء احناف کے عمل نہ کرنے کی توجیہ	718
243	حدیث مذکور کے رجال	719
	باب: ٦٥	
244	اگر چاہے تو مصراة کو واپس کر دے اور اس کے دودھ کے عوض ایک صاع کھجوریں دے	720
	باب: ٦٦	
245	زانی غلام کی بیع	720
246	مارنے کے علاوہ ملامت نہ کرنے کی توجیہ اور بالوں کی رسّی سے مقصود کیا ہے؟	721
247	زنا کے عیب کی وجہ سے غلام یا باندی کے عیب میں مذاہب فقہاء	721
248	باندی کو کوڑے لگانے کا فریضہ اس کے مالک کا ہے یا سلطان کا؟	722
249	باندی کو کوڑے مارنے اور دیگر اُمور کا سلطان کے ذمہ ہونا	722
250	غلام کو رجم کرنے کے متعلق اختلاف ائمہ	722

نمبرشار	عنوان	صفحہ	نمبرشار	عنوان	صفحہ
	باب:٦٧			باب:٧٦	
251	عورتوں سے خرید وفروخت	723	264	جَو کی جَو کے عوض بیع	732
	باب:٦٨			باب:٧٧	
252	آیا کوئی شہری کسی دیہاتی کا سامان کسی اُجرت (کمیشن) کے بغیر فروخت کرسکتا ہے؟ اور کیا وہ دیہاتی کی مدد کرسکتا ہے یا اس کی خیر خواہی کرسکتا ہے؟	724	265	سونے کی بیع سونے کے عوض	732
			266	حدیث مذکور کے رجال	733
				باب:٧٨	
253	حدیث مذکور کے رجال	725	267	چاندی کی بیع چاندی کے عوض	733
	باب:٦٩		268	حدیث مذکور کے رجال	734
254	جس نے اس کو مکروہ قرار دیا کہ شہری آدمی کمیشن لے کر دیہاتی کا مال فروخت کرے	725		باب:٧٩	
			269	دینار کی دینار کے عوض اُدھار بیع	734
	باب:٧٠		270	حضرت ابوسعید اور حضرت ابن عباس کا ہم جنس چیزوں کی اضافہ کے ساتھ بیع کے جواز کے متعلق مناظرہ	735
255	شہری آدمی کمیشن لے کر دیہاتی کے لیے بیع نہ کرے	725			
	باب:٧١				
256	سواروں سے ملاقات کی ممانعت	726	271	حضرت اسامہ کی حدیث کا محمل	735
257	سواروں سے ملاقات کرنے میں مذاہب فقہاء	726	272	ایک جنس کی چیزوں میں اضافہ کے ساتھ بیع کے جواز سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے رجوع کے متعلق احادیث	736
	باب:٧٢				
258	(سواروں سے) ملاقات کی ممانعت کی انتہاء کی جگہ	728			
	باب:٧٣		273	حضرت اسامہ اور حضرت ابوسعید کی حدیثوں میں حافظ عینی اور حافظ عسقلانی کی تطبیق	736
259	جب بیع میں ایسی شرائط عائد کی گئیں جو جائز نہیں ہیں	729			
	باب:٧٤			باب:٨٠	
260	کھجوروں کو کھجوروں کے عوض فروخت کرنا	730	274	چاندی کی سونے کے ساتھ ادھار بیع	737
	باب:٧٥			باب:٨١	
261	کشمش کو کشمش کے عوض فروخت کرنا اور اناج کو اناج کے عوض	730	275	سونے کی چاندی کے ساتھ نقد بہ نقد بیع کی جائے	738
				باب:٨٢	
262	تازہ پھلوں کی خشک پھلوں کے عوض بیع کے متعلق مذاہب فقہاء	731	276	بیع المزابنہ' یہ خشک کھجوروں کی درخت پر لگی ہوئی کھجوروں کے ساتھ بیع ہے اور کشمش کی انگوروں کے ساتھ بیع ہے اور بیع العرایا	738
263	''العریۃ'' کی تفسیر میں مذاہب فقہاء	731			
			277	درخت پر لگے ہوئے پھلوں کی بیع کے جواز میں	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	مذاہب فقہاء	739
278	باغات کا مروجہ بیع پر اشکال	740
279	فقہاء کی طرف سے اس اشکال کا حل	740
280	شیخ تقی عثمانی کا علامہ شامی کے پیش کردہ حل پر اعتراض اور مصنف کی طرف سے اس کا جواب	741
281	اشکالِ مذکور اور اس کے حل کا خلاصہ	741
282	مصنف کے نزدیک اشکالِ مذکور کا حل	742
	باب: ۸۳	
283	کھجور کے درختوں کے سروں پر لگی ہوئی کھجوروں کو سونے اور چاندی کے عوض فروخت کرنا	744
284	بیع العرایا کا معنی اور درخت پر لگے ہوئے پھلوں کی بیع میں مذاہب فقہاء	744
285	حدیث مذکور کے رجال	745
286	پانچ وسق کی مقدار	745
287	بیع عرایا میں پانچ وسق کی تعیین میں مذاہب فقہاء	745
288	عرایا میں فقہاء احناف کا موقف سمجھنے میں علامہ ابن المنذر کا مغالطہ اور عرایا کے شمول میں مذاہب فقہاء	746
	باب: ۸۴	
289	عرایا کی تفسیر	747
290	مذاہب اربعہ کے مطابق العرایا کی تعریفات	747
	باب: ۸۵	
291	پھلوں کی پختگی کے ظہور سے پہلے ان کی بیع	749
292	ثریا کی معنی	750
	باب: ۸۶	
293	پکنے سے پہلے کھجور کے درختوں پر پھلوں کی بیع	751
	باب: ۸۷	
294	جب کسی شخص نے پکنے سے پہلے پھلوں کو فروخت کیا اور ان پر کوئی آفت آ گئی تو وہ (نقصان) بائع کے ذمہ ہے	752
295	قدرتی آفات سے پھلوں کے ضیاع پر تاوان میں مذاہب فقہاء	752
	باب: ۸۸	
296	مدتِ معینہ کے ادھار پر خریدنا	753
	باب: ۸۹	
297	جب کوئی شخص بعض کھجوروں کی اس سے عمدہ کھجوروں کے عوض بیع کا ارادہ کرے	753
298	گھٹیا چیز زیادہ دے کر عمدہ چیز کم لینے کی ممانعت کی توجیہ	754
299	گھٹیا چیز کی عمدہ چیز کے عوض مقدار میں فرق کے ساتھ بیع میں مذاہب فقہاء	754
300	تحریم سے پہلے اس کام کو کرنے کا حکم	754
301	حرام طریقہ سے کی ہوئی بیع کو فسخ کرنے پر دلائل	754
	باب: ۹۰	
302	جس نے ایسا کھجور کا درخت فروخت کیا جس میں پیوندکاری کی گئی تھی یا ایسی زمین فروخت کی یا کرائے پر دی جس میں کاشت کاری ہو چکی تھی	755
303	حدیث مذکور کے رجال	756
304	درخت اور کھیت کو خریدنے کے بعد اس درخت کے پھل اور کھیت کی پیداوار کی ملکیت کے متعلق مذاہب فقہاء	756
	باب: ۹۱	
305	کھیت کی پیداوار کو ناپ کر فروخت کرنا	757
306	تازہ پھلوں کو خشک پھلوں کے عوض بیع کے جواز میں مذاہب فقہاء	757
307	تازہ پھلوں کی خشک پھلوں کے عوض بیع کے جواز کے قول کی وجہ سے علامہ ابن بطال مالکی کا امام	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	ابوحنیفہ پر اعتراض	757
308	تازہ پھلوں کی خشک پھلوں کے عوض بیع کے جواز کے قول کی وجہ سے حافظ ابن حجر شافعی کا امام ابوحنیفہ پر اعتراض	758
309	مذکورہ اعتراضوں کا امام ابوحنیفہ کی طرف سے مصنف کا جواب	758
	باب:۹۲	
310	کھجور کے درخت کو جڑ سمیت فروخت کرنا	759
	باب:۹۳	
311	مخاضرہ (پکنے سے پہلے کچی سبزیوں اور کچے پھلوں کو) فروخت کرنا	759
312	حدیث مذکور کے رجال	760
313	حدیث میں مذکور بیوع کے ناموں کی تعریفات	760
	باب:۹۴	
314	کھجور کے درخت کے سفید گوند کو فروخت کرنا اور اس کو کھانا	760
	باب:۹۵	
315	جس نے شہروں کے معاملات اس کے موافق جاری کیے جو ان کے ہاں خرید وفروخت، کرائے، ناپ کے آلے اور وزن میں معروف تھا اور ان کے طریقے ان کی نیات کے مطابق ہیں اور ان کے مذاہب مشہورہ	761
316	حضرت ہند اور حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہما کا تذکرہ اس کا ثبوت کہ بیوی اور بچوں کا خرچ شوہر کے ذمہ ہے اور دیگر مسائل	763
317	حدیث مذکور کے رجال	764
318	یتیم کے ولی کو اس کے مال سے کھانے کی اجازت کے متعلق احادیث	764

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
319	جب یتیم کا ولی خوش حال ہو جائے تو اس کے مال سے جس قدر مال ضرورت کی بناء پر کھایا تھا اس کو واپس کردے	764
	باب:۹۶	
320	ایک شریک کی اپنے شریک سے بیع	764
321	حدیث مذکور کے رجال	765
322	شفعہ کے وجوب میں ائمہ ثلاثہ کا مذہب اور ان کے مذہب کے موافق صحیح حدیث	765
323	شفعہ کے وجوب میں امام ابوحنیفہ کا مذہب اور اس کے موافق احادیث صحیحہ	765
	باب:۹۷	
324	جو زمین، گھر اور سامان غیر منقسم ہو اس کو فروخت کرنا	766
325	شفعہ کا لغوی اور شرعی معنی	767
	باب:۹۸	
326	جب کسی شخص نے کوئی چیز دوسرے کے لیے اس کی اجازت کے بغیر خریدی، پھر وہ دوسرا بھی اس پر راضی ہو گیا	768
327	پہلی امتوں کے نیک اعمال کی ترغیب، فضولی کی بیع کی صحت، ماں باپ کو بچوں سے پہلے کھلانے کی توجیہ اور دیگر مسائل	769
328	نیک اعمال کے علاوہ نیک لوگوں کے وسیلہ سے دعا کا ثبوت	770
329	حرام کام کے حصول پر قدرت کے باوجود اس کو ترک کرنے کی فضیلت	771
330	"ذَرَّة" کا معنی لکھنے میں شیخ تقی عثمانی کی غلطی	771
	باب:۹۹	
331	مشرکین اور اہل حرب کے ساتھ خرید وفروخت کرنا	772

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
332	حدیث مذکور کے رجال	772
333	مشرکین سے خرید وفروخت کا جواز اور عام بازاری مشرکین سے آپ کا ہدیہ قبول نہ فرمانا اور بادشاہوں کا ہدیہ قبول فرمانا' اس کی مفصل اور مکمل تحقیق	773
	باب: ۱۰۰	
334	حربی سے غلام خریدنا اور اس کو ہبہ کرنا اور آزاد کرنا	774
335	حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی مفصل سوانح	775
336	حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی مختصر سوانح	777
337	حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کی مختصر سوانح	778
338	حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی مختصر سوانح	778
339	مشرک کے لیے ملکیت اور اپنی ملکیت میں تصرفات کا ثبوت	779
340	مشرکین کے اموال پر ان کی ملکیت کا صحیح ہونا' مشرکین کے شرک پر ان کو زجر اور ملامت' اور بتوں کو عبادت کا مستحق قرار دینا ہی اللہ کی نعمت کا انکار ہے	780
341	حضرت ابراہیم علیہ السلام کس بستی کی طرف روانہ ہوئے تھے؟	782
342	حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو حضرت سارہ کے متعلق کہا: یہ میری بہن ہے' اس کی توجیہ	782
343	ظالم بادشاہ نے جب حضرت سارہ سے بُرا ارادہ کیا تو اس کا ہاتھ مفلوج ہو گیا' اس میں کراماتِ اولیاء کا ثبوت ہے	782
344	''ولیدۃ'' کا معنی	782
345	شیخ عثمانی کی املاء کی غلطیاں	783
346	تعریض کا معنی اور اس کی احادیث سے مثالیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے تینوں کلاموں میں تعریض تھی اور ان کی حقیقت جھوٹ نہیں ہے	783

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
347	بیوی کو بہن کہنے سے طلاق کا عدم وقوع' ظالم کی ظاہری اطاعت کا جواز' ظلم سے بچنے کے لیے جھوٹ بولنے کا جواز اور دیگر مسائل	784
348	حضرت عبدالرحمان بن عوف اور حضرت عمر بن الخطاب کا حضرت صہیب کے نسب پر اعتراض اور ان کا جواب	786
	باب: ۱۰۱	
349	رنگنے سے پہلے مردار کی کھال کا حکم	787
	باب: ۱۰۲	
350	خنزیر کو قتل کرنا	788
351	قتل خنزیر کو ابواب البیوع میں درج کرنے کی توجیہ میں حافظ عینی اور حافظ ابن حجر کا مناقشہ	788
352	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا صلیب کو توڑ کر اور خنزیر کو قتل کر کے اسلام کا اظہار کرنا اور باقی ادیان کو باطل کرنا	789
	باب: ۱۰۳	
353	مردار کی چربی کو پگھلایا جائے نہ اس کا تیل فروخت کیا جائے	790
354	لعنت اور ہلاکت کے الفاظ کا اطلاق مجازی	790
355	حافظ ابن حجر اور علامہ عینی کے مناقشات' تمثیل اور تشبیہ کا فرق	791
356	یہ کلیہ نہیں ہے کہ جس کے استعمال حرام ہو اس کی بیع بھی حرام ہو	791
357	ذبح کرنے سے درندے پاک ہو جاتے ہیں	791
358	حدیث مذکور سے یہ استدلال نہیں ہوتا کہ مردہ کافر کی بیع جائز نہیں	792
359	اس اعتراض کا جواب کہ مردار کی چربی حرام ہے اور اس کی بیع بھی حرام ہے حالانکہ پالتو گدھا بھی	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	حرام ہے لیکن اس کی بیع حرام نہیں ہے؟	793
360	لید اور گوبر کی بیع میں اختلاف فقہاء	793
361	فقہاء حنبلیہ کے نزدیک نجس چیز کی بیع میں دو قول	794
362	فقہاء احناف کے نزدیک نجاستِ غلیظہ اور نجاستِ خفیفہ کی تعریفات اور گوبر کی بیع کا جواز	794
	باب: ۱۰۴	
363	غیر جاندار چیزوں کی تصاویر اور ان میں جو چیز مکروہ ہے	795
364	حدیث مذکور کے رجال	796
365	مجسموں اور تصاویر کا فرق	796
366	تصاویر بنانے کے متعلق فقہاء کے مذاہب	796
	باب: ۱۰۵	
367	خمر کی تجارت کو حرام قرار دینا	797
	باب: ۱۰۶	
368	جس نے آزاد آدمی کو فروخت کیا اس کا گناہ	797
369	حدیث مذکور کے رجال	798
370	حدیث میں مذکور تین شخصوں کے شدید عذاب کی توجیہ	798
	باب: ۱۰۷	
371	جب نبی ﷺ نے یہودیوں کو جلا وطن کیا تو انہیں حکم دیا کہ وہ اپنی زمینیں اور گھروں کے نشانات فروخت کر دیں	798
372	باب مذکور کے تحت حدیث ذکر نہ کرنے کے متعلق حافظ ابن حجر اور علامہ عینی کا مناقشہ	799
	باب: ۱۰۸	
373	غلام کو غلام کے عوض اور جانور کو جانور کے عوض ادھار فروخت کرنا	799

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	باب: ۱۰۹	
374	غلام کی بیع	801
375	حدیث مذکور کے رجال	802
376	عزل کا لغوی اور اصطلاحی معنی اور حدیث مذکور کے بعض فقروں کی تشریح	802
377	باندیوں اور بیویوں کے ساتھ عزل کرنے میں مذاہب ائمہ	802
378	عزل کے متعلق متعارض احادیث میں تطبیق اور امام ابوحنیفہ کے مذہب کی تائید	802
	باب: ۱۱۰	
379	مدبّر کی بیع	803
	باب: ۱۱۱	
380	کیا باندی کے استبراء سے پہلے اس کے ساتھ سفر کیا جا سکتا ہے؟	805
	باب: ۱۱۲	
381	مردار اور بتوں کی بیع کا حکم	806
	باب: ۱۱۳	
382	کتے کی قیمت کا حکم	807
383	کتوں کی قیمت کے جواز کے متعلق مذاہب ائمہ	807
384	''کتاب البیوع'' کی تکمیل	809
	۳۵ - کتاب السلم	810
	باب: ۱	
1	کیل (ناپ) مقرر کر کے بیع سلم کرنا	810
2	حدیث مذکور کے رجال	811
3	بیع سلم کی تعریف، اس کی شرائط اور اس میں اختلاف فقہاء	811
	باب: ۲	
4	وزن معلوم میں بیع سلم کرنا	812

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	باب:۳	
5	جس کے پاس مُسلَم فیہ (بیع) کی اصل نہ ہو اس سے بیع کرنا	813
6	وقت عقد سے لے کر مدت پوری ہونے تک جو چیز باقی نہ رہے اس میں بیع سَلَم کے جواز میں مذاہب فقہاء	815
	باب:۴	
7	کھجور کے درختوں میں لگے ہوئے پھلوں میں بیع سلم کرنا	815
	باب:۵	
8	بیع سلم میں ضمانت دینا	816
	باب:٦	
9	بیع سلم میں کسی چیز کو گروی رکھنا	817
	باب:۷	
10	مدتِ معین تک سَلَم کرنا	817
	باب:۸	
11	بیع سلم میں اونٹنی کے بچہ جننے تک کی مدت مقرر کرنا	819
12	''کتاب السَلَم'' کی تکمیل	819
	۳٦ - کتاب الشفعة	820
	باب:۱	
1	شفعہ کا حق غیر منقسم جائیداد میں ہے حد بندی کے بعد شفعہ کا حق نہیں رہتا	820
2	شفعہ کے مبحث میں علامہ کرمانی کا اعتراض اور علامہ عینی کا جواب	821
3	پڑوسی کے شفعہ کرنے کے متعلق احادیث	821
	باب:۲	
4	شفعہ کے مستحق کے سامنے فروخت کرنے سے پہلے شفعہ کو پیش کرنا	821
5	حدیث مذکور کے رجال	823
6	حدیث کی باب کے ساتھ مصنف کی بیان کردہ مناسبت	823
7	حدیث کی باب کے ساتھ علامہ عینی کی بیان کردہ مناسبت	823
8	علامہ عینی کی بیان کردہ مناسبت کا تسامح	823
9	حدیث مذکور سے فقہاء شافعیہ کا پڑوسی سے شریک مراد لینا اور علامہ عینی کا اس پر رد کرنا	823
	باب:۳	
10	کون سا پڑوسی زیادہ قریب ہے؟	824
11	حدیث مذکور کے رجال	824
12	پڑوسی کے گھر کا ملا ہوا ہونا امام ابوحنیفہ کے نزدیک شفعہ کی شرط ہے اس پر ابن منذر کے اعتراض کا جواب	824
13	''کتاب الشفعة'' کی تکمیل	825
	۳۷ - کتاب الاجارة	826
	باب:۱	
1	اجرت کے عوض نیک مرد کو کام پر لگانا	826
2	از خود منصب کو طلب کرنا حرام ہے	827
3	موجودہ طریقہ انتخاب کی اصلاح	827
	باب:۲	
4	چند قیراط کی اجرت پر بکریاں چرانا	828
5	حدیث مذکور کے رجال	828
6	نبی ﷺ کے بکریاں چرانے کی حکمت اور مصلحت	828
	باب:۳	
7	جب کوئی مسلمان مزدور نہ ملے تو ضرورت کی وجہ سے مشرکین کو اجرت پر طلب کرنا	828
8	بنو الدیل کے مرد کا اور عامر بن فہیرہ کا تعارف اور	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	غار ثور کا ذکر	829
9	راستہ دکھانے کے لیے مشرک کو اجرت پر رکھنے کا جواز	830
	باب:۴	
10	کسی مزدور کو اس شرط پر رکھنا کہ اس کو تین دن یا ایک مہینہ یا چھ ماہ یا ایک سال کے بعد کام کرنا ہوگا اور جب وہ وقت آ جائے تو دونوں اپنی شرط پر قائم رہیں	830
	باب:۵	
11	غزوہ میں کسی کو اجرت پر رکھنا	830
12	ہاتھ چھڑانے کی وجہ سے دانتوں کے تاوان میں مذاہب فقہاء	831
	باب:۶	
13	کسی شخص کو مدتِ معینہ کے لیے اجرت پر رکھنا اور اس کو کام نہ بتانا	831
	باب:۷	
14	کسی شخص کو اس لیے اجرت پر رکھنا جائز ہے کہ وہ گرتی ہوئی دیوار کو درست کر دے	832
	باب:۸	
15	دو پہر تک کے لیے کسی کو اجرت پر رکھنا	833
	باب:۹	
16	اجرتِ معینہ پر کسی سے عصر تک کام کرانا	833
	باب:۱۰	
17	جو شخص مزدور کی اجرت دینے سے انکار کرے' اس کا گناہ	834
	باب:۱۱	
18	عصر سے رات تک کسی سے اجرت پر کام لینا	834
	باب:۱۲	
19	ایک شخص نے کسی کو اجرت پر رکھا' وہ مزدور اپنی اجرت چھوڑ کر چلا گیا' پھر اس شخص نے اس کی اجرت میں عمل کیا تو اس کی اجرت زیادہ ہوگئی' یا کسی شخص نے دوسرے کے مال میں عمل کیا تو وہ مال بڑھ گیا	835
	باب:۱۳	
20	جس نے بوجھ اٹھا کر مزدوری کی اور اس کو صدقہ کر دیا اور بوجھ اٹھانے والے کی اجرت	837
	باب:۱۴	
21	دلال (کمیشن ایجنٹ) کی اجرت	837
22	دلال کی اجرت میں مذاہب فقہاء	838
	باب:۱۵	
23	کیا کوئی مسلمان دارالحرب میں کسی مشرک کی مزدوری کر سکتا ہے؟	840
	باب:۱۶	
24	سورۂ فاتحہ پڑھ کر عرب قبائل پر دم کرنا اور اس کی اجرت لینا	840
25	کچھ پڑھ کر پھونک مارنے کے متعلق مذاہب	841
26	دم کرنے میں فقہاء کے نظریات	844
27	دم کرنے کے متعلق احادیث	844
28	حدیث مذکور کے دیگر فوائد	845
	باب:۱۷	
29	غلام اور باندیوں پر معین رقم ادا کرنے کو مقرر کرنا اور اس کی حفاظت کرنا	846
	باب:۱۸	
30	فصد لگانے کی اجرت	846
	باب:۱۹	
31	جس نے کسی غلام کے مالکوں سے اس کے غلام سے وصول کی جانے والی رقم میں کمی کی سفارش کی	847

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	باب: ۲۰	
32	کسب حرام کرنے والی باندیوں کی اجرت	847
	باب: ۲۱	
33	نر کی جفتی پر اجرت لینے کا حکم	848
34	حدیث مذکور کے رجال	849
35	نر کی جفتی کی اجرت کے متعلق مذاہب فقہاء	849
36	نر کی جفتی کی اجرت کی کراہت کی حکمت اور بہ طور تکریم نر کے مالک کی خدمت کرنے کا جواز	850
37	انجکشن کا ذریعہ نر کا نطفہ پیوست کرنے کا جواز	850
	باب: ۲۲	
38	جب کسی شخص نے زمین کرائے پر لی' پھر فریقین میں سے کسی کی وفات ہوگئی	850
39	فریقین میں سے کسی ایک کی موت سے عقد اجارہ کے فسخ ہونے میں اختلاف ائمہ	850
40	حافظ ابن حجر عسقلانی کا اس صورت میں عقد اجارہ کو غیر منسوخ قرار دینا اور فقہاء احناف کا رد کرنا	851
41	علامہ بدرالدین عینی کا فقہاء احناف کی تائید کرنا اور حافظ ابن حجر عسقلانی کا رد کرنا	851
42	امام بخاری کی آخری تعلیق کے جواب سے دیگر شارحین کا عجز اور مصنف کا پیش کردہ حل	852
43	خیبر کی پیداوار کے نصف پر معاملہ کو علامہ عینی کا اسے خراج قرار دینا اور مصنف کا اسے مزارعت قرار دینا اور علامہ عینی کا رد کرنا	853
44	''کتاب الاجارہ'' کی تکمیل	854
	۳۸ - کتاب الحوالات	855
	باب: ۱	
1	حوالہ کا بیان اور آیا حوالہ میں رجوع ہو سکتا ہے یا نہیں؟	855

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
2	حوالہ کے بعد قرض خواہ کے مقروض سے رجوع کرنے میں مذاہب فقہاء	855
3	مال دار کا قرض کی ادائیگی میں تاخیر کرنا لائق مذمت ہے اور تنگ دست کا تاخیر کرنا لائق مذمت نہیں ہے اور حوالہ قبول کرنے کے حکم میں مذاہب فقہاء	856
	باب: ۲	
4	جب مقروض اپنا قرض کسی مال دار کے حوالے کرے تو اس کا اس حوالے کو مسترد کرنا جائز نہیں ہے	857
5	ہنڈی بھنوانے کی اصلاح	857
6	بیع الکالئی بالکالئی	858
	باب: ۳	
7	میت کا قرض کسی مرد کے حوالے کرنا جائز ہے	859
8	حدیث مذکور کے رجال	860
9	فوت شدہ مسلمان کے قرض کی ادائیگی کی کفالت کے متعلق مذاہب فقہاء اور علامہ ابن المنذر کے امام ابوحنیفہ پر اعتراضات	860
10	علامہ عینی کی طرف سے علامہ ابن المنذر کے اعتراض کے جوابات	860
11	ابتداء میں مقروض کی نماز جنازہ نہ پڑھانے اور بعد میں پڑھانے کی توجیہات	861
12	''کتاب الحوالۃ'' کی تکمیل	861
	۳۹ - کتاب الکفالۃ	862
	باب: ۱	
1	نجی قرض اور کاروباری قرض ادا کرنے اور کسی شخص کو حاضر کرنے کی ضمانت دینا	862
2	شبہہ کی وجہ سے حد کو ساقط کرنا	863

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
3	شیخ تقی عثمانی کا ''اللہ میاں'' لکھنا اور اس پر مصنف کا تبصرہ	864
	باب:۲	
4	اللہ تعالیٰ کا ارشاد: اور وہ لوگ جن سے تمہارا عہد ہو چکا ہے سو تم انہیں ان کا حصہ دے دو۔ (النساء:۳۳)	865
5	حدیث مذکور کے رجال	866
6	حلف جاہلیت کی ابتداء	867
7	حِلف اور عہود کی نفی اور اثبات کی احادیث میں تطبیق	867
8	اسلام کے عہود اور جاہلیت کے عہود کا فرق	867
9	جاہلیت کے عہود اور اسلام کے عہود میں حد فاصل	868
	باب:۳	
10	جو شخص کسی میت کے قرض کا کفیل ہوا اس کے رجوع کا عدم جواز	868
11	حدیث مذکور کے رجال	869
12	وعدہ پورا کرنے میں مذاہب ائمہ	869
	باب:۴	
13	نبی ﷺ کے عہد میں (ایک مشرک کا) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو امان دینا اور ان کا اس سے عہد کرنا	869
14	حدیث مذکور کے رجال	872
15	حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی حیاتِ طیبہ ایک نظر میں	872
16	بَرک الغماد کا محل وقوع اور ابن الدغنہ کا معنی اور اس کا نام	872
17	حضرت ابوبکر بہ حیثیت آئینۂ رسالت	873
18	حضرت ابوبکر کا ابن الدغنہ کی امان کو واپس کر کے اللہ تعالیٰ کی امان کو اختیار کرنا اور ہجرت کی تیاری کرنا	874
19	حدیث مذکور کے مسائل	874
	باب:۵	
20	قرض ادا کرنے کا حکم	875
21	زندگی میں قرض ادا کرنے کی تاکید	875
22	''کتاب الکفالۃ'' کی تکمیل	875
	٤٠ - کتاب الوکالۃ	876
	باب:۱	
1	ایک شریک کا دوسرے شریک کو تقسیم کرنے میں یا کسی اور معاملہ میں وکیل بنانا	876
2	حدیث مذکور کے رجال	877
	باب:۲	
3	اگر کوئی مسلمان کسی حربی کافر کو دارالاسلام یا دارالحرب میں اپنا وکیل بنالے تو یہ جائز ہے	877
4	حدیث مذکور کے رجال	878
5	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	879
6	اُمیہ بن خلف کا تذکرہ	879
7	عبدالنبی اور عبدالرسول نام رکھنے کو شیخ تقی عثمانی کا مکروہ قرار دینا اور اس پر مصنف کا تبصرہ	879
8	اب امت کا کوئی فرد بھی مشرک کو پناہ دے سکتا ہے	880
	باب:۳	
9	بیع صَرف اور وزنی چیزوں میں وکالت	880
	باب:۴	
10	جب کسی چرواہے یا وکیل نے کسی بکری کو مرتے ہوئے دیکھا تو اس کو ذبح کر دیا یا جو چیز خراب ہو رہی تھی اس کو درست کر دیا	881
11	حدیث مذکور کے رجال	881
12	مالک کی اجازت کے بغیر جانور کو ذبح کر دیا جائے پھر بھی وہ حلال ہے اور دیگر مسائل	882

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
	باب:۵	
13	حاضر اور غائب کی وکالت جائز ہے	882
14	حدیث مذکور کے رجال	882
15	حاضر کو وکیل بنانے میں امام ابوحنیفہ کے مؤقف کی وضاحت اور حدیث مذکور سے ائمہ ثلاثہ کا استدلال اور امام ابوحنیفہ کی طرف سے مصنف کا جواب	883
	باب:٦	
16	قرض کی ادائیگی کے لیے وکیل بنانا	883
	باب:۷	
17	جب کسی قوم کے وکیل یا سفارشی کو کوئی چیز ہبہ کر دی جائے تو جائز ہے	884
18	وفد کا معنیٰ' طائف کی طرف واپسی کی تاریخ' عریف کا معنیٰ' عوض دینے کے لیے مجہول مدت مقرر کرنے کا جواز اور وکیل کے اقرار کے متعلق مذاہب فقہاء	886
	باب:۸	
19	جب ایک شخص کو کچھ دینے کے لیے وکیل بنایا اور یہ نہیں بتایا کہ کتنا دے' اس صورت میں وکیل کا لوگوں کے عرف کے مطابق دینا جائز ہے	887
	باب:۹	
20	کسی عوت کا نکاح میں امام کو وکیل بنانا	888
21	حدیث مذکور کی مفصل روایت	888
22	حدیث مذکورہ سے اٹھارہ فقہی مسائل کا استخراج اور استنباط	889
	باب:۱۰	
23	جب کسی شخص نے ایک آدمی کو وکیل بنایا' پھر اس وکیل نے کوئی چیز (اپنے اجتہاد) سے چھوڑ دی اور مؤکل نے اس چھوڑنے کو جائز قرار دے دیا' اسی طرح اگر وکیل نے مدت معینہ کے لیے قرض دیا تو وہ بھی جائز ہے	891
24	حدیث مذکور کے رجال	893
25	علامہ مہلب اور علامہ ابن بطال کا امام بخاری کے عنوان پر اعتراض اور مصنف کی طرف سے اس کا جواب	893
26	بھوک کی وجہ سے چوری پر ہاتھ کاٹنا' حضرت ابوہریرہ کے شیطان کو دیکھنے کی توجیہ اور دیگر دس مسائل	894
	باب:۱۱	
27	جب وکیل کسی چیز کو بیع فاسد کے ساتھ خریدے تو اس کی بیع مردود ہے	895
	باب:۱۲	
28	وقف کے مال میں وکالت' وکیل کا خرچ' وکیل کا اپنے دوست کو کھلانا اور خود بھی عرف کے موافق کھانا	895
29	وقف کے مال سے خود کھانے اور کھلانے کا جواز	896
	باب:۱۳	
30	حدود میں وکیل بنانا	897
31	حدود میں وکیل بنانے کے متعلق مذاہب فقہاء	897
32	شرابی کی حد کا بیان	897
	باب:۱۴	
33	اونٹوں کا کسی کو وکیل بنانا اور ان کی حفاظت کرنا	898
	باب:۱۵	
34	جب کسی شخص نے اپنے وکیل سے یہ کہا کہ آپ اس کو جہاں مناسب سمجھیں وہاں خرچ کر دیں اور وکیل نے کہا: تم نے جو کچھ کہا' وہ میں نے سن لیا	898
	باب:۱۶	
35	امانت دار آدمی کو خزانہ وغیرہ کا وکیل بنانا	899
36	''کتاب الوکالۃ'' کی تکمیل	899
	۴۱ - کتاب المزارعة	901

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
1	مساقات اور مزارعت کا معنی	901
2	مساقات اور مزارعت میں مذاہب فقہاء اور صحت مزارعت کی شرائط	901
	باب:۱	
3	کاشتکاری اور درخت اُگانے کی فضیلت' جب اس سے کھالیا جائے	902
4	باب مذکور کے مناسب دیگر احادیث	902
5	کون سا ذریعۂ معاش سب سے افضل ہے؟	903
	باب:۲	
6	زراعت کے آلات میں زیادہ مشغول رہنے یا اس میں حد سے بڑھنے کی خرابیاں	903
7	کھیتی باڑی میں زیادہ اشتغال کو ترک کرنے کی ترغیب	904
8	زراعت کی دو حدیثوں میں تطبیق	904
	باب:۳	
9	کھیت کی حفاظت کے لیے کتے کو رکھنا	904
10	کتوں کی وجہ سے گھر میں فرشتوں کے داخل نہ ہونے کی وجوہ	905
11	جس برتن میں کتا منہ ڈال دے اس کو دھونا ضروری ہے	905
	باب:۴	
12	بیل کو کاشت کاری کے لیے استعمال کرنا	906
13	گھوڑوں' خچروں اور گدھوں کا گوشت کھانے کا حکم	906
14	نبی ﷺ کا غیب کی خبر دینا اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی خصوصی فضیلت	907
15	درندوں کے دن کے مصداق میں مختلف اقوال	907
	باب:۵	
16	جب کسی شخص نے کہا کہ کھجور کے درخت اور دوسرے درختوں کی دیکھ بھال کی مشقت مجھ پر چھوڑ دو اور پھلوں میں' میں اور تم شریک رہیں گے	907
17	مساقات کی تعریف' مضاربت میں فقہاء احناف کے موقف پر علامہ المہلب کا اعتراض اور مصنف کا جواب	908
	باب:۶	
18	پھل دار درخت اور کھجور کے درخت کو کاٹنا	908
19	درختوں کو کاٹنے کے متعلق مذاہب فقہاء	909
20	متعدد حکمتوں کی وجہ سے درختوں کو کاٹنے کا جواز	909
21	درختوں کو کاٹنے اور ان کو برقرار رکھنے' دونوں کا جواز	910
22	درختوں کو کاٹنے کی حدیث کو "کتاب المزارعة" میں درج کرنے کی توجیہ	910
23	**باب:۷**	910
24	زمین کے ایک معین حصہ کی پیداوار کے عوض زمین کو کرائے پر دینے کا عدم جواز	911
25	زمین کو کرائے پر دینے کے متعلق احادیث	911
26	زمین کو کرائے پر دینے کے متعلق فقہاء کے مذاہب اور اقوال	912
27	کاشت کاری کے لیے زمین کو کرائے پر دینے' مزارعت' مکانوں کو کرائے پر دینے اور مکہ کے مکانوں کو کرائے پر دینے کے متعلق شرح صحیح مسلم کی ابحاث	913
	باب:۸	
28	زمین کی نصف پیداوار اور اس کی مثل کے عوض مزارعت	913
29	صحابہ کرام اور فقہاء تابعین کے آثار سے مزارعت کا ثبوت	913
30	امام احمد بن حنبل کے نزدیک مجہول اجرت پر اجارہ کا جواز اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک عدم جواز	915
31	اجیر (عامل یا مزدور) کے عمل کے کسی حصہ کو اجرت بنانے کا جمہور فقہاء احناف کے نزدیک عدم جواز	916

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
32	مزارعت اور مساقات کے متعلق صحابہ' تابعین اور فقہاء کے مذاہب اور اقوال	917
33	مزارعت اور مساقات کو جائز کہنے والوں کی دلیل اور اس کے جوابات	918
34	مساقات کو ناجائز کہنے والوں کی دلیل اور اس کے جوابات	918
35	امام محمد کی بیان کردہ اقسام' ان میں سے بعض کا جواز اور بعض کا عدم جواز اور ان کی توجیہ	919
36	حضرت عمر نے ازواجِ مطہرات کو خیبر کی زمینوں میں جو اختیار دیا تھا' اس سے ثابت ہوا کہ آپ نے کسی کو اپنا وارث نہیں بنایا	920
37	علامہ ابوبکر کی تصریح کہ خیبر کی زمینوں سے حاصل شدہ نصف بہ طور مزارعت تھا نہ کہ بہ طور خراج اور اس سے مصنف کی تائید	920
38	خراج کو ثابت کرنے کے لیے علامہ عینی کی تاویل اور اس پر مصنف کا تعاقب	920
	باب:۹	
39	جب مزارعت میں سالوں کی تعداد معین نہ کی جائے	921
40	جب مزارعت میں مدت کا تعین نہ کیا جائے تو اس کی صحت میں اختلافِ فقہاء	921
41	**باب:۱۰**	922
42	مخابرہ کا لغوی اور اصطلاحی معنی اور مخابرہ اور مزارعت کا فرق	922
43	زمین کو کرائے پر دینے سے ممانعت کی توجیہ	923
	باب:۱۱	
44	یہود کے ساتھ مزارعت	923
	باب:۱۲	
45	مزارعت میں جن شرائط کا لگانا مکروہ ہے	923
	باب:۱۳	
46	جب کوئی شخص کسی قوم کی اجازت کے بغیر اس کے مال میں زراعت کرے اور اس زراعت میں اس قوم کے لیے خیر ہو	924
	باب:۱٤	
47	صحابہ کی وقف شدہ املاک اور خراج کی زمین اور ان کی مزارعت اور ان کا عمل کرنا	925
48	صحابہ کرا کے وقف کردہ اُمور' زمین کا خراج' اس کی مزارعت اور اس کا معاملہ	926
49	وقف کی تعریف' اس کا حکم' اس کا سبب' اس کا محل' وقف کے الفاظ اور اس کی شرائط	926
50	سوادِ عراق (عراق کے مضافات اور دیہاتوں) کے متعلق حضرت عمر اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کا موقف اور سوادِ عراق کے خراج کی مقدار	927
51	حضرت عمر کے استدلال کی تقریر اور سوشلسٹ حضرات کی دلیل کا جواب	928
52	خراج اور سوادِ عراق کے متعلق فقہاء امت کی تصریحات	929
	باب:۱۵	
53	جس نے غیر آباد زمین کو آباد کیا	929
54	''ارضِ موات'' (مردہ زمین) اس کو زندہ کرنے کا معنی اور اس کا حکم	929
55	بنجر زمین کو آباد کرنے کے متعلق مذاہب ائمہ	931
56	سربراہِ ملک کی اجازت لینے پر امام ابوحنیفہ کی دلیل اور امام مالک اور امام شافعی کی دلیل کا جواب	931
57	**باب:۱٦**	931
	باب:۱۷	
58	جب زمین کا مالک کاشت کار سے یہ کہے کہ میں	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	تمہیں کاشت کاری پر اس وقت تک برقرار رکھوں گا جب تک اللہ برقرار رکھے گا' اور مدت کا تعین نہ کرے تو یہ فریقین کی باہمی رضامندی پر محمول ہے	932			
59	مدت کے تعین کے بغیر مساقات اور مزارعت میں مذاہب فقہاء اور باب مذکور کی حدیث کی توجیہات	933			
	باب:۱۸				
60	نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کاشت کاری اور باغ بانی میں ایک دوسرے کی کس طرح مدد کرتے تھے؟	934			
61	حدیث مذکور کے رجال	935			
62	زمینوں کو کرائے پر دینے کی ممانعت کا محمل	937			
63	حدیث مذکور کی دیگر احادیث سے تائید	938			
	باب:۱۹				
64	سونے اور چاندی کے عوض زمین کو کرائے پر دینا	938			
65	**باب:۲۰**	939			
66	جنت میں ہر خواہش پوری ہو جائے گی	940			
	باب:۲۱				
67	درخت اُگانے کا بیان	940			
68	''کتاب المزارعة'' کی تکمیل	941			
☆	نعمۃ الباری فی شرح صحیح البخاری جلد رابع کی ڈائری	943			
☆	ماخذ و مراجع	945			

❁❁❁❁❁

خطبة الكتاب

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

الحمد للّٰہ ربّ العالمین' الّذی جعلنا من المسلمین' ووصفنا بخیر امّۃ من الامم الماضین' وانعم علینا بتنزیل القرآن الکریم وھدانا بہ الی الصراط المستقیم. والصلٰوۃ والسلام علی اشرف الانبیاء والمرسلین قائد الغر المحجلین' الذی شرح الفرقان باحادیثہ وبیانہ القویم' وکشف عن اسرارہ وغوامضہ لھدایۃ الناس اجمعین' وانقذنا بحسن سیرتہ من الظلمات والضلال المبین. وعلی الہ الطیبین واصحابہ الطاھرین الذین قاموا باشاعۃ الدین المتین مع کمال الخلوص والجھد العظیم' وعلی ازواجہ الطاھرات امھات المومنین' وعلی جمیع الائمۃ التابعین من المفسرین والمحدثین المخلصین الکاملین الی یوم الدین.

وبعد فیقول العبد الفقیر الی مولاہ القدیر غلام رسول السعیدی دائم الاحتیاج الی کرم ربہ السرمدی انی بعد الفراغ من التفسیر قد شرعت فی شرح الصحیح للامام البخاری (علیہ نعمۃ الباری) توکلا علی رحمۃ اللّٰہ وفضلہ العمیم. ولا یکون تحریرہ وتقریرہ وتکمیلہ الا نعمتہ العظمٰی. فلذا سمیتہ بنعمۃ الباری فی شرح صحیح البخاری.(تقبلہ اللّٰہ بلطفہ وتغمدنی بغفرانہ بمحض فضلہ)

اشھد ان لا الہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ واشھد ان سیدنا ومولانا محمدا عبدہ ورسولہ. اعوذ باللّٰہ من شرور نفسی ومن سیئات اعمالی. من یھدہ اللّٰہ فلا مضل لہ ومن یضلل' فلا ھادی لہ. اللھم ارنی الحق حقًا وارزقنی اتباعہ. اللھم ارنی الباطل باطلًا وارزقنی اجتنابہ. اللھم اجعلنی فی تصنیف ھذا الکتاب علی صراط مستقیم واجعلہ موافقًا باسمہ واحفظہ من شرور الاشرار والحاسدین. اللھم اجعلہ خالصا لوجھک الکریم ومقبولًا عندک وعند رسولک الرؤف الرحیم واجعلہ شائعًا ومستفیضًا ومفیضًا مرغوبًا فی اطراف العالمین الی یوم الدین واجعلہ لی ولجمیع من انتسب الی من المسلمین صدقۃ جاریۃ الی یوم القیامۃ وارزقنی زیارۃ النبی الکریم ﷺ فی الدنیا وشفاعتہ فی الاخرۃ واحینی علی الاسلام بالسلامۃ وامتنی علی الایمان بالکرامۃ. اللھم انت ربی لا الہ الا انت خلقتنی وانا عبدک وانا علی عھدک ووعدک ما استطعت. اعوذ بک من شر ما صنعت ابوء لک بنعمتک علی وابوء لک بذنبی فاغفرلی فانہ لا یغفر الذنوب الا انت. رب اوزعنی ان اشکر نعمتک التی انعمت علی وعلی والدی وان اعمل صالحًا ترضہ. آمین یا رب العالمین بجاہ سید المرسلین ﷺ.

خطبۃ الکتاب

تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لیے مخصوص ہیں' جس نے ہمیں مسلمان بنایا اور سب سے بہترین امت کا لقب عطا فرمایا' قرآن مجید نازل فرما کر ہم پر احسان کیا اور اس کتاب کے ذریعہ ہمیں سیدھی راہ دکھائی۔ حمد کے بعد سب سے افضل اور بلند رتبہ پیغمبر آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود و سلام ہو' جو سفید رو اور سفید ہاتھ پیروں والوں کے قائد ہیں' جنہوں نے اپنی احادیث اور مستحکم بیان سے قرآن مجید کی تشریح فرمائی اور تمام لوگوں کی ہدایت کے لیے اس کے اسرار و رموز سے پردہ اٹھایا اور ہمیں اپنا بہترین نمونہ عمل عطا کر کے ظلمت و گمراہی سے نجات بخشی۔ آپ کے بعد آپ کی اولادِ پاک اور صحابہ کرام پر رحمتوں کا نزول ہو' جو پورے اخلاص اور محنت کے ساتھ اشاعت دین میں مصروف رہے' اور آپ کی ازواجِ مطہرات پر رحمتوں کا نزول ہو' جو مسلمانوں کی مائیں ہیں اور ان سب کے بعد تا قیامِ قیامت آنے والے مخلص اور باکمال ائمہ مفسرین اور محدثین پر رحمتیں نازل ہوں۔

حمد و صلوٰۃ کے بعد رب کائنات کے دائمی کرم کا بندۂ محتاج غلام رسول سعیدی غفرلہٗ عرض پرداز ہے کہ میں ''تفسیر تبیان القرآن'' سے فارغ ہونے کے بعد اللہ عزوجل کی رحمت اور اس کی عنایت پر بھروسا کرتے ہوئے ''صحیح بخاری'' کی شرح کا آغاز کر چکا ہوں۔ چونکہ ظاہری قُویٰ اس عظیم کام کے متحمل نہیں ہیں' اس لیے تصنیف کے جملہ مراحل سے گزر کر پایۂ تکمیل کو پہنچنے تک اس شرح کا مکمل دارومدار صرف اور صرف اللہ عزوجل کی خصوصی نعمت اور احسان پر ہے۔ اسی لیے میں نے اس شرح کا نام ''نعمۃ الباری فی شرح صحیح البخاری'' رکھا ہے۔ (اللہ تعالیٰ اپنے لطف و عنایت سے اس تصنیف کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے اور محض اپنے فضل و کرم سے مجھے اپنی بخشش میں ڈھانپ لے۔)

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں' وہ اکیلا ہے' اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ میں اپنے نفس کے شر اور بداعمالیوں سے اللہ عزوجل کی پناہ میں آتا ہوں۔ جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت دے اُسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جس کو وہ گمراہی پر چھوڑ دے' اس کو کوئی راہِ راست پر نہیں لا سکتا۔ اے اللہ! مجھ پر حق واضح فرما اور مجھے اس کی اتباع عطا فرما اور باطل کو مجھ پر منکشف فرما اور اس سے بچنے کی توفیق مرحمت فرما۔ اے اللہ! مجھے اس شرح کی تصنیف میں صراطِ مستقیم پر گامزن فرما اور اس شرح کو اسم بہ مُسمّٰی کر دے اور اسے شریروں کے شر اور حاسدوں کے حسد سے محفوظ فرما۔ اے اللہ! اس تصنیف میں صرف اپنی رضا مقدر فرما دے اور اس کو اپنی اور اپنے مہربان رسول (سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی بارگاہ میں مقبول بنا دے' اور صبح قیامت تک اس کو اکنافِ عالم میں مشہور و مقبول' مرغوب و محبوب اور اثر آفرین بنا دے' اس کو میرے لیے اور میرے جملہ مسلمان متعلقین کے لیے قیامت تک صدقۂ جاریہ بنا۔ مجھے دنیا میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت اور قیامت میں آپ کی شفاعت سے بہرہ مند فرما۔ مجھے سلامتی کے ساتھ اسلام پر زندگی اور عزت کے ساتھ ایمان پر خاتمہ نصیب فرما۔ اے اللہ! تو میرا رب ہے' تیرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں' تو نے مجھے پیدا کیا ہے اور میں تیرا بندہ ہوں اور تجھ سے کیے ہوئے وعدہ اور عہد پر اپنی طاقت کے مطابق قائم ہوں۔ میں اپنی بداعمالیوں کے شر سے تیری پناہ میں آتا ہوں' تیرے مجھ پر جو انعامات ہیں' اُن کا میں اقرار کرتا ہوں اور اپنے گناہوں کا اعتراف کرتا ہوں۔ میری بخشش فرما' کیونکہ تیرے سوا کوئی گناہوں کو معاف کرنے والا نہیں ہے۔ پروردگارا! تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر جو انعامات فرمائے ہیں' اُن پر مجھے ہمیشہ شکر ادا کرنے کی توفیق عطا فرما اور مجھے ایسے نیک اعمال کی توفیق دے جو تجھے محبوب اور پسند ہوں۔ آمین یارب العلمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

۵۸ - بَابُ اِسْتِلَامِ الرُّكْنِ بِالْمِحْجَنِ — لاٹھی سے حجر اسود کی تعظیم کرنا

اس عنوان میں "المِحْجن" کا لفظ ہے "المِحْجن" اس لاٹھی کو کہتے ہیں جو آخر سے ٹیڑھی ہو۔

۱۶۰۷ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ وَيَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ طَافَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ عَلٰى بَعِيْرٍ، يَسْتَلِمُ الرُّكْنَ بِمِحْجَنٍ. تَابَعَهُ الدَّرَاوَرْدِيُّ عَنِ ابْنِ اَخِي الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَمِّهٖ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن صالح اور یحییٰ بن سلیمان نے حدیث بیان کی' ان دونوں نے کہا: ہمیں ابن وہب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے یونس نے خبر دی از ابن شہاب از عبید اللہ بن عبد اللہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ الوداع میں اونٹ پر بیٹھ کر طواف کیا' آپ حجر اسود کو ایک چھڑی لگا کر اس کو چوم رہے تھے۔ الدراوردی نے یونس کی متابعت کی' اپنے بھتیجے الزہری سے از عم خود۔

[اطراف الحدیث: ۱۶۱۲۔ ۱۶۱۳۔ ۱۶۳۲۔ ۵۲۹۳]

(صحیح مسلم: ۱۲۷۲' الرقم المسلسل: ۲۹۶۲' سنن ابوداؤد: ۱۸۷۷' سنن ترمذی: ۸۶۵' سنن نسائی: ۲۹۵۱' سنن ابن ماجہ: ۲۹۴۸' سنن بیہقی ج ۵ ص ۸۴' سنن داری: ۱۸۴۵' صحیح ابن خزیمہ: ۲۷۲۴۔ ۲۷۲۲' صحیح ابن حبان: ۳۸۲۵' المعجم الکبیر: ۱۱۹۵۵' شرح السنۃ: ۱۹۰۹' مسند احمد ج ۱ ص ۲۶۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۳۷۸' ج ۴ ص ۲۰۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ۲۸۷۶' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۷ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) احمد بن صالح ابو جعفر' یہ ذوالقعدہ ۲۴۸ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) یحییٰ بن سلیمان ابو سعید الجعفی (۳) عبد اللہ بن وہب (۴) یونس بن یزید (۵) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (۶) عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود (۷) حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۳۶۲)

اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: آپ حجر اسود کو ایک چھڑی لگا کر اس کو چوم رہے تھے۔

لاٹھی کے واسطے سے حجر اسود کی تعظیم کی حکمت

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

ہو سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی مرض کی وجہ سے لاٹھی کے واسطے سے حجر اسود کی تعظیم کی ہو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ میں آئے' اس وقت آپ بیمار تھے' آپ نے اپنی سواری پر طواف کیا' جب بھی آپ حجر اسود پر آتے تو لاٹھی کے واسطے سے حجر اسود کی تعظیم کرتے' پھر جب آپ طواف سے فارغ ہو گئے تو آپ نے دو رکعت نماز پڑھی۔ (سنن ابوداؤد: ۱۸۸۱)

حضرت ابوالطفیل رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی سواری پر بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے' آپ لاٹھی حجر اسود کو لگا کر پھر اسے بوسا دیتے' پھر آپ صفا اور المروۃ پر گئے اور اپنی سواری پر سات طواف کیے۔

(صحیح مسلم: ۱۲۶۵ 'سنن ابوداؤد: ۱۸۷۹ 'سنن ابن ماجہ: ۲۹۴۹)

پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجر اسود کو اپنا ہاتھ نہیں لگایا کیونکہ آپ بیمار تھے یا اس وجہ سے ہاتھ نہیں لگایا کہ آپ سواری پر تھے اور اس حالت میں اگر آپ حجر اسود کو ہاتھ لگاتے تو طواف کرنے والوں کو تنگی اور دشواری ہوتی اور آپ کے اونٹ سے ان کو ایذاء پہنچتی' اس وجہ سے آپ نے اپنی لاٹھی سے حجر اسود کو مَس کیا' پھر اس کو بوسا دیا۔

المہلب التوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لاٹھی کے واسطے سے حجر اسود کی تعظیم اس لیے کی تھی تا کہ یہ معلوم ہو جائے کہ حجر اسود کی تعظیم کرنا فرض نہیں ہے بلکہ یہ صرف نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے' کیا تم نہیں دیکھتے کہ حضرت عمر رضی اللہ نے حجر اسود سے مخاطب ہو کر کہا: اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تجھے بوسا دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھے بوسا نہ دیتا۔

علامہ طبری متوفی ۳۱۰ھ نے کہا ہے کہ لاٹھی کے واسطے سے حجر اسود کو بوسا دینے کا معنی یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سواری پر طواف کرتے ہوئے لاٹھی سے حجر اسود کی طرف اشارہ کرتے حتیٰ کہ لاٹھی کو حجر اسود کے ساتھ لگاتے' پھر اللہ اکبر پڑھتے' پھر لاٹھی کی اس جگہ کو بوسا دیتے جو حجر اسود کے ساتھ مَس ہوتی۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۲۵۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کی علت تلاش کرنے کی بجائے آپ کی اتباع کی نیت سے اس پر عمل کرنا چاہیے

علامہ ابوسلیمان حمد بن محمد الخطابی الشافعی متوفی ۳۸۸ھ لکھتے ہیں:

حضرت عمر رضی اللہ نے جو یہ فرمایا تھا کہ اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تجھے بوسا دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھے بوسا نہ دیتا' اس کا معنی یہ ہے کہ اُمورِ دین میں بحث نہیں کرنی چاہیے اور حکم کی علت معلوم کرنے کے درپے نہیں ہونا چاہیے اور حکم تسلیم کرنا چاہیے اور جس حکم کی ہمیں وجہ معلوم نہ ہو' اس پر حسن و خوبی سے عمل کرنا چاہیے' اسی طرح حضرت عمر نے رمل کے متعلق کہا کہ رمل کو اس لیے مشروع کیا تھا کہ کفار کے طعنہ کو دور کیا جائے' اب اگر چہ وہ وجہ نہیں ہے لیکن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کا تقاضا یہ ہے کہ اب بھی رمل کیا جاتا رہے۔ اسی طرح جمعہ کے غسل کے حکم کی وجہ یہ ہے کہ ہفتہ بھر محنت مشقت کا کام کرنے اور جسم پر گرد و غبار پڑنے کی وجہ سے جو میل کچیل آ جاتا ہے اور پسینہ آنے کی وجہ سے جو جسم سے بدبو آنے لگتی ہے' اس کا ازالہ کیا جائے' تاہم اگر یہ وجہ نہ ہو تو تب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم پر عمل کرنے اور آپ کے فعل کی اتباع کی نیت سے ہر جمعہ کو غسل کرنا چاہیے۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۲۹۶۹۔ ج ۳ ص ۵۰۲ پر مذکور ہے۔ اس کی شرح میں اونٹ پر طواف کرنے کی حکمت بیان کی گئی ہے۔

۵۹ - بَابُ مَنْ لَّمْ يَسْتَلِمْ اِلَّا الرُّكْنَيْنِ الْيَمَانِيَّيْنِ

جس نے صرف حجر اسود اور رکن یمانی کی تعظیم کی

یعنی جس نے صرف دو رکن یمانی کی تعظیم کی اور رکن شامی اور عراقی کی تعظیم نہیں کی۔

۱۶۰۸ - وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ اَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ' عَنْ اَبِي الشَّعْثَاءِ اَنَّهُ قَالَ وَمَنْ يَتَّقِي شَيْئًا مِّنَ الْبَيْتِ؟ وَكَانَ مُعَاوِيَةُ يَسْتَلِمُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: اور محمد بن بکر نے کہا: ہمیں ابن جریج نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے عمرو بن دینار نے خبر دی از ابوالشعثاء' انہوں نے کہا کہ بیت اللہ کی کسی چیز کی تعظیم کو کون ترک

الْاَرْكَانَ. فَقَالَ لَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اِنَّهُ لَا يُسْتَلَمُ هٰذَانِ الرُّكْنَانِ! فَقَالَ لَيْسَ شَيْءٌ مِّنَ الْبَيْتِ مَهْجُوْرًا. وَكَانَ ابْنُ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَسْتَلِمُهُنَّ كُلَّهُنَّ.

کرے گا؟ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ تمام ارکان کی تعظیم کرتے تھے (خواہ ارکانِ یمانیہ ہوں یا ارکانِ شامیہ اور عراقیہ)۔ ان سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: ان دو رکنوں (شامی اور عراقی) کی تعظیم نہیں کی جاتی' تو حضرت معاویہ نے کہا کہ بیت اللہ کی کسی چیز کی تعظیم کو ترک نہیں کیا جائے گا' اور حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما (بھی) تمام ارکان کی تعظیم کرتے تھے۔

١٦٠٩ - حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ حَدَّثَنَا لَيْثٌ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ' عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ' عَنْ اَبِيْهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ لَمْ اَرَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَلِمُ مِنَ الْبَيْتِ اِلَّا الرُّكْنَيْنِ الْيَمَانِيَيْنِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از سالم بن عبد اللہ از والد خود رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دو رکن یمانی کے سوا کعبہ کے اور کسی کونے کی تعظیم کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔

ان دونوں حدیثوں کی شرح' صحیح البخاری: ١٦٠٦ میں گزر چکی ہے۔

کعبہ کے ارکان (کونوں) کی تعظیم کے متعلق مذاہب فقہاء

کعبہ کے ارکان (کونوں) کی تعظیم میں دو مذہب ہیں:

(۱) حضرت معاویہ' حضرت عبد اللہ بن الزبیر' حضرت جابر بن زید' عروہ بن الزبیر اور حضرت سوید بن غفلہ کا یہ مذہب ہے کہ کعبہ کے تمام ارکان کی تعظیم کی جائے گی۔ علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ حضرت جابر بن عبد اللہ' حضرت الحسن' حضرت الحسین اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہم کا بھی یہی مسلک ہے۔

(۲) حضرت ابن عباس اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہم کا مذہب یہ ہے کہ صرف حجر اسود اور رکن یمانی کی تعظیم کی جائے گی۔ ہمارے اصحاب احناف کا بھی یہی مذہب ہے کیونکہ یہ دو رکن حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بنائے ہوئے کعبہ کی بنیادوں پر ہیں۔ علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ اکثر اہل علم کا یہ مذہب ہے کہ رکن شامی اور رکن عراقی کی تعظیم نہیں کی جائے گی کیونکہ وہ قریش کے بنائے ہوئے کعبہ کی بنیادوں کے کونے ہیں اور اصل کعبہ کے درمیان میں ہیں اور درحقیقت وہ کعبہ کے کونے نہیں ہیں۔

کعبہ کے ارکان کی تعظیم کے متعلق احادیث' آثار اور فقہاء تابعین کے اقوال

امام ابوبکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ العبسی المتوفی ۲۳۵ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جب مکہ آئے تو آپ نے صرف حجر اسود اور رکن یمانی کی تعظیم کی اور ان کے علاوہ ارکان کی تعظیم نہیں کی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۵۲۱۸' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۴۹۸۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' صحیح البخاری: ۱۶۰۹۔۱۶۰۶' صحیح مسلم' کتاب الحج: ۲۴۵۔۲۴۲' سنن ابوداؤد: ۱۸۷۔۱۸۶۹' سنن نسائی: ۲۹۳۲۔۲۹۴۷۔۲۹۲۴۔۳۳۳۳۔۲۲۲۲)

عطاء بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے شیوخ میں سے حضرت ابن عباس' حضرت جابر' حضرت ابوہریرہ اور حضرت عبید بن عمیر رضی اللہ عنہم کو پایا' وہ صرف حجر اسود اور رکن یمانی کی تعظیم کرتے تھے اور ان کے علاوہ کسی رکن کی تعظیم نہیں کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۵۲۱۹' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۴۹۸۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

ابراہیم بن عبدالاعلیٰ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت سوید بن غفلہ کو دیکھا' وہ تمام ارکان کی تعظیم کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۵۲۲۰' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۴۹۹۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

یعلیٰ بن امیہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ نے حج کیا تو حجر اسود کی تعظیم کی' اور حضرت یعلیٰ بن امیہ تمام ارکان کی تعظیم کرتے تھے' پس ان سے حضرت عمر نے کہا: اے یعلیٰ! آپ کیا کر رہے ہیں؟ انہوں نے کہا: میں تمام ارکان کی تعظیم کر رہا ہوں' کیونکہ بیت اللہ کی کسی چیز کی تعظیم کو ترک نہیں کیا جائے گا' پس حضرت عمر نے کہا: کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صرف حجر اسود کی تعظیم کرتے تھے؟ انہوں نے کہا: کیوں نہیں! پس کیا آپ کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نمونہ نہیں ہے؟ انہوں نے کہا: کیوں نہیں! (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۵۲۲۱' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۴۹۹۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

مجاہد بہت کم حجر اسود اور رکن یمانی کی تعظیم کو ترک کرتے تھے مگر طواف کے طاق چکر میں ان کی تعظیم کر لیتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۵۲۲۲' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۴۹۹۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

یحییٰ بن عباد بن عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ کو دیکھا' وہ بیت اللہ کے تمام ارکان کی تعظیم کرتے تھے' وہ کہتے تھے کہ بیت اللہ کی کسی چیز کی تعظیم کو ترک نہیں کیا جائے گا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۵۲۲۴' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۴۹۹۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

یحییٰ بن عباد بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابن الزبیر کو دیکھا' انہوں نے اسی طرح کیا اور کہا کہ کعبہ کی کسی چیز کی تعظیم کو ترک نہیں کیا جائے گا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۵۲۲۵' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۴۹۹۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

عمرو بن دینار بیان کرتے ہیں کہ جابر بن زید نے کہا: بیت اللہ کی کسی چیز کی تعظیم کو ترک نہیں کیا جائے گا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۵۲۲۶' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۴۹۹۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

ہشام بن عروہ بیان کرتے ہیں کہ عروہ تمام ارکان کی تعظیم کرتے تھے اور اپنا پیٹ' پشت اور پہلو بیت اللہ کے ساتھ ملاتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۵۲۲۷' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۴۹۹۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

٦٠ - بَابُ تَقْبِيْلِ الْحَجَرِ

حجر اسود کو بوسا دینا

١٦١٠ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ سِنَانٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ قَالَ اَخْبَرَنَا وَرْقَاءُ قَالَ اَخْبَرَنَا زَيْدُ بْنُ اَسْلَمَ، عَنْ اَبِيْهِ، قَالَ رَاَيْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَبَّلَ الْحَجَرَ، وَقَالَ لَوْ لَا اَنِّيْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبَّلَكَ مَا قَبَّلْتُكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن سنان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن ہارون نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ورقاء نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں زید بن اسلم نے خبر دی از والد خود' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے دیکھا حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ نے حجر اسود کو بوسا دیا اور کہا: اگر میں نے یہ نہ دیکھا ہوتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تجھے بوسا دیا ہے تو میں تجھے بوسا نہ دیتا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۵۹۷ میں گزر چکی ہے۔

١٦١١ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ عَرَبِيٍّ قَالَ سَاَلَ رَجُلٌ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از الزبیر بن عربی'

تَعَالٰی عَنْهُمَا عَنِ اسْتِلَامِ الْحَجَرِ، فَقَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَلِمُهٗ وَيُقَبِّلُهٗ. قَالَ قُلْتُ اَرَاَيْتَ اِنْ زُحِمْتُ؟ اَرَاَيْتَ اِنْ غُلِبْتُ؟ قَالَ اِجْعَلْ اَرَاَيْتَ بِالْيَمَنِ، رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَلِمُهٗ وَيُقَبِّلُهٗ. وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ الْفِرَبْرِيُّ وَجَدْتُ فِيْ كِتَابِ اَبِيْ جَعْفَرٍ. قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ الزُّبَيْرُ بْنُ عَدِيٍّ كُوْفِيٌّ وَّالزُّبَيْرُ بْنُ عَرَبِيٍّ بَصَرِيٌّ.

انہوں نے بیان کیا کہ ایک شخص نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے حجر اسود کی تعظیم کے متعلق سوال کیا' انہوں نے کہا: میں نے دیکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی تعظیم کرتے تھے اور اس کو بوسا دیتے تھے' اس نے کہا: یہ بتائیں کہ اگر میں لوگوں کے ہجوم میں ہوں یا چومنے سے عاجز ہو جاؤں تو کیا کروں؟ حضرت ابن عمر نے کہا: تم اپنے اگر مگر کو یمن میں رکھو' میں نے دیکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجر اسود کی تعظیم کرتے تھے اور اس کو بوسا دیتے تھے' اور محمد بن یوسف الفربری نے کہا: میں نے ابوجعفر کی کتاب میں دیکھا' امام بخاری نے کہا: زبیر بن عدی کوفی ہے اور الزبیر بن عربی بصری ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٦٠٦ میں گزر چکی ہے۔

صحیح اور صریح حدیث کے مقابلہ میں رائے اور قیاس پر عمل کرنے کی مذمت جب کہ اس کے معارض دیگر احادیث نہ ہوں

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی لکھتے ہیں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: تم اپنے اگر مگر کو یمن میں رکھو' کیونکہ وہ سائل یمن کا رہنے والا تھا' حضرت ابن عمر کے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ جب تم سنت کے طالب ہو تو رائے اور قیاس کو ترک کر دو' اور حدیث کے مقابلہ میں اگر مگر کے ساتھ قیاس سے معارضہ نہ کرو' حضرت ابن عمر نے یہ سمجھا تھا کہ شاید وہ سائل لوگوں کے ہجوم کو عذر بنا کر حجر اسود کی تعظیم کو ترک کرنا چاہتا ہے ورنہ قرآن وسنت میں کسی حکم کی علت کو معلوم کرنا ممنوع نہیں ہے' مثلاً تمتع کرنا قرآن اور سنت سے ثابت ہے مگر حضرت عمر اور حضرت عثمان تمتع سے منع کرتے تھے کیونکہ ان کی رائے میں تمتع کرنا حجۃ الوداع میں صحابہ کے ساتھ خاص تھا یا جیسے احادیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر میں دو نمازوں کو جمع کیا مگر فقہاء احناف کے نزدیک یہ جمع صوری پر محمول ہے' یا جیسے قرآن مجید میں حکم ہے:

وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا. اور جب قرآن پڑھا جائے تو اس کو غور سے سنو اور چپ رہو۔ (الاعراف: ٢٠٤)

اور حدیث میں ہے:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس شخص کا امام ہو تو امام کی قراءت اس شخص کی قراءت ہے۔

(سنن ابن ماجہ: ٨٥٠' سنن دارقطنی: ١٢٥٠' حلیۃ الاولیاء ج ٧ ص ٣٨٩' مسند احمد ج ٣ ص ٣٣٩)

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے جب یہ سوال کیا جاتا کہ کیا کوئی شخص امام کے پیچھے قراءت کرے؟ تو وہ فرماتے: جب تم میں سے کوئی شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کی قراءت اس کے لیے کافی ہے۔ نافع نے کہا: حضرت عبداللہ بن عمر امام کے پیچھے قراءت نہیں کرتے تھے (یہ حدیث صحیح ہے)۔ (موطأ امام مالک' کتاب الصلوٰۃ: ٤٣' سنن دارقطنی: ١٤٨٨' موطأ امام محمد ص ٩٤)

قرآن اور سنت کے اس واضح حکم کے باوجود امام شافعی' امام احمد اور غیر مقلدین نے یہ کہا ہے کہ امام کے پیچھے سورۃ الفاتحہ پڑھنا

واجب ہے اس کے باوجود علماء غیر مقلدین کی دیدہ دلیری دیکھئے' شیخ وحید الزمان متوفی ۱۳۲۸ھ' صحیح البخاری کی زیر بحث حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

شیخ وحید الزمان کا فقہاء احناف پر تبرا

یعنی آں حضرت کی سنت پر چل' اب اس میں چہ مہ گوئیاں اور اگر مگر نکالنا کیا واہیات بات ہے' اہل بدعت کی یہی عادت ہے حدیث شریف بیان کرو تو لغو عذرات پیش کرتے ہیں' اگر ایسا ہو' مگر ویسا ہو' عبداللہ بن عمر نے اس پر انکار کیا' ایمان کی نشانی یہ ہے کہ جہاں حدیث شریف سنی بس فوراً اس پر عمل کرنا شروع کر دے' سارا زمانہ اس کے خلاف بکتا رہے' اگر حدیث شریف پر عمل کرنے کی وجہ سے کوئی وہابی کہے کوئی غیر مقلد' تو اپنے حق میں نعمت غیر مترقبہ سمجھے' یہ دولت کس کو نصیب ہوتی ہے کہ یہ حدیث پر عمل کرنے میں ایذاء اور تکلیف اٹھائے' اللہ کی راہ میں گالیاں یا مار کھانا' ان ذلیل ٹٹ پونجیئے' دنیا کے بادشاہوں اور نوابوں کی لاکھوں خطاب اور خلعت سے زیادہ بیش بہا اور قابل قدر ہے۔ ذالك فضل الله يوتيه من يشاء. (تیسیر الباری ج ۲ ص ۱۵۱' نعمانی کتب خانہ لاہور)

گویا شیخ وحید الزمان اور دیگر غیر مقلدین حدیث شریف سنتے ہی اس پر عمل کرتے ہیں' پھر صدیوں سے غیر مقلدین درج ذیل احادیث پر کیوں عمل نہیں کر رہے؟

جن صحیح احادیث پر علماء غیر مقلدین نے عمل نہیں کیا

علقمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا میں تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز نہ پڑھاؤں اور انہوں نے صرف پہلی بار رفع یدین کیا۔ امام ترمذی کہتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود کی حدیث حسن ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعدد صحابہ اور تابعین کا یہی قول ہے۔ (سنن ترمذی: ۲۵۷' مصنف عبدالرزاق: ج ۲ ص ۷۱' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۳۶' سنن دار قطنی ج ۱ ص ۲۳۶)

حضرت مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب تکبیر کہتے تو کانوں تک ہاتھ اٹھاتے۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۶۸' طبع کراچی)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا: کیا وجہ ہے کہ میں تم کو سرکش گھوڑوں کی دموں کی طرح رفع یدین کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں' نماز سکون کے ساتھ پڑھو۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۸۱' طبع کراچی)

ایسی احادیث کی بہت بڑی تعداد ہے جن پر غیر مقلدین عمل نہیں کرتے اور اگر مگر کرتے ہیں' لیکن شیخ وحید الزمان اور ان کے موافقین کو آئینہ دکھانے کے لیے یہ تین مثالیں کافی ہیں۔

٦١ - بَابُ مَنْ اَشَارَ اِلَى الرُّكْنِ اِذَا اَتَى اِلَيْهِ

جب کوئی شخص حجر اسود کے پاس جائے تو اس کی طرف اشارہ کرے

١٦١٢ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ' عَنْ عِكْرِمَةَ' عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ طَافَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْبَيْتِ عَلٰى بَعِيْرٍ' كُلَّمَا اَتٰى عَلَى الرُّكْنِ اَشَارَ اِلَيْهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوہاب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اونٹ پر بیٹھ کر بیت اللہ کا طواف کیا' آپ جب بھی حجر اسود کے پاس آتے تو

اس کی طرف اشارہ کرتے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۶۰۷ میں گزر چکی ہے۔

٦٢ - بَابُ التَّكْبِيرِ عِنْدَ الرُّكْنِ

حجر اسود کے پاس اللہ اکبر کہنا

١٦١٣ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ الْحَذَّاءُ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ طَافَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْبَيْتِ عَلٰى بَعِيرٍ، كُلَّمَا اَتَى الرُّكْنَ اَشَارَ اِلَيْهِ بِشَيْءٍ كَانَ عِنْدَهٗ وَكَبَّرَ. تَابَعَهٗ اِبْرَاهِيمُ بْنُ طَهْمَانَ، عَنْ خَالِدِ الْحَذَّاءِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد الحذاء نے حدیث بیان کی از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ پر بیٹھ کر بیت اللہ کا طواف کیا آپ جب بھی رکن کے پاس آتے تو کسی چیز سے اس کی طرف اشارہ کرتے جو آپ کے پاس ہوتی اور اللہ اکبر پڑھتے۔ ابراہیم بن طہمان نے خالد بن عبد اللہ کی متابعت کی از خالد الحذاء۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۶۰۷ میں گزر چکی ہے۔

٦٣ - بَابُ مَنْ طَافَ بِالْبَيْتِ اِذَا قَدِمَ مَكَّةَ، قَبْلَ اَنْ يَّرْجِعَ اِلٰى بَيْتِهٖ، ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ خَرَجَ اِلَى الصَّفَا

جو شخص مکہ میں آئے تو وہ اپنے گھر لوٹنے سے پہلے بیت اللہ کا طواف کرے' پھر دو رکعت نماز پڑھے' پھر صفا کی طرف جائے

یعنی جو شخص مکہ میں آئے اور وہ مسجد حرام میں داخل ہو تو وہ کسی اور کام میں مشغول ہونے سے پہلے طواف سے ابتداء کرے اور حجر اسود کا قصد کرے اور یہ مسجد حرام کی تحیت ہے' پھر طواف سے ابتداء کرنا ہر شخص کے لیے مستحب ہے' خواہ وہ محرم ہو یا نہ ہو' ہاں! اگر اسے یہ خطرہ ہو کہ کسی فرض نماز کا وقت نکل جائے گا یا جماعت چھوٹ جائے گی یا وقت میں گنجائش اور وسعت ہو اور اس پر قضاء نمازیں ہوں تو وہ ان کو طواف پر مقدم کرے گا اور اس طواف کا نام طواف قدوم ہے' اور یہ سنت ہے' سو اگر اس نے اس کو ترک کر دیا تو اس کا حج درست ہے اور اس پر کوئی تاوان نہیں ہے مگر اس کی فضیلت فوت ہو جائے گی۔ امام شافعی کا ایک شاذ قول یہ ہے کہ اس کے ترک سے دم لازم آئے گا۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۳۰۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

١٦١٤، ١٦١٥ - حَدَّثَنَا اَصْبَغُ، عَنِ ابْنِ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عَمْرٌو، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ذَكَرْتُ لِعُرْوَةَ، قَالَ فَاَخْبَرَتْنِيْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ اَوَّلَ شَيْءٍ بَدَاَ بِهٖ حِيْنَ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ تَوَضَّاَ، ثُمَّ طَافَ ثُمَّ لَمْ تَكُنْ عُمْرَةً. ثُمَّ حَجَّ اَبُوْ بَكْرٍ وَّ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا مِثْلَهٗ. ثُمَّ حَجَجْتُ مَعَ اَبِي الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللّٰهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اصبغ نے حدیث بیان کی از ابن وہب' انہوں نے کہا: مجھے عمرو نے خبر دی از محمد بن عبد الرحمن' اس کا میں نے عروہ سے ذکر کیا' انہوں نے بیان کیا کہ مجھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم (مکہ میں) آئے تو جس چیز کے ساتھ آپ نے سب سے پہلے ابتداء کی' وہ یہ تھی کہ آپ نے وضوء کیا' پھر آپ نے طواف کیا' پھر (اس طواف) سے عمرہ نہیں ہوا' پھر حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے اسی طرح

تَعَالٰی عَنْهُ، فَاَوَّلُ شَیْءٍ بَدَاَ بِهِ الطَّوَافُ. ثُمَّ رَاَیْتُ الْمُهَاجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارَ یَفْعَلُوْنَهُ، وَقَدْ اَخْبَرَتْنِیْ اُمِّیْ اَنَّهَا اَهَلَّتْ هِیَ وَاُخْتُهَا وَالزُّبَیْرُ، وَفُلَانٌ وَّفُلَانٌ بِعُمْرَةٍ، فَلَمَّا مَسَحُوا الرُّکْنَ حَلُّوْا.

[اطراف الحدیث: ۱۶۴۱۔ ۱۶۴۲۔ ۱۷۹۶] (صحیح مسلم: ۱۲۳۵، الرقم المسلسل: ۲۸۹، صحیح ابن خزیمہ: ۲۶۹۹)

حج کیا' پھر عروہ نے کہا: میں نے اپنے والد حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ حج کیا' انہوں نے بھی جو کام سب سے پہلے کیا وہ طواف تھا' پھر میں نے دیکھا کہ مہاجرین اور انصار بھی اسی طرح کرتے تھے' اور مجھ سے میری والدہ (حضرت اسماء رضی اللہ عنہا) نے بیان کیا کہ انہوں نے اور ان کی بہن حضرت عائشہ اور حضرت زبیر نے اور فلاں فلاں نے عمرہ کا احرام باندھا' پھر جب انہوں نے حجر اسود کی تعظیم کر لی (اور صفا اور المروۃ کی سعی کر لی اور سر منڈالیا یا بال تراش لیے) تو اس وقت انہوں نے احرام کھول دیا۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) اصبغ بن الفرج' عنقریب ان کا تذکرہ گزر ا ہے (۲) عبد اللہ بن وہب' ان کا تذکرہ کئی بار گزر چکا ہے (۳) عمرو بن الحارث (۴) محمد بن عبد الرحمان ابو الاسود النوفلی' یہ یتیم عروہ کے نام سے معروف ہیں (۵) عروہ بن الزبیر بن العوام (۶) حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۳۷۰)

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (مکہ میں) آئے تو جس چیز کے ساتھ آپ نے سب سے پہلے ابتداء کی' وہ یہ تھی کہ آپ نے وضوء کیا' پھر آپ نے طواف کیا۔

صرف طواف قدوم کرنے کے بعد کوئی شخص احرام نہیں کھول سکتا جب تک صفا اور المروۃ میں سعی نہ کرے

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

اس باب سے امام بخاری کی غرض یہ بیان کرنا ہے کہ جو شخص حج یا عمرہ کرنے کے لیے مکہ میں آئے تو وہ سب سے پہلے بیت اللہ کا طواف کرے اور صفا اور المروۃ میں سعی کرے' پس اگر وہ عمرہ کرنے والا ہے تو پھر سر منڈا کر احرام کھول دے اور اگر حج کرنے والا ہے تو اپنے احرام پر برقرار رہے حتیٰ کہ حج کے افعال کے لیے آٹھ ذوالحجہ کو منیٰ روانہ ہو' اسی لیے امام مالک نے کہا ہے کہ جب تم مسجد میں داخل ہو تو نماز میں مشغول نہ ہو' بلکہ حجر اسود کی تعظیم کرو اور طواف کرو' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی طرح کیا تھا۔

(شرح ابن بطال ج ۴ ص ۲۵۶)

میں کہتا ہوں کہ امام بخاری نے اس حدیث کو اختصار کے ساتھ روایت کیا ہے۔ امام مسلم نے اس حدیث کو تفصیل کے ساتھ روایت کیا ہے اور امام مسلم کی روایت امام بخاری کی اس روایت کی شرح کے حکم میں ہے' امام مسلم کی روایت درج ذیل ہے:

صحیح بخاری کی مختصر روایت کی تفصیل

محمد بن عبد الرحمان بیان کرتے ہیں کہ ایک عراقی نے ان سے کہا کہ عروہ بن الزبیر سے پوچھو کہ جس شخص نے حج کا احرام باندھا' آیا وہ بیت اللہ کے طواف کے بعد احرام کھول سکتا ہے یا نہیں؟ اگر وہ کہیں کہ وہ احرام نہیں کھول سکتا تو ان سے کہو کہ ایک شخص کہتا ہے کہ وہ احرام کھول سکتا ہے۔ محمد بن عبد الرحمٰن کہتے ہیں: میں نے عروہ سے یہ سوال کیا تو انہوں نے کہا: جس شخص نے حج کا احرام باندھا ہے' وہ حج پورا کیے بغیر احرام نہیں کھول سکتا۔ میں نے کہا: ایک شخص کہتا ہے کہ وہ احرام کھول سکتا ہے' عروہ نے کہا: اس شخص نے بری بات کہی' پھر وہ عراقی مجھ سے ملا تو میں نے اس کو عروہ کا جواب سنایا تو اس نے کہا: عروہ سے کہو کہ ایک شخص کہتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے ایسا کیا ہے اور حضرت اسماء اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما نے بھی اسی طرح کیا ہے' محمد بن عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ میں پھر عروہ کے پاس گیا اور ان کو یہ بتایا' انہوں نے پوچھا: یہ شخص کون ہے؟ میں نے کہا: میں نہیں جانتا' انہوں نے کہا: کیا بات ہے وہ شخص خود آ کر میرے پاس سوال کیوں نہیں کرتا؟ میرا خیال ہے وہ عراقی ہوگا' میں نے کہا: میں نہیں جانتا' عروہ نے کہا: وہ جھوٹ بولتا ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حج کیا اور مجھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ حدیث سنائی کہ مکہ پہنچ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب سے پہلے وضوء کیا اور بیت اللہ کا طواف کیا' پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حج کیا اور انہوں نے بھی سب سے پہلے بیت اللہ کا طواف کیا' پھر حج کے سوا کچھ نہیں کیا' پھر حضرت عمر نے بھی اسی طرح کیا' پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حج کیا' انہوں نے بھی سب سے پہلے بیت اللہ کا طواف کیا اور حج کے علاوہ کچھ نہیں کیا' پھر حضرت معاویہ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم نے حج کیا' پھر میں نے اپنے والد حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کے ساتھ حج کیا' انہوں نے بھی سب سے پہلے بیت اللہ کا طواف کیا اور حج کے علاوہ اور کچھ نہیں کیا' اور میں نے مہاجرین اور انصار کو بھی اسی طرح کرتے ہوئے دیکھا' وہ اس کے سوا کچھ نہیں کرتے تھے اور سب سے آخر میں' میں نے جس کو حج کرتے ہوئے دیکھا وہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما تھے' انہوں نے بھی عمرہ کے بعد حج کے احرام کو نہیں کھولا اور حضرت ابن عمر ان لوگوں کے یہاں موجود ہیں' وہ ان سے سوال کیوں نہیں کرتے؟ اسی طرح جو صحابہ بھی گزر چکے ہیں جب وہ مکہ مکرمہ جاتے تھے تو سب سے پہلے وہ بیت اللہ کا طواف کرتے تھے' پھر وہ احرام نہیں کھولتے تھے اور میں نے اپنی والدہ حضرت اسماء اور اپنی خالہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دیکھا ہے' وہ مکہ پہنچ کر سب سے پہلے بیت اللہ کا طواف کرتیں اور احرام نہیں کھولتی تھیں اور میری والدہ نے مجھے بتایا کہ وہ' ان کی بہن اور حضرت زبیر اور فلاں فلاں شخص نے فقط عمرہ کیا اور جب انہوں نے حجر اسود کی تعظیم کر لی تو احرام کھول دیا اور عراقی نے اس مسئلہ میں جو کچھ کہا ہے' وہ جھوٹ ہے۔ (صحیح مسلم: ۱۲۳۵' الرقم المسلسل: ۲۸۹۰)

طواف سے پہلے وضوء کے شرط ہونے میں اختلاف ائمہ اور دیگر مسائل

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ طواف کرنے سے پہلے وضوء کرنا چاہیے اور اس میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ یہ وضوء کرنا واجب ہے یا شرط ہے۔ امام ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ طواف سے پہلے وضوء کرنا شرط نہیں ہے' اگر کسی شخص نے بغیر وضوء کے طواف کر لیا تو اس کا طواف صحیح ہے' اگر یہ طواف قدوم تھا تو وہ کوئی چیز صدقہ کرے گا' اور اگر یہ طواف زیارت تھا تو وہ ایک بکری صدقہ کرے گا اور امام مالک' امام شافعی اور امام احمد نے کہا کہ طواف کے لیے وضوء کرنا شرط ہے۔

نیز اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ حرم میں داخل ہونے والا سب سے پہلے طواف قدوم کرے گا اور طواف قدوم کرنے والا اس وقت تک احرام نہیں کھول سکتا جب تک صفا اور المروۃ میں سعی نہ کر لے اور حجر اسود کی تعظیم نہ کر لے یعنی اگر اس نے عمرہ کا احرام باندھا تھا تو عمرہ مکمل کرنے سے پہلے احرام نہیں کھول سکتا اور اگر اس نے حج کا احرام باندھا تھا تو حج کے افعال مکمل کرنے سے پہلے حج کا احرام نہیں کھول سکتا۔ امام بخاری اور امام مسلم کا اس حدیث کو لانے سے یہی مقصد ہے۔

۱۶۱۶ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو ضَمْرَةَ أَنَسٌ قَالَ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ' عَنْ نَافِعٍ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا طَافَ فِي الْحَجِّ أَوِ الْعُمْرَةِ' أَوَّلَ مَا يَقْدَمُ يَسْعَى ثَلَاثَةَ أَطْوَافٍ'

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوضمرہ انس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں موسیٰ بن عقبہ نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب حج یا عمرہ کا طواف کیا تو پہلے تین چکر دوڑ کر کیے اور چار چکر معمول کے

وَمَشْی اَرْبَعَةً ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَیْنِ ثُمَّ یَطُوْفُ بَیْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ.

مطابق چل کر کیے پھر دو رکعت نماز پڑھی پھر صفا اور المروۃ کے درمیان سعی کی۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ١٦٠٣ میں گزر چکی ہے۔

١٦١٧ - حَدَّثَنَا اِبْرَاهِیْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا اَنَسُ بْنُ عِیَاضٍ عَنْ عُبَیْدِ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا طَافَ بِالْبَیْتِ الطَّوَافَ الْاَوَّلَ یَخُبُّ ثَلَاثَةَ اَطْوَافٍ وَیَمْشِی اَرْبَعَةً وَاَنَّهٗ کَانَ یَسْعٰی بَطْنَ الْمَسِیْلِ اِذَا طَافَ بَیْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں انس بن عیاض نے حدیث بیان کی از عبید اللہ از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب بیت اللہ میں پہلا طواف کرتے تو تین چکر دوڑ کر کرتے اور چار چکر چل کر کرتے، اور آپ صفا اور المروۃ کے درمیان بطن المسیل (ایک نشیب) میں دوڑ کر جاتے تھے (اب وہاں بطن المسیل کی پہچان کے لیے سبز لائٹیں لگا دی گئی ہیں)۔

(جامع المسانید لابن جوزی: ٣٣٨٠، مکتبۃ الرشد ریاض، ١٤٢٦ھ)

٦٤ - بَابُ طَوَافِ النِّسَاءِ مَعَ الرِّجَالِ
عورت کا مردوں کے ساتھ طواف کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ عورتوں کا مردوں کے ساتھ طواف کرنے کا کیا حکم ہے؟ آیا وہ ان کے ساتھ مختلط ہو کر طواف کریں یا بغیر اختلاط کے طواف کریں یا الگ طواف کریں؟

١٦١٨ - وَقَالَ لِیْ عَمْرُو بْنُ عَلِیٍّ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ قَالَ ابْنُ جُرَیْجٍ اَخْبَرَنِیْ عَطَاءٌ اِذْ مَنَعَ ابْنُ هِشَامٍ النِّسَاءَ الطَّوَافَ مَعَ الرِّجَالِ قَالَ کَیْفَ یَمْنَعُهُنَّ وَقَدْ طَافَ نِسَاءُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَعَ الرِّجَالِ؟ قُلْتُ اَبَعْدَ الْحِجَابِ اَوْ قَبْلُ؟ قَالَ اِیْ لَعَمْرِیْ لَقَدْ اَدْرَکْتُهٗ بَعْدَ الْحِجَابِ. قُلْتُ کَیْفَ یُخَالِطْنَ الرِّجَالَ؟ قَالَ لَمْ یَکُنَّ یُخَالِطْنَ کَانَتْ عَائِشَةُ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا تَطُوْفُ حَجْرَةً مِّنَ الرِّجَالِ لَا تُخَالِطُهُمْ فَقَالَتِ امْرَاَةٌ اِنْطَلِقِیْ نَسْتَلِمْ یَا اُمَّ الْمُؤْمِنِیْنَ قَالَتْ اِنْطَلِقِیْ عَنْكِ وَاَبَتْ فَکُنَّ یَخْرُجْنَ مُتَنَکِّرَاتٍ بِاللَّیْلِ فَیَطُفْنَ مَعَ الرِّجَالِ وَلٰکِنَّ کُنَّ اِذَا دَخَلْنَ الْبَیْتَ قُمْنَ حَتّٰی یَدْخُلْنَ وَاُخْرِجَ الرِّجَالُ. وَکُنْتُ اٰتِیْ عَائِشَةَ اَنَا وَعُبَیْدُ بْنُ عُمَیْرٍ وَهِیَ مُجَاوِرَةٌ فِیْ جَوْفِ ثَبِیْرٍ قُلْتُ وَمَا حِجَابُهَا؟ قَالَ هِیَ فِیْ قُبَّةٍ تُرْکِیَّةٍ لَهَا غِشَاوَةٌ وَمَا بَیْنَنَا وَبَیْنَهَا غَیْرُ ذٰلِكَ وَرَاَیْتُ عَلَیْهَا دِرْعًا مُوَرَّدًا.

اور مجھ سے عمرو بن علی نے کہا: ہمیں ابو عاصم نے حدیث بیان کی، ابن جریج نے کہا: مجھے عطاء نے خبر دی جب ابن ہشام نے عورتوں کو مردوں کے ساتھ طواف کرنے سے منع کیا تو عطاء بن ابی رباح نے کہا: تم عورتوں کو (مردوں کے ساتھ طواف کرنے سے) کیوں کر منع کر سکتے ہو جب کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج نے مردوں کے ساتھ طواف کیا ہے، میں نے پوچھا: حجاب کے بعد یا حجاب سے پہلے؟ عطاء نے کہا: مجھے میری زندگی کی قسم! میں نے اس کو حجاب کا حکم نازل ہونے کے بعد دیکھا ہے، میں نے پوچھا: وہ مردوں سے کیسے مختلط ہوتی تھیں؟ عطاء نے کہا: وہ مردوں سے مختلط نہیں ہوتی تھیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مردوں سے الگ ہو کر طواف کرتی تھیں مردوں سے مختلط نہیں ہوتی تھیں، ایک عورت نے اُن سے کہا: اے ام المؤمنین! چلیے! حجر اسود کو بوسا دیں، حضرت عائشہ نے کہا: تم جاؤ! وہ نہیں گئیں، پس ازواج مطہرات رات کو اس طرح نکلتی تھیں کہ پہچانی نہیں جاتی تھیں، پس وہ مردوں کے ساتھ طواف کرتی تھیں، لیکن جب وہ کعبہ کے اندر داخل ہونا چاہتیں تو باہر کھڑی رہتیں حتیٰ کہ (سب) مرد نکل جاتے، اور میں اور عبید بن

عمیر' حضرت عائشہ کے پاس جایا کرتے تھے اور وہ ثبیر پہاڑ کے پاس معتکف ہوتی تھیں' میں نے پوچھا: حضرت عائشہ کا حجاب کیسا تھا؟ عطاء نے کہا: وہ ایک ترکی خیمہ میں تھیں جس پر پردہ پڑا ہوا تھا' ہمارے اور ان کے درمیان اس کے سوا اور کچھ نہیں تھا اور میں نے ان کو دیکھا' وہ گلابی رنگ کی قمیص پہنے ہوئے تھیں۔

عورتوں کا مردوں کے ساتھ طواف کرنے کی کیفیت اور دیگر مسائل

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

المھلب المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے کہ عطاء بن ابی رباح کا کہنا یہ ہے کہ مردوں نے عورتوں کے ساتھ طواف کیا' ان کی مراد یہ ہے کہ عورتوں اور مردوں نے ایک وقت میں طواف کیا اور عورتیں مردوں کے ساتھ مختلط نہیں تھیں کیونکہ سنت یہ ہے کہ عورتیں مردوں کے پیچھے طواف کریں اور ان سے الگ نماز پڑھیں' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: تم مردوں کے پیچھے سواری پر طواف کرو۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ جب خواتین کعبہ کے اندر داخل ہونے کا ارادہ کریں تو مردوں کو کعبہ سے نکال لیا جائے' کعبہ میں طواف کے برخلاف' اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مکہ میں بیٹھنا بھی طواف کی ایک قسم ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ پورے حرم میں اعتکاف کرنا جائز ہے' خواہ وہ جگہ مسجد حرام نہ ہو کیونکہ پہاڑ ثبیر مسجد حرام سے خارج ہے اور وہ منیٰ کے راستہ میں ہے۔

اس حدیث میں "حجرۃ من الرجال" مذکور ہے' اس کا معنی یہ ہے کہ وہ مردوں سے الگ تھلگ تھیں۔

(شرح ابن بطال ج ۴ ص ۲۵۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورتوں کا مردوں کے ساتھ طواف کرنا جائز ہے بہ شرطیکہ وہ ان سے مختلط نہ ہوں' ان کے پیچھے طواف کریں' اور ایسی ہیئت میں رہیں کہ پہچانی نہ جائیں اور رات میں اعتکاف کرنا جائز ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مکہ میں قیام کرنا جائز ہے اور یہ بھی اعتکاف کی ایک قسم ہے' اور اعتکاف کی دو قسمیں ہیں: دن رات کے لیے اعتکاف کرنا اور صرف دن کے لیے اعتکاف کرنا۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۳۷۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۶۱۹ - حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ' عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ نَوْفَلٍ' عَنْ عُرْوَةَ ابْنِ الزُّبَيْرِ' عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ اَبِيْ سَلَمَةَ' عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' قَالَتْ شَكَوْتُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنِّيْ اَشْتَكِيْ' فَقَالَ طُوْفِيْ مِنْ وَّرَاءِ النَّاسِ وَاَنْتِ رَاكِبَةٌ. فَطُفْتُ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَئِذٍ يُّصَلِّيْ اِلٰى جَنْبِ الْبَيْتِ وَهُوَ يَقْرَاُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے حدیث بیان کی از محمد بن عبدالرحمٰن بن نوفل از عروہ بن الزبیر از حضرت زینب بنت ابی سلمہ از حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ محترمہ' وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شکایت کی کہ میں بیمار ہوں' آپ نے فرمایا: تم لوگوں کے پیچھے سواری پر طواف کرو' پس میں نے طواف کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت صبح کی نماز بیت اللہ کے پہلو میں پڑھ رہے تھے اور اس وقت آپ ان آیات کی تلاوت

﴿وَالطُّوْرِO وَكِتَابٍ مَّسْطُوْرٍO﴾ (الطور:۲۔۱). کر رہے تھے: "والطورO وکتب مسطور O" (الطور:۲۔۱) پہاڑ طور کی قسم!O اور اس کتاب کی جو لکھی ہوئی ہے O

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۶۴ میں گزر چکی ہے۔

٦٥ - بَابُ الْكَلَامِ فِي الطَّوَافِ — طواف میں کلام کرنا

طواف کے دوران کلام کی اباحت کے متعلق حسب ذیل احادیث ہیں:

طاؤس بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت پائی تھی' اس نے کہا: بیت اللہ میں طواف کرنا نماز ہے' اس لیے اس میں کم سے کم کلام کرو۔ (سنن نسائی:۲۹۱۹)

طاؤس بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: طواف میں باتیں کم کرو کیونکہ تم نماز میں ہوتے ہو۔ (سنن نسائی:۲۹۲۰)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیت اللہ کا طواف کرنا نماز ہے مگر یہ کہ اللہ نے اس میں تمہارے لیے کلام کو جائز کر دیا ہے' پس جو (اس میں) کلام کرے وہ خیر کے سوا کوئی کلام نہ کرے۔

(المستدرک:۱۶۸۶۔ ج ۲ ص ۴۵۹' سنن بیہقی ج ۵ ص ۸۷' حلیۃ الاولیاء ج ۸ ص ۱۲۸' کنز العمال:۱۲۰۰۲)

۱۶۲۰ - حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ اَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ اَخْبَرَهُمْ قَالَ اَخْبَرَنِىْ سُلَيْمَانُ الْاَحْوَلُ اَنَّ طَاوُسًا اَخْبَرَهٗ' عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ وَهُوَ يَطُوْفُ بِالْكَعْبَةِ بِاِنْسَانٍ' رَبَطَ يَدَهٗ اِلٰى اِنْسَانٍ بِسَيْرٍ اَوْ بِخَيْطٍ اَوْ بِشَيْءٍ غَيْرِ ذٰلِكَ' فَقَطَعَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهٖ' ثُمَّ قَالَ قُدْهُ بِيَدِهٖ.

[اطراف الحدیث:۱۶۲۱۔ ۶۷۰۲۔ ۶۷۰۳]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی کہ ابن جریج نے ان کو خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے سلیمان الاحول نے خبر دی' ان کو طاؤس نے خبر دی از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کا طواف کر رہے تھے' اسی اثناء میں آپ نے دیکھا کہ ایک شخص نے اپنا ہاتھ تسمہ' دھاگے یا کسی اور چیز سے دوسرے آدمی سے باندھا ہوا تھا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اپنے ہاتھ سے کاٹ دیا اور فرمایا: اس کا ہاتھ پکڑ کر چلو۔

(سنن ابوداؤد:۳۳۰۲' سنن نسائی:۳۸۲۰۔۳۸۱۹' جامع المسانید لابن جوزی:۲۸۸۵' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابراہیم بن موسیٰ بن یزید الفرا ابواسحاق (۲) ہشام بن یوسف ابوعبدالرحمن (۳) عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج (۴) سلیمان بن ابی مسلم الاحول (۵) طاؤس بن کیسان (۶) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۴۰۵)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے طواف کے دوران فرمایا: اس کا ہاتھ پکڑ کر چلو' اس سے معلوم ہوا کہ طواف کے دوران کلام کرنا جائز ہے۔

طواف کے دوران قرآن مجید پڑھنے اور ذکر کرنے کے متعلق فقہاء کے نظریات اور غلط کام کی اصلاح کرنے کا ثبوت

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن المنذر نے کہا ہے: اولیٰ یہ ہے کہ انسان طواف کے دوران اپنے دل میں اللہ کا ذکر کرتا رہے اور قرآن مجید کی تلاوت کرتا رہے اور کوئی ایسا کلام نہ کرے جس کا اس کو آخرت میں نفع نہ ہو' اس کے باوجود ہم مباح کلام کو طواف میں حرام نہیں کہتے' تاہم طواف میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے میں زیادہ سلامتی ہے کیونکہ جس شخص نے طواف کے دوران ذکر کے علاوہ کوئی اور کلام کیا تو اس کا اسے آخرت میں کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔

قرآن مجید کی تلاوت کرنے میں اختلاف ہے' ابن المبارک یہ کہتے تھے کہ قرآن مجید کی تلاوت سے افضل کوئی چیز نہیں ہے اور مجاہد طواف میں قرآن مجید پڑھتے تھے' امام شافعی اور ابوثور نے اس کو مستحب کہا ہے' فقہاء احناف نے کہا ہے کہ دل میں قرآن مجید پڑھے۔ عروہ' حسن بصری اور امام مالک بن انس نے طواف کے دوران قرآن کریم پڑھنے کو مکروہ کہا ہے' امام مالک نے کہا ہے کہ پہلے لوگ طواف میں قرآن کریم نہیں پڑھتے تھے اور اگر اس کو آہستہ پڑھے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور زیادہ قرآن کریم کو نہ پڑھے' عطاء نے کہا: طواف میں قرآن مجید پڑھنا بدعت ہے' ابن المنذر نے کہا: تسبیح پڑھنے سے قرآن مجید پڑھنا افضل ہے' ان میں سے ہر ایک مستحسن ہے۔

جس طرح نماز کے شروع میں اللہ اکبر کہا جاتا ہے' اسی طرح طواف کے شروع میں بھی اللہ تعالیٰ کی توحید اور تعظیم کے کلمات پڑھنے چاہئیں اور خضوع اور خشوع کرنا چاہیے اور اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں پر مغفرت طلب کرنی چاہیے اور اپنے دل کو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رکھنا چاہیے اور دنیاوی باتوں کو ترک کر دینا چاہیے' عروہ بن الزبیر نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے طواف کے دوران کلام کیا تو انہوں نے جواب نہیں دیا' بعد میں جب ان سے ملاقات ہوئی تو حضرت ابن عمر نے کہا: تم مجھے دورانِ طواف ملے اور ہم اس وقت اپنی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہے تھے' اس وجہ سے میں نے تمہاری بات کا جواب نہیں دیا تھا' پھر ان سے بات کی' عروہ نے جو اُن سے سوال کیا تھا وہ مباح کلام تھا لیکن حضرت ابن عمر نے ان کو جواب دینے سے انکار کر دیا کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے محترم گھر کا طواف کر رہے تھے اور اس دوران انہوں نے کسی اور سے کلام کرنا اس کی تعظیم کے خلاف سمجھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طواف کرنے والے کا تسمہ کاٹ دیا تھا' اس سے یہ معلوم ہوا کہ طواف کرنے والے کے لیے معمولی کام کرنا جائز ہے اور اس کو چاہیے کہ جب وہ کوئی غلط کام دیکھے تو اپنے ہاتھ سے اس کی اصلاح کر دے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ تسمہ اس لیے کاٹ دیا تھا کہ جانوروں کو لگام ڈال کر چلایا جاتا ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک طواف کرنے والے کے پاس سے گزرے' جس کی ناک میں نکیل ڈال کر چلایا جا رہا تھا تو آپ نے اس کی نکیل کو کاٹ دیا اور فرمایا: اس کا ہاتھ پکڑ کر چلاؤ۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۲۶۱۔ ۲۶۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

میں کہتا ہوں کہ طواف کے دوران قرآن مجید پڑھنے اور ذکر کے متعلق حسب ذیل آثار ہیں:

یحییٰ البکاء بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر نے ایک شخص کو طواف کے دوران قرآن کریم پڑھتے ہوئے سنا' تو اس کو منع کیا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۵۴۲۴' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۵۱۹۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

مجاہد کہتے تھے کہ طواف کے دوران قرآن مجید پڑھنا مکروہ ہے لیکن وہ اللہ کا ذکر کرے' اس کی حمد کرے اور اس کی تکبیر پڑھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۵۴۲۵' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۵۱۹۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

ابراہیم بن نافع بیان کرتے ہیں کہ میں نے سعید بن جبیر کے ساتھ طواف کیا' وہ طواف کے دوران اللہ کے ذکر سے نہیں تھکتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۵۴۲۷' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۵۱۹۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

٦٦ - بَابُ اِذَا رَاٰی سَیْرًا اَوْ شَیْئًا یُّکْرَہُ فِی الطَّوَافِ قَطَعَہٗ

جب آدمی تسمہ یا کوئی بھی ایسی چیز دیکھے جو طواف میں مکروہ ہو تو اُسے کاٹ دے

١٦٢١ - حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ، عَنِ ابْنِ جُرَیْجٍ، عَنْ سُلَیْمَانَ الْاَحْوَلِ، عَنْ طَاؤُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَاٰی رَجُلًا یَّطُوْفُ بِالْکَعْبَۃِ بِزِمَامٍ اَوْ غَیْرِہٖ فَقَطَعَہٗ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوعاصم نے حدیث بیان کی از ابن جریج از سلیمان الاحول از طاؤس از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا ایک شخص کعبہ کا طواف کر رہا تھا اور وہ لگام یا کسی اور چیز سے بندھا ہوا تھا تو آپ نے اس لگام کو کاٹ دیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٦٢٠ میں گزر چکی ہے۔

٦٧ - بَابٌ لَّا یَطُوْفُ بِالْبَیْتِ عُرْیَانٌ وَّلَا یَحُجُّ مُشْرِکٌ

کوئی شخص برہنہ طواف کرے نہ کوئی مشرک حج کرے

١٦٢٢ - حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ بُکَیْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّیْثُ قَالَ یُوْنُسُ قَالَ ابْنُ شِھَابٍ حَدَّثَنِیْ حُمَیْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ اَبَا ھُرَیْرَۃَ اَخْبَرَہٗ اَنَّ اَبَا بَکْرِ الصِّدِّیْقَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ بَعَثَہٗ فِی الْحَجَّۃِ الَّتِیْ اَمَّرَہٗ عَلَیْھَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَبْلَ حَجَّۃِ الْوَدَاعِ یَوْمَ النَّحْرِ فِیْ رَھْطٍ یُّؤَذِّنُ فِی النَّاسِ اَلَا لَا یَحُجُّ بَعْدَ الْعَامِ مُشْرِکٌ، وَلَا یَطُوْفُ بِالْبَیْتِ عُرْیَانٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی' یونس نے کہا: ابن شہاب نے بیان کیا: ہمیں حمید بن عبدالرحمان نے حدیث بیان کی کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ان کو خبر دی کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کو اس حج میں بھیجا جس حج میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر کو حج کا امیر بنایا تھا' حجۃ الوداع سے پہلے قربانی کے دن ان کو لوگوں کی جماعت کے ساتھ بھیجا کہ وہ لوگوں میں یہ اعلان کریں: سنو! اس سال کے بعد کوئی مشرک حج کرے گا اور نہ کوئی بیت اللہ میں برہنہ طواف کرے گا۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ٣٦٩ میں گزر چکی ہے' تاہم اس کا خلاصہ ذکر کیا جا رہا ہے۔

جزیرہ عرب سے غیر مسلموں کو نکالنے کا حکم اور دورانِ طواف ستر ڈھانپنے میں مذاہب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے دو حکم معلوم ہوئے: ایک یہ کہ اس سال (٩ھ) کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کرے گا' آپ نے یہ اعلان اس وقت کرایا جب یہ آیت نازل ہوئی:

اِنَّمَا الْمُشْرِکُوْنَ نَجَسٌ فَلَا یَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِھِمْ ھٰذَا. (التوبہ:٢٨)

تمام مشرک محض نجس ہیں' سو وہ اس سال کے بعد مسجد حرام کے قریب نہ آئیں۔

اس آیت میں مسجد حرام سے مراد پورا حرم ہے' لہٰذا کسی مشرک کے لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ کسی حال میں بھی حرم میں داخل ہو۔ اسی طرح اس سال کے بعد اہل ذمہ کے لیے بھی حرم میں داخل ہونا ممکن نہیں ہے کیونکہ حدیث میں ہے:

حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو آخری کلام فرمایا' وہ یہ تھا کہ یہود کو ارضِ حجاز سے نکال دو اور اہل نجران (نصاریٰ) کو جزیرہ عرب سے نکال دو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۲ ص ۳۴۵۔ ۳۴۴' ادارۃ القرآن)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مشرکین کو جزیرہ عرب سے نکال دو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۲ ص ۳۴۴' سنن بیہقی ج ۹ ص ۲۰۷' صحیح البخاری: ۳۰۵۳' صحیح مسلم: ۱۶۳۷' سنن ابوداؤد: ۳۰۲۹' مسند احمد ج ۱ ص ۲۲۲' سنن بیہقی ج ۹ ص ۲۰۷' مصنف عبدالرزاق: ۱۹۳۷۱' مسند الحمیدی: ۵۲۶' الطبقات الکبریٰ ج ۲ ص ۳۶' کنز العمال: ۱۱۰۱۷)

اگر اس پر یہ اعتراض کیا جائے کہ حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پتلی پنڈلیوں والا حبشی کعبہ کو تباہ کر دے گا۔

(صحیح البخاری: ۱۵۹۶' صحیح مسلم: ۲۹۰۹)

یہ جب ہی ہوگا جب مشرکین حرم میں داخل ہوں گے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث میں نہی (یعنی ممانعت) ہے خبر نہیں اور اگر خبر ہو تو اس سے مراد یہ ہے کہ قرب قیامت سے پہلے مشرکین حرم میں داخل نہیں ہوں گے۔

اس حدیث سے دوسری چیز یہ معلوم ہوئی کہ امام مالک' امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک کعبہ میں طواف کے دوران ستر ڈھانپنا فرض ہے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک ستر ڈھانپے بغیر بھی طواف ادا ہو جاتا ہے مگر اس پر دم لازم ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۹ ص ۳۸۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٦٨ - بَابٌ إِذَا وَقَفَ فِي الطَّوَافِ　　جب طواف کے درمیان رک گیا

اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ جب کوئی شخص طواف کرتے کرتے رک گیا تو وہ کیا کرے؟ آیا اس طواف کو منقطع کرے یا نہ کرے؟

طواف منقطع کرنے کے بعد اسی طواف پر بناء کی جائے یا دوبارہ طواف شروع کرے؟ اس میں اختلاف ائمہ

جمہور کے نزدیک جب طواف کرنے والے کو اثناء طواف میں کوئی چیز عارض ہو جائے اور وہ ٹھہر جائے تو پھر وہیں سے طواف شروع کرے اور دوبارہ از سر نو طواف شروع نہ کرے' جب کہ حسن بصری نے کہا کہ جب کوئی شخص طواف کر رہا ہو اور اسی اثناء میں نماز کی اقامت شروع ہو جائے تو وہ طواف کو منقطع کر دے اور از سر نو طواف شروع کرے اور اسی طواف پر بناء نہ کرے' ابن المنذر نے کہا: مجھے اس قول کے علاوہ کسی اور قول کا علم نہیں۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ جمہور علماء کا یہ موقف ہے کہ اگر کسی شخص کے طواف کے دوران نماز کی اقامت شروع ہو جائے تو وہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد اسی طواف پر بناء کرے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' النخعی' عطاء' ابن المسیب اور طاؤس سے یہی روایت ہے۔ امام ابوحنیفہ' امام مالک' امام شافعی اور امام احمد کا بھی یہی مذہب ہے اور اسحاق اور ابوثور کا بھی یہی قول ہے۔

شرح المہذب میں مذکور ہے کہ اگر اثناء طواف میں جنازہ آ جائے تو امام شافعی اور امام مالک کے نزدیک طواف کو مکمل کرنا افضل ہے۔ عطاء اور عمرو بن دینار کا بھی یہی قول ہے' ابوثور نے کہا: وہ طواف سے باہر نہ آئے اور اگر وہ طواف سے نکل گیا تو دوبارہ طواف شروع کرے۔ امام ابوحنیفہ اور حسن بن صالح نے کہا: وہ جنازہ پڑھنے کے لیے طواف سے باہر آ جائے۔

(عمدۃ القاری ج ۹ ص ۳۸۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

وَقَالَ عَطَاءٌ فِيمَنْ يَطُوفُ فَتُقَامُ الصَّلٰوةُ أَوْ　　اور عطاء نے کہا: جو شخص طواف کر رہا ہو اور اسی اثناء میں نماز

يُدْفَعُ عَنْ مَكَانِهِ إِذَا سَلَّمَ يَرْجِعُ إِلَى حَيْثُ قُطِعَ عَلَيْهِ فَيَبْنِي. وَيُذْكَرُ نَحْوُهُ عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ.

کی اقامت کہی جائے یا اس کو وہاں سے ہٹا دیا جائے تو وہ سلام پھیرنے کے بعد لوٹ آئے اور وہیں سے طواف شروع کرے جہاں سے منقطع کیا تھا اور اسی طواف پر بناء کرے اسی کی مثل حضرت ابن عمر اور حضرت عبدالرحمان بن ابی بکر رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہے۔

اس تعلیق کی تائید میں حسب ذیل احادیث ہیں:

حضرت عبدالرحمان بن ابوبکر رضی اللہ عنہما نے مکہ میں عمرو بن سعید کی امارت میں طواف کیا' اسی اثناء میں عمرو بن سعید نے نماز پڑھانی شروع کر دی' حضرت عبدالرحمٰن نے کہا: مجھے مہلت دو حتیٰ کہ میں طواف کو طاق عدد پر روکوں' پھر انہوں نے تین چکروں پر طواف کو ختم کیا' اس کے بعد انہوں نے ان چکروں کو دہرایا نہیں۔ (مصنف عبدالرزاق: ۹۰۳۱)

کثیر بن کثیر بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے سعید بن جبیر کے ساتھ طواف کیا' پھر نماز نے ان کے طواف کو منقطع کر دیا اور ابھی ان کے دو چکر باقی تھے' پھر سعید نے ان دو چکروں کو نہیں دہرایا اور بقیہ پانچ چکر طواف کیا۔ (مصنف عبدالرزاق: ۹۰۳۲)

ابن جریج بیان کرتے ہیں کہ مجھے سلیمان احول نے خبر دی کہ انہوں نے ابو الشعثاء کے ساتھ طواف کیا' ابھی ان کے چند چکر باقی تھے کہ نماز نے ان کے طواف کو منقطع کر دیا تو بعد میں انہوں نے ان چکروں کو نہیں دہرایا اور پانچ چکر کے بعد اپنا طواف مکمل کر لیا۔ (مصنف عبدالرزاق: ۹۰۳۳)

امام بخاری نے اس عنوان کے بعد کوئی حدیث ذکر نہیں کی' اور عطاء' حضرت ابن عمر اور حضرت عبدالرحمان بن ابی بکر کے آثار کے ذکر کو کافی سمجھ لیا۔

٦٩ - بَابٌ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِسُبُوْعِهِ رَكْعَتَيْنِ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے طواف کے سات چکروں کے بعد دو رکعت نماز پڑھی

وَقَالَ نَافِعٌ كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يُصَلِّي لِكُلِّ سُبُوْعٍ رَكْعَتَيْنِ.

اور نافع نے کہا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ہر سات چکروں کے بعد دو رکعت نماز پڑھتے تھے۔

اس تعلیق کے موافق یہ حدیث ہے:

سالم بن عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر بیت اللہ کے سات چکر لگاتے' پھر بیت اللہ میں داخل ہو کر دو رکعت طواف کی نماز پڑھتے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۹۰۶۳)

وَقَالَ إِسْمَاعِيلُ بْنُ أُمَيَّةَ قُلْتُ لِلزُّهْرِيِّ إِنَّ عَطَاءً يَقُوْلُ تُجْزِئُهُ الْمَكْتُوْبَةُ مِنْ رَكْعَتَيِ الطَّوَافِ؟ فَقَالَ السُّنَّةُ أَفْضَلُ' لَمْ يَطُفِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُبُوْعًا قَطُّ إِلَّا صَلَّى رَكْعَتَيْنِ.

اور اسماعیل بن امیہ نے بیان کیا کہ میں نے الزہری سے کہا کہ عطاء یہ کہتے ہیں کہ فرض نماز طواف کی دو رکعتوں سے کافی ہیں؟ انہوں نے کہا: سنت افضل ہے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بھی طواف کے سات چکر لگائے تو دو رکعت نماز پڑھی۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

معمر بیان کرتے ہیں کہ الزہری سے یہ کہا گیا کہ فرض نماز' طواف کے سات چکروں کے بعد دو رکعت نماز سے کفایت کرتی ہے' انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بھی طواف کے سات چکر لگائے' اس کے بعد دو رکعت نماز پڑھی۔ (مصنف عبدالرزاق: ۹۰۵۷)

١٦٢٣ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرٍو قَالَ سَأَلْنَا ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَيَقَعُ الرَّجُلُ عَلٰى امْرَأَتِهِ فِي الْعُمْرَةِ قَبْلَ أَنْ يَطُوفَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ؟ قَالَ قَدِمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَطَافَ بِالْبَيْتِ سَبْعًا، ثُمَّ صَلّٰى خَلْفَ الْمَقَامِ رَكْعَتَيْنِ، وَطَافَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، وَقَالَ ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ (الاحزاب:٢١).

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عمرو' انہوں نے کہا: ہم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سوال کیا کہ آیا کوئی شخص اپنے عمرہ میں صفا اور المروۃ کے درمیان سعی کرنے سے پہلے اپنی بیوی سے عمل زوجیت کر سکتا ہے؟ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ میں آئے' آپ نے بیت اللہ میں سات بار طواف کیا' پھر آپ نے مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعت نماز پڑھی اور صفا اور المروۃ کے درمیان سعی کی اور کہا: بے شک تمہارے لیے رسول اللہ میں عمدہ نمونہ ہے۔ (الاحزاب: ٢١)

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٩٥ میں گزر چکی ہے۔

١٦٢٤ - قَالَ وَسَأَلْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا، فَقَالَ لَا يَقْرَبُ امْرَأَتَهُ حَتّٰى يَطُوفَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ.

اور عمرو بن دینار نے کہا: میں نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے سوال کیا تو انہوں نے کہا: وہ اپنی بیوی کے قریب نہ جائے حتیٰ کہ صفا اور المروۃ کے درمیان سعی کرے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٩٦ میں گزر چکی ہے۔

٧٠ - بَابُ مَنْ لَمْ يَقْرَبِ الْكَعْبَةَ وَلَمْ يَطُفْ حَتّٰى يَخْرُجَ إِلٰى عَرَفَةَ وَيَرْجِعَ بَعْدَ الطَّوَافِ الْأَوَّلِ

جو شخص طوافِ قدوم کے بعد پھر کعبہ کے نزدیک نہیں گیا اور حج کرنے میدانِ عرفات چلا گیا

یعنی جس شخص نے طوافِ قدوم کے بعد پھر کوئی اور طواف نہیں کیا اور حج کرنے چلا گیا۔

١٦٢٥ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا فُضَيْلٌ قَالَ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ قَالَ أَخْبَرَنِي كُرَيْبٌ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ فَطَافَ وَسَعٰى بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَلَمْ يَقْرَبِ الْكَعْبَةَ بَعْدَ طَوَافِهِ بِهَا حَتّٰى رَجَعَ مِنْ عَرَفَةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن ابوبکر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں فضیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں موسیٰ بن عقبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے کریب نے خبر دی از حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ میں آئے' پس آپ نے طواف کیا اور صفا اور المروۃ کے درمیان سعی کی اور اس طواف کے بعد کعبہ کے قریب نہیں گئے حتیٰ کہ عرفات سے لوٹ آئے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٥٤٥ میں گزر چکی ہے' اس کا خلاصہ یہ ہے:

اس حدیث کے ظاہر کا تقاضا یہ ہے کہ طوافِ قدوم کے بعد اور کوئی طواف نہیں ہے لیکن اگر کوئی شخص طوافِ قدوم کے بعد نفلی طواف کرے گا تو اس کو منع نہیں کیا جائے گا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طوافِ قدوم کے بعد اور کوئی طواف اس لیے نہیں کیا تھا کہ کوئی شخص اس طواف کو واجب نہ سمجھ لے اور آپ اپنی امت پر تخفیف چاہتے تھے۔

۷۱ - بَابُ مَنْ صَلّٰى رَكْعَتَيِ الطَّوَافِ خَارِجًا مِّنَ الْمَسْجِدِ

طواف کی دورکعتوں کو حرم سے باہر پڑھنا

اس باب کا خلاصہ یہ ہے کہ طواف کی دورکعت پڑھنے کے لیے کوئی جگہ معین نہیں ہے بلکہ طواف کرنے والا جس جگہ چاہے یہ دو رکعت پڑھ سکتا ہے' ہر چند کہ مقام ابراہیم کے پیچھے ان دورکعتوں کا پڑھنا افضل ہے۔

وَصَلّٰى عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ خَارِجًا مِّنَ الْحَرَمِ.

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حرم سے باہر طواف کی دو رکعت پڑھیں۔

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل حدیث ہے:

عبدالرحمن بن عبد القاری بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ کعبہ میں صبح کی نماز کے بعد طواف کیا' حضرت عمر نے طواف مکمل کرنے کے بعد آسمان کی طرف دیکھا تو سورج نظر نہیں آیا' پھر وہ سواری پر سوار ہوئے حتیٰ کہ انہوں نے مقام ذی طویٰ میں اپنا اونٹ بٹھایا اور پھر طواف کی دو رکعت پڑھیں۔ (سنن بیہقی ج ۵ ص ۹۱' نشر السنۃ' ملتان)

۱۶۲۶ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ زَيْنَبَ، عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ شَكَوْتُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ . ح. وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ مَرْوَانَ يَحْيَى بْنُ اَبِيْ زَكَرِيَّا الْغَسَّانِيُّ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَهُوَ بِمَكَّةَ، وَاَرَادَ الْخُرُوْجَ، وَلَمْ تَكُنْ اُمُّ سَلَمَةَ طَافَتْ بِالْبَيْتِ، وَاَرَادَتِ الْخُرُوْجَ، فَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اُقِيْمَتْ صَلٰوةُ الصُّبْحِ فَطُوْفِيْ عَلٰى بَعِيْرِكِ وَالنَّاسُ يُصَلُّوْنَ. فَفَعَلَتْ ذٰلِكَ، فَلَمْ تُصَلِّ حَتّٰى خَرَجَتْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از محمد بن عبدالرحمان از عروہ از زینب از حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی (ح) اور مجھے محمد بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابومروان یحییٰ بن ابی زکریا الغسانی نے حدیث بیان کی از ہشام از عروہ از حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت مکہ میں تھے اور آپ مکہ سے روانہ ہونے کا ارادہ فرما رہے تھے اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے بیت اللہ کا طواف نہیں کیا تھا اور وہ (بھی) نکلنے کا ارادہ کر رہی تھیں تو ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب صبح کی نماز کی اقامت کہی جائے اور لوگ نماز پڑھ رہے ہوں' اس وقت تم اپنے اونٹ پر طواف کر لینا' حضرت ام سلمہ نے اسی طرح کیا' پس نماز نہیں پڑھی حتیٰ کہ وہ حرم سے نکل گئیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۶۴ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے مسجد حرام سے نکلنے کے بعد طواف کی دو رکعت خارج از حرم پڑھیں' اس سے معلوم ہوا کہ طواف کی دو رکعت نماز کے لیے کوئی جگہ معین نہیں ہے' ورنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' حضرت ام سلمہ کو حرم سے باہر دورکعت طواف پڑھنے پر برقرار نہ رکھتے' کیونکہ اسماعیلی کی روایت میں یہ اضافہ ہے: حضرت ام سلمہ نے کہا: پس میں نے اس طرح کیا اور میں نے اس وقت تک نماز نہیں پڑھی حتیٰ کہ میں مسجد حرام سے نکل گئی' پھر میں نے دورکعت طواف پڑھی۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۳۸۷-۳۸۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٧٢ - بَابُ مَنْ صَلّٰى رَكْعَتَيِ الطَّوَافِ خَلْفَ الْمَقَامِ

جس نے طواف کی دو رکعتیں مقام ابراہیم کے پیچھے پڑھیں

١٦٢٧ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَطَافَ بِالْبَيْتِ سَبْعًا، وَصَلّٰى خَلْفَ الْمَقَامِ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ خَرَجَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ إِلَى الصَّفَا، وَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ (الاحزاب:٢١).

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن دینار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ میں آئے' پس آپ نے بیت اللہ کے سات چکر لگائے اور مقام کے پیچھے دو رکعت نماز پڑھی' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صفا کی طرف نکلے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں تمہارے لیے عمدہ نمونہ ہے۔ (الاحزاب:٢٣)

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری:٣٩٥ میں گزر چکی ہے۔

٧٣ - بَابُ الطَّوَافِ بَعْدَ الصُّبْحِ وَالْعَصْرِ

صبح اور عصر کے بعد طواف کرنا

اس عنوان سے مراد یہ ہے کہ صبح کی نماز کے بعد اور عصر کی نماز کے بعد طواف کی دو رکعت نماز کا حکم۔

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يُصَلِّيْ رَكْعَتَيِ الطَّوَافِ مَا لَمْ تَطْلُعِ الشَّمْسُ.

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب تک سورج طلوع نہیں ہوتا تھا طواف کی دو رکعت نماز پڑھتے تھے۔

اس تعلیق کی اصل سنن سعید بن منصور میں ہے۔ (عمدۃ القاری ج٩ ص٣٨٩)

وَطَافَ عُمَرُ بَعْدَ صَلٰوةِ الصُّبْحِ، فَرَكِبَ حَتّٰى صَلَّى الرَّكْعَتَيْنِ بِذِيْ طُوًى.

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صبح کی نماز کے بعد طواف کیا' پھر اپنی سواری پر سوار ہوئے اور مقام ذی طویٰ میں طواف کی دو رکعت پڑھیں۔

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل حدیث ہے:

عبدالرحمان بن عبدالقاری بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے صبح کی نماز کے بعد حضرت عمر بن الخطاب کے ساتھ طواف کیا' جب حضرت عمر نے طواف کر لیا تو (آسمان کی طرف) دیکھا تو انہوں نے سورج کو طلوع ہوتے ہوئے نہیں دیکھا' پس انہوں نے اپنا اونٹ مقام ذی طویٰ میں بٹھایا' پھر انہوں نے دو رکعت سنت طواف پڑھی۔ (موطأ امام مالک' کتاب الحج:٧- ١١٧- ج١ ص٢٣٩' المکتبۃ التوفیقیہ)

١٦٢٨ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عُمَرَ الْبَصْرِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ، عَنْ حَبِيْبٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ نَاسًا طَافُوْا بِالْبَيْتِ بَعْدَ صَلٰوةِ الصُّبْحِ، ثُمَّ قَعَدُوْا إِلَى الْمُذَكِّرِ، حَتّٰى إِذَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ قَامُوْا يُصَلُّوْنَ، فَقَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَعَدُوْا، حَتّٰى إِذَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے الحسن بن عمر البصری نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی از حبیب از عطاء از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ لوگوں نے صبح کی نماز کے بعد بیت اللہ کا طواف کیا' پھر وہ واعظ کے پاس بیٹھ گئے حتیٰ کہ جب سورج طلوع ہو گیا تو وہ اٹھ کر طواف کی دو رکعت پڑھنے لگے' تب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: پہلے تو یہ لوگ

كَانَتِ السَّاعَةُ الَّتِي تُكْرَهُ فِيهَا الصَّلٰوةُ قَامُوْا يُصَلُّوْنَ.

بیٹھے رہے اور جب وہ ساعت آ ئی جس میں نماز پڑھنا مکروہ ہے تو پھر یہ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے۔

١٦٢٩ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ ضَمْرَةَ قَالَ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهٰى عَنِ الصَّلٰوةِ عِنْدَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَعِنْدَ غُرُوْبِهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابوضمرہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں موسیٰ بن عقبہ نے حدیث بیان کی از نافع کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ سورج کے طلوع اور سورج کے غروب کے وقت نماز پڑھنے سے منع فرماتے تھے۔

ان دونوں حدیثوں کی شرح' صحیح البخاری: ۵۸۲ میں گزر چکی ہے۔

١٦٣٠ - حَدَّثَنِي الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدٍ، هُوَ الزَّعْفَرَانِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدَةُ بْنُ حُمَيْدٍ، قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ رُفَيْعٍ قَالَ رَاَيْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَطُوْفُ بَعْدَ الْفَجْرِ، وَيُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحسن بن محمد نے حدیث بیان کی' وہ الزعفرانی ہیں' انہوں نے کہا: ہمیں عبیدہ بن حمید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عبدالعزیز بن رفیع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما کو دیکھا وہ فجر کے بعد طواف کرتے تھے اور دو رکعت نماز پڑھتے تھے۔

١٦٣١ - قَالَ عَبْدُ الْعَزِيزِ وَرَاَيْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ الزُّبَيْرِ يُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ، وَيُخْبِرُ اَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا حَدَّثَتْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَدْخُلْ بَيْتَهَا اِلَّا صَلَّاهُمَا.

عبدالعزیز نے کہا: اور میں نے حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما کو دیکھا' وہ عصر کے بعد دو رکعت نماز پڑھتے تھے اور وہ یہ خبر دیتے تھے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی ان کے پاس آئے تو انہوں نے یہ دو رکعت نماز پڑھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۵۹۰ میں گزر چکی ہے' بعض ضروری چیزوں کی وضاحت کی جا رہی ہے۔

فجر اور عصر کی نماز کے بعد طواف کی دو رکعتوں کے پڑھنے میں مذاہب فقہاء

فجر اور عصر کی نماز کے بعد نفل پڑھنا ممنوع ہے' فقہاء احناف کے نزدیک یہ ممانعت عام ہے اور طواف کی دو رکعتوں کو بھی شامل ہے' صحیح بخاری کی احادیث ۱۶۲۹ اور ۱۶۳۰ سے امام شافعی اور امام احمد نے یہ استدلال کیا ہے کہ فجر اور عصر کی نمازوں کے بعد بھی طواف کی دو رکعتوں کو پڑھنا جائز ہے اور جن احادیث میں فجر اور عصر کی نمازوں کے بعد نفل پڑھنے سے منع کیا گیا ہے ان سے طواف کی دو رکعتیں مستثنیٰ ہیں' جب کہ امام ابوحنیفہ اور امام مالک کے نزدیک فجر اور عصر کی نمازوں کے بعد طواف کی دو رکعتوں کو پڑھنا بھی جائز نہیں ہے۔

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس مسئلہ میں اختلاف صحابہ کا ذکر کیا ہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فجر اور عصر کی نمازوں کے بعد طواف کی دو

رکعتوں کو پڑھتے تھے (جیسا کہ اس باب کی پہلی تعلیق میں اس کی تصریح ہے)۔ عطاء' طاؤس' القاسم اور عروہ کا یہی قول ہے اور امام شافعی' امام احمد' اسحاق اور ابوثور کا یہی مذہب ہے' ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس بیت میں کسی کو طواف سے منع نہ کرو اور وہ دن اور رات کے جس وقت میں چاہے نماز پڑھے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۸۹۴' سنن ترمذی: ۸۶۸' سنن نسائی: ۲۹۲۴' سنن ابن ماجہ: ۱۲۴۵)

الفضل بن یعقوب نے کہا: بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے بنو عبد مناف! کسی کو منع نہ کرو۔

(سنن ابوداؤد ص ۳۵۲' دارالفکر' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

اور امام بخاری نے دوسری تعلیق میں بیان کیا ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب نے صبح کی نماز کے بعد طواف کیا اور دو رکعت طواف نہیں پڑھیں اور جب وہ ذی طویٰ (طائف کے راستہ میں ایک وادی) میں پہنچے تو سورج کے طلوع ہونے کے بعد دو رکعت نماز پڑھی۔ امام مالک' امام ابوحنیفہ اور ثوری کا یہی مذہب ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۲۶۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

فجر اور عصر کی نماز کے بعد خصوصیت سے طواف کی دو رکعت نہ پڑھنے کے متعلق احادیث اور آثار

فقہاء احناف اور فقہاء مالکیہ کے نزدیک مکہ مکرمہ میں طواف کی دو رکعتوں کو صبح کی اور عصر کی نماز کے بعد پڑھنا جائز نہیں ہے' ان کا استدلال حسب ذیل احادیث سے ہے:

ابو الزبیر بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے کعبہ میں طواف کرنے کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے کہا: ہم طواف کرتے تھے اور طواف کے شروع اور آخر میں کعبہ کو ہاتھ لگاتے تھے اور ہم صبح کی نماز کے بعد طواف نہیں کرتے تھے حتیٰ کہ سورج طلوع ہو جائے اور نہ عصر کی نماز کے بعد طواف کرتے تھے حتیٰ کہ سورج غروب ہو جائے اور انہوں نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ سورج شیطان کے دو سینگوں کے درمیان سے طلوع ہوتا ہے۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۳۹۴' طبع قدیم' مسند احمد: ۱۵۲۳۲' ج ۲۳ ص ۳۹۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

ابو الزبیر مکی نے کہا کہ میں نے دیکھا کہ صبح کی نماز کے بعد اور عصر کی نماز کے بعد بیت اللہ خالی ہو جاتا تھا اور اس میں کوئی طواف نہیں کرتا تھا۔ (موطأ امام مالک' کتاب الحج: ۱۱۹' ص ۲۴۰' المکتبۃ التوفیقیہ)

اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد امام مالک لکھتے ہیں:

جس نے بیت اللہ کے طواف کے چند چکر لگائے' اس کے بعد صبح کی نماز کی یا عصر کی نماز کی اقامت شروع ہوگئی تو وہ امام کے ساتھ نماز پڑھے' پھر اپنے طواف کے باقی چکر پورے کرے حتیٰ کہ سات چکر پورے کرے' پھر جب تک سورج طلوع نہ ہو جائے یا غروب نہ ہو جائے' اس وقت تک دو رکعت طواف نہ پڑھے۔ (موطأ امام مالک ص ۲۴۰' المکتبۃ التوفیقیہ)

امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ المتوفی ۲۳۵ھ' اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عطاء بیان کرتے ہیں کہ حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ صبح کی نماز کے بعد طواف کے تین چکر لگاتے' پھر جب سورج طلوع ہو جاتا تو ہر سات چکروں کے لیے دو رکعت نماز پڑھتے اور عصر کے بعد بھی یہی کرتے اور جب سورج غروب ہو جاتا تو اس کے بعد ہر سات چکروں کے لیے دو رکعت نماز پڑھتے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۴۲۲' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۲۵۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

ایوب بیان کرتے ہیں کہ میں نے سعید بن جبیر اور مجاہد کو دیکھا' وہ بیت اللہ کا طواف کرتے حتیٰ کہ سورج زرد پڑ جاتا اور وہ دونوں بیٹھ جاتے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۴۲۳' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۲۵۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

عطاء بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ جب تم فجر کی نماز کے بعد یا عصر کی نماز کے بعد بیت اللہ کے طواف کا ارادہ کرو' پس تم طواف کرو اور طواف کے بعد دو رکعت نماز کو مؤخر کر دو حتیٰ کہ سورج غروب ہو جائے یا طلوع ہو جائے' پھر ہر سات چکر کے لیے دو رکعت نماز پڑھو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۴۲۴' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۲۵۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

معاذ القرشی بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت معاذ بن عفراء کے ساتھ فجر کے بعد اور عصر کے بعد طواف کیا' پس نماز نہیں پڑھی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۴۲۵' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۲۸۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

عطاء بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فجر کے بعد طواف کیا' پھر سوار ہوئے حتیٰ کہ وہ ذات طویٰ پر آئے' سواری سے اترے' پھر جب سورج طلوع ہو کر بلند ہو گیا تو انہوں نے دو رکعت نماز پڑھی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۴۲۶' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۲۵۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

ابن ابی نجیح اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ہم نے صبح کی نماز پڑھی' پھر ہم بیٹھ کر طواف کا انتظار کر رہے تھے' پھر حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ نے طواف کیا' پھر بیٹھ گئے اور طواف کی دو رکعت نماز نہیں پڑھی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۴۲۷' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۲۶۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

اس اعتراض کا جواب کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: بیت اللہ میں کسی وقت بھی نماز پڑھنے سے منع نہ کرو

امام شافعی اور امام احمد نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس بیت میں کسی کو طواف سے منع نہ کرو خواہ وہ دن اور رات کے کسی وقت میں نماز پڑھے۔

امام طحاوی حنفی متوفی ۳۲۱ھ' اس حدیث کے جواب میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ جو شخص اس طرح طواف کرے جو طواف کرنے کا طریقہ ہے اور اس طرح نماز پڑھے جو نماز پڑھنے کا طریقہ ہے اس کو منع نہ کرو اور جو اس طریقہ کے خلاف کرے' اس کو منع کرنا ممنوع نہیں ہے مثلاً اگر کوئی شخص برہنہ طواف کرے یا بے وضوء یا حالت جنابت میں نماز پڑھے تو کیا اس کو منع نہیں کیا جائے گا؟ اسی طرح جو طلوع شمس' استواء شمس اور غروب شمس کے اوقات میں نماز پڑھے' اس کو ان اوقات میں نماز پڑھنے سے منع کیا جائے گا کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے:

حضرت عقبہ بن عامر الجہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ تین اوقات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں نماز پڑھنے سے یا اپنے مُردوں کو دفن کرنے سے منع کرتے تھے' جب سورج طلوع ہو کر چمک رہا ہو حتیٰ کہ وہ بلند ہو جائے اور جب سورج سیدھا ہو حتیٰ کہ وہ جھک جائے اور جب سورج غروب کی طرف مائل ہو حتیٰ کہ غروب ہو جائے۔

(صحیح مسلم: ۸۳۱' سنن ابوداؤد: ۳۱۹۲' سنن ترمذی: ۱۰۳۰' سنن نسائی: ۲۰۱۴۔ ۲۰۱۳' سنن ابن ماجہ: ۱۵۱۹)

امام شافعی کی طرف سے یہ کہا جاتا ہے کہ طلوع آفتاب اور غروب آفتاب کے وقت نماز پڑھنا ممنوع ہے لیکن مکہ مکرمہ میں ممنوع نہیں ہے' اس کے جواب میں امام طحاوی لکھتے ہیں:

ہم دیکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے روزے رکھنے سے منع فرمایا ہے اور اس پر اجماع ہے کہ یہ تمام شہروں میں ممنوع ہے' اسی طرح طلوع آفتاب اور غروب آفتاب کے وقت نماز پڑھنا ممنوع ہے اور یہ بھی تمام شہروں میں ممنوع ہے۔

پس جس طرح ان اوقات میں نماز جنازہ پڑھنے سے منع کیا جاتا ہے' اسی طرح ان اوقات میں طواف کے بعد دو رکعت پڑھنے سے بھی منع کیا جائے گا اور یہی نظر صحیح کا تقاضا ہے' جیسا کہ عطاء' ابراہیم' مجاہد اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا قول ہے اور یہی ہمارا مذہب

ہے اور یہی سفیان کا قول ہے' اور امام ابوحنیفہ کا مذہب ہے۔ (شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۲۶۱-۲۵۷ ملخصاً' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

اس اعتراض کا جواب کہ بعض صحابہ فجر اور عصر کے بعد طواف کی دو رکعت پڑھتے تھے

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ وہ فجر اور عصر کے بعد طواف کرتے تھے اور دو رکعت نماز پڑھتے تھے۔ (صحیح البخاری: ۱۶۳۱-۱۶۳۰) اس سے معلوم ہوا کہ بعض صحابہ کے نزدیک فجر اور عصر کے بعد طواف کی دو رکعات کا پڑھنا جائز ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عمر' حضرت ابن عمر اور حضرت عائشہ کی احادیث کو امام بخاری نے روایت کیا ہے جنہوں نے فجر اور عصر کے بعد طواف کی دو رکعت نہیں پڑھیں' اس کے علاوہ ہم نے مسند احمد' موطأ امام مالک اور مصنف ابن ابی شیبہ سے بہ کثرت احادیث' آثار اور فقہاء تابعین کے اقوال نقل کیے ہیں جنہوں نے فجر اور عصر کے بعد طواف کی دو رکعت پڑھنے سے منع کیا ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ جب بعض احادیث کسی فعل کی مبیح اور مجوز ہوں اور بعض دوسری احادیث اس فعل سے مانع اور محرم ہوں تو ان احادیث کو ترجیح دی جاتی ہے جو اس فعل سے مانع اور محرم ہوں۔

٧٤ - بَابُ الْمَرِيْضِ يَطُوْفُ رَاكِبًا

مریض سوار ہو کر طواف کرے

١٦٣٢ - حَدَّثَنِيْ اِسْحَاقُ الْوَاسِطِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ، عَنْ خَالِدِ الْحَذَّاءِ، عَنْ عِكْرَمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَافَ بِالْبَيْتِ وَهُوَ عَلٰى بَعِيْرٍ، كُلَّمَا اَتٰى عَلَى الرُّكْنِ اَشَارَ اِلَيْهِ بِشَيْءٍ فِيْ يَدِهٖ، وَكَبَّرَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے اسحاق الواسطی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے خالد نے حدیث بیان کی از خالد الحذاء از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ کا طواف کیا اور آپ اس وقت اونٹ پر سوار تھے' آپ جب بھی حجر اسود کے پاس آتے تو جو چیز آپ کے ہاتھ میں ہوتی' آپ اس چیز سے اس کی طرف اشارہ کرتے اور اللہ اکبر کہتے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۶۰۷ میں گزر چکی ہے۔

١٦٣٣ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ نَوْفَلٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ زَيْنَبَ ابْنَةِ اُمِّ سَلَمَةَ، عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ شَكَوْتُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنِّيْ اَشْتَكِيْ، فَقَالَ طُوْفِيْ مِنْ وَّرَاءِ النَّاسِ وَاَنْتِ رَاكِبَةٌ. فَطُفْتُ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ اِلٰى جَنْبِ الْبَيْتِ، وَهُوَ يَقْرَاُ ﴿وَالطُّوْرِ○ وَكِتَابٍ مَّسْطُوْرٍ○﴾. (الطور: ۲-۱)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے حدیث بیان کی از محمد بن عبدالرحمان بن نوفل از عروہ از زینب ابنۃ ام سلمہ از حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ شکایت کی کہ میں بیمار ہوں' تو آپ نے فرمایا: تم لوگوں کے پیچھے سے طواف کرو' اس حال میں کہ تم سوار ہو' پس میں نے طواف کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ کے پہلو میں یہ آیات پڑھ رہے تھے: "وَالطُّوْرِ○ وَكِتَابٍ مَّسْطُوْرٍ○" (الطور: ۲-۱) اور (پہاڑ) طور کی قسم○ اور اس کتاب کی جو لکھی ہوئی ہے○

اس حدیث کی شرح' حدیث نمبر: ۱۶۲۶-۱۶۱۹' اور ۴۶۴ میں گزر چکی ہے۔

٧٥ - بَابُ سِقَايَةِ الْحَاجِّ

حجاج کو پانی پلانا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

''السقایة'' کا معنی ہے: پانی پلانے کے لیے جو جگہ بنائی جائے (سبیل) قرآن مجید میں ہے:

أَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاجِّ. (الحج:۱۹) کیا تم نے حجاج کے پانی پلانے کو بنالیا ہے۔

جَعَلَ السِّقَايَةَ فِي رَحْلِ أَخِيهِ. (یوسف:۷۰) اس نے پانی پینے کا (شاہی) پیالہ اپنے بھائی کی بوری میں رکھ دیا۔

علامہ ابن الاثیر نے کہا ہے کہ حجاج کے پانی پینے کی سبیل وہ تھی جس سے قریش حجاج کو پانی پلاتے تھے اس کے پانی میں کشمش ملائی جاتی تھی' زمانہ جاہلیت اور اسلام میں عباس بن عبدالمطلب اس کے والی اور منتظم تھے' کعبہ کے صحن میں جو حوض بنایا جاتا اس کو ''سقایة'' اور ''سبیل'' کہتے تھے۔ (النہایہ ج ۲ ص ۳۴۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

الفاکہی نے عطاء سے روایت کی ہے کہ حجاج کے پانی پینے کی جگہ زمزم ہے۔

ازرقی نے کہا ہے کہ عبد مناف مشکوں میں پانی بھر کر مکہ میں لاتے تھے اور کعبہ کے صحن میں حجاج کے لیے جو حوض بنائے گئے تھے' اس میں وہ پانی ڈال دیتے تھے' پھر ان کے بعد ان کے بیٹے ہشام یہ خدمت انجام دینے لگے' پھر ان کے بعد حضرت عبدالمطلب یہ کام کرنے لگے' پھر جب زمزم کا کنواں کھودا گیا تو وہ کشمش خرید کر زمزم کے پانی میں ڈال دیتے تھے اور لوگوں کو پانی پلاتے تھے۔

ابن اسحاق نے کہا ہے کہ قصی بن کلاب جب کعبہ کے والی اور منتظم بنے تو کعبہ کی دربانی' سبیل' جھنڈا' الوفادہ اور دارالندوہ کو ان کے سپرد کر دیا گیا' پھر ان کے بیٹوں نے اس پر صلح کر لی کہ پانی کی سبیل اور وفادۃ (وفود کو ٹھہرانے) کا انتظام کرنا تو عبد مناف کو دے دیا جائے اور باقی اُمور دوسروں کو دے دیئے جائیں' پھر پانی کی سبیل کا انتظام عبدالمطلب کے بعد ان کے بیٹے عباس کے سپرد کر دیا گیا اور اس کا انتظام ان ہی کے بھائیوں میں چلا آ رہا ہے اور ہمیشہ ان ہی کے پاس رہا حتیٰ کہ جب اسلام قائم ہوا' تب بھی یہ انتظام ان ہی کے ہاتھ میں تھا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طریقہ کو برقرار رکھا اور وہ آج تک بنو العباس کے ہاتھ میں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۹ ص ۳۹۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۶۳۴ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِي الْأَسْوَدِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو ضَمْرَةَ قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ' عَنْ نَافِعٍ' عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ اِسْتَأْذَنَ الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَبِيتَ بِمَكَّةَ لَيَالِيَ مِنًى مِنْ أَجْلِ سِقَايَتِهِ' فَأَذِنَ لَهُ.

[اطراف الحدیث: ۱۷۴۳-۱۷۴۴-۱۷۴۵]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن ابی الاسود نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوضمرہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبیداللہ نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عباس بن عبدالمطلب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی کہ وہ حجاج کو پانی پلانے کے لیے منیٰ کی راتیں مکہ میں گزاریں تو آپ نے ان کو اس کی اجازت دے دی۔

(صحیح مسلم: ۱۳۱۵' الرقم المسلسل: ۳۰۶۷' سنن ابوداؤد: ۱۹۵۹' سنن ابن ماجہ: ۳۰۶۵' سنن کبریٰ: ۴۱۷۷' صحیح ابن حبان: ۳۸۹۰' المنتقیٰ: ۴۹۰' سنن بیہقی ج ۵ ص ۱۵۳' شرح السنۃ: ۱۹۶۹' مسند احمد ج ۲ ص ۱۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۴۶۹۱- ج ۸ ص ۳۱۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ۳۵۲۶' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں حجاج کو پانی پلانے کا ذکر ہے۔

نبیذ پینے کا جواز' تیز نبیذ کو پانی ملا کر ہلکا کرنا' اور حضرت عباس کو پانی پلانے کے منصب پر برقرار رکھنا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

ارباب سیرت کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو حجاج کے پانی پلانے کا منصب عطا فرمانا ان کی تکریم کے لیے تھا' وہ لوگوں کو کھجوروں کا نبیذ پلاتے تھے' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اسلام میں اس منصب پر برقرار رکھا۔ طاؤس نے کہا ہے کہ سبیل سے نبیذ کو پینا حج کے اتمام سے ہے۔ عطاء نے کہا: میں نے اس مشروب کو پایا اور جو شخص اس کو پیتا تھا' اس کی مٹھاس کی وجہ سے اس کے ہونٹ چپک جاتے تھے' نافع نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نبیذ نہیں پیتے تھے۔

علامہ طبری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ روایت بیان کی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طواف کر لیا تو وہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے پاس پانی کی سبیل پر آئے' پس فرمایا: مجھے پلاؤ تو حضرت عباس نے کہا: اس پانی میں لوگوں کے ہاتھ لگے ہوئے ہیں' کیا ہم آپ کو اپنے گھروں سے نہ پلائیں؟ آپ نے فرمایا: نہیں! مجھے اسی پانی سے پلاؤ جس سے لوگ پی رہے ہیں' آپ کے پاس وہ پانی لایا گیا' پس آپ نے اس کو چکھا' پھر ماتھے پر شکن ڈالی' پھر پانی منگا کر اس کی تیزی کو توڑا' پھر فرمایا: جب تمہارا نبیذ زیادہ ترش اور گاڑھا ہو تو اس میں پانی ملا کر اس کی تیزی کو توڑو۔

اس حدیث کا یہ معنی نہیں ہے کہ جب نبیذ نشہ آور ہو تو اس میں پانی ملا کر اس کو پینا جائز ہے ورنہ خمر میں بھی پانی ملا کر اس کو پینا جائز ہوگا بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ جب نبیذ زیادہ ترش ہو تو اس میں پانی ملا کر اس کی تیزی کو توڑ کر اس کو پینا جائز ہے۔

المہلب نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عباس کو منیٰ کی راتوں میں مکہ میں رہنے کی اجازت دی اور ان پر قربانی واجب نہیں کی کیونکہ حجاج کو پانی پلانا بھی حج کے اعمال سے ہے' کیا تم نے نہیں دیکھا کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زمزم پر آئے اور وہ پانی پلا رہے تھے تو آپ نے فرمایا: تم عمل کرتے رہو کیونکہ تم صالح عمل کر رہے ہو' اور آپ نے فرمایا: اگر تم مغلوب نہ ہو جاتے تو میں بھی اترتا' یعنی پانی پلانے کے لیے اونٹ سے اترتا' اس حدیث میں آپ نے حضرت عباس کو زمزم سے پانی پلانے کے منصب پر برقرار رکھا ہے کیونکہ آپ کو یہ خطرہ تھا کہ اگر آپ نے زمزم سے پانی پلایا تو بعد میں آنے والے سلاطین اس کو آپ کی سنت سمجھ کر اپنا لیں گے اور حضرت عباس اور ان کی اولاد سے اس منصب کو چھین لیں گے' اس لیے آپ نے خود زمزم سے پانی نہیں پلایا۔

(شرح ابن بطال ج ۴ ص ۲۷۲-۲۷۱ ملخصاً وموضحاً' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

١٦٣٥ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ، عَنْ خَالِدِ الْحَذَّاءِ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَاءَ إِلَى السِّقَايَةِ فَاسْتَسْقٰى، فَقَالَ الْعَبَّاسُ يَا فَضْلُ، اِذْهَبْ إِلٰى أُمِّكَ، فَأْتِ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَرَابٍ مِّنْ عِنْدِهَا. فَقَالَ اسْقِنِيْ. قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، إِنَّهُمْ يَجْعَلُوْنَ أَيْدِيَهُمْ فِيْهِ. قَالَ اسْقِنِيْ. فَشَرِبَ مِنْهُ، ثُمَّ أَتٰى زَمْزَمَ، وَهُمْ يَسْقُوْنَ وَيَعْمَلُوْنَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی از خالد الحذاء از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پانی کی سبیل پر آئے' آپ نے پانی مانگا تو حضرت عباس نے کہا: اے فضل! اپنی امی کے پاس جاؤ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ان کے پاس سے پانی لاؤ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے (اسی سے) پانی پلاؤ' حضرت عباس نے کہا: یا رسول اللہ! لوگ اس پانی میں اپنے ہاتھ ڈال رہے ہیں' آپ نے فرمایا: مجھے اسی میں

فِيْهَا، فَقَالَ اعْمَلُوْا، فَإِنَّكُمْ عَلٰى عَمَلٍ صَالِحٍ. ثُمَّ قَالَ لَوْ لَا اَنْ تُغْلَبُوْا لَنَزَلْتُ حَتّٰى اَضَعَ الْحَبْلَ عَلٰى هٰذِهٖ. يَعْنِيْ عَاتِقَهٗ، وَاَشَارَ اِلٰى عَاتِقِهٖ.

سے پلاؤ' آپ نے اس سبیل سے پانی پیا' پھر آپ زمزم پر آئے' وہاں لوگ کنویں سے پانی کھینچ کھینچ کر نکال رہے تھے' آپ نے فرمایا: تم یہ عمل کرتے رہو تم نیک عمل کر رہے ہو' پھر فرمایا: اگر مجھے یہ خطرہ نہ ہوتا کہ تم مغلوب ہو جاؤ گے تو میں (اونٹ سے) اترتا اور کندھے پر رسّی رکھ کر پانی کھینچتا' آپ نے اپنے کندھے کی طرف اشارہ کیا۔

اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا عام سبیل سے پانی پینا' صدقاتِ نفلیہ کا آپ پر حرام نہ ہونا' اشیاء میں طہارت کا اصل ہونا اور دیگر مسائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ خطابی متوفی ۳۸۸ھ نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال شرعیہ وجوب پر دلالت کرتے ہیں سوا ان افعال کے جن کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم امت پر شفقت کی وجہ سے کبھی کبھی ترک بھی کر دیں' جس طرح آپ نے زمزم کے کنویں سے پانی کے نکالنے کو ترک کر دیا۔

عطاء نے کہا ہے کہ حضرت عباس کی سبیل سے پانی پینا حج کے اتمام سے ہے' یہ سبیل کعبہ کے صحن میں پانی کا حوض تھا جس میں کشمش یا کھجوریں ڈال دی جاتی تھیں' اور اس میں نبیذ کو پینے کا جواز ہے اور یہ امام ابوحنیفہ کے مذہب کی تائید ہے۔

علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو زمزم کے پانی سے پیا' یا تو آپ نے کعبہ کے مال کے خمس میں سے پیا یا حضرت عباس کے اس مال سے پیا جس کو انہوں نے غنی اور فقیر دونوں کے لیے وقف کر دیا تھا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں سے اس لیے پیا تا کہ آپ کی امت کے لیے آسانی ہو۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے زمزم کا پانی پیا تا کہ اس پر دلیل ہو کہ پانی کا طلب کرنا جائز ہے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تکریم کے لیے حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا: وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گھر سے پانی لا کر پلائیں لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پیش کش کو مسترد کر دیا' اس میں یہ دلیل ہے کہ کسی مصلحت کی وجہ سے کسی کی تکریم کے عمل کو مسترد کرنا جائز ہے اور یہاں مصلحت یہ تھی کہ کعبہ کی سبیل سے پانی پینا لوگوں کے لیے سنت ہو جائے اور اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تواضع کا بھی بیان ہے۔ آپ نے چاہا کہ آپ وہیں سے پانی پئیں جہاں سے عام لوگ پانی پی رہے ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے زیادہ تلخ اور ترش نبیذ کا ایک گھونٹ پی کر ماتھے پر شکن ڈالی' اس سے معلوم ہوا کہ کھانے اور پینے کی جو چیز مزاج کے ناموافق ہو' اس کی وجہ سے ماتھے پر شکن ڈالنا جائز ہے۔

پانی کی سبیل میں لوگ اپنے ہاتھ ڈال رہے تھے' اس وجہ سے حضرت عباس نے یہ چاہا تھا کہ آپ اس سبیل سے پانی نہ پئیں لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی سے پانی پیا' اس سے معلوم ہوا کہ پانی میں پاک ہاتھ ڈالنے سے وہ پانی نجس نہیں ہوتا اور اصل پانی میں طہارت ہے اور اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تواضع کا بیان ہے کہ آپ نے اپنے لیے خصوصی اہتمام کو پسند نہیں کیا۔

حجاج کے لیے پانی کی سبیل بنانے میں حج کے لیے آنے والوں کی تکریم کا ثبوت ہے اور اس میں مہمانوں کی عزت افزائی کی دلیل ہے اور نیک کام کرنے کا ثبوت ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سبیل سے پانی پیا جس کے پانی کو عام مسلمانوں کے لیے وقف کیا گیا تھا' اس سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صدقاتِ نفلیہ حرام نہیں ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۳۹۷۔۳۹۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۷۶ - بَابُ مَا جَاءَ فِي زَمْزَمَ　　　زمزم کا بیان

زمزم کے فضائل میں احادیث

اس حدیث میں زمزم کی فضیلت کا بیان ہے' زمزم کی فضیلت میں بہت سی احادیث اور آثار ہیں' امام بخاری نے ان کی روایت اس لیے نہیں کی کہ وہ ان کی شرط کے مطابق نہیں ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: روئے زمین پر سب سے افضل پانی زمزم کا پانی ہے' اس میں طعام کا ذائقہ ہے اور بیماری کی شفاء ہے اور روئے زمین پر سب سے بدترین پانی وہ ہے جو وادی برھوت کا پانی ہے' جو حضرموت کے گنبد میں ہے۔ (المعجم الکبیر: ۱۱۱۶۷' حافظ الہیثمی نے کہا: اس حدیث کے تمام رجال ثقہ ہیں۔ مجمع الزوائد ج ۳ ص ۲۸۶)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: زمزم میں طعام کا ذائقہ ہے اور بیماری کی شفاء ہے۔
(مسند البزار: ۱۱۷۵۴' حافظ الہیثمی نے کہا: اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ مجمع الزوائد ج ۳ ص ۲۸۶)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم نے زمزم کا نام "شباعة" یعنی پیٹ بھرنے والا رکھا ہے اور ہم اس کو اپنے اہل و عیال کے لیے بہترین مددگار پاتے ہیں۔ (المعجم الکبیر: ۱۰۶۳۷' حافظ الہیثمی نے کہا: اس حدیث کے تمام رجال ثقات ہیں' مجمع الزوائد ج ۳ ص ۲۸۶)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو زمزم کا پانی پیے اس کو اللہ شفاء دیتا ہے' اگر تم زمزم کا پانی پیو تو اللہ تم کو شفاء دے گا اور اگر تم نے زمزم کا پانی پیا تو وہ تم کو سیر کر دے گا (پیٹ بھر دے گا) اللہ تمہیں سیر کرے' اور اگر تم نے زمزم کا پانی پیا کہ تمہاری پیاس بجھ جائے تو اللہ تمہاری پیاس بجھا دے گا' یہ حضرت جبریل کا کھودا ہوا ہے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کا مشروب ہے۔ (سنن دار قطنی ج ۲ ص ۲۸۹' المستدرک ج ۱ ص ۴۷۳)

سوید بن سعید بیان کرتے ہیں کہ میں نے عبد اللہ بن المبارک کو مکہ میں دیکھا' وہ زمزم کے پانی پر آئے اور اس سے پانی پیا' پھر کعبہ کی طرف منہ کر کے کہا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: زمزم کا پانی ہر اُس مقصد کے لیے (مفید) ہے جس کے لیے اُسے پیا جائے اور آدمی یہ نیت کرے کہ میں اس کو قیامت کے دن کی پیاس کے لیے پیتا ہوں' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زمزم کا پانی پیا۔ (شعب الایمان: ۴۱۲۸)

حضرت السائب رضی اللہ عنہ یہ کہتے تھے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی سبیل سے پیو کیونکہ یہ سنت ہے۔
(المعجم الکبیر: ۶۶۲۳' اس کی سند میں ایک راوی مجہول ہے اور باقی راوی ثقہ ہیں' مجمع الزوائد ج ۳ ص ۲۸۶)

۱۶۳۶ - وَقَالَ عَبْدَانُ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ أَخْبَرَنَا يُوْنُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ كَانَ أَبُوْ ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يُحَدِّثُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فُرِجَ سَقْفِي وَأَنَا بِمَكَّةَ فَنَزَلَ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ' فَفَرَجَ صَدْرِي' ثُمَّ غَسَلَهُ بِمَاءِ زَمْزَمَ' ثُمَّ جَاءَ بِطَسْتٍ مِّنْ

اور عبدان نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے خبر دی از الزہری' حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ یہ حدیث بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے گھر کی چھت میں شگاف کیا گیا اور میں اس وقت مکہ میں تھا' پس حضرت جبریل علیہ السلام نازل ہوئے' پھر انہوں نے میرے سینہ میں شگاف کیا' پھر اس کو زمزم کے پانی سے

ذَهَبٍ مُمْتَلِیءٍ حِكْمَةً وَّإِيْمَانًا، فَأَفْرَغَهَا فِي صَدْرِي ثُمَّ أَطْبَقَهُ، ثُمَّ أَخَذَ بِيَدِي، فَعَرَجَ بِي إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا، قَالَ جِبْرِيْلُ لِخَازِنِ السَّمَاءِ الدُّنْيَا افْتَحْ، قَالَ مَنْ هٰذَا؟ قَالَ جِبْرِيْلُ.

دھویا' پھر وہ سونے کا ایک طشت لے کر آئے جو حکمت اور ایمان سے بھرا ہوا تھا' انہوں نے اس کو میرے سینے میں انڈیل دیا' پھر اس کو منطبق کر دیا' پھر انہوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے آسمانِ دنیا کی طرف چڑھایا' حضرت جبریل نے آسمانِ دنیا کے محافظ سے کہا: کھولو! اس نے پوچھا: یہ کون ہیں؟ انہوں نے کہا: جبریل!

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۴۹ میں گزر چکی ہے۔

۱۶۳۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ، هُوَ ابْنُ سَلَّامٍ قَالَ أَخْبَرَنَا الْفَزَارِيُّ، عَنْ عَاصِمٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا حَدَّثَهُ قَالَ سَقَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ زَمْزَمَ، فَشَرِبَ وَهُوَ قَائِمٌ. قَالَ عَاصِمٌ فَحَلَفَ عِكْرِمَةُ مَا كَانَ يَوْمَئِذٍ إِلَّا عَلٰى بَعِيْرٍ. [طرف الحدیث: ۵۶۱۷]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی' وہ ابن سلام ہیں' انہوں نے کہا: ہمیں الفزاری نے خبر دی از عاصم از الشعبی کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حدیث بیان کی کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو زمزم سے پلایا' سو آپ نے کھڑے ہوئے اس کو پیا' پس عکرمہ نے حلف اٹھا کر کہا: اس دن آپ صرف اونٹ پر سوار تھے۔

(صحیح مسلم: ۲۰۲۷' الرقم المسلسل: ۵۱۷۴' سنن ترمذی: ۱۸۸۲' سنن ابن ماجہ: ۳۴۲۲' سنن نسائی: ۲۹۶۵۔ ۲۹۶۴' صحیح ابن حبان: ۳۸۳۸' مسند احمد ج ۱ ص ۲۸۷ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۶۰۸۔ ج ۴ ص ۳۶۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ۲۸۶۶' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن سلام بن الفرج ابو عبد اللہ البیکندی (۲) الفزاری' یہ مروان بن معاویہ ہیں (۳) عاصم بن سلیمان الاحول (۴) عامر بن شراحیل الشعبی (۵) عکرمہ مولیٰ ابن عباس (۶) حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۳۹۹۔ ۳۹۸)

زمزم کے پانی پینے کا مشروع ہونا

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کھڑے ہو کر پانی پینے کی رخصت ہے' ایک قول یہ ہے کہ اگر زمزم کا پانی بغیر کھڑے ہوئے پیا جائے تو اس میں دشواری ہوتی ہے کیونکہ اس کی دیوار اونچی ہے۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ امام بخاری نے یہ ارادہ کیا ہے کہ زمزم سے پینا حج کی سنت ہے' اگر تم یہ اعتراض کرو کہ امام ابن جریر نے یہ روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما حج کے دوران زمزم سے نہیں پیتے تھے' اس کا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے انہوں نے حج کے دوران زمزم سے اس لیے نہ پیا ہو' تا کہ یہ گمان نہ کیا جائے کہ حج کے دوران زمزم سے پینا حج کے فرائض لازمہ سے ہے اور حضرت ابن عمر نے ابتداء میں حج کے دوران زمزم سے پیا تھا اور حضرت ابن عمر احادیث کی بہت زیادہ اتباع کرتے تھے' بلکہ ان سے زیادہ احادیث کی اتباع کرنے والا کوئی نہیں تھا۔

کھڑے ہو کر پانی پینے کی تحقیق

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے زمزم کا پانی کھڑے ہو کر پیا' اس سے معلوم ہوا کہ کھڑے ہو کر پانی پینا جائز ہے' بعض احادیث میں کھڑے ہو کر پانی پینے سے منع فرمایا ہے' پہلے ہم کھڑے ہو کر پانی پینے کی ممانعت کی احادیث ذکر کر رہے ہیں' اس

کے بعد کھڑے ہو کر پانی پینے کے جواز کی احادیث ذکر کریں گے:

کھڑے ہو کر پانی پینے کی ممانعت کے متعلق احادیث

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھڑے ہو کر پانی پینے پر زجر و توبیخ کی ہے یعنی ڈانٹا ہے۔

(صحیح مسلم: ۲۰۲۴ 'الرقم المسلسل: ۵۱۶۸)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھڑے ہو کر پانی پینے سے منع فرمایا ہے۔ قتادہ نے کہا: ہم نے پوچھا اور کھانا؟ تو انہوں نے کہا: وہ تو زیادہ شر اور زیادہ خبیث ہے (یعنی کھڑے ہو کر کھانا زیادہ بُرا ہے)۔

(صحیح مسلم: ۲۰۲۴ 'الرقم المسلسل: ۵۱۶۹ 'سنن ابوداؤد: ۳۷۱۷ 'سنن ترمذی: ۱۸۱۹ 'سنن ابن ماجہ: ۳۴۲۴)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص کھڑے ہو کر نہ پئے 'پس جو شخص بھول گیا وہ قے کر دے۔ (صحیح مسلم: ۵۱۷۳ 'امام مسلم اس حدیث کی روایت میں منفرد ہیں)

کھڑے ہو کر پانی پینے کے جواز کے متعلق احادیث

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھڑے ہو کر زمزم کا پانی پیا۔

(صحیح البخاری: ۱۶۳۷ 'صحیح مسلم: ۲۰۲۷ 'سنن ترمذی: ۱۸۸۲ 'سنن ابن ماجہ: ۳۴۲۲ 'مسند احمد ج ۱ ص ۲۱۴)

النزال بن سبرہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی نے پانی منگایا 'پھر اس کو کھڑے ہو کر پیا 'پھر فرمایا: لوگوں میں سے کوئی اس کو مکروہ کہتا ہے 'حالانکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کی مثل کرتے ہوئے دیکھا ہے جیسا کہ تم نے مجھے کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

(صحیح البخاری: ۵۶۱۵ 'سنن ابوداؤد: ۳۷۱۸ 'سنن نسائی: ۱۳۰)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں چلتے ہوئے کھاتے تھے اور کھڑے ہوئے پیتے تھے۔ (سنن ابن ماجہ: ۳۳۰۱)

عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا 'آپ کھڑے ہو کر اور بیٹھ کر دونوں طرح پیتے تھے۔ (سنن ترمذی: ۱۸۹۰ 'مسند احمد ج ۲ ص ۱۷۶)

حضرت کبشہ انصاریہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس آئے اور ان کے پاس ایک مشک لٹکی ہوئی تھی ' آپ نے کھڑے ہو کر اس سے پانی پیا تو انہوں نے مشک کے منہ کو کاٹ لیا 'جس جگہ مشک پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا منہ لگا تھا 'وہ اس جگہ سے برکت کا حصول چاہتی تھیں۔ (سنن ابن ماجہ: ۳۴۲۳)

کھڑے ہو کر پانی پینے کی ممانعت اور رخصت کی احادیث میں تطبیق

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

ان احادیث کے معنی کا بعض علماء پر اشکال ہوا 'حتیٰ کہ انہوں نے اس کے متعلق باطل اقوال لکھے 'علامہ نووی نے کہا کہ صحیح یہ ہے کہ کھڑے ہو کر پانی پینے کی ممانعت سے مراد کراہت تنزیہی ہے اور آپ کا کھڑے ہو کر پانی پینا بیان جواز کے لیے ہے 'اور جس کا یہ زعم ہے کہ ان میں سے کوئی حدیث منسوخ ہے 'اس نے غلط کہا کیونکہ جب ان مختلف احادیث کو جمع کیا جا سکتا ہے تو پھر نسخ کی کیا ضرورت ہے 'نیز نسخ کے لیے تاریخ کا علم ضروری ہے اور جب تاریخ معلوم ہونے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے تو پھر ان میں سے کسی حدیث کو

منسوخ کیسے قرار دیا جا سکتا ہے۔

امام طحاوی کی تحقیق کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی ﷺ نے جو کھڑے ہو کر پانی پینے سے منع فرمایا ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کو اپنی امت پر یہ خوف تھا کہ کھڑے ہو کر پانی پینے سے ان کو کوئی ضرر ہو گا یا ان کو کوئی مرض لاحق ہو گا' جس طرح آپ نے فرمایا تھا کہ میں تو ٹیک لگا کر نہیں کھاتا' گویا یہ ممانعت شفقت کی وجہ سے ہے۔

صحابہ اور فقہاء تابعین کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے' حضرت انس رضی اللہ عنہ' حسن بصری' ابراہیم النخعی اور قتادہ نے کہا ہے کہ کھڑے ہو کر پانی پینا مکروہ ہے' اور حضرت ابن عباس' حضرت ابو ہریرہ' حضرت سعد' حضرت عمر بن الخطاب' حضرت عبداللہ بن عمر' حضرت ابن الزبیر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ کھڑے ہو کر پانی پینے میں کوئی حرج نہیں ہے' اور فقہاء تابعین میں سے شعبی' سعید بن المسیب' زاذان' طاؤس' سعید بن جبیر اور مجاہد کا بھی یہی مسلک ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۴۰۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

کھڑے ہو کر پانی پینا ہمارے اعتبار سے مکروہ تنزیہی ہے نہ کہ نبی ﷺ کے اعتبار سے

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ کھڑے ہو کر پانی پینے کو کیوں مکروہ تنزیہی قرار دیا جائے گا جب کہ نبی ﷺ نے کھڑے ہو کر پانی پیا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ نبی ﷺ کا یہ فعل بیان جواز کے لیے تھا' سو آپ کا یہ فعل مکروہ نہیں ہے' بلکہ نبی ﷺ پر احکامِ شرعیہ کو بیان کرنا واجب ہے' سو آپ کا فعل کیسے مکروہ ہو سکتا ہے' اور نبی ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ نے ایک ایک بار وضوء کیا ہے' اور آپ نے اونٹ پر بیٹھ کر طواف کیا ہے جب کہ افضل اور اکمل یہ ہے کہ تین تین بار وضوء کیا جائے اور پیدل چل کر طواف کیا جائے اور اس کی بہت نظائر ہیں' لہٰذا نبی ﷺ بیانِ جواز کے لیے ایک بار یا کئی بار اس طرح کا کام کرتے تھے اور ہمیشہ افضل کام کرتے تھے' اسی طرح آپ اکثر اوقات میں تین تین بار وضوء کرتے تھے اور اکثر پیدل چل کر طواف کرتے تھے اور اکثر بیٹھ کر پانی پیتے تھے اور یہ مسئلہ اس شخص کے لیے بالکل واضح ہے جس کو ذرا سا بھی علم ہو۔

(صحیح مسلم بشرح النووی ج ۹ ص ۵۵۳۵' مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

کھڑے ہو کر پانی پینے کی ممانعت اور جواز کے متعلق فقہاء اسلام کی آراء

علامہ یحییٰ بن شرف نواوی شافعی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

کھڑے ہو کر پانی پینے کے جواز اور ممانعت کی دونوں حدیثیں صحیح ہیں اور صحیح بات یہ ہے کہ ممانعت کراہت تنزیہی پر محمول ہے اور نبی ﷺ کا کھڑے ہو کر پینا بیان جواز پر محمول ہے اور نبی ﷺ کا فعل مکروہ تنزیہی نہیں ہے کیونکہ آپ پر شریعت کا بیان کرنا واجب ہے' آپ کو اس عمل میں واجب کا ثواب ملے گا۔

(صحیح مسلم بشرح النواوی ج ۹ ص ۵۵۳۵ ملخصاً' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ المکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

علامہ ابو العباس احمد بن عمر بن ابراہیم المالکی القرطبی المتوفی ۶۵۶ھ لکھتے ہیں:

حضرت انس نے نبی ﷺ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے کھڑے ہو کر پانی پینے سے منع فرمایا ہے۔ علماء میں سے کسی نے بھی اس ممانعت کو تحریم پر محمول نہیں کیا' یہ صرف غیر مقلدین کے اصول کے مطابق ہے۔ جمہور کے نزدیک کھڑے ہو کر پانی پینا جائز ہے اور سلف میں سے حضرت ابوبکر' حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کا یہی موقف ہے اور جمہور فقہاء اور امام مالک اس سے استدلال کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے زمزم کا پانی کھڑے ہو کر پیا ہے اور ان کے نزدیک نبی ﷺ کا یہ فعل ممانعت کی احادیث کے بعد ہے' کیونکہ

یہ حجۃ الوداع کا واقعہ ہے تو یہ اس ممانعت کا ناسخ ہے' اور آپ کے بعد خلفاء ثلاثہ نے بھی اس ممانعت کے خلاف عمل کیا اور یہ بات بہت بعید ہے کہ ممانعت کی احادیث ان سے مخفی رہیں' جبکہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ لازماً رہتے تھے اور دین پر عمل کرنے میں بہت سخت تھے اور اگر نسخ کا قول نہ کیا جائے اور ان احادیث میں تطبیق دی جائے تو یہ کہا جائے گا کہ ممانعت کی احادیث خلاف اولیٰ پر محمول ہیں۔

حضرت انس نے قتادہ کے سوال کے جواب میں یہ فرمایا کہ کھانے کا معاملہ تو اور زیادہ برا ہے' اس کا اہل علم میں سے کوئی قائل نہیں ہے اور یہ محض ان کی رائے ہے' روایت نہیں ہے اور اصل اباحت ہے۔

بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ آپ نے کھڑے ہو کر پانی پینے سے اس لیے منع فرمایا ہے کہ کھڑے ہو کر کوئی شخص جلدی سے ڈگڈگا کر پانی پئے گا تو اس کو درد جگر ہو جائے گا یا اس کا گلا گھٹ جائے گا یا اس کے حلق یا معدہ میں درد ہو جائے گا' اس لیے اس کو کھڑے ہو کر پانی نہیں پینا چاہیے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس وقت کھڑے ہو کر پانی پیا جب آپ کو یہ خطرہ نہیں تھا' یا کسی ضرورت یا حاجت کی بناء پر پیا' خصوصاً اس لیے کہ آپ زمزم پر تھے اور وہ لوگوں کے رش کی جگہ ہے یا آپ نے اس لیے کھڑے ہو کر پانی پیا تا کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ آپ روزے سے نہیں ہیں' یا اس لیے کہ زمزم کا پانی کھڑے ہو کر پینا مستحب تھا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص ہرگز کھڑے ہو کر پانی نہ پئے' سو جس شخص نے بھول کر پیا' وہ قے کر دے۔

اس پر اہل علم کا اتفاق ہے کہ جو شخص بھول کر کھڑے ہو کر پانی پئے' اس پر قے کرنا واجب نہیں ہے۔ بعض مشائخ نے کہا: زیادہ ظاہر یہ ہے کہ یہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے اور کھڑے ہو کر کھانے کے جواز میں بھی کوئی اختلاف نہیں ہے' ہر چند کہ قتادہ کی رائے اس میں مختلف ہے۔ (المفہم ج ۵ ص ۲۸۶۔۲۸۵' مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت' ۱۴۱۷ھ)

علامہ محمد بن خلیفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ لکھتے ہیں:

امام مالک اور اکثر فقہاء نے کھڑے ہو کر پانی پینے کو جائز قرار دیا ہے' کیونکہ امام بخاری اور امام ترمذی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھڑے ہو کر پانی پیا ہے' اور ایک قوم نے ممانعت کی احادیث کی بناء پر کھڑے ہو کر پانی پینے کو مکروہ کہا ہے۔ ہمارے بعض مشائخ نے یہ کہا ہے کہ ممانعت کی احادیث اس شخص کی طرف راجع ہیں جو اپنے اصحاب کے لیے پانی لے کر آیا اور ان کو پانی پلانے سے پہلے خود کھڑے ہو کر پانی پی لیا جب کہ احسن طریقہ یہ ہے کہ قوم کے ساقی کو سب سے آخر میں پانی پینا چاہیے اور ان میں ظاہر تطبیق اس طرح ہے کہ ممانعت کی احادیث تنزیہ پر محمول ہوں اور کھڑے ہو کر پینے کی احادیث جواز پر محمول ہوں' یا یہ کہا جائے کہ ممانعت کی احادیث اس پر محمول ہیں کہ کھڑے ہو کر پانی پینے سے صحت بدن کو ضرر کا خطرہ ہے' اس لیے آپ نے احتیاطاً کھڑے ہو کر پانی پینے سے منع فرمایا اور نخعی نے یہ کہا ہے کہ کھڑے ہو کر پینے سے پیٹ کی بیماری ہوتی ہے۔

قاضی عیاض مالکی نے کہا ہے کہ امام مالک اور امام بخاری نے کھڑے ہو کر پانی پینے کی ممانعت کی احادیث کو روایت نہیں کیا' کیونکہ ان کے نزدیک ممانعت کی یہ احادیث صحیح نہیں ہیں۔ انہوں نے صرف جواز کی احادیث روایت کی ہیں۔ امام مسلم نے کھڑے ہو کر پانی پینے کی ممانعت کی تین حدیثیں روایت کی ہیں اور تینوں معلول ہیں۔ پہلی حدیث (صحیح مسلم: ۲۰۲۴) قتادہ نے حضرت انس سے روایت کی ہے اور یہ معنعن ہے اور شعبہ' قتادہ کی احادیث سے اجتناب کرتے تھے' جب تک کہ وہ ''حدثنا'' نہ کہیں۔ دوسری حدیث (صحیح مسلم: ۲۰۲۵) قتادہ کی ابوعیسیٰ الاسواری سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا: یہ عیسیٰ غیر مشہور ہے اور اس سند میں قتادہ کا اضطراب اس کے معلول ہونے کے لیے کافی ہے۔ علاوہ ازیں یہ احادیث اباحت کے خلاف ہیں جس پر سلف اور خلف کا اجماع ہے۔

تیسری حدیث (صحیح مسلم: ۲۰۲۶) عمرو بن حمزہ کی ابوغطفان سے روایت ہے انہوں نے حضرت ابوہریرہ سے سنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص ہرگز کھڑے ہو کر پانی نہ پئے جو بھولے سے پی لے تو وہ قے کردے۔ عمرو بن حمزہ نے کہا: یہ حدیث دیگر احادیث (اباحت) سے مخالفت کی گنجائش نہیں رکھتیں جب کہ صحیح یہ ہے کہ یہ (مؤخر الذکر جملہ) حضرت ابوہریرہ کا قول ہے۔

(اکمال اکمال المعلم ج ۷ ص ۱۳۸۔ ۱۳۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۵ھ)

علامہ حسین بن محمد الطیبی متوفی ۷۴۳ھ نے علامہ نووی کی طرح دونوں حدیثوں میں تطبیق دی ہے اور ممانعت کی احادیث کو تنزیہ پر اور اباحت کی احادیث کو بیانِ جواز پر محمول کیا ہے اور اخیر میں لکھا ہے کہ یہ ممانعت تادیب ارشاد اور اولیٰ اور افضل کام کرنے کی ہدایت پر محمول ہے۔ (شرح الطیبی ج ۸ ص ۱۸۷۔ ۱۸۶ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی ۱۴۱۳ھ)

ملا علی بن سلطان محمد القاری المتوفی ۱۰۱۴ھ نے بھی علامہ طیبی کی طرح لکھا ہے۔

(مرقات ج ۸ ص ۲۱۶ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱۳۹۰ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام مسلم نے کھڑے ہو کر پانی پینے کی ممانعت کی احادیث روایت کی ہیں اور بعض احادیث کھڑے ہو کر پانی پینے کے جواز کی ہیں۔ امام بخاری نے روایت کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وضوء کا بچا ہوا پانی کھڑے ہو کر پیا اور فرمایا: لوگ کھڑے ہو کر پانی پینے کو مکروہ کہتے ہیں اور میں نے نبی ﷺ کو اسی طرح کرتے ہوئے دیکھا ہے جس طرح تم نے مجھے دیکھا ہے۔ (صحیح البخاری: ۵۶۱۶۔ ۵۶۱۵۔ ج ۶ سنن ابوداؤد: ۳۷۱۸۔ ج ۳ سنن نسائی: ۱۳۰۔ ج ۱ شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۳۵۷) اور امام ترمذی نے حضرت ابن عمر سے روایت کیا ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے عہد میں پیدل چلتے ہوئے کھاتے تھے اور کھڑے ہوئے پیتے تھے۔ (سنن ترمذی: ۱۸۸۷۔ ج ۳) امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے اور امام طحاوی نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کھڑے ہو کر (مشروب) پیتے تھے۔ (شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۳۵۸ مسند البزار: ۲۸۹۸۔ ج ۳) اور امام طحاوی نے حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کھڑے ہو کر مشک کے منہ سے پانی پیا۔ (شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۳۵۸) اس حدیث کو امام احمد اور امام طبرانی نے بھی روایت کیا ہے۔ (مسند احمد ج ۳ ص ۱۱۹۔ ج ۶ ص ۴۳۱۔ ۳۷۶ معجم کبیر ج ۲۵ ص ۱۲۷۔ ۱۲۶ معجم اوسط: ۶۵۸۔ ج ۱) اس کے بعد علامہ عینی نے علامہ نووی اور علامہ طحاوی کی عبارات کا خلاصہ نقل کیا ہے۔ علامہ نووی کی عبارات ہم نقل کر چکے ہیں اور علامہ ابوجعفر احمد بن محمد الطحاوی متوفی ۳۲۱ھ کی عبارت یہ ہے:

نبی ﷺ نے بطریقہ تحریم کھڑے ہو کر پانی پینے سے منع نہیں فرمایا بلکہ مشک سے منہ لگا کر کھڑے ہو کر پانی پینے سے منع فرمایا ہے تاکہ پانی بدبودار نہ ہو جائے لہٰذا یہ منع کرنا امت پر شفقت اور رحمت کی وجہ سے تھا یا امت سے کوئی اور ضرر دور کرنے کے لیے منع فرمایا مبادا انہیں کھڑے ہو کر پانی پینے سے کوئی ضرر لاحق ہو جائے اور جب وہ ضرر دور ہو گیا تو وہ ممانعت بھی اٹھ گئی اور جب متعدد احادیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ نے اور صحابہ نے کھڑے ہو کر پانی پیا ہے تو معلوم ہو گیا کہ وہ ممانعت اب اٹھ چکی ہے۔ ہمارے نزدیک ان احادیث کی یہی توجیہ ہے۔

(شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۳۵۹ ملخصاً مطبوعہ کراچی عمدۃ القاری ج ۹ ص ۲۷۹ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ علامہ نووی شافعی اور علامہ طیبی کے نزدیک کھڑے ہو کر پانی پینا خلاف اولیٰ ہے۔ علامہ قرطبی مالکی اور علامہ ابی مالکی کے نزدیک کھڑے ہو کر پانی پینے کی ممانعت کی احادیث منسوخ ہیں یا پھر آپ نے ضرر کی وجہ سے کھڑے ہو کر پانی پینے سے منع

فرمایا ہے۔امام ابوجعفر طحاوی حنفی کا بھی یہی مؤقف ہے۔علامہ بدرالدین عینی حنفی کا بھی یہی رجحان ہے اور ملاعلی قاری حنفی کی رائے یہ ہے کہ آپ نے بہ طور تادیب اور شفقت کے کھڑے ہوکر پینے سے منع فرمایا ہے اور جمہور فقہاء احناف کے نزدیک یہ مکروہ تنزیہی یا خلاف اولیٰ ہے۔

وضو کے بچے ہوئے پانی اور زمزم کے پانی کو کھڑے ہوکر پینے کا استحباب

درمختار شرح تنویرالابصار میں مذکور ہے: ''وضو کا بچا ہوا پانی اور اسی طرح آبِ زمزم قبلہ کی طرف منہ کر کے کھڑے ہوکر یا بیٹھ کر پئے اور ان دو پانیوں کے سوا کھڑے ہوکر پینا مکروہ تنزیہی ہے''۔اس عبارت سے علامہ شامی نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ آبِ زمزم اور وضو کا بقیہ پانی بھی کھڑے ہوکر پینا صرف جائز اور مباح ہے' مستحب نہیں ہے۔مستحب ان کو بھی بیٹھ کر پینا ہے' چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

حاصل کلام یہ ہے کہ ان دونوں مواضع پر کھڑے ہوکر پینے کا مکروہ نہ ہونا بھی محل کلام ہے چہ جائیکہ ان میں مستحب کا قول کیا جائے اور زیادہ مناسب یہ ہے کہ یہ کہا جائے کہ ان مواضع پر کھڑے ہوکر پینا مکروہ نہیں ہے' اگرچہ مستحب بھی نہیں ہے کیونکہ زمزم کے پانی میں شفاء ہے' اسی طرح وضو کے بقیہ میں بھی شفاء ہے۔(ردالمحتار ج ۱ ص ۸۸' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

ہمیں اس مسئلہ میں علامہ شامی رحمہ اللہ کی رائے سے اختلاف ہے۔ہمارے نزدیک آبِ زمزم کی تعظیم کے قصد سے اس کو قبلہ کی طرف منہ کر کے کھڑے ہوکر پینا مستحب اور باعث ثواب ہے کیونکہ آبِ زمزم شعائر اللہ میں سے ہے اور شعائر اللہ کی تعظیم کرنا مستحب ہے۔قرآن مجید میں ہے:

وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِO (الحج:۳۲)	اور جس نے اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کی تو بے شک یہ دلوں کے تقویٰ سے ہےO

علامہ شامی سے مقدم اجلہ فقہاء نے بھی زمزم کے پانی کو کھڑے ہوکر پینا مستحب لکھا ہے۔

علامہ طاہر بن عبدالرشید بخاری متوفی ۵۴۲ھ لکھتے ہیں:

وضوء کے آداب میں سے یہ ہے کہ وضوء کا بچا ہوا پانی قبلہ کی طرف منہ کر کے کھڑے ہوکر یا بیٹھ کر پئے اور امام خواہرزادہ رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ کھڑے ہوکر پئے اور اسی طرح زمزم کے پاس بھی کھڑے ہوکر پئے۔(خلاصۃ الفتاویٰ ج ۱ ص ۲۵' مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ' کوئٹہ)

علامہ حسن بن منصور اوزجندی (قاضی خان) متوفی ۲۹۵ھ نے وضوء کی سنتوں میں لکھا ہے کہ وضوء کا بچا ہوا پانی کھڑے ہوکر پئے۔(فتاویٰ قاضی خان علی ہامش الہندیہ ج ۱ ص ۳۵)

علامہ عالم بن العلاء الانصاری الاندرینی الدہلوی المتوفی ۷۸۶ھ لکھتے ہیں:

امام خواہرزادہ رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ وضوء کا بچا ہوا پانی کھڑے ہوکر پئے اور دو جگہوں کے سوا کھڑے ہوکر پانی نہ پئے۔ایک اس مقام پر اور ایک زمزم پر۔(فتاویٰ تاتارخانیہ ج ۱ ص ۱۱۳-۱۱۲' مطبوعہ ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۴۱۱ھ)

علامہ شیخ حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی الحنفی المتوفی ۱۰۶۹ھ لکھتے ہیں:

وضوء کا بچا ہوا پانی قبلہ کی طرف منہ کر کے کھڑے ہوکر یا بیٹھ کر پینا مستحب ہے' کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے وضوء کا بچا ہوا پانی اور زمزم کا پانی کھڑے ہوکر پیا ہے اور آپ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص ہرگز کھڑے ہوکر نہ پئے اور جو بھول جائے وہ قے کرے۔اور علماء کا اجماع ہے کہ یہ ممانعت تنزیہی ہے جو کہ طبی بناء پر ہے نہ کہ دینی بناء پر۔

(مراقی الفلاح علی ہامش الطحاوی ص ۴۷-۴۶' مطبوعہ مصر)

عالم گیری میں بھی وضوء کے بچے ہوئے پانی کو کھڑے ہو کر پینا مستحب لکھا ہے۔(فتاویٰ ہندیہ ج ۱ ص ۸ 'طبع مصر)
نیز علامہ شامی کی اپنی عبارت میں بھی ان کی تحقیق کے ضعیف ہونے کی تصریح ہے' وہ لکھتے ہیں:
سراج میں مذکور ہے کہ ان دو جگہوں کے سوا کھڑے ہو کر پانی پینا مستحب نہیں ہے۔ اس عبارت سے مستفاد ہوتا ہے کہ شارح (علامہ حصکفی صاحب درمختار) کا مختار ضعیف ہے جیسا کہ اس پر حموی وغیرہ نے تنبیہ کی ہے (کیونکہ اس عبارت کا تقاضا یہ ہے کہ وضوء کا بچا ہوا پانی اور زمزم کا پانی کھڑے ہو کر پینا مستحب ہے)۔(ردالمحتار ج ۱ ص ۸۷ 'مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۷ ھ)
اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ ھ کا ارشاد ہے:
زمزم اور وضوء کا پانی شرع میں کھڑے ہو کر پینے کا حکم ہے اور لوگوں نے دو اور اپنی طرف سے لگا لیے ہیں' ایک سبیل کا اور دوسرا جھوٹا پانی اور دونوں جھوٹے۔(الملفوظ ج ۴ ص ۶ 'مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی' کراچی)
صدر الشریعہ مولانا امجد علی متوفی ۱۳۷۶ ھ لکھتے ہیں:
اور بچا ہوا پانی کھڑے ہو کر تھوڑا پی لے کہ شفاء امراض ہے۔(بہار شریعت ج ۲ ص ۱۲ 'مطبوعہ ضیاء القرآن پبلیکیشنز' لاہور)
نیز مولانا امجد علی لکھتے ہیں:
اسی طرح آبِ زمزم کو بھی کھڑے ہو کر پینا سنت ہے۔ یہ دونوں پانی اس حکم سے مستثنیٰ ہیں۔
(بہار شریعت ج ۱۶ ص ۲۹ 'مطبوعہ ضیاء القرآن پبلیکیشنز' لاہور)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۵۱۶۶۔۵۱۶۵۔ ج ۶ ص ۲۸۰ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے یہ عنوان ہیں:
(۱) بھول کر کھڑے ہو کر پانی پینے والے کے لیے قے کرنے کے حکم کی وضاحت (۲) کھڑے ہو کر پانی پینے والی احادیث کی فنی حیثیت۔ اس سے پہلے باب میں یہ عنوان ہیں: چل پھر کر اور کھڑے ہو کر کھانے پینے کے متعلق فقہاء کے نظریات' چل پھر کر اور کھڑے ہو کر کھانے پینے کے متعلق مصنف کا موقف۔

۷۷ - بَابُ طَوَافِ الْقَارِنِ
حج قران کرنے والے کا طواف

اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ آیا حج قران کرنے والے کے لیے ایک طواف کافی ہے یا اس کو دو طواف کرنے ہوں گے۔

۱۶۳۸ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ فَاَهْلَلْنَا بِعُمْرَةٍ ثُمَّ قَالَ مَنْ كَانَ مَعَهُ هَدْيٌ فَلْيُهِلَّ بِالْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ ثُمَّ لَا يَحِلُّ حَتّٰى يَحِلَّ مِنْهُمَا. فَقَدِمْتُ مَكَّةَ وَاَنَا حَائِضٌ فَلَمَّا قَضَيْنَا حَجَّنَا اَرْسَلَنِيْ مَعَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اِلَى التَّنْعِيْمِ فَاعْتَمَرْتُ فَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذِهٖ مَكَانُ عُمْرَتِكِ. فَطَافَ الَّذِيْنَ اَهَلُّوْا بِالْعُمْرَةِ ثُمَّ حَلُّوْا ثُمَّ طَافُوْا طَوَافًا اٰخَرَ بَعْدَ اَنْ رَجَعُوْا مِنْ مِّنًى.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن شہاب از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حجۃ الوداع میں نکلے' پس ہم نے عمرہ کا احرام باندھا' پھر آپ نے فرمایا: جس کے پاس قربانی ہے وہ حج کا اور عمرہ کا احرام باندھے' پھر وہ اس وقت تک حلال نہیں ہوگا جب تک کہ ان دونوں سے حلال نہ ہو جائے' پس میں مکہ میں آئی اور اس وقت میں حائضہ تھی' پھر جب ہم نے حج کر لیا تو آپ نے مجھے حضرت عبدالرحمن کے ساتھ مقام تنعیم کی طرف بھیجا' پس میں نے عمرہ کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ تمہارے (اس) عمرہ کی جگہ ہے' پس

وَاَمَّا الَّذِيْنَ جَمَعُوْا بَيْنَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ، فَإِنَّمَا طَافُوْا طَوَافًا وَّاحِدًا.

جن لوگوں نے عمرہ کا احرام باندھا تھا انہوں نے طواف کیا (اور سعی کی)' پھر احرام کھول دیا' پھر جب وہ منیٰ سے لوٹ کر آئے تو انہوں نے ایک اور طواف (زیارت) کیا اور جن لوگوں نے حج اور عمرہ کو جمع کیا تھا' انہوں نے صرف ایک طواف کیا۔

اس حدیث کی شرح تفصیل کے ساتھ' صحیح البخاری:۱۵۵۶ میں گزر چکی ہے' تاہم حج قران کرنے والے کے دو طوافوں کے متعلق مزید تفصیل کی جا رہی ہے۔

حج قران میں دو طواف اور دو سعی کرنے پر دلائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام نسائی نے اپنی سنن کبریٰ میں از حماد بن عبدالرحمان انصاری از ابراہیم بن محمد روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے اپنے والد کے ساتھ طواف کیا اور انہوں نے حج اور عمرہ کو جمع کیا تھا' پس انہوں نے اس کے لیے دو طواف کیے اور دو سعی کیں اور مجھے یہ حدیث بیان کی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی یہی کیا تھا اور حضرت علی نے یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اسی طرح کیا تھا۔

اگر تم یہ اعتراض کرو کہ صاحب التنقیح نے کہا ہے کہ اس حماد کو الازدی نے ضعیف قرار دیا ہے تو میں کہوں گا کہ امام ابن حبان نے اس کا ثقات میں ذکر کیا ہے اور الدارقطنی نے کئی سندوں کے ساتھ اس کی روایت ذکر کی ہے اور ہر سند کے متعلق کہا ہے: یہ ضعیف ہے' تو میں کہوں گا کہ جب کسی حدیث کی متعدد سندیں ہوں اور خواہ اس میں ضعیف راوی ہوں تو وہ حدیث قوی ہو جاتی ہے۔

نیز امام طحاوی نے از ابی النضرة یہ روایت ذکر کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے حج کا احرام باندھا' پھر میری حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی تو میں نے ان سے کہا: میں نے حج کا احرام باندھا ہے کیا میں اس کے ساتھ عمرہ ملا سکتا ہوں؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہیں! اگر تم عمرہ کا احرام باندھتے' پھر تم اس کے ساتھ حج کا احرام ملاتے تو ملا سکتے تھے' میں نے پوچھا: اگر میں یہ ارادہ کروں تو کیسے کروں؟ حضرت علی نے فرمایا: تم ایک لوٹے میں پانی لاؤ' پھر تم عمرہ اور حج دونوں کا احرام باندھو اور ان میں سے ہر ایک کے لیے طواف کرو۔

ابو النضرہ نے حضرت علی اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ ان دونوں نے کہا کہ قارن دو طواف کرے گا اور دو سعی کرے گا۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۳۰۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جو فرمایا ہے کہ ''جن لوگوں نے حج اور عمرہ کو جمع کیا تھا انہوں نے صرف ایک طواف کیا'' اس کی تاویل یہ ہے کہ انہوں نے صرف ایک قسم کا طواف کیا' یعنی ''طوافًا واحدًا'' میں وحدت نوعی مراد ہے' وحدت شخصی مراد نہیں ہے۔

۱۶۳۹ - حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ' عَنْ أَيُّوْبَ' عَنْ نَّافِعٍ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا' دَخَلَ ابْنُهٗ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ وَظَهْرُهٗ فِى الدَّارِ' فَقَالَ إِنِّىْ لَا اٰمَنُ أَنْ يَّكُوْنَ الْعَامَ بَيْنَ النَّاسِ قِتَالٌ' فَيَصُدُّوْكَ عَنِ الْبَيْتِ' فَلَوْ أَقَمْتَ؟ فَقَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن علیہ نے حدیث بیان کی از ایوب از نافع' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے بیٹے عبداللہ بن عبداللہ بن عمران کے پاس گئے' ان کی سواری (حج کو جانے کے لیے) تیار تھی' عبداللہ بن عبداللہ نے کہا: مجھے یہ

قَدْ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَالَ كُفَّارُ قُرَيْشٍ بَيْنَهُ وَ بَيْنَ الْبَيْتِ، فَإِنْ حِيْلَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ اَفْعَلْ كَمَا فَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ (الاحزاب: ۲۱). ثُمَّ قَالَ اُشْهِدُكُمْ اَنِّيْ قَدْ اَوْجَبْتُ مَعَ عُمْرَتِيْ حَجًّا، قَالَ ثُمَّ قَدِمَ، فَطَافَ لَهُمَا طَوَافًا وَّاحِدًا. [اطراف الحدیث: ۱۶۴۰-۱۶۹۳-۱۷۰۸-۱۷۲۹-۱۸۰۶-۱۸۰۷-۱۸۰۸-۱۸۱۰-۱۸۱۲-۱۸۱۳-۴۱۸۳-۴۱۸۴-۴۱۸۵] (صحیح مسلم: ۱۲۳۰، الرقم المسلسل: ۲۸۸۱، سنن نسائی: ۲۷۴۲)

خوف ہے کہ اس سال لوگوں کے درمیان لڑائی ہوگی سو وہ آپ کو بیت اللہ جانے سے روک دیں گے کاش! آپ ٹھہر جاتے حضرت عبداللہ بن عمر نے کہا: رسول اللہ ﷺ (عمرہ کے لیے) نکلے تو کفار قریش آپ کے اور بیت اللہ کے درمیان حائل ہو گئے لہٰذا اگر میرے اور بیت اللہ کے درمیان لوگ حائل ہو گئے تو میں اس طرح کروں گا جس طرح رسول اللہ ﷺ نے کیا تھا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ میں عمدہ نمونہ ہے۔ (الاحزاب: ۲۱) پھر انہوں نے کہا: میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے عمرہ کے ساتھ حج کو بھی واجب کر لیا ہے پھر حضرت عبداللہ بن عمر مکہ پہنچے تو حج اور عمرہ کے لیے ایک (قسم کا) طواف کیا۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) یعقوب بن ابراہیم بن کثیر الدورقی ان کی کنیت ابو یوسف ہے (۲) اسماعیل بن علیہ علیہ اسماعیل کی ماں کا نام ہے ان کے باپ کا نام ابراہیم بن سہم ہے (۳) ایوب السختیانی (۴) نافع مولیٰ ابن عمر (۵) حضرت عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما۔

(عمدۃ القاری ج ۹ ص ۳۰۴)

علامہ عینی نے لکھا ہے کہ اس حدیث سے امام شافعی نے یہ استدلال کیا ہے کہ حج قران والا صرف ایک طواف کرے گا لیکن ان کا استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ اس سے مراد طواف قدوم ہے۔

۱۶۴۰ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ نَّافِعٍ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَرَادَ الْحَجَّ عَامَ نَزَلَ الْحَجَّاجُ بِابْنِ الزُّبَيْرِ، فَقِيْلَ لَهُ اِنَّ النَّاسَ كَائِنٌ بَيْنَهُمْ قِتَالٌ، وَاِنَّا نَخَافُ اَنْ يَّصُدُّوْكَ، فَقَالَ ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ (الاحزاب: ۲۱) اِذًا اَصْنَعُ كَمَا صَنَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اِنِّيْ اُشْهِدُكُمْ اَنِّيْ قَدْ اَوْجَبْتُ عُمْرَةً، ثُمَّ خَرَجَ، حَتّٰى اِذَا كَانَ بِظَاهِرِ الْبَيْدَاءِ، قَالَ مَا شَاْنُ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ اِلَّا وَاحِدٌ، اُشْهِدُكُمْ اَنِّيْ قَدْ اَوْجَبْتُ حَجًّا مَّعَ عُمْرَتِيْ، وَاَهْدٰى هَدْيًا اِشْتَرَاهُ بِقُدَيْدٍ، وَلَمْ يَزِدْ عَلٰى ذٰلِكَ، فَلَمْ يَنْحَرْ، وَلَمْ يَحِلَّ مِنْ شَيْءٍ حَرُمَ مِنْهُ، وَلَمْ يَحْلِقْ وَلَمْ يُقَصِّرْ، حَتّٰى كَانَ يَوْمُ النَّحْرِ فَنَحَرَ وَحَلَقَ، وَرَاٰى اَنْ قَدْ قَضٰى طَوَافَ الْحَجِّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از نافع کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس سال حج کا ارادہ کیا جس سال حجاج نے حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما پر حملہ کیا تو حضرت ابن عمر سے کہا گیا کہ بے شک لوگوں کے درمیان جنگ ہونے والی ہے اور ہم کو یہ خطرہ ہے کہ وہ آپ کو روک لیں گے تو حضرت ابن عمر نے کہا: بے شک تمہارے لیے رسول اللہ میں عمدہ نمونہ ہے۔ (الاحزاب: ۲۱) تو میں اس وقت اسی طرح کروں گا جس طرح رسول اللہ ﷺ نے کیا تھا میں تم کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے عمرہ کو واجب کر لیا ہے پھر وہ باہر نکل گئے حتیٰ کہ جب وہ ظاہر البیداء پر پہنچے تو کہا: حج اور عمرہ کا معاملہ تو ایک طرح کا ہے میں تم کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اپنے عمرہ کے ساتھ حج کو بھی واجب کر لیا ہے اور وہ قدید سے قربانی کا جانور بھی خرید کر اپنے ساتھ لے گئے اور انہوں نے اس پر کوئی

وَالْعُمْرَةِ بِطَوَافِهِ الْاَوَّلِ. وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا كَذٰلِكَ فَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اضافہ نہیں کیا' سو انہوں نے نحر نہیں کیا اور نہ کوئی اور ایسا کام کیا جو احرام میں ممنوع تھا' سر منڈایا نہ بال کاٹے' حتیٰ کہ قربانی کا دن آ گیا' پھر انہوں نے نحر کیا اور سر منڈایا اور ان کا گمان یہ تھا کہ انہوں نے پہلے طواف کے ساتھ حج اور عمرہ کا طواف کر لیا ہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا۔

اس حدیث کی شرح' اس سے پہلی حدیث: ۱۶۳۹ میں گزر چکی ہے۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

ہمارے نزدیک اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دس ذوالحجہ سے پہلے حج کا طواف نہیں کیا تھا کیونکہ آپ نے اس سے پہلے جو طواف کیا تھا وہ طواف قدوم تھا' پس حضرت ابن عمر نے طواف قدوم کے بعد جو عمرہ کا طواف کیا تھا' اس پر اکتفاء کر لی اور اس کا حج میں اعادہ نہیں کیا اور اس حدیث میں قارن کے طواف کا حکم نہیں بیان کیا گیا۔

(عمدۃ القاری ج ۹ ص ۴۰۷ 'ملخصاً' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۷۸ - بَابُ الطَّوَافِ عَلٰى وُضُوْءٍ

وضوء کر کے طواف کرنا

۱۶۴۱ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عِيْسٰى قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ' عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ نَوْفَلٍ الْقُرَشِيِّ اَنَّهٗ سَاَلَ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ فَقَالَ قَدْ حَجَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' فَاَخْبَرَتْنِيْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّهٗ اَوَّلُ شَيْءٍ بَدَاَ بِهٖ حِيْنَ قَدِمَ اَنَّهٗ تَوَضَّاَ' ثُمَّ طَافَ بِالْبَيْتِ' ثُمَّ لَمْ تَكُنْ عُمْرَةٌ. ثُمَّ حَجَّ اَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ' فَكَانَ اَوَّلَ شَيْءٍ بَدَاَ بِهِ الطَّوَافُ بِالْبَيْتِ' ثُمَّ لَمْ تَكُنْ عُمْرَةٌ' ثُمَّ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ مِثْلَ ذٰلِكَ' ثُمَّ حَجَّ عُثْمَانُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ' فَرَاَيْتُهٗ اَوَّلُ شَيْءٍ بَدَاَ بِهِ الطَّوَافُ بِالْبَيْتِ' ثُمَّ لَمْ تَكُنْ عُمْرَةٌ' ثُمَّ مُعَاوِيَةُ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ' ثُمَّ حَجَجْتُ مَعَ اَبِي الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ فَكَانَ اَوَّلَ شَيْءٍ بَدَاَ بِهِ الطَّوَافُ بِالْبَيْتِ' ثُمَّ لَمْ تَكُنْ عُمْرَةٌ' ثُمَّ رَاَيْتُ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارَ يَفْعَلُوْنَ ذٰلِكَ' ثُمَّ لَمْ تَكُنْ عُمْرَةٌ' ثُمَّ اٰخِرُ مَنْ رَاَيْتُ فَعَلَ ذٰلِكَ ابْنُ عُمَرَ ثُمَّ لَمْ يَنْقُضْهَا عُمْرَةً' وَهٰذَا ابْنُ عُمَرَ عِنْدَهُمْ فَلَا يَسْاَلُوْنَهٗ' وَلَا اَحَدٌ مِّمَّنْ مَّضٰى' مَا كَانُوْا يَبْدَءُوْنَ بِشَيْءٍ' حَتّٰى يَضَعُوْا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن عیسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن وہب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عمرو بن الحارث نے خبر دی از محمد بن عبدالرحمن بن نوفل القرشی' انہوں نے عروہ بن الزبیر سے سوال کیا (کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کس طرح حج کیا تھا؟) عروہ نے بتایا کہ بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کیا' پس مجھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ آنے کے بعد سب سے پہلے جس کام سے ابتداء فرمائی' وہ یہ تھا کہ آپ نے وضوء کیا' پھر آپ نے بیت اللہ کا طواف کیا' پھر یہ حج عمرہ نہیں ہوا' پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حج کیا' پس انہوں نے جو کام سب سے پہلے کیا وہ بیت اللہ کا طواف تھا' پھر یہ حج عمرہ نہیں ہوا' پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسی طرح کیا' پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حج کیا' پس میں نے دیکھا کہ جس چیز سے انہوں نے ابتداء کی' وہ بیت اللہ کا طواف تھا' پھر یہ حج عمرہ نہیں ہوا' پھر حضرت معاویہ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم نے طواف کیا' پھر میں نے اپنے والد حضرت الزبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کے ساتھ حج کیا' سو انہوں نے (بھی) جس کے ساتھ ابتداء کی وہ بیت اللہ کا طواف تھا' پھر یہ حج عمرہ نہیں ہوا' پھر میں نے دیکھا کہ مہاجرین اور انصار (بھی) اسی طرح کرتے تھے' پھر یہ حج عمرہ نہیں بنا' پھر سب کے آخر میں' میں

اَقْدَامَهُمْ مِنَ الطَّوَافِ بِالْبَيْتِ، ثُمَّ لَا يَحِلُّوْنَ، وَقَدْ رَاَيْتُ اُمِّي وَ خَالَتِي، حِيْنَ تَقْدَمَانِ لَا تَبْتَدِئَانِ بِشَيْءٍ اَوَّلَ مِنَ الْبَيْتِ، تَطُوْفَانِ بِهٖ، ثُمَّ لَا تَحِلَّانِ.

نے حضرت ابن عمر کو دیکھا' پھر انہوں نے بھی حج کو توڑ کر اسے عمرہ نہیں قرار دیا' اور یہ ہیں حضرت ابن عمر جو ان کے یہاں موجود ہیں' یہ لوگ ان سے سوال کیوں نہیں کرتے' اور جتنے پہلے لوگ گزرے ہیں ان میں سے کسی نے حج کو توڑ کر عمرہ نہیں قرار دیا' وہ بیت اللہ میں جہاں اپنے قدم رکھتے ہیں تو بیت اللہ کا طواف کرتے ہیں' پھر وہ احرام نہیں کھولتے اور تحقیق یہ ہے کہ میں نے اپنی امی اور خالہ کو دیکھا ہے' وہ مکہ آ کر جس چیز کے ساتھ ابتداء کرتی تھیں' وہ یہ تھا کہ وہ بیت اللہ کا طواف کرتی تھیں' پھر وہ احرام نہیں کھولتی تھیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۶۱۴ میں گزر چکی ہے تاہم بعض اُمور کی مزید شرح کی جائے گی۔

۱۶۴۲ - وَقَدْ اَخْبَرَتْنِي اُمِّي اَنَّهَا اَهَلَّتْ هِيَ وَاُخْتُهَا وَالزُّبَيْرُ، وَفُلَانٌ وَّ فُلَانٌ بِعُمْرَةٍ، فَلَمَّا مَسَحُوا الرُّكْنَ حَلُّوْا.

اور بے شک مجھے میری امی نے خبر دی کہ انہوں نے اور ان کی بہن نے اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے اور فلاں اور فلاں نے عمرہ کا احرام باندھا' پھر جب انہوں نے حجر اسود کی تعظیم کر لی تو احرام کھول دیا۔

اس حدیث کی شرح' ۱۶۱۵' میں گزر چکی ہے۔

حج افراد کے افضل ہونے کی دلیل

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

حدیث: ۱۶۴۱' میں عروہ نے یہ بیان کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' خلفاء راشدین اور بعد کے صحابہ اور تابعین نے حج کیا اور حج کے احرام کو فسخ کر کے عمرہ نہیں قرار دیا' اس کا معنی یہ ہے کہ انہوں نے صرف حج کیا اور اس کے ساتھ عمرہ نہیں کیا یعنی ان کا حج' حج افراد تھا' اور حج تمتع یا حج قران نہیں تھا' اس میں ان علماء کی دلیل ہے جو کہتے ہیں کہ حج افراد' حج تمتع اور حج قران سے افضل ہے۔

طواف کرنے سے پہلے وضوء کرنے میں اختلاف ائمہ

نیز علامہ ابن بطال لکھتے ہیں: اس حدیث میں طواف سے پہلے وضوء کرنے کا ذکر ہے' اور امام بخاری نے اسی کا عنوان قائم کیا ہے اور جمہور ائمہ (امام مالک' امام شافعی اور امام احمد) اس پر متفق ہیں کہ بغیر وضوء کے طواف نہیں ہوتا' جس طرح بغیر وضوء کے نماز نہیں ہوتی' امام ابوحنیفہ کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے' وہ کہتے ہیں کہ جس نے بغیر وضوء کے طواف کیا اگر ممکن ہو تو وہ طواف دہرائے ورنہ اس پر دم لازم آئے گا۔

علامہ ابن القصار نے کہا ہے کہ جمہور کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عائشہ نے فرمایا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے وضوء کیا' پھر طواف کیا اور آپ کا یہ فعل وجوب پر دلالت کرتا ہے' الا یہ کہ اس کے خلاف کوئی دلیل ہو' نیز آپ کا فعل قرآن مجید کے مجمل کا بیان ہے اور قرآن مجید میں ہے:

وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ O (الحج: ۲۹)

اور لوگ اس قدیم گھر کا طواف کریں O

اور اس لیے کہ طواف مجمل ہے' وہ اپنی صفت کے بیان کا محتاج ہے ورنہ طواف کرنے کے حکم پر تو ایک چکر لگانے سے بھی عمل ہو

جائے گا۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ہے کہ بیت اللہ کا طواف کرنا نماز ہے مگر اللہ تعالیٰ نے اس میں بات کرنے کو مباح کر دیا ہے اور شریعت میں ایسی نماز بھی ہوتی ہے جس میں رکوع اور سجود نہ ہو جیسے نمازِ جنازہ ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ پھر اس میں تکبیر تحریم اور آخر میں سلام بھی ہونا چاہیے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہر نماز میں تکبیر تحریم اور سلام ضروری نہیں ہے کیونکہ بہت علماء سجدہ سہو کو نماز کہتے ہیں اور اس میں تکبیر تحریم اور سلام نہیں ہے۔ سجدہ تلاوت کا بھی یہی معاملہ ہے اور ہماری دلیل یہ ہے کہ جب حضرت صفیہ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی روانگی کے وقت حیض آ گیا تو آپ نے فرمایا: کیا یہ ہم کو روکنے والی ہیں؟ اور جب آپ کو یہ بتایا گیا کہ یہ طواف زیارت کر چکی ہیں تو آپ نے فرمایا: تب کوئی حرج نہیں ہے۔

اگر بے وضوء طواف کرنے کا تدارک دم دینے سے ہو جاتا تو آپ یہ نہ فرماتے کہ یہ ہمیں روکنے والی ہیں' اسی طرح جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ابتداء میں حیض آ گیا تھا تو آپ ان کے عمرہ کو بھی مؤخر نہ کراتے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ طواف زیارت حج کا رکن ہے جس کے بغیر حج نہیں ہوتا' لہٰذا اس میں طہارت کی ضرورت نہیں ہے' جیسے وقوف عرفات میں طہارت کی ضرورت نہیں ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ طواف کے ہر سات چکر کے بعد دو رکعت نماز ہوتی ہے اور طواف اور اس کی دو رکعت کے درمیان فصل نہیں ہوتا' اس لیے ضروری ہے کہ طواف کرنے والا باوضوء ہو' تا کہ وہ طواف کے متصل دو رکعت نماز پڑھ سکے اور وقوف عرفات کے بعد نماز نہیں ہوتی' اس لیے وقوفِ عرفات اور طواف میں فرق ظاہر ہو گیا۔

میں کہتا ہوں کہ یہ جواب بہت کمزور ہے کیونکہ باب: ۷۳ کی پہلی تعلیق میں یہ گزر چکا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ طواف کرنے کے بعد اپنی سواری پر سوار ہو کر مقام ذی طویٰ چلے گئے اور وہاں پہنچ کر دو رکعت طواف پڑھیں' اور حدیث: ۱۶۲۸ میں ذکر ہے کہ لوگ طواف کے بعد واعظ کا وعظ سنتے رہے' اس کے بعد انہوں نے طواف کی دو رکعت پڑھیں' اس سے معلوم ہوا کہ طواف کے متصل دو رکعت طواف پڑھنا ضروری نہیں ہے بلکہ ان میں فصل کرنا جائز ہے۔

نیز علامہ ابن بطال لکھتے ہیں: اس میں اختلاف ہے کہ اگر کسی کا دورانِ طواف وضوء ٹوٹ جائے تو پھر کیا حکم ہے؟

عطاء اور امام مالک نے کہا ہے کہ وہ وضوء کرے اور دوبارہ طواف شروع کرے' امام مالک نے کہا: اگر صفا اور المروۃ کی سعی کے دوران اس کا وضوء ٹوٹ جائے تو اس پر دوبارہ سعی کرنا لازم نہیں ہے اور اگر دورانِ طواف وضوء ٹوٹ جائے تو امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک وضوء کر کے وہیں سے طواف شروع کر دے' ازسرِنو طواف شروع کرنا ضروری نہیں ہے۔ امام مالک نے کہا ہے کہ اگر اس کا طواف نفلی ہے اور اس نے مکمل سات چکر لگانے کا ارادہ کیا تھا تو پھر وہ وضوء کر کے طواف ازسرِنو شروع کرے ورنہ طواف وہیں چھوڑ دے۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۲۷۸-۲۷۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

طواف سے پہلے وضوء کی عدم فرضیت پر امام ابوحنیفہ کے دلائل اور ائمہ ثلاثہ کے دلائل کے جوابات

میں کہتا ہوں کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک طواف کرنے کے لیے وضوء کرنا فرض نہیں ہے کیونکہ فرضیت اس دلیل سے ثابت ہوتی ہے جو قطعی الثبوت ہو اور لزوم پر اس کی دلالت بھی قطعی ہو' جب کہ صحیح البخاری: ۱۶۴۱ کی یہ حدیث جس سے ائمہ ثلاثہ نے طواف کے لیے وضوء کرنے کی فرضیت ثابت کی ہے خبر واحد ہے اور ظنی الثبوت ہے' نیز اس میں یہ ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے طواف سے پہلے وضوء کیا' یہ ذکر نہیں ہے کہ آپ نے طواف سے پہلے وضوء کرنے کا حکم دیا اور وضوء نہ کرنے والے پر انکار کیا یا اس پر وعید سنائی' لہٰذا اس میں طواف سے پہلے وضوء کے لزوم پر قطعی دلیل نہیں ہے' لہٰذا طواف سے پہلے وضوء کرنا قطعی الثبوت ہے نہ لزوم پر قطعی الدلالۃ ہے اور

ایسی دلیل سے فرضیت ثابت نہیں ہوتی ۔ ائمہ ثلاثہ کا یہ کہنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل سے فرض ثابت ہوتا ہے بالکل غلط ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہوکر پانی پیا حالانکہ کھڑے ہوکر پانی پینا فرض نہیں ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فصد لگانے والے کو اجرت دی حالانکہ فصد لگانے کی اجرت دینا فرض نہیں ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تہجد کی نماز پڑھی حالانکہ تہجد کی نماز پڑھنا فرض نہیں ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال کے روزے رکھے حالانکہ وصال کے روزے رکھنا فرض نہیں ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وتر کے بعد بیٹھ کر نفل پڑھے حالانکہ بیٹھ کر نفل پڑھنا فرض نہیں ہے اور ایسی کئی مثالیں ہیں۔

نیز ائمہ ثلاثہ کا حضرت ابن عباس کے اس قول سے استدلال کرنا صحیح نہیں ہے کہ طواف نماز ہے کیونکہ حضرت ابن عباس نے طواف کو مجازاً نماز کہا ہے ورنہ ایسی کون سی حقیقی نماز ہے جس میں بات کرنے اور چکر لگانے کا عمل ہو اور سجدہ تلاوت اور سجدہ سہو کو لوگوں نے نماز کہا ہو کسی حدیث سے یہ ثابت نہیں ہے کہ سجدہ سہو یا سجدہ تلاوت نماز ہے لہٰذا ان بے سند اقوال سے وضوء کی فرضیت ثابت کرنا علامہ ابن بطال ایسے محقق کے لائق نہیں ہے۔

۷۹ - بَابُ وُجُوْبِ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَجُعِلَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ

صفا اور المروۃ میں سعی کا وجوب اور ان کو شعائر اللہ قرار دیا گیا

''شعائر'' کا لغوی اور شرعی معنی

''شعائر'' ''شعیرۃ'' کی جمع ہے الجوہری نے کہا ہے کہ ''الشعائر'' حج کے اعمال ہیں اور ہر وہ چیز جس کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی علامت اور نشانی بنایا گیا ہے وہ شعائر ہیں ابوعبید نے کہا: جس قربانی کے کوہان میں خفیف سا شگاف ڈال کر اس کی کھال پر معمولی سے خون کا نشان ڈالا گیا اس کو شعار کہتے ہیں اور ایسے جانوروں کو شعائر کہتے ہیں الزجاج نے کہا: اللہ تعالیٰ کی عبادت کی تمام جگہیں شعائر ہیں یعنی جن جگہوں کو کسی عبادت کی علامت اور نشانی بنادیا گیا وہ شعائر ہیں مثلاً میدانِ عرفات اور مزدلفہ کو وقوف کی علامت بنادیا گیا ہے صفا اور المروۃ کو سعی کی علامت بنادیا گیا ہے اور منٰی کو قربانی کرنے کی علامت بنادیا گیا ہے تو یہ سب شعائر اللہ ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ ہر وہ عمل جس کو کسی عبادت کے لیے معین کیا گیا وہ شعار اور شعیرہ ہے جیسے کہتے ہیں کہ جماعت سے نماز پڑھنا اور قربانی کرنا اسلام کا شعار ہے حسن بصری نے کہا: دین کے احکام اللہ تعالیٰ کے شعائر ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۹ ص ۴۰۹ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۱۶۴۳ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ عُرْوَةُ سَاَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا فَقُلْتُ لَهَا اَرَاَيْتِ قَوْلَ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا﴾ (البقرة: ۱۵۸) فَوَاللّٰهِ مَا عَلٰى اَحَدٍ جُنَاحٌ اَنْ لَّا يَطَّوَّفَ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ قَالَتْ بِئْسَ مَا قُلْتَ يَا ابْنَ اُخْتِيْ! اِنَّ هٰذِهٖ لَوْ كَانَتْ كَمَا اَوَّلْتَهَا عَلَيْهِ كَانَتْ لَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ لَّا يَتَطَوَّفَ بِهِمَا وَلٰكِنَّهَا اُنْزِلَتْ فِيْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری انہوں نے بیان کیا کہ عروہ نے کہا کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا تو میں نے ان سے کہا: مجھے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے متعلق بتایئے: بے شک صفا اور المروۃ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں سو جس نے بیت اللہ کا حج کیا یا عمرہ کیا اس پر ان دونوں کا طواف (سعی) کرنے میں کوئی گناہ نہیں ہے۔ (البقرہ:۱۵۸) پس اللہ کی قسم! اگر کوئی شخص صفا اور المروۃ میں سعی نہ کرے تو اس کو کوئی گناہ نہیں ہوگا! حضرت عائشہ نے فرمایا: اے میرے بھتیجے! تم نے کیسی غلط بات کی

الْاَنْصَارِ، كَانُوْا قَبْلَ اَنْ يُّسْلِمُوْا يُهِلُّوْنَ لِمَنَاةَ الطَّاغِيَةِ الَّتِيْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَهَا عِنْدَ الْمُشَلَّلِ، فَكَانَ مَنْ اَهَلَّ يَتَحَرَّجُ اَنْ يَّطُوْفَ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، فَلَمَّا اَسْلَمُوْا، سَاَلُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذٰلِكَ، قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اِنَّا كُنَّا نَتَحَرَّجُ اَنْ نَّطُوْفَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ﴾ الْاٰيَةَ. (البقرہ:۱۵۸) قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا وَقَدْ سَنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الطَّوَافَ بَيْنَهُمَا، فَلَيْسَ لِاَحَدٍ اَنْ يَّتْرُكَ الطَّوَافَ بَيْنَهُمَا. ثُمَّ اَخْبَرْتُ اَبَا بَكْرِ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ فَقَالَ اِنَّ هٰذَا لَعِلْمٌ مَّا كُنْتُ سَمِعْتُهُ، وَلَقَدْ سَمِعْتُ رِجَالًا مِّنْ اَهْلِ الْعِلْمِ يَذْكُرُوْنَ اَنَّ النَّاسَ. اِلَّا مَنْ ذَكَرَتْ عَائِشَةُ مِمَّنْ كَانَ يُهِلُّ بِمَنَاةَ. كَانُوْا يَطُوْفُوْنَ كُلُّهُمْ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، فَلَمَّا ذَكَرَ اللّٰهُ تَعَالٰى الطَّوَافَ بِالْبَيْتِ، وَلَمْ يَذْكُرِ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ فِي الْقُرْاٰنِ، قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، كُنَّا نَطُوْفُ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَاِنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ الطَّوَافَ بِالْبَيْتِ فَلَمْ يَذْكُرِ الصَّفَا، فَهَلْ عَلَيْنَا مِنْ حَرَجٍ اَنْ نَّطَّوَّفَ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ﴾ (البقرہ:۱۵۸) الْاٰيَةَ. قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ فَاَسْمَعُ هٰذِهِ الْاٰيَةَ نَزَلَتْ فِي الْفَرِيْقَيْنِ كِلَيْهِمَا فِي الَّذِيْنَ كَانُوْا يَتَحَرَّجُوْنَ اَنْ يَّطُوْفُوْا بِالْجَاهِلِيَّةِ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، وَالَّذِيْنَ يَطُوْفُوْنَ ثُمَّ تَحَرَّجُوْا اَنْ يَّطُوْفُوْا بِهِمَا فِي الْاِسْلَامِ، مِنْ اَجْلِ اَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى اَمَرَ بِالطَّوَافِ بِالْبَيْتِ. وَلَمْ يَذْكُرِ الصَّفَا، حَتّٰى ذَكَرَ ذٰلِكَ، بَعْدَ مَا ذَكَرَ الطَّوَافَ بِالْبَيْتِ.

[اطراف الحدیث:۱۷۹۰-۴۴۹۵-۴۸۶۱] [صحیح مسلم:۱۲۷۷، الرقم المسلسل:۲۹۶۸، سنن ابوداؤد:۱۹۰۱، سنن ترمذی:۲۹۷۶، سنن نسائی:۲۹۶۳، سنن ابن ماجہ:۲۹۶۳، صحیح ابن خزیمہ:۲۷۶۹، مسند

ہے اگر یہ آیت تمہاری تاویل کے مطابق ہوتی تو اللہ تعالیٰ یوں فرماتا: جو شخص صفا اور المروۃ میں سعی نہ کرے اس پر کوئی گناہ نہیں ہے لیکن یہ آیت انصار کے متعلق نازل ہوئی ہے وہ اسلام لانے سے پہلے منات طاغیہ (بت) کے لیے احرام باندھتے تھے جس کی وہ مشلّل (ایک ٹیلہ) کے پاس پرستش کرتے تھے پس جو انصار حج کرتے وہ صفا اور المروۃ میں سعی کرنے کو اس وجہ سے بُرا جانتے تھے لہٰذا جب وہ اسلام لے آئے تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق سوال کیا پس انہوں نے کہا: یارسول اللہ! ہم صفا اور المروۃ میں سعی کرنے سے تنگ ہوتے ہیں تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: بے شک صفا اور المروۃ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں (البقرہ:۱۵۸) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: تحقیق یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صفا اور المروۃ میں سعی کرنے کو سنت قرار دیا ہے پس کسی شخص کے لیے ان میں سعی کرنے کو ترک کرنا جائز نہیں ہے زہری نے کہا: پھر میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول ابوبکر بن عبدالرحمٰن کے سامنے بیان کیا تو انہوں نے کہا: بے شک یہ علم کی بات ہے جس کو میں نے اس سے پہلے نہیں سنا اور میں نے کئی اہل علم لوگوں سے سنا وہ یہ کہتے تھے: عرب کے ان لوگوں کے سوا جن کا حضرت عائشہ نے ذکر کیا ہے کہ وہ منات بت کے لیے احرام باندھتے تھے سو ان کے سوا تمام عرب صفا اور المروۃ میں طواف کرتے تھے پس جب اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ کے طواف کا ذکر کیا (کہ اللہ کے قدیم گھر کا طواف کرو۔ الحج:۲۹) اور اللہ نے قرآن میں صفا اور المروۃ میں طواف کا ذکر نہیں کیا تو انہوں نے کہا: یارسول اللہ! ہم صفا اور المروۃ میں طواف کرتے تھے اور بے شک اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ میں طواف کا ذکر فرمایا ہے اور صفا اور المروۃ میں طواف کا ذکر نہیں فرمایا تو کیا صفا اور المروۃ میں طواف کرنے سے ہم کو کوئی گناہ ہوگا؟ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: بے شک صفا اور المروۃ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں۔ (البقرہ:۱۵۸) ابوبکر نے کہا: پس میں یہ سنتا تھا کہ یہ آیت دونوں فریقوں کے متعلق نازل ہوئی ہے ان کے متعلق بھی جو زمانہ جاہلیت میں صفا اور المروۃ کے درمیان

الحمیدی: ۲۱۹ سنن کبریٰ: ۳۹۶۱-۳۹۶۰ مسند ابویعلیٰ: ۴۷۳۰ شرح مشکل الآثار: ۳۹۳۶-۳۹۳۵ صحیح ابن حبان: ۳۸۴۰ سنن بیہقی ج ۵ ص ۹۷-۹۶ مسند احمد ج ۶ ص ۱۴۴ طبع قدیم مسند احمد: ۲۵۱۱۲-ج ۴۲ ص ۴۸ موسسۃ الرسالۃ بیروت)

طواف کرنے کی وجہ سے صفا اور المروۃ میں طواف کرنے کو بُرا جانتے تھے اور ان کے متعلق بھی جو اسلام میں صفا اور المروۃ کے درمیان طواف کرنے کو اس لیے برا جانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ میں طواف کرنے کا حکم دیا ہے اور صفا کا ذکر نہیں کیا حتیٰ کہ بیت اللہ میں طواف کا ذکر کرنے کے بعد صفا میں طواف کرنے کا حکم دیا۔

عروہ کی البقرہ: ۱۵۸ میں تاویل اور حضرت عائشہ کا اس تاویل کو رد کرنا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: عروہ نے کہا: پس اللہ کی قسم! اگر کوئی شخص صفا اور المروۃ میں سعی نہ کرے تو اس کو کوئی گناہ نہیں ہوگا۔ اس کی تحقیق یہ ہے کہ عروہ نے اس آیت کی یہ تاویل کی تھی کہ صفا اور المروۃ میں سعی کو ترک کرنے سے کوئی ضرر نہیں ہوگا' کیونکہ اس قسم کی عبارت اکثر مباح میں استعمال ہوتی ہے نہ کہ واجب میں' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ جواب دیا کہ یہ آیت وجوب اور عدم وجوب سے ساکت ہے کیونکہ اس آیت میں سعی یا طواف کے وجوب کو ساقط کرنے کی تصریح نہیں ہے' اور اگر اس آیت میں صفا اور المروۃ میں سعی یا طواف کے وجوب کو ساقط کرنے کی تصریح ہوتی تو اللہ تعالیٰ یوں فرماتا: پس جس نے ان کے درمیان طواف نہیں کیا اس پر کوئی گناہ نہیں ہے کیونکہ اس کے ضمن میں ان کے درمیان طواف نہ کرنے والوں سے گناہ نہ ہونے کی تصریح ہوتی۔

منات طاغیہ اور مشلّل کے معانی اور صفا اور المروۃ کے درمیان زمانہ جاہلیت کے طواف کا بیان

اس حدیث میں مذکور ہے: انصار زمانہ جاہلیت میں منات طاغیہ کی پرستش کرتے تھے۔ منات زمانہ جاہلیت کے ایک بت کا نام ہے۔ ابن الکلبی نے کہا ہے کہ یہ ایک پتھر تھا جس کو عمرو بن لحی نے سمندر کی جہت میں نصب کیا تھا اور عرب اس کی عبادت کرتے تھے' ایک قول ہے کہ یہ ہذیل کا پتھر تھا جو مقام قدید میں تھا' الحازمی نے کہا ہے کہ یہ جگہ مدینہ سے سات میل دور تھی' اور اس میں "المشلّل" کا ذکر ہے' یہ قدید کے قریب سمندر کی سمت میں ایک جگہ ہے' قدید' مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک جگہ ہے جہاں پانی بہت زیادہ ہے۔

صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ اسلام لانے سے پہلے انصار اور قبیلہ غسان کے لوگ منات کے لیے حج کرتے تھے اور یہ ان کے آباء واجداد کا طریقہ تھا' اور جو منات کے لیے احرام باندھتا تھا وہ اسلام لانے کے بعد صفا اور المروۃ کے درمیان طواف نہیں کرتا تھا' کیونکہ انصار زمانہ جاہلیت میں سمندر کے کنارے دو بتوں کی پرستش کرتے تھے' ان کا نام اساف اور نائلہ تھا' پھر وہ آ کر صفا اور المروۃ کے درمیان طواف کرتے' اسلام لانے کے بعد انہوں نے اس کو مکروہ جانا کہ وہ اب بھی صفا اور المروۃ میں طواف کریں جہاں وہ زمانہ جاہلیت میں طواف کرتے تھے۔

علامہ واحدی نے اسباب النزول میں لکھا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ صفا پر مرد کی صورت میں ایک بت نصب تھا جس کا نام اساف تھا اور المروۃ میں عورت کی صورت میں ایک بت نصب تھا جس کا نام نائلہ تھا' اہل کتاب کا یہ زعم تھا کہ ان دونوں نے کعبہ میں زنا کیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو مسخ کر کے پتھر بنا دیا' اور لوگوں کی عبرت کے لیے ان کو صفا پہاڑ پر رکھ دیا گیا' پھر جب کافی مدت گزر گئی تو ان کی عبادت کی جانے لگی' اہل جاہلیت جب طواف کرتے تھے تو ان بتوں کو ہاتھ لگاتے تھے' پھر جب

اسلام کا ظہور ہوا اور بتوں کو توڑ دیا گیا تو مسلمانوں نے ان دو بتوں کی وجہ سے صفا اور المروۃ میں طواف کرنے کو مکروہ جانا تو اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی: بے شک صفا اور المروۃ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں (البقرہ:۱۵۸)۔

صفا اور المروۃ کی سعی کے شرعی حکم میں مذاہب فقہاء

فقہاء احناف کے نزدیک صفا اور المروۃ کے درمیان طواف کرنا واجب ہے کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے درمیان طواف کرنے کو سنت قرار دیا' لہٰذا کسی کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ ان کے درمیان طواف کرنے کو ترک کردے' اور یہ قول وجوب پر دلالت کرتا ہے' اور جو احناف کا مذہب ہے وہی حسن بصری' قتادہ اور ثوری کا مذہب ہے' حتیٰ کہ جو اس طواف کو ترک کرے گا اس پر دم لازم آئے گا۔

عطاء سے منقول ہے کہ ان میں طواف کرنا سنت ہے اور ان میں طواف کو ترک کرنے سے کچھ لازم نہیں آئے گا' اور امام مالک' امام شافعی' امام احمد' اسحاق' ابوثور اور داؤد کا مذہب یہ ہے کہ ان میں طواف کرنا فرض ہے اور ان میں طواف کے بغیر حج صحیح نہیں ہوگا' اگر کسی نے ان میں طواف کو ترک کردیا اور وہ وطن چلا گیا تو وہ واپس آ کر طواف کرے اور اگر اس نے اپنی بیوی سے مباشرت کرلی تو اگلے سال اس پر حج یا عمرہ کرنا واجب ہے' اسی طرح علامہ ابن بطال نے یہ مذاہب نقل کیے ہیں۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۲۸۰)

علامہ عینی لکھتے ہیں: ہمارے شیخ زین الدین نے ان میں طواف کے متعلق تین مذاہب بیان کیے ہیں:

(۱) صفا اور المروۃ میں طواف کرنا حج کا رکن ہے اس کے بغیر حج صحیح نہیں ہے' یہ حضرت ابن عمر' حضرت جابر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم کا قول ہے' اور امام شافعی کا بھی یہی مذہب ہے اور امام مالک کا مشہور قول بھی یہی ہے اور امام احمد کی اس مسئلہ میں دو روایتیں ہیں' فرض کہنے والوں کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت حبیبہ بنت ابی تجراہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم الصفاء اور المروۃ میں طواف کررہے تھے اور آپ دوڑ رہے تھے اور آپ کے دوڑنے کی شدت کی وجہ سے آپ کا تہبند بھی گھوم رہا تھا' اور آپ اپنے اصحاب سے فرما رہے تھے: دوڑو! اللہ نے تم پر دوڑنا فرض کردیا ہے۔ (المعجم الکبیر: ۵۷۳۔ ج ۲۴' الکامل لا بن عدی ج ۴ ص ۱۴۵۶' سنن دارقطنی ج ۲ ص ۲۵۶' سنن بیہقی ج ۵ ص ۹۸' شرح السنۃ: ۱۹۲۱' مسند احمد ج ۶ ص ۴۲۱ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۷۳۶۷۔ ج ۴۵ ص ۳۶۳)

میں کہتا ہوں: یہ حدیث خبر واحد ہے' اس سے فرضیت ثابت نہیں ہوگی۔

(۲) یہ طواف واجب ہے اور اس کے ترک سے دم لازم آئے گا' یہ ثوری اور امام ابوحنیفہ کا مذہب ہے' امام مالک کا بھی ایک قول یہی ہے۔

(۳) یہ طواف فرض ہے نہ واجب' بلکہ یہ سنت اور مستحب ہے اور یہ حضرت ابن عباس' ابن سیرین' عطاء' مجاہد اور ایک روایت کے مطابق امام احمد کا مذہب ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۴۱۴۔ ۴۱۰ ملخصاً' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۸۰ - بَابُ مَا جَاءَ فِي السَّعْيِ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ

الصفا اور المروۃ کے درمیان سعی (دوڑنے) کے متعلق احادیث

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَلسَّعْيُ مِنْ دَارِ بَنِيْ عَبَّادٍ إِلٰى زُقَاقِ بَنِيْ أَبِيْ حُسَيْنٍ.

اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: بنو عباد کے گھر سے لے کر بنو ابو حسین کی گلیوں تک دوڑتا ہوا جائے (اور باقی راستہ میں معمول کی رفتار سے چلے)۔

اس تعلیق کی اصل درج ذیل حدیث میں ہے:

ابن جریج نے بیان کیا کہ مجھے نافع نے خبر دی کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما الصفا سے اترتے' پھر پیدل چلتے' حتیٰ کہ جب بنو عباد کے گھر کے دروازے پر پہنچتے تو دوڑتے حتیٰ کہ ان گلیوں میں پہنچ جاتے جو مسجد کی طرف ہیں جو ابن ابی حسین کے گھر اور بنت قرظہ کے گھر کے درمیان ہیں' وہ درمیانی رفتار سے دوڑتے' پھر معمول کے مطابق چلتے ہوئے المروۃ پر چڑھ جاتے۔

(اخبار مکہ للازرقی ج ۲ ص ۱۱۷' انتشارات الشریف الرضی' قم' ایران' ۱۳۶۹ھ)

١٦٤٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ بْنِ مَيْمُوْنٍ قَالَ حَدَّثَنَا عِيْسَى بْنُ يُوْنُسَ' عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ' عَنْ نَافِعٍ' عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا طَافَ الطَّوَافَ الْاَوَّلَ خَبَّ ثَلَاثًا وَّمَشٰى اَرْبَعًا' وَكَانَ يَسْعٰى بَطْنَ الْمَسِيْلِ إِذَا طَافَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ. فَقُلْتُ لِنَافِعٍ اَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ يَمْشِيْ إِذَا بَلَغَ الرُّكْنَ الْيَمَانِيَّ؟ قَالَ لَا' إِلَّا اَنْ يُّزَاحَمَ عَلَى الرُّكْنِ' فَإِنَّهٗ كَانَ لَا يَدَعُهٗ حَتّٰى يَسْتَلِمَهٗ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبید بن میمون نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عیسیٰ بن یونس نے حدیث بیان کی از عبید اللہ بن عمر از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب پہلا طواف کرتے تو تین چکروں میں دوڑتے اور چار چکروں میں معمول کی رفتار سے چلتے اور بطن المسیل (نالے کے نشیب) میں صفا اور المروۃ کے درمیان دوڑتے تھے' عبید اللہ نے کہا: میں نے نافع سے پوچھا: کیا عبد اللہ جب رکن یمانی پر پہنچتے تو معمول کی رفتار سے چلتے تھے؟ انہوں نے کہا: نہیں! مگر جب رکن یمانی کے پاس رش ہوتا تو (وہ آہستہ چلتے) اور اس کی تعظیم کو ترک نہیں کرتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۶۰۳ میں گزر چکی ہے۔

١٦٤٥ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ' عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ قَالَ سَاَلْنَا عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ' عَنْ رَّجُلٍ طَافَ بِالْبَيْتِ فِيْ عُمْرَةٍ وَلَمْ يَطُفْ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ' اَيَاْتِيْ إِمْرَاَتَهٗ؟ فَقَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' فَطَافَ بِالْبَيْتِ سَبْعًا' وَصَلّٰى خَلْفَ الْمَقَامِ رَكْعَتَيْنِ' فَطَافَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ سَبْعًا ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ (الاحزاب: ۲۱).

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عمرو بن دینار' انہوں نے کہا: ہم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ ایک شخص نے اپنے عمرہ میں بیت اللہ کا طواف کیا اور الصفا اور المروۃ کا طواف نہیں کیا' آیا وہ اپنی بیوی سے مباشرت کر سکتا ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم (مکہ میں) آئے' پس آپ نے بیت اللہ کا طواف کر کے سات چکر لگائے اور مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعت پڑھیں' پھر صفا اور المروۃ کے درمیان سات مرتبہ طواف کیا۔ تمہارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں عمدہ نمونہ ہے۔ (الاحزاب: ۲۱)

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۹۵ میں گزر چکی ہے۔

١٦٤٦ - وَسَاَلْنَا جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا' فَقَالَ لَا يَقْرَبَنَّهَا حَتّٰى يَطُوْفَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ.

اور ہم نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے سوال کیا تو انہوں نے کہا: وہ اپنی بیوی کے قریب نہ جائے حتیٰ کہ صفا اور المروۃ کے درمیان طواف (سعی) کر لے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۳۹۶ میں گزر چکی ہے۔

۱۶۴۷ - حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ، فَطَافَ بِالْبَيْتِ، ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ سَعَى بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، ثُمَّ تَلَا ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ (الاحزاب: ۲۱).

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں المکی بن ابراہیم نے حدیث بیان کی از ابن جریج' انہوں نے کہا: مجھے عمرو بن دینار نے خبر دی' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا' انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں آئے' پس بیت اللہ کا طواف کیا پھر آپ نے دو رکعت نماز پڑھی' پھر آپ نے الصفا اور المروۃ کے درمیان سعی کی' پھر یہ آیت پڑھی: بے شک تمہارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں عمدہ نمونہ ہے۔ (الاحزاب:۲۱)

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۳۹۵ میں گزر چکی ہے۔

۱۶۴۸ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ قَالَ أَخْبَرَنَا عَاصِمٌ قَالَ قُلْتُ لِأَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَكُنْتُمْ تَكْرَهُونَ السَّعْيَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ؟ قَالَ نَعَمْ، لِأَنَّهَا كَانَتْ مِنْ شَعَائِرِ الْجَاهِلِيَّةِ، حَتَّى أَنْزَلَ اللَّهُ ﴿إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا﴾ (البقرہ:۱۵۸).

[طرف الحدیث:۴۴۹۶] (صحیح مسلم:۱۲۷۸' الرقم المسلسل: ۲۹۷۳' سنن ترمذی:۲۹۶۶' سنن کبریٰ:۳۹۵۹)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عاصم نے خبر دی' انہوں نے بیان کیا: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا آپ الصفاء اور المروۃ کے درمیان سعی کو مکروہ قرار دیتے تھے؟ انہوں نے کہا: ہاں! کیونکہ یہ زمانہ جاہلیت کا شعار تھا' حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: بے شک صفا اور المروۃ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں' سو جس نے بیت اللہ کا حج کیا یا عمرہ کیا' اس پر ان دونوں کا طواف (سعی) کرنے میں کوئی گناہ نہیں ہے (البقرہ:۱۵۸)۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) احمد بن محمد' الدارقطنی نے کہا: یہ احمد بن محمد بن ثابت بن شبویہ ہیں' (علامہ عینی فرماتے ہیں:) میں کہتا ہوں کہ یہ احمد بن محمد بن ثابت بن عثمان بن مسعود بن یزید ابوالحسن الخزاعی المروزی ہیں' جو ابن شبویہ کے نام سے معروف ہیں' الحافظ الدمیاطی نے کہا: یہ ۲۳۰ھ میں طرسوس میں فوت ہو گئے تھے (۲) عبد اللہ بن المبارک (۳) عاصم بن سلیمان الاحول ابوعبد الرحمان (۴) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۴۱۷)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں صفا اور المروۃ کے درمیان سعی کا اثبات ہے۔
اس حدیث کا یہ معنی نہیں ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ اب بھی صفا اور المروۃ میں سعی کو مکروہ قرار دیتے ہیں بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ وہ البقرہ:۱۵۸ کے نزول سے پہلے صفا اور المروۃ میں طواف کو مکروہ قرار دیتے تھے کیونکہ زمانہ جاہلیت میں ان پر منات کا بت رکھا ہوا تھا یا اساف اور نائلہ کے بت رکھے ہوئے تھے اور زمانہ جاہلیت میں صفا اور المروۃ میں طواف کرنے والے ان بتوں کی تعظیم کے لیے ان کو ہاتھ لگاتے تھے' اس لیے ظہور اسلام کے بعد انصار صفا اور المروۃ میں طواف کرنے کو برا جانتے تھے' جس طرح صحیح البخاری:۱۶۴۳ میں اس کی تفصیل گزر چکی ہے۔

۱٦٤٩ - حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ عَطَاءٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ إِنَّمَا سَعٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْبَيْتِ، وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، لِيُرِيَ الْمُشْرِكِيْنَ قُوَّتَهُ. زَادَ الْحُمَيْدِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرٌو قَالَ سَمِعْتُ عَطَاءً عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ مِثْلَهُ. [طرف الحدیث:۴۲۵۷]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عمرو از عطاء از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ کے طواف اور صفا اور المروۃ کی سعی میں اس لیے دوڑے تاکہ مشرکین کو اپنی قوت دکھائیں۔ حمیدی نے یہ اضافہ کیا: انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمرو نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے عطاء سے اس حدیث کی مثل سنی از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما۔

(صحیح مسلم:۱۲۶۶' الرقم المسلسل:۲۸٦۱' سنن ترمذی:۸٦۳' سنن ابن ماجہ:۲۹۷۸' سنن نسائی:۲۷۲۳۔۲۷۲۲' مسند الحمیدی:۴۹۷' مسند ابویعلیٰ:۲۳۳۹' صحیح ابن خزیمہ:۲۷۷۷' المعجم الکبیر:۱۱۳۸۱' سنن بیہقی ج۵ ص۸۱' مسند احمد ج۱ ص۲۲۱ طبع قدیم' مسند احمد:۱۹۲۱۔ج۳ ص۴۰۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۱۶۰۲ میں گزر چکی ہے' اس کا خلاصہ درج ذیل ہے:

اس حدیث میں رمل کا ذکر ہے' رمل کا معنی ہے: طواف کے پہلے چکروں میں کندھے ہلا ہلا کر بھاگنا اور بعد کے چار چکروں میں معمول کی رفتار سے طواف کرنا' ائمہ اربعہ کے نزدیک جس طواف کے بعد سعی ہو' اس میں رمل کرنا سنت ہے۔

۸۱ - بَابُ تَقْضِي الْحَائِضُ الْمَنَاسِكَ كُلَّهَا إِلَّا الطَّوَافَ بِالْبَيْتِ

حائضہ عورت بیت اللہ میں طواف کے سوا باقی حج کے تمام افعال کرے

وَإِذَا سَعٰى عَلٰى غَيْرِ وُضُوْءٍ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ.

اور جب کوئی شخص صفا اور المروۃ کے درمیان بغیر وضوء کے سعی کرے۔

حسن بصری نے صفا اور المروۃ میں طواف کے لیے بھی طہارت کی شرط لگائی ہے اور علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ حسن بصری کے سوا اور کسی نے صفا اور المروۃ میں طواف کے لیے طہارت کی شرط نہیں لگائی۔

۱٦٥٠ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ قَدِمْتُ مَكَّةَ وَأَنَا حَائِضٌ، وَلَمْ أَطُفْ بِالْبَيْتِ، وَلَا بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، قَالَتْ فَشَكَوْتُ ذٰلِكَ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ افْعَلِيْ كَمَا يَفْعَلُ الْحَاجُّ، غَيْرَ أَنْ لَّا تَطُوْفِيْ بِالْبَيْتِ حَتّٰى تَطْهُرِيْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از عبدالرحمان بن القاسم از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' انہوں نے بیان کیا کہ میں مکہ میں آئی اور اس وقت میں حائضہ تھی اور میں نے بیت اللہ میں طواف کیا نہ صفا اور المروۃ میں' پس میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی شکایت کی' آپ نے فرمایا: وہ سب کام کرو جو حج کرنے والے کرتے ہیں سوا اس کے کہ تم جب تک پاک نہ ہو جاؤ حج کا طواف نہ کرنا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۲۹۴ میں گزر چکی ہے' تاہم اس کا خلاصہ درج ذیل ہے:

حائضہ اور جنبی کو مسجد سے دور رکھنے کی وجہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

علماء کا اس پر اجماع ہے کہ حائضہ عورت بیت اللہ اور صفا اور المروۃ کے طواف کے سوا باقی حج کے تمام افعال کرے گی' اسی طرح جو شخص جنبی ہو وہ بھی طواف اور سعی کے علاوہ باقی تمام افعال کرے گا کیونکہ وہ حائضہ کے حکم میں ہے۔

المہلب التوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے کہ حائضہ کو بیت اللہ میں طواف کرنے سے اس لیے منع فرمایا ہے کہ وہ نجس ہے اور مسجد کو نجاست سے پاک رکھا جاتا ہے' قرآن مجید میں ہے:

اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا. (التوبہ:۲۸)

تمام مشرک محض نجس ہیں' سو وہ اس سال کے بعد مسجد حرام کے قریب نہ آئیں۔

اور چونکہ نبی ﷺ نے یہ حکم دیا کہ حیض والی عورتیں عید کے دن عیدگاہ سے دور بیٹھیں' اس لیے حائضہ' جنبی اور جو شخص نجاست سے ملوث ہو یا حامل نجاست ہو' وہ مسجد میں نہ آئے۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۲۸۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

میں کہتا ہوں کہ چونکہ حامل نجاست کو مسجد میں آنے کی اجازت نہیں ہے' اس لیے جن لوگوں کے گردوں کی سرجری کر کے ان سے پتھری نکالی جاتی ہے اور ان کے جسم کے ساتھ ایک پلاسٹک کی تھیلی لٹکادی جاتی ہے جس میں پیشاب جمع ہوتا رہتا ہے' ان لوگوں کو بھی مسجد میں آنے کی اجازت نہیں ہے کیونکہ جب نجاست اپنے محل سے نکل آئے تو اس کو مسجد سے دور رکھنا ضروری ہے۔

۱۶۵۱ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ وَقَالَ لِيْ خَلِيْفَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا حَبِيْبُ الْمُعَلِّمُ' عَنْ عَطَاءٍ' عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ اَهَلَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ وَاَصْحَابُهُ بِالْحَجِّ' وَلَيْسَ مَعَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ هَدْيٌ غَيْرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَطَلْحَةَ' وَقَدِمَ عَلِيٌّ مِّنَ الْيَمَنِ وَمَعَهُ هَدْيٌ' فَقَالَ اَهْلَلْتُ بِمَا اَهَلَّ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' فَاَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَصْحَابَهُ اَنْ يَّجْعَلُوْهَا عُمْرَةً وَيَطُوْفُوْا' ثُمَّ يُقَصِّرُوْا وَيَحِلُّوْا اِلَّا مَنْ كَانَ مَعَهُ الْهَدْيُ' فَقَالُوْا نَنْطَلِقُ اِلٰى مِنًى وَذَكَرُ اَحَدِنَا يَقْطُرُ مَنِيًّا' فَبَلَغَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَوِ اسْتَقْبَلْتُ مِنْ اَمْرِيْ مَا اسْتَدْبَرْتُ مَا اَهْدَيْتُ' وَلَوْ لَا اَنَّ مَعِيَ الْهَدْيَ لَاَحْلَلْتُ. وَحَاضَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا' فَنَسَكَتِ الْمَنَاسِكَ كُلَّهَا غَيْرَ اَنَّهَا لَمْ تَطُفْ بِالْبَيْتِ' فَلَمَّا طَهُرَتْ طَافَتْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوہاب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھ سے خلیفہ نے کہا: ہمیں عبدالوہاب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حبیب المعلم نے حدیث بیان کی از عطاء از حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ اور آپ کے اصحاب نے حج کا احرام باندھا اور نبی ﷺ اور حضرت طلحہ کے سوا اور کسی کے پاس قربانی کا جانور نہیں تھا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ یمن سے آئے اور ان کے ساتھ قربانی کا جانور تھا' انہوں نے کہا: میں نے اس چیز کے ساتھ احرام باندھا ہے جس کے ساتھ نبی ﷺ نے احرام باندھا ہے' تو نبی ﷺ نے اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ وہ اپنے حج کے احرام کو عمرہ کا احرام قرار دیں' اور طواف کریں اور پھر اپنے بال کاٹ لیں اور اپنا احرام کھول دیں سوا ان کے جن کے ساتھ قربانی کا جانور ہے' آپ کے اصحاب نے کہا: کیا ہم اس حال میں منیٰ جائیں گے کہ ہمارے آلہ تناسل سے منی ٹپک رہی ہو گی! جب نبی ﷺ کو یہ خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا: اگر اس چیز کی طرف میری پہلے توجہ ہوتی جس چیز کی طرف میری اب

بِالْبَيْتِ، قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، تَنْطَلِقُوْنَ بِحَجَّةٍ وَّعُمْرَةٍ وَانْطَلِقُ بِحَجٍّ؟ فَاَمَرَ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ ابْنَ اَبِیْ بَكْرٍ اَنْ يَّخْرُجَ مَعَهَا اِلَى التَّنْعِيْمِ، فَاعْتَمَرَتْ بَعْدَ الْحَجِّ.

توجہ ہوئی ہے' تو میں اپنے ساتھ قربانی کا جانور نہ لاتا' اور اگر میرے ساتھ قربانی کا جانور نہ ہوتا تو میں (بھی) احرام کھول دیتا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو حیض آ گیا' پس انہوں نے حج کے تمام افعال کیے' سوا اس کے کہ انہوں نے بیت اللہ کا طواف نہیں کیا' پھر جب وہ حیض سے پاک ہو گئیں تو انہوں نے بیت اللہ کا طواف کیا' انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! کیا آپ لوگ حج اور عمرہ کر کے جائیں گے اور میں (صرف) حج کر کے جاؤں گی؟ تو آپ نے حضرت عبدالرحمان بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کو حکم دیا کہ وہ میرے ساتھ تنعیم کی طرف نکلیں' پھر میں نے حج کے بعد عمرہ کیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۵۵۷ میں گزر چکی ہے' تاہم بعض ضروری اُمور کی وضاحت کی جائے گی:

ایام حج میں عمرہ کرنے کا ثبوت' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حج قران کرنا' اور قران کا افراد اور تمتع سے افضل ہونا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں حج کے احرام کو فسخ کر کے اسے عمرہ کا احرام قرار دینے کا ثبوت ہے اور یہ صرف ان صحابہ کے ساتھ مخصوص تھا جن کے ساتھ قربانی کا جانور نہیں تھا اور صرف اسی سال کے لیے تھا' اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ صرف جاہلیت کا رد کرنے کے لیے کیا تھا کیونکہ زمانہ جاہلیت میں ایام حج میں عمرہ کرنے کو بُرا سمجھا جاتا' اس لیے آپ نے ان اصحاب سے فرمایا جن کے پاس قربانی کا جانور نہیں تھا کہ وہ اس احرام کو عمرہ کا احرام قرار دے لیں' تا کہ معلوم ہو جائے کہ حج کے ایام میں عمرہ کرنا جائز ہے۔

دوسری چیز اس سے یہ معلوم ہوئی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حج قران کیا تھا کیونکہ آپ نے عمرہ کرنے کے بعد احرام نہیں کھولا اور اسی احرام سے حج کیا' اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ تمتع اور افراد سے قران افضل ہے' کیونکہ آپ افضل عبادت ہی اختیار کرتے تھے اور آپ کے اصحاب نے تمتع کیا تھا کیونکہ انہوں نے عمرہ کرنے کے بعد احرام کھول دیا اور دوبارہ آٹھ ذوالحجہ کو حج کا احرام باندھا۔

(عمدۃ القاری ج ۹ ص ۴۲۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

صحابہ کے اس قول کا معنی: کیا ہم اس حال میں منیٰ جائیں گے کہ ہمارے آلہ ہائے تناسل سے منی ٹپک رہی ہو گی!

اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ کے اصحاب نے کہا: کیا ہم اس حال میں منیٰ جائیں گے کہ ہمارے آلہ ہائے تناسل سے منی ٹپک رہی ہو گی۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمرہ کرنے کے بعد اپنا احرام نہیں کھولا تھا کیونکہ آپ کا احرام قران کا تھا اور اس وجہ سے آپ کے لیے عمل ازدواج ممنوع تھا اور صحابہ کو جب آپ نے احرام کھولنے کا حکم دیا تو حج کا احرام باندھنے سے پہلے ان کے لیے عمل ازدواج مباح ہو گیا' یعنی اس دوران آپ تو عمل ازدواج نہیں کر رہے تھے اور آپ کے اصحاب گویا یہ عمل کر رہے تھے تو وہ آپ کی سنت کی اتباع سے محروم ہو گئے' اس پر ان کو بہت رنج اور قلق ہوا اور انہوں نے اپنے رنج کا اظہار اس طرح کیا کہ کیا ہم منیٰ اس حال میں جائیں گے کہ ہمارے آلہ ہائے تناسل سے منی ٹپک رہی ہو گی' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں تسلی دینے کے لیے اپنا عذر بیان کیا کہ میں نے اپنا احرام اس لیے نہیں کھولا کہ میرے ساتھ قربانی کا جانور ہے اور یہ قران کی نیت کے قائم مقام ہے اور چونکہ تمہارے

ساتھ قربانی کا جانور نہیں ہے اور تمہارا قران کا احرام نہیں ہے' اس لیے تمہیں اپنا احرام کھولنا ہوگا اور اگر پہلے میری اس طرف توجہ ہوتی کہ تمہیں اس عمل سے اتنا زیادہ ملال ہوگا جس کی طرف میری اب توجہ ہوئی ہے تو میں اپنے ساتھ قربانی کا جانور نہ لاتا اور اگر میرے ساتھ قربانی کا جانور نہ ہوتا تو میں بھی احرام کھول دیتا۔

۱۶۵۲ - حَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ حَفْصَةَ قَالَتْ كُنَّا نَمْنَعُ عَوَاتِقَنَا أَنْ يَخْرُجْنَ، فَقَدِمَتِ امْرَأَةٌ فَنَزَلَتْ قَصْرَ بَنِي خَلَفٍ، فَحَدَّثَتْ أَنَّ أُخْتَهَا كَانَتْ تَحْتَ رَجُلٍ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَدْ غَزَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ غَزْوَةً، وَكَانَتْ أُخْتِي مَعَهُ فِي سِتِّ غَزَوَاتٍ، قَالَتْ كُنَّا نُدَاوِي الْكَلْمٰى، وَنَقُومُ عَلَى الْمَرْضٰى، فَسَأَلَتْ أُخْتِي رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ هَلْ عَلٰى إِحْدَانَا بَأْسٌ إِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهَا جِلْبَابٌ أَنْ لَّا تَخْرُجَ؟ قَالَ لِتُلْبِسْهَا صَاحِبَتُهَا مِنْ جِلْبَابِهَا، وَلْتَشْهَدِ الْخَيْرَ وَدَعْوَةَ الْمُؤْمِنِينَ. فَلَمَّا قَدِمَتْ أُمُّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا سَأَلْنَهَا، أَوْ قَالَتْ سَأَلْنَاهَا، فَقَالَتْ وَكَانَتْ لَا تَذْكُرُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا قَالَتْ بِأَبِي، فَقُلْنَا أَسَمِعْتِ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ كَذَا وَ كَذَا؟ قَالَتْ نَعَمْ، بِأَبِي، فَقَالَ لِتَخْرُجِ الْعَوَاتِقُ ذَوَاتُ الْخُدُورِ، أَوِ الْعَوَاتِقُ وَذَوَاتُ الْخُدُورِ، وَالْحُيَّضُ، فَيَشْهَدْنَ الْخَيْرَ وَدَعْوَةَ الْمُسْلِمِينَ، وَيَعْتَزِلُ الْحُيَّضُ الْمُصَلّٰى. فَقُلْتُ الْحَائِضُ؟ فَقَالَتْ أَوَ لَيْسَ تَشْهَدُ عَرَفَةَ، وَتَشْهَدُ كَذَا، وَتَشْهَدُ كَذَا؟

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مومل بن ہشام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی از ایوب از حفصہ' انہوں نے بیان کیا: ہم کنواری عورتوں کو باہر نکلنے سے منع کرتے تھے' پھر ایک عورت آئی اور (بصرہ میں) بنوخلف کے محل میں اتری' اس نے یہ حدیث بیان کی کہ اس کی بہن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی کے نکاح میں تھی جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بارہ جہاد کیے تھے اور میری بہن بھی چھ غزوات میں اس کے ساتھ تھی' اس نے کہا: ہم زخمیوں کی دوادارو کرتے تھے اور بیماروں کی تیمارداری کرتے تھے' پس میری بہن نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا: کیا ہم میں سے کسی پر کوئی حرج ہے کہ اگر اس کے پاس چادر نہ ہو تو وہ جہاد میں نہ جائے؟ آپ نے فرمایا: اس کو چاہیے کہ وہ اپنی سہیلی کی چادر اوڑھ لے اور اس کو چاہیے کہ وہ نیک کام میں اور مسلمانوں کی دعا میں شریک ہو' پس جب حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا آئیں تو ہم نے ان سے اس حدیث کے متعلق سوال کیا اور ان کی عادت تھی کہ وہ جب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرتیں تو کہتیں: آپ پر میرا باپ فدا ہو' ہم نے کہا: کیا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح اور اس طرح فرماتے ہوئے سنا ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! آپ پر میرا باپ فدا ہو! آپ نے فرمایا: کنواری' پردہ دار اور حیض والیاں سب نکلیں اور نیک کاموں میں اور مسلمانوں کی دعا میں حاضر ہوں اور حیض والیاں نماز کی جگہوں سے الگ رہیں' میں نے کہا: حیض والی بھی؟ انہوں نے کہا: کیا حیض والی عورت میدانِ عرفات میں اور فلاں فلاں جگہ (یعنی مزدلفہ اور منیٰ میں) نہیں جاتی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۲۴ میں گزر چکی ہے۔ یہاں مزید چند اُمور ذکر کیے جارہے ہیں؟

کیا اس زمانہ میں عورتوں کا جہاد میں شریک ہونا اور عورتوں کے لیے نرسوں کا کام کرنا جائز ہے؟

اس حدیث پر یہ سوال ہوتا ہے کہ جب عورتیں عہد رسالت میں جہاد میں شریک ہوتی تھیں تو کیا اب بھی شریک ہوسکتی ہیں؟ اس

کا جواب یہ ہے کہ یہ ابتداء اسلام کی بات تھی جب مردوں کی قلت تھی اور اب ایسا نہیں ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس وقت تک یہ آیت نازل نہیں ہوئی تھی:

وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ. (الاحزاب:۳۳) اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو۔

دوسرا سوال یہ ہوتا ہے کہ جس طرح عہدِ رسالت میں عورتیں زخمیوں کی دوا دارو کرتی تھیں اور بیماروں کی تیمارداری کرتی تھیں' کیا اس حدیث کی بنیاد پر عورتوں کا ہسپتالوں میں بہ طور نرس کام کرنا جائز ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہاں! عورتوں کے وارڈ میں عورتیں بہ طور نرس کام کرسکتی ہیں لیکن مردوں کے وارڈ میں عورتوں کو بہ طور نرس کام کرنے کی اجازت نہیں ہے' الا یہ کہ وہ غیر مسلمہ ہوں' اس کی دلیل یہ آیت ہے:

وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اَخَوٰتِهِنَّ (الایة). (النور:۳۱)

اور آپ مسلمان عورتوں سے کہیے کہ وہ اپنی نگاہوں کو نیچے رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی زیبائش کو ظاہر نہ کریں مگر جو خود ظاہر ہو اور اپنے دوپٹوں کو اپنے گریبانوں پر ڈالے رکھیں اور اپنی زیبائش کو صرف اپنے شوہروں پر ظاہر کریں' یا اپنے باپ دادا پر یا اپنے شوہروں کے باپ دادا پر یا اپنے بیٹوں پر یا اپنے شوہروں کے بیٹوں پر یا اپنے بھائیوں پر یا اپنے بھتیجوں پر یا اپنے بھانجوں پر۔

نیز اسی آیت میں فرمایا:

وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ. (النور:۳۱)

اور اپنے پاؤں سے اس طرح نہ چلیں جس سے ان کے پاؤں کی وہ زینت ظاہر ہو جائے جس کو وہ چھپائے رکھتی ہیں۔

رہا عہدِ رسالت میں عورتوں کا زخمی مجاہدوں کی مرہم پٹی کرنا تو وہ ابتداء اسلام کا واقعہ ہے اور ان آیات کے نزول سے پہلے کا ہے۔

۸۲ - بَابُ الْاِهْلَالِ مِنَ الْبَطْحَاءِ' وَغَيْرِهَا' لِلْمَكِّيِّ وَلِلْحَاجِّ اِذَا خَرَجَ اِلٰى مِنًى

مکہ میں رہنے والے کے لیے مکہ کی وادی یا میدان وغیرہ سے احرام باندھنا اور جب حج کرنے والا منیٰ کی طرف نکلے تو اس کا احرام باندھنا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کے عنوان میں ''بطحاء'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: مکہ کی وادی یا مکہ کا میدان' اور اس کے غیر سے مراد ہے: مکہ کی تمام جگہیں۔ نیز اس عنوان میں امام بخاری نے کہا ہے: ''جب حج کرنے والا منیٰ کی طرف نکلے'' اس سے مراد دوسرے ملک سے آنے والا ہے یعنی تمتع کرنے والا جب مکہ سے منیٰ کی طرف نکلے' اس عنوان کا خلاصہ یہ ہے کہ اہل مکہ کے لیے اور تمتع کرنے والے کے لیے احرام باندھنے کی جگہ نفسِ مکہ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۴۲۳)

وَسُئِلَ عَطَاءٌ عَنِ الْمُجَاوِرِ يُلَبِّيْ بِالْحَجِّ؟ قَالَ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يُلَبِّيْ يَوْمَ

اور عطاء سے سوال کیا گیا کہ جو شخص مکہ میں رہنے والا ہو وہ (آٹھ ذوالحجہ کو) حج کا تلبیہ پڑھے؟ انہوں نے جواب دیا: حضرت

التَّرْوِيَةِ إِذَا صَلَّى الظُّهْرَ وَاسْتَوٰى عَلٰى رَاحِلَتِهِ.

ابن عمر رضی اللہ عنہما آٹھ ذوالحجہ کو تلبیہ پڑھتے تھے جب ظہر کی نماز پڑھتے تھے اور جب اپنی سواری پر سیدھے بیٹھتے تھے۔

اس تعلیق کی اصل سنن سعید بن منصور میں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۴۲۳)

وَقَالَ عَبْدُ الْمَلِكِ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَدِمْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَحْلَلْنَا حَتّٰى يَوْمِ التَّرْوِيَةِ وَجَعَلْنَا مَكَّةَ بِظَهْرٍ لَبَّيْنَا بِالْحَجِّ. وَقَالَ أَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ أَهْلَلْنَا مِنَ الْبَطْحَاءِ.

اور عبدالملک نے کہا از عطاء از حضرت جابر رضی اللہ عنہ: ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ آئے پھر ہم نے (عمرہ کرکے) احرام کھول دیا پھر آٹھ ذوالحجہ کو ہم نے مکہ کو اپنی پشت پر کیا اور حج کا تلبیہ پڑھا اور ابوالزبیر نے حضرت جابر سے روایت کیا ہے کہ ہم نے البطحاء (مکہ کی وادی) سے احرام باندھا۔

اس تعلیق کی اصل صحیح مسلم: ۱۲۱۴ میں ہے۔

وَقَالَ عُبَيْدُ بْنُ جُرَيْجٍ لِابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا رَأَيْتُكَ إِذَا كُنْتَ بِمَكَّةَ أَهَلَّ النَّاسُ إِذَا رَأَوُا الْهِلَالَ وَلَمْ تُهِلَّ أَنْتَ حَتّٰى يَوْمِ التَّرْوِيَةِ فَقَالَ لَمْ أَرَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُهِلُّ حَتّٰى تَنْبَعِثَ بِهِ رَاحِلَتُهُ.

اور عبید بن جریج نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا: میں نے آپ کو دیکھا ہے جب آپ مکہ میں ہوتے ہیں تو لوگ تو ذوالحجہ کا چاند دیکھتے ہی احرام باندھ لیتے ہیں اور آپ اس وقت تک احرام نہیں باندھتے حتیٰ کہ آٹھ ذوالحجہ آ جائے تو حضرت ابن عمر نے کہا: میں نے دیکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اسی وقت احرام باندھتے تھے جب آپ (منیٰ جانے کے لیے) اونٹنی پر بیٹھ جاتے۔

اس تعلیق کی اصل صحیح البخاری: ۱۶۶ میں ہے۔

۸۳ - بَابُ أَيْنَ يُصَلِّي الظُّهْرَ يَوْمَ التَّرْوِيَةِ

یوم الترویہ کو ظہر کی نماز کہاں پڑھے؟

آٹھ ذوالحجہ کو ''یوم الترویہ'' کہنے کی وجوہ

اس حدیث کے عنوان میں ''الترویۃ'' کا لفظ ہے اس سے مراد ہے: آٹھ ذوالحجہ کا دن ''الترویۃ'' کا معنی ہے: کجاوہ کو اونٹ پر رسی سے باندھنا' پانی سے سیراب ہونا' سفر میں پانی ساتھ لے جانا' دیکھنا' کسی کام میں غور و فکر کرنا' آٹھ ذوالحجہ کو ''یوم الترویۃ'' اس لیے کہتے ہیں کہ لوگ اس دن پانی کو مکہ سے عرفات لے جاتے تھے یا منیٰ لے جاتے تھے یا اس لیے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے اس دن حضرت حواء کو دیکھا تھا یا اس لیے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اس دن حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حج کے مناسک دکھائے یا اس لیے کہ اس رات حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواب میں یہ دیکھا کہ وہ اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کر رہے ہیں' پھر جب صبح ہوئی تو وہ سارا دن اس پر غور و فکر کرتے رہے یا اس لیے کہ اس دن حج کا امیر لوگوں کو مناسک حج کی تعلیم دیتا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۹ ص ۴۲۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۶۵۴ - حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ الْأَزْرَقُ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ رُفَيْعٍ قَالَ سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قُلْتُ أَخْبِرْنِي بِشَيْءٍ عَقَلْتَهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں اسحاق ازرق نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عبدالعزیز بن رفیع انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَیْنَ صَلَّی الظُّھْرَ وَالْعَصْرَ یَوْمَ التَّرْوِیَۃِ؟ قَالَ بِمِنًی، قُلْتُ فَاَیْنَ صَلَّی الْعَصْرَ یَوْمَ النَّفْرِ؟ قَالَ بِالْاَبْطَحِ، ثُمَّ قَالَ اِفْعَلْ کَمَا یَفْعَلُ اُمَرَاؤُکَ.

[اطراف الحدیث:۱۶۵۴۔۱۷۶۳] (صحیح مسلم:۳۰۹ ۳، الرقم المسلسل: ۳۰۵۶، سنن ابوداؤد:۱۹۱۲، سنن ترمذی:۹۶۶، سنن نسائی:۱۹۹۴)

سوال کیا کہ مجھے وہ حدیث سنایئے جس کو آپ نے نبی ﷺ سے یاد رکھا ہو کہ نبی ﷺ نے یوم الترویہ (آٹھ ذوالحجہ) کوظہر اور عصر کی نماز کہاں پڑھی تھی؟ حضرت انس نے کہا: منٰی میں! میں نے پوچھا: پھر منٰی سے واپسی کے دن آپ نے عصر کی نماز کہاں پڑھی تھی؟ انہوں نے کہا: ابطح (وادی محصب) میں، پھر فرمایا: تم اس طرح کرو جس طرح تمہارے امراء کرتے ہیں۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبداللہ بن محمد بن عبداللہ ابوجعفر الجعفی المسندی (۲) اسحاق بن یوسف الازرق، یہ ۱۹۶ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) سفیان الثوری (۴) عبدالعزیز بن رفیع (۵) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج۹ ص ۴۲۵)

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس میں یہ بتایا ہے کہ نبی ﷺ نے یوم الترویہ کو منٰی میں ظہر کی نماز پڑھی۔

یوم ترویہ سے لے کر اختتام حج تک کے معمولات مذاہب اربعہ کی روشنی میں

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

المہلب المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے کہ لوگوں کے لیے اس میں وسعت ہے، وہ جب چاہیں نکلیں اور جہاں چاہیں نماز پڑھیں، اسی لیے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: جہاں تمہارے امراء نماز پڑھیں وہاں نماز پڑھو اور اس میں مستحب وہ ہے جو رسول اللہ ﷺ نے کیا کہ آپ نے یوم ترویہ کو ظہر اور عصر کی نماز منٰی میں پڑھی، امام مالک، امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام احمد اور ابوثور وغیرہ کا یہی قول ہے اور اہل مکہ کی عادت ہے کہ وہ عشاء کی نماز کے بعد منٰی کی طرف نکلتے ہیں اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تہائی رات کو نکلتی تھیں اور یہ وسعت پر دلالت کرتا ہے، اسی طرح عرفہ کی رات منٰی میں گزارنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور اس میں کوئی جبر نہیں ہے، جس طرح وقوف کے بعد کنکریاں مارنے کے ایام میں وہاں رات گزارنے کے ترک پر جبر کیا جاتا ہے، امام مالک، امام ابوحنیفہ، امام شافعی اور ابوثور کا یہی مذہب ہے اور اس میں مستحب یہ ہے کہ ظہر اور عصر کی نمازیں منٰی میں پڑھے، پھر مغرب، عشاء اور فجر کی نمازیں بھی وہیں پڑھے، پھر سورج طلوع ہونے کے بعد میدانِ عرفات کی طرف روانہ ہو، پھر وہاں ظہر اور عصر کی نمازیں پڑھے (اگر امام کے ساتھ ظہر اور عصر کی نمازیں پڑھے تو عصر کی نماز کو اپنے وقت سے مقدم کر کے ظہر کے وقت میں پڑھے ورنہ ہر نماز کو اپنے وقت میں پڑھے۔ سعیدی غفرلہٗ) پھر جبل رحمت کی طرف جائے اور غروب آفتاب تک وہاں دعا کرتا رہے، اور جب سورج غروب ہو جائے تو امام کے ساتھ المزدلفہ کی طرف روانہ ہو اور وہاں مغرب کی نماز کو مؤخر کر کے عشاء کے وقت میں پڑھے اور رات المزدلفہ میں گزارے، پھر اگر وہاں سے کنکریاں چن لے تو بہت اچھا ہے، اور صبح کی نماز المزدلفہ میں پڑھے، پھر طلوع آفتاب سے پہلے المزدلفہ سے جمرۃ العقبہ کو کنکریاں مارنے کے لیے منٰی کی طرف روانہ ہو اور زوال کے وقت تک یہ کنکریاں مارلے (یہ مستحب ہے ورنہ وہ دوسرے دن کی صبح تک کنکریاں مار سکتا ہے۔ ردالمحتار ج۳ ص ۴۷۷) پھر اس کے لیے اپنی بیوی سے مباشرت کے علاوہ ہر چیز حلال ہو جائے گی اور امام مالک کے نزدیک خوشبو لگانا اور شکار کرنا ابھی حلال نہیں ہوگا، اور دوسرے ائمہ کے نزدیک صرف ازدواجی عمل حلال نہیں ہوگا (وہ طواف زیارت کے بعد حلال ہوگا) پھر اگر وہ ہر چیز کے حلال ہونے میں جلدی کرنا چاہتا ہو تو مکہ جا کر طواف زیارت کرلے، پھر اس کے لیے ہر چیز

مکمل حلال ہو جائے گی' پھر قربانی کے دن واپس منیٰ جائے' پس وہاں رات گزارے اور منیٰ میں تین دن تک زوال کے بعد سے کنکریاں مارے' ہاں! اگر وہ جلدی کر کے دو دن میں مکہ روانہ ہو جائے تب بھی اس کا حج مکمل ہو جائے گا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منیٰ میں الخیف کے پاس ٹھہرتے تھے۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۲۸۸۔۲۸۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

١٦٥٤ - حَدَّثَنَا عَلِيٌّ سَمِعَ اَبَا بَكْرِ بْنَ عَيَّاشٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ قَالَ لَقِيْتُ اَنَسًا. ح. وَحَدَّثَنِيْ اِسْمَاعِيْلُ بْنُ اَبَانَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرٍ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ قَالَ خَرَجْتُ اِلٰى مِنًى يَوْمَ التَّرْوِيَةِ فَلَقِيْتُ اَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ ذَاهِبًا عَلٰى حِمَارٍ، فَقُلْتُ اَيْنَ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا الْيَوْمَ الظُّهْرَ؟ فَقَالَ انْظُرْ حَيْثُ يُصَلِّيْ اُمَرَاؤُكَ فَصَلِّ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی نے حدیث بیان کی' انہوں نے ابوبکر بن عیاش سے سماع کیا' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ملا (ح) اور مجھے اسماعیل بن ابان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوبکر نے حدیث بیان کی از عبدالعزیز' انہوں نے بیان کیا: میں یوم ترویہ کو منیٰ کی طرف نکلا' پس میری حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی جو دراز گوش پر جا رہے تھے' میں نے پوچھا: اس دن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ظہر کی نماز کہاں پڑھی تھی؟ انہوں نے جواب دیا: دیکھو! تمہارے امراء جہاں نماز پڑھتے ہیں وہیں نماز پڑھو۔

اس حدیث کی شرح اس سے پہلی حدیث: ۱۶۵۳ میں کی جا چکی ہے۔

٨٤ - بَابُ الصَّلٰوةِ بِمِنًى — منیٰ میں نماز

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ منیٰ میں چار رکعت والی نماز کی کتنی رکعت پڑھی جائیں گی؟ یعنی پوری نماز پڑھی جائے گی یا اس کو قصر کیا جائے گا؟ اس باب میں امام بخاری نے تین احادیث روایت کی ہیں جن کو اس سے پہلے ابواب تقصیر الصلوٰۃ میں بھی روایت کر چکے ہیں' اس باب کے تحت ان کو مکرر روایت کیا ہے۔

١٦٥٥ - حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ اَبِيْهِ قَالَ صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِنًى رَكْعَتَيْنِ، وَاَبُوْ بَكْرٍ وَّعُمَرُ، وَعُثْمَانُ صَدْرًا مِّنْ خِلَافَتِهٖ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن وہب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے یونس نے خبر دی از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے عبید اللہ بن عبد اللہ بن عمر نے خبر دی از والد خود رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منیٰ میں دو رکعت نماز پڑھی اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کی ابتداء میں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۰۸۲ میں گزر چکی ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے چھ سال بعد منیٰ میں پوری نماز پڑھی تھی۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۴۲۷)

١٦٥٦ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ اَبِيْ اِسْحَاقَ الْهَمْدَانِيِّ، عَنْ حَارِثَةَ بْنِ وَهْبٍ الْخُزَاعِيِّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابو اسحاق

رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ صَلّٰی بِنَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ اَكْثَرُ مَا كُنَّا قَطُّ وَاٰمَنُهُ بِمِنًی رَكْعَتَیْنِ.

ہمدانی از حارثہ بن وہب الخزاعی رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منیٰ میں دو رکعت نماز پڑھائی' اس وقت ہماری کثیر تعداد تھی اور ہم بہت امن میں تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۰۸۳ میں گزر چکی ہے۔

۱۶۵۷ - حَدَّثَنَا قَبِیْصَةُ بْنُ عُقْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ' عَنِ الْاَعْمَشِ' عَنْ اِبْرَاهِیْمَ' عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ یَزِیْدَ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ صَلَّیْتُ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَیْنِ' وَمَعَ اَبِیْ بَكْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ رَكْعَتَیْنِ' وَمَعَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ رَكْعَتَیْنِ' ثُمَّ تَفَرَّقَتْ بِكُمُ الطُّرُقُ' فَیَا لَیْتَ حَظِّیْ مِنْ اَرْبَعٍ رَكْعَتَانِ مُتَقَبَّلَتَانِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قبیصہ بن عقبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از الاعمش از ابراہیم از عبدالرحمن بن یزید از عبداللہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (منیٰ میں) دو رکعت پڑھیں' اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ دو رکعت پڑھیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ دو رکعت پڑھیں' پھر ان کے بعد تم میں اختلاف ہو گیا (کوئی دو رکعت پڑھتا تھا اور کوئی چار رکعت) کاش! ان چار رکعتوں میں میرا حصہ وہ دو رکعت ہوتیں جو مقبول ہوئیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۰۸۴ میں گزر چکی ہے۔

منیٰ میں پوری نماز یا قصر پڑھنے کے متعلق مذاہب ائمہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

امام مالک' اوزاعی اور اسحاق کا مذہب یہ ہے کہ اہل مکہ اور جو دوسرے ملکوں سے آ کر مکہ میں مقیم ہوں' وہ منیٰ اور میدانِ عرفات میں نماز کو قصر کریں گے اور اس جگہ قصر کرنا سنت ہے' اور جو منیٰ اور عرفات کے رہنے والے ہوں وہ پوری نماز پڑھیں گے' اور امام ابوحنیفہ' امام شافعی' امام احمد' الثوری اور ابوثور کا مذہب یہ ہے کہ منیٰ میں نماز پوری پڑھیں' انہوں نے کہا: جس کا اتنا سفر نہ ہو جس میں نماز قصر کی جاتی ہے وہ مقیم کے حکم میں ہے' اس سے پہلے ہم یہ بیان کر چکے ہیں کہ حضرت عثمان اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما وہاں پر کیوں پوری نماز پڑھتے تھے اور علماء نے اس کے کیا محامل بیان کیے ہیں' اس کا وہاں ان احادیث کی شروح میں مطالعہ کریں۔

(شرح ابن بطال ج ۴ ص ۲۸۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۸۵ - بَابُ صَوْمِ یَوْمِ عَرَفَةَ
یومِ عرفہ کا روزہ رکھنا

اس باب میں یوم عرفہ کے روزے کا ذکر ہے چونکہ اس میں اختلاف ہے' اس لیے امام بخاری نے اس کا حکم بیان نہیں کیا۔

۱۶۵۸ - حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ' عَنِ الزُّهْرِیِّ قَالَ حَدَّثَنَا سَالِمٌ قَالَ سَمِعْتُ عُمَیْرًا' مَوْلٰی اُمِّ الْفَضْلِ' عَنْ اُمِّ الْفَضْلِ شَكَّ النَّاسُ یَوْمَ عَرَفَةَ فِیْ صَوْمِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ' فَبَعَثْتُ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِشَرَابٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے سالم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے عمیر سے سنا جو حضرت ام الفضل کے آزاد شدہ غلام ہیں از حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا کہ لوگوں کو شک تھا کہ

فَشْرِبَهُ. [اطراف الحدیث:۱۶۶۱_۱۹۸۸_۵۶۰۴_۵۶۱۸_۵۶۳۶] نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یوم عرفہ کا روزہ رکھا ہے یا نہیں؟ پس میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک مشروب بھیجا جس کو آپ نے پی لیا۔ (صحیح مسلم:۱۱۲۳ الرقم المسلسل:۲۵۶۱ سنن ابوداؤد:۲۴۴۱)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) علی بن المدینی (۲) سفیان بن عیینہ (۳) محمد بن مسلم الزہری (۴) سالم بن ابی امیہ ابوالنضر مولیٰ عمر بن عبید اللہ بن معمر (۵) عمیر مولیٰ ابن عباس (۶) حضرت ام الفضل' حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی والدہ' ان کا نام لبابہ ہے۔

(عمدۃ القاری ج۹ص۴۲۹)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس میں یوم عرفہ کے روزے کا ذکر ہے۔

یوم عرفہ کے روزے کے متعلق احادیث

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ یوم عرفہ کا روزہ رکھنے کی وجہ سے اس سے پہلے سال کے گناہوں کو معاف کر دے گا اور اس کے بعد والے سال کے گناہ بھی معاف فرما دے گا۔

(صحیح مسلم:۱۱۶۲ سنن ابوداؤد:۲۴۲۶_۲۴۲۵ سنن ترمذی:۷۴۹ سنن نسائی:۲۳۷۹ سنن ابن ماجہ:۱۷۳۸_۱۷۳۰_۱۷۱۳)

اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد امام ترمذی نے لکھا: اہل علم کے نزدیک یوم عرفہ کا روزہ رکھنا مستحب ہے' ماسوا حجاج کے لیے میدان عرفات میں۔

امام ترمذی متوفی ۲۷۹ھ فرماتے ہیں: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حج کیا تو آپ نے یوم عرفہ کا روزہ نہیں رکھا' اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ حج کیا تو انہوں نے یوم عرفہ کا روزہ نہیں رکھا' اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ حج کیا تو انہوں نے اس کا روزہ نہیں رکھا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ حج کیا تو انہوں نے اس کا روزہ نہیں رکھا' اور اکثر اہل علم کا اس حدیث پر عمل ہے' ان کے نزدیک میدانِ عرفات میں یوم عرفہ کو روزہ نہ رکھنا مستحب ہے تاکہ آدمی کو دعا کرنے کی طاقت رہے اور بعض اہل علم نے عرفہ کے دن میدانِ عرفات میں روزہ رکھا ہے۔

نیز حضرت ابن عمر نے فرمایا: میں اس دن کا روزہ نہ رکھتا ہوں نہ اس کا حکم دیتا ہوں نہ اس سے منع کرتا ہوں۔

(سنن ترمذی:۷۵۱_ص۲۳۸ دارالفکر' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

یوم عرفہ کے روزہ کے متعلق مذاہب فقہاء اور دیگر مسائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام بیہقی نے کتاب المعرفۃ میں لکھا ہے کہ امام شافعی کا قدیم قول یہ ہے کہ اگر روزہ رکھنے سے کسی شخص پر ضعف طاری نہیں ہوتا تو اس کے لیے میدانِ عرفات میں روزہ رکھنا مستحسن ہے' صاحب التوضیح نے کہا ہے کہ ہمارے نزدیک مطلقاً روزہ رکھنا مستحب ہے اور یہی ہمارے جمہور اصحاب کا قول ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جو شخص روزہ رکھنا چاہے وہ ہمارے پاس نہ آئے کیونکہ یہ تکبیرات پڑھنے اور کھانے پینے کا دن ہے۔ امام مالک' امام ابوحنیفہ اور ثوری کا مختار روزہ نہ رکھنا ہے' عطاء نے کہا: جس نے اس دن روزہ نہیں رکھا تاکہ اس کو ذکر کرنے کے لیے توانائی حاصل ہو' اس کو روزہ رکھنے والے کی مثل اجر ہوگا۔

الداودی المتوفی ۴۰۲ھ نے لکھا ہے کہ امام شافعی نے کہا: غیر حجاج کے لیے میرے نزدیک یوم عرفہ کا روزہ رکھنا مستحب ہے

اور حجاج کے لیے میرے نزدیک روزہ نہ رکھنا مستحب ہے تا کہ اس کو ذکر کرنے کے لیے طاقت اور توانائی حاصل رہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت ام الفضل نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے مشروب بھیجا جس کو آپ نے پی لیا' اس سے معلوم ہوا کہ مسئلہ بتانے کے لیے محافل اور مجالس میں کھانا پینا جائز ہے اور خواتین کا ہدیہ قبول کرنا جائز ہے' خواہ اس سے یہ نہ معلوم کرے کہ وہ اس کے مال سے ہے یا اس کے خاوند کے مال سے ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۴۳۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۵۲۸۔ ج ۳ ص ۱۱۶ پر مذکور ہے' اس کی شرح کا عنوان ہے:

یوم عرفہ کے روزے میں مذاہب۔

٨٦ - بَابُ التَّلْبِيَةِ وَالتَّكْبِيرِ، إِذَا غَدَا مِنْ مِّنًى إِلَى عَرَفَةَ

جب صبح کو منیٰ سے عرفات کی طرف جائے تو تلبیہ اور تکبیر پڑھنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب منیٰ سے عرفات کی طرف جائے تو تلبیہ اور تکبیر پڑھنا مشروع ہے۔

١٦٥٩ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ الثَّقَفِيِّ أَنَّهُ سَأَلَ أَنَسَ ابْنَ مَالِكٍ، وَهُمَا غَادِيَانِ مِنْ مِّنًى إِلَى عَرَفَةَ كَيْفَ كُنْتُمْ تَصْنَعُونَ فِي هٰذَا الْيَوْمِ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَقَالَ كَانَ يُهِلُّ مِنَّا الْمُهِلُّ فَلَا يُنْكِرُ عَلَيْهِ، وَيُكَبِّرُ مِنَّا الْمُكَبِّرُ، فَلَا يُنْكِرُ عَلَيْهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از محمد بن ابی بکر الثقفی' انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سوال کیا اور وہ دونوں صبح کو منیٰ سے میدانِ عرفات کی طرف جا رہے تھے کہ آپ لوگ اس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کیا کرتے تھے؟ انہوں نے کہا: ہم میں سے بعض لا الٰہ الا اللہ پڑھتے تھے اور اس پر انکار نہیں کیا جاتا تھا اور ہم میں سے بعض لوگ اللہ اکبر اللہ اکبر پڑھتے تھے اور اس پر انکار نہیں کیا جاتا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۹۷۰ میں گزر چکی ہے' تاہم بعض نئے مسائل کا یہاں تذکرہ کیا جا رہا ہے:

منیٰ کی طرف جاتے ہوئے تلبیہ پڑھنے یا نہ پڑھنے کی افضلیت میں اختلاف

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب' اہل مدینہ اور جمہور علماء کا مختار یہ ہے کہ جب منیٰ سے عرفات کی طرف جائیں تو تلبیہ پڑھنا منقطع کر دیں کیونکہ انہوں نے یہ سمجھا تھا تلبیہ منقطع کرنے میں تعجیل اور تاخیر دونوں مباح ہیں اور اس کی دلیل یہ ہے کہ صحابہ ایک دوسرے پر انکار نہیں کرتے تھے اور وہی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنتوں کو سمجھنے والے اور ان کو حاصل کرنے والے تھے' لہٰذا ہم پر لازم ہے کہ ہم ان کی اقتداء کریں کیونکہ ہمیں ان کی اتباع کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

امام طحاوی حنفی نے کہا ہے کہ میدانِ عرفات کی طرف جاتے ہوئے تلبیہ (اللهم لبيك) پڑھنا بھی جائز ہے کیونکہ یوم عرفہ سے پہلے حج والے کے لیے اللہ اکبر پڑھنا اور لا الٰہ الا اللہ پڑھنا اور اللّٰھم لبیک پڑھنا جائز تھا تو اب ان کا اللہ اکبر پڑھنا اور لا الٰہ الا اللہ پڑھنا' اللّٰھم لبیک پڑھنے سے مانع نہیں ہے۔

المہلب نے کہا ہے کہ میدانِ عرفات کی طرف جاتے وقت تلبیہ پڑھنے کو منقطع کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ حج کرنے والے کا

آخری سفر ہے اور یہیں پر حج کرنے والے کی انتہاء ہوتی ہے اور اب اس کے افعال میں گھر لوٹنا ہے' لہٰذا اب تکبیرات پڑھنا زیادہ لائق ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَاِذَآ اَفَضۡتُمۡ مِّنۡ عَرَفٰتٍ فَاذۡكُرُوا اللّٰهَ عِنۡدَ الۡمَشۡعَرِ الۡحَرَامِ. (البقرہ:۱۹۸) اور جب تم عرفات سے (مزدلفہ میں) واپس آؤ تو مشعر حرام کے پاس اللہ کا ذکر کرو۔

(شرح ابن بطال ج ۴ ص ۲۹۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

میں کہتا ہوں کہ المہلب کا اپنے استدلال میں اس آیت کو پیش کرنا مناسب نہیں ہے کیونکہ ہماری بحث عرفات کی طرف جاتے ہوئے ذکر کرنے کے متعلق ہے اور اس آیت میں عرفات سے واپسی کی طرف ذکر کا بیان ہے' نیز اس میں اللہ کے ذکر کرنے کا بیان ہے اور اللھم لبیک پڑھنا یہ بھی اللہ کا ذکر ہے' نیز المہلب کا یہ کہنا بھی درست نہیں ہے کہ منیٰ سے عرفات کی طرف جانا اس کے سفر کا آخر ہے اور اب افعالِ حج میں سے صرف گھر واپس جانا رہ گیا ہے' کیونکہ ابھی حج کے بہت افعال باقی ہیں' ابھی وقوفِ مزدلفہ باقی ہے' منیٰ میں جمرات کو کنکریاں مارنا ہے اور قربانی ہے اور یہ کہنا بھی صحیح نہیں ہے کہ یہ آخری سفر ہے کیونکہ اس کے بعد طوافِ زیارت کے لیے مکہ مکرمہ کا سفر ہے اور پھر جمرات کو کنکریاں مارنے کے لیے منیٰ کا سفر کرنا اور پھر آخر میں طوافِ وداع کے لیے پھر مکہ مکرمہ اور مسجد حرام جانا ہے' اس لیے لبیک اللھم لبیک پڑھنے کو المہلب کا غیر مستحسن کہنا بجائے خود غیر مستحسن ہے۔

۸۷ - بَابُ التَّهۡجِيۡرِ بِالرَّوَاحِ يَوۡمَ عَرَفَةَ ٹھیک دوپہر کو یومِ عرفہ میں (نماز کے لیے) روانہ ہونا

اس عنوان میں ''تہجیر'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: دوپہر کا وقت۔

١٦٦٠ - حَدَّثَنَا عَبۡدُ اللّٰهِ بۡنُ يُوۡسُفَ قَالَ اَخۡبَرَنَا مَالِكٌ' عَنِ ابۡنِ شِهَابٍ' عَنۡ سَالِمٍ قَالَ كَتَبَ عَبۡدُ الۡمَلِكِ اِلَى الۡحَجَّاجِ اَنۡ لَّا يُخَالِفَ ابۡنَ عُمَرَ فِي الۡحَجِّ' فَجَاءَ ابۡنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنۡهُمَا وَاَنَا مَعَهٗ' يَوۡمَ عَرَفَةَ حِيۡنَ زَالَتِ الشَّمۡسُ' فَصَاحَ عِنۡدَ سُرَادِقِ الۡحَجَّاجِ' فَخَرَجَ وَعَلَيۡهِ مِلۡحَفَةٌ مُّعَصۡفَرَةٌ' فَقَالَ مَا لَكَ يَا اَبَا عَبۡدِ الرَّحۡمٰنِ؟ فَقَالَ الرَّوَاحَ اِنۡ كُنۡتَ تُرِيۡدُ السُّنَّةَ' قَالَ هٰذِهِ السَّاعَةَ؟ قَالَ نَعَمۡ' قَالَ فَانۡظُرۡنِيۡ حَتّٰى اُفِيۡضَ عَلٰى رَاۡسِيۡ ثُمَّ اَخۡرُجُ' فَنَزَلَ حَتّٰى خَرَجَ الۡحَجَّاجُ' فَسَارَ بَيۡنِيۡ وَبَيۡنَ اَبِيۡ' فَقُلۡتُ اِنۡ كُنۡتَ تُرِيۡدُ السُّنَّةَ فَاقۡصُرِ الۡخُطۡبَةَ وَعَجِّلِ الۡوُقُوۡفَ' فَجَعَلَ يَنۡظُرُ اِلٰى عَبۡدِ اللّٰهِ' فَلَمَّا رَاٰى ذٰلِكَ عَبۡدُ اللّٰهِ قَالَ صَدَقَ.

[اطراف الحدیث: ۱۶۶۲-۱۶۶۳] (سنن نسائی: ۳۰۰۲' ۳۰۰۹' موطا امام مالک-الحج: ۱۹۳-ج ۱ ص ۲۵۸' صحیح ابن خزیمہ: ۲۸۱۴-۲۸۱۰)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن شہاب از سالم' انہوں نے کہا: عبدالملک نے حجاج کی طرف لکھا تھا کہ وہ حج کے احکام میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی مخالفت نہ کرے' پس حضرت عبداللہ بن عمر (عرفات میں) آئے اور میں یوم عرفہ کو ان کے ساتھ تھا' اس وقت سورج (استواء سے) زائل ہو چکا تھا' پس انہوں نے حجاج کے خیمہ کے پردوں کے پاس پہنچ کر زور سے آواز دی' پھر حجاج زرد چادر اوڑھے ہوئے باہر نکلا اور کہنے لگا: اے ابوعبدالرحمان! تمہیں کیا کام ہے؟ حضرت ابن عمر نے کہا: اگر تم سنت کی اتباع کرنا چاہتے ہو تو اب (نماز کے لیے) روانہ ہو' حجاج نے کہا: اس وقت؟ حضرت ابن عمر نے کہا: ہاں! حجاج نے کہا: اچھا! پھر مجھے اتنی مہلت دو کہ میں سر پر پانی بہالوں' پھر نکلوں' حضرت عبداللہ سواری سے اترے حتیٰ کہ حجاج خیمہ سے نکلا' پس میرے اور میرے والد کے درمیان چلنے لگا' سالم بیان کرتے ہیں کہ میں نے حجاج سے کہا: اگر تم سنت کی اتباع کرنا چاہتے ہو تو

خطبہ چھوٹا پڑھنا اور وقوف میں جلدی کرنا' حجاج (یہ سن کر) حضرت
عبداللہ بن عمر کی طرف دیکھنے لگا' جب حضرت عبداللہ نے یہ دیکھا
تو فرمایا: سالم نے سچ کہا ہے۔

مشکل الفاظ کے معانی' بعض رجال کا تعارف' فاسق حکام کی اقتداء میں نماز کا جواز اور دیگر مسائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں عبدالملک کا ذکر ہے' اس سے مراد اموی خلیفہ عبدالملک بن مروان ہے اور حجاج کا ذکر ہے' اس سے مراد حجاج بن یوسف ہے۔

اس میں ''سرادق الحجاج'' کا ذکر ہے' علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ ''سرادق'' سے مراد خیمہ ہے' لیکن یہ صحیح نہیں ہے بلکہ ''سرادق'' سے مراد وہ پردے ہیں جو خیمہ پر لٹکائے جاتے ہیں اور یہ عموماً سلاطین اور بڑے بڑے امراء کے خیموں پر لٹکائے جاتے ہیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عرفہ کے دن ظہر کے اوّل وقت میں نماز پڑھنی چاہیے' پھر سلام پھیرنے کے بعد عصر کی نماز پڑھنی چاہیے۔ حضرت عبداللہ بن عمر' حجاج کے پیچھے نماز پڑھتے تھے' اس سے معلوم ہوا کہ فاسق و فاجر حکام کے پیچھے نماز پڑھنی جائز ہے جب تک اس کا فسق و فجور کفر تک نہ پہنچا ہو۔

فاضل اور متقی شخص کسی دینی ضرورت سے اگر ظالم حاکم کے پاس جائے تو اس میں کچھ حرج نہیں جیسے حضرت ابن عمر' حجاج کے پاس یہ بتانے گئے تھے کہ سنت یہ ہے کہ عرفہ کے دن ظہر کی نماز جلدی پڑھی جائے اور خطبہ چھوٹا دیا جائے۔

حجاج زرد چادر اوڑھے ہوئے نکلا حالانکہ وہ محرم تھا اور حضرت ابن عمر نے اس پر انکار نہیں کیا' اس سے معلوم ہوا کہ محرم کے لیے زرد چادر اوڑھنا جائز ہے' اس حدیث میں ''ملحفۃ'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: بڑی چادر۔

حضرت عبداللہ بن عمر کے اوپر حجاج کو امیر بنا دیا گیا حالانکہ وہ زیادہ علم و فضل والے تھے' اس سے معلوم ہوا کہ اعلیٰ کے اوپر ادنیٰ کو امیر بنانا جائز ہے۔

سالم بن عبداللہ بن عمر نے اپنے والد کے سامنے حجاج سے کہا: اگر تم سنت پر عمل کرنا چاہتے ہو تو خطبہ چھوٹا دینا اور وقوف میں جلدی کرنا' اس سے معلوم ہوا کہ استاذ کے سامنے تلمیذ کا فتویٰ دینا جائز ہے۔

اس حدیث میں خطبہ کا ذکر ہے' امام ابوحنیفہ کے نزدیک زوال کے بعد دو خطبے دیئے جائیں' جس طرح جمعہ کے دو خطبے دیئے جاتے ہیں۔

ائمہ اربعہ کے نزدیک حج کے خطبات کی تفصیل

ہمارے اصحاب کے نزدیک حج میں تین خطبے ہیں:

(۱) پہلا خطبہ امیر حج سات ذوالحجہ کو دیتا ہے جس میں یہ بتایا جاتا ہے کہ یوم ترویہ (۸ ذوالحجہ) کو منیٰ کی طرف کس طرح روانہ ہونا ہے۔

(۲) دوسرا خطبہ یوم عرفہ (۹ ذوالحجہ) کو دیا جاتا ہے جس میں یہ بتایا جاتا ہے کہ غروب آفتاب کے بعد المزدلفہ کی طرف روانہ ہونا ہے' پھر طلوع فجر سے پہلے منیٰ روانہ ہونا ہے' جمرات کو کنکریاں مارنی ہیں' قربانی کرنی ہے' طواف زیارت کرنا ہے اور آخر میں طواف

وداع کرنا ہے۔

(۳) تیسرا خطبہ یوم نحر کے بعد (گیارہ ذوالحجہ) کو دیا جائے گا' جس میں اللہ تعالیٰ کی حمد کے بعد اس پر اس کا شکر ادا کیا جائے گا کہ اس نے مناسک حج ادا کرنے کی سعادت عطا فرمائی اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کی ترغیب دی جائے گی اور ان کو گناہوں کے ارتکاب سے ڈرایا جائے گا اور ہر دو خطبوں کے درمیان ایک دن کا فصل رکھا جائے گا۔

امام شافعی کے نزدیک چار خطبے مسنون ہیں: (۱) ۷ ذوالحجہ کو (۲) ۹ ذوالحجہ کو (۳) ۱۱ ذوالحجہ کو (۴) واپس روانگی کے دن۔

امام مالک کے نزدیک تین خطبے ہیں: (۱) ۷ ذوالحجہ کو مکہ میں ظہر کی نماز کے بعد صرف ایک خطبہ ہے' اس میں بیٹھا نہیں جائے گا (۲) ۹ ذوالحجہ کو زوال کے بعد دو خطبے ہوں گے' ان کے درمیان میں بیٹھا جائے گا (۳) تیسرا خطبہ ۱۱ ذوالحجہ کو ہے۔

امام احمد کے نزدیک بھی تین خطبے ہوں گے' ان کے نزدیک ۷ ذوالحجہ کو مکہ میں خطبہ نہیں ہے' بلکہ ان کے نزدیک ۹ ذوالحجہ کو زوال کے بعد میدانِ عرفات میں خطبہ ہے' پھر یوم نحر ۱۰ ذوالحجہ کو منیٰ میں خطبہ ہے' پھر ایام منیٰ کے دوسرے دن ظہر کے بعد خطبہ ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۹ ص ۴۳۴۔ ۴۳۲ ملخصاً' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۸۸ - بَابُ الْوُقُوْفِ عَلَى الدَّابَّةِ بِعَرَفَةَ

میدانِ عرفات میں سواری پر وقوف کرنا

۱۶۶۱ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ' عَنْ مَّالِكٍ' عَنْ أَبِي النَّضْرِ' عَنْ عُمَيْرٍ مَّوْلٰى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْعَبَّاسِ' عَنْ أُمِّ الْفَضْلِ بِنْتِ الْحَارِثِ أَنَّ نَاسًا اخْتَلَفُوْا عِنْدَهَا يَوْمَ عَرَفَةَ فِيْ صَوْمِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' فَقَالَ بَعْضُهُمْ هُوَ صَائِمٌ' وَقَالَ بَعْضُهُمْ لَيْسَ بِصَائِمٍ' فَأَرْسَلْتُ إِلَيْهِ بِقَدَحِ لَبَنٍ' وَهُوَ وَاقِفٌ عَلٰى بَعِيْرِهٖ' فَشَرِبَهٗ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از ابی النضر از عمیر مولیٰ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما از حضرت ام الفضل بنت الحارث رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ یوم عرفہ کو ان کے سامنے اس بات میں اختلاف ہوا کہ اس دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ رکھا تھا یا نہیں؟ بعض نے کہا: آپ روزے سے ہیں اور بعض نے کہا: آپ روزے سے نہیں ہیں' تو میں نے آپ کی طرف دودھ کا پیالہ بھیجا' اس وقت آپ اونٹ پر سوار تھے' آپ نے اس دودھ کو پی لیا۔

اس حدیث کی شرح ابھی قریب ہی' حدیث: ۱۶۵۸ میں گزر چکی ہے۔ مزید کچھ تفصیل ذکر کی جا رہی ہے:

میدانِ عرفات میں سواری پر وقوف کرنے میں فقہاء کا اختلاف

میدانِ عرفات یا وادیٔ مزدلفہ میں حج کرنے والے کے وقوف کا معنی یہ ہے کہ حج کرنے والا کھڑے ہو کر دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا کرے اور دعا میں اللہ تعالیٰ سے پچھلے گناہوں پر معافی مانگے اور توبہ کرے اور آئندہ نیکیوں پر استقامت اور جمے رہنے کے لیے اخلاص سے دعا کرے' تاہم اگر زمین پر یا سواری پر بیٹھے ہوئے بھی دعا کرے تب بھی وقوف ہو جائے گا۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اہل علم کا اس میں اختلاف ہے کہ میدانِ عرفات میں سوار ہونا افضل ہے یا سواری کو ترک کرنا افضل ہے؟ جمہور کا مسلک یہ ہے کہ سوار ہونا افضل ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سواری کی حالت میں وقوف کیا اور اس لیے بھی کہ سواری کی حالت میں دعا میں کوشش کرنے اور گڑگڑانے میں مدد ملتی ہے' امام مالک اور امام شافعی کا بھی یہی مختار ہے۔

علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ جس کے لیے مال خرچ کرنا آسان ہو اور چلنے میں مشقت ہو' اس کو چلنے میں زیادہ اجر ملے گا اور

جس کے لیے مال خرچ کرنے میں مشقت ہو اور چلنا آسان ہو اس کو سواری میں زیادہ اجر ملے گا' کیونکہ اجر مشقت کے اعتبار سے ملتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۴۳۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۸۹ - بَابُ الْجَمْعِ بَيْنَ الصَّلٰوتَيْنِ بِعَرَفَةَ. میدانِ عرفات میں دونمازوں کو جمع کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ یوم عرفہ کو میدانِ عرفات میں دونمازوں یعنی ظہر اور عصر کو ایک وقت میں جمع کر کے پڑھنا جائز ہے' اس مسئلہ میں ائمہ کا اختلاف ہے' امام شافعی' امام مالک اور امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک مطلقاً عرفات اور مزدلفہ میں دونمازوں کو ایک وقت میں جمع کر کے پڑھنا جائز ہے خواہ وہ نمازیں امام کے ساتھ پڑھی ہوں یا نہ پڑھی ہوں اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک صرف اسی صورت میں دونمازوں کو ایک وقت میں جمع کر کے پڑھنا جائز ہے جب وہ نمازیں امام کے ساتھ پڑھی ہوں' امام شافعی' امام مالک اور امام احمد کے نزدیک دونمازوں کو ایک وقت میں جمع کر کے پڑھنے کی علت سفر ہے' حتیٰ کہ اہل مکہ کے لیے اور جو شخص وہاں پر مقیم ہو اس کے لیے دونمازوں کو ایک وقت میں جمع کر کے پڑھنا جائز نہیں ہے' اور جو لوگ بیرونی ممالک سے سفر کر کے مکہ آتے ہیں' وہ یوم عرفہ کو میدانِ عرفات میں ظہر کے وقت ظہر اور عصر کو جمع کر کے پڑھیں گے اور مزدلفہ میں عشاء کے وقت میں مغرب اور عشاء کی نماز جمع کر کے پڑھیں گے۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۴۳۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا إِذَا فَاتَتْهُ الصَّلٰوةُ مَعَ الْإِمَامِ جَمَعَ بَيْنَهُمَا.

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے جب کوئی نماز جماعت سے فوت ہو جاتی تو دونمازوں کو جمع کر کے پڑھ لیتے۔

اس تعلیق کو ابراہیم حربی نے اپنی سند کے ساتھ موصولاً روایت کیا ہے' وہ از ھمام از نافع روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر کو جب عرفہ کے دن امام کے ساتھ نماز نہ ملتی تو وہ اپنے گھر میں ظہر اور عصر کو جمع کر کے پڑھ لیتے۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۴۳۵)

١٦٦٢ - وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِي سَالِمٌ اَنَّ الْحَجَّاجَ بْنَ يُوْسُفَ عَامَ نَزَلَ بِابْنِ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا' سَاَلَ عَبْدَ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ كَيْفَ تَصْنَعُ فِي الْمَوْقِفِ يَوْمَ عَرَفَةَ؟ فَقَالَ سَالِمٌ اِنْ كُنْتَ تُرِيْدُ السُّنَّةَ فَهَجِّرْ بِالصَّلٰوةِ يَوْمَ عَرَفَةَ. فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ صَدَقَ' اِنَّهُمْ كَانُوْا يَجْمَعُوْنَ بَيْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ فِي السُّنَّةِ. فَقُلْتُ لِسَالِمٍ اَفَعَلَ ذٰلِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَقَالَ سَالِمٌ وَّهَلْ تَتَّبِعُوْنَ فِي ذٰلِكَ اِلَّا سُنَّتَهٗ.

اور لیث نے کہا: مجھے عُقیل نے حدیث بیان کی از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے سالم نے خبر دی کہ جس سال حجاج بن یوسف نے حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما پر حملہ کیا تھا' اس سال اس نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سوال کیا کہ عرفہ کے دن میدانِ عرفات میں کس طرح نماز پڑھی جائے گی؟ تو سالم نے کہا: اگر تم سنت کی اتباع کرنا چاہتے ہو تو عرفہ کے دن دوپہر کے وقت نماز پڑھو' تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس نے سچ کہا ہے' صحابہ سنت کے مطابق ظہر اور عصر کو جمع کر کے پڑھتے تھے' ابن شہاب نے کہا: میں نے سالم سے پوچھا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح کیا تھا؟ سالم نے کہا: تم صرف ان ہی کی سنت کی تو اتباع کرتے ہو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۶۶۰ میں گزر چکی ہے۔

حجاج بن یوسف نے ۷۳ھ میں حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما پر حملہ کیا تھا۔

۹۰ - بَابُ قَصْرِ الْخُطْبَةِ يَوْمَ عَرَفَةَ یومِ عرفہ کو چھوٹا خطبہ دینا

۱۶۶۳ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ عَبْدَ الْمَلِكِ ابْنَ مَرْوَانَ كَتَبَ اِلَى الْحَجَّاجِ اَنْ يَّاْتَمَّ بِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ فِي الْحَجِّ، فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ عَرَفَةَ، جَاءَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا، وَاَنَا مَعَهُ، حِيْنَ زَاغَتِ الشَّمْسُ، اَوْ زَالَتْ، فَصَاحَ عِنْدَ فُسْطَاطِهٖ اَيْنَ هٰذَا ؟ فَخَرَجَ اِلَيْهِ، فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ الرَّوَاحَ، فَقَالَ الْاٰنَ؟ قَالَ نَعَمْ، قَالَ اَنْظِرْنِيْ اُفِيْضُ عَلَيَّ مَاءً، فَنَزَلَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا حَتّٰى خَرَجَ الْحَجَّاجُ فَسَارَ بَيْنِيْ وَبَيْنَ اَبِيْ، فَقُلْتُ اِنْ كُنْتَ تُرِيْدُ اَنْ تُصِيْبَ السُّنَّةَ الْيَوْمَ فَاقْصُرِ الْخُطْبَةَ وَعَجِّلِ الْوُقُوْفَ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ صَدَقَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن شہاب از سالم بن عبداللہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ عبدالملک بن مروان نے حجاج کی طرف لکھا کہ وہ حج کے احکام میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے طریقہ پر عمل کرے' پھر جب عرفہ کا دن آیا تو حضرت عبداللہ بن عمر زوالِ آفتاب کے بعد حجاج کے خیمہ کے پاس آئے اور میں بھی ان کے ساتھ تھا' پھر انہوں نے بلند آواز سے کہا: وہ کہاں ہے؟ تو حجاج ان کے پاس آیا' پس حضرت ابن عمر نے اس سے (نماز پڑھانے کے لیے) کہا' اس نے کہا: اب؟ حضرت ابن عمر نے کہا: ہاں! اس نے کہا: مجھے اتنی مہلت دیں کہ میں اپنے اوپر پانی بہالوں' پھر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سواری سے اترے حتیٰ کہ حجاج باہر نکلا' پس وہ میرے اور میرے والد کے درمیان چلنے لگا' سالم بیان کرتے ہیں: میں نے (حجاج سے) کہا: اگر تم سنت پر عمل کرنا چاہتے ہو تو آج خطبہ چھوٹا دینا اور وقوف جلدی کرنا' حضرت ابن عمر نے کہا: اس نے سچ کہا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۶۶۰ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس کو یہاں تیسری بار دہرایا ہے' پہلی بار ۱۶۶۰ میں' اس سے یہ مسئلہ نکالا کہ دوپہر کے وقت یوم عرفہ کو نماز کے لیے روانہ ہونا' اور ۱۶۶۲ میں' اس سے یہ مسئلہ نکالا کہ یوم عرفہ میں دو نمازوں کو جمع کرنا اور ۱۶۶۳ میں' اس سے یہ مسئلہ نکالا کہ یوم عرفہ میں چھوٹا خطبہ دینا۔

۹۱ - بَابُ التَّعْجِيْلِ اِلَى الْمَوْقِفِ — وقوفِ عرفات کے لیے جلدی روانہ ہونا

اس باب کے تحت امام بخاری نے کوئی حدیث ذکر نہیں کی کیونکہ گزشتہ ابواب میں جو احادیث ذکر کی گئی ہیں' وہ اس باب کے عنوان پر بھی دلالت کرتی ہیں۔

صحیح البخاری میں احادیث کی تکرار کی تحقیق

صحیح البخاری کے بعض نسخوں میں یہ عبارت مذکور ہے: امام بخاری نے کہا: اس باب میں بھی اس حدیث کا اضافہ کیا جاتا ہے یعنی حدیث امام مالک از ابن شہاب' لیکن میں نہیں چاہتا تھا کہ اس کتاب میں کوئی مکرر حدیث ذکر کروں۔

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ امام بخاری کی اس عبارت میں یہ تصریح ہے کہ امام بخاری نے اپنی اس کتاب میں کوئی مکرر حدیث ذکر نہیں کی' اور وہ جو مشہور ہے کہ اس کتاب میں تقریباً آدھی احادیث مکرر ہیں' سو یہ قول اقناعی ہے' ورنہ تحقیق یہ ہے کہ جو حدیث بہ ظاہر مکرر ہو تو اس حدیث میں کسی قید کا اضافہ ہوتا ہے یا کسی لفظ کی زیادتی ہوتی ہے یا کمی ہوتی ہے یا اس کی سند میں کوئی تغایر ہوتا ہے اور تحقیق یہ ہے کہ صحیح البخاری میں کوئی حدیث اس طرح مکرر نہیں ہے کہ متن اور سند بالکل ایک جیسی ہو۔

(عمدۃ القاری ج ۹ ص ۴۳۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۹۲ - بَابُ الْوُقُوْفِ بِعَرَفَةَ　　وقوفِ عرفہ

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ وقوف کی جگہ صرف میدانِ عرفات ہے اور کوئی نہیں ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ قریش یہ کہتے تھے کہ ہم اہل اللہ ہیں' پس ہم حرم سے باہر وقوف نہیں کریں گے' اور قریش کے علاوہ دوسرے لوگ میدانِ عرفات میں وقوف کرتے تھے اور میدانِ عرفات حرم سے خارج ہے' تب اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا کہ:

ثُمَّ اَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ. (البقرہ:۱۹۹)　　پھر تم وہیں سے واپس آؤ جہاں سے لوگ واپس آتے ہیں۔

اس آیت میں ''افاضہ'' کا حکم دیا ہے اور ''افاضہ'' میدانِ عرفات میں وقوف کی جگہ سے ہوتا ہے' جہاں تمام لوگ وقوف کرتے ہیں سوا قریش کے وقوف کی جگہ کے' وہ المشعر الحرام کے پاس وقوف کرتے تھے' وہ کہتے تھے کہ ہماری عزت حرم سے ہے' ہم حرم کے رہنے والے اور اس کے پڑوسی ہیں' پس ہم حرم سے باہر نہیں نکلیں گے اور عرب کے باقی لوگ میدانِ عرفات میں اس جگہ وقوف کرتے تھے جہاں سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے وقوف کیا تھا اور ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی نزولِ وحی سے پہلے اللہ تعالیٰ کی توفیق سے میدانِ عرفات میں اسی جگہ وقوف کیا تھا جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے وقوف کیا تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۳)

١٦٦٤ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرٌو قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ اَبِيْهِ كُنْتُ اَطْلُبُ بَعِيْرًا لِّيْ. ح. وَحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ' عَنْ عَمْرٍو سَمِعَ مُحَمَّدَ بْنَ جُبَيْرٍ' عَنْ اَبِيْهِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ قَالَ اَضْلَلْتُ بَعِيْرًا لِّيْ' فَذَهَبْتُ اَطْلُبُهُ يَوْمَ عَرَفَةَ' فَرَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاقِفًا بِعَرَفَةَ' فَقُلْتُ هٰذَا وَاللّٰهِ مِنَ الْحُمْسِ' فَمَا شَاْنُهُ هَا هُنَا؟

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمرو نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن جبیر بن مطعم نے حدیث بیان کی از والد خود' انہوں نے کہا: میں اپنا اونٹ تلاش کر رہا تھا۔ (ح) اور ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عمرو' انہوں نے محمد بن جبیر سے سنا از والد خود حضرت جبیر بن مطعم' انہوں نے کہا: میں نے اپنا اونٹ گم کر دیا تھا' پس عرفہ کے دن میں اس کو ڈھونڈنے کے لیے نکلا تو میں نے دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میدانِ عرفہ میں وقوف کر رہے تھے' تو میں نے (دل میں) کہا: اللہ کی قسم! یہ شخص تو حمس (قریش) سے ہیں تو یہ یہاں پر کیوں وقوف کر رہے ہیں؟

(صحیح مسلم: ۱۲۲۰' الرقم المسلسل: ۲۸۴۵' سنن نسائی: ۳۰۱۰' مسند الحمیدی: ۵۵۹' المعجم الکبیر: ۱۵۵۶' اخبار مکہ: ۲۷۸۹' صحیح ابن خزیمہ: ۳۰۶۰' صحیح ابن حبان: ۳۸۴۹' سنن بیہقی ج ۵ ص ۱۱۳' مسند احمد ج ۴ ص ۸۰ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۶۷۴۳۔ ج ۲۷ ص ۳۰۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) علی بن عبد اللہ المعروف بابن المدینی (۲) سفیان بن عیینہ (۳) عمرو بن دینار (۴) محمد بن جبیر بن مطعم (۵) جبیر بن مطعم بن عدی بن نوفل القرشی الصحابی رضی اللہ عنہ (۶) مسدد بن مسرہد۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۳)

''حُمس'' کا معنی

اس حدیث میں ''حُمس'' کا ذکر ہے' یہ ''احمس'' کی جمع ہے' اس کا معنی ہے: جو شخص اپنے دین میں بہت متصلب ہو'

اور ''حماسة'' کا معنی ہے: جو شخص ہر معاملہ میں بہت سخت ہو' قریش اور ان کی اولاد کو حمس کہا جاتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۴)

۱۶۶۵ - حَدَّثَنَا فَرْوَةُ بْنُ اَبِی الْمَغْرَاءِ قَالَ حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ مُسْهِرٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ قَالَ عُرْوَةُ كَانَ النَّاسُ يَطُوْفُوْنَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ عُرَاةً إِلَّا الْحُمْسَ، وَالْحُمْسُ قُرَيْشٌ وَّمَا وَلَدَتْ، وَكَانَتِ الْحُمْسُ يَحْتَسِبُوْنَ عَلَى النَّاسِ، يُعْطِي الرَّجُلُ الرَّجُلَ الثِّيَابَ يَطُوْفُ فِيْهَا، وَتُعْطِي الْمَرْأَةُ الْمَرْأَةَ الثِّيَابَ تَطُوْفُ فِيْهَا، فَمَنْ لَّمْ يُعْطِهِ الْحُمْسُ طَافَ بِالْبَيْتِ عُرْيَانًا. وَكَانَ يُفِيْضُ جَمَاعَةُ النَّاسِ مِنْ عَرَفَاتٍ، وَيُفِيْضُ الْحُمْسُ مِنْ جَمْعٍ، قَالَ وَاَخْبَرَنِيْ اَبِيْ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ هٰذِهِ الْاٰيَةَ نَزَلَتْ فِي الْحُمْسِ ﴿ثُمَّ اَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ﴾ (البقرہ:۱۹۹). قَالَ كَانُوْا يُفِيْضُوْنَ مِنْ جَمْعٍ، فَدُفِعُوْا إِلَى عَرَفَاتٍ. [طرف الحدیث: ۴۵۲۰] (صحیح مسلم: ۱۲۱۹' الرقم المسلسل: ۲۸۴۳' سنن ابوداؤد: ۱۹۱۰' سنن نسائی: ۳۰۱۰-۳۰۰۹)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں فروہ بن ابی المغراء نے حدیث بیان کی' انہوں نے بیان کیا: ہمیں علی بن مسہر نے حدیث بیان کی از ہشام بن عروہ' عروہ نے بیان کیا کہ لوگ زمانہ جاہلیت میں برہنہ طواف کرتے تھے ماسوا حمس کے اور حمس' قریش اور ان کی اولاد کو کہتے ہیں اور حمس اپنے آپ کو عام لوگوں سے برتر گمان کرتے تھے' ان میں سے مرد کسی مرد کو کپڑے دے دیتا جس کو وہ پہن کر طواف کرتا اور عورت کسی عورت کو کپڑے دے دیتی جسے پہن کر وہ طواف کرتی اور حمس جس کو کپڑے نہ دیتے وہ برہنہ طواف کرتا اور تمام لوگ (وقوف کے بعد) عرفات سے لوٹتے اور حمس (طواف کے بعد) المزدلفہ سے لوٹتے' عروہ نے کہا: اور مجھے میرے والد نے خبر دی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ یہ آیت حمس کے متعلق نازل ہوئی ہے: پھر تم وہیں سے واپس آؤ جہاں سے لوگ واپس آتے ہیں۔ (البقرہ:۱۹۹) عروہ نے کہا: حمس' المزدلفہ سے لوٹتے تھے' پھر ان کو میدانِ عرفات میں بھیجا گیا۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) فروہ ابن ابی المغراء (۲) علی بن مسہر (۳) ہشام بن عروہ (۴) عروہ بن الزبیر (۵) حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۵)

میدانِ عرفات میں وقوف کی ابتداء کا وقت

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

فَاِذَآ اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفَاتٍ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ. (البقرہ:۱۹۸)

پس جب تم عرفات سے (المزدلفہ میں) واپس آؤ تو مشعر حرام کے پاس اللہ کا ذکر کرو۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے عرفات سے واپس ہونے کا ذکر تو فرمایا ہے لیکن اپنی کتاب میں یہ نہیں بیان فرمایا کہ میدانِ عرفات میں وقوف کی ابتداء کس وقت ہوگی؟ اس کو ہمارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمایا ہے جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے حجاج سے زوالِ آفتاب کے بعد دوپہر کے وقت فرمایا: اگر تم سنت پر عمل کرنا چاہتے ہو تو جلدی وقوف کرو۔ (صحیح البخاری: ۱۶۶۳) اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یوم عرفہ کو زوالِ آفتاب کے بعد میدانِ عرفات میں جاتے تھے۔

یوم عرفہ کو میدانِ عرفات میں وقوف کے وقت میں مذاہب اربعہ

علامہ ابن بطال نے کہا: اس میں فقہاء کا اختلاف نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یوم عرفہ کو میدان عرفات میں ظہر اور عصر کی

نمازیں جمع کر کے پڑھی ہیں' پھر آپ غروبِ آفتاب تک کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے رہے (اسی کو وقوفِ عرفہ کہتے ہیں)' پھر جب سورج غروب ہو گیا تو آپ المزدلفہ روانہ ہو گئے۔

اس میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ جو شخص غروبِ آفتاب سے پہلے عرفات سے روانہ ہو گیا اور اس نے رات کو وقوف نہیں کیا تو اس کا کیا حکم ہے؟ امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ یوم النحر (دس ذوالحج) کی رات کو میدانِ عرفات میں وقوف کرنا ضروری ہے اور یومِ عرفہ کے دن میں وقوف کرنا اس کے تابع ہے' پس اگر اس نے دن کے ایک جز میں وقوف کیا اور غروبِ آفتاب سے پہلے روانہ ہو گیا تو یہ اس کے لیے کافی نہیں ہے' اور اگر اس نے یوم نحر کی فجر سے پہلے رات کے کسی ایک جز میں وقوف کر لیا تو یہ اس کے لیے کافی ہے کیونکہ نافع نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ روایت کی ہے کہ جس نے مزدلفہ کی رات میں طلوعِ فجر سے پہلے میدانِ عرفات میں وقوف نہیں کیا اس کا حج فوت ہو گیا' عروہ بن الزبیر سے بھی اسی کی مثل مروی ہے۔

امام ابوحنیفہ اور امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ وقوفِ عرفات کے لیے یوم عرفہ میں زوال سے پہلے دن میں وقوف کرنا ضروری ہے اور پوری رات اسی دن کے تابع ہے' پس اگر اس نے دن کے کسی ایک جز میں وقوف کر لیا تو یہ اس کے لیے کافی ہے اور اگر اس نے رات کے کسی ایک جز میں وقوف کر لیا تو یہ بھی اس کے لیے کافی ہے' مگر وہ یہ کہتے ہیں کہ اگر اس نے زوال کے بعد دن کے کسی ایک جز میں وقوف کیا اور رات میں وقوف نہیں کیا تو اس پر دم لازم آئے گا یعنی اس کے تاوان میں قربانی کرنی ہو گی اور اگر اس نے رات کے کسی ایک جز میں وقوف کر لیا اور دن میں وقوف نہیں کیا تو پھر اس پر دم نہیں ہے۔

امام احمد بن حنبل کا مذہب یہ ہے کہ وقوف کا وقت یوم عرفہ کی طلوعِ فجر سے لے کر یوم نحر کی رات کو طلوعِ فجر تک ہے' انہوں نے دن کے اجزاء میں اور رات کے اجزاء میں مساوات رکھی ہے' ان کا استدلال اس حدیث سے ہے:

حضرت عروہ بن مضرس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا' اس وقت آپ مزدلفہ میں تھے' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں نے اپنی اونٹنی کو تھکایا اور اپنے آپ کو مشقت میں ڈالا اور (راستہ میں) ہر پہاڑ پر میں نے وقوف کیا' کیا میرا حج ہو گیا؟ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے ہمارے ساتھ یہ نماز پڑھ لی یعنی مزدلفہ میں اور اس نے دن یا رات میں وقوفِ عرفہ کر لیا تھا تو اس کا حج پورا ہو گیا۔ سو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رات اور دن کا فرق نہیں کیا۔

علامہ ابن القصار نے کہا ہے کہ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فعل سے یہ معلوم ہوا ہے کہ مقصود دن کا آخری وقت ہے' جس میں اس نے وقوف کیا ہے اور مراد دن کا وہ جز ہے جو رات کے جز کے ساتھ ہو کیونکہ آپ نے بغیر رات کے جز کے' دن کے جز پر اقتصار نہیں کیا۔

خلاصہ یہ ہے کہ امام مالک وقوفِ عرفات میں یومِ عرفہ کے بعد والی رات پر اعتماد کرتے ہیں' امام ابوحنیفہ اور امام شافعی وقوف میں یومِ عرفہ کے دن پر اعتماد کرتے ہیں اور امام احمد' یومِ عرفہ کے دن اور رات دونوں پر اعتماد کرتے ہیں۔

(شرح ابن بطال ج ۴ ص ۲۹۷-۲۹۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

٩٣ - بَابُ السَّيْرِ إِذَا دَفَعَ مِنْ عَرَفَةَ — عرفات سے واپسی کے وقت کس رفتار سے چلے

اس باب میں عرفات سے واپسی کی رفتار کو بیان کیا گیا ہے۔

١٦٦٦ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ قَالَ سُئِلَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ہشام

أُسَامَةُ وَأَنَا جَالِسٌ كَيْفَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسِيْرُ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ حِيْنَ دَفَعَ؟ قَالَ كَانَ يَسِيْرُ الْعَنَقَ، فَإِذَا وَجَدَ فَجْوَةً نَصَّ. قَالَ هِشَامٌ وَالنَّصُّ فَوْقَ الْعَنَقِ، فَجْوَةٌ مُتَّسَعٌ، وَالْجَمْعُ فَجَوَاتٌ وَّفِجَاءٌ، وَكَذٰلِكَ رَكْوَةٌ وَرِكَاءٌ. ﴿مَنَاصٌ﴾ (ص:٣) لَيْسَ حِيْنَ فِرَارٍ. [اطراف الحدیث:۲۹۹۹۔ ۴۴۱۳]

(صحیح مسلم:۱۲۸۶' الرقم المسلسل:۲۹۹۵' سنن نسائی:۳۰۲۰۔ ۳۰۱۴' سنن ابن ماجہ:۳۰۱۷' المعجم الکبیر:۱۱۲۸۹' مسند احمد ج۱ ص۲۱۶ طبع قدیم' مسند احمد:۱۸۶۰۔ ج۳ ص۳۵۵' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی:۶۴' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۷ھ)

بن عروہ از والد خود' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے سوال کیا گیا اور میں بھی اس وقت بیٹھا ہوا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب حجۃ الوداع میں (مزدلفہ روانگی کے لیے) عرفات سے واپس جاتے تو کس رفتار سے چلتے تھے؟ حضرت اسامہ نے کہا: آپ درمیانی رفتار سے چلتے تھے اور جب آپ کو راستہ میں کشادگی ملتی تو تیز چلتے تھے' ہشام نے کہا: ''نص'' کا معنی ہے: درمیانی رفتار سے نسبۃً تیز چلنا' اور ''فجوۃ'' کا معنی ہے: کشادہ راستہ' اس کی جمع ''فجواتٌ'' اور ''فجاءٌ'' ہے اور اسی طرح ''رکوۃٌ'' اور ''رکاءٌ'' ہے اور سورۂ ص میں جو ''مناص'' کا لفظ ہے' اس کا معنی بھاگنا ہے اور اس حدیث میں جو ''نص'' کا لفظ ہے' اس کا معنی بھاگنا نہیں ہے۔

عرفات سے مزدلفہ جاتے ہوئے عجلت کا سبب

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

میدانِ عرفات سے مزدلفہ جانے کے لیے عجلت سے جانے کا سبب یہ ہے کہ وقت تنگ ہوتا تھا کیونکہ وہ سورج غروب ہونے کے بعد عرفات سے مزدلفہ روانہ ہوتے تھے اور عرفات اور مزدلفہ کے درمیان تین میل کا فاصلہ ہے اور ان پر یہ فرض تھا کہ وہ مغرب اور عشاء کی نمازوں کو جمع کر کے مزدلفہ میں پڑھیں' سو وہ نمازوں کے وقت میں پہنچنے کے لیے تیزی سے چلتے تھے۔

امام طبری نے کہا ہے کہ عرفات سے المزدلفہ کی طرف اور المزدلفہ سے منیٰ کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چلنے کا طریقہ یہ ہے کہ آپ درمیانی رفتار سے چلتے تھے' اور سلف صالحین نے اسی پر عمل کیا ہے' اسود نے کہا: میں دونوں روانگیوں میں حضرت عمر کے ساتھ رہا' وہ درمیانی رفتار سے زیادہ نہیں چلتے تھے اور کسی ایک روانگی میں سواری کو بھگاتے نہیں تھے اور حضرت ابن عمر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم بھی درمیانی رفتار سے ہی سواری کو چلاتے تھے۔

نیز علامہ طبری نے کہا ہے کہ عرفات سے مزدلفہ جانا ہو یا مزدلفہ سے منیٰ جانا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صرف درمیانی رفتار سے جاتے تھے ماسوا وادیٔ محسر کے' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس میں تیزی کے ساتھ سواری کو دوڑاتے تھے اور اگر کسی نے اس جگہ سواری کو تیزی سے دوڑایا جہاں آپ نے درمیانی رفتار سے سواری کو چلایا تھا یا اس جگہ سواری کو درمیانی رفتار سے چلایا جہاں آپ نے سواری کو دوڑایا تھا تو اس پر کوئی تاوان لازم نہیں آئے گا' تاہم اس نے صحیح طریقہ پر عمل کرنے میں خطاء کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ادب نہیں کیا۔

''عنق'' اور ''نص'' کا معنی

اس حدیث میں ''عنق'' کا لفظ ہے اور ''عنق'' کا معنی ہے: پیدل چلنے کی بہ نسبت تیز چلنا اور اس حدیث میں ''نص'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: درمیانی رفتار سے تیز چلنا اور جو اس سے بھی تیز چلے تو وہ دوڑنا اور بھاگنا ہے' اس حدیث میں ''الفجوۃ'' کا لفظ ہے' اس کا معنی کشادگی اور وسعت ہے۔ (شرح ابن بطال ج۴ ص۲۹۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

''مناص'' اور ''نص'' ایک دوسرے سے ماخوذ نہیں ہیں

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے کہا ہے کہ سورۃ ص میں جو ''مناص'' کا لفظ ہے اس کا معنی بھاگنا ہے اور اس حدیث میں جو ''نص'' کا لفظ ہے اس کا معنی بھاگنا نہیں ہے۔ اس کی شرح میں علامہ عینی لکھتے ہیں:

صحیح البخاری کے اکثر نسخوں میں یہ عبارت نہیں ہے اور جن نسخوں میں یہ عبارت مذکور ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ عبارت ایک وہم کے ازالہ کے لیے ہے کہ کوئی شخص یہ وہم کر سکتا تھا کہ ''مناص'' اور ''نص'' کا مادہ ایک ہے اور ان میں سے ایک لفظ دوسرے سے ماخوذ ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے کیونکہ ''نص'' کا لفظ مضاعف ہے یعنی اس میں دو حرف ایک جنس کے ہیں اور وہ صاد ہے اور ''مناص'' اجوف واوی ہے کیونکہ اس کا مادہ ''نوص'' ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَلَاتَ حِيْنَ مَنَاصٍO (ص:۳) یہ وقت عذاب سے بھاگنے اور نجات کا نہ تھاO

بہ ظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری نے ہی یہ وہم کیا ہے کہ ''مناص'' اور ''نص'' دونوں کا ایک مادہ ہے اس وجہ سے امام بخاری نے اس عبارت کا ذکر کیا اور اولیٰ یہ ہے کہ اس نسخہ پر اعتماد کیا جائے جس میں یہ عبارت نہیں ہے اور یہ بعید ہے کہ اس وہم کی نسبت امام بخاری کی طرف یا کسی اور کی طرف کی جائے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۱۱ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

شیخ وحیدالزمان کا علامہ عینی پر بے جا اعتراض اور اس کا جواب

شیخ وحیدالزمان متوفی ۱۳۲۸ھ لکھتے ہیں:

تو وہ اس ''نصّ'' سے مشتق نہیں ہے جو حدیث میں مذکور ہے یہ تو ایک ادنیٰ آدمی بھی جس کو عربیت میں ذرا سی استعداد ہو سمجھ سکتا ہے کہ ''مناص'' کو ''نصّ'' سے کیا علاقہ ''نصّ'' مضاعف ہے اور ''مناص'' معتل اب یہ خیال کرنا کہ امام بخاری نے ''مناص'' کو ''نص'' سے مشتق سمجھا اسی لیے یہاں ''مناص'' کے معنی بیان کر دیئے جیسے عینی نے نقل کیا بالکل کم فہمی ہے اور اصل یہ ہے کہ اکثر نسخوں میں یہ عبارت ہی نہیں ہے اور جن نسخوں میں موجود ہے ان کی توجیہ ہو سکتی ہے کہ بعض لوگوں کو کم استعدادی سے یہ وہم ہوا ہوگا کہ ''مناص'' اور ''نصّ'' کا مادہ ایک ہی ہے تو امام بخاری نے ''مناص'' کی تفسیر کر کے اس وہم کا رد کر دیا۔

(تیسیر الباری ج ۲ ص ۱۷۶ نعمانی کتب خانہ لاہور)

میں کہتا ہوں کہ جب علامہ عینی نے اس پر بحث کر کے خود لکھ دیا ہے کہ اولیٰ یہ ہے کہ اس نسخہ پر اعتماد کیا جائے جس میں یہ عبارت نہیں ہے اور یہ بعید ہے کہ اس وہم کی نسبت امام بخاری کی طرف یا کسی اور (مثلاً صحیح بخاری کے ناسخین) کی طرف کی جائے تو پھر علامہ عینی کے متعلق یہ کہنے کی کیا ضرورت ہے کہ انہوں نے امام بخاری کی طرف اس وہم کی نسبت کر کے اپنی کم فہمی اور کم استعدادی کا ثبوت دیا ہے دراصل علامہ عینی اپنی شرح میں اکثر غیر مقلدین کا رد کرتے رہتے ہیں اس وجہ سے شیخ وحیدالزمان نے اپنے دل کا غبار اور بھڑاس نکالنے کے لیے یہ موقع غنیمت جانا ہے۔

٩٤ - بَابُ النُّزُوْلِ بَيْنَ عَرَفَةَ وَجَمْعٍ

میدانِ عرفات اور وادیٔ مزدلفہ کے درمیان سواری سے اترنا

اس باب میں یہ بتایا گیا ہے کہ عرفات سے مزدلفہ جاتے ہوئے حجاج کسی بھی ضرورت کی وجہ سے درمیان میں اتر سکتے ہیں۔

١٦٦٧ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ، عَنْ كُرَيْبٍ، مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيْثُ أَفَاضَ مِنْ عَرَفَةَ مَالَ إِلَى الشِّعْبِ، فَقَضَى حَاجَتَهُ فَتَوَضَّأَ، فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ، أَتُصَلِّي؟ فَقَالَ الصَّلٰوةُ أَمَامَكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از یحییٰ بن سعید از موسیٰ بن عقبہ از کریب مولیٰ ابن عباس رضی اللہ از حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عرفہ سے مزدلفہ واپس جا رہے تھے (اسی اثناء میں) آپ ایک گھاٹی میں اترے آپ نے قضاء حاجت کی پھر وضوء کیا پس میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا آپ نماز پڑھیں گے؟ آپ نے فرمایا: نماز (کی جگہ) تمہارے آگے ہے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۳۹ میں گزر چکی ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اس گھاٹی میں اترنا قضاء حاجت کی ضرورت کی وجہ سے تھا اور یہ حج کی سنتوں میں سے نہیں ہے اور یہ اس شخص کے لیے جائز ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال کی اتباع کرنا چاہتا ہو جیسے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ان جگہوں پر ٹھہرتے تھے جہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم ٹھہرتے تھے اور وہ اس جگہ اپنی اونٹنی کو گھماتے تھے جس جگہ آپ نے اونٹنی کو گھمایا تھا اور وہ آپ کے نقوش اور آپ کے اعمال کی اتباع کرتے تھے اور ان میں سے بعض چیزوں کا تعلق صرف آپ کی محبت اور ہر فعل میں آپ کی اتباع کے جذبہ سے تھا اور شرعی طور پر صرف ان ہی افعال میں آپ کی اتباع لازم ہے جن کا تعلق احکامِ شریعت سے ہو لیکن محبت کا مزاج جدا ہوتا ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۴ ص ۳۰۱-۳۰۰، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

١٦٦٨ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ، عَنْ نَافِعٍ قَالَ كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا يَجْمَعُ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ بِجَمْعٍ، غَيْرَ أَنَّهُ يَمُرُّ بِالشِّعْبِ الَّذِي أَخَذَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَدْخُلُ، فَيَنْتَفِضُ وَيَتَوَضَّأُ، وَلَا يُصَلِّي حَتَّى يُصَلِّيَ بِجَمْعٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں جویریہ نے حدیث بیان کی از نافع، انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما مغرب اور عشاء کی نمازوں کو المزدلفہ میں جمع کرتے تھے تاہم جب وہ اس گھاٹی سے گزرتے جس گھاٹی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مڑ گئے تھے تو وہ اس میں داخل ہو کر قضاء حاجت کرتے اور وضوء کرتے اور وہاں نماز نہیں پڑھتے تھے حتیٰ کہ مزدلفہ میں پہنچ کر نماز پڑھتے تھے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۰۹۱ میں گزر چکی ہے۔

١٦٦٩ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي حَرْمَلَةَ، عَنْ كُرَيْبٍ، مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّهُ قَالَ رَدِفْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ عَرَفَاتٍ، فَلَمَّا بَلَغَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الشِّعْبَ الْأَيْسَرَ الَّذِي دُونَ الْمُزْدَلِفَةِ،

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن جعفر نے حدیث بیان کی از محمد بن ابی حرملہ از کریب مولیٰ ابن عباس از حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما، انہوں نے بیان کیا کہ میں میدانِ عرفات سے واپسی پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا سو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بائیں جانب کی اس گھاٹی پر پہنچے جو مزدلفہ کے نزدیک ہے تو آپ نے اپنا اونٹ

اَنَاخَ فَبَالَ ثُمَّ جَاءَ، فَصَبَبْتُ عَلَيْهِ الْوَضُوْءَ، تَوَضَّاَ وُضُوْءًا خَفِيْفًا، فَقُلْتُ الصَّلٰوةُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! قَالَ الصَّلٰوةُ اَمَامَكَ. فَرَكِبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى اَتَى الْمُزْدَلِفَةَ فَصَلّٰى، ثُمَّ رَدِفَ الْفَضْلُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَدَاةَ جَمْعٍ.

بٹھایا، پھر پیشاب کیا، پھر آپ آئے تو میں نے آپ کے اوپر پانی ڈالا آپ نے خفیف سا وضوء کیا، میں نے پوچھا: یارسول اللہ! نماز؟ تو آپ نے فرمایا: نماز (کی جگہ) تمہارے آگے ہے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہوئے حتیٰ کہ المزدلفہ پہنچ گئے، پھر آپ نے نماز پڑھی، پھر المزدلفہ کی صبح میں حضرت الفضل سواری پر آپ کے پیچھے بیٹھے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۳۹ میں گزر چکی ہے۔

۱۶۷۰- قَالَ كُرَيْبٌ فَاَخْبَرَنِىْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبَّاسٍ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا، عَنِ الْفَضْلِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَزَلْ يُلَبِّىْ حَتّٰى بَلَغَ الْجَمْرَةَ.

کریب نے کہا: پس مجھے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے خبر دی از حضرت الفضل رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلسل ''اللھم لبیك اللھم لبیك'' پڑھتے رہے حتیٰ کہ جمرۃ العقبہ پہنچ گئے۔

۹۵- بَابُ اَمْرِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالسَّكِيْنَةِ عِنْدَ الْاِفَاضَةِ وَاِشَارَتِهٖ اِلَيْهِمْ بِالسَّوْطِ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفات سے واپسی پر حکم دیا کہ سکون اور وقار کے ساتھ چلو اور اپنے اصحاب کی طرف چابک سے اشارہ فرمایا

یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفات سے واپسی پر یہ حکم دیا کہ سکون اور وقار کے ساتھ چلو اور اپنے اصحاب کی طرف چابک سے اشارہ فرمایا۔

۱۶۷۱- حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ اَبِىْ مَرْيَمَ قَالَ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سُوَيْدٍ قَالَ حَدَّثَنِىْ عَمْرُو بْنُ اَبِىْ عَمْرٍو، مَوْلَى الْمُطَّلِبِ قَالَ اَخْبَرَنِىْ سَعِيْدُ بْنُ جُبَيْرٍ، مَوْلٰى وَالِبَةَ الْكُوْفِىُّ قَالَ حَدَّثَنِىْ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّهٗ دَفَعَ مَعَ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ عَرَفَةَ، فَسَمِعَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَاءَهٗ زَجْرًا شَدِيْدًا، وَضَرْبًا وَّصَوْتًا لِّلْاِبِلِ، فَاَشَارَ بِسَوْطِهٖ اِلَيْهِمْ، وَقَالَ اَيُّهَا النَّاسُ، عَلَيْكُمْ بِالسَّكِيْنَةِ، فَاِنَّ الْبِرَّ لَيْسَ بِالْاِيْضَاعِ. ﴿اَوْضَعُوْا﴾ (التوبہ:۴۷) اَسْرَعُوْا. ﴿خِلٰلَكُمْ﴾ (التوبہ:۴۷) مِنَ التَّخَلُّلِ بَيْنَكُمْ. ﴿وَفَجَّرْنَا خِلٰلَهُمَا﴾ (الکہف:۳۳) بَيْنَهُمَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں سعید بن ابی مریم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سوید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے عمرو بن ابی عمرو نے حدیث بیان کی جو المطلب کے آزاد کردہ غلام ہیں، انہوں نے کہا: مجھے سعید بن جبیر نے خبر دی جو الکوفی کی والبہ کے آزاد کردہ غلام ہیں، انہوں نے کہا: مجھے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حدیث بیان کی، انہوں نے بیان کیا کہ وہ عرفہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عرفات سے واپس آ رہے تھے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیچھے بہت ڈانٹ ڈپٹ کی آواز سنی اور اونٹوں کو مارنے کی آواز سنی تو آپ نے ان کی طرف چابک سے اشارہ کر کے فرمایا: اے لوگو! تم پر سکون اور وقار لازم ہے کیونکہ نیکی سواری کو تیز دوڑانے میں نہیں ہے۔ (التوبہ: ۴۷ میں ہے:) ''اوضعوا'' یعنی وہ بہت تیزی سے تمہارے درمیان افواہیں پھیلاتے ہیں۔ (اور الکہف: ۳۳ میں ہے:) ''وفجرنا خلالھما'' اور ہم نے ان کے درمیان دریا جاری کر دیئے تھے۔ یعنی

''اوضعوا'' کا معنی ہے: وہ جلدی کرتے تھے اور ''خلال'' کا معنی درمیان ہے۔اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) سعید بن ابی مریم' یہ سعید بن محمد بن الحکم بن ابی مریم الجمحی ہیں (۲) ابراہیم بن سوید بن حیان (۳) عمرو بن ابی عمرو' ابوعمرو کا نام میسرہ ہے (۴) سعید بن جبیر' یہ بنو اسد سے ہیں' ان کو حجاج نے ۹۵ھ میں شہید کر دیا تھا (۵) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۱۴۔ ۱۳)

''اوضعوا'' اور ''خلال'' کے معنی پر قرآن مجید سے استشہاد

اس حدیث میں ''ایضاع'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: تیزی سے چلنا' بھاگنا اور دوڑنا یا سواری کو تیز بھگانا' اس کی وضاحت کے لیے امام بخاری نے ذکر کیا کہ یہ لفظ قرآن مجید میں ہے:

وَلَاۡ اَوۡضَعُوۡا خِلٰلَـكُمۡ يَبۡغُوۡنَكُمُ الۡفِتۡنَةَ. (التوبہ:۴۷) اور تم میں فتنہ ڈالنے کے لیے بہت تیزی کے ساتھ تم میں افواہیں پھیلاتے ہیں۔

اور چونکہ اس آیت میں ''خلال'' کا لفظ ہے' جس کا معنی درمیان ہے تو اس کی وضاحت کے لیے قرآن مجید کی یہ آیت پیش کی:

وَفَجَّرۡنَا خِلٰلَهُمَا. (الکہف:۳۳) اور ہم نے ان کے درمیان دریا جاری کر دیئے۔

امام بخاری کا اسلوب ہے کہ حدیث میں کوئی مشکل لفظ آ جائے اور وہ لفظ قرآن مجید میں بھی ہو تو وہ قرآن مجید میں وارد لفظ کا معنی بیان کر دیتے ہیں۔

۹۶ - بَابُ الۡجَمۡعِ بَيۡنَ الصَّلٰوتَيۡنِ بِالۡمُزۡدَلِفَةِ

المزدلفہ میں دو نمازوں کو جمع کرنا

یعنی مغرب اور عشاء کی نمازوں کو المزدلفہ میں جمع کرنا' بہ ایں طور کہ مغرب کی نماز کو عشاء کے وقت میں پڑھا جائے' المزدلفہ کا معنی اجتماع ہے' اس وادی کو المزدلفہ اس لیے کہتے ہیں کہ جنت سے آنے کے بعد حضرت آدم علیہ السلام اور حوا سلام اللہ علیہا بچھڑ گئے تھے' پھر اس وادی میں دونوں کا اجتماع ہوا تھا۔

۱۶۷۲ - حَدَّثَنَا عَبۡدُ اللّٰهِ بۡنُ يُوۡسُفَ قَالَ اَخۡبَرَنَا مَالِكٌ' عَنۡ مُوۡسَى بۡنِ عُقۡبَةَ' عَنۡ كُرَيۡبٍ' عَنۡ اُسَامَةَ بۡنِ زَيۡدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنۡهُمَا اَنَّهٗ سَمِعَهٗ يَقُوۡلُ دَفَعَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ مِنۡ عَرَفَةَ' فَنَزَلَ الشِّعۡبَ' فَبَالَ ثُمَّ تَوَضَّاَ وَلَمۡ يُسۡبِغِ الۡوُضُوۡءَ' فَقُلۡتُ لَهٗ اَلصَّلٰوةُ؟ فَقَالَ اَلصَّلٰوةُ اَمَامَكَ. فَجَاءَ الۡمُزۡدَلِفَةَ' فَتَوَضَّاَ فَاَسۡبَغَ' ثُمَّ اُقِيۡمَتِ الصَّلٰوةُ' فَصَلَّى الۡمَغۡرِبَ'

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از موسیٰ بن عقبہ از کریب از اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما' کریب نے سنا کہ حضرت اسامہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میدانِ عرفات سے واپس جا رہے تھے' آپ نے پہاڑ کی ایک گھاٹی میں اتر کر پیشاب کیا' پھر آپ نے وضوء کیا اور تخفیف سے وضوء کیا (زیادہ پانی نہیں بہایا) میں نے آپ سے کہا: نماز؟ تو آپ نے فرمایا: نماز (کی

ثُمَّ اَنَاخَ كُلُّ اِنْسَانٍ بَعِيْرَهٗ فِيْ مَنْزِلِهٖ، ثُمَّ اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ، فَصَلّٰى وَلَمْ يُصَلِّ بَيْنَهُمَا.

جگہ) تمہارے آگے ہے' پھر آپ المزدلفہ میں آئے' پس آپ نے اچھی طرح وضوء کیا' پھر نماز کی اقامت کہی گئی تو آپ نے مغرب کی نماز پڑھی' پھر ہر شخص نے اپنے اونٹ کو اپنے ڈیرے پر بٹھا دیا' پھر (عشاء کی) نماز کی اقامت کہی گئی تو آپ نے نماز پڑھائی اور ان کے درمیان کوئی نماز نہیں پڑھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۳۹' اور ۱۶۶۷ میں گزر چکی ہے۔

۹۷ - بَابُ مَنْ جَمَعَ بَيْنَهُمَا وَلَمْ يَتَطَوَّعْ

جس نے ان دو نمازوں کو جمع کیا اور ان کے درمیان نفل نہیں پڑھے

یعنی جس نے المزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نمازوں کو جمع کیا اور ان کے درمیان نفل نہیں پڑھے۔

۱۶۷۳ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ ذِئْبٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ جَمَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ بِجَمْعٍ، كُلُّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُمَا بِاِقَامَةٍ، وَلَمْ يُسَبِّحْ بَيْنَهُمَا، وَلَا عَلٰى اِثْرِ كُلِّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُمَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی ذئب نے حدیث بیان کی از الزہری از سالم بن عبد اللہ از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے المزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نمازوں کو جمع کیا' ہر نماز کو اقامت کے ساتھ پڑھا اور ان کے درمیان نفل نہیں پڑھے اور نہ ان میں سے کسی نماز کے بعد نفل پڑھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۰۹۱ میں گزر چکی ہے' تاہم بعض اُمور کی شرح کی جارہی ہے:

المزدلفہ میں مغرب اور عشاء کو جمع کر کے پڑھنے کے وجوب یا استحباب میں اقوال فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ المزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نمازوں کو جمع کر کے پڑھنا مشروع ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے' لیکن اس میں اختلاف ہے کہ ان کو جمع کر کے پڑھنا حج کے افعال کے قبیل سے ہے یا محض سفر کی وجہ سے ہے یا سفر طویل کی وجہ سے ہے' پس جن فقہاء نے یہ کہا ہے کہ ان کو جمع کر کے پڑھنا حج کے افعال کی وجہ سے ہے' وہ کہتے ہیں کہ مکہ' منیٰ' عرفات اور مزدلفہ کے رہنے والے یوم عرفہ میں ان نمازوں کو جمع کر کے پڑھیں گے اور جنہوں نے کہا ہے کہ سفر طویل کی وجہ سے ان نمازوں کو جمع کر کے پڑھیں' انہوں نے کہا ہے کہ مکہ' منیٰ' میدانِ عرفات اور المزدلفہ کے رہنے والے ان نمازوں کو پوری پڑھیں گے' یعنی عشاء کی نماز میں قصر نہیں کریں گے' اسی طرح وہ تمام لوگ جن کے اور المزدلفہ کے درمیان مسافت قصر نہیں ہے' اور جن کا سفر طویل ہے' وہ قصر کریں گے۔

امام ترمذی نے کہا ہے کہ اس حدیث پر اہل علم کا عمل ہے کہ اس دن مغرب کی نماز المزدلفہ کے سوا اور کہیں نہیں پڑھیں گے۔

ہمارے شیخ زین الدین رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ امام ترمذی کی مراد یہ ہے کہ ان نمازوں کو المزدلفہ میں پڑھنے کی مشروعیت اور استحباب پر اہل علم کا عمل ہے نہ کہ اس کے وجوب اور لزوم پر کیونکہ اس پر ان کا اتفاق نہیں ہے بلکہ اس میں ان کا اختلاف ہے' پس سفیان الثوری نے کہا ہے کہ ان دو نمازوں کو المزدلفہ میں پہنچے بغیر نہ پڑھے اور اس کے لیے ان نمازوں کو آدھی رات تک پڑھنے

گنجائش ہے اور اگر اس نے ان دو نمازوں کو المزدلفہ کے علاوہ کسی اور جگہ پڑھ لیا تو ان نمازوں کا اعادہ کرے گا۔

اسی طرح امام ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ اگر ان دو نمازوں کو المزدلفہ پہنچنے سے پہلے پڑھ لیا ہے تو اس پر ان نمازوں کا اعادہ کرنا لازم ہے' خواہ اس نے ان نمازوں کو شفق کے غائب ہونے سے پہلے پڑھا ہو یا شفق کے غائب ہونے کے بعد پڑھا ہو' اس پر لازم ہے کہ جب وہ المزدلفہ پہنچے تو ان نمازوں کا اعادہ کرے۔

امام مالک نے کہا ہے کہ کوئی شخص بغیر عذر کے المزدلفہ پہنچنے سے پہلے ان نمازوں کو نہ پڑھے اور اگر اس نے عذر کی وجہ سے ان نمازوں کو المزدلفہ سے پہلے پڑھ لیا ہے تو اس وقت تک ان نمازوں کو جمع نہ کرے جب تک کہ شفق غائب نہ ہو جائے۔

امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ یہ جو ذکر کیا گیا ہے یہ افضل ہے اور اگر اس نے ان نمازوں کو مغرب کے وقت میں جمع کر کے پڑھ لیا یا عشاء کے وقت میں جمع کر کے پڑھا یا عرفات میں پڑھ لیا یا کسی اور جگہ میں پڑھ لیا یا جمع نہیں کیا بلکہ ہر نماز کو اپنے وقت میں پڑھ لیا تب بھی جائز ہے' الاوزاعی' اسحاق بن راھویہ' ابوثور' امام ابویوسف اور اشہب کا بھی یہی قول ہے' علامہ نووی نے اس قول کو اصحاب الحدیث سے نقل کیا ہے اور تابعین میں سے عطاء' عروہ' سالم' قاسم اور سعید بن جبیر کا بھی یہی موقف ہے۔

نیز اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ ہر نماز کی اقامت الگ الگ ہوگی۔

المزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی اذان اور اقامت کے متعلق اقوال فقہاء

اذان اور اقامت کے متعلق فقہاء کے حسب ذیل اقوال ہیں:

(۱) ان میں سے ہر نماز کے لیے اقامت کہی جائے گی اور کسی نماز کے لیے بھی اذان نہیں دی جائے گی' یہ امام شافعی کا قول ہے اور امام احمد کا بھی ایک قول یہی ہے۔

(۲) ان میں سے پہلی نماز کو اقامت کے ساتھ پڑھا جائے گا' یہ حضرت ابن عمر اور سفیان ثوری کا قول ہے۔

(۳) پہلی نماز کے لیے اذان دی جائے گی اور ہر نماز کے لیے اقامت کہی جائے گی' یہ امام احمد کا قول ہے' امام ابوحنیفہ' امام ابویوسف اور امام محمد سے بھی اسی طرح منقول ہے۔

(۴) پہلی نماز کے لیے اذان اور اقامت کہی جائے گی اور دوسری نماز کے لیے اذان اور اقامت نہیں ہوگی' یہ امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف کا مذہب ہے۔

(۵) ہر نماز کے لیے اذان اور اقامت کہی جائے گی' یہ حضرت عمر بن الخطاب اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کا قول ہے' اور امام مالک اور ان کے اصحاب کا بھی یہی مذہب ہے۔

عرفات میں ظہر اور عصر کی جمع تقدیم میں اذان اور اقامت کے متعلق فقہاء کے اقوال

مسجد نمرہ میں جمع تقدیم مثلاً ظہر اور عصر کے متعلق تین قول ہیں:

(۱) امام شافعی اور ان کے جمہور اصحاب کا یہ قول ہے کہ پہلی نماز کے لیے اذان اور اقامت کہی جائے گی اور ہر نماز کے لیے اذان اور اقامت نہیں کہی جائے گی۔

(۲) امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب یہ ہے کہ پہلی نماز کے لیے اذان اور اقامت کہی جائے گی اور دوسری کے لیے نہیں کہی جائے گی۔

(۳) ابوالحسین القطان کا مذہب یہ ہے کہ ہر نماز کے لیے اذان اور اقامت کہی جائے گی۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۱۷-۱۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

١٦٧٤ - حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَدِيُّ بْنُ ثَابِتٍ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَزِيدَ الْخَطْمِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيُّ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَمَعَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ بِالْمُزْدَلِفَةِ.

[طرف الحدیث: ۴۴۱۴]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں خالد بن مخلد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان بن بلال نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عدی بن ثابت نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے عبداللہ بن یزید الخطمی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوایوب انصاری نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع میں مغرب اور عشاء کی نمازوں کو المزدلفہ میں جمع کر کے پڑھا۔

(صحیح مسلم: ۱۲۸۷' الرقم المسلسل: ۲۹۹۸' سنن نسائی: ۳۰۲۶' سنن ابن ماجہ: ۳۰۲۰' سنن کبریٰ: ۴۰۲۴' مسند الحمیدی: ۳۸۳' سنن دارمی: ۱۵۱۶' المعجم الکبیر: ۳۸۶۸-۳۸۶۵' سنن بیہقی ج ۵ ص ۱۲۰' مسند احمد ج ۵ ص ۴۱۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۳۵۶۴-ج ۵ ص ۵۴۱' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) خالد بن مخلد البجلی ابوالہیثم (۲) سلیمان بن بلال ابوایوب القرشی التیمی (۳) یحییٰ بن سعید الانصاری (۴) عدی بن ثابت' یہ عدی بن ابان بن ثابت الانصاری ہیں (۵) عبداللہ بن یزید الخطمی (۶) حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ' آپ کا نام خالد بن زید ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۱۸)

مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نمازوں کے درمیان نفل نہ پڑھنے کی توجیہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

نبی ﷺ نے المزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نمازوں کے درمیان نفل نہیں پڑھے' اس کی وجہ یہ تھی کہ ان نمازوں کے درمیان اذان نہیں تھی' پس آپ مغرب کی نماز سے فارغ ہو کر عشاء کی نماز کے لیے کھڑے ہو گئے تھے' اور ان کے درمیان وقت کی اتنی گنجائش نہیں تھی کہ آپ نفل پڑھنے کے لیے کھڑے ہوتے' اور جس کے نزدیک ان میں سے ہر نماز کے لیے اذان ہے' اس کے نزدیک جو ان نمازوں کے درمیان نفل پڑھنا چاہے تو وہ نماز پڑھ سکتا ہے' اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ان کے درمیان نفل پڑھے ہیں' امام مالک سے یہ روایت ہے کہ جو ان دو نمازوں کو جمع کر کے پڑھے' وہ ان کے درمیان نفل نہ پڑھے۔

ان میں سے ہر دو چیزوں کے درمیان گنجائش ہے' امام طبری نے کہا ہے کہ یہ دو نمازیں اپنے وقت میں پڑھی جاتی ہیں اور حج کرنے والے کے لیے طلوع فجر تک یہ نمازیں قضاء نہیں ہوتیں۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۳۰۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۳۰۰۴- ج ۳ ص ۵۱۸ میں مذکور ہے' اس کی شرح کا عنوان ہے:

مزدلفہ میں سنتیں پڑھنے میں مذاہب۔

۹۸ - بَابُ مَنْ أَذَّنَ وَأَقَامَ لِكُلِّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُمَا

جس نے ان میں سے ہر نماز کے لیے اذان اور اقامت کہی

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جس نے المزدلفہ میں مغرب اور عشاء میں سے ہر نماز کے لیے اذان دی اور اقامت کہی' اس

کا کیا حکم ہے؟

١٦٧٥ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ قَالَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ يَزِيْدَ يَقُوْلُ حَجَّ عَبْدُ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، فَأَتَيْنَا الْمُزْدَلِفَةَ حِيْنَ الْأَذَانِ بِالْعَتَمَةِ أَوْ قَرِيْبًا مِّنْ ذٰلِكَ، فَأَمَرَ رَجُلًا فَأَذَّنَ وَأَقَامَ، ثُمَّ صَلَّى الْمَغْرِبَ، وَصَلّٰى بَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ دَعَا بِعَشَائِهِ فَتَعَشّٰى، ثُمَّ أَمَرَ أُرٰى رَجُلًا فَأَذَّنَ وَأَقَامَ، قَالَ عَمْرٌو لَا أَعْلَمُ الشَّكَّ إِلَّا مِنْ زُهَيْرٍ، ثُمَّ صَلَّى الْعِشَاءَ رَكْعَتَيْنِ، فَلَمَّا طَلَعَ الْفَجْرُ قَالَ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يُصَلِّيْ هٰذِهِ السَّاعَةَ إِلَّا هٰذِهِ الصَّلٰوةَ فِيْ هٰذَا الْمَكَانِ مِنْ هٰذَا الْيَوْمِ. قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ هُمَا صَلٰوتَانِ تُحَوَّلَانِ عَنْ وَّقْتِهِمَا صَلٰوةُ الْمَغْرِبِ بَعْدَ مَا يَأْتِي النَّاسُ الْمُزْدَلِفَةَ، وَالْفَجْرُ حِيْنَ يَبْزُغُ الْفَجْرُ. قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُهُ. [اطراف الحدیث:١٦٨٢-١٦٨٣]

(صحیح مسلم:١٢٨٩، الرقم المسلسل:٣٠٠٦، سنن ابوداؤد:١٩٣٤، سنن نسائی:٣٠٣٥-٣٠٤، مصنف ابن ابی شیبہ ج۴ ص٥٨-٤٥٧، سنن کبریٰ:٣٠٣٣، ۴۰، مصنف عبد الرزاق:١۴۴٢١، مسند الحمیدی:١١۴، مسند احمد ج١ ص٣٨۴ طبع قدیم، مسند احمد:٣٦٣٧-ج٦ ص١۴٦، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن خالد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں زُہیر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابواسحاق نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے عبدالرحمان بن یزید کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے حج کیا، پس ہم المزدلفہ میں عشاء کے وقت یا اس کے قریب آئے پھر انہوں نے ایک شخص کو حکم دیا تو اس نے اذان دی اور اقامت کہی، پھر انہوں نے مغرب کی نماز پڑھائی اور اس کے بعد دو رکعتیں پڑھیں، اس کے بعد انہوں نے رات کا کھانا منگا کر کھایا، میرا گمان ہے کہ پھر انہوں نے کسی شخص کو اذان دینے اور اقامت کہنے کا حکم دیا، عمرو بن خالد نے کہا: میرے علم میں یہ شک صرف زہیر کو تھا، پھر انہوں نے عشاء کی نماز دو رکعت پڑھائی، پھر جب فجر طلوع ہوئی تو انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت (منہ اندھیرے) اس دن اس جگہ میں صرف یہی نماز پڑھتے تھے، حضرت عبداللہ بن مسعود نے کہا: یہ دو نمازیں ہیں جو اپنے معمول کے وقت سے ہٹائی گئی ہیں، مغرب کی نماز جب لوگ المزدلفہ میں آئیں اور فجر کی نماز جو طلوع فجر ہوتے ہی پڑھی جائے، انہوں نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

حدیث مذکور کے رجال

(١) عمرو بن خالد بن فروخ (٢) زہیر بن معاویہ بن خدیج ابوخیثمہ الجعفی (٣) ابواسحاق عمرو بن عبداللہ السبیعی (۴) عبدالرحمٰن بن یزید بن قیس، یہ الاسود النخعی کے بھائی ہیں (٥) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج١٠ ص١٩)

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: پھر حضرت عبداللہ بن مسعود نے ایک شخص کو اذان دینے اور اقامت کہنے کا حکم دیا۔

مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نمازوں میں اذان اور اقامت کی تعداد کے متعلق اختلاف فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴٩ھ لکھتے ہیں:

المزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نمازوں میں اذان اور اقامت کے متعلق فقہاء کا اختلاف ہے، ابن القاسم نے امام مالک سے یہ نقل کیا ہے کہ ان میں سے ہر نماز کے لیے اذان بھی دی جائے گی اور اقامت بھی کہی جائے گی جیسا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی

اس حدیث سے ظاہر ہے' حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ سے بھی اس کی مثل مروی ہے۔

ابن الماجشون اور امام احمد بن حنبل کا مذہب یہ ہے کہ ان دو نمازوں کو ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ جمع کیا جائے گا' امام طحاوی کا بھی یہی مختار ہے' امام ابوحنیفہ' امام ابو یوسف اور امام محمد کا مختار یہ ہے کہ ان دو نمازوں کو ایک اذان اور ایک اقامت کے ساتھ جمع کیا جائے گا اور میدانِ عرفات میں ظہر اور عصر کی نمازوں کو جمع کرنے میں ان کا قول اس کے برخلاف ہے۔

حضرت ابن عمر' القاسم اور سالم رضی اللہ عنہم کا مسلک یہ ہے کہ ان نمازوں کو ایک اقامت کے ساتھ پڑھا جائے گا' امام شافعی اور اسحاق کا یہی مذہب ہے اور امام احمد کا بھی ایک قول یہی ہے' ثوری کا مذہب یہ ہے کہ ان کو اقامتِ واحدہ کے ساتھ پڑھا جائے گا اور اس کے ساتھ اذان نہیں ہوگی' امام طحاوی نے اپنے مؤقف پر اس سے استدلال کیا ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان نمازوں کو ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ جمع کیا۔

امام ابوحنیفہ کا استدلال اس حدیث سے ہے کہ سعید بن جبیر نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے المزدلفہ میں مغرب کی اذان دلوائی' پھر اقامت کہلوائی اور مغرب کی نماز پڑھائی پھر اسی پہلی اقامت کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھائی۔

امام شافعی کا استدلال اس حدیث سے ہے کہ سالم نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک اقامت کے ساتھ ان نمازوں کو جمع کیا ہے۔

امام مالک نے حضرت ابن عمر کی اس روایت سے استدلال کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے المزدلفہ میں ہر نماز کو اقامت کے ساتھ جمع کیا ہے۔ (صحیح البخاری: ۱۶۷۳)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ کی زیر بحث حدیث میں یہ دلیل ہے کہ ان دو نمازوں کو جب جمع کر کے پڑھا جائے تو ان کے درمیان نفل پڑھنا جائز ہے اور انہوں نے ان دو نمازوں کے درمیان کھانا جو کھایا تھا' اس کا مطلب یہ ہے کہ ان نمازوں کے درمیان کھانا کھانے یا کسی اور کام کرنے کی گنجائش ہے' اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ان دو نمازوں کے درمیان کھانا کھانا یا کوئی کام کرنا احکامِ شرعیہ سے ہے۔

المہلب نے کہا ہے کہ حضرت ابن مسعود نے جو فرمایا تھا: یہ دو نمازیں ہیں جو اپنے معمول سے ہٹائی گئی ہیں' اس کا معنی یہ ہے کہ ان نمازوں کو ان کے مستحب اوقات سے ہٹایا گیا ہے' نہ یہ بات کہ ان نمازوں کو ان کے شرعی اوقات سے ہٹایا گیا ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۴ ص ۳۰۷-۳۰۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۳۰۱۲- ج ۳ ص ۵۲۱ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے عنوان یہ ہیں:
① مزدلفہ میں صبح کی نماز کے وقت کی تحقیق ② احناف کی تائید ③ علامہ نووی کا تسامح۔

۹۹ - بَابُ مَنْ قَدَّمَ ضَعَفَةَ اَهْلِهٖ بِلَيْلٍ، فَيَقِفُوْنَ بِالْمُزْدَلِفَةِ وَيَدْعُوْنَ، وَيُقَدِّمُ اِذَا غَابَ الْقَمَرُ

گھر کے کمزور افراد کو مزدلفہ سے جلدی (منیٰ) کی طرف روانہ کر دینا کہ وہ مزدلفہ میں ٹھہریں' دعا کریں اور چاند غروب ہوتے ہی روانہ ہو جائیں

اس باب میں مذکور کمزور افراد سے مراد عورتیں اور بچے ہیں اور گھر کے بوڑھے افراد بھی اس میں داخل ہیں' اس میں لکھا ہے کہ یہ

لوگ چاند غروب ہوتے ہی روانہ ہو جاتے تھے کیونکہ المزدلفہ میں تہائی رات کے اوّل میں چاند غروب ہو جاتا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۲۲-۲۱)

۱۶۷۶ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ سَالِمٌ وَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يُقَدِّمُ ضَعَفَةَ اَهْلِهٖ، فَيَقِفُوْنَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ بِالْمُزْدَلِفَةِ بِلَيْلٍ، فَيَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ مَا بَدَا لَهُمْ، ثُمَّ يَرْجِعُوْنَ قَبْلَ اَنْ يَقِفَ الْاِمَامُ وَقَبْلَ اَنْ يَدْفَعَ، فَمِنْهُمْ مَنْ يَقْدَمُ مِنًى لِصَلٰوةِ الْفَجْرِ، وَمِنْهُمْ مَنْ يَقْدَمُ بَعْدَ ذٰلِكَ، فَاِذَا قَدِمُوْا رَمَوُا الْجَمْرَةَ. وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ اَرْخَصَ فِيْ اُولٰئِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

(صحیح مسلم: ۱۲۹۵، الرقم المسلسل: ۳۰۲۰)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از یونس از ابن شہاب' انہوں نے کہا: سالم اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنے گھر کے کمزور افراد کو پہلے سے (منیٰ میں) بھیج دیتے' وہ رات کو المزدلفہ میں المشعر الحرام کے پاس ٹھہرتے' پھر جب تک وہ چاہتے اللہ کا ذکر کرتے' پھر امام کے وقوف کرنے سے اور روانہ ہونے سے پہلے لوٹ آتے' پھر ان میں سے بعض صبح کی نماز کے وقت منیٰ پہنچ جاتے اور بعض اس کے بعد پہنچتے' پھر جب وہ منیٰ پہنچتے تو جمرہ پر کنکریاں مارتے' اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں رخصت دی ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنے گھر کے کمزور افراد کو پہلے سے منیٰ میں بھیج دیتے۔

کنکریاں مارنے کے مستحب' مباح اور مکروہ وقت میں مذاہب ائمہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

بعض فقہاء نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ طلوع آفتاب سے پہلے اور طلوع آفتاب کے بعد ان لوگوں کے لیے کنکریاں مارنا جائز ہے جو لوگوں سے پہلے منیٰ میں پہنچ جاتے ہیں' یہ عطاء بن ابی رباح مکی' طاؤس بن کیسان' مجاہد' ابراہیم النخعی' الشعبی' سعید بن جبیر اور امام شافعی کا قول ہے' قاضی عیاض نے کہا ہے کہ امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ آدھی رات سے پہلے جمرہ پر کنکریاں مارنا جائز ہے اور ان کا استدلال اس سے ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فجر سے پہلے منیٰ پہنچ جاتیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یہ حکم دیا تھا کہ وہ صبح کو مکہ پہنچ کر طواف زیارت کرلیں اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ وہ طلوع فجر سے پہلے کنکریاں مار لیتی تھیں۔

امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ طلوع فجر سے پہلے کنکریاں مارنا جائز ہے اور ثوری اور النخعی کا مذہب یہ ہے کہ صرف طلوع آفتاب کے بعد کنکریاں ماری جائیں اور یہی امام ابوحنیفہ' امام ابو یوسف' امام محمد' امام احمد اور اسحاق کا مذہب ہے' انہوں نے کہا: اگر کسی نے طلوع آفتاب سے پہلے کنکریاں مارلیں تو یہ فعل ادا ہو جائے گا' مگر اس نے ٹھیک نہیں کیا' ہمارے اصحاب میں ملک العلماء علامہ کاشانی نے کہا ہے کہ کنکریاں مارنے کا اوّل وقتِ مستحب طلوع آفتاب کے بعد ہے اور اس کا آخری وقت دن کا آخری حصہ ہے' اسی طرح امام ابوحنیفہ نے کہا ہے اور امام ابو یوسف نے کہا: اس کا وقت زوال آفتاب تک ہے' اور آفتاب کے زوال کے وقت اس کا وقت فوت ہو جاتا ہے اور اس کے بعد قضاء ہے' اور اگر اس نے غروبِ آفتاب تک کنکریاں نہیں ماریں تو پھر دوسرے دن فجر سے پہلے کنکریاں مارے اور ہمارے اصحاب کے قول کے مطابق اس پر کوئی تاوان نہیں ہے اور امام شافعی کے اس میں دو قول ہیں' ایک قول یہ ہے کہ

جب سورج غروب ہو گیا تو اس کا وقت فوت ہو گیا اور اس پر فدیہ دینا لازم ہے' دوسرا قول یہ ہے کہ آخر ایام تشریق تک اس کا وقت فوت نہیں ہوگا' پس اگر اس نے دوسرے روز طلوع فجر تک کنکریاں مارنے کو مؤخر کر دیا تو وہ اب کنکریاں مارلے' اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک تاخیر کی وجہ سے اس پر دم (قربانی) لازم ہے' اور امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک اس پر کوئی تاوان لازم نہیں ہے۔

امام مالک نے الموطأ میں یہ کہا ہے کہ میں نے بعض اہل علم سے یہ سنا ہے کہ کنکریاں مارنے کو یوم نحر کی طلوع فجر تک مؤخر کرنا مکروہ ہے اور جس نے کنکریاں نہیں ماریں تو اس کے لیے یوم نحر کو کنکریاں مارنا جائز ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ص ۲۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۳۰۲۶۔ ج ۳ص ۵۲۶ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے حسب ذیل عنوانات ہیں:

① مزدلفہ کے قیام میں امام شافعی اور دوسرے فقہاء کے نظریات ② مزدلفہ کے قیام میں امام احمد بن حنبل کا نظریہ ③ قیام مزدلفہ میں امام مالک کا نظریہ ④ قیام مزدلفہ میں احناف کا نظریہ ⑤ امام شافعی کا مذہب بیان کرنے میں بعض مصنفین کا تسامح۔

۱۶۷۷ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ' عَنْ اَيُّوْبَ' عَنْ عِكْرِمَةَ' عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ بَعَثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ جَمْعٍ بِلَيْلٍ.

[اطراف الحدیث: ۱۶۷۸۔۱۸۵۶]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ایوب از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں رات کو المزدلفہ سے (منیٰ) روانہ کیا۔

(صحیح مسلم: ۱۲۹۴۔ ۱۲۹۳' الرقم المسلسل: ۳۰۱۹' سنن ترمذی: ۸۹۳' سنن نسائی: ۳۰۳۰' سنن ابن ماجہ: ۳۰۲۶' صحیح ابن حبان: ۳۸۶۳' سنن بیہقی ج ۵ ص ۱۲۳' مسند احمد ج ۱ص ۲۴۵' مسند احمد: ۲۲۰۴۔ ج ۴ص ۸۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس میں یہ ذکر ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ان کمزور افراد میں سے تھے جن کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کو ہی المزدلفہ سے منیٰ روانہ کر دیتے تھے' اور منیٰ جا کر جو کنکریاں جمرہ کو ماری جاتی ہیں' ان میں اختلاف ائمہ کا ذکر اس سے پہلی حدیث میں کیا جا چکا ہے۔

۱۶۷۸ - حَدَّثَنَا عَلِيٌّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِيْ يَزِيْدَ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ اَنَا مِمَّنْ قَدَّمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ الْمُزْدَلِفَةِ فِيْ ضَعَفَةِ اَهْلِهٖ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عبید اللہ بن ابی یزید نے خبر دی' انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں ان لوگوں میں سے تھا جن کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے المزدلفہ کی رات میں کمزور افراد کے ساتھ منیٰ روانہ کر دیا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۶۷۶۔۱۶۷۷ میں گزر چکی ہے۔

۱۶۷۹ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ' عَنْ يَحْيٰى' عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ' مَوْلٰى اَسْمَاءَ' عَنْ اَسْمَاءَ اَنَّهَا نَزَلَتْ لَيْلَةَ جَمْعٍ عِنْدَ الْمُزْدَلِفَةِ' فَقَامَتْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی از یحییٰ از ابن جریج' انہوں نے کہا: مجھے عبد اللہ نے حدیث بیان کی جو حضرت اسماء کے آزاد کردہ غلام تھے از حضرت اسماء رضی اللہ عنہا

تُصَلِّيْ، فَصَلَّتْ سَاعَةً ثُمَّ قَالَتْ يَا بُنَيَّ، هَلْ غَابَ الْقَمَرُ؟ قُلْتُ لَا، فَصَلَّتْ سَاعَةً ثُمَّ قَالَتْ هَلْ غَابَ الْقَمَرُ؟ قُلْتُ نَعَمْ، قَالَتْ فَارْتَحِلُوْا، فَارْتَحَلْنَا وَمَضَيْنَا حَتّٰى رَمَتِ الْجَمْرَةَ، ثُمَّ رَجَعَتْ فَصَلَّتِ الصُّبْحَ فِيْ مَنْزِلِهَا، فَقُلْتُ لَهَا يَا هَنْتَاهُ، مَا اُرَانَا اِلَّا قَدْ غَلَّسْنَا! قَالَتْ يَا بُنَيَّ، اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَذِنَ لِلظُّعُنِ. (صحیح مسلم:۱۲۹۱، الرقم المسلسل:۳۰۱۲، سنن ابوداؤد:۱۹۴۳، صحیح ابن خزیمہ:۲۸۸۴، المعجم الکبیر:۲۷۰۔ج ۲۴، مسند ابوداؤد الطیالسی:۱۶۳۲، مسند احمد ج ۶ ص ۳۴۷ طبع قدیم، مسند احمد:۲۶۹۴۱۔ ج ۴۴ ص ۵۰۶، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

وہ بیان کرتی ہیں کہ وہ المزدلفہ میں المزدلفہ کی رات کو اتریں، پھر کھڑی ہو کر ایک ساعت تک نماز پڑھتی رہیں، پھر کہنے لگیں: اے میرے بیٹے! کیا چاند غروب ہو گیا؟ میں نے کہا: جی نہیں! پھر وہ تھوڑی دیر اور نماز پڑھتی رہیں، پھر پوچھا: کیا چاند غروب ہو گیا؟ میں نے کہا: جی ہاں! پھر انہوں نے کہا: روانہ ہو، سو ہم روانہ ہو گئے اور ہم چلے حتیٰ کہ انہوں نے جمرہ کو کنکریاں ماریں، پھر وہ لوٹ آئیں اور انہوں نے صبح کی نماز اپنے ٹھکانے پر پڑھی، میں نے ان سے کہا: اے حضرت صاحب! ہمارا گمان ہے کہ ہم نے رات کے اندھیرے میں (وقت سے پہلے) کنکریاں ماری ہیں، حضرت اسماء نے فرمایا: اے میرے بیٹے! بے شک رسول اللہ ﷺ نے خواتین کو اس کی اجازت دی ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس جملہ میں ہے: حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے فرمایا: المزدلفہ سے منیٰ روانہ ہو، سو ہم روانہ ہو گئے۔

اس حدیث سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ طلوع آفتاب سے پہلے جمرہ کو کنکریاں مارنا جائز ہے، اس میں مذاہب ائمہ کو ہم صحیح البخاری:۱۶۷۶ میں تفصیل سے بیان کر چکے ہیں۔

* باب مذکور کی حدیث، شرح صحیح مسلم:۳۰۱۸۔ ج ۳ ص ۵۲۴ پر مذکور ہے، اس کی شرح کے عنوانات بھی وہی ہیں جو شرح صحیح مسلم:۳۰۲۶ کے عنوانات ہیں۔

۱۶۸۰ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ، هُوَ ابْنُ الْقَاسِمِ، عَنِ الْقَاسِمِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ اِسْتَاْذَنَتْ سَوْدَةُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ جَمْعٍ، وَكَانَتْ ثَقِيْلَةً ثَبِطَةً، فَاَذِنَ لَهَا.

[طرف الحدیث:۱۶۸۱]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرحمان نے حدیث بیان کی وہ ابن القاسم ہیں از القاسم از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے المزدلفہ کی رات میں نبی ﷺ سے (جلدی روانہ ہونے کی) اجازت طلب کی تو آپ نے ان کو اجازت دے دی، وہ بھاری بدن کی عورت تھیں تو آپ نے ان کو اجازت دے دی۔

(صحیح مسلم:۱۲۹۰، الرقم المسلسل:۳۰۰۸، سنن ابن ماجہ:۳۰۲۷، سنن نسائی:۳۰۴۶، سنن کبریٰ:۴۰۳۴، الاحاد والمثانی:۳۰۴۳۔۳۰۴۱، صحیح ابن خزیمہ:۲۸۶۹، صحیح ابن حبان:۳۸۶۶۔۳۸۶۱، سنن دارمی:۱۸۸۶، سنن بیہقی ج ۵ ص ۱۲۴، مسند احمد ج ۶ ص ۳۰ طبع قدیم، مسند احمد:۲۴۰۱۵۔ ج ۴۰ ص ۱۵، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا بھی چونکہ بھاری بدن کی تھیں، اس لیے ان کو بھی ضعیف افراد کے ساتھ لاحق کر کے مزدلفہ کی شب میں جلدی منیٰ کی طرف روانہ کر دیا۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم :۳۰۱۶ ۔ج ۳ ص ۵۲۴ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے بھی وہی عنوانات ہیں جو شرح صحیح مسلم :۳۰۲۶ میں ذکر کیے جا چکے ہیں۔

١٦٨١ - حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَفْلَحُ بْنُ حُمَيْدٍ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ نَزَلْنَا الْمُزْدَلِفَةَ، فَاسْتَاْذَنَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَوْدَةُ اَنْ تَدْفَعَ قَبْلَ حَطْمَةِ النَّاسِ، وَكَانَتِ امْرَاَةً بَطِيْئَةً، فَاَذِنَ لَهَا، فَدَفَعَتْ قَبْلَ حَطْمَةِ النَّاسِ، وَاَقَمْنَا حَتّٰى اَصْبَحْنَا نَحْنُ، ثُمَّ دَفَعْنَا بِدَفْعِهِ، فَلَاَنْ اَكُوْنَ اسْتَاْذَنْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا اسْتَاْذَنَتْ سَوْدَةُ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ مَّفْرُوْحٍ بِهٖ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں افلح بن حمید نے حدیث بیان کی از القاسم بن محمد از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا کہ ہم المزدلفہ میں اترے' پس حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی کہ وہ لوگوں کا رش ہونے سے پہلے المزدلفہ سے منیٰ کے لیے روانہ ہو جائیں اور وہ بھاری بدن کی خاتون تھیں تو آپ نے ان کو اجازت دے دی' سودہ لوگوں کا رش ہونے سے پہلے روانہ ہو گئیں اور ہم صبح تک ٹھہرے رہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ روانہ ہوئے' پس کاش! میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس طرح اجازت لے لیتی جس طرح حضرت سودہ نے اجازت لی تھی تو یہ میرے نزدیک باعث مسرت چیزوں میں زیادہ پسندیدہ تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری :۱۶۸۰ میں گزر چکی ہے۔

١٠٠ - بَابُ مَنْ يُّصَلِّى الْفَجْرَ بِجَمْعٍ

جس نے فجر کی نماز مزدلفہ میں پڑھی

١٦٨٢ - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبِيْ قَالَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنِيْ عُمَارَةُ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ مَا رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى صَلٰوةً بِغَيْرِ مِيْقَاتِهَا، اِلَّا صَلٰوتَيْنِ جَمَعَ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ، وَصَلَّى الْفَجْرَ قَبْلَ مِيْقَاتِهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص بن غیاث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اعمش نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عمارہ نے حدیث بیان کی از عبدالرحمان از عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نہیں دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دو نمازوں کے سوا کوئی اور نماز ان کے علاوہ کسی وقت میں پڑھی ہو' آپ نے مغرب اور عشاء کی نمازوں کو (المزدلفہ میں) جمع کیا اور فجر کی نماز اس کے (معروف) وقت سے پہلے (منہ اندھیرے) پڑھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری :۱۶۷۵ میں گزر چکی ہے۔

عرفات اور مزدلفہ کے علاوہ دو نمازوں کو حقیقۃً جمع کر کے پڑھنے کا عدم جواز

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم عرفہ میں ظہر اور عصر کی نمازوں کو بھی جمع کر کے پڑھا اور عصر کی نماز ظہر کے وقت میں پڑھی' جس طرح المزدلفہ میں مغرب کی نماز عشاء کے وقت میں پڑھی تھی' اور ان نمازوں کے علاوہ آپ نے کوئی نماز دوسری نماز کے وقت میں نہیں پڑھی اور اس میں امام ابوحنیفہ کے مذہب کی تائید ہے کہ بیماری' سفر یا بارش کی وجہ سے دو نمازوں کو اس طرح جمع کر کے پڑھنا جائز نہیں ہے

کہ ایک نماز دوسری نماز کے وقت میں پڑھی جائے تاہم ان اعذار کی وجہ سے دو نمازوں کو صورۃً جمع کر کے پڑھنا جائز ہے کہ ایک نماز کو اس کے آخری وقت میں اور دوسری نماز کو اس کے ابتدائی وقت میں پڑھا جائے اور جن احادیث میں عرفات اور المزدلفہ کے علاوہ سفر' مرض اور بارش کی وجہ سے دو نمازوں کو جمع کر کے پڑھنے کا ذکر ہے' اس سے اسی طرح صورۃً دو نمازوں کو جمع کر کے پڑھنا مراد ہے' اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ کی مذکور الصدر حدیث اس باب میں نص صریح ہے۔

١٦٨٣ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَجَاءٍ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ يَزِيدَ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ إِلٰى مَكَّةَ، ثُمَّ قَدِمْنَا جَمْعًا، فَصَلَّى الصَّلٰوتَيْنِ، كُلَّ صَلٰوةٍ وَحْدَهَا بِأَذَانٍ وَإِقَامَةٍ، وَالْعَشَاءُ بَيْنَهُمَا، ثُمَّ صَلَّى الْفَجْرَ حِينَ طَلَعَ الْفَجْرُ، قَائِلٌ يَقُولُ طَلَعَ الْفَجْرُ، وَقَائِلٌ يَقُولُ لَمْ يَطْلُعِ الْفَجْرُ، ثُمَّ قَالَ إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ هَاتَيْنِ الصَّلٰوتَيْنِ حُوِّلَتَا عَنْ وَقْتِهِمَا فِي هٰذَا الْمَكَانِ، الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ، فَلَا يَقْدَمُ النَّاسُ جَمْعًا حَتّٰى يُعْتِمُوا، وَصَلٰوةَ الْفَجْرِ هٰذِهِ السَّاعَةَ. ثُمَّ وَقَفَ حَتّٰى أَسْفَرَ، ثُمَّ قَالَ لَوْ أَنَّ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ أَفَاضَ الْآنَ أَصَابَ السُّنَّةَ. فَمَا أَدْرِي أَقَوْلُهُ كَانَ أَسْرَعَ أَمْ دَفْعُ عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، فَلَمْ يَزَلْ يُلَبِّي حَتّٰى رَمٰى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ يَوْمَ النَّحْرِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن رجاء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسرائیل نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق از عبدالرحمان بن یزید' انہوں نے بیان کیا کہ ہم حضرت عبداللہ بن مسعود کے ساتھ مکہ کی طرف گئے' پھر ہم المزدلفہ میں آئے تو حضرت عبداللہ بن مسعود نے دو نمازیں (مغرب اور عشاء) پڑھائیں' ہر نماز الگ اذان اور اقامت کے ساتھ پڑھائی' اور ان کے درمیان عشاء کی نماز پڑھائی' پھر جب فجر طلوع ہوگئی تو فجر کی نماز پڑھائی' اس وقت کوئی کہنے والا کہہ رہا تھا کہ فجر طلوع ہوگئی اور کوئی دوسرا کہنے والا کہہ رہا تھا کہ فجر طلوع نہیں ہوئی' پھر حضرت ابن مسعود نے کہا کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ دو نمازیں اس جگہ میں اپنے مقررہ وقتوں سے ہٹا دی گئی ہیں: مغرب اور عشاء' پس لوگ المزدلفہ میں اس وقت تک داخل نہ ہوں حتیٰ کہ اندھیرا پھیل جائے اور فجر کی نماز اس وقت میں پڑھیں' پھر وہ کھڑے رہے حتیٰ کہ روشنی ہوگئی' پھر انہوں نے کہا: اگر امیر المومنین (حضرت عثمان) اس وقت المزدلفہ سے لوٹیں تو ان کا یہ عمل سنت کے مطابق ہوگا' عبدالرحمان بن یزید نے کہا: پھر مجھے معلوم نہیں کہ حضرت ابن مسعود نے یہ بات جلدی کہی تھی یا حضرت عثمان رضی اللہ کا المزدلفہ سے لوٹنا' پھر حضرت عثمان مسلسل ''اللھم لبیک'' کہتے رہے حتیٰ کہ انہوں نے یوم النحر (قربانی کے دن) جمرہ عقبہ کنکریاں ماریں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٦٧٥ میں گزر چکی ہے۔

١٠١ - بَابُ مَتٰى يُدْفَعُ مِنْ جَمْعٍ
مزدلفہ سے کب روانہ ہو؟

یعنی المشعر الحرام میں وقوف کے بعد حج کرنے والا المزدلفہ سے کس وقت روانہ ہو؟

١٦٨٤ - حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ بْنُ الْحَجَّاجِ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ سَمِعْتُ عَمْرَو

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حجاج بن منہال نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ بن الحجاج نے حدیث

بْنَ مَيْمُوْنٍ يَقُوْلُ شَهِدْتُّ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ صَلّٰى بِجَمْعٍ الصُّبْحَ، ثُمَّ وَقَفَ فَقَالَ اِنَّ الْمُشْرِكِيْنَ كَانُوْا لَا يُفِيْضُوْنَ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ. وَيَقُوْلُوْنَ اَشْرِقْ ثَبِيْرُ، وَاِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَالَفَهُمْ، ثُمَّ اَفَاضَ قَبْلَ اَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ.

[طرف الحدیث:۳۸۳۸]

بیان کی از ابی اسحاق' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عمرو بن میمون سے سنا' وہ کہہ رہے تھے کہ میں حضرت عمر رضی اللہ کے پاس حاضر تھا' انہوں نے المزدلفہ میں فجر کی نماز پڑھی' پھر ٹھہرے رہے' پس کہا کہ مشرکین المزدلفہ سے اس وقت لوٹتے تھے جب سورج طلوع ہو جاتا تھا اور وہ کہتے تھے: اے پہاڑ ثبیر! روشن ہو جا اور بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی مخالفت کی اور آپ طلوع آفتاب سے پہلے المزدلفہ سے لوٹے۔

(سنن ترمذی:۸۹۶' سنن ابوداؤد:۱۹۳۸' سنن نسائی:۳۰۴۷' سنن ابن ماجہ:۳۰۲۲' مسند ابوداؤد الطیالسی:۶۳' سنن دارمی:۱۸۹۰' مسند احمد ج ۱ ص ۱۴ طبع قدیم' مسند احمد:۸۴۔ج ۱ ص ۳۴۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

المشعر الحرام کا مصداق اور طلوع فجر سے پہلے مزدلفہ سے روانہ ہونے میں مذاہب ائمہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

امام طبری نے کہا ہے کہ اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ کا حج کرنے والوں پر یہ واجب کیا ہے کہ وہ المشعر الحرام کے پاس وقوف کریں' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَاِذَآ اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفَاتٍ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ. (البقرہ:۱۹۸)

اور جب تم عرفات سے (مزدلفہ میں) واپس آؤ تو مشعر حرام کے پاس اللہ کا ذکر کرو۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے لوگوں کو مزدلفہ میں ایک پہاڑ کے پاس جمع ہوتے ہوئے دیکھا تو کہا: اے لوگو! تمام مزدلفہ مشعر حرام ہے۔

عمرو بن میمون کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مشعر حرام کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے ان کو اپنے ساتھ لے جا کر دکھایا کہ عرفات کے بعد جہاں سے المزدلفہ کی ابتداء ہوتی ہے وہاں سے لے کر حرم تک المزدلفہ کی ساری وادی مشعر حرام ہے۔(جامع البیان ج ۲ ص ۱۶۸' دار المعرفۃ بیروت' ۱۴۰۹ ھ)

پس جو شخص مشعر حرام میں اس وقت اللہ کا ذکر کرتے ہوئے کھڑا ہو' جس وقت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کا ذکر کرتے تھے یا اس وقت کے بعض حصہ میں کھڑا ہوا تو اس نے اس حکم پر عمل کر لیا جو اللہ تعالیٰ نے اس پر لازم کیا تھا اور طلوع فجر ثانی کے بعد نمازِ فجر پڑھنے کا وقت ہے یہاں تک کہ طلوع آفتاب سے پہلے امام یوم نحر کو المزدلفہ سے روانہ ہو جائے اور جو طلوع آفتاب تک المزدلفہ میں ذکر کرتے ہوئے کھڑے نہیں ہوا' اس سے بالاجماع وقوف مزدلفہ فوت ہو گیا۔

علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ یہ ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم طلوع آفتاب سے پہلے جب خوب روشنی پھیل گئی اس وقت المزدلفہ سے روانہ ہوئے' حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم نے اسی پر عمل کیا' عام علماء اور امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کے اصحاب نے اسی پر عمل کیا ہے' سوائے امام مالک کے' انہوں نے کہا ہے کہ طلوع آفتاب سے پہلے اور روشنی پھیلنے سے پہلے المزدلفہ سے روانہ ہونا چاہیے۔

ابن قتیبہ نے کہا: مشرکین کہتے تھے: اے پہاڑ ثبیر! روشن ہو جا! یعنی سورج کے طلوع کے وقت کی کرنوں اور اس کی روشنی میں

داخل ہو جا۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۳۱۶-۳۱۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

ہمارا زوال غیر مسلموں کی تقلید کی وجہ سے ہے

اس حدیث میں یہ مذکور ہے کہ مشرکین طلوع آفتاب کے بعد المزدلفہ سے منیٰ روانہ ہوتے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مشرکین کی مخالفت میں طلوع آفتاب سے پہلے المزدلفہ سے منیٰ روانہ ہوتے تھے' اس سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقصود مشرکین کی مخالفت تھی' آج اگر ہم اپنی سیرت اور کردار کا جائزہ لیں تو ہم زندگی کے ہر شعبہ میں یہود اور نصاریٰ اور ہنود کی موافقت کر رہے ہیں' ہم قمیص کو پینٹ کے اندر کر کے اور ٹائی لگا کر لباس میں ان کی موافقت کرتے ہیں' ہماری خواتین ساڑھی باندھتی ہیں' بعض اسکرٹ بھی پہنتی ہیں اور پردہ نہیں کرتیں' تنگ اور چست لباس پہنتی ہیں' تقریبات میں مردوں اور عورتوں کا اختلاط عام ہوتا ہے' موسیقی اور رقص و سرود میں ہم ان کی نقل کرتے ہیں' ان کی پیروی میں ہم ہفتہ واری چھٹی بھی اتوار کو کرتے ہیں' صرف سائنس اور ٹیکنالوجی کی مہارت کے حصول میں ہم ان کی پیروی نہیں کرتے اور تعیش اور فحاشی کے باب میں ان کی تقلید میں ہم کوئی کمی نہیں کرتے!

۱۰۲ - بَابُ التَّلْبِيَةِ وَالتَّكْبِيرِ غَدَاةَ النَّحْرِ حِينَ يَرْمِي الْجَمْرَةَ' وَالْاِرْتِدَافِ فِي السَّيْرِ

یوم نحر کی صبح کو جب جمرہ کو کنکریاں ماریں تو تلبیہ اور تکبیر پڑھیں اور کسی کو اپنے ساتھ سواری پر بٹھائیں

تلبیہ کا معنی ہے: اللّٰہم لبیک آخر تک پڑھنا اور تکبیر کا معنی ہے: اللہ اکبر پڑھنا۔

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ منیٰ سے عرفات کی طرف گئے' ہم میں سے بعض اللّٰہم لبیک پڑھ رہے تھے اور بعض اللہ اکبر پڑھ رہے تھے۔

عبدالرحمان بن یزید بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جب المزدلفہ سے منیٰ کی طرف جا رہے تھے تو ان کے متعلق کہا گیا کہ یہ اعرابی ہیں' حضرت ابن مسعود نے کہا: میں نے ان سے سنا ہے جن پر سورۃ البقرہ نازل ہوئی ہے' وہ اس جگہ پڑھتے تھے: ''لبيك اللّٰهم لبيك''۔ (سنن بیہقی ج ۵ ص ۱۱۲' نشر السنۃ' ملتان)

۱۶۸۵ - حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ الضَّحَّاكُ بْنُ مَخْلَدٍ قَالَ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ' عَنْ عَطَاءٍ' عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْدَفَ الْفَضْلَ' فَاَخْبَرَ الْفَضْلُ اَنَّهُ لَمْ يَزَلْ يُلَبِّي حَتّٰى رَمَى الْجَمْرَةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو عاصم الضحاک بن مخلد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے خبر دی از عطاء از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت الفضل کو اپنے پیچھے سواری پر بٹھایا' پس حضرت الفضل رضی اللہ عنہ نے یہ خبر دی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسلسل ''لبيك اللّٰهم لبيك'' پڑھتے رہے حتیٰ کہ آپ نے جمرہ کی رمی کی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۵۴۴ میں گزر چکی ہے۔

۱۶۸۶' ۱۶۸۷ - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبِيْ' عَنْ يُوْنُسَ الْاَيْلِيِّ' عَنِ الزُّهْرِيِّ' عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ' عَنِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں زہیر بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وہب بن جریر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی از

ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ اُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا كَانَ رِدْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ عَرَفَةَ اِلَى الْمُزْدَلِفَةِ، ثُمَّ اَرْدَفَ الْفَضْلَ مِنَ الْمُزْدَلِفَةِ اِلٰى مِنًى، قَالَ فَكِلَاهُمَا قَالَا لَمْ يَزَلِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُلَبِّيْ حَتّٰى رَمٰى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ.

یونس الایلی از الزہری از عبیداللہ بن عبداللہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عرفہ سے لے کر المزدلفہ تک وہ سواری پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے بیٹھے تھے' پھر آپ نے المزدلفہ سے منیٰ تک حضرت الفضل رضی اللہ عنہ کو اپنے پیچھے بٹھایا' پس ان دونوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسلسل ''لبیك اللهم لبیك'' پڑھتے رہے حتیٰ کہ آپ نے جمرۃ العقبہ پر کنکریاں ماریں۔

ان دونوں حدیثوں کی شرح' صحیح البخاری: ۱۵۴۴۔ ۱۵۴۳ میں کی جا چکی ہے' تاہم بعض چیزوں کی مزید وضاحت کی جارہی ہے۔

تلبیہ منقطع کرنے کے وقت میں ائمہ ثلاثہ اور امام مالک کا اختلاف

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

سلف کا اس میں اختلاف ہے کہ حج کرنے والا کس وقت تلبیہ منقطع کرے' ایک جماعت نے حضرت الفضل اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کے مطابق یہ کہا ہے کہ حج کرنے والا مسلسل ''لبیك اللهم لبیك'' پڑھتا رہے حتیٰ کہ وہ جمرۃ العقبہ پر کنکریاں مارلے' حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے اسی طرح مروی ہے اور فقہاء تابعین میں سے عطاء' طاؤس' النخعی' ابن ابی لیلیٰ اور ثوری کا یہی قول ہے اور ائمہ میں سے امام ابوحنیفہ' امام شافعی اور امام احمد کا یہی مذہب ہے' وہ کہتے ہیں کہ جب جمرۃ العقبہ پر پہلی کنکری مارے تو تلبیہ منقطع کردے اور امام احمد اور اسحاق یہ کہتے ہیں کہ جب جمرۃ العقبہ پر تمام کنکریاں مارلے' اس وقت تلبیہ کو منقطع کرے جیسا کہ ظاہر حدیث میں ہے۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ حج میں تلبیہ پڑھتے رہتے تھے' پھر یوم عرفہ کو زوالِ آفتاب کے بعد تلبیہ پڑھنا منقطع کردیتے تھے' امام مالک نے کہا: یہی وہ امر ہے جس پر ہمارے شہر کے لوگ ہمیشہ سے عمل کررہے ہیں' اور ابن شہاب نے کہا: حضرت ابوبکر' حضرت عمر' حضرت عثمان اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم اور ابن المسیب کا اسی پر عمل ہے اور امام طحاوی نے مکحول سے یہ روایت کی ہے کہ حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما یہ کہتے تھے کہ یوم عرفہ میں سب سے افضل دعا اللہ اکبر پڑھنا ہے اور یہی معنی حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے بھی منقول ہے۔

یوم عرفہ کو زوالِ آفتاب کے وقت تلبیہ منقطع کرنے پر امام مالک کے دلائل

علامہ ابن القصار نے امام مالک اور اہل مدینہ کے مؤقف پر استدلال کرتے ہوئے حضرت ابن عباس اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہم کی حدیث پر تبصرہ کرتے ہوئے یہ کہا ہے کہ اگر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جمرۃ العقبہ پر کنکریاں مارنے تک تلبیہ پڑھا ہوتا اور یہی آپ کے نزدیک مستحب ہوتا تو بعد میں صحابہ آپ کی مخالفت نہ کرتے' لہٰذا یہ ہوسکتا ہے کہ حضرت ابن عباس اور حضرت اسامہ کی مراد یہ ہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زوالِ آفتاب کے وقت تلبیہ منقطع کردیتے تھے کیونکہ لوگ یوم عرفہ اور دس ذوالحجہ کی رات میں طلوع فجر تک آ' آ کر ملتے رہتے تھے اور یہی وہ آخری وقت ہے جس میں یوم عرفہ کو پایا جاسکتا ہے حتیٰ کہ ہر شخص آپ سے تلبیہ کو سنتا تھا کیونکہ آپ صاحب شرع ہیں' تو آپ نے یہ بتایا کہ اس وقت تک تلبیہ پڑھنا جائز ہے اور ہمارے نزدیک مستحب یہ ہے کہ زوالِ آفتاب تک تلبیہ پڑھا جائے

جیسا کہ یہ ثابت ہے کہ صحابہ کرام کا یہی مختار تھا' اور یہی وہ لوگ ہیں جن کی اقتداء کرنے کا ہمیں حکم دیا گیا ہے کیونکہ یہی لوگ نبی ﷺ کی سنتوں کی تبلیغ کرنے والے اور ان کی تفسیر کرنے والے ہیں' اس لیے ان کے طریقہ کی اتباع کرنا واجب ہے اور ان کے مختار کو اختیار کرنا لازم ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۳۱۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

مصنف کی طرف سے امام مالک کے دلائل کے جوابات

میں کہتا ہوں کہ امام ابوحنیفہ' امام شافعی اور امام احمد رحمہم اللہ جو جمرۃ العقبہ پر کنکریاں مارنے تک تلبیہ پڑھنے کو مستحب کہتے ہیں' یہ صحیح البخاری کی مذکور الصدر احادیث: ۱۶۸۷۔۱۶۸۶۔۱۶۸۵ سے صراحۃً ثابت ہے اور علامہ ابن بطال نے جو یوم عرفہ کو زوالِ آفتاب کے وقت تلبیہ منقطع کرنے کو بعض صحابہ کا فعل بتایا ہے' اس کے ثبوت میں کسی حدیث کی کتاب کا حوالہ پیش نہیں کیا' اور اول الذکر نبی ﷺ کا فعل ہے اور ثانی الذکر بعض صحابہ کا فعل ہے' لہٰذا ائمہ ثلاثہ کے مذہب کو دو وجہ سے ترجیح ہے' اول تو وہ نبی ﷺ کا فعل ہے اور ثانیاً وہ صحیح البخاری سے ثابت ہے اور امام مالک کا مذہب صرف بعض صحابہ کے فعل پر مبنی ہے اور اس کا ثبوت صحیح البخاری ایسی کتاب سے نہیں ہے' علاوہ ازیں جن بعض صحابہ نے یوم عرفہ کو زوالِ آفتاب کے وقت تلبیہ پڑھنا منقطع کر دیا تھا اور اللہ اکبر پڑھتے رہے تھے' انہوں نے بہر حال اس وقت تلبیہ پڑھنے سے منع نہیں کیا تھا' لہٰذا ان کے اس وقت تلبیہ نہ پڑھنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان کے نزدیک اس وقت تلبیہ پڑھنا مستحب نہیں ہے' بلکہ ہو سکتا ہے کہ انہوں نے اس وقت اس لیے تلبیہ نہ پڑھا ہو تاکہ یہ واضح ہو جائے کہ اس وقت دیگر اذکار پڑھنے بھی جائز ہیں اور ہر تقدیر پر نبی ﷺ کی سنت کی اتباع میں جمرۃ العقبہ پر کنکریاں مارنے تک تلبیہ پڑھنا اس کو ترک کرنے سے افضل ہے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سواری پر بیٹھ کر کنکریاں مارنا سنت ہے۔

۱۰۳ - بَابٌ ﴿فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ إِذَا رَجَعْتُمْ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ أَهْلُهُ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾ (البقرہ:۱۹۶)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: سو جو شخص حج کے ساتھ عمرہ ملائے تو وہ ایک قربانی کرے جس کو وہ آسانی کے ساتھ کر سکے اور جو قربانی نہ کر سکے وہ تین روزے ایامِ حج میں رکھے اور سات روزے جب تم لوٹ آؤ' یہ کامل دس (روزے) ہیں' یہ (حج تمتع کا) حکم اس شخص کے لیے ہے جس کے اہل و عیال مسجد حرام (مکہ مکرمہ) کے رہنے والے نہ ہوں۔ (البقرہ:۱۹۶)

''ھدی'' کی تفسیر اور دیگر مسائل

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس آیت کو ذکر کرنے سے امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ ''الھدی'' (قربانی) کی تفسیر کی جائے کیونکہ جب امام بخاری نے حج کی صفت میں منیٰ تک پہنچنے کی احادیث بیان کر دیں تو انہوں نے ارادہ کیا کہ قربانی اور نحر کے احکام بیان کریں کیونکہ منیٰ میں عموماً یہی کام ہوتے ہیں۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۲۲۶۔۲۲۵' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ امام بخاری کی غرض کو صرف اس میں منحصر کرنا صحیح نہیں ہے' بلکہ امام بخاری نے اس آیت کو اس لیے ذکر کیا ہے کہ یہ آیت کریمہ کئی مسائل پر مشتمل ہے۔

اُن کی تفصیل حسب ذیل ہے:

(۱) حج کے ساتھ عمرہ کو ملا کر تمتع کرنے کا حکم' جس کا ذکر تمتع اور قران کے باب میں کیا گیا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں تمتع کرنے کا ذکر (۲) ھدی کا حکم جس کا اس باب میں ذکر کیا گیا ہے (۳) روزوں کا حکم' اس کا ذکر اس باب میں کیا گیا ہے' یہ حکم اس شخص کے لیے ہے جس کے اہل وعیال مسجد حرام کے رہنے والے نہ ہوں۔ (البقرۃ:۱۹۶) (۴) جو لوگ مسجد حرام کے رہنے والے نہ ہوں' ان کا حکم۔

اس آیت میں اس قربانی کا ذکر ہے جس کو حج تمتع کرنے والا آسانی کے ساتھ کر سکے' حضرت علی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے مروی ہے: اس سے مراد بکری ہے' نیز حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں اس سے مراد اونٹ ہے اور دوسروں کے حق میں اس سے مراد بکری ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۳۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۶۸۸ - حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ قَالَ اَخْبَرَنَا النَّضْرُ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ جَمْرَةَ قَالَ سَاَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ الْمُتْعَةِ فَاَمَرَنِيْ بِهَا' وَسَاَلْتُهُ عَنِ الْهَدْيِ' فَقَالَ فِيْهَا جَزُوْرٌ اَوْ بَقَرَةٌ اَوْ شَاةٌ اَوْ شِرْكٌ فِيْ دَمٍ' قَالَ وَكَاَنَّ نَاسًا كَرِهُوْهَا' فَنِمْتُ فَرَاَيْتُ فِي الْمَنَامِ كَاَنَّ اِنْسَانًا يُنَادِيْ حَجٌّ مَّبْرُوْرٌ' وَمُتْعَةٌ مُّتَقَبَّلَةٌ' فَاَتَيْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا فَحَدَّثْتُهُ' فَقَالَ اللّٰهُ اَكْبَرُ' سُنَّةُ اَبِي الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' قَالَ وَقَالَ اٰدَمُ وَوَهْبُ بْنُ جَرِيْرٍ وَّغُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ عُمْرَةٌ مُّتَقَبَّلَةٌ' وَّحَجٌّ مَّبْرُوْرٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن منصور نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں النضر نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو جمرہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے تمتع کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے مجھے اس کا حکم دیا اور میں نے ان سے ہدی کے بارے میں پوچھا' تو انہوں نے کہا: اس میں اونٹ' گائے' بکری یا اونٹ یا گائے میں ایک حصہ ہے اور گویا کہ لوگ حج تمتع کو برا جانتے تھے' پس میں سو گیا تو میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص پکار کر کہہ رہا ہے کہ حج مبرور ہے اور تمتع مقبول ہے' سو میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس گیا اور ان کو یہ خواب سنایا تو انہوں نے کہا: اللہ اکبر! یہ ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے' آدم اور وہب بن جریر اور غندر نے شعبہ سے اس طرح روایت کی ہے: عمرہ متقبلہ اور حج مبرور۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۵۶۷ میں گزر چکی ہے' تاہم بعض تفصیلات کا ذکر کیا جا رہا ہے۔

ھدی کے مصداق میں کم از کم ایک بکری ہے جب کہ اونٹ یا گائے کا ساتواں حصہ ہے

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ لَكُمْ فِيْهَا خَيْرٌ. (الحج:۳۶)

اور قربانی کے اونٹوں کو ہم نے تمہارے لیے اللہ کی نشانیوں میں سے بنا دیا ہے' ان میں تمہارے لیے بھلائی ہے۔

اس وجہ سے بعض فقہاء کا یہ مذہب ہے کہ ھدی وہ ہے جس پر بدن کا اطلاق ہو یعنی قربانی کے اونٹ۔

مگر اس کے خلاف یہ آیت ہے:

يَاَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوْا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ وَمَنْ قَتَلَهُ مِنْكُمْ مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهٖ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ هَدْيًا بٰلِغَ الْكَعْبَةِ.
(المائدہ:۹۵)

اے ایمان والو! شکار نہ مارو جبکہ تم احرام کی حالت میں ہو اور تم میں سے جس نے عمداً شکار مارا تو جس جانور کو اس نے مارا ہے اس شخص کو مویشیوں میں سے اسی کی مثل قربانی کرنی ہوگی تم میں سے دو منصف اس (کی مثلیت) کا فیصلہ کریں گے' اس حال میں کہ وہ قربانی کعبہ کو پہنچنے والی ہو۔

پھر اگر دو منصف ہرن کے شکار میں یہ فیصلہ کریں کہ وہ بکری کی مثل ہے تو اب بکری پر ھدی کا نام آئے گا۔

اور البقرہ:۹۶ میں فرمایا ہے کہ وہ ایک قربانی کرے جس کو وہ آسانی کے ساتھ کر سکے' اس کا مفاد یہ ہے کہ حج تمتع میں اس پر وہ قربانی کرنی لازم ہے جو کم از کم قیمت میں میسر ہو اور وہ بکری ہے۔

حضرت ابن عمر سے مروی ہے کہ ایک اونٹ' دوسرے اونٹ سے کم ہوتا ہے' اسی طرح ایک گائے دوسری گائے سے کم ہوتی ہے اور یہ ان کے نزدیک بکری سے افضل ہے' اور اختلاف کا محل یہ ہے کہ جو شخص اونٹ یا گائے کی قربانی پر قادر ہو' کیا وہ بکری کی قربانی کر سکتا ہے؟ پس حضرت ابن عمر کے نزدیک یہ ممنوع یا مکروہ ہے اور حضرت ابن عمر اور حضرت انس کے نزدیک گائے یا اونٹ میں ایک حصہ بھی کفایت کرے گا اور عطاء' طاؤس اور حسن بصری سے بھی اس کی مثل مروی ہے اور امام ابوحنیفہ' امام شافعی اور امام احمد وغیرہم کا بھی یہی قول ہے اور ان کے نزدیک اونٹ یا گائے میں سات افراد سے زیادہ شریک نہیں ہو سکتے اور نہ بکری میں ایک سے زیادہ شریک ہو سکتے ہیں اور وہ جو روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوری امت کی طرف سے ایک بکری کی قربانی کی' وہ نفلی طور پر ہے' اور فقہاء مالکیہ کے نزدیک اونٹ یا گائے میں سات سے زیادہ افراد شریک ہو سکتے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۳۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

۱۰۴ - بَابُ رُكُوْبِ الْبُدْنِ

بُدن یعنی اونٹ یا گائے پر سوار ہونے کا حکم

لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ لَكُمْ فِيْهَا خَيْرٌ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا صَوَآفَّ فَاِذَا وَجَبَتْ جُنُوْبُهَا فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ كَذٰلِكَ سَخَّرْنٰهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ○ لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ كَذٰلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰكُمْ وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِيْنَ○﴾ (الحج:۳۷۔۳۶). قَالَ مُجَاهِدٌ سُمِّيَتِ الْبُدْنَ لِبُدْنِهَا. وَالْقَانِعُ السَّائِلُ' وَالْمُعْتَرُّ يَعْتَرُّ بِالْبُدْنِ مِنْ غَنِيٍّ اَوْ فَقِيْرٍ' وَشَعَائِرُ اللّٰهِ اِسْتِعْظَامُ الْبُدْنِ وَاسْتِحْسَانُهَا' وَالْعَتِيْقُ عِتْقُهُ مِنَ الْجَبَابِرَةِ' وَيُقَالُ وَجَبَتْ سَقَطَتْ اِلَى الْاَرْضِ' وَمِنْهُ وَجَبَتِ الشَّمْسُ.

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور قربانی کے اونٹوں کو ہم نے تمہارے لیے اللہ کی نشانیوں میں سے بنا دیا ہے' ان میں تمہارے لیے بھلائی ہے' پس تم ان کو قطار میں کھڑا کر کے (ان کو نحر کرنے کے وقت) اللہ کا نام لو' پس جب ان کے پہلو زمین پر گر جائیں تو تم خود بھی ان سے کھاؤ اور محتاج اور مانگنے والے کو بھی کھلاؤ' اسی طرح ہم نے ان مویشیوں کو تمہارے لیے مسخر کر دیا ہے تاکہ تم شکر ادا کرو○ ان کے خون اور ان کے گوشت اللہ کے پاس ہرگز نہیں پہنچتے لیکن تمہارا تقویٰ اس کے پاس پہنچتا ہے' اسی طرح اس نے ان مویشیوں کو تمہارے لیے مسخر کر دیا ہے تاکہ تم اللہ کی ہدایت کے مطابق اس کی بڑائی بیان کرو اور نیکی کرنے والوں کو بشارت دیجئے○ (الحج:۳۷۔۳۶) مجاہد نے کہا: ان اونٹوں کو بُدن اس لیے کہتے ہیں کہ یہ بہت فربہ ہوتے ہیں' اور ''قانع'' کا معنی ہے: مانگنے والا' اور ''معتر''

اس شخص کو کہتے ہیں جو گوشت کے لیے گھومتا پھرے خواہ غنی ہو یا فقیر ہو۔ ''شعائر اللّٰہ'' کا معنی ہے: اونٹوں کو فربہ اور خوب صورت بنانا' اسی طرح ''العتیق'' کا معنی ہے: جو جابر بادشاہوں کے ظلم سے آزاد کردہ ہو' اور ''وجبت'' کا معنی ہے: جو زمین پر گر پڑیں اور اسی طرح ''وجبت الشمس'' کا معنی ہے: سورج زمین پر گر گیا یعنی ڈوب گیا۔

۱۶۸۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ اَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْاَعْرَجِ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى رَجُلًا يَسُوْقُ بَدَنَةً، فَقَالَ ارْكَبْهَا. فَقَالَ اِنَّهَا بَدَنَةٌ، فَقَالَ ارْكَبْهَا. قَالَ اِنَّهَا بَدَنَةٌ، قَالَ ارْكَبْهَا وَيْلَكَ. فِي الثَّالِثَةِ اَوْ فِي الثَّانِيَةِ.

[اطراف الحدیث: ۱۷۰۶-۲۷۵۵-۶۱۶۰]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا وہ اپنے قربانی کے اونٹ کو لے کر جا رہا تھا' آپ نے فرمایا: اس پر سوار ہو جاؤ' اس نے کہا: یہ قربانی کا اونٹ ہے' آپ نے فرمایا: اس پر سوار ہو جاؤ' اس نے کہا: یہ قربانی کا اونٹ ہے' آپ نے فرمایا: تم پر افسوس ہے! اس پر سوار ہو جاؤ' یہ آپ نے تیسری بار میں یا دوسری بار میں فرمایا۔

(صحیح مسلم: ۱۳۲۲' الرقم المسلسل: ۳۰۹۸' سنن ابوداؤد: ۱۷۶۰' سنن نسائی: ۱۷۹۵' المنتقی: ۴۲۸' سنن بیہقی ج ۵ ص ۲۳۶' شرح السنۃ: ۱۹۵۴' مسند احمد ج ۲ ص ۴۸۷ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۰۳۱۵۔ ج ۱۶ ص ۲۱۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کے رجال کا اس سے پہلے کئی بار تذکرہ ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی اپنے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے کہ آپ نے اس سے فرمایا: تم اس پر سوار ہو جاؤ۔

''بَدَنَہ'' پر سوار ہونے میں مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ''بدنہ'' (قربانی کے جانور) پر سوار ہونا جائز ہے' عام ازیں کہ اس کی قربانی واجب ہو یا نفلی ہو' کیونکہ نہ تو اس شخص نے تفصیل پوچھی نہ آپ نے بیان فرمائی' اس سے معلوم ہوا کہ اس سے حکم مختلف نہیں ہوتا۔ اس کی وضاحت اس حدیث سے ہوتی ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک ''بدنہ'' کے پاس سے گزرے' آپ نے اس شخص سے کہا جو اس کو چلا رہا تھا: اس پر سوار ہو جاؤ' اس نے کہا: یہ ''بدنہ'' ہے' آپ نے فرمایا: خواہ یہ ''بدنہ'' ہو۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۲۶۱ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۳۷۷۵۔ ج ۲۱ ص ۲۸۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس مسئلہ میں متعدد اقوال ہیں:

(۱) امام احمد اور غیر مقلدین کا مسلک ہے کہ ''بدنہ'' پر سوار ہونا مطلقاً جائز ہے۔

(۲) امام ابوحنیفہ' ان کے اصحاب اور امام شافعی کا مذہب ہے کہ جب ''بدنہ'' والا بہت تھک گیا ہو اور اس کو اس پر سوار ہونے کی

ضرورت ہو تب وہ اس پر سوار ہو سکتا ہے ورنہ نہیں۔
(۳) امام مالک کا مذہب ہے کہ بغیر ضرورت کے "بَدنه" پر سوار ہونا مکروہ ہے۔
(۴) بعض غیر مقلدین نے کہا ہے کہ "بَدنه" پر سوار ہونا واجب ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا حکم دیا ہے۔

۱٦٩٠ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ وَّشُعْبَةُ بْنُ الْحَجَّاجِ قَالَا حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى رَجُلًا يَسُوقُ بَدَنَةً فَقَالَ ارْكَبْهَا. قَالَ إِنَّهَا بَدَنَةٌ قَالَ ارْكَبْهَا. قَالَ إِنَّهَا بَدَنَةٌ قَالَ ارْكَبْهَا. ثَلَاثًا. [اطراف الحدیث: ۲۷۵۴-۶۱۵۹]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام اور شعبہ بن الحجاج نے حدیث بیان کی' ان دونوں نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص "بدنہ" (قربانی کے اونٹ) کو ہانکتا ہوا لے جا رہا تھا' آپ نے اس سے فرمایا: اس پر سوار ہو جاؤ' اس نے کہا: یہ بدنہ ہے' آپ نے فرمایا: اس پر سوار ہو جاؤ' اس نے کہا: یہ بدنہ ہے' آپ نے فرمایا: اس پر سوار ہو جاؤ' تین بار یہی فرمایا۔

(صحیح مسلم: ۱۳۲۳' الرقم المسلسل: ۳۱۰۱' سنن نسائی: ۲۷۹۷' سنن بیہقی ج ۵ ص ۲۳۶' مسند ابویعلیٰ: ۲۸۶۹-۳۸۱۰' مسند احمد ج ۳ ص ۹۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۱۹۵۹-ج ۱۹ ص ۲۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کے رجال کا اس سے پہلے تذکرہ ہو چکا ہے' اور اس کی عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے اور اس حدیث کی شرح وہی ہے جو اس سے پہلی حدیث میں گزر چکی ہے۔
* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۳۱۰۴-ج ۳ ص ۵۷۷ پر مذکور ہے' اس کی شرح کا عنوان ہے: قربانی کے اونٹ پر سوار ہونے میں مذاہب ائمہ۔

۱۰۵ - بَابُ مَنْ سَاقَ الْبُدْنَ مَعَهُ

جس نے اپنے ساتھ بُدن (قربانی کے اونٹوں) کو ہانکا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جو شخص قربانی کے اونٹوں کو حِل سے حرم کی طرف لے گیا' اس کا کیا حکم ہے؟
المہلب نے کہا ہے کہ امام بخاری کا اس باب کو لانے سے یہ ارادہ ہے کہ قربانی کے اونٹ میں سنت یہ ہے کہ ان کو الحل سے الحرم کی طرف لے جایا جائے' پس اگر اس نے اس اونٹ کو حرم سے خریدا ہے تو جب وہ حج کرنے کے لیے عرفہ کی طرف جائے تو اس کو لے کر نکلے' اور یہ امام مالک کا قول ہے' خواہ وہ اس کے ساتھ عرفہ میں وقوف نہ کرے' یہ امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا قول ہے۔ امام شافعی نے کہا: جب اس نے قربانی کے اونٹ کو الحل سے نہیں ہانکا تو اونٹ کے ساتھ عرفہ میں وقوف کرنا سنت ہے جو چاہے' اور امام ابوحنیفہ نے کہا: یہ سنت نہیں ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہدی کو الحل سے ہانک کر لائے تھے کیونکہ آپ کا مسکن حرم سے خارج تھا اور یہ تمام احکام اونٹوں کے متعلق ہیں اور رہی گائے تو وہ اس سے ضعیف ہے اور بکری اس سے بھی زیادہ ضعیف ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۴۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱٦٩١ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از

اللّٰہِ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ تَمَتَّعَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ حَجَّۃِ الْوَدَاعِ بِالْعُمْرَۃِ اِلَی الْحَجِّ، وَاَھْدٰی، فَسَاقَ مَعَہُ الْھَدْیَ مِنْ ذِی الْحُلَیْفَۃِ، وَبَدَاَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَھَلَّ بِالْعُمْرَۃِ، ثُمَّ اَھَلَّ بِالْحَجِّ، فَتَمَتَّعَ النَّاسُ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِالْعُمْرَۃِ اِلَی الْحَجِّ، فَکَانَ مِنَ النَّاسِ مَنْ اَھْدٰی فَسَاقَ الْھَدْیَ، وَمِنْھُمْ مَنْ لَّمْ یُھْدِ، فَلَمَّا قَدِمَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَکَّۃَ، قَالَ لِلنَّاسِ مَنْ کَانَ مِنْکُمْ اَھْدٰی، فَاِنَّہٗ لَا یَحِلُّ لِشَیْءٍ حَرُمَ مِنْہُ حَتّٰی یَقْضِیَ حَجَّہٗ، وَمَنْ لَّمْ یَکُنْ مِنْکُمْ اَھْدٰی فَلْیَطُفْ بِالْبَیْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَۃِ، وَلْیُقَصِّرْ وَلْیَحْلِلْ، ثُمَّ لِیُھِلَّ بِالْحَجِّ، فَمَنْ لَّمْ یَجِدْ ھَدْیًا فَلْیَصُمْ ثَلَاثَۃَ اَیَّامٍ فِی الْحَجِّ وَسَبْعَۃً اِذَا رَجَعَ اِلٰی اَھْلِہٖ. فَطَافَ حِیْنَ قَدِمَ مَکَّۃَ، وَاسْتَلَمَ الرُّکْنَ اَوَّلَ شَیْءٍ، ثُمَّ خَبَّ ثَلَاثَۃَ اَطْوَافٍ وَّمَشٰی اَرْبَعًا، فَرَکَعَ حِیْنَ قَضٰی طَوَافَہٗ بِالْبَیْتِ عِنْدَ الْمَقَامِ رَکْعَتَیْنِ، ثُمَّ سَلَّمَ فَانْصَرَفَ فَاَتَی الصَّفَا، فَطَافَ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَۃِ سَبْعَۃَ اَطْوَافٍ، ثُمَّ لَمْ یَحْلِلْ مِنْ شَیْءٍ حَرُمَ مِنْہُ حَتّٰی قَضٰی وَنَحَرَ ھَدْیَہٗ یَوْمَ النَّحْرِ، وَاَفَاضَ فَطَافَ بِالْبَیْتِ، ثُمَّ حَلَّ مِنْ کُلِّ شَیْءٍ حَرُمَ مِنْہُ، وَفَعَلَ مِثْلَ مَا فَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ اَھْدٰی وَسَاقَ الْھَدْیَ مِنَ النَّاسِ. (صحیح مسلم: ۱۲۲۷ الرقم المسلسل: ۲۸۷۱، سنن ابوداؤد: ۱۸۰۵، سنن نسائی: ۲۷۲۸، سنن بیہقی ج ۵ ص ۷۳-۱۷، صحیح ابن خزیمہ: ۲۷۱۰، مسند احمد ج ۲ ص ۱۴۰ طبع قدیم، مسند احمد: ۶۲۴۷- ج ۱۰ ص ۳۶۴، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

ابن شہاب از سالم بن عبداللہ وہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں تمتع کیا (یعنی) عمرہ کو حج کے ساتھ ملایا اور ھدی ساتھ لی آپ ذوالحلیفہ سے اپنے ساتھ ہدی کو لے گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتداء کی' پس آپ نے عمرہ کا احرام باندھا' پھر حج کا احرام باندھا' لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ تمتع کیا (عمرہ کر کے حج کا احرام باندھا)' پس لوگوں میں بعض وہ تھے جو ہدی (قربانی) لے کر چلے تھے' سو انہوں نے ہدی روانہ کی اور بعض ان میں سے وہ تھے جو ہدی لے کر نہیں چلے تھے' پس جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ پہنچے تو آپ نے لوگوں سے فرمایا: تم میں سے جس نے ہدی روانہ کی ہے اس پر جو چیزیں حرام تھیں' وہ اس پر اس وقت تک حلال نہیں ہوں گی حتیٰ کہ وہ حج ادا کرلے' اور تم میں سے جس نے ہدی روانہ نہیں کی ہے وہ بیت اللہ کا اور صفا اور المروۃ کا طواف کرے اور اپنے بال کاٹے اور احرام کھول دے' پھر وہ حج کا احرام باندھے' پھر اگر اس کو قربانی نہ ملے تو وہ ایام حج میں تین دن کے روزے رکھے اور اپنے گھر لوٹنے کے بعد سات روزے رکھے' پس جب آپ مکہ میں آئے تو آپ نے طواف کیا اور سب سے پہلے حجر اسود کی تعظیم کی' پھر تین چکر دوڑ کر کیے اور چار چکر پیدل چل کر کیے' پس جب آپ نے طواف مکمل کر لیا تو مقام ابراہیم کے پاس دو رکعت نماز پڑھی' پھر سلام پھیرا' اور مڑ کر صفا پر آئے' پھر صفا اور المروۃ میں سات طواف کیے' پھر جو چیزیں آپ پر حرام تھیں وہ بہ دستور حرام رہیں حتیٰ کہ آپ نے حج مکمل کر لیا اور یوم النحر کو اپنی ہدی کو نحر کر لیا' پھر آپ لوٹ کر مکہ آئے اور بیت اللہ کا طواف (زیارت) کیا' پھر جو تمام چیزیں آپ پر حرام تھیں' وہ سب حلال ہو گئیں اور لوگوں میں سے جو شخص اپنے ساتھ ہدی لایا تھا اور اس نے ہدی روانہ کی تھی' اس نے بھی اسی طرح کیا جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا۔

اس حدیث کے رجال کا اس سے پہلے تذکرہ ہو چکا ہے۔

حدیث مذکور میں تمتع سے مراد حج قران ہے

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: آپ ذوالحلیفہ سے اپنے ساتھ ہدی کو لے گئے۔

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمتع کرنے کا ذکر ہے اسی طرح جو لوگ اپنے ساتھ ہدی کو لے کر گئے تھے ان کے بھی تمتع کرنے کا ذکر ہے مگر اس سے لغوی تمتع مراد ہے یعنی ایک احرام کے ساتھ دو عبادتوں کے کرنے کا فائدہ اٹھانا اور اس سے اصطلاحی تمتع کرنا مراد نہیں ہے کیونکہ اصطلاحی تمتع وہ ہوتا ہے جس میں عمرہ کرنے کے بعد احرام کھول دیا جائے اور آٹھ ذوالحج کو دوبارہ حج کا احرام باندھا جائے اور اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ کرنے کے بعد احرام نہیں کھولا اور جو چیزیں احرام کی وجہ سے پہلے حرام تھیں وہ بدستور حرام رہیں حتیٰ کہ حج کرنے کے بعد وہ چیزیں حلال ہوئیں اور یہ صفت حج قران کی ہے اس سے معلوم ہوا کہ آپ نے حج قران کیا تھا اسی طرح جن لوگوں نے پہلے ہدی روانہ کر دی تھی ان کی بھی یہی صفت تھی اور ان کا حج بھی حج قران تھا۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۲۸۷۸۔ ج ۳ ص ۴۵۱ پر مذکور ہے اس کے عنوان حسب ذیل ہیں:

① قران اور تمتع کی روایات میں تطبیق ② تمتع کی ہدی کے لیے شرائط ③ ہدی کے بجائے روزے رکھنے میں مذاہب ائمہ ④ قران اور تمتع میں ہدی کی جگہ روزے رکھنے میں مذاہب ائمہ۔

۱۶۹۲ - وَعَنْ عُرْوَةَ اَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَخْبَرَتْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ تَمَتُّعِهٖ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ فَتَمَتَّعَ النَّاسُ مَعَهٗ بِمِثْلِ الَّذِيْ اَخْبَرَنِيْ سَالِمٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

(صحیح مسلم: ۱۲۲۸۔۱۲۲۷)

اور عروہ بیان کرتے ہیں: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کو خبر دی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تمتع کیا یعنی عمرہ کو حج کے ساتھ ملایا پس آپ کے ساتھ جو لوگ تھے انہوں نے بھی تمتع کیا' یہ حدیث اسی کی مثل ہے جس طرح سالم نے مجھے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے خبر دی ہے اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کی۔

۱۰۶ - بَابُ مَنِ اشْتَرَى الْهَدْيَ مِنَ الطَّرِيْقِ

جس نے راستہ سے ہدی کو خریدا

۱۶۹۳ - حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ نَافِعٍ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ لِاَبِيْهِ اَقِمْ فَاِنِّيْ لَا اٰمَنُهَا اَنْ تُصَدَّ عَنِ الْبَيْتِ قَالَ اِذَنْ اَفْعَلَ كَمَا فَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ قَالَ اللّٰهُ ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ (الاحزاب: ۲۱). فَاَنَا اُشْهِدُكُمْ اَنِّيْ قَدْ اَوْجَبْتُ عَلٰى نَفْسِي الْعُمْرَةَ فَاَهَلَّ بِالْعُمْرَةِ قَالَ ثُمَّ خَرَجَ حَتّٰى اِذَا كَانَ بِالْبَيْدَاءِ اَهَلَّ بِالْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ وَقَالَ مَا شَاْنُ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ اِلَّا وَاحِدٌ ثُمَّ اشْتَرَى الْهَدْيَ مِنْ قُدَيْدٍ ثُمَّ قَدِمَ فَطَافَ لَهُمَا طَوَافًا وَّاحِدًا فَلَمْ يَحِلَّ حَتّٰى حَلَّ مِنْهُمَا جَمِيْعًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالنعمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از ایوب از نافع' انہوں نے بیان کیا کہ عبداللہ بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم نے اپنے والد سے کہا: آپ کو بیت اللہ سے روک دیا جائے گا' حضرت عبداللہ بن عمر نے کہا: میں اس وقت اس طرح کروں گا جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا' اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: تمہارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں عمدہ نمونہ ہے۔ (الاحزاب: ۲۱) اور میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اپنے نفس کے اوپر عمرہ واجب کر لیا ہے' پس انہوں نے عمرہ کا احرام باندھا' نافع نے کہا: پھر حضرت عبداللہ بن عمر (گھر سے) نکل گئے' حتیٰ کہ جب مقام البیداء پر پہنچے تو انہوں نے حج اور عمرہ کا احرام باندھ لیا اور کہا: حج اور عمرہ کا ایک ہی معاملہ ہے' پھر انہوں نے مقام قدید سے ہدی کو خریدا' پھر مکہ پہنچ کر ان دونوں کے لیے ایک طواف کیا' پھر اس وقت تک

احرام نہیں کھولا حتیٰ کہ ان دونوں سے فارغ ہو گئے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۶۳۹ میں گزر چکی ہے' تاہم بعض اہم اُمور کو بیان کیا جا رہا ہے۔

عمرہ کے احرام پر حج کے احرام باندھنے کا جواز اور حل میں ھدی کو خریدنے کا جواز

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عمر کو روکا نہیں گیا تھا اور انہوں نے مدینہ میں عمرہ کا احرام باندھ لیا تھا' پھر جب وہ میقات کی طرف نکلے تو انہوں نے عمرہ کے اوپر حج کا احرام باندھ لیا اور کہا: ان دونوں کا ایک معاملہ ہے یعنی حج اور عمرہ دونوں کا عمل واحد ہے کیونکہ حضرت ابن عمر کے نزدیک قران کرنے والے کے اوپر ایک طواف ہے اور ایک سعی ہے۔

علماء کا اس پر اجماع ہے کہ جس نے حج کے مہینوں میں عمرہ کا احرام باندھا' اس کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ اس کے اوپر حج کا احرام باندھ لے جب تک کہ وہ بیت اللہ کا طواف کر کے اس کو فسخ نہ کرے' ان کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب نے حجۃ الوداع میں عمرہ کا احرام باندھا تھا' پھر ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فرمایا: جس کے پاس ھدی ہے وہ عمرہ کے ساتھ حج کا احرام باندھ لے' پھر وہ اس وقت تک احرام نہیں کھولے گا جب تک کہ حج اور عمرہ دونوں سے فارغ نہ ہو جائے۔

امام بخاری نے یہ عنوان قائم کیا ہے کہ جس نے راستہ سے ھدی کو خریدا' اس سے امام بخاری کی غرض یہ ہے کہ وہ حضرت ابن عمر کا مذہب بیان کریں کہ ھدی وہ ہے جس کو الحل سے الحرم میں داخل کیا جائے کیونکہ حضرت ابن عمر نے قدید سے ھدی کو خریدا تھا اور وہ حل میں مکہ سے آدھے راستہ پر ہے اور امام مالک نے از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما یہ روایت کی ہے کہ ہدی وہ ہے جس کے گلے میں ہار ڈالا جائے اور اس میں اشعار کیا جائے یعنی اس کے کوہان میں شگاف ڈال کر اس پر خون لگایا جائے اور اس کے ساتھ عرفہ میں وقوف کیا جائے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اسی طرح کیا تھا۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۳۲۵۔ ۳۲۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۱۰۷ - بَابُ مَنْ اَشْعَرَ وَقَلَّدَ بِذِی الْحُلَیْفَةِ ثُمَّ اَحْرَمَ

جس نے ذوالحلیفہ میں اشعار کیا اور قربانی کے گلے میں ہار ڈالا' پھر احرام باندھا

اشعار کا لغوی اور اصطلاحی معنیٰ اور اشعار میں مذاہب

اس باب کے عنوان میں ''اِشعار'' کا لفظ ہے' ''اشعار'' کا معنیٰ ہے: کسی چیز کی خبر دینا یا کسی چیز کی نشانی بنانا۔

''اشعار'' کا اصطلاحی معنیٰ ہے: اونٹ کے کوہان کی دائیں جانب نیزے' چھری یا کسی اور دھار والی چیز سے ہلکا سا شگاف ڈالنا حتیٰ کہ اس کے کوہان پر خون کا داغ پڑ جائے اور وہ اس چیز کی نشانی ہو کہ یہ قربانی کا اونٹ ہے اور اس کی بے حرمتی نہ کی جائے۔

اشعار کی کیفیت یہ ہے کہ امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک اونٹ کے کوہان کی بائیں جانب ہلکا سا شگاف ڈالا جائے' جس سے اس کا خون بہہ جائے' امام مالک' امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک اشعار کی تعریف یہ ہے کہ اونٹ کی دائیں جانب نیزے یا چھری سے کوہان کے نیچے معمولی سا شگاف ڈالا جائے جس سے اس کا خون بہہ جائے اور یہ چیز اس کی نشانی ہو جائے کہ وہ قربانی کا اونٹ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۵۰)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ذوالحلیفہ میں قربانی کے اونٹ کے گلے میں دو جوتوں کا ہار ڈالا اور اس کی دائیں جانب خون بہایا۔

(صحیح مسلم: ۱۲۴۳' سنن ابوداؤد: ۱۷۵۳-۱۷۵۲' سنن نسائی: ۲۷۷۰-۲۷۶۹' سنن ابن ماجہ: ۳۰۹۷' سنن ترمذی: ۹۰۷' مسند احمد ج ۱ ص ۲۱۶)

اشعار کو منع کرنے کی وجہ سے امام ابوحنیفہ پر طعن و تشنیع

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث حسن صحیح ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب اور بعد کے تابعین کا اس پر عمل ہے اور سفیان ثوری' امام شافعی' امام احمد اور اسحاق کا اس پر عمل ہے' امام ترمذی نے کہا: میں نے یوسف بن عیسیٰ سے سنا' وہ کہتے تھے کہ میں نے وکیع کو اس حدیث کی روایت کرتے وقت یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ اہل رائے کے اس مسئلہ کے متعلق قول میں غور مت کرو کیونکہ اشعار سنت ہے اور ان کا قول بدعت ہے' اور میں نے ابوالسائب سے سنا' وہ وکیع کے پاس بیٹھے ہوئے تھے' ان کے پاس ایک شخص تھا جو رائے میں غور کرتا تھا' انہوں نے اس سے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اشعار کیا ہے اور (امام) ابوحنیفہ یہ کہتے ہیں کہ وہ مُثلہ ہے' تو اس شخص نے کہا: ابراہیم النخعی سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: اشعار مثلہ ہے (یعنی کسی عضو کو کاٹنا اور اس کی شکل بگاڑنا ہے)۔ ابوالسائب نے کہا: پھر وکیع سخت غضب ناک ہوئے اور کہا: میں تم سے کہتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے اور تم کہتے ہو کہ ابراہیم النخعی نے کہا ہے' تم صرف اس کے مستحق ہو کہ تم کو قید میں ڈال دیا جائے' پھر تم کو اس وقت تک قید سے نہ نکالا جائے حتیٰ کہ تم اپنے اس قول سے رجوع کرلو۔ (سنن ترمذی ص ۲۸۱' دارالفکر بیروت' سنن ترمذی ص ۳۸۹' دارالمعرفہ بیروت)

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

جمہور علماء قربانی کے اونٹوں میں اشعار کرنے کو جائز کہتے ہیں کیونکہ یہ سنتِ ثابتہ ہے' حضرت عمر بن الخطاب' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم' حسن بصری' قاسم' سالم اور عطاء بھی اس کو جائز کہتے ہیں' امام مالک' امام ابویوسف' امام محمد' امام شافعی' امام احمد' اسحاق اور ابوثور کا بھی یہی مذہب ہے۔

امام ابوحنیفہ نے اشعار کا انکار کیا ہے' اور کہا ہے کہ یہ مثلہ کی ممانعت سے پہلے جائز تھا' ان کا یہ قول بلا دلیل ہے اور یہ محض ان کی بدگمانی ہے' تحقیق یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک جماعت نے اشعار کی روایت کی ہے اور محض ان کے گمان کی وجہ سے سنت کو ترک نہیں کیا جائے گا۔

علامہ ابن قصار نے کہا ہے کہ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ''اگر تم چاہو تو اشعار کرو اور اگر تم چاہو تو اشعار نہ کرو' (کیونکہ) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صرف اس وجہ سے اشعار کیا تھا کہ اگر قربانی کا اونٹ گم ہو جائے تو اس نشانی سے معلوم ہو جائے کہ یہ قربانی کا اونٹ ہے'' اس سے معلوم ہوا کہ یہ علامت ہے اور حج کے افعال سے نہیں ہے' حضرت ابن عباس سے بھی اس کی مثل مروی ہے۔ اس اعتراض کے جواب میں یہ کہا جائے گا کہ حضرت ابن عباس اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم نے صرف یہ خبر دی ہے کہ اشعار واجب نہیں ہے اور ہم بھی یہی کہتے ہیں' تاہم اشعار کا فعل اس کے ترک سے افضل ہے کیونکہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ ھدی صرف وہی اونٹ ہے جس کے گلے میں ہار ہو یا اس کو شعار کیا گیا ہو یعنی ھدی کامل وہی ہے اور ہم یہ نہیں کہتے کہ اشعار حج کا ایسا فعل ہے جس کے ترک سے دم لازم آئے' امام مالک نے اونٹ کی بائیں جانب اشعار کرنے کو مستحب کہا ہے اور امام محمد' امام شافعی' امام احمد اور اسحاق نے کہا ہے کہ اونٹ کی دائیں جانب اشعار کیا جائے' سالم نے بیان کیا ہے کہ ان کے والد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اسی طرح کرتے تھے اور گائے کے اشعار میں اختلاف ہے' حضرت ابن عمر اس کو بھی اشعار کرتے تھے جب کہ سعید بن جبیر اور امام مالک اس کے اشعار کو منع کرتے تھے' وہ کہتے تھے کہ اس کے گلے میں صرف ہار ڈالا جائے گا' اس کو اشعار

نہیں کیا جائے گا۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۲۳۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

جمہور علماء نے یہ کہا ہے کہ اشعار سنت ہے اور امام ابن ابی شیبہ نے اسانید جیدہ کے ساتھ حضرت عائشہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے یہ روایت کی ہے کہ اگر تم چاہو تو اشعار کرو اور اگر چاہو تو اشعار نہ کرو اور امام طحاوی امام ابوحنیفہ کے مذہب کو سب سے زیادہ جاننے والے ہیں' انہوں نے یہ ذکر کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ نے اصل اشعار کو مکروہ نہیں کہا اور نہ انہوں نے اشعار کے سنت ہونے کا انکار کیا ہے' انہوں نے اس بات کو مکروہ کہا ہے کہ نیزہ یا چھری سے اتنا گہرا زخم ڈال دیا جائے جس سے اونٹ کے ہلاک ہونے کا خطرہ ہو' خاص طور پر حجاز کی گرمی میں' اور عام لوگ نہیں جانتے کہ نیزہ یا چھری سے شگاف کرنے کی کتنی حد ہے تو انہوں نے سدِ ذرائع اور گہرے زخم ڈالنے کا راستہ بند کرنے کے لیے اشعار کو مکروہ کہا اور ان کا اشعار سے منع کرنا صرف اناڑیوں اور ناتجربہ کار لوگوں کے لیے ہے لیکن جو لوگ اشعار کی حد سے واقف ہوں اور وہ نیزہ یا چھری سے صرف کھال کو کاٹیں اور گوشت تک چھری یا نیزہ نہ پہنچے تو اس اشعار سے وہ منع کرتے ہیں نہ مکروہ کہتے ہیں۔

اشعار کو ترک کرنے کے جواز میں آثار

عطاء' طاؤس اور مجاہد نے کہا: اگر تم چاہو تو ھدی کو اشعار کرو اور اگر تم چاہو تو اس کو اشعار نہ کرو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۳۷۱' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۲۰۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

اسود بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ معلوم کرایا: آیا بدنہ کو اشعار کیا جائے گا؟ حضرت عائشہ نے فرمایا: اگر تم چاہو تو' بدنہ کو صرف اس لیے اشعار کیا جاتا ہے کہ یہ معلوم ہو جائے کہ یہ قربانی کا اونٹ ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۳۷۲' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۲۰۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

عطاء بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اگر تم چاہو تو ھدی کو اشعار کرو اور اگر چاہو تو اشعار نہ کرو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۳۷۷' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۲۱۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

یہ تو اشعار کے متعلق بحث تھی' رہا اونٹ یا گائے وغیرہ کے گلے میں جوتے یا چمڑے کا ہار ڈالنا تو وہ بالاجماع سنت ہے تاکہ عام لوگوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ یہ قربانی کا جانور ہے اور وہ اس کی بے توقیری نہ کریں۔

وَقَالَ نَافِعٌ كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا إِذَا أَهْدٰى مِنَ الْمَدِيْنَةِ قَلَّدَهُ وَأَشْعَرَهُ بِذِي الْحُلَيْفَةِ' يَطْعُنُ فِيْ شِقِّ سَنَامِهِ الْأَيْمَنِ بِالشَّفْرَةِ' وَوَجْهُهَا قِبَلَ الْقِبْلَةِ بَارِكَةً.

اور نافع نے بیان کیا ہے کہ جب حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما مدینہ سے اپنے ساتھ ھدی (قربانی کا اونٹ) لے جاتے تو اس کے گلے میں ہار ڈالتے اور ذوالحلیفہ سے اس کو اشعار کرتے اور اس کو قبلہ کی طرف بٹھا کر اس کے کوہان کی دائیں جانب چھری سے اس کی کھال کو چیر دیتے۔

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل حدیث ہے:

امام مالک از نافع روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر جب مدینہ سے ھدی (قربانی کا اونٹ) بھیجتے تو اس کے گلے میں ہار ڈالتے اور ذوالحلیفہ میں اس کو اشعار کرتے اور اشعار کرنے سے پہلے اس کے گلے میں ہار ڈالتے اور یہ کام ایک جگہ میں کرتے' اور وہ اونٹ کو قبلہ کی طرف متوجہ کرتے' اس کے گلے میں دو جوتوں کا ہار ڈالتے اور اس کی بائیں جانب میں اشعار کرتے' پھر اس کو ہانکتے

اور لوگوں کے ساتھ عرفہ میں وقوف کرتے۔ (موطأ امام مالک' کتاب الحج:۵:۱۴۵۔ج ا ص ۲۴۶' المکتبۃ التوفیقیہ)

۱۶۹۴'۱۶۹۵ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ' عَنِ الزُّهْرِيِّ' عَنْ عُرْوَةَ ابْنِ الزُّبَيْرِ' عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ وَمَرْوَانَ قَالَا خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمَدِيْنَةِ فِيْ بِضْعَ عَشْرَةَ مِائَةٍ مِّنْ اَصْحَابِهٖ' حَتّٰى اِذَا كَانُوْا بِذِي الْحُلَيْفَةِ' قَلَّدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْهَدْيَ وَاَشْعَرَهٗ' وَاَحْرَمَ بِالْعُمْرَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از الزہری از عروہ ابن الزبیر از المسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ و مروان' ان دونوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک سو دس سے زائد اصحاب کے ساتھ مدینہ سے نکلے حتیٰ کہ جب ذوالحلیفہ پر پہنچے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قربانی کے اونٹ کے گلے میں ہار ڈالا اور اشعار کیا (یعنی اونٹ کے کوہان کے نیچے کھال پر چیرہ لگا کر خون کا نشان ڈالا) اور عمرہ کا احرام باندھا۔

[اطراف الحدیث: ۱۶۹۴-۱۶۹۵-۱۸۱۱-۲۷۱۱-۲۷۱۲-۲۷۳۱-۲۷۳۲-۴۱۵۷-۴۱۵۸-۴۱۷۸-۴۱۷۹-۴۱۸۰-۴۱۸۱] (سنن ابوداؤد: ۱۷۵۴' سنن نسائی: ۲۷۷۰)

حدیث مذکور کے رجال اور حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ اور مروان کا تذکرہ

(۱) احمد بن محمد بن موسیٰ ابو العباس' ان کو مردو یہ السمسار المروزی کہا جاتا تھا (۲) عبداللہ بن المبارک (۳) معمر بن راشد (۴) محمد بن مسلم الزہری (۵) عروہ بن الزبیر بن العوام رضی اللہ عنہ (۶) المسور بن نوفل بن وہیب بن عبد مناف' یہ حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ کے بھانجے ہیں' ان کی کنیت ابو عبدالرحمان ہے' انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سماع کیا ہے' ابن بکیر نے کہا: یہ اس دن مکہ میں فوت ہو گئے تھے جس دن ۶۴ ھ میں حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کے پاس یزید بن معاویہ کی موت کی خبر آئی تھی' حضرت ابن الزبیر نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھائی تھی' یہ جس وقت حطیم میں نماز پڑھ رہے تھے' ان پر منجنیق کا پتھر آ کر لگا' پس یہ ربیع الاوّل کے مہینہ میں فوت ہو گئے' یہ ۲ ھ میں پیدا ہوئے تھے' جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا تو ان کی عمر آٹھ سال تھی' یہ حضرت ابن الزبیر سے چار ماہ چھوٹے تھے (۷) مروان بن الحکم بن ابو العاص' الواقدی نے کہا ہے کہ اس نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی تھی اور اس کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کوئی حدیث محفوظ نہیں ہے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے وقت اس کی عمر آٹھ سال تھی' یہ تین رمضان ۶۵ ھ میں دمشق میں فوت ہو گیا تھا' اس وقت اس کی عمر ۵۳ سال تھی۔

صاحب تلویح نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحابہ رضی اللہ عنہم کی مراسیل میں سے ہے' کیونکہ حضرت مسور کی عمر حدیبیہ میں چار سال تھی' رہا مروان تو اس کا صحابی ہونا صحت کے ساتھ ثابت نہیں۔ اس حدیث میں تابعی کی تابعی سے اور تابعی کی صحابی سے روایت ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۵۳)

ھدی کے گلے میں ہار ڈالنے اور اس کو اشعار کرنے کی مشروعیت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں احرام باندھنے سے پہلے ھدی کے گلے میں ہار ڈالنے اور اس کو اشعار کرنے کا ثبوت ہے' اور اس میں ھدی کو ہار ڈالنے اور اس کو اشعار کرنے کی مشروعیت ہے۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ جو شخص حج اور عمرہ کا احرام باندھے اور اپنے ساتھ ھدی کو روانہ کرے اور اس کو صرف میقات

سے ہار ڈالے اسی طرح اس کے لیے مستحب ہے کہ وہ اسی میقات سے احرام باندھے جس طرح نبی ﷺ نے حدیبیہ میں کیا تھا' اسی طرح جس شخص کا یہ ارادہ ہو کہ وہ بیت اللہ کے لیے ھدی روانہ کرے اور اس کا حج اور عمرہ کرنے کا ارادہ نہ ہو اور وہ اپنے شہر میں ہی مقیم رہے' اس کے لیے سنت یہ ہے کہ وہ اپنے شہر سے ہدی کے گلے میں ہار ڈالے اور اس کو اشعار کرے جیسا کہ نبی ﷺ نے ۹ھ میں جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حج کے لیے بھیجا تو ان کے ساتھ قربانی کا اونٹ بھیجا اور اس کے گلے میں ہار ڈالا اور اس کو اشعار کیا اور اسی کی وجہ سے نبی ﷺ نے احرام نہیں باندھا تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۵۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

١٦٩٦ - حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَفْلَحُ' عَنِ الْقَاسِمِ' عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ فَتَلْتُ قَلَائِدَ بُدْنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدَيَّ' ثُمَّ قَلَّدَهَا وَاَشْعَرَهَا وَاَهْدَاهَا' فَمَا حَرُمَ عَلَيْهِ شَيْءٌ كَانَ اُحِلَّ لَهٗ. [اطراف الحدیث: ۱۶۹۸۔۱۶۹۹۔۱۷۰۰۔۱۷۰۱۔۱۷۰۲۔۱۷۰۳۔۱۷۰۴۔۱۷۰۵۔۲۳۱۷۔۵۵۶۶]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں افلح نے حدیث بیان کی از القاسم از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ کی قربانی کے اونٹوں کے ہار میں نے اپنے ہاتھوں سے بنائے تھے پھر آپ نے وہ ہار اپنے ہاتھوں سے ڈالے اور ان کے کوہانوں میں چھری/ نیزہ سے شگاف کر کے خون بہایا اور ان کو روانہ کیا پس ان چیزوں میں سے کوئی چیز آپ پر حرام نہیں ہوئی جو پہلے آپ پر حلال تھی۔

(صحیح مسلم: ۱۳۲۱' الرقم المسلسل: ۳۰۸۴' سنن ابوداؤد: ۱۷۵۸' سنن نسائی: ۲۷۷۱' سنن ابن ماجہ: ۳۰۹۸' مسند الحمیدی: ۲۰۸' المنتقی: ۴۲۳' صحیح ابن خزیمہ: ۲۵۷۳' شرح مشکل الآثار: ۵۵۲۳' صحیح ابن حبان: ۴۰۱۲' مسند احمد ج ۶ ص ۳۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۴۰۸۴۔ج ۴۰ ص ۱۰۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: آپ نے وہ ہار اپنے ہاتھوں سے ڈالے اور ان کو روانہ کیا۔

اپنے ہاتھ سے ہار بنا کر ھدی کے گلے میں ڈالنے کی فضیلت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ھدی کے گلے میں ہار ڈالنے کا ثبوت ہے' اور اس حدیث میں اپنے ہاتھ سے ہار بنانے کا ثبوت ہے اور اپنے ہاتھ سے ہار بنانا کسی اور سے ہار بنانے سے افضل ہے' جس طرح اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا افضل ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۵۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکورہ کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۳۰۹۰۔ ج ۳ ص ۵۶۹ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے عنوان یہ ہیں:

(۱) مسئلہ اشعار میں امام ابوحنیفہ پر مخالفین کے اعتراضات اور ان کے جوابات (۲) صرف ہدی روانہ کرنے پر احکامِ احرام میں مذاہب (۳) بکری کے گلے میں ہار ڈالنے میں مذاہب۔

١٠٨ - بَابُ فَتْلِ الْقَلَائِدِ لِلْبُدْنِ وَالْبَقَرِ

قربانی کے اونٹوں اور گایوں کے لیے ہار بنانا

١٦٩٧ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى' عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنِيْ نَافِعٌ' عَنِ ابْنِ عُمَرَ' عَنْ حَفْصَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ' مَا شَاْنُ النَّاسِ حَلُّوْا وَلَمْ تَحْلِلْ اَنْتَ؟ قَالَ اِنِّيْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از عبید اللہ' انہوں نے کہا: مجھے نافع نے خبر دی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما از حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا

لَبَّدْتُ رَاْسِیْ وَقَلَّدْتُ هَدْیِیْ، فَلَا اُحِلُّ حَتّٰی اَحِلَّ مِنَ الْحَجِّ.

وجہ ہے کہ لوگوں نے احرام کھول دیا اور آپ نے نہیں کھولا' آپ نے فرمایا: میں نے اپنے بالوں کو چپکا لیا ہے اور اپنی ھدی کے گلے میں ہار ڈال دیا ہے' پس میں اس وقت تک احرام نہیں کھولوں گا حتیٰ کہ مناسک حج سے فارغ ہو جاؤں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۵۶۶ میں گزر چکی ہے۔

۱۶۹۸ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، وَعَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُهْدِیْ مِنَ الْمَدِيْنَةِ، فَاَفْتِلُ قَلَائِدَ هَدْيِهٖ، ثُمَّ لَا يَجْتَنِبُ شَيْئًا مِّمَّا يَجْتَنِبُهُ الْمُحْرِمُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن شہاب نے حدیث بیان کی از عروہ واز عمرہ بنت عبدالرحمان کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے ھدی روانہ کرتے تو میں آپ کی ھدی (قربانی) کے لیے ہار بناتی تھی' پھر آپ ان چیزوں میں سے کسی چیز سے اجتناب نہیں کرتے تھے جن سے محرم اجتناب کرتا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۶۹۶ میں گزر چکی ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ صرف قربانی روانہ کرنے سے کسی شخص پر محرم کے احکام لاگو نہیں ہوتے۔

۱۰۹ - بَابُ اِشْعَارِ الْبُدْنِ

قربانی کے اونٹوں کو اشعار کرنا

وَقَالَ عُرْوَةُ، عَنِ الْمِسْوَرِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَلَّدَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْهَدْیَ وَاَشْعَرَهٗ وَاَحْرَمَ بِالْعُمْرَةِ.

اور عروہ نے مسور رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ھدی (قربانی کے اونٹ) کے گلے میں ہار ڈالا اور اس کو اشعار کیا اور عمرہ کا احرام باندھا۔

امام بخاری نے اس تعلیق کی حدیث: ۱۶۹۵ میں موصولاً روایت کی ہے۔

۱۶۹۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ حَدَّثَنَا اَفْلَحُ بْنُ حُمَيْدٍ، عَنِ الْقَاسِمِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ فَتَلْتُ قَلَائِدَ هَدْیِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ اَشْعَرَهَا وَقَلَّدَهَا، اَوْ قَلَّدْتُهَا، ثُمَّ بَعَثَ بِهَا اِلَی الْبَيْتِ، وَاَقَامَ بِالْمَدِيْنَةِ، فَمَا حَرُمَ عَلَيْهِ شَیْءٌ كَانَ لَهٗ حِلٌّ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں افلح بن حمید نے حدیث بیان کی از القاسم از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدی کے لیے ہار بنایا' پھر آپ نے اس ھدی میں اشعار کیا اور اس کو ہار پہنایا یا میں نے اس کو ہار پہنایا' پھر آپ نے اس کو بیت اللہ کی طرف روانہ کر دیا اور آپ نے مدینہ میں قیام کیا' پھر جو چیزیں آپ پر پہلے حلال تھیں' ان میں سے کوئی چیز حرام نہیں ہوئی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۶۹۶ میں گزر چکی ہے۔

۱۱۰ - بَابُ مَنْ قَلَّدَ الْقَلَائِدَ بِيَدِهٖ

جس نے اپنے ہاتھ سے ہار ڈالے

۱۷۰۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِىْ بَكْرِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ، عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّهَا اَخْبَرَتْهُ اَنَّ زِيَادَ بْنَ اَبِىْ سُفْيَانَ كَتَبَ اِلٰى عَائِشَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اِنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ مَنْ اَهْدٰى هَدْيًا، حَرُمَ عَلَيْهِ مَا يَحْرُمُ عَلَى الْحَاجِّ، حَتّٰى يُنْحَرَ هَدْيُهٗ. قَالَتْ عَمْرَةُ فَقَالَتْ عَائِشَةُ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا لَيْسَ كَمَا قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، اَنَا فَتَلْتُ قَلَائِدَ هَدْىِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدَىَّ، ثُمَّ قَلَّدَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدَيْهِ، ثُمَّ بَعَثَ بِهَا مَعَ اَبِىْ، فَلَمْ يَحْرُمْ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَىْءٌ اَحَلَّهُ اللّٰهُ حَتّٰى نُحِرَ الْهَدْىُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبردی از عبداللہ بن ابی بکر بن عمرو بن حزم از عمرہ بنت عبدالرحمان انہوں نے ان کو یہ خبر دی کہ زیاد بن ابی سفیان نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف لکھا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: جس شخص نے ھدی روانہ کی اس پر وہ کام حرام ہو جاتے ہیں جو محرم پر حرام ہوتے ہیں حتیٰ کہ وہ اپنی ھدی کو نحر کر دے عمرہ بیان کرتی ہیں: پس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: بات اس طرح نہیں ہے جس طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہی ہے میں اپنے ہاتھوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ھدی کے ہار بناتی تھی پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھوں سے وہ ہار ڈالتے تھے پھر وہ ہدی میرے والد (حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ) کے ساتھ روانہ کرتے تھے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ان میں سے کوئی چیز حرام نہیں ہوتی تھی جو اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے حلال کی تھی حتیٰ کہ اس ھدی کو نحر کر دیا جاتا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۶۹۶ میں گزر چکی ہے تاہم اس کی شرح میں چند مزید اُمور قابل غور ہیں:

حضرت معاویہ کا زیاد کے نسب کو اپنے والد کے نسب سے ملانا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کی سند میں امام بخاری نے زیاد بن ابی سفیان کا ذکر کیا ہے اسی طرح موطأ امام مالک میں مذکور ہے یہ امام مالک کے شیخ تھے بنوامیہ کے زمانہ میں ان سے اسی طرح روایت کی جاتی تھی اور ان کے بعد ان کو صرف زیادہ بن ابیہ کہا جاتا تھا کہا جاتا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کو اپنے والد کے نسب کے ساتھ ملا لیا تھا کیونکہ پہلے ان کو زیاد بن عبید کہا جاتا تھا ان کی ماں کا نام سمیہ تھا وہ الحارث بن کلدہ الثقفی کی باندی تھیں اور وہ عبید مذکور کے نکاح میں تھیں زیاد ان کے بستر پر پیدا ہوئے تھے اس لیے ان کی طرف منسوب تھے جب حضرت معاویہ خلیفہ ہوئے تو ایک جماعت نے ان کے سامنے گواہی دی کہ حضرت ابوسفیان نے یہ اقرار کیا تھا کہ زیاد ان کا بیٹا ہے اس وجہ سے حضرت معاویہ نے ان کو اپنے والد کے نسب سے ملا لیا اور زیاد کے بیٹے کے ساتھ اپنی بیٹی کی شادی کر دی اور زیاد کو بصرہ اور کوفہ دونوں کا گورنر بنا دیا زیاد حضرت معاویہ کی خلافت میں ۵۳ھ میں فوت ہو گئے تھے امام مسلم کی روایت میں زیاد بن ابوسفیان کی بجائے ابن زیاد مذکور ہے لیکن صحیح وہ لفظ ہے جو صحیح البخاری میں ہے سنن ابوداؤد اور دیگر کتب معتمدہ میں بھی اسی طرح مذکور ہے۔

حضرت ام المؤمنین اور حضرت ابن عباس کے علمی اختلاف میں علامہ عینی کا حضرت ابن عباس کی تائید کرنا اور یہ ثابت کرنا کہ ھدی کو ہار ڈالنے سے احرام لازم ہو جاتا ہے

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ جب کوئی شخص اپنی قربانی کے اونٹ کے گلے میں ہار ڈال کر اس

کو بیت اللہ روانہ کردے تو اس پر وہ چیزیں حرام ہو جاتی ہیں جو محرم پر حرام ہوتی ہیں تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کا اس حدیث سے رد فرمایا کہ جب ۹ ھ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی قربانی کا اونٹ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ بیت اللہ روانہ کیا تو آپ پر آپ کی حلال چیزوں میں سے کوئی چیز حرام نہیں ہوئی' حضرت ابن عباس نے کسی کے ساتھ ھدی روانہ کرنے کو خود ھدی ساتھ لے جانے پر قیاس کیا تھا کہ جس طرح کوئی شخص خود اپنے ساتھ ہدی کو بیت اللہ لے کر جائے تو یہ قران کے احرام کے قائم مقام ہے اور وہ شخص محرم ہو جاتا ہے جس طرح حجۃ الوداع میں ہوا تھا' اسی طرح کسی کے ساتھ ہدی روانہ کرنے سے بھی وہ محرم ہو جاتا ہے' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس قول کا یہ مطلب تھا کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت سے صراحۃً ثابت ہے کہ آپ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ۹ ھ میں ھدی روانہ کی اور اس سے آپ محرم نہیں ہوئے تو اس سنت کے مقابلہ میں قیاس کو ترک کر دیا جائے گا۔

علامہ عینی نے لکھا ہے کہ متعدد فقہاء تابعین نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کے موافق کہا ہے' ان میں شعبی' نخعی' حسن بصری' محمد بن سیرین' مجاہد' عطاء بن ابی رباح اور سعید بن جبیر وغیرہم شامل ہیں اور یہ صرف حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا قیاس نہیں ہے بلکہ حضرت ابن عباس کا موقف اس حدیث سے ثابت ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا' آپ کی قمیص گریبان کے پاس سے پھٹ گئی تو آپ نے اپنی قمیص کو پیروں کی جانب سے اتارا (سر کی طرف سے نہیں اتارا کیونکہ محرم سر کو نہیں ڈھانپ سکتا) تو لوگوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف دیکھا تو آپ نے فرمایا: جب میں نے اپنی قربانی کے اونٹ کو بھیجا تو میں نے یہ حکم دیا تھا کہ آج اس کے گلے میں ہار ڈالا جائے اور فلاں جگہ پر اس میں اشعار کیا جائے' پھر میں نے قمیص پہن لی اور میں اس بات کو بھول گیا' لہٰذا میرے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ میں سر کی طرف سے قمیص کو اتاروں اور آپ اپنی قربانی کا اونٹ بھیج کر مدینہ میں مقیم رہے تھے۔

(شرح معانی الآثار: ۴۰۹۰' مسند احمد ج ۳ ص ۴۰۰)

علامہ عینی لکھتے ہیں: اس حدیث کی سند حسن ہے اور حافظ ابو عمر ابن عبدالبر نے بھی اس کی روایت کی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۵۹۔۵۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

مصنف کا علامہ عینی کی تحقیق سے اختلاف کرنا اور یہ ثابت کرنا کہ ھدی کے گلے میں ہار ڈالنے سے احرام کے احکام لازم نہیں ہوتے

میں کہتا ہوں کہ امام طحاوی اور امام احمد کی یہ روایت صحیح بخاری کی حدیث کے پائے کی نہیں ہے حتیٰ کہ اس سے حضرت ابن عباس کے موقف کو ثابت کیا جائے اور حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے موقف کو رد کیا جائے۔

ثانیاً امام طحاوی نے خود بھی حضرت ابن عباس کے موقف کو رد کر کے حضرت عائشہ کے قول سے استدلال کیا ہے' وہ حضرت جابر کی حدیث مذکور کو روایت کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

امام ابو جعفر نے یہ کہا ہے کہ ایک قوم کا یہ مذہب ہے کہ جب کوئی شخص ھدی روانہ کرنے کے بعد اپنے گھر میں رہے اور اس کی ہدی کے گلے میں ہار ڈال دیا جائے اور اس میں اشعار کر دیا جائے تو وہ اس وقت تک سلے ہوئے کپڑے نہیں پہنے گا جب تک کہ تمام لوگ حج کر کے اپنا احرام کھول نہ دیں۔ انہوں نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے اور حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم سے بھی اسی طرح روایت ہے۔ اس کے برخلاف دوسری روایت یہ ہے:

مسروق بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ کہا کہ کچھ لوگ بیت اللہ کی طرف قربانی بھیجتے ہیں اور کہتے ہیں

کہ فلاں دن اس کے گلے میں ہار ڈالا جائے' پھر وہ اس وقت تک محرم رہتے ہیں حتیٰ کہ تمام لوگ حج سے فارغ ہو کر اپنا احرام کھول دیں' حضرت عائشہ نے حجاب کے پیچھے سے اس بات کو سنا تو اپنے ہاتھ پر ہاتھ مار کر کہا: سبحان اللہ! میں اپنے ہاتھ سے رسول اللہ ﷺ کے ہدی کا ہار بناتی تھی اور آپ اس قربانی کو کعبہ کی طرف بھیج دیتے اور ہمارے پاس مقیم رہتے اور آپ لوگوں کے واپس آنے تک اسی طرح رہتے تھے جس طرح غیر محرم رہتے ہیں۔ (شرح معانی الآثار: ۴۰۹۴' صحیح البخاری: ۱۷۰۴' صحیح مسلم: ۱۳۲۱' سنن ابوداؤد: ۱۷۵۷' سنن نسائی: ۲۷۷۱' سنن ابن ماجہ: ۳۰۹۸' مسند احمد ج ۶ ص ۲۳۸۔ ۲۲۴۔ ۷۸)

امام طحاوی نے اس سلسلہ میں صحیح البخاری کی زیر بحث حدیث: ۱۷۰۰ کی بھی روایت کی ہے: شرح معانی الآثار: ۴۰۹۱۔

امام طحاوی نے اس حدیث کو ۴۰۹۱ سے لے کر ۴۱۱۱ تک متعدد اسانید کے ساتھ روایت کیا ہے' اس کے بعد لکھتے ہیں:

پس جب یہ واجب ہو گیا تو اختلاف منتفی ہو گیا اور ان احادیث سے واضح ہو گیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا مذہب صحیح ہے اور ان لوگوں کا قول فاسد ہے جنہوں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث پر بناء کی ہے اور یہی امام ابوحنیفہ' امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ کا قول ہے۔ (شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۳۵۱۔ ۳۴۷' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

اس تفصیل سے واضح ہو گیا کہ علامہ عینی نے اس حدیث کی شرح میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے مؤقف کی تائید میں جو کچھ لکھا ہے وہ صحیح نہیں ہے' اور اس مبحث میں صحیح وہی ہے جو حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہے' اور علامہ عینی نے امام طحاوی کی پوری عبارت پڑھے بغیر جلدی میں لکھ دیا' جو لکھ دیا۔

حافظ ابن حجر کا حضرت ابن عباس کے مقابلہ میں حضرت ام المؤمنین کے مؤقف کی تائید کرنا

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی نے اس حدیث کی شرح میں طویل بحث کی ہے اور آخر میں لکھا ہے:

جن فقہاء نے حضرت ابن عباس کے مؤقف کے موافق کہا ہے انہوں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے جس کی امام طحاوی نے روایت کی ہے' لیکن اس حدیث سے استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ اس کی سند ضعیف ہے' الزہری نے کہا ہے کہ حضرت ابن عباس کے مؤقف کے خلاف پر اجماع ہو چکا ہے' امام بیہقی نے کہا ہے کہ سب سے پہلے اس مسئلہ میں جس نے جہالت سے پردہ اٹھایا اور سنت کو ظاہر کیا وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں اور جب لوگوں تک حضرت عائشہ کی حدیث پہنچی تو انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول پر عمل کیا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے فتویٰ کو ترک کر دیا' علامہ ابن المنذر نے لکھا ہے کہ جمہور نے یہ کہا ہے کہ ہدی کے گلے میں ہار ڈالنے سے کوئی شخص محرم نہیں ہوتا اور اس پر کوئی چیز واجب نہیں ہوتی' علامہ خطابی نے اصحاب الرائے (فقہاء احناف) سے حضرت ابن عباس کے قول کی مثل کو نقل کیا ہے' اور یہ علامہ خطابی کی خطاء ہے کیونکہ امام طحاوی فقہاء احناف کے مذہب کو ان سے زیادہ جاننے والے ہیں۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۲۳۶' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ خطابی کا احناف کی طرف غلط مسلک منسوب کرنا

علامہ ابوسلیمان حمد بن محمد خطابی شافعی متوفی ۳۸۸ھ کی عبارت درج ذیل ہے:

حضرت ام المؤمنین نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہدی کو روانہ کیا اور اس کا ہار میں نے اس سوت سے بنایا تھا جو میرے پاس تھا' پھر رسول اللہ ﷺ نے صبح کی اور اس وقت آپ غیر محرم تھے' جس طرح کوئی شخص صبح کو اپنی اہلیہ کے پاس سے اٹھتا ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۷۵۷)

میں کہتا ہوں کہ جن فقہاء نے اس حدیث کے ظاہر کے مطابق کہا ہے کہ کوئی شخص محض ہدی کے گلے میں ہار ڈالنے سے محرم نہیں

ہوتا حتیٰ کہ وہ احرام باندھ لے' وہ امام مالک اور امام شافعی ہیں اور سفیان ثوری اور امام احمد بن حنبل اور اسحاق نے یہ کہا ہے کہ جب وہ حج کا ارادہ کر کے ھدی کے گلے میں ہار ڈالے گا تو اس پر حج واجب ہو جائے گا' اور اصحاب الرائے (فقہاء احناف) نے یہ کہا ہے کہ جب اس نے ھدی روانہ کر کے اس کے گلے میں ہار ڈال دیا تو اس پر احرام واجب ہو گیا۔

(معالم السنن ج ۲ ص ۱۳۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

فقہاء احناف کا یہ مذہب نہیں ہے' ان کا مذہب حضرت ام المؤمنین کے قول کے موافق ہے اور علامہ خطابی نے ان کا مذہب غلط نقل کیا ہے جیسا کہ امام طحاوی کی تصریح اور علامہ ابن حجر کی تنبیہ سے ظاہر ہے۔

محض قربانی کے گلے میں ہار ڈالنے سے احرام کے احکام لازم نہ ہونے میں مذاہب ائمہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری کی اس باب سے غرض یہ ہے کہ جو شخص بیت اللہ کی طرف ھدی بھیجنے کا ارادہ کرے اور اپنے شہر میں ہی رہے' اس کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ اپنے شہر میں ہی ہدی کو ہار ڈالے اور اس میں اشعار کرے' پھر اس کو روانہ کر دے' جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس وقت کیا جب آپ نے ۹ھ کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ اپنی ھدی کو روانہ کیا اور اس فعل نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر احرام کو واجب کیا نہ سلے ہوئے کپڑوں کے اتارنے کو اور نہ کسی اور چیز کو اور تمام ائمہ فتویٰ کا یہی قول ہے' ان میں امام مالک' لیث' اوزاعی' امام ابوحنیفہ' امام شافعی' امام احمد' اسحاق اور ابوثور ہیں' ان سب نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ ہدی کو ہار ڈالنا احرام کو واجب نہیں کرتا اور ان سب نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اس قول کو رد کیا ہے کہ ھدی کو ہار ڈال کر کعبہ کی طرف بھیجنے سے احرام لازم ہو جاتا ہے اور اس پر واجب ہے کہ وہ ان چیزوں سے اجتناب کرے جن سے محرم اجتناب کرتا ہے حتیٰ کہ اس کی ھدی کو نحر کر دیا جائے' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بھی حضرت ابن عباس کی متابعت کی اور عطاء کا بھی یہی قول ہے اور ان سب کے خلاف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث حجت ہے۔

امام طحاوی نے کہا ہے کہ ربیعہ بن الھدیر نے ایک شخص کو عراق میں دیکھا کہ اس نے سلے ہوئے کپڑے اتارے ہوئے تھے' لوگوں نے اس سے اس کی وجہ پوچھی تو اس نے کہا کہ اس نے ہدی کے گلے میں ہار ڈالنے کا حکم دیا ہے' اس لیے اس نے سلے ہوئے کپڑے اتار دیئے' اس بات کا حضرت ابن الزبیر سے ذکر کیا گیا تو انہوں نے کہا: رب کعبہ کی قسم! یہ بدعت ہے۔ حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما نے اس کے بدعت ہونے کی قسم اسی وقت کھائی تھی جب کہ انہیں یہ علم تھا کہ یہ خلاف سنت ہے۔

(شرح معانی الآثار: ۴۱۱۲۔ ج ۲ ص ۳۵۲)

علامہ ابن بطال کی عبارت یہاں پر ختم ہو گئی۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۳۳۰-۳۲۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

صحابہ کرام مسائل میں اختلاف کے باوجود باہمی احترام کو قائم رکھتے تھے اور دیگر مسائل

- اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھوں سے قربانی کے اونٹ کے گلے میں ہار ڈالا' اس سے معلوم ہوا کہ کسی عمدہ کام کو انسان کو خود کرنا چاہیے خواہ اس کے خدام اس کام کو کرنے کے لیے موجود ہوں' خاص طور پر جب اس کام کا تعلق شریعت طرازی سے ہو اور شرعی حکم بیان کرنے سے ہو۔
- اس حدیث میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اجتہاد کا ذکر ہے کہ جب ھدی کو ساتھ لے جانے سے حجۃ الوداع میں قران واجب ہو گیا تھا تو ھدی کو روانہ کرنے سے بھی احرام واجب ہو جائے گا۔

اور اس میں یہ ذکر ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت صریحہ سے حضرت ابن عباس کے اجتہاد اور قیاس کو رد کر دیا۔
اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ اصل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال کی اتباع کی جائے سوا اس کے کہ کوئی فعل آپ کی خصوصیت ہو۔
اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کا مسائل میں اختلاف بھی ہوتا تھا لیکن وہ ایک دوسرے کے احترام میں فرق نہیں آنے دیتے تھے جیسا اختلاف حضرت ابن عباس اور حضرت عائشہ میں ہوا تھا' ایسا اختلاف اگر آج کل ہو تو ایک دوسرے کے خلاف فتووں کی مہم چلائی جاتی ہے اور ایک دوسرے کو منکر حدیث' منکر سنت اور بدعتی یا منکر قیاس اور منکر اجتہاد کہا جاتا ہے اور ایک صحابہ کرام تھے جو اس اختلاف کے باوجود باہمی احترام کرتے تھے۔

۱۱۱ - بَابُ تَقْلِيدِ الْغَنَمِ بکری کے گلے میں ہار ڈالنا

اس باب میں بکری کے گلے میں ہار ڈالنے کا حکم بیان کیا گیا ہے۔

۱۷۰۱ - حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ، عَنْ اِبْرَاهِيْمَ، عَنِ الْاَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ اَهْدَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّةً غَنَمًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' وہ بیان کرتے ہیں: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی از ابراہیم از الاسود از حضرت عائشہ رضی اللہ وہ بیان کرتی ہیں کہ ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بکری کے گلے میں ہار ڈالا۔

(صحیح مسلم: ۱۳۲۱' الرقم المسلسل: ۳۰۹۱' سنن ابوداؤد: ۱۷۵۵' سنن ترمذی: ۹۰۹' سنن نسائی: ۲۷۸۷-۲۷۸۵' سنن ابن ماجہ: ۳۰۹۶' مسند الحمیدی: ۲۱۷' المنتقی: ۴۲۶' سنن کبریٰ: ۳۷۶۷' سنن دارمی: ۱۹۱۱' مسند احمد ج ۶ ص ۴۱ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۴۱۳۶-ج ۴۰ ص ۱۶۴' موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

بکری کے گلے میں ہار ڈالنے میں مذاہب ائمہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:
بکری کو ہار ڈالنے میں فقہاء کا اختلاف ہے' بعض فقہاء کے نزدیک اس حدیث کی بناء پر بکری کو ہار ڈالنا جائز ہے' حضرت عائشہ ام المومنین اور عطاء کا یہی قول ہے' امام شافعی' امام احمد' اسحاق اور ابوثور کا یہی مذہب ہے اور امام مالک اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک بکری کو ہار نہیں ڈالا جائے گا' میرا گمان یہ ہے کہ ان ائمہ کو یہ حدیث نہیں پہنچی۔
(شرح ابن بطال ج ۴ ص ۳۳۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ ھ)

حافظ ابن حجر کا فقہاء احناف پر یہ اعتراض کہ بکری کو ھدی بنانا حنفیہ کا اصول نہیں ہے

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ امام مالک اور اصحاب الرائے (فقہاء احناف) نے بکری کے گلے میں ہار ڈالنے کا انکار کیا ہے' گویا ان فقہاء کو یہ حدیث نہیں پہنچی اور ہمیں ان کے اس انکار پر کوئی دلیل نہیں ملی سوائے ان کے اس قول کے کہ بکری کمزور ہے' وہ ہار کا بوجھ نہیں اٹھا سکتی اور یہ کمزور دلیل ہے کیونکہ ہار ڈالنے سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ ہار اس بات کی علامت ہو کہ یہ قربانی کا جانور ہے' علاوہ ازیں بکری کے کمزور ہونے کی وجہ سے اس میں اشعار نہیں کیا جاتا کیونکہ وہ اس سے کمزور ہے کہ اس کے جسم میں چیرا لگا کر یا چھری سے شگاف ڈال کے اس کے جسم پر خون بہایا جائے لیکن ہار کا بوجھ تو وہ برداشت کر سکتی ہے' فقہاء احناف یہ کہتے ہیں کہ بکری ھدی کے جانوروں میں سے نہیں ہے' پس یہ حدیث ان کے خلاف اس وجہ سے بھی حجت ہے' حافظ ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ جو فقہاء بکری کو ہار

ڈالنے کے قائل نہیں ہیں' ان کی دلیل یہ ہے کہ نبی ﷺ نے ایک بار حج کیا تھا اور اس میں بکری کو ہدی نہیں بنایا تھا' ان کی عبارت ختم ہوئی۔

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ مجھے ان کی دلیل سمجھ نہیں آ سکی کیونکہ اس باب کی حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ آپ نے مدینہ میں قیام کیا اور بکری کو بھیجا اور یہ قطعی طور پر آپ کے حج کرنے سے پہلے کا واقعہ ہے' اور آپ کے فعل اور ترک میں کوئی تعارض نہیں ہے کیونکہ محض آپ کا ترک کرنا جواز کے نسخ کی دلیل نہیں ہے۔

پھر علامہ ابن المنذر نے عبیداللہ بن ابی زید اور ابو جعفر محمد بن علی وغیرہم سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ بکری کے گلے میں ہار ڈال کر بھیجا جاتا تھا اور امام ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن عباس سے اس کی مثل روایت کی ہے اور اس سے ان کا مقصود ان فقہاء کا رد کرنا ہے جنہوں نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ بکری کو ھدی بنانے اور اس کو ہار ڈالنے کے ترک پر اجماع ہو چکا ہے۔

بعض مخالفین نے یہ بھی کہا ہے کہ اس حدیث کی حضرت عائشہ سے روایت کرنے میں اسود متفرد ہے کیونکہ ان کے گھر کے کسی فرد نے اس کی روایت نہیں کی' حافظ منذری نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ اسود ثقہ حافظ ہے' اس کے تفرد سے اس حدیث میں کوئی ضرر نہیں ہوگا۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۷۲۳' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حافظ ابن حجر کے اس قول کا رد کہ بکری کو ھدی بنانا حنفیہ کا اصول نہیں ہے

حافظ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ اس باب کی حدیث میں یہ تصریح ہے کہ نبی ﷺ نے بکری کے گلے میں ہار ڈالا تھا' یہ درست ہے لیکن اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ یہ احرام کی ھدی تھی اور حافظ ابن حجر کا مدعا یہ ہے کہ بکری کو احرام کی ھدی بنانا جائز ہے' نیز حافظ ابن حجر کا یہ کہنا بھی لغو ہے کہ آپ کے فعل اور ترک میں کوئی تعارض نہیں ہے' کیونکہ اس میں تعارض کا کس نے دعویٰ کیا ہے' ان کو تعارض کے معنی کی بھی خبر نہیں ہے' تعارض کا معنی یہ ہے کہ دو دلیلیں متعارض اور متقابل ہوں اور یہاں تو صرف اس کا ثبوت ہے کہ آپ نے بکری کے گلے میں ہار ڈالا تھا' اس کے مقابلہ میں دوسری کون سی حدیث ہے؟ حتیٰ کہ تعارض ہو۔

نیز حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ حنفیہ کا اصول ہے کہ بکری ھدی میں سے نہیں ہے' یہ انہوں نے فقہاء احناف پر افتراء کیا ہے' فقہاء احناف نے کسی کتاب میں یہ نہیں لکھا ہے کہ بکری ھدی نہیں بن سکتی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۶۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

بکری کو ہدی بنانے کا کتب حنفیہ سے ثبوت

فقہاء احناف کے نزدیک بکری کو ھدی بنانا جائز ہے' اس کی دلیل حسب ذیل عبارت ہے:

علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر فرغانی مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

ھدی میں کم سے کم بکری ہے' کیونکہ جب نبی ﷺ سے ھدی کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: اس میں کم سے کم بکری ہے' اور ھدی کی تین قسمیں ہیں: اونٹ' گائے اور بکری' کیونکہ نبی ﷺ نے بکری کو ادنیٰ قرار دیا ہے' اس لیے ضروری ہوا کہ اس کا اعلیٰ بھی ہو اور وہ گائے اور اونٹ ہے' کیونکہ ھدی وہ قربانی ہے جس کو تقرب کے حصول کے لیے حرم کی طرف ہدیہ کیا جائے اور تینوں قسمیں اس معنی میں برابر ہیں۔ (ھدایہ اولین ص ۲۸۰-۲۷۹' محمد علی کارخانہ اسلامی کتب' کراچی)

ھدایہ کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ بکری کو ھدی بنانا بھی فقہاء احناف کے نزدیک جائز ہے اور اس کو حرم میں بھیجنا بھی فقہاء احناف کے نزدیک جائز ہے اور ھدی کے گلے میں ہار صرف اس لیے ڈالا جاتا ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ وہ قربانی کے لیے حرم میں

بھیجی جا رہی ہے۔ حافظ ابن حجر کو چاہیے تھا کہ یہ لکھنے سے پہلے کہ اصولِ حنفیہ کے نزدیک بکری کو ھدی بنانا جائز نہیں ہے کم از کم ہدایہ کا مطالعہ کر لیتے۔

بکری کے گلے میں ہار ڈالنا سنت ہے

تاہم صاحب ھدایہ نے یہ لکھا ہے کہ بکری کے گلے میں عادۃً ہار نہیں ڈالا جاتا اور نہ ہمارے نزدیک اس کے گلے میں ہار ڈالنا سنت ہے کیونکہ اس کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ (ھدایہ اوّلین ص ۲۸۳' کارخانہ اسلامی کتب' کراچی)

علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ نے ھدایہ کی اس عبارت کا رد کیا ہے' وہ لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ صاحب ھدایہ نے یہ کیسے کہہ دیا حالانکہ اسود نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بکری بیت اللہ میں ہدیہ کی اور اس کے گلے میں ہار ڈالا اور اس سند کے ساتھ ائمہ ستہ نے اس حدیث کی روایت کی ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بکری کو روانہ کر کے ہمارے درمیان غیر محرم رہتے تھے اور ہمارے نزدیک بکری کے گلے میں ہار ڈالنے سے کوئی شخص محرم نہیں ہوتا' نیز علامہ شامی نے لکھا ہے کہ شکرانے کی قربانی مثلاً تمتع میں بکری کو ہار ڈالنا مستحب ہے۔

(البنایہ فی شرح الھدایہ ج ۵ ص ۱۷۴-۱۷۳' مکتبہ حقانیہ' ملتان' ردالمحتار ج ۴ ص ۳۴' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۳۰۹۹-ج ۳ ص ۵۷۲-۵۷۱ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح کا عنوان ہے: بکری کے گلے میں ہار ڈالنے میں مذاہب' وہاں پر ہم نے عمدۃ القاری کے حوالہ سے یہ لکھا ہے کہ فقہاء احناف کے نزدیک بکری کے گلے میں ہار ڈالنا سنت نہیں ہے البتہ جائز ہے' اور یہاں نعمۃ الباری میں البنایہ کے حوالے سے یہ لکھا ہے کہ بکری کے گلے میں ہار ڈالنا سنت ہے اور اس کے سنت ہونے کی نفی کیسے ہو سکتی ہے جب کہ صحاح ستہ کی تمام کتب حدیث میں یہ تصریح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بکری کے گلے میں ہار ڈالا ہے' جیسا کہ ہم اس حدیث کی تخریج میں لکھ چکے ہیں اور صحیح وہی ہے جو ہم نے یہاں نعمۃ الباری میں لکھا ہے۔

وللّٰہ الحمد علی ما وفقنی لاثبات السنۃ و اظہارھا

۱۷۰۲ - حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ عَنِ الْأَسْوَدِ' عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كُنْتُ أَفْتِلُ الْقَلَائِدَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' فَيُقَلِّدُ الْغَنَمَ' وَيُقِيمُ فِي أَهْلِهِ حَلَالًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو النعمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الواحد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم نے حدیث بیان کی از الاسود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بکریوں کے لیے ہار بناتی تھی' آپ بکریوں کے گلے میں ہار ڈالتے تھے اور بغیر احرام کے گھر میں مقیم رہتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' اس سے پہلی حدیث صحیح البخاری: ۱۷۰۱ میں گزر چکی ہے۔

۱۷۰۳ - حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ قَالَ حَدَّثَنَا مَنْصُورُ بْنُ الْمُعْتَمِرِ قَالَ. ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ' عَنْ مَنْصُورٍ' عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ' عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو النعمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں منصور بن المعتمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا (ح) اور ہمیں محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان

كُنْتُ اَفْتِلُ قِلَائِدَ الْغَنَمِ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَيَبْعَثُ بِهَا ثُمَّ يَمْكُثُ حَلَالًا.

نے خبر دی از منصور از ابراہیم از الاسود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بکریوں کے لیے ہار بناتی تھی آپ ان کو (بیت اللہ) روانہ کر دیتے' پھر آپ بغیر احرام کے رہتے تھے۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری:۱۶۹۶ میں گزر چکی ہے۔

۱۷۰۴ - حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ، عَنْ عَامِرٍ، عَنْ مَسْرُوْقٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ فَتَلْتُ لِهَدْيِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، تَعْنِي الْقَلَائِدَ، قَبْلَ اَنْ يُّحْرِمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زکریا نے حدیث بیان کی از عامر از مسروق از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ھدی کے لیے ہار بناتی تھی' آپ کے احرام باندھنے سے پہلے۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری:۱۶۹۶ میں گزر چکی ہے۔

۱۱۲ - بَابُ الْقَلَائِدِ مِنَ الْعِهْنِ

اُون سے ہار بنانا

۱۷۰۵ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ، قَالَ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ مُعَاذٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ، عَنِ الْقَاسِمِ، عَنْ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ فَتَلْتُ قَلَائِدَهَا مِنْ عِهْنٍ كَانَ عِنْدِيْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن علی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معاذ بن معاذ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن عون نے حدیث بیان کی از القاسم از حضرت ام المؤمنین رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ میرے پاس جو اُون تھا اس سے میں نے (ھدی کے) ہار بنائے۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری:۱۶۹۶ میں گزر چکی ہے۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ نے لکھا ہے کہ اس حدیث میں ان لوگوں کا ردّ ہے جنہوں نے اُون سے ہار بنانے کو مکروہ قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ ہار روئی کی جنس سے ہونا چاہیے اور یہ قول امام مالک سے منقول ہے' علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ امام مالک کی مراد یہ ہو کہ روئی کی جنس سے ہار بنانا اولیٰ ہے اگرچہ اُون سے ہار بنانا بھی جائز ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۶۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۱۳ - بَابُ تَقْلِيْدِ النَّعْلِ

ہار میں جوتا لٹکانا

۱۷۰۶ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الْاَعْلٰى بْنُ عَبْدِ الْاَعْلٰى، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِيْ كَثِيْرٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى رَجُلًا يَسُوْقُ بَدَنَةً، قَالَ ارْكَبْهَا. قَالَ اِنَّهَا بَدَنَةٌ، قَالَ ارْكَبْهَا. قَالَ فَلَقَدْ رَاَيْتُهُ رَاكِبَهَا، يُسَايِرُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَالنَّعْلُ فِيْ عُنُقِهَا. تَابَعَهُ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الاعلیٰ بن عبد الاعلیٰ نے خبر دی از معمر از یحییٰ بن ابی کثیر از عکرمہ از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا جو بَدَنہ (قربانی کا اونٹ) ہانک کر لے جا رہا تھا' آپ نے فرمایا: اس پر سوار ہو' اس نے کہا: یہ بدنہ ہے' آپ نے فرمایا: اس پر سوار ہو' حضرت ابوہریرہ نے کہا: میں نے اس شخص کو دیکھا وہ اونٹ پر سوار ہو کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چل

رہا تھا اور جوتا اس اونٹ کے گلے میں لٹکا ہوا تھا۔ اس حدیث میں علی بن المبارک نے معمر کی متابعت کی ہے (یہ حافظ ابن حجر اور علامہ عینی کی تحقیق ہے ورنہ بہ ظاہر محمد بن بشار نے متابعت کی ہے)۔

حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ قَالَ اَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ يَحْيٰى، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

انہوں نے کہا: ہمیں عثمان بن عمر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں علی بن المبارک نے خبر دی از یحییٰ از عکرمہ از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۶۸۹ میں گزر چکی ہے، تاہم جوتا لٹکانے کی تفصیل درج ذیل ہے:

ھدی کی گردن میں جوتا لٹکانے کی تفصیل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

الثوری کے نزدیک ہار میں دو جوتے لٹکانا شرط ہیں اور دوسروں کے نزدیک ایک جوتا لٹکانا بھی جائز ہے اور دوسروں نے یہ بھی کہا ہے کہ جوتا لٹکانا بھی معین نہیں ہے بلکہ جو چیز بھی جوتے کے قائم مقام ہو اس کا لٹکانا جائز ہے، حتیٰ کہ چمڑے کا ٹکڑا اور چھوٹی مشک یا چمڑے کے ڈول نما برتن کو بھی لٹکانا جائز ہے اور جوتے لٹکانے میں حکمت یہ ہے کہ جوتے انسان کے لیے سواری کے قائم مقام ہیں کیونکہ وہ انسان کو گرد و غبار اور کوڑے کرکٹ سے بچاتے ہیں، اس لیے دو جوتوں کو ھدی میں لٹکانا مستحب ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۶۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۱۱٤ - بَابُ الْجِلَالِ لِلْبُدْنِ اونٹوں کی جھولوں کا حکم

اس باب کے عنوان میں "الجلال" کا لفظ ہے، یہ "جُل" کی جمع ہے، جل کو اردو میں جھول کہتے ہیں، اس سے مراد وہ کپڑا ہے جو اونٹ، گھوڑے، گدھے اور خچر کی پشت پر بچھایا جاتا ہے، زیادہ تر اونٹوں کی پشت پر جو دری وغیرہ بچھائی جاتی ہے اس کو جل یا جھول کہتے ہیں۔

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا لَا يَشُقُّ مِنَ الْجِلَالِ اِلَّا مَوْضِعَ السَّنَامِ، وَاِذَا نَحَرَهَا نَزَعَ جِلَالَهَا، مَخَافَةَ اَنْ يُّفْسِدَهَا الدَّمُ، ثُمَّ يَتَصَدَّقُ بِهَا.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب اونٹ کو نحر کرتے تو اس کے کوہان کی جگہ سے جھول کو پھاڑتے نہیں تھے، وہ اس خوف سے نحر کے وقت جھول کو اتار لیتے تھے کہ کہیں وہ خون سے خراب نہ ہو جائے، پھر اس جھول کو صدقہ کر دیتے تھے۔

اس تعلیق کی اصل درج ذیل حدیث ہے:

امام مالک از نافع روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنے اونٹوں کی جھولوں کو پھاڑتے نہیں تھے اور ان اونٹوں پر اسی وقت جھول ڈالتے تھے جب وہ صبح کو منیٰ سے عرفات کی طرف جاتے تھے۔ (موطأ امام مالک رقم الحدیث: ۱۴۷۰، المکتبۃ التوفیقیہ)

۱۷۰۷ - حَدَّثَنَا قَبِيْصَةُ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ ابْنِ اَبِيْ نَجِيْحٍ، عَنْ مُّجَاهِدٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ اَبِيْ لَيْلٰى، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اَمَرَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ اَتَصَدَّقَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قبیصہ نے حدیث بیان کی، وہ کہتے ہیں: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ابن ابی نجیح از مجاہد از عبد الرحمان بن ابی لیلیٰ از حضرت علی رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا کہ جب میں اونٹوں

بِجِلَالِ الْبُدْنِ الَّتِیْ نَحَرْتُ وَبِجُلُوْدِهَا.

کروں تو ان کی جھولوں اور کھالوں کو صدقہ کر دیا کروں۔

[اطراف الحدیث: ۱۷۱۶-۱۷۱۷-۱۷۱۸-۲۲۹۹] (صحیح مسلم: ۱۳۱۷، الرقم المسلسل: ۳۰۷۰، سنن ابوداؤد: ۱۷۶۹، سنن ابن ماجہ: ۳۱۵۷-۳۰۹۹، مسند الحمیدی: ۴۱، مسند البزار: ۶۱۰، سنن کبریٰ: ۴۱۳۶، مسند ابویعلیٰ: ۲۹۸-۵۷۷، صحیح ابن خزیمہ: ۲۹۲۲، سنن بیہقی ج ۹ ص ۲۹۴، مسند احمد ج ۱ ص ۷۹ طبع قدیم مسند احمد: ۵۹۳- ج ۲ ص ۳۲، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

نحر یا قربانی کے وقت حفاظت کے قصد سے جھول کو اُتارنا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

امام طبری نے کہا ہے کہ قربانی کے اونٹوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت یہ ہے کہ جب کوئی شخص ان اونٹوں کو کعبہ کی طرف ہانک کر لے جائے تو ان کے اوپر جھول ڈال دے اور جب قربانی اپنے محل میں پہنچ جائے تو اونٹوں کو نحر کرے اور ان کے گوشت' کھال اور جھول کو صدقہ کر دے اور یہ کہ قربانی کرنے والا خود نحر کرے اور خود گوشت اور کھال وغیرہ کو صدقہ کرے۔

علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنے اونٹوں پر عمدہ قسم کی چادروں اور نفیس کپڑوں کی جھول ڈالتے تھے حتیٰ کہ مدینہ سے باہر نکل جاتے' پھر ان چادروں کو اتار کر لپیٹ کر رکھ دیتے حتیٰ کہ جب عرفہ کا دن ہوتا تو پھر اونٹوں پر وہ چادریں ڈالتے حتیٰ کہ اونٹوں کو نحر کرتے' پھر ان کو صدقہ کر دیتے۔

ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ ھدی کی جھول اور اس کی لگام کو صدقہ کر دے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس کا حکم دیا تھا اور ظاہر یہ ہے کہ یہ حکم استحباب کے لیے تھا۔

امام مالک' امام شافعی اور امام ابوحنیفہ رحمہم اللہ کے نزدیک اونٹوں کو جھول پہنانا جائز ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۴ ص ۳۳۵-۳۳۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۱۱۵ - بَابُ مَنِ اشْتَرٰی هَدْیَهٗ مِنَ الطَّرِیْقِ وَقَلَّدَهٗ

جس نے راستہ سے اپنی ھدی خرید کر اس کو ہار ڈالا

۱۷۰۸ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِیْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ ضَمْرَةَ قَالَ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ' عَنْ نَافِعٍ قَالَ أَرَادَ ابْنُ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا' الْحَجَّ عَامَ حَجَّةِ الْحَرُوْرِیَّةِ فِیْ عَهْدِ ابْنِ الزُّبَیْرِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا' فَقِیْلَ لَهٗ إِنَّ النَّاسَ كَائِنٌ بَیْنَهُمْ قِتَالٌ' وَنَخَافُ أَنْ یَّصُدُّوْكَ' فَقَالَ ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ (الاحزاب: ۲۱) إِذًا أَصْنَعُ كَمَا صَنَعَ' أُشْهِدُكُمْ أَنِّیْ أَوْجَبْتُ عُمْرَةً' حَتّٰى كَانَ بِظَاهِرِ الْبَیْدَاءِ قَالَ مَا شَأْنُ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ إِلَّا وَاحِدٌ' أُشْهِدُكُمْ أَنِّیْ جَمَعْتُ حَجَّةً مَّعَ عُمْرَةٍ' وَأَهْدٰى هَدْیًا مُّقَلَّدًا اِشْتَرَاهُ' حَتّٰى قَدِمَ' فَطَافَ بِالْبَیْتِ وَبِالصَّفَا' وَلَمْ یَزِدْ عَلٰى ذٰلِكَ'

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوضمرہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں موسیٰ بن عقبہ نے حدیث بیان کی از نافع' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس سال حج کا ارادہ کیا جس سال حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما کی خلافت میں حروراء کے خارجیوں نے حج کا ارادہ کیا تھا' ان سے کہا گیا کہ اس سال جنگ ہونے والی ہے اور ہمیں یہ خطرہ ہے کہ وہ لوگ آپ کو روک دیں گے' حضرت ابن عمر نے کہا: تحقیق یہ ہے کہ تمہارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں عمدہ نمونہ ہے۔ (الاحزاب: ۲۱) پس اس وقت میں اس طرح کروں گا جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا تھا' میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ بے شک میں نے عمرہ کو واجب کر لیا ہے

وَلَمْ يَحْلِلْ مِنْ شَيْءٍ حَرُمَ مِنْهُ حَتّٰى يَوْمِ النَّحْرِ، فَحَلَقَ وَنَحَرَ، وَرَاٰى اَنْ قَدْ قَضٰى طَوَافَهُ، الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ بِطَوَافِهِ الْاَوَّلِ، ثُمَّ قَالَ كَذٰلِكَ صَنَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

حتیٰ کہ جب وہ ظاہر البیداء پر پہنچے تو انہوں نے کہا: حج اور عمرہ کی عبادت کا تو ایک ہی طریقہ ہے میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ بے شک میں نے حج کے ساتھ عمرہ کو جمع کر لیا ہے اور انہوں نے ہدی کو بھی ساتھ لیا جس میں ہار ڈلا ہوا تھا جس کو انہوں نے خریدا تھا' حتیٰ کہ وہ مکہ مکرمہ میں آئے' پس انہوں نے بیت اللہ کا اور صفا کا طواف کیا اور اس پر کوئی اضافہ نہیں کیا' اور کسی ایسی چیز سے حلال نہیں ہوئے جو ان پر حرام ہو گئی تھی حتیٰ کہ قربانی کے نحر کا دن آ گیا' پھر انہوں نے سر منڈایا اور نحر کیا اور ان کی یہ رائے تھی کہ ان کے پہلے طواف سے حج اور عمرہ دونوں کا طواف ہو گیا' پھر انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اسی طرح کیا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۶۳۹ میں گزر چکی ہے۔

۱۱۶ - بَابُ ذَبْحِ الرَّجُلِ الْبَقَرَ عَنْ نِسَائِهِ مِنْ غَيْرِ اَمْرِهِنَّ

کسی شخص کا اپنی بیویوں کی طرف سے ان کی اجازت کے بغیر گائے کو ذبح کرنا

۱۷۰۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ، عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَتْ سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا تَقُوْلُ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لِخَمْسٍ بَقِيْنَ مِنْ ذِي الْقَعْدَةِ، لَا نُرٰى اِلَّا الْحَجَّ، فَلَمَّا دَنَوْنَا مِنْ مَّكَّةَ، اَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَّمْ يَكُنْ مَّعَهُ هَدْيٌ اِذَا طَافَ وَسَعٰى بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ اَنْ يَّحِلَّ قَالَتْ فَدُخِلَ عَلَيْنَا يَوْمَ النَّحْرِ بِلَحْمِ بَقَرٍ، فَقُلْتُ مَا هٰذَا؟ قَالَ نَحَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ اَزْوَاجِهِ. قَالَ يَحْيٰى فَذَكَرْتُهُ لِلْقَاسِمِ، فَقَالَ اَتَتْكَ بِالْحَدِيْثِ عَلٰى وَجْهِهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از یحییٰ بن سعید از عمرہ بنت عبدالرحمان' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ہم پچیس ذوالقعدہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ روانہ ہوئے' ہمارا ارادہ صرف حج کرنے کا تھا' جب ہم مکہ کے قریب پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ حکم دیا کہ جس کے ساتھ ہدی نہیں ہے جب وہ طواف اور صفا اور المروۃ کے درمیان سعی کر لے تو احرام کھول دے' حضرت عائشہ نے بیان کیا کہ پھر نحر کے دن لوگ ہمارے پاس گائے کا گوشت لے کر آئے' میں نے پوچھا: یہ کیسا گوشت ہے؟ لانے والے نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ازواج کی طرف سے گائے کو نحر کیا ہے' یحییٰ نے کہا: میں نے یہ حدیث قاسم سے بیان کی تو انہوں نے کہا: عمرہ نے یہ حدیث تمہیں صحیح طرح بیان کی ہے۔

یہ حدیث' صحیح البخاری: ۲۹۴ میں گزر چکی ہے۔

گائے کو نحر اور ذبح کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے گائے کو نحر کیا' علماء کے نزدیک گائے کو نحر کرنا جائز ہے تاہم گائے کو ذبح کرنا مستحب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةً. (البقرہ:٦٧) بے شک اللہ تمہیں یہ حکم دیتا ہے کہ تم گائے کو ذبح کرو۔

حسن بن صالح نے اس کی مخالفت کی ہے اور کہا ہے کہ نحر کرنا مستحب ہے۔

امام مالک نے کہا: اونٹ کو بغیر ضرورت کے ذبح کر دیا گیا یا بکری کو بغیر ضرورت کے نحر کر دیا گیا تو اس کو نہیں کھایا جائے گا۔

مجاہد گائے کے نحر کرنے کو مستحب کہتے تھے' میں کہتا ہوں کہ حدیث میں '' نحر '' کا لفظ ہے جیسے یہاں ہے اور حدیث میں گائے کو ذبح کرنے کے بھی الفاظ ہیں' جیسے عنقریب آئیں گے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۶۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۱۷ - بَابُ النَّحْرِ فِيْ مَنْحَرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِنًى

منیٰ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں نحر کیا تھا' وہاں نحر کرنا

اس عنوان میں '' نحر '' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: اونٹ کے سینہ کے سب سے بلند حصہ پر نیزہ مارنا۔

'' منحر '' اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں اونٹوں کو نحر کیا جاتا ہے۔

علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا '' منحر '' وہ جگہ ہے جو جمرہ اولیٰ کے پاس مسجد منیٰ کے قریب ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۶۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

۱۷۱۰ - حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ سَمِعَ خَالِدَ بْنَ الْحَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ' عَنْ نَّافِعٍ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ كَانَ يَنْحَرُ فِي الْمَنْحَرِ' قَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ مَنْحَرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے خالد بن الحارث سے سنا' انہوں نے کہا: ہمیں عبید اللہ بن عمر نے حدیث بیان کی از نافع کہ حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ منحر میں نحر کرتے تھے' عبید اللہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منحر میں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۹۸۳ میں گزر چکی ہے' تاہم اس کی مزید تفصیل بیان کی جا رہی ہے۔

حج کرنے والے' عمرہ کرنے والے اور جس کو حج اور عمرہ سے روکا گیا ہو' ان سب کے لیے نحر کرنے کی جگہیں

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

علماء کا اس پر اجماع ہے کہ حج میں نحر کرنے کی جگہ منیٰ میں ہے' رہا عمرہ تو اس میں ہمارے لیے کوئی معین جگہ نہیں ہے' سو جو شخص اپنے عمرہ میں نحر کرنے کا ارادہ کرے یا کوئی نفلی قربانی بھیجے تو وہ مکہ مکرمہ میں جس جگہ چاہے' نحر کر لے اور یہ بھی اجماع ہے' سو جس نے اس طرح کیا اس نے ہماری سنت کو پا لیا' یہ امام مالک کا قول ہے' اور امام ابوحنیفہ اور امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ اگر اس نے منیٰ کے علاوہ کسی جگہ نحر کیا اور مکہ مکرمہ بھی حرم سے ہے تو اس کا نحر ہو جائے گا۔

اس پر اجماع ہے کہ اگر وہ دشمن کی وجہ سے حرم سے رکا ہوا نہیں تھا اور اس نے غیر حرم میں نحر کیا تو یہ جائز نہیں ہے۔

ابن القصار نے کہا ہے کہ امام مالک کی دلیل یہ ہے کہ انہوں نے اپنی موطأ میں ذکر کیا ہے کہ ان کو یہ حدیث پہنچی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے حج میں منیٰ میں فرمایا: یہ منحر ہے اور منیٰ سارا کا سارا منحر ہے اور عمرہ میں فرمایا: یہ منحر ہے یعنی المروۃ' اور مکہ کے تمام راستے منحر ہیں' اور اس کے مفہوم مخالف سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ منیٰ اور مکہ کے علاوہ کوئی جگہ منحر نہیں ہے' اس سے معلوم ہوا کہ منیٰ حج

کرنے والوں کے لیے منحر ہے اور مکہ عمرہ کرنے والوں کے لیے منحر ہے اور ان کے علاوہ اور کوئی جگہ منحر نہیں ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ھدی کو حدیبیہ میں نحر کیا تھا اور وہ مکہ میں ہے نہ منٰی میں؛ بلکہ وہ حرم میں ہے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ھدی اپنے محل میں نہیں پہنچ سکی تھی' اور چونکہ آپ کو عمرہ کرنے سے روک دیا گیا تھا' اس وجہ سے آپ کے لیے جائز تھا کہ آپ اپنی ہدی کو غیر محل میں ذبح کر دیں جیسے آپ کے لیے جائز تھا کہ آپ غیر محل میں اپنے احرام سے نکل جائیں اور آپ کو حرم میں جانے سے نہیں روکا گیا تھا' آپ کو بیت اللہ میں جانے سے روکا گیا تھا اور حدیبیہ کا بعض حصہ حرم میں ہے اور بعض حصہ حل (خارج از حرم) میں ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۳۳۸۔ ۳۳۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۱۷۱۱ - حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا اَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ' عَنْ نَّافِعٍ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا كَانَ يَبْعَثُ بِهَدْيِهٖ مِنْ جَمْعٍ مِّنْ اٰخِرِ اللَّيْلِ' حَتّٰى يُدْخَلَ بِهٖ مَنْحَرُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ حُجَّاجٍ فِيْهِمُ الْحُرُّ وَالْمَمْلُوْكُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ ہمیں انس بن عیاض نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں موسیٰ بن عقبہ نے حدیث بیان کی از نافع' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما رات کے آخری حصہ میں اپنی ھدی کو المزدلفہ سے بھیجتے تھے حتیٰ کہ وہ اپنی ھدی کو لے کر حج کرنے والوں کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے منحر میں داخل ہوتے' ان میں آزاد بھی ہوتے تھے اور غلام بھی۔

اس حدیث کی شرح کے لیے حدیث سابق' صحیح البخاری: ۱۷۱۰ کی شرح کو ملاحظہ فرمائیں۔

۱۱۸ - بَابُ مَنْ نَحَرَ بِيَدِهٖ
جس نے اپنے ہاتھ سے نحر کیا

۱۷۱۲ - حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ بَكَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ' عَنْ اَيُّوْبَ' عَنْ اَبِيْ قِلَابَةَ' عَنْ اَنَسٍ وَّذَكَرَ الْحَدِيْثَ' قَالَ وَنَحَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهٖ سَبْعَ بُدْنٍ قِيَامًا' وَضَحّٰى بِالْمَدِيْنَةِ كَبْشَيْنِ اَمْلَحَيْنِ اَقْرَنَيْنِ. مُخْتَصَرًا. [طرف الحدیث: ۱۵۴۷]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سہل بکار نے حدیث بیان کی' انہوں نے بیان کیا: ہمیں وہب نے حدیث بیان کی از ابی قلابہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ اور حدیث کو ذکر کیا اور کہا: اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سات بدنہ (اونٹ) کھڑے کر کے اپنے ہاتھ سے نحر کیے اور مدینہ میں آپ نے دو سینگوں والے مینڈھے ذبح کیے' یہ حدیث یہاں اختصار سے روایت کی گئی ہے' اس کے بعد اس کی تفصیل آئے گی۔

اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) سہل بن بکار ابوبشر الدارمی (۲) وہیب بن خالد بن عجلان (۳) ایوب السختیانی (۴) ابوقلابہ عبداللہ بن زید الجرمی (۵) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۷۱)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سات بدنہ کھڑے کر کے اپنے ہاتھ سے نحر کیے۔

اونٹ کو کھڑا کر کے اور بٹھا کر نحر کرنے میں مذاہب ائمہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے نحر کیا' اور جو شخص اچھی طرح سے نحر کر سکتا ہو اس کے لیے یہی افضل ہے کہ وہ خود اپنے ہاتھ سے نحر کرے بجائے اس کے کہ کوئی اور اس کی ہدی کو نحر کرے' نیز اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے اونٹ کو کھڑا کر کے اس کو نحر کیا' امام شافعی' امام احمد اور ابوثور کا یہی قول ہے' اور امام ابوحنیفہ اور ثوری نے کہا ہے کہ اونٹ کو بٹھا کر اور کھڑا کر کے دونوں طرح نحر کیا جائے اور عطاء کے نزدیک مستحب یہ ہے کہ اونٹ کو بٹھا کر اور اس کے پیر باندھ کر نحر کیا جائے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۷۱)

اونٹ کو کھڑا کر کے اور بٹھا کر نحر کرنے کے متعلق آثارِ صحابہ

امام ابن ابی شیبہ نے عطاء سے روایت کی ہے کہ خواہ کھڑا کر کے نحر کیا جائے خواہ بٹھا کر نحر کیا جائے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۵۹۰۳' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۵۶۵۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

ابراہیم بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب اپنی ھدی کو نحر کرنے کا ارادہ کرتے تو اس کا ایک اگلا پیر باندھ دیتے' وہ تین پیروں پر کھڑی ہوتی' پھر اس کو نحر کرتے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۵۸۹۹' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۵۶۵۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

مجاہد نے کہا: قرآن مجید میں ہے:

وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ لَكُمْ فِيْهَا خَيْرٌ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا صَوَآفَّ. (الحج: ۳۶)

اور قربانی کے اونٹوں کو ہم نے تمہارے لیے اللہ کی نشانیوں میں سے بنا دیا ہے' ان میں تمہارے لیے بھلائی ہے' پس تم ان کو قطار میں کھڑا کر کے ان کو نحر کرنے کے وقت اللہ کا نام لو۔

اس آیت میں صاف یہ حکم ہے کہ اونٹوں کو کھڑا کر کے نحر کیا جائے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۵۹۰۱' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۵۶۵۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

عمرو بن دینار بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ جب حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بوڑھے ہو گئے تو وہ اونٹ کو بٹھا کر نحر کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۵۹۰۲' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۵۶۵۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

زیاد بن جبیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ایک شخص کے پاس آئے' اس نے اپنے بدنہ کو بٹھایا ہوا تھا' حضرت ابن عمر نے فرمایا: اس کو کھڑا کر کے نحر کرو' یہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۵۹۰۹' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۵۶۶۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

عطاء بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب جوان تھے تو وہ اونٹ کو کھڑا کر کے نحر کرتے اور جب وہ بوڑھے ہو گئے تو وہ اونٹ کو بٹھا کر نحر کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۵۹۰۷' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۵۶۶۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

۱۱۹ - بَابُ نَحْرِ الْإِبِلِ مُقَيَّدَةً

اونٹ کو باندھ کر نحر کرنا

۱۷۱۳ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ' عَنْ يُوْنُسَ' عَنْ زِيَادِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث

رَاَیْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَتٰی عَلٰی رَجُلٍ قَدْ اَنَاخَ بَدَنَتَهٗ یَنْحَرُهَا ' قَالَ اِبْعَثْهَا قِیَامًا مُّقَیَّدَةً سُنَّةَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ . وَقَالَ شُعْبَةُ عَنْ یُّوْنُسَ اَخْبَرَنِیْ زِیَادٌ.

بیان کی از یونس از زیاد بن جبیر' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا' وہ ایک شخص کے پاس آئے' وہ اپنے بدنہ (قربانی کے اونٹ) کو بٹھا کر نحر کر رہا تھا' حضرت ابن عمر نے کہا: اس کو اس حال میں کھڑا کرو کہ اس کا ایک پیر بندھا ہوا ہو (اور یہ باقی پیروں پر کھڑا ہو) یہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے' اور شعبہ نے کہا از یونس: مجھے زیاد نے خبر دی۔

(صحیح مسلم: ۱۳۲۰' الرقم المسلسل: ۳۰۸۳' سنن ابوداؤد: ۱۷۶۸' سنن کبریٰ: ۴۱۳۴' صحیح ابن خزیمہ: ۲۸۹۳' صحیح ابن حبان: ۵۹۰۳' سنن بیہقی ج ۵ ص ۲۳۷' شرح السنۃ: ۱۹۵۷' مسند احمد ج ۲ ص ۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۴۴۵۹۔ ج ۸ ص ۲۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبداللہ بن مسلمہ القعنبی (۲) یزید بن زریع ابومعاویہ العیشی (۳) یونس بن عبید بن دینار (۴) زیاد بن جبیر بن حیہ (۵) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۷۲)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: حضرت ابن عمر نے کہا: اس کو اس حال میں نحر کرو کہ اس کا ایک پیر بندھا ہوا ہو (اور یہ باقی پیروں پر کھڑا ہوا ہو)۔

اونٹ کو نحر کرتے وقت اس کے پیر کو باندھنے کی کیفیت کے متعلق احادیث اور آثار

امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ المتوفی ۲۳۵ھ' اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

ابن باسط بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب بدنہ کا بایاں ہاتھ (اگلا پاؤں) باندھ دیتے تھے اور اس کو باقی پیروں پر کھڑا کر کے نحر کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۴۰۷۰' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۵۵۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما قربانی کے اونٹ کو نحر کرتے اور اس کا دایاں ہاتھ بندھا ہوا ہوتا تھا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۴۰۷۱' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۵۵۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

حجاج بیان کرتے ہیں کہ عطاء نے کہا: تم اس کے دو ہاتھوں میں سے جس ہاتھ کو چاہو باندھ دو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۴۰۷۲' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۵۶۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

لیث بیان کرتے ہیں کہ مجاہد اس کا بایاں ہاتھ باندھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۴۰۷۳' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۵۶۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

اشعث بیان کرتے ہیں کہ حسن بصری سے سوال کیا گیا کہ بدنہ کو کیسے نحر کیا جائے؟ انہوں نے کہا: اس کا بایاں ہاتھ باندھ دو اور اس کو دائیں ہاتھ کی جانب سے نحر کرو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۴۰۷۴' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۵۶۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۳۰۸۹ میں مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۱۲۰ - بَابُ نَحْرِ الْبُدْنِ قَائِمَةً

قربانی کے اونٹوں کو کھڑا کر کے نحر کرنا

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُمَا سُنَّةَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ .

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: یہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔

اس تعلیق کی حدیث موصول' صحیح البخاری: ۱۷۱۳ میں گزر چکی ہے۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا ﴿صَوَآفَّ﴾ (الحج: ٣٦) قِيَامًا.

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ''صواف'' (الحج: ۳۶) کی تفسیر میں کہا: اونٹوں کو کھڑا کر کے۔

اس تعلیق میں جو''صواف'' کا لفظ مذکور ہے' اس کے متعلق پوری آیت درج ذیل ہے:

وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ لَكُمْ فِيْهَا خَيْرٌ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا صَوَآفَّ. (الحج: ۳۶)

اور قربانی کے اونٹوں کو ہم نے تمہارے لیے اللہ کی نشانیوں میں سے بنادیا ہے' ان میں تمہارے لیے بھلائی ہے' پس تم ان کو قطار میں کھڑا کر کے ان کو نحر کرنے کے وقت اللہ کا نام لو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کی تفسیر میں منقول ہے کہ اونٹ کا ایک پیر باندھ دیا جائے تا کہ وہ مضطرب نہ ہو اور باقی پیروں پر اس کو کھڑا کر کے نحر کیا جائے۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۲۴۲' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

۱۷۱۴ - حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ بَكَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ' عَنْ اَيُّوْبَ' عَنْ اَبِيْ قِلَابَةَ' عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظُّهْرَ بِالْمَدِيْنَةِ اَرْبَعًا' وَالْعَصْرَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ رَكْعَتَيْنِ' فَبَاتَ بِهَا' فَلَمَّا اَصْبَحَ رَكِبَ رَاحِلَتَهُ' فَجَعَلَ يُهَلِّلُ وَيُسَبِّحُ' فَلَمَّا عَلَا عَلَى الْبَيْدَاءِ لَبّٰى بِهِمَا جَمِيْعًا' فَلَمَّا دَخَلَ مَكَّةَ اَمَرَهُمْ اَنْ يَّحِلُّوْا' وَنَحَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهٖ سَبْعَ بُدْنٍ قِيَامًا' وَضَحّٰى بِالْمَدِيْنَةِ كَبْشَيْنِ اَمْلَحَيْنِ اَقْرَنَيْنِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سہل بن بکار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی از ایوب از ابی قلابہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں ظہر کی چار رکعت پڑھیں اور ذوالحلیفہ میں عصر کی دو رکعت پڑھیں' پھر آپ نے وہیں رات گزاری' پھر جب صبح ہوئی تو آپ اپنی سواری پر سوار ہوئے اور آپ لا الٰہ الا اللہ اور سبحان اللہ پڑھتے رہے' پھر جب آپ البیداء پر چڑھے تو پھر آپ نے کہا: حج اور عمرہ کے ساتھ لبیک (میں حاضر ہوں)' پھر جب آپ مکہ میں داخل ہوئے تو آپ نے صحابہ سے کہا کہ وہ اپنا احرام کھول دیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سات قربانی کے اونٹوں کو کھڑا کر کے اپنے ہاتھ سے نحر کیا اور مدینہ میں سینگوں والے دو سرمئی مینڈھوں کی قربانی کی۔

اس حدیث کی شرح ابھی: ۱۷۱۲ میں گزر چکی ہے' اور اس حدیث میں اپنے ہاتھ سے نحر کرنے کے علاوہ یہ ثبوت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حج قران کیا تھا۔

۱۷۱۵ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ' عَنْ اَيُّوْبَ' عَنْ اَبِيْ قِلَابَةَ' عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظُّهْرَ بِالْمَدِيْنَةِ اَرْبَعًا' وَالْعَصْرَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ رَكْعَتَيْنِ. وَعَنْ اَيُّوْبَ' عَنْ رَّجُلٍ' عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ ثُمَّ بَاتَ حَتّٰى اَصْبَحَ' فَصَلَّى الصُّبْحَ' ثُمَّ رَكِبَ رَاحِلَتَهُ' حَتّٰى اِذَا اسْتَوَتْ بِهِ الْبَيْدَاءَ' اَهَلَّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی از ایوب از ابی قلابہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں ظہر کی چار رکعت پڑھائیں اور ذوالحلیفہ میں عصر کی دو رکعت پڑھائیں اور از ایوب از ایک شخص از حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت ہے' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رات گزاری حتیٰ کہ صبح ہو گئی' پھر آپ نے صبح کی نماز پڑھائی' پھر آپ اپنی سواری پر سوار ہوئے

بِعُمْرَةٍ وَّحَجَّةٍ.

حتیٰ کہ مقام البیداء پر آپ کی سواری سیدھی کھڑی ہو گئی' پھر آپ نے عمرہ اور حج کا احرام باندھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۰۸۹ میں گزر چکی ہے' اس حدیث میں بھی یہ ثبوت ہے کہ آپ کا حج قران تھا۔

۱۲۱ - بَابٌ لَّا يُعْطِي الْجَزَّارَ مِنَ الْهَدْيِ شَيْئًا

قصاب کو ہدی کی کوئی چیز اجرت میں نہ دے

اس باب میں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ جو قصاب کسی شخص کی ہدی کو ذبح کر رہا ہے' وہ شخص اس کو ذبح کرنے کی اجرت میں ہدی کی کوئی چیز نہ دے۔

۱۷۱٦ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ قَالَ اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ قَالَ اَخْبَرَنِي ابْنُ اَبِي نَجِيحٍ، عَنْ مُّجَاهِدٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِي لَيْلٰى، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ بَعَثَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُمْتُ عَلَى الْبُدْنِ، فَاَمَرَنِي فَقَسَمْتُ لُحُومَهَا، ثُمَّ اَمَرَنِي فَقَسَمْتُ جِلَالَهَا وَجُلُودَهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے ابن ابی نجیح نے خبر دی از مجاہد از عبد الرحمان بن ابی لیلیٰ از حضرت علی رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا' میں قربانی کے اونٹوں کے پاس کھڑا ہوں' آپ نے مجھے ان کا گوشت تقسیم کرنے کا حکم دیا' پھر آپ نے مجھے حکم دیا تو میں نے ان کے جھولوں اور کھالوں کو تقسیم کر دیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۷۰۷ میں گزر گئی ہے۔

۱۷۱٦م - قَالَ سُفْيَانُ (ح) وَحَدَّثَنِي عَبْدُ الْكَرِيمِ عَنْ مُّجَاهِدٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِي لَيْلٰى، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اَمَرَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ اَقُومَ عَلَى الْبُدْنِ، وَلَا اُعْطِيَ عَلَيْهَا شَيْئًا فِي جِزَارَتِهَا.

سفیان نے کہا (ح) اور مجھے عبد الکریم نے حدیث بیان کی از مجاہد از عبد الرحمان بن ابی لیلیٰ از حضرت علی رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا کہ میں قربانی کے اونٹوں کے پاس کھڑا رہوں اور ان کو ذبح کرنے کی اجرت میں کوئی چیز نہ دوں۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۱۷۰۷ میں گزر چکی ہے تاہم بعض ضروری اُمور بیان کیے جا رہے ہیں۔

قربانی کی کسی چیز کو قصاب کی اجرت میں دینے کا عدم جواز اور قربانی کی کھال اور گوشت کے متعلق فقہاء مالکیہ کا مسلک

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے' امام مالک' امام ابو حنیفہ اور امام شافعی کا یہ مذہب ہے کہ قصاب کو ہدی کی قربانی کے عوض میں ہدی سے کوئی چیز نہ دی جائے اور حسن بصری نے یہ اجازت دی کہ قصاب کو اجرت میں ہدی کی کھال دے دی جائے۔

قربانی کی کھال کو فروخت کرنے میں بھی اختلاف ہے' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا ہے کہ اس کو فروخت کر دیا جائے اور اس کی قیمت کو صدقہ کر دیا جائے' امام احمد اور اسحاق کا بھی یہی قول ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: جس نے قربانی کی کھال فروخت کر دی اس کی قربانی نہیں ہوئی' حضرت ابن عباس نے فرمایا: وہ

قربانی کی کھال کو صدقہ کر دے یا اس سے نفع اٹھائے اور اس کو فروخت نہ کرے' قاسم اور سالم نے کہا کہ قربانی کی کھالوں کو فروخت کرنا مناسب نہیں ہے' امام مالک کا بھی یہی قول ہے' النخعی اور الحکم نے کہا ہے کہ اگر کھال کے عوض میں ڈول اور چھلنی کو خرید لیا تو کوئی حرج نہیں ہے اور عطاء نے کہا ہے کہ اگر ہدی واجب ہے تو اس کی کھال کو صدقہ کر دے اور اگر وہ نفل ہے تو اس کو وہ چاہے تو فروخت کر سکتا ہے۔

جس نے قربانی کی کھال کے فروخت کرنے کی اجازت دی ہے اس نے اس پر قیاس کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قربانی کے گوشت کو کھانے کی اجازت دی ہے' پس کھال کو فروخت کرنا اور اس سے نفع اٹھانا کھانے کے تابع ہے' اور یہ دلیل صحیح نہیں ہے اس لیے کہ قربانی کے گوشت کو کھانا جائز ہے اور اس پر اجماع ہے کہ اس کو فروخت کرنا جائز نہیں ہے' پس واجب ہے کہ قربانی کے گوشت کے کھانے سے اس کے فروخت کرنے پر استدلال نہ کیا جائے' سوا ایسی دلیل کے جس کا کوئی معارض نہ ہو۔

المہلب نے کہا ہے کہ قصائی کے فعل کے عوض اس کو قربانی سے کوئی چیز دینا' یہ بیع ہے اور قربانی کے گوشت اور اس کی کھال کو فروخت کرنا جائز نہیں ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۴۱۳ ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

قربانی کی کھال اور گوشت کے متعلق فقہاء احناف کا مسلک

فتاویٰ عالم گیری میں مذکور ہے:

قربانی کی کھال کو صدقہ کر دے یا اس کی مشک یا جراب بنالے (یا مصلّٰی اور موزے بنالے) اور قربانی کی کھال کو فروخت کر کے کسی ایسی چیز کو خریدنا استحساناً جائز ہے جس کو بعینہٖ کام میں لایا جا سکے (مثلاً کتاب یا پنکھا) خرید لے اور اس سے ایسی چیز خریدنا جائز نہیں ہے جس کو بعینہٖ کام میں نہ لایا جا سکے بلکہ اس کو خرچ کرنے کے بعد اس سے فائدہ حاصل کیا جا سکے جیسے طعام اور گوشت وغیرہ اور اگر کھال کو پیسوں کے عوض فروخت کر دیا تا کہ صدقہ کیا جا سکے تو یہ جائز ہے کیونکہ یہ بھی کھال کی طرح صدقہ کرنا ہے۔ (تبیین الحقائق)

قربانی کے گوشت کے بدلہ میں (چمڑے کا ظرف) خریدنا جائز نہیں ہے' البتہ قربانی کے گوشت کے بدلہ میں دانے یا گوشت خریدنا جائز ہے۔ (فتاویٰ قاضی خان) (فتاویٰ عالم گیری ج ۵ ص ۳۰۰-۲۹۹ 'مطبعہ امیریہ کبریٰ' بولاق مصر' ۱۳۱۰ھ)

* قربانی کی کھال کو دینی مدارس اور مساجد میں دینے کی تحقیق کے متعلق' شرح صحیح مسلم ج ۶ ص ۱۶۰-۱۵۴ میں بہت تفصیل سے لکھا گیا ہے اور مانعین کے تمام اعتراضات کا مدلل جواب دیا گیا ہے' یہ بحث لائق مطالعہ ہے اور اتنی مدلل بحث' شرح صحیح مسلم کے علاوہ شاید اور کہیں مذکور نہیں ہے۔

۱۲۲ - بَابٌ يَّتَصَدَّقُ بِجُلُوْدِ الْهَدْيِ

قربانی کے جانوروں کی کھالوں کو صدقہ کر دے

۱۷۱۷ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى' عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِي الْحَسَنُ بْنُ مُسْلِمٍ وَّعَبْدُ الْكَرِيْمِ الْجَزَرِيُّ اَنَّ مُجَاهِدًا اَخْبَرَهُمَا اَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ اَبِيْ لَيْلٰى اَخْبَرَهٗ اَنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَخْبَرَهٗ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَهٗ اَنْ يَّقُوْمَ عَلٰى بُدْنِهٖ' وَاَنْ يَّقْسِمَ بُدْنَهٗ كُلَّهَا لُحُوْمَهَا' وَجُلُوْدَهَا' وَجِلَالَهَا' وَلَا يُعْطِيَ فِيْ جِزَارَتِهَا شَيْئًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از ابن جریج' انہوں نے کہا: مجھے الحسن بن مسلم اور عبد الکریم الجزری نے خبر دی کہ مجاہد نے ان کو خبر دی کہ عبد الرحمان بن ابی لیلیٰ نے ان کو خبر دی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو خبر دی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حکم دیا کہ وہ اپنی قربانی کے اونٹوں پر کھڑے رہیں اور تمام قربانی کے اونٹوں (کے گوشت) کو تقسیم کریں' ان کے گوشت کو' ان کی کھالوں

کو اور ان کی جھولوں کو اور ان کو ذبح کرنے کی اجرت میں کوئی چیز نہ دی۔

اس حدیث کی مفصل شرح اس سے پہلی حدیث، صحیح البخاری: ۱۷۱۶ میں کر دی گئی ہے۔

۱۲۳ - بَابٌ يُتَصَدَّقُ بِجِلَالِ الْبُدْنِ

قربانی کے اونٹوں کی جھولوں کو صدقہ کرے

۱۷۱۸ - حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا سَيْفُ بْنُ اَبِيْ سُلَيْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ مُجَاهِدًا يَقُوْلُ حَدَّثَنِيْ ابْنُ اَبِيْ لَيْلٰى اَنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ حَدَّثَهٗ قَالَ اَهْدَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِائَةَ بَدَنَةٍ، فَاَمَرَنِيْ بِلُحُوْمِهَا فَقَسَمْتُهَا، ثُمَّ اَمَرَنِيْ بِجِلَالِهَا فَقَسَمْتُهَا، ثُمَّ بِجُلُوْدِهَا فَقَسَمْتُهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سیف بن ابی سلیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے مجاہد سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے ابن ابی لیلیٰ نے حدیث بیان کی، ان کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سو اونٹوں کی قربانی کی، آپ نے مجھے حکم دیا کہ میں ان کے گوشت کو تقسیم کروں، پھر مجھے حکم دیا کہ میں ان کی جھولوں اور ان کی کھالوں کو تقسیم کروں۔

اس حدیث کی مفصل شرح، صحیح البخاری: ۱۷۱۶ میں گزر چکی ہے۔

۱۲۴ - بَابٌ

باب

﴿وَاِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرَاهِيْمَ مَكَانَ الْبَيْتِ اَنْ لَّا تُشْرِكْ بِيْ شَيْئًا وَّطَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْقَآئِمِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِO وَاَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّعَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَّاْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍO لِّيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِيْ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمَاتٍ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْبَآئِسَ الْفَقِيْرَO ثُمَّ لْيَقْضُوْا تَفَثَهُمْ وَلْيُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِO ذٰلِكَ وَمَنْ يُّعَظِّمْ حُرُمَاتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ وَاُحِلَّتْ لَكُمُ الْاَنْعَامُ اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِO﴾ (الحج: ۳۰-۲۶).

اور یاد کیجئے جب ہم نے ابراہیم کے لیے کعبہ بنانے کی جگہ مقرر کر دی (اور حکم دیا کہ) میرے ساتھ کسی کو شریک نہ قرار دینا اور میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور قیام کرنے والوں، اور رکوع اور سجود کرنے والوں کے لیے پاک رکھناO اور لوگوں میں بلند آواز سے حج کا اعلان کیجئے وہ آپ کے پاس دور دراز راستوں سے پیدل اور ہر دبلے اونٹ پر سوار ہو کر آئیں گےO تاکہ وہ اپنے فوائد کے مقام پر حاضر ہوں اور مقررہ ایام میں ان بے زبان مویشیوں کو ذبح کرتے وقت اللہ کا نام لیں جو اس نے ان کو دیئے ہیں، پس تم ان میں سے خود کھاؤ اور مصیبت زدہ فقیر کو بھی کھلاؤO پھر وہ اپنا میل کچیل دور کریں اور اپنی نذروں کو پورا کریں اور اس قدیم گھر کا طواف کریںO یہی حکم ہے اور جو اللہ کی حرمت والی چیزوں کی تعظیم کرے گا تو یہ اس کے رب کے نزدیک اس کے لیے بہتر ہے اور تمہارے لیے سب مویشی حلال کر دیئے گئے سوا ان کے جو تم پر تلاوت کیے جاتے ہیں، سو تم بتوں کی نجاست سے اجتناب کرو اور جھوٹی باتوں سے پرہیز کروO (الحج: ۳۰-۲۶)

الحج: ۳۰-۲۶ کے فقہی احکام

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس باب میں سورۃ الحج کی پانچ آیات ذکر کی ہیں اور اس باب میں کوئی حدیث ذکر نہیں کی' اس کی وجہ یہ ہے کہ اس باب میں ان کو اپنی شرط کے مطابق کوئی حدیث نہیں ملی جو اس باب کے مناسب ہوتی' دوسری وجہ یہ ہے کہ اس باب میں کوئی حدیث درج کرنے سے پہلے ان کی قضاء آ گئی' تیسری وجہ یہ ہے کہ یہ آیات ان احکام پر مشتمل ہیں جن احکام کو امام بخاری اس باب میں بیان کرنا چاہتے تھے' اس لیے امام بخاری نے ان احکام کے متعلق اپنا کلام لانے کے بجائے اللہ کا کلام ذکر کر دیا' ان احکام کی تفصیل درج ذیل ہے:

(۱) بیت اللہ کو طواف کرنے والوں اور نماز پڑھنے والوں کے لیے بتوں اور نجاستوں سے پاک رکھنا (۲) اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا کہ لوگوں کو حج کرنے کا حکم دیجئے (۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حکم کی تعمیل حجۃ الوداع میں کی (۴) لوگوں کا حج کے موقع پر دینی اور دنیاوی منافع پر حاضر ہونا (۵) ایام معلومات یعنی یکم ذوالحجہ سے دس ذوالحجہ تک اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا (۶) حلال جانوروں کو ذبح کرتے وقت اللہ کا شکر ادا کرنا (۷) قربانی کے گوشت سے فقراء کو کھلانا (۸) سر منڈا کر میل کچیل دور کرنا (۹) نذر پوری کرنا (۱۰) بیت اللہ کا طواف کرنا (۱۱) جو چیزیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک معزز اور محترم ہیں' ان کی تعظیم کرنا۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جب ہم نے ابراہیم کے لیے کعبہ بنانے کی جگہ مقرر کر دی (اور حکم دیا) کہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ قرار دینا اور میرے گھر کو طواف کرنے والوں' اور رکوع اور سجود کرنے والوں کے لیے پاک رکھنا○

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ شرک سے ممانعت اور کعبہ کو پاک رکھنے کا حکم' کعبہ بنانے کی جگہ کی تفسیر کیسے ہوگی؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ کعبہ بنانے کے حکم سے مقصود یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مخصوص عبادت انجام دینے کی جگہ بنائی جائے' سو اس وجہ سے یہ اس کی تفسیر ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ لوگوں میں حج کا اعلان کیجئے تاکہ لوگ دور دراز سے چل کر حج کریں اور ان عبادات کو انجام دیں جن کا ان آیات میں ذکر فرمایا ہے' یعنی وہ اللہ کا ذکر کریں' حلال گوشت کھانے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں اور ضرورت مندوں کو کھلائیں' اپنی نذروں کو پورا کریں' بیت اللہ کا طواف کریں اور اللہ تعالیٰ کی معزز چیزوں کی تعظیم کریں۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۸۰-۷۸ ملخصاً' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

الحج: ۳۰-۲۶ کی زیادہ تفصیل اور تحقیق کے لیے ان آیات کی تفسیر ہماری تفسیر' تبیان القرآن میں ملاحظہ فرمائیں۔

۱۲۵ - بَابُ مَا يَأْكُلُ مِنَ الْبُدْنِ وَمَا يَتَصَدَّقُ

قربانی کے اونٹوں سے کتنا اور کب تک کھائے اور کتنا صدقہ کرے؟

وَقَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ أَخْبَرَنِي نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا لَا يُؤْكَلُ مِنْ جَزَاءِ الصَّيْدِ وَالنَّذْرِ وَيُؤْكَلُ مِمَّا سِوٰى ذٰلِكَ. وَقَالَ عَطَاءٌ يَأْكُلُ وَيُطْعِمُ مِنَ الْمُتْعَةِ.

اور عبیداللہ نے کہا: مجھے نافع نے خبر دی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ شکار کی جزاء کے جانوروں اور نذر کے جانوروں سے نہیں کھایا جائے گا اور اس کے ماسوا سے کھایا جائے گا اور عطاء نے کہا کہ تمتع کی قربانی سے خود بھی کھائے اور فقراء کو بھی کھلائے۔

اس تعلیق کی اصل امام ابن شیبہ نے ابن نمیر سے معنیً روایت کی ہے کہ جب قربانی کا اونٹ تھک جائے یا اس کی ٹانگ ٹوٹ جائے تو اس کا مالک اس کو کھالے اور اس کو تبدیل نہ کرے سوا اس کے کہ اس کی نذر مانی ہو یا وہ اونٹ شکار کی جزاء ہو اور امام طبری نے حضرت ابن عمر سے روایت کی ہے کہ بدنہ اگر شکار کی جزاء ہو یا اس کی نذر مانی ہو تو اس کو نہیں کھایا جائے گا اور اس کے سوا ہو تو کھا لیا جائے گا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۸۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۷۱۹ - **حدثنا** مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى' عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَطَاءٌ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ كُنَّا لَا نَأْكُلُ مِنْ لُحُوْمِ بُدْنِنَا فَوْقَ ثَلَاثِ مِنًى' فَرَخَّصَ لَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ كُلُوْا وَتَزَوَّدُوْا' فَاَكَلْنَا وَتَزَوَّدْنَا. قُلْتُ لِعَطَاءٍ اَقَالَ حَتّٰى جِئْنَا الْمَدِيْنَةَ؟ قَالَ لَا.

[اطراف الحدیث: ۲۹۸۰-۵۴۲۴-۵۵۶۷]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' وہ کہتے ہیں: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از ابن جریج انہوں نے کہا: ہمیں عطاء نے حدیث بیان کی' انہوں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم منیٰ میں تین دن سے زیادہ اپنی قربانی کے اونٹوں کا گوشت نہیں کھاتے تھے' ہم کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اجازت دی' آپ نے فرمایا: کھاؤ اور سفر میں ساتھ لے جاؤ' پس ہم نے کھایا اور سفر میں ساتھ رکھا' ابن جریج نے کہا: میں نے عطاء سے پوچھا: کیا آپ نے فرمایا تھا حتیٰ کہ ہم مدینہ پہنچ گئے؟ انہوں نے کہا: نہیں!

(صحیح مسلم: ۱۹۷۲' الرقم المسلسل: ۴۹۹۷' سنن نسائی: ۴۴۱۹' سنن کبریٰ: ۴۱۴۸' سنن بیہقی ج ۹ ص ۲۹۱' شرح السنۃ: ۱۹۵۲' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۵۷' مسند احمد ج ۳ ص ۳۱۷ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۴۴۱۲- ج ۲۲ ص ۳۰۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

شکار کی جزاء اور نذر کے اونٹوں کے سوا قربانی کے اونٹوں سے کھانے اور کھلانے میں مذاہب ائمہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ قربانی کے اونٹ میں سے کتنا کھایا جائے گا اور کتنا نہیں کھایا جائے گا؟ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے تھے کہ جو اونٹ شکار کرنے کی جزاء ہو' اس سے نہیں کھایا جائے گا اور جو نذر کا اونٹ ہو' اس سے بھی نہیں کھایا جائے گا اور اس کے ماسوا سے کھایا جائے گا۔ طاؤس اور حسن بصری سے بھی اسی کی مثل مروی ہے اور امام احمد اور اسحاق کا بھی یہی قول ہے اور حسن بصری کا دوسرا قول یہ ہے کہ شکار کی جزاء سے اور مساکین کی نذر سے کھایا جائے گا۔

امام مالک نے کہا ہے کہ قربانی کے تمام اونٹوں سے کھایا جائے گا سوا ان کے کہ جو اونٹ شکار کی جزاء ہوں یا بیماری کا فدیہ ہوں یا مساکین کی نذر ہوں۔

امام ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ قران' تمتع اور نفلی قربانی کے اونٹوں سے کھایا جائے گا اور ان کے ماسوا سے نہیں کھایا جائے گا۔
امام شافعی نے کہا ہے کہ صرف نفلی قربانی کے اونٹ سے کھایا جائے گا' اور تمتع اور قران کی قربانی سے نہیں کھایا جائے گا۔

ابن القصار نے امام مالک کے قول پر درج ذیل آیت سے استدلال کیا ہے:

وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْبَآئِسَ الْفَقِيْرَ O (الحج: ۲۸)

اور مقررہ ایام میں ان بے زبان مویشیوں کو ذبح کرتے وقت اللہ کا نام لیں جو اس نے انہیں دیے ہیں' پس تم ان میں سے خود کھاؤ اور مصیبت زدہ فقیر کو بھی کھلاؤ O

امام طحاوی نے امام ابوحنیفہ کے موقف پر اس سے استدلال کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ان قربانی کے اونٹوں سے خود کھاؤ اور فقراء کو کھلاؤ اور ان سے کسی کا استثناء نہیں فرمایا۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۳۴۴-۳۴۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

تین دن سے زیادہ قربانی کا گوشت جمع کرنے کی ممانعت کا سبب

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

قاضی عیاض نے یہ کہا ہے کہ فقہاء کا ان احادیث میں اختلاف ہے بعض فقہاء نے یہ کہا ہے کہ تین دن کے بعد قربانی کے گوشت کو رکھنا اور اس سے کھانا حرام ہے اور تحریم کا یہ حکم اب بھی باقی ہے حضرت علی اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم کا یہی قول ہے۔

جمہور علماء نے یہ کہا ہے کہ تین دن کے بعد قربانی کے گوشت کو کھانا اور اس کو محفوظ رکھنا جائز ہے اور یہ ممانعت حضرت جابر رضی اللہ کی حدیث مذکور (صحیح البخاری: ۱۷۱۹) سے منسوخ ہے اور یہ ایک سنت کا دوسری سنت سے منسوخ ہونا ہے اور بعض علماء نے کہا ہے کہ یہ ممانعت منسوخ نہیں ہوئی بلکہ تحریم ایک علت کی وجہ سے تھی جب وہ علت مرتفع ہوگئی تو ممانعت زائل ہوگئی اور وہ علت کمزور مسافرین اور فقراء کا وارد ہونا تھا ابتداء اسلام میں مسلمانوں کے پاس فقراء مسافرین آتے رہتے تھے اسی لیے ان کو گوشت دینے کی ضرورت کی وجہ سے تین دن سے زیادہ قربانی کا گوشت کھانے اور رکھنے سے منع کر دیا گیا اور جب مسلمان فتوحات اور مال غنیمت کی کثرت سے خوش حال ہوگئے اور فقراء مسلمین کا آنا بند ہوگیا تو آپ نے تین دن کے بعد قربانی کا گوشت کھانے کی اجازت دے دی حدیث میں ہے:

عمرۃ بنت عبد الرحمان بیان کرتی ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ سے سنا انہوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں دیہاتی لوگ قربانی کے دنوں میں آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین دن گوشت کا ذخیرہ کرو اور جو بچ جائے اس کو صدقہ کردو پھر اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! لوگ اپنی قربانیوں سے نفع حاصل کرتے تھے اور اس میں سے چربی اٹھا کر رکھتے تھے اور اس کی کھال سے مشک بناتے تھے آپ نے پوچھا: اس بات کا کیا سبب ہے؟ تو مسلمانوں نے کہا: یا رسول اللہ! آپ نے قربانی کے گوشت کو تین دن سے زیادہ رکھنے سے منع فرمادیا تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے تمہیں (دیہات سے) آنے والے لوگوں کی وجہ سے منع کیا تھا جو تمہارے پاس آتے تھے سو اب تم کھایا کرو اور صدقہ کیا کرو۔

(صحیح مسلم: ۱۹۷۱ سنن ابوداؤد: ۲۸۱۲ سنن نسائی: ۴۴۴۳)

دوسرا قول یہ ہے کہ یہ ممانعت کراہت کے لیے تھی تحریم کے لیے نہیں تھی اور اگر اب غرباء اور مساکین قربانی کا گوشت مانگنے کے لیے مسلمانوں کے پاس آئیں تو تین دن سے زیادہ قربانی کا گوشت جمع کرنا اب بھی مکروہ ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۸۲ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۴۹۹۰- ج ۶ ص ۱۶۶-۱۶۵ پر مذکور ہے اس کی شرح کا عنوان ہے: تین دن کے بعد قربانی کا گوشت کھانے میں مذاہب فقہاء۔

۱۷۲۰ - حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ قَالَ حَدَّثَنِي يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَتْنِي عَمْرَةُ قَالَتْ سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا تَقُوْلُ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِخَمْسٍ بَقِيْنَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں خالد بن مخلد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے یحییٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے عمرہ نے حدیث بیان کی انہوں نے بیان کیا کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ

مِنْ ذِي الْقَعْدَةِ، وَلَا نُرٰى إِلَّا الْحَجَّ، حَتّٰى إِذَا دَنَوْنَا مِنْ مَّكَّةَ، أَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَّمْ يَكُنْ مَّعَهٗ هَدْيٌ، إِذَا طَافَ بِالْبَيْتِ، ثُمَّ يَحِلُّ، قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا فَدُخِلَ عَلَيْنَا يَوْمَ النَّحْرِ بِلَحْمِ بَقَرٍ، فَقُلْتُ مَا هٰذَا؟ فَقِيْلَ ذَبَحَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أَزْوَاجِهٖ. قَالَ يَحْيٰى فَذَكَرْتُ هٰذَا الْحَدِيْثَ لِلْقَاسِمِ، فَقَالَ أَتَتْكَ بِالْحَدِيْثِ عَلٰى وَجْهِهٖ.

کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ہم پچیس ذوالقعدہ کو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ (مدینہ منورہ) سے روانہ ہوئے ہمارا ارادہ صرف حج کرنے کا تھا' حتیٰ کہ جب ہم مکہ کے قریب پہنچے تو رسول اللہ ﷺ نے یہ حکم دیا کہ جس کے ساتھ ہدی (قربانی) نہیں ہے تو وہ جب بیت اللہ کا طواف (اور صفا المروۃ میں سعی) کرے تو احرام کھول دے' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا: پھر قربانی کے دن ہمارے پاس گائے کا گوشت لایا گیا' میں نے پوچھا: یہ کیسا گوشت ہے؟ تو بتایا کہ نبی ﷺ نے اپنی ازواج کی طرف سے (گائے کو) ذبح کیا ہے' یحییٰ نے کہا: پھر میں نے یہ حدیث القاسم سے ذکر کی تو انہوں نے کہا کہ عمرہ نے تم سے درست حدیث بیان کی ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۹۴ میں گزر چکی ہے۔

۱۲۶ - بَابُ الذَّبْحِ قَبْلَ الْحَلْقِ

سر مونڈنے سے پہلے ذبح کرنا

۱۷۲۱ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حَوْشَبٍ قَالَ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ أَخْبَرَنَا مَنْصُوْرُ بْنُ زَاذَانَ، عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَمَّنْ حَلَقَ قَبْلَ أَنْ يَّذْبَحَ، وَنَحْوِهٖ، فَقَالَ لَا حَرَجَ، لَا حَرَجَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبداللہ بن حوشب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں منصور بن زاذان نے خبر دی از عطاء از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ سے اس شخص کے متعلق سوال کیا گیا جس نے ذبح کرنے سے پہلے سر مونڈ لیا' آپ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں' کوئی حرج نہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۸۴ میں گزر چکی ہے۔

۱۷۲۲ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ أَخْبَرَنَا أَبُوْ بَكْرٍ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ رُفَيْعٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ رَجُلٌ لِّلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زُرْتُ قَبْلَ أَنْ أَرْمِيَ، قَالَ لَا حَرَجَ. قَالَ حَلَقْتُ قَبْلَ أَنْ أَذْبَحَ، قَالَ لَا حَرَجَ. قَالَ ذَبَحْتُ قَبْلَ أَنْ أَرْمِيَ، قَالَ لَا حَرَجَ. وَقَالَ عَبْدُ الرَّحِيْمِ الرَّازِيُّ، عَنِ ابْنِ خُثَيْمٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ عَطَاءٌ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَقَالَ الْقَاسِمُ بْنُ يَحْيٰى حَدَّثَنِي ابْنُ خُثَيْمٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوبکر نے خبر دی از عبدالعزیز بن رفیع از عطاء از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' ایک شخص نے نبی ﷺ سے عرض کیا کہ میں نے کنکریاں مارنے سے پہلے طواف زیارت کر لیا' آپ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں ہے' اس نے کہا: میں نے ذبح کرنے سے پہلے سر مونڈ لیا' آپ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں' اس نے کہا: میں نے کنکریاں مارنے سے پہلے ذبح کر لیا' آپ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں اور عبدالرحیم الرازی نے کہا از ابن خثیم' انہوں نے کہا: مجھے عطاء نے خبر دی از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما از نبی ﷺ اور القاسم بن یحییٰ نے کہا: مجھے ابن خثیم نے حدیث بیان کی

وَسَلَّمَ . وَقَالَ عَفَّانُ، أُرَاهُ عَنْ وُهَيْبٍ حَدَّثَنَا ابْنُ خُثَيْمٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .وَقَالَ حَمَّادٌ، عَنْ قَيْسِ بْنِ سَعْدٍ، وَعَبَّادِ بْنِ مَنْصُورٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

از عطاء از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور عفان نے کہا: میرا گمان ہے از وہیب انہوں نے کہا: ہمیں ابن خثیم نے حدیث بیان کی از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حماد نے کہا از قیس بن سعد و عباد بن منصور از عطاء از جابر رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۸۴ میں گزر چکی ہے۔

١٧٢٣ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَمَيْتُ بَعْدَ مَا أَمْسَيْتُ، فَقَالَ لَا حَرَجَ. قَالَ حَلَقْتُ قَبْلَ أَنْ أَنْحَرَ، قَالَ لَا حَرَجَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدالاعلیٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا گیا پس کہا: میں نے شام کے بعد کنکریاں ماریں آپ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں ہے اس نے کہا: میں نے نحر کرنے سے پہلے سر مونڈ لیا آپ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں ہے۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۸۴ میں گزر چکی ہے۔

١٧٢٤ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبِي، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ قَيْسِ بْنِ مُسْلِمٍ، عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَدِمْتُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ بِالْبَطْحَاءِ، فَقَالَ أَحَجَجْتَ؟ قُلْتُ نَعَمْ، قَالَ بِمَ أَهْلَلْتَ؟ قُلْتُ لَبَّيْكَ بِإِهْلَالٍ كَإِهْلَالِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، قَالَ أَحْسَنْتَ انْطَلِقْ، فَطُفْ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ. ثُمَّ أَتَيْتُ امْرَأَةً مِنْ نِسَاءِ بَنِي قَيْسٍ، فَفَلَتْ رَأْسِي، ثُمَّ أَهْلَلْتُ بِالْحَجِّ، فَكُنْتُ أُفْتِي بِهِ النَّاسَ، حَتَّى خِلَافَةِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ فَذَكَرْتُهُ لَهُ، فَقَالَ إِنْ نَأْخُذْ بِكِتَابِ اللَّهِ، فَإِنَّهُ يَأْمُرُنَا بِالتَّمَامِ، وَإِنْ نَأْخُذْ بِسُنَّةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، فَإِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَحِلَّ حَتَّى بَلَغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے خبر دی از شعبہ از قیس بن مسلم از طارق بن شہاب از حضرت ابی موسیٰ رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اس وقت آپ وادی میں تھے آپ نے پوچھا: کیا تم نے حج کر لیا؟ میں نے کہا: جی ہاں! آپ نے پوچھا: تم نے کس چیز کا احرام باندھا تھا؟ میں نے بتایا: میں اس چیز کے ساتھ لبیک کہتا ہوں جس کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے احرام باندھا ہے آپ نے فرمایا: تم نے اچھا کیا اب تم جاؤ اور بیت اللہ کا طواف کرو اور صفا اور المروۃ میں سعی کرو پھر میں بنو قیس کی عورتوں میں سے ایک عورت کے پاس گیا اس نے میرے سر میں جوئیں دیکھیں پھر اس کے بعد میں نے حج کا احرام باندھا پس میں لوگوں کو یہی فتویٰ دیتا رہا حتیٰ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت آ گئی تو میں نے اس بات کا ان سے ذکر کیا پس انہوں نے کہا: اگر ہم اللہ کی کتاب کو دیکھیں تو اللہ فرماتا ہے: حج اور عمرہ پورا کرو اور

اگر ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو دیکھیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت تک احرام نہیں کھولا حتیٰ کہ ہدی اپنے محل میں پہنچ گئی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۱۵۵۹ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: ''حتیٰ کہ ہدی اپنے محل میں پہنچ جائے'' کیونکہ ہدی کا اپنے محل میں پہنچ جانا اس سے کنایہ ہے کہ اس کو ذبح کر دیا جائے اور اس باب کے عنوان میں بھی ہدی کو ذبح کرنے کا ذکر ہے۔

۱۲۷ - بَابُ مَنْ لَبَّدَ رَأْسَهٗ عِنْدَ الْاِحْرَامِ وَحَلَقَ

جس نے احرام باندھتے وقت سر پر بال جما لیے اور سر مونڈ لیا

۱۷۲۵ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ' عَنْ نَّافِعٍ' عَنِ ابْنِ عُمَرَ' عَنْ حَفْصَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمْ اَنَّهَا قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ' مَا شَاْنُ النَّاسِ حَلُّوْا بِعُمْرَةٍ وَّلَمْ تَحْلِلْ اَنْتَ مِنْ عُمْرَتِكَ؟ قَالَ اِنِّیْ لَبَّدْتُّ رَاْسِیْ وَقَلَّدْتُّ هَدْيِیْ' فَلَا اَحِلُّ حَتّٰی اَنْحَرَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما از حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا وجہ ہے کہ لوگوں نے عمرہ کا احرام کھول دیا اور آپ نے اپنے عمرہ کا احرام نہیں کھولا؟ آپ نے فرمایا: میں نے اپنے سر کے بالوں کو چپکا لیا ہے اور اپنی ہدی میں ہار ڈال دیا ہے' میں اس وقت تک احرام نہیں کھولوں گا حتیٰ کہ نحر کرلوں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۱۵۶۶ میں گزر چکی ہے۔

۱۲۸ - بَابُ الْحَلَقِ وَالتَّقْصِيْرِ عِنْدَ الْاِحْلَالِ

احرام کھولتے وقت سر منڈانا اور بال کٹوانا

۱۷۲۶ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبُ بْنُ اَبِیْ حَمْزَةَ قَالَ نَافِعٌ كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا يَقُوْلُ حَلَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ حَجَّتِهٖ. [اطراف الحدیث:۴۴۱۰-۴۴۱۱]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے بیان کیا کہ ہمیں شعیب بن ابی حمزہ نے خبر دی' انہوں نے بیان کیا کہ نافع نے کہا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے حج میں سر منڈایا تھا۔

(صحیح مسلم:۱۳۰۴' الرقم المسلسل:۳۰۴۱' سنن ابوداؤد:۱۹۸۰' صحیح ابن خزیمہ:۲۹۳۰' شرح السنۃ:۱۹۶۰' المستدرک ج۱ ص۴۸۰' مسند احمد ج۲ ص۸۹ طبع قدیم' مسند احمد:۵۶۱۴۔ ج۹ ص۳۴۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر منڈانے کی کیفیت

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منیٰ میں آئے' سو آپ جمرہ پر آئے اور وہاں کنکریاں ماریں' پھر آپ منیٰ میں اپنی قیام گاہ پر آئے اور نحر کیا' پھر آپ نے مونڈنے والے سے اپنی دائیں جانب اشارہ کر کے فرمایا: یہاں سے لو' پھر بائیں جانب اشارہ کیا' پھر وہ بال مبارک لوگوں کو عطا فرمائے۔ (صحیح مسلم:۱۳۰۵' سنن ابوداؤد:۱۹۸۱' سنن ترمذی:۹۱۳)

صحیح مسلم کی ایک اور روایت میں اس طرح ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جمرۃ میں کنکریاں ماریں اور اپنی قربانی کو نحر کر لیا تو آپ نے بال منڈوانے کا ارادہ کیا اور مونڈنے والے سے دائیں جانب مونڈنے کے لیے کہا' پس اس نے آپ کے بال مونڈے' پھر آپ نے حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کو بلایا اور ان کو وہ بال عطا فرمائے' پھر آپ نے (اپنی طرف) مونڈنے والے کے آگے بائیں جانب کی اور اس سے فرمایا: بال مونڈو' پھر آپ نے وہ بال حضرت ابوطلحہ انصاری کو عطا کیے اور فرمایا: ان کو لوگوں کے درمیان تقسیم کر دو۔ (صحیح مسلم الرقم المسلسل: ۳۰۵ا)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ نے اس حدیث کو اس طرح روایت کیا ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے الجمرہ پر کنکریاں ماریں اور اپنی ہدی کو نحر کر لیا تو آپ نے حجامت کرائی اور حجام کو عطا کیا' اور دوسری دفعہ سفیان نے کہا کہ مونڈنے والے کو دائیں جانب عطا کی تو اس نے اس جانب سر مونڈا' پھر وہ بال حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کو عطا کیے' پھر اس نے بائیں جانب مونڈی' پس آپ نے وہ بال لوگوں کو عطا کیے۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۱۱۱ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۲۰۹۲۔ ج ۱۹ ص ۱۴۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

سر کے بال منڈانے کی مقدار میں مذاہب ائمہ اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر کے بالوں کو بہ طور تبرک حفاظت سے رکھنا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ پورے سر کو منڈانا چاہیے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پورے سر کے بال منڈائے ہیں' امام مالک کا یہی قول ہے اور امام احمد سے بھی ایک روایت یہی ہے' امام مالک کا مشہور مذہب یہ ہے کہ سر کے اکثر بال منڈا لیے جائیں' امام احمد سے بھی ایک روایت یہی ہے' امام ابوحنیفہ کا قول یہ ہے کہ چوتھائی سر کے بال منڈانا واجب ہیں اور امام ابو یوسف نے کہا ہے کہ آدھے سر کے بال منڈانے واجب ہیں اور امام شافعی نے کہا ہے کہ تین بالوں کا منڈانا کافی ہے۔

اس باب کی حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بالوں کو کٹانے کی بہ نسبت بالوں کو منڈانا افضل ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے سر کے بال حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کو تقسیم کرنے کے لیے عطا فرمائے' اس سے معلوم ہوا کہ آدمی کے بال طاہر ہیں' یہ جمہور فقہاء کا مذہب ہے' امام شافعی کا بھی یہی صحیح مذہب ہے۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بالوں کو بہ طور تبرک رکھنا جائز ہے۔ عبیدہ السلمانی نے کہا: اگر میرے پاس آپ کا ایک بال ہو تو وہ مجھے تمام دنیا کے سونے اور چاندی سے زیادہ محبوب ہے اور متعدد مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی ٹوپی میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چند بال تھے' اسی وجہ سے وہ ہر جنگ میں فتح یاب ہوتے تھے۔ سیرت میں مذکور ہے کہ جب حضرت ابوطلحہ نے آپ کے بال مسلمانوں میں تقسیم کیے تو حضرت خالد نے کہا کہ آپ کی پیشانی کے چند بال مجھے عطا فرما دیں اور آپ کی پیشانی کے بالوں کی یہ مناسبت تھی کہ حضرت خالد جس جنگ میں بھی حملہ کا اقدام کرتے' ظفریاب ہوتے۔

ان احادیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ زندہ آدمی کے بالوں کو حفاظت سے رکھنا جائز ہے' اس کے برخلاف بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ ان بالوں کو دفن کرنا واجب ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۹۰۔۸۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۳۰۴۸۔ ج ۳ ص ۵۴۳ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے عنوانات حسب ذیل ہیں:

① یوم نحر کو افعال حج کی ترتیب ② علماء احناف کی موافقت حدیث ③ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موئے مبارک کی تعظیم اور تکریم ④ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موئے مبارک سے تبرک کے ثبوت میں فقہاء اسلام کی عبارات ⑤ موئے مبارک اور فضلات شریفہ کی

طہارت اور بعض علماء کے تسامح اور علمی غلطیوں کا بیان (۶) فضلات شریفہ کی طہارت پر دلائل۔

۱۷۲۷ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَللّٰهُمَّ ارْحَمِ الْمُحَلِّقِينَ. قَالُوا وَالْمُقَصِّرِينَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ اَللّٰهُمَّ ارْحَمِ الْمُحَلِّقِينَ. قَالُوا وَالْمُقَصِّرِينَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ وَالْمُقَصِّرِينَ. وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي نَافِعٌ رَحِمَ اللّٰهُ الْمُحَلِّقِينَ. مَرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ. قَالَ وَقَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ حَدَّثَنِي نَافِعٌ وَقَالَ فِي الرَّابِعَةِ وَالْمُقَصِّرِينَ. (صحیح مسلم: ۱۳۰۲، الرقم المسلسل: ۳۰۴۰، سنن ابن ماجہ: ۳۰۴۳، سنن بیہقی ج ۵ ص ۱۳۴، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۷۲۸، مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۱ طبع قدیم، مسند احمد: ۴۶۵۸، ج ۱۲ ص ۷۵۔ ۷۳، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی: اے اللہ! سر منڈانے والوں پر رحم فرما! صحابہ نے کہا: اور بال کٹانے والوں پر یا رسول اللہ! آپ نے دعا کی: اے اللہ! سر منڈانے والوں پر رحم فرما! صحابہ نے کہا: اور بال کٹانے والوں پر یا رسول اللہ! آپ نے دعا کی: اور بال کٹانے والوں پر! اور لیث نے کہا: مجھے نافع نے حدیث بیان کی آپ نے ایک بار یا دو بار فرمایا: سر منڈانے والوں پر اللہ رحم فرمائے اور عبید اللہ نے کہا: مجھے نافع نے حدیث بیان کی اور آپ نے چوتھی بار دعا میں فرمایا: اور سر کے بال کٹانے والوں پر۔

سر منڈانے والوں کی سر کے بال کٹوانے والوں پر افضلیت کی وجوہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

سر کے بال منڈانے والوں کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دو بار دعا کی اور سر کے بال کٹانے والوں کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار دعا کی آیا یہ واقعہ حجۃ الوداع کا ہے یا الحدیبیہ کا حافظ ابو عمر ابن عبد البر نے کہا: اس واقعہ کا حدیبیہ میں ہونا محفوظ ہے اور علامہ نووی نے کہا: صحیح اور مشہور یہ ہے کہ یہ واقعہ حجۃ الوداع کا ہے قاضی عیاض نے کہا ہے کہ یہ بعید نہیں ہے کہ آپ نے دونوں جگہوں پر اس طرح دعا کی ہو اور قاضی عیاض نے جو کہا ہے وہی صحیح ہے تا کہ احادیث میں تطبیق ہو ایک حدیث میں ہے:

یحییٰ بن الحصین اپنی دادی سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حجۃ الوداع میں سنا آپ نے سر کے بال منڈانے والوں کے لیے تین بار دعا کی اور سر کے بال کٹانے والوں کے لیے ایک بار دعا کی۔ (صحیح مسلم: ۱۳۰۳، الرقم المسلسل: ۳۰۴۰)

امام ابن اسحاق نے اپنی سیرت میں یہ حدیث روایت کی ہے کہ ابن ابی نجیح از مجاہد از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: یوم حدیبیہ میں بعض لوگوں نے سر کے بال منڈائے اور دوسروں نے سر کے بال کٹائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار یہ دعا کی: اے اللہ! سر منڈانے والوں پر رحم فرما۔ کہا گیا: یا رسول اللہ! کیا وجہ ہے کہ آپ نے سر منڈانے والوں کے لیے بہت دعا کی ہے؟ آپ نے فرمایا: اس لیے کہ انہوں نے کوئی شک نہیں کیا۔

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ عربوں کی عادت تھی کہ وہ اپنے سروں کے بال بڑے رکھتے تھے اور ان کو مزین کرتے تھے اور ان میں سر منڈانے والے بہت کم تھے اور ان پر سر منڈانا بہت دشوار تھا اس لیے انہوں نے بال کٹانے کی طرف میلان کیا۔

سر منڈانا اس لیے افضل ہے کہ اس میں اللہ کے لیے تذلّل کو اختیار کرنا ہے کیونکہ بال کٹانے والا اپنے لیے زینت اختیار کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ یہ چاہتا ہے کہ حج کرنے والا اپنے لیے زینت کو ترک کر دے۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ سر منڈانا اس لیے افضل ہے کہ سر منڈانا صرف مردوں کے ساتھ خاص ہے اور عورتوں کے لیے سر منڈانا ممنوع ہے' حدیث میں ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عورتوں کے لیے سر منڈانا نہیں ہے' ان کے لیے صرف بالوں کو کٹانا ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۹۸۵۔ ۱۹۸۴)

امام ترمذی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کو سر منڈانے سے منع فرمایا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۹۲۔ ۹۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۳۰۴۰۔ ج ۳ ص ۵۳۸ میں مذکور ہے' اس حدیث کی شرح کے یہ عنوان ہیں:

① حج میں سر منڈانے کے حکم میں مذاہب ائمہ ② عورتوں کے سر منڈانے کا حکم ③ سر منڈانے کی مقدار میں مذاہب ائمہ۔

۱۷۲۸ - حَدَّثَنَا عَيَّاشُ بْنُ الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ قَالَ حَدَّثَنَا عُمَارَةُ بْنُ الْقَعْقَاعِ' عَنْ أَبِي زُرْعَةَ' عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُحَلِّقِيْنَ. قَالُوْا وَلِلْمُقَصِّرِيْنَ؟ قَالَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُحَلِّقِيْنَ قَالُوْا وَلِلْمُقَصِّرِيْنَ؟ قَالَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُحَلِّقِيْنَ قَالُوْا وَلِلْمُقَصِّرِيْنَ؟ قَالَهَا ثَلَاثًا' قَالَ وَلِلْمُقَصِّرِيْنَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عیاش بن الولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن فضیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمارۃ بن القعقاع نے حدیث بیان کی از ابوزرعہ از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی: اے اللہ! سر منڈانے والوں کی مغفرت فرما! صحابہ نے کہا: اور سر کے بال کٹانے والوں کی! آپ نے دعا کی: اے اللہ! سر منڈانے والوں کی مغفرت فرما! صحابہ نے کہا: اور سر کے بال کٹانے والوں کی! آپ نے دعا کی: اے اللہ! سر منڈانے والوں کی مغفرت فرما' صحابہ نے کہا: اور سر کے بال کٹانے والوں کی! آپ نے تین بار ان کے لیے دعا کی' پھر کہا: اور سر کے بال کٹانے والوں کی۔

اس حدیث کی بھی وہی شرح ہے جو اس سے پہلی حدیث کی بیان کی گئی ہے۔

۱۷۲۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ أَسْمَاءَ قَالَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ بْنُ أَسْمَاءَ' عَنْ نَافِعٍ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ قَالَ حَلَقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَطَائِفَةٌ مِنْ أَصْحَابِهِ' وَقَصَّرَ بَعْضُهُمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن محمد بن اسماء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جویریہ بن اسماء نے حدیث بیان کی از نافع کہ حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اور آپ کے اصحاب کی ایک جماعت نے سر منڈایا اور بعض نے سر کے بال کٹوائے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۱۷۲۷ کا مطالعہ فرمائیں۔

۱۷۳۰ - حَدَّثَنَا أَبُوْ عَاصِمٍ' عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ' عَنِ الْحَسَنِ بْنِ مُسْلِمٍ' عَنْ طَاوُسٍ' عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ' عَنْ مُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ قَالَ قَصَّرْتُ عَنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو عاصم نے حدیث بیان کی از ابن جریج از الحسن بن مسلم از طاؤس از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما از حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِشْقَصٍ. کے بال قینچی سے کاٹے۔

(صحیح مسلم: ۱۲۴۶، الرقم المسلسل: ۲۹۱۰، سنن ابوداؤد: ۱۸۰۳۔ ۱۸۰۲، سنن نسائی: ۲۷۳۳، المعجم الکبیر ج۱۹ ص ۶۹۷، الاحاد والمثانی: ۵۳۱، مسند احمد ج ۴ ص ۹۵ طبع قدیم، مسند احمد: ۱۶۸۶۳۔ ج ۲۸ ص ۷۷، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

حضرت معاویہ کے بال کاٹنے کا واقعہ کس موقع کا ہے؟

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ اشارہ ہے کہ بالوں کو کاٹنا بھی جائز اور سنت ہے اگر چہ افضل سر کے بال منڈانا ہے۔

علامہ نووی نے کہا ہے کہ یہ حدیث اس پر محمول ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ نے جعرانہ کے عمرہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سر کے بالوں کو کاٹا تھا' کیونکہ حجۃ الوداع میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قران کیا تھا اور یہ ثابت ہے کہ اس موقع پر آپ نے منیٰ میں سر کے بالوں کو منڈوایا تھا' اس لیے حضرت معاویہ کے بالوں کے کاٹنے کو حجۃ الوداع پر محمول کرنا جائز نہیں ہے اور نہ ہی اس کو عمرۃ القضاء پر محمول کرنا درست ہے' جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سات ہجری میں ادا کیا تھا کیونکہ اس وقت تک حضرت معاویہ اسلام نہیں لائے تھے' حضرت معاویہ آٹھ ہجری میں فتح مکہ کے دن اسلام لائے تھے' یہی صحیح اور مشہور ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۹۴ ملخصاً' دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۹۱۷۔ ج ۳ ص ۴۷۴ پر مذکور ہے' اس کی شرح کا عنوان ہے: حضرت معاویہ کے اسلام کی تاریخ کی تحقیق۔

۱۲۹ - بَابُ تَقْصِيْرِ الْمُتَمَتِّعِ بَعْدَ الْعُمْرَةِ

تمتع کرنے والے کا عمرہ کرنے کے بعد بال کاٹنا

۱۷۳۱ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبِيْ بَكْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا فُضَيْلُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ اَخْبَرَنِيْ كُرَيْبٌ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ لَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ، اَمَرَ اَصْحَابَهُ اَنْ يَّطُوْفُوْا بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، ثُمَّ يَحِلُّوْا، وَيَحْلِقُوْا اَوْ يُقَصِّرُوْا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن ابی بکر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں فضیل بن سلیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں موسیٰ بن عقبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے کریب نے خبر دی از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ پہنچے تو آپ نے اپنے اصحاب کو یہ حکم دیا کہ بیت اللہ کا طواف کریں اور صفا اور المروۃ میں (سعی کریں)' پھر احرام کھول دیں اور سر منڈائیں یا بال کاٹ لیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۵۴۵ میں گزر چکی ہے۔

۱۳۰ - بَابُ الزِّيَارَةِ يَوْمَ النَّحْرِ

یوم النحر (قربانی کے دن) طواف زیارت کرنا

وَقَالَ اَبُو الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ، وَابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ اَخَّرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الزِّيَارَةَ اِلَى اللَّيْلِ.

اور ابوالزبیر نے کہا از حضرت عائشہ و حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے طواف زیارت رات تک مؤخر کر دیا۔

اس تعلیق کی اصل درج ذیل کتب احادیث میں ہے:

سنن ابوداؤد: ۲۰۰۰، سنن ترمذی: ۹۴۰، سنن ابن ماجہ: ۳۰۵۹، مسند احمد ج ۱ ص ۲۸۸۔

وَيُذْكَرُ عَنْ اَبِيْ حَسَّانَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ

اور ذکر کیا جاتا ہے از ابی حسان از حضرت ابن عباس رضی اللہ

اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَزُوْرُ الْبَيْتَ اَيَّامَ مِنًى.

کہ نبی ﷺ ایام منٰی میں بیت اللہ کی زیارت کرتے تھے۔

اس تعلیق کی اصل سنن بیہقی ج ۵ ص ۱۴۶ میں ہے۔

۱۷۳۲ - وَقَالَ لَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَنَّهٗ طَافَ طَوَافًا وَّاحِدًا، ثُمَّ يَقِيْلُ، ثُمَّ يَاْتِيْ مِنًى، يَعْنِيْ يَوْمَ النَّحْرِ، وَرَفَعَهٗ عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ.

اور ہم سے ابونعیم نے کہا' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عبید اللہ از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہ انہوں نے ایک طواف (زیارت) کیا' پھر دو پہر کو سو گئے' پھر منٰی میں آئے یعنی قربانی کے دن' اور امام عبد الرزاق نے اس حدیث کی مرفوعاً روایت کی اور کہا: ہمیں عبید اللہ نے خبر دی۔

(صحیح مسلم:۱۳۰۸' الرقم المسلسل:۳۰۵۵' سنن ابوداؤد:۱۹۹۸' صحیح ابن حبان:۳۸۸۵-۳۸۸۳' سنن کبریٰ:۴۱۶۸' المنتقی:۴۸۶' صحیح ابن خزیمہ:۲۹۴۱' المستدرک ج۱ ص۴۷۵' سنن بیہقی ج۵ ص۱۴۴' مسند احمد ج۲ ص۳۴ طبع قدیم' مسند احمد:۴۸۹۸-ج۸ ص۴۹۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے کہ'' حضرت ابن عمر نے طواف زیارت کیا' پھر سو گئے' پھر منٰی میں آئے'' اس حدیث کا تقاضا یہ ہے کہ حضرت ابن عمر منٰی سے نکل کر مکہ مکرمہ گئے اور وہاں طواف زیارت کیا۔ اس حدیث پر یہ شبہہ ہوتا ہے کہ نبی ﷺ منٰی سے بیت اللہ جا کر اسی دن واپس کیسے آ جاتے تھے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ نبی ﷺ منٰی میں ظہر پڑھنے سے پہلے بیت اللہ جاتے اور منٰی میں واپس آ کر ظہر پڑھاتے اور تیز رفتار اونٹ پر منٰی سے مکہ میں جانا اور واپس آنا ممکن ہے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم:۳۰۶۲-ج۳ ص۵۵۸ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۱۷۳۳ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ رَبِيْعَةَ، عَنِ الْاَعْرَجِ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ حَجَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاَفَضْنَا يَوْمَ النَّحْرِ، فَحَاضَتْ صَفِيَّةُ، فَاَرَادَ النَّبِيُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهَا مَا يُرِيْدُ الرَّجُلُ مِنْ اَهْلِهٖ، فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّهَا حَائِضٌ، قَالَ حَابِسَتُنَا هِيَ، قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَفَاضَتْ يَوْمَ النَّحْرِ، قَالَ اُخْرُجُوْا. وَيُذْكَرُ عَنِ الْقَاسِمِ، وَعُرْوَةَ، وَالْاَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا اَفَاضَتْ صَفِيَّةُ يَوْمَ النَّحْرِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از جعفر بن ربیعہ از الاعرج' انہوں نے کہا: مجھے ابوسلمہ بن عبد الرحمان نے حدیث بیان کی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ ہم نے نبی ﷺ کے ساتھ حج کیا' پس ہم نے قربانی کے دن طواف زیارت کر لیا' پھر حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو حیض آ گیا' سو نبی ﷺ نے ان سے اس کام کا ارادہ کیا جس کام کا ارادہ مرد اپنی بیوی سے کرتا ہے' تو میں نے کہا: یارسول اللہ! وہ حائضہ ہیں' تو آپ نے فرمایا: کیا وہ ہم کو روانگی سے روک لیں گی' تو گھر والوں نے بتایا: یارسول اللہ! وہ طواف زیارت کر چکی ہیں' تو آپ نے فرمایا: روانہ ہو' اور القاسم' عروہ اور اسود اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ ذکر کیا جاتا ہے کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے قربانی کے دن طواف زیارت کر لیا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۲۹۴ میں گزر چکی ہے' اس کی اس حدیث کے باب کے عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے قربانی کے دن طواف زیارت کرلیا تھا اور یہی باب کا عنوان تھا' نیز اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ جب کسی عورت نے طواف زیارت کرلیا ہو اور طواف وداع نہ کیا ہو اور اس کے بعد اس کو حیض آ جائے تو وہ مکہ سے روانہ ہو سکتی ہے اور دوسرے لوگ طواف وداع کے بغیر روانہ نہیں ہو سکتے۔

١٣١ - بَابٌ إِذَا رَمٰى بَعْدَ مَا أَمْسٰى' أَوْ حَلَقَ قَبْلَ أَنْ يَّذْبَحَ' نَاسِيًا أَوْ جَاهِلًا

جس کسی شخص نے ذبح کرنے سے پہلے بھولے سے یا جہالت سے شام کے بعد کنکریاں مار لیں

١٧٣٤ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ طَاوُسٍ' عَنْ أَبِيْهِ' عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِيلَ لَهُ فِي الذَّبْحِ وَالْحَلْقِ وَالرَّمْيِ' وَالتَّقْدِيْمِ وَالتَّأْخِيْرِ' فَقَالَ لَا حَرَجَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن طاؤس نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ذبح کرنے' سر منڈانے اور کنکریاں مارنے میں تقدیم اور تاخیر کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۸۴ میں گزر چکی ہے' وہاں پر یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ ائمہ ثلاثہ کا مذہب اس حدیث کے مطابق ہے کہ جس شخص نے کسی چیز کو بھولے سے مقدم یا مؤخر کر دیا تو اس پر کوئی حرج نہیں ہے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس پر دم (قربانی) ہے کیونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جس شخص نے کسی چیز کو مقدم یا مؤخر کر دیا تو اس پر دم ہے اور اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ اس پر آخرت میں کوئی حرج نہیں ہے۔

١٧٣٥ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ' عَنْ عِكْرِمَةَ' عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسْئَلُ يَوْمَ النَّحْرِ بِمِنًى' فَيَقُوْلُ لَا حَرَجَ. فَسَأَلَهُ رَجُلٌ فَقَالَ حَلَقْتُ قَبْلَ أَنْ أَذْبَحَ' قَالَ اذْبَحْ وَلَا حَرَجَ. قَالَ رَمَيْتُ بَعْدَ مَا أَمْسَيْتُ' فَقَالَ لَا حَرَجَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ قربانی کے دن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منیٰ میں سوال کیا جاتا تھا تو آپ فرماتے تھے کہ کوئی حرج نہیں ہے' سو آپ سے ایک شخص نے سوال کیا کہ میں نے ذبح سے پہلے سر منڈا لیا تو آپ نے فرمایا: اب ذبح کرلو' کوئی حرج نہیں ہے اور کسی نے کہا: میں نے شام کے بعد کنکریاں ماری ہیں تو آپ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں ہے۔

اس حدیث کی شرح اس سے پہلی حدیث میں گزر چکی ہے۔

١٣٢ - بَابُ الْفُتْيَا عَلَى الدَّابَّةِ عِنْدَ الْجَمْرَةِ

جمرہ کے پاس سواری پر لوگوں کے مسائل کا جواب دینا

١٧٣٦ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے

مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عِيسَى بْنِ طَلْحَةَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَفَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ، فَجَعَلُوْا يَسْأَلُوْنَهُ، فَقَالَ رَجُلٌ لَمْ أَشْعُرْ، فَحَلَقْتُ قَبْلَ أَنْ أَذْبَحَ، قَالَ اِذْبَحْ وَلَا حَرَجَ. فَجَاءَ آخَرُ فَقَالَ لَمْ أَشْعُرْ فَنَحَرْتُ قَبْلَ أَنْ أَرْمِيَ، قَالَ اِرْمِ وَلَا حَرَجَ. فَمَا سُئِلَ يَوْمَئِذٍ عَنْ شَيْءٍ قُدِّمَ وَلَا أُخِّرَ إِلَّا قَالَ اِفْعَلْ وَلَا حَرَجَ.

حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن شہاب از عیسیٰ بن طلحہ از عبد اللہ بن عمرو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع میں (سواری پر) کھڑے ہوئے تھے کہ لوگ آپ سے سوال کرنے لگے ایک شخص نے کہا: مجھے پتا نہیں چلا تو میں نے ذبح سے پہلے سر مونڈ لیا آپ نے فرمایا: اب ذبح کرلو کوئی حرج نہیں ہے دوسرے شخص نے کہا: مجھے پتا نہیں چلا تو میں نے کنکریاں مارنے سے پہلے نحر کر لیا آپ نے فرمایا: اب کنکریاں مارلو کوئی حرج نہیں ہے پس اس دن آپ سے کسی چیز کے متعلق سوال نہیں کیا گیا جس کو مقدم یا موخر کرلیا گیا تھا تو آپ نے یہی فرمایا: اب کرلو کوئی حرج نہیں ہے۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۸۴ میں گزر چکی ہے۔

۱۷۳۷ - حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ حَدَّثَنِي الزُّهْرِيُّ، عَنْ عِيسَى بْنِ طَلْحَةَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ حَدَّثَهُ أَنَّهُ شَهِدَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ يَوْمَ النَّحْرِ، فَقَامَ إِلَيْهِ رَجُلٌ فَقَالَ كُنْتُ أَحْسِبُ أَنَّ كَذَا قَبْلَ كَذَا، ثُمَّ قَامَ آخَرُ فَقَالَ كُنْتُ أَحْسِبُ أَنَّ كَذَا قَبْلَ كَذَا، حَلَقْتُ قَبْلَ أَنْ أَنْحَرَ، نَحَرْتُ قَبْلَ أَنْ أَرْمِيَ، وَأَشْبَاهُ ذٰلِكَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِفْعَلْ وَلَا حَرَجَ لَهُنَّ كُلِّهِنَّ، فَمَا سُئِلَ يَوْمَئِذٍ عَنْ شَيْءٍ إِلَّا قَالَ اِفْعَلْ وَلَا حَرَجَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے الزہری نے حدیث بیان کی از عیسیٰ بن طلحہ از عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر تھے جب آپ قربانی کے دن خطبہ دے رہے تھے ایک شخص آپ کی طرف کھڑا ہوا اور اس نے کہا: میں یہ سمجھا تھا کہ یہ کام اس سے پہلے کرنا چاہیے پھر دوسرا کھڑا ہوا اور اس نے کہا: میں یہ سمجھا تھا کہ فلاں کام اس سے پہلے کرنا چاہیے میں نے نحر کرنے سے پہلے سر منڈا لیا میں نے کنکریاں مارنے سے پہلے نحر کر لیا اور اس کے مثل کام تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تمام کاموں کے متعلق فرمایا: اب کرلو کوئی حرج نہیں ہے اس دن جس کام کو بھی مقدم یا موخر کرنے کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: اب کرلو کوئی حرج نہیں ہے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۸۳ میں گزر چکی ہے۔

۱۷۳۸ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ أَخْبَرَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ صَالِحٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِي عِيسَى بْنُ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ أَنَّهُ سَمِعَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی از صالح از ابن شہاب

عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ وَقَفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى نَاقَتِهٖ، فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ. تَابَعَهٗ مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ.

انہوں نے کہا: مجھے عیسیٰ بن طلحہ بن عبید اللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اونٹنی پر کھڑے ہوئے تھے' پھر پوری حدیث ذکر کی۔ صالح کی متابعت معمر نے کی ہے از الزہری۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۸۳ میں گزر چکی ہے۔

۱۳۳ - بَابُ الْخُطْبَةِ اَيَّامَ مِنًى

ایامِ منیٰ میں خطبہ دینا

۱۷۳۹ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِيْ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا فُضَيْلُ بْنُ غَزْوَانَ قَالَ حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَ النَّاسَ يَوْمَ النَّحْرِ فَقَالَ يَآ اَيُّهَا النَّاسُ اَيُّ يَوْمٍ هٰذَا؟ قَالُوْا يَوْمٌ حَرَامٌ، قَالَ فَاَيُّ بَلَدٍ هٰذَا؟ قَالُوْا بَلَدٌ حَرَامٌ قَالَ فَاَيُّ شَهْرٍ هٰذَا؟ قَالُوْا شَهْرٌ حَرَامٌ، قَالَ فَاِنَّ دِمَاءَ كُمْ وَاَمْوَالَكُمْ، وَاَعْرَاضَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا، فِيْ بَلَدِكُمْ هٰذَا، فِيْ شَهْرِكُمْ هٰذَا. فَاَعَادَهَا مِرَارًا، ثُمَّ رَفَعَ رَاْسَهٗ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ هَلْ بَلَّغْتُ، اَللّٰهُمَّ هَلْ بَلَّغْتُ؟ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا فَوَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ، اِنَّهَا لَوَصِيَّتُهٗ اِلٰى اُمَّتِهٖ فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ، لَا تَرْجِعُوْا بَعْدِيْ كُفَّارًا يَّضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ. [طرف الحدیث: ۷۰۷۹]

(سنن ترمذی: ۲۱۹۳' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۵ ص ۶۰' مسند احمد ج ۱ ص ۲۳۰ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۰۳۶۔ ج ۳ ص ۴۷۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں فضیل بن غزوان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عکرمہ نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کے دن لوگوں کو خطبہ دیا' پس آپ نے فرمایا: اے لوگو! یہ کون سا دن ہے؟ مسلمانوں نے کہا: یہ حرمت والا دن ہے' آپ نے فرمایا: یہ کون سا شہر ہے؟ مسلمانوں نے کہا: یہ حرمت والا شہر ہے' آپ نے فرمایا: یہ کون سا مہینہ ہے؟ مسلمانوں نے کہا: یہ حرمت والا مہینہ ہے' آپ نے فرمایا: پس بے شک تمہارے خون اور تمہارے مال اور تمہاری عزتیں تم پر اس طرح حرام ہیں' جس طرح تمہارے اس دن کی' تمہارے اس شہر کی' تمہارے اس مہینہ کی حرمت ہے' آپ نے اس بات کو متعدد بار دہرایا' پھر آپ نے اپنا سر اٹھا کر کہا: اے اللہ! کیا میں نے تبلیغ کر دی ہے؟ اے اللہ! کیا میں نے تبلیغ کر دی ہے؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: پس اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! بے شک یہ آپ کی اپنی امت کی طرف وصیت ہے' (پھر آپ نے فرمایا:) پس چاہیے کہ حاضر غائب تک یہ بات پہنچا دے' تم میرے بعد کفار نہ ہو جانا کہ تم ایک دوسرے کی گردنیں مارو۔

قرآن مجید سے اس حدیث کی تائید کہ مسلمانوں کا ایک دوسرے کو قتل کرنا حرام ہے

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

امام طبری نے کہا ہے کہ اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: تمہاری جانیں اور تمہارے اموال ایک دوسرے پر حرام ہیں' اس سے آپ کی مراد یہ ہے کہ چونکہ تم سب کا دین واحد ہے' اس لیے تم سب واحد ہو' اس ارشاد کی نظیر یہ آیت ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ. (النساء:۲۹)

اے ایمان والو! ایک دوسرے کا مال ناجائز طریقہ سے نہ کھاؤ' سوائے اس کے کہ باہمی رضامندی سے تجارت ہو اور اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ تم ایک دوسرے کا مال باطل کے ساتھ نہ کھاؤ' اور نہ تم ایک دوسرے کو قتل کرو' اور اس کی وجہ یہ ہے کہ مؤمن ایک دوسرے کے بھائی ہیں' پس اس کے بھائی کو جو ناجائز چیز پہنچی ہے وہ گویا کہ اس کو پہنچی ہے' اور اس کی مثل یہ آیت ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان بنی اسرائیل کی مذمت کرتے ہوئے نازل فرمائی ہے جو مسلمانوں کے درمیان رہتے تھے' جو ایک دوسرے کو قتل کرتے تھے اور ایک دوسرے کو ان کے گھروں سے نکالتے تھے۔

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ لَا تَسْفِكُوْنَ دِمَآءَكُمْ وَلَا تُخْرِجُوْنَ اَنْفُسَكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ. (البقرہ:۸۴)

اور جب ہم نے تم سے یہ پختہ عہد لیا کہ تم ایک دوسرے کا خون نہ بہانا اور نہ ایک دوسرے کو اپنے گھروں سے نکالنا۔

پس بنی اسرائیل جو ایک دوسرے کو قتل کرتے تھے اس کو اللہ تعالیٰ نے اس طرح بیان فرمایا: تم اپنا خون نہ بہانا' سو اس آیت میں یہ بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک مسلمان پر دوسرے مسلمان کے مال اور اس کی عزت کو جو حرام کیا' وہ اس کی نظیر ہے جو اس نے ایک مسلمان پر دوسرے مسلمان کی جان کو حرام کر دیا ہے۔

اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ جب ایک مسلمان پر دوسرے مسلمان کی جان حرام ہے تو پھر تم ڈاکوؤں کو اور باغیوں کے قتل کرنے کو کیوں جائز قرار دیتے ہو؟ اس کا جواب یہ ہے کہ امام پر لازم ہے کہ وہ ڈاکوؤں کو اور باغیوں کو قتل کر دے اور یہ اللہ کے حکم کی وجہ سے ہے' جیسا کہ اس آیت سے واضح ہوتا ہے:

اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ يُّقَتَّلُوْٓا اَوْ يُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ. (المائدہ:۳۳)

اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں اور زمین میں ڈاکے ڈالتے ہیں ان کی یہی سزا ہے کہ ان کو چن چن کر قتل کیا جائے یا ان کو سولی دی جائے یا ان کے ہاتھ ایک جانب سے اور پیر دوسری جانب سے کاٹ دیئے جائیں' یا ان کو (اپنے وطن کی) زمین سے نکال دیا جائے۔

اسی طرح جب ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو ناحق قتل کر دے تو اس قاتل کو بھی قصاص میں قتل کرنا اللہ تعالیٰ کے حکم کی وجہ سے ہے' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى. (البقرہ:۱۷۸)

اے ایمان والو! تم پر مقتولین کے خون (ناحق) کا بدلہ لینا فرض کیا گیا ہے۔

کسی مسلمان کو اس کے کسی گناہ کی وجہ سے کافر قرار دینا جائز نہیں

نیز اس حدیث میں مذکور ہے: تم میرے بعد کفار نہ ہو جانا کہ تم ایک دوسرے کی گردنیں مارو۔

کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پہلے یہ بتا چکے ہیں کہ جب تک مسلمان اسلام پر قائم رہیں' ان کا خون بہانا حرام ہے' پس اگر کوئی شخص اس حدیث سے یہ سمجھ بیٹھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان بھائی کے قاتل کو کافر قرار دیا ہے تو اس کا یہ گمان غلط ہے اور بہت بھاری خطاء ہے کیونکہ جو شخص توحید کا اقرار کرتا ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی شہادت دیتا ہو' اس کو کسی گناہ کی وجہ سے کافر قرار دینا جائز نہیں

ہے سوا اس صورت کے کہ وہ کسی حرام قطعی کام کو حلال قرار دے لیکن جب وہ کسی حرام کام کو حرام سمجھتے ہوئے اس کا ارتکاب کرے گا تو وہ اللہ تعالیٰ کی معصیت کرنے والا ہے وہ چاہے گا تو اس کو سزا دے گا اور وہ چاہے گا تو اس کو معاف کر دے گا۔

(شرح ابن بطال ج ۴ ص ۳۶۱-۳۶۰ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

۱۷۴۰ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرٌو قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ زَيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ بِعَرَفَاتٍ. تَابَعَهُ ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرٍو.

[اطراف الحدیث: ۱۸۴۱-۱۸۴۳-۵۸۰۴-۵۸۵۳]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حفص بن عمر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے عمرو نے خبر دی انہوں نے کہا: میں نے جابر بن زید سے سنا انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا انہوں نے بیان کیا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو عرفات میں خطبہ دیتے ہوئے سنا۔ شعبہ کی متابعت سفیان بن عیینہ نے کی ہے از عمرو۔

(صحیح مسلم: ۱۱۷۷ الرقم المسلسل: ۲۶۸۰ سنن ابوداؤد: ۱۸۲۴ سنن نسائی: ۲۶۷۰ سنن ابن ماجہ: ۲۹۲۹)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) حفص بن عمر بن الحارث الحوضی (۲) شعبہ بن الحجاج (۳) عمرو بن دینار (۴) جابر بن زید ابو الشعثاء الازدی الیحمدی (۵) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۱۱۳)

۱۷۴۱ - حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ قَالَ حَدَّثَنَا قُرَّةُ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ قَالَ أَخْبَرَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَبِي بَكْرَةَ، عَنْ أَبِي بَكْرَةَ، وَرَجُلٌ أَفْضَلُ فِي نَفْسِي مِنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ أَبِي بَكْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ خَطَبَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ النَّحْرِ، قَالَ أَتَدْرُونَ أَيُّ يَوْمٍ هٰذَا؟ قُلْنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، فَسَكَتَ حَتّٰى ظَنَنَّا أَنَّهُ سَيُسَمِّيهِ بِغَيْرِ اسْمِهِ، قَالَ أَلَيْسَ يَوْمَ النَّحْرِ؟ قُلْنَا بَلٰى، قَالَ أَيُّ شَهْرٍ هٰذَا؟ قُلْنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، فَسَكَتَ حَتّٰى ظَنَنَّا أَنَّهُ سَيُسَمِّيهِ بِغَيْرِ اسْمِهِ، فَقَالَ أَلَيْسَ ذُو الْحَجَّةِ؟ قُلْنَا بَلٰى، قَالَ أَيُّ بَلَدٍ هٰذَا؟ قُلْنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، فَسَكَتَ حَتّٰى ظَنَنَّا أَنَّهُ سَيُسَمِّيهِ بِغَيْرِ اسْمِهِ، قَالَ أَلَيْسَتْ بِالْبَلْدَةِ الْحَرَامِ؟ قُلْنَا بَلٰى، قَالَ فَإِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا، فِي شَهْرِكُمْ هٰذَا، فِي بَلَدِكُمْ هٰذَا إِلٰى يَوْمِ تَلْقَوْنَ رَبَّكُمْ، أَلَا هَلْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابو عامر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں قرہ نے حدیث بیان کی از محمد بن سیرین انہوں نے کہا: مجھے عبدالرحمان بن ابی بکرہ نے خبر دی از ابی بکرہ اور اس شخص نے جو میرے دل میں عبدالرحمٰن حمید بن عبدالرحمان سے افضل تھا از حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کے دن خطبہ دیا آپ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ یہ کون سا دن ہے؟ ہم نے کہا: اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے آپ خاموش رہے حتیٰ کہ ہم نے یہ گمان کیا کہ آپ اس دن کے معروف نام کے علاوہ اس دن کا کوئی اور نام رکھیں گے آپ نے فرمایا: کیا یہ یوم النحر نہیں ہے؟ ہم نے کہا: کیوں نہیں! آپ نے فرمایا: یہ کون سا مہینہ ہے؟ ہم نے کہا: اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے آپ خاموش رہے حتیٰ کہ ہم نے گمان کیا کہ آپ اس مہینہ کے معروف نام کے علاوہ اس مہینہ کا کوئی اور نام رکھیں گے پس آپ نے فرمایا: کیا یہ ذوالحجہ نہیں ہے؟ ہم نے کہا: کیوں نہیں! آپ نے فرمایا: یہ کون سا شہر ہے؟ ہم نے کہا: اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے

بَلَّغْتُ؟ قَالُوْا نَعَمْ، قَالَ اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ، فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ، فَرُبَّ مُبَلَّغٍ اَوْعٰى مِنْ سَامِعٍ، فَلَا تَرْجِعُوْا بَعْدِيْ كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ.

آپ خاموش رہے حتیٰ کہ ہم نے گمان کیا کہ آپ اس شہر کے معروف نام کے سوا اس کا کوئی اور نام رکھیں گے' آپ نے فرمایا: کیا یہ حرمت والا شہر نہیں ہے؟ ہم نے کہا: کیوں نہیں! آپ نے فرمایا: بے شک تمہاری جانیں اور تمہارے اموال تم پر اس طرح حرام ہیں جس طرح تمہارے اس دن کی' تمہارے اس مہینہ کی' تمہارے اس شہر میں حرمت ہے' یہاں تک کہ تم اپنے رب سے ملاقات کرلو' سنو! کیا میں نے تبلیغ کر دی ہے؟ ہم نے کہا: جی ہاں! آپ نے کہا: اے اللہ! تو گواہ ہو جا' پس چاہیے کہ حاضر غائب کو پہنچا دے' پس کئی لوگ جن کو حدیث پہنچائی جائے وہ سننے والے سے زیادہ یاد رکھنے والے ہوتے ہیں' پس تم میرے بعد کفار نہ ہو جانا کہ تم ایک دوسرے کی گردنیں مارو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٦٧ میں گزر چکی ہے۔

١٧٤٢ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ قَالَ اَخْبَرَنَا عَاصِمُ بْنُ مُحَمَّدِ ابْنِ زَيْدٍ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِنًى اَتَدْرُوْنَ اَيُّ يَوْمٍ هٰذَا؟ قَالُوْا اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ، فَقَالَ فَاِنَّ هٰذَا يَوْمٌ حَرَامٌ، اَفَتَدْرُوْنَ اَيُّ بَلَدٍ هٰذَا؟ قَالُوْا اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ، قَالَ بَلَدٌ حَرَامٌ، اَفَتَدْرُوْنَ اَيُّ شَهْرٍ هٰذَا؟ قَالُوْا اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ، قَالَ شَهْرٌ حَرَامٌ. قَالَ فَاِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَيْكُمْ دِمَاءَكُمْ وَاَمْوَالَكُمْ وَاَعْرَاضَكُمْ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا، فِيْ شَهْرِكُمْ هٰذَا، فِيْ بَلَدِكُمْ هٰذَا. وَقَالَ هِشَامُ بْنُ الْغَازِ اَخْبَرَنِيْ نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا وَقَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ النَّحْرِ بَيْنَ الْجَمَرَاتِ فِي الْحَجَّةِ الَّتِيْ حَجَّ بِهٰذَا، وَقَالَ هٰذَا يَوْمُ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ. فَطَفِقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ. وَوَدَّعَ النَّاسَ، فَقَالُوْا هٰذِهٖ حَجَّةُ الْوَدَاعِ.

[اطراف الحدیث: ۴۴۰۳-۶۰۴۳-۶۱۶۶-۶۷۸۵-۶۸۶۸-

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن ہارون نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عاصم بن محمد بن زید نے خبر دی از والد خود از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منیٰ میں فرمایا: کیا تم جانتے ہو یہ کون سا دن ہے؟ مسلمانوں نے کہا: اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ جاننے والے ہیں' پس آپ نے فرمایا: تمہارا یہ دن حرمت والا ہے' کیا تم جانتے ہو یہ کون سا شہر ہے؟ مسلمانوں نے کہا: اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ جاننے والے ہیں' آپ نے فرمایا: یہ حرمت والا شہر ہے' کیا پس تم یہ جانتے ہو کہ یہ کون سا مہینہ ہے؟ مسلمانوں نے کہا: اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ جاننے والے ہیں' آپ نے فرمایا: یہ حرمت والا مہینہ ہے' (پھر) آپ نے فرمایا: پس بے شک اللہ نے تم پر تمہاری جانوں کو اور تمہارے مالوں کو اور تمہاری عزتوں کو اس طرح حرمت والا بنا دیا ہے جس طرح تمہارے اس دن کی' تمہارے اس مہینہ میں اور تمہارے اس شہر میں حرمت ہے' اور ہشام بن الغاز نے کہا: مجھے نافع نے خبر دی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نحر (قربانی) کے دن اس حج میں جمرات کے دن کھڑے تھے' جب آپ نے حج

۷۷-۷] (سنن ابوداؤد: ۱۹۴۵ سنن ابن ماجہ: ۳۰۵۸)

کیا تھا اور فرمایا: یہ حج اکبر کا دن ہے پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کہنے لگے: اے اللہ! تو گواہ ہو جا اور آپ نے لوگوں کو الوداع کیا' پس مسلمانوں نے کہا: یہ حجۃ الوداع ہے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبداللہ بن محمد بن عبداللہ ابوجعفر الجعفی المسندی (۲) ابوعامر عبدالملک بن عمرو العقدی (۳) قرہ بن خالد ابومحمد السدوسی (۴) محمد بن سیرین (۵) عبدالرحمان بن ابی بکرہ' ابوبکرہ کا نام نفیع بن الحارث بن کلدہ ہے (۶) حمید بن عبدالرحمٰن' علامہ کرمانی نے کہا: یہ حمید بن عوف القرشی الزہری ہیں (۷) حضرت ابوبکرہ' یہ نفیع بن الحارث رضی اللہ عنہ ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۱۱۵۔ ۱۱۴)

حج اکبر کے متعلق اقوال اور حجۃ الوداع کا بیان

اس حدیث کے فوائد میں سے یہ ہے کہ علم کی تبلیغ فرض کفایہ ہے اور کبھی یہ بعض لوگوں کے حق میں فرض عین ہو جاتا ہے' نیز اس سے معلوم ہوا کہ جو چیز حرام ہو' اس کو زیادہ تاکیدات کے ساتھ بیان کرنا چاہیے اور اس میں مثال بیان کرنے کا ثبوت ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم النحر کو حج اکبر فرمایا' اور حج اکبر کے مصداق میں اختلاف ہے' ایک قول یہ ہے کہ حج' حج اکبر ہے اور عمرہ حج اصغر ہے' دوسرا قول یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حج کیا تھا' وہ حج اکبر ہے اور ایک قول یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حج کو حج اکبر اس لیے فرمایا کہ اس حج میں مسلمانوں اور مشرکین کا اجتماع تھا اور یہ دن اہل کتاب کی عیدوں کے موافق تھا۔

حج اکبر کی تعیین میں مزید حسب ذیل اقوال ہیں:

(۱) حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہم اور شعبی اور مجاہد کا قول ہے کہ حج اکبر یوم النحر یعنی دس ذوالحجہ ہے۔

(۲) حضرت عمر اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم کا قول ہے کہ حج اکبر یوم عرفہ ہے۔

(۳) سفیان ثوری کا قول ہے کہ تمام ایام حج' حج اکبر ہیں۔

(۴) مجاہد کا قول ہے کہ حج اکبر قران ہے اور حج اصغر افراد ہے۔

(۵) ابن مردویہ نے اپنی تفسیر میں حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یوم الحج الاکبر وہ یوم ہے جس دن حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حج کرایا تھا۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے لوگوں کو الوداع کیا۔

کیونکہ آپ کو علم تھا کہ اس کے بعد آپ کا لوگوں کے ساتھ حج میں اجتماع نہیں ہوگا۔

اس کا سبب یہ ہے کہ امام بیہقی نے یہ روایت ذکر کی ہے کہ ایام تشریق کے وسط میں آپ پر یہ آیت نازل ہوئی:

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُO (النصر:۱) جب اللہ کی مدد اور فتح آ جائےO

اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جان لیا کہ اب الوداع ہے' یعنی اب آپ مسلمانوں سے رخصت ہو جائیں گے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ یہ سورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایام تشریق کے وسط میں منیٰ میں نازل ہوئی اور یہ حجۃ الوداع تھا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ پوری سورت پڑھ کر ختم کی' اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ پہچان لیا کہ اب آپ الوداع ہو رہے

ہیں اور اس حج کے بعد صحابہ نے کہا: یہ حجۃ الوداع ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۱۱۹-۱۱۸ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

ہم نے شرح صحیح مسلم میں بہت دلائل سے یہ بیان کیا ہے کہ جس دن یوم عرفہ جمعہ کو ہو اس سال کا حج، حج اکبر ہوتا ہے۔

* دیکھئے شرح صحیح مسلم ج ۳ ص ۶۹۲-۶۸۷۔

۱۳۴ - بَابٌ هَلْ يَبِيتُ أَصْحَابُ السِّقَايَةِ. أَوْ غَيْرُهُمْ بِمَكَّةَ لَيَالِيَ مِنًى؟

جو لوگ منیٰ کی راتوں میں مکہ میں پانی پلاتے ہیں یا کوئی اور کام کرتے ہیں ان کا مکہ میں رہنے کا جواز

۱۷۴۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ بْنِ مَيْمُونٍ قَالَ حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا رَخَّصَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبید بن میمون نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عیسیٰ بن یونس نے حدیث بیان کی از عبید اللہ از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رخصت دی ہے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۶۳۴ میں گزر چکی ہے۔

۱۷۴۴ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسٰى قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللّٰهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَذِنَ لَهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن موسیٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن بکر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے خبر دی انہوں نے کہا: مجھے عبید اللہ نے خبر دی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے اجازت دی۔

اس حدیث کی شرح بھی ۱۶۳۴ میں گزر چکی ہے۔

۱۷۴۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِي نَافِعٌ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ الْعَبَّاسَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اِسْتَأْذَنَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَبِيتَ بِمَكَّةَ لَيَالِيَ مِنًى، مِنْ أَجْلِ سِقَايَتِهِ، فَأَذِنَ لَهُ. تَابَعَهُ أَبُو أُسَامَةَ، وَعُقْبَةُ بْنُ خَالِدٍ، وَأَبُو ضَمْرَةَ.

(امام بخاری نے) کہا: ہمیں محمد بن عبد اللہ بن نمیر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبید اللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے نافع نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی کہ وہ منیٰ کی راتیں پانی پلانے کی وجہ سے مکہ میں گزاریں تو آپ نے ان کو اجازت دے دی۔ محمد بن عبد اللہ بن نمیر کی متابعت ابواسامہ اور عقبہ بن خالد اور ابوضمرہ نے کی۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۶۳۴ میں گزر چکی ہے۔

۱۳۵ - بَابُ رَمْيِ الْجِمَارِ

کنکریاں مارنا

اس باب کے عنوان میں "جمار" کا لفظ ہے اس کا واحد "جمرة" ہے اس کا معنی ہے: کنکری۔ ایام تشریق میں جو کنکریاں ماری جاتی ہیں وہ چنے یا گٹھلی یا پور کے برابر ہوتی ہیں۔ سب سے پہلے اس جگہ پر سات کنکریاں ماری جاتی ہیں جو مسجد خیف کے قریب ہے اس کو جمرہ اولیٰ کہتے ہیں پھر وہاں کچھ دیر ٹھہر کر اس جگہ سات کنکریاں ماری جاتی ہیں جو جمرہ اولیٰ کے قریب ہے اس کو جمرہ ثانیہ کہا

جاتا ہے' پھر وہاں کچھ دیر ٹھہر کر جمرۃ العقبہ پر سات کنکریاں ماری جاتی ہیں اور وہاں ٹھہرا نہیں جاتا' العقبہ کے معنی ہیں: دو پہاڑوں کے درمیان گھاٹی' یہ تیسرا جمرہ ہے' اب ان جمرات کی جگہوں پر ستون بنا دیئے گئے ہیں' جو اسی ترتیب پر ہیں' منیٰ سے مکہ کی طرف آتے ہوئے پہلا جمرہ' پھر دوسرا' پھر تیسرا' جمرہ کا معنی کنکری ہے لیکن یہاں مراد کنکری مارنے کی جگہ ہے۔

(البنایہ ج ۵ ص ۱۴۵۔ ۱۴۴' مطبوعہ مکتبہ حقانیہ' ملتان)

وَقَالَ جَابِرٌ رَمَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ النَّحْرِ ضُحًى' وَرَمٰى بَعْدَ ذٰلِكَ بَعْدَ الزَّوَالِ.

اور حضرت جابر رضی اللہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم نحر (قربانی کے دن) کو چاشت کے وقت کنکریاں ماریں اور اس کے بعد زوال کے وقت کنکریاں ماریں۔

اس حدیث کو امام مسلم نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے' حوالہ کے لیے دیکھئے:
صحیح مسلم:۱۲۹۹' الرقم المسلسل:۳۰۳۱' سنن ابوداؤد:۱۹۷۱' سنن ترمذی:۸۹۵' سنن نسائی:۳۰۶۰' سنن ابن ماجہ: ۳۰۵۳۔

۱۷۴۶ - حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ' عَنْ وَبَرَةَ قَالَ سَاَلْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا مَتٰى اَرْمِي الْجِمَارَ؟ قَالَ اِذَا رَمٰى اِمَامُكَ فَارْمِهْ' فَاَعَدْتُ عَلَيْهِ الْمَسْاَلَةَ' قَالَ كُنَّا نَتَحَيَّنُ' فَاِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ رَمَيْنَا. (سنن ابوداؤد:۱۹۷۲)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں مسعر نے حدیث بیان کی از وبرہ' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ سے سوال کیا کہ میں جمار کو کس وقت کنکریاں ماروں؟ انہوں نے کہا: جب تمہارا امیر کنکریاں مارے' تم بھی اس وقت کنکریاں مارو' میں نے ان سے دوبارہ سوال کیا تو انہوں نے کہا: ہم انتظار کرتے تھے' جب زوال آفتاب ہو جاتا تو اس وقت ہم کنکریاں مارتے تھے۔

جمرہ عقبہ کو پہلے دن کنکریاں مارنے کے اوقات

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ نے بتایا کہ جب تمہارے حج کا امیر کنکریاں مارے تو تم بھی اس وقت کنکریاں مارو' گویا حضرت ابن عمر کو خطرہ تھا کہ یہ شخص امیر حج کی مخالفت کرے گا' پھر اس کو ضرر لاحق ہوگا' پھر جب اس نے دوبارہ سوال کیا تو حضرت ابن عمر نے اس سے مسئلہ چھپانا مناسب نہیں جانا اور اس کو بتایا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کس طرح کنکریاں مارتے تھے۔ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ سنت یہ ہے کہ قربانی کے دن زوال آفتاب سے پہلے کنکریاں ماری جائیں اور اس کے بعد کے ایام میں زوال آفتاب کے بعد کنکریاں ماری جائیں' جمہور کا قول یہی ہے' عطاء اور طاؤس نے اس کی مخالفت کی ہے اور کہا ہے کہ مطلقاً زوال سے پہلے کنکریاں مارنی جائز ہیں اور فقہاء احناف نے اجازت دی ہے کہ جس دن حجاج نے منیٰ سے روانہ ہونا ہو' اس دن زوال سے پہلے کنکریاں مارنا جائز ہے اور اسحاق نے کہا ہے کہ اگر اس نے زوال سے پہلے کنکریاں ماریں تو ان کا اعادہ کرے سوائے تیسرے دن کے' اگر تیسرے دن اس نے زوال سے پہلے کنکریاں مار لیں تو جائز ہے۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۲۶۳' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

یوم النحر کے بعد باقی تین دنوں میں کنکریاں مارنے کے اوقات

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے دو حکم مستفاد ہوتے ہیں:

پہلا حکم یہ ہے کہ قربانی کے دن جمرہ العقبہ کو کنکریاں مارنے کا وقت چاشت کا وقت ہے اور اس میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتداء ہے' علامہ رافعی نے کہا ہے کہ مستحب یہ ہے کہ طلوع آفتاب کے بعد کنکریاں ماری جائیں' پھر باقی افعال کرے اور طواف زیارت دن کی روشنی میں کرے۔

ہمارے شیخ زین الدین رحمہ اللہ نے یہ کہا ہے کہ علامہ رافعی کا قول حدیث کے مخالف ہے' کنکریاں مارنے کا مستحب وقت چاشت کا وقت ہے جب دن خوب چڑھ جائے' تاہم طلوع شمس کے بعد بھی کنکریاں مارنا جائز ہے' یہ ہمارا مذہب ہے کیونکہ حدیث میں ہے:

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ یوم النحر کو چاشت کے وقت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی سواری سے کنکریاں مار رہے تھے اور اس کے بعد آپ زوالِ آفتاب کے بعد کنکریاں مارتے تھے۔

(صحیح مسلم: ۱۲۹۹' سنن ابوداؤد: ۱۹۷۱' سنن ترمذی: ۸۹۴' سنن نسائی: ۳۰۶۳' سنن ابن ماجہ: ۳۰۵۳)

المحیط میں مذکور ہے کہ جمرۃ العقبہ کو کنکریاں مارنے کے تین اوقات ہیں:

(۱) طلوع آفتاب کے بعد کنکریاں مارنا مسنون ہے (۲) زوالِ آفتاب سے لے کر غروبِ آفتاب تک مباح ہے (۳) رات کو کنکریاں مارنا مباح ہے' اور اگر اس نے کنکریاں نہیں ماریں حتیٰ کہ رات داخل ہوگئی تو اس پر واجب ہے کہ وہ رات کو کنکریاں مارے اور اس پر کوئی تاوان نہیں ہے' امام ابو یوسف سے مروی ہے کہ وہ رات کو کنکریاں نہ مارے اور اس پر ایک قربانی ہے اور اگر اس نے یوم النحر کو کنکریاں نہیں ماریں حتیٰ کہ صبح ہوگئی تو وہ اگلے دن کنکریاں مارے اور اس میں صاحبین کا اختلاف ہے۔

دوسرا حکم یہ ہے کہ ایام تشریق میں کنکریاں مارنے کا وقت زوالِ آفتاب کے بعد ہے' اس پر تمام ائمہ متفق ہیں اور تیسرے روز کنکریاں مارنے کے وقت میں امام ابوحنیفہ کا اختلاف ہے' امام ابوحنیفہ نے فرمایا ہے کہ تیسرے روز زوال سے پہلے بھی کنکریاں مارنا استحساناً جائز ہے اور انہوں نے کہا ہے کہ اگر اس نے پہلے اور دوسرے روز زوال سے پہلے کنکریاں ماریں تو وہ دوبارہ کنکریاں مارے اور تیسرے روز زوال سے پہلے کنکریاں مارنا جائز ہے۔

عطاء اور طاؤس نے کہا ہے کہ ان تینوں دنوں میں زوال سے پہلے کنکریاں مارنا جائز ہے' امام مالک' امام ابوحنیفہ' امام شافعی' ثوری اور ابوثور اس پر متفق ہیں کہ جب ایام تشریق گزر جائیں اور آخری دن کا سورج غروب ہو جائے تو کنکریاں مارنے کا وقت فوت ہو گیا اور اب اس کی تلافی ایک قربانی دینے سے کی جائے گی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۱۲۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

یوم النحر کے بعد باقی تین دنوں میں بھی طلوع شمس کے بعد کنکریاں مارنی جائز ہیں

آج کل کے ایام میں (۲۰۰۷ء) میں پچیس لاکھ سے زائد مسلمان حج کر رہے ہیں' یوم النحر کو طلوع آفتاب سے لے کر رات تک کنکریاں مارنے کا وقت ہوتا ہے' اس لیے حجاج وقفہ وقفہ سے کنکریاں مار لیتے ہیں لیکن اس کے بعد کے تین ایام میں زوالِ آفتاب کے بعد سے کنکریاں مارنے کا وقت شروع ہوتا ہے' یہ وقت بہت کم ہوتا ہے اور کنکریاں مارنے والے حجاج کی تعداد بہت زیادہ ہوتی ہے' اس وجہ سے ہر سال سینکڑوں حجاج رش میں کچلے جاتے ہیں اور ان کی المناک موت واقع ہوتی ہے۔

اگر یوم النحر کے بعد باقی تین دنوں میں بھی طلوع آفتاب کے بعد سے کنکریاں مارنی شروع کی جائیں تو حجاج کی قیمتی جانیں تلف ہونے سے بچ جائیں گی' ہمارے فقہاء نے ان تین دنوں میں زوالِ آفتاب کے بعد کنکریاں مارنے کو اس لیے کہا ہے کہ سنن

ابوداؤد: ۱۹۷۱ میں ہے کہ نبی ﷺ یوم النحر کے بعد زوالِ آفتاب کے بعد کنکریاں مارتے تھے اس میں کوئی شک نہیں کہ سنت یہی ہے کہ ان دن تین دنوں میں زوالِ آفتاب کے بعد کنکریاں ماری جائیں لیکن اگر تین دنوں میں بھی طلوعِ شمس کے بعد کنکریاں ماری جائیں تو یہ عمل زیادہ سے زیادہ خلافِ سنت ہوگا باطل نہیں ہوگا کیونکہ زوالِ آفتاب کے بعد کنکریاں مارنے سے رش بہت زیادہ ہو جاتا ہے اور وقت کم ہوتا ہے حجاج دھکم پیل کرتے ہیں اور اس کے نتیجے میں ہر سال سینکڑوں سے زیادہ اموات ہو جاتی ہیں لہٰذا اس ضرر سے بچنے کے لیے ان آخری تین دنوں میں بھی طلوعِ آفتاب کے بعد کنکریاں ماری جائیں تو یہ استحساناً جائز ہے کیونکہ نبی ﷺ نے اس سے منع نہیں فرمایا اور طلوعِ فجر کے بعد کنکریاں مارنے کی گنجائش ہے اس لیے کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے تیسرے دن زوالِ آفتاب سے پہلے کنکریاں مارنے کی اجازت دی ہے اور طاؤس اور عطاء بن ابی رباح نے مطلقاً ان ایام میں طلوعِ آفتاب کے بعد کنکریاں مارنے کو جائز کہا ہے اور صحیح البخاری: ۱۷۴۶ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ قول ہے کہ جب تمہارا امیر کنکریاں مارے تم بھی اس وقت کنکریاں مارو۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے نزدیک کنکریاں مارنے کے لیے کوئی وقت معین اور ضروری نہیں تھا نیز آخری تین دنوں میں زوال سے پہلے کنکریاں مارنا صرف سنت ہے اور جان کی حفاظت واجب ہے اس لیے ان آخری تین دنوں میں بھی طلوعِ آفتاب کے بعد سے کنکریاں مارنی چاہئیں۔

۱۳۶ - بَابُ رَمْيِ الْجِمَارِ مِنْ بَطْنِ الْوَادِيْ

وادی کے نشیب میں جا کر جمار کو کنکریاں مارنا

اس سے مراد یوم النحر میں جمرۃ العقبہ کو کنکریاں مارنا ہے یعنی وادی کے نشیب میں جا کر نیچے سے اوپر کی طرف کنکریاں مارنا۔

۱۷۴۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ قَالَ اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الْاَعْمَشِ، عَنْ اِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ رَمٰى عَبْدُ اللّٰهِ مِنْ بَطْنِ الْوَادِيْ، فَقُلْتُ يَا اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اِنَّ نَاسًا يَّرْمُوْنَهَا مِنْ فَوْقِهَا؟ فَقَالَ وَالَّذِيْ لَا اِلٰهَ غَيْرُهٗ هٰذَا مَقَامُ الَّذِيْ اُنْزِلَتْ عَلَيْهِ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْاَعْمَشِ بِهٰذَا. [اطراف الحدیث: ۱۷۴۸-۱۷۴۹-۱۷۵۰]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی از الاعمش از ابراہیم از عبد الرحمان بن یزید انہوں نے کہا کہ حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے وادی کے نشیب سے کنکریاں ماریں میں نے کہا: اے ابوعبد الرحمان! لوگ تو وادی کے اوپر سے کنکریاں مارتے ہیں تو انہوں نے کہا: اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے! یہ اس ذات کے کھڑے ہونے کی جگہ ہے جس پر سورۃ البقرہ نازل ہوئی تھی ﷺ اور عبد اللہ بن الولید نے کہا: ہمیں سفیان نے از الاعمش اسی طرح حدیث بیان کی۔

(صحیح مسلم: ۱۲۹۶ الرقم المسلسل: ۳۰۲۱ سنن ترمذی: ۹۰۲ سنن نسائی: ۳۰۷۰-۳۰۶۹-۳۰۶۷ سنن ابن ماجہ: ۳۰۳۰)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن کثیر (۲) سفیان الثوری (۳) سلیمان الاعمش (۴) ابراہیم النخعی (۵) عبد الرحمٰن بن یزید النخعی (۶) حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۱۲۳)

وادی کے نشیب سے کنکریاں مارنے میں مذاہب ائمہ

علامہ بدر الدین محمود بن عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جمرۃ العقبہ پر وادی کے نشیب سے کنکریاں مارنی سنت ہے اور اگر کسی نے نیچے کنکریاں ماریں تو یہ مکروہ ہے اور التوضیح میں مذکور ہے کہ اگر کسی نے وادی کے نیچے کنکریاں ماریں تو یہ جائز ہے۔

امام مالک نے کہا ہے کہ اگر کسی نے وادی کے اوپر سے کنکریاں ماریں تو صحیح ہے پھر انہوں نے اس سے رجوع کیا اور کہا: کنکریاں صرف وادی کے نیچے سے مارے یا اس کے اوپر سے یا اس کے اوسط سے ان سب کی گنجائش ہے اور جو پسندیدہ جگہ ہے وہ یہ ہے کہ وادی کے نیچے سے کنکریاں مارے جس طرح عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث مذکور میں ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بھی وادی کے نشیب سے کنکریاں مارتے تھے عطاء اور سالم نے بھی اسی طرح کہا ہے اور یہی ثوری امام شافعی امام احمد اور اسحاق کا قول ہے امام مالک نے کہا: وادی کے نیچے سے کنکریاں مارنا میرے نزدیک مستحب ہے ایک روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے اس وقت جمرہ پر بھیڑ بہت تھی تو انہوں نے اوپر سے اس پر کنکریاں ماریں۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۱۲۴ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۱۳۷ - بَابُ رَمْيِ الْجِمَارِ بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ

ہر جمرہ پر سات کنکریاں مارنا

ذَكَرَهُ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اس حدیث کو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ذکر کیا ہے از نبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

اس تعلیق کے موافق حدیث صحیح البخاری: ۱۷۵۱ میں آرہی ہے۔

۱۷۴۸ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّهُ انْتَهٰى إِلَى الْجَمْرَةِ الْكُبْرٰى جَعَلَ الْبَيْتَ عَنْ يَسَارِهِ وَمِنًى عَنْ يَمِينِهِ وَرَمٰى بِسَبْعٍ وَقَالَ هٰكَذَا رَمَى الَّذِي أُنْزِلَتْ عَلَيْهِ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حفص بن عمر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از الحکم از ابراہیم از عبدالرحمان بن یزید از حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ وہ جمرہ کبریٰ تک پہنچے انہوں نے بیت اللہ کو اپنی بائیں جانب رکھا اور منیٰ کو دائیں جانب رکھا اور سات کنکریاں ماریں اور کہا: اسی طرح انہوں نے کنکریاں ماری تھیں جن پر سورۃ البقرہ نازل ہوئی تھی صلی اللہ علیہ وسلم۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۷۴۷ میں گزر چکی ہے۔ ان دونوں حدیثوں میں یہ مذکور ہے کہ یہ اس ذات کا کام ہے جس پر سورۃ البقرہ نازل ہوئی تھی اس ذات سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اس حدیث میں سورۃ البقرہ کا ذکر ہے حالانکہ آپ پر تو پورا قرآن نازل ہوا تھا سورۃ البقرہ کی تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ سورۃ البقرہ میں حج کے احکام بہت کثرت سے بیان کیے گئے ہیں۔

۱۳۸ - بَابُ مَنْ رَمٰى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ فَجَعَلَ الْبَيْتَ عَنْ يَسَارِهِ

جس نے جمرۃ العقبہ کی رمی کی تو بیت اللہ کو بائیں جانب رکھا

۱۷۴۹ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا الْحَكَمُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيدَ أَنَّهُ حَجَّ مَعَ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَرَاٰهُ يَرْمِي الْجَمْرَةَ الْكُبْرٰى بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ فَجَعَلَ الْبَيْتَ عَنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں الحکم نے حدیث بیان کی از ابراہیم از عبدالرحمٰن بن یزید وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ حج

يَسَارِهِ وَمِنًى عَنْ يَمِينِهِ، ثُمَّ قَالَ هٰذَا مَقَامُ الَّذِیْ اُنْزِلَتْ عَلَیْهِ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ.

کیا تو ان کو دیکھا کہ انہوں نے جمرہ کبریٰ پر سات کنکریاں ماریں، پس بیت اللہ کو بائیں جانب رکھا اور منیٰ کو دائیں جانب رکھا، پھر کہا: یہ ان کے کھڑے ہونے کی جگہ ہے جن پر سورۃ البقرہ نازل ہوئی تھی۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۷۴۷ میں گزر چکی ہے۔

۱۳۹ - بَابٌ يُّكَبِّرُ مَعَ كُلِّ حَصَاةٍ تَكْبِيْرَةً

ہر کنکری مارتے وقت اللہ اکبر کہے

۱۷۵۰ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ عَنْ عَبْدِ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ قَالَ سَمِعْتُ الْحَجَّاجَ يَقُوْلُ عَلَى الْمِنْبَرِ السُّوْرَةُ الَّتِیْ يُذْكَرُ فِيْهَا الْبَقَرَةُ، وَالسُّوْرَةُ الَّتِیْ يُذْكَرُ فِيْهَا اٰلُ عِمْرَانَ، وَالسُّوْرَةُ الَّتِیْ يُذْكَرُ فِيْهَا النِّسَاءُ، قَالَ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِاِبْرَاهِيْمَ، فَقَالَ حَدَّثَنِیْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ يَزِيْدَ اَنَّهُ كَانَ مَعَ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ، حِيْنَ رَمٰی جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ، فَاسْتَبْطَنَ الْوَادِیَ، حَتّٰی اِذَا حَاذٰی بِالشَّجَرَةِ اعْتَرَضَهَا، فَرَمٰی بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ، يُكَبِّرُ مَعَ كُلِّ حَصَاةٍ، ثُمَّ قَالَ مِنْ هَا هُنَا، وَالَّذِیْ لَا اِلٰهَ غَيْرُهُ، قَامَ الَّذِیْ اُنْزِلَتْ عَلَيْهِ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی از عبد الواحد، انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے حجاج کو منبر پر یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ وہ سورت جس میں البقرہ کا ذکر ہے اور وہ سورت جس میں آل عمران کا ذکر ہے اور وہ سورت جس میں النساء کا ذکر ہے، الاعمش نے کہا: پھر میں نے اس بات کا ذکر ابراہیم سے کیا تو انہوں نے کہا: مجھے عبدالرحمان بن یزید نے حدیث بیان کی کہ وہ اس وقت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ کے ساتھ تھے، جب انہوں نے جمرۃ العقبہ پر کنکریاں ماریں، پس وادی کو نشیب میں رکھا، جب درخت کے برابر پہنچے تو اس وادی کے عرض میں آ گئے، پھر سات کنکریاں ماریں اور ہر کنکری کے ساتھ اللہ اکبر پڑھتے، پھر کہا: اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے! اسی جگہ وہ کھڑے ہوئے تھے جن کے اوپر سورۃ البقرہ نازل ہوئی تھی صلی اللہ علیہ وسلم۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۷۴۷ میں گزر گئی ہے۔ اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ حجاج کا یہ کہنا درست ہے کہ وہ سورت جس میں البقرہ کا ذکر ہے اور وہ سورت جس میں آل عمران کا ذکر ہے کیونکہ حضرت ابن مسعود نے بھی اسی طرح فرمایا ہے کہ وہ سورت جس میں البقرہ کا ذکر ہے۔

۱۴۰ - بَابُ مَنْ رَّمٰی جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ وَلَمْ يَقِفْ

جس نے جمرۃ العقبہ پر کنکریاں ماریں اور وہاں نہیں ٹھہرا

اس تعلیق کی حدیث موصول اگلے باب میں آ رہی ہے۔

قَالَهُ ابْنُ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اسے حضرت ابن عمر رضی اللہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا۔

۱۴۱ - بَابٌ اِذَا رَمَی الْجَمْرَتَيْنِ، يَقُوْمُ وَيُسْهِلُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ

جب پہلے اور دوسرے جمرہ کو کنکریاں مارے تو قبلہ رخ نرم زمین پر کھڑا ہو

یعنی ان دونوں جمروں کے پاس کافی دیر کھڑا رہے' پہلے جمرہ کے پاس کتنی دیر کھڑا رہے' اس کی مقدار میں اختلاف ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اس کے پاس اتنی دیر کھڑے رہتے تھے جتنی دیر میں دو دفعہ سورۃ البقرہ پڑھی جا سکے' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ان دونوں جمروں کے پاس اتنی دیر کھڑے رہتے تھے جتنی دیر میں سورۃ البقرہ پڑھی جا سکے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اتنی دیر کھڑے رہتے تھے جتنی دیر میں سو آیتوں والی کوئی سورت پڑھی جا سکے' اتنی دیر کھڑے رہنے میں پڑھنے کے لیے کوئی چیز معین نہیں' وہاں کھڑے ہو کر اللہ کا ذکر کرے اور دعا کرے اور اگر وہاں کھڑا نہ ہوا اور ذکر اور دعا نہ کرے تو اکثر علماء کے نزدیک کوئی حرج نہیں ہے' مگر سفیان ثوری نے کہا ہے کہ مستحب یہ ہے کہ پھر وہ کوئی چیز کھلائے یا قربانی کرے۔

١٧٥١ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا طَلْحَةُ بْنُ يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنَا يُونُسُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّهُ كَانَ يَرْمِي الْجَمْرَةَ الدُّنْيَا بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ، يُكَبِّرُ عَلٰى إِثْرِ كُلِّ حَصَاةٍ، ثُمَّ يَتَقَدَّمُ حَتّٰى يُسْهِلَ، فَيَقُومُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ، فَيَقُومُ طَوِيلًا، وَيَدْعُو وَيَرْفَعُ يَدَيْهِ، ثُمَّ يَرْمِي الْوُسْطٰى، ثُمَّ يَأْخُذُ ذَاتَ الشِّمَالِ فَيَسْتَهِلُّ، وَيَقُومُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ، فَيَقُومُ طَوِيلًا، وَيَدْعُو وَيَرْفَعُ يَدَيْهِ طَوِيلًا، ثُمَّ يَرْمِي جَمْرَةَ ذَاتِ الْعَقَبَةِ مِنْ بَطْنِ الْوَادِي، وَلَا يَقِفُ عِنْدَهَا، ثُمَّ يَنْصَرِفُ، فَيَقُولُ هٰكَذَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُهُ.

[اطراف الحدیث: ۱۷۵۲-۱۷۵۳] (سنن نسائی: ۳۰۸۳' سنن ابن ماجہ: ۳۰۳۴)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عثمان بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں طلحہ بن یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے حدیث بیان کی از الزہری از سالم از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ پہلے جمرہ پر سات کنکریاں مارتے' ہر کنکری مارنے کے بعد اللہ اکبر پڑھتے' پھر آگے بڑھتے حتیٰ کہ نرم اور ہموار زمین میں آ جاتے یعنی نشیب میں' پھر قبلہ کی طرف منہ کر کے کھڑے ہو جاتے' پھر کافی دیر کھڑے رہ کر اور دونوں ہاتھ بلند کر کے دعا کرتے' پھر دوسرے (درمیانی) جمرہ کو کنکریاں مارتے' پھر بائیں جانب مڑ کر لا الٰہ الا اللہ پڑھتے اور قبلہ کی طرف منہ کر کے کافی دیر تک دعا کرتے رہتے اور دونوں ہاتھ بلند رکھتے ہوئے دعا کرتے' پھر وادی کے نیچے سے جمرۃ العقبہ کو کنکریاں مارتے اور اس کے پاس نہیں ٹھہرتے تھے' پھر واپس چلے جاتے اور کہتے: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

مشکل الفاظ کے معانی

اس حدیث میں ''الجمرة الدنيا'' کا ذکر ہے' اس سے مراد وہ جمرہ ہے جو مسجد خیف کی طرف ہے' یہ پہلا جمرہ ہے جس پر قربانی کے دوسرے دن کنکریاں ماری جاتی ہیں' یہ جمرہ منیٰ سے سب سے زیادہ قریب ہے اور مکہ سے سب سے زیادہ دور ہے۔

اس حدیث میں ذکر ہے کہ حضرت ابن عمر دعا میں دونوں ہاتھ بلند کرتے تھے' اس سے معلوم ہوا کہ دعا میں دونوں ہاتھوں کا بلند کرنا مشروع ہے' امام مالک تمام دعاؤں میں دونوں ہاتھوں کے بلند کرنے سے منع کرتے ہیں' وہ کہتے ہیں کہ صرف استسقاء (بارش طلب کرنے) کی دعا میں دونوں ہاتھوں کو بلند کرنا چاہیے اور اس دعا میں ہاتھوں کے باطنی حصہ کو زمین کی طرف رکھنا چاہیے اور یہ بھی روایت ہے کہ وہ اس موقع پر بھی دعا میں ہاتھ بلند نہیں کرتے تھے لیکن علامہ ابن التین اور علامہ ابن حاجب نے کہا ہے کہ سنت کی اتباع کرنا زیادہ اولیٰ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۱۳۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

١٤٢ - بَابُ رَفْعِ الْيَدَيْنِ عِنْدَ جَمْرَةِ الدُّنْيَا وَالْوُسْطٰى

قریب اور درمیانی جمرہ کے پاس دونوں ہاتھ بلند کرنا

یعنی جو جمرہ مسجد خیف کے قریب ہے اور یہ پہلا جمرہ ہے اور درمیانی جمرہ سے مراد دوسرا جمرہ ہے اور یہ پہلے جمرہ اور جمرۃ العقبہ کے درمیان ہے۔

۱۷۵۲ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِي أَخِي، عَنْ سُلَيْمَانَ، عَنْ يُونُسَ بْنِ يَزِيدَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا كَانَ يَرْمِي الْجَمْرَةَ الدُّنْيَا بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ، ثُمَّ يُكَبِّرُ عَلٰى إِثْرِ كُلِّ حَصَاةٍ، ثُمَّ يَتَقَدَّمُ فَيُسْهِلُ، فَيَقُومُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ قِيَامًا طَوِيلًا، فَيَدْعُو وَيَرْفَعُ يَدَيْهِ، ثُمَّ يَرْمِي الْجَمْرَةَ الْوُسْطٰى كَذٰلِكَ، فَيَأْخُذُ ذَاتَ الشِّمَالِ فَيُسْهِلُ، وَيَقُومُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ قِيَامًا طَوِيلًا، فَيَدْعُو وَيَرْفَعُ يَدَيْهِ، ثُمَّ يَرْمِي الْجَمْرَةَ ذَاتَ الْعَقَبَةِ مِنْ بَطْنِ الْوَادِي، وَلَا يَقِفُ عِنْدَهَا، وَيَقُولُ هٰكَذَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن عبداللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے میرے بھائی نے حدیث بیان کی از سلیمان از یونس بن یزید از ابن شہاب از سالم بن عبداللہ کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما پہلے جمرہ پر سات کنکریاں مارتے تھے، پھر ہر کنکری کے بعد اللہ اکبر پڑھتے تھے، پھر آگے بڑھ کر نرم زمین میں چلے جاتے، پھر قبلہ کی طرف منہ کر کے کھڑے ہو جاتے، پھر کافی دیر کھڑے رہتے اور دونوں ہاتھ بلند کر کے دعا کرتے، پھر اسی طرح درمیانی جمرہ کو کنکریاں مارتے، پھر بائیں طرف نرم زمین میں چلے جاتے اور قبلہ کی طرف منہ کر کے کھڑے ہو جاتے اور کافی دیر کھڑے رہتے اور دونوں ہاتھ بلند کر کے دعا کرتے، پھر وادی کے نیچے جمرۃ العقبہ کو کنکریاں مارتے اور وہاں نہیں ٹھہرتے تھے اور وہ یہ کہتے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اسی طرح کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۷۵۱ میں گزر چکی ہے۔

۱۴۳ - بَابُ الدُّعَاءِ عِنْدَ الْجَمْرَتَيْنِ

دو جمروں کے درمیان دعا کرنا

۱۷۵۳ - وَقَالَ مُحَمَّدٌ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ قَالَ أَخْبَرَنَا يُونُسُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا رَمَى الْجَمْرَةَ الَّتِي تَلِي مَسْجِدَ مِنًى، يَرْمِيهَا بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ، يُكَبِّرُ كُلَّمَا رَمٰى بِحَصَاةٍ، ثُمَّ تَقَدَّمَ أَمَامَهَا، فَوَقَفَ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ، رَافِعًا يَدَيْهِ يَدْعُو، وَكَانَ يُطِيلُ الْوُقُوفَ، ثُمَّ يَأْتِي الْجَمْرَةَ الثَّانِيَةَ، فَيَرْمِيهَا بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ، يُكَبِّرُ كُلَّمَا رَمٰى بِحَصَاةٍ، ثُمَّ يَنْحَدِرُ ذَاتَ الْيَسَارِ، مِمَّا يَلِي الْوَادِيَ، فَيَقِفُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ رَافِعًا يَدَيْهِ يَدْعُو، ثُمَّ يَأْتِي الْجَمْرَةَ الَّتِي عِنْدَ الْعَقَبَةِ، فَيَرْمِيهَا بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ، يُكَبِّرُ عِنْدَ كُلِّ حَصَاةٍ، ثُمَّ يَنْصَرِفُ وَلَا يَقِفُ عِنْدَهَا. قَالَ الزُّهْرِيُّ سَمِعْتُ سَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ

اور محمد نے کہا: ہمیں عثمان بن عمر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے خبر دی از الزہری کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب اس جمرہ کو رمی کرتے جو مسجد منٰی کے قریب ہے تو اس کو سات کنکریاں مارتے اور جب بھی کنکری مارتے تو اللہ اکبر پڑھتے، پھر اس کے آگے بڑھ کر قبلہ کی طرف منہ کر کے ٹھہر جاتے اور دونوں ہاتھ بلند کر کے دعا کرتے اور وہاں کافی دیر ٹھہرے رہتے، پھر دوسرے جمرہ پر آتے، پس اس کو سات کنکریاں مارتے اور ہر کنکری مارتے وقت اللہ اکبر پڑھتے، پھر بائیں جانب وادی کے قریب اترتے، پھر وہاں قبلہ کی طرف منہ کر کے کھڑے ہوتے اور دونوں ہاتھ بلند کر کے دعا کرتے، پھر اس جمرہ کے پاس آتے جو العقبہ کے پاس ہے، پس اس کو سات کنکریاں مارتے، ہر کنکری کو مارتے وقت اللہ اکبر پڑھتے، پھر لوٹ جاتے اور اس کے پاس نہیں ٹھہرتے

يُحَدِّثُ مِثْلَ هٰذَا، عَنْ اَبِيْهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَفْعَلُهُ.

تھے الزہری نے کہا: میں نے سالم بن عبداللہ سے سنا وہ اس حدیث کی مثل از والد خود از نبی ﷺ روایت کرتے تھے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بھی ایسا ہی کرتے تھے۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۱۷۵۱ میں گزر چکی ہے۔

۱۴۴ - بَابُ الطِّيْبِ بَعْدَ رَمْيِ الْجِمَارِ، وَالْحَلْقِ قَبْلَ الْإِفَاضَةِ

جمرات پر کنکریاں مارنے کے بعد خوشبو لگانا اور طواف زیارت سے پہلے سر منڈانا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جمرۃ العقبہ پر کنکریاں مارنے کے بعد اور سر منڈانے کے بعد طواف زیارت کرنے سے پہلے خوشبو لگانا جائز ہے۔ علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ جمرۃ العقبہ پر کنکریاں مارنے کے بعد اور طواف زیارت کرنے سے پہلے حج کرنے والے کے لیے کیا کیا چیزیں مباح ہو جاتی ہیں؟ حضرت ابن عباس' حضرت ابن الزبیر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ عورتوں کے علاوہ اس پر ہر چیز مباح ہو جاتی ہے۔ سالم' طاؤس اور النخعی کا بھی یہی قول ہے' امام ابوحنیفہ' امام شافعی' امام احمد' اسحاق اور ابوثور کا بھی یہی مذہب ہے اور انہوں نے اس باب کی حدیث سے استدلال کیا ہے اور حضرت ابن عمر اور ان کے بیٹے سے یہ مروی ہے کہ اس کے اوپر عورتیں اور شکار کرنے کے علاوہ ہر چیز حلال ہو جاتی ہے' اور امام مالک نے المدونۃ الکبریٰ میں یہ لکھا ہے کہ جمرۃ العقبہ پر کنکریاں مارنے کے بعد اور طواف زیارت کرنے سے پہلے خوشبو لگانا مکروہ ہے' لیکن اگر اس نے خوشبو لگالی تو اس پر کوئی تاوان یا جرمانہ نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۱۳۲)

۱۷۵۴ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْقَاسِمِ وَكَانَ اَفْضَلَ اَهْلِ زَمَانِهِ اَنَّهُ سَمِعَ اَبَاهُ، وَكَانَ اَفْضَلَ اَهْلِ زَمَانِهِ، يَقُوْلُ سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا تَقُوْلُ طَيَّبْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدَيَّ هَاتَيْنِ، حِيْنَ اَحْرَمَ، وَلِحِلِّهِ حِيْنَ اَحَلَّ، قَبْلَ اَنْ يَّطُوْفَ، وَبَسَطَتْ يَدَيْهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرحمٰن بن القاسم نے حدیث بیان کی اور وہ اپنے زمانہ میں سب سے افضل تھے' انہوں نے اپنے والد سے سنا اور وہ اپنے زمانہ میں سب سے افضل تھے' انہوں نے کہا: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا' وہ بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے احرام باندھا تو میں نے اپنے ان دونوں ہاتھوں سے رسول اللہ ﷺ کو خوشبو لگائی اور جب آپ نے احرام کھولا تو آپ کے طواف زیارت کرنے سے پہلے میں نے آپ کو خوشبو لگائی اور حضرت عائشہ نے اپنے دونوں ہاتھ پھیلائے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۵۳۹ میں گزر چکی ہے تاہم خوشبو کے سلسلہ میں اختلاف ائمہ ذکر کیا جا رہا ہے۔

خوشبو لگانے کے سلسلہ میں مذاہب ائمہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

خوشبو کے سلسلہ میں ائمہ کا اختلاف ہے' امام ابوحنیفہ' ان کے اصحاب' امام شافعی اور ان کے اصحاب اور ایک روایت میں امام احمد نے یہ کہا ہے کہ خوشبو سلے ہوئے لباس کے حکم میں ہے' پس جس طرح احرام کھولنے کے بعد سلا ہوا لباس حلال ہو جاتا ہے' اسی طرح

احرام کھولنے کے بعد خوشبو لگانا بھی حلال ہو جاتا ہے اور امام مالک اور دوسری روایت میں امام احمد نے یہ کہا ہے کہ خوشبو لگانے کا حکم جماع کے حکم کی مثل ہے' پس محرم کے لیے خوشبو لگانا اسی وقت حلال ہوگا جب محرم کے لیے جماع کرنا حلال ہو جائے یعنی طواف زیارت کے بعد' امام ابوحنیفہ اور ان کے موافقین نے اس باب کی حدیث سے استدلال کیا ہے' نیز امام طحاوی نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم نے کنکریاں مار لیں اور سر منڈا لیا تو تمہارے لیے عورتوں کے سوا سب چیزیں حلال ہو گئیں۔ (شرح معانی الآثار: ۳۹۴۳) (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۱۳۲' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۴۵ - بَابُ طَوَافِ الْوَدَاعِ

طواف الوداع کا حکم

۱۷۵۵ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ أُمِرَ النَّاسُ أَنْ يَكُونَ اٰخِرُ عَهْدِهِمْ بِالْبَيْتِ، إِلَّا أَنَّهُ خُفِّفَ عَنِ الْحَائِضِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ابن طاؤس از والد خود از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ لوگوں کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ ان کا آخری وقت بیت اللہ میں گزرے مگر آپ نے حائض عورت کے لیے تخفیف کر دی یعنی اس سے طواف الوداع کو ساقط کر دیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۲۹ میں گزر چکی ہے۔

۱۷۵۶ - حَدَّثَنَا أَصْبَغُ بْنُ الْفَرَجِ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ قَتَادَةَ أَنَّ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ حَدَّثَهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ، وَالْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ، ثُمَّ رَقَدَ رَقْدَةً بِالْمُحَصَّبِ، ثُمَّ رَكِبَ إِلَى الْبَيْتِ فَطَافَ بِهِ، تَابَعَهُ اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي خَالِدٌ، عَنْ سَعِيدٍ، عَنْ قَتَادَةَ أَنَّ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ حَدَّثَهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

[طرف الحدیث: ۱۷۶۴]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اصبغ بن الفرج نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن وہب نے خبر دی از عمرو بن الحارث از قتادہ' حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے ان کو حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ظہر' عصر اور مغرب اور عشاء کی نمازیں پڑھیں' پھر وادیٔ محصب میں ایک نیند لی' پھر سوار ہو کر بیت اللہ گئے' سو وہاں طواف کیا۔ لیث نے عمرو بن الحارث کی متابعت کی' انہوں نے کہا: مجھے خالد نے حدیث بیان کی از سعید از قتادہ' انہوں نے کہا کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے ان کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حدیث بیان کی۔

اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں۔

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں جس طواف کا ذکر ہے' اس سے مراد طواف الوداع ہے۔

۱۴۶ - بَابُ إِذَا حَاضَتِ الْمَرْأَةُ بَعْدَ مَا أَفَاضَتْ

جب طواف زیارت کے بعد کسی عورت کو حیض آ جائے

اس باب سے امام بخاری یہ بتانا چاہتے ہیں کہ جب کسی عورت کو طواف زیارت کے بعد حیض آ جائے تو آیا اس پر طواف وداع رہے گا یا اس کے حیض کے عذر کی وجہ سے اس سے طواف وداع ساقط ہو جائے گا اور اس پر طواف وداع نہ کرنے کی وجہ سے کوئی دم

لازم آئے گا یا نہیں؟

١٧٥٧ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ صَفِيَّةَ بِنْتَ حُيَيٍّ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، حَاضَتْ، فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ اَحَابِسَتُنَا هِيَ؟! قَالُوْا اِنَّهَا قَدْ اَفَاضَتْ، قَالَ فَلَا اِذًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از عبدالرحمان بن القاسم از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت صفیہ بنت حُیی زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حیض آ گیا' انہوں نے اس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: کیا یہ ہمیں ٹھہرانے والی ہیں' لوگوں نے بتایا کہ وہ طوافِ زیارت کر چکی ہیں' آپ نے فرمایا: پھر کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٩٤ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم واپس مکہ روانہ ہونا چاہتے تھے اور ابھی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے طوافِ وداع نہیں کیا تھا جو کہ واجب ہے' اور انہوں نے بتایا کہ ان کو حیض آ گیا ہے اور اس حال میں وہ طوافِ وَداع نہیں کر سکتی تھیں' پھر آپ کو بتایا گیا کہ وہ طوافِ زیارت کر چکی ہیں جو حج کا رکن اور فرض ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر کوئی مضائقہ نہیں ہے' وہ ہمارے ساتھ جا سکتی ہیں' اس سے معلوم ہوا کہ حائضہ عورت حیض کے عذر کی وجہ سے طوافِ وداع چھوڑ سکتی ہے' کیونکہ جو طواف فرض ہے اس کو وہ کر چکی ہیں۔

١٧٥٨، ١٧٥٩ - حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ اَيُّوْبَ، عَنْ عِكْرِمَةَ اَنَّ اَهْلَ الْمَدِيْنَةِ سَاَلُوْا ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا، عَنِ امْرَاَةٍ طَافَتْ، ثُمَّ حَاضَتْ، قَالَ لَهُمْ تَنْفِرُ، قَالُوْا لَا نَاْخُذُ بِقَوْلِكَ وَنَدَعُ قَوْلَ زَيْدٍ، قَالَ اِذَا قَدِمْتُمُ الْمَدِيْنَةَ فَسَلُوْا، فَقَدِمُوا الْمَدِيْنَةَ، فَسَاَلُوْا، فَكَانَ فِيْمَنْ سَاَلُوْا اُمُّ سُلَيْمٍ، فَذَكَرَتْ حَدِيْثَ صَفِيَّةَ. رَوَاهُ خَالِدٌ وَّقَتَادَةُ، عَنْ عِكْرِمَةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالنعمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از ایوب از عکرمہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ اہل مدینہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کیا کہ ایک عورت نے طواف (زیارت) کر لیا' پھر اس کو حیض آ گیا (تو کیا وہ روانہ ہو سکتی ہے؟) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان سے فرمایا: وہ روانہ ہو سکتی ہے' انہوں نے کہا: ہم آپ کے قول پر عمل نہیں کریں گے اور حضرت زید بن ثابت کا قول نہیں چھوڑیں گے (وہ کہتے تھے کہ وہ طوافِ وداع کیے بغیر نہیں جا سکتی) حضرت ابن عباس نے فرمایا: جب تم مدینہ جاؤ تو اس کی تحقیق کر لینا' پس جب وہ مدینہ پہنچے تو انہوں نے اس کے متعلق سوال کیا تو جن سے انہوں نے پوچھا' ان میں حضرت اُم سُلیم رضی اللہ عنہا بھی تھیں' انہوں نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی حدیث بیان کی۔ اس حدیث کو خالد اور قتادہ نے عکرمہ سے روایت کیا ہے۔

اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: ایک عورت نے طوافِ زیارت کر لیا' پھر اس کو حیض آ گیا۔

بغیر طواف وداع کیے حائضہ کی روانگی میں اختلافِ صحابہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی اس حدیث کی شرح میں قتادہ کی عکرمہ سے روایت کو بیان کرتے ہیں:

امام ابوداؤد الطیالسی نے از قتادہ از عکرمہ بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم کا اس عورت کے متعلق اختلاف ہو گیا' جس عورت نے یوم النحر کو طواف زیارت کر لیا تھا' پھر اس کو حیض آ گیا' حضرت زید بن ثابت نے کہا: اس پر لازم ہے کہ وہ طواف وداع کرے' حضرت ابن عباس نے کہا: اگر وہ روانہ ہونا چاہتی ہو تو وہ جا سکتی ہے' انصار نے کہا: اے ابن عباس! ہم آپ کی پیروی نہیں کریں گے جب کہ آپ حضرت زید بن ثابت کی مخالفت کر رہے ہیں' حضرت ابن عباس نے فرمایا: تم اپنی صاحبہ حضرت اُمّ سُلیم رضی اللہ عنہا سے یہ مسئلہ معلوم کرو' حضرت ام سلیم نے کہا: مجھے بھی بیت اللہ کا طواف زیارت کرنے کے بعد حیض آ گیا تھا تو مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ حکم دیا کہ میں روانہ ہو جاؤں اور حضرت صفیہ کو حیض آ گیا' تو حضرت عائشہ نے ان سے کہا: تم نے ہمیں روانہ ہونے سے روک دیا ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ وہ روانہ ہو سکتی ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۱۳۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حضرت زید بن ثابت اور حضرت ابن عمر کا حضرت عائشہ کی حدیث کی طرف رجوع کرنا

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ شہروں کے اکثر فقہاء نے یہ کہا ہے کہ جو عورت طوافِ زیارت کر چکی ہو' پھر اس کو حیض آ جائے تو اس پر طواف وداع واجب نہیں ہے اور ہم نے حضرت عمر بن الخطاب' حضرت ابن عمر اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہم سے یہ روایت کی ہے کہ انہوں نے اس عورت کو ٹھہرنے کا حکم دیا' حتیٰ کہ وہ طواف وداع کرے اور انہوں نے اس طوافِ وداع کو اس پر اس طرح واجب کیا ہے' جس طرح اس پر حیض آنے سے پہلے طوافِ زیارت واجب تھا۔

حضرت ابن عمر کی سند صحیح سے یہ روایت ہے کہ ایک عورت نے یوم النحر کو بیت اللہ کا طواف کیا' پھر اس کو حیض آ گیا تو حضرت عمر نے حکم دیا کہ لوگوں کے مکہ سے روانہ ہونے کے باوجود وہ عورت مکہ میں ٹھہرے گی حتیٰ کہ وہ حیض سے پاک ہو کر طوافِ وداع کرے اور حضرت ابن عمر اور حضرت زید بن ثابت کا اپنے مؤقف سے رجوع کرنا ثابت ہے اور حضرت عمر اپنے مؤقف پر قائم رہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کی وجہ سے ہم نے حضرت عمر کے مؤقف کی مخالفت کی۔

(فتح الباری ج ۳ ص ۲۶۹' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حضرت زید بن ثابت کے متبعین نے حضرت ابن عباس سے کہا: ہم زید بن ثابت کے قول کو ترک نہیں کریں گے اور ہم آپ کے قول پر عمل نہیں کریں گے' اس میں تقلید کا ثبوت ہے کیونکہ انہوں نے بغیر کسی دلیل کے حضرت زید کے قول پر عمل کیا اور یہی تقلید ہے اور جب حضرت زید بن ثابت اور حضرت ابن عمر کو حضرت عائشہ کی حدیث کا علم ہو گیا تو انہوں نے اپنے مؤقف سے رجوع کر لیا' اس سے معلوم ہوا کہ جب کسی مسئلہ میں اہل علم کا اختلاف ہو اور ان کو حدیث مل جائے تو پھر چاہیے کہ وہ اپنے مؤقف کو چھوڑ کر حدیث پر عمل کریں۔

نیز اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کا بعض مسائل میں اختلاف بھی ہوتا تھا لیکن وہ ایک دوسرے کے باہمی احترام میں کمی نہیں آنے دیتے تھے۔

۱۷۶۰ - حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ — امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم نے حدیث بیان

حَدَّثَنَا ابْنُ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ رُخِّصَ لِلْحَائِضِ أَنْ تَنْفِرَ إِذَا أَفَاضَتْ.

کی انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن طاؤس نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا کہ جب حائضہ طواف زیارت کر لے تو اس کو روانہ ہونے کی رخصت دی گئی ہے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۳۲۹ میں بیان کردی گئی ہے۔

۱۷۶۱ - قَالَ وَسَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ يَقُولُ إِنَّهَا لَا تَنْفِرُ، ثُمَّ سَمِعْتُهُ يَقُولُ بَعْدُ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَخَّصَ لَهُنَّ.

انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ وہ روانہ نہ ہوں پھر بعد میں میں نے ان کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو روانہ ہونے کی رخصت دی ہے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۳۳۰ میں کردی گئی ہے۔

۱۷۶۲ - حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا نُرٰى إِلَّا الْحَجَّ، فَقَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَطَافَ بِالْبَيْتِ، وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَلَمْ يَحِلَّ، وَكَانَ مَعَهُ الْهَدْيُ، فَطَافَ مَنْ كَانَ مَعَهُ مِنْ نِسَائِهِ وَأَصْحَابِهِ، وَحَلَّ مِنْهُمْ مَنْ لَمْ يَكُنْ مَعَهُ الْهَدْيُ، فَحَاضَتْ هِيَ، فَنَسَكْنَا مَنَاسِكَنَا مِنْ حَجِّنَا، فَلَمَّا كَانَتْ لَيْلَةُ الْحَصْبَةِ، لَيْلَةُ النَّفْرِ، قَالَتْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ، كُلُّ أَصْحَابِكَ يَرْجِعُ بِحَجٍّ وَعُمْرَةٍ غَيْرِي، قَالَ مَا كُنْتِ تَطُوفِي بِالْبَيْتِ لَيَالِيَ قَدِمْنَا؟ قُلْتُ لَا، قَالَ فَاخْرُجِي مَعَ أَخِيكِ إِلَى التَّنْعِيمِ، فَأَهِلِّي بِعُمْرَةٍ، وَمَوْعِدُكِ مَكَانَ كَذَا وَكَذَا. فَخَرَجْتُ مَعَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ إِلَى التَّنْعِيمِ، فَأَهْلَلْتُ بِعُمْرَةٍ، وَحَاضَتْ صَفِيَّةُ بِنْتُ حُيَيٍّ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَقْرٰى حَلْقٰى، إِنَّكِ لَحَابِسَتُنَا، أَمَا كُنْتِ طُفْتِ يَوْمَ النَّحْرِ؟ قَالَتْ بَلٰى، قَالَ فَلَا بَأْسَ، انْفِرِي. فَلَقِيتُهُ مُصْعِدًا عَلٰى أَهْلِ مَكَّةَ، وَأَنَا مُنْهَبِطَةٌ، أَوْ أَنَا مُصْعِدَةٌ وَهُوَ مُنْهَبِطٌ. وَقَالَ مُسَدَّدٌ قُلْتُ لَا. وَتَابَعَهُ جَرِيرٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، فِي قَوْلِهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں ابوالنعمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی از منصور از ابراہیم از الاسود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (مدینہ سے) نکلے اور ہمارا ارادہ صرف حج کرنے کا تھا پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں آئے اور آپ نے بیت اللہ میں اور صفا اور المروۃ میں طواف کیا اور آپ نے احرام نہیں کھولا اور آپ کے ساتھ ہدی تھی پس آپ کے ساتھ جو آپ کی ازواج تھیں اور آپ کے اصحاب تھے انہوں نے بھی طواف کیا اور ان میں سے جن کے ساتھ ہدی نہیں تھی انہوں نے احرام کھول دیا پس حضرت عائشہ کو حیض آ گیا پھر ہم نے اپنے حج کے تمام افعال کیے پھر جب آپ کے روانہ ہونے کی رات آئی تو آپ وادیٔ محصب میں تھے پس حضرت عائشہ نے کہا: یارسول اللہ! میرے سوا آپ کے تمام اصحاب حج اور عمرہ کر کے واپس جائیں گے آپ نے فرمایا: کیا تم نے ان راتوں میں بیت اللہ کا طواف نہیں کیا جب ہم مکہ میں آئے تھے؟ میں نے کہا: نہیں! آپ نے فرمایا: تم اپنے بھائی کے ساتھ تنعیم کی طرف روانہ ہو اور عمرہ کا احرام باندھ لو اور تم سے فلاں فلاں جگہ ملاقات کا وعدہ ہے پس میں حضرت عبدالرحمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ تنعیم کی طرف نکلی پس میں نے عمرہ کا احرام باندھ لیا اور حضرت صفیہ بنت حُیی رضی اللہ عنہا کو حیض آ گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (ان سے) فرمایا: اری بانجھ سر منڈی! کیا تم ہم کو روکے رکھو گی! کیا تم نے یوم

لَا.

النحر (دس ذوالحجہ) کو طواف زیارت نہیں کیا تھا؟ انہوں نے بتایا: کیوں نہیں! آپ نے فرمایا: پھر کوئی فکر کی بات نہیں ہے' روانہ ہو' پھر میری آپ سے ملاقات ہوئی جب آپ مکہ والوں کی طرف چڑھ رہے تھے اور میں اتر رہی تھی یا میں چڑھ رہی تھی اور آپ اتر رہے تھے' اور مسدد نے بیان کیا: میں نے کہا: نہیں! اور اس حدیث میں جریر نے ابوعوانہ کی از منصور اس قول ''نہیں'' میں متابعت کی ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۹۴ میں گزر چکی ہے' تاہم یہاں ایک اشکال کا جواب دیا جارہا ہے:

حضرت صفیہ سے عمل تزویج کے ارادہ پر ایک اشکال کا جواب

صحیح البخاری: ۱۷۳۳' میں یہ حدیث گزر چکی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ بیان کیا کہ ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ یوم النحر کو طواف زیارت کیا' پس حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو حیض آ گیا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے ساتھ عمل تزویج کا ارادہ کیا تو میں نے بتایا: یارسول اللہ! یہ حائضہ ہیں' تو آپ نے فرمایا: کیا یہ ہم کو (روانہ ہونے سے) روکنے والی ہیں؟ تو گھر والوں نے بتایا: یارسول اللہ! یہ طواف زیارت کر چکی ہیں' آپ نے فرمایا: پھر روانہ ہو۔ اور اس حدیث: ۱۷۶۲ میں مذکور ہے کہ حضرت صفیہ کو حیض آ گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اری بانجھ سرمنڈی! کیا تم ہم کو (روانہ ہونے سے) روکنے والی ہو؟ کیا تم نے یوم النحر کو طواف نہیں کیا تھا؟ انہوں نے کہا: کیوں نہیں! آپ نے فرمایا: پھر کوئی حرج نہیں ہے۔

اس حدیث سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ پہلے آپ کو یہ معلوم نہیں تھا کہ حضرت صفیہ طواف زیارت کر چکی ہیں حتیٰ کہ آپ کو بتایا گیا' اس پر یہ اشکال ہے کہ پھر آپ نے ان سے عمل تزویج کا ارادہ کیسے کیا حتیٰ کہ حضرت عائشہ نے آپ کو بتایا کہ وہ حائضہ ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جس وقت آپ نے ان سے عمل تزویج کا ارادہ کیا تھا' اس وقت آپ کا خیال یہ تھا کہ دیگر ازواج کے ساتھ حضرت صفیہ بھی طواف زیارت کر چکی ہیں کیونکہ آپ نے تمام ازواج کو طواف زیارت کرنے کا حکم دے دیا تھا' پھر حضرت عائشہ نے آپ کو بتایا کہ وہ حائضہ ہیں' پھر جب آپ روانہ ہونے لگے تو آپ کو اس کا خیال نہ رہا اور آپ کا خیال تھا کہ شاید ان کو طواف زیارت سے پہلے حیض آ یا ہوگا اور انہوں نے ابھی تک طواف زیارت بھی نہیں کیا' اس لیے آپ نے فرمایا: اری بانجھ سرمنڈی! کیا تم ہم کو روانہ ہونے سے روکنے والی ہو یعنی ابھی تم کو طواف زیارت کرنا ہوگا' پھر آپ کو بتایا گیا کہ یہ طواف زیارت کر چکی ہیں' انہوں نے صرف طواف وداع نہیں کیا ہے' تب آپ نے فرمایا: پھر تشویش کی کوئی بات نہیں اور اس سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ اگر کسی عورت کو طواف زیارت کرنے کے بعد حیض آ جائے تو وہ اس کو واپس روانہ ہونے سے مانع نہیں ہے۔

۱۴۷ - بَابُ مَنْ صَلَّى الْعَصْرَ يَوْمَ النَّفْرِ بِالْأَبْطَحِ

جس نے روانگی کے دن وادی محصب میں عصر کی نماز پڑھی

۱۷۶۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ رُفَيْعٍ قَالَ سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ:

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسحاق بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان ثوری نے حدیث بیان کی از عبدالعزیز

اَخْبِرْنِیْ بِشَیْءٍ عَقَلْتَهٗ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَیْنَ صَلَّی الظُّهْرَ یَوْمَ التَّرْوِیَةِ؟ قَالَ بِمِنًی' قُلْتُ فَاَیْنَ صَلَّی الْعَصْرَ یَوْمَ النَّفْرِ؟قَالَ بِالْاَبْطَحِ' اِفْعَلْ كَمَا یَفْعَلُ اُمَرَاؤُكَ.

بن رفیع' انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ مجھے اس چیز کی خبر دیجئے جس کو آپ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یاد رکھا ہو کہ آپ نے آٹھ ذوالحجہ کو ظہر کی نماز کہاں پڑھی تھی؟ حضرت انس نے بتایا: منٰی میں' میں نے پوچھا: پھر آپ نے روانگی کے دن کہاں نماز پڑھی تھی؟ حضرت انس نے کہا: ابطح (وادیٔ محصب) میں' تم اس طرح کرو جس طرح تمہارے امراء کرتے ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۶۵۳ میں گزر چکی ہے۔

۱۷٦٤ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمُتَعَالِ بْنُ طَالِبٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ اَنَّ قَتَادَةَ حَدَّثَهٗ' عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ حَدَّثَهٗ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ صَلَّی الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ' وَالْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ' وَرَقَدَ رَقْدَةً بِالْمُحَصَّبِ' ثُمَّ رَكِبَ اِلَی الْبَیْتِ فَطَافَ بِهٖ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالمتعال بن طالب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن وہب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عمرو بن الحارث نے حدیث بیان کی کہ قتادہ نے ان کو حدیث بیان کی از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' انہوں نے قتادہ کو حدیث بیان کی از نبی صلی اللہ علیہ وسلم کہ آپ نے ظہر' عصر' مغرب اور عشاء کی نمازیں پڑھیں' پھر وادیٔ محصب میں سو گئے' پھر آپ بیت اللہ کی طرف روانہ ہوئے' پس وہاں طواف کیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۷۵٦ میں گزر چکی ہے۔

۱٤٨ - بَابُ الْمُحَصَّبِ

وادیٔ محصب میں ٹھہرنے کا بیان

اس باب میں وادیٔ محصب میں اترنے کا حکم بیان کیا گیا ہے۔

۱۷٦٥ - حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَیْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ' عَنْ هِشَامٍ' عَنْ اَبِیْهِ' عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ اِنَّمَا كَانَ مَنْزِلٌ یَنْزِلُهُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِیَكُوْنَ اَسْمَحَ لِخُرُوْجِهٖ' تَعْنِیْ بِالْاَبْطَحِ.

(صحیح مسلم: ۱۳۱۱' الرقم المسلسل: ۳۰۵۹' سنن ترمذی: ۹۲۳' سنن ابن ماجہ: ۳۰٦۷)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (منٰی سے روانہ ہو کر) وادیٔ محصب میں اترتے تھے' وہاں اس لیے اترتے تھے کہ وہاں سے مدینہ کی طرف روانہ ہونا آسان تھا۔

وادیٔ محصب میں ٹھہرنے کے متعلق مذاہب ائمہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ "تحصیب" کا معنی یہ ہے کہ جب منٰی سے مکہ کی طرف روانہ ہو تو' تھوڑی دیر وادیٔ محصب میں ٹھہرے' پھر اس کے بعد مکہ میں داخل ہو اور یہ حج کے مناسک اور اس کے مخصوص افعال میں سے نہیں ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں پر صرف آرام کرنے کے لیے اترے تھے۔

حافظ زکی الدین عبدالعظیم المنذری نے کہا ہے کہ "تحصیب" تمام علماء کے نزدیک مستحب ہے۔

ہمارے شیخ زین الدین نے کہا ہے کہ المنذری کے اس قول پر اعتراض ہے کیونکہ امام ترمذی نے کہا ہے کہ یہ بعض اہل علم کے نزدیک مستحب ہے' علامہ نووی نے کہا ہے کہ یہ امام شافعی' امام مالک اور جمہور کے نزدیک مستحب ہے اور یہی درست ہے کیونکہ بعض اہل علم اس کو مستحب نہیں کہتے' حافظ ابن عبدالبر نے الاستذکار میں بیان کیا ہے کہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا اور عروہ بن الزبیر وادی محصب میں نہیں اترتے تھے' اسی طرح سعید بن جبیر بھی اس میں نہیں اترتے تھے۔ علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ حضرت عائشہ اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہما وادی محصب میں نہیں اترتی تھیں اور یہی عروہ کا مذہب ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۱۴۳۔ ۱۴۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

وادی محصب منیٰ کے قریب ایک جگہ ہے۔ (معجم البلدان' اردو ص ۳۰۸)

۱۷۶۶ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ عَمْرٌو' عَنْ عَطَاءٍ' عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ لَيْسَ التَّحْصِيْبُ بِشَيْءٍ' إِنَّمَا هُوَ مَنْزِلٌ نَزَلَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' عمرو نے کہا از عطاء از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ وادی محصب میں ٹھہرنا حج کی مخصوص عبادت نہیں ہے' یہ ایک منزل ہے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اترتے تھے۔

(صحیح مسلم: ۱۳۱۲' الرقم المسلسل: ۳۰۶۲' سنن ترمذی: ۹۲۳' سنن ابوداؤد: ۲۰۰۹' مسند الحمیدی: ۴۹۸' سنن دارمی: ۱۸۷۰' سنن کبریٰ: ۴۲۰۹' مسند ابویعلیٰ: ۲۳۹۷' صحیح ابن خزیمہ: ۲۹۸۹' المعجم الکبیر: ۱۱۳۸۲' سنن بیہقی ج ۵ ص ۱۶۰' مسند احمد ج ۱ ص ۲۲۱ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۹۲۵۔ ج ۳ ص ۴۰۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی وہی شرح ہے جو اس سے پہلی حدیث میں ذکر کی گئی ہے۔

* باب سابق اور باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۳۰۶۵ اور ۳۰۶۷۔ ج ۳ ص ۵۵۹ پر مذکور ہے' اس کی شرح میں صرف یہ لکھا ہے کہ محصب' ابطح' بطحاء اور خیف بنی کنانہ سب ایک ہی جگہ کے نام ہیں۔

۱۴۹ - بَابُ النُّزُوْلِ بِذِي طُوًى قَبْلَ أَنْ يَدْخُلَ مَكَّةَ' وَالنُّزُوْلِ بِالْبَطْحَاءِ الَّتِي بِذِي الْحُلَيْفَةِ' إِذَا رَجَعَ مِنْ مَكَّةَ

مکہ میں داخل ہونے سے پہلے ذی طویٰ میں اترنا اور جب مکہ سے مدینہ کو لوٹے تو اس وادی میں اُترے جو ذوالحلیفہ میں ہے

اس عنوان میں "ذی طوی" کا لفظ ہے' یہ مکہ اور تنعیم کے درمیان ایک وادی ہے' نیز "بطحاء" کا ذکر ہے' بطحاء نام کی دو وادیاں ہیں' ایک وادی وہ ہے جو مکہ میں منیٰ کے قریب ہے جس کو محصب بھی کہتے ہیں اور دوسری وہ وادی ہے جو مدینہ میں ذوالحلیفہ کے پاس ہے۔

۱۷۶۷ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ ضَمْرَةَ قَالَ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ' عَنْ نَافِعٍ' أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا كَانَ يَبِيْتُ بِذِي طُوًى' بَيْنَ الثَّنِيَّتَيْنِ' ثُمَّ يَدْخُلُ مِنَ الثَّنِيَّةِ الَّتِي بِأَعْلَى مَكَّةَ' وَكَانَ إِذَا قَدِمَ مَكَّةَ' حَاجًّا أَوْ مُعْتَمِرًا' لَمْ يُنِخْ نَاقَتَهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوضمرہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں موسیٰ بن عقبہ نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ وہ دو گھاٹیوں کے درمیان ذی طویٰ میں رات گزارتے تھے' پھر اس گھاٹی میں داخل

إِلَّا عِنْدَ بَابِ الْمَسْجِدِ، ثُمَّ يَدْخُلُ، فَيَأْتِي الرُّكْنَ الْأَسْوَدَ فَيَبْدَأُ بِهِ، ثُمَّ يَطُوفُ سَبْعًا ثَلَاثًا سَعْيًا وَأَرْبَعًا مَشْيًا، ثُمَّ يَنْصَرِفُ، فَيُصَلِّي سَجْدَتَيْنِ، ثُمَّ يَنْطَلِقُ قَبْلَ أَنْ يَرْجِعَ إِلَى مَنْزِلِهِ، فَيَطُوفُ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، وَكَانَ إِذَا صَدَرَ عَنِ الْحَجِّ أَوِ الْعُمْرَةِ أَنَاخَ بِالْبَطْحَاءِ الَّتِي بِذِي الْحُلَيْفَةِ الَّتِي كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُنِيخُ بِهَا.

ہوتے جو مکہ میں بلند جگہ پر ہے اور جب وہ حج یا عمرہ کرتے ہوئے مکہ میں آتے تو اپنی اونٹنی کو صرف مسجد کے دروازہ پر بٹھاتے، پھر مسجد (حرام) میں داخل ہو کر حجر اسود سے ابتداء کرتے، پھر اس کے گرد سات چکر لگاتے، تین چکر دوڑ کر اور چار چکر معمول کی رفتار سے، پھر واپس جا کر دو رکعت نماز پڑھتے، پھر اپنی قیام گاہ پر واپس جانے سے پہلے صفا اور المروۃ میں سعی کرتے اور جب وہ حج یا عمرہ سے فارغ ہو کر مدینہ آتے تو اپنی اونٹنی کو بطحاء (اس وادی) میں بٹھاتے جو ذوالحلیفہ میں ہے، جس جگہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اونٹنی کو بٹھاتے تھے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۴۹۱ میں گزر چکی ہے، علامہ عینی نے لکھا ہے کہ مدینہ آتے ہوئے بطحاء میں اپنی اونٹنی کو بٹھانا مناسکِ حج میں سے نہیں ہے، جو چاہے بٹھائے اور جو چاہے نہ بٹھائے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۱۴۴)

۱۷۶۸ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ قَالَ سُئِلَ عُبَيْدُ اللَّهِ عَنِ الْمُحَصَّبِ قَالَ فَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ، عَنْ نَافِعٍ قَالَ نَزَلَ بِهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَعُمَرُ، وَابْنُ عُمَرَ. وَعَنْ نَافِعٍ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا كَانَ يُصَلِّي بِهَا، يَعْنِي الْمُحَصَّبَ، الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ، أَحْسِبُهُ قَالَ وَالْمَغْرِبَ، قَالَ خَالِدٌ لَا أَشُكُّ فِي الْعِشَاءِ، وَيَهْجَعُ هَجْعَةً، وَيَذْكُرُ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن عبدالوہاب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں خالد بن الحارث نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا کہ عبید اللہ سے وادی المحصب کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے کہا: ہمیں عبید اللہ نے حدیث بیان کی از نافع، انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عمر اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم اسی وادی میں اترے تھے، اور نافع بیان کرتے ہیں از ابن عمر رضی اللہ عنہما کہ وہ وادی المحصب میں ظہر اور عصر کی نماز پڑھتے تھے اور میرا گمان ہے کہ انہوں نے کہا کہ مغرب کی بھی نماز پڑھتے تھے، خالد نے کہا: مجھے اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ عشاء کی نماز بھی وہاں پڑھتے تھے اور تھوڑی دیر سوتے بھی تھے اور وہ بیان کرتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس طرح کرتے تھے۔

اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبداللہ بن عبدالوہاب ابومحمد الحجبی، یہ ۲۲۸ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) خالد بن الحارث ابوعثمان الحجبی (۳) عبید اللہ بن عمر ابن حفص بن عاصم بن عمر بن الخطاب (۴) نافع مولیٰ ابن عمر (۵) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۱۴۵)

اس سے پہلی حدیث میں مکہ جاتے ہوئے ذی طویٰ میں اترنے اور واپس آتے ہوئے ذوالحلیفہ کے قریب وادیٔ بطحاء میں اترنے کا ذکر تھا اور اس حدیث میں وادیٔ محصب میں اترنے کا ذکر ہے اور یہ دونوں اُمور اتفاقی ہیں، مناسکِ حج میں سے نہیں ہیں۔

۱۵۰ - بَابُ مَنْ نَزَلَ بِذِي

جو مکہ سے واپس آتے ہوئے

طُوًى إِذَا رَجَعَ مِنْ مَكَّةَ

ذی طویٰ میں اترا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مکہ سے واپس آتے ہوئے ذی طویٰ میں اترنا جائز ہے۔

١٧٦٩ - وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّهُ كَانَ إِذَا أَقْبَلَ بَاتَ بِذِي طُوًى، حَتّٰى إِذَا أَصْبَحَ دَخَلَ، وَإِذَا نَفَرَ مَرَّ بِذِي طُوًى وَبَاتَ بِهَا حَتّٰى يُصْبِحَ، وَكَانَ يَذْكُرُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَفْعَلُ ذٰلِكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: اور محمد بن عیسیٰ نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از ایوب از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ جب وہ مدینہ سے مکہ آتے تو وہ ذی طویٰ میں رات گزارتے حتیٰ کہ جب صبح ہو جاتی تو مکہ میں داخل ہوتے اور جب مکہ سے روانہ ہوتے تو ذی طویٰ کے پاس سے گزرتے اور صبح تک وہاں رات گزارتے، وہ بیان کرتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی طرح کرتے تھے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۴۹۱ میں گزر چکی ہے۔

١٥١ - بَابُ التِّجَارَةِ أَيَّامَ الْمَوْسِمِ، وَالْبَيْعِ فِي أَسْوَاقِ الْجَاهِلِيَّةِ

حج کے ایام میں تجارت کرنا اور زمانۂ جاہلیت کے بازاروں میں خرید وفروخت کرنا

١٧٧٠ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ الْهَيْثَمِ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ، قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا كَانَ ذُو الْمَجَازِ وَعُكَاظٌ مَتْجَرَ النَّاسِ فِي الْجَاهِلِيَّةِ، فَلَمَّا جَاءَ الْإِسْلَامُ كَأَنَّهُمْ كَرِهُوا ذٰلِكَ، حَتّٰى نَزَلَتْ ﴿لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَبْتَغُوا فَضْلًا مِنْ رَبِّكُمْ﴾ (البقرہ:۱۹۸) فِي مَوَاسِمِ الْحَجِّ. [اطراف الحدیث: ۲۰۵۰-۲۰۹۸-۴۵۱۹]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عثمان بن الہیثم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے خبر دی، عمرو بن دینار نے کہا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ذوالمجاز اور عکاظ زمانۂ جاہلیت میں تجارت کی جگہیں تھیں، پھر جب اسلام آ گیا تو مسلمانوں نے اس جگہ تجارت کرنے کو ناپسند کیا، حتیٰ کہ یہ آیت نازل ہوگئی: اپنے رب کا فضل (روزی) تلاش کرنے میں تم پر کوئی حرج نہیں ہے۔ (البقرہ:۱۹۸) یعنی حج کے ایام میں۔

اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں۔

ذوالمجاز اور عکاظ کا محل وقوع

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ ذوالمجاز میدانِ عرفات کی جانب میں ایک جگہ ہے، ابن الکلبی نے کہا ہے کہ یہ میدانِ عرفات سے ایک فرسخ کے فاصلہ پر ہے، الرشاطی نے کہا ہے کہ ذوالمجاز عرب کے بازاروں میں سے ایک بازار ہے اور یہ میدانِ عرفات کی دائیں جانب ہے، یہ بازار اب متروک ہو چکا ہے۔

الرشاطی نے کہا ہے کہ عکاظ ایک ہموار صحراء ہے، اس میں کوئی پہاڑی یا کوئی اور نشان نہیں ہے، زمانۂ جاہلیت میں یہاں پر قربانی کے اونٹوں کا خون بہایا جاتا تھا، محمد بن حبیب نے کہا: عکاظ نجد کے قریب ایک بلند جگہ ہے، دوسروں نے کہا: عکاظ صنعاء کے راستہ پر قرن المنازل سے ایک مرحلہ کے فاصلہ پر ایک جگہ ہے، ابوعبیدہ نے کہا: عکاظ کھجوروں کے باغات اور طائف کے درمیان

ایک جگہ ہے' یکم ذوالقعدہ کی صبح سے بیس دن کے لیے یہاں پر بازار لگتا تھا' یہاں پر عرب فخر کا اظہار کیا کرتے تھے۔
(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۱۴۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

ڈاکٹر غلام جیلانی برق نے لکھا ہے:

عکاظ کا لفظی معنی فخر کرنا اور حسب و نسب پر اترانا ہے' زمانہ جاہلیت میں عربوں کا یہ دستور تھا کہ وہ ہر سال ایک نخلستان میں جمع ہوتے تھے جو طائف سے اندازاً ۱۵ میل اور مکہ سے تین دن کی مسافت پر تھا' وہ اس جگہ جمع ہو کر فخریہ قصائد پڑھتے تھے اور جو قصیدہ بہترین قرار دیا جاتا' اسے دیوارِ کعبہ پر لٹکا دیتے تھے' یہ مقام' سوقِ عکاظ کہلاتا تھا۔
(معجم البلدان' اُردو ص ۲۴۴۔ ۲۴۳' شیخ غلام علی اینڈ سنز پبلشرز' کراچی)

۱۵۲ - بَابُ الْاِدْلَاجِ مِنَ الْمُحَصَّبِ وادی المحصب سے رات کو روانہ ہونا

اس عنوان میں ''ادلاج'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: رات کو چلنا خواہ رات کے ابتدائی حصہ میں یا آخری حصہ میں' یہاں مراد رات کے آخری حصہ میں روانہ ہونا ہے' مطلب یہ ہے کہ وادی المحصب میں ساری رات رہنا ضروری نہیں ہے اور رات کے آخری حصہ میں وہاں سے روانہ ہونا جائز ہے۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۲۷۶' دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

۱۷۷۱ - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبِیْ قَالَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنِیْ اِبْرَاهِیْمُ' عَنِ الْاَسْوَدِ' عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ حَاضَتْ صَفِیَّةُ لَیْلَةَ النَّفْرِ' فَقَالَتْ مَا اُرَانِیْ اِلَّا حَابِسَتَكُمْ' قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَقْرٰی حَلْقٰی' اَطَافَتْ یَوْمَ النَّحْرِ؟ قِیْلَ نَعَمْ' قَالَ فَانْفِرِیْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابراہیم نے حدیث بیان کی از الاسود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ مکہ سے روانگی کی رات کو حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو حیض آ گیا' پس انہوں نے کہا: میں صرف یہ گمان کرتی ہوں کہ میں تم لوگوں کو روانگی سے روکنے والی ہوں (کیونکہ انہوں نے طواف وداع نہیں کیا تھا اگرچہ طواف زیارت کر لیا تھا) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اری بانجھ سر منڈی! کیا تم نے یوم النحر کو طواف زیارت نہیں کیا تھا؟ کہا گیا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: پھر روانہ ہو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۹۴' اور ۱۷۶۲ میں گزر چکی ہے' یہاں ہم ''عقرٰی حلقٰی'' کا معنی لکھ رہے ہیں:

''عقرٰی حلقٰی'' کا معنی

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت صفیہ کو ''عقرٰی حلقٰی'' کہا' اس کا لفظی معنی ہے: بانجھ سر منڈی' ''عقرٰی'' کا معنی بانجھ بھی ہے اور زخمی بھی ہے۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

''حلقٰی'' کی اصل یہ ہے کہ جب کسی عورت کا دیور فوت ہو جائے تو اس کا سر مونڈ دیا جاتا ہے' بہ ظاہر یہ دعائے ضرر کا کلمہ ہے لیکن اس کا حقیقی معنی مراد نہیں لیا جاتا۔ عرب کے نزدیک اس کا معنی ہے: اس کا سر مونڈا جائے یا اس کے زخمی ہونے سے اس پر مصیبت آئے' ایک قول یہ ہے کہ اس کی نحوست کی وجہ سے اس کی قوم کی نسل نہ چلے اور اس کی قوم کا سر مونڈ دیا جائے یعنی اس کی

نحوست کی وجہ سے اس کی قوم پر کوئی مصیبت آئے۔ (فتح الباری ج ۱۲ ص ۲۱۲۔ ۱۵۷' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

یہاں ان کلمات کے فرمانے کی وجہ یہ تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خیال میں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے طواف زیارت نہیں کیا تھا اور اب ان کے اس طواف کرنے کی وجہ سے آپ کو اپنی روانگی ملتوی کرنی پڑتی' اس لیے آپ نے فرمایا: اری بانجھ سرمنڈی! کیا تم نے یوم النحر کو طواف زیارت نہیں کیا تھا؟ جب آپ کو بتایا گیا کہ انہوں نے طواف زیارت کر لیا تھا تو آپ نے فرمایا: پھر خیر ہے اب روانہ ہو! گویا آپ نے دعاء ضرر کے ان کلمات کو واپس لے لیا۔

۱۷۷۲ - قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ وَزَادَنِیْ مُحَمَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَاضِرٌ قَالَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ' عَنْ اِبْرَاهِیْمَ' عَنِ الْاَسْوَدِ' عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا نَذْكُرُ اِلَّا الْحَجَّ' فَلَمَّا قَدِمْنَا' اَمَرَنَا اَنْ نَّحِلَّ' فَلَمَّا كَانَتْ لَیْلَةُ النَّفْرِ حَاضَتْ صَفِیَّةُ بِنْتُ حُیَیٍّ' فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حَلْقٰی عَقْرٰی' مَا اُرَاهَا اِلَّا حَابِسَتَكُمْ. ثُمَّ قَالَ كُنْتِ طُفْتِ یَوْمَ النَّحْرِ؟ قَالَتْ نَعَمْ' قَالَ فَانْفِرِیْ. قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اِنِّیْ لَمْ اَكُنْ حَلَلْتُ. قَالَ فَاعْتَمِرِیْ مِنَ التَّنْعِیْمِ' فَخَرَجَ مَعَهَا اَخُوْهَا' فَلَقِیْنَاهُ مُدَّلِجًا' فَقَالَ مَوْعِدُكِ مَكَانَ كَذَا وَكَذَا.

امام ابو عبد اللہ (بخاری) نے کہا: محمد نے مجھے بیان میں یہ اضافہ کیا' انہوں نے کہا: ہمیں محاضر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی از ابراہیم از الاسود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (مدینہ سے) نکلے' ہم صرف حج کا ذکر کر رہے تھے' پس جب ہم مکہ میں آئے تو آپ نے ہمیں احرام کھولنے کا حکم دیا' پھر جب روانگی کی رات آئی تو حضرت صفیہ بنت حیی کو حیض آ گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اری سرمنڈی بانجھ! میں اس کو صرف یہ گمان کر رہا ہوں کہ یہ تم لوگوں کو (روانگی سے) روکنے والی ہے' پھر آپ نے پوچھا: تم نے یوم النحر کو طواف زیارت کر لیا تھا؟ انہوں نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: پھر روانہ ہو' حضرت عائشہ نے کہا: یا رسول اللہ! میں نے تو حج سے پہلے احرام نہیں کھولا تھا' یعنی عمرہ نہیں کیا تھا' آپ نے فرمایا: تم تنعیم سے عمرہ کر لو' پھر حضرت عائشہ کے ساتھ ان کے بھائی (حضرت عبد الرحمان) گئے' ہم آپ سے اس وقت ملے تھے جب آپ رات کے آخری حصہ میں (طواف وداع کے لیے) نکل رہے تھے' آپ نے فرمایا: تم سے فلاں فلاں جگہ ملاقات ہوگی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۹۴' اور ۱۷۶۲ میں گزر چکی ہے۔

کتاب الحج کی تکمیل

الحمد للہ رب العلمین و الصلوٰۃ و السلام علٰی سیّدنا محمد خاتم النبیّین قائد المرسلین شفیعنا الٰی یوم الدین آج ۹ رمضان ۱۴۲۸ھ/ ۲۲ ستمبر ۲۰۰۷ء بہ روز ہفتہ کتاب الحج کی تکمیل ہو گئی' اس میں ۳۱۲' احادیث ہیں' ان میں سے ۵۷ معلق احادیث ہیں اور باقی احادیث موصولہ ہیں' اب تک جو احادیث آ چکی ہیں' ان میں ۱۹۱ مکرر احادیث ہیں اور خالص ۱۲۱' احادیث ہیں۔

الٰہ العٰلمین! آپ نے محض اپنے فضل سے ان احادیث کے ترجمہ اور تشریح کی سعادت عطا کی ہے' سو آپ اپنے کرم سے باقی احادیث کو بھی مکمل کرا دیں اور محض اپنے فضل و کرم سے میری اور میرے والدین کی اور تمام مؤمنین کی مغفرت فرما دیں' اور اب ان شاء اللہ کتاب العمرہ شروع ہوگی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علٰی رسولہ الکریم

۲۶ - کِتَابُ الْعُمْرَةِ

عمرہ کا بیان

۱ - بَابُ الْعُمْرَةِ وُجُوْبِ الْعُمْرَةِ وَفَضْلِهَا
عمرہ کا وجوب اور اس کی فضیلت

اس باب میں عمرہ کے وجوب اور اس کی فضیلت کے متعلق احادیث کو ذکر کیا جائے گا:

لغت میں "عمرہ" کا معنی ہے: زیارت کرنا اور اصطلاح شرع میں اس کا معنی ہے: شرائط مخصوصہ کے ساتھ بیت اللہ کی زیارت کرنا۔

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا لَيْسَ أَحَدٌ إِلَّا وَعَلَيْهِ حَجَّةٌ وَّعُمْرَةٌ.

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: ہر شخص پر حج اور عمرہ ہے۔

اس تعلیق پر مشتمل مفصل حدیث درج ذیل ہے:

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے تھے: اللہ کی مخلوق میں سے ہر شخص کے اوپر حج اور عمرہ واجب ہے جو اس کی استطاعت رکھتا ہو' جو اس کے بعد زیادہ حج یا عمرہ کرے تو وہ خیر اور نفل ہے۔

(المستدرک: ۱۷۷۵' صحیح ابن خزیمہ: ۳۰۶۶' سنن دارقطنی ج ۲ ص ۲۸۵' سنن کبریٰ للبیہقی ج ۵ ص ۳۵۱)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام ترمذی نے بیان کیا ہے کہ امام شافعی نے کہا ہے کہ عمرہ سنت ہے' ہمیں علم نہیں ہے کہ کسی شخص نے اس کو ترک کرنے کی اجازت دی ہو اور کسی دلیل سے یہ ثابت نہیں ہے کہ وہ نفل ہو۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا إِنَّهَا لَقَرِيْنَتُهَا فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ ﴿وَأَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ﴾ (البقرة: ١٩٦).

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ہے کہ عمرہ اللہ کی کتاب میں حج کے ساتھ مذکور ہے: اور حج اور عمرہ کو اللہ کے لیے پورا کرو۔ (البقرہ: ۱۹۶)

یعنی حج اور عمرہ دونوں ساتھ ساتھ مذکور ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کو پورا کرنے کا حکم دیا ہے اور امر وجوب کے لیے ہے' اس کا معنی ہے کہ عمرہ کو بھی پورا کرنا واجب ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۱۵۲-۱۵۱)

عمرہ کے شرعی حکم میں مذاہب ائمہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

عمرہ کے وجوب میں علماء کا اختلاف ہے' حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم یہ کہتے تھے کہ عمرہ فرض کی طرح واجب ہے' فقہاء تابعین میں سے عطاء' طاؤس' الحسن' ابن سیرین' شعبی اور ثوری کا یہی قول ہے' امام شافعی' امام احمد اور اسحاق کا بھی یہی مذہب ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ کہا ہے کہ عمرہ نفل ہے' امام ابوحنیفہ اور ابوثور کا بھی یہی قول ہے اور النخعی نے کہا ہے کہ عمرہ سنت ہے اور امام مالک کا بھی یہی قول ہے اور ہمیں یہ علم نہیں ہے کہ کسی نے عمرہ کو ترک کرنے کی اجازت دی ہو' جن علماء نے عمرہ کو فرض کی طرح واجب کہا ہے' ان کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اور حج اور عمرہ کو اللہ کے لیے پورا کرو۔ (البقرہ:۱۹۶) اور پورا کرنے کا ان کے نزدیک معنی یہ ہے کہ ان کو قائم کرو نیز انہوں نے کہا: جب اس کو پورا کرنا واجب ہے تو اس کو شروع کرنا بھی واجب ہے۔

علامہ ابن القصار نے کہا ہے کہ ان کا استدلال غلط ہے' اس لیے کہ جو شخص کسی سنت کام کو کرنا چاہے تو اس پر واجب ہے کہ وہ اس سنت کو پورا کرے' مثلاً جو شخص نفل نماز پڑھنا چاہے تو اس پر واجب ہے کہ وہ وضوء کر کے نماز پڑھے' اسی طرح جو شخص نفلی روزہ رکھنا چاہے تو اس پر واجب ہے کہ وہ رات کو اس روزے کی نیت کرے۔

امام طحاوی نے کہا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے جو فرمایا ہے کہ ہر شخص پر حج اور عمرہ ہے' اس میں یہ دلیل نہیں ہے کہ عمرہ واجب ہے' کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اس کا یہ معنی ہو کہ عمرہ کا مسلمانوں پر وجوب عام ہے اور بعض مسلمانوں کے عمرہ کرنے سے اس کا وجوب ساقط ہو جاتا ہے' جیسے جہاد تمام مسلمانوں پر بہ طور عموم واجب ہے اور بعض مسلمانوں کے جہاد کرنے سے باقی مسلمانوں سے اس کا وجوب ساقط ہو جاتا ہے' جس طرح جنازہ کی نماز پڑھنا واجب ہے اور مُردوں کو غسل دینا واجب ہے' اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ ہر شخص پر نماز جنازہ پڑھنا اور مُردوں کو غسل دینا واجب ہے۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسلام کی بناء پانچ چیزوں پر ہے: اس کی شہادت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور یہ کہ محمد اللہ کے رسول ہیں' اور نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ دینا اور حج اور رمضان کے روزے رکھنا۔ (صحیح البخاری:۸' صحیح مسلم:۱۶)

اس حدیث میں آپ نے حج کا ذکر فرمایا ہے اور عمرہ کا ذکر نہیں فرمایا' اگر عمرہ بھی فرض یا واجب ہوتا تو آپ اس کا بھی ذکر فرماتے اور جب آپ نے باقی فرائض ذکر کیے تھے تو عمرہ کا بھی ذکر فرماتے۔

(شرح ابن بطال ج ۴ ص ۳۸۴۔۳۸۳ ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' ۱۴۲۴ھ)

امام ابومنصور محمد بن محمد بن محمود الماتریدی الحنفی المتوفی ۳۳۳ھ لکھتے ہیں:

ہمارے اصحاب رحمہم اللہ نے عمرہ کے عدم وجوب پر حسب ذیل احادیث سے استدلال کیا ہے:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا: یارسول اللہ! کیا عمرہ واجب ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں! اور تم عمرہ کرو تو یہ تمہارے لیے بہتر ہے (اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وجوب کی نفی کی ہے' سنت مؤکدہ کی نفی نہیں فرمائی)۔

(سنن ترمذی:۹۳۲' مسند احمد ج ۳ ص ۳۵۱۔۳۱۶' مسند ابویعلیٰ:۱۹۳۸' صحیح ابن خزیمہ:۳۰۳۸' سنن دار قطنی ج ۲ ص ۲۸۵' المستدرک ج ۳ ص ۶۴۷' سنن بیہقی ج ۴ ص ۳۴۹)

نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ حج فرض ہے اور عمرہ نفل ہے۔ (کنز العمال:۱۱۸۷۹) (یہ ابن ابی داؤد کی مُرسل روایت

ہے) اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حج فرض ہے اور عمرہ نفل ہے۔

اس حدیث کو امام طبرانی نے موصولاً روایت کیا ہے۔ (المعجم الکبیر: ۱۲۲۵۲' اس کی سند میں محمد بن الفضل متروک ہے۔ حاشیہ مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۸۲۷) (تاویلات اہل السنۃ ج ۲ ص ۷۰-۶۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

فقہاء احناف کے نزدیک عمرہ کا شرعی حکم

علامہ ابن بطال اور امام ماتریدی نے لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک عمرہ محض نفل ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے' امام ابوحنیفہ اور دیگر فقہاء احناف کے نزدیک عمرہ سنت مؤکدہ ہے' جو قریب بہ وجوب ہے۔

علامہ علاء الدین السمرقندی الحنفی المتوفی ۵۳۹ھ لکھتے ہیں:

عمرہ کے متعلق ہمارے مشائخ کا اختلاف ہے' بعض نے کہا: یہ سنت مؤکدہ ہے اور بعض نے کہا: یہ واجب ہے اور یہ دونوں متقارب ہیں۔ (تحفۃ الفقہاء ج ۴ ص ۳۹۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۰۵ھ)

علامہ علاء الدین ابوبکر بن مسعود الکاسانی الحنفی المتوفی ۵۸۷ھ لکھتے ہیں:

عمرہ کی صفت میں اختلاف ہے' ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ عمرہ واجب ہے جیسے صدقہ فطر ہے' قربانی ہے اور وتر ہے اور بعض اصحاب نے اس پر سنت کا اطلاق کیا ہے اور یہ اطلاق واجب کے منافی نہیں ہے' امام شافعی نے کہا ہے کہ عمرہ فرض ہے۔ امام شافعی کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: حج اور عمرہ کو اللہ کے لیے پورا کرو۔ (البقرہ: ۱۹۶) اس کا جواب یہ ہے کہ کسی چیز کو پورا کرنا اس کے شروع کرنے کے بعد ہوتا ہے اور ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ عمرہ شروع کرنے کے بعد فرض ہو جاتا ہے اور ہم یہ کہتے ہیں کہ عمرہ واجب ہے لیکن یہ فرض نہیں ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: عمرہ حج صغریٰ ہے۔ (سنن دارقطنی: ۲۲۱۱- ج ۲ ص ۲۸۵) اس کا معنی یہ ہے کہ یہ ثواب کے حکم میں حج صغریٰ ہے' لیکن یہ حقیقۃً حج نہیں ہے۔ (بدائع الصنائع ج ۳ ص ۳۰۳-۳۰۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

علامہ حسن بن عمار بن علی شرنبلالی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ لکھتے ہیں:

عمرہ سنت ہے اور تمام سال میں عمرہ کرنا صحیح ہے سوائے یوم عرفہ' یوم نحر اور ایام تشریق کے اور اس کی کیفیت یہ ہے کہ مکی اس کا احرام خارج از حرم باندھے اور غیر مکی اس کا احرام میقات سے باندھے' اس کے لیے طواف اور سعی کرے' پھر سر منڈائے' پھر وہ اپنا احرام کھول دے۔ (مراقی الفلاح شرح نورالایضاح ج ۲ ص ۴۲۱' المکتبۃ الغوثیہ' کراچی)

علامہ احمد الطحطاوی الحنفی المتوفی ۱۲۳۱ھ اس کے حاشیہ میں لکھتے ہیں:

صحیح قول یہ ہے کہ عمرہ سنت مؤکدہ ہے' الجوہرہ میں وجوب کے قول کو صحیح کہا گیا ہے اور عمرہ میں احرام' طواف' سعی اور سر منڈانا یا بال کٹانا ہے۔ (حاشیہ مراقی الفلاح ج ۲ ص ۴۲۱' المکتبۃ الغوثیہ' کراچی)

علامہ فخر الدین حسن بن منصور اوز جندی حنفی متوفی ۵۹۲ھ لکھتے ہیں:

عمرہ ہمارے نزدیک سنت ہے' واجب نہیں ہے۔ (فتاویٰ قاضی خاں علیٰ هامش الہندیہ ج ۱ ص ۳۰۱' مطبوعہ امیریہ کبریٰ' بولاق' مصر' ۱۳۱۰ھ)

ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

مختار قول کے مطابق عمرہ سنت مؤکدہ ہے اور ایک قول وجوب کا ہے۔

(المسلک المتقسط (مناسک ملا علی قاری) ص ۴۶۳' ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۴۱۷ھ)

علامہ نظام الدین نے لکھا ہے:

عمرہ ہمارے نزدیک سنت ہے واجب نہیں ہے۔ (فتاویٰ عالم گیری ج ۱ ص ۲۳۷' مطبعہ امیریہ کبریٰ بولاق' مصر' ۱۳۱۰ھ)

ان کثیر تصریحات سے واضح ہو گیا کہ فقہاء احناف کے نزدیک عمرہ سنت مؤکدہ قریب بہ وجوب ہے اور محض نفل نہیں ہے جیسا کہ علامہ ابن بطال اور امام ماتریدی نے کہا ہے۔

١٧٧٣ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ' عَنْ سُمَيٍّ مَوْلَى اَبِيْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ' عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ السَّمَّانِ' عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْعُمْرَةُ اِلَى الْعُمْرَةِ كَفَّارَةٌ لِّمَا بَيْنَهُمَا' وَالْحَجُّ الْمَبْرُوْرُ لَيْسَ لَهٗ جَزَاءٌ اِلَّا الْجَنَّةُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از سمی مولیٰ ابوبکر بن عبدالرحمان از ابی صالح السمان از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک عمرہ سے دوسرا عمرہ ان کے درمیان ہونے والے گناہوں کا کفارہ ہے اور حج مبرور کی جزاء صرف جنت ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۳۴۸' الرقم المسلسل: ۳۱۷۹۔۳۱۷۸' سنن نسائی: ۲۶۲۴۔۳۰۰' سنن ابن ماجہ: ۳۰۱۴۔۲۸۸۸' مسند ابویعلیٰ: ۶۶۵۷' صحیح ابن حبان: ۳۶۹۶' سنن بیہقی ج ۵ ص ۲۶۱' شرح السنۃ: ۱۸۴۲۔۷۳۵۴' مسند احمد ج ۲ ص ۴۶۲ طبع قدیم' مسند احمد: ۹۹۴۸۔ج ۱۶ ص ۳۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کے رجال کا اس سے پہلے تعارف ہو چکا ہے اور اس حدیث کی اس باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس باب کے عنوان میں عمرہ کے وجوب اور اس کی فضیلت کا ذکر ہے' عمرہ کا وجوب حضرت عبداللہ بن عمر کی تعلیق سے ظاہر ہے اور عمرہ کی فضیلت اس حدیث سے ظاہر ہے۔

حج مبرور کے متعلق اقوال

اس حدیث میں حج مبرور کا ذکر ہے' اس کی تفسیر میں کئی اقوال ہیں: ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد حج مقبول ہے' دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد وہ حج ہے جس میں کوئی گناہ نہ کیا گیا ہو' تیسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد وہ حج ہے جس میں کوئی دکھاوا نہ ہو' نہ کسی کو یہ سنایا ہو کہ میں نے حج کیا ہے' نہ اس حج کے دوران کوئی فحش بات کی ہو یا فحش کام کیا ہو' نہ کوئی اور گناہ کیا ہو۔ چوتھا قول یہ ہے کہ اس حج کے بعد کوئی گناہ نہ کیا ہو اور اگر شامت نفس سے کوئی گناہ ہو گیا ہو تو اس کے بعد توبہ کر لی ہو' پانچواں قول یہ ہے کہ حج کے بعد کی زندگی میں پہلی زندگی کی بہ نسبت نیکیاں زیادہ کرے اور برائیاں کم کرے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۱۵۴)

حج مبرور کے متعلق اس حدیث میں تصریح ہے:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حج مبرور کی جزاء صرف جنت ہے' پوچھا گیا: اس کی "بِر" (نیکی) کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: کھانا کھلانا اور اچھی باتیں کرنا۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۳۲۵' المعجم الاوسط: ۸۴۰۰' صحیح ابن خزیمہ: ۳۰۷۲' شعب الایمان: ۴۱۱۹' العقیلی ج ۱ ص ۱۴۱)

عمرہ کی فضیلت میں دیگر احادیث

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے عمرہ کے متعلق فرمایا: تم جس قدر مشقت برداشت کرو گی اور جتنا خرچ کرو گی' تمہیں اتنا اجر ملے گا۔ (صحیح البخاری: ۱۷۸۷' صحیح مسلم: ۱۲۱۱' الرقم المسلسل: ۲۸۱۶' المستدرک ج ۱ ص ۴۷۱)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حج کرنے والے اور عمرہ کرنے والے اللہ کے وفد

ہیں وہ جو سوال کریں گے اللہ ان کو عطا فرمائے گا وہ جو دعا کریں گے اللہ ان کی دعا قبول فرمائے گا اور وہ جو کچھ خرچ کریں گے اللہ ان کو اس کا بدل عطا فرمائے گا ایک درہم کے مقابلہ میں دس لاکھ درہم عطا فرمائے گا۔ (شعب الایمان ج ا ص ٧٢ ٣)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انصار کی ایک عورت سے فرمایا: جس کا نام ام سنان تھا' تمہیں ہمارے ساتھ حج کرنے سے کیا چیز مانع تھی؟ اس نے بتایا کہ اس کے شوہر کے دو اونٹ تھے' وہ اور اس کا بیٹا ایک اونٹ پر حج کرنے چلے گئے اور دوسرے اونٹ پر ہمارا غلام پانی لاتا ہے' آپ نے فرمایا: تم رمضان میں عمرہ کرنا' وہ حج کے برابر ہے یا فرمایا: میرے ساتھ حج کے برابر ہے۔ (صحیح مسلم: ١٢٥٦' الرقم المسلسل: ٢٩٢٨' صحیح البخاری: ١٨٦٣' سنن نسائی: ٢١٠٦)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حج کے بعد عمرہ کرو کیونکہ اس سے ان کے درمیان فقر اور گناہ مٹ جاتے ہیں' جس طرح بھٹی لوہے کے زنگ کو مٹا دیتی ہے۔ (سنن ابن ماجہ: ٢٨٨٧)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ٣١٨٥۔ ج ٣ ص ٦٩٦ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے عنوان حسب ذیل ہیں:

(١) سال میں متعدد بار عمرہ کرنے میں مذاہب (٢) ایام تشریق میں عمرہ کرنے کی کراہت میں مذاہب (٣) عمرہ کے حکم میں مذاہب (٤) کیا حج مبرور سے کبائر معاف ہو جاتے ہیں۔

٢- بَابُ مَنِ اعْتَمَرَ قَبْلَ الْحَجِّ

جس نے حج سے پہلے عمرہ کیا

١٧٧٤ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ اَنَّ عِكْرِمَةَ ابْنَ خَالِدٍ سَاَلَ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ الْعُمْرَةِ قَبْلَ الْحَجِّ فَقَالَ لَا بَاْسَ. قَالَ عِكْرِمَةُ قَالَ ابْنُ عُمَرَ اِعْتَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ اَنْ يَّحُجَّ. وَقَالَ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ اِسْحَاقَ قَالَ حَدَّثَنِيْ عِكْرِمَةُ بْنُ خَالِدٍ سَاَلْتُ ابْنَ عُمَرَ مِثْلَهٗ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے خبر دی کہ عکرمہ بن خالد نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے حج سے پہلے عمرہ کرنے کے متعلق سوال کیا' انہوں نے کہا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے' عکرمہ نے کہا: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حج سے پہلے عمرہ کیا ہے اور ابراہیم بن سعد نے کہا از ابن اسحاق' انہوں نے کہا: مجھے عکرمہ بن خالد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عمر سے سوال کیا' یہ حدیث بھی اس کی مثل ہے۔

حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ قَالَ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ عِكْرِمَةُ بْنُ خَالِدٍ سَاَلْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا مِثْلَهٗ.

ہمیں عمرو بن علی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو عاصم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے خبر دی' عکرمہ بن خالد نے کہا: میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سوال کیا' یہ اس کی مثل حدیث ہے۔

(سنن ابوداؤد: ١٩٨٦' شرح السنۃ: ١٨٤٥' المستدرک ج ا ص ٤٨٥۔ ٤٨٤' مسند احمد ج ٢ ص ٤ طبع قدیم' مسند احمد: ٥٠٦٩۔ ج ٩ ص ٩٣' مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حج سے پہلے عمرہ کیا ہے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) احمد بن محمد بن ثابت بن عثمان بن مسعود بن یزید ابوالحسن الخزاعی المروزی' یہ ابن شبویہ کے نام سے معروف ہیں' ۲۲۹ھ میں طرطوس میں ان کی وفات ہوئی (۲) عبداللہ بن المبارک المروزی (۳) عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج المکی (۴) عکرمہ بن خالد بن العاص بن ہشام بن المغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم' ان کی ۱۱۴ھ میں وفات ہوگئی تھی (۵) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۱۵۵)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عمرہ کرنے سے پہلے آپ پر حج فرض ہونا اور حج کی ادائیگی میں تاخیر کی گنجائش

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عمرہ کرنے سے پہلے آپ پر حج فرض ہو چکا تھا اور اگر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حج فرض ہونے سے پہلے عمرہ کیا ہوتا تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ استدلال صحیح نہ ہوتا کہ حج کرنے سے پہلے عمرہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے' نیز اس حدیث پر یہ مسئلہ متفرع ہوتا ہے کہ آیا حج فوراً کرنا لازم ہے اور اس میں تاخیر جائز نہیں ہے یا اس کو تاخیر سے کرنے کی گنجائش ہے' حضرت ابن عمر نے اس حدیث سے جو مسئلہ نکالا ہے وہ صحیح ہے اور اصول کے مطابق یہ ہے کہ حج کے فرض ہونے میں گنجائش ہے' کیونکہ قرآن مجید میں عمرہ کا وہیں ذکر ہے جہاں اس کے ساتھ حج کا بھی ذکر ہے' اسی لیے حضرت ابن عباس نے فرمایا: کتاب اللہ میں عمرہ کا ذکر حج کے ساتھ ہے:

وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ. (البقرہ:۱۹۶) اور حج اور عمرہ کو اللہ کے لیے پورا کرو۔

اور اگر حج فوراً فرض ہوتا تو حج کو عمرہ کے ساتھ فسخ کرنا جائز نہ ہوتا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اصحاب کو حج کا احرام فسخ کر کے عمرہ کا احرام باندھنے کا حکم نہ دیتے اور اگر حج فوراً فرض ہوتا تو جو حج کی ادائیگی کو ایک سال مؤخر کرتا تو اگلے سال اس کا حج ادا نہ ہوتا بلکہ قضاء ہوتا۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۳۸۵۔ ۳۸۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

٣ - بَابُ كَمِ اعْتَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کتنے عمرے کیے؟

١٧٧٥ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ' عَنْ مَنْصُوْرٍ' عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ دَخَلْتُ اَنَا وَعُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ الْمَسْجِدَ' فَاِذَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا جَالِسٌ اِلٰى حُجْرَةِ عَائِشَةَ' وَاِذَا اُنَاسٌ يُصَلُّوْنَ فِي الْمَسْجِدِ صَلٰوةَ الضُّحٰى' قَالَ فَسَاَلْنَاهُ عَنْ صَلٰوتِهِمْ' فَقَالَ بِدْعَةٌ. ثُمَّ قَالَ لَهُ كَمِ اعْتَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ اَرْبَعٌ' اِحْدَاهُنَّ فِيْ رَجَبٍ. فَكَرِهْنَا اَنْ نَّرُدَّ عَلَيْهِ. [طرف الحدیث: ۴۲۵۳]

(صحیح مسلم: ۱۲۵۵' الرقم المسلسل: ۲۹۲۵' سنن ترمذی: ۹۳۷'

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از منصور از مجاہد' انہوں نے بیان کیا کہ میں اور عروہ بن الزبیر مسجد میں داخل ہوئے' پس اس وقت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ کی طرف بیٹھے ہوئے تھے اور اس وقت لوگ مسجد میں چاشت کی نماز پڑھ رہے تھے' پس ہم نے حضرت ابن عمر سے ان کی نماز کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے کہا: یہ بدعت ہے' پھر ان سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کتنے عمرے کیے ہیں؟ انہوں نے کہا: چار' ان میں سے ایک رجب میں تھا' پس ہم نے ان کی بات کو مسترد کرنا'

سنن ابن ماجہ: ۲۹۹۸) ناپسند کیا۔

١٧٧٦ - قَالَ وَسَمِعْنَا اسْتِنَانَ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ فِي الْحُجْرَةِ، فَقَالَ عُرْوَةُ يَا أُمَّاهُ، يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ أَلَا تَسْمَعِينَ مَا يَقُولُ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمٰنِ؟ قَالَتْ مَا يَقُولُ؟ قَالَ يَقُولُ إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اعْتَمَرَ أَرْبَعَ عُمُرَاتٍ إِحْدَاهُنَّ فِي رَجَبٍ. قَالَتْ يَرْحَمُ اللّٰهُ أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، مَا اعْتَمَرَ عُمْرَةً إِلَّا وَهُوَ شَاهِدُهُ، وَمَا اعْتَمَرَ فِي رَجَبٍ قَطُّ.

[اطراف الحدیث: ۱۷۷۷۔ ۴۲۵۴] (صحیح مسلم: ۱۲۵۵، الرقم المسلسل: ۲۹۲۵، سنن ترمذی: ۷۹۳، سنن ابن ماجہ: ۲۹۹۸)

عروہ بن الزبیر نے کہا: پھر ہم نے حضرت عائشہ ام المومنین کی حجرہ میں مسواک کرنے کی آواز سنی، پس عروہ نے کہا: اے میری امی اور مومنین کی امی! کیا آپ نہیں سن رہیں کہ ابوعبدالرحمان نے کیا کہا ہے؟ حضرت عائشہ نے پوچھا: وہ کیا کہہ رہے تھے؟ عروہ نے کہا: وہ کہہ رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چار عمرے کیے ہیں اور ان میں سے ایک عمرہ رجب میں تھا، حضرت عائشہ نے کہا: اللہ تعالیٰ ابوعبدالرحمان پر رحم فرمائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کیے ہوئے ہر عمرہ میں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے اور آپ نے رجب میں ہرگز کوئی عمرہ نہیں کیا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے جو چاشت کی نماز کو بدعت کہا، اس کی توجیہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی لکھتے ہیں:

بدعت اس نئے کام کو کہتے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں نہ ہو، اور چاشت کی نماز تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ام ھانی رضی اللہ عنہا کے گھر میں پڑھی ہے، پھر حضرت ابن عمر نے اس کو بدعت کیسے کہا؟ اس کی تفصیل چاشت کی نماز کے باب میں گزر چکی ہے، اس کا ایک جواب یہ ہے کہ حضرت ابن عمر نے چاشت کی نماز کو بدعت نہیں کہا بلکہ مسجد میں اس کے اظہار اور اس کے لیے اجتماع کو بدعت کہا ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ ان کے نزدیک چاشت کی نماز ثابت نہیں تھی، اس لیے انہوں نے اس کو بدعت کہا۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ بدعت سے ان کی مراد بدعت سیئہ نہیں تھی، ان کی مراد یہ تھی کہ یہ بدعت حسنہ ہے، جس طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تراویح کی نماز کے متعلق کہا تھا: یہ اچھی بدعت ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۱۵۷)

١٧٧٧ - حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ مَا اعْتَمَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَجَبٍ.

[طرف الحدیث: ۱۲۵۵] (الرقم المسلسل: ۲۹۲۵)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوعاصم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے خبر دی، انہوں نے کہا: مجھے عطاء نے خبر دی از عروہ بن الزبیر، انہوں نے کہا: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا، انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رجب میں عمرہ نہیں کیا۔

١٧٧٨ - حَدَّثَنَا حَسَّانُ بْنُ حَسَّانَ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، عَنْ قَتَادَةَ قَالَ سَأَلْتُ أَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ كَمِ اعْتَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ أَرْبَعٌ عُمْرَةُ الْحُدَيْبِيَةِ فِي ذِي الْقَعْدَةِ حَيْثُ صَدَّهُ الْمُشْرِكُونَ، وَعُمْرَةٌ مِنَ الْعَامِ الْمُقْبِلِ فِي ذِي الْقَعْدَةِ حَيْثُ صَالَحَهُمْ، وَعُمْرَةُ الْجِعْرَانَةِ إِذْ قَسَمَ غَنِيمَةَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حسان بن حسان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی از قتادہ، انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کتنے عمرے کیے تھے؟ انہوں نے فرمایا کہ آپ نے چار عمرے کیے تھے: (۱) حدیبیہ کا عمرہ جب آپ کو مشرکین نے روک لیا تھا، یہ ذی القعدہ میں تھا (۲) اس کے دوسرے سال ذی القعدہ

اُرَاهُ حُنَيْنٍ. قُلْتُ كَمْ حَجَّ؟ قَالَ وَاحِدَةً.
(صحیح مسلم: ١٢٥٣، الرقم المسلسل: ٢٩٢٥)

میں عمرہ، جب مشرکین سے صلح ہو چکی تھی (٣) جعرانہ کا عمرہ، جب آپ نے حنین کا مالِ غنیمت تقسیم کیا تھا۔ میں نے پوچھا: آپ نے کتنے حج کیے تھے؟ انہوں نے کہا: ایک (اور چوتھا عمرہ اسی حج میں شامل ہے)۔

١٧٧٩ - حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ هِشَامُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ سَاَلْتُ اَنَسًا رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، فَقَالَ اعْتَمَرَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيْثُ رَدُّوْهُ، وَمِنَ الْقَابِلِ عُمْرَةَ الْحُدَيْبِيَةِ، وَعُمْرَةً فِی ذِی الْقَعْدَةِ، وَعُمْرَةً مَّعَ حَجَّتِهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں ابوالولید ہشام بن عبدالملک نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی از قتادہ، انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس رضی اللہ سے سوال کیا تو انہوں نے کہا: آپ نے اس جگہ عمرہ کیا جس جگہ سے مشرکین نے آپ کو واپس کیا تھا اور اس کے اگلے سال عمرہ حدیبیہ کیا اور ایک عمرہ ذوالقعدہ میں کیا اور ایک عمرہ اپنے حج کے ساتھ کیا۔

١٧٨٠ - حَدَّثَنَا هُدْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ وَّقَالَ اِعْتَمَرَ اَرْبَعَ عُمَرٍ فِی ذِی الْقَعْدَةِ، اِلَّا الَّتِی اعْتَمَرَ مَعَ حَجَّتِهِ عُمْرَتَهُ مِنَ الْحُدَيْبِيَةِ، وَمِنَ الْعَامِ الْمُقْبِلِ، وَمِنَ الْجِعْرَانَةِ حَيْثُ قَسَمَ غَنَائِمَ حُنَيْنٍ، وَعُمْرَةً مَّعَ حَجَّتِهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ہدبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی، اور انہوں نے کہا: آپ نے چاروں عمرے ذوالقعدہ میں کیے، سوا اس عمرہ کے جو آپ نے اپنے حج کے ساتھ کیا تھا (١) آپ کا عمرہ حدیبیہ سے (٢) اس کے اگلے سال عمرہ کیا (٣) جعرانہ کا عمرہ جہاں آپ نے حنین کا مالِ غنیمت تقسیم کیا (٤) آپ کا وہ عمرہ جو آپ نے حج کے ساتھ کیا۔

١٧٨١ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ قَالَ حَدَّثَنَا شُرَيْحُ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ يُوْسُفَ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ اَبِی اِسْحَاقَ قَالَ سَاَلْتُ مَسْرُوْقًا وَّعَطَاءً وَّمُجَاهِدًا، فَقَالُوْا اعْتَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِی ذِی الْقَعْدَةِ قَبْلَ اَنْ يَّحُجَّ. وَقَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ اعْتَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِی ذِی الْقَعْدَةِ قَبْلَ اَنْ يَّحُجَّ مَرَّتَيْنِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن عثمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شریح بن مسلمہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن یوسف نے حدیث بیان کی از والدِ خود از ابواسحاق، انہوں نے کہا: میں نے مسروق سے اور عطاء سے اور مجاہد سے سوال کیا تو انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کرنے سے پہلے ذوالقعدہ میں عمرہ کیا اور انہوں نے کہا: میں نے حضرت البراء بن عازب رضی اللہ سے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کرنے سے پہلے ذوالقعدہ میں دو مرتبہ عمرہ کیا۔

[اطراف الحدیث: ١٨٤٤-٢٦٩٨-٢٦٩٩-٢٧٠٠-٣١٨٤-٤٢٥١]

حدیث مذکور کے رجال

(١) احمد بن عثمان بن حکیم بن دینار ابوعبداللہ الاودی، یہ ٢٦١ھ میں فوت ہو گئے تھے (٢) شریح بن مسلمہ (٣) ابراہیم بن

یوسف بن اسحاق بن ابی اسحاق الہمدانی السبیعی (۴) ان کے والد یوسف بن اسحاق (۵) ابواسحاق' ان کا نام عمرو بن عبد اللہ السبیعی ہے (۶) مسروق بن الاجدع (۷) عطاء بن ابی رباح (۸) مجاہد بن جبیر (۹) حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۱۶۴)

حج کے ساتھ والے عمرہ کے متعلق علامہ ابن بطال کی تحقیق

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ' ان تمام احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس چوتھے عمرہ کی آپ کی طرف نسبت اس لیے کی گئی ہے کہ آپ نے لوگوں کو اس عمرہ کا حکم دیا تھا اور آپ کے سامنے اس حکم پر عمل کیا گیا' یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ نے یہ عمرہ خود کیا تھا۔

رہے حضرت انس تو وہ اس مسئلہ کو عمدہ طریقہ سے منضبط نہیں کر سکے اور ان پر حضرت ابن عمر نے رد کیا تھا' جب ان سے یہ کہا گیا کہ حضرت انس نے یہ حدیث بیان کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمرہ اور حج کا احرام باندھا تو حضرت ابن عمر نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے احرام باندھا اور ہم نے آپ کے ساتھ احرام باندھا' امام بخاری نے کتاب المغازی میں یہ بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عمر نے حضرت انس کی اس حدیث کا رد کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے حج کے ساتھ عمرہ کیا اور امام عبدالرزاق نے مجاہد سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین عمرے کیے اور تینوں عمرے ذوالقعدہ میں کیے تھے یعنی ان تین عمروں میں حج کے ساتھ والا عمرہ شامل نہیں ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۳۸۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عمروں کی ترتیب وار تفصیل اور تعداد

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عمروں کی احادیث میں تطبیق دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلا عمرہ ۶ھ ذوالقعدہ میں کیا تھا' جب حدیبیہ میں مشرکین نے آپ کو مکہ میں داخل ہونے سے روک دیا تھا اگرچہ آپ مکہ میں داخل ہو کر عمرہ نہیں کر سکے تھے لیکن اس کو آپ کا عمرہ اس لیے شمار کیا گیا کہ آپ عمرہ کے لیے روانہ ہوئے تھے' آپ اپنے ساتھ ہدی لے کر گئے' اس کو آپ نے نحر کیا اور اپنا سر منڈایا۔

دوسرا عمرہ آپ نے ۷ھ ذوالقعدہ میں کیا تھا' جب آپ نے دوسرے سال حدیبیہ والے عمرہ کو قضا کیا تھا۔

تیسرا عمرہ آپ نے ۸ھ میں کیا تھا اور یہ عمرہ بھی آپ نے ذوالقعدہ میں کیا تھا' اسی عمرہ کو عمرۃ الجعرانہ کہا جاتا ہے' جس میں حنین کے مال غنیمت کو تقسیم کیا گیا تھا۔

اور چوتھا عمرہ وہ ہے جو آپ نے اپنے حج کے ساتھ ۱۰ھ میں کیا تھا اور اس عمرہ کے افعال حج میں داخل تھے' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۴ ذوالحجہ کو مکہ میں آئے اور اس عمرہ کا احرام بھی آپ نے ذوالقعدہ میں باندھا تھا کیونکہ پچیس ذوالقعدہ کو آپ مدینہ سے روانہ ہوئے تھے اور اس کا احرام آپ نے وادی العقیق میں باندھا تھا اور یہ ذوالحجہ کے داخل ہونے سے پہلے تھا' بعض علماء نے اس عمرہ کو ساقط کر کے آپ کے کل عمرے تین بیان کیے ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ الوداع کے سال میں الگ عمرہ نہیں کیا' نہ حج سے پہلے اور نہ حج کے بعد' حج سے پہلے اس لیے نہیں کیا کیونکہ آپ نے حج سے فارغ ہونے سے پہلے احرام نہیں کھولا تھا اور حج کے بعد اس لیے نہیں کیا کیونکہ یہ منقول نہیں ہے کہ حج کے بعد آپ نے عمرہ کیا' پھر صرف یہ باقی بچا ہے کہ آپ نے حج کے عمرہ کے ساتھ قران کیا تھا' اور ان احادیث میں تطبیق دینے کے لیے یہی صحیح ہے' کیونکہ پہلے آپ نے حج کا احرام باندھا' پھر عقیق میں آپ نے اس میں عمرہ کو داخل کر لیا' جب آپ

کے پاس حضرت جبریل نے آ کر کہا کہ آپ اس مبارک وادی میں نماز پڑھیں اور کہیں کہ عمرہ حج میں ہے۔

اسی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عمروں کی تعداد میں صحابہ کا اختلاف ہے پس جنہوں نے چار عمرے کہے ہیں ان کی یہ توجیہ ہے اور جنہوں نے تین عمرے کہے ہیں انہوں نے اس آخری عمرہ کو ساقط کر دیا تھا کیونکہ اس عمرے کے افعال حج میں داخل تھے اور جنہوں نے کہا: آپ نے دو عمرے کیے تھے انہوں نے پہلے عمرہ عمرۃ الحدیبیہ کو ساقط کر دیا کیونکہ مشرکین نے آپ کو اس عمرہ کے ادا کرنے سے روک دیا تھا اور آپ کے آخری عمرہ کو ساقط کیا گیا ہے کیونکہ اس کے اعمال حج میں داخل تھے اور دو عمرے ثابت کیے گئے ایک عمرۃ القضاء اور دوسرا عمرۃ الجعرانہ۔ (عمدۃ القاری ج ١٠ ص ١٦٠۔١٥٨ ملخصاً دار الکتب العلمیہ بیروت ١٤٢١ھ)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ٢٩٢٩۔ ج ٣ ص ٤٧٨ پر مذکور ہے اس کی شرح کا عنوان ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عمروں کی تعداد کی تحقیق۔

٤ - بَابُ عُمْرَةٍ فِيْ رَمَضَانَ — رمضان میں عمرہ کرنا

اس باب میں رمضان میں عمرہ کرنے کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔

١٧٨٢ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ عَطَاءٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يُخْبِرُنَا يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِامْرَاَةٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ، سَمَّاهَا ابْنُ عَبَّاسٍ فَنَسِيْتُ اِسْمَهَا مَا مَنَعَكِ اَنْ تَحُجِّيْ مَعَنَا؟ قَالَتْ كَانَ لَنَا نَاضِحٌ فَرَكِبَهُ اَبُوْ فُلَانٍ وَّابْنُهُ لِزَوْجِهَا وَابْنِهَا، وَتَرَكَ نَاضِحًا نَنْضَحُ عَلَيْهِ، قَالَ فَاِذَا كَانَ رَمَضَانُ اِعْتَمِرِيْ فِيْهِ، فَاِنَّ عُمْرَةً فِيْ رَمَضَانَ حَجَّةٌ. اَوْ نَحْوًا مِّمَّا قَالَ.

[طرف الحدیث: ١٨٦٣]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از ابن جریج از عطاء انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا ہے وہ ہمیں یہ خبر دیتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انصار کی ایک عورت سے فرمایا عطاء نے کہا: حضرت ابن عباس نے اس عورت کا نام لیا تھا لیکن میں اس عورت کا نام بھول گیا (آپ نے اس عورت سے فرمایا:) تم کو ہمارے ساتھ حج کرنے سے کیا چیز مانع تھی؟ اس نے کہا: ہمارا ایک اونٹ ہے اس پر ابو فلاں اور اس کا بیٹا سوار ہو گیا یعنی اس عورت کا شوہر اور اس کا بیٹا اور اس نے دوسرا اونٹ چھوڑ دیا جس پر ہم پانی لاتے ہیں آپ نے فرمایا: جب رمضان آئے تو تم عمرہ کر لینا کیونکہ رمضان میں عمرہ حج ہے یا آپ نے اس کی مثل فرمایا۔

(صحیح مسلم: ١٢٥٦ الرقم المسلسل: ٢٩٢٧ سنن نسائی: ٢١٠٦ سنن بیہقی ج ٤ ص ٣٤٦ سنن دارمی: ١٨٥٩ صحیح ابن حبان: ٣٧٠٠ المعجم الکبیر: ١١٣١٠۔ ١١٣٢٢ مسند احمد ج ١ ص ٢٢٩ طبع قدیم مسند احمد: ٢٠٢٥۔ ج ٣ ص ٦٩ ٤ موسسۃ الرسالۃ بیروت)

"الناضح" کا معنی اور اس کی تحقیق کہ رمضان کا عمرہ حج کی مثل ہے

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں "ناضح" کا لفظ ہے۔ "الناضح" اس اونٹ یا بیل یا گدھے کو کہتے ہیں جس کے ذریعہ کنویں سے پانی نکالا جاتا ہے اور اس پر رسی کے ساتھ ڈول باندھ دیئے جاتے ہیں اس کو "سانیۃ" بھی کہتے ہیں لیکن اس حدیث میں اس سے مراد اونٹ ہے۔

اس حدیث میں نبی ﷺ نے فرمایا: رمضان میں عمرہ کرنا حج کی مثل ہے' یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ آپ نے اس عورت کو جس حج کی ترغیب دی تھی' وہ اس کا نفلی حج تھا کیونکہ امت کا اس پر اجماع ہے کہ عمرہ فرض حج کا بدل نہیں ہو سکتا' اور آپ نے جو فرمایا: رمضان میں عمرہ کرنا حج کی مثل ہے' اس سے آپ کی مراد یہ ہے کہ وہ ثواب میں حج کی مثل ہے کیونکہ فضائل کا ادراک قیاس سے نہیں کیا جا سکتا' اور اللہ اپنے فضل سے جتنا چاہے ثواب عطا فرماتا ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۳۸۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

* یہ حدیث صحیح مسلم: ۲۹۲۸۔۱۲۵۶ میں بھی مذکور ہے' اس میں یہ الفاظ ہیں: رمضان میں عمرہ حج کے برابر ہے یا میرے ساتھ حج کے برابر ہے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۹۳۴۔ ج ۳ ص ۴۸۱ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

٥ - بَابُ الْعُمْرَةِ لَيْلَةَ الْحَصْبَةِ وَغَيْرِهَا

وادیٔ حصبہ کی رات میں یا کسی اور رات میں عمرہ کرنا

١٧٨٣ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَّامٍ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُوَافِيْنَ لِهِلَالِ ذِي الْحَجَّةِ، فَقَالَ لَنَا مَنْ اَحَبَّ مِنْكُمْ اَنْ يُّهِلَّ بِالْحَجِّ فَلْيُهِلَّ، وَمَنْ اَحَبَّ اَنْ يُّهِلَّ بِعُمْرَةٍ فَلْيُهِلَّ بِعُمْرَةٍ، فَلَوْ لَا اَنِّيْ اَهْدَيْتُ لَاَهْلَلْتُ بِعُمْرَةٍ. قَالَتْ فَمِنَّا مَنْ اَهَلَّ بِعُمْرَةٍ، وَمِنَّا مَنْ اَهَلَّ بِحَجٍّ، وَكُنْتُ مِمَّنْ اَهَلَّ بِعُمْرَةٍ، فَاَظَلَّنِيْ يَوْمُ عَرَفَةَ وَاَنَا حَائِضٌ، فَشَكَوْتُ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ اُرْفُضِيْ عُمْرَتَكِ، وَانْقُضِيْ رَاْسَكِ، وَامْتَشِطِيْ وَاَهِلِّيْ بِالْحَجِّ. فَلَمَّا كَانَ لَيْلَةُ الْحَصْبَةِ اَرْسَلَ مَعِيْ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ اِلَى التَّنْعِيْمِ فَاَهْلَلْتُ بِعُمْرَةٍ مَّكَانَ عُمْرَتِيْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن سلام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو معاویہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' انہوں نے بیان کیا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ (مدینہ سے) اس وقت نکلے جب ذوالحجہ کا چاند دکھائی دینے والا تھا' آپ نے ہم سے فرمایا: تم میں سے جو حج کا احرام باندھنا چاہتا ہو وہ حج کا احرام باندھ لے' اور جو عمرہ کا احرام باندھنا چاہتا ہو وہ عمرہ کا احرام باندھ لے اور اگر میں نے ہدی (قربانی) روانہ نہ کی ہوتی تو میں بھی عمرہ کا احرام باندھتا' حضرت عائشہ نے بیان کیا: پس ہم میں سے بعض نے عمرہ کا احرام باندھا اور بعض نے حج کا احرام باندھا' اور میں ان لوگوں میں سے تھی جنہوں نے عمرہ کا احرام باندھا تھا' پس مجھ پر عرفہ کے دن نے سایا کر لیا اور میں ابھی حائضہ تھی' تو میں نے اس کی نبی ﷺ سے شکایت کی' آپ نے فرمایا: تم اپنے عمرہ کو چھوڑ دو اور سر کے بال کھول کر کنگھی کر لو اور حج کا احرام باندھ لو' پھر جب وادی الحصبہ کی رات آئی تو آپ نے مجھے حضرت عبد الرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کے ساتھ مقامِ تنعیم روانہ کیا' پھر میں نے اس عمرہ کی جگہ عمرہ کا احرام باندھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۹۴ میں گزر چکی ہے۔

٦ - بَابُ عُمْرَةِ التَّنْعِيْمِ

باب التنعیم کا عمرہ

١٧٨٤ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرٍو سَمِعَ عَمْرَو بْنَ اَوْسٍ اَنَّ عَبْدَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عمرو' عمرو

الرَّحْمٰنِ بْنَ اَبِیْ بَکْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا قَالَ اَخْبَرَہٗ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَمَرَہٗ اَنْ یُّرْدِفَ عَائِشَۃَ وَیُعْمِرَھَا مِنَ التَّنْعِیْمِ' قَالَ سُفْیَانُ مَرَّۃً سَمِعْتُ عَمْرًا' کَمْ سَمِعْتُہٗ مِنْ عَمْرٍو.

[طرف الحدیث:۲۹۸۵]

بن اوس نے سنا ان کو حضرت عبدالرحمان بن ابی بکر رضی اللہ عنہما نے خبر دی' انہوں نے یہ بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یہ حکم دیا کہ وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اپنے ساتھ سواری پر بٹھائیں اور ان کو مقام تنعیم سے عمرہ کرائیں' سفیان نے ایک مرتبہ کہا: میں نے عمرو سے سنا اور ایک مرتبہ کہا: میں نے کئی مرتبہ عمرو سے سنا ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۲۱۲' الرقم المسلسل: ۲۸۲۵' سنن ترمذی: ۹۳۵' سنن ابن ماجہ: ۲۹۹۹' مسند الحمیدی: ۵۶۳' سنن دارمی: ۱۶۸۲' الآحاد والمثانی: ۶۵۵' سنن کبریٰ: ۴۲۳۰' سنن بیہقی ج ۴ ص ۳۵۷' مسند احمد ج ۱ ص ۱۵۸ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۷۰۵۔ ج ۳ ص ۲۳۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

مکہ سے احرام باندھنے کے لیے تنعیم کی تخصیص کی وجہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو مکہ سے عمرہ کرنے والا ہو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ حرم سے باہر نکلے' پھر عمرہ کا احرام باندھے' اور آپ نے خارج حرم کی دوسری جگہوں میں سے تنعیم کو اس لیے معین فرمایا کہ تنعیم خارج حرم میں سے حرم کے قریب ترین جگہ تھی۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ محارم کے ساتھ سفر اور حضر میں خلوت جائز ہے اور مُحرِم اپنے ساتھ مُحرِمہ کو سواری پر بٹھا سکتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۱۷۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۸۳۲۔ ج ۳ ص ۳۹۱ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۱۷۸۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَھَّابِ بْنُ عَبْدِ الْمَجِیْدِ' عَنْ حَبِیْبِ الْمُعَلِّمِ' عَنْ عَطَاءٍ قَالَ حَدَّثَنِیْ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَھَلَّ وَاَصْحَابُہٗ بِالْحَجِّ' وَلَیْسَ مَعَ اَحَدٍ مِّنْھُمْ ھَدْیٌ غَیْرَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَطَلْحَۃَ' وَکَانَ عَلِیٌّ قَدِمَ مِنَ الْیَمَنِ وَمَعَہُ الْھَدْیُ' فَقَالَ اَھْلَلْتُ بِمَا اَھَلَّ بِہٖ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ' وَاَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَذِنَ لِاَصْحَابِہٖ اَنْ یَّجْعَلُوْھَا عُمْرَۃً یَطُوْفُوْا بِالْبَیْتِ' ثُمَّ یُقَصِّرُوْا وَیَحِلُّوْا اِلَّا مَنْ مَّعَہُ الْھَدْیُ' فَقَالُوْا نَنْطَلِقُ اِلٰی مِنًی وَّذَکَرُ اَحَدِنَا یَقْطُرُ' فَبَلَغَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَوِ اسْتَقْبَلْتُ مِنْ اَمْرِیْ مَا اسْتَدْبَرْتُ مَا اَھْدَیْتُ' وَلَوْ لَا اَنَّ مَعِیَ الْھَدْیَ لَاَحْلَلْتُ. وَاَنَّ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوہاب بن عبدالمجید نے حدیث بیان کی از حبیب المعلم از عطاء' انہوں نے کہا: مجھے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب نے حج کا احرام باندھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ ان میں سے کسی کے پاس ہدی (قربانی) نہیں تھی' اور حضرت علی رضی اللہ عنہ یمن سے آئے تھے اور ان کے ساتھ ہدی تھی' انہوں نے کہا: میں نے اس چیز کے ساتھ احرام باندھا ہے جس کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام باندھا ہے' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے (باقی) اصحاب کو یہ حکم دیا کہ وہ اپنے احرام کو عمرہ کا احرام قرار دیں' وہ بیت اللہ کا طواف کرلیں' پھر بال کاٹ لیں اور احرام کھول دیں مگر جس کے ساتھ ہدی ہو' پس انہوں نے کہا کہ ہم اس حال میں منٰی جائیں گے کہ ہم میں سے کسی ایک کا آلہ تناسل ٹپک رہا ہوگا' پھر جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ بات پہنچی تو آپ نے فرمایا: میں اپنے

حَاضَتْ، فَنَسَكَتِ الْمَنَاسِكَ كُلَّهَا غَيْرَ أَنَّهَا لَمْ تَطُفْ بِالْبَيْتِ، قَالَ فَلَمَّا طَهُرَتْ وَطَافَتْ قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، أَتَنْطَلِقُوْنَ بِعُمْرَةٍ وَّحَجَّةٍ وَّأَنْطَلِقُ بِالْحَجِّ؟ فَأَمَرَ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ أَبِيْ بَكْرٍ أَنْ يَّخْرُجَ مَعَهَا إِلَى التَّنْعِيْمِ، فَاعْتَمَرَتْ بَعْدَ الْحَجِّ فِيْ ذِي الْحَجَّةِ. وَأَنَّ سُرَاقَةَ بْنَ مَالِكِ بْنِ جُعْشُمٍ لَقِيَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ بِالْعَقَبَةِ وَهُوَ يَرْمِيْهَا، فَقَالَ أَلَكُمْ هٰذِهِ خَاصَّةً يَّا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ لَا، بَلْ لِلْأَبَدِ.

جس معاملہ کی طرف بعد میں متوجہ ہوا ہوں اگر اس کی طرف پہلے متوجہ ہوتا تو میں اپنے ساتھ ہدی نہ لے جاتا' اور اگر میرے ساتھ ہدی نہ ہوتی تو میں (بھی) احرام کھول دیتا' اور بے شک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حج کے تمام افعال ادا کیے' البتہ انہوں نے بیت اللہ کا طواف نہیں کیا تھا' حضرت جابر نے کہا: پھر جب وہ حیض سے پاک ہو گئیں اور بیت اللہ کا طواف کیا تو انہوں نے کہا: یارسول اللہ! آپ لوگ حج اور عمرہ کر کے جائیں گے اور میں صرف حج کر کے جاؤں گی؟ تب آپ نے حضرت عبدالرحمان بن ابوبکر رضی اللہ عنہما کو یہ حکم دیا کہ وہ حضرت عائشہ کو تنعیم لے جائیں' پس حضرت عائشہ نے ذوالحجہ میں حج کرنے کے بعد عمرہ کیا اور حضرت سراقہ بن مالک بن جعشم کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی' اس وقت آپ عقبہ میں کنکریاں مار رہے تھے' انہوں نے پوچھا: آیا یہ (ایامِ حج میں عمرہ کرنا یا حج قران) یارسول اللہ! آپ کے ساتھ خاص ہے یا ہمیشہ کے لیے ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں! بلکہ ہمیشہ کے لیے ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٥٥٧ میں گزر چکی ہے۔

٧ - بَابُ الْاِعْتِمَارِ بَعْدَ الْحَجِّ بِغَيْرِ هَدْيٍ

حج کے بعد بغیر ہدی روانہ کیے عمرہ کرنا

١٧٨٦ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ أَخْبَرَنِيْ أَبِيْ قَالَ أَخْبَرَتْنِيْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُوَافِيْنَ لِهِلَالِ ذِي الْحَجَّةِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَحَبَّ أَنْ يُّهِلَّ بِعُمْرَةٍ فَلْيُهِلَّ، وَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يُّهِلَّ بِحَجَّةٍ فَلْيُهِلَّ، وَلَوْ لَا أَنِّيْ أَهْدَيْتُ لَأَهْلَلْتُ بِعُمْرَةٍ. فَمِنْهُمْ مَنْ أَهَلَّ بِعُمْرَةٍ، وَمِنْهُمْ مَنْ أَهَلَّ بِحَجَّةٍ وَكُنْتُ مِمَّنْ أَهَلَّ بِعُمْرَةٍ، فَحِضْتُ قَبْلَ أَنْ أَدْخُلَ مَكَّةَ فَأَدْرَكَنِيْ يَوْمُ عَرَفَةَ وَأَنَا حَائِضٌ، فَشَكَوْتُ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ دَعِيْ عُمْرَتَكِ، وَانْقُضِيْ رَأْسَكِ وَامْتَشِطِيْ، وَأَهِلِّيْ بِالْحَجِّ. فَفَعَلْتُ، فَلَمَّا كَانَتْ لَيْلَةُ الْحَصْبَةِ، أَرْسَلَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں' ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی' انہوں نے بیان کیا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ سے اس وقت نکلے جب ذوالحجہ کا چاند دکھائی دینے والا تھا' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو عمرہ کا احرام باندھنا چاہتا ہو' وہ عمرہ کا احرام باندھ لے اور جو حج کا احرام باندھنا چاہتا ہو وہ حج کا احرام باندھ لے اور اگر میں نے ہدی روانہ نہ کی ہوتی تو میں بھی عمرہ کا احرام باندھتا' پس ان میں سے بعض نے عمرہ کا احرام باندھا اور بعض نے حج کا احرام باندھا اور میں ان لوگوں میں سے تھی جنہوں نے عمرہ کا احرام باندھا تھا' پھر مکہ میں داخل ہونے سے پہلے مجھے حیض آ گیا اور مجھے یوم عرفہ نے اس حال میں پایا کہ میں حائضہ تھی' تو میں نے

مَعِیْ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ اِلَی التَّنْعِیْمِ' فَاَرْدَفَهَا فَاَهَلَّتْ بِعُمْرَةٍ مَّكَانَ عُمْرَتِهَا فَقَضَى اللّٰهُ حَجَّهَا وَعُمْرَتَهَا' وَلَمْ يَكُنْ فِیْ شَیْءٍ مِّنْ ذٰلِكَ هَدْیٌ' وَلَا صَدَقَةٌ وَّلَا صَوْمٌ.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی شکایت کی' پس آپ نے فرمایا: تم عمرہ کو چھوڑ دو اور اپنے سر کے بال کھول کر کنگھی کر لو اور حج کا احرام باندھ لو' پھر جب وادی الحصبۃ میں ٹھہرنے کی رات آئی تو آپ نے میرے ساتھ حضرت عبدالرحمان رضی اللہ عنہ کو تنعیم کی طرف بھیجا' پس انہوں نے مجھے اپنے پیچھے سوار کیا' پھر میں نے عمرہ کا احرام باندھا جو اس عمرہ کی جگہ تھا (جس کو میں نے چھوڑ دیا تھا) پھر اللہ نے میرا حج اور عمرہ پورا کر دیا اور میرے اس عمرہ میں نہ ہدی تھی' نہ صدقہ تھا' نہ روزہ تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۹۴ میں گزر چکی ہے۔

٨ - بَابُ اَجْرِ الْعُمْرَةِ عَلٰى قَدْرِ النَّصَبِ

عمرہ کا اجر بہ قدر مشقت ملے گا

١٧٨٧ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ' عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ' وَعَنِ ابْنِ عَوْنٍ' عَنْ اِبْرَاهِيْمَ' عَنِ الْاَسْوَدِ قَالَا قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ' يَصْدُرُ النَّاسُ بِنُسُكَيْنِ وَاَصْدُرُ بِنُسُكٍ؟ فَقِيْلَ لَهَا اِنْتَظِرِیْ' فَاِذَا طَهُرْتِ' فَاخْرُجِیْ اِلَى التَّنْعِيْمِ فَاَهِلِّیْ' ثُمَّ ائْتِيْنَا بِمَكَانِ كَذَا وَكَذَا' وَلٰكِنَّهَا عَلٰى قَدْرِ نَفَقَتِكِ اَوْ نَصَبِكِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن عون نے حدیث بیان کی از القاسم بن محمد واز ابن عون از ابراہیم از الاسود' ان دونوں نے بیان کیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: یارسول اللہ! لوگ دو عبادتیں کر کے لوٹیں گے اور میں ایک عبادت کر کے لوٹوں گی' پس ان سے کہا گیا کہ آپ انتظار کریں' پس جب آپ (حیض سے) پاک ہو جائیں تو تنعیم کی طرف روانہ ہوں' پھر آپ احرام باندھیں' پھر آپ ہمارے پاس فلاں فلاں مقام پر آئیں' لیکن جتنا آپ خرچ کریں گی یا جتنی آپ مشقت اٹھائیں گی' آپ کو اتنا اجر ملے گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۹۴ میں گزر چکی ہے' تاہم بعض چیزوں کی وضاحت کی جارہی ہے:

زیادہ خرچ کرنے یا زیادہ مشقت برداشت کرنے کی وجہ سے اجر کا زیادہ ہونا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی لکھتے ہیں:

زیادہ خرچ کرنے کی وجہ سے زیادہ اجر ملنے کی مثال یہ آیت ہے:

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ○ (التوبہ: ۲۰)

جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں اپنی جانوں اور مالوں کے ساتھ جہاد کیا' اللہ کے نزدیک ان کا بہت بڑا درجہ ہے اور وہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں○

اس آیت میں اللہ کی راہ میں اور عبادت میں اپنا مال خرچ کرنے کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔

اور مشقت برداشت کرنے پر زیادہ اجر عطا فرمانے کی مثال یہ آیت ہے:

اِنَّمَا یُوَفَّی الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَھُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍO (الزمر:۱۰) صرف صبر کرنے والوں کو ہی ان کا پورا پورا بے حساب اجر دیا جائے گاO

زمان اور مکان کے شرف کے اعتبار سے اجر کا زیادہ ہونا

تاہم یہ قاعدہ کلیہ نہیں ہے بعض اوقات زمانہ کی فضیلت کی وجہ سے کم وقت میں عبادت کرنے کا زیادہ اجر ملتا ہے جیسے لیلۃ القدر میں ایک رات قیام کرنے کا اجر ہزار ماہ کی عبادت سے زیادہ ہوتا ہے یا رمضان میں عبادت کرنے کا اجر دوسرے مہینوں کی عبادت سے ستر گنا زائد ہوتا ہے اور بعض اوقات جگہ اور مقام کے اعتبار سے کم عبادت کا زیادہ اجر ملتا ہے جیسے مسجد حرام یا مسجد نبوی میں عبادت کا اجر دوسری جگہ عبادت کرنے سے ایک لاکھ یا تین لاکھ درجہ زائد ہوتا ہے یا جیسے فرائض کا اجر نوافل سے زائد ہوتا ہے۔

اس پر یہ اعتراض ہے کہ ان تمام مثالوں میں زیادہ اجر ان خصوصی اضافات کی وجہ سے ہے اور اصل یہی ہے کہ زیادہ خرچ یا زیادہ مشقت کی وجہ سے زیادہ اجر ملتا ہے۔

۹ - بَابُ الْمُعْتَمِرِ اِذَا طَافَ طَوَافَ الْعُمْرَةِ ثُمَّ خَرَجَ، هَلْ يُجْزِئُهُ مِنْ طَوَافِ الْوَدَاعِ

عمرہ کرنے والا جب عمرہ کا طواف کر کے چلا جائے تو آیا اس کے لیے یہ طوافِ وداع سے کافی ہوگا یا نہیں!

یعنی اس کا عمرہ کا طواف کرنا طوافِ وداع سے کافی ہو جائے گا۔

۱۷۸۸ - حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَفْلَحُ بْنُ حُمَيْدٍ، عَنِ الْقَاسِمِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ خَرَجْنَا مُهِلِّيْنَ بِالْحَجِّ، فِيْ اَشْهُرِ الْحَجِّ، وَفِيْ حُرُمِ الْحَجِّ، فَنَزَلْنَا بِسَرِفَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاَصْحَابِهٖ مَنْ لَّمْ يَكُنْ مَّعَهٗ هَدْىٌ، فَاَحَبَّ اَنْ يَّجْعَلَهَا عُمْرَةً فَلْيَفْعَلْ، وَمَنْ كَانَ مَعَهٗ هَدْىٌ فَلَا. وَكَانَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرِجَالٍ مِّنْ اَصْحَابِهٖ ذَوِيْ قُوَّةٍ الْهَدْىُ، فَلَمْ تَكُنْ لَّهُمْ عُمْرَةٌ، فَدَخَلَ عَلَيَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا اَبْكِيْ، فَقَالَ مَا يُبْكِيْكِ؟ قُلْتُ سَمِعْتُكَ تَقُوْلُ لِاَصْحَابِكَ مَا قُلْتَ، فَمُنِعْتُ الْعُمْرَةَ، قَالَ وَمَا شَاْنُكِ؟ قُلْتُ لَا اُصَلِّيْ، قَالَ فَلَا يَضُرُّكِ، اَنْتِ مِنْ بَنَاتِ اٰدَمَ، كُتِبَ عَلَيْكِ مَا كُتِبَ عَلَيْهِنَّ، فَكُوْنِيْ فِيْ حَجَّتِكِ، عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّرْزُقَكِهَا. قَالَتْ فَكُنْتُ حَتّٰى نَفَرْنَا مِنْ مِّنًى، فَنَزَلْنَا الْمُحَصَّبَ، فَدَعَا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ،

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں افلح بن حمید نے حدیث بیان کی از القاسم از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ ہم حج کے مہینوں میں اور حج کی جگہوں میں حج کا احرام باندھ کر روانہ ہوئے پھر ہم مقامِ سرف میں اترے پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا: جس شخص کے ساتھ ہدی نہیں ہے اور وہ اپنے احرام کو عمرہ کا احرام کرنا چاہے تو کرلے اور جس کے ساتھ ہدی ہے وہ نہ کرے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اور آپ کے اصحاب میں سے جو مالی قوت والے تھے ان کے ساتھ ہدی تھی تو ان کے لیے یہ عمرہ نہیں تھا پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس آئے تو میں رو رہی تھی پس آپ نے پوچھا: تمہیں کیا چیز رلا رہی ہے؟ میں نے کہا: میں نے آپ سے وہ سن لیا ہے جو ابھی آپ نے اپنے اصحاب سے فرمایا ہے پس میں عمرہ سے روک دی گئی ہوں آپ نے پوچھا: تمہیں کیا ہوا ہے؟ میں نے عرض کیا: میں نماز نہیں پڑھ رہی آپ نے فرمایا: تمہیں کوئی نقصان نہیں ہوگا تم آدم کی بیٹیوں میں سے ہو جو ان پر لکھ دیا گیا ہے وہی

فَقَالَ اُخْرُجْ بِاُخْتِكَ اِلَى الْحَرَمِ فَلْتُهِلَّ بِعُمْرَةٍ، ثُمَّ افْرُغَا مِنْ طَوَافِكُمَا، اَنْتَظِرْكُمَا هٰهُنَا. فَاَتَيْنَا فِيْ جَوْفِ اللَّيْلِ فَقَالَ فَرَغْتُمَا؟ قُلْتُ نَعَمْ، فَنَادٰى بِالرَّحِيْلِ فِيْ اَصْحَابِهٖ، فَارْتَحَلَ النَّاسُ وَمَنْ طَافَ بِالْبَيْتِ قَبْلَ صَلٰوةِ الصُّبْحِ، ثُمَّ خَرَجَ مُوَجِّهًا اِلَى الْمَدِيْنَةِ.

تم پر لکھ دیا گیا ہے' تم اپنے حج پر رہو عنقریب اللہ تم کو عمرہ عطا فرمائے گا' حضرت عائشہ نے کہا: پس میں حج کے افعال کرتی رہی حتیٰ کہ ہم منیٰ سے روانہ ہو کر وادی المحصب میں اترے' پھر آپ نے حضرت عبدالرحمان رضی اللہ عنہ کو بلایا' پس فرمایا: تم اپنی بہن کو حرم کی طرف لے جاؤ' پھر وہ عمرہ کا احرام باندھیں' پھر تم دونوں اپنے طواف سے فارغ ہو کر (یہاں آنا)' میں تم دونوں کا یہاں انتظار کروں گا' پس ہم آدھی رات میں آئے' آپ نے پوچھا: تم دونوں فارغ ہو گئے؟ میں نے کہا: جی ہاں! پھر آپ نے اپنے اصحاب میں روانہ ہونے کا اعلان کیا' پھر لوگ روانہ ہوئے اور جس نے صبح سے پہلے بیت اللہ کا طواف وداع کر لیا تھا' وہ بھی روانہ ہوا اور آپ بھی مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۲۹۴ میں گزر چکی ہے۔

۱۰ - بَابٌ يَّفْعَلُ فِي الْعُمْرَةِ مَا يَفْعَلُ فِي الْحَجِّ

عمرہ میں ان ہی کاموں سے اجتناب کیا جائے گا جن سے حج میں اجتناب کیا جاتا ہے

۱۷۸۹ - حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَطَاءٌ قَالَ حَدَّثَنِيْ صَفْوَانُ بْنُ يَعْلٰى ابْنِ اُمَيَّةَ يَعْنِيْ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ رَجُلًا اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ بِالْجِعْرَانَةِ، وَعَلَيْهِ جُبَّةٌ، وَعَلَيْهِ اَثَرُ الْخَلُوْقِ، اَوْ قَالَ صُفْرَةٌ، فَقَالَ كَيْفَ تَاْمُرُنِيْ اَنْ اَصْنَعَ فِيْ عُمْرَتِيْ؟ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَسُتِرَ بِثَوْبٍ، وَوَدِدْتُ اَنِّيْ قَدْ رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ اُنْزِلَ عَلَيْهِ الْوَحْيُ، فَقَالَ عُمَرُ تَعَالَ، اَيَسُرُّكَ اَنْ تَنْظُرَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْوَحْيَ؟ قُلْتُ نَعَمْ، فَرَفَعَ طَرَفَ الثَّوْبِ، فَنَظَرْتُ اِلَيْهِ لَهٗ غَطِيْطٌ وَاَحْسِبُهٗ قَالَ كَغَطِيْطِ الْبَكْرِ، فَلَمَّا سُرِّيَ عَنْهُ. قَالَ اَيْنَ السَّائِلُ عَنِ الْعُمْرَةِ؟ اِخْلَعْ عَنْكَ الْجُبَّةَ، وَاغْسِلْ اَثَرَ الْخَلُوْقِ عَنْكَ، وَاَنْقِ الصُّفْرَةَ، وَاصْنَعْ فِيْ عُمْرَتِكَ كَمَا تَصْنَعُ فِيْ حَجِّكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عطاء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے صفوان بن یعلیٰ بن امیہ نے حدیث بیان کی یعنی از والد خود کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا' اس وقت آپ الجعرانہ میں تھے اور آپ پر ایک جبہ (لمبا کوٹ) تھا جس پر خوشبو یا زردی کا نشان تھا' اس نے پوچھا: آپ مجھے عمرہ میں کیا کرنے کا حکم دیتے ہیں؟ اس وقت اللہ نے آپ پر وحی نازل کی' پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر ایک کپڑا ڈال دیا گیا اور میری یہ خواہش تھی کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حال میں دیکھوں جب آپ پر وحی نازل ہو رہی ہو' پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا تم کو اس سے خوشی ہوگی کہ تم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حال میں دیکھو جب آپ پر وحی نازل ہو رہی ہو؟ میں نے کہا: جی ہاں! پھر حضرت عمر نے کپڑے کی ایک طرف کو اٹھایا' پس میں نے آپ کی طرف دیکھا تو آپ خراٹے لے رہے تھے اور میرا گمان یہ ہے کہ آپ اس طرح خراٹے لے رہے تھے جس طرح اونٹ خراٹے لیتا ہے' پھر جب

آپ کی یہ کیفیت منقطع ہوئی تو آپ نے پوچھا: وہ شخص کہاں ہے جو عمرہ کے متعلق سوال کر رہا تھا؟ تم اپنا جبہ اتار دینا اور خوشبو کا نشان دھوڈالنا اور زعفران کا پیلا رنگ صاف کر دینا اور تم اپنے عمرہ میں اسی طرح کرنا جس طرح حج میں کرتے ہو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۱۵۳۶ میں گزر چکی ہے۔

۱۷۹۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّهٗ قَالَ قُلْتُ لِعَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا يَوْمَئِذٍ حَدِيْثُ السِّنِّ اَرَاَيْتِ قَوْلَ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى ﴿اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا﴾ (البقرہ:۱۵۸) فَلَا اَرٰى عَلٰى اَحَدٍ شَيْئًا اَنْ لَّا يَطَّوَّفَ بِهِمَا؟ فَقَالَتْ عَائِشَةُ كَلَّا لَوْ كَانَتْ كَمَا تَقُوْلُ كَانَتْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ لَّا يَطَّوَّفَ بِهِمَا اِنَّمَا اُنْزِلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ فِي الْاَنْصَارِ كَانُوْا يُهِلُّوْنَ لِمَنَاةَ وَكَانَتْ مَنَاةُ حَذْوَ قُدَيْدٍ وَكَانُوْا يَتَحَرَّجُوْنَ اَنْ يَّطُوْفُوْا بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَلَمَّا جَاءَ الْاِسْلَامُ سَاَلُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذٰلِكَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا﴾ (البقرہ:۱۵۸). زَادَ سُفْيَانُ وَاَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنْ هِشَامٍ مَا اَتَمَّ اللّٰهُ حَجَّ امْرِئٍ وَلَا عُمْرَتَهٗ لَمْ يَطُفْ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ہشام بن عروہ از والد خود' انہوں نے بیان کیا: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا اور میں اس وقت کم عمر تھا: آپ اللہ تبارک وتعالیٰ کے اس قول کے متعلق بتایئے: بے شک صفا اور المروۃ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں' سو جس نے بیت اللہ کا حج یا عمرہ کیا' اس پر ان دونوں کا طواف (سعی) کرنے میں کوئی گناہ نہیں ہے۔ (البقرہ:۱۵۸) پس میں کسی شخص پر کوئی حرج نہیں سمجھتا کہ وہ ان دونوں کا طواف (سعی) نہ کرے' پس حضرت عائشہ نے کہا: ہرگز نہیں! اگر اس آیت کا معنی اس طرح ہوتا جس طرح تم کہہ رہے ہو تو یہ آیت اس طرح ہوتی: اس شخص پر کوئی حرج نہیں ہے جو ان دونوں کا طواف نہ کرے' یہ آیت صرف ان انصار کے متعلق نازل ہوئی ہے جو (زمانہ جاہلیت میں) مناۃ کے لیے احرام باندھتے تھے اور مناۃ قدید کے بالمقابل رکھا ہوا تھا اور انصار صفا اور المروۃ کے درمیان طواف کرنے سے تنگ ہوتے تھے' پھر جب اسلام کا زمانہ آیا تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی: بے شک صفا اور المروۃ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں' سو جس نے بیت اللہ کا حج یا عمرہ کیا' اس پر ان دونوں کا طواف (سعی) کرنے میں کوئی گناہ نہیں ہے۔ (البقرہ: ۱۵۸) سفیان اور ابو معاویہ نے از ہشام یہ اضافہ کیا: جو شخص صفا اور المروۃ کے طواف نہ کرے' اللہ اس کا حج پورا نہیں کرے گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۶۴۳ میں گزر چکی ہے۔

۱۱ - بَابٌ مَتٰى يَحِلُّ الْمُعْتَمِرُ

عمرہ کرنے والا کب احرام کھولے گا

وَقَالَ عَطَاءٌ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

اور عطاء نے کہا از حضرت جابر رضی اللہ عنہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے

اَمَرَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَصْحَابَہٗ اَنْ یَّجْعَلُوْھَا عُمْرَۃً، وَیَطُوْفُوْا، ثُمَّ یُقَصِّرُوْا وَیَحِلُّوْا.

اصحاب کو یہ حکم دیا کہ وہ اپنے احرام کو عمرہ کا احرام قرار دیں اور طواف کریں' پھر بال کٹائیں اور احرام کھول دیں۔

اس تعلیق کی اصل' صحیح البخاری: ١٧٨٣ میں گزر چکی ہے۔

١٧٩١ - حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ بْنُ اِبْرَاھِیْمَ، عَنْ جَرِیْرٍ، عَنْ اِسْمَاعِیْلَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ اَبِیْ اَوْفٰی قَالَ اِعْتَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاعْتَمَرْنَا مَعَہٗ، فَلَمَّا دَخَلَ مَکَّۃَ طَافَ وَطُفْنَا مَعَہٗ. وَاَتَی الصَّفَا وَالْمَرْوَۃَ وَاَتَیْنَاھَا مَعَہٗ، وَکُنَّا نَسْتُرُہٗ مِنْ اَھْلِ مَکَّۃَ اَنْ یَّرْمِیَہٗ اَحَدٌ، فَقَالَ لَہٗ صَاحِبٌ لِّیْ اَکَانَ دَخَلَ الْکَعْبَۃَ؟ قَالَ لَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن ابراہیم نے حدیث بیان کی از جریر از اسماعیل از عبداللہ بن ابی اوفی' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ کیا اور آپ کے ساتھ ہم نے عمرہ کیا' پس جب آپ مکہ میں داخل ہوئے تو آپ نے طواف کیا اور ہم نے (بھی) آپ کے ساتھ طواف کیا اور آپ صفا اور المروۃ کے پاس آئے اور ہم بھی آپ کے ساتھ آئے' اور ہم آپ کو اہل مکہ سے چھپائے ہوئے تھے کہ ایسا نہ ہو کہ کوئی مشرک آپ کو تیر مارے' میرے ایک ساتھی نے حضرت ابن ابی اوفی سے پوچھا: کیا آپ کعبہ میں داخل بھی ہوئے تھے' انہوں نے کہا: نہیں!

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٦٠٠ میں گزر چکی ہے۔

١٧٩٢ - قَالَ فَحَدِّثْنَا مَا قَالَ لِخَدِیْجَۃَ؟ قَالَ بَشِّرُوْا خَدِیْجَۃَ بِبَیْتٍ فِی الْجَنَّۃِ مِنْ قَصَبٍ، لَا صَخَبَ فِیْہِ وَلَا نَصَبَ. [طرف الحدیث: ٣٨١٩]

میرے ساتھی نے کہا: آپ ہمیں یہ بتائیے کہ آپ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے متعلق کیا فرمایا تھا؟ انہوں نے کہا: آپ نے فرمایا تھا کہ خدیجہ کو جنت میں کھوکھلے موتیوں کے گھر کی بشارت دو جس میں کوئی شور ہوگا نہ تھکاوٹ ہوگی۔

(صحیح مسلم: ٢٤٣٣' الرقم المسلسل: ٦١٦٨' مصنف ابن ابی شیبہ ج ١٢ ص ١٣٣' المعجم الکبیر ج ٢٣ ص ١١' مسند الحمیدی ج ١٢ ص ١٣٣' سنن کبریٰ: ٨٣٦٠' صحیح ابن حبان: ٧٠٠٤' مسند احمد ج ٤ ص ٣٥٥ طبع قدیم' مسند احمد: ١٩١٢٨۔ ج ٣١ ص ٢٧٤' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(١) اسحاق بن ابراہیم' یہ ابن راھویہ ہیں (٢) جریر بن عبدالحمید (٣) اسماعیل بن ابی خالد الاحمسی البجلی الکوفی' یہ ١٤٦ھ میں فوت ہو گئے تھے (٤) حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ' ان کا نام علقمہ ہے' یہ ٨٦ھ میں فوت ہو گئے تھے' یہ ان صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے ایک ہیں' جن سے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے اور جو متعصب اس کا انکار کرتا ہے' اس کے قول کی طرف التفات نہیں کیا جائے گا۔ (عمدۃ القاری ج ١٠ ص ١٨١)

حدیث مذکور کے مشکل فقروں کی تشریح

حدیث: ١٧٩١ میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ کیا' اس سے مراد عمرۃ القضاء ہے جو آپ نے ٧ھ میں کیا تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے: میرے ایک ساتھی نے حضرت ابن ابی اوفی سے پوچھا: اس سے مراد اسماعیل ہے۔

اس میں مذکور ہے: حضرت ابن ابی اوفی نے کہا: آپ کعبہ میں داخل نہیں ہوئے تھے' اس سے مراد ہے: اس حالت میں آپ کعبہ میں داخل نہیں ہوئے تھے' یہ مراد نہیں ہے کہ آپ مطلقاً کعبہ میں داخل نہیں ہوئے تھے۔

حدیث: ١٧٩٢ میں حضرت خدیجہ کے متعلق استفسار ہے اس سے مراد حضرت ام المؤمنین خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ ہیں اور سب سے پہلے ایمان لانے والی ہیں۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو جنت میں ایسا محل دیا جائے گا جس میں دنیا کی آفات میں سے کوئی چیز نہیں ہوگی۔ اس حدیث کو لا کر یہ بتانا مقصود ہے کہ ہر عمرہ میں صفا اور المروۃ کے درمیان سعی ہوتی ہے اور اس میں حضرت ام المؤمنین خدیجہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت بیان کرنا مقصود ہے۔

١٧٩٣ - حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ قَالَ سَاَلْنَا ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنْ رَّجُلٍ طَافَ بِالْبَيْتِ فِيْ عُمْرَةٍ وَلَمْ يَطُفْ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ اَيَاتِي امْرَاَتَهُ؟ فَقَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَطَافَ بِالْبَيْتِ سَبْعًا وَصَلّٰى خَلْفَ الْمَقَامِ رَكْعَتَيْنِ وَطَافَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ سَبْعًا ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ (الاحزاب: ٢١).

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحمیدی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عمرو بن دینار انہوں نے بیان کیا کہ ہم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اس شخص کے متعلق سوال کیا جس نے عمرہ میں بیت اللہ کا طواف تو کیا لیکن صفا اور المروۃ کے درمیان سعی نہیں کی کیا وہ اپنی بیوی کے پاس (عمل تزویج کے لیے) جا سکتا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ میں سات طواف کیے اور مقام (ابراہیم) کے پیچھے دو رکعت نماز پڑھی اور صفا اور المروۃ کے درمیان سات طواف کیے اور تمہارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں عمدہ نمونہ ہے۔ (الاحزاب: ٢١)

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ٣٩٥ میں گزر چکی ہے۔

١٧٩٤ - قَالَ وَسَاَلْنَا جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا فَقَالَ لَا يَقْرَبَنَّهَا حَتّٰى يَطُوْفَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ.

اور عمرو بن دینار نے کہا کہ ہم نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے یہ سوال کیا تو انہوں نے بتایا: وہ اپنی بیوی کے قریب ہرگز نہ جائے حتیٰ کہ صفا اور المروۃ کے درمیان طواف کر لے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ٣٩٦ کا مطالعہ کریں۔

١٧٩٥ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَيْسِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ عَنْ اَبِيْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَدِمْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْبَطْحَاءِ وَهُوَ مُنِيْخٌ فَقَالَ اَحَجَجْتَ. قُلْتُ نَعَمْ. قَالَ بِمَا اَهْلَلْتَ؟ قُلْتُ لَبَّيْكَ بِاِهْلَالٍ كَاِهْلَالِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ اَحْسَنْتَ طُفْ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ثُمَّ اَحِلَّ. فَطُفْتُ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ثُمَّ اَتَيْتُ امْرَاَةً مِّنْ قَيْسٍ فَفَلَتْ رَاْسِيْ ثُمَّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از قیس بن مسلم از طارق بن شہاب از حضرت ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بطحاء میں حاضر ہوا اس وقت آپ اونٹ کو بٹھا رہے تھے آپ نے پوچھا: کیا تم حج کرنے آئے ہو؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں! آپ نے پوچھا: تم نے کس چیز کا احرام باندھا ہے؟ میں نے کہا: میں اس چیز کے ساتھ حاضر ہوں جس چیز کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام باندھا ہے آپ نے فرمایا: تم نے

اَهْلَلْتُ بِالْحَجِّ، فَكُنْتُ اُفْتِى بِهٖ حَتّٰى كَانَ فِى خِلَافَةِ عُمَرَ، فَقَالَ اِنْ اَخَذْنَا بِكِتَابِ اللّٰهِ فَاِنَّهٗ يَاْمُرُنَا بِالتَّمَامِ، وَاِنْ اَخَذْنَا بِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِنَّهٗ لَمْ يَحِلَّ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ.

اچھا کیا' تم بیت اللہ کا اور صفا اور المروۃ کا طواف کرو' پھر احرام کھول دو' پس میں نے بیت اللہ کا اور صفا اور المروۃ کا طواف کیا' پھر میں قیس کی ایک عورت کے پاس آیا' اس نے میرے سر میں جوئیں دیکھیں' پھر میں نے حج کا احرام باندھا' پھر میں اسی کے موافق فتویٰ دیتا رہا حتیٰ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا زمانہ آ گیا' حضرت عمر نے کہا: اگر ہم کتاب اللہ پر عمل کریں تو اللہ تعالیٰ نے ہمیں حج اور عمرہ پورا کرنے کا حکم دیا ہے اور اگر ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر عمل کریں تو آپ نے اس وقت تک احرام نہیں کھولا حتیٰ کہ ہدی (قربانی) اپنے محل میں پہنچ گئی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:١٥٥٩ میں گزر چکی ہے۔

١٧٩٦ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عِيْسٰى قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنَا عَمْرٌو، عَنْ اَبِى الْاَسْوَدِ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ مَوْلٰى اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِىْ بَكْرٍ حَدَّثَهٗ اَنَّهٗ كَانَ يَسْمَعُ اَسْمَاءَ تَقُوْلُ كُلَّمَا مَرَّتْ بِالْحَجُوْنِ صَلَّى اللّٰهُ عَلٰى مُحَمَّدٍ، لَقَدْ نَزَلْنَا مَعَهٗ هَاهُنَا وَنَحْنُ يَوْمَئِذٍ خِفَافٌ قَلِيْلٌ ظَهْرُنَا قَلِيْلَةٌ اَزْوَادُنَا، فَاعْتَمَرْتُ اَنَا وَاُخْتِىْ عَائِشَةُ وَالزُّبَيْرُ وَفُلَانٌ وَّفُلَانٌ، فَلَمَّا مَسَحْنَا الْبَيْتَ اَحْلَلْنَا، ثُمَّ اَهْلَلْنَا مِنَ الْعَشِيِّ بِالْحَجِّ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن عیسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن وہب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمرو نے خبر دی از ابی الاسود کہ عبداللہ جو حضرت اسماء بنت ابی بکر کے آزاد کردہ غلام تھے' انہوں نے یہ حدیث بیان کی کہ انہوں نے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ وہ جب بھی الحجون (پہاڑ) کے پاس سے گزرتی ہیں تو کہتی ہیں کہ اللہ (سیدنا) محمد پر صلوٰۃ نازل فرمائے' ہم آپ کے ساتھ یہاں پر اترے تھے' ان دنوں ہم ہلکے پھلکے تھے' ہمارے پاس سواریاں اور راستے میں کھانے کا خرچ بھی کم تھا' پس میں نے اور میری بہن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اور حضرت الزبیر رضی اللہ عنہ اور فلاں نے اور فلاں نے (حج کو فسخ کر کے) عمرہ کیا' پس جب ہم نے کعبہ کو چھو لیا تو ہم نے احرام کھول دیا' پھر پچھلے پہر ہم نے حج کا احرام باندھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:١٦١٥ میں گزر چکی ہے۔

١٢ - بَابُ مَا يَقُوْلُ اِذَا رَجَعَ مِنَ الْحَجِّ اَوِ الْعُمْرَةِ اَوِ الْغَزْوِ

جب حج یا عمرہ یا جہاد سے واپس آئے تو کیا دعا کرے

١٧٩٧ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَّافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا قَفَلَ مِنْ غَزْوٍ اَوْ حَجٍّ اَوْ عُمْرَةٍ يُكَبِّرُ عَلٰى

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی غزوہ سے یا حج سے یا عمرہ سے واپس آتے تو زمین کی ہر

كُلِّ شَرَفٍ مِّنَ الْأَرْضِ ثَلَاثَ تَكْبِيْرَاتٍ، ثُمَّ يَقُوْلُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ، اٰئِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ سَاجِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ، صَدَقَ اللّٰهُ وَعْدَهُ، وَنَصَرَ عَبْدَهُ، وَهَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ.

[اطراف الحدیث: ۲۹۹۵-۳۰۸۴-۴۱۱۶-۶۳۸۵]

بلند جگہ پر تین بار اللہ اکبر پڑھتے' پھر پڑھتے: اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے' وہ اکیلا ہے' اس کا کوئی شریک نہیں' اسی کی سلطنت ہے' اسی کے لیے حمد ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے' ہم واپس آنے والے ہیں' توبہ کرنے والے ہیں' عبادت کرنے والے ہیں' سجدہ کرنے والے ہیں' اپنے رب کی حمد کرنے والے ہیں' اللہ نے اپنے وعدہ کو سچا کیا اور اپنے بندہ کی مدد کی اور اس نے تنہا کفار کے لشکروں کو شکست دی۔

(مسند احمد ج ۲ص ۱۰۵ طبع قدیم' مسند احمد: ۵۸۳۰-ج ۱۰ص ۸۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

سفر سے واپسی کی دعا میں مشکل الفاظ کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے: ''اٰئبون'' ہم اللہ کی طرف لوٹنے والے ہیں' اس میں یہ ایہام (اشارہ) ہے کہ ہم اپنے وطن کی طرف لوٹنے والے ہیں۔

''تائبون'' جو چیز شرعاً مذموم ہو' اس سے اس چیز کی طرف رجوع کرنا جو شرعاً محمود ہو۔

''حزم الاحزاب'' جس نے جنگ احزاب میں کفار کو شکست دی' احزاب سے مراد کفار کی وہ جماعتیں ہیں جنہوں نے اکٹھے ہو کر مدینہ پر چڑھائی کی تھی' اللہ تعالیٰ نے ان کو بغیر کسی مقابلہ کے شکست دی' ان کے مقابلہ میں گھوڑے دوڑانے کی نوبت آئی نہ اونٹ دوڑانے کی۔

حج' جہاد یا کسی مبارک مہم سے واپس آنے پر اللہ تعالیٰ کی حمد کرنا اور اس کا شکر بجالانا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حمد کرنی چاہیے اور اس کی نعمت کا اقرار کرنا چاہیے اور اس کے سامنے خضوع اور عاجزی کرنی چاہیے اور جب آدمی حج' جہاد یا کسی مبارک مہم سے واپس آئے تو اس پر شکر ادا کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو حج کے تمام افعال اور عبادات کو سرانجام دینے کی توفیق عطا فرمائی اور دشمن کو شکست دینے میں اس کی مدد فرمائی اور صحت اور سلامتی کے ساتھ اس کو وطن واپس لوٹایا' اسی طرح اللہ تعالیٰ نے بندہ کو دوسری نعمتیں جو عطا فرمائی ہیں' اس پر اس کی حمد کرنی چاہیے اور اس کا شکر بجالانا چاہیے کیونکہ جب بندہ اللہ کی توحید کا اقرار کرتا ہے اور اس کی ربوبیت کا اعتراف کرتا ہے اور اس کی نعمتوں پر اس کی حمد اور اس کا شکر ادا کرتا ہے تو اللہ بندہ سے راضی ہوتا ہے' اس حدیث میں دعاء کے جو عربی کے کلمات ہیں وہ سب ہم وزن ہیں' اس سے معلوم ہوا کہ نبی ﷺ نے دعا میں ہم وزن کلمات لانے سے جو منع فرمایا ہے' وہ تحریم کے لیے نہیں ہے بلکہ اس لیے ہے تاکہ بندہ کی توجہ الفاظ کے بنانے اور سنوارنے میں نہ رہے بلکہ وہ اخلاص کے ساتھ اپنے مقاصد بیان کرے۔

١٣ - بَابُ اِسْتِقْبَالِ الْحَاجِّ الْقَادِمِيْنَ وَالثَّلَاثَةِ عَلَى الدَّابَّةِ

جب حجاج مکہ میں آئیں تو ان کا استقبال کرنا اور ایک سواری پر تین آدمیوں کا سوار ہونا

١٧٩٨ - حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ اَسَدٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں معلّی بن اسد نے حدیث

بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ لَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ اسْتَقْبَلَتْهُ أُغَيْلِمَةُ بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَحَمَلَ وَاحِدًا بَيْنَ يَدَيْهِ وَآخَرَ خَلْفَهُ.

[اطراف الحدیث:۵۹۶۵_۵۹۶۶]

بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں آتے تو بنو عبد المطلب کے لڑکے آپ کا استقبال کرتے تو آپ ایک لڑکے کو اپنے آگے بٹھا لیتے اور دوسرے کو اپنے پیچھے بٹھا لیتے۔

(سنن نسائی: ۲۸۹۴ المعجم الکبیر: ۱۱۹۵۳ سنن بیہقی ج۵ص۲۶۰ مسند احمد ج۱ص۲۵۰ طبع قدیم مسند احمد: ۲۲۵۹۔ ج۴ص۱۲۱ موسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت واضح ہے کیونکہ اس میں یہ تصریح ہے کہ مکہ میں بنو مطلب کے لڑکے آپ کا استقبال کرتے اور ایک سواری پر تین کے سوار ہونے کا ذکر بھی ہے کیونکہ آپ ایک لڑکے کو آگے بٹھا لیتے اور ایک کو پیچھے بٹھا لیتے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) معلّٰی بن اسد ابوالہیثم (۲) یزید بن زریع (۳) خالد الحذاء (۴) عکرمہ مولیٰ ابن عباس (۵) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج۱۰ص۱۸۷)

اس حدیث میں ''اغیلمة'' کا لفظ ہے یہ غلام کی جمع ہے اس کا معنی ہے: بچے نیز اس حدیث میں حج کے لیے مکہ میں آنے والوں کا استقبال کرنے کا ثبوت ہے بچوں پر شفقت کرنے کا ثبوت ہے اور ایک سواری پر تین آدمیوں کے بیٹھنے کا ثبوت ہے۔

١٤ - بَابُ الْقُدُوْمِ بِالْغَدَاةِ

مسافر کا صبح کے وقت آنا

١٧٩٩ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ الْحَجَّاجِ قَالَ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا خَرَجَ إِلٰى مَكَّةَ يُصَلِّيْ فِيْ مَسْجِدِ الشَّجَرَةِ وَإِذَا رَجَعَ صَلّٰى بِذِي الْحُلَيْفَةِ بِبَطْنِ الْوَادِيْ وَبَاتَ حَتّٰى يُصْبِحَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن الحجاج نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں انس بن عیاض نے حدیث بیان کی از عبید اللہ از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ کی طرف جاتے تو درخت والی مسجد میں نماز پڑھتے اور جب واپس آتے تو ذوالحلیفہ کی وادی کے نشیب میں نماز پڑھتے اور وہاں رات گزارتے حتیٰ کہ صبح ہو جاتی۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۴۸۴ کا مطالعہ کریں۔

١٥ - بَابُ الدُّخُوْلِ بِالْعَشِيِّ

مسافر کا شام کو آنا

١٨٠٠ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِيْ طَلْحَةَ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَطْرُقُ أَهْلَهُ كَانَ لَا يَدْخُلُ إِلَّا غُدْوَةً أَوْ عَشِيَّةً.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی از اسحاق بن عبد اللہ بن ابی طلحہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم رات کو اپنے گھر نہیں آتے تھے آپ صبح آتے تھے یا شام کو۔

(صحیح مسلم: ۱۹۲۸ الرقم المسلسل: ۴۸۵۵ سنن ابوداؤد: ۲۷۷۷ سنن بیہقی ج۵ص۲۶۰ مسند احمد ج۳ص۱۲۵ طبع قدیم مسند احمد: ۱۲۲۴۳۔

ج ۱۹ ص ۲۸۴ 'موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث میں رات کو گھر آنے کی ممانعت تنزیہی ہے' کیونکہ ہو سکتا ہے وہ اچانک رات کو گھر آئے تو اسے کوئی ناپسندیدہ یا ناگوار چیز دکھائی دے۔

۱۶ - بَابُ لَا يَطْرُقُ اَهْلَهُ اِذَا بَلَغَ الْمَدِيْنَةَ

جب مدینہ پہنچے تو رات کو اپنے گھر میں داخل نہ ہو

۱۸۰۱ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُحَارِبٍ' عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَطْرُقَ اَهْلَهُ لَيْلًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' وہ کہتے ہیں: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از محارب از حضرت جابر رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رات کو گھر آنے سے منع فرمایا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۴۳ میں گزر چکی ہے۔

۱۷ - بَابُ مَنْ اَسْرَعَ نَاقَتَهُ اِذَا بَلَغَ الْمَدِيْنَةَ

جب مدینہ طیبہ پہنچے تو اپنی سواری کو تیز چلائے

۱۸۰۲ - حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ اَبِيْ مَرْيَمَ قَالَ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ حُمَيْدٌ اَنَّهُ سَمِعَ اَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ' فَاَبْصَرَ دَرَجَاتِ الْمَدِيْنَةِ' اَوْضَعَ نَاقَتَهُ' وَاِنْ كَانَتْ دَابَّةً حَرَّكَهَا. قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ زَادَ الْحَارِثُ بْنُ عُمَيْرٍ' عَنْ حُمَيْدٍ حَرَّكَهَا مِنْ حُبِّهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن ابی مریم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن جعفر نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے حمید نے خبر دی' انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی سفر سے آتے اور مدینہ کے راستوں کی بلندیاں دیکھتے تو اپنی اونٹنی کو تیز چلاتے اور اگر کوئی جانور ہوتا تو اس کو ایڑ لگاتے۔ امام بخاری نے کہا کہ الحارث بن عمیر نے از حمید یہ اضافہ کیا ہے کہ آپ مدینہ طیبہ کی محبت سے اس کو تیز چلاتے۔

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ' عَنْ حُمَيْدٍ' عَنْ اَنَسٍ قَالَ جُدُرَاتِ. تَابَعَهُ الْحَارِثُ ابْنُ عُمَيْرٍ. [طرف الحدیث: ۱۸۸۶]

ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی از حمید از انس' انہوں نے کہا: آپ مدینہ کی دیواروں کو دیکھتے۔ اس قول میں اسماعیل کی متابعت الحارث بن عمیر نے کی ہے۔

(سنن ترمذی: ۳۴۴۱' سنن کبریٰ: ۴۲۴۸' صحیح ابن حبان: ۲۷۱۰' سنن بیہقی ج ۵ ص ۲۶۰' شرح السنۃ: ۲۰۱۱' مسند احمد ج ۳ ص ۱۵۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۲۶۱۹۔ ج ۲۰ ص ۱۷' موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث میں مذکور ہے: "درجات المدینۃ" اس سے مراد ہے: مدینہ کے بلند راستے' زیادہ مناسب "الجدرات" ہے یعنی مدینہ کی دیواریں' المستملی کی روایت میں "دوحات المدینۃ" یعنی مدینہ کے گھنے درخت۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۱۹۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

١٨ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا﴾ (البقرہ:١٨٩)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: اور گھروں میں ان کے دروازوں سے داخل ہو۔ (البقرہ:١٨٩)

اس باب میں اس آیت کا شانِ نزول بیان کیا گیا ہے۔

١٨٠٣ - حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِيْ اِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ فِيْنَا كَانَتِ الْاَنْصَارُ اِذَا حَجُّوْا فَجَاؤُوْا لَمْ يَدْخُلُوْا مِنْ قِبَلِ اَبْوَابِ بُيُوْتِهِمْ وَلٰكِنْ مِّنْ ظُهُوْرِهَا فَجَاءَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ مِنْ قِبَلِ بَابِهٖ فَكَاَنَّهٗ عُيِّرَ بِذٰلِكَ فَنَزَلَتْ ﴿وَلَيْسَ الْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰى وَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا﴾ (البقرہ:١٨٩).

[طرف الحدیث:٤٥١٢][صحیح مسلم:٣٠٢٦' الرقم المسلسل:٧٤٤٣]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق' انہوں نے کہا: میں نے حضرت البراء رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے تھے: یہ آیت ہمارے بارے میں نازل ہوئی' انصار جب حج کر کے آتے تو وہ اپنے گھروں کے سامنے کے دروازوں سے نہیں آتے تھے لیکن پچھلے دروازوں سے آتے تھے' پس ایک انصاری اپنے گھر کے سامنے کے دروازہ سے آیا تو گویا اس کو عار دلائی گئی' تب یہ آیت نازل ہوئی: اور یہ کوئی نیکی کا کام نہیں کہ تم گھروں میں پیچھے سے داخل ہو لیکن (حقیقت میں) نیکی اس شخص کی ہے جو تقویٰ اختیار کرے اور گھروں میں ان کے دروازوں سے داخل ہو۔ (البقرہ:١٨٩)

حضرت قطبہ رضی اللہ عنہ کا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع میں گھر کے دروازہ سے نکلنا اور اپنی رسم کو ترک کر دینا

امام ابوالحسن مقاتل بن سلیمان البلخی المتوفی ١٥٠ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

جاہلیت اور اسلام میں' انصار میں سے جب کوئی شخص حج یا عمرہ کا احرام باندھ لیتا اور وہ اپنے اہل کے ساتھ مقیم ہوتا تو وہ اپنے گھر کے دروازہ سے گھر میں داخل نہیں ہوتا تھا لیکن اس کے گھر کے پیچھے ایک سیڑھی رکھی جاتی' وہ اس سیڑھی پر چڑھتا اور دیوار پھاند کر گھر میں داخل ہوتا اور بعض لوگ گھر کی دیوار میں نقب لگا کر گھر میں داخل ہوتے تھے اور اسی سے نکلتے تھے' اور اگر ان کا گھر خیمہ کا ہوتا تو وہ خیمہ کے پچھلے راستے سے نکلتے تھے۔

ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنو النجار کی کھجوروں کے باغ میں داخل ہوئے اور آپ کے ساتھ حضرت قطبہ بن عامر بن حدیدہ انصاری رضی اللہ عنہ بھی داخل ہوئے' وہ محرم تھے اور دیوار کی طرف سے داخل ہوئے تھے' پھر جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دروازہ سے نکلے حالانکہ آپ بھی محرم تھے تو حضرت قطبہ بھی دروازہ سے نکلے' پس ایک شخص نے کہا: یہ قطبہ دروازہ سے نکلا ہے حالانکہ یہ محرم ہے' تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے پوچھا: تمہیں دروازہ سے نکلنے پر کس نے برانگیختہ کیا حالانکہ تم محرم ہو' تو انہوں نے کہا: اے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! میں نے دیکھا کہ آپ دروازہ سے نکلے ہیں حالانکہ آپ محرم ہیں تو میں بھی آپ کے ساتھ نکلا اور میرا اور آپ کا دین ایک ہے' آپ نے فرمایا: میں دروازہ سے اس لیے نکلا کہ میں حُمس میں سے ہوں' تو حضرت قطبہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں بھی احمسی ہوں اور میں آپ کی سیرت اور آپ کے دین سے راضی ہوں اور میں نے آپ کی سنت پر عمل کیا ہے' حضرت قطبہ رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو جواب دیا تھا اللہ تعالیٰ نے اس کی تائید میں یہ آیت (البقرہ:١٨٩) نازل فرما دی۔ (تفسیر مقاتل بن سلیمان ج ١ ص ١٠٠' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ھ)

اپنی عقل سے دین میں کوئی طریقہ نہیں نکالنا چاہیے

اس آیت اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اپنی عقل سے عبادت کے طور طریقے وضع کرنا جائز نہیں ہے' لوگ اپنی عقل سے عبادت کے طریقے وضع کر لیتے ہیں' پھر اس کی تائید میں دلائل شرعیہ تلاش کرتے ہیں اور جو اُن کے بنائے ہوئے طریقہ کے مطابق عبادت نہ کرے' اس کو لعنت ملامت کرتے ہیں' اسی کا نام احداث فی الدین اور بدعت سیئہ ہے' عبادت صرف اس طریقہ سے کرنی چاہیے جس طریقہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عبادت کی ہے اور جس طرح آپ نے ہدایت دی ہے اور جماعت صحابہ کا اس پر عمل رہا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ادب اور اجلال کے لیے کوئی نیا کام کرنا مستحسن ہے

تاہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت اور آپ کی تعظیم کے اظہار کے لیے کوئی ایسا کام کرنا جو پہلے مروج نہ ہو' مستحسن اور محمود ہے' جیسے ربیع الاوّل کے مہینہ میں آپ کی ولادت اور آپ کی سیرت اور آپ کے فضائل اور مناقب کو بیان کرنا' آپ پر صلوٰۃ وسلام پڑھتے ہوئے آپ کے ذکر کی تعظیم کے لیے قیام کرنا اور آپ کی ولادت کی خوشی میں اس مہینہ میں کثرت سے صدقہ وخیرات کرنا' ان اُمور کو فرض یا واجب نہ قرار دیا جائے' جو نہ کرے اس کو ملامت نہ کی جائے اور ان اُمور میں اشتغال کی وجہ سے فرائض اور واجبات کو ترک نہ کیا جائے یا ان میں سستی اور تغافل نہ کیا جائے' ہمارے زمانہ میں افراط اور تفریط ہے' بعض لوگ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت اور تعظیم کے ان مظاہر کو شرک اور بدعت کہتے ہیں اور بعض لوگ صرف ان اُمور میں اشتغال کو ہی ذریعہ نجات سمجھ لیتے ہیں اور فرائض اور واجبات کو ترک کرتے ہیں یا ان کی پابندی نہیں کرتے اور ان میں بہت زیادہ سستی اور تغافل کرتے ہیں' اللہ تعالیٰ ہی ہر فریق کی اصلاح پر قادر ہے۔
ہم نے جو کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم اور محبت میں جو عمل کیا جائے وہ مستحسن ہے' اس کی تائید میں یہ عبارت ہے۔ علامہ ابن ہمام محمد بن عبدالواحد حنفی متوفی ۸۶۱ھ لکھتے ہیں:

بعض لوگوں کا یہ عمل مستحسن ہے کہ جب وہ مدینہ کے قریب پہنچتے ہیں تو سواری سے اتر کر پیدل چلتے ہیں حتیٰ کہ مدینہ طیبہ میں پیدل چلتے ہوئے داخل ہوتے ہیں اور ہر وہ فعل جس کا ادب اور اجلال میں زیادہ دخل ہو' وہ مستحسن ہے۔

(فتح القدیر ج ۳ ص ۱۶۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

۱۹ - بَابٌ اَلسَّفَرُ قِطْعَةٌ مِّنَ الْعَذَابِ

سفر عذاب کا ایک ٹکڑا ہے

۱۸۰۴ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنْ سُمَيٍّ، عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلسَّفَرُ قِطْعَةٌ مِّنَ الْعَذَابِ يَمْنَعُ اَحَدَكُمْ طَعَامَهٗ وَ شَرَابَهٗ وَنَوْمَهٗ فَاِذَا قَضٰى نَهْمَتَهٗ فَلْيُعَجِّلْ اِلٰى اَهْلِهٖ. [اطراف الحدیث: ۳۰۰۱-۵۴۲۹]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے حدیث بیان کی از سمی از ابی صالح از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: سفر عذاب کا ایک ٹکڑا ہے جو تم میں سے کسی ایک شخص کے اوپر اس کے کھانے اور پینے اور اس کے سونے میں رکاوٹ ڈال دیتا ہے' پس جب وہ اپنی مہم سے فارغ ہو جائے تو اسے جلدی اپنے گھر لوٹ کر جانا چاہیے۔

(صحیح مسلم: ۱۹۲۷' الرقم المسلسل: ۴۸۵۴' سنن ابن ماجہ: ۲۸۸۲' سنن نسائی: ۹۱۴۴' سنن کبریٰ: ۸۷۸۴' صحیح ابن حبان: ۲۷۰۸' سنن بیہقی ج ۵ ص ۲۵۹' تاریخ بغداد ج ۲ ص ۵۴-۵۳' شرح السنۃ: ۲۶۸۷' سنن دارمی: ۲۶۷۰' الکامل لابن عدی ج ۳ ص ۹۰۴' مصنف عبدالرزاق: ۹۲۵۵' مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۷۲۲۵- ج ۱۲ ص ۱۶۱' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

سفر کے عذاب سے مراد تھکاوٹ ہے

اس حدیث میں فرمایا ہے: سفر عذاب کا ایک ٹکڑا ہے' اس حدیث میں عذاب سے مراد وہ تھکاوٹ اور درد ہے جو سفر میں ہوتا ہے' اس کی تائید قرآن مجید میں ہے:

لَقَدْ لَقِيْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا. (الکہف:٦٢) بے شک ہم نے اپنے اس سفر میں تھکاوٹ محسوس کی۔

سفر کی فضیلت میں بعض احادیث کی فنی حیثیت

علامہ ابوالحسن علی بن محمد الکنانی المتوفی ٩٦٣ھ نے سفر کی فضیلت میں درج ذیل احادیث جمع کی ہیں:

امام دارمی نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے: طاقتور اور خوش حال لوگوں کے ساتھ سفر کرو۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر لوگ جان لیں کہ مسافر کے لیے کیا فضیلت ہے تو وہ سفر میں رہیں' بے شک اللہ مسافر پر ہر روز دوبار نظر (رحمت) فرماتا ہے۔ علامہ ابن عبدالبر نے کہا: امام مالک اور وکیع کی احادیث میں اس کی کوئی اصل نہیں ہے' اور المیز ان میں مذکور ہے کہ اس کی سند میں ایک راوی احمد بن یوسف المنجی ہے' وہ معروف نہیں ہے اور جھوٹی خبریں بیان کرتا ہے۔

(تنزیہ الشریعۃ ج ٢ ص ١٨٣۔١٨٢' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٠١ھ)

٢٠ - بَابُ الْمُسَافِرِ اِذَا جَدَّ بِهِ السَّيْرُ يُعَجِّلُ اِلٰى اَهْلِهِ

مسافر کو جب گھر پہنچنے کی جلدی ہو تو وہ کیا کرے؟

١٨٠٥ - حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ اَبِيْ مَرْيَمَ قَالَ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ زَيْدُ بْنُ اَسْلَمَ' عَنْ اَبِيْهِ قَالَ كُنْتُ مَعَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا بِطَرِيْقِ مَكَّةَ' فَبَلَغَهٗ عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ اَبِيْ عُبَيْدٍ شِدَّةُ وَجَعٍ' فَاَسْرَعَ السَّيْرَ حَتّٰى كَانَ بَعْدَ غُرُوْبِ الشَّفَقِ نَزَلَ' فَصَلَّى الْمَغْرِبَ وَالْعَتَمَةَ' جَمَعَ بَيْنَهُمَا' ثُمَّ قَالَ اِنِّيْ رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا جَدَّ بِهِ السَّيْرُ اَخَّرَ الْمَغْرِبَ وَجَمَعَ بَيْنَهُمَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن ابی مریم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن جعفر نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے زید بن اسلم نے خبر دی از والد خود' انہوں نے بیان کیا کہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ مکہ کے راستہ میں تھا' ان کو (اپنی بیوی) صفیہ بنت ابی عبید کے سخت درد کی خبر پہنچی' وہ بہت تیزی سے چلے حتیٰ کہ شفق کے غروب ہونے کے بعد سواری سے اترے' پھر انہوں نے مغرب اور عشاء کی نمازوں کو جمع کر کے پڑھا' پھر کہا: میں نے دیکھا ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جلد روانہ ہونا ہوتا تو آپ مغرب کو مؤخر کر کے عشاء کے ساتھ ملا کر پڑھتے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٠٩١ میں گزر چکی ہے' اس حدیث میں مغرب اور عشاء کی نمازوں کو جمع کر کے پڑھنے کا ذکر ہے' اس سے مراد جمع صوری ہے یعنی مغرب کو آخری وقت میں پڑھا جائے اور عشاء کو ابتدائی وقت میں پڑھا جائے۔

ابواب العمرہ سے یہاں تک چالیس احادیث مرفوعہ مذکور ہیں' جن میں سے چار معلق ہیں اور باقی موصول ہیں اور ان میں پانچ صحابہ کرام کے آثار ہیں۔

اب اس کے بعد ان شاء اللہ کتاب المحصر شروع ہوگی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

٢٧ - كِتَابُ الْمُحْصَرِ وَجَزَاءِ الصَّيْدِ

محرم کو روکے جانے اور شکار کا بدلہ دینے کا بیان

وَقَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ وَلَا تَحْلِقُوْا رُءُوْسَكُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ﴾ (البقرۃ:١٩٦).

اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد: سو اگر تم کو (حج یا عمرہ سے) روک دیا جائے تو جو قربانی تم کو آسانی سے حاصل ہو وہ بھیج دو۔ (البقرۃ: ١٩٦)

حصر اور احصار کا معنی

احصار کا معنی ہے: منع کرنا اور روکنا' یعنی آدمی جس طرح کوئی کام کرنا چاہتا ہو' اس کو اس کام سے روک دینا' کہا جاتا ہے: مرض نے کسی شخص کو اس کے کام سے روک دیا یا حاکم نے کسی شخص کو اس کے کام سے روک دیا۔

یہ آیت ٦ ھ میں حدیبیہ کے سال نازل ہوئی' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان مشرکین حائل ہو گئے تھے' اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے یہ رخصت نازل کی کہ ان کے ساتھ جو ہدی ہے اور وہ ستر ہدی تھیں' وہ ان کو ذبح کر دیں اور اپنے احرام کو کھول دیں' اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو یہ حکم دیا تھا کہ وہ اپنی ہدی کو ذبح کر دیں اور اپنے سروں کے بال منڈوالیں اور اپنے احرام کھول دیں' صحابہ نے اس پر عمل نہیں کیا کیونکہ وہ انتظار کر رہے تھے کہ شاید یہ حکم منسوخ ہو جائے' حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قیام گاہ سے باہر آئے اور آپ نے اپنی ہدی کو ذبح کیا اور اپنا سر منڈوالیا' پھر صحابہ نے بھی اس پر عمل کیا' بعض صحابہ نے اپنے بال کٹا لیے تھے اور سر نہیں منڈایا تھا' اسی لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سر منڈانے والوں کے لیے دو بار دعا کی: اللہ سر منڈانے والوں پر رحم فرمائے اور تیسری بار دعا کی: اللہ سر کے بال کٹانے والوں پر رحم فرمائے' اور صحابہ اپنی ہدی میں مشترک تھے' ایک اونٹ میں سات صحابہ شریک تھے اور یہ ایک ہزار چار سو صحابہ تھے' اور یہ حدیبیہ میں ٹھہرے تھے جو حرم سے خارج تھا' ایک قول یہ ہے کہ وہ حرم کے کنارے پر تھا (تحقیق یہ ہے کہ حدیبیہ حرم میں داخل ہے)۔

احصار کی تعریف میں مذاہب ائمہ

عطاء بن ابی رباح' ابراہیم نخعی اور سفیان ثوری نے یہ کہا ہے کہ مرض ہو یا دشمن ہو' یا کسی عضو کا ٹوٹنا ہو یا خوراک کا ختم ہونا ہو' ہر وہ چیز جس کی وجہ سے انسان بیت اللہ تک نہ پہنچ سکے' وہ حاصر ہے یعنی وہ روکنے والا ہے اور اس سے احصار ہو جاتا ہے اور یہی امام

ابوحنیفہ' امام ابو یوسف' امام محمد اور امام زفر کا مذہب ہے' حضرت ابن عباس' حضرت ابن مسعود اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم سے بھی اسی طرح مروی ہے۔

لیث بن سعد' امام مالک' امام شافعی' امام احمد اور اسحاق نے یہ کہا ہے کہ احصار فقط دشمن کے روکنے سے ہوتا ہے اور مرض سے احصار ثابت نہیں ہوتا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۱۹۹۔ ۱۹۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

وَقَالَ عَطَاءٌ اَلْاِحْصَارُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ بِحَبْسِهٖ.

عطاء نے کہا: احصار ہر چیز سے اس کے حسب حال ہوتا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ عطاء نے کہا: احصار مرض سے ہوتا ہے یا دشمن سے یا کسی روکنے والے سے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۸ ص ۲۳۷)

قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ ﴿حَصُوْرًا﴾ (آل عمران:۳۹) لَا يَأْتِي النِّسَاءَ.

امام بخاری نے کہا: "حصور" وہ شخص ہوتا ہے جو عورتوں کے پاس نہ جائے۔

امام بخاری کا اشارہ اس آیت کی طرف ہے:

اَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَسَيِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّنَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ○ (آل عمران:۳۹)

(اے زکریا!) بے شک اللہ آپ کو یحییٰ کی خوش خبری دیتا ہے' جو (عیسیٰ) کلمۃ اللہ کی تصدیق کرنے والے ہوں گے' سردار اور عورتوں سے بہت بچنے والے ہوں گے اور نبی ہوں گے اور ہمارے نیک بندوں میں سے ہوں گے○

یحییٰ کے معنی ہیں: زندہ ہوتا ہے یا زندہ ہوگا' اللہ تعالیٰ نے ان کا نام یحییٰ رکھا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایمان کے ساتھ زندہ رکھا یا وہ کلمہ حق کہنے کی پاداش میں قتل کیے جانے کے بعد ہمیشہ کے لیے زندہ ہو گئے۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

مجاہد کہتے ہیں کہ حضرت زکریا کی بیوی نے حضرت مریم سے کہا: میں محسوس کرتی ہوں کہ میرے پیٹ میں جو بچہ ہے وہ تمہارے پیٹ کے بچہ کی طرف مائل ہوتا ہے' پھر حضرت زکریا کی بیوی کے ہاں حضرت یحییٰ پیدا ہوئے اور حضرت مریم کے ہاں حضرت عیسیٰ پیدا ہوئے اور حضرت یحییٰ' حضرت عیسیٰ کے مصدق تھے' اس لیے اس آیت میں فرمایا: جو کلمۃ اللہ کی تصدیق کرنے والے ہوں گے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ خالہ زاد بھائی تھے اور حضرت یحییٰ کی والدہ حضرت مریم سے کہتی تھیں کہ میں محسوس کرتی ہوں جو میرے پیٹ میں ہے' وہ اس کو سجدہ کرتا ہے جو تمہارے پیٹ میں ہے' حضرت یحییٰ نے اپنی ماں کے پیٹ میں حضرت عیسیٰ کو سجدہ کر کے ان کی تصدیق کی' وہ سب سے پہلے حضرت عیسیٰ کی تصدیق کرنے والے تھے' حضرت یحییٰ حضرت عیسیٰ سے عمر میں بڑے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کو سید فرمایا ہے' اس کا معنی ہے: وہ علم اور عبادت میں سردار تھے' قتادہ نے کہا ہے: وہ علم' حلم اور تقویٰ میں سردار تھے' مجاہد نے کہا ہے کہ سید کا معنی ہے: جو اللہ کے نزدیک کریم ہو' اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ کو "حصور" بھی فرمایا ہے' اس کا معنی ہے: جو عورتوں سے خواہش پوری نہ کرتا ہو' حضرت ابن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن یحییٰ بن زکریا کے سوا ہر آدمی کا کوئی نہ کوئی گناہ ہوگا۔ الحدیث

(جامع البیان ج ۳ ص ۱۷۲' دارالمعرفہ' بیروت' جامع البیان: ۱۴۰۹' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

١ - بَابُ إِذَا أُحْصِرَ الْمُعْتَمِرُ
جب عمرہ کرنے والے کوروک دیا جائے

اس باب کے عنوان سے امام بخاری نے امام مالک کے اس قول کے رد کی طرف اشارہ کیا ہے کہ احصار کی وجہ سے احرام کھول دینا صرف حج کے ساتھ خاص ہے اور عمرہ کرنے والا اپنے احرام پر برقرار رہے گا حتیٰ کہ وہ بیت اللہ کا طواف کرلے کیونکہ پورا سال عمرہ کا وقت ہے' اس لیے اس کے فوت ہونے کا خطرہ نہیں ہے' بہ خلاف حج کے اور ان کی دلیل یہ ہے کہ ابوقلابہ نے کہا: میں عمرہ کرنے کے لیے نکلا تھا' پس میں سواری سے گر گیا تو میری ٹانگ ٹوٹ گئی' پھر میں نے حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم کی طرف کسی کو بھیج کر معلوم کرایا تو انہوں نے کہا کہ عمرہ کے لیے حج کی طرح معین وقت نہیں ہوتا' وہ اپنے احرام پر برقرار رہے حتیٰ کہ وہ بیت اللہ تک پہنچ جائے۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۳۰۲' دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

١٨٠٦ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ' عَنْ نَافِعٍ' اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا' حِيْنَ خَرَجَ اِلٰى مَكَّةَ مُعْتَمِرًا فِي الْفِتْنَةِ' قَالَ اِنْ صُدِدْتُّ عَنِ الْبَيْتِ صَنَعْتُ كَمَا صَنَعْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَاَهَلَّ بِعُمْرَةٍ مِّنْ اَجْلِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اَهَلَّ بِعُمْرَةٍ عَامَ الْحُدَيْبِيَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فتنہ کے زمانہ میں جب مکہ سے عمرہ کرتے ہوئے نکلے تو انہوں نے کہا: اگر مجھے بیت اللہ پہنچنے سے روک دیا گیا تو میں اس طرح کروں گا جس طرح ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کیا تھا' پس انہوں نے عمرہ کا احرام باندھا جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حدیبیہ کے سال عمرہ کا احرام باندھا تھا۔

١٨٠٧ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ اَسْمَاءَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ' عَنْ نَافِعٍ اَنَّ عُبَيْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ' وَسَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَاهُ اَنَّهُمَا كَلَّمَا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا لَيَالِيَ نَزَلَ الْجَيْشُ بِابْنِ الزُّبَيْرِ' فَقَالَا لَا يَضُرُّكَ اَنْ لَّا تَحُجَّ الْعَامَ' وَاِنَّا نَخَافُ اَنْ يُّحَالَ بَيْنَكَ وَبَيْنَ الْبَيْتِ' فَقَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' فَحَالَ كُفَّارُ قُرَيْشٍ دُوْنَ الْبَيْتِ' فَنَحَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَدْيَهُ' وَحَلَقَ رَاْسَهُ' وَاُشْهِدُكُمْ اَنِّيْ قَدْ اَوْجَبْتُ الْعُمْرَةَ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ' اَنْطَلِقُ' فَاِنْ خُلِّيَ بَيْنِيْ وَبَيْنَ الْبَيْتِ طُفْتُ' وَاِنْ حِيْلَ بَيْنِيْ وَبَيْنَهُ' فَعَلْتُ كَمَا فَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا مَعَهُ' فَاَهَلَّ بِالْعُمْرَةِ مِنْ ذِي الْحُلَيْفَةِ' ثُمَّ سَارَ سَاعَةً' ثُمَّ قَالَ اِنَّمَا شَاْنُهُمَا وَاحِدٌ' اُشْهِدُكُمْ اَنِّيْ قَدْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد بن اسماء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جویریہ نے حدیث بیان کی از نافع کہ عبیداللہ بن عبداللہ اور سالم بن عبداللہ' ان دونوں نے خبر دی کہ جس زمانہ میں حجاج کا لشکر حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما پر حملہ آور ہوا' ان دونوں نے اپنے والد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا: آپ پر کوئی حرج نہیں ہے اگر آپ اس سال حج نہ کریں کیونکہ ہمیں خطرہ ہے کہ آپ کے اور بیت اللہ کے درمیان لشکر حائل ہو جائے گا' تو حضرت عبداللہ بن عمر نے فرمایا: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نکلے تو کفار قریش بیت اللہ کے درمیان حائل ہو گئے' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ہدی (قربانی کے اونٹ) کو نحر کیا اور اپنا سر منڈوا لیا اور میں تمہیں گواہ کرتا ہوں کہ میں نے عمرہ کو واجب کر لیا ہے' ان شاء اللہ میں جاؤں گا' پس اگر میرے اور بیت اللہ کے درمیان تخلیہ کیا گیا تو میں طواف کروں گا اور اگر میرے اور بیت اللہ کے درمیان لشکر حائل ہوا تو میں اس طرح کروں گا جس طرح نبی

أَوْجَبْتُ حَجَّةً مَّعَ عُمْرَتِي، فَلَمْ يَحِلَّ مِنْهُمَا حَتّٰى حَلَّ يَوْمَ النَّحْرِ وَأَهْدٰى، وَكَانَ يَقُوْلُ لَا يَحِلُّ حَتّٰى يَطُوْفَ طَوَافًا وَّاحِدًا يَّوْمَ يَدْخُلُ مَكَّةَ.

صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا اور میں اس وقت آپ کے ساتھ تھا' پھر حضرت عبداللہ بن عمر نے ذوالحلیفہ سے عمرہ کا احرام باندھا' پھر تھوڑی دور گئے' پھر کہا: حج اور عمرہ کا ایک ہی عمل ہے' میں تمہیں گواہ کرتا ہوں کہ میں نے حج کے ساتھ اپنے عمرہ کو واجب کر لیا ہے' پھر انہوں نے ان دونوں کا احرام نہیں کھولا حتیٰ کہ انہوں نے یوم النحر کو ہدی نحر کر کے احرام کھول دیا اور وہ کہتے تھے کہ وہ اس وقت تک احرام نہیں کھولیں گے حتیٰ کہ جس دن وہ مکہ میں داخل ہوں تو ایک طواف (زیارت) کریں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۱۶۳۹ میں گزر چکی ہے۔

١٨٠٨ - حَدَّثَنِيْ مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ، عَنْ نَّافِعٍ أَنَّ بَعْضَ بَنِيْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ لَهُ لَوْ أَقَمْتَ بِهٰذَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جویریہ نے حدیث بیان کی از نافع کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بعض بیٹوں نے ان سے کہا کہ آپ اس (سال) ٹھہر جائیں تو اچھا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۱۶۳۹ میں گزر چکی ہے۔

١٨٠٩ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ صَالِحٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ سَلَّامٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِيْ كَثِيْرٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ قَالَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَدْ أُحْصِرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَحَلَقَ رَأْسَهُ، وَجَامَعَ نِسَاءَهُ، وَنَحَرَ هَدْيَهُ، حَتّٰى اعْتَمَرَ عَامًا قَابِلًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن صالح نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معاویہ بن سلام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن ابی کثیر نے حدیث بیان کی از عکرمہ' انہوں نے کہا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو (بیت اللہ سے) روک دیا گیا تھا' آپ نے اپنا سر منڈایا اور اپنی ازواج مطہرات سے عمل تزویج کیا اور اپنی ہدی کو نحر کیا حتیٰ کہ اگلے سال عمرہ کیا۔

اس حدیث سے فقہاء احناف نے یہ استدلال کیا ہے کہ جس شخص کو حج یا عمرہ سے روک دیا جائے اس پر اس کی قضاء کرنا واجب ہے۔

٢ - بَابُ الْإِحْصَارِ فِي الْحَجِّ

حج میں روکنا

١٨١٠ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ أَخْبَرَنَا يُوْنُسُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِيْ سَالِمٌ قَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ أَلَيْسَ حَسْبُكُمْ سُنَّةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے سالم نے خبر دی' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما یہ کہتے

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ إِنْ حُبِسَ أَحَدُكُمْ عَنِ الْحَجِّ طَافَ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، ثُمَّ حَلَّ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ حَتَّى يَحُجَّ عَامًا قَابِلًا، فَيُهْدِي أَوْ يَصُومُ إِنْ لَمْ يَجِدْ هَدْيًا. وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي سَالِمٌ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ نَحْوَهُ.

کیا تمہارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کافی نہیں ہے' اگر تم میں سے کسی شخص کو حج سے روک دیا جائے اور وہ بیت اللہ کا اور صفا اور المروۃ کا طواف کر لے' پھر وہ ہر چیز سے حلال ہو جائے گا حتیٰ کہ وہ اگلے سال حج کرے گا' پھر وہ ہدی روانہ کرے گا اور اگر اس کو ہدی نہیں ملی تو پھر وہ روزے رکھے گا' اور عبداللہ سے روایت ہے' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے سالم نے حدیث بیان کی از ابن عمر' اسی کی مثل۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۶۳۹ میں ملاحظہ فرمائیں۔

۳ - بَابُ النَّحْرِ قَبْلَ الْحَلْقِ فِي الْحَصْرِ

جس شخص کو حج یا عمرہ سے روکا گیا ہو وہ پہلے نحر کرے' پھر سر منڈائے

۱۸۱۱ - حَدَّثَنَا مَحْمُودٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنِ الْمِسْوَرِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحَرَ قَبْلَ أَنْ يَحْلِقَ، وَأَمَرَ أَصْحَابَهُ بِذٰلِكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمود نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از الزہری از حضرت مسور رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سر منڈانے سے پہلے نحر کیا اور اپنے اصحاب کو اس کا حکم دیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۶۹۴ میں گزر گئی ہے۔

۱۸۱۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ أَخْبَرَنَا أَبُو بَدْرٍ شُجَاعُ بْنُ الْوَلِيدِ، عَنْ عُمَرَ بْنِ مُحَمَّدٍ الْعُمَرِيِّ قَالَ وَحَدَّثَ نَافِعٌ، أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ وَسَالِمًا كَلَّمَا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا، فَقَالَ. خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُعْتَمِرِينَ، فَحَالَ كُفَّارُ قُرَيْشٍ دُونَ الْبَيْتِ، فَنَحَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بُدْنَهُ وَحَلَقَ رَأْسَهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبد الرحیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوبدر شجاع بن الولید نے خبر دی از عمر بن محمد العمری' انہوں نے کہا: اور نافع نے حدیث بیان کی کہ عبداللہ اور سالم نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا (آپ اس سال عمرہ پر نہ جائیں) تو انہوں نے کہا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ عمرہ کرنے کے لیے نکلے تو کفارِ قریش بیت اللہ کے درمیان حائل ہو گئے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی قربانی کے اونٹ کو نحر کیا اور سر منڈا لیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۶۳۹ میں گزر چکی ہے۔

٤ - بَابُ مَنْ قَالَ لَيْسَ عَلَى الْمُحْصَرِ بَدَلٌ

جس نے یہ کہا کہ جس شخص کو حج یا عمرہ سے روکا گیا ہو' اس پر قضاء نہیں ہے

وَقَالَ رَوْحٌ عَنْ شِبْلٍ، عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ، عَنْ

اور روح نے کہا از شبل از ابن ابی نجیح از مجاہد از حضرت ابن

مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اِنَّمَا الْبَدَلُ عَلٰى مَنْ نَقَضَ حَجَّهُ بِالتَّلَذُّذِ، فَاَمَّا مَنْ حَبَسَهُ عُذْرٌ اَوْ غَيْرُ ذٰلِكَ فَاِنَّهُ يَحِلُّ وَلَا يَرْجِعُ، وَاِذَا كَانَ مَعَهُ هَدْيٌ وَّهُوَ مُحْصَرٌ نَحَرَهُ اِنْ كَانَ لَا يَسْتَطِيْعُ اَنْ يَّبْعَثَ بِهٖ، وَاِنِ اسْتَطَاعَ اَنْ يَّبْعَثَ بِهٖ لَمْ يَحِلَّ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهُ.

عباس رضی اللہ عنہما کہ بدل (قضا) صرف اس شخص پر ہے جو لذت کے لیے (یعنی جماع کر کے) حج کو توڑ دے لیکن جس شخص کو کسی عذر نے (حج سے) روک لیا ہو دشمن روک لے یا کوئی بیماری ہو تو وہ احرام کھول لے اور قضا نہ کرے (یہ نفلی حج میں ہے فرض میں قضا لازم ہے) اور اگر اس کے ساتھ ہدی ہو اور اس کو روک لیا گیا ہو تو وہ اس ہدی کو نحر کرے اگر وہ اس کو (حرم میں) بھیجنے کی طاقت نہ رکھتا ہو اور اگر وہ اس کو حرم میں بھیجنے کی طاقت رکھتا ہو تو اس کو حرم میں بھیج دے اور اس وقت تک احرام نہ کھولے جب تک وہ ہدی اپنے محل میں نہ پہنچ جائے۔

اس تعلیق کو امام اسحاق بن راھویہ نے اپنی تفسیر میں اسی سند کے ساتھ روح سے روایت کیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ١٠ ص ٢١٠، فتح الباری ج ٣ ص ٣٠٧)

احصار کی تعریف میں امام ابوحنیفہ کے مؤقف پر دلائل

امام بخاری کی مذکور الصدر تعلیق میں امام ابوحنیفہ کے مؤقف پر دلیل ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک جب کسی شخص کو دشمن حج یا عمرہ پر نہ جانے دے تو فقط اس سے احصار ثابت ہوتا ہے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک کسی بھی صورت میں اس کو حج یا عمرہ پر جانے سے روک دیا جائے تو اس سے احصار ثابت ہو جاتا ہے خواہ اس کو روکنے والا دشمن ہو یا کوئی مرض یا خوراک کا نہ ملنا ہو یا کوئی اور سبب ہو اور امام بخاری نے اس تعلیق میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول ذکر کیا ہے کہ جس شخص کو کسی عذر نے (حج یا عمرہ سے) روک لیا ہو دشمن روک لے یا کوئی بیماری ہو تو وہ احرام کھول دے اور قضا نہ کرے۔

امام محمد بن جریر طبری متوفی ٣١٠ ھ نے اپنی سند سے ایک حدیث ذکر کی ہے اس سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے وہ حدیث درج ذیل ہے:

ابن ابی نجیح از مجاہد از عطاء از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ جب کسی شخص کو روک دیا جائے تو وہ اپنی ہدی بھیج دے جب کہ وہ دشمن سے بچ کر بیت اللہ نہ پہنچ سکتا ہو اگر اس کو کوئی ایسا شخص مل جائے جو اس کی ہدی کو مکہ پہنچا دے تو وہ اس کے ساتھ ہدی کو مکہ بھیج دے اور ہدی والا اس سے وعدہ کرے کہ وہ فلاں دن ہدی کو ذبح کر دے گا اور جب وہ شخص مامون ہو جائے تو اس پر لازم ہے کہ وہ حج اور عمرہ کرے اور اگر اس پر کوئی ایسی بیماری آ جائے جو اس کو حج پر جانے سے روک لے اور اس کے ساتھ ہدی نہ ہو تو جس جگہ اس کو روک دیا جائے تو وہ اسی جگہ احرام کو کھول دے اور اگر اس کے ساتھ ہدی ہو تو وہ اس وقت تک حلال نہیں ہوگا جب تک کہ وہ ہدی اپنے محل میں نہیں پہنچ جاتی جب کہ اس نے ہدی بھیج دی ہو اور اس پر یہ لازم نہیں ہے کہ وہ اگلے سال حج یا عمرہ کرے الا یہ کہ وہ چاہے۔ (جامع البیان ج ٢ ص ٢٩٩، داراحیاء التراث العربی بیروت ١٤٢١ ھ)

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ دشمن کا روکنا بھی احصار ہے اور مرض کا روکنا بھی احصار ہے اور یہی امام ابوحنیفہ کا مذہب ہے۔

صحیح بخاری کی غلط روایت اور اس کی توجیہ میں حافظ ابن حجر اور حافظ عینی کا مناقشہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حج کے لیے نکلے' یہ اسماعیلی نے کہا' یہ غلط ہے' یہ راوی کی غلطی ہے' یہ عمرہ کا واقعہ ہے نہ کہ حج کا' اس سے پہلے تمام روایات میں مذکور ہے کہ یہ حدیبیہ کے سال کا واقعہ ہے جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عمرہ کے لیے نکلے تھے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے اس کی توجیہ میں یہ کہا ہے کہ "خرج حاجًا" کی تاویل ہے: "خرج مُحرمًا" یعنی آپ احرام باندھے ہوئے نکلے تھے' راوی نے غلطی سے "محرمًا" کو "حاجًا" سے تعبیر کر دیا' پھر اس کی دوسری تاویل یہ کی ہے کہ حج کا معنی قصد ہے' لہٰذا "خرج حاجًا" کا معنی ہے: "خرج قاصدًا للبیت" یعنی آپ بیت اللہ کا قصد کرتے ہوئے نکلے' اور معتمد یہ ہے کہ یہ عمرۃ الحدیبیہ کا واقعہ ہے۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۲۳' ۳ دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی نے اس کا ردّ کرتے ہوئے لکھا کہ اس کو مجاز پر محمول کرنا غلط ہے' کیونکہ مجاز میں حقیقت اور مجاز کے درمیان علاقہ ضروری ہوتا ہے اور یہاں حج کرنے والے اور محرم یا بیت اللہ کا قصد کرنے والے میں کوئی علاقہ نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۲۴۶۔ ۲۴۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر اور حافظ عینی کے درمیان مصنف کا محاکمہ

میں کہتا ہوں کہ یہاں پر علاقہ یعنی مناسبت موجود ہے' کیونکہ پہلی تاویل کے مطابق حاج سے مراد مُحرِم ہے اور مُحرِم عام ہے خواہ وہ حج کا احرام باندھنے والا ہو یا عمرہ کا اور حاج (حج کرنے والا) خاص ہے' سو یہاں پر حقیقت اور مجاز میں عام اور خاص کا علاقہ ہے۔ ذکر خاص لفظ حاج کا ہے اور اس سے عام لفظ مُحرِم مراد ہے اور ایسا اکثر مجازات میں ہوتا ہے۔ دوسری تاویل کے مطابق حاج یعنی حج کرنے والے سے مراد بیت اللہ کا قصد کرنے والا ہے اور یہاں بھی عموم اور خصوص کا علاقہ ہے' حاج یعنی حج کرنے والا خاص ہے اور بیت اللہ کا قصد کرنے والا عام ہے خواہ وہ حج کی وجہ سے بیت اللہ کا قصد کرے یا عمرہ کی وجہ سے' سو یہاں پر ذکر خاص کا ہے اور اس سے مراد عام ہے۔

قرآن مجید میں بھی ایک آیت میں خاص کا ذکر ہے اور اس سے عام مراد ہے' وہ آیت یہ ہے:

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ۝ (النساء:۶۹)

اور جو لوگ اللہ اور رسول کی اطاعت کریں تو وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام فرمایا ہے' جو انبیاء' صدیقین' شہداء اور صالحین ہیں اور یہ کیا ہی عمدہ رفقاء (ساتھی) ہیں ۝

اس آیت میں "رفیق" کا ذکر ہے اور اس سے مراد رفقاء ہیں اور "رفیق" کا لفظ واحد اور خاص ہے اور رفقاء کا لفظ جمع اور عام ہے اور اس آیت میں ذکر خاص یعنی رفیق کا ہے اور اس سے مراد عام یعنی رفقاء ہے' اسی طرح حج کرنے والا خاص ہے اور محرم یا بیت اللہ کا قصد کرنے والا عام ہے' سو ان دونوں کے درمیان عموم اور خصوص کا علاقہ ہے' اس لیے علامہ عینی کا یہاں علاقہ کی نفی کرنا صحیح نہیں ہے۔

اصول فقہ کی مشہور کتاب کشف الاسرار کے محشی محمد المعتصم باللہ البغدادی نے حقیقت اور مجاز کے درمیان پچیس علاقے ذکر کیے ہیں' ان میں سے دسواں علاقہ یہ ہے کہ ذکر خاص کا ہو اور اس سے مراد عام ہو۔ (کشف الاسرار ج ۲ ص ۱۱۳' دار الکتاب العربی' بیروت' ۱۴۱۱ھ)

تاہم مصنف کے نزدیک بھی صحیح بخاری کی اس روایت میں راوی عثمان بن موہب کی غلطی ہے اور یہ روایت غلط ہے کیونکہ

انہوں نے ذکر کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حج کے لیے نکلے تھے حالانکہ آپ عمرہ کے لیے نکلے تھے اور حج اور عمرہ احرام کی دو قسمیں ہیں اور ایک دوسرے کی قسیم اور مقابل ہیں اور قسموں میں تضاد ہوتا ہے اور ایک چیز سے اس کی ضد کا ارادہ کرنا جائز نہیں جیسے آگ سے پانی کا ارادہ کرنا جائز نہیں کیونکہ یہ دونوں بھی عنصر کی قسمیں اور متقابل اور متضاد ہیں' پس حج سے عمرہ کا ارادہ کرنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی آگ بول کر اس سے پانی کا ارادہ کرے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں صحابہ کرام کا اجتہاد کرنا' زخمی شکار کو ذبح کیے بغیر کھانے کا جواز اور دیگر مسائل اور فوائد

نیز اس حدیث میں مذکور ہے: حضرت ابوقتادہ نے ان پر حملہ کر کے ایک گدھی کو زخمی کر دیا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اس سے پہلی روایات میں جس جنگلی گدھے کو زخمی کرنے کا ذکر تھا اس سے مراد بھی گدھی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کی ایک جماعت کو ساحل سمندر کے راستہ سے جانے کا حکم دیا تھا اور دوسرے صحابہ آپ کے ساتھ دوسرے راستے میں تھے' اس سے معلوم ہوا کہ امام اور سربراہِ ملک کو چاہیے کہ جب وہ کسی سفر پر جائے تو شرکاء سفر کو مختلف ٹولیوں کی صورت میں روانہ کرے۔

حضرت ابوقتادہ نے اس جنگلی گدھی کو صرف زخمی کیا تھا' باقاعدہ ذبح نہیں کیا تھا' پھر اس کو پکا کر کھا لیا' اس سے معلوم ہوا کہ شکار کو صرف زخمی کرنا کافی ہے' ذبح کرنا ضروری نہیں ہے۔

حضرت ابوقتادہ اور دیگر اصحاب نے اپنے اجتہاد سے اس شکار کو کھا لیا حالانکہ ان میں محرم بھی تھے' بعد میں انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کے متعلق دریافت کیا' اس سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں صحابہ اجتہاد کرتے تھے اور اس پر عمل بھی کرتے تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۲۴۷-۲۴۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

٦ - بَابٌ إِذَا أَهْدَى لِلْمُحْرِمِ حِمَارًا وَحْشِيًّا حَيًّا لَمْ يَقْبَلْ

جب محرم کو زندہ جنگلی گدھا ہدیہ کیا جائے تو وہ قبول نہ کرے

١٨٢٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ' عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ' عَنِ الصَّعْبِ بْنِ جَثَّامَةَ اللَّيْثِيِّ أَنَّهُ أَهْدَى لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِمَارًا وَحْشِيًّا' وَهُوَ بِالْأَبْوَاءِ أَوْ بِوَدَّانَ' فَرَدَّهُ عَلَيْهِ' فَلَمَّا رَأَى مَا فِي وَجْهِهِ قَالَ إِنَّا لَمْ نَرُدَّهُ عَلَيْكَ إِلَّا أَنَّا حُرُمٌ.

[اطراف الحدیث: ۲۵۷۳-۲۵۹۶]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن شہاب از عبید اللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود از حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما از حضرت الصعب بن جثامہ اللیثی' وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مقام الابواء یا ودان میں ایک جنگلی گدھا ہدیہ کیا' آپ نے ان کو وہ گدھا واپس کر دیا' پھر جب آپ نے دیکھا کہ ان کے چہرے پر ناگواری کے آثار ہیں تو آپ نے فرمایا: ہم نے اس کو صرف اس لیے واپس کیا ہے کہ ہم محرم ہیں۔

(صحیح مسلم: ۱۱۹۳' الرقم المسلسل: ۲۷۳۴' سنن ابوداؤد: ۲۶۷۳' سنن ترمذی: ۸۴۹' سنن نسائی: ۲۸۱۵' سنن ابن ماجہ: ۳۰۹۰' المنتقی: ۴۳۶' صحیح ابن حبان: ۳۹۶۹' المعجم الکبیر: ۷۴۳۰' سنن بیہقی ج ۵ ص ۱۹۱' شرح السنۃ: ۱۹۸۷' الاحاد والمثانی: ۹۰۵' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۷ ص ۳۰۳' حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۳۸۰' سنن کبریٰ: ۸۶۲۲' مسند احمد ج ۴ ص ۳۸ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۶۴۲۳- ج ۲۶ ص ۳۵۵' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبداللہ بن یوسف التنیسی (۲) امام مالک بن انس (۳) محمد بن شہاب الزہری (۴) عبید اللہ بن عبد اللہ (۵) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما (۶) حضرت الصعب بن جثامہ رضی اللہ عنہ یہ سرزمین حجاز میں ارضِ ودان میں رہتے تھے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں فوت ہو گئے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۲۴۸)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: حضرت صعب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شکار کیا ہوا جنگلی گدھا پیش کیا، جس کو آپ نے واپس کر دیا۔

غیر محرم کے کیے ہوئے شکار کو محرم کے لیے کھانے میں مذاہب ائمہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے شعبی، طاؤس، مجاہد، ثوری اور ایک روایت کے مطابق امام مالک نے اس پر استدلال کیا ہے کہ جس شکار کو غیر محرم نے ذبح کیا ہو اس کو محرم کے لیے کھانا جائز نہیں ہے۔

امام ابوحنیفہ، امام ابویوسف، امام محمد اور ایک روایت کے مطابق امام احمد کے نزدیک غیر محرم نے جس کو شکار کیا ہو، اس کو محرم کے لیے کھانا حرام نہیں ہے، ان کی دلیل درج ذیل حدیث ہے:

معاذ بن عبدالرحمٰن بن عثمان التیمی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ہم حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے اور ہم محرم تھے، پھر حضرت طلحہ کے لیے ایک پرندہ ہدیہ کیا گیا، اس وقت وہ سوئے ہوئے تھے، ہم میں سے بعض لوگوں نے اس کو کھایا اور بعض لوگوں نے پرہیز کیا، جب حضرت طلحہ بیدار ہوئے تو انہوں نے ان کی موافقت کی جنہوں نے اس کو کھا لیا تھا اور انہوں نے کہا: ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اس کو کھایا تھا۔ (صحیح مسلم: ۱۱۹۷، الرقم المسلسل: ۲۷۴۹، سنن نسائی: ۲۸۱۳)

اس حدیث کی وجہ سے فقہاء احناف کا مذہب یہ ہے کہ جس چیز کو غیر محرم نے شکار کیا ہو، اس کو محرم کھا سکتا ہے خواہ غیر محرم نے محرم کے لیے شکار کیا ہو یا نہ کیا ہو۔

عطاء نے کہا ہے کہ امام مالک، امام شافعی، امام احمد، اسحاق اور ابوثور کا یہ مذہب ہے کہ جس جانور کو محرم کی وجہ سے شکار کیا گیا ہو، اس کو محرم کے لیے کھانا جائز نہیں ہے اور جس کو اس کے لیے شکار نہ کیا گیا ہو اس کو کھانا جائز ہے۔

ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

از عمرو از المطلب از حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ خشکی کا شکار تمہارے لیے حلال ہے جب کہ تم خود اس کو شکار نہ کرو یا اس کو تمہارے لیے شکار نہ کیا جائے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۸۵۱)

اس حدیث کو عمرو نے المطلب سے روایت کیا ہے، امام ترمذی نے کہا ہے کہ المطلب کا حضرت جابر سے سماع معروف نہیں ہے اور ان سے ایک روایت یہ ہے کہ انہوں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں کیا، اسی طرح ابوحاتم الرازی نے کہا ہے۔ امام ابن سعد نے کہا ہے کہ یہ کثیر الحدیث ہے اور ان کی احادیث سے استدلال نہیں کیا جاتا۔

امام نسائی نے کہا ہے کہ عمرو بن ابی عمرو حدیث میں قوی نہیں ہیں۔

اس باب کی حدیث کے فوائد میں سے یہ ہے کہ جس کو غیر محرم، محرم کے لیے شکار کرے اس کو کھانا جائز ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی علامت کی بناء پر حکم لگانا جائز ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی سبب کی وجہ سے ہدیہ کو واپس کرنا جائز ہے اور اس

سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب ہدیہ واپس کیا جائے تو ہدیہ دینے والے کی دل جوئی کے لیے اپنا عذر بیان کر دینا چاہیے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۲۵۲۔۲۵۰ ملخصاً 'دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

اس حدیث میں "ابواء" کا ذکر ہے حافظ ابن حجر نے لکھا ہے: یہ ایک پہاڑ ہے اور اس میں ودّان کا ذکر ہے یہ الجحفہ کے قریب ایک جگہ ہے۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۳۲۶' دارالمعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۷۴۱۔ ج ۳ ص ۴۰۶ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح کے عنوان یہ ہیں:

① محرم کے لیے خشکی کے شکار کھانے میں مذاہب ائمہ ② احناف کا نظریہ ③ احناف کے دلائل ④ شوافع اور دوسرے ائمہ کی دلیل ⑤ حضرت صعب بن جثامہ کی روایت کا جواب۔

۷ - بَابُ مَا يَقْتُلُ الْمُحْرِمُ مِنَ الدَّوَابِّ — محرم کن جانوروں کو قتل کر سکتا ہے

اس باب میں "الدّواب" کا ذکر ہے "دابۃ" اس چیز کو کہتے ہیں جو زمین پر از خود چلتی ہو "دابۃ" کے آخر میں تاء مبالغہ کے لیے ہے اور اس کا اطلاق ہر مذکر اور مؤنث پر ہوتا ہے' پھر عرف میں اس کا اطلاق چوپایہ پر ہوتا ہے' جیسے گھوڑے' خچر اور گدھے' اس عنوان پر یہ اعتراض ہے کہ اس باب میں کوے اور چیل کا ذکر ہے اور یہ چوپایوں میں سے نہیں ہیں اور اگر امام بخاری عنوان میں حیوان (جانور) لکھتے تو زیادہ صحیح تھا' اس کا جواب یہ ہے کہ اس باب کی احادیث میں زیادہ تر "الدّواب" کا ذکر ہے' اس وجہ سے امام بخاری نے عنوان میں بھی "الدّواب" کا ذکر کیا ہے۔

۱۸۲٦ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَمْسٌ مِّنَ الدَّوَابِّ لَيْسَ عَلَى الْمُحْرِمِ فِيْ قَتْلِهِنَّ جُنَاحٌ. [طرف الحدیث: ۳۳۱۵]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جانوروں میں سے پانچ کو قتل کرنے کا محرم پر کوئی گناہ نہیں ہے۔

اس حدیث کی دوسری سند یہ ہے:

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ.

از عبداللہ بن دینار از عبداللہ بن عمر کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

۱۸۲۷ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ، عَنْ زَيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ حَدَّثَتْنِيْ اِحْدٰى نِسْوَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْتُلُ الْمُحْرِمُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی از زید بن جبیر انہوں نے بیان کیا کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا' وہ کہتے تھے کہ مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات میں سے کسی ایک نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ محرم قتل کر دے......

مذکور السند احادیث مختصر ہیں' ان کی تفصیل درج ذیل حدیث میں ہے:

۱۸۲۸ - حَدَّثَنَا اَصْبَغُ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ، عَنْ يُوْنُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمٍ قَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہم کو اصبغ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عبداللہ بن وہب نے خبر دی از یونس از ابن

قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَتْ حَفْصَةُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَمْسٌ مِّنَ الدَّوَابِّ لَا حَرَجَ عَلٰی مَنْ قَتَلَهُنَّ اَلْغُرَابُ وَالْحِدَاَةُ وَالْفَارَةُ وَالْعَقْرَبُ وَالْكَلْبُ الْعَقُوْرُ.

شہاب از سالم انہوں نے کہا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ حضرت ام المؤمنین حفصہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جانوروں میں سے پانچ ایسے ہیں جن کو قتل کرنے کا کوئی گناہ نہیں ہے: کوا' چیل' چوہا' بچھو اور کاٹنے والا کتا۔

(صحیح مسلم: ۱۲۰۰' الرقم المسلسل: ۲۷۵۸' سنن ابوداؤد: ۱۸۴۶' سنن ترمذی: ۸۳۸' سنن نسائی: ۲۸۳۲' مصنف عبد الرزاق: ۸۳۹۳' مسند الحمیدی: ۶۱۶' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۴۵۶' مسند ابویعلیٰ: ۵۴۲۲' صحیح ابن خزیمہ: ۲۶۴۹' سنن بیہقی ج ۳ ص ۲۵۹' مسند احمد ج ۲ ص ۸ طبع قدیم' مسند احمد: ۴۵۴۳' ج ۸ ص ۱۴۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

مُحرم اور غیر مُحرم دونوں کے لیے ان پانچ جانوروں کو قتل کرنے کا جواز اور ان پانچ کے علاوہ دیگر جانوروں کا بیان

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ''غراب'' کا ذکر ہے یعنی کوے کا' الموعب میں مذکور ہے کہ ''غراب ابقع'' وہ ہے جس کے سینہ میں سفیدی ہو' المحکم میں مذکور ہے کہ جس میں سیاہی اور سفیدی مخلوط ہو۔

اور اس حدیث میں دوسرے نمبر پر چیل کا ذکر ہے' اس کے بعد چوہے کا ذکر ہے اور اس کے بعد بچھو کا ذکر ہے اور آخر میں کاٹنے والے کتے کا ذکر ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ محرم کے لیے ان پانچ جانوروں کو قتل کرنا جائز ہے اور جب محرم کے لیے ان پانچ جانوروں کو قتل کرنا جائز ہے تو غیر محرم کے لیے ان کو قتل کرنا بہ درجہ اولیٰ جائز ہے' اور ان پانچ میں حصر نہیں ہے کیونکہ امام ابوعوانہ نے اپنی مستخرج میں سانپ کا بھی ذکر کیا ہے اور امام ابن خزیمہ اور امام ابن المنذر نے بھیڑیے اور چیتے کا بھی ذکر کیا ہے اور امام ابن ماجہ کی روایت میں پھاڑنے والے درندے کا ذکر ہے' وہ حدیث حسب ذیل ہے:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سانپ' بچھو' پھاڑنے والے درندے' کاٹنے والے کتے اور فاسق چوہے کو محرم قتل کر دے۔ (سنن ابن ماجہ: ۳۰۸۹' سنن ابوداؤد: ۱۸۴۸' سنن ترمذی: ۸۳۹)

حضرت ابوسعید خدری سے پوچھا گیا کہ آپ نے چوہے کو فاسق کیوں فرمایا ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی وجہ سے بیدار ہو گئے' وہ چراغ کی بتی کو لے کر جا رہا تھا' جس کا انجام یہ تھا کہ گھر میں آگ لگ جاتی۔

کوے کی اقسام اور ان کے احکام

صاحب ہدایہ نے کہا ہے کہ ''غراب'' (کوے) سے مراد وہ ہے جو مردار کھاتا ہے اور وہ ''ابقع'' ہے (جس کے سینہ میں سفیدی ہو)۔

امام ابویوسف نے اس پر درج ذیل حدیث سے استدلال کیا ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانچ جانور فاسق ہیں' ان کو حرم میں اور خارج از حرم میں قتل کر دیا جائے گا: (۱) سانپ (۲) غراب ابقع (وہ کوا جس کے سینہ پر سفیدی ہو) (۳) چوہا (۴) کاٹنے والا کتا (۵) اور چیل۔

(صحیح مسلم:۱۱۹۸' سنن نسائی:۲۸۲۶' سنن ابن ماجہ:۳۰۸۷)

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ جن روایات میں مطلقاً کوے کا ذکر آیا ہے' یہ حدیث ان روایات کے لیے قید ہے' اسی وجہ سے ایک جماعت نے یہ کہا ہے کہ صرف اسی کوے کو قتل کیا جائے گا' جس کے سینہ پر سفیدی ہوگی اور ایک جماعت نے کہا ہے کہ ہر کوے کو قتل کیا جائے گا خواہ اس کے سینہ پر سفیدی ہو یا نہ ہو' انہوں نے کہا ہے کہ ابقع (جس کے سینہ پر سفیدی ہو) یہ قید اس لیے لگائی ہے کہ عام طور پر کوا ایسا ہی ہوتا ہے' اور کوے کو قتل کرنے کا حکم اس لیے دیا ہے کہ وہ ایذاء پہنچانے کی ابتداء کرتا ہے اور ایذاء پہنچانے کی ابتداء صرف غراب ابقع ہی کرتا ہے اور جو ابقع کا غیر ہو' وہ ایذاء پہنچانے کی ابتداء نہیں کرتا' اس لیے اس کو قتل کرنا مباح نہیں ہے' جیسے عقعق اور کھیت کا کوا اور اس کو زاغ کہا جاتا ہے (یہ کوا دانے وغیرہ کھاتا ہے' گندگی اور مردار نہیں کھاتا یا گندگی اور دانوں کو ملا کر کھاتا ہے' خالص گندگی نہیں کھاتا)' علماء نے فتویٰ دیا ہے کہ اس کا کھانا جائز ہے' اس کے علاوہ جو باقی کوے ہیں' وہ ابقع کے ساتھ ملے ہوئے ہیں۔

علامہ ابن قدامہ نے کہا ہے کہ حدیث میں جس کوے کو قتل کرنے کا فرمایا ہے' اس سے مراد الغداف اور ابقع ہے کیونکہ یہ دونوں مردار کھاتے ہیں' رہا کھیت کا کوا تو اس کو قتل کرنے کا حکم نہیں ہے۔

کوے کی اقسام میں سے ایک کوا عقعق ہے' اس کی شکل کوے کی طرح ہوتی ہے اور یہ جسامت میں کبوتر کے برابر ہوتا ہے' اس کو عقعق اس لیے کہتے ہیں کہ عقعق کا معنی ہے: کاٹنے والا اور یہ چوزوں کو کاٹتا ہے اور ان کو کھائے بغیر چھوڑ دیتا ہے۔

اور اس تفصیل سے کوے کی ایک اور قسم معلوم ہوگئی' عرب اس کوے کو منحوس قرار دیتے ہیں اور فتاویٰ قاضی خاں میں مذکور ہے کہ جو شخص سفر کے لیے نکلا' پس اس نے عقعق کی آواز سنی اور (وہ اس آواز کو مؤثر حقیقی سمجھ کر) لوٹ آیا' اس کو کافر قرار دیا جائے گا۔

چیل کو قتل کرنے کے متعلق اقاویل فقہاء

چیل کو قتل کرنا جائز ہے خواہ محرم قتل کرے یا غیر محرم قتل کرے کیونکہ یہ ایذاء پہنچانے کی ابتداء کرتی ہے اور لوگوں کے ہاتھوں سے گوشت جھپٹ کرلے جاتی ہے' امام مالک سے چیل اور کوے کے متعلق ایک روایت ہے کہ ان کو صرف اس وقت قتل کیا جائے' جب یہ ایذاء پہنچانے کی ابتداء کریں اور ان کا مشہور مذہب اس کے خلاف ہے' ابن العربی نے ذکر کیا ہے کہ کوے اور چیل کو قتل کر دیا جائے خواہ وہ ایذاء پہنچانے کی ابتداء نہ کریں' ابوبکر نے کہا ہے کہ اصل مذہب یہ ہے کہ جو پرندہ ایذاء دے' صرف اس کو قتل کیا جائے اور دوسرے جانوروں کو ابتداءً قتل کیا جائے۔

چوہے کو قتل کرنے کے متعلق اقاویل فقہاء

چوہے کو مطلقاً قتل کرنا جائز ہے' علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ النخعی نے محرم کو حرم میں چوہے کے قتل کرنے سے منع کیا ہے' باقی تمام علماء کے نزدیک محرم کے لیے چوہے کو قتل کرنا جائز ہے۔

الساجی نے ابراہیم النخعی سے یہ قول نقل کیا ہے کہ محرم چوہے کو قتل نہ کرے' پس اگر محرم نے چوہے کو قتل کیا تو وہ اس کا فدیہ دے گا' یہ قول نص کے خلاف ہے اور تمام اہل علم کے اقوال کے خلاف ہے اور جب ابراہیم النخعی نے یہ کہا تو اہل کوفہ نے کہا ہے کہ ابراہیم النخعی کا اس سے زیادہ غلط قول اور کوئی نہیں تھا' بعض مالکیہ نے کہا ہے کہ چھوٹے چوہے کو قتل نہ کیا جائے کیونکہ وہ ایذاء پہنچانے پر قادر نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں کہ ہر قسم کے چوہوں کو قتل کر دینا چاہیے کیونکہ ان کی وجہ سے طاعون ایسی مہلک بیماری پھیلتی ہے۔

بچھو کو قتل کرنے کے متعلق اختلاف فقہاء

بچھو کو مطلقاً قتل کرنا جائز ہے حتیٰ کہ نماز کے دوران بھی اس کو قتل کر دیا جائے کیونکہ یہ ڈنک مارتا ہے' حماد بن ابی سلیمان اور حکم نے ذکر کیا ہے کہ محرم سانپ اور بچھو کو قتل نہ کرے' ان کی دلیل یہ ہے کہ سانپ اور بچھو حشرات الارض میں سے ہیں اور قاضی نے کہا ہے کہ سانپ اور بچھو کو قتل کرنے میں اختلاف نہیں ہے اور نہ اس میں اختلاف ہے کہ غیر محرم' حرم میں گرگٹ کو قتل کر سکتا ہے' ابوعمر ابن عبد البر نے کہا ہے کہ امام مالک اور جمہور فقہاء کے نزدیک اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ حرم اور خارج از حرم میں سانپ' بچھو اور افعی کو قتل کرنا جائز ہے۔

کاٹنے والے کتے کو قتل کرنے کے متعلق اختلاف فقہاء

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ سے روایت ہے کہ کاٹنے والا کتا شیر کے حکم میں ہے' اور امام مالک سے روایت ہے کہ ہر وہ جانور جو لوگوں کو کاٹتا ہے اور ان پر حملہ کرتا ہے' وہ شیر اور چیتے کے حکم میں ہے اور جو درندے حملہ نہیں کرتے مثلاً لگڑ بگڑ یا بجو اور لومڑی وغیرہ ان کو محرم قتل نہ کرے اور اگر اس نے ان کو قتل کر دیا ہے تو وہ ان کا فدیہ دے گا۔

علامہ نووی نے کہا ہے کہ اس پر اتفاق ہے کہ مُحرِم اور غیر مُحرِم کے لیے کاٹنے والے کتے کو حرم میں اور خارج از حرم میں قتل کرنا جائز ہے' امام ابوحنیفہ اور اوزاعی نے کہا ہے کہ اس سے مراد معروف کتا ہے اور بھیڑیے کو بھی اس کے ساتھ لاحق کیا ہے' امام شافعی' امام احمد اور جمہور فقہاء نے کہا ہے کہ اس سے مراد ہر چیرنے پھاڑنے والا درندہ ہے اور امام مالک نے موطأ میں کہا ہے کہ ہر وہ جانور جو لوگوں پر حملہ کرے' ان کو کاٹے اور ان کو ڈرائے جیسے شیر' چیتا اور بھیڑیا وہ کاٹنے والے کتے کے حکم میں ہے' امام ابوحنیفہ نے کہا: اس حدیث میں کتے سے مراد خصوصیت کے ساتھ کتا ہے' اس حکم میں بھیڑیے کے سوا اور کوئی جانور کتے کے ساتھ لاحق نہیں ہوگا۔

کتے کو قتل کرنے کے متعلق شافعی علماء کے اقوال

جو کتا کاٹنے والا نہ ہو اور اس کو رکھنے کی اجازت نہ ہو' اس کے متعلق علماء کا اختلاف ہے' قاضی حسین اور الماوردی وغیرہ نے کہا ہے کہ اس کو قتل کرنا حرام ہے' اور امام شافعی نے کتاب الام میں لکھا ہے کہ اس کو قتل کرنا جائز ہے' علامہ نووی کا کلام اس مسئلہ میں مختلف ہے' شرح المہذب کی کتاب البیوع میں انہوں نے لکھا ہے کہ ہمارے اصحاب کا اس مسئلہ میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ کتا محترم ہے' اس کو قتل کرنا جائز نہیں ہے اور کتاب التیمم اور کتاب الغصب میں لکھا ہے کہ کتا غیر محترم ہے اور کتاب الحج میں لکھا ہے کہ کتے کو قتل کرنا مکروہ تنزیہی ہے اور یہ بہت شدید اختلاف ہے' علامہ رافعی نے صرف اس پر اقتصار کیا ہے کہ کتے کو قتل کرنا مکروہ ہے' علامہ نووی نے الروضۃ میں اس کی اتباع کی ہے اور اس پر یہ اضافہ کیا ہے کہ اس کو قتل کرنا مکروہ تنزیہی ہے' جمہور نے یہ کہا ہے کہ ان پانچ جانوروں کے علاوہ دوسرے جانوروں کو بھی اس حکم کے ساتھ لاحق کیا جائے گا لیکن ان کا معنی میں اختلاف ہے' پس کہا گیا ہے کہ کتا موذی جانور ہے اور ہر موذی کو قتل کرنا جائز ہے' سو اس کو بھی قتل کرنا جائز ہے اور ایک قول یہ ہے کہ کتا ان جانوروں میں سے ہے جن کو کھایا نہیں جاتا' اسی بناء پر ہر وہ جانور جس کو قتل کرنا جائز ہے' اس کو حرم میں قتل کرنے پر کوئی فدیہ نہیں ہے' یہ اس مسئلہ میں امام شافعی کے مذہب کا خلاصہ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۲۵۸-۲۵۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۸۲۹ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا أَنَّ رَسُولَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن سلیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابن وہب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے یونس نے خبر دی از ابن شہاب از عروہ از حضرت

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَمْسٌ مِنَ الدَّوَابِّ كُلُّهُنَّ فَاسِقٌ يُقْتَلْنَ فِي الْحَرَمِ الْغُرَابُ وَالْحِدَاةُ وَالْعَقْرَبُ وَالْفَأْرَةُ وَالْكَلْبُ الْعَقُورُ.

عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پانچ جانور سب کے سب فاسق ہیں ان کو حرم میں (بھی) قتل کر دیا جائے گا: کوا، چیل، بچھو، چوہا اور کاٹنے والا کتا۔

[طرف الحدیث: ٣٣١٤]

اس حدیث کی مفصل شرح، صحیح البخاری: ١٨٢٨ میں گزر چکی ہے۔

* باب مذکور کی حدیث، شرح صحیح مسلم: ٢٧٦٥۔ ج ٣ ص ٤٤٧ ٣ میں مذکور ہے۔ اس کی شرح کے عنوان حسب ذیل ہیں:
(١) موذی جانوروں کی تعداد (٢) موذی جانوروں کے قتل کرنے میں ائمہ ثلاثہ کے مذاہب (٣) موذی جانوروں کے قتل میں احناف کا مذہب (٤) کوے اور کتے وغیرہ کو فاسق کہنے کی وجہ (٥) عام کوے اور زاغ (غراب زرع) میں فرق (٦) کوے کی اقسام اور عقعق کا حکم (٧) قرآن مجید سے عام کوے کے حرام ہونے کا ثبوت (٨) احادیث سے عام کوے کے حرام ہونے کا ثبوت (٩) بعض علماء کا عام کوے کو حلال کہنے میں تفرد۔

١٨٣٠ - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَارٍ بِمِنًى، إِذْ نَزَلَ عَلَيْهِ ﴿وَالْمُرْسَلَاتِ﴾ (المرسلات: ١) وَإِنَّهُ لَيَتْلُوهَا، وَإِنِّي لَأَتَلَقَّاهَا مِنْ فِيهِ، وَإِنَّ فَاهُ لَرَطْبٌ بِهَا، إِذْ وَثَبَتْ عَلَيْنَا حَيَّةٌ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اقْتُلُوهَا. فَابْتَدَرْنَاهَا فَذَهَبَتْ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وُقِيَتْ شَرَّكُمْ، كَمَا وُقِيتُمْ شَرَّهَا. [اطراف الحدیث: ٣٣١٧۔ ٤٩٣٠۔ ٤٩٣١۔ ٤٩٣٤]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص بن غیاث نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے ابراہیم نے حدیث بیان کی از الاسود از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ، انہوں نے بیان کیا کہ جب ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ منٰی کے غار میں تھے اس وقت آپ پر یہ سورۃ نازل ہوئی: "والمرسلٰت" (المرسلٰت: ١) آپ اس سورت کی تلاوت فرما رہے تھے اور میں آپ کے منہ سے سن کر اس کو یاد کر رہا تھا، اور آپ کا منہ اس کی تلاوت کے ساتھ تروتازہ تھا، اچانک ایک سانپ ہمارے اوپر کودا، تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس کو قتل کر دو، ہم لوگ اس کو قتل کرنے کے لیے جھپٹے تو وہ نکل گیا، پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ تمہاری مار کی زد سے اس طرح بچ گیا جس طرح تم اس کے ڈسنے سے بچ گئے۔

(صحیح مسلم: ٢٢٣٤۔ ٥٧٢٨، سنن نسائی: ٢٨٣٢، سنن کبریٰ: ١١٦٤٣، صحیح ابن خزیمہ: ٢٦٦٨، صحیح ابن حبان: ٧٠٨، المعجم الکبیر: ١٠١٤٩، سنن بیہقی ج ٥ ص ٢١٠، مسند ابویعلیٰ: ٥١٥٨، مسند احمد ج ١ ص ٣٧٨ طبع قدیم، مسند احمد: ٣٥٨٦۔ ج ٦ ص ٦٥، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

سانپوں کو قتل کرنے کے متعلق متعارض احادیث میں تطبیق

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ ھ لکھتے ہیں:

امام طبری نے کہا: حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سانپوں کو بغیر کسی استثناء کے قتل کرنے کا حکم دیا ہے۔ (سنن ابوداؤد: ٥٢٤٩) اور دوسروں نے کہا ہے کہ گھروں میں رہنے والے سانپوں کو پہلے عہد سنایا جائے، اگر وہ اس کے بعد بھی گھروں میں رہیں تو پھر ان کو قتل کر دیا جائے، انہوں نے اس کے ثبوت میں یہ حدیث پیش کی ہے کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مدینہ میں کچھ جنات ہیں جو اسلام لا چکے ہیں' اگر تم ان میں سے کسی کو دیکھو تو تین دن تک ان کو ڈراؤ' اس کے بعد اگر وہ تم کو دکھائی دیں تو پھر ان کو قتل کر دو' وہ شیطان ہیں۔ (صحیح مسلم:۲۲۳۶' سنن ابوداؤد:۵۲۵۷' سنن ترمذی:۱۴۸۴)

امام طبری نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ تمام احادیث حق اور صدق ہیں اور ان میں سے کوئی حدیث دوسری کے مخالف نہیں ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بغیر کسی استثناء کے سانپوں کو قتل کرنے کی جو روایت ہے وہ مجمل ہے اور دوسری حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی وضاحت فرمائی ہے کہ گھروں اور آبادیوں میں رہنے والے سانپوں کو اعلان کرنے کے بعد قتل کیا جائے۔

عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے گھروں میں رہنے والے سانپوں کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: جب تم اپنے گھروں میں ان میں سے کسی کو دیکھو تو کہو: میں تم کو وہ عہد یاد دلاتا ہوں جو تم سے حضرت نوح نے لیا تھا' میں تم کو وہ عہد یاد دلاتا ہوں جو تم سے حضرت سلیمان نے لیا تھا کہ تم ہم کو ایذاء نہ دینا' پھر اگر وہ دوبارہ آئیں تو ان کو قتل کر دو۔

(سنن ابوداؤد:۵۲۶۰' سنن ترمذی:۱۴۸۵)

ابن ابی ملیکہ نے حضرت عائشہ بنت طلحہ سے یہ روایت کی ہے کہ حضرت عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے ایک دن اپنے غسل خانے میں ایک سانپ دیکھا' انہوں نے اس کو قتل کر دیا' وہ سانپ ان کے خواب میں آیا اور اس نے کہا: آپ نے ایک مسلمان کو قتل کر دیا' حضرت ام المؤمنین نے فرمایا: اگر وہ مسلمان ہوتا تو ام المؤمنین کے غسل خانہ میں داخل نہ ہوتا تو کہا گیا: وہ اس وقت داخل ہوا تھا جب آپ نے کپڑے پہنے ہوئے تھے' پس حضرت عائشہ گھبرا گئیں اور صبح کو انہوں نے مساکین میں بارہ ہزار درہم صدقہ کیے۔

ابن نافع نے کہا ہے کہ صرف مدینہ کے گھروں میں رہنے والے سانپوں کو ڈرایا جائے گا جیسا کہ ظاہر حدیث میں ہے' امام مالک نے کہا ہے کہ میرے نزدیک مستحب یہ ہے کہ مدینہ ہو یا کوئی اور شہر ہو' ہر گھر میں رہنے والے سانپوں کو ڈرایا جائے گا اور مدینہ کے گھروں کے سانپوں کو ڈرانے کے لیے اعلان کرنا واجب ہے اور صحراء میں سانپوں کو نہیں ڈرایا جائے گا۔

دوسرے علماء نے کہا ہے کہ ڈرانے کے لیے مدینہ اور غیر مدینہ برابر ہے کیونکہ ڈرانے کی علت جنات کا مسلمان ہونا ہے اور کسی مسلمان کا قتل کرنا جائز نہیں ہے خواہ وہ جن ہو یا انسان۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم:۵۷۱۹۔ ج۶ ص ۶۱۳ پر مذکور ہے' اس کی شرح کا عنوان ہے: سانپ مارنے کے حکم کی تفصیل۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۴۴۴۔ ۴۴۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۱۸۳۱ - حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ' عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ' عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِلْوَزَغِ فُوَيْسِقٌ. وَلَمْ اَسْمَعْهُ اَمَرَ بِقَتْلِهِ. قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ اِنَّمَا اَرَدْنَا بِهٰذَا اَنَّ مِنًى مِّنَ الْحَرَمِ' وَاَنَّهُمْ لَمْ يَرَوْا بِقَتْلِ الْحَيَّةِ بَاْسًا. [طرف الحدیث:۳۳۰۶]

(صحیح مسلم:۲۲۳۹' الرقم المسلسل:۵۷۳۸' سنن ابن ماجہ:۳۲۳۰)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از عروہ بن الزبیر از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چھپکلی کو "فویسق" کہا' اور میں نے یہ نہیں سنا کہ آپ نے اس کو قتل کرنے کا حکم دیا ہو' امام ابوعبداللہ بخاری نے کہا ہے کہ ہمارا اس حدیث کو روایت کرنے کا یہ مقصد ہے کہ منیٰ حرم میں ہے اور صحابہ سانپ کو قتل کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔

چھپکلی' بھڑ اور کوّے کو قتل کرنے اور اس کو کھانے کے متعلق فقہاء کے اقوال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

المہلب مالکی متوفی ۴۳۵ھ نے لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چھپکلی کو فاسق فرمایا ہے' اس میں یہ دلیل ہے کہ چھپکلی کاٹتی ہے جیسا کہ آپ نے باقی جانوروں کو فواسق فرمایا ہے اور الدراوردی نے از مالک از ابن شہاب از حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ یہ حدیث روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چھپکلی کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۵۲۶۲)

امام مالک نے کہا ہے کہ چھپکلی کو حرم میں قتل نہ کرے' اگر اس کو حرم میں قتل کر دیا تو پھر کچھ صدقہ دے' ان سے کہا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو قتل کرنے کی اجازت دی ہے تو انہوں نے کہا کہ کتنی چیزوں کے قتل کرنے کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اجازت دی ہے لیکن ان کو حرم میں نہیں قتل کیا جائے گا۔

ابن القاسم اور ابن وہب نے بیان کیا ہے کہ امام مالک نے کہا ہے کہ میرے نزدیک مُحرِم چھپکلی کو قتل نہ کرے کیونکہ یہ اس جنس سے نہیں ہے جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قتل کرنے کا حکم دیا ہے اور اگر اس نے قتل کر دیا ہے تو وہ صدقہ دے اور محرم بندر کو اور خنزیر کو اور چھوٹے سانپ کو اور چھوٹے درندے کو قتل نہ کرے۔

امام شافعی نے کہا ہے کہ جن جانوروں کو مُحرِم کے لیے قتل کرنا جائز ہے' ان میں چھوٹے اور بڑے برابر ہیں اور ان کے قتل کرنے پر کوئی تاوان نہیں ہے' اور امام مالک نے الموطأ میں کہا ہے کہ محرم نقصان پہنچانے والے پرندوں کو قتل نہ کرے مگر جس پرندہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوّا اور چیل فرمایا ہے اور اگر ان کے علاوہ کسی پرندے کو قتل کیا تو اس پر فدیہ لازم ہے۔

اسماعیل نے کہا ہے کہ اہل مدینہ کا بھڑ (تطیہ) میں اختلاف ہے' بعض نے اس کو سانپ اور بچھو کے مشابہ کہا ہے' اگر کسی انسان کے اوپر بھڑ آئے اور وہ اس کو دور کر دے تو اس پر کوئی تاوان نہیں ہے' ابن المنذر نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اس کو قتل کرنے کا حکم دیتے تھے' عطاء نے کہا: امام احمد کے نزدیک اس میں کوئی تاوان نہیں ہے اور بعض نے کہا ہے کہ وہ کوئی چیز کھلا دے۔

اسماعیل نے کہا ہے کہ کاٹنے والے کتوں کے پلّے ان کے حکم میں نہیں ہیں کیونکہ وہ کم عمری میں کسی کو کاٹتے نہیں ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پانچ جانوروں کو فواسق فرمایا ہے اور فواسق وہ ہیں جو برا کام کریں اور ان پلّوں کا کوئی فعل نہیں ہوتا۔

ابن قتیبہ نے کہا: میری رائے میں کوّے کو اس لیے فاسق فرمایا ہے کہ وہ حضرت نوح علیہ السلام کے حکم کے بغیر باہر نکلا اور مُردوں پر آیا اور اس نے حضرت نوح علیہ السلام کی نافرمانی کی۔

قاسم بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کوّا فاسق ہے' لوگوں میں سے ایک شخص نے کہا: کیا کوّے کا گوشت کھایا جائے گا؟ تو حضرت عائشہ نے فرمایا: نہیں! اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کو فاسق فرما چکے ہیں تو اس کو کون کھائے گا' اللہ کی قسم! وہ طیّبات میں سے نہیں ہے۔ (سنن ابن ماجہ: ۳۲۴۸)

عمرہ نے کہا: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مراد یہ آیت تھی:

وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ. (الاعراف: ۱۵۷)

وہ (رسول) ان کے لیے پاک چیزوں کو حلال کریں گے اور ناپاک چیزوں کو ان پر حرام کریں گے۔

(شرح ابن بطال ج ۴ ص ۴۴۵۔ ۴۴۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

"الوزغ" کا معنی گرگٹ ہے یا چھپکلی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

"الوزغ"، "وزغة" کی جمع ہے علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ "الوزغ" ایک چوپایہ ہے جو گھاس کی جڑوں میں دوڑتا ہے ایک قول یہ ہے کہ وہ اونٹنی کے تھن سے دودھ نکال کر اس کو پی جاتا ہے ایک قول یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے جو آگ جلائی گئی تھی یہ اس میں پھونک مار رہا تھا۔ الجوہری نے کہا ہے کہ "الوزغة" ایک چھوٹا سا چوپایہ ہے۔

میں کہتا ہوں کہ "الوزغة" کی یہ تفسیر گرگٹ پر صادق آتی ہے دوسری تفسیر درج ذیل ہے اس کے اعتبار سے اس کا معنی چھپکلی ہے۔ علامہ ابن الاثیر نے کہا ہے کہ "الوزغة" کو ہی سام ابرص کہا جاتا ہے۔ (علامہ عینی فرماتے ہیں:) یہی تعریف صحیح ہے یہ وہی ہے جو دیواروں اور چھتوں پر چلتی رہتی ہے علامہ ابن الاثیر نے کہا ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے: جب بیت المقدس کو آگ لگائی گئی تو چھپکلیاں اس میں پھونکیں مار رہی تھیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میں نے نہیں سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے قتل کا حکم دیا ہو۔ (میں کہتا ہوں کہ متعدد احادیث میں چھپکلی کو قتل کرنے کے حکم کی تصریح ہے۔)

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۲۶۴ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

چھپکلی کو قتل کرنے کے متعلق احادیث

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چھپکلی کو قتل کرنے کا حکم دیا اور اس کا نام "فویسق" رکھا۔ (سنن ابوداؤد: ۵۲۶۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے پہلی ضرب میں چھپکلی کو قتل کر دیا اس کو اتنی اور اتنی نیکیاں ملیں گی اور جس نے دوسری ضرب میں چھپکلی کو قتل کیا اس کو اتنی اور اتنی نیکیاں ملیں گی جو پہلی ضرب میں قتل کرنے سے کم ہوں گی اور جس نے تیسری ضرب میں اس کو قتل کیا اس کو اتنی اور اتنی نیکیاں ملیں گی جو دوسری ضرب میں قتل کرنے سے کم ہوں گی۔

(سنن ابوداؤد: ۵۲۶۳ سنن ابن ماجہ: ۳۲۲۹)

حضرت ابوداؤد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے پہلی ضرب میں چھپکلی کو قتل کیا اس کو ستر نیکیاں ملیں گی۔ (سنن ابوداؤد: ۵۲۶۴)

الفاکہہ بن المغیرہ کی باندی بیان کرتی ہیں کہ وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئیں تو انہوں نے آپ کے گھر میں ایک نیزہ رکھا ہوا دیکھا انہوں نے پوچھا: اے ام المومنین! آپ اس نیزہ کے ذریعہ کیا کرتی ہیں؟ حضرت عائشہ نے فرمایا: ہم اس سے چھپکلیوں کو قتل کرتے ہیں کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں خبر دی ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تو چھپکلی کے سوا ہر جانور اس آگ کو بجھانے کی کوشش کر رہا تھا اور چھپکلی اس آگ میں پھونکیں مار رہی تھی پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو قتل کرنے کا حکم دیا۔

(سنن ابن ماجہ: ۳۲۳۱)

حضرت ام شریک رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چھپکلیوں کو مارنے کا حکم دیا ہے۔

(سنن ابن ماجہ: ۳۲۲۸ صحیح البخاری: ۳۳۰۷ صحیح مسلم: ۲۲۳۷ سنن نسائی: ۲۸۸۴)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۵۷۲۶ ج ۶ ص ۶۱۶ پر مذکور ہے اور اس کا عنوان ہے: گرگٹ کو مارنے اور اس پر اجر و ثواب ملنے کی حکمت۔

۸ - بَابٌ لَّا يُعْضَدُ شَجَرُ الْحَرَمِ

حرم کے درختوں کو کاٹا نہیں جائے گا

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُعْضَدُ شَوْكُهُ.

حضرت عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حرم کے درختوں کو کاٹا نہیں جائے گا۔

اس تعلیق کی حدیث موصول امام بخاری نے اسی باب میں روایت کی ہے۔

۱۸۳۲ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِيْ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ اَبِيْ شُرَيْحٍ الْعَدَوِيِّ اَنَّهُ قَالَ لِعَمْرِو بْنِ سَعِيْدٍ، وَهُوَ يَبْعَثُ الْبُعُوْثَ اِلٰى مَكَّةَ اِئْذَنْ لِّيْ اَيُّهَا الْاَمِيْرُ اُحَدِّثْكَ قَوْلًا قَامَ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْغَدِ مِنْ يَوْمِ الْفَتْحِ، فَسَمِعَتْهُ اُذُنَايَ، وَوَعَاهُ قَلْبِيْ، وَاَبْصَرَتْهُ عَيْنَايَ حِيْنَ تَكَلَّمَ بِهٖ، اَنَّهٗ حَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ اِنَّ مَكَّةَ حَرَّمَهَا اللّٰهُ وَلَمْ يُحَرِّمْهَا النَّاسُ، فَلَا يَحِلُّ لِامْرِئٍ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ يَّسْفِكَ بِهَا دَمًا، وَلَا يَعْضُدَ بِهَا شَجَرَةً، فَاِنْ اَحَدٌ تَرَخَّصَ لِقِتَالِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُوْلُوْا لَهٗ اِنَّ اللّٰهَ اَذِنَ لِرَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَاْذَنْ لَكُمْ، وَاِنَّمَا اَذِنَ لِيْ سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ، وَقَدْ عَادَتْ حُرْمَتُهَا الْيَوْمَ كَحُرْمَتِهَا بِالْاَمْسِ، وَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ. فَقِيْلَ لِاَبِيْ شُرَيْحٍ مَا قَالَ لَكَ عَمْرٌو؟ قَالَ اَنَا اَعْلَمُ بِذٰلِكَ مِنْكَ يَا اَبَا شُرَيْحٍ، اِنَّ الْحَرَمَ لَا يُعِيْذُ عَاصِيًا، وَلَا فَارًّا بِدَمٍ، وَلَا فَارًّا بِخُرْبَةٍ. خُرْبَةٌ بَلِيَّةٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از سعید بن ابی سعید المقبری از حضرت ابی شریح العدوی رضی اللہ عنہ انہوں نے عمرو بن سعید سے اس وقت کہا جب وہ مکہ کی طرف لشکر بھیج رہا تھا: اے امیر! مجھے اجازت دیں تو میں آپ کو ایک قول سناؤں جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کل فتح مکہ کے دن فرمایا تھا، اس کو میرے دونوں کانوں نے سنا اور میرے دل نے یاد رکھا اور میری دونوں آنکھوں نے دیکھا جب آپ نے اس کا ارشاد فرمایا تھا، آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کی، پھر فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے مکہ کو حرم بنایا ہے اور اس کو لوگوں نے حرم نہیں بنایا، پس کسی ایسے شخص کے لیے جو اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو، یہ جائز نہیں ہے کہ وہ مکہ میں خون بہائے یا مکہ کے درختوں کو کاٹے، پس اگر کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتال کرنے کی وجہ سے مکہ میں قتال کرنے کی اجازت پر استدلال کرے تو اس سے کہو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اجازت دی تھی اور تمہارے لیے اجازت نہیں دی اور مجھے بھی دن کی ایک ساعت کے لیے (قتال کی) اجازت دی تھی اور آج اس کی حرمت کل کی حرمت کی طرح لوٹ آئی ہے اور حاضر کو چاہیے کہ وہ یہ حدیث غائب کو پہنچا دے، پھر حضرت ابوشریح سے پوچھا گیا کہ آپ کو پھر عمرو نے کیا جواب دیا؟ انہوں نے بتایا کہ اس نے کہا: اے ابا شریح! میں اس مسئلہ کو تم سے زیادہ جانتا ہوں بے شک حرم کسی نافرمانی کرنے والے کو پناہ نہیں دیتا اور نہ اس کو پناہ دیتا ہے جو کسی کا خون کر کے بھاگا ہو اور نہ اس کو جو چوری کر کے بھاگا ہو۔ ''خربة'' کا معنی آزمائش ہے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۰۴ میں گزر چکی ہے۔

۹ - بَابٌ لَّا يُنَفَّرُ صَيْدُ الْحَرَمِ

حرم کے شکار کو بھگایا نہ جائے

۱۸۳۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ مَكَّةَ، فَلَمْ تَحِلَّ لِاَحَدٍ قَبْلِيْ، وَلَا تَحِلُّ لِاَحَدٍ بَعْدِيْ، وَاِنَّمَا اُحِلَّتْ لِيْ سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ، لَا يُخْتَلٰى خَلَاهَا، فَلَا يُعْضَدُ شَجَرُهَا، وَلَا يُنَفَّرُ صَيْدُهَا، وَلَا تُلْتَقَطُ لُقَطَتُهَا اِلَّا لِمُعَرِّفٍ. وَقَالَ الْعَبَّاسُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اِلَّا الْاِذْخِرَ، لِصَاغَتِنَا وَقُبُوْرِنَا؟ فَقَالَ اِلَّا الْاِذْخِرَ. وَعَنْ خَالِدٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ قَالَ هَلْ تَدْرِيْ مَا لَا يُنَفَّرُ صَيْدُهَا؟ هُوَ اَنْ يُنَحِّيَهُ مِنَ الظِّلِّ يَنْزِلُ مَكَانَهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوہاب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ نے مکہ کو حرم بنایا ہے' پس مکہ مجھ سے پہلے کسی شخص کے لیے حلال تھا نہ میرے بعد کسی کے لیے حلال ہوگا' وہ میرے لیے بھی دن کی ایک ساعت کے لیے حلال ہوا تھا' اس کی سبز گھاس کو نہ کاٹا جائے' نہ اس کے درخت کو کاٹا جائے اور نہ اس کے شکار کو متنفر کیا جائے اور نہ اعلان کرنے والے کے سوا اس کی گری پڑی چیز کو اٹھایا جائے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ! اذخر گھاس کی اجازت دے دیں' وہ ہمارے سناروں کے کام آتی ہے اور ہماری قبروں میں رکھی جاتی ہے' تو آپ نے فرمایا: اذخر کے سوا' اور از خالد از عکرمہ انہوں نے کہا: کیا تم جانتے ہو کہ شکار کو نہ بھگانے کا کیا مطلب ہے؟ وہ یہ ہے کہ کوئی شخص شکار کو سائے کی جگہ سے اٹھا کر خود اس کی جگہ بیٹھ جائے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۳۴۹ میں گزر چکی ہے۔

۱۰ - بَابُ لَا يَحِلُّ الْقِتَالُ بِمَكَّةَ

مکہ میں قتال جائز نہیں ہے

وَقَالَ اَبُوْ شُرَيْحٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَسْفِكُ بِهَا دَمًا.

اور حضرت ابوشریح رضی اللہ عنہ نے بیان کیا از نبی صلی اللہ علیہ وسلم کہ مکہ میں خون نہ بہایا جائے۔

۱۸۳۴ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ، عَنْ مَنْصُوْرٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ طَاوٗسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ افْتَتَحَ مَكَّةَ لَا هِجْرَةَ، وَلٰكِنْ جِهَادٌ وَّنِيَّةٌ، وَاِذَا اسْتُنْفِرْتُمْ فَانْفِرُوْا، فَاِنَّ هٰذَا بَلَدٌ حَرَّمَ اللّٰهُ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ، وَهُوَ حَرَامٌ بِحُرْمَةِ اللّٰهِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَاِنَّهُ لَمْ يَحِلَّ الْقِتَالُ فِيْهِ لِاَحَدٍ قَبْلِيْ، وَلَمْ يَحِلَّ لِيْ اِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ، فَهُوَ حَرَامٌ بِحُرْمَةِ اللّٰهِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، لَا يُعْضَدُ شَوْكُهُ، وَلَا يُنَفَّرُ صَيْدُهُ، وَلَا يَلْتَقِطُ لُقَطَتَهُ اِلَّا مَنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عثمان بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از منصور از مجاہد از طاؤس از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن فرمایا: اب ہجرت نہیں ہے لیکن جہاد اور نیت ہے اور جب تم کو جہاد کے لیے بلایا جائے تو آ جاؤ' پس بے شک اللہ نے اس شہر میں (قتال کو) اس وقت حرام کیا تھا جس دن اس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا تھا اور وہ اللہ کی حرمت سے قیامت تک کے لیے حرام ہے اور بے شک اس میں مجھ سے پہلے کسی کے لیے قتال حلال نہیں ہوا اور نہ میرے لیے حلال ہوا مگر صرف دن کی اس ساعت میں' پس وہ اللہ کی حرمت سے قیامت

عَرَّفَهَا' وَلَا يُخْتَلٰى خَلَاهَا. قَالَ الْعَبَّاسُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ' إِلَّا الْإِذْخِرَ' فَإِنَّهُ لِقَيْنِهِمْ وَلِبُيُوْتِهِمْ' قَالَ إِلَّا الْإِذْخِرَ.

تک کے لیے حرام ہے' نہ اس کا کانٹا کاٹا جائے گا اور نہ اس کے شکار کو بھگایا جائے گا اور نہ اعلان کرنے والے کے سوا اس کی گری پڑی چیز کو' کوئی اٹھائے گا اور نہ اس کی سبز گھاس کو کاٹا جائے گا۔ حضرت عباس نے کہا: یارسول اللہ! ماسوا اذخر کے' کیونکہ وہ ہمارے لوہاروں کے لیے ہے اور ہمارے گھروں کے لیے ہے' آپ نے فرمایا: ماسوا اذخر کے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۳۴۹ میں گزر چکی ہے۔

۱۱ - بَابُ الْحِجَامَةِ لِلْمُحْرِمِ

محرم کا فصد لگوانا

وَكَوٰى ابْنُ عُمَرَ ابْنَهٗ وَهُوَ مُحْرِمٌ.

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے بیٹے کو (گرم لوہے سے بہ طور علاج) داغ لگایا اور وہ محرم تھے۔

عنوان میں فصد لگانے کا ذکر ہے اور اس تعلیق میں داغ لگانے کا ذکر ہے مگر یہ تعلیق اس اعتبار سے عنوان کے مناسب ہے کہ فصد کا لگانا اور داغ لگانا دونوں ضرورت کے وقت علاج کے طریقے ہیں' اس تعلیق کے مناسب حدیث موصول سنن سعید ابن منصور میں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۲۷۳)

وَيَتَدَاوٰى مَا لَمْ يَكُنْ فِيهِ طِيبٌ.

اور محرم اس چیز سے علاج کرسکتا ہے جس میں خوشبو نہ ہو۔

اس تعلیق کے مناسب حدیث موصول امام طبری نے حسن بصری سے روایت کی ہے کہ اگر مسافر کے سر پر چوٹ لگ جائے تو اگر زخم کے گرد بالوں کو کاٹ کر زخم پر ایسی دوا لگائے جس میں خوشبو نہ ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۲۷۴)

۱۸۳۵ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ قَالَ عَمْرٌو أَوَّلُ شَيْءٍ سَمِعْتُ عَطَاءً يَقُوْلُ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ احْتَجَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ. ثُمَّ سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ حَدَّثَنِي طَاوُسٌ' عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ' فَقُلْتُ لَعَلَّهٗ سَمِعَهٗ مِنْهُمَا. [اطراف الحدیث: ۱۹۳۸-۱۹۳۹-۲۱۰۳-۲۲۷۸-۲۲۷۹-۵۶۹۱-۵۶۹۴-۵۶۹۵-۵۶۹۹-۵۷۰۰-۵۷۰۱]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے بیان کیا کہ عمرو نے کہا: پہلی حدیث جو میں نے عطاء سے سنی وہ یہ تھی کہ وہ کہہ رہے تھے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فصد لگوائی اور اس وقت آپ مُحرِم تھے' پھر میں نے عطاء کو یہ کہتے ہوئے سنا: مجھے طاؤس نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عباس' میں نے دل میں کہا: شاید انہوں نے ان دونوں سے وہ حدیث سنی تھی۔

(صحیح مسلم: ۱۲۰۲' الرقم المسلسل: ۲۷۷۴' سنن ابوداؤد: ۱۸۳۵' سنن ترمذی: ۸۴۰' سنن نسائی: ۲۸۴۳' سنن ابن ماجہ: ۳۰۸۱)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) علی بن عبداللہ المعروف بابن المدینی (۲) سفیان بن عیینہ (۳) عمرو بن دینار (۴) عطاء بن ابی رباح (۵) طاؤس الیمانی (۶) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۲۷۴)

محرم کے فصد لگوانے میں مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ محرم کے لیے فصد لگوانا مطلقاً جائز ہے۔عطاء مسروق ابراہیم طاؤس شعبی ثوری اور امام ابوحنیفہ امام شافعی امام احمد اور اسحاق کا یہی مذہب ہے انہوں نے ظاہر حدیث پر عمل کیا ہے انہوں نے کہا ہے کہ بہ شرطیکہ اس سے محرم کے بال نہ کٹیں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور امام مالک نے یہ کہا ہے کہ بغیر ضرورت کے محرم فصد نہ لگوائے ان کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی ضرر کی وجہ سے فصد لگوائی تھی۔اس سلسلہ میں یہ احادیث بھی ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محرم تھے اور آپ نے فصد لگوائی تھی کیونکہ آپ کے سر میں کوئی تکلیف یا بیماری تھی۔(صحیح البخاری:۵۷۰۰ سنن ابوداؤد:۱۸۳۶)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محرم تھے اور آپ نے اپنے قدم کی پشت پر فصد لگوائی کیونکہ اس میں درد تھا۔(سنن ابوداؤد:۱۸۳۷ سنن نسائی:۲۸۴۹ سنن ترمذی:۸۳۸)

اس میں علماء کا کوئی اختلاف نہیں ہے کہ محرم کے لیے اپنے سر کے بال مونڈنا اس وقت تک جائز نہیں ہے جب تک کہ وہ یوم النحر کو جمرۃ العقبہ پر کنکریاں نہ مار لے الا یہ کہ اس کو کوئی ضرورت ہو اور اگر اس نے کسی ضرورت کی وجہ سے بال مونڈے تو اس پر فدیہ لازم ہے جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کے متعلق فیصلہ فرمایا تھا۔اگر محرم اپنے بال نہ مونڈے اور صرف رگ کو کٹوائے یا کسی پھنسی کو دبا کر اس کا مواد نکالے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور علماء کی ایک جماعت کے نزدیک اس پر کوئی تاوان نہیں ہے سوائے حسن بصری کے انہوں نے کہا ہے کہ اس پر فدیہ ہے۔

فصد لگوانے کی متعدد اقسام اور وجوہ

علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ فصد لگوانے کی دو قسمیں ہیں ایک وہ قسم ہے جس میں بال مونڈنے کی ضرورت ہے اس فعل پر وہ فدیہ دے گا اور اصل میں یہ اس حدیث کی وجہ سے جائز ہے اور بال مونڈنے کی وجہ سے اس پر فدیہ ہوگا جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہے:

فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ بِهٖٓ اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ. (البقرہ:۱۹۶)	پس جو شخص تم میں سے بیمار ہو یا اس کے سر میں کچھ تکلیف ہو تو وہ اس کے بدلہ میں روزے رکھے یا کچھ صدقہ دے یا قربانی کرے۔

دوسری قسم وہ ہے جس میں سر کے بالوں کے علاوہ بال منڈانے کی ضرورت پڑے اس میں بھی فدیہ دے گا عبد الملک نے المبسوط میں کہا ہے کہ سر کے بال اور جسم کے بال برابر ہیں امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا یہی قول ہے اہل الظاہر (غیر مقلدین) نے کہا ہے کہ صرف سر کے بال منڈانے پر فدیہ ہے اور اگر ایسی جگہ پر فصد لگائی جائے جہاں بال مونڈنے کی ضرورت نہ ہو تو اگر اس کی ضرورت ہو تو یہ جائز ہے اور اس پر فدیہ نہیں ہے اور اگر بغیر ضرورت کے فصد لگوائے تو امام مالک نے اس سے منع کیا ہے اور سحنون مالکی نے اس کی اجازت دی ہے اور عطاء کا بھی یہی قول ہے۔(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۲۷۶ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

✻ باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم:۲۷۸۱۔ج ۳ ص ۳۶۳ پر مذکور ہے اس کی شرح کا عنوان ہے:

پچھنے لگوانے میں مذاہب۔

۱۸۳۶ - حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ، عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ أَبِي عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْأَعْرَجِ، عَنِ ابْنِ بُحَيْنَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ احْتَجَمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ بِلَحْيِ جَمَلٍ فِي وَسَطِ رَأْسِهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں خالد بن مخلد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان بن بلال نے حدیث بیان کی از علقمہ بن ابی علقمہ از عبدالرحمان الاعرج از حضرت ابن بحینہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لُحیِ جمل (مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک مقام) میں اپنے سر کے وسط میں فصد لگوائی۔

[طرف الحدیث: ۵۶۹۸]

(صحیح مسلم: ۱۲۰۳' الرقم المسلسل: ۲۷۷۵' سنن نسائی: ۲۸۴۷' سنن ابن ماجہ: ۳۴۸۱)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) خالد بن مخلد البجلی' الواقدی نے کہا: یہ محرم ۲۱۳ھ میں کوفہ میں فوت ہو گئے تھے (۲) سلیمان بن بلال ابوایوب' ان کو ابو محمد القرشی التیمی بھی کہا جاتا ہے (۳) علقمہ بن ابی علقمہ' ان کا نام بلال ہے' یہ حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے آزاد کردہ غلام تھے' یہ ابوجعفر کی خلافت کی ابتداء میں فوت ہو گئے تھے (۴) عبدالرحمان بن ہرمز الاعرج (۵) حضرت عبداللہ بن بحینہ' یہ عبداللہ بن مالک القشب ہیں اور بحینہ ان کی ماں ہیں' یہ الارت کی بیٹی تھیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۲۷۶)

''لحی جمل'' کا محل وقوع اور دیگر مسائل

اس حدیث میں ''لحی جمل'' کا ذکر ہے: یہ مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک جگہ کا نام ہے' یہ جگہ مدینہ کے زیادہ قریب ہے۔ البکری نے لکھا ہے: یہ جمل کا کنواں ہے' اس کا ذکر ابوجہم کی حدیث میں ہے جو تیمم میں گزر چکی ہے اور دوسروں نے کہا ہے کہ یہ السقیاء سے سات میل پر الجحفہ کے پیچھے ہے' اس میں اور بھی اقوال ہیں۔

اس حدیث سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ محرم کے لیے رگ سے خون نکلوانا جائز ہے اور پھنسی کو دبا کر اس سے خون نکالنا بھی جائز ہے جب کہ اس سے کسی ممنوع کام کا ارتکاب نہ کرنا پڑے اور اس میں کوئی فدیہ نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۲۷۷-۲۷۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۷۸۲- ج ۳ ص ۳۶۳ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۱۲ - بَابُ تَزْوِيجِ الْمُحْرِمِ محرم کا عقد نکاح کرنا

اس باب میں محرم کے نکاح کا مسئلہ مذکور ہے' امام بخاری نے عنوان میں یہ ذکر نہیں کیا کہ یہ جائز ہے یا نہیں' بہ ظاہر یہ حدیث جواز پر دلالت کرتی ہے گویا کہ امام بخاری کے نزدیک اس سے ممانعت ثابت نہیں اور نہ یہ ثابت ہے کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت تھی۔

۱۸۳۷ - حَدَّثَنَا أَبُو الْمُغِيرَةِ عَبْدُ الْقُدُّوسِ بْنُ الْحَجَّاجِ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي عَطَاءُ بْنُ أَبِي رَبَاحٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَزَوَّجَ مَيْمُونَةَ وَهُوَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالمغیرہ عبدالقدوس بن الحجاج نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الاوزاعی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عطاء بن ابی رباح نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت میمونہ

رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا اور آپ اس وقت محرم تھے۔ مُحْرِمٌ. [اطراف الحدیث: ۴۲۵۸-۴۲۵۹-۵۱۱۴]

(صحیح مسلم: ۱۴۱۰' الرقم المسلسل: ۳۳۴۱' سنن ترمذی: ۸۴۵' سنن نسائی: ۳۲۶۹' سنن ابن ماجہ: ۱۹۶۵' المعجم الکبیر: ۱۱۹۱۹' صحیح ابن حبان: ۴۱۲۹' مسند احمد ج ۱ ص ۲۴۵ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۲۰۰-ج ۴ ص ۹۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کے رجال کا اس سے پہلے کئی بار تعارف ہو چکا ہے' اور اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح کیا اور اس وقت آپ مُحرِم تھے۔

مُحرِم کے نکاح کرنے کے جواز میں اختلاف ائمہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

جمہور علماء مدینہ یہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے اس وقت نکاح کیا تھا جب آپ غیر محرم تھے' اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے' اہل مدینہ یہ کہتے ہیں کہ محرم کسی سے نکاح نہ کرے' اگر اس نے نکاح کیا تو وہ نکاح باطل ہے' حضرت عمر بن الخطاب' حضرت علی' حضرت زید بن ثابت اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم کا یہی موقف ہے' امام مالک' امام شافعی اور امام احمد کا بھی یہی مذہب ہے' ان کا استدلال حسب ذیل احادیث سے ہے:

سلیمان بن یسار بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابو رافع اور ایک انصاری رضی اللہ عنہما کو بھیجا' انہوں نے آپ کا حضرت میمونہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا سے نکاح کر دیا اور اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (عمرہ کے لیے) روانہ ہونے سے پہلے مدینہ میں تھے۔ (موطأ امام مالک۔ باب نکاح المحرم۔ حدیث: ۶۹۔ ج ۱ ص ۲۲۶' المکتبۃ التوفیقیہ' سنن ترمذی: ۸۴۲)

امام مالک اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ عمر بن عبید اللہ نے ابان بن عثمان کی طرف پیغام بھیجا اور ابان اس وقت حج کے امیر تھے اور وہ دونوں محرم تھے' انہوں نے کہا کہ میرا ارادہ ہے کہ میں طلحہ بن عمر کا شیبہ بن جبیر کی بیٹی سے نکاح کر دوں اور میں چاہتا ہوں کہ آپ اس نکاح کی تقریب میں شرکت کریں' ابان نے اس پر انکار کیا اور کہا کہ میں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ محرم نہ خود نکاح کرے گا اور نہ کسی کا نکاح کرے گا اور نہ نکاح کا پیغام دے گا۔ (موطأ امام مالک۔ کتاب الحج۔ باب نکاح المحرم۔ حدیث: ۷۰' صحیح مسلم: ۱۴۰۹' سنن ابوداؤد: ۱۸۴۱' سنن ترمذی: ۸۴۰' سنن نسائی: ۲۸۴۲' سنن ابن ماجہ: ۱۹۶۶)

امام مالک اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ ابوغطفان بن طریف المری نے بیان کیا کہ ان کے والد طریف نے ایک عورت سے نکاح کیا اور وہ اس وقت محرم تھے تو حضرت عمر بن الخطاب نے ان کے نکاح کو رد کر دیا۔

(موطأ امام مالک۔ کتاب الحج۔ باب نکاح المحرم۔ حدیث: ۷۱' امام مالک اس روایت میں منفرد ہیں)

امام مالک از نافع' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما یہ کہتے تھے کہ محرم نکاح کرے نہ نکاح کا پیغام دے' اپنا نہ دوسرے کا۔ (موطأ امام مالک۔ کتاب الحج۔ باب نکاح المحرم۔ حدیث: ۷۲' اس حدیث کی روایت میں بھی امام مالک منفرد ہیں۔ ج ۲ ص ۲۲۶' المکتبۃ التوفیقیہ' بیروت)

علامہ ابن بطال لکھتے ہیں: الثوری اور فقہاء احناف کا یہ مذہب ہے کہ محرم کے لیے اپنا نکاح کرنا بھی جائز ہے اور دوسروں کا نکاح کرانا بھی جائز ہے اور یہ حضرت ابن مسعود' حضرت ابن عباس اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہم کا موقف ہے۔

امام طبری نے یہ کہا ہے کہ ہمارے نزدیک صحیح یہ ہے کہ محرم کا نکاح فاسد ہے اور اس نکاح کو فسخ کرنا واجب ہے جیسا کہ حضرت

عثمان رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ثابت ہے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس نکاح سے منع فرمایا ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی جو حدیث ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا اور اس وقت آپ محرم تھے' اس کے معارض دوسرے صحابہ کی وہ احادیث ہیں جن میں یہ تصریح ہے کہ جس وقت آپ نے حضرت میمونہ سے نکاح کیا' اس وقت آپ غیر محرم تھے' اور وہ احادیث جن میں یہ ذکر ہے کہ آپ اس وقت محرم تھے' ان احادیث سے اولیٰ اور ان پر راجح نہیں ہیں۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۴۵۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

امام ابوحنیفہ کی تائید میں محرم کے نکاح کے جواز کے ثبوت میں احادیث

امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی متوفی ۳۲۱ھ لکھتے ہیں:

ایک قوم (ائمہ ثلاثہ) کا یہ مذہب ہے کہ محرم کا نکاح کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ حدیث میں ہے کہ محرم کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنا نکاح کرے نہ دوسرے کا' نہ نکاح کا پیغام دے۔

دوسرے فقہاء نے ان کی مخالفت کی ہے اور کہا ہے کہ ہم اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے کہ محرم نکاح کرے لیکن وہ اپنی بیوی سے عمل تزویج نہیں کر سکتا حتیٰ کہ وہ احرام کھول کر حلال ہو جائے' ان کا استدلال اس حدیث سے ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت میمونہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا اور اس وقت آپ محرم تھے' سو آپ تین دن مکہ میں ٹھہرے' پھر آپ کے پاس حوطب بن عبدالعزیٰ تیسرے دن قریش کی جماعت میں سے آپ کے پاس آئے اور انہوں نے کہا: ہم نے آپ کو جتنی مدت کی مہلت دی تھی' وہ پوری ہو چکی ہے اب آپ ہمارے پاس سے چلے جائیں' تو آپ نے فرمایا: اگر تم مجھے اتنا وقت گزارنے دو کہ میں تمہارے درمیان شب زفاف گزار لوں اور ہم کھانا پکائیں اور تم بھی اس میں شریک ہو تو اس میں تمہیں کوئی حرج نہیں ہوگا' انہوں نے کہا: ہمیں آپ کے کھانے کی ضرورت نہیں ہے' آپ چلے جائیں' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ روانہ ہو گئے اور آپ نے مقام سرف (مکہ سے دس میل دور ایک جگہ) میں شب زفاف گزاری۔ (شرح معانی الآثار: ۴۱۲۰)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا اور اس وقت آپ محرم تھے۔

(شرح معانی الآثار: ۴۱۲۱' صحیح البخاری: ۱۸۳۷' صحیح مسلم: ۱۴۱۰' سنن نسائی: ۳۲۶۹' سنن ترمذی: ۸۴۵' سنن ابن ماجہ: ۱۹۶۵' مسند احمد ج ۱ ص ۳۶۱_۳۶۰_۳۵۴_۳۵۱_۳۴۶_۳۳۶_۳۳۳_۳۳۰_۳۲۴_۲۸۶_۲۸۵_۲۸۳_۲۷۵_۲۷۰_۲۶۶_۲۴۵)

مسروق بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بعض ازواج سے نکاح کیا اور اس وقت آپ محرم تھے۔ (شرح معانی الآثار: ۴۱۲۹)

محرم کے نکاح کے عدم جواز میں ائمہ ثلاثہ کے مزید دلائل

امام ابوجعفر طحاوی بیان کرتے ہیں کہ پہلے قول کے قائلین (ائمہ ثلاثہ اور ان کے متبعین) نے کہا: تمہارا متبع کون ہے؟ جب کہ ابورافع اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا یہ بیان کرتے ہیں کہ آپ اس وقت غیر محرم تھے اور ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

ابورافع بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا اور اس وقت آپ غیر محرم تھے اور آپ نے ان سے شب باشی کی اور اس وقت آپ غیر محرم تھے اور میں ان کے درمیان پیغام رساں تھا۔

(شرح معانی الآثار: ۴۱۳۱' سنن ترمذی: ۸۴۲' مسند احمد: ۶۹۳)

از یزید بن الاصم حضرت میمونہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ سے واپسی پر مجھ سے مقام سرف

میں نکاح کیا اور اس وقت ہم دونوں غیر محرم تھے۔

(شرح معانی الآثار: ۴۱۳۳' صحیح مسلم: ۱۴۱۱' سنن ابوداؤد: ۱۸۴۳' مسند احمد ج ۶ ص ۳۳۵-۳۳۳-۳۳۲)

ائمہ ثلاثہ کی تائید میں حضرت میمونہ کی حدیث کا مرجوح ہونا

حضرت میمونہ کی حدیث یزید بن الاصم سے مروی ہے' اور جعفر بن برقان نے از میمون بن مہران روایت کیا ہے کہ یہ یزید بن الاصم کا قول ہے' حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کا قول نہیں ہے اور نہ یہ حدیث کسی اور سے مروی ہے اور جنہوں نے یہ روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت میمونہ سے جب نکاح کیا تھا تو اس وقت آپ مُحرم تھے' وہ اس کو زیادہ جاننے والے تھے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے زیادہ ثقہ اصحاب' سعید بن جبیر' عطاء' طاؤس' مجاہد' عکرمہ اور جابر بن زید ہیں اور یہ سب ائمہ اور فقہاء ہیں اور ان کی روایات اور ان کی آراء سے استدلال کیا جاتا ہے' اسی طرح ان میں عمرو بن دینار' ایوب السختیانی اور عبداللہ بن نجیح ہیں اور یہ بھی ایسے ائمہ ہیں جن کی روایات کی اقتداء کی جاتی ہے۔ (شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۳۵۵' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

محرم کے نکاح کے جواز میں عقلی دلیل

امام طحاوی نے اس مسئلہ پر عقلی دلیل یہ قائم کی ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ روزہ دار اور معتکف ان میں سے ہر ایک پر جماع کرنا حرام ہے لیکن روزے اور اعتکاف کی وجہ سے عقد نکاح حرام نہیں ہے' اسی طرح محرم پر بھی جماع حرام ہے لیکن اس پر عقد نکاح حرام نہیں ہے' سو اس باب میں نظر کا بھی تقاضا ہے کہ محرم پر عقد نکاح حرام نہیں ہونا چاہیے اور یہی امام ابوحنیفہ' امام یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ کا قول ہے اور ان کی تائید میں صحابہ کرام کے حسب ذیل آثار ہیں:

محرم کے نکاح کے جواز میں آثارِ صحابہ اور فقہاء تابعین کے فتاویٰ

ابراہیم بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ محرم کے نکاح کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔

(شرح معانی الآثار: ۴۱۳۷' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۱۱۷' مجلس علمی' بیروت)

عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(شرح معانی الآثار: ۴۱۳۸' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۱۲۲' مجلس علمی' بیروت)

محمد بن ابی بکر بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے محرم کے نکاح کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے کہا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے' یہ عقد تو بیع کی طرح ہے۔ (شرح معانی الآثار: ۴۱۳۹)

فقہاء تابعین میں سے جابر بن زید' عطاء' ابراہیم النخعی' عبدالرحمان بن القاسم' حماد' قتادہ' عکرمہ اور مسروق اس کے قائل تھے کہ محرم کا نکاح کرنا جائز ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۸ ص ۹۲-۹۰' مجلس علمی' بیروت' ۱۴۲۷ھ)

روایتِ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی وجوہ ترجیح از مصنف

نیز اس مسئلہ میں قوی دلیل یہ ہے کہ یہاں پر دو حدیثیں ہیں' ایک حدیث حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت میمونہ سے جب نکاح کیا تھا تو آپ محرم تھے' دوسری حدیث حضرت ابورافع سے مروی ہے کہ جب آپ نے حضرت میمونہ سے نکاح کیا تھا تو آپ غیر محرم تھے' پہلی حدیث کو حسب ذیل وجوہ سے ترجیح ہے:

(۱) پہلی حدیث' صحیح بخاری کی روایت ہے اور دوسری حدیث صحیح مسلم' سنن ابوداؤد اور سنن ترمذی وغیرہ کی روایت ہے اور صحیح بخاری کی روایت کو دیگر کتب حدیث کی روایت پر ترجیح ہے جب کہ صحیح بخاری کی حدیث کو صحیح مسلم' سنن ترمذی' سنن نسائی اور

سنن ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے۔

(۲) پہلی حدیث' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اور دوسری حدیث حضرت ابورافع سے مروی ہے اور حضرت ابن عباس گھر کے آدمی ہیں کیونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عم زاد ہیں اور حضرت میمونہ کے بھانجے ہیں اور حضرت ابورافع غیر اور باہر کے آدمی ہیں اور نکاح کے معاملہ کو گھر کا آدمی باہر کے آدمی کی بہ نسبت زیادہ جانتا ہے' اس لیے حضرت ابن عباس کی روایت حضرت ابورافع کی روایت سے اس لحاظ سے بھی راجح ہے اور قوتِ سند کے اعتبار سے بھی راجح ہے۔

(۳) حضرت ابن عباس کی روایت میں اس واقعہ کا ثبوت ہے کہ آپ نے حضرت میمونہ سے حالت احرام میں نکاح کیا ہے اور حضرت ابورافع کی روایت میں اس واقعہ کی نفی ہے اور جب کسی واقعہ کے ثبوت اور اس واقعہ کی نفی کی احادیث میں تعارض ہو تو ثبوت کی روایت کو ترجیح ہوتی ہے' اس اعتبار سے بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت حضرت ابورافع کی روایت پر راجح ہے۔ ترجیح کی ان تین وجوہ میں سے پہلی دو وجوہ اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں القاء کی ہیں اور یہ مجھ پر نعمۃ الباری ہے۔

وللّٰه الحمد علٰی ذالك.

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۳۳۴۸-ج ۳ ص ۸۱۱ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے عنوان یہ ہیں:
① محرم کے نکاح کرنے میں مذاہب اربعہ ② امام ابوحنیفہ کے مؤقف پر علامہ نووی کے اعتراضات ③ علامہ نووی کے اعتراضات کے جوابات۔

۱۳ - بَابُ مَا يُنْهٰى مِنَ الطِّيْبِ لِلْمُحْرِمِ وَالْمُحْرِمَةِ

محرم اور محرمہ کو خوشبو لگانے کی ممانعت

وَقَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا لَا تَلْبَسُ الْمُحْرِمَةُ ثَوْبًا بِوَرْسٍ اَوْ زَعْفَرَانٍ.

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ محرمہ ایسا کپڑا نہ پہنے جو ورس (خوشبودار بوٹی جس سے زرد رنگ نکلے) یا زعفران سے رنگا ہوا ہو۔

اس تعلیق کی اصل سنن بیہقی ج ۵ ص ۵۳ پر مذکور ہے۔

۱۸۳۸ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَزِيْدَ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنَا نَافِعٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَامَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، مَاذَا تَأْمُرُنَا اَنْ نَّلْبَسَ مِنَ الثِّيَابِ فِي الْاِحْرَامِ؟ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَلْبَسُوا الْقَمِيْصَ، وَلَا السَّرَاوِيْلَاتِ، وَلَا الْعَمَائِمَ، وَلَا الْبَرَانِسَ، اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ اَحَدٌ لَيْسَتْ لَهُ نَعْلَانِ فَلْيَلْبَسِ الْخُفَّيْنِ، وَلْيَقْطَعْ اَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ، وَلَا تَلْبَسُوْا شَيْئًا مَسَّهُ زَعْفَرَانٌ وَّلَا الْوَرْسُ، وَلَا تَنْتَقِبِ الْمَرْاَةُ الْمُحْرِمَةُ، وَلَا تَلْبَسِ الْقُفَّازَيْنِ. تَابَعَهُ مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ، وَاِسْمَاعِيْلُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یزید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں نافع نے حدیث بیان کی از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا: یا رسول اللہ! آپ ہمیں احرام میں کون سے کپڑے پہننے کا حکم دیتے ہیں؟ تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم قمیص نہ پہنو اور شلواریں نہ پہنو اور عمامے نہ پہنو اور کنٹوپ نہ پہنو تاہم اگر کسی شخص کے پاس دو جوتے نہ ہوں تو وہ دو موزے پہن لے اور ان کو ٹخنوں کے نیچے سے کاٹ دے اور تم کوئی ایسا کپڑا نہ پہنو جو ورس یا زعفران سے رنگا ہوا ہو اور جو عورت محرمہ وہ نقاب نہ ڈالے اور دستانے نہ پہنے۔ موسیٰ بن عقبہ

بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عُقْبَةَ' وَجُوَيْرِيَةُ' وَابْنُ إِسْحَاقَ فِي النِّقَابِ وَالْقُفَّازَيْنِ' وَقَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ وَلَا وَرْسٌ. وَكَانَ يَقُولُ لَا تَتَنَقَّبِ الْمُحْرِمَةُ وَلَا تَلْبَسِ الْقُفَّازَيْنِ. وَقَالَ مَالِكٌ' عَنْ نَافِعٍ' عَنِ ابْنِ عُمَرَ لَا تَتَنَقَّبِ الْمُحْرِمَةُ. وَتَابَعَهُ لَيْثُ بْنُ أَبِي سُلَيْمٍ.

اور اسماعیل بن ابراہیم بن عقبہ اور جویریہ اور ابن اسحاق نے نقاب اور دستانوں میں لیث کی متابعت کی ہے اور عبید اللہ نے کہا کہ ورس میں نہ رنگا ہو' اور وہ کہتے تھے کہ محرمہ نقاب نہ ڈالے اور نہ دستانے پہنے' اور امام مالک نے کہا از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما: محرمہ نقاب نہ ڈالے۔ اور لیث بن ابی سلیم نے امام مالک کی متابعت کی ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۳۴۲ میں گزر چکی ہے۔

۱۸۳۹ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ' عَنْ مَنْصُورٍ' عَنِ الْحَكَمِ' عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ' عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ وَقَصَتْ بِرَجُلٍ مُحْرِمٍ نَاقَتُهُ فَقَتَلَتْهُ' فَأُتِيَ بِهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اغْسِلُوهُ وَكَفِّنُوهُ' وَلَا تُغَطُّوا رَأْسَهُ' وَلَا تُقَرِّبُوهُ طِيبًا' فَإِنَّهُ يُبْعَثُ يُهِلُّ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از منصور از الحکم از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک محرم شخص کو اس کی اونٹنی نے گرا دیا' سو اس کو ہلاک کر دیا' پھر اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا' آپ نے فرمایا: اس کو غسل دو اور اس کو کفن پہناؤ اور اس کا سر نہ ڈھانپو اور نہ اس کے قریب خوشبو لاؤ' یہ قیامت کے دن لبیک لبیک کہتا ہوا اٹھے گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۲۶۵ میں گزر چکی ہے۔

۱۴ - بَابُ الْاِغْتِسَالِ لِلْمُحْرِمِ

محرم کا غسل کرنا

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَدْخُلُ الْمُحْرِمُ الْحَمَّامَ.

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ محرم حمام میں داخل ہو سکتا ہے۔

اس تعلیق کی اصل سنن بیہقی ج ۵ ص ۶۳ میں ہے۔

وَلَمْ يَرَ ابْنُ عُمَرَ وَعَائِشَةُ بِالْحَكِّ بَأْسًا.

اور حضرت ابن عمر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم محرم کے کھجانے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔

اس تعلیق کی اصل سنن بیہقی ج ۵ ص ۶۳ میں ہے۔

۱۸۴۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ' عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ' عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حُنَيْنٍ' عَنْ أَبِيهِ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ الْعَبَّاسِ وَالْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ اخْتَلَفَا بِالْأَبْوَاءِ' فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ عَبَّاسٍ يَغْسِلُ الْمُحْرِمُ رَأْسَهُ' وَقَالَ الْمِسْوَرُ لَا يَغْسِلُ الْمُحْرِمُ رَأْسَهُ' فَأَرْسَلَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْعَبَّاسِ إِلٰى أَبِي أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيِّ' فَوَجَدْتُهُ يَغْتَسِلُ بَيْنَ الْقَرْنَيْنِ' وَهُوَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از زید بن اسلم از ابراہیم بن عبد اللہ بن حنین از والد خود' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عباس اور حضرت مسور بن مخرمہ کا مقام ابواء میں اختلاف ہوا' حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: محرم اپنا سر دھو سکتا ہے اور حضرت مسور نے کہا: محرم اپنا سر نہیں دھو سکتا' پس مجھے حضرت عبد اللہ بن عباس نے حضرت ایوب انصاری رضی اللہ عنہم کی

يُسْتَرُ بِثَوْبٍ، فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ، فَقَالَ مَنْ هٰذَا؟ فَقُلْتُ اَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ حُنَيْنٍ، اَرْسَلَنِي اِلَيْكَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْعَبَّاسِ، اَسْاَلُكَ كَيْفَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْسِلُ رَاْسَهٗ وَهُوَ مُحْرِمٌ؟ فَوَضَعَ اَبُوْ اَيُّوْبَ يَدَهٗ عَلَى الثَّوْبِ فَطَاْطَاَهٗ حَتّٰى بَدَا لِيْ رَاْسُهٗ، ثُمَّ قَالَ لِاِنْسَانٍ يَصُبُّ عَلَيْهِ اُصْبُبْ، فَصَبَّ عَلٰى رَاْسِهٖ، ثُمَّ حَرَّكَ رَاْسَهٗ بِيَدَيْهِ فَاَقْبَلَ بِهِمَا وَاَدْبَرَ، وَقَالَ هٰكَذَا رَاَيْتُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُ.

طرف بھیجا تو میں نے دیکھا کہ وہ کنویں کی دو لکڑیوں کے درمیان نہا رہے ہیں' اور انہوں نے ایک کپڑے سے پردہ کیا ہوا ہے' میں نے ان کو سلام کیا' انہوں نے پوچھا: یہ کون ہے؟ میں نے کہا: میں عبداللہ بن حنین ہوں' مجھے آپ کے پاس حضرت عبداللہ بن عباس نے بھیجا ہے' میں آپ سے یہ پوچھتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب محرم ہوتے تھے تو اپنا سر کس طرح دھوتے تھے؟ تو حضرت ایوب نے اپنا ہاتھ پردہ پر رکھا' پھر اس کو اتنا نیچا کیا حتیٰ کہ مجھے ان کا سر دکھائی دیا' پھر ایک شخص سے کہا جو ان پر پانی ڈال رہا تھا کہ پانی ڈالو' پس اس نے ان کے سر پر پانی ڈالا' پھر دونوں ہاتھوں سے انہوں نے سر کو ہلایا' سر کو آگے لے گئے اور پیچھے لائے اور کہا: میں نے اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

(صحیح مسلم:۱۲۰۵' الرقم المسلسل:۲۷۷۸' سنن ابوداؤد:۱۸۴۰' سنن نسائی:۲۶۶۱' سنن ابن ماجہ:۲۹۳۴' مسند الحمیدی:۳۷۹' سنن دارمی:۱۷۹۳' المنتقی:۴۴۱' صحیح ابن خزیمہ:۲۶۵۰' المعجم الکبیر:۳۹۷۷' سنن دارقطنی ج۲ ص۲۷۲' المستدرک ج۳ ص۴۶۲' مسند احمد ج۵ ص۴۱۶' مسند احمد:۲۳۵۲۹۔ ج۳۸ ص۵۱۰' مؤسسة الرسالة' بیروت)

محرم کے سر دھونے میں ائمہ کا اختلاف' صحابہ کا فقہی مسائل میں اختلاف کرنا اور مسئلہ کے حل کے لیے حدیث کی طرف رجوع کرنا

حافظ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کا فقہی مسائل میں اختلاف ہوتا تھا جیسے حضرت مسور اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا محرم کے سر دھونے میں اختلاف ہوا اور وہ ایک دوسرے سے تبادلہ خیال کرتے تھے' پھر اس کے حل کے لیے حدیث کی طرف رجوع کرتے تھے جیسے انہوں نے حضرت ابوایوب انصاری کی طرف رجوع کیا اور انہوں نے محرم کے سر دھونے کے متعلق حدیث بیان کی۔

حضرت ابوایوب ایک کپڑے سے پردہ کر کے نہا رہے تھے' اس سے معلوم ہوا کہ نہانے والے کو پردہ میں نہانا چاہیے۔

ایک شخص حضرت ابوایوب پر پانی ڈال رہا تھا' اس سے معلوم ہوا کہ غسل میں محفوظ طریقہ سے کسی سے مدد لینا جائز ہے۔

عبداللہ بن حنین نے ان کو سلام کر کے اپنا مسئلہ پیش کیا' اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص غسل کر رہا ہو' اسے سلام کرنا اور اس سے دین اور شریعت کے متعلق باتیں کرنا جائز ہے۔ (نوٹ: آج کل کے اٹیچڈ باتھ روم (Attached Bath Room) میں دینی مسائل نہیں پوچھنے چاہئیں۔ سعیدی غفرلہٗ)

جب حضرت مسعود اور حضرت عبداللہ بن عباس میں اختلاف ہوا تو انہوں نے حضرت ابوایوب سے مسئلہ کا حل معلوم کرایا' اس سے معلوم ہوا کہ جب دو عالموں میں اختلاف ہو تو کسی تیسرے بڑے عالم کی طرف رجوع کرنا چاہیے اور اس میں حیاء اور اَنا کو درمیان میں نہیں لانا چاہیے۔

۔ علامہ قرطبی نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ غسل میں بدن کو ہاتھوں سے ملنا چاہیے کیونکہ حضرت ابوایوب انصاری

اپنے بدن کو ہاتھوں سے مل مل کر دھو رہے تھے۔

محرم کے سر دھونے میں فقہاء کا اختلاف ہے'امام ابوحنیفہ'امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک محرم کا سر دھونا جائز ہے اور ان کا استدلال اس حدیث سے ہے' حضرت عمر بن الخطاب' حضرت ابن عباس اور حضرت جابر رضی اللہ عنہم کے نزدیک بھی محرم کا سر دھونا جائز ہے اور جمہور فقہاء کا بھی یہی مذہب ہے۔

امام مالک محرم کے سر دھونے کو مکروہ کہتے تھے'اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بغیر احتلام کے سر نہیں دھوتے تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۲۸۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۷۸۵۔ ج ۳ ص ۳۶۵ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے عنوانات یہ ہیں:
(۱) محرم کے غسل کے متعلق مسائل اور احکام (۲) محرم کا خوشبودار صابن سے غسل اور شیمپو سے سر دھونے کا حکم۔

۱۵ - بَابُ لُبْسِ الْخُفَّيْنِ لِلْمُحْرِمِ إِذَا لَمْ يَجِدِ النَّعْلَيْنِ

جب محرم کو جوتے نہ ملیں تو وہ موزوں کو پہن لے

۱۸۴۱ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ زَيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ بِعَرَفَاتٍ مَنْ لَمْ يَجِدِ النَّعْلَيْنِ فَلْيَلْبَسِ الْخُفَّيْنِ، وَمَنْ لَمْ يَجِدْ إِزَارًا فَلْيَلْبَسْ سَرَاوِيلَ لِلْمُحْرِمِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عمرو بن دینار نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے جابر بن زید سے سنا' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے سنا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم عرفات میں خطبہ دے رہے تھے کہ جس کو دو جوتے نہ ملیں وہ دو موزے پہن لے اور جس کو تہبند نہ ملے وہ شلوار پہن لے' یہ حکم محرم کے لیے ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۷۴۰ میں گزر چکی ہے' البتہ بعض الفاظ کی وضاحت کی جا رہی ہے۔

اگر محرم کو تہبند دستیاب نہ ہو اور وہ شلوار پہن لے تو آیا اس پر فدیہ لازم ہوگا یا نہیں؟

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس پر اجماع ہے کہ جب مُحرِم کو تہبند نہ ملے تو اس کے لیے شلوار پہننا جائز نہیں ہے۔

اس میں اختلاف ہے کہ جب مُحرِم کو تہبند نہ ملے تو وہ کیا کرے؟ عطاء' ثوری' امام شافعی' امام احمد' اسحاق اور ابوثور نے کہا ہے: وہ شلوار پہن لے اور اس پر کوئی تاوان نہیں ہے' انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اس ظاہر حدیث پر عمل کیا ہے۔

امام مالک اور امام ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ جب مُحرِم نے شلوار پہنی تو اس پر فدیہ واجب ہے' خواہ اس کو تہبند ملا ہو یا نہ ملا ہو' تاہم وہ شلوار کو کاٹ کر تہبند بنا لے۔ انہوں نے اس حدیث کی مخالفت کی ہے۔

امام طحاوی نے کہا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا ہے کہ جس کو تہبند نہ ملے وہ شلوار پہن لے' آپ کا یہ ارشاد اس صورت پر محمول ہے کہ وہ شلوار کو کاٹ کر تہبند کی طرح پہن لے' جس طرح موزوں کو ٹخنوں کے نیچے سے کاٹ کر ان کو جوتوں کی جگہ پہنا جاتا ہے (گویا اس ارشاد میں مطلق مقید پر محمول ہے) اور جب حدیث سے اس معنی کا ارادہ کیا جائے گا تو اس حدیث کی مخالفت لازم نہیں آئے گی بلکہ اس حدیث میں تاویل ہوگی۔

اور نظر صحیح کا تقاضا یہ ہے کہ جب محرم کو تہبند میسر ہو تو اس کے لیے شلوار کو پہننا جائز نہیں ہے کیونکہ اس کا احرام اس سے منع کرتا ہے پس ہم نے ارادہ کیا کہ ہم یہ دیکھیں کہ اگر اس نے ضرورت کی وجہ سے شلوار پہنی تو آیا اس پر کفارہ واجب ہوگا یا نہیں! پس ہم نے یہ دیکھا کہ متعدد کام پہلے جائز ہوتے ہیں اور احرام میں وہ ممنوع ہوتے ہیں جیسے عمامہ باندھنا اور شلوار اور قمیص پہننا اور جو شخص سخت دھوپ اور گرمی میں ضرورت کی وجہ سے اپنا سر ڈھانپ لے یا سخت سردی کی وجہ سے کپڑے پہن لے تو اس پر کفارہ ہے' اسی طرح اس کے لیے پہلے اپنا سر مونڈنا جائز تھا اور احرام نے اس پر اپنے سر مونڈنے کو حرام کر دیا اور جس شخص نے مرض کی ضرورت کی وجہ سے اپنا سر مونڈا تو اس پر کفارہ لازم ہے' اسی طرح جب کسی شخص کو تہبند نہیں ملا تو اس نے برہنگی سے بچنے کی ضرورت کی وجہ سے شلوار کو پہن لیا تو اس پر کفارہ واجب ہوگا۔ (شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۲۰۲۔۲۰۱' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

علامہ ابن القصار مالکی نے کہا ہے کہ مخالفین نے اس سے استدلال کیا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ مراد ہو کہ جس نے ضرورت کی وجہ سے شلوار پہنی تو اس کا یہ عمل جائز ہے' یا آپ کی یہ مراد ہو کہ شلوار پہننے کی وجہ سے اس سے فدیہ ساقط ہو جائے گا' یہ تو ہو نہیں سکتا کہ آپ نے ضرورت کی وجہ سے باقی سلے ہوئے کپڑوں میں سے صرف شلوار کو مستثنیٰ کیا ہو' کیونکہ دیگر سلے ہوئے کپڑوں میں سے شلوار کی کوئی خصوصیت نہیں ہے' پھر یہی متعین ہو جاتا ہے کہ آپ کی مراد یہ تھی کہ ضرورت کی وجہ سے شلوار پہننے سے اس پر فدیہ نہیں ہوگا۔

دوسرے فقہاء نے یہ کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرے سلے ہوئے کپڑوں میں سے شلوار کی تخصیص اس لیے فرمائی ہے کہ جب اس کے پاس تہبند نہ ہو تو وہ شلوار پہن سکتا ہے کیونکہ تہبند سے مقصود شرم گاہ کو چھپانا ہوتا ہے اور یہ شلوار کا بدل ہے اور اس جگہ کو منکشف کرنا اور کھولنا جائز ہے اور قمیص بدن کے اوپر والے حصہ پر پہنی جاتی ہے اور اس کو کھولنا جائز ہے' پس قمیص کی بہ نسبت شلوار کی زیادہ شدید ضرورت ہے' پس جب اس نے شلوار پہن لی تو اس کی شرم گاہ کا ستر ہو گیا اور اس کا باقی جسم احرام کے حکم سے کھلا رہے گا اور اس عذر کی بناء پر شلوار پہننے کی وجہ سے اس سے فدیہ ساقط نہیں ہوگا جیسے عذر کی وجہ سے سر کے بال مونڈنے کی وجہ سے اس سے فدیہ ساقط نہیں ہوتا۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۴۶۵۔ ۴۶۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام محمد بن الحسن' امام الحرمین اور فقہاء کی ایک جماعت نے یہ کہا ہے کہ وہ شلوار کو کاٹ کر تہبند کی طرح بنا کر پہن لے اور امام ابو حنیفہ سے روایت ہے کہ محرم کے لیے شلوار پہننا مطلقاً منع ہے' امام مالک سے بھی اس کی مثل منقول ہے اور ہمارے اصحاب میں سے امام ابو بکر رازی نے یہ کہا ہے کہ جب محرم کو تہبند نہ ملے تو وہ شلوار پہن سکتا ہے اور اس پر فدیہ لازم ہوگا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۲۸۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ اس مسئلہ میں امام محمد بن الحسن کے قول پر فتویٰ دینا چاہیے اور امام ابو جعفر طحاوی حنفی کی تحقیق اور علامہ ابن بطال کے دلائل اور امام ابو بکر رازی کا قول اس کی تائید کرتے ہیں۔

۱۸٤۲ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ حَدَّثَنَا قَالَ ابْنُ شِهَابٍ' عَنْ سَالِمٍ' عَنْ أَبِيهِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ سُئِلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يَلْبَسُ الْمُحْرِمُ مِنَ الثِّيَابِ؟

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن شہاب نے حدیث بیان کی از سالم از والد خود حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

فَـقَـالَ لَا يَـلْبَـسِ الْـقَـمِيْـصَ، وَلَا الْـعَـمَـائِـمَ، وَلَا السَّـرَاوِيْـلَاتِ، وَلَا الْبُرْنُسَ، وَلَا ثَوْبًا مَّسَّهٗ زَعْفَرَانٌ وَّلَا وَرْسٌ، وَاِنْ لَّـمْ يَـجِـدْ نَـعْـلَيْنِ فَلْيَلْبَـسِ الْخُفَّيْنِ، وَلْيَقْطَعْهُمَا حَتّٰى يَكُوْنَا اَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ.

سے یہ سوال کیا گیا کہ محرم کیا پہنے؟ تو آپ نے فرمایا: وہ قمیص نہ پہنے اور عمامے نہ پہنے اور شلواریں نہ پہنے اور کنٹوپ (لمبی ٹوپی جو کان ڈھانپ لے) نہ پہنے اور زعفران میں رنگا ہوا کپڑا نہ پہنے اور ورس (ایک جڑی بوٹی جس سے زرد رنگ نکلتا ہے) میں رنگا ہوا کپڑا نہ پہنے اور اگر اس کو جوتے نہ ملیں تو وہ موزے پہن لے اور ان کو کاٹ دے حتیٰ کہ وہ ٹخنوں سے نیچے ہو جائیں۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۳۴ میں گزر چکی ہے۔

١٦ - بَابٌ اِذَا لَمْ يَجِدِ الْاِزَارَ فَلْيَلْبَسِ السَّرَاوِيْلَ

جب محرم کو تہبند نہ ملے تو وہ شلوار پہن لے

١٨٤٣ - حَـدَّثَنِيْ اٰدَمُ قَـالَ حَـدَّثَـنَـا شُعْبَةُ قَـالَ حَـدَّثَـنَـا عَـمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ زَيْدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَـعَالٰى عَـنْهُـمَـا قَالَ خَطَبَنَا النَّبِيُّ صَـلَّـى اللّٰـهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَرَفَاتٍ، فَقَالَ مَنْ لَّمْ يَجِدِ الْاِزَارَ فَـلْيَلْبَـسِ السَّـرَاوِيْـلَ، وَمَـنْ لَّمْ يَجِدِ النَّعْلَيْنِ فَلْيَلْبَسِ الْخُفَّيْنِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے آدم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن دینار نے حدیث بیان کی از جابر بن زید از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں عرفات میں نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: جس شخص کو تہبند نہ ملے وہ شلوار پہن لے اور جس شخص کو جوتے نہ ملیں وہ موزے پہن لے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۸۴۱، اور ۱۸۴۰ میں ملاحظہ فرمائیں۔

١٧ - بَابُ لُبْسِ السِّلَاحِ لِلْمُحْرِمِ

محرم کے لیے ہتھیار پہننے کا حکم

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ضرورت کے وقت محرم ہتھیار پہن سکتا ہے۔

وَقَالَ عِكْرِمَةُ اِذَا خَشِيَ الْعَدُوَّ لَبِسَ السِّلَاحَ وَافْتَدٰى. وَلَمْ يُتَابَعْ عَلَيْهِ فِي الْفِدْيَةِ.

اور عکرمہ نے کہا: جب محرم کو دشمن سے خطرہ ہو تو وہ ہتھیار پہن لے اور فدیہ دے، اور فدیہ دینے میں اس کی متابعت نہیں کی گئی۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ امام مالک اور امام شافعی نے کہا ہے کہ محرم حج اور عمرہ میں ہتھیار اٹھا لے اور حسن بصری نے اس کو مکروہ کہا ہے اور یہ حدیث حسن بصری کے خلاف حجت ہے جو خطرہ کے وقت ہتھیار اٹھانے کو مکروہ کہتے ہیں اور عکرمہ کے خلاف حجت ہے جو اس پر فدیہ کو واجب کہتے ہیں۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۴۶۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

١٨٤٤ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ، عَنْ اِسْرَائِيْلَ، عَنْ اَبِيْ اِسْحَاقَ، عَنِ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ تَـعَالٰى عَـنْهُ اِعْتَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰـهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ ذِي الْقَعْدَةِ، فَاَبٰى اَهْلُ مَكَّـةَ اَنْ يَدَعُـوْهُ يَدْخُلُ مَكَّةَ حَتّٰى قَاضَاهُمْ لَا يُدْخِلُ مَكَّةَ سِلَاحًا اِلَّا فِي الْقِرَابِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید اللہ نے حدیث بیان کی از اسرائیل از ابی اسحاق از حضرت البراء رضی اللہ عنہ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ذوالقعدہ میں عمرہ کیا تو اہل مکہ نے اس سے انکار کر دیا کہ وہ آپ کو مکہ میں داخل ہونے کے لیے چھوڑ دیں حتیٰ کہ انہوں نے اس پر صلح کی کہ آپ مکہ میں ہتھیاروں کو میان میں رکھ کر داخل ہوں

گے۔

اس حدیث کی شرح 'صحیح البخاری: ۱۷۸۱ میں گزر گئی ہے۔

۱۸ - بَابُ دُخُوْلِ الْحَرَمِ وَمَكَّةَ بِغَيْرِ اِحْرَامٍ

مکہ میں اور حرم میں بغیر احرام کے داخل ہونا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب کسی شخص کا حج اور عمرہ کا ارادہ نہ ہو تو وہ بغیر احرام کے حرم میں داخل ہو سکتا ہے۔

وَدَخَلَ ابْنُ عُمَرَ حَلَالًا.

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بغیر احرام کے داخل ہوئے۔

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل ہے:

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے مکہ میں اقامت کی' پھر وہ مدینہ جانے کے لیے مکہ سے نکلے حتیٰ کہ جب وہ مقام قدید (مکہ سے سو کلومیٹر ایک جگہ) پر پہنچے تو ان کو یہ خبر پہنچی کہ فتنہ پرور لوگوں کا لشکر مدینہ میں داخل ہو چکا ہے تو اب انہوں نے اہل مدینہ کے پاس جانے کو ناپسند کیا تو وہ مکہ واپس آ گئے اور مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہوئے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۷۰۰ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۵۲۶ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت)

جعفر بیان کرتے ہیں کہ میرے والد اور عمرو بن دینار اپنی زمینوں کی طرف گئے جو حرم سے خارج تھیں' پھر وہ مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہو گئے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۷۰۱ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۵۲۷ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت)

امام مالک بن انس بیان کرتے ہیں کہ زہری نے کہا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۷۰۲ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۵۲۸ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت)

وَاِنَّمَا اَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْاِهْلَالِ لِمَنْ اَرَادَ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ' وَلَمْ يَذْكُرْهُ لِلْحَطَّابِيْنَ وَغَيْرِهِمْ.

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام باندھنے کا حکم صرف ان لوگوں کو دیا ہے جو حج اور عمرہ کریں اور لکڑہاروں وغیرہ کو یہ حکم نہیں دیا۔

یہ امام بخاری کی عبارت ہے' یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو احرام باندھنے کا حکم نہیں دیا جو جنگل سے لکڑیاں چن کر بیچنے کے لیے مکہ لاتے ہیں' اس سے یہ اشارہ کیا ہے کہ امام بخاری کا مذہب یہ ہے کہ جس شخص کا ارادہ حج یا عمرہ کا نہ ہو' وہ مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہو جائے تو اس پر کوئی حرج نہیں ہے۔

۱۸۴۵ - حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ طَاوُسٍ' عَنْ اَبِيْهِ' عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَّتَ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ ذَا الْحُلَيْفَةِ' وَلِاَهْلِ نَجْدٍ قَرْنَ الْمَنَازِلِ' وَلِاَهْلِ الْيَمَنِ يَلَمْلَمَ' هُنَّ لَهُنَّ' وَلِكُلِّ اٰتٍ اَتٰى عَلَيْهِنَّ مِنْ غَيْرِهِمْ' مَنْ اَرَادَ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ' فَمَنْ كَانَ دُوْنَ ذٰلِكَ فَمِنْ حَيْثُ اَنْشَاَ' حَتّٰى اَهْلُ مَكَّةَ مِنْ مَكَّةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن طاؤس نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مدینہ کے لیے ذوالحلیفہ کو میقات مقرر کیا اور اہل نجد کے لیے قرن المنازل کو اور اہل یمن کے لیے یلملم کو' یہ ان کے لیے میقات ہیں اور جو ان جگہوں پر آنے والے ہوں اور ان جگہوں کے رہنے والے نہ ہوں' جو حج اور عمرہ کا ارادہ کریں' اور جو ان مقامات کے ماوراء رہتے ہوں' ان کے لیے

میقات ہے جہاں سے وہ روانہ ہوں حتیٰ کہ مکہ والے' مکہ سے احرام باندھیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۱۵۲۱ میں گزر چکی ہے تاہم مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہونے کے مسئلہ کی وضاحت کی جا رہی ہے۔

امام بخاری کے اس پر دلائل کہ جس کا حج یا عمرہ کا ارادہ نہ ہو' وہ بغیر احرام باندھے مکہ میں داخل ہو سکتا ہے

جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ امام بخاری کا مسلک یہ ہے کہ جس شخص کا حج یا عمرہ کرنے کا ارادہ نہ ہو' وہ مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہو سکتا ہے' اس پر امام بخاری نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ میقات ان لوگوں کے لیے مقرر کیے ہیں جو حج اور عمرہ کا ارادہ کریں' اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ جن کا ارادہ حج اور عمرہ کا نہ ہو' وہ ان جگہوں سے بغیر احرام کے بھی گزر سکتے ہیں۔

امام بخاری نے اس باب کی دوسری حدیث سے بھی استدلال کیا ہے' وہ یہ ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فتح مکہ کے سال مکہ میں داخل ہوئے اور آپ کے سر پر خَود تھا۔ الحدیث (صحیح البخاری:۱۸۴۶)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب آپ مکہ میں داخل ہوئے تو آپ کا سر خَود سے ڈھکا ہوا تھا اگر آپ نے احرام باندھا ہوا ہوتا تو آپ کا سر کھلا ہوا ہوتا۔

مکہ میں بغیر احرام کے دخول کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن القصار نے کہا ہے: جس شخص کا حج یا عمرہ کرنے کا ارادہ نہ ہو' اس کے مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہونے کے متعلق امام شافعی اور امام مالک کا قول مختلف ہے' ایک مرتبہ انہوں نے کہا کہ بغیر احرام کے مکہ میں داخل ہونا جائز نہیں ہے کیونکہ مکہ احرام کے ساتھ مخصوص ہے اور دوسرے شہروں سے مختلف ہے' سوائے لکڑہاروں کے اور جو اس کے قریب ہوں مثلاً جدہ اور طائف اور عسفان کے لوگ کیونکہ ان کا وہاں اکثر آنا جانا ہوتا ہے' امام ابوحنیفہ اور لیث کا بھی یہی قول ہے' اور دوسری بار انہوں نے یہ کہا کہ مکہ میں احرام باندھ کر داخل ہونا مستحب ہے' واجب نہیں ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۴۶۷-۴۶۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی متوفی ۳۲۱ھ نے کہا ہے کہ امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کا مذہب یہ ہے کہ جن کا گھر کسی میقات میں ہو یا ان کا گھر میقات سے کم فاصلہ پر ہو' اس کے لیے مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہونا جائز ہے اور جس کا گھر میقات سے پہلے ہو' اس کے لیے مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہونا جائز نہیں ہے اور انہوں نے اس سے استدلال کیا ہے کہ حضرت ابن عمر مکہ سے مدینہ جانے کے لیے نکلے' جب وہ مقام قدید کے قریب پہنچے تو ان کو مدینہ میں فسادیوں کی خبر پہنچی' پھر وہ واپس لوٹ گئے اور مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہو گئے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ:۱۴۰۷۳' مجلس علمی' بیروت) (شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۳۴۶-۳۴۵' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

مکہ میں بغیر احرام کے دخول کے جواز پر بعض علماء کی دلیل

جن علماء نے مکہ میں بغیر احرام کے دخول کو جائز کہا ہے' انہوں نے اس سے بھی استدلال کیا ہے کہ حج زندگی میں ایک بار فرض ہوتا ہے' اسی طرح عمرہ بھی ایک بار ہوتا ہے' پس جنہوں نے مطلقاً مکہ میں احرام کے ساتھ دخول کو واجب کہا ہے' انہوں نے اللہ تعالیٰ کی طرح اس کو واجب کیا ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۴۶۷-۴۶۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

دلیل مذکور پر مصنف کا رد کرنا اور اس پر دلیل قائم کرنا کہ مکہ میں بغیر احرام کے دخول جائز نہیں ہے

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن بطال کی یہ آخری دلیل صحیح نہیں ہے کیونکہ حج زندگی میں صرف ایک بار فرض ہوتا ہے لیکن نفل حج کو زندگی میں ہر سال کرنا مشروع ہے۔ اسی طرح عمرہ بھی زندگی میں ایک بار کرنا سنت مؤکدہ یا واجب ہے لیکن اگر کوئی شخص زندگی میں بار بار عمرہ کرتا رہے تو یہ بھی مشروع ہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما زندگی میں ہر سال حج اور عمرہ کرتے رہے حتیٰ کہ جس سال مسلمانوں کی خارجیوں کے ساتھ جنگ متوقع تھی وہ اس سال بھی حج اور عمرہ کے لیے گئے اور اپنے بیٹوں کے منع کرنے سے نہیں رکے اور اس پر اجماع ہے کہ حج اور عمرہ بغیر احرام باندھے کرنا صحیح نہیں ہے اور مکہ میں دخول کے لیے احرام کو کسی نے اپنی عقل سے واجب نہیں کیا بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد سے واجب کیا ہے:

بے شک مکہ کو اللہ تعالیٰ نے حرم بنایا ہے اس کو لوگوں نے حرم نہیں بنایا سو جو شخص بھی اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اس کے لیے مکہ میں خون بہانا جائز نہیں ہے اور نہ مکہ کے کسی درخت کو کاٹنا جائز ہے اور اگر کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس میں قتال کرنے سے اس میں قتال کرنے کی رخصت پر استدلال کرے تو تم اس سے کہو کہ بے شک اللہ نے اپنے رسول کو اجازت دی تھی اور تم کو اجازت نہیں دی اور مجھے بھی صرف دن کی ایک ساعت کے لیے اجازت دی گئی تھی اور اب کل کی طرح اس کی حرمت آج پھر لوٹ آئی ہے۔ (صحیح البخاری: ۱۸۳۲)

علامہ برہان الدین محمود بن صدر الشریعۃ ابن مازہ البخاری المتوفی ۶۱۶ھ لکھتے ہیں:

آپ نے جو فرمایا ہے: میرے لیے مکہ کو دن کی ایک ساعت کے لیے حلال کیا گیا تھا۔ (صحیح البخاری: ۱۸۳۳) اس کا معنی ہے: مکہ میں بغیر احرام کے دخول کو میرے لیے صرف دن کی ایک ساعت کے لیے حلال کیا گیا تھا اور اب میرے بعد کسی کے لیے مکہ میں بغیر احرام کے دخول جائز نہیں ہے۔ (المحیط البرہانی ج ۳ ص ۴۱۳ المجلس العلمی بیروت ۱۴۲۴ھ)

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

پس مکہ اللہ تعالیٰ کے حرام کرنے سے قیامت تک کے لیے حرام ہے نہ اس کے کانٹے کو کاٹا جائے گا نہ اس کے شکار کو بھگایا جائے گا اور نہ اس کی گری پڑی چیز کو اعلان کرنے والے کے سوا کوئی اٹھائے گا اور نہ اس کی سبز گھاس کو کاٹا جائے گا ماسوا اذخر کے۔ (صحیح البخاری: ۱۸۳۴۔ ۱۸۳۳)

اور جب مکہ قیامت تک کے لیے حرم ہے تو قیامت تک اس میں بغیر احرام کے داخل ہونا جائز نہیں ہے ماسوا ان لوگوں کے جو مکہ کے میقات کے اندر رہتے ہیں اور انہیں لکڑیاں چن کر لانے کے لیے یا پھل توڑ کر لانے کے لیے بار بار مکہ میں جانا پڑتا ہے کیونکہ اگر ان پر بھی مکہ میں دخول کے لیے احرام کو واجب کیا جائے تو اس سے ان پر حرج لازم آئے گا اور حرج کی وجہ سے احکام میں تخفیف کر دی جاتی ہے جیسے مرض اور سفر کی وجہ سے روزہ ترک کرنے کی رخصت دی گئی ہے یا نابینا اور لنگڑے سے جہاد کی فرضیت کو ساقط کیا گیا ہے یا بیمار اور مسافر سے وضوء کو ساقط کر کے تیمم کی رخصت دی گئی ہے۔ (المحیط البرہانی ج ۳ ص ۴۱۳ ملخصاً المجلس العلمی بیروت ۱۴۲۴ھ)

مکہ میں احرام کے ساتھ دخول کے وجوب پر علامہ عینی کے تتبع سے فقہاء کے اقوال

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ الزہری الحسن البصری امام شافعی کا ایک قول امام مالک کی ایک روایت اور ابن وہب اور داؤد بن علی ظاہری

(غیر مقلدین کا امام اور اس فرقے کا بانی) ان سب کا قول یہ ہے کہ حرم میں بغیر احرام کے داخل ہونے میں کوئی حرج نہیں ہے اور عطاء بن ابی رباح' لیث بن سعد' ثوری' امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب اور امام مالک کی دوسری روایت جو ان کی صحیح روایت ہے اور امام شافعی کا مشہور قول' امام احمد' ابوثور اور الحسن بن حی کا مذہب یہ ہے کہ جس شخص کا گھر میقات کے پار ہو' وہ مکہ میں بغیر احرام کے داخل نہیں ہو سکتا' اگر وہ مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہو گیا تو اس نے برا کام کیا' امام شافعی کے نزدیک اس پر کوئی تاوان نہیں ہے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس پر لازم ہے کہ وہ حج یا عمرہ کرے۔

علامہ ابوعمر ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ شہروں کے فقہاء کے درمیان اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ لکڑیاں چننے والا اور جو ہمیشہ دن رات میں کئی بار مکہ میں داخل ہوتے ہیں' ان کو احرام باندھنے کا حکم نہیں دیا جائے گا کیونکہ اس میں ان پر مشقت ہے اور ابن وہب مالکی نے کہا کہ میں ابن شہاب کے اس قول کو مسترد کرتا ہوں کہ مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہونا جائز ہے' سوا اس شخص کے جو طائف سے پھل لے کر آتا ہے یا لکڑیاں بیچنے کے لیے لاتا ہے' اس کے لیے بغیر احرام کے مکہ میں داخل ہونے میں کوئی حرج نہیں سمجھتا' ان سے کہا گیا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جو دوبارہ مکہ میں گئے تھے تو بغیر احرام کے گئے تھے' اس کا کیا جواب ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ حضرت ابن عمر کا اس وقت عذر تھا کیونکہ اس وقت مدینہ میں دہشت گرد اور مفسدین داخل ہو چکے تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۲۹۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

مکہ میں احرام کے ساتھ دخول کے وجوب پر مصنف کے تتبع سے احادیث' آثار اور فتاویٰ تابعین

میں کہتا ہوں کہ مکہ میں بغیر احرام کے دخول کی ممانعت اور عدم جواز کے ثبوت میں علامہ عینی حنفی نے اقوالِ فقہاء ذکر کیے ہیں' ان کو چاہیے تھا کہ وہ اس کے ثبوت میں احادیث اور آثار پیش کرتے کیونکہ وہ کسی فقہ کی کتاب کی شرح نہیں لکھ رہے تھے بلکہ حدیث کی کتاب کی شرح لکھ رہے تھے' بہر حال ہم اپنی بساط کے مطابق اس سلسلہ میں حسب ذیل احادیث اور آثار پیش کر رہے ہیں:

سعید بن جبیر بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی شخص بغیر احرام کے میقات سے تجاوز نہ کرے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۵۷۰۲' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۵۴۶۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

یہ حدیث مرسل ہے اور اس کو خصیف نے سعید بن جبیر سے روایت کیا ہے اور اس کا حافظہ ٹھیک نہیں تھا مگر اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ اس کو امام طبرانی نے بھی روایت کیا ہے اور ان کی حدیث متصل السند ہے:

از خصیف از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بغیر احرام کے میقات سے تجاوز نہ کرے۔ (المعجم الکبیر: ۱۲۲۳۶' ج ۱۱ ص ۳۴۵' دار احیاء التراث العربی' بیروت)

حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی المتوفی ۸۰۷ھ' اس حدیث کی سند کے متعلق لکھتے ہیں:

اس حدیث کی سند میں خصیف ہے اور اس میں بحث ہے اور ایک جماعت نے اس کی توثیق کی ہے۔

(مجمع الزوائد ج ۳ ص ۲۱۷' دار الکتاب العربی' بیروت' ۱۴۰۲ھ)

اس حدیث کی مزید تائید اور تقویت حسب ذیل آثار اور فتاویٰ تابعین سے ہوتی ہے:

عطاء بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کوئی شخص ذات عرق سے بغیر احرام کے تجاوز نہ کرے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۵۷۰۳' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۵۴۶۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

داؤد بیان کرتے ہیں کہ مجاہد نے ان سے کہا کہ جب تم دوسرے شہر سے آؤ تو احرام باندھے بغیر حد سے تجاوز نہ کرو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۵۷۰۴ 'مجلس علمی' بیروت 'مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۵۴۶۵ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت)

ہشام بیان کرتے ہیں کہ محمد نے کہا کہ کوئی شخص احرام کے بغیر میقات سے تجاوز نہ کرے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۵۷۰۵ 'مجلس علمی' بیروت 'مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۵۴۶۶ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: آدمی چاہے اپنے گھر سے احرام باندھے یا گھر سے تجاوز کر کے باندھے لیکن میقات سے بغیر احرام کے تجاوز نہ کرے۔ (معرفۃ السنن والآثار: ۲۷۶۳۔ ج ۳ ص ۵۳۶ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۲ھ)

ابو الشعثاء بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے دیکھا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس شخص پر رد کرتے تھے جو میقات سے بغیر احرام کے تجاوز کرتا تھا' یعنی اس کو واپس لوٹاتے تھے۔ (معرفۃ السنن والآثار: ۲۷۶۴۔ ج ۳ ص ۵۳۶ 'سنن بیہقی ج ۵ ص ۳۰ 'مسند الشافعی ج ۲ ص ۱۴۰)

ابن جریج بیان کرتے ہیں کہ عطاء نے کہا: جس نے خطاءً میقات سے احرام نہیں باندھا یا عمداً میقات سے احرام نہیں باندھا' وہ واپس میقات پر جا کر احرام باندھے' سوا اس صورت کے کہ وہ کسی مرض یا درد کی وجہ سے معذور ہو یا اس کو یہ خطرہ ہو کہ اگر وہ واپس گیا تو اس کا حج فوت ہو جائے گا تو اس پر ایک قربانی کرنا لازم ہے اور کم سے کم قربانی بکری کی ہے (امام شافعی نے کہا ہے کہ ہم اسی پر عمل کرتے ہیں)۔ (معرفۃ السنن والآثار: ۲۷۶۵۔ ج ۳ ص ۵۳۶ 'کتاب الام للامام الشافعی ج ۲ ص ۱۳۹)

جس شخص نے بغیر احرام کے میقات سے تجاوز کیا اور واپس نہیں لوٹا' اس پر قربانی کے وجوب میں امام شافعی نے درج ذیل حدیث سے استدلال کیا ہے:

سعید بن جبیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جو شخص حج کے افعال میں سے کسی فعل کو بھول گیا یا اس نے کسی فعل کو ترک کر دیا تو وہ اس کے لیے قربانی کرے۔ (معرفۃ السنن والآثار ج ۳ ص ۵۳۷ 'سنن بیہقی ج ۵ ص ۳۰)

عطاء بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب کسی شخص نے بغیر احرام کے میقات سے تجاوز کیا اور اس کو یہ خطرہ تھا کہ اگر وہ میقات سے احرام باندھنے کے لیے واپس لوٹا (تو اس کا حج فوت ہو جائے گا) تو اس پر ایک قربانی کرنا واجب ہے۔ (معرفۃ السنن والآثار: ۲۷۶۶۔ ج ۳ ص ۵۳۷ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۲ھ)

جس شخص نے بغیر احرام کے میقات سے تجاوز کیا' امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس پر قربانی کا وجوب

جس شخص نے بغیر احرام کے میقات سے تجاوز کیا تو فقہاء احناف نے بھی اس پر ایک قربانی لازم کی ہے۔

علامہ برہان الدین محمود بن صدر الشریعۃ ابن مازہ البخاری الحنفی المتوفی ۶۱۶ھ لکھتے ہیں:

پھر جب آفاقی (دوسرے ملک کا باشندہ) مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہوا اور اس کا حج اور عمرہ کا ارادہ نہیں تھا' اس پر واجب ہے کہ وہ مکہ میں حج یا عمرہ کی نیت سے داخل ہو کیونکہ جب وہ مکہ میں دخول کے قصد سے میقات تک پہنچ گیا تو اس پر احرام باندھنا واجب ہو گیا اور احرام حج کے لیے ہوتا ہے یا عمرہ کے لیے ہوتا ہے' پس اس پر لازم ہے کہ وہ ان میں سے کسی ایک کا احرام باندھے اور جو چیز کسی انسان پر واجب ہو' وہ اس کے ادا کرنے سے ہی ساقط ہوتی ہے' پس اگر اس نے حج یا عمرہ کا احرام باندھ لیا اور وہ میقات تک واپس نہیں گیا تو اس پر ایک قربانی لازم ہے کیونکہ اس نے میقات کا حق ترک کر دیا اور اگر وہ میقات پر واپس گیا اور اس نے وہاں سے حج یا عمرہ کا احرام باندھا تو پھر اس سے قربانی ساقط ہو جائے گی۔ (المحیط البرہانی ج ۳ ص ۴۱۲۔ ۴۱۳ 'المجلس العلمی' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۱۸۴۶ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ ' عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن

تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَامَ الْفَتْحِ وَعَلٰی رَأْسِهِ الْمِغْفَرُ فَلَمَّا نَزَعَهُ جَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ اِنَّ ابْنَ خَطَلٍ مُتَعَلِّقٌ بِاَسْتَارِ الْكَعْبَةِ فَقَالَ اقْتُلُوْهُ.[اطراف الحدیث:۳۰۴۴-۴۲۸۶-۵۸۰۸]

شہاب از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (مکہ میں) داخل ہوئے اور آپ کے سر پر خود (لوہے کی ٹوپی) تھی' جب آپ نے خود اتارا تو ایک شخص نے آ کر کہا: بے شک ابن خطل کعبہ کے پردوں میں چھپا ہوا ہے' آپ نے فرمایا: اس کو قتل کر دو۔

(صحیح مسلم:۱۳۵۷' الرقم المسلسل:۳۱۹۸' سنن ابوداؤد:۲۶۸۵' سنن ترمذی:۱۶۹۹' سنن نسائی:۲۸۶۵-۲۸۶۴' سنن ابن ماجہ:۲۸۰۵)

مکہ میں دخول کے وقت آپ نے خود پہنا ہوا تھا یا عمامہ' ان حدیثوں میں تطبیق اور دیگر مسائل

اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ باب کا عنوان تھا: مکہ اور حرم میں بغیر احرام کے داخل ہونا اور اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ جب آپ مکہ میں داخل ہوئے تو آپ کے سر پر خود تھا' اگر آپ نے احرام باندھا ہوا ہوتا تو اس وقت آپ کا سر کھلا ہوا ہوتا' اس کی زیادہ وضاحت اس حدیث میں ہے:

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن مکہ میں داخل ہوئے' اس وقت آپ کے سر پر سیاہ عمامہ تھا اور آپ بغیر احرام کے تھے۔ (صحیح مسلم:۱۳۵۸' سنن نسائی:۵۳۴۴-۲۸۶۶' سنن ترمذی:۱۶۷۹' مسند احمد ج ۳ ص ۳۸۷ طبع قدیم' مسند احمد:۱۵۱۵۷-ج ۲۳ ص ۳۵۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس پر یہ اشکال ہے کہ امام بخاری کی روایت کے مطابق آپ نے خود پہنا ہوا تھا اور امام مسلم کی روایت میں ہے کہ آپ کے سر پر سیاہ عمامہ تھا۔ قاضی عیاض نے ان میں اس طرح تطبیق دی ہے کہ ابتداءً آپ کے سر پر خود تھا' بعد میں آپ نے خود اتار کر عمامہ باندھ لیا تھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے آپ کے سر پر خود دیکھا تھا اور حضرت جابر نے آپ کے سر پر سیاہ عمامہ دیکھا تھا' جس نے آپ کو جس کیفیت میں دیکھا' اس نے اسی کو روایت کر دیا۔

دوسروں نے اس میں اس طرح تطبیق دی ہے کہ آپ نے خود کے اوپر سیاہ عمامہ لپیٹ لیا تھا یا خود کے نیچے عمامہ تھا تا کہ لوہے کے زنگ سے آپ کے سر پر نشان نہ پڑے' بہر حال ان روایات سے یہ واضح ہو گیا کہ آپ مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہوئے تھے۔ حضرت انس نے خود کا ذکر کر کے یہ واضح کیا کہ آپ جنگ کے لیے تیار تھے اور حضرت جابر نے عمامہ کا ذکر کر کے یہ واضح کیا کہ آپ بغیر احرام کے مکہ میں داخل ہوئے تھے۔

اس حدیث سے امام بخاری کا یہ مقصد پورا ہوتا ہے کہ مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہونا جائز ہے لیکن اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ آپ کے سر میں کوئی تکلیف ہو' جس کی وجہ سے آپ نے سر پر خود یا عمامہ پہنا ہوا تھا۔

(فتح الباری ج ۳ ص ۳۴۹' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری کا موقف ہے کہ مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہونا جائز ہے' اس پر امام طحاوی کا تعاقب

امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی متوفی ۳۲۱ھ روایت کرتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل نے اہل مکہ سے ہاتھیوں کو روک دیا اور ان پر اپنے رسول اور مؤمنین کو مسلط کر دیا اور بے شک مکہ مجھ سے پہلے کسی کے لیے حلال نہیں تھا اور نہ میرے بعد کسی کے لیے حلال ہو گا اور وہ میرے لیے صرف دن کی ایک ساعت کے لیے حلال کیا ہوا تھا اور بے شک وہ اس ساعت میں حرام ہے' اس کے درخت کو کاٹا جائے گا نہ اس کے کانٹے کو کاٹا جائے گا اور اعلان

کرنے والے کے سوا اس میں گری پڑی چیز کو کوئی نہیں اٹھائے گا۔ (شرح معانی الآثار: ۴۰۷۸)

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جس دن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ میں داخل ہوئے تھے اس دن وہ آپ کے لیے حلال تھا' اس لیے آپ مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہوئے تھے اور اس کے بعد مکہ حرام ہو گیا' پس اس کے بعد اس میں کوئی شخص بغیر احرام کے داخل نہیں ہوگا۔

اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ اس دن آپ کے لیے مکہ حلال تھا' اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ بغیر احرام کے مکہ میں داخل ہونا حلال تھا بلکہ اس کا یہ معنی ہے کہ اس دن اس میں آپ کے لیے مکہ میں قتال کرنا اور خون بہانا حلال تھا اور اس کے بعد یہ حرام ہو گیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ معنی غلط ہے کیونکہ اگر بالفرض مکہ پر مشرکین کا غلبہ ہو جائے اور وہ مسلمانوں سے وہاں لڑیں تو مسلمانوں کے لیے مکہ میں قتال کرنا اور مشرکین کا خون بہانا مباح ہوگا اور جب اس حدیث میں قتال کے معنی کی نفی ہو گئی تو متعین ہو گیا کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ اس دن آپ کے لیے مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہونا حلال تھا اور اس کے بعد قیامت تک کے لیے مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہونا ممنوع ہو گیا۔ (شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۳۴۵۔ ۳۴۴ 'قدیمی کتب خانہ' کراچی)

خلاصہ یہ ہے کہ امام بخاری کا یہ مؤقف کہ مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہونا جائز ہے' صرف داؤد ظاہری اور غیر مقلدین کے نزدیک صحیح ہے اور جمہور فقہاء کے نزدیک بغیر احرام کے مکہ میں داخل ہونا صحیح نہیں ہے۔

غیر مقلدین کے نزدیک بھی مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہونا صحیح ہے

مشہور غیر مقلد عالم نواب صدیق خان بن حسن متوفی ۱۳۰۷ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ مکہ میں بغیر احرام کے اس شخص کا داخل ہونا صحیح ہے جو حج کا ارادہ نہ کرے خواہ وہ کسی وجہ سے بار بار داخل ہو' جیسے لکڑیاں اور گھاس لانے والے اور پانی لانے والے اور شکار کرنے والے وغیرہم یا وہ بار بار داخل نہ ہوں جیسے تاجر اور زائر' خواہ وہ امن سے ہوں یا خوف زدہ ہوں۔ (السراج الوھاج فی کشف مطالب مسلم بن الحجاج ج ۳ ص ۲۹۲ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۵ھ)

دوسرے غیر مقلد عالم شیخ وحید الزمان متوفی ۱۳۲۸ھ لکھتے ہیں:

اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے' امام شافعی کہتے ہیں کہ مکہ میں داخل ہونے والے پر احرام باندھنا واجب نہیں' باقی امام واجب کہتے ہیں' حنابلہ نے ان لوگوں کو مستثنیٰ کیا ہے جن کو بار بار آنے جانے کی حاجت پڑتی ہے' ابن عمر رضی اللہ عنہ اور زہری اور حسن (بصری) اور اہل ظاہر کا بھی یہی قول ہے اور حنفیہ سے یہ منقول ہے کہ وہ لوگ مستثنیٰ ہیں جو میقات کے اس طرف رہتے ہوں' ابن عبد البر نے کہا ہے کہ اکثر صحابہ اور تابعین وجوب کے قائل ہیں۔ (تیسیر الباری ج ۲ ص ۲۵۸ 'نعمانی کتب خانہ' لاہور)

یعنی غیر مقلدین کا مذہب اکثر صحابہ و تابعین کے خلاف ہے اور امام شافعی کا مشہور قول یہ ہے کہ مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہونا جائز نہیں ہے۔

ابن خطل کے ساتھ جن دوسرے لوگوں کو قتل کرنے کا حکم دیا گیا

اس حدیث میں یہ مذکور ہے کہ ایک شخص نے آ کر کہا: بے شک ابن خطل کعبہ کے پردوں میں چھپا ہوا ہے' آپ نے فرمایا: اس کو قتل کر دو۔ اس کی تفصیل درج ذیل حدیث میں ہے:

امام نسائی اپنی سند کے ساتھ از مصعب بن سعد از والد خود روایت کرتے ہیں:

جب فتح مکہ کا دن آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چار مردوں اور دو عورتوں کے سوا سب کو امان دے دی' اور آپ نے فرمایا: ان (چھ افراد) کو قتل کر دو خواہ تم ان کو کعبہ کے پردوں میں چھپا ہوا پاؤ: (۱) عکرمہ بن ابی جہل (۲) عبد اللہ بن خطل (۳) مقیس بن صبابہ

مُحرِم. [اطراف الحدیث: ۴۲۵۸-۴۲۵۹-۵۱۱۴] رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا اور آپ اس وقت محرم تھے۔

(صحیح مسلم: ۱۴۱۰ 'الرقم المسلسل: ۳۳۴۱' سنن ترمذی: ۸۴۵' سنن نسائی: ۳۲۶۹' سنن ابن ماجہ: ۱۹۶۵' المعجم الکبیر: ۱۱۹۱۹' صحیح ابن حبان: ۴۱۲۹' مسند احمد ج ۱ ص ۱۴۵ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۲۰۰ -ج ۴ ص ۷۹ 'مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کے رجال کا اس سے پہلے کئی بار تعارف ہو چکا ہے' اور اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح کیا اور اس وقت آپ مُحرِم تھے۔

مُحرِم کے نکاح کرنے کے جواز میں اختلاف ائمہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

جمہور علماء مدینہ یہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے اس وقت نکاح کیا تھا جب آپ غیر محرم تھے' اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے' اہل مدینہ یہ کہتے ہیں کہ محرم کسی سے نکاح نہ کرے' اگر اس نے نکاح کیا تو وہ نکاح باطل ہے' حضرت عمر بن الخطاب' حضرت علی' حضرت زید بن ثابت اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم کا یہی مؤقف ہے' امام مالک' امام شافعی اور امام احمد کا بھی یہی مذہب ہے' ان کا استدلال حسب ذیل احادیث سے ہے:

سلیمان بن یسار بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابورافع اور ایک انصاری رضی اللہ عنہما کو بھیجا' انہوں نے آپ کا حضرت میمونہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا سے نکاح کر دیا اور اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (عمرہ کے لیے) روانہ ہونے سے پہلے مدینہ میں تھے۔ (موطأ امام مالک۔ باب نکاح المحرم۔ حدیث: ۶۹۔ ج ۱ ص ۲۲۶ 'المکتبۃ التوفیقیہ' سنن ترمذی: ۸۴۲)

امام مالک اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ عمر بن عبید اللہ نے ابان بن عثمان کی طرف پیغام بھیجا اور ابان اس وقت حج کے امیر تھے اور وہ دونوں محرم تھے' انہوں نے کہا کہ میرا ارادہ ہے کہ میں طلحہ بن عمر کا شیبہ بن جبیر کی بیٹی سے نکاح کر دوں اور میں چاہتا ہوں کہ آپ اس نکاح کی تقریب میں شرکت کریں' ابان نے اس پر انکار کیا اور کہا کہ میں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ محرم نہ خود نکاح کرے گا اور نہ کسی کا نکاح کرے گا اور نہ نکاح کا پیغام دے گا۔ (موطأ امام مالک۔ کتاب الحج۔ باب نکاح المحرم۔ حدیث: ۷۰' صحیح مسلم: ۱۴۰۹' سنن ابوداؤد: ۱۸۴۱' سنن ترمذی: ۸۴۰' سنن نسائی: ۲۸۴۲' سنن ابن ماجہ: ۱۹۶۶)

امام مالک اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ ابوغطفان بن طریف المری نے بیان کیا کہ ان کے والد طریف نے ایک عورت سے نکاح کیا اور وہ اس وقت محرم تھے تو حضرت عمر بن الخطاب نے ان کے نکاح کو رد کر دیا۔

(موطأ امام مالک۔ کتاب الحج۔ باب نکاح المحرم۔ حدیث: ۷۱' امام مالک اس روایت میں منفرد ہیں)

امام مالک از نافع' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما یہ کہتے تھے کہ محرم نکاح کرے نہ نکاح کا پیغام دے' اپنا نہ دوسرے کا۔ (موطأ امام مالک۔ کتاب الحج۔ باب نکاح المحرم۔ حدیث: ۷۲' اس حدیث کی روایت میں بھی امام مالک منفرد ہیں۔ ج ۲ ص ۲۲۶' المکتبۃ التوفیقیہ' بیروت)

علامہ ابن بطال لکھتے ہیں: الثوری اور فقہاء احناف کا یہ مذہب ہے کہ محرم کے لیے اپنا نکاح کرنا بھی جائز ہے اور دوسروں کا نکاح کرانا بھی جائز ہے اور یہ حضرت ابن مسعود' حضرت ابن عباس اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہم کا مؤقف ہے۔

امام طبری نے یہ کہا ہے کہ ہمارے نزدیک صحیح یہ ہے کہ محرم کا نکاح فاسد ہے اور اس نکاح کو فسخ کرنا واجب ہے جیسا کہ حضرت

عثمان رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ثابت ہے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس نکاح سے منع فرمایا ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی جو حدیث ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا اور اس وقت آپ محرم تھے' اس کے معارض دوسرے صحابہ کی وہ احادیث ہیں جن میں یہ تصریح ہے کہ جس وقت آپ نے حضرت میمونہ سے نکاح کیا' اس وقت آپ غیر محرم تھے' اور وہ احادیث جن میں یہ ذکر ہے کہ آپ اس وقت محرم تھے' ان احادیث سے اولیٰ اور ان پر راجح نہیں ہیں۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۴۵۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

امام ابوحنیفہ کی تائید میں محرم کے نکاح کے جواز کے ثبوت میں احادیث

امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی متوفی ۳۲۱ھ لکھتے ہیں:

ایک قوم (ائمہ ثلاثہ) کا یہ مذہب ہے کہ محرم کا نکاح کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ حدیث میں ہے کہ محرم کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنا نکاح کرے نہ دوسرے کا' نہ نکاح کا پیغام دے۔

دوسرے فقہاء نے ان کی مخالفت کی ہے اور کہا ہے کہ ہم اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے کہ محرم نکاح کرے لیکن وہ اپنی بیوی سے عمل تزویج نہیں کر سکتا حتیٰ کہ وہ احرام کھول کر حلال ہو جائے' ان کا استدلال اس حدیث سے ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت میمونہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا اور اس وقت آپ محرم تھے' سو آپ تین دن مکہ میں ٹھہرے' پھر آپ کے پاس حوطب بن عبدالعزیٰ تیسرے دن قریش کی جماعت میں سے آپ کے پاس آئے اور انہوں نے کہا: ہم نے آپ کو جتنی مدت کی مہلت دی تھی' وہ پوری ہو چکی ہے اب آپ ہمارے پاس سے چلے جائیں' تو آپ نے فرمایا: اگر تم مجھے اتنا وقت گزارنے دو کہ میں تمہارے درمیان شب زفاف گزار لوں اور ہم کھانا پکائیں اور تم بھی اس میں شریک ہو تو اس میں تمہیں کوئی حرج نہیں ہوگا' انہوں نے کہا: ہمیں آپ کے کھانے کی ضرورت نہیں ہے' آپ چلے جائیں' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ روانہ ہو گئے اور آپ نے مقام سرف (مکہ سے دس میل دور ایک جگہ) میں شب زفاف گزاری۔ (شرح معانی الآثار: ۴۱۲۰)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا اور اس وقت آپ محرم تھے۔

(شرح معانی الآثار: ۴۱۲۱' صحیح البخاری: ۱۸۳۷' صحیح مسلم: ۱۴۱۰' سنن نسائی: ۳۲۶۹' سنن ترمذی: ۸۴۵' سنن ابن ماجہ: ۱۹۶۵' مسند احمد ج ۱ ص ۲۲۱-۲۶۰-۳۵۴-۳۵۱-۳۴۶-۳۳۶-۳۳۳-۳۳۰-۳۲۴-۲۸۶-۲۸۵-۲۸۳-۲۷۵-۲۷۰-۲۶۶-۲۴۵)

مسروق بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بعض ازواج سے نکاح کیا اور اس وقت آپ محرم تھے۔ (شرح معانی الآثار: ۴۱۲۹)

محرم کے نکاح کے عدم جواز میں ائمہ ثلاثہ کے مزید دلائل

امام ابوجعفر طحاوی بیان کرتے ہیں کہ پہلے قول کے قائلین (ائمہ ثلاثہ اور ان کے متبعین) نے کہا: تمہارا متبع کون ہے؟ جب کہ ابورافع اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا یہ بیان کرتے ہیں کہ آپ اس وقت غیر محرم تھے اور ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

ابورافع بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا اور اس وقت آپ غیر محرم تھے اور آپ نے ان سے شب باشی کی اور اس وقت آپ غیر محرم تھے اور میں ان کے درمیان پیغام رساں تھا۔

(شرح معانی الآثار: ۴۱۳۱' سنن ترمذی: ۸۴۲' مسند احمد: ۱۹۳...)

ازیزید بن الاصم حضرت میمونہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ سے واپسی پر مجھ سے مقام سرف

میں نکاح کیا اور اس وقت ہم دونوں غیر محرم تھے۔

(شرح معانی الآثار: ۴۱۳۳' صحیح مسلم: ۱۴۱۱' سنن ابوداؤد: ۱۸۴۳' مسند احمد ج ۶ ص ۳۳۵_۳۳۳_۳۳۲)

ائمہ ثلاثہ کی تائید میں حضرت میمونہ کی حدیث کا مرجوح ہونا

حضرت میمونہ کی حدیث یزید بن الاصم سے مروی ہے' اور جعفر بن برقان نے از میمون بن مہران روایت کیا ہے کہ یہ یزید بن الاصم کا قول ہے' حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کا قول نہیں ہے اور نہ یہ حدیث کسی اور سے مروی ہے اور جنہوں نے یہ روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت میمونہ سے جب نکاح کیا تھا تو اس وقت آپ مُحرم تھے' وہ اس کو زیادہ جاننے والے تھے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے زیادہ ثقہ اصحاب' سعید بن جبیر' عطاء' طاؤس' مجاہد' عکرمہ اور جابر بن زید ہیں اور یہ سب ائمہ اور فقہاء ہیں اور ان کی روایات اور ان کی آراء سے استدلال کیا جاتا ہے' اسی طرح ان میں عمرو بن دینار' ایوب السختیانی اور عبداللہ بن نجیح ہیں اور یہ بھی ایسے ائمہ ہیں جن کی روایات کی اقتداء کی جاتی ہے۔ (شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۳۵۵' قدیمی کتب خانہ کراچی)

محرم کے نکاح کے جواز میں عقلی دلیل

امام طحاوی نے اس مسئلہ پر عقلی دلیل یہ قائم کی ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ روزہ دار اور معتکف ان میں سے ہر ایک پر جماع کرنا حرام ہے لیکن روزے اور اعتکاف کی وجہ سے عقد نکاح حرام نہیں ہے' اسی طرح محرم پر بھی جماع حرام ہے لیکن اس پر عقد نکاح حرام نہیں ہے' سو اس باب میں نظر کا بھی تقاضا ہے کہ محرم پر عقد نکاح حرام نہیں ہونا چاہیے اور یہی امام ابوحنیفہ' امام یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ کا قول ہے اور ان کی تائید میں صحابہ کرام کے حسب ذیل آثار ہیں:

محرم کے نکاح کے جواز میں آثارِ صحابہ اور فقہاء تابعین کے فتاویٰ

ابراہیم بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ محرم کے نکاح کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔

(شرح معانی الآثار: ۴۱۳۷' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۱۱۷' مجلس علمی' بیروت)

عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(شرح معانی الآثار: ۴۱۳۸' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۱۲۲' مجلس علمی' بیروت)

محمد بن ابی بکر بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے محرم کے نکاح کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے کہا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے' یہ عقد تو بیع کی طرح ہے۔ (شرح معانی الآثار: ۴۱۳۹)

فقہاء تابعین میں سے جابر بن زید' عطاء' ابراہیم النخعی' عبدالرحمان بن القاسم' حماد' قتادہ' عکرمہ اور مسروق اس کے قائل تھے کہ محرم کا نکاح کرنا جائز ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۸ ص ۹۲_۹۰' مجلس علمی' بیروت' ۱۴۲۷ھ)

روایتِ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی وجوہ ترجیح از مصنف

نیز اس مسئلہ میں قوی دلیل یہ ہے کہ یہاں پر دو حدیثیں ہیں' ایک حدیث حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت میمونہ سے جب نکاح کیا تھا تو آپ محرم تھے' دوسری حدیث حضرت ابورافع سے مروی ہے کہ جب آپ نے حضرت میمونہ سے نکاح کیا تھا تو آپ غیر محرم تھے' پہلی حدیث کو حسب ذیل وجوہ سے ترجیح ہے:

(۱) پہلی حدیث' صحیح بخاری کی روایت ہے اور دوسری حدیث صحیح مسلم' سنن ابوداؤد اور سنن ترمذی وغیرہ کی روایت ہے اور صحیح بخاری کی روایت کو دیگر کتب حدیث کی روایت پر ترجیح ہے جب کہ صحیح بخاری کی حدیث کو صحیح مسلم' سنن ترمذی' سنن نسائی اور

سنن ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے۔

(۲) پہلی حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اور دوسری حدیث حضرت ابورافع سے مروی ہے اور حضرت ابن عباس گھر کے آدمی ہیں کیونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عم زاد ہیں اور حضرت میمونہ کے بھانجے ہیں اور حضرت ابورافع غیر اور باہر کے آدمی ہیں اور نکاح کے معاملہ کو گھر کا آدمی باہر کے آدمی کی بہ نسبت زیادہ جانتا ہے اس لیے حضرت ابن عباس کی روایت حضرت ابورافع کی روایت سے اس لحاظ سے بھی راجح ہے اور قوت سند کے اعتبار سے بھی راجح ہے۔

(۳) حضرت ابن عباس کی روایت میں اس واقعہ کا ثبوت ہے کہ آپ نے حضرت میمونہ سے حالت احرام میں نکاح کیا ہے اور حضرت ابورافع کی روایت میں اس واقعہ کی نفی ہے اور جب کسی واقعہ کے ثبوت اور اس واقعہ کی نفی کی احادیث میں تعارض ہو تو ثبوت کی روایت کو ترجیح ہوتی ہے اس اعتبار سے بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت حضرت ابورافع کی روایت پر راجح ہے۔ ترجیح کی ان تین وجوہ میں سے پہلی دو وجوہ اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں القاء کی ہیں اور یہ مجھ پر نعمۃ الباری ہے۔

وللہ الحمد علیٰ ذالك.

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۳۳۴۸۔ ج ۳ ص ۸۱۱ پر مذکور ہے اس کی شرح کے عنوان یہ ہیں:

① محرم کے نکاح کرنے میں مذاہب اربعہ ② امام ابوحنیفہ کے مؤقف پر علامہ نووی کے اعتراضات ③ علامہ نووی کے اعتراضات کے جوابات۔

۱۳ - بَابُ مَا يُنْهٰى مِنَ الطِّيْبِ لِلْمُحْرِمِ وَالْمُحْرِمَةِ

محرم اور محرمہ کو خوشبو لگانے کی ممانعت

وَقَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا لَا تَلْبَسُ الْمُحْرِمَةُ ثَوْبًا بِوَرْسٍ اَوْ زَعْفَرَانٍ.

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ محرمہ ایسا کپڑا نہ پہنے جو ورس (خوشبودار بوٹی جس سے زرد رنگ نکلے) یا زعفران سے رنگا ہوا ہو۔

اس تعلیق کی اصل سنن بیہقی ج ۵ ص ۵۳ پر مذکور ہے۔

۱۸۳۸ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَزِيْدَ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنَا نَافِعٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَامَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَاذَا تَأْمُرُنَا اَنْ نَلْبَسَ مِنَ الثِّيَابِ فِي الْاِحْرَامِ؟ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَلْبَسُوا الْقَمِيْصَ وَلَا السَّرَاوِيْلَاتِ وَلَا الْعَمَائِمَ وَلَا الْبَرَانِسَ اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ اَحَدٌ لَيْسَتْ لَهُ نَعْلَانِ فَلْيَلْبَسِ الْخُفَّيْنِ وَلْيَقْطَعْ اَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ وَلَا تَلْبَسُوْا شَيْئًا مَسَّهُ زَعْفَرَانٌ وَّلَا الْوَرْسُ وَلَا تَنْتَقِبِ الْمَرْاَةُ الْمُحْرِمَةُ وَلَا تَلْبَسِ الْقُفَّازَيْنِ. تَابَعَهُ مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ وَاِسْمَاعِيْلُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یزید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں نافع نے حدیث بیان کی از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا: یا رسول اللہ! آپ ہمیں احرام میں کون سے کپڑے پہننے کا حکم دیتے ہیں؟ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم قمیص نہ پہنو اور شلواریں نہ پہنو اور عمامے نہ پہنو اور کنٹوپ نہ پہنو تاہم اگر کسی شخص کے پاس دو جوتے نہ ہوں تو وہ دو موزے پہن لے اور ان کو ٹخنوں کے نیچے سے کاٹ دے اور تم کوئی ایسا کپڑا نہ پہنو جو ورس یا زعفران سے رنگا ہوا ہو اور جو عورت محرمہ وہ نقاب نہ ڈالے اور دستانے نہ پہنے۔ موسیٰ بن عقبہ

بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عُقْبَةَ وَجُوَيْرِيَةُ وَابْنُ إِسْحَاقَ فِي النِّقَابِ وَالْقُفَّازَيْنِ، وَقَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ وَلَا وَرْسٌ. وَكَانَ يَقُولُ لَا تَتَنَقَّبُ الْمُحْرِمَةُ وَلَا تَلْبَسِ الْقُفَّازَيْنِ. وَقَالَ مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ لَا تَتَنَقَّبُ الْمُحْرِمَةُ. وَتَابَعَهُ لَيْثُ بْنُ أَبِي سُلَيْمٍ.

اور اسماعیل بن ابراہیم بن عقبہ اور جویریہ اور ابن اسحاق نے نقاب اور دستانوں میں لیث کی متابعت کی ہے اور عبید اللہ نے کہا کہ ورس میں نہ رنگا ہو' اور وہ کہتے تھے کہ محرمہ نقاب نہ ڈالے اور نہ دستانے پہنے' اور امام مالک نے کہا از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما: محرمہ نقاب نہ ڈالے۔ اور لیث بن ابی سلیم نے امام مالک کی متابعت کی ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۳۴۴ میں گزر چکی ہے۔

۱۸۳۹ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ وَقَصَتْ بِرَجُلٍ مُحْرِمٍ نَاقَتُهُ فَقَتَلَتْهُ، فَأُتِيَ بِهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اغْسِلُوهُ وَكَفِّنُوهُ، وَلَا تُغَطُّوا رَأْسَهُ، وَلَا تُقَرِّبُوهُ طِيبًا، فَإِنَّهُ يُبْعَثُ يُهِلُّ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از منصور از الحکم از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک محرم شخص کو اس کی اونٹنی نے گرا دیا' سو اس کو ہلاک کر دیا' پھر اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا' آپ نے فرمایا: اس کو غسل دو اور اس کو کفن پہناؤ اور اس کا سر نہ ڈھانپو اور نہ اس کے قریب خوشبو لاؤ' یہ قیامت کے دن لبیک لبیک کہتا ہوا اٹھے گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۲۶۵ میں گزر چکی ہے۔

١٤ - بَابُ الْاِغْتِسَالِ لِلْمُحْرِمِ

محرم کا غسل کرنا

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَدْخُلُ الْمُحْرِمُ الْحَمَّامَ.

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ محرم حمام میں داخل ہو سکتا ہے۔

اس تعلیق کی اصل سنن بیہقی ج ۵ ص ۶۳ میں ہے۔

وَلَمْ يَرَ ابْنُ عُمَرَ وَعَائِشَةُ بِالْحَكِّ بَأْسًا.

اور حضرت ابن عمر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم محرم کے کھجانے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔

اس تعلیق کی اصل سنن بیہقی ج ۵ ص ۶۳ میں ہے۔

۱۸۴۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حُنَيْنٍ، عَنْ أَبِيهِ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ الْعَبَّاسِ وَالْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ اخْتَلَفَا بِالْأَبْوَاءِ، فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ عَبَّاسٍ يَغْسِلُ الْمُحْرِمُ رَأْسَهُ، وَقَالَ الْمِسْوَرُ لَا يَغْسِلُ الْمُحْرِمُ رَأْسَهُ، فَأَرْسَلَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْعَبَّاسِ إِلٰى أَبِي أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيِّ، فَوَجَدْتُهُ يَغْتَسِلُ بَيْنَ الْقَرْنَيْنِ، وَهُوَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از زید بن اسلم از ابراہیم بن عبد اللہ بن حنین از والد خود وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عباس اور حضرت مسور بن مخرمہ کا مقام ابواء میں اختلاف ہوا' حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: محرم اپنا سر دھو سکتا ہے اور حضرت مسور نے کہا: محرم اپنا سر نہیں دھو سکتا' پس مجھے حضرت عبد اللہ بن عباس نے حضرت ایوب انصاری رضی اللہ عنہم کی

يُسْتَرُ بِثَوْبٍ، فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ، فَقَالَ مَنْ هٰذَا؟ فَقُلْتُ أَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ حُنَيْنٍ، أَرْسَلَنِي إِلَيْكَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْعَبَّاسِ، أَسْأَلُكَ كَيْفَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْسِلُ رَأْسَهُ وَهُوَ مُحْرِمٌ؟ فَوَضَعَ أَبُوْ أَيُّوْبَ يَدَهُ عَلَى الثَّوْبِ فَطَأْطَأَهُ حَتّٰى بَدَا لِي رَأْسُهُ، ثُمَّ قَالَ لِإِنْسَانٍ يَصُبُّ عَلَيْهِ اُصْبُبْ، فَصَبَّ عَلٰى رَأْسِهِ، ثُمَّ حَرَّكَ رَأْسَهُ بِيَدَيْهِ فَأَقْبَلَ بِهِمَا وَأَدْبَرَ، وَقَالَ هٰكَذَا رَأَيْتُهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُ.

طرف بھیجا تو میں نے دیکھا کہ وہ کنویں کی دولکڑیوں کے درمیان نہا رہے ہیں' اور انہوں نے ایک کپڑے سے پردہ کیا ہوا ہے' میں نے ان کو سلام کیا' انہوں نے پوچھا: یہ کون ہے؟ میں نے کہا: میں عبداللہ بن حنین ہوں' مجھے آپ کے پاس حضرت عبداللہ بن عباس نے بھیجا ہے' میں آپ سے یہ پوچھتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ جب محرم ہوتے تھے تو اپنا سر کس طرح دھوتے تھے؟ تو حضرت ایوب نے اپنا ہاتھ پردہ پر رکھا' پھر اس کو اتنا نیچا کیا حتیٰ کہ مجھے ان کا سر دکھائی دیا' پھر ایک شخص سے کہا جو ان پر پانی ڈال رہا تھا کہ پانی ڈالو پس اس نے ان کے سر پر پانی ڈالا' پھر دونوں ہاتھوں سے انہوں نے سر کو ہلایا' سر کو آگے لے گئے اور پیچھے لائے اور کہا: میں نے اس طرح رسول اللہ ﷺ کو کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

(صحیح مسلم:۱۲۰۵' الرقم المسلسل:۲۷۷۸' سنن ابوداؤد:۱۸۴۰' سنن نسائی:۲۶۶۱' سنن ابن ماجہ:۲۹۳۴' مسند الحمیدی:۳۷۹' سنن دارمی:۱۷۹۳' المنتقی:۴۴۱' صحیح ابن خزیمہ:۲۶۵۰' المعجم الکبیر:۳۹۷۷' سنن دار قطنی ج ۲ ص ۲۷۲' المستدرک ج ۳ ص ۴۶۲' مسند احمد ج ۵ ص ۴۱۶' مسند احمد:۲۳۵۲۹۔ ج ۳۸ ص ۵۱۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

محرم کے سر دھونے میں ائمہ کا اختلاف' صحابہ کا فقہی مسائل میں اختلاف کرنا اور مسئلہ کے حل کے لیے حدیث کی طرف رجوع کرنا

حافظ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کا فقہی مسائل میں اختلاف ہوتا تھا جیسے حضرت مسور اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا مُحرِم کے سر دھونے میں اختلاف ہوا اور وہ ایک دوسرے سے تبادلہ خیال کرتے تھے' پھر اس کے حل کے لیے حدیث کی طرف رجوع کرتے تھے جیسے انہوں نے حضرت ابوایوب انصاری کی طرف رجوع کیا اور انہوں نے محرم کے سر دھونے کے متعلق حدیث بیان کی۔

حضرت ابوایوب ایک کپڑے سے پردہ کر کے نہا رہے تھے' اس سے معلوم ہوا کہ نہانے والے کو پردہ میں نہانا چاہیے۔

ایک شخص حضرت ابوایوب پر پانی ڈال رہا تھا' اس سے معلوم ہوا کہ غسل میں محفوظ طریقہ سے کسی سے مدد لینا جائز ہے۔

عبداللہ بن حنین نے ان کو سلام کر کے اپنا مسئلہ پیش کیا' اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص غسل کر رہا ہو' اسے سلام کرنا اور اس سے دین اور شریعت کے متعلق باتیں کرنا جائز ہے۔ (نوٹ: آج کل کے اٹیچڈ باتھ روم (Attached Bath Room) میں دینی مسائل نہیں پوچھنے چاہئیں۔ سعیدی غفرلہ)

جب حضرت مسعود اور حضرت عبداللہ بن عباس میں اختلاف ہوا تو انہوں نے حضرت ابوایوب سے مسئلہ کا حل معلوم کرایا' اس سے معلوم ہوا کہ جب دو عالموں میں اختلاف ہو تو کسی تیسرے بڑے عالم کی طرف رجوع کرنا چاہیے اور اس میں حیاء اور اَنا کو درمیان میں نہیں لانا چاہیے۔

۔ علامہ قرطبی نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ غسل میں بدن کو ہاتھوں سے ملنا چاہیے کیونکہ حضرت ابوایوب انصاری

اپنے بدن کو ہاتھوں سے مل مل کر دھو رہے تھے۔

محرم کے سر دھونے میں فقہاء کا اختلاف ہے' امام ابوحنیفہ' امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک محرم کا سر دھونا جائز ہے اور ان کا استدلال اس حدیث سے ہے' حضرت عمر بن الخطاب' حضرت ابن عباس اور حضرت جابر رضی اللہ عنہم کے نزدیک بھی محرم کا سر دھونا جائز ہے اور جمہور فقہاء کا بھی یہی مذہب ہے۔

امام مالک محرم کے سر دھونے کو مکروہ کہتے تھے' اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بغیر احتلام کے سر نہیں دھوتے تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۲۸۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۷۸۵۔ ج ۳ ص ۳۶۵ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے عنوانات یہ ہیں:
(۱) محرم کے غسل کے متعلق مسائل اور احکام (۲) محرم کا خوشبودار صابن سے غسل اور شیمپو سے سر دھونے کا حکم۔

۱۵ - بَابُ لُبْسِ الْخُفَّيْنِ لِلْمُحْرِمِ إِذَا لَمْ يَجِدِ النَّعْلَيْنِ

جب محرم کو جوتے نہ ملیں تو وہ موزوں کو پہن لے

۱۸۴۱ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ زَيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ بِعَرَفَاتٍ مَنْ لَّمْ يَجِدِ النَّعْلَيْنِ فَلْيَلْبَسِ الْخُفَّيْنِ' وَمَنْ لَّمْ يَجِدْ إِزَارًا فَلْيَلْبَسْ سَرَاوِيْلَ لِلْمُحْرِمِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عمرو بن دینار نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے جابر بن زید سے سنا' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے سنا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم عرفات میں خطبہ دے رہے تھے کہ جس کو دو جوتے نہ ملیں وہ دو موزے پہن لے اور جس کو تہبند نہ ملے وہ شلوار پہن لے' یہ حکم محرم کے لیے ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۷۴۰ میں گزر چکی ہے' البتہ بعض الفاظ کی وضاحت کی جا رہی ہے۔

اگر محرم کو تہبند دستیاب نہ ہو اور وہ شلوار پہن لے تو آیا اس پر فدیہ لازم ہوگا یا نہیں؟

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس پر اجماع ہے کہ جب مُحرِم کو تہبند نہ ملے تو اس کے لیے شلوار پہننا جائز نہیں ہے۔

اس میں اختلاف ہے کہ جب مُحرِم کو تہبند نہ ملے تو وہ کیا کرے؟ عطاء' ثوری' امام شافعی' امام احمد' اسحاق اور ابوثور نے کہا ہے: وہ شلوار پہن لے اور اس پر کوئی تاوان نہیں ہے' انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اس ظاہر حدیث پر عمل کیا ہے۔

امام مالک اور امام ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ جب مُحرِم نے شلوار پہنی تو اس پر فدیہ واجب ہے' خواہ اس کو تہبند ملا ہو یا نہ ملا ہو' تاہم وہ شلوار کو کاٹ کر تہبند بنا لے۔ انہوں نے اس حدیث کی مخالفت کی ہے۔

امام طحاوی نے کہا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا ہے کہ جس کو تہبند نہ ملے وہ شلوار پہن لے' آپ کا یہ ارشاد اس صورت پر محمول ہے کہ وہ شلوار کو کاٹ کر تہبند کی طرح پہن لے' جس طرح موزوں کو ٹخنوں کے نیچے سے کاٹ کر ان کو جوتوں کی جگہ پہنا جاتا ہے (گویا اس ارشاد میں مطلق مقید پر محمول ہے) اور جب حدیث سے اس معنی کا ارادہ کیا جائے گا تو اس حدیث کی مخالفت لازم نہیں آئے گی بلکہ اس حدیث میں تاویل ہوگی۔

اور نظر صحیح کا تقاضا یہ ہے کہ جب محرم کو تہبند میسر ہو تو اس کے لیے شلوار کو پہننا جائز نہیں ہے کیونکہ اس کا احرام اس سے منع کرتا ہے' پس ہم نے ارادہ کیا کہ ہم یہ دیکھیں کہ اگر اس نے ضرورت کی وجہ سے شلوار پہنی تو آیا اس پر کفارہ واجب ہو گا یا نہیں! پس ہم نے یہ دیکھا کہ متعدد کام پہلے جائز ہوتے ہیں اور احرام میں وہ ممنوع ہوتے ہیں جیسے عمامہ باندھنا اور شلوار اور قمیص پہننا اور جو شخص سخت دھوپ اور گرمی میں ضرورت کی وجہ سے اپنا سر ڈھانپ لے یا سخت سردی کی وجہ سے کپڑے پہن لے تو اس پر کفارہ ہے' اسی طرح اس کے لیے پہلے اپنا سر مونڈنا جائز تھا اور احرام نے اس پر اپنے سر مونڈنے کو حرام کر دیا اور جس شخص نے مرض کی ضرورت کی وجہ سے اپنا سر مونڈا تو اس پر کفارہ لازم ہے' اسی طرح جب کسی شخص کو تہبند نہیں ملا تو اس نے برہنگی سے بچنے کی ضرورت کی وجہ سے شلوار کو پہن لیا تو اس پر کفارہ واجب ہو گا۔ (شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۲۰۲۔ ۲۰۱' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

علامہ ابن القصار مالکی نے کہا ہے کہ مخالفین نے اس سے استدلال کیا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ مراد ہو کہ جس نے ضرورت کی وجہ سے شلوار پہنی تو اس کا یہ عمل جائز ہے' یا آپ کی یہ مراد ہو کہ شلوار پہننے کی وجہ سے اس سے فدیہ ساقط ہو جائے گا' یہ تو ہو نہیں سکتا کہ آپ نے ضرورت کی وجہ سے باقی سلے ہوئے کپڑوں میں سے صرف شلوار کو مستثنیٰ کیا ہو' کیونکہ دیگر سلے ہوئے کپڑوں میں سے شلوار کی کوئی خصوصیت نہیں ہے' پھر یہی متعین ہو جاتا ہے کہ آپ کی مراد یہ تھی کہ ضرورت کی وجہ سے شلوار پہننے سے اس پر فدیہ نہیں ہو گا۔

دوسرے فقہاء نے یہ کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرے سلے ہوئے کپڑوں میں سے شلوار کی تخصیص اس لیے فرمائی ہے کہ جب اس کے پاس تہبند نہ ہو تو وہ شلوار پہن سکتا ہے کیونکہ تہبند سے مقصود شرم گاہ کو چھپانا ہوتا ہے اور یہ شلوار کا بدل ہے اور اس جگہ کو منکشف کرنا اور کھولنا جائز ہے اور قمیص بدن کے اوپر والے حصہ پر پہنی جاتی ہے اور اس کو کھولنا جائز ہے' پس قمیص کی بہ نسبت شلوار کی زیادہ شدید ضرورت ہے' پس جب اس نے شلوار پہن لی تو اس کی شرم گاہ کا ستر ہو گیا اور اس کا باقی جسم احرام کے حکم سے کھلا رہے گا اور اس عذر کی بناء پر شلوار پہننے کی وجہ سے اس سے فدیہ ساقط نہیں ہو گا جیسے عذر کی وجہ سے سر کے بال مونڈنے کی وجہ سے اس سے فدیہ ساقط نہیں ہوتا۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۴۶۵۔ ۴۶۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام محمد بن الحسن' امام الحرمین اور فقہاء کی ایک جماعت نے یہ کہا ہے کہ وہ شلوار کو کاٹ کر تہبند کی طرح بنا کر پہن لے اور امام ابو حنیفہ سے روایت ہے کہ محرم کے لیے شلوار پہننا مطلقاً منع ہے' امام مالک سے بھی اس کی مثل منقول ہے اور ہمارے اصحاب میں سے امام ابو بکر رازی نے یہ کہا ہے کہ جب محرم کو تہبند نہ ملے تو وہ شلوار پہن سکتا ہے اور اس پر فدیہ لازم ہو گا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۲۸۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ اس مسئلہ میں امام محمد بن الحسن کے قول پر فتویٰ دینا چاہیے اور امام ابو جعفر طحاوی حنفی کی تحقیق اور علامہ ابن بطال کے دلائل اور امام ابو بکر رازی کا قول اس کی تائید کرتے ہیں۔

۱۸۴۲ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ حَدَّثَنَا قَالَ ابْنُ شِهَابٍ' عَنْ سَالِمٍ' عَنْ اَبِيْهِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يَلْبَسُ الْمُحْرِمُ مِنَ الثِّيَابِ؟

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن شہاب نے حدیث بیان کی از سالم از والد خود حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

فَقَالَ لَا یَلْبَسِ الْقَمِیْصَ، وَلَا الْعَمَائِمَ، وَلَا السَّرَاوِیْلَاتِ، وَلَا الْبُرْنُسَ، وَلَا ثَوْبًا مَّسَّهُ زَعْفَرَانٌ وَّلَا وَرْسٌ، وَإِنْ لَّمْ یَجِدْ نَعْلَیْنِ فَلْیَلْبَسِ الْخُفَّیْنِ، وَلْیَقْطَعْهُمَا حَتّٰی یَكُوْنَا اَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَیْنِ.

سے یہ سوال کیا گیا کہ محرم کیا پہنے؟ تو آپ نے فرمایا: وہ قمیص نہ پہنے اور عمامے نہ پہنے اور شلواریں نہ پہنے اور کنٹوپ (لمبی ٹوپی جو کان ڈھانپ لے) نہ پہنے اور زعفران میں رنگا ہوا کپڑا نہ پہنے اور ورس (ایک جڑی بوٹی جس سے زرد رنگ نکلتا ہے) میں رنگا ہوا کپڑا نہ پہنے اور اگر اس کو جوتے نہ ملیں تو وہ موزے پہن لے اور ان کو کاٹ دے حتیٰ کہ وہ ٹخنوں سے نیچے ہو جائیں۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۳۴ میں گزر چکی ہے۔

١٦ - بَابٌ إِذَا لَمْ یَجِدِ الْإِزَارَ فَلْیَلْبَسِ السَّرَاوِیْلَ

جب محرم کو تہبند نہ ملے تو وہ شلوار پہن لے

١٨٤٣ - حَدَّثَنِیْ اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِیْنَارٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ زَیْدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ خَطَبَنَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِعَرَفَاتٍ، فَقَالَ مَنْ لَّمْ یَجِدِ الْإِزَارَ فَلْیَلْبَسِ السَّرَاوِیْلَ، وَمَنْ لَّمْ یَجِدِ النَّعْلَیْنِ فَلْیَلْبَسِ الْخُفَّیْنِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے آدم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن دینار نے حدیث بیان کی از جابر بن زید از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں عرفات میں نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: جس شخص کو تہبند نہ ملے وہ شلوار پہن لے اور جس شخص کو جوتے نہ ملیں وہ موزے پہن لے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۸۴۱، اور ۱۸۴۰ میں ملاحظہ فرمائیں۔

١٧ - بَابُ لُبْسِ السِّلَاحِ لِلْمُحْرِمِ

محرم کے لیے ہتھیار پہننے کا حکم

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ضرورت کے وقت محرم ہتھیار پہن سکتا ہے۔

وَقَالَ عِكْرِمَةُ إِذَا خَشِیَ الْعَدُوَّ لَبِسَ السِّلَاحَ وَافْتَدٰی. وَلَمْ یُتَابَعْ عَلَیْهِ فِی الْفِدْیَةِ.

اور عکرمہ نے کہا: جب محرم کو دشمن سے خطرہ ہو تو وہ ہتھیار پہن لے اور فدیہ دے، اور فدیہ دینے میں اس کی متابعت نہیں کی گئی۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ امام مالک اور امام شافعی نے کہا ہے کہ محرم حج اور عمرہ میں ہتھیار اٹھا لے اور حسن بصری نے اس کو مکروہ کہا ہے اور یہ حدیث حسن بصری کے خلاف حجت ہے جو خطرہ کے وقت ہتھیار اٹھانے کو مکروہ کہتے ہیں اور عکرمہ کے خلاف حجت ہے جو اس پر فدیہ کو واجب کہتے ہیں۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۴۶۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

١٨٤٤ - حَدَّثَنَا عُبَیْدُ اللّٰهِ، عَنْ إِسْرَائِیْلَ، عَنْ أَبِیْ إِسْحَاقَ، عَنِ الْبَرَاءِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اِعْتَمَرَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ ذِی الْقَعْدَةِ، فَأَبٰی أَهْلُ مَكَّةَ أَنْ یَدَعُوْهُ یَدْخُلُ مَكَّةَ حَتّٰی قَاضَاهُمْ لَا یُدْخِلُ مَكَّةَ سِلَاحًا إِلَّا فِی الْقِرَابِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبیداللہ نے حدیث بیان کی از اسرائیل از ابی اسحاق از حضرت البراء رضی اللہ عنہ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ذوالقعدہ میں عمرہ کیا تو اہل مکہ نے اس سے انکار کر دیا کہ وہ آپ کو مکہ میں داخل ہونے کے لیے چھوڑ دیں حتیٰ کہ انہوں نے اس پر صلح کی کہ آپ مکہ میں ہتھیاروں کو میان میں رکھ کر داخل ہوں

گے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۱۷۸۱ میں گزر گئی ہے۔

۱۸ - بَابُ دُخُوْلِ الْحَرَمِ وَمَكَّةَ بِغَيْرِ إِحْرَامٍ

مکہ میں اور حرم میں بغیر احرام کے داخل ہونا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب کسی شخص کا حج اور عمرہ کا ارادہ نہ ہو تو وہ بغیر احرام کے حرم میں داخل ہو سکتا ہے۔

وَدَخَلَ ابْنُ عُمَرَ حَلَالًا.

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بغیر احرام کے داخل ہوئے۔

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل ہے:

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے مکہ میں اقامت کی' پھر وہ مدینہ جانے کے لیے مکہ سے نکلے حتیٰ کہ جب وہ مقام قدید (مکہ سے سو کلومیٹر ایک جگہ) پر پہنچے تو ان کو یہ خبر پہنچی کہ فتنہ پرور لوگوں کا لشکر مدینہ میں داخل ہو چکا ہے تو اب انہوں نے اہل مدینہ کے پاس جانے کو ناپسند کیا تو وہ مکہ واپس آ گئے اور مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہوئے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۷۰۰' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۵۲۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

جعفر بیان کرتے ہیں کہ میرے والد اور عمرو بن دینار اپنی زمینوں کی طرف گئے جو حرم سے خارج تھیں' پھر وہ مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہو گئے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۷۰۱' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۵۲۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

امام مالک بن انس بیان کرتے ہیں کہ زہری نے کہا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۷۰۲' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۵۲۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

وَإِنَّمَا أَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْإِهْلَالِ لِمَنْ أَرَادَ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ، وَلَمْ يَذْكُرْهُ لِلْحَطَّابِيْنَ وَغَيْرِهِمْ.

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام باندھنے کا حکم صرف ان لوگوں کو دیا ہے جو حج اور عمرہ کریں اور لکڑہاروں وغیرہ کو یہ حکم نہیں دیا۔

یہ امام بخاری کی عبارت ہے' یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو احرام باندھنے کا حکم نہیں دیا جو جنگل سے لکڑیاں چن کر بیچنے کے لیے مکہ لاتے ہیں' اس سے یہ اشارہ کیا ہے کہ امام بخاری کا مذہب یہ ہے کہ جس شخص کا ارادہ حج یا عمرہ کا نہ ہو' وہ مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہو جائے تو اس پر کوئی حرج نہیں ہے۔

۱۸۴۵ - حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَّتَ لِأَهْلِ الْمَدِيْنَةِ ذَا الْحُلَيْفَةِ، وَلِأَهْلِ نَجْدٍ قَرْنَ الْمَنَازِلِ، وَلِأَهْلِ الْيَمَنِ يَلَمْلَمَ، هُنَّ لَهُنَّ، وَلِكُلِّ اٰتٍ أَتٰى عَلَيْهِنَّ مِنْ غَيْرِهِمْ، مَنْ أَرَادَ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ، فَمَنْ كَانَ دُوْنَ ذٰلِكَ فَمِنْ حَيْثُ أَنْشَأَ، حَتّٰى أَهْلُ مَكَّةَ مِنْ مَكَّةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن طاؤس نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مدینہ کے لیے ذوالحلیفہ کو میقات مقرر کیا اور اہل نجد کے لیے قرن المنازل کو اور اہل یمن کے لیے یلملم کو' یہ ان کے لیے میقات ہیں اور جو ان جگہوں پر آنے والے ہوں اور ان جگہوں کے رہنے والے نہ ہوں' جو حج اور عمرہ کا ارادہ کریں' اور جو ان مقامات کے ماوراء رہتے ہوں' ان کے لیے وہ

میقات ہے جہاں سے وہ روانہ ہوں حتیٰ کہ مکہ والے مکہ سے
احرام باندھیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۵۲۱ میں گزر چکی ہے تاہم مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہونے کے مسئلہ کی وضاحت کی جا رہی ہے۔

امام بخاری کے اس پر دلائل کہ جس کا حج یا عمرہ کا ارادہ نہ ہو وہ بغیر احرام باندھے مکہ میں داخل ہو سکتا ہے

جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ امام بخاری کا مسلک یہ ہے کہ جس شخص کا حج یا عمرہ کرنے کا ارادہ نہ ہو وہ مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہو سکتا ہے' اس پر امام بخاری نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ میقات ان لوگوں کے لیے مقرر کیے ہیں جو حج اور عمرہ کا ارادہ کریں' اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ جن کا ارادہ حج اور عمرہ کا نہ ہو وہ ان جگہوں سے بغیر احرام کے بھی گزر سکتے ہیں۔

امام بخاری نے اس باب کی دوسری حدیث سے بھی استدلال کیا ہے' وہ یہ ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فتح مکہ کے سال مکہ میں داخل ہوئے اور آپ کے سر پر خود تھا۔ الحدیث (صحیح البخاری: ۱۸۴۶)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب آپ مکہ میں داخل ہوئے تو آپ کا سر خود سے ڈھکا ہوا تھا اگر آپ نے احرام باندھا ہوا ہوتا تو آپ کا سر کھلا ہوا ہوتا۔

مکہ میں بغیر احرام کے دخول کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن القصار نے کہا ہے: جس شخص کا حج یا عمرہ کرنے کا ارادہ نہ ہو اس کے مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہونے کے متعلق امام شافعی اور امام مالک کا قول مختلف ہے' ایک مرتبہ انہوں نے کہا کہ بغیر احرام کے مکہ میں داخل ہونا جائز نہیں ہے کیونکہ مکہ احرام کے ساتھ مخصوص ہے اور دوسرے شہروں سے مختلف ہے' سوائے لکڑہاروں کے اور جو اس کے قریب ہوں مثلاً جدہ اور طائف اور عسفان کے لوگ کیونکہ ان کا وہاں اکثر آنا جانا ہوتا ہے' امام ابوحنیفہ اور لیث کا بھی یہی قول ہے' اور دوسری بار انہوں نے یہ کہا کہ مکہ میں احرام باندھ کر داخل ہونا مستحب ہے' واجب نہیں ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۳۶۷-۳۶۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی متوفی ۳۲۱ھ نے کہا ہے کہ امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کا مذہب یہ ہے کہ جن کا گھر کسی میقات میں ہو یا ان کا گھر میقات سے کم فاصلہ پر ہو اس کے لیے مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہونا جائز ہے اور جس کا گھر میقات سے پہلے ہو اس کے لیے مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہونا جائز نہیں ہے اور انہوں نے اس سے استدلال کیا ہے کہ حضرت ابن عمر مکہ سے مدینہ جانے کے لیے نکلے' جب وہ مقام قدید کے قریب پہنچے تو ان کو مدینہ میں فسادیوں کی خبر پہنچی' پھر وہ واپس لوٹ گئے اور مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہو گئے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۷۰۱' مجلس علمی' بیروت) (شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۳۴۶-۳۴۵' قدیمی کتب خانہ کراچی)

مکہ میں بغیر احرام کے دخول کے جواز پر بعض علماء کی دلیل

جن علماء نے مکہ میں بغیر احرام کے دخول کو جائز کہا ہے' انہوں نے اس سے بھی استدلال کیا ہے کہ حج زندگی میں ایک بار فرض ہوتا ہے' اسی طرح عمرہ بھی ایک بار ہوتا ہے' پس جنہوں نے مطلقاً مکہ میں احرام کے ساتھ دخول کو واجب کہا ہے' انہوں نے اللہ تعالیٰ کی طرح اس کو واجب کیا ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۳۶۷-۳۶۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

دلیل مذکور پر مصنف کا ردّ کرنا اور اس پر دلیل قائم کرنا کہ مکہ میں بغیر احرام کے دخول جائز نہیں ہے

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن بطال کی یہ آخری دلیل صحیح نہیں ہے کیونکہ حج زندگی میں صرف ایک بار فرض ہوتا ہے لیکن نفل حج کا زندگی میں ہر سال کرنا مشروع ہے۔ اسی طرح عمرہ بھی زندگی میں ایک بار کرنا سنت مؤکدہ یا واجب ہے لیکن اگر کوئی شخص زندگی میں بار بار عمرہ کرتا رہے تو یہ بھی مشروع ہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما زندگی میں ہر سال حج اور عمرہ کرتے رہے حتیٰ کہ جس سال مسلمانوں کی خارجیوں کے ساتھ جنگ متوقع تھی وہ اس سال بھی حج اور عمرہ کے لیے گئے اور اپنے بیٹوں کے منع کرنے سے نہیں رکے اور اس پر اجماع ہے کہ حج اور عمرہ بغیر احرام باندھے کرنا صحیح نہیں ہے اور مکہ میں دخول کے لیے احرام کو کسی نے اپنی عقل سے واجب نہیں کیا بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد سے واجب کیا ہے:

بے شک مکہ کو اللہ تعالیٰ نے حرم بنایا ہے اس کو لوگوں نے حرم نہیں بنایا سو جو شخص بھی اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اس کے لیے مکہ میں خون بہانا جائز نہیں ہے اور نہ مکہ کے کسی درخت کو کاٹنا جائز ہے اور اگر کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس میں قتال کرنے سے اس میں قتال کرنے کی رخصت پر استدلال کرے تو تم اس سے کہو کہ بے شک اللہ نے اپنے رسول کو اجازت دی تھی اور تم کو اجازت نہیں دی اور مجھے بھی صرف دن کی ایک ساعت کے لیے اجازت دی گئی تھی اور اب کل کی طرح اس کی حرمت آج پھر لوٹ آئی ہے۔ (صحیح البخاری: ۱۸۳۲)

علامہ برہان الدین محمود بن صدر الشریعۃ ابن مازہ البخاری المتوفی ۶۱۶ ھ لکھتے ہیں:

آپ نے جو فرمایا ہے: میرے لیے مکہ کو دن کی ایک ساعت کے لیے حلال کیا گیا تھا۔ (صحیح البخاری: ۱۸۳۳) اس کا معنی ہے: مکہ میں بغیر احرام کے دخول کو میرے لیے صرف دن کی ایک ساعت کے لیے حلال کیا گیا تھا اور اب میرے بعد کسی کے لیے مکہ میں بغیر احرام کے دخول جائز نہیں ہے۔ (المحیط البرہانی ج ۳ ص ۴۱۳ المجلس العلمی بیروت ۱۴۲۴ ھ)

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

پس مکہ اللہ تعالیٰ کے حرام کرنے سے قیامت تک کے لیے حرام ہے نہ اس کے کانٹے کو کاٹا جائے گا نہ اس کے شکار کو بھگایا جائے گا اور نہ اس کی گری پڑی چیز کو اعلان کرنے والے کے سوا کوئی اٹھائے گا اور نہ اس کی سبز گھاس کو کاٹا جائے گا ماسوا اذخر کے۔ (صحیح البخاری: ۱۸۳۴۔ ۱۸۳۳)

اور جب مکہ قیامت تک کے لیے حرم ہے تو قیامت تک اس میں بغیر احرام کے داخل ہونا جائز نہیں ہے ماسوا ان لوگوں کے جو مکہ کے میقات کے اندر رہتے ہیں اور انہیں لکڑیاں چن کر لانے کے لیے یا پھل توڑ کر لانے کے لیے بار بار مکہ میں جانا پڑتا ہے کیونکہ اگر ان پر بھی مکہ میں دخول کے لیے احرام کو واجب کیا جائے تو اس سے ان پر حرج لازم آئے گا اور حرج کی وجہ سے احکام میں تخفیف کر دی جاتی ہے جیسے مرض اور سفر کی وجہ سے روزہ ترک کرنے کی رخصت دی گئی ہے یا نابینا اور لنگڑے سے جہاد کی فرضیت کو ساقط کیا گیا ہے یا بیمار اور مسافر سے وضوء کو ساقط کر کے تیمم کی رخصت دی گئی ہے۔ (المحیط البرہانی ج ۳ ص ۴۱۳ ملخصاً المجلس العلمی بیروت ۱۴۲۴ ھ)

مکہ میں احرام کے ساتھ دخول کے وجوب پر علامہ عینی کے تتبع سے فقہاء کے اقوال

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ الزہری الحسن البصری امام شافعی کا ایک قول امام مالک کی ایک روایت اور ابن وہب اور داؤد بن علی ظاہری

(غیر مقلدین کا امام اور اس فرقے کا بانی)' ان سب کا قول یہ ہے کہ حرم میں بغیر احرام کے داخل ہونے میں کوئی حرج نہیں ہے اور عطاء بن ابی رباح' لیث بن سعد' ثوری' امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب اور امام مالک کی دوسری روایت جو ان کی صحیح روایت ہے اور امام شافعی کا مشہور قول' امام احمد' ابوثور اور الحسن بن حی کا مذہب یہ ہے کہ جس شخص کا گھر میقات کے پار ہو' وہ مکہ میں بغیر احرام کے داخل نہیں ہوسکتا' اگر وہ مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہوگیا تو اس نے برا کام کیا' امام شافعی کے نزدیک اس پر کوئی تاوان نہیں ہے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس پر لازم ہے کہ وہ حج یا عمرہ کرے۔

علامہ ابوعمر ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ شہروں کے فقہاء کے درمیان اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ لکڑیاں چننے والا اور جو ہمیشہ دن رات میں کئی بار مکہ میں داخل ہوتے ہیں' ان کو احرام باندھنے کا حکم نہیں دیا جائے گا کیونکہ اس میں ان پر مشقت ہے اور ابن وہب مالکی نے کہا کہ میں ابن شہاب کے اس قول کو مسترد کرتا ہوں کہ مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہونا جائز ہے' سوا اس شخص کے جو طائف سے پھل لے کر آتا ہے یا لکڑیاں بیچنے کے لیے لاتا ہے' اس کے لیے بغیر احرام کے مکہ میں داخل ہونے میں کوئی حرج نہیں سمجھتا' ان سے کہا گیا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جو دوبارہ مکہ میں گئے تھے تو بغیر احرام کے گئے تھے' اس کا کیا جواب ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ حضرت ابن عمر کا اس وقت عذر تھا کیونکہ اس وقت مدینہ میں دہشت گرد اور مفسدین داخل ہو چکے تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۲۹۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

مکہ میں احرام کے ساتھ دخول کے وجوب پر مصنف کے تتبع سے احادیث' آثار اور فتاویٰ تابعین

میں کہتا ہوں کہ مکہ میں بغیر احرام کے دخول کی ممانعت اور عدم جواز کے ثبوت میں علامہ عینی حنفی نے اقوالِ فقہاء ذکر کیے ہیں' ان کو چاہیے تھا کہ وہ اس کے ثبوت میں احادیث اور آثار پیش کرتے کیونکہ وہ کسی فقہ کی کتاب کی شرح نہیں لکھ رہے تھے بلکہ حدیث کی کتاب کی شرح لکھ رہے تھے' بہرحال ہم اپنی بساط کے مطابق اس سلسلہ میں حسب ذیل احادیث اور آثار پیش کر رہے ہیں:

سعید بن جبیر بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: کوئی شخص بغیر احرام کے میقات سے تجاوز نہ کرے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۵۷۰۲' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۵۴۶۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

یہ حدیث مرسل ہے اور اس کو خصیف نے سعید بن جبیر سے روایت کیا ہے اور اس کا حافظہ ٹھیک نہیں تھا مگر اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ اس کو امام طبرانی نے بھی روایت کیا ہے اور ان کی حدیث متصل السند ہے:

از خصیف از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: بغیر احرام کے میقات سے تجاوز نہ کرے۔ (المعجم الکبیر: ۱۲۲۳۶' ج ۱۱ ص ۳۴۵' داراحیاء التراث العربی' بیروت)

حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی المتوفی ۸۰۷ھ اس حدیث کی سند کے متعلق لکھتے ہیں:

اس حدیث کی سند میں خصیف ہے اور اس میں بحث ہے اور ایک جماعت نے اس کی توثیق کی ہے۔

(مجمع الزوائد ج ۳ ص ۲۱۷' دارالکتاب العربی' بیروت' ۱۴۰۲ھ)

اس حدیث کی مزید تائید اور تقویت حسب ذیل آثار اور فتاویٰ تابعین سے ہوتی ہے:

عطاء بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کوئی شخص ذات عرق سے بغیر احرام کے تجاوز نہ کرے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۵۷۰۳' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۵۴۶۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

داؤد بیان کرتے ہیں کہ مجاہد نے ان سے کہا کہ جب تم دوسرے شہر سے آؤ تو احرام باندھے بغیر حد سے تجاوز نہ کرو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۵۷۰۴ ' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۵۴۶۵ ' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

ہشام بیان کرتے ہیں کہ محمد نے کہا کہ کوئی شخص احرام کے بغیر میقات سے تجاوز نہ کرے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۵۷۰۵ ' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۵۴۶۶ ' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: آدمی چاہے اپنے گھر سے احرام باندھے یا گھر سے تجاوز کرکے باندھے لیکن میقات سے بغیر احرام کے تجاوز نہ کرے۔ (معرفۃ السنن والآثار: ۲۷۶۳۔ ج ۳ ص ۵۳۶ ' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۲ھ)

ابو الشعثاء بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے دیکھا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس شخص پر رد کرتے تھے جو میقات سے بغیر احرام کے تجاوز کرتا تھا' یعنی اس کو واپس لوٹاتے تھے۔ (معرفۃ السنن والآثار: ۲۷۶۴۔ ج ۳ ص ۵۳۶ ' سنن بیہقی ج ۵ ص ۳۰ ' مسند الشافعی ج ۲ ص ۱۴۰)

ابن جریج بیان کرتے ہیں کہ عطاء نے کہا: جس نے خطاءً میقات سے احرام نہیں باندھا یا عمداً میقات سے احرام نہیں باندھا' وہ واپس میقات پر جاکر احرام باندھے' سوا اس صورت کے کہ وہ کسی مرض یا درد کی وجہ سے معذور ہو یا اس کو یہ خطرہ ہو کہ اگر وہ واپس گیا تو اس کا حج فوت ہو جائے گا تو اس پر ایک قربانی کرنا لازم ہے اور کم سے کم قربانی بکری کی ہے (امام شافعی نے کہا ہے کہ ہم اسی پر عمل کرتے ہیں)۔ (معرفۃ السنن والآثار: ۲۷۶۵۔ ج ۳ ص ۵۳۶ ' کتاب الام للامام الشافعی ج ۲ ص ۱۳۹)

جس شخص نے بغیر احرام کے میقات سے تجاوز کیا اور واپس نہیں لوٹا' اس پر قربانی کے وجوب میں امام شافعی نے درج ذیل حدیث سے استدلال کیا ہے:

سعید بن جبیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جو شخص حج کے افعال میں سے کسی فعل کو بھول گیا یا اس نے کسی فعل کو ترک کر دیا تو وہ اس کے لیے قربانی کرے۔ (معرفۃ السنن والآثار ج ۳ ص ۵۳۷ ' سنن بیہقی ج ۵ ص ۳۰)

عطاء بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب کسی شخص نے بغیر احرام کے میقات سے تجاوز کیا اور اس کو یہ خطرہ تھا کہ اگر وہ میقات سے احرام باندھنے کے لیے واپس لوٹا (تو اس کا حج فوت ہو جائے گا) تو اس پر ایک قربانی کرنا واجب ہے۔ (معرفۃ السنن والآثار: ۲۷۶۶۔ ج ۳ ص ۵۳۷ ' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۲ھ)

جس شخص نے بغیر احرام کے میقات سے تجاوز کیا' امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس پر قربانی کا وجوب

جس شخص نے بغیر احرام کے میقات سے تجاوز کیا تو فقہاء احناف نے بھی اس پر ایک قربانی لازم کی ہے۔

علامہ برہان الدین محمود بن صدر الشریعۃ ابن مازہ البخاری الحنفی المتوفی ۶۱۶ھ لکھتے ہیں:

پھر جب آفاقی (دوسرے ملک کا باشندہ) مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہوا اور اس کا حج اور عمرہ کا ارادہ نہیں تھا' اس پر واجب ہے کہ وہ مکہ میں حج یا عمرہ کی نیت سے داخل ہو کیونکہ جب وہ مکہ میں دخول کے قصد سے میقات تک پہنچ گیا تو اس پر احرام باندھنا واجب ہو گیا اور احرام حج کے لیے ہوتا ہے یا عمرہ کے لیے ہوتا ہے' پس اس پر لازم ہے کہ وہ ان میں سے کسی ایک کا احرام باندھے اور جو چیز کسی انسان پر واجب ہو' وہ اس کے ادا کرنے سے ہی ساقط ہوتی ہے' پس اگر اس نے حج یا عمرہ کا احرام باندھ لیا اور وہ میقات تک واپس نہیں گیا تو اس پر ایک قربانی لازم ہے کیونکہ اس نے میقات کا حق ترک کر دیا اور اگر وہ میقات پر واپس گیا اور اس نے وہاں سے حج یا عمرہ کا احرام باندھا تو پھر اس سے قربانی ساقط ہو جائے گی۔ (المحیط البرہانی ج ۳ ص ۱۴۳۔ ۱۴۴ ' المجلس العلمی' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۱۸۴۶ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ' عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن

تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَامَ الْفَتْحِ وَعَلٰی رَاْسِهِ الْمِغْفَرُ، فَلَمَّا نَزَعَهٗ جَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ اِنَّ ابْنَ خَطَلٍ مُتَعَلِّقٌ بِاَسْتَارِ الْكَعْبَةِ، فَقَالَ اقْتُلُوْهُ.[اطراف الحدیث:۳۰۴۴-۴۲۸۶-۵۸۰۸]

شہاب از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (مکہ میں) داخل ہوئے اور آپ کے سر پر خُود (لوہے کی ٹوپی) تھی' جب آپ نے خُود اتارا تو ایک شخص نے آ کر کہا: بے شک ابن خطل کعبہ کے پردوں میں چھپا ہوا ہے' آپ نے فرمایا: اس کو قتل کر دو۔

(صحیح مسلم:۱۳۵۷' الرقم المسلسل:۳۱۹۸' سنن ابوداؤد:۲۶۸۵' سنن ترمذی:۱۶۹۹' سنن نسائی:۲۸۶۵-۲۸۶۴' سنن ابن ماجہ:۲۸۰۵)

مکہ میں دخول کے وقت آپ نے خُود پہنا ہوا تھا یا عمامہ' ان حدیثوں میں تطبیق اور دیگر مسائل

اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ باب کا عنوان تھا: مکہ اور حرم میں بغیر احرام کے داخل ہونا اور اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ جب آپ مکہ میں داخل ہوئے تو آپ کے سر پر خُود تھا' اگر آپ نے احرام باندھا ہوا ہوتا تو اس وقت آپ کا سر کھلا ہوا ہوتا' اس کی زیادہ وضاحت اس حدیث میں ہے:

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فتح مکہ کے دن مکہ میں داخل ہوئے' اس وقت آپ کے سر پر سیاہ عمامہ تھا اور آپ بغیر احرام کے تھے۔ (صحیح مسلم:۱۳۵۸' سنن نسائی:۵۳۵۴-۲۸۶۶' سنن ترمذی:۱۶۷۹' مسند احمد ج ۳ ص ۳۸۷ طبع قدیم' مسند احمد:۱۵۱۵۷' ج ۲۳ ص ۳۵۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس پر یہ اشکال ہے کہ امام بخاری کی روایت کے مطابق آپ نے خُود پہنا ہوا تھا اور امام مسلم کی روایت میں ہے کہ آپ کے سر پر سیاہ عمامہ تھا۔ قاضی عیاض نے ان میں اس طرح تطبیق دی ہے کہ ابتداءً آپ کے سر پر خُود تھا' بعد میں آپ نے خود اتار کر عمامہ باندھ لیا تھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے آپ کے سر پر خود دیکھا تھا اور حضرت جابر نے آپ کے سر پر سیاہ عمامہ دیکھا تھا' جس نے آپ کو جس کیفیت میں دیکھا' اس نے اسی کو روایت کر دیا۔

دوسروں نے اس میں اس طرح تطبیق دی ہے کہ آپ نے خُود کے اوپر سیاہ عمامہ لپیٹ لیا تھا یا خُود کے نیچے عمامہ تھا تا کہ لوہے کے زنگ سے آپ کے سر پر نشان نہ پڑے' بہرحال ان روایات سے یہ واضح ہو گیا کہ آپ مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہوئے تھے۔ حضرت انس نے خود کا ذکر کر کے یہ واضح کیا کہ آپ جنگ کے لیے تیار تھے اور حضرت جابر نے عمامہ کا ذکر کر کے یہ واضح کیا کہ آپ بغیر احرام کے مکہ میں داخل ہوئے تھے۔

اس حدیث سے امام بخاری کا یہ مقصد پورا ہوتا ہے کہ مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہونا جائز ہے لیکن اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ آپ کے سر میں کوئی تکلیف ہو' جس کی وجہ سے آپ نے سر پر خود یا عمامہ پہنا ہوا تھا۔

(فتح الباری ج ۳ ص ۳۴۹' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری کا موقف ہے کہ مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہونا جائز ہے' اس پر امام طحاوی کا تعاقب

امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی متوفی ۳۲۱ھ روایت کرتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل نے اہل مکہ سے ہاتھیوں کو روک دیا اور ان پر اپنے رسول اور مؤمنین کو مسلط کر دیا اور بے شک یہ مجھ سے پہلے کسی کے لیے حلال نہیں تھا اور نہ میرے بعد کسی کے لیے حلال ہوگا اور وہ میرے لیے صرف دن کی ایک ساعت کے لیے حلال ہوا تھا اور بے شک وہ اس ساعت میں حرام ہے' اس کے درخت کو کاٹا جائے گا نہ اس کے کانٹے کو کاٹا جائے گا اور اعلان

کرنے والے کے سوا اس میں گری پڑی چیز کو کوئی نہیں اٹھائے گا۔ (شرح معانی الآثار: ۴۰۷۸)

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جس دن نبی ﷺ مکہ میں داخل ہوئے تھے اس دن وہ آپ کے لیے حلال تھا' اس لیے آپ مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہوئے تھے اور اس کے بعد مکہ حرام ہو گیا' پس اس کے بعد اس میں کوئی شخص بغیر احرام کے داخل نہیں ہو گا۔ اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ اس دن آپ کے لیے مکہ حلال تھا' اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ بغیر احرام کے مکہ میں داخل ہونا حلال تھا بلکہ اس کا یہ معنی ہے کہ اس دن اس میں آپ کے لیے مکہ میں قتال کرنا اور خون بہانا حلال تھا اور اس کے بعد یہ حرام ہو گیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ معنی غلط ہے کیونکہ اگر بالفرض مکہ پر مشرکین کا غلبہ ہو جائے اور وہ مسلمانوں سے وہاں لڑیں تو مسلمانوں کے لیے مکہ میں قتال کرنا اور مشرکین کا خون بہانا مباح ہو گا اور جب اس حدیث میں قتال کے معنی کی نفی ہو گئی تو متعین ہو گیا کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ اس دن آپ کے لیے مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہونا حلال تھا اور اس کے بعد قیامت تک کے لیے مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہونا ممنوع ہو گیا۔ (شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۳۴۵-۳۴۴' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

خلاصہ یہ ہے کہ امام بخاری کا یہ مؤقف کہ مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہونا جائز ہے' صرف داؤد ظاہری اور غیر مقلدین کے نزدیک صحیح ہے اور جمہور فقہاء کے نزدیک بغیر احرام کے مکہ میں داخل ہونا صحیح نہیں ہے۔

غیر مقلدین کے نزدیک بھی مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہونا صحیح ہے

مشہور غیر مقلد عالم نواب صدیق خان بن حسن متوفی ۱۳۰۷ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ مکہ میں بغیر احرام کے اس شخص کا داخل ہونا صحیح ہے جو حج کا ارادہ نہ کرے خواہ وہ کسی وجہ سے بار بار داخل ہو' جیسے لکڑیاں اور گھاس لانے والے اور پانی لانے والے اور شکار کرنے والے وغیرہم یا وہ بار بار داخل نہ ہوں جیسے تاجر اور زائر' خواہ وہ امن سے ہوں یا خوف زدہ ہوں۔ (السراج الوهاج فی کشف مطالب مسلم بن الحجاج ج ۳ ص ۲۹۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۵ھ)

دوسرے غیر مقلد عالم شیخ وحید الزمان متوفی ۱۳۲۸ھ لکھتے ہیں:

اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے' امام شافعی کہتے ہیں کہ مکہ میں داخل ہونے والے پر احرام باندھنا واجب نہیں' باقی امام واجب کہتے ہیں' حنابلہ نے ان لوگوں کو مستثنیٰ کیا ہے جن کو بار بار آنے جانے کی حاجت پڑتی ہے' ابن عمر رضی اللہ عنہما اور زہری اور حسن (بصری) اور اہل ظاہر کا بھی یہی قول ہے اور حنفیہ سے یہ منقول ہے کہ وہ لوگ مستثنیٰ ہیں جو میقات کے اِس طرف رہتے ہوں' ابن عبد البر نے کہا ہے کہ اکثر صحابہ اور تابعین وجوب کے قائل ہیں۔ (تیسیر الباری ج ۲ ص ۲۵۸' نعمانی کتب خانہ' لاہور)

یعنی غیر مقلدین کا مذہب اکثر صحابہ و تابعین کے خلاف ہے اور امام شافعی کا مشہور قول یہ ہے کہ مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہونا جائز نہیں ہے۔

ابن خطل کے ساتھ جن دوسرے لوگوں کو قتل کرنے کا حکم دیا گیا

اس حدیث میں یہ مذکور ہے کہ ایک شخص نے آ کر کہا: بے شک ابن خطل کعبہ کے پردوں میں چھپا ہوا ہے' آپ نے فرمایا: اس کو قتل کر دو۔ اس کی تفصیل درج ذیل حدیث میں ہے:

امام نسائی اپنی سند کے ساتھ از مصعب بن سعد از والد خود روایت کرتے ہیں:

جب فتح مکہ کا دن آیا تو رسول اللہ ﷺ نے چار مردوں اور دو عورتوں کے سوا سب کو امان دے دی' اور آپ نے فرمایا: ان (چھ افراد) کو قتل کر دو خواہ تم ان کو کعبہ کے پردوں میں چھپا ہوا پاؤ: (۱) عکرمہ بن ابی جہل (۲) عبد اللہ بن خطل (۳) مقیس بن صبابہ

(۴) عبداللہ بن سعد بن ابی السرح' ان چار میں عبداللہ بن خطل تو اس وقت پایا گیا جب وہ کعبہ کے پردوں میں چھپا ہوا تھا' حضرت سعید بن حریث اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہم اس کی طرف جھپٹے' پس حضرت سعید نے حضرت عمار پر سبقت کی اور وہ دو مردوں سے زیادہ جوان تھے' سو انہوں نے اس کو قتل کر دیا' مقیس بن صبابہ کو لوگوں نے بازار میں پکڑ کر قتل کر دیا' عکرمہ بن ابی جہل سمندر میں سوار ہو کر چلا گیا' پس ان کو آندھی اور طوفان نے آ لیا تو کشتی والوں نے کہا: اپنے اپنے خداؤں سے اخلاص کے ساتھ دعا کرو کیونکہ آج تم کو اس طوفان سے کوئی نہیں بچا سکتا' تب عکرمہ نے کہا: اللہ کی قسم! اگر آج مجھے اس سمندری طوفان سے صرف اخلاص بچا سکتا ہے تو خشکی میں بھی مجھ کو صرف اخلاص ہی بچا سکتا ہے' اے اللہ! میں تجھ سے یہ عہد کرتا ہوں کہ اگر آج تو نے مجھے اس طوفان سے بچا لیا تو میں سیدھا (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس جاؤں گا حتیٰ کہ میں اپنا ہاتھ ان کے ہاتھ میں دے دوں گا' پس میں ان کو ضرور بخشنے والا مہربان پاؤں گا' لہٰذا وہ آ کر مسلمان ہو گئے' جہاں تک عبداللہ بن سعد بن ابی السرح کا تعلق ہے تو وہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر چھپ گیا تھا' پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو بیعت کے لیے بلایا تو حضرت عثمان نے اس کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے لا کر کھڑا کر دیا' اور کہا: یا رسول اللہ! عبداللہ کو بیعت کر لیجئے' آپ نے سر اٹھا کر اس کو تین دفعہ دیکھا اور ہر بار اس کو بیعت کرنے سے انکار کیا' پھر تین دفعہ انکار کے بعد آپ نے اس کو بیعت کر لیا' پھر آپ اپنے اصحاب کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: کیا تم میں کوئی سمجھدار آدمی نہیں تھا جو اس کی طرف کھڑا ہوتا اور جب وہ مجھے دیکھتا کہ میں اس کو بیعت کرنے سے انکار کر رہا ہوں تو وہ اس کو قتل کر دیتا' تو آپ کے اصحاب نے کہا: ہمیں کیا پتا تھا یا رسول اللہ! کہ آپ کے دل میں کیا ہے' آپ نے اپنی آنکھ سے ہماری طرف اشارہ کیوں نہ کر دیا؟ آپ نے فرمایا: بے شک خیانت کرنے والی آنکھ نبی کی شان کے لائق نہیں ہے۔

(سنن نسائی: ۴۰۷۳' سنن ابوداؤد: ۲۶۸۳' دار الفکر بیروت)

ابن خطل اور اس کی دو باندیوں کا تذکرہ اور ان کو قتل کر دینے کے حکم کی وجہ

علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی متوفی ۹۴۲ھ لکھتے ہیں:

عبداللہ بن خطل کا نام عبدالعزیٰ بن خطل تھا' یہ اسلام لے آیا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا نام عبداللہ رکھا تھا' اس نے مدینہ کی طرف ہجرت کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو کسی مہم کی طرف بھیجا اور اس کے ساتھ خزاعہ کا ایک آدمی بھی بھیجا' وہ اس کے لیے کھانا تیار کرتا تھا اور اس کی خدمت کرتا تھا' وہ دونوں مجمع میں ٹھہرے' مجمع وہ جگہ ہے جہاں عرب جمع ہو کر صدقات پہنچاتے تھے' اس نے اُس خزاعی کو حکم دیا کہ وہ اس کے لیے کھانا تیار کرے' اور وہ دوپہر کے وقت سو گیا اور جب وہ بیدار ہوا تو خزاعی سویا ہوا تھا اور اس نے اس کے لیے کچھ تیار نہیں کیا تھا' پس ابن خطل نے اس پر حملہ کیا اور اس کو جان سے مار ڈالا اور اسلام سے مرتد ہو کر مکہ بھاگ کر چلا گیا اور وہ اشعار کہتا تھا اور ان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجو اور مذمت کرتا تھا' اس کی دو گانے والی باندیاں تھیں (یہی وہ دو عورتیں تھیں جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قتل کرنے کا حکم دیا تھا)' یہ دونوں باندیاں بدکار تھیں' ابن خطل نے ان کو حکم دیا کہ وہ اس کو گانا سنائیں اور گانے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجو کریں۔

ان دو عورتوں میں سے ایک کا نام سارہ تھا' یہ عمرو بن ہاشم بن المطلب کی باندی تھی' یہ مکہ میں نوحہ کرنے والی اور گانے والی تھی' یہ فتح مکہ سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئی' اس نے آپ سے اپنی ضرورت کا اظہار کیا اور آپ سے مدد طلب کی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے پوچھا: کیا تمہارے گانا سنانے سے تمہاری ضروریات پوری نہیں ہوتیں؟ تو اس نے کہا: جب سے قریش کو بدر میں شکست ہوئی ہے انہوں نے گانا سننا چھوڑ دیا ہے' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی مدد کی اور ایک اونٹ پر اس کی ضرورت کا سامان

لا دیا' وہ قریش کی طرف لوٹ گئی اور ابن خطل اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجو یاد کراتا تھا اور وہ اسے گایا کرتی تھی اور یہی وہ عورت تھی جو حضرت حاطب بن ابی بلتعہ کا مکتوب چھپا کر لے گئی تھی' پھر یہ مسلمان ہو گئی اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی خلافت تک زندہ رہی۔

دوسری عورت کا نام ارنب تھا' یہ بھی ابن خطل کی باندی تھی' یہ دونوں ابن خطل کی گانے والیاں تھیں اور ابن خطل کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجو گا کر سنایا کرتی تھیں' ان میں سے ایک سے ایمان کو طلب کیا گیا تو وہ مسلمان ہو گئی اور دوسری کو قتل کر دیا گیا' ان میں سے ایک کا نام فرتنی تھا اور دوسری کا نام قریبہ تھا' اور یہی ارنب ہے جس کا پہلے ذکر کیا گیا ہے' امام ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ فرتنی مسلمان ہو گئی تھی اور قریبہ کو قتل کر دیا تھا۔

محمد بن عمر واقدی متوفی ۲۰۷ھ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقام ذی طویٰ تک پہنچے تو ابن خطل مکہ کی بلند پہاڑیوں سے آ رہا تھا' وہ لوہے کی زرہ پہنے ہوئے گھوڑے پر سوار تھا' اس دوران وہ سعید بن العاص کی بیٹیوں کے پاس سے گزرا اور کہا: سنو! یہاں سے (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جب گزریں تو تم ان کا خون اسی طرح گرانا جیسے مشک کے منہ سے پانی گرتا ہے' پھر یہ مقام خندمہ پر گیا تو اس نے اللہ کے لشکر میں گھوڑوں کو اور جنگ کا منظر دیکھا تو اس پر رعب طاری ہو گیا' یہ گھوڑے سے اترا اور کعبہ کے پاس پہنچ گیا' اس نے اپنے ہتھیار پھینک دیئے اور بیت اللہ میں داخل ہو گیا اور کعبہ کے پردوں میں چھپ گیا۔

عبداللہ بن سعد بن ابی السرح اور عکرمہ کا تذکرہ

عبداللہ بن سعد بن ابی السرح اسلام لانے کے بعد مرتد ہو گیا تھا' فتح مکہ کے دن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کی سفارش کی تھی تو اس کا خون معاف کر دیا گیا' اس کے بعد یہ پھر اسلام لے آیا تو اس کا اسلام قبول کر لیا گیا اور انہوں نے اسلام لانے کے بعد نیک عمل کیے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو بعض عہدوں پر مقرر کیا' پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کو گورنر بنایا اور یہ صبح کی نماز میں سجدہ کی حالت میں فوت ہوئے' یہ قریش کے نجباء' کرماء اور عقلاء میں سے تھے۔

حضرت عکرمہ بن ابی جہل کا اسلام بھی قبول کر لیا گیا تھا۔

مِقْیَس بن صُبابہ کا تذکرہ

یہ اسلام لانے کے بعد مرتد ہو گیا تھا' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا نام لے کر قتل کرنے کا حکم دیا تو اس کو مکہ کے بازار میں لوگوں نے پکڑ کر قتل کر دیا تھا۔ (سبل الہدیٰ والرشاد ج ۵ ص ۲۲۶-۲۲۳ ملخصاً و مرتباً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۴ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۳۲۰۵- ج ۳ ص ۱۴۷ پر مذکور ہے' وہاں اس کی بہت مختصر شرح کی گئی ہے جو آٹھ دس سطروں پر مشتمل ہے' اس کے عنوان یہ ہیں:

① مکہ میں دخول کے وقت آپ کے سر پر خود تھا یا سیاہ عمامہ ② مکہ میں بغیر احرام کے دخول میں مذاہب ③ ابن خطل کو قتل کرنے کی تحقیق۔

۱۹ - بَابٌ اِذَا اَحْرَمَ جَاهِلًا وَعَلَيْهِ قَمِيْصٌ

اگر کوئی لاعلمی سے قمیص پہنے ہوئے احرام باندھ لے

اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ جب کسی شخص کو احرام کے احکام کا علم نہ ہو اور وہ شخص اس حال میں احرام باندھ لے' جب

قمیص پہنے ہوئے ہو تو اس پر فدیہ واجب ہوگا یا نہیں۔

وَقَالَ عَطَاءٌ إِذَا تَطَيَّبَ أَوْ لَبِسَ جَاهِلًا أَوْ نَاسِيًا فَلَا كَفَّارَةَ عَلَيْهِ.

اور عطاء نے کہا کہ جب کوئی شخص خوشبو لگا لے یا ناواقفیت کی وجہ سے یا بھول کر سلا ہوا کپڑا پہن لے تو اس پر کوئی کفارہ نہیں ہے۔

امام شافعی اور امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کے نزدیک جو شخص بھول کر خوشبو لگا لے یا بھول کر سلا ہوا کپڑا پہن لے تو اس پر بھی فدیہ واجب ہوگا' جس طرح کوئی شخص بھول کر نماز میں کچھ کھا لے تو اس سے اس کی نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۲۹۷)

۱۸۴۷ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَطَاءٌ قَالَ حَدَّثَنِي صَفْوَانُ بْنُ يَعْلَى، عَنْ أَبِيهِ قَالَ كُنْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَتَاهُ رَجُلٌ عَلَيْهِ جُبَّةٌ فِيهِ أَثَرُ صُفْرَةٍ أَوْ نَحْوُهُ، كَانَ عُمَرُ يَقُولُ لِي تُحِبُّ إِذَا نَزَلَ عَلَيْهِ الْوَحْيُ أَنْ تَرَاهُ؟ فَنَزَلَ عَلَيْهِ ثُمَّ سُرِّيَ عَنْهُ، فَقَالَ اصْنَعْ فِي عُمْرَتِكَ مَا تَصْنَعُ فِي حَجِّكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عطاء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے صفوان بن یعلیٰ نے از والد خود حدیث بیان کی' انہوں نے بیان کیا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا تو آپ کے پاس جبہ پہنے ہوئے ایک شخص آیا' جس میں زرد رنگ یا اس جیسی کسی چیز کا اثر تھا' حضرت عمر نے مجھ سے کہا: کیا تم یہ چاہتے ہو کہ نبی ﷺ کو اس حال میں دیکھو جب آپ پر وحی نازل ہو رہی ہو؟ پھر نبی ﷺ پر وحی نازل ہوئی' پھر جب آپ سے وہ کیفیت دور ہوگئی تو آپ نے فرمایا: تم اپنے عمرہ میں وہی کام کرو جو اپنے حج میں کرتے ہو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۵۳۶ میں گزر چکی ہے۔

۱۸۴۸ - وَعَضَّ رَجُلٌ يَدَ رَجُلٍ يَعْنِي فَانْتَزَعَ ثَنِيَّتَهُ، فَأَبْطَلَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اور ایک شخص نے دوسرے شخص کو کاٹ لیا تو اس شخص نے اپنا ہاتھ کھینچا تو اس کے سامنے کے دانت اکھڑ گئے' پھر نبی ﷺ نے اس کے دانتوں کی دیت کو باطل کر دیا۔

احرام باندھتے وقت خوشبو لگانے کا جواز اور ہاتھ پر کاٹنے والے کی دیت کو ساقط کرنا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

یہ دوسری حدیث ہے اور اس سے ایک مستقل مسئلہ ثابت ہوتا ہے' امام بخاری نے اس کو یہاں اس لیے ذکر کیا ہے کہ یہ حدیث سابق کا تتمہ ہے۔

عطاء بن ابی رباح' الزہری' سعید بن جبیر' محمد بن سیرین' امام مالک اور امام محمد بن الحسن نے اس حدیث سے یہ مسئلہ مستنبط کیا ہے کہ احرام میں خوشبو کا استعمال کرنا مکروہ ہے' اور محمد بن الحنفیہ' عمر بن عبد العزیز' عروۃ بن الزبیر' اسود بن یزید' خارجہ بن زید' القاسم بن محمد' ابراہیم النخعی' سفیان الثوری' امام ابوحنیفہ' امام ابو یوسف' امام زفر' امام شافعی' امام احمد اور اسحاق کا یہ مذہب ہے کہ احرام باندھتے وقت خوشبو لگانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ ظاہریہ (غیر مقلدین) کا بھی یہی مذہب ہے اور اس حدیث کا انہوں نے یہ جواب دیا ہے کہ اس شخص کے جبہ پر خوشبو کا لیپ تھا اور وہ پیلے رنگ کا لیپ (اُبٹن یا کریم کا نشان) تھا اور یہ مرد کے احرام باندھتے وقت مکروہ ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو چیزیں احرام میں ممنوع ہیں جیسے سلا ہوا کپڑا یا خوشبو' اگر احرام باندھتے وقت ان میں سے کوئی چیز محرم کے جسم پر ہو تو کوئی حرج نہیں ہے' احرام باندھنے کے بعد وہ خوشبو کے نشان کو دھو ڈالے گا اور سلا ہوا کپڑا اتار دے گا۔

محرم قمیص یا جبہ کو اتارے گا اور اس کو اتارتے وقت وہ اس کے سر کا احاطہ کر لے تو کوئی حرج نہیں ہے' اس کو پھاڑ کر یا کاٹ کر اتارنا ضروری نہیں ہے۔

اس حدیث میں کسی کے ہاتھ پر کاٹنے کا بھی مسئلہ ہے' اس کو امام بخاری عنقریب کتاب الدیات میں ذکر کریں گے' وہاں یہ باب ہے: جب آدمی کسی شخص کو کاٹ لے اور اس کے دانت گر جائیں' اور حدیث اس طرح ہے:

از صفوان بن یعلیٰ از والد خود وہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک غزوہ میں گیا تو ایک شخص نے دوسرے شخص کے ہاتھ کو کاٹ لیا' اس شخص نے اپنا ہاتھ اس کے منہ سے کھینچا تو کاٹنے والے کے سامنے کے دانت گر گئے' پھر ان دونوں نے نبی ﷺ کے سامنے مقدمہ پیش کیا تو آپ نے فرمایا: تم میں سے ایک شخص دوسرے شخص کا ہاتھ بیل کی طرح کاٹتا ہے' تمہارے لیے کوئی دیت نہیں' صحیح مسلم میں ہے: آپ نے اس کے دانتوں کی دیت کو ساقط کر دیا۔

(صحیح البخاری: ۶۸۹۳-۶۸۹۲' صحیح مسلم: ۱۶۷۳' سنن ترمذی: ۱۴۱۶' سنن نسائی: ۴۷۶۰' سنن ابن ماجہ: ۲۶۵۷)

امام ابوحنیفہ اور امام شافعی نے اس حدیث سے مسئلہ مستنبط کیا ہے کہ کسی شخص کے ہاتھ کو جب کاٹا جائے اور وہ اپنا ہاتھ کھینچے اور اس ہاتھ کھینچنے سے کاٹنے والے کے دانت گر جائیں تو اس پر کوئی تاوان نہیں ہے اور امام مالک نے کہا ہے کہ اس کا تاوان ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۳۰۰-۲۹۹' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

ثانی الذکر حدیث کی باب کے ساتھ مناسبت

اس حدیث کی اس باب کے ساتھ کیا مناسبت ہے؟ اس کی مجھے اور کوئی وجہ سمجھ نہیں آ سکی سوائے اس کے کہ یہ دونوں حدیثیں حضرت صفوان بن یعلیٰ سے مروی ہیں یا پھر یہ کہ پہلی حدیث میں مذکور جس طرح احرام باندھتے وقت کسی نے جبہ پہن لیا یا اس پر خوشبو لگالی تو اس پر کوئی تاوان نہیں ہے' اسی طرح جب کسی شخص نے کاٹنے والوں کے منہ سے اپنا ہاتھ کھینچ لیا اور کاٹنے والے کے دانت گر گئے تو ہاتھ کھینچنے والے پر کوئی تاوان نہیں ہے' یہ دونوں مناسبتیں بہت بعید ہیں اور امام بخاری کی حدیث کی باب کے ساتھ اکثر مناسبتیں ایسی ہی ہوتی ہیں۔

علامہ بدر الدین عینی اور حافظ ابن حجر دونوں نے اس حدیث کی باب کے ساتھ مناسبت بیان کرنے کی زحمت نہیں کی حالانکہ علامہ ابن خلدون نے کہا ہے کہ امام بخاری نے حدیث کی باب کے ساتھ مناسبت بیان کرنے کا قرض امت پر چھوڑ دیا ہے اور حافظ ابن حجر اور علامہ عینی نے یہ قرض امت کی طرف سے اتار دیا ہے' بہرحال زیر بحث حدیث کی مناسبت کا قرض یہ دونوں بزرگ نہیں اتار سکے اور اس ناکارہ نے جیسے تیسے کر کے یہ قرض اتارا ہے۔ وللہ الحمد علیٰ ذالک۔

۲۰ - بَابُ الْمُحْرِمِ يَمُوْتُ بِعَرَفَةَ وَلَمْ يَأْمُرِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ تُؤَدّٰى عَنْهُ بَقِيَّةُ الْحَجِّ

محرم میدانِ عرفات میں مر گیا تو نبی ﷺ نے یہ حکم نہیں دیا کہ اس کی طرف سے اس کا بقیہ حج ادا کیا جائے

۱۸٤۹ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے

حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ بَيْنَا رَجُلٌ وَّاقِفٌ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَرَفَةَ إِذْ وَقَعَ عَنْ رَّاحِلَتِهِ فَوَقَصَتْهُ، أَوْ قَالَ فَأَقْعَصَتْهُ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اغْسِلُوْهُ بِمَاءٍ وَّسِدْرٍ، وَكَفِّنُوْهُ فِي ثَوْبَيْنِ، أَوْ قَالَ ثَوْبَيْهِ، وَلَا تُحَنِّطُوْهُ، وَلَا تُخَمِّرُوْا رَأْسَهُ، فَإِنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يُلَبِّي.

حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از عمرو بن دینار از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت ایک آدمی میدانِ عرفات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وقوف کر رہا تھا تو اچانک اس کی اونٹنی نے اس کو گرا دیا' پس اس کی گردن ٹوٹ گئی' یا کہا: اونٹنی نے اس کی گردن توڑ دی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو پانی اور بیری کے پتوں سے غسل دو اور دو کپڑوں میں کفن پہناؤ یا فرمایا: اس کے دو کپڑوں میں' اور اس کو خوشبو نہ لگانا اور اس کا سر نہ ڈھانپنا کیونکہ قیامت کے دن اللہ اس کو اس حال میں اٹھائے گا کہ یہ ''اللّٰھم لبیک اللّٰھم لبیک'' پڑھ رہا ہوگا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۲۶۵ میں گزر چکی ہے۔

۱۸۵۰ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ أَيُّوْبَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ بَيْنَا رَجُلٌ وَّاقِفٌ مَّعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَرَفَةَ، إِذْ وَقَعَ عَنْ رَّاحِلَتِهِ فَوَقَصَتْهُ، أَوْ قَالَ فَأَوْقَصَتْهُ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اغْسِلُوْهُ بِمَاءٍ وَّسِدْرٍ، وَكَفِّنُوْهُ فِي ثَوْبَيْنِ، وَلَا تَمَسُّوْهُ طِيْبًا، وَلَا تُخَمِّرُوْا رَأْسَهُ وَلَا تُحَنِّطُوْهُ، فَإِنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُلَبِّيًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ایوب از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ میدانِ عرفات میں وقوف کر رہا تھا' اچانک وہ اپنی اونٹنی سے گر گیا' پس اس کی گردن ٹوٹ گئی' یا کہا: اونٹنی نے اس کی گردن توڑ دی' پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو پانی اور بیری کے پتوں سے غسل دو' اور اس کو دو کپڑوں میں کفن پہناؤ' اور اس کو خوشبو نہ لگاؤ اور نہ اس کا سر ڈھانپو اور نہ اس کو کافور لگاؤ کیونکہ اللہ اس کو قیامت کے دن اس حال میں اٹھائے گا کہ یہ ''اللّٰھم لبیک اللّٰھم لبیک'' پڑھ رہا ہوگا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۲۶۵ میں گزر چکی ہے۔

۲۱ - بَابُ سُنَّةِ الْمُحْرِمِ إِذَا مَاتَ

جب محرم مر جائے تو اس کو کفن دینے کا طریقہ

۱۸۵۱ - حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ قَالَ أَخْبَرَنَا أَبُوْ بِشْرٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ رَجُلًا كَانَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَوَقَصَتْهُ نَاقَتُهُ وَهُوَ مُحْرِمٌ فَمَاتَ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اغْسِلُوْهُ بِمَاءٍ وَّسِدْرٍ، وَكَفِّنُوْهُ فِي ثَوْبَيْهِ، وَلَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو بشر نے خبر دی از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا' اونٹنی نے حالت احرام میں (اس کو گرا کر) اس کی گردن توڑ ڈالی' پس وہ فوت ہو گیا' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو پانی اور بیری کے پتوں سے غسل ...

تَمَسُّوْهُ بِطِيْبٍ، وَلَا تُخَمِّرُوْا رَاْسَهٗ، فَإِنَّهٗ يُبْعَثُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُلَبِّيًا.

اس کو اس کے دو کپڑوں میں کفن دو اور نہ اس کو خوشبو لگاؤ اور نہ اس کا سر ڈھانپو کیونکہ یہ قیامت کے دن "لبیك لبیك" کہتا ہوا اٹھے گا۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۱۲۶۵ میں گزر چکی ہے۔

۲۲ - بَابُ الْحَجِّ وَالنُّذُوْرِ عَنِ الْمَيِّتِ، وَالرَّجُلِ يَحُجُّ عَنِ الْمَرْاَةِ
میت کی طرف سے حج کرنا اور نذروں کو پورا کرنا اور مرد کا عورت کی طرف سے حج کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ میت کی طرف سے حج کرنے کا کیا حکم ہے اور میت کی طرف سے اس کی نذر پوری کرنے کا کیا حکم ہے اور مرد کا عورت کی طرف سے حج کرنے کا کیا حکم ہے۔

۱۸۵۲ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ اَبِيْ بِشْرٍ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ امْرَاَةً مِّنْ جُهَيْنَةَ، جَاءَتْ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ اِنَّ اُمِّيْ نَذَرَتْ اَنْ تَحُجَّ، فَلَمْ تَحُجَّ حَتّٰى مَاتَتْ، اَفَاَحُجُّ عَنْهَا؟ قَالَ نَعَمْ، حُجِّيْ عَنْهَا، اَرَاَيْتِ لَوْ كَانَ عَلٰى اُمِّكِ دَيْنٌ اَكُنْتِ قَاضِيَةً؟ اِقْضُوا اللّٰهَ، فَاللّٰهُ اَحَقُّ بِالْوَفَاءِ. [اطراف الحدیث: ۱۶۹۹-۷۳۱۵] (سنن نسائی: ۲۶۳۱)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابو عوانہ نے حدیث بیان کی از ابی بشر از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ قبیلہ جہینہ کی ایک عورت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئی اور کہا کہ میری ماں نے حج کرنے کی نذر مانی تھی، سو اس نے حج نہیں کیا حتیٰ کہ وہ فوت ہو گئی، کیا میں اس کی طرف سے حج کر لوں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! تم اس کی طرف سے حج کرو، یہ بتاؤ کہ اگر تمہاری ماں پر قرض ہوتا تو کیا تم اس قرض کو ادا کرتیں! اللہ کا قرض ادا کرو، اللہ تعالیٰ قرض کی ادائیگی کا زیادہ حق دار ہے۔

فوت شدہ شخص کی طرف سے اس کا حج ادا کرنے میں اختلاف فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

فقہاء کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ جب ایک آدمی فوت ہو جائے اور اس پر حجۃ الاسلام ہو یا اس پر نذر کا حج ہو تو ایک جماعت نے کہا ہے کہ اس کی طرف سے حج کرنا جائز ہے خواہ اس نے اس کی وصیت نہ کی ہو، اس کی طرف سے یہ حج کفایت کرے گا، صحابہ میں سے حضرت ابن عباس اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم کا یہی موقف ہے اور فقہاء تابعین میں سے عطاء، ابن سیرین، مکحول، سعید بن المسیب اور اوزاعی کا یہی مختار ہے اور ائمہ مجتہدین میں سے امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا یہی مذہب ہے۔ (علامہ عینی نے کہا ہے کہ جس پر حجۃ الاسلام ہو اور وہ حج کرنے سے پہلے مر گیا ہو تو اس کی طرف سے حج کرنا لازم نہیں ہے خواہ اس نے حج کی وصیت کی ہو یا نہ کی ہو) اور دوسری جماعت نے کہا ہے کہ کوئی شخص دوسرے کی طرف سے حج نہ کرے، حضرت ابن عمر، القاسم بن محمد اور النخعی کا یہی قول ہے۔

امام مالک اور لیث نے یہ کہا ہے کہ کوئی شخص کسی کی طرف سے حج نہ کرے مگر اس میت کی طرف سے جس نے حجۃ الاسلام نہ کیا ہو اور یہ حج اس کے فرض کا قائم مقام نہیں ہوگا اور اگر میت نے اس کی وصیت کی ہو تو پھر امام مالک اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس کے تہائی مال سے اس کی وصیت کو پورا کیا جائے گا، النخعی کا بھی یہی قول ہے اور امام شافعی کے نزدیک اس کے اصل مال سے اس کی

وصیت کو پورا کیا جائے گا (علامہ عینی نے کہا ہے کہ امام ابوحنیفہ کا یہ مذہب نہیں ہے)۔

جو فقہاء یہ کہتے ہیں کہ میت کی طرف سے حج کرنا جائز ہے' ان کی دلیل

جو فقہاء یہ کہتے ہیں کہ اس کی طرف سے حج کرنا جائز ہے' ان کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حج کو قرض کے مشابہ قرار دیا ہے اور دوسرے شخص کی طرف سے اس کا قرض ادا کرنا جائز ہے خواہ اس نے وصیت کی ہو یا نہ کی ہو' کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی اجازت کی شرط نہیں لگائی' اور اگر وہ عورت اپنی ماں کی طرف سے حج کرے گی تو یہ اس کی ماں کا امر ہے اور اگر یہ حج اس کی ماں کی طرف سے ادا نہ ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بتا دیتے کہ یہ جائز نہیں ہے اور فرما دیتے کہ اگر تم اپنی ماں کے حکم کی وجہ سے حج کرو گی تو یہ حج ادا نہیں ہوگا اور جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بتا دیا کہ یہ اس کی ماں کی طرف سے حج ہو جائے گا تو اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص اپنی زندگی میں حج کرنے سے عاجز ہو گیا تو اس کی طرف سے بھی حج کرنا صحیح ہے۔ امام طبری نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حج کو قرض کے ساتھ تشبیہ دی ہے' اس سے معلوم ہوا کہ اس کے تمام مال سے حج کرنا جائز ہے نہ کہ تہائی مال سے' جیسا کہ باقی قرضوں کا یہی حکم ہے اور امام ابن المنذر نے بیان کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بھائی حضرت عبدالرحمان کی وفات کے بعد ان کی طرف سے اعتکاف کیا۔

جو فقہاء یہ کہتے ہیں کہ میت کی طرف سے حج کرنا جائز نہیں ہے

جو فقہاء دوسرے کی طرف سے حج کرنے کو ناجائز کہتے ہیں' ان کی دلیل یہ ہے کہ حج کرنا انسان کے بدن کا عمل ہے اور اس پر اجماع ہے کہ کوئی شخص دوسرے کی طرف سے نماز نہیں پڑھ سکتا' اسی طرح سے دوسرے کی طرف سے حج بھی نہیں کیا جائے گا۔ علامہ ابن القصار نے کہا ہے کہ کوئی شخص دوسرے کی طرف سے حج نہیں کر سکتا' اس پر دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس عورت سے پوچھا: یہ بتاؤ کہ اگر تمہاری ماں پر قرض ہوتا تو کیا تم اس کو ادا کرتیں؟ یہ سوال آپ نے اس لیے کیا تھا کہ جب اس عورت کی ماں کا ترکہ نہ ہوتا تو اس عورت پر یہ واجب تھا کہ وہ اپنی ماں کا قرض ادا کرتی' کیونکہ حج بدن کا عمل ہے اور یہ ایسی عبادت ہے جس کو کوئی شخص دوسرے کی طرف سے انجام نہیں دے سکتا خواہ وہ اپنی زندگی میں اس عبادت پر قادر ہو یا عاجز ہو' اسی طرح اس کی موت کے بعد بھی وہ اس کی طرف سے حج نہیں کر سکتا۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۷۱-۴۷۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

میں کہتا ہوں کہ ان فقہاء نے صریح نص کے مقابلہ میں قیاس کیا ہے' جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے واضح طور پر حج کو قرض کے مشابہ قرار دے کر فرما دیا: ہاں! تم اپنی ماں کی طرف سے حج کرو' پھر فرمایا: اللہ کا قرض ادا کرو' اور قرض ادا کیے جانے کا اللہ سب سے زیادہ مستحق ہے' تو پھر حج کو نماز پر قیاس کر کے دوسرے کی طرف سے حج کرنے کو ناجائز قرار دینے کی کیا ضرورت ہے؟

امام بخاری پر ایک اعتراض کا جواب

امام بخاری نے اس باب کے عنوان میں کہا ہے کہ مرد عورت کی طرف سے حج کرے' اور اس کے تحت جو حدیث وارد کی ہے اس میں عورت کے اپنی ماں کی طرف سے حج کرنے کا ذکر ہے' پس انہیں عنوان میں یوں کہنا چاہیے تھا کہ عورت' عورت کی طرف سے حج کرے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس عورت کو مذکر کے صیغہ (''اقضوا اللّٰہ'' اللہ کا قرض ادا کرو) سے خطاب فرمایا ہے' جس میں مرد اور عورتیں دونوں داخل ہیں اور مرد عورت کی طرف سے حج کرے یا عورت مرد کی طرف سے حج کرے' اس میں حسن بن صالح کے سوا کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۴۷۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

اعتراض مذکور کا حافظ ابن حجر عسقلانی کی طرف سے جواب

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ نے اس اعتراض کا ایک اور جواب دیا ہے' وہ لکھتے ہیں:

مجھے یہ ظاہر ہوا ہے کہ امام بخاری نے اس ترجمہ سے اُس حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے جس کو شعبہ نے از ابی بشر روایت کیا ہے' جس کو امام بخاری نے کتاب النذور میں درج کیا ہے اور وہ روایت یہ ہے: ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور کہا: میری بہن نے حج کرنے کی نذر مانی ہے۔ الحدیث' اور اس حدیث میں یہ مذکور ہے کہ تم اللہ کا قرض ادا کرو کیونکہ وہ اس کا زیادہ مستحق ہے' اور اس حدیث کو امام احمد اور امام نسائی نے بھی شعبہ سے روایت کیا ہے۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۳۵۱' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی کا علامہ ابن بطال اور حافظ ابن حجر دونوں کے جوابوں کو رد کرنا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی لکھتے ہیں:

علامہ ابن بطال کا جواب اس لیے غلط ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عام حکم نہیں بیان فرمایا جس میں مرد اور عورتیں دونوں داخل ہیں بلکہ خاص عورت سے خطاب کرتے ہوئے "نعم حجی عنها" ہاں! تم اپنی ماں کی طرف سے حج کرو اور یہ مؤنث کا صیغہ ہے' اس لیے امام بخاری پر یہ اعتراض برقرار رہے گا کہ انہوں نے اس باب کے عنوان میں لکھا ہے کہ "مرد کا عورت کی طرف سے حج کرنا" اور اس عنوان کے تحت وہ حدیث درج کی ہے جس میں عورت کے عورت کی طرف سے حج کرنے کا ذکر ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے عورت ہی حاضر تھی اور آپ نے اسی کے سوال کا مؤنث کے صیغہ سے جواب دیا تھا اور بعد میں اس کو عام صیغہ سے مؤکد فرمایا۔

اور حافظ ابن حجر عسقلانی کا جواب اس لیے غلط ہے کہ اعتراض تو اِس حدیث پر ہو رہا ہے جو کتاب جزاء الصید میں درج ہے کہ یہ حدیث عنوان کے مطابق نہیں ہے اور حافظ ابن حجر اس کے جواب میں کہہ رہے ہیں کہ یہ حدیث ایک اور عنوان کے مطابق ہے جو کتاب النذور میں درج ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۳۰۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ صحیح بخاری پر جو اعتراض ہے کہ یہ حدیث عنوان کے مطابق نہیں ہے' اس کا ایک جواب علامہ ابن بطال نے دیا اور دوسرا جواب حافظ ابن حجر نے دیا اور جب یہ دونوں جواب مسترد ہو گئے تو امام بخاری اور ان کا صحیح بخاری پر اعتراض برقرار رہا۔

حافظ ابن حجر کے جواب میں ایک اور سنگین غلطی

میں کہتا ہوں کہ یہاں پر حافظ ابن حجر نے ایک اور فاش غلطی کی ہے جس کی طرف علامہ عینی نے توجہ نہیں کی' وہ یہ ہے کہ حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ امام بخاری نے اس عنوان سے ایک اور حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے جس کو شعبہ نے از ابی بشر روایت کیا ہے اور اس کو امام بخاری نے کتاب النذور میں درج کیا ہے' میں کہتا ہوں کہ امام بخاری نے اس حدیث کو کتاب جزاء الصید کے علاوہ کتاب الوصایا' کتاب النذور اور کتاب الحیل میں تین اور جگہوں میں درج کیا ہے اور کسی جگہ بھی یہ حدیث از شعبہ از ابی بشر مروی نہیں ہے' ہم تینوں جگہوں سے اس حدیث کو مع سند ذکر کر رہے ہیں: کتاب الوصایا میں یہ حدیث اس طرح ہے:

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن شہاب از عبید اللہ بن عبد اللہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ سوال کیا کہ میری ماں فوت ہو گئی اور اس پر نذر تھی؟ آپ نے فرمایا: تم اس کی طرف سے نذر ادا کرو۔ (صحیح البخاری: ۲۷۶۱)

اس کی سند میں شعبہ از ابی بشر کا ذکر نہیں ہے۔

اور کتاب النذور میں یہ حدیث مع سند اس طرح ہے:

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے عبید اللہ بن عبد اللہ نے خبر دی کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کو خبر دی کہ حضرت سعد بن عبادہ انصاری رضی اللہ عنہ

نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس نذر کے متعلق سوال کیا جو اُن کی ماں پر تھی' پھر وہ نذر پوری کرنے سے پہلے فوت ہوگئیں' آپ نے یہ جواب دیا کہ وہ (سعد بن عبادہ) اس نذر کو اپنی ماں کی طرف سے ادا کریں' پھر بعد میں یہ عمل سنت ہو گیا۔ (صحیح البخاری: ۶۶۹۸)

اس حدیث کی سند میں بھی شعبہ از ابی بشر کا ذکر نہیں ہے۔

اور کتاب الحیل میں یہ حدیث مع سند اس طرح ہے:

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن عبادہ انصاری رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس نذر کے متعلق سوال کیا جو ان کی ماں پر تھی اور وہ اس کو ادا کرنے سے پہلے فوت ہوگئی تھیں' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم اس نذر کو اپنی ماں کی طرف سے ادا کرو۔ (صحیح البخاری: ۶۹۵۹)

اس حدیث کی سند میں بھی شعبہ از ابی بشر کا ذکر نہیں ہے۔

مؤخر الذکر ان تینوں حدیثوں کی سند میں شعبہ از ابی بشر کا ذکر نہیں ہے اور کتاب جزاء الصید میں ابو عوانہ از ابی بشر کا ذکر تو ہے' شعبہ کا ذکر اس میں بھی نہیں ہے' حافظ ابن حجر کا یہ وہم فاسد ہے کہ کتاب النذور میں یہ حدیث شعبہ سے مروی ہے' امام بخاری نے یہ حدیث چار جگہ ذکر کی ہے اور کسی جگہ بھی یہ حدیث شعبہ سے مروی نہیں ہے' یہ حافظ ابن حجر کی سنگین غلطی ہے' اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حافظ ابن حجر کو حدیث کے تمام طرق متحضر نہیں تھے اور ان کی طرقِ حدیث پر نظر نہیں تھی' وہ حافظ کہلاتے ہیں اور حافظ کی تعریف یہ کی جاتی ہے: جس کو ایک لاکھ احادیث متناً و سنداً محفوظ ہوں۔ (شرح شرح نخبۃ الفکر از علی قاری' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

سنن نسائی: ۲۶۲۸ میں یہ حدیث شعبہ از ابی بشر سے مروی ہے' اور مسند احمد میں یہ حدیث متعدد اسانید سے مروی ہے اور ایک سند میں شعبہ از ابی بشر کا بھی ذکر ہے۔ (مسند احمد ج ۱ ص ۲۴۰) تاہم یہ وہ حدیث نہیں ہے جس کا امام بخاری نے کتاب جزاء الصید میں ذکر کیا ہے' جس کی شرح میں حافظ ابن حجر نے یہ لکھا ہے کہ اس حدیث کو امام احمد اور امام نسائی نے بھی روایت کیا ہے' ہم ان دونوں کتابوں کا متن ذکر کر دیتے ہیں جس سے معلوم ہو جائے گا کہ یہ حدیث کتاب جزاء الصید کی حدیث سے مختلف ہے: امام نسائی روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی بشر' انہوں نے کہا: میں نے سعید بن جبیر سے سنا' وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے حدیث بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت نے حج کی نذر مانی' پھر وہ فوت ہوگئی' پھر اس کا بھائی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور آپ سے اس کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: یہ بتاؤ کہ اگر تمہاری بہن پر قرض ہوتا تو کیا تم اس کو ادا کرتے؟ اس نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: پس اللہ کا قرض ادا کرو' وہ ادا کیے جانے کا زیادہ مستحق ہے۔ (سنن نسائی: ۲۶۲۸' دار الفکر' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

امام احمد روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن جعفر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی بشر' انہوں نے کہا: میں نے سعید بن جبیر سے سنا' وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت نے حج کرنے کی نذر مانی' پھر وہ فوت ہوگئی تو اس کا بھائی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور اس کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: یہ بتاؤ کہ اگر تمہاری بہن پر قرض ہوتا تو کیا تم اس کو ادا کرتے؟ اس نے کہا: جی ہاں! پس آپ نے فرمایا: تو تم اللہ عزوجل کا قرض ادا کرو' وہ اس کا زیادہ حق دار ہے۔ (مسند احمد ج ۱ ص ۲۴۰ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۱۴۰۔ ج ۴ ص ۴۳۔ ۴۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۲۰ھ)

امام بخاری کی کتاب جزاء الصید کی حدیث میں مذکور ہے کہ ایک عورت نے اپنی ماں کے متعلق سوال کیا اور امام نسائی اور امام

احمد کی حدیث میں مذکور ہے کہ ایک مرد نے اپنی بہن کے متعلق سوال کیا' لہٰذا امام بخاری کی حدیث مذکور کی شرح میں حافظ ابن حجر کا یہ لکھنا کیونکر صحیح ہوگا کہ یہ حدیث سنن نسائی اور مسند احمد میں بھی شعبہ از ابی بشر مروی ہے' کیونکہ امام بخاری کی اس مضمون کی کوئی حدیث شعبہ سے مروی نہیں ہے اور امام نسائی اور امام احمد کی حدیث شعبہ سے مروی ہے مگر یہ وہ حدیث نہیں ہے اور امام بخاری کی کتاب جزاء الصید سے بالکل مختلف ہے۔

میت کی طرف سے حجۃ الاسلام کرنے میں امام اعظم کے مذہب کی وضاحت' قیاس کی اصل' فتویٰ میں دلائل لکھنے کی اصل اور دیگر مسائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ نے اس حدیث کی شرح میں حسب ذیل مسائل اور فوائد لکھے ہیں:

(۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی عورت کی ماں نے جو حج کی نذر مانی ہو اور وہ فوت ہو جائے تو وہ عورت اپنی ماں کی طرف سے حج کر سکتی ہے' علامہ عینی نے لکھا ہے کہ ایسی صورت میں مرد بھی عورت کی طرف سے حج کر سکتا ہے۔

(۲) امام ابوحنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ جو شخص فوت ہو گیا اور اس پر حجۃ الاسلام ہے' اس کے وارثوں پر اس کی طرف سے حج کرنا لازم نہیں ہے خواہ اس نے یہ وصیت کی ہو کہ اس کی طرف سے حج کیا جائے یا وصیت نہ کی ہو (تاہم یہ حدیث امام ابوحنیفہ کے خلاف نہیں ہے کیونکہ امام اعظم نے ورثاء پر حج کے وجوب کی نفی کی ہے اور اس حدیث میں ورثاء کی طرف سے حج کرنے کا جواز ہے)۔

اس قول کی وجہ یہ ہے کہ حج ایسی عبادت ہے جس میں مال کا بھی خرچ ہے اور بدنی مشقت بھی ہے اور جو شخص فوت ہو گیا اب اس کا مال بھی خرچ نہیں ہوگا اور نہ اس کو بدنی مشقت ہوگی کیونکہ وہ اب دنیا سے جا چکا ہے' اس وجہ سے امام اعظم نے ورثاء پر حج کے لزوم کی نفی کی ہے۔

تاہم امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ اگر اس نے یہ وصیت کی تھی کہ اس کی طرف سے حج کیا جائے اور کوئی قید نہیں لگائی تھی تو اس کے تہائی مال سے حج کیا جائے گا' اگر اس کے شہر سے حج کرنے میں اس کا تہائی مال کافی ہو' اور اگر اس کا تہائی مال کافی نہ ہو تو قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ اس کی وصیت باطل ہو جائے' لیکن استحسان یہ ہے کہ جہاں تک ممکن ہو' اس کے مال سے خرچ کر کے اسی کی طرف سے حج کیا جائے۔

مصنف کے نزدیک امام شافعی کا مذہب' باب مذکور کی حدیث کے زیادہ قریب ہے کیونکہ حجۃ الاسلام بھی فرض ہے اور نذر کا پورا کرنا بھی فرض ہے اور جب اس حدیث کے تقاضے سے میت کی طرف سے حج کی نذر پوری کی جا سکتی ہے تو جس شخص کا فرض حج رہ گیا ہو اور اس کے وارثوں میں سے کوئی اس حج کو ادا کرنا چاہے تو یہ بھی جائز ہونا چاہیے اور اگر اس نے حج کرنے کی وصیت کی ہو تو اس کے تہائی مال سے اس کی وصیت کو پورا کرنا اور بھی مؤکد ہو جاتا ہے جب کہ امام مالک کا مذہب بھی یہی ہے' صحابہ کرام میں سے حضرت ابن عباس اور حضرت ابوہریرہ کا بھی یہی مؤقف ہے اور متعدد تابعین کا بھی یہی مذہب ہے اور باب مذکور کی حدیث سے بھی اس کی قوی تائید ہوتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب' اور ہم نے پہلے بتایا ہے کہ امام اعظم ورثاء کی طرف سے حج کے جواز کی نفی نہیں کرتے' اس لیے یہ حدیث امام اعظم کے مذہب کے خلاف نہیں ہے۔

(۳) اس حدیث میں قیاس کی اصل ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نذر کو قرض پر قیاس فرمایا ہے۔

(۴) اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مفتی کو چاہیے کہ جب وہ کوئی مسئلہ بیان کرے تو اس کی دلیل بھی ساتھ بیان کر دے جیسا

طرح نبی ﷺ نے جب بیان فرمایا کہ وہ عورت اپنی ماں کی طرف سے حج کرے اور اس کی نذر پوری کرے تو اس کی دلیل بھی بیان فرمادی کہ اگر تمہاری ماں پر قرض ہوتا تو تم اس کو ادا کرتیں؟ اس نے کہا: جی ہاں! تاکہ سوال کرنے والے کا ذہن مطمئن ہو جائے۔

(۵) اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اُس معاشرہ میں یہ معروف تھا کہ قرض کو ادا کرنا واجب ہے اور میت کی طرف سے بھی قرض کو ادا کرنا لازم ہے' اسی وجہ سے نبی ﷺ نے اس کو اصل بنا کر اس پر یہ متفرع کیا کہ جب میت کا قرض ادا کرنا لازم ہے تو اللہ تعالیٰ کا قرض ادا کرنا تو زیادہ موکد ہے۔

(۶) بعض علماء نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ اس صورت میں ہے کہ جب میت نے مال چھوڑا ہو حتیٰ کہ اس کی طرف سے اس کا قرض ادا کیا جائے' اس کا جواب یہ ہے کہ میت کا مال چھوڑنا ضروری نہیں ہے' میت کا وارث اپنی طرف سے بھی تبرعاً میت کا قرض ادا کرسکتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۳۰۵۔ ۳۰۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۲۳ - بَابُ الْحَجِّ عَمَّنْ لَّا يَسْتَطِيعُ الثُّبُوتَ عَلَى الرَّاحِلَةِ

اس کی طرف سے حج کرنا جو سواری پر بیٹھنے کی طاقت نہ رکھتا ہو

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس کی تفسیر میں لکھا ہے کہ اس سے مراد ہے: زندوں میں سے۔

(فتح الباری ج ۳ ص ۵۳۳' دارالمعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی نے اس پر لکھا ہے کہ یہ تفسیر عبث ہے کیونکہ کسی کے ذہن میں بھی یہ نہیں آتا کہ مردے بھی سواری پر بیٹھ سکتے ہیں یا نہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۳۰۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۸۵۳ - حَدَّثَنَا أَبُوْ عَاصِمٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ الْفَضْلِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ أَنَّ امْرَأَةً (ح).

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو عاصم نے حدیث بیان کی از ابن جریج از ابن شہاب از سلیمان بن یسار از حضرت ابن عباس از حضرت الفضل بن عباس رضی اللہ عنہم کہ ایک عورت (ح)

۱۸۵۴ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ أَبِيْ سَلَمَةَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ جَاءَتِ امْرَأَةٌ مِّنْ خَثْعَمَ عَامَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ، قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، إِنَّ فَرِيْضَةَ اللّٰهِ عَلٰى عِبَادِهِ فِي الْحَجِّ، أَدْرَكَتْ أَبِيْ شَيْخًا كَبِيْرًا، لَا يَسْتَطِيْعُ أَنْ يَّسْتَوِيَ عَلَى الرَّاحِلَةِ، فَهَلْ يَقْضِيْ عَنْهُ أَنْ أَحُجَّ عَنْهُ؟ قَالَ نَعَمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد العزیز بن ابی سلمہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن شہاب نے حدیث بیان کی از سلیمان بن یسار از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ حجۃ الوداع کے سال ایک عورت آئی' اس نے کہا: یارسول اللہ! اللہ کا اپنے بندوں پر فریضہ حج ہے' میں نے اپنے باپ کو بہت بوڑھا پایا ہے' وہ سواری پر سیدھا نہیں بیٹھ سکتا تو میں اس کی طرف سے حج کروں تو اس کا حج ہو جائے گا؟ آپ نے فرمایا: ہاں!

یہ حدیث حج بدل کی اصل ہے' اس کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۱۵۱۳ میں گزر چکی ہے۔

۲۴ - بَابُ حَجِّ الْمَرْأَةِ عَنِ الرَّجُلِ

عورت کا مرد کی طرف سے حج کرنا

۱۸۵۵ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كَانَ الْفَضْلُ رَدِيْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَجَاءَتِ امْرَاَةٌ مِنْ خَثْعَمَ، فَجَعَلَ الْفَضْلُ يَنْظُرُ اِلَيْهَا وَتَنْظُرُ اِلَيْهِ، فَجَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْرِفُ وَجْهَ الْفَضْلِ اِلَى الشِّقِّ الْاٰخَرِ، فَقَالَتْ اِنَّ فَرِيْضَةَ اللّٰهِ اَدْرَكَتْ اَبِيْ شَيْخًا كَبِيْرًا، لَا يَثْبُتُ عَلَى الرَّاحِلَةِ اَفَاَحُجُّ عَنْهُ؟ قَالَ نَعَمْ. وَذٰلِكَ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از ابن شہاب از سلیمان بن یسار از حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا کہ حضرت فضل رضی اللہ عنہ سواری پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے پس خثعم کے قبیلہ کی ایک عورت آئی تو حضرت فضل اس کی طرف دیکھنے لگے اور وہ ان کی طرف دیکھنے لگی' پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت الفضل کا چہرہ دوسری طرف کر دیا' اس عورت نے سوال کیا کہ بے شک (حج) اللہ کا فریضہ ہے' میرا باپ بہت بوڑھا ہے وہ سواری پر جم کر نہیں بیٹھ سکتا' کیا میں اس کی طرف سے حج کر سکتی ہوں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! اور یہ واقعہ حجۃ الوداع کے سال کا ہے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۵۱۳ میں گزر چکی ہے۔

۲۵ - بَابُ حَجِّ الصِّبْيَانِ — بچوں کا حج کرنا

بچوں کے حج میں مذاہب ائمہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

داؤد ظاہری اور بعض محدثین کا یہ مذہب ہے کہ جب بچہ حج کر لے تو اس کا وہ حج حجۃ الاسلام سے کافی ہے اور بالغ ہونے کے بعد اس پر حج فرض نہیں ہوگا' اور حسن بصری' عطاء بن ابی رباح' مجاہد' النخعی' الثوری' امام ابوحنیفہ' امام ابویوسف' امام محمد' امام مالک' امام شافعی' امام احمد اور دوسرے متعدد فقہاء کا یہ مذہب ہے کہ بچہ نے جو حج کیا ہے وہ اس کے حجۃ الاسلام سے کافی نہیں ہے اور بالغ ہونے کے بعد اس پر از سر نو حج کرنا فرض ہے۔

جو علماء یہ کہتے ہیں کہ بچہ نے جو حج کیا ہے وہ اس کے لیے حجۃ الاسلام سے کافی ہے اور اس کو دوبارہ حج نہیں کرنا ہوگا' ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مقام روحاء پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات سواروں کی ایک جماعت سے ہوئی' آپ نے پوچھا: تم لوگ کون ہو؟ انہوں نے کہا: ہم لوگ مسلمان ہیں! پھر انہوں نے پوچھا: آپ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: میں اللہ کا رسول ہوں' پھر ایک عورت نے اپنا بچہ آپ کو دکھا کر پوچھا: کیا اس بچہ کے لیے بھی حج ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! اور اس کا اجر تم کو ملے گا۔ (صحیح مسلم: ۱۳۳۶' الرقم المسلسل: ۳۱۴۲' سنن ابوداؤد: ۱۷۳۶' سنن نسائی: ۲۶۴۴-۲۶۴۳)

امام بخاری نے اس حدیث کو روایت نہیں کیا' اس کی ظاہر وجہ یہ ہے کہ یہ حدیث امام بخاری کی شرط کے موافق نہیں تھی یا وہ اس حدیث پر مطلع نہیں ہوئے۔

اس میں بھی اختلاف ہے کہ بچہ کا کیا ہوا حج منعقد بھی ہوتا ہے یا نہیں؟ امام مالک' امام شافعی اور داؤد ظاہری کا یہ مذہب ہے کہ اس کا کیا ہوا حج منعقد ہو جاتا ہے' اور امام ابوحنیفہ یہ کہتے ہیں کہ اس کا کیا ہوا حج منعقد نہیں ہوتا' پھر جو علماء کہتے ہیں کہ اس کا حج منعقد ہو جاتا ہے' ان کا اس میں اختلاف ہے کہ بالغ ہونے کے بعد پھر دوبارہ اس پر حج کرنا فرض ہے یا نہیں؟ داؤد ظاہری نے کہا: بالغ

ہونے کے بعد اس کو دوبارہ حج کرنے کی ضرورت نہیں ہے' امام مالک اور امام شافعی نے کہا: اس کے لیے وہ حج کافی نہیں ہے اور بالغ ہونے کے بعد اس کو دوبارہ حج کرنا ہوگا۔

امام طحاوی نے کہا: صحیح مسلم کی حدیث میں آپ کا یہ ارشاد ہے کہ اس بچہ کا حج ہو جائے گا اور اس کا اجر تم کو ملے گا' لیکن اس حدیث میں یہ دلیل نہیں ہے کہ اس کا یہ حج اس کے حجۃ الاسلام سے کافی ہوگا' اس کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین آدمیوں سے قلم (تکلیف) اٹھا لیا گیا ہے: سوئے ہوئے سے حتیٰ کہ وہ بیدار ہو جائے اور مجنون سے حتیٰ کہ وہ تندرست ہو جائے اور بچہ سے حتیٰ کہ وہ بالغ ہو جائے۔

(سنن ابوداؤد: ۴۳۹۸' سنن نسائی: ۳۴۳۲' سنن ابن ماجہ: ۲۰۴۱' صحیح ابن خزیمہ: ۱۰۰۳' مسند احمد ج ۶ ص ۱۰۰' المستدرک ج ۲ ص ۵۹' سنن دار قطنی ج ۳ ص ۱۳۹' سنن بیہقی ج ۱ ص ۵۶' مشکوٰۃ: ۳۲۸۷)

اس حدیث سے ثابت ہو گیا کہ بچہ مکلف نہیں ہے' اس لیے اس پر حج فرض نہیں ہے جیسے نابالغ نے کسی وقت کی فرض نماز پڑھ لی' پھر اسی وقت میں وہ بالغ ہو گیا تو بالغ ہونے کے بعد وہ اس نماز کو نہیں دہرائے گا' پھر امام ابوحنیفہ کے نزدیک بچہ نے حج فاسد کر دیا تو اس پر قضا نہیں ہے اور اگر اس نے شکار کر لیا تو اس پر فدیہ نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۳۰۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

١٨٥٦ - حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ' عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ يَزِيْدَ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ بَعَثَنِيْ' اَوْ قَدَّمَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الثَّقَلِ مِنْ جَمْعٍ بِلَيْلٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالنعمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از عبید اللہ بن ابی یزید' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا' وہ بیان کرتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے مزدلفہ سے رات کو سامان کے ساتھ منیٰ بھیج دیا' یا فرمایا: مجھے پہلے بھیج دیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۶۷۷ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کیا تھا اس وقت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نابالغ تھے' سو اس حدیث میں نابالغ کے حج کرنے کا ثبوت ہے۔

١٨٥٧ - حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ قَالَ اَخْبَرَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ اَخِي ابْنِ شِهَابٍ' عَنْ عَمِّهٖ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ اَقْبَلْتُ وَقَدْ نَاهَزْتُ الْحُلُمَ' اَسِيْرُ عَلٰى اَتَانٍ لِّيْ' وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَائِمٌ يُّصَلِّيْ بِمِنًى' حَتّٰى سِرْتُ بَيْنَ يَدَيْ بَعْضِ الصَّفِّ الْاَوَّلِ' ثُمَّ نَزَلْتُ عَنْهَا فَرَتَعَتْ' فَصَفَفْتُ مَعَ النَّاسِ وَرَاءَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَقَالَ يُوْنُسُ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ بِمِنًى فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں میرے بھتیجے ابن شہاب نے حدیث بیان کی از عم خود' انہوں نے کہا: مجھے عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود نے خبر دی کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں اپنی گدھی پر سوار ہو کر آیا' اس وقت میں بلوغت کے قریب تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے منیٰ میں نماز پڑھا رہے تھے' میں صف اول کے کسی حصہ سے گزرا' پھر میں گدھی سے اترا' وہ چرنے لگی اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے لوگوں کے ساتھ نماز کی صف میں شامل ہو گیا اور یونس نے کہا از ابن شہاب: حجۃ الوداع کے سال منیٰ میں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۷۶ میں گزر چکی ہے' اس حدیث کی بھی باب کے عنوان کے ساتھ اس طرح مطابقت ہے کہ اس میں حضرت ابن عباس کے حج کرنے کا بیان ہے' جس وقت وہ نابالغ تھے۔

۱۸۵۸ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ يُوْنُسَ قَالَ حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ اِسْمَاعِيْلَ' عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ يُوْسُفَ' عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ قَالَ حُجَّ بِيْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا ابْنُ سَبْعِ سِنِيْنَ.

(سنن الترمذی: ۱۸۵۸)

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں عبدالرحمان بن یونس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حاتم بن اسماعیل نے حدیث بیان کی از محمد بن یوسف از السائب بن یزید' انہوں نے بیان کیا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامان کے ساتھ حج کرایا گیا اور اس وقت میری عمر سات سال تھی۔

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے۔

۱۸۵۹ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ زُرَارَةَ قَالَ اَخْبَرَنَا الْقَاسِمُ بْنُ مَالِكٍ' عَنِ الْجُعَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيْزِ يَقُوْلُ لِلسَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ' وَكَانَ قَدْ حُجَّ بِهٖ فِيْ ثَقَلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. [اطراف الحدیث: ۶۷۱۲-۷۳۳۰]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن زُرارہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں قاسم بن مالک نے خبر دی از جعید بن عبدالرحمان' انہوں نے کہا: میں نے عمر بن عبدالعزیز سے سنا' وہ حضرت السائب بن یزید سے کہہ رہے تھے: اور ان کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامان کے ساتھ حج کرایا گیا تھا۔

اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں۔

اس حدیث کی بھی عنوان کے ساتھ اس طرح مطابقت ہے کہ حضرت سائب بن یزید نے بچپن میں حج کیا تھا۔

۲۶ - بَابُ حَجِّ النِّسَاءِ — عورتوں کا حج کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ عورت کے حج کا طریقہ مردوں کی طرح ہے یا اس سے مختلف ہے۔

۱۸۶۰ - وَقَالَ لِيْ اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ' عَنْ اَبِيْهِ' عَنْ جَدِّهٖ قَالَ اَذِنَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ لِاَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ اٰخِرِ حَجَّةٍ حَجَّهَا. فَبَعَثَ مَعَهُنَّ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ وَعَبْدَ الرَّحْمٰنِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا.

امام بخاری فرماتے ہیں: اور مجھ سے احمد بن محمد نے کہا: ہمیں ابراہیم نے حدیث بیان کی از والد خود از جد خود' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو آخری حج کیا تھا' اس میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج کو بھی حج پر جانے کی اجازت دی تھی اور ان کے ساتھ حضرت عثمان بن عفان اور حضرت عبدالرحمان رضی اللہ عنہما کو بھیجا۔

اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں۔

تمام مسلمان امہات المؤمنین کے محارم ہیں

یہ حدیث اس حیثیت سے عنوان کے مطابق ہے کہ اس میں خواتین کے حج کا ذکر ہے' لیکن اس میں یہ اضافہ ہے کہ اس میں مردوں کے بھی حج کرنے کا ذکر ہے اور وہ اس لیے ہے کہ حج میں خواتین کی ضروریات کو مہیا کرنے اور ان کے قیام اور طعام کے انتظام کی کفالت کے لیے مردوں کی ضرورت ہے اور عنقریب حدیث میں آئے گا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کوئی عورت دو دن کی مسافت کا سفر بغیر شوہر یا محرم کے نہ کرے' اور چونکہ تمام ازواج مطہرات امہات المؤمنین ہیں' اس لیے تمام امت ان کی محرم ہے' اس لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان اور حضرت عبدالرحمان کو ان کے ساتھ بہ طور محرم کے بھیجا۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ ازواجِ مطہرات حضرت عمر رضی اللہ کی اجازت کے بعد ہی حج کے لیے نکلی تھیں' پہلے حضرت عمر اس معاملہ میں متردد رہے تھے' پھر بعد میں ان پر منکشف ہوا کہ ازواجِ مطہرات کا حج کرنا جائز ہے تو انہوں نے ازواجِ مطہرات کو حج پر جانے کی اجازت دی اور امام ابن سعد نے اپنی سند کے ساتھ ام درۃ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ہمیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حج اور عمرہ سے منع کر دیا تھا حتیٰ کہ جب ان کی خلافت کا آخری سال تھا تو انہوں نے ہمیں اجازت دی۔ حضرت عمر کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے ایام میں ازواجِ مطہرات کو حج کرایا۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۳۵۹)

یہ روایت اس باب کی حدیث کے موافق ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پہلے ازواجِ مطہرات کو حج سے منع کرتے تھے' پھر بعد میں انہوں نے اجازت دی۔ روافض حضرت عائشہ پر طعن کرتے ہیں کہ عورتوں کو گھر میں رہنے کا حکم ہے' حضرت عائشہ نے اس حکم کی مخالفت کی اور گھر سے باہر نکلیں' اس کا جواب یہ ہے کہ عورت کو اپنی ضرورت میں گھر سے باہر نکلنے کی اجازت دی گئی ہے اور اس حدیث میں بھی اس پر دلیل ہے اور واقعہ جمل میں حضرت عائشہ مسلمانوں میں اصلاح کے قصد سے نکلی تھیں' یہ قوی ضرورت تھی۔

* اس کی پوری تفصیل ہماری تفسیر تبیان القرآن ج ۹ ص ۴۳۳۔ ۴۲۷ میں مطالعہ فرمائیں۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) احمد بن محمد بن الولید ابو محمد ازرقی' امام بخاری ان سے روایت میں منفرد ہیں (۲) ابراہیم بن سعد بن ابراہیم بن عبد الرحمن بن عوف ابواسحاق الزہری القرشی المدنی (۳) ان کے والد سعد بن ابراہیم (۴) ان کے دادا ابراہیم بن عبد الرحمان بن عوف (۵) حضرت عمر رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۳۱۳۔ ۳۱۲)

علامہ نووی نے کہا ہے کہ محرم وہ ہوتا ہے جس کے ساتھ دائماً نکاح حرام ہوتا ہے اور ازواجِ مطہرات کے ساتھ تمام مسلمانوں کا نکاح دائماً حرام ہے' اس لیے تمام مسلمان ازواجِ مطہرات کے محارم ہیں' یہ بات امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے ایک سوال کے جواب میں کہی تھی' جب آپ سے یہ سوال کیا گیا تھا کہ امہات المؤمنین نے ان مسلمانوں کے ساتھ سفر حج کس دلیل سے کیا تھا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۳۱۳۔ ۳۱۲' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۸۶۱ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا حَبِيْبُ بْنُ اَبِيْ عَمْرَةَ قَالَ حَدَّثَتْنَا عَائِشَةُ بِنْتُ طَلْحَةَ، عَنْ عَائِشَةَ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اَلَا نَغْزُوْ اَوْ نُجَاهِدُ مَعَكُمْ؟ فَقَالَ لٰكِنَّ اَحْسَنُ الْجِهَادِ وَاَجْمَلُهُ الْحَجُّ، حَجٌّ مَبْرُوْرٌ. فَقَالَتْ عَائِشَةُ فَلَا اَدَعُ الْحَجَّ بَعْدَ اِذْ سَمِعْتُ هٰذَا مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الواحد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حبیب بن ابی عمرہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عائشہ بنت طلحہ نے حدیث بیان کی از حضرت عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا ہم غزوہ میں شریک نہ ہوں یا کیا ہم جہاد نہ کریں' آپ نے فرمایا: لیکن سب سے زیادہ حسین و جمیل جہاد حج مبرور ہے' تب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: جب سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے' اس کے بعد میں کسی حج کو ترک نہیں کرتی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۵۲۰ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں حج مبرور کا ذکر ہے' ہم اس سے پہلے بتا چکے ہیں کہ حج مبرور سے مراد وہ حج ہے جس میں کوئی گناہ نہ کیا گیا ہو یا

جس میں دکھاوا اور شہرت کا قصد نہ ہو یا اس سے مراد ہے: حج مقبول یا جس حج میں لڑائی جھگڑا' فحش باتیں اور دیگر گناہ نہ کیے ہوں یا جس حج کے بعد گناہ نہ کیے ہوں اور اس حج میں نیک باتیں کی ہوں اور لوگوں کو کھانا کھلایا ہو۔

۱۸۶۲ - حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ اَبِي مَعْبَدٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُسَافِرِ الْمَرْاَةُ اِلَّا مَعَ ذِيْ مَحْرَمٍ، وَلَا يَدْخُلُ عَلَيْهَا رَجُلٌ اِلَّا وَمَعَهَا مَحْرَمٌ. فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اِنِّيْ اُرِيْدُ اَنْ اَخْرُجَ فِيْ جَيْشِ كَذَا وَ كَذَا، وَامْرَاَتِيْ تُرِيْدُ الْحَجَّ! فَقَالَ اُخْرُجْ مَعَهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالنعمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از عمرو از ابی معبد مولیٰ ابن عباس از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عورت بغیر محرم کے سفر نہ کرے اور عورت کے پاس کوئی شخص اسی وقت آئے جب اس کے پاس محرم ہو' ایک شخص نے کہا: یارسول اللہ! میں فلاں فلاں لشکر میں جانا چاہتا ہوں اور میری بیوی حج کرنا چاہتی ہے' آپ نے فرمایا: تم اس کے ساتھ جاؤ۔

[اطراف الحدیث: ۳۰۰۶-۳۰۶۱-۵۲۳۳] (صحیح مسلم: ۱۳۴۱' الرقم المسلسل: ۳۱۶۲' سنن ابن ماجہ: ۲۹۰۰' مسند الحمیدی: ۴۶۸' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۴۰۹-۶' سنن کبریٰ ۹۲۱۸' مسند ابویعلیٰ: ۲۳۹۱' صحیح ابن خزیمہ: ۲۵۲۹' صحیح ابن حبان: ۲۷۳۱' المعجم الکبیر: ۱۲۲۰۵' سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۳۹' شرح السنۃ: ۱۸۴۹' مسند احمد ج ۱ ص ۲۲۲ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۹۳۴- ج ۳ ص ۴۰۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: تم اپنی بیوی کے ساتھ حج کرنے جاؤ' اس میں عورتوں کے شوہر کے ساتھ حج کرنے کا ذکر ہے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابوالنعمان محمد بن الفضل السدوسی (۲) حماد بن زید (۳) عمرو بن دینار (۴) ابومعبد' ان کا نام نافذ ہے (۵) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۳۱۵)

بغیر محرم کے عورت کے سفر حج کی ممانعت پر دلائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ عورت محرم کے سوا کوئی سفر نہیں کر سکتی اور الفاظ کا عموم سفر کے عموم پر دلالت کرتا ہے' اس کا تقاضا یہ ہے کہ بغیر محرم کے عورت کا سفر حرام ہے خواہ وہ سفر کم ہو یا زیادہ' حج کے لیے ہو یا کسی اور کام کے لیے ہو' ابراہیم النخعی' الشعبی' طاؤس اور ظاہریہ (غیر مقلدین) کا یہی مذہب ہے' انہوں نے صحیح بخاری کے باب مذکور سے استدلال کیا ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ قرآن مجید میں ہے:

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا. (آل عمران: ۹۷)

بیت اللہ کا حج کرنا ان لوگوں پر اللہ کا حق ہے جو اس کے راستہ کی استطاعت رکھتے ہوں۔

یہ آیت مردوں اور عورتوں دونوں کے حق میں عام ہے اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ مردوں اور عورتوں میں سے جس کو بھی حج کی استطاعت حاصل ہو جائے تو اس پر حج فرض ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ عورت بغیر محرم کے سفر نہ کرے' یہ بھی ہر سفر کے لیے عام ہے اور اس میں حج کا سفر بھی داخل ہے۔ امام مالک اور امام شافعی نے اس آیت کے عموم کو ترجیح دی ہے اور کہا ہے کہ جب عورت پر حج

فرض ہو تو وہ بغیر محرم کے حج پر جا سکتی ہے بہ شرطیکہ اس کے ساتھ چند عورتیں ہوں اور امام ابوحنیفہ نے اس حدیث کے عموم کو ترجیح دی ہے یعنی وہ بغیر محرم کے حج پر نہیں جا سکتی اور اس آیت کا یہ جواب دیا ہے کہ استطاعت میں محرم یا شوہر کا ساتھ ہونا داخل ہے یعنی جس عورت کے ساتھ محرم یا شوہر نہیں ہے اس کو حج کی استطاعت حاصل نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۳۱۶۔ ۳۱۵ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

بغیر محرم کے عورت کے سفر حج کرنے پر علامہ ابن بطال کے دلائل اور مصنف کے جوابات

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب نے کہا ہے کہ عورت بغیر محرم کے حج نہ کرے امام احمد اسحاق اور ابوثور کا بھی یہی مذہب ہے اور انہوں نے اس حدیث کی ممانعت کو ہر سفر پر محمول کیا ہے اور امام مالک اور جمہور فقہاء نے اس کو مخصوص سفر پر محمول کیا ہے اور ان کے نزدیک اس سفر سے غیر واجب سفر مراد ہیں اور ان کا استدلال اس آیت کے عموم سے ہے:

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا. (آل عمران: ۹۷) بیت اللہ کا حج کرنا ان لوگوں پر اللہ کا حق ہے جو اس کے راستہ کی استطاعت رکھتے ہوں۔

لہٰذا اس آیت کے خطاب میں عورت بھی داخل ہے اور اس پر حج کا فرض ادا کرنا لازم ہے۔

مصنف کے نزدیک علامہ ابن بطال کا یہ استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ اس آیت میں مطلقاً حج کو فرض نہیں کیا گیا بلکہ بہ شرط استطاعت حج کو فرض کیا گیا اور عورت کو سفر حج کی استطاعت تب ہی حاصل ہو گی جب اس کے ساتھ اس سفر میں اس کا شوہر یا محرم ہو گا۔

علامہ ابن بطال لکھتے ہیں: عورت کو سفر حج کرنے سے نہیں منع کیا جائے گا جیسا کہ عورت کو نماز اور روزے سے منع نہیں کیا جاتا۔

مصنف کے نزدیک علامہ ابن بطال کا یہ استدلال بھی صحیح نہیں ہے روزے کا ذکر تو انہوں نے عبث کیا ہے کیونکہ روزے رکھنے کے لیے سفر نہیں کرنا پڑتا البتہ نماز کے لیے عورتوں کو مساجد میں جانا پڑتا ہے اور عورتوں کو مساجد میں جانے سے منع کرنے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا ہے لیکن مساجد گھروں کے ساتھ اور گھروں کے قریب ہوتی ہیں ان کے لیے سفر شرعی نہیں کرنا پڑتا یعنی ۶۱ (اکسٹھ) میل یا اس سے زائد کی مسافت جس میں نماز کو قصر کرنا واجب ہے لہٰذا علامہ ابن بطال کا اس سے بھی استدلال کرنا باطل ہے علاوہ ازیں عورتوں کے گھر سے باہر نکلنے کو اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے:

وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى. (الاحزاب: ۳۳) اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور قدیم جاہلیت کی طرح اپنے بناؤ سنگھار کی نمائش نہ کرنا۔

اسی طرح احادیث میں بھی ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ فرماتی ہیں: اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عورتوں کے اس بناؤ سنگھار کو دیکھ لیتے جو عورتوں نے اب نکالا ہے تو ان کو مسجدوں میں جانے سے اس طرح منع کر دیتے جس طرح بنی اسرائیل کی عورتوں کو مساجد میں آنے سے منع کر دیا تھا۔ (صحیح البخاری: ۸۶۹ سنن ابوداؤد: ۵۶۹)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عورت کا اپنے گھر میں نماز پڑھنا اس کے حجرہ میں نماز پڑھنے سے افضل ہے اور اس کا کوٹھڑی میں نماز پڑھنا اس کے گھر میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۵۷۰)

اس لیے عورتوں کے مسجد میں نماز پڑھنے سے بغیر شوہر یا محرم کے حج کے لیے جانے پر استدلال کرنا صحیح نہیں ہے۔

نیز علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ کیا تم نہیں دیکھتے کہ جب عورت دارالکفر میں اسلام لے آئے تو وہ دارالکفر سے دارالاسلام کی طرف بغیر محرم کے سفر کرے گی' اسی طرح ہر واجب کو ادا کرنے کے لیے وہ بغیر محرم کے سفر کرے گی' اس سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عورت کو بغیر محرم کے جس سفر سے منع کیا ہے' یہ وہ سفر ہے جو واجب نہ ہو۔

میں کہتا ہوں کہ دارالکفر سے دارالایمان کی طرف جو سفر کرے گی وہ اضطرار کی صورت ہے کیونکہ دارالکفر میں اس کو اپنے ایمان اور اپنی عزت اور آبرو کا خطرہ ہوتا ہے اور بعض صورتوں میں اپنی جان کا بھی خطرہ ہوتا ہے اور حج تو وسعت اور اختیار کی صورت میں کیا جاتا ہے' لہٰذا سفر حج کو سفر ہجرت پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔

علامہ ابن بطال لکھتے ہیں: مرد کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنی عورت کو فرض حج ادا کرنے سے روکے' عورت اس کی اجازت کے بغیر حج کے لیے جا سکتی ہے اور امام شافعی کا ایک قول یہ ہے کہ عورت مرد کی اجازت کے بغیر حج کے لیے نہ جائے اور ان کا دوسرا قول وہ ہے جس میں انہوں نے باقی علماء کی موافقت کی ہے (یعنی امام مالک کی) اور اس پر اجماع ہے کہ مرد عورت کو نماز اور روزے سے منع نہیں کر سکتا' اسی طرح حج سے بھی منع نہیں کر سکتا۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۴۸۱۔۴۸۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ ابن بطال نے یہ جو کچھ لکھا ہے' یہ ان کے محض دعاوی ہیں' انہوں نے اپنے ان دعاوی پر قرآن اور سنت سے کوئی دلائل قائم نہیں کیے' اس لیے ہم ان پر تبصرہ سے گریز کرتے ہیں۔

عورت کا سلامتی کے ساتھ سفر حج صرف امام اعظم کے مذہب کے مطابق ہی ہو سکتا ہے

نیز ہماری دلیل یہ حدیث بھی ہے کہ ایک شخص نے کہا: یارسول اللہ! میں فلاں فلاں لشکر میں جانا چاہتا ہوں اور میری بیوی حج کرنا چاہتی ہے؟ آپ نے فرمایا: تم اس کے ساتھ جاؤ۔ (صحیح البخاری: ۱۸۶۲)

اگر عورت کا شوہر یا محرم کے بغیر سفر حج پر جانا جائز ہوتا تو آپ اس شخص سے فرماتے: بیوی کو تنہا حج پر جانے دو اور تم لشکر میں شامل ہو کر جہاد کی فضیلت حاصل کرو کیونکہ وہ زمانہ اسلام کی تبلیغ و اشاعت کا تھا اور اس زمانہ میں جہاد کی سخت ضرورت تھی' اس کے باوجود آپ نے فرمایا: تم اپنی بیوی کے ساتھ حج پر جاؤ' نیز اسی کتاب الحج کی متعدد احادیث میں گزر چکا ہے کہ جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا عمرہ رہ گیا تھا اور انہوں نے اس کی جگہ عمرہ کرنا تھا تو آپ نے حضرت عائشہ کو مقام ذی طویٰ سے تنعیم عمرہ کے لیے بھیجا اور ان کے ساتھ ان کے بھائی حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کو بھیجا حالانکہ مقام ذی طویٰ اور تنعیم میں زیادہ فاصلہ نہیں ہے لیکن آپ نے حضرت عبدالرحمان کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ بھیج کر یہ واضح کیا کہ سفر کم ہو یا زیادہ' عورت بغیر محرم کے سفر نہیں کر سکتی' امام مالک اور امام شافعی کہتے ہیں کہ جب چند عورتیں ساتھ ہوں تو پھر محرم کی ضرورت نہیں رہتی' میں کہتا ہوں کہ عورت فتنہ کا محل ہے' جب زیادہ عورتیں مل کر جائیں گی تو زیادہ فتنہ ہوگا اور یہ فتنہ کسی محافظ ہی کی وجہ سے اٹھ سکتا ہے جو عورت کی صرف حفاظت کرے اور خود اس کی خواہش نہ کرے اور ایسا محافظ شوہر یا محرم ہی ہو سکتا ہے' خصوصاً اس پُرفتن اور پُرآشوب دور میں جہاں سر بازار عورتوں کی عزتیں اور عصمتیں لوٹ لی جاتی ہیں اور عورتوں کو حج کے لیے دور دراز مسافتوں کا سفر کرنا پڑتا ہے جو کئی کئی ہفتوں پر محیط ہوتا ہے' اس لیے عورت کے سفر حج کے لیے محفوظ اور مامون طریقہ وہی ہے جو قرآن مجید اور احادیث صحیحہ سے مستنبط کر کے امام ابوحنیفہ نے بتایا ہے' اسی طریقہ پر عمل کرنے میں امن اور سلامتی ہے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۳۱۶۸۔ ج ۳ ص ۶۵۳ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے عنوان حسب ذیل ہیں:

① بغیر زوج یا محرم کے عورت پر حج کی فرضیت میں شوافع کا نظریہ ② زوج یا محرم کے بغیر عورت کے سفر میں شوافع کا نظریہ

③زوج اور محرم کے بغیر عورت کے سفر میں مالکیہ کا نظریہ ④زوج اور محرم کے بغیر عورت کے سفر میں حنابلہ کا نظریہ ⑤عورت کے سفر حج میں احناف کا نظریہ ⑥عورت کے سفر کے بارے میں متعارض روایات کے جوابات ⑦زمانہ امن میں عورت کے تنہا سفر کرنے کی تحقیق ⑧بذریعہ ہوائی جہاز عورت کے بغیر محرم حج پر جانے کی تحقیق ⑨تین مسجدوں کے علاوہ رخت سفر باندھنا۔

۱۸۶۳ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ اَخْبَرَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ اَخْبَرَنَا حَبِيبٌ الْمُعَلِّمُ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ لَمَّا رَجَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ حَجَّتِهِ، قَالَ لِاُمِّ سِنَانٍ الْاَنْصَارِيَّةِ مَا مَنَعَكِ مِنَ الْحَجِّ؟ قَالَتْ اَبُوْ فُلَانٍ، تَعْنِي زَوْجَهَا كَانَ لَهُ نَاضِحَانِ حَجَّ عَلٰى اَحَدِهِمَا، وَالْاٰخَرُ يَسْقِي اَرْضًا لَنَا. قَالَ فَاِنَّ عُمْرَةً فِي رَمَضَانَ تَقْضِي حَجَّةً مَعِي. رَوَاهُ ابْنُ جُرَيْجٍ، عَنْ عَطَاءٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَقَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ، عَنْ عَبْدِ الْكَرِيْمِ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ جَابِرٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں حبیب المعلم نے خبر دی از عطاء از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے حج سے واپس آئے تو آپ نے حضرت ام سنان انصاریہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: تمہیں حج پر جانے سے کیا چیز مانع تھی؟ انہوں نے کہا: ابوفلاں ان کی مراد تھی ان کا شوہر اس کے پاس پانی لاد کر لانے والے دو اونٹ تھے ایک اونٹ پر بیٹھ کر وہ حج پر چلا گیا اور دوسرے اونٹ کے ذریعہ ہم اپنی زمین کو پانی سے سیراب کرتے ہیں آپ نے فرمایا: بے شک رمضان کے مہینہ میں عمرہ کرنا میرے ساتھ حج کرنے کا تقاضا کرتا ہے۔ اس حدیث کو ابن جریج نے عطاء سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور عبید اللہ نے کہا از عبد الکریم از عطاء از جابر از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۷۸۲ میں گزر چکی ہے اس باب کا عنوان ہے: عورتوں کا حج کرنا اور اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: تمہیں حج پر جانے سے کیا چیز مانع تھی؟ اس جملہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عورتوں کو حج پر جانے کی ترغیب دی ہے اور عمرہ کرنے پر بھی برانگیختہ کیا ہے۔

۱۸٦٤ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ قَزَعَةَ مَوْلٰى زِيَادٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا سَعِيْدٍ، وَقَدْ غَزَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ غَزْوَةً قَالَ اَرْبَعٌ سَمِعْتُهُنَّ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اَوْ قَالَ يُحَدِّثُهُنَّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَعْجَبْنَنِي وَاٰنَقْنَنِي اَنْ لَّا تُسَافِرَ امْرَاَةٌ مَسِيْرَةَ يَوْمَيْنِ لَيْسَ مَعَهَا زَوْجُهَا اَوْ ذُوْ مَحْرَمٍ، وَلَا صَوْمَ يَوْمَيْنِ الْفِطْرِ وَالْاَضْحٰى، وَلَا صَلٰوةَ بَعْدَ صَلٰوتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰى تَغْرُبَ الشَّمْسُ، وَبَعْدَ الصُّبْحِ حَتّٰى

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عبد الملک بن عمیر از قزعہ جو زیاد کے آزاد کردہ غلام تھے انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے سنا اور حضرت ابوسعید نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بارہ غزوے کیے تھے انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے چار ایسی احادیث سنی ہیں یا انہوں نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے چار ایسی احادیث سنی ہیں جو مجھے بہت اچھی لگیں اور مجھے بہت پسند ہیں (وہ یہ ہیں:) (۱) کوئی عورت بغیر شوہر یا محرم کے دو دن کا سفر نہ کرے (۲) دو دن روزے نہ رکھے عید الفطر کو اور عید الاضحیٰ کو (۳) دو نمازوں کے بعد کوئی نماز جائز

تَطْلُعَ الشَّمْسُ، وَلَا تُشَدُّ الرِّحَالُ اِلَّا اِلٰی ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ مَسْجِدِ الْحَرَامِ، وَمَسْجِدِیْ، وَمَسْجِدِ الْاَقْصٰی.

نہیں عصر کی نماز کے بعد حتیٰ کہ سورج غروب ہو جائے اور صبح کی نماز کے بعد حتیٰ کہ سورج طلوع ہو جائے (۴) اور تین مسجدوں کے علاوہ سامانِ سفر نہ باندھا جائے: مسجد حرام اور میری یہ مسجد اور مسجد اقصیٰ۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۵۸۶ میں گزر چکی ہے' تاہم بعض ضروری اُمور ذکر کیے جا رہے ہیں۔

بغیر محرم کے عورت کے سفر کی ممانعت کے متعلق مختلف احادیث میں تطبیق اور دیگر احادیث کی شرح کا تعین

اس حدیث میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ نے اپنی چار پسندیدہ حدیثوں کا ذکر کیا ہے' ان میں سے پہلی حدیث یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کوئی عورت بغیر شوہر یا محرم کے دو دن کا سفر نہ کرے۔

اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دن' دو دن اور تین دن کے سفر سے بھی منع فرمایا ہے' ان میں باہم کس طرح تطبیق ہوگی؟ اس کا جواب اور احادیث کی تفصیل ملاحظہ فرمائیں:

ایک دن کی مسافت کے سفر کی ممانعت کے متعلق یہ حدیث ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو عورت اللہ پر اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتی ہو' وہ ایک دن اور ایک رات کی مسافت کا سفر بغیر محرم کے نہ کرے۔

(صحیح البخاری: ۱۰۸۸' صحیح مسلم: ۱۳۳۹' سنن ابوداؤد: ۱۷۲۴' سنن ترمذی: ۱۱۷۳' سنن ابن ماجہ: ۲۸۹۹' صحیح ابن خزیمہ: ۲۵۲۵' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۲۳۱۷' سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۳۹' مسند احمد ج ۲ ص ۲۵۱ طبع قدیم' مسند احمد: ۷۴۱۴۔ ج ۱۲ ص ۳۷۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

ایک دن کی مسافت سے عورت کو بغیر محرم کے سفر سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابتداء اسلام میں منع فرمایا تھا' جب مسلمان کم تعداد میں تھے' کفار کی تعداد زیادہ تھی اور عورت کو تنہا سفر کرنے میں اپنی جان و مال' اور عزت و عصمت کی حفاظت کرنے میں بہت خطرات تھے۔

دو دن کی مسافت کے سفر کی ممانعت کے متعلق یہ حدیث ہے:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کوئی عورت محرم یا شوہر کے بغیر دو دن کی مسافت کا سفر نہ کرے۔ (صحیح البخاری: ۱۸۹۷۔ ۱۱۶۴' صحیح مسلم: ۸۲۷' الرقم المسلسل: ۳۱۵۱۔ ۳۱۵۲' سنن ترمذی: ۳۲۶' سنن ابن ماجہ: ۱۴۱۰' مسند احمد ج ۳ ص ۵۲ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۱۴۸۳۔ ج ۱۸ ص ۱۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

بغیر محرم کے عورت کو دو دن کی مسافت کے سفر سے آپ نے اس وقت منع فرمایا' جب مسلمانوں کی تعداد قدرے زیادہ ہوگئی تھی اور مسلمان عورتوں کو کفار کے پریشان کرنے کے خطرات کم ہوگئے تھے۔

اور تین دن کی مسافت کے سفر کی ممانعت کے متعلق یہ حدیث ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کوئی عورت تین دن کی مسافت کا سفر بغیر محرم کے نہ کرے۔ (صحیح البخاری: ۱۰۸۷' صحیح مسلم: ۱۳۳۸' الرقم المسلسل: ۳۱۴۸' سنن ابوداؤد: ۱۷۲۷' سنن ترمذی: ۱۱۷۲' سنن ابن ماجہ: ۲۸۹۸' سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۳۸' صحیح ابن خزیمہ: ۲۵۲۱' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۵' صحیح ابن حبان: ۲۷۳۰' مسند احمد ج ۲ ص ۱۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۴۶۱۵۔ ج ۸ ص ۲۳۱' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

بغیر محرم کے عورت کو تین دن کی مسافت کے سفر سے آپ نے اس وقت منع فرمایا جب مسلمانوں کی تعداد بہت زیادہ ہوگئی تھی اور مسلمان عورتوں کو کفار کے پریشان کرنے کا بالکل خطرہ نہیں رہا تھا' پھر ہمیشہ کے لیے عورت کے سفر کے متعلق مسافت کا یہی معیار اور پیمانہ مقرر ہو گیا۔

اس حدیث میں صبح اور عصر کی نماز کے بعد نماز پڑھنے کی ممانعت کا بھی ذکر ہے' اس پر مفصل بحث حدیث: ۵۸۶ میں گزر چکی ہے اور اس حدیث میں مسجد حرام اور مسجد اقصیٰ کے علاوہ اونٹنی پر سامانِ سفر کسنے کی ممانعت کا بھی ذکر ہے' اس کی مفصل بحث حدیث: ۱۱۸۹ میں گزر چکی ہے' نیز اس میں عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن روزہ رکھنے کی ممانعت کا بھی ذکر ہے' اس کی مفصل بحث ان شاء اللہ عنقریب حدیث: ۱۹۹۱ میں آئے گی۔

۲۷ - بَابُ مَنْ نَذَرَ الْمَشْيَ إِلَى الْكَعْبَةِ جس نے کعبہ تک پیدل جانے کی نذر مانی

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جس نے کعبہ تک پیدل جانے کی نذر مانی تو آیا اس پر اس نذر کو پورا کرنا واجب ہے یا نہیں؟ اور جب اس پر نذر پورا کرنا واجب تھا اور اس نے نذر پوری نہیں کی یا وہ نذر کو پورا کرنے سے عاجز تھا تو اس پر کیا لازم ہوگا۔

۱۸۶۵ - حَدَّثَنَا ابْنُ سَلَامٍ قَالَ أَخْبَرَنَا الْفَزَارِيُّ، عَنْ حُمَيْدٍ الطَّوِيلِ قَالَ حَدَّثَنِي ثَابِتٌ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى شَيْخًا يُهَادَى بَيْنَ ابْنَيْهِ، قَالَ مَا بَالُ هٰذَا؟ قَالُوْا نَذَرَ أَنْ يَّمْشِيَ. قَالَ إِنَّ اللّٰهَ عَنْ تَعْذِيبِ هٰذَا نَفْسَهُ لَغَنِيٌّ. وَأَمَرَهُ أَنْ يَّرْكَبَ. [طرف الحدیث: ۶۷۰۱]

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں ابن سلام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الفزاری نے خبر دی از حمید الطویل' انہوں نے کہا: مجھے ثابت نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ ایک بوڑھا شخص اپنے دو بیٹوں کے (کندھوں پر) ٹیک لگا کر چل رہا تھا' آپ نے پوچھا: اس کو کیا ہوا ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ اس نے پیدل چلنے کی نذر مانی تھی' آپ نے فرمایا: یہ جو اپنے آپ کو عذاب دے رہا ہے' اللہ اس سے مستغنی ہے اور آپ نے اس کو سوار ہونے کا حکم دیا۔

(صحیح مسلم: ۱۶۴۲' الرقم المسلسل: ۴۱۳۸' سنن ابوداؤد: ۳۳۰۱' سنن نسائی: ۳۸۵۳' مسند احمد ج ۳ ص ۲۳۵' مسند احمد: ۱۳۳۶۸۔ ج ۲۱ ص ۴۲۹' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

کعبہ تک پیدل جانے کی نذر کے متعلق فقہاء کا اختلاف

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی لکھتے ہیں:

اہل ظاہر نے اس حدیث سے اور اس کے بعد آنے والی حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ جو شخص پیدل چلنے سے عاجز ہو جائے اس پر کوئی قربانی نہیں ہے' اور پیدل چلنا کسی نذر کو واجب نہیں کرتا کیونکہ اس میں تقشف (تکلف) ہے اور بدن کو مشقت میں ڈالنا ہے اور جس شخص نے پیدل چلنے کی نذر مانی ہو' اس پر پیدل چلنا واجب نہیں ہے۔

باقی فقہاء نے اس کے برخلاف کہا ہے' حضرت علی اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ جس نے بیت اللہ تک پیدل جانے کی نذر مانی' پھر وہ پیدل چلنے سے عاجز ہو گیا تو جب وہ عاجز ہو تو سوار ہو جائے اور ایک بکری کی قربانی دے۔ عطاء اور حسن بصری کا بھی یہی قول ہے۔ امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا بھی یہی مذہب ہے۔ امام ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ اگر وہ عاجز ہوئے بغیر سوار ہو گیا تو قسم توڑنے کی وجہ سے اپنی قسم کا کفارہ دے۔ امام شافعی کا ایک قول یہ ہے کہ وہ احتیاطاً قربانی کرے گا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ وہ

لوٹ کر جائے اور جتنے راستہ میں سوار ہوا ہے اس میں پیدل چلے اور اس پر قربانی واجب ہے' تیسرا قول یہ ہے کہ وہ لوٹ کر جائے' پھر دوبارہ حج کرے اور جتنی مسافت سوار ہوا تھا' اس میں پیدل چلے اور اس پر قربانی نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ص ۲۲۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ عینی نے یہ علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ کی عبارت کو نقل کیا ہے' البتہ اس کے بعد جو عبارت تھی' وہ انہوں نے چھوڑ دی ہے' وہ یہ ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' سعید بن المسیب اور النخعی سے مروی ہے کہ وہ لوٹ جائے اور جتنی مسافت میں وہ سوار ہوا تھا اتنی مسافت میں پیدل چلے' اور یہی امام مالک کا قول ہے' انہوں نے دونوں چیزوں کو جمع کر لیا ہے' پیدل چلنے کو اور قربانی کرنے کو' کیونکہ اس سفر میں اس پر پیدل چلنا لازم تھا اور وہ اس میں سوار بھی ہوا اور پیدل بھی چلا تو احتیاطاً اس پر قربانی واجب ہے۔

علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ اس نذر کا پورا کرنا واجب ہے جو محض اللہ عزوجل کی عبادت ہو اور اس نذر کا پورا کرنا کوئی نیک کام ہو' اور اپنے نفس کو عذاب دینے میں اللہ عزوجل کی کوئی عبادت ہے نہ کوئی نیک کام ہے گویا کہ اس نذر ماننے والے نے ایسی چیز کی نذر مانی جس کو پورا کرنے پر وہ قادر نہیں ہے اور یہ ابواسرائیل کی اس نذر کی طرح ہے کہ وہ دھوپ میں کھڑا رہے گا اور سائے میں نہیں بیٹھے گا اور اس دن کا روزہ رکھے گا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو کفارہ دینے کا حکم دیا۔

(شرح ابن بطال ج ۴ص ۴۸۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ ابن بطال کا تساہل اور عدم تتبع کی وجہ سے صحیح اور مکمل حدیث کے خلاف نقل کرنا

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن بطال کو اس حدیث کے بیان کرنے میں شدید غلطی ہوئی ہے اور انہوں نے اصل کتاب سے مراجعت کیے بغیر یہ حدیث لکھ دی ہے۔ صحیح اور پوری حدیث اس طرح ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خطبہ دے رہے تھے تو آپ نے دیکھا کہ ایک شخص کھڑا ہوا ہے' آپ نے اس کے متعلق استفسار کیا تو صحابہ نے کہا: یہ ابواسرائیل ہے' اس نے نذر مانی تھی کہ یہ کھڑا رہے گا اور بیٹھے گا نہیں' اور نہ سائے میں رہے گا' اور نہ کسی سے بات کرے گا اور روزہ رکھے گا' تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس سے کہو کہ یہ باتیں کرے اور سائے میں رہے اور بیٹھے اور اپنے روزہ کو پورا کرے۔

(صحیح البخاری: ۶۷۰۴' سنن ابوداؤد: ۳۳۰۰' سنن ابن ماجہ: ۲۱۳۶' موطأ امام مالک' کتاب النذور' حدیث: ۶۔ ج ۲ص ۲۲' المکتبۃ التوفیقیہ)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ ہر وہ چیز جس سے انسان کو تکلیف ہوتی ہے خواہ مآل کے اعتبار سے تکلیف ہو اور اس کام کا مشروع ہونا کتاب اور سنت سے ثابت نہ ہو' جیسے ننگے پیر چلنا اور دھوپ میں بیٹھنا تو یہ اللہ تعالیٰ کی عبادت نہیں ہے اور نہ اس سے نذر منعقد ہوگی' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابواسرائیل کو صرف روزہ پورا کرنے کا حکم دیا اور کوئی حکم نہیں دیا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کو علم تھا کہ روزہ رکھنا اس پر مشقت کا باعث نہیں ہے اور اس کو بیٹھنے کا اور باتیں کرنے کا اور سائے میں جانے کا حکم دیا' علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ ابواسرائیل کے اس قصہ میں جمہور فقہاء کی اس پر واضح دلیل ہے کہ جس نے معصیت کی نذر مانی یا اس کام کی نذر مانی جو عبادت نہیں ہے تو اس نذر کو توڑنے سے کفارہ واجب نہیں ہوتا۔ (فتح الباری ج ۷ص ۶۱' دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

امام مالک اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

میں نے نہیں سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابواسرائیل کو کفارہ ادا کرنے کا حکم دیا ہو' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو صرف یہ حکم دیا

تھا کہ وہ صرف اس چیز کو مکمل کرے جو اللہ تعالیٰ کی عبادت ہو اور اس چیز کو ترک کر دے جو اللہ تعالیٰ کی معصیت ہو۔

(موطأ امام مالک ج ۲ ص ۲۲ المکتبۃ التوفیقیہ)

اس حدیث سے واضح ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابواسرائیل کو کفارہ ادا کرنے کا حکم نہیں دیا تھا' جبکہ علامہ ابن بطال نے یہ لکھا کہ آپ نے ابواسرائیل کو کفارہ دینے کا حکم دیا تھا اور یہ ان کی سنگین غلطی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو معاف کرے' یقیناً ان کو علم تھا کہ جو بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہ فرمائی ہو' اس کو آپ کی طرف منسوب کرنے کا کتنا سخت گناہ ہے' لیکن ان کا صرف اتنا قصور ہے کہ اس حدیث کو یہاں لکھنے سے پہلے انہوں نے اس کی اچھی طرح چھان بین اور جانچ پڑتال نہیں کی۔

١٨٦٦ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى قَالَ اَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ اَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ اَخْبَرَهُمْ قَالَ اَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ اَبِي اَيُّوبَ اَنَّ يَزِيدَ بْنَ اَبِي حَبِيبٍ اَخْبَرَهُ اَنَّ اَبَا الْخَيْرِ حَدَّثَهُ' عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ نَذَرَتْ اُخْتِي اَنْ تَمْشِيَ اِلَى بَيْتِ اللّٰهِ' وَاَمَرَتْنِي اَنْ اَسْتَفْتِيَ لَهَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَفْتَيْتُهُ' فَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ لِتَمْشِ وَلْتَرْكَبْ . قَالَ وَكَانَ اَبُو الْخَيْرِ لَا يُفَارِقُ عُقْبَةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن موسیٰ نے خبر دی کہ ابن جریج نے ان کو خبر دی' انہوں نے کہا کہ مجھے سعید بن ابی ایوب نے خبر دی' ان کو یزید بن ابی حبیب نے خبر دی' ان کو ابوالخیر نے از حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ یہ خبر دی' انہوں نے بیان کیا کہ میری بہن نے یہ نذر مانی تھی کہ وہ بیت اللہ تک پیدل جائیں گی اور انہوں نے مجھ سے یہ کہا کہ میں ان کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ مسئلہ معلوم کروں' پس میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کے متعلق استفسار کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس کو پیدل جانا چاہیے اور سوار ہونا چاہیے۔ اور ابوالخیر' حضرت عقبہ سے جدا نہیں ہوتے تھے۔

حَدَّثَنَا اَبُو عَاصِمٍ' عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ' عَنْ يَحْيَى بْنِ اَيُّوبَ' عَنْ يَزِيدَ' عَنْ اَبِي الْخَيْرِ' عَنْ عُقْبَةَ. فَذَكَرَ الْحَدِيثَ.

ہمیں ابوعاصم نے حدیث بیان کی از ابن جریج از یحییٰ بن ایوب از یزید از ابی الخیر از حضرت عقبہ' پھر پوری حدیث ذکر کی۔

(صحیح مسلم: ۱۶۴۴' الرقم المسلسل: ۴۱۴۱' سنن ابوداؤد: ۳۲۹۹' سنن نسائی: ۳۸۲۳۔ ۳۸۱۴' مصنف عبدالرزاق: ۱۵۸۷۳' مشکل الآثار: ۲۱۵۰' مسند احمد ج ۴ ص ۱۵۲ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۷۳۸۶۔ ج ۲۸ ص ۶۰۹' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابراہیم بن موسیٰ بن یزید التیمی الفراء ابواسحاق (۲) ہشام بن یوسف بن عبدالرحمان (۳) عبدالملک بن جریج (۴) سعید بن ابی ایوب الخزاعی' ان کے والد کا نام ابوایوب مقلاص ہے (۵) یزید بن ابی حبیب ابورجاء' اس میں ابی حبیب کا نام سوید ہے (۶) ابوالخیر' ان کا نام مرثد بن عبداللہ ہے (۷) حضرت عقبہ بن عامر الجہنی رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۳۲۱)

حدیث مذکور کی متعدد روایات

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام مسلم کی روایت میں ہے کہ ان کی بہن نے کہا: وہ بیت اللہ ننگے پیر پیدل جائیں گی...... تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ پیدل چلے اور سوار ہو۔

مسند احمد اور سنن کی روایات میں ہے کہ اس نے نذر مانی تھی' وہ ننگے پیر بغیر دوپٹے کے جائے گی۔ (مسند احمد ج ۴ ص ۱۵۲)
سنن ابوداؤد میں ہے کہ اس کی بہن نے نذر مانی تھی وہ بیت اللہ پیدل جائے گی اور اس کے ضعف کی شکایت کی۔

(سنن ابوداؤد: ۳۲۹۹)

عبداللہ بن مالک کی روایت میں ہے: آپ نے فرمایا: اسے کہو: وہ دوپٹہ اوڑھے اور سوار ہو اور تین دن کے روزے رکھے۔
اور امام طبرانی کی روایت میں ہے کہ اسے کہو: وہ دوپٹہ اوڑھے اور سوار ہو اور حج کرے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ایک روایت میں ہے کہ اسے کہو: وہ سوار ہو اور ایک اونٹ کی قربانی کرے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۳۲۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۴۱۳۷۔ ج ۴ ص ۵۳۳۔ ۵۳۲ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:
(۱) لغوی قسم اور لغوی نذر کی تحقیق (۲) مصیبت کے وقت کٹر مشرکین کا اللہ تعالیٰ کی نذر ماننا (۳) انبیاء کرام اور اولیاء عظام کے بارے میں راہِ اعتدال اپنایئے (۴) نذر سے ممانعت کی وجوہات۔
اس حدیث کی شرح بھی وہی ہے جو اس سے پہلی حدیث کی شرح ہے۔

''ابواب المحصر وجزاء الصید'' کا اختتام

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین. آج ۲۶ رمضان المبارک ۱۴۲۸ھ/ ۹' اکتوبر ۲۰۰۷ء بہ روز منگل ابواب المحصر وجزاء الصید کی احادیث کی شرح مکمل ہوگئی' ان میں ۶۱' احادیث ہیں جن میں ۱۳' معلق احادیث ہیں اور باقی موصول ہیں' ان ابواب میں اور اس سے پہلے ابواب میں ۳۸' احادیث مکرر ہیں اور خالص احادیث ۲۳ ہیں۔
الٰہ العلمین میری اس محنت اور کاوش کو قبول فرما اور اپنے فضل وکرم سے نعمۃ الباری کو مکمل کرادے جیسے اس سے پہلے تو نے اپنے انعام اور احسان سے شرح صحیح مسلم اور تبیان القرآن کو مکمل کرادیا ہے' اور میری تمام تصانیف کو بقاء ودوام عطا فرما اور میری' میرے والدین' میرے اساتذہ' میرے احباب اور میرے تلامذہ اور تمام قارئین کی مغفرت فرما اور ہم میں سے جو زندہ ہیں' ان کا نیکی اور ایمان پر خاتمہ فرما! آمین یا رب العلمین بحرمۃ سید المرسلین سیدنا محمد وآلہٖ واصحابہٖ اجمعین O
اس کے بعد ان شاء اللہ کتاب فضائل المدینہ شروع ہوگی۔

❁❁❁❁❁

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

۲۹ - کِتَابُ فَضَائِلِ الْمَدِيْنَةِ

مدینہ منورہ کے فضائل کا بیان

یعنی یہ باب مدینہ منورہ کے فضائل میں ہے' کیونکہ ویسے تو مدینہ کا معنی شہر ہے لیکن جب مطلقاً مدینہ کا لفظ بولا جائے تو فوراً ذہن میں اس لفظ سے مدینہ منورہ آتا ہے' مدینہ کا لفظ مَدَن سے ماخوذ ہے اور اس کا معنی ہے: ہموار زمین' جس میں بہ کثرت کھجور کے درخت ہوں' پہلے اس شہر کا نام ''یثرب'' تھا' قرآن مجید میں ہے:

وَاِذْ قَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ يٰٓاَهْلَ يَثْرِبَ. اور جب ان میں سے ایک جماعت نے کہا: اے اہل یثرب!

(الاحزاب: ۱۳)

یثرب کا معنی ہے: ملامت کرنا' قرآن مجید میں ہے: حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے کہا:

لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ○ (یوسف: ۹۲) آج کے دن تم پر کوئی ملامت نہیں ہے' اللہ تمہاری مغفرت فرمائے اور وہ سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم فرمانے والا ہے○

اس کو یثرب اس لیے کہتے تھے کہ یہ بیماریوں کا گھر تھا' جو وہاں جاتا تھا بیمار ہو جاتا تھا' پھر لوگ اس کو ملامت کرتے تھے کہ تم یثرب کیوں گئے' صحت مند گئے' بیمار ہو کر آئے' طاقت ور سے کمزور ہو کر آ گئے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں آئے تو حضرت ابوبکر اور حضرت بلال رضی اللہ عنہما کو بخار آ گیا اور وہ دونوں مکہ کو یاد کرتے اور بلند آواز سے مکہ کی یاد میں اشعار پڑھتے تھے۔ حضرت بلال نے کہا: اے اللہ! شیبہ بن ربیعہ اور عتبہ بن ربیعہ اور امیہ بن خلف پر لعنت فرما! جنہوں نے ہمیں اپنی سرزمین سے اس وباؤں اور بلاؤں کی زمین کی طرف نکال دیا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا کی: اے اللہ! ہماری طرف مدینہ کو مکہ کی طرح محبوب بنا دے یا اس سے زیادہ محبوب بنا دے' اے اللہ! ہمارے لیے ہمارے صاع (چار کلو کا پیمانہ) میں اور ہمارے مُدّ (ایک کلو کا پیمانہ) میں برکت دے اور اس کو ہمارے لیے صحت کا سبب بنا دے اور اس کے بخار کو جُحفہ (وادی) کی طرف منتقل کر دے' حضرت عائشہ نے بتایا: جب ہم مدینہ میں آئے تو یہ جگہ اللہ کی زمین میں سب سے زیادہ وباؤں والی تھی۔ حضرت عائشہ نے کہا: مدینہ میں بطحان نام کا ایک نالہ تھا' اس میں تھوڑا تھوڑا پانی بہتا تھا اور وہ بد بودار تھا۔

(صحیح البخاری: ۱۸۸۹' صحیح مسلم: ۱۳۷۶)

لیکن رسول اللہ ﷺ کی مدینہ ہجرت کے بعد وہی مدینہ آپ کی اس دعا کی برکت سے صحت اور شفاء کا مرکز بن گیا۔ پہلے وہاں صحت مند جاتے تھے تو بیمار ہو جاتے تھے' توانا جاتے تھے تو نحیف اور لاغر ہو جاتے تھے اور اب وہاں بیمار جاتے ہیں تو تندرست ہو جاتے ہیں' لاغر اور کمزور جاتے ہیں تو قوی اور توانا ہو جاتے ہیں' پہلے وہاں لوگ جانے پر ملامت کرتے تھے کہ تم مدینہ کیوں گئے اور اب حال یہ ہے کہ کوئی شخص حج کر کے آئے اور مدینہ ہو کر نہ آئے تو لوگ اس کو مدینہ نہ جانے پر ملامت کرتے ہیں کہ افسوس! تم حج کر کے آئے اور مدینہ ہو کر نہ آئے!

پہلے اس کا نام یثرب تھا' اب رسول اللہ ﷺ نے اس کا نام طیبہ اور طابہ رکھ دیا' حدیث میں ہے:

حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے مدینہ کا نام یثرب لیا' وہ اللہ عزوجل سے مغفرت طلب کرے' یہ طابہ ہے' یہ طابہ ہے (پاکیزہ اور برکت والی جگہ)۔

(مسند ابویعلیٰ: ۱۶۸۸' مسند احمد ج ۴ ص ۸۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۸۵۱۹۔ ج ۳۰ ص ۴۸۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے مدینہ کا نام طیبہ رکھا ہے (یعنی پاکیزہ اور خوشبودار)۔

(مسند ابویعلیٰ: ۷۴۴۴' المعجم الکبیر: ۱۹۷۶' مسند احمد ج ۵ ص ۸۹' مسند احمد: ۲۰۸۲۲۔ ج ۳۴ ص ۵۱۵)

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ احد کی طرف گئے تو جو لوگ آپ کے ساتھ گئے تھے' وہ لوٹ آئے' پس رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کے دو گروہ ہو گئے' ایک گروہ یہ کہتا تھا کہ ان منافقین کو قتل کر دیا جائے اور دوسرے فرقہ کا کہنا تھا کہ نہیں' تب یہ آیت نازل ہوئی:

فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنَافِقِينَ فِئَتَيْنِ. (النساء: ۸۸) تمہیں کیا ہو گیا کہ منافقین کے متعلق تمہاری دو رائیں ہو گئیں

تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ طیبہ ہے' اور یہ خبث کو اس طرح دور کر دیتا ہے جس طرح آگ لوہے کے زنگ کو دور کر دیتی ہے۔ (صحیح البخاری: ۴۵۸۹۔ ۴۰۵۰۔ ۱۸۸۴' صحیح مسلم: ۱۳۸۴' شرح مشکل الآثار: ۵۱۷۵۔ ۵۱۷۳' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۴ ص ۴۰۶' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۳ ص ۲۲۰' المعجم الکبیر: ۴۸۰۵' مسند احمد ج ۵ ص ۱۸۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۱۵۹۹۔ ج ۳۵ ص ۴۷۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

۱ - بَابُ حَرَمِ الْمَدِينَةِ — مدینہ حرم ہے

یہ باب حرم مدینہ کی فضیلت میں ہے' حرم کا نام حرم اس لیے رکھا گیا ہے کہ بہت سی چیزیں جو دوسری جگہوں میں حرام نہیں ہوتیں وہ اس شہر میں حرام ہوتی ہیں اور یہ حرمت سے ماخوذ ہے یعنی جس کی آبروریزی کرنا حرام ہو۔

۱۸۶۷ - حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا ثَابِتُ بْنُ يَزِيدَ قَالَ حَدَّثَنَا عَاصِمٌ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْأَحْوَلُ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمَدِينَةُ حَرَمٌ مِنْ كَذَا إِلٰى كَذَا، لَا يُقْطَعُ شَجَرُهَا، وَلَا يُحْدَثُ فِيهَا حَدَثٌ، مَنْ أَحْدَثَ فِيهَا حَدَثًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ. [طرف الحدیث: ۷۳۰۶]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو النعمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ثابت بن یزید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عاصم ابو عبد الرحمان الاحول نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ' آپ نے فرمایا: مدینہ فلاں جگہ سے فلاں جگہ تک حرم ہے' اس کے کسی درخت کو کاٹا جائے گا نہ اس میں کوئی جرم کیا جائے گا اور جس نے مدینہ میں کوئی جرم کیا اس پر اللہ کی لعنت ہو اور تمام فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی۔

(صحیح مسلم:۱۳۶۶ 'الرقم المسلسل:۳۲۱۳)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابوالنعمان محمد بن الفضل السدوسی (۲) ثابت بن یزید (۳) عاصم بن سلیمان الاحول (۴) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔

(عمدۃ القاری ج۱۰ص۳۲۵)

حرم مدینہ کی حدود اور لعنت کا معنی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں فرمایا ہے: مدینہ فلاں جگہ سے فلاں جگہ تک حرم ہے' امام بخاری کی دوسری روایت میں ہے: مدینہ عیر سے فلاں جگہ تک حرم ہے' امام بخاری نے حرم مدینہ کی انتہاء کا نام نہیں لیا اور دوسری روایت میں ہے: مدینہ عیر سے ثور تک حرم ہے' اور ظاہر یہ ہے کہ امام بخاری نے عمداً انتہاء کے نام کو ساقط کر دیا کیونکہ اہل مدینہ' مدینہ میں ثور نام کے کسی پہاڑ کا انکار کرتے ہیں' ثور نام کا پہاڑ صرف مکہ میں ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ مدینہ میں کوئی حدث نہیں کیا جائے گا۔ مراد یہ ہے کہ اس میں کوئی ایسا عمل نہیں کیا جائے گا جو لوگوں کا معمول نہ ہو اور سنت میں معروف نہ ہو۔

جس نے ایسا کیا اس پر اللہ کی لعنت ہو' لعنت سے مراد ہے: جنت سے دور کرنا' اور اس لعنت سے وہ لعنت مراد نہیں ہے جو کفار پر ہوتی ہے یعنی ان کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے بالکلیہ دور کر دینا۔

مدینہ کے شرعی حرم ہونے میں مذاہب ائمہ

اس حدیث سے امام مالک' امام شافعی اور امام احمد نے یہ استدلال کیا ہے کہ مدینہ حرم ہے' اس کے کسی درخت کو کاٹنا اور اس کے کسی شکار کو پکڑنا جائز نہیں ہے لیکن ان کے نزدیک اس کے ارتکاب پر کوئی تاوان لازم نہیں ہوگا۔

عبداللہ بن المبارک' امام ابوحنیفہ' امام ابویوسف اور امام محمد نے کہا ہے کہ مدینہ مکہ کی طرح حرم نہیں ہے' اور کسی کو مدینہ کے درخت کاٹنے اور مدینہ میں شکار کرنے سے منع نہیں کیا جائے گا' اور حدیث میں جو آپ نے مدینہ کے درخت کاٹنے اور شکار کرنے سے منع فرمایا ہے' وہ اس وجہ سے نہیں ہے کہ مدینہ میں یہ افعال حرام ہیں بلکہ وہ اس وجہ سے ہے کہ درختوں اور شکار کی وجہ سے مدینہ کی زیب و زینت قائم ہے۔

مدینہ کے شرعی حرم نہ ہونے پر امام ابوحنیفہ کے دلائل

امام طحاوی نے اس پر یہ دلیل قائم کی ہے کہ حُمید طویل نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوطلحہ کا حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے جو بیٹا تھا' اس کا نام ابوعمیر تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ان کے گھر داخل ہوتے تو اس سے خوش طبعی کی باتیں فرماتے تھے' ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں داخل ہوئے تو ابوعمیر کو غمگین پایا' آپ نے پوچھا: ابوعمیر کو کیا ہوا؟ آپ کو بتایا گیا: یارسول اللہ! اس کا نُغیر (پالتو پرندہ) مرگیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یا ابا عمیر! ما فعل النغیر'' اے ابوعمیر! تمہارے نُغیر کو کیا ہوا؟ (صحیح البخاری: ۶۱۲۹' صحیح مسلم: ۳۳۳۳' سنن ابوداود: ۴۹۶۹' سنن ترمذی: ۳۳۳' سنن بیہقی ج۵ص۲۰۵' مصنف ابن ابی شیبہ ج۱ص۴۰۰' مشکوٰۃ: ۴۸۸۴' حلیۃ الاولیاء ج۷ص۱۶۲' کنزالعمال: ۸۳۲۴)

نُغیر نُغر کی تصغیر ہے' یہ چڑیا کے مشابہ ایک پرندہ ہے' جس کی چونچ سرخ ہوتی ہے' اس کی جمع نغران ہے۔

امام طحاوی نے کہا: یہ پرندہ مدینہ میں تھا' اگر مدینہ کے پرندوں کا وہ شرعی حکم ہوتا جو مکہ کے پرندوں کا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس پرندہ کو حضرت ابوعمیر کی قید سے آزاد کرا دیتے اور ان سے خوش طبعی کا جملہ نہ فرماتے۔

(عمدۃ القاری ج ١٠ ص ٣٢٧۔٣٢٦' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی اور علامہ عینی کا مناقشہ اور مصنف کا محاکمہ

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ نے امام طحاوی کی دلیل پر درج ذیل اعتراض کیا ہے:

یہ احتمال ہے کہ یہ پرندہ ان جانوروں میں سے ہو' جن کا شکار کرنا حلال ہے۔ (فتح الباری ج ٣ ص ٣٦٧' دارالمعرفہ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

علامہ بدرالدین عینی اس کے جواب میں لکھتے ہیں:

یہ احتمال چونکہ بلادلیل ہے اس لیے مردود ہے' نیز شوافع کی طرف سے یہ اعتراض بھی کیا گیا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ یہ پرندہ کسی اور شہر سے پکڑ کر مدینہ میں لایا گیا ہو۔ علامہ عینی فرماتے ہیں: جب یہ پرندہ مدینہ میں آ گیا تو اس کا حکم مدینہ کے پرندہ کا ہو گیا اور اگر مدینہ کے پرندوں کو پکڑنا ناجائز ہوتا تو اس کو پکڑنا بھی ناجائز ہوتا حالانکہ اس پرندہ کو پکڑا گیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے پکڑنے کو منع نہیں فرمایا' اس سے معلوم ہوا کہ مدینہ کے پرندوں کا وہ حکم نہیں ہے جو مکہ کے پرندوں کا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ١٠ ص ٣٢٨' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے امام ابوحنیفہ قدس سرہ پر بہت عجلت میں یہ اعتراض کیا ہے' ورنہ اگر وہ غور کرتے تو انہیں معلوم ہو جاتا کہ حرم مکہ میں خشکی کا شکار حرام ہے اور حلال صرف سمندر کا شکار ہے' قرآن مجید میں ہے:

اُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهٗ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ. (المائدہ: ٩٦)

تمہارے لیے سمندری شکار اور اس کا طعام حلال کر دیا گیا ہے' تمہارے اور مسافروں کے فائدہ کے لیے۔

اور پرندے سمندر کا شکار نہیں ہیں تو وہ کس طرح حلال شکار میں داخل ہو سکتے ہیں اور علامہ عینی کو بھی جواب دینے کی شتابی تھی ورنہ وہ حافظ ابن حجر سے دلیل کا مطالبہ کرنے کے بجائے اس آیت کو پیش کر کے دلیل سے ان کا رد کر دیتے۔

١٨٦٨ - حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، عَنْ اَبِي التَّيَّاحِ، عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ، وَاَمَرَ بِبِنَاءِ الْمَسْجِدِ، فَقَالَ يَا بَنِي النَّجَّارِ، ثَامِنُوْنِي. فَقَالُوْا لَا نَطْلُبُ ثَمَنَهٗ اِلَّا اِلَى اللّٰهِ، فَاَمَرَ بِقُبُوْرِ الْمُشْرِكِيْنَ فَنُبِشَتْ، ثُمَّ بِالْخِرَبِ فَسُوِّيَتْ، وَبِالنَّخْلِ فَقُطِعَ، فَصَفُّوا النَّخْلَ قِبْلَةَ الْمَسْجِدِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابومعمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوارث نے حدیث بیان کی از ابی التیاح از حضرت انس رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں آئے اور مسجد بنانے کا حکم دیا' پس فرمایا: "اے بنی النجار! مجھے قیمۃً (یہ باغ دے دو)" انہوں نے کہا کہ ہم اس کی قیمت صرف اللہ سے لیں گے' پھر آپ کے حکم سے مشرکین کی قبریں اکھاڑ دی گئیں' پھر کھنڈرات کو برابر کیا گیا اور کھجور کے درختوں کو کاٹ دیا گیا' پھر مسجد کے قبلہ کی دیوار میں ان درختوں کو قطار سے لگا دیا گیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٤٢٣ میں گزر چکی ہے۔

١٨٦٩ - حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَخِيْ، عَنْ سُلَيْمَانَ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ، عَنْ سَعِيْدٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے بھائی نے حدیث بیان

الْمَقْبُرِیِّ، عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ حُرِّمَ مَا بَیْنَ لَابَتَیِ الْمَدِیْنَةِ عَلٰی لِسَانِیْ. قَالَ وَاَتَی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بَنِیْ حَارِثَةَ فَقَالَ اَرَاکُمْ یَا بَنِیْ حَارِثَةَ قَدْ خَرَجْتُمْ مِنَ الْحَرَمِ ثُمَّ الْتَفَتَ فَقَالَ بَلْ اَنْتُمْ فِیْهِ.

[طرف الحدیث: ۱۸۷۳]

کی از عبید اللہ از سعید المقبری از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مدینہ کے دو پتھریلے کناروں میں جو زمین ہے اس کو میری زبان سے حرم قرار دیا گیا ہے حضرت ابوہریرہ نے کہا: اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم بنوحارثہ کے پاس آئے اور فرمایا: اے بنوحارثہ! تم حرم کی حد سے باہر نکل گئے ہو پھر توجہ کر کے فرمایا: نہیں! بلکہ تم حرم کے اندر ہو۔

اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں۔

پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم حرم کی حد سے باہر نکل گئے ہو کیونکہ آپ کو اسی پر ظن غالب تھا اس سے معلوم ہوا کہ ظن غالب پر یقین کر کے خبر دینا جائز ہے پھر آپ نے توجہ کر کے فرمایا: نہیں! تم حرم میں ہو اس سے معلوم ہوا کہ ظن غالب سے دی ہوئی خبر سے رجوع کرنا جائز ہے۔

۱۸۷۰ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ، عَنِ الْاَعْمَشِ، عَنْ اِبْرَاهِیْمَ التَّیْمِیِّ، عَنْ اَبِیْهِ، عَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ مَا عِنْدَنَا شَیْءٌ اِلَّا کِتَابُ اللّٰهِ وَهٰذِهِ الصَّحِیْفَةُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِیْنَةُ حَرَمٌ، مَا بَیْنَ عَائِرٍ اِلٰی کَذَا، مَنْ اَحْدَثَ فِیْهَا حَدَثًا، اَوْ اٰوٰی مُحْدِثًا، فَعَلَیْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَآئِکَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ، لَا یُقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَّلَا عَدْلٌ. وَقَالَ ذِمَّةُ الْمُسْلِمِیْنَ وَاحِدَةٌ فَمَنْ اَخْفَرَ مُسْلِمًا فَعَلَیْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَآئِکَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ، لَا یُقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَّلَا عَدْلٌ، وَمَنْ تَوَلّٰی قَوْمًا بِغَیْرِ اِذْنِ مَوَالِیْهِ، فَعَلَیْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَآئِکَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ، لَا یُقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَّلَا عَدْلٌ. قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ عَدْلٌ فِدَاءٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد الرحمن نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از الاعمش از ابراہیم التیمی از والد خود از حضرت علی رضی اللہ عنہ انہوں نے کہا: ہمارے پاس کتاب اللہ کے سوا اور کوئی چیز لکھی ہوئی نہیں ہے اور یہ صحیفہ ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ مدینہ عائر سے لے کر فلاں جگہ تک حرم ہے جس نے اس میں کوئی جرم کیا یا مجرم کو پناہ دی تو اس پر اللہ کی لعنت ہو اور فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی اس کا کوئی فرض قبول ہوگا نہ نفل اور فرمایا: تمام مسلمانوں کا عہد واحد ہے پس جس نے کسی مسلمان کا عہد توڑ دیا اس پر اللہ کی لعنت ہو اور فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی اس کا کوئی نفل قبول ہوگا نہ فرض اور جو اپنے مالکوں کی اجازت کے بغیر کسی اور کو اپنا مالک بنالے اس پر اللہ کی لعنت ہو اور فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی اس کا کوئی فرض قبول کیا جائے گا نہ نفل امام ابوعبد اللہ بخاری نے کہا: عدل سے مراد فدیہ ہے۔

اس حدیث کے بعض اہم الفاظ کی شرح صحیح البخاری: ۱۱۱ میں گزر چکی ہے تاہم بعض ضروری اُمور کو بیان کیا جارہا ہے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن بشار (۲) عبد الرحمان بن مہدی بن حسان العنبری (۳) سفیان الثوری (۴) سلیمان الاعمش (۵) ابراہیم بن یزید بن شریک التیمی (۶) ان کے والد یزید (۷) حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۳۳۱)

حضرت علی کے پاس صرف کتاب اللہ لکھی ہونے کی توجیہ ''احداث فی الدین'' کا معنی اور تمام مسلمانوں کے عہد کے واحد ہونے کا معنی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حضرت علی نے فرمایا: ہمارے پاس کتاب اللہ کے سوا اور کوئی چیز لکھی ہوئی نہیں ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ ہمارے پاس کتاب اللہ کے سوا احکام شریعت میں سے کوئی چیز لکھی ہوئی نہیں ہے' کیونکہ اس وقت (عموماً) احادیث کو نہیں لکھا جاتا تھا' اور نہ احادیث کی کتابوں میں تدوین کی گئی تھی۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس سے پہلے کتاب العلم میں گزر چکا ہے کہ اس صحیفہ میں قصاص اور دیت کے احکام لکھے ہوئے ہیں اور قیدیوں کو چھڑانے کا حکم لکھا ہوا ہے۔ (صحیح البخاری:۱۱۱) اور یہاں فرمایا ہے کہ اس صحیفہ میں یہ لکھا ہوا ہے کہ مدینہ عائر سے لے کر فلاں جگہ تک حرم ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ان دونوں میں کوئی منافات نہیں ہے اور یہ سب اس صحیفہ میں لکھا ہوا تھا۔

نیز اس حدیث میں فرمایا ہے: جس نے مدینہ میں احداث کیا۔ اس کا معنی یہ ہے کہ جس نے دین میں ایسا کوئی نیا کام نکالا جس کی اصل کتاب وسنت میں نہیں ہے اور وہ شریعت کے کسی حکم کا مغیّر ہو اور اس نے اس کو دین میں داخل کر لیا ہو' اسی کو دین میں احداث کہتے ہیں۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد ہے: جس نے مدینہ میں ظلم کیا یا ظالم کی مدد کی۔

نیز اس میں فرمایا ہے: تمام مسلمانوں کا عہد واحد ہے: اس کا معنی یہ ہے کہ جب کسی ایک مسلمان نے کسی کافر کو امان دے دی تو وہ تمام مسلمانوں کی طرف سے امان ہے اور دوسرے کسی مسلمان کے لیے اس امان کو توڑنا جائز نہیں ہے۔

اس حدیث میں شیعہ کا رد ہے' جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی وصیت لکھی ہوئی تھی اور اس میں دین کے اسرار اور قواعد لکھے ہوئے تھے۔

اس حدیث میں علم کی باتوں کو لکھنے کا جواز ہے۔

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ اگر عورت اور غلام بھی کسی کافر کو امان دے دیں تو جائز ہے کیونکہ وہ مسلمانوں میں سے ایک مسلمان ہیں اور آپ نے فرمایا ہے: تمام مسلمانوں کا عہد واحد ہے۔ امام مالک اور امام شافعی کا یہی مذہب ہے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک یہ صرف اس صورت میں جائز ہے جب غلام کو اس کا مالک اجازت دے دے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس طرح غلام کا اپنے مالک کے غیر کی طرف منسوب ہونا حرام ہے' اسی طرح کسی شخص کا اپنے باپ کے نسب کے غیر کی طرف منسوب ہونا حرام ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۳۲۴۔ ۳۲۳ ملخصاً' دارالکتب العلمیہ بیروت)

۲ - بَابُ فَضْلِ الْمَدِينَةِ، وَأَنَّهَا تَنْفِي النَّاسَ

مدینہ کی فضیلت اور مدینہ کا بُرے آدمیوں کو نکالنا

اس باب میں مدینہ کی فضیلت بیان کی گئی ہے اور یہ بیان کیا گیا ہے کہ مدینہ فاسق العقیدہ لوگوں کو مدینہ سے نکال دیتا ہے۔

۱۸۷۱ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا الْحُبَابِ،

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از یحییٰ

سَعِيْدَ بْنَ يَسَارٍ' يَقُوْلُ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُمِرْتُ بِقَرْيَةٍ تَاْكُلُ الْقُرٰى' يَقُوْلُوْنَ يَثْرِبُ' وَهِيَ الْمَدِيْنَةُ' تَنْفِي النَّاسَ كَمَا يَنْفِي الْكِيْرُ خَبَثَ الْحَدِيْدِ.

بن سعید انہوں نے کہا: میں نے ابوالحباب سے سنا کہ سعید بن یسار کہتے تھے کہ میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے ایسی بستی میں جانے کا حکم دیا ہے جو تمام بستیوں کو کھالے گی' (منافق) لوگ اس کو یثرب کہتے ہیں اور وہ مدینہ ہے' وہ بُرے لوگوں کو اس طرح دور کر دے گی جس طرح بھٹی لوہے کے زنگ کو دور کر دیتی ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۳۸۲' الرقم المسلسل: ۳۲۴۲' سنن دار قطنی ج ۲ ص ۱۹۱' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۸ ص ۵۷۵' مسند احمد ج ۲ ص ۳۸۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۸۹۸۴۔ ج ۱۴ ص ۵۳۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت بالکل ظاہر ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کی نسبت کی تعیین میں حافظ ابن حجر عسقلانی اور علامہ عینی کا مناقشہ

اس حدیث کے رجال کا پہلے تذکرہ ہو چکا ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی اس حدیث کے رجال کے متعلق لکھتے ہیں:

امام بخاری کے شیخ ابوالحباب کے علاوہ اس حدیث کے تمام راوی مدنی ہیں۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۷۰ ۳' دار المعرفۃ' بیروت)

علامہ بدرالدین اس پر رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اس طرح نہیں ہے' اس حدیث کے ایک راوی عبداللہ بن یوسف التنیسی ہیں اور وہ دمشق کے رہنے والے ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۳۳۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

مدینہ دوسری بستیوں کو کھا جائے گا' اس کا کیا معنی ہے؟

نیز اس حدیث میں مذکور ہے کہ مجھے ایسی بستی میں جانے کا حکم دیا گیا ہے جو تمام بستیوں کو کھالے گی۔

بستیوں کو کھانے کا معنی یہ ہے کہ وہ بستی تمام بستیوں پر غالب آ جائے گی' کیونکہ کھانے والا کھانے کی چیز پر غالب آ جاتا ہے' علامہ نووی نے یہ کہا ہے کہ کھانے کا معنی یہ ہے کہ مدینہ ابتداء سے لشکر اسلام کا مرکز رہا ہے' یہیں سے شہروں کو فتح کیا جاتا تھا اور یہیں پر مال غنیمت لایا جاتا تھا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دوسری بستیوں کو کھانے کا یہ معنی ہو کہ مدینہ کے فضائل دوسری بستیوں کے فضائل پر غالب ہیں۔

مدینہ کو یثرب کہنے کی ممانعت کی توجیہ

اس حدیث میں مذکور ہے کہ بعض منافق مدینہ کو یثرب کہتے ہیں۔

ہم اس سے پہلے امام احمد کی اس حدیث کو ذکر کر چکے ہیں کہ جس نے مدینہ کا نام یثرب لیا وہ اللہ عزوجل سے مغفرت طلب کرے۔ (مسند احمد ج ۴ ص ۸۶) اسی وجہ سے عیسیٰ بن دینار مالکی نے کہا ہے کہ جس نے مدینہ کو یثرب کہا' اس کا ایک گناہ لکھا جائے گا' اور اس ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ یثرب کا لفظ ''تثریب'' سے ماخوذ ہے' جس کا معنی ہے: جھڑکنا اور ملامت کرنا' یا ''ثرب'' سے ماخوذ ہے' جس کا معنی فساد ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اچھے نام کو پسند کرتے تھے اور قبیح نام کو ناپسند کرتے تھے۔

اگر مدینہ اشرار اور مفسدین کو مدینہ سے نکال دیتا ہے تو پھر ہر زمانہ میں مدینہ میں اشرار کیوں کر رہے؟

اس حدیث میں مذکور ہے کہ وہ (بستی) بُرے لوگوں کو اس طرح دور کر دے گی جس طرح بھٹی لوہے کے زنگ کو دور کر دیتی ہے۔

اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ ہر زمانہ میں مدینہ میں اشرار اور مفسدین رہے ہیں' پھر اس حدیث کا صدق کیسے ظاہر ہوگا؟

اس کا ایک جواب یہ ہے کہ اس حدیث کے دو محمل ہیں: ایک یہ کہ اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ مراد ہے' آپ کے زمانے میں جتنے منافقین اور مفسدین تھے' مدینہ نے ان سب کو باہر نکال دیا' یا اس سے قربِ قیامت کا زمانہ مراد ہے جب مدینہ میں صرف مؤمن رہیں گے اور بے دین لوگوں کا مدینہ سے اخراج ہو جائے گا۔

مکہ اور مدینہ کی افضلیت میں ائمہ کا اختلاف اور امام مالک کے افضلیت مدینہ کے دلائل پر شیخ ابن حزم کا تعاقب

المہلب بن ابی صفرہ نے کہا ہے کہ اس حدیث میں ان علماء کی دلیل ہے جو مدینہ کو مکہ سے افضل قرار دیتے ہیں کیونکہ مکہ بھی اسلام کی بستیوں میں داخل ہے اور آپ نے فرمایا ہے کہ مدینہ تمام بستیوں کو کھا جائے گا۔ اس کا معنی یہ ہے کہ مدینہ مکہ کے فضائل کو بھی کھا جائے گا اور مدینہ کے فضائل' مکہ کے فضائل پر غالب آ جائیں گے۔ امام مالک اور اہل مدینہ کا یہی مسلک ہے اور امام ابوحنیفہ' امام شافعی اور امام احمد کا اس میں اختلاف ہے۔

شیخ ابن حزم نے کہا ہے کہ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' حضرت جابر' حضرت ابو ہریرہ' حضرت ابن عمر' حضرت ابن الزبیر اور عبید اللہ بن عدی رضی اللہ عنہم سے قطعیت کے ساتھ ثابت ہے کہ مکہ مدینہ سے افضل ہے اور یہ تمام صحابہ اور جمہور علماء کا مذہب ہے۔

امام مالک نے مدینہ کی فضیلت پر اس حدیث سے استدلال کیا ہے:

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرام بنایا اور میں مدینہ کو حرم بناتا ہوں' میں مدینہ کی دو جانبوں کے درمیانی جگہ کو حرام قرار دیتا ہوں' اس میں کسی کا خون نہیں بہایا جائے گا اور نہ اس میں قتال کے لیے ہتھیار لائے جائیں گے اور جانوروں کے چارہ کے سوا اس کے درختوں کو کاٹا نہیں جائے گا۔ (صحیح مسلم: ۱۳۷۴)

ابن حزم نے کہا: اس میں مدینہ کی مکہ پر فضیلت کی کوئی دلیل نہیں ہے' اس میں صرف یہ بیان ہے کہ مدینہ کو آپ نے حرم بنایا ہے۔

اور امام مالک نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی: اے اللہ! تو نے جتنی برکتیں مکہ میں نازل کی ہیں' مدینہ میں اس سے دوضِعف (چارگنی) برکتیں نازل فرما۔ (صحیح البخاری: ۱۸۸۵' صحیح مسلم: ۱۳۶۹)

ابن حزم نے کہا: اس حدیث میں بھی مدینہ کی مکہ پر فضیلت کا کوئی ذکر نہیں ہے' اس میں صرف مدینہ کے لیے برکتوں کے حصول کی دعا ہے۔

امام مالک نے اس حدیث سے بھی استدلال کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مدینہ بھٹی کی مثل ہے' وہ بُرے لوگوں کو مدینہ سے نکال دے گا جیسے بھٹی لوہے کے زنگ کو نکال دیتی ہے۔ (صحیح البخاری: ۱۸۷۱' صحیح مسلم: ۱۳۸۱)

اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں بھی مدینہ کی مکہ پر فضیلت کی کوئی دلیل نہیں ہے کیونکہ اس کا مصداق کسی ایک وقت میں تھا'

دوسرے وقت میں نہیں تھا اور کسی ایک قوم کے متعلق تھا' دوسری قوم کے متعلق نہیں تھا اور یہ خاص لوگوں کے متعلق تھا عام لوگوں کے متعلق نہیں تھا' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مدینہ سے بہت صحابہ نکل گئے' حضرت معاذ' حضرت ابوعبیدہ' حضرت ابن مسعود اور ایک جماعت' پھر حضرت علی' حضرت طلحہ' حضرت زبیر' حضرت عمار اور دوسرے صحابہ اور یہ تمام مخلوق میں سب سے زیادہ پاکیزہ اور نیک تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس حدیث سے یہ مراد نہیں ہے کہ مدینہ سے جو لوگ بھی نکلیں گے وہ اشرار اور مفسدین ہوں گے اور کئی لوگ مدینہ میں رہے اور وہ خبیث تھے' جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے:

وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّوْنَ اِلٰى عَذَابٍ عَظِيْمٍ ○ (التوبہ:۱۰۱)

اور تمہارے گرد بعض اعرابی (دیہاتی) منافق ہیں' وہ نفاق پر جم چکے ہیں' آپ انہیں نہیں جانتے' انہیں ہم جانتے ہیں' عنقریب ہم ان کو دو مرتبہ عذاب دیں گے' پھر وہ بہت بڑے عذاب کی طرف لوٹائے جائیں گے ○

اس آیت سے معلوم ہوا کہ مدینہ میں رہنے والے کچھ لوگ منافق تھے' ان کو مدینہ نے نہیں نکالا' یعنی مدینہ سے سب منافقوں کو نہیں نکالا گیا اور نہ ہی مدینہ سے نکلنے والے سب منافق تھے بلکہ ان میں اعلیٰ درجہ کے مؤمنین کاملین بھی تھے' سو مدینہ کے بھٹی ہونے کا یہ معنی نہیں ہے کہ اس نے سب اشرار اور مفسدین کو ہر زمانہ میں نکال دیا تھا' کسی زمانہ میں کچھ اشرار' مفسدین اور منافقین مدینہ سے چلے گئے' تب بھی یہ معنی پایا گیا کہ مدینہ اشرار کو اس طرح دور کر دے گا جس طرح بھٹی زنگ کو دور کر دیتی ہے کیونکہ اس حدیث میں یہ نہیں فرمایا کہ مدینہ ہر زمانہ میں ہر منافق اور ہر مفسد کو نکال دے گا' لہٰذا اس حدیث کے صدق کے لیے یہ کافی ہے کہ کسی زمانہ میں کچھ منافق مدینہ سے نکل گئے ہوں' کیونکہ بھٹی بھی ہر لوہے کے زنگ کو نہیں نکالتی' سو جب مشبہ بہ میں عموم اور استغراق نہیں ہے تو مشبہ میں عموم اور استغراق کیوں لازم ہوگا! (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۳۳۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

۳ - بَابُ الْمَدِيْنَةُ طَابَةٌ
مدینہ طابہ (پاکیزہ) ہے

اس عنوان کا معنی یہ ہے کہ مدینہ کا ایک نام طابہ ہے اور اصل میں طابہ کا لفظ طَیِبَہ تھا کیونکہ یہ طیب سے بنا ہے' پھر اس یا کو الف سے بدل دیا گیا کیونکہ یا متحرک ہے اور اس کا ماقبل مفتوح ہے' اور اس کا وزن ''فَالَة'' ہے نہ کہ ''فاعة''۔

۱۸۷۲ - حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَمْرُو بْنُ يَحْيٰى' عَنْ عَبَّاسِ ابْنِ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ' عَنْ اَبِيْ حُمَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَقْبَلْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ تَبُوْكَ' حَتّٰى اَشْرَفْنَا عَلَى الْمَدِيْنَةِ' فَقَالَ هٰذِهٖ طَابَةٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں خالد بن مخلد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عمرو بن یحییٰ نے حدیث بیان کی از حضرت عباس بن سہل بن سعد از ابی حمید رضی اللہ عنہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوۂ تبوک سے واپس آئے' حتیٰ کہ جب ہم نے سر اٹھا کر مدینہ کو دیکھا تو آپ نے فرمایا: یہ طابہ ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۸۱ میں گزر چکی ہے۔

٤ - بَابُ لَابَتَيِ الْمَدِيْنَةِ
مدینہ کے دو پتھریلے کنارے

۱۸۷۳ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ' عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ' عَنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے حدیث بیان

أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّهُ كَانَ يَقُوْلُ لَوْ رَأَيْتُ الظِّبَاءَ بِالْمَدِيْنَةِ تَرْتَعُ مَا ذَعَرْتُهَا، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا حَرَامٌ.

کی از ابن شہاب از سعید بن المسیب از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وہ یہ کہتے تھے کہ اگر میں ہرنوں کو چرتے ہوئے دیکھوں تو میں ان کو نہیں بھگاؤں گا یا نہیں ڈراؤں گا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: مدینہ کی دو پتھریلی جانبوں میں جو زمین ہے' وہ حرام ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۸۶۹ میں گزر چکی ہے۔

۵ - بَابُ مَنْ رَغِبَ عَنِ الْمَدِيْنَةِ

جو شخص مدینہ سے اعراض کرے

یعنی جو شخص مدینہ سے اعراض کرے وہ قابل مذمت ہے۔

۱۸۷٤ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ تَتْرُكُوْنَ الْمَدِيْنَةَ عَلٰى خَيْرِ مَا كَانَتْ، لَا يَغْشَاهَا إِلَّا الْعَوَافُ يُرِيْدُ عَوَافِيَ السِّبَاعِ وَالطَّيْرِ وَآخِرُ مَنْ يُحْشَرُ رَاعِيَانِ مِنْ مُزَيْنَةَ، يُرِيْدَانِ الْمَدِيْنَةَ، يَنْعِقَانِ بِغَنَمِهِمَا فَيَجِدَانِهَا وُحُوْشًا حَتّٰى إِذَا بَلَغَا ثَنِيَّةَ الْوَدَاعِ، خَرَّا عَلٰى وُجُوْهِهِمَا.

(صحیح مسلم: ۱۳۸۹' الرقم المسلسل: ۳۲۵۶' شرح السنۃ: ۲۰۱۷' مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۷۱۹۳۔ ج ۱۲ ص ۱۱۹' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے سعید بن المسیب نے خبر دی از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: تم مدینہ کو انتہائی اچھے حال میں چھوڑ جاؤ گے (پھر ایسی ویرانی ہو جائے گی کہ) کہ اس میں صرف چوپائے اور پرندے ہوں گے' آپ کی مراد یہ تھی کہ اس میں صرف وحشی جانور اور پرندے ہوں گے' اور آخر میں مُزینہ کے دو چرواہے مدینہ میں آئیں گے' وہ اپنی بکریوں کو ہانک رہے ہوں گے تو وہ وہاں پر صرف وحشی جانور دیکھیں گے حتیٰ کہ جب وہ ثنیۃ الوداع پر پہنچیں گے تو وہ منہ کے بل گر پڑیں گے۔

قربِ قیامت میں مدینہ منورہ کی کیفیت

یعنی اہل مدینہ' مدینہ سے اس وقت چلے جائیں گے جب وہ بہت اچھے حال میں ہوگا' وہاں بہت آبادی اور خوش حالی ہوگی' پھر وہاں ایسی ویرانی ہوگی کہ وہاں جنگلی جانوروں' وحشی پرندوں اور چوپایوں اور درندوں کے سوا اور کوئی نہیں ہوگا۔ قاضی عیاض نے کہا: یہ آپ کا معجزہ ہے کہ آپ نے اس بات کی خبر دی جب کہ لوگوں نے فتوحات اور دولت کی کثرت کے باوجود مدینہ چھوڑ کر کوفہ اور دمشق کو دار الخلافہ بنالیا۔

علامہ نووی نے کہا ہے کہ مدینہ کو چھوڑنے کا یہ واقعہ آخر زمانہ میں قربِ قیامت میں ہوگا۔

مِحجن بن ادرع اسلمی بیان کرتے ہیں کہ مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کام سے بھیجا' پھر آپ مجھ سے اس وقت ملے جب میں مدینہ کے کسی راستہ سے نکل رہا تھا' آپ نے میرا ہاتھ پکڑا حتیٰ کہ ہم اُحد پہاڑ پر آئے' پھر آپ مدینہ کی طرف چلے پس فرمایا: اس بستی پر افسوس ہے' جب اس میں رہنے والے اُس وقت اس سے نکل جائیں گے' جب وہ پھلوں سے لدی ہوئی ہوگی' میں نے پوچھا: یا رسول اللہ! اس کے پھلوں کو کون کھائے گا؟ آپ نے فرمایا: وحشی پرندے اور درندے۔ الحدیث (المستدرک ج ۴ ص ۴۲۷' المعجم الکبیر: ۷۰۶۔ ج ۲۰' المعجم الاوسط: ۲۴۹۷' مسند احمد ج ۵ ص ۳۲ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۰۳۴۷۔ ج ۳۳ ص ۴۵۵' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۳۲۶۲۔ ج ۳ ص ۱۴۷ پر مذکور ہے' وہاں اس کی بہت مختصر شرح کی گئی ہے۔

۱۸۷۵ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ اَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ سُفْيَانَ بْنِ اَبِي زُهَيْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ تُفْتَحُ الْيَمَنُ، فَيَاْتِي قَوْمٌ يَبُسُّوْنَ، فَيَتَحَمَّلُوْنَ بِاَهْلِيهِمْ وَمَنْ اَطَاعَهُمْ، وَالْمَدِيْنَةُ خَيْرٌ لَهُمْ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ وَتُفْتَحُ الشَّامُ، فَيَاْتِي قَوْمٌ يَبُسُّوْنَ، فَيَتَحَمَّلُوْنَ بِاَهْلِيهِمْ وَمَنْ اَطَاعَهُمْ، وَالْمَدِيْنَةُ خَيْرٌ لَهُمْ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ. وَتُفْتَحُ الْعِرَاقُ، فَيَاْتِي قَوْمٌ يَبُسُّوْنَ، فَيَتَحَمَّلُوْنَ بِاَهْلِيهِمْ وَمَنْ اَطَاعَهُمْ، وَالْمَدِيْنَةُ خَيْرٌ لَهُمْ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ.

(صحیح مسلم: ۱۳۸۸' الرقم المسلسل: ۳۲۵۴)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ہشام بن عروہ از والد خود از حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما از سفیان بن ابی الزہیر رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یمن کو فتح کیا جائے گا' پھر وہاں سے کچھ لوگ سواری کے جانور ہانکتے ہوئے آئیں گے اور وہ اپنے گھر والوں کو اور اپنے متبعین کو سواریوں پر لاد کر مدینہ سے نکل جائیں گے اور مدینہ ان کے لیے بہتر تھا' کاش! ان کو علم ہوتا اور شام کو فتح کیا جائے گا' پھر وہاں سے کچھ لوگ سواریوں کے جانور ہانکتے ہوئے آئیں گے' پھر وہ اپنے گھر والوں کو اور اپنے متبعین کو سواریوں پر سوار کر کے مدینہ سے نکل جائیں گے اور مدینہ ان کے لیے بہتر تھا' کاش! ان کو علم ہوتا اور عراق کو فتح کیا جائے گا' پھر وہاں سے کچھ لوگ سواری کے جانور ہانکتے ہوئے آئیں گے' پھر وہ اپنے گھر والوں کو اور اپنے متبعین کو سواریوں پر سوار کر کے مدینہ سے نکل جائیں گے اور مدینہ ان کے لیے بہتر تھا' کاش! وہ لوگ جانتے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبداللہ بن یوسف التنیسی (۲) امام مالک بن انس (۳) ہشام بن عروہ (۴) ان کے والد عروہ بن الزبیر بن العوام رضی اللہ عنہ (۵) عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما ان کے بھائی (۶) سفیان بن ابی زہیر النمری الازدی' ابوزہیر کا نام نمیر تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۳۴۰)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت یہ ہے کہ یہ لوگ فتوحات کے بعد مختلف شہروں میں قیام پذیر ہو گئے اور انہوں نے مدینہ میں سکونت سے اعراض کیا۔

اس حدیث کے موافق درج ذیل حدیث ہے:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ضرور لوگوں پر مدینہ میں ایسا زمانہ آئے گا کہ لوگ مدینہ سے نکل کر مختلف شہروں میں چلے جائیں گے' وہ وسعت اور کشادگی کی طلب میں دوسرے شہروں میں جائیں گے' پس وہ کشادگی کو پالیں گے' پھر وہ اپنے گھر والوں کو بھی اس کشادگی کی طرف لے جائیں گے حالانکہ مدینہ ان کے لیے بہتر تھا' کاش! ان کو علم ہوتا۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۳۴۲ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۴۶۸۰۔ ج ۲۳ ص ۷۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۳۲۶۰۔ ج ۳ ص ۱۴۰ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۶ - بَابُ الْاِيْمَانُ يَاْرِزُ اِلَى الْمَدِيْنَةِ — ایمان کا مدینہ کی طرف سمٹ جانا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ آخر زمانہ میں ایمان مدینہ کی طرف لوٹ کر چلا جائے گا۔

١٨٧٦ - حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا اَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ خُبَيْبِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الْاِيْمَانَ لَيَاْرِزُ اِلَى الْمَدِيْنَةِ كَمَا تَاْرِزُ الْحَيَّةُ اِلٰى جُحْرِهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں انس بن عیاض نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے عبید اللہ نے حدیث بیان کی از خبیب بن عبدالرحمن از حفص بن عاصم از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایمان مدینہ کی طرف لوٹ جائے گا جس طرح سانپ اپنے بل (سوراخ) کی طرف لوٹ جاتا ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۴۷ الرقم المسلسل: ۳۶۹ سنن ابن ماجہ: ۳۱۱۱ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۸۱ صحیح ابن حبان: ۳۷۲۹ شرح السنۃ: ۶۵ مسند احمد ج ۲ ص ۲۸۶ طبع قدیم مسند احمد: ۷۸۴۶ ج ۱۳ ص ۲۴۰-۲۳۹ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابراہیم بن المنذر ابو اسحاق الخزامی یہ ابراہیم بن عبداللہ بن المنذر بن المغیرہ ہیں (۲) انس بن عیاض ابوضمرہ (۳) عبید اللہ بن عمر العمری (۴) خبیب بن عبد الرحمان یہ عبید اللہ کے ماموں ہیں (۵) حفص بن عاصم بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ (۶) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۳۴۲)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ باب کا عنوان بعینہٖ متن حدیث ہے۔

جس حدیث میں ایمان کو سانپ کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے اس کی تشریح علامہ مہلب علامہ داؤدی علامہ قرطبی اور علامہ عینی سے

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

المہلب نے کہا ہے کہ مدینہ میں صرف مؤمن آتا ہے اور اس کو مدینہ کی طرف صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت لے جاتی ہے گویا جس طرح ایمان پہلے مدینہ سے نکلا تھا اسی طرح مدینہ میں لوٹ جاتا ہے پھر جس طرح سانپ اپنے بل سے باہر نکل کر ادھر اُدھر جاتا ہے پھر جب کسی چیز سے خوف زدہ ہوتا ہے تو پھر واپس اپنے بل میں آ جاتا ہے۔

علامہ داؤدی نے کہا ہے کہ یہ چیز صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اور آپ کے قرن میں تھی کیونکہ اس وقت لوگ راہِ راست پر تھے۔

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ اس حدیث میں یہ تنبیہ ہے کہ اس وقت کے لوگوں کا مذہب صحیح تھا اور بدعت سے سلامت تھا اور ان کا عمل حجت تھا جیسا کہ امام مالک نے روایت کیا ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم خلفاء راشدین اور قرونِ ثلثہ تک کے اکابر کا زمانہ ہے جو تو سے سال پر محیط ہے اس کے بعد احوال متغیر ہو گئے اور بدعات بہ کثرت ہو گئیں خصوصاً ہمارے اس زمانہ میں جیسا کہ مخفی نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۳۴۳ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

اس حدیث کی تشریح مصنف سے

میں کہتا ہوں کہ علامہ مہلب علامہ داؤدی علامہ قرطبی اور علامہ عینی نے جو کچھ لکھا ہے وہ صحیح ہے مگر یہ کوئی خاص بات اور قابل ذکر چیز نہیں ہے اس حدیث کی شرح میں اہم اور قابل ذکر بات یہ تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایمان کو سانپ کے ساتھ کیوں تشبیہ دی ہے اور

یہ کیوں فرمایا ہے کہ آخر زمانہ میں ایمان مدینہ کی طرف لوٹ جائے گا جس طرح سانپ اپنے بل میں لوٹ جاتا ہے؟

میں اپنی بساط کے مطابق اس حدیث کا مطلب جو سمجھ سکا ہوں' وہ یہ ہے کہ ایمان پر ثابت قدم رکھنے میں جو مشکلات پیش آتی ہیں اور ایمان کے لیے جو جان و مال کی قربانیاں دینی پڑتی ہیں اور ایمان کے تقاضوں اور اسلام کے احکام پر عمل کرنے میں جو مشقتیں برداشت کرنی پڑتی ہیں اور نفس کی خواہشوں اور اس کی مرغوب چیزوں کو جو ترک کرنا پڑتا ہے' انہیں دیکھ کر نفس پرست' تن آسان اور کم ہمت لوگ گھبرا جاتے ہیں اور حوصلہ ہار جاتے ہیں اور سوچتے ہیں کہ ایمان اور اسلام کی وجہ سے تو ان کو فلاں فلاں مشکل اور مشقت والا کام کرنا پڑے گا' مرغوب اور لذیذ چیزوں کو چھوڑنا پڑے گا تو پھر وہ ایمان کے تقاضوں اور اسلام کے احکام سے اس طرح خوف زدہ ہوتے ہیں جس طرح کوئی شخص سانپ کو دیکھ کر خوف زدہ ہوتا ہے۔

یہ شہادت گہ الفت میں قدم رکھنا ہے ☆ لوگ آساں سمجھتے ہیں مسلماں ہونا

چوں بگویم مسلمانم بلرزم ☆ کہ دانم مشکلات لا الٰہ را

اور قرآن مجید میں ہے:

اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَكُوْۤا اَنْ یَّقُوْلُوْۤا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ O (العنکبوت:۲) کیا لوگوں نے یہ گمان کر لیا ہے کہ ان کو یہ کہنے پر چھوڑ دیا جائے گا کہ وہ ایمان لے آئے ہیں اور ان کو آزمایا نہیں جائے گا O

سو زیر بحث حدیث میں یہی خبر دی گئی ہے کہ لوگ ایمان لانے اور اسلام کے احکام پر عمل کرنے سے اس طرح خوف زدہ ہوں گے جس طرح وہ سانپ کو دیکھ کر خوف زدہ ہوتے ہیں' اس کا مشاہدہ ہمارے زمانہ میں بہ آسانی ہوسکتا ہے کہ لوگ پانچ وقت کی نماز نہیں پڑھتے' زکوٰۃ ادا نہیں کرتے' روزے نہیں رکھتے' بالعموم بینک کا سود کھاتے ہیں' رشوت لینے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے' مرد ڈاڑھی منڈاتے ہیں' تنگ اور چست لباس پہنتے ہیں جس سے ان کا ستر نہیں ہو پاتا اور سرین کا اُبھار صاف دکھائی دیتا ہے' عورتیں پردہ نہیں کرتیں اور نیم عریاں لباس پہنتی ہیں' رشتہ کے بھائی بہنوں سے بے تکلف اور بے حجاب باتیں ہوتی ہیں' مخلوط تعلیم کا رواج ہے' اسمبلیوں میں' دفتروں میں' تجارتی اداروں میں اور ہسپتالوں میں مردوں اور عورتوں کا آزادانہ میل جول رہتا ہے اور جب انہیں یہ بتایا جاتا ہے کہ اسلام کے حکم کے مطابق ان کو یہ تمام معمولات ترک کرنے ہوں گے' ثقافت اور تہذیب کے نام پر موسیقی کو سننا ترک کرنا پڑے گا تو ان کو اسلام سانپ سے بھی زیادہ کوئی ڈراؤنی چیز دکھائی دیتی ہے اور وہ اسلام کے احکام اور اس کے تقاضوں سے ڈر کر اس طرح دور بھاگتے ہیں جیسے لوگ سانپ سے دور بھاگتے ہیں' اور آخر زمانہ میں اسلام پر عمل کرنے والے مؤمن صرف مدینہ منورہ میں رہ جائیں گے اور اسلام مدینہ میں اس طرح لوٹ جائے گا جس طرح جب سانپ کو کوئی گوشہ عافیت نہ ملے تو وہ اپنے بل میں چلا جاتا ہے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۸۰۔ج ا ص ۶۱۵ میں ہے' اس کی شرح میں اسلام کے اجنبی ہونے کی وضاحت کی گئی ہے' جبکہ یہاں پر عمدہ شرح ہے۔

۷ - بَابُ اِثْمِ مَنْ كَادَ اَهْلَ الْمَدِيْنَةِ جو شخص اہل مدینہ کو فریب دے' اس کا گناہ

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جو شخص اہل مدینہ کو فریب دے اور ان کے ساتھ برائی کرے اس کا کتنا گناہ ہے۔

۱۸۷۷ - حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ قَالَ اَخْبَرَنَا الْفَضْلُ' عَنْ جُعَيْدٍ' عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ سَعْدًا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حسین بن حریث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الفضل نے خبر دی از جعید از

رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَا یَکِیْدُ اَھْلَ الْمَدِیْنَۃِ اَحَدٌ اِلَّا انْمَاعَ' کَمَا یَنْمَاعُ الْمِلْحُ فِی الْمَاءِ. (صحیح مسلم:۱۳۸۷' الرقم المسلسل:۳۲۵۱' سنن کبریٰ:۴۲۶۷' شرح السنۃ:۲۰۱۴' مسند احمد ج۱ ص۱۸۱ طبع قدیم' مسند احمد:۱۵۵۸- ج۳ ص۱۳۱' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص بھی اہل مدینہ کو دھوکا دے گا' وہ اس طرح گھل جائے گا جس طرح نمک پانی میں گھل جاتا ہے۔

اس حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جو شخص اہل مدینہ کو فریب دے گا' اللہ تعالیٰ اس کے جسم کو اس طرح گلا دے گا جس طرح پانی میں نمک گھل جاتا ہے' اس سے معلوم ہوا کہ یہ بہت سخت اور بہت بڑا گناہ ہے۔

۸ - بَابُ اٰطَامِ الْمَدِیْنَۃِ
مدینہ کے بلند اور بڑے بڑے مکان

اس باب کے عنوان میں ''اطام'' کا لفظ ہے' یہ ''اطم'' کی جمع ہے' اس کا معنی ہے: پتھروں سے بنائے ہوئے قلعے اور محلات' یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد ایسے مکان ہیں' جو مربع اور مسطح ہوں یعنی عالی شان مکان۔

۱۸۷۸ - حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ شِھَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ عُرْوَۃُ سَمِعْتُ اُسَامَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ اَشْرَفَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی اُطُمٍ مِّنْ اٰطَامِ الْمَدِیْنَۃِ' فَقَالَ ھَلْ تَرَوْنَ مَا اَرٰی؟ اِنِّیْ لَاَرٰی مَوَاقِعَ الْفِتَنِ خِلَالَ بُیُوْتِکُمْ کَمَوَاقِعِ الْقَطْرِ. تَابَعَہٗ مَعْمَرٌ وَّسُلَیْمَانُ بْنُ کَثِیْرٍ' عَنِ الزُّھْرِیِّ.

[اطراف الحدیث:۲۴۶۷-۳۵۹۷-۷۰۶۰]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن شہاب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عروہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کے بلند مکانوں میں سے کسی مکان کو نظر اٹھا کر دیکھا' پھر فرمایا: کیا تم وہ دیکھ رہے ہو جو میں دیکھ رہا ہوں؟ میں تمہارے بلند مکانوں کے درمیان فتنوں کے وقوع کی جگہوں کو بارش کے قطروں کی طرح دیکھ رہا ہوں۔ سلیمان بن عبداللہ کی متابعت معمر اور سلیمان بن کثیر نے کی ہے از الزہری۔

(صحیح مسلم:۲۸۹۵' الرقم المسلسل:۷۱۳۹' مسند الحمیدی:۵۴۲' مصنف ابن ابی شیبہ ج۱۵ ص۱۴' مسند البزار:۲۵۶۵' دلائل النبوۃ ج۶ ص۴۰۵' مصنف عبدالرزاق:۲۱۸۱۰' مسند احمد ج۵ ص۲۰۰ طبع قدیم' مسند احمد:۲۱۷۴۸- ج۳۶ ص۸۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی دلیل

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے فتنوں کی ایک مثالی صورت بنائی گئی اور آپ نے اپنی آنکھوں سے فتنوں کا نزول دیکھا اور آپ نے اپنی امت کو ان فتنوں سے ڈرایا اور یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی علامات نبوت میں سے ایک علامت ہے' کیونکہ اس میں آپ نے غیب کی خبر دی ہے' پھر اس کے بعد فتنے قطرہ' قطرہ کر کے نازل ہوتے رہے۔ (شرح ابن بطال ج۴ ص۷ ۴۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۹ - بَابٌ لَّا یَدْخُلُ الدَّجَّالُ الْمَدِیْنَۃَ
دجال مدینہ میں داخل نہیں ہوگا

۱۸۷۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِیْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ حَدَّثَنِیْ اِبْرَاھِیْمُ بْنُ سَعْدٍ' عَنْ اَبِیْہِ' عَنْ جَدِّہٖ' عَنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالعزیز بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابراہیم بن سعد نے حدیث

أَبِيْ بَكْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَدْخُلُ الْمَدِيْنَةَ رُعْبُ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ، لَهَا يَوْمَئِذٍ سَبْعَةُ أَبْوَابٍ، عَلٰى كُلِّ بَابٍ مَلَكَانِ. [اطراف الحدیث:۷۱۲۵-۷۱۲۶]

بیان کی از والد خود از جد خود از حضرت ابی بکرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مدینہ میں مسیح دجال کا رعب داخل نہیں ہوگا' اس دن مدینہ میں سات دروازے ہوں گے اور ہر دروازہ پر دو فرشتے ہوں گے۔

(المعجم الاوسط:۱۰۷۸'مسند احمد ج ۵ ص ۴۳ طبع قدیم' مسند احمد:۲۰۴۴۱-ج ۳۴ ص ۹۲ 'مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبد العزیز بن عبد اللہ بن یحییٰ ابو القاسم القرشی العامری الاویسی (۲) ابراہیم بن سعد بن ابراہیم بن عبد الرحمان بن عوف ابو اسحاق القرشی قاضی بغداد (۳) سعد بن ابراہیم بن عبد الرحمان ابو اسحاق الزہری القرشی (۴) ان کے دادا' ابراہیم بن عبد الرحمان بن عوف ابو محمد (۵) حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ' ان کا نام نفیع بن الحارث ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۳۴۶-۳۴۵)

اس حدیث کی مطابقت پر یہ اعتراض ہے کہ حدیث میں مذکور ہے کہ مدینہ میں مسیح دجال کا رعب داخل نہیں ہوگا اور حدیث کے عنوان میں مذکور ہے کہ مدینہ میں دجال داخل نہیں ہوگا' لہٰذا حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت ثابت نہیں ہوئی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جب دجال کا رعب مدینہ میں داخل نہیں ہوگا تو یہ اس بات کو مستلزم ہے کہ دجال بھی مدینہ میں داخل نہ ہوگا۔

''رعب'' اور ''المسیح الدجال'' کا معنی

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ''رعب'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: خوف۔

نیز اس میں ''المسیح الدجال'' کا لفظ ہے' اس کو مسیح اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ زمین کی مسافت بہت جلد قطع کرے گا یا یہ کہ مسیح' ممسوح کے معنی میں ہے' کیونکہ اس کی ایک آنکھ رگڑی ہوئی ہوگی اور وہ کانا ہوگا۔ دجال کا لفظ دجل سے ماخوذ ہے' اس کا معنی ہے: جھوٹ بولنا اور کسی چیز کو خلط ملط کرنا۔ دجل کا دوسرا معنی ہے: اونٹ کو جب خارش ہو تو اس پر تیل کی مالش کرنا' دجال بھی چونکہ جادو کر کے حقائق کو چھپائے گا' اس لیے اس کو دجال کہتے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۳۴۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

۱۸۸۰ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ، عَنْ نُعَيْمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْمُجْمِرِ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى أَنْقَابِ الْمَدِيْنَةِ مَلَائِكَةٌ، لَا يَدْخُلُهَا الطَّاعُوْنُ وَلَا الدَّجَّالُ. [اطراف الحدیث:۵۷۳۱-۷۱۳۳]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از نعیم بن عبد اللہ المجمر از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مدینہ کے دروازوں پر فرشتے ہیں' وہاں طاعون داخل ہوگا نہ دجال۔

(صحیح مسلم:۱۳۷۹' الرقم المسلسل:۳۲۴۰' سنن کبریٰ:۷۵۲۶-۷۲۷۳' شرح السنۃ:۲۰۲۱' مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۷ طبع قدیم' مسند احمد:۷۲۲۸-ج ۱۲ ص ۱۶۵ 'مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

''انقاب'' اور ''طاعون'' کے معنی کی تحقیق

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

''انقاب''، ''نقب'' کی جمع ہے' ابن وہب نے کہا ہے کہ ''انقاب'' کا معنی ہے: داخل ہونے کے راستے۔ ایک قول یہ ہے

کہ اس کا معنی ہے دروازے۔ علامہ داؤدی نے کہا ہے کہ اس کا معنی ہے: وہ راستے جن پر لوگ چلتے ہیں۔

قرآن مجید میں ہے:

فَنَقَّبُوْا فِي الْبِلَادِ. (قٓ:۳۶) انہوں نے بہت سے شہروں کو کھنگال ڈالا۔

ابوالمعانی نے کہا ہے کہ ''نقب'' کا معنی ہے: پہاڑ میں سوراخ کرنا۔ ابن سیدہ نے کہا ہے کہ جس چیز میں بھی سوراخ کیا جائے وہ نقب ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۳۴۷ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

''طاعون'' ایک وباء کا نام ہے' جدید میڈیکل سائنس کی تحقیق یہ ہے کہ طاعون کی بیماری کی اصل وجہ ایک خوردبینی جرثومہ ہے جو ایک پسّو نما کیڑے میں پرورش کرتا ہے' یہ پسّو زیادہ تر چوہوں اور چوہوں کی اقسام کے جانوروں میں پائے جاتے ہیں اور چوہے کی کھال کے ساتھ مضبوطی کے ساتھ چمٹے ہوتے ہیں۔ جب یہ چوہے طاعون زدہ پسّو کو سوار کر کے ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جاتے ہیں یا مر جاتے ہیں تو پسّو دوسرے جانوروں یا انسانوں میں منتقل ہو جاتے ہیں۔ یہ بیماری زیادہ تر ان ہی پسّوؤں کے کاٹنے سے جنم لیتی ہے۔ اس کے علاوہ یہ بیماری دوسرے ذرائع سے بھی ہوتی ہے' اس میں ہوا کے ذریعہ جرثومہ کی بیمار آدمی سے تندرست آدمی تک یا جرثومہ کا کسی اور جانور میں منتقل ہونا اور بعد ازاں بیماری کی وجہ بننا شامل ہے۔

طاعون دراصل جسم میں نکلنے والی گلٹیاں (غدود) ہیں' یہ گلٹیاں کہنیوں' بغلوں' ہاتھوں' انگلیوں اور سارے بدن میں نکلتی ہیں' اس کے ساتھ سوجن ہوتی ہے اور سخت درد ہوتا ہے' یہ گلٹیاں جلن کے ساتھ نکلتی ہیں اور ان کی جگہ سیاہ' سرخ یا سبز ہو جاتی ہے اور اس کی وجہ سے گھبراہٹ ہوتی ہے۔

طاعون کا علاج ڈاکٹر کے مشورہ سے اینٹی بائیوٹک (Antibiotics) دواؤں سے کریں' اور اللہ تعالیٰ سے بہ کثرت توبہ اور استغفار کریں۔ (تبیان القرآن ج ۱ ص ۴۳۰-۴۲۹ 'فرید بک سٹال' لاہور)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۳۲۴۶- ج ۳ ص ۳۴۷ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۱۸۸۱ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ عَمْرٍو قَالَ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ حَدَّثَنِيْ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ مِنْ بَلَدٍ إِلَّا سَيَطَؤُهُ الدَّجَّالُ، إِلَّا مَكَّةَ وَالْمَدِيْنَةَ، لَيْسَ لَهُ مِنْ نِقَابِهَا نَقْبٌ إِلَّا عَلَيْهِ الْمَلَائِكَةُ صَافِّيْنَ يَحْرُسُوْنَهَا، ثُمَّ تَرْجُفُ الْمَدِيْنَةُ بِأَهْلِهَا ثَلَاثَ رَجَفَاتٍ، فَيُخْرِجُ اللّٰهُ كُلَّ كَافِرٍ وَّمُنَافِقٍ.

[اطراف الحدیث: ۷۱۲۴-۷۱۳۴-۷۴۷۳]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعمرو نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: مکہ اور مدینہ کے سوا ہر شہر کو دجال روندے گا' مدینہ کے راستوں میں سے ہر راستہ پر صفیں باندھے ہوئے فرشتے اس کی حفاظت کر رہے ہیں' پھر مدینہ وہاں کے رہنے والوں پر تین بار لرزے گا' پھر اللہ ہر کافر اور منافق کو نکال دے گا۔

اس حدیث میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزہ کا اظہار ہے کیونکہ آپ نے اس چیز کی خبر دی جو قُرب قیامت میں واقع ہو گی' نیز اس حدیث میں مدینہ اور اہل مدینہ اور مؤمنین خالصین کی فضیلت کا بیان ہے۔

۱۸۸۲ - حَدَّثَنَا يَحْيٰى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث

اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّ أَبَا سَعِيْدٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ حَدَّثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيْثًا طَوِيْلًا عَنِ الدَّجَّالِ، فَكَانَ فِيْمَا حَدَّثَنَا بِهِ أَنْ قَالَ يَأْتِي الدَّجَّالُ وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْهِ أَنْ يَدْخُلَ نِقَابَ الْمَدِيْنَةِ بَعْضَ السِّبَاخِ الَّتِي بِالْمَدِيْنَةِ، فَيَخْرُجُ إِلَيْهِ يَوْمَئِذٍ رَجُلٌ هُوَ خَيْرُ النَّاسِ، أَوْ مِنْ خَيْرِ النَّاسِ فَيَقُوْلُ أَشْهَدُ أَنَّكَ الدَّجَّالُ الَّذِي حَدَّثَنَا عَنْكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيْثَهُ، فَيَقُوْلُ الدَّجَّالُ أَرَأَيْتَ إِنْ قَتَلْتُ هٰذَا ثُمَّ أَحْيَيْتُهُ هَلْ تَشُكُّوْنَ فِي الْأَمْرِ؟ فَيَقُوْلُوْنَ لَا، فَيَقْتُلُهُ ثُمَّ يُحْيِيْهِ، فَيَقُوْلُ حِيْنَ يُحْيِيْهِ وَاللّٰهِ مَا كُنْتُ قَطُّ أَشَدَّ بَصِيْرَةً مِنِّي الْيَوْمَ، فَيَقُوْلُ الدَّجَّالُ أَقْتُلُهُ فَلَا يُسَلَّطُ عَلَيْهِ.

[طرف الحدیث:۷۱۳۲]

بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب انہوں نے کہا: مجھے عبید اللہ بن عبد اللہ نے خبر دی کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ نے کہا کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے دجال کے متعلق ایک طویل حدیث سنائی اس میں آپ نے ہم سے فرمایا کہ مدینہ کے راستوں میں آنا تو دجال پر حرام کر دیا گیا ہے وہ مدینہ کی ایک شور والی (کھاری) زمین پر اترے گا اس دن مدینہ سے ایک شخص اس کی طرف نکلے گا جو سب لوگوں سے افضل ہوگا یا افضل لوگوں میں سے ہوگا وہ کہے گا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ تو وہ دجال ہے جس کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حدیث سنائی ہے پس دجال کہے گا: یہ بتاؤ کہ اگر میں تم کو ابھی قتل کر دوں پھر فوراً زندہ کر دوں تو کیا تم میرے معاملہ میں شک کرو گے؟ تو وہ لوگ کہیں گے کہ نہیں! پس وہ اس کو قتل کر دے گا پھر اس کو زندہ کر دے گا پس جس وقت وہ اس کو زندہ کرے گا تو وہ شخص کہے گا: مجھے آج سے پہلے تیرے (دجال ہونے کے متعلق) اتنی بصیرت نہیں تھی پھر دجال کہے گا: میں اس کو قتل کرتا ہوں لیکن وہ اس پر مسلط نہیں ہو سکے گا۔

(صحیح مسلم:۲۹۳۸ الرقم المسلسل:۷۲۶۹ سنن کبریٰ:۴۲۷۵ شرح السنۃ:۴۲۵۸ مسند البزار:۳۳۹۴ مسند ابویعلیٰ:۱۰۷۴ مسند احمد ج ۳ ص ۳۶ طبع قدیم مسند احمد:۱۱۳۱۸۔ ج ۱۷ ص ۴۱۹ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

حدیث مذکور کی تفصیل

امام مسلم نے اس روایت کو زیادہ تفصیل کے ساتھ روایت کیا ہے وہ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دجال کا خروج ہوگا تو مسلمانوں میں سے ایک شخص اس کی طرف روانہ ہوگا اور ہتھیاروں سے مسلح دجال کے لوگ اس سے ملیں گے وہ اس سے پوچھیں گے کہ تمہارا کہاں کا ارادہ ہے؟ وہ بتائے گا: میرا ارادہ اس شخص کی طرف ہے جس کا خروج ہوا ہے وہ اس سے کہیں گے کہ کیا تم ہمارے رب پر ایمان نہیں لاتے؟ وہ شخص کہے گا کہ ہمیں اپنے رب کے متعلق قسم کا خفا نہیں ہے وہ کہیں گے کہ اس کو قتل کر دو وہ ایک دوسرے سے کہیں گے: کیا تمہارے رب نے تمہیں منع نہیں کیا تھا کہ تم اس کے بغیر کسی کو قتل نہیں کرنا پھر وہ اس شخص کو دجال کے پاس لے جائیں گے۔ جب دجال کو وہ مؤمن شخص دیکھے گا تو کہے گا: اے لوگو! یہ وہ دجال ہے جس کا رسول اللہ ﷺ نے ذکر کیا تھا پھر دجال اس مؤمن کو پکڑنے اور اس کا سر پھاڑنے کا حکم دے گا اس مؤمن کی پیٹھ اور اس کے پیٹ پر ضرب لگائی جائے گی پھر دجال اس مؤمن سے کہے گا: کیا تم مجھ پر ایمان لاتے ہو؟ وہ مؤمن کہے گا: تم مسیح کذاب ہو پھر اس مؤمن کو آرے سے چیرنے کا حکم دیا جائے گا اور سر کی مانگ سے لا کر اس کے قدموں تک اس کے دو ٹکڑے کر دیئے جائیں گے پھر دجال اس کے جسم کے دو ٹکڑوں کے پاس جا کر کہے گا: کھڑا ہو جا! تو وہ مؤمن

سیدھا کھڑا ہو جائے گا' پھر دجال اس مؤمن سے کہے گا: کیا تم مجھ پر ایمان لاتے ہو؟ وہ مؤمن کہے گا: مجھے تو اب (تیرے دجال ہونے پر) اور زیادہ یقین ہو گیا' پھر وہ مؤمن کہے گا: اے لوگو! اب میرے بعد دجال کسی اور کے ساتھ یہ کارروائی نہیں کر سکے گا' دجال اس مؤمن کو پھر ذبح کرنے کے لیے پکڑے گا لیکن اس مؤمن کے گلے سے لے کر ہنسلی تک کا حصہ تانبے کا بن جائے گا اور وہ اس کو ذبح کرنے کی طاقت نہیں رکھے گا' پھر وہ اس کے ہاتھ اور پیر پکڑ کر پھینک دے گا' لوگ یہ سمجھیں گے کہ اس کو آگ میں پھینکا ہے' حالانکہ وہ شخص جنت میں پہنچے گا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ مؤمن شخص اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بڑی شہادت کا حامل ہوگا۔

(صحیح مسلم: ۲۹۳۸' الرقم المسلسل: ۷۲۷۰' امام مسلم اس حدیث کی روایت میں منفرد ہیں)

۱۰ - بَابُ الْمَدِيْنَةُ تَنْفِي الْخَبَثَ

مدینہ خبث (بُرے آدمیوں) کو نکال دیتا ہے

۱۸۸۳ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَبَّاسٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ جَاءَ اَعْرَابِيٌّ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَايَعَهُ عَلَى الْاِسْلَامِ، فَجَاءَ مِنَ الْغَدِ مَحْمُوْمًا، فَقَالَ اَقِلْنِيْ، فَاَبٰى، ثَلَاثَ مِرَارٍ، فَقَالَ اَلْمَدِيْنَةُ كَالْكِيْرِ تَنْفِيْ خَبَثَهَا، وَيَنْصَعُ طِيْبُهَا.

[اطراف الحدیث: ۷۲۰۹- ۷۲۱۱- ۷۲۱۶- ۷۳۲۲]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن عباس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرحمٰن نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از محمد بن المنکدر از حضرت جابر رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک اعرابی (دیہاتی) آیا' آپ نے اس کو اسلام پر بیعت کر لیا' وہ دوسرے روز بخار میں مبتلا آیا اور کہنے لگا: میری بیعت توڑ دیں' آپ نے تین مرتبہ انکار کیا' پھر فرمایا: مدینہ بھٹی کی طرح ہے جو زنگ کو دور کر دیتی ہے اور خالص چیز رکھ لیتی ہے۔

جو اعرابی مدینہ سے نکلنا چاہتا تھا' اس کی بیعت نہ توڑنے کی متعدد وجوہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اگر تم یہ سوال کرو کہ جب اس اعرابی نے بیعت توڑنے کے لیے کہا تو آپ نے اس کی بیعت کیوں نہیں توڑی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جو اسلام لا چکا ہو' اس کا اسلام ترک کرنا جائز نہیں ہے اور جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہجرت کر چکا ہو' اس کا ہجرت کو ترک کرنا جائز نہیں ہے اور اپنے وطن کی طرف واپس جانا جائز نہیں ہے' اور یہ اعرابی ان لوگوں میں سے تھا جنہوں نے ہجرت کی تھی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر مدینہ میں رہنے کی بیعت کی تھی۔

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ یہ بھی ہو سکتا ہے اس کی بیعت فتح مکہ کے بعد ہو' جب ہجرت کرنے کی فرضیت ساقط ہو چکی تھی اور اس نے اسلام کی بیعت کی تھی اور اس بیعت کو توڑنے کے لیے کہا تو آپ نے بیعت فسخ نہیں کی۔

علامہ ابن بطال کہتے ہیں کہ اس نے اسلام سے مرتد ہونے کا ارادہ نہیں کیا تھا کیونکہ اس نے ایسی چیز کی بیعت کی تھی جس کو اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی موافقت سے توڑنے کا ارادہ کیا تھا اور اگر اس کا مدینہ سے نکلنا اسلام سے نکلنے کے برابر ہوتا تو آپ اس کو اسی وقت قتل کر دیتے لیکن وہ معصیت (گناہ) کرتا ہوا نکلا اور چونکہ اس کو بخار تھا اس لیے آپ نے اس کو معذور قرار دیا اور گویا کہ اس کو یہ معلوم نہیں تھا کہ اس پر ہجرت فرض ہے اور وہ ان لوگوں میں سے تھا' جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَاَجْدَرُ اَلَّا يَعْلَمُوْا حُدُوْدَ مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ. (التوبہ: ۹۷)

اور (وہ دیہاتی) اسی لائق ہیں کہ وہ اُن احکام شرعیہ سے جاہل رہیں جو اللہ نے اپنے رسول پر نازل کیے ہیں۔

علامہ عینی کی طرف سے اس اعتراض کا جواب کہ بعض منافق تو مدینہ میں ہی مر گئے تھے

اگر تم یہ اعتراض کرو کہ منافقین مدینہ میں رہتے رہے اور وہ وہیں مدینہ میں مر گئے اور مدینہ نے ان کو وہاں سے نہیں نکالا؟ تو میں کہوں گا کہ مدینہ ان کا اصلی وطن تھا' وہ وہاں پر اسلام لانے کی وجہ سے نہیں رہ رہے تھے بلکہ اپنی معاشی ضرورت کی وجہ سے رہتے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو بھٹی کی مثال بیان فرمائی تھی یہ صرف ان لوگوں کے لیے تھی جنہوں نے اسلام میں رغبت کر کے اسلام کو قبول کیا' پھر ان کے دل میں خبث آ گیا اور وہ اسلام سے منحرف ہو گئے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۳۵۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

مصنف کی طرف سے اعتراض مذکور کا جواب

میں کہتا ہوں کہ اس اعتراض کا صحیح جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ مدینہ ہر ہر بدعقیدہ یا بدعمل شخص کو نکال کر باہر کر دے گا۔ آپ نے مدینہ کی مثال بھٹی کے ساتھ دی تھی جو لوہے کے زنگ کو دور کرتی ہے اور ظاہر ہے بھٹی بھی ہر ہر لوہے کے زنگ کو دور نہیں کرتی بلکہ کچھ لوہوں کا زنگ دور کرتی ہے' اس لیے اس اعرابی یا اس جیسے اور بدعمل یا بدعقیدہ لوگوں کا مدینہ میں رہنا' اس حدیث کے منافی نہیں ہے۔

۱۸۸۴ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ' عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ يَزِيْدَ قَالَ سَمِعْتُ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ لَمَّا خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلٰى أُحُدٍ' رَجَعَ نَاسٌ مِّنْ أَصْحَابِهٖ' فَقَالَتْ فِرْقَةٌ نَقْتُلُهُمْ' وَقَالَتْ فِرْقَةٌ لَّا نَقْتُلُهُمْ' فَنَزَلَتْ ﴿فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنَافِقِيْنَ فِئَتَيْنِ﴾ (النساء:۸۸). وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّهَا تَنْفِي الرِّجَالَ كَمَا تَنْفِي النَّارُ خَبَثَ الْحَدِيْدِ.

[اطراف الحدیث: ۴۰۵۰-۴۵۸۹] (صحیح مسلم: ۱۳۸۴' الرقم المسلسل: ۳۲۴۶' سنن ترمذی: ۳۰۳۹' مسند احمد ج ۵ ص ۱۸۷ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۱۶۳۰- ج ۳۵ ص ۴۹۶-۴۹۵' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عدی بن ثابت از عبد اللہ بن یزید' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم (جنگ کے لیے) اُحد کی طرف گئے تو آپ کے اصحاب میں سے کچھ لوگ واپس آ گئے تو مسلمانوں میں سے بعض نے کہا: ہم ان کو قتل کریں گے اور بعض لوگوں نے کہا: ہم ان کو قتل نہیں کریں گے تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی: تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ منافقوں کے متعلق تمہاری دو رائیں ہو گئیں۔ (النساء:۸۸) اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مدینہ (برے) لوگوں کو نکال دیتا ہے جیسے بھٹی لوہے کے زنگ کو نکال دیتی ہے۔

ان منافقین کا مصداق جن کے متعلق النساء:۸۸ نازل ہوئی

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم احد کی طرف گئے تو آپ کے اصحاب میں سے کچھ لوگ واپس آ گئے۔

یہ غزوہ احد کا واقعہ ہے جو کہ ۳ھ میں برپا ہوا' اس روز ہفتہ تھا اور شوال کی پندرہ تاریخ تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب روانہ ہوئے' آپ لوگوں کی تعداد ایک ہزار تھی اور حملہ آور مشرکین کی تعداد تین ہزار تھی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روانہ ہو کر اُحد پہاڑ پر اترے' عبد اللہ بن ابی اپنے تین سو ساتھیوں سمیت لوٹ کر چلا گیا' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سات سو افراد رہ گئے۔

مشرکین کے گھڑسواروں میں حضرت خالد بن ولید تھے جو اس وقت تک اسلام نہیں لائے تھے' اور ان کے ساتھ ایک سو گھڑسوار تھے اور مسلمانوں کے پاس ایک گھوڑا بھی نہیں تھا' علامہ واقدی نے کہا ہے کہ مسلمانوں کے پاس دو گھوڑے تھے' ایک گھوڑا رسول

اللہ ﷺ کے پاس تھا اور ایک گھوڑا حضرت ابو بردہ رضی اللہ کے پاس تھا۔

عبداللہ بن ابی کے جو تین سو ساتھی عین معرکہ کارزار میں رسول اللہ ﷺ کا ساتھ چھوڑ کر چلے گئے تھے' ان کے متعلق یہ آیت (النساء:٨٨) نازل ہوئی تھی۔ (عمدۃ القاری ج١٠ ص ٣٥٢-٣٥١' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ کی اس روایت کے علاوہ ان منافقین کے مصداق کے متعلق اور بھی اقوال ہیں جن کا تفصیل کے ساتھ ذکر ہماری تفسیر تبیان القرآن میں النساء:٨٨ کی تفسیر میں کیا گیا ہے۔

١١ - بَابٌ
باب

امام بخاری نے اس باب کا کوئی عنوان نہیں لکھا اور وہ جس باب کا عنوان نہ لکھیں وہ ابوابِ سابقہ کے ساتھ لاحق ہوتا ہے اور یہ باب دو وجوں سے ابوابِ سابقہ کے مناسب ہے' ایک وجہ یہ ہے کہ بابِ سابق میں یہ حدیث تھی کہ مدینہ بُرے لوگوں کا زنگ اتار دیتا ہے' اور اس باب میں یہ حدیث ہے کہ آپ نے اہل مدینہ کے لیے برکت کی دعا کی اور جن لوگوں کے دلوں کا زنگ اتر گیا ہو' اس کا تقاضا یہ ہے کہ ان کے لیے برکت کی دعا کی جائے' دوسری وجہ یہ ہے کہ چونکہ نبی ﷺ کو اہل مدینہ کے ساتھ محبت تھی' اس لیے مدینہ نے اہل مدینہ کے لوگوں کے دلوں کا زنگ اتارا تھا اور اسی محبت کا تقاضا تھا کہ آپ نے ان لوگوں کے لیے برکت کی دعا فرمائی۔

١٨٨٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبِيْ قَالَ سَمِعْتُ يُوْنُسَ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ' عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ بِالْمَدِيْنَةِ ضِعْفَيْ مَا جَعَلْتَ بِمَكَّةَ مِنَ الْبَرَكَةِ. تَابَعَهُ عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ' عَنْ يُوْنُسَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وہب بن جریر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے یونس سے سنا از ابن شہاب از حضرت انس رضی اللہ از نبی ﷺ آپ نے دعا کی: اے اللہ! تو نے مکہ میں جتنی برکتیں نازل کی ہیں' مدینہ میں اس کی دو ضِعف برکتیں نازل فرما (یعنی چار گنا برکتیں نازل فرما)۔ جریر کی متابعت عثمان بن عمر نے کی ہے از یونس۔

(صحیح مسلم:١٣٦٩' الرقم المسلسل:٣٢١٦' مسند ابو یعلیٰ:٣٦٢٠-٣٥٧٨' الکامل لابن عدی ج٣ ص١١٦١' مسند احمد ج٣ ص١٤٢ طبع قدیم' مسند احمد:١٢٤٥٢-ج١٩ ص٤٣' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

نبی ﷺ نے جو مدینہ میں برکت کی دعا کی ہے' آیا اس سے مراد عام برکت ہے خواہ دنیاوی اُمور میں برکت ہو یا اخروی اُمور میں یا خاص دنیاوی برکت مراد ہے؟

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

الجوہری نے لکھا ہے کہ کسی چیز کا ضِعف اس کی مثل ہوتا ہے اور اس کے دو ضِعف اس کی دو مثلیں ہوتی ہیں' اور فقہاء نے کہا ہے کہ کسی چیز کا ضِعف اس کی دو مثلیں ہوتی ہیں اور اس کے دو ضِعف اس کی تین مثلیں ہوتی ہیں۔ (مصنف کے نزدیک یہ چار مثلیں ہونی چاہئیں)

اس حدیث میں برکت سے مراد دنیا کی برکت ہے' اور برکت کا معنی ہے: کثرتِ خیر۔ دنیا کی برکت کی دلیل یہ ہے کہ دوسری حدیث میں آپ نے اس طرح دعا کی ہے: اے اللہ! ہمارے صاع میں اور ہمارے مُد میں برکت نازل فرما۔ (صحیح البخاری:١٨٨٩)

اگر تم یہ اعتراض کرو کہ اس حدیث کے الفاظ عام ہیں' ان کا تقاضا یہ ہے کہ مدینہ میں نماز پڑھنے کا ثواب مکہ میں نماز پڑھنے سے دوضعف زیادہ ہو؟ علامہ عینی اس کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں: اگر ہم یہاں الفاظ کا عموم تسلیم کر لیں تو اس سے کچھ فائدہ نہیں ہو گا' کیونکہ دوسری حدیث سے اس کی تخصیص ہو گئی ہے جس میں آپ نے یوں دعا کی ہے: اے اللہ! ہمارے صاع میں اور ہمارے مد میں برکت دے۔ (صحیح البخاری:۱۸۸۹) اور اس سے واضح ہو گیا کہ یہاں برکت سے مراد دنیاوی چیزوں میں برکت ہے۔

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ برکت سے مراد عام ہے خواہ دین کے اُمور میں ہو یا دنیا کی چیزوں میں' یعنی وہ چیزیں بڑھ جائیں اور زیادہ ہو جائیں اور دین میں برکت کا یہ معنی ہے کہ زکوٰۃ اور کفارہ میں اضافہ ہو جائے۔

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ جب کسی وقت میں برکت حاصل ہو جائے تو آپ کی دعا کا مقبول ہونا ثابت ہو جائے گا لیکن وہ اس کو مستلزم نہیں ہے کہ یہ برکت دائماً ہو یا ہر وقت ہو یا ہر شخص کے لیے ہو۔

علامہ عینی نے کہا: اس معنی پر وہ اعتراض ہے جو اسی میں مستور ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۳۵۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کے متعلق یہ کہنا کہ وہ دائماً مقبول نہیں ہوتی' آپ کی محبت سے محرومی' بے ادبی اور خلافِ تحقیق ہے

میں کہتا ہوں کہ یہ معنی صحیح نہیں ہے کیونکہ جب ایک مرتبہ مدینہ میں برکت ثابت ہوئی اور آپ کی دعا کا مقبول ہونا ثابت ہو گیا تو دوسری مرتبہ آپ کی دعا کے مقبول نہ ہونے پر کیا دلیل ہے اور اس کے مقبول ہونے سے کیا چیز مانع ہے۔

امام بخاری نے اپنی صحیح میں یہ حدیثِ قدسی روایت کی ہے جس میں اللہ تعالیٰ اپنے ولی کے متعلق فرماتا ہے:

ولئن سالنی لاعطینہ. اگر میرا ولی مجھ سے سوال کرے تو میں اس کو ضرور بالضرور عطا فرماؤں گا۔

(صحیح البخاری: ۶۵۰۲' المعجم الاوسط: ۹۳۴۸' مسند البزار: ۳۶۴۷۔ ۳۶۴۷' کتاب الزہد للبیہقی: ۶۹۸' الکامل لابن عدی ج ۵ ص ۱۹۳۹' مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۲۶۹' مسند احمد ج ۶ ص ۲۵۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۶۱۹۳۔ ج ۴۳ ص ۲۶۱' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

جب اللہ تعالیٰ اپنے ولی کی ہر دعا قبول فرماتا ہے اور کسی دُعا کو مسترد نہیں فرماتا تو ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کو کسی وقت کب مسترد فرمائے گا اور آپ کی دعا کیوں دائماً قبول نہیں ہو گی!

نیز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چھ لوگوں پر میں نے لعنت کی ہے اور اللہ نے ان پر لعنت کی ہے اور ہر نبی کی دعا قبول ہوتی ہے۔ (الحدیث)

(سنن ترمذی: ۲۱۵۴' مصابیح السنۃ: ۸۷' المستدرک ج ۱ ص ۳۶' صحیح ابن حبان: ۵۷۴۹' مشکوٰۃ: ۱۰۹)

علامہ قرطبی کی اصل عبارت

صحیح مسلم: ۱۲۲۰ میں مذکور ہے: اور مدینہ ان کے لیے زیادہ بہتر ہے کاش وہ جانتے۔

علامہ ابو العباس احمد بن عمر بن ابراہیم قرطبی متوفی ۶۵۶ھ لکھتے ہیں: حضرت انس کی حدیث میں ہے:

اے اللہ! مکہ میں جتنی برکتیں ہیں مدینہ میں اس کی دوضعف برکتیں نازل کر دے' اور برکت کا معنی یہ ہے کہ جو چیز اس کے صاع اور مُد کے پیمانہ سے ناپی جائے اس کو زیادہ کر دے اور اس کا وجود دگنا کر دے' یا اس سے زیادہ سیر کر دے اور اللہ تعالیٰ نے ان میں سے ہر چیز کو مدینہ میں کر دیا اور ہر علاقہ اور ہر شہر سے کھینچ کر لوگ مدینہ آ گئے اور یہ بادشاہوں کا مستقر بن گیا اور مدینہ کی طرف رزق

لائے گئے اور اس میں کھانے والوں کی کمی کے باوجود اس میں کثرت کی گئی اور خوراک میں ان کی حرص کو چھوڑ دیا گیا وہ دن میں صرف ایک مرتبہ کھاتے تھے اور مٹھی بھر کھجوریں انہیں کافی ہوتی تھیں' پھر یہ لازم نہیں ہے کہ یہ برکت دائمی ہو اور نہ یہ لازم ہے کہ ہر شخص میں ہو بلکہ جب کئی زمانوں میں اور اکثر لوگوں میں یہ برکت پائی جائے تو یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا کے مقبول ہونے کے لیے کافی ہے۔

(المفہم ج ۳ ص ۴۸۰' دار ابن کثیر بیروت' ۱۴۲۰ھ)

مکہ کی مدینہ پر فضیلت کا بیان

اس حدیث کی شرح میں مکہ اور مدینہ کے درمیان افضلیت کی بحث علامہ ابن بطال مالکی نے بھی کی ہے' وہ لکھتے ہیں:

بعض علماء نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ مدینہ مکہ سے افضل ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ کے لیے جو دعا کی ہے اس سے دگنی دعا مدینہ کے لیے کی ہے اور دوسرے علماء نے یہ کہا ہے کہ مکہ مدینہ سے افضل ہے' انہوں نے کہا ہے کہ اگر مدینہ کے لیے دگنی برکت کی دعا کرنا اس کو مستلزم ہو کہ مدینہ مکہ سے افضل ہے تو پھر شام اور یمن کو بھی مکہ سے افضل ہونا چاہیے حالانکہ اس کا کوئی بھی قائل نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شام اور یمن کے لیے کئی بار دعا کی ہے' جیسا کہ درج ذیل حدیث میں ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا کی: اے اللہ! ہمارے شام میں برکت دے اور ہمارے یمن میں برکت دے' صحابہ نے کہا: اور ہمارے نجد میں' تو آپ نے دعا کی: اے اللہ! ہمارے شام اور ہمارے یمن میں برکت دے' صحابہ نے کہا: اور ہمارے نجد میں' تو آپ نے فرمایا: وہاں زلزلے اور فتنے ہوں گے۔ (صحیح البخاری: ۷۱۰۳)

اس حدیث میں مکہ کے لیے دعا کا ذکر نہیں ہے اور شام کے لیے دو بار برکت کی دعا کا ذکر ہے' سو اسی طرح مدینہ کے لیے دو ضِعف برکت کی دعا کرنا اور مکہ کے لیے دعا نہ کرنا' مدینہ کی مکہ پر فضیلت کا موجب نہیں ہے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۳۲۲۲۔ ج ۳ ص ۷۰۲ میں مذکور ہے' اس کی شرح کا عنوان ہے: مکہ اور مدینہ میں کون افضل ہے۔

۱۸۸۶ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ، فَنَظَرَ إِلٰى جُدُرَاتِ الْمَدِينَةِ، أَوْضَعَ رَاحِلَتَهُ، وَإِنْ كَانَ عَلٰى دَابَّةٍ حَرَّكَهَا، مِنْ حُبِّهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن جعفر نے حدیث بیان کی از حمید از حضرت انس رضی اللہ عنہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کسی سفر سے واپس آتے' پھر مدینہ کی دیواروں کو دیکھتے تو اپنی سواری کو تیز دوڑاتے اور اگر آپ سواری پر ہوتے تو مدینہ کی محبت کی وجہ سے سواری کو تیز چلاتے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۸۰۲ میں گزر چکی ہے۔

۱۲ - بَابُ كَرَاهِيَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تُعْرَى الْمَدِينَةُ

مدینہ کو خالی اور ویران کرنا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ناپسند تھا

۱۸۸۷ - حَدَّثَنَا ابْنُ سَلَامٍ قَالَ أَخْبَرَنَا الْفَزَارِيُّ،

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابن سلام نے حدیث

عَنْ حُمَيْدِ الطَّوِيْلِ، عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اَرَادَ بَنُوْ سَلِمَةَ اَنْ يَّتَحَوَّلُوْا اِلٰى قُرْبِ الْمَسْجِدِ، فَكَرِهَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ تُعْرَى الْمَدِيْنَةُ، وَقَالَ يَا بَنِيْ سَلِمَةَ، اَلَا تَحْتَسِبُوْنَ اٰثَارَكُمْ. فَاَقَامُوْا.

بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں الفزاری نے خبر دی از حمید الطویل از حضرت انس رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ بنوسلمہ نے یہ ارادہ کیا کہ وہ مسجد (نبوی) کے قریب منتقل ہو جائیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ناپسند کیا کہ مدینہ کو خالی اور ویران کر دیا جائے، آپ نے فرمایا: اے بنوسلمہ! (تم دور سے چل کر) آنے میں اپنے قدموں کا ثواب شمار نہیں کرتے! پھر وہ وہیں رہ گئے۔

حدیث مذکور کی شرح، صحیح البخاری: ۶۵۵ میں گزر چکی ہے۔

۱۳ - بَابٌ

باب

۱۸۸۸ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، عَنْ يَّحْيٰى، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنِيْ خُبَيْبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا بَيْنَ بَيْتِيْ وَمِنْبَرِيْ رَوْضَةٌ مِّنْ رِّيَاضِ الْجَنَّةِ، وَمِنْبَرِيْ عَلٰى حَوْضِيْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی از یحییٰ از عبید اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما انہوں نے کہا: مجھے خبیب بن عبدالرحمٰن نے حدیث بیان کی از حفص بن عاصم از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: میرے حجرہ اور میرے منبر کے درمیان (جگہ) جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اور میرا منبر میرے حوض پر ہے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۱۹۶ میں گزر چکی ہے، تاہم بعض چیزوں کی وضاحت کی جارہی ہے۔

آپ کے حجرہ اور منبر کے درمیان زمین کا ٹکڑا آیا حقیقۃً جنت ہے یا مجازاً؟

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ رحمت کے نزول اور حصولِ سعادت میں میرے حجرہ اور میرے منبر کی جگہ جنت کے باغات میں سے ایک باغ کی مثل ہے یا معنی یہ ہے کہ اس جگہ پر عبادت کرنا جنت تک پہنچا دیتا ہے یا اس کا معنی یہ ہے کہ یہ جگہ حقیقۃً جنت ہے بایں طور کہ آخرت میں بعینہٖ یہ جگہ جنت کی طرف منتقل کر دی جائے گی اور یہ اس کا خلاصہ ہے جو علماء نے اس حدیث کی تاویل میں کہا ہے۔

نیز اس حدیث میں آپ نے فرمایا ہے کہ میرا منبر میرے حوض پر ہے، اس کا معنی یہ ہے کہ قیامت کے دن یہ منبر منتقل کر کے میرے حوض پر نصب کر دیا جائے گا اور اکثر نے یہی کہا ہے کہ یہی منبر میرے حوض پر نصب کیا جائے گا اور بعض نے کہا ہے کہ قیامت کے دن ایک منبر میرے حوض پر رکھا جائے گا اور اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ جو شخص نیک اعمال کرنے کے لیے میرے منبر کا قصد کرے گا اور اس کے سامنے حاضر ہوگا تو یہ منبر اس شخص کو حوض پر لے جائے گا اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ وہ اس حوض سے پیے گا۔

اس حدیث سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ مدینہ مکہ سے افضل ہے کیونکہ یہ ثابت ہے کہ آپ کے حجرہ اور منبر کے درمیان زمین کا جو ٹکڑا ہے، وہ جنت ہے اور حدیث میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ضرور جنت میں کمان کی ایک قاب (نصف دائرہ) جتنی جگہ بھی ان جگہوں سے افضل ہے جن پر سورج طلوع ہوتا ہے یا غروب ہوتا ہے۔ (صحیح البخاری: ۲۷۹۳، صحیح مسلم: ۱۸۸۲)

شیخ ابن حزم نے اس پر رد کیا ہے اور کہا ہے کہ اس جگہ کا جنت ہونا مجازاً ہے کیونکہ اگر یہ جگہ حقیقۃً جنت ہوتی تو اس میں بھوک

اور پیاس نہ لگی' جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اِنَّ لَكَ اَلَّا تَجُوْعَ فِيْهَا وَلَا تَعْرٰىO (طٰہٰ:۱۱۸) بے شک آپ جنت میں نہ بھوکے رہیں گے نہ برہنہO

بلکہ اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ اس جگہ نماز پڑھنا جنت تک پہنچا دیتا ہے اور جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جنت تلواروں کے سائے کے نیچے ہے۔ (صحیح مسلم:۱۷۴۲) اور اگر یہ ثابت بھی ہو جائے کہ زمین کا یہ ٹکڑا حقیقۃً جنت ہے تو بالخصوص زمین کا یہ ٹکڑا مکہ سے افضل ہوگا۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۳۸۱-۳۸۰' دارالمعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ نے بھی تقریباً اسی طرح لکھا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۳۵۵-۳۵۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حدیث مذکور کی دیگر روایات

امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی متوفی ۳۶۰ھ' اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میری قبر اور میرے منبر کے درمیان کی جگہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اور میرا منبر میرے حوض پر ہے۔

(المعجم الکبیر:۱۳۱۵۶' المعجم الاوسط:۷۴۳-۶۱۴' حافظ الہیثمی نے کہا: اس حدیث کی سند صحیح ہے' مجمع الزوائد ج ۹ ص ۶۹)

اس حدیث پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ میں آپ کی قبر کب تھی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ آپ نے مستقبل کے اعتبار سے مجازاً فرمایا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے حجرے اور میرے مصلّٰی کے درمیان کی جگہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ (المعجم الاوسط:۵۲۲۷-ج ۶ ص ۱۱۱' مکتبۃ المعارف' ریاض' ۱۴۱۵ھ)

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میرے بیت اور میرے منبر کے درمیان جو جگہ ہے وہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ (المعجم الاوسط:۶۴۴۰-ج ۷ ص ۲۲۸' مکتبۃ المعارف' ریاض)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے بیت اور منبر کے درمیان جو جگہ ہے' وہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔

(المعجم الاوسط:۹۸-ج ۱ ص ۱۰۱' صحیح البخاری:۵۳۳۷' سنن ترمذی:۳۹۴۱' سنن کبریٰ:۴۲۹۰' مسند البزار:۱۱۹۵' مشکل الآثار:۲۸۷۳' مسند الحمیدی:۲۹۰' المعجم الکبیر:۱۳۱۵۶-۲۳۳۲' مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۶ طبع قدیم' مسند احمد:۷۲۲۳' موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث "من زار قبری وجبت له شفاعتی" کی تحقیق

باب مذکور کی حدیث میں یہ فرمایا ہے کہ میری قبر اور میرے منبر کے درمیان کی جگہ جنت کے باغات میں سے ہے۔ (صحیح البخاری:۱۸۸۸)

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر انور کی فضیلت کا بیان ہے' اسی طرح درج ذیل حدیث بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر مبارک کی فضیلت پر دلالت کرتی ہے:

امام علی بن عمر الدارقطنی المتوفی ۳۸۵ھ' اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

ثنا القاضي المحاملي' نا عبيد الله بن محمد الورّاق' نا موسى بن هلال العبدي عن عبيد الله بن عمر عن

عن ابن عمر قال قال رسول اللهﷺ من زار قبری وجبت له شفاعتی۔

موسیٰ بن ہلال العبدی از عبید اللہ بن عمر از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لیے میری شفاعت واجب ہوگئی۔

(سنن دار قطنی: ۲۶۵۸۔ ج ۲ ص ۱۵۳۱ دار المعرفہ بیروت' سنن دار قطنی ج ۲ ص ۲۷۸' نشر السنۃ' ملتان)

حدیث ''من زار قبری'' کی سند پر غیر مقلد عالم کا اعتراض

اس حدیث کی سند کے ایک راوی موسیٰ بن ہلال العبدی پر ایک غیر مقلد عالم شمس الحق عظیم آبادی نے حسب ذیل اعتراض کیا ہے:

موسیٰ بن ہلال العبدی شیخ بصری ہیں' ابوحاتم نے کہا: یہ مجہول ہیں' العقیلی نے کہا: ان کی حدیث کی متابعت نہیں کی جاتی' ابن عدی نے کہا: مجھے امید ہے کہ ان کی حدیث میں کوئی خوف یا حرج نہیں ہے' الذہبی نے کہا: میں کہتا ہوں کہ وہ صالح الحدیث ہیں اور ان کی حدیث ''من زار قبری'' کو منکر قرار دیا گیا ہے۔ (حاشیہ سنن دار قطنی ج ۱ ص ۲۷۹۔۲۷۸' نشر السنۃ' ملتان)

اس حدیث کے راوی موسیٰ بن ہلال العبدی کو مجہول قرار دینے کا جواب

علامہ علی بن عبد الکافی تقی الدین السبکی الشافعی المتوفی ۷۴۶ھ لکھتے ہیں:

رہا ابوحاتم کا یہ کہنا کہ موسیٰ بن ہلال العبدی مجہول ہیں' تو ان کے مجہول ہونے سے کوئی ضرر نہیں ہے' کیونکہ اس سے جہالۃ العین مراد ہوگی یا جہالۃ الوصف مراد ہوگی' اگر اس سے جہالۃ العین مراد ہے اور فن اصول حدیث میں غالب اصطلاح یہی ہے تو یہ جہالت مرتفع ہے' کیونکہ موسیٰ بن ہلال العبدی سے حسب ذیل ائمہ حدیث نے حدیث روایت کی ہے:

(۱) امام احمد بن حنبل (۲) محمد بن جابر المحاربی (۳) محمد بن اسماعیل الاحمسی (۴) ابوامیہ محمد بن ابراہیم الطرطوسی (۵) عبید بن محمد الوراق (۶) الفضل بن سہل (۷) جعفر بن محمد البزوری۔

اگر حدیث کے دو امام کسی شخص سے حدیث روایت کریں تو اس کی جہالت مرتفع ہو جاتی ہے تو جس شخص سے سات ائمہ حدیث' حدیث روایت کریں وہ کیسے مجہول العین رہے گا جب کہ امام ابن عدی نے ان کے متعلق کہا ہے: مجھے امید ہے کہ ان کی حدیث کی روایت میں کوئی خوف یا حرج نہیں ہے۔

اور اگر اس سے مراد جہالۃ الوصف ہے تو وہ اس طرح مرتفع ہو جاتی ہے کہ امام احمد نے موسیٰ بن الہلال سے روایت کی ہے اور علامہ ابن الجوزی نے امام احمد بن حنبل کے مشائخ کے متعلق لکھا ہے کہ وہ ثقہ ہیں کیونکہ امام احمد صرف ثقہ سے روایت کرتے ہیں اور خود مخالف نے یہ تصریح کی ہے کہ حدیث میں جرح اور تعدیل کے علماء دو قسم کے ہیں' ایک وہ ہیں جو صرف ثقہ سے روایت کرتے ہیں: جیسے امام مالک' شعبہ' یحییٰ بن سعید' عبد الرحمان بن مہدی' امام احمد بن حنبل' اسی طرح امام بخاری اور ان کے امثال۔

(شفاء السقام ص ۱۰۔۹)

میں کہتا ہوں کہ علامہ شمس الدین محمد بن احمد الذہبی نے ہر چند کہ ''من زار قبری'' کی روایت کو منکر کہا ہے لیکن موسیٰ بن ہلال العبدی کی تعدیل اور توثیق کی ہے' وہ لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ وہ صالح الحدیث ہیں' ان سے امام احمد' الفضل بن سہل الاعرج' ابوامیہ الطرطوسی' احمد بن غرزہ اور دوسروں نے حدیث کی روایت کی ہے۔ (میزان الاعتدال ج ۶ ص ۵۶۷' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۶ھ)

اسی طرح حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے بھی موسیٰ بن ہلال العبدی کی توثیق کی ہے' وہ لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ وہ روایت حدیث کی صلاحیت رکھتے ہیں' ان سے امام احمد' الفضل بن سہل الاعرج' ابوامیہ الطرطوسی' احمد بن عرزہ اور دوسروں نے حدیث کی روایت کی ہے۔ (لسان المیزان ج۶ ص ۱۳۵-۱۳۴' مؤسسۃ الاعلمی للمطبوعات' ۱۳۹۰ھ)

تاہم حافظ ابن حجر نے اپنی کتاب میں اس حدیث کا ذکر کیا ہے:

جس نے میری قبر کی زیارت کی یا میری زیارت کی' میں اس کے حق میں شہادت دوں گا یا اس کی شفاعت کروں گا اور جو کسی ایک حرم میں فوت ہو گیا' اللہ اس کو قیامت کے دن امن یافتہ لوگوں میں سے اٹھائے گا۔

(المطالب العالیہ: ۱۲۵۳- ج۱ ص ۳۷۱' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

موسیٰ بن ہلال العبدی کی روایت کی عدم متابعت کا جواب

علامہ علی بن عبد الکافی تقی الدین السبکی التوفی ۷۵۶ھ لکھتے ہیں:

رہا عقیلی کا یہ کہنا کہ اس حدیث کی روایت میں موسیٰ بن ہلال العبدی کی متابعت نہیں کی گئی ہے' اور امام بیہقی کا یہ کہنا کہ خواہ انہوں نے عبید اللہ سے روایت کی ہو یا عبد اللہ سے' بہر صورت یہ حدیث منکر ہے' ان کے علاوہ کسی اور نے یہ روایت نہیں کی' تو اس کا جواب یہ ہے کہ مخالفین کو اس حدیث پر اس کے سوا اور کوئی اعتراض نہیں ملا کہ موسیٰ بن ہلال کے سوا اور کسی نے اس حدیث کو روایت نہیں کی۔ (الیٰ قولہ)

ہم کو موسیٰ بن ہلال کی اس روایت کے متعدد متابعات اور شواہد مل گئے ہیں' جن کا ان شاء اللہ عنقریب ہم ذکر کریں گے' اور اس سے یہ واضح ہو گیا کہ اس حدیث کا کم از کم درجہ یہ ہے کہ یہ حسن ہو اور حدیثِ حسن کی دو قسمیں ہیں' ایک یہ کہ اس کی سند مستور ہو اور اس کی اہلیت محقق نہ ہو' اور اس کا راوی غافل اور کثیر الخطاء نہ ہو اور اس کے فسق کا کوئی سبب ظاہر نہ ہو' اس کے ساتھ اس کی حدیث کے متن کی مثل کسی دوسری سند سے مروی ہو اور موسیٰ بن ہلال العبدی کا کم از کم یہی مرتبہ ہے اور ان کی روایت بھی اسی مرتبہ کی ہے۔

حدیث حسن کی دوسری قسم یہ ہے کہ اس کا راوی صدق اور امانت میں مشہور ہو اور حفظ میں کمی کی وجہ سے وہ حدیث صحیح کے راویوں کے برابر نہ پہنچا ہو' اس کے باوجود اس کا مرتبہ ان سے بلند ہو جن کی حدیث منکر قرار دی جاتی ہے' اور یہ حدیث اس کا تقاضا کرتی ہے کہ اس کے اوپر حسن کا اطلاق کیا جائے۔

رہا یہ کہ یہ حدیث عبید اللہ سے مروی ہے اور اس کو عبد اللہ کی روایت پر ترجیح ہے یا یہ حدیث دونوں سے مروی ہے' یا برسبیل تنزل یہ صرف عبد اللہ سے مروی ہے تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ یہ حدیث حسن ہے' اور اگر بالفرض یہ حدیث ضعیف ہو تب بھی کوئی مضائقہ نہیں ہے کیونکہ تعدد اسانید کی وجہ سے یہ حدیث حسن ہے۔

جو شخص نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر انور کی زیارت کرے گا' اس کو آپ کی شفاعت کی بشارت ہے اور یہ اس کو متضمن ہے کہ اس کا خاتمہ اسلام پر ہو گا۔ (شفاء السقام ص ۱۴-۱۰ ملخصاً)

حدیث "من زار قبری" کا متابع اوّل (۱)

امام ابوبکر احمد بن عمرو بن عبد الخالق البزار التوفی ۲۹۲ھ نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے:

حدثنا قتیبۃ' ثنا عبد اللہ بن ابراھیم' ثنا عبد الرحمٰن بن زید عن ابیہ عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من زار

قبری حلت له شفاعتی۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لیے میری شفاعت حلال ہو جائے گی۔

(کشف الاستار عن زوائد البزار: ۱۱۹۸۔ ج ۲ ص ۵۷ مجمع الزوائد ج ۴ ص ۲ حافظ نور الدین الہیثمی نے لکھا ہے کہ اس حدیث کی سند میں عبد اللہ بن ابراہیم الغفاری ضعیف ہے لیکن اسے اس سے ضرر نہیں کیونکہ یہ حدیث متابعات میں سے ہے بہرحال اس حدیث سے عقیلی کا یہ کہنا غلط ہو گیا کہ اس حدیث کا کوئی متابع نہیں ہے کیونکہ امام دارقطنی نے اس حدیث کو موسیٰ بن ہلال العبدی سے روایت کیا ہے اور امام بزار نے اس حدیث کو عبد الرحمان بن زید از والد خود روایت کیا ہے دارقطنی کی روایت میں "وجبت" کا لفظ ہے اور امام بزار کی روایت میں "حلت" کا لفظ ہے۔ (شفاء السقام ص ۱۴ وفاء الوفاء ج ۴ ص ۱۳۳۹ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۴۰۱ھ)

حدیث "من زار قبری" کا متابع ثانی (۲)

حافظ ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی متوفی ۳۶۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حدثنا عبدان بن احمد ثنا عبد الله بن محمد العبادی البصری ثنا مسلم بن سالم الجهنی حدثنی عبید الله بن عمر عن نافع عن سالم عن ابن عمر قال قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم من جاء نی زائرا لا یعمده حاجة الا زیارتی کان حقا علی ان اکون له شفیعا یوم القیامة۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص میری زیارت کے لیے آیا اور اس کو میری زیارت کے سوا اور کوئی کام نہیں تھا تو مجھ پر اس کا حق ہے کہ میں قیامت کے دن اس کی شفاعت کروں۔ (المعجم الکبیر: ۱۳۱۴۹۔ ج ۱۲ ص ۲۲۵ داراحیاء التراث العربی بیروت شفاء السقام ص ۱۶) (المعجم الاوسط: ۴۵۴۳۔ ج ۵ ص ۲۷۶۔ ۲۷۵ مکتبۃ المعارف ریاض ۱۴۱۵ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی نے بھی اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔

(تلخیص الحبیر ج ۳ ص ۹۰۳ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ ۱۴۱۷ھ)

علامہ نور الدین علی بن احمد السمہودی المتوفی ۹۱۱ھ نے بھی اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔

(وفاء الوفاء ج ۴ ص ۱۳۴۰ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۴۰۱ھ)

حدیث "من زار قبری" کا متابع ثالث (۳)

امام علی بن عمر الدارقطنی المتوفی ۳۸۵ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن مجاهد عن ابن عمر قال قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم من حج فزار قبری بعد وفاتی فکانما زارنی فی حیاتی۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے حج کیا پھر میری وفات کے بعد میری قبر کی زیارت کی تو گویا اس نے میری زندگی میں میری زیارت کی۔ (سنن بیہقی ج ۵ ص ۲۴۶ نشر السنۃ ملتان شفاء السقام ص ۲۰ شعب الایمان: ۴۱۵۴۔ ج ۳ ص ۴۸۹ سنن دارقطنی: ۲۶۵۶۔ ج ۲ ص ۲۵۳ دارالمعرفہ بیروت المعجم الاوسط: ۲۸۷ الکامل لابن عدی ج ۲ ص ۷۹۰ جمع الجوامع: ۲۰۵۵۱ الجامع الصغیر: ۸۶۲۸ تلخیص الحبیر ج ۳ ص ۹۰۲ وفاء الوفاء ج ۴ ص ۱۳۴۱ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۴۰۱ھ)

حدیث "من زار قبری" کا متابع رابع (۴)

حافظ ابواحمد عبد اللہ بن عدی الجرجانی المتوفی ۳۶۵ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

مالك عن نافع عن ابن عمر قال قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم من حج البیت فلم یزرنی فقد جفانی۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے بیت اللہ کا حج کیا' پھر میری زیارت نہیں کی' اس نے مجھ سے بے وفائی کی۔ (الضعفاء الکامل لابن عدی ج ۷ ص ۲۴۸۰' المکتبۃ الاثریۃ سانگلہ ہل' پاکستان' شفاء السقام ص ۲۷' وفاء الوفاء ج ۴ ص ۱۳۴۲' داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۰۱ھ)

حدیث ''من زار قبری'' کا متابع خامس (۵)

امام سلیمان بن داؤد بن الجارود المتوفی ۲۰۴ھ' اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حدثنا ابو داؤد حدثنا سوار بن میمون ابو الجراح العبدی قال حدثنی رجل من آل عمر عن عمر رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقول من زار قبری او قال من زارنی کنت له شفیعا او شهیدًا ومن مات فی احد الحرمین بعثه اللہ فی الامنین یوم القیامة۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جس نے میری قبر کی زیارت کی یا فرمایا: جس نے میری زیارت کی' میں اس کی شفاعت کروں گا یا اس کے حق میں گواہی دوں گا اور جو دو حرموں میں سے کسی ایک حرم میں فوت ہو گیا' اس کو اللہ عزوجل قیامت کے دن امن والے لوگوں میں سے اٹھائے گا۔ (مسند ابوداؤد الطیالسی: ۶۵۔ ج ۱ ص ۴۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۵ھ' شفاء السقام ص ۲۹' سنن بیہقی ج ۵ ص ۲۴۵' کتاب الضعفاء للعقیلی ج ۴ ص ۳۶۲' اللآلی المصنوعۃ ج ۲ ص ۱۰۹' الفوائد المجموعۃ للشوکانی: ۱۱۷' الترغیب والترہیب: ۱۸۰۲' شعب الایمان: ۴۱۵۳۔ ج ۳ ص ۴۸۸' وفاء الوفاء ج ۴ ص ۱۳۴۳' داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۰۱ھ)

حدیث ''من زار قبری'' کا متابع سادس (۶)

امام ابوجعفر محمد بن عمرو العقیلی المتوفی ۳۲۲ھ' اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن سوار بن میمون عن هارون بن قزعة عن رجل من آل الخطاب عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال من زارنی متعمدًا کان فی جوار اللہ یوم القیامة۔

آل خطاب میں سے ایک شخص روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے قصداً میری زیارت کی' وہ قیامت کے دن اللہ کی پناہ میں ہو گا۔ (کتاب الضعفاء للعقیلی: ۱۹۷۳۔ ج ۴ ص ۳۶۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ' شفاء السقام ص ۳۱' الترغیب والترہیب: ۱۸۰۱۔ ج ۲ ص ۱۸۶' دارابن کثیر' ۱۴۱۴ھ' شعب الایمان: ۴۱۵۱' وفاء الوفاء ج ۴ ص ۱۳۴۳' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۱ھ)

حدیث ''من زار قبری'' کا متابع سابع (۷)

امام علی بن عمر دارقطنی متوفی ۳۸۵ھ' اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن حاطب قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من زارنی بعد موتی فکانما زارنی فی حیاتی۔ (الحدیث)

حضرت حاطب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے میری وفات کے بعد میری زیارت کی تو گویا اس نے میری حیات میں میری زیارت کی۔ (الحدیث) (سنن دارقطنی: ۲۶۵۷۔ ج ۲ ص ۵۳۱۔ ۵۳۰' دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۲ھ' تلخیص الحبیر: ۱۰۷۵۔ ج ۳ ص ۹۰۲' مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ' شفاء السقام ص ۳۲' وفاء الوفاء ج ۴ ص ۱۳۴۴' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۱ھ)

حدیث ''من زار قبری'' کا متابع ثامن (۸)

امام ابوجعفر عقیلی متوفی ۳۲۲ھ' اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من زارنی فی مماتی کان کمن زارنی فی حیاتی۔ (الحدیث)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے میری وفات کے بعد میری زیارت کی' گویا اس نے میری حیات میں زیارت کی اور جس نے میری زیارت کی حتیٰ کہ وہ میری قبر تک پہنچا' میں قیامت کے دن اس کے حق میں شہادت دوں گا یا اس کی شفاعت کروں گا۔ (کتاب الضعفاء للعقیلی: ۱۵۱۳۔ ج ۳ ص ۴۵۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ' شفاء السقام ص ۳۸' وفاء الوفاء ج ۴ ص ۱۳۴۴' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۱ھ)

حدیث "من زار قبری" کا متابع تاسع (۹)

حافظ ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن انس بن مالك قال قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من مات فی احد الحرمین بعث من الامنین یوم القیامة و من زارنی محتسبا الی المدینة کان فی جواری یوم القیامة۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص حرمین میں سے کسی ایک حرم میں فوت ہوا' وہ قیامت کے دن امن والوں میں سے اٹھے گا اور جس نے اخلاص سے مدینہ میں میری زیارت کی' وہ قیامت کے دن میری پناہ میں ہوگا۔ (شعب الایمان: ۴۱۵۸۔ ج ۳ ص ۴۹۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۰ھ' الترغیب والترہیب: ۱۸۰۳۔ ج ۲ ص ۱۸۶' شفاء السقام ص ۳۶' وفاء الوفاء ج ۴ ص ۱۳۴۸' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۱ھ)

حدیث "من زار قبری" کا متابع عاشر (۱۰)

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن ابی هریرة قال قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ما من عبد یسلم علی عند قبری الا وکل اللّٰہ به ملکا یبلغنی وکفی امر آخرته ودنیاه وکنت له شهیدا وشفیعا یوم القیامة۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو بندہ بھی میری قبر کے پاس مجھ پر سلام عرض کرتا ہے' اللہ اس کے ساتھ ایک فرشتہ مقرر کر دیتا ہے جو مجھ کو سلام پہنچاتا ہے اور وہ اس کی دنیا اور آخرت سے کفایت کرتا ہے اور قیامت کے دن میں اس شخص کے حق میں گواہی دوں گا اور اس کی شفاعت کروں گا۔

(شعب الایمان: ۴۱۵۶۔ ج ۳ ص ۴۸۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۰ھ)

حدیث "من زار قبری" کا متابع حادی عشر (۱۱)

امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت قدس سرہ متوفی ۱۵۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

ابوحنیفة عن نافع عن ابن عمر قال من السنة ان تاتی قبر النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من قبل القبلة ویجعل ظهرك الی القبلة وتستقبل القبر بوجهك ثم تقول السلام علیك ایها النبی ورحمة اللّٰہ وبرکاته۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: سنت یہ ہے کہ تم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر (مبارک) پر قبلہ کی جانب سے آؤ' پھر اپنی پیٹھ قبلہ کی طرف کرو اور اپنا منہ قبر (انور) کی طرف کرو' پھر تم کہو: "**السلام علیك ایها النبی ورحمة اللّٰہ وبرکاته**"۔

(مسند الامام الاعظم ص ۱۲۶' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

ملا علی بن سلطان محمد القاری المتوفی ۱۰۱۴ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت ابن عمر نے فرمایا: سنت یہ ہے' یعنی صحابہ اور تابعین کی سنت یہ ہے' حضرت ابن عمر نے فرمایا: تم قبلہ کی طرف سے آؤ'

پھر اس کی تاکید کرتے ہوئے فرمایا: اپنا منہ آپ کی قبر انور کی طرف کرو اور پیٹھ قبلہ کی طرف کرو' یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی زیارت کا سب سے خاص ادب ہے۔ (شرح مسند ابو حنیفہ ص ۲۰۲-۲۰۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۰۵ھ)

فاضل عبد الحی لکھنوی متوفی ۱۳۰۴ھ' اس حدیث کے حاشیہ پر لکھتے ہیں:

علماء اس پر متفق ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی زیارت اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کا سب سے عظیم ذریعہ ہے' اور تمام اعمال شرعیہ میں سب سے افضل عمل ہے' اور جس نے اس کے جواز کا انکار کیا' وہ خود بھی گم راہ ہے اور دوسروں کو بھی گم راہ کرتا ہے' ایک قول یہ ہے کہ یہ سنت ہے' دوسرا قول یہ ہے کہ یہ واجب ہے اور تیسرا قول یہ ہے کہ یہ واجب کے قریب ہے' کیونکہ حدیث میں ہے: جس نے حج کیا اور میری زیارت نہیں کی اس نے مجھ سے بے وفائی کی اور دوسری احادیث ہیں جن کی امام طبرانی' امام دار قطنی اور امام ابن عدی وغیرہم نے روایت کی ہے اور یہ ابن تیمیہ کی خطاء ہے کہ اس نے کہا: اس باب میں وارد تمام احادیث ضعیف ہیں بلکہ موضوع ہیں۔

(حاشیہ مسند ابو حنیفہ ص ۲۰۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

حدیث "من زار قبری" کا متابع ثانی عشر (۱۲)

امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ' اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن عبد الله بن دينار قال رايت عبد الله بن عمر يقف على قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم فيصلی على النبی صلی اللہ علیہ وسلم وعلى ابی بكر و عمر۔

عبداللہ بن دینار نے کہا: میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا' وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور کے پاس کھڑے ہوئے آپ پر اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما پر صلوٰۃ پڑھ رہے تھے۔

(موطأ امام مالک' کتاب قصر الصلوٰۃ' باب: ۲۲' حدیث: ۶۸۔ ج ۱ ص ۱۰۷' المکتبۃ التوفیقیہ)

حدیث "من زار قبری" کا متابع ثالث عشر (۱۳)

امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ' اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

اخبرنا مالك اخبرنا عبد الله بن دينار ان ابن عمر كان اذا اراد سفرا او قدم من سفر جاء قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم فصلی عليه و دعا ثم انصرف قال محمد هكذا ينبغی ان يفعله اذا قدم المدينة ياتی قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

عبداللہ بن دینار بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب کسی سفر پر جانے کا ارادہ کرتے یا کسی سفر سے واپس آتے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر آ کر آپ پر صلوٰۃ پڑھتے اور دعا کرتے' پھر چلے جاتے' امام محمد نے فرمایا: اسی طرح کرنا چاہیے جب مدینہ آئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر (انور) پر آئے۔ (موطأ امام محمد ص ۳۹۴' نور محمد اصح المطابع' کراچی)

حدیث "من زار قبری" کا متابع رابع عشر (۱۴)

امام عبد الرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ' اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن معمر عن ايوب عن نافع قال كان ابن عمر اذا قدم من سفر اتی قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال السلام عليك يا رسول الله السلام عليك يا ابا بكر السلام عليك يا ابتاه۔

نافع بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب کسی سفر سے آتے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر جاتے اور عرض کرتے: "السلام علیك یا رسول اللہ! السلام علیك یا ابا بكر" اور اے ابا جان! آپ پر سلام ہو۔

(مصنف عبدالرزاق: ۶۷۵۳- ج ۳ ص ۳۸۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ سنن بیہقی ج ۵ ص ۲۴۵ نشر السنۃ ملتان)

ابن تیمیہ کی تحریف اور اس کی تکفیر

شیخ ابن تیمیہ نے الموطأ کے حوالے سے اس حدیث کو اس طرح لکھا ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب مسجد میں داخل ہوتے تو کہتے: ''السلام علیك یا رسول اللّٰہ ' السلام علیك یا ابا بکر السلام علیك یا ابت ''۔ (فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۲۷ ص ۱۹ دار الجلیل ریاض ۱۴۱۸ھ)

یہ ابن تیمیہ کی تحریف ہے اور اس کا حدیث کے الفاظ کو بدلنا ہے۔ موطأ امام مالک' موطأ امام محمد' مصنف عبد الرزاق اور سنن بیہقی سب میں یہ الفاظ ہیں کہ حضرت ابن عمر جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر پر آتے تو سلام عرض کرتے اور ابن تیمیہ نے اپنے فاسد عقیدہ کی بناء پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر کے بجائے مسجد کا لفظ لکھا اور حدیث میں خیانت کی۔

اس تحریف اور خیانت کی وجہ یہ ہے کہ ابن تیمیہ کا فاسد عقیدہ یہ ہے کہ مسجد نبوی کی زیارت کی نیت سے سفر کرنا جائز ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر مبارک کی زیارت کے قصد سے سفر کرنا حرام ہے' وہ لکھتے ہیں:

رہا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر کی زیارت کے قصد سے سفر کرنا نہ کہ آپ کی مسجد میں نماز کے قصد سے سفر کرنا تو اکثر علماء کے نزدیک یہ سفر جائز نہیں ہے۔ (الی قولہ) جو شخص انبیاء علیہم السلام کی قبور کی زیارت کے لیے سفر کرنے والا ہو' اس کے لیے اس سفر میں نماز کو قصر کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ یہ سفر اللہ کی اطاعت نہیں ہے بلکہ معصیت اور حرام ہے۔ (فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۲۷ ص ۲۰-۱۹ ملخصاً' دار الجلیل' ریاض' ۱۴۱۸ھ)

اور یہی وجہ ہے جس کے سبب سے ملا علی قاری نے ابن تیمیہ کو کافر قرار دیا ہے' وہ لکھتے ہیں:

ابن تیمیہ حنبلی نے اس مسئلہ میں بہت تفریط کی ہے' کیونکہ اس نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کے لیے سفر کو حرام کہا ہے اور بعض علماء نے اس مسئلہ میں افراط کیا ہے اور اس سفر کے منکر کو کافر کہا ہے اور یہ دوسرا قول صحت اور صواب کے زیادہ قریب ہے کیونکہ جس چیز کی اباحت پر اتفاق ہو' اس کا انکار کفر ہے تو جس چیز کے استحباب پر علماء کا اتفاق ہو' اس کو حرام قرار دینا بہ طریق اولیٰ کفر ہوگا۔

(شرح الشفاء علیٰ حاشیہ نسیم الریاض ج ۳ ص ۵۱۴' دار الفکر' بیروت)

حدیث ''من زار قبری'' کا متابع خامس عشر (۱۵)

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی متوفی ۲۷۵ھ' اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن ابی هریرة قال قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ما من احد یسلم علیّ الا ردّ اللّٰہ علیّ روحی حتی ارد علیه السلام۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص بھی مجھ پر سلام پیش کرتا ہے تو اللہ میری روح کو اس کی طرف متوجہ کر دیتا ہے حتیٰ کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔

(سنن ابوداؤد: ۲۰۴۱' سنن بیہقی ج ۵ ص ۲۴۵' المعجم الاوسط: ۳۱۱۶' تلخیص الحبیر ج ۳ ص ۹۰۴' مشکوٰۃ: ۹۲۵' الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۴۹۹' اتحاف السادۃ المتقین ج ۴ ص ۴۱۹' مسند احمد ج ۲ ص ۵۰۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۰۶۱۳- ج ۱۶ ص ۵۹-۳۵۸' فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۲۷ ص ۱۴)

الحمد للہ رب العلمین! ہم نے اللہ تعالیٰ کے فضل' انوار الٰہیہ کے فیضان اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عنایت سے اس حدیث کے پندرہ متابع بیان کر دیئے ہیں اور اس سے عُقیلی کا یہ اعتراض ساقط ہو گیا کہ حدیث ''من زار قبری'' کا کوئی متابع نہیں ہے۔ اب ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر مبارک کی زیارت کے جواز پر مشاہیر مصنفین کی جمع کردہ احادیث کو پیش کر رہے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر انور کی زیارت کے جواز پر حافظ ابن حجر کی جمع کردہ احادیث

حافظ ابن حجر نے زیارۃ قبر النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا باب قائم کیا ہے اس باب کے تحت انہوں نے درج ذیل احادیث ذکر کی ہیں:

عمر بن محمد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب کسی سفر سے واپس آتے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسجد میں دو رکعت نماز پڑھتے' پھر قبر (مبارک) پر آتے اور کہتے: ''السلام علیك یا رسول اللّٰه' السلام علیك یا ابا بکر السلام علیك یا ابه'' (اے ابا! آپ پر سلام ہو)۔ (مسدد نے یہ حدیث روایت کی)

(المطالب العالیہ: ۱۲۵۰۔ ج ۱ ص ۳۷۱' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۰۷ھ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب کسی سفر سے آتے تو مسجد سے ابتداء کرتے' پھر قبر مبارک پر جاتے۔ (مسند ابویعلیٰ' المطالب العالیہ: ۱۲۵۱)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس نے میری قبر کی زیارت کی یا میری زیارت کی تو میں اس کے حق میں شہادت دینے والا اور شفاعت کرنے والا ہوں اور جو حرمین میں سے کسی ایک حرم میں فوت ہو گیا' اللہ عز وجل اس کو قیامت کے دن امن والوں میں سے اٹھائے گا۔ (مسند ابوداؤد الطیالسی' المطالب العالیہ: ۱۲۵۳)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے حج کیا' پھر میری وفات کے بعد میری زیارت کی' وہ اس کی مثل ہے جس نے میری حیات میں میری زیارت کی۔ (مسند ابویعلیٰ' المطالب العالیہ: ۱۲۵۴)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر انور کی زیارت کے جواز پر حافظ سیوطی کی جمع کردہ احادیث

(۱) امام ابن حبان نے الضعفاء میں اور امام ابن عدی نے کامل میں اور امام الدارقطنی نے العلل میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ روایت کی ہے جس نے حج کیا اور میری زیارت نہیں کی' اس نے مجھ سے بے وفائی کی۔

(الدر المنثور ج ۱ ص ۵۳۲' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

(۲) امام سعید بن منصور' امام ابویعلیٰ' امام طبرانی' امام ابن عدی' امام الدارقطنی اور امام بیہقی نے الشعب میں اور امام ابن عساکر نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ روایت کی ہے کہ جس نے حج کیا' پھر میرے وصال کے بعد میری قبر کی زیارت کی' وہ اس شخص کی مثل ہے جس نے میری حیات میں میری زیارت کی۔ (الدر المنثور ج ۱ ص ۵۳۲)

(۳) حکیم ترمذی' امام بزار' امام ابن خزیمہ' امام ابن عدی' امام الدارقطنی اور امام بیہقی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے میری قبر کی زیارت کی' اس کے لیے میری شفاعت واجب ہوگئی۔

(الدر المنثور ج ۱ ص ۵۳۲)

(۴) امام طبرانی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو میری زیارت کرنے کے لیے اس حال میں آیا کہ وہ کسی اور ضرورت سے نہیں آیا تھا تو مجھ پر حق ہے کہ میں قیامت کے دن اس کی شفاعت کروں۔

(الدر المنثور ج ۱ ص ۵۳۲)

(۵) امام ابوداؤد الطیالسی اور امام بیہقی نے الشعب میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے میری قبر کی زیارت کی' میں اس کے لیے شفاعت کرنے والا یا شہادت دینے والا ہوں گا اور جو حرمین میں سے کسی ایک حرم میں فوت ہوا' اس کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن امن والوں میں سے اٹھائے گا۔ (الدر المنثور ج ۱ ص ۵۳۲)

(۶) امام بیہقی نے حضرت حاطب رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے کہ جس نے میری وفات کے بعد میری زیارت کی گویا کہ اس نے

میری حیات میں میری زیارت کی اور جو حرمین میں سے کسی ایک حرم میں فوت ہوا' قیامت کے دن اللہ اس کو امن والوں میں سے اٹھائے گا۔ (الدر المنثور ج ۱ ص ۵۳۲)

(۷) امام عقیلی نے الضعفاء میں اور امام بیہقی نے الشعب میں آل خطاب کے ایک مرد سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے میری عمداً زیارت کی' وہ قیامت کے دن میری پناہ میں ہوگا' اور جو مدینہ میں رہا اور اس نے وہاں کی مصیبتوں پر صبر کیا تو میں قیامت کے دن اس کے حق میں گواہی دینے والا اور شفاعت کرنے والا ہوں گا' اور جو شخص حرمین میں سے کسی ایک حرم میں فوت ہوا' قیامت کے دن اللہ اس کو امن والوں میں سے اٹھائے گا۔ (الدر المنثور ج ۱ ص ۵۳۲)

(۸) امام ابن ابی الدنیا اور امام بیہقی نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے اخلاص کے ساتھ مدینہ میں میری زیارت کی' میں قیامت کے دن اس کے حق میں شہادت دینے والا اور اس کی شفاعت کرنے والا ہوں گا۔ (الدر المنثور ج ۱ ص ۵۳۲)

(۹) امام بیہقی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو بندہ بھی میری قبر کے پاس مجھ پر سلام عرض کرتا ہے' اللہ اس کے ساتھ ایک فرشتہ مقرر کر دیتا ہے جو مجھے اس کا سلام پہنچاتا ہے اور اس کی دنیا اور آخرت میں اس سے کفایت کرتا ہے اور میں قیامت کے دن اس کے حق میں شہادت دینے والا اور اس کی شفاعت کرنے والا ہوں گا۔

(الدر المنثور ج ۱ ص ۵۳۲)

(۱۰) امام بیہقی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ جو مسلمان بھی مجھ پر سلام عرض کرتا ہے تو اللہ میری روح کو اس کی طرف متوجہ کر دیتا ہے حتیٰ کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔ (الدر المنثور ج ۱ ص ۵۳۲)

(۱۱) امام بیہقی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ وہ قبر پر جا کر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلام عرض کرتے تھے اور قبر کو مَس نہیں کرتے تھے' پھر حضرت ابو بکر کو سلام عرض کرتے' پھر حضرت عمر کو سلام عرض کرتے۔ (الدر المنثور ج ۱ ص ۵۳۲)

(۱۲) امام بیہقی نے محمد بن المنکدر سے روایت کی ہے' وہ کہتے ہیں: میں نے دیکھا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر کے پاس رو رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ یہاں آنکھوں سے آنسو بہہ رہے ہیں اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میری قبر اور میرے منبر کے درمیان (کی جگہ) جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ (الدر المنثور ج ۱ ص ۵۳۳)

(۱۳) امام ابن ابی الدنیا اور امام بیہقی نے منیب بن عبد اللہ بن ابی امامہ سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر پر آ کر کھڑے ہوئے' پھر دونوں ہاتھ بلند کیے' میں نے یہ گمان کیا کہ انہوں نے نماز شروع کی ہے' پھر انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلام عرض کیا' پھر چلے گئے۔ (الدر المنثور ج ۱ ص ۵۳۳)

(۱۴) امام ابن ابی الدنیا اور امام بیہقی نے سلیمان بن سحیم سے روایت کی ہے کہ میں نے خواب میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! لوگ آ کر آپ کو سلام عرض کرتے ہیں' کیا آپ ان کا سلام سمجھتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! اور میں ان کو جواب دیتا ہوں۔ (الدر المنثور ج ۱ ص ۵۳۳)

(۱۵) امام بیہقی نے حاتم بن مروان سے روایت کی ہے کہ عمر بن عبد العزیز مدینہ میں ایک قاصد کو روانہ کرتے تھے تاکہ وہ آپ کو سلام عرض کرے۔ (الدر المنثور ج ۱ ص ۵۳۳)

(۱۶) امام ابن ابی الدنیا اور امام بیہقی نے ابو فدیک سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے کہا: ہمیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ جو شخص نبی

صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے پاس کھڑا ہوا اور اس نے یہ آیت تلاوت کی: "اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓـئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا○" (الاحزاب:۵۶) پھر ستر (۷۰) مرتبہ پڑھا: "صلى الله عليك يا محمد" تو فرشتہ اس کے جواب میں کہتا ہے: اے فلاں! اللہ تم پر صلوٰۃ (رحمت) بھیجتا ہے تمہاری کوئی حاجت ساقط نہیں ہوگی۔

(الدر المنثور ج ۱ ص ۵۳۳)

(۱۷) امام بیہقی نے ابوحرب ہلالی سے روایت کی ہے کہ ایک اعرابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد کے دروازہ پر اپنی اونٹنی بٹھا دی پھر اس کو باندھ دیا پھر مسجد میں داخل ہوا حتیٰ کہ قبر (انور) پر آیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ مبارک کے سامنے کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا: یارسول اللہ! آپ پر میرے باپ اور ماں فدا ہوں میں گناہوں اور خطاؤں کے بوجھ تلے دبا ہوا آپ کے پاس آیا ہوں اور آپ سے شفاعت طلب کر رہا ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی محکم کتاب میں فرمایا ہے: اور جب یہ اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے تھے تو اگر یہ آپ کے پاس آ جاتے پھر اللہ سے مغفرت طلب کرتے اور رسول بھی ان کے لیے مغفرت طلب کرتے تو یہ ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا بے حد رحم فرمانے والا پاتے○ (النساء:۶۴) اور آپ پر میرے باپ اور ماں فدا ہوں! میں گناہوں اور خطاؤں کے بوجھ تلے دبا ہوا آپ کے پاس آیا ہوں اور آپ سے شفاعت طلب کرتا ہوں کہ آپ میرے متعلق اپنے رب کے پاس میری شفاعت کریں کہ وہ میرے گناہوں کو بخش دے پھر اس نے یہ اشعار پڑھے:

اے وہ جو زمین کے مدفونین میں سب سے بہتر ہیں ☆ جن کی خوشبو سے زمین اور ٹیلے خوشبودار ہو گئے
میری جان اس قبر پر فدا ہو جس میں آپ ساکن ہیں ☆ اس میں عفو ہے اس میں سخاوت ہے اور لطف و کرم ہے

(الدر المنثور ج ۱ ص ۵۳۳ دار احیاء التراث العربی ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ نے النساء: ۶۴ کی تفسیر میں لکھا ہے:

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں عاصیوں اور گناہ گاروں کو یہ ہدایت دی ہے کہ جب ان سے خطاء اور گناہ ہو جائے تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور آپ کے پاس آ کر استغفار کریں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ درخواست کریں کہ آپ بھی ان کے لیے اللہ سے درخواست کریں اور جب وہ ایسا کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول فرمائے گا۔

(تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۵۸۹ دار الفکر بیروت ۱۴۱۹ھ)

مفتی محمد شفیع متوفی ۱۳۹۶ھ نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے:

اس آیت سے یہ ضابطہ نکل آیا کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو جائے اور آپ اس کے لیے دعاء مغفرت کر دیں تو اس کی مغفرت ضرور ہو جائے گی اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری جیسے آپ کی دنیاوی حیات میں ہو سکتی ہے اسی طرح آج بھی روضہ اقدس پر حاضری اسی حکم میں ہے۔ (معارف القرآن ج ۲ ص ۴۶۰۔۴۵۹ ادارۃ المعارف کراچی)

ان تفسیروں کے علاوہ علامہ قرطبی کی الجامع لاحکام القرآن ج ۵ ص ۲۶۵ علامہ ابو الحیان کی البحر المحیط ج ۳ ص ۶۹۴ اور علامہ نسفی حنفی کی مدارک التنزیل علیٰ ہامش الخازن ج ۱ ص ۳۹۹ میں بھی یہ اثر مذکور ہے اور اس اثر اور دیگر آثار میں بھی یہ دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی زیارت کے لیے آپ کی قبر پر حاضر ہونا صحابہ فقہاء تابعین اور اسلاف امت کا طریقہ اور معمول ہے۔

حافظ سیوطی رحمہ اللہ نے سترہ احادیث ذکر کی ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور کی زیارت کے لیے آپ کی قبر مبارک پر حاضر ہونا جائز اور مستحب ہے اور ان میں سے کوئی حدیث موضوع یا شدید ضعیف نہیں ہے اور یہ احادیث تعدد اسانید کی وجہ

سے حسن لغیرہ ہیں اور ان کے تقاضے پر عمل کے استحباب پر تمام امت مسلمہ کا اجماع ہے اور اس کا انکار کفر ہے' جیسا کہ ملا علی قاری نے تصریح کی ہے۔

حدیث "من زار قبری" اگر بالفرض ضعیف السند بھی ہے تو وہ اہل علم کے عمل سے قوی ہوگئی ہے!

بر تقدیر تنزل ہم یہ کہتے ہیں کہ اگر ان میں سے کوئی حدیث انفرادی طور پر ضعیف السند بھی ہو تو جس ضعیف السند حدیث پر اہل علم نے عمل کیا ہو تو ان کے عمل سے وہ ضعیف حدیث قوی ہو جاتی ہے کیونکہ امام ترمذی نے صلوٰۃ التسبیح کی حدیث کو ضعیف کہا ہے اور یہ لکھا ہے کہ امام عبداللہ بن المبارک نے اس حدیث پر عمل کیا ہے' اس لیے یہ حدیث قوی ہوگئی۔

صلوٰۃ التسبیح کی حدیث کے متعلق امام ترمذی لکھتے ہیں:

صلوٰۃ التسبیح کے متعلق اس کے علاوہ اور بھی احادیث ہیں اور ان میں سے کوئی حدیث زیادہ صحیح نہیں ہے اور عبداللہ بن المبارک اور ایک سے زیادہ اہل علم نے اس پر عمل کو جائز قرار دیا ہے اور اس کی فضیلت ذکر کی ہے۔

(سنن ترمذی ص ۲۲۶' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۳ھ)

حافظ زکی الدین عبدالعظیم بن عبدالقوی المنذری متوفی ۶۵۶ھ لکھتے ہیں:

صلوٰۃ التسبیح کی حدیث کو امام ابن ماجہ نے (سنن ابن ماجہ: ۱۳۸۶)' امام ترمذی نے (سنن ترمذی: ۴۸۲) اور امام بیہقی نے (سنن کبریٰ ج ۳ ص ۵۲۔۵۱) میں روایت کیا ہے اور امام بیہقی نے کہا ہے کہ امام عبداللہ بن المبارک صلوٰۃ التسبیح پڑھتے تھے اور صالحین ایک دوسرے کو دیکھ کر اس حدیث پر عمل کرتے تھے اور اس سے حدیث مرفوع کی تقویت ہے اور امام ترمذی نے کہا: عبداللہ بن المبارک اور ایک سے زیادہ اہل علم نے اس حدیث پر عمل کیا ہے۔ (الترغیب والترہیب ج ۱ ص ۵۳۰۔۵۲۹' دار ابن کثیر' بیروت' ۱۴۱۴ھ)

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ نے اس عبارت کو نقل کیا ہے۔ (التعقبات علی الموضوعات ص ۱۳ طبع قدیم' ۱۳۰۳ھ)

غیر مقلد عالم محمد عبدالرحمٰن مبارک پوری متوفی ۱۳۵۳ھ نے بھی اس عبارت کو مقرر رکھا ہے۔

(تحفۃ الاحوذی ج ۲ ص ۶۰۸' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

دیوبندی عالم شیخ تقی عثمانی' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

صلوٰۃ التسبیح کے بارے میں جتنی روایات آئی ہیں' سنداً وہ سب کی سب ضعیف ہیں' چنانچہ حدیث باب بھی موسیٰ بن عبیدہ کی بناء پر ضعیف ہے' اس سے متعلقہ تمام احادیث کے ضعف ہی کی وجہ سے علامہ ابن جوزی نے اس نماز کی مشروعیت سے انکار کیا ہے' البتہ حافظ ابن حجر نے "الاعمال المکفرۃ" میں لکھا ہے کہ تعدد طرق کی بناء پر یہ حدیث (حدیث باب) حسن لغیرہ بن گئی ہے' اس کے علاوہ یہ مؤید بالتعامل بھی ہے' لہٰذا صلوٰۃ التسبیح کو بدعت یا خلاف سنت کہنا یا اس کی فضیلت کا انکار کرنا درست نہیں ہے۔

(درس ترمذی ج ۲ ص ۲۵۰' مکتبہ دار العلوم' کراچی' ۱۴۲۳ھ)

غور فرمایئے! صلوٰۃ التسبیح کی حدیث ضعیف السند ہے مگر عبداللہ بن المبارک کے عمل کی وجہ سے وہ قوی ہوگئی اور حدیث "من زار قبری" حضرت عبداللہ بن عمر' حضرت جابر' حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہم کے عمل اور امام ابوحنیفہ' امام مالک اور امام محمد رحمہم اللہ کی تصریحات کی وجہ سے کیوں قوی نہیں ہوگی!!

خلاصۂ بحث اور حرف آخر

چند دن پہلے عزیز القدر حکیم عظمت اللہ نے مجھے فون کر کے یہ بتایا تھا کہ بعض غیر مقلدین نے اس حدیث کو ضعیف قرار دے کر

روضہ انور پر حاضری اور زیارت کو حرام قرار دیا ہے اور اخبار میں یہ مضمون چھاپا ہے کہ اس حدیث کی سند میں موسیٰ بن ہلال عبدی مجہول ہے اس کا کوئی متابع نہیں ہے اس لیے یہ حدیث منکر ہے۔ میں نے ان سے کہا کہ میں آج کل صحیح بخاری کی کتاب الحج کی شرح لکھ رہا ہوں اور عنقریب میں نعمۃ الباری میں کسی مناسب مقام پر اس کا جواب لکھ دوں گا' سو میں نے انوار الٰہیہ کے فیضان اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے التفات اور توجہ سے اس اعتراض کا جواب لکھا اور یہ بتایا کہ موسیٰ بن ہلال العبدی مجہول نہیں ہے اور یہ کہنا غلط ہے کہ اس کا کوئی متابع نہیں ہے اور میں نے مفصل حوالوں کے ساتھ اس کے پندرہ متابع ذکر کیے اور حافظ سیوطی کے حوالہ جات کے ساتھ سترہ احادیث ذکر کیں جن میں انہوں نے صحابہ اور فقہاء تابعین کے حوالوں سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی زیارت کا جواز اور استحباب بیان کیا ہے اور اس ضمن میں' میں نے ابن تیمیہ کی خیانت اور تحریف کو بیان کیا اور آخر میں یہ بتایا کہ اگر بالفرض یہ حدیث ضعیف السند بھی ہو تو کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ یہ حدیث اہل علم کے عمل کی وجہ سے قوی ہو گئی اور اس چیز کو مخالفین کے حوالوں سے واضح کیا' اللہ تعالیٰ میری اس محنت کو قبول فرمائے اور مجھے اتنی صحت اور توانائی عطاء فرمائے کہ میں نعمۃ الباری کو مکمل کر لوں اور ان سطور کو موافقین کے لیے موجب طمانیت اور استقامت اور مخالفین کے لیے ذریعہ ہدایت بنا دے' مجھے تاحیات ایمان کی سلامتی کے ساتھ نیک اعمال پر قائم رکھے اور زندگی میں اپنے سوا کسی کا محتاج نہ کرے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے میری مغفرت فرما دے۔ (آمین)

حدیث "من زار قبری" کی تحقیق کے بعد اب میں پھر صحیح بخاری کی احادیث کی شرح کا سلسلہ جوڑتا ہوں:

١٨٨٩ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ' عَنْ هِشَامٍ' عَنْ أَبِيهِ' عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ لَمَّا قَدِمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ وُعِكَ أَبُو بَكْرٍ وَّ بِلَالٌ' فَكَانَ أَبُو بَكْرٍ إِذَا أَخَذَتْهُ الْحُمّٰى يَقُولُ

كُلُّ امْرِئٍ مُصَبَّحٌ فِي أَهْلِهِ
وَالْمَوْتُ أَدْنٰى مِنْ شِرَاكِ نَعْلِهِ

وَكَانَ بِلَالٌ إِذَا أَقْلَعَ عَنْهُ الْحُمّٰى يَرْفَعُ عَقِيرَتَهُ يَقُولُ

أَلَا لَيْتَ شِعْرِي هَلْ أَبِيتَنَّ لَيْلَةً
بِوَادٍ وَّحَوْلِي إِذْخِرٌ وَّجَلِيلُ
وَهَلْ أَرِدَنْ يَوْمًا مِيَاهَ مَجَنَّةٍ
وَهَلْ يَبْدُوَنْ لِي شَامَةٌ وَّطَفِيلُ

وَقَالَ اللّٰهُمَّ الْعَنْ شَيْبَةَ بْنَ رَبِيعَةَ' وَعُتْبَةَ بْنَ رَبِيعَةَ' وَأُمَيَّةَ بْنَ خَلَفٍ' كَمَا أَخْرَجُونَا مِنْ أَرْضِنَا إِلَى أَرْضِ الْوَبَاءِ. ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللّٰهُمَّ حَبِّبْ إِلَيْنَا الْمَدِينَةَ كَحُبِّنَا مَكَّةَ أَوْ أَشَدَّ' اللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي صَاعِنَا وَفِي مُدِّنَا' وَصَحِّحْهَا لَنَا'

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسامہ نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں آئے تو حضرت ابوبکر اور حضرت بلال رضی اللہ عنہما کو بخار آ گیا اور حضرت ابوبکر کو جب بخار چڑھتا تو وہ یہ شعر پڑھ رہے تھے:

ہر شخص اپنے گھر میں صبح کو ہوتا ہے
اور موت اس کی جوتی کے تسمہ سے زیادہ نزدیک ہوتی ہے

اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا جب بخار اتر جاتا تو وہ بلند آواز سے رو رو کر یہ اشعار پڑھتے تھے:

سنو! کاش میں پھر اس وادی میں ایک رات رہوں
اور میرے گرد اذخر اور جلیل گھاس ہو
اور کیا میں پھر کسی دن مجنہ کے پانی پر وارد ہوں گا
اور کیا پھر میرے لیے شامہ اور طفیل پہاڑ ظاہر ہوں گے

اور انہوں نے دعا کی: اے اللہ! شیبہ بن ربیعہ اور عتبہ بن ربیعہ اور امیہ بن خلف پر لعنت فرما' جس طرح انہوں نے ہمیں اپنے وطن سے دار الوباء کی طرف نکال دیا ہے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا کی:

وَانْقُلْ حُمَّاهَا اِلَی الْجُحْفَةِ . قَالَتْ وَقَدِمْنَا الْمَدِيْنَةَ وَهِيَ اَوْبَاُ اَرْضِ اللّٰهِ قَالَتْ فَكَانَ بُطْحَانُ يَجْرِیْ نَجْلًا تَعْنِیْ مَاءً اٰجِنًا.

اے اللہ! ہمارے نزدیک مدینہ کو اس طرح محبوب بنا دے جس طرح ہمیں مکہ محبوب ہے یا اس سے بھی زیادہ' اے اللہ! ہمارے صاع (چار کلو کا پیمانہ) میں اور ہمارے مد (دو کلو کا پیمانہ) میں برکت دے اور مدینہ کی ہوا کو صحت آفریں بنا دے اور اس کے بخار کو الجحفہ کی طرف منتقل کر دے' حضرت عائشہ نے بیان کیا: جب ہم مدینہ میں آئے تھے تو وہ اللہ کی زمین میں سب سے زیادہ وبا والی تھی اور مدینہ میں بطحان نام کا ایک نالہ تھا' اس میں تھوڑا تھوڑا پانی بہتا تھا اور وہ بھی بدمزہ اور بدبودار تھا۔

مدینہ میں آ کر حضرت ابوبکر اور حضرت بلال رضی اللہ عنہما کا بیماریوں میں مبتلا ہونا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابوبکر اور حضرت بلال رضی اللہ عنہما کو جو بخار چڑھا اور انہوں نے اس موقع پر جو اشعار پڑھے' اس کے متعلق بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہجرت کرائی اور آپ کے اصحاب کو وطن کے فراق میں اور ان امراض میں مبتلا کیا جو ان کو طبعی طور پر ناپسند تھے تو ان میں سے ہر ایک نے وہی کہا جو اس کے یقین اور مستقبل کے متعلق اس کے علم کا تقاضا تھا' حضرت ابوبکر نے بخار چڑھتے وقت اپنی صبح اور شام کی کیفیات کا ذکر کیا اور انہوں نے یہ سمجھا کہ ہر انسان کی یہی کیفیت ہوتی ہے' اس لیے انہوں نے کہا: ہر انسان صبح کو اپنے اہل میں ہوتا ہے اور موت اس کے قریب ہوتی ہے' یعنی صبح اور شام وہ آفات اور مصائب میں گھرا ہوا ہوتا ہے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے یہ تمنا کی کہ وہ اپنے وطن مکہ لوٹ جائیں جہاں وہ ہمیشہ صحت مند رہتے تھے۔ اس سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے کہ انہوں نے فرمایا: یہ دنیا بہت جلد فنا ہونے والی ہے اور موت ان کی جوتی کے تسمہ سے زیادہ ان کے قریب ہے۔

مدینہ کو محبوب بنانے کی دعا

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دیکھا کہ آپ کے اصحاب کو بخار چڑھ گیا ہے اور دیگر مصائب آ گئے ہیں تو آپ کو یہ خوف دامن گیر ہوا کہ انسان پر ناپسندیدہ حالات گراں گزرتے ہیں تو کہیں آپ کے اصحاب اس شہر سے نفرت نہ کرنے لگیں تو آپ نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی کہ وہ اس وباء کو ان سے اٹھا لے اور مدینہ کو ان کے نزدیک مکہ کی طرح محبوب بنا دے بلکہ اس سے بھی زیادہ محبوب بنا دے۔ اس سے معلوم ہوا کہ کسی چیز سے محبت اور اس سے نفرت کے اسباب اللہ تعالیٰ کے قبضہ وقدرت میں ہیں' پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کو قبول فرمایا اور آپ کے اصحاب مدینہ سے ایسی محبت کرنے لگے جو ان کی وفات تک ان کے دلوں میں نقش رہی۔

بیماری اور مصائب کو دور کرنے کی دعا کا جواز اور جاہل صوفیاء کا ردّ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا کی کہ اللہ تعالیٰ مدینہ کو صحت افزاء مقام بنا دے۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے مؤمن کے لیے یہ مباح کر دیا ہے کہ وہ جب بیماری اور مصائب میں مبتلا ہو تو اللہ تعالیٰ سے اپنے جسم کی صحت اور اس سے مصائب کے دور ہونے کی دعا مانگے' جس طرح وہ اللہ تعالیٰ سے رزق کا اور نصرت کا سوال کرتا ہے اور اس قسم کی دعاؤں میں اللہ تعالیٰ سے شکوہ اور شکایت نہیں ہوتی'

جیسے جنگ بدر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت گڑگڑا کر اللہ تعالیٰ سے فتح اور نصرت کی دعا کی اور کہا:

اے اللہ! تو اپنے عہد اور وعدہ کو پورا فرما' اے اللہ! اگر تو چاہے تو آج کے بعد تیری عبادت نہیں کی جائے گی۔

(صحیح البخاری: ۲۹۱۵)

ان دعاؤں میں صوفیاء کے اس قول کا رد ہے کہ: ولی کی ولایت اس وقت تک مکمل نہیں ہوتی جب تک کہ وہ تمام نازل ہونے والے مصائب میں اللہ سے راضی نہ ہو جائے' اور وہ ان مصائب کو دور کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا نہ کرے اور اگر اس نے ایسی دعا کی تو اس کی ولایت کامل نہیں ہوگی۔

یہ قول اس لیے مردود ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے بڑھ کر کون کامل ہوگا اور انہوں نے ایسی دعائیں کی ہیں:

وَاَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّيْ مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ۝ (الانبیاء: ۸۳)

اور ایوب کو یاد کیجئے جب انہوں نے اپنے رب کو پکارا کہ بے شک مجھے (سخت) تکلیف پہنچی ہے اور تو سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم فرمانے والا ہے۝

اور باب مذکور کی اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب پر کوئی مصیبت آتی تو وہ اس مصیبت کا ذکر کر کے اس کو دور کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ سے بہ کثرت دعائیں کرتے تھے۔

الجحفہ کے خلاف دعاءِ ضرر کرنے کی توجیہ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا میں عرض کیا کہ: اس بخار کو الجحفہ کی طرف منتقل کر دے۔ ان دنوں میں الجحفہ شرک کا گھر تھا اور جن لوگوں نے اسلام کی دعوت کو قبول نہیں کیا تھا ان سے یہ خطرہ تھا کہ وہ کفار کی مدد کریں گے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم اکثر ان کے خلاف دعا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ان کو ایسی چیزوں میں مبتلا کر دے جن کی وجہ سے وہ مسلمانوں کو ایذاء پہنچانے سے باز رہیں' اور جب آپ اپنی قوم اہلِ مکہ کے ایمان لانے سے مایوس ہو گئے تو آپ نے ان کے خلاف دعائے ضرر کی:

اے اللہ! مُضر کے خلاف اپنی گرفت کو سخت کر دے' اے اللہ! ان پر حضرت یوسف علیہ السلام کی قوم کی طرح قحط کے سال مسلط کر دے۔ (صحیح البخاری: ۱۰۰۶)

آپ نے اہل جحفہ کے خلاف بخار کی دعا کی' اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تمام شہروں سے زیادہ جحفہ کے رہنے والوں کو بخار آتا تھا۔ وہاں ایک چشمہ تھا جس کو عین خُم (بخار کا چشمہ) کہا جاتا تھا' جو بھی اس سے پانی پیتا تھا اس کو بخار آ جاتا تھا' اور اس کا پانی بہت بدمزہ تھا' آج تک جحفہ بخار کا گھر ہے' جو بھی وہاں کا پانی پیتا ہے اس کو بخار آ جاتا ہے۔

مشکل الفاظ کے معانی

اس حدیث میں ''الجحفه'' کا ذکر ہے: اب یہ مصر' شام اور مغرب والوں کا میقات ہے' ان دنوں میں یہ مشرکین کی بستی تھی۔

اس میں اذخر اور جلیل کا ذکر ہے' یہ مکہ کی گھاس کا نام ہے۔

اس میں شامہ اور طفیل کا ذکر ہے' یہ مکہ کے دو پہاڑوں کا نام ہے۔ الفا کہانی نے کہا ہے کہ ان پہاڑوں اور مکہ کے درمیان تقریباً تیس میل کا فاصلہ ہے' علامہ خطابی نے کہا: میں ایک دفعہ ان کے پاس سے گزرا تو میں یہ سمجھا کہ یہ دو پہاڑ ہیں حتیٰ کہ مجھ پر منکشف ہوا کہ یہ دو چشمے ہیں۔

اس میں ''مجنة'' کا ذکر ہے: یہ مکہ سے چند میل کے فاصلہ پر مرّ الظہران کے قریب ایک جگہ ہے' اس کو سوق ہجر بھی کہتے ہیں۔

"بطحان" نشیب میں ایک وادی ہے۔ "نجل" اور "اجن" کا معنی ہے: بدمزہ اور بدبودار پانی۔

(شرح ابن بطال ج ۴ ص ۵۰۹۔۵۰۷ ملخصاً وموضحاً ومخرجاً دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں مکہ سے دگنی چوگنی برکت کی جو دعا کی تھی اس کا تعلق دنیاوی چیزوں میں برکت سے تھا کیونکہ آپ نے دعا میں اللہ تعالیٰ سے عرض کیا: اے اللہ! ہمارے صاع (چار کلو کا پیمانہ) اور ہمارے مُد (دو کلو کا پیمانہ) میں برکت دے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا جب بخار اتر جاتا تو وہ بلند آواز سے رو رو کر اشعار پڑھتے تھے۔ اس کی شرح میں ہم غناء پر بحث کریں گے۔

علامہ عینی نے غناء میں اس طرح مذاہب بیان کیے کہ ان میں تضاد اور تعارض ہے

اس حدیث میں غناء کی ایک قسم یعنی گانے کا ثبوت ہے علامہ عینی حنفی نے لکھا ہے: اس میں کئی مذاہب ہیں: امام ابوحنیفہ امام مالک امام احمد اور عکرمہ شعبی النخعی حماد ثوری اور اہل کوفہ کی ایک جماعت کا مذہب یہ ہے کہ غناء یعنی گانا حرام ہے اور دوسروں نے اس کو مکروہ کہا ہے حضرت ابن عباس سے اور امام شافعی سے بھی اسی طرح منقول ہے اور صحابہ کی ایک جماعت سے بھی اس کی حکایت کی گئی ہے اور امام مالک اور امام احمد سے بھی اسی طرح (ایک قول) مروی ہے اور دوسروں نے غناء کو جائز کہا ہے لیکن وہ ایسا غناء نہیں ہے جیسا اب مروج ہے۔ تمہید میں مذکور ہے کہ صحابہ میں سے غناء کے مجوز حضرت عمر اور حضرت عثمان اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم ہیں ان کا امام ابن ابی شیبہ اور الماوردی نے ذکر کیا ہے امام بیہقی نے کہا: حضرت ابومسعود البدری حضرت اسامہ بن زید حضرت بلال اور حضرت خوات بن جبیر بھی غناء کے مجوز ہیں اور علامہ ابن عبدالبر نے حضرت عبداللہ بن ارقم اور حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہما کا ذکر کیا ہے اور امام ابونعیم نے حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کا ذکر کیا ہے اور صاحب القوت نے حضرت ابن جعفر حضرت معاویہ حضرت عمرو بن العاص حضرت نعمان بن بشیر حضرت حسان بن ثابت حضرت خارجہ بن زید حضرت عبدالرحمان بن حسان رضی اللہ عنہم کا ذکر کیا ہے اور تابعین کی ایک جماعت کا بھی یہی مؤقف ہے۔

ایک جماعت نے غناء کثیر اور غناء قلیل (زیادہ گانا اور کم گانا) میں فرق کیا ہے (یعنی زیادہ گانا حرام ہے اور کم گانا جائز ہے) اور یہ امام شافعی سے منقول ہے اور ایک جماعت نے مردوں اور عورتوں کے درمیان فرق کیا ہے انہوں نے کہا کہ اگر اجنبی مردوں اور عورتوں کے درمیان غناء ہو تو یہ حرام ہے اور اگر ان کے درمیان نہ ہو تو پھر جائز ہے ابن حزم نے کہا: جو اس قصد سے گائے یا گانا سنے کہ اس سے اس کے دل کو راحت ہو اور عبادت کرنے میں طاقت حاصل ہو تو وہ اطاعت کرنے والا ہے اور اگر اس کی یہ نیت ہو کہ اس کو اس سے گناہ پر طاقت حاصل ہو تو پھر وہ نافرمان ہے اور اگر اس کی کوئی نیت نہ ہو تو پھر اس کا گانا اور سننا مباح ہے اور استاذ ابومنصور ماتریدی نے کہا: جب گانے یا گانا سننے کی وجہ سے کوئی فرض ضائع نہ ہو اور اس کی وجہ سے مشائخ کی تعظیم کو ترک نہ کرے تو پھر یہ عمل محمود ہے اور اس پر اس کو اجر ملے گا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۳۵۹۔۳۵۸ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

مصنف نے غناء میں اس طرح مذاہب بیان کیے کہ ان میں تضاد اور تعارض نہیں ہے اور علامہ عینی کا رد کیا ہے

میں کہتا ہوں کہ صحابہ کرام اور فقہاء تابعین نے اس غناء (گانے) کو جائز کہا ہے جس کے ساتھ آلاتِ موسیقی نہ ہوں اور وہ فحش اشعار پر مشتمل نہ ہو جس طرح حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اپنی دلی کیفیت اور مکہ سے جدائی کے غم میں اشعار پڑھے

تھے۔علامہ عینی کا اس حدیث کی شرح میں یہ لکھنا صحیح نہیں ہے کہ ائمہ اربعہ کے نزدیک غناء حرام ہے یا مکروہ تحریمی ہے' کیونکہ ائمہ اربعہ نے اس طرح کے اشعار پڑھنے کو حرام یا مکروہ تحریمی نہیں کہا ہوگا' حرام یا مکروہ تحریمی صرف اس قسم کے اشعار پڑھنا ہیں جو آلاتِ موسیقی کے ساتھ ہوں یا جو فحش اشعار ہوں' ورنہ جو اشعار اللہ تعالیٰ کی حمد' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت اور اولیاء کرام اور علماء عظام کی منقبت یا پند و نصائح پر مشتمل ہوں' ان کو حرام یا مکروہ کون کہہ سکتا ہے جب کہ انہیں آلاتِ موسیقی کے بغیر پڑھا جائے اور صحابہ کرام اور فقہاء تابعین نے جس غناء کو جائز کہا ہے' وہ یہی غناء اور اس کا سماع ہے اور ائمہ اربعہ اور دوسرے فقہاء نے جس غناء کو حرام یا مکروہ تحریمی کہا ہے' یہ وہ غناء ہے جو آلاتِ موسیقی کے ساتھ ہو کیونکہ آلاتِ موسیقی کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ سخت وعید ہے:

عبدالرحمٰن بن غنم الاشعری نے کہا: مجھے حضرت ابو عامر یا حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی اور اللہ کی قسم! انہوں نے مجھ سے جھوٹ نہیں بولا' انہوں نے بیان کیا کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ضرور میری امت میں ایسے لوگ ہوں گے جو ریشم کو اور خمر (انگور کی شراب) کو اور آلاتِ موسیقی کو حلال کہیں گے اور ایک پہاڑ کے پہلو میں ضرور ایسے لوگ اتریں گے کہ جب شام کو وہ اپنے جانوروں کا ریوڑ لے کر لوٹیں گے اور ان کے پاس کوئی فقیر اپنی حاجت لے کر آئے گا تو وہ کہیں گے: ''کل آنا'' اللہ تعالیٰ ان پر پہاڑ گرا کر ان کو ہلاک کر دے گا اور دوسرے لوگوں (خمر اور آلاتِ موسیقی حلال کرنے والوں) کو مسخ کر کے قیامت تک کے لیے بندر اور خنزیر بنا دے گا۔(صحیح البخاری:۵۵۹۰)

پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آلاتِ موسیقی کے مجوزین پر اتنی سخت وعید فرمائی ہے تو آلاتِ موسیقی کے ساتھ اشعار پڑھنے کو صحابہ کرام اور فقہاء تابعین کب جائز کہہ سکتے ہیں۔

اسی طرح جن اشعار میں اللہ تعالیٰ کی حمد اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت ہو' ان کو ائمہ اربعہ اور دوسرے فقہاء کب حرام اور مکروہ کہہ سکتے ہیں جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود حمد کے اشعار پڑھا کرتے تھے' حدیث میں ہے:

حضرت البراء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یوم خندق کو خندق کھود کر اس کی مٹی ڈال رہے تھے اور یہ اشعار پڑھ رہے تھے:

واللہ لو لا اللہ ما اھتدینا	ولا تصدقنا ولا صلینا
اللہ کی قسم! اگر اللہ ہدایت نہ دیتا تو ہم ہدایت نہ پاتے	نہ ہم صدقہ دیتے نہ نماز پڑھتے
فانزلن سکینۃ علینا	وثبت الاقدام ان لاقینا
سو ہم پر ضرور سکون نازل فرما	اور اگر ہمارا دشمن سے مقابلہ ہو تو ہم کو ثابت قدم رکھ
ان الاولی قد بغوا علینا	اذا ارادو فتنۃ ابینا

بے شک پہلوں نے ہمارے خلاف بغاوت کی ہے' جب وہ ہمیں فتنہ میں ڈالنے کا ارادہ کریں گے تو ہم (سر جھکانے سے انکار کر دیں گے) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بلند آواز سے ''اَبَینَا اَبَینَا'' فرماتے اور اس کی تکرار کرتے۔(صحیح البخاری:۴۱۰۴' صحیح مسلم:۱۸۰۳' مسند احمد ج ۴ ص ۳۰۲)

اور نعت کے اشعار کیسے ناجائز ہوں گے جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے نعت سنتے تھے' حدیث میں ہے:

ابو سلمہ بن عبدالرحمان بن عوف بیان کرتے ہیں کہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے گواہی طلب کر رہے تھے کہ اے ابو ہریرہ! میں تم کو قسم دیتا ہوں کیا تم نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: اے حسان! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے جواب دو' اے اللہ! اس کی روح القدس کی طرف سے تائید فرما! حضرت ابو ہریرہ نے کہا: ہاں!

(صحیح البخاری: ۶۱۵۲_۳۲۱۲_۴۵۳)

اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی نعتیہ اشعار پڑھتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے ساتھ حمد کے اشعار پڑھتے تھے حدیث میں ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مہاجرین اور انصار خندق کھود رہے تھے اور مٹی ڈالتے وقت یہ کہتے تھے:

نحن الذين بايعوا محمدًا علی الجهاد ما بقينا ابدًا

ہم وہ لوگ ہیں جنہوں نے (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ہاتھ پر ابد تک جہاد کی بیعت کی ہے جب تک ہم زندہ رہیں گے

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو اس طرح جواب دیتے تھے:

اللّٰهم لاعيش الّا عيش الا آخرة فاغفر للانصار والمهاجرة

اے اللہ! زندگی تو صرف آخرت کی زندگی ہے پس تو انصار اور مہاجرین کی مغفرت فرما

(صحیح البخاری: ۲۸۳۵، صحیح مسلم: ۱۸۰۵، مسند احمد ج ۳ ص ۱۷۲)

ہوسکتا ہے کہ کسی کو اس جگہ یہ شبہ ہو کہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے شعر پڑھنا ثابت کیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شعر کے علم کی نفی کی ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهٗ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّقُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌO (یٰس: ۶۹) اور ہم نے اس نبی کو شعر کہنا نہیں سکھایا اور نہ یہ اس کے لائق ہے یہ کتاب تو صرف نصیحت اور واضح قرآن ہےO

اس کا جواب یہ ہے کہ شعر کے دو معنی ہیں ایک معنی ہے: کلام موزون یعنی جس کلام میں ایک وزن کے کلمات ہوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو اشعار پڑھے ہیں وہ اسی معنی میں ہیں اور اس کے علم کی قرآن کریم نے نفی نہیں کی اور شعر کا دوسرا معنی ہے: خیالی اور جھوٹی باتیں کفار قریش جو آپ کو شاعر کہتے تھے وہ اسی معنی کے اعتبار سے کہتے تھے کہ آپ جو جنت اور دوزخ کی خبر دیتے ہیں یہ صرف خیالی باتیں اور جھوٹ ہیں اور اللہ تعالیٰ نے شعر و شاعری کے اسی معنی کے علم کی آپ سے نفی کی ہے اور نہ یہ شعر و شاعری آپ کے لائق ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ بغیر آلاتِ موسیقی کے حمد اور نعت کے اشعار نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اور صحابہ نے پڑھے ہیں اور ان کے پڑھنے کو ائمہ اربعہ اور دیگر فقہاء حرام یا مکروہ نہیں کہہ سکتے اور آلاتِ موسیقی کے ساتھ اور فحش اشعار پڑھنے پر احادیث میں وعید ہے سو ان کو صحابہ کرام جائز نہیں کہہ سکتے۔

علامہ عینی نے بغیر کسی قید کے یہ لکھ دیا کہ غناء یعنی شعر پڑھنے کو ائمہ اربعہ حرام یا مکروہ کہتے ہیں انہیں یہاں پر یہ قید لگانی چاہیے تھی کہ جو اشعار آلاتِ موسیقی کے ساتھ پڑھے جائیں یا جو اشعار مخرب اخلاق اور فحش ہوں ان کے پڑھنے کو ائمہ اربعہ حرام یا مکروہ کہتے ہیں۔ اسی طرح انہوں نے مطلقاً بغیر کسی قید کے لکھ دیا کہ صحابہ کرام اور فقہاء تابعین غناء یعنی شعر پڑھنے کو جائز کہتے ہیں انہیں یہاں پر بھی یہ قید لگانی چاہیے تھی کہ حمد اور نعت کے اشعار یا منقبت کے اشعار یا حکمت آموز اشعار پڑھنے کو صحابہ کرام اور فقہاء تابعین جائز اور کارِ ثواب کہتے ہیں۔

جس طرح علامہ عینی نے غناء میں مذاہب بیان کیے ہیں اس سے تو ائمہ اربعہ اور صحابہ کے نظریات میں تعارض اور تضاد معلوم ہوتا ہے کہ جس چیز کو ائمہ اربعہ حرام کہتے ہیں اسی کو صحابہ اور فقہاء تابعین جائز کہتے ہیں حالانکہ حرام کو حلال کہنا تو معاذ اللہ کفر ہے اور جس طرح ہم نے بحمدہٖ تعالیٰ اس مقام کی تقریر کی ہے اس سے ائمہ اربعہ اور فقہاء صحابہ و تابعین کے کلام میں تعارض اور تضاد نہیں رہتا۔

۱۸۹۰ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ خَالِدِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي هِلَالٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ اللَّهُمَّ ارْزُقْنِي شَهَادَةً فِي سَبِيلِكَ، وَاجْعَلْ مَوْتِي فِي بَلَدِ رَسُولِكَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَقَالَ ابْنُ زُرَيْعٍ، عَنْ رَوْحِ بْنِ الْقَاسِمِ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ أُمِّهِ، عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَتْ سَمِعْتُ عُمَرَ نَحْوَهُ. وَقَالَ هِشَامٌ، عَنْ زَيْدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ حَفْصَةَ سَمِعْتُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از خالد بن یزید از سعید بن ابی ہلال از زید بن اسلم از والد خود از حضرت عمر رضی اللہ انہوں نے یہ دعا کی: اے اللہ! مجھے اپنے راستہ میں شہادت عطا فرما اور میری موت اپنے رسول کے شہر میں کر دے اور ابن زریع نے کہا از روح بن القاسم از زید بن اسلم از والدہ خود از حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ سے اسی حدیث کی مثل سنی اور ہشام نے کہا از زید از والد خود از حضرت حفصہ وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ سے سنا۔

مدینہ کی مکہ پر فضیلت کی ایک قوی دلیل

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

بعض علماء نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ مدینہ مکہ سے افضل ہے کیونکہ اگر حضرت عمر رضی اللہ کو یہ علم ہوتا کہ مدینہ سے افضل کوئی اور جگہ ہے تو وہ اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتے کہ ان کو وہاں موت آئے اور ان کی قبر وہاں بنے اور مدینہ کی مکہ پر فضیلت کے لیے اس سے بھی استدلال کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات اور آپ کی قبر کے لیے مدینہ کی سرزمین کو منتخب فرمایا جبکہ آپ افضل البشر ہیں اور اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے مکرم نبی کی موت اور ان کی قبر کے لیے اسی جگہ کو اختیار کرے گا جو جگہ روئے زمین میں سب سے افضل ہو اور جو شخص جہاں فوت ہوتا ہے اس جگہ کی مٹی سے اس کے بدن کے اجزاء اصلیہ بنائے جاتے ہیں اور چونکہ ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم افضل الخلق ہیں اور مدینہ کی مٹی سے آپ کا مادہ تخلیق بنایا گیا ہے تو اس سے واضح ہوا کہ مدینہ کی زمین بہ شمول مکہ تمام زمینوں سے افضل ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۵۰۷، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۴ھ)

حضرت عمر رضی اللہ کی شہادت کی تاریخ اور جس جگہ آپ مدفون ہیں اس جگہ کا عرش سے بھی افضل ہونا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر رضی اللہ کی اس دعا کو قبول فرمایا اور ان کو شہادت عطا فرمائی، حضرت عمر رضی اللہ کو حضرت المغیرہ بن شعبہ رضی اللہ کے غلام ابولؤلؤ نے آپ کی کوکھ میں خنجر مار کر آپ کو قتل کر دیا تھا، اس وقت آپ صبح کی نماز پڑھا رہے تھے اور یہ بدھ کا دن تھا اور ذوالحجہ کی چھبیس تاریخ تھی اور حضرت عمر کی عمر اس وقت ۶۳ سال تھی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ کی عمر بھی وفات کے وقت ۶۳ سال تھی، حضرت عمر کو حضرت ابوبکر کے جوار میں دفن کیا گیا اور حضرت ابوبکر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جوار میں دفن کیا گیا تھا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۳۶۰، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ یہ تینوں نفوسِ قدسیہ زمین کے جس ٹکڑے میں مدفون ہیں یہ بلا اختلاف روئے زمین کا سب سے افضل ٹکڑا ہے اور متعدد مشاہیرِ امت نے یہ تصریح کی ہے کہ زمین کے جس ٹکڑے پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جسدِ اطہر رکھا ہوا ہے وہ ٹکڑا عرش سے بھی افضل ہے۔

شہادت کی دعا پر ایک اشکال کا جواب

آج سے بتیس سال پہلے لاہور میں نماز جمعہ کے بعد ایک بزرگ نمازی نے مجھ سے یہ سوال کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ سے اپنی شہادت کے حصول کی دعا کی' جب کہ شہادت کا معنی یہ ہے کہ مسلمان کو کوئی کافر قتل کر دے اور مقتول مغلوب ہوتا ہے اور قاتل غالب ہوتا ہے' سو یہ تو مسلمان کے مغلوب ہونے اور کافر کے غالب ہونے کی دعا ہے؟

میں نے اس کے جواب میں کہا: ایک چیز قبیح لذاتہٖ ہوتی ہے اور حسن لغیرہٖ ہوتی ہے جیسے جہاد کرنا یہ فی نفسہٖ قبیح لذاتہٖ ہے کیونکہ اس سے شہر برباد ہوتے ہیں اور لوگ مارے جاتے ہیں لیکن چونکہ یہ اعلاء کلمۃ اللہ کا ذریعہ ہے' اس وجہ سے یہ حسن لغیرہٖ ہے' اسی طرح شہادت کا معاملہ ہے۔ مسلمان کا' کافر کے ہاتھوں مغلوب ہونا قبیح لذاتہٖ ہے اور چونکہ یہ اعلاء کلمۃ اللہ کا ذریعہ بنتا ہے' اس لیے حسن لغیرہٖ ہے۔

فضائل مدینہ کی تکمیل

الحمد للّٰہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علٰی سیّد المرسلین۔ آج ۲ شوال ۱۴۲۸ھ/ ۱۵' اکتوبر ۲۰۰۷ء کو فضائل مدینہ کے ابواب کا اختتام ہو گیا' الٰہ العٰلمین! صحیح البخاری کے باقی ابواب کی بھی تکمیل کرا دے' اس کتاب نعمۃ الباری کو اپنی بارگاہ میں مقبول فرما' میرا ایمان پر خاتمہ فرما اور آخرت میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت سے میری' میرے والدین کی' میرے اساتذہ کی' میرے احباب کی' میرے تلامذہ کی اور میرے قارئین کی مغفرت فرما دے۔ (آمین)

فضائل مدینہ میں چھبیس احادیث ہیں' جن میں سے چار معلق ہیں اور ان میں نو مکرر احادیث ہیں اور خالص سترہ احادیث ہیں اور ان میں صرف ایک اثر ہے اور وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی دعا ہے' جس میں انہوں نے حسن خاتمہ کی دعا کی ہے۔ سو میں بھی اللہ تعالیٰ سے پھر دعا کرتا ہوں کہ وہ عاقبتِ حُسنیٰ پر ہمارا خاتمہ فرمائے اور اس شرح کی تکمیل میں میری مدد فرمائے اور اس شرح کو قبولِ عام عطا فرمائے' بے شک اللہ تعالیٰ قادر وقیوم ہے اور ہر چیز پر قادر ہے۔ آمین یا رب العٰلمین بجاہ حبیبك سیّد المرسلین.

اب ان شاء اللہ العزیز کتاب الصوم شروع ہو گی۔

❁❁❁❁❁

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علٰی رسولہ الکریم

۳۰ - کِتَابُ الصَّوْمِ

روزوں کا بیان

روزوں کے بیان کو باقی عبادات کے اخیر میں بیان کرنے کی توجیہ

جو عبادات ایمان کے ارکان ہیں وہ چار ہیں: نماز زکوٰۃ حج اور روزے امام بخاری نے ایمان کے بعد نماز اور زکوٰۃ کے ابواب مقرر کیے کیونکہ قرآن مجید میں ان کی یہی ترتیب ہے:

اَلَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَO(البقرہ:۳) جو غیب پر ایمان لاتے ہیں اور نماز قائم رکھتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے (ہماری راہ میں) خرچ کرتے ہیںO

اس آیت میں پہلے ایمان کا ذکر ہے پھر نماز قائم کرنے کا پھر اللہ کی راہ میں خرچ کرنے یعنی زکوٰۃ ادا کرنے کا سو امام بخاری نے بھی اسی ترتیب سے یہ تین ابواب قائم کیے اس کے بعد امام بخاری نے حج کے ابواب ذکر کیے کیونکہ نماز محض بدنی عبادت ہے اور زکوٰۃ محض مالی عبادت ہے اور حج بدنی اور مالی عبادت کا مرکب اور مجموعہ ہے اس لیے نماز اور زکوٰۃ کے بعد حج کے ابواب ذکر کیے اور اب عبادات میں سے صرف روزہ باقی رہ گیا تھا اس لیے حج کے بعد روزے کے ابواب بیان کیے نیز نماز زکوٰۃ اور حج میں کچھ کاموں کے کرنے کا ذکر ہے جبکہ روزے میں کچھ کاموں کے نہ کرنے کا ذکر ہے۔ نماز زکوٰۃ اور حج میں فعل کا ذکر ہے اور روزے میں ترک کا ذکر ہے یعنی طلوع آفتاب سے غروب آفتاب تک کھانے پینے اور عمل تزویج کو ترک کرنا اور فعل ترک پر مقدم ہوتا ہے اس لیے نماز زکوٰۃ اور حج کو روزے پر مقدم کیا اور ان کے بعد روزے کے ابواب کو قائم کیا یہ امام بخاری کی بہترین ترتیب اور بہت عمدہ مناسبت ہے اور باقی مصنفین نے نماز اور زکوٰۃ کے بعد روزہ کے ابواب ذکر کیے ہیں اس لیے ان کی ترتیب میں وہ حسن اور سلاست نہیں ہے جو امام بخاری کی ترتیب میں ہے۔

روزہ کا لغوی اور شرعی معنی

روزہ کا لغوی معنی ہے: "امساك" (رُکے رہنا) اور کسی کام کو ترک کرنا قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم کے اس قول کو بیان فرمایا ہے:

اِنِّيْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا فَلَنْ اُكَلِّمَ الْيَوْمَ (تم اشارہ سے کہو) کہ میں نے رحمٰن کے لیے یہ نذر مانی ہے

إِنْسِيًّا۝ (مریم:۲۶) کہ میں آج ہرگز کسی انسان سے بات نہیں کروں گی۝

اور شریعت میں روزہ کا معنی ہے: طلوعِ فجر سے غروبِ آفتاب تک کھانے' پینے اور عمل ازدواج سے رکے رہنا۔

اس میں اختلاف ہے کہ اسلام میں سب سے پہلے کون سا روزہ واجب ہوا؟ اس بارے میں ایک قول یہ ہے کہ سب سے پہلے عاشوراء یعنی دس محرم کا روزہ واجب ہوا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ سب سے پہلے ہر ماہ کے تین روزے واجب ہوئے' کیونکہ امام بیہقی کی روایت میں ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں آئے تو ہر ماہ کے تین روزے رکھتے تھے۔ (سنن بیہقی ج ۴ ص ۲۹۴)

پھر جب رمضان کے روزے رکھنے فرض ہوئے تو ہر قسم کے روزے رکھنے کا وجوب منسوخ ہو گیا' قرآن مجید میں ہے:

فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ. (البقرہ:۱۸۵) سو تم میں سے جو شخص اس مہینہ میں موجود ہو' وہ ضرور اس مہینہ میں روزے رکھے۔

رمضان کے روزے شعبان ۲ھ میں فرض ہوئے' چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نو سال رمضان کے مہینوں میں روزے رکھے' فقہاء شافعیہ نے کہا ہے کہ رمضان سے پہلے کسی روزہ کا رکھنا فرض نہیں تھا اور فقہاء احناف نے کہا ہے کہ رمضان سے پہلے عاشوراء کا روزہ رکھنا فرض تھا' پھر جب رمضان کے روزے فرض ہوئے تو اس سے پہلے کے تمام روزوں کی فرضیت منسوخ ہو گئی۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۳۶۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱ - بَابُ وُجُوْبِ صَوْمِ رَمَضَانَ — رمضان کے روزے کی فرضیت

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ۝﴾ (البقرہ:۱۸۳).

اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد: اے ایمان والو! تم پر روزے رکھنا فرض کیا گیا ہے جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر روزے رکھنا فرض کیا گیا تھا تاکہ تم متقی بن جاؤ۝ (البقرہ:۱۸۳)

امام بخاری نے یہ آیت اس لیے ذکر فرمائی ہے کہ یہ رمضان کے روزوں کی فرضیت میں صریح نص ہے۔ اس آیت کی مکمل تفسیر ہماری تفسیر تبیان القرآن میں مطالعہ کریں' تاہم اس کی تفسیر کے لیے ہم امام ابومنصور ماتریدی کی کتاب سے کچھ حصہ پیش کر رہے ہیں:

امام ابومنصور محمد بن محمد ماتریدی حنفی متوفی ۳۳۳ھ لکھتے ہیں:

اللہ عزوجل نے اس آیت کے ذریعہ یہ واضح فرمایا ہے کہ صرف یہ امت روزوں کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ یہ دوسری امتوں کی بہ نسبت روزہ رکھنے کی زیادہ مستحق ہے۔

اس میں اختلاف ہے کہ اس آیت میں روزوں سے مراد کون سے روزے ہیں؟ بعض نے کہا: وہ عاشوراء کا روزہ ہے اور بعض نے کہا: وہ ایام بیض (ہر چاند کی تیرہ' چودہ اور پندرہ تاریخ) کے روزے ہیں اور بعض نے کہا: اس سے مراد رمضان کے روزے ہیں اور رمضان کے روزوں سے باقی روزوں کی فرضیت منسوخ ہو گئی۔

(تاویلات اہل السنۃ ج ۲ ص ۲۴-۲۲ ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

روزے کی فرضیت اور فضیلت کے متعلق احادیث

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم لوگ منبر کے پاس حاضر ہو' سو ہم منبر کے پاس حاضر ہوئے' جب آپ (منبر کی) پہلی سیڑھی پر چڑھے تو آپ نے فرمایا: آمین' پھر جب آپ دوسری سیڑھی پر چڑھے تو آپ نے فرمایا: آمین' پھر جب آپ تیسری سیڑھی پر چڑھے تو آپ نے فرمایا: آمین' پھر جب منبر سے اترے تو ہم نے کہا: یا رسول اللہ! ہم نے

آج آپ سے ایسی بات سنی جو ہم نے آپ سے پہلے نہیں سنی تھی' آپ نے فرمایا: حضرت جبریل علیہ السلام میرے پاس آئے اور انہوں نے کہا: جس نے رمضان کو پایا اور اس کی مغفرت نہ کی گئی' میں نے کہا: آمین' پھر انہوں نے کہا: جس کے سامنے آپ کا ذکر کیا گیا اور اس نے آپ پر درود نہیں پڑھا (اس کی بھی مغفرت نہ کی جائے)' میں نے کہا: آمین' جب میں تیسری سیڑھی پر چڑھا تو انہوں نے کہا: جس نے اپنے ماں باپ کو یا ان میں سے کسی ایک کو بڑھاپے میں پایا اور انہوں نے اس کو جنت میں داخل نہیں کیا' میں نے کہا: آمین۔ (المستدرک ج ۴ ص ۱۵۳' علامہ ذہبی نے بھی حاکم کی موافقت میں اس حدیث کو صحیح کہا ہے' صحیح ابن حبان: ۹ ۴۰' صحیح ابن خزیمہ: ۱۸۸۸)

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شعبان کے آخری دن خطبہ دیا' اس میں فرمایا: اے لوگو! تم پر عظیم' مبارک مہینہ سایا فگن ہوا ہے' اس مہینہ میں ایک رات ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے' یہ وہ مہینہ ہے جس میں اللہ نے اس کے روزوں کو فرض قرار دیا ہے' اور اس کی رات میں قیام کو نفل قرار دیا ہے' جس نے اس مہینہ میں کوئی نفلی نیکی کی وہ اس مہینہ کے علاوہ دوسرے مہینہ میں فرض ادا کرنے کی مثل ہے' اور جس نے اس مہینہ میں کوئی فرض ادا کیا وہ اس مہینہ کے علاوہ دوسرے مہینہ میں ستر فرض ادا کرنے کی مثل ہے' یہ صبر کرنے کا مہینہ ہے اور صبر کا ثواب جنت ہے' اور یہ غم خواری کرنے کا مہینہ ہے' یہ وہ مہینہ ہے جس میں مؤمن کا رزق زیادہ کر دیا جاتا ہے' جس نے کسی روزہ دار کو روزہ افطار کرایا تو یہ اس کے گناہوں کی مغفرت ہے اور اس کی گردن کی دوزخ سے آزادی ہے' اور اس کو بھی روزہ دار کے اجر کی مثل اجر ملے گا اور روزہ دار کے اجر میں کوئی کمی نہیں ہوگی' صحابہ نے کہا: یا رسول اللہ! ہم میں سے ہر شخص روزہ دار کو روزہ افطار کرانے کی وسعت نہیں رکھتا' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ یہ اجر اس کو بھی عطا فرمائے گا جو روزہ دار کو ایک کھجور سے روزہ افطار کرا دے یا پانی کے ایک گھونٹ سے روزہ افطار کرا دے یا تھوڑے سے پانی ملے دودھ سے روزہ افطار کرا دے' یہ وہ مہینہ ہے جس کے اوّل میں رحمت ہے اور جس کے اوسط میں مغفرت ہے اور جس کے آخر میں دوزخ سے آزادی ہے' جس نے اس مہینہ میں اپنے غلام (یا نوکر) کے کام میں تخفیف کی' اللہ اس کی مغفرت فرما دے گا اور اس کو دوزخ سے آزاد کر دے گا' اس مہینہ میں چار کام بہ کثرت کرو: دو کام تو ایسے ہیں جن سے تم اپنے رب کو راضی کرو گے اور دو کام ایسے ہیں جن کے بغیر تمہارے لیے کوئی چارہ کار نہیں' وہ کام جن سے تم اپنے رب کو راضی کرو گے' وہ یہ ہیں کہ تم یہ گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور تم اللہ سے مغفرت طلب کرو' اور رہے وہ دو کام جن کے بغیر تمہارے لیے کوئی چارہ کار نہیں' وہ یہ ہیں کہ تم اللہ سے جنت کا سوال کرو اور اللہ سے دوزخ سے پناہ طلب کرو اور جس نے کسی روزہ دار کو پانی پلایا' اللہ اس کو میرے حوض سے ایسا پانی پلائے گا جس سے وہ (کبھی) پیاسا نہیں ہوگا حتیٰ کہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔

(صحیح ابن خزیمہ: ۱۸۸۷' شعب الایمان: ۳۶۰۸' الترغیب والترہیب للاصبہانی: ۱۷۲۶' الترغیب والترہیب للمنذری: ۱۴۹۲' دار ابن کثیر' بیروت' ۱۴۱۴ھ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تین آدمیوں کی دعا مسترد نہیں ہوتی: (۱) جب روزہ دار روزہ افطار کرتا ہے (۲) امام عادل (۳) مظلوم کی دعا' اللہ اس کے اوپر سے بادل ہٹا دیتا ہے اور اس کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور رب فرماتا ہے: میری عزت اور جلال کی قسم! میں تیری ضرور مدد کروں گا' خواہ کچھ وقت کے بعد۔

(سنن ترمذی: ۳۵۹۸' اس کی سند حسن ہے' سنن ابن ماجہ: ۱۷۵۲' صحیح ابن خزیمہ: ۱۹۰۱' صحیح ابن حبان: ۳۴۱۹' مسند احمد ج ۲ ص ۴۴۵' مسند البزار: ۳۱۳۹' مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۵۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے ایک دن اللہ کی راہ میں روزہ رکھا' اللہ اس کے چہرہ کو ستر سال کی مسافت تک دوزخ سے دور کر دیتا ہے۔ (سنن ترمذی: ۱۶۲۲' سنن نسائی: ۲۲۴۴' سنن ابن ماجہ: ۱۷۱۸' اس کی سند حسن ہے)

حضرت معاذ بن انس رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے رمضان کے علاوہ ایک دن اللہ کی راہ میں روزہ رکھا' اللہ اس کو تیز رفتار مضمّر گھوڑے کی سو سال کی مسافت تک دوزخ سے دور کر دیتا ہے۔ (مضمّر اُس گھوڑے کو کہا جاتا ہے جس کو خوب کھلایا پلایا جائے' پھر چند دن بھوکا پیاسا رکھا جائے' تا کہ وہ مشقت جھیلنے اور تیز دوڑنے کا عادی ہو)۔

(مسند ابویعلیٰ ج ۳ ص ۱۴۸۶' الترغیب والترہیب للمنذری: ۱۴۴۶' حافظ الہیثمی نے کہا: اس کی سند میں ایک راوی زبان بن فائد ہے' اس میں بہت کلام ہے اور اس کی توثیق کی گئی ہے' مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۹۴)

روزہ کی تعریف' اس کی فرضیت اور اس کے فضائل بیان کرنے کے بعد اب ہم روزہ کے مسائل بیان کر رہے ہیں:

روزہ کے مکروہات اور مستحبات

علامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ بیان کرتے ہیں:

(۱) روزہ میں دنداسہ چبانا مکروہ ہے۔ فتاویٰ قاضی خاں میں اسی طرح مذکور ہے۔ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر فرغانی متوفی ۵۹۳ھ نے تجنیس میں لکھا ہے کہ فرض روزہ میں کسی چیز کو چکھنا مکروہ ہے نفل روزہ میں مکروہ نہیں ہے' شہد یا تیل کو خریدتے وقت اس لیے چکھنا کہ عمدہ اور ردّی میں تمیز ہو جائے یہ مکروہ نہیں ہے (بہ شرط یہ کہ حلق میں اس کا اثر نہ جائے)۔ اسی طرح فتاویٰ قاضی خاں میں مذکور ہے۔

(۲) السراج الوہاج میں مذکور ہے کہ استنجاء میں مبالغہ کرنا مکروہ ہے' اسی طرح غرارے اور ناک میں پانی ڈالنے میں مبالغہ کرنا مکروہ ہے' شمس الائمہ الحلوانی نے کہا ہے: اس سے مراد یہ ہے کہ منہ میں بہت زیادہ پانی نہ روکے۔ محیط برہانی میں بھی اسی طرح ہے۔

(۳) اگر روزہ دار پانی میں ہوا خارج کرے خواہ آواز سے یا بغیر آواز کے تو اس سے روزہ فاسد نہیں ہوتا لیکن یہ فعل مکروہ ہے۔ (معراج الدرایہ) امام ابوحنیفہ سے منقول ہے کہ بغیر وضوء کے روزہ دار کے لیے غرارہ کرنا یا ناک میں پانی ڈالنا مکروہ ہے' اسی طرح غسل کرنا اور سر پر پانی ڈالنا اور گیلا کپڑا لپیٹنا مکروہ ہے' امام ابو یوسف نے کہا: یہ مکروہ نہیں ہے اور یہی قول زیادہ صحیح ہے۔ (محیط سرخسی)

(۴) روزہ دار کے لیے یہ مکروہ ہے کہ وہ اپنے منہ میں تھوک جمع کر کے اس کو نگل لے۔ (فتاویٰ ظہیریہ)

(۵) روزہ دار کے لیے سرمہ لگانا اور مونچھوں پر تیل لگانا مکروہ نہیں ہے۔ (کنز الدقائق)

(۶) اگر روزہ دار کو اپنی کمزوری کا خطرہ نہ ہو تو اس کے لیے فصد لگوانا مکروہ نہیں ہے اور اگر اس کو یہ خطرہ ہو کہ زیادہ خون نکلنے سے اس قدر کمزوری ہوگی کہ اس کو روزہ توڑنا پڑے گا تو پھر یہ مکروہ ہے۔ (محیط)

میں کہتا ہوں کہ آج کل سرنج (Syringe) سے خون نکلوانا بھی اسی حکم میں ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

(۷) جس روزہ دار کو انزال کا خطرہ نہ ہو' اس کے لیے اپنی بیوی کا بوسہ لینا مکروہ نہیں ہے اور اگر اس کو انزال کا خطرہ ہو یا اس کو یہ خطرہ ہو کہ وہ شہوانی جذبات سے مغلوب ہو کر جماع کرے گا تو پھر اس کے لیے یہ مکروہ ہے' بیوی کو مس کرنا بھی اسی حکم میں ہے۔ (تبیین الحقائق)

(۸) جو شخص صبح کو اٹھے تو جنبی ہو یا دن میں احتلام ہو جائے تو روزہ میں کچھ حرج نہیں ہے۔ (محیط السرخسی)

(۹) رات کے آخری وقت میں سحری کرنا مستحب ہے۔ (السراج الوہاج)

(۱۰) افطار کو جلد کرنا مستحب ہے اور سنت یہ ہے کہ افطار کے وقت یہ دعا کرے: ''اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ لَکَ صُمْتُ وَبِکَ اٰمَنْتُ وَعَلَیْکَ

تَوَکَّلْتُ وَعَلٰی رِزْقِکَ اَفْطَرْتُ''۔اور سحری کے وقت یہ دعا کرے:''وَصَوْمُ الْغَدِ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ نَوَیْتُ فَاغْفِرْلِیْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ''۔(معراج الدرایہ)

(۱۱) عیدین کا اور ایامِ تشریق کا روزہ رکھنا مکروہ ہے اور اگر اس نے روزہ رکھ لیا تو روزہ ہو جائے گا۔(فتاوی قاضی خاں)

(۱۲) امام ابوحنیفہ کے نزدیک شوال کے چھ روزے رکھنا مکروہ ہے خواہ مسلسل روزے رکھے یا متفرق' امام ابویوسف کے نزدیک مسلسل روزے رکھنا مکروہ ہے اور متفرق روزے رکھنا مکروہ نہیں ہے' لیکن عامۃ المشائخ کے نزدیک اس میں کوئی حرج نہیں ہے (یعنی کسی بھی طریقہ سے یہ روزے رکھنا جائز ہے' خواہ اکٹھے رکھے جائیں یا متفرق)۔(البحر الرائق)

(۱۳) مسلسل پورے سال اس طرح روزے رکھے کہ جن ایام میں روزہ رکھنا منع ہے' ان میں بھی روزہ رکھے تو یہ مکروہ ہے اور جب ایام ممنوعہ کے روزے چھوڑ دے تو پھر مکروہ نہیں ہے۔(خلاصۃ الفتاوی)

(۱۴) افضل یہ ہے کہ ایک دن روزہ رکھے اور ایک دن بغیر روزے کے گزارے۔(خلاصۃ الفتاوی)

(۱۵) چپ رہنے کا روزہ رکھنا مکروہ ہے اور وہ یہ ہے کہ روزہ رکھے اور اس میں کلام نہ کرے۔(فتاوی قاضی خاں)

(۱۶) جب مسافر کو روزہ رکھنے سے مشقت ہو تو اس کا روزہ رکھنا مکروہ ہے اور اگر مشقت نہ ہو تو پھر روزہ رکھنا افضل ہے۔

(فتاوی ظہیریہ)

(۱۷) ایامِ بیض یعنی تیرہ' چودہ اور پندرہ تاریخ کے روزے رکھنا مستحب ہے۔(فتاوی قاضی خاں)

(۱۸) پیر اور جمعرات کی طرح صرف جمعہ کا روزہ رکھنا اکثر فقہاء کے نزدیک مستحب ہے۔(البحر الرائق)

میں کہتا ہوں کہ تحقیق یہ ہے کہ صرف جمعہ کا روزہ رکھنا ممنوع ہے' حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص جمعہ کا روزہ نہ رکھے مگر اس صورت میں کہ اس سے پہلے دن یا اس کے بعد کے دن کا بھی روزہ رکھے۔

(صحیح البخاری: ۱۹۸۵' صحیح مسلم: ۱۱۴۴' سنن ابوداؤد: ۲۴۲۰' سنن ترمذی: ۷۴۳' سنن ابن ماجہ: ۱۷۲۳)

(۱۹) حُجاج کے لیے یوم عرفہ کا روزہ رکھنا اس صورت میں مکروہ ہے کہ جب روزے سے ان کو اتنا ضعف طاری ہو کہ وہ افعالِ حج اچھی طرح ادا نہ کر سکیں۔

(۲۰) صرف دس محرم کا روزہ رکھنا مکروہ ہے۔(محیط السرخسی)

(فتاوی عالم گیری ج ۱ ص ۲۰۲-۱۹۹' ملتقطاً وموضحاً' مطبعہ امیریہ کبری' بولاق' مصر' ۱۳۱۰ھ)

نوٹ: ان میں سے بعض روزوں کی کراہت یا استحباب کے متعلق عنقریب احادیث میں تصریح آئے گی۔ان شاءاللہ

جن کاموں سے روزہ فاسد ہوتا ہے یا نہیں ہوتا

روزہ کے فساد کی دو قسمیں ہیں' پہلی قسم وہ ہے جس سے روزہ کی قضاء واجب ہوتی ہے کفارہ واجب نہیں ہوتا۔

(۱) جب روزہ دار بھولے سے کھالے یا پی لے یا بھولے سے جماع کرے تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا' اس میں فرض روزہ اور نفلی کا کوئی فرق نہیں ہے۔(ہدایہ اولین)

(۲) اگر روزہ دار کو جبراً کھلایا گیا یا اس نے خطاءً کھا لیا تو اس پر قضاء ہے' کفارہ نہیں ہے۔(فتاوی قاضی خاں)

(۳) خطاء یہ ہے کہ روزہ دار کو یاد ہو کہ اس کا روزہ ہے اور اس کا روزہ توڑنے کا قصد نہ ہو' پھر وہ خطاء سے کھالے یا پی لے۔

(النہرالفائق)

(۴) جب روزہ دار نے بھول کر کھالیا یا پی لیا یا جماع کر لیا تو اس کا روزہ نہیں ٹوٹا' اس میں فرض اور نفل کا کوئی فرق نہیں۔(ہدایہ اولین)
یہ مسئلہ عالم گیری میں مکرر ہے' سوہم نے اس کو اسی طرح باقی رکھا ہے۔

(۵) جب روزہ دار ایسی چیز کھالے جو غذا ہو نہ دوا تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا اور اس پر کفارہ نہیں ہے' مثلاً وہ کنکری کھالے یا مٹی کھالے یا کاغذ کھالے۔(تبیین الحقائق)

(۶) جب روزہ دار غسل کر رہا ہو اور پانی اس کے حلق میں اس کے قصد کے بغیر چلا جائے تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا اور اس پر کفارہ نہیں ہے۔(السراج الوہاج)

(۷) اگر اس کے پیٹ میں مکھی چلی گئی تو اس کا روزہ نہیں ٹوٹے گا۔(ایضاح الکرمانی)

(۸) اگر اس کے حلق میں غبار یا دھواں چلا گیا تو اس کا روزہ نہیں ٹوٹے گا۔(السراج الوہاج)

(۹) تیل کی مالش سے تیل بدن کے مسامات میں داخل ہو گیا تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔(شرح المجمع)

(۱۰) اگر آنکھوں میں دوا کے قطرے ٹپکائے تو ہمارے نزدیک اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا' خواہ اس کا ذائقہ حلق میں محسوس ہو اور اگر اس نے تھوکا اور سرمہ کا اثر اور رنگ اس نے تھوک میں دیکھا تو عامۃ المشائخ کے نزدیک اس کا روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

(الذخیرہ' یہی قول زیادہ صحیح ہے' تبیین الحقائق)

ہمارے نزدیک سرمہ لگانے سے روزہ نہیں ٹوٹے گا کیونکہ سرمہ لگانا حدیث سے ثابت ہے' اور یہ حدیث خلاف قیاس ہے' لہٰذا آنکھوں میں دوا ڈالنے کو اس پر قیاس نہیں کیا جا سکتا' کیونکہ جو حدیث خلاف قیاس ہو' وہ اپنے مورد میں بند ہوتی ہے۔

خلاصہ یہ کہ آنکھوں میں دوا ڈالنے سے روزہ ٹوٹ جائے گا اور سرمہ لگانے سے نہیں ٹوٹے گا۔

(۱۱) جس کو منہ بھر کر قے آئی یا وہ از خود منہ بھر کر قے لایا یا خود بخود تھوڑی قے آئی اور وہ دوبارہ قے لایا اور قے آئی تو صحیح مذہب پر اس کا روزہ نہیں ٹوٹے گا۔(النہرالفائق)

(۱۲) جس نے حقنہ (انیما)(Anema یا Inhaller) لگوایا' یا ناک میں دوا چڑھائی یا کان میں تیل ٹپکایا تو اس کا روزہ ٹوٹ گیا اور اس پر کفارہ نہیں ہے۔(ہدایہ اولین) (چونکہ جدید تحقیق سے یہ بات ثابت ہو گئی ہے کہ کان اور معدے کے درمیان کوئی منفذ نہیں ہے' اس لیے کان میں تیل ٹپکانے سے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔سعیدی غفرلہٗ)

(۱۳) اور اگر کان میں پانی ڈالا تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔(ہدایہ اولین)

(۱۴) اگر پیٹ کے زخم میں یا دماغ کے زخم میں دوا لگائی اور دوا پیٹ میں یا دماغ میں پہنچ گئی تو عامۃ المشائخ کے نزدیک روزہ ٹوٹ جائے گا اور اگر دوا جوف دماغ یا پیٹ کے اندر نہیں پہنچی تو روزہ نہیں ٹوٹے گا کیونکہ مدار اس پر ہے کہ دوا جوف دماغ یا جوف بطن میں پہنچ جائے۔(تبیین الحقائق)

ہمارے نزدیک اس صورت میں روزہ ٹوٹ جائے گا' کیونکہ جس چیز سے بدن کو منفعت حاصل ہو اور وہ بدن میں پہنچ جائے تو اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔اسی طرح انجکشن لگانے سے روزہ ٹوٹ جائے گا' خواہ رگ میں انجکشن لگایا جائے یا مسل (Muscle) میں۔اس پر دلائل اور اس کی مفصل بحث' شرح صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۵۸۔۳۴۲ میں مذکور ہے۔

(۱۵) جب روزہ دار نے اپنی بیوی کا بوسہ لیا اور اس کو انزال ہو گیا تو اس کا روزہ ٹوٹ گیا اور اس پر کفارہ نہیں ہے۔(المحیط)

(۱۶) جب روزہ دار نے اپنے آلہ کو مس کر کے یا مساج کر کے اس سے منی نکالی تو اس پر روزہ کی قضاء ہے' کفارہ نہیں ہے۔ (البحر الرائق)

(۱۷) اگر اس نے اپنی بیوی کے ہاتھ سے یہ عمل کرایا تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا اور اس پر بھی کفارہ نہیں ہے۔ (البحر الرائق)

(۱۸) اگر دو عورتوں نے آپس میں جنسی عمل کیا اور دونوں کو انزال ہو گیا تو دونوں کا روزہ ٹوٹ جائے گا اور ان پر کفارہ نہیں ہے۔ (السراج الوہاج)

(۱۹) جب کسی شخص نے جانور سے بدفعلی کی اور اس کو انزال ہو گیا تو اس کا روزہ ٹوٹ گیا لیکن اس پر کفارہ نہیں ہے۔ (فتاویٰ قاضی خاں)

(۲۰) عورت کو چھونے' اس سے مصافحہ اور معانقہ کرنے کا حکم' اس کو بوسا دینے کے حکم کی مثل ہے۔ (فتاویٰ قاضی خاں)

(فتاویٰ عالم گیری ج ۱ ص ۲۰۵-۲۰۳' ملخصاً ومحققاً' مطبعہ امیریہ کبریٰ' بولاق' مصر)

جن اُمور سے روزہ کی قضاء اور کفارہ دونوں واجب ہیں یا صرف قضاء واجب ہے

(۱) جس نے روزے میں عمداً مباشرت کی یا قومِ لوط کا عمل کیا خواہ صرف اپنے آلہ کو داخل کیا ہو اور انزال نہ ہوا ہو' اس پر اس روزے کی قضاء بھی ہے اور کفارہ بھی ہے۔ (ہدایہ اولین)

(۲) اگر عورت یا مفعول بھی اس پر راضی ہو تو اس پر بھی روزہ کی قضاء اور کفارہ ہے۔ (فتاویٰ قاضی خاں)

(۳) اگر روزہ دار نے عمداً دوا یا غذا کھا لی تو اس پر اس روزہ کی قضاء اور کفارہ ہے۔ (خزانۃ المفتین)

(۴) اگر کوئی شخص سارا رمضان بے ہوش رہا تو اس پر پورے رمضان کے روزوں کی قضاء ہے۔ (معراج الدرایۃ)

(۵) مجاہد کو اگر یہ علم ہو کہ اس کو رمضان میں قتال کرنا ہوگا اور روزہ سے اس کو ضعف ہوگا تو اس کے لیے روزہ چھوڑنا جائز ہے۔

(فتاویٰ عالم گیری ج ۱ ص ۲۰۸' ملخصاً' مطبعہ امیریہ کبریٰ' بولاق' مصر' ۱۳۱۰ھ)

جن اعذار کی وجہ سے روزہ توڑنا یا روزہ چھوڑنا جائز ہے

(۱) سفر میں روزہ چھوڑنا (یعنی روزہ نہ رکھنا) مباح ہے لیکن جس دن اس نے سفر شروع کیا ہے' اس دن نہیں۔ (غیاثیہ)

(۲) اس دن میں اس کے لیے روزہ توڑنا جائز نہیں ہے لیکن اگر اس نے روزہ توڑ لیا تو اس پر کفارہ نہیں ہے۔ (محیط السرخسی)

(۳) مریض کو جب اپنی جان کی ہلاکت کا خطرہ ہو یا کسی عضو کے ضائع ہونے کا خطرہ ہو تو اس کے لیے روزہ توڑنا بالاجماع جائز ہے۔ اسی طرح اگر روزہ پر برقرار رہنے سے مرض کے زیادہ ہونے یا بڑھنے کا خطرہ ہو تب بھی اس کے لیے روزہ توڑنا جائز ہے اور اس پر صرف قضاء لازم ہے۔ (محیط)

پھر اس کی معرفت مریض کے اجتہاد سے ہوگی نہ کہ وہم سے' بلکہ غلبہ ظن سے یا علامت سے یا تجربہ سے یا مسلمان طبیب یا ڈاکٹر کے کہنے سے جو ظاہراً فاسق نہ ہو۔ (فتح القدیر)

(۴) جس تندرست آدمی کو یہ خطرہ ہو کہ وہ روزہ رکھنے سے بیمار ہو جائے گا' اس کے لیے روزہ چھوڑنا جائز ہے۔ (تبیین الحقائق)

(۵) جس کو باری کا بخار چڑھتا ہو' وہ بخار چڑھنے سے پہلے روزہ نہ رکھے تو جائز ہے۔ (فتح القدیر)

(۶) حاملہ اور دودھ پلانے والی کو اپنی جان کا یا بچہ کی جان کا خطرہ ہو تو ان کے لیے روزہ چھوڑنا جائز ہے' وہ روزہ کی قضاء کریں گی اور ان پر کفارہ نہیں ہے۔ (خلاصۃ الفتاویٰ) (بچہ کے یا اپنے بیمار ہونے کا یقینی خطرہ ہو تو بھی روزہ چھوڑنا جائز ہے)

(۷) جب عورت کو حیض یا نفاس آئے تو وہ روزہ نہ رکھے (بعد میں قضاء کرے)۔ (ہدایہ)

(۸) جب روزہ دار کو شدید بھوک یا پیاس ہو جس سے جان کی ہلاکت کا خطرہ ہو یا عقل زائل ہونے کا خطرہ ہو تو اس کے لیے روزہ توڑنا جائز ہے اس پر قضاء ہے اور کفارہ نہیں ہے۔ (فتح القدیر)

(۹) شیخ فانی اور دائم المریض جو روزے رکھنے پر قادر نہ ہو وہ روزے نہ رکھے اور ہر روز کے روزہ کا فدیہ دے جو ایک مسکین کو کھانا کھلانا ہے۔ (ہدایہ)

(۱۰) بہت بوڑھی عورت بھی اسی کی مثل ہے۔ (السراج الوہاج)

(فتاویٰ عالم گیری ج ا ص ۲۰۷ ملخصاً موضحاً مطبعہ امیریہ کبریٰ بولاق مصر ۱۳۱۰ھ)

فدیہ کی مقدار حسب حیثیت ہے غریب لوگ دو کلو گندم یا اس کی قیمت یومیہ کے حساب سے ادا کریں متوسط لوگ چار کلو کھجور یا جَو کے حساب سے ادا کریں امیر لوگ چار کلو کشمش یا پنیر کے حساب سے ادا کریں۔

روزہ کے فضائل اور مسائل بیان کرنے کے بعد اب ہم صحیح البخاری کی احادیث کی شرح کر رہے ہیں:

۱۸۹۱ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ أَبِي سُهَيْلٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ أَنَّ أَعْرَابِيًّا جَاءَ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَائِرَ الرَّأْسِ، فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، أَخْبِرْنِيْ مَاذَا فَرَضَ اللّٰهُ عَلَيَّ مِنَ الصَّلٰوةِ؟ فَقَالَ اَلصَّلَوَاتُ الْخَمْسُ إِلَّا أَنْ تَطَوَّعَ شَيْئًا. فَقَالَ أَخْبِرْنِيْ مَا فَرَضَ اللّٰهُ عَلَيَّ مِنَ الصِّيَامِ؟ فَقَالَ شَهْرَ رَمَضَانَ إِلَّا أَنْ تَطَوَّعَ شَيْئًا. فَقَالَ أَخْبِرْنِيْ بِمَا فَرَضَ اللّٰهُ عَلَيَّ مِنَ الزَّكٰوةِ؟ فَقَالَ فَأَخْبَرَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَرَائِعَ الْإِسْلَامِ، قَالَ وَالَّذِيْ أَكْرَمَكَ، لَا أَتَطَوَّعُ شَيْئًا، وَلَا أَنْقُصُ مِمَّا فَرَضَ اللّٰهُ عَلَيَّ شَيْئًا، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفْلَحَ إِنْ صَدَقَ، أَوْ دَخَلَ الْجَنَّةَ إِنْ صَدَقَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن جعفر نے حدیث بیان کی از ابی سہیل از والد خود از حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک اعرابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اس حال میں آیا کہ اس کے بال بکھرے ہوئے تھے پس اس نے کہا: یا رسول اللہ! مجھے خبر دیجئے کہ مجھ پر اللہ نے کون سی نمازیں فرض کی ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: پانچ نمازیں فرض ہیں ان کے سوا جو کچھ تم نفل پڑھو پھر اس نے کہا: مجھے خبر دیجئے کہ اللہ نے مجھ پر کون سے روزے فرض کیے ہیں؟ آپ نے فرمایا: رمضان کے مہینہ کے ان کے سوا جو تم نفل روزے رکھو اس نے کہا: آپ مجھے خبر دیجئے کہ اللہ نے مجھ پر کتنی زکوٰۃ فرض کی ہے؟ حضرت طلحہ نے کہا: پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو اسلام کے شرعی احکام کی خبر دی اس اعرابی نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کی تکریم کی ہے! اللہ نے جو چیزیں مجھ پر فرض کی ہیں میں ان پر کچھ اضافہ کروں گا نہ کمی کروں گا تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر اس نے سچ کہا ہے تو یہ کامیاب ہو گیا یا (فرمایا:) اگر اس نے سچ کہا ہے تو جنت میں داخل ہو گیا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۴۶ میں گزر چکی ہے۔

۱۸۹۲ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ، عَنْ أَيُّوْبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ صَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی از ایوب از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

عَاشُوْرَاءَ وَاَمَرَ بِصِيَامِهٖ' فَلَمَّا فُرِضَ رَمَضَانُ تُرِكَ. وَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ لَا يَصُوْمُهٗ اِلَّا اَنْ يُّوَافِقَ صَوْمَهٗ.

[اطراف الحدیث:۲۰۰۰-۴۵۰۱]

نے عاشوراء کا روزہ رکھا اور اس کا روزہ رکھنے کا حکم دیا' پھر جب رمضان کے روزے فرض ہو گئے تو عاشوراء کا روزہ ترک کر دیا گیا اور حضرت عبداللہ بن عمر صرف اس صورت میں عاشوراء کا روزہ رکھتے تھے جب ان کے نفلی روزہ کے دن عاشوراء ہو۔

اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں۔

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

المہلب نے کہا ہے کہ حدیث سابق سے معلوم ہوا کہ فرائض کی ادائیگی جنت کو واجب کرتی ہے اور سنن اور نوافل کی ادائیگی سے جنت کے درجات میں اضافہ ہوتا ہے۔ (میں کہتا ہوں کہ جنت کسی عمل سے واجب نہیں ہوتی بلکہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ملتی ہے)

امام طبری نے کہا ہے کہ اب عاشوراء کے روزے کے حکم میں اختلاف ہے' آیا عاشوراء کا روزہ رکھنا مستحب ہے اور اس کا اتنا ہی عظیم ثواب ہے جتنا رمضان کے روزوں کی فرضیت سے پہلے تھا؟ پس بعض فقہاء نے کہا: اس دن یہود' اس پر اللہ کا شکر ادا کرنے کے لیے روزے رکھتے تھے کہ اس دن اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اور بنو اسرائیل کو فرعون سے نجات عطا کی تھی' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن کا روزہ رکھا اور اس دن کے روزہ رکھنے کا حکم دیا' پھر جب رمضان کے روزے فرض ہو گئے تو آپ نے اس دن کے روزہ رکھنے کا حکم دیا نہ اس سے منع فرمایا' پس جو چاہے اس دن کا روزہ رکھے اور جو چاہے اس دن کا روزہ نہ رکھے۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ حضرت ابن عمر اس دن کے روزہ کو کیوں مکروہ قرار دیتے تھے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس کا مکروہ ہونا رجب کے روزہ کی طرح ہے' کیونکہ ایام جاہلیت میں مشرکین اس مہینہ کی تعظیم کرتے تھے' تو حضرت ابن عمر نے اسلام میں اس کام کو مکروہ جانا' جس کی زمانہ جاہلیت میں تعظیم ہوتی تھی' بغیر اس کے کہ اس دن کے روزہ کو حرام قرار دیں اور نہ اس دن کے روزہ رکھنے والے کو اس ثواب سے مایوس کریں جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی زبان سے وعدہ فرمایا ہے جبکہ کوئی شخص اس روزہ سے ثواب کو طلب کرنے کی نیت کرے اور اس سے اس کی نیت زمانہ جاہلیت کے مشرکین کے طریقہ کی اتباع نہ ہو' اسی طرح رجب کے روزہ کا حکم ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۱۸۹۳ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ' عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِيْ حَبِيْبٍ اَنَّ عِرَاكَ بْنَ مَالِكٍ حَدَّثَهٗ اَنَّ عُرْوَةَ اَخْبَرَهٗ' عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ قُرَيْشًا كَانَتْ تَصُوْمُ يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ' ثُمَّ اَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِصِيَامِهٖ حَتّٰى فُرِضَ رَمَضَانُ' وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ شَاءَ فَلْيَصُمْهُ' وَمَنْ شَاءَ اَفْطَرَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از یزید بن ابی حبیب کہ ان کو عراک بن مالک نے حدیث بیان کی' ان کو عروہ نے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ زمانہ جاہلیت میں قریش عاشوراء کے دن کا روزہ رکھتے تھے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے روزہ رکھنے کا حکم دیا یہاں تک کہ رمضان کے روزے فرض ہو گئے' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو چاہے اس دن کا روزہ رکھے اور جو چاہے چھوڑ دے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۵۹۲ میں گزر چکی ہے۔

۲ - بَابُ فَضْلِ الصَّوْمِ

روزہ کی فضیلت

١٨٩٤ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلصِّيَامُ جُنَّةٌ، فَلَا يَرْفُثْ وَلَا يَجْهَلْ، وَإِنِ امْرُؤٌ قَاتَلَهُ أَوْ شَاتَمَهُ، فَلْيَقُلْ إِنِّي صَائِمٌ مَرَّتَيْنِ، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، لَخُلُوفُ فَمِ الصَّائِمِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللّٰهِ تَعَالٰى مِنْ رِيحِ الْمِسْكِ، يَتْرُكُ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ وَشَهْوَتَهُ مِنْ أَجْلِي، اَلصِّيَامُ لِي وَأَنَا أَجْزِي بِهِ، وَالْحَسَنَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا.

[اطراف الحدیث: ۱۹۰۴۔ ۵۹۲۷۔ ۷۴۹۲۔ ۷۵۳۸]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از مالک از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: روزہ ڈھال ہے پس کوئی شخص (روزے میں) فحش بات کرے نہ جہالت کی بات کرے اگر کوئی شخص اس سے جنگ کرے یا اس کو گالی دے تو اس کو دو مرتبہ کہنا چاہیے کہ میں روزہ دار ہوں اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے! روزہ دار کے منہ کی بو ضرور اللہ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے بہتر ہے وہ اپنے کھانے اور اپنے پینے کو اور اپنے نفس کے تقاضوں کو میری وجہ سے ترک کرتا ہے روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کی جزاء دوں گا اور نیکی کا اجر دس گنا ہوتا ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۱۵۱، الرقم المسلسل: ۲۵۹۳، سنن نسائی: ۲۲۱۴، سنن دارمی: ۱۷۷۰، مسند احمد ج ۲ ص ۵۰۳ طبع قدیم، مسند احمد: ۱۰۵۴۰۔ ج ۱۶ ص ۳۱۸، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کے رجال کا اس سے پہلے تذکرہ ہو چکا ہے اور اس حدیث کا عنوان ہے: روزہ کی فضیلت اور اس کا بیان متن حدیث میں تفصیل سے مذکور ہے۔

لفظ ''جُنَّة'' کے معانی اور روزہ کے ڈھال ہونے کی توجیہات

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ''جُنَّة'' کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: ڈھال ''جنّ'' کے مادہ سے جو لفظ بنتا ہے اس میں ستر (پوشیدگی) کا معنی پایا جاتا ہے۔ اسی لفظ سے ''مِجَنٌّ'' بنا ہے اس کا معنی ڈھال ہے کیونکہ وہ دشمن کے حملہ سے مستور اور محفوظ رکھتی ہے اور اس سے جنت ہے کیونکہ وہ درخت کے پتوں سے مستور ہے اور روزہ دوزخ کے عذاب سے ڈھال ہے کیونکہ روزہ شہوت کے تقاضوں سے روکتا ہے اور دوزخ شہوت کے تقاضوں سے گھری ہوئی ہے جیسا کہ حدیث صحیح میں ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت تکلیفوں سے گھری ہوئی ہے اور دوزخ شہوات سے گھری ہوئی ہے۔ (سنن ترمذی: ۲۵۶۸، صحیح مسلم: ۲۸۲۲، الکامل لابن عدی ج ۵ ص ۱۷۹۶۔ ج ۷ ص ۲۶۶۱، کنز العمال: ۶۸۰۵، مسند احمد ج ۲ ص ۳۰۸۔ ۲۶۰۔ ج ۳ ص ۲۸۴۔ ۲۵۴۔ ۱۵۳)

علامہ ابن اثیر نے کہا ہے کہ روزے کے ڈھال ہونے کا معنی یہ ہے کہ روزہ روزہ دار کو اس کی ان شہوات کو پورا کرنے سے بچاتا ہے جن سے اس کو عذاب ہو قاضی عیاض نے کہا: اس کا معنی ہے: روزہ روزہ دار کو گناہوں سے بچاتا ہے یا دوزخ کے عذاب سے بچاتا ہے۔

''رفث'' کا معنی

نیز اس حدیث میں فرمایا: پس کوئی شخص ''رفث'' نہ کرے۔ اس کا معنی ہے: وہ فحش باتیں نہ کرے ''رفث'' کا اطلاق جماع

اور اس کے مقدمات (بوس و کنار) پر بھی ہوتا ہے۔

"جھل" کا معنی اور روزہ میں جہالت کے کاموں کی ممانعت کی زیادہ تاکید

نیز اس میں مذکور ہے: اور وہ جہل نہ کرے' اس کا معنی ہے: وہ افعالِ جاہلیت میں سے کوئی کام نہ کرے' مثلاً کسی کو گالی نہ دے یا اس کا مذاق نہ اُڑائے' علامہ قرطبی نے کہا: اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ روزہ کے بغیر یہ کام جائز ہیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ روزے میں جاہلیت کے کاموں کی ممانعت زیادہ مؤکد ہے۔

اللہ تعالیٰ سونگھنے سے منزہ اور پاک ہے' پھر روزہ دار کے منہ کی بو اس کو مشک سے زیادہ کیسے پسند ہے؟۔۔ اس کی توجیہات

نیز اس حدیث میں فرمایا: روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے نزدیک ضرور مشک کی خوشبو سے زیادہ پسندیدہ ہے۔

علامہ مازری نے کہا ہے کہ اس حدیث میں مجاز اور کنایہ ہے' کیونکہ یہ انسان اور حیوان کی صفت ہے کہ وہ اچھی خوشبوؤں کو سونگھ کر ان کی طرف مائل ہوتا ہے اور بدبوؤں کو سونگھ کر اس سے متنفر ہوتا ہے اور اللہ سبحانہ تو سونگھنے سے منزہ ہے' لیکن ہماری عادت یہ ہے کہ ہم اچھی خوشبوؤں کو اپنے قریب کرتے ہیں' اسی طرح اس حدیث میں روزہ دار کے منہ کی بو کو پسند کرنے سے اس کو قریب کرنے کا کنایہ اور استعارہ ہے یعنی اللہ عزوجل اس کو اپنے قریب کر لے گا اور آخرت میں اس کو عمدہ جزاء دے گا اور اس کے منہ سے مشک سے زیادہ عمدہ خوشبو آئے گی۔ ایک قول یہ ہے کہ اس کے منہ کی بو کے پسندیدہ ہونے کا یہ معنی ہے کہ اللہ اس سے راضی ہو گا اور اس کی ثناء جمیل فرمائے گا اور اس کو ثوابِ عظیم عطا فرمائے گا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ فرشتوں کو روزہ دار کے منہ کی بو مشک سے زیادہ اچھی لگے گی کیونکہ فرشتوں کو خوشبو سے راحت ملتی ہے' علامہ بغوی' علامہ قدوری' علامہ ابن العربی' علامہ الصابونی' علامہ سمعانی وغیرہم نے یہ کہا کہ روزہ دار کے منہ کی بو کے پسندیدہ ہونے کا یہ معنی ہے کہ اللہ کی جناب میں اس کا روزہ مقبول ہے۔

علامہ عینی لکھتے ہیں کہ ہمارے شیخ زین الدین رحمہ اللہ نے یہ کہا ہے کہ علامہ عزالدین بن عبدالسلام کے نزدیک روزہ دار کے منہ سے مشک سے اچھی خوشبو آنا آخرت پر محمول ہے' جیسے شہید کے خون کے متعلق حدیث میں ہے کہ اس کی خوشبو مشک کی طرح ہو گی' اور ان کا استدلال اس حدیث سے ہے:

اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی جان ہے! روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک قیامت کے دن مشک کی خوشبو سے زیادہ پسندیدہ ہو گی۔ (صحیح مسلم: ۱۱۵۱)

اور شیخ تقی الدین ابن صلاح کے نزدیک یہ خوشبو دنیا کی خوشبو پر محمول ہے' ان کا استدلال اس حدیث سے ہے:

اور روزہ دار کے منہ کی بو جب وہ طعام کو چھوڑتا ہے تو وہ اللہ کے نزدیک مشک سے زیادہ پسندیدہ ہوتی ہے۔

(صحیح ابن حبان: ۳۴۲۴۔ ج ۸ ص ۲۱۱' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۱۴ھ)

علامہ عینی نے فرمایا: اس سے کوئی چیز مانع نہیں کہ اس کے منہ سے یہ خوشبو دنیا میں بھی آئے اور آخرت میں بھی آئے۔

اس اعتراض کا جواب کہ تمام اعمال اللہ کے لیے ہیں' پھر یہ کیوں فرمایا کہ روزہ میرے لیے ہے؟

اس حدیث میں فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کی جزاء دوں گا۔

(۱) کیونکہ روزہ کا ثواب بہت زیادہ ہے' اس لیے فرمایا: میں اس کی جزاء دوں گا یعنی میرے علاوہ اور کوئی اتنی جزاء نہیں دے سکتا اور باقی عبادات کی جزاء فرشتے دیتے ہیں' ان کی جزاء فرشتوں کو سونپ دی جاتی ہے اور صرف روزہ ایسی عبادت ہے جس کی

جزاء خود اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے۔

فرمایا: روزہ میرے لیے ہے یعنی روزے میں ریاء اور دکھاوا نہیں ہوتا' جیسے دوسری عبادات میں ہوتا ہے' اس لیے فرمایا: روزہ میرے لیے ہے۔

(۲) اس کی دوسری توجیہ یہ ہے کہ یہ اضافت تشریف کے لیے ہے یعنی روزہ کا شرف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی نسبت اپنی طرف کی ہے۔ جیسے فرمایا: ''نَاقَةَ اللّٰهِ'' (الشمس:۱۳) اللہ کی اونٹنی' حالانکہ تمام عالم اور جہان اللہ کا ہے لیکن اس اونٹنی کی عزت افزائی کے لیے فرمایا: اللہ کی اونٹنی۔

(۳) اس کی تیسری توجیہ یہ ہے کہ روزہ دار کھانے پینے کو چھوڑ دیتا ہے اور کھانے پینے سے مستغنی ہونا اللہ تعالیٰ کی صفت ہے' پس روزہ دار اس صفت کی وجہ سے اللہ کے قریب ہو جاتا ہے' اگرچہ اللہ کی صفت کے کوئی مشابہ نہیں ہوتا۔

(۴) اس کی چوتھی توجیہ یہ ہے کہ کھانے پینے سے مستغنی ہونا فرشتوں کی صفت ہے اور فرشتے اللہ کے بہت قریب ہیں' اس لیے فرمایا: روزہ میرے لیے ہے۔

(۵) اس کی پانچویں توجیہ یہ ہے کہ دنیا میں مختلف طریقوں سے غیر اللہ کی عبادت کی گئی ہے' ان کو سجدہ کیا گیا' ان کے لیے رکوع کیا گیا' ان کے لیے صدقہ کیا گیا' ان کو پکارا گیا لیکن کسی معبود کے لیے روزہ نہیں رکھا گیا' اس لیے فرمایا: روزہ میرے لیے ہے۔

(۶) چھٹی توجیہ یہ ہے کہ جس شخص کے اوپر بندوں کے حقوق ہوں گے تو حقوق العباد میں اس کی دوسری نیکیاں دے دی جائیں گی حتیٰ کہ صرف روزہ رہ جائے گا' قریب تھا کہ اس کا روزہ بھی کسی بندہ کے حق میں اس کو دے دیا جاتا' اس وقت اللہ تعالیٰ فرمائے گا: روزہ میرے لیے ہے' یعنی اس کے روزہ کی عبات کسی کو نہیں دی جائے گی' حدیث میں ہے:

امام بیہقی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے سفیان بن عُیینہ سے سوال کیا کہ اس حدیث کا کیا مطلب ہے جس کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رب سے روایت کیا ہے کہ ابن آدم کا ہر عمل اس کے لیے ہوتا ہے ماسوا روزے کے کیونکہ روزہ میرے لیے ہے اور اس کی جزاء میں دوں گا؟

ابن عیینہ نے کہا: یہ بہت عمدہ اور بہت مستحکم حدیث ہے کیونکہ جب قیامت کا دن ہوگا اور اللہ تعالیٰ اپنے بندہ سے حساب لے گا اور بندوں کے حقوق میں اس کے تمام نیک اعمال دے دیئے جائیں گے حتیٰ کہ صرف روزہ باقی رہ جائے گا تو اس بندہ کے اوپر جو بندوں کے حقوق باقی ہوں گے ان کو اللہ تعالیٰ اپنی طرف سے ادا کر دے گا اور روزہ کی وجہ سے اس کو جنت میں داخل کر دے گا اور یہ اس حدیث کا معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: روزہ میرے لیے ہے اور اس کی جزاء میں خود دوں گا۔

(الجامع لشعب الایمان ج ۵ ص ۲۰۵' مکتبۃ الرشد مدینہ منورہ' ۱۴۲۳ھ)

چھٹی توجیہ پر ایک اعتراض کا جواب

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی نے بھی اس جواب کا ذکر کیا ہے' وہ لکھتے ہیں:

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ میں پہلے اس جواب کو بہت عمدہ سمجھتا تھا حتیٰ کہ میں نے ایک حدیث میں غور کیا جس میں انسان کو اس کے حقوق دلائے جائیں گے' اس میں روزہ بھی ان اعمال میں داخل ہے جو اعمال صاحب حق کو دلائے جائیں گے۔ وہ حدیث یہ ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ مفلس کون ہے؟ صحابہ نے کہا: ہم میں مفلس وہ شخص ہے جس کے پاس کوئی درہم ہو نہ کوئی سامان ہو' تو آپ نے فرمایا: میری امت میں مفلس وہ شخص ہے جو قیامت کے دن

نماز روزے اور زکوٰۃ لے کر آئے گا' اور اُس نے اِس شخص کو گالی دی ہوگی' اور اِس شخص پر تہمت لگائی ہوگی اور اِس شخص کا مال کھایا ہوگا اور اِس شخص کا خون بہایا ہوگا اور اِس کو مارا ہوگا' تو اس کی نیکیوں میں سے اِس کو دیا جائے گا اور اُس کی نیکیوں میں سے اِس کو دیا جائے گا' اُس پر جو لوگوں کے حقوق ہیں' ان کے ختم ہونے سے پہلے پھر حقوق والوں کے گناہ اس پر ڈال دیئے جائیں گے' پھر اس کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔ (صحیح مسلم:۲۵۸۱' سنن ترمذی:۲۴۱۸' مسند احمد ج ۲ ص ۳۳۴۔۳۰۳)

علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ باقی اعمال کی طرح اس کا روزہ بھی لے لیا جائے گا۔

(المفہم ج ۳ ص ۲۱۲' دار ابن کثیر بیروت' ۱۴۲۰ھ)

حافظ ابن حجر اس اعتراض کے جواب میں لکھتے ہیں:

اگر ابن عیینہ کا قول ثابت ہو تو صحیح مسلم کی اس حدیث سے روزوں کی تخصیص کرنا ممکن ہے اور اس کی تخصیص پر یہ حدیث دلیل ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: روزے کے سوا ہر عمل کفارہ ہو جائے گا' روزہ میرے لیے ہے اور اس کی جزاء میں خود دوں گا۔

(مسند احمد ج ۲ ص ۴۶۷ طبع قدیم' مسند احمد:۱۰۰۲۵۔ج ۱۶ ص ۷۵' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

شیخ الارنؤط اس حدیث کے حاشیہ میں لکھتے ہیں: امام مسلم کی شرط کے مطابق اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

نیز حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

اسی طرح امام ابوداؤد الطیالسی نے اس حدیث کو اپنی مسند میں از شعبہ از محمد بن زیاد روایت کیا ہے اور اس کے الفاظ یہ ہیں: تمہارا رب تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے: روزے کے سوا ہر عمل کفارہ ہے۔ (مسند الطیالسی:۲۴۸۵ طبع قدیم)

اسی طرح اس حدیث کو قاسم بن اصبغ نے دوسری سند کے ساتھ شعبہ سے روایت کیا ہے' اس کے الفاظ یہ ہیں:

روزے کے سوا ابن آدم جو بھی عمل کرتا ہے' وہ کفارہ ہو جاتا ہے۔

امام بخاری نے کتاب التوحید میں شعبہ سے یہ حدیث ان الفاظ کے ساتھ روایت کی ہے:

ہمیں محمد بن زیاد نے حدیث بیان کی از حضرت ابوہریرہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' وہ تمہارے رب سے روایت کرتے ہیں: ہر عمل کے لیے کفارہ ہوتا ہے اور روزہ میرے لیے ہے اور اس کی جزاء میں دوں گا۔ الحدیث (صحیح البخاری:۷۵۳۸)

اس حدیث میں استثناء کو حذف کر دیا' اسی طرح اس حدیث کو امام احمد نے از غندر از شعبہ روایت کیا ہے' لیکن یہ کہا کہ ہر عمل کا کفارہ ہے اور روزہ میرے لیے ہے۔ (الحدیث) (مسند احمد:۹۸۸۸۔ج ۱۵ ص ۷۴' مسند احمد ج ۲ ص ۴۵۶ طبع قدیم)

اور یہ حدیث آدم کی روایت کے خلاف ہے' کیونکہ اس کا معنی یہ ہے کہ گناہوں میں سے ہر گناہ کا عبادات کفارہ بن جاتی ہیں۔ اور غندر کی روایت کا معنی یہ ہے کہ عبادات کا ہر عمل گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے اور اس استثناء کا جو ذکر کیا گیا ہے' یہ ابن عیینہ کی روایت کی صحت کی گواہی دیتا ہے اور ہر چند کہ اس روایت کی سند صحیح ہے لیکن اس کے معارض حضرت حذیفہ کی یہ روایت ہے: مرد کا اس کے اہل' مال اور اولاد میں جو فتنہ (گناہ) ہوتا ہے' نماز' روزہ اور صدقہ اس کا کفارہ ہیں' اور عنقریب میں ان حدیثوں کی تطبیق کو بیان کروں گا۔ (میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر ان حدیثوں میں تطبیق نہیں کر سکے اور بالآخر یہی ثابت ہوا کہ روزہ مطلقاً گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے اور علامہ قرطبی کا اعتراض نہیں اٹھ سکا اور توجیہ مذکور باطل ہو گئی۔ سعیدی غفرلہٗ)

(فتح الباری ج ۴ ص ۳۸۹۔۳۸۸ دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

(۷) ساتویں توجیہ یہ ہے کہ اس کے روزہ کے ثواب کی مقدار اور اس کی نیکیوں کے دگنے چوگنے ہونے کو صرف میں جانتا ہوں اور باقی عبادات پر دوسرے لوگ بھی مطلع ہو جاتے ہیں۔

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ دوسرے اعمال کے ثواب کی مقدار پر لوگ مطلع ہو جاتے ہیں کہ ان کا ثواب دس سے لے کر سات سو گنا تک بڑھ جاتا ہے ماسوا روزہ کے کیونکہ اللہ تعالیٰ بغیر کسی مقدار کے تعین کے اس کا ثواب عطا فرماتا ہے حدیث میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے! روزہ دار کے منہ کی بو ضرور اللہ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ پسندیدہ ہے وہ اپنی شہوت اور اپنے کھانے اور اپنے پینے کو صرف میری وجہ سے چھوڑتا ہے پس روزہ میرے لیے ہے اور اس کی جزاء میں ہی دوں گا کہ ہر نیکی کا اجر دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک ہے سوا روزہ کے پس وہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کی جزاء دوں گا۔

(موطا امام مالک کتاب الصوم باب: ۵۸۔ ج ۱ ص ۲۰۱ مکتبۃ التوفیقیہ صحیح البخاری: ۱۸۹۴)

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ میں روزے کی جزاء کسی تعیین کے بغیر بہت زیادہ دوں گا اور یہ اس طرح ہے جس طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍO صرف صبر کرنے والوں کو ہی ان کا پورا پورا بے حساب اجر دیا جائے گاO (الزمر: ۱۰)

اور اکثر مفسرین کے نزدیک اس آیت میں صبر کرنے والوں سے مراد روزہ رکھنے والے ہیں۔

(المفہم ج ۳ ص ۲۱۳ دار ابن کثیر بیروت ۱۴۲۰ھ)

اس معنی کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اعمال سات ہیں دو عمل واجب کرنے والے ہیں اور دو عمل ان کی مثل ہیں ایک عمل وہ ہے جس کا اجر دس گنا ہے ایک عمل وہ ہے جس کا اجر سات سو گنا ہے اور ایک عمل وہ جس کے عمل کرنے والے کے ثواب کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا رہے وہ دو عمل جو واجب کرنے والے ہیں تو جس نے اللہ سے اس حال میں ملاقات کی کہ وہ اخلاص کے ساتھ اس کی عبادت کرتا تھا اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا تھا اس کے لیے جنت واجب ہے اور جس نے اللہ سے اس حال میں ملاقات کی کہ وہ اس کے ساتھ کسی کو شریک بناتا تھا اس کے لیے دوزخ واجب ہے اور جس نے برائی کی اس کو بدلا دیا جائے گا اور جس نے نیکی کا ارادہ کیا پھر اس کو نہیں کیا اس کو نیکی کی مثل کا بدلا دیا جائے گا اور جس نے نیکی کی اس کو دس گنا اجر دیا جائے گا اور جس نے اپنے مال کو اللہ کی راہ میں خرچ کیا اس کو ایک درہم خرچ کرنے پر سات سو درہم اور ایک دینار خرچ کرنے پر سات سو دینار دیئے جائیں گے اور روزہ وہ عمل ہے کہ اس کے ثواب کی مقدار کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

(المعجم الاوسط: ۸۶۹ حافظ الہیثمی نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند جمہور کے نزدیک ضعیف ہے ابن معین نے اس کی ایک سند کی توثیق کی ہے مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۸۲ حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے فتح الباری ج ۴ ص ۳۸۸)

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اس کی جزاء میں خود دوں گا' اور عرف یہ ہے کہ جب کریم یہ کہے کہ میں خود عطا کروں گا تو یہ اس عطاء کی انتہائی تعظیم کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۳۸۸' دارالمعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

(۸) آٹھویں توجیہ یہ ہے کہ روزے کا عمل ظاہر نہیں ہے کہ کراماً کاتبین اس کو لکھ لیں' اس لیے روزہ کو صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے اور وہی اس کا اجر عطا فرمائے گا' اس لیے فرمایا: روزہ میرے لیے ہے۔

(۹) نویں توجیہ یہ ہے کہ روزہ کا عمل خالص اللہ کے لیے ہے بندہ کا اس میں کوئی حصہ نہیں ہے' اور حصہ سے مراد یہ ہے کہ روزہ کے عمل کو دیکھ کر کوئی روزہ دار کی تعریف نہیں کرتا اور باقی عبادات کو دیکھ کر لوگ ان عبادات کی تعریف کرتے ہیں۔

(۱۰) دسویں توجیہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: روزہ میرے لیے ہے' اس کا معنی یہ ہے کہ روزہ مجھے تمام عبادات سے زیادہ محبوب ہے اور یہ میرے نزدیک تمام عبادات پر مقدم ہے' حدیث میں ہے:

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور میں نے کہا: مجھ کو ایسی چیز کا حکم دیں جس پر میں آپ کی طرف سے عمل کروں' تو آپ نے فرمایا: تم روزہ رکھو کیونکہ اس کی کوئی مثل نہیں ہے۔ (سنن نسائی: ۲۲۱۶)

علامہ سندھی نے کہا: اس سے مراد یہ ہے کہ شہوت کو توڑنے میں اور نفس امارہ اور شیطان کو دفع کرنے میں اس کی کوئی مثل نہیں ہے یا حصولِ تقویٰ میں اور کثرتِ ثواب میں اس کی کوئی مثل نہیں ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث صحیح پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ دوسری حدیث میں ہے:

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: استقامت پر رہو اور تم ہرگز نہ رہ سکو گے اور یاد رکھو تمہارے اعمال میں بہترین عمل نماز ہے' اور وضوء کی حفاظت صرف مؤمن کرتا ہے۔

(سنن ابن ماجہ: ۲۷۸۔ ۲۷۷' مسند احمد ج ۵ ص ۲۸۳' سنن بیہقی ج ۱ ص ۴۵۷)

حافظ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ اس اعتراض کے جواب میں لکھتے ہیں:

اس حدیث پر یہ اعتراض بالکل نہیں ہوتا کیونکہ سنن نسائی کی حدیث میں روزہ کی مطلقاً فضیلت بیان فرمائی ہے کہ اس کی مثل کوئی عبادت نہیں ہے اور سنن ابن ماجہ میں نماز کی مخاطب کے اعتبار سے اضافی فضیلت بیان فرمائی ہے جیسا کہ ایک اور حدیث میں ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب عمل وہ ہے جس میں سب سے زیادہ دوام ہو' اگرچہ وہ تھوڑا عمل ہو۔

(مسند احمد ج ۶ ص ۱۶۵ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۵۳۱۷۔ ج ۴۲ ص ۱۹۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

ایک اور حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بہترین عمل وہ ہے جس میں زیادہ دوام ہو' خواہ تھوڑا ہو۔

(اتحاف السادۃ المتقین ج ۸ ص ۵۷۰' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۴ھ)

آپ کا یہ ارشاد بھی مخاطب کے اعتبار سے ہے اور دائمی عمل کی فضیلت اضافی ہے ورنہ اگر کوئی شخص دائماً سلام کا جواب دے یا سلام میں پہل کرے یا دائماً وضوء کرے تو کیا اس کا یہ عمل نماز' روزے' قرآن مجید کی تلاوت اور حج اور عمرہ سے افضل ہوگا!

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۱۷۳' موضحاً ومخرجاً' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ ھ لکھتے ہیں:

علامہ طالقانی نے حظائر القدس میں اس حدیث کی دس سے زیادہ توجیہات کی ہیں' میں اس کتاب پر مطلع نہیں ہو سکا' اور اس پر علماء کا اتفاق ہے کہ یہاں روزے سے مراد وہ روزہ ہے جو قولی اور فعلی گناہوں سے خالی ہو۔ (تاہم چونکہ ایک توجیہ باطل ہے اس لیے کل نو توجیہات ہوئیں۔ سعیدی غفرلہٗ)

روزہ کی اقسام

علامہ ابن العربی نے بعض اصحابِ زُہد سے نقل کیا ہے کہ یہ مقام خواص الخواص کے روزے کے ساتھ مخصوص ہے' انہوں نے بیان کیا کہ روزہ کی چار قسمیں ہیں:

(۱) عوام کا روزہ: اور یہ کھانے پینے اور جماع سے اجتناب کرنا ہے۔

(۲) خواص عوام کا روزہ: یہ کھانے پینے اور جماع کے علاوہ قولی اور فعلی محرمات سے اجتناب کرنا ہے۔

(۳) خواص کا روزہ: وہ ان چیزوں سے اجتناب کے ساتھ ساتھ اللہ کی یاد کے علاوہ دیگر چیزوں سے اجتناب کرنا اور نفلی عبادات میں مشغول رہنا ہے۔

(۴) خواص الخواص کا روزہ: وہ غیر اللہ سے روزہ رکھنا ہے (یعنی اللہ عزوجل کے سوا کسی سے تعلق نہ رکھا جائے) یہ لوگ صرف قیامت کے دن افطار کریں گے۔

یہ بہت بلند مقام پر ہیں لیکن یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ حدیث میں روزہ دار سے مراد یہی لوگ ہیں۔

روزہ کی فضیلت کا مدار دو چیزوں پر ہے

روزہ کو یہ فضیلت دو وجہوں سے عطا کی گئی ہے:

(۱) باقی عبادات پر بندے مطلع ہو جاتے ہیں اور روزہ بندہ اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ایک راز ہے' بندہ یہ عمل خالص اللہ کے لیے اور اس کی رضا کو طلب کرنے کے لیے کرتا ہے' اس کی طرف حدیث میں یہ اشارہ ہے: روزہ میرے لیے ہے۔

(۲) دوسری نیکیاں مال کو خرچ کرنے یا بدن کی مشقت سے وجود میں آتی ہیں اور روزہ کسرِ نفس اور بدن کو کمزور کرنے سے وجود میں آتا ہے' اور اس میں بھوک اور پیاس اور ترکِ شہوت پر صبر کرنا ہے اور اس کی طرف حدیث میں یہ اشارہ ہے: بندہ اپنی شہوت کو میری وجہ سے چھوڑتا ہے۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۳۸۹' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۶۰۰۔ ج ۳ ص ۱۴۳ پر مذکور ہے' اس کی شرح میں روزے کی اللہ تعالیٰ کے ساتھ خصوصیت کی دس وجوہ بیان کی گئی ہیں۔

۳ - بَابُ اَلصَّوْمُ كَفَّارَةٌ

روزہ کفارہ ہے

۱۸۹۵ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا جَامِعٌ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ مَنْ يَّحْفَظُ حَدِيثًا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْفِتْنَةِ؟ قَالَ حُذَيْفَةُ أَنَا سَمِعْتُهُ يَقُولُ فِتْنَةُ الرَّجُلِ فِي أَهْلِهِ وَمَالِهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جامع نے حدیث بیان کی از ابی وائل از حضرت حذیفہ رضی اللہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ نے پوچھا: فتنہ کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کسی کو یاد ہے؟ حضرت حذیفہ رضی اللہ

وَجَارِهٖ، تُكَفِّرُهَا الصَّلٰوةُ وَالصِّيَامُ وَالصَّدَقَةُ. قَالَ لَيْسَ اَسْاَلُ عَنْ ذِهٖ، اِنَّمَا اَسْاَلُ عَنِ الَّتِيْ تَمُوْجُ كَمَا يَمُوْجُ الْبَحْرُ. قَالَ حُذَيْفَةُ وَاِنَّ دُوْنَ ذٰلِكَ بَابًا مُّغْلَقًا، قَالَ فَيُفْتَحُ اَوْ يُكْسَرُ؟ قَالَ يُكْسَرُ، قَالَ ذَاكَ اَجْدَرُ اَنْ لَّا يُغْلَقَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ. فَقُلْنَا لِمَسْرُوْقٍ، سَلْهُ اَكَانَ عُمَرُ يَعْلَمُ مَنِ الْبَابُ؟ فَسَاَلَهٗ فَقَالَ نَعَمْ، كَمَا يَعْلَمُ اَنَّ دُوْنَ غَدٍ اللَّيْلَةَ.

نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: مرد کا اس کے اہل' اس کے مال اور اس کے پڑوسی کی وجہ سے جو فتنہ (گناہ) ہوتا ہے' اس کا کفارہ نماز' روزہ اور صدقہ ہو جاتا ہے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرا سوال اس کے متعلق نہیں تھا' میں اس فتنہ کے متعلق سوال کر رہا تھا جو سمندر کی موجوں کی طرح امڈ آئے گا' حضرت حذیفہ نے کہا: آپ کے اور اس فتنہ کے درمیان ایک بند دروازہ ہے' حضرت عمر نے پوچھا: آیا اس دروازہ کو کھولا جائے گا یا توڑا جائے گا؟ حضرت حذیفہ نے کہا: اس کو توڑا جائے گا' حضرت عمر نے فرمایا: پھر لائق ہے کہ اس (فتنہ کے دروازہ) کو قیامت تک بند نہیں کیا جائے گا۔ ابو وائل نے بیان کیا: ہم نے مسروق سے کہا: حضرت حذیفہ سے پوچھو: کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ دروازہ کو جانتے تھے' پس انہوں نے سوال کیا تو حضرت حذیفہ نے کہا: ہاں! جس طرح وہ جانتے تھے کہ آج صبح کے بعد رات ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۵۲۵ میں گزر چکی ہے' تاہم بعض ضروری اُمور بیان کیے جا رہے ہیں۔

روزے کے کفارہ ہونے اور کفارہ نہ ہونے کی متعارض حدیثوں میں حافظ ابن حجر کی تطبیق

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

یہ حدیث باب سابق کی اس حدیث کے معارض ہے' جس میں مذکور ہے: روزہ کے سوا باقی اعمال گناہوں کا کفارہ ہوتے ہیں اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ روزہ بھی گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جس حدیث میں کفارہ کا ثبوت ہے اس کو کسی خاص گناہ کے کفارہ پر محمول کیا جائے گا اور جس حدیث میں کفارہ کی نفی ہے' اس کو کسی اور خاص گناہ کے کفارہ کی نفی پر محمول کیا جائے گا' امام بخاری نے اس حدیث کو باب الزکوٰۃ میں مطلقاً گناہ کے کفارہ کے ثبوت میں ذکر کیا ہے اور کہا ہے: صدقہ گناہ کو مٹا دیتا ہے' پھر اس باب میں بعینہٖ اسی حدیث کا ذکر کیا ہے۔ (صحیح البخاری: ۱۴۳۵)

اور روزوں کے مطلقاً کفارہ ہونے پر یہ حدیث بھی دلیل ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانچ نمازیں اور ایک جمعہ سے دوسرا جمعہ اور ایک رمضان سے دوسرا رمضان ان کے درمیان ہونے والے گناہوں کا کفارہ ہیں جب کہ وہ گناہ کبیرہ سے اجتناب کرے۔
(صحیح مسلم: ۲۳۳' الرقم المسلسل: ۴۴۰)

اسی طرح یہ حدیث ہے:

حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے رمضان کے روزے رکھے اور ان کی حدود کو پہچانا اور جن کاموں کی حفاظت کرنی چاہیے تھی' ان کی حفاظت کی تو یہ روزے اس کے پچھلے گناہوں کا کفارہ ہو جائیں گے۔
(صحیح ابن حبان: ۳۴۳۳' مسند ابویعلیٰ: ۱۰۵۸' مسند احمد ج ۳ ص ۵۵' سنن بیہقی ج ۴ ص ۳۰۴)

اسی طرح یہ حدیث ہے:

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یوم عرفہ کے روزہ کے متعلق میں اللہ سے یہ امید رکھتا ہوں کہ اس روزہ کو اللہ اس سے پہلے سال کے اور اس کے بعد کے سال کے گناہوں کا کفارہ بنا دے گا۔

(سنن ترمذی: ۷۴۹‘ صحیح مسلم: ۱۱۶۲‘ سنن ابوداؤد: ۲۴۲۵_۲۴۲۶‘ سنن نسائی: ۲۳۷۹‘ سنن ابن ماجہ: ۱۷۳۸_۱۷۳۰_۱۷۱۳)

صحیح مسلم کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ عاشوراء کے روزہ کے متعلق میں اللہ تعالیٰ سے اُمید رکھتا ہوں کہ اللہ اس روزہ کو ایک سال پہلے کے گناہوں کا کفارہ بنا دے گا۔ (صحیح مسلم: ۱۱۶۲)

لہٰذا اس سے پہلی حدیث کی شرح میں جو مسند احمد کی یہ حدیث ذکر کی گئی ہے کہ روزے کے علاوہ ہر عمل کفارہ ہو جاتا ہے‘ ہو سکتا ہے اس کا معنی اس طرح ہو کہ ہر عمل کفارہ ہو جاتا ہے ماسوا روزے کے کیونکہ روزہ گناہوں کا کفارہ بھی ہو جاتا ہے اور اس میں کفارہ سے زائد ثواب بھی ملتا ہے‘ اور اس روزہ سے مراد ایسا روزہ ہوگا جو ریا کاری اور اس کے شائبہ سے پاک ہو جیسا کہ اس حدیث کی شرح میں گزر چکا ہے۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۳۹۰‘ دار المعرفہ‘ بیروت‘ ۱۴۲۶ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی کی حدیث مذکور کی شرح اور حدیث سابق کی شرح پر مصنف کا تبصرہ

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کی شرح کے آخر میں جو حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے لکھا ہے اور یہ مان لیا ہے کہ روزہ مطلقاً گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے تو اس حدیث کی شرح کے اوّل میں جو انہوں نے لکھا تھا وہ باطل ہو گیا کہ روزہ کا کفارہ ہونا اضافی ہے اور یہ لکھا تھا کہ جس حدیث میں روزہ کے کفارہ ہونے کا ثبوت ہے‘ اس کو کسی خاص گناہ کے کفارہ پر محمول کیا جائے گا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ان کی اس شرح کا آخر اس شرح کے اوّل کے منافی ہے‘ کیونکہ آخر میں انہوں نے متعدد احادیث کے حوالوں سے لکھا ہے کہ روزہ مطلقاً گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے اور اس شرح کے اوّل میں انہوں نے لکھا ہے کہ روزہ کسی خاص گناہ کا کفارہ ہوتا ہے۔

حافظ ابن حجر کی دوسری غلطی یہ ہے کہ حدیث سابق کی نویں توجیہ (ہم نے اس کو چھٹے نمبر پر ان کے حوالے سے ذکر کیا ہے) میں علامہ قرطبی کے اعتراض کے جواب میں لکھا تھا کہ روزہ گناہوں کا کفارہ نہیں ہوتا اور اس کے ثبوت میں انہوں نے مسند احمد‘ مسند ابوداؤد الطیالسی کے حوالوں سے حدیثیں لکھی تھیں اور صحیح بخاری کی کتاب التوحید کی حدیث جو اس کے خلاف تھی‘ اس کی تاویل کی تھی‘ اور اب جب یہ ثابت ہو گیا کہ روزہ مطلقاً گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے تو وہ توجیہ باطل ہو گئی کیونکہ وہ توجیہ اسی پر مبنی تھی کہ لوگوں کے حقوق کے بدلہ میں تمام نیکیاں دے دی جائیں گی اور روزہ نہیں دیا جائے گا‘ بلکہ اللہ فرمائے گا کہ روزہ میرے لیے ہے اور دیگر نیکیوں کی طرح روزہ کفارہ نہیں ہوگا‘ سو یہ توجیہ باطل ہو گئی اور علامہ قرطبی نے جو اس پر اعتراض کیا تھا کہ روزہ بھی کفارہ ہو جاتا ہے‘ وہ اعتراض قائم ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس نویں توجیہ کو فتح الباری ج ۴ ص ۳۸۸ پر ذکر کیا ہے اور علامہ عینی نے بھی اس توجیہ کو علامہ قرطبی کا اعتراض نقل کیے بغیر عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۱۷۳ پر ذکر کیا ہے۔

ان دونوں بزرگوں کی اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے‘ انہوں نے یہ غور نہیں کیا کہ جب علامہ قرطبی کا اعتراض نہیں اٹھ سکتا تھا تو وہ اپنی شرحوں میں اس توجیہ کا ذکر ہی نہ کرتے‘ خواہ مخواہ توجیہات کے نمبر بڑھانے کے لیے اس باطل توجیہ کا ذکر کرنے کی کیا ضرورت تھی‘ جس کی وجہ سے ان دونوں حدیثوں کی شرح میں تضاد ہو گیا‘ خلاصہ یہ کہ حافظ ابن حجر کی اس حدیث کی شرح کا آخری حصہ اس شرح کے اوّل حصہ کے منافی ہے‘ اور اس سے پہلی حدیث کی شرح کی نویں توجیہ کے بھی منافی ہے‘ کاش! یہ دونوں بزرگ حدیث کی شرح

کرنے کے بعد اس پر نظر ثانی کر لیتے!

٤ - بَابٌ اَلرَّيَّانُ لِلصَّائِمِيْنَ روزہ داروں کے لیے جنت کا دروازہ

اس باب کے عنوان میں ''رَیّان'' کا ذکر ہے۔ ''رَیّان'' جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ کا نام ہے' جو روزہ داروں کے لیے مخصوص ہے۔ ''ریّان''، ''رِیٌّ'' سے ماخوذ ہے' جو پیاس کی ضد ہے یعنی سیرابی۔

١٨٩٦ - حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ قَالَ حَدَّثَنِي اَبُو حَازِمٍ عَنْ سَهْلٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ فِي الْجَنَّةِ بَابًا يُقَالُ لَهُ الرَّيَّانُ يَدْخُلُ مِنْهُ الصَّائِمُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَا يَدْخُلُ اَحَدٌ غَيْرُهُمْ يُقَالُ اَيْنَ الصَّائِمُوْنَ؟ فَيَقُوْمُوْنَ لَا يَدْخُلُ مِنْهُ اَحَدٌ غَيْرُهُمْ فَاِذَا دَخَلُوْا اُغْلِقَ فَلَمْ يَدْخُلْ مِنْهُ اَحَدٌ.

[طرف الحدیث:۳۲۵۷] (صحیح مسلم:۱۱۵۲' الرقم المسلسل:۲۵۹۹)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں خالد بن مخلد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان بن بلال نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابو حازم نے حدیث بیان کی از حضرت سہل رضی اللہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جنت میں ایک دروازہ ہے جس کو ریان کہا جاتا ہے' اس دروازہ سے قیامت کے دن روزہ دار داخل ہوں گے' ان کے سوا کوئی اور داخل نہیں ہوگا' کہا جائے گا: روزہ رکھنے والے کہاں ہیں' پھر روزہ دار کھڑے ہوں گے' اس دروازہ سے ان کے علاوہ اور کوئی داخل نہیں ہوگا' پھر جب وہ داخل ہو جائیں گے تو اس دروازہ کو بند کر دیا جائے گا پھر اس سے کوئی اور داخل نہیں ہوگا۔

جنت کے دروازوں کی تفصیل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

باب الریان کے علاوہ اور بھی جنت کے دروازے ہیں' جن کی تعداد آٹھ ہے' ان میں سے ایک باب الصلوٰۃ ہے جس سے نمازی داخل ہوں گے یعنی جو لوگ فرض نمازوں کے علاوہ بہ کثرت نوافل پڑھتے ہوں گے' اور باب الجہاد ہے جس سے مجاہدین داخل ہوں گے اور باب الصدقہ ہے جس سے فرض صدقہ کے علاوہ نفل صدقہ دینے والے داخل ہوں گے۔

حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں لکھا ہے کہ جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ باب محمد ہے اور یہ باب الرحمۃ ہے اور یہی باب التوبہ ہے' اور جب سے اللہ نے مخلوق کو پیدا کیا ہے یہ دروازہ کھلا ہے اور بند نہیں ہوا' اور جب سورج مغرب سے طلوع ہوگا تو اس دروازہ کو بند کر دیا جائے گا' پھر قیامت تک نہیں کھولا جائے گا' اور باقی ابواب نیک اعمال پر تقسیم کیے جائیں گے' باب الزکوٰۃ ہے' باب الحج ہے' باب العمرہ ہے۔ قاضی عیاض نے کہا: ایک باب الکاظمین الغیظ ہے یعنی غصہ پینے والوں کا دروازہ' باب الراضی یعنی اللہ کو راضی کرنے والوں کا دروازہ' الباب الایمن' اس دروازہ سے وہ لوگ داخل ہوں گے جن سے حساب نہیں ہوگا۔

کتاب الآجری میں یہ حدیث مذکور ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جنت میں ایک دروازہ ہے جس کو باب الضحیٰ کہا جاتا ہے' پس جب قیامت کا دن ہوگا تو ایک منادی ندا کرے گا: وہ لوگ کہاں ہیں جو ہمیشہ صلوٰۃ الضحیٰ (چاشت کی نماز) پڑھا کرتے تھے' یہ تمہارا دروازہ ہے تم اس میں داخل ہو جاؤ۔

کتاب الفردوس للدیلمی میں مذکور ہے: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جنت میں ایک

دروازہ ہے جس کو باب الفرح کہا جاتا ہے اس دروازے سے وہی داخل ہوں گے جو بچوں کو خوش کرتے ہوں گے۔

امام ترمذی کے نزدیک ایک باب الذکر ہے اور علامہ ابن بطال کے نزدیک ایک باب الصابرین ہے۔

البرقی نے کتاب الروضہ میں امام احمد بن حنبل کی سند سے یہ روایت کی ہے کہ حسن بصری بیان کرتے ہیں کہ اللہ کی جانب سے جنت میں ایک دروازہ ہے جس سے صرف وہ لوگ داخل ہوں گے جنہوں نے کسی کی زیادتی کو معاف کیا ہوگا۔

علامہ قشیری نے کتاب التفسیر میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ نیک اور اچھے اخلاق کے حامل کے گلے میں اللہ کی رضا کا طوق ہے جو رحمت کی زنجیر سے بندھا ہوا ہے اور وہ زنجیر وہاں تک ہے جہاں تک اچھے اخلاق ہیں وہ زنجیر اس کو کھینچے گی حتیٰ کہ اس دروازہ سے داخل کردے گی۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: یہ تمام ابواب جنت کے ان بڑے آٹھ دروازوں میں داخل ہیں جن کی دو چوکھٹوں کے درمیان پانچ سو سال کی مسافت کا فاصلہ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۳۷۴ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۲۶۰۶۔ ج ۳ ص ۱۴۵ پر مذکور ہے وہاں اس حدیث کی شرح نہیں کی گئی۔

۱۸۹۷ - حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنِیْ مَعْنٌ قَالَ حَدَّثَنِیْ مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَنْفَقَ زَوْجَيْنِ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ نُوْدِیَ مِنْ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ يَا عَبْدَ اللّٰهِ هٰذَا خَيْرٌ فَمَنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ الصَّلٰوةِ دُعِیَ مِنْ بَابِ الصَّلٰوةِ وَمَنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ الْجِهَادِ دُعِیَ مِنْ بَابِ الْجِهَادِ وَمَنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ الصِّيَامِ دُعِیَ مِنْ بَابِ الرَّيَّانِ وَمَنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ الصَّدَقَةِ دُعِیَ مِنْ بَابِ الصَّدَقَةِ فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا عَلٰی مَنْ دُعِیَ مِنْ تِلْكَ الْاَبْوَابِ مِنْ ضَرُوْرَةٍ فَهَلْ يُدْعٰی اَحَدٌ مِّنْ تِلْكَ الْاَبْوَابِ كُلِّهَا قَالَ نَعَمْ وَاَرْجُوْ اَنْ تَكُوْنَ مِنْهُمْ۔ [اطراف الحدیث: ۲۸۴۱-۳۲۱۶-۳۶۶۶]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے معن نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از حمید بن عبد الرحمٰن از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اللہ کی راہ میں ایک جوڑا خرچ کرے گا اس کو جنت کے دروازوں سے پکارا جائے گا: اے اللہ کے بندے! یہ خیر ہے پس جو شخص نمازیوں میں سے ہوگا اس کو باب الصلوٰۃ سے بلایا جائے گا اور جو شخص مجاہدوں میں سے ہوگا اس کو باب الجہاد سے بلایا جائے گا اور جو شخص روزہ داروں میں سے ہوگا اس کو باب الریان سے بلایا جائے گا اور جو شخص اہل صدقہ میں سے ہوگا اس کو باب الصدقہ سے بلایا جائے گا تب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! آپ پر میرے باپ اور ماں فدا ہوں! اگر کسی کو ان دروازوں میں سے کسی ایک دروازہ سے بلایا جائے تو وہ بھی بہت اچھا ہے لیکن کیا کوئی ایسا بھی ہوگا جس کو ان تمام دروازوں سے بلایا جائے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! اور مجھے امید ہے کہ ایسے تم ہو گے۔

(صحیح مسلم: ۱۰۲۷ الرقم المسلسل: ۲۲۶۰ سنن ترمذی: ۳۶۹۴ سنن نسائی: ۳۱۳۲ مصنف عبدالرزاق: ۲۰۰۵۲ صحیح ابن خزیمہ: ۲۴۸۰ صحیح ابن حبان: ۳۴۱۹ شرح السنۃ: ۱۶۳۵ سنن بیہقی ج ۹ ص ۱۷۱ مسند احمد ج ۲ ص ۲۶۸ طبع قدیم مسند احمد: ۷۶۳۳۔ ج ۱۳ ص ۷۲ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

"زوجین" کا معنی تمام فرائض پر عمل کرنے کا وجوب اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: جو شخص اللہ کی راہ میں زوجین (ایک جوڑا) خرچ کرے گا: یعنی دو دینار یا دو درہم یا دو کپڑے اللہ کی راہ سے مراد جہاد ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے عموم مراد ہے (یعنی ہر نیک راستہ اس میں داخل ہے)۔

اس میں مذکور ہے کہ اس کو جنت کے دروازوں سے بلایا جائے گا: اس سے مراد جنت کے آٹھ بڑے دروازوں کے علاوہ دوسرے دروازے ہیں۔

علامہ ابوعمر ابن عبدالبر نے اسی طرح لکھا ہے۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ مؤمن کو اس کی عزت افزائی کے لیے ان دروازوں سے بلایا جائے گا لیکن اس کا دخول صرف ایک دروازہ سے ہوگا اور اس کو اختیار دیا جائے گا کہ وہ جس دروازہ سے چاہے داخل ہو جائے۔

پس جو نمازیوں میں سے ہوگا' اس کو باب الصلوٰۃ سے بلایا جائے گا: ہر شخص پر فرض نماز پڑھنا فرض ہے' اسی طرح اس پر فرض زکوٰۃ ادا کرنا ضروری ہے' اسی طرح اس پر فرض روزے رکھنا ضروری ہیں اور ان فرائض کو ادا کیے بغیر کسی کی نجات نہیں ہوگی' اس لیے اس حدیث کا محمل یہ ہے کہ جو شخص فرض نمازیں ادا کرنے کے علاوہ نفل نمازیں بہ کثرت پڑھتا ہوگا' اس کو باب الصلوٰۃ سے بلایا جائے گا' اسی طرح جو فرض زکوٰۃ ادا کرنے کے علاوہ نفل صدقہ بہ کثرت دیتا ہوگا' اس کو باب الصدقہ سے بلایا جائے گا اور جو شخص فرض روزوں کے علاوہ نفل روزے بہ کثرت رکھتا ہوگا' اس کو باب الریان سے بلایا جائے گا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۳۸۷۔۳۷۶ ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

اس حدیث میں حضرت ابوبکر کے متعلق فرمایا ہے کہ ان کو سب دروازوں سے بلایا جائے گا: اس کی توضیح اس طرح ہے کہ جس شخص نے نماز کے شعبہ میں سب سے زیادہ نمازیں پڑھی ہوں گی' تو اس شعبہ میں اس کی اوّل پوزیشن ہوگی' اس کو باب الصلوٰۃ سے بلایا جائے گا' اور جس نے صدقہ کے شعبہ میں اوّل پوزیشن حاصل کی ہوگی اس کو باب الصدقہ سے بلایا جائے گا اور جس نے روزہ کے شعبہ میں اوّل پوزیشن حاصل کی ہوگی اس کو باب الریان سے بلایا جائے گا اور تنہا حضرت ابوبکر ایسے ہوں گے جنہوں نے عبادت کے تمام شعبوں میں اوّل پوزیشن حاصل کی ہوگی' اس لیے ان کو جنت کے تمام دروازوں سے بلایا جائے گا۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۲۶۷۔ ج ۲ ص ۹۵۱ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح کا عنوان ہے: حضرت ابوبکر کی فضیلت

۵ - بَابٌ هَلْ يُقَالُ رَمَضَانُ أَوْ شَهْرُ رَمَضَانَ، وَمَنْ رَأَى كُلَّهُ وَاسِعًا

آیا رمضان کہا جائے یا رمضان کا مہینہ کہا جائے؟ اور جس کے نزدیک ان سب کی گنجائش ہے

الزمخشری نے کہا ہے کہ ''رمضان'' کا لفظ ''رمض'' سے بنا ہے' جب کوئی چیز سخت گرمی سے جل جائے تو اس کو ''الرمضاء'' کہتے ہیں' پس اس مہینہ کو رمضان کہا گیا کیونکہ بھوک کی گرمی اور پیاس کی شدت سے روزہ داروں کے بدن جلنے لگتے ہیں۔ اگر یہ سوال کیا جائے کہ رمضان کا مہینہ سردیوں میں بھی آتا ہے' تو اس کا جواب یہ ہے کہ نام رکھنے کے لیے اتنی مناسبت کافی ہے اور وجہ تسمیہ جامع مانع نہیں ہوتی' مثلاً پاجامہ کو پاجامہ اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ پیروں کا لباس ہے لیکن پیروں کا لباس تو شلوار اور تہبند بھی ہیں لیکن ان کو پاجامہ نہیں کہا جاتا۔

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَامَ رَمَضَانَ.

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے رمضان کا روزہ رکھا۔

یعنی آپ نے رمضان فرمایا' رمضان کا مہینہ نہیں فرمایا' اس تعلیق کی حدیث موصول' صحیح البخاری: ۱۹۰۱ میں مذکور ہے۔

وَقَالَ لَا تَقَدَّمُوْا رَمَضَانَ.

اور آپ نے فرمایا: رمضان سے (ایک دن یا دو دن) پہلے روزہ نہ رکھو۔

اس حدیث میں بھی رمضان کا مہینہ نہیں فرمایا اور صرف رمضان فرمایا' اس تعلیق کی حدیث موصول' صحیح البخاری: ۱۹۱۴ میں مذکور ہے۔

۱۸۹۸ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ اَبِىْ سُهَيْلٍ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا جَاءَ رَمَضَانُ فُتِحَتْ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ. [اطراف الحدیث: ۱۸۹۹-۳۲۷۷]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن جعفر نے حدیث بیان کی از ابو سہیل از والد خود از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب رمضان آتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔

(صحیح مسلم: ۱۰۷۹' الرقم المسلسل: ۲۳۸۴' سنن نسائی: ۲۰۹۳' سنن ابن ماجہ: ۱۶۴۲' سنن دارمی: ۱۷۷۵' سنن کبریٰ: ۲۴۰۷' صحیح ابن خزیمہ: ۱۸۸۲' سنن بیہقی ج ۴ ص ۲۰۲' شرح السنۃ: ۱۷۰۴-۱۷۰۳' مسند احمد ج ۲ ص ۳۵۷ طبع قدیم' مسند احمد: ۸۶۸۴-ج ۱۴ ص ۳۱۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) قتیبہ بن سعید (۲) اسماعیل بن جعفر بن ابی کثیر ابو ابراہیم الانصاری مولیٰ زریق المؤدب (۳) ابو سہیل' ان کا نام نافع بن مالک بن ابی عامر عمرو بن الحارث بن غیمان الاصحی ہے' یہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے عم محترم ہیں (۴) ابو مالک بن ابو عامر' یہ عظیم تابعی ہیں' انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا زمانہ پایا تھا (۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۳۸۰)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: جب رمضان آتا ہے' کیونکہ اس میں رمضان کا مہینہ نہیں فرمایا۔

بغیر مہینہ کے اضافہ کے لفظ رمضان کہنے کا جواز

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

ابن النحاس نے کہا ہے کہ عطاء اور مجاہد رمضان کہنے کو مکروہ قرار دیتے تھے' وہ کہتے تھے کہ ہم وہی کہیں گے جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

شَهْرُ رَمَضَانَ. (البقرہ: ۱۸۵)

رمضان کا مہینہ۔

کیونکہ ہمیں معلوم نہیں' ہو سکتا ہے کہ رمضان اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ایک اسم ہو۔

علامہ ابن بطال نے کہا: یہ قول ضعیف ہے' کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بغیر مہینہ کے اضافہ کے رمضان فرمایا ہے' جیسا کہ اس باب کی حدیث میں ہے کہ جب رمضان آتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۳۹۱-ج ۳ ص ۳۸ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے عنوان ہیں:

① لفظ رمضان کو بلا اضافت استعمال کرنے کی بحث ② شیاطین کو مقید کرنے کی وضاحت۔

١٨٩٩ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ أَبِي أَنَسٍ، مَوْلَى التَّيْمِيِّينَ، أَنَّ أَبَاهُ حَدَّثَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ شَهْرُ رَمَضَانَ فُتِحَتْ أَبْوَابُ السَّمَاءِ، وَغُلِّقَتْ أَبْوَابُ جَهَنَّمَ، وَسُلْسِلَتِ الشَّيَاطِينُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے ابن ابی انس مولی التیمیین نے خبر دی کہ ان کے والد نے ان کو یہ حدیث بیان کی کہ انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب رمضان کا مہینہ داخل ہوتا ہے تو آسمانوں کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیاطین کو جکڑ دیا جاتا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۸۹۸ میں گزر چکی ہے تاہم بعض دیگر اُمور کی وضاحت کی جارہی ہے۔

آسمانوں کے دروازوں کو کھولنا جنت کے دروازوں کو کھولنے کے منافی نہیں ہے

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں فرمایا ہے: آسمانوں کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور اس سے پہلی حدیث میں فرمایا تھا: جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں' علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ اس حدیث میں آسمانوں کے دروازوں سے مراد جنت کے دروازے ہیں اور اس پر قرینہ یہ ہے کہ اس کے مقابلہ میں دوزخ کا ذکر ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ ایک روایت میں رحمت کے دروازوں کا ذکر ہے۔ (صحیح مسلم: ۱۰۷۹' الرقم المسلسل: ۲۳۸۵) اور ان میں کوئی تعارض نہیں ہے' کیونکہ آسمان کے دروازوں سے جنت کی طرف چڑھا جاتا ہے کیونکہ جنت آسمانوں کے اوپر ہے' اور اس کی چھت رحمان کا عرش ہے جیسا کہ حدیث صحیح میں ثابت ہے۔

اور رحمت کے دروازوں کا اطلاق جنت کے دروازوں پر بھی کیا جاتا ہے' حدیث میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت اور دوزخ کا مباحثہ ہوا' تو جنت نے کہا: مجھ میں ضعفاء اور مساکین داخل ہوں گے' دوزخ نے کہا: مجھ میں جبار اور متکبر داخل ہوں گے' پھر اللہ نے دوزخ سے فرمایا: تم میرا عذاب ہو' میں تمہارے ذریعہ جس سے چاہوں گا انتقام لوں گا' اور جنت سے فرمایا: تم میری رحمت ہو' میں تمہارے ذریعہ جس پر چاہوں گا رحم فرماؤں گا۔ (سنن ترمذی: ۲۵۶۱' صحیح البخاری: ۴۸۵۰' صحیح مسلم: ۲۸۴۶)

علامہ طیبی نے کہا ہے کہ آسمانوں کے دروازے کھولنے کا یہ فائدہ ہے کہ فرشتے روزہ داروں کے نیک کاموں پر واقف ہوں اور یہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر احسان عظیم ہے' نیز اس میں یہ فائدہ ہے کہ جب بندوں کو اس خبر صادق سے معلوم ہوگا کہ آسمان کے دروازوں کے پار فرشتے ان کے نیک اعمال کو دیکھ رہے ہیں تو ان میں خوشی اور تازگی پیدا ہوگی اور وہ زیادہ ذوق اور شوق سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں گے۔

دوزخ کے دروازے بند کرنے کی وجوہ

نیز اس حدیث میں مذکور ہے کہ دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں: اس کی وجہ یہ ہے کہ روزہ عذاب سے ڈھال ہے اس لیے دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں' نیز اس مہینہ میں لوگ گناہوں کو اور بُرے کاموں کو ترک کر دیتے ہیں اور وہی کام

دوزخ میں دخول کا موجب ہوتے ہیں' اور اس مہینہ کی برکت سے اللہ تعالیٰ گناہوں پر مواخذہ بہت کم فرماتا ہے اور نیک لوگوں کی برکت سے بدکاروں سے درگزر فرماتا ہے اور یہی دوزخ کے دروازوں کے بند ہونے کا معنی ہے۔

شیاطین کو قید کرنے کی وجوہ اور شیاطین کے مقید ہونے کے باوجود معصیت کے وقوع کا سبب

نیز اس حدیث میں مذکور ہے کہ شیاطین کو جکڑ دیا جاتا ہے:

علامہ حلیمی نے کہا ہے کہ ہوسکتا ہے' اس سے مراد یہ ہو کہ جب شیاطین چوری سے چھپ کر فرشتوں کی باتیں سنتے تھے تو رمضان کی راتوں میں ان کو زنجیروں سے جکڑ دیا جاتا تھا کیونکہ نزول قرآن کے زمانہ میں ان کو چھپ کر فرشتوں کی باتیں سننے سے منع کر دیا گیا تھا' پھر اس کی حفاظت میں مبالغہ کرنے کے لیے ان کو جکڑنے میں اضافہ کیا گیا' اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس سے یہ مراد ہو کہ وہ مسلمانوں کو بہکا کر اور ورغلا کر عبادت سے نہ روک سکیں جیسا کہ غیر رمضان میں وہ مسلمانوں کو ناجائز ترغیبات اور ناجائز لذتوں میں منہمک کر کے نیک کاموں سے روک دیتے ہیں۔

ایک قول یہ ہے کہ اس حدیث میں شیاطین سے مراد تمام شیاطین نہیں ہیں بلکہ بعض شیاطین مراد ہیں اور وہ بڑے بڑے سرکش شیاطین ہیں۔ اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب رمضان کے مہینہ کی پہلی رات آتی ہے تو شیاطین کو اور سرکش جنات کو قید کر دیا جاتا ہے اور دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں' پس اس کا کوئی دروازہ کھولا نہیں جاتا اور جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں' سو اس کا کوئی دروازہ بند نہیں کیا جاتا اور ایک منادی یہ نداء کرتا ہے: اے خیر کے طلب گار! آگے بڑھ اور شر کے طلب گار! (اپنے شر میں) کمی کر! اور اللہ کے لیے دوزخ سے (کچھ لوگ) آزاد کر دیئے جاتے ہیں اور یہ ہر رات ہوتا ہے۔ (سنن ترمذی: ۶۸۲' صحیح مسلم: ۱۰۷۹' سنن نسائی: ۲۰۹۴' سنن ابن ماجہ: ۱۶۴۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہارے پاس رمضان آ گیا ہے جو مبارک مہینہ ہے' اللہ عزوجل نے اس میں تم پر روزے فرض کر دیئے ہیں' اس میں آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور سرکش شیطانوں کے گلوں میں طوق ڈال دیئے جاتے ہیں' اس میں ایک رات ہے (جس میں عبادت کرنا) ہزار مہینوں سے بہتر ہے' جو اس رات سے محروم ہوا' وہ محروم ہو گیا۔ (سنن نسائی: ۲۱۰۴۔ ۲۱۰۳۔ ۲۱۰۲' دار الفکر' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ رمضان کے مہینہ میں بھی بہت گناہ اور بُرے کام کیے جاتے ہیں' اگر شیاطین قید کر دیئے جاتے ہیں تو پھر یہ گناہ کیوں ہوتے ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ فقط اُن شیاطین کو جکڑا جاتا ہے جو بڑے بڑے شیاطین ہیں' سب شیطانوں کو نہیں جکڑا جاتا اور مقصود یہ ہے کہ اس مہینہ میں برائیاں کم ہوتی ہیں اور نیکیاں زیادہ ہوتی ہیں اور اس کا عام مشاہدہ ہوتا ہے۔ اس مہینہ میں مسجدیں نمازیوں سے بھر جاتی ہیں اور نمازیوں کو جگہ نہیں ملتی' فرض نمازوں کے علاوہ لوگ بہ کثرت نوافل پڑھتے ہیں' لوگ مسجدوں میں اور گھروں میں قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہیں' تراویح اور تہجد پڑھتے ہیں' صدقہ وخیرات بہت زیادہ کرتے ہیں' جن پر زکوٰۃ فرض ہے وہ اسی مہینہ میں زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔

اور شیاطین کو قید کرنے سے اور زنجیروں میں جکڑنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ بُرے کام بالکل نہ ہوں کیونکہ شیاطین کے بہکانے کے علاوہ شر اور فساد کے اور بہت اسباب ہیں جیسے نفوسِ خبیثہ' عاداتِ قبیحہ اور شیاطین انسیہ ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۳۸۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۹۰۰ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي سَالِمٌ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِذَا رَأَيْتُمُوهُ فَصُومُوا، وَإِذَا رَأَيْتُمُوهُ فَأَفْطِرُوا، فَإِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاقْدُرُوا لَهُ. وَقَالَ غَيْرُهُ، عَنِ اللَّيْثِ قَالَ حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ وَ يُونُسُ لِهِلَالِ رَمَضَانَ.

[اطراف الحدیث:۱۹۰۶-۱۹۰۷]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب انہوں نے کہا: مجھے سالم نے خبردی کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب تم (رمضان کا) چاند دیکھو تو روزہ رکھو اور جب تم (عید کا) چاند دیکھو تو روزے چھوڑ دو اور اگر (چاند گرد و غبار یا بادلوں میں) چھپ جائے تو تم اندازہ کرو۔ یحییٰ بن بکیر کے غیر نے یعنی عبداللہ بن صالح کاتب اللیث نے کہا از لیث' مجھے عقیل اور یونس نے حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہلال رمضان کے متعلق فرمایا تھا (کہ اگر تم اس کو دیکھ لو تو روزہ رکھو)۔

(صحیح مسلم:۱۰۸۱' الرقم المسلسل:۲۴۰۳' سنن نسائی:۲۱۱۵' سنن ابن ماجہ:۱۶۵۵' صحیح ابن خزیمہ:۱۹۰۸' صحیح ابن حبان:۳۴۴۳' مصنف عبدالرزاق:۷۳۰۴' سنن دارقطنی ج ۲ ص ۱۶۳' مسند احمد ج ۲ ص ۲۵۹ طبع قدیم' مسند احمد:۵۱۶۷۔ج ۱۲ ص ۴۸۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے مسائل اور رؤیت ہلال کی تاکید کے متعلق احادیث

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا ہے: تم اندازہ کرو' اس کا معنی ہے: تم جس مہینہ کو گزار رہے ہو اس کے تیس دن تک گنو' کیونکہ اصل یہ ہے کہ مہینہ کو اس کے پورے دنوں تک باقی رکھا جائے۔

ایک قول یہ ہے کہ چاند کی منازل اور اس کی رفتار کا اندازہ کرو کیونکہ اس سے یہ معلوم ہوگا کہ یہ مہینہ انتیس دن کا ہے یا تیس دن کا ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ روزہ رکھنے اور عید کرنے کا معاملہ رؤیت ہلال پر موقوف ہے۔

امام عبدالرزاق اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عطاء بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم ہلال رمضان نہ دیکھو تو شعبان کے تیس دن پورے کرو اور اگر تم ہلال شوال نہ دیکھو تو رمضان کے تیس دن پورے کرو۔ (مصنف عبدالرزاق:۷۱۹۱۔ج ۴ ص ۱۵۴ طبع قدیم' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حسن بصری بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہلال شعبان کو رمضان کے مہینہ کی رؤیت کی علامت بناؤ' پس جب تم ہلال رمضان دیکھو تو روزے رکھو اور جب تم ہلال شوال دیکھو تو عید کرو اور اگر ہلال عید (گرد و غبار یا بادلوں سے) مستور ہو تو (تیس دن کی) گنتی پوری کرو۔ (مصنف عبدالرزاق:۷۱۹۳۔ج ۴ ص ۱۵۵ طبع قدیم)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ نے ہلال کو لوگوں کے اوقات کی علامت بنایا ہے' پس تم چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر روزے چھوڑ دو (عید کرو)' اگر (گرد و غبار یا ابر کی وجہ سے) چاند مستور ہو تو تیس دن کی گنتی پوری کرو۔ (مصنف عبدالرزاق:۷۱۹۶۔ج ۴ ص ۱۵۵ طبع قدیم' صحیح ابن خزیمہ:۱۹۰۶' سنن بیہقی ج ۴ ص ۲۰۵)

یوم شک (تیس شعبان) کے روزے سے ممانعت اور اس کی حکمت' یوم شک کی تعریف اور اس دن کے روزہ میں اختلاف فقہاء

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: رمضان کا مہینہ شروع ہونے سے ایک دن پہلے یا دو دن پہلے روزہ نہ رکھو مگر یہ کہ اس دن تم میں سے کوئی شخص عادۃً روزہ رکھتا ہو اور تم روزہ نہ رکھو حتیٰ کہ تم چاند کو دیکھ لو پھر تم روزے رکھتے رہو حتیٰ کہ تم (عید کا) چاند دیکھ لو پس اگر چاند کے سامنے بادل حائل ہو تو تم تیس دن کی گنتی پوری کرو' پھر تم عید کرو اور مہینہ انتیس دن کا بھی ہوتا ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۲۳۲۷' سنن ترمذی: ۶۸۸' سنن نسائی: ۲۱۲۸)

علامہ بدرالدین عینی حنفی فرماتے ہیں:

رمضان سے ایک دن یا دو دن پہلے روزہ رکھنے سے ممانعت کی حکمت یہ ہے کہ رمضان کا فرض روزہ اس سے پہلے کے نفل روزہ کے ساتھ مختلط اور ملتبس نہ ہو جائے۔ اس میں ہمیں نصاریٰ کے طریقہ سے منع فرمایا ہے کیونکہ وہ اپنی فاسد رائے سے فرائض پر اضافہ کرتے تھے' اور اکثر صحابہ' تابعین اور بعد کے فقہاء نے یوم الشک (تیس شعبان) کا روزہ رکھنے سے منع کیا ہے' ان صحابہ میں حضرت علی' حضرت عمر' حضرت ابن مسعود' حضرت حذیفہ' حضرت ابن عباس' حضرت ابوہریرہ' حضرت انس اور حضرت ابو وائل ہیں اور فقہاء تابعین میں ابن المسیب' عکرمہ' ابراہیم نخعی' اوزاعی اور ثوری ہیں' اور ان کے بعد کے فقہاء میں ائمہ اربعہ' ابوعبید' ابوثور اور اسحاق ہیں۔

بعض صحابہ سے رمضان سے پہلے روزہ رکھنے کا جواز بھی منقول ہے' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر میں رمضان کا روزہ رکھنے میں ایک دن جلدی کروں تو وہ میرے نزدیک اس سے زیادہ پسندیدہ ہے کہ میں رمضان کا روزہ رکھنے میں ایک دن کی تاخیر کروں کیونکہ اگر میں نے عجلت کی تو رمضان کا روزہ مجھ سے قضاء نہیں ہوگا اور اگر میں نے تاخیر کی تو رمضان کا ایک روزہ مجھ سے قضاء ہو جائے گا۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے بھی اس قول کی مثل مروی ہے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر میں شعبان کے ایک دن کا روزہ رکھ لوں تو وہ میرے نزدیک اس سے بہتر ہے کہ میں رمضان کا ایک روزہ چھوڑ دوں۔ اس قول کی مثل حضرت عائشہ اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے۔

اگر چاند کے دکھائی دینے میں بادل یا گرد و غبار حائل ہو جائے تو فقہاء احناف' امام مالک' امام شافعی' امام اوزاعی اور ثوری کے نزدیک اس دن (تیس شعبان) کا روزہ رکھنا واجب نہیں ہے' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' امام احمد اور ایک قلیل جماعت کے نزدیک بادل والے دن روزہ رکھنا واجب ہے۔

حسن بصری نے کہا ہے کہ لوگ اس میں اپنے امام کی پیروی کریں' اگر وہ تیس شعبان کا روزہ رکھے تو وہ بھی روزہ رکھیں اور اگر وہ روزہ چھوڑے تو وہ بھی روزہ چھوڑ دیں۔ ابن سیرین' سوار العنبری' شعبی اور ایک روایت کے موافق امام احمد کا بھی یہی قول ہے۔

امام طحاوی نے کہا ہے کہ اگر کسی شخص نے یوم شک کا روزہ رکھا اور اس میں نفل کی نیت کی تو یہ فقہاء احناف کے نزدیک مکروہ نہیں ہے' امام مالک کا بھی یہی قول ہے۔ شرح الہدایہ میں مذکور ہے کہ خواص کے حق میں نفل کی نیت سے یوم شک کا روزہ رکھنا افضل ہے اور عوام پر یہ فرض ہے کہ وہ زوال کے وقت تک انتظار کریں' اگر شرعی ثبوت (اور وہ ہلال رمضان کی گواہی ہے یا خبر مستفیض ہے) سے یہ ظاہر ہو جائے تو وہ روزہ کی نیت کر لیں ورنہ وہ افطار کر لیں اور اگر کسی نے رمضان سے پہلے تین دن روزے رکھے یا پورے شعبان میں روزے رکھے یا وہ ہفتہ کے اس دن میں ہمیشہ روزہ رکھتا تھا اور اب اتفاق سے وہ یوم شک ہے تو اس کے لیے افضل یہ ہے کہ وہ نفل کی نیت سے روزہ رکھ لے۔

المبسوط میں یہ مذکور ہے کہ یوم شک کا نفلی روزہ رکھنا افضل ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس دن روزہ رکھنے سے جو منع فرمایا اس کا معنی یہ ہے کہ وہ اس دن رمضان کے فرض روزے کی نیت سے روزہ نہ رکھے اور المحیط میں مذکور ہے کہ اگر اس دن اس کی عادت روزہ رکھنے کی تھی تو روزہ رکھنا افضل ہے ورنہ روزہ چھوڑنا افضل ہے اور رمضان سے ایک دن پہلے یا دو دن پہلے روزہ رکھنا مکروہ ہے اور تین دن پہلے روزہ رکھنا مکروہ نہیں ہے۔

یوم شک کی تعریف یہ ہے کہ تیس شعبان کو مطلع ابر آلود ہو اور چاند نظر نہ آیا ہو یا قاضی کے پاس چاند دیکھنے کی ایسے شخص نے گواہی دی ہو جس کی گواہی قبول نہ کی جاتی ہو یا ایک غلام یا ایک عورت نے چاند دیکھنے کی خبر دی ہو۔ یہ تعریف امام طحاوی نے کی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۳۹۰-۳۸۸ ملخصاً و موضحاً و مخرجاً دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

یوم شک کے روزے کی ممانعت اور شعبان کے روزے رکھنے کے ثبوت میں احادیث

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: رمضان کے مہینہ سے ایک دن پہلے یا دو دن پہلے روزہ نہ رکھو سوا اس کے کہ تم میں سے کسی کی اس دن روزہ رکھنے کی عادت تھی۔ (سنن ترمذی: ۶۸۴ صحیح البخاری: ۱۹۱۴ صحیح مسلم: ۱۰۸۲ سنن ابوداؤد: ۲۳۳۵)

صلۃ بن زفر بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھے ہوئے تھے تو وہ ایک بھنی ہوئی بکری لے کر آئے اور کہا: کھاؤ، تو لوگوں میں سے ایک شخص نے کہا: میں روزہ دار ہوں۔ حضرت عمار نے کہا: جس نے یوم شک کا روزہ رکھا اس نے ابو القاسم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی نافرمانی کی۔ (سنن ترمذی: ۶۸۶ صحیح البخاری: ۱۹۰۶ سنن ابوداؤد: ۲۳۳۴ سنن نسائی: ۲۱۸۷ سنن ابن ماجہ: ۱۶۴۵)

امام ترمذی نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اکثر صحابہ اور ان کے بعد کے فقہاء تابعین کا اسی پر عمل ہے سفیان ثوری امام مالک بن انس عبداللہ بن المبارک امام شافعی امام احمد اور اسحاق نے یوم شک کے روزہ کو مکروہ قرار دیا ہے (فقہاء احناف کا مسلک گزشتہ سطور میں المبسوط اور المحیط کے حوالہ سے گزر چکا ہے)۔ (سنن ترمذی ص ۲۲۱ دار الفکر بیروت ۱۴۲۲ھ)

شعبان کے روزے رکھنے کے متعلق یہ حدیث ہے:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شعبان کے سوا سال کے کسی مہینہ میں مکمل روزے نہیں رکھتے تھے آپ شعبان کو رمضان کے ساتھ ملاتے تھے۔ (سنن ابوداؤد: ۲۳۳۶ سنن ترمذی: ۷۳۶ سنن نسائی: ۲۱۷۴ سنن ابن ماجہ: ۱۶۴۸)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب نصف شعبان ہو جائے تو روزے نہ رکھو۔

(سنن ابوداؤد: ۲۳۳۷ سنن ترمذی: ۷۳۸ سنن ابن ماجہ: ۱۶۵۱)

یہ حکم ایسے شخص کے لیے ہے جسے رمضان کے روزوں میں کمزوری کا خدشہ ہو۔ اگر ایسا کوئی خطرہ نہ ہو تو وہ نصف شعبان کے بعد بھی روزے رکھ سکتا ہے۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۲۴۰۱۔ ج ۳ ص ۴۲ پر مذکور ہے اس حدیث کے عنوان حسب ذیل ہیں:

① چاند دیکھنے کے بعد کی دعا ② رؤیت ہلال میں مذاہب ائمہ ③ سعودی عرب کے حساب سے روزے رکھتا ہوا پاکستان آیا تو عید کس حساب سے کرے گا؟ ④ پاکستان سے روزے رکھتا ہوا سعودی عرب گیا تو عید کس حساب سے کرے گا؟ ⑤ سعودی عرب سے عید کے دن سوار ہو کر پاکستان آیا اور یہاں رمضان ہے!

٦ - بَابُ مَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَّاحْتِسَابًا وَّنِيَّةً

جس نے ایمان کی حالت میں ثواب کی نیت سے رمضان کا روزہ رکھا

اس باب کے عنوان میں ''احتساب'' کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: ثواب کی نیت سے کوئی کام کرنا۔

وَقَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُبْعَثُوْنَ عَلٰى نِيَّاتِهِمْ.

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لوگ قیامت کے دن اپنی نیتوں کے اعتبار سے اٹھائے جائیں گے۔

تعلیق مذکور ایک مکمل حدیث کا قطعہ ہے وہ حدیث یہ ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایک لشکر کعبہ پر حملہ کرے گا' جب وہ لوگ بیداء میں پہنچیں گے (مکہ اور مدینہ میں بیداء نام کی مشہور جگہ ہے) تو اول سے لے کر آخر تک تمام لوگوں کو زمین میں دھنسا دیا جائے گا' حضرت عائشہ نے کہا: میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اول سے آخر تک سب کو کیسے دھنسا دیا جائے گا اور ان میں لوگوں کے بازار بھی ہوں گے' اور ان میں وہ لوگ بھی ہوں گے جو اُن میں سے نہیں ہوں گے؟ آپ نے فرمایا: ان کو اول سے لے کر آخر تک دھنسا دیا جائے گا' پھر لوگوں کو ان کی نیتوں کے اعتبار سے (قیامت کے دن) اٹھایا جائے گا۔ (صحیح البخاری: ۲۱۱۸' صحیح مسلم: ۲۸۸۴)

۱۹۰۱ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ إِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا، غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ، وَمَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از ابی سلمہ از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: جس نے شبِ قدر میں ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے قیام کیا اس کے پہلے گناہوں کو معاف کر دیا جائے گا اور جس نے ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے رمضان کے روزے رکھے' اس کے پہلے گناہوں کو معاف کر دیا جائے گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۵ میں گزر چکی ہے۔

۷ - بَابٌ أَجْوَدُ مَا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكُوْنُ فِيْ رَمَضَانَ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے زیادہ رمضان میں سخاوت کرتے تھے

۱۹۰۲ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَجْوَدَ النَّاسِ بِالْخَيْرِ، وَكَانَ أَجْوَدَ مَا يَكُوْنُ فِيْ رَمَضَانَ، حِيْنَ يَلْقَاهُ جِبْرِيْلُ وَكَانَ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَلْقَاهُ كُلَّ لَيْلَةٍ فِيْ رَمَضَانَ حَتّٰى يَنْسَلِخَ، يَعْرِضُ عَلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقُرْاٰنَ، فَإِذَا لَقِيَهٗ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ أَجْوَدَ بِالْخَيْرِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن شہاب نے خبر دی از عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے زیادہ خیر کی سخاوت کرنے والے تھے اور رمضان میں آپ سب سے زیادہ سخاوت کرتے تھے' جب آپ سے حضرت جبریل ملاقات کرتے تھے' اور حضرت جبریل علیہ السلام آپ سے رمضان کی ہر رات میں ملاقات کرتے تھے حتیٰ کہ رمضان ختم ہو جاتا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے ساتھ قرآن مجید کو دہراتے تھے' پس جب آپ سے حضرت جبریل

مِنَ الرِّيۡحِ الۡمُرۡسَلَةِ.

علیہ السلام ملاقات کرتے تو آپ بارش برسانے والی ہواؤں سے بھی زیادہ سخاوت کرتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۶ میں گزر چکی ہے۔

٨ - بَابُ مَنۡ لَّمۡ يَدَعۡ قَوۡلَ الزُّوۡرِ، وَالۡعَمَلَ بِهٖ فِي الصَّوۡمِ

جس نے روزہ میں جھوٹ بولنا اور جھوٹ پر عمل کرنا نہیں چھوڑا

اس باب کے عنوان میں ''الزور'' کا لفظ ہے'اس کا معنی ہے: جھوٹ بولنا' حق سے تجاوز کرنا' تہمت لگانا اور باطل پر عمل کرنا۔

١٩٠٣ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ بۡنُ اَبِيۡ اِيَاسٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابۡنُ اَبِيۡ ذِئۡبٍ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيۡدٌ الۡمَقۡبُرِيُّ، عَنۡ اَبِيۡهِ، عَنۡ اَبِيۡ هُرَيۡرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنۡهُ قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ مَنۡ لَّمۡ يَدَعۡ قَوۡلَ الزُّوۡرِ وَالۡعَمَلَ بِهٖ، فَلَيۡسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ فِيۡ اَنۡ يَّدَعَ طَعَامَهٗ وَشَرَابَهٗ. [طرف الحدیث: ۶۰۵۷]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم بن ابی ایاس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی ذئب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سعید المقبری نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے جھوٹ بولنا نہیں چھوڑا تو اللہ تعالیٰ کو اس کے کھانے اور پینے کے چھوڑنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۲۳۶۲' سنن ترمذی: ۷۰۷' سنن ابن ماجہ: ۱۶۸۹)

روزے میں جھوٹ بولنے سے یہ خطرہ ہے کہ روزہ قبول نہ ہو

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

المہلب متوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے کہ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ روزہ کا حکم یہ ہے کہ جھوٹی اور فحش باتوں کو ترک کر دیا جائے اور اگر اس نے جھوٹی اور فحش باتوں کو اور فحش کاموں کو ترک نہیں کیا تو اس کا روزہ ناقص ہوگا اور وہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب ہوگا اور اس کے روزہ کے نامقبول ہونے کا موجب ہوگا۔

اور دوسرے علماء نے یہ کہا ہے کہ اس حدیث کا یہ معنی نہیں ہے کہ اس سے کہا جائے کہ اگر تم جھوٹی باتوں کو نہیں چھوڑتے تو تم روزہ رکھنا چھوڑ دو بلکہ اس حدیث کا معنی اس کو جھوٹ بولنے سے ڈرانا ہے'اس کی نظیر یہ حدیث ہے:

حضرت مغیرہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے خمر (انگور کی شراب) کو فروخت کیا اس کو چاہیے کہ وہ خنزیر کو (بھی) ذبح کرے۔ (سنن ابوداؤد: ۳۴۸۹' مسند الحمیدی: ۷۶۰' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۶ ص ۴۴۵' سنن دارمی: ۲۱۰۲' المعجم الکبیر: ۸۸۴۔ج ۲۰' المعجم الاوسط: ۸۵۲۷' سنن بیہقی ج ۶ ص ۱۲' مسند احمد ج ۴ ص ۲۵۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۸۲۱۴۔ج ۳۰ ص ۱۵۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث میں آپ نے خنزیر کو ذبح کرنے کا حکم نہیں دیا بلکہ آپ نے ڈرانے کے لیے اور شراب فروخت کرنے کی سنگینی کو بیان کرنے کے لیے اس طرح فرمایا ہے'اسی طرح آپ نے روزہ دار کو جھوٹ بولنے اور جھوٹی باتوں پر عمل کرنے سے ڈرایا ہے تاکہ وہ ان کو ترک کر دے اور اس کے روزہ رکھنے کا اجر کامل ہو جائے۔

اس حدیث میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو اس کے روزے کی ضرورت نہیں ہے' یہاں مفہوم مخالف معتبر نہیں ہے کہ جو شخص جھوٹ بولنے کو ترک کر دے یا جھوٹ نہ بولے' اس کے روزہ رکھنے کی اللہ تعالیٰ کو ضرورت ہے بلکہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے

روزہ قبول نہیں فرمائے گا۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۲۰-۱۹ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

جھوٹ بولنے اور غیبت کرنے سے روزہ ٹوٹنے کے متعلق اختلاف علماء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ غیبت' جھوٹ اور چغلی سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟ جمہور ائمہ کا مذہب یہ ہے کہ اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا' تاہم روزے کے تمام وکمال کے لیے ان سے احتراز کرنا ضروری ہے' امام غزالی اور بعض علماء کا مذہب یہ ہے کہ جھوٹ بولنے اور غیبت کرنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۳۹۴ دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

جھوٹ اور غیبت سے روزہ ٹوٹنے کے متعلق احادیث اور آثار

امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

لیث بیان کرتے ہیں کہ مجاہد نے کہا: دو خصلتیں ایسی ہیں جس نے ان سے اپنی حفاظت کی اس کا روزہ سلامت رہے گا: (۱) غیبت اور (۲) جھوٹ۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۹۸۰' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۸۸۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

اعمش بیان کرتے ہیں کہ ابراہیم نخعی نے کہا کہ فقہاء کہتے ہیں کہ جھوٹ روزہ دار کا روزہ توڑ دیتا ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۹۸۱' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۸۸۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

یزید بن ابان بیان کرتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص لوگوں کا گوشت کھاتا رہا' اس کا روزہ نہیں ہوا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۹۸۳' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۸۹۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

روزے کے تمام وکمال کے لیے جھوٹ اور غیبت کو ترک کرنا

سلیمان بن موسیٰ نے بیان کیا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا: جب تم روزہ رکھو تو تمہارے ساتھ تمہاری سماعت اور بصارت کا بھی روزہ ہونا چاہیے اور تمہاری زبان کا جھوٹ اور گناہ سے روزہ ہونا چاہیے اور تم اپنے خادم کی ایذاء پر کچھ نہ کہنا اور تمہیں اپنے روزہ کے دن میں وقار اور متانت کے ساتھ رہنا چاہیے اور اپنے روزہ چھوڑنے کے دن کو اور روزہ رکھنے کے دن کو ایک جیسا نہ کر دینا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۹۷۳' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۸۸۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

شعبی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: روزہ صرف کھانے' پینے کو ترک کرنے کا نام نہیں ہے بلکہ روزہ' جھوٹ' باطل اور لغو باتوں کو ترک کرنے کا نام ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۹۷۵' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۸۸۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

شعبی بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: روزہ صرف کھانے' پینے کو ترک کرنے کا نام نہیں ہے بلکہ روزہ جھوٹ' باطل اور لغو چیزوں کے ترک کا نام ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۹۷۷' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۸۸۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

حضرت حفصہ بیان کرتی ہیں کہ ابو العالیہ نے کہا: روزہ دار اس وقت تک عبادت میں رہتا ہے جب تک غیبت نہ کرے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۹۸۲' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۸۸۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

۹ - بَابٌ هَلْ يَقُوْلُ اِنِّيْ صَائِمٌ اِذَا شُتِمَ

جب روزہ دار کو گالی دی جائے تو کیا وہ یہ کہے کہ میں روزہ دار ہوں!

١٩٠٤ - حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسٰى قَالَ اَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِىْ عَطَاءٌ، عَنْ اَبِىْ صَالِحِ الزَّيَّاتِ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُ كُلُّ عَمَلِ ابْنِ اٰدَمَ لَهٗ اِلَّا الصِّيَامَ، فَاِنَّهٗ لِىْ وَاَنَا اَجْزِىْ بِهٖ، وَالصِّيَامُ جُنَّةٌ، وَاِذَا كَانَ يَوْمُ صَوْمِ اَحَدِكُمْ فَلَا يَرْفُثْ وَلَا يَصْخَبْ، فَاِنْ سَابَّهٗ اَحَدٌ اَوْ قَاتَلَهٗ فَلْيَقُلْ اِنِّىْ امْرُؤٌ صَائِمٌ. وَالَّذِىْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ، لَخُلُوْفُ فَمِ الصَّائِمِ اَطْيَبُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ رِيْحِ الْمِسْكِ. لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ يَفْرَحُهُمَا اِذَا اَفْطَرَ فَرِحَ، وَاِذَا لَقِىَ رَبَّهٗ فَرِحَ بِصَوْمِهٖ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' وہ کہتے ہیں کہ ہمیں ہشام بن یوسف نے خبر دی از ابن جریج' انہوں نے کہا: مجھے عطاء نے خبر دی از ابی صالح الزیات' انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: روزہ کے سوا ابن آدم کا ہر عمل اس کے لیے ہوتا ہے' پس بے شک روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کی جزاء دوں گا' اور روزہ ڈھال ہے' جب تم میں سے کوئی شخص کسی دن روزہ سے ہو تو وہ فحش بات کرے نہ شور کرے' اگر کوئی شخص اس کو گالی دے یا اس سے لڑے تو اس کو یہ کہنا چاہیے کہ میں روزے سے ہوں' اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی جان ہے! روزہ دار کے منہ کی بو ضرور اللہ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ پسندیدہ ہے اور روزہ دار کے لیے دو خوشیاں ہوں گی جن سے وہ خوش ہوگا' ایک خوشی اس وقت ہوگی جب وہ روزہ افطار کرے گا اور دوسری خوشی اس وقت ہوگی جب وہ اپنے روزے کی وجہ سے اپنے رب سے ملاقات کرے گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۸۹۴ میں گزر چکی ہے۔

١٠ - بَابُ الصَّوْمِ لِمَنْ خَافَ عَلٰى نَفْسِهِ الْعُزُوْبَةَ

اس کنوارے مرد کا روزے رکھنا جس کو اپنے اوپر زنا کا خطرہ ہو

اس باب کے عنوان میں ''عُزوبة'' کا لفظ ہے' اس کا معنی اصل میں بُعد ہے یعنی جو نکاح سے بعید ہو' جس شخص کی بیوی نہ ہو اس کو ''عزبہ'' کہتے ہیں اور جس عورت کا خاوند نہ ہو اس کو ''عزبة'' کہتے ہیں۔ ابن الاثیر نے کہا ہے: ''عزب'' کا معنی ہے: جو نکاح سے بعید ہو اور یہاں ''عزوبة'' سے مراد زنا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۳۹۶)

١٩٠٥ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ، عَنْ اَبِىْ حَمْزَةَ، عَنِ الْاَعْمَشِ، عَنْ اِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ بَيْنَا اَنَا اَمْشِىْ مَعَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَقَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَنِ اسْتَطَاعَ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ، فَاِنَّهٗ اَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَاَحْصَنُ لِلْفَرْجِ، وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ، فَاِنَّهٗ لَهٗ وِجَاءٌ.

[اطراف الحدیث: ۵۰۶۵-۵۰۶۶]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی از ابی حمزہ از الاعمش از ابراہیم از علقمہ' انہوں نے بیان کیا: جس وقت میں حضرت عبداللہ (بن مسعود) رضی اللہ کے ساتھ جا رہا تھا تو انہوں نے کہا: ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہتے تھے تو ایک بار آپ نے فرمایا: تم میں سے جو شخص گھر بسانے کی طاقت رکھتا ہو' وہ نکاح کرلے کیونکہ نکاح نظر کو نیچے رکھتا ہے اور شرم گاہ کی حفاظت کرتا ہے اور جو نکاح کی طاقت نہ رکھتا ہو وہ لازماً روزے رکھے کیونکہ روزے رکھنا اس کو خصی کر دیتا ہے۔

(صحیح مسلم: ١٤٠٠' الرقم المسلسل: ٣٢٨٨' سنن ابوداؤد: ٢٠٤٦' سنن ترمذی: ١٠٨٣' سنن نسائی: ٣٢٠٦_٣٢٣٥' سنن ابن ماجہ: ١٨٤٥' مصنف عبدالرزاق: ١٠٣٨٠' مسند الحمیدی: ١١٥' مصنف ابن ابی شیبہ ج ٤ ص ١٢٧_١٢٦' سنن کبریٰ: ٧ ٢٥٤' المعجم الکبیر: ١٠١٦٨' شرح السنۃ: ٢٢٣٦' مسند احمد ج ١ ص ٤٢٤' مسند احمد: ٤٠٢٣_ج ٧ ص ١٢٢' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(١) عبدان' یہ عبداللہ بن عثمان ہیں (٢) ابوحمزہ' ان کا نام محمد بن میمون السکری ہے (٣) سلیمان الاعمش ہے (٤) ابراہیم نخعی (٥) علقمہ بن قیس نخعی (٦) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ١٠ ص ٣٩٦)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: اور جو نکاح کی طاقت نہ رکھتا ہو وہ لازماً روزے رکھے کیونکہ روزے رکھنا اس کو خصی کر دیتا ہے۔

روزے سے شہوت ٹوٹتی ہے' اس پر ایک اعتراض کا جواب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

علامہ خطابی شافعی نے یہ کہا ہے کہ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ نکاح نہ کرنے کے لیے دواؤں کے ذریعہ خصی ہونے کا ثبوت ہے۔ علامہ قرطبی مالکی نے کہا ہے کہ اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ انسان کو خصی ہونے کا اختیار ہے۔

اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ روزہ نکاح کی شہوت کو قطع کرنے والا ہے' اس پر یہ اعتراض ہے کہ روزہ رکھنے سے طبعی حرارت تیز اور متحرک ہوتی ہے تو اس سے شہوت کیسے کم ہوگی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ابتداء میں ایسا ہوتا ہے لیکن جب انسان مسلسل روزے رکھتا ہے تو پھر اس کی شہوت کم ہو جاتی ہے کیونکہ نکاح کی شہوت کھانے پینے کی شہوت کے تابع ہے' کھانے پینے سے بدن کو قوت حاصل ہوتی ہے اور اس سے نکاح کی شہوت میں اضافہ ہوتا ہے اور کھانے پینے میں کمی کرنے سے بدن کی قوت میں کمی ہوتی ہے اور اس سے نکاح کی شہوت میں تخفیف ہوتی ہے۔

نکاح کا حکم اس کے لیے ہے' جس کے خون میں ہیجان ہو اور اُبال اٹھتا ہو اور جمہور کے نزدیک یہ حکم استحباب کے لیے ہے' واجب نہیں ہے۔

نکاح کرنے کی اقسام اور نکاح کرنے کے متعلق احادیث

نکاح کی تین قسمیں ہیں: ایک یہ کہ جب آدمی کی حالت اعتدال پر ہو' یعنی اس کے خون میں زیادہ اُبال نہ ہو اور اس کی مالی حالت مستحکم ہو اور وہ بیوی بچوں کا خرچ اٹھا سکتا ہو تو اس کے لیے نکاح کرنا سنت ہے۔ اس مسئلہ میں درج ذیل احادیث ہیں:

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ختنہ کرنا' مسواک کرنا' خوشبو لگانا اور نکاح کرنا میری سنت میں سے ہیں۔

(مصنف عبدالرزاق: ٢٨٨٦' مصنف عبد بن حمید: ٢١٨' مصنف ابن ابی شیبہ: ١٨٠٢' مسند احمد ج ٥ ص ٤٢١' سنن ترمذی: ١٠٨٠)

حضرت سعید بن ابی ہلال رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نکاح کرو اور تم اپنی تعداد کثیر کرو' کیونکہ میں دوسری اُمتوں پر تمہاری کثرت کے سبب سے فخر کروں گا' ایک آدمی اہل ذمہ کی جوان اور حسین عورت سے نکاح کرتا ہے اور جب وہ بوڑھی ہو جاتی ہے تو اس کو طلاق دے دیتا ہے' عورتوں کے معاملہ میں اللہ سے ڈرو' عورت کا اپنے خاوند پر یہ حق ہے کہ وہ اس کو کھلائے اور پہنائے اور اگر وہ بے حیائی کا کام کرے تو اس کو ایسی مار مارے جس کا نشان ظاہر نہ ہو۔

(مصنف عبدالرزاق: ۲۸۸۷۔ ج ۶ ص ۱۳۸، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

حضرت ابوذر رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک صاحب آئے جن کا نام عکاف بن بشر التمیمی تھا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا: کیا تمہاری بیوی ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں! آپ نے پوچھا: کوئی باندی ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں! آپ نے پوچھا: تم خوش حال اور خیریت سے ہو؟ انہوں نے کہا: جی ہاں! میں خوش حال اور خیریت سے ہوں! آپ نے فرمایا: تب تم شیطان کے بھائیوں میں سے ہو' اگر تم نصاریٰ میں سے ہوتے تو ان کے راہبوں میں سے ہوتے! بے شک ہماری سنت میں سے نکاح کرنا ہے' تم میں بدترین لوگ کنوارے ہیں اور تمہارے بدترین مُردے کنوارے ہیں' تم شیاطین کے ساتھ کھیلتے ہو' شیاطین کے پاس صالحین کے خلاف عورتوں سے زیادہ کوئی مؤثر ہتھیار نہیں ہے' ماسوا شادی شدہ لوگوں کے' وہ پاکیزہ لوگ ہیں' بے حیائی سے بَری ہیں' اے عکاف! تم پر افسوس ہے! یہ عورتیں حضرت ایوب' حضرت داؤد' کرسف اور حضرت یوسف علیہم السلام کے زمانوں کی عورتوں کی طرح ہیں' بشر بن عطیہ نے پوچھا: یارسول اللہ! کرسف کون ہے؟ آپ نے فرمایا: ایک شخص تھا جو تین سو سال تک سمندر کے ساحلوں میں سے کسی ساحل پر اللہ کی عبادت کرتا رہا' پھر کسی عورت کے عشق کے سبب سے اس نے اللہ العظیم کا کفر کیا اور وہ اپنے رب کی جو عبادت کرتا تھا اس کو چھوڑ دیا' پھر اس کے بعض نیک کاموں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس کی تلافی کی تو اس کی توبہ قبول فرمائی' تم پر افسوس ہے! اے عکاف! تم نکاح کرو' ورنہ تم مُذبذبین (ڈانواں ڈول قسم کے لوگوں) میں سے ہو جاؤ گے' انہوں نے کہا: یارسول اللہ! آپ میرا نکاح کر دیجئے' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کلثوم الحمیری کی بیٹی سے ان کا نکاح کر دیا۔ (مصنف عبدالرزاق: ۲۸۸۵' مسند احمد ج ۵ ص ۱۶۳)

طاؤس بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ نے ایک شخص سے پوچھا: کیا تم نے نکاح کر لیا ہے؟ اس نے کہا: نہیں! حضرت عمر نے کہا: تم احمق ہو یا بدکار ہو! ایک روایت میں ہے: آپ نے کہا: تم نامرد ہو یا بدکار ہو۔ (مصنف عبدالرزاق: ۱۰۴۲۵۔ ۱۰۴۲۴)

علامہ عینی لکھتے ہیں کہ نکاح کرنے کی دوسری قسم یہ ہے کہ جب انسان میں غلبہ شہوت ہو تو اس پر نکاح کرنا واجب ہے اور تیسری قسم یہ ہے کہ جب انسان کو یہ خوف ہو کہ وہ انصاف نہیں کر سکے گا تو اس کے لیے نکاح کرنا مکروہ ہے' کیونکہ متعدد مصلحتوں کی وجہ سے نکاح مشروع کیا گیا ہے اور جب اس کو یہ خطرہ ہو کہ وہ اپنی بیوی کے ساتھ انصاف نہیں کر سکے گا تو پھر وہ مصلحتیں حاصل نہیں ہو سکیں گی' پھر اس حالت میں اس کو روزوں کے ساتھ مشغول رہنا چاہیے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نکاح کو مشروع کیا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کو مستحب قرار دیا ہے تاکہ مسلمان اپنے کامل دین پر رہیں اور وہ اپنی نظروں کو نیچے رکھ کر اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کر کے اپنے کمالِ دین پر قائم رہیں' اور چونکہ تمام لوگ عورتوں سے نکاح کی طاقت نہیں رکھتے اور بعض اوقات ان کو نکاح کے بعد بھی بدکاری کا خوف ہوتا ہے تو اس خطرہ کو دور کرنے کے لیے اور ان کی شہوات کے زور کو توڑنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے روزوں کو مشروع کیا جو شہوتِ جماع کی تحریک کو قطع کرتے ہیں اور اعصاب اور پٹھوں کو ڈھیلا کر دیتے ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۳۹۸۔ ۳۹۷' موضحاً و مخرجاً' دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۳۲۹۵۔ ج ۳ ص ۹۷۷ پر مذکور ہے' اس کی شرح میں درج ذیل عنوان ہیں:
① نکاح کی اقسام میں مذاہب فقہاء ② نکاح کرنا افضل ہے یا نفلی عبادت ③ ترکِ سنت کے دو محمل ④ تبتّل کا معنی۔

۱۱ - بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا رَأَيْتُمُ الْهِلَالَ فَصُومُوا، وَإِذَا رَأَيْتُمُوهُ فَأَفْطِرُوا

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ جب تم ہلال (رمضان) دیکھو تو روزے رکھو اور جب تم (ہلال) عید دیکھو تو روزے چھوڑ دو

وَقَالَ صِلَةُ عَنْ عَمَّارٍ مَنْ صَامَ يَوْمَ الشَّكِّ فَقَدْ عَصٰى اَبَا الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اور صلہ نے کہا کہ حضرت عمار رضی اللہ سے یہ روایت ہے کہ جس نے یوم شک کا روزہ رکھا' اس نے ابوالقاسم ﷺ کی نافرمانی کی۔

علامہ عینی نے کہا ہے کہ ابن حزم نے یہ کہا ہے کہ صلہ سے مراد صلہ بن اشیم ہے اور یہ ان کا وہم ہے۔ تحقیق یہ ہے کہ صلہ سے مراد صلہ بن زفر ہے' اور عمار سے مراد حضرت عمار بن یاسر العبسی ہیں جو جنگ صفین میں شہید ہو گئے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۳۹۸)

تعلیق مذکور کی حدیث موصول درج ذیل کتب حدیث میں ہے:

سنن ترمذی: ۶۸۶' سنن ابوداؤد: ۲۳۳۴' سنن نسائی: ۲۱۸۷' سنن ابن ماجہ: ۱۶۴۵۔

یوم شک ۳۰ شعبان کے دن کو کہتے ہیں جس میں لوگ یہ کہیں کہ چاند دکھائی دے گیا ہے اور شرعی طور پر اس کی رؤیت ثابت نہ ہو' یعنی ایک شخص چاند دیکھنے کی گواہی دے اور اس کی گواہی مسترد کر دی گئی ہو یا دو شخص گواہی دیں اور وہ دونوں فاسق ہوں اور ان دونوں کی گواہی مسترد کر دی گئی ہو۔

علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کے نزدیک یوم شک کا نفلی روزہ رکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور یہ اہل علم کا قول ہے' اوزاعی' لیث بن سعد' امام احمد' اسحاق اور امام مالک کا بھی یہی قول ہے۔ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما اس دن کا روزہ رکھتی تھیں۔ قاضی ابویعلیٰ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب' حضرت علی بن ابی طالب' حضرت انس بن مالک' حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم یہ سب یوم شک کا روزہ رکھتے تھے (یعنی نفلی روزہ رکھتے تھے)۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۳۹۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ ظاہر یہ ہے کہ یہ تمام اکابر صحابہ اور فقہاء تابعین یوم شک کو رمضان کا فرض روزہ نہیں رکھتے تھے جس کے رکھنے سے نبی ﷺ نے منع فرمایا ہے بلکہ یہ اس دن نفلی روزہ رکھتے تھے۔

نیز علامہ عینی نے لکھا ہے کہ یوم شک کے روزے کی کئی صورتیں ہیں:

(۱) کوئی شخص اس دن رمضان کے روزہ کی نیت سے روزہ رکھے' اس نیت سے روزہ رکھنا مکروہ تحریمی ہے۔ اس میں اوزاعی اور سفیان ثوری کا اختلاف ہے۔

(۲) کسی اور فرض روزے کی نیت کر کے روزہ رکھنا مثلاً اس پر کسی اور رمضان کے روزے یا نذر کے روزہ کی قضاء واجب ہو یا وہ کسی کفارہ کا روزہ رکھے' یہ بھی مکروہ ہے مگر اس کی کراہت پہلی قسم کی کراہت سے کم ہے۔

(۳) وہ نفلی روزہ کی نیت کرے' یہ ہمارے نزدیک مکروہ نہیں ہے' امام مالک اور امام احمد کا بھی یہی قول ہے۔

(۴) وہ سحری کے وقت یہ نیت کرے کہ اگر صبح رمضان ہوا تو وہ روزہ رکھے گا اور اگر شعبان ہوا تو وہ روزہ نہیں رکھے گا' اس نیت کے ساتھ اس کا کوئی بھی روزہ نہیں ہوا۔

(۵) وہ یہ نیت کرے کہ اگر صبح رمضان ہوا تو اس کا رمضان کا روزہ ہے ورنہ اس پر جو کوئی اور روزہ واجب ہے' وہ روزہ ہے' یہ روزہ بھی مکروہ ہے۔

(۶) وہ یہ نیت کرے کہ اگر صبح رمضان ہوا تو اس کا رمضان کا روزہ ہے ورنہ نفلی روزہ ہے' یہ روزہ بھی مکروہ ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۳۹۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

یوم شک کا نفلی روزہ رکھنے پر فقہاء احناف کے دلائل

فقہاء احناف نے کہا ہے کہ یوم شک کا نفلی روزہ رکھنا جائز ہے' صاحب ہدایہ نے اس پر یہ دلیل قائم کی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے کہ یوم شک میں رمضان کا روزہ نہ رکھا جائے صرف نفلی روزہ رکھا جائے۔ (ہدایہ اولین ص ۱۹۳) مگر علامہ زیلعی متوفی ۷۶۲ھ نے کہا ہے: یہ حدیث ثابت نہیں ہے۔ (نصب الرایہ ج ۲ ص ۳۶۰) اسی طرح علامہ ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ نے کہا ہے۔ (فتح القدیر ج ۲ ص ۳۲۰) تاہم علامہ ابن ہمام نے حضرت عمران کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ نبی ﷺ نے شعبان کے آخری دنوں میں روزہ رکھنے کا حکم دیا ہے۔ (صحیح البخاری: ۱۹۸۳) لہٰذا تیس شعبان کا نفلی روزہ رکھنا جائز قرار پایا اور امام طحاوی نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ جس شخص کی کسی دن روزہ رکھنے کی عادت ہو اور وہ دن تیس شعبان ہو تو اس کا نفلی روزہ جائز ہے۔

(شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۱۷۴)

۱۹۰۶ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ' عَنْ مَّالِكٍ' عَنْ نَّافِعٍ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَ رَمَضَانَ' فَقَالَ لَا تَصُوْمُوْا حَتّٰى تَرَوُا الْهِلَالَ' وَلَا تُفْطِرُوْا حَتّٰى تَرَوْهُ' فَاِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاقْدُرُوْا لَهٗ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے رمضان کا ذکر کیا' پھر فرمایا: تم روزہ نہ رکھو حتیٰ کہ تم ہلال (رمضان) دیکھ لو اور تم روزہ نہ چھوڑو حتیٰ کہ تم ہلال (شوال) دیکھ لو اور اگر تم پر مطلع غبار آلود یا اَبر آلود ہو تو (روزوں کی) گنتی پوری کرو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۹۰۰ میں گزر چکی ہے۔

۱۹۰۷ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلشَّهْرُ تِسْعٌ وَّعِشْرُوْنَ لَيْلَةً' فَلَا تَصُوْمُوْا حَتّٰى تَرَوْهُ' فَاِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاَكْمِلُوا الْعِدَّةَ ثَلَاثِيْنَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے حدیث بیان کی از عبداللہ بن دینار از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مہینہ انتیس راتوں کا بھی ہوتا ہے' اس لیے تم روزہ نہ رکھو حتیٰ کہ تم (ہلال رمضان کو) دیکھ لو' پس اگر تم پر چاند مستور ہو جائے تو تم تیس دن کی گنتی پوری کرو۔

(صحیح مسلم: ۱۰۸۰' الرقم المسلسل: ۲۳۹۱' سنن ابوداؤد: ۲۳۲۰-۲۳۲۱' سنن نسائی: ۲۱۱۶' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۸۵' صحیح ابن حبان: ۳۴۵۱' صحیح ابن خزیمہ: ۱۹۱۳' مسند احمد ج ۲ ص ۱۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۴۶۱۱- ج ۸ ص ۲۲۵' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی شرح بھی حدیث سابق کی مثل ہے۔

۱۹۰۸ - حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ' عَنْ جَبَلَةَ بْنِ سُحَيْمٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلشَّهْرُ هٰكَذَا وَهٰكَذَا. وَخَنَسَ الْاِبْهَامَ فِي الثَّالِثَةِ. [اطراف الحدیث: ۱۹۱۳-۵۳۰۲] (صحیح مسلم: ۱۰۸۰' الرقم

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از جبلہ بن سحیم' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: مہینہ اتنے دنوں کا اور اتنے دنوں کا ہوتا ہے (آپ نے ہاتھ کی انگلیوں سے اشارہ کیا) اور تیسری

المسلسل: ۲۳۹۵' باقی تخریج حسب سابق ہے) بار میں انگوٹھے کو دبالیا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں بار اپنے ہاتھوں کو پھیلا کر دکھایا' یہ بیس عدد ہوئے اور تیسری بار ایک انگوٹھے کو دبالیا' یہ نو دن ہوئے اور کل انتیس دن ہوئے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس اشارہ سے بات سمجھ میں آ جائے' اس پر اعتماد کرنا چاہیے۔

۱۹۰۹ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ زِيَادٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ' اَوْ قَالَ قَالَ اَبُو الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صُوْمُوْا لِرُؤْيَتِهٖ وَاَفْطِرُوْا لِرُؤْيَتِهٖ' فَاِنْ غُبِّيَ عَلَيْكُمْ فَاَكْمِلُوْا عِدَّةَ شَعْبَانَ ثَلَاثِيْنَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن زیاد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے' یا کہا کہ ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر روزہ چھوڑو اور اگر چاند چھپا ہوا ہو تو شعبان کے تیس روزوں کی گنتی پوری کرو۔

(صحیح مسلم: ۱۰۸۱' الرقم المسلسل: ۲۴۰۳' سنن نسائی: ۲۱۱۵' سنن ابن ماجہ: ۱۶۵۵' صحیح ابن خزیمہ: ۱۹۰۸' صحیح ابن حبان: ۳۴۴۳' مصنف عبدالرزاق: ۷۳۰۴' سنن دارقطنی ج ۲ ص ۱۶۳' مسند احمد ج ۲ ص ۲۵۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۷۵۱۶۔ ج ۱۲ ص ۴۸۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی شرح بھی سابق حدیث: ۱۹۰۰ کی مثل ہے' تاہم بعض ضروری اُمور کی وضاحت کی جارہی ہے:

علم نجوم اور چاند کی منازل کا سفر ہلال رمضان اور ہلال عید کے سفر میں معتبر نہیں ہے

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

ان احادیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا ہے کہ اگر گرد وغبار یا اَبر چھا جانے کی وجہ سے تمہیں چاند نظر نہ آئے تو تم شعبان کے تیس دن پورے کرو کیونکہ مہینہ انتیس دن کا بھی ہوتا ہے۔

اس حدیث میں تصریح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس معاملہ میں علوم نجوم اور چاند کی منازل اور اس کے سفر کا اعتبار نہیں کیا کیونکہ اگر آپ روزے کے معاملہ میں اپنی امت کو اس کا مکلف کرتے تو ان پر دشوار ہوتا' کیونکہ نجوم اور چاند کے سفر کا علم بہت کم لوگوں کو ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے دین کے اندر کوئی تنگی اور دشواری نہیں رکھی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس صورت میں تیس دن پورے کرنے کا حکم دیا ہے اور یہ ایسی چیز ہے جس کی سب کو معرفت ہوتی ہے' سو آپ نے یہ ہدایت دی ہے کہ جب چاند دکھائی نہ دے تو شعبان کے تیس دن پورے کرنے کے بعد روزے رکھو۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شعبان کی اتنی حفاظت کرتے تھے جتنی دوسرے مہینوں کی حفاظت نہیں کرتے تھے' پس جب آپ ہلال رمضان کو دیکھ لیتے تو روزہ رکھتے' پس اگر مطلع ابر آلود ہوتا تو آپ تیس دن پورے کرتے' پھر روزہ رکھتے۔ (سنن ابوداؤد: ۲۳۲۵)

اس سے معلوم ہوا کہ رمضان کے ثبوت کے لیے کسی اور علم کی ضرورت نہیں ہے' اگر ایسا ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی چاند دکھائی نہ دینے کی صورت میں اس علم کا اعتبار کرتے اور ہمیں اس کا حکم دیتے۔

جمہور علماء نے یہ کہا ہے کہ رمضان کا روزہ اسی وقت رکھا جائے گا جب یقین سے ثابت ہو جائے کہ شعبان کا مہینہ ختم ہو گیا ہے

اور یہ یقین اس وقت حاصل ہوگا جب رمضان کا چاند دکھائی دے یا شعبان کے تیس دن پورے ہو جائیں' اسی طرح رمضان کے مہینے کے نکلنے کا یقین بھی اس وقت حاصل ہوگا جب شوال کا چاند دکھائی دے یا رمضان کے تیس روزے پورے ہو جائیں' نیز عنقریب یہ حدیث آ رہی ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہم ایسی امت ہیں جو (مکتب میں) پڑھی لکھی نہیں ہے' نہ ہم (مہینے کو) لکھتے ہیں نہ (اس کا) حساب کرتے ہیں' مہینہ اس طرح' اس طرح اور اس طرح ہوتا ہے (آپ نے دو بار ہاتھ کی انگلیوں سے دس کا اشارہ کیا) اور تیسری بار ایک انگلی کو دبالیا' یعنی مہینہ انتیس دن کا بھی ہوتا ہے اور تیس دن کا بھی ہوتا ہے۔

(صحیح البخاری: ۱۹۱۳' صحیح مسلم: ۱۰۸۰' الرقم المسلسل: ۲۴۰۰' سنن ابوداؤد: ۲۳۱۹' سنن نسائی: ۲۱۳۹)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رمضان یا عید کے چاند کو علوم نجوم یا چاند کی منازل سفر کے حساب سے معین کرنا شریعت میں معتبر نہیں ہے' شریعت میں معتبر صرف یہ ہے کہ چاند دکھائی دے ورنہ پھر شعبان یا شوال کے تیس روزے پورے کیے جائیں۔

(شرح ابن بطال ج ۴ ص ۲۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

رؤیت ہلال رمضان وعید کے مسئلہ میں مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر فرغانی مرغینانی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

اگر مطلع ابر آلود ہو یا اس پر گرد و غبار ہو تو امام (سربراہِ ملک یا مرکزی رؤیت ہلال کمیٹی کا چیئرمین) ایک نیک آدمی کی گواہی کو قبول کرے خواہ وہ مرد ہو یا عورت' آزاد ہو یا غلام کیونکہ یہ دینی معاملہ ہے اس لیے یہ روایت احادیث کے مشابہ ہے' گواہی دینے کے لیے گواہ کا نیک اور صالح ہونا' اس لیے ضروری ہے کہ دینی معاملات میں فاسق کا قول قبول نہیں کیا جاتا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رؤیت ہلال رمضان میں ایک آدمی کی گواہی کو قبول فرمایا ہے' حدیث میں ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک اعرابی نے آ کر کہا: بے شک میں نے ہلال دیکھا ہے' آپ نے پوچھا: کیا تم یہ گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے' کیا تم یہ گواہی دیتے ہو کہ (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں؟ اس نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: اے بلال! لوگوں میں اعلان کر دو کہ وہ کل روزہ رکھیں۔

(سنن ترمذی: ۶۹۱' سنن ابوداؤد: ۲۳۴۰' سنن نسائی: ۲۱۱۲' سنن ابن ماجہ: ۱۶۵۲)

پھر جب امام ایک صالح آدمی کی گواہی قبول کرے تو سب تیس روزے رکھیں' ایک صالح آدمی کی گواہی سے رمضان کی رؤیت ہلال تو ثابت ہوگی لیکن عید کے ہلال کے لیے ایک آدمی کی گواہی کافی نہیں ہے۔

اور جب آسمان پر ابر یا گرد و غبار نہ ہو اور مطلع صاف ہو تو ایک آدمی کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی حتیٰ کہ اتنی جماعت کثیرہ چاند دیکھنے کی خبر دے جن کے خبر دینے سے یقین ہو جائے' اس کے برخلاف جب مطلع ابر آلود ہو تو ایک آدمی کی خبر سے اس لیے رؤیت ثابت ہو جائے گی کیونکہ ہو سکتا ہے کہ ایک آن کے لیے چاند سے یہ بادل ہٹ گیا ہو اور اس وقت کسی آدمی نے چاند کو دیکھ لیا ہو۔

جماعت کثیرہ کے متعلق کئی اقوال ہیں' ایک قول یہ ہے کہ وہ ایک محلہ کے لوگ ہوں' امام ابو یوسف کا قول ہے کہ پچاس آدمی ہونے چاہئیں (اس طرح اور بھی اقوال ہیں' اس کو خبر مستفیض کہتے ہیں)۔

اور جب آسمان پر گرد و غبار یا ابر ہو تو ہلال عید کے ثبوت کے لیے ایک آدمی کی رؤیت کافی نہیں ہوگی' اس کے لیے کم از کم دو آدمیوں کی گواہی ہونی چاہیے کیونکہ اس کے ساتھ بندے کا نفع متعلق ہے۔ (ہدایہ اولین ص ۱۹۶-۱۹۵ ملخصاً وتخریجاً' طبع کراچی)

علامہ ابوبکر محمد بن عبداللہ ابن العربی مالکی متوفی ۵۴۳ھ لکھتے ہیں:

رمضان کا روزہ رکھنے اور چھوڑنے کے لزوم میں حسب ذیل اقوال ہیں:

(۱) دو صالح آدمیوں کی گواہی کے بغیر نہ رمضان کا روزہ رکھا جائے گا نہ چھوڑا جائے گا' یہ امام مالک' اسحاق' امام احمد اور امام شافعی کا ایک قول ہے۔

(۲) امام شافعی کا دوسرا قول یہ ہے کہ رمضان تو ایک آدمی کی گواہی سے ثابت ہو جائے گا لیکن عید دو آدمیوں کی گواہی کے بغیر ثابت نہیں ہوگی۔

(۳) ابوثور کا قول یہ ہے کہ ایک آدمی کی گواہی سے روزہ رکھا بھی جائے گا اور چھوڑا بھی جائے گا۔

(۴) جب آسمان صاف ہو تو بغیر خبر مستفیض کے ہلال رمضان کی رؤیت ثابت نہیں ہوگی۔

(عارضۃ الاحوذی جز ۳ ص ۱۶۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

۱۹۱۰ - حَدَّثَنَا أَبُوْ عَاصِمٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ صَيْفِيٍّ، عَنْ عِكْرِمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اٰلٰى مِنْ نِّسَائِهِ شَهْرًا، فَلَمَّا مَضٰى تِسْعَةٌ وَّعِشْرُوْنَ يَوْمًا غَدَا، أَوْ رَاحَ، فَقِيْلَ لَهٗ إِنَّكَ حَلَفْتَ أَنْ لَّا تَدْخُلَ شَهْرًا! فَقَالَ إِنَّ الشَّهْرَ يَكُوْنُ تِسْعَةً وَّعِشْرِيْنَ يَوْمًا. [طرف الحدیث: ۵۲۰۲]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوعاصم نے حدیث بیان کی از ابن جریج از یحییٰ بن عبداللہ بن صیفی از عکرمہ بن عبدالرحمان از حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھائی کہ آپ ایک ماہ تک اپنی ازواج کے قریب نہیں جائیں گے' جب انتیس دن گزر گئے تو آپ صبح یا شام کو ان کے پاس آ گئے' آپ سے کہا گیا کہ آپ نے تو قسم کھائی تھی کہ آپ ایک ماہ تک ازواج کے پاس نہیں آئیں گے تو آپ نے فرمایا: مہینہ انتیس دن کا بھی ہوتا ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۰۸۵' الرقم المسلسل: ۲۴۱۳' سنن ابن ماجہ: ۲۰۶۱' سنن کبریٰ: ۹۱۸۵' المعجم الکبیر: ۶۸۴' مسند ابویعلیٰ: ۶۹۸۷' مسند احمد ج ۶ ص ۳۱۵ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۶۶۸۳۔ ج ۴۴ ص ۲۸۱' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابوعاصم النبیل الضحاک بن مخلد (۲) عبدالملک بن عبد العزیز بن جریج (۳) یحییٰ بن عبد اللہ بن صیفی (۴) عکرمہ بن عبدالرحمن بن الحارث المخزومی' یہ یزید بن عبدالملک کے زمانہ میں فوت ہو گئے تھے (۵) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ' ان کا نام ہند بنت ابی امیہ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۴۰۳)

ایلاء کی تحقیق

اس حدیث میں ایلاء کا ذکر ہے' ایلاء کے متعلق قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ تَرَبُّصُ أَرْبَعَةِ أَشْهُرٍ فَإِنْ فَآءُوْ فَإِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ وَإِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَإِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ (البقرۃ: ۲۲۷۔۲۲۶)

جو لوگ اپنی عورتوں سے مباشرت نہ کرنے کی قسم کھا لیتے ہیں ان کے لیے چار مہینہ کی مہلت ہے' اگر انہوں نے (اس مدت میں) رجوع کر لیا تو بے شک اللہ بہت بخشنے والا بڑا مہربان ہے ۝ اور اگر انہوں نے طلاق ہی کا ارادہ کر لیا ہے تو بے شک اللہ خوب سننے والا

بہت جاننے والا ہےO

شرعاً ایلاء یہ ہے کہ کوئی شخص یہ قسم کھالے کہ وہ چار مہینے تک اپنی بیوی سے مباشرت نہیں کرے گا' اگر اس نے چار مہینہ سے کم کے اندر اپنی بیوی سے مباشرت کر لی تو اس کی قسم ٹوٹ جائے گی اور اس پر کفارہ لازم ہوگا اور ایلاء ساقط ہو جائے گا اور اگر اس نے چار مہینہ تک اپنی بیوی سے مباشرت نہیں کی تو اس کی بیوی پر ازخود طلاق بائنہ واقع ہو جائے گی' اور اگر اس نے چار مہینہ سے کم کی قسم کھائی تھی تو یہ شرعی ایلاء نہیں ہے۔(ہدایہ اولین ص ۴۰۲۔۴۰۱' شرکت علمیہ ملتان)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چونکہ ایک ماہ تک اپنی ازواج کے پاس نہ جانے کی قسم کھائی تھی اس لیے یہ شرعی ایلاء نہیں تھا۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۴۱۹۔ ج ۳ ص ۴۶ میں مذکور ہے' اس کی شرح کے عنوان حسب ذیل ہیں:

(۱) چاند دیکھنے کے بعد کی دعا (۲) رؤیت ہلال میں مذاہب ائمہ (۳) سعودی عرب کے حساب سے روزے رکھتا ہوا پاکستان آیا تو عید کس حساب سے کرے گا؟ (۴) پاکستان سے روزے رکھتا ہوا سعودی عرب گیا تو عید کس حساب سے کرے گا؟ (۵) سعودی عرب سے عید کے دن سوار ہو کر پاکستان آیا اور یہاں رمضان ہے؟

۱۹۱۱ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اٰلَى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ نِسَائِهِ، وَكَانَتِ انْفَكَّتْ رِجْلُهُ، فَأَقَامَ فِيْ مَشْرُبَةٍ تِسْعًا وَّعِشْرِيْنَ لَيْلَةً، ثُمَّ نَزَلَ، فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اٰلَيْتَ شَهْرًا؟ فَقَالَ إِنَّ الشَّهْرَ يَكُوْنُ تِسْعًا وَّعِشْرِيْنَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالعزیز بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان بن بلال نے حدیث بیان کی از حمید از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ازواجِ مطہرات سے ایلاء کیا اور آپ کی ٹانگ میں چوٹ آ گئی تھی (ٹانگ کا جوڑ اپنی جگہ سے کھسک گیا تھا) آپ انتیس راتوں تک بالاخانے (مچان) میں رہے' پھر آپ اتر آئے' لوگوں نے کہا: یارسول اللہ! آپ نے تو ایک مہینہ کی قسم کھائی تھی' تو آپ نے فرمایا: مہینہ انتیس دنوں کا بھی ہوتا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۷۸ میں گزر چکی ہے' تاہم بعض ضروری اُمور بیان کیے جارہے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایلاء کرنے کے متعلق صریح حدیث اور ایلاء کی وجہ

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ نے اپنی سند کے ساتھ یہ حدیث روایت کی ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ازواج سے ایلاء کیا' اور حرام قرار دیا (یعنی) حلال کو حرام قرار دیا اور قسم میں کفارہ مشروع کیا۔ (سنن ترمذی: ۱۲۰۱' سنن ابن ماجہ: ۲۰۷۲)

اس حدیث میں حلال کو حرام قرار دینے سے مراد یہ ہے کہ آپ نے ایک حلال چیز سے نفع اٹھانے سے اپنے آپ کو روک لیا' اور شہد کو اپنے اوپر حرام کر لیا یا حضرت ماریہ قبطیہ سے مقاربت کو اپنے اوپر حرام کر لیا۔

علامہ ابوبکر بن العربی متوفی ۵۴۳ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ازواجِ مطہرات سے ناراض ہو کر ایک ماہ تک ان کے پاس نہ جانے کی قسم کھائی تھی اور آپ نے وہ ایک ماہ بالاخانہ (مچان) پر گزارا تھا' اس کی حسب ذیل تین وجوہ ہو سکتی ہیں:

(۱) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' حضرت ام المؤمنین زینب بنت جحش کے پاس زیادہ ٹھہرتے تھے اور وہ آپ کو شہد پلاتی تھیں' حضرت عائشہ اور

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما نے آپ کی محبت سے مغلوب ہو کر یہ مشورہ کیا کہ وہ آپ سے کہیں گی کہ آپ سے مغافیر (کیکر کے گوند) کی بو آ رہی ہے' آپ نے مغافیر تو نہیں پیا؟ آپ نے فرمایا: میں نے (حضرت) زینب کے پاس شہد پیا تھا' اگر تم کو یہ ناگوار معلوم ہوتا ہے تو میں دوبارہ شہد نہیں پیوں گا' ان کی اس بات سے آپ ناراض ہوئے اور آپ نے ان کے پاس ایک ماہ تک نہ جانے کی قسم کھالی۔

(۲) آپ نے حضرت حفصہ کی باری میں ان کے گھر میں حضرت ماریہ قطبیہ سے مقاربت کی' اس وقت حضرت حفصہ گھر میں نہیں تھیں' جب وہ آئیں اور ان کو پتا چلا تو وہ بہت روئیں تو آپ نے ان کو راضی کرنے کے لیے حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کو اپنے اوپر حرام کر لیا' پھر آپ نے اس بات پر ناراض ہو کر ایک ماہ کے لیے حضرت حفصہ سے ایلاء کر لیا۔
التحریم:۵۔۱ کی آیات میں ان واقعات کی طرف اشارہ ہے۔

(۳) ازواجِ مطہرات نے آپ سے زیادہ خرچ کا مطالبہ کیا تھا تاکہ وہ عمدہ لباس اور اچھی چیزیں خریدیں' اس سے آپ ناراض ہوئے اور آپ نے ازواجِ مطہرات سے ایک ماہ کے لیے ایلاء کر لیا' اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی:

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا○ وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا○ (الاحزاب:۲۹۔۲۸)

اے نبی! اپنی بیویوں سے کہیے: اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی زینت کو چاہتی ہو تو آؤ میں تم کو دنیا کا مال دوں اور تم کو اچھائی کے ساتھ رخصت کر دوں○ اور اگر تم اللہ کا ارادہ کرتی ہو اور اس کے رسول کا اور آخرت کے گھر کا' تو بے شک اللہ نے تم میں سے نیکی کرنے والیوں کے لیے بہت بڑا اجر تیار کر رکھا ہے○

(عارضۃ الاحوذی ج:۵ ص ۱۴۵ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

۱۲ - بَابٌ شَهْرَا عِيْدٍ لَّا يَنْقُصَانِ
عید کے دو مہینے کم نہیں ہوتے

اس باب کے عنوان میں عید کے جن دو مہینوں کا ذکر ہے' ان سے مراد رمضان اور ذوالحجہ ہے' ہر چند کہ عید شوال میں ہوتی ہے لیکن رمضان کے مہینہ پر عید کا اطلاق مجازاً کیا گیا ہے کیونکہ رمضان کے متصل بعد عید کا وقوع ہوتا ہے یا رمضان کے روزوں کی جزاء میں عید کی نعمت ملتی ہے۔

قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ اِسْحَاقُ وَاِنْ كَانَ نَاقِصًا فَهُوَ تَامٌّ. وَقَالَ مُحَمَّدٌ لَا يَجْتَمِعَانِ كِلَاهُمَا نَاقِصٌ.

امام ابو عبداللہ بخاری نے بیان کیا کہ اسحاق بن راھویہ نے اس حدیث کی تفسیر میں کہا: اگر رمضان کے دن تیس ایام سے کم ہوں تب بھی وہ مکمل ہیں یعنی پورے ایک ماہ کے روزوں کا ثواب ملتا ہے' اور محمد بن سیرین نے کہا: یہ دونوں مہینے ناقص نہیں ہوتے یعنی دونوں مہینے انتیس دن کے نہیں ہوتے' اگر ایک مہینہ ۲۹ دن کا ہو تو دوسرا مہینہ ۳۰ دن کا ہوتا ہے۔

۱۹۱۲ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ قَالَ سَمِعْتُ اِسْحَاقَ يَعْنِي ابْنَ سُوَيْدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ بَكْرَةَ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معتمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے اسحاق سے سنا یعنی ابن سوید سے از عبدالرحمان بن

وَسَلَّمَ .ح .وَحَدَّثَنِی مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ قَالَ اَخْبَرَنِی عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِی بَكْرَةَ عَنْ اَبِيهِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ شَهْرَانِ لَا يَنْقُصَانِ شَهْرَا عِيدٍ رَمَضَانُ وَذُو الْحَجَّةِ.

از والد خود از نبی ﷺ (ح) اور مجھے مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معتمر نے حدیث بیان کی از خالد الحذاء انہوں نے کہا: مجھے عبدالرحمان بن ابی بکرہ نے خبر دی از والد خود رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ' آپ نے فرمایا: دو مہینے کم نہیں ہوتے جو عید کے دو مہینے ہیں' رمضان اور ذوالحجہ۔

[صحیح مسلم: ۱۰۸۹' الرقم المسلسل: ۲۴۲۰' سنن ابوداؤد: ۲۳۲۳' سنن ترمذی: ۶۹۲' سنن ابن ماجہ: ۱۶۵۹' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۸۶۳' مسند البزار: ۳۶۲۴' سنن بیہقی ج ۴ ص ۲۵۰' مسند احمد ج ۵ ص ۳۸ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۰۳۹۹۔ ج ۳۴ ص ۴۰' موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے متعدد محامل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ عید کے دو مہینے کم نہیں ہوتے' اس کے حسب ذیل محامل ہیں:

(۱) بعض علماء نے کہا کہ یہ دو مہینے ہر چند کہ حساب کے اعتبار سے کم ہوں لیکن حکم کے اعتبار سے کم نہیں ہوتے۔

(۲) بعض نے کہا: یہ دونوں مہینے ایک سال میں کم نہیں ہوتے' اگر ان میں سے ایک انتیس دن کا ہو تو دوسرا تیس دن کا ہوتا ہے۔

(۳) ذوالحجہ کا مہینہ اجر و ثواب میں رمضان سے کم نہیں ہوتا۔

(۴) امام ابن حبان نے کہا: اگرچہ آنکھ سے دیکھنے میں دو مہینے تیس دنوں سے کم ہوں کیونکہ آنکھوں کے سامنے بادل یا گرد و غبار حائل ہو جاتا ہے لیکن حقیقت میں یہ کم نہیں ہوتے۔

(۵) امام ابن حبان نے دوسرا معنی یہ بیان کیا ہے کہ یہ دو مہینے فضائل میں کم نہیں ہوتے۔

(۶) امام طحاوی نے کہا: خواہ یہ دونوں مہینے انتیس دن کے ہوں پھر بھی یہ فضائل میں کم نہیں ہیں کیونکہ ایک مہینہ میں روزے ہیں اور دوسرے میں حج ہے۔

(۷) علامہ المازری نے کہا: ایک سال میں ان دونوں مہینوں کے دن تیس سے کم نہیں ہوں گے۔

(۸) علامہ خطابی نے کہا: ذوالحجہ کا اجر رمضان کے اجر سے کم نہیں ہے۔

(۹) علامہ ابن بطال نے کہا: امام ابوحنیفہ' امام شافعی اور عطاء اور حسن بصری کا قول یہ ہے کہ ہر چند کہ میدانِ عرفات کے وقوف کے دن میں اجتہادی خطاء ہو جائے یا رمضان کے روزوں میں خطاء اجتہادی ہو جائے' ان کے اجر میں کمی نہیں ہوتی۔

(۱۰) علامہ طیبی نے کہا ہے کہ ان دو مہینوں کی تخصیص اس لیے فرمائی گئی کہ اگر ان دو مہینوں میں اجتہادی خطاء ہو جائے تو ان کے اجر و ثواب میں کمی نہیں ہوتی اور اس حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے کہ باقی مہینوں کے اجر و ثواب میں کمی ہوتی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۴۰۸۔ ۴۰۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ' بیروت)

* اس باب کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۴۴۷۔ ج ۳ ص ۷۶ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۱۳ - بَابُ قَوْلِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا نَكْتُبُ وَلَا نَحْسُبُ

نبی ﷺ کا یہ ارشاد: ہم لکھتے ہیں نہ حساب کرتے ہیں

۱۹۱۳ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی'

الْاَسْوَدُ بْنُ قَيْسٍ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عَمْرٍو اَنَّهٗ سَمِعَ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ اِنَّا اُمَّةٌ اُمِّيَّةٌ لَا نَكْتُبُ وَلَا نَحْسُبُ، اَلشَّهْرُ هٰكَذَا وَ هٰكَذَا. يَعْنِيْ مَرَّةً تِسْعَةً وَّعِشْرِيْنَ، وَمَرَّةً ثَلَاثِيْنَ.

کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں الاسود بن قیس نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سعید بن عمرو نے حدیث بیان کی انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نے فرمایا: ہم ایسی امت ہیں جو (مکتب میں) پڑھی ہوئی نہیں ہے ہم لکھتے ہیں نہ حساب کرتے ہیں مہینہ اس طرح یا اس طرح ہوتا ہے یعنی کبھی انتیس دن کا ہوتا ہے اور کبھی تیس دن کا ہوتا ہے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۹۰۸ میں کی جا چکی ہے تاہم بعض ضروری اُمور بیان کیے جا رہے ہیں:

اُمّی کے متعدد معانی اور حساب نہ کرنے کا معنی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ہم اُمّی امت ہیں اس کے حسب ذیل معانی ہیں:

(۱) اُمّی کا معنی ہے: جو اُم (ماں) کی طرف منسوب ہو اور ماں عموماً مکتب میں پڑھی ہوئی نہیں ہوتی۔

(۲) اس سے مراد ہے: امت عرب (یعنی عرب والے) اور وہ عموماً لکھتے نہیں تھے۔

(۳) ہم جس کیفیت سے اپنی ماؤں سے پیدا ہوئے اسی کیفیت پر باقی ہیں۔

(۴) ہم ام القریٰ یعنی مکہ کی طرف منسوب ہیں یا اپنی اُمہات کی طرف منسوب ہیں۔

(۵) ہم لکھتے ہیں نہ حساب کرتے ہیں کیونکہ عربوں میں لکھنا پڑھنا بہت نادر تھا قرآن مجید میں ہے:

هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ.

وہی ہے جس نے اَن پڑھ لوگوں میں ان ہی میں سے (عظیم) رسول بھیجا۔ (الجمعہ: ۲)

(۶) حساب نہ کرنے کا معنی یہ ہے کہ ہم علم نجوم کا حساب نہیں کرتے یا ستاروں کے چلنے اور ان کی رفتار کا حساب نہیں رکھتے۔

(۷) ہم ایسی امت ہیں جس کو اپنے روزوں اور دیگر عبادات میں حساب و کتاب کی معرفت کا مکلف نہیں کیا گیا ہماری عبادات واضح نشانیوں اور اُمورِ ظاہرہ کے ساتھ مربوط ہیں۔

(۸) اس حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ روزہ کے تعین میں علم نجوم کا دخل نہیں ہے اور ستاروں کی رفتار کے حساب کا دخل نہیں ہے۔

(۹) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہاتھ کے اشارہ سے بتایا کہ روزہ تیس کا بھی ہوتا ہے اور انتیس کا بھی ہوتا ہے اس کا معنی ہے کہ ہاتھ کے اشارے سے عدد کا تعین صحیح ہے لہٰذا کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاق دے اور انگلیوں سے تین کا اشارہ کرے تو تین طلاقیں ہو جائیں گی۔

۱۴ - بَابٌ لَّا يَتَقَدَّمَنَّ رَمَضَانَ بِصَوْمِ يَوْمٍ وَّلَا يَوْمَيْنِ

رمضان سے ایک روز پہلے یا دو روز پہلے روزہ نہ رکھے

۱۹۱۴ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اَبِيْ كَثِيْرٍ، عَنْ اَبِيْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم بن ابراہیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی انہوں نے

سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَتَقَدَّمَنَّ أَحَدُكُمْ رَمَضَانَ بِصَوْمِ يَوْمٍ أَوْ يَوْمَيْنِ إِلَّا أَنْ يَكُونَ رَجُلٌ كَانَ يَصُومُ صَوْمَهُ فَلْيَصُمْ ذٰلِكَ الْيَوْمَ.

کہا: ہمیں یحییٰ بن ابی کثیر نے حدیث بیان کی از ابی سلمہ از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص رمضان سے ایک دن پہلے یا دو دن پہلے روزہ نہ رکھے مگر یہ کہ ایک آدمی کی عادت اس دن روزہ رکھنا ہو تو وہ اس دن کا روزہ رکھ لے۔

(صحیح مسلم: ۱۰۸۲، الرقم المسلسل: ۲۴۰۷، سنن ابوداؤد: ۲۳۳۵، سنن ترمذی: ۶۸۵، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۲۳، مسند احمد ج ۲ ص ۴۷۷، طبع قدیم، مسند احمد: ۱۰۱۸۴، ج ۱۶ ص ۱۴۸، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

شعبان کے آخری دن نفلی روزہ رکھنے میں مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

حضرت عمر، حضرت علی، حضرت عمار، حضرت حذیفہ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہم اور تابعین میں سے سعید بن المسیب، شعبی، نخعی، حسن بصری، ابن سیرین اور امام شافعی کا یہ مذہب ہے کہ شعبان کے آخری دن نفلی روزہ رکھنا صرف اس کے لیے جائز ہے جس کی عادت اس دن روزہ رکھنا ہو، انہوں نے اس حدیث کے ظاہر پر عمل کیا ہے اور حضرت ابن عباس اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم یہ حکم دیتے تھے کہ شعبان اور رمضان کے درمیان ایک دن یا دو دن روزہ نہ رکھ کر فصل کیا جائے، جس طرح وہ اس کو مستحب قرار دیتے تھے کہ فرض نماز اور نفل کے درمیان کلام کے ساتھ یا قیام کے ساتھ یا تقدیم یا تاخیر کے ساتھ فصل کیا جائے اور عکرمہ یہ کہتے تھے کہ جس نے یوم شک کا روزہ رکھا، اس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی۔

فقہاء کی دوسری جماعت نے یوم شک کے نفلی روزہ کو جائز قرار دیا ہے، حضرت عائشہ اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہما یوم شک کا نفلی روزہ رکھتی تھیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا یہ کہتی تھیں کہ اگر میں شعبان کے آخری دن کا روزہ رکھوں تو وہ مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ میں رمضان کے ایک دن کا روزہ نہ رکھوں، امام مالک، اوزاعی، امام ابوحنیفہ، امام احمد اور اسحاق کا یہی قول ہے۔

علامہ ابن القصار نے کہا: اس قول کی دلیل یہ ہے کہ ہم یوم شک کے روزہ کو قطعی طور پر مکروہ کہتے ہیں، جب اس نیت سے روزہ ہو کہ ہوسکتا ہے کہ وہ رمضان کا روزہ ہو یا اس خوف سے کہ وہ رمضان کا روزہ ہو تو فرض کے ساتھ وہ چیز مل جائے گی جو اس کی جنس نہیں ہے لیکن جب خالص نفل کی نیت سے روزہ رکھا جائے تو پھر اس میں شک کا معنی نہیں ہوگا۔ اس کی نیت یہ ہوگی کہ وہ رمضان کا روزہ نہیں رکھ رہا ہے جیسے اس دن وہ نذر کا روزہ یا قضاء رمضان کی نیت سے روزہ رکھے، اس دن صرف رمضان کے روزہ کی نیت سے روزہ رکھنے کی ممانعت ہے اور نفلی روزہ رکھنے کی ممانعت نہیں ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۲۹۔۲۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

رمضان سے ایک دن یا دو دن پہلے روزہ رکھنے کی ممانعت کی حکمت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علماء نے کہا ہے کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ رمضان سے پہلے اس نیت سے روزہ نہ رکھو کہ وہ رمضان کے روزہ سے مختلط ہو جائے، جس طرح نصاریٰ نے اپنی فاسد رائے سے فرائض پر اضافہ کر دیا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اہل کتاب کی مخالفت کا حکم دینے سے پہلے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی حکم نہیں دیا گیا تھا تو آپ اہل کتاب کی موافقت کو پسند کرتے تھے، پھر بعد میں آپ کو اہل کتاب کی مخالفت کا حکم دیا گیا۔

آپ نے رمضان سے ایک دن یا دو دن پہلے روزہ رکھنے سے اس لیے منع فرمایا ہے کہ رمضان کا روزہ رکھنے کی قوت اور فرح

حاصل ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۴۱۲۔۴۱۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۲۴۱۴۔ ج ۳ ص ۴۴ پر مذکور ہے وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۱۵ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ جَلَّ ذِكْرُهُ

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلٰى نِسَآئِكُمْ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ عَلِمَ اللّٰهُ أَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ أَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْ فَالْئٰنَ بَاشِرُوْهُنَّ وَابْتَغُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ﴾ (البقرہ:۱۸۷).

تمہارے لیے روزہ کی رات میں اپنی بیویوں کے پاس جانا حلال کر دیا گیا ہے وہ تمہارے لیے لباس ہیں اور تم ان کے لیے لباس ہو اللہ کو علم ہے کہ تم اپنے نفسوں میں خیانت کرتے تھے سو اللہ نے تمہاری توبہ قبول فرمائی اور تمہیں معاف کر دیا سو اب تم (چاہو تو) ان سے عمل زوجیت کرو اور جو اللہ نے تمہارے لیے مقدر کر دیا ہے اس کو طلب کرو۔ (البقرہ:۱۸۷)

آیت مذکورہ کا شان نزول

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ اس آیت کے نزول سے پہلے مسلمانوں کا کیا حال تھا؟ اس آیت کے نزول کا سبب یہ ہے کہ رمضان میں جب کوئی شخص روزہ رکھ کر شام کو سو جاتا تو اس پر کھانا پینا اور عمل زوجیت حرام ہو جاتا حتیٰ کہ وہ اگلے دن روزہ افطار کرتا ایک رات کو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ دیر تک نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس باتیں کرتے رہے پھر جب وہ گھر گئے تو ان کی بیوی سو رہی تھیں حضرت عمر نے ان کے ساتھ عمل زوجیت کا ارادہ کیا انہوں نے کہا: میں سو چکی ہوں حضرت عمر نے کہا: تم نہیں سوئیں اور ان کے ساتھ عمل کر لیا حضرت کعب بن مالک نے بھی اسی طرح کیا تھا پھر صبح حضرت عمر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گئے اور آپ کو رات کا ماجرا سنایا تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: اللہ کو علم ہے کہ تم اپنے نفسوں میں خیانت کرتے تھے سو اللہ نے تمہاری توبہ قبول فرمائی اور تمہیں معاف کر دیا سو اب تم (چاہو تو) ان سے عمل زوجیت کرو۔ (البقرہ:۱۸۷) پس اللہ تعالیٰ نے تمام رات میں کھانے پینے اور عمل زوجیت کو مباح کر دیا یہ اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں پر رحمت اور رخصت ہے۔

اس آیت میں "الرفث" کا لفظ ہے: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور عطاء وغیرہم نے کہا ہے کہ اس سے مراد یہاں پر جماع ہے یعنی عمل زوجیت اور اس آیت میں ارشاد ہے: وہ تمہارے لیے لباس ہیں اور تم ان کے لیے لباس ہو حضرت ابن عباس اور مجاہد وغیرہ نے کہا: اس کا معنی ہے: تم ان کے لیے باعث سکون ہو اور وہ تمہارے لیے باعث سکون ہیں خلاصہ یہ ہے کہ مرد اور عورت میں سے ہر ایک دوسرے کے ساتھ اختلاط کرتا ہے اور اس کے ساتھ ہم آغوش ہوتا ہے تو مناسب یہ تھا کہ رمضان کی راتوں میں بھی ان کو مجامعت کی اجازت دی جائے تاکہ روزے ان پر دشوار نہ ہوں اور وہ حرج میں مبتلا نہ ہوں۔

نیز اس آیت میں فرمایا: تم اپنے نفسوں میں خیانت کرتے تھے یعنی اپنی عورتوں کے ساتھ جماع کرتے تھے اور کھاتے اور پیتے تھے جب کہ رات کو سونے کے بعد یہ کام تمہارے لیے حرام کر دیئے گئے تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۴۱۳۔۴۱۲ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۱۹۱۵ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰى، عَنْ إِسْرَائِيْلَ، عَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ، عَنِ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبیداللہ بن موسیٰ نے حدیث بیان کی از اسرائیل از ابی اسحاق از حضرت البراء رضی اللہ عنہ وہ

تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ كَانَ اَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَانَ الرَّجُلُ صَائِمًا فَحَضَرَ الْاِفْطَارُ فَنَامَ قَبْلَ اَنْ يُّفْطِرَ لَمْ يَاْكُلْ لَيْلَتَهٗ وَلَا يَوْمَهٗ حَتّٰى يُمْسِيَ وَاِنَّ قَيْسَ بْنَ صِرْمَةَ الْاَنْصَارِيَّ كَانَ صَائِمًا فَلَمَّا حَضَرَ الْاِفْطَارُ اَتٰى اِمْرَاَتَهٗ فَقَالَ لَهَا اَعِنْدَكِ طَعَامٌ؟ قَالَتْ لَا وَلٰكِنْ اَنْطَلِقُ فَاَطْلُبُ لَكَ وَكَانَ يَوْمَهٗ يَعْمَلُ فَغَلَبَتْهُ عَيْنَاهُ فَجَاءَتْهُ اِمْرَاَتُهٗ فَلَمَّا رَاَتْهُ قَالَتْ خَيْبَةً لَّكَ فَلَمَّا انْتَصَفَ النَّهَارُ غُشِيَ عَلَيْهِ فَذُكِرَ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ ﴿اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ اِلٰى نِسَائِكُمْ﴾ (البقرہ:۱۸۷) فَفَرِحُوْا بِهَا فَرَحًا شَدِيْدًا وَنَزَلَتْ ﴿وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ﴾ (البقرہ:۱۸۷).

[طرف الحدیث:۴۵۰۸] (سنن ابوداؤد:۲۳۱۴، سنن ترمذی:۲۹۶۸)

بیان کرتے ہیں کہ رمضان میں (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اصحاب پر یہ فرض تھا کہ جب کوئی شخص روزہ دار ہوتا اور پھر روزہ کے افطار کے وقت وہ افطار کرنے سے پہلے سو جاتا تو پھر وہ اس رات کو (شرعاً) کھا نہیں سکتا تھا اور نہ اس دن میں کھا سکتا تھا حتیٰ کہ شام ہو جاتی' اور حضرت قیس بن صرمہ انصاری رضی اللہ عنہ روزے سے تھے' جب افطار کا وقت آیا تو وہ اپنی بیوی کے پاس آئے اور ان سے پوچھا: کیا تمہارے پاس کھانا ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں! لیکن میں جا کر تمہارے لیے کچھ ڈھونڈتی ہوں' حضرت قیس دن بھر کام کرتے رہے تھے' اس لیے ان کی آنکھوں پر نیند غالب آ گئی' پھر ان کی بیوی آئی' اس نے ان کو سویا ہوا دیکھا تو کہا: یہ تمہاری نامرادی ہے' پھر جب (دوسرے دن کی) دوپہر ہو گئی تو ان پر بے ہوشی طاری ہو گئی' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کا ذکر کیا گیا تو یہ آیت نازل ہوئی: تمہارے لیے روزہ کی رات میں اپنی بیویوں کے پاس جانا حلال کر دیا گیا ہے۔ (البقرہ:۱۸۷) تب مسلمان اس سے بہت زیادہ خوش ہوئے اور یہ آیت نازل ہوئی: اور کھاتے پیتے رہو' یہاں تک کہ فجر کا سفید دھاگا (رات کے) سیاہ دھاگے سے ممتاز ہو جائے۔ (البقرہ:۱۸۷)

رمضان کی راتوں کے حلال ہونے کے متعلق دو روایتیں

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

زید بن اسلم اور ابراہیم التیمی نے کہا ہے کہ مسلمان ابتداء اسلام میں اس طرح کرتے تھے جس طرح اہل کتاب کرتے تھے کہ جب ان میں سے کوئی شخص سو جاتا تو وہ کھا نہیں سکتا تھا حتیٰ کہ دوسری رات آ جائے' پھر اللہ تعالیٰ نے اس کو منسوخ کر دیا اور مجاہد نے کہا: بعض مسلمان اپنے نفسوں میں خیانت کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو معاف کر دیا اور ان کے لیے ساری رات میں کھانا' پینا اور جماع کرنا حلال کر دیا' خواہ سونے سے پہلے خواہ سونے کے بعد' گویا اس آیت کے دو محمل ہیں۔

(شرح ابن بطال ج ۴ ص ۳۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۶ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى

﴿وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ﴾ (البقرہ:۱۸۷).

فِيْهِ الْبَرَاءُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اللہ عزوجل کا ارشاد:

اور کھاتے پیتے رہو' یہاں تک کہ فجر کا سفید دھاگا (رات کے) سیاہ دھاگے سے ممتاز ہو جائے' پھر روزے کو رات آنے تک پورا کرو۔ (البقرہ:۱۸۷)

اس باب میں حضرت براء کی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے۔

۱۹۱۶ - حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ قَالَ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ قَالَ اَخْبَرَنِي حُصَيْنُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ ﴿حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ﴾ (البقرہ:۱۸۷) عَمَدْتُ اِلٰى عِقَالٍ اَسْوَدَ وَاِلٰى عِقَالٍ اَبْيَضَ، فَجَعَلْتُهُمَا تَحْتَ وِسَادَتِي، فَجَعَلْتُ اَنْظُرُ فِي اللَّيْلِ فَلَا يَسْتَبِينُ لِي، فَغَدَوْتُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرْتُ لَهُ ذٰلِكَ، فَقَالَ اِنَّمَا ذٰلِكَ سَوَادُ اللَّيْلِ وَبَيَاضُ النَّهَارِ.

[اطراف الحدیث:۴۵۰۹-۴۵۱۰]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حجاج بن منہال نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہشیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے حصین بن عبدالرحمان نے خبر دی از حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ انہوں نے کہا: جب یہ آیت نازل ہوئی: یہاں تک کہ سفید دھاگا سیاہ دھاگے سے ممتاز ہو جائے۔ (البقرہ:۱۸۷) تو میں نے کالی اور سفید دو رسیاں لیں پس میں نے ان کو اپنے تکیہ کے نیچے رکھ لیا پس میں ان کو رات میں دیکھتا رہا لیکن مجھ پر ان کے رنگ واضح نہ ہوئے صبح کو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے میں نے اس واقعہ کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: اس سے مراد رات کی سیاہی اور دن کی سفیدی ہے۔

(صحیح مسلم:۱۰۹۰ الرقم المسلسل:۲۴۲۲ سنن ابوداؤد:۲۳۴۹ سنن ترمذی:۲۹۸۱ صحیح ابن خزیمہ:۱۹۲۵ صحیح ابن حبان:۳۴۶۲ شرح مشکل الآثار:۱۵۰۵-۱۵۰۴ سنن بیہقی ج ۴ ص ۲۱۵ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۲۸ سنن دارمی:۱۶۹۴ سنن کبریٰ:۲۴۷۹ المعجم الکبیر:۱۷۹-۱۷۸-۱۷۷-ج ۱۷ مسند احمد ج ۴ ص ۳۷۷ طبع قدیم مسند احمد:۱۹۳۷۰-ج ۳۲ ص ۱۱۳ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) حجاج بن منہال السلمی (۲) ہشیم بن بشیر السلمی (۳) حصین بن عبدالرحمٰن السلمی ان کی کنیت ابوالہذیل ہے (۴) عامر بن شراحیل الشعبی (۵) حضرت عدی بن حاتم الصحابی رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۴۱۸)

سحری کھانے کی آخری حد میں صحابہ فقہاء تابعین اور ائمہ مجتہدین کے دو قول

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

ابوعبید نے کہا ہے کہ سفید دھاگے سے مراد صبح صادق ہے اور سیاہ دھاگے سے مراد رات ہے اور دھاگے سے مراد نور ہے۔ علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ روزہ رکھنے والے کے اوپر کس وقت کھانا اور پینا حرام ہوتا ہے۔ امام مالک امام ابوحنیفہ امام شافعی اور ابوثور کا مذہب یہ ہے کہ جب دوسری فجر (فجر صادق) آسمان کے کناروں میں پھیل جاتی ہے تو روزہ دار کے اوپر کھانا اور پینا حرام ہو جاتا ہے حضرت عمر بن الخطاب اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم کا یہی قول ہے اور عطاء اور عام شہروں کے علماء کا بھی یہی قول ہے۔

اس مسئلہ میں حضرت ابوبکر صدیق حضرت علی حضرت حذیفہ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہم وغیرہم کا دوسرا قول ہے سالم بن عبید سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دو مرتبہ فجر کی طرف دیکھا پھر تیسری مرتبہ میں سحری کی پھر کھڑے ہو کر دو رکعت (سنت فجر) پڑھی پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے نماز کی اقامت کہی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جس وقت فجر کی نماز پڑھائی تو فرمایا: اب تمہارے لیے سفید دھاگا سیاہ دھاگے سے ممتاز ہو گیا ہے اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے جب فجر طلوع ہو گئی تو انہوں نے سحری کی پھر نماز پڑھی اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی اس کی مثل منقول ہے۔

علامہ ابن بطال لکھتے ہیں کہ امام طحاوی نے اس روایت میں یہ اضافہ کیا ہے کہ جب حضرت حذیفہ نے نماز پڑھ لی تو کہا: اسی

طرح رسول اللہ ﷺ نے کیا تھا لیکن اس وقت سورج طلوع نہیں ہوا تھا۔

حماد' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ اذان سنتے تھے اور برتن ان کے ہاتھ میں ہوتا تھا اور انہوں نے کہا: رب کعبہ کی قسم! میں نے روزہ کو پالیا۔

حسن بصری نے اس حدیث کو نبی ﷺ سے مرسلاً روایت کیا ہے۔

حضرت ابوبکر' حضرت علی اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہم کی روایات کو ذکر کرنے کے بعد اسحاق نے کہا: یہ لوگ کھانے پینے اور فرض نماز پڑھنے کے درمیان فرق نہیں سمجھتے تھے اور ان کا یہ نظریہ تھا کہ فجر کی سفیدی پھیلنے کے بعد بھی کھانا پینا جائز ہے حتیٰ کہ دن کی سفیدی رات کی سیاہی سے متمیز ہو جائے اور اسحاق کا میلان پہلے قول کی طرف تھا اور وہ دوسرے قول کے قائلین پر کوئی طعن نہیں کرتے تھے اور کہتے تھے کہ ان لوگوں نے وقت کی رخصت میں تاویل کی ہے' لہٰذا جس نے اس وقت میں کھایا' اس پر روزے کی قضاء ہے نہ کفارہ جب کہ وہ تاویل سے اس وقت میں سحری کرتا ہو۔

امام طحاوی نے حضرت حذیفہ کی حدیث کو ذکر کیا اور یہ کہا کہ حضرت حذیفہ کی حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ روزہ کا اوّل وقت وہ ہے جب سورج طلوع ہوتا ہے اور سورج کے طلوع ہونے سے پہلے کا وقت رات کے حکم میں ہے اور ہمارے نزدیک یہ قول اس صورت پر مبنی ہے جب یہ آیت نازل ہوئی تھی کہ کھاتے پیتے رہو حتیٰ کہ سفید دھاگا سیاہ دھاگے سے ممتاز ہو جائے' یعنی دن رات سے ممتاز ہو جائے اور اس وقت تک آیت کا آخری حصہ ''من الفجر'' نازل نہیں ہوا تھا اور جب ''من الفجر'' نازل ہو گیا تو اب یہ معنی ہوا کہ فجر کی سفیدی تک کھاتے رہو اور دن کی سفیدی تک کھاتے رہنے کا جواز منسوخ ہو گیا۔

(شرح ابن بطال ج ۴ ص ۳۲-۳۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق' حضرت علی' حضرت ابوہریرہ اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہم کا یہ نظریہ تھا کہ طلوع آفتاب سے پہلے پہلے دن کی سفیدی پھیلنے تک روزہ دار کے لیے سحری کرنا اور کھانا پینا جائز ہے اور جمہور صحابہ' فقہاء تابعین اور ائمہ میں سے امام ابوحنیفہ' امام مالک اور امام شافعی کا یہ نظریہ ہے کہ سحری کھانے کے جواز کی آخری حد فجر صادق کا طلوع ہے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۴۲۹- ج ۳ ص ۷۷ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۱۹۱۷ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ. ح.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن ابی مریم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی حازم نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت سہل بن سعد۔ (ح)

قَالَ حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو غَسَّانَ، مُحَمَّدُ بْنُ مُطَرِّفٍ، قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ أُنْزِلَتْ ﴿وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ﴾ وَلَمْ يَنْزِلْ ﴿مِنَ الْفَجْرِ﴾. فَكَانَ رِجَالٌ إِذَا أَرَادُوا الصَّوْمَ رَبَطَ أَحَدُهُمْ فِي رِجْلِهِ الْخَيْطَ الْأَبْيَضَ وَالْخَيْطَ الْأَسْوَدَ، وَلَمْ يَزَلْ يَأْكُلُ

انہوں نے کہا: مجھے سعید بن ابی مریم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوغسان محمد بن مطرف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابوحازم نے حدیث بیان کی از حضرت سہل بن سعد رضی اللہ' انہوں نے بیان کیا کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: اور کھاتے پیتے رہو حتیٰ کہ سفید دھاگا سیاہ دھاگے سے ممتاز ہو جائے تو اس وقت تک ''من الفجر'' (فجر کے سفید دھاگے) نازل نہیں ہوئی تھی تو لوگ جب روزہ رکھنے کا ارادہ کرتے تو ان میں سے کوئی

حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهٗ رُؤْيَتُهُمَا، فَاَنْزَلَ اللّٰهُ بَعْدُ ﴿مِنَ الْفَجْرِ﴾ فَعَلِمُوْا اَنَّهٗ اِنَّمَا يَعْنِي اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ. [طرف الحدیث:۴۵۱۱]
(صحیح مسلم:۱۰۹۱'الرقم المسلسل:۲۴۲۳)

شخص اپنی ٹانگ کے ساتھ سفید دھاگا اور کالا دھاگا باندھ لیتا اور اس وقت تک کھاتا رہتا تھا حتیٰ کہ اس کو وہ دونوں دھاگے واضح طور پر نظر آتے' پھر اللہ تعالیٰ نے ''من الفجر'' (البقرہ:۱۸۷) کو نازل کیا' تب ان کو معلوم ہوا کہ ان دھاگوں سے مراد رات اور دن ہیں۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) سعید بن ابی مریم' وہ سعید بن محمد بن الحکم بن ابی مریم الجحمی ہیں (۲) ابن ابی حازم' ان کا نام عبد العزیز ہے (۳) ان کے والد ابو حازم ہیں' ان کا نام سلمہ بن دینار ہے (۴) ابوغسان' ان کا نام محمد بن طریف ہے (۵) سہل بن سعد بن مالک الساعدی الانصاری ہیں۔ (عمدۃ القاری ج۱۰ص۴۲۱)

حضرت سہل اور حضرت عدی کی حدیثوں میں تطبیق

علامہ بدرالدین محمود بن عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اگر یہ سوال کیا جائے کہ حضرت عدی بن حاتم کی حدیث میں ہے کہ وہ اپنے تکیہ کے نیچے سفید اور کالا دھاگا رکھتے تھے اور حضرت سہل بن سعد کی حدیث میں ہے کہ لوگوں میں سے کوئی شخص اپنی ٹانگ پر سفید اور کالا دھاگا باندھ لیتا تھا' ان دونوں متعارض حدیثوں میں کس طرح تطبیق ہوگی؟ علامہ قرطبی نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ حضرت سہل کی حدیث میں پہلے کا واقعہ مذکور ہے' اس وقت تک ''من الفجر'' نازل نہیں ہوئی تھی یعنی سیاہ دھاگے سے مراد رات کی سیاہی ہے اور سفید دھاگے سے مراد فجر کی سفیدی ہے' اس کے بعد وہ واقعہ ہوا جس کو حضرت عدی بن حاتم نے بیان کیا ہے۔ علامہ داؤدی متوفی ۴۰۵ھ نے کہا ہے کہ حضرت عدی کی حدیث محفوظ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی چیز کے بیان کو اس کی ضرورت کے وقت سے مؤخر نہیں کرتا اور اگر حضرت سہل کی حدیث بھی محفوظ ہو تو اس کا محمل یہ ہے کہ پہلے اسی طرح حکم تھا' بعد میں ''من الفجر'' نازل ہونے کے بعد یہ حکم منسوخ ہو گیا۔

(عمدۃ القاری ج۱۰ص۴۲۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۴۳۱۔ ج۳ص۸۷ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۱۷ - بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَمْنَعَنَّكُمْ مِنْ سَحُوْرِكُمْ اَذَانُ بِلَالٍ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ تمہیں (حضرت) بلال (رضی اللہ عنہ) کی اذان سحری کھانے سے منع نہ کرے

حضرت بلال رضی اللہ عنہ رمضان میں آدھی رات کو اس لیے اذان دیتے تھے کہ جو شخص سو رہا ہو یا تہجد پڑھ رہا ہو' وہ سحری کھانے کی طرف متوجہ ہو جائے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تنبیہ کی کہ کوئی شخص اس اذان کو فجر کی سمجھ کر سحری کو ترک نہ کرے' فجر کی اذان حضرت عبد اللہ ابن ام مکتوم فجر کے وقت دیا کرتے تھے اور اس وقت سحری کا وقت ختم ہو جاتا تھا اور نماز فجر کا وقت شروع ہو جاتا تھا۔

۱۹۱۸ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ اِسْمَاعِيْلَ، عَنْ اَبِيْ اُسَامَةَ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَالْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید بن اسماعیل نے حدیث بیان کی از ابو اسامہ از عبید اللہ از نافع از ابن عمر و القاسم بن محمد از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ

بِلَالًا كَانَ يُؤَذِّنُ بِلَيْلٍ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُوا وَاشْرَبُوا حَتّٰى يُؤَذِّنَ ابْنُ أُمِّ مَكْتُومٍ، فَإِنَّهُ لَا يُؤَذِّنُ حَتّٰى يَطْلُعَ الْفَجْرُ.

رات کو اذان دیتے تھے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کھاتے پیتے رہو حتیٰ کہ ابن ام مکتوم اذان دیں کیونکہ وہ اذان نہیں دیتے حتیٰ کہ فجر طلوع ہو جائے۔

حدیث مذکور کی شرح، صحیح البخاری: ۶۱۷ میں گزر چکی ہے۔

۱۹۱۹ - قَالَ الْقَاسِمُ وَلَمْ يَكُنْ بَيْنَ أَذَانِهِمَا إِلَّا أَنْ يَرْقَى ذَا وَيَنْزِلَ ذَا.

القاسم نے کہا: ان دونوں کی اذانوں میں صرف یہ فرق تھا کہ یہ چڑھتے تھے اور وہ اترتے تھے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۶۲۲ میں گزر چکی ہے، تاہم بعض اُمور کی وضاحت کی جارہی ہے:

رمضان میں حضرت بلال اور حضرت ابن ام مکتوم کی اذانوں کے معمولات

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

المہلب متوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے کہ حضرت بلال اس وقت اذان دیتے تھے جب نبی ﷺ نے انہیں اذان دینے کا حکم دیا تھا تاکہ تہجد پڑھنے والا سحری کھانے کی طرف لوٹے اور سونے والا بھی بیدار ہو کر سحری کھانے کی طرف لوٹے۔

علامہ داؤدی متوفی ۴۰۵ھ نے کہا ہے کہ اس حدیث میں جو مذکور ہے کہ حضرت بلال اور حضرت ابن ام مکتوم کی اذانوں میں اتنا فرق تھا کہ ایک (اذان کی جگہ سے) اترتا تھا اور دوسرا (اس جگہ) چڑھتا تھا، یہ بعض اوقات پر محمول ہے ورنہ اکثر اوقات میں حضرت بلال آدھی رات ہی کو اذان دیتے تھے۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۳۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی نے بھی اسی شرح کو نقل کیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۴۲۴-۴۲۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۱۸ - بَابُ تَأْخِيرِ السُّحُورِ — سحری کو تاخیر سے کرنا

اس باب میں امام بخاری نے یہ بیان کیا ہے کہ سحری کو طلوع فجر صادق تک مؤخر کرنے کا کیا حکم ہے اور صحیح بخاری کے کثیر نسخوں میں اس باب کا عنوان ہے: ''تعجیل السحور'' یعنی سحری کو جلدی کرنا، علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ اگر ان نسخوں میں ''تاخیر السحور'' کا عنوان ہوتا تو مستحسن تھا۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۳۶) صاحب التوضیح نے کہا ہے: لگتا ہے علامہ ابن بطال نے صحیح بخاری کے ان نسخوں کو نہیں دیکھا جن میں ''تاخیر السحور'' کا عنوان ہے۔

صحیح بخاری کے عنوان کی شرح میں علامہ ابن حجر اور علامہ عینی کا مناقشہ

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس عنوان کی شرح میں لکھا ہے:

میں نے صحیح بخاری کے کسی نسخہ میں ''تاخیر السحور'' کا عنوان نہیں دیکھا، امام بخاری نے ''تعجیل السحور'' کا عنوان قائم کیا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ صحابہ جلدی سحری کھا کر فجر کی نماز پڑھنے مسجد میں جاتے تھے اور ان کو خطرہ ہوتا تھا کہ سحری کرنے میں تاخیر کی وجہ سے ان سے فجر کی نماز نہ رہ جائے۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۱۴۱، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حافظ ابن حجر پر رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

انہوں نے جو یہ کہا ہے کہ میں نے صحیح بخاری کے کسی نسخہ میں ''تاخیر السحور'' کا عنوان نہیں دیکھا تو کیا ان کا یہ ادعا ہے کہ انہوں نے صحیح بخاری کے تمام نسخے دیکھ لیے ہیں! (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۴۲۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ حافظ عینی کے رد کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ برصغیر میں جو صحیح بخاری کے نسخے ہیں ان میں ''تاخیر السحور'' کا عنوان ہے اور علامہ ابن بطال نے ''تاخیر السحور'' کی یہ وجہ ترجیح بیان کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فجر منہ اندھیرے پڑھتے تھے اور اس میں طویل قراءت ترتیل کے ساتھ کرتے تھے تاکہ نمازی نماز میں قراءت پر تدبر کرے اور اس کو سمجھے اور اللہ تعالیٰ نے قرآن کی تلاوت میں جو ترتیل کا حکم دیا ہے اس پر عمل کرتے تھے اس وجہ سے امام بخاری اگر ''تعجیل'' کے بجائے ''تاخیر السحور'' کا عنوان قائم کرتے تو زیادہ اچھا تھا۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۳۶ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

گویا علامہ ابن بطال اور علامہ ابن حجر دونوں کے سامنے صحیح بخاری کا وہ نسخہ تھا جس میں ''تعجیل السحور'' کا عنوان تھا۔

۱۹۲۰ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ اَبِي حَازِمٍ، عَنْ اَبِي حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كُنْتُ اَتَسَحَّرُ فِي اَهْلِي، ثُمَّ تَكُوْنُ سُرْعَتِي اَنْ اُدْرِكَ السُّجُوْدَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبید اللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز بن ابی حازم نے حدیث بیان کی از ابی حازم از حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں اپنے اہل میں سحری کرتا تھا پھر میں جلدی (سے مسجد جاتا تھا) تاکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سجدے میں پالوں۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۵۷۷ میں گزر چکی ہے۔

مذکورہ مناقشہ میں مصنف کا محاکمہ

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سحری کر کے جلدی مسجد میں جاتے تھے تاکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز کے سجدہ میں پالیں اس سے معلوم ہوا کہ وہ تاخیر سے سحری کرتے تھے کیونکہ اگر وہ جلدی سحری کرتے تو پھر ان کے پاس مسجد میں پہنچنے کے لیے کافی وقت ہوتا اور ان کو جلدی جلدی جا کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز کے سجدہ میں پانے کی فکر نہ ہوتی بلکہ وہ اطمینان سے چلتے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں پوری نماز پڑھ لیتے اور اس سے علامہ ابن بطال اور علامہ عینی کی تائید ہوتی ہے۔

۱۹ - بَابُ قَدْرِ كَمْ بَيْنَ السُّحُوْرِ وَصَلٰوةِ الْفَجْرِ

سحری اور نماز فجر میں کتنا وقت ہونا چاہیے؟

۱۹۲۱ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، عَنْ اَنَسٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ تَسَحَّرْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ قَامَ اِلَى الصَّلٰوةِ، قُلْتُ كَمْ كَانَ بَيْنَ الْاَذَانِ وَالسُّحُوْرِ؟ قَالَ قَدْرُ خَمْسِيْنَ اٰيَةً.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم بن ابراہیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی از حضرت انس از حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا کہ ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سحری کی پھر آپ نماز پڑھانے کھڑے ہو گئے میں نے پوچھا کہ آپ کی سحری اور آپ کے نماز پڑھانے کے درمیان کتنے وقت کا وقفہ تھا انہوں نے کہا: پچاس آیات (پڑھنے کی) مقدار جتنا تھا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۵۷۵ میں گزر چکی ہے۔

۲۰ - بَابُ بَرَكَةِ السُّحُوْرِ مِنْ غَيْرِ إِيْجَابٍ

سحری کو واجب قرار دیئے بغیر اس کی برکت

لِاَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابَهٗ وَاصَلُوْا وَلَمْ يُذْكَرِ السُّحُوْرُ.

کیونکہ نبی ﷺ اور آپ کے اصحاب نے وصال کے روزے رکھے اور سحری کا ذکر نہیں کیا۔

اس عنوان سے امام بخاری نے اس حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: سحری کیا کرو کیونکہ سحری میں برکت ہے۔ (صحیح البخاری: ۱۹۲۳)

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جب نبی ﷺ نے فرمایا ہے: سحری کیا کرو اور یہ امر ہے اور امر وجوب کے لیے آتا ہے تو پھر یہ کہنا کیوں کر صحیح ہوگا کہ آپ نے سحری کھانے کو واجب نہیں کیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ امر استحباب کے لیے ہے وجوب کے لیے نہیں ہے اور وجوب کے لیے وہ امر ہوتا ہے جو وجوب کے خلاف قرائن سے خالی ہو اور یہاں پر ایسا قرینہ ہے جو وجوب کے خلاف ہے اور وہ یہ ہے کہ سحری کھانا اس لیے ہوتا ہے کہ بدن کو قوت اور طاقت حاصل ہو پس سحری کھانا ہماری منفعت کے لیے ہے اور اگر اس کو واجب قرار دیا جائے تو اس میں ہماری منفعت کے بجائے ضرر ہوگا کیونکہ اگر کسی نے سحری نہیں کی تو وہ گناہ گار ہوگا اور یہ اس کے لیے باعث ضرر ہے لہٰذا سحری کرنے کا امر وجوب کے لیے نہیں ہوگا۔

علامہ ابن بطال کا امام بخاری پر غفلت کرنے کا اعتراض اور اس کا جواب

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس باب کے عنوان میں امام بخاری سے غفلت ہوئی ہے' کیونکہ انہوں نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب نے وصال کے روزے رکھے اور اس میں سحری کا ذکر نہیں کیا۔

یہ امام بخاری کی غفلت ہے کیونکہ اس باب کی حدیث: ۱۹۲۲ کے بعد حدیث: ۱۹۶۷ میں انہوں نے وصال کے روزوں کا ذکر کیا ہے اور اس کے ساتھ سحری کا ذکر بھی ہے' وہ حدیث یہ ہے:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تم وصال کے روزے نہ رکھو' تم میں سے اگر کوئی وصال کرنا چاہے تو وہ سحری تک نہ کھائے' صحابہ نے کہا: یارسول اللہ! آپ بھی تو وصال کے روزے رکھتے ہیں! آپ نے فرمایا: میں تمہاری مثل نہیں ہوں' میں رات گزارتا ہوں تو مجھے ایک کھلانے والا کھلا دیتا ہے اور ایک پلانے والا پلا دیتا ہے۔ (صحیح البخاری: ۱۹۶۷)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے سحری میں کچھ کھا کر وصال کو منقطع کرنے کا ارادہ کیا تھا' پس پہلی حدیث مجمل ہے اور یہ حدیث مفصل ہے اور مفصل مجمل پر راجح ہوتی ہے' اور امام بخاری نے اس حدیث کا عنوان قائم کیا ہے: سحری تک وصال کرنا۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۳۹-۳۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ ابن بطال کے امام بخاری پر اعتراض کا علامہ عینی نے یہ جواب دیا ہے کہ امام بخاری نے اس حدیث کے عنوان میں یہ نہیں کہا کہ وصال کے روزوں میں سحری کرنا جائز نہیں ہے' بلکہ یہ کہا ہے کہ وصال کے روزوں میں سحری کرنا واجب نہیں ہے اور اس حدیث کے عنوان میں یہ کہا ہے کہ سحری تک وصال کیا جائے' یعنی روزہ افطار کرنے کے بعد سحری تک کچھ نہ کھایا جائے اور افطار کا سحری سے وصال کیا جائے اور درمیان میں کچھ نہ کھایا جائے' لہٰذا ان دونوں عنوانوں میں کوئی منافات نہیں ہے۔

(عمدة القاری ج ۱۰ ص ۴۲۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۹۲۲ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاصَلَ فَوَاصَلَ النَّاسُ، فَشَقَّ عَلَيْهِمْ، فَنَهَاهُمْ، قَالُوا إِنَّكَ تُوَاصِلُ! قَالَ لَسْتُ كَهَيْئَتِكُمْ، إِنِّي أَظَلُّ أُطْعَمُ وَأُسْقَى.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں جویریہ نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وصال کے روزے رکھے تو صحابہ نے بھی وصال کے روزے رکھ لیے ان پر وصال دشوار ہو گیا تو آپ نے صحابہ کو منع فرمایا صحابہ نے کہا: آپ تو وصال کر رہے ہیں آپ نے فرمایا: میں تمہاری ہیئت کی مثل نہیں ہوں مجھے تو برابر کھلایا پلایا جاتا ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۱۰۲ الرقم المسلسل: ۲۴۵۲ سنن ابوداؤد: ۲۳۶۰ سنن بیہقی ج ۴ ص ۲۸۲ مسند احمد ج ۲ ص ۱۱۲ طبع قدیم مسند احمد: ۵۹۱۷۔ ج ۱۰ ص ۱۴۹ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال کے روزے رکھنا اور صحابہ کو اس سے منع فرمانا

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وصال کے روزے رکھے یعنی ایک روزہ کو دوسرے روزہ سے ملایا۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

یعنی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رات کو افطار کیے بغیر دو روزوں کو ملایا تو صحابہ نے بھی آپ کی اتباع میں دو روزوں کو ملایا۔

نیز حدیث میں ہے: ان پر وصال دشوار ہو گیا کیونکہ اس میں بھوک اور پیاس کی مشقت تھی۔

آپ نے فرمایا: میں تمہاری ہیئت کی مثل نہیں ہوں مجھے تو برابر کھلایا اور پلایا جاتا ہے۔

اس سے مراد یہ ہے کہ تمہارے کھانے اور پینے کی مثل مجھے نہیں کھلایا پلایا جاتا کیونکہ اللہ تعالیٰ مجھ پر ایسی کیفیت کا فیضان کرتا ہے جو کھانے پینے کے قائم مقام ہوتی ہے اس سے مجھے بھوک اور پیاس کا احساس نہیں ہوتا اور قویٰ کے ضعف اور حواس کی تھکاوٹ سے مجھے محفوظ رکھتا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے روزہ کی کیفیت

اگر یہ سوال کیا جائے کہ کیا یہ ہو سکتا ہے کہ آپ کو جنت کا طعام اور مشروب عطا کیا جاتا ہو اور دنیا کے طعام اور مشروب کے اعتبار سے آپ کا وصال ہو؟ اس کا جواب یہ ہے کہ بعض علماء نے یہ قول کیا ہے اور اس میں کوئی مانع نہیں ہے کیونکہ آپ اللہ عزوجل کے نزدیک اس سے زیادہ مکرم ہیں۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جب آپ نے جنت کا کھانا کھا لیا اور مشروب پی لیا تو پھر آپ کے روزہ کا دوسرے روزہ سے وصال تو نہ ہوا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جنت کا طعام اور مشروب دنیا کے طعام اور مشروب کی مثل نہیں ہے لہٰذا اس کا کھانا اور پینا وصال کو قطع نہیں کرتا دوسرا جواب یہ ہے کہ جنت کا طعام کھانا آپ کے خصائص میں سے ہے اور آپ کی امت کا کوئی فرد اس میں آپ کے ساتھ شریک نہیں ہے۔

وصال کے روزوں سے ممانعت کی حکمت

اگر یہ سوال کیا جائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امت کو جو وصال کے روزے رکھنے سے منع فرمایا ہے اس کی کیا حکمت ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ وصال کے روزے رکھنے سے ضعف پیدا ہوتا ہے اور اطاعت اور عبادت اور اس کے حقوق ادا کرنے سے اور اس پر اختیار کرنے سے انسان عاجز ہو جاتا ہے اسی طرح کسب معاش کرنے میں اور دنیاوی حقوق ادا کرنے میں تھکاوٹ اور لاغری

ہوتی ہے اور انسان اپنے معمولات میں چاق و چوبند اور پر جوش اور سرگرم نہیں رہتا' اس لیے آپ نے مسلمانوں کو وصال کے روزے رکھنے سے منع فرمادیا اور اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ یہ ممانعت تحریم کے لیے ہے یا تنزیہ کے لیے؟ ظاہر یہ ہے کہ یہ ممانعت تحریم کے لیے ہے کیونکہ جس کام سے فرائض اور واجبات کی ادائیگی میں تقصیر لازم آئے' اس کے مکروہ تحریمی ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے۔

بعض صحابہ اور بعد کے صالحین کا وصال کے روزے رکھنا

اگر یہ سوال کیا جائے کہ بعض صحابہ اور بعد کے صالحین وصال کے روزے رکھتے تھے' چنانچہ العسکری کی کتاب الاوائل میں مذکور ہے کہ حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما نے پندرہ وصال کے روزے رکھے حتیٰ کہ ان کی انتڑیاں خشک ہوگئیں' جب ان کے افطار کا دن ہوتا تو ان کے پاس گھی لایا جاتا' وہ اپنے آپ کو اس کے کھانے سے روکتے اور تھوڑا سا گھی چاٹ لیتے' اور عامر بن عبد اللہ بن الزبیر نے رمضان کے پندرہ یا سولہ دن مسلسل وصال کے روزے رکھے' وہ گھی سے روزہ افطار کرتے تھے' پس وہ کہتے تھے کہ گھی میری رگوں کو تر کردیتا ہے اور پانی میرے جسم سے نکل جاتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ علماء کا اس پر اجماع ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وصال کے روزوں سے منع فرمایا ہے۔ (مزید تفصیل آگے آئے گی)

وصال کے روزوں میں مذاہب فقہاء

وصال کے روزوں کی ممانعت کی حکمت میں اختلاف ہے' ایک قول یہ ہے کہ آپ نے امت کو بہ طور شفقت وصال کے روزے رکھنے سے منع فرمایا ہے اور جو شخص ان روزوں کو رکھنے پر قادر ہو' اس کے لیے کوئی حرج نہیں ہے' کیونکہ وہ اللہ عزوجل کی محبت میں کھانے اور پینے کو چھوڑتا ہے اور حضرت عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما کئی کئی دن وصال کے روزے رکھتے تھے اور ان کے بعد کے صالحین نے بھی وصال کے روزے رکھے ہیں' اور امام احمد اور اسحاق ایک سحری کو دوسری سحری سے ملانے کو مکروہ نہیں کہتے تھے یعنی ان کے درمیان میں روزہ افطار نہ کیا ہو یا پانی کا ایک گھونٹ پی کر افطار کے حکم پر عمل کرلیا ہو اور امام ابوحنیفہ' امام مالک' امام شافعی اور فقہاء اور محدثین کی ایک جماعت ہر حال میں وصال کو مکروہ کہتی ہے' خواہ اس میں وصال کے روزوں کی قوت ہو یا نہ ہو اور یہ ائمہ اس بات کی اجازت نہیں دیتے کہ آدمی روزہ کو روزہ سے ملائے یا سحری کو سحری سے ملائے یا افطار کو سحری سے ملائے اور درمیان میں کچھ نہ کھائے کیونکہ اس باب کی احادیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مطلقاً روزوں کے وصال سے منع فرمایا ہے۔

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ وصال کے روزے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خصائص میں سے ہیں اور امت کے اوپر یہ روزے رکھنا ممنوع ہیں اور اہل الظاہر (غیر مقلدین) کا مذہب یہ ہے کہ وصال کے روزے رکھنا امت پر حرام ہے' اور شرح المہذب میں مذکور ہے کہ وصال کے روزے رکھنا مکروہ تحریمی ہے۔

امام طبری نے کہا ہے کہ بعض صحابہ اور بعد کے بعض صالحین سے مروی ہے کہ وہ کئی کئی دن کھانا چھوڑ دیتے تھے' بعض اس وجہ سے چھوڑ دیتے تھے کہ ان کو اس پر قدرت تھی اور وہ اپنے افطار کا طعام فقراء اور دیگر ضرورت مندوں کو دے دیتے تھے' اور بعض اس وجہ سے کھانا چھوڑ دیتے تھے کہ وہ کھانے سے مستغنی تھے اور بعض اس وجہ سے چھوڑ دیتے تھے کہ ان کا نفس اس کا عادی ہوگیا تھا جیسا کہ الاعمش نے التیمی سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں نے بعض دفعہ تیس دن تک نہیں کھایا اور روزہ سے رہا ہوں اور یہ عمل میری ضرورتوں اور معمول کے کاموں سے مانع نہیں ہوتا' اور الاعمش نے کہا کہ ابراہیم التیمی دو مہینہ تک نہیں کھاتے تھے لیکن ایک گھونٹ نبیذ کا پی لیتے تھے اور ان میں سے بعض اپنے نفس کی شہوت کو توڑنے کے لیے ایسا کرتے تھے اور بغیر ضرورت کے نہیں کھاتے تھے وہ اپنے نفس پر قہر کے ارادہ سے یہ کرتے تھے اور ان کو اپنے واجب کی ادائیگی سے عاجز ہونے کا خطرہ نہیں تھا اور وہ اس کو افضل پ

محول کرتے تھے۔(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۴۲۹-۴۲۸ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

صوم وصال کی تعریف میں علامہ ابن بطال' علامہ عینی اور حافظ ابن حجر کی عبارات کا اضطراب

میں کہتا ہوں کہ وصال کے روزہ کی تعریف میں علامہ عینی کی عبارت میں اضطراب ہے' ان کی شرح کے اوّل حصہ سے معلوم ہوتا ہے کہ صوم وصال کا معنی یہ ہے کہ ایک روزہ کو دوسرے روزہ سے ملایا جائے اور درمیان میں کچھ کھایا پیا نہ جائے اور انہوں نے اپنی شرح میں جہاں بعض صحابہ اور بعد کے صالحین کے وصال کے روزوں کا ذکر کیا ہے' اس سے معلوم ہوا کہ اگر افطار یا سحری کے وقت معمولی مقدار کو کھاپی لیا جائے (جیسے گھی چاٹنا یا نبیذ کا ایک گھونٹ پینا) پھر بھی وصال کا روزہ ہوتا ہے۔

اسی طرح ہم نے علامہ ابن بطال کی جو عبارت نقل کی تھی' اس میں انہوں نے لکھا تھا کہ وصال کے روزہ کا معنی یہ ہے کہ افطار کے بعد سحری تک کچھ نہ کھایا پیا جائے۔(شرح ابن بطال ج ۴ ص ۳۹-۳۸)

اور حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

امام بخاری نے یہ روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وصال سے منع کیا' پھر ایک دن روزہ کو روزہ سے ملایا' پھر دوسرے دن ملایا' پھر انہوں نے شوال کا چاند دیکھ لیا' تب آپ نے فرمایا: اگر ہلال شوال میں تاخیر ہوتی تو میں زیادہ وصال کرتا' یہ آپ نے ان کو تنبیہ کے لیے فرمایا جب وہ صوم وصال رکھنے سے باز نہیں آ رہے تھے۔(صحیح البخاری: ۱۹۶۵)

یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ سحری کرنا واجب نہیں ہے' کیونکہ اگر سحری کرنی واجب ہوتی تو آپ مسلسل روزہ کو روزے سے نہ ملاتے کیونکہ صوم وصال سحری کے ترک کرنے کو مستلزم ہے خواہ ہم یہ کہیں کہ صوم وصال حرام ہے یا نہیں۔

(فتح الباری ج ۴ ص ۴۱۳ 'دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی کی یہ عبارت اس پر دلالت کرتی ہے کہ صوم وصال میں ایک روزہ کو دوسرے روزہ سے ملایا جاتا ہے اور درمیان میں کچھ کھایا پیا نہیں جاتا' جبکہ علامہ ابن بطال کی جو عبارت ذکر کی گئی' اس سے معلوم ہوتا ہے کہ افطار کے باوجود وصال برقرار رہتا ہے۔

چونکہ صوم وصال کے متعلق علامہ ابن بطال' علامہ عینی اور حافظ ابن حجر کی عبارتوں میں تعارض اور اضطراب ہے' اس لیے ہم دیگر محققین کی عبارات سے صوم وصال کی تعریف ذکر کرنا چاہتے ہیں:

صوم وصال کا شرعی معنی اور صوم وصال کے متعلق مالکی' شافعی اور حنفی فقہاء کا نظریہ

علامہ مجد الدین المبارک بن محمد ابن الاثیر الجزری المتوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

صوم وصال یہ ہے کہ دو دن یا کئی دن کے مسلسل روزے رکھے جائیں اور ان میں افطار نہ کیا جائے۔

(النہایہ ج ۵ ص ۱۶۸ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

علامہ محمد طاہر گجراتی متوفی ۹۸۶ھ اور علامہ حسین بن محمد طیبی نے بھی یہی تعریف لکھی ہے۔

(مجمع بحار الانوار ج ۵ ص ۶۹ 'دارالامان' مدینہ منورہ' ۱۴۱۵ھ شرح الطیبی ج ۴ ص ۱۵۲ 'طبع کراچی)

علامہ عبدالرحمان بن علی بن محمد جوزی مالکی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

روزوں کو ملانے کا معنی یہ ہے کہ کھانے کو ترک کرنے میں رات کو دن سے ملا دیا جائے۔

(کشف المشکل ج ۳ ص ۱۸ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ ھ لکھتے ہیں:

صوم وصال یہ ہے کہ دو دن یا اس سے زیادہ کے روزے رکھے جائیں اور ان کے درمیان کھایا پیا نہ جائے۔

(صحیح مسلم بشرح النووی ج ۵ ص ۲۹۹۰ 'مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ ۱۴۱۷ ھ)

ملا علی بن سلطان محمد القاری الحنفی متوفی ۱۰۱۴ ھ لکھتے ہیں:

روزوں میں وصال یہ ہے کہ رات کو افطار کیے بغیر متواتر روزے رکھے جائیں۔ (مرقاۃ المفاتیح ج ۴ ص ۴۷۹ 'المکتبۃ الحقانیہ' پشاور)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی حنفی متوفی ۱۰۵۲ ھ لکھتے ہیں:

دو دن یا اس سے زیادہ دن' ان کے درمیان کھائے پئے بغیر روزے رکھنا۔ (اشعۃ اللمعات ج ۲ ص ۸۶ 'مکتبہ رشیدیہ' کوئٹہ)

شیخ نورالحق محدث دہلوی حنفی متوفی ۱۰۷۳ ھ لکھتے ہیں:

دو روز یا اس سے زیادہ روز' فرض یا نفل روزے رکھے جائیں اور ان کے درمیان کسی چیز کو کھایا پیا نہ جائے۔

(تیسیر الباری ج ۲ ص ۲۰۲ 'مکتبہ رشیدیہ' کوئٹہ)

صومِ وصال کا شرعی معنی اور صومِ وصال کے متعلق حنبلی فقہاء کا نظریہ

علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن محمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ ھ لکھتے ہیں:

صومِ وصال کی تعریف یہ ہے کہ دو دنوں کے درمیان کھانے اور پینے کو چھوڑ دیا جائے' اکثر اہل علم کے نزدیک یہ مکروہ ہے اور حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتداء میں صومِ وصال رکھتے تھے' اور ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رمضان میں صومِ وصال رکھے' پس لوگوں نے بھی صومِ وصال رکھے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو صومِ وصال رکھنے سے منع کیا تو انہوں نے کہا: آپ بھی تو صومِ وصال رکھ رہے ہیں! تو آپ نے فرمایا: بے شک میں تمہاری مثل نہیں ہوں' مجھے تو کھلایا جاتا ہے اور پلایا جاتا ہے۔

(صحیح البخاری: ۱۹۶۲' صحیح مسلم: ۱۱۰۲' سنن ابوداؤد: ۲۳۶۰' مسند احمد ج ۲ ص ۱۵۳-۱۴۳-۱۰۲-۲۱)

اس حدیث کا تقاضا یہ ہے کہ صومِ وصال آپ کے ساتھ مخصوص ہے اور دوسرے اس کے ساتھ لاحق نہیں۔

آپ نے جو فرمایا: مجھے کھلایا جاتا ہے اور پلایا جاتا ہے۔ ہو سکتا ہے اس کا یہ معنی ہو کہ صومِ وصال میں آپ کی مدد کی جاتی ہے اور اللہ عزوجل نے آپ کو کھانے اور پینے سے مستغنی کر دیا ہے' اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ کو حقیقتاً کھلایا اور پلایا جاتا ہے۔

امام شافعی نے ظاہر منع کرنے کی وجہ سے صومِ وصال کو حرام قرار دیا ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ کھانے اور پینے کو ترک کرنا مباح ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو اس سے منع فرمایا ہے وہ امت کو مشقت سے بچانے کے لیے اور ان پر نرمی کرنے کے لیے ان کو صومِ وصال سے منع فرمایا ہے' جیسے آپ نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کو مسلسل دن میں روزہ رکھنے اور رات میں قیام کرنے سے منع فرمایا تھا اور تین دن سے کم میں قرآن مجید ختم کرنے سے منع فرمایا تھا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں پر رحمت کی وجہ سے ان کو صومِ وصال سے منع فرمایا تھا۔

(صحیح البخاری: ۱۹۶۴' صحیح مسلم: ۱۱۰۵' مسند احمد ج ۲ ص ۷۷-۲۵۷-۲۵۳-۲۴)

یہ حدیث تحریم کا تقاضا نہیں کرتی' اسی وجہ سے صحابہ نے اس سے تحریم کو نہیں سمجھا' اس کی دلیل یہ ہے کہ انہوں نے آپ کے بعد صومِ وصال رکھے' اگر وہ صومِ وصال کو حرام سمجھتے تو وہ حرمت سے تجاوز نہ کرتے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صومِ وصال سے منع کیا' پھر جب صحابہ صومِ وصال رکھنے سے نہ رکے تو آپ نے ایک دن ان کے ساتھ صومِ وصال رکھا اور دوسرے دن رکھا' پھر انہوں نے (شوال کا) چاند دیکھ لیا تو آپ نے فرمایا: اگر چاند تاخیر سے نکلتا تو میں تم کو مزید صومِ وصال رکھواتا' آپ نے ان کو یہ بہ طور ڈانٹ ڈپٹ کے فرمایا جب وہ صومِ وصال رکھنے سے باز نہیں آرہے تھے۔ (صحیح البخاری:۱۸۵۱'۶ صحیح مسلم:۱۱۰۳' سنن دارمی:۱۷۰۶' مسند احمد ج ۲ ص ۵۱۶_۲۸۱)

اور اگر کسی شخص نے ایک سحری کو دوسری سحری سے ملایا تو یہ جائز ہے کیونکہ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تم میں سے جو شخص روزہ کو ملانا چاہے وہ روزہ کو سحری تک ملائے۔ (صحیح البخاری: ۱۹۶۳' سنن ابوداؤد:۲۳۶۱' مسند احمد ج ۳ ص ۸) یعنی سحری تک روزہ کے افطار کو مؤخر کر دے۔

علامہ ابن قدامہ فرماتے ہیں: لیکن روزہ کو جلدی افطار کرنا افضل ہے جیسا کہ ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں۔

(المغنی ج ۴ ص ۲۳۷_۲۳۵ ملخصاً' دارالحدیث القاہرہ' ۱۴۲۵ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم:۲۴۵۹_ ج ۳ ص ۸۶ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے عنوان حسب ذیل ہیں:

(۱) صومِ وصال کا معنی (۲) صومِ وصال میں مذاہب (۳) حضور کے صومِ وصال پر ایک اعتراض کا جواب (۴) حضور کی مثل کی تحقیق (۵) امتناعِ نظیر۔

۱۹۲۳ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ بْنُ اَبِيْ اِيَاسٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ صُهَيْبٍ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَسَحَّرُوْا فَاِنَّ فِي السُّحُوْرِ بَرَكَةً.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم بن ابی ایاس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد العزیز بن صہیب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سحری کیا کرو کیونکہ سحری میں برکت ہے۔

(صحیح مسلم:۱۰۹۵' الرقم المسلسل:۲۴۳۸' سنن ترمذی:۷۰۸' سنن نسائی:۲۱۴۲' سنن ابن ماجہ:۱۶۹۲' صحیح ابن خزیمہ:۱۹۳۷' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۸' المنتقی:۳۸۳' الکامل لابن عدی ج ۳ ص ۱۲۱۳' تاریخ بغداد ج ۱ ص ۳۵۴' شعب الایمان:۳۹۰۸' مسند البزار:۹۷۶' حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۳۵_۳۴' مسند احمد ج ۳ ص ۹۹ طبع قدیم' مسند احمد:۱۱۹۵۰_ ج ۱۹ ص ۱۵' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

سحری کی فضیلت میں دیگر احادیث

حضرت عبداللہ بن الحارث بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے ایک شخص نے کہا: میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا تو آپ سحری کر رہے تھے' پس آپ نے فرمایا: سحری کیا کرو کیونکہ یہ وہ برکت ہے جو تم کو اللہ تعالیٰ نے عطا کی ہے۔ (سنن نسائی:۲۱۵۸)

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سنا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں سحری کھانے کی دعوت دے رہے تھے' آپ نے فرمایا: آؤ مبارک غذا کی طرف! (سنن ابوداؤد:۲۳۴۴' سنن نسائی:۲۱۵۹)

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمارے اور اہل کتاب کے روزوں میں سحری کھانے کا فرق ہے۔ (صحیح مسلم:۱۰۹۶' سنن ابوداؤد:۲۳۴۳_۷۰۹' سنن نسائی:۲۱۶۲)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سحری کے وقت فرمایا: اے انس! میں روزہ رکھنا چاہتا ہوں مجھے کوئی

چیز کھلاؤ' پس میں آپ کے پاس کھجوریں اور ایک برتن میں پانی لایا اور یہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے اذان دینے کے بعد کا واقعہ ہے' پھر آپ نے فرمایا: دیکھو! کوئی شخص ہو جو میرے ساتھ کھائے' تب میں نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو بلایا' انہوں نے آ کر کہا: میں نے ستو پیئے ہیں اور میں روزہ رکھنا چاہتا ہوں' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں بھی روزہ رکھنا چاہتا ہوں' پس انہوں نے آپ کے ساتھ سحری کی' پھر آپ نے کھڑے ہو کر دو رکعت نماز پڑھی' پھر آپ نماز پڑھانے چلے گئے۔ (سنن نسائی: ۲۱۶۳)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دن کے روزہ پر رات کی سحری کے طعام سے مدد حاصل کرو اور رات کے قیام پر دن کے قیلولہ سے مدد حاصل کرو۔ (سنن ابن ماجہ: ۱۶۹۳' المستدرک: ۱۵۹۱۔ ج ۲ ص ۵۸' دار المعرفہ بیروت)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص روزہ رکھنے کا ارادہ کرے وہ کسی چیز کے ساتھ سحری کرے۔ (مسند احمد ج ۳ ص ۳۹۹۔ ۳۶۷' مسند ابو یعلیٰ: ۱۹۳۰' مسند البزار: ۹۷۹' اس کی سند میں ایک راوی شریک القاضی ہے' وہ ضعیف ہے۔ مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۵۰)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سحری کھانا برکت ہے اس کو مت چھوڑو' خواہ تم میں سے کوئی شخص پانی کا ایک گھونٹ پی لے' بے شک اللہ عزوجل اور اس کے فرشتے سحری کھانے والے پر رحمت بھیجتے ہیں۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۴۴۲' حافظ الہیثمی نے کہا: اس کی سند میں ابو رفاعہ ہیں' میں نے ان کی توثیق دیکھی ہے نہ جرح اور اس کی سند کے باقی رجال صحیح حدیث کے رجال ہیں' مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۵۰)

۲۱ - بَابٌ إِذَا نَوٰى بِالنَّهَارِ صَوْمًا — جب کسی شخص نے دن میں روزہ کی نیت کی

وَقَالَتْ أُمُّ الدَّرْدَاءِ كَانَ أَبُو الدَّرْدَاءِ يَقُوْلُ عِنْدَكُمْ طَعَامٌ؟ فَإِنْ قُلْنَا لَا' قَالَ فَإِنِّيْ صَائِمٌ يَوْمِيْ هٰذَا.

اور حضرت ام الدرداء رضی اللہ عنہا نے بیان کیا: حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ پوچھتے: کیا تمہارے پاس طعام ہے؟ پس اگر ہم کہتے: نہیں ہے! تو وہ فرماتے: پھر میں آج کے دن روزے سے ہوں۔

حضرت ام الدرداء کا نام خیرہ ہے اور حضرت ابو الدرداء کا نام عویمر بن قیس انصاری ہے۔

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل روایت ہے:

ابو قلابہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ام الدرداء رضی اللہ عنہا نے کہا کہ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ صبح کو اٹھ کر کہتے: کیا تمہارے پاس ناشتہ ہے؟ بعض اوقات ہمارے پاس ناشتہ نہ ہوتا تو وہ کہتے: پھر بے شک میں روزہ سے ہوں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۲۰۲' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۱۰۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

وَفَعَلَهٗ أَبُوْ طَلْحَةَ' وَأَبُوْ هُرَيْرَةَ' وَابْنُ عَبَّاسٍ وَّحُذَيْفَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ.

اور حضرت ابو طلحہ' حضرت ابو ہریرہ' حضرت ابن عباس اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہم نے اس طرح کیا۔

حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ حدیث ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو طلحہ اپنی اہلیہ کے پاس جا کر پوچھتے: کیا تمہارے پاس ناشتہ ہے' اگر وہ کہتیں: نہیں ہے! تو وہ کہتے: پھر میں روزہ سے ہوں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۲۰۰' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۱۰۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ حدیث ہے:

ابن المسیب بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو بازار میں پھرتے ہوئے دیکھا' پھر وہ اپنے گھر والوں کے

پاس گئے اور پوچھا: کیا تمہارے پاس طعام ہے؟ اگر انہوں نے کہا: نہیں! تو پھر وہ کہتے کہ میں روزہ سے ہوں۔

(سنن بیہقی ج ۴ ص ۲۰۴ 'نشر السنۃ' ملتان)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ حدیث ہے:

ابوعبدالرحمان سلمی بیان کرتے ہیں کہ زوال آفتاب کے بعد حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو روزہ رکھنے کا خیال آیا تو انہوں نے روزہ رکھ لیا۔ (سنن بیہقی ج ۴ ص ۲۰۴ 'نشر السنۃ' ملتان)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے متعلق یہ حدیث ہے:

امام طحاوی اپنی سند کے ساتھ عکرمہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما صبح کو اٹھتے حتیٰ کہ ظہر ہو جاتی اور کہتے: اللہ کی قسم! میں صبح کو اٹھا اور میرا روزہ کا ارادہ نہیں تھا اور میں نے صبح سے کوئی طعام کھایا اور نہ کوئی مشروب پیا اور میں ضرور آج کے دن روزہ رکھوں گا۔ (شرح معانی الآثار: ۳۱۱۴ 'قدیمی کتب خانہ' کراچی)

دن میں روزہ کی نیت کرنے کے متعلق مذاہب ائمہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

جو شخص فجر صادق کے طلوع کے بعد روزہ کی نیت کرے' اس کے متعلق فقہاء کا اختلاف ہے' اوزاعی' امام مالک' امام شافعی' امام احمد بن حنبل اور اسحاق نے کہا ہے کہ رمضان کے روزہ کی نیت رات سے کرنا ضروری ہے اور یہی ظاہر یہ (غیر مقلدین) کا مذہب ہے' اور ابراہیم نخعی' سفیان ثوری' امام ابوحنیفہ' امام ابویوسف' امام محمد اور امام زفر نے کہا ہے کہ رمضان کے روزہ' نذر معین کے روزہ اور نفلی روزہ کی نیت دن میں زوال سے پہلے کرنا جائز ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۴۳۲ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

١٩٢٤ - حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ' عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي عُبَيْدٍ' عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ رَجُلًا يُنَادِي فِي النَّاسِ يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ إِنَّ مَنْ أَكَلَ فَلْيُتِمَّ' أَوْ فَلْيَصُمْ' وَمَنْ لَمْ يَأْكُلْ فَلَا يَأْكُلْ. [اطراف الحدیث: ۲۰۰۷-۷۲۶۵]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوعاصم نے حدیث بیان کی از یزید بن ابی عبید از سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عاشوراء کے دن ایک شخص کو بھیجا کہ وہ یہ اعلان کرے کہ جس نے آج کچھ کھالیا ہے وہ اب سارا دن کچھ نہ کھائے یا روزہ رکھ لے اور جس نے کچھ نہیں کھایا سو وہ نہ کھائے۔

(صحیح مسلم: ۱۱۳۵' الرقم المسلسل: ۲۵۵۷' سنن نسائی: ۲۳۱۷)

رات کو روزہ کی نیت نہ کرنے کے جواز پر حافظ ابن حجر کے اعتراض کا جواب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

ہمارے اصحاب نے اس باب کی حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ جو شخص رات کو روزے کی نیت نہ کرے' اس کا روزہ صحیح ہے خواہ وہ رمضان کا روزہ ہو یا غیر رمضان کا' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دن کے درمیان میں روزہ رکھنے کا حکم دیا' اس سے معلوم ہوا کہ رات کو روزہ رکھنے کی نیت کرنا شرط نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۴۳۳ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی نے اس دلیل پر یہ اعتراض کیا ہے:

حدیث سلمہ سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ جو شخص رات کو روزہ کی نیت نہ کرے اس کا روزہ صحیح ہے خواہ اس کا روزہ فرض ہو یا نہ ہو' اس کا جواب یہ ہے کہ یہ استدلال اس پر موقوف ہے کہ عاشوراء کا روزہ واجب ہو' اور اقوال علماء سے جو چیز راجح ہے وہ یہ ہے کہ

عاشوراء کا روزہ فرض نہیں تھا۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۲۱۵' دار المعرفۃ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

اس کے جواب میں علامہ بدرالدین عینی نے حسب ذیل احادیث سے یہ ثابت کیا ہے کہ عاشوراء کا روزہ پہلے فرض یا واجب تھا' بعد میں رمضان کے روزے فرض ہونے کے بعد اس کی فرضیت منسوخ ہوگئی:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ قریش جاہلیت میں عاشوراء کا روزہ رکھتے تھے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس دن کے روزہ کا حکم دیا حتیٰ کہ رمضان فرض ہوگیا' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو چاہے اس دن کا روزہ رکھے اور جو چاہے چھوڑ دے۔
(صحیح البخاری: ۱۸۹۳' صحیح مسلم: ۱۱۲۵' الرقم المسلسل: ۲۵۳۰)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اہل جاہلیت یوم عاشوراء کا روزہ رکھتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ روزہ رکھا اور مسلمان بھی رمضان کے روزہ کے فرض ہونے سے پہلے اس دن کا روزہ رکھتے تھے' پھر جب رمضان فرض ہوگیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک عاشوراء اللہ کے دنوں میں سے ایک دن ہے' پس جو چاہے اس دن کا روزہ رکھے اور جو چاہے اس دن کا روزہ چھوڑ دے۔ (صحیح مسلم: ۱۱۲۶' الرقم المسلسل: ۲۵۳۱)

۲۲ - بَابُ الصَّائِمِ يُصْبِحُ جُنُبًا
صبح کو روزہ دار حالت جنابت میں اٹھے

اس باب میں اس روزہ دار کا شرعی حکم بیان کیا گیا ہے جو صبح کو حالت جنابت میں اٹھے۔

١٩٢٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ سُمَيٍّ مَوْلٰى اَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامِ بْنِ الْمُغِيْرَةِ اَنَّهُ سَمِعَ اَبَا بَكْرِ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ كُنْتُ اَنَا وَاَبِي حِيْنَ دَخَلْنَا عَلٰى عَائِشَةَ وَاُمِّ سَلَمَةَ (ح).

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از سمی مولیٰ ابوبکر بن عبدالرحمان بن الحارث بن ہشام المغیرہ' انہوں نے ابوبکر بن عبدالرحمٰن سے سنا' انہوں نے کہا: جب میں اور میرے والد' حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہما کے پاس گئے۔ (ح)

١٩٢٦ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِي اَبُوْ بَكْرِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ اَنَّ اَبَاهُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ اَخْبَرَ مَرْوَانَ اَنَّ عَائِشَةَ وَاُمَّ سَلَمَةَ اَخْبَرَتَاهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُدْرِكُهُ الْفَجْرُ، وَهُوَ جُنُبٌ مِّنْ اَهْلِهِ، ثُمَّ يَغْتَسِلُ وَيَصُوْمُ. وَقَالَ مَرْوَانُ لِعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ اُقْسِمُ بِاللّٰهِ لَتُقَرِّعَنَّ بِهَا اَبَا هُرَيْرَةَ، وَمَرْوَانُ يَوْمَئِذٍ عَلَى الْمَدِيْنَةِ، فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ فَكَرِهَ ذٰلِكَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ، ثُمَّ قُدِّرَ لَنَا اَنْ نَجْتَمِعَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ، وَكَانَتْ لِاَبِي هُرَيْرَةَ هُنَالِكَ اَرْضٌ، فَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ لِاَبِي هُرَيْرَةَ اِنِّي ذَاكِرٌ لَكَ اَمْرًا، وَلَوْ لَا مَرْوَانُ اَقْسَمَ عَلَيَّ فِيْهِ لَمْ اَذْكُرْهُ لَكَ، فَذَكَرَ قَوْلَ

ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے ابوبکر بن عبدالرحمان بن الحارث بن ہشام نے خبر دی کہ ان کے والد عبدالرحمٰن نے مروان کو خبر دی کہ حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہما دونوں نے اس کو خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فجر کا وقت اس حال میں پاتے کہ آپ اپنے اہل سے جنبی ہوتے تھے' پھر آپ غسل کرتے اور روزہ رکھتے اور مروان نے عبدالرحمان بن الحارث سے کہا: میں تم کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ تم یہ حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو بلند آواز سے سناؤ اور مروان اس وقت مدینہ کے حاکم تھے' پس ابوبکر نے کہا: عبدالرحمان نے اس بات کو پسند نہیں کیا' پھر اتفاق سے ہم لوگ ذوالحلیفہ میں جمع ہوئے' وہاں حضرت ابوہریرہ کی زمین تھی' پس عبدالرحمان نے حضرت ابوہریرہ سے کہا: میں تم سے ایک بات ذکر کرنے والا ہوں

عَائِشَةَ وَأُمِّ سَلَمَةَ، فَقَالَ كَذٰلِكَ حَدَّثَنِي الْفَضْلُ بْنُ عَبَّاسٍ، وَهُوَ أَعْلَمُ. وَقَالَ هَمَّامٌ وَابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْمُرُ بِالْفِطْرِ، وَالْأَوَّلُ أَسْنَدُ.

اور اگر مروان نے مجھے قسم نہ دی ہوتی تو میں تم سے اس کا ذکر نہ کرتا' پھر انہوں نے حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہما کی حدیث کا ذکر کیا' حضرت ابوہریرہ نے کہا: (بات یہ ہے کہ) حضرت فضل بن عباس نے مجھ سے اسی طرح حدیث بیان کی تھی اور وہ زیادہ جاننے والے ہیں' اور ہمام نے اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بیٹے نے از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کیا کہ ایسی حالت میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روزہ چھوڑنے کا حکم دیتے تھے مگر حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ کی حدیث زیادہ مستند ہے۔

[اطراف الحدیث: ۱۹۳۰-۱۹۳۱] (صحیح مسلم: ۱۱۰۹' الرقم المسلسل: ۲۴۷۸' سنن ابوداؤد: ۲۳۸۹-۲۳۸۸' سنن ترمذی: ۷۷۹' سنن کبریٰ: ۳۰۰۹' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۸۰' المعجم الاوسط: ۴۰۷۶' مسند احمد ج ۶ ص ۲۷۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۶۳۹۱-ج ۴۳ ص ۴۰۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبداللہ بن مسلمہ القعنبی (۲) امام مالک بن انس رضی اللہ عنہ (۳) سُمَی (۴) ابوبکر بن عبدالرحمان القرشی راہب قریش (۵) عبدالرحمن بن الحارث بن ہشام بن المغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم القرشی المخزومی' یہ عکرمہ بن ابی جہل بن ہشام کے عم زاد ہیں' یہ ۴۳ھ میں فوت ہو گئے تھے (۶) ابوالیمان الحکم بن نافع (۷) شعیب بن ابی حمزہ (۸) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (۹) حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا (۱۰) حضرت ام المؤمنین ام سلمہ ہند بنت ابی امیہ رضی اللہ عنہا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۳)

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فجر کا وقت اس حال میں پاتے تھے کہ آپ اپنے اہل سے جنبی ہوتے تھے۔

باب مذکور کی حدیث کی دیگر روایات

ابوبکر بن عبدالرحمان بن الحارث بن ہشام بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو صبح کو جنبی اٹھا اس کا روزہ نہیں ہے' ابوبکر بن عبدالرحمان نے کہا: پھر میں اور میرے والد گئے اور ہم نے حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہما سے اس مسئلہ کے متعلق دریافت کیا تو ان دونوں نے یہ خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بغیر احتلام کے صبح کو حالت جنابت میں اٹھتے تھے' پھر آپ روزہ رکھ لیتے تھے' پھر ہم مروان کے پاس گئے' پھر ہم نے اس کو حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ کی حدیث اور حضرت ابوہریرہ کی حدیث کی خبر دی' تو اس نے کہا: میں تم کو تاکید کرتا ہوں کہ تم دونوں حضرت ابوہریرہ کے پاس جاؤ اور ان کو حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ کی حدیث کی خبر دو' ابوبکر بن عبدالرحمن نے کہا: پھر ہم مسجد کے دروازہ کے پاس حضرت ابوہریرہ سے ملے تو ان سے میرے والد نے کہا کہ امیر نے ہم کو قسم دی ہے کہ ہم آپ سے ایک حدیث کا ذکر کریں۔ حضرت ابوہریرہ نے پوچھا: وہ کون سی حدیث ہے؟ تو میرے والد نے ان کو حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ کی حدیث سنائی' تب حضرت ابوہریرہ کا چہرہ متغیر ہو گیا' پھر انہوں نے کہا: ہم کو حضرت فضل بن عباس نے اُسی طرح حدیث سنائی تھی اور وہ اس کو زیادہ جاننے والے تھے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۱۹۹۴' مسند احمد ج ۶ ص ۳۰۸' سنن ترمذی: ۷۷۹)

عبدالملک بن ابی بکر بن عبدالرحمن اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص فجر کو جنبی ہو کر اٹھا' اس کا روزہ نہیں ہو گا۔ (مصنف عبدالرزاق: ۱۹۹۶' صحیح مسلم: ۱۱۰۹' سنن دارمی: ۱۷۲۵)

عبداللہ بن مرداس بیان کرتے ہیں کہ میرے پاس قبیلہ کا ایک شخص آیا اور اس نے بیان کیا کہ میں نے اپنی بیوی کو چاندنی رات میں دیکھا' وہ مجھے اچھی لگی تو میں نے رمضان کے مہینہ میں اس سے جماع کر لیا' پھر میں سو گیا' حتیٰ کہ میں صبح کو اٹھا تو میں نے اس سے کہا کہ تم حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ یا ابوحکیم المزنی کے پاس جاؤ' پس وہ شخص حضرت عبداللہ بن مسعود کے پاس گیا اور ان سے اس مسئلہ کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے کہا: جب تم جنبی تھے تو تمہارے لیے نماز پڑھنا جائز نہیں تھا' پھر تم نے غسل کر لیا تو تمہارے لیے نماز جائز ہو گئی اور تمہارے لیے روزہ بھی جائز ہو گیا' پس تم روزہ رکھو۔

(مصنف عبدالرزاق: ٧٤٣٢ـ ج ٤ ص ١٤٠' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

صبح کو انسان جنبی اٹھے تو اس کے روزہ رکھنے اور روزہ چھوڑنے کے متعلق فقہاء کے اقوال اور مذاہب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

مروان نے عبدالرحمٰن کو قسم دے کر کہا تھا کہ تم ضرور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ کی حدیث بلند آواز سے سنانا تو عبدالرحمٰن نے مروان سے کہا: اللہ تمہاری مغفرت کرے' حضرت ابوہریرہ میرے پڑوسی ہیں اور میں ان کو ایسی بات نہیں سنانا چاہتا جو ان کو ناپسند ہو۔ اس کا سبب یہ ہے کہ پہلے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ یہ فتویٰ دیتے تھے کہ جو صبح کو جنبی ہو کر اٹھے وہ اس دن کا روزہ چھوڑ دے' اور سنن نسائی میں ہے: وہ اس دن روزہ نہ رکھے۔ ابراہیم نخعی' عروہ بن زبیر اور طاؤس کا بھی یہی مذہب ہے' لیکن حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اپنے اس قول پر قائم نہیں رہے اور انہوں نے اس مسئلہ کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف لوٹا دیا اور کہا: ان کو مجھ سے زیادہ علم ہے' (یا کہا کہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے افعال اور احوال کو وہ مجھ سے زیادہ جاننے والی ہیں' اور محمد بن عبدالرحمٰن بن ثوبان نے روایت کی ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس مسئلہ میں رجوع کر لیا تھا۔

علامہ خطابی اور علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ عمدہ بات یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث منسوخ ہے' کیونکہ پہلے روزہ دار پر سونے کے بعد جماع حرام تھا' پھر جب اللہ تعالیٰ نے روزہ دار کے لیے طلوع فجر تک جماع کو جائز کر دیا تو روزہ دار کے لیے جائز ہو گیا کہ جب وہ صبح کو حالت جنابت میں اٹھے تو غسل کر کے روزہ رکھ لے' حضرت ابوہریرہ نے حضرت فضل بن عباس سے یہ سنا تھا کہ اس صورت میں وہ شخص روزہ نہیں رکھ سکتا اور ان کو اس حدیث کے منسوخ ہونے کا علم نہیں تھا' لیکن جب ان کو حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ کی اس حدیث کا علم ہوا تو انہوں نے اس کی طرف رجوع کر لیا۔

نیز علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

جو شخص صبح کو حالت جنابت میں اٹھے اور وہ روزہ رکھنا چاہتا ہو تو آیا اس کا روزہ صحیح ہو گا یا نہیں؟ اس میں فقہاء کا اختلاف ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ اس کا روزہ مطلقاً صحیح ہے خواہ فرض ہو یا نفل' اس نے غسل کو طلوع فجر سے عمداً مؤخر کیا ہو یا نیند کی وجہ سے بھول کر' کیونکہ حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہما کی حدیث میں عموم ہے' حضرت علی' حضرت ابن مسعود' حضرت زید بن ثابت' حضرت ابوالدرداء' حضرت ابوذر' حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کا یہی قول ہے' علامہ ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ حجاز' عراق اور دیگر تمام شہروں کے اہل فتویٰ کا یہی قول ہے اور مجتہدین میں سے امام مالک' امام ابوحنیفہ' امام شافعی' امام احمد اور ان کے اصحاب کا یہی مذہب ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ جو صبح جنبی ہو کر اٹھا ہو اس کا روزہ مطلقاً صحیح نہیں ہے۔ حضرت فضل بن عباس' حضرت اسامہ بن زید اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم کا یہی مذہب ہے' بعد میں حضرت ابوہریرہ نے اس قول سے رجوع کر لیا تھا۔

تیسرا قول یہ ہے کہ اگر اس کو اپنی جنابت کا علم تھا پھر بھی اس نے عمداً غسل کو مؤخر کر دیا تو اس کا روزہ رکھنا صحیح نہیں ہے ورنہ صحیح ہے۔ یہ طاؤس عروہ بن زبیر اور ابراہیم نخعی کا قول ہے۔

چوتھا قول یہ ہے کہ اس صورت میں فرض روزہ رکھنا صحیح نہیں اور نفلی رکھنا صحیح ہے یہ حسن بصری کا قول ہے۔

پانچواں قول یہ ہے کہ وہ اس دن کا پورا روزہ رکھے اور بعد میں اس کی قضاء کرے یہ سالم بن عبد اللہ اور عطاء بن ابی رباح کا قول ہے۔

چھٹا قول یہ ہے کہ اس صورت میں فرض روزے کی قضاء کرنا مستحب ہے نہ کہ نفل کی یہ حسن بن صالح بن حی کا قول ہے۔

ساتواں قول یہ ہے کہ اگر اس صورت میں اس کے غسل کرنے اور نماز پڑھنے سے پہلے سورج طلوع ہو گیا تو اس کا روزہ باطل ہو گیا۔ یہ ابن حزم کا قول ہے کیونکہ اس کے نزدیک عمداً معصیت سے روزہ باطل ہو جاتا ہے۔

علماء کا حکام کے پاس جانا' صحابہ کرام کا مسائل میں اختلاف' قبولِ حق میں پس و پیش نہ کرنا اور دیگر مسائل

علامہ بدر الدین عینی نے لکھا ہے کہ اس حدیث سے جو دیگر مسائل مستنبط ہوتے ہیں' وہ درج ذیل ہیں:

(۱) صحابہ اور فقہاء تابعین کا حکام کے پاس جانا اور ان سے علمی مسائل میں مذاکرہ کرنے کا جواز۔

(۲) مروان دنیاوی معاملات میں مستغرق ہونے کے باوجود علمی اور فقہی مسائل میں دل چسپی لیتا تھا اور حدیث کو مقدم رکھنے پر زور دیتا تھا اور اس کا بیٹا عبد الملک بن مروان بھی اسی مزاج کا حاکم تھا۔

(۳) جب کسی معاملہ میں فقہاء کا اختلاف ہو تو اس قول کو مقدم رکھنا چاہیے جو حدیث کے مطابق ہو۔

(۴) صحابہ اور فقہاء تابعین کے نزدیک نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احوال کا ازواجِ مطہرات کو زیادہ علم تھا۔

(۵) جس مسئلہ میں کتاب اللہ کی نص نہ ہو' اس مسئلہ میں حجت قاطعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے۔

(۶) صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا بعض مسائل میں اختلاف ہوتا تھا' اس کے باوجود وہ باہمی احترام کو ہاتھ سے نہیں جانے دیتے تھے' اس کے برعکس آج کل اگر کسی مسئلہ میں اختلاف ہو تو لوگ ایک دوسرے کی تجہیل اور بعض اوقات ایک دوسرے کی تکفیر تک پہنچ جاتے ہیں۔

(۷) یہ تفتیش اور تحقیق کرنا کہ اگر کسی عالم نے کسی مسئلہ میں کوئی مؤقف اختیار کیا ہے تو اس مؤقف پر اس کی دلیل کیا ہے اور اس کے مؤقف کے منشاء کا سراغ لگانا' جیسے مروان نے یہ جاننا چاہا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جو کہتے ہیں کہ اس صورت میں کوئی شخص روزہ نہ رکھے تو انہوں نے یہ بات کس دلیل سے کہی ہے۔

(۸) عالم کو جب اپنے مؤقف کے غلط ہونے کا علم ہو جائے تو وہ اس کا اعتراف کرلے اور حق کی طرف رجوع کرے اور حق کو قبول کرنے میں اس کا نفس اور اس کی انا حائل نہ ہو' جس طرح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کیا اور علماء دین کو یہی روش اپنانی چاہیے۔

(۹) جو معاملات خواتین پر منکشف ہوتے ہیں' ان میں مردوں کو خواتین کے قول اور ان کی خبر پر اعتماد کرنا چاہیے' جیسے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہما کی خبر پر اعتماد کیا اور حضرت فضل بن عباس سے سنی ہوئی روایت کے سنانے کو ترک کر دیا۔

(۱۰) جب مروان نے ابو بکر بن عبد الرحمان سے کہا کہ تم جا کر حضرت ابو ہریرہ کو بلند آواز سے حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ کی روایت سناؤ تو انہوں نے اس میں تامل کیا اور عذر پیش کیا' اس سے معلوم ہوا کہ اکابر کے ساتھ حسن ادب کو ملحوظ رکھنا چاہیے اور

ان کو حق بات بھی ادب اور احترام سے سنانی چاہیے۔(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۹۔۶ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۲۴۸۵۔ ج ۳ ص ۱۰۱ پر مذکور ہے وہاں اس کی چند سطروں میں شرح کی گئی ہے۔

۲۳ - بَابُ الْمُبَاشَرَةِ لِلصَّائِمِ روزہ دار کا اپنی بیوی سے بغل گیر ہونا

اس باب کے عنوان میں "مباشرت" کا لفظ ہے اُردو میں اس سے مراد جماع ہے اور عربی میں اس کا معنی ہے: ایک دوسرے کی کھال کو مس کرنا' بغل گیر ہونا یا ہم آغوش ہونا۔

وَقَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا يَحْرُمُ عَلَيْهِ فَرْجُهَا.

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: روزہ دار کے اوپر اپنی بیوی کی شرم گاہ حرام ہے۔

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل حدیث ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بوڑھے روزہ دار کو اپنی بیوی کا بوسہ لینے کی اجازت دی اور جوان مرد کو اس سے منع کیا اور فرمایا: بوڑھا آدمی اپنی خواہش کو ضبط کر لے گا اور جوان آدمی اپنے روزہ کو فاسد کر دے گا۔

(سنن بیہقی ج ۴ ص ۲۳۲ نشر السنۃ ملتان)

یہ حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۲۳۸۷ الکامل لابن عدی ج ۱ ص ۴۱۵ سنن بیہقی ج ۴ ص ۲۳۲۔۲۳۱)

۱۹۲۷ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ عَنْ شُعْبَةَ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَبِّلُ وَيُبَاشِرُ وَهُوَ صَائِمٌ وَكَانَ أَمْلَكَكُمْ لِإِرْبِهِ. وَقَالَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿مَآرِبُ﴾ (طٰہٰ:۱۸) حَاجَةٌ. قَالَ طَاوُسٌ ﴿أُولِي الْإِرْبَةِ﴾ (النور:۳۱) اَلْأَحْمَقُ لَا حَاجَةَ لَهُ فِي النِّسَاءِ. [طرف الحدیث: ۱۹۲۸]

(صحیح مسلم: ۱۱۰۶ الرقم المسلسل: ۲۴۶۴ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۶۳۔۵۹ سنن ابوداؤد: ۲۳۸۲ سنن ترمذی: ۷۲۹ سنن کبریٰ: ۳۱۰۱ شرح السنۃ: ۱۷۴۸۔۱۷۴۹ سنن دارقطنی ج ۲ ص ۱۸۱ مسند احمد ج ۶ ص ۴۲ طبع قدیم مسند احمد: ۲۴۱۵۴۔ ج ۴۰ ص ۱۸۴ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: از شعبہ از الحکم از ابراہیم از الاسود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم انہیں بوسا دیتے اور ان سے بغل گیر ہوتے اور آپ روزہ سے ہوتے اور آپ اپنی خواہش پر تم سب سے زیادہ ضبط کرنے والے تھے۔ امام بخاری نے کہا: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: "مآرب" کا معنی حاجت ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: اس میں میرے اور بھی کئی فوائد ہیں۔(طٰہٰ:۱۸) اور طاؤس نے کہا: "اولی الاربۃ" کا معنی ہے: احمق (نامرد) جس کو عورتوں کی ضرورت نہ ہو۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: یا ان نوکروں پر جن کو عورتوں کی خواہش نہ ہو۔(النور:۳۱)

روزے میں بوس و کنار کے متعلق اختلاف فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

روزہ دار کے لیے بغل گیر ہونے اور بوسا لینے کا حکم واحد ہے۔ اشہب نے کہا: بوسہ لینے کا حکم بغل گیر ہونے سے کم ہے اور ابن حبیب نے کہا: عورت سے بغل گیر ہونے' جنسی چھیڑ خوانی کرنے' بوسا لینے' ٹکٹکی باندھ کر دیکھنے اور باتیں کرنے سے روزہ دار کا اجر کم ہو جاتا ہے اگر چہ روزہ ٹوٹتا نہیں ہے۔

بغل گیر ہونے میں اختلاف ہے' متقدمین کے ایک گروہ نے اس کو مکروہ کہا ہے' شعبہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روزہ دار کو بوسا لینے اور بغل گیر ہونے سے منع کرتے تھے' حماد بن سلمہ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس کو مکروہ فرماتی تھیں' حضرت ابن مسعود سے روایت ہے کہ وہ روزہ میں دوپہر کے وقت اپنی بیوی کے ساتھ بغل گیر ہوتے تھے' مسروق بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ مرد کے لیے روزہ میں اپنی بیوی سے کیا چیز حلال ہے؟ انہوں نے کہا: جماع کے سوا ہر چیز حلال ہے اور عکرمہ کہتے ہیں کہ روزہ دار کے لیے بغل گیر ہونے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے اپنی بیوی کو ہاتھ لگانا اور معمولی لمس کرنا حلال کر دیا ہے لیکن وہ حد سے تجاوز نہ کرے۔

آیا بغل گیر ہونے سے انزال ہو جائے تو پھر روزہ کی فقط قضاء ہے یا کفارہ بھی ہے؟

اس میں اختلاف ہے کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی سے بغل گیر ہوا اور اس کو انزال ہو گیا تو اس کے روزہ کا کیا حکم ہے؟ امام ابوحنیفہ' امام شافعی اور سفیان ثوری نے یہ کہا ہے کہ اس کے اوپر صرف روزہ کی قضاء ہے' کیونکہ کفارہ صرف اندام نہانی میں آلہ کے دخول سے واجب ہوتا ہے' عطاء نے کہا: اس پر قضاء کفارہ کے ساتھ ہے' حسن بصری' ابن شہاب' امام مالک' ابن المبارک' ابوثور اور اسحاق کا بھی یہی قول ہے اور ان کی دلیل یہ ہے کہ جب عورت کے ساتھ بغل گیر ہوا اور اس کو انزال ہو گیا تو وہ معنی حاصل ہو گیا جو جماع سے مقصود ہوتا ہے اور لذت کی انتہائی طلب اسی سے پوری ہوتی ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۴ ص ۴۷-۴۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۴۷۱- ج ۳ ص ۹۲ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:
① روزہ میں بوسہ لینے میں مذاہب ② رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مغفرتِ ذنب کی تحقیق۔

٢٤ - بَابُ الْقُبْلَةِ لِلصَّائِمِ — روزہ دار کے لیے بوسا لینے کا حکم

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ روزہ دار کے لیے بوسا لینے کا کیا حکم ہے۔

وَقَالَ جَابِرُ بْنُ زَيْدٍ إِنْ نَظَرَ فَأَمْنٰى يُتِمّ صَوْمَهٗ.

اور جابر بن زید نے کہا: اگر کسی شخص نے دیکھا' پھر اس کو انزال ہو گیا تو وہ اپنا روزہ پورا کرے۔

اس تعلیق کے موافق حسب ذیل حدیث ہے:

عمرو بن ہرم بیان کرتے ہیں کہ جابر بن زید سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص نے رمضان میں اپنی بیوی کی طرف دیکھا تو اس کو شہوت سے انزال ہو گیا' کیا وہ روزہ چھوڑ دے؟ انہوں نے کہا: نہیں! وہ اپنا روزہ پورا کرے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۵۷۳' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۴۸۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

١٩٢٨ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ هِشَامٍ قَالَ أَخْبَرَنِىْ أَبِىْ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (ح). وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ إِنْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيُقَبِّلُ بَعْضَ أَزْوَاجِهٖ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از ہشام' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے خبر دی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا از نبی (ح) اور ہمیں عبد اللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روزے کی حالت میں اپنی کسی زوجہ کو بوسا

وَهُوَ صَائِمٌ، ثُمَّ ضَحِكَتْ. دیتے تھے پھر وہ ہنسیں۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۹۲۷ میں گزر چکی ہے۔

۱۹۲۹ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنْ هِشَامِ بْنِ أَبِي عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ زَيْنَبَ ابْنَةِ أُمِّ سَلَمَةَ، عَنْ أُمِّهَا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَتْ بَيْنَمَا أَنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْخَمِيلَةِ، إِذْ حِضْتُ، فَانْسَلَلْتُ، فَأَخَذْتُ ثِيَابَ حِيضَتِي، فَقَالَ مَا لَكِ أَنُفِسْتِ. قُلْتُ نَعَمْ، فَدَخَلْتُ مَعَهُ فِي الْخَمِيلَةِ، وَكَانَتْ هِيَ وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْتَسِلَانِ مِنْ إِنَاءٍ وَّاحِدٍ، وَكَانَ يُقَبِّلُهَا وَهُوَ صَائِمٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از ہشام بن ابی عبداللہ انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن ابی کثیر نے حدیث بیان کی از ابی سلمہ از زینب بنت ام سلمہ از والدہ خود رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتی ہیں کہ جس وقت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک چادر اوڑھے ہوئے لیٹی تھی مجھے حیض آ گیا، میں چپکے سے اٹھی، سو میں نے اپنے حیض کے کپڑے لیے آپ نے پوچھا: تمہیں کیا ہوا؟ کیا تم کو نفاس (حیض) آ گیا؟ میں نے کہا: جی ہاں! پھر میں آپ کے ساتھ اس چادر میں داخل ہو گئی اور وہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک برتن سے پانی لے کر غسل کرتے تھے اور آپ روزہ میں ان کا بوسا لیتے تھے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۲۹۸ میں گزر چکی ہے۔

۲۵ - بَابُ اِغْتِسَالِ الصَّائِمِ روزہ دار کا غسل کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ روزہ دار کا غسل کرنا جائز ہے خواہ اس کا روزہ فرض ہو یا سنت ہو یا نفل ہو۔

روزہ دار کے غسل کے متعلق حافظ ابن حجر کا امام ابوحنیفہ کی ایک غیر معتمد روایت کے سبب سے احناف پر اعتراض اور علامہ عینی کا جواب

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

گویا کہ امام بخاری نے حضرت علی کی اس روایت کے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے جس میں روزہ دار کو حمام میں داخل ہونے سے منع کیا گیا ہے، اس حدیث کو امام عبدالرزاق نے روایت کیا ہے اور اس روایت میں ضعف ہے، اس ضعیف روایت پر فقہاء احناف نے اعتماد کیا ہے اور انہوں نے روزہ دار کے لیے غسل کو مکروہ قرار دیا ہے۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۴۲۴، دارالمعرفہ بیروت، ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، حافظ ابن حجر کی اس عبارت پر رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

حافظ ابن حجر کا یہ لکھنا کہ امام بخاری نے حضرت علی کی اس روایت کے رد کی طرف اشارہ کیا ہے، یہ بالکل عبث کلام ہے، اس جگہ اشارہ کا لغوی معنی صحیح ہے نہ اصطلاحی۔ (علامہ عینی کے اس اعتراض پر عنقریب باب: ۳۴ میں کلام آ رہا ہے)

نیز ان کا مطلقاً یہ لکھنا بھی صحیح نہیں ہے کہ فقہاء احناف نے اس روایت پر اعتماد کیا ہے، کیونکہ امام ابوحنیفہ کا اس طرح کا ایک غیر معتمد قول ہے اور مذہب مختار یہ ہے کہ روزہ دار کا غسل کرنا مکروہ نہیں ہے، اس روایت کا حسن بن زیاد نے از امام ابوحنیفہ ذکر کیا ہے اور صاحب الواقعات نے اس پر تنبیہ کی ہے اور اس کا الروضہ میں ذکر کیا ہے اور جوامع الفقہ میں مذکور ہے کہ گرمی کی وجہ سے روزہ دار کا غسل کرنا اور کپڑا گیلا کرنا اور سر پر پانی ڈالنا مکروہ نہیں ہے۔ امام ابوداؤد نے سند صحیح کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض اصحاب سے روایت ذکر کی ہے کہ میں نے دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مقام عرج میں گرمی یا پیاس کی وجہ سے اپنے سر پر پانی ڈال رہے تھے اور اس وقت

آپ روزہ سے تھے۔ (سنن ابوداؤد: ۲۳۶۵۔ص ۴۴۲ 'دارالفکر' بیروت' مصنف عبدالرزاق: ۲۰۱۹۔۲۰۱۸) اور عثمان بن ابی العاص سے روایت ہے کہ وہ اپنے اوپر پانی ڈال کر راحت حاصل کر رہے تھے اور وہ روزہ سے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۳۰۶ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۲۱۵ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت) (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۶ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ عینی نے فقہاء احناف کی جس غیر معتمد روایت کا ذکر کیا ہے' وہ یہ ہے:

علامہ کاسانی متوفی ۵۸۷ھ لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ نے یہ کہا ہے کہ روزہ دار کا ناک میں پانی ڈالنا اور غسل کرنا اور سر پر پانی ڈالنا اور اپنے اوپر گیلا کپڑا لپیٹنا تو یہ افعال مکروہ (تنزیہی) ہیں' کیونکہ اس میں عبادت پر بے صبری کا اظہار ہے اور عبادت کی مشقت کو برداشت کرنے سے اپنے آپ کو روکنا ہے۔

اور جو روایت علامہ عینی کے نزدیک معتمد ہے' وہ یہ ہے:

امام ابویوسف نے کہا: یہ افعال مکروہ نہیں ہیں' انہوں نے اس سے استدلال کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گرمی کی شدت سے اپنے سر کے اوپر پانی ڈالا اور اس وقت آپ روزے سے تھے۔ (سنن ابوداؤد: ۲۳۶۵۔ص ۴۴۲ 'دارالفکر' بیروت' مصنف عبدالرزاق: ۲۰۱۹)

(بدائع الصنائع ج ۲ ص ۶۳۸ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

علامہ محمود بن صدر الشریعۃ ابن مازہ البخاری متوفی ۶۱۶ھ نے بھی یہ دو روایات ذکر کی ہیں۔

(المحیط البرہانی ج ۳ ص ۳۵۷ 'المجلس العلمی' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

وَبَلَّ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا ثَوْبًا فَأَلْقَاهُ عَلَيْهِ وَهُوَ صَائِمٌ. اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کپڑا گیلا کر کے اپنے اوپر ڈال لیا اور اس وقت وہ روزہ دار تھے۔

اس تعلیق کے ثبوت میں یہ اثر ہے:

عبداللہ بن ابی عثمان بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کپڑا گیلا کر کے اپنے اوپر ڈال رہے تھے اور اس وقت وہ روزے سے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۳۰۳ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۲۱۲ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت)

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی ۸۵۲ھ' اس تعلیق کی تشریح میں لکھتے ہیں:

اس تعلیق کی باب کے عنوان کے ساتھ مناسبت اس طرح ہے کہ گیلا کپڑا بدن پر ڈالنا اس کے قائم مقام ہے کہ بدن پر پانی بہا کر بدن کو ہاتھ سے ملا جائے اور امام بخاری نے حضرت ابن عمر کے اس اثر کو ذکر کر کے اس سے ابراہیم نخعی کے اس اثر سے معارضہ کیا ہے جو اس سے زیادہ قوی ہے اور وہ یہ ہے کہ وکیع نے از حسن بن صالح از مغیرہ یہ روایت ذکر کی ہے کہ وہ روزہ دار کے لیے کپڑا گیلا کرنا مکروہ قرار دیتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۳۰۹ 'مجلس علمی' بیروت) (فتح الباری ج ۳ ص ۴۲۴ 'دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ' اس پر تعاقب کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

جب انہوں نے یہ تسلیم کر لیا کہ ابراہیم نخعی کا اثر حضرت ابن عمر کے اثر سے زیادہ قوی ہے تو پھر یہ اس سے معارضہ کب ہوا؟ معارضہ تو دو مساوی قوت کے آثار میں ہوتا ہے' اس پر غور کرنا چاہیے۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۱۶ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

وَدَخَلَ الشَّعْبِيُّ الْحَمَّامَ وَهُوَ صَائِمٌ. اور شعبی حمام میں داخل ہوئے اور وہ روزہ دار تھے۔

اس تعلیق کی اصل یہ اثر ہے:

ابواسحاق بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ شعبی حمام میں داخل ہوئے اور وہ روزہ دار تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۵۳۹، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۴۳۶، دارالکتب العلمیہ بیروت)

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَا بَأْسَ أَنْ يَّتَطَعَّمَ الْقِدْرَ أَوِ الشَّيْءَ.

اور حضرت ابن عباس نے کہا: اگر (روزہ دار) دیگچی کو یا کسی چیز کو چکھ لے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اس تعلیق کے ثبوت میں یہ آثار ہیں:

عطاء بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اگر کوئی روزہ دار سرکہ کو یا کسی چیز کو چکھ لے تو جب تک وہ چیز اس کے حلق میں نہ داخل ہو تو کوئی حرج نہیں ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۳۶۹، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۲۷۷، دارالکتب العلمیہ بیروت)

عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اگر روزہ دار دیگچی سے کوئی چیز چکھ لے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۳۷۰، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۲۷۸، دارالکتب العلمیہ بیروت)

ہشام نے کہا: حسن بصری کے نزدیک اس میں کوئی حرج نہیں تھا کہ روزہ دار شہد یا گھی منہ میں ڈالے، پھر اس کو تھوک دے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۳۷۱، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۲۷۹، دارالکتب العلمیہ بیروت)

روزہ دار کے طعام چکھنے میں مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

توضیح میں مذکور ہے کہ ہمارے نزدیک روزہ دار طعام کو چکھنے سے اس خطرہ سے احتراز کرے کہ کہیں طعام اس کے حلق میں نہ داخل ہو جائے، اور فقہاء احناف نے کہا ہے کہ اگر طعام اس کے حلق میں داخل نہ ہو تو اس کا روزہ نہیں ٹوٹے گا اور اس کا روزہ مکمل ہے، اوزاعی کا بھی یہی قول ہے، امام مالک نے کہا: میرے نزدیک یہ مکروہ ہے اور اگر اس کے حلق میں کوئی چیز داخل نہیں ہوئی ہے تو وہ روزہ نہ چھوڑے اور یہ ہمارے قول کی مثل ہے، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: اگر روزہ دار خاتون اپنے بچے کے لیے طعام چبائے تو اس میں کوئی حرج نہیں بہ شرطیکہ اس کے حلق میں طعام نہ جائے، حسن بصری اور ابراہیم نخعی کا بھی یہی مؤقف ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۳۸۶۔ ۹۳۸۵، مجلس علمی بیروت) امام مالک، سفیان ثوری اور فقہاء احناف نے کہا ہے کہ یہ مکروہ ہے سوائے اس صورت کے جب اس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہ ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۷، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

علامہ محمود بن صدر الشریعہ ابن مازہ البخاری التوفی ۶۱۶ھ لکھتے ہیں:

امام محمد نے کتاب الاصل میں کہا ہے کہ روزہ دار کے لیے اپنی زبان سے کسی چیز کو چکھنا مکروہ ہے اور ہمارے بعض اصحاب نے کہا ہے کہ یہ حکم فرض روزے میں ہے اور نفلی روزہ میں یہ مکروہ نہیں ہے، شمس الائمہ الحلوانی نے کہا ہے کہ فرض روزے میں بھی اس وقت مکروہ ہے جب اس کے سوا اور کوئی چارہ کار ہو اور فرض روزہ میں جب اس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہ ہو تو پھر مکروہ نہیں ہے مثلاً اس نے شہد یا تیل وغیرہ کوئی چیز خریدنی ہو اور اس کو یہ علم ہو کہ اگر اس نے اس کو نہیں خریدا تو اس کو بہت نقصان ہو گا یا کسی عورت کا شوہر بدمزاج ہو اور اس کے لیے سالن کا چکھنا ضروری ہو تو ان صورتوں میں فرض روزہ میں بھی چکھنا مکروہ نہیں ہے، امام ابوحنیفہ کے نزدیک عورت کا اپنے بچہ کے لیے نوالہ کو چبانا مکروہ ہے، قدوری میں ہے کہ اگر اور کوئی چارہ کار نہ ہو تو پھر یہ مکروہ نہیں ہے، امام ابو یوسف نے کہا کہ بھیگی ہوئی مسواک کو چبانا مکروہ ہے کیونکہ یہ بلا ضرورت ہے اور سبز مسواک کو چبانا مکروہ نہیں ہے۔

(المحیط البرہانی ج ۳ ص ۳۵۷-۳۵۶ المجلس العلمی بیروت ۱۴۲۴ھ)

وَقَالَ الْحَسَنُ لَا بَأْسَ بِالْمَضْمَضَةِ وَالتَّبَرُّدِ لِلصَّائِمِ.

اور حسن بصری نے کہا: روزہ دار کے لیے کلی کرنے اور ٹھنڈک حاصل کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل اثر ہے:

امام عبد الرزاق حسن بصری سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا: میں نے عثمان بن ابی العاص کو میدانِ عرفات میں دیکھا وہ روزہ سے تھے اور پانی کی کلی کر رہے تھے اور اپنے اوپر پانی ڈال رہے تھے امام عبد الرزاق نے کہا: حسن بصری روزے سے تھے اور کلی کر کے پانی تھوک رہے تھے اور یہ سخت گرمی کا واقعہ ہے۔ (مصنف عبد الرزاق: ۷۵۳۵۔ ج ۴ ص ۱۵۸ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

وَقَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ إِذَا كَانَ صَوْمُ أَحَدِكُمْ فَلْيُصْبِحْ دَهِينًا مُتَرَجِّلًا.

اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: جب تم میں سے کسی شخص کا روزہ ہو تو وہ اس حال میں صبح کرے کہ اس نے تیل لگایا ہوا ہو اور کنگھی کی ہوئی ہو۔

اس تعلیق کے موافق حدیث مصنف عبد الرزاق: ۷۹۴۲ (ج ۴ ص ۲۴۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ) میں ہے۔

بہ ظاہر اس تعلیق کی اس باب کے عنوان کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں ہے کیونکہ باب کا عنوان ہے: روزہ دار کا غسل کرنا لیکن اس کی مناسبت اس طرح ہو سکتی ہے کہ عموماً غسل کرنے کے بعد سر پر تیل لگایا جاتا ہے اور کنگھی کی جاتی ہے ثانیاً اس طرح کہ جب سر پر تیل لگانا اور کنگھی کرنا روزے کے منافی نہیں ہے تو غسل کرنا بھی روزے کے منافی نہیں ہوگا۔

وَقَالَ أَنَسٌ إِنَّ لِي أَبْزَنًا أَتَقَحَّمُ فِيْهِ وَأَنَا صَائِمٌ.

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: بے شک میرے پاس ابزن ہے جس کے اندر میں داخل ہوتا ہوں اور میں روزے سے ہوتا ہوں۔

ابزن کا معنی ہے: چھوٹا حوض یا نہانے کا بڑا ٹب۔ اس تعلیق کو قاسم بن ثابت نے غریب الحدیث میں سند کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۸)

وَيُذْكَرُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ اِسْتَاكَ وَهُوَ صَائِمٌ.

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا جاتا ہے کہ آپ نے مسواک کی اور آپ روزہ سے تھے۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بے شمار مرتبہ روزہ میں مسواک کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ (سنن ترمذی: ۷۲۵ سنن ابوداؤد: ۲۳۶۴)

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ يَسْتَاكُ أَوَّلَ النَّهَارِ وَاٰخِرَهٗ وَلَا يَبْلَعُ رِيْقَهٗ.

اور حضرت ابن عمر نے کہا کہ دن کے اوّل اور آخر حصہ میں مسواک کرے اور اپنا تھوک نہ نگلے۔

اس تعلیق کے موافق یہ حدیث ہے:

ہشام اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ وہ دن میں دو مرتبہ مسواک کرتے تھے صبح کو اور شام کو اور وہ روزہ سے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۲۴۶ مجلس علمی بیروت مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۱۵۴ دار الکتب العلمیہ بیروت)

وَقَالَ عَطَاءٌ اِنِ ازْدَرَدَ رِيقَهُ لَا اَقُولُ يُفْطِرُ.

اور عطاء نے کہا: اگر اس نے تھوک نگل لیا تو میں نہیں کہتا کہ اس کا روزہ ٹوٹ گیا۔

وَقَالَ ابْنُ سِيْرِيْنَ لَا بَاْسَ بِالسِّوَاكِ الرَّطْبِ، قِيلَ لَهُ طَعْمٌ، قَالَ وَالْمَاءُ لَهُ طَعْمٌ، وَاَنْتَ تَمَضْمِضُ بِهٖ.

اور ابن سیرین نے کہا: تر مسواک کو کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے ان پر اعتراض کیا گیا کہ اس کا ذائقہ ہوتا ہے انہوں نے کہا: پانی کا بھی ذائقہ ہوتا ہے اور تم اس سے کلی کرتے ہو۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

عقبہ بن ابی جسرہ المازنی بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے ابن سیرین سے دریافت کیا: روزہ دار کے مسواک کرنے کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟ انہوں نے کہا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے اس نے کہا: یہ درخت کی شاخ ہے اور اس کا ذائقہ ہوتا ہے انہوں نے کہا: پانی کا بھی ذائقہ ہوتا ہے اور تم اس سے کلی کرتے ہو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۲۶۲ مجلس علمی بیروت مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۷۱۹ دار الکتب العلمیہ بیروت)

وَلَمْ يَرَ اَنَسٌ وَّالْحَسَنُ وَاِبْرَاهِيْمُ بِالْكُحْلِ لِلصَّائِمِ بَاْسًا.

حضرت انس رضی اللہ عنہ حسن بصری اور ابراہیم نخعی کے نزدیک روزہ دار کے سرمہ لگانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

حضرت انس کا اثر سنن ترمذی: ۷۲۶ میں ہے اور حسن بصری کا اثر مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۳۶۱ (مطبوعہ مجلس علمی) میں ہے اور ابراہیم نخعی کا اثر مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۳۶۰ (مجلس علمی) میں ہے۔

مسواک کرنے کے آثار کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ غسل کے دوران مسواک کی جاتی ہے اور سرمہ لگانے کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ سرمہ بناؤ سنگھار (میک اَپ کرنے) کے لیے لگایا جاتا ہے اور عموماً غسل کے بعد میک اَپ کیا جاتا ہے اور اس باب کا عنوان ہے: روزہ دار کا غسل کرنا۔

١٩٣٠ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا يُوْنُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ وَاَبِيْ بَكْرٍ قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُدْرِكُهُ الْفَجْرُ جُنُبًا فِيْ رَمَضَانَ مِنْ غَيْرِ حُلْمٍ، فَيَغْتَسِلُ وَيَصُوْمُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن صالح نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن وہب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از عروہ اور ابوبکر وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ نبی ﷺ رمضان میں فجر کا وقت اس حال میں پاتے کہ آپ بغیر احتلام کے جنبی ہوتے پھر آپ غسل کر کے روزہ رکھ لیتے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۹۲۵ میں گزر چکی ہے۔

١٩٣١ - حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ، عَنْ سُمَيٍّ مَوْلٰى اَبِيْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامِ بْنِ الْمُغِيْرَةِ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا بَكْرِ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ كُنْتُ اَنَا وَاَبِيْ، فَذَهَبْتُ مَعَهٗ حَتّٰى دَخَلْنَا عَلٰى عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا، قَالَتْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از سمی مولیٰ ابی بکر بن عبد الرحمان بن الحارث بن ہشام بن المغیرہ انہوں نے ابوبکر بن عبد الرحمان سے سنا انہوں نے کہا: میں اور میرے والد میرے ساتھ گئے حتیٰ کہ ہم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس

أَشْهَدُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنْ كَانَ لَيُصْبِحُ جُنُبًا مِّنْ جِمَاعٍ غَيْرِ إِحْتِلَامٍ ثُمَّ يَصُوْمُهُ.

انہوں نے کہا: میں گواہی دیتی ہوں کہ رسول اللہ ﷺ صبح کو ضرور جماع سے بغیر احتلام کے جنبی اٹھے تھے' پھر آپ نے روزہ رکھا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۹۲۵ میں گزر چکی ہے۔

۱۹۳۲ - ثُمَّ دَخَلْنَا عَلٰى أُمِّ سَلَمَةَ فَقَالَتْ مِثْلَ ذٰلِكَ.

پھر ہم حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے' انہوں نے بھی اس کی مثل بیان کیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۹۲۶ میں گزر چکی ہے۔

٢٦ - بَابُ الصَّائِمِ إِذَا أَكَلَ أَوْ شَرِبَ نَاسِيًا

جب روزہ دار بھول کر کھالے یا پی لے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب روزہ دار بھول کر کھالے یا پی لے تو آیا اس پر اس روزہ کی قضاء ہے یا نہیں!

وَقَالَ عَطَاءٌ إِنِ اسْتَنْثَرَ فَدَخَلَ الْمَاءُ فِيْ حَلْقِهِ لَا بَأْسَ إِنْ لَّمْ يَمْلِكْ.

اور عطاء نے کہا: اگر اس نے ناک میں پانی ڈالا اور پانی اس کے حلق میں چلا گیا اور اسے اس کے روکنے پر قدرت نہیں تھی تو کوئی حرج نہیں ہے۔

اس تعلیق کے موافق حدیث حسب ذیل ہے:

ابن جریج بیان کرتے ہیں: میں نے عطاء سے پوچھا: ایک شخص نے ناک میں پانی ڈالا تو وہ پانی اس کے حلق میں چلا گیا؟ انہوں نے کہا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے' معمر نے بھی قتادہ سے اسی طرح روایت کیا ہے۔

(مصنف عبد الرزاق: ۷۴۰۹۔ ج ۴ ص ۱۳۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

وَقَالَ الْحَسَنُ إِنْ دَخَلَ حَلْقَهُ الذُّبَابُ فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ.

اور حسن بصری نے کہا: اگر مکھی اس کے حلق میں داخل ہو گئی تو اس پر کوئی تاوان نہیں ہے۔

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل حدیث ہے:

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ کسی شخص کے حلق میں مکھی داخل ہو گئی' انہوں نے فرمایا: وہ روزہ نہ توڑے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۸۸۶' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۷۹۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

وَقَالَ الْحَسَنُ وَمُجَاهِدٌ إِنْ جَامَعَ نَاسِيًا فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ.

اور حسن بصری اور مجاہد نے کہا: اگر کسی شخص نے بھول کر جماع کر لیا تو اس پر کوئی تاوان نہیں ہے۔

اس تعلیق کے موافق اثر حسب ذیل ہیں:

ابن ابی نجیح بیان کرتے ہیں کہ مجاہد نے کہا: اگر کوئی شخص رمضان میں روزے سے ہو اور بھول کر اپنی بیوی سے جماع کرے تو اس پر کوئی تاوان نہیں ہے۔ (مصنف عبد الرزاق: ۷۴۰۵۔ ج ۴ ص ۱۳۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حسن بصری نے کہا: وہ شخص بھول کر کھانے یا پینے کے حکم میں ہے۔ (مصنف عبد الرزاق: ۷۴۰۴۔ ج ۴ ص ۱۳۵)

۱۹۳۳ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ أَخْبَرَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان

قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ سِيْرِيْنَ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا نَسِيَ فَاَكَلَ وَشَرِبَ فَلْيُتِمَّ صَوْمَهُ فَاِنَّمَا اَطْعَمَهُ اللّٰهُ وَسَقَاهُ. [طرف الحدیث:٦٦٦٩]

کی انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن سیرین نے حدیث بیان کی از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا: جب کوئی شخص بھول کر کھالے اور پی لے تو وہ اپنا روزہ پورا کرے اس کو اللہ نے کھلایا اور پلایا ہے۔

(صحیح مسلم:۱۱۵۵ الرقم المسلسل:۲۶۰۵ سنن ابوداؤد:۲۳۹۸ سنن دار قطنی ج ۲ ص ۱۷۸ سنن دارمی:۱۷۲۶ سنن کبریٰ:۳۲۷۶ مسند ابویعلیٰ: ۶۰۵۸ صحیح ابن خزیمہ:۱۹۸۹ صحیح ابن حبان:۳۵۱۹ سنن بیہقی ج ۴ ص ۲۲۹ شرح السنۃ:۱۷۵۴ مسند احمد ج ۲ ص ۴۲۵ طبع قدیم مسند احمد:۹۴۸۹۔ ج ۱۵ ص ۲۹۶ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

روزہ دار کے بھول کر کھانے پینے کے حکم میں اختلاف ائمہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ جب کوئی روزہ دار بھول کر کھالے یا پی لے تو حضرت علی حضرت ابن عمر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم اور فقہاء تابعین میں سے عطاء طاؤس اور ابراہیم نخعی اور ائمہ مجتہدین میں سے امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب سفیان ثوری اوزاعی امام شافعی ابوثور امام احمد اور ابو اسحاق نے کہا ہے کہ اس پر کوئی تاوان نہیں ہے اور انہوں نے اس باب کی حدیث سے استدلال کیا ہے۔

فقہاء کی ایک جماعت نے کہا ہے: اس پر قضاء ہے یہ ربیعہ امام مالک اور سعید بن عبد العزیز کا قول ہے۔

ربیعہ نے اس پر استدلال کرتے ہوئے کہا کہ جو شخص بھی اللہ کے حقوق میں سے کوئی حق بھول گیا وہ حق اس کی طرف لوٹتا ہے۔

ابن القصار نے کہا: کھانا روزے کے منافی ہے اور یہ طے شدہ ہے کہ اگر اس نے کھالیا اور اس کے نزدیک فجر طلوع نہیں ہوئی تھی اور واقع میں فجر طلوع ہو چکی تھی تو اس پر اس روزہ کی قضاء واجب ہے اسی طرح جب وہ روزہ کے درمیان میں بھول جائے تو اس کا بھی یہی حکم ہونا چاہیے۔

امام مالک نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول سے استدلال کیا ہے کہ ہم نے اجتہاد کیا ہے اور ایک روزہ کی قضاء کرنا معمولی بات ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۴ ص ۵۲ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ ھ)

میں کہتا ہوں کہ یہ سب عقلی شبہات ہیں اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صریح ارشاد سے مزاحم ہونے کی قوت نہیں رکھتے۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم:۲۶۱۲۔ ج ۳ ص ۱۵۱ پر مذکور ہے اس کا عنوان ہے: روزے میں بھول کر کھانے پینے والے کے بارے میں مذاہب۔

۲۷ - بَابُ السِّوَاكِ الرَّطْبِ وَالْيَابِسِ لِلصَّائِمِ

روزہ دار کے لیے تر اور خشک مسواک کرنے کا حکم

عنوان مذکور کی شرح میں حافظ ابن حجر اور علامہ عینی کا اختلاف

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس عنوان سے فقہاء مالکیہ اور شعبی کے ردّ کی طرف اشارہ کیا ہے جو کہتے ہیں کہ روزہ دار کے لیے تر مسواک کرنا مکروہ ہے۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۴۲۸ دارالمعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری کی اس عنوان سے قطعاً وہ مراد نہیں ہے جو اس قائل نے بیان کی ہے چونکہ امام بخاری نے اس باب کی تعلیقات میں مطلقاً مسواک کرنے کی احادیث بیان کی ہیں اس لیے انہوں نے اس باب کے عنوان میں تنبیہ کی کہ ان کی مراد اس سے عموم ہے یعنی مسواک خواہ تر ہو یا خشک ہو۔

وَيُذْكَرُ عَنْ عَامِرِ بْنِ رَبِيْعَةَ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَاكُ وَهُوَ صَائِمٌ مَا لَا أُحْصِيْ أَوْ أَعُدُّ.

اور حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے یہ ذکر کیا جاتا ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو روزہ میں اتنی بار مسواک کرتے ہوئے دیکھا ہے جس کا میں شمار نہیں کر سکتا۔

اس تعلیق کی اصل سنن ابوداؤد: ۲۳۶۴ اور سنن ترمذی: ۷۲۵ میں مذکور ہے۔

وَقَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ لَا أَنْ أَشُقَّ عَلٰى أُمَّتِيْ لَأَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ عِنْدَ كُلِّ وُضُوْءٍ.

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ روایت کی ہے کہ اگر مجھے اپنی امت پر دشوار نہ ہوتا تو میں ان کو ہر وضوء کے وقت مسواک کرنے کا حکم دیتا۔

اس تعلیق کی حدیث موصول صحیح البخاری: ۸۸۷ اور سنن نسائی: ۷ میں مذکور ہے۔

وَيُرْوٰى نَحْوُهُ عَنْ جَابِرٍ وَّ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اور اس حدیث کی مثل حضرت جابر اور حضرت زید بن خالد سے از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روایت کی گئی ہے۔

دونوں حدیثوں کو حافظ ابونعیم نے سند ضعیف سے روایت کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۲۷)

وَلَمْ يَخُصَّ الصَّائِمَ مِنْ غَيْرِهٖ.

مسواک کے اس حکم میں روزہ دار کو اس کے غیر سے مخصوص نہیں کیا گیا۔

یہ امام بخاری کی عبارت ہے اور اس سے ان کی مراد یہ ہے کہ مسواک کے اس حکم کی جو حضرت جابر وغیرہ سے روایت ہے ان میں روزہ دار کی تخصیص نہیں ہے۔

وَقَالَتْ عَائِشَةُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السِّوَاكُ مَطْهَرَةٌ لِّلْفَمِ مَرْضَاةٌ لِّلرَّبِّ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ روایت کی ہے کہ مسواک منہ کو صاف کرنے والی ہے اور رب کو راضی کرنے والی ہے۔

تعلیق مذکور کی حدیث سنن نسائی: ۵ میں مذکور ہے۔

وَقَالَ عَطَاءٌ وَّقَتَادَةُ يَبْتَلِعُ رِيْقَهٗ.

اور عطاء اور قتادہ نے کہا: اس کا لعاب نگل لے۔

اس تعلیق کی حدیث موصول درج ذیل ہے:

ابن جریج بیان کرتے ہیں: میں نے عطاء سے پوچھا: کیا روزہ دار مسواک کر سکتا ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! ان سے پوچھا گیا: آیا وہ لعاب نگل سکتا ہے؟ (انہوں نے کہا: نہیں!) میں نے کہا: اگر اس نے لعاب نگل لیا تو کیا اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا؟ انہوں نے

کہا: لیکن اس کو اس سے منع کیا جائے گا' میں نے پھر کہا: اگر اس نے اس کو نگل لیا جب کہ اس کو اس سے منع کیا گیا تھا تو پھر؟ انہوں نے کہا: اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا۔ (مصنف عبدالرزاق: ۷۵۱۷۔ ج ۴ ص ۱۵۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ امام بخاری نے نقل کیا ہے کہ وہ مسواک کا لعاب نگل لے اور امام عبدالرزاق کی روایت میں ہے کہ اگر اس نے منع کرنے کے باوجود مسواک کا لعاب نگل لیا تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا۔

١٩٣٤ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ قَالَ حَدَّثَنِي الزُّهْرِيُّ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيْدَ، عَنْ حُمْرَانَ قَالَ رَاَيْتُ عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ تَوَضَّاَ، فَاَفْرَغَ عَلٰى يَدَيْهِ ثَلَاثًا، ثُمَّ تَمَضْمَضَ وَاسْتَنْثَرَ، ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا، ثُمَّ غَسَلَ يَدَهُ الْيُمْنٰى اِلَى الْمِرْفَقِ ثَلَاثًا، ثُمَّ غَسَلَ يَدَهُ الْيُسْرٰى اِلَى الْمِرْفَقِ ثَلَاثًا، ثُمَّ مَسَحَ بِرَاْسِهِ، ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَهُ الْيُمْنٰى ثَلَاثًا، ثُمَّ الْيُسْرٰى ثَلَاثًا، ثُمَّ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّاَ نَحْوَ وُضُوْئِيْ هٰذَا، ثُمَّ قَالَ مَنْ تَوَضَّاَ نَحْوَ وُضُوْئِيْ هٰذَا، ثُمَّ يُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ لَا يُحَدِّثُ نَفْسَهُ فِيْهِمَا بِشَيْءٍ، اِلَّا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے الزہری نے حدیث بیان کی از عطاء بن یزید از حمران' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے دیکھا کہ حضرت عثمان رضی اللہ نے وضوء کیا' سو آپ نے دونوں ہاتھوں پر تین مرتبہ پانی ڈالا' پھر کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا' پھر تین مرتبہ اپنے چہرہ کو دھویا' پھر اپنا دایاں ہاتھ تین مرتبہ کہنی سمیت دھویا' پھر بایاں ہاتھ تین مرتبہ کہنی سمیت دھویا' پھر کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا' آپ نے میرے وضوء جیسا وضوء کیا' پھر فرمایا: جس نے میرے اس وضوء کی طرح وضوء کیا پھر دو رکعت اس طرح نماز پڑھی کہ اس میں اپنے نفس سے بالکل بات نہیں کی تو اس کے پچھلے گناہوں کو معاف کر دیا جائے گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۵۹ میں گزر چکی ہے۔

٢٨ - بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا تَوَضَّاَ فَلْيَسْتَنْشِقْ بِمَنْخَرِهِ الْمَاءَ وَلَمْ يُمَيِّزْ بَيْنَ الصَّائِمِ وَغَيْرِهِ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد: جب تم وضوء کرو تو اپنی ناک کے دونوں نتھنوں میں پانی ڈالو اور آپ نے روزہ دار اور غیر روزہ دار کا فرق نہیں کیا

اس عنوان میں جو حدیث ذکر کی گئی ہے' اس کی امام مسلم نے روایت کی ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں از سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص وضوء کرے تو اپنے دونوں نتھنوں میں پانی ڈالے پھر ناک صاف کرے۔ (صحیح مسلم: ۲۳ ۷' الرقم المسلسل: ۴۴۹)

اس حدیث کے آخر میں جو لکھا ہے: آپ نے روزہ دار اور غیر روزہ دار کا فرق نہیں کیا' یہ امام بخاری کی اپنی عبارت ہے۔

امام بخاری نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ناک میں پانی ڈالنے میں روزہ دار اور غیر روزہ دار کا فرق نہیں کیا' لیکن سنن کی احادیث میں یہ فرق مذکور ہے۔

عاصم بن لقیط بن صبرہ اپنے والد رضی اللہ سے روایت کرتے ہیں' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے وضوء کے متعلق بتایئے' آپ نے فرمایا: مکمل وضوء کرو اور ناک میں پانی ڈالنے میں مبالغہ کرو ماسوا اس کے کہ تم روزہ

دار ہو۔ (سنن ابوداؤد:۲۳۶۶' سنن ترمذی:۷۸۸' سنن نسائی:۸۷' سنن ابن ماجہ:۴۰۷)

وَقَالَ الْحَسَنُ لَا بَأْسَ بِالسَّعُوْطِ لِلصَّائِمِ اِنْ لَّمْ يَصِلْ اِلٰى حَلْقِهٖ' وَيَكْتَحِلُ.

اور حسن بصری نے کہا: روزہ دار کے لیے ناک میں دوا چڑھانے میں کوئی حرج نہیں ہے بہ شرطیکہ وہ دوا اس کے حلق میں نہ پہنچ جائے اور وہ سرمہ لگا سکتا ہے۔

اس تعلیق کی حدیث کو امام ابن ابی شیبہ نے سند موصول کے ساتھ روایت کیا ہے' لیکن انہوں نے اس کو مکروہ قرار دیا ہے:

ہشام بیان کرتے ہیں کہ حسن بصری نے کہا: روزہ دار کے لیے ناک میں دوا چڑھانا مکروہ ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:۹۳۵۶' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ:۹۲۶۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

وَقَالَ عَطَاءٌ اِنْ تَمَضْمَضَ ثُمَّ اَفْرَغَ مَا فِيْ فِيْهِ مِنَ الْمَاءِ لَا يَضِيْرُهٗ اِنْ لَّمْ يَزْدَرِدْ رِيْقَهٗ وَمَاذَا بَقِيَ فِيْ فِيْهِ.

اور عطاء نے کہا: اگر اس نے کلی کی اور منہ میں جو پانی تھا وہ تھوک دیا تو اس کے روزہ میں کوئی نقصان نہیں ہے' بہ شرطیکہ اس نے لعاب نہ نگلا ہو اور جو اس کے منہ میں بچا ہوا پانی ہو (وہ بھی نہ نگلا ہو)۔

اس تعلیق کی حدیث موصول امام سعید بن منصور نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۳۰)

وَلَا يَمْضَغُ الْعِلْكَ' فَاِنِ ازْدَرَدَ رِيْقَ الْعِلْكِ لَا اَقُوْلُ اِنَّهٗ يُفْطِرُ' وَلٰكِنْ يُّنْهٰى عَنْهُ' فَاِنِ اسْتَنْثَرَ فَدَخَلَ الْمَاءُ حَلْقَهٗ لَا بَأْسَ' لِاَنَّهٗ لَمْ يَمْلِكْ.

اور (روزہ دار) دنداسہ نہ چبائے اور اگر اس نے دنداسہ کا لعاب نگل لیا تو میں یہ تو نہیں کہتا کہ اس کا روزہ ٹوٹ گیا لیکن اس سے منع کیا جائے گا اور اگر اس نے ناک میں پانی ڈالا اور وہ پانی اس کے حلق میں چلا گیا تو کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ اس پانی کو روکنا اس کی قدرت میں نہیں ہے۔

اس تعلیق کے متعلق امام عبدالرزاق نے حسب ذیل آثار روایت کیے ہیں۔

ابن جریج بیان کرتے ہیں کہ میں نے عطاء سے پوچھا: کیا روزہ دار دنداسہ چبا سکتا ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں! میں نے کہا: وہ دنداسہ کا لعاب تھوک دے' اس کو نگلے نہ چوسے' انہوں نے کہا: اگر اس نے اس کا لعاب نہیں نگلا تو یہ اس کے لیے بہتر ہے اور اگر اس نے اس کا لعاب نگل لیا اور وہ اس سے منع کرتا تھا تو اس کا روزہ ٹوٹ گیا۔

(مصنف عبدالرزاق:۷۵۲۸۔ ج ۴ ص ۱۵۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

معمر بیان کرتے ہیں کہ میں نے قتادہ سے سنا' ان سے دنداسہ کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا: میں اس کو روزہ دار اور غیر روزہ دار دونوں کے لیے مکروہ قرار دیتا ہوں۔ (مصنف عبدالرزاق:۷۵۲۹)

شعبی نے بھی روزہ دار کے لیے دنداسہ چبانے کو مکروہ قرار دیا ہے۔ (مصنف عبدالرزاق:۷۵۳۰)

امام بخاری نے اس باب میں اپنی سند کے ساتھ کسی حدیث کو روایت نہیں کیا' صرف تعلیقات پر اکتفاء کی ہے' ہوسکتا ہے کہ انہیں اپنی شرط کے مطابق کوئی حدیث نہ ملی ہو یا انہوں نے اپنے مسودہ میں حدیث تو درج کی ہو لیکن بعد میں ناقلین سے وہ درج کرنی رہ گئی ہو اور ایسا بہت ممکن ہے کیونکہ اب بھی بار بار پروف ریڈنگ اور بسیار تفتیش اور چھان پھٹک کے باوجود مسودہ کی کوئی نہ کوئی بات چھپنے سے رہ جاتی ہے اور پہلے دور میں اتنا انتظام تھا نہ اتنے وسائل تھے۔

۲۹ - بَابٌ اِذَا جَامَعَ فِی رَمَضَانَ

جب کوئی شخص رمضان میں جماع (عمل زوجیت) کرلے

اس باب میں یہ بیان کیا جائے گا کہ جب کوئی شخص رمضان میں دن کے وقت عمداً جماع کرلے تو اس پر کفارہ واجب ہو جائے گا۔

وَيُذْكَرُ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَفَعَهُ مَنْ اَفْطَرَ يَوْمًا مِّنْ رَمَضَانَ مِنْ غَيْرِ عُذْرٍ وَّلَا مَرَضٍ، لَمْ يَقْضِهِ صِيَامُ الدَّهْرِ وَاِنْ صَامَهُ.

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث مرفوعاً ذکر کی جاتی ہے کہ جس شخص نے رمضان میں دن کے وقت عمداً بغیر عذر اور بغیر مرض کے روزہ توڑ لیا تو خواہ وہ ساری عمر روزے رکھتا رہے اس روزہ کا بدل نہیں ہوسکتا۔

یہ تعلیق، سنن ابوداؤد: ۲۳۹۶، سنن ترمذی: ۷۲۳، سنن ابن ماجہ: ۱۶۷۲، اور مسند احمد ج ۲ ص ۳۸۶ میں مذکور ہے۔

وَبِهٖ قَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ.

اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا بھی یہی قول ہے۔

مذکور الصدر تعلیق، سنن بیہقی ج ۴ ص ۲۲۸ (نشر السنۃ، ملتان) میں مذکور ہے۔

وَقَالَ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ وَالشَّعْبِيُّ وَابْنُ جُبَيْرٍ وَّاِبْرَاهِيْمُ وَقَتَادَةُ وَحَمَّادٌ يَقْضِيْ يَوْمًا مَّكَانَهٗ.

اور سعید بن المسیب، شعبی، ابن جبیر، ابراہیم، قتادہ اور حماد نے کہا: وہ اس کے عوض میں ایک دن کا روزہ رکھ لے۔

امام بخاری نے مذکور الصدر تعلیق میں چھ فقہاء تابعین سے اس صورت میں ایک روزہ کی قضاء کرنے کو نقل کیا ہے، تاہم ان میں سے چار نے تو ایسا ہی کہا ہے اور دو نے ایک سے زیادہ روزوں کی قضاء کرنے کو کہا ہے۔

سعید بن المسیب کے متعلق یہ اثر ہے:

سعید بن المسیب بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر کہا: میں نے رمضان کا ایک روزہ توڑ لیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: تم صدقہ کرو اور اللہ سے معافی طلب کرو اور اس کی جگہ ایک روزہ رکھو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۸۶۷، مجلس علمی، بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۷۷۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت، سنن ابوداؤد: ۲۳۸۵، سنن دارقطنی ج ۲ ص ۲۱۱، سنن ابن ماجہ: ۱۶۷۱)

ابراہیم نخعی اور شعبی کے متعلق درج ذیل اثر ہے:

ابراہیم اور ابن ابی خالد شعبی سے روایت کرتے ہیں کہ وہ اس روزہ کی جگہ ایک روزہ قضاء کرے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۸۶۹، مجلس علمی، بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۷۷۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

سعید بن جبیر کے متعلق یہ اثر ہے:

یعلیٰ بن حکیم روایت کرتے ہیں کہ سعید بن جبیر نے کہا کہ جس شخص نے رمضان کا ایک دن کا روزہ عمداً توڑ لیا، وہ اس پر اللہ تعالیٰ سے توبہ اور استغفار کرے اور اس کی جگہ ایک روزہ قضاء کرے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۸۷۱، مجلس علمی، بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۷۷۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

قتادہ کے متعلق یہ اثر ہے:

ہشام بیان کرتے ہیں کہ قتادہ نے سعید بن المسیب سے یہ روایت کی ہے کہ جس نے رمضان کا روزہ عمداً توڑ لیا، وہ ایک ماہ کے روزے رکھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۸۷۴، مجلس علمی، بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۷۸۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت، مصنف عبدالرزاق: ۷۴۹۶)

حماد کے متعلق یہ اثر ہے:

حماد ابراہیم سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا: اس شخص پر تین ہزار دنوں کے روزے ہیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۸۷۵ مجلس علمی بیروت مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۷۸۲ دار الکتب العلمیہ بیروت مصنف عبد الرزاق: ۷۵۰۴)

امام بخاری کی قتادہ سے خلاف واقع روایت

میں کہتا ہوں کہ امام بخاری نے جو قتادہ سے رمضان کا روزہ توڑنے پر ایک روزہ کی قضاء کے لزوم کا لکھا ہے وہ صحیح نہیں ہے کیونکہ قتادہ سے ایک ماہ کے روزوں کی قضاء کی روایت ہے البتہ حماد سے ایک روزہ کو قضاء کرنے کی بھی روایت ہے۔

(مصنف عبد الرزاق: ۷۵۰۱)

علامہ ابن بطال نے بھی لکھا ہے کہ امام بخاری نے جو متعدد تابعین کی طرف کفارہ کے سقوط کو منسوب کیا ہے وہ مجھے تابعین کی تصانیف میں نہیں ملا (الیٰ قولہ) بلکہ اس کے برخلاف امام عبد الرزاق نے سعید بن المسیب سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ جس نے رمضان کے روزہ میں عمداً کھایا وہ ایک ماہ کے روزے رکھے۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۵۸ ملخصاً وملحصاً دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی سعید بن المسیب سے ایک ماہ کی قضاء کی روایت ذکر کی ہے۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۲۳۱)

۱۹۳۵ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُنِيْرٍ قَالَ سَمِعَ يَزِيْدَ بْنَ هَارُوْنَ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى هُوَ ابْنُ سَعِيْدٍ اَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ الْقَاسِمِ اَخْبَرَهٗ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرِ بْنِ الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ بْنِ خُوَيْلِدٍ عَنْ عَبَّادِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ اَخْبَرَهٗ اَنَّهٗ سَمِعَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا تَقُوْلُ اِنَّ رَجُلًا اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّهٗ اِحْتَرَقَ. قَالَ مَا لَكَ؟ قَالَ اَصَبْتُ اَهْلِيْ فِيْ رَمَضَانَ. فَاُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِكْتَلٍ يُدْعَى الْعَرَقَ فَقَالَ اَيْنَ الْمُحْتَرِقُ؟ قَالَ اَنَا قَالَ تَصَدَّقْ بِهٰذَا. [طرف الحدیث: ۶۸۲۲]

(صحیح مسلم: ۱۱۱۲ الرقم المسلسل: ۲۴۹۰ سنن ابوداؤد: ۲۳۹۵-۲۳۹۴)

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں عبد اللہ بن منیر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا کہ انہوں نے یزید بن ہارون سے سنا انہوں نے کہا کہ ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی وہ ابن سعید ہیں کہ عبد الرحمان بن القاسم نے ان کو خبر دی از محمد بن جعفر بن الزبیر بن العوام بن خویلد از عباد بن عبد اللہ بن الزبیر انہوں نے کہا کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا وہ بیان فرماتی ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر کہا کہ وہ (دوزخ کے عذاب میں) جل گیا آپ نے پوچھا: تمہیں کیا ہوا؟ اس نے کہا: میں نے رمضان میں اپنی بیوی کو حاصل کر لیا پھر آپ کے پاس (کھجوروں کا) ایک تھیلا آیا جس کو العرق کہتے ہیں آپ نے پوچھا: وہ (عذاب میں) جلنے والا کہاں ہے؟ اس نے کہا: میں حاضر ہوں آپ نے فرمایا: ان کو صدقہ کر دو۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبد اللہ بن منیر الزاہد ابو عبد الرحمان (۲) یزید بن ہارون ابو خالد (۳) یحییٰ بن سعید الانصاری (۴) عبد الرحمان بن القاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ (۵) محمد بن جعفر (۶) عباد بن عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما (۷) حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۳۵)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: اس نے کہا: میں نے رمضان میں اپنی بیوی سے جماع کر

مشکل الفاظ کے معانی اور بعض جملوں کی شرح

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: آپ کے پاس ایک شخص آیا' اس کا نام سلمہ بن صخر یا سلمان بن صخر تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے: اس نے کہا: میں جل گیا' اس کا خیال تھا کہ وہ قیامت کے دن دوزخ کے عذاب میں جل جائے گا۔

نیز اس میں ''مِکتل'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: کھجور کی چھال کا بڑا تھیلا' جس میں ساٹھ کلو چیزیں آ جائیں۔

اس میں مذکور ہے: ان کو صدقہ کر دو' آپ کی مراد یہ تھی کہ ان کھجوروں کو ساٹھ مسکینوں پر صدقہ کر دو۔

آیا اس شخص مذکور پر کفارہ واجب تھا یا نہیں اور کفارہ کی کھجوروں کو اس شخص پر صرف کرنے کی توجیہات اور محامل

المبسوط میں مذکور ہے کہ نبی ﷺ نے جو اس کو صدقہ کرنے کا حکم دیا تھا' یہ نفل تھا۔ اس پر اس حال میں کفارہ واجب نہیں تھا' کیونکہ اس وقت وہ عاجز تھا' اسی لیے اس کے واسطے یہ بھی جائز تھا کہ وہ ان کھجوروں کو اپنے اوپر یا اپنے اہل وعیال کے اوپر خرچ کرے۔

ابوجعفر طبری نے یہ کہا ہے کہ امام ابوحنیفہ' سفیان ثوری اور ابوثور کا قول یہ ہے کہ روزہ کا کفارہ ادا کرنا اس پر قرض تھا اور اس کی غربت کی وجہ سے اس سے ساقط نہیں ہوا تھا' اس پر لازم تھا کہ جب اس کے پاس مال آ جائے تو وہ اس روزہ کا کفارہ ادا کرے۔

فقہاء شافعیہ کے نزدیک اس حدیث کے دو محمل ہیں' ایک یہ ہے کہ نبی ﷺ نے اس شخص کے فقر کی وجہ سے اس کے لیے اس کے روزہ کے کفارہ کو کھانا اس پر مباح کر دیا تھا' اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ حدیث منسوخ ہے' اور ایک قول یہ ہے کہ ان کھجوروں کو کھانا صرف اس شخص کے ساتھ خاص تھا اور ہمارے بعض اصحاب نے کہا ہے کہ وہ شخص تین احکام کے ساتھ مخصوص تھا: (۱) روزہ رکھنے کی قدرت کے باوجود کھانا کھلانا (۲) صدقہ کی کھجوروں کو اپنے اوپر خرچ کرنا (۳) اس کے کفارہ میں پندرہ صاع (ساٹھ کلو) کھجوروں کا کافی ہونا۔

روزہ میں جماع کرنے سے آیا صرف مرد پر کفارہ واجب ہوتا ہے یا عورت پر بھی واجب ہوتا ہے؟

امام شافعی' داؤد ظاہری اور غیر مقلدین نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ روزے میں جماع کرنے سے مرد اور عورت دونوں پر صرف ایک کفارہ لازم آتا ہے کیونکہ اس حدیث میں نبی ﷺ نے عوت کے حکم کا ذکر نہیں کیا حالانکہ یہ بیان کا موقع تھا۔

امام ابوحنیفہ' امام مالک اور ابوثور نے کہا ہے کہ اگر عورت خاوند کی جماع میں موافقت کرے تو اس پر بھی کفارہ واجب ہے' اگر عورت پر جبر کیا جائے اور وہ مرد کی موافقت کرے تو اس پر بھی کفارہ واجب ہے' ورنہ نہیں۔

کفارہ کی ترتیب میں مذاہب فقہاء

کفارہ میں ترتیب واجب ہے' اوّل حکم غلام کو آزاد کرنے کا ہے' اگر وہ نہ ملے تو پھر دو ماہ کے روزے رکھے جائیں' اگر اس کی طاقت نہ ہو تو پھر ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلایا جائے' امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا یہی مذہب ہے' اور امام مالک اور ان کے اصحاب کا یہ مذہب ہے کہ اس شخص کو ان تین چیزوں میں سے کسی ایک کا اختیار ہے۔

علامہ ابن قدامہ نے کہا ہے کہ امام احمد کا مشہور مذہب یہ ہے کہ اس کے کفارہ کی ترتیب کفارہ ظہار کی ترتیب کی طرح ہے' اگر

ممکن ہو تو وہ غلام آزاد کرے ورنہ وہ ساٹھ دن کے روزے رکھے اور اگر اس سے بھی عاجز ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔

کفارہ کے روزوں میں یہ شرط ہے کہ وہ لگاتار رکھے جائیں بہ شرطیکہ ان کے درمیان رمضان کے روزے یا عیدین اور ایامِ تشریق کے روزے نہ آجائیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۴۰۔ ۳۶ ملخصاً' دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۴۹۷۔ ج ۳ ص ۱۰۶ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

① روزے کے کفارے میں مذاہب ② روزہ میں انجکشن لگوانے کا حکم ③ غربت کی وجہ سے کفارہ ساقط نہیں ہوتا۔

۳۰ - بَابُ إِذَا جَامَعَ فِيْ رَمَضَانَ، وَلَمْ يَكُنْ لَّهُ شَيْءٌ، فَتُصُدِّقَ عَلَيْهِ فَلْيُكَفِّرْ

جب کسی روزہ دار نے رمضان میں جماع کیا اور اس کے پاس کوئی مال نہیں تھا' پھر اس پر صدقہ کیا گیا تو پھر وہ کفارہ ادا کرے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب کسی روزہ دار نے رمضان کے دن میں عمداً روزہ توڑ دیا اور وہ غلام آزاد کر سکتا تھا' اور نہ کسی کو کچھ کھلا سکتا تھا اور نہ اس میں روزہ رکھنے کی طاقت تھی پھر کفارہ کی مقدار کے مطابق اس پر صدقہ کیا گیا تو اس پر اب کفارہ دینا واجب ہے کیونکہ اب اس کو کفارہ پر قدرت ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ غربت اور افلاس کی وجہ سے کسی شخص کے ذمہ سے کفارہ ساقط نہیں ہوتا۔

۱۹۳۶ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ جُلُوسٌ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِذْ جَاءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ! هَلَكْتُ. قَالَ مَا لَكَ؟ قَالَ وَقَعْتُ عَلٰى امْرَأَتِي وَأَنَا صَائِمٌ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ تَجِدُ رَقَبَةً تُعْتِقُهَا؟ قَالَ لَا. قَالَ فَهَلْ تَسْتَطِيْعُ أَنْ تَصُوْمَ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ؟ قَالَ لَا. فَقَالَ فَهَلْ تَجِدُ إِطْعَامَ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا؟ قَالَ لَا، قَالَ فَمَكَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَبَيْنَا نَحْنُ عَلٰى ذٰلِكَ أُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَرَقٍ فِيْهِ تَمْرٌ وَّالْعَرَقُ الْمِكْتَلُ قَالَ أَيْنَ السَّائِلُ؟ فَقَالَ أَنَا. قَالَ خُذْهَا فَتَصَدَّقْ بِهِ. فَقَالَ الرَّجُلُ أَعَلٰى أَفْقَرَ مِنِّيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ فَوَاللّٰهِ مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا، يُرِيْدُ الْحَرَّتَيْنِ، أَهْلُ بَيْتٍ أَفْقَرُ مِنْ أَهْلِ بَيْتِيْ. فَضَحِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى بَدَتْ أَنْيَابُهُ ثُمَّ قَالَ أَطْعِمْهُ أَهْلَكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے حمید بن عبد الرحمان نے خبر دی کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ نے بیان کیا کہ جس وقت ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے تو ایک شخص نے آ کر کہا: یارسول اللہ! میں ہلاک ہو گیا' آپ نے پوچھا: تم کو کیا ہوا ہے؟ اس نے کہا: میں روزہ میں اپنی بیوی پر واقع ہو گیا' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کیا تمہارے پاس غلام ہے جس کو تم آزاد کرو؟ اس نے کہا: نہیں! آپ نے پوچھا: کیا تم دو ماہ کے مسلسل روزے رکھ سکتے ہو؟ اس نے کہا: نہیں! آپ نے پوچھا: کیا تم ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکتے ہو؟ اس نے کہا: نہیں! حضرت ابوہریرہ نے کہا: پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم تھوڑی دیر ٹھہرے' ہم لوگ اسی طرح بیٹھے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھجور کی چھال کا بنا ہوا بڑا تھیلا آیا جس میں کھجوریں تھیں اور عَرَق کا معنی تھیلا ہے' آپ نے پوچھا: وہ سائل کہاں ہے؟ اس نے کہا: میں حاضر ہوں! آپ نے فرمایا: یہ کھجوریں لو اور ان کو صدقہ کر دو' اس شخص نے کہا: کیا مجھ سے بھی زیادہ ضرورت مند پر؟ یارسول اللہ! اللہ کی قسم! ان دو پتھریلے کناروں کے درمیان' اس کی مراد مدینہ کے دو کنارے تھے' میرے

گھر والوں سے زیادہ ضرورت مند اور کوئی گھر والا نہیں ہے' تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہنسے حتیٰ کہ آپ کی مبارک ڈاڑھیں ظاہر ہو گئیں' پھر آپ نے فرمایا: تم یہ اپنے گھر والوں کو کھلا دو۔

[اطراف الحدیث: ۱۹۳۷۔ ۲۶۰۰۔ ۵۳۶۸۔ ۶۰۸۷۔ ۶۱۶۴۔ ۶۷۰۹۔ ۶۷۱۰۔ ۶۷۱۱۔ ۶۷۲۱]

(صحیح مسلم: ۱۱۱۱' الرقم المسلسل: ۲۴۸۴' سنن ابوداؤد: ۲۳۹۲۔ ۲۳۹۱۔ ۲۳۹۰' سنن ترمذی: ۷۲۴' سنن ابن ماجہ: ۱۶۷۱' مسند الحمیدی: ۱۰۰۸' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۱۰۶' سنن کبریٰ: ۳۱۱۷' المنتقیٰ: ۳۸۴' صحیح ابن خزیمہ: ۱۹۴۴' صحیح ابن حبان: ۳۵۲۴' سنن دار قطنی ج ۲ ص ۲۱۰۔ ۲۰۹' سنن بیہقی ج ۴ ص ۲۲۱' شرح السنۃ: ۱۷۵۲' سنن دارمی: ۱۷۱۶' الکامل لابن عدی ج ۷ ص ۲۵۶' مسند احمد ج ۲ ص ۲۴۱ طبع قدیم' مسند احمد: ۷۲۹۰۔ ج ۱۲ ص ۲۳۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابوالیمان' الحکم بن نافع الحمصی (۲) شعیب بن ابی حمزہ الحمصی (۳) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (۴) حمید بن عبد الرحمن بن عوف الزہری المدنی (۵) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۴۱)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: اس نے کہا: میں نے روزہ میں اپنی بیوی کے ساتھ جماع کرلیا۔

ہلاکت اور عذاب میں جلنا مترادف ہیں اور کفارہ کے تین حکموں کی توجیہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ایک شخص نے آ کر کہا: میں ہلاک ہو گیا' اور اس سے پہلی حدیث میں مذکور تھا: میں جل گیا' اور ان دونوں لفظوں کا مآل واحد ہے۔

امام طبرانی نے المعجم الاوسط میں اس طرح روایت کی ہے کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آ کر کہا: میں نے بغیر کسی عذر کے اور بغیر کسی مرض کے رمضان کا روزہ توڑ لیا' آپ نے فرمایا: تم نے بہت بُرا کام کیا' اس نے کہا: درست ہے' اب آپ مجھے کیا حکم دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ایک غلام آزاد کرو' اس نے کہا: وہ میرے پاس نہیں ہے' آپ نے فرمایا: پھر تم دو ماہ کے روزے رکھو' اس نے کہا: مجھ پر جو مصیبت آئی ہے وہ روزہ رکھنے کی ہی وجہ سے تو آئی ہے' اس کا مطلب تھا کہ وہ جماع کی خواہش پر صبر نہیں کر سکے گا' آپ نے فرمایا: پھر تم ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلاؤ' اس نے کہا: میں اس کی وسعت نہیں رکھتا۔

(المعجم الاوسط: ۸۱۸۰۔ ج ۹ ص ۸۶' مکتبۃ المعارف' ریاض' ۱۴۱۵ھ)

کفارہ کے تین حکموں کی مناسبت

اس کو غلام آزاد کرنے کا حکم اس لیے دیا ہے کہ رمضان کا روزہ بغیر کسی عذر اور مرض کے عمداً توڑنا بہت سنگین معصیت ہے جس کا تقاضا دوزخ کا عذاب ہے' اس لیے ضروری ہوا کہ اس عذاب سے نجات کے لیے کوئی فدیہ دیا جائے اور حدیث صحیح میں ہے کہ جو شخص اللہ کی راہ میں ایک غلام کو آزاد کرے تو غلام کا ہر عضو' آزاد کرنے والے کے ہر عضو کا دوزخ کے عذاب سے فدیہ ہو جاتا ہے' اور دو ماہ کے روزے رکھنے کا حکم اس لیے دیا کہ اس نے روزہ میں معصیت کی تھی تو اس کا کفارہ بھی روزے کی جنس سے ہونا چاہیے تھا اور دو ماہ کے روزے رکھنے کی حکمت یہ ہے کہ جس نے ایک روزہ کو فاسد کیا تو گویا اس نے پورے مہینہ کے روزوں کو فاسد کر دیا کیونکہ سب روزے ایک ہی جنس سے ہیں اور چونکہ اس کا جرم سنگین تھا' اس لیے اس کی سزا بھی دگنی رکھی گئی اور اس کو دو ماہ کے روزوں کا حکم دیا اور

ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانے کا حکم اس لیے دیا کہ ایک روزہ ایک مسکین کو کھانا کھلانے کے مقابلہ میں ہے۔ چونکہ کفارہ میں اس پر ساٹھ روزے فرض تھے اس لیے ان روزوں کے مقابل اس پر ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا فرض کیا گیا۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہنسنے کی توجیہ

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس طرح ہنسے کہ آپ کی ڈاڑھیں ظاہر ہوگئیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غالب احوال یہ تھے کہ آپ تبسم فرماتے تھے' ایک قول یہ ہے کہ آپ صرف آخرت کے امور میں ہنستے تھے اور دنیاوی اُمور میں تبسم فرماتے تھے۔ ایک قول یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس شخص کے متضاد احوال کی وجہ سے ہنسے تھے' کیونکہ جب وہ شخص آیا تھا تو اپنی تقصیر کی وجہ سے بہت خوف زدہ تھا اور اس کو اپنے اوپر آخرت کے عذاب کا خطرہ تھا اور جب اس کو رخصت میسر ہوئی تو اس نے اپنے کفارہ کے مال کو کھانے میں رغبت کی' ایک قول یہ ہے کہ آپ اس پر ہنسے تھے کہ وہ شخص خوفِ خدا سے آپ کے پاس آیا اور اس نے احسن طریقہ سے اپنا مدعا پیش کیا اور اپنے مقصود کو اچھے طریقہ سے حاصل کیا۔

کفارہ کے ساتھ قضاء کے لزوم میں اختلافِ فقہاء

امام مالک' امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب' ثوری' ابوثور' امام احمد اور اسحاق نے کہا ہے کہ عمداً روزہ توڑنے والے کے اوپر کفارہ بھی ہے اور قضاء بھی ہے' اور اوزاعی نے کہا ہے کہ اگر اس نے غلام آزاد کر کے کفارہ دیا ہے یا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا کر کفارہ دیا ہے تو وہ ایک روزہ کی قضاء کرے گا اور اگر اس نے مسلسل دو ماہ کے روزے رکھ کر کفارہ دیا ہے تو قضاء کا ایک روزہ بھی ان ہی روزوں کے ضمن میں آ گیا' الگ سے قضاء کا روزہ رکھنے کی ضرورت نہیں ہے اور اس سے پہلے متعدد احادیث اور آثار میں ایک روزہ قضاء کا رکھنے کا ذکر آ چکا ہے' امام شافعی کا ایک قول یہ ہے کہ اس سے قضاء ساقط ہے اور ایک قول اوزاعی کے قول کی مثل ہے۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۴۲۹)

(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۴۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

صورت مذکورہ میں عورت پر کفارہ بیان نہ کرنے کی توجیہ

جمہور کے نزدیک اس صورت میں عورت پر بھی کفارہ واجب ہوتا ہے۔ رہا یہ سوال کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عورت پر کفارہ کا حکم کیوں بیان نہیں فرمایا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ عورت نے خود اعتراف کیا تھا نہ سوال کیا تھا' اور اس کے خاوند کا اعتراف اس کے اوپر کسی حکم کو واجب نہیں کرتا جب تک کہ وہ عورت خود اعتراف نہ کرے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے متعلق جو سکوت فرمایا' ہوسکتا ہے کہ اس کی وجہ یہ ہو کہ وہ عورت کسی وجہ سے روزہ دار نہ ہو۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ جب آپ نے مرد کا حکم بیان فرما دیا تو یہ بیان عورت کے حکم کو بھی شامل ہے کیونکہ دونوں اس حکم میں مشترک تھے کہ دونوں پر روزہ توڑنا حرام تھا' اور روزہ کی حرمت پامال کرنا ممنوع تھا' جس طرح آپ نے مرد کو غسل کرنے کا حکم نہیں دیا تھا کیونکہ یہ بات واضح تھی' اسی طرح یہ امر بھی واضح اور معلوم تھا کہ مردوں کے عام احکام عورتوں پر بھی لاگو ہوتے ہیں۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۷۴۳' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور سے مستفاد ہونے والے دیگر مسائل

اس حدیث سے جو دیگر مسائل معلوم ہوتے ہیں' وہ حسب ذیل ہیں:

(۱) جب کسی شخص نے کوئی خلاف شرع کام کر لیا ہو تو اس کے متعلق کسی عالم دین سے سوال کرنا چاہیے۔

(۲) جو کام قبیح ہو اس کا صراحۃً ذکر کرنے کے بجائے اس کو کنایہ سے تعبیر کرنا چاہیے کیونکہ اس شخص نے صراحۃً یہ نہیں کہا کہ میں نے رمضان میں اپنی بیوی سے وطی کی یا جماع کیا' بلکہ یہ کہا: میں اس پر واقع ہوا یا میں نے اس کو حاصل کر لیا۔

(۳) نبی ﷺ نے اس کو ڈانٹا نہیں نہ اس پر غضب کا اظہار کیا بلکہ اس کو نرمی اور ملائمت سے مسئلہ بتایا' اس سے معلوم ہوا کہ جب کوئی شخص گناہ کرنے کے بعد عالم دین کے پاس شرعی حکم معلوم کرنے آئے تو اس کو نرمی سے مسئلہ بتانا چاہیے۔

(۴) وہ شخص گناہ کرنے کے بعد اس پر نادم ہوا اور اس کو اس پر عذاب کا خوف دامن گیر ہوا' اس لیے اس نے کہا: میں (دوزخ کے عذاب میں) جل گیا یا کہا: میں ہلاک ہو گیا۔

(۵) نبی ﷺ نماز پڑھنے یا پڑھانے کے علاوہ بھی مسجد میں بیٹھتے تھے اور آپ کے ساتھ صحابہ بھی بیٹھتے تھے' اس سے دینی مسائل کی تعلیم مقصود تھی اور پیش آمدہ مسائل کا حل بتلانا تھا۔

(۶) جب سائل نے یہ کہا کہ مدینہ میں مجھ سے زیادہ محتاج کوئی نہیں ہے تو آپ ہنسے' اس سے معلوم ہوا کہ اگر ہنسی کا کوئی سبب ہو تو مسجد میں بھی ہنسنا جائز ہے۔

(۷) بیوی اور شوہر کے درمیان جواز دواجی عمل ہوتا ہے' عام حالات میں اس کو چھپانے اور اس کا کسی سے ذکر نہ کرنے کا حکم ہے۔ نبی ﷺ نے مردوں اور عورتوں کو اس سے منع فرمایا ہے کہ وہ اپنے جماع کرنے کی کیفیت کا کسی سے ذکر کریں۔

(سنن ابوداؤد: ۲۱۷۴' سنن ترمذی: ۲۷۸۷' سنن نسائی: ۵۱۳۳)

لیکن ضرورت شرعی اور مسئلہ معلوم کرنے کے لیے اس کا عالم کے سامنے ذکر کرنا جائز ہے' جیسے اس شخص نے کہا: میں رمضان میں اپنی بیوی پر واقع ہو گیا یا میں نے اس کو رمضان میں حاصل کر لیا۔

(۸) اسی طرح اگر انسان سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو اس کو چھپانے کا حکم ہے' حتیٰ کہ اگر حاکم کسی شخص سے پوچھے کہ تم نے فلاں سے زنا کیا ہے تو اس کے لیے جائز ہے کہ وہ کوئی ذومعنی جملہ بول کر کہے کہ میں نے یہ کام نہیں کیا' کیونکہ زنا کا اظہار بھی بے حیائی ہے۔ (ردالمحتار ج۹ ص۵۲۵ طبع جدید) جب ہزال نے ماعز کے زنا کا ذکر کیا تو نبی ﷺ نے فرمایا: کاش! تم اس کے زنا پر پردہ رکھتے۔ (سنن ابوداؤد: ۴۳۷۷) لیکن عالم دین سے شرعی حکم معلوم کرنے کے لیے ایسے گناہ کا اظہار کرنا جائز ہے' تاکہ عالم دین اس کو بتائے کہ اب اس پر کیا تاوان واجب ہے۔

(۹) اس شخص نے کہا: مدینہ میں مجھ سے زیادہ کوئی محتاج نہیں ہے' اس سے معلوم ہوا کہ سخی داتا کے سامنے اپنی تنگی اور فقر کو بیان کرنا جائز ہے اور جس حال کو اس کے بتائے بغیر کوئی اس پر مطلع نہیں ہو سکتا اس کا بیان کرنا اور اس کے بیان کو قبول کرنا بھی جائز ہے۔

(۱۰) نبی ﷺ نے اس شخص کو کفارہ ادا کرنے کے لیے کھجوروں کا بڑا تھیلا عطا کیا' اس سے معلوم ہوا کہ آپ کے پاس جو مال آتا تھا' آپ اس کو اپنے پاس نہیں رکھتے تھے اور ضرورت مندوں کو عطا کر دیتے تھے اور یہ کہ عبادت میں تعاون کرنا چاہیے کیونکہ کفارہ ادا کرنا بھی عبادت ہے اور کسی مسلمان کو مصیبت سے چھڑانے میں اس کی مدد کرنی چاہیے' اور جب اس نے کہا کہ مدینہ میں مجھ سے زیادہ کوئی ضرورت مند نہیں ہے تو آپ نے فرمایا: جا کر اپنے اہل کو کھلاؤ' اس سے معلوم ہوا کہ کسی ضرورت مند مسلمان کے قول کی تصدیق کرنی چاہیے اور کسی شخص کو اس کی ضرورت سے زیادہ دینا بھی جائز ہے کیونکہ وہ کھجوریں تقریباً ساٹھ کلو تھیں اور یہ کہ کسی ایک گھر والے کو بھی پورا کفارہ دینا جائز ہے۔ آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ ان کھجوروں میں سے جو زائد ہوں وہ کسی اور ضرورت مند کو دے دینا' اس سے معلوم ہوا کہ ایک ضرورت مند پر دوسرے ضرورت مند کو دینا واجب نہیں ہے۔

(فتح الباری مع زیادۃ ج۴ ص۴۳۹' دارالمعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم :۲۴۹۱۔ ج ۳ ص ۱۰۴۰ پر مذکور ہے اس کی شرح کا عنوان ہے: روزے کے کفارے میں مذاہب اور افلاس کی وجہ سے کفارہ ساقط نہیں ہوتا۔

۳۱ - بَابُ الْمُجَامِعِ فِيْ رَمَضَانَ، هَلْ يُطْعِمُ اَهْلَهُ مِنَ الْكَفَّارَةِ اِذَا كَانُوْا مَحَاوِيْجَ؟

رمضان میں جماع کرنے والا آیا اپنے گھر والوں کو کفارہ سے کھلا سکتا ہے جب وہ ضرورت مند ہوں؟

اس باب کے عنوان میں ''محاویج'' کا لفظ ہے یہ اسم آلہ ''محواج'' کی جمع کا صیغہ ہے اور یہ مبالغہ کا صیغہ ہے اس کا معنی ہے: جو بہت زیادہ ضرورت مند ہو۔

۱۹۳۷ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ، عَنْ مَنْصُوْرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ حُمَيْدِ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ الْاٰخِرَ وَقَعَ عَلٰى اِمْرَاَتِهٖ فِيْ رَمَضَانَ. فَقَالَ اَتَجِدُ مَا تُحَرِّرُ رَقَبَةً؟ قَالَ لَا. قَالَ فَتَسْتَطِيْعُ اَنْ تَصُوْمَ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ؟ قَالَ لَا. قَالَ اَفَتَجِدُ مَا تُطْعِمُ بِهٖ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا؟ قَالَ لَا. قَالَ فَاُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَرَقٍ فِيْهِ تَمْرٌ. وَهُوَ الزَّبِيْلُ، قَالَ اَطْعِمْ هٰذَا عَنْكَ. قَالَ عَلٰى اَحْوَجَ مِنَّا؟ مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا اَهْلُ بَيْتٍ اَحْوَجُ مِنَّا، قَالَ فَاَطْعِمْهُ اَهْلَكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عثمان بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از منصور از الزہری از حمید بن عبد الرحمٰن از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر کہا کہ ایک آدمی رمضان میں اپنی بیوی پر واقع ہو گیا' آپ نے پوچھا: کیا تم غلام آزاد کر سکتے ہو؟ اس نے کہا: نہیں! آپ نے پوچھا: کیا تم مسلسل دو ماہ کے روزے رکھ سکتے ہو؟ اس نے کہا: نہیں! آپ نے پوچھا: کیا تم ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکتے ہو؟ اس نے کہا: نہیں! راوی نے کہا: پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک بڑا تھیلا آیا جس میں کھجوریں تھیں' آپ نے فرمایا: یہ تم اپنی طرف سے کھلاؤ' اس نے کہا: ان دو پتھریلے کناروں کے درمیان مجھ سے زیادہ کوئی محتاج نہیں ہے' آپ نے فرمایا: پھر تم یہ اپنے گھر والوں کو کھلا دو۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۱۹۳۶۔ ۱۹۳۵ میں گزر چکی ہے۔

۳۲ - بَابُ الْحِجَامَةِ وَالْقَيْءِ لِلصَّائِمِ

روزہ دار کا فصد لگوانا اور قے کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ فصد لگوانا اور قے کرنا' آیا روزہ کے لیے مفسد ہیں یا نہیں' فصد لگوانے کا معنی ہے: جونک یا کسی آلہ کے ذریعہ جسم سے خون نکلوانا۔

وَقَالَ لِيْ يَحْيَى بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ سَلَّامٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنْ عُمَرَ بْنِ الْحَكَمِ بْنِ ثَوْبَانَ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ اِذَا قَاءَ فَلَا يُفْطِرُ، اِنَّمَا يُخْرِجُ وَلَا يُوْلِجُ.

اور مجھ سے یحییٰ بن صالح نے کہا: ہمیں معاویہ بن سلام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از عمر بن الحکم بن ثوبان' وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ کہتے تھے کہ جب کوئی روزہ دار قے کر دے تو وہ روزہ نہ چھوڑے' قے کسی چیز کو خارج کرتی ہے' داخل نہیں کرتی۔

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل حدیث ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو از خود قے آ جائے اس پر روزہ کی قضاء نہیں ہے اور جو شخص عمداً قے لائے وہ اس روزہ کی قضاء کرے۔ (سنن ترمذی: ۷۲۰ 'سنن ابوداؤد: ۲۳۸۰ 'سنن ابن ماجہ: ۱۶۷۶ 'مسند احمد ج ۲ ص ۴۹۸)

امام ترمذی اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

اہل علم کا حضرت ابوہریرہ کی اس حدیث پر عمل ہے امام شافعی 'ثوری' امام احمد اور اسحاق بھی یہی کہتے ہیں۔ (سنن ترمذی)

میں کہتا ہوں کہ امام ابوحنیفہ کا بھی یہی مذہب ہے لیکن اس کو امام ترمذی نے ذکر نہیں کیا اور وہ اپنی کتاب میں امام ابوحنیفہ کا ذکر نہیں کرتے' صرف ایک جگہ امام ابوحنیفہ کا رد کرنے کے لیے ان الفاظ سے ذکر کیا ہے کہ اشعار سنت ہے اور ابوحنیفہ کہتے ہیں کہ بدعت ہے۔ کتاب الحج میں اس کی تفصیل گزر چکی ہے۔

وَيُذْكَرُ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ اَنَّهُ يُفْطِرُ' وَالْاَوَّلُ اَصَحُّ.

اور حضرت ابوہریرہ سے یہ نقل کیا گیا ہے کہ قے کرنے والا روزہ چھوڑ دے اور پہلی نقل زیادہ صحیح ہے۔

علامہ عینی نے لکھا ہے کہ اس اثر کو امام الحازمی نے صیغہ تمریض سے ذکر کیا ہے اور یہ اس بات کی علامت ہے کہ یہ اثر ضعیف ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۵۲)

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَعِكْرِمَةُ اَلْفِطْرُ مِمَّا دَخَلَ وَلَيْسَ مِمَّا خَرَجَ.

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور عکرمہ نے کہا: روزہ اس چیز سے ٹوٹتا ہے جو (جسم میں) داخل ہو نہ کہ اس چیز سے جو (جسم سے) خارج ہو۔

اس تعلیق کے موافق آثار حسب ذیل ہیں:

ابوظبیان بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے روزہ دار کے فصد لگوانے کے متعلق فرمایا: روزہ (جسم میں) کسی چیز کے داخل ہونے سے ٹوٹتا ہے نہ کہ کسی چیز کے خارج ہونے سے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۴۱۱ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۳۱۹ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت)

ایوب بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے عکرمہ سے روزہ دار کے فصد لگوانے کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے' یہ فلاں اور فلاں چیز کی مثل ہے جو تمہارے جسم سے نکلتی ہے اور انہوں نے قضاء حاجت کا ذکر کیا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۴۲۵ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۳۳۳ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت)

فصد لگوانے میں جونک یا کسی آلہ کے ذریعہ جسم سے خون نکالا جاتا ہے جس طرح اور چیزوں کے نکلنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا' اسی طرح خون نکلنے سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا۔

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَحْتَجِمُ وَهُوَ صَائِمٌ' ثُمَّ تَرَكَهُ' فَكَانَ يَحْتَجِمُ بِاللَّيْلِ.

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما روزے میں فصد لگواتے تھے' پھر انہوں نے اس کو ترک کر دیا' پھر وہ رات کو فصد لگواتے تھے۔

اس تعلیق کے موافق حدیث حسب ذیل ہے:

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما روزے میں فصد لگواتے تھے' پھر انہوں نے اس کو چھوڑ دیا' میں نہیں جانتا کہ انہوں نے اس کو کس وجہ سے ترک کیا' آیا انہوں نے اس کو مکروہ قرار دیا یا وہ کمزور ہو گئے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۴۲۸ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۴۳۶ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت)

وَاحْتَجَمَ اَبُوْ مُوْسٰی لَیْلًا. اور حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ نے رات کو فصد لگوائی۔

اس تعلیق کی اصل درج ذیل حدیث ہے:

ابو العالیہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ کے پاس شام کے وقت گیا' وہ اس وقت بصرہ کے حاکم تھے' میں نے دیکھا وہ کھجوریں کھا رہے تھے اور شوربا پی رہے تھے' اور انہوں نے فصد لگوائی تھی' میں نے ان سے پوچھا: آپ دن میں فصد کیوں نہیں لگواتے؟ انہوں نے مجھ سے کہا: کیا تم مجھے یہ مشورہ دیتے ہو کہ میں روزہ میں اپنا خون نکلواؤں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۳۹۹ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۳۰۷ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت)

وَیُذْکَرُ عَنْ سَعْدٍ وَّزَیْدِ بْنِ اَرْقَمَ وَاُمِّ سَلَمَةَ اِحْتَجَمُوْا صِیَامًا. اور حضرت سعد' حضرت زید بن ارقم اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہم سے منقول ہے کہ انہوں نے روزہ میں فصد لگوائی۔

حضرت زید بن ارقم کی حدیث' مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۴۱۶ (مجلس علمی) میں ہے' اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث' مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۴۲۷ میں ہے اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ کی حدیث' مصنف عبد الرزاق: ۷۵۰۰ (دار الکتب العلمیہ' بیروت) میں مذکور ہے۔

وَقَالَ بُکَیْرٌ عَنْ اُمِّ عَلْقَمَةَ کُنَّا نَحْتَجِمُ عِنْدَ عَائِشَةَ فَلَا تَنْهٰی. اور بکیر نے ام علقمہ سے روایت کی ہے کہ ہم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس فصد لگواتے تھے اور آپ ہمیں منع نہیں فرماتی تھیں۔

علامہ عینی نے اس تعلیق کے لیے امام بخاری کی تاریخ کبیر کا حوالہ دیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج۱۱ ص ۵۳) مگر مجھے اس میں یہ حدیث نہیں ملی۔

وَیُرْوٰی عَنِ الْحَسَنِ عَنْ غَیْرِ وَاحِدٍ مِّنَ الصَّحَابَةِ مَرْفُوْعًا فَقَالَ اَفْطَرَ الْحَاجِمُ وَالْمَحْجُوْمُ. اور حسن بصری نے متعدد صحابہ سے یہ روایت کی ہے کہ فصد لگانے والے اور جس کو فصد لگائی جائے دونوں کا روزہ ٹوٹ گیا۔

اس تعلیق کا ثبوت درج ذیل آثار میں ہے:

حضرت معقل بن سنان الاشجعی رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں اٹھارہ رمضان کو کسی کے فصد لگا رہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میرے پاس سے گزرے' پس آپ نے فرمایا: فصد لگانے والے کا اور جس کے فصد لگائی جائے' دونوں کا روزہ ٹوٹ گیا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۳۸۹ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۲۹۷ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت)

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ایک شخص کے پاس آئے' وہ بقیع میں کسی کے فصد لگا رہے تھے' اس دن رمضان کی اٹھارہ تاریخ تھی' آپ نے فرمایا: فصد لگانے والے کا اور جس کو فصد لگائی جائے' دونوں کا روزہ ٹوٹ گیا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۳۹۲ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۳۰۰ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت)

حضرت بلال رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: فصد لگانے والے کا اور جس کے فصد لگائی جائے' دونوں کا روزہ ٹوٹ گیا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۳۹۴ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۳۰۲ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت)

- یہ روایت حضرت ثوبان رضی اللہ سے بھی مروی ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۳۹۳) حضرت ابو ہریرہ سے بھی مروی ہے۔ (مصنف: ۹۳۹۵) حضرت علی سے بھی منقول ہے۔ (مصنف: ۹۳۹۷) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی مروی ہے۔ (مصنف: ۹۴۰۲)

فصد لگوانے سے روزہ ٹوٹنے کی احادیث کے جوابات

امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی ۳۲۱ھ لکھتے ہیں:

ان احادیث میں جو روزہ ٹوٹنے کا ذکر ہے وہ فصد لگانے کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ کسی اور سبب سے ہے کہ وہ فصد لگانے والا اور جس کے فصد لگائی گئی تھی' وہ دونوں کسی شخص کی غیبت کر رہے تھے' اسی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دونوں کے روزہ ٹوٹنے کی خبر دی' امام شافعی نے بھی ان احادیث کو اسی معنی پر محمول کیا ہے اور یہ کہا ہے کہ غیبت کرنے کی وجہ سے روزہ کا اجر ساقط ہو جاتا ہے' اس کی نظیر یہ ہے کہ بعض صحابہ نے دورانِ خطبہ باتیں کرنے والے سے کہا: تمہارا جمعہ نہیں ہوا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس نے سچ کہا لیکن اس کو نماز دہرانے کا حکم نہیں دیا' اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے جمعہ کا اجر ساقط ہو گیا' اسی طرح غیبت کرنے والے کا اجر ساقط ہو گیا اور غیبت کرنے والے کا روزہ ٹوٹنا اس طرح نہیں ہے جس طرح کھانے' پینے اور جماع کرنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے بلکہ غیبت کرنے کی وجہ سے ان کے روزہ کا اجر ضائع ہو جاتا ہے اور ان احادیث کا یہ مطلب نہیں ہے کہ غیبت کرنے کی وجہ سے ان پر اس روزہ کی قضاء واجب ہو جاتی ہے۔

پھر امام طحاوی نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ ہم روزہ دار کے لیے فصد لگوانے کو اس لیے مکروہ کہتے ہیں کہ اس سے اس پر بہت زیادہ ضعف طاری ہو جائے گا' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بھی اسی طرح فرمایا ہے۔

جس سے یہ خطرہ ہوگا کہ کمزوری کی وجہ سے اس کو روزہ توڑنا پڑے گا۔

اور روزہ میں فصد لگوانے کے جواز کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فصد لگوائی اور آپ مُحرِم (صاحب احرام) اور روزہ دار تھے۔

(صحیح البخاری: ۱۹۳۸-۵۸۳۵' صحیح مسلم: ۱۲۰۲' سنن ابوداؤد: ۱۸۳۵' سنن ترمذی: ۷۷۵' سنن نسائی: ۲۸۴۳)

(شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۱۶۳-۱۵۶ ملخصاً' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

مذکورہ جوابات کے علاوہ ان احادیث کے جواب یہ ہیں:

جس روزہ دار نے فصد لگوائی ہے' اس کا روزہ اس وجہ سے ٹوٹ جائے گا کہ زیادہ خون نکلنے کی وجہ سے ہو سکتا ہے اس پر اتنی نقاہت اور غشی طاری ہو جائے کہ اس کو روزہ توڑنا پڑے اور جس نے فصد لگائی ہے' ہو سکتا ہے کہ خون چوستے وقت کچھ خون اس کے پیٹ میں چلا جائے اور اس کا روزہ ٹوٹ جائے۔

میں کہتا ہوں کہ یہ پرانا طریقہ تھا کہ جسم کے کسی حصہ میں سینگ چبھو کر چوستے تھے اور اس کی رگ سے خون نکل آتا تھا۔ موجودہ دور میں سرنج کے ذریعہ خون نکالا جاتا ہے جس میں اب یہ احتمال بالکل نہیں ہے کہ خون پیٹ میں چلا جائے گا۔ (سعیدی غفرلہٗ)

دوسرا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس شام کے وقت گزرے تھے جب ان کے روزہ افطار کرنے کا وقت آگیا تھا تو آپ نے فرمایا: فصد لگوانے والے اور فصد لگانے والے دونوں کا روزہ افطار ہو گیا' یعنی ان کے افطار کرنے کا وقت آ گیا۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کا محمل یہ ہے کہ ان دونوں کے لیے روزہ افطار کرنا جائز ہے۔

چوتھا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث منسوخ ہے جیسا کہ صحیح البخاری: ۱۹۳۸' سے ان شاء اللہ عنقریب واضح ہو جائے گا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۵۶-۵۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

وَقَالَ لِي عَيَّاشٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلٰى قَالَ حَدَّثَنَا يُوْنُسُ، عَنِ الْحَسَنِ مِثْلَهُ. فَقِيْلَ لَهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَعَمْ، ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُ اَعْلَمُ.

اور مجھ سے عیاش نے کہا: ہمیں عبد الاعلیٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے حسن بصری سے اس کی مثل حدیث روایت کی ان سے کہا گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے؟ انہوں نے کہا: ہاں! پھر کہا: اللہ ہی جانتا ہے!

یعنی حسن بصری نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ فصد لگانے والے اور فصد لگوانے والے دونوں کا روزہ ٹوٹ گیا۔

تعلیق مذکور میں حسن بصری کی جس روایت کا ذکر ہے وہ مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۳۹۵ اور ۹۳۹۷ پر مذکور ہے۔

۱۹۳۸ - حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ اَسَدٍ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، عَنْ اَيُّوْبَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِحْتَجَمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ، وَاحْتَجَمَ وَهُوَ صَائِمٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں معلّٰی بن اسد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی از ایوب از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فصد لگوائی اور آپ مُحرِم تھے اور آپ نے فصد لگوائی اور آپ روزہ دار تھے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۸۳۵ میں گزر چکی ہے۔

۱۹۳۹ - حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا اَيُّوْبُ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ احْتَجَمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ صَائِمٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو معمر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوارث نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فصد لگوائی اور اس وقت آپ روزہ دار تھے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۸۳۵ میں گزر چکی ہے۔

۱۹۴۰ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ بْنُ اَبِيْ اِيَاسٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ ثَابِتًا الْبُنَانِيَّ يَسْاَلُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَكُنْتُمْ تَكْرَهُوْنَ الْحِجَامَةَ لِلصَّائِمِ؟ قَالَ لَا، اِلَّا مِنْ اَجْلِ الضَّعْفِ. وَزَادَ شَبَابَةُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم بن ابی ایاس نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے ثابت البنانی سے سنا وہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سوال کر رہے تھے: کیا آپ لوگ روزہ دار کے لیے فصد لگوانے کو مکروہ کہتے تھے؟ انہوں نے کہا: نہیں! مگر ضعف کی وجہ سے اور شبابہ نے یہ اضافہ کیا کہ ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں۔

اس کی شرح تعلیقات میں گزر چکی ہے۔

۳۳ - بَابُ الصَّوْمِ فِي السَّفَرِ وَالْاِفْطَارِ

سفر میں روزہ رکھنا اور روزہ چھوڑنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ آیا سفر میں روزہ رکھنا اور روزہ چھوڑنا دونوں مباح ہیں اور مکلف کو اس میں اختیار ہے خواہ رمضان ہو یا غیر رمضان۔

١٩٤١ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ الشَّيْبَانِيِّ أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ أَبِي أَوْفَى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ، فَقَالَ لِرَجُلٍ إِنْزِلْ فَاجْدَحْ لِي. قَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ، اَلشَّمْسُ! قَالَ إِنْزِلْ فَاجْدَحْ لِي. قَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ اَلشَّمْسُ! قَالَ إِنْزِلْ فَاجْدَحْ لِي. فَنَزَلَ فَجَدَحَ لَهُ فَشَرِبَ، ثُمَّ رَمٰى بِيَدِهِ هَا هُنَا، ثُمَّ قَالَ إِذَا رَأَيْتُمُ اللَّيْلَ أَقْبَلَ مِنْ هَا هُنَا فَقَدْ أَفْطَرَ الصَّائِمُ. تَابَعَهُ جَرِيرٌ وَّأَبُو بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ، عَنِ الشَّيْبَانِيِّ، عَنِ ابْنِ أَبِي أَوْفَى قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ.

[اطراف الحدیث: ۱۹۵۵-۱۹۵۶-۱۹۵۸-۵۲۹۷]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق شیبانی کہ انہوں نے حضرت ابن ابواوفی رضی اللہ عنہ سے سنا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھے' آپ نے ایک شخص سے فرمایا: (سواری سے) اترو اور میرے لیے ستو گھولو' اس نے کہا: یارسول اللہ! (ابھی) سورج (ہے)' آپ نے فرمایا: اترو اور میرے لیے ستو گھولو' اس نے کہا: یارسول اللہ! (ابھی) سورج (ہے)' آپ نے فرمایا: اترو اور میرے لیے ستو گھولو' پس اس نے اتر کر ستو گھولے' آپ نے ستو پئے' پھر اس طرف ہاتھ مار کر فرمایا: جب تم رات کو اس طرف سے آتے ہوئے دیکھو تو روزہ دار کے روزہ کے افطار کا وقت ہو گیا۔ سفیان کی جریر نے اور ابوبکر بن عیاش نے متابعت کی ہے' از الشیبانی از حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھا۔

(صحیح مسلم: ۱۱۰۱' الرقم المسلسل: ۲۴۴۸' سنن ابوداؤد: ۲۳۵۲' مصنف عبد الرزاق: ۷۵۹۴' مسند الحمیدی: ۷۱۴' سنن کبریٰ: ۳۳۱۱' صحیح ابن حبان: ۳۵۱۲' مسند احمد ج ۴ ص ۳۸۱ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۹۳۹۹۔ ج ۳۲ ص ۱۴۲' موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) علی بن عبداللہ بن جعفر' جن کو ابن المدینی کہا جاتا ہے (۲) سفیان بن عیینہ (۳) ابواسحاق الشیبانی' ان کا نام سلیمان بن ابی سلیمان ہے اور ابوسلیمان کا نام فیروز شیبانی ہے' ان کی نسبت شیبان بن ذھل کی طرف ہے (۴) حضرت عبداللہ بن ابواوفی' ان کا نام علقمہ الاسلمی رضی اللہ عنہ ہے' یہ ان صحابہ میں سے ایک ہیں جن سے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۵۹)

اس حدیث کی مطابقت عنوان کے جزء اوّل کے ساتھ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر میں روزہ رکھا ہوا تھا۔

سفر میں روزہ رکھنے یا روزہ چھوڑنے کے متعلق اختلافِ فقہاء اور روزہ کے افطار کا وقت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ سفر میں روزہ چھوڑنے کی بہ نسبت روزہ رکھنا افضل ہے جب کہ وہ سفر رمضان کے مہینہ میں ہو' اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے' حضرت ابن عباس' حضرت انس اور حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہم اور سعید بن المسیب' عطاء' سعید بن جبیر' حسن بصری' نخعی' مجاہد' اوزاعی اور لیث یہ کہتے ہیں کہ سفر کرنے والے کو اختیار ہے خواہ وہ روزہ رکھے یا نہ رکھے' اور عمر بن عبدالعزیز' شعبی' قتادہ' محمد بن علی اور امام شافعی' امام احمد اور اسحاق کا مذہب یہ ہے کہ سفر میں روزہ چھوڑنا افضل ہے اور اسود بن یزید' امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کا مذہب یہ ہے کہ سفر میں روزہ رکھنا افضل ہے' التوضیح میں مذکور ہے کہ امام مالک' امام شافعی اور ان کے اصحاب کا اور ابوثور کا بھی یہی مذہب ہے' حضرت عثمان بن ابی العاص اور حضرت انس بن مالک کا بھی یہی قول ہے' حضرت عمر' حضرت عبداللہ بن عمر' حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم نے یہ کہا ہے کہ سفر میں روزہ رکھنا جائز نہیں ہے' اگر کسی نے سفر میں روزہ رکھا تو

اس پر واجب ہے کہ وہ حضر میں اس کی قضاء کرے اور حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ نے کہا: سفر میں روزہ رکھنے والا اس شخص کی مثل ہے جو حضر میں روزہ چھوڑ دے' اہل الظاہر (غیر مقلدین) کا بھی یہی قول ہے' حضرت عائشہ رضی اللہ' قیس بن عباد' ابوالاسود' ابن سیرین' حضرت ابن عمر اور ان کے بیٹے سالم' عمرو بن میمون اور حضرت ابووائل سفر میں روزہ رکھتے تھے' حضرت علی رضی اللہ نے فرمایا: جس شخص نے حضر میں رمضان کا مہینہ پایا' پھر اس نے سفر کیا تو اس پر روزہ رکھنا لازم ہے' قرآن مجید میں ہے:

فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ. (البقرہ:۱۸۵) سو تم میں سے جو شخص اس مہینہ میں موجود ہو' وہ ضرور اس ماہ کے روزے رکھے۔

نیز اس حدیث میں روزہ کے وقت کی انتہاء کا بیان ہے' الاستذکار میں علامہ ابن عبدالبر نے لکھا ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ جب مغرب کا وقت شروع ہو جائے تو روزہ دار کے روزہ کے افطار کا وقت آ گیا' خواہ اس کا روزہ فرض ہو یا نفل اور اس پر بھی اجماع ہے کہ مغرب کی نماز کا وقت' رات کے ایک جز میں ہے کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ. (البقرہ:۱۸۷) پھر روزہ کو رات آنے تک پورا کرو۔

علامہ رافعی نے کہا ہے کہ جب تک روزہ دار کو سورج کے غروب ہونے کا یقین نہ ہو' اس وقت تک روزہ افطار نہ کرے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ روزہ دار کے لیے رات کے ایک جز تک ٹھہرنا واجب نہیں ہے بلکہ جب اس کے نزدیک سورج کا غروب ہونا متحقق ہو جائے' وہ روزہ افطار کر لے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۶۲۔۶۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۹۴۲ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى' عَنْ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ' عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ حَمْزَةَ ابْنَ عَمْرٍو الْاَسْلَمِيَّ' قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اِنِّيْ اَسْرُدُ الصَّوْمَ. [طرف الحدیث:۱۹۴۳]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از ہشام' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی از حضرت عائشہ رضی اللہ' وہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت حمزہ بن عمرو الاسلمی رضی اللہ نے کہا: یارسول اللہ! میں مسلسل روزہ رکھتا ہوں۔

اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) مسدد بن مسرھد (۲) یحییٰ بن سعید القطان (۳) ہشام بن عروہ (۴) ان کے والد عروہ بن زبیر بن العوام (۵) حضرت عائشہ ام المومنین رضی اللہ (۶) حمزہ بن عمرو الاسلمی ابوصالح' ایک قول ابومحمد ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۶۳)

اس باب کا عنوان ہے: سفر میں روزے رکھنا' اور اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مناسبت اس طرح ہے کہ جو شخص مسلسل روزے رکھے گا' وہ سفر میں بھی روزے رکھے گا۔

حدیث مذکور کا صوم دھر کی ممانعت سے تعارض کا جواب

بعض علماء نے کہا ہے کہ اس حدیث سے ان فقہاء کا رد ہوتا ہے جو صوم الدھر (ہمیشہ روزے رکھنا) کو مکروہ کہتے ہیں کیونکہ حضرت حمزہ بن عمرو اسلمی نے یہ خبر دی کہ وہ مسلسل روزے رکھتے ہیں تو آپ نے ان کو منع نہیں فرمایا' بلکہ آپ نے ان کو سفر میں روزے رکھنے کی اجازت دی اور جب سفر میں روزہ رکھنا جائز ہے تو حضر میں روزہ رکھنا بہ طریق اولیٰ جائز ہوگا۔ اس کے جواب میں یہ کہا گیا ہے کہ مسلسل روزہ رکھنا ہمیشہ روزے رکھنے کے بغیر بھی صادق آتا ہے' لہٰذا یہ صوم دھر کی کراہت کی نفی کو مستلزم نہیں ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کو مسلسل روزے رکھنے سے منع فرمایا تھا' سو یہ حدیث اس ممانعت سے معارض ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ آپ نے حضرت عبداللہ بن عمرو کو ان کے ضعف کی وجہ سے مسلسل روزے رکھنے سے منع فرمایا تھا' لہٰذا یہ حدیث اس کے معارض نہیں ہے کیونکہ حضرت حمزہ اسلمی کو مسلسل روزے رکھنے کی قوت اور طاقت تھی۔

(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۶۴۔ ۶۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۹۴۳ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ' عَنْ اَبِيْهِ' عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ حَمْزَةَ بْنَ عَمْرٍو الْاَسْلَمِيَّ قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَاَصُوْمُ فِي السَّفَرِ؟ وَكَانَ كَثِيْرَ الصِّيَامِ' فَقَالَ اِنْ شِئْتَ فَصُمْ وَاِنْ شِئْتَ فَاَفْطِرْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ہشام بن عروہ از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' وہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت حمزہ بن عمرو الاسلمی نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا: کیا میں سفر میں بھی روزے رکھوں؟ اور وہ بہت زیادہ روزے رکھتے تھے' آپ نے فرمایا: تم چاہو تو (سفر میں) روزہ رکھو اور تم چاہو تو (سفر میں) روزہ چھوڑ دو۔

اس حدیث کی شرح' گزشتہ حدیث: ۱۹۴۲ کے تحت ملاحظہ فرمائیں۔

۳۴ - بَابٌ اِذَا صَامَ اَيَّامًا مِّنْ رَمَضَانَ ثُمَّ سَافَرَ

جب رمضان میں کئی روزے رکھے' پھر سفر کیا

اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ جب کسی شخص نے رمضان کے کئی ایام روزے رکھے' پھر اس نے سفر کیا تو آیا اس کے لیے سفر میں روزہ چھوڑنا جائز ہے یا نہیں؟ امام بخاری نے اس عنوان میں اس سوال کا جواب ذکر نہیں کیا کیونکہ اس باب کی حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ اس کے لیے بھی سفر میں روزہ چھوڑنا جائز ہے۔

حدیث مذکور کے عنوان کی شرح میں حافظ ابن حجر اور علامہ عینی کا مناقشہ

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۵ھ' اس عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس عنوان سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب اس حدیث کے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے کہ جس پر حضر میں رمضان کا چاند طلوع ہو گیا' پھر اس کے بعد اس نے سفر کیا تو اس کے لیے سفر میں روزہ چھوڑنا جائز نہیں ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ. (البقرہ:۱۸۵)

سو تم میں سے جو شخص اس مہینہ میں موجود ہو' وہ ضرور اس ماہ کے روزے رکھے۔

اور اکثر اہل علم نے کہا ہے کہ جو شخص رمضان کے بعد سفر کرے اور جس پر رمضان کا چاند طلوع ہو چکا ہو' ان کے سفر میں کوئی فرق نہیں ہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا ہے کہ "فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ" کو اس سے متصل آیت نے منسوخ کر دیا ہے اور وہ آیت یہ ہے:

وَمَنْ كَانَ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ. (البقرہ:۱۸۵)

اور جو مریض یا مسافر ہو (اور روزے نہ رکھے) تو وہ دوسرے دنوں سے (مطلوبہ) عدد پورا کرے۔

پھر امام بخاری نے جمہور کے مؤقف پر اس باب کی حدیث سے استدلال کیا ہے۔

(فتح الباری ج ۴ ص ۴۴۵ دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ ھ)

علامہ بدرالدین عینی حافظ ابن حجر کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ہم متعدد مرتبہ اس قائل کی اس قسم کی عبارت کا رد کر چکے ہیں کہ اشارہ تو صرف حاضرین (محسوس مبصر) کی طرف کیا جاتا ہے' یہاں پر کون سے حاضرین تھے جن کی طرف امام بخاری نے اشارہ کیا ہے اور اس قائل کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ امام بخاری' حضرت علی کی مذکور الصدر روایت پر مطلع ہوئے حتیٰ کہ انہوں نے اس باب کے عنوان سے اس روایت کے رد کی طرف اشارہ کیا اور اگر بالفرض ہم یہ مان لیں کہ امام بخاری' حضرت علی کی اس روایت پر مطلع تھے تو بھی یہ کیسے لازم آیا کہ امام بخاری نے اس عنوان سے اس روایت کے رد کی طرف اشارہ کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۶۵۔ ۶۴ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ ھ)

حافظ ابن حجر اور علامہ عینی کے مناقشہ میں مصنف کا محاکمہ

علامہ عینی کا حافظ ابن حجر عسقلانی کی عبارت پر یہ اعتراض صحیح نہیں ہے کیونکہ حافظ ابن حجر نے یہ کہا ہے کہ امام بخاری نے اس عنوان سے حضرت علی کی طرف منسوب روایت کے رد کی طرف اشارہ کیا ہے' اس پر علامہ عینی نے یہ اعتراض کیا ہے کہ اشارہ تو ناظرین کی طرف یعنی محسوس مبصر کی طرف ہوتا ہے اور حدیث کے عنوان سے ایک روایت کو رد کرنا یہ تو معنوی امر ہے' اس کی طرف اشارہ کیسے ہو سکتا ہے۔ میں کہتا ہوں: اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں اشارہ کا لغوی یا اصطلاحی معنی مراد نہیں ہے بلکہ مجازی معنی مراد ہے یعنی امام بخاری نے صراحۃً اس روایت کا رد نہیں کیا اور یہ نہیں کہا کہ یہ روایت ضعیف ہے بلکہ اس روایت کے خلاف عنوان قائم کیا' جس سے پتا چلا کہ یہ روایت ضعیف ہے ورنہ امام بخاری اس کے خلاف عنوان قائم نہ کرتے اور ایسے مواقع پر کہا جاتا ہے کہ ماتن نے اس عبارت سے یہ اشارہ کیا ہے اور اس طرح کی عبارت اکثر شروح میں ہوتی ہے۔ خود علامہ عینی کی بھی اس طرح کی عبارت ہے اور وہ یہ ہے:

امام بخاری نے ایک تعلیق میں کہا ہے: ایک سے زیادہ صحابہ نے یہ مرفوعاً روایت کی ہے کہ فصد لگانے والے کا اور جس کو فصد لگائی جائے دونوں کا روزہ ٹوٹ گیا۔ اس تعلیق کی شرح میں علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے اس تعلیق سے یہ اشارہ کیا ہے کہ حسن بصری نے صحابہ کی ایک جماعت سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ حدیث روایت کی ہے کہ فصد لگانے والے اور جس کو فصد لگائی گئی ہے اس کا روزہ ٹوٹ گیا اور یہ صحابہ حضرت ابوہریرہ' حضرت ثوبان اور حضرت معقل بن یسار وغیرہ ہیں' رضی اللہ عنہم۔

(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۵۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ ھ)

اب کیا علامہ عینی اپنے اوپر بھی یہ اعتراض کریں گے کہ اشارہ تو ناظرین کی طرف اور محسوس مبصر کی طرف ہوتا ہے اور علامہ عینی نے جو یہ بتایا ہے کہ اس تعلیق کو لانے سے امام بخاری نے یہ اشارہ کیا ہے کہ یہ حدیث متعدد صحابہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے یہ ایک امر معنوی ہے' کوئی محسوس مبصر چیز نہیں ہے' اس کی طرف نہ اشارہ لغوی معنی میں صحیح ہے نہ اصطلاحی معنی میں' بلکہ یہاں پر اشارہ کا مجازی معنی مراد ہے کہ امام بخاری نے صراحۃً ان متعدد روایات کا ذکر نہیں کیا بلکہ ان روایات کی طرف اپنی تعلیق سے اشارہ کیا ہے۔ اسی طرح علامہ عینی کا دوسرا اعتراض بھی صحیح نہیں ہے کہ حافظ ابن حجر کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ امام بخاری' حضرت علی کی اس روایت پر مطلع تھے حتیٰ کہ انہوں نے اس روایت کے خلاف عنوان قائم کر کے اس کے رد کی طرف اشارہ کیا' اس کا جواب یہ ہے کہ امام بخاری عظیم محدث تھے' ان کو ایک لاکھ احادیث صحیحہ مستحضر تھیں اور تین لاکھ احادیث غیر صحیحہ مستحضر تھیں' اس بناء پر سمجھا جا سکتا ہے کہ

حضرت علی کی طرف منسوب یہ ضعیف روایت بھی ان کو مستحضر تھی اور انہوں نے اس روایت کے خلاف عنوان قائم کر کے اس کے رد کی طرف اشارہ کیا ہے کیونکہ اس روایت میں یہ ذکر ہے کہ جو شخص رمضان کا چاند دیکھ لے وہ اس کے بعد سفر کرے تو روزہ نہ چھوڑے اور امام بخاری نے عنوان میں یہ لکھا ہے: ''جس نے رمضان میں کئی روزے رکھے پھر سفر کیا'' اور اس کے بعد یہ حدیث لا کر یہ ثابت کیا کہ وہ اس سفر میں روزہ چھوڑ سکتا ہے۔

ہم علامہ عینی کے مُحب اور ان کے حامی ہیں اور حتی الامکان ان کا دفاع کرتے ہیں لیکن ان کی محبت ہمیں حق سے عدول اور تجاوز پر نہیں اُبھار سکتی' قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰۤى اَلَّا تَعْدِلُوْا. (المائدہ:۸) کسی قوم کی عداوت تمہیں بے انصافی پر نہ اُبھارے۔

اس لیے اس بحث میں ہم علامہ عینی کی تائید اور نصرت سے قاصر رہے' اس حدیث کے عنوان کی شرح کے بعد' اب ہم اس کی حدیث کا ذکر کر رہے ہیں:

۱۹۴۴ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ' عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ' عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ اِلٰى مَكَّةَ فِيْ رَمَضَانَ فَصَامَ' حَتّٰى بَلَغَ الْكَدِيْدَ اَفْطَرَ' فَاَفْطَرَ النَّاسُ. قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ وَالْكَدِيْدُ مَاءٌ بَيْنَ عُسْفَانَ وَقُدَيْدٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن شہاب از عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں مکہ کی طرف گئے تو آپ نے روزہ رکھا حتیٰ کہ جب آپ مقام کدید پر پہنچے تو آپ نے روزہ چھوڑ دیا اور لوگوں نے (بھی) روزہ چھوڑ دیا۔ امام ابو عبد اللہ بخاری نے کہا: ''الکدید'' عسفان اور قدید کے درمیان پانی کا ایک چشمہ ہے۔

[اطراف الحدیث:۱۹۴۸۔۲۹۵۳۔۴۲۷۵۔۴۲۷۶۔۴۲۷۷۔۴۲۷۸۔۴۲۷۹][صحیح مسلم:۱۱۱۳' الرقم المسلسل:۲۴۹۳' سنن نسائی:۲۳۰۹' المعجم الکبیر:۱۰۹۴۵' مسند احمد ج۱ص۲۲۵ طبع قدیم' مسند احمد:۲۹۹۴۔ ج۵ص۱۳۷ 'مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی دن رمضان کے روزے رکھے' پھر مکہ کا سفر کیا اور اس میں روزہ رکھا۔

سفر میں روزہ کھولنے کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر میں روزہ رکھا اور اس میں ان علماء کا رد ہے جو سفر میں روزہ جائز نہیں قرار دیتے۔

اس حدیث میں یہ بیان ہے کہ سفر میں روزہ کھولنا مباح ہے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ روزہ دار سفر میں دن کا کچھ حصہ گزرنے کے بعد روزہ کھول سکتا ہے۔

امام مالک نے کہا: جو شخص سفر میں دن میں روزہ کھول لے' اس پر صرف روزہ کی قضاء ہے اور کفارہ نہیں ہے' امام ابو حنیفہ اور

شافعی' داوُد' طبری اور اوزاعی کا بھی یہی مذہب ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۶۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

سفر میں روزہ کھولنے کی مفصل روایت

صحیح بخاری کی مذکور الصدر روایت میں اختصار ہے' صحیح مسلم اور مسند احمد میں اس روایت کی تفصیل ہے:

صحیح مسلم کی روایت اس طرح ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رمضان میں سفر کیا' پس آپ نے روزہ رکھا حتیٰ کہ آپ مقام عسفان پر پہنچ گئے' پھر آپ نے برتن منگایا جس میں مشروب تھا' آپ نے وہ مشروب دن میں اس طرح پیا کہ لوگ دیکھ لیں' پھر آپ نے روزہ چھوڑ دیا حتیٰ کہ آپ مکہ میں داخل ہو گئے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (سفر میں) روزہ رکھا بھی ہے اور روزہ چھوڑا بھی ہے' سو جو چاہے روزہ رکھے اور جو چاہے روزہ چھوڑ دے۔ (صحیح مسلم: ۱۱۱۳' الرقم المسلسل: ۲۴۹۷' صحیح البخاری: ۱۹۴۸' سنن ابوداؤد: ۲۴۰۴' سنن نسائی: ۲۲۸۷' مسند احمد ج ۱ ص ۳۲۵ طبع قدیم' الرقم المسلسل: ۲۹۹۴۔ ج ۵ ص ۱۳۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فتح مکہ کے سال رمضان میں مکہ کی طرف گئے' پس آپ نے روزہ رکھا حتیٰ کہ کراع الغمیم (ایک مقام) میں پہنچ گئے' پس لوگوں نے بھی روزہ رکھ لیا' پھر آپ نے پانی منگا کر اس کو اوپر اٹھایا حتیٰ کہ لوگوں نے اس کو دیکھ لیا' پھر آپ نے پانی پی لیا' پھر اس کے بعد آپ کو بتایا گیا کہ بعض لوگوں نے اپنے روزہ کو برقرار رکھا ہوا ہے' آپ نے فرمایا: وہ نافرمان ہیں' وہ نافرمان ہیں۔

(صحیح مسلم: ۱۱۱۴' الرقم المسلسل: ۲۴۹۹' سنن ترمذی: ۷۱۰' سنن نسائی: ۲۲۵۹' مسند احمد ج ۵ ص ۴۳۴)

سفر میں روزہ رکھنے کے متعلق صحابہ کرام اور فقہاء تابعین کا اختلاف اور مذاہبِ فقہاء

اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد امام ترمذی لکھتے ہیں:

سفر میں روزہ رکھنے کے متعلق اہل علم کا اختلاف ہے' بعض اہل علم صحابہ اور فقہاء تابعین نے کہا ہے کہ سفر میں روزہ چھوڑنا افضل ہے' حتیٰ کہ بعض نے یہ کہا ہے کہ جو سفر میں روزہ رکھے وہ اس روزہ کو دوبارہ رکھے' امام احمد اور اسحاق کا مختار ہے کہ سفر میں روزہ چھوڑ دے اور بعض دوسرے اہل علم صحابہ اور تابعین نے یہ کہا ہے کہ اگر قوت ہو تو سفر میں روزہ رکھنا افضل ہے اور اگر اس نے روزہ چھوڑا تو یہ بھی مستحسن ہے' یہ سفیان ثوری' امام مالک بن انس اور عبد اللہ بن المبارک کا مذہب ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو فرمایا تھا: یہ لوگ نافرمان ہیں' اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے دل نے اللہ تعالیٰ کی رخصت کو قبول نہیں کیا تھا' لیکن جس کا یہ اعتقاد تھا کہ روزہ افطار کرنا مباح ہے اور اس کو روزہ کی قوت تھی' اس لیے اس نے روزہ رکھ لیا تو وہ میرے نزدیک بہت عمدہ ہے۔ (سنن ترمذی ص ۱۷۔۳۱۶' دار المعرفۃ' بیروت)

امام ترمذی نے مذاہب فقہاء میں امام ابوحنیفہ کا مذہب نہیں بیان کیا حالانکہ ان کا بھی وہی مذہب ہے جس کو انہوں نے آخر میں بیان کیا ہے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۵۰۰۔ ج ۳ ص ۱۰۸ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے یہ عنوان ہیں:
① سفر میں روزہ رکھنے یا نہ رکھنے کے بارے میں مذاہب ② مسلسل نفلی روزوں کا حکم۔

۳۵ - بَابٌ
باب

امام بخاری نے اس باب کے تحت حدیث ذکر کی ہے لیکن اس باب کا کوئی عنوان قائم نہیں کیا اور ایسی صورت میں یہ باب' باب

سابق کے ساتھ ملحق ہوتا ہے۔

۱۹۴۵ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمْزَةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ ابْنِ جَابِرٍ اَنَّ اِسْمَاعِيْلَ بْنَ عُبَيْدِ اللّٰهِ حَدَّثَهُ عَنْ اُمِّ الدَّرْدَاءِ، عَنْ اَبِي الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَعْضِ اَسْفَارِهِ فِي يَوْمٍ حَارٍّ، حَتّٰى يَضَعَ الرَّجُلُ يَدَهُ عَلٰى رَاْسِهِ مِنْ شِدَّةِ الْحَرِّ، وَمَا فِيْنَا صَائِمٌ اِلَّا مَا كَانَ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَابْنِ رَوَاحَةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے یحییٰ بن حمزہ نے حدیث بیان کی از عبدالرحمان بن یزید بن جابر کہ ان کو اسماعیل بن عبید اللہ نے حدیث بیان کی از ام الدرداء از ابوالدرداء رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ ہم کسی سفر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے وہ سخت گرم دن تھا حتیٰ کہ گرمی کی شدت کی وجہ سے ایک آدمی اپنے سر پر ہاتھ رکھ لیتا تھا اور ہم میں سے کوئی شخص روزہ دار نہیں تھا سوائے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابن رواحہ کے۔

(صحیح مسلم: ۱۱۲۲، الرقم المسلسل: ۲۵۱۹، سنن ابوداؤد: ۲۴۰۹، سنن ابن ماجہ: ۱۶۶۳، سنن بیہقی ج ۴ ص ۲۴۵، مسند احمد ج ۵ ص ۱۹۵ طبع قدیم، مسند احمد: ۲۱۶۹۸، ج ۳۶ ص ۳۹، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبداللہ بن یوسف التنیسی (۲) یحییٰ بن حمزہ الدمشقی متوفی ۱۸۳ھ (۳) عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر الشامی، یہ ۱۵۳ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) ام الدرداء صغریٰ ان کا نام ہجیمہ ہے، یہ تابعیہ ہیں اور حضرت ام الدرداء کبریٰ ان کا نام خیرہ ہے اور یہ صحابیہ ہیں اور یہ دونوں حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی بیویاں ہیں، علامہ ابن الاثیر نے کہا ہے کہ ابن مندہ اور ابونعیم نے ان دونوں کو ایک قرار دیا ہے اور اس طرح نہیں ہے اور ابومسہر نے بھی کہا ہے کہ یہ دونوں ایک ہیں، اور صحیح وہ ہے جس کا ہم نے ذکر کیا ہے (۵) حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ، ان کا نام عویمر بن مالک انصاری خزرجی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۶۶)

سفر میں روزہ رکھنا اور روزہ چھوڑنا، دونوں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہیں

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ گرمی کے دنوں کے کسی سفر میں صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عبداللہ بن رواحہ روزے سے تھے اور باقی صحابہ میں سے کسی کا روزہ نہیں تھا، پس اگر رمضان کے مہینہ میں سفر کرنے والوں کا روزہ کو چھوڑنا جائز نہ ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم روزہ چھوڑنے پر ان کو برقرار نہ رکھتے اور نہ اس کو جائز قرار دیتے۔

حدیث سابق میں اور اس حدیث میں ان لوگوں کا رد ہے، جو کہتے ہیں کہ سفر میں روزہ رکھنا جائز نہیں ہے اور سفر میں روزہ چھوڑنا، اللہ تعالیٰ کی طرف سے صدقہ ہے اور عزیمت ہے۔ کیا تم یہ نہیں دیکھتے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنی شدید گرمی کے دن میں روزہ رکھا تھا اگر سفر میں روزہ نہ رکھنا عزیمت ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اتنی شدید گرمی میں روزے کی مشقت نہ اٹھاتے، آپ کا ارادہ صرف یہ تھا کہ سفر میں روزہ رکھنا آپ کی سنت ہو جائے تاکہ آپ کی امت اس کی اقتداء کرے۔

نیز حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر میں اس لیے روزہ چھوڑا تھا کہ تم پر آسانی ہو، پس جس کے لیے سفر میں روزہ رکھنا آسان ہو وہ سفر میں روزہ رکھے اور جس کے لیے سفر میں روزہ چھوڑنا آسان ہو وہ سفر میں روزہ چھوڑ دے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر میں روزہ چھوڑنے کو سفر میں روزہ رکھنے کے لیے ناسخ نہیں قرار دیا بلکہ یہ کہا کہ آپ نے

سفر میں روزہ چھوڑنا صرف اپنی امت کی آسانی کے لیے تھا۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۷۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۵۲۶۔ ج ۳ ص ۱۱۵ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے یہ عنوان ہیں:

① سفر میں روزہ رکھنے یا روزہ نہ رکھنے کے بارے میں مذاہب ② مسلسل نفلی روزوں کا حکم۔

۳۶ - بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمَنْ ظُلِّلَ عَلَيْهِ وَاشْتَدَّ الْحَرُّ لَيْسَ مِنَ الْبِرِّ الصَّوْمُ فِي السَّفَرِ

جس شخص کے اوپر گرمی کی شدت سے سایا کیا گیا اس کے متعلق نبی ﷺ کا یہ ارشاد: سفر میں روزہ رکھنا نیک کاموں میں سے نہیں ہے

اس باب کے عنوان میں ''برّ'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: اطاعت اور عبادت اور اس ارشاد سے آپ کی مراد یہ ہے کہ گرمی کے سفر میں اس قدر مشقت اٹھا کر روزہ رکھنا کوئی نیک کام اور عبادت نہیں ہے۔

۱۹۴۶ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْاَنْصَارِيُّ قَالَ سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ' عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَفَرٍ' فَرَاٰى زِحَامًا وَّرَجُلًا قَدْ ظُلِّلَ عَلَيْهِ' فَقَالَ مَا هٰذَا؟ فَقَالُوْا صَائِمٌ' فَقَالَ لَيْسَ مِنَ الْبِرِّ الصَّوْمُ فِي السَّفَرِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن عبد الرحمان انصاری نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے محمد بن عمرو بن حسن بن علی سے سنا از حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک سفر میں لوگوں کی بھیڑ دیکھی' اس میں ایک شخص کے اوپر سایا کیا ہوا تھا' آپ نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ تو لوگوں نے بتایا: یہ روزہ دار ہے! تو آپ نے فرمایا کہ سفر میں روزہ رکھنا نیک کاموں میں سے نہیں ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۱۱۵' الرقم المسلسل: ۲۵۰۱' سنن ابوداؤد: ۲۴۰۷' سنن نسائی: ۲۲۵۸' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۱۴' صحیح ابن خزیمہ: ۲۰۱۷' صحیح ابن حبان: ۳۵۵۲' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۱۷۲۱' سنن بیہقی ج ۴ ص ۲۴۲' سنن دارمی: ۱۷۰۹' مسند احمد ج ۳ ص ۲۹۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۴۱۹۳۔ ج ۲۲ ص ۱۰۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کے مختلف محامل کہ سفر میں روزہ رکھنا نیک کاموں میں سے نہیں ہے

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

بعض اہل الظاہر (غیر مقلدین) نے یہ کہا ہے کہ جب سفر میں روزہ رکھنا نیکی نہیں ہے تو اس کا معنی یہ ہے کہ سفر میں روزہ رکھنا گناہ ہے۔

امام ترمذی کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سفر فتح مکہ کے موقع پر مکہ کی طرف تھا۔

صاحب التلویح نے کہا ہے کہ جس روزہ دار کے اوپر سایا کیا ہوا تھا' اس کا نام ابواسرائیل تھا' یہ تقشف پسند تھے' یعنی مشکل اور پُرمشقت عبادات کو پسند کرنے والے تھے۔ کتاب الحج میں ان کے متعلق ایک حدیث گزر چکی ہے۔ امام طحاوی نے فرمایا: اس حدیث میں جو نبی ﷺ نے فرمایا ہے کہ سفر میں روزہ رکھنا نیکی نہیں ہے' وہ اسی شخص ابواسرائیل کے متعلق فرمایا تھا۔ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ کسی انسان کو سفر میں اتنی مشقت اٹھا کر روزہ نہیں رکھنا چاہیے جب کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو روزہ چھوڑنے کی بھی رخصت دی ہے' علی الاطلاق سفر میں روزہ رکھنا گناہ نہیں ہے جیسا کہ بعض اہل ظاہر نے کہا ہے' کیونکہ نبی ﷺ نے سفر کی شدید گرمی میں روزہ رکھا ہے' اگر

یہ گناہ ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ گناہ سے دور رہنے والے تھے' اس حدیث کا دوسرا معنی یہ ہے کہ کبھی سفر میں روزہ چھوڑنا زیادہ بڑی نیکی ہوتا ہے تاکہ حج اور عمرہ کرنے اور جہاد کرنے کی قوت برقرار رہے' علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ سفر میں روزہ رکھنا ان نیک کاموں میں سے نہیں ہے' جن کا کرنا واجب ہے۔

جس عبادت کی اس امت کو طاقت نہیں ہے' اس عبادت کو اس امت سے اٹھا لیا گیا ہے

اس حدیث میں تاویل کی اس لیے ضرورت ہے کہ قاعدہ شرعیہ یہ ہے کہ جس عبادت کی اس امت کو طاقت نہیں ہے' اس امت سے اس عبادت کو اٹھا لیا گیا ہے' لہٰذا مریض سے اور جس کو روزہ کی مشقت کو برداشت کرنے کی طاقت نہ ہو' اس سے روزہ اٹھا لیا گیا ہے اور جس کو روزہ رکھنے سے اپنی جان کے تلف ہونے کا خطرہ ہو' اس کے لیے روزہ رکھنا ممنوع ہے اور صحیح مسلم کی حدیث میں آپ نے جن لوگوں کے متعلق فرمایا تھا: یہ نافرمان ہیں' ان سے مراد اسی طرح کے لوگ ہیں' اس سے معلوم ہوا کہ سفر میں روزہ رکھنے کی احادیث اور روزہ چھوڑنے کی احادیث میں تعارض نہیں ہے' جن لوگوں کا حال حضرت ابواسرائیل کی طرح ہو' جو سفر میں روزہ رکھ کر گرمی کی شدت سے بے ہوش ہو گئے تھے' ان کے لیے سفر میں روزہ نہ رکھنا افضل ہے اور جو لوگ حضرت حمزہ بن عمرو اسلمی رضی اللہ عنہ کی طرح ہوں' جن کو سفر میں روزہ رکھنے کی قوت تھی' ان کے لیے سفر میں روزہ رکھنا افضل ہے۔

اس قاعدہ کی تاکید اس حدیث سے ہوتی ہے:

عمرو بن امیہ الضمری بیان کرتے ہیں کہ میں کسی سفر سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا' آپ نے فرمایا: اے ابوامیہ! ناشتہ کا انتظار کرو' میں نے کہا: میں روزہ دار ہوں' آپ نے فرمایا: میرے قریب آؤ! حتیٰ کہ میں تمہیں یہ خبر دوں کہ اللہ عزوجل نے مسافر سے روزہ اور آدھی نماز معاف کر دی ہے۔ (سنن نسائی: ۲۲۶۵_۲۲۶۴_۲۲۶۳)

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ ہو سکتا ہے اس حدیث میں مسافر سے جس روزہ کے معاف کرنے کا ذکر ہے' اس سے مراد وہ روزہ ہو' جس کا رکھنا فرض ہو یا ضروری ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۷۰_۹۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

جب روزہ دار کے پاس کھانا کھایا جائے تو اس پر فرشتے صلوٰۃ پڑھتے ہیں

بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ کوئی شخص نفلی روزہ رکھے ہوئے کسی شخص سے ملنے جاتا ہے اور جس سے ملنے جاتا ہے' وہ کھانا کھا رہا ہوتا ہے یا کسی شخص نے رمضان کا فرض روزہ رکھا ہوتا ہے اور جس سے وہ ملنے جاتا ہے' وہ اپنے دائمی مرض یا بڑھاپے یا کسی اور شرعی عذر کی وجہ سے کھانا کھا رہا ہوتا ہے' ہر چند کہ وہ رمضان کے احترام کی وجہ سے سرعام نہیں کھاتا' اپنے گھر میں کھاتا ہے' ایسی صورت حال کے متعلق درج ذیل احادیث ہیں:

حضرت ام عمارہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہمارے پاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے' آپ کے قریب طعام لایا گیا' آپ کے ساتھ جو لوگ تھے ان میں سے بعض کا روزہ تھا' تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب روزہ دار کے پاس کھانا کھایا جائے تو فرشتے اس پر صلوٰۃ پڑھتے ہیں' یعنی اس کے لیے مغفرت طلب کرتے ہیں۔ (سنن ترمذی: ۷۸۶_۷۸۵_۷۸۴' سنن نسائی: ۳۲۶۸_۳۲۶۷' سنن ابن ماجہ: ۱۷۴۸' الاحاد والمثانی: ۳۳۰۷' مسند احمد ج ۶ ص ۴۳۹' شرح السنۃ: ۸۷۲' صحیح ابن حبان: ۳۴۳۰' صحیح ابن خزیمہ: ۲۱۴۰_۲۱۳۹' مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۷۰۸' مجلس علمی' مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۶۱۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ جب روزہ دار کے پاس کچھ کھایا جائے تو اس کے تمام جوڑ تسبیح کرتے ہیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۷۰۹' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۶۱۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے کہا: جب روزہ دار کے پاس کچھ کھایا جائے تو فرشتے اس پر صلوٰۃ پڑھتے ہیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰-۹۷ 'مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۶۱۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۵۰۸۔ ج ۳ ص ۱۱۰ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۳۷ - بَابٌ لَّمْ يَعِبْ أَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا فِي الصَّوْمِ وَالْإِفْطَارِ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب روزہ رکھنے اور چھوڑنے میں ایک دوسرے کی مذمت نہیں کرتے تھے

اس عنوان سے سفر میں روزہ رکھنے اور روزہ چھوڑنے پر ایک دوسرے کی مذمت نہ کرنا مراد ہے۔

۱۹۴۷ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ' عَنْ مَّالِكٍ' عَنْ حُمَيْدِ الطَّوِيْلِ' عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كُنَّا نُسَافِرُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ' فَلَمْ يَعِبِ الصَّائِمُ عَلَى الْمُفْطِرِ' وَلَا الْمُفْطِرُ عَلَى الصَّائِمِ.

(صحیح مسلم: ۱۱۱۸' الرقم المسلسل: ۲۵۰۹)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از حمید الطویل از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سفر کرتے تھے تو روزہ رکھنے والا روزہ چھوڑنے والے کی مذمت نہیں کرتا تھا اور روزہ چھوڑنے والا روزہ رکھنے والے کی مذمت نہیں کرتا تھا۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۵۱۱۔ ج ۳ ص ۱۱۱ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۳۸ - بَابُ مَنْ أَفْطَرَ فِي السَّفَرِ لِيَرَاهُ النَّاسُ

جس نے سفر میں روزہ کھولا تا کہ لوگ دیکھ لیں

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جس نے سفر میں اس لیے روزہ کھولا تا کہ لوگ اس کو دیکھ لیں اور اس کی اتباع کرتے ہوئے وہ بھی اپنے اپنے روزے کھول لیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ سفر میں روزہ کھولنے کی افضلیت صرف اس کے ساتھ خاص نہیں ہے جس کو روزہ رکھنے میں مشقت ہو یا جس شخص کو اپنے نفس پر تکبر اور ریاء کا خطرہ ہو یا جو چاہتا ہو کہ لوگ روزہ کھولنے میں اس کی اتباع کریں' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دن کے وقت میں روزہ افطار کیا تا کہ آپ کو دیکھ کر لوگ بھی آپ کی اقتداء میں روزہ افطار کریں' آپ نے روزہ اس لیے وقت سے پہلے افطار کر لیا کہ مسلمانوں کو گرمی کے پُر مشقت سفر میں روزے سے ضرر ہو رہا تھا تو آپ نے ان کے ساتھ نرمی اور آسانی کا ارادہ کیا اور اس آیت پر عمل کیا:

يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ. (البقرہ: ۱۸۵)

اللہ تمہارے ساتھ آسانی کا ارادہ فرماتا ہے' اور تمہیں مشکل میں ڈالنے کا ارادہ نہیں فرماتا۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے کہ سفر میں روزہ چھوڑنے کا حکم' اس کی اپنے بندوں پر آسانی اور نرمی ہے' پس جس نے اللہ کی رخصت کو اختیار کیا اور سفر میں یا مرض میں روزہ چھوڑ دیا تو وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے والا نہیں ہے اور جس نے روزہ رکھنے کو اختیار کیا تو اس نے افضل پر عمل کیا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سفر میں روزہ رکھا ہے۔

۱۹۴۸ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے

أَبُوْ عَوَانَةَ، عَنْ مَنْصُوْرٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمَدِيْنَةِ إِلٰى مَكَّةَ، فَصَامَ حَتّٰى بَلَغَ عُسْفَانَ، ثُمَّ دَعَا بِمَاءٍ، فَرَفَعَهُ إِلٰى يَدَيْهِ لِيُرِيَهُ النَّاسَ، فَأَفْطَرَ حَتّٰى قَدِمَ مَكَّةَ، وَذٰلِكَ فِيْ رَمَضَانَ. فَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَقُوْلُ قَدْ صَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَفْطَرَ، فَمَنْ شَاءَ صَامَ وَمَنْ شَاءَ أَفْطَرَ.

حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی از منصور از مجاہد از طاؤس از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ سے مکہ کی طرف نکلے پس آپ نے روزہ رکھا حتیٰ کہ آپ مقام عُسفان پر پہنچے پھر آپ نے پانی منگایا پھر اس کو اپنے ہاتھوں پر رکھ کر اس قدر اونچا کیا کہ لوگ دیکھ لیں پس آپ نے روزہ کھول لیا حتیٰ کہ آپ مکہ میں پہنچ گئے اور یہ رمضان کا واقعہ ہے لہٰذا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما یہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سفر میں روزہ رکھا بھی ہے اور روزہ چھوڑا بھی ہے پس جو چاہے روزہ رکھے اور جو چاہے روزہ افطار کرے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۹۴۴ میں گزر چکی ہے۔

۳۹ - بَابٌ ﴿وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ﴾ (البقرة: ۱۸۴)

اور جن لوگوں پر روزے رکھنا دشوار ہو (ان پر روزہ کا) فدیہ ایک مسکین کا کھانا ہے۔ (البقرہ: ۱۸۴)

اس باب میں البقرہ: ۱۸۴ کا حکم بیان فرمایا ہے یعنی جو لوگ روزہ رکھنے کی طاقت رکھتے ہیں ان کے لیے روزہ چھوڑنے کا کوئی عذر نہیں ہے ایک مسکین کے طعام کا فدیہ نصف صاع (دوکلو) گندم ہے یا کھجور اور کشمش وغیرہ سے ایک صاع ہے یعنی چار کلو ابتداء اسلام میں جب ان پر روزے فرض کیے گئے تھے اور روزے ان پر دشوار ہوئے تو ان کو یہ رخصت دے دی کہ وہ روزہ چھوڑ دیں اور اس کا فدیہ دے دیں۔

حضرت معاذ نے کہا: یہ ابتداء اسلام میں تھا جو چاہتا روزہ رکھتا اور جو چاہتا روزہ چھوڑ دیتا اور روزہ کے عوض ایک دن ایک مسکین کو کھانا کھلا دیتا حتیٰ کہ اس کے بعد جو آیت نازل ہوئی اس نے اس رخصت کو منسوخ کر دیا اور وہ آیت البقرہ: ۱۸۵ ہے۔

اور ایک جماعت نے یہ کہا ہے کہ یہ رخصت ان بوڑھے مردوں اور عورتوں کے لیے ہے جو روزہ رکھنے کی طاقت نہیں رکھتے ان کو یہ رخصت دی گئی ہے کہ وہ روزہ چھوڑ دیں اور روزہ کا فدیہ دے دیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۷۲ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ جو لوگ دائمی مرض مثلاً ذیابیطس بلند فشار خون یا دمہ (Ashtyma) وغیرہ میں مبتلا ہوں اور ان کو روزہ رکھنے میں دشواری ہو وہ بھی اسی حکم میں شامل ہیں۔

قَالَ ابْنُ عُمَرَ وَسَلَمَةُ بْنُ الْأَكْوَعِ نَسَخَتْهَا ﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ أُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ وَمَنْ كَانَ مَرِيْضًا أَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴾ (البقرۃ: ۱۸۵).

حضرت ابن عمر اور حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہم نے کہا: اس آیت (البقرہ: ۱۸۴) کو اس کے بعد والی آیت نے منسوخ کر دیا اور وہ یہ ہے: رمضان کا مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا لوگوں کو ہدایت دینے والا اور روشن دلیلیں ہدایت دینے والیں اور حق اور باطل میں فیصلہ کرنے والیں سو تم میں سے جو شخص اس مہینہ میں موجود ہو وہ ضرور اس ماہ کے روزے رکھے اور جو مریض یا مسافر ہو (اور روزے نہ رکھے) تو وہ دوسرے دنوں سے (مطلوبہ)

عدد پورا کرے' اللہ تمہارے ساتھ آسانی کا ارادہ فرماتا ہے اور تمہیں مشکل میں ڈالنے کا ارادہ نہیں فرماتا اور تاکہ تم (مطلوبہ) عدد پورا کرو اور اللہ کی کبریائی بیان کرو کہ اس نے تم کو ہدایت دی ہے اور تاکہ تم شکر ادا کروO (البقرہ:۱۸۵)

حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہم نے کہا ہے کہ اس آیت نے البقرہ:۱۸۴ کو منسوخ کر دیا یعنی جو لوگ روزہ رکھنے کی طاعت رکھتے ہیں اور ان کے لیے روزہ چھوڑنے کا کوئی عذر نہیں ہے' وہ ایک مسکین کے طعام کا فدیہ دیں۔

اس آیت (البقرہ:۱۸۴) کے متعلق متقدمین میں اختلاف ہے' حضرت سلمہ' حضرت ابن عمر اور حضرت معاذ کے نزدیک یہ آیت منسوخ ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک یہ آیت محکمہ ہے' یعنی منسوخ نہیں ہے اور یہ آیت صرف بہت بوڑھے شخص اور دائمی مریض کے متعلق ہے' جن پر اپنے بڑھاپے یا مرض کی وجہ سے روزہ رکھنا دشوار ہو' ان کے لیے روزہ چھوڑنا جائز ہے اور وہ ہر روزے کے عوض ایک مسکین کو طعام کھلا دیں' یہ حضرت علی' حضرت ابن عباس' حضرت ابوہریرہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہم کا قول ہے۔ فقہاء میں سے سعید بن جبیر' طاؤس' امام ابوحنیفہ' ثوری' اوزاعی اور امام احمد بن حنبل کا بھی یہی قول ہے' امام مالک نے کہا: اس پر کوئی چیز واجب نہیں ہے' کیونکہ اگر اس نے اپنے عجز کی وجہ سے روزہ کو ترک کیا ہے تو اس پر فدیہ واجب نہیں ہوگا جیسا کہ کسی نے اس مرض کی وجہ سے روزہ ترک کیا' جو موت کے ساتھ متصل ہو۔ ربیعہ' داؤد اور ابوثور کا یہی مذہب ہے' امام شافعی اور امام طحاوی کے اس مسئلہ میں دو قول ہیں' قول جدید یہ ہے کہ وہ فدیہ دے گا۔

وَقَالَ ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مُرَّةَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِي لَيْلٰى قَالَ حَدَّثَنَا اَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَزَلَ رَمَضَانُ' فَشَقَّ عَلَيْهِمْ' فَكَانَ مَنْ اَطْعَمَ كُلَّ يَوْمٍ مِّسْكِيْنًا تَرَكَ الصَّوْمَ مِمَّنْ يُّطِيْقُهٗ' وَرُخِّصَ لَهُمْ فِيْ ذٰلِكَ' فَنَسَخَتْهَا ﴿وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ﴾ (البقرۃ:١٨٤) فَاُمِرُوْا بِالصَّوْمِ.

اور ابن نمیر نے کہا: ہمیں اعمش نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن مرّہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی لیلیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب نے حدیث بیان کی کہ رمضان کے روزوں کا حکم نازل ہوا تو مسلمانوں پر یہ حکم دشوار ہوا تو بعض لوگ جن کو روزہ رکھنے کی طاقت تھی' وہ روزہ چھوڑ دیتے اور اس کے عوض ہر روز ایک مسکین کو کھانا کھلا دیتے اور ان کو اس کی رخصت دی گئی تھی' پھر اس رخصت کو اس آیت نے منسوخ کر دیا کہ ''تم روزہ رکھو تو یہ تمہارے لیے بہتر ہے'' (البقرہ:۱۸۴) پھر ان کو روزہ رکھنے کا حکم دیا گیا۔

اس تعلیق کی حدیث موصول حسب ذیل ہے:

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

لوگ مدینہ میں آئے اور ان کو پہلے روزہ رکھنے کا علم نہیں تھا' وہ ہر ماہ کے تین روزے رکھتے تھے حتیٰ کہ رمضان کے مہینہ کی آیت نازل ہوگئی تو انہوں نے ان روزوں کو زیادہ سمجھا اور ان پر روزے دشوار ہوئے تو جن لوگوں کو روزہ رکھنے کی طاقت تھی تو وہ ہر روزہ کے عوض ایک مسکین کو کھانا کھلا دیتے تھے' ان کو اس کی رخصت دی گئی تھی' پھر اس رخصت کو اس آیت نے منسوخ کر دیا کہ:

وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَO اور اگر تمہیں علم ہو تو روزہ رکھنا تمہارے لیے زیادہ بہتر ہےO

(البقرہ:۱۸۴)

پھران لوگوں کو روزہ رکھنے کا حکم دیا گیا۔(سنن بیہقی ج ۴ ص ۲۰۰ 'نشر السنۃ' ملتان)

١٩٤٩ - حَدَّثَنَا عَيَّاشٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلٰى قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَرَأَ ﴿فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ﴾. (البقرة:١٨٤) قَالَ هِيَ مَنْسُوْخَةٌ. [طرف الحديث:٤٥٠٦]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عیاش نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الاعلیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبید اللہ نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' انہوں نے یہ آیت پڑھی: فدیہ ایک مسکین کا کھانا ہے(البقرہ: ۱۸۴) انہوں نے کہا: یہ آیت منسوخ ہے۔

امام بخاری اس روایت میں منفرد ہیں۔

علامہ عینی کا دوبارہ لفظ اشارہ لکھنا' جس پر انہوں نے حافظ ابن حجر پر اعتراض کیا تھا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس روایت سے اس تعلیق کے وصل کی طرف اشارہ کیا ہے جس کو انہوں نے اس باب کے شروع میں ان الفاظ سے شروع کیا تھا کہ حضرت ابن عمر اور حضرت سلمہ بن اکوع نے کہا کہ اس آیت کو البقرہ: ۱۸۵ نے منسوخ کر دیا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۶۷ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ اس روایت کی شرح میں علامہ عینی نے پھر اشارہ کا لفظ لکھا ہے حالانکہ اشارہ ناظرین اور محسوس مبصر کی طرف کیا جاتا ہے اور یہاں پر اشارہ کا لغوی معنی مراد ہے نہ اصطلاحی' علامہ عینی بھول گئے کہ شرح میں لفظ اشارہ لکھنے پر انہوں نے علامہ ابن حجر عسقلانی پر کیا اعتراض کیا تھا۔ بہر حال ان کی عبارت کی یہی توجیہ کی جائے گی کہ یہاں پر اشارہ کا مجازی معنی مراد ہے' کیونکہ امام بخاری نے پہلے حضرت ابن عمر کی روایت کو سند حذف کر کے بہ طور تعلیق لکھا' پھر بعد میں اسی روایت کو سند کے ساتھ بہ طور حدیث موصول لکھا اور اس سے اسی تعلیق کا متن مراد ہے' خواہ یوں کہا جائے: یہ اسی کی طرف اشارہ ہے یا کچھ اور کہا جائے۔

٤٠ - بَابٌ مَتٰى يُقْضٰى قَضَاءُ رَمَضَانَ — رمضان کے روزوں کی کب قضاء کی جائے

اس باب میں یہ بیان کیا جائے گا کہ رمضان کے جو روزے سفر میں یا بیماری میں قضاء ہو گئے تھے ان کو کب ادا کیا جائے' آیا یہ روزے مسلسل رکھے جائیں یا متفرق طور پر۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَا بَأْسَ أَنْ يُفَرَّقَ، لِقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ﴾ (البقرة:١٨٤).

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اگر یہ روزے متفرق رکھے جائیں تو کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: (اگر تم میں سے کوئی بیمار ہو یا مسافر ہو اور وہ روزے نہ رکھے) تو دوسرے دنوں میں ان کا عدد پورا کرنا لازم ہے۔(البقرہ:۱۸۴)

اس تعلیق کی اصل میں حسب ذیل احادیث ہیں:

امام مالک اپنی سند کے ساتھ نافع سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما یہ کہتے تھے کہ جس نے بیماری یا سفر کی وجہ سے رمضان کے روزے مسلسل چھوڑے ہوں' وہ ان کی قضاء میں مسلسل روزے رکھے۔

(موطا امام مالک' کتاب الصیام' باب: ۱۷' حدیث: ۴۵ ۔ج ۱ ص ۲۷ 'المکتبۃ التوفیقیہ)

ابن شہاب زہری بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم کا رمضان کے روزوں کی قضاء میں اختلاف ہوا' ان میں سے ایک نے کہا: یہ روزے متفرق رکھے جائیں' اور دوسرے نے کہا: اس میں تفریق نہ کی جائے' مجھے نہیں معلوم کہ تفریق کا ان میں سے کس نے کہا تھا۔ (موطأ امام مالک' کتاب الصیام' باب:۱۷' حدیث:۴۶)

یحییٰ بن سعید بیان کرتے ہیں کہ سعید بن مسیب سے رمضان کے روزوں کی قضاء کے متعلق سوال کیا گیا تو سعید نے کہا: میرے نزدیک پسندیدہ یہ ہے کہ رمضان کے روزوں کو متفرق طور پر قضاء نہ کیا جائے اور یہ کہ ان کو مسلسل رکھا جائے۔

(موطأ امام مالک' کتاب الصیام' باب:۱۷' حدیث:۴۸)

یحییٰ نے کہا: میں نے امام مالک سے سنا' جس نے رمضان کے متفرق روزے قضاء کیے' اس پر ان روزوں کو دہرانا لازم نہیں ہے اور یہ روزے اس سے کفایت کر جائیں گے اور میرے نزدیک مستحب یہ ہے کہ وہ قضاء کے روزے مسلسل رکھے۔

(موطأ امام مالک' کتاب الصیام' باب:۱۷۔ ج۱ص۱۹۷' المکتبۃ التوفیقیہ)

وَقَالَ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ فِي صَوْمِ الْعَشْرِ لَا يَصْلُحُ حَتّٰى يَبْدَاَ بِرَمَضَانَ.

اور سعید بن مسیب نے کہا کہ ذوالحج کے دس روزے (قضاء رمضان کی) صلاحیت نہیں رکھتے حتیٰ کہ رمضان سے ابتداء کرے۔

اس عبارت کا معنی یہ ہے کہ جب سعید بن مسیب سے ذوالحج کے دس روزوں کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ وہ قضاء رمضان کی صلاحیت نہیں رکھتے حتیٰ کہ پہلے قضاء رمضان کی ابتداء نہ کی جائے۔

اس تعلیق کے متعلق حسب ذیل آثار صحابہ ہیں:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ذوالحج کے دس روزوں میں رمضان کے روزوں کی قضاء کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:۹۶۰۸' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ:۹۵۱۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس پر رمضان کے روزے قضاء ہوں وہ ان کو ذوالحج میں قضاء نہ کرے' کیونکہ وہ قربانی کا مہینہ ہے (یعنی یہ دس روزے تمتع کی قربانی کے عوض میں رکھے جاتے ہیں)۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:۹۶۰۹' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ:۹۵۱۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: پہلے فرض سے ابتداء کرو اور اگر تم ذوالحج کے دس روزوں میں ان کی قضاء کی نیت کر لو تو کوئی حرج نہیں ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ:۹۶۱۰' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ:۹۵۱۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

ابراہیم اور ابن مسیب نے کہا: اگر ان دس روزوں میں قضاء رمضان کے روزے رکھ لیے جائیں تو کوئی حرج نہیں ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:۹۶۱۲۔۹۶۱۱' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ:۹۵۱۹۔۹۵۱۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

ان آثار کا معنی یہ ہے کہ ذوالحج کے دس روزوں میں بھی رمضان کے قضاء روزے رکھنا جائز ہیں لیکن افضل یہ ہے کہ ذوالحج کے دس روزوں سے ابتداء کی جائے' اس کے بعد رمضان کے قضاء روزے رکھے جائیں۔

وَقَالَ اِبْرَاهِيْمُ اِذَا فَرَّطَ حَتّٰى جَاءَ رَمَضَانُ اٰخَرُ يَصُوْمُهُمَا' وَلَمْ يَرَ عَلَيْهِ طَعَامًا.

اور ابراہیم نے کہا: جس شخص نے رمضان کے قضاء روزوں کو ادا کرنے میں تاخیر کی حتیٰ کہ دوسرا رمضان آ گیا تو وہ دونوں کے روزے رکھے اور ان کے نزدیک اس پر کھانا کھلانا واجب نہیں

یعنی پہلے وہ اس دوسرے رمضان میں ادا روزے رکھے' اس کے بعد گزشتہ رمضان کی قضاء کرے اور اس پر فدیہ دینا لازم نہیں ہے تاہم اس نے اتنی تاخیر کر کے بُرا کیا' اس کو چاہیے کہ وہ اللہ سے مغفرت طلب کرے اور روزے رکھے۔

وَيُذْكَرُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ مُرْسَلًا وَّعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ يُطْعِمُ. وَلَمْ يَذْكُرِ اللّٰهُ الْإِطْعَامَ، إِنَّمَا قَالَ ﴿فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ﴾ (البقرة:١٨٤).

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرسلاً روایت ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہ وہ کھانا کھلائے اور اللہ تعالیٰ نے کھانا کھلانے کا ذکر نہیں کیا' اللہ تعالیٰ نے صرف یہ ذکر کیا ہے کہ دوسرے دنوں میں ان کا عدد پورا کرنا لازم ہے۔(البقرہ:۱۸۵-۱۸۴)

اس تعلیق کے موافق حسب ذیل اثر ہے:

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: جس شخص کو رمضان نے پایا اور اس وقت وہ بیمار تھا' پھر تندرست ہو گیا' پھر ابھی اس نے ان روزوں کی قضاء نہیں کی تھی کہ دوسرا رمضان آ گیا تو پہلے وہ اس دوسرے رمضان کے روزے رکھے' پھر پہلے رمضان کے روزے رکھے اور ہر روزے کے عوض نصف گندم کھلائے' معمر نے کہا: میں اس صورت میں اس کے سوا اور کوئی قول نہیں جانتا۔(مصنف عبدالرزاق:۷۶۵۰-ج ۴ ص ۱۷۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

امام دارقطنی اپنی سند کے ساتھ از مجاہد از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے بیماری کی وجہ سے رمضان کے روزے چھوڑ دیئے' پھر وہ تندرست ہو گیا اور اس نے وہ روزے نہیں رکھے حتیٰ کہ اس کو دوسرے رمضان نے پالیا' انہوں نے کہا: پہلے وہ اس دوسرے رمضان کے روزے رکھے' پھر اس مہینہ کے روزے رکھے جس میں اس نے روزے چھوڑے تھے اور ہر روزے کے عوض ایک مسکین کو کھانا کھلائے' اس حدیث کی سند میں ابراہیم بن نافع اور ابن وجیہ دونوں ضعیف راوی ہیں۔

(سنن دارقطنی:۲۳۱۱-ج ۲ ص ۴۲۲' دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

علامہ عینی نے لکھا ہے کہ البردیجی نے ذکر کیا ہے کہ مجاہد کا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں ہے' اسی وجہ سے امام بخاری نے اس حدیث کو مرسلاً روایت کیا ہے۔(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۷۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

١٩٥٠ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ قَالَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا تَقُولُ كَانَ يَكُونُ عَلَيَّ الصَّوْمُ مِنْ رَمَضَانَ، فَمَا أَسْتَطِيعُ أَنْ أَقْضِيَ إِلَّا فِي شَعْبَانَ. قَالَ يَحْيٰى الشُّغْلُ مِنَ النَّبِيِّ، أَوْ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. (صحیح مسلم:۱۱۴۶' الرقم المسلسل:۲۵۷۶' سنن ابوداؤد:۲۳۹۹' سنن نسائی:۲۳۱۵' سنن ابن ماجہ:۱۶۶۹)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زہیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از ابی سلمہ' انہوں نے کہا: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا' وہ بیان کرتی ہیں کہ مجھ پر رمضان کے روزے ہوتے تھے اور میں ان کو صرف شعبان کے مہینہ میں قضاء کر سکتی تھی۔ یحییٰ نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مشغولیت کی وجہ سے یا آپ کے سبب سے مشغولیت کی وجہ سے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) احمد بن یونس' یہ احمد بن عبداللہ بن یونس الیربوعی التمیمی ہیں (۲) زہیر بن معاویہ ابوخیثمہ الجعفی (۳) یحییٰ' صاحب التلویح نے کہا کہ اس یحییٰ میں اختلاف ہے' الضیاء المقدسی نے کہا کہ یہ یحییٰ القطان ہیں اور علامہ ابن التین نے کہا کہ ایک قول یہ ہے کہ یہ یحییٰ بن ابی کثیر ہیں اور صحیح یہ ہے کہ یہ یحییٰ بن سعید الانصاری ہیں (۴) ابوسلمہ بن عبدالرحمان (۵) حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۷۸)

باب مذکور کی حدیث کے موافق ایک اور حدیث

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہم میں سے کوئی (زوجہ رسول) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں روزے چھوڑ دیتی تھی' پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان روزوں کو قضاء نہیں کر سکتی تھی' حتیٰ کہ شعبان کا مہینہ آ جاتا۔

(صحیح مسلم: ۱۱۴۶' الرقم المسلسل: ۲۵۸۰' سنن نسائی: ۲۱۷۸)

چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شعبان میں بہت روزے رکھتے تھے' اس لیے ازواجِ مطہرات کو شعبان میں قضاء روزے رکھنے کا موقع مل جاتا تھا ورنہ باقی دنوں میں ان کو یہ خیال ہوتا تھا کہ شاید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی ضرورت ہو' اس لیے وہ روزے نہیں رکھتی تھیں۔

ازواجِ مطہرات شعبان میں روزے کیوں قضاء کرتی تھیں؟

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم شعبان میں بہت کثرت سے روزے رکھتے تھے' اس لیے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا شعبان میں قضا روزوں کے لیے مہلت پاتی تھیں' اور آپ کی ازواجِ مطہرات میں سے ہر زوجہ اپنے آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تیار رکھتی تھی تاکہ آپ کسی بھی وقت ان سے فائدہ اٹھا سکیں اگر چاہیں' اور ان میں سے کسی کو پتا نہیں تھا کہ آپ کس وقت ان میں سے کسی کا ارادہ کریں گے' اس لیے وہ رمضان کے سوا روزے نہیں رکھتی تھیں کہ مبادا آپ کو ان میں سے کسی کی خواہش ہو اور وہ روزہ سے ہو اور آپ اس سے اپنی خواہش پوری نہ کر سکیں' اور علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ جب عورت کا خاوند اس کے پاس موجود ہو تو وہ اس کی اجازت کے بغیر نفلی روزہ نہ رکھے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ روزہ قضاء کرنے میں وسعت ہے' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا قضاء روزوں کو دوسرا رمضان شروع ہونے سے پہلے شعبان میں ادا کر لیتی تھیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۸۰' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۵۸۳۔ ج ۳ ص ۱۳۴ پر مذکور ہے' اس کی شرح کا عنوان ہے: قضاء علی الفور واجب نہیں ہے۔

٤١ - بَابُ الْحَائِضِ تَتْرُكُ الصَّوْمَ وَالصَّلٰوةَ — حائضہ روزہ اور نماز کو ترک کردے

علامہ عینی نے لکھا ہے کہ امام بخاری نے اس باب کے عنوان میں جو کہا ہے کہ "ترک کردے" اس میں یہ اشارہ ہے کہ حسی طور پر روزہ رکھنا اور نماز پڑھنا ممکن ہے لیکن چونکہ شارع علیہ السلام نے اس کو ایامِ حیض میں روزہ رکھنے اور نماز پڑھنے سے منع کیا ہے' اس لیے وہ اپنے اختیار سے ان کو ترک کردے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۸۰' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ عینی نے یہاں پھر اشارہ کا لفظ لکھا ہے حالانکہ اشارہ ناظرین کی طرف ہوتا ہے اور محسوس مُبصر کے لیے ہوتا ہے اور یہاں پر اشارہ کا لغوی معنی صحیح ہے نہ اصطلاحی معنی اور یہاں پر اس کے علاوہ اور کوئی مفر نہیں ہے کہ یہ کہا جائے کہ یہاں پر اشارہ کا مجازی معنی مراد ہے جیسا کہ ہم اس سے پہلے بھی اس کی وضاحت کر چکے ہیں۔

وَقَالَ أَبُو الزِّنَادِ إِنَّ السُّنَنَ وَوُجُوهَ الْحَقِّ لَتَأْتِي كَثِيرًا عَلَى خِلَافِ الرَّأْيِ' فَمَا يَجِدُ الْمُسْلِمُونَ بُدًّا

ابوالزناد نے کہا کہ بہ کثرت سنتیں اور حق باتیں رائے کے خلاف ہوتی ہیں اور مسلمانوں کے لیے ان کی پیروی کے سوا اور کوئی

مِنَ اتِّبَاعِهَا، مِنْ ذٰلِكَ اَنَّ الْحَائِضَ تَقْضِى الصِّيَامَ وَلَا تَقْضِى الصَّلٰوةَ.

چارہ کار نہیں ہے۔ ان ہی میں سے یہ ہے کہ حائضہ روزہ کی قضاء کرے گی اور نماز کی قضاء نہیں کرے گی۔

ابوالزناد کے اس کلام سے مقصود یہ ہے کہ جو اُمورِ شرعیہ عقل اور قیاس کے خلاف ہوں اور ان کی حکمت معلوم نہ ہو ان کی اتباع کرنا واجب ہے اور ان کا معاملہ شارع پر چھوڑ دیا جائے ان پر عمل کر کے عبادت کی جائے اور یہ نہ کہا جائے کہ اس طرح کیوں ہے اور اس طرح کیوں نہیں ہے۔

علامہ عینی کا حافظ ابن حجر کی ایک سنگین غلطی پر متنبہ کرنا

حافظ شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

کتاب الحیض میں یہ گزر چکا ہے کہ حضرت معاذہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس فرق کے متعلق سوال کیا تھا اور حضرت عائشہ نے ان پر انکار کیا تھا اور ان کو یہ خوف ہوا تھا کہ حضرت معاذہ نے یہ اعتراض خوارج سے حاصل کیا تھا جن کی یہ عادت تھی کہ وہ اپنی عقل سے سنتوں پر اعتراض کرتے تھے۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۲۵۵ دارالمعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس قائل کا یہ کہنا غلط ہے کہ حضرت معاذہ نے حضرت عائشہ سے یہ سوال کیا تھا' دراصل یہ سوال حضرت معاذہ نے نہیں کیا تھا بلکہ ایک عورت نے یہ سوال کیا تھا اور حضرت معاذہ نے اس عورت کے سوال اور حضرت عائشہ کے جواب کی حدیث روایت کی ہے' اصل حدیث کا متن اس طرح ہے:

قتادہ نے کہا: مجھے معاذہ نے حدیث بیان کی کہ ایک عورت نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا: کیا ہم میں سے کسی کے لیے یہ کافی ہوگا کہ وہ حیض سے پاک ہو کر نماز پڑھ لے' حضرت عائشہ نے فرمایا: کیا تم حروریہ ہو؟ ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں حیض آتا تھا اور آپ ہمیں نماز پڑھنے کا حکم نہیں دیتے تھے یا فرمایا: ہم (حالت حیض میں) نماز نہیں پڑھتے تھے۔

(صحیح البخاری: ۳۲۱' صحیح مسلم: ۳۳۵) (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۸۱' دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

حیض کے زمانہ کی نمازوں کی قضاء کو ساقط کیا گیا اور روزوں کی قضاء کو ساقط نہیں کیا گیا' اس کی توجیہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

علامہ مہلب مالکی متوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے کہ حائضہ عورت کو روزہ کی قضاء کا حکم دیا گیا ہے اور نماز کی قضاء کا حکم نہیں دیا گیا ہے' اسی طرح مریض کو روزہ چھوڑنے کی رخصت دی گئی ہے حالانکہ اس میں کچھ قوت ہوتی ہے کیونکہ روزہ رکھنے سے اس کو مشقت ہوگی' کیا تم نہیں دیکھتے کہ عورت کو روزہ رکھنے سے اتنی نقاہت نہیں ہوتی جتنی نقاہت اس کو حیض کا خون نکلنے سے ہوتی ہے' لہٰذا حائضہ عورت خون نکلنے کی وجہ سے پہلے ہی کمزور ہو چکی ہوتی ہے' اگر حیض سے پاک ہونے کے بعد حیض کے درمیان چھوڑی ہوئی نمازوں کی قضاء لازم کر دی جاتی تو اس کو زیادہ مشقت ہوتی اور وہ مردوں سے زیادہ نمازیں پڑھتی' مرد تو صرف ایک نماز پڑھتے اور وہ ادا نماز بھی پڑھتی اور قضاء بھی پڑھتی' روزے تو سال میں صرف ایک بار رکھے جاتے ہیں' ان کی قضاء میں اتنی مشقت نہیں تھی اور نماز تو ہر روز دن میں پانچ بار پڑھی جاتی ہے اور حائضہ جو خون نکلنے کی وجہ سے پہلے ہی کمزور ہو چکی تھی' وہ حیض سے پاک ہونے کے بعد یہ نمازیں قضاء کرتی تو اس کو بہت زیادہ مشقت ہوتی تو یہ اللہ کی اس پر بہت رحمت ہے کہ اس پر صرف روزوں کی قضاء لازم کی ہے' نمازوں کی قضاء لازم نہیں کی۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۸۱' دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

علامہ بدرالدین عینی نے اس توجیہ پر یہ اعتراض کیا ہے کہ مستحاضہ کا خون تو حائضہ سے زیادہ نکلتا ہے حالانکہ اس کو اسی حالت میں نماز پڑھنے کا حکم ہے۔(عمدۃ القاری ج ۱۱ص ۸۲)

میں کہتا ہوں کہ استحاضہ کا وقوع حیض کی بہ نسبت بہت کم ہوتا ہے اور یہ توجیہ اس اعتبار سے بیان کی گئی ہے کہ حیض کے زمانہ کی قضاء نمازیں روزوں کی قضاء سے بہت زیادہ ہیں' اس لیے زمانہ حیض کی صرف نمازوں کو ساقط کر کے عورت کو رخصت مہیا کی گئی ہے۔

۱۹۵۱ - حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ مَرْيَمَ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ حَدَّثَنِیْ زَيْدٌ' عَنْ عِيَاضٍ' عَنْ اَبِیْ سَعِيْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَيْسَ اِذَا حَاضَتْ لَمْ تُصَلِّ وَلَمْ تَصُمْ' فَذٰلِكَ نُقْصَانُ دِيْنِهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابن ابی مریم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن جعفر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے زید نے حدیث بیان کی از عیاض از حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا ایسا نہیں ہے کہ جب عورت کو حیض آتا ہے تو وہ نماز پڑھتی ہے نہ روزہ رکھتی ہے' سو یہ اس کے دین کا نقصان ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۰۴ میں گزر چکی ہے۔

۴۲ - بَابُ مَنْ مَّاتَ وَعَلَيْهِ صَوْمٌ — جو شخص فوت ہو گیا اور اس کے ذمہ روزے تھے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جو شخص فوت ہو گیا اور اس کے ذمہ روزے تھے' اس کا حکم کیا ہے؟ اس میں فقہاء کا اختلاف ہے جس کی تفصیل ان شاء اللہ عنقریب آئے گی۔

وَقَالَ الْحَسَنُ اِنْ صَامَ عَنْهُ ثَلَاثُوْنَ رَجُلًا يَوْمًا وَّاحِدًا جَازَ.

اور حسن بصری نے کہا: اگر اس کی طرف سے تیس آدمی ایک دن روزے رکھیں تو یہ جائز ہے۔

علامہ نووی نے شرح المہذب میں کہا ہے کہ میں نے اس تعلیق کے متعلق کسی مذہب کی نقل نہیں دیکھی اور قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ یہ جائز ہونا چاہیے' اور حسن بصری کا یہ اثر غریب ہے۔(عمدۃ القاری ج ۱۱ص ۸۲)

۱۹۵۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُوْسَى بْنِ اَعْيَنَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبِیْ' عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ' عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ جَعْفَرٍ اَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ جَعْفَرٍ حَدَّثَهُ عَنْ عُرْوَةَ' عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ مَّاتَ وَعَلَيْهِ صِيَامٌ صَامَ عَنْهُ وَلِيُّهُ. تَابَعَهُ ابْنُ وَهْبٍ' عَنْ عَمْرٍو. وَرَوَاهُ يَحْيَى بْنُ اَيُّوْبَ' عَنِ ابْنِ اَبِیْ جَعْفَرٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن خالد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن موسیٰ بن اعین نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی از عمرو بن الحارث از عبید اللہ بن ابی جعفر کہ محمد بن جعفر نے ان کو حدیث بیان کی از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص فوت ہو گیا اور اس کے ذمہ روزے تھے تو اس کا ولی اس کی طرف سے روزے رکھے۔ محمد بن موسیٰ کے والد کی متابعت ابن وہب نے کی ہے از عمرو' اور اس حدیث کو یحییٰ بن ایوب نے از ابن ابی جعفر روایت کیا ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۱۴۷' الرقم المسلسل: ۲۵۸۱' سنن ابوداؤد: ۲۴۰۰)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن خالد' ان کے متعلق اختلاف ہے' ابونصر اور حاکم نے کہا: یہ ذہلی ہیں اور اپنے دادا کی طرف منسوب ہیں' کیونکہ ان کا

پورا نام محمد بن یحییٰ بن عبد اللہ بن خالد ہے' اور ابن عدی نے شیوخ بخاری میں بیان کیا ہے کہ یہ محمد بن خالد بن جبلہ الرافعی ہیں اور روا
یہ ہے کہ یہ محمد بن یحییٰ بن عبد اللہ بن خالد بن خلی ہیں' امام بخاری نے یہاں ان کو ان کے والد کی طرف منسوب کیا ہے (۲) محمد بن مو
بن اعین ابو یحییٰ الجزری (۳) ان کے والد موسیٰ بن اعین الجزری ابو سعید ہیں' یہ ۱۹۵ یا ۱۹۷ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) عمرو
حارث بن یعقوب انصاری ابو امیہ مؤدب (۵) عبد اللہ بن ابی جعفر یسار اموی قرشی (۶) محمد بن جعفر بن زید بن عوام (۷) عروہ
زبیر (۸) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس حدیث کی سند میں آٹھ رجال ہیں اور اس کی نظیر صحیح البخاری میں بہت کم ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۶۰)

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: جو شخص اس حال میں فوت ہو گیا کہ اس کے ذمہ روزے تھے تو اس
ولی اس کی طرف سے روزے رکھے گا۔

میت کے قضاء روزوں کے متعلق ائمہ ثلاثہ کے مذاہب

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

علماء کا اس شخص کے متعلق اختلاف ہے جو رمضان کے مہینہ میں فوت ہو گیا اور اس کے ذمہ رمضان کے روزے تھے' ایک
جماعت نے کہا ہے کہ اس کی طرف سے روزے رکھنا جائز ہے' یہ طاؤس' حسن بصری' زہری اور قتادہ کا قول ہے' ابوثور اور اہل ظ
(غیر مقلدین) کا بھی یہی مذہب ہے اور انہوں نے صحیح بخاری کی مذکور الصدر حدیث سے استدلال کیا ہے۔

امام احمد بن حنبل نے یہ کہا ہے کہ نذر کے روزے میت کی طرف سے اس کا ولی رکھے گا' اور رمضان کے قضاء روزوں میں
کی طرف سے کھانا کھلائے گا۔

حضرت ابن عمر' حضرت ابن عباس اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم نے یہ کہا ہے کہ کوئی شخص کسی کی طرف سے روزہ نہیں رکھے گا' یہ
مالک' امام شافعی اور امام ابوحنیفہ کا مذہب ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: رمضان کی قضاء میں میت
طرف سے کھانا کھلایا جائے گا اور اس کی طرف سے روزے نہیں رکھے جائیں گے۔

علامہ ابن القصار نے کہا ہے کہ صحیح بخاری کی اس حدیث میں جو مذکور ہے کہ میت کا ولی اس کی طرف سے روزے رکھے گا
کی تاویل یہ ہے کہ وہ اس کی طرف سے کھانا کھلائے گا اور اس کا کھانا کھلانا اس کی طرف سے روزے رکھنے کے قائم مقام
جب اس نے اس کی طرف سے کھانا کھلا دیا یعنی ہر روزے کے عوض دو کلو گندم یا چار کلو کھجوریں دے دیں تو گویا میت کے ولی نے
کی طرف سے روزے رکھ لیے۔

علامہ المہلب مالکی متوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے کہ اگر میت کی طرف سے کوئی بدنی عمل کرنا جائز ہوتا تو لوگ میت کی طرف
نماز پڑھ لیتے اور اس کی طرف سے ایمان لے آتے اور اگر یہ جائز ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام لوگوں سے زیادہ اس پر حریص
وہ اپنے چچا ابو طالب کی طرف سے ایمان لے آتے کیونکہ آپ کو ان کے ایمان کی بہت خواہش تھی' اور ایمان لانا قلب کا عمل
قلب بھی بدن کے اعضاء میں سے ایک عضو ہے' حالانکہ تمام امت کا اس پر اجماع ہے کہ کسی شخص کا دوسرے کی طرف سے ایمان
جائز ہے نہ کسی شخص کا دوسرے کی طرف سے نماز پڑھنا جائز ہے' سو اسی طرح کسی شخص کا دوسرے کی طرف سے روزہ رکھنا بھی
نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں کہ علامہ مہلب کو اپنی دلیل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر نہیں کرنا چاہیے تھا کیونکہ یہ ایک نوع کی بے ادبی ہے

علامہ ابن القصار مالکی کہتے ہیں کہ جب بہت بوڑھے شخص کی زندگی میں اس کی طرف سے روزہ نہیں رکھا جاتا بلکہ اس کی طرف سے روزہ کا فدیہ دیا جاتا ہے تو اس کی موت کے بعد تو یہ زیادہ لائق ہے کہ اس کی طرف سے روزہ نہ رکھا جائے بلکہ فدیہ دیا جائے۔

فقہاء احناف' امام شافعی' امام احمد' اسحاق اور ابوثور کا یہ مذہب ہے کہ میت نے خواہ وصیت نہ کی ہو' پھر بھی اس کے مال سے روزوں کا فدیہ دیا جائے' مگر امام ابوحنیفہ نے یہ کہا ہے کہ اس کی موت سے یہ حکم ساقط ہو گیا' اور امام مالک نے یہ کہا ہے کہ میت کی طرف سے اس کے وارثوں کے اوپر کھانا کھلانا واجب نہیں ہے' سوا اس صورت کے کہ اس نے وصیت کی ہو تو پھر میت کے تہائی مال سے اس کے روزوں کے عوض کھانا کھلایا جائے۔

اور جن فقہاء نے یہ کہا ہے کہ میت کی طرف سے کھانا کھلانا واجب ہے' ان کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قضاء روزوں کو قرض کے مشابہ قرار دیا ہے اور ہم یہ کہتے ہیں کہ ان روزوں کی قضاء یہ ہے کہ ہر روزہ کے عوض ایک مسکین کو کھانا کھلایا جائے۔

(شرح ابن بطال ج ۴ ص ۸۵۔ ۸۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

میت کے قضاء روزوں کے متعلق فقہاء احناف کا مذہب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس مسئلہ میں امام ابوحنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ اگر میت نے وصیت کی تھی کہ اس سے جو روزے قضاء ہو گئے ہیں' ان کی طرف سے کھانا کھلایا جائے تو ہر روزے کے عوض ۴ کلو کھجوریں یا کشمش یا دو کلو گندم مسکین کو دیئے جائیں اور اگر میت نے وصیت نہیں کی تھی تو پھر ورثاء پر کچھ لازم نہیں ہے۔ اس سلسلہ میں ہمارا استدلال درج ذیل احادیث سے ہے:

(۱) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص فوت ہو گیا اور اس پر ایک ماہ کے روزے ہوں تو اس کے ہر روزے کے عوض ایک دن ایک مسکین کو کھانا کھلایا جائے گا۔ (سنن ترمذی: ۷۱۸)

اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد امام ترمذی لکھتے ہیں:

اس باب میں اہل علم کا اختلاف ہے' بعض علماء نے کہا ہے کہ میت کی طرف سے روزے رکھے جائیں گے' امام احمد اور اسحاق نے یہ کہا ہے کہ جب میت پر نذر کے روزے ہوں تو اس کی طرف سے روزے رکھے جائیں گے اور جب اس پر قضاء رمضان کے روزے ہوں تو اس کی طرف سے کھانا کھلایا جائے گا' امام مالک' سفیان اور امام شافعی نے کہا ہے کہ کوئی شخص کسی کی طرف سے روزہ نہیں رکھے گا۔ (امام ابوحنیفہ کا بھی یہی مذہب ہے لیکن امام ترمذی نے تعصب کی وجہ سے ان کا نام نہیں لیا۔ سعیدی غفرلہ)

(سنن ترمذی ص ۲۲۹' دار الفکر' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

امام مالک روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سوال کیا جاتا کہ آیا کوئی شخص کسی کی طرف سے روزہ رکھ سکتا ہے یا کوئی شخص کسی کی طرف سے نماز پڑھ سکتا ہے؟ تو وہ کہتے تھے کہ کوئی شخص کسی کی طرف سے روزہ نہ رکھے اور نہ کوئی شخص کسی کی طرف سے نماز پڑھے۔ (موطأ امام مالک' کتاب الصیام' باب: ۱۶' حدیث: ۴۳۔ ج ۱ ص ۱۹۶' المکتبۃ التوفیقیہ)

میت کے قضاء روزوں کے متعلق غیر مقلدین کا مذہب

شیخ وحید الزمان غیر مقلد متوفی ۱۳۲۸ھ صحیح بخاری کی زیر بحث حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اہل حدیث کا مذہب باب کی حدیث پر ہے کہ اس کا ولی اس کی طرف سے روزے رکھے اور شافعی کا قول قدیم بھی یہی ہے۔ (یہ قول اس کے خلاف ہے۔ سعیدی غفرلہ) امام شافعی سے بیہقی نے بہ سند صحیح روایت کیا ہے کہ جب کوئی صحیح حدیث میرے قول

کے خلاف مل جائے تو اس پر عمل کرو اور میری تقلید نہ کرو' امام مالک اور امام ابوحنیفہ نے اس حدیث صحیح کے برخلاف یہ اختیار کیا ہے کہ کوئی کسی کی طرف سے روزہ نہیں رکھ سکتا۔ (تیسیر الباری ج ۲ ص ۳۱۰' نعمانی کتب خانہ' لاہور)

ایک اور غیر مقلد عالم محمد داؤد راز نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔ (شرح صحیح بخاری ج ۳ ص ۲۰۵' قدوسی کتب خانہ' لاہور)

میں کہتا ہوں کہ یہ ان لوگوں کا امام ابوحنیفہ پر بہتان ہے کہ انہوں نے حدیث صحیح کے خلاف یہ کہا ہے' بلکہ انہوں نے احادیث صحیحہ کے مطابق یہ کہا ہے کہ کوئی کسی کی طرف سے روزہ نہ رکھے' ہم اس سے پہلے سنن ترمذی اور موطأ امام مالک کے حوالوں سے ان حدیث کا ذکر کر چکے ہیں اور غیر مقلدین کے ممدوح حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی ان میں سے بعض احادیث کا ذکر کیا ہے:

میت کی طرف سے قضاء روزے رکھنے کے خلاف حافظ ابن حجر عسقلانی کے دلائل

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس باب کی حدیث کا علامہ ماوردی نے یہ جواب دیا ہے کہ میت کا ولی اس کی طرف سے روزے رکھے' اس کا معنی یہ ہے کہ وہ ایسا فعل کرے جو روزے کے قائم مقام ہے یعنی کھانا کھلائے' اس کی نظیر یہ حدیث ہے کہ جب مسلمان کو پانی نہ ملے تو مٹی مسلمان کا وضوء ہے' اس حدیث میں بدل (مٹی) کو مبدل منہ (وضوء) کا نام دیا گیا ہے اور فقہاء احناف نے ان احادیث سے استدلال کیا ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا گیا کہ ایک عورت مر گئی اور اس پر روزے تھے' حضرت عائشہ نے فرمایا: اس کی طرف سے طعام کھلایا جائے گا۔ (سنن بیہقی ج ۴ ص ۲۵۷)

نیز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اپنے مُردوں کی طرف سے روزے نہ رکھو اور ان کی طرف سے کھانا کھلاؤ۔
(سنن بیہقی ج ۴ ص ۲۵۷)

سعید بن جبیر بیان کرتے ہیں کہ جو شخص رمضان میں بیمار ہو گیا اور اس نے روزے نہیں رکھے حتیٰ کہ وہ مر گیا تو اس کی طرف سے ہر روز دو کلو گندم کھلائی جائے گی۔ (مصنف عبد الرزاق: ۷۶۶۰۔ ج ۴ ص ۱۸۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

عطاء بن ابی رباح بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کوئی شخص کسی کی طرف سے نماز نہ پڑھے اور نہ کوئی شخص کسی کی طرف سے روزہ رکھے لیکن اس کے ہر روزہ کے عوض ایک دن دو کلو گندم کھلائی جائے گی۔
(السنن الکبریٰ: ۲۹۳۰۔ ج ۳ ص ۲۵۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۲۱ھ) (فتح الباری ج ۳ ص ۵۶۴' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حضرت عائشہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم کی روایات اور ان کے فتاویٰ میں تعارض کے جوابات

حضرت عائشہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم کی صحیح بخاری میں روایات یہ ہیں کہ میت کی طرف سے روزے رکھے جائیں اور ان کے مذکورہ فتاویٰ یہ ہیں کہ میت کی طرف سے روزے نہ رکھے جائیں اور جب راوی کی روایت اور اس کے فتویٰ میں تعارض ہو تو اس کے فتویٰ پر عمل کیا جاتا ہے کیونکہ ہو سکتا ہے جو روایت اس کی طرف منسوب ہے وہ صحیح نہ ہو یا وہ روایت اس کے نزدیک منسوخ ہو چکی ہو' نیز جو روایات ان کی طرف منسوب ہیں' ان میں میت کی طرف سے روزہ رکھنے کا جواز ہے اور جو ان کے فتاویٰ ہیں ان میں میت کی طرف سے روزے رکھنے کی ممانعت ہے اور جب کوئی حدیث یا قول حلت اور حرمت میں متعارض ہو تو حرمت کو ترجیح دی جاتی ہے' لہٰذا حضرت عائشہ اور حضرت ابن عباس کے فتاویٰ کو ترجیح دی جائے گی نہ کہ ان کی روایات کو۔

صحیح بخاری کے باب مذکور کی حدیث مذکور کے ضعف پر فنی اور فقہی دلائل

امام بخاری کی روایت مذکورہ جس میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہے: میت کی طرف سے روزے رکھے جائیں' اس

متعلق حافظ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ کھلئی نے کہا: میں نے امام احمد بن حنبل سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث کے متعلق سوال کیا کہ جو شخص مر گیا اور اس پر روزے ہوں......تو امام ابوعبداللہ احمد بن حنبل نے کہا: یہ حدیث محفوظ نہیں ہے' اس حدیث کی سند میں عبیداللہ بن ابی جعفر ہے اور وہ منکر الاحادیث ہے اور وہ فقیہ تھا اور حدیث میں وہ اس پائے کا نہیں ہے' اور امام بیہقی نے کہا: میں نے اپنے بعض اصحاب کو دیکھا وہ حضرت عائشہ کی اس حدیث کو ضعیف قرار دیتے تھے کیونکہ عمارہ بن عمیر نے حضرت عائشہ سے روایت کیا ہے کہ ایک عورت فوت ہوگئی اور اس پر روزے تھے تو حضرت عائشہ نے فرمایا: اس کی طرف سے کھانا کھلایا جائے گا' اور ایک اور سند کے ساتھ حضرت عائشہ سے مروی ہے: اپنے مردوں کی طرف سے روزے نہ رکھو اور ان کی طرف سے کھانا کھلاؤ' پھر امام بیہقی نے کہا: ان دونوں حدیثوں میں نظر ہے اور اس عبارت پر کوئی اضافہ نہیں کیا۔

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ امام طحاوی نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ عمرہ بنت عبدالرحمن نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ میری ماں فوت ہوگئی اور اس پر رمضان کے روزے تھے' کیا یہ صحیح ہے کہ میں ان کی طرف سے رمضان کے روزے رکھوں؟ انہوں نے کہا: نہیں! لیکن تم ان کی طرف سے ہر روزے کے عوض ایک مسکین پر صدقہ کرو تو یہ تمہارے روزے رکھنے سے بہتر ہے۔ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

فقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ کوئی شخص دوسرے کی طرف سے نماز نہیں پڑھ سکتا' پس اسی طرح روزوں کا حکم ہونا چاہیے کیونکہ یہ دونوں بدنی عبادتیں ہیں اور علامہ ابن القصار مالکی نے کہا ہے کہ جب کسی بوڑھے شخص کی طرف سے اس کی زندگی میں روزے رکھنا جائز نہیں ہیں بلکہ اس کی طرف سے فدیہ دیا جاتا ہے تو اس کے مرنے کے بعد اس کی طرف سے روزے رکھنا کیوں کر جائز ہوگا!

(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۸۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

فقہاء احناف کے مؤقف پر مزید احادیث اور آثار

امام عبدالرزاق اپنی سند کے ساتھ حضرت عبادہ بن نسی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص رمضان میں بیمار ہوگیا' پھر وہ بیمار ہی رہا حتیٰ کہ وہ فوت ہوگیا' اس کی طرف سے کھانا نہیں کھلایا جائے گا اور اگر وہ تندرست ہوگیا اور اس نے روزوں کی قضاء نہیں کی حتیٰ کہ وہ فوت ہوگیا تو اس کی طرف سے کھانا کھلایا جائے گا۔

(مصنف عبدالرزاق: ۷۶۶۵۔ ج ۴ ص ۱۸۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

ابن التیمی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جب کوئی شخص فوت ہوگیا اور اس پر دوسرے رمضان کے روزے تھے تو اس کی طرف سے ہر روزہ کے عوض دو کلو گندم کھلائی جائے گی۔ (مصنف عبدالرزاق: ۷۶۷۳۔ ج ۴ ص ۱۸۳)

ابن طاؤس اپنے والد سے روایت کرتے ہیں' انہوں نے کہا: جب کوئی شخص رمضان میں بیمار ہوگیا' پھر وہ مسلسل بیمار رہا حتیٰ کہ وہ مر گیا تو اس کی طرف سے ہر روزہ کے عوض دو کلو گندم کھلائی جائے گی۔ (مصنف عبدالرزاق: ۷۶۶۶۔ ج ۴ ص ۱۸۲)

امام عبدالرزاق نے از معمر از قتادہ روایت کی ہے کہ میت کی طرف سے طعام کھلایا جائے گا۔

(مصنف عبدالرزاق: ۷۶۶۷۔ ج ۴ ص ۱۸۲)

ابن التیمی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے ابن سیرین سے طاؤس کا قول ذکر کیا تو انہوں نے اس کو بہت پسند کیا۔ (مصنف عبدالرزاق: ۷۶۶۸۔ ج ۴ ص ۱۸۲)

ابن جریج بیان کرتے ہیں کہ میں نے عطاء سے پوچھا: ایک شخص پورا رمضان بیمار رہا' پھر تندرست ہو گیا' ابھی اس نے قضاء روزے نہیں رکھے تھے حتیٰ کہ وہ فوت ہو گیا' انہوں نے کہا: اس کی طرف سے تیس مسکینوں کو کھانا کھلایا جائے گا' ہر ایک کو ایک کلو' میں نے پوچھا: ایک آدمی پورے رمضان میں بیمار رہا' پھر تندرست ہو گیا' اس نے قضاء روزے نہیں رکھے تھے حتیٰ کہ دوسرا رمضان آ گیا' پھر وہ اس رمضان میں یا اس کے بعد فوت ہو گیا' انہوں نے کہا: اس کی طرف سے ساٹھ مسکینوں کو ساٹھ کلو کھانا کھلایا جائے گا۔

(مصنف عبد الرزاق: ۷۶۷۳۔ ج ۴ ص ۱۸۳)

معمر بیان کرتے ہیں کہ قتادہ سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص پورا رمضان بیمار رہا' پھر تندرست ہو گیا' اس نے قضاء روزے نہیں رکھے تھے حتیٰ کہ دوسرا رمضان آ گیا' وہ اس رمضان میں یا اس کے بعد مر گیا؟ انہوں نے کہا: اس کی طرف سے پہلے رمضان کے ہر روزے کے عوض دو مسکینوں کو کھانا کھلایا جائے گا۔ (مصنف عبد الرزاق: ۷۶۷۳۔ ج ۴ ص ۱۸۳)

معمر بیان کرتے ہیں کہ ابن جریج اور عطاء نے کہا: میت کی طرف سے (ہر روزہ کے عوض) ہر روز ایک مسکین کو کھانا کھلایا جائے گا۔ (مصنف عبد الرزاق: ۷۶۷۹۔ ج ۴ ص ۱۸۴)

محمد بن عبد الرحمٰن بن ثوبان انصاری بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص فوت ہو گیا اور اس کے اوپر رمضان کے روزے تھے اور اس پر دوسرے مہینہ کے نذر کے روزے تھے' انہوں نے کہا: اس کی طرف سے ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلایا جائے گا۔ (مصنف عبد الرزاق: ۷۶۸۰۔ ج ۴ ص ۱۸۴' سنن بیہقی ج ۴ ص ۲۵۴)

خلاصہ بحث

غیر مقلدین علماء نے لکھا تھا کہ میت کی طرف سے قضاء روزہ رکھنے کے متعلق صحیح بخاری میں حضرت عائشہ کی حدیث ہے جس کے مطابق ان کا مذہب ہے اور امام ابو حنیفہ کا مذہب اس حدیث کے خلاف ہے اور ہم نے دلائل سے واضح کر دیا ہے کہ صحیح بخاری کی یہ حدیث غیر محفوظ ہے اور حضرت عائشہ اور حضرت ابن عباس کا فتویٰ اس حدیث کے خلاف ہے اور جب راوی کا قول اسی کی روایت کے خلاف ہو تو اعتبار اس کے قول کا ہوتا ہے' نیز حضرت ابن عمر' حضرت عبد اللہ بن عباس اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم نے فرمایا کہ کسی شخص کی طرف سے دوسرے کا روزہ رکھنا جائز نہیں ہے' یہ ممانعت کی روایت ہے اور ممانعت کی روایت جواز کی روایت پر مقدم اور راجح ہوتی ہے اور ہم نے بہ کثرت احادیث' آثار صحابہ اور فتاویٰ تابعین بیان کیے ہیں جن میں میت کی طرف سے کھانا کھلانے کی ترجیح ہے اور مزید قوی دلائل ہیں اور امام ابو حنیفہ کا مذہب ان احادیث اور آثار پر مبنی ہے' پھر یہ کہنا کہ امام ابو حنیفہ کا مذہب صحیح حدیث کے خلاف ہے' انصاف کا خون نہیں تو اور کیا ہے!

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۵۸۸۔ ج ۳ ص ۱۴۵ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے عنوان حسب ذیل ہیں:

(۱) میت کی طرف سے روزے رکھنے میں مذاہب ائمہ (۲) علامہ نووی کی بحث (۳) علامہ نووی کی بحث کے جوابات (۴) میت کی طرف سے قضاء نہ کرنے میں امام شافعی کی تحقیق۔

۱۹۵۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ قَالَ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو قَالَ حَدَّثَنَا زَائِدَةُ' عَنِ الْأَعْمَشِ' عَنْ مُسْلِمٍ الْبَطِينِ' عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ' عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ جَاءَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبد الرحیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معاویہ بن عمرو نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زائدہ نے حدیث بیان کی از اعمش از مسلم البطین از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے

رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ! إِنَّ أُمِّي مَاتَتْ وَعَلَيْهَا صَوْمُ شَهْرٍ، أَفَأَقْضِيهِ عَنْهَا؟ قَالَ نَعَمْ، قَالَ فَدَيْنُ اللّٰهِ أَحَقُّ أَنْ يُقْضَى. قَالَ سُلَيْمَانُ فَقَالَ الْحَكَمُ وَسَلَمَةُ، وَنَحْنُ جَمِيعًا جُلُوسٌ حِينَ حَدَّثَ مُسْلِمٌ بِهٰذَا الْحَدِيثِ، قَالَا سَمِعْنَا مُجَاهِدًا يَذْكُرُ هٰذَا عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ. وَيُذْكَرُ عَنْ أَبِي خَالِدٍ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنِ الْحَكَمِ وَمُسْلِمٍ الْبَطِينِ وَسَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ وَعَطَاءٍ وَمُجَاهِدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَتِ امْرَأَةٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أُخْتِي مَاتَتْ. وَقَالَ يَحْيَى وَأَبُو مُعَاوِيَةَ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ مُسْلِمٍ، عَنْ سَعِيدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَتِ امْرَأَةٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أُمِّي مَاتَتْ. وَقَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَبِي أُنَيْسَةَ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَتِ امْرَأَةٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أُمِّي مَاتَتْ وَعَلَيْهَا صَوْمُ نَذْرٍ. وَقَالَ أَبُو حَرِيزٍ حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَتِ امْرَأَةٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاتَتْ أُمِّي وَعَلَيْهَا صَوْمُ خَمْسَةَ عَشَرَ يَوْمًا.

(صحیح مسلم:۱۱۴۸-۸' الرقم المسلسل:۲۵۸۲' سنن ابوداؤد:۳۳۱۰' سنن ترمذی:۷۱۷-۷۱۶' سنن ابن ماجہ:۱۷۵۹)

بیان کیا کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا' اس نے کہا: یارسول اللہ! میری ماں فوت ہوگئی ہے اور اس پر ایک ماہ کے روزے ہیں' کیا میں اس کی طرف سے وہ روزے رکھوں؟ آپ نے فرمایا: اللہ کا قرض ادا کیے جانے کا زیادہ مستحق ہے۔ سلیمان نے بیان کیا' پس حکم اور سلمہ نے کہا: اور ہم سب بیٹھے ہوئے تھے جب سلمہ نے یہ حدیث بیان کی' ان دونوں نے کہا: ہم نے مجاہد سے سنا' وہ اس کا حضرت ابن عباس سے ذکر کرتے تھے' اور ابوخالد سے ذکر کیا جاتا ہے' انہوں نے کہا: ہمیں اعمش نے حدیث بیان کی از حکم اور مسلم البطین اور سلمہ بن کہیل از سعید بن جبیر اور عطاء اور مجاہد از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک عورت نے کہا: میری بہن فوت ہوگئی...... اور یحییٰ اور ابومعاویہ نے کہا: انہوں نے بیان کیا کہ ہمیں اعمش نے حدیث بیان کی از مسلم از سعید از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ ایک عورت نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ میری ماں فوت ہوگئی ہے اور عبید اللہ نے بیان کیا از زید بن ابی انیسہ از حکم از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ ایک عورت نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ بے شک میری ماں فوت ہوگئی ہے اور اس کے اوپر نذر کے روزے ہیں' اور ابوحریز نے کہا: ہمیں عکرمہ نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ ایک عورت نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: میری ماں فوت ہوگئی ہے اور اس پر پندرہ دن کے روزے ہیں۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن عبد الرحیم ابویحییٰ' انہیں ان کے عمدہ حافظہ کی وجہ سے صاعقہ کہا جاتا تھا' یہ ۲۵۵ھ میں فوت ہوگئے تھے (۲) معاویہ بن عمرو بن مہلب ازدی (۳) زائد بن قدامہ ابوصلت ثقفی بکری (۴) سلیمان اعمش (۵) مسلم البطین' یہ مسلم بن ابی عمران ہیں' ان کو ابن عمران کہا جاتا ہے' ان کی کنیت ابوعبد اللہ ہے (۶) سعید بن عباس (۷) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۸۷)

اس حدیث کی مطابقت باب کے عنوان کے ساتھ اس طرح ہے کہ ایک عورت نے کہا: یارسول اللہ! میری ماں فوت ہوگئی ہے اور اس پر ایک مہینہ کے روزے ہیں' کیا میں اس کی طرف سے ادا کردوں؟

حدیث مذکور کے متن اور سند میں اختلاف اور اضطراب اور اس کی وجہ سے حدیث مذکور کا ضعیف ہونا

شیخ وحید الزمان غیر مقلد متوفی ۱۳۲۸ھ نے لکھا ہے:

ان سندوں کے بیان کرنے سے امام بخاری کی غرض یہ ہے کہ اس حدیث میں بہت سے اختلافات ہیں' کوئی کہتا ہے: پوچھنے والا مرد تھا' کوئی کہتا ہے: عورت نے پوچھا تھا' کوئی ایک مہینے کے' کوئی پندرہ دن کے روزے کہتا ہے' اسی لیے امام احمد اور لیث نے نذر کا روزہ میت کی طرف سے درست کہا ہے اور رمضان کا روزہ درست نہیں رکھا' میں کہتا ہوں: ان اختلافات سے حدیث میں کوئی نقص نہیں آتا' اس کے سب راوی ثقہ ہیں اور ممکن ہے کہ یہ مختلف مواقع ہوں اور پوچھنے والے متعدد ہوں۔ (تیسیر الباری ج ۲ ص ۳۱۱)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

ابن عبد الملک نے کہا ہے کہ اس حدیث میں عظیم اضطراب ہے جو راویوں کے وہم پر دلالت کرتا ہے' حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ اضطراب سے حدیث سے وجہ استدلال میں کوئی خرابی نہیں ہوتی۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۴۵۷) علامہ عینی اس پر کلام کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ان کا یہ قول مردود ہے' اضطراب سے وجہ استدلال میں کیسے خرابی نہیں ہوگی' جب کہ حال یہ ہے کہ اضطراب صرف وہم سے ہوتا ہے' یا پھر اضطراب کی وجہ سے حدیث ضعیف ہوتی ہے' اور اس قائل نے اضطراب دور کرنے کے لیے یہ کہا ہے کہ سوال دراصل نذر کے متعلق تھا' پھر کسی نے اس کی روزے سے تفسیر کی اور کسی نے اس کی حج سے تفسیر کی اور زیادہ ظاہر یہ ہے کہ یہ دو واقعے تھے اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ جو روزہ کی نذر کا سوال کرنے والی تھی وہ خثعمیہ تھی اور جو حج کی نذر کا سوال کرنے والی تھی وہ جُہینہ تھی۔ علامہ عینی فرماتے ہیں: یہ توجیہ اس لیے مردود ہے کہ اس قائل نے کہا ہے کہ ہم پہلے اواخرِ حج میں لکھ چکے ہیں کہ امام مسلم نے حضرت بریدہ رضی اللہ کی حدیث روایت کی ہے کہ ایک عورت نے حج اور روزہ دونوں کے بارے میں سوال کیا تھا۔ (صحیح مسلم: ۱۱۴۹' سنن ابوداؤد: ۱۶۵۶' سنن ترمذی: ۶۶۷) (حافظ ابن حجر کی یہ عبارت فتح الباری ج ۳ ص ۴۵۷ پر ہے) علامہ عینی فرماتے ہیں کہ صحیح مسلم کی یہ حدیث اور اس قائل کی یہ عبارت اس پر دلالت کرتی ہے کہ یہ ایک ہی واقعہ تھا' لہٰذا یہ حدیث مضطرب رہی اور اس کا اضطراب اور ضعف دور نہ ہو سکا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۸۸ ملخصا وموضحا' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حدیث مذکور کا جواب

جن فقہاء نے اس سے پہلی حدیث سے یہ استدلال کیا تھا کہ میت کی طرف سے قضاء روزے رکھنے جائز ہیں' انہوں نے اس حدیث سے بھی یہی استدلال کیا ہے' اور اس حدیث سے ان کے استدلال کا بھی وہی جواب ہے جو اس سے پہلی حدیث کی شرح میں گزر چکا ہے' بہ شرطیکہ یہ حدیث صحیح ہو' لیکن یہ واضح ہو چکا ہے کہ یہ حدیث اضطراب کی وجہ سے ضعیف ہے۔

صحیح بخاری کی حدیث مذکور کے ناقابل عمل ہونے کی وجوہ

شارح مسلم علامہ قرطبی مالکی نے کہا ہے کہ امام مالک نے اس حدیث کے موافق حسب ذیل وجوہ سے عمل نہیں کیا:

(۱) اہل مدینہ نے اس حدیث کے موافق عمل نہیں کیا اور امام مالک اہل مدینہ کی اتباع کرتے ہیں۔

(۲) اس حدیث کے متن اور اس کی سند میں کافی اختلاف ہے جیسا کہ ہم نے ابھی بیان کیا ہے۔

(۳) امام بزار نے اس حدیث کو روایت کیا ہے اور اس کے آخر میں مذکور ہے کہ جو چاہے' اور ان الفاظ سے وہ وجوب ساقط ہو گیا جو اس حدیث سے استدلال کرنے والوں کا مؤقف ہے۔

(۴) اس حدیث سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ میت کی طرف سے اس کے ورثاء پر روزہ رکھنا واجب ہے' حالانکہ قرآن مجید سے یہ ثابت ہے کہ ہر شخص صرف اپنے عمل کا ذمہ دار ہے' سو یہ آیت قرآن مجید کے معارض ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ إِلَّا عَلَيْهَا. (الانعام:۱۶۴)

اور ہر شخص جو کچھ بھی کرتا ہے اُس کا وہی ذمہ دار ہے۔

(۵) اسی طرح یہ حدیث اس آیت کے بھی معارض ہے:

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ أُخْرٰى. (الانعام:۱۶۴)

اور کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔

(۶) صحیح بخاری کی حدیث مذکور درج ذیل حدیث کے بھی معارض ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نہ کوئی شخص کسی کی طرف سے نماز پڑھے اور نہ کوئی شخص کسی کی طرف سے روزہ رکھے لیکن میت کی طرف سے ہر روز ایک کلو طعام کھلایا جائے گا۔

(سنن کبریٰ:۲۹۳۰۔ج ۳ص ۲۵۷ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۴۲۱ھ)

یہ حدیث قیاسِ جلی کے بھی معارض ہے کیونکہ روزہ عبادتِ بدنیہ ہے اور بدنی عبادت دوسرے کی طرف سے نہیں کی جاسکتی۔

(المفہم ج ۳ص ۲۰۹ دار ابن کثیر بیروت ۱۴۲۰ھ)

اب غالباً غیر مقلدین علماء کی سمجھ میں آ گیا ہوگا کہ امام مالک اور امام ابوحنیفہ نے اس حدیث کے موافق کیوں مؤقف اختیار نہیں کیا۔

٤٣ - بَابُ مَتٰى يَحِلُّ فِطْرُ الصَّائِمِ

کس وقت روزہ دار کے لیے روزہ افطار کرنا جائز ہے

وَأَفْطَرَ أَبُوْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيُّ حِيْنَ غَابَ قُرْصُ الشَّمْسِ.

حضرت ابوسعید خدری نے اس وقت روزہ افطار کیا جب سورج کی ٹکیا غائب ہوگئی۔

اس تعلیق کے موافق حسب ذیل اثر ہے:

عبدالواحد بن ایمن اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے پاس گیا تو انہوں نے روزہ افطار کیا اور ہمارا گمان یہ تھا کہ ابھی سورج غروب نہیں ہوا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:۹۰۴۲ مجلس علمی بیروت مصنف ابن ابی شیبہ:۸۹۴۹ دار الکتب العلمیہ بیروت)

اس کی وجہ یہ تھی کہ جب حضرت ابوسعید کے نزدیک سورج کا غروب ہونا محقق ہوگیا تو پھر انہوں نے روزہ افطار کرنے میں مزید تاخیر نہیں کی اور اس کی طرف التفات نہیں کیا کہ کوئی اور ان کی موافقت کرتا ہے یا نہیں۔

١٩٥٤ - حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبِيْ يَقُوْلُ سَمِعْتُ عَاصِمَ بْنَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، عَنْ أَبِيْهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَقْبَلَ اللَّيْلُ مِنْ هَا هُنَا، وَأَدْبَرَ النَّهَارُ مِنْ هَا هُنَا، وَغَرَبَتِ الشَّمْسُ، فَقَدْ أَفْطَرَ الصَّائِمُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حمیدی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن عروہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے اپنے والد سے سنا انہوں نے کہا کہ انہوں نے عاصم بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے سنا از والد خود وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب رات اس طرف (مشرق) سے نمودار ہو جائے اور دن اس طرف (مغرب) میں چلا جائے اور سورج غروب ہو جائے تو روزہ دار کے افطار کا وقت آ گیا۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) حمیدی' یہ عبداللہ بن زبیر بن عیسیٰ قرشی اسدی ابوبکر کی ہیں (۲) سفیان بن عیینہ (۳) ہشام بن عروہ (۴) ان کے والد عروہ بن الزبیر بن عوام ہیں (۵) عاصم بن عمر بن خطاب ابوعمر قرشی (۶) ان کے والد حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ۔

(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۹۲)

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۹۴۱ میں گزر چکی ہے۔

۱۹۵۵ - حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ الْوَاسِطِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ، عَنِ الشَّيْبَانِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ اَوْفٰى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَفَرٍ وَهُوَ صَائِمٌ، فَلَمَّا غَابَتِ الشَّمْسُ، قَالَ لِبَعْضِ الْقَوْمِ يَا فُلَانُ قُمْ فَاجْدَحْ لَنَا. فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَوْ اَمْسَيْتَ! قَالَ انْزِلْ فَاجْدَحْ لَنَا. قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَوْ اَمْسَيْتَ! قَالَ انْزِلْ فَاجْدَحْ لَنَا. قَالَ اِنَّ عَلَيْكَ نَهَارًا، قَالَ انْزِلْ فَاجْدَحْ لَنَا. فَنَزَلَ فَجَدَحَ لَهُمْ، فَشَرِبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ اِذَا رَاَيْتُمُ اللَّيْلَ قَدْ اَقْبَلَ مِنْ هَا هُنَا، فَقَدْ اَفْطَرَ الصَّائِمُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق الواسطی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی از شیبانی از حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے اور آپ روزہ دار تھے' پس جب سورج غروب ہو گیا تو آپ نے کسی سے فرمایا: اے فلاں! اٹھو اور ہمارے لیے ستو گھولو' اس نے کہا: یارسول اللہ! اگر آپ شام کر لیتے تو؟ آپ نے فرمایا: تم سواری سے اترو اور ہمارے لیے ستو گھولو' اس نے کہا: یارسول اللہ! اگر آپ شام کر لیتے تو؟ آپ نے فرمایا: تم سواری سے اترو اور ہمارے لیے ستو گھولو' اس نے کہا: ابھی آپ کے اوپر دن ہے' آپ نے فرمایا: اترو اور ہمارے لیے ستو گھولو' پس وہ اترا اور اس نے ان کے لیے ستو گھولے' پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ستو پئے' پھر آپ نے فرمایا: جب تم رات کو اس طرف (مشرق) سے آتے ہوئے دیکھو تو اس وقت روزہ دار کا روزہ افطار ہو جاتا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۹۴۱ میں گزر چکی ہے۔

۴۴ - بَابٌ يُّفْطِرُ بِمَا تَيَسَّرَ عَلَيْهِ، بِالْمَاءِ وَغَيْرِهٖ

روزہ دار کو پانی یا جو چیز بھی میسر ہو اس سے روزہ افطار کر لے

۱۹۵۶ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا الشَّيْبَانِيُّ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ ابْنَ اَبِيْ اَوْفٰى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سِرْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ صَائِمٌ، فَلَمَّا غَابَتِ الشَّمْسُ قَالَ انْزِلْ فَاجْدَحْ لَنَا. قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، لَوْ اَمْسَيْتَ! قَالَ انْزِلْ فَاجْدَحْ لَنَا. قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اِنَّ عَلَيْكَ نَهَارًا، قَالَ انْزِلْ فَاجْدَحْ لَنَا، فَنَزَلَ فَجَدَحَ،

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شیبانی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر کر رہے تھے' جب سورج غروب ہو گیا تو آپ نے (کسی سے) فرمایا: اترو اور ہمارے لیے ستو گھولو' اس نے کہا: یارسول اللہ! اگر آپ شام کر لیں تو؟ آپ نے فرمایا: اترو اور

ثُمَّ قَالَ إِذَا رَأَيْتُمُ اللَّيْلَ أَقْبَلَ مِنْ هَا هُنَا فَقَدْ أَفْطَرَ الصَّائِمُ. وَأَشَارَ بِإِصْبَعِهِ قِبَلَ الْمَشْرِقِ.

ہمارے لیے ستو گھولو اس نے کہا: یارسول اللہ! ابھی آپ کے اوپر دن ہے آپ نے فرمایا: اترو اور ہمارے لیے ستو گھولو پس وہ سواری سے اترا اور اُس نے ستو گھولے پھر آپ نے فرمایا: جب تم رات کو اس طرف (مشرق سے) آتے ہوئے دیکھو تو روزہ دار کا روزہ افطار ہو جاتا ہے اور آپ نے اپنی انگلی سے مشرق کی طرف اشارہ کیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۹۴۱ میں گزر چکی ہے۔

٤٥ - بَابُ تَعْجِيلِ الْإِفْطَارِ

افطار میں جلدی کرنا

۱۹۵۷ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَزَالُ النَّاسُ بِخَيْرٍ مَّا عَجَّلُوا الْفِطْرَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابوحازم از حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لوگ اس وقت تک ہمیشہ خیر سے رہیں گے جب تک افطار میں جلدی کرتے رہیں گے۔

(صحیح مسلم: ۱۰۹۸' الرقم المسلسل: ۲۴۴۳' سنن ابن ماجہ: ۱۶۹۷' سنن کبریٰ: ۳۳۱۲' مسند ابویعلیٰ: ۷۵۱۱' صحیح ابن خزیمہ: ۲۰۵۹' المعجم الکبیر: ۵۸۸۰_۵۹۸۱' سنن بیہقی ج ۴ ص ۲۳۷' مسند احمد ج ۵ ص ۳۳۱ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۲۸۰۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

وقت سے پہلے روزہ افطار کرنے پر وعید

حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: خواب میں میرے پاس دو مرد آئے' انہوں نے مجھے میری بغلوں سے پکڑ کر اٹھایا' پھر وہ مجھے ایک دشوار پہاڑ پر لے کر آئے' پھر ان دونوں نے مجھ سے کہا: چڑھیں' میں نے کہا: میں اس پر چڑھنے کی طاقت نہیں رکھتا' انہوں نے کہا: ہم آپ کے لیے چڑھنا آسان کر دیں گے' پس میں اس پر چڑھا حتیٰ کہ جب میں اس کے درمیان میں پہنچا تو میں نے بہت پُرشور آوازیں سنیں' میں نے پوچھا: یہ کیسی آوازیں ہیں؟ انہوں نے کہا: یہ اہل دوزخ کا شور ہے' پھر میں نے ایسے لوگ دیکھے جن کی کونچیں (ایڑی کے اوپر کے پٹھے) لٹکی ہوئی تھیں اور ان کے جبڑے چیرے ہوئے تھے اور ان کے جبڑوں سے خون بہہ رہا تھا' میں نے پوچھا: یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا: یہ وہ لوگ ہیں جو روزے کا وقت آنے سے پہلے روزہ کھول لیتے تھے۔ (امام حاکم فرماتے ہیں:) یہ حدیث امام مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے لیکن انہوں نے اس کی روایت نہیں کی۔

(المستدرک: ۱۶۰۹' صحیح ابن حبان: ۷۴۹۱' صحیح ابن خزیمہ: ۱۹۸۶' المستدرک ج ۲ ص ۲۱۰ طبع قدیم)

غروبِ آفتاب کے بعد جلد روزہ افطار کرنے کے متعلق احادیث اور آثار

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: میرے سب سے زیادہ پسندیدہ بندے وہ ہیں جو (وقت ہو جانے کے بعد) سب سے جلدی روزہ افطار کرتے ہیں۔

(سنن ترمذی: ۷۰۰' صحیح ابن خزیمہ: ۲۰۶۲' مسند احمد ج ۲ ص ۳۲۹' مسند احمد: ۸۳۶۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

ابوعطیہ بیان کرتے ہیں کہ میں اور مسروق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے' ہم نے کہا: یاام المؤمنین! سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب

میں سے بعض وہ ہیں جو جلدی روزہ افطار کرتے ہیں اور جلدی نماز پڑھتے ہیں اور بعض وہ ہیں جو تاخیر سے روزہ افطار کرتے ہیں اور تاخیر سے نماز پڑھتے ہیں' حضرت عائشہ نے پوچھا: وہ کون ہیں جو جلدی روزہ افطار کرتے ہیں اور جلدی نماز پڑھتے ہیں؟ ہم نے کہا: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح کرتے تھے' ابو عطیہ نے کہا: اور دوسرے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ تھے۔ (سنن ترمذی: ۷۰۲' صحیح مسلم: ۱۰۹۹' سنن ابوداؤد: ۲۳۵۴' سنن نسائی: ۲۱۵۴)

ابن مسیب اپنے والد سے روایت کرتے ہیں: انہوں نے بیان کیا کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا' اس وقت شام سے ایک قافلہ آیا تو حضرت عمر ان سے احوال معلوم کرنے لگے' پس انہوں نے پوچھا: کیا اہل شام جلدی روزہ افطار کرتے ہیں؟ قافلہ والوں نے کہا: جی ہاں! حضرت عمر نے فرمایا: وہ جب تک ایسا کرتے رہیں گے تو ہمیشہ خیر سے رہیں گے اور اہل عراق کی طرح ستاروں کے نکلنے کا انتظار نہیں کریں گے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۷۶۱۹۔ ج ۴ ص ۱۷۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

ابن مسیب بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے شہروں کے حُکّام کی طرف یہ حکم لکھ کر بھیجا کہ تم روزہ افطار کرنے میں حد سے بڑھنے والوں میں سے نہ ہو جانا' اور نہ تم نماز کا انتظار کرنے میں ستاروں کے جال بننے کا انتظار کرنا۔

(مصنف عبدالرزاق: ۷۶۲۰۔ ج ۴ ص ۱۷۳)

عمرو بن میمون اودی بیان کرتے ہیں کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب سب لوگوں سے جلدی افطار کرتے تھے اور سب سے دیر میں سحری کرتے تھے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۷۶۲۱۔ ج ۴ ص ۱۷۳)

جلدی روزہ افطار کرنے کی توجیہ اور اس سلسلہ میں مزید احادیث

المہلب مالکی متوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ افطار کرنے میں جلدی کی ترغیب اس لیے دی ہے تاکہ دن میں رات کا وقت داخل نہ ہو جائے (یعنی روزہ طویل نہ ہو جائے) اور اللہ تعالیٰ نے روزہ کی جو حد فرض کی ہے' اس میں اضافہ نہ ہو جائے' اور وقت پورا ہونے کے بعد روزہ جلد افطار کرنے میں روزہ دار کے لیے نرمی اور سہولت ہے اور روزہ رکھنے میں زیادہ قوت کا باعث ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۸۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

میں کہتا ہوں کہ روزہ جلد افطار کرنے کے متعلق مزید یہ احادیث اور آثار ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس وقت تک دین ہمیشہ غالب رہے گا جب تک لوگ روزہ افطار کرنے میں جلدی کرتے رہیں گے' کیونکہ یہود اور نصاریٰ تاخیر کرتے ہیں۔

(سنن ابوداؤد: ۲۳۵۳' سنن نسائی: ۳۳۱۳' سنن ابن ماجہ: ۱۶۹۸' صحیح ابن حبان: ۳۵۰۹۔ ۳۵۰۳' صحیح ابن خزیمہ: ۲۰۶۰' المستدرک ج ۱ ص ۴۳۱' مسند احمد ج ۲ ص ۴۵۰' مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۰۳۷' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۹۴۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہا: اس وقت روزہ افطار نہ کرو جب ستارے ظاہر ہو جاتے ہیں کیونکہ یہ یہود کا طریقہ ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۰۴۰' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۹۴۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے ابن التیاح سے پوچھا: کیا سورج غروب ہو گیا؟ انہوں نے کہا: جلدی نہ کریں' آپ نے پھر پوچھا: کیا سورج غروب ہو گیا؟ انہوں نے کہا: جلدی نہ کریں' آپ نے پھر پوچھا: کیا سورج غروب ہو گیا' انہوں نے کہا: جی ہاں! اب روزہ افطار کر لیں' پھر آپ سواری سے اترے اور نماز پڑھی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۰۴۵' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۹۵۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

ابراہیم یہ کہتے تھے کہ جلدی روزہ افطار کرنا سنتوں میں سے ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۰۴۸ مجلس علمی بیروت مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۹۵۵ دار الکتب العلمیہ بیروت)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۲۴۵۰۔ ج ۳ ص ۸۲ پر مذکور ہے وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

١٩٥٨ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ، عَنِ ابْنِ اَبِيْ اَوْفٰى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَفَرٍ، فَصَامَ حَتّٰى اَمْسٰى، قَالَ لِرَجُلٍ اِنْزِلْ فَاجْدَحْ لِيْ. قَالَ لَوِ انْتَظَرْتَ حَتّٰى تُمْسِيَ، قَالَ اِنْزِلْ فَاجْدَحْ لِيْ، اِذَا رَاَيْتَ اللَّيْلَ قَدْ اَقْبَلَ مِنْ هَا هُنَا، فَقَدْ اَفْطَرَ الصَّائِمُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابوبکر نے حدیث بیان کی از سلیمان از حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھا آپ نے روزہ رکھا حتیٰ کہ شام کا وقت ہو گیا آپ نے ایک شخص سے فرمایا: (سواری سے) اترو اور میرے لیے ستو گھولو اس نے کہا: آپ انتظار فرمائیں حتیٰ کہ شام ہو جائے آپ نے فرمایا: اترو اور میرے لیے ستو گھولو جب تم دیکھو کہ رات اس طرف (مشرق) سے آ رہی ہے تو روزہ دار کے افطار کا وقت ہو گیا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۹۴۱ میں گزر چکی ہے۔

٤٦ - بَابٌ اِذَا اَفْطَرَ فِيْ رَمَضَانَ ثُمَّ طَلَعَتِ الشَّمْسُ

جب کسی شخص نے رمضان میں روزہ افطار کر لیا پھر سورج طلوع ہو گیا

اس باب میں یہ بیان کیا جائے گا کہ جب کسی شخص نے رمضان میں یہ گمان کیا کہ سورج غروب ہو گیا اور اس نے روزہ افطار کر لیا پھر بعد میں سورج نکل آیا تو اس شخص کا کیا حکم ہے؟ آیا اس پر اس روزہ کی قضاء واجب ہے یا نہیں؟

١٩٥٩ - حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ فَاطِمَةَ، عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِيْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَتْ اَفْطَرْنَا عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ غَيْمٍ، ثُمَّ طَلَعَتِ الشَّمْسُ. قِيْلَ لِهِشَامٍ فَاُمِرُوْا بِالْقَضَاءِ؟ قَالَ لَابُدَّ مِنْ قَضَاءٍ. وَقَالَ مَعْمَرٌ سَمِعْتُ هِشَامًا لَا اَدْرِيْ اَقَضَوْا اَمْ لَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسامہ نے حدیث بیان کی از ہشام بن عروہ از فاطمہ از حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتی ہیں کہ ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ایک ابر آلود دن میں روزہ افطار کیا پھر سورج طلوع ہو گیا پس ہشام سے کہا گیا تو ان کو روزہ قضاء کرنے کا حکم دیا گیا انہوں نے کہا: قضاء کے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے اور معمر نے کہا: میں نے ہشام سے سنا: مجھے معلوم نہیں کہ آیا انہوں نے روزہ قضاء کیا تھا یا نہیں۔

(سنن ابوداؤد: ۲۳۵۹ سنن ابن ماجہ: ۱۶۷۴)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبداللہ بن ابی شیبہ یہ عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ ابوبکر ہیں اور ابوشیبہ کا نام ابراہیم بن عثمان ہے (۲) ابو اسامہ حماد بن اسامہ لیثی (۳) ہشام بن عروہ بن زبیر بن عوام (۴) فاطمہ بنت منذر یہ ہشام کی زوجہ اور ان کی عم زاد ہیں (۵) حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۹۶)

ابر آلود دن میں روزہ افطار کرنے کے متعلق مختلف روایات

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جس روزہ دار نے رمضان کا روزہ اس گمان سے افطار کرلیا کہ سورج غروب ہو گیا ہے اور واقع میں سورج غروب نہیں ہوا تھا تو وہ باقی دن کھانے پینے سے رکا رہے گا' اس پر اس روزہ کی قضاء ہے' کفارہ نہیں ہے۔ ابن سیرین' سعید بن جبیر' اوزاعی' سفیان ثوری' امام مالک' امام احمد' امام شافعی اور اسحاق کا یہی قول ہے' اور اگر اس نے گمان کے بعد جماع کر لیا تھا تو امام احمد کے نزدیک اس پر کفارہ ہے۔

مجاہد' عطاء اور عروہ بن زبیر نے کہا ہے کہ اس پر روزہ کی قضاء نہیں ہے اور ان کے نزدیک وہ اس شخص کی طرح ہے جس نے بھول کر کھالیا۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ سے دو روایتیں ہیں' ایک روایت یہ ہے کہ حضرت عمر نے فرمایا: جس نے کچھ کھالیا تو وہ اس کے عوض میں ایک روزہ کی قضاء کرے گا اور دوسری روایت یہ ہے کہ حضرت عمر نے روزہ افطار کرلیا اور لوگوں نے بھی روزہ افطار کرلیا' پھر مؤذن نے چڑھ کر یہ اعلان کیا کہ اے لوگو! سورج غروب نہیں ہوا تو حضرت عمر نے فرمایا: جس نے روزہ افطار کرلیا' وہ اس کی جگہ روزہ رکھے۔ دوسری روایت میں ہے کہ ہمیں پرواہ نہیں ہے' اللہ کی قسم! ہم اس کی جگہ روزہ رکھیں گے۔

(سنن بیہقی ج ۴ ص ۲۱۷' نشر السنہ' ملتان)

امام بیہقی نے کہا ہے کہ زید بن وہب نے یہ روایت کی ہے کہ ہم رمضان میں مسجد مدینہ میں بیٹھے ہوئے تھے اور آسمان پر بادل تھے اور سورج غائب تھا اور شام کا وقت ہو چکا تھا' پھر حضرت حفصہ رضی اللہ کے گھر سے ہمارے لیے دودھ آیا' حضرت عمر نے بھی دودھ پیا اور ہم نے بھی دودھ پی لیا' پھر تھوڑی دیر بعد بادل چھٹ گئے اور سورج ظاہر ہو گیا' پھر ہم میں سے کسی نے کہا کہ ہم اس روزہ کی قضاء کریں گے' حضرت عمر رضی اللہ نے یہ سن کر کہا: اللہ کی قسم! ہم اس روزہ کی قضاء نہیں کریں گے' ہم نے عمداً اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کی ہے۔ (سنن بیہقی ج ۴ ص ۲۱۷)

المبسوط میں حضرت عمر کی حدیث مذکور ہے' ان کے افطار کرنے کے بعد مؤذن اذان کی جگہ پر چڑھا' اس نے کہا: اے امیر المؤمنین! سورج نکلا ہوا ہے' حضرت عمر نے کہا: ہم نے تم کو داعی (نماز کی دعوت دینے والا) بنایا ہے' راعی (احکام نافذ کرنے والا) نہیں بنایا' ہم نے عمداً نافرمانی نہیں کی اور ایک روزہ کی قضاء کرنا ہم پر آسان ہے' امام بیہقی نے روایت کیا ہے کہ حضرت صہیب نے رمضان میں ابر آلود دن میں روزہ افطار کرلیا' پھر کہا: تم کو اللہ نے کھلایا ہے' تم رات تک اپنا روزہ پورا کرو اور اس روزہ کی جگہ ایک دن روزہ رکھو۔ اس قول کو محمد بن سیرین اور سعید بن جبیر نے روایت کیا ہے۔ (سنن بیہقی ج ۴ ص ۲۱۸)

حدیث مذکور کے متعلق مذاہب ائمہ

امام مالک' سفیان ثوری' اوزاعی' امام شافعی' امام احمد' ابوثور اور امام ابوحنیفہ کا بھی یہی قول ہے' اسحاق نے کہا ہے کہ اس پر قضاء واجب نہیں ہے' لیکن اس کا قضاء کرنا مستحب ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۹۸۔ ۹۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں اس طرح کے واقعات اس وقت متصور تھے جب گھڑیاں ایجاد نہیں ہوئی تھیں' اب جب کہ گھڑیاں ایجاد ہو چکی ہیں تو آسمان پر ابر ہو یا سورج نکلا ہوا ہو' ہر صورت میں وقت مقرر پر روزہ افطار کیا جائے گا۔

۴۷ - بَابُ صَوْمِ الصِّبْيَانِ — بچوں کا روزہ رکھنا

اس باب میں یہ بیان کیا جائے گا کہ بچوں کا روزہ رکھنا مشروع ہے یا نہیں' جمہور کا موقف یہ ہے کہ جن کی عمر بلوغت سے کم ہو'

ان پر روزہ رکھنا واجب نہیں ہے' متقدمین کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ ان کا روزہ رکھنا مستحب ہے' ابن سیرین اور زہری کا بھی یہی قول ہے اور یہی امام شافعی کا قول ہے' انہوں نے کہا کہ جب بچے روزے رکھ سکیں تو ان کو مشق کرانے کے لیے ان سے روزے رکھوانے چاہئیں۔ امام شافعی کے اصحاب کے نزدیک اس کی حد نماز کی طرح سات سال اور دس سال ہے اور اسحاق کے نزدیک اس کی حد بارہ سال ہے اور امام احمد کے نزدیک ایک روایت میں اس کی حد دس سال ہے' اور امام مالک کا مشہور قول یہ ہے کہ بچوں کے حق میں روزہ مشروع نہیں ہے۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ علماء کا اس پر اجماع ہے کہ عبادات اور فرائض صرف بلوغ کے وقت لازم ہوتے ہیں مگر اکثر علماء نے برکت کے لیے بچوں کو عبادات کی مشق کرانا مستحسن قرار دیا ہے تا کہ بچے عبادات کے عادی ہو جائیں اور جب ان پر عبادت لازم ہو تو ان کے لیے عبادت کرنا سہل ہو اور جو ان کو عبادت کی مشق کرائے گا' اس کو اجر ملے گا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۹۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

وَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ لِنَشْوَانٍ فِيْ رَمَضَانَ وَيْلَكَ، وَصِبْيَانُنَا صِيَامٌ، فَضَرَبَهُ.

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک نشہ باز شخص سے فرمایا: تجھ پر افسوس ہے (تو نے رمضان میں بھی شراب پی رکھی ہے) حالانکہ ہمارے بچے بھی روزے سے ہیں' پھر اسے مارا۔

(اس تعلیق کو امام سعید بن منصور نے سند موصول کے ساتھ روایت کیا ہے۔ عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۹۹)

۱۹٦۰ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ ذَكْوَانَ، عَنِ الرُّبَيِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذٍ قَالَتْ أَرْسَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَدَاةَ عَاشُوْرَاءَ إِلٰى قُرَى الْأَنْصَارِ مَنْ أَصْبَحَ مُفْطِرًا فَلْيُتِمَّ بَقِيَّةَ يَوْمِهِ، وَمَنْ أَصْبَحَ صَائِمًا فَلْيَصُمْ. قَالَتْ فَكُنَّا نَصُوْمُهُ بَعْدُ، وَنُصَوِّمُ صِبْيَانَنَا، وَنَجْعَلُ لَهُمُ اللُّعْبَةَ مِنَ الْعِهْنِ، فَإِذَا بَكٰى أَحَدُهُمْ عَلَى الطَّعَامِ أَعْطَيْنَاهُ ذَاكَ حَتّٰى يَكُوْنَ عِنْدَ الْإِفْطَارِ.

(صحیح مسلم: ۱۱۳٦' الرقم المسلسل: ۲۵۵۸)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں بشر بن المفضل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد بن ذکوان نے حدیث بیان کی از حضرت رُبیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دس محرم کی صبح کو انصار کی بستیوں میں یہ پیغام بھیجا کہ جو شخص صبح کو اس حال میں اٹھا کہ اس کا روزہ نہیں تھا تو وہ باقی دن کھانے سے رکا رہے اور جو صبح کو روزے کی حالت میں اٹھا تو وہ اپنے روزہ پر قائم رہے' حضرت رُبیع نے کہا: ہم اس کے بعد روزے رکھتے تھے اور ہم اپنے بچوں کو بھی روزے رکھواتے تھے اور ہم ان کے لیے رنگین اُون کی گڑیاں بناتے تھے' پس جب ان میں سے کوئی کھانے کے لیے روتا تو ہم اس کو وہ گڑیاں دے دیتے یہاں تک کہ افطار کا وقت آ جاتا۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) مُسدد (۲) بشر بن فضل (۳) خالد بن ذکوان ابو الحسن (۴) حضرت رُبیع انصاریہ رضی اللہ عنہا' انہوں نے درخت کے نیچے بیعت رضوان کی تھی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۹۹)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ بچوں کے کھیلنے کے لیے سُرخ اون سے گڑیاں بنانا جائز ہے تا کہ بچے

روزے میں بہل جائیں' اور شاید کہ نبی ﷺ کو بچوں کے روزوں کا علم نہیں تھا اور یہ بہت بعید ہے کہ آپ نے بچوں کو روزے رکھنے کا حکم دیا ہو' کیونکہ یہ ان کو سخت عبادت میں ڈال کر تکلف میں مبتلا کرنا ہے اور ایسی عبادت کا مکلف کرنا ہے جو سال میں مکرر نہیں ہوتی۔
(المفہم ج ۳ ص ۱۹۷)

علامہ قرطبی پر صحیح ابن خزیمہ کی اس حدیث سے رد کیا گیا ہے کہ حضرت رزینہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ دس محرم میں ان کو یہ حکم دیتے تھے کہ وہ اپنے دودھ پیتے بچوں کو شام تک دودھ نہ پلائیں' اسی طرح حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو حکم دیتے تھے اور آپ بچوں کے منہ میں اپنا لعاب ڈالتے' اور آپ کا لعاب انہیں کافی ہوتا تھا۔

(صحیح ابن خزیمہ: ۲۰۸۹-۲۰۸۸- ج ۳ ص ۲۸۹-۲۸۸' مکتب اسلامی' بیروت' ۱۳۹۵ھ)

علامہ ذہبی نے تجرید الصحابہ میں لکھا ہے کہ حضرت رزینہ' رسول اللہ ﷺ کی خادمہ تھیں اور آپ کی زوجہ حضرت ام المؤمنین صفیہ رضی اللہ عنہا کی باندی تھیں اور ان کی بیٹی اَمَۃُ اللہ نے نبی ﷺ سے حدیث روایت کی ہے اور وہ یہی مذکور الصدر حدیث ہے' اس کو امام ابویعلیٰ' امام طبرانی اور امام بیہقی نے بھی روایت کیا ہے۔ (مسند ابویعلیٰ: ۷۱۶۳' المعجم الکبیر ج ۲۴ ص ۲۷۷' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۶ ص ۲۲۶' المعجم الاوسط: ۲۵۶۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۰ھ' حافظ الہیثمی نے بھی اس کا ذکر کیا ہے۔ مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۸۶)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رمضان کے روزوں کے فرض ہونے سے پہلے عاشوراء کا روزہ رکھنا فرض تھا اور اس حدیث میں بچوں کو روزوں کی مشق کرانے کے لیے ان کو روزہ رکھوانے کا جواز ہے' اور اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ جب صحابہ یہ کہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں یہ کام کرتے تھے تو وہ مرفوع حدیث کے حکم میں ہے کیونکہ نبی ﷺ کا سکوت اس پر دلالت کرتا ہے کہ آپ نے اس فعل کو برقرار رکھا ہے اور آپ اس فعل پر راضی ہیں ورنہ آپ اس فعل کا انکار فرما دیتے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۹۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے بھی حضرت رزینہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کا صحیح ابن خزیمہ کے حوالے سے ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ اس کی سند کے راویوں میں کوئی حرج نہیں ہے اور اس حدیث سے علامہ قرطبی پر رد کیا ہے جنہوں نے بچوں کو روزہ رکھوانے سے منع کیا ہے۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۴۶۲' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

٤٨ - بَابُ الْوِصَالِ وَمَنْ قَالَ لَيْسَ فِي اللَّيْلِ صِيَامٌ

وصال کے روزے یعنی روزہ کو روزہ سے ملانا' اور جس نے یہ کہا کہ رات کا روزہ نہیں ہے (یعنی روزہ افطار کرنے کے بعد سحری تک کچھ نہ کھایا پیا جائے)

''وصال'' کا معنی صحیح البخاری: ۱۹۲۲ کی شرح میں تفصیل سے بیان کیا جا چکا ہے۔

لِقَوْلِهِ تَعَالَى ﴿ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى اللَّيْلِ﴾ (البقرہ: ۱۸۷). وَنَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْهُ رَحْمَةً لَّهُمْ وَاِبْقَاءً عَلَيْهِمْ' وَمَا يُكْرَهُ مِنَ التَّعَمُّقِ.

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: پھر روزہ کو رات آنے تک پورا کرو۔ (البقرہ: ۱۸۷) رسول اللہ ﷺ نے وصال کے روزے رکھنے سے منع فرمایا' یہ رسول اللہ ﷺ کی مسلمانوں پر رحمت تھی اور ان کو ان کی طاقت پر برقرار رکھنا تھا اور شرعی حکم کی گہرائی اور گیرائی میں جانے کی کراہت ہے۔

۱۹۶۱ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنِي يَحْيٰى' عَنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی

شُعْبَةَ قَالَ حَدَّثَنِيْ قَتَادَةُ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُوَاصِلُوْا. قَالُوْا اِنَّكَ تُوَاصِلُ! قَالَ لَسْتُ كَاَحَدٍ مِّنْكُمْ اِنِّيْ اُطْعَمُ وَاُسْقٰى، اَوْ اِنِّيْ اَبِيْتُ اُطْعَمُ وَاُسْقٰى. (طرف الحدیث:۷۲۴۱)

کی انہوں نے کہا: مجھے یحییٰ نے حدیث بیان کی از شعبہ انہوں نے کہا: مجھے قتادہ نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: تم وصال نہ کرو (یعنی روزہ کے ساتھ روزہ نہ ملاؤ)' صحابہ نے کہا: آپ بھی تو وصال کرتے ہیں' آپ نے فرمایا: میں تم میں سے کسی کی مثل نہیں ہوں' بے شک مجھے کھلایا جاتا ہے اور پلایا جاتا ہے' یا فرمایا: میں (اپنے رب کے پاس) رات گزارتا ہوں اور مجھے کھلایا اور پلایا جاتا ہے۔

(صحیح مسلم:۱۱۰۴' الرقم المسلسل:۲۴۶۰' صحیح ابن خزیمہ:۲۰۷۰' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۸۲' مسند احمد ج ۳ ص ۱۲۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۲۲۴۸۔ ج ۱۹ ص ۲۷۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

صوم وصال میں مذاہب ائمہ

اس حدیث میں صوم وصال رکھنے سے منع فرمایا ہے' غیر مقلدین کے نزدیک صوم وصال رکھنا حرام ہے' امام مالک' امام شافعی' امام ابوحنیفہ اور جمہور فقہاء کے نزدیک صوم وصال رکھنا مکروہ ہے اور بعض فقہاء نے کہا ہے کہ جو صومِ وصال رکھ سکتا ہو اس کے لیے صومِ وصال رکھنا جائز ہے۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما اور ابن عامر اور ابن وضاح مالکی صومِ وصال رکھتے تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۰۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

قرآن مجید میں آپ کی مثل کا ثبوت ہے اور حدیث میں آپ کی مثل کی نفی ہے' اس تعارض کا مصنف کی طرف سے جواب اور علماء دیوبند کے جواب کا ردّ

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: میں تم میں سے کسی کی مثل نہیں ہوں' جب کہ قرآن مجید میں ہے:

قُلْ اِنَّمَاۤ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰۤى اِلَيَّ اَنَّمَاۤ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ. (الکہف:۱۱۰)

آپ کہیے: میں (خدا نہ ہونے میں) تمہاری ہی مثل بشر ہوں' میری طرف یہی وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا خدا ایک خدا ہے۔

اس جگہ یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ قرآن مجید میں یہ تصریح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کی مثل ہیں اور اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں سے فرمایا: میں تم میں سے کسی کی مثل نہیں ہوں' اور یہ قرآن مجید اور حدیث صحیح میں تعارض ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک عدمی صفت ہے اور دوسری آپ کی وجودی صفات ہیں' عدمی صفت یہ ہے کہ آپ خدا نہیں ہیں' اسی طرح آپ واجب اور قدیم نہیں ہیں اور آپ کی کوئی صفت ممتنع الزوال اور غیر متناہی نہیں ہے اور آپ مستحق عبادت نہیں ہیں' دوسری آپ کی وجودی صفات ہیں' مثلاً آپ نبی اور رسول ہیں' اللہ کے محبوب ہیں اور آپ بشری کثافتوں سے منزہ ہیں اور آپ تمام نبیوں اور رسولوں کے قائد اور ان کے سردار ہیں' آپ خلقت میں سب سے اوّل اور بعثت میں سب سے آخر ہیں' وغیرھا من الصفات الکمالیۃ۔

سو قرآن مجید میں جو بیان کیا گیا ہے کہ آپ مسلمانوں کی مثل ہیں' اس سے مراد یہ ہے کہ آپ اپنی عدمی صفت یعنی خدا نہ ہونے میں مسلمانوں کی مثل ہیں اور حدیث میں جو ذکر ہے کہ آپ کسی مسلمان کی مثل نہیں ہیں' اس سے مراد یہ ہے کہ کسی وجودی صفت میں کوئی مسلمان آپ کی مثل نہیں ہے۔

بعض علماء (خلیل احمد سہارنپوری متوفی ۱۳۴۶ ھ) نے اس تعارض کو اس طرح ردّ کیا ہے کہ نفس مخلوق اور نفس بشر ہونے میں آپ

عام مسلمانوں کی مثل ہیں اور فضائل و کمالات میں کوئی مخلوق اور کوئی بشر آپ کی مثل نہیں ہے۔(براہین قاطعہ ص ۳' مطبع بلالی ہند)
میں کہتا ہوں کہ یہ توجیہ دو وجوہ سے مردود ہے: اوّل اس لیے کہ قرآن مجید نے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مسلمانوں کی مثل فرمایا ہے اس کے ساتھ یہ فرمایا ہے کہ "مجھ پر یہ وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا خدا ایک خدا ہے" اس کا حاصل یہ ہے کہ نہ میں خدا ہوں' نہ تم خدا ہو اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عدمی صفت ہے کہ آپ خدا نہیں ہیں' اور اس معنی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام مسلمانوں بلکہ تمام مخلوق کی مثل ہیں' سو جنہوں نے یہ کہا ہے کہ آپ نفسِ بشریت میں تمام مسلمانوں کی مثل ہیں' وہ قرآن مجید کی بیان کردہ اس مثلیت کے خلاف ہے۔
دوسری وجہ یہ ہے کہ عوارضِ شخصیہ سے قطع نظر کر کے اور خصائصِ وجودیہ سے صرف نظر کر کے نفس بشر کا خارج میں کوئی وجود نہیں ہے' خارج اور نفس الامر میں جب بھی کسی بشر کا وجود ہوگا تو وہ کسی خاص تشخص میں ہوگا' اس کے بغیر نفس بشر کا تحقق اور وجود ممکن ہی نہیں ہے اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ نفسِ بشریت میں تو سب آپ کی مثل ہیں' گویا وہ یہ کہتے ہیں کہ بشر کے تمام افراد آپ کی مثل ہیں اور یہ بداہۃً باطل ہے' ورنہ وہ ہمیں بتائیں کہ عوارضِ شخصیہ کے بغیر کون سا بشر خارج میں موجود ہے۔
اس آیت اور اس حدیث کی مزید تفصیل ہماری تفسیر 'تبیان القرآن' الکہف: ۱۱۰ کی تفسیر میں ملاحظہ فرمائیں۔

آپ کو کھلانا اور پلانا آپ کے صوم وصال کے منافی نہیں ہے

نیز اس حدیث میں فرمایا: "مجھے کھلایا اور پلایا جاتا ہے" اس پر یہ اعتراض ہے کہ جب آپ کو کھلایا اور پلایا گیا تو پھر وصال کا روزہ تو نہ رہا کیونکہ وصال کے روزہ کا معنی یہ ہے کہ اس میں افطار ہو نہ سحر ہو۔ اس اعتراض کے درج ذیل جوابات ہیں:
(۱) آپ کو کھلانے اور پلانے کا معنی یہ ہے کہ آپ کو وہ قوت عطا کی جاتی ہے' جو قوت کھانے اور پینے سے حاصل ہوتی ہے۔
(۲) دنیا کے کھانے سے آپ کا روزہ تھا اور اس صورت میں آپ کو جنت کا کھانا کھلایا گیا تھا۔
(۳) کھلانے پلانے سے مراد یہ ہے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ کا دیدار عطا کیا گیا' جیسے کوئی شخص کئی روز سے بھوکا اور پیاسا ہو' اس کے سامنے طعام اور مشروب رکھا جائے اور اسی وقت اسے اس کا محبوب مل جائے تو وہ کہے: یہ طعام اور مشروب لے جاؤ مجھے تو اپنے محبوب کا دیدار ہی کافی ہے' وہی مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے۔
* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۴۶۸- ج ۳ ص ۸۹ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے عنوان حسب ذیل ہیں:
① صوم وصال کا معنی ② صومِ وصال میں مذاہب ③ حضور کے صومِ وصال پر ایک اشکال کا جواب ④ حضور کی مثل کی تحقیق ⑤ امتناعِ نظیر۔

۱۹۶۲ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ' عَنْ نَّافِعٍ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ نَهٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْوِصَالِ' قَالُوْا اِنَّكَ تُوَاصِلُ! قَالَ اِنِّىْ لَسْتُ مِثْلَكُمْ' اِنِّىْ اُطْعَمُ وَاُسْقٰى.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال کے روزوں سے منع فرمایا۔ صحابہ نے کہا: یا رسول اللہ! آپ تو (روزہ کا روزہ سے) وصال کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: میں تمہاری مثل نہیں ہوں' مجھے کھلایا اور پلایا جاتا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۹۲۲ میں اور اس سے پہلی حدیث کی شرح میں گزر چکی ہے۔

۱۹۶۳ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے

اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ الْهَادِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ خَبَّابٍ، عَنْ اَبِي سَعِيدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا تُوَاصِلُوْا، فَاَيُّكُمْ اِذَا اَرَادَ اَنْ يُّوَاصِلَ فَلْيُوَاصِلْ حَتَّى السَّحَرِ. قَالُوْا فَاِنَّكَ تُوَاصِلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! قَالَ اِنِّي لَسْتُ كَهَيْئَتِكُمْ، اِنِّي اَبِيْتُ لِي مُطْعِمٌ يُّطْعِمُنِي وَسَاقٍ يَّسْقِيْنِ.

حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے ابن الھاد نے حدیث بیان کی از عبداللہ بن خباب از حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تم روزوں کو (ایک دوسرے سے) نہ ملاؤ' تم میں سے جو شخص روزہ کو (روزہ سے) ملانے کا ارادہ کرے' اس کو چاہیے کہ وہ روزہ کو سحری سے ملائے (یعنی رات بھر کچھ نہ کھائے پئے)' صحابہ نے کہا: یارسول اللہ! آپ تو روزہ کو (روزہ سے) ملاتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: میں تمہاری مثل نہیں ہوں' میں رات بسر کرتا ہوں تو مجھے کوئی کھلانے والا کھلاتا ہے اور کوئی پلانے والا پلاتا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۹۲۲' اور ۱۹۶۱ میں گزر چکی ہے۔

١٩٦٤ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ وَمُحَمَّدٌ قَالَا اَخْبَرَنَا عَبْدَةُ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْوِصَالِ رَحْمَةً لَّهُمْ، فَقَالُوْا اِنَّكَ تُوَاصِلُ! قَالَ اِنِّي لَسْتُ كَهَيْئَتِكُمْ اِنِّي يُطْعِمُنِي رَبِّي وَيَسْقِيْنِي. قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ لَمْ يَذْكُرْ عُثْمَانُ رَحْمَةً لَّهُمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عثمان بن ابی شیبہ اور محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدہ نے خبر دی از ہشام بن عروہ از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں پر رحمت کے سبب سے انہیں روزوں کے وصال سے منع فرمایا تو انہوں نے کہا: یارسول اللہ! آپ تو (روزہ کا روزہ سے) وصال کرتے ہیں' سو آپ نے فرمایا: میں تمہاری مثل نہیں ہوں' بے شک مجھے میرا رب کھلاتا ہے اور پلاتا ہے۔ امام ابوعبداللہ بخاری نے کہا کہ عثمان نے یہ ذکر نہیں کیا کہ آپ نے مسلمانوں پر رحمت کے سبب سے منع کیا۔

اس حدیث کی شرح بھی' صحیح البخاری: ۱۹۲۲' اور ۱۹۶۱ میں گزر چکی ہے۔

٤٩ - بَابُ التَّنْكِيلِ لِمَنْ اَكْثَرَ الْوِصَالَ جو زیادہ وصال کے روزے رکھے' اس کو سزا دینا

اس باب کے عنوان میں ''تنکیل'' کا لفظ ہے' اس کا معنی کسی کو ایسی سزا دینا جس سے دوسروں کو عبرت ہو۔

رَوَاهُ اَنَسٌ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. اس سزا کی حضرت انس رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے۔

اس تعلیق کے موافق حدیث حسب ذیل ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مہینہ کے آخر میں روزوں کا روزوں کے ساتھ وصل کیا تو لوگوں نے بھی روزوں کا روزوں کے ساتھ وصل کیا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا: اگر یہ مہینہ طویل ہوتا تو میں روزوں کا اتنا زیادہ وصل کرتا کہ گہرائی میں ڈوبنے والے اپنی گہرائی کو خیر آباد کہہ دیتے' بے شک میں تمہاری مثل نہیں ہوں' مجھے ہمیشہ میرا رب کھلاتا ہے اور پلاتا

ہے۔ (صحیح البخاری: ۱۹۶۱-۷)

۱۹۶۵ - حَدَّثَنَا اَبُو الْیَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَیْبٌ، عَنِ الزُّهْرِیِّ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ اَبَا هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْوِصَالِ فِی الصَّوْمِ، فَقَالَ لَهٗ رَجُلٌ مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ اِنَّكَ تُوَاصِلُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! قَالَ وَاَیُّكُمْ مِثْلِیْ؟ اِنِّیْ اَبِیْتُ یُطْعِمُنِیْ رَبِّیْ وَیَسْقِیْنِیْ. فَلَمَّا اَبَوْا اَنْ یَّنْتَهُوْا عَنِ الْوِصَالِ، وَاصَلَ بِهِمْ یَوْمًا، ثُمَّ یَوْمًا، ثُمَّ رَاَوُا الْهِلَالَ، فَقَالَ لَوْ تَاَخَّرَ لَزِدْتُّكُمْ. كَالتَّنْكِیْلِ لَهُمْ حِیْنَ اَبَوْا اَنْ یَّنْتَهُوْا.

(صحیح مسلم: ۱۱۰۳، الرقم المسلسل: ۲۴۵۹)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از زہری انہوں نے کہا: مجھے ابوسلمہ بن عبد الرحمان نے حدیث بیان کی کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ کو روزہ کے ساتھ وصل کرنے سے منع فرمایا' مسلمانوں میں سے ایک شخص نے کہا: یارسول اللہ! آپ بھی تو روزہ کو روزہ کے ساتھ ملاتے ہیں' آپ نے فرمایا: تم میں سے میری مثل کون ہے؟ بے شک میں اس طرح رات بسر کرتا ہوں کہ میرا رب مجھے کھلاتا ہے اور مجھے پلاتا ہے' پھر جب صحابہ روزوں کو ملانے سے نہ رکے تو آپ نے ان کے ساتھ ہر دوسرے دن کو روزہ کا وصل کیا' پھر جب انہوں نے نیا چاند دیکھا (یعنی ہلال عید) تو آپ نے فرمایا: اگر چاند تاخیر سے نکلتا تو میں زیادہ وصال کے روزے رکھتا' گویا جب وہ وصل کے روزوں سے نہیں رکے تو آپ ان کو سزا دے رہے تھے۔

اس جگہ یہ اعتراض ہوتا ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صومِ وصال سے منع فرما دیا تھا تو پھر صحابہ کیوں نہیں رکے اور انہوں نے آپ کے حکم کی اتباع کیوں نہیں کی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ صحابہ نے یہ گمان کیا تھا کہ آپ کا منع فرمانا تحریم کے لیے نہیں ہے بلکہ تنزیہ کے لیے ہے۔ باقی شرح وہی ہے جو اس سے پہلے گزر چکی ہے۔

۱۹۶۶ - حَدَّثَنَا یَحْیٰی قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ مَّعْمَرٍ، عَنْ هَمَّامٍ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِیَّاكُمْ وَالْوِصَالَ. مَرَّتَیْنِ قِیْلَ اِنَّكَ تُوَاصِلُ! قَالَ اِنِّیْ اَبِیْتُ یُطْعِمُنِیْ رَبِّیْ وَیَسْقِیْنِیْ، فَاكْلَفُوْا مِنَ الْعَمَلِ مَا تُطِیْقُوْنَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے حدیث بیان کی از معمر از ہمام' انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مرتبہ فرمایا: تم روزوں کو ملانے سے باز رہو' کہا گیا کہ آپ بھی تو روزوں کو ملاتے ہیں! آپ نے فرمایا: میں اس طرح رات بسر کرتا ہوں کہ میرا رب مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے' تم اتنا عمل کرو جس کی تم طاقت رکھتے ہو۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۱۹۲۲' اور ۱۹۶۱ میں گزر چکی ہے۔

۵۰ - بَابُ الْوِصَالِ اِلَی السَّحَرِ

سحری تک روزہ کو ملانا

۱۹۶۷ - حَدَّثَنَا اِبْرَاهِیْمُ بْنُ حَمْزَةَ قَالَ حَدَّثَنِی ابْنُ اَبِیْ حَازِمٍ، عَنْ یَّزِیْدَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ خَبَّابٍ، عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّهٗ سَمِعَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن حمزہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے ابن ابی حازم نے حدیث بیان کی از یزید از عبداللہ بن خباب از حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ' وہ بیان

رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا تُوَاصِلُوْا، فَاَيُّكُمْ اَرَادَ اَنْ يُّوَاصِلَ فَلْيُوَاصِلْ حَتَّى السَّحَرِ. قَالُوْا فَاِنَّكَ تُوَاصِلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! قَالَ اِنِّىْ لَسْتُ كَهَيْئَتِكُمْ، اِنِّىْ اَبِيْتُ لِىْ مُطْعِمٌ يُّطْعِمُنِىْ وَسَاقٍ يَّسْقِيْنِىْ.

کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ روزہ کو (روزہ کے ساتھ) نہ ملاؤ' پس بے شک اگر تم نے روزہ کو ملانے کا ارادہ کیا تو اس کو سحری کے ساتھ ملاؤ' صحابہ نے کہا: پس بے شک آپ روزہ کو (روزہ کے ساتھ) ملاتے ہیں' یارسول اللہ! آپ نے فرمایا: میں تمہاری مثل نہیں ہوں' میں اس حال میں رات گزارتا ہوں کہ میرے لیے ایک کھلانے والا ہے جو مجھے کھلاتا ہے اور ایک پلانے والا ہے جو مجھے پلاتا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۹۲۲' اور ۱۹۶۱ میں گزر چکی ہے۔

۵۱ - بَابُ مَنْ اَقْسَمَ عَلٰى اَخِيْهِ لِيُفْطِرَ فِى التَّطَوُّعِ، وَلَمْ يَرَ عَلَيْهِ قَضَاءً اِذَا كَانَ اَوْفَقَ لَهٗ

جس نے اپنے بھائی کو قسم دی کہ وہ نفلی روزہ توڑ دے اور اس کے نزدیک اس پر قضاء نہیں تھی جب کہ روزہ نہ رکھنا اس کے موافق ہو

اس عنوان میں امام بخاری نے کہا کہ ''جب کہ روزہ نہ رکھنا اس کے موافق ہو'' اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر روزہ کھولنا اس کے موافق نہ ہو تو وہ روزہ نہ کھولے اور اس صورت میں قضاء کے وجوب یا عدم وجوب میں فقہاء کا اختلاف ہے۔

۱۹۶۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنِىْ جَعْفَرُ بْنُ عَوْنٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُو الْعُمَيْسِ، عَنْ عَوْنِ بْنِ اَبِىْ جُحَيْفَةَ، عَنْ اَبِيْهِ قَالَ اٰخَى النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ سَلْمَانَ وَاَبِى الدَّرْدَاءِ، فَزَارَ سَلْمَانُ اَبَا الدَّرْدَاءِ، فَرَاٰى اُمَّ الدَّرْدَاءِ مُتَبَذِّلَةً، فَقَالَ لَهَا مَا شَاْنُكِ؟ قَالَتْ اَخُوْكَ اَبُو الدَّرْدَاءِ لَيْسَ لَهٗ حَاجَةٌ فِى الدُّنْيَا. فَجَاءَ اَبُو الدَّرْدَاءِ، فَصَنَعَ لَهٗ طَعَامًا، فَقَالَ كُلْ، قَالَ فَاِنِّىْ صَائِمٌ، قَالَ مَا اَنَا بِاٰكِلٍ حَتّٰى تَاْكُلَ، قَالَ فَاَكَلَ، فَلَمَّا كَانَ اللَّيْلُ ذَهَبَ اَبُو الدَّرْدَاءِ يَقُوْمُ، فَقَالَ نَمْ، فَنَامَ، ثُمَّ ذَهَبَ يَقُوْمُ، فَقَالَ نَمْ، فَلَمَّا كَانَ مِنْ اٰخِرِ اللَّيْلِ، قَالَ سَلْمَانُ قُمِ الْاٰنَ، فَصَلَّيَا، فَقَالَ لَهٗ سَلْمَانُ اِنَّ لِرَبِّكَ عَلَيْكَ حَقًّا، وَلِنَفْسِكَ عَلَيْكَ حَقًّا، وَلِاَهْلِكَ عَلَيْكَ حَقًّا، فَاَعْطِ كُلَّ ذِىْ حَقٍّ حَقَّهٗ، فَاَتَى النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهٗ، فَقَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَدَقَ سَلْمَانُ.

[اطراف الحدیث: ۶۱۳۹] (سنن ترمذی: ۲۴۲۱' صحیح ابن خزیمہ: ۲۱۴۴)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے جعفر بن عون نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوالعمیس نے حدیث بیان کی از عون بن ابی جُحیفہ از والد خود' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمان اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہما کو ایک دوسرے کا بھائی بنایا' پس حضرت سلمان' حضرت ابوالدرداء کی زیارت کے لیے گئے تو انہوں نے حضرت ام الدرداء رضی اللہ عنہا کو پھٹے پرانے کپڑوں میں دیکھا تو ان سے پوچھا: یہ آپ نے اپنی کیا حالت بنا رکھی ہے؟ انہوں نے بتایا کہ تمہارے بھائی ابوالدرداء کو دنیا میں کوئی دلچسپی نہیں ہے' پھر حضرت ابوالدرداء آئے تو انہوں نے حضرت سلمان کو کھانا پیش کیا' حضرت سلمان نے کہا: آپ بھی کھائیں تو حضرت ابوالدرداء نے کہا: میں روزہ سے ہوں' حضرت سلمان نے کہا: میں اس وقت تک نہیں کھاؤں گا جب تک کہ آپ نہیں کھائیں گے' پھر حضرت ابوالدرداء نے کھانا کھایا' پھر جب رات ہوگئی تو حضرت ابوالدرداء نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہوگئے' حضرت سلمان نے ان سے کہا: آپ سو جائیں' سو وہ سو گئے' پھر (تھوڑی دیر بعد) وہ نماز کے لیے اٹھے' پھر حضرت

سلمان نے کہا: آپ سو جائیں' پھر جب رات کا آخری پہر ہوا تو حضرت سلمان نے کہا: اب آپ اٹھیں' پھر دونوں نے نماز پڑھی' پھر ان سے حضرت سلمان نے کہا: آپ کے رب کا آپ پر حق ہے اور آپ کے نفس کا آپ پر حق ہے اور آپ کی اہلیہ کا آپ پر حق ہے' آپ ہر حق دار کو اس کا حق دیں' پھر حضرت ابوالدرداء نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور آپ کو یہ قصہ سنایا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سلمان نے سچ کہا ہے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن بشار (۲) جعفر بن عون مخزومی قرشی (۳) ابوعمیس' ان کا نام عتبہ بن عبداللہ بن مسعود ہے (۴) عون بن ابی جحیفہ (۵) ان کے والد حضرت ابوجُحیفہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۱۳)

عمداً نماز یا روزہ توڑنے والے پر قضاء کے لزوم میں مذاہب ائمہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

جس شخص نے نفلی نماز یا نفلی روزہ شروع کیا' پھر اس کو عمداً توڑ دیا تو اس پر اس نماز یا روزہ کی قضاء کے لزوم میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ حضرت علی بن ابی طالب' حضرت ابن عباس اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم کا موقف یہ ہے کہ اس پر قضاء نہیں ہے' سفیان ثوری' امام شافعی' امام احمد اور اسحاق کا بھی یہی مذہب ہے۔ ان کا استدلال اس باب کی حدیث سے ہے' کیونکہ حضرت ابوالدرداء نے عمداً اپنا روزہ توڑا تھا اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ قصہ بیان کیا گیا تو آپ نے حضرت ابوالدرداء پر قضاء لازم نہیں کی۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے نفلی روزہ کے توڑنے کو مکروہ قرار دیا ہے اور فرمایا کہ ایسا شخص اپنے دین سے کھیلنے والا ہے۔ فقہاء تابعین میں سے نخعی' حسن بصری اور مکحول نے اس روزہ کی قضاء لازم کی ہے' علامہ ابن القصار نے امام مالک سے یہ روایت نقل کی ہے کہ اگر اس نے بغیر عذر کے روزہ توڑا ہے تو اس پر قضاء لازم ہے اور اگر اس نے عذر کے سبب سے روزہ توڑا ہے تو اس پر قضاء نہیں ہے اور امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب نے یہ کہا ہے کہ اس پر قضاء لازم ہے خواہ اس نے عذر کے سبب سے روزہ یا نماز توڑی ہو۔

(شرح ابن بطال ج ۴ ص ۹۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

عمداً نماز یا روزہ توڑنے والے پر قضاء کے لزوم میں فقہاء احناف کے دلائل

جس شخص نے نفلی نماز یا نفلی روزہ شروع کیا' پھر اس کو توڑ دیا اور اس کی قضاء نہیں کی تو اس نے اپنے عمل کو باطل کر دیا اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اس سے منع کیا ہے کہ وہ اپنے اعمال کو باطل کریں' قرآن مجید میں ہے:

يَـٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ ○ (محمد: ۳۳)

اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال کو ضائع نہ کرو ○

سو جس نے نفلی روزہ رکھا' پھر اس کو توڑ دیا اور اس کی قضاء نہیں کی' اس نے اپنے عمل کو ضائع کر دیا۔

فقہاء احناف کی دلیل پر حافظ ابن حجر کا اعتراض اور اس کا جواب

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ جس نے "ولا تبطلوا اعمالکم" سے قضاء کے لزوم پر استدلال کیا ہے وہ اہل علم کے اقوال سے ناواقف ہے کیونکہ اکثر علماء کا مختار یہ ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اپنے اعمال میں ریاء اور دکھاوا کر کے ان کو ضائع نہ کرو بلکہ اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص سے عمل کرو اور دوسرے علماء نے یہ کہا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ گناہ کبیرہ کا ارتکاب کر کے اپنے اعمال کو ضائع نہ کرو یا کسی پر صدقہ کرو اور پھر اس پر احسان جتلا کر یا اس کو طعنہ دے کر اپنے صدقہ کے عمل کو ضائع نہ کرو۔

(فتح الباری ج ۳ ص ۴۷۲ دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں کوئی قید نہیں لگائی اور مطلقاً اعمال کو ضائع کرنے سے منع فرمایا ہے خواہ ریاکاری سے اعمال کو ضائع کیا جائے یا گناہ کبیرہ سے اعمال کو ضائع کیا جائے خواہ صدقہ پر احسان جتا کر اعمال کو ضائع کیا جائے خواہ نماز یا روزہ توڑنے کے بعد اس کی قضاء نہ کر کے اس عمل کو ضائع کیا جائے۔ اپنی رائے سے اس آیت کو کسی خاص صورت کے ساتھ مقید کرنا جائز نہیں ہے۔ علاوہ ازیں فقہاء احناف کا مؤقف متعدد احادیث سے ثابت ہے جو کہ ہم سطور ذیل میں پیش کر رہے ہیں:

نفلی روزہ کو عمداً توڑ کر اس کی قضاء کے وجوب پر احادیث' آثار صحابہ اور فتاویٰ تابعین

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میرے لیے اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے لیے طعام ہدیہ کیا گیا' ہم دونوں روزہ دار تھیں' سو ہم دونوں نے روزہ چھوڑ دیا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے تو ہم نے کہا: ہمارے پاس ایک کھانے کا ہدیہ آیا تھا' ہمیں اس کو کھانے کی خواہش ہوئی تو ہم دونوں نے روزہ چھوڑ دیا' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم دونوں پر کوئی حرج نہیں ہے' تم دونوں اس روزہ کی جگہ ایک دن کا روزہ رکھو۔ سنن ترمذی میں ہے کہ تم اس کی جگہ ایک روزہ قضاء کرو۔

(سنن ابوداؤد: ۲۴۵۷' سنن ترمذی: ۷۳۵' سنن کبریٰ: ۳۲۹۲' سنن کبریٰ: ۳۲۹۵۔ ۳۲۹۴۔ ۳۲۹۳' سنن بیہقی ج ۴ ص ۲۸۰' مصنف عبدالرزاق: ۷۰۹۱' موطأ امام مالک۔ کتاب الصیام۔ باب: ۱۸۔ حدیث: ۵۰' شرح معانی الآثار: ۳۴۰۴' مسند احمد ج ۶ ص ۱۴۱ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۵۰۹۴)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے نفل روزہ کو چھوڑ دیا (یعنی رکھ کر توڑ دیا) وہ اس کی قضاء کرے۔

(شرح معانی الآثار: ۳۴۰۷' مصنف عبدالرزاق: ۷۰۹۲۔ ج ۴ ص ۲۱۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس آئے' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں نے خَیس (کھجور اور پنیر سے بنا ہوا طعام) چھپا کر رکھا ہے' آپ نے فرمایا: میں روزہ رکھنے کا ارادہ رکھتا تھا' اس طعام کو میرے قریب لاؤ' میں عنقریب اس کی جگہ ایک دن کا روزہ رکھوں گا۔ (شرح معانی الآثار: ۳۴۱۲' مصنف عبدالرزاق: ۷۰۹۴۔ ج ۴ ص ۲۱۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شکایت کی کہ میں حیض آنے کی وجہ سے عمرہ نہیں کر سکی' تو آپ نے فرمایا: تم عمرہ کو چھوڑ دو اور اپنے بالوں کو کھول کر کنگھی کر لو اور حج کا احرام باندھ لو' پھر جب وادی حصبہ کی رات آئی تو آپ نے میرے ساتھ (میرے بھائی) حضرت عبدالرحمان رضی اللہ عنہ کو تنعیم کی طرف بھیجا' پھر میں نے پہلے عمرہ کی جگہ عمرہ کا احرام باندھا۔

(صحیح البخاری: ۱۷۸۳)

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ حضرت عائشہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے نفلی عمرہ توڑ دیا' پھر آپ نے ان کو اس عمرہ کی جگہ عمرہ کرنے کا حکم دیا' اس سے واضح ہوا کہ نفل کو عمداً توڑنے کے بعد اس کی قضاء واجب ہوتی ہے خواہ وہ نماز ہو' روزہ ہو یا عمرہ ہو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنے اصحاب کو یہ خبر دی کہ وہ روزے سے ہیں' پھر وہ ان کے پاس اس حال میں آئے کہ ان کے سر سے پانی کے قطرے گر رہے تھے' ان کے اصحاب نے پوچھا: کیا آپ روزے سے نہیں تھے؟ انہوں نے کہا: کیوں نہیں! لیکن میرے پاس سے میری باندی گزری' وہ مجھے اچھی لگی' میں نے اس سے اپنی خواہش پوری کر لی' اب میں اس روزے کی جگہ دوسرے دن اس روزہ کی قضاء کروں گا۔ (شرح معانی الآثار: ۳۴۱۳)

انس بن سیرین بیان کرتے ہیں کہ میں نے یوم عرفہ کا روزہ رکھا' پھر اس روزہ نے مجھے تھکا دیا تو میں نے روزہ کھول لیا' پھر میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے اس کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے فرمایا: اس کی جگہ دوسرے دن روزہ رکھو۔

(شرح معانی الآثار: ۳۴۱۴)

امام ابن ابی شیبہ کی روایت میں ہے: انس بن سیرین نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے متعدد اصحاب سے دریافت کیا تو سب نے یہی کہا کہ اس روزہ کی جگہ ایک روزہ کی قضاء کرو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۱۸۶' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۰۹۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

عطاء بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس کی جگہ ایک روزہ کو قضاء کرو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۱۸۷' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۰۹۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

یزید بن جابر بیان کرتے ہیں کہ میں نے مکحول سے سوال کیا کہ ایک شخص صبح کو روزہ دار تھا' پھر اس کی ماں نے اس کو قسم دے کر روزہ چھوڑنے پر مجبور کیا اور اس نے اس کو ناپسند کیا' مکحول نے کہا: وہ اس کی جگہ ایک روزہ قضاء کرے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۱۸۸' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۰۹۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

ہشام بیان کرتے ہیں کہ حضرت حسن بصری نے کہا: جب کوئی شخص سحری کھا لے تو اس پر روزہ واجب ہو جاتا ہے' پھر اگر اس نے روزہ چھوڑا تو اس پر قضاء واجب ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۱۸۹' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۰۹۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

عبداللہ بن مسلم بیان کرتے ہیں کہ عطاء اور مجاہد کسی شخص سے ملاقات کے لیے گئے' اس نے ان دونوں کو کھانے کی دعوت دی' حالانکہ وہ دونوں روزہ دار تھے' اس شخص نے ان سے روزہ چھوڑنے کے لیے کہا تو انہوں نے روزہ کھول لیا اور کہا: ہم اس کی جگہ ایک روزہ رکھیں گے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۱۹۰' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۰۹۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

ابراہیم نے کہا: جب کوئی شخص رات سے روزہ رکھنے کی نیت کرے' پھر صبح کو روزے سے اٹھے تو اس کو رات اور دن کا اجر ملے گا اور اگر اس نے روزہ چھوڑ دیا تو اس پر قضاء لازم ہے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۷۸۱۸۔ ج ۴ ص ۲۱۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حسن بصری اور ابراہیم دونوں نے کہا: روزے کا گھر رات ہے' پھر اس نے روزہ چھوڑ دیا تو اس پر قضاء لازم ہے۔

(مصنف عبدالرزاق: ۷۸۱۹۔ ج ۴ ص ۲۱۱)

ائمہ ثلاثہ کہتے ہیں کہ نفلی روزہ کی قضاء لازم نہیں ہے اور ان کا استدلال اس سے ہے کہ جب حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سامنے اپنے نفلی روزہ چھوڑنے کا ذکر کیا تو آپ نے ان سے یہ نہیں فرمایا کہ تم اس کی جگہ ایک اور روزہ رکھنا' میں کہتا ہوں: اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ نفلی روزہ کی قضاء لازم نہ ہو' کیونکہ ہو سکتا ہے کہ آپ نے ان سے اس لیے نہ فرمایا ہو کہ نفلی روزہ توڑنے پر اس کی قضاء کا مسئلہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کو معلوم تھا کیونکہ ان کثیر احادیث' آثار اور فتاویٰ تابعین میں نفلی روزہ کے توڑنے پر قضاء کے وجوب کی تصریح ہے۔

''مواخاۃ'' کا معنی' اس کی دوقسمیں اور ''مواخاۃ'' پر ایک اعتراض کا جواب

اس حدیث میں ''مواخاۃ'' کا ذکر ہے' اس سے مراد یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ اور حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کو ایک دوسرے کے بھائی بنادیا۔ اہل السیر والمغازی نے کہا ہے کہ صحابہ میں دوبار ''مواخاۃ'' ہوئی ہے' ایک بار ہجرت سے پہلے بالخصوص مہاجرین میں ہوئی جیسے آپ نے حضرت زید بن حارثہ اور حضرت حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہما کو ایک دوسرے کا بھائی بنایا اور دوسری بار ہجرت کے بعد ''مواخاۃ'' ہوئی' جب آپ مدینہ منورہ آئے تو آپ نے مہاجرین اور انصار کو ایک دوسرے کا بھائی بنایا۔

اس جگہ یہ اعتراض ہوتا ہے کہ علامہ واقدی نے زہری سے روایت ذکر کی ہے کہ غزوۂ بدر کے بعد کوئی ''مواخاۃ'' نہیں ہوئی اور حضرت سلمان' غزوۂ احد کے بعد اسلام لائے تھے اور غزوۂ خندق ان کا پہلا غزوہ تھا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ غزوۂ بدر سے پہلے جو مواخاۃ ہوئی تھی اور جو بھائی بنائے جاتے تھے' وہ ایک دوسرے کے وارث بھی ہوتے تھے اور یہی ''مواخاۃ'' بعد میں ممنوع ہوگئی اور حضرت ابوالدرداء اور حضرت سلمان کے درمیان جو ''مواخاۃ'' تھی وہ اس طرح نہیں تھی وہ صرف ایک دوسرے کے ساتھ ہمدردی اور غم گساری کے معنی میں تھی۔

حضرت ام الدرداء کا تعارف

اس حدیث میں حضرت ام الدرداء کا ذکر ہے' یہ حضرت ابوالدرداء کی بیوی تھیں اور ان کا نام خیرہ تھا' اور یہ حضرت عبد اللہ بن ابی حدرد رضی اللہ عنہ کی بیٹی تھیں' یہ صحابیہ بنت صحابی تھیں' یہ حضرت ابوالدرداء سے پہلے فوت ہوگئی تھیں' حضرت ابوالدرداء کی ایک دوسری بیوی بھی تھیں' ان کو بھی ام الدرداء رضی اللہ عنہا کہا جاتا ہے' ان کا نام جہیمہ تھا' یہ تابعیہ تھیں اور یہ حضرت ابوالدرداء کے بعد بڑے عرصہ تک زندہ رہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۱۶)

نفلی عبادت کو عمداً توڑنے پر قضاء کا لزوم' معاشرتی معاملات اور عبادات میں توازن اور دیگر مسائل

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص کسی کے ہاں دعوت میں جائے اور اس کا نفلی روزہ ہو تو وہ میزبان کے اصرار سے نفلی روزہ کو توڑ سکتا ہے لیکن اس پر اس کی قضاء لازم ہوگی اور اگر صاحب خانہ اس کے روزہ نہ توڑنے پر راضی ہو تو زیادہ بہتر ہے۔

اس حدیث میں مسلمان بھائیوں کی زیارت کرنے اور ان سے ملاقات کرنے کا جواز ہے اور اگر وہ گھر میں موجود نہ ہوں' پھر بھی ان کے گھر جانا جائز ہے۔

اس میں مسلمان بھائی کی خیر خواہی کرنا اور اس کو اپنی اہلیہ کے حقوق ادا کرنے کی تلقین کرنے کا جواز ہے اور عبادت اور معیشت میں اعتدال اور توازن قائم رکھنے کا بیان ہے۔

اور اس میں یہ ذکر ہے کہ تقشف (تکلف) اور مشکل اور سخت عبادت سے پرہیز کرنا چاہیے کہ انسان ہر روز روزہ رکھے' تمام رات کو قیام کرے بلکہ اعتدال سے نفلی روزے رکھے اور توازن سے رات کو قیام کرے۔

اور عورت کو اپنے خاوند کے لیے مزین رہنا چاہیے اور بناؤ سنگھار کرنا چاہیے اور میلے اور پھٹے پرانے کپڑے نہیں پہننے چاہئیں۔

حضرت سلمان نے حضرت ابوالدرداء کو نماز پڑھنے سے منع کیا حالانکہ قرآن مجید میں نماز سے منع کرنے پر وعید ہے' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

أَرَءَيْتَ الَّذِي يَنْهَىٰ ۝ عَبْدًا إِذَا صَلَّىٰ ۝　کیا آپ نے اس کو دیکھا جو منع کرتا ہے ۝ ہمارے بندہ کو جب وہ نماز پڑھے ۝ (العلق: ۱۰-۹)

اس کا جواب یہ ہے کہ نماز پڑھنے سے منع کرنے پر یہ وعید اس شخص کے متعلق ہے جو نماز پڑھنے کو غلط اور باطل سمجھ کر اس سے منع کرے اور نماز کی اہانت کرے اور حضرت سلمان رضی اللہ نے حضرت ابوالدرداء کو رات کی ابتداء میں نوافل پڑھنے سے منع کیا تھا کیونکہ وہ ساری رات قیام کرنا چاہتے تھے اور اپنی نیند اور اپنی بیوی کے حقوق تلف کر رہے تھے اور انہوں نے ان کو رات کے آخری پہر میں نماز پڑھنے کے لیے اٹھایا اور ان کو دین میں تقشف (تکلف) سے منع کر کے توازن اعتدال اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق رات کو نماز پڑھنے کے لیے کہا اور خود بھی ان کے ساتھ رات کے آخری حصہ میں تہجد پڑھی۔

حضرت سلمان نے حضرت ام الدرداء سے ان کا حال پوچھا اور یہ معلوم کیا کہ انہوں نے زینت کو ترک کر کے اپنا خراب حال کیوں بنایا ہوا ہے' اس سے معلوم ہوا کہ ضرورت کے موقع پر اجنبی عورت سے بات کرنا جائز ہے' اور اس کی مصلحت کے لیے اس سے اس کے خانگی احوال کے متعلق سوال کرنا جائز ہے۔

اگر کوئی مسلمان احکامِ شرعیہ سے غافل ہو اور عبادت میں غلو کرنے کا شکار ہو جیسے حضرت ابوالدرداء تھے تو اس کی خیر خواہی کے لیے اس کو عملی طور پر فطرت کے مطابق عبادت کی تلقین کرنی چاہیے۔

حضرت سلمان نے رات کے آخری حصہ میں حضرت ابوالدرداء کے ساتھ نماز پڑھی' اس میں نمازِ تہجد کی فضیلت ہے۔

اس حدیث میں یہ بیان ہے کہ عورت کا اپنے شوہر پر حق ہے اور اس سے عمل زوجیت کرنا یہ بھی اس کے حقوق میں سے ہے اور یہی حسن معاشرت کا تقاضا ہے کیونکہ حضرت ام الدرداء نے حضرت سلمان سے شکایت کی تھی کہ تمہارے بھائی کو تو دنیا سے کوئی دل چسپی نہیں ہے۔

اگر کوئی شخص حضرت ابوالدرداء کی طرح مستحبات پر بہت زیادہ عمل کرے جس سے اس کے اپنے نفس کے حقوق اور اس کی بیوی کے حقوق متاثر ہو رہے ہوں تو اس کو مستحبات میں غلو کرنے سے منع کرنا جائز ہے اور یہ خیر اور نیکی سے منع کرنا نہیں ہے بلکہ دوسری خیر اور نیکی کی دعوت دینا ہے' کیونکہ انسان پر اس کے رب کا بھی حق ہے' اس کے نفس کا بھی حق ہے' اس کی بیوی کا بھی حق ہے اور اس کے مہمان کا بھی حق ہے اور سب کے حقوق ادا کرنے چاہئیں۔

روزہ رکھنے اور کسب معاش کی طاقت حاصل کرنے کے لیے رات کو آرام کرنا اور سونا چاہیے۔

حضرت ابوالدرداء نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر صرف یہ بتایا تھا کہ حضرت سلمان نے ان سے یہ کہا تھا کہ تم پر اللہ کا بھی حق ہے اور اپنا اور اپنی بیوی کا بھی حق ہے' جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے یہ فرمایا تھا: سلمان نے سچ کہا' اور حضرت ابوالدرداء نے آپ سے یہ نہیں پوچھا تھا کہ حضرت سلمان کے اصرار سے میں نے اپنا نفلی روزہ کھول لیا تھا' آیا اب مجھ پر اس کی قضاء ہے یا نہیں' اس لیے اگر آپ نے اس موقع پر ان کو اس روزہ کی قضاء کرنے کا حکم نہیں دیا تو اس سے امام بخاری اور دوسرے ائمہ کا یہ استدلال کرنا صحیح نہیں ہے کہ نفلی روزہ کی قضاء لازم نہیں ہے' اور چونکہ دوسری احادیث' آثار اور فتاویٰ تابعین میں یہ تصریح ہے کہ نفلی روزہ کو عمداً توڑنے سے اس کی قضاء لازم ہوتی ہے جیسا کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب ہے تو اس حدیث کو بھی اسی صورت پر محمول کیا جائے گا' جب کہ اس حدیث میں آپ نے نفلی روزہ توڑنے پر اس کی قضاء کرنے کا حکم دیا ہے نہ اس کی قضاء سے منع فرمایا ہے تو اس حدیث کو قضاء سے ممانعت پر کیوں محمول کیا جائے گا اور اس کو قضاء کرنے پر کیوں محمول نہیں کیا جائے گا جب کہ دوسری احادیث سے قضاء کرنے کا ثبوت ہے؟ اور اگر بالفرض دوسری احادیث سے قضاء کے ترک کا جواز ثابت بھی ہو' تب بھی قضاء کے ترک کا عدم جواز ہی راجح ہوگا کیونکہ جب جواز اور عدم جواز اور حلت اور حرمت میں تعارض ہو تو عدم جواز اور حرمت کو جواز اور حلت پر ترجیح ہوتی ہے' پس واضح ہو گیا کہ

جس نے نفلی عبادت کو شروع کرنے کے بعد عمداً ترک کر دیا' اس پر اس کی قضاء لازم ہے۔ وللّٰه الحمد علٰی ذالك.

۵۲ - بَابُ صَوْمِ شَعْبَانَ — شعبان کے روزے

اس باب میں شعبان کے مہینہ میں روزے رکھنے کی فضیلت بیان کی گئی ہے اور نفلی روزوں کے سلسلہ میں یہ پہلا باب ہے۔

''شعبان'' کا لفظ ''شعب'' سے ماخوذ ہے' جس کا معنی اجتماع ہے' چونکہ اس مہینہ میں بھی رمضان کے مہینہ کی طرح خیر کثیر مجتمع ہوتی ہے' اس لیے اس کو شعبان کہا جاتا ہے۔ ثعلب نے کہا کہ ''شعبان''، ''تشعّب'' سے ماخوذ ہے اور ''تشعّب'' کا معنی تفرق ہے اور اس مہینہ میں قبائل متفرق ہو کر بادشاہوں کے پاس انعامات لینے جاتے تھے' اور شعبان کے مہینہ میں بھی متفرق عبادات ادا کی جاتی ہیں۔

نصف شعبان کی رات میں استغفار کرنے' قبرستان جانے اور اگلے دن روزہ رکھنے کے متعلق احادیث

شعبان کی فضیلت میں یہ حدیث ذکر کی جاتی ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے ایک رات رسول اللہ کو (بستر پر) موجود نہ پایا' میں باہر نکلی تو آپ بقیع کے قبرستان میں تھے' پس آپ نے فرمایا کہ کیا تمہارا یہ گمان تھا کہ اللہ اور اس کا رسول تمہارے ساتھ ظلم کرے گا' میں نے کہا: یا رسول اللہ! میں نے یہ گمان کیا تھا کہ آپ اپنی کسی زوجہ کے پاس گئے ہیں' آپ نے فرمایا: بے شک اللہ تبارک وتعالیٰ نصف شعبان کی رات کو آسمانِ دنیا کی طرف نزول فرماتا ہے اور بنو کلب کی بکریوں کے بالوں سے زیادہ لوگوں کی بخشش فرما دیتا ہے۔

(سنن ترمذی:۷۳۹' سنن ابن ماجہ:۱۳۸۹' شعب الایمان:۳۸۲۶' شرح السنۃ:۹۹۲' مصنف ابن ابی شیبہ ج۱۰ ص ۴۳۷' مسند احمد ج۶ ص ۲۳۹ طبع قدیم' مسند احمد:۲۶۰۱۸۔ ج ۴۳ ص ۱۴۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

امام ترمذی اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

میں نے امام بخاری سے سنا' وہ اس حدیث کو ضعیف قرار دیتے تھے (کیونکہ یہ حدیث از حجاج ارطاۃ از یحییٰ بن ابی کثیر از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مروی ہے)۔ امام ترمذی لکھتے ہیں: یحییٰ بن ابی کثیر کہتے ہیں: انہوں نے اس کو عروہ سے نہیں سنا' امام بخاری نے کہا: حجاج بن ارطاۃ نے اس کو یحییٰ بن ابی کثیر سے نہیں سنا۔ (سنن ترمذی ص ۲۳۶۔ ۲۳۵' دار الفکر' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

گویا اس حدیث کی سند میں دو وجہوں سے انقطاع ہے اور یہ اس حدیث کی سند کے ضعیف ہونے کی دلیل ہے۔

اسی طرح شعبان کی فضیلت میں یہ احادیث بھی ذکر کی جاتی ہیں:

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب نصف شعبان کی رات ہو تو اس رات میں قیام کرو اور اس کے دن میں روزہ رکھو کیونکہ اللہ تعالیٰ اس رات میں غروبِ آفتاب کے بعد آسمانِ دنیا کی طرف نازل ہوتا ہے اور فرماتا ہے: سنو! کوئی بخشش طلب کرنے والا ہے تو میں اس کو بخش دوں' کوئی رزق طلب کرنے والا ہے تو میں اس کو رزق دوں' کوئی مصیبت میں مبتلا ہے تو میں اس کو عافیت میں رکھوں' سنو! کوئی فلاں چیز کا طالب ہے' سنو! کوئی فلاں چیز کا طالب ہے۔

(سنن ابن ماجہ:۱۳۸۸)

علامہ عبد الرحمان بن اسماعیل الکنانی البوصیری المتوفی ۸۴۰ھ' اس حدیث کی سند کے متعلق لکھتے ہیں:

یہ اسناد ضعیف ہے کیونکہ اس کی سند کا ایک راوی ابن ابی سبرہ ضعیف ہے' امام احمد بن حنبل اور ابن معین نے کہا: یہ حدیث وضع کرتا تھا۔ (زوائد ابن ماجہ:۴۵۳۔ ص ۲۰۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۴ھ)

نیز امام ابن ماجہ از الولید از ابن لہیعہ...... از حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ از رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نصف شعبان کی رات کو (خصوصاً) متوجہ ہوتا ہے پس تمام مخلوق کو معاف فرما دیتا ہے سوا مشرک یا ایک دوسرے سے عداوت رکھنے والے کے۔ (سنن ابن ماجہ:۱۳۹۰)

علامہ البوصیری المتوفی ۸۴۰ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابوموسیٰ کی سند ضعیف ہے کیونکہ اس میں عبداللہ بن لہیعہ سے روایت ہے اور وہ ضعیف ہے اور اس کی سند میں الولید بن مسلم ہے وہ مدلس ہے۔ (زوائد ابن ماجہ:۴۵۵ ص ۲۰۳ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۴ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

نصف شعبان کی رات کے نوافل کے متعلق شیخ تقی الدین بن صلاح اور شیخ عزالدین بن عبدالسلام کے درمیان مناظرے ہوئے ابن الصلاح یہ کہتے تھے کہ ان نوافل کی سنت میں اصل ہے اور ابن عبدالسلام اس کا انکار کرتے تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۱۷ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ ہر چند کہ ان احادیث کی سندوں کو ضعیف کہا گیا ہے لیکن ان میں سے کسی کی سند موضوع نہیں ہے اور فضائل اعمال میں ضعیف السند احادیث پر تمام مستند علماء متفق ہیں کہ ان پر عمل کرنا جائز ہے۔

١٩٦٩ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ اَبِي النَّضْرِ، عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُوْمُ حَتّٰى نَقُوْلَ لَا يُفْطِرُ، وَيُفْطِرُ حَتّٰى نَقُوْلَ لَا يَصُوْمُ، فَمَا رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِسْتَكْمَلَ صِيَامَ شَهْرٍ اِلَّا رَمَضَانَ، وَمَا رَاَيْتُهُ اَكْثَرَ صِيَامًا مِّنْهُ فِيْ شَعْبَانَ.

(اطراف الحدیث:۱۹۷۰-۶۴۶۵)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابی النضر از ابی سلمہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روزے رکھتے حتیٰ کہ ہم کہتے تھے کہ اب آپ روزے نہیں چھوڑیں گے اور آپ روزے چھوڑ دیتے تو ہم کہتے کہ اب آپ روزے نہیں رکھیں گے اور میں نے نہیں دیکھا کہ آپ نے رمضان کے سوا کسی مہینہ میں پورے روزے رکھے ہوں اور میں نے آپ کو کسی مہینہ میں شعبان سے زیادہ روزے رکھتے ہوئے نہیں دیکھا۔

(صحیح مسلم:۱۱۵۶ الرقم المسلسل:۲۶۱۰ سنن نسائی:۲۱۷۵ سنن ابن ماجہ:۱۷۱۰ سنن کبریٰ:۲۹۰۸ مسند احمد ج ۶ ص ۱۴۳ طبع قدیم مسند احمد: ۲۵۱۰۱ ج ۴۲ ص ۷۳ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

آیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شعبان کے اکثر ایام میں روزے رکھتے تھے یا پورے مہینہ کے روزے رکھتے تھے؟

اس جگہ پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکمل شعبان کے مہینہ میں روزے نہیں رکھے کیونکہ مکمل مہینہ کے روزے آپ نے صرف رمضان میں رکھے ہیں لیکن بعض احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے مکمل شعبان کے مہینہ کے روزے بھی رکھے ہیں:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (ماہِ رمضان کے علاوہ) سال کے کسی مہینہ میں مکمل روزے نہیں رکھتے تھے سوائے شعبان کے مہینہ کے آپ اس کو رمضان کے ساتھ ملاتے تھے۔

(سنن ابوداؤد:۲۳۳۶ سنن ترمذی:۷۳۶ سنن نسائی:۲۱۷۴ سنن ابن ماجہ:۱۶۴۸)

اور یہ حدیث ہے:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے نہیں دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلسل دو ماہ کے روزے رکھے ہوں سوائے شعبان اور رمضان کے۔ (سنن ترمذی: ۷۳۶ 'سنن ابوداؤد: ۲۳۳۶ 'سنن نسائی: ۲۱۷۴ 'سنن ابن ماجہ: ۱۶۴۸)

اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد امام ترمذی لکھتے ہیں:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث حسن ہے اور یہ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی مروی ہے' وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کسی مہینہ میں شعبان سے زیادہ روزے رکھتے ہوئے نہیں دیکھا' آپ بہت کم شعبان کے روزے ترک کرتے تھے بلکہ پورے شعبان کے روزے رکھتے تھے۔ (صحیح بخاری: ۱۹۷۰-۱۹۶۹ 'صحیح مسلم: ۱۱۵۶ 'سنن ابوداؤد: ۲۴۳۴ 'سنن ترمذی: ۷۳۷ 'سنن نسائی: ۲۳۴۷)

اس حدیث کی روایت کے بعد امام ترمذی لکھتے ہیں:

سالم ابو النضر اور ایک سے زیادہ لوگوں نے اس حدیث کو از حضرت ابوسلمہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کیا ہے' جیسے محمد بن عمرو سے (حدیث مذکور کی) روایت ہے اور ابن المبارک نے اس حدیث کی شرح میں کہا ہے کہ کلامِ عرب میں یہ جائز ہے کہ جب کوئی شخص مہینہ کے اکثر ایام میں روزے رکھے تو یہ کہہ دیا جاتا ہے کہ اس نے پورے مہینہ کے روزے رکھے ہیں اور کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص نے پوری رات قیام کیا حالانکہ اس نے اس رات میں کھانا بھی کھایا تھا اور کئی دوسرے کام بھی کیے تھے اور ابن المبارک کے نزدیک یہ دونوں حدیثیں ہم معنی ہیں اور ان کا معنی یہ ہے کہ آپ شعبان کے اکثر ایام میں روزے رکھتے تھے۔

(سنن ترمذی ص ۲۳۵ 'دار الفکر' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عائشہ نے جو فرمایا ہے کہ آپ شعبان کے مہینہ کے اکثر ایام میں روزے رکھتے تھے' وہ تحقیق پر مبنی ہے اور حضرت ام سلمہ نے جو فرمایا ہے: آپ پورے شعبان کے روزے رکھتے تھے' وہ تقریب پر مبنی ہے اور انہوں نے اکثر ایام کو پورے مہینہ سے تعبیر فرمایا ہے۔

شعبان کے مہینہ میں کثرت سے روزے رکھنے کا سبب

امام طحاوی اپنی سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں کہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے کہا: یارسول اللہ! میں نے آپ کو دیکھا ہے آپ جتنے روزے شعبان میں رکھتے ہیں اتنے روزے کسی اور مہینہ میں نہیں رکھتے' آپ نے فرمایا: یہ وہ مہینہ ہے جس سے لوگ غافل ہیں' یہ رجب اور رمضان کے درمیان کا مہینہ ہے' اس مہینہ میں اعمال اٹھا کر رب العٰلمین کے پاس پہنچائے جاتے ہیں' پس میں یہ پسند کرتا ہوں کہ جس وقت میرے عمل کو اٹھایا جائے' اس وقت میں روزہ دار ہوں۔

(شرح معانی الآثار: ۳۳۲۴- ج ۲ ص ۱۴۰-۱۴۱ 'قدیمی کتب خانہ' کراچی)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا: یارسول اللہ! اس کی کیا وجہ ہے کہ آپ شعبان میں زیادہ روزے رکھتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: یہ وہ مہینہ ہے جس میں لکھ دیا جاتا ہے کہ اس میں کس کی روح قبض کی جائے گی اور میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ جب میری روح قبض کی جائے تو میں روزہ دار ہوں۔ (مسند ابویعلیٰ: ۴۹۱۱)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ رمضان کے بعد کس مہینہ کے روزے سب سے افضل ہیں؟ آپ نے فرمایا: شعبان کے روزے' رمضان کی تعظیم کی وجہ سے' انہوں نے کہا: پھر کون سا صدقہ سب سے افضل ہے؟ تو آپ نے فرمایا: رمضان میں صدقہ کرنا۔ (سنن ترمذی: ۶۶۳)

شعبان میں کثرت سے روزے رکھنے کی یہ وجہ بھی بیان کی گئی ہے کہ مکلف کو پہلے سے رمضان کے روزے رکھنے کی مشق ہو جائے تا کہ اس کو رمضان کے روزے رکھنے میں غیر معمولی مشقت اور کلفت نہ ہو بلکہ رمضان کا مہینہ شروع ہونے سے پہلے وہ روزے رکھنے کا عادی ہو جائے اور شعبان کا مہینہ رمضان کے مہینہ کے مقدمہ کی مثل ہے اور مسلمانوں کو چاہیے کہ جب شعبان کا مہینہ شروع ہو تو وہ دن میں زیادہ سے زیادہ قرآن مجید کی تلاوت کریں اور شعبان کی راتوں میں نمازوں میں قیام کریں تا کہ انہیں رمضان کے مہینہ کی راتوں میں تراویح اور تہجد پڑھنا مشکل اور دشوار نہ معلوم ہو۔

اس اعتراض کا جواب کہ شعبان میں روزے رکھنے کی ممانعت ہے

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ بعض احادیث میں شعبان کے مہینہ میں روزے رکھنے کی ممانعت ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جب نصف شعبان ہو جائے تو رمضان تک روزے نہ رکھو۔

(سنن ابوداؤد: ۲۳۳۷، سنن نسائی: ۲۹۱۱، سنن ابن ماجہ: ۱۶۵۱، صحیح ابن حبان: ۳۵۸۳، شرح السنۃ: ۱۷۲۱، مصنف عبدالرزاق: ۷۳۲۵، مسند احمد ج ۲ ص ۴۴۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص رمضان سے ایک دن پہلے یا دو دن پہلے روزے نہ رکھے، سوا اس شخص کے جس کی عادت اس دن روزہ رکھنا ہو تو وہ اس دن روزہ رکھ لے۔ (صحیح البخاری: ۱۹۱۴، صحیح مسلم: ۱۰۸۲)

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ علامہ زین الدین ابن رجب حنبلی متوفی ۷۹۵ھ لکھتے ہیں:

یہ حدیث شاذ ہے اور احادیث صحیحہ کے مخالف ہے، امام طحاوی نے کہا: یہ حدیث منسوخ ہے اور اس کے ترک پر علماء کا اجماع ہے اور اکثر علماء کا موقف یہ ہے کہ اس حدیث پر عمل نہیں کیا جائے گا، امام شافعی اور ان کے اصحاب نے اس حدیث پر عمل کیا ہے، اور انہوں نے نصف شعبان کے بعد روزے رکھنے سے منع کیا ہے اور ہمارے بعض متاخرین اصحاب نے بھی ان کی موافقت کی ہے۔

نصف شعبان کے بعد روزے رکھنے کی ممانعت کی علت میں بھی اختلاف ہے، بعض نے کہا: اس میں یہ خطرہ ہے کہ اس سے رمضان کے مہینہ کے روزوں میں اضافہ کا اعتقاد نہ کر لیا جائے، لیکن نصف شعبان کے بعد روزے رکھنے میں یہ احتمال بہت بعید ہے، البتہ رمضان کے مہینہ کے شروع ہونے سے ایک دن پہلے یا دو دن پہلے اس احتمال کی گنجائش ہے۔

بعض علماء نے کہا: نصف شعبان کے بعد روزے رکھنے سے بہ طور شفقت منع فرمایا ہے تا کہ رمضان کے روزے رکھتے وقت انسان بہت کمزور نہ ہو جائے اور اس کو رمضان کے روزے رکھنا مشکل نہ ہوں لیکن یہ وجہ بھی مسترد کی گئی ہے کیونکہ خود نبی ﷺ پورے شعبان کے یا اکثر شعبان کے روزے رکھتے تھے۔ (لطائف المعارف ج ۱ ص ۲۲۴۔ ۲۲۳، مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز، مکہ المکرمہ، ۱۴۱۸ھ)

نصف شعبان میں مساجد میں جماعت کے ساتھ نوافل پڑھنے کے متعلق اہل شام اور اہل بصرہ کا موقف

نیز علامہ زین الدین ابن رجب حنبلی متوفی ۷۹۵ھ لکھتے ہیں:

اہل شام کے تابعین مثلاً خالد بن معدان، مکحول، لقمان بن عامر وغیرہم نصف شعبان کی رات کی تعظیم کرتے تھے اور اس میں عبادت کی کوشش کرتے تھے اور لوگوں نے ان سے نصف شعبان کی فضیلت اور تعظیم میں روایات سنیں، یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ آثار اسرائیلیہ ہیں اور جب یہ بات لوگوں میں مشہور ہو گئی تو اس میں لوگوں کا اختلاف ہو گیا، بعض لوگوں نے ان روایات کو قبول کیا اور نصف شعبان کی رات کی تعظیم کرنے میں موافقت کی، ان میں اہل بصرہ وغیرہم کے عبادت گزار ہیں اور اہل حجاز کے اکثر علماء نے اس کا انکار کیا اور اس کو فقہاء اہل مدینہ نے بھی نقل کیا اور یہی امام مالک کے اصحاب کا قول ہے اور انہوں نے کہا: یہ سب بدعت ہے

نصف شعبان کی رات میں عبادت کرنے کے متعلق علماء شام کے دو قول ہیں:

ایک قول یہ ہے کہ شعبان کی پندرھویں شب میں مساجد میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا مستحب ہے' خالد بن معدان اور لقمان بن عامر وغیرہما اس رات عمدہ کپڑے پہنتے' خوشبو لگاتے' سرمہ لگاتے اور رات کو مسجد میں نوافل پڑھتے۔ اسحاق بن راھویہ نے مسجد میں جماعت کے ساتھ نوافل پڑھنے میں ان کی موافقت کی اور کہا: یہ بدعت نہیں ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ اس رات میں نوافل پڑھنے کے لیے اور وعظ کرنے کے لیے اور دعا کرنے کے لیے مساجد میں اجتماع کرنا مکروہ ہے' اور اگر کوئی شخص تنہا نماز پڑھے تو وہ مکروہ نہیں ہے اور یہ اہل شام کے امام' عالم اور فقیہ اوزاعی کا قول ہے اور یہی قول ان شاء اللہ صحت' صواب اور تحقیق کے زیادہ قریب ہے۔

امام شافعی نے کہا: ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ پانچ راتوں میں دعا قبول ہوتی ہے: جمعہ کی رات' عیدین کی رات' یکم رجب کی رات اور نصف شعبان کی رات اور ان تمام راتوں میں عبادت کرنا مستحب ہے۔

کعب سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نصف شعبان کی رات حضرت جبریل علیہ السلام کو جنت کی طرف بھیجتا ہے اور جنت کو مزین ہونے کا حکم دیتا ہے' امام سعید بن منصور نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عطاء بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ لیلۃ القدر کے بعد نصف شعبان کی شب سے بڑھ کر کوئی رات افضل نہیں ہے' اس رات آسمانِ دنیا کی طرف اللہ تعالیٰ نزول فرماتا ہے اور مشرک' حاسد اور قطع رحم کرنے والے کے سوا ہر مسلمان کی مغفرت فرما دیتا ہے۔

پس مؤمن کو چاہیے کہ وہ اس رات میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کے لیے اور اس سے دعا کرنے کے لیے اور اپنے گناہوں کی مغفرت کے لیے اور اپنے عیوب کی پردہ پوشی کے لیے اور مصائب کو دور کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کرے اور اس رات سب سے پہلے توبہ کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والے کی توبہ قبول فرماتا ہے۔

(لطائف المعارف ج ۱ ص ۲۲۸۔۲۲۶ ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

شعبان کی پندرھویں شب مساجد میں جماعت کے ساتھ نوافل پڑھنے کے متعلق اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کا مؤقف

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ نے بھی مذکور الصدر عبارت لکھی ہے' اس کے بعد فرماتے ہیں:

شیخ محقق اعلم علماء الہند مولانا عبد الحق محدث دہلوی قدس سرہ القوی ما ثبت بالسنۃ میں حدیث صلوٰۃ الرغائب پر محدثین کا کلام ذکر کرکے ارشاد فرماتے ہیں: یہ وہ کلام ہے کہ محدثین نے اپنے طریقۂ تحقیق' اسناد و تنقید آثار پر ذکر کیا اور اُن سے اسی قدر مبالغہ کا تعجب ہے' اُنہیں اتنا کہنا کافی تھا کہ حدیث ہمارے نزدیک درجۂ صحت کو نہ پہنچی اور زیادہ تعجب امام محی الدین نووی سے ہے کہ وہ تو مسائل فقہ میں راہِ انصاف پر چلتے ہیں اور دیگر شافعیہ کی طرح حنفیہ کے ساتھ تعصب نہیں رکھتے تو یہ مسئلہ جس میں ہم بحث کر رہے ہیں' زیادہ انصاف و ترک افراط کے لائق تھا' اس لیے کہ یہ فعل اولیائے عظام و علمائے کرام قدست اسرارہم کی طرف منسوب ہے' پھر شیخ محقق رحمہ اللہ تعالیٰ نے دربارۂ صلوٰۃ الرغائب خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث بحوالہ جامع الاصول کتاب امام رزین سے نقل کی جس کی وضع اس لیے ہے کہ صحاح ستہ کی حدیثیں جمع کرے اور اُس کے آخر میں ابن اثیر سے نقل کیا: ''ھذا الحدیث مما وجدتہ فی کتاب رزین ولم اجدہ فی واحد من الکتب الستۃ والحدیث مطعون فیہ'' یعنی یہ حدیث میں نے کتاب رزین میں پائی اور صحاح ستہ میں مجھے نہ ملی اور اُس پر جرح ہے۔ پھر فرمایا: بہجۃ الاسرار شریف میں حضور پُرنور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے ذکر اقدس میں صلوٰۃ

الرغائب کا ذکر آیا ہے کہ شب رغائب میں اولیاء جمع ہوئے الی آخر کلماتہ۔ نیز امام ابوالحسن نورالدین علی قدس سرہٗ نے بسند خود حضرات عالیات سیدنا سیف الدین عبدالوہاب وسیدنا تاج الدین ابوبکر عبدالرزاق ابنائے حضور پُرنور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہم سے روایت کی کہ روزِ جمعہ پنجم رجب ۴۳ھ کو حضرت شیخ بقا ابن بطو قدس سرہ العزیز صبح تڑکے مدرسۂ انور حضور پُرنور رضی اللہ عنہ میں حاضر آئے اور ہم سے کہا: مجھ سے پوچھتے نہیں کہ اس قدر اوّل وقت کیوں آیا' میں نے آج کی رات ایک نور دیکھا جس سے تمام آفاق روشن ہو گئے اور جمیع اقطارِ عالم کو عام ہوا اور میں نے اہل اسرار کے اسرار دیکھے کہ کچھ تو اُس نور سے متصل ہوئے ہیں اور کچھ کسی مانع کے سبب اتصال سے رک گئے ہیں' جو اُس سے اتصال پاتا ہے' اُس کا نور دوبالا ہو جاتا ہے تو میں نے غور کیا کہ اس نور کا خزانہ ومنبع کیا ہے' کہاں سے چمکا ہے' ناگاہ کھلا کہ یہ نور حضور پُرنور سیدنا شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ سے صادر ہوا ہے' اب میں نے اُس کی حقیقت پر اطلاع چاہی تو معلوم ہوا کہ یہ حضور کے مشاہدے کا نور ہے کہ حضور کے نورِ قلب سے مقابل ہو کر ایک کی جوت دوسرے پر پڑی اور دونوں کی روشنی حضور کے آئینہ حال پر منعکس ہوئی اور یہ آپس میں ایک دوسرے کی جوت بڑھانے والے نوروں کے بکّے حضور کے مقام جمع سے منزلت قرب تک متصل ہوئے کہ سارا جہان اُس سے جگمگا اٹھا اور جتنے فرشتے اُس رات اُترے تھے سب نے حضور کے پاس آ کر حضور سے مصافحہ کیا (اور بہجۃ الاسرار میں فقیر نے یوں دیکھا کہ کوئی فرشتہ باقی نہ رہا جو اُس رات زمین پر نہ اُترا اور حضور کے پاس آ کر حضور سے مصافحہ نہ کیا ہو یعنی تمام ملائکۃ اللہ زمین پر آئے اور محبوبِ خدا سے مصافحے کیے) فرشتوں کے یہاں حضور کا نام پاک شاہد مشہود ہے (شاہد کہ مشاہدہ والے ہیں اور مشہود کہ سب ملائکہ اُن کے پاس آئے' قال تعالٰی ان قرآن الفجر کان مشھودا ای تشھدہ الملئکۃ) دونوں شاہزادگانِ دوجہاں نے فرمایا: ہم یہ سن کر حضور پُرنور کے پاس حاضر ہوئے اور حضور سے عرض کی: کیا آج کی رات حضور نے صلوٰۃ الرغائب پڑھی (یعنی جس کے انوار یہ چمکے' یہ شب شب رغائب ہی تھی کہ رجب کی نوچندی شب جمعہ تھی) حضور پُرنور رضی اللہ عنہ نے اُس پر یہ اشعار ارشاد فرمائے: جب میری آنکھ میری پیاریوں کے چہرے دیکھے تو یہ شبہائے رغائب میں میری نماز ہے' وہ چہرے کہ جب اپنے جمال کا جلوہ دکھائیں تو ہر طرف سے سارا جہان چمک اُٹھے اور جس نے محبت کا حق پورا نہ کیا وہ کبھی کوئی واجب بجا نہ لایا (پیاریاں عالمِ قدس کی تجلیاں ہیں)۔ واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ رضویہ ج ۳ ص ۶۷۔۴۶۶' مکتبہ رضویہ' کراچی)

۱۹۷۰ - حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ يَحْيٰى، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا حَدَّثَتْهُ قَالَتْ لَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُوْمُ شَهْرًا أَكْثَرَ مِنْ شَعْبَانَ، فَإِنَّهُ كَانَ يَصُوْمُ شَعْبَانَ كُلَّهُ، وَكَانَ يَقُوْلُ خُذُوْا مِنَ الْعَمَلِ مَا تُطِيْقُوْنَ، فَإِنَّ اللّٰهَ لَا يَمَلُّ حَتّٰى تَمَلُّوْا. وَأَحَبُّ الصَّلٰوةِ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا دُوْوِمَ عَلَيْهِ وَإِنْ قَلَّتْ، وَكَانَ إِذَا صَلّٰى صَلٰوةً دَاوَمَ عَلَيْهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں معاذ بن فضالہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی' از یحییٰ از ابی سلمہ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کو حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کسی مہینہ میں شعبان سے زیادہ روزے نہیں رکھتے تھے پس بے شک آپ شعبان کے پورے روزے رکھتے تھے اور آپ یہ فرماتے تھے کہ تم اتنا عمل کیا کرو جس کی تم طاقت رکھتے ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ (تمہیں اجر دینے سے) اس وقت تک نہیں اکتاتا جب تک کہ تم (عمل کرنے سے) نہ اکتا جاؤ' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ نماز سب سے زیادہ محبوب تھی جس پر دوام کیا گیا ہو خواہ وہ نماز کم ہو اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کوئی نماز پڑھتے تو اس پر دوام کرتے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۹۶۹ میں گزر چکی ہے۔

٥٣ - بَابُ مَا يُذْكَرُ مِنْ صَوْمِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاِفْطَارِهٖ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روزہ رکھنے اور روزہ چھوڑنے کے متعلق جو ذکر کیا جاتا ہے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی تسلسل سے نفلی روزے رکھتے تھے اور کبھی تسلسل سے نفلی روزے چھوڑ دیتے تھے۔

١٩٧١ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ، عَنْ اَبِيْ بِشْرٍ، عَنْ سَعِيْدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ مَا صَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَهْرًا كَامِلًا قَطُّ غَيْرَ رَمَضَانَ، وَيَصُوْمُ حَتّٰى يَقُوْلَ الْقَائِلُ لَا وَاللّٰهِ لَا يُفْطِرُ، وَيُفْطِرُ حَتّٰى يَقُوْلَ الْقَائِلُ لَا وَاللّٰهِ لَا يَصُوْمُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی از ابی بشر از سعید از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رمضان کے مہینہ کے سوا کسی مہینہ کے مکمل روزے نہیں رکھے آپ روزے رکھتے حتیٰ کہ کوئی کہنے والا کہتا: اللہ کی قسم! آپ روزہ نہیں چھوڑیں گے اور آپ روزے چھوڑ دیتے حتیٰ کہ کوئی کہنے والا کہتا: اللہ کی قسم! آپ روزے نہیں رکھیں گے۔

(صحیح مسلم: ١١٥٧، الرقم المسلسل: ٢٦١٣، سنن نسائی: ٢٣٤٢، سنن ابن ماجہ: ١٧١١، مسند احمد ج ١ ص ٢٤١ طبع قدیم، مسند احمد: ٢١٥١۔ ج ٤ ص ٥١، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(١) موسیٰ بن اسماعیل ابوسلمہ المنقری التبوذکی (٢) ابوعوانہ الوضاح بن عبد اللہ یشکری (٣) ابوبشر جعفر بن ابی وحشیہ ایاس یشکری (٤) سعید بن جبیر (٥) حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ١١ ص ١٢١)

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رمضان کے سوا کسی مہینہ کے پورے روزے نہیں رکھے حالانکہ اس سے پہلے یہ حدیث گزر چکی ہے کہ آپ نے شعبان کے پورے روزے رکھے ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ اُس سے شعبان کے اکثر روزے مراد ہیں۔

✻ باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ٢٦٢٠۔ ج ٣ ص ١٥٤۔ ١٥٣ پر مذکور ہے وہاں بھی اس کی مختصر شرح کی گئی ہے۔

١٩٧٢ - حَدَّثَنِيْ عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ حُمَيْدٍ اَنَّهٗ سَمِعَ اَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُفْطِرُ مِنَ الشَّهْرِ حَتّٰى نَظُنَّ اَنْ لَّا يَصُوْمَ مِنْهُ، وَيَصُوْمُ حَتّٰى نَظُنَّ اَنْ لَّا يُفْطِرَ مِنْهُ شَيْئًا، وَكَانَ لَا تَشَاءُ تَرَاهُ مِنَ اللَّيْلِ مُصَلِّيًا اِلَّا رَاَيْتَهٗ، وَلَا نَائِمًا اِلَّا رَاَيْتَهٗ. وَقَالَ سُلَيْمَانُ، عَنْ حُمَيْدٍ اَنَّهٗ سَاَلَ اَنَسًا فِي الصَّوْمِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبد العزیز بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے محمد بن جعفر نے حدیث بیان کی از حمید انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی مہینہ میں روزہ رکھنا چھوڑ دیتے تھے حتیٰ کہ ہم گمان کرتے تھے کہ اب آپ اس مہینہ میں روزے نہیں رکھیں گے اور آپ (کسی مہینہ میں) روزے رکھتے حتیٰ کہ ہم یہ گمان کرتے کہ اب آپ کوئی روزہ نہیں چھوڑیں گے اور تم جب بھی آپ کو رات میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھنا چاہو تو آپ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھ لو گے اور تم جب بھی آپ کو رات میں سوتا ہوا دیکھنا چاہو تو

آپ کو سوتا ہوا دیکھ لو گے' اور سلیمان نے از حمید کہا کہ انہوں نے
حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روزے کے متعلق سوال کیا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۱۴۱ میں گزر چکی ہے اور اس سے مراد یہ ہے کہ آپ کے تمام اعمال متوازن تھے' آپ کا نفلی روزے رکھنا اور نفلی روزے چھوڑ دینا' رات کو نوافل پڑھنا اور رات کو سونا ان تمام اعمال میں توازن اور اعتدال تھا۔

۱۹۷۳ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْ خَالِدٍ الْاَحْمَرُ قَالَ اَخْبَرَنَا حُمَيْدٌ قَالَ سَاَلْتُ اَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنْ صِيَامِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا كُنْتُ اُحِبُّ اَنْ اَرَاهُ مِنَ الشَّهْرِ صَائِمًا اِلَّا رَاَيْتُهُ' وَلَا مُفْطِرًا اِلَّا رَاَيْتُهُ' وَلَا مِنَ اللَّيْلِ قَائِمًا اِلَّا رَاَيْتُهُ' وَلَا نَائِمًا اِلَّا رَاَيْتُهُ' وَلَا مَسِسْتُ خَزَّةً وَّلَا حَرِيْرَةً اَلْيَنَ مِنْ كَفِّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ' وَلَا شَمِمْتُ مِسْكَةً وَّلَا عَبِيْرَةً اَطْيَبَ رَائِحَةً مِّنْ رَّائِحَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوخالد احمر نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں حمید نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے روزوں کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے کہا: میں جس مہینہ میں بھی آپ کو روزے سے دیکھنا چاہتا تو آپ کو روزہ دار دیکھ لیتا اور میں جس مہینہ میں آپ کو روزہ چھوڑتے ہوئے دیکھنا چاہتا تو آپ کو روزہ چھوڑتے ہوئے دیکھ لیتا اور میں جس رات میں آپ کو (نوافل کے) قیام میں دیکھنا چاہتا تو آپ کو قیام میں دیکھ لیتا اور میں جس رات میں آپ کو نیند میں دیکھنا چاہتا تو آپ کو نیند میں دیکھ لیتا' میں نے کسی باریک ریشم کو یا کسی دبیز ریشم کو نہیں مَس کیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں سے زیادہ ملائم ہو اور نہ میں نے رسول اللہ (کے بدن مبارک) کی خوشبو سے زیادہ مشک و عنبر کی خوشبو سونگھی ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۱۴۱ میں گزر چکی ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ذات کے حقوق بھی ادا کرتے تھے اور اللہ عزوجل کے حقوق بھی ادا کرتے تھے اور اس میں امت کے لیے یہ ہدایت ہے کہ وہ بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس نمونہ پر عمل کرے' اس حدیث میں روزے رکھنے اور چھوڑنے سے مراد نفلی روزے ہیں۔

۵۴ - بَابُ حَقِّ الضَّيْفِ فِي الصَّوْمِ
روزے میں مہمان کا حق ادا کرنا

۱۹۷۴ - حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ قَالَ اَخْبَرَنَا هَارُوْنُ بْنُ اِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا عَلِيٌّ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبُوْ سَلَمَةَ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ دَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ' فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ يَعْنِيْ اِنَّ لِزَوْرِكَ عَلَيْكَ حَقًّا' وَاِنَّ لِزَوْجِكَ عَلَيْكَ حَقًّا فَقُلْتُ وَمَا صَوْمُ دَاوُدَ؟ قَالَ نِصْفُ الدَّهْرِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہارون بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں علی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابوسلمہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے' پھر یہ حدیث ذکر کی: بے شک تمہارے مہمان کا تم پر حق ہے اور تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے' میں نے پوچھا: حضرت داؤد علیہ السلام کے روزے کس طرح تھے؟ آپ نے فرمایا:

نصف زندگی کے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۱۳۱ میں گزر چکی ہے اور حضرت داؤد علیہ السلام کے روزوں کی وضاحت آئندہ حدیث میں آ رہی ہے۔

۵۵ - بَابُ حَقِّ الْجِسْمِ فِي الصَّوْمِ روزے میں جسم کا حق

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جو شخص مسلسل نفلی روزہ رکھتا ہے' اس کو اپنے جسم کے حق کی رعایت کرنی چاہیے' کہیں مسلسل روزے رکھنے کی وجہ سے وہ بہت زیادہ کمزور نہ ہو جائے اور اگر وہ یہ محسوس کرے کہ مسلسل روزے رکھنے کی وجہ سے اس کے فرائض اور واجبات کی ادائیگی میں خلل ہو رہا ہے یا روزی کے حصول میں کمی ہو رہی ہے' جس کی وجہ سے وہ اپنے ذمہ حقوق العباد کو ادا نہیں کر سکے گا تو اس پر لازم ہے کہ وہ مسلسل نفلی روزے رکھنا بند کر دے۔

۱۹۷۵ - حَدَّثَنَا ابْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ أَخْبَرَنَا الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ لِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ' أَلَمْ أُخْبَرْ إِنَّكَ تَصُومُ النَّهَارَ وَتَقُومُ اللَّيْلَ؟ فَقُلْتُ بَلٰى يَا رَسُولَ اللّٰهِ' قَالَ فَلَا تَفْعَلْ' صُمْ وَأَفْطِرْ' وَقُمْ وَنَمْ' فَإِنَّ لِجَسَدِكَ عَلَيْكَ حَقًّا' وَإِنَّ لِعَيْنِكَ عَلَيْكَ حَقًّا' وَإِنَّ لِزَوْجِكَ عَلَيْكَ حَقًّا' وَإِنَّ لِزَوْرِكَ عَلَيْكَ حَقًّا' وَإِنَّ بِحَسْبِكَ أَنْ تَصُومَ كُلَّ شَهْرٍ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ' فَإِنَّ لَكَ بِكُلِّ حَسَنَةٍ عَشْرَ أَمْثَالِهَا' فَإِنَّ ذٰلِكَ صِيَامُ الدَّهْرِ كُلِّهِ. فَشَدَّدْتُ فَشُدِّدَ عَلَيَّ. قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ' إِنِّي أَجِدُ قُوَّةً قَالَ فَصُمْ صِيَامَ نَبِيِّ اللّٰهِ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَلَا تَزِدْ عَلَيْهِ. قُلْتُ وَمَا كَانَ صِيَامُ نَبِيِّ اللّٰهِ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ؟ قَالَ نِصْفُ الدَّهْرِ. فَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ يَقُولُ بَعْدَمَا كَبِرَ يَا لَيْتَنِي قَبِلْتُ رُخْصَةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابن مقاتل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں اوزاعی نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے یحییٰ بن ابی کثیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابوسلمہ بن عبد الرحمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما نے حدیث بیان کی' وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عبد اللہ! کیا مجھے یہ خبر نہیں دی گئی ہے کہ تم دن کو روزہ رکھتے ہو اور رات کو قیام کرتے ہو' میں نے کہا: کیوں نہیں! یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا: پس تم ایسا نہ کرو' تم روزہ رکھو بھی اور روزہ چھوڑو بھی' اور (رات کو نوافل میں) قیام بھی کرو اور نیند بھی کرو' کیونکہ تمہارے جسم کا بھی تم پر حق ہے اور تمہاری آنکھوں کا بھی تم پر حق ہے اور تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے اور تمہارے مہمان کا بھی تم پر حق ہے اور تمہارے لیے یہ کافی ہے کہ تم ہر مہینہ میں تین دن کے روزے رکھو کیونکہ تمہیں ہر نیکی کا دس گنا اجر ملے گا اور یہ پوری زندگی کے روزے ہیں یعنی ہمیشہ کے روزے ہیں' سو میں نے (اپنے اوپر) سختی کی تو مجھ پر سختی کی گئی' میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں اس کی قوت پاتا ہوں' آپ نے فرمایا: پھر تم اللہ کے نبی حضرت داؤد علیہ السلام کے روزے رکھو اور ان پر اضافہ نہ کرنا' میں نے پوچھا: اللہ کے نبی حضرت داؤد علیہ السلام کے روزے کیسے ہیں؟ آپ نے فرمایا: وہ نصف زندگی کے روزے ہیں (ایک دن روزہ رکھنا اور ایک دن روزہ چھوڑنا)۔ پھر حضرت عبد اللہ

بوڑھے ہونے کے بعد یہ کہتے تھے: کاش! میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دی ہوئی رخصت کو قبول کر لیتا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۱۳۱ میں گزر چکی ہے' تاہم بعض اُمور وضاحت طلب ہیں:

''صیام الدھر''میں مذاہب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ایک دن روزہ رکھنا اور ایک دن افطار کرنا یہ ''صیام الدھر''(پوری زندگی کے روزے) ہیں' اس کا معنی یہ ہے کہ یہ ''صیام الدّھر'' کی مثل ہیں۔

''صیام الدھر'' یعنی ہمیشہ روزہ رکھنے میں فقہاء کا اختلاف ہے' اہل ظاہر یعنی غیر مقلدین نے ان کو ممنوع کہا ہے کیونکہ احادیث میں ان کی ممانعت ہے' اور جمہور فقہاء نے یہ کہا ہے کہ ہمیشہ روزے رکھنا جائز ہیں بہ شرطیکہ ان دنوں میں روزے نہ رکھے جائیں جن دنوں میں روزے رکھنے کی ممانعت ہے' یعنی عیدین اور ایامِ تشریق کے روزے' اور امام شافعی کا مذہب ہے کہ ہمیشہ روزے رکھنا مستحب ہے۔

سنن الکجی میں ابو تمیمہ ہجیمی نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے ہمیشہ روزے رکھے اس پر دوزخ کو تنگ کر دیا جائے گا۔

امام ابن ماجہ نے حضرت ابن عمرو سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے دو دن عید الاضحیٰ اور عید الفطر کے علاوہ ہمیشہ روزے رکھے۔ (سنن ابن ماجہ: ۱۷۱۴)

صحابہ کی ایک جماعت مسلسل روزے رکھتی تھی' ان میں حضرت عمر بن الخطاب' ان کے بیٹے حضرت عبداللہ بن عمر' حضرت عائشہ اور حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہم شامل ہیں۔

''صیام دھر''اور''صیام وصال''میں فرق

اگر یہ سوال کیا جائے کہ صومِ وصال اور صیامِ دھر میں کیا فرق ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان دونوں کی حقیقت مختلف ہے کیونکہ جس شخص نے ایک دن یا دو دن روزے رکھے اور ان کی راتوں میں کچھ نہیں کھایا پیا تو یہ صوم وصال ہے لیکن صیامِ دھر نہیں ہے اور جس نے ہمیشہ روزے رکھے اور افطار کے بعد سحری تک راتوں میں کھاتا پیتا رہا تو یہ صیامِ دھر ہے لیکن صیامِ وصال نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۲۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۵۶ - بَابُ صَوْمِ الدَّهْرِ

تاحیات روزے رکھنا

١٩٧٦ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ' عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ وَاَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرٍو قَالَ اُخْبِرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنِّيْ اَقُوْلُ وَاللّٰهِ لَاَصُوْمَنَّ النَّهَارَ' وَلَاَقُوْمَنَّ اللَّيْلَ مَا عِشْتُ. فَقُلْتُ لَهٗ قَدْ قُلْتُهٗ بِاَبِيْ اَنْتَ وَاُمِّيْ' قَالَ فَاِنَّكَ لَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے سعید بن المسیب نے اور ابوسلمہ بن عبدالرحمن نے خبر دی کہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر دی گئی کہ میں یہ کہتا ہوں کہ اللہ کی قسم! جب تک میں زندہ رہوں گا میں ضرور دن میں روزہ رکھوں گا اور ضرور رات میں قیام کروں گا

تَسْتَطِيعُ ذٰلِكَ، فَصُمْ وَأَفْطِرْ، وَقُمْ وَنَمْ، وَصُمْ مِنَ الشَّهْرِ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ، فَإِنَّ الْحَسَنَةَ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا، وَذٰلِكَ مِثْلُ صِيَامِ الدَّهْرِ. قُلْتُ إِنِّي أُطِيقُ أَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ، قَالَ فَصُمْ يَوْمًا، وَأَفْطِرْ يَوْمَيْنِ. قُلْتُ إِنِّي أُطِيقُ أَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ، قَالَ فَصُمْ يَوْمًا وَأَفْطِرْ يَوْمًا، فَذٰلِكَ صِيَامُ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ، وَهُوَ أَفْضَلُ الصِّيَامِ. فَقُلْتُ أُطِيقُ أَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا أَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ.

پس میں نے آپ سے کہا: آپ پر میرے باپ اور میری ماں فدا ہوں! میں اس نے اس طرح کہا ہے' آپ نے فرمایا: پس بے شک تم اس کی طاقت نہیں رکھتے' پس تم روزہ (بھی) رکھو اور روزہ چھوڑو (بھی) اور قیام (بھی) کرو اور سوؤ (بھی) اور ہر مہینے کے تین دنوں میں روزہ رکھو کیونکہ ایک نیکی کا دس گنا اجر ہوتا ہے اور یہ تاحیات روزے رکھنے کی مثل ہے' میں نے کہا: بے شک میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں' آپ نے فرمایا: پھر ایک دن روزہ رکھو اور دو دن روزہ چھوڑ دو' میں نے کہا: میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں' آپ نے فرمایا: پھر تم ایک دن روزہ رکھو اور ایک دن روزہ چھوڑ دو اور یہ حضرت داؤد علیہ السلام کے روزے ہیں اور یہ سب سے افضل روزے ہیں' پس میں نے کہا: میں اس سے افضل کی طاقت رکھتا ہوں تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس سے افضل کوئی چیز نہیں ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۱۳۱ میں گزر چکی ہے۔

۵۷ - بَابُ حَقِّ الْأَهْلِ فِي الصَّوْمِ — روزہ میں اہل کا حق

اہل سے مراد وہ لوگ ہیں جن کا خرچ اٹھانا اس کی ذمہ داری ہے' مثلاً بیوی' بچے اور ماں باپ وغیرہ۔

رَوَاهُ أَبُو جُحَيْفَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اس حدیث کی ابوجحیفہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے۔

اس تعلیق کے موافق حدیث' ۱۹۶۸ کے تحت گزر چکی ہے جس میں حضرت سلمان اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہما کا قصہ ہے۔

۱۹۷۷ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ أَخْبَرَنَا أَبُو عَاصِمٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ سَمِعْتُ عَطَاءً أَنَّ أَبَا الْعَبَّاسِ الشَّاعِرَ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا يَقُولُ بَلَغَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنِّي أَسْرُدُ الصَّوْمَ، وَأُصَلِّي اللَّيْلَ، فَإِمَّا أَرْسَلَ إِلَيَّ وَإِمَّا لَقِيتُهُ، فَقَالَ أَلَمْ أُخْبَرْ أَنَّكَ تَصُومُ وَلَا تُفْطِرُ، وَتُصَلِّي وَلَا تَنَامُ؟ فَصُمْ وَأَفْطِرْ، وَقُمْ وَنَمْ، فَإِنَّ لِعَيْنِكَ عَلَيْكَ حَظًّا، وَإِنَّ لِنَفْسِكَ وَأَهْلِكَ عَلَيْكَ حَظًّا. قَالَ وَإِنِّي لَأَقْوَى لِذٰلِكَ، قَالَ فَصُمْ صِيَامَ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ. قَالَ وَكَيْفَ؟ قَالَ كَانَ يَصُومُ يَوْمًا وَيُفْطِرُ يَوْمًا، وَلَا يَفِرُّ إِذَا لَاقَى. قَالَ مَنْ لِي بِهٰذِهِ يَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن علی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعاصم نے خبر دی از ابن جریج' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے عطاء سے سنا کہ ابوالعباس شاعر نے ان کو خبر دی کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ خبر پہنچی کہ میں مسلسل روزے رکھتا ہوں اور رات کو نوافل پڑھتا ہوں' پس یا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے پیغام بھیجا یا میں از خود آپ سے ملا' پس آپ نے فرمایا: کیا مجھے یہ خبر نہیں پہنچی کہ تم روزے رکھتے ہو اور روزے چھوڑتے نہیں ہو اور نماز پڑھتے ہو اور سوتے نہیں ہو' پس تم روزہ رکھا کرو اور روزہ چھوڑا بھی کرو' اور رات کو قیام کرو اور سویا بھی کرو' کیونکہ تمہاری آنکھوں کا تم پر حق ہے اور تمہارے بدن کا بھی تم پر حق ہے' اور تمہارے اہل کا

نَبِيَّ اللّٰهِ؟ قَالَ عَطَاءٌ لَّا اَدْرِیْ كَيْفَ ذَكَرَ صِيَامَ الْاَبَدِ، قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا صَامَ مَنْ صَامَ الْاَبَدَ. مَرَّتَيْنِ.

بھی تم پر حق ہے' انہوں نے کہا: میں اس کی طاقت رکھتا ہوں' آپ نے فرمایا: پھر تم حضرت داؤد علیہ السلام کے روزے رکھو' انہوں نے پوچھا: وہ کیسے ہیں؟ آپ نے فرمایا: وہ ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن افطار کرتے تھے اور جب دشمن سے مقابلہ ہوتا تو فرار نہیں ہوتے تھے' اس پر حضرت عبداللہ نے کہا: حضرت داؤد علیہ السلام کی اس خصلت کا (کہ میں میدانِ جنگ سے فرار اختیار نہ کروں) کون ضامن ہوگا! عطاء نے کہا: میں نہیں جانتا کہ آپ نے کس طرح دائمی روزوں کا ذکر کیا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوبار فرمایا: جس نے دائمی روزے رکھے' اس نے روزہ نہیں رکھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۱۳۱ میں گزر چکی ہے۔ یہاں آپ نے جو فرمایا کہ "جس نے دائمی روزہ رکھا اس نے روزہ نہیں رکھا" اس کا معنی یہ ہے کہ چونکہ اس نے ایک ممنوع روزہ رکھا ہے' اس لیے اس کو اس روزہ کا اجر نہیں ملے گا۔

٥٨ - بَابُ صَوْمِ يَوْمٍ وَّاِفْطَارِ يَوْمٍ
ایک دن روزہ رکھنا اور ایک دن روزہ چھوڑنا

١٩٧٨ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ مُّغِيرَةَ قَالَ سَمِعْتُ مُجَاهِدًا، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ صُمْ مِنَ الشَّهْرِ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ. قَالَ اُطِيقُ اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ، فَمَا زَالَ حَتّٰى قَالَ صُمْ يَوْمًا وَّاَفْطِرْ يَوْمًا. فَقَالَ اِقْرَاِ الْقُرْاٰنَ فِي كُلِّ شَهْرٍ. قَالَ اِنِّيْ اُطِيقُ اَكْثَرَ، فَمَا زَالَ حَتّٰى قَالَ فِي ثَلَاثٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از مغیرہ' انہوں نے کہا: میں نے مجاہد سے سنا از حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: ہر مہینہ سے تین دن کے روزے رکھو' انہوں نے کہا: میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں' پھر وہ مسلسل زیادہ روزے رکھنے پر اصرار کرتے رہے' حتیٰ کہ آپ نے فرمایا: ایک دن روزہ رکھو اور ایک دن چھوڑ دو' پھر آپ نے فرمایا: ہر مہینہ میں ایک قرآن ختم کرو' انہوں نے کہا: میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں' پھر وہ مسلسل اصرار کرتے رہے حتیٰ کہ آپ نے فرمایا: تین دن میں ختم کرو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۱۳۱ میں گزر چکی ہے' علامہ عینی نے کہا ہے کہ مستحب یہ ہے کہ تین دن سے کم میں قرآن مجید ختم نہ کیا جائے' علامہ نووی نے کہا ہے کہ بعض متقدمین ایک ماہ میں قرآن مجید ختم کرتے تھے اور یہ جلدی ختم کرنے کی کم سے کم مدت ہے اور زیادہ سے زیادہ جلدی کی مدت یہ ہے کہ ایک دن اور ایک رات میں قرآن مجید کے آٹھ ختم کرے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۳۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٥٩ - بَابُ صَوْمِ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ
حضرت داؤد علیہ السلام کے روزے

اس سے پہلے باب کا عنوان تھا: ایک دن روزہ رکھنا اور ایک دن روزہ چھوڑنا' اور یہی حضرت داؤد علیہ السلام کے روزے ہیں' بہ ظاہر یہ تکرار ہے لیکن پہلے باب سے مقصود یہ ہے کہ اس طرح روزے رکھنا افضل ہے اور اس باب سے مقصود یہ ہے کہ اس طرح روزے

رکھنا حضرت داؤد علیہ السلام کی سنت ہے۔

۱۹۷۹ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا حَبِيْبُ بْنُ اَبِيْ ثَابِتٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا الْعَبَّاسِ الْمَكِّيَّ، وَكَانَ شَاعِرًا، وَكَانَ لَا يُتَّهَمُ فِيْ حَدِيْثِهٖ، قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ لِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّكَ لَتَصُوْمُ الدَّهْرَ وَتَقُوْمُ اللَّيْلَ؟ فَقُلْتُ نَعَمْ، قَالَ اِنَّكَ اِذَا فَعَلْتَ ذٰلِكَ هَجَمَتْ لَهُ الْعَيْنُ، وَنَفِهَتْ لَهُ النَّفْسُ، لَا صَامَ مَنْ صَامَ الدَّهْرَ، صَوْمُ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ صَوْمُ الدَّهْرِ كُلِّهٖ . قُلْتُ فَاِنِّيْ اُطِيْقُ اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ، قَالَ فَصُمْ صَوْمَ دَاوٗدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ، كَانَ يَصُوْمُ يَوْمًا وَّيُفْطِرُ يَوْمًا، وَلَا يَفِرُّ اِذَا لَاقٰى.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حبیب بن ابی ثابت نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے ابوالعباس المکی سے سنا اور وہ شاعر تھے اور وہ اپنی حدیث میں متہم نہیں تھے' انہوں نے کہا: میں نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا: تم تسلسل سے روزے رکھتے ہو اور (ہر) رات میں قیام کرتے ہو' میں نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: اگر تم ایسا کرتے رہے تو تمہاری آنکھیں اندر دھنس جائیں گی یعنی تمہاری بینائی کمزور ہو جائے گی اور تمہارا بدن بہت لاغر ہو جائے گا' جس نے زندگی بھر روزے رکھے اس کا کوئی روزہ نہیں ہوا' مہینہ میں تین دن کے روزے رکھنا زندگی بھر روزے رکھنے کے برابر ہے' میں نے کہا: میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں' آپ نے فرمایا: پھر تم حضرت داؤد علیہ السلام کے روزے رکھو' وہ ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن روزہ چھوڑ دیتے تھے اور جب دشمن سے مقابلہ ہوتا تو بھاگتے نہیں تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۱۳۱ میں گزر چکی ہے۔

۱۹۸۰ - حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ الْوَاسِطِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ خَالِدٍ عَنْ اَبِيْ قِلَابَةَ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَبُو الْمَلِيْحِ قَالَ دَخَلْتُ مَعَ اَبِيْكَ عَلٰى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو، فَحَدَّثَنَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذُكِرَ لَهُ صَوْمِيْ، فَدَخَلَ عَلَيَّ، فَاَلْقَيْتُ لَهُ وِسَادَةً مِّنْ اَدَمٍ حَشْوُهَا لِيْفٌ، فَجَلَسَ عَلَى الْاَرْضِ، وَصَارَتِ الْوِسَادَةُ بَيْنِيْ وَبَيْنَهُ، فَقَالَ اَمَا يَكْفِيْكَ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ ثَلَاثَةُ اَيَّامٍ؟ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ خَمْسًا. قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ سَبْعًا. قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ تِسْعًا. قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ اِحْدٰى عَشْرَةَ. ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا صَوْمَ فَوْقَ صَوْمِ دَاوٗدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ، شَطْرِ الدَّهْرِ،

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق واسطی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی از خالد از ابی قلابہ' انہوں نے کہا: مجھے ابوالملیح نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں تمہارے والد کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کے پاس گیا' پس انہوں نے ہمیں یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میرے روزہ کا ذکر کیا گیا تو آپ میرے پاس تشریف لائے' سو میں نے آپ کے لیے ایک گدا بچھایا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی' آپ زمین پر بیٹھ گئے اور وہ گدا میرے اور آپ کے درمیان تھا' پس آپ نے فرمایا: کیا تمہیں یہ کافی نہیں ہے کہ تم ہر مہینہ میں تین روزے رکھو' میں نے کہا: یارسول اللہ! آپ نے فرمایا: چلو پانچ (روزے رکھ لو)' میں نے کہا: یارسول اللہ! آپ نے فرمایا: چلو سات (روزے رکھ لو)' میں نے کہا: یارسول اللہ! آپ نے فرمایا:

صُمْ يَوْمًا وَّأَفْطِرْ يَوْمًا.

چلو نو (رکھ لو)' میں نے کہا: یارسول اللہ! آپ نے فرمایا: چلو گیارہ' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حضرت داؤد علیہ السلام کے روزوں سے زیادہ روزے نہ رکھنا' وہ نصف دہر (نصف زندگی) کے روزے ہیں' ایک دن روزہ رکھو اور ایک دن روزہ افطار کرو۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا احکام شرعیہ کی گہرائی میں جانے سے منع فرمانا اور عمل میں آسانی کی ہدایت دینا۔۔۔۔۔ اور آپ کی تواضع اور انکسار

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۱۳۱ میں گزر چکی ہے' اس حدیث سے مزید یہ معلوم ہوا کہ ایک دن روزہ اور ایک دن افطار سے زیادہ کسی نفلی روزہ میں فضیلت نہیں ہے' اور یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امت کی بہت خیر خواہی اور اُمت پر بہت شفقت کرتے تھے اور ان کو ایسے عمل کرنے کی ہدایت دیتے تھے جس کو وہ آسانی سے دائماً کر سکیں اور ان کو عبادت میں زیادہ گہرائی میں جانے سے منع فرمایا کیونکہ اس سے زیادہ تھکاوٹ اور اکتاہٹ پیدا ہوتی ہے' جس سے اصل عبادت بھی متروک ہو جانے کا خطرہ ہے' حضرت عبداللہ بن عمرو نے اپنے روزوں کا حال بیان کیا' اس سے معلوم ہوا کہ انسان اپنے نیک اعمال کو بیان کر سکتا ہے بہ شرطیکہ اس میں ریاکاری نہ ہو' حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے گدا بچھایا لیکن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس گدے پر نہیں بیٹھے بلکہ اس کی دوسری طرف بیٹھ گئے' اس سے آپ کی تواضع ظاہر ہوتی ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ صحابہ تنگی اور عسرت میں گزر بسر کرتے تھے کیونکہ اگر حضرت عبداللہ بن عمرو کو اس کھجور کی چھال والے گدے سے اچھا گدا میسر ہوتا تو وہ اسے آپ کے لیے بچھاتے۔

٦٠ - بَابُ صِيَامِ اَيَّامِ الْبِيْضِ ثَلَاثَ عَشَرَةَ، وَاَرْبَعَ عَشَرَةَ، وَخَمْسَ عَشَرَةَ

ایام بیض یعنی تیرہ' چودہ اور پندرہ تاریخ کے روزے

ایام بیض سے مراد ہے: چاند کی تیرہ' چودہ اور پندرہ تاریخ کے روزے رکھنا اور چونکہ ہر نیکی کا دس گنا اجر ہوتا ہے' اس لیے مہینہ میں تین روزوں کا اجر پورے مہینہ کے روزوں کا اجر ہوگا اور جو ہر مہینہ میں یہ تین روزے رکھے گا' اس کو صیام دہر یعنی پوری زندگی کے روزوں کا اجر مل جائے گا۔

ہر مہینہ کے تین روزوں کے مصادیق میں ائمہ اور فقہاء کا اختلاف

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

ہمارے شیخ نے کہا ہے کہ ہر مہینہ کے تین روزوں کی تعیین میں اختلاف ہے اور خلاصہ یہ ہے کہ اس مسئلہ میں حسب ذیل نو اقوال ہیں:

(۱) مہینہ میں بغیر کسی تعیین کے تین روزوں کا رکھنا مستحب ہے' علامہ قرطبی نے بیان کیا ہے کہ ان تین روزوں کی تعیین کرنا مکروہ ہے اور یہ امام مالک کا مذہب ہے۔

(۲) اکثر اہل علم کا مذہب یہ ہے کہ یہ چاند کی تیرہ' چودہ اور پندرہ تاریخیں ہیں' حضرت عمر بن الخطاب' حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہم اور فقہاء تابعین کا یہی موقف ہے' امام شافعی اور ان کے اصحاب' امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب' امام احمد اور ابن حبیب مالکی کا یہی مذہب ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۲۴۴۹' سنن ترمذی: ۷۶۱' سنن نسائی: ۲۴۳۱)

(۳) ایک قوم کا مؤقف یہ ہے کہ یہ بارہ' تیرہ اور چودہ تاریخیں ہیں۔
(۴) حسن بصری نے کہا: یہ مہینہ کی پہلی تین تاریخیں ہیں۔
(۵) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا مختار یہ ہے کہ یہ ہر مہینہ کا پہلا ہفتہ' اتوار اور پیر ہے' پھر ہر مہینہ کا پہلا منگل' بدھ اور جمعرات ہے۔
(۶) ابراہیم نخعی کا مذہب یہ ہے کہ یہ ہر مہینہ کے آخری تین دن ہیں۔
(۷) ہر مہینہ کے پیر اور جمعرات کے روزے مستحب ہیں۔
(۸) حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مہینہ کی پہلی' دسویں اور بیسویں تاریخ کے روزے رکھیں۔
(۹) ابواسحاق بن شعبان مالکی سے روایت ہے کہ پہلی' گیارھویں اور بیسویں تاریخ کے روزے مستحب ہیں۔

(عمدۃ القاری ج۱۱ص ۱۳۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۹۸۱ - حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُو التَّيَّاحِ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبُوْ عُثْمَانَ' عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اَوْصَانِيْ خَلِيْلِيْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِثَلَاثٍ صِيَامِ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ مِّنْ كُلِّ شَهْرٍ' وَرَكْعَتَيِ الضُّحٰى' وَاَنْ اُوْتِرَ قَبْلَ اَنْ اَنَامَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابومعمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوارث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوالتیاح نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابوعثمان نے حدیث بیان کی از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں: مجھے میرے خلیل صلی اللہ علیہ وسلم نے تین چیزوں کی وصیت کی تھی: (۱) ہر مہینہ میں تین دن کے روزے رکھنا (۲) چاشت کی دو رکعت پڑھنا (۳) اور سونے سے پہلے وتر کی نماز پڑھنا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۱۷۸ میں گزر چکی ہے۔

۶۱ - بَابُ مَنْ زَارَ قَوْمًا فَلَمْ يُفْطِرْ عِنْدَهُمْ

جو شخص کسی سے ملنے گیا اور اس نے اس کے پاس روزہ نہیں کھولا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جو شخص روزے سے تھا' پھر وہ کسی کے پاس مہمان گیا اور اس نے وہاں نفلی روزہ نہیں کھولا' یہ باب' اس باب پہلے یعنی باب: ۵۱ کے مقابلہ میں ہے' اس میں یہ مذکور تھا کہ میزبان نے مہمان کے اصرار سے اپنا نفلی روزہ کھول دیا تھا۔

۱۹۸۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنِيْ خَالِدٌ هُوَ ابْنُ الْحَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ' عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى اُمِّ سُلَيْمٍ' فَاَتَتْهُ بِتَمْرٍ وَّسَمْنٍ' قَالَ اَعِيْدُوْا سَمْنَكُمْ فِيْ سِقَائِهٖ' وَتَمْرَكُمْ فِيْ وِعَائِهٖ' فَاِنِّيْ صَائِمٌ. ثُمَّ قَامَ اِلٰى نَاحِيَةٍ مِّنْ نَوَاحِي الْبَيْتِ فَصَلّٰى غَيْرَ الْمَكْتُوْبَةِ' فَدَعَا لِاُمِّ سُلَيْمٍ وَاَهْلِ بَيْتِهَا' فَقَالَتْ اُمُّ سُلَيْمٍ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ لِيْ خُوَيْصَّةً' قَالَ مَا هِيَ؟

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے خالد نے حدیث بیان کی اور وہ ابن الحارث ہیں' انہوں نے کہا: ہمیں حمید نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم' حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے پاس گئے' وہ آپ کے پاس کھجوریں اور گھی لے کر آئیں' آپ نے فرمایا: تم اپنا گھی اپنی مشک میں ڈال لو اور اپنی کھجوریں اپنے برتن میں رکھ لو کیونکہ میں روزے سے ہوں' پھر آپ گھر کی جانبوں میں سے ایک جانب گئے' پھر آپ نے نفل نماز پڑھی' پھر آپ نے

قَالَتْ خَادِمُكَ اَنَسٌ، فَمَا تَرَكَ خَيْرَ اٰخِرَةٍ وَّلَا دُنْيَا اِلَّا دَعَا لِيْ بِهٖ، قَالَ اَللّٰهُمَّ ارْزُقْهُ مَالًا وَّوَلَدًا، وَبَارِكْ لَهٗ. فَاِنِّيْ لَمِنْ اَكْثَرِ الْاَنْصَارِ مَالًا (ح) وَحَدَّثَتْنِيْ اِبْنَتِيْ اُمَيْنَةُ اَنَّهٗ دُفِنَ لِصُلْبِيْ مَقْدَمَ حَجَّاجٍ الْبَصْرَةَ بِضْعٌ وَّعِشْرُوْنَ وَمِائَةٌ.

حضرت ام سلیم اور ان کے گھر والوں کے لیے دعا کی' حضرت ام سلیم نے کہا: یارسول اللہ! میرا ایک خاص بچہ ہے' آپ نے پوچھا: وہ کون ہے؟ انہوں نے کہا: وہ آپ کا خادم انس ہے' پھر آپ نے دنیا اور آخرت کی ہر خیر کی میرے لیے دعا کی اور آپ نے کہا: اے اللہ! اس کو مال اور اولاد عطا فرما اور اس کو برکت عطا فرما' پس میں انصار میں سب سے زیادہ مال دار ہوں! (ح) اور مجھے میری بیٹی امینہ نے حدیث بیان کی کہ جب حجاج بصرہ میں آیا تو میں اپنی پشت سے پیدا ہونے والے ایک سو بیس اور چند بیٹوں کو دفن کر چکا تھا۔

حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ مَرْيَمَ قَالَ اَخْبَرَنَا يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنِيْ حُمَيْدٌ قَالَ سَمِعَ اَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اور ہمیں ابن ابی مریم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے حمید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: از حضرت انس رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

[اطراف الحدیث: ٦٣٣٤-٦٣٤٤-٦٣٧٨-٦٣٨٠] (صحیح مسلم: ٢٤٨٠' الرقم المسلسل: ٦٢٦٦' سنن ترمذی: ٣٨٢٩' الاحاد والمثانی: ٣٣١١' صحیح ابن حبان: ٧١٧٨' المعجم الکبیر: ٤٠٣-ج ٢٥' شرح السنۃ: ج ١٤ ص ١٨٨' مسند ابویعلیٰ: ٣٢٢٩' مسند احمد ج ٦ ص ٤٣٠ طبع قدیم' مسند احمد: ٢٧٤٢٦- ج ٤٥ ص ٤١٤' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کے رجال کا پہلے تذکرہ ہو چکا ہے اور اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مناسبت اس جملہ میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلیم سے فرمایا: تم اپنا گھی اپنی مشک میں ڈال لو اور اپنی کھجوریں اپنے برتن میں رکھ لو' کیونکہ میں روزے سے ہوں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کے لیے آخرت کی خیر کی دعا کا بیان

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ پھر آپ نے دنیا اور آخرت کی ہر خیر کی میرے لیے دعا کی۔ اس پر یہ سوال ہے کہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے دعا کی: اے اللہ! اس کو مال اور اولاد عطا فرما اور اس میں برکت عطا فرما۔ سوال یہ ہے کہ یہ تو دنیا کی خیر ہے' آخرت کی خیر کا کہاں ذکر ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ راوی نے حدیث میں اختصار کیا ہے اور آخرت کی دعا کا ذکر نہیں کیا' تاہم امام ابن سعد نے سند صحیح کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ اے اللہ! اس کے مال کو زیادہ کر اور اس کی اولاد کو زیادہ کر اور اس کی عمر زیادہ کر اور اس کے گناہوں کو بخش دے اور صحیح مسلم میں یہ حدیث ہے کہ آپ نے میرے لیے تین دعائیں کیں' ان میں سے دو تو میں نے دنیا میں دیکھ لیں اور تیسری کے متعلق مجھے آخرت میں امید ہے۔ (صحیح مسلم: ٢٤٨١' سنن ترمذی: ٣٨٥٣)

امام مسلم نے تیسری دعا کا ذکر نہیں کیا' اس کا امام ابن سعد نے ذکر کیا ہے اور وہ مغفرت کی دعا ہے۔

حکام کی تاریخ کو محفوظ رکھنا

اس حدیث میں مذکور ہے کہ جب حجاج بصرہ میں آیا۔ حجاج بن یوسف ٧٥ھ میں بصرہ میں آیا تھا' اس وقت حضرت انس رضی اللہ عنہ

کی عمر ۸۰ سال سے زیادہ تھی' خلاصہ یہ ہے کہ حجاج کے آنے کے وقت وہ اپنے ۱۲۰ ' سے زیادہ بیٹے دفن کر چکے تھے' خطیب بغدادی نے لکھا ہے: وہ ۱۲۳ بیٹے تھے۔

حدیث مذکور کا حضرت ابوالدرداء کی حدیث سے تعارض کا جواب

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس شخص نے نفلی روزہ رکھا ہوا ہو'اس کو بغیر عذر یا بغیر سبب کے اپنا روزہ نہیں کھولنا چاہیے۔ امام ابوحنیفہ اور امام مالک کا یہی مذہب ہے اور یہ حدیث ان کی دلیل ہے۔

اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اس سے پہلے حدیث:۱۹۶۸ میں گزر چکا ہے کہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے کہنے سے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے اپنا روزہ توڑ دیا تھا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ان میں تعارض نہیں ہے کیونکہ حضرت ابوالدرداء کے روزہ کھولنے کا سبب شرعی موجود تھا' اور وہ یہ تھا کہ حضرت سلمان نے کہا تھا کہ میں اس وقت تک کھانا نہیں کھاؤں گا جب تک کہ تم بھی نہیں کھاؤ گے اور مہمان کا میزبان پر حق ہوتا ہے' پس حضرت ابوالدرداء نے مہمان کی تکریم کے لیے اپنا نفلی روزہ کھول دیا تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سُلیم کا لایا ہوا گھی اور ان کی کھجوریں واپس کر دیں' اس سے معلوم ہوا کہ اگر ہدیہ دینے والے کو شاق نہ گزرے اور وہ رنجیدہ نہ ہو تو اس کا ہدیہ واپس کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گھی واپس مشک میں ڈال دو اور کھجوروں کو برتن میں رکھ دو' اس میں یہ دلیل ہے کہ طعام کی حفاظت کرنی چاہیے اور اس کو ضائع ہونے سے بچانا چاہیے۔

حضرت انس نے بتایا کہ جب حجاج بصرہ میں آیا۔ اس میں یہ دلیل ہے کہ حکام کے واقعات کی تاریخ محفوظ رکھنی چاہیے اور ہم نے بیان کر دیا ہے کہ وہ ۷۵ ھ کا واقعہ تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نفل نماز پڑھی' پھر حضرت ام سلیم اور ان کے گھر والوں کے لیے دعا کی' اس سے معلوم ہوا کہ نماز کے بعد دعا کرنی چاہیے' حضرت ام سلیم نے آپ سے درخواست کی کہ میرا خاص بیٹا ہے اس کے لیے دعا کریں۔ اس سے معلوم ہوا کہ جب صالحین کسی کے گھر جائیں تو انہیں خود بھی گھر والوں کے لیے دعا کرنی چاہیے اور ان سے دعا کی درخواست بھی کرنی چاہیے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم' حضرت ابوطلحہ کے گھر گئے اور وہ اس وقت گھر میں نہیں تھے' ان کی اہلیہ حضرت ام سلیم گھر میں تھیں' اس سے معلوم ہوا کہ جب گھر والا گھر میں موجود نہ ہو تب بھی اس کے گھر جانا جائز ہے' بہ شرطیکہ اسے معلوم ہو کہ گھر والے کو اس کا گھر میں آنا ناگوار نہیں ہوگا' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل اور کوئی شخص نہیں ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ ان کی عمر زیادہ ہوئی اور ان کے ایک سو بیس سے زیادہ بیٹے ہوئے' اس سے یہ معلوم ہوا کہ انسان کو یہ بتانا چاہیے کہ اس کے اوپر اللہ تعالیٰ کی کتنی اور کیا کیا نعمتیں ہیں اور اللہ تعالیٰ کے انعامات کی خبر دینی چاہیے۔

قرآن مجید میں ہے:

وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْO (الضحیٰ:۱۱) اور آپ اپنے رب کی نعمت کا (خوب) ذکر کریںO

زیر بحث حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزہ کا بھی بیان ہے کیونکہ آپ نے حضرت انس کے مال میں برکت کی دعا کی اور ان کی اولاد میں کثرت کی دعا کی تو ان کی عمر بھی زیادہ ہوئی اور اولاد بھی زیادہ ہوئی۔ مال میں برکت یہ تھی کہ ان کے باغات میں سال میں دو مرتبہ پھل لگتے تھے اور دوسروں کے باغات میں ایک مرتبہ پھل لگتا تھا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اپنی اولاد کو دفن کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اولاد کی وفات کثرت اولاد کی دعا کی مقبولیت کے منافی نہیں ہے کیونکہ موت تو بہر حال سب کو آنی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۴۲۔۱۴۱ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت '۱۴۲۱ھ)

٦٢ - بَابُ الصَّوْمِ اٰخِرَ الشَّهْرِ — مہینہ کے آخر میں روزہ رکھنا

اس باب میں مہینہ کے آخر میں روزہ رکھنے کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس کے معارض یہ حدیث ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص رمضان کے مہینہ سے ایک دن پہلے یا دو دن پہلے روزہ نہ رکھے' سوا اس کے کہ کسی شخص کو اس دن روزہ رکھنے کی عادت ہو' وہ اس دن کا روزہ رکھے۔

(صحیح البخاری: ۱۹۱۴' صحیح مسلم: ۱۰۸۲)

اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مطلقاً رمضان کے مہینہ سے ایک دن یا دو دن پہلے روزہ رکھنے سے منع نہیں فرمایا بلکہ جس شخص کی کسی مہینہ کے آخر میں روزہ رکھنے کی عادت ہو اور وہ شعبان کے مہینہ کے آخر میں بھی روزہ رکھے' اس کا استثناء فرمایا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مہینہ کے آخر میں روزہ رکھنا سب کے لیے ممنوع نہیں ہے۔

۱۹۸۳ - حَدَّثَنَا الصَّلْتُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا مَهْدِيٌّ، عَنْ غَيْلَانَ. ح. وَحَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا مَهْدِيُّ بْنُ مَيْمُوْنٍ قَالَ حَدَّثَنَا غَيْلَانُ بْنُ جَرِيْرٍ، عَنْ مُّطَرِّفٍ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ سَاَلَهُ' اَوْ سَاَلَ رَجُلًا' وَعِمْرَانُ يَسْمَعُ، فَقَالَ يَا اَبَا فُلَانٍ، اَمَا صُمْتَ سَرَرَ هٰذَا الشَّهْرِ؟ قَالَ اَظُنُّهُ قَالَ يَعْنِيْ رَمَضَانَ، قَالَ الرَّجُلُ لَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! قَالَ فَاِذَا اَفْطَرْتَ فَصُمْ يَوْمَيْنِ. لَمْ يَقُلِ الصَّلْتُ اَظُنُّهُ يَعْنِيْ رَمَضَانَ. قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ وَقَالَ ثَابِتٌ، عَنْ مُّطَرِّفٍ، عَنْ عِمْرَانَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ سَرَرِ شَعْبَانَ.

(صحیح مسلم: ۱۱۶۹' الرقم المسلسل: ۲۶۳۴' سنن ابوداؤد: ۲۳۲۸)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الصلت بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں مہدی نے حدیث بیان کی از غیلان (ح) اور ہمیں ابو النعمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں مہدی بن میمون نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غیلان بن جریر نے حدیث بیان کی از مطرف از حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے حضرت عمران سے سوال کیا یا آپ نے کسی اور شخص سے سوال کیا اور حضرت عمران سن رہے تھے' آپ نے فرمایا: اے ابوفلاں! کیا تم نے اس مہینہ کے آخر میں روزے نہیں رکھے؟ ابو النعمان نے کہا: آپ کی مراد رمضان کے مہینہ کا آخر تھا' اس شخص نے کہا: نہیں! یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا: جب تم (کسی مہینہ کے روزے) چھوڑو تو اس مہینہ کے (آخری) دو دن روزے رکھ لیا کرو۔ الصلت بن محمد نے یہ نہیں کہا کہ میرا گمان ہے کہ آپ کی مراد رمضان کا مہینہ تھا۔ امام ابو عبد اللہ بخاری نے بیان کیا کہ ثابت نے از مطرف از حضرت عمران از نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیان کیا کہ شعبان کے آخری دنوں میں۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) صلت بن محمد بن عبد الرحمان ابو ہمام خارکی (۲) مہدی بن میمون معولی ازدی (۳) غیلان بن جریر معولی ازدی (۴) ابو النعمان محمد بن فضل سدوسی (۵) عبد اللہ بن شخیر حرشی عامری (۶) حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۴۳)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: جب تم (کسی مہینہ کے روزے چھوڑو) تو اس مہینہ کے

(آخری) دو دن روزے رکھ لیا کرو۔

''سَرَر'' کا معنی

اس حدیث میں ''سرر'' کا لفظ ہے' اس کا مادہ ''سِرٌّ'' ہے اس کا معنی چھپنا اور پوشیدہ ہونا ہے' جمہور علماء نے کہا: اس سے مراد مہینہ کے آخری ایام ہیں کیونکہ ان دنوں میں چاند چھپا ہوا ہوتا ہے' اور بعض نے کہا: اس کا مادہ ''سُرَّۃٌ'' ہے' اس کا معنی ناف ہے اور اس سے مراد مہینہ کی درمیانی تاریخیں ہیں یعنی ایامِ بیض تیرہ' چودہ اور پندرہ تاریخیں' لیکن اکثر کا قول یہ ہے کہ اس سے مراد ۲۸'۲۹ اور ۳۰ تاریخ ہے۔

آیا حدیث مذکور میں مہینہ کے آخری روزوں سے مراد رمضان کے آخری روزے ہیں یا شعبان کے

ابوالنعمان نے کہا: میرا گمان یہ ہے کہ آپ کی مراد رمضان کا مہینہ تھا یعنی آپ نے کسی شخص سے سوال کیا: کیا تم نے رمضان کے آخری ایام کے روزے رکھے تھے۔

علامہ خطابی نے کہا کہ اس حدیث میں ابوالنعمان کا رمضان کا ذکر کرنا ان کا وہم ہے' کیونکہ رمضان کے تو پورے روزے رکھنا متعین ہیں' اس لیے اس کے مہینہ کے آخری روزوں کے متعلق آپ کا سوال کرنا بہت بعید ہے' علامہ داؤدی اور علامہ ابن الجوزی نے بھی اسی طرح کہا ہے۔

اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ رمضان کے روزوں کے متعلق سوال کی تائید میں یہ حدیث ہے:

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص سے پوچھا: کیا تم نے اس مہینہ کے آخری دنوں میں کچھ روزے رکھے ہیں؟ اس نے کہا: نہیں! تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم رمضان کے روزے چھوڑ دو تو اس کی جگہ دو دن کے روزے رکھ لو۔ (صحیح مسلم: ۱۱۶۱' الرقم المسلسل: ۲۶۴۱' سنن ابوداؤد: ۲۳۲۸)

اس کا جواب یہ ہے کہ دوسری حدیث میں شعبان کا ذکر ہے:

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص سے پوچھا: کیا تم نے اس مہینہ میں کچھ روزے رکھے ہیں' یعنی شعبان کے؟ اس نے کہا: نہیں! آپ نے اس سے فرمایا: جب تم رمضان کے روزے چھوڑ دو تو اس کی جگہ ایک دن یا دو دن روزے رکھو۔ (صحیح مسلم: ۱۱۶۱' الرقم المسلسل: ۲۶۴۲)

صحیح مسلم کی حدیث پر وارد ہونے والے اشکال کے جواب میں علامہ عینی کا تفرد

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ تحقیق یہ ہے کہ صحیح بخاری کی حدیث میں جو مذکور ہے: آپ نے پوچھا: کیا تم نے اس مہینہ کے آخر میں روزے نہیں رکھے؟ اس سے مراد شعبان کے روزے ہیں۔

تاہم یہ سوال ہوگا کہ صحیح مسلم کی حدیث میں جو مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم رمضان کے روزے چھوڑ دو تو اس کی جگہ دو دن کے روزے رکھ لو' اس حدیث کی کیا توجیہ ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ جب تم نے رمضان کے روزوں میں سے آخری دو روزے چھوڑ دیئے تو اس کی جگہ دو روزے رکھ لو' کیونکہ اس حدیث کا یہ معنی نہیں ہوسکتا کہ جب تم نے رمضان کے تمام روزے چھوڑ دیئے تو اس کی جگہ دو روزے رکھ لینا کیونکہ صرف دو روزے رمضان کے تمام روزوں کا بدل نہیں ہو سکتے اور صحیح مسلم کی حدیث میں جو آپ نے فرمایا ہے کہ ''جب تم

رمضان کے روزے چھوڑ دو' اس میں یہ عبارت مقدر ہے کہ جب تم رمضان کے آخری دو روزے چھوڑ دو۔ پھر اس کے بعد آپ کا یہ ارشاد مذکور ہے کہ اس کی جگہ دو روزے رکھ لو۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: اس حدیث کی شرح اسی طرح ہو سکتی ہے اور میں نے صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے شارحین میں سے کسی کو نہیں دیکھا جس نے اس حدیث پر وارد ہونے والے اشکال کو حل کیا ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۴۵' دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ جس کی رمضان سے ایک دن یا دو دن پہلے والے دن روزہ رکھنے کی عادت نہ ہو' اس کو آپ نے رمضان سے ایک دن یا دو دن پہلے روزہ رکھنے سے منع فرمایا اور جس کی عادت ہو' اس کے لیے اس دن روزہ رکھنا مستحب ہے اور یہ حدیث اس پر محمول ہے۔

٦٣ - بَابُ صَوْمِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ

جمعہ کے دن کا روزہ

فَإِذَا أَصْبَحَ صَائِمًا يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَعَلَيْهِ أَنْ يُفْطِرَ، يَعْنِي إِذَا لَمْ يَصُمْ قَبْلَهُ، وَلَا يُرِيْدُ أَنْ يَصُوْمَ بَعْدَهُ.

جب کوئی شخص جمعہ کے دن صبح کو نفلی روزہ سے اٹھا تو اس پر لازم ہے کہ وہ اس روزہ کو کھول لے یعنی جب اس نے اس جمعہ سے پہلے روزہ نہ رکھا ہو اور نہ اس جمعہ کے بعد روزہ رکھنے کا ارادہ ہو۔

اس باب میں جمعہ کے دن نفلی روزہ رکھنے کا حکم بیان کیا ہے اور اس کا حکم یہ ہے کہ اگر اس نے صرف جمعہ کے دن کا روزہ رکھا ہے' اس سے پہلے دن روزہ رکھا نہ اس کے بعد روزہ رکھنے کا ارادہ ہے تو وہ اس روزہ کو کھول لے' کیونکہ جمعہ کی خصوصیت کی وجہ سے روزہ رکھنا ممنوع ہے۔

١٩٨٤ - حَدَّثَنَا أَبُوْ عَاصِمٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ عَبْدِ الْحَمِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ عَبَّادٍ قَالَ سَأَلْتُ جَابِرًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَوْمِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ؟ قَالَ نَعَمْ. زَادَ غَيْرُ أَبِي عَاصِمٍ أَنْ يَّنْفَرِدَ بِصَوْمٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو عاصم نے حدیث بیان کی از ابن جریج از عبدالحمید بن جبیر از محمد بن عباد' انہوں نے کہا: میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ (کیا) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! ابو عاصم کے علاوہ دوسروں نے یہ کہا ہے کہ جب وہ انفرادی طور پر جمعہ کا روزہ رکھے۔

(صحیح مسلم: ۱۱۴۳' الرقم المسلسل: ۲۵۷۰' سنن ابن ماجہ: ۱۷۲۴' مصنف عبدالرزاق: ۷۸۰۸' سنن دارمی: ۱۷۴۸' سنن بیہقی ج ۴ ص ۳۰۲۔ ۳۰۱' سنن کبریٰ: ۲۷۴۶' مسند ابویعلیٰ: ۲۲۰۶' مسند احمد ج ۳ ص ۲۹۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۴۱۵۴۔ ج ۲۲ ص ۵۹' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابو عاصم النبیل الضحاک بن مخلد (۲) عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج (۳) عبدالحمید بن جبیر بن شیبہ بن عثمان بن ابی طلحہ عبداللہ الحجبی (۴) محمد بن عباد المخزومی حضرت جابر بن عبداللہ الانصاری رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۴۶)

اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں صرف جمعہ کا روزہ رکھنے سے آپ نے منع فرمایا ہے۔

جمعہ کے دن کا انفرادی روزہ رکھنے کی ممانعت کے متعلق دیگر احادیث

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ یہ کہتے تھے کہ صرف میں نے جمعہ کے دن کے روزے سے منع نہیں کیا' اس بیت اللہ کے رب کی قسم! سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے۔ (سنن کبریٰ: ۲۷۵۷' مصنف عبدالرزاق: ۷۸۰۷' مسند الحمیدی: ۱۰۱۷' صحیح ابن خزیمہ: ۲۱۵۷)

محمد بن عباد بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے اس وقت سوال کیا جب وہ بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے: کیا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جمعہ کے دن کے روزے سے منع فرمایا ہے؟ انہوں نے کہا: اس بیت اللہ کے رب کی قسم! ہاں!

(صحیح البخاری: ۱۹۸۴' صحیح مسلم: ۱۱۴۳' سنن ابن ماجہ: ۱۷۲۴' سنن کبریٰ: ۲۷۵۸)

محمد بن عباد بن جعفر بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے یہ پوچھا: کیا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ سنا ہے کہ آپ جمعہ کا منفرد روزہ رکھنے سے منع فرماتے تھے؟ انہوں نے کہا: ہاں! ربِ کعبہ کی قسم! (سنن کبریٰ: ۲۷۶۰)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دیگر راتوں میں سے جمعہ کی رات کو (نوافل میں) قیام کے ساتھ خاص نہ کرو اور نہ دیگر ایام میں سے جمعہ کے دن کو تم میں سے کوئی شخص روزہ رکھنے کے ساتھ خاص کرے۔

(صحیح مسلم: ۱۱۴۴' سنن کبریٰ: ۲۷۶۴)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دیگر ایام میں سے جمعہ کے دن کو روزہ رکھنے کے ساتھ خاص نہ کرو اور نہ دیگر راتوں میں سے جمعہ کی رات کو قیام کے ساتھ خاص کرو۔

(سنن کبریٰ: ۲۷۶۵' مسند احمد: ۲۷۵۰۷' مؤسسة الرسالة' بیروت)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جمعہ کے دن حضرت جویریہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور وہ اس دن روزہ دار تھیں' آپ نے پوچھا: کیا تم نے (گزشتہ) کل روزہ رکھا تھا؟ انہوں نے کہا: نہیں! آپ نے پوچھا: کیا تم (آئندہ) کل روزہ رکھنے کا ارادہ رکھتی ہو؟ انہوں نے کہا: نہیں! آپ نے فرمایا: پھر تم اپنا روزہ کھول لو۔

(صحیح ابن خزیمہ: ۲۱۶۲' سنن کبریٰ: ۲۷۶۶)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم جمعہ کی رات کو دیگر راتوں میں سے (نوافل کے) قیام کے ساتھ خاص نہ کرو اور نہ جمعہ کے دن کو دیگر ایام میں سے روزہ رکھنے کے ساتھ خاص کرو سوا اس کے کہ تم میں سے کسی شخص کو اس تاریخ میں روزہ رکھنے کی عادت ہو۔ (سنن کبریٰ: ۲۷۶۸)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص جمعہ کے دن روزہ نہ رکھے مگر جب وہ اس سے ایک دن پہلے یا ایک دن بعد روزہ رکھے۔

(صحیح البخاری: ۱۹۸۵' صحیح مسلم: ۱۱۴۴' سنن ابوداؤد: ۲۴۲۰' سنن ترمذی: ۷۴۳' سنن ابن ماجہ: ۱۷۲۳' سنن کبریٰ: ۲۷۶۹)

اس جگہ یہ اعتراض ہوتا ہے کہ بعض احادیث سے ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جمعہ کے دن روزہ رکھتے تھے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر مہینہ کی ابتداء میں تین دن روزے رکھتے تھے اور آپ بہت کم جمعہ کے دن کا روزہ چھوڑتے تھے۔ (سنن ترمذی: ۷۴۲' سنن ابوداؤد: ۲۴۵۰' سنن نسائی: ۲۳۶۷' سنن ابن ماجہ: ۱۷۲۵)

اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد امام ترمذی لکھتے ہیں:

حضرت عبداللہ کی یہ حدیث حسن غریب ہے اور اہل علم کی ایک قوم نے جمعہ کے روزہ کو مستحب کہا ہے اور جمعہ کا روزہ مکروہ اس وقت ہے جب صرف جمعہ کا روزہ رکھا جائے' اس سے ایک دن پہلے روزہ رکھا جائے نہ اس کے ایک دن بعد۔

(سنن ترمذی ص ۲۳۶' دار الفکر' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تعارض نہیں ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جمعہ کے دن روزہ رکھنا اسی صورت پر محمول ہے' جب آپ اس سے

ایک دن پہلے یا ایک دن بعد روزہ رکھیں۔

جمعہ کے دن کا روزہ رکھنے میں مذاہب ائمہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

جمعہ کے دن روزہ رکھنے کے متعلق فقہاء کے حسب ذیل اقوال ہیں:

(۱) نخعی' شعبی' زہری اور مجاہد کا یہ قول ہے کہ جمعہ کے دن کا روزہ رکھنا مطلقاً مکروہ ہے' حضرت علی' حضرت ابوہریرہ' حضرت سلمان اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہم کا بھی یہی موقف ہے' امام احمد اور اسحاق کا بھی یہی مذہب ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے دن کو عید کا دن قرار دیا ہے' اور عید کے دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔ حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جمعہ کا دن عید کا دن ہے' پس تم اپنے عید کے دن کو روزہ کا دن نہ بناؤ سوا اس کے کہ تم اس سے ایک دن پہلے یا ایک دن بعد روزہ رکھو۔ (المستدرک ج ۱ ص ۴۳۷' صحیح ابن خزیمہ: ۲۱۶۱' مسند البزار: ۱۰۶۹' مسند احمد ج ۲ ص ۳۰۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۸۰۲۵۔ ج ۱۳ ص ۳۹۵' موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

(۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور محمد بن المنکدر کا موقف یہ ہے کہ جمعہ کے دن کا روزہ رکھنا بغیر کسی کراہت کے مطلقاً مباح ہے' امام ابوحنیفہ' امام مالک اور امام محمد بن حسن شیبانی کا یہی مذہب ہے' امام مالک نے کہا: جن اہل علم' اہل فقہ اور جن علماء کی اقتداء کی جاتی ہے میں نے ان میں سے کسی سے نہیں سنا کہ جمعہ کے دن کا روزہ ممنوع ہے بلکہ انہوں نے کہا کہ جمعہ کا روزہ رکھنا حَسَن ہے۔

(۳) حضرت ابوہریرہ' محمد بن سیرین' طاؤس' امام ابو یوسف' امام شافعی اور مزنی کا مذہب یہ ہے کہ جمعہ کا منفرد روزہ رکھنا مکروہ ہے اور اگر اس سے ایک دن پہلے یا ایک دن بعد روزہ رکھا جائے تو پھر مکروہ نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۴۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

جمعہ کے دن کا روزہ رکھنے میں فقہاء احناف کا مختار

میں کہتا ہوں کہ ہر چند کہ علامہ عینی نے یہ نقل کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے نزدیک جمعہ کے دن کا روزہ رکھنا بغیر کسی کراہت کے مطلقاً مباح ہے لیکن ہمارے متاخرین فقہاء احناف کا مختار حدیث کے مطابق ہے۔

علامہ محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

صرف جمعہ کا روزہ رکھنا اور صرف جمعہ کی شب قیام کرنا مکروہ ہے۔ (الدرالمختار ج ۱ ص ۱۱۴۔ ایچ۔ ایم۔ سعید اینڈ کمپنی' کراچی)

علامہ سید محمد امین بن عمر بن عبد العزیز شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

یہی معتمد قول ہے کہ انفرادی طور پر جمعہ کا روزہ رکھنا مکروہ ہے' اسی طرح انفرادی طور پر جمعہ کی شب قیام کرنا مکروہ ہے۔

(ردالمحتار ج ۳ ص ۴۰۰' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

ہمارے ہاں بعض لوگ ایسا کرتے ہیں کہ وہ رمضان کے مہینہ کے عام دنوں میں روزے نہیں رکھتے اور صرف جمعہ کا روزہ بہت عقیدت اور احترام سے رکھ لیتے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ صرف جمعہ کا روزہ رکھنا ان کے ذمہ باقی روزوں کی تلافی کر دے گا اور وہ نہیں جانتے کہ صرف جمعہ کا روزہ رکھنا مکروہ ہے' ہر چند کہ یہ نفلی روزہ کا حکم ہے تاہم فرض روزوں میں بھی یہ کرنا جائز نہیں ہے کہ آدمی ہفتہ کے باقی دنوں میں روزے نہ رکھے اور صرف جمعہ کے دن کا روزہ رکھ لے اور ایسا کرنے والے وہی لوگ ہیں جو ہفتہ کے باقی دنوں

میں نماز نہیں پڑھتے اور صرف جمعہ کی نماز پڑھ لیتے ہیں۔فیا للاسف!

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۵۷۷۔ج ۳ص ۱۳۱ پر مذکور ہے' اس کی شرح میں جمعہ کے روزے سے ممانعت کی حکمت اور مذاہب بیان کیے گئے ہیں۔

۱۹۸۵ - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبِي قَالَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ صَالِحٍ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا يَصُوْمَنَّ اَحَدُكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ اِلَّا يَوْمًا قَبْلَهٗ اَوْ بَعْدَهٗ.

(صحیح مسلم: ۱۱۴۴' الرقم المسلسل: ۲۵۷۲' سنن ابوداؤد: ۲۴۲۰' سنن ترمذی: ۷۴۳' سنن ابن ماجہ: ۱۷۲۳)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص بن غیاث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اعمش نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوصالح نے حدیث بیان کی از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: تم میں سے کوئی شخص ہرگز جمعہ کے دن کا روزہ نہ رکھے سوا اس کے کہ اس سے ایک دن پہلے یا اس کے ایک دن بعد روزہ رکھے۔

اس حدیث کی مفصل شرح اس سے پہلی حدیث میں گزر چکی ہے۔

۱۹۸٦ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنْ شُعْبَةَ (ح). وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ اَبِي اَيُّوْبَ، عَنْ جُوَيْرِيَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَيْهَا يَوْمَ الْجُمُعَةِ، وَهِيَ صَائِمَةٌ فَقَالَ اَصُمْتِ اَمْسِ؟ قَالَتْ لَا، قَالَ تُرِيْدِيْنَ اَنْ تَصُوْمِيْنَ غَدًا؟ قَالَتْ لَا، قَالَ فَاَفْطِرِيْ. وَقَالَ حَمَّادُ بْنُ الْجَعْدِ سَمِعَ قَتَادَةَ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبُوْ اَيُّوْبَ اَنَّ جُوَيْرِيَةَ حَدَّثَتْهُ فَاَمَرَهَا فَاَفْطَرَتْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحیٰی نے حدیث بیان کی از شعبہ (ح) اور مجھے محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از قتادہ از ابی ایوب از حضرت جویریہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن ان کے پاس آئے اور وہ اس وقت روزہ دار تھیں' آپ نے پوچھا: کیا تم نے (گزشتہ) کل روزہ رکھا تھا؟ انہوں نے کہا: نہیں! آپ نے پوچھا: کیا تم (آئندہ) کل روزہ رکھنے کا ارادہ رکھتی ہو؟ انہوں نے کہا: نہیں! آپ نے فرمایا: پھر تم روزہ کھول لو' اور حماد بن الجعد نے کہا: انہوں نے قتادہ سے سنا' انہوں نے بتایا کہ مجھے ابوایوب نے حدیث بیان کی کہ حضرت جویریہ نے ان کو یہ حدیث بیان کی کہ آپ نے ان کو روزہ کھولنے کا حکم دیا تو انہوں نے روزہ کھول لیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۹۸۴ میں گزر چکی ہے۔

جمعہ کے دن روزے سے ممانعت کی علماء نے یہ حکمت بیان کی ہے کہ جمعہ کے دن غسل کرنا ہوتا ہے' نئے کپڑے پہننے ہوتے ہیں اور جامع مسجد کی طرف جلدی جانا ہوتا ہے' نماز کا انتظار کرنا ہوتا ہے اور خطبہ سننا ہوتا ہے اور بہ کثرت اللہ کا ذکر کرنا ہوتا ہے' سو ان وظائف کو آسانی سے ادا کرنے کے لیے جمعہ کے دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔دوسری وجہ یہ ہے کہ مسلمان جمعہ کی اتنی تعظیم نہ کریں جس طرح یہود نے ہفتہ کے دن کی تعظیم کی تھی۔

٦٤ - بَابُ هَلْ يَخُصُّ شَيْئًا مِّنَ الْأَيَّامِ؟

کیا روزہ رکھنے کے لیے کسی دن کو معین کرنا جائز ہے؟

١٩٨٧ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ مَّنْصُوْرٍ، عَنْ إِبْرَاهِيْمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ قُلْتُ لِعَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا هَلْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْتَصُّ مِنَ الْأَيَّامِ شَيْئًا؟ قَالَتْ لَا، كَانَ عَمَلُهُ دِيْمَةً، وَأَيُّكُمْ يُطِيْقُ مَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُطِيْقُ. [طرف الحدیث:٦٤٦٦] (صحیح مسلم:١١٥٦، الرقم المسلسل:٢٦٠٦، سنن نسائی:٢١٨١)

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے یحییٰ نے حدیث بیان کی از سفیان از منصور از ابراہیم از علقمہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ سے پوچھا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (روزہ رکھنے کے لیے) کسی دن کو مخصوص فرماتے تھے؟ انہوں نے کہا: نہیں! آپ کا عمل دائمی ہوتا تھا اور تم میں سے کون اتنی طاقت رکھتا ہے جتنی طاقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رکھتے تھے۔

اس حدیث کے رجال کا اس سے پہلے تعارف ہو چکا ہے اور اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ رکھنے کے لیے کسی دن کو معین نہیں فرمایا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم جن دنوں میں روزے رکھتے تھے ان کے متعلق احادیث

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ماہِ رمضان کے مکمل روزے رکھے اور ماہِ شعبان کے بھی آپ اکثر روزے رکھتے تھے اس کے علاوہ آپ مختلف ایام کے روزے رکھتے تھے جن کے متعلق درج ذیل احادیث ہیں:

عبید اللہ بن مسلم القرشی اپنے والد رضی اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے سوال کیا (یا) نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے صیامِ دہر یعنی زندگی بھر روزے رکھنے کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: تمہارے گھر والوں کا تم پر حق ہے تم رمضان کے روزے رکھو اور جو مہینہ اس کے قریب ہے اور ہر بدھ اور جمعرات کے روزے رکھو پس جب تم نے یہ روزے رکھ لیے تو یہ زندگی بھر کے روزے ہیں۔

(سنن ابوداؤد:٢٤٣٢، سنن ترمذی:٧٤٨)

حضرت ابوایوب رضی اللہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا: جس نے رمضان کے روزے رکھے پھر اس کے بعد شوال کے چھ روزے رکھے تو گویا اس نے زندگی بھر کے روزے رکھے۔

(صحیح مسلم:١١٦٤، سنن ابوداؤد:٢٤٣٣، سنن ترمذی:٧٥٩، سنن ابن ماجہ:١٧١٦)

چونکہ ہر نیک کام کا اجر دس گنا ملتا ہے اس لیے رمضان اور شوال کے چھ روزے ملا کر ٣٦ روزے ہو گئے اور ان کو دس سے ضرب دے کر ٣٦٠ روزے ہو گئے گویا وہ شخص سال بھر روزہ دار رہا اور جو تمام زندگی اس پر عمل کرتا رہا تو گویا وہ تمام زندگی روزہ دار رہا اور یہی صیامِ دہر ہیں۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ کے آزاد شدہ غلام بیان کرتے ہیں کہ وہ حضرت اسامہ کے ساتھ اپنا مال طلب کرنے وادی القریٰ میں گئے اور حضرت اسامہ پیر اور جمعرات کا روزہ رکھتے تھے ان کے غلام نے پوچھا: آپ پیر اور جمعرات کا روزہ کیوں رکھتے ہیں حالانکہ آپ بہت بوڑھے ہو چکے ہیں؟ تو انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم پیر اور جمعرات کا روزہ رکھتے تھے آپ سے اس کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: پیر اور جمعرات کو بندوں کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں۔

(سنن ابوداؤد:٢٤٣٦، سنن ترمذی:٧٤٥، سنن نسائی:٢٣٥٧، سنن ابن ماجہ:١٧٣٩)

ایک خاتون نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی زوجہ مطہرہ سے روایت کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نو ذی الحجہ کو دس محرم کو ہر مہینہ کے پہلے تین

اور ہر پیر اور جمعرات کو روزہ رکھتے تھے۔ (سنن ابوداؤد: ۲۴۳۷' سنن نسائی: ۲۳۱۷)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں قریش عاشوراء (دس محرم) کا روزہ رکھتے تھے' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی زمانہ جاہلیت میں اس دن کا روزہ رکھتے تھے' پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں آئے تو آپ نے خود بھی اس دن کا روزہ رکھا اور مسلمانوں کو بھی اس دن روزہ رکھنے کا حکم دیا' پھر جب رمضان کے مہینہ کے روزے فرض ہو گئے تو وہی روزے فرض تھے اور عاشوراء کا روزہ ترک کر دیا گیا' پس جو چاہے اس دن کا روزہ رکھے اور جو چاہے اس کو ترک کردے۔

(صحیح البخاری: ۲۰۰۲' صحیح مسلم: ۱۱۲۵' سنن ابوداؤد: ۲۴۴۲' سنن ترمذی: ۷۵۳)

ابن ملحان القیسی اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں حکم دیتے کہ ہم ایام بیض (چاندنی راتوں) کے روزے رکھیں' تیرہ' چودہ اور پندرہ تاریخوں کے' اور فرمایا: ان تاریخوں کے روزے رکھنا زندگی بھر روزے رکھنے کی مثل ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۲۴۴۹' سنن ترمذی: ۷۶۱' سنن نسائی: ۲۴۳۱)

جب ہر مہینہ کے تین روزے رکھے جائیں گے تو ایک سال میں ۳۶ روزے ہو جائیں گے اور چونکہ ہر نیکی کا اجر دس گنا ہوتا ہے تو یہ ۳۶۰ روزے ہو گئے یعنی ایک سال کے روزے اور جب وہ ہر ماہ اتنے روزے رکھے گا تو یہ زندگی بھر کے روزے ہو جائیں گے یعنی صیام دہر۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر مہینہ کی ابتداء میں تین دنوں کے روزے رکھتے تھے۔

(سنن ابوداؤد: ۲۴۵۰' سنن ترمذی: ۷۴۲' سنن نسائی: ۲۳۶۷' سنن ابن ماجہ: ۱۷۲۵)

یہ روزے بھی ہر مہینہ رکھے جائیں تو یہ بھی زندگی بھر کے روزے ہو جائیں گے۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مہینہ کے ان تین دنوں کے روزے رکھتے تھے: پیر' جمعرات اور اس کے بعد والے جمعہ کے۔ (سنن ابوداؤد: ۲۴۵۱' سنن نسائی: ۲۳۶۵)

یہ تین روزے رکھنے سے بھی زندگی بھر روزے رکھنے کا ان شاء اللہ اجر و ثواب ملے گا۔

حضرت مُعاذہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر مہینہ میں تین روزے رکھتے تھے؟ انہوں نے فرمایا: ہاں! میں نے پوچھا: کون سے مہینہ میں رکھتے تھے؟ حضرت عائشہ نے بتایا: آپ اس کی پرواہ نہیں کرتے تھے کہ مہینہ کے کون سے دنوں میں روزے رکھیں۔ (صحیح مسلم: ۱۱۶۰' سنن ترمذی: ۷۶۳' سنن ابوداؤد: ۲۴۵۳' سنن ابن ماجہ: ۱۷۰۹)

اس حدیث سے صحیح البخاری کے باب مذکور کی اس حدیث کی تائید ہوتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روزے رکھنے کے لیے کسی دن کی تعیین نہیں فرماتے تھے۔

٦٥ - بَابُ صَوْمِ يَوْمِ عَرَفَةَ

یوم عرفہ کا روزہ

اس باب میں یوم عرفہ کا روزہ رکھنے کا حکم بیان کیا گیا ہے' چونکہ اس حدیث میں یوم عرفہ کا روزہ رکھنے کی ترغیب نہیں دی گئی' اس لیے امام بخاری نے عنوان میں اس کے حکم کو مبہم رکھا ہے۔

١٩٨٨ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنْ مَالِكٍ قَالَ حَدَّثَنِي سَالِمٌ قَالَ حَدَّثَنِي عُمَيْرٌ، مَوْلٰى أُمِّ الْفَضْلِ أَنَّ أُمَّ الْفَضْلِ حَدَّثَتْهُ (ح). وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از امام مالک' انہوں نے کہا: مجھے سالم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عمیر نے

بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ' عَنْ اَبِي النَّضْرِ' مَوْلٰى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ' عَنْ عُمَيْرٍ' مَوْلٰى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْعَبَّاسِ' عَنْ اُمِّ الْفَضْلِ بِنْتِ الْحَارِثِ اَنَّ نَاسًا تَمَارَوْا عِنْدَهَا يَوْمَ عَرَفَةَ فِيْ صَوْمِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ' فَقَالَ بَعْضُهُمْ هُوَ صَائِمٌ' وَقَالَ بَعْضُهُمْ لَيْسَ بِصَائِمٍ' فَاَرْسَلَتْ اِلَيْهِ بِقَدَحِ لَبَنٍ' وَهُوَ وَاقِفٌ عَلٰى بَعِيْرِهٖ' فَشَرِبَهٗ.

حدیث بیان کی جو حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہا کے آزاد کردہ غلام تھے کہ حضرت ام الفضل نے ان کو حدیث بیان کی (ح) اور ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابی النضر مولیٰ عمر بن عبیداللہ از عمیر مولیٰ حضرت عبداللہ بن العباس رضی اللہ عنہما از حضرت ام الفضل بنت الحارث کہ لوگوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے یوم عرفہ کے روزہ رکھنے کے متعلق ان کے پاس بحث کی' بعض نے کہا: (یوم عرفہ کو) آپ روزہ دار تھے اور بعض نے کہا: آپ روزہ دار نہیں تھے' حضرت ام الفضل نے آپ کے پاس دودھ کا ایک پیالہ بھیجا' اس وقت آپ اپنے اونٹ پر کھڑے ہوئے تھے' آپ نے اس دودھ کو پی لیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۶۵۸ میں گزر چکی ہے۔

وقوفِ عرفہ کرنے والے کے لیے روزہ نہ رکھنے کا استحباب اور کھڑے ہو کر پینے کا جواز

اس حدیث سے حسب ذیل مسائل معلوم ہوئے:

(۱) جو شخص یوم عرفہ کو سواری پر وقوف کیے ہوئے ہو' اس کے لیے اس دن روزہ نہ رکھنا افضل ہے۔

(۲) کھڑے ہو کر کچھ پینے کا جواز معلوم ہوا۔ اس سے پہلے کتاب الحج میں گزر چکا ہے کہ آپ نے آبِ زمزم کھڑے ہو کر پیا۔

(۳) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدیہ پیش کرنے کا جواز' شادی شدہ عورت کا اپنے شوہر کے مال سے خرچ کرنے کا جواز۔

۱۹۸۹ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ' اَوْ قُرِئَ عَلَيْهِ' قَالَ اَخْبَرَنِيْ عَمْرٌو' عَنْ بُكَيْرٍ' عَنْ كُرَيْبٍ' عَنْ مَيْمُوْنَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ النَّاسَ شَكُّوْا فِيْ صِيَامِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ عَرَفَةَ' فَاَرْسَلَتْ اِلَيْهِ بِحِلَابٍ' وَهُوَ وَاقِفٌ فِي الْمَوْقِفِ' فَشَرِبَ مِنْهُ وَالنَّاسُ يَنْظُرُوْنَ.

(صحیح مسلم: ۱۱۲۴' الرقم المسلسل: ۲۵۲۵)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن سلیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن وہب نے حدیث بیان کی یا ان پر قراءت کی گئی' انہوں نے کہا: مجھے عمرو نے خبر دی از بکیر از کریب از حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا' انہوں نے بیان کیا کہ لوگوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے یوم عرفہ کے روزہ رکھنے کے متعلق شک کیا تو انہوں نے آپ کے پاس دودھ کا برتن بھیجا' آپ میدانِ عرفات میں کھڑے ہوئے تھے' آپ نے وہ دودھ پی لیا اور لوگ دیکھ رہے تھے۔

اس حدیث میں بھی یہ ثبوت ہے کہ آپ نے کھڑے ہو کر دودھ پیا۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۵۳۲- ج ۳ ص ۱۱۷ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح کا عنوان ہے: یوم عرفہ کے روزہ میں مذاہب۔

٦٦ - بَابُ صَوْمِ يَوْمِ الْفِطْرِ

عید الفطر کے روزہ کا حکم

۱۹۹۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف

مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي عُبَيْدٍ مَوْلَى ابْنِ أَزْهَرَ قَالَ شَهِدْتُ الْعِيدَ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ فَقَالَ هٰذَانِ يَوْمَانِ نَهَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صِيَامِهِمَا يَوْمُ فِطْرِكُمْ مِنْ صِيَامِكُمْ وَالْيَوْمُ الْآخَرُ تَأْكُلُونَ فِيهِ مِنْ نُسُكِكُمْ. قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ مَنْ قَالَ مَوْلَى ابْنِ أَزْهَرَ فَقَدْ أَصَابَ وَمَنْ قَالَ مَوْلَى عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ فَقَدْ أَصَابَ. [طرف الحدیث:۵۵۷۱]

حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن شہاب از ابوعبید مولیٰ ابن ازہر وہ بیان کرتے ہیں کہ میں عید کے دن حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر تھا' انہوں نے کہا: یہ وہ دو دن ہیں جن میں روزہ رکھنے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے' ایک دن تمہارے روزوں کے بعد افطار کا دن ہے اور دوسرا دن وہ ہے جس میں تم اپنی قربانیوں کا گوشت کھاتے ہو۔ امام ابوعبداللہ بخاری نے بیان کیا کہ ابن عیینہ نے کہا: جس نے مولیٰ ابن ازہر کہا اس نے درست کہا اور جس نے مولیٰ عبدالرحمٰن بن عوف کہا اس نے بھی درست کہا۔

(صحیح مسلم:۷ ۱۱۳' الرقم المسلسل:۲۵۶۰' سنن ابوداؤد:۲۴۱۶' سنن ترمذی:۷۷۱' سنن ابن ماجہ:۱۷۲۲' مصنف عبدالرزاق:۹-۷۸۷۹' ۵۶۳۶' مسند ابویعلیٰ:۲۳۲' مسند احمد ج۱ ص ۳۴ طبع قدیم' مسند احمد:۲۲۴۔ ج۱ ص ۳۵۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

عیدالفطر کے دن روزہ رکھنے کی ممانعت اس لیے ہے کہ ایک ماہ کے روزوں کے بعد اس دن' دن میں کھانے پینے کی اجازت ہے اور یہ اللہ کی نعمت ہے اور اس دن روزہ رکھنا اللہ کی ناشکری ہے۔

باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم:۲۵۶۷۔ ج ۳ ص ۱۲۸ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح کا عنوان ہے: عید کے دن روزہ رکھنے میں مذاہب اور مسائل۔

۱۹۹۱ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيَى عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَوْمِ يَوْمِ الْفِطْرِ وَالنَّحْرِ وَعَنِ الصَّمَّاءِ وَأَنْ يَحْتَبِيَ الرَّجُلُ فِي ثَوْبٍ وَّاحِدٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن یحییٰ نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عیدالفطر کے دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا اور عیدالاضحیٰ کے دن روزہ سے منع فرمایا اور اس طرح تہبند اوپر اٹھا کر چلنے سے منع فرمایا جس سے ستر کھل جائے اور ایک کپڑا پہنے ہوئے اس طرح اکڑوں بیٹھنے سے منع فرمایا کہ دونوں گھٹنوں کو ہاتھوں کے حلقہ میں لے لیا جائے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۳۶۷ میں گزر چکی ہے۔

۱۹۹۲ - وَعَنْ صَلٰوةٍ بَعْدَ الصُّبْحِ وَالْعَصْرِ.

اور آپ نے صبح اور عصر کی نمازوں کے بعد (نفل) نماز پڑھنے سے منع فرمایا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۵۸۶ میں گزر چکی ہے۔

٦٧ - بَابُ الصَّوْمِ يَوْمَ النَّحْرِ — عیدالاضحیٰ کے دن روزہ رکھنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ عیدالاضحیٰ کے دن روزہ رکھنے کی ممانعت ہے' کیونکہ اس دن اللہ کی طرف سے بندوں کو

گوشت کھانے کی دعوت دی جاتی ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی بندوں پر نعمت ہے اور اس دن روزہ رکھنا اللہ تعالیٰ کی نعمت کی ناشکری ہے عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کے دن روزہ رکھنا حرام ہے اس میں یہ ہدایت ہے کہ بندہ کو اللہ کے احکام کا پابند ہونا ہے وہ اللہ کے حکم کے مطابق کھانا کھائے اور اللہ کے حکم کے مطابق کھانا چھوڑ دے رمضان کے مہینہ میں اس کو دن میں کھانا چھوڑنے کا حکم دیا اور عید کے دن کھانا کھانے کا حکم دیا وہ رمضان کے مہینہ میں دن میں کھانا کھا نہیں سکتا اور عید کے دن کھانا چھوڑ نہیں سکتا وہ اپنی مرضی سے کسی دن کھانا کھا سکتا ہے نہ کھانا چھوڑ سکتا ہے اور یہی اس کے بندہ ہونے اور مملوک ہونے کا تقاضا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عیدالفطر کے دن کوئی چیز کھا کر عیدگاہ جاتے تھے اور عیدالاضحیٰ کے دن بغیر کچھ کھائے عیدگاہ جاتے تھے اور قربانی کر کے اس کے گوشت سے کچھ کھاتے تھے کیونکہ عیدالفطر کے دن کھانے کا حکم ہے اس لیے پہلے کچھ کھاتے پھر نمازِ عید کے لیے جاتے اور عیدالاضحیٰ کے دن قربانی کرنے کا حکم ہے اس لیے نمازِ عید کے بعد پہلے قربانی کرتے پھر اس کے گوشت سے کچھ کھاتے اور ہر عید کے دن اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کرنے کو مقدم رکھتے۔

۱۹۹۳ - حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوْسٰى قَالَ اَخْبَرَنَا هِشَامٌ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِىْ عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ مِيْنَاءٍ قَالَ سَمِعْتُهُ يُحَدِّثُ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ يَنْهٰى عَنْ صِيَامَيْنِ، وَبَيْعَتَيْنِ الْفِطْرِ وَالنَّحْرِ، وَالْمُلَامَسَةِ وَالْمُنَابَذَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے خبر دی از ابن جریج انہوں نے کہا: مجھے عمرو بن دینار نے خبر دی از عطاء بن میناء انہوں نے کہا: میں نے عطاء سے سنا وہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کرتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دو روزوں سے اور دو قسم کی بیع سے منع فرماتے تھے عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کے روزوں سے اور اس بیع سے کہ جس چیز کو چھو لیا اس کی بیع واجب ہے اور اس بیع سے کہ جس چیز پر کنکری پھینک دی اس کی بیع واجب ہے یا جس کو اٹھا کر پھینک دیا اس کی بیع واجب ہے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۳۶۸ میں گزر چکی ہے۔

۱۹۹٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنَا مُعَاذٌ قَالَ اَخْبَرَنَا ابْنُ عَوْنٍ، عَنْ زِيَادِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلَى ابْنِ عُمَرَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا فَقَالَ رَجُلٌ نَذَرَ اَنْ يَصُوْمَ يَوْمًا، قَالَ اَظُنُّهُ قَالَ الْاِثْنَيْنِ، فَوَافَقَ يَوْمَ عِيْدٍ؟ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ اَمَرَ اللّٰهُ بِوَفَاءِ النَّذْرِ، وَنَهَى النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَوْمِ هٰذَا الْيَوْمِ. [اطراف الحدیث: ٦٧٠٥-٦٧٠٦]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں معاذ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن عون نے خبر دی از زیاد بن جبیر انہوں نے بیان کیا کہ ایک شخص حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس آیا اس نے بتایا کہ ایک شخص نے ایک دن روزہ رکھنے کی نذر مانی میرا گمان ہے کہ وہ پیر کا دن تھا اور وہ دن اتفاق سے عید کا دن تھا تو حضرت ابن عمر نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے نذر پوری کرنے کا حکم دیا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔

اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن المثنی' ان کا کئی بار تعارف ہو چکا ہے (۲) معاذ بن معاذ العنبری (۳) ابن عون' یہ عبید اللہ بن عون بن ارطبان البصری ہیں (۴) زیاد بن جبیر بن حیہ (۵) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۵۹)

اگر قرآن اور حدیث میں تعارض ہو تو سوال کے جواب میں توقف کیا جائے

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

چونکہ قرآن مجید اور حدیث میں دلائل متعارض ہیں' اس لیے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے سائل کے جواب میں کوئی فیصلہ نہیں کیا' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ. (الحج:۲۹) اور لوگ اپنی نذروں کو پورا کریں۔

ایک قول یہ ہے کہ ممانعت سے بچنا حکم پر عمل کرنے کے اوپر مقدم ہے' اس لیے عید کے دن روزہ نہ رکھے اور نذر کی بعد میں قضاء کرلے اور کئی دلائل سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۵۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

۱۹۹۵ - حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عُمَيْرٍ قَالَ سَمِعْتُ قَزَعَةَ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا سَعِيْدٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ' وَكَانَ غَزَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ غَزْوَةً' قَالَ سَمِعْتُ اَرْبَعًا مِّنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَعْجَبْنَنِي' قَالَ لَا تُسَافِرِ الْمَرْاَةُ مَسِيْرَةَ يَوْمَيْنِ اِلَّا وَمَعَهَا زَوْجُهَا اَوْ ذُوْ مَحْرَمٍ' وَلَا صَوْمَ فِيْ يَوْمَيْنِ الْفِطْرِ وَالْاَضْحٰى' وَلَا صَلٰوةَ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ' وَلَا بَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰى تَغْرُبَ' وَلَا تُشَدُّ الرِّحَالُ اِلَّا اِلٰى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ مَسْجِدِ الْحَرَامِ' وَمَسْجِدِ الْاَقْصٰى' وَمَسْجِدِيْ هٰذَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حجاج بن منہال نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالملک بن عمیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے قزعہ سے سنا' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے سنا اور انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بارہ غزوات میں شرکت کی تھی' انہوں نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے چار ایسی حدیثیں سنی ہیں جو مجھے بہت اچھی لگی ہیں: (۱) کوئی عورت دو دن کی مسافت کا سفر بغیر اپنے خاوند یا محرم کے نہ کرے (۲) عید الفطر اور عید الاضحیٰ ان دو دنوں کے روزے نہ رکھے (۳) صبح کی نماز کے بعد طلوع آفتاب تک کوئی (نفل) نماز نہ پڑھے اور عصر کی نماز کے بعد غروب آفتاب تک کوئی (نفل) نماز نہ پڑھے (۴) ان تین مسجدوں کے سوا اونٹوں پر کجاوے نہ کسیں جائیں: مسجد حرام' مسجد اقصیٰ اور میری یہ مسجد۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۵۸۶ میں گزر چکی ہے۔

۶۸ - بَابُ صِيَامِ اَيَّامِ التَّشْرِيْقِ ایام تشریق کے روزے

تشریق کا لغوی اور اصطلاحی معنی

ایام تشریق کو ایام معدودات اور ایام منیٰ بھی کہا جاتا ہے' اور یہ گیارہ' بارہ اور تیرہ ذوالحجہ کی تاریخیں ہیں' تشریق کا معنی دھوپ میں گوشت سکھانا ہے' کیونکہ ان تاریخوں میں قربانی کے گوشت کو دھوپ میں سکھایا جاتا ہے' اور ان ایام کی منیٰ کی طرف اس لیے اضافت ہے کیونکہ ان تاریخوں میں حجاج منیٰ میں ہوتے ہیں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ "تشریق"' "شرق" سے ماخوذ ہے اور اس کا

معنی سورج کا چمکنا ہے اور قربانی کو اسی وقت نحر کیا جاتا ہے جب سورج چمکنے لگتا ہے اور تیسری وجہ یہ ہے کہ دس ذوالحجہ کو نماز عید اس وقت پڑھی جاتی ہے جب سورج چمکنے لگتا ہے تو ان ایام کو یوم نحر کے تابع کر کے ایام تشریق کہا جاتا ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا: نماز کے بعد تکبیر پڑھنے کو تشریق کہتے ہیں اور ایام تشریق کی تعیین میں اختلاف ہے زیادہ صحیح یہ ہے کہ یہ یوم نحر (دس ذوالحجہ) کے بعد تین دن ہیں اور امام ابوحنیفہ امام مالک اور امام احمد کے نزدیک ان میں قربانی کے بعد تین دن داخل ہیں۔

ایام تشریق کے روزے رکھنے کے متعلق مذاہب ائمہ

ایام تشریق کے روزوں کے متعلق حسب ذیل اقوال ہیں:

(۱) حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ حسن بصری عطاء اور امام شافعی کا قول جدید اور وہی ان کے اصحاب کا مختار ہے لیث بن سعد ابن علیہ اور امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کا مختار یہ ہے کہ ان ایام میں روزے رکھنا مطلقاً جائز نہیں ہے اور یہ ایام روزوں کی بالکل صلاحیت نہیں رکھتے اور جس تمتع کرنے والے کو ہدی (قربانی) میسر نہ ہو اس کے لیے بھی ان ایام میں روزے رکھنا جائز نہیں ہے اور اگر کسی شخص نے ان ایام میں روزوں کی نذر مان لی تو اس پر ان روزوں کی قضاء کرنا واجب ہے۔

(۲) حضرت زبیر بن العوام اور حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہما کے نزدیک ان ایام میں مطلقاً روزے رکھنا جائز ہیں ابواسحاق مروزی شافعی کا بھی یہی موقف ہے۔

(۳) حضرت عائشہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم اور عروہ بن الزبیر کا موقف یہ ہے کہ اس تمتع کرنے والے کے لیے ان ایام میں روزے رکھنا جائز ہیں جس کو قربانی میسر نہ ہو اور اس نے اس سے پہلے تین روزے نہ رکھے ہوں امام مالک اوزاعی اور امام شافعی کا قول قدیم بھی یہی ہے مزنی نے کہا: امام شافعی نے اس قول سے رجوع کر لیا تھا۔

(۴) بعض مالکیہ کا مذہب یہ ہے کہ تمتع کرنے والے کے لیے ان ایام کے روزے رکھنا جائز ہیں۔

(۵) علامہ ابن عربی مالکی نے کہا ہے کہ عیدالاضحیٰ کے چوتھے دن روزہ رکھنا جائز ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۶۱ ملخصاً دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۱۹۹۶ - قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ وَقَالَ لِيْ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنْ هِشَامٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ أَبِيْ قَالَ كَانَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا تَصُوْمُ أَيَّامَ مِنًى، وَكَانَ أَبُوْهَا يَصُوْمُهَا.

امام ابوعبداللہ بخاری نے کہا: اور مجھ سے محمد بن المثنیٰ نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از ہشام انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ایام منیٰ میں روزے رکھتی تھیں اور ان کے والد بھی ان ایام میں روزے رکھتے تھے۔

۱۹۹۸،۱۹۹۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عِيْسٰى، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ. وَعَنْ سَالِمٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ قَالَا لَمْ يُرَخَّصْ فِيْ أَيَّامِ التَّشْرِيْقِ أَنْ يُّصَمْنَ، إِلَّا لِمَنْ لَّمْ يَجِدِ الْهَدْيَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے عبداللہ بن عیسیٰ سے سنا از الزہری از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور از سالم از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ان دونوں نے کہا کہ ایام تشریق میں روزے رکھنے کی کسی کو اجازت نہیں دی گئی سوائے اس شخص کے جس کو

(قربانی) میسر نہ ہو۔

۱۹۹۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ الصِّيَامُ لِمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ اِلٰى يَوْمِ عَرَفَةَ، فَاِنْ لَّمْ يَجِدْ هَدْيًا وَّلَمْ يَصُمْ صَامَ اَيَّامَ مِنًى. وَعَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ مِثْلَهٗ. تَابَعَهٗ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن شہاب از سالم بن عبداللہ بن عمر از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' انہوں نے کہا: جس نے یوم عرفہ میں عمرہ کو حج کے ساتھ ملا کر تمتع کیا' وہ (ان ایام میں) روزے رکھ سکتا ہے' پس اگر اس کو ہدی میسر نہ ہوئی اور اس نے ان ایام میں روزے بھی نہیں رکھے تو وہ ایام منیٰ (ایامِ تشریق) میں روزے رکھے' اور از ابن شہاب از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اسی کی مثل مروی ہے' امام مالک کی متابعت ابراہیم بن سعد نے کی ہے از ابن شہاب۔

ان احادیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں۔

احادیث مذکورہ کے رجال

(۱) محمد بن بشار' ان کا پہلے تذکرہ ہو چکا ہے (۲) غندر' یہ محمد بن جعفر ہیں (۳) شعبہ بن الحجاج (۴) عبداللہ بن عیسیٰ بن عبد الرحمان بن ابی لیلیٰ' یہ محمد بن ابی لیلیٰ کے بھتیجے ہیں اور یہ مشہور فقیہ تھے' اور عبداللہ اپنے چچا محمد سے عمر میں بڑے تھے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ اپنے چچا سے افضل تھے (۵) محمد بن مسلم الزہری (۶) عروہ بن زبیر بن عوام (۷) حضرت عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا (۸) سالم بن عبداللہ بن عمر (۹) ان کے والد حضرت عبداللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۶۱)

ایام تشریق کے روزے رکھنے کے جواز اور ممانعت میں مذاہب ائمہ اور امام ابوحنیفہ کی تائید میں احادیث اور آثار

امام طحاوی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اُس تمتع کرنے والے کے متعلق فرمایا جس کو ہدی (قربانی) میسر نہیں ہوئی اور نہ اس نے ذوالحجہ کے دس روزے رکھے تو وہ ایام تشریق کے روزے رکھ لے۔

امام طحاوی نے یہ حدیث امام مالک' امام شافعی اور امام احمد کی طرف سے استدلال میں ذکر کی ہے کیونکہ انہوں نے کہا ہے کہ جس تمتع کرنے والے نے ہدی نہ ہونے کی وجہ سے ذوالحجہ کے دس دن کے روزے بھی نہیں رکھے وہ ایام تشریق میں روزے رکھ سکتا ہے۔ اسی طرح حج قران کرنے والے بھی اور محصر بھی ایام تشریق میں روزے رکھ سکتا ہے۔ (شرح معانی الآثار: ۴۰۰۹)

پھر امام طحاوی نے امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کی طرف سے ان کا مؤقف بیان کیا ہے کہ فقہاء احناف نے ان کی مخالفت کی اور کہا: ان لوگوں کے لیے اور نہ کسی اور کے لیے ایامِ تشریق میں روزے رکھنا جائز ہیں' لیکن تمتع کرنے والے کے اوپر اور قران کرنے والے کے اوپر ایک اور ہدی (قربانی) دینا لازم ہے کیونکہ وہ بغیر ہدی پیش کیے اور بغیر روزے رکھے حلال ہو گئے' ان کا استدلال حسب ذیل احادیث اور آثار سے ہے:

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: یوم عرفہ' یوم النحر اور ایام تشریق ہم اہل اسلام کی عید ہیں اور یہ کھانے پینے کے ایام ہیں۔ (سنن ترمذی: ۷۷۳' سنن ابوداؤد: ۲۴۱۹' سنن نسائی: ۳۰۰۱' سنن ابن ماجہ: ۱۷۱۹' مسند احمد ج ۴ ص ۲۲۹۔

ج ۳ ص ۴۶۰۔۴۵۱۔ ج ۴ ص ۳۳۵۔ ج ۵ ص ۷۶۔۷۵، صحیح مسلم: ۱۱۴۲۔۱۱۴۱، شرح معانی الآثار: ۴۰۱۲۔ ج ۲ ص ۳۲۵، قدیمی کتب خانہ کراچی)

امام ترمذی حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی حدیث روایت کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

اس باب میں حضرت علی، حضرت سعد، حضرت ابوہریرہ، حضرت جابر، حضرت نبیشہ اور حضرت بشر بن سحیم، حضرت عبداللہ بن حذافہ، حضرت انس، حضرت حمزہ بن عمرو اسلمی، حضرت کعب بن مالک، حضرت عائشہ، حضرت عمرو بن العاص اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہم سے بھی احادیث مروی ہیں۔

امام ابوعیسیٰ ترمذی نے کہا: حضرت عقبہ بن عامر کی حدیث حسن صحیح ہے اور اس پر اہل علم کا عمل ہے۔ وہ ایام تشریق کے روزے رکھنے کو مکروہ کہتے ہیں۔ (یہ امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کا مذہب ہے۔ سعیدی غفرلہٗ) لیکن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعض اصحاب اور دوسروں نے یہ اجازت دی ہے کہ جب تمتع کرنے والے کو ہدی میسر نہ ہو اور نہ اس نے دس ذوالحجہ کے روزے رکھے ہوں تو وہ ایام تشریق کے روزے رکھ سکتا ہے، امام مالک بن انس، امام شافعی، امام احمد اور اسحاق کا یہی مذہب ہے۔ (سنن ترمذی ص ۲۴۴، دارالفکر، بیروت، ۱۴۲۲ھ)

امام ترمذی نے (امام ابوحنیفہ کی مؤید) احادیث کی روایت کرنے والے صحابہ کا ذکر کیا ہے، ہم ان میں سے چند صحابہ کی روایت کا ذکر کر رہے ہیں:

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایام تشریق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا منادی باہر نکلا اور اس نے یہ اعلان کیا کہ یہ ایام کھانے اور پینے کے ایام ہیں۔ (شرح معانی الآثار: ۴۰۱۰)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایام منیٰ کھانے اور پینے کے ایام ہیں۔

(سنن ابن ماجہ: ۱۷۱۹، شرح معانی الآثار: ۴۰۱۶)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یوم نحر کے بعد ایام تشریق کے تین دنوں میں روزے رکھنے سے منع فرمایا۔ (مسند احمد ج ۳ ص ۷۷، شرح معانی الآثار: ۴۰۲۳)

حضرت حذافہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایام تشریق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ اعلان کرنے کا حکم دیا کہ یہ ایام کھانے اور پینے اور اللہ کے ذکر کے ایام ہیں۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۳۸۷۔۲۲۹۔۳۹، شرح معانی الآثار: ۴۰۲۶)

امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی ان احادیث کی روایت کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

ان احادیث اور آثار سے یہ واضح ہو گیا کہ ایام تشریق میں کسی کے لیے روزے رکھنا جائز نہیں ہے خواہ وہ اس کے تمتع کے روزے ہوں یا قران کے یا احصار کے یا کسی کفارے کے یا نفلی روزے، ان ایام میں کسی قسم کے روزے رکھنا جائز نہیں ہے اور یہی امام ابوحنیفہ، امام ابویوسف اور امام محمد رحمہم اللہ کا مذہب ہے۔ (شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۳۳۰، قدیمی کتب خانہ کراچی)

ایام تشریق میں روزے رکھنے کے جواز میں حافظ ابن حجر کا امام بخاری کی روایت اور ائمہ ثلاثہ کے مذہب کا دفاع کرنا

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم اس کے قائل ہیں کہ جس تمتع یا قران کرنے والے کو ہدی میسر نہ ہو اور اس نے ایام حج میں روزے بھی نہ رکھے ہوں وہ ایام تشریق میں روزے رکھ سکتا ہے، ان کا استدلال اس آیت سے ہے:

فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ تو جو شخص حج کے ساتھ عمرہ ملائے تو وہ ایک قربانی کرے جس

الْهَدْيِ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ. (البقرہ:۱۹۶) کو وہ آسانی کے ساتھ کر سکے اور جو قربانی نہ کر سکے وہ تین روزے ایام حج میں رکھے اور سات روزے جب تم لوٹ آؤ' یہ کامل دس روزے ہیں۔

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: یہ آیت قربانی کے دن اور اس کے بعد کے ایام کو شامل ہے' لہٰذا حضرت ابن عمر اور حضرت عائشہ کے پاس اپنے مؤقف کی تائید میں رسول اللہ ﷺ کی کوئی صریح حدیث تو نہیں ہے لیکن وہ اس آیت سے استنباط کرتے ہیں کہ تمتع کرنے والا ایام تشریق میں بھی روزے رکھ سکتا ہے' اس وجہ سے ایام تشریق میں روزے رکھنے کا جواز راجح ہے اور امام بخاری کا بھی اسی طرف میلان ہے کیونکہ انہوں نے حضرت ابن عمر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم سے ایام تشریق میں روزہ رکھنے کو نقل کیا ہے۔

(فتح الباری ج ۳ص ۴۹۶' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین عینی کا امام بخاری کی روایت کو ضعیف اور نا قابل استدلال قرار دینا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت عائشہ کی جو روایت ذکر کی ہے' اس کا ایک راوی عبداللہ بن عیسیٰ ہے۔ امام طحاوی نے ذکر کیا ہے کہ اس کا حافظہ خراب تھا اور اس کی حدیث ضعیف ہے' امام ابن المدینی نے کہا ہے کہ عبداللہ بن عیسیٰ بن ابی لیلیٰ میرے نزدیک منکر ہے اور وہ تشیع کرتا تھا' نیز عبداللہ بن عیسیٰ کی روایت میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد نہیں ہے بلکہ یہ ذکر ہے کہ حضرت عائشہ اور حضرت ابن عمر نے کہا کہ ایام تشریق میں صرف اس شخص کو روزے رکھنے کی اجازت دی گئی ہے جس کو ہدی میسر نہ ہو اور اس کے برخلاف امام طحاوی نے حضرت عقبہ بن عامر' حضرت علی' حضرت ابو ہریرہ' حضرت انس اور حضرت حذافہ رضی اللہ عنہم کی روایات سے عید الاضحیٰ اور ایام تشریق میں روزہ رکھنے کی ممانعت میں رسول اللہ ﷺ کے صحیح السند ارشادات پیش کیے ہیں' لہٰذا حضرت ابن عمر اور حضرت عائشہ کی موقوف احادیث ان صحیح احادیث مرفوعہ پر کیسے راجح ہو سکتی ہیں جبکہ اس موقوف روایت کی سند میں عبداللہ بن عیسیٰ ہے جو منکر الحدیث' متشیع اور ضعیف راوی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ص ۱۶۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حافظ جمال الدین ابوالحجاج یوسف المزی المتوفی ۷۴۲ھ لکھتے ہیں:

المفضل بن غسان الغلابی نے یحییٰ بن معین سے نقل کیا ہے کہ عبداللہ بن عیسیٰ تشیع کرتا تھا۔

ابوالحسن بن البراء نے علی بن المدینی سے نقل کیا ہے' انہوں نے کہا: وہ میرے نزدیک منکر ہے۔

(تہذیب الکمال ج ۱۰ص ۴۰۶' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۴ھ)

حافظ محمد بن احمد الذہبی متوفی ۷۴۸ھ نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔ (میزان الاعتدال ج ۴ص ۱۵۹۔۱۵۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

ہم نے عبداللہ بن عیسیٰ کی تضعیف میں تہذیب الکمال اور میزان الاعتدال کے حوالے اس لیے پیش کیے ہیں کہ یہ وہم نہ کیا جائے کہ عبداللہ بن عیسیٰ کو ضعیف قرار دینے میں علامہ عینی منفرد ہیں۔ علاوہ ازیں ایام تشریق کے روزے رکھنے کے جواز کی موقوف روایات مُبیح ہیں اور عدم جواز کی مرفوع احادیث مُحرِّم ہیں' اور جب مُبیح اور مُحرِّم میں تعارض ہو تو مُحرِّم کو مُبیح پر ترجیح ہوتی ہے' لہٰذا حافظ ابن حجر کا صحیح بخاری کی مُبیح اور موقوف روایت کو مُحرِّم اور مرفوع احادیث پر ترجیح دینا صحیح نہیں ہے۔

٦٩ - بَابُ صِيَامِ يَوْمِ عَاشُوْرَاءَ یوم عاشوراء کے روزے

اس باب میں عاشوراء کے دن روزہ رکھنے کا حکم بیان کیا گیا ہے۔

''عاشوراء'' کا معنی' اس کی وجہ تسمیہ اور دس نبیوں پر انعامات

''عاشوراء'' کا لفظ ''عشر'' سے ماخوذ ہے' جس کا معنی دس کا عدد ہے۔ ابومنصور لغوی نے کہا ہے کہ اس کا وزن ''فاعولاء'' ہے۔ کلام عرب میں اس وزن پر کوئی اسم نہیں آتا' خلیل نے کہا: یہ عبرانی کلمہ ہے' زمانہ جاہلیت میں یہ دس محرم کا نام تھا۔ عاشوراء کی تکریم اس لیے کی جاتی ہے کہ دس محرم کو اللہ تعالیٰ نے حسب ذیل دس نبیوں پر انعام فرمایا:

(۱) دس محرم کو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مدد فرمائی' ان کے لیے سمندر کو چیر دیا اور فرعون اور اس کے لشکر کو غرق کر دیا۔

(۲) اس تاریخ میں حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی جُودی پہاڑ پر ٹھہر گئی۔

(۳) حضرت یونس علیہ السلام کو دس محرم کے دن مچھلی کے پیٹ سے نجات عطا فرمائی۔

(۴) عکرمہ نے بیان کیا کہ حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ اسی دن قبول فرمائی۔

(۵) حضرت یوسف علیہ السلام کو اسی دن کنویں سے نکالا گیا۔

(۶) حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسی دن پیدا ہوئے اور اسی دن ان کو آسمان پر اٹھالیا گیا۔

(۷) حضرت داؤد علیہ السلام کی توبہ بھی اسی دن قبول فرمائی۔

(۸) حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ولادت بھی اسی دن ہوئی تھی۔

(۹) اسی دن حضرت یعقوب علیہ السلام کی بصارت واپس کی گئی تھی۔

(۱۰) ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اگلے اور پچھلے تمام بہ ظاہر خلاف اولیٰ کاموں کی مغفرت بھی اسی دن کی گئی تھی۔

عاشوراء کے دن روزہ رکھنے کا شرعی حکم

علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ عاشوراء کے دن روزہ رکھنا سنت ہے واجب نہیں ہے' ابتداء اسلام میں اس کے حکم کے متعلق علماء کا اختلاف ہے' امام ابوحنیفہ نے کہا: ابتداء اسلام میں عاشوراء کے دن روزہ رکھنا واجب تھا' امام شافعی کے دو قول ہیں: ایک قول یہ ہے کہ عاشوراء کا روزہ رکھنا کبھی بھی واجب نہیں تھا' پہلے اس کا استحباب مؤکد تھا اور رمضان کے روزے فرض ہونے کے بعد اس کے استحباب کا درجہ کم ہو گیا' امام شافعی کا دوسرا قول امام ابوحنیفہ کے قول کی مثل ہے۔

عاشوراء کے روزے کی فضیلت

عاشوراء کے دن روزہ رکھنے کی فضیلت میں حسب ذیل احادیث ہیں:

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے اللہ تعالیٰ سے یہ امید ہے کہ عاشوراء کے دن روزہ رکھنے سے اللہ تعالیٰ اس سے ایک سال پہلے کے گناہ معاف فرما دے گا۔ (سنن ترمذی: ۷۵۲' سنن ابن ماجہ: ۱۷۳۸)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں آئے تو یہود اس دن کا روزہ رکھتے تھے' آپ نے پوچھا: یہ کیسا روزہ ہے؟ انہوں نے کہا: اس دن اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نجات دی اور اس دن میں فرعون کو غرق کر دیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس دن شکر ادا کرنے کے لیے روزہ رکھا' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہم تم سے زیادہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف سے شکر بجالانے کے مستحق ہیں' پس آپ نے اس دن روزہ رکھا اور اس دن روزہ رکھنے کا حکم دیا۔

(صحیح البخاری: ۲۰۰۴' صحیح مسلم: ۱۱۳۰' سنن ابن ماجہ: ۱۷۳۴)

نعمان بن سعد بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ایک شخص نے سوال کیا کہ رمضان کے مہینہ کے بعد آپ مجھے کون سے

مہینہ میں روزے رکھنے کا حکم دیتے ہیں؟ حضرت علی نے اس سے کہا: میں نے اس سے پہلے کسی کو یہ سوال کرتے ہوئے نہیں سنا' ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا: میں اس وقت آپ کے پاس بیٹھا ہوا تھا' اس نے کہا: یارسول اللہ! آپ رمضان کے مہینہ کے بعد مجھے کون سے مہینہ میں روزے رکھنے کا حکم دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: اگر تم رمضان کے مہینہ کے بعد کسی مہینہ میں روزے رکھو تو محرم کے مہینہ میں روزے رکھو کیونکہ وہ اللہ کا مہینہ ہے' اس مہینہ میں اللہ تعالیٰ نے ایک قوم کی توبہ قبول فرمائی اور اس مہینہ میں دوسرے لوگوں کی بھی توبہ قبول فرمائے گا۔ (سنن ترمذی: ۷۴۱)

یہ تمام عنوانات علامہ بدرالدین عینی نے ذکر کیے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۶۷-۱۶۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۲۰۰۰ - حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ' عَنْ عُمَرَ بْنِ مُحَمَّدٍ' عَنْ سَالِمٍ' عَنْ اَبِيْهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ اِنْ شَاءَ صَامَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوعاصم نے حدیث بیان کی از عمر بن محمد از سالم از والد خود رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عاشوراء کے دن اگر کوئی چاہے تو روزہ رکھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۸۹۲ میں گزر چکی ہے' خلاصہ یہ ہے کہ اب عاشوراء کا روزہ رکھنا فرض یا واجب نہیں ہے' البتہ سنت اور مستحب ہے۔

۲۰۰۱ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ' عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ اَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَ بِصِيَامِ يَوْمِ عَاشُوْرَاءَ' فَلَمَّا فُرِضَ رَمَضَانُ' كَانَ مَنْ شَاءَ صَامَ وَمَنْ شَاءَ اَفْطَرَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از زہری' انہوں نے کہا: مجھے عروہ بن زبیر نے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عاشوراء کے دن کا روزہ رکھنے کا حکم دیا تھا' پھر جب رمضان کے روزے فرض کر دیئے گئے تو جو چاہتا روزہ رکھتا اور جو چاہتا روزہ چھوڑ دیتا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۵۹۲ میں گزر چکی ہے۔

۲۰۰۲ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ' عَنْ مَّالِكٍ' عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ' عَنْ اَبِيْهِ' عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ يَوْمُ عَاشُوْرَاءَ تَصُوْمُهُ قُرَيْشٌ فِي الْجَاهِلِيَّةِ' وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُوْمُهُ فَلَمَّا قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ صَامَهُ وَاَمَرَ بِصِيَامِهِ' فَلَمَّا فُرِضَ رَمَضَانُ تَرَكَ يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ' فَمَنْ شَاءَ صَامَهُ وَمَنْ شَاءَ تَرَكَهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از ہشام بن عروہ از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ قریش زمانہ جاہلیت میں عاشوراء کے دن روزے رکھتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس دن روزہ رکھتے تھے' پھر جب آپ مدینہ میں آئے تو آپ نے خود بھی اس دن روزہ رکھا اور اس دن روزہ رکھنے کا حکم بھی دیا' پھر جب رمضان کے روزے فرض کر دیئے گئے تو عاشوراء کا روزہ ترک کر دیا گیا' پس جو چاہتا اس دن روزہ رکھتا اور جو چاہتا اس کو ترک کر دیتا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۵۹۲ میں گزر چکی ہے۔

۲۰۰۳ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ' عَنْ مَّالِكٍ'

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے

عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّهُ سَمِعَ مُعَاوِيَةَ بْنَ اَبِي سُفْيَانَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ عَامَ حَجَّ، عَلَى الْمِنْبَرِ يَقُوْلُ يَا اَهْلَ الْمَدِيْنَةِ اَيْنَ عُلَمَاؤُكُمْ؟ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ هٰذَا يَوْمُ عَاشُوْرَاءَ وَلَمْ يُكْتَبْ عَلَيْكُمْ صِيَامُهُ، وَاَنَا صَائِمٌ، فَمَنْ شَاءَ فَلْيَصُمْ وَمَنْ شَاءَ فَلْيُفْطِرْ.

حدیث بیان کی از امام مالک از ابن شہاب از حمید بن عبدالرحمٰن وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ سے سنا کہ انہوں نے جس سال حج کیا تھا اسی سال انہوں نے عاشوراء کے دن منبر پر کہا: اے اہل مدینہ! تمہارے علماء کہاں ہیں! میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: یہ عاشوراء کا دن ہے اس دن تم پر روزہ فرض نہیں کیا گیا اور میں روزے سے ہوں سو جو چاہے اس دن روزہ رکھے اور جو چاہے روزہ چھوڑ دے۔

[اطراف الحدیث: ۳۳۹۷-۳۹۴۳-۴۶۸۰-۴۷۳۷] (صحیح مسلم: ۱۱۲۹، الرقم المسلسل: ۲۵۴۲، مصنف عبدالرزاق: ۷۸۳۴، المعجم الکبیر: ۷۴۴- ج ۱۹، صحیح ابن خزیمہ: ۲۰۸۵، صحیح ابن حبان: ۳۶۲۶، سنن کبریٰ: ۲۸۵۷، مسند احمد ج ۴ ص ۹۵ طبع قدیم، مسند احمد: ۱۶۸۶۷- ج ۲۸ ص ۸۱، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

حدیث مذکور میں جس حج کا ذکر ہے وہ حضرت معاویہ کا پہلا حج تھا یا آخری؟ اور عاشوراء کے روزے کی فضیلت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: جس سال حضرت معاویہ نے حج کیا تھا۔ علامہ طبری نے کہا ہے کہ خلیفہ بننے کے بعد حضرت معاویہ کا یہ پہلا حج تھا جو انہوں نے ۴۴ھ میں کیا تھا اور آخری حج انہوں نے ۵۷ھ میں کیا تھا۔

حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ اس حج سے مراد آخری حج ہے۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۴۹۹)

علامہ بدرالدین عینی نے اس پر رد کیا ہے کہ آخری حج مراد ہونے پر کوئی دلیل نہیں ہے اور اس حدیث میں جو حج کا ذکر ہے اس سے مراد حضرت معاویہ کا پہلا حج بھی ہو سکتا ہے اور آخری حج بھی ہو سکتا ہے۔

حضرت معاویہ نے کہا: تمہارے علماء کہاں ہیں؟ حضرت معاویہ نے یہ اس لیے کہا تھا کہ آپ کے علم میں یہ آیا کہ مدینہ کے بعض لوگ عاشوراء کے روزہ کو واجب کہہ رہے تھے، بعض حرام کہہ رہے تھے اور بعض مکروہ کہہ رہے تھے تو حضرت معاویہ رضی اللہ نے ان سب کا رد فرمایا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں روزے سے ہوں۔ اس میں عاشوراء کے روزہ کی فضیلت پر دلیل ہے کیونکہ آپ نے یہ روزہ اسی لیے رکھا تھا کہ اس میں فضیلت ہے اور رسول اللہ ﷺ کے اعمال میں امت کے لیے عمدہ نمونہ ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۷۲-۱۷۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

٢٠٠٤ - حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا اَيُّوْبُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ، فَرَاَى الْيَهُوْدَ تَصُوْمُ يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ، فَقَالَ مَا هٰذَا؟

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو معمر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوارث نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن سعید بن جبیر نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت ابن عباس رضی اللہ انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ مدینہ میں آئے تو آپ نے

قَالُوْا هٰذَا يَوْمٌ صَالِحٌ، هٰذَا يَوْمٌ نَجَّى اللّٰهُ بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ مِنْ عَدُوِّهِمْ، فَصَامَهُ مُوْسٰى. قَالَ فَأَنَا أَحَقُّ بِمُوْسٰى مِنْكُمْ. فَصَامَهُ وَأَمَرَ بِصِيَامِهِ.

[اطراف الحدیث: ۳۳۹۷-۳۹۴۳-۴۶۸۰-۴۷۳۷]

دیکھا کہ یہود عاشوراء کے دن کا روزہ رکھتے ہیں' آپ نے پوچھا: یہ کیسے روزے ہیں؟ انہوں نے کہا: یہ مبارک دن ہے' اس دن میں اللہ نے بنی اسرائیل کو ان کے دشمن سے نجات دی تھی تو حضرت موسیٰ (علیہ السلام) نے اس دن کا روزہ رکھا' آپ نے فرمایا: ہم تمہاری بہ نسبت حضرت موسیٰ (علیہ السلام کی موافقت) کے زیادہ حق دار ہیں تو آپ نے اس دن کا روزہ رکھا اور اس دن کے روزہ کا حکم دیا۔

(صحیح مسلم: ۱۱۳۰' الرقم المسلسل: ۲۵۴۵' سنن ابوداؤد: ۲۴۴۴' سنن ابن ماجہ: ۱۷۳۴' مصنف عبدالرزاق: ۷۸۴۳' مسند الحمیدی: ۵۱۵' سنن بیہقی ج ۴ ص ۲۸۶' المعجم الکبیر: ۱۲۳۶۲' مسند احمد ج ۱ ص ۲۹۱ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۶۴۴۔ ج ۴ ص ۳۹۳' موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابومعمر عبداللہ بن عمر المنقری المقعد (۲) عبدالوارث بن سعید (۳) ایوب السختیانی (۴) عبداللہ بن سعید بن جبیر (۵) سعید بن جبیر (۶) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۷۲)

اس حدیث کے باب کا عنوان ہے: یوم عاشوراء کے روزے اور یہ عنوان مطلق ہے' خواہ عاشوراء کے روزے واجب ہوں' مستحب ہوں یا مکروہ ہوں' اور اس حدیث سے بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ عاشوراء کا روزہ رکھنا واجب ہے کیونکہ آپ نے اس روزے کے رکھنے کا حکم دیا ہے اور امر وجوب کے لیے ہوتا ہے' نیز یہ روزہ شکر ادا کرنے کے لیے ہے اور شکر ادا کرنا واجب ہے' اس لیے بھی عاشوراء کا روزہ رکھنا واجب ہوا لیکن چونکہ صحیح البخاری: ۲۰۰۳ میں یہ ارشاد ہے کہ جو چاہے روزہ رکھے اور جو چاہے روزہ نہ رکھے' اس سے وجوب منسوخ ہو گیا اور صرف جواز رہ گیا۔

اس اعتراض کے جوابات کہ یہود کی خبر نامقبول ہوتی ہے' پھر آپ نے ان کے خبر دینے سے ------ عاشوراء کا روزہ کیوں رکھا؟

اس حدیث میں مذکور ہے کہ جب یہود نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر دی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عاشوراء کے دن شکر کا روزہ رکھا تھا اور ہم ان کی اتباع میں اس دن روزہ رکھتے ہیں تو آپ نے فرمایا: حضرت موسیٰ علیہ السلام کی موافقت کرنے کے ہم تم سے زیادہ مستحق ہیں' اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کی خبر پر اعتماد کیسے کر لیا جب کہ یہود کی خبر غیر مقبول ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ نے صرف ان کی خبر پر اعتماد کر کے روزہ رکھ لیا تھا' کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰى اِلَيَّ. (الانعام: ۵۰) میں صرف اسی چیز کی پیروی کرتا ہوں جس کی میری طرف وحی کی جاتی ہے۔

سو آپ نے جو عاشوراء کا روزہ رکھا تھا' وہ بھی اتباع وحی سے رکھا تھا نہ کہ محض یہود کی خبر دینے سے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ آپ نے اپنے اجتہاد سے اس دن روزہ رکھا تھا نہ کہ ان کی خبر سے۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ یہود میں جو لوگ مسلمان تھے جیسے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ' آپ نے ان کی خبر پر اعتماد کیا تھا۔

چوتھا جواب یہ ہے کہ یہودیوں نے تواتر سے یہ خبر دی تھی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے نجات ملنے پر اللہ کا شکر ادا کرنے کے لیے اس دن روزہ رکھا تھا اور خبر متواتر میں یہ شرط نہیں ہے کہ خبر دینے والے مسلمان ہوں اور خبر متواتر سے یقین حاصل ہو جاتا ہے۔

علاوہ ازیں نبی ﷺ نے مدینہ میں آ کر یہود سے سن کر پہلی بار روزہ نہیں رکھا تھا' آپ پہلے سے عاشوراء کے دن روزہ رکھتے تھے' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں قریش عاشوراء کے دن روزہ رکھتے تھے اور رسول اللہ ﷺ بھی اس دن روزہ رکھتے تھے۔ (صحیح البخاری: ۲۰۰۲) پس یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ آپ نے یہود کے خبر دینے سے اس دن روزہ رکھا' اور اس حدیث میں جو مذکور ہے کہ آپ نے یہود کا جواب سن کر اس دن روزہ رکھا' اس کا معنی یہ ہے کہ آپ اس دن روزہ رکھنے کے عمل پر برقرار رہے اور مسلمانوں کو بھی اس دن روزہ رکھنے کا حکم دیا۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۵۵۴۔ ج ۳ ص ۱۲۳ پر مذکور ہے' اس کی شرح میں عاشوراء کے روزہ کا حکم بیان کیا گیا ہے۔

۲۰۰۵ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ، عَنْ اَبِیْ عُمَیْسٍ، عَنْ قَیْسِ بْنِ مُسْلِمٍ، عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ، عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ كَانَ یَوْمُ عَاشُوْرَاءَ تَعُدُّهُ الْیَهُوْدُ عِیْدًا، قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَصُوْمُوْهُ اَنْتُمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی از ابوعمیس از قیس بن مسلم از طارق بن شہاب از حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ یہود عاشوراء کے دن عید مناتے تھے' نبی ﷺ نے فرمایا: تم اس دن روزہ رکھو۔

[طرف الحدیث: ۳۹۴۲] (صحیح مسلم: ۱۱۳۱' الرقم المسلسل: ۲۵۴۹' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۵۵' سنن کبریٰ: ۲۸۴۸' مسند ابویعلیٰ: ۷۳۳۳' سنن بیہقی ج ۴ ص ۲۸۹' مسند احمد ج ۴ ص ۴۰۹' مسند احمد: ۱۹۶۶۹۔ ج ۳۲ ص ۴۴۵' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) علی بن عبداللہ المعروف بابن المدینی (۲) ابواسامہ' ان کا نام حماد بن اسامہ اللیثی ہے (۳) ابوعمیس بن عبداللہ بن عتبہ بن عبداللہ بن مسعود الہذلی المسعودی (۴) قیس بن مسلم الجدلی العدوانی ابوعمرو (۵) طارق بن شہاب بن عبدشمس البجلی الاحمسی ابوعبداللہ الصحابی' امام ابوداؤد نے کہا کہ انہوں نے نبی ﷺ کی زیارت تو کی ہے لیکن آپ سے سماع نہیں کیا (۶) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ' ان کا نام عبداللہ بن قیس ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۷۴)

اس اعتراض کا جواب کہ یہود عاشوراء کا روزہ رکھتے تھے' پھر وہ اس دن عید کیسے مناتے تھے؟

صحیح البخاری: ۲۰۰۴ میں یہ حدیث ہے کہ یہود اس دن روزہ رکھتے تھے اور اس حدیث میں ہے کہ یہود اس دن عید مناتے تھے اور ان دونوں حدیثوں میں منافات ہے کیونکہ عید کے دن روزہ نہیں رکھا جاتا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ مسلمان عید کے دن روزہ نہیں رکھتے اور یہود کے نزدیک ہوسکتا ہے عید کے دن روزہ رکھنا جائز ہو' دوسرا جواب یہ ہے کہ جو یہودی عاشوراء کا روزہ رکھتے تھے وہ مدینہ کے یہودی تھے اور اس حدیث میں جن یہود کا ذکر ہے' ہوسکتا ہے وہ کسی اور جگہ کے یہودی ہوں۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۵۵۶۔ ج ۳ ص ۱۲۴ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۲۰۰۶ - حَدَّثَنَا عُبَیْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰی، عَنِ ابْنِ عُیَیْنَةَ، عَنْ عُبَیْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ یَزِیْدَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ مَا رَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَتَحَرّٰی صِیَامَ یَوْمٍ فَضَّلَهُ عَلٰی غَیْرِهٖ اِلَّا هٰذَا الْیَوْمَ یَوْمَ عَاشُوْرَاءَ، وَهٰذَا الشَّهْرَ، یَعْنِیْ شَهْرَ رَمَضَانَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبیداللہ بن موسیٰ نے حدیث بیان کی از ابن عیینہ از عبیداللہ بن ابی یزید از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نہیں دیکھا کہ نبی ﷺ نے کسی دن کے روزے کو اس کے غیر پر فضیلت دی ہو' سوائے یوم عاشوراء کے روزہ کے اور اس مہینہ یعنی رمضان کے مہینہ کے روزہ

(سنن نسائی: ۲۳٦٦) کے سوا۔

یوم عاشوراء اور یوم عرفہ میں فضیلت کے تعارض کا جواب

ایک حدیث میں ہے کہ تمام ایام میں افضل یوم' یوم عرفہ ہے اور زیر نظر حدیث میں مذکور ہے کہ تمام ایام میں افضل یوم عاشوراء ہے اور یہ تعارض ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یوم عاشوراء کی فضیلت روزہ رکھنے کی وجہ سے ہے اور یوم عرفہ کی فضیلت حج کرنے کی وجہ سے ہے' سو فضیلت کی وجہیں الگ الگ ہیں۔

۲۰۰۷ - حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا مِّنْ اَسْلَمَ اَنْ اَذِّنْ فِي النَّاسِ اَنَّ مَنْ كَانَ اَكَلَ فَلْيَصُمْ بَقِيَّةَ يَوْمِهٖ، وَمَنْ لَّمْ يَكُنْ اَكَلَ فَلْيَصُمْ، فَاِنَّ الْيَوْمَ يَوْمُ عَاشُوْرَاءَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مکی بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید نے حدیث بیان کی از حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنو اسلم کے ایک شخص کو حکم دیا کہ لوگوں میں اعلان کر دو کہ جو کھا چکا ہے وہ بقیہ دن روزے سے رہے اور جس نے کچھ نہیں کھایا تو وہ بقیہ دن روزے سے رہے کیونکہ یہ دن عاشوراء کا دن ہے۔

اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں۔

عاشوراء کے منفرد روزہ کی کراہت کے متعلق احادیث

اس سے پہلے جس قدر احادیث گزری ہیں' ان میں عاشوراء کے دن روزہ رکھنے کا جواز اور استحباب بیان کیا گیا ہے لیکن بعض احادیث میں یہ بھی تصریح ہے کہ عاشوراء کا منفرد روزہ نہ رکھا جائے' اس سے پہلے اور اس کے بعد بھی روزہ رکھا جائے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عاشوراء کا روزہ رکھو اور اس میں یہود کی مخالفت کرو' اس سے ایک دن پہلے بھی روزہ رکھو یا اس کے ایک دن بعد بھی روزہ رکھو۔ (صحیح ابن خزیمہ: ۲۰۹۵' ابن عدی ج ۳ ص ۹۵٦' سنن بیہقی ج ۴ ص ۲۸۷' مسند البزار: ۱۰۵۲' مسند الحمیدی: ۴۸۵' مسند احمد ج ۱ ص ۲۴۱' مسند احمد: ۲۱۵۴۔ ج ۴ ص ۵۲' موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی سند ضعیف ہے کیونکہ اس کی سند میں ابن ابی لیلیٰ ہے اور وہ بد حافظہ ہے اور داؤد بن علی ہے' حافظ ذہبی نے کہا ہے کہ اس کی حدیث حجت نہیں ہے' تاہم درج ذیل حدیث' صحیح السند ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: (محرم کی) نو اور دس تاریخ کو روزہ رکھو اور یہود کی مخالفت کرو۔

(مصنف عبد الرزاق: ۷۸۳۹' سنن بیہقی ج ۴ ص ۲۸۷)

اور اس سلسلہ میں یہ حدیث بھی ہے:

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عاشوراء کے دن کا روزہ رکھا اور اس دن کے روزہ رکھنے کا حکم دیا تو صحابہ نے کہا: یا رسول اللہ! یہ وہ دن ہے جس دن کی یہود اور نصاریٰ تعظیم کرتے ہیں' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب آئندہ سال ہوگا تو ہم ان شاء اللہ نو محرم کا روزہ رکھیں گے' حضرت ابن عباس نے کہا: پھر جب آئندہ سال آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وصال فرما چکے تھے۔ (صحیح مسلم: ۱۱۳۴' الرقم المسلسل: ۲٦۴۵' سنن ابوداؤد: ۲۴۴۵)

فقہاء شافعیہ اور حنبلیہ کے نزدیک عاشوراء کے منفرد روزہ کا حکم

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ٦۷٦ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں تصریح ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک عاشوراء نومحرم کو ہے' اور جمہور علماء کا مذہب یہ ہے کہ عاشوراء دس محرم کو ہے۔

امام شافعی ان کے اصحاب' امام احمد' اسحاق اور دوسرے علماء نے یہ کہا ہے کہ نو اور دس دونوں تاریخوں کو روزہ رکھنا مستحب ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دس محرم کو روزہ رکھا تھا اور نومحرم کو روزہ رکھنے کی نیت کی تھی اور بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ نومحرم کو روزہ رکھنے کا سبب یہ ہے کہ یہود کے ساتھ مشابہت نہ ہو۔ (شرح مسلم للنووی مع صحیح مسلم ج ۵ ص ۳۰۴۹-۳۰۴۸' مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

نیز حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر میں اگلے سال تک زندہ رہا تو میں ضرور نومحرم کو روزہ رکھوں گا۔ (مسند احمد ج ۱ ص ۳۴۵ طبع قدیم' مسند احمد: ۳۲۱۳- ج ۵ ص ۲۸۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی سند قوی ہے۔

فقہاء احناف کے نزدیک عاشوراء کے منفرد روزہ کا حکم

علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ لکھتے ہیں:

بعض فقہاء نے کہا ہے کہ صرف عاشوراء کا روزہ رکھنا مکروہ ہے کیونکہ اس میں یہود کی مشابہت ہے اور عام فقہاء نے اس کو مکروہ نہیں کہا کیونکہ یہ فضیلت والے ایام میں سے ہے' لہٰذا روزہ رکھنے کی کراہت کی تلافی اس دن کی فضیلت سے ہو جاتی ہے۔

(بدائع الصنائع ج ۲ ص ۵۶۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

فتاویٰ قاضی خاں میں مذکور ہے کہ یوم عاشوراء کا روزہ مستحب ہے جب کہ اس سے ایک روز پہلے یا ایک روز بعد بھی روزہ رکھا جائے تاکہ اہل کتاب کی مخالفت ہو' اسی طرح البدائع میں ہے۔ (ردالمحتار ج ۳ ص ۳۰۰' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ) (میں کہتا ہوں کہ البدائع کی عبارت من وعن ایسی نہیں ہے۔ سعیدی غفرلہٗ)

''کتاب الصیام'' کی تکمیل

''کتاب الصیام'' میں شروع سے لے کر یہاں تک صحیح بخاری میں ۱۷۵' حدیثیں ہیں' ان میں ۳۶ تعلیقات ہیں باقی احادیث موصولہ ہیں' اور ان میں ۶۸' احادیث مکررہ ہیں اور خالص ۸۹ حدیثیں ہیں۔

الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سیّد المرسلین' آج ۸ ذوالقعدہ ۱۴۲۸ھ/ ۱۹ نومبر ۲۰۰۷ء ''کتاب الصیام'' مکمل ہوگئی۔

اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو قبول فرمائے' موافقین کے لیے اسے موجب استقامت بنائے اور مخالفین کے لیے اس کو سبب ہدایت بنائے اور جس طرح ''کتاب الصیام'' کی شرح مکمل کرائی ہے' اسی طرح پوری صحیح البخاری کی شرح مکمل کرادے۔ میری' میرے والدین کی' میرے اساتذہ اور میرے احباب کی' میرے تلامذہ اور میرے قارئین کی مغفرت فرمادے۔

(آمین یا رب العٰلمین)

ربنا تقبل منا انك انت السمیع العلیم' ربّنا واجعلنا مسلمین لك

وتب علینا انك انت التواب الرحیمO

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

۳۱- كِتَابُ التَّرَاوِيحِ

تراویح کا بیان

''تراویح'' ''ترویحۃ'' کی جمع ہے دو دوگانہ اور چار رکعات کے بعد جو بیٹھتے ہیں اس کو''ترویحۃ'' کہتے ہیں' کیونکہ چار رکعات پڑھنے کے بعد جو تھکاوٹ ہوتی ہے اس کے بعد بیٹھنے سے اس میں قدرے آرام مل جاتا ہے۔

۱ - بَابُ فَضْلِ مَنْ قَامَ رَمَضَانَ جس نے رمضان میں قیام کیا' اس کی فضیلت

یہ باب قیامِ رمضان کی فضیلت میں ہے' خواہ وہ تراویح پڑھے یا رمضان میں کچھ دیر قیام کر کے نوافل پڑھے یا تہجد کی نماز پڑھے۔

۲۰۰۸ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَبُوْ سَلَمَةَ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لِرَمَضَانَ مَنْ قَامَهُ اِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا، غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عُقیل از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے ابوسلمہ نے خبر دی کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس نے رمضان کے مہینہ میں ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے قیام کیا' اس کے اگلے اور پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۵ میں گزر چکی ہے۔

قرآن مجید کی آیات اور احادیث سے اس پر دلائل کہ نیک اعمال سے صرف صغائر کی مغفرت ہوتی ہے اور کبائر کی مغفرت توبہ سے ہوتی ہے

اس حدیث میں مذکور ہے کہ اس کے اگلے اور پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے' اس کا ظاہر معنی یہ ہے کہ اس کے تمام صغیرہ اور کبیرہ گناہ معاف کر دیئے جائیں گے' لیکن علماء اہل سنت نے یہ کہا ہے کہ اس عمل سے اس کے صرف صغیرہ گناہ معاف کیے جائیں گے کیونکہ کبیرہ گناہ صرف توبہ سے یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے یا اللہ تعالیٰ کے فضل محض سے معاف ہوتے ہیں اور صغیرہ گناہ نیک

اعمال سے اور کبائر سے اجتناب کی وجہ سے معاف کر دیئے جاتے ہیں۔کبیرہ گناہ صرف توبہ سے یا شفاعت سے معاف ہوتے ہیں اس کی دلیل یہ احادیث ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پانچ نمازیں اور ایک جمعہ سے دوسرا جمعہ ان گناہوں کا کفارہ ہیں جو ان کے درمیان ہوتے ہیں جب کہ کبائر سے اجتناب کیا جائے۔

(صحیح مسلم: ۲۳۳' الرقم المسلسل: ۵۴۱' سنن ترمذی: ۲۱۴' سنن ابن ماجہ: ۱۰۸۶' مسند احمد ج ۲ ص ۴۸۴)

اس حدیث سے واضح ہو گیا کہ نیک اعمال سے صرف صغائر معاف ہوتے ہیں اور کبائر شفاعت سے معاف ہوتے ہیں' اس کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری شفاعت میری امت کے کبیرہ گناہ کرنے والوں کے لیے ہے۔(سنن ابوداؤد: ۴۷۳۹' سنن ترمذی: ۲۴۳۶۔ ۲۴۳۵' سنن ابن ماجہ: ۴۳۱۰)

کبیرہ گناہ توبہ سے یا محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے معاف ہوتے ہیں' اس کی دلیل یہ آیت ہے:

اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ فَاُولٰٓئِكَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ. (النساء: ۱۷)

توبہ کی مقبولیت اللہ پر صرف ان لوگوں کے لیے ہے جو جہالت سے گناہ کر بیٹھیں' پھر عنقریب توبہ کر لیں تو یہ وہ لوگ ہیں جن کی توبہ اللہ (اپنے فضل سے حتماً) قبول فرماتا ہے۔

فَمَنْ تَابَ مِنْ بَعْدِ ظُلْمِهٖ وَاَصْلَحَ فَاِنَّ اللّٰهَ يَتُوْبُ عَلَيْهِ. (المائدہ: ۳۹)

پھر جس نے (اپنی جان پر) ظلم کرنے کے بعد توبہ کر لی اور اپنی اصلاح کر لی تو بے شک اللہ اس کی توبہ قبول فرمائے گا۔

کبائر سے اجتناب کرنے کی وجہ سے صغائر معاف ہو جاتے ہیں' اس کی دلیل یہ آیت ہے:

اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ. (النساء: ۳۱)

اگر تم کبیرہ گناہوں سے بچتے رہو جن سے تمہیں منع کیا گیا ہے تو ہم تمہارے (صغیرہ) گناہوں کو معاف کر دیں گے۔

نیک اعمال کرنے سے صغیرہ گناہ معاف ہونے کی دلیل یہ آیت ہے:

اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ. (ھود: ۱۱۴)

بے شک نیکیاں گناہوں کو مٹا دیتی ہیں۔

اس آیت میں گناہوں سے صغیرہ گناہ مراد ہیں' پس واضح ہوا کہ کبائر سے اجتناب کی وجہ سے اور نیک اعمال کی وجہ سے صغیرہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

ان مذکورہ دلائل کی وجہ سے اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ رمضان میں نوافل میں قیام کی وجہ سے گناہ صغیرہ معاف ہو جاتے ہیں اور کبائر صرف توبہ سے یا شفاعت سے یا محض اللہ کے فضل سے معاف ہوتے ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ رمضان کے مہینہ میں قیام کی وجہ سے اگلے اور پچھلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں' پچھلے گناہوں کی معافی تو سمجھ میں آتی ہے لیکن آئندہ کے گناہ جو ابھی کیے ہی نہیں' ان کی معافی کی کیا توجیہ ہے؟

علامہ عینی اس کی توجیہ میں لکھتے ہیں:

آئندہ ہونے والے گناہوں کی معافی اس سے کنایہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آئندہ اس کو گناہ کبیرہ کے ارتکاب سے محفوظ رکھے گا اور آئندہ اس سے کوئی گناہ کبیرہ نہیں ہوگا یا اس میں یہ بشارت ہے کہ اگر اس سے آئندہ گناہ ہوئے بھی تو اللہ تعالیٰ ان کو معاف فرما دے گا۔

گا۔(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۷۷ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۲۰۰۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ. قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فَتُوُفِّیَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسُ عَلٰی ذٰلِكَ ثُمَّ كَانَ الْاَمْرُ عَلٰی ذٰلِكَ فِیْ خِلَافَةِ اَبِیْ بَكْرٍ وَصَدْرًا مِّنْ خِلَافَةِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن شہاب از حمید بن عبدالرحمان از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے رمضان کے مہینہ میں قیام کیا اس کے پچھلے تمام گناہوں کو معاف کر دیا جائے گا۔ ابن شہاب نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا اور (لوگوں کا عمل) اسی پر برقرار رہا پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ایام میں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ابتدائی ایام میں اسی پر مسلمانوں کا عمل رہا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۵ میں اور اس حدیث سے پہلی حدیث میں بھی گزر چکی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اور حضرت ابوبکر کی خلافت میں اور حضرت عمر کے ابتدائی عہد میں تراویح کا معمول

اس حدیث میں مذکور ہے: لوگوں کا عمل اسی پر برقرار رہا۔ اس کا معنی یہ ہے کہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانہ میں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ابتدائی ایام میں تراویح کی نماز جماعت کے ساتھ نہیں پڑھتے تھے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ابن وہب نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلے تو لوگ اس وقت مسجد کے ایک گوشے میں رمضان کے مہینہ میں نماز پڑھ رہے تھے آپ نے پوچھا: یہ کیا ہو رہا ہے؟ آپ کو بتایا گیا کہ لوگ حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں نماز پڑھ رہے ہیں آپ نے فرمایا: انہوں نے صحیح کام کیا اور یہ بہت اچھا ہے۔

اس حدیث کا حافظ ابن عبدالبر نے ذکر کیا ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ اس میں ایک راوی مسلم بن خالد ہے اور وہ ضعیف ہے اور محفوظ حدیث یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں جمع کیا تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۷۷ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۲۰۱۰ - وَعَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدٍ الْقَارِیِّ اَنَّهٗ قَالَ خَرَجْتُ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ لَيْلَةً فِیْ رَمَضَانَ اِلَی الْمَسْجِدِ فَاِذَا النَّاسُ اَوْزَاعٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ يُصَلِّی الرَّجُلُ لِنَفْسِهٖ وَيُصَلِّی الرَّجُلُ فَيُصَلِّیْ بِصَلٰوتِهِ الرَّهْطُ فَقَالَ عُمَرُ اِنِّیْ اَرٰی لَوْ جَمَعْتُ هٰٓؤُلَاءِ عَلٰی قَارِئٍ وَّاحِدٍ لَكَانَ اَمْثَلَ ثُمَّ عَزَمَ

از ابن شہاب از عروہ بن الزبیر از عبدالرحمان بن عبد القاری انہوں نے بیان کیا کہ میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ رمضان کے مہینہ میں ایک رات مسجد کی طرف گیا تو لوگ مختلف ٹولیوں میں نماز پڑھ رہے تھے ایک شخص اپنی نماز پڑھ رہا تھا اور کچھ لوگ کسی کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے حضرت عمر نے کہا: میری رائے یہ ہے کہ میں ان سب کو اگر ایک قاری (امام) کی اقتداء میں جمع کر دوں تو یہ زیادہ بہتر ہوگا پھر حضرت عمر نے پختہ ارادہ کر لیا اور ان کو حضرت

فَجَمَعَهُمْ عَلٰى اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ، ثُمَّ خَرَجْتُ مَعَهُ لَيْلَةً اُخْرٰى وَالنَّاسُ يُصَلُّوْنَ بِصَلٰوةِ قَارِئِهِمْ، قَالَ عُمَرُ نِعْمَ الْبِدْعَةُ هٰذِهٖ، وَالَّتِيْ يَنَامُوْنَ اَفْضَلُ مِنَ الَّتِيْ يَقُوْمُوْنَ، يُرِيْدُ اٰخِرَ اللَّيْلِ، وَكَانَ النَّاسُ يَقُوْمُوْنَ اَوَّلَهٗ. (موطأ امام مالک: کتاب الصلوٰۃ فی رمضان باب: ۲۔ ج ۱ ص ۷۳، المکتبۃ التوفیقیہ)

اُبی بن کعب کی اقتداء میں جمع کر دیا' پھر میں دوسری رات کو ان کے ساتھ گیا اور سب لوگ اپنے قاری کی اقتداء میں نماز پڑھ رہے تھے تو حضرت عمر نے کہا: یہ اچھی بدعت ہے اور جس نماز کے وقت وہ سوئے ہوئے ہوتے ہیں' وہ اس نماز سے افضل ہے جس میں وہ قیام کرتے ہیں' ان کی مراد رات کے آخری حصہ کی نماز تھی اور لوگ رات کے اوّل حصہ میں قیام کرتے تھے۔

عبدالرحمٰن بن عبدالقاری اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا تعارف

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں عبدالرحمان بن عبدالقاری کا ذکر ہے' اس میں قارہ بن ریش کی طرف نسبت ہے' یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے مسلمانوں کے بیت المال کے عامل تھے' ۸۰ھ میں مدینہ منورہ میں فوت ہو گئے تھے' اس وقت ان کی عمر ۷۸ سال تھی۔ ابن معین نے کہا: یہ ثقہ ہیں' ایک قول یہ ہے کہ یہ صحابی ہیں۔

نیز اس حدیث میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے' حضرت عمر نے ان کو تراویح کا امام بنا دیا تھا کیونکہ ان کی قراءت سب سے عمدہ تھی' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو اُن میں زیادہ قاری ہو' وہ ان کی امامت کرائے۔

(سنن ترمذی: ۲۳۵' سنن ابوداؤد: ۵۸۲' سنن نسائی: ۷۷۶' سنن ابن ماجہ: ۹۸۰)

امام سعید بن منصور نے عروہ سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر نے لوگوں کو حضرت ابی بن کعب کی اقتداء میں جمع کیا' وہ مردوں کو نماز پڑھاتے تھے اور حضرت تمیم الداری عورتوں کو نماز پڑھاتے تھے اور یہ جماعتیں الگ الگ وقتوں میں ہوتی تھیں۔

بدعت کی اقسام

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ اچھی بدعت ہے۔ علامہ عینی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

بدعت کی دو قسمیں ہیں' اگر وہ کام شرعاً نیک ہو تو وہ بدعت حسنہ ہے اور اگر وہ کام شرعاً برا ہو تو وہ بدعت قبیحہ ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۷۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی' اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

بدعت اصل میں اس نئے کام کو کہتے ہیں جس کی پہلے کوئی مثال نہ ہو اور شریعت میں بدعت اس کام کو کہتے ہیں جو سنت کے خلاف ہو' اس لیے بدعت مذموم ہوتی ہے' اور تحقیق یہ ہے کہ اگر وہ نیا کام ایسے کام کے تحت داخل ہو جو شرعاً نیک ہو تو وہ بدعت حسنہ ہے اور اگر وہ نیا کام ایسے کام کے تحت ہو جو شرعاً برا ہو تو وہ بدعت قبیحہ ہے ورنہ وہ مباح کی قسم سے ہے اور بدعت کی پانچ قسمیں ہیں۔

(فتح الباری ج ۳ ص ۵۰۴' دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

میں کہتا ہوں: وہ پانچ قسمیں یہ ہیں: (۱) واجب (۲) مستحب (۳) مباح (۴) مکروہ تنزیہی (۵) مکروہ تحریمی۔

رمضان میں تہجد کی نماز پڑھنا تراویح سے افضل ہے

نیز اس حدیث میں مذکور ہے: جس نماز کے وقت وہ سوئے ہوئے ہوتے ہیں' وہ اس نماز سے افضل ہے جس میں وہ قیام کرتے ہیں۔ ان کی مراد رات کے آخری حصہ کی نماز تھی اور لوگ رات کے اوّل حصہ میں قیام کرتے تھے۔

علامہ بدرالدین عینی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی جو لوگ نماز تراویح کے وقت سو جاتے ہیں وہ ان سے افضل ہیں جو نماز تراویح پڑھتے ہیں ان کی مراد یہ تھی کہ جو رات کے آخری حصہ میں نماز پڑھتے ہیں اس میں یہ تصریح ہے کہ رات کے آخری حصہ میں نماز پڑھنا رات کے اوّل حصہ میں نماز پڑھنے سے افضل ہے یعنی تہجد پڑھنا تراویح پڑھنے سے افضل ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۷۹ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

حافظ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۵۰۴ دارالمعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

نمازِ تہجد تراویح سے اس لیے افضل ہے کہ اس وقت اللہ تعالیٰ (اپنی شان کے مطابق) آسمانِ دنیا کی طرف نازل ہوتا ہے اور اس وقت اللہ تعالیٰ دعا کرنے والوں کی دعاؤں کو قبول فرماتا ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۱۲۲)

ائمہ اربعہ کے نزدیک تراویح کی رکعات کی تعداد بیس ہے

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی شافعی متوفی ۲۷۹ھ لکھتے ہیں:

قیام رمضان میں اہل علم کا اختلاف ہے بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ وتر کے ساتھ اکتالیس (۴۱) رکعات پڑھی جائیں اور یہ اہل مدینہ کا قول ہے اور مدینہ میں اسی پر عمل ہوتا تھا اور اکثر اہل علم کا مذہب وہ ہے جو حضرت علی حضرت عمر اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دیگر اصحاب رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ تراویح کی بیس رکعات ہیں۔ یہ سفیان ثوری ابن المبارک اور امام شافعی رحمہ اللہ کا قول ہے اور امام شافعی نے کہا: میں نے اسی طرح اپنے شہر مکہ میں لوگوں کو پایا وہ بیس رکعت پڑھتے تھے اور امام احمد نے کہا: اس مسئلہ میں کئی اقوال نقل کیے گئے ہیں اور انہوں نے اس میں کوئی فیصلہ نہیں کیا اور اسحاق نے کہا: بلکہ ہم اکتالیس رکعت اختیار کرتے ہیں جیسا کہ حضرت اُبی بن کعب سے مروی ہے اور ابن المبارک اور احمد اور اسحاق کا مختار یہ ہے کہ رمضان کے مہینہ میں امام کے ساتھ نماز پڑھی جائے اور امام شافعی کا مختار یہ ہے کہ اگر کوئی شخص قراءت کر سکتا ہو تو وہ تنہا پڑھے۔ (سنن ترمذی ص ۲۵۴۔ ۲۵۳ دارالفکر بیروت ۱۴۲۲ھ)

امام مالک بن انس اصبحی متوفی ۱۷۹ھ اپنی سند کے ساتھ یزید بن رومان سے روایت کرتے ہیں کہ:

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں لوگ رمضان میں تیئس رکعت کے ساتھ قیام کرتے تھے۔

(موطأ امام مالک کتاب الصلوۃ فی رمضان باب: ۲۔ حدیث: ۵۔ ج ۱ ص ۷۳ المکتبۃ التوفیقیہ)

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

قیام رمضان کی رکعات میں اختلاف ہے ہم اس میں سے مختصراً لکھتے ہیں:

امام مالک نے از محمد بن یوسف از السائب بن یزید روایت کی کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابی بن کعب اور حضرت تمیم الداری رضی اللہ عنہما کو یہ حکم دیا کہ وہ گیارہ رکعات پڑھائیں اور قاری سو آیتوں یا اس سے زیادہ آیتوں والی سورتیں پڑھتا تھا حتیٰ کہ ہم طول قیام کی وجہ سے لاٹھیوں کا سہارا لیتے تھے اور ہم فجر کے قریب فارغ ہو کر لوٹتے تھے۔

(موطأ امام مالک کتاب الصلوۃ فی رمضان۔ باب: ۲۔ حدیث: ۴ ج ۱ ص ۷۳ المکتبۃ التوفیقیہ)

علامہ داؤدی وغیرہ نے کہا ہے کہ امام مالک کی یہ روایت یزید بن رومان کی اس روایت کے خلاف نہیں ہے جس میں رمضان میں تیئس رکعت کے ساتھ قیام کا ذکر ہے کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابتداء میں گیارہ رکعات پڑھنے کا حکم دیا تھا اور وہ ان رکعات میں بہت زیادہ قراءت کرتے تھے پھر بعد میں حضرت عمر نے زیادہ کر کے تیئس رکعات کر دیں جیسے کہ یزید بن رومان کی روایت ہے اور

یہی سفیان ثوری کا' فقہاء احناف کا' امام شافعی کا اور امام احمد کا قول ہے' حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ تک اسی پر عمل رہا' پھر لوگوں کے اوپر لمبی قراءت کی وجہ سے لمبا قیام دشوار ہوا تو انہوں نے قراءت کم کر دی اور رکعات زیادہ کر دیں' پھر وہ انتالیس رکعات پڑھتے تھے' جس میں تین رکعات وتر کی ہوتی تھیں' پھر اسی پر لوگوں کا عمل رہا۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۱۲۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۵۰۵' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

قاضی ابوالولید محمد بن احمد ابن رشد مالکی قرطبی اندلسی متوفی ۵۹۵ھ لکھتے ہیں:

تراویح کی رکعات میں فقہاء کا اختلاف ہے' امام مالک کا ایک قول اور امام ابوحنیفہ' امام شافعی' امام احمد اور داؤد کا قول یہ ہے کہ وتر کے سوا تراویح کی بیس رکعت پڑھی جائیں اور ابن القاسم نے امام مالک سے یہ نقل کیا ہے کہ ان کے نزدیک چھتیس رکعت تراویح اور تین رکعت وتر پڑھنا مستحسن ہے۔ (بدایۃ المجتہد ج ۲ ص ۴۶۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۸ھ)

علامہ موفق الدین ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ لکھتے ہیں:

امام ابوعبد اللہ احمد بن حنبل کے نزدیک مختار یہ ہے کہ تراویح کی رکعات کی تعداد بیس ہے' سفیان ثوری' امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا بھی یہی موقف ہے' اور امام مالک نے کہا: تراویح کی رکعات چھتیس ہیں' ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں جمع کیا اور وہ ان کو بیس رکعت پڑھاتے تھے' اسی طرح امام مالک نے یزید بن رومان سے بیس رکعت کی روایت کی ہے' اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ رمضان میں لوگوں کو بیس رکعت پڑھائے اور یہ اجماع کی مثل ہے۔

امام مالک نے اہل مدینہ کے طریقہ پر عمل کیا ہے کیونکہ اہل مدینہ نے اہل مکہ کی مساوات کا ارادہ کیا کیونکہ اہل مکہ ہر دو ترویحوں کے درمیان سات طواف کرتے تھے' تو اہل مدینہ نے چار رکعات کو سات طواف کے مساوی قرار دیا' تاہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کا جو طریقہ تھا' وہ اتباع کے زیادہ لائق ہے۔ (المغنی ج ۲ ص ۳۶۷-۳۶۶ ملخصاً' دار الحدیث' قاہرہ' ۱۴۲۵ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ تراویح سنت ہے یا نفل ہے' امام حمید الدین ضریری نے کہا ہے کہ نفس تراویح سنت ہے اور اس کو جماعت کے ساتھ ادا کرنا مستحب ہے۔

تراویح کی تعداد بیس رکعات ہے' امام شافعی اور امام احمد کا بھی یہی مذہب ہے' قاضی نے اس کو جمہور علماء سے نقل کیا ہے' اکثر مشائخ نے یہ کہا ہے کہ اس میں قرآن مجید کو ختم کرنا سنت ہے' لوگوں کی سستی کی وجہ سے اس کو ترک نہ کیا جائے۔ امام بیہقی نے اپنی سند کے ساتھ ابوعثمان نہدی سے یہ روایت بیان کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تین قُرّاء کو بلایا اور ان کو حکم دیا کہ وہ نماز میں جلدی جلدی بیس سے تیس سورتوں تک قرآن مجید پڑھیں۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۲۵۹-۲۵۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

غیر مقلدین کے آٹھ رکعت تراویح پر دلائل اور ان کے جوابات

غیر مقلد عالم شیخ محمد داؤد راز میواتی لکھتے ہیں:

ہمارے استاذ العلماء حضرت مولانا نذیر حسین رحمانی کی کتاب مستطاب انوار المصابیح کا مطالعہ کیا جائے' جو اس موضوع کے "ما هو وما عليه" پر اس قدر جامع مدلل کتاب ہے کہ اب اس کی نظیر ممکن نہیں۔ (شرح صحیح بخاری ج ۳ ص ۲۴۳)

غیر مقلدین کے شیخ الکل فی الکل سید محمد نذیر حسین دہلوی متوفی ۱۳۲۰ھ لکھتے ہیں:

پس واضح ہو کہ احادیث صحیحہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نماز تراویح کی مع وتر کے گیارہ رکعتیں ثابت ہیں۔

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے:

ابوسلمہ بن عبدالرحمان سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز رمضان میں کیوں کرتھی؟ یعنی آپ رمضان میں تراویح کی کتنی رکعات پڑھتے تھے؟ پس حضرت عائشہ نے فرمایا کہ آپ گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے نہ رمضان میں نہ غیر رمضان میں، یعنی آں حضرت کی نماز تراویح کی تعداد گیارہ تھی۔

(فتاویٰ نذیریہ ج ۱ ص ۶۳۵ ' مکتبہ المعارف الاسلامیہ گوجرانوالہ)

شیخ نذیر حسین نے حدیث کے ترجمہ میں زبردست تلبیس اور تحریف کی ہے۔ اس حدیث میں نمازِ تراویح کا بالکل ذکر نہیں ہے' شیخ نذیر حسین نے اپنی مطلب برآری کے لیے اپنی طرف سے حدیث میں تراویح کا لفظ داخل کیا ہے' ہم حدیث کا عربی متن اور اس کا ترجمہ لکھ رہے ہیں' اس سے ان کی تحریف واضح ہو جائے گی:

حدثنا اسماعيل قال حدثني مالك عن سعيد المقبري عن ابي سلمة بن عبد الرحمن انه سال عائشة رضي الله عنها كيف كانت صلوة رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقالت ما كان يزيد في رمضان ولا في غيره على احدى عشرة ركعة' يصلي اربعا فلا تسال عن حسنهن وطولهن' ثم يصلي اربعا فلا تسال عن حسنهن وطولهن' ثم يصلي ثلاثا. فقلت يا رسول الله اتنام قبل ان توتر؟ قال يا عائشة' ان عيني تنامان' ولا ينام قلبي.

حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رمضان میں کس طرح نماز پڑھتے تھے؟ حضرت عائشہ نے فرمایا: رمضان ہو یا غیر رمضان' آپ گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے' آپ چار رکعت پڑھتے' تم ان کے حسن اور طول کو نہ پوچھو' آپ پھر چار رکعت پڑھتے' تم ان کے حسن اور طول کو نہ پوچھو' پھر آپ تین رکعت پڑھتے' میں نے کہا: یارسول اللہ! آپ وتر پڑھنے سے پہلے سو جاتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: اے عائشہ! میری آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا۔

(صحیح البخاری: ۱۱۴۷' صحیح مسلم: ۷۳۸' سنن ابوداؤد: ۱۳۴۱' سنن ترمذی: ۴۳۹' سنن نسائی: ۱۶۹۳)

اس حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس نماز کے متعلق خبر دی ہے جو رمضان اور غیر رمضان میں مشترک ہے' اور جو نماز رمضان اور غیر رمضان میں مشترک ہے' وہ تہجد ہے تراویح نہیں ہے' سو سید نذیر حسین اور عام غیر مقلدین کا اس نماز کو تراویح پر محمول کرنا تلبیس اور تحریف کے سوا اور کیا ہے!

سید نذیر حسین نے اپنے مؤقف پر دوسری دلیل یہ دی ہے:

حضرت عمر نے ابی بن کعب اور تمیم داری کو حکم کیا کہ لوگوں کو گیارہ رکعت تراویح پڑھایا کریں۔ سند اس کی بہت صحیح ہے۔

(فتاویٰ نذیریہ ج ۱ ص ۶۳۵ ' مکتبہ المعارف الاسلامیہ گوجرانوالہ)

اب اس حدیث کی سند کا حال سن لیں!

حافظ ابوعمر یوسف بن عبداللہ ابن عبدالبر مالکی متوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں:

حضرت عمر کی طرف جو یہ روایت منسوب ہے کہ آپ نے گیارہ رکعات پڑھانے کا حکم دیا تھا' میرے نزدیک زیادہ غالب یہ ہے کہ یہ وہم ہے۔

امام مالک نے یحییٰ بن سعید سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب نے ایک شخص کو مقرر کیا جو اُن کو بیس رکعات پڑھائے۔

السائب بن یزید بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت عمر کے عہد میں نماز کے قیام سے لوٹتے تو صبح ہونے والی ہوتی تھی اور حضرت عمر کے عہد میں تیئس رکعت قیام ہوتا تھا۔

یہ اس صورت پر محمول ہے کہ تین رکعت وتر ہوتے تھے اور بیس رکعت تراویح ہوتی تھیں۔

امام مالک نے یزید بن رومان سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب کے زمانہ میں رمضان میں تیئس رکعت ہوتی تھیں۔

یہ تمام احادیث اس بات کی شہادت دیتی ہیں کہ گیارہ رکعت کی روایت وہم اور غلط ہے اور صحیح یہ ہے کہ تیئس رکعت پڑھی جاتی تھیں یا اکیس رکعت پڑھی جاتی تھیں۔ (الاستذکار ج ۵ ص ۱۵۶۔۱۵۴ ملخصاً 'موسسۃ الرسالۃ' بیروت '۱۴۱۳ھ)

نواب صدیق حسن بھوپالی کی یہ تصریح کہ بیس رکعت تراویح پر اجماع ہے

غیر مقلدین حضرات پر حجت قاطعہ ان کے مشہور عالم نواب صدیق حسن خاں متوفی ۱۳۰۷ھ کی درج ذیل عبارت ہے:

صحیح بخاری کی اس حدیث (۲۰۱۳) میں رکعات کی تعداد کا ذکر نہیں ہے' اور معروف یہ ہے جس پر جمہور ہیں کہ یہ بیس رکعات دس سلاموں کے ساتھ ہیں اور یہ پانچ ترویحات ہیں' اور ہر ترویحہ میں چار رکعات ہیں' وتر کے علاوہ اور اس کی تین رکعات ہیں' اور سنن بیہقی میں حضرت السائب بن یزیدؓ سے یہ روایت ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب کے عہد میں رمضان کے مہینہ میں بیس رکعات ہوتی تھیں اور موطأ امام مالک میں یزید بن رومان کی روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں لوگ تیئس رکعت کے ساتھ قیام کرتے تھے' اور ایک روایت میں گیارہ رکعت کا ذکر ہے اور امام بیہقی نے ان روایتوں کو جمع کیا ہے کہ پہلے لوگ گیارہ رکعت پڑھتے تھے' پھر بیس رکعت تراویح اور تین رکعت وتر پڑھتے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ کا یہ معمول اجماع کی مثل ہے۔

(عون الباری ج ۲ ص ۸۶۱ 'دار الرشید' حلب' سوریا)

صحابہ کرام اور فقہاء تابعین کا بیس رکعات تراویح پڑھنا

امام عبد الرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ' اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

السائب بن یزید بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رمضان میں لوگوں کو حضرت اُبی بن کعب اور حضرت تمیم الداری رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں اکیس رکعات پر جمع کیا' وہ نماز میں سو یا سو سے زیادہ آیات پڑھتے اور نماز فجر کے قریب لوٹتے تھے۔

(مصنف عبد الرزاق: ۷۷۳۰۔ ج ۴ ص ۲۰۰ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت '۱۴۲۱ھ)

یہ اکیس رکعات اس صورت میں ہیں جب وہ بیس رکعت تراویح اور ایک رکعت وتر پڑھتے تھے اور بعض صحابہ کے نزدیک وتر کی ایک رکعت بھی ہو جاتی تھی اور یہ اجتہادی مسئلہ تھا۔

السائب بن یزید نے کہا: ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں نماز کے قیام سے اس وقت فارغ ہوتے تھے' جب نماز فجر کا وقت قریب ہو جاتا تھا اور ہم حضرت عمر کے عہد میں تیئس رکعات کے ساتھ قیام کرتے تھے۔

(مصنف عبد الرزاق: ۷۷۳۳۔ ج ۴ ص ۲۰۱ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت '۱۴۲۱ھ)

یہ تیئس رکعات اس صورت میں ہیں جب وہ بیس رکعت تراویح اور تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔

امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ العبسی الکوفی المتوفی ۲۳۵ھ' اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

شُتَیر بن شکل بیان کرتے ہیں کہ رمضان میں بیس رکعات پڑھی جاتی تھیں اور وتر۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۷۶۲' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۶۸۰ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت)

ابوالحسناء بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ نے رمضان میں ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ بیس رکعات پڑھائے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۷۶۳' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۶۸۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۳۶۸' الاستذکار ج ۵ ص ۱۵۵' الجوہر النقی للماردینی ج ۲ ص ۴۹۶' سنن بیہقی ج ۲ ص ۴۹۷)

یحییٰ بن سعید بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ بیس رکعات پڑھائے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۷۶۴' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۶۸۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

نافع بن عمر نے بیان کیا کہ حضرت ابن ابی مُلیکہ ہم کو رمضان میں بیس رکعات پڑھاتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۷۶۵' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۶۸۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

عبدالعزیز بن رفیع نے بیان کیا کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ رمضان کے مہینہ میں مدینہ میں لوگوں کو بیس رکعات پڑھاتے تھے اور تین رکعات وتر پڑھاتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۷۶۶' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۶۸۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

حارث بیان کرتے ہیں کہ وہ لوگوں کو رمضان کے مہینہ میں رات کو بیس رکعت پڑھاتے تھے اور تین رکعات وتر پڑھاتے تھے اور رکوع سے پہلے دعاء قنوت پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۷۶۷' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۶۸۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

ابوالبختری بیان کرتے ہیں کہ وہ رمضان میں پانچ ترویحات (بیس رکعتیں) پڑھتے تھے اور تین رکعات وتر پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۷۶۸' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۶۸۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

عطاء بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ لوگ وتر سمیت تئیس رکعات پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۷۷۰' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۶۸۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

سعید بن عبید بیان کرتے ہیں کہ علی بن ربیعہ رمضان میں لوگوں کو پانچ ترویحات اور تین رکعات وتر پڑھاتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۷۷۲' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۶۹۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

غیر مقلدین حضرات کو بیس رکعات تراویح کی مخالفت نہیں کرنی چاہیے

ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں کہ ائمہ اربعہ کے نزدیک تراویح کی بیس رکعات ہیں' اور حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما نے بیس رکعات تراویح پڑھنے کا حکم دیا ہے اور حدیث میں ہے کہ خلفاء راشدین کی سنت اور ان کے طریقہ کو اختیار کرنا لازم ہے:

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن فجر کی نماز کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم کو بہت بلیغ نصیحت کی جس سے آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور دل خوف زدہ ہو گئے' پس ایک شخص نے کہا: یہ تو رخصت ہونے والے شخص کی نصیحت معلوم ہوتی ہے تو یا رسول اللہ! آپ ہم سے کون سا عہد لیتے ہیں' آپ نے فرمایا: میں تم کو اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں اور خواہ تم پر حبشی غلام کو امیر بنا دیا جائے تم اس کے احکام کو سننا اور اس کی اطاعت کرنا' سو تم میں سے جو شخص زندہ رہے گا وہ بہت اختلاف دیکھے گا اور تم (بری) بدعات سے اجتناب کرنا کیونکہ یہ گم راہی ہیں' پس تم میں سے جو شخص بدعات کو دیکھے تو اس پر لازم ہے کہ وہ میری سنت اور ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کی سنت پر عمل کرے اور اس سنت کو اپنی ڈاڑھوں کے ساتھ پکڑ لے۔

(سنن ترمذی: ۲۶۸۵' سنن ابوداؤد: ۴۶۰۷' سنن ابن ماجہ: ۴۲' شرح مشکل الآثار: ۱۱۸۶' المعجم الکبیر: ۶۱۷۔ ج ۱۸' المستدرک ج ۱ ص ۹۶۔ ۹۵' مسند احمد ج ۴ ص ۱۲۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۷۱۴۴۔ ج ۲۸ ص ۳۷۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما' خلفاء راشدین میں سے ہیں اور بیس رکعات تراویح پڑھنا ان کی سنت ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

خلفاء راشدین کی سنت پر عمل کرنے کو لازم قرار دیا ہے' لہٰذا تراویح کا بیس رکعات ہونا لازم ہے' نیز ہم نے بیان کیا ہے کہ جمہور صحابہ' فقہاء تابعین' ائمہ مجتہدین اور مسلمانوں میں سلف اور خلف کا طریقہ بیس رکعات تراویح پڑھنا ہے اور اس سے کم' یعنی آٹھ رکعات پڑھنے کو لازم قرار دینا' ان سب کی مخالفت ہے اور قرآن مجید میں ہے:

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا○ (النساء:۱۱۵)

اور جو شخص ہدایت کے ظاہر ہونے کے بعد رسول کی مخالفت کرے اور (تمام) مسلمانوں کے راستہ کے خلاف چلے تو ہم اسے اسی طرف پھیر دیں گے جس طرف وہ پھرا اور اس کو جہنم میں داخل کر دیں گے اور وہ کیسا برا ٹھکانا ہے○

غیر مقلدین کو اس وعید سے ڈرنا چاہیے اور بیس رکعت تراویح کی مخالفت نہیں کرنی چاہیے اور اس کو بدعت کہنے سے رجوع کرنا چاہیے کیونکہ بیس رکعت تراویح خلفاء راشدین کی سنت ہے اور نبی ﷺ نے خلفاء راشدین کی سنت پر عمل کرنے کو لازم قرار دیا ہے اور غیر مقلدین کے پیشوا نواب صدیق حسن خاں نے اس کو بہ منزلہ اجماع قرار دیا ہے' لہٰذا غیر مقلدین حضرات کو مسلمانوں کے اجماعی طریقہ کی مخالفت نہیں کرنی چاہیے۔

۲۰۱۱ - حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ' عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ' عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا' زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى' وَ ذٰلِكَ فِيْ رَمَضَانَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از عروہ بن الزبیر از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' نبی ﷺ کی زوجہ محترمہ وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے نماز پڑھی اور یہ رمضان کا واقعہ ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۷۲۹ میں گزر چکی ہے اور اس کی تفصیل آئندہ حدیث میں آ رہی ہے۔

۲۰۱۲ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ' عَنْ عُقَيْلٍ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عُرْوَةُ' اَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَخْبَرَتْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ لَيْلَةً مِّنْ جَوْفِ اللَّيْلِ' فَصَلّٰى فِي الْمَسْجِدِ' وَصَلّٰى رِجَالٌ بِصَلٰوتِهٖ' فَاَصْبَحَ النَّاسُ فَتَحَدَّثُوْا' فَاجْتَمَعَ اَكْثَرُ مِنْهُمْ فَصَلَّوْا مَعَهٗ' فَاَصْبَحَ النَّاسُ فَتَحَدَّثُوْا' فَكَثُرَ اَهْلُ الْمَسْجِدِ مِنَ اللَّيْلَةِ الثَّالِثَةِ' فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰى فَصَلَّوْا بِصَلٰوتِهٖ' فَلَمَّا كَانَتِ اللَّيْلَةُ الرَّابِعَةُ عَجَزَ الْمَسْجِدُ عَنْ اَهْلِهٖ' حَتّٰى خَرَجَ لِصَلٰوةِ الصُّبْحِ' فَلَمَّا قَضَى الْفَجْرَ اَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ' فَتَشَهَّدَ' ثُمَّ قَالَ اَمَّا بَعْدُ' فَاِنَّهٗ لَمْ يَخْفَ عَلَيَّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عُقیل از ابن شہاب' انہوں نے بیان کیا کہ مجھے عروہ نے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کو خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ آدھی رات کے وقت نکلے' پس آپ نے مسجد میں نماز پڑھی اور کچھ مردوں نے آپ کی نماز کے ساتھ نماز پڑھی' پھر صبح لوگوں نے ایک دوسرے سے اس کا ذکر کیا تو ان میں سے بہت زیادہ لوگ جمع ہو گئے' پس انہوں نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی' پھر صبح ان لوگوں نے اس کا ذکر کیا تو پھر (اس سے بھی) زیادہ لوگ جمع ہو گئے اور تیسری رات کو مسجد بھر گئی' پھر رسول اللہ ﷺ گھر سے باہر آئے' پس آپ نے نماز پڑھی' سو لوگوں نے آپ کی نماز کے ساتھ نماز پڑھی' پھر جب چوتھی رات آئی تو اتنے زیادہ لوگ آ گئے کہ مسجد ان سے تنگ ہو گئی' حتیٰ

مَكَانُكُمْ، وَلٰكِنِّيْ خَشِيْتُ اَنْ تُفْرَضَ عَلَيْكُمْ فَتَعْجِزُوْا عَنْهَا. فَتُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْاَمْرُ عَلٰى ذٰلِكَ.

کہ آپ صبح کی نماز کے لیے گھر سے نکلے' جب آپ نے فجر کی نماز پڑھالی تو آپ نے لوگوں کی طرف منہ کیا' پھر کلمہ شہادت پڑھا' پھر فرمایا: تاہم اللہ تعالیٰ کے نام اور اس کی حمد کے بعد یہ کہنا ہے کہ تمہاری جگہ (تمہارا نماز کا شوق) مجھ سے پوشیدہ نہیں ہے لیکن مجھے یہ ڈر ہے کہ یہ نماز تم پر فرض کر دی جائے گی' پھر تم اس کو پڑھنے سے عاجز آ جاؤ گے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہو گیا اور (اس نماز کا) معاملہ اسی طرح برقرار رہا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۷۲۹ میں گزر چکی ہے۔

۲۰۱۳- حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ، عَنْ سَعِيْدِ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّهٗ سَاَلَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا كَيْفَ كَانَتْ صَلٰوةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ رَمَضَانَ؟ فَقَالَتْ مَا كَانَ يَزِيْدُ فِيْ رَمَضَانَ وَلَا فِيْ غَيْرِهَا عَلٰى اِحْدٰى عَشْرَةَ رَكْعَةً، يُصَلِّيْ اَرْبَعًا، فَلَا تَسْئَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُوْلِهِنَّ، ثُمَّ يُصَلِّيْ اَرْبَعًا، فَلَا تَسْئَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُوْلِهِنَّ، ثُمَّ يُصَلِّيْ ثَلَاثًا. فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اَتَنَامُ قَبْلَ اَنْ تُوْتِرَ؟ قَالَ يَا عَائِشَةُ، اِنَّ عَيْنَيَّ تَنَامَانِ وَلَا يَنَامُ قَلْبِيْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از سعید المقبری از ابوسلمہ بن عبدالرحمان' وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رمضان میں کس طرح نماز پڑھتے تھے؟ حضرت عائشہ نے فرمایا: رمضان ہو یا غیر رمضان' آپ گیارہ رکعات سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے' آپ چار رکعت پڑھتے' تم ان کے حسن اور طول کو نہ پوچھو' آپ پھر چار رکعت پڑھتے' تم ان کے حسن اور طول کو نہ پوچھو' پھر آپ تین رکعت پڑھتے' میں نے کہا: یارسول اللہ! آپ وتر پڑھنے سے پہلے سو جاتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: اے عائشہ! میری آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۱۱۴۷ میں گزر چکی ہے اور یہاں تراویح کی بحث میں بھی ہم نے اس کی وضاحت کی ہے۔

تراویح کی احادیث کی تکمیل

الحمد للّٰه رب العٰلمين والصلٰوة والسلام علٰى سيّدنا محمد خاتم النبيّين.

آج ۱۰ ذوالقعدہ ۱۴۲۸ھ/ ۲۱ نومبر ۲۰۰۷ء' بہ روز بدھ تراویح کی احادیث کی شرح مکمل ہو گئی۔ الٰہ العٰلمین! صحیح بخاری کی باقی احادیث کی شرح بھی مکمل کرا دینا اور میرا' میرے قارئین کا خاتمہ ایمان پر کرنا اور ہماری مغفرت فرما دینا۔ (آمین)

❁❁❁❁❁

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علٰی رسولہ الکریم

۳۲ - كِتَابُ فَضْلِ لَيْلَةِ الْقَدْرِ

لیلۃ القدر کی فضیلت کا بیان

اس باب میں لیلۃ القدر کی فضیلت بیان کی گئی ہے' لیلۃ القدر کا معنی ہے: وہ رات جس میں اللہ تعالیٰ ایک سال کے معاملات کا فیصلہ فرماتا ہے' قدر کا معنی قدر و منزلت اور شرف بھی ہے یعنی یہ رات بہت شرف والی ہے' اس کا معنی یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس رات میں قدر و منزلت اور عزت اور شرف والی کتاب نازل فرمائی ہے یا اس رات میں اللہ تعالیٰ بہت کرم اور قدر والے فرشتے نازل فرماتا ہے یا اس رات میں اللہ تعالیٰ اپنے مؤمن بندوں کے لیے رحمت کو مقدر فرما دیتا ہے۔

قدر کا معنی تنگی بھی ہے' جیسے قرآن مجید میں ہے:

وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ. (الطلاق:۷) اور جس پر اس کا رزق تنگ کر دیا گیا ہو۔

اور یہاں پر معنی یہ ہے کہ اس رات اس قدر زیادہ فرشتے نازل ہوتے ہیں کہ زمین ان سے تنگ ہو جاتی ہے اور قدر کا معنی قضاء و قدر اور تقدیر کے معاملات بھی ہیں کیونکہ اس رات میں سال بھر میں ہونے والے امور کے احکام فرشتوں کے سپرد کر دیئے جاتے ہیں' قرآن مجید میں ہے:

فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍO (الدخان:۴) اس رات میں ہر حکمت والے کام کا فیصلہ کیا جاتا ہےO

۱ - بَابُ فَضْلِ لَيْلَةِ الْقَدْرِ

لیلۃ القدر کی فضیلت

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِO وَمَا أَدْرَاكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِO لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍO تَنَزَّلُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِمْ مِنْ كُلِّ أَمْرٍO سَلَامٌ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِO﴾ (القدر).

اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد: بے شک ہم نے اس قرآن کو شب قدر میں نازل کیا ہےO اور آپ کیا سمجھے کہ شب قدر کیا ہے؟O شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہےO اس رات میں فرشتے اور جبریل اپنے رب کے حکم سے ہر کام کے لیے نازل ہوتے ہیںO یہ رات طلوع فجر ہونے تک سلامتی والی ہےO (سورۃ القدر)

اس سورت میں پانچ آیات ہیں' ضحاک' مقاتل اور اکثر مفسرین نے کہا ہے کہ یہ سورت مکیہ ہے اور علامہ واقدی نے کہا ہے کہ یہ پہلی سورت ہے جو مدینہ میں نازل ہوئی ہے۔

سورۃ القدر کی آیات کی تفسیر

اس سورت میں فرمایا ہے: بے شک ہم نے اس قرآن کو شب قدر میں نازل کیا ہےO (القدر:۱)

یعنی مکمل قرآن مجید کو ایک ہی مرتبہ شبِ قدر میں لوحِ محفوظ سے آسمانِ دنیا کی طرف نازل فرمایا' پھر ہم نے اس کو بیت العزت میں رکھا اور جبریل علیہ السلام نے فرشتوں کو لکھوایا' پھر حضرت جبریل نے اس کو سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تدریجاً نازل کیا اور تیئس سال کی مدت میں اس کو مکمل نازل فرمایا' پھر فرمایا:

اور آپ کیا سمجھے کہ شبِ قدر کیا ہے؟O (القدر:۲)

یعنی محض آپ کی عقل اس کی انتہائی فضیلت کا ادراک نہیں کر سکتی۔

شبِ قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہےO (القدر:۳)

علامہ واحدی نے مجاہد سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتایا کہ بنی اسرائیل کا ایک شخص تھا جو اللہ کی راہ میں ایک ہزار سال تک ہتھیاروں سے مسلح رہا' مسلمانوں کو اس پر تعجب ہوا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی' جس کا حاصل یہ ہے کہ تمہیں ایک رات ایسی دے دی ہے جو اس مجاہد کے ہزار سال تک مسلح رہنے سے بہتر ہے۔

اور بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ پہلے زمان میں شمسون یا شمعون نام کے ایک نبی تھے' جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے دین کی سربلندی کے لیے ایک ہزار ماہ تک کافروں سے قتال کیا اور اس عرصہ میں انہوں نے کپڑے اتارے نہ ہتھیار اتارے' تو صحابہ نے کہا: کاش! ہماری عمر بھی اتنی طویل ہوتی تو ہم بھی ان کی طرح قتال کرتے' تب یہ آیت نازل ہوئی اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ خبر دی کہ شبِ قدر حضرت شمسون یا شمعون کے ایک ہزار ماہ کے جہاد سے زیادہ افضل ہے' اور ظاہر یہ ہے کہ علامہ واحدی نے جس مجاہد کا ذکر کیا ہے' وہ بھی حضرت شمعون علیہ السلام ہی تھے۔ ایک قول یہ ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ذکر کیا کہ بنی اسرائیل میں چار آدمی تھے جنہوں نے اسی (۸۰) سال عبادت کی اور پلک جھپکنے کی مقدار بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کو بہت تعجب ہوا' پھر آپ کے پاس حضرت جبریل علیہ السلام آئے اور انہوں نے کہا: اے سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! آپ کی امت ان لوگوں کی اسی سال کی عبادت پر تعجب کر رہی ہے جنہوں نے پلک جھپکنے کی مقدار بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کی' اللہ تعالیٰ نے آپ کی امت کے لیے اس سے افضل چیز (شبِ قدر) نازل کی ہے' پھر اس آیت کی تلاوت کی:

اس رات میں فرشتے اور جبریل اپنے رب کے حکم سے ہر کام کے لیے نازل ہوتے ہیںO یہ رات طلوعِ فجر ہونے تک سلامتی ہےO (القدر:۵-۴)

مجاہد نے کہا: فرشتوں کا اور حضرت جبریل کا اس رات آپ پر سلام پڑھنا' آپ پر تمام مخلوق کے سلام پڑھنے سے بہتر ہے۔ اس میں فرمایا ہے: "وہ ہر کام کے لیے نازل ہوتے ہیں" اس سے مراد یہ ہے کہ اس سال سے اگلے سال تک جو معاملات بھی وقوع پذیر ہونے ہوں' ان کے متعلق قضاء وقدر کے احکام لے کر نازل ہوتے ہیں۔

ضحاک نے کہا: اللہ تعالیٰ اس رات میں صرف سلامتی کو مقدر فرماتا ہے' اور دوسری راتوں میں مصائب اور سلامتی دونوں کو نازل فرماتا ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ شبِ قدر میں فرشتے غروبِ آفتاب سے لے کر طلوعِ فجر تک مسجد میں عبادت کرنے والوں پر سلام پڑھتے رہتے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۸۵-۱۸۴ ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

سورۃ القدر کے باقی مضامین ہم نے اپنی تفسیر' تبیان القرآن میں انتہائی تفصیل کے ساتھ لکھے ہیں' وہاں مطالعہ فرمائیں۔

قَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ مَا كَانَ فِي الْقُرْاٰنِ ﴿مَا اَدْرَاكَ﴾ فَقَدْ اَعْلَمَهٗ' وَمَا قَالَ ﴿وَمَا يُدْرِيْكَ﴾ فَاِنَّهٗ لَمْ يُعْلِمْهُ.

سفیان بن عیینہ نے کہا: قرآن مجید میں جس جگہ "آپ کیا سمجھے" آیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس کا علم آپ کو بتا دیا ہے اور جس جگہ "آپ کیا سمجھیں گے" آیا ہے اس کا علم آپ کو نہیں بتایا۔

تعلیق مذکور کی شرح میں علامہ عینی کا حافظ ابن حجر پر اعتراض

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

حافظ مغلطائی نے لکھا ہے کہ تفسیر ابن عیینہ میں یہ عبارت موجود ہے' حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: میں نے حافظ الضیاء کی لکھی ہوئی تفسیر ابن عُیینہ کو دیکھا' اس میں یہ عبارت نہیں ہے۔ (فتح الباری ج ۳ص ۵۰۶' دار المعرفہ' بیروت)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ:

اس عبارت سے بے ادبی ظاہر ہوتی ہے' حافظ الضیاء کے لکھے ہوئے نسخہ میں اس عبارت کا نہ ملنا اس کو کب مستلزم ہے کہ تفسیر ابن عیینہ کے کسی بھی نسخہ میں یہ عبارت نہ ہو' آخر امام بخاری نے کسی نہ کسی نسخہ سے تو یہ عبارت نقل کی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۱ص ۱۸۵' موضحا' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

ابن عیینہ کے قاعدہ پر حافظ ابن حجر کا ردّ کرنا

نیز حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: سفیان بن عیینہ کا مقصود یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو شب قدر کی معین تاریخ کا علم تھا' پھر لکھتے ہیں کہ ان کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ قرآن مجید میں جہاں "وما یدریک" آیا ہے' اس کا علم آپ کو نہیں دیا گیا' کیونکہ اس کے خلاف یہ آیت ہے: حضرت عبد اللہ ابن امّ مکتوم کے متعلق آپ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّهٗ يَزَّكّٰىO (عبس: ۳) اور آپ کو کیا پتا شاید وہ پاکیزگی حاصل کرتاO

ابن عیینہ کے قاعدہ کے مطابق چونکہ اس آیت میں "وما یدریک" ہے' اس لیے آپ کو یہ علم نہیں ہونا چاہیے تھا کہ حضرت عبد اللہ ابن امّ مکتوم نے پاکیزگی حاصل کر لی ہے حالانکہ آپ کو یہ علم ہو گیا تھا کہ ان کو آپ کی نصیحت سے فائدہ ہوا اور انہوں نے پاکیزگی حاصل کر لی۔ (فتح الباری ج ۳ص ۵۰۶' عمدۃ القاری ج ۱۱ص ۱۸۵)

امام بخاری کی تعلیق مذکور پر مصنف کا تبصرہ

میں کہتا ہوں کہ یہ اعتراض صرف سفیان بن عیینہ پر نہیں ہے بلکہ امام بخاری پر بھی ہے کیونکہ امام بخاری نے سفیان بن عیینہ کے حوالے سے یہ قاعدہ نقل کیا ہے کہ قرآن مجید میں جہاں "وما یدریک" آیا ہو' اس چیز کا علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیا گیا' بلکہ اصل اور قوی اعتراض تو امام بخاری پر ہے کیونکہ سفیان بن عیینہ کی تفسیر تو اب دستیاب نہیں ہے اور جن کے پاس یہ تفسیر تھی ان کو بھی اس تفسیر میں یہ عبارت نہیں ملی' لیکن صحیح بخاری تو عام دستیاب ہے اور اس میں یہ عبارت موجود ہے اور چونکہ اس میں یہ عبارت موجود ہے کہ قرآن مجید میں جہاں "وما یدریک" ہے اس کا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیا گیا اور امام بخاری نے بغیر ردّ کیے ہوئے اس عبارت کو اپنی تعلیق میں نقل کیا ہے' اس لیے صحیح بخاری کے عام قارئین تو یہ سمجھیں گے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم نہیں ہے اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بدعقیدگی میں اور خلاف قرآن عقیدہ رکھنے میں مبتلا ہوں گے کیونکہ عام قارئین کے پاس تو فتح الباری اور عمدۃ القاری نہیں ہوتی اور پھر بھی تو صحیح بخاری کی ہر ہر تعلیق کی شرح پر ان کی نظر نہیں ہوتی اور اس بدعقیدگی کی اشاعت کے ذمہ دار امام بخاری ہیں' اگر وہ اپنی تعلیق

میں ابن عیینہ کے اس قاعدہ کو نقل نہ کرتے اور اگر نقل کیا تھا تو ساتھ ہی اس کا رد بھی کر دیتے تو اس خلاف قرآن عقیدہ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کی تنقیص کی اشاعت نہ ہوتی اور یہ سب کیا دھرا امام بخاری کی اس تعلیق کا ہے۔ اللہ تعالیٰ حافظ ابن حجر عسقلانی اور علامہ عینی کو جزاء خیر عطا فرمائے جنہوں نے امام بخاری کی اس تعلیق کی خرابی پر مطلع اور متنبہ کیا۔

۲۰۱۴ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَفِظْنَاهُ وَاِنَّمَا حَفِظَ مِنَ الزُّهْرِيِّ، عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِيْمَانًا وَّاِحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ، وَمَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ اِيْمَانًا وَّاِحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ. تَابَعَهُ سُلَيْمَانُ بْنُ كَثِيْرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہم نے اس حدیث کو محفوظ رکھا اور انہوں نے اس کو صرف زہری سے محفوظ رکھا تھا' از ابو سلمہ از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: جس شخص نے ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے رمضان کے مہینہ کا روزہ رکھا' اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اور جس شخص نے ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے شب قدر میں قیام کیا' اس کے (بھی) پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ اس حدیث کی روایت میں سفیان کی متابعت سلیمان بن کثیر نے کی ہے از زہری۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۵ میں کر دی گئی ہے اور یہاں نعمۃ الباری میں بھی لیلۃ القدر کے تعارف میں اس کی تفصیل گزر دی گئی ہے اور تراویح کی بحث میں یہ بیان کر دیا گیا ہے کہ قاعدہ کے مطابق پچھلے گناہوں کی معافی سے مراد صغیرہ گناہوں کی معافی ہے اور اللہ تعالیٰ چاہے تو کبیرہ گناہوں کے عذاب میں تخفیف فرما دے یا چاہے تو ان کو بالکل معاف فرما دے۔

۲ - بَابُ الْتِمَاسِ لَيْلَةِ الْقَدْرِ فِي السَّبْعِ الْاَوَاخِرِ

آخری سات راتوں میں شب قدر کو تلاش کرنا

۲۰۱۵ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رِجَالًا مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُرُوْا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي الْمَنَامِ فِي السَّبْعِ الْاَوَاخِرِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرٰى رُؤْيَاكُمْ قَدْ تَوَاطَاَتْ فِي السَّبْعِ الْاَوَاخِرِ، فَمَنْ كَانَ مُتَحَرِّيْهَا فَلْيَتَحَرَّهَا فِي السَّبْعِ الْاَوَاخِرِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے کچھ لوگوں کو لیلۃ القدر آخری سات دنوں میں خواب میں دکھائی گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں دیکھتا ہوں کہ تمہارا خواب آخری سات دنوں کے موافق ہو گیا ہے' پس جو شخص لیلۃ القدر کو تلاش کرنے والا ہو وہ اس کو آخری سات دنوں میں تلاش کرے۔

(صحیح مسلم: ۱۱۶۵' الرقم المسلسل: ۲۶۵۰' سنن کبریٰ: ۳۳۹۷' مسند الحمیدی: ۶۳۴' مسند ابو یعلیٰ: ۵۴۱۹' المنتقی: ۴۰۵' سنن بیہقی ج ۴ ص ۳۰۸' صحیح ابن خزیمہ: ۲۲۲۲' مسند ابو داؤد الطیالسی: ۱۹۳۵' مسند احمد ج ۲ ص ۸ طبع قدیم' مسند احمد: ۴۵۴۷۔ ج ۸ ص ۱۴۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

لیلۃ القدر کو آخری سات راتوں یا آخری دس راتوں میں تلاش کرنے کی حدیثوں میں تطبیق

حافظ شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

ظاہر یہ ہے کہ مہینہ کے آخری سات دنوں سے مراد مہینہ کے آخری ایام ہیں' ایک قول یہ ہے کہ ان سات دنوں سے وہ ایام مراد ہیں جن کی پہلی رات بائیسویں ہے اور آخری رات اٹھائیسویں ہے' پہلے قول کے مطابق ان میں اکیسویں اور تیسویں رات داخل نہیں ہوگی اور دوسرے قول کے مطابق اس میں تیسویں رات تو داخل ہوگی' لیکن انتیسویں رات داخل نہیں ہوگی اور امام بخاری نے کتاب التعبیر میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ کچھ لوگوں کو آخری سات دنوں میں شب قدر دکھائی گئی اور کچھ لوگوں کو آخری دس دنوں میں شب قدر دکھائی گئی تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس کو آخری سات دنوں میں تلاش کرو اور امام احمد نے ابن عیینہ سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ ایک شخص نے ستائیسویں شب میں شب قدر کو دیکھا اور صحیح مسلم میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ روایت ہے کہ شب قدر کو آخری دس راتوں میں تلاش کرو' اگر تم میں سے کوئی شخص کمزور ہو جائے یا عاجز ہو جائے تو آخری سات راتوں میں مغلوب نہ ہو۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۵۰۷' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

٢٠١٦ - حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ يَحْيٰى، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا سَعِيدٍ، وَكَانَ لِي صَدِيقًا، فَقَالَ اعْتَكَفْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَشْرَ الْأَوْسَطَ مِنْ رَمَضَانَ، فَخَرَجَ صَبِيحَةَ عِشْرِينَ فَخَطَبَنَا، وَقَالَ إِنِّي أُرِيتُ لَيْلَةَ الْقَدْرِ، ثُمَّ أُنْسِيتُهَا، أَوْ نُسِّيتُهَا، فَالْتَمِسُوهَا فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ فِي الْوَتْرِ، وَإِنِّي رَأَيْتُ أَنِّي أَسْجُدُ فِي مَاءٍ وَطِينٍ، فَمَنْ كَانَ اعْتَكَفَ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلْيَرْجِعْ. فَرَجَعْنَا وَمَا نَرٰى فِي السَّمَاءِ قَزَعَةً، فَجَاءَتْ سَحَابَةٌ فَمَطَرَتْ حَتّٰى سَالَ سَقْفُ الْمَسْجِدِ، وَكَانَ مِنْ جَرِيدِ النَّخْلِ، وَأُقِيمَتِ الصَّلٰوةُ، فَرَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْجُدُ فِي الْمَاءِ وَالطِّينِ حَتّٰى رَأَيْتُ أَثَرَ الطِّينِ فِي جَبْهَتِهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں معاذ بن فضالہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از یحییٰ از ابی سلمہ' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے سوال کیا اور وہ میرے دوست تھے' انہوں نے کہا کہ ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رمضان کے درمیانی عشرہ میں اعتکاف کیا' سو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیسویں روزے کی صبح کو باہر نکلے' پس آپ نے ہمیں خطبہ دیا اور فرمایا: پس بے شک مجھے شب قدر دکھائی گئی تھی' پھر مجھے وہ بھلا دی گئی یا میں اس کو خود بھول گیا' پس تم اس کو آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو اور بے شک میں نے خواب میں دیکھا کہ میں پانی اور مٹی میں سجدہ کر رہا ہوں' پس جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اعتکاف کیا ہے وہ واپس چلا جائے' سو ہم واپس گئے اور ہم آسمان میں کوئی بادل نہیں دیکھ رہے تھے' پس اچانک ایک بادل آیا اور وہ برسنے لگا حتیٰ کہ مسجد کی چھت ٹپکنے لگی اور مسجد کی چھت کھجور کے درخت کی شاخوں سے بنی ہوئی تھی اور نماز قائم کی گئی' پس میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پانی اور مٹی میں سجدہ کر رہے تھے حتیٰ کہ میں نے آپ کی پیشانی پر مٹی کے نشان دیکھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۶۶۹ میں گزر چکی ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو شب قدر کی تعیین ایک سال بھول گئے تھے' اس کی وضاحت اور دیگر مسائل

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ مجھے شب قدر بھلا دی گئی یا میں از خود بھول گیا' اس سے مراد یہ ہے کہ صرف اس سال آپ شب قدر کی تعیین بھلا دی گئی تھی' اس کے بھلانے کا سبب یہ تھا کہ حضرت کعب بن مالک اور حضرت عبداللہ بن ابی حدرد رضی اللہ عنہما میں

گے لیکن دین پر تکرار ہوئی تو اس میں مشغولیت کی وجہ سے آپ کے ذہن سے اس کی تعیین اٹھالی گئی' اس کی تفصیل صحیح البخاری: ۲۰۲۳ میں آرہی ہے اور اس سے پہلے بھی صحیح البخاری: ۴۹ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ نبی ﷺ پر نسیان طاری ہونا جائز ہے' اور اس میں کوئی نقص نہیں ہے خصوصاً ان معاملات میں جن کی تبلیغ کا آپ کو حکم نہیں دیا گیا اور اس میں دین اور شریعت کی کوئی مصلحت ہو جیسے آپ نے نماز میں سجدہ سہو کیا تھا' یا اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ عبادت کرنے میں بہت کوشش کرتے تھے کیونکہ اگر کسی معین رات میں شب قدر کو آپ بتادیتے تو پھر اسی رات کی عبادت میں اقتصار کیا جاتا اور دوسری راتوں میں عبادت نہ کی جاتی اور آپ نے حضرت عبادہ بن الصامت کی حدیث میں یہ فرمایا کہ امید ہے اس میں تمہارے لیے خیر ہوگی' اس کا بھی یہی مطلب ہے۔

اس حدیث کے دیگر فوائد میں سے یہ ہے کہ پاک کیچڑ پر سجدہ کرنا جائز ہے اور اعتکاف کرنا مستحب ہے' اور آخری عشرہ میں اعتکاف کی ترجیح ہے' اور اس میں خواب کی تعبیر کا ذکر ہے اور انبیاء علیہم السلام کے خوابوں کا صدق ہے اور ابوسلمہ نے حضرت ابوسعید سے علمی سوال کیا اور انہوں نے ان کے سوال کا جواب دیا اور یہ کہ نبی ﷺ نے مسئلہ بتانے سے پہلے خطبہ دیا۔

(فتح الباری ج ۳ ص ۵۰۹ 'دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

۳- بَابُ تَحَرِّیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ فِی الْوِتْرِ مِنَ الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ — شبِ قدر کو رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ شب قدر کو رمضان کے مہینہ کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرنا چاہیے' یعنی اکیسویں شب میں' تیئسویں شب میں' پچیسویں شب میں' ستائیسویں شب میں اور انتیسویں شب میں۔ امام بخاری نے اس عنوان سے یہ اشارہ کیا ہے کہ شب قدر رمضان کے مہینہ کے آخری عشرہ میں منحصر ہے۔

باب مذکور کی تائید میں احادیث اور آثار

اس سلسلہ میں حسب ذیل احادیث ہیں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جو شخص لیلۃ القدر کو تلاش کرنے والا ہو' وہ اس کو آخری عشرہ میں تلاش کرے۔ (صحیح مسلم: ۱۱۶۵' الرقم المسلسل: ۲۶۵۵)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے شبِ قدر دکھائی گئی' پھر میں نے اپنی کسی زوجہ کو بیدار کیا' پھر میں اس کو بھول گیا' تم اس کو بقیہ دس دنوں میں تلاش کرو۔ (صحیح مسلم: ۱۱۶۶' الرقم المسلسل: ۲۶۵۷)

عُیینہ بن عبدالرحمٰن اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کے سامنے شبِ قدر کا ذکر کیا تو انہوں نے کہا: میں شب قدر کو صرف آخری عشرہ کی انتیسویں یا ستائیسویں شب میں یقین کے ساتھ طلب کرتا ہوں یا پچیسویں شب میں یقین کے ساتھ طلب کرتا ہوں یا تیئسویں شب میں یقین کے ساتھ طلب کرتا ہوں' سو وہ بیس روزوں تک معمول کے مطابق نمازیں پڑھتے تھے اور جب آخری عشرہ شروع ہوتا تو بہت زیادہ کوشش کے ساتھ نمازیں پڑھتے۔ (المستدرک: ۱۶۴۰۔ ج ۱ ص ۴۳۸' سنن ترمذی: ۷۹۴' مسند احمد ج ۵ ص ۳۶' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۷۶' صحیح ابن خزیمہ: ۲۱۷۵' صحیح ابن حبان: ۳۶۸۶)

شب قدر کی علامات

زِرّ بن حُبیش بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ آپ کے بھائی حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ یہ

کہتے ہیں کہ جو شخص سارا سال قیام کرے گا وہ لیلۃ القدر کو پالے گا' حضرت اُبی بن کعب نے کہا: اللہ ان پر رحم فرمائے! ان کا ارادہ یہ تھا کہ لوگ (کسی ایک رات پر) تکیہ نہ کریں' ورنہ ان کو معلوم ہے کہ شبِ قدر رمضان میں ہے اور یہ رمضان کے آخری عشرہ میں ہے اور یہ ستائیسویں رات ہے' پھر انہوں نے بغیر ان شاء اللہ کہے قسم کھائی کہ یہ ستائیسویں رات ہے' میں نے پوچھا: اے ابوالمنذر! آپ یہ کس دلیل سے کہتے ہیں؟ انہوں نے بتایا: اس علامت کی بناء پر جو ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتائی ہے کہ اس کی صبح کو جب سورج طلوع ہوتا ہے تو اس میں شعاعیں نہیں ہوتیں۔ (صحیح مسلم: ۷۶۲' الرقم المسلسل: ۲۶۶۶' سنن ابوداؤد: ۱۳۷۸' سنن ترمذی: ۷۹۳' صحیح ابن خزیمہ: ۲۱۹۱' صحیح ابن حبان: ۳۶۸۹' سنن بیہقی ج ۴ ص ۳۱۲' شرح السنۃ: ۱۸۲۸)

حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: شبِ قدر کو آخری عشرہ کی باقی طاق راتوں میں طلب کرو' جس شخص نے شبِ قدر کی تلاش میں ثواب کو طلب کرنے کے لیے ان راتوں میں (نوافل میں) قیام کیا' اللہ تبارک و تعالیٰ اس کے اگلے اور پچھلے تمام گناہوں کو معاف فرما دے گا' یہ طاق راتوں میں ہے: انتیسویں' ستائیسویں' پچیسویں' تیئیسویں یا آخری رات ہے' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: شبِ قدر کی علامت یہ ہے کہ وہ رات صاف ہوتی ہے' اس میں چاند چمک دار ہوتا ہے' اس رات میں صبح تک کوئی ستارہ نہیں ٹوٹتا' اس کی علامت یہ ہے کہ اس کی صبح کو سورج ہموار ہوتا ہے' اس میں چاند کی طرح کوئی شعاع نہیں ہوتی اور اس رات میں شیطان کے لیے نکلنا جائز نہیں ہے۔

(مسند احمد ج ۵ ص ۳۲۴' حافظ الہیثمی نے کہا کہ اس کے راوی ثقہ ہیں' مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۷۵)

فِيْهِ عُبَادَةُ.

اس عنوان کے متعلق حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ کی روایت ہے۔

یہ روایت' صحیح البخاری: ۲۰۲۳ میں آ رہی ہے اور صحیح البخاری: ۴۹ میں گزر چکی ہے۔

۲۰۱۷ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ سُهَيْلٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَحَرَّوْا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي الْوِتْرِ مِنَ الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ.

[اطراف الحدیث: ۲۰۱۹-۲۰۲۰]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن جعفر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوسہیل نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: شبِ قدر کو رمضان کے مہینہ کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔

اس حدیث کی شرح' اس حدیث کے عنوان کی شرح میں کی جا چکی ہے۔

۲۰۱۸ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ حَمْزَةَ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي حَازِمٍ وَالدَّرَاوَرْدِيُّ عَنْ يَزِيْدَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيْمَ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُجَاوِرُ فِي رَمَضَانَ الْعَشْرَ الَّتِي فِي وَسَطِ الشَّهْرِ فَإِذَا كَانَ حِيْنَ يُمْسِي مِنْ عِشْرِيْنَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن حمزہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے دراوردی نے حدیث بیان کی از یزید از محمد بن ابراہیم از ابی سلمہ از حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رمضان کے مہینہ کے درمیانی عشرہ میں اعتکاف میں بیٹھتے تھے' بیس راتوں کے گزرنے کے بعد جب اکیسویں رات آتی تو آپ شام کو گھر لوٹ جاتے' اور

لَيْلَةً تَمْضِىْ وَيَسْتَقْبِلُ اِحْدٰى وَعِشْرِيْنَ، رَجَعَ اِلٰى مَسْكَنِهٖ، وَرَجَعَ مَنْ كَانَ يُجَاوِرُ مَعَهٗ، وَاَنَّهٗ اَقَامَ فِىْ شَهْرٍ جَاوَرَ فِيْهِ اللَّيْلَةَ الَّتِىْ كَانَ يَرْجِعُ فِيْهَا، فَخَطَبَ النَّاسَ، فَاَمَرَهُمْ مَا شَآءَ اللّٰهُ، ثُمَّ قَالَ كُنْتُ اُجَاوِرُ هٰذِهِ الْعَشْرَ، ثُمَّ قَدْ بَدَا لِىْ اَنْ اُجَاوِرَ هٰذِهِ الْعَشْرَ الْاَوَاخِرَ، فَمَنْ كَانَ اعْتَكَفَ مَعِىْ فَلْيَثْبُتْ فِىْ مُعْتَكَفِهٖ، وَقَدْ اُرِيْتُ هٰذِهِ اللَّيْلَةَ، ثُمَّ اُنْسِيْتُهَا، فَابْتَغُوْهَا فِى الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ، وَابْتَغُوْهَا فِىْ كُلِّ وِتْرٍ، وَقَدْ رَاَيْتُنِىْ اَسْجُدُ فِىْ مَاءٍ وَّطِيْنٍ. فَاسْتَهَلَّتِ السَّمَاءُ فِىْ تِلْكَ اللَّيْلَةِ فَاَمْطَرَتْ، فَوَكَفَ الْمَسْجِدُ فِىْ مُصَلَّى النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ اِحْدٰى وَعِشْرِيْنَ، فَبَصُرَتْ عَيْنِىْ وَنَظَرْتُ اِلَيْهِ انْصَرَفَ مِنَ الصُّبْحِ وَوَجْهُهٗ مُمْتَلِىءٌ طِيْنًا وَّمَاءً.

صحابہ آپ کے ساتھ اعتکاف میں ہوتے تھے وہ بھی اپنے گھروں کو لوٹ جاتے تھے اور رمضان کے ایک مہینہ میں جب آپ اعتکاف میں تھے تو جس رات میں آپ کو گھر جانے کی عادت تھی' اس میں آپ نے لوگوں کو خطبہ دیا' پھر اللہ تعالیٰ نے جو چاہا آپ نے ان کو حکم دیا' پھر آپ نے فرمایا: میں اس (درمیانی) عشرہ میں اعتکاف کیا کرتا تھا' پھر اب مجھ کو یہ معلوم ہوا ہے کہ مجھے اس مہینہ کے آخری عشرہ میں اعتکاف کرنا چاہیے' لہٰذا جو لوگ میرے ساتھ اعتکاف میں بیٹھے تھے' وہ اپنی اعتکاف گاہ میں رہیں اور اس رات مجھے شب قدر دکھائی گئی تھی' پھر بھلا دی گئی' سو اب تم اس کو آخری عشرہ کی راتوں میں تلاش کرو اور اس کو ہر طاق رات میں تلاش کرو اور میں نے خواب میں دیکھا کہ میں پانی اور مٹی میں سجدہ کر رہا ہوں اور حضرت ابوسعید نے کہا: اس رات آسمان پر ابر چھا گیا' پھر بارش ہوئی اور نبی ﷺ کی نماز کی جگہ پر چھت ٹپکنے لگی' یہ اکیسویں رات کا واقعہ ہے' میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ نبی ﷺ صبح کی نماز کے بعد واپس جا رہے تھے اور آپ کے مبارک چہرے پر کیچڑ اور پانی لگا ہوا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۶۶۹ میں گزر چکی ہے۔

۲۰۱۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنْ هِشَامٍ قَالَ اَخْبَرَنِىْ اَبِىْ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا، عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْتَمِسُوْا. (ح)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از ہشام' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے خبر دی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: (شب قدر کو) تلاش کرو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۰۱۷ میں گزر چکی ہے۔

۲۰۲۰ - وَحَدَّثَنِىْ مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدَةُ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُجَاوِرُ فِى الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْ رَّمَضَانَ، وَيَقُوْلُ تَحَرَّوْا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِى الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْ رَّمَضَانَ.

اور مجھے محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدہ نے خبر دی از ہشام بن عروہ از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ رمضان کے مہینہ کے آخری عشرہ کی راتوں میں اعتکاف میں بیٹھتے تھے اور فرماتے تھے کہ رمضان کے مہینہ کے آخری عشرہ کی راتوں میں شب قدر کو تلاش کرو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۰۱۷ میں گزر چکی ہے۔

۲۰۲۱ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے

وُهَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا اَيُّوْبُ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِلْتَمِسُوْهَا فِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ، لَيْلَةَ الْقَدْرِ، فِيْ تَاسِعَةٍ تَبْقٰى، فِيْ سَابِعَةٍ تَبْقٰى، فِيْ خَامِسَةٍ تَبْقٰى.

[طرف الحدیث: ۲۰۲۲] (سنن ابوداؤد: ۱۳۸۱)

حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شب قدر کو رمضان کے مہینہ کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو جب انتیسویں رات باقی رہ جائے جب ستائیسویں رات باقی رہ جائے جب پچیسویں رات باقی رہ جائے۔

اس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ رمضان کے مہینہ کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں شب قدر کو تلاش کرو۔

۲۰۲۲ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِي الْاَسْوَدِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا عَاصِمٌ، عَنْ اَبِيْ مِجْلَزٍ وَعِكْرِمَةَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هِيَ فِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ، هِيَ فِيْ تِسْعٍ يَمْضِيْنَ، اَوْ فِيْ سَبْعٍ يَبْقَيْنَ. يَعْنِيْ لَيْلَةَ الْقَدْرِ. تَابَعَهُ عَبْدُ الْوَهَّابِ، عَنْ اَيُّوْبَ. وَعَنْ خَالِدٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اِلْتَمِسُوْا فِيْ اَرْبَعٍ وَّعِشْرِيْنَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں عبداللہ بن ابی الاسود نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عاصم نے حدیث بیان کی از ابی مجلز و عکرمہ انہوں نے کہا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شب قدر رمضان کے آخری عشرہ کی راتوں میں ہوتی ہے جب نو راتیں گزر جائیں یا جب سات راتیں باقی رہ جائیں یعنی شب قدر میں۔ وہیب کی عبدالوہاب نے متابعت کی ہے از ایوب اور از خالد از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما انہوں نے کہا کہ چوبیسویں رات میں شب قدر کو تلاش کرو۔

چوبیسویں شب کے شب قدر ہونے کے متعلق دیگر احادیث

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تیئیسویں شب میں اور چوبیسویں شب میں شب قدر کو تلاش کرتے تھے۔

عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میرے پاس کوئی آیا اور اس وقت میں سویا ہوا تھا اس نے کہا: یہ شب، شب قدر ہے پس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خیمہ کی رسیوں سے متعلق ہو گیا پس میں اونگھتا ہوا اٹھا میں نے دیکھا اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے پھر میں نے غور کیا وہ رات چوبیسویں تھی۔ (مسند احمد ج ۱ ص ۲۵۵، مسند احمد: ۲۳۰۲۔ ج ۴ ص ۱۵۰)

امام الطیالسی نے روایت کی ہے کہ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لیلۃ القدر چوبیسویں رات کو ہے یہ حدیث حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ شعبی اور حسن بصری اور قتادہ سے مروی ہے اور واثلہ کی حدیث میں ہے کہ قرآن مجید چوبیس رمضان کو نازل ہوا ہے اور قرآن مجید لیلۃ القدر میں نازل ہوا ہے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چوبیسویں رات کو شب قدر تلاش کرو۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۹۶، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

اس کا معنی یہ ہے کہ طاق راتوں کے عموم سے چوبیسویں رات مستثنیٰ ہے۔

٤ - بَابُ رَفْعِ مَعْرِفَةِ لَيْلَةِ الْقَدْرِ لِتَلَاحِي النَّاسِ

لوگوں کے جھگڑنے کی وجہ سے شب قدر کی معرفت کا اٹھا لیا جانا

٢٠٢٣ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ قَالَ حَدَّثَنَا اَنَسٌ، عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيُخْبِرَنَا بِلَيْلَةِ الْقَدْرِ، فَتَلَاحٰى رَجُلَانِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ، فَقَالَ خَرَجْتُ لِاُخْبِرَكُمْ بِلَيْلَةِ الْقَدْرِ، فَتَلَاحٰى فُلَانٌ وَّفُلَانٌ فَرُفِعَتْ، وَعَسٰى اَنْ يَّكُوْنَ خَيْرًا لَّكُمْ، فَالْتَمِسُوْهَا فِي التَّاسِعَةِ وَالسَّابِعَةِ وَالْخَامِسَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں خالد بن الحارث نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حمید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں انس نے حدیث بیان کی از حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلے تا کہ ہمیں شب قدر کی خبر دیں پس دو مسلمان شخص لڑ رہے تھے پس آپ نے فرمایا: میں تمہیں شب قدر (کی تعیین) کی خبر دینے نکلا تھا تو فلاں اور فلاں لڑ پڑے سو اس کی (تعیین) اٹھا لی گئی اور ہوسکتا ہے کہ اس میں تمہارے لیے خیر ہو لہٰذا تم انتیسویں ستائیسویں اور پچیسویں تاریخ میں شب قدر تلاش کرو۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۴۹ میں گزر چکی ہے۔

جو دو مسلمان لڑ رہے تھے ان میں سے ایک حضرت کعب بن مالک تھے اور دوسرے حضرت عبداللہ بن ابی حدرد رضی اللہ عنہما تھے اور لیلۃ القدر کی تعیین اٹھا لینے میں خیر یہ ہے کہ اب اس کی تلاش میں کئی راتیں جاگنے اور عبادت کرنے کا موقع ملے گا۔ (اس کی مزید تفصیل کے لیے تبیان القرآن ج ۱۲ سورۃ القدر کی تفسیر ملاحظہ فرمائیں)

٥ - بَابُ الْعَمَلِ فِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْ رَّمَضَانَ

رمضان کے مہینہ کے آخری عشرہ میں عمل کرنا

٢٠٢٤ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ اَبِي يَعْفُوْرٍ، عَنْ اَبِي الضُّحٰى، عَنْ مَسْرُوْقٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ شَدَّ مِئْزَرَهٗ، وَاَحْيَا لَيْلَهٗ، وَاَيْقَظَ اَهْلَهٗ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان بن عیینہ نے حدیث بیان کی از ابی یعفور از ابی الضحیٰ از مسروق از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا کہ جب آخری عشرہ داخل ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنا تہبند (کس کر) باندھ لیتے اور اس رات کو زندہ رکھتے اور اپنے گھر والوں کو بیدار کرتے۔

(صحیح مسلم: ۱۱۷۴ الرقم المسلسل: ۲۷۶۲ سنن ابوداؤد: ۱۳۷۶ سنن نسائی: ۱۶۳۵ سنن ابن ماجہ: ۱۷۶۸)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) علی بن عبداللہ المعروف بابن المدینی (۲) سفیان بن عیینہ (۳) ابویعفور عبدالرحمٰن بن عبید البکائی العامری (۴) ابوالضحیٰ مسلم بن صبیح (۵) مسروق بن اجدع (۶) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۹۷)

اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ رات کو تہبند کس کر باندھنا اور ساری رات عبادت کرنا اور گھر والوں کو عبادت کے لیے جگانا یہ سب امور آخری عشرہ کے اعمال میں سے ہیں۔

حالت اعتکاف میں گھر جانا منع ہے' پھر گھر والوں کو جگانے کی توجیہ' تہبند کس کر باندھنے سے کیا کنایہ ہے اور رات کو زندہ کرنے کا معنی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ جب آخری عشرہ داخل ہوتا تو نبی ﷺ اپنا تہبند (کس کر) باندھ لیتے۔
اس عبارت سے عمل تزویج کو ترک کرنے کا کنایہ ہے یا معمول سے زیادہ عبادت کی تیاری کرنے کا کنایہ ہے یا اس سے دونوں اُمور مراد ہیں۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ اپنے گھر والوں کو بیدار کرتے۔ علامہ قرطبی نے لکھا ہے کہ یہ اس کی دلیل ہے کہ آپ اپنے گھر والوں کے ساتھ گھر میں تھے' حالانکہ آپ اعتکاف کے وقت مسجد میں ہوتے تھے اور انسانی حاجت کی صورت میں گھر جاتے تھے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ مسجد میں جو چھوٹا سا دروازہ تھا جو آپ کے گھر میں کھلتا تھا' آپ اس میں کھڑے ہوکر گھر والوں کو جگاتے ہوں۔
(المفہم ج ۳ ص ۲۴۹' دار ابن کثیر' بیروت' ۱۴۲۰ھ)

نیز اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ اس رات کو زندہ رکھتے۔ اس کا معنی ہے کہ آپ رمضان کے مہینہ کے آخری عشرہ کی راتوں میں زیادہ کوشش سے عبادت کرتے تھے۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ان راتوں میں آپ تمام رات عبادت کرتے تھے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ان راتوں کا زیادہ حصہ آپ عبادت میں گزارتے تھے۔ رات میں عبادت کرنے کو رات کے زندہ کرنے سے اس لیے تعبیر کیا ہے کہ سونا اور نیند موت کے مترادف ہے' اس لیے رات میں جاگ کر عبادت کرنا گویا اس کو زندہ کرنا ہے' نیز حدیث میں ہے: تم اپنے گھروں کو قبریں نہ بناؤ۔ (صحیح البخاری:۱۱۸۷' صحیح مسلم:۷۷۷' سنن ابوداؤد:۱۴۴۸۔۱۰۴۳' سنن ابن ماجہ:۱۳۷۷' مسند احمد ج ۲ ص ۳۶۷' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۵۶' مشکوٰۃ:۹۲۶' کنز العمال:۴۱۵۱۲) اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ تم اپنے گھروں میں ساری رات سو کر نہ گزارو' ورنہ تم مُردوں کی طرح ہوگے اور تمہارے گھر قبروں کی طرح ہوں گے۔
لیلۃ القدر کے متعلق احادیث یہاں پر مکمل ہوگئیں اور اب اس کے بعد ان شاء اللہ ''کتاب الاعتکاف'' شروع ہوگی۔

❁❁❁❁❁

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

۳۳ - کِتَابُ الْاِعْتِکَافِ

اعتکاف کا بیان

اعتکاف کا لغوی اور شرعی معنی اور اعتکاف کی اقسام

اعتکاف کا لغت میں معنی ہے: کسی چیز پر قیام کو لازم رکھنا' اسی وجہ سے جو شخص اپنے آپ کو مسجد میں لازم رکھے' اس کو ''عاکف'' اور ''معتکف'' کہتے ہیں' قرآن مجید میں ہے:

فَاَتَوْا عَلٰی قَوْمٍ یَّعْکُفُوْنَ عَلٰٓی اَصْنَامٍ لَّهُمْ. (الاعراف:۱۳۸) پھر بنو اسرائیل ایک ایسی قوم کے پاس سے گزرے جو اپنے بتوں کے سامنے آسن جمائے (معتکف) بیٹھے تھے۔

وَانْظُرْ اِلٰٓی اِلٰهِكَ الَّذِیْ ظَلْتَ عَلَیْهِ عَاكِفًا. (طٰہٰ:۹۷) اور تو اپنے اس (خود ساختہ) معبود کو دیکھ جس کی عبادت پر تو جما بیٹھا تھا۔

اِذْ قَالَ لِاَبِیْهِ وَقَوْمِهٖ مَا هٰذِهِ التَّمَاثِیْلُ الَّتِیْٓ اَنْتُمْ لَهَا عَاكِفُوْنَ O (الانبیاء:۵۲) اور جب ابراہیم نے اپنے (عرفی) باپ اور اپنی قوم سے کہا: یہ کیسی مورتیاں (بت) ہیں جن (کی پرستش) پر تم جمے بیٹھے ہو O

ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّیَامَ اِلَی الَّیْلِ وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عَاكِفُوْنَ فِی الْمَسٰجِدِ. (البقرہ:۱۸۷) پھر روزہ کو رات آنے تک پورا کرو اور جب تم مسجدوں میں معتکف ہو تو (کسی وقت بھی) عمل زوجیت نہ کرو۔

اصطلاح شرع میں اعتکاف کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کی نیت سے اپنے آپ کو مسجد میں لازم رکھنا۔ عام فقہ کی کتب میں مذکور ہے کہ اعتکاف مستحب ہے اور محیط میں مذکور ہے کہ اعتکاف سنت مؤکدہ ہے اور المبسوط میں مذکور ہے کہ اعتکاف قربت مشروعہ ہے اور منیۃ المفتی میں مذکور ہے کہ اعتکاف سنت ہے اور التوضیح میں مذکور ہے کہ اعتکاف صرف نذر سے واجب ہوتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۲۰۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

فقہاء اربعہ کے نزدیک اعتکاف کے لیے کون سی مسجد شرط ہے؟

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

علماء کا اس پر اجماع ہے کہ اعتکاف صرف مساجد میں ہوتا ہے کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

وَاَنْتُمْ عَاكِفُوْنَ فِی الْمَسٰجِدِ. (البقرہ:۱۸۷) اور تم مسجدوں میں معتکف ہو۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ نے کہا: اعتکاف صرف مسجد حرام مسجد نبوی یا مسجد قدس میں ہوسکتا ہے۔
سعید بن میتب نے کہا: اعتکاف صرف کسی نبی کی بنائی ہوئی مسجد میں ہوسکتا ہے کیونکہ یہ آیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اس وقت نازل ہوئی جب آپ اپنی مسجد میں معتکف تھے اس سے اشارہ ان مساجد کی طرف ہے جن کو کسی نبی علیہ السلام نے بنایا ہو۔
حضرت علی اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما عروہ عطاء حسن بصری ابن شہاب زہری اور امام مالک کا قول یہ ہے کہ اعتکاف صرف اس مسجد میں ہوسکتا ہے جس میں جمعہ ہوتا ہو۔
امام مالک نے کہا کہ اعتکاف کی کم از کم مدت دس دن ہے ابن القاسم نے ان سے نقل کیا ہے کہ ایک دن یا دو دن کے اعتکاف میں بھی کوئی حرج نہیں ہے اور ان سے ایک دن اور ایک رات سے کم کی بھی روایت ہے۔
ابراہیم نخعی ابوسلمہ اور شعبی سے روایت ہے کہ ہر مسجد میں اعتکاف جائز ہے امام ابوحنیفہ امام شافعی اور امام احمد کا بھی یہی مؤقف ہے اور امام مالک کا بھی یہی ایک قول ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۱۳۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)
امام مالک بن انس اصبحی متوفی ۱۷۹ھ لکھتے ہیں:
ہمارے نزدیک جس چیز میں اختلاف نہیں ہے وہ یہ ہے کہ ہر اس مسجد میں اعتکاف جائز ہے جس میں جمعہ ہوتا ہو اور جن مساجد میں جمعہ نہیں ہوتا میرے گمان میں ان میں بھی اعتکاف مکروہ نہیں ہے ہاں! یہ مکروہ ہے کہ معتکف اپنی اس مسجد سے نکل کر دوسری اس مسجد میں جائے جس میں جمعہ ہوتا ہے اور جس مسجد میں اس نے اعتکاف کیا ہے اس کو چھوڑ کر جامع مسجد میں جائے اور جس مسجد میں جمعہ نہیں ہوتا اس میں اعتکاف میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مطلقاً فرمایا ہے: "وَاَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ فِى الْمَسَاجِدِ" (البقرہ: ۱۸۷) اور یہ نہیں فرمایا کہ تم جامع مسجد میں اعتکاف کرو۔
(موطأ امام مالک۔ کتاب الاعتکاف۔ باب: ۱۔ زیر حدیث: ۳۔ ج ۱ ص ۲۰۳ المکتبۃ التوفیقیہ)

فقہاء احناف کے نزدیک اعتکاف کے ضروری مسائل

علامہ محمد بن علی حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:
اعتکاف ایسی مسجد میں کیا جائے جس میں جماعت ہوتی ہو یعنی اس مسجد میں امام اور مؤذن ہو اور اس میں پانچ نمازیں پڑھی جاتی ہوں اور جامع مسجد میں مطلقاً اعتکاف صحیح ہے اور عورت اپنے گھر میں مسجد کی جگہ میں اعتکاف کرے اور اس کا مسجد میں اعتکاف مکروہ تنزیہی ہے اور گھر میں جو مسجد کی جگہ نہ ہو وہاں اس کا اعتکاف کرنا صحیح نہیں ہے اور خنثیٰ کا اعتکاف صحیح نہیں ہے۔
پس اعتکاف کی تعریف یہ ہے کہ مسلمان عاقل جو جنابت اور حیض اور نفاس سے پاک ہو وہ مسجد میں ٹھہرے۔
اعتکاف کی تین قسمیں ہیں: (۱) نذر ماننے سے اعتکاف واجب ہے (۲) رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف سنت مؤکدہ ہے اور یہ سنت کفایہ ہے کیونکہ جن صحابہ نے اعتکاف نہیں کیا آپ نے ان پر انکار نہیں فرمایا (۳) اس کے علاوہ اعتکاف مستحب ہے۔
اور جو اعتکاف واجب ہے اس کے لیے روزہ رکھنا شرط ہے کم از کم اعتکاف دن اور رات میں سے ایک گھنٹہ کا ہے۔
جو اعتکاف واجب یا سنت مؤکدہ ہے اس میں صرف قضاء حاجت کے لیے مسجد سے نکل سکتا ہے یا اگر احتلام ہو جائے تو غسل کے لیے مسجد سے باہر جا سکتا ہے یا اگر وہ مؤذن ہو تو اذان دینے کے لیے مسجد کے مینار پر جا سکتا ہے۔
اور اگر وہ اعتکاف واجب میں یا اعتکاف سنت مؤکدہ میں ایک لحظہ کے لیے بھی ضرورت طبعی یا ضرورت شرعی کے بغیر مسجد سے باہر نکل گیا تو اس کا اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔

اعتکاف میں سوائے نیک باتوں کے اور کوئی بات نہ کرے ضرورت کے وقت دنیاوی بات کرسکتا ہے اور بلاضرورت مسجد میں دنیاوی باتیں کرنا نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے' نیک کلام کی مثال ہے: قرآن مجید' حدیث شریف اور علمی باتیں' اور رسول اللہ ﷺ کی سیرت' انبیاء علیہم السلام کے واقعات' صالحین کی حکایات اور دینی مسائل۔

(الدرالمختار ج ۱ ص ۱۵۸۔۱۵۵ ملخصاً' ایچ۔ایم سعید کمپنی' کراچی)

اَبْوَابُ الْاِعْتِكَافِ

اعتکاف کے ابواب

اس عنوان میں ابواب سے مراد انواع ہیں اور ہر باب میں اعتکاف کے شرعی احکام کی ایک الگ نوع ہے۔

١ - بَابُ الْاِعْتِكَافِ فِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ' وَالْاِعْتِكَافِ فِي الْمَسَاجِدِ كُلِّهَا

رمضان کے مہینہ کے آخری عشرہ میں اعتکاف کرنا اور تمام مساجد میں اعتکاف کرنا

لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عَاكِفُوْنَ فِي الْمَسَاجِدِ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ اٰيَاتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَO﴾ (البقرة: ١٨٧).

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جب تم مسجدوں میں معتکف ہو تو (کسی وقت بھی) اپنی بیویوں سے عمل زوجیت نہ کرو' یہ اللہ کی حدود ہیں سو تم ان کے قریب نہ جاؤ' اللہ اسی طرح اپنی آیتیں لوگوں کے لیے بیان فرماتا ہے تا کہ وہ متقی بن جائیںO (البقرہ:۱۸۷)

٢٠٢٥ - حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ' عَنْ يُوْنُسَ اَنَّ نَافِعًا اَخْبَرَهٗ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْاَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ. (صحیح مسلم:١١٧١' الرقم المسلسل:٢٦٦٩)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابن وہب نے حدیث بیان کی از یونس کہ نافع نے ان کو خبر دی از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ رمضان کے مہینہ کے آخری عشرہ میں اعتکاف کرتے تھے۔

نفل اعتکاف کی قضاء میں اختلاف ائمہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ رمضان کے مہینہ کے آخری عشرہ میں اعتکاف کرتے تھے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اٹھالیا۔ (صحیح البخاری:٢٠٢٦' صحیح مسلم:١١٧٢' سنن ابوداؤد:٢٤٦٢' سنن ترمذی:٧٩٠)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف کرتے تھے' ایک سال آپ نے اعتکاف نہیں کیا' پھر آئندہ سال آپ نے بیس دن اعتکاف کیا۔ (سنن ترمذی:٨٠٣' سنن ابن ماجہ:١٧٧٠)

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

اہل علم کا اس میں اختلاف ہے کہ جب معتکف اپنی نیت کے موافق اعتکاف مکمل کرنے سے پہلے قطع کر دے تو کیا کرے' بعض اہل علم نے یہ کہا ہے کہ جب وہ اپنے اعتکاف کو قطع کر دے تو اس پر اس کی قضاء واجب ہے اور انہوں نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ نبی ﷺ اپنے اعتکاف سے نکل آئے' پھر آپ نے شوال کے دس دن اعتکاف کیا اور یہ امام مالک کا قول ہے' اور بعض اہل علم نے یہ کہا ہے کہ اگر اس پر نذر کا اعتکاف نہ ہو یا کوئی اور واجب اعتکاف نہ ہو اور اس کا اعتکاف نفل ہو تو اس پر کسی چیز کی قضاء نہیں ہے' ہاں! وہ بہ طور استحباب قضاء کرنا چاہے تو قضاء کرلے اس پر واجب نہیں ہے' یہ امام شافعی کا قول ہے' امام شافعی نے کہا ہے کہ ہر نفل عبادت کا معاملہ اسی طرح ہے سوائے حج اور عمرہ کے۔ (سنن ترمذی ص ٢٥٢' دارالفکر' بیروت' ١٤٢٢ھ)

امام ابوحنیفہ کے نزدیک نفل عبادت کو قطع کرنے کے بعد اس کی قضاء واجب ہے۔

۲۰۲٦ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ ابْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْاَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ حَتّٰى تَوَفَّاهُ اللّٰهُ تَعَالٰى، ثُمَّ اعْتَكَفَ اَزْوَاجُهُ مِنْ بَعْدِهٖ. [اطراف الحدیث: ۲۰۳۳-۲۰۳۴-۲۰۴۱-۲۰۴۵]

(صحیح مسلم: ۱۱۷۲، الرقم المسلسل: ۲۶۷۳، سنن ابوداؤد: ۲۴۶۲)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب از عروہ بن زبیر از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف کرتے تھے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وفات دے دی پھر آپ کے بعد آپ کی ازواج نے اعتکاف کیا۔

عورتوں اور مردوں کے اعتکاف کا فرق

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رمضان کے مہینہ کے آخری عشرہ میں اعتکاف کرنا مستحب ہے' اور اس کا استحباب مردوں کے حق میں مؤکد ہے اور عورتوں کے متعلق علماء کا اختلاف ہے' علامہ نووی نے کہا ہے کہ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ عورتوں کا اعتکاف کرنا صحیح ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اعتکاف کرنے کی اجازت دی تھی لیکن امام ابوحنیفہ کے نزدیک عورتوں کا اپنے گھر میں نماز پڑھنے کی جگہ پر اعتکاف صحیح ہے اور مرد کے لیے اپنے گھر میں نماز پڑھنے کی جگہ پر اعتکاف کرنا صحیح نہیں ہے' امام شافعی کا قول قدیم بھی یہی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۲۰۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* یہ حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۶۸۰۔ ج ۳ ص ۲۱۹ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

① اعتکاف کا لغوی اور شرعی معنی ② اعتکاف کی تعریف اور اقسام ③ اعتکاف میں مذاہب ائمہ ④ اعتکاف میں احناف کا نظریہ ⑤ اعتکاف سنت کی شرائط ⑥ فرض اعتکاف کے احکام ⑦ اعتکاف نفل کے احکام ⑧ گرمی کی وجہ سے اعتکاف میں غسل کا حکم ⑨ صحت اعتکاف کی شرائط ⑩ اعتکاف کی ابتداء کا وقت۔

* یہ مباحث' شرح صحیح مسلم میں ج ۳ ص ۲۲۷۔ ۲۲۰ پر مذکور ہیں۔

۲۰۲۷ - حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ، عَنْ يَزِيْدَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْهَادِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ الْحَارِثِ التَّيْمِيِّ، عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَعْتَكِفُ فِي الْعَشْرِ الْاَوْسَطِ مِنْ رَمَضَانَ، فَاعْتَكَفَ عَامًا، حَتّٰى اِذَا كَانَ لَيْلَةَ اِحْدٰى وَعِشْرِيْنَ، وَهِيَ اللَّيْلَةُ الَّتِيْ يَخْرُجُ مِنْ صَبِيْحَتِهَا مِنْ اِعْتِكَافِهٖ، قَالَ مَنْ كَانَ اِعْتَكَفَ مَعِيْ فَلْيَعْتَكِفِ الْعَشْرَ الْاَوَاخِرَ، وَقَدْ اُرِيْتُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از یزید بن عبداللہ بن الہاد از محمد بن ابراہیم بن الحارث التیمی از ابی سلمہ بن عبدالرحمان از حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رمضان کے مہینہ کے درمیانی عشرہ میں اعتکاف کرتے تھے' پس آپ نے ایک سال اعتکاف کیا' حتیٰ کہ جب اکیسویں رات آئی اور یہ وہ رات تھی جس کی صبح کو آپ اعتکاف سے باہر آ جاتے تھے' اس وقت آپ نے فرمایا: جس نے میرے ساتھ اعتکاف کیا ہے' وہ آخری دس راتوں میں اعتکاف کرے اور

هٰذِهِ اللَّيْلَةَ ثُمَّ اُنْسِيتُهَا، وَقَدْ رَاَيْتُنِي اَسْجُدُ فِي مَاءٍ وَّطِينٍ مِّنْ صَبِيحَتِهَا، فَالْتَمِسُوهَا فِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ، وَالْتَمِسُوهَا فِي كُلِّ وِتْرٍ. فَمَطَرَتِ السَّمَاءُ تِلْكَ اللَّيْلَةَ، وَكَانَ الْمَسْجِدُ عَلٰى عَرِيشٍ، فَوَكَفَ الْمَسْجِدُ، فَبَصُرَتْ عَيْنَايَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى جَبْهَتِهٖ اَثَرُ الْمَاءِ وَالطِّينِ مِنْ صُبْحِ اِحْدٰى وَعِشْرِينَ.

مجھے اس رات شبِ قدر دکھائی گئی تھی' پھر مجھے بھلا دی گئی اور بے شک میں نے اس کی صبح کو خواب دیکھا کہ میں کیچڑ میں سجدہ کر رہا ہوں' پس تم شبِ قدر کو آخری دس راتوں میں تلاش کرو اور تم اس کو ہر طاق رات میں تلاش کرو' پھر اس رات بارش ہوئی' اور مسجد کی چھت کھجور کی شاخوں سے بنی ہوئی تھی' لہٰذا مسجد ٹپکنے لگی' (حضرت ابوسعید کہتے ہیں کہ) پس میری آنکھوں نے دیکھا کہ اکیسویں (تاریخ کی) صبح کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی مبارک پر کیچڑ کا اثر تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۶۶۹ میں گزر چکی ہے۔

٢ - بَابُ الْحَائِضِ تُرَجِّلُ الْمُعْتَكِفَ

حائضہ عورت معتکف کے کنگھی کر سکتی ہے

٢٠٢٨ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنْ هِشَامٍ قَالَ اَخْبَرَنِي اَبِي، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصْغِي اِلَيَّ رَاْسَهٗ وَهُوَ مُجَاوِرٌ فِي الْمَسْجِدِ، فَاُرَجِّلُهٗ وَاَنَا حَائِضٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از ہشام' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے خبر دی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مسجد میں معتکف تھے تو آپ نے اپنا سر اقدس میرے قریب کیا تو میں نے اس میں کنگھی کی اور اس وقت میں حائضہ تھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۹۵ میں گزر چکی ہے۔

معتکف کا نمازِ جمعہ پڑھنے کے لیے' نمازِ جنازہ پڑھنے کے لیے' مریض کی عیادت کرنے کے لیے مسجد سے جانا اور جماعت والی مسجد میں اعتکاف کرنا اور ٹھنڈک حاصل کرنے کے لیے غسل کا ناجائز ہونا

اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد امام ابوعیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ لکھتے ہیں:

اہل علم کا اس حدیث پر عمل ہے کہ جب کوئی شخص اعتکاف کرے تو سوائے قضاء حاجت کے اعتکاف سے باہر نہ آئے' پھر مریض کی عیادت کرنے میں' جمعہ پڑھنے کے لیے جانے میں اور نمازِ جنازہ پڑھنے میں اہل علم کا اختلاف ہے کہ معتکف کے لیے یہ اُمور جائز ہیں یا نہیں' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض اصحاب کا یہ مؤقف ہے کہ معتکف' مریض کی عیادت کر سکتا ہے' اور نمازِ جنازہ پڑھ سکتا ہے اور جمعہ پڑھنے جا سکتا ہے' سفیان ثوری اور ابن المبارک کا بھی یہی قول ہے اور بعض اصحاب کا یہ مؤقف ہے کہ معتکف کے لیے یہ اُمور جائز نہیں ہیں اور انہوں نے کہا کہ جب معتکف شہر میں ہو تو اس کے لیے شہر کی جامع مسجد کے سوا اعتکاف کرنا جائز نہیں ہے' تاہم انہوں نے کہا کہ معتکف کے لیے یہ مکروہ ہے کہ وہ نمازِ جمعہ پڑھنے کے لیے جائے اور انہوں نے کہا ہے کہ معتکف کا بغیر قضاء حاجت کے لیے مسجد سے جانا اعتکاف کو قطع کر دیتا ہے' اور امام احمد نے کہا ہے کہ معتکف مریض کی عیادت نہ کرے اور نہ جنازہ کے ساتھ جائے اور اسحاق نے کہا: اگر اس نے اپنے اعتکاف میں یہ شرط لگائی تھی تو پھر جائز ہے۔ (سنن ترمذی ص ۲۷۹' دار الفکر' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

صدر الشریعہ علامہ محمد امجد علی اعظمی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

اعتکاف واجب میں معتکف کو مسجد سے بغیر عذر نکلنا حرام ہے' اگر نکلا تو اعتکاف جاتا رہا' اگرچہ بھول کر نکلا ہو' یونہی اعتکاف

سنت میں بھی بغیر عذر نکلنے سے اعتکاف جاتا رہتا ہے' یونہی عورت نے مسجد بیت میں اعتکاف واجب یا مسنون کیا تو بغیر عذر وہاں سے نہیں نکل سکتی' اگر وہاں سے نکلی اگرچہ گھر ہی میں رہی' اعتکاف جاتا رہا۔ (عالم گیری' ردالمحتار)

مسئلہ: معتکف کو مسجد سے نکلنے کے دو عذر ہیں: ایک حاجت طبعی کہ مسجد میں پوری نہ ہو سکے جیسے پاخانہ' پیشاب' استنجاء' وضوء اور غسل کی ضرورت ہو تو غسل' مگر غسل و وضوء میں یہ شرط ہے کہ مسجد میں نہ ہو سکیں۔ (الیٰ قولہ) دوم: حاجت شرعی مثلاً عید یا جمعہ کے لیے جانا یا اذان کہنے کے لیے منارہ پر جانا جبکہ منارہ پر جانے کے لیے باہر ہی سے راستہ ہو اور اگر منارہ کا راستہ اندر سے ہو تو غیر مؤذن بھی منارہ پر جا سکتا ہے' مؤذن کی تخصیص نہیں۔ (بہار شریعت حصہ پنجم ص ۷۵' مطبع ضیاء القرآن پبلی کیشنز' کراچی)

(فتاویٰ عالم گیری ج ۱ ص ۲۱۲' مطبوعہ مطبع کبریٰ امیریہ بولاق' مصر' ۱۳۱۰ھ)

عروہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: معتکف کے لیے سنت یہ ہے کہ وہ کسی مریض کی عیادت نہ کرے اور نہ جنازہ میں حاضر ہو اور نہ کسی عورت کو چھوئے اور نہ اس سے مباشرت کرے اور کسی ضرورت کی وجہ سے نہ نکلے مگر جس ضرورت کو پورا کیے بغیر چارہ نہ ہو اور روزہ کے بغیر کوئی اعتکاف نہیں ہوتا اور اعتکاف صرف جماعت والی مسجد میں ہوتا ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۲۴۷۳)

ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

قاضی خاں نے کہا ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک اعتکاف صرف جماعت والی مسجد میں صحیح ہے اور یہی ظاہر حدیث میں ہے' اور امام ابو یوسف اور امام محمد سے روایت ہے کہ ہر مسجد میں اعتکاف صحیح ہے اور یہی امام مالک اور امام شافعی کا مذہب ہے کیونکہ قرآن مجید میں مطلقاً ہے:

وَأَنْتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ. (البقرہ: ۱۸۷) اور تم مسجدوں میں اعتکاف کرنے والے ہو۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اعتکاف صرف اس مسجد میں جائز ہے جس میں جماعت ہوتی ہو۔

(مصنف عبدالرزاق: ۸۰۴۰-۸۰۳۹- ج ۴ ص ۲۶۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

امام ابوحنیفہ سے یہ روایت ہے کہ اعتکاف صرف اس مسجد میں صحیح ہے جس میں پانچ نمازیں جماعت کے ساتھ ہوتی ہوں' امام احمد کا قول بھی یہی ہے' علامہ ابن ہمام نے کہا ہے کہ بعض مشائخ نے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔ (مرقات ج ۴ ص ۶۰۷' مکتبہ حقانیہ' پشاور)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مریض کی عیادت کرتے تھے اور آپ معتکف ہوتے تھے' آپ وہاں سے گزرتے اور ٹھہرتے نہیں تھے' اس (مریض) کے متعلق سوال فرماتے تھے۔ (سنن ابوداؤد: ۲۴۷۲)

ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ' اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

حسن بصری اور نخعی نے کہا ہے کہ معتکف کے لیے نماز جمعہ کے لیے نکلنا اور مریض کی عیادت کرنا اور نماز جنازہ کے لیے نکلنا جائز ہے' اور ائمہ اربعہ کے نزدیک جب معتکف قضاء حاجت کے لیے نکلا اور اسے مریض کی عیادت کا اتفاق ہوا اور نماز جنازہ پڑھنے کا اتفاق ہوا اور وہ راستہ سے منحرف نہیں ہوا اور نہ وہاں نماز کی مقدار سے زیادہ ٹھہرا تو اس کا اعتکاف باطل نہیں ہوگا ورنہ اس کا اعتکاف باطل ہو جائے گا' اس کا علامہ طیبی نے ذکر کیا ہے اور اس حدیث میں نماز جنازہ کی دلیل نہیں ہے' گویا کہ انہوں نے نماز جنازہ کو مریض کی عیادت پر قیاس کیا ہے' کیونکہ یہ دونوں فرض کفایہ ہیں' لیکن ان دونوں میں فرق ہے' مریض کی عیادت رکے اور ٹھہرے بغیر ہو سکتی ہے اور نماز جنازہ کے لیے ٹھہرنا پڑے گا' اس لیے امام ابوحنیفہ کے نزدیک نماز جنازہ پڑھنے سے اعتکاف فاسد ہو جائے گا اور صاحبین کے نزدیک فاسد نہیں ہوگا۔ (مرقات ج ۴ ص ۶۰۶-۶۰۵' مکتبہ حقانیہ' پشاور)

علامہ علاء الدین ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ لکھتے ہیں:
معتکف مریض کی عیادت کے لیے اور نمازِ جنازہ کے لیے نہ نکلے' کیونکہ اس کے لیے نکلنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے' اور مریض کی عیادت فرائض میں سے نہیں ہے بلکہ فضائل میں سے ہے اور نمازِ جنازہ فرض عین نہیں ہے بلکہ فرض کفایہ ہے اور دوسروں کے پڑھنے سے یہ فرض ساقط ہو جاتا ہے' اس لیے اس کی وجہ سے اعتکاف کو باطل کرنا صحیح نہیں ہے' اور حدیث میں جو عیادت مریض اور نمازِ جنازہ کی رخصت ہے' اس کے متعلق امام ابو یوسف نے یہ کہا ہے کہ ہمارے نزدیک یہ اعتکاف نفل پر محمول ہے اور یہ بھی جائز ہے کہ رخصت کو اس صورت پر محمول کیا جائے جب معتکف قضاء حاجت یا جمعہ پڑھنے کے لیے نکلا ہو' پھر وہ مریض کی عیادت کر لے یا نمازِ جنازہ پڑھ لے اور ان کے لیے قصداً نہ نکلا ہو' اس صورت میں یہ جائز ہیں۔ (بدائع الصنائع ج ۳ ص ۲۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

ان احادیث اور فقہاء کرام کی تصریحات سے واضح ہو گیا کہ جب معتکف کا فرض غسل کے سوا مسجد سے نکلنا جائز نہیں ہے تو اس کا گرمی سے ٹھنڈک حاصل کرنے کے لیے بھی غسل کرنے کے لیے مسجد سے نکلنا جائز نہیں ہے۔

۳ - بَابٌ لَّا يَدْخُلُ الْبَيْتَ إِلَّا لِحَاجَةٍ

معتکف کا بغیر (شرعی یا طبعی) ضرورت کے گھر میں داخل نہ ہونا

۲۰۲۹ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا لَيْثٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ وَعَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا، زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ وَإِنْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيُدْخِلُ عَلَيَّ رَأْسَهُ، وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ فَأُرَجِّلُهُ، وَكَانَ لَا يَدْخُلُ الْبَيْتَ إِلَّا لِحَاجَةٍ إِذَا كَانَ مُعْتَكِفًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از عروہ و عمرہ بنت عبد الرحمان' انہوں نے کہا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس اپنا سر داخل کرتے اور آپ مسجد میں ہوتے تھے' پس میں آپ کے سر میں کنگھی کرتی اور آپ جب معتکف ہوتے تھے تو بغیر کسی (شرعی یا طبعی) حاجت کے گھر میں داخل نہیں ہوتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری ۲۹۵' اور صحیح البخاری: ۲۰۲۸ میں تفصیل سے گزر چکی ہے۔

۴ - بَابُ غُسْلِ الْمُعْتَكِفِ

معتکف کا غسل کرنا

۲۰۳۰ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ مَنْصُوْرٍ، عَنْ إِبْرَاهِيْمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُبَاشِرُنِي وَأَنَا حَائِضٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از منصور از ابراہیم از الاسود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اپنے ساتھ لپٹاتے تھے اور میں اس وقت حائضہ ہوتی تھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۰۰ میں گزر چکی ہے۔

۲۰۳۱ - وَكَانَ يُخْرِجُ رَأْسَهُ مِنَ الْمَسْجِدِ، وَهُوَ مُعْتَكِفٌ، فَأَغْسِلُهُ وَأَنَا حَائِضٌ.

اور آپ اپنا سر مسجد سے نکالتے اور آپ معتکف ہوتے تھے اور میں آپ کا سر دھوتی اور میں حائضہ ہوتی تھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۹۵' اور ۲۰۲۸ میں گزر چکی ہے۔

معتکف کا جمعہ کے لیے غسل کرنا

شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ لکھتے ہیں:

رہا غسل جمعہ تو اس کے متعلق مجھے اصول میں صریح روایت نہیں ملی' سوائے اس کے کہ شرح اوراد میں یہ لکھا ہے کہ غسل کے لیے باہر آئے خواہ غسل فرض ہو یا نفل۔ (اشعۃ اللمعات ج ۲ ص ۱۲۸' مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

شیخ عبدالحق' لمعات التنقیح میں لکھتے ہیں:

رہا جمعہ کا غسل تو اس کے متعلق یہ تصریح نہیں ملی کہ وہ حاجت میں سے ہے یا نہیں' سوائے اس کے کہ شرح اوراد میں لکھا ہے کہ وہ غسل کے لیے نکلے خواہ غسل واجب ہو یا نفل۔ (مخطوطہ لمعات)

علامہ عالم بن العلاء الانصاری الاندرائیتی الدہلوی الہندی المتوفی ۷۸۹ھ لکھتے ہیں:

ویخرج للوضوء والاغتسال فرضا کان او نفلا. (الفتاویٰ التاتارخانیہ ج ۲ ص ۴۱۳' ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۴۱۱ھ)

معتکف وضوء اور غسل کے لیے نکلے خواہ فرض ہو یا نفل۔

نفلی غسل میں جمعہ کا غسل بھی داخل ہے جو کہ حقیقت میں غسل مسنون ہے' اس عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ معتکف کا جمعہ کے غسل کے لیے نکلنا بھی جائز ہے۔

زیر بحث حدیث میں مذکور ہے کہ آپ مسجد میں معتکف ہوتے تھے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کا سر دھوتی تھیں' اس سے معلوم ہوا کہ بغیر شہوت کے عورت کا معتکف کو چھونا جائز ہے اور صحیح البخاری: ۲۰۲۹ میں ہے کہ حضرت عائشہ آپ کے سر میں کنگھی کرتی تھیں' اس سے معلوم ہوا کہ معتکف کا اسبابِ زینت کو اختیار کرنا جائز ہے' اس سے بھی اشارۃً غسل جمعہ کا جواز نکلتا ہے۔

الشیخ علی بن احمد الفوری لکھتے ہیں:

فی فتاوی الحجۃ ویجوز للمعتکف ان یخرج من المسجد فی سبعۃ اشیاء البول والغائط والوضوء والاغتسال فرضا کان او نفلا والجمعۃ ویخرج ایضا لحاجۃ السلطان ویخرج ایضا لامر لابد منہ ثم یرجع بعد ما فرغ من ذلک الامر سریعا فی الخوارزمی والسغناقی من الذخیرۃ وھذا کلہ فی الاعتکاف الواجب.

فتاویٰ الحجۃ میں مذکور ہے کہ سات اُمور کی وجہ سے معتکف کا مسجد سے نکلنا جائز ہے: (۱) پیشاب کرنے (۲) پاخانہ کرنے (۳) وضوء کرنے (۴) غسل کرنے خواہ فرض ہو یا نفل (۵) جمعہ پڑھنے (۶) حاکم کے کام سے (۷) وہ کام جس کے بغیر کوئی چارہ نہ ہو' پھر فارغ ہونے کے بعد جلد واپس آ جائے' خوارزمی اور سغناقی میں ذخیرہ سے نقل ہے اور یہ تمام باتیں اعتکاف واجب میں ہیں۔

(خزانۃ الروایات (مخطوطہ) ج ۱ ص ۴۳۱' ناسخ محمد سعد اللہ انصاری' تاریخ النسخ ۱۳۲۰ھ' مصدر المخطوطہ المکتبۃ العالیہ لقاضی نظام الدین' بلوچستان)

مخطوطہ میں خزانۃ الروایات کے مصنف کا نام علی بن احمد الفوری لکھا ہے اور نزہۃ الخواطر اور کشف الظنون میں لکھا ہے کہ اس کے مصنف کا نام جکن ہندی گجراتی متوفی ۹۲۰ھ ہے۔

علامہ یوسف بن عمر بن یوسف الصوفی الکماروی لکھتے ہیں:

ویجوز للمعتکف ان یخرج من المسجد فی سبعۃ اشیاء البول والغائط' والوضوء والاغتسال

معتکف کے لیے سات چیزوں کی وجہ سے مسجد سے نکلنا جائز ہے: (۱) پیشاب (۲) پاخانہ (۳) وضوء (۴) غسل خواہ فرض ہو یا

فرضًا کان او نفلًا والجمعة. الخ

نفل (۵) جمعہ پڑھنے کے لیے۔الخ

(جامع المضمرات والمشکلات شرح مختصر القدوری (مخطوط ص ۱۷۰)' مکتبہ الغزالی مخطوطات وکتب قدیم' کوئٹہ)

۵ - بَابُ الْاِعْتِكَافِ لَيْلًا

رات کو اعتکاف کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ بغیر دن کے رات کو اعتکاف کرنے کا کیا حکم ہے۔

۲۰۳۲ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنِيْ نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ عُمَرَ سَاَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُنْتُ نَذَرْتُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ اَنْ اَعْتَكِفَ لَيْلَةً فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ! قَالَ فَاَوْفِ بِنَذْرِكَ. [اطراف الحدیث: ۲۰۴۳-۳۱۴۴-۴۳۲۰-۶۶۹۷]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی از عبید اللہ' انہوں نے کہا: مجھے نافع نے خبر دی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا کہ میں نے زمانہ جاہلیت میں یہ نذر مانی تھی کہ میں ایک رات مسجد حرام میں اعتکاف کروں گا' آپ نے فرمایا: تم اپنی نذر پوری کرو۔

(صحیح مسلم: ۱۶۵۶' الرقم المسلسل: ۴۱۸۳' سنن ابوداؤد: ۳۳۲۵' سنن ترمذی: ۱۵۳۹' سنن نسائی: ۳۸۲۹' سنن ابن ماجہ: ۱۷۷۲' المنتقی: ۹۴۱' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۴ ص ۱۶۷' سنن دارمی: ۲۳۳۳' مسند البزار: ۱۴۰' مسند ابویعلیٰ: ۲۵۴' سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۷۶' مسند احمد ج ۱ ص ۳۷ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۵۵-ج ۱ ص ۳۶۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: میں نے زمانہ جاہلیت میں یہ نذر مانی تھی کہ میں ایک رات مسجد حرام میں اعتکاف کروں گا۔

رات اور دن میں اعتکاف کرنے کی دو حدیثوں میں تعارض اور ان میں تطبیق

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رات کو اعتکاف کرنے کی نذر مانی تھی اور صحیح مسلم میں دن میں اعتکاف کی نذر ماننے کا ذکر ہے: وہ حدیث حسب ذیل ہے:

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا' اور اس وقت آپ طائف سے واپس آنے کے بعد جعرانہ میں تھے' انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! میں نے زمانہ جاہلیت میں یہ نذر مانی تھی کہ میں ایک دن مسجد حرام میں اعتکاف کروں گا' پس آپ کس طرح فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: جاؤ! ایک دن کا اعتکاف کرو۔

(صحیح مسلم: ۱۶۵۶' الرقم المسلسل: ۴۱۸۵' صحیح ابن حبان: ۴۳۸۱-ج ۱۰ ص ۲۲۶)

امام ابوحاتم محمد بن حبان البستی المتوفی ۳۵۴ھ ان دونوں حدیثوں میں تطبیق دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

اس حدیث کے سوا حضرت ابن عمر کی روایات میں یہ تصریح ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک رات کے اعتکاف کی نذر مانی تھی کیونکہ اس حدیث میں یہ مذکور ہے کہ حضرت عمر نے ایک دن کے اعتکاف کی نذر مانی تھی' پس اگر یہ روایت صحیح ہے تو اس روایت میں دن سے مراد وہ دن ہے جس کے ساتھ رات بھی شامل ہو اور جس حدیث میں رات کا ذکر ہے' اس سے مراد وہ رات ہے جس کے ساتھ اس رات کا دن بھی شامل ہو' تاکہ دونوں حدیثوں میں تعارض نہ رہے۔ (صحیح ابن حبان ج ۱۰ ص ۲۲۷-۲۲۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۱۴ھ)

٦ - بَابُ اِعْتِكَافِ النِّسَاءِ

عورتوں کا اعتکاف کرنا

۲۰۳۳ - حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالنعمان نے حدیث

زَيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنْ عَمْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْتَكِفُ فِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ، فَكُنْتُ اَضْرِبُ لَهٗ خِبَاءً فَيُصَلِّي الصُّبْحَ ثُمَّ يَدْخُلُهٗ، فَاسْتَاْذَنَتْ حَفْصَةُ عَائِشَةَ اَنْ تَضْرِبَ خِبَاءً فَاَذِنَتْ لَهَا، فَضَرَبَتْ خِبَاءً، فَلَمَّا رَاَتْهُ زَيْنَبُ ابْنَةُ جَحْشٍ ضَرَبَتْ خِبَاءً اٰخَرَ، فَلَمَّا اَصْبَحَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاَى الْاَخْبِيَةَ، فَقَالَ مَا هٰذَا؟ فَاُخْبِرَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اٰلْبِرَّ تُرَوْنَ بِهِنَّ؟ فَتَرَكَ الْاِعْتِكَافَ ذٰلِكَ الشَّهْرَ، ثُمَّ اعْتَكَفَ عَشْرًا مِّنْ شَوَّالٍ.

بیان کی اُنہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی اُنہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از عمرہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے مہینہ کے آخری عشرہ میں اعتکاف کرتے تھے پس میں آپ کے لیے (مسجد میں) خیمہ لگا دیتی سو آپ صبح کی نماز پڑھ کر اس خیمہ میں داخل ہوتے پھر حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عائشہ سے اپنے لیے خیمہ لگانے کی اجازت مانگی۔ حضرت عائشہ نے ان کو اجازت دے دی تو انہوں نے خیمہ لگا لیا پھر جب حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نے اس خیمہ کو دیکھا تو انہوں نے بھی ایک خیمہ لگا لیا جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کو یہ خیمے دیکھے تو پوچھا یہ کیا ہیں؟ تو آپ کو بتایا گیا' آپ نے فرمایا: کیا تمہاری رائے میں ان خیموں کو نیکی کے ارادہ کی وجہ سے لگایا گیا ہے! پھر آپ نے اس مہینہ اعتکاف کو ترک کر دیا' پھر شوال میں دس دن اعتکاف کیا۔

(صحیح مسلم: ۱۱۷۳' الرقم المسلسل: ۲۶۷۴' سنن ابوداؤد: ۲۴۶۴' سنن ترمذی: ۷۹۱' سنن نسائی: ۷۰۵' سنن ابن ماجہ: ۱۷۷۱' سنن بیہقی ج ۴ ص ۳۱۵' شرح السنۃ: ۱۸۳۳' صحیح ابن خزیمہ: ۲۲۲۴' صحیح ابن حبان: ۳۶۶۷' مسند ابویعلیٰ: ۴۵۰۶' مسند احمد ج ۶ ص ۸۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۴۵۴۴۔ ج ۴۱ ص ۹۳۔ ۹۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ حضرت حفصہ اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں اعتکاف کے لیے خیمہ لگایا۔

مسجد میں خواتین کے اعتکاف کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

عورتوں کے اعتکاف کرنے میں فقہاء کا اختلاف ہے' امام مالک نے کہا ہے کہ عورت جماعت والی مسجد میں اعتکاف کرے اور مجھے یہ پسند نہیں ہے کہ وہ اپنے گھر میں بنائی ہوئی نماز کی جگہ پر اعتکاف کرے۔

امام شافعی نے کہا ہے کہ عورت' غلام اور مسافر جہاں چاہیں اعتکاف کریں کیونکہ ان پر جمعہ فرض نہیں ہے۔

فقہاء احناف نے کہا ہے کہ عورت اپنے گھر میں بنائی ہوئی نماز کی جگہ پر اعتکاف کرے اور جماعت والی مسجد میں اعتکاف نہ کرے' یہ مکروہ ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج جب مسجد میں اعتکاف کرنے لگیں تو آپ نے اپنا اعتکاف توڑ دیا اور یہ آپ کا ان پر ناپسندیدگی کا اظہار تھا' نیز حدیث میں ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عورت کا گھر میں نماز پڑھنا اس کے حجرہ میں نماز پڑھنے سے افضل ہے' اور اس کا کوٹھڑی میں نماز پڑھنا' اس کے گھر میں نماز پڑھنے سے افضل ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۵۷۰' سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۳۱' المستدرک ج ۱ ص ۲۰۶' مشکوٰۃ: ۱۰۶۳' الترغیب والترہیب ج ۱ ص ۲۲۷' کنز العمال: ۴۵۱۸۸' مجمع الزوائد ج ۲ ص ۳۴)

پس جب عورت کو فرض نماز مسجد میں پڑھنے سے منع کیا گیا ہے تو اعتکاف جو نفلی عبادت ہے وہ بہ طریق اولیٰ ممنوع ہے اور جب مردوں کی نماز مسجد میں پڑھنا افضل ہے تو اس کا اعتکاف بھی مسجد میں کرنا افضل ہے۔

علامہ ابن القصار نے کہا ہے کہ امام مالک کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما کو مسجد میں اعتکاف کرنے کی اجازت دے دی تھی۔ (صحیح البخاری: ۲۰۴۵) پھر آپ کو خیال آیا کہ آپ اعتکاف نہ کریں۔ (صحیح البخاری: ۲۰۴۵) اور اگر مسجد عورتوں کے اعتکاف کی جگہ نہ ہوتی تو آپ ان کے لیے اعتکاف کو جائز نہ قرار دیتے' اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق یہ گمان نہ کیا جائے کہ آپ نے اپنا اعتکاف توڑ دیا تھا بلکہ آپ نے اپنے اعتکاف کو ان کی دل جوئی کے لیے مؤخر کر دیا تھا تا کہ آپ کو ان کے بغیر اعتکاف نہ حاصل ہو اور آپ نے یہ اس لیے کیا تھا کہ آپ اپنی مسجد میں مردوں کے ساتھ تھے اور لوگ آپ سے ملنے کے لیے آتے رہتے تھے اور یہ اس طرح ہے جس طرح عورتوں کے لیے مستحب یہ ہے کہ وہ خالی اوقات میں طواف کریں اور جس طرح نو جوان عورتوں کے لیے جمعہ اور عید کے لیے نکلنا مکروہ ہے کیونکہ جب عورتیں جمعہ پڑھنے کا ارادہ کریں گی تو وہ مردوں کے ساتھ جمعہ پڑھیں گی۔

علامہ ابن المنذر نے کہا کہ اس حدیث میں عورتوں کے اعتکاف کی اباحت کا ثبوت ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ کو اس کی اجازت دی ہے۔

اور اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جب عورت اعتکاف کا ارادہ کرے تو وہ اپنے خاوند کی اجازت کے بغیر اعتکاف نہ کرے اور اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ عورتوں کے لیے افضل اور اعلیٰ یہ ہے کہ وہ اپنے گھروں میں لازم رہیں' اور اعتکاف کے جائز ہونے کے باوجود اس کو ترک کر دیں کیونکہ آپ کا اپنی ازواج کو اعتکاف سے مسترد کرنا اور منع کرنا اس پر دلالت کرتا ہے کہ عورتوں کا اپنے گھروں میں رہنا مسجد میں اعتکاف کرنے سے افضل ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۱۴۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

مسجد میں خواتین کے اعتکاف کے عدم جواز پر دلائل

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن قصار کا صحیح البخاری: ۲۰۴۵ سے اور زیر بحث حدیث سے عورتوں کے لیے مسجد میں اعتکاف کے جواز پر استدلال کرنا صحیح نہیں ہے۔ بہتر ہو گا کہ ہم حدیث: ۲۰۴۵ کا بھی یہاں ذکر کر دیں تا کہ حقیقت حال واضح ہو جائے' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ذکر کیا کہ آپ رمضان کے مہینہ کے آخری عشرہ میں اعتکاف کریں گے تو حضرت عائشہ نے آپ سے اعتکاف کرنے کی اجازت طلب کی اور حضرت حفصہ نے حضرت عائشہ سے اجازت طلب کی تو حضرت عائشہ نے ان کو اجازت دے دی' پھر جب حضرت زینب بنت جحش نے یہ دیکھا تو انہوں نے بھی اپنے لیے خیمہ لگانے کا حکم دیا' سو ان کے لیے بھی خیمہ لگا دیا گیا' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پڑھنے کے بعد ان خیموں کو دیکھا' آپ نے پوچھا: یہ کیا ہیں؟ تو صحابہ نے کہا: یہ حضرت عائشہ' حضرت حفصہ اور حضرت زینب کے خیمے ہیں' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا ان خیموں سے کسی نیکی (یا اطاعت) کا ارادہ کیا گیا ہے! میں اب اعتکاف نہیں کرتا' پس آپ واپس چلے گئے' پس جب عید الفطر ہو چکی تو آپ نے شوال میں دس دن اعتکاف کیا۔ (صحیح البخاری: ۲۰۴۵)

ان دونوں حدیثوں کو بہ غور پڑھنے سے واضح ہو جاتا ہے کہ عورتوں کا مسجد میں اعتکاف کرنا جائز نہیں ہے' اگر عورتوں کا مسجد میں اعتکاف کرنا جائز ہوتا تو جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رمضان کے بعد شوال میں دس دن اعتکاف کیا تو ازواج مطہرات بھی بعد میں دس دن اعتکاف کرتیں' نیز علامہ ابن المنذر کا یہ کہنا بھی صحیح نہیں ہے کہ آپ نے حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ کو اعتکاف کی اجازت دی تھی' آپ نے صرف حضرت عائشہ کو اجازت دی تھی اور حضرت حفصہ نے آپ سے اجازت نہیں لی تھی بلکہ حضرت عائشہ

سے اجازت لی تھی۔

علامہ ابن قصار' علامہ ابن المنذر اور علامہ ابن بطال کا اس حدیث سے یہ ثابت کرنا صحیح نہیں ہے کہ عورتوں کا مسجد میں اعتکاف کرنا خلافِ افضل ہے بلکہ عورتوں کا مسجد میں اعتکاف کرنا جائز نہیں ہے اور حرام ہے' اس کی دلیل یہ ہے:

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواجِ مطہرات کے اعتکاف کے خیمے دیکھ کر فرمایا: کیا انہوں نے کسی نیکی کا ارادہ کیا ہے! اس قول میں آپ نے ان کے اعتکاف کرنے پر اجازت دینے کے بعد انکار کیا ہے' کیونکہ آپ کو یہ خطرہ تھا کہ ان کا یہ عمل خالص اعتکاف کے لیے نہیں ہے بلکہ ان کا یہ عمل ایک دوسرے پر غیرت کی وجہ سے ہے اور آپ کا قرب حاصل کرنے کی حرص کے لیے ہے' یا آپ کو یہ ناگوار ہوا کہ آپ کی ازواج مسجد میں لازم رہیں اور اس میں اجنبی مرد بھی ہوں اور اجنبی مردوں کی موجودگی میں ان کو اپنی ضروریات کی وجہ سے مسجد سے باہر بھی جانا پڑے' اور مسجد میں منافقین' دیہاتی اور آپ سے ملنے کے لیے وفود بھی آتے رہتے تھے' یا یہ وجہ تھی کہ جب آپ نے مسجد میں ازواجِ مطہرات کو دیکھا تو آپ کے نزدیک یہ گھر کا سا ماحول ہو گیا اور اس میں صورتِ اعتکاف نہ رہی اور آپ کو یہ لگا جیسے آپ اپنے ہی گھر میں ہوں یا پھر یہ وجہ تھی کہ ان خیموں کی وجہ سے مسجد تنگ ہو گئی تھی اور ازواج سے جو مقصود تھا کہ ازواج اور دنیا کی چیزوں سے تخلیہ ہو' وہ نہ رہا' اس لیے آپ نے اعتکاف کو ترک کر دیا۔ (اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۴ ص ۱۵۵' دار الوفاء)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا تھا کہ کیا انہوں نے کسی نیک کام کا ارادہ کیا ہے' اس میں یہ دلیل ہے کہ خواتین کے لیے مسجد میں اعتکاف کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ خواتین کا مسجد میں اعتکاف کرنا نیکی اور طاعت نہیں ہے اور غیر طاعت حرام ہے اور اس سے معلوم ہوا کہ مسجد میں خواتین کا اعتکاف کرنا جائز نہیں ہے اور اس حدیث سے غیرت کی نحوست معلوم ہوئی کیونکہ غیرت حسد سے پیدا ہوتی ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی مصلحت کی وجہ سے افضل کام کو ترک کرنا جائز ہے' جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اعتکاف کو ترک کر دیا تھا۔ بعض روایات میں ہے کہ آپ نے شوال کے ابتدائی دس دنوں میں اعتکاف کیا تھا اور بعض روایات میں ہے کہ آپ نے آخر شوال میں اعتکاف کیا تھا' ان میں مطابقت اس طرح ہے کہ آپ کے اعتکاف کا اختتام آخر شوال میں ہوا تھا۔

اعتکاف کی ابتداء کا وقت

اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ صبح کی نماز پڑھ کر اس خیمہ میں داخل ہوتے۔

اس حدیث سے اوزاعی اور لیث نے یہ استدلال کیا ہے کہ صبح کی نماز کے بعد اعتکاف کرنا چاہیے اور ائمہ اربعہ کا مختار یہ ہے کہ جب دس دن یا ایک مہینہ کا اعتکاف کرنا ہو تو مغرب سے تھوڑی دیر پہلے اعتکاف کی جگہ میں جانا چاہیے اور اس حدیث کی انہوں نے یہ تاویل کی ہے کہ آپ اعتکاف کی جگہ میں گئے تھے' پھر صبح کی نماز کے بعد آپ نے اعتکاف کا ارادہ ترک کر دیا کیونکہ اعتکاف کی ابتداء کا وقت رات کا اول وقت ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۲۱۲-۲۱۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

۷ - بَابُ الْاَخْبِيَةِ فِي الْمَسْجِدِ

مسجد میں خیمے لگانا

۲۰۳۴ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از یحییٰ بن سعید از عمرہ بنت عبدالرحمان از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرَادَ اَنْ يَّعْتَكِفَ، فَلَمَّا انْصَرَفَ اِلَى الْمَكَانِ الَّذِيْ اَرَادَ اَنْ يَّعْتَكِفَ، اِذَا اَخْبِيَةٌ خِبَاءُ عَائِشَةَ، وَخِبَاءُ حَفْصَةَ، وَخِبَاءُ زَيْنَبَ، فَقَالَ اَلْبِرَّ تَقُوْلُوْنَ بِهِنَّ؟ ثُمَّ انْصَرَفَ فَلَمْ يَعْتَكِفْ، حَتّٰى اِعْتَكَفَ عَشْرًا مِّنْ شَوَّالٍ.

نے اعتکاف کا ارادہ کیا' جب آپ اس جگہ واپس آئے جہاں آپ نے اعتکاف کا ارادہ کیا تھا تو آپ نے دیکھا وہاں پر خیمے لگے ہوئے ہیں' وہاں پر حضرت عائشہ کا خیمہ تھا اور حضرت حفصہ کا خیمہ تھا اور حضرت زینب کا خیمہ تھا' آپ نے فرمایا: کیا تم یہ کہتے ہو کہ انہوں نے نیک کام کی نیت سے ایسا کیا ہے! پھر آپ واپس چلے گئے اور آپ نے اعتکاف نہیں کیا حتیٰ کہ شوال کے دس دنوں میں آپ نے اعتکاف کیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۰۲۶' اور ۲۰۳۳ میں گزر چکی ہے۔

٨ - بَابٌ هَلْ يَخْرُجُ الْمُعْتَكِفُ لِحَوَائِجِهٖ اِلٰى بَابِ الْمَسْجِدِ

کیا معتکف اپنی ضروریات پوری کرنے کے لیے مسجد کے دروازہ تک آ سکتا ہے؟

۲۰۳۵ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ صَفِيَّةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخْبَرَتْهُ اَنَّهَا جَاءَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَزُوْرُهٗ فِيْ اِعْتِكَافِهٖ فِي الْمَسْجِدِ، فِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْ رَّمَضَانَ، فَتَحَدَّثَتْ عِنْدَهٗ سَاعَةً ثُمَّ قَامَتْ تَنْقَلِبُ، فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَهَا يَقْلِبُهَا. حَتّٰى اِذَا بَلَغَتْ بَابَ الْمَسْجِدِ عِنْدَ بَابِ اُمِّ سَلَمَةَ، مَرَّ رَجُلَانِ مِنَ الْاَنْصَارِ، فَسَلَّمَا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ لَهُمَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى رِسْلِكُمَا، اِنَّمَا هِيَ صَفِيَّةُ بِنْتُ حُيَيٍّ. فَقَالَا سُبْحَانَ اللّٰهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، وَكَبُرَ عَلَيْهِمَا، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الشَّيْطَانَ يَبْلُغُ مِنَ الْاِنْسَانِ مَبْلَغَ الدَّمِ، وَاِنِّيْ خَشِيْتُ اَنْ يَّقْذِفَ فِيْ قُلُوْبِكُمَا شَيْئًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از زہری' انہوں نے کہا: ہمیں حضرت علی بن الحسین رضی اللہ عنہما نے خبر دی' وہ بیان کرتے ہیں کہ ان کو حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی کہ وہ رمضان کے آخری عشرہ کے ایام میں مسجد نبوی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعتکاف کی جگہ میں آپ سے ملاقات کے لیے آئیں' پھر آپ کے پاس کچھ دیر باتیں کرتی رہیں' پھر واپس جانے کے لیے کھڑی ہو گئیں' نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ جانے کے لیے کھڑے ہوئے حتیٰ کہ جب وہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے دروازہ کے قریب مسجد کے دروازے کے پاس پہنچیں تو انصار کے دو مرد گزرے' پس انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم وہیں ٹھہرو' یہ صرف صفیہ بنت حیی ہیں! تو ان دونوں نے کہا: سبحان اللہ! یارسول اللہ! اور ان کو یہ وضاحت بہت سخت لگی' تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک شیطان انسان کے خون کی جگہ میں پہنچ جاتا ہے اور مجھ کو یہ خوف ہوا کہ وہ تمہارے دلوں میں کوئی چیز ڈال دے گا۔

[اطراف الحدیث: ۲۰۳۸-۲۰۳۹-۳۱۰۱-۳۲۸۱-۶۲۱۹-۷۱۷۱][صحیح مسلم: ۲۱۷۵' الرقم المسلسل: ۵۵۷۲' سنن ابوداؤد: ۴۹۹۴-۲۴۷۱-۲۴۷۰' سنن ابن ماجہ: ۱۷۷۹' سنن دارمی: ۱۷۸۷' صحیح ابن خزیمہ: ۲۲۳۴-۲۲۳۳' مصنف عبدالرزاق: ۸۰۶۵' سنن کبریٰ: ۳۳۵۷' الاحاد والمثانی: ۳۱۱۱' شرح مشکل الآثار: ۱۰۷' صحیح ابن حبان: ۳۶۷۱' المعجم الکبیر: ۱۸۹- ج ۲۴' حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۱۴۵' شعب الایمان: ۶۸۰۰' مسند احمد ج ۶ ص ۳۳۷ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۶۸۶۳- ج ۴۴ ص ۳۳۳-۳۳۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابوالیمان الحکم بن نافع الحمصی (۲) شعیب بن ابی حمزہ الحمصی (۳) محمد بن مسلم الزہری (۴) علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب القرشی الہاشمی ابوالحسین المدنی زین العابدین' یہ ۲۳ھ میں پیدا ہوئے تھے' جس دن ان کے والد رضی اللہ عنہ شہید ہوئے یہ ان کے ساتھ تھے اور یہ ۹۲ھ میں مدینہ منورہ میں فوت ہوئے تھے (۵) حضرت صفیہ بنت حیی' ام المؤمنین رضی اللہ عنہا' ان کے والد خیبر کے رئیس تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۲۱۴)

اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے ساتھ جانے کے لیے کھڑے ہوئے' یعنی حضرت صفیہ کو چھوڑنے کے لیے اپنی اعتکاف کی جگہ سے مسجد کے دروازہ پر آئے۔

حدیث میں مذکور انصار کے دو آدمیوں کا بیان

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں انصار کے دو آدمیوں کا ذکر ہے' یہ حضرت اُسید بن حُضیر اور حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہما تھے۔

جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ صفیہ بنت حیی ہیں' تو انہوں نے کہا: سبحان اللہ! یعنی ان کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس وضاحت سے تعجب ہوا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو نامناسب چیزوں کی تہمت سے منزہ رکھا ہے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے: مجھے یہ خوف ہوا کہ وہ تمہارے دلوں میں کوئی چیز ڈال دے گا۔

صحیح مسلم' سنن ابوداؤد اور مسند احمد میں مذکور ہے کہ مجھے یہ خوف ہوا کہ وہ تمہارے دلوں میں شر ڈال دے گا' امام شافعی نے کہا: اس کا معنی یہ ہے کہ آپ نے ان کے اوپر کفر کا خوف کیا' اگر وہ آپ کے متعلق کوئی بدگمانی کرتے' پھر آپ نے ان کی خیر خواہی کے لیے فوراً ان کو اطلاع دی' اس سے پہلے کہ شیطان ان کے دل میں کوئی ایسی بات ڈال دے جس سے وہ ہلاک ہو جائیں۔

صحیح بخاری کی حدیث مذکور کا منکر اور ضعیف ہونا اور حافظ ابن حجر اور علامہ عینی کا مناقشہ

تلویح میں مذکور ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے متعلق بدگمانی کرنا بالاجماع کفر ہے' اسی وجہ سے امام بزار نے جب حضرت صفیہ کی اس حدیث کی روایت کی تو کہا: یہ احادیث مناکیر ہیں کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے بزرگ و برتر اور پاک ہیں کہ کوئی شخص آپ کے متعلق بدگمانی کرے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق کوئی کافر یا منافق ہی بدگمانی کر سکتا ہے۔

حافظ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۵ھ نے امام بزار کی اس عبارت پر یہ اعتراض کیا ہے:

یہ حدیث متعدد طرق سے مروی ہے اور امام بزار نے اس حدیث پر اعتراض کر کے کوئی نیک کام نہیں کیا۔

(فتح الباری ج ۳ ص ۵۲۷' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی حافظ ابن حجر کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ امام بزار نے نیک کام کیوں نہیں کیا! انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے مدافعت کی ہے کہ آپ اس سے پاک ہیں کہ کوئی مؤمن آپ کے متعلق بدگمانی کرے اور جو شخص بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دفاع کرے' اس کے متعلق یہ کہنا کہ اس نے کوئی نیکی نہیں کی بجائے خود نیکی نہیں ہے بلکہ بدی اور برائی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۲۱۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

نیز علامہ عینی لکھتے ہیں:

اگر یہ کہا جائے کہ ان احادیث کو ثقہ راویوں نے روایت کیا ہے اور اہل علم نے ان کو ذکر کیا ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ ہم

ان احادیث کے منکر ہونے کی جو وجہ بیان کی ہے کہ کوئی مؤمن آپ کے متعلق بدگمانی نہیں کر سکتا یہ بالکل واضح ہے اور ہر مسلمان پر واجب ہے کہ وہ ان احادیث کو منکر مانے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دفاع کرے اور ہر چند کہ ان احادیث کے راوی ثقات ہیں لیکن وہ خطاء و نسیان اور غلطی کرنے سے معصوم نہیں ہیں۔

ابوالشیخ نے اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد یہ لکھا ہے کہ یہ حدیث غیر محفوظ ہے (یعنی شاذ ہے اور صحیح نہیں ہے)۔

شیطان کس طرح آدمی کو بہکاتا ہے اور اس کو انسان پر تسلط نہیں ہے

اس حدیث میں یہ مذکور ہے کہ شیطان انسان کے خون کے گردش کرنے کی جگہوں میں گردش کرتا ہے۔ اس بارے میں ایک قول یہ ہے کہ یہ ارشاد اپنے ظاہر پر محمول ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے شیطان کو یہ قوت دی ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس ارشاد میں استعارہ ہے کیونکہ شیطان کے بہت مددگار ہیں اور شیطان انسان سے اس طرح جدا نہیں ہوتا جس طرح خون انسان سے جدا نہیں ہوتا اور ایک قول یہ ہے کہ شیطان انسان کے لطیف مسامات میں وسوسہ ڈالتا ہے اور وہ وسوسے اس کے دل میں (یعنی دماغ میں) پہنچ جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

قَالَ فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِىْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ ۝ (الاعراف: ۱۷-۱۶)

(شیطان نے کہا:) قسم اس بات کی کہ تو نے مجھے گم راہ کیا ہے تو میں بھی تیری صراطِ مستقیم پر ضرور لوگوں کی گھات میں بیٹھا رہوں گا ۝ پھر میں لوگوں (کو بہکانے کے لیے ضرور ان کے) سامنے سے اور ان کے پیچھے سے اور ان کے دائیں اور بائیں سے آؤں گا اور تو اکثر لوگوں کو شکر گزار نہیں پائے گا ۝

اس آیت میں بتایا ہے کہ شیطان کس طرح لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتا ہے اور شیطان کا لوگوں پر تسلط نہیں ہے وہ صرف ان کے دلوں میں وسوسے ڈالتا ہے اس آیت میں شیطان کے اوپر سے آنے کا ذکر نہیں فرمایا کیونکہ اوپر سے اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہوتی ہے شیطان کو لوگوں کے اوپر غلبہ اور تسلط نہیں ہے اس کا ذکر اس آیت میں ہے:

وَقَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا قُضِيَ الْاَمْرُ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ ؕ وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّآ اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ ۚ فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ وَلُوْمُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ مَآ اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ ؕ اِنِّيْ كَفَرْتُ بِمَآ اَشْرَكْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ ؕ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ (ابراہیم: ۲۲)

اور جب حشر کی کارروائی پوری ہوگئی تو شیطان نے کہا: بے شک اللہ نے تم سے جو وعدہ کیا تھا وہ برحق وعدہ تھا اور میں نے تم سے جو وعدہ کیا تھا سو میں نے اس کے خلاف کیا اور میرا تم پر کوئی غلبہ نہیں تھا سوا اس کے کہ میں نے تم کو (گناہ کی) دعوت دی پس تم نے میری دعوت قبول کر لی سو تم مجھ کو ملامت نہ کرو اور اپنے آپ کو ملامت کرو نہ میں تمہاری فریاد رسی کرنے والا ہوں اور نہ تم میری فریاد رسی کرنے والے ہو تم نے مجھے جو (اللہ کا) شریک بنایا تھا میں پہلے ہی اس کا انکار کر چکا ہوں بے شک ظالموں کے لیے درد ناک عذاب ہے ۝

معتکف کے لیے حالت اعتکاف میں جو کام کرنا مباح ہیں

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ معتکف مباح کام کر سکتا ہے جو اس سے ملاقات کے لیے آئے اس سے باتیں کر سکتا ہے اس کو رخصت

کرنے کے لیے مسجد کے دروازہ تک جا سکتا ہے' قرآن اور حدیث پڑھ سکتا ہے' علم اور درس دے سکتا ہے اور دین کی باتیں لکھ سکتا ہے اور علم دین کی باتیں سن سکتا ہے۔ معتکف کے لیے خریدنا اور فروخت کرنا بھی جائز ہے جب کہ مسجد میں فروخت کرنے والی چیز نہ لائے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ معتکف تنہائی میں اپنی بیوی سے بات کر سکتا ہے۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بیوی معتکف سے ملاقات کے لیے مسجد میں آ سکتی ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دو آدمیوں کو بتایا کہ یہ میری بیوی ہے' اس میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت پر شفقت کا بیان ہے کہ آپ ان کے ایمان کی حفاظت کرتے تھے۔

اس میں یہ دلیل بھی ہے کہ انسان کو بدگمانی کے مواقع میں مبتلا ہونے سے احتراز کرنا چاہیے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب حضرت صفیہ کو رخصت کرنے مسجد کے دروازہ پر آئے تو ان دو انصاریوں نے آپ کو سلام کیا' اس میں یہ دلیل ہے کہ کسی شخص کو اس وقت بھی سلام کرنا جائز ہے' جب اس کے ساتھ اس کی بیوی ہو۔

(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۲۱۷۔۲۱۵ ملخصاً و مرتباً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۹ - بَابُ الْاِعْتِكَافِ، وَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَبِيحَةَ عِشْرِينَ

اعتکاف کرنا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بیسویں (رات) کی صبح کو اعتکاف سے نکلنا

۲۰۳۶ - حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُنِيرٍ قَالَ سَمِعَ هَارُونَ بْنَ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْمُبَارَكِ قَالَ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا سَلَمَةَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، قُلْتُ هَلْ سَمِعْتَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُ لَيْلَةَ الْقَدْرِ؟ قَالَ نَعَمْ، اعْتَكَفْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَشْرَ الْأَوْسَطَ مِنْ رَمَضَانَ، قَالَ فَخَرَجْنَا صَبِيحَةَ عِشْرِينَ، قَالَ فَخَطَبَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَبِيحَةَ عِشْرِينَ فَقَالَ إِنِّي أُرِيتُ لَيْلَةَ الْقَدْرِ، وَإِنِّي نُسِّيتُهَا، فَالْتَمِسُوهَا فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ فِي وِتْرٍ، فَإِنِّي رَأَيْتُ أَنْ أَسْجُدُ فِي مَاءٍ وَطِينٍ، وَمَنْ كَانَ اعْتَكَفَ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلْيَرْجِعْ. فَرَجَعَ النَّاسُ إِلَى الْمَسْجِدِ، وَمَا نَرَى فِي السَّمَاءِ قَزَعَةً، قَالَ فَجَاءَتْ سَحَابَةٌ فَمَطَرَتْ، وَأُقِيمَتِ الصَّلٰوةُ، فَسَجَدَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الطِّينِ وَالْمَاءِ، حَتّٰى رَأَيْتُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبداللہ بن منیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ انہوں نے ہارون بن اسماعیل سے سنا' انہوں نے کہا: ہمیں علی بن المبارک نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے یحییٰ بن ابی کثیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے ابوسلمہ بن عبدالرحمان سے سنا' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے سوال کیا' میں نے پوچھا: کیا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لیلۃ القدر کا ذکر سنا ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رمضان کے مہینہ کے درمیانی عشرہ میں اعتکاف کیا' پس ہم بیسویں رات کی صبح کو اعتکاف سے نکل آئے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیسویں رات کی صبح کو ہم سے خطاب کیا' پس آپ نے فرمایا: مجھے شب قدر دکھائی گئی اور بے شک میں اس کو بھول گیا' پس تم اس کو رمضان کے مہینہ کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو پس بے شک میں نے دیکھا کہ میں پانی اور مٹی میں سجدہ کر رہا ہوں اور جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اعتکاف کیا ہے وہ واپس جائے' پس لوگ مسجد کی طرف لوٹ گئے اور ہم آسمان میں بادل کا کوئی ٹکڑا نہیں دیکھ رہے تھے' حضرت ابوسعید نے کہا: پس (اچانک) بادل آئے اور برسے

الطِّيْنَ فِي أَرْنَبَتِهِ وَجَبْهَتِهِ.

اور نماز قائم کی گئی' پھر رسول اللہ ﷺ نے مٹی اور پانی میں سجدہ کیا حتیٰ کہ میں نے آپ کی ناک اور پیشانی پر مٹی کا نشان دیکھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۶۶۹' اور ۲۰۳۶ میں گزر چکی ہے۔

۱۰ - بَابُ إِعْتِكَافِ الْمُسْتَحَاضَةِ

مستحاضہ کا اعتکاف کرنا

۲۰۳۷ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ، عَنْ خَالِدٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتِ اعْتَكَفَتْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ امْرَأَةٌ مِّنْ أَزْوَاجِهِ مُسْتَحَاضَةٌ، فَكَانَتْ تَرَى الْحُمْرَةَ وَالصُّفْرَةَ، فَرُبَّمَا وَضَعْنَا الطَّسْتَ تَحْتَهَا وَهِيَ تُصَلِّيْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی از خالد از عکرمہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ آپ کی ازواج میں سے ایک خاتون نے اس حالت میں اعتکاف کیا کہ وہ مستحاضہ تھیں' پس وہ سرخ اور زرد رنگ دیکھتی تھیں' پس بعض اوقات ہم ان کے نیچے طشت رکھ دیتے تھے اور وہ نماز پڑھ رہی ہوتی تھیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۰۹ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں آپ کی جس زوجہ کا ذکر ہے' وہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا تھیں' یہ پہلے کا واقعہ ہے' جب آپ نے ازواجِ مطہرات کو مسجد میں اعتکاف سے منع نہیں کیا تھا۔

۱۱ - بَابُ زِيَارَةِ الْمَرْأَةِ زَوْجَهَا فِيْ إِعْتِكَافِهِ

بیوی کا اپنے خاوند سے اعتکاف میں ملاقات کرنا

۲۰۳۸ - حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عُفَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ خَالِدٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ صَفِيَّةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرَتْهُ. (ح) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ، وَعِنْدَهُ أَزْوَاجُهُ فَرُحْنَ، فَقَالَ لِصَفِيَّةَ بِنْتِ حُيَيٍّ لَا تَعْجَلِيْ حَتّٰى أَنْصَرِفَ مَعَكِ. وَكَانَ بَيْتُهَا فِيْ دَارِ أُسَامَةَ، فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَهَا، فَلَقِيَهُ رَجُلَانِ مِنَ الْأَنْصَارِ، فَنَظَرَا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ أَجَازَا، وَقَالَ لَهُمَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعَالَيَا، إِنَّهَا صَفِيَّةُ بِنْتُ حُيَيٍّ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن عفیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے لیث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرحمٰن بن خالد نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از حضرت علی بن الحسین رضی اللہ عنہما کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی ﷺ نے ان کو بتایا۔ (ح) ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از زہری از حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ مسجد میں (معتکف) تھے اور آپ کے پاس آپ کی ازواج بیٹھی ہوئی تھیں' پھر وہ جانے لگیں تو آپ نے حضرت صفیہ بنت حیی سے فرمایا: تم جلدی نہ کرو حتیٰ کہ میں تمہیں (رخصت کرنے) چلتا ہوں' اور ان کا حجرہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی حویلی میں تھا' پھر نبی ﷺ' حضرت صفیہ کے ساتھ نکلے' پس آپ سے انصار کے دو آدمی ملے' انہوں نے نبی ﷺ کی طرف دیکھا' پھر

قَالَا سُبْحَانَ اللّٰهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ إِنَّ الشَّيْطَانَ يَجْرِیْ مِنَ الْإِنْسَانِ مَجْرَى الدَّمِ، وَإِنِّیْ خَشِيْتُ أَنْ يُّلْقِیَ فِیْ أَنْفُسِكُمَا شَيْئًا.

گزر گئے' نبی ﷺ نے ان سے فرمایا: تم دونوں یہاں آؤ' یہ صفیہ بنت حیی ہیں' ان دونوں نے کہا: سبحان اللہ! یارسول اللہ! آپ نے فرمایا: بے شک شیطان انسان کے خون کی گردش کی جگہ میں پہنچ جاتا ہے اور مجھے یہ خوف ہوا کہ وہ تمہارے دل میں کوئی چیز ڈال دے گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۰۳۵ میں گزر چکی ہے۔

۱۲ - بَابٌ هَلْ يَدْرَأُ الْمُعْتَكِفُ عَنْ نَّفْسِهٖ

کیا معتکف اپنے اوپر سے کسی بدگمانی کو دور کرسکتا ہے؟

۲۰۳۹ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ أَخْبَرَنِیْ أَخِیْ، عَنْ سُلَيْمَانَ، عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ أَبِیْ عَتِيْقٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَلِیِّ بْنِ الْحُسَيْنِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ صَفِيَّةَ أَخْبَرَتْهُ. قَالَتْ ح حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ سَمِعْتُ الزُّهْرِیَّ يُخْبِرُ عَنْ عَلِیِّ بْنِ الْحُسَيْنِ أَنَّ صَفِيَّةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا أَتَتِ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُعْتَكِفٌ، فَلَمَّا رَجَعَتْ مَشٰى مَعَهَا، فَأَبْصَرَهٗ رَجُلٌ مِّنَ الْأَنْصَارِ، فَلَمَّا أَبْصَرَهٗ دَعَاهُ، فَقَالَ تَعَالَ، هِیَ صَفِيَّةُ. وَرُبَّمَا قَالَ سُفْيَانُ هٰذِهٖ صَفِيَّةُ، فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَجْرِیْ مِنَ ابْنِ اٰدَمَ مَجْرَى الدَّمِ. قُلْتُ لِسُفْيَانَ أَتَتْهُ لَيْلًا؟ قَالَ وَهَلْ هُوَ إِلَّا لَيْلٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے بھائی نے خبر دی از سلیمان از محمد بن ابی عتیق از ابن شہاب از حضرت علی بن الحسین رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے ان کو بتایا۔ (ح) ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے زہری سے سنا' وہ خبر دیتے ہیں از حضرت علی بن الحسین رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نبی ﷺ کے پاس آئیں اور اس وقت آپ معتکف تھے' جب وہ لوٹنے لگیں تو آپ بھی ان کے ساتھ چلنے لگے' پس انصار کے ایک آدمی نے آپ کو دیکھا' جب اس نے آپ کی طرف دیکھا تو آپ نے فرمایا: ادھر آؤ' وہ صفیہ ہیں! اور کبھی سفیان نے یوں کہا: یہ صفیہ ہیں کیونکہ شیطان ابن آدم کے خون کی گردش کی جگہ میں پہنچ جاتا ہے' میں نے سفیان سے پوچھا: کیا حضرت صفیہ رات کو آئی تھیں؟ انہوں نے کہا: یہ رات ہی کا تو واقعہ تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۰۳۵ میں گزر چکی ہے۔

۱۳ - بَابٌ مَنْ خَرَجَ مِنَ اعْتِكَافِهٖ عِنْدَ الصُّبْحِ

جو صبح کے وقت اپنے اعتکاف کی جگہ سے نکلا

۲۰۴۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ الْأَحْوَلِ، خَالِ ابْنِ أَبِیْ نَجِيْحٍ، عَنْ أَبِیْ سَلَمَةَ، عَنْ أَبِیْ سَعِيْدٍ. ح. قَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد الرحمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ابن جریج از سلیمان الاحول جو ابن ابی نجیح کے ماموں ہیں از ابوسلمہ از

سُفْيَانُ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ. قَالَ وَأَظُنُّ أَنَّ ابْنَ أَبِي لَبِيدٍ حَدَّثَنَا، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اعْتَكَفْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَشْرَ الْأَوْسَطَ، فَلَمَّا كَانَ صَبِيحَةَ عِشْرِينَ، نَقَلْنَا مَتَاعَنَا، فَأَتَانَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ كَانَ اعْتَكَفَ فَلْيَرْجِعْ إِلٰى مُعْتَكَفِهِ، فَإِنِّي رَأَيْتُ هٰذِهِ اللَّيْلَةَ، وَرَأَيْتُنِي أَسْجُدُ فِي مَاءٍ وَطِينٍ. فَلَمَّا رَجَعَ إِلٰى مُعْتَكَفِهِ، وَهَاجَتِ السَّمَاءُ فَمُطِرْنَا، فَوَالَّذِي بَعَثَهُ بِالْحَقِّ، لَقَدْ هَاجَتِ السَّمَاءُ مِنْ اٰخِرِ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَكَانَ الْمَسْجِدُ عَرِيشًا، فَلَقَدْ رَأَيْتُ عَلٰى أَنْفِهِ وَأَرْنَبَتِهِ أَثَرَ الْمَاءِ وَالطِّينِ.

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ (ح) سفیان نے کہا: اور ہمیں محمد بن عمرو نے حدیث بیان کی از ابی سلمہ از حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ انہوں نے کہا: میرا گمان ہے کہ ابن ابی لبید نے ہمیں حدیث بیان کی از ابی سلمہ از حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رمضان کے درمیانی عشرہ میں اعتکاف کیا' پس جب بیسویں رات کی صبح ہوئی تو ہم نے مسجد سے اپنا سامان اٹھالیا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے پاس آئے اور فرمایا: جس نے اعتکاف کیا تھا' وہ اپنے اعتکاف کی جگہ پر واپس جائے کیونکہ میں نے آج کی رات خواب میں شب قدر کو دیکھا ہے اور میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں پانی اور مٹی میں سجدہ کر رہا ہوں' پس جب آپ اپنے اعتکاف کی جگہ پر واپس گئے تو اچانک آسمان پر بادل آ گئے اور ہم پر بارش ہوئی' پس اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے! اس دن کے آخری وقت میں بارش ہوئی تھی اور مسجد کھجور کی شاخوں کی بنی ہوئی تھی' پس میں نے آپ کی ناک اور پیشانی پر پانی اور مٹی کے نشان دیکھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۶۶۹' اور ۲۰۱۶ میں گزر چکی ہے۔

۱۴ - بَابُ الْاِعْتِكَافِ فِي شَوَّالٍ

شوال میں اعتکاف کرنا

۲۰۴۱ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلِ بْنِ غَزْوَانَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْتَكِفُ فِي كُلِّ رَمَضَانَ، وَإِذَا صَلَّى الْغَدَاةَ دَخَلَ مَكَانَهُ الَّذِي اعْتَكَفَ فِيهِ، قَالَ فَاسْتَأْذَنَتْهُ عَائِشَةُ أَنْ تَعْتَكِفَ فَأَذِنَ لَهَا، فَضَرَبَتْ فِيهِ قُبَّةً، فَسَمِعَتْ بِهَا حَفْصَةُ فَضَرَبَتْ قُبَّةً، وَسَمِعَتْ زَيْنَبُ بِهَا فَضَرَبَتْ قُبَّةً أُخْرٰى، فَلَمَّا انْصَرَفَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْغَدِ أَبْصَرَ أَرْبَعَ قِبَابٍ، فَقَالَ مَا هٰذَا؟ فَأُخْبِرَ خَبَرَهُنَّ، فَقَالَ مَا حَمَلَهُنَّ عَلٰى هٰذَا؟ آلْبِرُّ؟ اِنْزِعُوهَا فَلَا أَرَاهَا. فَنُزِعَتْ، فَلَمْ يَعْتَكِفْ فِي

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن فضیل بن غزوان نے خبر دی از یحییٰ بن سعید از عمرہ بنت عبدالرحمان از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر رمضان میں اعتکاف کرتے تھے اور جب صبح کی نماز پڑھتے تو اپنے اعتکاف کی جگہ میں داخل ہو جاتے' پس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ سے اعتکاف کی اجازت طلب کی' آپ نے ان کو اجازت دے دی' پس انہوں نے مسجد میں ایک خیمہ لگا لیا' پس حضرت حفصہ نے یہ سنا تو انہوں نے بھی ایک خیمہ لگا لیا' حضرت زینب نے یہ سنا تو انہوں نے بھی ایک اور خیمہ لگا لیا' پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صبح کی نماز پڑھ کر آئے تو آپ نے چار خیمے لگے ہوئے دیکھے' آپ نے پوچھا: یہ کیسے خیمے ہیں؟ تو آپ کو خبر دی گئی کہ ازواجِ مطہرات نے یہ خیمے لگائے ہیں' آپ نے

رَمَضَانَ حَتّٰی اِعْتَكَفَ فِیْ اٰخِرِ الْعَشْرِ مِنْ شَوَّالٍ.

فرمایا: ان کو اس چیز پر کس نے برانگیختہ کیا ہے؟ کیا یہ نیکی کا کام ہے! ان خیموں کو اکھاڑ دو، سو میں ان کو (دوبارہ) نہ دیکھوں! پھر ان خیموں کو اکھاڑ دیا گیا، پھر آپ نے اس رمضان میں اعتکاف نہیں کیا حتیٰ کہ شوال کے آخری عشرہ میں اعتکاف کیا۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۲۰۲۶ میں گزر چکی ہے۔

١٥ - بَابُ مَنْ لَّمْ يَرَ عَلَيْهِ صَوْمًا إِذَا اعْتَكَفَ

جس کے نزدیک اعتکاف میں روزہ ضروری نہیں ہے

٢٠٤٢ - حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ اَخِيْهِ، عَنْ سُلَيْمَانَ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ نَّافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّهُ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّیْ نَذَرْتُ فِی الْجَاهِلِيَّةِ اَنْ اَعْتَكِفَ لَيْلَةً فِی الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ؟ فَقَالَ لَهُ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْفِ نَذْرَكَ. فَاعْتَكَفَ لَيْلَةً.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن عبداللہ نے حدیث بیان کی از برادر خود از سلیمان از عبید اللہ بن عمر از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما از حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ انہوں نے کہا: یارسول اللہ! میں نے زمانہ جاہلیت میں یہ نذر مانی تھی کہ میں مسجد حرام میں پوری رات اعتکاف کروں گا، تو ان سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم اپنی نذر پوری کرو، تو انہوں نے پوری رات اعتکاف کیا۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۲۰۳۲ میں گزر چکی ہے۔

١٦ - بَابُ إِذَا نَذَرَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ اَنْ يَّعْتَكِفَ ثُمَّ اَسْلَمَ

جب کسی شخص نے زمانۂ جاہلیت میں اعتکاف کی نذر مانی، پھر وہ مسلمان ہو گیا

٢٠٤٣ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ اِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ، عَنْ نَّافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ نَذَرَ فِی الْجَاهِلِيَّةِ اَنْ يَّعْتَكِفَ فِی الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ، قَالَ اُرَاهُ قَالَ لَيْلَةً، قَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْفِ بِنَذْرِكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی از عبیداللہ از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے زمانۂ جاہلیت میں مسجد حرام میں اعتکاف کرنے کی نذر مانی۔ عبید نے کہا کہ میرا گمان ہے کہ انہوں نے پوری رات کا ذکر کیا تھا، ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم اپنی نذر پوری کرو۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۲۰۳۲ میں گزر چکی ہے۔

١٧ - بَابُ الْاِعْتِكَافِ فِی الْعَشْرِ الْاَوْسَطِ مِنْ رَّمَضَانَ

رمضان کے مہینہ کے درمیانی عشرہ میں اعتکاف کرنا

٢٠٤٤ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرٍ، عَنْ اَبِیْ حَصِيْنٍ، عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ، عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّى

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوبکر نے حدیث بیان کی از ابی حصین از ابی صالح از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں:

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَعْتَکِفُ فِیْ کُلِّ رَمَضَانَ عَشْرَۃَ اَیَّامٍ فَلَمَّا کَانَ الْعَامُ الَّذِیْ قُبِضَ فِیْہِ اِعْتَکَفَ عِشْرِیْنَ یَوْمًا. [طرف الحدیث:۴۹۹۸]

کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر رمضان میں دس دن اعتکاف کرتے تھے پس جس سال آپ کا وصال ہو گیا اس سال آپ نے بیس دن اعتکاف کیا۔

(سنن ابوداؤد:۲۴۶۶' سنن ابن ماجہ:۱۷۶۹' سنن بیہقی ج ۴ ص ۳۱۴ ۳۹۷' شرح السنۃ:۸۳۹' مسند ابویعلیٰ:۵۸۴۳' مسند احمد ج ۲ ص ۳۵۵ طبع قدیم' مسند احمد:۸۶۶۲۔ج ۱۴ ص ۲۹۹' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے کہ جس سال آپ کا وصال ہوا تھا' اس سال آپ نے بیس دن اعتکاف کیا تھا۔ اس کا معنی یہ ہے کہ دس دن آپ نے درمیانی عشرہ میں اعتکاف کیا اور دس دن آپ نے آخری عشرہ میں اعتکاف کیا' اور عنوان میں درمیانی عشرہ میں اعتکاف کا ذکر ہے۔

آخری رمضان میں بیس دن اعتکاف کرنے کی توجیہات

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

جس سال آپ کا وصال ہوا' اس سال آپ نے بیس دن اعتکاف کیا تھا' ہو سکتا ہے کہ اس کی وجہ یہ ہو کہ آپ کو یہ علم تھا کہ اس سال آپ کی وفات ہو جائے گی تو آپ نے یہ ارادہ کیا کہ اس سال آپ زیادہ نیک کام کریں تاکہ آپ کی امت کے لیے یہ نمونہ قائم ہو کہ وہ اپنی پوری زندگی نیکی کرتے رہیں تاکہ نیک اعمال کرتے ہوئے ان کی اپنے رب سے ملاقات ہو۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ اور حافظ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ نے اس عبارت میں ان وجوہ کا اضافہ کیا ہے:

حضرت جبریل علیہ السلام ہر سال آپ کے ساتھ ایک مرتبہ رمضان کے مہینہ میں قرآن مجید کا دور کرتے تھے اور جس سال آپ کا وصال ہوا' اس سال انہوں نے رمضان کے مہینہ میں دو مرتبہ قرآن مجید کا دور کیا' اس سبب سے آپ نے اس سال بیس دن اعتکاف کیا' حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہر سال نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک بار قرآن مجید پیش کیا جاتا تھا اور جس سال آپ کی روح کو قبض کیا گیا' اس سال دو مرتبہ آپ پر قرآن مجید پیش کیا گیا۔ (سنن ابن ماجہ:۱۷۶۹)

علامہ ابوبکر محمد بن عبداللہ ابن العربی متوفی ۵۴۳ھ لکھتے ہیں:

ہو سکتا ہے کہ اس سال نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان میں دس دن زیادہ اعتکاف اس لیے کیا ہو کہ ایک سال ازواجِ مطہرات نے اعتکاف کے لیے مسجد میں خیمے لگائے تھے تو آپ نے اس کو ناپسند کر کے اس سال رمضان میں اعتکاف نہیں کیا تھا اور اس کی جگہ شوال کے آخر میں دس دن اعتکاف کیا تھا تو اس آخری سال میں آپ نے یہ چاہا کہ ان دس دنوں کے اعتکاف کی قضاء رمضان میں ہی ہو جائے۔ (عارضۃ الاحوذی ج ۴ ص ۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

چوتھی وجہ یہ ہے کہ ایک سال آپ سفر کی وجہ سے اعتکاف نہیں کر سکے تھے تو اس کی تلافی کے لیے آپ نے اس آخری سال میں بیس دن کا اعتکاف کیا' حدیث میں ہے:

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف کرتے تھے' ایک سال آپ نے سفر کیا تھا تو اس کے اگلے سال آپ نے بیس دن اعتکاف کیا۔ (سنن ابن ماجہ:۱۷۷۰) (فتح الباری ج ۳ ص ۵۳۱' عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۲۲۳)

اعتکاف کا سنت مؤکدہ ہونا

نیز علامہ ابن بطال مالکی لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر رمضان میں اعتکاف کرتے تھے' اس میں یہ دلیل ہے کہ اعتکاف کرنا سنت مؤکدہ ہے' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر دوام فرمایا ہے' اس لیے مسلمانوں کو اعتکاف کرنے میں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء کرنی چاہیے' ابن شہاب زہری نے کہا ہے کہ مجھے مسلمانوں پر تعجب ہوتا ہے کہ انہوں نے اعتکاف کو ترک کر دیا حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب سے مدینہ میں داخل ہوئے' آپ نے اعتکاف کو ترک نہیں کیا اور آپ ہر سال رمضان کے مہینہ کے آخری عشرہ میں اعتکاف کرتے تھے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی روح قبض فرمالی۔

امام ابن المنذر نے عطاء خراسانی کا یہ قول روایت کیا ہے کہ معتکف کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے اپنے آپ کو اپنے رب کے سامنے گرا دیا' پھر کہا: اے میرے رب! میں یہاں سے اس وقت تک نہیں اٹھوں گا جب تک کہ تو میری مغفرت نہیں کر دے گا' اے میرے رب! میں یہاں سے اس وقت تک نہیں اٹھوں گا حتیٰ کہ تو مجھ پر رحم فرمائے۔

(شرح ابن بطال ج ۴ ص ۱۵۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

تاہم اعتکاف سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے' اگر ایک شہر کی کسی مسجد میں مسلمان اعتکاف کر لیں تو سب کی طرف سے یہ سنت ادا ہو جاتی ہے۔

١٨ - بَابُ مَنْ اَرَادَ اَنْ يَّعْتَكِفَ ثُمَّ بَدَا لَهٗ اَنْ يَّخْرُجَ

٢٠٤٥ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ اَبُو الْحَسَنِ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا الْاَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنِيْ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَتْنِيْ عَمْرَةُ بِنْتُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَ اَنْ يَّعْتَكِفَ الْعَشْرَ الْاَوَاخِرَ مِنْ رَّمَضَانَ' فَاسْتَاْذَنَتْهُ عَائِشَةُ فَاَذِنَ لَهَا' وَسَاَلَتْ حَفْصَةُ عَائِشَةَ اَنْ تَسْتَاْذِنَ لَهَا فَفَعَلَتْ' فَلَمَّا رَاَتْ ذٰلِكَ زَيْنَبُ ابْنَةُ جَحْشٍ اَمَرَتْ بِبِنَاءٍ فَبُنِيَ لَهَا' قَالَتْ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا صَلّٰى انْصَرَفَ اِلٰى بِنَائِهٖ' فَبَصُرَ بِالْاَبْنِيَةِ' فَقَالَ مَا هٰذَا؟ قَالُوْا بِنَاءُ عَائِشَةَ وَحَفْصَةَ وَزَيْنَبَ' فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اٰلْبِرَّ اَرَدْنَ بِهٰذَا؟ مَا اَنَا بِمُعْتَكِفٍ. فَرَجَعَ' فَلَمَّا اَفْطَرَ اِعْتَكَفَ عَشْرًا مِّنْ شَوَّالٍ.

جس نے اعتکاف کا ارادہ کیا' پھر اس نے اعتکاف کو ترک کرنے کا ارادہ کیا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن مقاتل ابو الحسن نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں اوزاعی نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عمرہ بنت عبد الرحمان نے حدیث بیان کی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر کیا کہ آپ رمضان کے مہینہ کے آخری عشرہ میں اعتکاف کریں گے' پس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ سے اعتکاف کرنے کی اجازت طلب کی' آپ نے ان کو اجازت دے دی' اور حضرت حفصہ نے حضرت عائشہ سے اس کی اجازت طلب کی تو حضرت عائشہ نے اس کی اجازت دے دی' پھر جب حضرت زینب بنت جحش نے یہ دیکھا تو انہوں نے بھی خیمہ لگانے کا حکم دیا' پس ان کا خیمہ لگا دیا گیا' حضرت عائشہ نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ کر اپنے اعتکاف کی جگہ لوٹے تو آپ نے ان خیموں کو دیکھا تو آپ نے پوچھا: یہ کیا ہیں؟ تو لوگوں نے بتایا کہ یہ حضرت عائشہ' حضرت حفصہ اور حضرت زینب رضی اللہ عنہن کے خیمے ہیں' آپ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا انہوں نے اس سے کسی نیکی کا ارادہ کیا ہے! میں اب اعتکاف نہیں کرتا! آپ واپس چلے گئے' پھر عید الفطر کے بعد آپ نے شوال کے دس دن اعتکاف کیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۰۲۶ میں گزر چکی ہے۔

۱۹ - بَابُ الْمُعْتَكِفُ يُدْخِلُ رَأْسَهُ الْبَيْتَ لِلْغَسْلِ

معتکف اپنے سر کو دھونے کے لیے گھر میں داخل کرے

٢٠٤٦ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّهَا كَانَتْ تُرَجِّلُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِيَ حَائِضٌ، وَهُوَ مُعْتَكِفٌ فِي الْمَسْجِدِ، وَهِيَ فِي حُجْرَتِهَا، يُنَاوِلُهَا رَاْسَهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از زہری از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کنگھی کرتی تھیں اور اس وقت وہ حائضہ تھیں اور آپ مسجد میں معتکف تھے اور حضرت عائشہ اپنے حجرہ میں تھیں اور آپ ان کے پاس اپنا سر داخل کر دیتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۹۵' اور ۲۰۲۸ میں گزر چکی ہے۔

''کتاب التراویح ولیلۃ القدر والاعتکاف'' کی تکمیل

الحمد للّٰہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علٰی سیّدنا محمد خاتم النبیّن سیّد المرسلین شفیع المذنبین وعلٰی آلہٖ واصحابہٖ وازواجہٖ اجمعین.

آج ۲۱ ذوالقعدہ ۱۴۲۸ھ بہ روز ہفتہ/ ۲ دسمبر ۲۰۰۷ء ''کتاب الاعتکاف'' مکمل ہوگئی۔ تراویح' لیلۃ القدر اور اعتکاف کے ابواب میں ۳۹' احادیث مرفوعہ ہیں' ان میں ۲ حدیثیں معلق ہیں' ان میں اور سابقہ روزوں کے ابواب میں ۳۰ حدیثیں مکرر ہیں اور ان میں خالص احادیث ۹ ہیں۔

اللہ العلمین! میری اس کاوش کو قبول فرما اور اپنے کرم سے اس کتاب کو مکمل فرما دے' اور میری' میرے والدین کی اور تمام قارئین کی مغفرت فرما دے' ہمیں دنیاوی مشکلات اور مصائب سے محفوظ اور مامون رکھ' قبر' حشر اور دوزخ کے عذاب سے سلامت رکھنا اور اپنے فضل وکرم اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت سے جنت الفردوس عطا فرمانا۔ آمین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمده ونصلی ونسلم علی رسوله الکریم

۳۴ - كِتَابُ الْبُيُوعِ

خرید وفروخت کا بیان

اس کتاب میں ''بیوع'' کے احکام بیان کیے گئے ہیں' امام بخاری جب عبادات سے متعلق احادیث کی روایت سے فارغ ہو گئے' جن سے آخرت کا اجر وثواب مقصود ہوتا ہے تو اب معاملات سے متعلق احادیث کی روایت کرنے میں شروع ہو گئے' جن سے دنیاوی اُمور کا حصول مقصود ہوتا ہے' عبادات سے متعلق احادیث کو ان کی اہمیت اور فضیلت کی وجہ سے مقدم رکھا' پھر اس کے بعد معاملات سے متعلق احادیث کو ان کی ضرورت کی وجہ سے روایت کیا' نکاح کی روایات کو مؤخر رکھا کیونکہ کھانا پینا اور اس کے لیے چیزوں کی خرید وفروخت شہوتِ نکاح پر مقدم ہے' جنایات اور مخاصمات کی روایات کو نکاح سے مؤخر رکھا کیونکہ پیٹ بھرنے اور عمل تزویج کے بعد لڑائیوں کا وقوع ہوتا ہے' علامہ ابن بطال نے اپنی شرح میں اس جگہ جہاد کا ذکر کیا ہے اور قسموں اور نذروں کی احادیث کی شرح سے فارغ ہونے کے بعد خرید وفروخت کی احادیث کی شرح کو شروع کیا ہے' اسی طرح انہوں نے روزوں کی احادیث کو حج کی احادیث پر مقدم کیا ہے۔

بیع کی اقسام

امام بخاری نے ''کتاب البیوع'' یعنی جمع کا عنوان اس لیے قائم کیا ہے کہ بیع کی متعدد انواع ہیں' ایک بیع مطلق ہے جب کسی چیز کے عوض اس کی قیمت دی جائے (یعنی عام معروف خرید وفروخت)' دوسری بیع مقایضہ ہے جب کسی چیز کے عوض دوسری چیز دی جائے جیسے قلم کے عوض گھڑی فروخت کی جائے' تیسری بیع سلم ہے جب نقد رقم دے کر اس کے عوض معین عرصہ کے بعد چیز وصول کی جائے جیسے گندم کی رقم پہلے دی جائے اور فصل پکنے کے بعد گندم وصول کی جائے' چوتھی قسم بیع صرف ہے جیسے سونے کی بیع سونے یا چاندی کے عوض ہو یا پاکستانی کرنسی کی بیع ڈالر کے عوض ہو' پانچویں قسم بیع المرابحہ ہے جس میں نفع کے عوض کوئی چیز فروخت کی جائے' چھٹی قسم بیع التولیہ ہے جس میں کوئی چیز بغیر نفع کے فروخت کی جائے' ساتویں قسم بیع الوضیعہ ہے جس میں نقصان کے ساتھ کوئی چیز فروخت کی جائے' اسی طرح بیع بالخیار ہے' بیع صحیح ہے' بیع باطل ہے اور بیع فاسد ہے۔

''بیع'' کا لغوی اور شرعی معنیٰ' ''بیع'' کا رکن' اس کی شرط اور اس کا حکم

''بیع'' کا لغوی معنی مطلقاً تبادلہ ہے اور یہ ''شراء'' کی ضد ہے' اُردو میں بیع کا لغوی معنی بیچنا اور شراء کا معنی خریدنا ہے اور جس چیز کو بیچا جائے' اس کو مبیع اور سودا کہتے ہیں۔

بیع کا شرعی معنی ہے: باہمی رضامندی کے ساتھ مال کا مال کے ساتھ تبادلہ۔ اس کا رکن ایجاب اور قبول ہے یعنی ایک فریق کہے: میں نے بیچا' اور دوسرا فریق کہے: میں نے خریدا۔ اس کی شرط یہ ہے کہ دونوں فریق بیچنے اور خریدنے کے اہل ہوں' بیع کا محل مال ہے اور اس کا حکم یہ ہے کہ مبیع یعنی سودا خریدار کی ملکیت میں آ جاتا ہے اور بیچنے والے کی ملکیت میں ثمن یعنی مال کی طے شدہ قیمت آ جاتی ہے۔ (عمدۃ القاری ج۱۱ص ۲۲۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

بیع کی مشروعیت کی حکمت

بیع کی متعدد حکمتیں ہیں' جو درج ذیل ہیں:

(۱) بیع کی وجہ سے نظامِ معیشت مستحکم اور باقی رہتا ہے' کیونکہ انسان مل جل کر زندگی گزارتے ہیں اور ہر شخص کو ایسی متعدد چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے جو دوسروں کے پاس ہوتی ہیں' اب ان کے حصول کا ایک طریقہ یہ ہے کہ وہ اپنی ضرورت کی چیز دوسروں سے جبراً اور ظلماً چھین لے' سو یہ جنگلیوں' وحشیوں اور حیوانوں کا طریقہ ہے اور مہذب اور منصفانہ طریقہ یہ ہے کہ وہ اپنی ضرورت کی چیز دوسرے شخص سے باہمی رضامندی کے ساتھ طے شدہ قیمت کے عوض خرید لے اور اسی سے صالح معاشرہ وجود میں آتا ہے۔

(۲) بیع کے سبب سے چوری' ڈاکہ' لوٹ مار اور ناجائز طریقوں سے دوسروں کا مال ہتھیانے کا دروازہ بند ہو جاتا ہے۔

بیع کا ثبوت

بیع کا ثبوت قرآن مجید سے ہے' اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا. (البقرہ:۲۷۵)

اور اللہ نے بیع کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام قرار دیا ہے۔

اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً حَاضِرَةً تُدِيْرُوْنَهَا بَيْنَكُمْ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَلَّا تَكْتُبُوْهَا وَاَشْهِدُوْٓا اِذَا تَبَايَعْتُمْ. (البقرہ:۲۸۲)

ہاں! جو تجارتی لین دین تم آپس میں دست بہ دست کرتے ہو اس کو نہ لکھنے میں تم پر کوئی گناہ نہیں ہے اور جب تم آپس میں خرید و فروخت کرو تو گواہ بنا لیا کرو۔

اور بیع کا ثبوت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت سے ہے کیونکہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مبعوث ہوئے تو لوگ بیع و شراء یعنی خرید و فروخت کا معاملہ کرتے تھے اور آپ نے اس کو برقرار رکھا اور آپ خود بھی تجارت کرتے تھے' شام سے مال لا کر مکہ میں فروخت کرتے تھے' نیز بیع کے جائز اور مشروع ہونے پر اجماع منعقد ہو چکا ہے۔

امام بخاری نے فرمایا:

وَقَوْلُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ ﴿وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا﴾ (البقرہ:۲۷۵)' وَقَوْلُهٗ ﴿اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً حَاضِرَةً تُدِيْرُوْنَهَا بَيْنَكُمْ﴾ (البقرہ:۲۸۲).

اور اللہ تعالیٰ عزوجل کا ارشاد ہے: اور اللہ نے بیع کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام قرار دیا ہے۔ (البقرہ:۲۷۵) ہاں! جو تجارتی لین دین تم آپس میں دست بہ دست کرتے ہو اس کو نہ لکھنے میں تم پر کوئی گناہ نہیں ہے۔ (البقرہ:۲۸۲)

١ - بَابُ مَا جَاءَ فِي قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ

پھر جب نماز پڑھ لی جائے تو تم زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو اور اللہ کا بہت زیادہ ذکر کرو تا کہ تم کامیابی حاصل

تُفْلِحُوْنَO وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا ِۨانْفَضُّوْٓا اِلَيْهَا وَتَرَكُوْكَ قَآئِمًا قُلْ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ وَاللّٰهُ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَO﴾ (الجمعہ:۱۱۔۱۰) وَقَوْلِهٖ ﴿لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ﴾ (النساء:۲۹).

کروO اور جب انہوں نے کوئی تجارتی قافلہ یا تماشا دیکھا تو اس کی طرف اٹھ کھڑے ہوئے اور آپ کو (خطبہ میں) کھڑا چھوڑ دیا' آپ کہیے: اللہ کے پاس جو (اجر) ہے وہ تماشے اور تجارتی قافلہ سے بہتر ہے اور اللہ سب سے بہتر رزق دینے والا ہےO (الجمعہ:۱۱۔۱۰) اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ایک دوسرے کا مال ناجائز طریقہ سے نہ کھاؤ سوا اس کے کہ باہمی رضامندی سے تجارت ہو۔ (النساء: ۲۹)

اسلام کے نظامِ معیشت اور دنیا کے دیگر نظام ہائے معیشت کا تقابلی جائزہ

بیع اور شراء کی حدود اور قیود میں اسلام کا نظامِ معیشت ہے۔ اس وقت دنیا میں دو مشہور نظامِ معیشت ہیں' اشتراکیت اور سرمایہ داری' اشتراکیت یعنی سوشلزم اور کمیونزم' اب عملی طور پر دنیا کے صرف چند ملکوں میں رائج ہے جیسے چین اور پولینڈ وغیرہ' اور سوویت یونین سے اب وہ عملاً ختم ہو چکا ہے لیکن دنیا میں وہ بہ طور نظریہ اب بھی زندہ ہے۔ سوشلزم میں یہ ہوتا ہے کہ سیاسی اقتدار پر قبضہ کر کے اسمبلی کی منظوری سے زرعی' صنعتی اور تجارتی اداروں کو بہ تدریج ان کے مالکوں سے چھین کر معاوضہ سے یا بلا معاوضہ قومی ملکیت میں لے لیا جائے اور کمیونزم میں ہوتا ہے کہ ملک میں انقلاب لا کر تمام زرعی' صنعتی اور تجارتی اداروں کو بہ زور ان کے مالکوں سے چھین کر قومی ملکیت میں لے لیا جائے۔

اشتراکیت میں تمام منفعت بخش اداروں کا نفع پارٹی کی ملکیت ہوتا ہے اور سرمایہ دارانہ نظام میں نفع ذاتی ملکیت ہوتا ہے اور اس نظام میں نفع حاصل کرنے کے لیے کوئی حدود اور قیود نہیں ہوتیں' خواہ تجارت سے نفع حاصل کیا جائے' خواہ ذخیرہ اندوزی سے' خواہ سود سے خواہ سود در سود سے' خواہ جوئے اور سٹے سے خواہ جسم فروشی سے اور خواہ شراب و دیگر محرمات کی فروخت سے۔

اسلامی نظامِ معیشت میں اشتراکیت کی طرح نہ یہ جائز ہے کہ کسی شخص کی زمین یا اس کے کارخانہ یا اس کے تجارتی ادارہ کو بہ زور چھین لیا جائے اور نہ نظام سرمایہ داری کی طرح یہ جائز ہے کہ بغیر کسی حدود اور قیود کے نفع حاصل کیا جائے بلکہ اسلام نے تجارت اور زراعت کے لیے حدود اور قیود عائد کی ہیں جن کے بغیر نفع حاصل نہیں کیا جا سکتا۔

✻ ہم نے 'شرح صحیح مسلم میں ''کتاب البیوع'' کے تعارفی مقدمہ میں اسلام اور دیگر نظام ہائے معیشت کے متعلق تفصیل سے لکھا ہے' ہم یہاں اس بحث کے صرف عنوانات نقل کر رہے ہیں:

① بیع اور شراء کے حوالے سے نظامِ سرمایہ داری اور نظامِ اشتراکیت کا تعارف ② نظامِ سرمایہ داری میں ذاتی نفع کی حیثیت ③ نظامِ سرمایہ داری میں طلب اور رسد کی حیثیت ④ نظامِ سرمایہ داری کو پروان چڑھانے میں سود کا کردار ⑤ سُود کے استحصالی نظام کو ختم کرنے میں اسلام کی ہدایات ⑥ نظامِ سرمایہ داری کو پھیلانے میں ذخیرہ اندوزی کا حصہ ⑦ ذخیرہ اندوزی کے استحصال کو ختم کرنے کے لیے اسلام کی ہدایات ⑧ سرمایہ داری کے فروغ میں سٹے کا دخل ⑨ سٹے کو روکنے کے لیے اسلام کی تعلیمات ⑩ سرمایہ داری بڑھانے میں ملاوٹ اور جعلی اشیاء کا رول ⑪ ملاوٹ اور جعلی اشیاء کی روک تھام کے لیے اسلام کے احکام ⑫ تنگ دستوں اور ضرورت مندوں پر مال خرچ کرنے کے لیے اسلام کے احکام ⑬ سوشلزم اور کمیونزم کا نقطۂ اتحاد ⑭ سوشلزم اور کمیونزم میں فرق ⑮ سوشلزم میں مالکوں سے ان کی املاک چھیننے کی بنیاد لا دینی ہے ⑯ اسلام میں کسی کی جائز شخصی ملکیت کو بہ زور چھین لینا جائز نہیں

ہے ⑰ سوشلزم کی مزعوم طبقاتی مساوات ⑱ اسلام کی اصولی مساوات ⑲ سوشلسٹ نظام کی ڈکٹیٹر شپ ⑳ اسلام میں اظہار آزادی رائے کا حق۔

* ان عنوانات کی تفصیل' شرح صحیح مسلم ج ۴ ص ۱۰۵-۹۲ پر مذکور ہے' ان عنوانات کی تفصیل کے مطالعہ سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ دنیا میں منصفانہ اور معتدل نظامِ معیشت صرف اسلام نے پیش کیا ہے۔

۲۰۴۷ - حَدَّثَنَا اَبُو الْیَمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعَیْبٌ عَنِ الزُّهْرِیِّ قَالَ اَخْبَرَنِیْ سَعِیْدُ بْنُ الْمُسَیَّبِ وَاَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ اَبَا هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ اِنَّكُمْ تَقُوْلُوْنَ اَنَّ اَبَا هُرَیْرَةَ یُكْثِرُ الْحَدِیْثَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَتَقُوْلُوْنَ مَا بَالُ الْمُهَاجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ لَا یُحَدِّثُوْنَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِیْثِ اَبِیْ هُرَیْرَةَ وَاِنَّ اِخْوَتِیْ مِنَ الْمُهَاجِرِیْنَ كَانَ یَشْغَلُهُمُ الصَّفْقُ بِالْاَسْوَاقِ وَكُنْتُ اَلْزَمُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلٰی مِلْءِ بَطْنِیْ فَاَشْهَدُ اِذَا غَابُوْا وَاَحْفَظُ اِذَا نَسُوْا وَكَانَ یَشْغَلُ اِخْوَتِیْ مِنَ الْاَنْصَارِ عَمَلُ اَمْوَالِهِمْ وَكُنْتُ امْرَاً مِّسْكِیْنًا مِّنْ مَسَاكِیْنِ الصُّفَّةِ اَعِیْ حِیْنَ یَنْسَوْنَ وَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ حَدِیْثٍ یُّحَدِّثُهٗ اِنَّهٗ لَنْ یَّبْسُطَ اَحَدٌ ثَوْبَهٗ حَتّٰی اَقْضِیَ مَقَالَتِیْ هٰذِهٖ ثُمَّ یَجْمَعَ اِلَیْهِ ثَوْبَهٗ اِلَّا وَعٰی مَا اَقُوْلُ. فَبَسَطْتُ نَمِرَةً عَلَیَّ حَتّٰی اِذَا قَضٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَقَالَتَهٗ جَمَعْتُهَا اِلٰی صَدْرِیْ فَمَا نَسِیْتُ مِنْ مَّقَالَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تِلْكَ مِنْ شَیْءٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے حدیث بیان کی از زہری' انہوں نے کہا: مجھے سعید بن المسیب نے اور ابوسلمہ بن عبدالرحمان نے خبر دی کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تم لوگ یہ کہتے ہو کہ ابوہریرہ' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث بہت زیادہ بیان کرتے ہیں اور تم یہ کہتے ہو کہ کیا وجہ ہے کہ مہاجرین اور انصار' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث ابوہریرہ کی طرح زیادہ بیان نہیں کرتے اور بے شک مہاجرین میں سے جو میرے بھائی تھے ان کو تو بازاروں میں چیزوں کی خرید و فروخت نے مشغول رکھا اور میں شکم سیر ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ لازم رہتا تھا' پس جس وقت وہ غائب ہوتے تھے' میں حاضر ہوتا تھا اور جب وہ (احادیث) بھول جاتے تھے' میں یاد رکھتا تھا اور انصار میں سے جو میرے بھائی تھے وہ اپنے اموال (کھیتی باڑی) کے عمل میں مشغول رہتے تھے اور میں صفہ (مسجد نبوی کے چبوترے) کے مسکینوں میں سے ایک مسکین تھا' جب وہ (احادیث) بھول جاتے تھے' میں یاد رکھتا تھا اور بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ایک ارشاد میں فرمایا: تم میں سے جو شخص اپنا کپڑا پھیلائے اور اس وقت تک اس کو پھیلائے رکھے حتیٰ کہ میں اپنی اس بات کو مکمل کر لوں' پھر وہ اس کپڑے کو اپنی طرف سمیٹ لے تو وہ میری احادیث کو (ہمیشہ) یاد رکھے گا تو میں نے اپنی دھاری دار چادر کو اپنے اوپر پھیلا دیا حتیٰ کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بات پوری کر لی تو میں نے اس چادر کو سمیٹ کر اپنے سینہ سے لگا لیا' پھر اس کے بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث میں سے کوئی حدیث نہیں بھولا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۱۸ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے یہاں اس حدیث کو اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں خرید و فروخت کا ذکر ہے۔

تجارت اور صنعت وحرفت کی فضیلت اور جوئے اور دیگر عقودِ فاسدہ کی مذمت

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں تجارت کو مباح کر دیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے تجارت میں اپنے فضل کو تلاش کرنے کا حکم دیا ہے اور افاضل صحابہ تجارت کرتے تھے اور طلبِ معاش کے لیے صنعت وحرفت اور مختلف پیشوں میں مشغول رہتے تھے اور حضرت لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا: اے بیٹے! دنیا سے اپنا حصہ لو اور اپنی کمائی میں سے آخرت کے لیے خرچ کرو اور دنیا کو بالکل ترک نہ کرو ورنہ تمہارے اہل وعیال لوگوں کے کندھوں پر بوجھ بن جائیں گے۔

امام اوزاعی سے ان کے شیخ نے بیان کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس بندہ سے محبت رکھتا ہے جو اس لیے کوئی پیشہ سیکھتا ہے تاکہ لوگوں سے مستغنی رہے اور اللہ تعالیٰ اس بندہ سے نفرت رکھتا ہے جو علم حاصل کر کے اس کو ذریعۂ معاش بنالیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے النساء: ۲۹ میں باطل مال کھانے سے منع فرمایا ہے' اسماعیل بن اسحاق نے کہا: ہر وہ چیز جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے' خواہ وہ جوا ہو یا بیع فاسد ہو' اس کے مال سے کھانا باطل مال کو کھانا ہے' کیونکہ جوا کھیلنے والا اپنے ساتھی سے کہتا ہے: آؤ! اگر اس طرح ہوا تو میں اتنے روپے لوں گا اور اگر اس طرح نہیں ہوا تو میں تمہیں اتنے روپے دوں گا' اس طرح جو بیع فاسد ہو' اس میں بھی اسی طرح ہوتا ہے' مثلاً ایک آدمی کہتا ہے کہ میں مچھلیوں کے لیے سمندر میں جال ڈال رہا ہوں' جتنی مچھلیاں نکلیں وہ میں تم کو دس ہزار روپوں میں دوں گا' اور اس میں دھوکا ہے کیونکہ ہوسکتا ہے ایک مچھلی بھی جال میں نہ آئے' اسی طرح سود ہے کہ اس میں قرض خواہ مدت کے عوض رقم لیتا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے مدت کو ثمن نہیں بنایا اور جو قرض کسی نفع کا سبب بنتا ہے' وہ بھی اسی طرح حرام ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۶ ص ۱۹۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۲۰۴۸ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ لَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِيْنَةَ اٰخٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنِيْ وَ بَيْنَ سَعْدِ بْنِ الرَّبِيْعِ، فَقَالَ سَعْدُ بْنُ الرَّبِيْعِ اِنِّيْ اَكْثَرُ الْاَنْصَارِ مَالًا، فَاَقْسِمُ لَكَ نِصْفَ مَالِيْ، وَانْظُرْ اَيَّ زَوْجَتَيَّ هَوِيْتَ نَزَلْتُ لَكَ عَنْهَا، فَاِذَا حَلَّتْ تَزَوَّجْتَهَا، قَالَ فَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ لَا حَاجَةَ لِيْ فِيْ ذٰلِكَ، هَلْ مِنْ سُوْقٍ فِيْهِ تِجَارَةٌ؟ قَالَ سُوْقُ قَيْنُقَاعٍ، قَالَ فَغَدَا اِلَيْهِ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ، فَاَتٰى بِاَقِطٍ وَسَمْنٍ، قَالَ ثُمَّ تَابَعَ الْغُدُوَّ، فَمَا لَبِثَ اَنْ جَاءَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ عَلَيْهِ اَثَرُ صُفْرَةٍ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَزَوَّجْتَ؟ قَالَ نَعَمْ، قَالَ وَمَنْ. قَالَ اِمْرَاَةً مِّنَ الْاَنْصَارِ، قَالَ كَمْ سُقْتَ؟ قَالَ زِنَةَ نَوَاةٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالعزیز بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از والد خود از جد خود' انہوں نے کہا کہ حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ نے بیان کیا کہ جب ہم مدینہ میں آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اور حضرت سعد بن ربیع کو آپس میں بھائی بنادیا تو حضرت سعد بن ربیع نے کہا: میں انصار میں سب سے زیادہ مال دار ہوں' پس میں اپنا مال تقسیم کر کے آدھا تمہیں دے دیتا ہوں اور میری دو بیویوں کو دیکھو' تم ان میں سے جس کو پسند کرو' میں تمہاری خاطر اس سے الگ ہو جاتا ہوں' پھر جب اس کی عدت پوری ہو جائے تو تم اس سے شادی کر لینا' حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے ان سے کہا: مجھے ان میں سے کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے (یہ بتاؤ) یہاں کوئی تجارت کے لیے بازار ہے' انہوں نے کہا: ہاں! قینقاع کا بازار ہے۔ راوی نے کہا: پھر صبح کو حضرت عبدالرحمٰن اس بازار میں گئے' پھر وہاں سے پنیر اور گھی لے کر آئے' پھر دوسرے دن

مِّنْ ذَهَبٍ، أَوْ نَوَاةً مِّنْ ذَهَبٍ، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ.

[طرف الحدیث: ۳۷۸۰] (صحیح مسلم: ۱۴۲۷، الرقم المسلسل: ۳۴۷۹، سنن ترمذی: ۱۰۹۶، سنن نسائی: ۳۳۷۰، سنن ابن ماجہ: ۱۹۰۷، سنن کبریٰ: ۶۵۹۵، شرح السنۃ: ۲۳۱۰، مصنف عبدالرزاق: ۱۰۴۱۱، المنتقیٰ: ۷۲۴، مسند ابویعلیٰ: ۳۸۳۶، شرح مشکل الآثار: ۳۰۲۰، صحیح ابن حبان: ۴۰۶۰، المعجم الکبیر: ۷۳۸، سنن بیہقی ج ۷ ص ۲۳۷، مسند احمد ج ۳ ص ۱۹۰ طبع قدیم، مسند احمد: ۱۲۹۷۶۔ ج ۲۰ ص ۲۹۰، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

گئے۔ راوی نے کہا: پھر کچھ دنوں کے بعد حضرت عبدالرحمان آئے تو ان کے کپڑوں پر زرد رنگ کے نشان تھے، تو رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: کیا تم نے شادی کر لی ہے؟ انہوں نے کہا: جی ہاں! آپ نے پوچھا: کس سے کی ہے؟ انہوں نے کہا: انصار کی ایک عورت سے، آپ نے پوچھا: کتنا مہر دیا ہے؟ انہوں نے کہا: ایک گٹھلی کے برابر سونا، یا کہا: ایک گٹھلی سونا، آپ نے فرمایا: تم ولیمہ کرو خواہ ایک بکری کا ہی ہو۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: یہاں کوئی تجارت کے لیے بازار ہے؟

بازار میں تجارت کی فضیلت، صدقہ اور عطیہ کے بجائے اپنی محنت کی کمائی سے زندگی بسر کی جائے۔۔۔ اور مسلمانوں کا تعاون اور ایثار

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

علامہ المہلب مالکی متوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے کہ اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ شریف آدمی بازار میں خرید وفروخت کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور اس خرید وفروخت کی وجہ سے اپنے آپ کو اس سے محفوظ رکھے کہ کوئی شخص اس کے اوپر اپنا مال خرچ کرے۔

اس حدیث میں یہ بیان ہے کہ معاش کے لیے اپنے اوپر شدت اور محنت کو اختیار کرنا چاہیے اور کسی کے عطیات اور صدقات کے سہارے زندگی بسر کرنے کے بجائے محنت اور مشقت کر کے روزی کما کر زندگی گزارنی چاہیے۔

اس حدیث میں تجارت کی برکت کا بیان ہے کہ چند دنوں میں ہی حضرت عبدالرحمان بن عوف نکاح اور ولیمہ کرنے کے قابل ہو گئے اور اس میں یہ بیان ہے کہ اسلام کی محبت میں اجنبی لوگوں کو بھائی بنالیا جاتا ہے اور اپنے بھائی کو اپنا نصف مال دینے کی پیش کش کی جاتی ہے اور مسلمانوں کے لیے ایک دوسرے کے ساتھ تعاون اور ایثار کرنے کا بیان ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۶ ص ۱۶۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

ولیمہ کی تعریف، ولیمہ کے شرعی حکم میں مذاہب اور ولیمہ کا وقت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ کو ولیمہ کرنے کا حکم دیا، شادی کے موقع پر شب زفاف گزارنے کے بعد رشتہ داروں اور دوستوں کی جو دعوت کی جاتی ہے اس کو ولیمہ کہتے ہیں، چونکہ رسول اللہ ﷺ نے ولیمہ کرنے کا حکم دیا ہے اس لیے بعض فقہاء نے اس ظاہر حدیث کے اعتبار سے ولیمہ کو واجب کہا ہے اور اکثر علماء کے نزدیک ولیمہ کرنا مستحب

تلویح میں مذکور ہے کہ امام شافعی کے نزدیک ولیمہ کرنا مستحب ہے اور ان کا ایک قول یہ ہے کہ ولیمہ کرنا واجب ہے، اور یہی داؤد ظاہری کا قول ہے، ولیمہ کا وقت عمل تزویج کے بعد ہوتا ہے اور ایک قول یہ ہے کہ عقد نکاح کے وقت ہوتا ہے، علامہ خطابی نے کہا ہے کہ

جو شخص صاحب حیثیت ہو وہ ایک بکری کی مقدار کی دعوت کرے اور جس شخص کے پاس اتنی قدرت نہ ہو تو کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بعض ازواج کا ولیمہ ستو اور کھجوروں کے ساتھ بھی کیا ہے۔

بازار قینقاع کا معنی

اس حدیث میں بازار قینقاع کا ذکر ہے قینقاع یہود کے ایک قبیلہ کا نام ہے اور چونکہ تجارت میں زیادہ تصرف یہودیوں کا تھا' اس وجہ سے اس بازار کا نام قینقاع پڑ گیا۔

مردوں کو زرد رنگ لگانا ممنوع ہے' پھر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کے کپڑوں پر زرد رنگ کی توجیہ

اس حدیث میں ذکر ہے کہ حضرت عبدالرحمان کے کپڑوں پر زرد رنگ کا نشان تھا' اس سے مراد وہ خوشبو ہے جس کا شب زفاف میں بدن پر لیپ کیا جاتا ہے (ہمارے عرف میں اس کو اُبٹن کہتے ہیں)۔ بعض احادیث میں ہے کہ وہ زعفران کا نشان تھا' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ مرد کو زعفران لگانے سے منع کیا گیا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر یہ قلیل مقدار میں ہو تو پھر یہ ممنوع نہیں ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس خوشبو کا لیپ صرف عورت پر کیا گیا ہو اور مجامعت کی وجہ سے مرد کے کپڑوں پر بھی اس کے نشان پڑ گئے ہوں۔ ایک جواب یہ ہے کہ ابتداء اسلام میں شادی کے موقع پر زعفران یا زرد رنگ کی خوشبو کا لیپ کیا جاتا تھا' بعد میں مردوں کو اس کی ممانعت کر دی گئی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ بہترین رنگ زرد ہے' کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

اِنَّهَا بَقَرَةٌ صَفْرَآءُ فَاقِعٌ لَّوْنُهَا تَسُرُّ النّٰظِرِیْنَ○ (البقرہ:۶۹)

بے شک وہ چمک دار زرد رنگ کی گائے' دیکھنے والوں کو اچھی لگتی ہے○

اور جب حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے زرد رنگ کے خضاب کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے رنگ کرتے ہوئے دیکھا ہے' سو میں بھی اس کے ساتھ (کپڑوں یا بالوں کو) رنگتا ہوں اور اس کو پسند کرتا ہوں۔

ابوعبید نے کہا: جوان آدمی کو شادی کے ایام میں زرد رنگ لگانے کی اجازت دی جاتی تھی اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ رنگ صرف کپڑوں پر لگایا ہو اور بدن پر نہ لگایا ہو' امام مالک کے نزدیک یہ جائز ہے اور امام شافعی اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک مردوں کے لیے زرد رنگ لگانا جائز نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۲۳۴۔ ۲۳۳' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۳۳۸۶۔ ج ۳ ص ۸۳۶ پر مذکور ہے' وہاں اس حدیث کی شرح نہیں کی گئی۔

۲۰۴۹ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ یُوْنُسَ قَالَ حَدَّثَنَا زُهَیْرٌ قَالَ حَدَّثَنَا حُمَیْدٌ' عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَدِمَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ الْمَدِیْنَةَ' فَاٰخَی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بَیْنَهٗ وَ بَیْنَ سَعْدِ بْنِ الرَّبِیْعِ الْاَنْصَارِیِّ' وَکَانَ سَعْدٌ ذَا غِنًی' فَقَالَ لِعَبْدِ الرَّحْمٰنِ اُقَاسِمُكَ مَالِیْ نِصْفَیْنِ وَاُزَوِّجُكَ' قَالَ بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ فِیْ اَهْلِكَ وَمَالِكَ' دُلُّوْنِیْ عَلَی السُّوْقِ' فَمَا رَجَعَ حَتّٰی اسْتَفْضَلَ اَقِطًا وَّسَمْنًا' فَاَتٰی

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زہیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حمید نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ مدینہ میں آئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اور حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کو آپس میں بھائی بنا دیا اور حضرت سعد مال دار تھے' پس انہوں نے حضرت عبدالرحمان سے کہا: میں اپنا مال تم میں نصف نصف تقسیم کر دیتا ہوں اور (اپنی بیوی سے) تمہاری شادی بھی کر دیتا ہوں' حضرت عبدالرحمان

بِهِ أَهْلَ مَنْزِلِهِ فَمَكُثْنَا يَسِيرًا أَوْ مَا شَاءَ اللَّهُ فَجَاءَ وَعَلَيْهِ وَضَرٌ مِّنْ صُفْرَةٍ، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَهْيَمْ؟ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَزَوَّجْتُ امْرَأَةً مِّنَ الْأَنْصَارِ، قَالَ مَا سُقْتَ إِلَيْهَا؟ قَالَ نَوَاةً مِّنْ ذَهَبٍ، أَوْ وَزْنَ نَوَاةٍ مِّنْ ذَهَبٍ، قَالَ أَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ.

[اطراف الحدیث: ۲۲۹۳-۳۷۸۱-۳۹۳۷-۵۰۷۲-۵۱۴۸-۵۱۵۳-۵۱۵۵-۵۱۶۷-۶۰۸۲-۶۳۸۶]

کہا: اللہ تعالیٰ آپ کے اہل اور مال میں برکت دے' آپ لوگ مجھے بازار دکھائیں' پھر حضرت عبدالرحمٰن (بازار سے) اس وقت واپس آئے جب وہ زائد پنیر اور گھی بھی لے آئے تھے' پس وہ ان چیزوں کو لے کر اپنے گھر والوں کے پاس آئے' پھر ہم چند دن ٹھہرے تھے یا جتنے دن اللہ تعالیٰ نے چاہا تھا کہ ایک دن حضرت عبدالرحمان آئے اور ان پر زرد رنگ کے نشان تھے تو ان سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: یہ کیسا رنگ ہے؟ تو انہوں نے کہا: یارسول اللہ! میں نے انصار کی ایک عورت سے شادی کر لی ہے' آپ نے پوچھا: تم نے ان کو مہر کتنا دیا ہے؟ تو انہوں نے کہا: سونے کی ایک گٹھلی' یا کہا: گٹھلی کے برابر سونا' آپ نے فرمایا: تم ولیمہ کرو خواہ ایک بکری سے۔

اس حدیث کی شرح' گزشتہ حدیث: ۲۰۴۸ میں ابھی گزر چکی ہے۔

۲۰۵۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرٍو، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ كَانَتْ عُكَاظُ وَمَجَنَّةُ وَذُو الْمَجَازِ أَسْوَاقًا فِي الْجَاهِلِيَّةِ، فَلَمَّا كَانَ الْإِسْلَامُ فَكَأَنَّهُمْ تَأَثَّمُوا فِيهِ، فَنَزَلَتْ ﴿لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَبْتَغُوا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ﴾ (البقرہ: ۱۹۸) فِي مَوَاسِمِ الْحَجِّ، قَرَأَهَا ابْنُ عَبَّاسٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عمرو از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ عکاظ' مجنہ اور ذوالمجاز' زمانۂ جاہلیت میں بازار تھے' پھر جب اسلام آ گیا تو گویا انہوں نے ان بازاروں میں خرید و فروخت کو گناہ سمجھا' پس یہ آیت نازل ہوئی: اپنے رب کا فضل (روزی) تلاش کرنے میں تم پر کوئی حرج نہیں ہے۔ (البقرہ: ۱۹۸) (یعنی) حج کے دوران۔ یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی قراءت ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۷۷۰ میں گزر چکی ہے۔

۲ - بَابُ الْحَلَالُ بَيِّنٌ وَّالْحَرَامُ بَيِّنٌ وَّبَيْنَهُمَا مُشَبَّهَاتٌ

حلال (بھی) ظاہر ہے اور حرام (بھی) ظاہر ہے اور ان کے درمیان کچھ مشتبہ چیزیں ہیں

۲۰۵۱ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ، عَنِ ابْنِ عَوْنٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيرٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ يَقُولُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (ح). حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ أَبِي فَرْوَةَ، عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن عدی نے حدیث بیان کی از ابن عون از شعبی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا (ح) اور ہم کو علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن عیینہ نے حدیث بیان کی از ابی فروہ از الشعبی' انہوں نے کہا کہ

بَشِيْرٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (ح). حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ أَبِي فَرْوَةَ، قَالَ سَمِعْتُ الشَّعْبِيَّ قَالَ سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (ح). وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ قَالَ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي فَرْوَةَ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْحَلَالُ بَيِّنٌ وَالْحَرَامُ بَيِّنٌ وَبَيْنَهُمَا أُمُوْرٌ مُشْتَبِهَةٌ، فَمَنْ تَرَكَ مَا شُبِّهَ عَلَيْهِ مِنَ الْإِثْمِ كَانَ لِمَا اسْتَبَانَ أَتْرَكَ، وَمَنِ اجْتَرَأَ عَلٰى مَا يَشُكُّ فِيْهِ مِنَ الْإِثْمِ أَوْشَكَ أَنْ يُّوَاقِعَ مَا اسْتَبَانَ، وَالْمَعَاصِيْ حِمَى اللّٰهِ، مَنْ يَّرْتَعْ حَوْلَ الْحِمٰى يُوْشِكُ أَنْ يُّوَاقِعَهُ.

میں نے حضرت نعمان بن بشیر سے سنا از نبی ﷺ (ح) اور مجھے عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن عیینہ نے حدیث بیان کی از ابی فروہ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے شعبی سے سنا انہوں نے کہا: میں نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے سنا از نبی ﷺ (ح) اور ہمیں محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی از ابی فروہ از شعبی از حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: حلال (بھی) ظاہر ہے اور حرام (بھی) ظاہر ہے اور ان کے درمیان کچھ مشتبہ اُمور ہیں پس جس نے اس چیز کو ترک کر دیا جس میں گناہ کا شبہ ہو تو جس میں گناہ ظاہر ہو وہ اس کو زیادہ ترک کرنے والا ہو گا اور جس نے اس چیز پر جرأت کی جس میں گناہ کا شک ہو تو عنقریب وہ اس چیز میں واقع ہو جائے گا جس میں گناہ ظاہر ہو اور تمام ممنوعہ کام اللہ تعالیٰ کی خاص چراگاہ ہیں اور جو (جانور) بھی چراگاہ کے گرد چرے گا تو اس کا اس چراگاہ میں چلے جانے کا خطرہ ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۵۲ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں چار تحویلات ہیں یعنی امام بخاری نے اس حدیث کو چار مختلف سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے' اس کا معنی یہ ہے کہ یہ بہت مضبوط حدیث ہے' اس حدیث کے متعلق امام ابوداؤد نے کہا ہے: یہ ان چار حدیثوں میں سے ایک ہے' جو انسان کے عمل کے لیے کافی ہے۔

۳ - بَابُ تَفْسِيْرِ الْمُشَبَّهَاتِ — مشبہات کی تفسیر

اس باب میں مُشبہات کی تفسیر بیان کی گئی ہے' قرآن مجید میں ہے:

اِنَّ الْبَقَرَ تَشَابَهَ عَلَيْنَا. (البقرہ:۷۰) بے شک گائے ہم پر مشتبہ ہو گئی ہے۔

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ ہر وہ چیز جو کسی ایک وجہ سے حلال کے مشابہ ہو اور دوسری وجہ سے حرام کے مشابہ ہو' وہ مشتبہ ہے۔ حلال بیّن وہ ہے جس کے متعلق یقین ہو کہ وہ اس کی چیز ہے اور حرام بیّن وہ چیز ہے جس کے متعلق یقین ہو کہ وہ اس کی چیز نہیں ہے اور مشتبہ چیز وہ ہے جس کے متعلق معلوم نہ ہو کہ وہ اس کی چیز ہے یا دوسرے کی چیز ہے' پھر تقویٰ یہ ہے کہ وہ اس سے اجتناب کرے' پھر تقویٰ کی حسب ذیل اقسام ہیں:

تقویٰ کی اقسام

(ا) جس شخص کی اکثر آمدنی حرام ہو اور کم آمدنی حلال ہو' پولیس کے راشی افسر اور سودی کاروبار کرنے والے بینک کے ملازمین' ان کے مال سے اجتناب کرنا واجب ہے۔

(۲) جس کی اکثر آمدنی حلال ہو اور کم آمدنی حرام ہو اس کے مال سے اجتناب کرنا مستحب ہے، جیسے عام کاروباری لوگ جو ٹیکس بچاتے ہیں، کنڈے کی بجلی استعمال کرتے ہیں یا پانی ملا دودھ فروخت کرتے ہیں اور اس قماش کے دیگر لوگ جن کی آمدنی کا اکثر اور غالب حصہ حلال ہوتا ہے اور اس میں قلیل مقدار حرام کی بھی ہوتی ہے۔

پہلی قسم کا تقویٰ واجب ہے اور دوسری قسم کا تقویٰ مستحب ہے۔

(۳) اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی رخصتوں اور ہدیہ اور تحفہ کے لینے سے بھی اجتناب کرے تو یہ تقویٰ مکروہ ہے۔

وَقَالَ حَسَّانُ بْنُ اَبِیْ سِنَانٍ مَّا رَاَیْتُ شَیْئًا اَھْوَنَ مِنَ الْوَرَعِ، دَعْ مَا یَرِیْبُکَ اِلٰی مَا لَا یَرِیْبُکَ.

اور حسان بن ابی سنان نے کہا: میں نے اس سے آسان تقویٰ کی کوئی قسم نہیں دیکھی کہ جس چیز میں تم کو شک ہو تو اس کو چھوڑ کر تم اس چیز کو اختیار کرو جس میں تم کو شک نہ ہو۔

اس تعلیق کے موافق حدیث حسب ذیل ہے:

الحوراء السعدی بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا: آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کون سی حدیث یاد ہے؟ انہوں نے کہا: مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث یاد ہے: جس چیز میں تم کو شک ہو اس کو چھوڑ کر اس کو اختیار کرو جس میں تم کو شک نہ ہو، کیونکہ صدق میں طمانیت ہے اور کذب میں شک ہے۔

(سنن ترمذی: ۲۵۲۶، سنن نسائی: ۵۷۲۲، مسند احمد ج ۱ ص ۲۰۰۔ ج ۳ ص ۱۱۲، سنن بیہقی ج ۵ ص ۳۳۵، مجمع الزوائد ج ۱ ص ۲۳۸، مشکوٰۃ: ۲۷۷۳، الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۵۵۸، حلیۃ الاولیاء ج ۶ ص ۳۵۲، تاریخ بغداد ج ۲ ص ۲۲۰، الکامل لابن عدی ج ۱ ص ۲۰۶)

۲۰۵۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ کَثِیْرٍ قَالَ اَخْبَرَنَا سُفْیَانُ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ حُسَیْنٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِیْ مُلَیْکَةَ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ امْرَاَةً سَوْدَاءَ جَاءَتْ، فَزَعَمَتْ اَنَّهَا اَرْضَعَتْهُمَا، فَذَکَرَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَعْرَضَ عَنْهُ، وَتَبَسَّمَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ کَیْفَ وَقَدْ قِیْلَ. وَقَدْ کَانَتْ تَحْتَهُ اِبْنَةُ اَبِیْ اِهَابٍ التَّمِیْمِیِّ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن عبدالرحمان بن ابی حسین نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن ابی ملیکہ نے حدیث بیان کی از حضرت عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک سیاہ فام عورت آئی، اس نے کہا: میں نے تم دونوں (تمہیں اور تمہاری بیوی کو) دودھ پلایا ہے، انہوں نے اس کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا، آپ نے ان سے اعراض کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے اور فرمایا: کیوں کر (تم اس کو نکاح میں رکھو گے) حالانکہ اس کے متعلق یہ کہا گیا ہے، اور ان کے نکاح میں ابواہاب تمیمی کی بیٹی تھیں۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۸۸ میں گزر چکی ہے، باب کے عنوان سے اس کی مناسبت اس طرح ہے کہ حضرت عقبہ کے نکاح میں یہ شبہ تھا کہ ان کی بیوی ان کی رضاعی بہن ہے، اس لیے آپ نے ان کو اس سے اجتناب کا حکم دیا۔

ایک عورت کی گواہی سے رضاعت کے ثبوت میں مذاہب فقہاء اور امام اعظم کے مذہب کی تقویت

اس حدیث کی مفصل شرح تو صحیح البخاری: ۸۸ میں گزر چکی ہے، تاہم اس کا خلاصہ یہ ہے:

امام بخاری نے اس حدیث کو اختصار سے روایت کیا ہے، سنن ترمذی اور مسند احمد میں اس کی تفصیل ہے:

حضرت عقبہ بن حارث رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک عورت سے شادی کی' پھر ہمارے پاس ایک سیاہ فام عورت آئی' اس نے کہا: میں نے تم دونوں کو دودھ پلایا ہے' پس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: میں نے فلانہ بنت فلاں سے نکاح کیا تھا' اب ہمارے پاس ایک سیاہ فام عورت آئی ہے اور اس نے کہا ہے: میں نے تم دونوں کو دودھ پلایا ہے اور وہ عورت جھوٹی ہے' حضرت عقبہ نے کہا: پھر آپ نے مجھ سے اعراض کیا' حضرت عقبہ نے کہا: پھر میں آپ کے چہرہ کی طرف سے آیا' پس میں نے کہا: وہ عورت جھوٹی ہے' آپ نے فرمایا: تم اُس عورت کو اپنے نکاح میں کیسے رکھو گے' جب کہ اِس عورت کا یہ زعم ہے کہ اس نے تم دونوں کو دودھ پلایا ہے' تم اس عورت کو چھوڑ دو۔

(سنن ترمذی: ۱۱۵۴' مسند احمد ج ۴ ص ۷ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۶۱۴۸۔ ج ۲۶ ص ۷۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

امام ابوعیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض اصحاب کا مؤقف یہ ہے کہ دودھ پلانے کے ثبوت میں ایک عورت کی گواہی کافی ہے' امام احمد اور اسحاق کا یہی مذہب ہے' امام شافعی نے کہا ہے کہ ایک عورت کی گواہی کافی نہیں ہے حتیٰ کہ اکثر کی گواہی ہو۔ وکیع نے کہا: دودھ پلانے کے ثبوت میں ایک عورت کی گواہی کافی نہیں ہے تاہم بہ طور ورع اور تقویٰ اس سے الگ ہو جائے۔

(سنن ترمذی ص ۳۵۲' دار الفکر' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

صاحب التلویح نے کہا ہے کہ جمہور علماء کا یہ مؤقف ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عقبہ کو شبہ سے بچانے کے لیے یہ فتویٰ دیا اور ان کو یہ حکم دیا کہ وہ شبہ سے اجتناب کریں' اس خوف سے کہ وہ فرج کے معاملہ میں بے احتیاطی سے حرام کے مرتکب نہ ہو جائیں کیونکہ اس سیاہ فام عورت کے کہنے سے تحریم پر دلیل قائم ہوگئی تھی' لیکن یہ قطعی اور قوی دلیل نہیں ہے کیونکہ فقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ ایک عورت کی گواہی سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی' تاہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو زیادہ احتیاط پر عمل کرنے کا حکم دیا اور اگر اس سیاہ فام عورت کے کہنے سے ان کی بیوی ان پر حرام ہو جاتی تو حضرت عقبہ نے جب پہلی بار آپ کو خبر دی تھی تو آپ اعراض نہ فرماتے بلکہ آپ پر واجب تھا کہ آپ حضرت عقبہ کو یہ بتاتے کہ اب تمہاری بیوی تم پر حرام ہوگئی ہے لیکن جب حضرت عقبہ نے آپ کو دوبارہ خبر دی تو آپ نے ان کو احتیاط پر عمل کرنے کا حکم دیا۔ علامہ عینی فرماتے ہیں کہ اس بحث میں صاحب تلویح کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ "اس پر اجماع ہے کہ اس معاملہ میں ایک عورت کی گواہی کافی نہیں ہوتی" کیونکہ امام احمد اور اسحاق کے نزدیک ایک عورت کی گواہی سے رضاعت ثابت ہو جاتی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۲۳۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ امام ابوحنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ رضاعت دو مردوں کی گواہی سے ثابت ہوتی ہے یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی سے ثابت ہوتی ہے اور باب مذکور کی حدیث امام اعظم کے مؤقف کے خلاف نہیں ہے' کیونکہ اس میں احتیاط پر عمل کرنے کی طرف اشارہ ہے۔

۲۰۵۳ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ عُتْبَةُ بْنُ اَبِيْ وَقَّاصٍ، عَهِدَ اِلٰى اَخِيْهِ سَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ، اَنَّ ابْنَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن قزعہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از عروہ بن زبیر از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ عتبہ بن ابی وقاص نے اپنے بھائی حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ

وَلِيْدَةِ زَمْعَةَ مِنِّي فَاقْبِضْهُ، قَالَتْ فَلَمَّا كَانَ عَامُ الْفَتْحِ أَخَذَهُ سَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ وَقَالَ ابْنُ أَخِي، قَدْ عَهِدَ إِلَيَّ فِيهِ، فَقَامَ عَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ فَقَالَ أَخِي وَابْنُ وَلِيْدَةِ أَبِي، وُلِدَ عَلٰى فِرَاشِهِ، فَتَسَاوَقَا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ سَعْدٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، ابْنُ أَخِي، كَانَ قَدْ عَهِدَ إِلَيَّ فِيهِ. فَقَالَ عَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ أَخِي وَابْنُ وَلِيْدَةِ أَبِي، وُلِدَ عَلٰى فِرَاشِهِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ لَكَ يَا عَبْدَ بْنَ زَمْعَةَ. ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ. ثُمَّ قَالَ لِسَوْدَةَ بِنْتِ زَمْعَةَ، زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ احْتَجِبِي مِنْهُ. يَا سَوْدَةُ لِمَا رَاٰى مِنْ شَبَهِهِ بِعُتْبَةَ فَمَا رَاٰهَا حَتّٰى لَقِيَ اللّٰهَ. [اطراف الحدیث:۲۲۱۸۔ ۲۴۲۱۔۲۵۳۳۔۲۷۴۵۔۴۳۰۳۔۶۷۴۹۔۶۷۶۵۔۶۸۱۷۔۷۱۸۲]

(صحیح مسلم:۱۴۵۷' الرقم المسلسل: ۳۵۰۳' سنن نسائی:۳۴۸۱' سنن ابوداؤد:۲۲۷۳' مسند الحمیدی:۲۳۸' سنن سعید بن منصور: ۲۱۳۰' سنن کبریٰ:۵۶۸۱' سنن ابن ماجہ:۲۰۰۴' مسند ابویعلیٰ: ۴۴۱۹' شرح مشکل الآثار:۴۳۳۵' سنن دار قطنی ج ۳ ص ۳۱۳' سنن بیہقی ج ۶ ص ۸۶' مسند ابن المبارک: ۲۳۳' مسند احمد ج ۶ ص ۳۷ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۴۰۸۶۔ ج ۴۰ ص ۱۰۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

کو یہ وصیت کی کہ زمعہ کی باندی کا بیٹا میرے نطفہ سے ہے تم اس پر قبضہ کر لینا' حضرت عائشہ نے کہا: جب فتح مکہ کا سال آیا تو حضرت سعد بن ابی وقاص نے زمعہ کے بیٹے کو لے لیا' اور کہا: یہ میرا بھتیجا ہے اور میرے بھائی نے مجھے اس کی وصیت کی تھی' پھر حضرت عبد بن زمعہ رضی اللہ کھڑے ہوئے اور کہا: یہ میرا بھائی ہے اور میرے باپ کی باندی کا بیٹا ہے اور اس کے بستر پر پیدا ہوا ہے' پھر ان دونوں نے اپنا مقدمہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا' حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ نے کہا: یارسول اللہ! یہ میرا بھتیجا ہے اس کے متعلق عتبہ نے مجھے وصیت کی تھی' اور حضرت عبد بن زمعہ رضی اللہ نے کہا: یہ میرا بھائی ہے اور میرے باپ کی باندی کا بیٹا ہے' ان کے بستر پر پیدا ہوا ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عبد بن زمعہ! وہ تمہارا (بھائی) ہے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بچہ اس کا ہے جس کے بستر پر پیدا ہوا اور زانی کے لیے پتھر ہیں' پھر آپ نے حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ ام المؤمنین سے فرمایا: اے سودہ! تم اس سے پردہ کرنا کیونکہ آپ نے اس لڑکے میں عتبہ کی مشابہت دیکھی تھی' پھر زمعہ کے بیٹے نے حضرت سودہ کو نہیں دیکھا حتیٰ کہ وہ اللہ تعالیٰ سے جا ملا۔

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں شبہ کا بیان ہے کیونکہ زمعہ کا بیٹا حضرت سودہ رضی اللہ کا بھائی تھا' لیکن یہ شبہ پیدا ہوا کہ وہ عتبہ بن ابی وقاص کا بیٹا ہے کیونکہ اس میں عتبہ کی مشابہت تھی' اس وجہ سے اس کے حضرت سودہ کے بھائی ہونے میں شبہ ہو گیا' اس لیے آپ نے حضرت سودہ کو اس سے اجتناب کرنے اور اس سے پردہ کرنے کا حکم دیا۔

حضرت سعد بن ابی وقاص' عتبہ بن ابی وقاص' عبد زمعہ' عبدالرحمان بن زمعہ اور حضرت ام المؤمنین سودہ رضی اللہ کا تذکرہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں عتبہ بن ابی وقاص رضی اللہ' حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ' حضرت عبد بن زمعہ رضی اللہ حضرت عبدالرحمان بن زمعہ رضی اللہ اور حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ کا ذکر آیا ہے' ان سب کا مختصر تعارف پیش کیا جا رہا ہے:

عتبہ بن ابی وقاص کا العسکری نے صحابہ میں ذکر کیا ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے' جمہور نے اس کا صحابہ میں ذکر نہیں کیا' ابونعیم نے ذکر کیا ہے: یہ وہی شخص ہے جس نے غزوۂ اُحد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ زخمی کیا تھا اور آپ کے سامنے کے دانت شہید کر دیئے تھے۔

معمر نے روایت کیا ہے کہ جب اس نے آپ کے دانت شہید کیے تو آپ نے اس کے خلاف دعا کی: اے اللہ! اس پر یہ سال نہ گزرے حتیٰ کہ یہ حالت کفر میں مرجائے۔ سو وہ اس سال کے پورا ہونے سے پہلے کفر کی حالت میں مر گیا۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ صحابی ہیں اور یہ ان صحابہ میں سے ایک ہیں جن کو زندگی میں جنت کی بشارت دے دی گئی تھی' ان کا لقب فارس الاسلام تھا' یہ ۵۵ ھ میں فوت ہو گئے تھے ان کو مدینہ لایا گیا اور جنت البقیع میں ان کو دفن کر دیا گیا۔ یہ عشرہ مبشرہ میں فوت ہونے والے آخری صحابی تھے' ان کی عمر ستر سال سے زائد تھی اور ایک قول تراسی سال کا ہے۔

حضرت عبد بن زمعہ رضی اللہ عنہ: حضرت ام المؤمنین سودہ رضی اللہ عنہا کے بھائی تھے' ان کا شمار سادات صحابہ میں ہوتا ہے۔

حضرت عبدالرحمان بن زمعہ: یہ وہ ہیں جن کے متعلق اس حدیث میں قصہ ہے۔

حضرت سودہ بنت زمعہ: آپ ام المؤمنین ہیں' آپ کی کنیت ام الاسود ہے' حضرت ام المؤمنین خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے عقد نکاح کیا تھا' حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی خلافت کے آخر میں ان کا انتقال ہو گیا تھا (رضی اللہ عنہا)۔

زمعہ کی باندی کے بیٹے کا زمعہ کے نسب کے ساتھ استلحاق (ملانے) کی دو وجہیں

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عبد بن زمعہ سے فرمایا ہے: یہ (متنازع شخص) تمہارا (بھائی) ہے' اے عبد بن زمعہ! اس حدیث کے معنی میں دو قول ہیں:

پہلا قول یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فیصلہ اس بناء پر نہیں تھا کہ عبد بن زمعہ نے اس کا مطالبہ کیا تھا' بلکہ آپ کا فیصلہ اپنے علم کی بناء پر تھا' کیونکہ زمعہ آپ کی زوجہ حضرت سودہ کا باپ تھا' پس ممکن ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ علم ہو کہ زمعہ نے اپنی باندی سے مباشرت کی ہے اور اس سے یہ شخص پیدا ہوا ہے۔

اس حدیث کا دوسرا معنی یہ ہے کہ اے عبد بن زمعہ! یہ متنازع شخص تمہارا مملوک (غلام) ہے' کیونکہ یہ زمعہ کی باندی کا بیٹا ہے اور وہ ہر باندی جس کے ہاں اس کے مالک کے نطفہ کے بغیر بچہ ہو' وہ غلام ہوتا ہے' لہٰذا یہ متنازع شخص غلام قرار پایا' اور زمعہ نے اس کے نسب کا اقرار نہیں کیا تھا اور نہ اس کی گواہی دی تھی' لہٰذا وہ اپنی ماں کے تابع ہو کر غلام تھا۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے: آپ نے فرمایا: بچہ اس کا ہے جس کے بستر پر پیدا ہوا۔

اس میں یہ اشارہ ہے کہ آپ نے صرف اس کو عبد بن زمعہ کے مطالبہ پر ان کا بھائی قرار نہیں دیا بلکہ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ زمعہ کے بستر پر پیدا ہوا تھا۔ علماء کی ایک جماعت کا اس پر اتفاق ہے کہ جب آزاد عورت کے ساتھ عقد ہو اور اس کے ساتھ مباشرت ممکن ہو اور حمل بھی ممکن ہو تو بچہ اس کا ہو گا جس کے بستر پر پیدا ہوا ہے اور سوا لعان کے اس سے نسب کی نفی نہیں ہو سکتی۔

جس شخص نے عقد نکاح کے بعد عورت کو طلاق دے دی' پھر اس سے بچہ پیدا ہوا' ---------

اس کے نسب میں اختلاف فقہاء

فقہاء کا اس عورت کے متعلق اختلاف ہے' جس کو اس کے شوہر نے عقد کے وقت حاکم اور گواہوں کے سامنے طلاق دے دی' پھر نکاح کے چھ ماہ یا اس سے زیادہ وقت گزرنے کے بعد اس کے ہاں بچہ ہو گیا' امام مالک اور امام شافعی نے کہا ہے کہ اس بچہ کو اس شخص کے ساتھ لاحق نہیں کیا جائے گا کیونکہ اب وہ عورت اس کا بستر نہیں ہے اور وہ شخص اس عورت کے ساتھ مباشرت پر قادر نہیں تھا اور وہ اس نابالغ لڑکے کی طرح ہے جس سے بچہ ممکن نہیں یا وہ لڑکی اس نابالغہ کی طرح ہے جس سے بچہ ممکن نہیں ہے اور امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب نے کہا ہے کہ وہ عورت اس کا بستر ہے اور اس عورت کا بچہ اس شخص کے نسب کے ساتھ لاحق ہو جائے گا۔

''زانی کے لیے پتھر ہیں'' اس ارشاد کے دو محمل

نبی ﷺ نے فرمایا: زانی کے لیے پتھر ہیں۔ اس کا معنی یہ ہے کہ زانی کے لیے ناکامی ہے اور اس بچہ میں اس کا کوئی حصہ نہیں ہے یعنی بچہ اس کا ہوگا جس کے بستر پر وہ پیدا ہوا ہے خواہ وہ اس کا شوہر ہو یا اس کا مالک ہو اور زانی کے لیے ناکامی اور محرومی ہے جیسے کہا جاتا ہے: تمہارے منہ میں مٹی۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ زانی کو پتھروں سے رجم کر دیا جائے گا کیونکہ شادی شدہ زانی کو رجم کر دیا جاتا ہے اور اس صورت میں عتبہ بن ابی وقاص شادی شدہ زانی تھا۔

جب متنازع شخص کو حضرت سودہ کا بھائی قرار دے دیا گیا تو پھر حضرت سودہ کو ---------- اس سے پردہ کرنے کا حکم کیوں دیا؟

نبی ﷺ نے حضرت سودہ سے فرمایا: تم زمعہ کے بیٹے سے پردہ کرنا کیونکہ آپ نے اس میں عتبہ کی مشابہت دیکھی تھی۔

اس حدیث پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ جب آپ نے اس متنازع شخص (عبدالرحمان بن زمعہ) کا نسب زمعہ سے ثابت کر دیا تھا اور وہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا بھائی قرار پایا تھا تو پھر آپ نے حضرت سودہ کو اس سے پردہ کرنے کا حکم کیوں دیا؟ امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ مرد کو یہ اختیار ہے کہ وہ اگر چاہے تو بیوی کو منع کر دے کہ وہ اپنے بھائی کو نہ دیکھے اور فقہاء کی دوسری جماعت نے یہ کہا ہے کہ نبی ﷺ نے اجنبی مرد کے دیکھنے کے ذریعہ کو قطع کرنے کے لیے اور ذرائع کی روک تھام کے لیے ظاہر کے اعتبار سے اس کو بھائی قرار دینے کے باوجود اس کو دیکھنے سے منع فرما دیا تھا گویا کہ آپ نے دو حکم دیئے تھے ایک حکمِ ظاہر تھا اور ایک حکمِ باطن' حکم ظاہر یہ تھا کہ بچہ اس کا ہے جس کے بستر پر ہو اور اس اعتبار سے وہ متنازع شخص حضرت سودہ کا بھائی قرار پایا اور حکم باطن یہ تھا کہ عتبہ سے مشابہت کی بناء پر حضرت سودہ کو اس سے پردہ کرنے کا حکم دیا' گویا آپ نے فرمایا: اے سودہ! واقع میں اور اللہ کے نزدیک وہ تمہارا بھائی نہیں ہے اگرچہ ظاہر شرع کے اعتبار سے وہ تمہارا بھائی ہے۔

عتبہ بن ابی وقاص نے زمعہ کی باندی کے حمل کو اپنے نسب کے ساتھ ملانے کی وصیت کس بنیاد پر کی تھی؟

اس قصہ کی اصل اور بنیاد یہ تھی کہ زمانہ جاہلیت میں لوگوں کی باندیاں زنا کرتی تھیں اور اس دوران ان کے مالکان بھی آ کر ان سے مباشرت کرتے تھے' پس جب کسی باندی کے ہاں بچہ ہو جاتا تو بعض اوقات اس باندی کا مالک بچہ پر دعویٰ کرتا اور بعض اوقات زانی اس بچہ کا دعویٰ کرتا' پھر اگر اس باندی کا مالک مر جاتا اور اس کا اس بچہ پر دعویٰ ہوتا اور نہ انکار ہوتا تو اس کے وارث اس بچہ کا دعویٰ کرتے اور اس کے نسب کو اس باندی کے مالک کے ساتھ لاحق کر دیتے مگر اس بچہ کو مالک کی میراث سے حصہ نہیں دیا جاتا تھا سوا اس کے کہ مالک نے اپنی زندگی میں اس بچے کو اپنے نسب کے ساتھ ملا لیا ہو اور اگر مالک اس بچہ کا انکار کر دیتا تو پھر اس کے نسب کو مالک کے ساتھ نہیں ملایا جاتا تھا۔

صورتِ مذکورہ میں حضرت سودہ کے والد زمعہ بن قیس کی اسی طرح کی باندی تھی اور وہ اور دوسرے لوگ اس کے ساتھ دخول کرتے تھے' پھر وہ حاملہ ہوگئی اور یہ گمان کیا گیا کہ حضرت سعد بن ابی وقاص کے بھائی عتبہ بن ابی وقاص کا حمل ہے اور عتبہ حالت کفر میں مر گیا تھا۔ عتبہ نے اپنی موت سے پہلے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو یہ وصیت کی تھی کہ زمعہ کی باندی کو جو حمل ہے اس پر تم قبضہ کر لینا' پھر جب حضرت سعد نے اس سے پیدا ہونے والے بچہ کو عتبہ کے نسب سے ملایا تو زمعہ کے بیٹے عبد بن زمعہ نے ان سے مخاصمہ کیا' حضرت سعد نے زمانہ جاہلیت کے طریقہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ یہ میرے بھائی عتبہ کا بیٹا ہے اور حضرت عبد بن زمعہ نے کہا: یہ میرا بھائی ہے' میرے والد کے بستر پر پیدا ہوا ہے اور ان کے اس قول میں اسلام کے بیان کردہ اصول کی طرف اشارہ تھا' پس

رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبد بن زمعہ کے حق میں فیصلہ فرما دیا اور جاہلیت کے طریقہ کو باطل کر دیا۔ اس حدیث سے متعدد احکام معلوم ہوئے۔

حدیث مذکور سے حرمت مصاہرۃ کے جواز یا عدم جواز پر استدلال

ان احکام میں سے امام ابوحنیفہ کا استنباط کردہ یہ حکم ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت سودہ کو زمعہ کے بیٹے سے پردہ کا حکم دیا' لہٰذا جو شخص کسی کی بیوی کے ساتھ زنا کرے' وہ عورت اس کی اولاد پر حرام ہو جاتی ہے' امام احمد' اوزاعی اور سفیان ثوری کا بھی مذہب ہے اور یہ حرمت مصاہرۃ کی وجہ سے ہے اور امام مالک' امام شافعی اور ابوثور نے کہا: وہ عورت اس کی اولاد پر حرام نہیں ہوگی اور نبی ﷺ نے حضرت سودہ کو جو پردہ کا حکم دیا تھا' وہ تنزیہ کی بناء پر تھا یعنی شبہ کے مواقع سے احتراز کے لیے تھا اور ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ امر وجوب کے لیے ہوتا ہے اور حضرت سودہ پر اس سے پردہ کرنا واجب تھا اور یہ حدیث ان کے خلاف ہماری حجت ہے۔

علامہ ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ نبی ﷺ کا فیصلہ ظاہر شریعت کی بناء پر تھا کیونکہ نبی نے یہ حکم دیا کہ بچہ اس کا ہے جس کے بستر پر ہو اور اس کی عتبہ کے ساتھ مشابہت کا اعتبار نہیں کیا اور جاہلیت کے مکروہ طریقہ کے مطابق جو وہ بچہ پیدا ہوا تھا' آپ نے اس کا اعتبار نہیں کیا اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حاکم کا حکم کسی باطل چیز کو حلال نہیں کرتا کیونکہ آپ نے حضرت سودہ کو اس سے پردہ کرنے کا حکم دیا تھا۔

استلحاق نسب کی شرائط

امام شافعی نے اس سے یہ حکم نکالا ہے کہ بھائی کسی کو وارثوں کے نسب میں ملانے کا مطالبہ کر سکتا ہے اور تمام ورثاء بھی ایسا کر سکتے ہیں' بشرطیکہ جس کا نسب ملایا گیا ہو' اس کا میت کا بیٹا ہونا ممکن ہو اور یہ شرط بھی ہے کہ اس کا کسی اور کے ساتھ نسب معروف نہ ہو اور یہ شرط بھی ہے کہ جس کا نسب ملایا گیا ہو' وہ اگر عاقل' بالغ ہو تو اس نسب کی تصدیق کرے۔

علامہ نووی نے کہا ہے کہ جس متنازع شخص کو نبی ﷺ نے زمعہ کے نسب کے ساتھ ملایا تھا' اس میں یہ تمام شرائط موجود تھیں۔

ہمارے اصحاب نے اس کی دو تاویلیں کی ہیں: ایک یہ ہے کہ حضرت سودہ' عبد بن زمعہ کی بہن تھیں اور انہوں نے بھی ذکر کردہ متنازع شخص کو اپنے ساتھ ملانے میں اپنے بھائی کی موافقت کی تھی' یوں یہ مطالبہ تمام ورثاء کی طرف سے تھا۔ دوسری تاویل یہ ہے کہ زمعہ کفر پر مر گیا تھا اور حضرت سودہ رضی اللہ عنہا اس کی وارث نہیں ہوئی تھیں کیونکہ وہ مسلمان تھیں اور عبد بن زمعہ اس کے وارث ہوئے تھے (کیونکہ وہ بعد میں مسلمان ہوئے تھے)۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۲۴۲-۲۳۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۳۵۰۸- ج ۳ ص ۹۳۱ پر مذکور ہے' اس کے عنوان حسب ذیل ہیں:

(۱) زمانہ جاہلیت میں باندیوں کی اولاد کے نسب کے ثبوت کا طریقہ (۲) اسلام میں ثبوت نسب کا طریقہ (۳) عبد بن زمعہ کے بھائی کے نسب کی تحقیق (۴) زنا سے حرمت مصاہرت کے ثبوت پر دلیل (۵) ثبوت نسب میں امکان وطی کی شرط میں مذاہب فقہاء (۶) ٹیسٹ ٹیوب بے بی کی تحقیق (۷) مرد کی وہ خرابیاں جن کی وجہ سے ٹیسٹ ٹیوب بے بی کی ضرورت پڑتی ہے (۸) عورت کی وہ خرابیاں جن کی وجہ سے ٹیسٹ ٹیوب بے بی کی ضرورت پڑتی ہے (۹) ٹیسٹ ٹیوب بے بی کے ذریعہ تولید کا شرعی حکم (۱۰) مصنوعی عمل تولید کا شرعی حکم (۱۱) کیا ٹیسٹ ٹیوب بے بی کا عمل فطرت اللہ اور خلق اللہ کے خلاف ہے؟ (۱۲) فقہاء اہل سنت کی تصریحات کی روشنی میں مصنوعی طریقہ تولید کا جواز (۱۳) اہل تشیع کی تصریحات کی روشنی میں مصنوعی طریقہ تولید کا جواز۔

٢٠٥٤ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي السَّفَرِ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمِعْرَاضِ، فَقَالَ إِذَا أَصَابَ بِحَدِّهِ فَكُلْ، وَإِذَا أَصَابَ بِعَرْضِهِ فَقَتَلَ فَلَا تَأْكُلْ، فَإِنَّهُ وَقِيذٌ. قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ! أُرْسِلُ كَلْبِي وَأُسَمِّي، فَأَجِدُ مَعَهُ عَلَى الصَّيْدِ كَلْبًا آخَرَ لَمْ أُسَمِّ عَلَيْهِ، وَلَا أَدْرِي أَيُّهُمَا أَخَذَ؟ قَالَ لَا تَأْكُلْ، إِنَّمَا سَمَّيْتَ عَلَى كَلْبِكَ وَلَمْ تُسَمِّ عَلَى الْآخَرِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے عبداللہ بن ابی السفر نے خبر دی از شعبی از حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ انہوں نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے چوڑی لکڑی سے شکار کے متعلق سوال کیا' آپ نے فرمایا: اگر وہ لکڑی دھار کی طرف سے شکار پر لگے تو تم اس کو کھالو اور اگر وہ چوڑائی کی طرف سے شکار کو لگ کر اس کو ہلاک کرے تو اس کو مت کھاؤ کیونکہ وہ چوٹ لگنے سے ہلاک ہوا ہے' انہوں نے کہا: یارسول اللہ! میں اپنا کتا چھوڑتا ہوں اور اس پر بسم اللہ پڑھتا ہوں' پھر میں شکار کے اوپر ایک اور کتا بھی پاتا ہوں جس پر میں نے بسم اللہ نہیں پڑھی ہے اور مجھے پتا نہیں ان میں سے کس نے شکار کو پکڑا ہے' آپ نے فرمایا: تم اس کو مت کھاؤ کیونکہ تم نے اپنے کتے پر بسم اللہ پڑھی ہے اور دوسرے کتے پر بسم اللہ نہیں پڑھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۷۵ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ جب شکار کے ساتھ دوسرا کتا بھی پایا گیا تو اس کے حلال ہونے میں شبہ واقع ہوگیا۔

٤ - بَابُ مَا يُتَنَزَّهُ مِنَ الشُّبُهَاتِ

مشتبہ چیزوں سے احتراز کرنا

٢٠٥٥ - حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ طَلْحَةَ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِتَمْرَةٍ مُسْقَطَةٍ، فَقَالَ لَوْلَا أَنْ تَكُونَ صَدَقَةً لَأَكَلْتُهَا. وَقَالَ هَمَّامٌ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَجِدُ تَمْرَةً سَاقِطَةً عَلَى فِرَاشِي.

[طرف الحدیث: ۲۴۳۱]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قبیصہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از منصور از طلحہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک گرے ہوئے پھل کے پاس سے گزرے تو آپ نے فرمایا: اگر یہ پھل صدقہ کا نہ ہوتا تو میں اس کو کھالیتا' اور ہمام نے از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں کھجور کو اپنے بستر پر پڑا ہوا پاتا ہوں۔

(صحیح مسلم: ۱۰۷۱' الرقم المسلسل: ۲۳۶۷' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۲۱۴' شعب الایمان: ۵۷۴۳' سنن بیہقی ج ۶ ص ۱۹۵' مسند احمد ج ۳ ص ۱۱۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۲۱۹۰- ج ۱۹ ص ۲۲۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس وجہ سے ہے کہ جو پھل زمین پر گرا ہوا ہے' اس کے متعلق شبہ واقع ہو گیا کہ آیا وہ صدقہ سے ہے یا نہیں ہے' اگر وہ صدقہ سے ہو تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اس کو اٹھا کر کھانا جائز نہیں ہے اور اگر صدقہ کی نہ ہو تو آپ کے لیے اس کو کھانا جائز تھا' اس شبہ کی وجہ سے آپ نے اس سے احتراز کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر ایک دو کھجوریں کسی عام

آدمی کو پڑی ہوئی ملیں تو اس کے لیے ان کو کھانا جائز ہے البتہ سادات کرام پر چونکہ صدقہ یعنی زکوٰۃ کا مال کھانا حرام ہے اس لیے ان کو بہ طور تقویٰ اس سے احتراز کرنا چاہیے۔

جس کام کے کرنے پر دل مطمئن ہو وہ جائز ہے اور جس کام سے دل میں تردد ہو وہ ناجائز ہے۔۔۔۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا دل کی بات کو جان لینا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

علامہ المہلب مالکی متوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بہ طور تنزہ اس کھجور کے کھانے کو ترک کر دیا کیونکہ ہوسکتا تھا کہ وہ کھجور صدقہ کی ہوتی اور کسی عام شخص پر یہ واجب نہیں ہے کہ وہ جائز چیزوں میں تتبع کرے کیونکہ اشیاء میں اصل اباحت ہے اور جب تک کسی چیز کی ممانعت اور اس کی تحریم پر دلیل قائم نہ ہو اس کو لینا اور کھانا جائز ہے پس مشتبہ چیزوں سے احتراز اسی وقت کیا جائے گا جب یہ پتا نہ ہو کہ وہ حلال ہے یا حرام ہے اور اس میں حلال اور حرام دونوں کی گنجائش ہو اور کسی ایک شق پر دلیل قائم نہ ہو اور ایسی چیز پر حرام ہونے کا حکم لگانا جائز نہیں ہے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ وہ حلال ہو تاہم مستحب اور تقویٰ کا تقاضا یہ ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اس فعل کی اقتداء کریں حدیث میں ہے:

حضرت وابصہ بن معبد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں آیا اور میرا ارادہ یہ تھا کہ میں ہر چیز کی نیکی اور گناہ ہونے کے متعلق آپ سے سوال کروں اور اس وقت آپ کے پاس لوگوں کی جماعت تھی پس میں لوگوں کو پھلانگتا ہوا گیا پھر لوگوں نے کہا: اے وابصہ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس سے ایک طرف ہو میں نے کہا: میں وابصہ ہوں مجھے آپ کے قریب ہونے دو کیونکہ آپ کے قریب ہونا مجھے تمام لوگوں سے زیادہ محبوب ہے تب آپ نے مجھ سے فرمایا: اے وابصہ! قریب آؤ! اے وابصہ! قریب آؤ! پھر میں آپ کے اتنا قریب ہوا کہ میرے زانوں آپ کے زانوؤں کو چھو رہے تھے تب آپ نے فرمایا: اے وابصہ! میں تم کو بتاؤں کہ تم مجھ سے کس چیز کا سوال کرنے آئے ہو یا تم خود سوال کرو گے؟ میں نے کہا: یا رسول اللہ! آپ مجھے بتائیں! آپ نے فرمایا: تم مجھ سے نیکی اور گناہ کے متعلق سوال کرنے آئے ہو میں نے کہا: جی ہاں! آپ نے اپنی تین انگلیوں کو جوڑ کر میرے سینے میں مارا اور فرمایا: اے وابصہ! تم اپنے دل سے پوچھو نیکی وہ کام ہے جس پر تمہارا دل مطمئن ہو اور گناہ وہ ہے جو تمہارے دل میں کھٹک رہا ہو اور تمہارے سینہ میں متردد ہو خواہ لوگ تمہیں اس کام کا فتویٰ دیں خواہ لوگ فتویٰ نہ دیں۔

(دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۶ ص ۲۹۲ حلیۃ الاولیاء ج ۲ ص ۲۴ سنن داری: ۲۵۳۳ مسند ابو یعلیٰ: ۱۵۸۶ شرح مشکل الآثار: ۲۱۳۹ المعجم الکبیر ج ۲۲ ص ۴۰۳ مسند البزار: ۱۸۳ مسند الشامیین: ۲۰۰۰ مسند احمد ج ۴ ص ۲۲۸ طبع قدیم مسند احمد: ۱۸۰۰۱۔ ج ۲۹ ص ۵۲۸۔ ۵۲۷ موسسۃ الرسالۃ بیروت شعیب الارنؤط نے لکھا ہے کہ اس کی سند ضعیف ہے۔ حاشیہ مسند احمد: ۱۸۰۰۱)

میں کہتا ہوں کہ فضائل اعمال میں ضعیف السند حدیث بھی معتبر ہوتی ہے۔ علامہ سندھی نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ تم اپنے دل سے فتویٰ طلب کرو کیونکہ جب ایمان قوی ہو تو مؤمن کا دل اللہ کے نور سے دیکھتا ہے اور یہ حدیث دلائل النبوۃ میں سے ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس چیز کی خبر دی جو حضرت وابصہ کے دل میں تھی۔ (حاشیہ مسند احمد: ۱۸۰۰۱۔ ۱۷۹۹۹)

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: کوئی شخص اس وقت تک تقویٰ کی حقیقت کو نہیں پا سکتا حتیٰ کہ اس چیز کو چھوڑ دے جو اس کے سینہ میں کھٹکتی ہے۔

حضرت عطیہ سعدی نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: کوئی بندہ اس وقت تک متقین کے درجہ کو نہیں پا سکتا حتیٰ کہ اس کام کو

چھوڑ دے جس میں کوئی حرج نہیں ہے اس خوف سے کہ ہوسکتا ہے اس میں کوئی حرج ہو۔

(سنن ترمذی:۲۴۵۹'سنن ابن ماجہ:۴۲۱۵'سنن بیہقی ج ۲ ص ۳۳۵'مشکوٰۃ:۵۲۷۵'کنز العمال:۵۶۴۲)

ابوالحسن بن القابسی نے کہا: یہ کھجور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بستر پر پائی گئی تھی' پس صدقہ کی کھجور اپنے محل کو پہنچ گئی تھی اور یہ کھجور صدقہ کی نہیں تھی؟ اس کا جواب یہ کہ ہوسکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صدقہ کی کھجوروں کو تقسیم کیا ہو' پھر آپ گھر چلے گئے اور یہ ایک کھجور آپ کے کپڑوں میں چمٹ گئی' پھر آپ کے بستر پر گر گئی' پس اس میں شبہ پیدا ہو گیا' بعض دیگر علماء نے یہ کہا ہے کہ اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کی آل پر صدقہ مطلقاً حرام ہے خواہ قلیل ہو یا کثیر۔

جس مال کی کوئی قابل ذکر قیمت نہ ہو اس کو لینے کا جواز

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مسلمانوں کے اموال میں سے صرف ان کو لینا اور اٹھانا حرام ہے جن کی کوئی قابل ذکر قیمت ہو اور ایک کھجور یا ایک انجیر یا ایک انگور کا دانہ یا روٹی کا ٹکڑا اور اس کی مثل چیزیں تو ان کے متعلق فقہاء کا اجماع ہے کہ ان کو زمین سے اٹھا لینا چاہیے اور ان کو کھا کر ان کا اکرام کرنا چاہیے اور ان کا اعلان نہیں کرنا چاہیے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر یہ کھجور صدقہ کی نہ ہوتی تو میں اس کو کھا لیتا۔ (شرح ابن بطال ج ۶ ص ۱۷۰-۱۶۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی یہ حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۳۷۴- ج ۲ ص ۱۰۱۱ پر مذکور ہے' اس کی شرح کا عنوان ہے:

آل رسول کو زکوٰۃ دینے میں مذاہب۔

۵- بَابُ مَنْ لَمْ يَرَ الْوَسَاوِسَ وَنَحْوَهَا مِنَ الْمُشَبَّهَاتِ

جس نے وساوس وغیرہ کو شبہات میں سے نہیں قرار دیا

وساوس' وسوسہ کی جمع ہے' وسوسہ اس بُری چیز کو کہتے ہیں جس کو شیطان دل میں ڈال دیتا ہے۔

۲۰۵۶ - حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ' عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيْمٍ' عَنْ عَمِّهٖ قَالَ شُكِيَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّجُلُ يَجِدُ فِي الصَّلٰوةِ شَيْئًا' اَيَقْطَعُ الصَّلٰوةَ؟ قَالَ لَا' حَتّٰى يَسْمَعَ صَوْتًا اَوْ يَجِدَ رِيْحًا. وَقَالَ ابْنُ اَبِيْ حَفْصَةَ' عَنِ الزُّهْرِيِّ لَا وُضُوْءَ اِلَّا فِيْمَا وَجَدْتَ الرِّيْحَ اَوْ سَمِعْتَ الصَّوْتَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن عیینہ نے حدیث بیان کی از زہری از عباد بن تمیم از عم خود' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شکایت کی گئی کہ ایک شخص نماز میں کوئی چیز محسوس کرتا ہے (کہ شاید اس کا وضوء ٹوٹ گیا ہے) کیا وہ نماز قطع کر دے؟ آپ نے فرمایا: نہیں! حتیٰ کہ وہ کوئی آواز سنے یا بدبو محسوس کرے۔ اور ابن ابی حفصہ نے زہری سے روایت کی ہے کہ وضوء اس وقت تک واجب نہیں ہوتا حتیٰ کہ تم بدبو سونگھو یا آواز سنو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۳۷ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان سے اس طرح مطابقت ہے کہ وسوسہ سے وضوء نہیں زائل ہوتا جب تک کہ وضوء ٹوٹنے پر یقینی دلیل نہ قائم ہو' کیونکہ جو شبہ بغیر دلیل کے واقع ہو اس کا شریعت میں اعتبار نہیں ہوتا۔

۲۰۵۷ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ الْمِقْدَامِ الْعِجْلِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الطُّفَاوِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن مقدام عجلی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن عبدالرحمان طفاوی نے

هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ قَوْمًا قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اِنَّ قَوْمًا يَّاْتُوْنَنَا بِاللَّحْمِ لَا نَدْرِيْ اَذَكَرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ اَمْ لَا ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمُّوا اللّٰهَ عَلَيْهِ وَكُلُوْهُ. [اطراف الحدیث:۵۵۰۷۔۷۳۹۸]

حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن عروہ نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ کچھ لوگوں نے کہا: یارسول اللہ! لوگ ہمارے پاس گوشت لے کر آتے ہیں ہم نہیں جانتے کہ انہوں نے اس پر بسم اللہ پڑھی ہے یا نہیں؟ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اس پر بسم اللہ پڑھو اور اس کو کھا لو۔

(سنن ابوداؤد:۲۸۲۹ سنن ابن ماجہ:۳۱۷۴ موطأ امام مالک۔کتاب الذبائح۔باب:۱۔حدیث:۱ سنن نسائی:۴۴۴۳ سنن دارمی:۱۹۸۲)

نوٹ: امام ابن ماجہ نے اس حدیث کی روایت کے بعد لکھا ہے کہ وہ لوگ نئے نئے کفر سے نکلے تھے اور امام دارمی نے اس حدیث کی روایت کے بعد لکھا ہے کہ وہ لوگ تازہ تازہ جاہلیت سے نکلے تھے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) احمد بن مقدام عجلی بصری یہ عمدہ حافظ تھے اور ۲۵۳ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) محمد بن عبدالرحمان طفاوی اس میں طفاوی بنت جرم بن ریان کی طرف نسبت ہے ایک قول ہے کہ طفا بصرہ میں ایک جگہ کا نام ہے یہ ۱۸۷ھ میں فوت ہو گئے تھے۔ باقی رجال کا تذکرہ اس سے پہلے کئی بار کیا جا چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ج۱۱ ص۲۴۶)

علامہ عینی نے لکھا ہے کہ امام بخاری اس حدیث کی روایت میں منفرد ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کو امام ابوداؤد امام نسائی امام ابن ماجہ امام مالک اور امام دارمی نے بھی روایت کیا ہے جیسا کہ ہم نے اس حدیث کی تخریج کی ہے۔ غالباً علامہ عینی نے اس حدیث کو زیادہ تلاش نہیں کیا۔

وسوسہ کو شبہات میں داخل نہ کرنے کی توجیہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

وسوسوں کو درج ذیل حدیث کی بناء پر شبہات میں داخل نہیں کیا گیا:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے میری امت کی ان چیزوں سے درگزر کر لیا ہے جو ان کے دل میں وسوسے آتے ہیں جب تک وہ ان پر عمل نہ کریں یا ان کے متعلق بات نہ کریں۔

(صحیح البخاری:۲۵۲۸ صحیح مسلم:۱۲۷ سنن ابوداؤد:۲۲۰۹ سنن ترمذی:۱۱۸۳ سنن نسائی:۳۴۳۴ سنن ابن ماجہ:۲۰۴۰)

پس وسوسہ کو لغو قرار دیا گیا ہے اور اس کو ترک کر دیا گیا ہے اور جب تک وسوسہ پر دل جم نہ جائے اور اس کے تقاضے کے مطابق کوئی عمل نہ کیا جائے اس کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں جو مذکور ہے کہ ہمیں پتا نہیں لوگوں نے (ذبیحہ پر) اللہ کا نام لیا ہے یا نہیں یہ بھی وسوسہ ہے اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی تفتیش کا حکم دیتے تو بہت حرج ہوتا اور قرآن مجید میں ہے:

وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ. (الحج:۷۸) اور اللہ نے تم پر دین میں کوئی تنگی نہیں رکھی۔

حضرت عائشہ کے شبہ پر علامہ ابن بطال کا رد اور مصنف کا ان کی طرف سے دفاع

کسی مسلمان کے متعلق یہ گمان کرنا جائز نہیں ہے کہ اس نے عمداً شکار پر یا ذبیحہ پر بسم اللہ پڑھنے کو ترک کیا ہوگا لہٰذا یہ شبہ

ضعیف ہے اسی لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شبہ کو زائل کرنے کے لیے کوئی حکم نہیں دیا' بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی ضد کا حکم دیا اور فرمایا: تم بسم اللہ پڑھ کر کھالو نیز اس زمانہ کے مسلمان ان لوگوں میں سے تھے جن کی تحسین کی گئی ہے' لہٰذا ان کے دین کے متعلق بدگمانی نہیں کی جائے گی۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی کیا توجیہ ہے کہ تم اللہ کا نام لو اور کھالو؟ اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم احتیاطاً دیا ہے' اس خوف سے کہ ہوسکتا ہے کہ کوئی شخص شکار پر بسم اللہ پڑھنا بھول گیا ہو تو اس کا تدارک ہو جائے' ہر چند کہ کھانے سے پہلے بسم اللہ پڑھنا واجب نہیں ہے۔ (شرح ابن بطال ج ٦ ص ١٧١-١٧٠' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ھ)

میں کہتا ہوں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جن لوگوں کے متعلق یہ کہا تھا کہ پتا نہیں انہوں نے بسم اللہ پڑھی ہے یا نہیں؟ امام ابن ماجہ اور امام دارمی کی تصریح کے مطابق یہ وہ لوگ تھے جو نئے نئے اسلام میں داخل ہوئے تھے اور ابھی تک ان کے دلوں میں اسلام راسخ نہیں ہوا تھا اور قرآن اور حدیث میں جن مسلمانوں کی تحسین کی گئی ہے' یہ وہ صحابہ ہیں جو احکامِ شرعیہ پر عمل کرنے میں راسخ ہو چکے تھے' لہٰذا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا مذکورہ شبہ بدگمانی پر مبنی نہیں تھا۔

ذبیحہ پر ذبح کے وقت بسم اللہ پڑھنا معتبر ہے

علامہ محمد بن یوسف کرمانی متوفی ٧٨٦ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ ذبح کے وقت بسم اللہ پڑھنا واجب نہیں ہے' کیونکہ اس حدیث میں بسم اللہ پڑھنے کا حکم صرف کھانے اور پینے کے وقت دیا گیا ہے۔ (شرح الکرمانی ج ٨ ص ١٨٩' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ١٤٠١ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ' اس عبارت کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

علامہ کرمانی درج ذیل آیت سے کس طرح غافل ہوگئے:

وَلَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَاِنَّهٗ لَفِسْقٌ. (الانعام: ١٢١) اور اس ذبیحہ کو نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام نہیں لیا گیا' اور بے شک اس کو کھانا گناہ ہے۔

یہ آیت ہر اس ذبیحہ کو شامل ہے جس پر بسم اللہ پڑھنے کو ترک کر دیا گیا ہو لیکن جس ذبیحہ پر سہو اور نسیان سے بسم اللہ پڑھنے کو ترک کر دیا گیا ہو' اس پر اجماع ہے کہ وہ اس آیت سے مستثنیٰ ہے' اس کے علاوہ ذبیحہ کا ہر فرد اس آیت میں داخل ہے' اور یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ یہ آیت مردار کے ساتھ مخصوص ہے کیونکہ مردار کو ذبح نہیں کیا جاتا اور اس سے بلاوجہ اس آیت کو مجاز پر محمول کرنا لازم آئے گا۔

باب مذکور کی حدیث کی شرح میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ ابتداء اسلام میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اجازت دی تھی کہ جس ذبیحہ پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو' اس کو بھی کھالیا جائے اور اس وقت تک الانعام: ١٢١ نازل نہیں ہوئی تھی اور جب یہ آیت نازل ہوگئی تو اس ذبیحہ کو کھانے سے منع کر دیا گیا جس پر عمداً بسم اللہ پڑھنے کو ترک کر دیا گیا ہو۔

علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ اس قول کو امام مالک نے الموطأ میں ذکر کیا ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں اس کو واضح طور پر بیان کیا گیا ہے کہ اللہ کا نام لیے بغیر ذبح کرنے والے وہ لوگ تھے جو نئے نئے اسلام میں داخل ہوئے تھے اور ان کو اس حکم شرعی کا پتا نہیں تھا' اور رہا اب کا معاملہ تو اب کوئی ایسا شخص نہیں ملے گا جس کو یہ معلوم نہ ہو کہ ذبیحہ پر بسم اللہ پڑھنا لازمی شرط ہے اور مسلمانوں کے متعلق یہ بدگمانی نہیں کی جائے گی کہ وہ ذبیحہ پر بسم اللہ پڑھنے کو ترک کر دیتے ہیں' رہا وہ شخص جو ذبیحہ پر بسم اللہ پڑھنا بھول گیا تو اس کو جب یاد آئے تو وہ بسم اللہ پڑھ لے اور کھانے والا بسم اللہ پڑھے کیونکہ اس کو بھولنے کا خطرہ ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں جو حکم بیان کیا گیا ہے' وہ الانعام:١٢١ نازل ہونے سے پہلے کا ہے' اس پر علامہ ابن عبدالبر نے یہ اعتراض کیا ہے کہ اس حدیث کا تعلق مدینہ منورہ کے دیہاتیوں اور خانہ بدوشوں سے ہے اور علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ سورۃ الانعام مکہ میں نازل ہوئی تھی' اس کا جواب یہ ہے کہ ابوالعباس الضریر اور ثعلبی وغیرہما نے ذکر کیا ہے کہ سورۃ الانعام کی چھ آیات مدینہ میں نازل ہوئی ہیں' لہٰذا علامہ ابن عبدالبر کا سورۃ الانعام کو مطلقاً مکی کہنا صحیح نہیں ہے اور علامہ ابن الجوزی نے یہ کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا ہے کہ ''تم بسم اللہ پڑھو اور اس کو کھاؤ'' اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ جس نے ذبیحہ پر بسم اللہ نہیں پڑھی' اس کا اب کھاتے وقت بسم اللہ پڑھنا اس سے کافی ہو جائے گا' بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ کھانے کے وقت بسم اللہ پڑھنا سنت ہے اور علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ حضرت عائشہ کے سوال اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب میں یہ دلیل ہے کہ ذبیحوں پر بسم اللہ پڑھنے کا اعتبار ہے اور حقیقت حال کا اللہ تعالیٰ ہی کو علم ہے۔ (عمدۃ القاری ج١١ ص٢٤٧-٢٤٦' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٦ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى
اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَإِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوًا نِ انْفَضُّوْٓا اِلَيْهَا﴾ (الجمعہ:١١)

اور جب یہ لوگ کسی تجارتی قافلہ کو یا کھیل تماشے کو دیکھتے ہیں تو اس کی طرف بھاگ جاتے ہیں۔ (الجمعہ:١١)

اس باب میں الجمعہ:١١ کا شانِ نزول بیان کیا گیا ہے' اس کی مکمل شرح کتاب الجمعہ میں بیان کی جا چکی ہے' یہاں پر اس باب کو ذکر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ہر چند کہ تجارت کرنا قابل ستائش کام ہے کیونکہ تجارت کی وجہ سے انسان رزق حلال کے حصول پر قادر ہوتا ہے لیکن اس وقت ان لوگوں کے لیے افضل یہ تھا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے خطبہ سنتے رہتے اور اپنے آپ کو مسجد میں لازم رکھتے۔

٢٠٥٨ - حَدَّثَنَا طَلْقُ بْنُ غَنَّامٍ قَالَ حَدَّثَنَا زَائِدَةُ' عَنْ حُصَيْنٍ' عَنْ سَالِمٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ جَابِرٌ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ نُصَلِّيْ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذْ اَقْبَلَتْ مِنَ الشَّامِ عِيْرٌ تَحْمِلُ طَعَامًا' فَالْتَفَتُوْا اِلَيْهَا' حَتّٰى مَا بَقِيَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا اثْنَا عَشَرَ رَجُلًا' فَنَزَلَتْ ﴿وَإِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوًا نِ انْفَضُّوْٓا اِلَيْهَا﴾ (الجمعہ:١١).

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں طلق بن غنام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زائدہ نے حدیث بیان کی از حصین از سالم' انہوں نے کہا: مجھے حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی' وہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نمازِ جمعہ پڑھ رہے تھے' اس وقت شام سے ایک قافلہ گندم لے کر آیا تو سب لوگ اس کی طرف متوجہ ہو گئے حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صرف بارہ صحابہ باقی رہ گئے' تب یہ آیت نازل ہوئی: اور جب یہ لوگ کسی تجارتی قافلہ کو یا کھیل تماشے کو دیکھتے ہیں تو اس کی طرف بھاگ جاتے ہیں۔ (الجمعہ:١١)

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:٩٣٦ میں گزر چکی ہے۔

٧ - بَابُ مَنْ لَّمْ يُبَالِ مِنْ حَيْثُ كَسَبَ الْمَالَ
جو شخص یہ پرواہ نہیں کرتا کہ اس نے مال کہاں سے حاصل کیا

اس باب میں اس شخص کا حال بیان کیا گیا ہے جو اس کی پرواہ نہیں کرتا کہ اس نے مال کہاں سے حاصل کیا اور ایسے شخص کی مذمت کی طرف اشارہ کیا ہے۔

٢٠٥٩ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ ذِئْبٍ قَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان

حَدَّثَنَا سَعِيدٌ الْمَقْبُرِيُّ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَاْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَا يُبَالِي الْمَرْءُ مَا اَخَذَ مِنْهُ اَمِنَ الْحَلَالِ اَمْ مِنَ الْحَرَامِ. [طرف الحدیث: ٢٠٨٣]

کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی ذئب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سعید مقبری نے حدیث بیان کی از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا جس میں کوئی شخص یہ پرواہ نہیں کرے گا کہ اس نے مال کہاں سے لیا ہے آیا حلال ذریعہ سے حاصل کیا ہے یا حرام ذریعہ سے لیا ہے۔

(سنن نسائی: ۴۴۶۱ سنن دارمی: ۲۵۳۶ صحیح ابن حبان: ۶۷۲۶ سنن بیہقی ج ۵ ص ۲۶۴ دلائل النبوۃ ج ۶ ص ۵۳۵ شعب الایمان: ۵۵۲۶ تاریخ بغداد ج ۱۲ ص ۳۲۷ شرح السنۃ: ۲۰۳۳ مسند احمد ج ۲ ص ۴۳۵ طبع قدیم مسند احمد: ۹۶۲۰۔ ج ۱۵ ص ۳۸۲ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا جس میں کوئی شخص یہ پرواہ نہیں کرے گا کہ اس نے مال کہاں سے حاصل کیا ہے آیا حلال ذریعہ سے حاصل کیا ہے یا حرام ذریعہ سے لیا ہے۔

اس حدیث کے رجال کا تذکرہ اس سے پہلے کئی بار کیا جا چکا ہے۔

باب مذکور کے موافق ایک اور حدیث

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا جس میں لوگ سود کھائیں گے حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں: آپ سے پوچھا گیا: کیا سب لوگ سود کھائیں گے؟ آپ نے فرمایا: جو سود نہیں کھائے گا اس کو سود کا غبار حاصل ہوگا۔ (سنن ابوداؤد: ۳۳۳۱ سنن ابن ماجہ: ۲۲۷۸ سنن نسائی: ۴۴۶۶ مسند ابویعلیٰ: ۶۲۳۳ المستدرک ج ۲ ص ۱۱ سنن بیہقی ج ۵ ص ۲۷۶۔ ۲۷۵ مسند احمد ج ۲ ص ۴۹۴ طبع قدیم مسند احمد: ۱۰۴۱۰۔ ج ۱۶ ص ۲۵۸ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

سود خوری اور حرام خوری کا یہ عموم اور دیگر فتون کا شیوع قرب قیامت میں ہوگا جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر دی ہے کہ اسلام ابتدا میں غریب (اجنبی) تھا اور عنقریب غریب ہونے کی حالت میں ہی لوٹ جائے گا اور آپ نے فسادات کی کثرت برائیوں کے ظہور اور حالات کے متغیر ہونے کی خبر دی ہے اور یہ آپ کی نبوت کی علامات ہیں۔ حرام سے اجتناب کرنے اور رزق حلال کی طلب کی فضیلت میں درج ذیل احادیث ہیں:

حرام سے اجتناب اور رزقِ حلال کی طلب کی فضیلت میں احادیث

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حلال (رزق) کو طلب کرنا جہاد ہے۔

(الکامل لابن عدی ج ۷ ص ۵۱۳ طبع جدید اتحاف السادۃ المتقین ج ۱ ص ۱۳۱ کنز العمال: ۹۲۰۵)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حلال (رزق) کو طلب کرنا ہر مسلمان پر واجب ہے۔
(المعجم الاوسط: ۸۶۰۵ مکتبۃ المعارف ریاض حافظ الہیثمی نے کہا: اس کی سند حسن ہے مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۲۹۱ اتحاف ج ۱ ص ۱۳۱ الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۵۴۶ کنز العمال: ۹۲۰۴)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص شام کے وقت اپنے ہاتھوں سے کام کرنے کی تھکاوٹ سے تھکا ہوا ہو وہ شخص بخشا ہوا ہے۔ (المعجم الاوسط: ۷۵۱۶ مکتبۃ المعارف ریاض کنز العمال: ۹۲۱۴)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو! بے شک اللہ طیب ہے اور وہ طیب کے سوا کسی چیز کو قبول نہیں فرماتا' پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: اے رسولو! پاک چیزوں میں سے کھاؤ' اور نیک عمل کرتے رہو' بے شک تم جو بھی کام کرتے ہو' میں اس کو خوب جاننے والا ہوں O (المؤمنون:٥١) پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: اے ایمان والو! ان پاک چیزوں سے کھاؤ جو ہم نے تم کو دی ہیں اور اللہ کا شکر ادا کرو اگر تم اسی کی عبادت کرتے ہو O (البقرہ:١٧٢) پھر آپ نے ذکر کیا کہ ایک آدمی لمبا سفر طے کرتا ہے' اس کے بال غبار آلود ہوتے ہیں اور وہ اپنے ہاتھوں کو آسمان کی طرف اٹھا کر دعا کرتا ہے اور کہتا ہے: اے میرے رب! اے میرے رب! حالانکہ اس کا کھانا حرام ہوتا ہے اور اس کا پینا حرام ہوتا ہے اور اس کا لباس حرام ہوتا ہے اور اس کو حرام کی غذا دی ہوئی ہوتی ہے تو اس کی دعا کیسے قبول ہوگی!(صحیح مسلم:١٠١٥' الرقم المسلسل:٢٣٠٨' سنن ترمذی:٢٩٨٩)

حضرت ابن عباس رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس آیت کی تلاوت کی گئی:

يَاۤاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِي الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا. اے لوگو! زمین کی ان چیزوں میں سے کھاؤ جو حلال طیب ہیں۔ (البقرہ:١٦٨)

تو حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ نے کھڑے ہو کر کہا: یارسول اللہ! آپ اللہ سے دعا کیجئے کہ اللہ مجھے ان لوگوں سے بنا دے جن کی دعا قبول کی جاتی ہے' پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: تم اپنا کھانا حلال رکھو تم مستجاب الدعوات ہو جاؤ گے اور اس ذات کی قسم کہ (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان اس کے قبضہ وقدرت میں ہے! بے شک بندہ لقمۂ حرام اپنے پیٹ میں ڈالتا ہے تو چالیس دن تک اس کا عمل قبول نہیں کیا جاتا اور جس بندہ کا گوشت حرام سے بنا ہو تو دوزخ کی آگ اس کے زیادہ لائق ہے۔

(المعجم الکبیر ج ٢٥ ص ١٧٥۔ ١٧٤' مجمع الزوائد ج ١٠ ص ٢٩١)

٨ - بَابُ التِّجَارَةِ فِي الْبَرِّ وَغَيْرِهٖ خشکی وغیرہ میں تجارت کرنا

یہ باب تجارت کی اباحت کے بیان میں ہے' اس عنوان میں دو نسخے ہیں' ایک نسخہ میں ''البرّ'' کا لفظ ہے جس کا معنی خشکی ہے اور دوسرے نسخہ میں ''البزّ'' کا لفظ ہے' جس کا معنی کپڑا ہے' یعنی کپڑے کی تجارت۔

وَقَوْلِهٖ عَزَّوَجَلَّ ﴿رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ﴾ (النور:٣٧). اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وہ مرد جن کو تجارت اور خرید وفروخت اللہ کی یاد سے غافل نہیں کرتی۔ (النور:٣٧)

اس سے پہلی آیت اس آیت کے ساتھ اس طرح مربوط ہے: جن گھروں کے بلند کیے جانے اور ان میں اس کے نام کا ذکر کیے جانے کا اللہ نے حکم دیا ہے' وہ ان میں صبح اور شام تسبیح کرتے ہیں O وہ مرد جن کو تجارت اور خرید وفروخت اللہ کی یاد اور نماز پڑھنے اور زکوٰۃ ادا کرنے سے غافل نہیں کرتی' وہ اس دن سے ڈرتے رہتے ہیں جس میں دل الٹ پلٹ جائیں گے اور آنکھیں O

وَقَالَ قَتَادَةُ كَانَ الْقَوْمُ يَتَبَايَعُوْنَ وَيَتَّجِرُوْنَ' وَلٰكِنَّهُمْ اِذَا نَابَهُمْ حَقٌّ مِّنْ حُقُوْقِ اللّٰهِ لَمْ تُلْهِهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ' حَتّٰى يُؤَدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ.

قتادہ نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے: لوگ خرید وفروخت کرتے تھے اور تجارت کرتے تھے لیکن جب ان کے سامنے اللہ کے حقوق میں سے کوئی حق آتا تو اللہ کو یاد کرنے سے ان کو تجارت غافل کرتی نہ خرید وفروخت' حتیٰ کہ وہ اس حق کو اللہ کی طرف ادا کر دیتے تھے۔

اس تعلیق میں لوگوں سے مراد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں' وہ اپنی خرید وفروخت میں مشغول ہوتے تھے' پس جب وہ نماز کی اقامت

آواز سنتے تو نماز کی طرف بھاگ کر جاتے تھے اس آیت میں ان متقدمین تاجروں کی تعریف اور تحسین ہے جو اللہ تعالیٰ کے حقوق کی حفاظت کرتے تھے اور ان کا لحاظ کرتے تھے اور اپنی تجارت میں بھی اللہ تعالیٰ کے ذکر کو لازم رکھتے تھے اور فرائض کی ادائیگی پر قائم رہتے تھے اور حساب و کتاب اور قیامت کے دن کی پرسش سے ڈرتے رہتے تھے۔

۲۰۶۰'۲۰۶۱ - حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ' عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ' عَنْ اَبِي الْمِنْهَالِ قَالَ كُنْتُ اَتَّجِرُ فِي الصَّرْفِ' فَسَاَلْتُ زَيْدَ بْنَ اَرْقَمَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَقَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ح. وَحَدَّثَنِي الْفَضْلُ بْنُ يَعْقُوْبَ قَالَ حَدَّثَنَا الْحَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ اَخْبَرَنِيْ عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ وَّعَامِرُ بْنُ مُصْعَبٍ اَنَّهُمَا سَمِعَا اَبَا الْمِنْهَالِ يَقُوْلُ سَاَلْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ وَّزَيْدَ بْنَ اَرْقَمَ عَنِ الصَّرْفِ' فَقَالَا كُنَّا تَاجِرَيْنِ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' فَسَاَلْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الصَّرْفِ' فَقَالَ اِنْ كَانَ يَدًا بِيَدٍ فَلَا بَاْسَ' وَاِنْ كَانَ نَسَاءً فَلَا يَصْلُحُ. [اطراف الحدیث: ۲۱۸۰-۲۴۹۷-۳۹۳۹] (صحیح مسلم: ۱۵۸۹' الرقم المسلسل: ۳۹۶۲' سنن نسائی: ۴۵۷۵)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوعاصم نے حدیث بیان کی از ابن جریج' انہوں نے کہا: مجھے عمرو بن دینار نے خبر دی از ابی المنہال' انہوں نے کہا: میں سونے اور چاندی کی تجارت کرتا تھا' پس میں نے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے سوال کیا تو انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ (ح) اور مجھے الفضل بن یعقوب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الحجاج بن محمد نے حدیث بیان کی' ابن جریج نے کہا: مجھے عمرو بن دینار اور عامر بن مصعب نے خبر دی' ان دونوں نے ابوالمنہال سے سنا' وہ کہتے تھے کہ میں نے حضرت البراء بن عازب اور حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہم سے سونے اور چاندی کی بیع کے متعلق سوال کیا تو ان دونوں نے کہا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں تجارت کرتے تھے تو ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سونے اور چاندی کی بیع کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: اگر یہ بیع دست بہ دست (نقد) ہو تو کوئی حرج نہیں ہے اور اگر یہ بیع ادھار ہو تو پھر جائز نہیں ہے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابوعاصم النبیل الضحاک بن مخلد (۲) عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج (۳) عمرو بن دینار (۴) ابوالمنہال' ان کا نام عبدالرحمان بن مطعم ہے' ایک اور ابوالمنہال بھی ہیں' ان کا نام سیار بن سلامہ ہے (۵) الفضل بن یعقوب الرخامی (۶) الحجاج بن محمد الاعور (۷) عامر بن مصعب (۸) حضرت البراء بن عازب الانصاری (۹) حضرت زید بن ارقم الانصاری الخزرجی۔

(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۲۵۰)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں تجارت کرتے تھے۔

بیع صرف' دست بہ دست اور ''نساء'' کا معنی

اس حدیث میں مذکور ہے: ہم نے حضرت زید بن ارقم اور حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہما سے بیع صَرف کے متعلق سوال کیا۔ بیع صَرف سے مراد ہے: سونے اور چاندی کی خرید و فروخت' بیع صَرف بیع کی اقسام میں سے ایک قسم ہے اور یہ ثمن کی بیع ثمن کے عوض ہے یعنی سونے اور چاندی اور کرنسی کی آپس میں خرید و فروخت۔

اس میں دست بہ دست کا ذکر ہے' اس سے مراد یہ ہے کہ بیع کی مجلس میں ان پر قبضہ کر لیا جائے۔

اس میں ''نساء'' کا ذکر ہے' اس سے ادھار بیع مراد ہے' یعنی کسی ایک بدل کو تاخیر سے دیا جائے تو پھر یہ بیع ناجائز ہے۔

(عمدۃ القاری ج ١١ ص ٢٥٠ دار الکتب العلمیہ بیروت ١٤٢١ھ)

٩ - بَابُ الْخُرُوْجِ فِي التِّجَارَةِ — تجارت کے لیے نکلنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ تجارت کے لیے نکلنا جائز ہے۔

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ﴾ (الجمعہ: ١٠).

اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد: پس تم زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو۔ (الجمعہ: ١٠)

اس آیت سے یہ مراد ہے کہ کاروبار کے لیے زمین میں پھیل جانا مباح ہے' اس آیت میں اللہ کے فضل سے مراد رزق ہے اور اس آیت میں زمین میں پھیلنے اور رزق کو تلاش کرنے کا جو حکم ہے وہ اباحت کے لیے ہے' کیونکہ اس سے پہلے یہ حکم دیا تھا کہ اذانِ جمعہ جب ہو تو بیع کو ترک کر دو اور اب نمازِ جمعہ کے بعد بیع میں اللہ کے فضل کو تلاش کرنے کا حکم دیا ہے اور ممانعت کے بعد جب حکم دیا جائے تو وہ اباحت کے لیے ہوتا ہے جیسے حالت احرام میں شکار سے منع فرمایا' پھر احرام کھولنے کے بعد فرمایا:

وَاِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا. (المائدہ: ٢)

اور جب تم احرام کھول دو تو شکار کرو۔

اس آیت میں شکار کرنے کا حکم دیا ہے اور یہ بھی شکار کی ممانعت کے بعد شکار کرنے کا حکم ہے' سو یہ حکم بھی اباحت کے لیے ہے یعنی پہلے حالت احرام میں شکار کرنا ممنوع تھا اور اب احرام کھولنے کے بعد شکار کرنا مباح ہے۔

٢٠٦٢ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ قَالَ اَخْبَرَنَا مَخْلَدُ بْنُ يَزِيْدَ قَالَ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عَطَاءٌ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَيْرٍ اَنَّ اَبَا مُوْسَى الْاَشْعَرِيَّ' اِسْتَاْذَنَ عَلٰى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَلَمْ يُؤْذَنْ لَهٗ' وَكَاَنَّهٗ كَانَ مَشْغُوْلًا' فَرَجَعَ اَبُوْ مُوْسٰى' فَفَرَغَ عُمَرُ فَقَالَ اَلَمْ اَسْمَعْ صَوْتَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قَيْسٍ' اِئْذَنُوْا لَهٗ . قِيْلَ قَدْ رَجَعَ' فَدَعَاهُ فَقَالَ كُنَّا نُؤْمَرُ بِذٰلِكَ' فَقَالَ تَاْتِيْنِيْ عَلٰى ذٰلِكَ بِالْبَيِّنَةِ' فَانْطَلَقَ اِلٰى مَجْلِسِ الْاَنْصَارِ فَسَاَلَهُمْ' فَقَالُوْا لَا يَشْهَدُ لَكَ عَلٰى هٰذَا اِلَّا اَصْغَرُنَا اَبُوْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيُّ' فَذَهَبَ بِاَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ' فَقَالَ عُمَرُ اَخَفِيَ عَلَيَّ مِنْ اَمْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ؟ اَلْهَانِي الصَّفْقُ بِالْاَسْوَاقِ' يَعْنِي الْخُرُوْجَ اِلٰى تِجَارَةٍ. [اطراف الحدیث: ٦٢٤٥ - ٧٣٥٣]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن سلام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں مخلد بن یزید نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے عطاء نے خبر دی از عبید اللہ بن عمیر کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے آنے کی اجازت طلب کی تو ان کو اجازت نہیں دی گئی اور گویا کہ حضرت عمر مشغول تھے تو حضرت ابوموسیٰ واپس چلے گئے' پس حضرت عمر فارغ ہوئے' پھر کہنے لگے: کیا میں نے حضرت عبد اللہ بن قیس کی آواز نہیں سنی تھی' ان کو اجازت دو' حضرت عمر کو بتایا گیا کہ وہ تو واپس چلے گئے ہیں' پس ان کو بلایا' انہوں نے کہا: ہمیں اسی بات کا حکم دیا جاتا تھا' حضرت عمر نے کہا: آپ میرے پاس اس بات پر گواہ لائیں' پھر حضرت ابوموسیٰ انصار کی مجلس کی طرف گئے اور ان سے اس بات پر گواہی کا سوال کیا تو انہوں نے کہا: اس پر آپ کے لیے ہم میں سب سے چھوٹا شخص ابوسعید خدری گواہی دے گا' پھر حضرت ابوموسیٰ' حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کو لے گئے تو حضرت عمر نے کہا: مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث مخفی رہی؟ مجھے بازار کے سودوں نے مشغول رکھا یعنی تجارت کے لیے نکلنے نے۔

(صحیح مسلم: ۲۱۵۳' الرقم المسلسل: ۵۵۱۹' سنن ابوداؤد: ۵۱۸۰' مسند ابویعلیٰ: ۹۸۱' سنن بیہقی ج ۸ ص ۳۳۹' شرح مشکل الآثار: ۱۵۷۸' صحیح ابن حبان: ۵۸۱۰' مسند احمد ج ۳ ص ۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۱۰۲۱۔ ج ۱۷ ص ۴۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: مجھے بازار کے سودوں نے مشغول رکھا یعنی تجارت کے لیے نکلنے نے۔

باب مذکور کی حدیث کے موافق دیگر احادیث

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں مدینہ میں انصار کی مجلس میں بیٹھا ہوا تھا' پس ہمارے پاس حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ گھبرائے ہوئے اور خوف زدہ آئے' ہم نے پوچھا: آپ کو کیا ہوا؟ انہوں نے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھ کو بلایا تھا' میں ان کے دروازہ پر گیا اور ان کو تین مرتبہ سلام کیا' انہوں نے مجھے کوئی جواب نہیں دیا تو میں واپس چلا گیا' پھر حضرت عمر نے کہا: تمہیں ہمارے پاس آنے سے کس چیز نے روکا تھا؟ تو میں نے کہا: میں آپ کے پاس آیا تھا اور میں نے آپ کے دروازہ پر کھڑے ہو کر تین مرتبہ سلام کیا تو مجھے کسی نے سلام کا جواب نہیں دیا تو میں واپس چلا گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: جب تم میں سے کوئی شخص تین مرتبہ اجازت طلب کرے' پھر اس کو اجازت نہ دی جائے تو وہ واپس چلا جائے' حضرت عمر نے کہا: آپ اس پر گواہ پیش کریں ورنہ میں آپ کو دردناک سزا دوں گا۔ حضرت ابی بن کعب نے کہا: اس حدیث پر ہم میں سب سے چھوٹا (شخص) گواہ ہے' حضرت ابوسعید نے کہا: میں سب سے چھوٹا تھا' حضرت ابی بن کعب نے کہا: آپ اس کو لے جائیں۔

(صحیح مسلم: ۲۱۵۳' الرقم المسلسل: ۵۵۱۹' سنن ابوداؤد: ۵۱۸۰)

دوسری حدیث میں ہے: حضرت عمر نے کہا: میں آپ کی پیٹھ اور پیٹ پر کوڑے ماروں گا ورنہ آپ اس حدیث پر گواہ لے کر آئیں۔ (صحیح مسلم: ۲۱۵۳' الرقم المسلسل: ۵۵۲۱)

ایک اور سند سے یہ روایت ہے: حضرت عمر نے حضرت ابوموسیٰ سے کہا: میں آپ پر تہمت نہیں لگاتا' لیکن مجھے خوف ہے کہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جھوٹ باندھنا شروع کر دیں گے۔ (سنن ابوداؤد: ۵۱۸۴)

کسی کے گھر میں داخل ہونے سے پہلے تین بار اجازت طلب کرنے کے متعلق قرآن مجید کی آیات

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب کوئی شخص کسی کے گھر داخل ہو تو گھر والوں سے اجازت لینا ضروری ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

يَاۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰۤى اَهْلِهَا.

اے ایمان والو! اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخل نہ ہو جب تک اجازت نہ لے لو اور گھر والوں پر سلام نہ کر لو۔

(النور: ۲۷)

اس آیت میں "تستانسوا" کا لفظ ہے اور اس کا معنی ہے: اجازت طلب کرنا اور گھر میں داخل ہونے سے پہلے تین مرتبہ اجازت طلب کرنا اس آیت سے ماخوذ ہے:

لِيَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِيْنَ مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ وَالَّذِيْنَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ. (النور: ۵۸)

(اے ایمان والو!) تمہارے مملوک غلاموں اور نابالغ لڑکوں کو (گھروں میں داخل ہونے کے لیے) تین اوقات میں اجازت

طلب کرنی چاہیے۔

اس آیت میں تین اوقات مراد ہیں' اس پر دلیل اس آیت کے بعد کا یہ حصہ ہے:

مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَحِيْنَ تَضَعُوْنَ ثِيَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِيْرَةِ وَمِنْ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ. (النور:۵۸)

نمازِ فجر سے پہلے اور ظہر کے وقت جب تم اپنے (فالتو) کپڑے اتار دیتے ہو اور عشاء کی نماز کے بعد' یہ تین اوقات تمہارے پردے کے ہیں۔

پھر سنت یہ ہے کہ پہلے سلام کرے اور اس کے بعد تین مرتبہ اجازت طلب کرے۔

اس میں اختلاف ہے کہ آیا اجازت طلب کرنے سے پہلے سلام کرنا چاہیے یا سلام کرنے سے پہلے اجازت طلب کرنی چاہیے اور سلام کو مقدم کرنے کے متعلق دو حدیثیں وارد ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ نے اس حدیث پر حضرت ابوموسیٰ سے گواہ کیوں طلب کیا؟

حضرت ابوموسیٰ اشعری نے کہا: جب آنے کی اجازت نہ دی جائے تو وہ شخص واپس چلا جائے اور ہمیں اسی بات کا حکم دیا جاتا تھا' تو حضرت عمر نے کہا: آپ اس پر گواہ لائیں۔ اس پر یہ سوال ہے کہ کیا حضرت عمر رضی اللہ کے نزدیک خبر واحد حجت نہیں تھی' جو انہوں نے حضرت ابوموسیٰ سے گواہ طلب کیا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عمر کے نزدیک خبر واحد حجت تھی' وہ اس کو قبول کرتے تھے اور اس کے مطابق حکم دیتے تھے' اس کی دلیل یہ ہے کہ انہوں نے منیٰ میں اعلان کیا کہ جس کے پاس دیت کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کسی حدیث کا علم ہو وہ ہمیں اس کی خبر دے' اور ان کی رائے یہ تھی کہ عورت اپنے خاوند کی دیت کی وارث نہیں ہوتی کیونکہ وہ ان عصبات (باپ کی طرف سے رشتہ دار) میں سے نہیں ہے جو دیت ادا کرتے ہیں' تب ضحاک بن سفیان کھڑے ہوئے اور انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میری طرف لکھا کہ اشیم کی بیوی کو اس کے خاوند کی دیت کا وارث بناؤ' حضرت عمر نے اس حدیث پر عمل کیا۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ کا اسلام میں جو مرتبہ اور مقام تھا اور ان کو جو دین میں تفقہ حاصل تھا' کیا اس کا یہ تقاضا تھا کہ حضرت ابوموسیٰ کی حدیث کو مسترد کر دیا جائے اور ضحاک کی حدیث کو قبول کر لیا جائے۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ حضرت عمر نے حضرت ابوموسیٰ سے کہا: میں آپ پر تہمت نہیں لگاتا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث کا معاملہ بہت سنگین ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۵۱۸۳) یعنی اس کو قبول کرنے میں احتیاط بہت ضروری ہے۔

حضرت عمر نے حدیث کے معاملہ میں گواہ کو اس لیے طلب کیا تھا کہ اس وقت ان کے قریب شام اور عراق کے ایسے لوگ تھے جو نئے نئے اسلام میں داخل ہوئے تھے اور ابھی ان کے دلوں میں ایمان اور اسلام راسخ نہیں ہوا تھا' اگر حضرت عمر' حضرت ابوموسیٰ کی سنائی ہوئی حدیث کو بغیر گواہی کے قبول کر لیتے تو خدشہ تھا کہ یہ لوگ بھی جھوٹی حدیثیں گھڑ کر پیش کرنا شروع کر دیتے۔

حضرت عمر نے بازار کے سودوں میں مشغول ہونے کی وجہ سے اس حدیث کو نہیں سنا' کیا یہ حضرت عمر کے مرتبہ کے منافی نہیں ہے؟

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عمر نے کہا: مجھے اس بات کا اس لیے پتا نہیں چل سکا کہ مجھے بازار کے سودوں نے مشغول رکھا۔ اس سے بہ ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں کم بیٹھتے تھے اور یہ بات ان کے مرتبہ کے لائق نہیں ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عمر آپ کے پاس بہت زیادہ ہوتے تھے لیکن کبھی کسب معاش اور اہل وعیال کی کفالت کے لیے انہیں

آپ کی مجلس سے جانا بھی پڑتا تھا اور ایسے ہی کسی موقع پر نبی ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا تھا۔

حضرت عمر نے حضرت ابوموسیٰ کو گواہ نہ لانے پر وعید سنائی' کیا ان کے نزدیک حضرت ابوموسیٰ امین نہیں تھے؟

ایک اور اعتراض یہ ہے کہ بعض احادیث میں ہے کہ حضرت عمر نے حضرت ابوموسیٰ سے کہا: آپ اس حدیث پر گواہ لائیں ورنہ میں آپ کو دردناک سزا دوں گا' حالانکہ حضرت ابوموسیٰ' نبی ﷺ کے نزدیک امین تھے' اسی لیے ان کو بعض صدقات کے وصول کرنے پر عامل مقرر کیا' اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عمر کے قول کا مطلب یہ تھا کہ اگر بالفرض یہ معلوم ہوا کہ آپ نے اس حدیث میں جھوٹ بولا تھا تو میں آپ کو عبرت ناک سزا دوں گا' اور یہ دوسرے لوگوں پر واضح کرنے کے لیے تھا کہ وہ حدیث پیش کرنے میں جھوٹ نہ بولیں اور یہ صنعتِ تعریض ہے یعنی کہنا کسی کو اور سنانا کسی اور کو اور جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ' حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ ایسے صحابی پر حدیث کے معاملہ میں اس قدر سختی کرتے تھے تو عام لوگوں سے اس معاملہ میں کس طرح تساہل کر سکتے تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۲۵۳۔ ۲۵۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی یہ حدیث' شرح صحیح مسلم: ۵۵۱۱۔ ج ۶ ص ۵۰۷ پر مذکور ہے' اس حدیث کی شرح کے عنوان درج ذیل ہیں:
(۱) پرائے گھر میں داخل ہونے کے لیے اہل خانہ سے اجازت طلب کرنے کی تفصیل (۲) اجازت طلب کرنے اور سلام کرنے میں تقدیم و تاخیر کی بحث (۳) اجازت طلب کرنے کی حکمت (۴) اجازت طلب کرنے کی کیفیت اور اس کے عموم کی بحث (۵) خبر واحد کی حجیت پر ایک اشکال کا جواب۔

۱۰ - بَابُ التِّجَارَةِ فِي الْبَحْرِ — سمندری راستہ سے تجارت کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ سمندری راستہ سے سفر کر کے تجارت کرنا جائز ہے:

وَقَالَ مَطَرٌ لَا بَأْسَ بِهٖ' وَمَا ذَكَرَهُ اللّٰهُ فِي الْقُرْاٰنِ اِلَّا بِحَقٍّ' ثُمَّ تَلَا ﴿وَتَرَى الْفُلْكَ فِيْهِ مَوَاخِرَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ﴾ (النحل: ۱۲).

اور مطر نے کہا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور حق یہ ہے کہ اللہ عزوجل نے قرآن مجید میں اس کا ذکر کیا ہے' پھر انہوں نے اس آیت کی تلاوت کی: اور تم اس میں کشتیوں کو دیکھتے ہو جو پانی کو چیرتی ہوئی چلتی ہیں تاکہ تم اللہ کا فضل تلاش کرو۔ (النحل: ۱۲)

اس تعلیق میں مطر کا ذکر ہے' یہ مطر بن طہمان ابو رجاء خراسانی ہیں' یہ بصرہ کے رہنے والے ہیں اور وہاں پر مصحف لکھتے تھے' امام ابن حبان نے ان کا ثقات میں ذکر کیا ہے۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خط لکھ کر سمندری سفر کے متعلق سوال کیا تو حضرت عمر نے جواب میں لکھا: یہ اللہ کی عظیم مخلوق ہے' اس پر ضعیف مخلوق سوار ہوتی ہے اور حضرت عمر نے کہا: کوئی شخص اس پر اپنی پوری زندگی میں سفر نہ کرے' حضرت عمر مسلمانوں پر بہت شفیق تھے' اس لیے آپ نے سمندری سفر سے منع فرمایا اور جب سمندر جوش میں ہو اور اس میں طوفان آیا ہوا ہو تو پھر امت کا اس پر اجماع ہے کہ اس حال میں سمندری سفر نہ کیا جائے۔

وَالْفُلْكُ السُّفُنُ' اَلْوَاحِدُ وَالْجَمْعُ سَوَاءٌ.

اور "فُلك" کا معنی کشتی ہے اور اس میں واحد اور جمع کے صیغہ کا وزن ایک ہے۔

امام بخاری کے کلام سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ قرآن مجید میں جو "الفلك" مذکور ہے' وہ جمع کا صیغہ ہے کیونکہ اس کے متعلق جو حال ہے وہ بھی جمع کا صیغہ ہے یعنی "مواخر" پانی کو چیرنے والیاں۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ يَمْخَرُ السُّفُنُ الرِّيحَ، وَلَا يَمْخَرُ الرِّيحَ مِنَ السُّفُنِ إِلَّا الْفُلْكُ الْعِظَامُ.

اور مجاہد نے کہا: کشتیاں آواز کے ساتھ ہوا کو چیرتی ہیں اور بڑی بڑی کشتیاں یعنی بحری جہاز ہی ہوا کو آواز کے ساتھ چیرتے ہیں۔

''تمخر'' کا معنی ہے: شق کرتی ہیں اور کشتی آواز کے ساتھ پانی کو چیرتی ہے اور ''مواخر'' کا اطلاق کشتیوں پر ہوتا ہے۔
(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۲۵۵۔ ۲۵۴، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

٢٠٦٣ - وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي جَعْفَرُ بْنُ رَبِيعَةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ هُرْمُزَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ ذَكَرَ رَجُلًا مِّنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ، خَرَجَ فِي الْبَحْرِ فَقَضَى حَاجَتَهُ، وَسَاقَ الْحَدِيثَ. حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ صَالِحٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بِهٰذَا.

اور لیث نے کہا: مجھے جعفر بن ربیعہ نے حدیث بیان کی از عبدالرحمٰن بن ہرمز از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے ذکر کیا کہ بنی اسرائیل کا ایک شخص تھا، وہ سمندر میں نکلا، پھر اس نے اپنی حاجت پوری کی...... اور پوری حدیث بیان کی کہ مجھے عبداللہ بن صالح نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے اسی طرح حدیث بیان کی۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۴۹۸ میں گزر چکی ہے۔

١١ - بَابٌ ﴿وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوَا انْفَضُّوا إِلَيْهَا﴾ (الجمعہ: ۱۱)

جب یہ لوگ کسی تجارتی قافلہ کو یا کسی کھیل تماشے کو دیکھتے ہیں تو اس کی طرف بھاگ جاتے ہیں۔ (الجمعہ: ۱۱)

وَقَوْلُهُ جَلَّ ذِكْرُهُ ﴿رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ﴾ (النور: ۳۷).

اور اللہ عزوجل کا قول: وہ مرد جن کو تجارت اور خرید و فروخت اللہ کے ذکر، اور نماز پڑھنے اور زکوٰۃ ادا کرنے سے غافل نہیں کرتی۔ (النور: ۳۷)

وَقَالَ قَتَادَةُ كَانَ الْقَوْمُ يَتَّجِرُونَ وَلٰكِنَّهُمْ كَانُوا إِذَا نَابَهُمْ حَقٌّ مِّنْ حُقُوقِ اللّٰهِ، لَمْ تُلْهِهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ، حَتّٰى يُؤَدُّوهُ إِلَى اللّٰهِ.

اور قتادہ نے کہا: بعض لوگ تجارت کرتے تھے لیکن جب ان کے سامنے اللہ کے حقوق میں سے کوئی حق آتا تو ان کو اللہ کے ذکر سے تجارت غافل کرتی تھی نہ خرید و فروخت، حتیٰ کہ وہ اس حق کو اللہ کی طرف ادا کر دیتے۔

یہ تعلیق اگرچہ ''باب تجارة البر'' میں گزر چکی ہے لیکن یہاں اس کو دوبارہ ذکر کیا تاکہ ان لوگوں کی مذمت کی تاکید ہو جو بیع و شراء میں غافل ہو کر اللہ تعالیٰ کے حقوق ادا کرنے کو بھول جاتے ہیں۔

٢٠٦٤ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ قَالَ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ، عَنْ حُصَيْنٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ، عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ أَقْبَلَتْ عِيرٌ وَّنَحْنُ نُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْجُمُعَةَ، فَانْفَضَّ النَّاسُ إِلَّا اثْنَيْ عَشَرَ رَجُلًا، فَنَزَلَتْ هٰذِهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے محمد بن فضیل نے حدیث بیان کی از حصین از سالم بن ابی الجعد از حضرت جابر رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک قافلہ آیا اور ہم اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز جمعہ پڑھ رہے تھے، پس بارہ آدمیوں کے سوا سب لوگ بھاگ گئے، اس موقع پر یہ

الْاٰيَةُ ﴿وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انْفَضُّوْا إِلَيْهَا وَتَرَكُوْكَ قَائِمًا﴾ (الجمعۃ:۱۱).

آیت نازل ہوئی: اور جب یہ لوگ کوئی تجارتی قافلہ یا کھیل تماشا دیکھتے ہیں تو اس کی طرف بھاگ جاتے ہیں اور آپ کو (خطبہ میں) کھڑا ہوا چھوڑ دیتے ہیں۔ (الجمعۃ:۱۱)

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۹۳۶ میں گزر چکی ہے۔

۱۲ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿أَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ﴾ (البقرہ:۲۶۷)

اللہ عزوجل کا قول: اپنی کمائی میں سے اچھی چیزوں کو خرچ کرو۔ (البقرہ:۲۶۷)

یعنی اللہ کی راہ میں اپنی حلال کمائی میں سے خرچ کرو۔

۲۰۶۵ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ، عَنْ مَنْصُوْرٍ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ مَسْرُوْقٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَنْفَقَتِ الْمَرْأَةُ مِنْ طَعَامِ بَيْتِهَا غَيْرَ مُفْسِدَةٍ، كَانَ لَهَا أَجْرُهَا بِمَا أَنْفَقَتْ، وَلِزَوْجِهَا بِمَا كَسَبَ، وَلِلْخَازِنِ مِثْلُ ذٰلِكَ، لَا يَنْقُصُ بَعْضُهُمْ أَجْرَ بَعْضٍ شَيْئًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عثمان بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از منصور از ابی وائل از مسروق از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی عورت اپنے گھر کے طعام سے خرچ کرتی ہے اور وہ اس طعام کو ضائع کرنے والی نہیں ہوتی تو اس کے لیے اس کو خرچ کرنے کا اجر ہوتا ہے اور اس کے خاوند کے لیے اس کو کمانے کا اجر ہوتا ہے اور اس کے محافظ کے لیے بھی اس کی مثل اجر ہوتا ہے اور کسی کے اجر سے دوسرے کے اجر میں کمی نہیں ہوتی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۱۴۲۵ میں گزر چکی ہے۔

۲۰۶۶ - حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ هَمَّامٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا أَنْفَقَتِ الْمَرْأَةُ مِنْ كَسْبِ زَوْجِهَا عَنْ غَيْرِ أَمْرِهِ، فَلَهُ نِصْفُ أَجْرِهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے یحییٰ بن جعفر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام عبدالرزاق نے حدیث بیان کی از معمر از ہمام' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا ہے از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: جب عورت اپنے خاوند کی کمائی سے اس کے حکم کے بغیر خرچ کرے تو اس کے لیے بھی نصف اجر ہے۔

[اطراف الحدیث:۵۱۹۲۔۵۱۹۵۔۵۳۶۰]

(صحیح مسلم:۱۰۲۶' الرقم المسلسل:۲۲۵۹' سنن ابوداؤد:۱۶۸۷۔۲۴۵۸' مصنف عبدالرزاق:۷۸۸۶' صحیح ابن حبان:۳۵۷۲' سنن بیہقی ج ۴ ص ۱۹۲' تاریخ بغداد ج ۲ ص ۳۸۳' شرح السنۃ:۱۹۹۴' مسند احمد ج ۲ ص ۳۱۶ طبع قدیم' مسند احمد:۸۱۸۸۔ ج ۱۳ ص ۵۱۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: "جب عورت اپنے خاوند کی کمائی سے خرچ کرے" کیونکہ شوہر کی کمائی تجارت اور ملازمت وغیرہ سے ہوتی ہے۔

شوہر کے حکم اور اس کی اجازت سے خرچ کرنے کی احادیث میں تطبیق

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ جب عورت شوہر کی کمائی سے اس کے حکم کے بغیر خرچ کرے گی تو اس کو اجر کیوں کر ملے گا؟ پھر

انہوں نے اس کا جواب دیا کہ اگر چہ شوہر کا حکم نہیں ہوتا' مگر اس کی اجازت ہوتی ہے' پھر اس پر یہ اعتراض کیا کہ اس سے پہلے حدیث میں گزر چکا ہے کہ کسی کے اجر سے دوسرے کے اجر میں کمی نہیں ہوتی اور جب اس کو نصف اجر ملے گا تو یہ اس کے پورے اجر میں کمی تو ہوگئی' اس کا یہ جواب دیا کہ اس عورت کا کل اجر شوہر کے اجر کا نصف ہے اور اس اجر میں کمی نہیں ہوگی۔

(عمدۃ القاری ج ١١ ص ٢٥٧' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

١٣ - بَابُ مَنْ اَحَبَّ الْبَسْطَ فِي الرِّزْقِ — جس نے رزق میں کشادگی کو پسند کیا

اس باب کی حدیث میں اس عنوان کی وضاحت ہے کہ جو رزق میں کشادگی کو پسند کرے' اس کو رشتہ داروں سے حسن سلوک کرنا چاہیے۔

٢٠٦٧ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبِي يَعْقُوبَ الْكِرْمَانِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا حَسَّانُ قَالَ حَدَّثَنَا يُونُسُ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ' عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ سَرَّهُ اَنْ يُبْسَطَ لَهُ رِزْقُهُ' اَوْ يُنْسَاَ لَهُ فِي اَثَرِهِ' فَلْيَصِلْ رَحِمَهُ. [طرف الحدیث: ٥٩٨٦] (صحیح مسلم: ٢٥٥٧' الرقم المسلسل: ٦٤١٩' سنن ابوداؤد: ١٦٩٣)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن ابی یعقوب کرمانی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حسان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جس کو اس بات سے خوشی ہو کہ اس کے رزق میں کشادگی کی جائے یا اس کی موت میں تاخیر کی جائے تو اس کو چاہیے کہ وہ رشتہ داروں سے نیک سلوک کرے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث سے باب کے عنوان کی وضاحت ہوتی ہے۔

حدیث مذکور کے رجال

(١) محمد بن ابی یعقوب' ان کا نام اسحاق ہے اور ان کی کنیت محمد ابوعبداللہ ہے (٢) حسان بن ابراہیم ابوہشام العنزی' یہ ١٨٦ھ میں فوت ہوگئے تھے' اس وقت ان کی عمر ١٠٠ سال تھی (٣) یونس بن یزید (٤) محمد بن مسلم زہری (٥) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔

(عمدۃ القاری ج ١١ ص ٢٥٧)

صلہ رحم کے درجات' ان کے مصادیق اور تقدیر معلّق اور تقدیر مبرم کی تفصیل

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ٥٤٤ھ لکھتے ہیں:

اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ رشتہ داروں سے میل جول رکھنا واجب ہے اور رشتہ داروں سے قطع تعلق کرنا گناہ کبیرہ ہے اور جن احادیث میں رشتہ داروں سے قطع تعلق پر جنت سے محرومی کی وعید سنائی گئی ہے' وہ اس کی دلیل ہیں لیکن رشتہ داروں سے میل جول رکھنے کے کئی درجات ہیں اور سب سے کم درجہ سلام اور کلام کو قائم رکھنا ہے۔

رشتہ داروں سے میل جول کو قائم رکھا جائے خواہ سلام اور کلام کے ذریعہ' یہ اس وقت ہے جب وہ ملنے جلنے پر قادر ہو اور اس کی ضرورت ہو اور ان میں سے ایک قسم مستحب ہے اور جو شخص میل جول کے آخری درجہ پر نہ پہنچا ہوا ہو' اس کو قاطع رحم نہیں کہا جائے گا' اسی طرح جو شخص جتنا میل جول یا حسن سلوک کرنا چاہیے' اس میں تقصیر کرے' اس کو یہ نہیں کہا جائے گا کہ وہ صلہ رحم کرنے میں کامل ہے۔

رحم کی تعریف میں بھی اختلاف ہے' بعض نے کہا ہے: اس سے مراد وہ رشتے ہیں جن میں نکاح حرام ہے' جیسے خالہ اور پھوپھی اور ماموں اور چچا' اسی طرح اولاد اور اولاد در اولاد بھی ان میں داخل ہے اور ان سے قطع تعلق کرنا حرام ہے اور بعض نے کہا ہے کہ تمام ذوی الارحام ان میں داخل ہیں۔

نیز اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رشتہ داروں کے ساتھ میل جول رکھنے سے رزق میں اور عمر میں اضافہ ہو جاتا ہے' حالانکہ رزق اور عمر کی مقدار تقدیر میں معین ہے اور اس میں کمی اور اضافہ نہیں ہو سکتا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ تقدیر کی دو قسمیں ہیں: تقدیر معلق اور تقدیر مبرم' تقدیر معلق وہ ہے جس کی مقدار کسی کام کے ہونے یا نہ ہونے پر موقوف ہو اور وہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ کا علم نہیں ہے' اس میں تبدیلی ہوتی رہتی ہے مثلاً نیک کام کیے یا رشتہ داروں سے میل جول رکھا تو عمر بڑھ جائے گی ورنہ نہیں' جیسے اس کی عمر پہلے ۴۰ سال لکھی ہوئی تھی' اس نے نیک کام کیے تو اس کی عمر بڑھا کر ۶۰ سال کر دی' یہ تقدیر معلق ہے جس میں اس کی عمر کا اضافہ نیکی پر موقوف تھا' لیکن اللہ کے علم میں تردد نہیں ہوتا' اس کو قطعی طور پر علم ہوتا ہے کہ اس نے نیکی کرنی ہے یا نہیں کرنی اور جو اس کا قطعی علم ہوتا ہے وہی تقدیر مبرم ہے' اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی' مثلاً اس کو علم ہے کہ اس بندہ نے رشتہ داروں سے حسن سلوک کرنا ہے' اس لیے اس کی عمر ساٹھ سال ہوگی اور اس حدیث میں جو رزق بڑھانے یا عمر بڑھانے کا ذکر ہے' اس کا تعلق تقدیر معلق کے ساتھ ہے' تقدیر مبرم کے ساتھ نہیں ہے۔ (اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۸ ص ۲۱۔ ۲۰' دار الوفاء' ۱۴۱۹ھ)

صلہ رحم کی وجہ سے رزق میں اضافہ کے متعلق دیگر احادیث

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو یہ پسند ہو کہ اس کی عمر میں اضافہ کیا جائے اور اس کے رزق کو کشادہ کیا جائے اور اس کی دعا قبول کی جائے اور اس سے بُری موت کو دور کیا جائے' اس کو چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور رشتہ داروں سے میل جول رکھے۔ (مسند البزار: ۶۹۳' شعب الایمان: ۷۵۷۵' المعجم الاوسط: ۶۸۷۷۔ ۳۰۳۸' المستدرک ج ۴ ص ۱۶۰' الکامل لابن عدی ج ۲ ص ۱۵۵۳' مصنف عبد الرزاق: ۲۰۲۳۵' سنن ابن ماجہ: ۳۶۶۹)

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: رشتہ داروں سے قطع تعلق کرنے' خیانت کرنے اور جھوٹ بولنے کی آخرت میں اللہ تعالیٰ جتنی جلدی سزا دیتا ہے کسی اور گناہ کی سزا اتنی جلدی نہیں دیتا اور رشتہ داروں سے نیک سلوک کرنے کا اللہ تعالیٰ جتنی جلدی ثواب عطا فرماتا ہے' اتنی جلدی کسی اور نیکی کا ثواب عطا نہیں فرماتا حتیٰ کہ گھر والے جب رشتہ داروں سے نیک سلوک کریں' اس وقت وہ فقراء ہوتے ہیں تو ان کے اموال بڑھ جاتے ہیں اور ان کی تعداد زیادہ ہو جاتی ہے۔

(صحیح ابن حبان: ۴۵۶۔ ۴۵۵۔ ۴۴۰' مجمع الزوائد: ۱۳۴۵۶)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو گھر والے بھی صلہ رحم کرتے ہیں' اللہ تعالیٰ ان کا رزق جاری کر دیتا ہے اور وہ اللہ کی پناہ میں رہتے ہیں۔

(المعجم الکبیر: ۱۱۲۹۵' حافظ الہیثمی نے کہا: اس کی سند میں ایک راوی عبید اللہ الولید الوصافی ضعیف ہے' مجمع الزوائد: ۱۳۴۵۸)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا: جس شخص کو سحری کے حصہ سے نواز دیا گیا' اس کو دنیا اور آخرت کی خیر سے حصہ دیا گیا اور رشتہ داروں سے میل جول رکھنا اور پڑوسیوں سے حسن سلوک کرنا اور اچھے اخلاق سے پیش آنا گھروں کو آباد رکھتے ہیں اور عمروں میں اضافہ کرتے ہیں۔ (مسند احمد ج ۶ ص ۱۹۵' مسند ابویعلیٰ: ۴۵۳۰' اس حدیث کے تمام راوی ثقات ہیں مگر عبد الرحمان بن القاسم کا حضرت عائشہ سے سماع ثابت نہیں ہے' مجمع الزوائد: ۱۳۴۶۶)

ہر چند کہ مؤخر الذکر دونوں حدیثوں کی سند میں ضعیف راوی ہے مگر فضائل اعمال میں ضعیف السند احادیث معتبر ہوتی ہیں۔

١٤ - بَابُ شِرَاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالنَّسِيئَةِ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ادھار پر خریدنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ادھار پر خریدنا ثابت ہے۔

٢٠٦٨ - حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ ذَكَرْنَا عِنْدَ إِبْرَاهِيمَ الرَّهْنَ فِي السَّلَمِ، فَقَالَ حَدَّثَنِي الْأَسْوَدُ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اشْتَرٰى طَعَامًا مِّنْ يَّهُوْدِيٍّ إِلٰى أَجَلٍ، وَرَهَنَهُ دِرْعًا مِّنْ حَدِيْدٍ. [اطراف الحدیث:۲۰۹۶_۲۲۰۰_۲۲۵۱_۲۲۵۲_۲۳۸۶_۲۵۰۹_۲۵۱۳_۲۹۱۶_۴۴۶۷] (صحیح مسلم: ۱۶۰۳، الرقم المسلسل: ۴۰۰۵، سنن نسائی: ۴۶۵۰_۴۶۰۹، سنن ابن ماجہ: ۲۴۳۶)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں معلّٰی بن اسد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی کہ ہم نے ابراہیم نخعی کی مجلس میں ادھار خرید و فروخت میں سامان گروی رکھنے کا ذکر کیا تو انہوں نے کہا: مجھے اسود نے حدیث بیان کی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک یہودی سے مدتِ معینہ کے ادھار پر طعام خریدا اور اپنے لوہے کی زرہ اس کے پاس گروی رکھ دی۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) معلّٰی بن اسد ابوالہیثم (۲) عبدالواحد بن زیاد (۳) سلیمان الاعمش (۴) ابراہیم نخعی (۵) اسود بن یزید (۶) حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۲۶۰)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں ادھار خریدنے کا ذکر ہے۔

جس شخص کے پاس اکثر مال حرام ہو اس سے معاملہ کرنے کا جواز

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

علماء کا اس پر اجماع ہے کہ ادھار خریدنا جائز ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک یہودی سے جَو ادھار خریدے تھے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ادھار خریدنے کا ذکر قرآن مجید میں ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا إِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ إِلٰى أَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ. (البقرہ: ۲۸۲)

اے ایمان والو! جب تم کسی مقرر مدت تک آپس میں قرض کا لین دین کرو تو اسے لکھ لیا کرو۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو شخص اپنے مال کو حرام کے ساتھ مخلوط کرتا ہو' اس سے خریدنا جائز ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے کہ یہود حرام کھاتے ہیں' یہود کے متعلق فرمایا:

سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ أَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ. (المائدہ: ۴۲)

یہ جھوٹی باتیں بہت زیادہ سنتے ہیں' اور حرام بہت زیادہ کھاتے ہیں۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہودی سے طعام خریدا اور اس کے پاس اپنی زرہ گروی رکھی' اس کی تفصیل ہم اس سے پہلے کتاب الزکوٰۃ میں لکھ چکے ہیں۔ (شرح ابن بطال ج ۶ ص ۱۷۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ ھ)

یہودیوں سے بیع وشراء کرنے اور ان سے قرض لینے کا جواز اور اس مسئلہ میں بحث ونظر ----------
اور جس شخص کے پاس اکثر مال حرام ہو اس کا طعام کھانے کا جواز

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اگر یہ سوال کیا جائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہودی کے پاس اپنی زرہ کیوں گروی رکھی تھی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کو طعام کی شدید حاجت تھی اور آپ کے پاس گروی رکھنے کے لیے زرہ کے سوا اور کوئی چیز نہیں تھی۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ آپ کو قرض طعام لینے کی ایسی کیا ضرورت تھی کہ آپ نے یہودی کے پاس زرہ گروی رکھی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کو اپنے اہل کے لیے طعام کی ضرورت تھی' اس لیے آپ نے زرہ گروی رکھ کر ادھار طعام خریدا اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آپ نے بیانِ جواز کے لیے ایسا کیا ہو۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ صحیح حدیث میں وارد ہے کہ آپ اپنے اہل کو ایک سال کا طعام مہیا کر دیتے تھے اور وہ طعام گھر میں ذخیرہ ہوتا تھا' پھر آپ کو قرض طعام لینے کی کیا ضرورت تھی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہوسکتا ہے اس طعام کے ذخیرہ کے ختم ہونے کے بعد آپ کے گھر والوں کو طعام کی ضرورت پیش آئی ہو' دوسرا جواب یہ ہے: آپ کے پاس اچانک رات کو مہمان آ گیا تھا' اس وجہ سے آپ کو طعام کی ضرورت پیش آ گئی تھی' پھر بعد میں حضرت ابوبکر نے فدیہ دے کر آپ کی زرہ چھڑالی تھی۔

میں کہتا ہوں کہ اس سوال کا بہتر جواب یہ ہے کہ آپ فتوحات کی کثرت اور خمس اور مال فئے کے زیادہ آنے کے بعد ازواجِ مطہرات کو ایک سال کا غلہ فراہم کرتے تھے اور اس سے پہلے تو آپ کے اہل پر ایسے دن بھی آتے تھے کہ مسلسل دو دن آپ کے گھر میں چولہا نہیں جلتا تھا اور یہ ادھار گندم خریدنے کا واقعہ بھی ایسے ہی دنوں کا تھا۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اصحابِ ثروت اور مال دار صحابہ سے قرض کیوں نہیں لیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ وہ اصحاب بعد میں آپ کو اس قرض سے بَری کر دیتے تو ان کا آپ کے اوپر احسان ہوتا' اس سے بچنے کے لیے آپ نے یہودی سے قرض لیا۔

میں کہتا ہوں: اس کا بہتر جواب یہ ہے کہ آپ نے یہودی سے قرض اس لیے لیا تا کہ امت کو یہ معلوم ہو کہ کافروں سے خرید و فروخت کرنا جائز ہے اور کوئی چیز گروی رکھ کر قرض لینا جائز ہے کیونکہ کوئی مسلمان تو کبھی یہ گوارا نہیں کرتا کہ آپ اس کے پاس گروی رکھ کر قرض لیں اور رہا علامہ عینی کا یہ کہنا کہ آپ اپنے اوپر کسی صحابی کا احسان نہیں چاہتے تھے' یہ اس لیے غلط ہے کہ صحابہ آپ کی خدمت میں ہدایا پیش کرتے رہتے تھے اور وہ اس کو آپ پر احسان نہیں سمجھتے تھے بلکہ وہ اپنے اوپر آپ کا احسان سمجھتے تھے کہ آپ نے ان کے ہدایا کو قبول فرمالیا۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ جس شخص کے متعلق یہ گمان ہو کہ اس کا اکثر مال حرام ہے' اس سے معاملہ کرنا ممنوع ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس یہودی سے معاملہ کیوں کیا' جب کہ اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ یہودی بہت حرام کھانے والے ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ معاملہ اس وقت ممنوع ہے جب کہ آدمی کو یقین ہو کہ جو چیز وہ لے رہا ہے وہ بعینہٖ حرام ہے اور آپ کو علم تھا کہ آپ جو چیز لے رہے ہیں وہ بعینہٖ حرام نہیں ہے' علاوہ ازیں اس وقت مدینہ میں یہودی ہی چیزیں فروخت کرنے والے تھے اور تمام چیزیں ان کے پاس مہیا اور میسر تھیں اور اس دور میں تنگ وقت تھا اور اس یہودی کے علاوہ اور کسی کے پاس جَو کی خریداری میسر نہیں تھی۔

میں کہتا ہوں کہ علامہ عینی کا یہ جواب بھی صحیح نہیں ہے' صحیح بات وہ ہے جو علامہ ابن بطال نے لکھی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اس عمل سے اس مسئلہ کی تعلیم دی کہ یہودیوں سے اور کافروں سے خرید و فروخت جائز ہے اور جس کا اکثر مال حرام ہو اس سے بھی خرید و

فروخت اور دیگر معاملات کرنا جائز ہیں' اس کی مزید وضاحت اس حدیث سے ہوتی ہے:

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے والد شہید ہوئے تو وہ اپنے اوپر ایک یہودی کا تیس وسق (سات ہزار دو سو کلو) کھجوروں کا قرض چھوڑ گئے تھے' حضرت جابر نے اس یہودی سے قرض کی ادائیگی میں مہلت طلب کی لیکن وہ نہیں مانا' پھر حضرت جابر' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تاکہ آپ اس یہودی (ابوشحم) سے مہلت دینے کی سفارش کریں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور اس یہودی سے فرمایا کہ جابر کے باغ کے پھل جتنے بھی ہیں' وہ اپنے اس قرض کے عوض وصول کر لے جو جابر کے والد پر ہے' اس یہودی نے اس سے بھی انکار کیا' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس باغ میں داخل ہوئے اور اس میں چلتے رہے' پھر آپ نے حضرت جابر سے فرمایا: باغ کے پھل توڑ کر اس یہودی کا قرض ادا کرو' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واپس تشریف لائے تو حضرت جابر باغ کی کھجوریں توڑ کر اس یہودی کا تیس وسق قرض ادا کر چکے تھے اور ابھی اس باغ میں سترہ وسق کھجوریں باقی تھیں' حضرت جابر' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے تاکہ آپ کو آپ کے اس معجزہ کی خبر دیں' اس وقت آپ عصر کی نماز پڑھ رہے تھے' جب آپ نماز سے فارغ ہو گئے تو حضرت جابر نے آپ کو بتایا کہ اس یہودی کا قرض ادا ہو گیا اور سترہ وسق کھجوریں پھر بھی بچ رہیں' آپ نے فرمایا: یہ ابن خطاب کو بھی بتاؤ' حضرت جابر رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ بتانے گئے تو حضرت عمر نے کہا کہ میں تو پہلے ہی سمجھ گیا تھا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس باغ میں چل رہے ہیں تو اللہ تعالیٰ ضرور بہ ضرور اس باغ میں برکت فرمائے گا۔

(صحیح البخاری:۲۳۹۶' سنن ابوداؤد:۲۸۸۴' سنن نسائی:۳۶۴۲' سنن ابن ماجہ:۲۴۳۴)

اس باغ کی کھجوریں ۳۰ وسق سے بہت کم تھیں ورنہ وہ یہودی پہلے ہی اس باغ کی کھجوریں اپنے قرض میں قبول کر لیتا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس باغ میں چلنے کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے اس باغ کی کھجوریں اتنی زیادہ کر دیں کہ اس یہودی کا قرض بھی ادا ہو گیا اور سترہ وسق کھجوریں پھر بھی بچ گئیں' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جابر سے کہا: اس برکت کی خبر ابن الخطاب کو بھی دینا' اس سے معلوم ہوا کہ اپنے کمال کی خبر اپنے احباب کو بھی سنانی چاہیے تاکہ وہ بھی خوش ہوں اور ان کا ایمان تازہ ہو اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ مدینہ منورہ میں صحابہ کرام یہودیوں سے خرید و فروخت کرتے تھے اور ان سے قرض لیتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو مقرر رکھا ہوا تھا اور اس سے علامہ ابن بطال کی مزید تائید ہوتی ہے۔

اس بحث کے اخیر میں علامہ بدرالدین عینی بھی لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مدتِ معین تک ادھار بیع کرنا جائز ہے اور چونکہ البقرہ:۲۸۲ میں اس کا ذکر ہے' اس لیے یہ عزیمت ہے اور اس کے رخصت ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے۔

نیز اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یہودیوں اور عیسائیوں سے خرید و فروخت کرنا جائز ہے اور ان سے قرض لینا بھی جائز ہے اگرچہ وہ سود کھاتے ہیں لیکن ان سے خرید و فروخت کرنے کی اور ان کا طعام کھانے کی ہم کو اجازت دی گئی ہے اور ان کا طعام ہمارے لیے مباح ہے۔

نیز اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ہتھیاروں کو رہن رکھنا جائز ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۲۶۲-۲۶۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۴۰۰۲-ج ۴ ص ۱۳۴۴ پر مذکور ہے' اس کی شرح کا عنوان ہے: کافروں سے کاروبار اور معاملہ کرنے کا جواز۔

٢٠٦٩ - حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ اَنَسٍ (ح). وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حَوْشَبٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَسْبَاطٌ اَبُو الْيَسَعِ الْبَصْرِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ الدَّسْتَوَائِيُّ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهُ مَشٰى اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِخُبْزِ شَعِيْرٍ وَاِهَالَةٍ سَنِخَةٍ وَلَقَدْ رَهَنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دِرْعًا لَهُ بِالْمَدِيْنَةِ عِنْدَ يَهُوْدِيٍّ وَاَخَذَ مِنْهُ شَعِيْرًا لِاَهْلِهِ وَلَقَدْ سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ مَا اَمْسٰى عِنْدَ اٰلِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَاعُ بُرٍّ وَلَا صَاعُ حَبٍّ وَاِنَّ عِنْدَهُ لَتِسْعَ نِسْوَةٍ.

[طرف الحدیث:٢٥٠٨] (سنن نسائی:٤٦٢٤، سنن ابن ماجہ:٢٤٣٧)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ (ح) اور مجھے محمد بن عبداللہ بن حوشب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں اسباط ابوالیسع البصری نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہشام الدستوائی نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ وہ بیان کرتے ہیں کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جَو کی روٹی اور بدبودار چربی (بہ طور سالن) لے کر گئے اور اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زرہ مدینہ میں ایک یہودی کے پاس گروی رکھی ہوئی تھی اور آپ نے اس یہودی سے اپنے گھر والوں کے لیے جَو خریدا تھا اور میں نے آپ کو یہ کہتے ہوئے سنا تھا کہ (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل پر کوئی ایسی شام نہیں آئی جس میں ان کے پاس ایک صاع (چار کلوگرام) گندم یا ایک صاع کوئی اور غلّہ ہو اور اس وقت آپ کے پاس نو (٩) ازواج تھیں۔

حدیث مذکور کے رجال

(١) مسلم بن ابراہیم الازدی الفراہیدی القصاب (٢) ہشام الدستوائی (٣) محمد بن عبداللہ بن حوشب (٤) اسباط ابوالیسع۔

(عمدۃ القاری ج ١١ ص ٢٦٢)

مشکل الفاظ کے معانی، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تواضع اور اپنا کام اپنے ہاتھ سے کرنے کی ترغیب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ''اھالۃ'' کا لفظ ہے داؤدی نے کہا کہ اس کا معنی سرین ہے المحکم میں مذکور ہے کہ اس کا معنی پگھلی ہوئی چربی ہے ایک قول یہ ہے کہ اس کا معنی چربی اور زیتون کا تیل ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد تیل بہ طور سالن ہے خلیل نے کہا: اس کا معنی ہے: سرین کے ٹکڑے کر کے ان کو پگھلا لیا جائے۔

نیز اس حدیث میں ''سنخۃ'' کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: جو چیز عرصہ تک رکھی رہنے سے بدبودار ہو گئی ہو۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ دنیا کی بہت کم چیزوں کو استعمال کرتے تھے اور یہ آپ کا اختیاری امر تھا ورنہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام روئے زمین کے خزانوں کی چابیاں عطا فرما دی تھیں لیکن آپ زہد کو اختیار کرتے تھے اور مساکین کی ہیئت اور وضع پر راضی تھے تا کہ آپ کا درجہ زیادہ بلند ہو اور اللہ تعالیٰ کے کلیم حضرت سیدنا موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا:

رَبِّ اِنِّيْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيْرٌ۝ (القصص:٢٤)

اے میرے رب! بے شک میں اس خیر کا محتاج ہوں جو تو نے میری طرف نازل کی ہے۝

اس آیت میں خیر سے مراد روٹی کا ایک ٹکڑا ہے جس کی آپ کو خواہش تھی۔

امام بیہقی نے حسن بصری سے مرسلاً روایت کی ہے کہ نبی ﷺ کو جَو کی روٹی اور پرانی چربی کھانے کے لیے بلایا گیا تو آپ نے اس دعوت کو قبول فرمالیا۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ معزز عالم کو چاہیے کہ اپنی ضرورت کی چیزیں خود خریدا کرے خواہ اس کے خدمت گار لوگ موجود ہوں کیونکہ تمام صحابہ نبی ﷺ کی ضرورت کے کام کرنے پر بہت حریص تھے کیونکہ وہ آپ کی خوشنودی اور اجر آخرت کے اشتیاق میں آپ کے تمام کام کرنا چاہتے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۲۶۳ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۵ - بَابُ كَسْبِ الرَّجُلِ وَعَمَلِهِ بِيَدِهِ — آدمی کا اپنے ہاتھ سے کام کرنا اور کمانا

اس باب میں امام بخاری نے اپنے ہاتھ سے کام کرنے اور عمل کرنے کی فضیلت بیان کی ہے۔

۲۰۷۰ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ لَمَّا اسْتُخْلِفَ أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ قَالَ لَقَدْ عَلِمَ قَوْمِي أَنَّ حِرْفَتِي لَمْ تَكُنْ تَعْجِزُ عَنْ مَؤُونَةِ أَهْلِي، وَشُغِلْتُ بِأَمْرِ الْمُسْلِمِينَ، فَسَيَأْكُلُ اٰلُ أَبِي بَكْرٍ مِنْ هٰذَا الْمَالِ، وَيَحْتَرِفُ لِلْمُسْلِمِينَ فِيهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن عبداللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے ابن وہب نے حدیث بیان کی از یونس از ابن شہاب انہوں نے کہا: مجھے عروہ بن زبیر نے حدیث بیان کی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا گیا تو انہوں نے کہا: میری قوم کو علم ہے کہ میرا پیشہ میرے گھر والوں کی کفالت کے لیے ناکافی نہیں ہے اور اب میں مسلمانوں کے کار خلافت میں مشغول ہو گیا ہوں لہٰذا اب ابوبکر کے اہل و عیال اس بیت المال سے کھائیں گے اور ابوبکر مسلمانوں کے بیت المال کے مال سے تجارت کرتا رہے گا۔

امام بخاری اس حدیث کی روایت میں منفرد ہیں۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اپنے ہاتھ سے کام کرنا اور کمانا افضل ہے کیونکہ حضرت ابوبکر کپڑوں کی گٹھڑی اٹھا کر کپڑے بیچتے پھرتے تھے اور اگر اپنے ہاتھ سے کام کر کے کمانا افضل نہ ہوتا تو حضرت ابوبکر یہ افسوس نہ کرتے کہ اب ان کو بیت المال سے رقم لے کر اپنے گھر کا خرچ چلانا پڑے گا۔

بیت المال سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے وظیفہ کے متعلق متعدد روایات

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی لکھتے ہیں:

علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ حضرت ابوبکر کو ہر روز بیت المال سے ایک بکری دی جاتی تھی اور خلیفہ کا طریقہ یہ تھا کہ وہ ہر صبح اور شام میں اپنی مجلس میں حاضر ہونے والے کو کھانا کھلاتا تھا۔

امام ابن سعد نے صحیح سند کے ساتھ یہ مرسل روایت بیان کی ہے کہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنا دیا گیا تو وہ صبح کو اپنے سر پر کپڑوں کی گٹھڑی رکھ کر بازار میں فروخت کرنے کے لیے گئے' پھر ان کی حضرت عمر بن الخطاب اور حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہما سے ملاقات ہوئی' انہوں نے کہا: یہ آپ کیا کر رہے ہیں حالانکہ آپ مسلمانوں کے امیر بنا دیئے گئے ہیں' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: پھر میں اپنے گھر والوں کو کہاں سے کھلاؤں گا' ان دونوں نے کہا: ہم آپ کے لیے بیت المال سے وظیفہ مقرر کرتے ہیں' پھر انہوں نے آپ کے لیے ہر روز نصف بکری کا تقرر کیا۔

الطبقات میں حمید بن ہلال سے روایت ہے کہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ کو خلیفہ بنایا گیا تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا کہ حضرت ابوبکر کے لیے اتنا وظیفہ مقرر کرو جوان کے لیے کافی ہو' تو انہوں نے کہا: ہاں! ان کے لیے دو چادریں ہوں' جب وہ پرانی ہو جائیں تو ان کی مثل اور دو چادریں لے لیں اور جب وہ سفر کریں تو ان کے لیے سواری ہو اور ان کے گھر والوں کو اتنا خرچ دیا جائے جتنا وہ خلیفہ بننے سے پہلے خرچ کرتے تھے تو حضرت ابوبکر نے کہا: میں اس پر راضی ہوں۔

میمون نے کہا: جب حضرت ابوبکر کو خلیفہ بنایا گیا تو ان کے لیے اڑھائی ہزار درہم مقرر کیے گئے' پھر اس میں پانچ سو دراہم کا اضافہ کر دیا گیا اور جب حضرت ابوبکر کی وفات ہوئی تو انہوں نے بیت المال سے جو کچھ خرچ کیا تھا تو وہ سات ہزار درہم تھے تو حضرت ابوبکر نے حکم دیا کہ ان کے مال میں سے سات ہزار درہم بیت المال میں داخل کر دیئے جائیں۔

امام ابن سعد اور امام ابن المنذر نے سند صحیح کے ساتھ از مسروق از حضرت عائشہ رضی اللہ یہ روایت بیان کی ہے کہ جب حضرت ابوبکر اس مرض میں مبتلا ہوئے جس میں ان کی وفات ہوگئی تو انہوں نے کہا: دیکھو! جب سے میں خلیفہ بنایا گیا ہوں تو میرے مال میں جس قدر اضافہ ہوا ہے' اسے میرے بعد والے خلیفہ کے پاس بھیج دو' پھر جب ہم نے غور کیا تو ایک غلام تھا جو بچوں کو اٹھاتا تھا اور ایک اونٹ تھا' جس سے باغ میں پانی دیا جاتا تھا' ہم نے وہ دونوں حضرت عمر رضی اللہ کے پاس بھیج دیئے تو حضرت عمر نے کہا: ابوبکر پر اللہ کی رحمت ہو' انہوں نے (خلافت کو) اپنے بعد والوں کے لیے بہت مشکل کام بنا دیا ہے۔

پاکیزہ کمائی اور ہاتھ کے کام کی فضیلت میں احادیث

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سب سے افضل روزی وہ ہے جس کو کوئی شخص اپنے ہاتھ کی محنت سے حاصل کرے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ کون سی کمائی پاکیزہ اور افضل ہے تو آپ نے فرمایا: انسان اپنے ہاتھ سے جو کام کرے اور ہر نیک کام۔

(مسند احمد ج ۴ ص ۱۴۱' المعجم الکبیر: ۴۴۱۱' سنن بیہقی ج ۵ ص ۲۶۳)

امام نسائی نے حضرت عائشہ رضی اللہ سے یہ روایت کی ہے کہ سب سے پاکیزہ کھانا جو شخص کھاتا ہے' یہ وہ ہے جو اس کے کسب سے ہے۔ (سنن نسائی: ۴۴۵۹)

امام ابوداؤد نے از عمرو بن شعیب از والد خود از جد خود روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے پاکیزہ کھانا جو تم کھاتے ہو' یہ وہ ہے جو تمہارے کسب اور کمائی سے ہو۔ (سنن ابوداؤد: ۳۵۲۸' سنن ترمذی: ۱۳۵۸' سنن ابن ماجہ: ۲۲۹۰)

(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۲۶۵ - ۲۶۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٢٠٧١ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يَزِيدَ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيدٌ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو الْأَسْوَدِ، عَنْ عُرْوَةَ قَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا كَانَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُمَّالَ أَنْفُسِهِمْ وَكَانَ يَكُونُ لَهُمْ أَرْوَاحٌ، فَقِيلَ لَهُمْ لَوِ اغْتَسَلْتُمْ. رَوَاهُ هَمَّامٌ، عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ مجھے محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن یزید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابوالاسود نے حدیث بیان کی از عروہ' انہوں نے کہا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اپنے معاش کے لیے ہاتھوں سے کام کرتے تھے اور محنت مشقت کے کام کرنے کی وجہ سے ان سے پسینہ کی بو آتی تھی تو ان سے کہا گیا کہ اگر تم غسل کر لیا کرو تو بہتر ہوگا۔ اس حدیث کی روایت ہمام نے از ہشام از والد

خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۹۰۳ میں گزر چکی ہے۔

۲۰۷۲ - حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوْسٰی قَالَ اَخْبَرَنَا عِيْسٰى بْنُ يُوْنُسَ، عَنْ ثَوْرٍ، عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ، عَنِ الْمِقْدَامِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا اَكَلَ اَحَدٌ طَعَامًا قَطُّ، خَيْرًا مِّنْ اَنْ يَّاْكُلَ مِنْ عَمَلِ يَدِهٖ، وَاِنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ يَاْكُلُ مِنْ عَمَلِ يَدِهٖ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عیسیٰ بن یونس نے خبر دی از ثور از خالد بن معدان از حضرت مقدام رضی اللہ عنہ از رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نے فرمایا: کسی شخص نے اس سے بہتر طعام نہیں کھایا جس کو اس نے اپنے ہاتھ سے کمایا ہو اور بے شک اللہ کے نبی حضرت داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھاتے تھے۔

اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت واضح ہے کیونکہ اس میں یہ ذکر ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھاتے تھے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابراہیم بن موسیٰ بن یزید التمیمی الفراء ابواسحاق الرازی (۲) عیسیٰ بن یونس بن ابی اسحاق' ان کا نام عمرو بن عبد اللہ ہمدانی ہے (۳) ثور بن یزید شامی حمصی حافظ' یہ منکر تقدیر تھے' ان کو حمص سے نکال دیا گیا اور وہاں ان کا گھر جلا دیا گیا' پھر یہ بیت المقدس روانہ ہو گئے اور وہیں ۱۵۰ھ میں ان کی وفات ہو گئی (۴) خالد بن معدان کلاعی ابوعبد اللہ' یہ ایک دن میں چالیس ہزار بار سبحان اللہ پڑھتے تھے' انہوں نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ستر صحابہ سے ملاقات کی ہے' ان کی وفات ۱۰۳ یا ۱۰۴ھ میں بطرطوس میں ہوئی تھی (۵) حضرت مقدام بن معدی کرب کندی' یہ ۸۷ھ میں حمص میں فوت ہو گئے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۲۶۶)

اپنے کام اپنے ہاتھوں سے کرنے کی فضیلت

اگر یہ سوال کیا جائے کہ یہاں حضرت داؤد علیہ السلام کے خصوصی ذکر کی کیا وجہ ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کسی فقر یا حاجت کی وجہ سے اپنی روزی نہیں کماتے تھے کیونکہ وہ اپنے ملک میں خلیفہ تھے بلکہ وہ افضل طریقہ پر عمل کرنے کے لیے کماتے تھے' اسی لیے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس ضمن میں حضرت داؤد علیہ السلام کا ذکر کیا ہے کہ بہترین روزی اپنے ہاتھ کی کمائی ہے۔

قرآن مجید میں ذکر ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام لوہے کی زرہ بناتے تھے اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کفار سے قتال کرتے تھے اور اس سے جو خمس حاصل ہوتا تھا اور مال فئے سے جو آمدنی ہوتی تھی' اس سے اپنا خرچ اٹھاتے تھے اور اپنے طعام کے لیے اپنے ہاتھوں سے کام کرتے تھے' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے گھر میں کس طرح کام کرتے تھے؟ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے گھر کے کام کرتے رہتے تھے اور جب نماز کی اقامت ہوتی تو نماز کی طرف چلے جاتے تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۲۶۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۲۰۷۳ - حَدَّثَنَا يَحْيٰى بْنُ مُوْسٰى قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ هُرَيْرَةَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الرزاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از ہمام بن منبہ' انہوں نے کہا:

وَسَلَّمَ اَنَّ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ لَا يَاْكُلُ اِلَّا مِنْ عَمَلِ يَدِهٖ. [اطراف الحدیث: ٣٤١٧-٤٧١٣]

ہمیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی از رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: حضرت داؤد علیہ السلام صرف اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھاتے تھے۔

اس حدیث کی روایت میں بھی امام بخاری منفرد ہیں۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اسماعیلی نے حضرت داؤد علیہ السلام کی سوانح میں لکھا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام پر قراءت میں تخفیف کر دی گئی تھی' آپ اپنی سواری پر زین ڈالنے کا حکم دیتے اور زین ڈالنے سے پہلے زبور ختم کر لیتے تھے اور آپ صرف اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھاتے تھے۔

(عمدۃ القاری ج ١١ ص ٢٦٨' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٢٠٧٤ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ' عَنْ عُقَيْلٍ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ' عَنْ اَبِي عُبَيْدٍ' مَوْلَى عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاَنْ يَّحْتَطِبَ اَحَدُكُمْ حُزْمَةً عَلٰى ظَهْرِهٖ' خَيْرٌ مِّنْ اَنْ يَّسْاَلَ اَحَدًا' فَيُعْطِيَهٗ اَوْ يَمْنَعَهٗ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب از ابی عبید مولیٰ حضرت عبد الرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص اپنی پیٹھ پر لکڑیوں کا گٹھا باندھ کر لائے تو وہ اس سے بہتر ہے کہ وہ کسی شخص سے سوال کرے' پھر وہ اس کو دے یا منع کر دے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٤٧٠ میں گزر چکی ہے۔

٢٠٧٥ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوْسٰى قَالَ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ' عَنْ اَبِيْهِ' عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاَنْ يَّاْخُذَ اَحَدُكُمْ اَحْبُلَهٗ خَيْرٌ لَّهٗ مِنْ اَنْ يَّسْاَلَ النَّاسَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وکیع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن عروہ نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم میں سے کوئی شخص اپنی رسیوں کو اٹھائے اور ان میں لکڑیاں باندھ کر لائے تو وہ اس سے بہتر ہے کہ وہ لوگوں سے مانگتا پھرے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٤٧١ میں گزر چکی ہے۔

١٦ - بَابُ السُّهُوْلَةِ وَالسَّمَاحَةِ فِي الشِّرَاءِ وَالْبَيْعِ' وَمَنْ طَلَبَ حَقًّا فَلْيَطْلُبْهُ فِيْ عَفَافٍ

خرید و فروخت میں سہولت اور فیاضی سے کام لینا اور اپنے حق کا مطالبہ پاکیزگی سے کرنا

اس باب کے عنوان میں سہولت کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: آسانی' اور ''سماحة'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: سخاوت' اور ''عفاف'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: حرام کام سے اپنے آپ کو روکنا۔

٢٠٧٦ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَيَّاشٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عیاش نے حدیث

غَسَّانَ مُحَمَّدُ بْنُ مُطَرِّفٍ، قَالَ حَدَّثَنِی مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَحِمَ اللّٰهُ رَجُلًا سَمْحًا اِذَا بَاعَ، وَاِذَا اشْتَرٰی، وَاِذَا اقْتَضٰی. (سنن ابن ماجہ: ۲۲۰۳)

بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابوغسان محمد بن مطرف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن المنکدر نے حدیث بیان کی از حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ اس شخص پر رحم فرمائے جو بیچتے وقت اور خریدتے وقت اور تقاضا کرتے وقت نرمی اور فیاضی سے کام لیتا ہے۔

باب مذکور کے موافق دیگر احادیث

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ اس شخص سے محبت کرتا ہے جو نرمی سے فروخت کرتا ہے اور نرمی سے خریدتا ہے اور نرمی سے تقاضا کرتا ہے۔ (سنن ترمذی: ۱۳۱۹، دار المعرفہ)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تم سے پہلے ایک شخص کو بخش دیا، جو نرمی سے فروخت کرتا تھا اور نرمی سے خریدتا تھا اور نرمی سے تقاضا کرتا تھا۔ (سنن ترمذی: ۱۳۲۰، مسند احمد ج ۳ ص ۳۴۰)

۱۷ - بَابُ مَنْ اَنْظَرَ مُوْسِرًا جو شخص کسی مال دار کو مہلت دے

اس باب میں مال دار کو مہلت دینے کی فضیلت بیان کی گئی ہے، فقہاء نے مال دار کے تین مرتبے بیان کیے ہیں:

(۱) جس شخص کے پاس اتنا مال ہو کہ اس پر زکوٰۃ واجب ہو اور وہ مال سارا سال اس کے پاس رہے۔

(۲) جس شخص کے پاس عید اور قربانی کے دن اتنا مال ہو جس پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے، خواہ سارا سال اس کے پاس اتنا مال نہ رہے اور وہ شخص زکوٰۃ لینے کا مستحق نہ ہو، زکوٰۃ اس شخص پر واجب ہوتی ہے جس کے پاس اس کی ضروریات سے زائد دو سو درہم (جو دسمبر ۲۰۰۷ء میں تقریباً ۱۸ ہزار روپے ہیں) کے برابر مال ہو یا اس کے پاس ساڑھے سات تولہ یا اس سے زائد سونا ہو یا ساڑھے باون تولہ یا اس سے زائد چاندی ہو، ایسا شخص صاحب نصاب ہے، وہ زکوٰۃ لینے کا مستحق نہیں ہے اور جس کے پاس اتنا مال نہ ہو، وہ اپنی ضرورت کے وقت زکوٰۃ لے سکتا ہے۔

(۳) جس شخص کے لیے سوال کرنا حرام ہو، ایک قول یہ ہے کہ یہ وہ شخص ہے جس کے پاس پچاس درہم ہوں یعنی آج کل کے اعتبار سے تقریباً ساڑھے چار ہزار (۴,۵۰۰) روپے ہوں، اور عام علماء کا قول یہ ہے کہ جس کے پاس ایک دن کی خوراک ہو اور اس کے پاس ستر پوشی کے لیے کپڑے ہوں، اس کے اوپر سوال کرنا حرام ہے، اسی طرح جو فقیر تندرست اور توانا ہو اور وہ کام کرنے پر قادر ہو، اس کے لیے بھی سوال کرنا حرام ہے۔

۲۰۷۷ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ یُوْنُسَ قَالَ حَدَّثَنَا زُهَیْرٌ قَالَ حَدَّثَنَا مَنْصُوْرٌ اَنَّ رِبْعِیَّ بْنَ حِرَاشٍ قَالَ حَدَّثَهُ اَنَّ حُذَیْفَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ حَدَّثَهُ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تَلَقَّتِ الْمَلَائِكَةُ رُوْحَ رَجُلٍ مِّمَّنْ كَانَ قَبْلَكُمْ. قَالُوْا اَعَمِلْتَ مِنَ الْخَیْرِ شَیْئًا؟ قَالَ كُنْتُ اٰمُرُ فِتْیَانِیْ اَنْ یُّنْظِرُوْا وَیَتَجَاوَزُوْا عَنِ الْمُوْسِرِ، قَالَ فَتَجَاوَزُوْا عَنْهُ. وَقَالَ اَبُوْ مَالِكٍ،

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں زہیر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں منصور نے حدیث بیان کی کہ ربعی بن حراش نے کہا: انہیں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم سے پہلے ایک آدمی کی روح سے فرشتوں نے ملاقات کی انہوں نے پوچھا: کیا تم نے کوئی نیک کام کیا ہے؟ اس نے کہا: میں اپنے نوکروں سے کہتا تھا کہ جو مال دار

عَنْ رِبْعِيٍّ كُنْتُ أُيَسِّرُ عَلَى الْمُوْسِرِ، وَأُنْظِرُ الْمُعْسِرَ. وَتَابَعَهُ شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ، عَنْ رِبْعِيٍّ. وَقَالَ أَبُو عَوَانَةَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ، عَنْ رِبْعِيٍّ أُنْظِرُ الْمُوْسِرَ، وَأَتَجَاوَزُ عَنِ الْمُعْسِرِ. وَقَالَ نُعَيْمُ بْنُ أَبِي هِنْدٍ، عَنْ رِبْعِيٍّ فَأَقْبَلُ مِنَ الْمُوْسِرِ، وَأَتَجَاوَزُ عَنِ الْمُعْسِرِ.

[اطراف الحدیث:۲۳۹۱-۳۴۵۱] (صحیح مسلم:۱۵۶۰، الرقم المسلسل: ۳۸۸۴، سنن ابن ماجہ: ۲۴۲۰)

(میرے مقروض) ہوں ان سے درگزر کرنا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر فرشتوں نے بھی اس سے درگزر کی۔ ابو مالک نے ربعی سے روایت کی ہے کہ میں خوش حال لوگوں سے نرمی کرتا تھا اور تنگ دست لوگوں کو مہلت دیتا تھا۔ شعبہ نے ابو مالک کی متابعت کی ہے از عبدالملک از ربعی' اور ابوعوانہ نے کہا از عبدالملک از ربعی: میں خوش حال کو مہلت دیتا تھا اور تنگ دست سے درگزر کرتا تھا اور نعیم بن ابی ہند نے کہا از ربعی: پس میں خوش حال سے قبول کر لیتا تھا اور تنگ دست سے درگزر کرتا تھا۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) احمد بن یونس' یہ احمد بن عبداللہ بن یونس بن قیس ابوعبداللہ تمیمی یربوعی ہیں (۲) زہیر بن معاویہ ابوخیثمہ جعفی (۳) منصور بن معتمر ابوعتاب سلمی (۴) ربعی بن حراش (۵) حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۲۷۱)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے کہ میں اپنے نوکروں کو حکم دیتا تھا کہ وہ مال دار (مقروض) سے درگزر کریں۔

اللہ تعالیٰ کا قلیل نیکی کو قبول فرمالینا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

المہلب نے کہا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر بندے کی بہت قلیل نیکی بھی ہو تو اللہ تعالیٰ اس بندہ کے گناہ بخش دیتا ہے جب کہ اس بندہ نے اس نیکی میں اخلاص سے اللہ کے لیے نیت کی ہو اور اللہ کی رضاجوئی کے لیے وہ نیک کام کیا ہو تو وہ اکرم الاکرمین ہے اور وہ اپنے بندہ کو اپنی رحمت سے نامراد نہیں کرتا۔ قرآن مجید میں ہے:

مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗ وَلَهٗۤ اَجْرٌ كَرِيْمٌ ۝ (الحدید:۱۱)

کوئی ہے جو اللہ کو قرضِ حسن دے تو اللہ اس قرض کو اس کے لیے بڑھاتا رہے اور اس کے لیے عزت والا اجر ہے ۝

حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم سے پہلے ایک شخص کا حساب لیا گیا تو اس کی نیکیوں میں اس کے سوا اور کوئی نیکی نہیں تھی کہ وہ مال دار آدمی تھا اور لوگوں سے مل جل کر رہتا تھا اور وہ اپنے نوکروں کو یہ حکم دیتا تھا کہ وہ تنگ دست (مقروض) سے درگزر کریں تو اللہ عزوجل نے فرمایا: ہم اس سے زیادہ درگزر کرنے کے حق دار ہیں' اس سے درگزر کرو۔

(سنن ترمذی: ۱۳۰۷' مسند احمد ج ۴ ص ۱۲۰) (شرح ابن بطال ج ۶ ص ۱۸۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۳۸۸۵۔ ج ۴ ص ۲۸۷ پر مذکور ہے' اس کی شرح کا عنوان ہے:

قرض معاف کرنے کے مسائل اور فضائل۔

۱۸ - بَابُ مَنْ اَنْظَرَ مُعْسِرًا — جس نے تنگ دست کو مہلت دی

اس باب میں تنگ دست کو مہلت دینے کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔

۲۰۷۸ - حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ہشام بن عمار نے حدیث

بْنُ حَمْزَةَ قَالَ حَدَّثَنَا الزُّبَيْدِيُّ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَ تَاجِرٌ يُدَايِنُ النَّاسَ، فَاِذَا رَاٰى مُعْسِرًا قَالَ لِفِتْيَانِهٖ تَجَاوَزُوْا عَنْهُ، لَعَلَّ اللّٰهَ اَنْ يَّتَجَاوَزَ عَنَّا، فَتَجَاوَزَ اللّٰهُ عَنْهُ. [طرف الحدیث:۳۴۸۰]

بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن حمزہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زبیدی نے حدیث بیان کی از زہری از عبید اللہ بن عبد اللہ' انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا' انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا' آپ نے فرمایا: ایک تاجر لوگوں کو قرض دیتا تھا' پس جب وہ کسی تنگ دست کو دیکھتا تو اپنے نوکروں سے کہتا: اس سے درگزر کرو شاید اللہ ہم سے درگزر کرے' پس اللہ نے اس سے درگزر کر لیا۔

(صحیح مسلم:۱۵۶۲' الرقم المسلسل:۳۸۸۹' سنن نسائی:۴۶۹۵' شعب الایمان:۱۱۲۴۶' شرح السنۃ:۹: ۲۱۳۹' مسند ابوداؤد الطیالسی:۲۵۱۱' صحیح ابن حبان:۵۰۴۲' سنن بیہقی ج ۵ ص ۳۵۶' مسند احمد ج ۲ ص ۲۶۳' مسند احمد:۷۵۷۹۔ج ۱۳ ص ۲۴' موسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: جب وہ کسی تنگ دست کو دیکھتا تو وہ اپنے نوکروں سے کہتا: اس سے درگزر کرو۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ہشام بن عمار بن نصیر بن میسرہ ابوالولید السلمی' یہ ۲۴۵ھ میں فوت ہو گئے تھے' امام بخاری نے کہا کہ میرا خیال ہے یہ دمشق میں فوت ہوئے تھے (۲) یحییٰ بن حمزہ حضرمی ابوعبدالرحمان قاضی دمشق' یہ وہاں مستقل قاضی رہے' حتیٰ کہ ۱۸۳ھ میں فوت ہو گئے' ان کی ولادت ۱۰۳ھ میں ہوئی تھی (۳) الزبیدی' ان کا نام محمد بن الولید بن عامر ابوہذیل ہے (۴) محمد بن مسلم زہری (۵) عبید اللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود (۶) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۲۷۳)

باب مذکور کی حدیث کے موافق دیگر احادیث

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: اللہ تعالیٰ کے پاس اس کے بندوں میں سے ایک بندہ لایا گیا جس کو اللہ تعالیٰ نے مال عطا فرمایا تھا' پس اس سے پوچھا: تم نے دنیا میں کیا عمل کیا؟ اور فرمایا: وہ اللہ سے کوئی بات نہیں چھپا سکیں گے (النساء:۴۲)' وہ کہے گا: اے میرے رب! تو نے مجھے اپنا مال عطا فرمایا' میں لوگوں کو اپنا مال فروخت کرتا تھا اور میرا طریقہ درگزر کرنا تھا' میں مال دار کے لیے آسانی کرتا اور تنگ دست کو مہلت دیتا' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہم اس چیز کے زیادہ حق دار ہیں' میرے اس بندے سے درگزر کرو۔

(صحیح مسلم:۱۵۶۰' الرقم المسلسل:۳۸۸۷)

عبداللہ بن ابی قتادہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک مقروض کو طلب کیا' وہ ان سے چھپ گیا' پھر وہ ان کو مل گیا تو اس نے کہا: میں تنگ دست ہوں' انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! اس نے کہا: اللہ کی قسم! انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس شخص کو اس بات سے خوشی ہو کہ اللہ اس کو قیامت کے دن کی تکلیفوں سے نجات دے' اس کو چاہیے کہ وہ کسی تنگ دست کو مہلت دے یا اس کا قرض معاف کر دے۔ (صحیح مسلم:۱۵۶۳' الرقم المسلسل:۳۸۹۱)

ابوالیسر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے کسی تنگ دست کو مہلت دی یا اس کا قرض معاف کر دیا' اللہ اس کو اپنے عرش کے سائے میں رکھے گا۔

(الاحاد والمثانی:۱۹۱۵' مسند احمد ج ۳ ص ۴۲۷' سنن دارمی:۲۵۸۸' المعجم الکبیر:۳۷۲-ج ۱۹' صحیح ابن حبان:۵۰۴۴' المستدرک ج ۲ ص ۲۹)

۲۸' سنن ابن ماجہ: ۲۴۱۹' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۲۶۰۸' مجلس علمی' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۲۱۶۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

عبید بن عمیر بیان کرتے ہیں: ایک شخص لوگوں کو قرض دیتا تھا اور ان کو چیزیں فروخت کرتا تھا اور اس کا ایک منشی تھا جو لوگوں سے درگزر کرتا تھا' اس کے پاس تنگ دست اور مہلت طلب کرنے والے آتے تھے' پس وہ کہتا تھا کہ کھاؤ اور مہلت دو اور اس دن کی وجہ سے درگزر کرو' جس دن ہم سے درگزر کیا جائے گا' اس نے اللہ سے ملاقات کی اور اس نے اس کے علاوہ اور کوئی نیک کام نہیں کیا تھا' پس اللہ نے اس کو بخش دیا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۲۶۱۰' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۲۱۷۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۳۸۸۸۔ ج ۴ ص ۲۸۸ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۱۹ - بَابٌ إِذَا بَيَّنَ الْبَيِّعَانِ وَلَمْ يَكْتُمَا وَنَصَحَا

جب فروخت کرنے والا اور خریدنے والا عیب نہ چھپائیں اور ایک دوسرے کی خیر خواہی کریں

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے: جب بیچنے والا اس چیز کے عیب کو ظاہر کر دے جس کو وہ بیچ رہا ہے اور خریدنے والا بیان کر دے کہ وہ اس چیز کی جو قیمت دے رہا ہے اس میں کیا نقص اور کمی ہے تو پھر ان کی اس خرید و فروخت میں برکت دی جاتی ہے۔

وَيُذْكَرُ عَنِ الْعَدَّاءِ بْنِ خَالِدٍ قَالَ كَتَبَ لِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا مَا اشْتَرٰى مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْعَدَّاءِ بْنِ خَالِدٍ بَيْعَ الْمُسْلِمِ الْمُسْلِمَ لَا دَاءَ وَلَا خِبْثَةَ وَلَا غَائِلَةَ.

اور العداء بن خالد سے یہ روایت ذکر کی جاتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے یہ بیع نامہ لکھ کر دیا: یہ وہ وثیقہ ہے جس کو (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے العداء بن خالد سے خریدا' یہ مسلمان کی مسلمان سے بیع ہے' اس میں نہ کوئی عیب ہے نہ کوئی حرام چیز ہے' نہ کوئی گناہ ہے۔

اس تعلیق کی اصل' سنن ترمذی: ۱۲۲۰' سنن ابن ماجہ: ۲۲۵۱ (دار الفکر) میں ہے۔

وَقَالَ قَتَادَةُ الْغَائِلَةُ الزِّنَا وَالسَّرِقَةُ وَالْإِبَاقُ.

قتادہ نے کہا: ''غائلۃ'' کا معنی زنا اور چوری اور غلام کا بھاگ جانا ہے۔

اس تعلیق کو ابن مندہ نے اصمعی کی سند سے موصولاً بیان کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۲۷۶)

وَقِيْلَ لِإِبْرَاهِيْمَ إِنَّ بَعْضَ النَّخَّاسِيْنَ يُسَمِّيْ اٰرِيَّ خُرَاسَانَ وَسِجِسْتَانَ' فَيَقُوْلُ جَاءَ أَمْسِ مِنْ خُرَاسَانَ' جَاءَ الْيَوْمَ مِنْ سِجِسْتَانَ' فَكَرِهَهٗ كَرَاهَةً شَدِيْدَةً.

ابراہیم نخعی سے کسی نے کہا کہ بعض دلال اپنے (اصطبل کے نام) آری خراسان اور سجستان رکھتے ہیں اور (دھوکا دینے کے لیے) کہتے ہیں کہ (فلاں جانور) کل خراسان سے آیا تھا اور آج سجستان سے آیا ہے تو ابراہیم نخعی کو یہ بہت ناگوار ہوا۔

اس تعلیق کی اصل مصنف ابن ابی شبہ میں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۲۷۷)

وَقَالَ عُقْبَةُ بْنُ عَامِرٍ لَا يَحِلُّ لِامْرِئٍ يَّبِيْعُ سِلْعَةً يَعْلَمُ أَنَّ بِهَا دَاءً إِلَّا أَخْبَرَهٗ.

اور عقبہ بن عامر نے کہا: کسی شخص کے لیے ایسا سودا بیچنا جائز نہیں جس کے متعلق اس کو معلوم ہو کہ اس میں کوئی عیب ہے مگر اس پر لازم ہے کہ وہ اس عیب کی خبر دے۔

اس تعلیق کے موافق' صحیح مسلم: ۱۴۱۴' اور سنن ابن ماجہ: ۲۲۴۶ میں حدیث ہے اور درج ذیل حدیث بھی اس کے موافق ہے:

حضرت واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جس شخص نے کوئی

عیب والی چیز بیچی اور اس کا عیب بیان نہیں کیا تو وہ ہمیشہ اللہ کی ناراضی میں رہے گا اور ہمیشہ فرشتے اس پر لعنت کرتے رہیں گے۔

(سنن ابن ماجہ: ۲۲۴۷)

۲۰۷۹ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ صَالِحٍ أَبِي الْخَلِيلِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ رَفَعَهُ إِلَى حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمْ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا، أَوْ قَالَ حَتَّى يَتَفَرَّقَا، فَإِنْ صَدَقَا وَبَيَّنَا بُورِكَ لَهُمَا فِي بَيْعِهِمَا، وَإِنْ كَتَمَا وَكَذَبَا مُحِقَتْ بَرَكَةُ بَيْعِهِمَا.

[اطراف الحدیث: ۲۰۸۲-۲۱۰۸-۲۱۱۰-۲۱۱۴]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از قتادہ از صالح ابی الخلیل از عبداللہ بن حارث' انہوں نے اس کو حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ کی طرف رفع کیا' انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خریدار اور بیچنے والے کو اس وقت تک (بیع مسترد کرنے کا) اختیار ہوتا ہے جب تک وہ متفرق نہ ہوں یا فرمایا: حتیٰ کہ وہ متفرق ہو جائیں' پس اگر وہ دونوں سچ بولیں اور (عیب) بیان کر دیں تو ان کی بیع میں برکت دی جائے گی اور اگر وہ (عیب) چھپائیں اور جھوٹ بولیں تو ان کی بیع کی برکت مٹا دی جائے گی۔

(صحیح مسلم: ۱۵۳۲' الرقم المسلسل: ۳۷۴۹' سنن ابوداؤد: ۳۴۵۹' سنن ترمذی: ۱۲۴۶' سنن نسائی: ۴۴۶۴-۴۴۵۷' المعجم الکبیر: ۳۱۰۰' سنن بیہقی ج ۵ ص ۲۶۷' مصنف عبدالرزاق: ۱۴۲۱۲' صحیح ابن حبان: ۴۹۰۴' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۷ ص ۱۲۴' سنن کبریٰ: ۶۰۵۶' سنن دارمی ج ۲ ص ۲۵۰' مسند احمد ج ۳ ص ۴۰۲ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۵۳۱۴- ج ۲۴ ص ۳۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) سلیمان بن حرب ابوایوب الواشحی (۲) شعبہ بن الحجاج (۳) قتادہ بن دعامہ (۴) صالح بن ابی مریم ابو الخلیل ضبعی (۵) عبداللہ بن حارث بن نوفل بن حارث بن عبدالمطلب ابومحمد ہاشمی (۶) حکیم بن حزام الاسدی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۲۷۷)

اس حدیث کی اس باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: اگر وہ دونوں سچ بولیں اور (عیب) بیان کر دیں تو ان کی بیع میں برکت دی جائے گی۔

مجلس میں بیع فسخ کرنے کے اختیار اور عدم اختیار میں مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: خریدار اور بیچنے والے کو اس وقت تک (بیع فسخ کرنے کا) اختیار ہوتا ہے جب تک وہ متفرق نہ ہوں۔ اس کی تاویل میں فقہاء کا اختلاف ہے' ابراہیم نخعی' ثوری' امام مالک' امام ابوحنیفہ اور امام محمد بن الحسن نے کہا کہ تفرق سے مراد تفرق بالاقوال ہے' پس جب بیچنے والے نے کہا: میں نے یہ چیز اتنے میں بیچ دی اور خریدار نے کہا: میں نے اس قیمت پر خرید لی یا میں نے اس کو قبول کر لیا' تو ان دونوں کے اقوال متفرق ہو گئے اور اب ان میں سے کسی کو بیع فسخ کرنے کا اختیار نہیں رہا یا کوئی شرط لگانے کا اختیار نہیں رہا' اور امام ابویوسف' عیسیٰ بن ابان اور دوسرے فقہاء نے یہ کہا ہے کہ جس تفرقہ سے اختیار منقطع ہو جاتا ہے' وہ بدنوں اور جسموں کا تفرقہ ہے یعنی جب ایک آدمی نے کہا: میں نے یہ چیز اتنے میں بیچ دی تو خریدنے والا اس وقت تک قبول کر سکتا ہے جب تک بیچنے والا مجلس سے جدا نہ ہو جائے۔

سعید بن مسیب، زہری، عطاء بن ابی رباح، اوزاعی، حسن بصری، امام شافعی، امام احمد اور اہل ظاہر کا یہی موقف ہے۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ عقد ایجاب اور قبول سے مکمل ہو جاتا ہے اور وہ سودا خریدار کی ملکیت میں داخل ہو جاتا ہے اور اب ان دونوں میں سے کسی ایک کے لیے مجلس کا اختیار دوسرے کے حق کو باطل کرنے کو مستلزم ہے اور یہ نبی ﷺ کی اس حدیث کے منافی ہے:

لا ضرر ولا ضرار فی الاسلام. (سنن ابن ماجہ:۲۳۴۱)

اسلام کا قاعدہ یہ ہے کہ آدمی خود ضرر اٹھائے نہ دوسرے کو ضرر پہنچائے۔

اور قرآن مجید میں ہے:

يَاۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ. (النساء:۲۹)

اے ایمان والو! ایک دوسرے کا مال ناجائز طریقہ سے نہ کھاؤ سوا اس کے کہ باہمی رضامندی سے تجارت ہو۔

تجارت میں باہمی رضامندی سے ایک دوسرے کا مال کھانا جائز ہے اور خرید وفروخت بھی تجارت ہے، اس سے معلوم ہوا کہ جب نفس عقد (یعنی ایک فریق نے کہا: میں نے یہ چیز بیچ دی، اور دوسرے نے کہا: میں نے خرید لی) سے بیع مکمل ہو گئی اور خریدار کے لیے بیع میں تصرف جائز ہو گیا تو اس کے بعد انقطاع مجلس تک کسی ایک کے لیے بیع فسخ کرنے کا جواز اس آیت کے منافی ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ. (المائدہ:۱)

اے ایمان والو! اپنے عہد پورے کرو۔

جب بیچنے اور خریدنے کا عقد ہو جائے تو اس آیت کے حکم سے اس عقد کو پورا کرنا واجب ہے اور عقد کی مجلس میں اس عقد کو توڑنے کا اختیار اس حکم کے خلاف ہے، لہٰذا ان آیتوں سے واضح ہو گیا کہ بیع اور شراء کے عقد کے بعد بیع لازم ہو جاتی ہے اور مجلس عقد میں اس بیع کو فسخ کرنے کا اختیار نہیں رہتا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۲۷۹، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث، شرح صحیح مسلم: ۳۷۴۲۔ ج ۴ ص ۱۶۹ میں ہے، اس حدیث کی شرح میں خیار مجلس میں مذاہب بیان کیے گئے ہیں اور فقہاء احناف کی تائید کی گئی ہے۔

۲۰ - بَابُ بَيْعِ الْخِلْطِ مِنَ التَّمْرِ — مختلف اقسام کی کھجوروں کو ملا کر بیچنے کا شرعی حکم

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مختلف اقسام کی کھجوروں کو ملا کر فروخت کرنا جائز نہیں ہے۔

۲۰۸۰ - حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ، عَنْ يَحْيٰى، عَنْ اَبِىْ سَلَمَةَ، عَنْ اَبِىْ سَعِيْدٍ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كُنَّا نُرْزَقُ تَمْرَ الْجَمْعِ، وَهُوَ الْخِلْطُ مِنَ التَّمْرِ، وَكُنَّا نَبِيْعُ صَاعَيْنِ بِصَاعٍ. فَقَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا صَاعَيْنِ بِصَاعٍ، وَلَا دِرْهَمَيْنِ بِدِرْهَمٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا کہ ہمیں شیبان نے حدیث بیان کی از یحییٰ از ابی سلمہ از حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ، انہوں نے بیان کیا کہ ہمیں متعدد اقسام کی کھجوریں ملی ہوئی دی جاتی تھیں اور ہم دو صاع (آٹھ کلو) کھجوریں ایک صاع (چار کلو) کے بدلہ میں بیچتے تھے تو نبی ﷺ نے فرمایا: دو صاع کو ایک صاع کے بدلہ میں فروخت نہ کرو اور نہ دو درہموں کو ایک درہم کے بدلہ میں فروخت کرو۔

(صحیح مسلم: ۱۵۹۵، الرقم المسلسل: ۳۹۷۶، سنن نسائی: ۴۵۵۵، سنن ابن ماجہ: ۲۲۵۶، تاریخ بغداد ج ۱۰ ص ۲۷۶، مصنف عبد الرزاق: ۱۴۱۹۱،

سنن بیہقی ج ۵ ص ۱۹۱ شرح مشکل الآثار: ۶۱۰۸ مسند احمد ج ۳ ص ۴۹ طبع قدیم مسند احمد: ۱۱۴۵۷۔ ج ۱۸ ص ۳۹ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے کہ ہم دو صاع کھجوروں کو ایک صاع کھجوروں کے بدلہ میں فروخت کرتے تھے۔

اضافہ اور ادھار کے ساتھ فروخت کرنے میں مذاہب اور مسائل

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

اس باب کی فقہ یہ ہے کہ تمام کھجوروں کی ایک جنس ہے خواہ ردی ہوں یا عمدہ ہوں اور ان میں سے کسی قسم کو بھی اضافہ کے ساتھ فروخت کرنا ممنوع ہے اور کھجوروں کے حکم میں باقی کھانے کی چیزیں بھی داخل ہیں لہٰذا اس پر اجماع ہے کہ کسی ایک جنس کے طعام کو اضافہ کے ساتھ فروخت کرنا جائز ہے نہ ادھار اور جب دو جنسیں مختلف ہوں تو ان کو اضافہ کے ساتھ فروخت کرنا جائز ہے مگر ادھار کے ساتھ فروخت کرنا جائز نہیں ہے امام مالک کے نزدیک یہ حکم اس طعام کا ہے جو خوراک بننے کی صلاحیت رکھتا ہو اور امام شافعی کے نزدیک یہ حکم ہر طعام کو شامل ہے خواہ وہ خوراک ہو یا نہ ہو اور فقہاء احناف کے نزدیک یہ حکم ہر اس چیز کو شامل ہے جس کی وزن کے ساتھ بیع کی جاتی ہو یا پیمانہ کے ساتھ ماپ کر۔

اور اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ جس شخص کو کسی کام کے حرام ہونے کا علم نہ ہو تو علم سے پہلے اس کام کے کرنے کا کوئی گناہ نہیں ہے حتیٰ کہ اس کو علم ہو جائے اور جب کوئی بیع حرام طریقہ سے ہو تو وہ فسخ اور مردود ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے ہمارے طریقہ کے خلاف کوئی کام کیا تو وہ مردود ہے۔ (صحیح البخاری ص ۱۵۴۳ دار ارقم بیروت)

(شرح ابن بطال ج ۶ ص ۱۸۵۔ ۱۸۴ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ ھ)

میں کہتا ہوں: اب دار الاسلام میں کسی حکم شرعی سے لاعلمی معتبر نہیں ہے بلکہ اگر کوئی شخص بغیر علم کے کوئی ناجائز کام کرے تو اس کو اس ناجائز کام کرنے کا بھی گناہ ہوگا اور علم حاصل نہ کرنے کا بھی گناہ ہوگا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ایک درہم کو دو درہموں کے عوض فروخت کرنا جائز قرار دیتے تھے بعد میں انہوں نے اس سے رجوع کر لیا تھا۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۳۹۷۳۔ ج ۴ ص ۴۲۳ پر مذکور ہے وہاں اس کی شرح میں سود کی تحقیق کی گئی ہے۔

۲۱ - بَابُ مَا قِيْلَ فِي اللَّحَّامِ وَالْجَزَّارِ گوشت بیچنے والے اور قصائی کا بیان

اس باب کے عنوان میں "لحام" اور "جزار" کے الفاظ ہیں "لحام" کے معنی ہیں: گوشت بیچنے والا اور "جزار" کے معنی ہیں: گوشت کاٹنے والا۔

۲۰۸۱ - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنِي شَقِيقٌ، عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ، يُكْنَى أَبَا شُعَيْبٍ، فَقَالَ لِغُلَامٍ لَهُ قَصَّابٍ اِجْعَلْ لِي طَعَامًا يَكْفِي خَمْسَةً، فَإِنِّي أُرِيدُ أَنْ أَدْعُوَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَامِسَ خَمْسَةٍ، فَإِنِّي قَدْ عَرَفْتُ فِي

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں اعمش نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے شقیق نے حدیث بیان کی از حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ انصار میں سے ایک شخص آیا جس کی کنیت ابو شعیب تھی اس نے اپنے لڑکے سے کہا جو قصائی تھا: میرے لیے اتنا کھانا تیار

وَجْهِهِ الْجُوعَ، فَدَعَاهُمْ، فَجَاءَ مَعَهُمْ رَجُلٌ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ هٰذَا قَدْ تَبِعَنَا، فَإِنْ شِئْتَ أَنْ تَأْذَنَ لَهُ فَأْذَنْ لَهُ، وَإِنْ شِئْتَ أَنْ يَرْجِعَ رَجَعَ. فَقَالَ لَا، بَلْ قَدْ أَذِنْتُ لَهُ.

[اطراف الحدیث: ٢٤٥٦-٥٤٣٤-٥٤٦١] [صحیح مسلم: ٢٠٣٦، الرقم المسلسل: ٥٢٠٣، سنن ترمذی: ١١٠١، سنن بیہقی ج ٧ ص ٢٦٥، مسند احمد ج ٣ ص ٣٩٦ طبع قدیم، مسند احمد: ١٥٢٦٧، ج ٢٣ ص ٤١٢، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

کرو جو پانچ آدمیوں کو کافی ہو کیونکہ میرا ارادہ ہے کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دعوت دوں جو پانچ میں سے پانچویں ہوں، اس کا سبب یہ ہے کہ میں نے آپ میں بھوک کے آثار دیکھے ہیں، پس انہوں نے ان کو دعوت دی، پھر آپ لوگوں کے ساتھ ایک اور شخص بھی آ گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ ہمارے پیچھے پیچھے آ گیا ہے، اگر تم اس کو بھی اجازت دینا چاہتے ہو تو اجازت دے دو اور اگر تم اس کو واپس کرنا چاہتے ہو تو یہ واپس چلا جائے، پس انہوں نے کہا: نہیں! بلکہ میں نے اس کو بھی اجازت دے دی۔

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس جملہ میں ہے: اس نے اپنے لڑکے سے کہا جو قصائی تھا۔

کسی کی دعوت پر جانے کے آداب اور دیگر مسائل

علامہ ابوالحسن علی بن خلف مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

المہلب نے کہا ہے کہ اس انصاری نے پانچ آدمیوں کا کھانا اس لیے تیار کیا تھا کہ اس کو علم تھا کہ عنقریب آپ کے کچھ اصحاب آپ کے ساتھ آئیں گے تو انہوں نے دسترخوان وسیع رکھا تا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیر ہو کر کھالیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ادب کا تقاضا یہ ہے کہ جس شخص کو دعوت دی گئی ہو وہ میزبان کی اجازت کے بغیر اپنے ساتھ کسی اور کو نہ لے جائے۔

اس حدیث میں سفارش کرنے کا ثبوت ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعوت دینے والے سے فرمایا: اگر تم چاہو تو اس کو بھی اجازت دے دو۔

نیز اس حدیث میں قرائن کی بناء پر حکم لگانے کا ثبوت ہے کیونکہ اس انصاری نے کہا: میں نے آپ کے چہرے میں بھوک کے آثار دیکھے۔

اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ کسی پیشہ کو حقیر نہیں سمجھنا چاہیے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قصائی کی دعوت پر اس کے گھر کھانا کھانے تشریف لے گئے۔ (شرح ابن بطال ج ٦ ص ١٨٦، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ١٤٢٤ھ)

* باب مذکور کی حدیث، شرح صحیح مسلم: ٥١٩٢- ج ٦ ص ٢٨٨ پر مذکور ہے، وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی، صرف ''ف'' کے عنوان سے فائدہ ذکر کیا گیا ہے۔

٢٢ - بَابُ مَا يَمْحَقُ الْكَذِبُ وَالْكِتْمَانُ فِي الْبَيْعِ

بیع میں جھوٹ بولنا اور (عیب) چھپانا (برکت کو) مٹا دیتا ہے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ بائع جب سودے میں جھوٹ بولتا ہے یا اس کے عیب کو چھپاتا ہے یا خریدار جب سودے کی قیمت میں کھوٹے سکے دیتا ہے تو اس بیع کی برکت مٹ جاتی ہے۔

٢٠٨٢ - حَدَّثَنَا بَدَلُ بْنُ الْمُحَبَّرِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا الْخَلِيلِ يُحَدِّثُ،

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں بدل بن محبر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ حَكِيْمِ بْنِ حِزَامٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا، اَوْ قَالَ حَتّٰى يَتَفَرَّقَا، فَاِنْ صَدَقَا وَبَيَّنَا بُوْرِكَ لَهُمَا فِيْ بَيْعِهِمَا، وَاِنْ كَتَمَا وَكَذَبَا مُحِقَتْ بَرَكَةُ بَيْعِهِمَا.

کہا: میں نے ابوالخلیل سے سنا' وہ حدیث بیان کرتے تھے از عبداللہ بن حارث از حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: بیچنے والے اور خریدنے والے کو (بیع فسخ کرنے کا) اس وقت تک اختیار ہوتا ہے جب تک وہ متفرق نہ ہوں' یا فرمایا: حتیٰ کہ وہ متفرق ہو جائیں' اگر وہ دونوں سچ بولیں (اور عیب) بیان کر دیں تو ان کی بیع میں برکت دی جاتی ہے اور اگر وہ (عیب) چھپائیں اور جھوٹ بولیں تو ان کی بیع کی برکت مٹا دی جاتی ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٠٧٩ میں گزر چکی ہے۔

٢٣ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰٓوا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً وَّاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۝﴾ (آل عمران: ١٣٠)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! دگنا چوگنا سود نہ کھاؤ' اور اللہ سے ڈرتے رہو تا کہ تم فلاح پاؤ۝ (آل عمران: ١٣٠)

اس باب میں سود سے ممانعت بیان کی گئی ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو دگنا چوگنا سود کھانے سے منع فرمایا ہے' زمانہ جاہلیت میں جب قرض کی مدت پوری ہو جاتی تو مقروض قرض کو اور اس پر لگائے ہوئے سود کو ادا کرتا ورنہ پھر قرض خواہ مدت میں اضافہ کر دیتا اور اس پر لگائے سود کی شرح میں بھی اضافہ کر دیتا اور پھر مقروض کو دگنا چوگنا سود ادا کرنا پڑتا اور اس طرح ہر سال سود کی شرح میں اضافہ ہوتا رہتا' تب اللہ تعالیٰ نے انہیں سود کے ترک نہ کرنے پر دوزخ کے عذاب کی وعید سنائی:

وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْٓ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ۝ (آل عمران: ١٣١)

اور اس آگ سے بچو جو کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے۝

٢٠٨٣ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ ذِئْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ الْمَقْبُرِيُّ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيَاْتِيَنَّ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَّا يُبَالِي الْمَرْءُ بِمَا اَخَذَ الْمَالَ اَمِنْ حَلَالٍ اَمْ مِّنْ حَرَامٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی ذئب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سعید مقبری نے حدیث بیان کی از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت پر ضرور ایسا زمانہ آئے گا جس میں آدمی یہ پرواہ نہیں کرے گا کہ اس نے مال کہاں سے لیا ہے' آیا حلال ذریعہ سے لیا ہے یا حرام ذریعہ سے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٠٥٩ میں گزر چکی ہے۔

٢٤ - بَابُ اٰكِلِ الرِّبَا وَشَاهِدِهٖ وَكَاتِبِهٖ

سود کھانے والے' سود پر گواہی دینے والے اور سود کو لکھنے والے کی سزا

ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ سود کی تعریف یہ ہے کہ سود وہ فاضل یا زائد مال ہے جو بلاعوض ہو جیسے ایک آدمی نے دس درہم' گیارہ درہم کے عوض فروخت کیے تو یہ ایک درہم زائد ہے اور اس کے مقابلہ میں کوئی چیز نہیں ہے تو یہ خالص سود ہے' اس باب میں سود کے لکھنے والے اور سود پر گواہی دینے والے کا گناہ بھی بیان کیا گیا ہے۔

وَقَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْٓا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ وَاَمْرُهٗٓ اِلَى اللّٰهِ وَمَنْ عَادَ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَO﴾ (البقرہ:٢٧٥).

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ قیامت کے دن صرف اس شخص کی طرح کھڑے ہوں گے جس کو شیطان نے چھو کر مخبوط الحواس کر دیا ہو' اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے کہا تھا کہ بیع سود ہی کی مثل ہے اور اللہ نے بیع کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام کیا ہے' سو جس شخص کے پاس اس کے رب کی طرف سے نصیحت آ گئی' پس وہ (سود سے) باز آ گیا تو جو کچھ وہ پہلے لے چکا ہے وہ اس کا ہو گیا اور اس کا معاملہ اللہ کے حوالے ہے اور جس نے دوبارہ اس کا اعادہ کیا تو وہی لوگ دوزخی ہیں' وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے O (البقرہ:٢٧٥)

سود پر وعید اور تغلیظ اور اس کا شرعی حکم

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جو لوگ دنیا میں سود کھاتے ہیں' وہ آخرت میں جب اپنی قبروں سے اٹھیں گے تو مجنونوں اور دیوانوں کی طرح اٹھیں گے۔

مجاہد اور قتادہ وغیرہ نے یہ کہا ہے کہ مخلوق اپنی قبروں سے بہت جلدی اٹھے گی جیسا کہ اس آیت میں ہے:

يَوْمَ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ سِرَاعًا كَاَنَّهُمْ اِلٰى نُصُبٍ يُّوْفِضُوْنَO (المعارج:٤٣)

جس دن یہ قبروں سے دوڑتے ہوئے نکلیں گے گویا وہ بتوں کی طرف بھاگے جا رہے ہیں O

ماسوا سود خوروں کے کیونکہ سود ان کے پیٹوں میں بڑھ رہا ہوگا' پس وہ لڑکھڑا رہے ہوں گے' وہ کھڑے ہوں گے اور گر پڑیں گے' وہ دوڑنا چاہیں گے مگر وہ اس پر قادر نہیں ہوں گے' سو وہ اس شخص کی طرح ہوں گے' جو جنون کی وجہ سے مخبوط الحواس ہو۔

اس آیت میں ہر وہ شخص داخل ہے جو سود لیتا ہو خواہ وہ اس کو کھاتا ہو یا نہ کھاتا ہو اور سود لینے کے حکم میں ہر وہ بیع اور قرض داخل ہے' جو سود کے مشابہ ہو جیسے وہ قرض جس سے کوئی منفعت حاصل ہو۔ (شرح ابن بطال ج٦ ص١٨٨' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

ابوحیان نے کہا ہے کہ سود خور قیامت کے دن اس طرح پہچانا جائے گا جس طرح دنیا میں دیوانہ شخص پہچانا جاتا ہے' مجاہد نے کہا: سود کھانے والا اللہ سے جنگ کرتا ہے اور جو اللہ سے جنگ کرے وہ اللہ اور اس کے رسول کا دشمن ہے' اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سود کا بہتر (٧٢) درجہ گناہ ہے' اس کا کم از کم درجہ یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی ماں سے بدکاری کرے۔ (سنن ابن ماجہ:٢٢٧٤)

الماوردی نے کہا ہے کہ سود کے حرام ہونے پر مسلمانوں کا اجماع ہے اور اس پر بھی مسلمانوں کا اجماع ہے کہ سود گناہ کبیرہ ہے

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ تمام شریعتوں میں سود حرام رہا ہے۔

ایسی خرید وفروخت جس میں سود کا دخل ہو اس میں اختلاف ہے آیا یہ منسوخ ہو چکا ہے اور کسی حال میں جائز نہیں ہے یا یہ بیع فاسد ہے اور جب اس کے فساد کو زائل کر دیا جائے تو یہ بیع صحیح ہے؟ جمہور علماء کے نزدیک یہ بیع منسوخ ہے اور امام ابوحنیفہ نے کہا: یہ بیع فاسد ہے جب اس بیع سے وجہ فساد کو زائل کر دیا جائے تو پھر یہ بیع صحیح ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١١ ص ٢٨٥ دار الکتب العلمیہ بیروت ١٤٢١ھ)

٢٠٨٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ مَنْصُوْرٍ، عَنْ أَبِي الضُّحٰى، عَنْ مَسْرُوْقٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ لَمَّا نَزَلَتْ اٰخِرُ الْبَقَرَةِ، قَرَأَهُنَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ فِي الْمَسْجِدِ، ثُمَّ حَرَّمَ التِّجَارَةَ فِي الْخَمْرِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از منصور از ابی الضحیٰ از مسروق از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ جب سورۃ البقرہ کی آخری آیات نازل ہوئیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مسجد میں لوگوں کے سامنے پڑھا پھر آپ نے خمر (انگور کی شراب) کی تجارت کو حرام کر دیا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ٤٥٩ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث کے عنوان میں سود کے لکھنے والے اور سود کی گواہی دینے والے کا بھی ذکر تھا جب کہ اس میں سود پر وعید کی جو آیت ذکر کی ہے اس میں سود کو لکھنے والے اور اس پر گواہی دینے والے کا ذکر نہیں ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ سود کو لکھنا اور اس پر گواہی دینا سود پر تعاون کرنا ہے اس لیے سود کی وعید سود پر تعاون کرنے والوں کو بھی شامل ہے۔

٢٠٨٥ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيْرُ بْنُ حَازِمٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ رَجَاءٍ، عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَيْتُ اللَّيْلَةَ رَجُلَيْنِ أَتَيَانِي، فَأَخْرَجَانِي إِلٰى أَرْضٍ مُقَدَّسَةٍ، فَانْطَلَقْنَا حَتّٰى أَتَيْنَا عَلٰى نَهَرٍ مِّنْ دَمٍ، فِيْهِ رَجُلٌ قَائِمٌ، وَعَلٰى وَسَطِ النَّهَرِ رَجُلٌ، بَيْنَ يَدَيْهِ حِجَارَةٌ، فَأَقْبَلَ الرَّجُلُ الَّذِيْ فِي النَّهَرِ، فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَخْرُجَ رَمَى الرَّجُلُ بِحَجَرٍ فِيْ فِيْهِ، فَرَدَّهُ حَيْثُ كَانَ، فَجَعَلَ كُلَّمَا جَاءَ لِيَخْرُجَ رَمٰى فِيْ فِيْهِ بِحَجَرٍ، فَيَرْجِعُ كَمَا كَانَ، فَقُلْتُ مَا هٰذَا؟ فَقَالَ الَّذِيْ رَأَيْتَهُ فِي النَّهَرِ اٰكِلُ الرِّبَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں جریر بن حازم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابو رجاء نے حدیث بیان کی از حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے آج رات خواب میں دیکھا کہ دو آدمی میرے پاس آئے اور وہ مجھے ارضِ مقدسہ (بیت المقدس) کی طرف لے گئے پھر ہم چلتے رہے حتیٰ کہ ہم خون کے دریا پر آئے اس میں ایک آدمی کھڑا ہوا تھا اور دریا کے وسط میں بھی ایک آدمی کھڑا ہوا تھا (جو آدمی کنارے پر تھا) اس کے سامنے پتھر تھے پس جو آدمی دریا کے وسط میں تھا وہ آگے بڑھا پس جب اس نے دریا سے نکلنے کا ارادہ کیا (تو جو آدمی کنارے پر تھا) اس نے اس کے منہ پر پتھر کھینچ کر مارا پس اس کو اسی جگہ لوٹا دیا پھر ہر بار جب بھی دریا سے نکلنے کا ارادہ کرتا تو وہ اس کے منہ پر پتھر کھینچ کر مارتا اور اس کو اسی جگہ لوٹا دیتا جہاں وہ تھا سو میں نے (ان سے) پوچھا: یہ کیا ہو رہا ہے؟ تو انہوں

نے کہا: جس کو آپ نے (خون کے) دریا میں دیکھا' وہ سود خور تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۸۴۵ میں گزر چکی ہے۔

چونکہ سود خور سود کے ذریعہ لوگوں کا خون چوس کر کھاتا ہے' اس لیے اس کو خون کے دریا میں دکھایا گیا۔

٢٥ - بَابُ مُوْكِلِ الرِّبَا

سود کھلانے والے کا گناہ

اس باب میں سود کھلانے والے کا گناہ بیان کیا گیا ہے۔

لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰٓوا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَO فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَO وَاِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ وَاَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَO وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَO﴾ (البقرۃ: ۲۷۸_ ۲۸۱)۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو' اور باقی ماندہ سود کو چھوڑ دو اگر تم مؤمن ہوO پس اگر تم ایسا نہ کرو تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلانِ جنگ سن لو' اور اگر تم توبہ کر لو تو تمہارے اصل مال تمہارا حق ہیں' نہ تم ظلم کرو اور نہ تم ظلم کیے جاؤ گےO اور اگر (مقروض) تنگ دست ہے تو اسے اس کی فراخ دستی تک مہلت دو' اور (قرض کو معاف کر کے) تمہارا صدقہ کرنا زیادہ بہتر ہے اگر تم جانتے ہوO اور اس دن سے ڈرو جس میں تم اللہ کی طرف لوٹائے جاؤ گے' پھر ہر شخص کو اس کی کمائی کا پورا بدلہ دیا جائے گا اور ان پر کوئی ظلم نہیں کیا جائے گاO (البقرۃ: ۲۸۱_۲۷۸)

اس آیت کا شانِ نزول کہ جو باقی ماندہ سود کو ترک نہیں کرتے' وہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے۔۔۔ اعلانِ جنگ سن لیں

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے اپنے مؤمن بندوں کو حکم دیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ناراضی سے ڈریں اور باقی ماندہ سود کو چھوڑ دیں۔

مقاتل بن حیان اور سدی وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ یہ آیت ثقیف کے بنوعمرو بن عمیر اور بنی مخزوم کے بنوالمغیرہ کے متعلق نازل ہوئی ہے' زمانہ جاہلیت میں ان کے درمیان سود کا معاملہ تھا' پھر جب وہ مسلمان ہو گئے تو ثقیف نے بنوالمغیرہ سے سود کا مطالبہ کیا تو ان میں جھگڑا ہوا' بنوالمغیرہ نے کہا: ہم اسلام میں سود ادا نہیں کریں گے' پھر مکہ کے گورنر عتاب بن اسید نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مکتوب روانہ کیا' تب یہ آیت نازل ہوئی' سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف یہ آیت لکھ کر بھیج دی' تب ثقیف نے کہا: ہم اللہ کی طرف توبہ کرتے ہیں اور باقی ماندہ سود کو چھوڑتے ہیں' پھر انہوں نے پورا سود چھوڑ دیا۔

اس میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اگر تم ایسا نہ کرو تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلانِ جنگ سن لو۔

سعید بن جبیر نے کہا: سود خور سے قیامت کے دن کہا جائے گا: اپنے ہتھیار اٹھا' پھر یہ آیت پڑھی جائے گی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جو شخص سود پر ڈٹا رہے اور اس کو ترک نہ کرے تو مسلمانوں کے سربراہ پر واجب ہے کہ اس سے توبہ طلب کرے اگر وہ توبہ کر لے تو فبہا ورنہ اس کی گردن اڑا دے۔

تنگ دست مقروض کو مہلت دینے سے قرض کے برابر یا قرض سے دگنا صدقہ کرنے کا اجر ملے گا اور دیگر بشارتیں

نیز ان آیات میں فرمایا ہے: اور اگر (مقروض) تنگ دست ہے تو اسے اس کی فراخ دستی تک مہلت دو اور (قرض کو معاف کر کے) تمہارا صدقہ کرنا زیادہ بہتر ہے۔

امام طبرانی نے حضرت ابوامامہ سے روایت کی ہے کہ حضرت اسعد بن زرارہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کو اس بات سے خوشی ہو کہ اللہ اس کو اس دن اپنے سائے میں رکھے جس دن اللہ کے سائے کے سوا اور کوئی سایا نہ ہو' وہ ہر تنگ دست پر (قرض کی ادائیگی میں) آسانی کرے یا اس کا قرض معاف کر دے۔ (المعجم الکبیر: ۸۹۹)

اس حدیث کی امام احمد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۳۵۹' مسند احمد: ۸۷۱۱)

سلیمان بن بریدہ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے کسی تنگ دست کو قرض کی ادائیگی میں مہلت دی تو اس کو ہر دن کی مہلت کے بدلہ میں اس قرض کی مثل صدقہ کرنے کا ثواب ہوگا' پھر میں نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے کسی تنگ دست کو قرض کی ادائیگی میں مہلت دی تو اس کو ہر دن کی مہلت کے بدلہ میں اس قرض کی رقم سے دوگنی رقم کے صدقہ کرنے کا ثواب ہوگا تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں نے آپ سے سنا تھا کہ جس نے کسی تنگ دست کو قرض کی ادائیگی میں مہلت دی تو اس کو ہر دن کی مہلت کے بدلہ میں اس قرض کی مثل صدقہ کرنے کا ثواب ہوگا' پھر میں نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے کسی تنگ دست کو قرض کی ادائیگی میں مہلت دی تو اس کو ہر دن کی مہلت کے بدلہ میں اس قرض کی رقم سے دوگنی رقم کے صدقہ کرنے کا ثواب ہوگا' تو آپ نے فرمایا: قرض کی مدت پوری ہونے سے پہلے ہر دن کے بدلہ میں ایک مثل صدقہ کا اجر ہوگا اور جب قرض کی مدت پوری ہوگی اور پھر اس نے مقروض کو مہلت دی تو اسے ہر دن قرض کی رقم سے دگنا صدقہ کرنے کا ثواب ہوگا۔

(المستدرک ج ۲ ص ۲۹' شرح مشکل الآثار: ۳۸۱۱۔ ۳۸۱۰' سنن بیہقی ج ۵ ص ۳۵۷' شعب الایمان: ۱۱۲۶۲۔ ۱۱۲۶۱' الکامل لابن عدی ج ۵ ص ۱۸۵۵' مسند احمد ج ۵ ص ۳۶۰ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۳۰۴۶۔ ج ۳۸ ص ۱۵۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

شعیب الارنؤط نے لکھا ہے کہ امام مسلم کی شرط کے مطابق اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ (حاشیہ مسند احمد: ۲۳۰۴۶)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کسی تنگ دست (مقروض) کو اس کی خوش حالی تک مہلت دی' اللہ تعالیٰ اس کے گناہ پر اس کو توبہ کرنے تک مہلت دے گا۔ (المعجم الکبیر: ۱۱۳۳۰۔ ج ۱۱ ص ۱۲۲' دار احیاء التراث العربی)

قیامت کے دن سے ڈرانے کی تفسیر

نیز ان آیات میں ذکر ہے: اور اس دن سے ڈرو جس میں تم اللہ کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

یعنی اس دن کے عذاب سے ڈرو اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ خالص اس دن سے ڈرانا مقصود ہو کیونکہ قیامت کا دن بذات خود بہت ہولناک ہے' اس دن تم اللہ کی طرف حساب اور جزاء کے لیے لوٹائے جاؤ گے' اس دن ہر انسان کے کیے ہوئے کاموں کا بدلا دیا جائے گا' اگر اس نے نیک کام کیے ہوں گے تو اس کو اجر عطا کیا جائے گا اور اگر اس نے برے کام کیے ہوں گے تو وہ ان کاموں پر سزا کا مستحق ہوگا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا' کیونکہ اللہ تعالیٰ عادل ہے' اس کا کوئی کام ظلم نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ رحیم اور کریم ہے' سو ہمیں اللہ تعالیٰ سے رحم اور فضل طلب کرنا چاہیے نہ کہ عدل اور انصاف۔

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ هٰذِهٖ اٰخِرُ اٰيَةٍ نَزَلَتْ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ آخری آیت ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی۔

امام بخاری نے کتاب التفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ یہ آخری آیت ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سود کے متعلق نازل ہوئی۔ (صحیح البخاری:۴۵۴۴)

بہ ظاہر یہ تعلیق اس حدیث کے متعارض ہے لیکن ہوسکتا ہے کہ حضرت ابن عباس سے یہ دونوں حدیثیں مروی ہوں۔

قرآن مجید کی آخری آیت کے متعلق متعدد اقوال

حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو آخری آیت نازل ہوئی وہ یہ ہے:

يَسْتَفْتُوْنَكَ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِى الْكَلٰلَةِ. (النساء:۱۷۶)

آپ سے حکم معلوم کرتے ہیں' آپ کہیے کہ اللہ تمہیں کلالہ (کی میراث) میں یہ حکم دیتا ہے کہ......

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے کہا: جو آخری آیت نازل ہوئی وہ یہ ہے:

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ. (التوبہ:۱۲۸)

بے شک تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک عظیم رسول آ گئے۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: آخری آیت یہ ہے:

وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ. (البقرہ:۲۸۱)

اور اس دن سے ڈرو جس میں تم اللہ کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

یہ آیت حجۃ الوداع کے موقع پر قربانی کے دن نازل ہوئی اور ایک روایت یہ ہے کہ یہ آیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے اکتیس دن پہلے نازل ہوئی ہے اور ابن جریج نے کہا: اس آیت کے نزول کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نو راتیں زندہ رہے' یہ ابن جریر کی روایت ہے اور مقاتل نے کہا: اس آیت کے نزول کے سات دن بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۲۸۹۔۲۸۷ ملخصاً' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: "اذا جاء نصر اللّٰه والفتح" میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی پوری ہونے کی خبر ہے اور آپ کی وفات کی علامت ہے۔ (صحیح البخاری:۴۹۶۹)

۲۰۸۶ - حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَوْنِ بْنِ اَبِيْ جُحَيْفَةَ قَالَ رَاَيْتُ اَبِيْ اِشْتَرٰى عَبْدًا حَجَّامًا فَاَمَرَ بِمَحَاجِمِهٖ فَكُسِرَتْ. فَسَاَلْتُهٗ فَقَالَ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ وَثَمَنِ الدَّمِ وَنَهٰى عَنِ الْوَاشِمَةِ وَالْمَوْشُوْمَةِ وَاٰكِلِ الرِّبَا وَمُوْكِلِهٖ وَلَعَنَ الْمُصَوِّرَ.

[اطراف الحدیث:۲۲۳۸۔۵۳۴۷۔۵۹۴۵۔۵۹۶۲]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عون بن ابی جحیفہ' انہوں نے کہا: میں نے اپنے والد کو دیکھا' انہوں نے ایک ایسا غلام خریدا جو حجام تھا (یعنی فصد لگانے والا تھا) انہوں نے اس کے فصد لگانے کے آلات کو توڑنے کا حکم دیا' میں نے ان سے اس کی وجہ پوچھی تو انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کتے کی قیمت اور خون کی قیمت لینے سے منع فرمایا ہے اور گودنے والی اور گدوانے والی اور سود کھانے والے سے اور سود کھلانے والے سے منع فرمایا

اور تصویر بنانے والے پر لعنت کی ہے۔

(سنن ابوداؤد: ٣٤٨٣' مصنف ابن ابی شیبہ ج٦ ص ٥٦٣' مسند ابویعلیٰ: ٨٩٠' صحیح ابن حبان: ٤٩٣٩' المعجم الکبیر: ٢٩٥- ج ٢٢' سنن کبریٰ للبیہقی ج٦ ص٦' شرح السنۃ: ٢٠٣٩' مسند احمد ج ٤ ص ٣٠٨ طبع قدیم' مسند احمد: ١٨٧٥٦- ج ٣١ ص ٤٩' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

فصد لگانے اور ''واشمة'' اور ''موشومة'' کے معانی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں خون کی قیمت کا ذکر ہے' اس سے مراد ہے: فصد لگانے کی اجرت' فصد لگانے سے مراد ہے: کسی آلہ کے ذریعہ جسم کا فاسد یا زائد خون نکالنا' اس مقصد کے لیے جسم کے کسی حصہ پر جونک بھی لگائی جاتی ہے اور وہ خون چوس لیتی ہے۔

''الواشمة'' گودنے والی عورت' یعنی جسم کے کسی حصہ پر سوئی چبھو کر کوئی نقش بنایا جائے یا کوئی تصویر بنائی جائے۔

''الموشومة'' گدوانے والی عورت' جو اپنے جسم کے کسی حصہ پر سوئی کے ذریعہ کوئی نقش بنوائے۔

سود کھانے والا اور سود کھلانے والا: جو اپنے قرض پر کوئی زائد رقم لے اور وہ رقم کسی کو کھلائے۔

اس حدیث میں مصوّر پر لعنت کی گئی ہے' اگر تصویر بنانا بہت بڑا گناہ نہ ہوتا تو اس پر لعنت نہ کی جاتی۔

کتے کی بیع اور شراء میں مذاہب ائمہ

ابن حزم نے محلّٰی میں لکھا ہے کہ کتے کی بیع اصلاً جائز نہیں ہے' خواہ وہ شکار کا کتا ہو یا مویشیوں کی اور کھیت کی حفاظت کا کتا ہو' اگر کسی کو کتے کی بہت سخت ضرورت ہو اور کوئی شخص اس کو بغیر قیمت کے کتا دینے پر تیار نہ ہو تو اس کے لیے کتے کو خریدنا جائز ہے اور خریدار کے لیے یہ جائز ہے اور بیچنے والے کے لیے اس کی قیمت لینا حرام کیونکہ اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کتے کی قیمت لینے سے منع فرمایا ہے اور اس کا حکم رشوت کی طرح ہے کہ ظلم کو دفع کرنے کے لیے رشوت دینا جائز ہے مگر رشوت لینا ہر حال میں حرام ہے۔ ابن حزم نے کہا ہے کہ امام شافعی' امام مالک' امام احمد' ابوسلیمان اور ابوثور وغیرہم کا بھی یہی مذہب ہے۔

عطاء بن ابی رباح' ابراہیم نخعی' امام ابوحنیفہ' امام ابویوسف' امام احمد اور سحنون مالکی نے یہ کہا ہے کہ جن کتوں سے نفع حاصل کیا جاتا ہے' ان کی بیع جائز ہے اور ان کی قیمت مباح ہے اور امام ابوحنیفہ سے یہ روایت ہے کہ کاٹنے والے کتے کی بیع جائز نہیں ہے اور اس کی قیمت مباح نہیں ہے۔

البدائع میں مذکور ہے کہ کتے' چیتے' شیر' بھیڑیے' بلّی اور دیگر درندوں کی بیع ہمارے اصحاب کے نزدیک جائز ہے اور امام شافعی کے نزدیک کتے کی بیع جائز نہیں ہے' اور ہمارے نزدیک کتا سدھایا ہو یا نہ ہو' اس میں کوئی فرق نہیں ہے' امام ابویوسف سے روایت ہے کہ کاٹنے والے کتے کی بیع جائز نہیں ہے۔

اس باب کی حدیث میں کتوں کی قیمت لینے سے منع فرمایا ہے' اس کے باوجود فقہاء احناف کے نزدیک کتوں کی بیع کے جواز کی توجیہ

اس باب کی حدیث میں کتے کی بیعت سے ممانعت ہے' امام طحاوی نے اس حدیث کا جو جواب دیا ہے کہ یہ حکم اس وقت تھا جب کتوں کو قتل کرنے کا حکم دیا جاتا تھا اور اس وقت کتوں کو رکھنا جائز نہیں تھا اور اس کے متعلق بہت احادیث وارد ہیں اور جب تھا اس وقت کتوں کی قیمت حرام تھی' پھر جب شکار وغیرہ کے ذریعہ کتوں سے نفع حاصل کرنا جائز قرار دیا گیا اور ان کو قتل کرنے کے لیے کر دیا گیا تو پھر اس سے پہلے کتوں کی بیع اور ان کی قیمت لینے کی ممانعت منسوخ ہو گئی کیونکہ تحریم کے بعد اباحت اس تحریم کے

ہونے کی دلیل ہوتی ہے۔

کتوں کو قتل کرنے کے حکم کے منسوخ ہونے کے متعلق احادیث

حضرت ابن المغفل رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کتوں کو قتل کرنے کا حکم دیا' پھر فرمایا: ان کا اور کتوں کا کیا حال ہے؟ پھر آپ نے شکار کے کتے کی اور مویشیوں کی حفاظت کے لیے کتوں کو رکھنے کی رخصت دی۔

(صحیح مسلم: ۱۵۷۳' الرقم المسلسل: ۳۹۱۲' سنن ابوداؤد: ۲۸۴۴' سنن ترمذی: ۱۴۹۴' سنن ابن ماجہ: ۳۲۰۳۔۳۲۰۲۔۳۲۰۱۔۳۲۰۰)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے مویشیوں کی حفاظت یا شکار کی ضرورت یا کھیتوں کی حفاظت کے سوا کتا رکھا تو اس کے اجر سے ہر روز ایک قیراط کم ہوتا رہے گا۔

(صحیح مسلم: ۱۵۷۵' الرقم المسلسل: ۳۹۲۲' سنن ابوداؤد: ۲۸۴۴' سنن ترمذی: ۱۴۹۰' سنن نسائی: ۴۲۸۹)

فصد لگانے کی اجرت کی ممانعت تنزیہی ہے

اس باب کی حدیث میں خون کی قیمت یعنی فصد لگانے کی اجرت سے بھی منع فرمایا ہے' اکثر فقہاء نے یہ کہا ہے کہ یہ ممانعت تنزیہ کے لیے ہے' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فصد لگوائی اور فصد لگانے والے کو اُجرت عطا فرمائی۔

اس کے متعلق درج ذیل حدیث ہے:

حضرت انس رضی اللہ سے فصد لگانے کی اجرت کے متعلق سوال کیا گیا' انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فصد لگوائی اور ابوطیبہ نے آپ کو فصد لگائی تو آپ نے اس کو دو صاع (آٹھ کلو) گندم دینے کا حکم فرمایا اور اس کے مالکوں سے فرمایا: اس سے روز رقم لینے کی جو مقدار مقرر کی ہے اس میں کمی کر دو اور فرمایا: تم جن چیزوں سے علاج کرتے ہو ان میں سب سے افضل فصد لگوانا ہے۔

(سنن ترمذی: ۱۲۸۲' صحیح مسلم: ۱۵۷۷)

امام ترمذی نے اس حدیث کی روایت کے بعد یہ لکھا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب میں سے اہل علم نے فصد لگانے کی اجرت کی رخصت دی ہے' اور یہی امام شافعی کا قول ہے (امام ابوحنیفہ نے بھی اس کی اجازت دی ہے)۔

(سنن ترمذی ص ۳۹۳۔۳۹۲' دار الفکر' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

''واشمة'' اور ''مستوشمة'' (گودنے والی اور گدوانے والی) پر لعنت

اس حدیث میں گودنے اور گدوانے کی بھی ممانعت ہے کیونکہ یہ جاہلیت کا عمل ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کی خلقت کی تغییر ہے' حدیث میں ہے:

علقمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ گودنے والیوں اور گدوانے والیوں اور (بال یا کھال کو) نوچنے والیوں اور حسن کے لیے دانتوں میں جھری کرنے والیوں اور اللہ کی تخلیق میں تغیر کرنے والیوں پر لعنت فرماتا ہے' یہ قول بنو اسد کی ام یعقوب نام کی ایک عورت تک پہنچا' اس نے حضرت ابن مسعود سے کہا: مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ نے ایسی ایسی عورت پر لعنت کی ہے؟ حضرت ابن مسعود نے کہا: میں اس پر کیوں نہ لعنت کروں جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لعنت کی ہے اور جس پر اللہ کی کتاب میں لعنت ہے۔ اس عورت نے کہا: میں نے تو پورا قرآن مجید پڑھا ہے' اس میں اس لعنت کا ذکر نہیں ہے' حضرت ابن مسعود نے کہا: اگر تم نے پورا قرآن پڑھا ہوتا تو تم اس آیت کو پڑھتیں' کیا تم نے یہ آیت نہیں پڑھی: تم کو رسول جو دیں وہ لے لو اور جس کام سے روکیں اس سے رک جاؤ؟ (الحشر: ۸) اس عورت نے کہا: کیوں نہیں! حضرت ابن مسعود نے کہا: پس بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے اس کام سے منع کیا ہے' اس عورت نے کہا: میرا گمان ہے کہ آپ کی گھر والی بھی یہ کام کرتی ہے' حضرت ابن مسعود نے کہا: جاؤ! دیکھ کر آؤ' اس عورت نے جا کر دیکھا تو اسے ایسی کوئی چیز نظر نہیں آئی' حضرت ابن مسعود نے کہا: اگر میری بیوی اس طرح کرتی تو میں اس کے ساتھ نہ رہتا۔

(صحیح البخاری: ۴۸۸۶' صحیح مسلم: ۲۱۲۵' الرقم المسلسل: ۵۴۶۶' سنن ابوداؤد: ۴۱۶۹' سنن ترمذی: ۲۷۸۲' سنن نسائی: ۵۲۵۲' سنن ابن ماجہ: ۱۹۸۹' مسند البزار: ۲۱۴۳۲' المعجم الکبیر: ۹۴۶۷' مسند احمد ج ۱ ص ۴۵۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۴۳۴۳۔ ج ۷ ص ۳۶۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

بھنویں بنانے کا شرعی حکم

آج کل خواتین میں بھنویں بنانے کا رواج ہے' جس کی وجہ سے بھنوؤں کے بعض بال نوچنے پڑتے ہیں اور اس حدیث میں بال نوچنے کی ممانعت ہے' سو اس کا شرعی حکم یہ ہے کہ اگر بھنوؤں کے اردگرد زائد بال نوچ لیے جائیں اور اس سے بھنوؤں کی تخلیق متغیر نہ ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور اگر بھنوؤں کے بال اس طرح نوچیں جائیں کہ اللہ کی بناوٹ میں تبدیلی آئے تو پھر یہ جائز نہیں ہے۔

علامہ محمد امین عمر بن عبد العزیز شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

بال نوچنے کی ممانعت اس صورت پر محمول ہے جب عورتیں اجنبی مردوں کو اپنا حسن دکھانے کے لیے بال نوچیں اور اگر عورت کے چہرے پر بال ہوں اور اس کا شوہر اس وجہ سے اس سے نفرت کرے تو پھر بالوں کو نوچنے کی تحریم بہت بعید ہے کیونکہ تحسین کے لیے عورتوں کا زینت اختیار کرنا مطلوب ہے' ہاں! اگر بلاضرورت چہرے کے بال نوچے جائیں تو پھر یہ ممنوع ہے کیونکہ آلہ کے ذریعہ چہرے کے بال نوچنے سے چہرے کو ایذاء پہنچتی ہے اور ''تبیین المحارم'' میں مذکور ہے کہ چہرے کے بال زائل کرنا حرام ہے' سوا اس صورت کے کہ عورت کے ڈاڑھی یا مونچھیں اُگ آئیں' اس صورت میں چہرے کے بالوں کو زائل کرنا حرام نہیں بلکہ مستحب ہے اور تاتارخانیہ میں المضمرات سے منقول ہے کہ مونچھوں اور چہرے کے بال مونڈنے میں کوئی حرج نہیں جب کہ مخنث کے ساتھ مشابہت نہ ہو' اسی طرح المجتبیٰ میں مذکور ہے۔ (ردالمحتار ج ۹ ص ۴۵۵' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۹ھ)

سود کھانے اور کھلانے اور تصویر بنانے کی ممانعت

اس حدیث میں سود کھانے اور سود کھلانے کی بھی ممانعت ہے اور یہ دونوں گناہ میں شریک ہیں۔

نیز اس حدیث میں تصویر بنانے کی بھی ممانعت ہے اور تصویر بنانے والا لعنت کا مستحق ہے اور حدیث میں ہے کہ تصویر بنانے والوں سے قیامت کے دن کہا جائے گا: تم نے جو تصویر بنائی ہے اس میں جان ڈالو اور غیر ذی روح کی تصویر بنانے کی اجازت دی گئی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۲۹۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٢٦ - بَابٌ ﴿يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبَا وَيُرْبِي الصَّدَقَاتِ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيمٍO﴾ (البقرۃ: ٢٧٦)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اللہ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے اور اللہ کسی ناشکرے گناہ گار کو پسند نہیں کرتا O (البقرہ: ۲۷۶)

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سود کے مال سے برکت مٹا دیتا ہے اور اس مال کو بالآخر ہلاک کر دیتا ہے۔ امام ابن جریر طبری نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سود ہر چند کہ زیادہ ہو لیکن اس کا مآل قلت ہے۔

المہلب نے کہا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ سودی کاروبار کرنے والے کا مال بڑھتا رہتا ہے اور صدقہ دینے والے کا مال کم ہوتا رہتا ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ صدقات کو بڑھاتا ہے' یعنی صدقہ دینے والا قیامت کے دن دیکھے گا کہ اس کا صدقہ اُحد پہاڑ کے برابر ہو گیا ہے' اور سودی کاروبار کرنے والا قیامت کے دن اپنے صدقہ کو اور صلہ رحم میں دینے والی رقم کو مٹا ہوا دیکھے گا' اس میں کوئی اضافہ نہیں ہوگا۔

علامہ ابن بطال نے کہا: سودی کاروبار کرنے والا دنیا اور آخرت دونوں جہانوں میں اپنے مال کو مٹا ہوا دیکھے گا' یعنی اس کی کوئی ایک نیکی بھی اس کے نامۂ اعمال میں نہیں لکھی جائے گی۔ (شرح ابن بطال ج ۶ ص ۱۹۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۲۰۸۷ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ' عَنْ يُونُسَ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ ابْنُ الْمُسَيَّبِ إِنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَلْحَلِفُ مُنَفِّقَةٌ لِلسِّلْعَةِ' مُمْحِقَةٌ لِلْبَرَكَةِ. (صحیح مسلم: ۱۶۰۶' الرقم المسلسل: ۴۰۱۶' سنن ابوداؤد: ۳۳۳۵' سنن نسائی: ۴۴۶۱)

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از یونس از ابن شہاب' ابن مسیب نے کہا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ (جھوٹی) قسم سودے کو جلدی نکال دیتی ہے' برکت کو مٹا دیتی ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے ساتھ جس مال کو طلب کیا جائے' وہ اگر چہ تعداد اور مقدار میں زیادہ ہو لیکن اس کا انجام اور مآل کمی اور نقصان ہوتا ہے۔

۲۷ - بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ الْحَلِفِ فِي الْبَيْعِ
سودا بیچنے کے لیے قسم کھانا مکروہ ہے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ سودا بیچنے کے لیے قسم کھانا مکروہ ہے خواہ سچی قسم کھائی جائے یا جھوٹی' اگر سچی قسم کھائی جائے تو یہ مکروہ تنزیہی ہے اور جھوٹی قسم کھائی جائے تو یہ مکروہ تحریمی ہے۔

۲۰۸۸ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ قَالَ أَخْبَرَنَا الْعَوَّامُ' عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي أَوْفٰى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رَجُلًا أَقَامَ سِلْعَةً ' وَهُوَ فِي السُّوقِ فَحَلَفَ بِاللّٰهِ لَقَدْ أَعْطَى بِهَا مَا لَمْ يُعْطِ' لِيُوقِعَ فِيهَا رَجُلًا مِنَ الْمُسْلِمِينَ' فَنَزَلَتْ ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا﴾ (آل عمران: ۷۷).

[اطراف الحدیث: ۲۶۷۵-۴۵۵۱]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں العوام نے خبر دی از ابراہیم بن عبد الرحمان از حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے بازار میں اپنا سودا دکھا کر قسم کھائی کہ اس سودے کی اتنی قیمت لگ چکی ہے جب کہ اس کی اتنی قیمت نہیں لگی تھی تا کہ وہ مسلمانوں کے ہاتھ اس سودے کو فروخت کرے تب یہ آیت نازل ہوئی: بے شک جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے عوض تھوڑی قیمت خریدتے ہیں۔ (آل عمران: ۷۷)

اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں۔

باب مذکور کی حدیث کے موافق دیگر احادیث

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے اپنی قسم سے کسی مسلمان شخص کا حق منقطع کیا تو اللہ

تعالیٰ اس کے لیے دوزخ کو واجب کر دیتا ہے اور جنت کو اس پر حرام کر دیتا ہے' ایک شخص نے پوچھا: یارسول اللہ! خواہ وہ تھوڑی سی چیز ہو' آپ نے فرمایا: خواہ وہ پیلو کے درخت کی ایک شاخ ہو۔ (صحیح مسلم:۱۳۷' الرقم المسلسل:۲۵۰' سنن دارمی:۲۶۰۳' سنن بیہقی ج۱۰ص۱۷۹' شعب الایمان:۴۸۳۹' صحیح ابن حبان:۵۰۸۷' سنن کبریٰ:۵۹۸۰' المعجم الکبیر:۷۹۶' المعجم الاوسط:۱۱۹۰' شرح مشکل الآثار:۴۴۴' مسند احمد ج۵ ص۲۶۰ طبع قدیم' مسند احمد:۲۲۲۳۹۔ ج۳۶ص۵۷۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے کسی مسلمان کا حق مارنے کے لیے جھوٹی قسم کھائی' قیامت کے دن جب وہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوگا' اسی دوران حضرت اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ آئے اور پوچھا کہ ابوعبدالرحمان (حضرت ابن مسعود) نے کیا بیان کیا ہے' لوگوں نے وہ حدیث سنائی' حضرت اشعث بن قیس نے کہا: ابوعبدالرحمان نے سچ کہا' یہ حکم میرے ہی متعلق نازل ہوا تھا' ایک شخص کی شراکت میں یمن میں میری زمین تھی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس شخص کے ساتھ میرا اس زمین کے متعلق اختلاف ہو گیا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کیا تمہارے پاس کوئی گواہ ہے؟ میں نے عرض کیا: نہیں! آپ نے فرمایا: پھر اس شخص کی قسم پر فیصلہ ہوگا' میں نے عرض کیا: وہ تو (جھوٹی) قسم کھالے گا' آپ نے فرمایا: جو شخص کسی کا مال کھانے کے لیے جھوٹی قسم کھائے گا' قیامت کے دن جب وہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرے گا تو اللہ اس پر ناراض ہوگا' اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی: بے شک جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے عوض تھوڑی قیمت خریدتے ہیں' ان لوگوں کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے اور نہ آخرت میں اللہ ان سے کلام کرے گا اور نہ قیامت کے دن ان کی طرف نظرِ رحمت فرمائے گا اور نہ ان کو پاکیزہ کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہےO (آل عمران:۷۷) (صحیح البخاری:۶۶۷۶' صحیح مسلم:۱۳۸' الرقم المسلسل: ۲۵۲' سنن ابوداؤد:۳۲۴۳' سنن ترمذی:۳۰۰۷' سنن ابن ماجہ:۲۳۲۳' مسند احمد ج۱ص۳۷۷' مسند عبدالرزاق:۸۳۹۰' مسند الحمیدی:۱۰۶)

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دو شخص حاضر ہوئے' ایک مقام حضر موت سے اور دوسرا کندہ سے' حضرمی نے کہا: یارسول اللہ! اس شخص نے میری اس زمین کو چھین لیا جو میرے باپ کی طرف سے ملی تھی' کندی نے کہا: وہ میری زمین ہے اور میرے تصرف میں ہے' میں اس میں کاشت کاری کرتا ہوں' اس شخص کا اس زمین پر کوئی حق نہیں ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرمی سے پوچھا: تمہارے پاس گواہ ہیں؟ انہوں نے کہا: نہیں ہیں' آپ نے فرمایا: پھر اس شخص کی قسم پر فیصلہ ہوگا' حضرمی نے کہا: یارسول اللہ! یہ شخص جھوٹا ہے جھوٹی قسم کھالے گا' یہ کسی چیز سے پرہیز نہیں کرتا' آپ نے فرمایا: تمہارے لیے اس کے سوا اور کوئی صورت نہیں ہے' جب کندی قسم کھانے کے لیے مڑا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر اس شخص نے اس کا مال کھانے کے لیے جھوٹی قسم کھائی تو یہ اللہ سے جب ملاقات کرے گا تو وہ اس پر ناراض ہوگا۔

(صحیح مسلم:۱۳۹' الرقم المسلسل:۲۵۵' امام مسلم اس حدیث کی روایت میں منفرد ہیں)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم:۴۰۱۳۔ ج۴ص۴۳۹ پر مذکور ہے' وہاں اس حدیث کی شرح نہیں کی گئی۔

٢٨ - بَابُ مَا قِيْلَ فِي الصَّوَّاغِ — سناروں کے متعلق جو بیان کیا گیا ہے

اس باب میں سناروں کے متعلق احادیث ہیں اور اس باب میں اور اس کے بعد کے ابواب میں مختلف پیشوں کے متعلق احادیث ہیں:

وَقَالَ طَاوُسٌ' عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُخْتَلٰى

اور طاؤس نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مکہ کی گھاس نہیں کاٹی جائے گی

خَلَاهَا. وَقَالَ الْعَبَّاسُ اِلَّا الْاِذْخِرَ، فَاِنَّهٗ لِقَيْنِهِمْ وَبُيُوْتِهِمْ، فَقَالَ اِلَّا الْاِذْخِرَ.

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: اذخر کا استثناء فرمالیں، وہ ہمارے لوہاروں کے کام آتی ہے اور گھر بنانے کے کام آتی ہے، تو آپ نے فرمایا: ماسوا اذخر کے۔

اس تعلیق کی اصل صحیح البخاری: ۱۸۳۳، اور ۱۳۴۹ میں ہے۔

۲۰۸۹ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا يُوْنُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنٍ اَنَّ حُسَيْنَ بْنَ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ اَخْبَرَهٗ اَنَّ عَلِيًّا عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ كَانَتْ لِيْ شَارِفٌ مِّنْ نَصِيْبِيْ مِنَ الْمَغْنَمِ، وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْطَانِيْ شَارِفًا مِّنَ الْخُمُسِ، فَلَمَّا اَرَدْتُ اَنْ اَبْتَنِيَ بِفَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ بِنْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَاعَدْتُ رَجُلًا صَوَّاغًا مِنْ بَنِيْ قَيْنُقَاعَ اَنْ يَّرْتَحِلَ مَعِيْ، فَنَاْتِيَ بِاِذْخِرٍ اَرَدْتُ اَنْ اَبِيْعَهٗ مِنَ الصَّوَّاغِيْنَ، وَاَسْتَعِيْنَ بِهٖ فِيْ وَلِيْمَةِ عُرْسِيْ.

[اطراف الحدیث: ۲۳۷۵-۳۰۹۱-۴۰۰۳-۵۷۹۳] [صحیح مسلم: ۱۹۷۹، الرقم المسلسل: ۵۰۲۰، سنن ابوداؤد: ۲۹۸۶)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے خبر دی از ابن شہاب، انہوں نے کہا: مجھے حضرت علی بن حسین نے خبر دی، انہوں نے کہا: حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما نے خبر دی، انہوں نے بیان کیا کہ ان کو حضرت علی علیہ السلام نے خبر دی، انہوں نے بیان کیا کہ میرے حصہ میں مال غنیمت سے ایک اونٹ آیا تھا اور ایک اونٹ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے خمس میں سے عطا فرمایا تھا، پھر جب میرا ارادہ ہوا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحب زادی حضرت (سیدتنا) فاطمہ علیہا السلام کی رخصتی کرا کے لاؤں تو میں نے بنو قینقاع کے ایک سنار شخص سے وعدہ کیا کہ وہ میرے ساتھ چلے گا اور ہم اذخر گھاس لاد کر لائیں گے، میرا ارادہ تھا کہ میں وہ گھاس سناروں کو فروخت کر کے اپنی شادی کے ولیمہ میں اس رقم سے مدد لوں گا۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: میرا ارادہ تھا کہ میں وہ گھاس سناروں کو فروخت کر کے اپنی شادی کے ولیمہ میں اس رقم سے مدد لوں گا۔

باب مذکور کے رجال

(۱) عبدان، یہ عبداللہ بن عثمان بن جبلہ الازدی کا لقب ہے (۲) عبداللہ بن المبارک (۳) یونس بن یزید (۴) محمد بن مسلم بن شہاب زہری (۵) حضرت علی بن حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم (۶) حضرت حسین بن علی بن ابی طالب، ابوعبداللہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہم کے بھائی (۷) حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۲۹۵)

''شارف'' کا معنی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ''شارف'' کا ذکر ہے۔ ''شارف'' کا معنی ہے: بلند کوہان والا اونٹ، مذکر کو ''شارف'' اور مؤنث کو ''شارفۃ'' کہتے ہیں، یہ اصمعی کا قول ہے اور ابوحاتم نے کہا ہے کہ ''شارف'' اونٹنی کو کہتے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۲۹۶)

اس حدیث میں ہے: ان میں سے ایک اونٹ مجھے جنگ بدر کے حصہ میں ملا تھا اور دوسرا اونٹ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے خمس میں سے عطا فرمایا تھا۔

خمس کی تاریخ کے تعین میں علامہ ابن بطال کا نظریہ

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ اس پر اہل سیر کا اتفاق ہے کہ جنگ بدر میں خُمس نہیں تھا اور قاضی اسماعیل بن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ خمس غزوہ بنونضیر (بنوقریظہ ہونا چاہیے تھا کیونکہ حضرت سعد کو اسی میں حکم بنایا گیا تھا۔ سعیدی غفرلہٗ) میں تھا' جب حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو حَکَم بنایا تھا اور میرا گمان یہ ہے کہ بعض نے کہا ہے کہ خُمس کا حکم اس کے بھی بعد میں نازل ہوا ہے اور ایک قول یہ ہے کہ خمس کا حکم یقینی طور پر اس کے بعد غزوۂ حنین کے مالِ غنیمت میں نازل ہوا تھا اور یہ آخری مالِ غنیمت تھا جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موجود تھے اور جب واقعہ اس طرح ہے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس قول میں تاویل کی ضرورت ہے۔ میں کہتا ہوں کہ امام ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ۲ھ میں حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کو رجب میں نخلہ کے قریب بھیجا اور ایک قول ہے کہ حضرت عمرو بن الحضرمی وغیرہ کو بھیجا تھا' اور وہ غنیمت میں اونٹ لائے تھے' اور یہ پہلی غنیمت تھی جس کو حضرت ابن جحش نے تقسیم کیا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس غنیمت کو معزول کر دیا تھا اور یہ خمس کے فرض ہونے سے پہلے کا واقعہ ہے' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خُمس کے معاملہ کو اور قیدیوں کے معاملہ کو مؤخر کر دیا تھا' پھر امام ابن اسحاق نے ذکر کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں بدر میں گئے اور آپ نے پہلا مالِ غنیمت تقسیم کیا اور خمس کو معزول رکھا' اس صورت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جو کہا ہے کہ ایک اونٹ مجھے مالِ غنیمت سے ملا تھا' اس سے مراد جنگِ بدر کا مالِ غنیمت ہے اور انہوں نے جو کہا ہے کہ دوسرا اونٹ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خمس میں سے دیا تھا' اس سے مراد ہے: جنگ بدر سے پہلے حضرت ابن جحش کے مالِ غنیمت میں سے دیا تھا۔

(شرح ابن بطال ج ۵ ص ۲۶۱۔ ۲۶۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

خمس کی تاریخ کے تعین میں علامہ ابن حجر عسقلانی کا نظریہ

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

حافظ ابن حجر' علامہ ابن بطال کی مذکور الصدر عبارت نقل کرنے کے بعد' حدیث: ۳۰۹۱ کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ امام بخاری نے اس روایت کو کتاب المغازی میں بھی روایت کیا ہے' اس کی عبارت یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ نے خمس عطا کیا تھا' اس دن اس میں سے مجھے اونٹ عطا کیا تھا۔ (صحیح البخاری: ۴۰۰۳) اور علامہ ابن بطال پر تعجب ہے کہ انہوں نے اس روایت کو امام ابوداؤد کی طرف منسوب کیا ہے اور اس کو اپنی تاویل کے لیے قرینہ بنایا ہے اور انہوں نے اس پر توجہ نہیں کی کہ یہ صحیح بخاری کی وہی حدیث ہے جس کی انہوں نے شرح کی ہے اور یہ ان کے موافق دلیل نہیں ہے بلکہ ان کے خلاف دلیل ہے اور انہوں نے جو اہل السِیَر سے یہ نقل کیا ہے کہ بدر کے مالِ غنیمت میں خمس نہیں تھا' میں نے اس کی تصریح نہیں دیکھی اور اس پر مزید تعجب اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے لکھا ہے کہ غزوۂ بدر سے پہلے جو لشکر تھا' اس میں خمس تھا اور وہ یوم بدر میں خمس کی نفی کرتے ہیں' حالانکہ خمس کی آیت یومِ بدر میں نازل ہوئی ہے اور وہ یہ ہے:

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰكِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا یَوْمَ الْفُرْقَانِ یَوْمَ الْتَقَی الْجَمْعٰنِ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝ (الانفال: ۴۱)

اور اے مسلمانو! یاد رکھو! تم جتنا بھی مالِ غنیمت حاصل کرو تو بے شک اس مالِ غنیمت کا پانچواں حصہ اللہ کے لیے ہے اور رسول کے لیے ہے' اور (رسول کے) قرابت داروں کے لیے ہے اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے' اگر تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو اور اس (چیز) پر جو ہم نے اپنے (مکرم) بندے پر فیصلہ

کے دن نازل کی' جس دن دو لشکر مقابل ہوئے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہےO

علامہ داؤدی متوفی ٤٠٥ ھ' شارح بخاری نے کہا ہے کہ خمس کی آیت جنگ بدر کے دن نازل ہوئی ہے اور علامہ سبکی نے کہا ہے کہ سورۃ الانفال جنگِ بدر اور اس کی غنیمتوں کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ (فتح الباری ج ٤ ص ٣٨٢' دارالمعرفہ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

خمس کی تاریخ کے تعین میں علامہ عینی کا نظریہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی نے بھی اس حدیث (صحیح البخاری: ٣٠٩١) کی شرح میں لکھا ہے کہ اس حدیث کا ظاہر یہ ہے کہ خمس جنگ بدر کے دن شروع ہوا تھا' اس کے بعد انہوں نے علامہ ابن بطال کی وہ طویل عبارت نقل کی ہے جس میں انہوں نے کہا ہے کہ خمس جنگ بدر کے دن نہیں تھا' علامہ عینی نے اس عبارت کو مقرر رکھا ہے اور اس پر کوئی تعاقب اور رد نہیں کیا' جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ علامہ ابن بطال کی شرح سے متفق ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ١٥ ص ٢٥' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

علامہ ابن بطال' علامہ حجر اور علامہ عینی کے مناقشہ میں مصنف کا محاکمہ

علامہ ابن بطال' علامہ ابن حجر اور علامہ عینی کے درمیان خمس کی تاریخ کے تعین میں جو مناقشہ ہے' اس میں ہمارے نزدیک صحیح مؤقف حافظ ابن حجر عسقلانی کا ہے کہ جنگ بدر کے دن خمس (مالِ غنیمت کا پانچواں حصہ) مشروع ہو گیا تھا۔ قرآن مجید کی نص صریح اور احادیثِ صحیحہ سے اسی کی تائید اور تقویت ہوتی ہے۔

ہم نے الانفال: ٤١ کی تفسیر میں لکھا ہے:

اس آیت میں فرمایا: اگر تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو اور اس (کتاب) پر جو اللہ نے فیصلہ کے دن نازل کی' یعنی مالِ غنیمت کا پانچواں حصہ' اس تفصیل کے ساتھ تقسیم کیا جائے گا' لہٰذا اے مسلمان اہل لشکر! تم اس خمس میں طمع نہ رکھو اور مالِ غنیمت کے باقی جو چار حصے ہیں' ان پر قناعت کرو۔

''یوم الفرقان'' سے یوم بدر مراد ہے' جس دن اللہ تعالیٰ نے حق اور باطل میں امتیاز کر دیا تھا اور ''جمعان'' سے مسلمانوں اور کافروں کے دو گروہ مراد ہیں اور اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کے دن اپنے معزز بندے یعنی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جو چیز نازل کی' اس سے مراد اس دن نازل ہونے والی نشانیاں ہیں اور وہ فرشتے ہیں جو مسلمانوں کے قدم جمانے کے لیے نازل ہوئے تھے اور دیگر نشانیاں مثلاً خاک کی مٹھی کا ہر کافر کی آنکھ میں پہنچ جانا اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے کہ تم کم تعداد میں تھے اور تم کو بڑی تعداد والوں پر غالب کر دیا۔

(تبیان القرآن ج ٤ ص ٦٤٣' فرید بک سٹال' ١٤٢١ھ)

سیدتنا فاطمہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کی تاریخ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ آیت الخمس' جنگِ بدر میں نازل ہوئی ہے کیونکہ حضرت سیدتنا فاطمہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی سے پہلے صرف جنگ بدر میں مالِ غنیمت حاصل ہوا تھا اور یہ رمضان ٢ھ کا واقعہ ہے اور حضرت فاطمہ کی رخصتی اس کے بعد ہوئی ہے۔

ابو محمد نے اپنی مختصر سیرت میں ذکر کیا ہے کہ حضرت علی نے حضرت سیدتنا فاطمہ سے ہجرت کے پہلے سال میں نکاح کیا تھا اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت علی نے ہجرت کے دوسرے سال ٢٢ ماہ کے بعد ان سے نکاح کیا تھا اور یہ غزوۂ بدر کے بعد تھا۔

علامہ ابوعمر بن عبدالبر نے عبداللہ بن محمد بن سلیمان ہاشمی سے روایت کی ہے کہ حضرت علی نے حضرت فاطمہ سے غزوۂ احد کے بعد نکاح کیا تھا اور ایک قول ہے کہ حضرت عائشہ کی رخصتی کے ساڑھے سات ماہ بعد ان سے نکاح کیا تھا۔

علامہ ابن الجوزی نے کہا ہے کہ حضرت فاطمہ کی رخصتی ذوالحجہ میں ہوئی تھی' ایک قول کے مطابق رجب میں ہوئی تھی اور ایک قول ہے کہ ۲ھ کو صفر میں ہوئی تھی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۲۹۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حدیث مذکور کے بقیہ مسائل اور فوائد

اس حدیث میں ''صائغ'' کا ذکر ہے۔ ''صائغ'' کا معنی ہے: ڈھالنے والا' خواہ وہ سونے اور چاندی کے زیورات ڈھالنے والا ہو یا لوہے کی مصنوعات ڈھالنے والا ہو' اس حدیث سے غرض یہ ہے کہ سنار اور لوہار کا پیشہ جائز ہے۔

نیز اس حدیث میں بنوقینقاع کا ذکر ہے۔ اس کے بارے میں کئی بار بتایا جا چکا ہے کہ یہ یہودیوں کے ایک قبیلہ کا نام ہے۔

نیز اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اذخر نام کی گھاس کو فروخت کرنا جائز ہے کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس گھاس کو فروخت کرنے کا ارادہ کیا تھا اور اس سے یہ واضح ہوا کہ ولیمہ کرنے کے لیے نیک کمائی کرنا جائز ہے اور اس کے لیے اپنے دوستوں سے مدد لینا جائز ہے اور یہ کہ ولیمہ کا خرچ نکاح کرنے والے (دولہا والوں) پر ہوتا ہے۔

۲۰۹۰ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ خَالِدٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ مَكَّةَ، وَلَمْ تَحِلَّ لِاَحَدٍ قَبْلِيْ وَلَا لِاَحَدٍ بَعْدِيْ، وَاِنَّمَا حَلَّتْ لِيْ سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ، لَا يُخْتَلٰى خَلَاهَا، وَلَا يُعْضَدُ شَجَرُهَا، وَلَا يُنَفَّرُ صَيْدُهَا، وَلَا يُلْتَقَطُ لُقَطَتُهَا اِلَّا لِمُعَرِّفٍ. وَقَالَ عَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ اِلَّا الْاِذْخِرَ، لِصَاغَتِنَا وَلِسُقُفِ بُيُوْتِنَا. فَقَالَ اِلَّا الْاِذْخِرَ. فَقَالَ عِكْرِمَةُ هَلْ تَدْرِيْ مَا يُنَفَّرُ صَيْدُهَا؟ هُوَ اَنْ تُنَحِّيَهُ مِنَ الظِّلِّ وَتَنْزِلَ مَكَانَهُ. قَالَ عَبْدُ الْوَهَّابِ، عَنْ خَالِدٍ لِصَاغَتِنَا وَقُبُوْرِنَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد بن عبداللہ نے حدیث بیان کی از خالد از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ نے مکہ کو حرم بنایا ہے اور وہ مجھ سے پہلے کسی کے لیے حلال تھا اور نہ میرے بعد کسی کے لیے حلال ہوگا اور وہ دن کی ایک ساعت (گھنٹہ) کے لیے میرے لیے حلال ہوا تھا' اس کی گھاس کاٹی جائے گی نہ اس کے درخت کو کاٹا جائے گا اور نہ اس کے شکار کو بھگایا جائے گا اور نہ اس میں گری ہوئی چیز کو اعلان کرنے والے کے سوا کوئی اور اٹھائے گا' حضرت عباس بن عبدالمطلب نے کہا: ماسوا اذخر گھاس کے کیونکہ وہ ہمارے سناروں کے کام آتی ہے اور ہمارے مکانوں کی چھتوں کے بنانے میں کام آتی ہے' تو آپ نے فرمایا: ماسوا اذخر گھاس کے' پھر عکرمہ نے کہا: کیا تم جانتے ہو کہ شکار کو کیا چیز بھگاتی ہے' وہ یہ ہے کہ تم اس کو سائے سے اٹھا کر خود اس کی جگہ بیٹھ جاؤ۔ عبدالوہاب نے کہا از خالد: ہمارے سناروں کے لیے اور ہماری قبروں کے لیے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۳۴۹ میں گزر چکی ہے۔

۲۹ - بَابُ ذِكْرِ الْقَيْنِ وَالْحَدَّادِ
لوہاروں کا ذکر

اس باب کے عنوان میں ''قین'' اور ''حداد'' کا ذکر ہے اور ان دونوں لفظوں کا معنی لوہار ہے' ''قین'' کے بعد ''حداد'' کا

ذکراس لیے کیا ہے کہ "قین" کا معنی غلام بھی ہے اور "قینة" کا معنی باندی ہے اس کے برخلاف "حداد" کا معنی لوہار میں معروف ہے۔

۲۰۹۱- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ سُلَيْمَانَ، عَنْ أَبِي الضُّحٰى، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ خَبَّابٍ قَالَ كُنْتُ قَيْنًا فِي الْجَاهِلِيَّةِ، وَكَانَ لِي عَلَى الْعَاصِ بْنِ وَائِلٍ دَيْنٌ، فَأَتَيْتُهُ أَتَقَاضَاهُ، قَالَ لَا أُعْطِيكَ حَتّٰى تَكْفُرَ بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقُلْتُ لَا أَكْفُرُ حَتّٰى يُمِيتَكَ اللّٰهُ ثُمَّ تُبْعَثَ. قَالَ دَعْنِي حَتّٰى أَمُوتَ وَأُبْعَثَ، فَسَأُوتٰى مَالًا وَوَلَدًا فَأَقْضِيكَ، فَنَزَلَتْ ﴿أَفَرَأَيْتَ الَّذِي كَفَرَ بِاٰيٰتِنَا وَقَالَ لَأُوتَيَنَّ مَالًا وَّوَلَدًا○ أَطَّلَعَ الْغَيْبَ أَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا○﴾ (مریم:۷۸-۷۷).

[اطراف الحدیث:۲۲۷۵-۲۴۲۵-۴۷۳۲-۴۷۳۳-۴۷۳۴-۴۷۳۵]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن عدی نے حدیث بیان کی از شعبہ از سلیمان از ابی الضحیٰ از مسروق از حضرت خباب رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں زمانہ جاہلیت میں لوہار تھا اور میں نے عاص بن وائل سے قرض لینا تھا' میں نے اس کے پاس جا کر تقاضا کیا' اس نے کہا: میں اس وقت تک (تمہاری رقم) تم کو نہیں دوں گا حتیٰ کہ تم (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ کفر کرو (یعنی ان کا انکار کرو) میں نے کہا: میں کفر نہیں کروں گا حتیٰ کہ اللہ تمہیں مارے' پھر تم کو (قیامت کے دن) اٹھائے' اس نے کہا: پھر مجھے چھوڑ دو حتیٰ کہ میں مروں اور اٹھایا جاؤں' پھر مجھے عنقریب مال اور اولاد دی جائے گی تو میں تمہارا قرض ادا کر دوں گا تب یہ آیات نازل ہوئیں: کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جس نے ہماری آیتوں کے ساتھ کفر کیا اور کہا: مجھے ضرور مال اور اولاد دی جائے گی○ کیا وہ غیب پر مطلع ہے یا اس نے رحمٰن سے کوئی عہد لیا ہوا ہے○ (مریم:۷۸-۷۷)

(صحیح مسلم:۲۷۹۵' الرقم المسلسل:۶۹۵۶' سنن ترمذی:۳۱۷۳' صحیح ابن حبان:۵۰۱۰' المعجم الکبیر:۳۶۵۰' سنن بیہقی ج۶ ص ۵۲' دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۲۸۰' شرح السنۃ ج ۳ ص ۲۰۷' مسند احمد ج ۵ ص ۱۱۰ طبع قدیم' مسند احمد:۲۱۰۶۸- ج ۳۴ ص ۵۴۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن بشار (۲) ابن ابی عدی' ان کا نام محمد بن عدی ہے اور ابن ابی عدی کا نام ابراہیم ہے (۳) شعبہ بن الحجاج (۴) سلیمان الاعمش (۵) ابوالضحیٰ' ان کا نام مسلم بن صبیح ہے (۶) مسروق بن الاجدع' ان کے والد عبدالرحمان کا لقب ہے (۷) حضرت خباب بن الارت۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۲۹۸)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: میں زمانہ جاہلیت میں لوہار تھا۔

حضرت خباب کے قرض کا بیان

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت خباب نے عاص بن وائل سے اپنے قرض کا تقاضا کیا۔

مقاتل نے اس کی تفسیر میں لکھا ہے کہ حضرت خباب نے اس کو کچھ زیور ڈھال کر دیئے تھے' جب حضرت خباب نے اس سے اپنی اجرت طلب کی تو اس نے کہا: کیا تم یہ دعویٰ نہیں کرتے کہ جنت میں ریشم' سونا' چاندی اور غلمان ہوں گے۔ حضرت خباب نے کہا: کیوں نہیں! عاص نے کہا: پھر ہمارے درمیان ادائیگی کے لیے جنت کا وعدہ ہے۔

اس اعتراض کا جواب کہ حضرت خباب نے کہا: جب تم کو اٹھایا جائے گا تو میں کفر کروں گا...... حالانکہ کفر کا وعدہ کرنا بھی کفر ہے؟

اس حدیث میں مذکور ہے: حضرت خباب نے کہا: میں کفر نہیں کروں گا حتیٰ کہ اللہ تمہیں مارے پھر تم کو قیامت کے دن اٹھائے۔ اس پر یہ اعتراض ہے کہ جو شخص اپنے کافر ہونے کے لیے کوئی وقت مقرر کرے تو اس پر اجماع ہے کہ وہ شخص اسی وقت کافر ہو جاتا ہے پس حضرت خباب نے یہ کیسے کہا کہ میں اس وقت کافر ہوں گا جب تم کو قیامت کے دن اٹھایا جائے گا' حالانکہ ان کا دین صحیح تھا اور ان کا عقیدہ بہت مضبوط تھا اور ان کا ایمان بہت قوی اور مؤکد تھا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ ان کے مخاطب عاص بن وائل کا عقیدہ یہ تھا کہ نہ قیامت ہوگی نہ اس کو اٹھایا جائے گا تو انہوں نے اس سے اس کے عقیدہ کے مطابق کلام کیا اور مراد یہ تھی کہ میں کبھی کفر نہیں کروں گا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اس کے نزدیک قیامت کا ہونا محال تھا اور حضرت خباب کے نزدیک ان کا کفر کرنا محال تھا تو انہوں نے محال کو محال پر معلق کیا اور ان کی مراد یہ تھی کہ تم دنیا میں میرا قرض ادا نہیں کر رہے ہو اور آخرت میں تم سے یہ قرض جبراً وصول کر لیا جائے گا یا پھر ان کی مراد یہ تھی کہ آخرت میں تو کوئی کافر رہے گا نہیں اور جو دنیا میں کافر تھے' ان کا کفر بھی زائل ہو جائے گا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۳۰۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۶۹۳۵۔ ج ۷ ص ۵۹۸ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۳۰ - بَابُ ذِكْرِ الْخَيَّاطِ
درزی کا ذکر

۲۰۹۲ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ إِنَّ خَيَّاطًا دَعَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِطَعَامٍ صَنَعَهُ' قَالَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ فَذَهَبْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلٰى ذٰلِكَ الطَّعَامِ' فَقَرَّبَ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُبْزًا وَّمَرَقًا فِيْهِ دُبَّاءٌ وَّقَدِيْدٌ' فَرَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَتَبَّعُ الدُّبَّاءَ مِنْ حَوَالَيِ الْقَصْعَةِ' قَالَ فَلَمْ أَزَلْ أُحِبُّ الدُّبَّاءَ مِنْ يَّوْمَئِذٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ' انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک درزی نے کھانا تیار کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کھانے کی دعوت دی' حضرت انس بن مالک نے کہا: میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس کھانے کی دعوت میں گیا' اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب روٹی اور کدو (لوکی) اور گوشت کا سالن رکھا' پس میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیالہ کے اردگرد سے کدو تلاش کر رہے تھے' سو اس دن سے میں بھی کدو سے محبت کرتا ہوں۔

[اطراف الحدیث: ۵۳۷۹_۵۴۲۰_۵۴۳۳_۵۴۳۵_۵۴۳۶_۵۴۳۷_۵۴۳۹] (صحیح مسلم: ۲۰۴۱' الرقم المسلسل: ۵۲۱۹' سنن ابوداؤد: ۳۷۸۲' سنن ترمذی: ۱۸۵۰' مسند الحمیدی: ۱۲۱۳' سنن دارمی: ۲۰۵۰' سنن کبریٰ: ۶۶۶۲' شرح مشکل الآثار: ۱۶۲' صحیح ابن حبان: ۴۵۳۹' شعب الایمان: ۵۸۶۴' شرح السنۃ: ۲۸۵۸' مسند احمد ج ۳ ص ۱۵۰ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۲۵۱۳۔ ج ۱۹ ص ۴۹۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے کہ ایک درزی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کھانے کی دعوت دی۔

اس درزی کا نام حضرت زید بن سہل انصاری رضی اللہ عنہ تھا اور وہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے عم زاد تھے۔

عام پیشہ ورلوگوں کی دعوت کو قبول کرنا' اپنے خدام کو دعوت میں لے جانا اور دیگر مسائل

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

المہلب نے کہا ہے کہ اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ معزز آدمی کو درزی کی دعوت قبول کرنی چاہیے اور اس کے گھر جا کر طعام کھانا جائز ہے اور یہ کہ کسی پیشے کو معیوب نہیں سمجھنا چاہیے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اپنے خدام کو بھی اپنے ساتھ دعوت میں لے جانا چاہیے اور انہیں اپنے ساتھ کھانا کھلانا چاہیے' اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کھانے کے برتن میں سے اپنی پسند کی چیز کو تلاش کر کے کھانا جائز ہے اور یہ کہ جو طعام رسول اللہ کو پسند ہو' اسی طعام کو پسند کرنا چاہیے اور اس سے محبت رکھنی چاہیے۔

عام حالات میں تو پلیٹ میں اپنے آگے سے کھانا چاہیے اور دوسروں کے آگے سے نہیں کھانا چاہیے لیکن جب کھانے والوں میں اس کے متبعین اور عقیدت مند ہوں اور اس کو علم ہو کہ ان کے آگے سے کھانا ان کو ناگوار نہیں ہوگا تو ان کے آگے سے کھانا بھی جائز ہے' جس طرح رسول اللہ ﷺ پیالہ میں سے کدو ڈھونڈ ڈھونڈ کر کھا رہے تھے' امام مالک سے اس مسئلہ کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے اس کا یہی جواب دیا۔ (شرح ابن بطال ج ۶ ص ۱۹۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

کدو شریف کی بے توقیری کرنے سے کفر کا خطرہ ہے

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سالن میں نبی ﷺ کو کدو گوشت پسند تھا' آپ اس سالن میں سے کدو کے قتلے ڈھونڈ کر کھا رہے تھے اور حضرت انس رضی اللہ اسی وجہ سے کدو سے محبت رکھتے تھے' اور اہل محبت کدو نہیں کہتے کدو شریف کہتے ہیں۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ اگر کدو ان کی طبیعت اور مزاج کے ناموافق ہو تب بھی کدو کی تعظیم کریں اور اس سے محبت رکھیں۔

علامہ طاہر بن عبدالرشید البخاری المتوفی ۵۴۲ھ لکھتے ہیں:

امام ابو یوسف سے مروی ہے کہ خلیفہ کے سامنے یہ کہا گیا کہ نبی ﷺ کدو سے محبت کرتے تھے' ایک شخص نے کہا: میں کدو کو پسند نہیں کرتا' امام ابو یوسف نے حکم دیا کہ چمڑے کا فرش لایا جائے جس پر مجرم کو بٹھا کر قتل کیا جاتا ہے اور تلوار لائی جائے' تب اس شخص نے کہا: میں نے جو کچھ کہا ہے میں اس پر اللہ سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور ان تمام کلمات سے رجوع کرتا ہوں جن سے کفر ہوتا ہے اور کلمہ پڑھا: ''اشھد ان لا الہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ'' تب امام یوسف نے اس کو چھوڑ دیا اور قتل نہیں کیا اور اس کی تاویل یہ ہے کہ اس نے اس بات کو سنگین نہ سمجھتے ہوئے کہا تھا کہ میں کدو کو پسند نہیں کرتا' اس لیے امام ابو یوسف نے اس کو قتل کرنے کا ارادہ کیا ورنہ طبعی کراہت اعمال اختیاریہ میں داخل نہیں ہے اور قواعد شرعیہ میں اس سے اجتناب کا کوئی شخص مکلف نہیں ہے۔ (خلاصۃ الفتاوی ج ۴ ص ۳۸۶' مکتبہ رشیدیہ' کوئٹہ)

ملا علی بن سلطان محمد القاری المتوفی ۱۰۱۴ھ نے اس عبارت کو تفصیل کے ساتھ لکھا ہے (ہمارا ترجمہ اس کے مطابق ہے)۔
(شرح الشفاء ج ۲ ص ۴۴۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

رسول اللہ ﷺ سے محبت کے متعلق چند احادیث

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ حضرت انس رضی اللہ کدو سے اس وقت سے محبت کرتے تھے جب سے انہیں یہ معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کدو کو پسند فرماتے ہیں۔ اس مناسبت سے ہم یہاں رسول اللہ ﷺ سے محبت کے متعلق چند احادیث ذکر کرنا چاہتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مؤمن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کی اولاد سے' اس کے والد سے اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

(صحیح البخاری: ۱۵، صحیح مسلم: ۴۴، الرقم المسلسل: ۱۶۷، سنن نسائی: ۵۰۲۳، سنن ابن ماجہ: ۶۷)

سہل بن عبد اللہ نے کہا کہ جو شخص تمام احوال میں اپنے اوپر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حاکمیت محسوس نہ کرے اور اپنے آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مملوک نہ جانے وہ آپ کی سنت کی مٹھاس کو نہیں چکھ سکتا۔ (الشفاء ج ۲ ص ۱۸، دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۵ھ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آکر پوچھا: یا رسول اللہ! قیامت کب آئے گی؟ آپ نے فرمایا: تم نے قیامت کے لیے کیا تیاری کی ہے؟ اس نے کہا: میں نے قیامت کے لیے زیادہ نمازیں پڑھی ہیں نہ زیادہ روزے رکھے ہیں نہ زیادہ صدقہ دیا ہے لیکن میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہوں، آپ نے فرمایا: تم اس کے ساتھ ہو گے جس سے تم محبت کرتے ہو۔ (صحیح البخاری: ۶۱۷۱، صحیح مسلم: ۲۶۳۹)

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا کہ ایک شخص لوگوں سے محبت کرتا ہے اور وہ ابھی تک ان سے ملا نہیں؟ آپ نے فرمایا: آدمی ان ہی کے ساتھ ہوتا ہے جن سے وہ محبت کرے۔ (صحیح البخاری: ۶۱۷۰، صحیح مسلم: ۲۶۴۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھ سے سب سے زیادہ محبت کرنے والے میری امت کے وہ لوگ ہیں جو میرے بعد ہوں گے، ان میں سے ہر شخص چاہے گا کہ کاش! وہ اپنے تمام اہل اور مال کے بدلہ میں مجھے دیکھ لے۔ (صحیح مسلم: ۲۸۳۲، الرقم المسلسل: ۷۰۳۹)

امام ابن اسحاق نے یہ روایت ذکر کی ہے کہ جنگ احد میں انصار کی ایک عورت کا والد اور اس کا بھائی اور اس کا خاوند شہید ہو گئے، اس نے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کیا ہوا؟ لوگوں نے بتایا کہ آپ خیریت سے ہیں، اللہ کا شکر ہے جیسا کہ تم چاہتی تھیں، اس نے کہا: مجھے دکھاؤ حتیٰ کہ میں آپ کو دیکھ لوں، جب اس نے آپ کو دیکھ لیا تو کہا: آپ کے بعد ہر مصیبت معمولی ہے۔

(دلائل النبوۃ ج ۳ ص ۳۰۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

روایت ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا پیر سن ہو گیا، ان سے کہا گیا: آپ اس کو یاد کریں جو آپ کو سب سے زیادہ محبوب ہو تو انہوں نے بلند آواز سے کہا: ''یا محمداہ!'' تو ان کا پیر ٹھیک ہو گیا۔

(عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی ص ۱۶۹-۱۶۸، الشفاء ج ۲ ص ۲۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

امام بخاری کی روایت میں ''یا محمد'' ہے۔ (الادب المفرد ص ۲۶۲، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۱۶ھ)

بعض غیر مقلد مخرجین نے امام بخاری کی اس روایت کو ضعیف کہا ہے، اس لیے ہم اس کی سند کی تحقیق کر رہے ہیں۔

امام بخاری کی روایت کردہ اس حدیث کی سند کی تحقیق

(۱) ابو نعیم الملائی کا نام الفضل بن دکین القرشی الکوفی ہے، ان کا سماع سفیان الثوری سے ہے، ان کی وفات ۲۱۹ھ میں ہوئی۔ (تاریخ الکبیر ج ۷ ص ۸، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، ۱۴۲۲ھ) ابن حجر نے کہا: آپ امام بخاری کے کبار شیوخ میں سے ہیں۔

(تقریب التہذیب ج ۲ ص ۱۱۶، مطبوعہ دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۲ھ)

(۲) سفیان بن سعید بن مسروق ابو عبد اللہ الثوری الکوفی، انہوں نے ابو اسحاق الشیبانی سے سماع کیا ہے، ان کے بارے میں امام بخاری لکھتے ہیں: جب تم چاہو تو انہیں نماز پڑھتے ہوئے دیکھو اور حدیث شریف کا درس دیتے ہوئے دیکھو اور فقہ کی گہرائی میں غور کرتے ہوئے دیکھو۔ (تاریخ الکبیر ج ۴ ص ۹۶-۹۵، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، ۱۴۲۲ھ) حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ سفیان ثوری ثقہ حافظ، فقیہ، عابد، امام حجۃ ہیں اور ساتویں طبقے کے سرداروں میں ہے، ان کی وفات ۱۶۱ھ میں ہوئی۔ (تقریب التہذیب ج ۱ ص ۳۰۲)

(۳) ابواسحٰق الشیبانی کا نام سلیمان بن ابی سلیمان الشیبانی ہے' یہ حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ' سعید بن جبیر اور عکرمہ سے روایت کرتے ہیں اور سفیان الثوری اور شعبہ ان سے روایت کرتے ہیں' ان کا سن وفات ۱۴۲ھ ہے' کوفہ میں فوت ہوئے۔ (تاریخ الکبیر ج۴ ص ۷۳' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' ۱۴۲۲ھ) ابن حجر نے ان کو ثقہ کہا ہے۔

(تقریب التہذیب ج۱ ص ۳۱۴' مطبوعہ دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

(۴) عبد الرحمٰن بن سعد القرشی مولیٰ ابن عمر رحمہ اللہ الکوفی' انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سماع کیا' ان سے منصور اور حماد بن ابی سلیمان روایت کرتے ہیں۔ (تاریخ الکبیر ج۵ ص ۱۷۰' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ) ابن حجر لکھتے ہیں کہ امام نسائی نے ان کو ثقہ قرار دیا ہے۔ (تقریب التہذیب ج۱ ص ۴۴۸' مطبوعہ دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

جب اہل مکہ حضرت زید بن دثنہ کو قتل کرنے کے لیے حرم سے باہر لے گئے تو ابوسفیان بن حرب نے ان سے کہا: اے زید! میں تم کو اللہ کی قسم دیتا ہوں! کیا تم کو یہ پسند ہے کہ اس وقت ہمارے پاس تمہاری جگہ محمد ہوتے اور ان کی گردن ماری جاتی اور تم اپنے گھر میں ہوتے؟ حضرت زید نے کہا: اللہ کی قسم! مجھے تو یہ بھی پسند نہیں ہے کہ اس وقت اس جگہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوتے اور آپ کے پاؤں میں کانٹا چبھتا اور میں اپنے گھر میں بیٹھا ہوا ہوتا' تو ابوسفیان نے کہا: میں نے کسی شخص کو کسی کے ساتھ اتنی محبت کرتے ہوئے نہیں دیکھا جتنی محبت محمد کے اصحاب' محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے کرتے ہیں۔ (الشفاء ج۲ ص ۲۱' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۵۲۰۸۔ ج۶ ص ۲۹۹ میں مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۳۱ - بَابُ ذِكْرِ النَّسَّاجِ — کپڑا بننے والے کا ذکر

اس باب میں کپڑا بننے کے متعلق حدیث ہے۔

۲۰۹۳ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ اَبِي حَازِمٍ قَالَ سَمِعْتُ سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ جَاءَتِ امْرَاَةٌ بِبُرْدَةٍ، قَالَ اَتَدْرُوْنَ مَا الْبُرْدَةُ؟ فَقِيْلَ لَهُ نَعَمْ، هِيَ الشَّمْلَةُ، مَنْسُوْجٌ فِي حَاشِيَتِهَا، قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّي نَسَجْتُ هٰذِهِ بِيَدِي اَكْسُوْكَهَا، فَاَخَذَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُحْتَاجًا اِلَيْهَا، فَخَرَجَ اِلَيْنَا وَاِنَّهَا اِزَارُهُ، فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اُكْسُنِيْهَا. قَالَ نَعَمْ. فَجَلَسَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَجْلِسِ، ثُمَّ رَجَعَ فَطَوَاهَا، ثُمَّ اَرْسَلَ بِهَا اِلَيْهِ فَقَالَ لَهُ الْقَوْمُ مَا اَحْسَنْتَ، سَاَلْتَهَا اِيَّاهُ لَقَدْ عَلِمْتَ اَنَّهُ لَا يَرُدُّ سَائِلًا. فَقَالَ الرَّجُلُ وَاللّٰهِ مَا سَاَلْتُهُ اِلَّا لِتَكُوْنَ كَفَنِي يَوْمَ اَمُوْتُ. قَالَ سَهْلٌ فَكَانَتْ كَفَنَهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب بن عبد الرحمٰن نے حدیث بیان کی از ابی حازم' انہوں نے کہا: میں نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے سنا کہ ایک عورت ایک بُردہ لے کر آئی' حضرت سہل نے کہا: کیا تمہیں علم ہے کہ بردہ کسے کہتے ہیں؟ ان کو جواب دیا گیا: جی ہاں! بردہ اس چادر کو کہتے ہیں جس کے کناروں پر کڑھائی ہو' اس عورت نے کہا: یارسول اللہ! میں نے اس چادر کو اپنے ہاتھ سے بُنا ہے تاکہ آپ کو پہناؤں' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس چادر کو لے لیا اور آپ کو اس کی ضرورت بھی تھی' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس چادر کو بہ طور تہبند باندھے ہوئے ہمارے پاس آئے' لوگوں میں سے ایک شخص نے کہا: یارسول اللہ! یہ چادر مجھے پہنا دیجئے' آپ نے فرمایا: ہاں! پھر آپ مجلس میں بیٹھ گئے' پھر آپ چلے گئے اور اس چادر کو لپیٹ کر اس شخص کے پاس بھیج دیا' لوگوں نے اس سے کہا: تم نے اچھا نہیں کیا' تم نے آپ سے یہ چادر مانگ لی حالانکہ تم کو معلوم ہے کہ آپ

کسی سائل کے سوال کو مسترد نہیں کرتے' اس شخص نے کہا: میں نے اس چادر کا صرف اس لیے سوال کیا تھا تا کہ جس دن میری موت ہو اس دن وہ میرا کفن ہو جائے' حضرت سہل نے بتایا: پھر وہ چادر اس شخص کا کفن بن گئی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۲۷۷ میں گزر گئی ہے۔

۳۲ - بَابُ النَّجَّارِ

بڑھئی (درکھان) کا ذکر

٢٠٩٤ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ قَالَ أَتَى رِجَالٌ إِلَى سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ يَسْأَلُونَهُ عَنِ الْمِنْبَرِ، فَقَالَ بَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى فُلَانَةَ، امْرَأَةٍ قَدْ سَمَّاهَا سَهْلٌ أَنْ مُرِي غُلَامَكِ النَّجَّارَ، يَعْمَلُ لِي أَعْوَادًا، أَجْلِسُ عَلَيْهِنَّ إِذَا كَلَّمْتُ النَّاسَ. فَأَمَرَتْهُ يَعْمَلُهَا مِنْ طَرْفَاءِ الْغَابَةِ، ثُمَّ جَاءَ بِهَا، فَأَرْسَلَتْ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَا، فَأَمَرَ بِهَا فَوُضِعَتْ، فَجَلَسَ عَلَيْهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز نے حدیث بیان کی از ابی حازم' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کے پاس چند لوگ آئے' جو ان سے منبر کے متعلق سوال کر رہے تھے' حضرت سہل نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فلاں عورت کے پاس کسی کو بھیجا' حضرت سہل نے اس عورت کا نام بھی لیا تھا' آپ نے فرمایا: تم اپنے بیٹے سے کہو جو بڑھئی ہے کہ میرے لیے لکڑیوں سے ایک منبر بنا دے' جس پر میں لوگوں سے خطاب کرتے وقت بیٹھا کروں گا' اس نے اپنے بیٹے کو حکم دیا کہ وہ ساگوان کی لکڑی سے منبر بنا دے' پھر وہ لڑکا اس منبر کو لے کر آیا' اس عورت نے وہ منبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھیج دیا' آپ نے اس منبر کو رکھنے کا حکم دیا' پس اس منبر کو رکھ دیا گیا' پھر آپ اس پر تشریف فرما ہوئے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۷۷ میں گزر چکی ہے۔

٢٠٩٥ - حَدَّثَنَا خَلَّادُ بْنُ يَحْيَى قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَيْمَنَ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ امْرَأَةً مِنَ الْأَنْصَارِ، قَالَتْ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَلَا أَجْعَلُ لَكَ شَيْئًا تَقْعُدُ عَلَيْهِ؟ فَإِنَّ لِي غُلَامًا نَجَّارًا قَالَ إِنْ شِئْتِ. قَالَ فَعَمِلَتْ لَهُ الْمِنْبَرَ، فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ الْجُمُعَةِ قَعَدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ الَّذِي صُنِعَ، فَصَاحَتِ النَّخْلَةُ الَّتِي كَانَ يَخْطُبُ عِنْدَهَا، حَتَّى كَادَتْ أَنْ تَنْشَقَّ، فَنَزَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى أَخَذَهَا فَضَمَّهَا إِلَيْهِ، فَجَعَلَتْ تَئِنُّ أَنِينَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں خلاد بن یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد بن ایمن نے حدیث بیان کی از حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کہ انصار کی ایک عورت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا میں آپ کے لیے کوئی ایسی چیز نہ بنوا دوں جس پر آپ بیٹھا کریں کیونکہ میرا بیٹا بڑھئی ہے' آپ نے فرمایا: اگر تم چاہو' پھر اس عورت نے آپ کے لیے منبر بنوا دیا' پھر جب جمعہ کا دن آیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس منبر پر بیٹھ گئے جو آپ کے لیے بنایا گیا تھا' تب کھجور کے درخت کا وہ ستون چلا کر رونے لگا جس سے ٹیک لگا کر آپ پہلے خطبہ دیتے تھے حتیٰ کہ لگتا تھا کہ وہ ستون پھٹ پڑے گا' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے اترے

الصَّبِيِّ الَّذِي يُسَكَّتُ، حَتَّى اسْتَقَرَّتْ، قَالَ بَكَتْ عَلَى مَا كَانَتْ تَسْمَعُ مِنَ الذِّكْرِ.

اور اس ستون کو پکڑ کر اپنے (سینہ کے) ساتھ لگایا' تب وہ ستون اس بچہ کی طرح سسکیاں لے کر رونے لگا جس کو چپ کرایا جاتا ہے' اس کے بعد وہ چپ ہوگیا۔ راوی نے کہا: یہ ستون اس لیے رو رہا تھا کہ یہ ذکر اور نصیحت سنتا تھا (اور اب اس سے محروم ہوگیا)۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۴۹ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں اللہ کے ذکر کی فضیلت ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا روشن معجزہ ہے' کیونکہ جدائی کے غم سے رونا عقل اور زبان کا تقاضا کرتا ہے اور لکڑی کا' ذکر کی جدائی کے غم سے انسانوں کی طرح رونا آپ کا بہت عظیم معجزہ ہے اور قرین قیاس یہ ہے کہ وہ ستون آپ کے لمس کے فراق میں رو رہا تھا کیونکہ ذکر تو وہ بعد میں بھی سن رہا تھا۔

٣٣- بَابُ شِرَاءِ الْإِمَامِ الْحَوَائِجَ بِنَفْسِهِ

امام کا اپنی ضرورت کی چیزوں کو خود خریدنا

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا اِشْتَرَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَمَلًا مِّنْ عُمَرَ.

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اونٹ خریدا۔

اس تعلیق کی حدیث موصول' صحیح البخاری: ۲۰۹۹ میں مذکور ہے۔

وَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا جَاءَ مُشْرِكٌ بِغَنَمٍ، فَاشْتَرَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُ شَاةً.

اور حضرت عبدالرحمان بن ابی بکر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ ایک مشرک بکریاں لے کر آیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے ایک بکری خریدی۔

اس تعلیق کے موافق موصول حدیث' صحیح البخاری: ۲۲۱۶ میں مذکور ہے۔

وَاشْتَرٰى مِنْ جَابِرٍ بَعِيْرًا.

اور (نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے اونٹ خریدا۔

اس تعلیق کے موافق حدیث موصول' صحیح البخاری: ۲۰۹۷ میں مذکور ہے۔

٢٠٩٦- حَدَّثَنَا يُوْسُفُ بْنُ عِيْسٰى قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ قَالَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ، عَنْ اِبْرَاهِيْمَ، عَنِ الْاَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ اِشْتَرٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ يَهُوْدِيٍّ طَعَامًا بِنَسِيئَةٍ وَرَهَنَهُ دِرْعَهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یوسف بن عیسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو معاویہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اعمش نے حدیث بیان کی از ابراہیم از الاسود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی سے ادھار طعام خریدا اور اس کے پاس اپنی زرہ گروی رکھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۰۶۸ میں گزر چکی ہے۔

٣٤- بَابُ شِرَاءِ الدَّوَابِّ وَالْحَمِيْرِ،

چوپایوں اور گدھوں کو خریدنا

اس باب کے عنوان میں ''دوابّ'' کا ذکر ہے اور یہ ''دابّۃ'' کی جمع ہے' جو حیوان سطح زمین پر چلے اس کو ''دابّۃ'' کہتے ہیں اور عرف میں یہ لفظ چوپایہ کے ساتھ مخصوص ہے۔

وَاِذَا اشْتَرٰی دَابَّةً اَوْ جَمَلًا وَّهُوَ عَلَيْهِ هَلْ يَكُوْنُ ذٰلِكَ قَبْضًا قَبْلَ اَنْ يَّنْزِلَ؟

اور جب کسی شخص نے چوپایہ یا اونٹ کو اس حال میں خریدا کہ وہ اس پر سوار تھا تو کیا اس سے اترنے سے پہلے اس کا اس پر قبضہ قرار پائے گا؟

یہ جملہ بھی باب کے عنوان کا ایک حصہ ہے۔

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعُمَرَ بِعْنِيْهِ . يَعْنِي جَمَلًا صَعْبًا.

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: مجھے اپنا سرکش اونٹ فروخت کر دو۔

اس تعلیق کے موافق حدیث موصول ان شاء اللہ ''کتاب الھبۃ'' میں آئے گی۔

۲۰۹۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ، عَنْ وَّهْبِ بْنِ كَيْسَانَ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ غَزَاةٍ، فَاَبْطَاَ بِيْ جَمَلِيْ وَاَعْيَا، فَاَتٰى عَلَيَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ جَابِرٌ. فَقُلْتُ نَعَمْ، قَالَ مَا شَاْنُكَ؟ قُلْتُ اَبْطَاَ عَلَيَّ جَمَلِيْ وَاَعْيَا فَتَخَلَّفْتُ، فَنَزَلَ يَحْجُنُهُ بِمِحْجَنِهِ، ثُمَّ قَالَ اِرْكَبْ. فَرَكِبْتُ، فَلَقَدْ رَاَيْتُهُ اَكُفُّهُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ، قَالَ تَزَوَّجْتَ؟ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ بِكْرًا اَمْ ثَيِّبًا؟ قُلْتُ بَلْ ثَيِّبًا، قَالَ اَفَلَا جَارِيَةً تُلَاعِبُهَا وَتُلَاعِبُكَ؟ قُلْتُ اِنَّ لِيْ اَخَوَاتٍ، فَاَحْبَبْتُ اَنْ اَتَزَوَّجَ امْرَاَةً تَجْمَعُهُنَّ وَتَمْشُطُهُنَّ، وَتَقُوْمُ عَلَيْهِنَّ، قَالَ اَمَّا اِنَّكَ قَادِمٌ، فَاِذَا قَدِمْتَ فَالْكَيْسَ الْكَيْسَ. ثُمَّ قَالَ اَتَبِيْعُ جَمَلَكَ؟ قُلْتُ نَعَمْ، فَاشْتَرَاهُ مِنِّيْ بِاُوْقِيَّةٍ، ثُمَّ قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلِيْ، وَقَدِمْتُ بِالْغَدَاةِ، فَجِئْنَا اِلَى الْمَسْجِدِ فَوَجَدْتُهُ عَلٰى بَابِ الْمَسْجِدِ، قَالَ اٰلْاٰنَ قَدِمْتَ؟ قُلْتُ نَعَمْ، قَالَ فَدَعْ جَمَلَكَ، فَادْخُلْ فَصَلِّ رَكْعَتَيْنِ فَدَخَلْتُ فَصَلَّيْتُ، فَاَمَرَ بِلَالًا اَنْ يَّزِنَ لَهٗ اُوْقِيَّةً، فَوَزَنَ لِيْ بِلَالٌ فَاَرْجَحَ فِي الْمِيْزَانِ، فَانْطَلَقْتُ حَتّٰى وَلَّيْتُ فَقَالَ اُدْعُ لِيْ جَابِرًا. قُلْتُ اٰلْاٰنَ يَرُدُّ عَلَيَّ الْجَمَلَ، وَلَمْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوہاب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبیداللہ نے حدیث بیان کی از وہب بن کیسان از حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا کہ میں ایک غزوہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا' میرا اونٹ تھک کر آہستہ آہستہ چل رہا تھا' پس میرے پاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم آئے اور فرمایا: جابر! میں نے عرض کیا: جی! آپ نے فرمایا: کیا بات ہے؟ میں نے عرض کیا: میرا اونٹ بہت آہستہ چل رہا ہے اور تھک گیا ہے' لہٰذا میں پیچھے رہ گیا ہوں' آپ سواری سے اترے اور اس کو ایک ٹیڑھے منہ کی لکڑی سے مارا' پھر فرمایا: اب سوار ہو' پس میں سوار ہوا' اب میں نے دیکھا کہ (وہ اونٹ اس قدر تیز دوڑ رہا تھا کہ میں اس کو بہ مشکل) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری سے آگے نکلنے سے روک رہا تھا' آپ نے (اثناء سفر میں) پوچھا: تم نے شادی کر لی ہے؟ میں نے کہا: جی ہاں! آپ نے پوچھا: کنواری لڑکی سے شادی کی ہے یا بیوہ عورت سے؟ میں نے کہا: بلکہ بیوہ عورت سے شادی کی ہے' آپ نے پوچھا: تم نے کنواری لڑکی سے شادی کیوں نہ کی؟ تم اس سے کھیلتے وہ تم سے کھیلتی' میں نے عرض کیا: میری کئی بہنیں ہیں تو میں نے چاہا کہ میں پختہ عورت سے شادی کروں جو اُن کی نگرانی کرے اور ان کے کنگھی چوٹی کرے اور ان کی تربیت کرے' آپ نے فرمایا: اب تم گھر پہنچنے والے ہو' جب تم گھر پہنچ جاؤ تو ہوشیاری سے کام لینا' پھر آپ نے پوچھا: کیا تم اپنا اونٹ فروخت کرو گے؟ میں نے عرض کیا:

يَكُنْ شَىْءٌ اَبْغَضَ اِلَىَّ مِنْهُ قَالَ خُذْ جَمَلَكَ وَلَكَ ثَمَنُهُ [اَلْكَيْسَ الْوَلَدُ كِنَايَةٌ عَنِ الْعَقْلِ].

ہاں! پس آپ نے وہ اونٹ ایک اوقیہ چاندی (چالیس درہم' تقریباً ٣٦٠٠ روپے' دسمبر ٢٠٠٧ء میں) کے عوض مجھ سے وہ اونٹ خرید لیا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھ سے پہلے مدینہ میں پہنچ گئے اور میں صبح کو پہنچا' پھر ہم مسجد میں آئے تو میں نے آپ کو مسجد کے دروازہ پر دیکھا' آپ نے فرمایا: تم اب آئے ہو؟ میں نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: اپنا اونٹ چھوڑ دو اور مسجد میں داخل ہو کر دو رکعت نماز پڑھو' پس میں نے مسجد میں داخل ہو کر نماز پڑھی' پھر آپ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ ان کے لیے ایک اوقیہ چاندی وزن کریں' سو حضرت بلال نے میرے لیے چاندی وزن کی اور زیادہ تول کر دی' پس میں چلا گیا حتیٰ کہ میں نے پیٹھ پھیر لی' پس آپ نے فرمایا: میرے لیے جابر کو بلاؤ' میں نے دل میں کہا: اب آپ مجھے اونٹ واپس کر دیں گے اور میرے نزدیک اس سے زیادہ اور کوئی چیز ناپسند نہیں تھی' آپ نے فرمایا: اپنا اونٹ لے جاؤ اور اس کی قیمت بھی تمہاری ہے۔ ''الکیس'' کا معنی ہے: بیٹا' اور یہ عقل سے کام لینے سے کنایہ ہے۔

اس حدیث میں ''الکیس الکیس'' کے الفاظ ہیں' یہ عقل کے ساتھ کام لینے سے کنایہ ہیں۔

صحیح البخاری: ٤٤٣ میں اس حدیث کا بے حد اختصار کے ساتھ ذکر تھا اور یہاں اس کی مکمل تفصیل ہے' سو ہم یہاں پر اس کی بسط کے ساتھ شرح کر رہے ہیں:

اس کی حدیث کو امام بخاری نے تقریباً بیس جگہوں پر ذکر کیا ہے جس کی تفصیل ہم حدیث: ٤٤٣ میں ذکر کر چکے ہیں' نیز اس کی تخریج حسب ذیل ہے:

صحیح مسلم: ٧١٥' الرقم المسلسل: ٣٩٩١' سنن ابوداؤد: ٣٥٠٣' سنن ترمذی: ١٢٥٣' سنن نسائی: ٤٦٣٧' مصنف ابن ابی شیبہ ج٦ ص ٣٣٠۔ ج ١٤ ص ٢٧٥' سنن کبریٰ: ٨٨١٧' المنتقی: ٦٣٥' مسند ابو یعلیٰ: ٢١٢٤' شرح مشکل الآثار: ٤٤٠٨' صحیح ابن حبان: ٦٥١٩' سنن دارمی: ٢٢١٦' مسند احمد ج ٣ ص ٢٩٩ طبع قدیم' مسند احمد: ١٤١٩٥۔ ج ٢٢ ص ١٠٧' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت۔

حدیث مذکور کی شرح' حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ سے

اس حدیث میں مذکور ہے کہ میں ایک غزوہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھا۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ یہ غزوہ ذات الرقاع تھا اور اس میں ''یَحْجُنُهٗ'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: اونٹ کے لکڑی چھوئی۔ (بس حافظ ابن حجر نے اس حدیث کی یہاں پر اتنی ہی شرح کی ہے) (فتح الباری ج ٣ ص ٥٦٠)

مبیع (سودے) پر قبضہ کی شرط اور قیمت میں اضافہ کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

اہل علم کا اس میں اختلاف ہے کہ بیع کی صحت میں مبیع پر قبضہ شرط ہے یا نہیں؟ امام مالک' امام احمد اور اسحاق کا مذہب یہ ہے کہ بیع صرف ایجاب اور قبول سے مکمل ہو جاتی ہے اور بیع کی تکمیل میں مبیع پر قبضہ کرنا شرط نہیں ہے سوا بیع صرف کے اور طعام کی طعام کے ساتھ بیع کے۔

امام ابوحنیفہ اور امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ مبیع پر قبضہ کرنے سے بیع مکمل ہوتی ہے' اگر خریدار کے مبیع پر قبضہ کرنے سے پہلے مبیع تلف یا ہلاک ہو جائے تو وہ بائع کے مال سے تلف ہوئی ہے اور اس کی تفصیل اپنے مقام پر آئے گی۔ علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اونٹ پر قبضہ کرنے سے پہلے وہ اونٹ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو ہبہ کر دیا تھا' پس جب خریدار کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ خریدی ہوئی چیز پر قبضہ کرنے سے پہلے بائع کو ہبہ کر دے تو اس کے لیے یہ بھی جائز ہے کہ وہ اس چیز کو بائع کے علاوہ کسی اور کو ہبہ کر دے' اور اس کے لیے یہ بھی جائز ہے کہ وہ اس چیز کو فروخت کر دے اور اس کے لیے جائز ہے کہ جس چیز کو اس نے خریدا ہے' اس میں ہر وہ تصرف کرے جو مالک اپنی ملک میں تصرف کرتا ہے' سو یہ سنت ثابتہ ہے اور مخالف کے لیے اس سنت ثابتہ کو رد کرنا جائز نہیں ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے حضرت بلال سے فرمایا: اس کے لیے ایک اوقیہ چاندی وزن کرو اور وزن میں اس کو زیادہ دینا۔

امام مالک' فقہاء کوفہ اور امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ فروخت کرنے والے اور خریدنے والے دونوں کی طرف سے مبیع میں اضافہ کرنا اور قیمت میں کمی کرنا جائز ہے خواہ قیمت پر بائع نے قبضہ کیا ہو یا نہ کیا ہو' جیسا کہ حضرت جابر کی حدیث مذکور میں ہے اور ان کے نزدیک یہ از سر نو ہبہ ہے۔

علامہ ابن القاسم نے کہا کہ قیمت میں اضافہ ہبہ ہے اور اگر مبیع میں عیب نکل آئے تو وہ اس اضافہ سے رجوع کر لے۔ امام ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ جو اضافہ عقد کے بعد کیا گیا ہے وہ فاسد ہے' امام ابو یوسف اور امام محمد نے ان سے اختلاف کیا ہے۔

امام طحاوی نے کہا ہے کہ بیع میں اضافہ جائز نہیں ہے اور ہمارے اصحاب نے اس میں قیاس کو ترک کر دیا اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث کے موافق موقف اختیار کیا ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۶ ص ۱۹۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

''الکیس'' کا معنی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معجزہ' حضرت جابر کا ادب اور ایثار' کنواری لڑکی سے نکاح کی فضیلت اور دیگر مسائل

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: پس جب تم گھر پہنچ جاؤ ''فالکیس الکیس'' اس کے معنی میں مختلف اقوال ہیں:

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ اس کا معنی ہے: جب تم گھر پہنچ جاؤ تو اولاد کی طلب میں عقل اور فہم اور نرمی سے کام لینا' کیونکہ اس وقت حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی اولاد نہیں تھی' یا اس کا معنی یہ ہے کہ گھر پہنچ کر اپنی بیوی سے جماع کے معاملہ میں احتیاط سے کام لینا کیونکہ ہو سکتا ہے وہ حائضہ ہو۔

''الکیس'' کا معنی ہے: کسی چیز کی بہت زیادہ حفاظت کرنا' ایک قول یہ ہے کہ یہاں ''الکیس'' کا معنی جماع ہے' ایک قول یہ

ہے کہ اس کا معنیٰ عقل سے کام لینا ہے۔ حدیث سے ثابت ہونے والے دیگر مسائل حسب ذیل ہیں:

(۱) اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ کے معجزہ کا بیان ہے' کیونکہ جس اونٹ سے پہلے چلا نہیں جاتا تھا' رسول اللہ ﷺ کے لکڑی چھوتے ہی وہ سب سے تیز بھاگنے لگا۔

(۲) اس حدیث میں یہ بیان ہے کہ صحابہ' رسول اللہ ﷺ کا کتنا ادب کرتے تھے' کیونکہ حضرت جابر اپنے اونٹ کو رسول اللہ ﷺ کے اونٹ سے آگے بڑھنے سے روکتے تھے۔

(۳) اس حدیث میں کنواری لڑکی سے نکاح کرنے کی ترغیب ہے جب کہ انسان خود کنوارا ہو' کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت جابر سے فرمایا: تم نے کنواری لڑکی سے نکاح کیوں نہ کیا' تم اس سے کھیلتے وہ تم سے کھیلتی۔

(۴) اس حدیث میں حضرت جابر کی فضیلت ہے کہ انہوں نے اپنے نفس پر ایثار کیا اور اپنی بہنوں کی پرورش اور تربیت کو اپنی نفسانی خواہش پر ترجیح دی۔

(۵) سفر سے آکر گھر جانے سے پہلے مسجد میں جا کر دو رکعت نماز پڑھنی چاہیے کیونکہ آپ نے حضرت جابر سے فرمایا: مسجد میں جا کر دو رکعت نماز پڑھو۔

(۶) جب قیمت ادا کی جائے تو کسی کو وکیل بنانا جائز ہے کیونکہ آپ نے حضرت بلال سے فرمایا: تم چاندی تول کر دو۔ طے شدہ قیمت سے زائد دینا جائز ہے کیونکہ آپ نے حضرت بلال سے فرمایا: تم ان کو زیادہ وزن کر کے دینا۔ امام مالک' امام شافعی اور فقہاء احناف کے نزدیک بائع کا مبیع میں اضافہ کرنا اور خریدار کا قیمت میں اضافہ کرنا اور کمی کرنا جائز ہے خواہ قیمت پر قبضہ کیا گیا ہو یا نہ۔

(۷) اس حدیث میں نبی ﷺ کی بے مثل خریداری کا بیان ہے کہ آپ نے ایک چیز خریدی اور اس کی قیمت' طے شدہ قیمت سے زیادہ دی' پھر وہ چیز بھی بائع کو دے دی اور اس کی قیمت بھی دے دی۔

(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۳۰۹۔۳۰۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۵ - بَابُ الْأَسْوَاقِ الَّتِي كَانَتْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ' فَتَبَايَعَ بِهَا النَّاسُ فِي الْإِسْلَامِ

زمانۂ جاہلیت کے وہ بازار جن میں لوگوں نے زمانۂ اسلام کے بعد خریداری کی

امام بخاری نے اس عنوان سے یہ اشارہ کیا ہے کہ جن مقامات پر گناہ کیے جاتے تھے اور افعالِ جاہلیت کیے جاتے تھے' ان مقامات پر نیک کام کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

۲۰۹۸ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ' عَنْ عَمْرٍو عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كَانَتْ عُكَاظٌ وَمَجَنَّةُ وَذُو الْمَجَازِ أَسْوَاقًا فِي الْجَاهِلِيَّةِ' فَلَمَّا كَانَ الْإِسْلَامُ تَأَثَّمُوا مِنَ التِّجَارَةِ فِيهَا' فَأَنْزَلَ اللّٰهُ ﴿لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ﴾ (البقرہ:۱۹۸) فِي مَوَاسِمِ الْحَجِّ. قَرَأَ ابْنُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عمرو از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ عکاظ اور مجنہ اور ذو المجاز زمانۂ جاہلیت میں بازار تھے' پھر جب اسلام آ گیا تو انہوں نے وہاں تجارت کرنے میں گناہ سمجھا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی: تم پر کوئی حرج نہیں ہے۔ (البقرہ:۱۹۸) حج کے موسم میں۔ حضرت

عَبَّاسٍ كَذَا.

ابن عباس نے اس آیت کو اسی طرح پڑھا ہے۔

اس آیت کی شرح' صحیح البخاری:۱۷۷۰ میں گزر چکی ہے۔

٣٦ - بَابُ شِرَاءِ الْإِبِلِ الْهِيمِ، أَوِ الْأَجْرَبِ

بیمار یا خارش زدہ اونٹ خریدنا

اَلْهَائِمُ اَلْمُخَالِفُ لِلْقَصْدِ فِي كُلِّ شَيْءٍ.

''هـائـم'' کا معنی ہے: جو میانہ روی کی مخالفت کرنے والا ہو۔

''هِیـم'' اس اونٹ کو کہتے ہیں جس کو پیاس کی بیماری ہو وہ مسلسل پانی پیتا رہتا ہے لیکن اس کی پیاس ختم نہیں ہوتی حتیٰ کہ وہ پیاسا ہی مرجاتا ہے' قرآن مجید میں ہے:

فَشٰرِبُوْنَ شُرْبَ الْهِيمِ O

پس تم سخت پیاسے اونٹ کی طرح پینے والے ہوگے۔

امام بخاری نے کہا ہے کہ'' هـائـم '' وہ ہے جو ہر چیز میں الٹا ارادہ کرتا ہے' امام بخاری کا منشاء یہ ہے کہ خارش زدہ اونٹ بھی اپنے کھڑے ہونے' بیٹھنے اور گھومنے میں الٹا ارادہ کرتا ہے۔

٢٠٩٩ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ قَالَ عَمْرٌو كَانَ هَا هُنَا رَجُلٌ اِسْمُهُ نَوَّاسٌ، وَكَانَتْ عِنْدَهُ إِبِلٌ هِيمٌ، فَذَهَبَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا فَاشْتَرٰى تِلْكَ الْإِبِلَ مِنْ شَرِيكٍ لَهُ، فَجَاءَ إِلَيْهِ شَرِيكُهُ، فَقَالَ بِعْنَا تِلْكَ الْإِبِلَ. فَقَالَ مِمَّنْ بِعْتَهَا؟ قَالَ مِنْ شَيْخٍ كَذَا وَكَذَا، فَقَالَ وَيْحَكَ، ذَاكَ وَاللّٰهِ ابْنُ عُمَرَ، فَجَاءَهُ فَقَالَ إِنَّ شَرِيكِي بَاعَكَ إِبِلًا هِيمًا وَلَمْ يَعْرِفْكَ. قَالَ فَاسْتَقْهَا، قَالَ فَلَمَّا ذَهَبَ يَسْتَاقُهَا، فَقَالَ دَعْهَا، رَضِينَا بِقَضَاءِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا عَدْوٰى. سَمِعَ سُفْيَانُ عَمْرًا.

[اطراف الحدیث: ۲۸۵۸-۵۰۹۳-۵۰۹۴-۵۷۵۳-۵۷۷۲]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ عمرو نے کہا: یہاں ایک شخص تھا' اس کا نام نواس تھا' اس کے پاس استسقاء کی بیماری والے اونٹ تھے' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس کے شریک سے وہ اونٹ خریدے' پھر اس کے پاس اس کا (دوسرا) شریک آیا اور اس نے اس کو بتایا کہ ہم نے وہ اونٹ فروخت کر دیئے' اس (پہلے) شریک نے پوچھا: تم نے وہ اونٹ کس کو فروخت کیے؟ اس نے کہا: فلاں فلاں بوڑھے آدمی کو' اس نے کہا: تم پر افسوس ہے' اللہ کی قسم! وہ تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ہیں' پھر وہ شریک ان کے پاس گیا اور کہا: میرے شریک نے آپ کو پیاس کی بیماری والے اونٹ فروخت کر دیئے اور اس نے آپ کو پہچانا نہیں تھا' حضرت ابن عمر نے کہا: اچھا اس کو لے جاؤ' جب وہ اس کو لے کر جانے لگا تو حضرت ابن عمر نے کہا: اس کو رہنے دو' ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد پر راضی ہیں کہ کوئی مرض (از خود) متعدی نہیں ہوتا۔ سفیان نے اس حدیث کو عمرو سے سنا ہے۔

اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے پیاس کی بیماری والا اونٹ خریدا۔

اگر خریدار راضی ہو تو عیب والی چیز کو فروخت کرنا جائز ہے

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ عیب والی چیز کو خریدنا اور اس کو بیچنا جائز ہے اور جب بیچنے والے نے خریدار کو مبیع کے عیب پر مطلع کر دیا تو یہ بیع میں وہ دھوکا نہیں ہے جو ممنوع ہے اور حضرت ابن عمر اونٹوں کی بیماری پر مطلع ہونے کے باوجود اس بیع پر راضی رہے تو یہ بیع صحیح ہو گئی۔ (شرح ابن بطال ج ۶ ص ۱۹۸ ' دار الکتب العلمیہ بیروت ' ۱۴۲۶ ھ)

علامہ بدرالدین عینی نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۳۱۲)

۳۷ - بَابُ بَيْعِ السِّلَاحِ فِي الْفِتْنَةِ وَغَيْرِهَا

ایامِ فتنہ میں اسلحہ فروخت کرنے کا حکم اور غیر ایامِ فتنہ میں

ایامِ فتنہ سے مراد وہ ایام ہیں جب مسلمانوں کے درمیان آپس میں جنگ ہو رہی ہو' امام بخاری نے اپنی عادت کے مطابق اس کا حکم نہیں بیان کیا' اس کے حکم میں تفصیل ہے اور وہ یہ ہے کہ ایامِ فتنہ میں اسلحہ فروخت کرنا مکروہ ہے' کیونکہ اس سے اس فریق کی اعانت ہو گی جو اسلحہ خریدے گا اور یہ حکم اس وقت ہے جب حال مشتبہ ہو لیکن جب یہ معلوم ہو کہ ایک فریق باغی ہے تو جس جانب لوگ حق پر ہوں' ان کو اسلحہ فروخت کرنا درست ہے' اور غیر ایامِ فتنہ میں اسلحہ فروخت کرنے سے منع نہیں کیا جائے گا۔

وَكَرِهَ عِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ بَيْعَهُ فِي الْفِتْنَةِ.

اور حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے ایامِ فتنہ میں اسلحہ فروخت کرنے کو مکروہ کہا ہے۔

اس تعلیق کو امام ابن عدی اور امام طبرانی نے سند موصول کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۳۱۲)

۲۱۰۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ' عَنْ مَالِكٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ' عَنِ ابْنِ اَفْلَحَ' عَنْ اَبِي مُحَمَّدٍ' مَوْلَى اَبِي قَتَادَةَ' عَنْ اَبِي قَتَادَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ حُنَيْنٍ' فَاَعْطَاهُ يَعْنِي دِرْعًا فَبِعْتُ الدِّرْعَ' فَابْتَعْتُ بِهِ مَخْرَفًا فِي بَنِي سَلَمَةَ' فَاِنَّهُ لَاَوَّلُ مَالٍ تَاَثَّلْتُهُ فِي الْاِسْلَامِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از یحییٰ بن سعید از ابن افلح از ابی محمد مولیٰ ابی قتادہ از حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ جس سال غزوۂ حنین ہوا تھا' اسی سال ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے تو آپ نے ابوقتادہ کو زرہ عطا کی' سو میں نے وہ زرہ فروخت کر دی اور اس کے عوض بنی سلمہ میں باغ خرید لیا اور یہ وہ پہلا مال تھا جس کو میں نے اسلام میں حاصل کیا۔

[اطراف الحدیث: ۳۱۴۲-۴۳۲۱-۴۳۲۲-۷۱۷۰] (صحیح مسلم: ۱۷۵۱' الرقم المسلسل: ۴۴۵۷' سنن ابوداؤد: ۲۷۱۷' سنن ترمذی: ۱۵۶۲' سنن ابن ماجہ: ۲۸۳۷)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبداللہ بن مسلمہ القعنبی (۲) امام مالک بن انس (۳) یحییٰ بن سعید انصاری (۴) ابن افلح' ان کا نام عمر بن کثیر ہے' یہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام تھے (۵) ابومحمد' ان کا نام نافع بن عیاش الاقرع ہے' یہ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام تھے (۶) حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ' ان کا نام الحارث بن ربعی انصاری ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۳۱۲)

کافر سے چھینے ہوئے مال سے خوش حالی اور ایامِ فتنہ میں اسلحہ فروخت کرنے کی تفصیل

اس حدیث میں غزوۂ حنین کا ذکر ہے۔ یہ غزوہ آٹھ ہجری میں ہوا تھا اور حنین مکہ سے تین میل کے فاصلہ پر ایک وادی ہے۔

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ اس حدیث میں بعض الفاظ کا ذکر نہیں ہے اور وہ یہ ہیں کہ حضرت ابوقتادہ نے ایک کافر کو قتل کر دیا تھا تو نبی

صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کافر کا اتارا ہوا سامان حضرت ابوقتادہ کو عطا فرمایا تھا اور اس سامان میں اس کی زرہ بھی تھی' اس زرہ کو بیچ کر حضرت ابوقتادہ نے باغ خریدا تھا۔

حضرت ابوقتادہ نے اس زرہ کو غیر ایامِ فتنہ میں بیچا تھا اور چونکہ امام بخاری نے اس باب کے عنوان میں غیر ایام فتنہ میں اسلحہ فروخت کرنے کا بھی ذکر کیا تھا تو عنوان کے اس دوسرے جز کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت ہے' اور عنوان کا پہلا جز ہے: ایامِ فتنہ میں اسلحہ فروخت کرنا' اس کی مطابقت امام بخاری کی تعلیق کے ساتھ ہے کیونکہ اس میں ذکر ہے کہ ایامِ فتنہ میں اسلحہ فروخت کرنا مکروہ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١١ص ٣١٣' فتح الباری ج ٣ ص ٥٦٢)

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ایامِ فتنہ میں باغی مسلمانوں کے ہاتھ اسلحہ فروخت کرنا اس لیے مکروہ ہے کہ یہ گناہ اور سرکشی پر تعاون ہے اور یہ مکروہ اور ممنوع ہے' اسی وجہ سے امام مالک نے کہا ہے کہ جو شخص انگور کے شیرہ سے شراب بناتا ہے' اس کو انگور فروخت کرنا جائز نہیں ہے اور اس کے ساتھ انگور کی بیع فسخ کر دی جائے گی' امام شافعی نے کہا ہے کہ یہ بیع مکروہ تنزیہی ہے اور جب یہ بیع ہو جائے تو جائز ہے' کیونکہ اس نے حلال چیز کی بیع کی ہے اور ثوری نے کہا ہے کہ اس میں سے کوئی چیز مکروہ نہیں ہے اور کہا ہے کہ تم اپنی حلال چیز کو جس سے چاہو فروخت کر دو۔

اور غیر فتنہ کے ایام میں مسلمانوں سے بیع کرنا جائز ہے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ. (البقرہ: ٢٧٥) اور اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال کر دیا ہے۔

(شرح ابن بطال ج ٦ ص ١٩٩' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ٤٤٥٣- ج ٥ ص ٣٤٧ پر مذکور ہے' اس کی شرح میں ''سَلَب'' (کفار سے چھینا ہوا سامان) کی بہت زیادہ تحقیق ہے۔

٣٨- بَابٌ فِي الْعَطَّارِ وَبَيْعِ الْمِسْكِ

عطار اور مُشک کی بیع کا ذکر

٢١٠١- حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ بُرْدَةَ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا بُرْدَةَ بْنَ اَبِيْ مُوْسٰى' عَنْ اَبِيْهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الْجَلِيْسِ الصَّالِحِ وَالْجَلِيْسِ السُّوْءِ' كَمَثَلِ صَاحِبِ الْمِسْكِ وَكِيْرِ الْحَدَّادِ' لَا يَعْدَمُكَ مِنْ صَاحِبِ الْمِسْكِ اِمَّا تَشْتَرِيْهِ اَوْ تَجِدُ رِيْحَهُ' وَكِيْرُ الْحَدَّادِ يُحْرِقُ بَدَنَكَ اَوْ ثَوْبَكَ' اَوْ تَجِدُ مِنْهُ رِيْحًا خَبِيْثَةً. [طرف الحدیث: ٥٥٣٤]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوبردہ بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے ابوبردہ بن ابی موسیٰ سے سنا از والد خود رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نیک ہم نشیں اور بد ہم نشیں کی مثال ایسے ہے جیسے مشک والا اور لوہار کی بھٹی والا ہو' مشک والا اس حال سے خالی نہیں ہے کہ یا تو تم اس سے مشک خرید لو گے ورنہ اس کی خوش بو سونگھو گے اور لوہار کی بھٹی والا یا تو تمہارا بدن یا تمہارے کپڑے جلائے گا ورنہ تم اس کی بدبو سونگھو گے۔

(صحیح مسلم: ٢٦٢٨' الرقم المسلسل: ٦٥٨٧' مسند الحمیدی: ٧٧٢' مسند ابوداؤد الطیالسی: ٥٠٣' صحیح ابن حبان: ٥٧٩' مسند ابویعلیٰ: ٧٢٧٠' مسند احمد ج ٤ ص ٤٠٥ طبع قدیم' مسند احمد: ١٩٦٢٤- ج ٣٢ ص ٣٩٩' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) موسیٰ بن اسماعیل المنقری التبوذکی (۲) عبدالواحد بن زیاد العبدی (۳) ابوبردہ ان کا نام ہے: برید بن عبداللہ ابوبردہ بن ابوموسیٰ (۴) ابوبردہ ان کا نام عامر بن ابوموسیٰ ہے (۵) ان کے والد وہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ ہیں ان کا نام عبداللہ بن قیس ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۳۱۴)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: مشک والا اس حال سے خالی نہیں ہے کہ یا تو تم اس سے مشک خرید لو گے ورنہ اس کی خوشبو سونگھو گے۔

مُشک کے حرام یا حلال ہونے میں اختلاف فقہاء

سیاہ سرخی مائل جما ہوا خون جو ہرن کی ناف میں ایک تھیلی میں ہوتا ہے یہ ہرن کی ناف سے جھڑ جاتا ہے اور نہایت خوشبودار ہوتا ہے اس کو مُشک کہتے ہیں۔ (قائد اللغات ص ۸۷۶)

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

مشک کی بیع میں فقہاء کا اختلاف ہے بعض فقہاء مشک کی بیع کو مکروہ قرار دیتے ہیں (کیونکہ یہ ہرن کا خون ہوتا ہے اور خون نجس ہے) اور دوسرے فقہاء مشک کی بیع کو جائز قرار دیتے ہیں اور یہ حدیث مشک کی بیع کے جواز پر دلیل ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نیک ہم نشیں کی مشک فروخت کرنے والے کے ساتھ مثال دی ہے اور فرمایا: یا تو تم اس سے مشک خرید لو گے یا اس کی خوشبو سونگھو گے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بتایا کہ لوگوں کی عادت مشک خریدنا ہے اور وہ مشک کو سونگھنے میں رغبت کرتے ہیں۔ اگر مشک کو خریدنا ناجائز ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کو واضح فرما دیتے اور بے شک اللہ تعالیٰ نے نجس چیزوں کی بیع کو اور بدبودار چیزوں کے استعمال کو حرام کر دیا پس جن لوگوں نے اس بیع کو حرام کہا ہے وہ بے معنی ہے اور اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کی ہم نشینی سے منع فرمایا ہے جس سے ایذاء پہنچتی ہو جیسے غیبت کرنے والے اور باطل چیزوں میں مشغول رہنے والے کی ہم نشینی اور اس کے برعکس ایسے شخص کی ہم نشینی کی ترغیب دی ہے جو نیک کام کر رہا ہو یا اللہ تعالیٰ کا ذکر کر رہا ہو یا علم سیکھ رہا ہو اور اس میں تمام نیکی کے کام داخل ہیں اور روایت ہے کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام بھی عطار تھے۔ (شرح ابن بطال ج ۶ ص ۲۰۰ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

مُشک کے پاک ہونے پر دلائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مشک کے پاک ہونے پر دلیل ہے اور اس کی پاکیزگی کے متعلق یہ حدیث بھی ہے:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بنی اسرائیل کی ایک عورت نے اپنی انگوٹھی میں مشک بھری تھی اور مشک تمام خوشبوؤں سے زیادہ پاکیزہ ہے۔ (صحیح مسلم: ۲۲۵۲ الرقم المسلسل: ۵۷۷۵ سنن ابوداؤد: ۳۱۵۸ سنن نسائی: ۱۹۰۵ مسند احمد ج ۳ ص ۶۸ طبع قدیم مسند احمد: ۱۱۶۴۲ ج ۱۸ ص ۱۸۹ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

کتاب الاشراف میں سند جید کے ساتھ یہ روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مشک تھی جس سے آپ خوشبو لگاتے تھے۔

صحابہ اور فقہاء تابعین میں سے اکثر کا یہی مؤقف تھا حضرت علی بن ابی طالب حضرت ابن عباس حضرت ابن عمر حضرت انس اور حضرت سلمان رضی اللہ عنہم کا یہی مختار تھا فقہاء تابعین میں سے محمد بن سیرین سعید بن المسیب اور جابر بن زید کا یہی مؤقف تھا اور ائمہ مجتہدین میں سے امام شافعی امام مالک امام احمد اور اسحاق کا یہی مذہب تھا۔

بعض فقہاء نے مشک کی طہارت کی مخالفت کی ہے' امام ابن ابی شیبہ نے روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میری میت پر مشک کی خوشبو نہ لگانا اور اس کو ناپسند کیا' اسی طرح حضرت عمر بن عبد العزیز' عطاء' حسن' بصری' مجاہد اور ضحاک سے منقول ہے اور اکثر نے کہا ہے کہ مشک کو لگانا زندہ اور مردہ دونوں کے لیے درست نہیں ہے کیونکہ مشک خود مردہ ہے اور وہ ان کے نزدیک اس طرح ہے جس طرح زندگی سے کوئی چیز الگ کر لی گئی۔ علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ اس کا عدم جواز صرف عطاء سے منقول ہے۔

(علامہ عینی فرماتے ہیں:) میں کہتا ہوں کہ امام ابن ابی شیبہ نے سند جید کے ساتھ عطاء سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ عطاء سے سوال کیا گیا کہ کیا مردہ کو مشک لگائی جائے؟ تو انہوں نے کہا: ہاں! اور یہ علامہ ابن المنذر کی نقل کے خلاف ہے اور ان مانعین کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ مشک اس طرح ہے جیسے زندہ جانور سے کوئی عضو الگ کر لیا گیا' کیونکہ زندہ جانور سے جو عضو کاٹ کر الگ کر لیا جائے' اس سے خون بہتا ہے اور ہرن کی ناف میں جو جما ہوا خون ہوتا ہے وہ اس طرح نہیں ہوتا' جب ہرن اپنے جسم کو کھجاتا ہے تو اس وقت اس سے مشک جھڑ جاتی ہے اور یہ اس طرح ہے جیسے جسم سے بال ٹوٹ کر گر جائے۔ قاضی ابو الفضل عیاض نے کہا ہے کہ مشک کے پاک ہونے اور اس کے استعمال کے جواز پر اجماع قطعی ہے اور ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ مشک بالا جماع حلال ہے اور مردوں اور عورتوں کے لیے اس کا استعمال جائز ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس میں پہلے اختلاف تھا اور اب اس کی طہارت اور اس کی بیع کے جواز پر اجماع ہو چکا ہے۔

علامہ مہلب نے کہا ہے کہ مشک میں اصل تحریم ہے کیونکہ یہ خون ہے لیکن جب یہ خون کی حالتِ مکروہہ یعنی بدبو سے خوشبو کی طرف منتقل ہو گئی تو یہ پاکیزہ خوشبو کی وجہ سے حلال ہو گئی اور یہ خمر کی طرح ہے' وہ پہلے حرام ہے لیکن جب اس میں سرکہ ڈال دیا جائے تو پھر وہ حلال ہو جاتی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۳۱۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۵۸۴۷۔ ج ۷ ص ۲۴۳ پر مذکور ہے' اس کی شرح کا عنوان ہے: مشک اور نافہ کی طہارت کی تحقیق۔

۳۹ - بَابُ ذِكْرِ الْحَجَّامِ حجام (فصد لگانے والے) کا ذکر

اس سے پہلے باب: ۲۵' سود کھلانے والے کے حکم میں جو حدیث بیان کی گئی تھی' اس میں یہ ذکر تھا کہ خون کی قیمت حرام ہے' اس سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ فصد لگانا حرام ہے کیونکہ فصد میں آلات کے ذریعہ جسم سے خون نکالا جاتا ہے اور اس باب میں امام بخاری نے دو حدیثیں روایت کی ہیں' جو فصد لگانے اور اس کی قیمت وصول کرنے کے جواز پر دلالت کرتی ہیں' امام بخاری نے ان حدیثوں کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے تاکہ اس سے یہ معلوم ہو جائے کہ اس سے پہلے جو خون کی قیمت کی ممانعت کی حدیث آئی ہے' اس میں ممانعت سے مراد تنزیہی ہے یا پھر وہ ممانعت منسوخ ہو گئی ہے۔

۲۱۰۲ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ حَجَمَ اَبُوْ طَيْبَةَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاَمَرَ لَهٗ بِصَاعٍ مِّنْ تَمْرٍ، وَاَمَرَ اَهْلَهٗ اَنْ يُّخَفِّفُوْا مِنْ خَرَاجِهٖ.

[اطراف الحدیث: ۲۲۱۰۔ ۲۲۷۷۔ ۲۲۸۰۔ ۲۲۸۱۔ ۵۶۹۶]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از حمید از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو طیبہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فصد لگائی تو آپ نے حکم دیا کہ ان کو ایک صاع کھجوریں دی جائیں اور ان کے گھر والوں کو یہ حکم دیا کہ وہ ان کے خراج میں تخفیف کر دیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۵۷ مسند ابویعلیٰ: ۳۶۹۹ صحیح ابن حبان: ۱۷۵۹ شرح السنۃ: ۸۴۰ الضعفاء للعقیلی ج ۲ ص ۲۸۹ المعجم الکبیر: ۷۲۶
صحیح ابن حبان: ۲۱۳۸-۱۸۵۶ حلیۃ الاولیاء ج ۷ ص ۲۳۲ مسند احمد ج ۳ ص ۱۰۰ طبع قدیم مسند احمد: ۱۱۹۲۶ ج ۱۹ ص ۳۰ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے کہ حضرت ابوطیبہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فصد لگائی اور فصد لگانے والے کو عربی میں "حجّام" کہتے ہیں۔

"خَراج" کا معنی

اس حدیث میں "خَـــراج" کا ذکر ہے مالک اپنے غلام کے لیے ہر روز کی ادائی کے لیے جو رقم مقرر کرتا ہے اس کو خراج کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوطیبہ کے مالکوں سے کہا کہ وہ ان سے جو روزانہ رقم لیتے ہیں اس میں تخفیف کر دیں۔

فصد لگانے اور اس پر اجرت لینے کا جواز

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں فصد لگانے اور اس کی اجرت لینے کے جواز پر دلیل ہے۔

اس حدیث میں اس پر بھی دلیل ہے کہ مالک اپنے غلام پر ایک معین رقم مقرر کر سکتا ہے کہ تم مجھے اتنی رقم روزانہ کما کر لا کر دو۔

اس میں یہ بھی دلیل ہے کہ اس کے خُراج میں تخفیف کی سفارش کرنا جائز ہے۔

روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے پوچھا: تمہارا اخراج کتنا ہے؟ انہوں نے بتایا: تین صاع ہیں (یعنی ان پر لازم تھا کہ وہ محنت مزدوری کر کے بارہ کلو کھجوریں حاصل کریں اور ان کو لا کر اپنے مالکوں کو دیں) تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے خراج میں سے ایک صاع (یعنی چار کلو) کم کرا دیئے۔ اس حدیث کو امام طحاوی اور امام احمد نے روایت کیا ہے۔

(شرح معانی الآثار: ۵۹۰۰ مسند احمد ج ۳ ص ۳۵۳)

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے جو خون کی اجرت دینے سے منع کیا تھا وہ ممانعت اب منسوخ ہو چکی ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فصد لگانے والے کو اجرت دی اور اس کے خراج میں تخفیف بھی کی امام ابوحنیفہ امام ابویوسف اور امام محمد کا یہی مذہب ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۳۱۷-۳۱۶ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ ھ)

۲۱۰۳ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ هُوَ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ احْتَجَمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَعْطَى الَّذِيْ حَجَمَهُ وَلَوْ كَانَ حَرَامًا لَمْ يُعْطِهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی اور وہ ابن عبد اللہ ہیں انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فصد لگوائی اور جس نے فصد لگائی اس کو آپ نے (کچھ) عطا کیا اور اگر وہ حرام ہوتا تو آپ اس کو عطا نہ فرماتے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۸۳۵ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث کی سند میں پہلے خالد بن عبداللہ کا ذکر ہے یہ الطحان الواسطی ہیں اس کے بعد پھر دوسرے خالد کا ذکر ہے وہ خالد بن مہران الحذاء البصری ہیں۔

حدیث مذکور کے مسائل اور فوائد

اس حدیث میں ذکر ہے کہ جس نے فصد لگائی اس کو آپ نے عطا کیا' اور وہ چیز ذکر نہیں کی جو آپ نے عطا فرمائی' اس کا معنی ہے: اس کو آپ نے کوئی چیز عطا کی' یا اس کا معنی ہے: آپ نے اس کو ایک صاع کھجوریں عطا کیں اور اس پر قرینہ یہ ہے کہ حدیث سابق میں ایک صاع کھجوریں عطا کرنے کا ذکر ہے۔

اس حدیث میں یہ ثبوت بھی ہے کہ یہ بھی جائز ہے کہ کسی شخص سے کام کرایا جائے اور نہ اسے کام کی مقدار بتائی جائے اور نہ اس کو اجرت کی مقدار بتائی جائے' علامہ داؤدی نے کہا ہے کہ اس حدیث کا محمل یہ ہے کہ اس زمانہ میں لوگ فصد لگانے کی اجرت میں ایک صاع کھجوریں دیا کرتے تھے' سو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بغیر پیشگی طے کیے ہوئے ایک صاع کھجوریں اجرت عطا فرمانا اس زمانہ کے رواج اور عادت پر محمول ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۳۱۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ ابن بطال کا امام ابوحنیفہ کی طرف فصد کی اجرت کی کراہت کو منسوب کر کے ان کا رد کرنا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ دلیل ہے کہ فصد لگانے والے کی اجرت حلال ہے جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے اور اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ امام ابوحنیفہ نے فصد لگانے والے کی اجرت کو جو مکروہ کہا ہے' اس پر کوئی دلیل نہیں ہے اور امام ابوحنیفہ نے اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے استدلال کیا ہے کہ خون کی قیمت حرام ہے۔ (صحیح البخاری: ۲۰۸۶) علماء نے کہا ہے کہ خون کی قیمت اس طرح حرام نہیں ہے جس طرح شراب کی اور مردار کی قیمت حرام ہے' اور یہ ممانعت فصد لگانے کے کسب سے متعلق نہیں ہے' جیسا کہ حضرت انس اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم کی ان مذکور الصدر حدیثوں سے واضح ہے' اور اگر فصد لگانے کا کسب ممنوع بھی ہوتا تو وہ ان حدیثوں سے منسوخ ہو گیا ہے یا پھر وہ ممانعت تنزیہہ پر محمول ہے' یا پھر یہ ممانعت اس طرح ہے جس طرح آپ نے نر کی جفتی کی اجرت دینے سے منع فرمایا ہے اور اس سے آپ کی منشاء یہ ہے کہ اس کام کو بہ طور پیشہ اختیار نہ کیا جائے کیونکہ نر کی جفتی کی اجرت لینا کوئی مہذب اور باوقار کام نہیں ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۶ ص ۲۰۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

مصنف کی جانب سے اس پر دلائل کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک فصد لگانے کی اجرت جائز ہے اور علامہ ابن بطال کا اعتراض غلط ہے

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن بطال نے امام ابوحنیفہ کی طرف خلاف واقع یہ نسبت کی ہے کہ وہ فصد لگانے والے کی اجرت کو مکروہ کہتے ہیں' ہم اس سے پہلے امام طحاوی کے حوالے سے یہ لکھ چکے ہیں کہ امام ابوحنیفہ' امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک فصد لگانے والے کی کمائی اور اس کی اجرت حلال ہے' امام طحاوی متعدد اسانید سے روایت کرتے ہیں:

حضرت محیصہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فصد لگانے کی کمائی کے متعلق سوال کیا تو آپ نے اس سے منع فرمایا' انہوں نے دوبارہ سوال کیا تو آپ نے پھر اس سے منع فرمایا' انہوں نے سہ بارہ سوال کیا تو آپ نے پھر اس سے منع فرمایا' انہوں نے پھر بار سوال کیا تو آپ نے پھر منع فرمایا' پھر وہ مسلسل آپ سے پوچھتے رہے حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم فصد کی کمائی سے اپنے اونٹ کو چارا کھلاؤ اور اپنے غلام کو اس کمائی سے کھلاؤ۔

(شرح معانی الآثار: ۵۹۱۴' سنن ترمذی: ۱۲۸۱' سنن ابوداؤد: ۳۴۲۲' سنن ابن ماجہ: ۲۱۶۲' مسند احمد ج ۵ ص ۴۳۶)

امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی متوفی ۳۲۱ھ لکھتے ہیں:

نبی ﷺ نے فصد کی کمائی سے غلام اور اونٹ کو کھلانے کی اجازت دی ہے اور یہ اس کی دلیل ہے کہ فصد کی کمائی حرام نہیں ہے' کیا تم نہیں دیکھتے کہ حرام کی کمائی سے نہ اپنے اونٹ کو کھلانا جائز ہے نہ اپنے غلام کو کیونکہ نبی ﷺ نے غلام کے متعلق فرمایا ہے: ان کو اس طعام سے کھلاؤ جس سے تم خود کھاتے ہو۔ (صحیح البخاری: ۳۰' صحیح مسلم: ۱۶۶۱)

پس جب یہ ثابت ہو گیا کہ نبی ﷺ نے حضرت محیصہ کو یہ اجازت دی تھی کہ وہ فصد کی کمائی سے اپنے اونٹ کو کھلائیں اور اپنے غلام کو کھلائیں تو واضح ہو گیا کہ اس سے پہلے جو آپ نے ممانعت فرمائی تھی وہ اب منسوخ ہو گئی اور حضرت محیصہ کے لیے اور دوسروں کے لیے اب فصد کی کمائی سے کھانا جائز ہو گیا اور یہی امام ابوحنیفہ' امام ابو یوسف اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہم کا قول ہے۔

(شرح معانی الآثار ج ۳ ص ۴۱۶۔۴۱۵' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

علامہ ابن بطال اپنی شرح میں اکثر امام طحاوی کے حوالے دیتے رہتے ہیں' اگر وہ اس بحث میں بھی امام طحاوی کی کتاب کا مطالعہ کر لیتے تو وہ امام ابوحنیفہ کی طرف منسوب کر کے غلط بات نہ لکھتے۔

امام طحاوی کے بعد کے فقہاء احناف نے بھی یہ تصریح کی ہے کہ فصد کی کمائی اور اس کی اجرت لینا جائز ہے۔

علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ ھ لکھتے ہیں:

فصد لگانے کی اجرت لینا جائز ہے کیونکہ فصد لگانا امر مباح ہے' اور اس کے متعلق جو ممانعت ہے وہ تنزیہہ پر محمول ہے۔

(بدائع الصنائع ج ۶ ص ۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ ھ)

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ ھ لکھتے ہیں:

رہا فصد لگانے والا تو روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فصد لگوائی اور فصد لگانے والے کو اجرت دی اور اس لیے کہ یہ عملِ معلوم کی اجرتِ معلومہ ہے' اس لیے جائز ہے۔ (ہدایہ اخیرین ص ۳۰۵' مکتبہ رحمانیہ' لاہور)

علامہ علاء الدین محمد بن علی حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ ھ لکھتے ہیں:

فصد لگانے کی اجرت جائز ہے کیونکہ نبی ﷺ نے فصد لگوائی اور اس کی اجرت عطا کی اور جس حدیث میں فصد کے کسب کی ممانعت ہے' وہ منسوخ ہے۔ (الدر المختار ج ۲ ص ۱۷۸' ایچ۔ ایم سعید کمپنی' کراچی)

اس عبارت کی شرح میں علامہ محمد امین بن عمر بن عبد العزیز شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ ھ لکھتے ہیں:

نبی ﷺ کے فصد لگوانے کا ذکر' صحیح البخاری: ۲۱۰۳' اور صحیح مسلم: ۱۵۷۷ میں ہے اور امام ابوداؤد کی روایت میں ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوطیبہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے فصد لگائی اور آپ نے انہیں ایک صاع کھجوریں دینے کا حکم دیا۔ (سنن ابوداؤد: ۳۴۲۴۔۳۴۲۳' سنن ترمذی: ۱۲۷۸) اگر یہ اجرت خبیث ہوتی تو آپ ان کو اجرت نہ عطا فرماتے۔

فصد کی کمائی کی ممانعت اس حدیث سے منسوخ ہے:

حضرت محیصہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے فصد کی کمائی کی اجرت کی اجازت طلب کی تو آپ نے منع فرمایا' پھر وہ آپ سے مسلسل سوال کرتے رہے حتیٰ کہ آپ نے حکم دیا کہ تم اس کمائی سے اپنے اونٹ کو چارا کھلاؤ اور اپنے غلام کو کھانا کھلاؤ۔ (سنن ابوداؤد: ۳۴۲۲' سنن ترمذی: ۱۲۷۷' سنن ابن ماجہ: ۲۱۶۶)

الاتقانی نے جواب دیا ہے کہ جس حدیث میں فصد کی کمائی کو کسب خبیث فرمایا ہے۔ (صحیح مسلم: ۱۵۶۸) وہ کراہت طبعی پر محمول

ہے کیونکہ اس کام میں خست اور دناءت ہے یعنی یہ گھٹیا کام ہے۔ (ردالمحتار ج ۹ ص ۶۲۔۶۱ ' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ جس حدیث میں فصد کے کسب کو خبیث فرمایا ہے' وہ حدیث منسوخ ہے یا وہ مکروہ طبعی ہے اور امام اعظم نے اس کو شرعی مکروہ قرار نہیں دیا۔

٤٠ - بَابُ التِّجَارَةِ فِيْمَا يُكْرَهُ لُبْسُهُ لِلرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ

ان کپڑوں کی تجارت جن کا پہننا مردوں اور عورتوں کے لیے مکروہ ہے

اس باب میں امام بخاری نے دو حدیثیں ذکر کی ہیں' پہلی حدیث میں ان کپڑوں کا ذکر ہے' جن کا پہننا مردوں کے لیے مکروہ ہے اور دوسری حدیث میں ان پردوں کا ذکر ہے جن میں تصاویر ہوں' ان کو گھروں میں لگانا مکروہ ہے' اس کا تعلق عورتوں کے ساتھ ہے کیونکہ گھروں کی آرائش کے لیے عموماً عورتیں پردے لگاتی ہیں۔ اس عنوان پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ عنوان میں پہننے کا ذکر ہے اور پردوں کو پہنا نہیں جاتا؟ علامہ عینی نے اس اعتراض کا یہ جواب دیا ہے کہ پہننے سے مراد استعمال کرنا ہے' لہٰذا پردے بھی اس میں شامل ہیں۔ اس کے بعد علامہ عینی لکھتے ہیں کہ اس اعتراض کے جواب میں شارحین ناکام ہو گئے اور میں نے جو جواب ذکر کیا ہے' وہ مجھ پر انوار الہیہ اور فیوض ربانیہ سے منکشف ہوا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۳۱۸۔۳۱۷ ' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٢١٠٤ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ حَفْصٍ' عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ' عَنْ اَبِيْهِ قَالَ اَرْسَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ بِحُلَّةِ حَرِيْرٍ' اَوْ سِيَرَاءَ' فَرَاٰهَا عَلَيْهِ' فَقَالَ اِنِّيْ لَمْ اُرْسِلْ بِهَا اِلَيْكَ لِتَلْبَسَهَا' اِنَّمَا يَلْبَسُهَا مَنْ لَّا خَلَاقَ لَهٗ' اِنَّمَا بَعَثْتُ اِلَيْكَ لِتَسْتَمْتِعَ بِهَا. يَعْنِيْ تَبِيْعُهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوبکر بن حفص نے حدیث بیان کی از سالم بن عبد اللہ بن عمر از والد خود رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف ریشم یا سیراء کا حلّہ بھیجا' پھر آپ نے حضرت عمر کو وہ حلّہ پہنے ہوئے دیکھا تو آپ نے فرمایا: میں نے یہ تمہارے پاس تمہارے پہننے کے لیے نہیں بھیجا تھا' اس ریشمی حلّہ کو وہ لوگ پہنتے ہیں جن کا آخرت کے اجر میں کوئی حصہ نہیں ہوتا' میں نے یہ تمہارے پاس اس لیے بھیجا تھا کہ تم اس سے نفع حاصل کرو یعنی اس کو فروخت کرو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۸۸۶ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں ''حُلّۃ'' کا لفظ ہے' ہم بتا چکے ہیں کہ ایک قسم کی دو چادروں کو حلّہ کہا جاتا ہے' ایک چادر اوپر اوڑھ لی جائے اور دوسری چادر کا تہبند باندھ لیا جائے' غیر مقلد عالم شیخ محمد راز نے اس حدیث کے ترجمہ میں حلّہ کا معنی جبہ لکھا ہے' وہ غلط ہے' اور اس حدیث میں ''سِیَراء'' کا لفظ ہے' یہ ریشم کی ایک قسم ہے۔

٢١٠٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ' عَنْ نَّافِعٍ' عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ' عَنْ عَائِشَةَ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّهَا اَخْبَرَتْهُ اَنَّهَا اشْتَرَتْ نُمْرُقَةً فِيْهَا تَصَاوِيْرُ' فَلَمَّا رَاٰهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع از القاسم بن محمد از ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے ایک تصویروں والا پردہ خریدا' پھر جب رسول

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَامَ عَلَی الْبَابِ فَلَمْ یَدْخُلْهُ فَعَرَفْتُ فِی وَجْهِهِ الْكَرَاهِیَةَ فَقُلْتُ یَا رَسُولَ اللّٰهِ! أَتُوبُ إِلَی اللّٰهِ وَإِلَی رَسُولِهِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَاذَا أَذْنَبْتُ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا بَالُ هٰذِهِ النُّمْرُقَةِ؟ قُلْتُ اشْتَرَیْتُهَا لَكَ لِتَقْعُدَ عَلَیْهَا وَتَوَسَّدَهَا فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أَصْحَابَ هٰذِهِ الصُّوَرِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ یُعَذَّبُونَ فَیُقَالُ لَهُمْ أَحْیُوا مَا خَلَقْتُمْ. وَقَالَ إِنَّ الْبَیْتَ الَّذِی فِیهِ الصُّوَرُ لَا تَدْخُلُهُ الْمَلَائِكَةُ.

[اطراف الحدیث: ۳۲۲۴_۵۱۸۱_۵۹۵۷_۵۹۶۱_۷۵۵۷]

صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پردہ کو دیکھا تو آپ دروازہ پر کھڑے رہے اور گھر میں داخل نہیں ہوئے' میں نے آپ کے چہرے پر کراہیت کے آثار دیکھے' پس میں نے کہا: یارسول اللہ! میں اللہ کی طرف توبہ کرتی ہوں اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف توبہ کرتی ہوں' میں نے کیا گناہ کیا ہے؟ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: یہ پردے کیسے ہیں؟ میں نے کہا: میں نے یہ اس لیے خریدے ہیں (کہ میں ان کے گدّے بناؤں) اور آپ ان پر بیٹھیں اور ان پر ٹیک لگائیں' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان تصویروں کے بنانے والوں کو قیامت کے دن عذاب دیا جائے گا کہ جس کو تم نے بنایا ہے اس میں جان ڈالو اور بے شک جس گھر میں تصویریں ہوں' اس میں فرشتے داخل نہیں ہوتے۔

(صحیح مسلم: ۲۱۰۷' الرقم المسلسل: ۵۴۱۸' سنن نسائی: ۵۳۵۷' سنن کبریٰ: ۹۷۷۸' مسند ابویعلیٰ: ۴۵۲۴' سنن بیہقی ج ۷ ص ۲۶۷' مسند الحمیدی: ۲۵۱' شرح السنۃ: ۳۲۱۵' مشکل الآثار: ۸' المعجم الاوسط: ۹۱۶۶' مسند الشامیین: ۱۱۴' مسند احمد ج ۶ ص ۳۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۴۰۸۱_ ج ۴۰ ص ۹۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے اور اس کے رجال بہت مشہور ہیں' ان کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

''نمرقہ'' کا معنی

اس حدیث میں ''نمرُقہ'' کا لفظ ہے' اس کو ''نَمرقہ'' بھی پڑھا گیا ہے اس کی جمع ''نمارق'' ہے' قاضی عیاض وغیرہ نے کہا: اس کا معنی تکیہ یا گدا ہے' اس کا معنی بچھائی جانے والی چادر بھی ہے' المحکم میں ہے: اس کا معنی اوڑھنے والی چادر ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۳۱۹)

تصویروں والے پردوں کی بیع حرام نہیں ہے' فقط مکروہ ہے

اس حدیث سے بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ جن کپڑوں میں مکروہ تصاویر ہوں ان کی بیع جائز نہیں ہے لیکن بعض دیگر احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی بیع جائز ہے:

- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی غزوہ میں گئے تھے' میں نے ایک پردہ خرید کر اس کو دروازہ پر لٹکا دیا' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آئے اور آپ نے وہ پردہ دیکھا تو میں نے آپ کے چہرہ پر کراہیت کے آثار دیکھے' آپ نے اس پردہ کو اُتار کر کاٹ دیا' اور فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ حکم نہیں دیا کہ ہم پتھروں اور مٹی پر پردے لٹکائیں' حضرت عائشہ نے کہا: ہم نے اس پردہ کو کاٹ کر اس کے دو گدّے بنا دیئے اور ان کے اندر کھجور کے درخت کی چھال بھر دی تو آپ نے اس پر مجھے ملامت نہیں کی۔

(صحیح مسلم: ۲۱۰۷' الرقم المسلسل: ۵۴۱۳' سنن ابوداؤد: ۴۱۵۳)

- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے اپنے گھر کے طاقچہ یا الماری پر ایک پردہ لٹکا دیا جس میں تصویریں تھیں' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پردہ (کو اتار کر) کاٹ دیا تو میں نے اس کے دو گدّے بنا دیئے' پس وہ ہمارے گھر میں تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان پر بیٹھتے

تھے۔ (صحیح البخاری: ۲۲۷۹)

پس یہ احادیث متعارض ہیں اور ایسی صورت میں اصل پر عمل کیا جاتا ہے اور اشیاء میں اصل اباحت ہے' بہر حال تصویروں والے پردوں کی بیع حرام نہیں ہے' ورنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان پردوں کی بیع کو منسوخ کر دیتے' اس لیے تصویر والے پردوں کی بیع کراہتِ تنزیہ پر محمول ہے۔

بے جان چیزوں کی تصویریں بنانے کا جواز

جان دار کی تصویر بنانے کے مسئلہ میں اختلاف ہے' محدثین اور غیر مقلدین کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ مطلقاً تصویر حرام ہے خواہ جان دار کی تصویر ہو یا بے جان کی' ان کا استدلال اس حدیث سے ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن سب سے زیادہ عذاب تصویر بنانے والوں کو ہوگا جو اللہ کی تخلیق کی مشابہت کرتے ہیں۔

(صحیح البخاری: ۶۱۰۹' صحیح مسلم: ۲۱۰۷' الرقم المسلسل: ۵۴۱۸' سنن نسائی: ۵۳۵۷)

جمہور فقہاء اور محدثین نے یہ کہا ہے کہ ہر وہ تصویر جو جان دار کی صورت کے مشابہ نہ ہو جیسے درخت' پتھر اور پہاڑ وغیرہ کی تصویریں' ان کے بنانے میں کوئی حرج نہیں ہے' ان کا استدلال اس حدیث سے ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ہر تصویر بنانے والا دوزخ میں ہے' اس کی بنائی ہوئی صورت کے عوض ایک نفس بنایا جائے گا جو اس کو دوزخ میں عذاب دے گا' حضرت ابن عباس نے فرمایا: اگر تم کو تصویر بنانے کے بغیر کوئی چارا نہ ہو تو تم درخت کی تصویر بناؤ اور بے جان چیز کی تصویر بناؤ۔

(صحیح البخاری: ۲۲۲۵' صحیح مسلم: ۲۱۱۰' مسند احمد ج ۱ ص ۳۰۸)

حفاظت کے کتے اور غیر معظم تصویریں گھروں میں رحمت کے فرشتوں کے دخول سے مانع نہیں ہیں

اس باب کی حدیث میں مذکور ہے کہ جس گھر میں تصویریں ہوں اس میں فرشتے داخل نہیں ہوتے۔ اس سے مراد وہ فرشتے نہیں ہیں جو ہر بندے کے ساتھ ہوتے ہیں اور اس کا نامہ اعمال لکھتے ہیں' بلکہ اس سے مراد وہ فرشتے ہیں جو رحمت اور استغفار کے ساتھ گشت کرتے رہتے ہیں۔

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ جن کتوں کو رکھنا حرام ہے' اس سے مراد وہ کتے ہیں جو شکار کرنے اور حفاظت کی ضرورت کے نہ ہوں' کیونکہ جن گھروں میں ایسے کتے ہوں یا جان دار کی تصویریں تعظیم کے ساتھ رکھی ہوں' ان گھروں میں رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے اور جن کتوں کو کھیتوں' مویشیوں یا گھروں کی حفاظت کے لیے رکھا گیا ہو یا جن کتوں کو شکار کرنے کے لیے رکھا ہو' اسی طرح جن تصویروں کو فرش پر بچھایا ہو یا ان کے گدے اور تکیے بنائے ہوئے ہوں تو وہ کتے اور ایسی تصویریں گھروں میں رحمت کے فرشتوں کے دخول سے مانع نہیں ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۳۲۰-۳۱۹' فتح الباری ج ۳ ص ۵۶۴' شرح ابن بطال ج ۶ ص ۲۰۲)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۵۴۱۳۔ ج ۶ ص ۵۷۴ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے عنوان حسب ذیل ہیں:
(۱) تصویر یا کتے کی وجہ سے کن فرشتوں کا داخلہ ممنوع ہے (۲) کپڑے پر بنی ہوئی تصویر کے استثناء کی تحقیق (۳) مصوروں کو سب سے زیادہ عذاب دینے کی تحقیق (۴) تصویر کے متعلق فقہاء شافعیہ اور مالکیہ کا نظریہ (۵) تصویر کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا نظریہ (۶) تصویر کے متعلق فقہاء احناف کا نظریہ (۷) تصویر اور فوٹوگراف کے متعلق علماء ازہر کا نظریہ (۸) تصویر اور فوٹوگراف کے متعلق مصنف کا موقف۔

یہ بحث شرح صحیح مسلم ج ٦ ص ٣٤٧-٣٦٢ پر مذکور ہے۔

٤١ - بَابٌ صَاحِبُ السِّلْعَةِ اَحَقُّ بِالسَّوْمِ سودے کے مالک کو قیمت مقرر کرنے کا زیادہ حق ہے

اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ سودے کا مالک قیمت مقرر کرنے کا حق دار ہے اور اسی کو سودے کی قیمت کا مطالبہ کرنے کا حق ہے یہ صرف اسی کے لیے جائز ہے یا جس کو وہ بیع کا وکیل مقرر کر دے۔

٢١٠٦ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، عَنْ اَبِي التَّيَّاحِ، عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا بَنِي النَّجَّارِ، ثَامِنُوْنِيْ بِحَائِطِكُمْ. وَفِيْهِ خِرَبٌ وَّنَخْلٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوارث نے حدیث بیان کی از ابی التیاح از حضرت انس رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے بنو النجار! تم مجھے اپنا باغ قیمۃً فروخت کر دو اس باغ میں کھنڈرات تھے اور کھجور کے درخت تھے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ باغ کے مالک بنو النجار تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو باغ کی قیمت مقرر کرنے کا حکم دیا۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ٢٣٤ میں گزر چکی ہے۔

٤٢ - بَابٌ كَمْ يَجُوْزُ الْخِيَارُ؟ کتنی مدت تک بیع فسخ کرنے کا اختیار ہے؟

اس باب کے عنوان میں "خیار" کا لفظ ہے جو کہ اختیار کا اسم ہے' اس کا معنی ہے: دو چیزوں میں سے خیر اور بہتر کو طلب کرنا' علامہ ابن اثیر نے کہا ہے کہ "خیار" کی تین قسمیں ہیں: (١) خیار المجلس (٢) خیار الشرط (٣) خیار النقیصہ۔ خیار المجلس کی تعریف کی اصل یہ حدیث ہے کہ بائع اور مشتری جب تک متفرق نہ ہوں' ان کو بیع فسخ کرنے کا اختیار ہوتا ہے۔ (احناف کے نزدیک خیار مجلس معتبر نہیں ہے' اس لیے وہ اس حدیث کا معنی یہ کرتے ہیں کہ جب بائع نے کہہ دیا: میں نے فروخت کر دیا' اور مشتری نے کہہ دیا: میں نے خرید لیا' تو وہ اپنے اقوال سے متفرق ہو گئے اور اب ان میں سے کسی کو بیع فسخ کرنے کا اختیار نہیں ہے) اور خیار شرط کی تعریف یہ ہے کہ بائع اور مشتری میں سے کوئی ایک یہ شرط رکھ لے کہ اس کو تین دن کے اندر بیع فسخ کرنے کا اختیار ہے اور خیار النقیصہ کی تعریف یہ ہے کہ مشتری یہ کہے کہ اگر سودے میں کوئی عیب نکلا تو وہ اس کو واپس کر دے گا یا بائع یہ کہے کہ اگر تمہارے پیسے کھوٹے نکلے تو میں ان کو واپس کر دوں گا۔ (النہایہ ج ٢ ص ٨٦-٨٧' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٨ھ)

٢١٠٧ - حَدَّثَنَا صَدَقَةُ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ سَمِعْتُ يَحْيٰى قَالَ سَمِعْتُ نَافِعًا، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الْمُتَبَايِعَيْنِ بِالْخِيَارِ فِيْ بَيْعِهِمَا مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا، اَوْ يَكُوْنُ الْبَيْعُ خِيَارًا. قَالَ نَافِعٌ وَّكَانَ ابْنُ عُمَرَ اِذَا اشْتَرٰى شَيْئًا يُعْجِبُهُ فَارَقَ صَاحِبَهُ. [اطراف الحدیث: ٢١٠٩-٢١١١-٢١١٢-٢١١٣-٢١١٦] (صحیح مسلم: ١٥٣١' الرقم المسلسل: ٣٧٤٤' سنن ابو داؤد: ٣٤٥٤' سنن نسائی: ٤٤٧٢)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں صدقہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوہاب نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے یحییٰ سے سنا' انہوں نے کہا: میں نے نافع سے سنا از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: خرید و فروخت کرنے والوں کو اپنی بیع میں اس وقت تک اختیار ہوتا ہے جب تک وہ متفرق نہ ہوں یا اس بیع میں اختیار رکھا ہو۔ نافع نے کہا: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب کوئی چیز خریدتے تو ان کو یہ پسند تھا کہ وہ بائع سے جدا ہو جائیں۔

اس حدیث میں فرمایا ہے کہ جب تک فریقین میں سے کوئی متفرق نہ ہو اس وقت تک کسی ایک فریق کو بیع فسخ کرنے کا اختیار ہوتا ہے امام ابوحنیفہ امام مالک اور امام محمد کے نزدیک اس سے مراد تفرق بالاقوال ہے اور امام شافعی امام احمد امام ابویوسف اسحاق اور ابوثور کے نزدیک اس سے مراد تفرق بالابدان ہے' کوئی ایک فریق بھی بیع کی مجلس سے اٹھ گیا تو بیع لازم ہو جائے گی اور اب کسی فریق کو بیع فسخ کرنے کا اختیار نہیں رہے گا۔ (شرح ابن بطال ج ٦ ص ٢٠٥)

اس کی مکمل تفصیل صحیح البخاری: ۲۰۷۹ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں خیار شرط کا ذکر ہے' اس کی تفسیر درج ذیل ہے:

خیار شرط کی تعریف

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ ھ نے خیار شرط کی تفسیر اس طرح کی ہے:

بیع الخیار کا معنی یہ ہے کہ بیع کے ایجاب کے بعد بائع مشتری کو یہ اختیار دے کہ وہ چاہے تو اس بیع کو فسخ کردے اور چاہے تو اس بیع کو اختیار کرلے۔ جب مشتری اس بیع کو اختیار کرلے تو اس کے بعد مشتری کو اس بیع کے فسخ کرنے کا اختیار نہیں ہے' اسی طرح امام شافعی وغیرہ نے خیار شرط کی تعریف کی ہے۔

خیار شرط میں مذاہب

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

خیار شرط کی انتہائی مدت میں فقہاء کا اختلاف ہے' امام ابویوسف' امام محمد' امام احمد' اسحاق اور ابوثور وغیرہ نے یہ کہا ہے کہ یہ بیع جائز ہے اور خیار شرط میں جو انتہائی مدت رکھی گئی ہے' وہ لازم ہے۔

امام مالک کے مختلف چیزوں کی بیع میں خیار شرط کے متعلق مختلف اقوال ہیں:

وہ کہتے ہیں کہ کپڑے کی بیع میں ایک دن یا دو دن تک کا اختیار جائز ہے اور باندی کی بیع میں پانچ دن اور جمعہ تک کا اختیار رکھنا جائز ہے اور سواری کی بیع میں ایک دن یا اس کے مشابہ وقت تک کا اختیار رکھنا جائز ہے اور گھر میں ایک مہینہ تک کا اختیار رکھنا جائز ہے تاکہ وہ اس میں رہ کر دیکھ لے اور مشورہ کرے اور اس میں کوئی فرق نہیں ہے خواہ بائع اختیار رکھے یا مشتری اختیار رکھے۔

ثوری نے کہا ہے کہ مشتری دس دن یا اس سے زیادہ دنوں کا اختیار رکھ سکتا ہے اور بائع کے لیے یہ شرط رکھنا جائز نہیں ہے۔

اوزاعی نے کہا: ایک مہینہ یا اس سے زیادہ کا اختیار رکھ سکتا ہے۔

امام ابوحنیفہ' امام زفر اور امام شافعی نے کہا ہے کہ بیع میں صرف تین دن کا اختیار رکھنا جائز ہے' اس سے زیادہ دنوں کا اختیار رکھنا جائز نہیں ہے' اگر اس نے اس سے زیادہ دنوں کا اختیار رکھا تو بیع فاسد ہو جائے گی۔

(شرح ابن بطال ج ٦ ص ٢٠٢-٢٠٣' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

تین دن اختیار کی شرط رکھنے کے متعلق احادیث

تین دن کا اختیار رکھنے پر اس حدیث سے استدلال کیا جاتا ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے مصراۃ (وہ جانور جس کے تھنوں میں دودھ روک لیا گیا ہو) کو خریدا' اس کو تین دن تک اختیار ہے' وہ چاہے تو اس کو واپس کردے اور جب وہ اس کو واپس کرے گا تو اس کے ساتھ ایک صاع طعام بھی واپس کرے گا جو گندم کے علاوہ ہو۔ (سنن ترمذی: ۱۲۵۲' صحیح مسلم: ۱۵۲۴' سنن ابوداؤد: ۳۴۴۴)

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع مسترد کرنے کے لیے تین دن کا اختیار دیا ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت حبان بن منقذ رضی اللہ عنہ مرد ضعیف تھے' ان کے سر پر چوٹ لگ گئی تھی جو اُن کے دماغ تک پہنچ گئی تھی' وہ جو چیز بھی خریدتے تھے' اس میں ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دن کا اختیار رکھنے کا حکم دیا تھا' ان کی زبان میں ثقل تھا' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: تم جو چیز بیچو تو کہو: ''لا خلابة'' (کوئی دھوکا نہ کرنا)' پس میں ان سے سنتا تھا وہ ''لا خذابة لا خذابة'' کہتے تھے' وہ کوئی چیز خرید کر گھر لاتے تو گھر والے کہتے: یہ بہت مہنگی ہے تو وہ کہتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بیع میں اختیار دیا ہے۔ (المستدرک ج ٢ ص ٢٢' حافظ ذہبی نے کہا: یہ حدیث صحیح ہے' کنز العمال ج ٤ ص ٦١' تلخیص الحبیر: ١١٨٧۔١١٨٦' سنن بیہقی ج ٥ ص ٤٤٩' مسند احمد ج ٢ ص ١١٦۔١٠٧۔١٠٣۔٨٤۔٧٢۔٤٤)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے سنا: انصار کا ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ شکایت کر رہا تھا کہ اس کے ساتھ بیع میں ہمیشہ غبن کیا جاتا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم کوئی چیز خریدو تو کہنا: ''لا خلابة'' (کوئی دھوکا نہ ہو) پھر تم جو سودا بھی خریدو' اس میں تمہیں تین دن تک اختیار ہے' اگر تم اس بیع سے راضی ہو تو اس سودے کو رکھ لو اور اگر ناراض ہو تو اس کو واپس کر دو۔ (سنن کبریٰ ج ٥ ص ٤٤٩)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ٣٧٤٦۔ ج ٤ ص ١٧١ پر مذکور ہے' وہاں پر خیارِ مجلس پر تو مفصل بحث ہے مگر خیارِ شرط پر بحث نہیں کی گئی' یہ بحث صرف نعمۃ الباری کی خصوصیت ہے۔ (الحمد للہ)

٢١٠٨ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ اَبِي الْخَلِيْلِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ الْحَارِثِ، عَنْ حَكِيْمِ بْنِ حِزَامٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَفْتَرِقَا. وَزَادَ اَحْمَدُ قَالَ حَدَّثَنَا بَهْزٌ قَالَ قَالَ هَمَّامٌ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِاَبِي التَّيَّاحِ فَقَالَ كُنْتُ مَعَ اَبِي الْخَلِيْلِ لَمَّا حَدَّثَهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْحَارِثِ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حفص بن عمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی از قتادہ از ابی الخلیل از عبد اللہ بن الحارث از حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: خرید و فروخت کرنے والوں کو اس وقت تک اختیار ہوتا ہے جب تک وہ متفرق نہ ہوں۔ امام احمد نے یہ اضافہ کیا ہے کہ ہمیں بہز نے حدیث بیان کی' انہوں نے بیان کیا کہ ہمام نے کہا: میں نے اس کا ابو التیاح سے ذکر کیا تو انہوں نے کہا: میں ابو الخلیل کے ساتھ تھا جب ان کو عبد اللہ بن الحارث نے یہ حدیث بیان کی۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ٢٠٧٩ میں گزر چکی ہے۔

٤٣ - بَابُ اِذَا لَمْ يُوَقِّتْ فِي الْخِيَارِ هَلْ يَجُوْزُ الْبَيْعُ

جب خیارِ شرط کی مدت نہ مقرر کی جائے تو آیا بیع جائز ہے

امام بخاری نے اس عنوان میں یہ ذکر نہیں کیا کہ آیا اس صورت میں بیع جائز ہے یا نہیں؟ کیونکہ اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے۔

٢١٠٩ - حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَيُّوْبُ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو النعمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی' انہوں

اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا اَوْ يَقُوْلُ اَحَدُهُمَا لِصَاحِبِهِ اِخْتَرْ. وَرُبَّمَا قَالَ اَوْ يَكُوْنُ بَيْعَ خِيَارٍ.

نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خرید وفروخت کرنے والوں کو اس وقت تک (بیع مسترد کرنے کا) اختیار ہوتا ہے جب تک وہ متفرق نہ ہوں یا ان میں سے کوئی ایک اپنے فریق سے کہے: تم اختیار کرلو اور کبھی آپ نے فرمایا: یا وہ بیع اختیار کی شرط کے ساتھ ہو۔

صحیح البخاری: ۲۱۰۷ میں خیارِ مجلس اور خیارِ شرط دونوں کا تفصیل سے بیان گزر چکا ہے۔

٤٤ - بَابٌ اَلْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا

خرید وفروخت کرنے والوں کو اس وقت تک (فسخ بیع کا) اختیار ہوتا ہے جب تک وہ متفرق نہ ہوں

وَبِهٖ قَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا.

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بھی اسی طرح کہا ہے۔

اس تعلیق کی اصل سنن ترمذی میں ہے امام ترمذی نے کہا کہ حضرت ابن عمر جب کسی چیز کو خریدتے اور وہ بیٹھے ہوئے ہوتے تو کھڑے ہو جاتے تاکہ بیع واجب ہو جائے۔ (سنن ترمذی ص ۳۸۳ دار الفکر بیروت ۱۴۲۲ھ)

وَشُرَيْحٌ، وَالشَّعْبِيُّ، وَ طَاوُسٌ، وَعَطَاءٌ، وَابْنُ اَبِيْ مُلَيْكَةَ.

اور شریح اور الشعبی اور طاؤس اور عطاء اور ابن ابی ملیکہ (کا بھی یہی قول ہے)۔

شریح بن الحارث الکندی الکوفی ہیں انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا اور آپ سے ملاقات نہیں کی حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ان کو کوفہ کا قاضی بنایا تھا اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے بھی ان کو اس منصب پر برقرار رکھا یہ ساٹھ سال منصب قضاء پر فائز رہے اور ۸۷ھ میں فوت ہوئے اس وقت ان کی عمر ۱۲۰ سال تھی شریح کی تعلیق کی امام سعید بن منصور نے روایت کی ہے۔ ان کے پاس دو آدمیوں نے مقدمہ دائر کیا کہ ایک نے دوسرے سے چار ہزار میں مکان خریدا ہے پھر بعد میں خریدار کو خیال آیا اور اس نے کہا: مجھے اس مکان کی ضرورت نہیں ہے اور یہ بیع کی مجلس سے اٹھنے سے پہلے کی بات ہے بائع نے کہا: میں تم کو یہ مکان فروخت کر چکا ہوں جب یہ مقدمہ شریح نے سنا تو انہوں نے کہا: خریدار کو مجلس بیع سے اٹھنے سے اور متفرق ہونے سے پہلے بیع کو فسخ کرنے کا اختیار ہے۔

شعبی کا نام عامر بن شراحیل ہے ان کی تعلیق امام ابن ابی شیبہ نے سند موصول کے ساتھ روایت کی ہے کہ ایک آدمی نے دوسرے شخص سے خچر خریدا اور مجلس بیع سے اٹھنے اور متفرق ہونے سے پہلے اس خچر کو واپس کرنے کا ارادہ کیا شعبی نے فیصلہ کیا کہ بیع واجب ہو چکی ہے پھر ان کے سامنے ابوالضحیٰ نے یہ گواہی دی کہ قاضی شریح نے ایسے ہی مقدمہ میں یہ فیصلہ کیا تھا کہ خریدار نے چونکہ متفرق ہونے سے پہلے بیع فسخ کی ہے اس لیے بیع فسخ ہو گئی تو شعبی نے قاضی شریح کے فیصلہ کی طرف رجوع کر لیا۔

طاؤس بن کیسان الیمان ہیں امام شافعی نے اس تعلیق کی کتاب الام میں روایت کی ہے کہ طاؤس نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع کے بعد اختیار دیا ہے اور طاؤس قسم کھاتے تھے کہ اختیار بیع کے بعد ہی ہوتا ہے۔

عطاء بن ابی رباح مکی ہیں اور ابن ابی ملیکہ عبد اللہ بن ابی ملیکہ ہیں ان دونوں کی تعلیق کو امام ابن ابی شیبہ نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ خریدار اور بائع کو متفرق ہونے سے پہلے بیع فسخ کرنے کا اختیار ہوتا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۱ص ۳۲۵-۳۲۴ ' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۲۱۱۰ - حَدَّثَنِی إِسْحَاقُ قَالَ اَخْبَرَنَا حَبَّانُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ قَتَادَةُ اَخْبَرَنِی عَنْ صَالِحٍ اَبِی الْخَلِیلِ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ سَمِعْتُ حَکِیْمَ بْنَ حِزَامٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ' عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْبَیِّعَانِ بِالْخِیَارِ مَا لَمْ یَتَفَرَّقَا' فَاِنْ صَدَقَا وَبَیَّنَا بُوْرِکَ لَهُمَا فِیْ بَیْعِهِمَا' وَاِنْ کَذَبَا وَکَتَمَا مُحِقَتْ بَرَکَةُ بَیْعِهِمَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حبان نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے قتادہ نے خبر دی از صالح ابی الخلیل از عبداللہ بن الحارث' انہوں نے کہا: میں نے حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے سنا از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: خریدار اور بائع جب تک متفرق نہ ہوں ان کو (بیع فسخ کرنے کا) اختیار ہوتا ہے' اگر ان دونوں نے سچ بولا اور سودے کے عیب کو بیان کر دیا تو ان کی بیع میں برکت دی جاتی ہے اور اگر انہوں نے جھوٹ بولا اور عیب کو چھپایا تو ان کی بیع کی برکت کو مٹا دیا جاتا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۰۷۹ میں گزر چکی ہے۔

۲۱۱۱ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ یُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ' عَنْ نَّافِعٍ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْمُتَبَایِعَانِ کُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا بِالْخِیَارِ عَلٰی صَاحِبِهٖ مَا لَمْ یَتَفَرَّقَا' اِلَّا بَیْعَ الْخِیَارِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خریدار اور بائع ان میں سے ہر ایک کو اپنے صاحب پر (فسخ بیع کا) اختیار ہوتا ہے جب تک وہ متفرق نہ ہوں سوا بیع الخیار کے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۱۰۷ میں گزر چکی ہے۔

٤٥ - بَابٌ إِذَا خَیَّرَ اَحَدُهُمَا صَاحِبَهٗ بَعْدَ الْبَیْعِ فَقَدْ وَجَبَ الْبَیْعُ

جب ایک فریق نے اپنے صاحب کو بیع کے بعد اختیار دیا تو بیع واجب ہوگئی

یعنی جب ایک فریق نے مجلس بیع سے متفرق ہونے سے پہلے دوسرے کو اختیار دیا تو بیع لازم ہوگئی۔

۲۱۱۲ - حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّیْثُ' عَنْ نَّافِعٍ' عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا' عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ إِذَا تَبَایَعَ الرَّجُلَانِ' فَکُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا بِالْخِیَارِ مَا لَمْ یَتَفَرَّقَا' وَکَانَا جَمِیْعًا' اَوْ یُخَیِّرُ اَحَدُهُمَا الْاٰخَرَ' فَتَبَایَعَا عَلٰی ذٰلِكَ' فَقَدْ وَجَبَ الْبَیْعُ' وَاِنْ تَفَرَّقَا بَعْدَ اَنْ یَّتَبَایَعَا وَلَمْ یَتْرُكْ وَاحِدٌ مِّنْهُمَا الْبَیْعَ' فَقَدْ وَجَبَ الْبَیْعُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما از رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: جب دو آدمی بیع کریں تو ان میں سے ہر ایک کو (بیع فسخ کرنے کا) اختیار ہوتا ہے جب تک وہ متفرق نہ ہوں اور اکٹھے ہوں یا ان میں سے ایک دوسرے کو اختیار دے دے' پس وہ اس پر بیع کر لیں تو بیع واجب ہو جاتی ہے اور اگر وہ ایک دوسرے سے بیع کرنے کے بعد متفرق ہو جائیں اور ان میں سے کوئی ایک بھی بیع کو ترک نہ کرے تو بیع لازم ہو جاتی ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۱۰۷ میں گزر چکی ہے تاہم بعض اُمور کی وضاحت کی جارہی ہے:

حدیث مذکور سے تفرق بالابدان پر استدلال اور تفرق بالاقوال پر اعتراض اور اس کا جواب

علامہ نووی نے کہا ہے کہ اس حدیث میں مذکور ہے: ''یا ان میں سے ایک' دوسرے کو اختیار دے دے'' اس سے مراد یہ ہے کہ اس سے کہے کہ تم کہو: میں اس بیع کو نافذ کرتا ہوں' اور جب یہ کہے کہ میں نے اس بیع کو نافذ کر دیا تو یہ بیع نافذ اور لازم ہو جائے گی اور اگر ایک فریق دوسرے کو اختیار دے اور وہ خاموش رہے تو خاموش رہنے والے کا اختیار منقطع نہیں ہوتا اور جو اختیار دے رہا ہے' اس کے اختیار کے منقطع ہونے میں ہمارے اصحاب کے دو قول ہیں: ایک قول یہ ہے کہ اس کا اختیار منقطع نہیں ہوتا اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ اس کا اختیار منقطع ہو جاتا ہے اور یہ ظاہر حدیث کے موافق ہے۔

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ یہ حدیث خیارِ مجلس کے ثبوت میں بہت واضح ہے اور اس کے مخالف کی ہر تاویل کو باطل کرتی ہے' اس حدیث میں مذکور ہے کہ اگر وہ بیع کرنے کے بعد متفرق ہو جائیں' اس ارشاد میں یہ واضح بیان ہے کہ تفرق سے مراد تفرق بالابدان ہے یعنی ان کا بدنوں کے ساتھ متفرق ہو جانا' ان کے بیع فسخ کرنے کے اختیار کو منقطع کر دیتا ہے اور اگر یہاں تفرق سے مراد تفرق بالقول مراد لیا جائے تو یہ حدیث فائدہ سے خالی رہے گی۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی فرماتے ہیں: اس حدیث سے تفرق بالابدان ثابت ہوتا ہے اور دوسری احادیث سے تفرق بالاقوال ثابت ہوتا ہے (جن کی تفصیل' صحیح البخاری: ۲۰۷۹ میں گزر چکی ہے) اور جب حدیث کی دو تاویلیں متقابل ہوں تو ان حدیثوں پر توقف کیا جاتا ہے اور قیاس پر عمل کیا جاتا ہے اور بیع میں جو ایجاب وقبول کا عقد ہوتا ہے' اس عقد کو اجارہ میں منافع کے عقد پر قیاس کیا جائے مثلاً نکاح میں ملک بضع (عمل زوجیت کے حق) کا عقد ہوتا ہے' پس جس طرح اس میں عقد کے بعد فرقت بالابدان کی شرط نہیں ہے (اور صرف ایجاب وقبول سے نکاح لازم ہو جاتا ہے) اسی طرح عقد بیع میں بھی افتراق بالابدان شرط نہیں ہوگا اور صرف ایجاب و قبول سے بیع لازم ہو جائے گی اور مقیس اور مقیس علیہ میں قدرِ مشترک یہ ہے کہ عقد بیع اور عقد اجارہ (کسی چیز کو اجرت پر دینے کا عقد) دونوں ایجاب وقبول سے مکمل ہو جاتے ہیں۔

امام مالک نے کہا ہے کہ خریدار اور بائع کے افتراق کی کوئی حد مقرر ہے نہ اُس کے لیے وقت معین ہے اور ظاہر ہے کہ یہ جہالت ہے' جس پر کہ بیع موقوف ہے جیسے نامعلوم مدت تک بیع میں اختیار دیا جائے اور اس جہالت کی وجہ سے یہ بیع فاسد ہوگی۔

(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۳۲۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٦ - بَابٌ إِذَا كَانَ الْبَائِعُ بِالْخِيَارِ هَلْ يَجُوزُ الْبَيْعُ

جب بائع نے خیار شرط رکھا تو آیا بیع جائز ہے؟

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب بائع نے خیار شرط رکھ لیا تو آیا بیع جائز ہوگی یا لازم' امام بخاری نے اس کا جواب ذکر نہیں کیا کیونکہ اس باب کی حدیث سے سمجھ میں آ رہا ہے کہ وہ بیع لازم ہوگی لیکن بائع کا یہ اختیار باقی رہے گا کہ وہ چاہے تو بیع کو فسخ کر دے۔

۲۱۱۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِينَارٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عبداللہ بن دینار از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' ہر دو بیع کرنے والے

قَالَ كُلُّ بَيِّعَيْنِ لَا بَيْعَ بَيْنَهُمَا حَتّٰى يَتَفَرَّقَا، إِلَّا بَيْعَ الْخِيَارِ.

ان کے درمیان اس وقت تک بیع لازم نہیں ہوگی حتیٰ کہ وہ متفرق ہو جائیں سوا بیع الخیار کے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۲۱۰۷ میں گزر چکی ہے۔

۲۱۱۴ - حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ قَالَ حَدَّثَنَا حَبَّانُ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ قَالَ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، عَنْ أَبِي الْخَلِيلِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا. قَالَ هَمَّامٌ وَجَدْتُ فِي كِتَابِي يَخْتَارُ ثَلَاثَ مِرَارٍ فَإِنْ صَدَقَا وَبَيَّنَا بُورِكَ لَهُمَا فِي بَيْعِهِمَا، وَإِنْ كَذَبَا وَكَتَمَا، فَعَسٰى أَنْ يَرْبَحَا رِبْحًا، وَيَمْحَقَا بَرَكَةَ بَيْعِهِمَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے اسحاق نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حبان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی از ابی الخلیل از عبداللہ بن الحارث از حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: خریدار اور بائع جب تک متفرق نہ ہوں ان کو (بیع فسخ کرنے کا) اختیار ہوتا ہے۔ ہمام نے کہا: میں نے اپنی کتاب میں "یختار" کا لفظ تین مرتبہ لکھا ہوا دیکھا، پس اگر وہ دونوں سچ بولیں اور عیب بیان کر دیں تو ان کی بیع میں برکت دی جائے گی اور اگر وہ دونوں جھوٹ بولیں اور عیب کو چھپائیں تو ہو سکتا ہے کہ ان کو بیع میں فائدہ ہو (لیکن) ان کی بیع کی برکت مٹا دی جائے۔

یعنی محفوظ روایت تو وہی ہے جو اوپر ذکر کی گئی ہے جس کو ہمام نے اپنے حافظہ سے بیان کیا ہے لیکن ہمام کہتے ہیں: میں نے جب اپنی کتاب کی طرف رجوع کیا تو اس میں "یختار" کا لفظ تین مرتبہ لکھا ہوا ہے اور بعض نسخوں میں "یختار" کے بجائے "بخیار" (نکرہ) لکھا ہوا ہے۔

قَالَ وَحَدَّثَنَا هَمَّامٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو التَّيَّاحِ أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ الْحَارِثِ يُحَدِّثُ بِهٰذَا الْحَدِيثِ، عَنْ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اور (حبان نے) کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو التیاح نے حدیث بیان کی کہ انہوں نے عبداللہ بن الحارث سے سنا، وہ اس حدیث کی روایت کرتے تھے از حکیم بن حزام از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ یہاں پر حبان نے کہا ہے کہ ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی اور اس سے پہلے حبان نے کہا ہے کہ ہمام نے کہا: تو اس کی وجہ یہ ہے کہ دوسرے قول کو حبان نے ہمام سے خود سنا تھا اور پہلا قول بہ طور مذاکرہ ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۳۲۸، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

حدیث: ۲۱۱۴ کی شرح، صحیح البخاری: ۲۰۷۹ میں گزر چکی ہے۔

٤٧ - بَابُ إِذَا اشْتَرٰى شَيْئًا، فَوَهَبَ مِنْ سَاعَتِهِ قَبْلَ أَنْ يَتَفَرَّقَا، وَلَمْ يُنْكِرِ الْبَائِعُ عَلَى الْمُشْتَرِي، أَوِ اشْتَرٰى عَبْدًا فَأَعْتَقَهُ

جب کسی شخص نے کوئی چیز خریدی، پھر بائع سے جدا ہونے سے پہلے اسی وقت وہ چیز کسی کو ہبہ کر دی اور بائع نے خریدار کے اس فعل پر اعتراض نہیں کیا یا کسی شخص نے غلام خریدا، پس اس کو فوراً آزاد کر دیا

امام بخاری نے اس مسئلہ میں اپنے فیصلہ کا ذکر نہیں کیا' کیونکہ اس صورت میں فقہاء کا اختلاف ہے' فقہاء مالکیہ اور فقہاء احناف یہ کہتے ہیں کہ تمام چیزوں میں تخلیہ سے قبضہ ہو جاتا ہے' تخلیہ سے مراد یہ ہے کہ خریدار کو خریدی ہوئی چیز کے ساتھ چھوڑ دیا جائے اور وہ اس میں جو بھی تصرف کرے اس پر بائع اعتراض نہ کرے' اور فقہاء شافعیہ اور فقہاء حنبلیہ یہ کہتے ہیں کہ مکانوں اور زمینوں میں تو تخلیہ سے مبیع پر خریدار کا قبضہ ہو جاتا ہے لیکن منقولات (جو چیز ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کی جا سکے) میں صرف تخلیہ سے خریدار کا مبیع پر قبضہ نہیں ہوگا جب تک کہ وہ اس کو بالفعل اپنے قبضہ میں نہ لے لے۔

وَقَالَ طَاوُسٌ فِيمَنْ يَشْتَرِي السِّلْعَةَ عَلَى الرِّضَا' ثُمَّ بَاعَهَا وَجَبَتْ لَهُ وَالرِّبْحُ لَهُ.

اور طاؤس نے کہا: جس صورت میں کوئی شخص کسی چیز کو باہمی رضامندی سے خریدے' پھر اس چیز کو بیچ دے تو بیع لازم ہو جائے گی اور اس کا نفع خریدار کے لیے ہوگا۔

اس تعلیق کو سند موصول کے ساتھ امام سعید بن منصور نے روایت کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١١ ص ٣٢٩)

٢١١٥ - وَقَالَ الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرٌو' عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ' فَكُنْتُ عَلٰى بَكْرٍ صَعْبٍ لِعُمَرَ' فَكَانَ يَغْلِبُنِي فَيَتَقَدَّمُ أَمَامَ الْقَوْمِ' فَيَزْجُرُهُ عُمَرُ وَيَرُدُّهُ' ثُمَّ يَتَقَدَّمُ' فَيَزْجُرُهُ عُمَرُ وَيَرُدُّهُ' فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعُمَرَ بِعْنِيهِ. قَالَ هُوَ لَكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ' قَالَ بِعْنِيهِ. فَبَاعَهُ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ لَكَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ' تَصْنَعُ بِهِ مَا شِئْتَ.

[اطراف الحدیث: ٢٦١٠-٢٦١١]

اور حمیدی نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمرو نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھا' میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایک سرکش اونٹ پر سوار تھا' وہ اپنی تیز رفتاری کی وجہ سے سب لوگوں سے آگے نکل رہا تھا اور میرے قابو میں نہیں آ رہا تھا' حضرت عمر اس اونٹ کو جھڑک رہے تھے اور پیچھے لوٹا رہے تھے' وہ اونٹ پھر آگے بڑھ جاتا تھا' حضرت عمر پھر اس کو جھڑکتے اور واپس لوٹاتے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر سے فرمایا: یہ اونٹ مجھ کو فروخت کردو' حضرت عمر نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہ اونٹ آپ کا ہے' آپ نے فرمایا: مجھے یہ اونٹ فروخت کردو' پس حضرت عمر نے وہ اونٹ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فروخت کر دیا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن عمر سے فرمایا: اے عبداللہ بن عمر! یہ اونٹ تمہارا ہے' تم اس کا جو چاہو کرو۔

اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ جس مجلس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے وہ اونٹ خریدا تھا' اسی مجلس میں وہ اونٹ فوراً حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو ہبہ کر دیا۔

تفرق بالاقوال کے ثبوت میں فقہاء مالکیہ اور فقہاء احناف کا حدیث مذکور سے استدلال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

اس باب کی حدیثوں میں ان فقہاء (فقہاء مالکیہ اور فقہاء احناف) کی دلیل ہے جو یہ کہتے ہیں کہ جس حدیث میں یہ مذکور ہے کہ خریدار اور بائع کو اس وقت تک (فسخ بیع کا) اختیار ہوتا ہے جب تک وہ متفرق نہ ہو جائیں' اس حدیث میں تفرق سے تفرق بالابدان

مراد نہیں ہے بلکہ تفرق بالکلام مراد ہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی اس حدیث میں اس کا واضح بیان ہے کیا تم نہیں دیکھتے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس ساعت میں وہ اونٹ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے خریدا' اسی ساعت میں وہ اونٹ حضرت ابن عمر کو ہبہ کر دیا حالانکہ ابھی جسمانی طور پر تفرق نہیں ہوا تھا صرف زبان سے تفرق ہوا تھا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے یہ اونٹ فروخت کر دو اور حضرت عمر نے کہا: میں نے آپ کو یہ اونٹ فروخت کر دیا' اور صرف اتنا کہنے سے بیع مکمل ہو گئی اور جب تک بیع مکمل نہ ہو' مبیع پر خریدار کا تصرف اور اسے دوسرے کو ہبہ کرنا جائز نہیں ہوتا جب کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایجاب وقبول کے فوراً بعد ہبہ کر دیا تھا' اس سے واضح ہو گیا کہ فقط ایجاب وقبول سے بیع مکمل ہو جاتی ہے' اور فقہاء شافعیہ اور فقہاء حنبلیہ جو کہتے ہیں کہ بیع تفرق بالابدان سے مکمل ہوتی ہے' اس سے مراد یہ ہے کہ جب مجلس بیع سے بائع اور مشتری میں سے کوئی ایک اٹھ کر چلا جائے تب بیع مکمل اور لازم ہوتی ہے' حالانکہ اس حدیث کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت عمر دونوں اسی جگہ تھے اور کوئی بھی وہاں سے نہیں گیا تھا اور بیع مکمل اور لازم ہو گئی تھی' جب ہی تو آپ نے فوراً وہ اونٹ حضرت ابن عمر کو ہبہ کر دیا تھا' اور اگر بغیر تفرق بالابدان کے یہ اونٹ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ملکیت میں نہ آتا تو پھر آپ کے لیے یہ جائز نہ تھا کہ آپ اسی وقت حضرت ابن عمر کو یہ اونٹ ہبہ کر دیتے اور یہ حدیث تفرق بالاقوال کے ثبوت میں بہت قوی دلیل ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۶ ص ۲۰۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ان فقہاء کی دلیل ہے جو بیع کے لزوم میں تفرق بالکلام کا اعتبار کرتے ہیں' کیا تم نہیں دیکھتے کہ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تفریق بالابدان سے پہلے اس ساعت میں وہ اونٹ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو ہبہ کر دیا تھا' اور اگر وہ اونٹ آپ کی ملکیت نہ ہوتا تو آپ وہ حضرت ابن عمر کو ہبہ نہ کرتے حتیٰ کہ اس مجلس سے آپ کا اور حضرت عمر کا تفرق بالابدان ہو جاتا۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صحابہ کرام نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بہت توقیر کرتے تھے اور چلنے میں آپ سے آگے نہیں بڑھتے تھے۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ خریدار کا مبیع میں قیمت ادا کرنے سے پہلے تصرف کرنا جائز ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابھی اس اونٹ کی قیمت ادا نہیں کی تھی اور اس سے پہلے وہ اونٹ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو ہبہ کر دیا۔

اس حدیث سے امام محمد نے یہ استدلال کیا ہے کہ اگر کوئی شخص مبیع پر قبضہ کرنے سے پہلے وہ مبیع کسی کو ہبہ کر دے یا کسی پر صدقہ کر دے یا بائع کے علاوہ کسی اور کے پاس رہن رکھ دے تو یہ جائز ہے' یہ قول زیادہ صحیح ہے اور امام ابو یوسف کا اس میں اختلاف ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۳۳۰-۳۲۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۲۱۱۶ - قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ خَالِدٍ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ' عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ بِعْتُ مِنْ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عُثْمَانَ مَالًا بِالْوَادِيْ بِمَالٍ لَّهٗ بِخَيْبَرَ' فَلَمَّا تَبَايَعْنَا' رَجَعْتُ عَلٰى عَقِبِيْ حَتّٰى خَرَجْتُ مِنْ بَيْتِهٖ خَشْيَةَ اَنْ يُّرَادَّنِي الْبَيْعَ' وَكَانَتِ السُّنَّةُ اَنَّ الْمُتَبَايِعَيْنِ بِالْخِيَارِ حَتّٰى يَتَفَرَّقَا. قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ فَلَمَّا وَجَبَ بَيْعِيْ وَبَيْعُهٗ' رَاَيْتُ اَنِّيْ قَدْ

امام ابو عبد اللہ (بخاری) نے کہا: اور لیث نے کہا: مجھے عبد الرحمان بن خالد نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از سالم بن عبد اللہ از حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے وادی میں ایک مال خریدا' ان کے اس مال کے عوض جو خیبر میں تھا' پس جب ہم نے بیع کر لی تو الٹے پیر پیچھے لوٹ گیا حتیٰ کہ میں ان کے گھر سے نکل گیا' اس خوف سے کہ وہ میری اس بیع کو فسخ کر دیں گے اور اس وقت بیع کا معمول یہ تھا کہ خریدار اور بائع کو اس وقت تک (فسخ بیع کا) اختیار ہوتا تھا

غَبَنْتُهٗ، بِاَنِّیْ سُقْتُهٗ اِلٰی اَرْضِ ثَمُوْدَ بِثَلَاثِ لَیَالٍ، وَسَاقَنِیْ اِلَی الْمَدِیْنَةِ بِثَلَاثِ لَیَالٍ.

حتیٰ کہ وہ متفرق ہو جائیں' حضرت عبداللہ بن عمر نے کہا: جب میری اور ان کی بیع لازم ہوگئی تو میں نے دیکھا کہ میں نے حضرت عثمان کو نقصان پہنچایا ہے کیونکہ میں نے ان کو تین رات کی مسافت پر ارضِ ثمود کی طرف روانہ کیا اور انہوں نے مجھے تین رات کی مسافت پر مدینہ کی طرف روانہ کیا۔

اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں۔

وادیٔ القریٰ' مدائن صالح اور حضرت ابن عمر کے نقصان پہنچانے کی شرح

اس حدیث میں مذکور ہے: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے وادی میں ایک مال خریدا۔ یہاں مال سے مراد وادی کی زمین ہے۔

اس وادی سے وہ وادی مراد ہے جو حضرت ابن عمر اور حضرت عثمان کے ذہنوں میں معروف اور معین تھی اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے وادیٔ القریٰ مراد ہے جو مدینہ کے مضافات میں تھی۔

نیز اس حدیث میں خیبر کا ذکر ہے۔ یہ شہر مدینہ کے شمال مشرق میں ہے اور مدینہ سے چھ مراحل کے فاصلہ پر ہے۔

اس حدیث میں ارضِ ثمود کا ذکر ہے۔ ثمود قدیم عرب کا ایک قبیلہ ہے اور یہ حضرت صالح علیہ السلام کی قوم تھی۔

اس حدیث میں مذکور ہے: میں نے حضرت عثمان کو نقصان پہنچایا۔ اس نقصان کی وجہ یہ ہے کہ حضرت ابن عمر نے حضرت عثمان کو جو زمین فروخت کی تھی وہ تبوک کے قریب تھی اور اس کے عوض میں حضرت عثمان سے خیبر کی زمین لی تھی اور خیبر کی زمین تبوک کی زمین کی بہ نسبت مدینہ سے بہت قریب ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ابن عمر نے مدینہ سے دور کی زمین دے کر مدینہ کے قریب والی زمین لے لی' اس طرح اس بیع میں حضرت عثمان کو نقصان ہوا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۳۳۱۔ ۳۳۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حضرت ابن عمر کے اثر سے اس بات کا ثبوت کہ تفرق بالابدان سے لزوم بیع کا حکم بہ طور استحباب تھا اور بعد میں متروک ہو گیا تھا

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: اور اس وقت بیع کا معمول یہ تھا کہ خریدار اور بائع کو اس وقت تک (فسخ بیع کا) اختیار ہوتا تھا جب تک کہ وہ متفرق نہ ہوں۔

اس حدیث میں ان فقہاء کی دلیل ہے' جو کہتے ہیں کہ تفرق بالاقوال سے بیع لازم ہوتی ہے کیونکہ حضرت ابن عمر کا منشاء یہ تھا کہ پہلے تفرق بالابدان سے بیع کا لزوم بہ طور استحباب ہوتا تھا اور چونکہ وہ مکارم اخلاق کا زمانہ تھا اس لیے لوگ مستحب پر عمل کرتے تھے' اور حضرت ابن عمر نے جس وقت حضرت عثمان سے بیع کی تھی' اس زمانہ میں تفرق بالابدان سے بیع کا لزوم متروک ہو چکا تھا' اور اگر اس زمانہ میں بھی تفرق بالابدان سے بیع کا لزوم مشروع ہوتا تو حضرت ابن عمر یہ نہ فرماتے کہ اس وقت معمول یہ تھا کہ خریدار اور بائع کو اس وقت تک (فسخ بیع کا) اختیار ہوتا تھا حتیٰ کہ وہ متفرق ہو جائیں' بلکہ یہ فرماتے کہ یہ دائمی معمول تھا' اسی وجہ سے حضرت ابن عمر اپنی ایڑیوں پر لوٹ گئے' کیونکہ انہوں نے سمجھ لیا تھا کہ اس حدیث میں بہ طور ترغیب اور استحباب فرمایا ہے کہ بیع کا لزوم اس وقت ہوتا ہے جب خریدار اور بائع میں سے کوئی ایک مجلس سے نکل جائے اور اس حدیث سے یہی مراد ہے کیونکہ حضرت ابن عمر اس موقع پر حاضر تھے'

جب نبی ﷺ نے حضرت عمر سے اونٹ خریدا اور اسی وقت اس مجلس بیع سے نکلنے سے پہلے وہ اونٹ حضرت ابن عمر کو بخش دیا' اس میں یہ تصریح ہے کہ بیع کا لزوم صرف ایجاب وقبول اور تفرق بالاقوال پر موقوف ہے نہ کہ مجلسِ بیع سے نکلنے اور تفرق بالابدان پر۔

(شرح ابن بطال ج ۶ ص ۲۰۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

حدیث مذکور اور علامہ ابن بطال کی شرح سے غیر مقلد علماء کی پریشانی

غیر مقلد علماء بھی چونکہ تفرق بالابدان سے بیع کے لزوم کے قائل ہیں اور اس حدیث سے تفرق بالابدان کی نفی ہوتی ہے اور تفرق بالاقوال کا ثبوت ہوتا ہے' اس لیے وہ اس حدیث سے بہت پریشان ہوئے ہیں' مشہور غیر مقلد عالم شیخ وحید الزمان اس حدیث کے جواب میں لکھتے ہیں:

قسطلانی نے کہا: حضرت عمر کی حدیث تو ان صحیح حدیثوں کے معارض نہیں ہے جن سے خیار مجلس ثابت ہے کیونکہ احتمال یہ ہے کہ عقد بیع کے بعد آنحضرت' حضرت عمر سے تھوڑی دیر کے لیے آگے یا پیچھے گئے ہوں' اس کے بعد ہبہ کیا ہو۔

(تیسیر الباری ج ۳ ص ۳۸۲' نعمانی کتب خانہ' لاہور)

ظاہر ہے اس مقام پر صرف احتمال سے ان کا مؤقف ثابت نہیں ہوگا' حنبلیہ' شافعیہ اور غیر مقلدین کو کسی حدیث سے یہ ثابت کرنا ہوگا کہ اس اونٹ کی بیع کے بعد نبی ﷺ تھوڑی دیر کے لیے کہیں گئے' پھر واپس آ کر حضرت ابن عمر کو وہ اونٹ ہبہ کیا' دوسرے غیر مقلد عالم شیخ محمد داؤد راز میواتی نے بھی شیخ وحید الزمان کے اسی جواب کو نقل کیا ہے۔

(ترجمہ وتشریح صحیح بخاری ج ۳ ص ۲۱۴' مکتبہ قدوسیہ' لاہور)

تفرق بالاقوال سے بیع کے لزوم کے ثبوت میں مزید احادیث اور آثار

امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی متوفی ۳۲۱ھ تفرق بالاقوال پر استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

پھر اس کے بعد ہم نے رسول اللہ ﷺ کی وہ حدیث دیکھی جو اس پر دلالت کرتی ہے کہ خریدار اپنے قول سے مبیع کا مالک ہو جاتا ہے نہ کہ تفرق بالابدان سے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے طعام (غلہ) خریدا' وہ اس طعام کو فروخت نہ کرے حتیٰ کہ وہ اس پر قبضہ کر لے۔ (صحیح البخاری: ۲۱۳۳' صحیح مسلم: ۱۵۲۷' الرقم المسلسل: ۳۷۶۳' سنن ابوداؤد: ۳۴۹۲' سنن نسائی: ۴۶۰۴' سنن ابن ماجہ: ۲۲۲۹' موطأ امام مالک۔ بیوع۔ باب العینہ۔ حدیث: ۴۱' مسند احمد ج ۱ ص ۳۶۹-۳۶۸-۳۵۶' ج ۲ ص ۱۱۱-۱۰۸-۷۹-۷۳-۵۹-۴۶)

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جب خریدار نے اس طعام پر قبضہ کر لیا تو اس کے لیے اس طعام کو بیچنا جائز ہو گیا اور اس طعام پر قبضہ کرنا اس سے عام ہے کہ خریدار بیع کی مجلس سے اٹھ کر گیا ہو یا نہ گیا ہو یعنی تفرق بالابدان ہوا ہو یا نہ ہوا ہو۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب کوئی شخص طعام خریدے تو جب تک اس پر پورا قبضہ نہ کرے اس کو فروخت نہ کرے۔

(صحیح البخاری: ۲۱۲۶' صحیح مسلم: ۱۵۲۶' الرقم المسلسل: ۳۷۳۵' سنن ابوداؤد: ۳۴۹۲' سنن نسائی: ۴۶۱۹' سنن ترمذی: ۱۲۹۵' سنن ابن ماجہ: ۲۲۲۶' موطأ امام مالک۔ بیوع۔ باب العینہ۔ حدیث: ۴۰' مسند احمد ج ۱ ص ۲۷-۵۶' ج ۲ ص ۳۳-۶۴-۲۲' ج ۳ ص ۳۹۲)

سعید بن المسیب بیان کرتے ہیں کہ میں نے سنا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ منبر پر خطبہ دیتے ہوئے فرما رہے تھے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جب تم کوئی چیز بیچو تو ناپ کر بیچو اور جب کوئی چیز خریدو تو ناپ کر خریدو۔ (صحیح البخاری۔ باب: ۵۱ (تعلیق) مسند احمد ج ۱ ص ۷۵-۶۲)

امام طحاوی فرماتے ہیں: جو شخص غلہ ناپ کر خریدے پھر اس کو ناپنے سے پہلے فروخت کرے تو اس کی یہ بیع جائز نہیں ہے لیکن جب وہ غلہ خریدے تو اس کو ناپ لے اور اس پر قبضہ کر لے تو وہ اس بیع سے جدا ہو گیا' پھر ہر ایک کا اس پر اجماع ہے کہ اب اس کو دوبارہ ناپنے کی ضرورت نہیں ہے اور یہ اس کی دلیل ہے کہ اب وہ اس غلہ کا مالک ہے اور اس کے لیے اس کو فروخت کرنا جائز ہے اور اس سے یہ واضح ہو گیا کہ جب کسی شخص نے غلہ خرید کر اس کو ناپ کر اس پر قبضہ کر لیا تو وہ اب اس کا مالک ہے اور اس کا مالک ہونا مجلس بیع سے اٹھ کر جانے پر موقوف نہیں ہے۔

امام طحاوی فرماتے ہیں کہ یہ تو اس مسئلہ پر احادیث سے دلائل ہیں اور قیاس سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے' کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ جس طرح عقد بیع سے ملکیت اور تصرف کا حق ثابت ہوتا ہے اسی طرح عقد اجارہ سے بھی تصرف کا حق ثابت ہوتا ہے کیونکہ نکاح میں جو ایجاب وقبول ہوتا ہے' اس سے مرد کی عورت سے جماع کی ملکیت ثابت ہو جاتی ہے اور یہ ملکیت صرف ایجاب وقبول سے حاصل ہو جاتی ہے اور یہ اس پر موقوف نہیں ہے کہ نکاح کرنے والا مجلس نکاح سے اٹھ کر جائے اور تفرق بالابدان ہو بلکہ جیسے ہی ایجاب وقبول ہوا اور تفرق بالاقوال ہوا' نکاح کرنے والے کو منکوحہ پر ملکیت حاصل ہو گئی' سو نظر کا تقاضا یہ ہے کہ عقد بیع میں بھی صرف بائع اور مشتری کے ایجاب وقبول سے بیع مکمل ہو جائے اور تفرق بالابدان پر بیع کی ملکیت موقوف نہ ہو۔

(شرح معانی الآثار ج ۳ ص ۲۷۸-۲۷۷' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

امام طحاوی کے ان دلائل کو علامہ ابن بطال مالکی نے بھی اپنی تائید میں نقل کیا ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۶ ص ۲۰۹-۲۰۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

تفرق بالاقوال سے بیع کے لزوم میں دلائل کا خلاصہ

امام طحاوی کی عبارت نقل کرنے کے بعد علامہ ابن بطال مالکی لکھتے ہیں:

اس پر علماء کا اجماع ہے کہ جب خریدار مبیع کو ہبہ کر دے یا آزاد کر دے اور اس پر بائع اعتراض نہ کرے تو یہ بیع جائز ہے اور جب بائع اس پر انکار کرے اور خریدار کے اس تصرف سے راضی نہ ہو تو پھر اس میں اختلاف ہے' جو فقہاء یہ کہتے ہیں کہ بیع کلام سے مکمل ہو جاتی ہے وہ خریدار کے ہبہ کرنے اور آزاد کرنے کو جائز قرار دیتے ہیں اور جو کہتے ہیں کہ بیع تفرق بالابدان (یعنی کوئی ایک فریق مجلس بیع سے چلا جائے) سے مکمل ہو جاتی ہے' وہ ان میں سے کسی چیز کو جائز نہیں کہتے سوا اس صورت کے کہ خریدار اور بائع میں سے کوئی ایک مجلس بیع سے چلا جائے اور اس باب کی حدیث ان کے خلاف حجت ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے گھوڑا خریدا اور اسی مجلس میں وہ گھوڑا حضرت ابن عمر کو ہبہ کر دیا اور حضرت ابن عمر نے فرمایا کہ تفرق بالابدان سے بیع کا لزوم اب ترک ہو چکا ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۶ ص ۲۰۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

ہم نے تفرق بالاقوال سے بیع کے لزوم پر بہت مفصل بحث کی ہے اور شاید قارئین کو اس مسئلہ پر اتنی مفصل بحث کہیں اور نہیں ملے گی۔

٤٨ - بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ الْخِدَاعِ فِي الْبَيْعِ

بیع میں دھوکا دینا مکروہ ہے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ بیع میں دھوکا دینا مکروہ ہے۔

٢١١٧ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از عبداللہ

رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اَنَّ رَجُلًا ذَکَرَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ یُخْدَعُ فِی الْبُیُوْعِ، فَقَالَ اِذَا بَایَعْتَ فَقُلْ لَا خِلَابَۃَ.

بن دینار از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ کہا کہ اس کو چیزوں کے فروخت کرنے میں دھوکا دیا جاتا ہے تو آپ نے فرمایا: جب تم کوئی چیز فروخت کرو تو یہ کہا کرو کہ کوئی دھوکا نہ ہو۔

[اطراف الحدیث: ٢٤٠٧-٢٤١٤-٢٤١٤-٦٩٦٤]

(صحیح مسلم: ١٥٣٣، الرقم المسلسل: ٣٧٥١، سنن ابوداؤد: ٣٥٠٠، سنن نسائی: ٤٤٩٦، مسند احمد ج ٢ ص ٤٤ طبع قدیم، مسند احمد: ٥٠٣٦- ج ٩ ص ٢٧، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ اگر بیع میں دھوکا دینا مکروہ نہ ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس صحابی کو یہ کہنے کی تلقین نہ فرماتے کہ کوئی دھوکا نہ ہو۔

حضرت حبان بن مُنقذ رضی اللہ عنہ کا تذکرہ اور ان کے سر کی چوٹ کی وجہ سے ان کی عقل اور زبان پر اثر کا بیان

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ کہا۔

ان کا نام حبان بن منقذ ہے، یہ صحابی ابن صحابی انصاری مازنی ہیں رضی اللہ عنہما، یہ غزوۂ اُحد اور اس کے بعد کے غزوات میں حاضر رہے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں ان کی وفات ہوئی، یہ کسی غزوہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے، ایک پتھر قلعہ پر مارا گیا تھا جو ان کے سر پر لگا، اس سے ان کے دماغ پر چوٹ آئی اور اس سے ان کی عقل اور زبان کی کارکردگی میں فرق آ گیا لیکن یہ چیزوں کے درمیان امتیاز کر لیتے تھے، اور بیع میں ہمیشہ ان کے ساتھ غبن کیا جاتا تھا، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کی شکایت کی تو آپ نے فرمایا: تم دو مرتبہ ''لا خلابۃ'' کہہ دیا کرو (یعنی کوئی دھوکا نہ ہو) انہوں نے طویل عمر پائی اور ایک سو تیس سال تک زندہ رہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم جو چیز فروخت کرو تین دن تک تم کو اس کے واپس لینے کا اختیار ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١١ ص ٣٣٢)

حضرت حبان بن منقذ کو تین دن کا خیارِ شرط دینے کے متعلق احادیث

امام علی بن عمر الدارقطنی متوفی ٣٨٥ھ، اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ طلحہ بن یزید بن رُکانہ نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے بیوع کے بارے میں گفتگو کی تو حضرت عمر نے کہا: میں تمہارے لیے اس سے زیادہ وسعت نہیں پاتا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حبان بن مُنقذ کو عطا فرمائی تھی کیونکہ وہ نابینا تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے لیے تین دن کی میعاد مقرر کی کہ اگر وہ تین دن میں اس بیع پر راضی ہوں تو وہ بیع کر لیں اور اگر راضی نہ ہوں تو اس بیع کو ترک کر دیں۔

(سنن دارقطنی: ٢٩٧٤- ج ٣ ص ٥٣، اس حدیث کی روایت میں ابن لہیعہ منفرد ہیں، اس لیے اس کی سند ضعیف ہے)

نیز امام دارقطنی، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت حبان بن منقذ مرد ضعیف تھے، ان کے سر میں چوٹ لگ گئی تھی جس سے ان کا دماغ متاثر ہوا تھا، وہ جس چیز کو خریدتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اس میں تین دن کا اختیار دیا تھا اور ان کی زبان میں ثقل تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا: تم جس چیز کو فروخت کرو تو کہا کرو: ''لا خلابۃ'' اور میں ان سے سنتا تھا وہ کہتے تھے: ''لا خِذابۃ لا خِذابۃ''۔ (سنن دارقطنی: ٢٩٧٥- ج ٣ ص ٥٤، المستدرک ج ٢ ص ٢٢، سنن بیہقی ج ٥ ص ٢٧٣، مصنف عبدالرزاق: ١٥٣٣٧، مسند احمد ج ٢ ص ٨٠- ٧٢- ٦١، حافظ عسقلانی نے ان دونوں حدیثوں کو ذکر کیا ہے، الاصابہ: ١٥٥٩)

امام ابن ماجہ نے محمد بن اسحاق کی سند سے روایت کیا ہے کہ حضرت منقذ بن عمرو کے دماغ میں چوٹ لگ گئی اور ان کی زبان میں تتلاہٹ تھی اور وہ بیع کو ترک نہیں کرتے تھے اور ان کے ساتھ ہمیشہ غبن کیا جاتا تھا' پس وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: جب تم بیع کرو تو کہا کرو: "لا خلابة" پھر ہر وہ چیز جس کو تم خریدو گے اس میں تم کو تین راتوں کا اختیار ہوگا' اگر تم اس بیع پر راضی ہو تو اس کو رکھ لینا اور اگر تم ناراض ہو تو جس سے وہ چیز لی ہے اس کو واپس کر دینا۔ (سنن ابن ماجہ:۲۳۵۵)

امام ابن ماجہ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حضرت منقذ بن عمرو رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے اور باقی ائمہ کی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ان کے بیٹے حضرت حبان بن منقذ رضی اللہ عنہما کا واقعہ ہے۔

احادیث مذکورہ کی بناء پر غبن فاحش' خیارِ شرط اور کم عقل پر بیع کی پابندی کے متعلق حافظ ابن حجر کا تبصرہ

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: اس حدیث سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ جس کو صحیح قیمت کا علم نہ ہو' اور وہ اس کو غبن فاحش (بہت مہنگی) خرید لے تو وہ اس کو واپس کر سکتا ہے' یہ امام مالک کا قول ہے' لیکن اس پر یہ اعتراض ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حبان بن منقذ کو ان کی کمزور عقل کی وجہ سے یہ اختیار دیا تھا اور اگر غبن کی وجہ سے بیع فسخ کرنے کا اختیار ہو تو پھر خیارِ شرط کی ضرورت نہیں ہے۔ علامہ ابن العربی مالکی نے کہا ہے کہ یہ خاص واقعہ ہے' عام قاعدہ نہیں ہے۔

اس حدیث سے یہ استدلال بھی کیا گیا ہے کہ خیارِ شرط کی مدت تین دن سے زیادہ نہیں ہے کیونکہ خیارِ شرط اصل کے خلاف ہے' اس لیے اپنے مورد میں منحصر رہے گا اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ آپ نے مصراۃ کی بیع میں بھی فسخ بیع کے لیے تین دن کا اختیار دیا تھا۔

اس حدیث سے یہ استدلال بھی کیا جاتا ہے کہ جو بالغ مرد اور بڑی عمر کا آدمی ہو' اس کے تصرفات پر پابندی نہیں لگائی جاتی اور اس کو بیع سے منع نہیں کیا جاتا خواہ اس کی عقل کا ضعف ثابت ہو چکا ہو' کیونکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت حبان کے گھر والے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا: یا رسول اللہ! اس پر پابندی لگائیں' آپ نے ان کو بلا کر بیع سے منع فرمایا' انہوں نے کہا: میں بیع سے رک نہیں سکتا' آپ نے فرمایا: جب تم بیع کرو تو کہا کرو: "لا خلابة"۔ (سنن دار قطنی:۲۹۷۶)

اس پر یہ اعتراض ہے کہ اگر بڑی عمر والے پر پابندی لگانا صحیح نہ ہوتا تو آپ حضرت حبان کے گھر والوں کو اس سے منع فرما دیتے اور آپ نے جو حضرت حبان کو بیع سے منع نہیں کیا تو یہ ضعیف العقل کو بیع کی ممانعت سے منع نہیں کرتا۔

اس حدیث سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ خیارِ شرط کے ساتھ بیع کرنا جائز ہے اور یہ کہ خیارِ شرط صرف خریدار کے لیے ہوتا ہے۔
(فتح الباری ج ۴ ص ۵۷۴' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

غبن فاحش کی وجہ سے بیع فسخ کرنے اور کمزور عقل والے پر بیع کی پابندی لگانے کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

فقہاء احناف اور شوافع کا مذہب یہ ہے کہ بیع میں غبن لازمی نہیں ہے' اس لیے اس کے سبب سے خریدار کو بیع فسخ کرنے کا اختیار نہیں دیا جائے گا خواہ غبن کم ہو یا زیادہ' امام مالک کی بھی صحیح روایت یہی ہے۔

امام مالک کے اصحاب میں سے بغدادیوں نے کہا ہے کہ اگر غبن کسی چیز کی تہائی قیمت تک پہنچ جائے تو خریدار کو بیع فسخ کرنے کا اختیار ہے اور اگر اس سے کم ہو تو پھر نہیں ہے' بعض حنبلی فقہاء نے بھی یہی حد بیان کی ہے' ایک قول قیمت کے چھٹے حصہ کا ہے (پہلی صورت کے مطابق چھ روپے کی چیز آٹھ روپے کی فروخت کی جائے اور دوسرے قول کے مطابق چھ روپے کی چیز سات روپے

فروخت کی جائے تو غبن فاحش ہے)۔ داؤد ظاہری نے کہا ہے کہ غبن فاحش میں عقد باطل ہے' امام مالک سے ایک روایت یہ ہے کہ اگر خریداری کے وقت خریدار کو چیز کی قیمت اور اس کے نرخ کا علم تھا' پھر اس نے غبن فاحش سے چیز خرید لی تو بیع فسخ نہیں کی جائے گی خواہ غبن زیادہ ہو یا کم اور اگر اس کو اس کا علم نہیں تھا تو بیع فسخ کر دی جائے گی سوائے اس صورت کے کہ خریدار اس قیمت پر راضی ہو' امام مالک نے خود غبن فاحش کی حد مقرر نہیں کی' مالکی اور حنبلی فقہاء نے غبن فاحش کی صورت میں بیع فسخ کرنے کے اختیار کو حضرت حبان بن منقذ کی حدیث سے ثابت کیا ہے۔

علامہ ابوالحسن علی بن خلف مالکی قرطبی نے امام مالک کا غبن کے معاملہ میں وہی موقف بیان کیا ہے جس کو علامہ عینی نے نقل کیا ہے۔(شرح ابن بطال ج ۶ ص ۲۱۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ موفق الدین عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ لکھتے ہیں:

جب خریدار کو بیع میں اتنا زیادہ غبن کیا گیا جو عادت سے خارج ہو' یعنی اس سے عام معمول سے زیادہ قیمت لی گئی ہو تو اس کو اختیار ہے خواہ بیع فسخ کر دے یا برقرار رکھے' امام مالک کا بھی یہی قول ہے' امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کے نزدیک اس کو اس صورت میں فسخ بیع کا اختیار نہیں ہے۔(المغنی ج ۵ ص ۳۱۹' دار الحدیث' قاہرہ' ۱۴۲۵ھ)

علامہ عینی فرماتے ہیں: فقہاء احناف اور شوافع کہتے ہیں کہ حضرت حبان بن منقذ کی حدیث کا یہ جواب ہے کہ یہ ایک مخصوص واقعہ ہے اور اس حال کی حکایت ہے' ابن عربی مالکی نے بھی کہا ہے کہ یہ واقعہ اس صاحب کے ساتھ مخصوص تھا اور دوسروں کی طرف متعدی نہیں تھا' اسی طرح امام شافعی اور امام احمد نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ جو شخص کم عقل ہو اور بیچنے اور خریدنے میں اچھی طرح تصرف نہ کر سکتا ہو' اس پر خریدنے اور بیچنے میں تصرف پر پابندی لگا دینی جائز ہے' اس کا بھی یہی جواب ہے کہ اس حدیث میں ایک خاص واقعہ کا ذکر ہے' قاعدہ کلیہ کا بیان نہیں ہے۔ اس وجہ سے امام ابوحنیفہ کے نزدیک عقل کی کمی کی وجہ سے بیع پر پابندی لگانا جائز نہیں ہے۔(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۳۳۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

غبن فاحش اور مہنگائی کی صورت میں قیمتیں مقرر کرنے کے متعلق فقہاء احناف کا موقف

علامہ محمد بن علی حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

حاکم کے لیے قیمت کا مقرر کرنا جائز نہیں ہے' کیونکہ حدیث میں ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ لوگوں نے کہا: یا رسول اللہ! قیمتیں بہت زیادہ ہوگئی ہیں' آپ ہمارے لیے قیمتیں مقرر کر دیجئے' تو آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ہی قیمت بنانے والا ہے' وہی تنگی کرنے والا ہے اور وہی کشادگی کرنے والا ہے اور وہی رزّاق ہے اور مجھے امید ہے کہ میں اس حال میں اللہ تعالیٰ سے ملاقات کروں گا کہ تم میں سے کوئی بھی مجھ پر کسی جان میں زیادتی کرنے کا دعویٰ نہیں کرے گا نہ مال میں۔

(سنن ابوداؤد: ۳۴۵۱' سنن ترمذی: ۱۳۱۴' سنن ابن ماجہ: ۲۲۰۰' سنن بیہقی ج ۶ ص ۲۹' مسند احمد ج ۳ ص ۲۸۶۔۱۵۶' مسند ابویعلیٰ: ۲۷۷۴)

علامہ شامی لکھتے ہیں: ہاں! اگر کوئی بائع غبن فاحش کرے اور دگنی قیمت پر فروخت تو اس وقت اگر حاکم قیمتیں مقرر کر دے تو کوئی حرج نہیں ہے' جیسا کہ ہدایہ میں ہے اور غایۃ البیان میں مذکور ہے کہ اس صورت میں حاکم پر قیمتوں کا مقرر کرنا واجب ہے۔

(درمختار و ردالمحتار ج ۹ ص ۴۸۸' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۳۷۴۹۔ ج ۴ ص ۱۸۷ پر مذکور ہے' اس حدیث کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

(۱) ''لا خِلابة'' کہنے کی وجہ (۲) ناتجربہ کار کو زیادہ مہنگے داموں پر فروخت کرنے میں مذاہب فقہاء (۳) غبن فاحش کی وجہ سے خیار کے حکم میں متاخرین فقہاء احناف کا موقف۔

علامہ حموی حنفی نے لکھا ہے کہ غبن فاحش کا معیار یہ ہے کہ جو قیمت عام قیمت سے زیادہ ہو اور اتنی قیمت پر کوئی شخص اس کو فروخت نہ کرتا ہو تو وہ غبن فاحش ہے۔ (غمز عیون البصائر ج ۱ ص ۲۵۸-۲۵۷)

۴۹ - بَابُ مَا ذُكِرَ فِي الْأَسْوَاقِ

بازاروں کے متعلق احادیث

وَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ لَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِيْنَةَ قُلْتُ هَلْ مِنْ سُوْقٍ فِيهِ تِجَارَةٌ؟ قَالَ سُوْقُ قَيْنُقَاعَ.

اور حضرت عبد الرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا: جب ہم مدینہ میں آئے تو میں نے کہا: کیا مدینہ میں کوئی تجارت کی جگہ ہے؟ تو حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ نے کہا: قینقاع کا بازار ہے۔

اس تعلیق کی اصل صحیح البخاری: ۲۰۴۸ میں ہے۔

وَقَالَ اَنَسٌ قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ دُلُّوْنِيْ عَلَى السُّوْقِ.

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد الرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے بازار دکھاؤ۔

اس تعلیق کی اصل صحیح البخاری: ۲۰۴۹ میں ہے۔

وَقَالَ عُمَرُ اَلْهَانِي الصَّفْقُ بِالْأَسْوَاقِ.

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے بازاروں کی خرید و فروخت نے (اس حدیث سے) غافل رکھا۔

اس تعلیق کی اصل صحیح البخاری: ۲۰۶۲ میں ہے۔

۲۱۱۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ قَالَ حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ زَكَرِيَّا، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سُوْقَةَ، عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ قَالَ حَدَّثَتْنِيْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْزُوْ جَيْشٌ الْكَعْبَةَ، فَإِذَا كَانُوْا بِبَيْدَاءَ مِنَ الْأَرْضِ يُخْسَفُ بِاَوَّلِهِمْ وَاٰخِرِهِمْ. قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! كَيْفَ يُخْسَفُ بِاَوَّلِهِمْ وَاٰخِرِهِمْ، وَفِيْهِمْ اَسْوَاقُهُمْ، وَمَنْ لَيْسَ مِنْهُمْ؟ قَالَ يُخْسَفُ بِاَوَّلِهِمْ وَاٰخِرِهِمْ، ثُمَّ يُبْعَثُوْنَ عَلٰى نِيَّاتِهِمْ. (صحیح مسلم: ۲۸۸۴ الرقم المسلسل: ۷۱۳۸ مسند احمد ج ۶ ص ۱۰۵ طبع قدیم مسند احمد: ۲۴۷۳۸ ج ۴۱ ص ۲۵۸ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن الصباح نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن زکریا نے حدیث بیان کی از محمد بن سوقہ از نافع بن جبیر بن مطعم انہوں نے کہا: مجھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حدیث بیان کی وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قربِ قیامت میں ایک لشکر کعبہ پر حملہ کرے گا جب وہ لشکر مقامِ بیداء میں پہنچے گا تو ان کو اول سے آخر تک زمین میں دھنسا دیا جائے گا حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں: میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ان کو از اول تا آخر کیسے دھنسایا جائے گا جب کہ ان میں ان کے بازار بھی ہوں گے اور وہ لوگ بھی ہوں گے جو اس لشکر میں سے نہیں ہوں گے؟ آپ نے فرمایا: ان کو از اول تا آخر دھنسا دیا جائے گا پھر ان کو ان کی نیتوں کے مطابق اٹھایا جائے گا۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن الصباح (۲) اسماعیل بن زکریا ابوزیاد الاسدی امام بخاری نے کہا: ان کے گھر والوں کے پاس ان کی وفات

خبر ۱۷۴ھ میں آئی تھی (۳) محمد بن سوقہ ابوبکر الغنوی (۴) نافع بن جبیر بن مطعم (۵) حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا۔

(عمدۃ القاری ج۱۱ص۳۳۶)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ اس طرح مطابقت ہے کہ اس حدیث میں بازاروں کا ذکر ہے اس کے بعد جو امام بخاری نے احادیث ذکر کی ہیں ان کو بھی اسی مناسبت سے ذکر کیا ہے۔

''بیداء'' اور ''جیش'' کا معنی اور ''جیش'' کا ترجمہ کرنے میں شیخ تقی عثمانی کی غلطی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ''بیداء'' کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: کھلا ہوا چٹیل میدان اور اس حدیث میں اس سے مراد ہے: مکہ اور مدینہ کے درمیان مخصوص جگہ۔

اس میں مذکور ہے: ''یغزو جیش الکعبۃ'' اس کا معنی ہے: لشکروں میں سے ایک لشکر کعبہ کو ڈھانے کا قصد کرے گا۔

شیخ تقی عثمانی نے اس کے معنی میں لکھا ہے: ایک راہ زن کعبہ کے اوپر حملہ کرے گا۔ (انعام الباری ج۶ص۲۲۹) یہ غلط ہے کیونکہ ''جیش'' کا معنی لشکر ہے جیسا کہ علامہ عینی نے لکھا ہے اس کا معنی راہ زن یا ڈاکو نہیں ہے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے: اور اس میں ان کے بازار بھی ہوں گے اس کا معنی ہے: اس جگہ میں بازار والے بھی ہوں گے جو خرید و فروخت کر رہے ہوں گے جیسا کہ شہروں میں ہوتے ہیں۔

اگر نیک لوگ بُروں کا ساتھ نہ چھوڑیں تو سب پر عام عذاب ہوتا ہے

اس میں مذکور ہے: اور وہ لوگ بھی ہوں گے جو اس لشکر میں سے نہیں ہوں گے اس سے مراد ہے: اس لشکر میں کعبہ کو ڈھانے والوں کے قیدی بھی ہوں گے جن کا قصد کعبہ کو ڈھانا نہیں ہوگا اور وہ اتنے کمزور ہوں گے کہ وہ کعبہ کو ڈھا بھی نہیں سکیں گے۔

نیز اس میں مذکور ہے: پھر ان کو ان کی نیتوں کے مطابق اوپر اٹھایا جائے گا یعنی سب کو ان بُرے لوگوں کے جرم کی وجہ سے دھنسا دیا جائے گا پھر قیامت کے دن ان کو اپنی اپنی نیتوں کے اعتبار سے اٹھایا جائے گا اگر ان کا قصد خیر ہوگا تو ان کا انجام خیر ہوگا اور اگر ان کا قصد شر ہوگا تو ان کا انجام شر ہوگا۔ (عمدۃ القاری ج۱۱ص۳۳۷ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

قرآن مجید میں ہے:

وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً. (الانفال:۲۵) اور اس عذاب سے ڈرتے رہو جو صرف ان ہی لوگوں کو پہنچے گا جو تم میں سے ظالم ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ اپنے درمیان بدکاروں کو نہ رہنے دیں ورنہ اللہ تعالیٰ سب پر عذاب نازل فرمائے گا۔ (جامع البیان جز ۷ص۲۸۸ دارالفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بہ خدا تم ضرور نیکی کا حکم دیتے رہنا اور برائی سے روکتے رہنا اور تم ضرور ظلم کرنے والے کے ہاتھوں کو پکڑ لینا اور تم ضرور اس کو حق پر عمل کے لیے مجبور کرنا ورنہ اللہ تمہارے دل بھی ایک جیسے کر دے گا پھر تم پر بھی اسی طرح لعنت کرے گا جس طرح ان پر لعنت کی تھی۔ (سنن ابوداؤد: ۴۳۳۷ سنن ترمذی: ۳۰۵۹ سنن ابن ماجہ: ۴۰۰۶ مسند احمد ج۱ص۳۹۱)

میں کہتا ہوں کہ جب اللہ تعالیٰ کا عام عذاب آتا ہے تو اسی طرح ہوتا ہے جیسا کہ ۸ اکتوبر ۲۰۰۵ء کو کشمیر میں عام زلزلہ آیا اس زلزلہ میں بدکاروں کے ساتھ نیکوکار بھی زمین میں دھنس گئے تھے لیکن قیامت میں ہر ایک کا حشر اپنی اپنی نیت کے ساتھ ہوگا۔

یہ لشکر کعبہ کو گرانے کا قصد کرے گا لیکن وہ کعبہ تک نہیں پہنچ سکے گا اور مکہ سے پہلے مقام بیداء میں اس کو زمین میں دھنسا دیا جائے گا جیسا کہ مخبر صادق علیہ السلام نے خبر دی ہے۔

امام مالک نے اس حدیث سے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ جو لوگ شراب پینے والوں کے ساتھ بیٹھے ہوں خواہ وہ شراب نہ پی رہے ہوں' ان کو بھی تعزیر لگائی جائے گی۔ اس پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ حدیث میں تو آفت سماویہ کا ذکر ہے' اس پر شرعی سزا کو قیاس کرنا درست نہیں ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ شرعی سزائیں بھی اُمورِ سماویہ میں سے ہیں' اس کی وجہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: ہر مرد کو اسی کا ثمر ملتا ہے جس کی وہ نیت کرتا ہے' اسی وجہ سے ظالموں اور بدکاروں کی مجلس میں بیٹھنے اور ان کی تعداد میں اضافہ کرنے سے منع کیا جاتا ہے' قرآن مجید میں ہے:

وَاِذَا رَاَیْتَ الَّذِیْنَ یَخُوْضُوْنَ فِیْٓ اٰیٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰی یَخُوْضُوْا فِیْ حَدِیْثٍ غَیْرِهٖ وَاِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ○ (الانعام: ۶۸)

اور (اے مخاطب!) جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو ہماری آیتوں کو (طعن و تشنیع کا) مشغلہ بناتے ہیں تو ان سے اعراض کرو' حتیٰ کہ وہ کسی اور بات میں مشغول ہو جائیں' اور اگر شیطان تمہیں بھلا دے تو یاد آنے کے بعد ظلم کرنے والے لوگوں کے ساتھ نہ بیٹھو○

وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ. (ھود: ۱۱۳)

اور ظالموں سے میل جول نہ رکھو ورنہ تمہیں دوزخ کی آگ چھوئے گی۔

لشکر کے درمیان کے لوگوں کو بھی دھنسایا جائے گا اور مجبور لوگوں کو بھی اور ان کو بھی جو بازاروں میں ہوں گے

اگر یہ سوال کیا جائے کہ اس حدیث میں اس لشکر کے اوّل اور آخری حصہ کو زمین میں دھنسانے کا ذکر ہے اور لشکر کے درمیانی حصہ کو زمین میں دھنسانے کا ذکر نہیں ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ محاورہ یہ ہے کہ از اوّل تا آخر کہا جاتا ہے اور اس سے مراد پورا لشکر ہوتا ہے' دوسرا جواب یہ ہے کہ درج ذیل حدیث میں لشکر کے درمیانی حصہ کا بھی ذکر ہے:

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بیت اللہ پر حملہ کرنے کے لیے ایک لشکر روانہ ہوگا حتیٰ کہ جب وہ (مکہ کے قریب) ایک میدان میں پہنچے گا تو اس لشکر کے درمیانی حصہ کو زمین میں دھنسا دیا جائے گا اور ان کا اوّل حصہ آخری حصہ کو پکارے گا' پھر ان کو بھی دھنسا دیا جائے گا۔ الحدیث

(صحیح مسلم: ۲۸۸۳' الرقم المسلسل: ۷۱۳۶' سنن نسائی: ۲۸۸۰' سنن ابن ماجہ: ۴۰۶۳)

دوسرا سوال یہ ہے کہ ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جن کو جبراً اس لشکر کے ساتھ نکالا جائے گا اور جو لوگ بازار میں اس لشکر کے ساتھ اتفاقاً جمع ہوں گے؟ اس کا جواب درج ذیل حدیث میں ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نیند میں اپنے ہاتھ پیر ہلائے' ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! آج آپ نے نیند میں وہ کام کیا جو آپ پہلے نہیں کرتے تھے' آپ نے فرمایا کہ تعجب ہے کہ میری امت کے کچھ لوگ قریش کے ایک شخص کو پکڑنے کے لیے بیت اللہ کا قصد کریں گے' جس نے بیت اللہ میں پناہ لی ہوئی ہوگی' حتیٰ کہ جب وہ (مکہ کے قریب) کھلے میدان میں پہنچیں گے تو ان کو زمین میں دھنسا دیا جائے گا' ہم نے کہا: یارسول اللہ! راستہ میں تو سب لوگ جمع ہوتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! ان میں بااختیار' مجبور اور مسافر بھی ہوں گے' وہ سب ایک ساتھ ہلاک ہو جائیں گے' پھر اللہ تعالیٰ ان کی نیتوں کے اعتبار

سے ان کو الگ الگ اٹھائے گا۔ (صحیح مسلم: ۲۸۸۴'الرقم المسلسل: ۷۱۳۸)

بہ ظاہر اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لشکر حجاج بن یوسف کا ہوگا جو حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے جنگ کے لیے روانہ ہوا تھا' لیکن یہ صحیح نہیں ہے' یہ کفار کا لشکر ہوگا جو قربِ قیامت میں کعبہ کو گرانے کے قصد سے روانہ ہوگا اور اس کو مکہ میں پہنچنے سے پہلے زمین میں دھنسا دیا جائے گا اور ایسا ضرور ہوگا کیونکہ مخبر صادق علیہ السلام نے اس کی خبر دی ہے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۷۱۱۴۔ ج ۷ ص ۷۵۳ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

٢١١٩ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ' عَنِ الْاَعْمَشِ' عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ' عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةُ اَحَدِكُمْ فِيْ جَمَاعَةٍ' تَزِيْدُ عَلٰى صَلٰوتِهٖ فِيْ سُوْقِهٖ وَبَيْتِهٖ بِضْعًا وَّعِشْرِيْنَ دَرَجَةً' وَذٰلِكَ بِاَنَّهٗ اِذَا تَوَضَّاَ فَاَحْسَنَ الْوُضُوْءَ' ثُمَّ اَتَى الْمَسْجِدَ لَا يُرِيْدُ اِلَّا الصَّلٰوةَ' لَا يَنْهَزُهٗ اِلَّا الصَّلٰوةُ' لَمْ يَخْطُ خُطْوَةً اِلَّا رُفِعَ بِهَا دَرَجَةً' اَوْ حُطَّتْ عَنْهُ بِهَا خَطِيْئَةٌ' وَالْمَلٰٓئِكَةُ تُصَلِّيْ عَلٰى اَحَدِكُمْ مَا دَامَ فِيْ مُصَلَّاهُ الَّذِيْ يُصَلِّيْ فِيْهِ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَيْهِ' اَللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ' مَا لَمْ يُحْدِثْ فِيْهِ' مَا لَمْ يُؤْذِ فِيْهِ' وَقَالَ اَحَدُكُمْ فِيْ صَلٰوةٍ مَّا كَانَتِ الصَّلٰوةُ تَحْبِسُهٗ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از اعمش از ابی صالح از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کسی شخص کی جماعت کے ساتھ نماز اس کی بازار اور گھر کی نماز پر بیس اور چند درجہ زیادہ ہوتی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جب وہ اچھی طرح وضوء کرتا ہے' پھر مسجد میں جاتا ہے' اس کا صرف نماز ہی کا ارادہ ہوتا ہے اور اس کو صرف نماز ہی اٹھاتی ہے تو وہ جو قدم بھی چلتا ہے' اس کے سبب سے اس کا ایک درجہ بلند کیا جاتا ہے یا اس کا ایک گناہ مٹا دیا جاتا ہے اور فرشتے تم میں سے ہر ایک کے لیے اس وقت تک رحمت کی دعا کرتے رہتے ہیں جب تک وہ اپنی نماز کی جگہ میں ہوتا ہے جس میں وہ نماز پڑھتا ہے' (فرشتے دعا کرتے ہیں:) اے اللہ! اس پر رحمت نازل فرما! اے اللہ! اس پر رحم کر! جب تک وہ شخص اس جگہ اپنا وضوء نہیں توڑتا اور جب تک وہاں (فرشتوں کو) ایذاء نہیں دیتا اور فرمایا: تم میں سے ہر شخص کا اس وقت تک نماز میں شمار ہوتا ہے جب تک کہ نماز اس کو روکے رکھتی ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۷۶ میں گزر چکی ہے۔

٢١٢٠ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ بْنُ اَبِيْ اِيَاسٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ' عَنْ حُمَيْدِ الطَّوِيْلِ' عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي السُّوْقِ' فَقَالَ رَجُلٌ يَا اَبَا الْقَاسِمِ! فَالْتَفَتَ اِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' فَقَالَ اِنَّمَا دَعَوْتُ هٰذَا' فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمُّوْا بِاسْمِيْ' وَلَا تَكَنَّوْا بِكُنْيَتِيْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم بن ابی ایاس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از حمید طویل از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بازار میں تھے کہ ایک شخص نے کہا: یا ابا القاسم! نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طرف متوجہ ہوئے تو اس نے کہا: میں نے اُس شخص کو پکارا تھا' سو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرا نام رکھا کرو اور میری کنیت نہ رکھا کرو۔

[اطراف الحدیث: ۲۱۲۱۔ ۳۵۳۷] (صحیح مسلم: ۲۱۳۱، الرقم المسلسل: ۵۴۷۹، سنن ابوداؤد: ۴۹۶۵، سنن ابن ماجہ: ۳۷۳۵، مسند ابوداؤد الطیالسی: ۲۵۱۵، مسند احمد ج ۲ ص ۴۵۷ طبع قدیم، مسند احمد: ۹۸۹۴۔ ج ۱۵ ص ۵۵۰، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں بازار کا ذکر ہے۔

بعض صحابہ اور بعض صحابہ کی اولاد کا نام محمد اور ان کی کنیت ابوالقاسم تھی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام طحاوی نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے کئی اصحاب کا نام محمد تھا اور ان کی کنیت ابوالقاسم تھی، ان کے نام درج ذیل ہیں:

حضرت محمد بن طلحہ، حضرت محمد بن الاشعث، حضرت محمد بن ابوحذیفہ رضی اللہ عنہم، ان میں سے صحابہ کی اولاد کے نام بھی ہیں: محمد بن جعفر بن ابوطالب، محمد بن سعید بن ابی وقاص، محمد بن حاطب، محمد بن المنتشر، ان کا امام بیہقی نے اپنی سنن میں ذکر کیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نام اور کنیت رکھنے میں مذاہب فقہاء

محمد بن سیرین، ابراہیم نخعی اور امام شافعی نے کہا ہے کہ کسی شخص کے لیے ابوالقاسم کنیت رکھنی جائز نہیں ہے، خواہ اس کا نام محمد ہو یا نہ ہو، اہل الظاہر کا بھی یہی مذہب ہے کہ کسی کے لیے بھی ابوالقاسم کنیت رکھنا جائز نہیں ہے، ان کا استدلال اس حدیث کے ظاہر سے ہے۔

امام احمد اور اہل ظاہر کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ جس کا نام محمد ہو، اس کو ابوالقاسم کنیت نہیں رکھنی چاہیے اور جس کا نام محمد نہ ہو، وہ اگر ابوالقاسم کنیت رکھ لے تو کوئی حرج نہیں ہے، ان کا استدلال اس حدیث سے ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے کہ کوئی شخص آپ کے نام اور کنیت کو جمع کرے اور محمد ابوالقاسم نام رکھے۔ (سنن ترمذی: ۲۸۴۱، مسند احمد ج ۲ ص ۴۳۳)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: جب تم نے میرا نام رکھ لیا تو پھر میری کنیت نہ رکھو۔ (سنن ترمذی: ۲۸۴۲، مسند احمد ج ۳ ص ۳۱۳)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: میرا نام رکھو اور میری کنیت نہ رکھو کیونکہ میں ابوالقاسم ہوں، تمہارے درمیان تقسیم کرتا ہوں۔ (صحیح مسلم: ۲۱۳۳، الرقم المسلسل: ۵۴۸۴)

علامہ مازری نے کہا ہے کہ آپ کی کنیت ابوالقاسم رکھنا، آپ کی حیات میں ناجائز تھا جب کہ اب جائز ہے۔ (اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۷ ص ۹۔ ۸)

اس مسئلہ کی زیادہ تحقیق، نعمۃ الباری ج ۱ ص ۴۴۰ میں ملاحظہ فرمائیں۔

شیخ تقی عثمانی کا ''یا محمد'' کہنے کو نئی قوم کا شعار قرار دینا اور اس پر مصنف کا تبصرہ

شیخ تقی عثمانی لکھتے ہیں:

مسلمان، یارسول اللہ کہہ کر پکارتے تھے اور اہل کتاب آپ کی کنیت کے ساتھ یا اباالقاسم کہہ کر پکارتے تھے، تو کافر بھی یا محمد کہہ کر نہیں پکارتے تھے، اب یہ نئی قوم پیدا ہوئی ہے جو یا محمد کہہ کر پکارتی ہے۔ (انعام الباری ج ۶ ص ۲۳۱، مکتبۃ الحراء، کراچی)

شیخ تقی عثمانی نے اس پر توجہ نہیں کی کہ صحابہ اور تابعین کے عہد میں بھی نداء یا محمد کا رواج تھا:

امام مسلم نے اپنی سند کے ساتھ حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ سے حدیث ہجرت میں روایت کیا ہے، جب ہم مدینہ

صحابہ کا اس میں تنازع تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کس کے گھر ٹھہریں گے' آپ نے فرمایا: میں بنو نجار کے گھر ٹھہروں گا جو (حضرت) عبدالمطلب کے ماموں ہیں' میں اس وجہ سے ان کا اکرام کروں گا' پھر مرد اور عورتیں گھروں کی چھتوں کے اوپر چڑھ گئے اور لڑکے اور خدام راستوں میں بکھر گئے اور وہ نداء کر رہے تھے: ''یا محمد! یا رسول اللّٰہ! یا محمد! یا رسول اللّٰہ!''۔

(صحیح مسلم: ۲۰۰۹' الرقم المسلسل: ۷۴۱۶)

اس حدیث میں اس امر کا واضح ثبوت ہے کہ صحابہ کرام یا محمد کے ساتھ نداء کرتے تھے۔ شیخ تقی عثمانی نے فتح الملہم کا تکملہ لکھا ہے اور صحیح مسلم کی بقیہ احادیث کی شرح کی ہے مگر حیرت ہے کہ شیخ عثمانی نے اس حدیث کی شرح میں ایک لفظ بھی نہیں لکھا۔ دیکھئے تکملہ فتح الملہم ج ۶ ص ۵۳۳۔

دیگر صحابہ سے بھی یا محمد کہنے کا ثبوت ہے:

عبدالرحمن بن سعد بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا پیر سُن ہو گیا' ایک شخص نے کہا: اس کو یاد کرو جو تم کو سب سے زیادہ محبوب ہو' حضرت ابن عمر نے کہا: یا محمد!

(الادب المفرد ص ۲۶۲' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۱۶ھ' عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی ص ۱۶۹۔ ۱۶۸' الشفاء ج ۲ ص ۲۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک نابینا کو دعا تعلیم فرمائی' اس میں یہ الفاظ ہیں:

اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف محمد نبی رحمت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے وسیلہ سے متوجہ ہوتا ہوں۔ یا محمد! میں آپ کے وسیلہ سے اپنی اس حاجت میں اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں' تاکہ یہ حاجت پوری ہو' اے اللہ! آپ کی شفاعت میرے حق میں قبول فرما! (سنن ابن ماجہ: ۱۳۸۵' سنن ترمذی: ۳۵۸۹' مجموعۃ الفتاوی لابن تیمیہ ج ۱ ص ۲۶۷' تحفۃ الاحوذی ج ۴ ص ۲۸۳)

تابعین کے دور میں بھی یا محمد کہنے کا رواج تھا' حافظ ابن کثیر' حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت کے احوال لکھتے ہیں:

اس زمانہ میں مسلمانوں کا شعار یا محمداہ کہنا تھا۔ (البدایہ والنہایہ ج ۶ ص ۳۲۴' دار الفکر' بیروت' ۱۳۹۳ھ)

علامہ ابن الاثیر متوفی ۶۳۰ھ نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔ (الکامل فی التاریخ ج ۲ ص ۲۴۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۰۰ھ)

۲۱۲۱ - حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ' عَنْ حُمَيْدٍ' عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ دَعَا رَجُلٌ بِالْبَقِيعِ يَا أَبَا الْقَاسِمِ! فَالْتَفَتَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَمْ أَعْنِكَ' قَالَ سَمُّوْا بِاسْمِيْ وَلَا تَكْتَنُوْا بِكُنْيَتِيْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مالک بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زہیر نے حدیث بیان کی از حمید از حضرت انس رضی اللہ عنہ کہ ایک شخص نے بقیع میں کسی کو پکارا: یا ابا القاسم! تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی طرف مڑ کر دیکھا' پس اس نے کہا: میں نے آپ کا ارادہ نہیں کیا تھا' آپ نے فرمایا: میرا نام رکھا کرو اور میری کنیت نہ رکھا کرو۔

اس حدیث کی شرح' حدیث سابق: ۲۱۲۰ میں گزر چکی ہے۔

۲۱۲۲ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ' عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِيْ يَزِيْدَ' عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ' عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ الدَّوْسِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عبیداللہ بن ابی یزید از نافع بن جبیر بن مطعم از حضرت ابوہریرہ الدوسی رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دن کے ایک حصہ میں نکلے' آپ

فِیْ طَائِفَةِ النَّهَارِ' لَا يُكَلِّمُنِیْ وَلَا اُكَلِّمُهٗ' حَتّٰی اَتٰی سُوْقَ بَنِیْ قَيْنُقَاعَ' فَجَلَسَ بِفِنَاءِ بَيْتِ فَاطِمَةَ' فَقَالَ اَثَمَّ لُكَعُ؟ اَثَمَّ لُكَعُ؟ فَحَبَسَتْهُ شَيْئًا' فَظَنَنْتُ اَنَّهَا تُلْبِسُهٗ سِخَابًا اَوْ تُغَسِّلُهٗ' فَجَآءَ يَشْتَدُّ حَتّٰی عَانَقَهٗ وَقَبَّلَهٗ' وَقَالَ اَللّٰهُمَّ اَحْبِبْهُ وَاَحِبَّ مَنْ يُّحِبُّهٗ. قَالَ سُفْيَانُ قَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ اَخْبَرَنِیْ اَنَّهٗ رَاٰی نَافِعَ بْنَ جُبَيْرٍ اَوْتَرَ بِرَكْعَةٍ. [طرف الحدیث: ۵۸۸۴] (صحیح مسلم: ۲۴۲۱' الرقم المسلسل: ۶۱۵۱' سنن ابن ماجہ: ۱۴۲' سنن ترمذی: ۳۸۰۷' مسند الحمیدی: ۱۰۴۳' الادب المفرد: ۱۱۵۲' سنن کبریٰ: ۸۱۶۴' مسند احمد ج ۲ ص ۲۴۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۷۳۹۸۔ ج ۱۲ ص ۳۶۰' موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

مجھ سے بات کر رہے تھے نہ میں آپ سے بات کر رہا تھا حتیٰ کہ آپ بنوقینقاع کے بازار میں آئے اور حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر کے صحن میں بیٹھ گئے' پس فرمایا: کیا یہاں بچہ ہے؟ کیا یہاں بچہ ہے؟ حضرت فاطمہ نے ان کو کچھ دیر روکا' میں نے گمان کیا کہ وہ ان کو سیپیوں کا ہار پہنا رہی ہیں یا ان کو نہلا رہی ہیں' پھر وہ دوڑتے ہوئے آئے حتیٰ کہ آپ نے ان کو گلے لگایا اور ان کو بوسا دیا' اور آپ نے دعا کی: اے اللہ! اس سے محبت کر! اور جو اس سے محبت کرے اس سے محبت کر۔ سفیان نے بیان کیا: عبید اللہ نے کہا: مجھے اس نے خبر دی جس نے نافع بن جبیر کو ایک رکعت وتر پڑھتے دیکھا۔

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس جملہ میں ہے: حتیٰ کہ آپ بنوقینقاع کے بازار میں آئے۔

امام بخاری کی اس روایت میں اختصار ہے' امام مسلم نے اس حدیث کو زیادہ وضاحت کے ساتھ روایت کیا ہے اور وہ یہ ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ دن کے ایک پہر میں نکلا' آپ مجھ سے کلام فرما رہے تھے اور نہ میں آپ سے بات کر رہا تھا' حتیٰ کہ آپ بنوقینقاع کے بازار میں آئے' پھر واپس چلے گئے' یہاں تک کہ آپ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر آ گئے' آپ نے فرمایا: کیا یہاں وہ مُنّا ہے' کیا یہاں وہ ننھا ہے' آپ کی مراد تھی: حضرت حسن رضی اللہ عنہ۔ ہم نے گمان کیا کہ ان کی والدہ نے ان کو روکا ہوا ہے تا کہ ان کو نہلائیں اور سیپیوں کا ہار پہنائیں' پھر تھوڑی دیر گزری کہ حضرت حسن دوڑتے ہوئے آئے اور ہر ایک نے دوسرے کے گلے میں بانہیں ڈال دیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا کی: اے اللہ! بے شک میں اس سے محبت کرتا ہوں سو تو اس سے محبت کر اور جو اس سے محبت کرے' اس سے بھی محبت کر۔ (صحیح مسلم: ۲۴۲۱' الرقم المسلسل: ۶۱۵۱)

حضرت ابوہریرہ اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا راستہ میں بات نہ کرنے کا سبب' صحیح مسلم کی حدیث سے صحیح بخاری کی حدیث کی وضاحت' ''لُكَع'' کا ترجمہ کرنے میں شیخ انور شاہ کشمیری کی بے ادبی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: آپ مجھ سے کلام نہیں فرما رہے تھے اور نہ میں آپ سے بات کر رہا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس لیے کلام نہیں فرما رہے تھے کہ آپ وحی الٰہی میں تفکر کر رہے تھے یا مصالحِ امت کے تدبّر میں مشغول تھے اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ آپ کی تعظیم اور تکریم کی وجہ سے خاموش تھے۔

اس میں مذکور ہے کہ آپ بنوقینقاع کے بازار میں گئے' پھر حضرت فاطمہ کے گھر کے صحن میں بیٹھ گئے۔

اس حدیث پر یہ اعتراض ہے کہ حضرت فاطمہ کا گھر بنوقینقاع کے بازار میں نہیں تھا' ان کا گھر تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھروں میں تھا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ راوی نے اس حدیث کے بعض الفاظ ساقط کر دیئے ہیں اور امام مسلم کی روایت میں اس کا بیان ہے' چنانچہ اس میں ہے: حتیٰ کہ آپ بنوقینقاع کے بازار میں آئے' پھر واپس چلے گئے' یہاں تک کہ آپ حضرت فاطمہ کے گھر آ گئے۔

اس حدیث میں مذکور ہے: ''لُكَع'' کہاں ہے؟ اس سے مراد ہیں: حضرت حسن رضی اللہ عنہ۔ ''لُكَع'' کے معنی ہیں: چھوٹا بچہ۔

اس کو عربی میں پیار سے ''لکع'' کہتے ہیں۔

میں کہتا ہوں: جیسے پنجابی میں ننگا یا کاکا کہتے ہیں' اُردو میں ننھا یا منا کہتے ہیں' آج کل گڈو اور پپو کہتے ہیں۔

علماءِ دیوبند کے بہت بڑے عالم محمد انور شاہ کشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ لکھتے ہیں:

''اللُّکع'' کا ترجمہ پاجی ہے۔ (فیض الباری ج ۳ ص ۲۱۹' مجلس علمی' ہند' ۱۳۵۷ھ)

اب دیکھئے لغت میں پاجی کے کیا معنی لکھے ہیں:

پاجی: کمینہ' رذیل' شریر' بدمعاش' گھٹیل' ذلیل۔ (فیروز اللغات ص ۲۶۲' فیروز سنز' لاہور)

اب دیکھئے! ان معنی میں کوئی ایسا معنی ہے جس کے اعتبار سے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو پاجی کہا جا سکتا ہو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان انتہائی شریف' شائستہ اور مہذب تھی اور آپ حضرت حسن سے بہت محبت کرتے تھے' وہ آپ کو پاجی کہہ سکتے تھے! العیاذ باللہ! ہم اللہ تعالیٰ سے ہزار بار پناہ مانگتے ہیں کہ حضرت حسن کو پاجی کہا جائے' حضرت حسن کی محبت اور عظمت ہمارے ایمان کا جزو ہے اور وہ ہماری عقیدتوں کا مرکز اور محور ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی محبت پر ہمارا خاتمہ کرے اور آخرت میں ان کے غلاموں میں ہمارا حشر ہو۔ (آمین!)

صحابہ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم کرنا' آپ کی تواضع اور معانقہ کا سنت ہونا

اس حدیث میں یہ بیان ہے کہ حضراتِ صحابہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کتنی توقیر کرتے تھے' راستہ میں آپ کے ساتھ چلتے تو ادب سے خاموش رہتے تھے۔

نیز اس میں آپ کی تواضع کا بیان ہے کہ آپ بازار میں جاتے اور گھر کے صحن میں بیٹھ جاتے اور آپ چھوٹے بچوں پر شفقت فرماتے تھے۔

معانقہ کے جواز کے متعلق فقہاء کا اختلاف

اس حدیث میں معانقہ کا ثبوت ہے اور اس میں اختلاف ہے' محمد بن سیرین' عبد اللہ بن عون' امام ابوحنیفہ اور امام محمد نے کہا: معانقہ مکروہ ہے اور ان کا استدلال اس حدیث سے ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا: یا رسول اللہ! ایک شخص اپنے بھائی یا دوست سے ملاقات کرتا ہے' کیا وہ اس کے لیے جھک جائے؟ آپ نے فرمایا: نہیں! اس نے پوچھا: کیا وہ اس سے لپٹ جائے اور اس کو بوسا دے؟ آپ نے فرمایا: نہیں! اس نے پوچھا: کیا وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر اس سے مصافحہ کرے؟ آپ نے فرمایا: ہاں!

(سنن ترمذی: ۲۷۴۳' سنن ابن ماجہ: ۳۷۰۲' امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن ہے)

الشعبی' ابومجلز' عمرو بن میمون اور امام ابو یوسف نے کہا ہے کہ معانقہ میں کوئی حرج نہیں ہے' حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح مروی ہے اور ان کا استدلال ان احادیث سے ہے:

معانقہ کے جواز کے ثبوت میں احادیث اور آثار

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ مدینہ میں آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت میرے گھر میں تھے پس حضرت زید نے آ کر دروازہ کھٹکھٹایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی طرف برہنہ پشت اپنا تہبند گھسیٹتے ہوئے گئے اور اللہ کی قسم! میں نے اس سے پہلے کبھی آپ کو برہنہ نہیں دیکھا اور نہ اس کے بعد' آپ نے ان کو گلے لگایا اور ان کو بوسا دیا۔

(سنن ترمذی: ۲۷۳۱' امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن غریب ہے' ہم اس کو صرف اس سند سے پہچانتے ہیں)

امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی متوفی ۳۲۱ھ نے معانقہ کے جواز پر حسب ذیل احادیث سے استدلال کیا ہے:

عبداللہ بن جعفر اپنے والد رضی اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب ہم نجاشی کے پاس سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ مجھ سے ملے اور مجھے گلے لگایا۔ (شرح معانی الآثار: ٦٧٦٣)

شعبی بیان کرتے ہیں کہ حضرت جعفر رضی اللہ کی آمد اور فتح خیبر ایک دن ہوئی تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے پتا نہیں کہ مجھے کس چیز سے زیادہ خوشی ہوئی ہے' خیبر کی فتح سے یا جعفر کی آمد سے' پھر آپ نے ان سے مل کر ان کو گلے لگایا اور ان کی آنکھوں کے درمیان بوسا دیا۔ (شرح معانی الآثار: ٦٧٦٤' مصنف ابن ابی شیبہ: ٢٥٧٢٠' دارالکتب العلمیہ' بیروت' المستدرک: ٤٢٤٩۔ ج ٢ص ٦٢٤' المعجم الکبیر: ١٤٧٠' المعجم الاوسط: ٢٠٢٤' الکامل لابن عدی ج ٦ص ٢٢٢٥)

شعبی بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب جب آپس میں ملتے تو مصافحہ کرتے اور جب کسی سفر سے واپس آتے تو آپس میں معانقہ کرتے۔ (شرح معانی الآثار: ٦٧٦٦)

حضرت ام الدرداء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہمارے پاس حضرت سلمان فارسی رضی اللہ آئے تو انہوں نے پوچھا: ہمارا بھائی کہاں ہے؟ میں نے کہا: وہ مسجد میں ہیں' پس وہ ان کے پاس گئے اور جب ان کو دیکھا تو ان کو گلے لگایا۔ (شرح معانی الآثار: ٦٧٦٩)

امام ابوجعفر طحاوی متوفی ۳۲۱ھ لکھتے ہیں:

پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یہ اصحاب ایک دوسرے سے معانقہ کرتے تھے' اور اس میں یہ دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے معانقہ کی ممانعت میں جو حدیث مروی ہے' وہ اس سے پہلے کی حدیث ہے اور اس کے بعد آپ نے بھی معانقہ کیا اور آپ کے اصحاب نے بھی معانقہ کیا اور ہم ان ہی احادیث اور آثار پر عمل کرتے ہیں اور یہی امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا قول ہے۔

(شرح معانی الآثار ج ٤ص ٩٢' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

مصنف کے تتبع سے معانقہ کے ثبوت میں مزید احادیث اور آثار

عنزہ کے ایک شخص نے حضرت ابوذر رضی اللہ سے پوچھا: آپ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کرتے تھے تو کیا وہ آپ سے مصافحہ کرتے تھے؟ حضرت ابوذر نے کہا: میں نے جب بھی آپ سے ملاقات کی تو آپ نے مجھ سے مصافحہ کیا' ایک دن آپ نے کسی کو مجھے بلانے کے لیے بھیجا اور میں اس وقت گھر میں نہیں تھا' جب میں گھر آیا اور مجھے بتایا گیا کہ آپ نے مجھے بلایا تھا تو میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا' اس وقت آپ تخت پر تھے' پس آپ نے مجھے اپنے ساتھ لپٹا لیا اور یہ بہت عمدہ تھا' بہت عمدہ۔

(سنن ابوداؤد: ٥٢١٤)

عتبہ بن ابی عثمان بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ کو گلے لگایا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ٢٦٢٤٤' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ٢٥٧٣٠' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

ابومجلز بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا عمرو بن میمون اور اسود بن ہلال کی ملاقات ہوئی تو ان میں سے ہر ایک اپنے صاحب سے گلے ملا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ٢٦٢٤٥' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ٢٥٧٣١' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

عباد بن عباد بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ ابومجلز اور خالد اشج کی باہم ملاقات ہوئی تو ہر ایک نے دوسرے کو گلے سے لگایا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ٢٦٢٤٦' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ٢٥٧٣٢' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

معاذۃ العدویہ بیان کرتی ہیں کہ صلہ بن اشیم کے اصحاب جب ایک دوسرے کے پاس جاتے تو ایک دوسرے سے لپٹ جاتے۔

تھے۔(مصنف ابن ابی شیبہ:۲۶۲۴۸' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ:۲۵۷۳۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

معانقہ کرنے' بوسا دینے اور دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کرنے کے جواز کے متعلق فقہاء احناف کی تصریحات

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

امام محمد نے کہا ہے کہ ایک مرد دوسرے مرد کے منہ پر بوسا دے' یا اس کے ہاتھ پر بوسا دے یا اس کے جسم پر بوسا دے یا اس سے معانقہ کرے تو یہ مکروہ ہے' امام طحاوی نے ذکر کیا ہے کہ یہ امام ابوحنیفہ اور امام محمد کا قول ہے اور امام ابو یوسف نے کہا کہ بوسا دینے میں اور معانقہ میں کوئی حرج نہیں ہے' کیونکہ روایت ہے کہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ جب حبشہ سے آئے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے معانقہ کیا اور ان کی آنکھوں کے درمیان بوسا دیا اور امام ابوحنیفہ اور امام محمد کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معانقہ اور بوسا دینے سے منع فرمایا ہے اور امام طحاوی کی روایت اس کی ممانعت سے پہلے پر محمول ہے' پھر فقہاء نے کہا ہے کہ اختلاف اس صورت میں ہے کہ جب صرف ایک تہبند میں معانقہ کیا جائے لیکن جب دونوں نے قمیص یا جبہ پہنا ہوا ہو تو پھر اس پر اجماع ہے کہ اس صورت میں کوئی حرج نہیں ہے اور یہی قول صحیح ہے۔(ہدایہ اخیرین ص ۴۷۱' مکتبہ رحمانیہ' لاہور)

علامہ محمد بن حسین علی طوری حنفی نے ہدایہ کی مذکور الصدر عبارت لکھنے کے بعد بوسے کی حسب ذیل اقسام لکھی ہیں:

امام ابومنصور ماتریدی نے ان احادیث میں تطبیق دی ہے اور کہا ہے کہ شہوت سے معانقہ کرنا مکروہ ہے اور عزت اور احترام کے لیے معانقہ کرنا جائز ہے' اور فقیہ ابواللیث نے ذکر کیا ہے کہ بوسے کی پانچ قسمیں ہیں: (۱) رحمت سے بوسا دینا' جیسے والد اپنی اولاد کو بوسا دے (۲) تعظیم سے بوسا دینا' جیسے مسلمان ایک دوسرے کو بوسا دیں (۳) شفقت سے بوسا دینا جیسے اولاد اپنے والدین کو بوسا دے (۴) دوستانہ محبت سے بوسا دینا' جیسے کوئی شخص اپنے بھائی کی پیشانی پر بوسا دے (۵) شہوت سے بوسا دینا' جیسے کوئی شخص اپنی بیوی یا باندی کو بوسا دے۔(تکملہ البحر الرائق ج ۸ ص ۱۹۸' مکتبہ ماجدیہ' کوئٹہ)

علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ نے بوسا دینے اور معانقہ کے متعلق اسی طرح لکھا ہے اور مصافحہ کرنے کے جواز میں حسب ذیل حدیث سے استدلال کیا ہے:

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں' آپ نے فرمایا: جب ایک مؤمن دوسرے مؤمن سے ملاقات کر کے اس کو سلام کرتا ہے اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اس سے مصافحہ کرتا ہے تو اس کے گناہ اس طرح جھڑتے ہیں جس طرح درخت کے پتے جھڑتے ہیں۔(المعجم الاوسط:۲۴۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' شعب الایمان:۸۹۵۰۔ ج ۶ ص ۴۷۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

علامہ علاء الدین محمد بن علی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

القنیہ میں لکھا ہے کہ سنت یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کیا جائے۔

(الدرالمختار ورد المحتار ج ۹ ص ۴۶۵۔ ۴۶۴' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

* مصافحہ کرنے اور ہاتھوں کو بوسا دینے کے متعلق ہم نے شرح صحیح مسلم ج ۳ ص ۴۹۶۔ ۴۹۵ میں بھی تفصیل سے لکھا ہے۔

حدیث مذکور کے متصل ہونے کا ثبوت اور اس تعلیق کی توجیہ بیان کرنے میں علامہ کرمانی کا تسامح

امام بخاری نے اس حدیث کے آخر میں یہ تعلیق ذکر کی ہے:

سفیان نے بیان کیا کہ عبید اللہ نے کہا: مجھے (اس حدیث) کی اس نے خبر دی جس نے نافع بن جبیر کو ایک رکعت وتر پڑھتے دیکھا۔

اس حدیث کی سند میں ہے: از عبیداللہ بن ابی یزید از نافع بن جبیر بن مطعم' اور یہ عنعنہ ہے اور حدیث معنعن امام بخاری کے نزدیک متصل نہیں ہوتی' کیونکہ ہوسکتا ہے کہ راوی کی مروی عنہ سے ملاقات نہ ہوئی ہو' اس شبہ کے ازالہ کے لیے امام بخاری نے لکھا کہ عبیداللہ نے کہا: مجھے اس حدیث کی اس نے خبر دی ہے جس نے نافع بن جبیر کو ایک رکعت وتر پڑھتے ہوئے دیکھا' لہٰذا راوی اور مروی عنہ کی ملاقات ثابت ہے اور یہ حدیث متصل ہے۔

علامہ کرمانی متوفی ٧٨٦ھ نے اس تعلیق کی یہ وجہ بیان کی ہے کہ چونکہ ایک رکعت وتر پڑھنے میں اختلاف ہے' اس لیے امام بخاری نے یہ حدیث روایت کرنے کے بعد ایک رکعت وتر کو بیان کرنے کا موقع غنیمت جانا' اس لیے یہ تعلیق لائے۔

(شرح الکرمانی ج ١٠ ص ١٦' دار احیاء التراث العربی' بیروت)

علامہ کرمانی کی یہ توجیہ صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ وتر کا مبحث نہیں ہے۔ (فتح الباری ج ٣ ص ٥٧٨ ملخصاً' دار المعرفہ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ٦١٣٥۔ ج ٦ ص ٩٧٨ پر مذکور ہے' اس کی شرح میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی سوانح لکھی گئی ہے اور اس کے عنوان یہ ہیں: (١) حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی سوانح (٢) حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے فضائل اور مناقب (٣) حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی شہادت۔

٢١٢٣ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ ضَمْرَةَ قَالَ حَدَّثَنَا مُوْسٰی' عَنْ نَّافِعٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُمَرَ أَنَّهُمْ كَانُوْا يَشْتَرُوْنَ الطَّعَامَ مِنَ الرُّكْبَانِ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' فَيَبْعَثُ عَلَيْهِمْ مَنْ يَّمْنَعُهُمْ أَنْ يَّبِيْعُوْهُ حَيْثُ اشْتَرَوْهُ' حَتّٰى يَنْقُلُوْهُ حَيْثُ يُبَاعُ الطَّعَامُ. [اطراف الحدیث: ٢١٣١۔ ٢١٣٧۔ ٢١٦٦۔ ٢١٦٧۔ ٦٨٥٢] (صحیح مسلم: ١٥٢٧' الرقم المسلسل: ٣٧٤٧' سنن ابوداؤد: ٣٤٩٨' سنن نسائی: ٤٦٠٦)

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوضمرہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں موسیٰ نے حدیث بیان کی از نافع' انہوں نے کہا: ہمیں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے حدیث بیان کی' وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں لوگ سواروں سے غلہ خرید لیتے تھے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پاس کسی شخص کو بھیج کر اس غلہ کو وہاں فروخت کرنے سے منع فرمایا جہاں سے انہوں نے غلہ خریدا تھا۔

٢١٢٤ - وَقَالَ وَحَدَّثَنَا ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُّبَاعَ الطَّعَامُ إِذَا اشْتَرَاهُ حَتّٰى يَسْتَوْفِيَهُ.

[اطراف الحدیث: ٢١٢٦۔ ٢١٣٣۔ ٢١٣٦]

اور نافع نے کہا: اور ہمیں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے کہ جب کوئی شخص غلہ خریدے تو اس کو اسی جگہ فروخت کردیا جائے حتیٰ کہ وہ اس غلہ پر پورا قبضہ کرلے۔

(صحیح مسلم: ١٥٢٦' الرقم المسلسل: ٣٧٤١' سنن ابوداؤد: ٣٤٩٢' سنن نسائی: ٤٦٠٤' سنن ابن ماجہ: ٢١٧١' سنن دارمی: 2559' سنن بیہقی ج ٥ ص ٣١٢' شرح السنۃ: ٢٠٨٧' صحیح ابن حبان: ٤٩٨٦' مسند احمد ج ١ ص ٥٦ طبع قدیم' مسند احمد: ٣٩٦۔ ج ١ ص ٤٥٧' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

مذکورہ حدیثوں کی باب کے عنوان سے مطابقت پر ایک اعتراض کا جواب

اس باب کا عنوان ہے: بازاروں کے متعلق احادیث' اور ان دونوں حدیثوں میں بازار کا ذکر نہیں ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ان میں یہ ذکر ہے کہ لوگ سواروں سے غلہ خرید لیتے تھے' اور اس کی صورت یہ ہوتی تھی کہ لوگ سواروں سے غلہ خریدنے کے لیے کسی خاص جگہ پر پہنچ جاتے اور اس جگہ پر بازار کا اطلاق ہوسکتا ہے کیونکہ بازار اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں خرید و فروخت ہوتی ہے' اس

مطابقت میں ہر چند کہ تکلف ہے لیکن امام بخاری کی حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت عموماً تکلف سے ہی ہوتی ہے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابراہیم ابن المنذر' یہ ابواسحاق حزامی مدنی ہیں اور ان سے صرف امام بخاری روایت کرتے ہیں (۲) ابوضمرہ' ان کا نام انس بن عیاض ہے (۳) موسیٰ بن عقبہ' یہ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام ہیں' ان کی وفات ۱۴۱ھ میں ہوئی تھی (۴) نافع' یہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام ہیں (۵) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۳۴۴)

''رکبان'' کا معنی اور حدیث مذکور کا خلاصہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ''الرکبان'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: اونٹوں پر سفر کرنے والوں کی جماعت' یہ لفظ ''راکب'' کی جمع ہے اور اصل میں اس کا اطلاق اونٹ کے سوار پر ہوتا تھا' پھر اس کا اطلاق ہر سواری کے سوار پر کیا جانے لگا۔

اس حدیث میں اس سے منع فرمایا ہے کہ کوئی شخص سواروں سے غلہ خرید کر اس کو اسی جگہ فروخت کرے' بلکہ وہ اس کو پہلے اپنے ٹھکانے پر لے جائے' پھر اس کو فروخت کرے' اس میں عام لوگوں کا فائدہ ہے اور ان کو ضرر سے بچانا ہے' اس حدیث سے اور اس کے بعد والی احادیث سے یہ معلوم ہوا کہ مبیع پر پورا قبضہ کرنے اور اس کی ناپ تول کرنے سے پہلے اس کو فروخت کرنا جائز نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۳۴۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

خریدی ہوئی چیز کو قبضہ کرنے سے پہلے فروخت کرنے میں مذاہب فقہاء

قاضی عیاض مالکی متوفی ۵۴۴ھ نے کہا ہے کہ اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے' امام شافعی نے کہا ہے کہ کسی چیز کو بھی خریدنے کے بعد اس پر قبضہ کرنے اور اس کی ناپ تول کرنے سے پہلے اس کو فروخت کرنا ممنوع ہے' اور عثمان التیمی نے ہر چیز کو خریدنے کے بعد اس پر قبضہ کرنے سے پہلے اس کو فروخت کرنے کی اجازت دی ہے۔

امام ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ زمین اور غیر منقول اشیاء کو قبضہ سے پہلے فروخت کرنا منع ہے اور زمین کو قبضہ سے پہلے فروخت کرنا جائز ہے اور دوسروں نے تمام ناپ تول والی چیزوں کو قبضہ سے پہلے فروخت کرنے سے منع کیا ہے۔

امام مالک نے کہا ہے کہ اگر ناپ تول والی چیزیں از قبیل طعام ہوں یعنی غلہ ہوں تو ان کو قبضہ سے پہلے فروخت کرنا منع ہے ورنہ نہیں۔

امام مسلم کی روایت میں زیادہ وضاحت ہے اور وہ یہ ہے کہ ہم سواروں سے ناپ تول کے بغیر غلہ اندازہ سے خرید لیتے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم اس غلہ کو اس جگہ سے منتقل کر کے اپنے ٹھکانے پر لائیں' پھر اس کو فروخت کریں۔

(صحیح مسلم: ۱۵۲۷' الرقم المسلسل: ۳۷۴۳)

نیز قاضی عیاض مالکی نے کہا ہے کہ امام مالک کا مشہور مذہب یہی ہے کہ کھانے پینے کی چیزوں کو بغیر ناپ تول کیے فروخت کرنا جائز نہیں ہے' اور امام احمد کا بھی یہی مذہب ہے اور امام شافعی کے نزدیک یہ ممانعت ہر مبیع کو شامل ہے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک یہ ممانعت ان چیزوں کے ساتھ خاص ہے جو منقول ہوں یعنی ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کی جاسکیں' اور زمین کو قبضہ سے پہلے فروخت کرنا جائز ہے۔ (اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۵ ص ۱۵۳۔۱۵۲' دارالوفاء)

۵۰ - بَابُ كَرَاهِيَةِ السَّخَبِ فِي السُّوقِ

بازار میں شور کرنے کی کراہت

۲۱۲۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ قَالَ حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ قَالَ حَدَّثَنَا هِلَالٌ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ قَالَ لَقِيتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قُلْتُ اَخْبِرْنِيْ عَنْ صِفَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي التَّوْرَاةِ، قَالَ اَجَلْ، وَاللّٰهِ اِنَّهُ لَمَوْصُوْفٌ فِي التَّوْرَاةِ بِبَعْضِ صِفَتِهِ فِي الْقُرْاٰنِ ﴿يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا۝﴾ (الاحزاب:٤٥). وَحِرْزًا لِّلْاُمِّيِّيْنَ، اَنْتَ عَبْدِيْ وَرَسُوْلِيْ، سَمَّيْتُكَ الْمُتَوَكِّلَ، لَيْسَ بِفَظٍّ وَّلَا غَلِيْظٍ، وَلَا سَخَّابٍ فِي الْاَسْوَاقِ، وَلَا يَدْفَعُ بِالسَّيِّئَةِ السَّيِّئَةَ، وَلٰكِنْ يَّعْفُوْ وَيَغْفِرُ، وَلَنْ يَّقْبِضَهُ اللّٰهُ حَتّٰى يُقِيْمَ بِهِ الْمِلَّةَ الْعَوْجَاءَ، بِاَنْ يَّقُوْلُوْا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَيَفْتَحُ بِهَا اَعْيُنًا عُمْيًا، وَّاٰذَانًا صُمًّا، وَّقُلُوْبًا غُلْفًا. تَابَعَهُ عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ اَبِيْ سَلَمَةَ، عَنْ هِلَالٍ. وَقَالَ سَعِيْدٌ عَنْ هِلَالٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنِ ابْنِ سَلَامٍ غُلْفٌ كُلُّ شَيْءٍ فِيْ غِلَافٍ، سَيْفٌ اَغْلَفُ، وَقَوْسٌ غَلْفَاءُ، وَرَجُلٌ اَغْلَفُ اِذَا لَمْ يَكُنْ مَّخْتُوْنًا. [طرف الحدیث: ۴۸۳۸]

(الادب المفرد: ۲۴۶' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۱ص ۳۷۵' الطبقات الکبریٰ ج ۱ص ۳۶۰' سنن دارمی: ۵' مسند احمد ج ۲ص ۱۷۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۶۶۲۲ ۔ ج ۱۱ص ۱۹۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن سنان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں فلیح نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہلال نے حدیث بیان کی از عطاء بن یسار' انہوں نے بیان کیا کہ میری حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے ملاقات ہوئی' میں نے کہا: مجھے تورات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت بتایئے' انہوں نے کہا: اچھا! اللہ کی قسم! تورات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض وہ صفات مذکور ہیں جو قرآن مجید میں ہیں' قرآن مجید میں ہے: اے نبی! ہم نے آپ کو گواہی دینے والا اور ثواب کی بشارت دینے والا اور عذاب سے ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۝(الاحزاب: ۴۵) اور اَن پڑھ قوم کی حفاظت کرنے والا' آپ میرے بندے اور میرے رسول ہیں' میں نے آپ کا نام متوکل رکھا ہے' آپ نہ تو بدمزاج ہیں نہ سنگ دل اور نہ بازاروں میں شور کرنے والے ہیں اور نہ بُرائی کا بدلہ بُرائی سے دیتے ہیں بلکہ معاف کرتے ہیں اور بخش دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ آپ کی روح کو اس وقت تک قبض نہیں فرمائے گا حتیٰ کہ آپ کے سبب سے ٹیڑھی ملت کو سیدھا کر دے بایں طور کہ وہ کہیں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور اس ملت سے اللہ اندھی آنکھوں کو کھول دے گا اور بہرے کانوں کو اور ان دلوں کو جن کے اوپر پردے پڑے ہوئے ہیں۔ فلیح کی متابعت عبدالعزیز بن ابی سلمہ نے کی ہے از ہلال' اور سعید نے کہا از ہلال از عطاء از ابن سلام: ہر چیز میں غلف وہ ہے جو کسی غلاف میں ہو اور جو تلوار میان میں ہو تو اسے کہا جاتا ہے: ''سیف اغلف'' اسی طرح جو کمان اپنے ظرف میں ہو' اس کو ''قوس غلفاء'' کہا جاتا ہے اور جس شخص کا ختنہ نہ ہوا ہو' اس کو ''رجل اغلف'' کہا جاتا ہے۔ (یہ معانی امام ابو عبداللہ بخاری نے بیان کیے ہیں۔)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: وہ بازاروں میں شور کرنے والے نہیں ہیں۔ شور کرنا بجائے خود مذموم ہے' چہ جائے کہ بازاروں میں شور کیا جائے جہاں پر لوگ جمع ہوتے ہیں' بازاروں میں صرف فاجر اور شریر لوگ ہی شور کرتے ہیں اور اگر بازاروں میں شور کرنا مذموم نہ ہوتا تو' تورات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ صفت مذکور نہ ہوتی کہ آپ بازاروں میں شور کرنے والے نہیں ہیں۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن سنان ابوبکر العوفی' ان سے روایت میں امام بخاری منفرد ہیں (۲) فلیح بن سلیمان ابویحییٰ الخزاعی' ان کا نام عبد الملک ہے اور فلیح ان کا لقب ہے اور یہ لقب ان کے نام سے زیادہ معروف ہے (۳) ہلال بن علی الفہری المدنی' ان کو ہلال بن ابی بھی کہا جاتا ہے (۴) عطاء بن یسار' ابو محمد ہلالی' ہلالی کی از عطاء از عبد اللہ بن عمرو صحیح میں صرف یہی روایت ہے (۵) حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۳۴۶)

مشکل الفاظ کے معانی

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

الاحزاب: ۴۵ میں مذکور ہے: ''شَاهِدًا'' یعنی آپ اپنی امت پر گواہ ہیں' ان کی تصدیق کریں گے اور کفار کی تکذیب کریں گے اور اللہ کے نزدیک آپ کا قول اپنی امت کے حق میں اور کفار کے خلاف مقبول ہے۔

''سِرَاجًا مُّنِيرًا'' آپ روشنی کرنے والے چراغ ہیں' آپ کے سبب سے اللہ تعالیٰ نے کفر کے پھیلائے ہوئے اندھیروں کو دور کر دیا اور مؤمنوں کے لیے ہدایت کی راہوں کو روشن کر دیا۔

''حِرْزًا''، ''حرز'' اصل میں کسی مضبوط حفاظت کی جگہ کو کہتے ہیں اور یہاں اس سے مراد ہے: آپ اُمیین کے دین کی حفاظت کرنے والے ہیں اور اُمیین سے مراد عرب ہیں جو غیر اہل کتاب ہیں' یہودی غیر اہل کتاب کو اُمیین کہتے تھے کیونکہ ان میں لکھنے پڑھنے کا رواج کم تھا۔

میں نے آپ کا نام متوکل رکھا: یعنی آپ رزق کے حصول میں اللہ تعالیٰ پر اعتماد کرتے ہیں اور تھوڑے رزق پر قناعت کرتے ہیں اور وسعت اور کشادگی کے انتظار میں صبر کرتے ہیں اور محاسنِ اخلاق کے حامل ہیں۔

''فظّ'' کا معنی ہے: بداخلاق' بدمزاج۔

''غلیظ'' کا معنی ہے: سخت بات کرنے والا جو نرمی کو اختیار نہ کرے۔

''سخّاب'' بازاروں میں بہت شور کرنے والا' جہاں لوگ خرید و فروخت میں جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں' اسی لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے نزدیک زمین کی سب سے ناپسندیدہ جگہ بازار ہیں۔ (صحیح مسلم: ۶۷۱)

آپ بُرائی کا جواب بُرائی سے نہیں دیتے تھے: یعنی اپنی ذات کے معاملہ میں بدلا نہیں لیتے تھے' لیکن اگر کوئی اللہ تعالیٰ کی حدود توڑے تو اس کے ساتھ کوئی نرمی نہیں کرتے تھے۔

''الملة العوجاء'' ٹیڑھی ملت' اس سے جاہلیت عرب کے طور طریقے مراد ہیں' انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی صحیح ملت کو بدل ڈالا تھا' وہ بت پرستی کرتے تھے' مردار کھاتے تھے' لڑکیوں کو زندہ درگور کرتے تھے اور بدکاری کرتے تھے۔

موجودہ تورات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مذکورہ صفات

اس حدیث میں تورات کا ذکر ہے' تورات کے متعلق تفصیل کے ساتھ ہم تبیان القرآن ج ۲ ص ۴۱-۳۸ میں لکھ چکے ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سے ملتی جلتی صفات موجودہ تورات میں بھی موجود ہیں:

۱- دیکھو میرا خادم جس کو میں سنبھالتا ہوں' میرا برگزیدہ ہے جس سے میرا دل خوش ہے' میں نے اپنی روح اس پر ڈالی' وہ قوموں میں عدالت جاری کرے گا O وہ نہ چلائے گا اور نہ شور کرے گا اور نہ بازاروں میں اس کی آواز سنائی دے گی O وہ مسلے ہوئے سرکنڈے کو

نہ توڑے گا اور ٹمٹماتی بتی کو نہ بجھائے گا' وہ راستی سے عدالت کرے گاO وہ ماندہ نہ ہوگا اور ہمت نہ ہارے گا جب تک کہ عدالت کو زمین پر قائم نہ کرے' جزیرے اس کی شریعت کا انتظار کریں گےO جس نے آسمان کو پیدا کیا اور تان دیا' جس نے زمین کو اور ان کو جو اس میں سے نکلتے ہیں پھیلایا' جو اس کے باشندوں کو سانس اور اس پر چلنے والوں کو روح عنایت کرتا ہے یعنی خداوند یوں فرماتا ہےO میں خداوند نے تجھے صداقت سے بلایا' میں ہی تیرا ہاتھ پکڑوں گا اور تیری حفاظت کروں گا' اور لوگوں کے عہد اور قوموں کے نور کے لیے تجھے دوں گاO کہ تو اندھوں کی آنکھیں کھولے اور اسیروں کو قید سے نکالے اور ان کو جو اندھیرے میں بیٹھے ہیں' قید خانہ سے چھڑائےO (کتاب مقدس' پرانا عہد نامہ' یسعیاہ' باب: ۴۲' آیت: ۸۔۱' بائبل سوسائٹی لاہور' ۱۹۹۲ء)

۵۱ - بَابُ الْكَيْلِ عَلَى الْبَائِعِ وَالْمُعْطِي

ناپ تول کرنے والے کی اجرت' فروخت کرنے والے پر ہے اور دینے والے پر ہے

یعنی ناپنے اور تولنے کی اجرت اس پر ہے جو دینے والا ہو خواہ وہ بائع ہو یا قرض ادا کرنے والا ہو۔

امام ابوحنیفہ' امام شافعی' امام مالک اور ابوثور کا مذہب یہ ہے کہ جن چیزوں کو ناپ کر یا وزن کر کے فروخت کیا جاتا ہے' ان میں ناپنے اور وزن کرنے کی اجرت بائع پر ہے اور قرض ادا کرنے والے پر ہے اور ثمن کو پرکھنے کی (مقرر کردہ قیمت) اجرت خریدار پر ہے۔

لِقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَإِذَا كَالُوْهُمْ اَوْوَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ O﴾ (المطففین: ۳) يَعْنِيْ كَالُوْا لَهُمْ وَوَزَنُوْا لَهُمْ' كَقَوْلِهٖ ﴿يَسْمَعُوْنَكُمْ﴾ (الشعراء: ۷۲) يَسْمَعُوْنَ لَكُمْ.

اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد: اور جب وہ ناپ کر یا تول کر دیں تو کم دیںO (المطففین: ۳) یعنی جب وہ لوگوں کے لیے ناپیں اور لوگوں کے لیے وزن کریں' جس طرح فرمایا: وہ تمہیں سنتے ہیں۔ (الشعراء: ۷۲) یعنی تمہارے لیے سنتے ہیں۔

سدی نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ میں آئے تو وہاں ابوجہینہ نام کا ایک شخص تھا' اس کے پاس دو صاع تھے' جب وہ لوگوں سے کوئی چیز خریدتا تو ایک صاع سے ناپتا اور جب لوگوں کو کوئی چیز فروخت کرتا تو دوسرے صاع سے ناپتا' اس وقت یہ آیت نازل ہوئی:

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَO الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَO وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَO (المطففین: ۳۔۱)

ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لیے شدید عذاب ہےO وہ لوگ جب دوسروں سے ناپ کر لیں تو پورا لیںO اور جب انہیں ناپ کر یا تول کر دیں تو کم دیںO

امام بخاری کی مراد یہ ہے کہ جس طرح الشعراء: ۷۲ میں ''يَسْمَعُوْنَكُمْ'' کا معنی ہے: ''يسمعون لكم'' اسی طرح اس آیت میں ''كالوهم'' کا معنی ہے: ''كالولهم''۔

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِكْتَالُوْا حَتّٰى تَسْتَوْفُوْا.

اور نبی ﷺ نے فرمایا: ناپ لو اور اپنی قیمت پوری کرلو۔

اس تعلیق کو امام ابن ابی شیبہ نے طارق بن عبداللہ محاربی کی سند صحیح سے روایت کیا ہے۔

وَيُذْكَرُ عَنْ عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهٗ اِذَا بِعْتَ فَكِلْ'

اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے یہ ذکر کیا جاتا ہے کہ نبی ﷺ نے ان سے فرمایا: جب تم بیچو تو ناپ لو اور جب تم خریدو تو ناپ

إِذَا ابْتَعْتَ فَاكْتَلْ.

اس تعلیق کو امام دار قطنی نے سند موصول کے ساتھ روایت کیا ہے۔

منقذ مولیٰ ابن سراقہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان سے فرمایا: جب خریدو تو ناپ لو اور جب تم فروخت کرو تو ناپ لو۔ (سنن دار قطنی: ۲۸۱۷۔ ج ۳ ص ۵۷۵ دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۲ھ)

علامہ کرمانی نے "كَالَ" اور "إِكْتَالَ" کے درمیان فرق بیان کیا ہے اگر کوئی شخص اپنے لیے اور دوسروں کے لیے ناپے تو اس کے لیے "كَالَ" کا لفظ استعمال ہوتا ہے اور اگر صرف اپنے لیے ناپے تو اس کے لیے "اکتال" استعمال ہوتا ہے۔

(شرح کرمانی ج ۱۰ ص ۱۸)

علامہ عینی نے اس تعلیق کی تفصیل بیان کی ہے:

لیث بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ نے بیان کیا کہ میں بنو قینقاع کے بازار سے کھجوریں خریدتا تھا' پھر میں ان کو لے کر مدینہ آتا تھا' پھر میں ان کو بتاتا تھا کہ یہ کتنے کیل (پیمائش) کھجوریں ہیں' پھر وہ مجھے ان کھجوروں پر اتنا نفع دیتے جس سے میں راضی ہو جاتا اور میں نے جتنے کیل کی ان کو خبر دی تھی (کہ یہ اتنے صاع کھجوریں ہیں) اس کے مطابق مجھ سے وہ کھجوریں لے لیتے' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: جب تم خریدو تو ناپ لو اور جب تم فروخت کرو تو ناپ لو۔

(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۳۴۹ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۲۱۲۶ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنِ ابْتَاعَ طَعَامًا، فَلَا يَبِيْعُهُ حَتّٰى يَسْتَوْفِيَهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص غلّہ خریدے تو جب تک اس پر پورا قبضہ نہ کر لے' اس کو فروخت نہ کرے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۱۲۴ میں گزر چکی ہے۔

۲۱۲۷ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ اَخْبَرَنَا جَرِيْرٌ، عَنْ مُغِيْرَةَ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ تُوُفِّيَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ حَرَامٍ وَّعَلَيْهِ دَيْنٌ، فَاسْتَعَنْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى غُرَمَائِهِ اَنْ يَّضَعُوْا مِنْ دَيْنِهِ، فَطَلَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَيْهِمْ فَلَمْ يَفْعَلُوْا، فَقَالَ لِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذْهَبْ فَصَنِّفْ تَمْرَكَ اَصْنَافًا، اَلْعَجْوَةَ عَلٰى حِدَةٍ، وَعَذْقَ زَيْدٍ عَلٰى حِدَةٍ، ثُمَّ اَرْسِلْ اِلَيَّ. فَفَعَلْتُ، ثُمَّ اَرْسَلْتُ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَجَلَسَ عَلٰى اَعْلَاهُ اَوْ فِيْ وَسَطِهِ، ثُمَّ قَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے خبر دی از مغیرہ از شعبی از حضرت جابر رضی اللہ' انہوں نے بیان کیا کہ (حضرت جابر کے والد) حضرت عبداللہ بن عمرو بن حرام رضی اللہ فوت ہو گئے اور ان پر قرض تھا تو میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مدد طلب کی کہ آپ میرے قرض خواہوں سے میرے قرض میں کمی کرائیں' تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے میرے قرض میں کمی طلب کی' وہ نہیں مانے' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: جاؤ! ہر قسم کی کھجوروں کا الگ الگ ڈھیر لگاؤ' عجوہ کا الگ ڈھیر بناؤ اور عذق زید کا الگ ڈھیر ہو' پھر مجھے اطلاع دو' سو میں نے اس طرح کیا' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بلایا' آپ کھجوروں کے سب سے بلند

كِلْ لِلْقَوْمِ فَكِلْتُهُمْ حَتّٰى اَوْفَيْتُهُمُ الَّذِىْ لَهُمْ وَبَقِىَ تَمْرِىْ كَاَنَّهٗ لَمْ يَنْقُصْ مِنْهُ شَىْءٌ. وَقَالَ فِرَاسٌ عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ حَدَّثَنِىْ جَابِرٌ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَا زَالَ يَكِيْلُ لَهُمْ حَتّٰى اَدَّاهُ. وَقَالَ هِشَامٌ عَنْ وَهْبٍ عَنْ جَابِرٍ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جُذَّ لَهٗ فَاَوْفِ لَهٗ. [اطراف الحدیث: ٢٣٩٥-٢٣٩٦-٢٤٠٥-٢٦٠١-٢٧٠٩-٢٧٨١-٣٥٨٠-٤٠٥٣-٦٢٥٠]

(سنن ابوداؤد: ٢٨٨٤' سنن نسائی: ٣٦٣٨' سنن ابن ماجہ: ٢٤٣٤)

ڈھیر یا متوسط ڈھیر پر بیٹھ گئے' پھر آپ نے فرمایا: اب تم قرض خواہوں کو ناپ ناپ کر دیتے رہو' پس میں ان کو ناپ ناپ کر دیتا رہا حتیٰ کہ میں نے ان کا پورا قرض ادا کر دیا اور وہ تمام کھجوریں اسی طرح باقی رہیں' گویا کہ ان میں سے کچھ بھی کم نہیں ہوئی تھیں فراس نے شعبی سے روایت کی کہ مجھے حضرت جابر نے از نبی ﷺ حدیث بیان کی کہ وہ مسلسل قرض خواہوں کو ناپ ناپ کر دیتے رہے حتیٰ کہ ان کا قرض ادا کر دیا اور ہشام نے از وہب از حضرت جابر روایت کی کہ نبی ﷺ نے ان سے فرمایا: کھجوریں توڑو اور ان کا پورا قرض ادا کر دو۔

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت جابر سے فرمایا: تم قرض خواہوں کو ناپ ناپ کر دو' اس سے معلوم ہوا کہ ناپنے کی ذمہ داری مال دینے والے پر ہے۔

بیچنے والے اور دینے والے کے ذمہ ناپ اور تول کی ذمہ داری پر دلائل اور نبی ﷺ کا واضح معجزہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ اب تم ناپ ناپ کر قرض خواہوں کو دیتے رہو۔ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جس نے کسی کو کچھ دینا ہو' ناپنے کا کام اس کے ذمہ ہے اور اس کی تائید قرآن مجید میں ہے:

اَلَا تَرَوْنَ اَنِّىْٓ اُوْفِى الْكَيْلَ وَاَنَا خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ○ (یوسف: ٥٩)

کیا تم نہیں دیکھتے کہ میں پورا پورا ناپ کر دیتا ہوں اور میں بہترین مہمان نواز ہوں○

حضرت یوسف علیہ السلام بھائیوں کو غلہ دینے والے تھے اور ناپنے والے بھی وہی تھے' اور بائع ناپ کر دیتا ہے' اس کا ذکر اس آیت میں ہے:

وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ○ (المطففین: ٣)

اور جب انہیں ناپ کر یا تول کر دیں تو کم دیں○

اس آیت میں بھی یہ بتایا ہے کہ بائع ناپتا ہے یا وزن کرتا ہے۔

قیاس کا بھی یہی تقاضا ہے کہ جو شخص کوئی چیز کسی معین مقدار میں فروخت کرتا ہے تو اس پر لازم ہے کہ وہی اس معین مقدار کو ناپ کر یا وزن کر کے ثابت کرے۔ (شرح ابن بطال ج ٦ ص ٢١٦' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ھ)

اس حدیث میں نبی ﷺ کا واضح معجزہ ہے کیونکہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے باغ کی کھجوریں جو یہودیوں کے قرض کے برابر نہیں تھیں ان کھجوروں پر نبی ﷺ کے بیٹھنے کی برکت سے ان کھجوروں سے نہ صرف یہ کہ حضرت جابر کا قرض ادا ہو گیا بلکہ حضرت جابر کے باغ کی کھجوریں اتنی کی اتنی رہیں' ان میں کوئی کمی نہیں آئی۔

٥٢ - بَابُ مَا يُسْتَحَبُّ مِنَ الْكَيْلِ

ناپنے کا استحباب

٢١٢٨ - حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى قَالَ حَدَّثَنَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن موسیٰ نے

الْوَلِيدُ، عَنْ ثَوْرٍ، عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ، عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِيكَرِبَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كِيلُوا طَعَامَكُمْ يُبَارَكْ لَكُمْ.

حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ولید نے حدیث بیان کی از ثور از خالد بن معدان از مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: تم اپنے طعام (غلہ) کو ناپ لیا کرو تمہیں برکت دی جائے گی۔

اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں۔

طعام کو گھر میں ناپ کر رکھنے کا حکم اور اس پر دو حدیثوں سے معارضہ اور اس معارضہ کے جوابات

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ ترغیب دی ہے کہ گھر کے طعام یا غلہ کو ناپ کر رکھنا چاہیے۔

اس کے معارض درج ذیل دو حدیثیں ہیں:

عروہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان سے کہا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوئی تو میرے گھر میں نصف صاع "جو" تھے جو ایک طاق میں رکھے ہوئے تھے' ان کے علاوہ اور کوئی ایسی چیز نہیں تھی جو کسی جگر والے (جان دار) کی خوراک بن سکتی' سو میں اسی میں سے کھاتی رہی' حتیٰ کہ کافی دن گزر گئے' پھر میں نے ان کو ناپ لیا تو وہ ختم ہو گئے۔ (صحیح البخاری: ۳۰۹۷)

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم گن گن کر تھیلی میں نہ رکھا کرو' ورنہ تم کو بھی گن گن کر دیا جائے گا۔ (صحیح البخاری: ۱۴۳۳)

صحیح البخاری: ۲۱۲۸ میں یہ فرمایا تھا کہ تم اپنے غلہ کو ناپ لیا کرو' تمہیں برکت دی جائے گی اور ان حدیثوں میں یہ ہے کہ ناپنے سے برکت چلی گئی اور گننے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنی ضرورت کے مطابق خرچ کرنے کے لیے ناپنے کے بغیر جَو نکالتی تھیں تو ان میں برکت ہوتی تھی' پھر جب انہوں نے ان کو ناپا تو وہ ختم ہو گئے یعنی ان کو علم تھا کہ اس مقدار سے روز خرچ کرنے کے بعد فلاں دن وہ ختم ہو جائیں گے' اور حضرت مقدام کی حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جب تم طعام خرید کر لاؤ تو اس کو ناپ لیا کرو' اس سے برکت ہوگی اور حضرت عائشہ نے طعام خریدنے کے وقت اس کو نہیں ناپا تھا بلکہ ضرورت کے وقت ناپ ناپ کر خرچ کرتی تھیں' چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم پر عمل نہیں ہوا تھا' اس لیے اس سے برکت چلی گئی۔ اس کا دوسرا محمل یہ ہے کہ جب تم طعام کا ذخیرہ کرو اور اللہ تعالیٰ سے برکت طلب کرو اور اس برکت کے حصول کا یقین رکھو تو برکت حاصل ہوگی' لیکن جو اس کے بعد طعام کو یہ دیکھنے کے لیے ناپے گا کہ اس کو برکت حاصل ہوئی ہے یا نہیں تو اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد میں شک ہو گیا' اس لیے اسے اس طعام کی برکت حاصل نہیں ہوگی۔ اس کا تیسرا جواب یہ ہے کہ ناپنے سے برکت اس وقت حاصل ہوگی جب خادم سے بدگمانی نہ کی جائے کیونکہ کبھی خادم ذخیرہ میں سے طعام نکالے گا اور مالک اس پر تہمت لگائے گا کہ تم نے زیادہ طعام نکالا ہے حالانکہ خادم اس تہمت سے بری ہوگا تو مالک کی بدگمانی کی وجہ سے اس طعام سے برکت چلی جائے گی' جب کہ بدگمانی کرنے سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ صرف طعام کو ناپ کر رکھنے سے برکت حاصل نہیں ہوگی جب تک کہ اس کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیگر احکام پر بھی عمل نہ کیا جائے' اور حضرت اسماء کی حدیث میں کسی ضرورت مند کو دیتے وقت گننے سے منع فرمایا ہے' کسی چیز کو خریدنے کے بعد گننے سے منع نہیں فرمایا۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۵۸۱' موضحاً' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

۵۳ - بَابُ بَرَكَةِ صَاعِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمُدِّهِ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صاع (چار کلو کا پیمانہ) اور مُد (دو کلو کا پیمانہ) کی برکت

فِيهِ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اس عنوان کے ثبوت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث روایت کی ہے۔

یہ حدیث' صحیح البخاری:۱۸۸۹ میں گزر چکی ہے'اس میں یہ جملہ ہے: اے اللہ! ہمارے صاع میں اور ہمارے مُد میں برکت دے'اس کی شرح وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

۲۱۲۹ - حَدَّثَنَا مُوسٰى قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيٰى، عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيمٍ الْاَنْصَارِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ، رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ حَرَّمَ مَكَّةَ وَدَعَا لَهَا، وَحَرَّمْتُ الْمَدِينَةَ كَمَا حَرَّمَ إِبْرَاهِيمُ مَكَّةَ، وَدَعَوْتُ لَهَا فِي مُدِّهَا وَصَاعِهَا مِثْلَ مَا دَعَا إِبْرَاهِيمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِمَكَّةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ نے حدیث بیان کی'انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی'انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن یحییٰ نے حدیث بیان کی از عباد بن تمیم انصاری از حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: بے شک حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرم بنایا اور اس کے لیے دعا کی اور میں مدینہ کو حرم بناتا ہوں جس طرح حضرت ابراہیم نے مکہ کو حرم بنایا اور میں مدینہ کے لیے دعا کرتا ہوں' اس کے مُد میں اور صاع میں جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کے لیے دعا کی تھی۔

اس حدیث کی شرح کے لیے' صحیح البخاری:۱۸۶۷ کا مطالعہ فرمائیں۔

مدینہ منورہ کو حرم بنانے سے مراد اس کی تعظیم ہے نہ کہ مکہ کی طرح تحریم مراد ہے'اس پر دلائل اور مذاہب فقہاء

علامہ فضل اللہ بن سعید تورپشتی متوفی ۶۶۱ھ لکھتے ہیں:

مکہ کو حرم اس لیے فرمایا ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ نے بہت سے ایسے کام حرام کر دیئے ہیں جو دوسرے شہروں میں حرام نہیں کیے' قرآن مجید میں ہے:

اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا اٰمِنًا وَّيُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ. (العنکبوت:۶۷)

کیا انہوں نے یہ نہیں دیکھا کہ ہم نے حرم کو امن کی جگہ بنادیا ہے حالانکہ ان کے گرد و نواح سے لوگوں کو اغواء کر لیا جاتا ہے۔

پس حرم مکہ میں قتال کرنا' مکہ کے درختوں کو کاٹنا اور اس کے پتوں کو جھاڑنا اور وہاں کے جانوروں کا شکار کرنا اور ان کو بھگانا' یہ سب کام مکہ میں حرام کر دیئے گئے ہیں۔

اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف مکہ کو حرم بنانے کی نسبت کی وجہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے اس کا سوال کیا تھا' یا اس وجہ سے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے لوگوں کو یہ احکام بیان کیے تھے' یا اس وجہ سے کہ انہوں نے ہی حدودِ حرم کی علامات نصب کی تھیں اور جمہور علماء نے یہ کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مدینہ کو حرم قرار دیا' اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ مدینہ' مکہ کی طرح حرم ہے اور مکہ میں جن چیزوں کو حرام کیا گیا ہے' وہ مدینہ میں بھی حرام ہیں بلکہ اس حدیث میں تحریم کا معنی تعظیم ہے یعنی مدینہ بھی اس طرح محترم اور معظم ہے جس طرح مکہ محترم اور معظم ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ مدینہ کے درختوں کے پتوں کو جھاڑنا جائز ہے جب کہ مکہ کے درختوں کے پتوں کو جھاڑنا جائز نہیں ہے' حدیث میں ہے:

عامر بن سعد بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ عقیق میں اپنے محل پر گئے' انہوں نے دیکھا کہ ایک غلام درخت کو کاٹ رہا تھا یا اس کے پتے جھاڑ رہا تھا' حضرت سعد نے اس سے وہ پتے چھین لیے' بعد میں اس غلام کے مالکوں نے حضرت سعد سے کہا: وہ پتے واپس کر دیں' تو حضرت سعد نے انکار کر دیا۔ (صحیح مسلم: ١٣٦٤'الرقم المسلسل: ٣٢١٠)

اس حدیث سے وجہ استدلال یہ ہے کہ اگر مدینہ کے درختوں کے پتوں کو جھاڑنا' حرام ہوتا تو اس غلام کے مالکان حضرت سعد سے اس درخت کے پتے واپس نہ مانگتے۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ مکہ کے پرندوں کو قید کرنا جائز نہیں ہے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کے بھائی نے مدینہ میں نُغیر نام کا ایک پرندہ اپنے پاس رکھا ہوا تھا' حدیث میں ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ساتھ مل جل کر رہتے تھے حتیٰ کہ میرے چھوٹے بھائی سے فرماتے تھے: اے ابوعمیر! نُغیر (پرندہ) کو کیا ہوا۔ (صحیح البخاری: ٦١٢٩)

اس حدیث سے واضح ہو گیا کہ مدینہ میں وہ کام حرام نہیں ہیں جو مکہ میں حرام ہیں اور اس حدیث میں مدینہ کی تحریم سے مراد مدینہ کی تعظیم ہے۔ (کتاب المیسر فی شرح مصابیح السنۃ ج ٢ ص ٦٤٧۔ ٦٤٦' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ١٤٢٢ھ)

ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ١٠١٤ھ نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔ (مرقات ج ٤ ص ٦١٥' مکتبہ حقانیہ' پشاور)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ١٠٥٢ھ لکھتے ہیں:

مدینہ منورہ کی تحریم میں فقہاء کا اختلاف ہے' امام ابوحنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ یہاں حرمت کا معنی صرف تعظیم اور تکریم ہے اور اس میں مکہ کی تحریم کے دیگر احکام مراد نہیں ہیں جیسے شکار کرنے اور درخت کاٹنے کا حرام ہونا' اور جو شخص یہ کام کرے اس پر تاوان کا لازم ہونا' اور مدینہ منورہ میں کسی نے یہ کام کیے تو اس پر تاوان لازم نہیں ہے' امام مالک کا مذہب بھی یہی ہے' اور امام احمد کی بھی ایک یہی روایت ہے' اسی طرح امام شافعی کا بھی مشہور قول یہی ہے۔ بعض فقہاء نے یہ کہا ہے کہ جو شخص مدینہ میں درخت کاٹے' اس سے وہ چھین لیا جائے جیسا کہ صحیح مسلم میں مذکور ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ایسا کیا تھا۔ (اشعۃ اللمعات ج ٢ ص ٤١٢' مکتبہ رشیدیہ' کوئٹہ)

٢١٣٠ - حَدَّثَنِیْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ' عَنْ مَّالِكٍ' عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِیْ طَلْحَةَ' عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِیْ مِكْیَالِهِمْ' وَبَارِكْ لَهُمْ فِیْ صَاعِهِمْ وَمُدِّهِمْ. یَعْنِیْ أَهْلَ الْمَدِیْنَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی: اے اللہ! (اہل مدینہ کے) ناپنے کے آلات میں برکت دے' ان کے صاع اور مُد میں برکت دے' یعنی اہل مدینہ کے۔

[اطراف الحدیث: ٦٧١٤۔ ٧٣٣١] (صحیح مسلم: ١٣٦٨'الرقم المسلسل: ٣٢١٥)

دین اور دنیا میں برکت کا معنی

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مدینہ کے لیے برکت کی دعا کی ہے' برکت کا معنی ہے: کسی چیز کا بڑھنا اور زیادہ ہونا' اور کبھی اس کا معنی ثبات اور دوام بھی ہوتا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کا معنی یہ ہو کہ اے اللہ تعالیٰ! ان کے دین میں برکت دے' یعنی ان کے مال کے ساتھ جو اللہ تعالیٰ کے حقوق متعلق ہیں' زکوٰۃ' صدقہ' قربانی اور کفارات کو اللہ تعالیٰ ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور وہ ایمان پر قائم رہیں اور اسلام کے احکام پر عمل کرتے رہیں یا اس دعا کا محمل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی تجارت اور اس کے نفع میں اضافہ

فرمائے اوران کی زرعی پیداوار کو بڑھائے۔

٥٤ - بَابُ مَا يُذْكَرُ فِي بَيْعِ الطَّعَامِ وَالْحُكْرَةِ

طعام (غلّہ) کی بیع اور ذخیرہ اندوزی کے متعلق احادیث

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ غلّہ پر قبضہ کرنے سے پہلے اس کی بیع کا کیا حکم ہے اور ذخیرہ اندوزی کا کیا حکم ہے؟

اس عنوان میں ''حُكْرة'' کا ذکر ہے''حكرة'' کا معنی ہے: ذخیرہ اندوزی یعنی دام بڑھ جانے اور مہنگا ہونے کے انتظار میں غلّہ کو روک کر رکھنا اور فروخت نہ کرنا۔ یہاں پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اس حدیث میں تو صرف یہ ذکر ہے کہ جولوگ اندازے سے غلّہ خریدتے تھے ان کو وہ غلّہ اس وقت تک فروخت کرنے سے منع کیا جاتا تھا جب تک کہ وہ غلّہ کو اپنے گھر منتقل نہ کردیں اور اس میں ذخیرہ اندوزی کا ذکر نہیں ہے' پھر امام بخاری نے اس حدیث کے عنوان میں ''حكرة'' یعنی ذخیرہ اندوزی کا کیوں ذکر کیا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں ذخیرہ اندوزی کا شرعی معنی مراد نہیں ہے' بلکہ اس کا لغوی معنی مراد ہے یعنی غلّہ کو گھر میں رکھنا اور مطلقاً غلّہ کو گھر میں رکھنا ممنوع نہیں ہے بلکہ یہ اس وقت منع ہے جب لوگوں کو غلّہ کی ضرورت ہو اور وہ بازار میں نہ مل رہا ہو اور بائع زیادہ نفع حاصل کرنے کی توقع میں اس غلّہ کو مارکیٹ اور بازار میں نہ لائے۔ ذخیرہ اندوزی کی مذمت میں حسب ذیل احادیث ہیں:

ذخیرہ اندوزی کی مذمت میں احادیث

معمر بن ابی معمر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے ذخیرہ اندوزی کی وہ خطاء کار ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۶۰۵' سنن ابوداؤد: ۳۴۴۷' سنن ترمذی: ۱۲۶۷' سنن ابن ماجہ: ۲۱۵۴)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے چالیس راتوں تک غلّہ کا ذخیرہ کیا وہ اللہ سے بَری ہو گیا اور اللہ اس سے بَری ہو گیا اور جن گھر والوں نے اس حال میں صبح کی کہ ان میں کوئی شخص بھوکا تھا' ان سے اللہ تبارک وتعالیٰ کا ذمہ بَری ہو گیا۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۳۳' المستدرک ج ۲ ص ۱۲' مسند ابویعلیٰ: ۵۷۴۶' مجمع الزوائد ج ۴ ص ۱۰۰' اس حدیث کی سند میں ایک راوی ابوبشر املوکی ہے' اس کو ابن معین نے ضعیف قرار دیا ہے)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو ذخیرہ اندوزی کرتا ہے' وہ ملعون ہے۔

(سنن ابن ماجہ: ۲۱۵۳' المستدرک ج ۲ ص ۱۱' الضعفاء للعقیلی ج ۳ ص ۲۳۲' اس کی سند بھی ضعیف ہے)

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص ذخیرہ اندوزی کرنے والا ہو وہ کیسا بُرا ہے' اگر اللہ تعالیٰ قیمتیں سستی کردے تو وہ غمگین ہوتا ہے اور اگر اللہ تعالیٰ قیمتیں مہنگی کردے تو وہ خوش ہوتا ہے۔

(شعب الایمان: ۱۱۲۱۵' کامل ابن عدی ج ۲ ص ۵۳۰)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے ذخیرہ اندوزی کی اور اس کا یہ ارادہ ہو کہ مسلمانوں پر چیزیں مہنگی ہو جائیں' پس وہ گناہ گار ہے اور اس سے اللہ تعالیٰ کا ذمہ بَری ہو گیا۔ (المستدرک ج ۲ ص ۱۲)

۲۱۳۱ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَخْبَرَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ، عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ رَأَيْتُ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ الطَّعَامَ مُجَازَفَةً، يُضْرَبُونَ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ولید بن مسلم نے خبر دی از اوزاعی از زہری از سالم از والد خود رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں اندازہ سے غلّہ

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ یَّبِیْعُوْہُ حَتّٰی یُؤْوُوْہُ اِلٰی رِحَالِہِمْ.

خریدتے تھے' ان کو اس غلّہ کے فروخت کرنے پر مار لگائی جاتی تھی حتیٰ کہ وہ اس غلّہ کو اپنے گھروں میں پہنچائیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۱۲۳ میں گزر چکی ہے۔

۲۱۳۲ - حَدَّثَنَا مُوْسَی بْنُ اِسْمَاعِیْلَ حَدَّثَنَا وُھَیْبٌ' عَنِ ابْنِ طَاؤُسٍ' عَنْ اَبِیْہِ' عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَھٰی اَنْ یَّبِیْعَ الرَّجُلُ طَعَامًا حَتّٰی یَسْتَوْفِیَہٗ. قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ کَیْفَ ذَاکَ؟ قَالَ ذَاکَ دَرَاھِمُ بِدَرَاھِمَ' وَالطَّعَامُ مُرْجَأٌ. قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰہِ ﴿مُرْجَوْنَ﴾ (التوبہ:۱۰۶) اَیْ مُؤَخَّرُوْنَ.

[طرف الحدیث:۲۱۳۵]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی از ابن طاؤس از والد خود از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے منع کیا کہ کوئی شخص غلّہ پر قبضہ کرنے سے پہلے اس کو فروخت کرے' میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا: ایسا کیوں ہے؟ تو انہوں نے کہا: یہ تو روپوں کے عوض روپوں کی بیع ہوئی' جب کہ غلّہ تو اپنی میعاد پر ہی دیا جائے گا۔ امام ابوعبداللہ بخاری نے کہا: "مرجون" (التوبہ:۱۰۶) کا معنی ہے: ان کو غلّہ تاخیر سے دیا جائے گا۔

(صحیح مسلم:۱۵۲۵' الرقم المسلسل:۳۷۲۷' سنن ابوداؤد:۳۴۹۷' سنن ترمذی:۱۲۹۱' سنن نسائی:۴۶۰۷' سنن ابن ماجہ:۲۲۲۷' مصنف ابن ابی شیبہ ج۶ ص ۳۶۹' سنن بیہقی ج۵ ص ۳۱۴۔ ۳۱۳' مسند احمد ج۱ ص ۳۵۶ طبع قدیم' مسند احمد:۳۳۴۶۔ ج۵ ص ۳۵۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس میں غلّہ کی بیع کا ذکر ہے۔

حدیث میں مذکور بیع کی ممانعت کا سبب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی لکھتے ہیں:

اس کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص کسی انسان سے ایک درہم کے عوض مدتِ معینہ کے ادھار پر غلہ خریدے' پھر اس غلّہ پر قبضہ کرنے سے پہلے وہ غلّہ کسی اور شخص کو دو درہم کے عوض فروخت کر دے تو گویا کہ اس نے اپنے ایک درہم کو دو درہموں کے عوض فروخت کر دیا اور غلہ تو اپنی میعاد پر ملے گا' سو اس بیع میں ایک درہم کو دو درہموں کے عوض فروخت کرنا ہے اور یہ ربا الفضل ہے اور اس میں غائب کی بیع حاضر کے عوض ہے اور یہ ربا النسیئہ ہے' لہٰذا اس میں دو وجہوں سے سود ہے۔

(عمدۃ القاری ج۱۱ ص ۳۵۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۳۷۲۹۔ ج۴ ص ۱۵۷ پر مذکور ہے' اس کی شرح میں بیع قبل القبض میں مذاہب بیان کیے گئے ہیں۔

۲۱۳۳ - حَدَّثَنِیْ اَبُو الْوَلِیْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَۃُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ دِیْنَارٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا یَقُوْلُ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنِ ابْتَاعَ طَعَامًا فَلَا یَبِیْعُہٗ حَتّٰی یَقْبِضَہٗ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے ابوالولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن دینار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے غلّہ خریدا' وہ اس کو اس وقت تک نہ

فروخت کرے حتیٰ کہ اس پر قبضہ کرلے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢١٢٤ میں گزر چکی ہے۔

٢١٣٤ - حَدَّثَنَا عَلِيٌّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ كَانَ عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ يُحَدِّثُهُ' عَنِ الزُّهْرِيِّ' عَنْ مَالِكِ بْنِ أَوْسٍ أَنَّهُ قَالَ مَنْ عِنْدَهُ صَرْفٌ؟ فَقَالَ طَلْحَةُ أَنَا حَتَّى يَجِيءَ خَازِنُنَا مِنَ الْغَابَةِ . قَالَ سُفْيَانُ هُوَ الَّذِي حَفِظْنَاهُ مِنَ الزُّهْرِيِّ لَيْسَ فِيهِ زِيَادَةٌ' فَقَالَ أَخْبَرَنِي مَالِكُ بْنُ أَوْسٍ سَمِعَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يُخْبِرُ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلذَّهَبُ بِالذَّهَبِ بِالْوَرِقِ رِبًا إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ' وَالْبُرُّ بِالْبُرِّ رِبًا إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ' وَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ رِبًا إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ' وَالشَّعِيرُ بِالشَّعِيرِ رِبًا إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ.

[اطراف الحدیث: ٢١٧٠-٢١٧٤]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ عمرو بن دینار نے ان کو حدیث بیان کی از زہری از مالک بن اوس' انہوں نے پوچھا: آپ لوگوں میں سے بیع صرف کا (کرنسی کے لین دین یا سونے چاندی کے لین دین کا) کاروبار کون کرتا ہے؟ طلحہ نے کہا: میں یہ بیع کرتا ہوں' لیکن میں یہ بیع اس وقت کرسکوں گا جب ہمارا خازن مقامِ غابہ سے آجائے گا' سفیان نے کہا: ہم نے زہری سے یہ حدیث اسی طرح سنی تھی' اس میں کوئی زیادتی نہیں تھی' پھر انہوں نے کہا کہ مجھے مالک بن اوس نے خبر دی کہ انہوں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ سے سنا وہ خبر دیتے تھے از رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: سونے کی سونے کے عوض بیع سود ہے مگر جو نقد ہو اور گندم کی گندم کے عوض بیع سود ہے مگر جو نقد ہو اور کھجور کی کھجور کے عوض بیع سود ہے مگر جو نقد ہو اور جَو کی جَو کے عوض بیع سود ہے مگر جو نقد ہو۔

(صحیح مسلم: ١٥٨٦' الرقم المسلسل: ٣٩٥٠' سنن ابوداؤد: ٣٣٤٨' سنن ترمذی: ١٢٤٣' سنن نسائی: ٤٥٥٩' سنن ابن ماجہ: ٢٢٦٠-٢٢٥٣' مسند ابویعلیٰ: ١٤٩' المنتقیٰ: ٦٥١' سنن بیہقی ج ٥ ص ٢٨٣' صحیح ابن حبان: ٥٠١٩' سنن دارمی: ٢٥٧٨' المعجم الاوسط: ٣٧٧' سنن بیہقی ج ٥ ص ٢٨٣' مسند احمد ج ١ ص ٢٤ طبع قدیم' مسند احمد: ١٦٢- ج ١ ص ٣٠٠' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں بھی قبضہ سے پہلے بیع کی ممانعت ہے۔

حرمت سود کی علت میں مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی لکھتے ہیں:

مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ جن چار چیزوں کا اس حدیث میں ذکر کیا گیا ہے' ان میں سود حرام ہے اور ان میں دو چیزوں کا اور اضافہ کیا گیا ہے اور وہ چاندی اور نمک ہیں' پس ان چھ چیزوں میں اضافہ اور ادھار کے ساتھ بیع کے حرام ہونے پر اجماع ہے اور ان کے ماسوا میں اختلاف ہے' اہل ظاہر (غیر مقلدین)' مسروق' طاؤس' شعبی' قتادہ اور عثمان بتی کا مذہب یہ ہے کہ صرف ان ہی چھ چیزوں میں سود ہے اور باقی علماء نے یہ کہا ہے کہ ان چھ چیزوں کے علاوہ باقی جن چیزوں میں بھی ان کا مشترک وصف پایا جائے' ان میں بھی سود ہے۔

رہا سونا اور چاندی تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک ان میں سود کی علت دونوں کا ایک جنس ہونا ہے' یعنی دونوں سونا یا چاندی ہوں اور ان کا وزن کے ساتھ فروخت ہونا ہے' پھر ہر وہ چیز جو وزن کے ساتھ فروخت ہوتی ہو' اس کو حکم میں ان کے ساتھ لاحق کردیا گیا ہے' اور

امام شافعی کے نزدیک ان میں علت ان کا ثمن ہوتا ہے' سو وہ دو چیزیں جو ثمن ہوں اور ان کی جنس ایک ہو' ان کو اضافہ اور ادھار کے ساتھ فروخت کرنا سود ہے اور باقی چار چیزوں (گندم' جَو' کھجور اور نمک) میں سود کی علت میں اختلاف ہے اور اس میں دس مذاہب ہیں:

(۱) اہل ظاہر کا مذہب یہ ہے کہ ان چھ چیزوں کے علاوہ اور کسی چیز میں سود نہیں ہے اور ان کو اضافہ اور تاخیر کے ساتھ بیچنا جائز ہے' یعنی (مثلاً) ایک کلو دال کو دو کلو دال کے عوض نقد اور ادھار ہر طرح فروخت کرنا جائز ہے۔

(۲) ابوبکر اصم کا مذہب یہ ہے کہ سود کی علت کسی چیز کا نفع آور ہونا ہے' سو جو دو چیزیں نفع آور ہوں' ان کو اضافہ اور ادھار کے ساتھ فروخت کرنا حرام ہے۔

(۳) ابن سیرین اور ابوبکر اودی شافعی کا مذہب یہ ہے کہ سود کی علت اتحاد جنس ہے' پس ہر چیز کو اس کی جنس کے عوض اضافہ کے ساتھ فروخت کرنا حرام ہے' مثلاً ایک کپڑا دو کپڑوں کے عوض اور ایک بکری دو بکریوں کے عوض۔

(۴) الحسن بن الحسن کا مذہب یہ ہے کہ سود کی علت اتحاد جنس سے میں منفعت ہے' مثلاً ایک دینار کے ایک کپڑے کو ان دو کپڑوں کے عوض فروخت کرنا جائز ہے' جن کی قیمت بھی ایک دینار ہو' اور ایک دینار کے ایک کپڑے کو اس ایک کپڑے کے عوض فروخت کرنا حرام ہے جس کی قیمت دو دینار ہو۔

(۵) سعید بن جبیر کا مذہب یہ ہے کہ سود کی علت اتحاد جنس میں تفاوت منفعت ہے' پس گندم کو جَو کے عوض اضافہ کے ساتھ فروخت کرنا حرام ہے کیونکہ ان کے منافع متفرق ہیں' اسی طرح لوبیا کو چنے کے عوض۔

(۶) ربیعہ بن عبد الرحمان کا مذہب یہ ہے کہ جن چیزوں میں زکوٰۃ واجب ہے' ان میں دو چیزیں ایک جنس کی ہوں خواہ وہ مویشی ہوں یا زرعی پیداوار ہو۔

(۷) امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ وہ چیزیں خوراک ہوں اور ان کا ذخیرہ کیا جاتا ہو' پس جو چیزیں خوراک نہ ہوں' جیسے پھل' یا وہ خوراک تو ہوں لیکن ان کو ذخیرہ نہ کیا جاتا ہو جیسے گوشت' تو ان کو اضافہ کے ساتھ فروخت کرنا جائز ہے۔

(۸) امام ابو حنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ سود کی حرمت کی علت پیمائش (یعنی پیمانہ سے ناپ کر بیع) اور اتحادِ جنس ہے یا دو چیزوں کو وزن کے ساتھ فروخت کیا جائے اور ان دونوں کی جنس ایک ہو' ان میں اضافہ اور ادھار کے ساتھ فروخت کرنا حرام ہے' اور جن چیزوں کو وزن کر کے یا ناپ کر فروخت نہیں کیا جاتا بلکہ عدداً فروخت کیا جاتا ہے جیسے انڈے اور قلم وغیرہ' ان کو اضافہ کے ساتھ فروخت کرنا جائز ہے۔

(۹) سعید بن مسیب کا مذہب اور یہی امام شافعی کا قول قدیم ہے کہ جو چیزیں کھانے اور پینے کی ہوں اور وہ ناپ اور تول کے ساتھ بکتی ہوں' ان کو اضافہ کے ساتھ فروخت کرنا حرام ہے اور جو چیزیں کھانے پینے کی نہ ہوں یا کھانے پینے کی ہوں لیکن ناپ اور تول کے ساتھ نہ بکتی ہوں بلکہ عدداً فروخت ہوں' ان کو اضافہ کے ساتھ فروخت کرنا جائز ہے۔

(۱۰) امام شافعی کا قول جدید اور امام احمد کا مذہب یہ ہے کہ حُرمت سود کی علت صرف یہ ہے کہ وہ چیزیں کھانے کی ہوں خواہ ان کو ناپ اور تول کے ساتھ فروخت کیا جائے یا عدداً فروخت کیا جائے اور کھانے کی چیزوں کے علاوہ سونے اور چاندی کی بیع میں اضافہ اور ادھار حرام ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۳۶۰۔۳۵۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۳۹۴۷۔ ج ۴ ص ۳۳۱ پر مذکور ہے' اس کی شرح میں سود پر مفصل بحث کی گئی ہے' اس کی

شرح کے عنوانات حسب ذیل ہیں:

(۱) ربٰو کا لغوی معنی (۲) ربٰو کا اصطلاحی معنی (۳) بینک کے سود کے مجوزین کے دلائل (۴) مجوزین سود کے دلائل کے جوابات (۵) افراط زر کی صورت میں اصل زر کو بحال رکھنے کا ایک حل (۶) بینک نوٹ کی تحقیق (۷) نوٹ میں مذاہب اربعہ (۸) نوٹ میں علماء مصر کا نظریہ (۹) نوٹ کا لغوی اور عرفی معنی (۱۰) نوٹوں کی فقہی حیثیت (۱۱) دنیا کے کرنسی نظام میں انقلابات اور تبدیلیاں (۱۲) نوٹ کے متعلق مصنف کا مؤقف (۱۳) نوٹوں کا نوٹوں سے تبادلہ (۱۴) ملکی کرنسی کے نوٹوں کا آپس میں تبادلہ (۱۵) نوٹ کی نوٹ کے بدلہ میں کمی وزیادتی کے ساتھ بیع (۱۶) مختلف ممالک کے کرنسی نوٹوں کا آپس میں تبادلہ (۱۷) بغیر قبضہ کے کرنسی کا تبادلہ (۱۸) نوٹ کی نوٹ کے عوض کمی اور بیشی کے ساتھ جواز بیع کے اہم دلائل کا جائزہ (۱۹) بیع عینہ کے جزئیہ سے سود کو جائز کرنے کا ایک حیلہ (۲۰) بیع عینہ کی تحقیق (۲۱) عینہ کا لغوی اور اصطلاحی معنی (۲۲) بیع عینہ کی حرمت میں احادیث' آثار صحابہ اور اقوال تابعین (۲۳) بیع عینہ میں فقہاء شافعیہ کا مؤقف (۲۴) بیع عینہ میں فقہاء حنبلیہ کا مؤقف (۲۵) بیع عینہ میں فقہاء مالکیہ کا مؤقف (۲۶) بیع عینہ میں فقہاء احناف کا مؤقف (۲۷) دارالحرب کے سود میں جمہور فقہاء کا نظریہ (۲۸) دارالحرب کے سود میں فقہاء احناف کا نظریہ (۲۹) دارالحرب میں جواز ربٰو والی حدیث کی فنی حیثیت (۳۰) دارالحرب میں ربٰو کے متعلق فقہاء احناف کے دلائل کا تجزیہ (۳۱) مکحول کی روایت کا محمل (۳۲) دارالحرب کے سود کے بارے میں امام ابوحنیفہ کے قول کی وضاحت (۳۳) کیا سود اور دیگر عقود فاسدہ کے ذریعہ حربی کافروں کا پیسہ بٹورنا جائز ہے؟ (۳۴) حضرت ابوبکر کے قمار کی وضاحت (۳۵) دارالحرب' دارالکفر اور دارالاسلام کی تعریفات (۳۶) ربٰو الفضل کی علت حرمت میں مذاہب ائمہ (۳۷) ربٰو الفضل میں ائمہ کی بیان کردہ علت کا ایک جائزہ (۳۸) ربٰو الفضل کی حرمت کا سبب (۳۹) نفع اور سود میں فرق (۴۰) سونے اور چاندی کی بیع میں عقد کے وقت قبضہ کرنے میں مذاہب (۴۱) کرنسی نوٹوں کی نوٹوں سے بیع میں اُدھار کا حکم (۴۲) سونے اور چاندی کی مصنوعات کی بیع میں ادھار کا حکم (۴۳) بالخصوص سونے اور چاندی کی بیع میں مجلس کے اندر قبضہ کی شرط کیوں ہے؟ (۴۴) بیع صرف میں حضرت امیر معاویہ کا نظریہ (۴۵) سونے اور چاندی سے مرکب اشیاء کو مفرد سونے اور چاندی کے عوض فروخت کرنے میں مذاہب (۴۶) سونے اور چاندی سے مرکب اشیاء کو مفرد سونے اور چاندی کے عوض فروخت کرنے میں فقہاء احناف کا مؤقف (۴۷) فقہاء احناف کے دلائل (۴۸) سونے اور چاندی سے مرکب اشیاء کو زیادہ سونے اور چاندی کے عوض فروخت کرنے کے بارے میں آثار صحابہ اور اقوال تابعین (۴۹) حضرت ابن عباس کا ربٰو الفضل کے جواز سے رجوع (۵۰) حضرت اسامہ کی روایت ''سود صرف ادھار میں ہے'' کی وضاحت (۵۱) اجناس مختلفہ میں اتحاد قدر کے باوجود ادھار بیع کیوں جائز ہے؟

* یہ بحث 'شرح صحیح مسلم ج ۴ ص ۴۰۹۔۴۴۶ پر محیط ہے اور شاید قارئین کو سود کے اہم مباحث پر اتنی مفصل بحث کسی اور کتاب میں نہیں ملے گی۔

۵۵ - بَابُ بَيْعِ الطَّعَامِ قَبْلَ اَنْ يُّقْبَضَ، وَبَيْعِ مَا لَيْسَ عِنْدَكَ

قبضہ کرنے سے پہلے غلہ کو فروخت کرنے اور جو چیز تمہارے پاس موجود نہ ہو اس کو فروخت کرنے کا حکم

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ کسی چیز پر قبضہ کرنے سے پہلے اس کو فروخت کرنا جائز نہیں ہے' اسی طرح جو چیز انسان کے پاس موجود نہ ہو اس کو بھی فروخت کرنا جائز نہیں ہے' اس کے متعلق حسب ذیل احادیث ہیں:

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا' پس میں نے پوچھا: میرے پاس ایک شخص آتا ہے اور مجھ سے اس چیز کی بیع کے متعلق سوال کرتا ہے جو میرے پاس نہیں ہے' آیا میں بازار سے وہ چیز خرید کر اس کو

فروخت کردوں؟ آپ نے فرمایا: اس چیز کو فروخت نہ کرو جو تمہارے پاس نہیں ہے۔

(سنن ترمذی: ۱۲۳۶' سنن ابوداؤد: ۳۵۰۳' سنن نسائی: ۴۶۲۴' سنن ابن ماجہ: ۲۱۸۷' مسند احمد ج ۳ ص ۴۰۲)

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اس سے منع فرمایا کہ میں اس چیز کو فروخت کروں جو میرے پاس نہیں ہے۔ (سنن ترمذی: ۱۲۳۷)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قرض اور بیع جائز نہیں ہے' اور نہ بیع میں دو شرطیں لگانا جائز ہے اور اس چیز کا نفع جائز نہیں ہے جس کی ضمانت نہ ہو اور نہ اس چیز کو فروخت کرنا جائز ہے جو تمہارے پاس نہ ہو۔

(سنن ترمذی: ۱۲۳۸' سنن ابوداؤد: ۳۵۰۴' سنن نسائی: ۴۶۴۲' سنن ابن ماجہ: ۲۱۸۸' مسند احمد ج ۲ ص ۱۷۴)

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ لکھتے ہیں:

اسحاق بن منصور نے کہا: میں نے امام احمد سے پوچھا: قرض اور بیع کی ممانعت کا کیا معنی ہے؟ انہوں نے بتایا کہ ایک شخص کسی کو معین رقم قرض دے' پھر اس کو کوئی چیز قرض کی مقدار سے زیادہ قیمت پر فروخت کر دے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ اس کو کوئی چیز قرض دے' پھر کہے: اگر تم یہ چیز نہ دے سکو تو پھر اس کی تم سے بیع ہے۔

اسحاق بن منصور نے امام احمد سے پوچھا: جس بیع کی ضمان نہ ہو اس کا کیا معنی ہے؟ انہوں نے کہا: یہ صرف اس غلہ کی بیع ہے جس پر قبضہ نہ ہو اور یہ ہر وہ چیز ہے جس کی ناپ اور تول سے بیع کی جائے۔

امام احمد نے کہا: دو شرطوں کے ساتھ بیع کا یہ معنی ہے کہ جب کوئی شخص کہے: میں تم کو یہ کپڑا اس شرط پر بیچتا ہوں کہ اس کی سلائی اور دھلائی میرے ذمہ ہے تو یہ بیع میں دو شرطیں ہیں' اور اگر وہ یہ کہے کہ میں تمہیں یہ کپڑا فروخت کرتا ہوں اور اس کی سلائی میرے ذمہ ہے یا کہے کہ میں یہ کپڑا تم کو فروخت کرتا ہوں اور اس کی دھلائی میرے ذمہ ہے تو یہ بیع جائز ہے کیونکہ اس میں صرف ایک شرط ہے۔

نیز امام ترمذی لکھتے ہیں کہ اکثر علماء کے نزدیک یہ مکروہ ہے کہ آدمی اس چیز کو فروخت کرے جو اس کے پاس نہ ہو۔

(سنن ترمذی ص ۲۷۹' دار الفکر بیروت' ۱۴۲۲ھ)

۲۱۳۵ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ الَّذِيْ حَفِظْنَاهُ مِنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ سَمِعَ طَاوُسًا يَقُوْلُ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ اَمَّا الَّذِيْ نَهٰى عَنْهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَهُوَ الطَّعَامُ اَنْ يُّبَاعَ حَتّٰى يُقْبَضَ. قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَّلَا اَحْسِبُ كُلَّ شَيْءٍ اِلَّا مِثْلَهٗ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہم نے اس کو عمرو بن دینار سے محفوظ رکھا ہے' انہوں نے طاؤس سے سنا' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا' وہ بیان کرتے تھے کہ رہی وہ بیع جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا ہے' وہ یہ ہے کہ اس غلہ کو فروخت کیا جائے جس پر قبضہ نہ کیا گیا ہو' حضرت ابن عباس نے فرمایا: میں گمان کرتا ہوں کہ ہر چیز اس کی مثل ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۱۳۴ کے تحت گزر چکی ہے۔

۲۱۳۶ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ حَدَّثَنَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے

مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنِ ابْتَاعَ طَعَامًا فَلَا يَبِيعُهُ حَتّٰى يَسْتَوْفِيَهُ. زَادَ اِسْمَاعِيلُ مَنِ ابْتَاعَ طَعَامًا فَلَا يَبِيعُهُ حَتّٰى يَقْبِضَهُ.

حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس آدمی نے غلہ خریدا وہ اس کو اس وقت تک نہ فروخت کرے حتیٰ کہ وہ اس کو پورا پورا ناپ لے۔ اسماعیل نے یہ اضافہ کیا کہ جس آدمی نے غلہ خریدا وہ اس کو اس وقت تک نہ فروخت کرے حتیٰ کہ وہ اس کے اوپر قبضہ کر لے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۲۱۲۴ میں گزر چکی ہے۔

٥٦ - بَابُ مَنْ رَّاٰى اِذَا اشْتَرٰى طَعَامًا جِزَافًا اَنْ لَّا يَبِيعَهُ حَتّٰى يُؤْوِيَهُ اِلٰى رَحْلِهِ، وَالْاَدَبِ فِيْ ذٰلِكَ

جو شخص غلّہ کا ڈھیر خریدے وہ اس کو اس وقت تک نہ فروخت کرے حتیٰ کہ اس کو اپنے ٹھکانے پر لائے اور ایسا نہ کرنے والے کی سزا

۲۱۳۷ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ لَقَدْ رَاَيْتُ النَّاسَ فِيْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَبْتَاعُوْنَ جِزَافًا، يَعْنِي الطَّعَامَ، يُضْرَبُوْنَ اَنْ يَبِيعُوْهُ فِيْ مَكَانِهِمْ، حَتّٰى يُؤْوُوْهُ اِلٰى رِحَالِهِمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از یونس از ابن شہاب انہوں نے کہا: مجھے سالم بن عبداللہ نے خبر دی کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں لوگوں کو اس پر مارا جاتا تھا کہ وہ غلّہ کا ڈھیر اندازے سے خرید کر اپنے ٹھکانے پر پہنچانے سے پہلے اس کو فروخت کر دیتے تھے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۲۱۲۳ میں گزر چکی ہے۔

بیع قبل القبض اور اسٹاک ایکسچینج کا معاملہ

مذکور الصدر احادیث میں بیع قبل القبض کو بہت سختی سے منع کیا گیا ہے اس بناء پر بعض لوگوں نے کہا ہے کہ اسٹاک ایکسچینج میں جو شیئرز (حصص) کی خرید و فروخت کا کاروبار ہوتا ہے وہ ناجائز ہے کیونکہ اس میں بھی حصص پر قبضہ کرنے سے پہلے ان کو دوسری پارٹی کے ہاتھ فروخت کر دیا جاتا ہے اور دوسری پارٹی بھی قبضہ سے پہلے ان کو تیسری پارٹی کے ہاتھ فروخت کر دیتی ہے اور چونکہ اسٹاک ایکسچینج میں حصص کا یہ کاروبار حصص پر قبضہ سے پہلے کیا جاتا ہے اس لیے ہم حصص کے کاروبار کی تحقیق کرنا چاہتے ہیں:

دراصل اسٹاک ایکسچینج میں دو قسم کے کاروبار ہوتے ہیں ایک قانونی کاروبار ہوتا ہے جس کو کاروبار عامہ کہتے ہیں اور دوسرا غیر قانونی کاروبار ہوتا ہے جس کو مستقبل کی تجارت یا کاروبار کہتے ہیں اس میں حصص کی قیمت مصنوعی طور پر بہت بڑھا دی جاتی ہے اس کو عرف عام میں سٹہ کہتے ہیں لیکن درحقیقت یہ نجش[1] ہے۔ اب ہم ان دونوں کاروباروں کو تفصیل کے ساتھ بیان کرتے ہیں:

---

[1] نجش کا معنی ہے: کسی چیز کی بہت بڑھا چڑھا کر مصنوعی تعریف کی جائے اور اس کی اصل قیمت سے زیادہ قیمت بتائی جائے تاکہ خریدار اس کی طرف راغب ہو کر اس کو خرید لے یہ شرعاً ناجائز اور حرام ہے عنقریب اس کی مفصل بحث آ رہی ہے۔

کراچی اسٹاک ایکسچینج میں کاروبارِ عامہ کا طریقہ

حصص اور دیگر تمسکات کی لین دین کے تمام معاملات اسٹاک ایکسچینج کے مستقل ممبران (جو وہاں کاروبار کرنے کے مجاز ہیں) کے ذریعہ عمل میں آتے ہیں اگر کوئی اور فرد یا ادارہ حصص کی خرید وفروخت کرنا چاہے تو وہ ان ممبران کے توسط سے کرے گا اور وہ فرد یا ادارہ ان ممبران کا مؤکل (Client) کہلائے گا اور وہ ممبر اسے ایک UIN منفرد شناختی نمبر (Unique Identification Number) فراہم کرے گا جو ایک کوڈ ہوگا' جس کا علم صرف اس ممبر اور اس فرد یا ادارے کو ہوگا' اگر وہ فرد یا ادارہ حصص کا لین دین کرنا چاہے تو وہ اپنے اس ممبر کو جس کے پاس اس کا کوڈ ہے' اپنا کوڈ نمبر بتائے گا' ممبر اس کے کوڈ سے اس کے اکاؤنٹ میں اس کی مرضی کے مطابق کمپیوٹر میں حصص کی خرید وفروخت کا اندراج کرے گا جس کے تحت اگر وہ حصص کو خریدنا چاہے تو کمپیوٹر میں ان حصص کا اندراج کر دیا جائے گا اور اگر وہ ان حصص کو فروخت کرنا چاہے تو کمپیوٹر میں اس کے اکاؤنٹ نمبر سے ان حصص کو اس شخص کے اکاؤنٹ نمبر میں منتقل کر دیا جائے گا جو ان حصص کو خریدے گا' اور کمپیوٹر میں یہ اندراج ان حصص پر مادی قبضہ کے حکم میں ہے' لہٰذا اس خرید وفروخت پر بیع قبل القبض کا اعتراض نہیں ہوگا اور یہ خرید وفروخت قانون کے مطابق ہے' اس لیے ناجائز نہیں ہے۔

کراچی آٹومیٹڈ ٹریڈنگ سسٹم (K.A.T.S) کے قوانین مجریہ کراچی اسٹاک ایکسچینج بابت ۹ فروری ۲۰۰۷ء کے تحت حصص کی خرید وفروخت کے تمام معاملات کمپیوٹرائزڈ (Computerized) سسٹم کے تحت عمل میں آتے ہیں اور ان کے مادی قبضہ کا اب رواج نہیں رہا۔

جب کوئی کمپنی پہلی مرتبہ اپنے حصص فروخت کرتی ہے' اس وقت وہ اپنے خریدار کو وہ حصص پیش کرتی ہے اور خریدار ان حصص پر مادی قبضہ کرتا ہے' اس کے بعد ان حصص کی تمام لین دین (K.A.T.S) کمپیوٹرائزڈ سسٹم کے تحت عمل میں آتی ہے اور اگر کوئی شخص یا ادارہ ان حصص پر مادی قبضہ کرنا چاہے تو اسے اضافی طور پر کمپنی کو درخواست کرنی پڑتی ہے جس کے بعد اس کو مادی طور پر حصص فراہم کر دیئے جاتے ہیں لیکن خرید وفروخت کا عمل پھر بھی کمپیوٹر سسٹم (K.A.T.S) کے ذریعہ ہی عمل میں آتا ہے۔

مستقبل کے اعتبار سے حصص کی خرید وفروخت

اوپر جو ہم نے حصص کی خرید وفروخت کا ذکر کیا ہے' یہ حصص کی قانونی اور جائز خرید وفروخت ہے لیکن یہاں حصص کی غیر قانونی خرید وفروخت بھی ہوتی ہے اور وہ مستقبل کے اعتبار سے حصص کی خرید وفروخت ہے' مثلاً ایک پارٹی یہ دیکھتی ہے کہ مثلاً شیل پاکستان کے حصص دھڑا دھڑ بک رہے ہیں اور آج اس کا ایک حصہ سو روپے کا بک رہا ہے اور وہ پارٹی یہ اندازہ لگاتی ہے کہ چھ ماہ بعد اس کا حصہ دو سو روپے کا بکے گا' وہ دوسری پارٹی کو فون کرتی ہے کہ میرے پاس اس کمپنی کے ایک ہزار حصص ہیں' چھ ماہ بعد اس کے حصہ کی قیمت دو سو پچاس روپے ہو جائے گی' میں تم کو اب وہ حصص ایک سو پچاس فی حصہ کے حساب سے فروخت کر دیتا ہوں' دوسری پارٹی اس کو ٹیلی فون پر ڈن (Done) کر دیتی ہے اور ایک سو پچاس کے حساب سے پہلی پارٹی سے ایک ہزار حصص خرید لیتی ہے' پھر یہ دوسری پارٹی سوچتی ہے کہ میں کاہے کو چھ ماہ تک انتظار کروں' وہ تیسری پارٹی کو ٹیلی فون کرتی ہے اور ایک سو ساٹھ فی حصہ کے حساب سے اپنے حصص فروخت کر دیتی ہے' پھر وہ تیسری پارٹی چوتھی پارٹی کو اور وہ پانچویں پارٹی کو فون پر اپنے حصص کی فروخت کر دیتی ہے' یوں ان حصص کی بیع در بیع ہوتی رہتی ہے اور کسی کے پاس نہ مادی طور پر حصص ہوتے ہیں نہ کمپیوٹر میں ان حصص کا اندراج ہوتا ہے اور یہ حصص کی غیر قانونی خرید وفروخت ہے اور ناجائز ہے کیونکہ حصص یا مبیع پر مادی قبضہ ہوتا ہے نہ حکماً قبضہ ہوتا ہے اور یہ واضح طور پر بیع قبل القبض ہے' اس لیے یہ خرید وفروخت شرعاً ناجائز ہے۔ شیخ تقی عثمانی نے انعام الباری ج ٦ ص ۲۵۴-۲۵۱ میں طویل لاطائل

بحث کے بعد مطلقاً حصص کی خرید وفروخت کو ناجائز قرار دیا ہے اور حصص پر مادی قبضہ اور حکمی قبضہ کا فرق اور حصص کی قانونی خرید وفروخت اور غیر قانونی خرید وفروخت کا فرق ملحوظ نہیں رکھا۔

مستقبل میں حصص کی خریداری اور حقیقی سٹہ کا فرق

حصص میں جو تخمینہ اور اندازہ کی بناء پر تجارت ہوتی ہے اس میں مصنوعی طور پر حصص کی قیمت بڑھادی جاتی ہے' فرض کرلیا جاتا ہے کہ مثلاً شیل پاکستان کا چھ ماہ بعد فی حصہ دوسو روپے کا ہو جائے گا' اس کو عرف عام میں سٹہ کہا جاتا ہے' شیخ تقی عثمانی نے بھی اس کو سٹہ ہی لکھا ہے لیکن درحقیقت یہ سٹہ نہیں ہے' نجش ہے کیونکہ اس میں مصنوعی طور پر کسی چیز کی زیادہ قیمت لگا کر خریدار کو اس کے خریدنے پر راغب کیا جاتا ہے اور یہی نجش ہے' سٹہ حقیقت میں اس طرح نہیں ہوتا' اس میں ایک چیز ہونے اور نہ ہونے کے درمیان دائر ہوتی ہے اور یہ غرر[1] ہے' مثلاً انڈیا اور پاکستان کا میچ ہو رہا ہے' ایک پارٹی کہتی ہے: اگر پاکستان جیت گیا تو میں تم کو ایک روپے کے عوض پانچ روپے دوں گا' اب پتا نہیں پاکستان جیتے گا یا ہارے گا' اگر پاکستان جیت گیا تو جن لوگوں نے پاکستان کی جیت پر لاکھوں روپے لگائے' ان کو اپنی رقم پانچ گنی زیادہ مل جائے گی اور اگر پاکستان کی جیت پر کسی نے ایک لاکھ روپے لگائے تھے تو اس کو سٹہ باز پانچ لاکھ روپے ادا کرے گا اور اگر پاکستان ہار گیا تو ان کا وہ ایک لاکھ روپیہ بھی ڈوب جائے گا اور سٹہ باز کو فائدہ ہوگا۔

حصص کی غیر قانونی فروخت میں اس طرح نہیں ہوتا' اس میں کوئی شرط نہیں لگائی جاتی' لوگ مثلاً شیل پاکستان کے حصص ایک پارٹی سے 150 یا 160 فی حصہ کے حساب سے اس توقع پر خرید لیتے ہیں کہ چھ ماہ بعد ان کی قیمت 200 روپے فی حصہ ہو جائے گی' اگر بالفرض اس کے حصص کی قیمت توقع کے مطابق بڑھ گئی تو ان کو اس بیع میں فائدہ ہوگا اور اگر اس اندازہ سے ان کی قیمت کم بڑھی یا نہیں بڑھی تو ان کو نقصان ہوگا' اس اعتبار سے اس کو عرف میں سٹہ کہا جاتا ہے' لیکن درحقیقت یہ سٹہ نہیں ہے کیونکہ اس میں غرر نہیں ہے' اس میں ایسی کوئی شرط نہیں ہوتی کہ اگر ایسا ہو گیا تو اس طرح ہوگا اور اگر ایسا نہیں ہوا تو اس طرح نہیں ہوگا' جیسا کہ کرکٹ میچ میں ہار یا جیت پر شرط لگا کر سٹہ کھیلا جاتا ہے۔

شیئرز کی خرید وفروخت کی شرعی حیثیت اور بلاواسطہ سودی کاروبار کرنے والوں اور بالواسطہ سودی کاروبار کرنے والوں کے درمیان فرق

شیئرز کے کاروبار کی شرعی حیثیت یہ ہے کہ جو کمپنی اپنے شیئرز فروخت کرتی ہے' اگر اس کا کاروبار جائز ہے تو اس کے شیئرز خریدنا جائز ہیں جیسے حبیسکو پاور پلانٹ' سوئی سورن گیس کمپنی آف پاکستان' شیل پاکستان' پی۔آئی۔اے' اور آئل اینڈ گیس ڈیویلپمنٹ کارپوریشن وغیرہ' جب کہ جن کمپنیوں کے کاروبار ناجائز ہیں جیسے بینک وغیرہ جو خالص سود کا کاروبار کرتے ہیں' ان کے شیئرز خریدنا ناجائز اور حرام ہیں۔

باقی رہیں وہ کمپنیاں جو بینک سے سود پر قرض لے کر کاروبار کرتی ہیں' ان کے شیئرز خریدنا صراحۃً حرام نہیں ہیں' ان کا حکم بینک کے حصص خریدنے کی طرح نہیں ہے' کیونکہ وہ بلاواسطہ سودی کاروبار میں ملوث نہیں ہیں' لہٰذا بلاواسطہ سودی کاروبار کرنے والوں اور بالواسطہ سودی کاروبار کرنے والوں کے درمیان فرق کرنا ہوگا' اوّل الذکر کے شیئرز خریدنا حرام یا مکروہ تحریمی ہوگا اور ثانی الذکر کے

---

[1] غرر کا معنی ہے: جو چیز ہونے اور نہ ہونے کے درمیان دائر ہو جیسے کوئی شخص کہے: اس اونٹنی کے پیٹ میں جو اونٹنی ہے جب وہ بچہ جنے گی' پھر اس بچہ کا بچہ ہوگا تو میں تم کو وہ سو روپوں میں فروخت کرتا ہوں۔ اب پتا نہیں کہ اونٹنی کے پیٹ میں اونٹنی ہے یا نہیں اور وہ بچہ جنتی ہے یا نہیں' اس کو بیع غرر کہتے ہیں' یہ بیع ناجائز اور حرام ہے' عنقریب اس کی مفصل بحث آرہی ہے۔

شیئرز خریدنا مکروہ تنزیہی ہوگا' کیونکہ یہودیوں کے متعلق قرآن مجید میں ہے: ''سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ'' (المائدہ:۴۲) وہ جھوٹ بہت زیادہ سنتے ہیں اور حرام بہت زیادہ کھاتے ہیں۔ نیز فرمایا: ''وَتَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يُسَارِعُوْنَ فِى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ'' (المائدہ:۶۲) اور آپ ان یہودیوں میں سے اکثر کو دیکھیں گے کہ وہ گناہ' سرکشی اور حرام کھانے میں بہت جلدی کرتے ہیں۔ کیونکہ یہودی سود کھاتے ہیں اور رشوت کا مال کھاتے ہیں' اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے ان کا طعام کھانے کو حلال فرمایا ہے: ''وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ'' (المائدہ:۵) اور اہل کتاب کا طعام تمہارے لیے حلال ہے۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک یہودی سے مدت معینہ پر جو خریدے اور اس کے پاس لوہے کی زرہ گروی رکھ دی۔ (صحیح البخاری:۲۰۶۸' صحیح مسلم:۱۶۰۳) حالانکہ یہودی سود کھاتے تھے' اس کے باوجود آپ نے ان سے جو خریدے۔ قرآن مجید کی آیات اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سود خوروں سے کاروباری معاملہ کرنا جائز ہے' اور اب اسی پر مسلمانوں کا تعامل ہے' کیونکہ کاروبار کرنے کے لیے لوگ بینکوں سے رقوم حاصل کرتے ہیں اور بینکوں میں سودی رقوم ہوتی ہیں' گورنمنٹ کے ملازمین اور پرائیویٹ ملازمین کی تنخواہیں بینک سے رقوم لے کر دی جاتی ہیں اور دینی اداروں کو جو عطیات دیئے جاتے ہیں وہ بھی بینکوں سے رقوم لے کر دیئے جاتے ہیں' لوگ بینکوں کے کرنٹ اکاؤنٹ میں رقوم جمع کراتے ہیں اور بینک سودی کاروبار کرتے ہیں اور یہ بالواسطہ سودی کاروبار میں تعاون ہے اور جو لوگ ان کمپنیوں کے حصص خریدتے ہیں جو بینک سے قرض لے کر کاروبار کرتے ہیں' ان کا حکم بھی اسی تعامل میں داخل ہے' غرض اب وہ زمانہ آ چکا ہے کہ ہر شخص کسی نہ کسی اعتبار سے سود خوری میں ملوث ہے' حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لوگوں پر ضرور ایسا زمانہ آئے گا کہ ہر شخص سود خوری میں مبتلا ہوگا اگر وہ (صریح) سود نہیں کھائے گا تو سود کا غبار اس کو پہنچے گا۔

(سنن ابوداؤد:۳۳۳۱' سنن نسائی:۴۴۶۷' سنن ابن ماجہ:۲۲۷۸' مسند ابویعلیٰ:۶۲۳۳' سنن بیہقی ج۵ ص ۲۷۵' المستدرک ج۲ ص۱۱' مسند احمد ج۲ ص ۴۹۴ طبع قدیم' مسند احمد:۱۰۴۱۰۔ ج۱۶ ص ۲۵۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

خلاصہ یہ ہے کہ جو ادارے بلاواسطہ سودی کاروبار کرتے ہیں جیسے بینک' ان کے شیئرز خریدنا تو حرام یا مکروہ تحریمی ہے اور جو کمپنیاں بینک سے قرض لے کر کوئی کاروبار کرتی ہیں' ان کے شیئرز خریدنا' جائز اور مکروہ تنزیہی ہے۔

میں نے شیئرز کے کاروبار کی جو تفصیل لکھی ہے' میں نے اس کو اسی طرح سمجھا ہے اگر یہ حق اور صواب ہے تو یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف سے القاء ہے اور اگر یہ باطل اور غلط ہے تو یہ میرے مطالعہ کی کمی اور فکر کی غلطی ہے' اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے بری ہیں۔

۵۷- بَابٌ اِذَا اشْتَرٰى مَتَاعًا اَوْ دَآبَّةً فَوَضَعَهٗ عِنْدَ الْبَائِعِ' اَوْ مَاتَ قَبْلَ اَنْ يُّقْبَضَ

اگر کسی شخص نے کچھ سامان یا ایک جانور خریدا' اور اس کو بائع کے پاس رکھ دیا یا وہ بائع خریدار کے قبضہ کرنے سے پہلے مر گیا

اس باب میں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ جب کسی شخص نے کوئی سامان خریدا یا جانور خریدا' پھر خریدار نے اس کو بائع کے پاس رکھ دیا یا بائع اس سامان پر قبضہ سے پہلے فوت ہو گیا تو اس صورت میں کیا حکم ہے؟ امام بخاری نے اس کا جواب ذکر نہیں کیا کیونکہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔

علامہ ابن بطال مالکی نے کہا ہے کہ جب سامان خریدار کے قبضہ سے پہلے ہلاک ہو جائے تو اس میں فقہاء کا اختلاف ہے' امام

ابوحنیفہ اور امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ اس صورت میں بائع اس نقصان کا ضامن ہوگا اور امام احمد اسحاق اور ابوثور نے یہ کہا ہے کہ یہ خریدار کا نقصان ہوا ہے اور امام مالک نے کپڑوں اور جانور میں فرق کیا ہے انہوں نے کہا: اگر وہ کپڑے اور غلہ ہوں اور خریدار کے قبضہ سے پہلے ہلاک ہو جائیں تو ان کا بائع ضامن ہوگا اور اگر وہ جانور یا زمین ہو تو وہ خریدار کا نقصان ہے اور سلیمان بن یسار نے کہا ہے کہ یہ خریدار کا نقصان ہے خواہ بائع نے مشتری کے قیمت نہ دینے کی وجہ سے اس سامان کو روک رکھا ہو یا نہیں۔ امام مالک نے اس قول کی طرف رجوع کر لیا تھا۔ (شرح ابن بطال ج ۶ ص ۲۲۵ دارالکتب العلمیہ بیروت عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۳۶۴)

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا مَا اَدْرَكَتِ الصَّفْقَةُ حَيًّا مَّجْمُوْعًا فَهُوَ مِنَ الْمُبْتَاعِ.

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ نے کہا: اور جس چیز کو سودے نے زندہ اور جمع شدہ پالیا وہ خریدار کی ضمان میں ہے۔

امام دارقطنی اور امام طحاوی نے اس تعلیق کو سند موصول کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۳۶۴)

یعنی جو چیز عقد بیع کے وقت متغیر نہ ہوئی ہو وہ خریدار کی ضمان میں ہے حضرت ابن عمر کے اس قول سے معلوم ہوا کہ صرف ایجاب و قبول سے بیع لازم ہو جاتی ہے اور مبیع بائع کی ضمان سے نکل کر خریدار کی ضمان میں آ جاتی ہے اس سے معلوم ہوا کہ تفرق بالاقوال سے بیع لازم ہو جاتی ہے اور لزوم بیع کے لیے تفرق بالابدان ضروری نہیں ہے اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ بعض احادیث میں ہے کہ حضرت ابن عمر ایجاب و قبول کے بعد مجلس بیع سے کھڑے ہو جاتے تھے تا کہ بیع لازم ہو جائے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ لزوم بیع کے لیے تفرق بالابدان کے قائل تھے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ وہ حضرت ابن عمر کا فعل ہے اور یہ حضرت ابن عمر کا قول ہے اور قول فعل پر راجح ہوتا ہے تو خلاصہ یہ ہوا کہ تفرق بالاقوال سے ہی لزوم بیع ہوتا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۳۶۵-۳۶۴ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ پہلے یہ معمول تھا کہ تفرق بالابدان سے بیع لازم ہوتی تھی اور بعد میں یہ معمول متروک ہو گیا۔ (صحیح البخاری: ۲۱۱۶) پس حضرت ابن عمر کا فعل پہلے معمول پر محمول ہے اور اس تعلیق میں جو قول ذکر کیا گیا ہے وہ بعد کے معمول کی طرف راجع ہے لہٰذا حضرت ابن عمر کے قول اور فعل میں کوئی تعارض نہ رہا۔

۲۱۳۸ - حَدَّثَنَا فَرْوَةُ بْنُ اَبِي الْمَغْرَاءِ قَالَ اَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ لَقَلَّ يَوْمٌ كَانَ يَاْتِيْ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا يَاْتِيْ فِيْهِ بَيْتَ اَبِيْ بَكْرٍ اَحَدَ طَرَفَيِ النَّهَارِ، فَلَمَّا اُذِنَ لَهٗ فِي الْخُرُوْجِ اِلَى الْمَدِيْنَةِ، لَمْ يَرُعْنَا اِلَّا وَقَدْ اَتَانَا ظُهْرًا، فَخُبِّرَ بِهٖ اَبُوْ بَكْرٍ، فَقَالَ مَا جَاءَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ هٰذِهِ السَّاعَةِ اِلَّا لِاَمْرٍ حَدَثَ، فَلَمَّا دَخَلَ عَلَيْهِ قَالَ لِاَبِيْ بَكْرٍ اَخْرِجْ مَنْ عِنْدَكَ. قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اِنَّمَا هُمَا ابْنَتَايَ، يَعْنِيْ عَائِشَةَ وَاَسْمَاءَ، قَالَ اَشَعَرْتَ اَنَّهٗ قَدْ اُذِنَ لِيْ فِي الْخُرُوْجِ؟ قَالَ الصُّحْبَةَ يَا رَسُوْلَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں فروہ بن ابی المغراء نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں علی بن مسہر نے خبر دی از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ وہ بیان کرتی ہیں کہ بہت کم ایسے دن ہوتے تھے جن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم صبح و شام کے کسی نہ کسی وقت میں حضرت ابوبکر رضی اللہ کے گھر تشریف نہ لائے ہوں پھر جب آپ کو مدینہ کی طرف ہجرت کی اجازت دی گئی تو ہم اس چیز سے گھبرا گئے کہ ایک دن آپ ظہر کے وقت تشریف لے آئے جب حضرت ابوبکر کو آپ نے آنے کی خبر دی گئی تو حضرت ابوبکر نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم جو اس وقت خلاف معمول آئے ہیں تو ضرور کوئی نئی بات ہوئی ہے جب آپ آئے تو آپ نے حضرت ابوبکر سے فرمایا: تمہارے پاس جو لوگ ہیں ان کو یہاں سے ہٹا دو حضرت ابوبکر نے

اللّٰہِ؟ قَالَ الصُّحْبَۃَ. قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّ عِنْدِیْ نَاقَتَیْنِ اَعْدَدْتُّھُمَا لِلْخُرُوْجِ، فَخُذْ اِحْدَاھُمَا، قَالَ قَدْ اَخَذْتُھَا بِالثَّمَنِ.

کہا: یارسول اللہ! یہاں تو صرف میری دو بیٹیاں ہیں یعنی حضرت عائشہ اور حضرت اسماء آپ نے فرمایا: کیا تمہیں معلوم ہے کہ مجھے یہاں سے نکلنے کی اجازت مل گئی ہے' حضرت ابوبکر نے پوچھا: یارسول اللہ! کیا میں بھی آپ کے ہم راہ ہوں گا؟ آپ نے فرمایا: ہاں! تم بھی میرے ساتھ رہو گے' حضرت ابوبکر نے کہا: یارسول اللہ! میرے پاس دو اونٹنیاں ہیں جن کو میں نے ہجرت کے لیے تیار رکھا ہوا ہے' آپ ان میں سے ایک اونٹنی لے لیں' آپ نے فرمایا: میں نے اس کو قیمۃً لے لیا۔

اس حدیث کے متن کا کچھ حصہ' صحیح البخاری: ۴۷۶ میں مذکور ہے' اس کی شرح وہاں کر دی گئی ہے' باقی اُمور کی شرح یہاں کی جا رہی ہے:

حدیث مذکور کے رجال

(۱) فروہ ابن ابی المغراء' ابوالمغراء کا نام معدی کرب کندی ہے (۲) علی بن مسہر' یہ موصل کے قاضی تھے (۳) ہشام بن عروہ (۴) ہشام کے والد' یعنی عروہ بن الزبیر بن العوام (۵) حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ص ۳۶۵)

خریدار مبیع کو بائع کے پاس چھوڑ دے تو مبیع خریدار کی ضمان میں ہوتی ہے' آپ کو سب سے زیادہ حضرت ابوبکر پر اعتماد تھا' حضرت ابوبکر کی فہم و فراست' تفرق بالاقوال سے بیع کا لزوم اور دیگر مسائل

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

المہلب نے کہا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ کی اس حدیث سے امام بخاری یہ استدلال کرنا چاہتے ہیں کہ جب خریدار کسی چیز کو خرید کر بائع کے پاس چھوڑ دے تو وہ چیز خریدار کی ضمان میں آ جاتی ہے اور اگر وہ چیز تلف ہو جائے تو وہ خریدار کا نقصان ہوتا ہے' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر سے فرمایا کہ میں نے ایک اونٹنی کو قیمۃً لے لیا اور اس اونٹنی کی قیمت نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر واجب ہو گئی تھی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اونٹنی کو بائع یعنی حضرت ابوبکر رضی اللہ کے پاس ہی چھوڑ دیا اور چونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی قیمت کا التزام کر لیا تھا' اس لیے وہ آپ کی ضمان میں آ گئی تھی' اب اگر وہ اونٹنی مر جاتی یا تلف ہو جاتی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کرم اور حسنِ اخلاق سے بعید تھا کہ آپ اس نقصان کو حضرت ابوبکر پر ڈالتے۔

علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ صحابہ میں سے کوئی بھی اس مسئلہ میں حضرت ابن عمر کا مخالف نہیں تھا تو گویا اس پر اجماع ہو گیا کہ خریدنے کے بعد وہ چیز خواہ بائع کے پاس رہے' تب بھی وہ خریدار کی ضمان میں ہوتی ہے۔

المہلب نے کہا ہے کہ اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ جب کفار کے شر کا خطرہ ہو تو اللہ کے حکم کو مخفی رکھنا چاہیے۔

نیز اس حدیث یہ معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام لوگوں سے زیادہ حضرت ابوبکر پر اعتماد تھا' اور حضرت ابوبکر نے تمام لوگوں سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی جان' اپنی رفاقت اور اپنے مال سے فائدہ پہنچایا اور انہوں نے کبھی بھی سفر اور حضر میں آپ سے اعراض نہیں کیا اور انہوں نے اپنے مال کو ہمیشہ آپ پر خرچ کیا' کیا تم نہیں دیکھتے کہ انہوں نے اپنی ایک اونٹنی بغیر قیمت کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دی تھی' یہ اور بات ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر قیمت کے اس کو لینا پسند نہیں کیا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ہجرت کے لیے دو اونٹنیاں تیار کر کے رکھی ہوئی تھیں' اس میں یہ دلیل ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو تمام لوگوں سے زیادہ دین کی فہم تھی کیونکہ ابھی ہجرت کرنے کی اجازت نہیں ملی تھی اور انہوں نے ہجرت کے لیے دو اونٹنیاں مہیا کر لی تھیں اور ان کو یہ بھی یقین تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو ساتھ لے جائیں گے اور یہ حضرت ابوبکر کی فراست کی ایک اور دلیل ہے۔

اس حدیث میں یہ بھی دلیل ہے کہ بیع کا لزوم تفرق بالاقوال اور ایجاب وقبول سے ہوتا ہے نہ کہ تفرق بالابدان اور مجلس بدلنے سے' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر سے فرمایا: میں نے اس اونٹنی کو قیمۃً لے لیا' حالانکہ ابھی آپ مجلس بیع سے نہیں نکلے تھے۔

(شرح ابن بطال ج ۶ ص ۲۲۶-۲۲۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۵۸- بَابٌ لَّا يَبِيْعُ عَلٰى بَيْعِ اَخِيْهِ' وَلَا يَسُوْمُ عَلٰى سَوْمِ اَخِيْهِ' حَتّٰى يَاْذَنَ لَهٗ اَوْ يَتْرُكَ

اپنے بھائی کی بیع کے اوپر بیع نہ کرے' نہ اپنے بھائی کی لگائی ہوئی قیمت پر قیمت لگائے' حتیٰ کہ وہ اس کی اجازت دے یا اس کے لیے بیع چھوڑ دے

اس باب میں یہ بیان کیا جائے گا کہ کوئی شخص اپنے مسلمان بھائی کی بیع پر بیع نہ کرے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص نے خریدار سے یہ کہا: تم اس سے بیع کو فسخ کر دو' میں تم کو اس سے کم قیمت پر فروخت کرتا ہوں یا ایک شخص نے بائع سے یہ کہا کہ تم اس سے بیع فسخ کر دو' میں تم سے یہ چیز اس سے زیادہ قیمت سے خریدوں گا۔ یہ اس وقت جائز نہیں ہے جب خریدار اور بائع ایک قیمت پر متفق ہو چکے ہوں' اسی طرح جب کسی شخص نے کسی چیز کی قیمت لگا دی تو دوسرا شخص اس سے زیادہ قیمت نہ لگائے' یہ اس وقت جائز نہیں ہے' جب کہ خریدار اس چیز کو خریدنے میں دلچسپی رکھتا ہو۔

تاہم نیلام کی بیع میں بائع خود کہتا ہے کہ فلاں شخص مثلاً یہ چیز پانچ روپے کی لے رہا ہے' کوئی اس سے زیادہ میں خریدے گا؟ تو اس میں بولی لگانا جائز ہے' کوئی کہے: میں اس کو چھ روپے میں لوں گا' دوسرا کہے: میں اس کو سات روپے میں لوں گا اور آخری بولی پر بیع کر دی جاتی ہے' اس کا ثبوت درج ذیل حدیث سے ہے:

نیلام کی بیع کا جواز

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دری اور پیالہ فروخت کر رہے تھے اور آپ نے فرمایا: اس دری اور پیالہ کو کون خریدے گا؟ ایک شخص نے کہا: میں اس کو ایک درہم میں لیتا ہوں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک درہم سے زیادہ کون دے گا؟ ایک درہم سے زیادہ کون دے گا؟ پھر ایک شخص نے کہا: میں اس کے دو درہم دوں گا' تو آپ نے اس کو وہ دری اور پیالہ دو درہم میں فروخت کر دیا۔ (سنن ابوداؤد: ۱۶۴۱' سنن ترمذی: ۱۲۲۲' سنن نسائی: ۴۵۱۵' سنن ابن ماجہ: ۲۱۹۸)

۲۱۳۹- حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ' عَنْ نَّافِعٍ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَبِيْعُ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَيْعِ اَخِيْهِ. [اطراف الحدیث: ۲۱۶۵-۵۱۴۲]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کی بیع پر بیع نہ کرے۔

(صحیح مسلم: ۱۴۱۲' الرقم المسلسل: ۳۳۴۴' سنن ترمذی: ۱۲۹۶' سنن نسائی: ۴۴۳۵)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے پہلے جز کے ساتھ مطابقت ہے۔

اس حدیث میں فرمایا ہے: تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کی بیع پر بیع نہ کرے۔ بھائی کے لفظ میں یہ اشارہ ہے کہ وہ ذمی کا

کی بیع پر بیع کرسکتا ہے اور زیادہ صراحت صحیح مسلم کی ان احادیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کوئی مسلمان اپنے بھائی کی لگائی ہوئی قیمت پر قیمت نہ لگائے اور نہ اس کے نکاح کے پیغام کے اوپر پیغام دے۔ (صحیح مسلم: ۱۴۱۳، الرقم المسلسل: ۳۳۵۱)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ بیان کرتے ہیں: میں نے منبر پر رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ کسی مؤمن کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے بھائی کی بیع کے اوپر بیع کرے اور نہ اپنے بھائی کے نکاح کے پیغام کے اوپر نکاح کا پیغام دے حتیٰ کہ اس کا بھائی اس رشتہ کو چھوڑ دے۔ (صحیح مسلم: ۱۴۱۴، الرقم المسلسل: ۳۳۵۳، سنن ابن ماجہ: ۲۲۴۶)

علامہ عینی نے لکھا ہے کہ جمہور کے نزدیک اس مسئلہ میں مؤمن اور کافر کے درمیان فرق نہیں ہے اور کافر کی بیع کے اوپر بیع کرنا بھی جائز نہیں ہے اور حدیث میں مؤمن اور مسلم کا ذکر عموم اور اغلب کے طور پر ہے اور اس کا مفہوم مخالف مراد نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۳۶۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

٢١٤٠ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ نَهٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَبِيعَ حَاضِرٌ لِبَادٍ. وَلَا تَنَاجَشُوا، وَلَا يَبِيعُ الرَّجُلُ عَلٰى بَيْعِ أَخِيهِ، وَلَا يَخْطُبُ عَلٰى خِطْبَةِ أَخِيهِ، وَلَا تَسْأَلُ الْمَرْأَةُ طَلَاقَ أُخْتِهَا لِتَكْفَأَ مَا فِي إِنَائِهَا. [اطراف الحدیث: ۲۱۴۸-۲۱۵۰-۲۱۵۱-۲۱۶۰-۲۱۶۲-۲۷۲۳-۲۷۲۷-۵۱۴۴-۵۱۵۲-۶۶۰۱]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں زہری نے حدیث بیان کی از سعید بن المسیب از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کوئی شہری دیہاتی سے بیع نہ کرے، اور نجش نہ کرو اور کوئی شخص اپنے بھائی کی بیع پر بیع نہ کرے اور کوئی شخص اپنے بھائی کے نکاح کے پیغام پر اپنے نکاح کا پیغام نہ بھیجے اور کوئی عورت اپنی بہن کی طلاق کا اس لیے سوال نہ کرے تاکہ اپنے برتن میں اس کا حصہ ڈال لے۔

(صحیح مسلم: ۱۴۱۳، الرقم المسلسل: ۳۳۴۸، سنن ابوداؤد: ۳۴۳۸، سنن ترمذی: ۱۲۲۶، سنن نسائی: ۳۲۳۶، سنن ابن ماجہ: ۲۱۷۲-۱۸۶۷)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس جملہ میں ہے: کوئی شخص اپنے بھائی کی بیع پر بیع نہ کرے۔

شہری کی دیہاتی سے بیع اور نجش کی ممانعت اور ''ایک عورت اپنی بہن کی طلاق کا سوال نہ کرے'' ---- اس کی وضاحت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: کوئی شہری دیہاتی سے بیع نہ کرے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ کوئی ناواقف اور ناتجربہ کار شخص شہر کے نرخ پر اپنا سامان بیچنے کے لیے دیہات سے شہر کی طرف آئے تو کوئی شہری اس سے کہے کہ یہ سامان میرے پاس چھوڑ دو میں اس سامان کو تدریجاً زیادہ قیمت پر فروخت کر دوں گا' یہ فعل حرام ہے لیکن یہ بیع صحیح ہے' کیونکہ اس حدیث میں ممانعت اس چیز کی طرف راجع ہے جو نفس عقد سے خارج ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ شہری دیہاتی کے لیے دلال نہ بنے' اس صورت میں یہ ممانعت خریدنے اور فروخت کرنے دونوں کو شامل ہے۔

اور نجش نہ کرو: نجش کا لغوی معنی ہے: کسی چیز کی تعریف میں مبالغہ کرنا' اور اصطلاح میں اس کا معنی ہے: کسی چیز کی مصنوعی تعریف کر کے کسی شخص کو اس کے خریدنے پر راغب کرنا اور اس چیز کی زیادہ قیمت لگانا خواہ اس کا اپنا ارادہ اس کو خریدنے کا نہ ہو اور وہ یہ اس

لیے کرے کہ دوسرا آدمی پھنس جائے اور اس چیز کو خرید لے۔ اس کی مفصل بحث عنقریب آئے گی۔
اور کوئی عورت اپنی بہن کی طلاق کا اس لیے سوال نہ کرے تا کہ اپنے برتن میں اس کا حصہ ڈالے:
اس کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص کسی عورت کو نکاح کا پیغام دے اور اس کی پہلے بھی ایک بیوی ہو تو جس کو اس نے نکاح کا پیغام دیا ہے وہ یہ شرط لگائے کہ تم پہلی بیوی کو طلاق دو تا کہ وہ اس شخص کی تمام خیر کو حاصل کرلے اور اس کی پہلی بیوی کو محروم کر دے۔
اس حدیث میں جو مذکور ہے: کوئی عورت اپنی بہن کی طلاق کا سوال نہ کرے اس میں بہن سے مراد عام ہے خواہ وہ اس کی نسبی بہن ہو یا دینی بہن ہو یا اہل کتاب میں سے ہو۔

شہری کی دیہاتی سے بیع کے متعلق مذاہب فقہاء

اس حدیث میں ان فقہاء کی دلیل ہے جو کہتے ہیں کہ شہری کی دیہاتی سے بیع حرام ہے اور یہ صحابہ تابعین اور بعد کے فقہاء میں سے اکثر کا قول ہے امام مالک امام شافعی امام احمد اور اسحاق کا بھی یہی مذہب ہے۔
مجاہد نے کہا ہے کہ یہ بیع جائز ہے امام ابوحنیفہ اور دوسروں کا بھی یہی قول ہے اور انہوں نے کہا ہے کہ یہ ممانعت منسوخ ہے۔
میں کہتا ہوں کہ اس کے منسوخ ہونے پر مجھے کوئی دلیل نہیں مل سکی البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ بیع تو صرف ایجاب اور قبول سے مکمل ہو جاتی ہے اس کی نظیر یہ ہے کہ اذان جمعہ کے وقت خرید و فروخت ممنوع ہے لیکن اگر کوئی خرید و فروخت کرے گا تو بیع ہو جائے گی لیکن وہ گناہ گار ہوگا۔ اسی طرح اگر کوئی شہری دیہاتی سے بیع کرے گا تو اس کی بیع ہو جائے گی لیکن حدیث میں اس بیع کی ممانعت ہے اس لیے وہ اس بیع کے کرنے کی وجہ سے گناہ گار ہوگا۔ (عمدۃ القاری ج ١١ ص ٧٠-٣ ملخصا دار الکتب العلمیہ بیروت)

شہری کی دیہاتی سے بیع کے متعلق فقہاء احناف کا موقف

علامہ کمال الدین محمد بن عبد الواحد حنفی متوفی ٨٦١ ھ لکھتے ہیں:
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیع کے لیے سواروں سے ملاقات نہ کی جائے۔ (الحدیث)
(صحیح البخاری: ٢١٥٠ صحیح مسلم: ١٥١٥ سنن ابوداؤد: ٣٤٤٣ سنن بیہقی ج ٥ ص ٣٤٦)
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس کا معنی یہ ہے کہ وہ دیہاتی کے لیے دلال نہ بنے۔
علامہ ابن ہمام نے فرمایا: اس کی دو صورتیں ہیں: ایک یہ ہے کہ شہری دیہاتی سے اس سال غلہ خریدے جس سال شہر میں غلہ کا قحط ہو تا کہ وہ شہر والوں کو زیادہ قیمت پر فروخت کرے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ وہ دیہاتی سے شہر کی قیمت کی بہ نسبت کم قیمت پر خریدے اور دیہاتی کو اس کے نرخ کا علم نہ ہو۔
امام شافعی کے نزدیک اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ شہری اس صورت میں گناہ گار ہوگا اور اگر اس نے دیہاتی کو ضرر دینے کا قصد نہ کیا ہو بلکہ اتفاقاً اس نے دیہاتی کو دیکھ لیا اور اس سے غلہ خرید لیا تو اس شہری کے متعلق ان کے دو قول ہیں زیادہ ظاہر یہ ہے کہ وہ گناہ گار ہوگا اور دوسرا قول یہ ہے کہ اگر وہ عمداً یہ کارروائی نہ کرے تو وہ گناہ گار نہیں ہوگا۔
ہمارے (احناف کے) نزدیک یہ ممانعت اس صورت میں ہے جب اس کا مقصد شہر والوں کو ضرر پہنچانا ہو یا ان کو دھوکا دینا ہو لیکن جب وہ ان کو ضرر پہنچائے نہ دھوکا دے تو پھر اس بیع میں کوئی حرج نہیں ہے۔
علامہ الحلوانی نے کہا ہے کہ شہری کو دلال بننے سے منع کیا جائے گا اور دیہاتی شہری سے کہے: تم میرا مال مت فروخت کرو میں تم سے زیادہ اس کو جانتا ہوں پس وہ توکل کرے اور خود فروخت کرے اور بعض احادیث میں یہ اضافہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

فرمایا: شہری دیہاتی سے بیع نہ کرے' لوگوں کو چھوڑ دو ہو سکتا ہے اللہ بعض کے ذریعہ بعض کو رزق عطا کرے۔ (صحیح مسلم: ۱۵۲۲)

(فتح القدیر ج ۶ ص ۴۳۸۔ ۴۳۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

اپنے بھائی کی بیع پر بیع کی ممانعت کا محمل

نیز اس حدیث میں ہے کہ کوئی شخص اپنے بھائی کی بیع پر بیع نہ کرے اور نہ اپنے بھائی کی منگنی پر منگنی کرے۔ امام ترمذی اس حدیث کی روایت کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

امام شافعی کہتے ہیں کہ ہمارے نزدیک اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ ایک شخص کسی عورت کو نکاح کا پیغام دے اور وہ عورت اس پیغام کو قبول کرلے اور اس شخص سے نکاح کرنے پر راغب ہو جائے تب کسی دوسرے شخص کے لیے اس عورت کو نکاح کا پیغام دینا جائز نہیں ہے' لیکن جب اس عورت کی کسی سے نکاح پر رضامندی اور اسے قبول کرنے کا علم نہ ہو تو پھر کسی اور شخص کے اس عورت کو نکاح کا پیغام دینے میں کوئی حرج نہیں ہے' اس کی دلیل حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے' انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بتایا کہ ان کو حضرت ابوجہم بن حذیفہ اور حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہم دونوں نے نکاح کا پیغام دیا ہے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: رہے ابوسفیان تو وہ عورتوں کے اوپر سے اپنی لاٹھی نہیں اٹھاتے اور رہے معاویہ تو وہ تنگ دست ہیں' ان کے پاس مال نہیں ہے لیکن تم اسامہ سے نکاح کر لو۔ ہمارے نزدیک اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ حضرت فاطمہ بنت قیس نے یہ نہیں بتایا تھا کہ وہ ان دونوں میں سے کسی ایک کے نکاح پر راضی ہیں اور اگر وہ ان میں سے کسی ایک کے ساتھ نکاح کرنے پر راضی ہو جاتیں تو آپ ان کو حضرت اسامہ سے نکاح کرنے کا مشورہ نہ دیتے۔ (سنن ترمذی ص ۴۴۵' دار الفکر' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

میں کہتا ہوں: اسی قیاس پر بیع کے اوپر بیع کرنے کی ممانعت ہے' جب یہ معلوم ہو جائے کہ بائع کسی خریدار کے بھاؤ پر یا اس کے ہاتھ پر بیع کرنے سے راضی ہو گیا ہے تو پھر دوسرے شخص کے لیے اس کو اپنے نرخ کی پیش کش کرنا یا اس سے یہ کہنا کہ وہ اس کے ہاتھ اس چیز کو زیادہ قیمت پر فروخت کر دے' یہ جائز نہیں ہے اور اس سے پہلے جائز ہے۔

۵۹ - بَابُ بَيْعِ الْمُزَايَدَةِ — نیلام کی بیع

وَقَالَ عَطَاءٌ أَدْرَكْتُ النَّاسَ لَا يَرَوْنَ بَأْسًا فِيمَنْ يَزِيدُ بَيْعِ الْمَغَانِمِ.

اور عطاء نے کہا: میں نے لوگوں کو پایا وہ اس بیع میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے کہ اس مال غنیمت کے عوض کون زیادہ پیسے دے گا۔

اس تعلیق کی اصل' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۰۵۷۵ میں ہے۔ (مجلس علمی بیروت' ۱۴۲۷ھ)

جعفر الخطمی بیان کرتے ہیں کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ انہوں نے غنیمتیں اس طرح فروخت کیں کہ کون زیادہ پیسوں میں خریدے گا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۰۵۷۶' مجلس علمی' بیروت' ۱۴۲۷ھ)

۲۱۴۱ - حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ أَخْبَرَنَا الْحُسَيْنُ الْمُكْتِبُ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ رَجُلًا أَعْتَقَ غُلَامًا لَهُ عَنْ دُبُرٍ، فَاحْتَاجَ، فَأَخَذَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَنْ يَشْتَرِيهِ مِنِّي؟

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں بشر بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں الحسین المکتب نے خبر دی از عطاء بن ابی رباح از حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے اپنے غلام کے متعلق کہا: وہ اس کی موت کے بعد آزاد ہوگا' پھر وہ شخص مفلس

فَاشْتَرَاهُ نُعَيْمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بِكَذَا وَكَذَا، فَدَفَعَهُ إِلَيْهِ.

[اطراف الحدیث: ۲۲۳۰-۲۲۳۱-۲۴۰۳-۲۴۱۵-۲۵۳۴-۶۷۱۶-۶۹۴۷-۷۱۸۶]

ہوگیا' تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس غلام کو لے لیا اور فرمایا: اس کو مجھ سے کون خریدے گا؟ تو اس کو حضرت نعیم بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے اتنی اتنی قیمت سے خرید لیا تو آپ نے وہ غلام ان کو دے دیا۔

(صحیح مسلم:۹۹۷' الرقم المسلسل:۴۲۰۲' سنن نسائی:۲۵۴۲' سنن ترمذی:۱۲۱۹' سنن ابن ماجہ:۲۵۱۳' مصنف عبد الرزاق:۱۶۶۲۸' مشکل الآثار: ۴۹۲۹' صحیح ابن حبان:۴۹۳۰' سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۳۰۸' مسند احمد ج ۳ ص ۲۹۴ طبع قدیم' مسند احمد:۱۴۱۳۳- ج ۲۲ ص ۳۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اسماعیلی نے امام بخاری پر یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ حدیث عنوان کے مطابق نہیں ہے' کیونکہ عنوان ہے: ''نیلام کی بیع'' اور نیلام میں یہ ہوتا ہے کہ ایک آدمی قیمت پیش کرتا ہے' پھر بائع کہتا ہے: اس سے زیادہ کون دے گا؟ پھر دوسرا آدمی اس سے زیادہ قیمت پیش کرتا ہے' پھر جس کی قیمت پر بائع راضی ہو جاتا ہے' اس کے ہاتھ بائع فروخت کر دیتا ہے اور اس حدیث میں اس طرح کا ذکر نہیں ہے' پھر یہ نیلام کی بیع کس طرح ہوئی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس غلام کو مجھ سے کون خریدے گا؟ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے اس غلام کو زیادہ قیمت پر فروخت کے لیے پیش کیا تو حضرت نعیم بن عبد اللہ نے پہلی بار میں اتنی پیش کش کر دی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس قیمت پر اس غلام کو فروخت کرنے پر راضی ہو گئے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) بشر بن محمد ابو محمد (۲) عبد اللہ بن المبارک (۳) الحسین بن ذکوان المعلم المُکْتِب' علامہ کرمانی نے کہا: یہ لفظ مُکَتِّب ہے' لیکن یہ صحیح نہیں ہے (۴) عطاء بن ابی رباح (۵) حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۳۷۲)

غلام آزاد کرنے والے شخص اور غلام کا بیان' اور حضرت نعیم بن عبد اللہ نحّام کا تذکرہ

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: ایک شخص نے اپنا غلام آزاد کیا۔ یہ شخص انصاری تھے اور ان کا تعلق بنو عذرہ سے تھا۔

اور اس غلام کا نام یعقوب تھا' انہوں نے اس کو مُدبّر کر دیا تھا کہ تم میری موت کے بعد آزاد ہو۔

اس حدیث میں حضرت نُعیم بن عبد اللہ کا ذکر ہے' یہ حضرت نُعیم نحام تھے' اور العدوی القرشی تھے' نحام کا مادہ ''نحمة'' ہے' ''نحمة'' کا معنی کھانسی ہے اور ''نحام'' کا معنی ہے: کھانسنے والا' اس کی وجہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں جنت میں داخل ہوا تو میں نے اس میں نعیم کے کھانسنے کی آواز سنی' یہ بہت پہلے اسلام لائے تھے اور فتح مکہ سے پہلے مکہ میں رہتے تھے' ان کی قوم ان کو ہجرت کرنے سے منع کرتی تھی کیونکہ یہ اپنی قوم میں معزز شخص تھے' یہ ان کی ضروریات میں ان پر خرچ کرتے رہتے تھے' انہوں نے کہا: آپ ہمارے پاس رہیں خواہ آپ کسی دین کو اختیار کریں' جب یہ مدینہ میں آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو گلے لگایا اور ان کو بوسا دیا' یہ ۱۵ ھ میں جنگ یرموک میں شہید ہو گئے تھے' دوسرا قول یہ ہے کہ حضرت ابوبکر کے عہد میں جنگ اجادین میں شہید ہوئے تھے اور یہ ۱۳ ھ کا واقعہ ہے' ہم نے ان کی جو سوانح ذکر کی ہے' اس سے معلوم ہوا کہ نحام نُعیم کی صفت ہے' امام بخاری نے ''باب الاستقراض'' میں جو حدیث روایت کی ہے' اس میں مذکور ہے کہ آپ سے اس غلام کو حضرت نعیم بن نحام نے خرید لیا' اس طرح امام ترمذی کی روایت میں ہے اور اسی طرح امام احمد کی روایت میں ہے' لیکن صحیح نُعیم بن عبد اللہ ہے' جس طرح یہاں امام بخاری کی روایت میں مذکور ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے: حضرت نعیم بن عبد اللہ نے اس غلام کو اتنی اتنی قیمت سے خرید لیا اور امام مسلم کی روایت میں ہے: حضرت نعیم بن عبد اللہ العدوی نے اس غلام کو آٹھ سو درہم میں خرید لیا۔ (صحیح مسلم:۹۹۷)

مدبر غلام کو فروخت کرنے کے معاملہ میں مذاہب فقہاء

امام ترمذی نے اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد لکھا ہے: یہ حدیث حسن صحیح ہے اور متعدد سندوں کے ساتھ حضرت جابر سے مروی ہے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعض اصحاب اور ان کے بعد تابعین کا اس پر عمل ہے اور وہ مدبر کی بیع میں کوئی حرج نہیں سمجھتے اور یہی امام شافعی' امام احمد اور اسحاق کا مذہب ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعض دوسرے اصحاب کے نزدیک مدبر کی بیع مکروہ ہے' سفیان ثوری' امام مالک اور اوزاعی کا یہی مذہب ہے۔ (امام اعظم امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی مذہب ہے)

(سنن ترمذی ص ۵۷۳' دار الفکر بیروت' ۱۴۲۲ھ)

فقہاء احناف کے نزدیک مُدبّر غلام کی دو قسمیں

ہمارے ائمہ حنفیہ کے نزدیک مدبر کی دو قسمیں ہیں: ایک قسم مدبر مطلق ہے اور یہ وہ ہے جس سے اس کا مالک یہ کہے کہ جب میں مر جاؤں تو تم آزاد ہو' اس قسم کا حکم یہ ہے کہ اس کو فروخت کیا جائے گا نہ ہبہ کیا جائے گا' البتہ اس سے خدمت لینا اور اس کو اجرت پر دینا جائز ہے اور جب اس غلام کا مالک فوت ہو جائے تو مدبر کا تیسرا حصہ آزاد کر دیا جائے گا اور بقیہ دو تہائی کی آزادی کے لیے وہ غلام کمائے گا' بہ شرطیکہ اس کا مالک فقیر ہو اور اس غلام کے علاوہ اس کا اور کوئی مال نہ ہو اور اگر اس کا مالک مقروض ہو اور اس کا قرض اس کے کل مال پر محیط ہو تو وہ غلام اپنی پوری قیمت کو ادا کرنے کے لیے کمائے گا۔

مدبّر کی دوسری قسم یہ ہے کہ اس کا مالک یہ کہے کہ اگر میں اس مرض سے فوت ہو گیا یا اس سفر میں مر گیا تو تم آزاد ہو یا اگر میں دس سال تک مر گیا یا فلاں کی موت کے بعد مر گیا' تو اگر یہ شرط پائی جائے گی تو اس کو آزاد کر دیا جائے گا ورنہ پھر اس غلام کو فروخت کرنا جائز ہے۔

مدبر غلام کو فروخت کرنے کے عدم جواز پر فقہاء احناف کا حدیث سے استدلال

مدبر مطلق کو فروخت کرنے کے عدم جواز پر دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مدبر کو فروخت کیا جائے گا نہ ہبہ کیا جائے گا اور اس کا تہائی حصہ آزاد کر دیا جائے گا۔ (سنن دار قطنی ۴۱۸۸۔ ج ۴ ص ۴۷۳' دار المعرفہ' سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۳۱۴)

امام دار قطنی نے کہا ہے کہ اس حدیث کا مرفوع ہونا ضعیف ہے اور صحیح یہ ہے کہ یہ حضرت ابن عمر کا قول ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: اس حدیث سے کرخی' امام طحاوی اور ابوبکر رازی وغیرہم نے استدلال کیا ہے اور وہ علم حدیث کے اساطین (ستون) ہیں' اور ابوالولید باجی مالکی نے کہا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خیر القرون میں مدبر کی بیع کو مسترد کر دیا تھا اور اس وقت بہت زیادہ صحابہ موجود تھے اور ان صحابہ کا اس پر اجماع تھا کہ مدبر کی بیع جائز نہیں ہے۔

امام شافعی اور امام احمد نے حضرت جابر کی جس حدیث سے مدبر غلام کو فروخت کرنے کے ------- جواز پر استدلال کیا ہے' اس حدیث کے جوابات

حضرت جابر کی حدیث میں جو مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدبر کو فروخت کر دیا تھا' اس کے متعدد جوابات ہیں:

(۱) یہ ایک مخصوص واقعہ ہے اور اس میں تاویل کی گنجائش ہے' کیونکہ اس غلام کے مالک کا اس غلام کے سوا اور کوئی مال نہیں تھا گویا اب اس کی موت کے بعد وہ اس کے وارثوں کا مال تھا' لہٰذا اب اس کے لیے اس غلام کو مدبر کرنا جائز نہیں تھا' اس لیے نبی

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے مدبر کرنے کو مسترد کر دیا اور اس غلام کو فروخت کر دیا۔

(۲) یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آپ نے غلام کو فروخت نہ کیا ہو بلکہ اس کی منفعت کو فروخت کیا ہو' بایں طور کہ اس غلام کو کرایہ' یا مزدوری پر دے دیا ہو اور اہل یمن کی لغت میں اجارہ اور کرایہ پر بھی بیع کا اطلاق کیا جاتا ہے' اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ ابوجعفر محمد بن علی نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مرسلاً روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس مدبر کی خدمت کو فروخت کیا تھا۔ (المحلی بالآثار ج ۷ ص ۵۳۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۵ھ) اور فقہاء احناف اور فقہاء مالکیہ کے نزدیک حدیث مرسل مطلقاً مقبول ہوتی ہے۔

اور ابن سیرین نے کہا ہے کہ مدبر کی خدمت کو فروخت کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے' اسی طرح ابن المسیب نے بھی کہا ہے اور ابوالولید نے حضرت جابر سے یہ روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدبر کی خدمت کو فروخت کیا تھا۔

(۳) اس غلام کا مالک کم عقل تھا' اسی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو غلام بیچنے کا حکم نہیں دیا بلکہ خود فروخت کیا اور کم عقل کا غلام کو مدبر کرنا صحیح نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۳۷۴' موضحاً ومخرجاً' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٦٠ - بَابُ النَّجْشِ وَمَنْ قَالَ لَا يَجُوْزُ ذٰلِكَ الْبَيْعُ

النجش (کسی کو بیع پر راغب کرنے کے لیے مصنوعی طور پر قیمت بڑھانا) اور جس نے کہا: یہ بیع جائز نہیں ہے

ابن المنذر نے کہا: محدثین کی ایک جماعت اس بیع کو ناجائز کہتی ہے' اہل ظاہر (غیر مقلدین) کا بھی یہی قول ہے' امام مالک سے بھی ایک یہی روایت ہے' امام احمد بن حنبل کا بھی مشہور مذہب یہی ہے' امام مالک کا مشہور قول یہ ہے کہ اس بیع میں خریدار کے لیے خیار شرط ہے' امام شافعی کا بھی ایک قول یہی ہے اور ان کے نزدیک زیادہ صحیح یہ ہے کہ یہ بیع صحیح ہے اور نجش کرنے والا گناہ گار ہوگا اور یہی فقہاء احناف کا قول ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۳۷۴)

وَقَالَ ابْنُ اَبِیْ اَوْفٰی النَّاجِشُ اٰكِلُ رِبًا خَائِنٌ.

اور حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہما نے کہا: نجش کرنے والا سود خور خائن ہے۔

اس تعلیق کی اصل ان احادیث میں ہے:

ابواسماعیل بیان کرتے ہیں کہ ابواسماعیل سکسیکی بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے سنا: جس شخص نے یہ کہہ کر اپنا سودا فروخت کیا کہ اللہ کی قسم! اس نے وہ چیز اتنے میں لی ہے حالانکہ اس نے وہ چیز اتنے میں نہیں لی تھی تو یہ آیت نازل ہوئی:

اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا اُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ O (آل عمران: ۷۷)

بے شک جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے عوض تھوڑی قیمت خریدتے ہیں' ان لوگوں کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے' اور نہ (آخرت میں) اللہ ان سے کوئی کلام کرے گا اور نہ قیامت کے دن ان پر نظر (رحمت) فرمائے گا' اور نہ ان کو پاکیزہ کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے O

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی نے کہا: نجش کرنے والا' سود خور خائن ہے۔ (صحیح البخاری: ۲۶۷۵-۲۰۸۸)

وَهُوَ خِدَاعٌ بَاطِلٌ لَا يَحِلُّ' قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْخَدِيْعَةُ فِى النَّارِ' وَمَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ

(امام بخاری نے کہا:) نجش دھوکا باطل ہے' حلال نہیں ہے' اور جس نے ایسا عمل کیا جو ہمارے دین کے موافق نہیں ہے' وہ

عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ. مردود ہے۔

اس تعلیق کی اصل' صحیح البخاری ص ۱۵۴۳ پر ہے۔ (شرکت دارالارقم' بیروت)

٢١٤٢ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ النَّجْشِ.

[طرف الحدیث: ۶۹۶۳]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نجش سے منع فرمایا۔

(صحیح مسلم: ۱۵۱۶' الرقم المسلسل: ۳۷۰۹' سنن نسائی: ۴۵۱۲' سنن ابن ماجہ: ۲۱۷۳)

نجش کی تعریف اور اس کے بعد کی گئی بیع میں مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

ابن الانباری نے کہا ہے کہ نجش کی تعریف یہ ہے کہ ایک آدمی کسی چیز کی قیمت زیادہ بتائے اور اس کا ارادہ اس کو خریدنے کا نہ ہو لیکن وہ اس کی قیمت اس لیے زیادہ بتائے کہ دوسرا شخص یہ سن کر اس چیز کو زیادہ قیمت پر خرید لے۔

اصمعی نے کہا ہے کہ نجش کا معنی ہے: کسی چیز کی حد سے زیادہ تعریف کرنا اور اس پر علماء کا اجماع ہے کہ ناجش اپنے فعل کی وجہ سے گناہ گار ہے۔ جب نجش کے نتیجہ میں بیع ہو جائے تو پھر اس بیع کا کیا حکم ہے؟ اس بارے میں اختلاف ہے۔ اہل ظاہر کا مذہب یہ ہے کہ نجش کی وجہ سے جو بیع ہوئی ہے اس کو فسخ کر دیا جائے گا' کیونکہ حدیث میں اس کی ممانعت ہے' امام مالک نے کہا ہے کہ خریدار کو فسخ بیع کا اختیار دیا جائے گا کیونکہ نجش عیوب میں سے ایک عیب ہے' ان کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تھنوں میں دودھ روکنے سے منع فرمایا اور اگر کوئی ایسا جانور خرید لے تو آپ نے اس بیع کے فساد کا حکم نہیں دیا بلکہ خریدار کو فسخ بیع کا اختیار دیا ہے اور یہ معلوم ہے کہ اس فعل کی وجہ سے خریدار کو دھوکا دیا جاتا ہے' اسی طرح نجش میں بھی بیع صحیح ہے اور خریدار کو فسخ بیع کا اختیار دیا جائے گا۔

امام ابوحنیفہ' ان کے اصحاب اور امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ نجش کی وجہ سے بیع صحیح ہے اور اس میں خریدار کو فسخ بیع کا اختیار نہیں دیا جائے گا' کیونکہ یہ نفس بیع میں عیب نہیں ہے' کیونکہ اس کی قیمت میں دھوکا دیا گیا ہے اور خریدار پر یہ لازم ہے کہ وہ قیمت کی حفاظت کرتا اور اس کو متمیز کرتا یا کسی سمجھ دار شخص کو ساتھ لے جاتا۔ ان تمام اقوال میں امام مالک کا قول زیادہ مناسب ہے۔ (یہ علامہ ابن بطال کی رائے ہے) (شرح ابن بطال ج ۶ ص ۲۳۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ ھ)

٦١ - بَابُ بَيْعِ الْغَرَرِ وَحَبَلِ الْحَبَلَةِ
بیع غرر یعنی دھوکے کی بیع اور حمل کی بیع کا بیان

اس عنوان میں ''غرر'' کا لفظ ہے' ''غرر'' اس چیز کو کہتے ہیں جس کے متعلق یہ علم نہ ہو کہ وہ چیز ہوگی یا نہیں ہوگی۔ ایک قول یہ ہے کہ جس چیز کا ظاہر پسندیدہ ہو اور اس کا باطن مکروہ ہو' وہ غرر ہے' ازہری نے کہا: بیع غرر اس بیع کو کہتے ہیں کہ خریدار اور بائع اس کی کنہ (حقیقت) کا احاطہ نہ کر سکیں' صاحب المشارق نے کہا ہے کہ بیع غرر اس کو کہتے ہیں کہ وہ چیز مجہول ہو یا اس کی قیمت مجہول ہو یا اس کی سلامتی مجہول ہو یا اس کی مدت مجہول ہو۔

علامہ ابوعمر ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ جوئے کی تمام اقسام بیع غرر ہیں کیونکہ اس میں یہ علم نہیں ہوتا کہ کون جیتے گا اور کون ہارے گا؟ سمندر میں مچھلی کی بیع اور ہوا میں پرندہ کی بیع اور جانور کے پیٹ میں ہونے والے بچہ کے بچہ کی بیع' یہ سب بیع غرر ہیں کیونکہ کسی کو یہ علم نہیں ہوتا کہ بائع اس کو خریدار کے حوالے کر سکے گا یا نہیں۔

بیع غرر کی ممانعت کے متعلق احادیث

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کنکری پھینکنے کی بیع اور بیع غرر سے منع فرمایا ہے۔
(صحیح مسلم: ۱۵۱۳' الرقم المسلسل: ۳۶۹۹' سنن ابوداؤد: ۳۳۷۶' سنن ترمذی: ۱۲۳۴' سنن نسائی: ۴۵۲۵' سنن ابن ماجہ: ۲۱۹۴' مسند احمد ج ۲ ص ۲۵۰)

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ لکھتے ہیں:

کنکری کی بیع کا معنی یہ ہے کہ بائع خریدار سے یہ کہے کہ میں جب تمہاری طرف کنکری پھینکوں (یا میں جس چیز پر کنکری پھینکوں) اس کی بیع واجب ہو جائے گی۔ (سنن ترمذی ص ۵۲۰' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۰ھ)

چونکہ یہ معلوم نہیں کہ بائع کس چیز پر کنکری پھینکے گا' اس لیے یہ بیع غرر ہے' اس میں دھوکا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ زمانۂ جاہلیت میں لوگ اونٹ کا گوشت حاملہ کے حمل تک فروخت کرتے تھے اور حاملہ کے حمل سے مراد یہ ہے کہ اونٹنی سے ایک اونٹنی پیدا ہو' پھر بڑی ہو کر یہ اونٹنی حاملہ ہو اور بچہ دے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بیع سے منع فرمایا۔ (صحیح مسلم: ۱۵۱۴' الرقم المسلسل: ۳۷۰۱' صحیح البخاری: ۳۸۴۳' سنن ابوداؤد: ۳۳۸۱)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مچھلی کو پانی میں نہ خریدو کیونکہ یہ (بیع) غرر ہے۔
(المعجم الکبیر: ۱۰۴۹۱' حلیۃ الاولیاء ج ۸ ص ۲۱۴' سنن بیہقی ج ۵ ص ۳۴۰' تاریخ بغداد ج ۵ ص ۳۶۹' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۶ ص ۵۷۵' مسند احمد ج ۱ ص ۳۸۸ طبع قدیم' مسند احمد: ۳۶۷۶۔ ج ۶ ص ۱۹۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

شعیب الارنؤط نے کہا: اس حدیث کی سند ضعیف ہے کیونکہ اس کی سند میں مسیب بن رافع ہے اور اس کا حضرت ابن مسعود سے سماع نہیں ہے۔ (حاشیہ مسند احمد: ۳۶۷۶)

۲۱۴۳ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ' عَنْ نَافِعٍ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ بَيْعِ حَبَلِ الْحَبَلَةِ' وَكَانَ بَيْعًا يَتَبَايَعُهُ اَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ' كَانَ الرَّجُلُ يَبْتَاعُ الْجَزُوْرَ اِلٰى اَنْ تُنْتَجَ النَّاقَةُ' ثُمَّ تُنْتَجُ الَّتِيْ فِيْ بَطْنِهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حاملہ کے حمل کی بیع سے منع فرمایا۔ زمانۂ جاہلیت میں لوگ یہ بیع کرتے تھے کہ ایک شخص اپنا اونٹ اس مدت تک بیچتا جب اونٹنی سے اونٹنی پیدا ہو' پھر وہ پیدا ہونے والی اونٹنی حاملہ ہو جائے اور وہ بچہ جنے۔

[اطراف الحدیث: ۲۲۵۶۔ ۳۸۴۳]

(صحیح مسلم: ۱۵۱۴' الرقم المسلسل: ۳۷۰۱' صحیح البخاری: ۳۸۴۳' سنن ابوداؤد: ۳۳۸۱' سنن بیہقی ج ۵ ص ۳۴۱' تاریخ بغداد ج ۱۴ ص ۱۳۲' مسند احمد ج ۲ ص ۱۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۴۶۴۰۔ ج ۸ ص ۲۶۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

غرر کا معنی اور جس چیز میں غرر ہو اس کی بیع میں مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

امام مالک نے کہا: یہ حدیث مدتِ مجہولہ تک بیع کی ممانعت کی اصل ہے کیونکہ آپ نے حاملہ کے حمل کی بیع سے منع فرمایا ہے' اور امت کا اس پر اتفاق ہے کہ اس طرح کی مدت مجہولہ کی بیع جائز نہیں ہے کیونکہ اس میں غرر (دھوکا) ہے' بیع صرف اس صورت میں جائز ہے جب بیع کی مدت معلوم ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے چاند کے گھٹنے بڑھنے کو لوگوں کے لیے اوقات اور حج کی علامت بنایا ہے' پس

جس بیع کی مدت معلوم ہو اور اس میں اختلاف نہ ہو وہ جائز ہے۔
دوسرے علماء نے یہ کہا ہے کہ حاملہ کے حمل کی بیع کی ممانعت سے مراد یہ ہے کہ ماں کے پیٹ میں جو بچہ ہے' اس کی بیع نہ کی جائے کیونکہ جو چیز ابھی پیدا نہیں کی گئی ہے اور اس کا علم نہیں ہے اس کی بیع ناجائز ہے' یہ امام احمد' اسحاق اور ابو عبید کا قول ہے۔
ابن المنذر نے کہا ہے کہ ان میں سے جو بیع بھی ہو وہ کئی وجوہ سے باطل ہے' اسی طرح جس چیز کے ہونے اور نہ ہونے کا احتمال ہو اس کی بیع بھی باطل ہے۔
غرر وہ چیز ہے جس کے ہونے اور نہ ہونے دونوں کا احتمال ہو جیسے حاملہ کا حمل اور اس کے مشابہ چیزیں۔ ہر وہ چیز جس کے متعلق خریدار کو یہ علم نہ ہو کہ وہ حاصل ہو گی یا نہیں ہو گی اس کا خریدنا جائز نہیں ہے کیونکہ وہ غرر ہے اور ہر وہ چیز جو خریدار کو حاصل ہو یا اس کو غالب گمان ہو کہ وہ حاصل ہو گی اس کا خریدنا جائز ہے اور یہ بیوع کی اصل ہے اور جس چیز میں غرر غالب ہو اس کی بیع جائز نہیں ہے اور جس چیز میں غرر کم ہو اور تبعاً ہو اس کی بیع جائز ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ بیع صرف اس چیز میں جائز ہے جس میں بالکل غرر نہ ہو تو اس سے لوگوں کو حرج ہو گا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھلوں کی پختگی کے ظہور سے پہلے ان کی بیع سے منع فرمایا اور جب پھلوں کی پختگی ظاہر ہو جائے تو پھر ان کی بیع کی اجازت دی ہے کیونکہ اب ان میں غرر کم ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۶ ص ۲۳۳۔ ۲۳۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

کیونکہ جب پھلوں کی پختگی ظاہر نہ ہو تو یہ پتا نہیں کہ وہ پھل پکیں گے یا نہیں اور جب ان کی پختگی ظاہر ہو جائے تو ان کے نہ پکنے کا احتمال بہت کم ہوتا ہے۔

لاٹری' معمہ' جوا' ریس اور سٹہ وغیرہ غرر کی وجہ سے حرام ہیں

شریعت نے اس عقد کو ناجائز قرار دیا ہے' جس میں غرر ہو اس اصول کی بناء پر لاٹری ناجائز ہے کیونکہ لاٹری میں کسی متوقع انعام کی بناء پر ٹکٹ فروخت کیے جاتے ہیں اور ان ٹکٹوں کی قرعہ اندازی کی جاتی ہے' پھر جس کے نام کا قرعہ نکل آئے' اس کو انعام مل جاتا ہے اور باقی لوگوں کے ٹکٹوں کے پیسے ضائع ہو جاتے ہیں اور کسی کو پتا نہیں ہوتا کہ اس کے نام کا قرعہ نکلے گا یا نہیں' اور یہی غرر ہے' اسی طرح معمے حل کرنے پر جو انعام ہوتا ہے اس میں بھی غرر ہے' کسی معمہ حل کرنے والے کو علم نہیں ہوتا کہ اس کے حل پر انعام ملے گا یا نہیں' اسی طرح ریس کورس میں گھوڑوں پر شرط لگائی جاتی ہے' اس میں بھی غرر ہے کیونکہ کسی شخص کو پتا نہیں ہوتا کہ جس گھوڑے پر اس نے شرط لگائی ہے وہ آگے نکلے گا یا نہیں' اسی طرح جوئے میں بھی غرر ہے کیونکہ جو دو فریق جوا کھیلتے ہیں' ان میں سے کسی کو پتا نہیں ہوتا کہ وہ جیتے گا یا ہارے گا' اسی طرح سٹہ میں بھی غرر ہے کیونکہ سٹہ میں جس چیز پر شرط لگائی جاتی ہے اور اس کے حصول پر رقم مقرر کی جاتی ہے' اس میں کسی فریق کو اس کا علم نہیں ہوتا کہ وہ چیز حاصل ہو گی یا نہیں' اور یہی غرر ہے' سو یہ تمام عقودِ فاسدہ ہیں اور شرعاً حرام ہیں اور ان کے ذریعہ جو رقم حاصل ہوتی ہے' وہ بھی حرام ہے۔

انعامی بانڈز کو ناجائز قرار دینے پر شیخ تقی عثمانی کے دلائل اور ان پر مصنف کا تبصرہ

بعض لوگوں نے انعامی بانڈز کی بیع اور اس پر ملنے والے انعام کو حرام کہا ہے لیکن یہ بالکل بدیہی بات ہے کہ انعامی بانڈز کی بیع میں غرر نہیں ہے' نہ ہی اس میں سود ہے۔ انسان جتنی رقم کا بانڈ خریدتا ہے وہ جب چاہے اس بانڈ کو کیش کرا کر کسی کمی یا اضافہ کے بغیر اپنی رقم واپس لے سکتا ہے' اور اس پر جو انعام دیا جاتا ہے' اس کی نظیر اس طرح ہے جیسے بعض کمپنیاں اپنی مصنوعات کے تعارف اور ان کی شہرت کے لیے اپنی بعض مصنوعات میں کوئی انعام بھی رکھ دیتی ہیں' جس کی ان کی بیع میں کوئی شرط نہیں ہوتی اور اس کو شیخ تقی عثمانی

نے بھی جائز کہا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

مثلاً پیٹرول بیچنے والوں نے یہ اسکیم نکالی ہے کہ ہم سے جو پیٹرول خریدے گا ہم اس کو ایک پرچی دیں گے اور پھر بعد میں کسی وقت قرعہ اندازی کریں گے' جس کا نمبر نکل آئے گا' اس کو ایک کار انعام دیں گے' تو پیٹرول کی جو قیمت لگائی ہے اگر وہ ثمن مثل ہے یعنی پیٹرول کی اتنی ہی قیمت وصول کی ہے جتنی کہ اور لوگوں سے وصول کرتے ہیں تو جس شخص نے فرض کیا کہ سو روپے کا پیٹرول ڈلوایا' اس کو اس کے سو روپے کا عوض پیٹرول کی صورت میں مل گیا تو دونوں طرف سے ادائیگی برابر اور متعین ہو گئی' اب وہ بائع اگر قرعہ اندازی کے ذریعہ کسی کو انعام دے گا تو یہ تبرع ہے' جو جائز ہے۔ (انعام الباری ج ۶ ص ۲۷۳ 'مکتبۃ الحراء' کراچی)

شیخ تقی عثمانی نے انعامی بانڈ کے انعام کے عدم جواز پر یہ دلیل قائم کی ہے کہ:

اس میں ربوٰ ہے' اس لیے کہ اگر اس کا نام قرعہ اندازی میں نکل آتا ہے تو اس کو سو روپے کے عوض میں ایک لاکھ ایک سو روپے ملیں گے۔ (انعام الباری ج ۶ ص ۲۷۴ 'مکتبۃ الحراء' کراچی)

شیخ تقی عثمانی کی یہ دلیل غلط ہے' سود قرعہ اندازی کے ذریعہ نہیں دیا جاتا بلکہ شرح سود عقد میں متعین ہوتی ہے کہ اتنی رقم کی بیع یا اتنی رقم کے قرض پر اتنے فی صد کے حساب سے سود دیا جائے گا' اور یہ بالکل واضح ہے۔

پھر شیخ عثمانی نے اپنی دلیل میں ترمیم کی اور اس طرح لکھا:

مجموعہ مقرضین (قرض دینے والوں) کے ساتھ زیادتی مشروط ہے' ہر ایک کے ساتھ تو نہیں ہے لیکن یہ کہا کہ اے گروہ مقرضین! ہم تم کو قرعہ اندازی کے ذریعہ کچھ انعامات تقسیم کریں گے' یہ بات پہلے سے ہی عقد میں مشروط ہے۔

(انعام الباری ج ۶ ص ۲۷۴ 'مکتبۃ الحراء' کراچی)

یہ محض فرضی اور من گھڑت بات ہے اور صرف تک بندی ہے' نفس الامر اور واقع میں اس قول کا کوئی وجود نہیں ہے اور جب بانڈز کو بینک سے فروخت کیا جاتا ہے' اس وقت عقد میں اس قسم کی کوئی شرط نہیں لگائی جاتی' یہ واقع کے خلاف مفروضہ ہے۔

آخر میں شیخ تقی عثمانی لکھتے ہیں:

دوسرے الفاظ میں یہ کہا جائے کہ سود کو قمار کی شکل میں تقسیم کرتے ہیں' اگرچہ وہ شرعاً قمار اس لیے نہ ہوا کہ سود ملکیت ہے ہی نہیں لیکن اس میں قمار کی روح موجود ہے اور قمار پر سود ہو رہا ہے کہ ایک آدمی کا سود یا بہت سارے آدمیوں کا سود ملا کر ایک شخص کو قرعہ اندازی کے ذریعہ دے دیا گیا' اس واسطے یہ ناجائز ہے۔ (انعام الباری ج ۶ ص ۲۷۵ 'مکتبۃ الحراء' کراچی)

ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ انعامی بانڈز میں غرر نہیں ہے' اور قمار (جوا) بغیر غرر کے متحقق نہیں ہوتا' لہٰذا انعامی بانڈز میں قمار کا جسم ہے نہ روح ہے' اور یہ بھی ہم بتا چکے ہیں کہ بیع یا قرض کی رقم پر مدت معینہ کے بعد اصل زر کے ساتھ جو پہلے سے طے شدہ اضافی رقم دی جائے' اس کو سود کہا جاتا ہے اور اس کی عقد بیع میں صراحت کے ساتھ شرط لگائی جاتی ہے اور جب انعامی بانڈز کی بیع ہوتی ہے اور خریدار جب بینک سے انعامی بانڈز خریدتا ہے تو اس کے عقد میں اس قسم کی کوئی شرط نہیں ہوتی۔ شیخ تقی عثمانی نے جو کہا ہے: اس قسم کی بات وہی شخص کہہ سکتا ہے جس کو سود کی تعریف معلوم ہو نہ قمار کی' اور ہم شیخ تقی عثمانی کے ساتھ یہ بدگمانی نہیں رکھتے۔ انہوں نے صرف اپنے گروہی نظریہ کے مطابق انعامی بانڈز کو ناجائز قرار دینے کے لیے یہ غیر علمی' خلاف توقع اور فرضی اور من گھڑت باتیں کہی ہیں' اور کھینچ تان کر اپنی مطلب برآری کی ناکام اور نامراد سعی کی ہے۔

ہم نے انعامی بانڈز کے جواز میں شرح صحیح مسلم میں اور پھر تبیان القرآن میں تفصیل کے ساتھ دلائل لکھے ہیں' ہم یہاں پر ان

دلائل کے صرف عنوانات لکھ رہے ہیں:

شرح صحیح مسلم میں انعامی بانڈز کی بیع کے جواز کے دلائل کے عنوانات

① انعامی بانڈز کا شرعی حکم ② انعامی بانڈز میں سید مودودی کا مؤقف ③ انعامی بانڈز میں علماء دیوبند کا مؤقف ④ انعامی بانڈز میں مصنف کا مؤقف اور بحث ونظر ⑤ کیا انعامی بانڈز کا لین دین ربٰو الفضل ہے؟ ⑥ کیا انعامی بانڈز کا لین دین ربٰو النسیہ ہے ⑦ کیا انعام کا رواج خریدار کی شرط لگانے کے مترادف ہے؟ ⑧ انعامی بانڈز کا لین دین قرض ہے یا خرید وفروخت؟ ⑨ کیا انعامی بانڈز پر انعامات سودی رقم سے دیئے جاتے ہیں؟ ⑩ کیا بانڈز کے انعامات اور حکومت کے دیگر عطیات کا حکم الگ الگ ہے۔ ⑪ کیا نیت پر حکم لگانا صحیح ہے؟ ⑫ قمار کی تحقیق ⑬ کیا بانڈز کے انعامات میں قمار کی روح ہے؟

* یہ بحث' شرح صحیح مسلم ج ۴ ص ۱۲۴ ـ ۱۱۱ تک پھیلی ہوئی ہے۔

تبیان القرآن میں انعامی بانڈز کی بیع کے جواز کے دلائل کے عنوانات

(۱) انعامی بانڈز کے جواز کی بحث (۲) لاٹری اور قمار بازی کے متعلق تعزیراتِ پاکستان کی دفعات کی تشریح (۳) دفعہ: ۱۹۴ (ب) تجارت وغیرہ کے لیے انعام کی پیش کش کرنا (۴) انعامی بانڈز کے متعلق جسٹس پیر محمد کرم شاہ (رحمہ اللہ) کا فیصلہ (۵) انعامی بانڈز کے جواز کے متعلق جسٹس شفیع الرحمان کا فیصلہ۔

* یہ بحث' تبیان القرآن ج ۵ ص ۱۸ ـ ۱۳ تک پھیلی ہوئی ہے۔

٦٢ - بَابُ بَيْعِ الْمُلَامَسَةِ — بیع الملامسہ (مبیع کو چھونے سے بیع کا وجوب)

''لمس'' کا معنی ہے: چھونا' المغرب میں مذکور ہے کہ ''مُلَامَسة'' کا معنی یہ ہے کہ ایک فریق دوسرے سے کہے کہ جب میں تمہارے کپڑے کو چھولوں اور تم میرے کپڑے کو چھولو تو بیع واجب ہو جائے گی' امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ بائع یہ کہے کہ میں تم کو یہ چیز اتنے روپوں میں فروخت کرتا ہوں' سو جب میں تم کو چھولوں تو بیع واجب ہو جائے گی یا خریدار اسی طرح کہے' امام شافعی سے اس کی تعریف اس طرح منقول ہے کہ بائع تھان میں لپٹا ہوا کپڑا پیش کرے یا اندھیرے میں کوئی چیز پیش کرے اور کہے: میں نے تم کو یہ چیز اس شرط پر فروخت کی کہ تمہارا اس کو لمس کرنا اور چھونا' تمہارے دیکھنے کے قائم مقام ہے اور دیکھنے کے بعد تمہیں فسخ بیع کا اختیار نہیں ہوگا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۳۸۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

وَقَالَ اَنَسٌ نَهٰى عَنْهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع ملامسہ سے منع فرمایا ہے۔

اس تعلیق کی اصل اس حدیث میں ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے محاقلہ' مخاضرہ' ملامسہ' منابذہ اور مزابنہ سے منع فرمایا۔ (صحیح البخاری: ۲۲۰۷)

٢١٤٤ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُفَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِي عَامِرُ بْنُ سَعْدٍ اَنَّ اَبَا سَعِيدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَخْبَرَهُ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن عفیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے لیث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عقیل نے حدیث بیان کی از ابن شہاب کہ مجھے عامر بن سعد نے خبر دی کہ حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ نے ان کو خبر دی کہ رسول اللہ

نَهٰى عَنِ الْمُنَابَذَةِ وَهِيَ طَرْحُ الرَّجُلِ ثَوْبَهُ بِالْبَيْعِ إِلَى الرَّجُلِ قَبْلَ أَنْ يُقَلِّبَهُ أَوْ يَنْظُرَ إِلَيْهِ وَنَهٰى عَنِ الْمُلَامَسَةِ . وَالْمُلَامَسَةُ لَمْسُ الثَّوْبِ لَا يَنْظُرُ إِلَيْهِ.

ﷺ نے منابذہ سے منع فرمایا ہے اور منابذہ یہ ہے کہ کوئی شخص کسی کو کپڑا فروخت کرتے وقت خریدار کے کپڑے کو الٹنے پلٹنے یا اس کو دیکھنے سے پہلے اس کی طرف کپڑا پھینک دے اور آپ نے ملامسہ سے منع فرمایا اور ملامسہ کی تعریف ہے: کپڑے کو دیکھے بغیر اس کو چھونا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۶۷ میں گزر چکی ہے' تاہم چند ضروری اُمور بیان کیے جا رہے ہیں:

بیع ملامسہ اور بیع منابذہ کے باطل ہونے کی دلیل

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

علماء کی ایک جماعت کے نزدیک بیع الملامسہ اور بیع المنابذہ جائز نہیں ہے' اور یہ بیع الغرر اور قمار کی جنس سے ہے کیونکہ جب خریدار مبیع پر غور نہیں کرے گا اور نہ اس کو اس کی صفت کا علم ہوگا تو وہ اس مبیع کی حقیقت کو نہیں جان سکے گا تو یہ اندھا سودا ہوگا اور یہ باطل مال کو کھانا ہے' امام مالک کے نزدیک منابذہ یہ ہے کہ ایک آدمی دوسرے کی طرف کپڑا پھینک دے اور دوسرا اس کی طرف کپڑا پھینک دے اور اس پر غور کیے بغیر ہر ایک دوسرے فریق سے کہے کہ یہ کپڑا اس کپڑے کے عوض ہے۔

کسی چیز کو دیکھے بغیر اس کی بیع میں مذاہب فقہاء

غائب چیز کی بیع بھی اسی قبیل سے ہے اور اس میں علماء کا اختلاف ہے' امام مالک نے کہا: غائب چیز کی بیع جائز نہیں ہے حتیٰ کہ اس کی صفت بیان کر دی جائے' پھر اگر وہ چیز اسی صفت پر ہو تو دیکھنے کے بعد خریدار کو اس کی بیع فسخ کرنے کا اختیار نہیں ہوگا' یہ امام احمد' ابوثور اور اسحاق کا قول ہے۔

امام ابوحنیفہ' ان کے اصحاب اور ثوری نے کہا ہے کہ غائب چیز کی بیع اس کی صفت بتا کر اور بغیر صفت بتائے' دونوں طرح جائز ہے اور اگر وہ چیز صفت کے مطابق ہو' پھر بھی خریدار کو دیکھنے کے بعد اس کو مسترد کرنے کا اختیار ہوتا ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' شعبی' نخعی اور حسن بصری سے بھی اسی طرح منقول ہے۔

امام شافعی کے اس میں دو قول ہیں: ایک قول امام ابوحنیفہ کی مثل ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ غائب چیزوں کی بیع جائز نہیں ہے' اور یہ حکم اور عمار کا بھی قول ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ جس چیز کو دیکھے بغیر اس کی بیع کی جائے تو یہ بیع غرر ہے' یعنی اس میں دھوکا ہے' کیا پتا وہ چیز درست ہو یا نہ ہو۔

کسی چیز کو دیکھے بغیر اس کی بیع کے جواز میں فقہاء احناف کے دلائل

فقہاء احناف کی دلیل یہ ہے کہ صحابہ کرام نے اشیاء غائبہ کی بیع کی ہے' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ سے کوفہ میں گھر خریدا اور اس کے عوض ان کو بصرہ میں گھر دیا' اور حضرت عثمان نے حضرت عبدالرحمان رضی اللہ عنہ کو زمین دے کر ان سے اس کے عوض گھوڑا خریدا اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے حضرت عثمان کو وادیٔ تبوک کی زمین دے کر ان سے خیبر کی زمین خریدی اور ان احادیث میں یہ ذکر نہیں ہے کہ انہوں نے ایک دوسرے کو مبیع کی صفت بیان کر دی تھی' سو اس سے معلوم ہوا کہ بغیر کسی چیز کو دیکھے اور بغیر اس کی صفت بتائے اس کی بیع جائز ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۶ ص ۲۳۵-۲۳۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

ہر چند کہ قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ جب کسی چیز کو دیکھا ہو نہ اس کی صفت بتائی گئی ہو تو اس کی بیع میں غرر ہے' لہٰذا یہ بیع ناجائز ہونی

چاہیے لیکن ہم نے تعامل صحابہ کی وجہ سے اس قیاس کو ترک کر دیا۔

٢١٤٥ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا اَيُّوْبُ، عَنْ مُّحَمَّدٍ، عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ نُهِىَ عَنْ لِبْسَتَيْنِ اَنْ يَّحْتَبِىَ الرَّجُلُ فِى الثَّوْبِ الْوَاحِدِ، ثُمَّ يَرْفَعَهُ عَلٰى مَنْكِبِهٖ، وَعَنْ بَيْعَتَيْنِ اَللِّمَاسِ وَالنِّبَاذِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوہاب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از محمد از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ' انہوں نے کہا: دو قسم کے لباسوں سے منع کیا گیا ہے' ایک یہ کہ آدمی صرف تہبند باندھے ہوئے اکڑوں بیٹھے اور گھٹنوں کے گرد ہاتھوں سے حلقہ بنالے' دوسرا یہ ہے کہ تہبند اٹھا کر اپنے کندھوں پر رکھ لے' اور دو قسم کی بیع سے منع کیا گیا ہے' ملامسہ سے اور منابذہ سے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٦٨ میں گزر چکی ہے۔

٦٣ - بَابُ بَيْعِ الْمُنَابَذَةِ

بیع المنابذہ کا بیان

وَقَالَ اَنَسٌ نَهٰى عَنْهُ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اور حضرت انس رضی اللہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع المنابذہ سے منع فرمایا ہے۔

اس تعلیق کی اصل' صحیح البخاری: ٢٢٠٧ میں ہے' اور "منابذة" کا معنی اور اس کا حکم' صحیح البخاری: ٢١٤٤ میں بیان کیا جا چکا ہے۔

٢١٤٦ - حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِىْ مَالِكٌ، عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ، عَنْ اَبِى الزِّنَادِ، عَنِ الْاَعْرَجِ، عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الْمُلَامَسَةِ وَالْمُنَابَذَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از محمد بن یحییٰ بن حبان اور از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ملامسہ اور منابذہ سے منع فرمایا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٦٨ میں گزر چکی ہے۔

٢١٤٧ - حَدَّثَنَا عَبَّاسُ بْنُ الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْاَعْلٰى قَالَ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِىِّ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيْدَ، عَنْ اَبِىْ سَعِيْدٍ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ نَهَى النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ لِبْسَتَيْنِ وَعَنْ بَيْعَتَيْنِ الْمُلَامَسَةِ وَالْمُنَابَذَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عباس بن الولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالاعلیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے حدیث بیان کی از زہری از عطاء بن یزید از حضرت ابوسعید رضی اللہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دو قسم کے لباس اور دو قسم کی بیع سے منع فرمایا ہے' ملامسہ سے اور منابذہ سے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٦٧ میں گزر چکی ہے۔

٦٤ - بَابُ النَّهْيِ لِلْبَائِعِ اَنْ لَّا يُحَفِّلَ الْاِبِلَ وَالْبَقَرَ وَالْغَنَمَ

بائع کو تحفیل سے ممانعت' یعنی وہ اونٹنیوں' گایوں اور بکریوں سے دودھ دوہنا بند کر کے ان کے

وَكُلَّ مُحَفَّلَةٍ

تھنوں میں دودھ جمع نہ کرے اور ہر ''محفلة''

وَالْمُصَرَّاةُ الَّتِي صُرِّيَ لَبَنُهَا وَحُقِنَ فِيهِ وَجُمِعَ فَلَمْ يُحْلَبْ أَيَّامًا، وَأَصْلُ التَّصْرِيَةِ حَبْسُ الْمَاءِ، يُقَالُ مِنْهُ صَرَّيْتُ الْمَاءَ إِذَا حَبَسْتَهُ.

اور مصراۃ وہ جانور ہے جس کا دودھ اس کے تھنوں میں روک لیا گیا ہو اور اس کے تھنوں میں دودھ جمع کرنے کے لیے کئی دن تک اس کا دودھ دوہا نہ گیا ہو' اور لفظ ''التصریة'' اصل میں پانی روکنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے' اسی معنی میں کہا جاتا ہے: ''صریت الماء'' میں نے پانی کو روک رکھا ہے۔

اس باب میں بائع کو تحفیل سے منع کیا گیا ہے' تحفیل یہ ہے کہ اونٹنی کے تھنوں سے دودھ نہ دوہ کر' اس میں دودھ جمع کیا جائے' تا کہ جب خریدار کے سامنے دودھ دوہا جائے تو بہت زیادہ دودھ نکلے اور خریدار اس اونٹنی کو غیر معمولی قیمت سے خرید لے' بکریوں کے ساتھ بھی یہی معاملہ کیا جاتا ہے۔

۲۱۴۸ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ رَبِيعَةَ، عَنِ الْأَعْرَجِ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُصَرُّوا الْإِبِلَ وَالْغَنَمَ، فَمَنِ ابْتَاعَهَا بَعْدُ فَإِنَّهُ بِخَيْرِ النَّظَرَيْنِ بَيْنَ أَنْ يَحْتَلِبَهَا إِنْ شَاءَ أَمْسَكَ، وَإِنْ شَاءَ رَدَّهَا وَصَاعَ تَمْرٍ. وَيُذْكَرُ عَنْ أَبِي صَالِحٍ وَمُجَاهِدٍ وَالْوَلِيدِ بْنِ رَبَاحٍ وَمُوسَى بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَاعَ تَمْرٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از جعفر بن ربیعہ از الاعرج' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: اونٹنیوں اور بکریوں کے تھنوں میں دودھ جمع نہ کرو' پھر اس کے بعد جو شخص ان کو خرید لے تو اس کو دودھ دوہنے کے بعد دو اختیار ہیں' وہ چاہے تو اس جانور کو رکھ لے اور اگر چاہے تو اس کو واپس کر دے اور اس کے ساتھ ایک صاع (چار کلوگرام) کھجوریں بھی دے۔ ابوصالح' مجاہد' ولید بن رباح اور موسیٰ بن یسار روایت کرتے ہیں از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم: ایک صاع (چار کلوگرام) کھجوریں۔

اس تعلیق کی اصل' صحیح مسلم: ۱۵۲۴' الرقم المسلسل: ۳۷۲۲ میں ہے' اس حدیث کا متن اس طرح ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے ایسی بکری خریدی جس کا تھنوں میں دودھ جمع کیا ہوا تھا' اس کو تین دن تک اختیار ہے' اگر چاہے تو اس بکری کو رکھ لے اور اگر چاہے تو اس کو واپس کر دے اور اس کے ساتھ ایک صاع کھجوریں بھی واپس کرے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: احادیث مصراۃ کی دو قسمیں ہیں' ایک قسم وہ ہے جس میں مدت خیار کا ذکر نہیں ہے (جیسے صحیح بخاری کی حدیث: ۲۱۴۸ میں ہے) فقہاء مالکیہ نے اسی حدیث پر عمل کیا ہے اور وہ کہتے ہیں کہ اس بکری کو مطلقاً واپس کر دیا جائے گا' اور دوسری احادیث وہ ہیں جو تین دن تک مدت خیار کے ساتھ مقید ہیں جیسا کہ صحیح مسلم کی حدیث مذکور ہے اور فقہاء شافعیہ نے اسی حدیث پر عمل کیا ہے اور وہ کہتے ہیں: جیسے ہی خریدار کو اس عیب کا علم ہو' وہ فوراً اس کو واپس کر دے۔

وَقَالَ بَعْضُهُمْ، عَنِ ابْنِ سِيرِينَ صَاعًا مِنْ طَعَامٍ، وَهُوَ بِالْخِيَارِ ثَلَاثًا.

اور بعض نے کہا از ابن سیرین: وہ ایک صاع طعام (گندم) واپس کرے اور اس کو تین دن تک اختیار ہے۔

اس تعلیق کی اصل' صحیح مسلم: ۱۵۲۴' الرقم المسلسل: ۳۷۷۳ میں ہے' اس حدیث کا متن اس طرح ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے ایسی بکری خریدی جس کے تھنوں میں دودھ جمع کیا ہوا تھا' اس کو دو چیزوں میں سے اس کا اختیار ہے جو اس کے نزدیک بہتر ہو' اگر وہ چاہے تو اس کو رکھ لے اور اگر چاہے تو اس کو واپس کر دے اور اس کے ساتھ ایک صاع کھجوریں بھی واپس کرے۔

وَقَالَ بَعْضُهُمْ' عَنِ ابْنِ سِيرِينَ صَاعًا مِّنْ تَمْرٍ. وَلَمْ يَذْكُرْ ثَلَاثًا' وَالتَّمْرُ اَكْثَرُ.

اور بعض نے ابن سیرین سے روایت کی ہے کہ ایک صاع کھجوروں میں سے دے اور تین دن کا ذکر نہیں کیا اور اکثر احادیث میں کھجوروں کا ذکر ہے۔

اس تعلیق کی اصل' صحیح مسلم: ۱۵۲۴' الرقم المسلسل: ۳۷۷۴ میں ہے' اس کا متن حسب ذیل ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے ایسی بکری خریدی جس کے تھنوں میں دودھ جمع کیا ہوا تھا' اسے اس کا اختیار ہے جو اس کے نزدیک بہتر ہو' اگر وہ چاہے تو اس کو رکھ لے اور اگر چاہے تو اس کو واپس کر دے اور اس کے ساتھ ایک صاع کھجوریں بھی دے' گندم ضروری نہیں ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: فقہاء احناف نے جو اس حدیث پر عمل کو ترک کر دیا ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ حدیث آٹھ وجوہ سے اصول مسلمہ کے مخالف ہے: (۱) اس حدیث میں بغیر عیب اور بغیر شرط کے مبیع کے مسترد کرنے کو واجب قرار دیا گیا ہے (۲) اس میں تین دن کے اختیار کا ذکر ہے حالانکہ تین دن کی قید خیارِ شرط میں ہوتی ہے (۳) اس میں مبیع کے ایک جز کے خرچ ہونے کے بعد بیع کے رد کرنے کو واجب قرار دیا گیا ہے (۴) اس میں مبدل کے قیام کے باوجود بدل کو واجب کیا گیا ہے (۵) اس میں خرچ شدہ دودھ کے عوض کھجوروں کو یا گندم کو واجب کیا گیا ہے حالانکہ کسی چیز کے تلف ہونے کے بعد اس کی مثل صوری یا اس کی قیمت کو واجب کیا جاتا ہے (۶) دودھ ان چیزوں میں سے ہے جن کی مثل ہوتی ہے' پھر بھی اس کی مثل کو واجب نہیں کیا گیا (۷) یہ ربا کی طرف مفضی ہے کیونکہ ایک صاع کھجوریں خرچ شدہ دودھ سے زیادہ بھی ہو سکتی ہیں (۸) اس میں عوض اور معوض عنہ کو جمع کیا گیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۳۸۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

زیر بحث حدیث کی تخریج حسب ذیل ہے:

صحیح مسلم: ۱۵۲۴-۳۷۷۱' سنن نسائی: ۴۴۹۵' سنن بیہقی ج ۵ ص ۳۱۸' مصنف عبدالرزاق: ۱۴۸۶۲' صحیح ابن حبان: ۵۱۵' شرح السنۃ: ۲۱۷۴' مسند احمد ج ۲ ص ۴۶۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۹۹۶۰- ج ۱۶ ص ۱۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت۔

حدیث مصراۃ پر عمل کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں اس کی دلیل ہے کہ جس مبیع میں عیب ہو یا اس میں فریب دہی ہو' اس بیع کو مسترد کرنا جائز ہے' اس لیے کہ جب دودھ کو کئی دن تک تھنوں میں جمع کیا جائے اور دوہا نہ جائے تو مشتری یہ گمان کرے گا کہ وہ اونٹنی ہر روز اتنا دودھ دیتی ہے' پس وہ اس بیع میں دھوکا کھا جائے گا۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ الصادق المصدوق ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جن اونٹنیوں کے تھنوں میں دودھ جمع کیا گیا ہو' ان کی بیع دھوکا دہی ہے اور مسلمان کو دھوکا دینا جائز نہیں ہے۔

(سنن ابن ماجہ: ۲۲۴۱ 'مسند احمد ج ۱ ص ۴۳۳ 'سنن بیہقی ج ۵ ص ۳۱۷ 'مصنف ابن ابی شیبہ ج ۶ ص ۲۱۶ 'کنز العمال: ۹۶۵۰)

امام مالک 'لیث' امام ابو یوسف' امام شافعی' امام احمد' اسحاق اور ابو ثور کا مذہب یہ ہے کہ جس نے مصراۃ کو خریدا' وہ تین دن کے بعد اس کو واپس کر دے اور اس کے ساتھ ایک صاع کھجوریں بھی دے۔

امام ابو حنیفہ اور امام محمد نے اس حدیث کے برعکس یہ کہا ہے کہ خریدار کے لیے اس عیب کی وجہ سے اس کو مسترد کرنا جائز نہیں ہے' لیکن اس عیب کی وجہ سے خریدار کا جو نقصان ہوا ہے' اس کا تاوان وہ بائع سے وصول کر لے۔ انہوں نے کہا ہے کہ خریدار جب کوئی ایسی چیز خریدے جس میں عیب ہو تو وہ اس نقصان کا تاوان وصول کر سکتا ہے مگر اس کو اس بیع کے رد کرنے کا اختیار نہیں ہے اور ان کا یہ زعم ہے کہ حدیث المصراۃ اس حدیث سے منسوخ ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فیصلہ فرمایا کہ خراج ضمان کے ساتھ ہے یعنی منفعت کا مستحق وہ ہے جو نقصان کا ذمہ دار ہو۔ (سنن ترمذی: ۱۲۸۵ 'سنن ابوداؤد: ۳۵۰۳ ـ ۳۵۰۹ 'سنن ابن ماجہ: ۲۲۴۲ 'مسند احمد ج ۶ ص ۴۹)

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ لکھتے ہیں:

الخراج بالضمان کی تفسیر یہ ہے کہ ایک شخص کوئی غلام خریدے اور اس سے کہے: تم مجھے روز اتنے روپے کما کے لا کر دو' پھر وہ اس غلام میں کوئی عیب پائے اور وہ غلام بائع کو واپس کر دے' پس اس غلام سے جو آمدنی اور منفعت حاصل ہوئی وہ خریدار کے لیے ہے' کیونکہ اگر غلام ہلاک ہو جاتا تو وہ خریدار کے مال کا نقصان ہوتا اور اس قسم کے مسائل میں منفعت اس کی ہوتی ہے' جو نقصان کا ضامن ہو۔ (سنن ترمذی ص ۵۴۲ 'دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۰ھ)

اس حدیث کے اعتبار سے وہ اونٹنی یا بکری خریدنے کے بعد مر جاتی تو وہ خریدار کا نقصان ہوتا' اس لیے اس بکری یا اونٹنی سے دودھ کی صوت میں جو منفعت حاصل ہوئی ہے' اس پر بھی خریدار کا حق ہے' بائع کا اس پر حق نہیں ہے۔ یہ حکم عام قاعدہ کے اعتبار سے ہے اور حدیث مصراۃ کا تقاضا ہے کہ خریدار اس دودھ کے عوض بائع کو ایک صاع کھجور تاوان میں دے اور چونکہ حدیث مصراۃ اس عام قاعدہ کے خلاف ہے' اس لیے یہ حدیث قابل عمل نہیں ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۶ ص ۲۷۳ 'دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۴ھ)

حدیث مصراۃ پر فقہاء احناف کے عمل نہ کرنے کی توجیہ

میں کہتا ہوں کہ فقہاء احناف نے صرف الخراج بالضمان سے تعارض کی وجہ سے اس حدیث پر عمل کو ترک نہیں کیا بلکہ اس حدیث پر عمل ترک کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ حدیث قرآن مجید کی متعدد آیات کے بھی خلاف ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ. (البقرہ: ۱۹۴)
سو جو شخص تم پر زیادتی کرے تم بھی اس پر اتنی ہی زیادتی کرو جتنی اس نے تم پر زیادتی کی ہے۔

وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ. (النحل: ۱۲۶)
اور اگر تم ان کو سزا دو تو اتنی ہی سزا دینا جتنی تمہیں تکلیف پہنچائی گئی ہے۔

وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا. (الشوریٰ: ۴۰)
اور برائی کا بدلہ اسی کی مثل برائی ہے۔

ان آیتوں کا تقاضا یہ ہے کہ اگر کوئی شخص زیادتی کرے تو اس کے بدلے میں اس کے خلاف اتنی ہی زیادتی کی جائے اور مصراۃ کی حدیث کے مطابق بائع نے تھنوں میں دودھ جمع کر کے خریدار کے ساتھ زیادتی کی ہے اور جب خریدار پر یہ لازم کیا جائے گا کہ

جب بکری واپس کرے تو اس کے ساتھ ایک صاع کھجوریں بھی واپس کرے تو یہ اتنی ہی زیادتی نہیں ہے کیونکہ تھنوں میں جمع شدہ دودھ کی قیمت ایک صاع کھجوروں کی قیمت سے کم بھی ہو سکتی ہے اور زیادہ بھی' لہٰذا مصراۃ کی حدیث پر عمل کرنا ان آیات پر عمل کرنے کے خلاف ہے' اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا اصول یہ ہے کہ جب قرآن مجید اور احادیث میں تعارض ہو تو وہ قرآن مجید پر عمل کرتے ہیں اور اس حدیث پر عمل کو ترک کر دیتے ہیں' اس وجہ سے امام ابوحنیفہ نے حدیث مصراۃ پر عمل نہیں کیا۔ علاوہ ازیں ہم بیان کر چکے ہیں کہ حدیث مصراۃ اس حدیث کے بھی خلاف ہے جس میں آپ نے فرمایا ہے: ''الخراج بالضمان'' یعنی منفعت کا وہ شخص مستحق ہے جو نقصان کا ذمہ دار ہو۔

٢١٤٩ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ قَالَ سَمِعْتُ اَبِي يَقُوْلُ حَدَّثَنَا اَبُوْ عُثْمَانَ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ مَنِ اشْتَرٰى شَاةً مُّحَفَّلَةً فَرَدَّهَا فَلْيَرُدَّ مَعَهَا صَاعًا' وَنَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ تُلَقَّى الْبُيُوْعُ.

[طرف الحدیث: ٢١٦٤] (صحیح مسلم: ١٥١٨' الرقم المسلسل: ٣٧١٣' سنن ترمذی: ١٢٢٠' سنن ابن ماجہ: ٢١٨٠)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معتمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے اپنے والد کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ ہمیں ابوعثمان نے حدیث بیان کی از حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ' انہوں نے کہا: جس نے ایسی بکری خریدی جس کے تھنوں میں دودھ جمع کیا ہوا تھا' پھر اس کو واپس کیا تو وہ اس کے ساتھ ایک صاع بھی واپس کرے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فروخت کرنے والوں سے پہلے ملاقات کرنے سے منع فرمایا' یعنی ان کے شہر پہنچنے سے پہلے۔

حدیث مذکور کے رجال

(١) مسدد (٢) معتمر بن سلیمان (٣) ان کے والد سلیمان بن طرخان (٤) ابوعثمان عبدالرحمان بن مل النہدی' یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں اسلام لے آئے تھے اور آپ کو صدقات ادا کیے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں کئی جہاد کیے تھے' یہ ٩٥ ھ میں ١٣٠ سال کی عمر گزار کر فوت ہو گئے تھے (٥) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ١١ ص ٣٩٢)

اس حدیث کی شرح کے لیے اس سے پہلی حدیث کا مطالعہ فرمائیں۔

٢١٥٠ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ' عَنْ اَبِي الزِّنَادِ' عَنِ الْاَعْرَجِ' عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَلَقَّوُا الرُّكْبَانَ' وَلَا يَبِيْعُ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَيْعِ بَعْضٍ' وَلَا تَنَاجَشُوْا' وَلَا يَبِيْعُ حَاضِرٌ لِّبَادٍ' وَلَا تُصَرُّوا الْغَنَمَ' وَمَنِ ابْتَاعَهَا فَهُوَ بِخَيْرِ النَّظَرَيْنِ بَعْدَ اَنْ يَّحْتَلِبَهَا اِنْ رَضِيَهَا اَمْسَكَهَا' وَاِنْ سَخِطَهَا رَدَّهَا وَصَاعًا مِّنْ تَمْرٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم (شہر کی طرف آنے والے) سواروں سے ملاقات نہ کرو اور تم میں سے کوئی دوسرے کی بیع پر بیع نہ کرے اور تم نجش نہ کرو اور شہر والا دیہات والے کے لیے بیع نہ کرے اور تم بکریوں کے تھنوں میں دودھ جمع نہ کرو اور جو اس کو خرید لے اس کو دو چیزوں میں سے بہتر کا اختیار ہے' اس کا دودھ دوہنے کے بعد اگر وہ اس سے راضی ہو تو اس کو رکھ لے اور اگر اس سے ناراض ہو تو اس کو واپس کر دے اور اس کے ساتھ ایک صاع کھجوریں بھی دے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے' صحیح البخاری: ۲۱۴۸' اور ۲۱۴۰ کا مطالعہ فرمائیں۔

٦٥ - بَابُ اِنْ شَآءَ رَدَّ الْمُصَرَّاةَ وَفِیْ حَلْبَتِهَا صَاعٌ مِّنْ تَمْرٍ

اگر چاہے تو مصراۃ کو واپس کر دے اور اس کے دودھ کے عوض ایک صاع کھجوریں دے

٢١٥١ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو قَالَ حَدَّثَنَا الْمَكِّیُّ قَالَ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَیْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ زِیَادٌ اَنَّ ثَابِتًا مَوْلٰی عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ زَیْدٍ اَخْبَرَهٗ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ یَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنِ اشْتَرٰی غَنَمًا مُّصَرَّاةً فَاحْتَلَبَهَا' فَاِنْ رَّضِیَهَا اَمْسَکَهَا' وَاِنْ سَخِطَهَا فَفِیْ حَلْبَتِهَا صَاعٌ مِّنْ تَمْرٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عمرو نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں مکی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے زیاد نے خبر دی کہ عبدالرحمان بن زید کے مولیٰ ثابت نے ان کو خبر دی کہ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ سے سنا ہے' وہ بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے ایسی بکری خریدی جس کے تھنوں میں دودھ جمع کیا گیا تھا' پھر اس کا دودھ دوہا' پس اگر وہ اس سے راضی ہے تو اس کو رکھ لے اور اگر اس سے ناراض ہے تو اس کے دوہے ہوئے دودھ کے عوض ایک صاع کھجوریں دے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے' صحیح البخاری: ۲۱۴۸ کا مطالعہ فرمائیں۔

٦٦ - بَابُ بَیْعِ الْعَبْدِ الزَّانِیْ

زانی غلام کی بیع

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ زانی غلام کے زنا کے عیب کو بیان کر کے اس کی بیع جائز ہے۔

وَقَالَ شُرَیْحٌ اِنْ شَاءَ رَدَّ مِنَ الزِّنٰی.

اور شریح نے کہا ہے کہ اگر خریدار چاہے تو زنا (کے عیب) کی وجہ سے بیع مسترد کر دے۔

شریح سے مراد قاضی شریح بن الحارث الکندی ہیں' اس تعلیق کو امام سعید بن منصور نے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے۔

اس تعلیق کا متن اس طرح ہے:

ابن سیرین بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کسی آدمی سے ایک باندی خریدی' وہ زنا کرتی تھی' خریدار کو اس کا علم نہیں تھا' اس نے قاضی شریح کے پاس مقدمہ پیش کیا' شریح نے فیصلہ کیا کہ اگر خریدار چاہے تو زنا کے عیب کی وجہ سے بیع مسترد کر دے۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ فقہاء احناف کے نزدیک زنا' باندی میں عیب ہے' غلام میں عیب نہیں ہے' کیونکہ باندی اگر زنا کرتی ہے تو اس سے مقصود حاصل نہیں ہوگا' کیونکہ باندی سے مقصود اس سے مباشرت کرنا ہے یا اس سے اولاد کو حاصل کرنا ہے' اور جب باندی زنا کرے گی تو اس سے جو اولاد حاصل ہوگی' اس کے لیے یہ باعث عار ہوگا' اور غلام سے مقصود کام کرانا اور خدمت لینا ہے اور اگر وہ زنا کرتا ہے تو اس سے اس کی کارکردگی متاثر نہیں ہوگی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۳۹۶)

٢١٥٢ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ یُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّیْثُ قَالَ حَدَّثَنِیْ سَعِیْدٌ الْمَقْبُرِیُّ' عَنْ اَبِیْهِ' عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّهٗ سَمِعَهٗ یَقُوْلُ قَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے سعید المقبری نے حدیث بیان کی از والد خود از

النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا زَنَتِ الْأَمَةُ فَتَبَيَّنَ زِنَاهَا فَلْيَجْلِدْهَا وَلَا يُثَرِّبْ، ثُمَّ إِنْ زَنَتْ فَلْيَجْلِدْهَا وَلَا يُثَرِّبْ، ثُمَّ إِنْ زَنَتِ الثَّالِثَةَ فَلْيَبِعْهَا وَلَوْ بِحَبْلٍ مِّنْ شَعَرٍ. [اطراف الحدیث: ۲۱۵۳-۲۲۳۳-۲۲۳۴-۲۵۵۵-۶۸۳۷-۶۸۳۹] (صحیح مسلم: ۱۷۰۳، الرقم المسلسل: ۴۳۳۶، سنن ابوداؤد: ۴۴۷۱، سنن کبریٰ: ۷۲۴۴، مسند احمد ج ۲ ص ۴۲۲ طبع قدیم، مسند احمد: ۹۴۷۰، ج ۱۵ ص ۲۸۲، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جب باندی زنا کرے اور اس کا زنا ظاہر ہو جائے تو اس کو کوڑے مارے جائیں اور اس کو ملامت نہ کی جائے، پھر اگر وہ (دوبارہ) زنا کرے تو پھر اس کو کوڑے مارے جائیں اور اس کو زیادہ ملامت نہ کی جائے، پر اگر وہ تیسری بار زنا کرے تو وہ اس کو فروخت کر دے خواہ بالوں کی ایک رسی کے عوض۔

مارنے کے علاوہ ملامت نہ کرنے کی توجیہ اور بالوں کی رسّی سے مقصود کیا ہے؟

علامہ بدرالدین محمود بن احمد حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: اس کو ملامت نہ کی جائے، اس کا معنی یہ ہے کہ اس کو عار نہ دلایا جائے اور اس کو زبان سے ایذاء نہ پہنچائی جائے اور اس کی حد میں اضافہ نہ کیا جائے، علامہ خطابی نے کہا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ صرف ملامت پر اکتفاء نہ کی جائے بلکہ اس کو مار لگائی جائے۔

میں کہتا ہوں: اس حدیث میں کوڑے مارنے کا جو ذکر ہے، اس سے مراد ایسے کوڑے نہیں ہیں جو فوجی سزاؤں میں مروج ہیں بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ اس کو درخت کی شاخ سے پیٹا جائے اور جسم کے نازک حصوں پر نہ مارا جائے۔

اس حدیث میں مذکور ہے: خواہ اس کو بالوں کی رسّی کے عوض فروخت کر دیا جائے، اس کلام سے اس کو فروخت کرنے میں مبالغہ کرنا مقصود ہے اور رسّی کے ذکر سے مراد اس کو کم قیمت پر فروخت کرنا ہے اور اس کی قیمت میں بے رغبتی کو ظاہر کرنا ہے۔

زنا کے عیب کی وجہ سے غلام یا باندی کے عیب میں مذاہب فقہاء

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ زانی غلام کو فروخت کرنا جائز ہے، اہل ظاہر نے کہا: اس کو فروخت کرنا واجب ہے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ زنا کرنا باندی میں عیب ہے، غلام میں عیب نہیں ہے سوا اس صورت کے کہ وہ غلام زنا کرنے کا عادی ہو۔

اگر باندی زنا کرتی ہو تو اس کو پچاس کوڑے لگائے جائیں گے، اس کا ثبوت اس حدیث سے ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر ایک شخص نے کہا کہ اس کی باندی نے زنا کیا ہے اور اس کا زنا ظاہر ہو چکا ہے، آپ نے فرمایا: اس کو پچاس کوڑے مارو، وہ آپ کے پاس پھر آیا اور اس نے بتایا کہ اس باندی نے پھر زنا کیا ہے اور اس کا زنا ظاہر ہو چکا ہے، آپ نے فرمایا: اس کو پچاس کوڑے مارو، وہ آپ کے پاس پھر آیا اور اس نے کہا: اس نے پھر زنا کیا ہے، آپ نے فرمایا: اس کو پچاس کوڑے مارو، وہ آپ کے پاس پھر آیا اور اس نے کہا: اس نے پھر زنا کیا ہے، آپ نے فرمایا: اس کو فروخت کر دو، خواہ بالوں کی ایک رسّی کے عوض۔ (سنن کبریٰ للنسائی: ۷۲۱۷-۷۲۱۵، ج ۶ ص ۴۵۵-۴۵۴، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

صحابہ اور تابعین میں سے حضرت ابن مسعود، حضرت ابوبرزہ، حضرت ابن عمر اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم، ابراہیم نخعی، عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ، علقمہ، اسود، ابوجعفر محمد بن علی اور ابومیسرہ رحمہم اللہ نے کہا: ایسی باندی کو کوڑے مارے یا کوڑے مارنے کا حکم ہے۔

امام مالک نے یہ کہا ہے کہ زنا کرنا غلام اور باندی دونوں میں عیب ہے اور اس وجہ سے اس بیع کو مسترد کر دیا جائے گا' امام احمد' اسحاق اور ابوثور کا بھی یہی قول ہے' اور امام شافعی یہ کہتے ہیں کہ ہر وہ چیز جس سے ثمن میں کمی ہو جائے' وہ عیب ہے۔

باندی کو کوڑے لگانے کا فریضہ اس کے مالک کا ہے یا سلطان کا؟

اس میں بھی اختلاف ہے کہ اس باندی کو کوڑے کون مارے گا؟ امام مالک' امام شافعی اور امام احمد یہ کہتے ہیں کہ اس کا مالک اس کو کوڑے مارے گا اور امام ابوحنیفہ یہ فرماتے ہیں کہ حد صرف امام لگا سکتا ہے اور تعزیر دوسرے لوگ بھی لگا سکتے ہیں۔

باندی کو کوڑے مارنے اور دیگر اُمور کا سلطان کے ذمہ ہونا

حسن بصری بیان کرتے ہیں کہ چار چیزیں سلطان کی طرف مفوّض ہیں: (۱) زکوٰۃ وصول کرنا (۲) نماز پڑھانا (۳) حدود جاری کرنا (۴) اور مقدمات کا فیصلہ کرنا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۹۰۲۹' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۸۴۳۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

ابن مُحیریز نے کہا: جمعہ' حدود' زکوٰۃ اور فئے سلطان کے ذمہ ہیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۹۰۳۰' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۸۴۳۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

عطاء خراسانی نے کہا: زکوٰۃ' جمعہ اور حدود سلطان کے ذمہ ہیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۹۰۳۱' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۸۴۴۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

غلام کو رجم کرنے کے متعلق اختلافِ ائمہ

ائمہ اربعہ اس پر متفق ہیں کہ جب ایک شخص زنا کرے اور اس پر حد لگا دی جائے' پھر وہ دوبارہ زنا کرے تو اس پر دوبارہ حد لگائی جائے گی' یعنی اس کو دوبارہ کوڑے مارے جائیں گے' البتہ رجم میں اختلاف ہے۔

امام ابوحنیفہ کے نزدیک رجم کے لیے سات اُمور شرط ہیں: (۱) آزاد ہونا (۲) عاقل ہونا (۳) بالغ ہونا (۴) مسلمان ہونا (۵) مباشرت کرنا (۶) نکاح صحیح کے ساتھ مباشرت کرنا (۷) فریقین کا حالت دخول میں محصن ہونا' اگر مرد غلام ہو یا بچہ ہو یا مجنون ہو یا کافر ہو اور عورت مسلمان ہو اور عاقلہ اور بالغہ ہو تو دونوں فریق محصن نہیں ہیں' اس لیے ان پر حد جاری نہیں ہوگی۔

امام ابویوسف یہ کہتے ہیں کہ رجم کے لیے احصان شرط نہیں ہے' امام شافعی اور امام احمد کا بھی یہی قول ہے' ان کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دو یہودیوں کو رجم کیا تھا' ہم کہتے ہیں کہ آپ نے رجم کے احکام نازل نہ ہونے کے وقت تورات کے موافق یہ فیصلہ کیا تھا اور یہ اس وقت کی بات ہے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نئے نئے مدینہ میں تشریف لائے تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۳۹۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۲۱۵۴'۲۱۵۳ - حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ' عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ' عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ وَزَيْدِ بْنِ خَالِدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ عَنِ الْاَمَةِ اِذَا زَنَتْ وَلَمْ تُحْصِنْ قَالَ اِنْ زَنَتْ فَاجْلِدُوْهَا' ثُمَّ اِنْ زَنَتْ فَاجْلِدُوْهَا' ثُمَّ اِنْ زَنَتْ فَبِيْعُوْهَا وَلَوْ بِضَفِيْرٍ. قَالَ ابْنُ شِهَابٍ لَّا اَدْرِيْ' بَعْدَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از عبید اللہ بن عبد اللہ از حضرت ابوہریرہ وحضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے باندی کے متعلق سوال کیا گیا کہ جب وہ زنا کرے اور وہ محصنہ (یعنی مسلمان' پاک دامن' آزاد اور شادی شدہ) نہ ہو؟ آپ نے فرمایا: اگر وہ زنا کرے تو اس کو کوڑے مارو' اگر پھر وہ زنا کرے تو اس کو پھر کوڑے

الثَّالِثَةِ اَوِ الرَّابِعَةِ.

ماور اور اگر وہ پھر زنا کرے تو اس کو فروخت کردو' خواہ ایک رتی کے عوض۔ ابن شہاب نے کہا: مجھے معلوم نہیں کہ آپ نے تیسری بار فرمایا یا چوتھی بار فرمایا۔

اس حدیث کی شرح' اس سے پہلی حدیث: ٢١٥٢ میں گزر چکی ہے۔

٦٧ - بَابُ الْبَيْعِ وَالشِّرَاءِ مَعَ النِّسَاءِ

عورتوں سے خرید وفروخت

٢١٥٥ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا دَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرْتُ لَهُ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِشْتَرِيْ وَاَعْتِقِيْ، فَاِنَّ الْوَلَاءَ لِمَنْ اَعْتَقَ. ثُمَّ قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْعَشِيِّ، فَاَثْنٰى عَلَى اللّٰهِ بِمَا هُوَ اَهْلُهُ، ثُمَّ قَالَ مَا بَالُ اُنَاسٍ يَشْتَرِطُوْنَ شُرُوْطًا لَيْسَ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ، مَنِ اشْتَرَطَ شَرْطًا لَيْسَ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ فَهُوَ بَاطِلٌ، وَاِنِ اشْتَرَطَ مِائَةَ شَرْطٍ، شَرْطُ اللّٰهِ اَحَقُّ وَاَوْثَقُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از زہری' انہوں نے کہا کہ عروہ بن زبیر نے کہا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میرے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے' میں نے آپ سے ذکر کیا (کہ یہودی حضرت بریرہ کی وَلاء کا سوال کرتے ہیں) تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم بریرہ کو خریدو اور آزاد کردو' کیونکہ وَلاء اس کی ہوتی ہے جو آزاد کرتا ہے' پھر شام کے وقت آپ کھڑے ہوئے اور آپ نے اللہ تعالیٰ کی ایسی ثناء کی جس کا وہ اہل ہے' پھر آپ نے فرمایا: ان لوگوں کا کیا حال ہے جو ایسی شرطیں لگاتے ہیں جو اللہ کی کتاب میں نہیں ہیں' جس شخص نے ایسی کوئی شرط لگائی جو اللہ کی کتاب میں نہیں ہے' سو وہ باطل شرط ہے خواہ وہ سو شرطیں لگائے' اللہ کی (کتاب کے موافق) شرط ہی حق دار ہے اور وہی معتمد ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٤٥٦ میں گزر چکی ہے۔

٢١٥٦ - حَدَّثَنَا حَسَّانُ بْنُ اَبِيْ عَبَّادٍ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ قَالَ سَمِعْتُ نَافِعًا يُحَدِّثُ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا سَاوَمَتْ بَرِيْرَةَ، فَخَرَجَ اِلَى الصَّلٰوةِ، فَلَمَّا جَاءَ قَالَتْ اِنَّهُمْ اَبَوْا اَنْ يَّبِيْعُوْهَا اِلَّا اَنْ يَّشْتَرِطُوا الْوَلَاءَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ اَعْتَقَ. قُلْتُ لِنَافِعٍ حُرًّا كَانَ زَوْجُهَا اَوْ عَبْدًا؟ فَقَالَ مَا يُدْرِيْنِيْ.

[اطراف الحدیث: ٢١٦٩-٢٥٦٢-٦٧٥٢-٦٧٥٧-٦٧٥٩]

(صحیح مسلم: ١٥٠٤' الرقم المسلسل: ٣٦٦٧' سنن ابوداؤد: ٢٩١٥' سنن

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حسان بن ابی عباد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے نافع سے سنا' وہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے حدیث روایت کرتے ہیں' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنی باندی حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کی قیمت لگا رہی تھیں (تاکہ ان کو خرید کر آزاد کردیں) اس اثناء میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لیے (مسجد) تشریف لے گئے' پھر جب آپ تشریف لائے تو حضرت عائشہ نے کہا کہ (حضرت بریرہ کے مالکوں نے) اپنے لیے وَلاء کی شرط کے بغیر ان کو فروخت کرنے سے انکار کردیا ہے' تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وَلاء اسی کی ہوتی ہے جو آزاد کرتا ہے۔ راوی کہتا ہے: میں

نسائی: ۴۶۵۳' مسند احمد ج ۲ ص ۱۱۳ طبع قدیم)

نے نافع سے پوچھا کہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کے شوہر آزاد تھے یا غلام؟ تو انہوں نے کہا: مجھے معلوم نہیں۔

حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا قبطیہ تھیں' ان کے شوہر کا نام حضرت مغیث رضی اللہ عنہ تھا' وَلاء کا معنی ہے: اگر کسی غلام یا باندی کو آزاد کر دیا جائے' پھر وہ مال دار ہو جائے تو اگر اس کا کوئی نسبی وارث نہ ہو تو پھر اس کا ترکہ اس کے آزاد کرنے والے کو دیا جاتا ہے اور اس کو عصبہ سببی کہتے ہیں۔ اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۴۵۶ میں گزر چکی ہے۔

٦٨ - بَابٌ هَلْ يَبِيْعُ حَاضِرٌ لِّبَادٍ بِغَيْرِ اَجْرٍ؟ وَهَلْ يُعِيْنُهُ اَوْ يَنْصَحُهُ؟

آیا کوئی شہری کسی دیہاتی کا سامان کسی اُجرت (کمیشن) کے بغیر فروخت کر سکتا ہے؟ اور کیا وہ دیہاتی کی مدد کر سکتا ہے یا اس کی خیر خواہی کر سکتا ہے؟

اس باب کو لانے سے امام بخاری کا منشاء یہ ہے کہ شہری کو جو منع کیا گیا ہے کہ وہ دیہاتی کا سامان فروخت نہ کرے' وہ ممانعت اس صورت پر محمول ہے جب شہری دیہاتی سے کمیشن لے کر اس کا سامان فروخت کرے کیونکہ جو کمیشن لے کر اس کا مال فروخت کرے گا' اس کی غرض بائع کی خیر خواہی نہیں ہوگی بلکہ اس کو صرف اپنے کمیشن سے سروکار ہوگا' لیکن جب وہ بغیر کسی کمیشن کے بائع کا مال فروخت کرے گا تو وہ اس کی خیر خواہی اور اعانت کی وجہ سے ایسا کرے گا جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ شہری دیہاتی کا دلال نہ بنے۔

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اسْتَنْصَحَ اَحَدُكُمْ اَخَاهُ فَلْيَنْصَحْ لَهٗ.

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اور جب تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی سے نصیحت طلب کرے تو وہ اس کی خیر خواہی کرے۔

امام بخاری نے اس تعلیق کو اس لیے ذکر کیا ہے تاکہ یہ معلوم ہو کہ جب کوئی شہری بغیر کمیشن کے دیہاتی کا مال فروخت کرے تو پھر یہ جائز ہے' اس تعلیق کا مکمل متن اس طرح ہے:

حکیم بن ابی یزید بیان کرتے ہیں کہ مجھے میرے والد رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں کو (ان کے حال پر) چھوڑ دو' اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کو بعض (دوسرے) لوگوں کی وجہ سے رزق دیتا ہے' اور جب تم سے کوئی شخص نصیحت طلب کرے تو وہ اس کی خیر خواہی کرے۔ (الحدیث) (مسند احمد ج ۲ ص ۵۱۲ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۰۶۳۹۔ ج ۱۶ ص ۳۸۰' مؤسسة الرسالة' بیروت)

وَرَخَّصَ فِيْهِ عَطَاءٌ.

اور اس میں عطاء نے رخصت دی ہے۔

یعنی عطاء بن ابی رباح نے شہری کی دیہاتی سے بیع کی رخصت دی ہے اور ان میں تطبیق اس طرح ہے کہ شہری کی دیہاتی سے بیع کی ممانعت اس صورت پر محمول ہے جب وہ دیہاتی سے کمیشن لے کر اس کا سامان فروخت کرے اور جب وہ بغیر کمیشن کے اس کا سامان فروخت کرے تو پھر یہ جائز ہے اور عطاء بن ابی رباح کا رخصت دینا بھی اسی پر محمول ہے۔

۲۱۵۷ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ' عَنْ اِسْمَاعِيْلَ' عَنْ قَيْسٍ قَالَ سَمِعْتُ جَرِيْرًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ بَايَعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى شَهَادَةِ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ' وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ' وَاِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ'

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از اسماعیل از قیس' انہوں نے کہا: میں نے حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے سنا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس پر بیعت کی: اس کی شہادت کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ

وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ.

کے رسول ہیں اور نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ دینے پر اور (حاکم کے احکام) سننے اور ان کی اطاعت کرنے پر اور ہر مسلمان کی خیر خواہی کرنے پر۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۵۷ میں گزر چکی ہے۔

۲۱۵۸ - حَدَّثَنَا الصَّلْتُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا طَاوُسٌ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَلَقَّوُا الرُّكْبَانَ وَلَا يَبِيعُ حَاضِرٌ لِبَادٍ قَالَ فَقُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ مَا قَوْلُهُ لَا يَبِيعُ حَاضِرٌ لِبَادٍ. قَالَ لَا يَكُونُ لَهُ سِمْسَارًا. [اطراف الحدیث: ۲۱۶۳-۲۲۷۴] (صحیح مسلم: ۱۵۲۱' الرقم المسلسل: ۳۷۱۶' سنن ابوداؤد: ۳۴۳۹' سنن نسائی: ۲۵۰۷' سنن ابن ماجہ: ۲۱۷۷)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الصلت بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے حدیث بیان کی از عبداللہ بن عبدالواحد' انہوں نے کہا: ہمیں طاؤس نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: (دیہات سے آنے والے) سواروں سے ملاقات نہ کرو اور شہری دیہاتی سے بیع نہ کرے۔ طاؤس نے کہا: میں نے حضرت ابن عباس سے پوچھا کہ اس ارشاد کا کیا معنی ہے: شہری دیہاتی سے بیع نہ کرے؟ انہوں نے کہا: اس کا معنی ہے: وہ اس کے لیے دلال (کمیشن ایجنٹ) نہ بنے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) الصلت بن محمد بن عبدالرحمان (۲) عبدالواحد بن زیاد العبدی (۳) معمر بن راشد (۴) عبداللہ بن طاؤس (۵) ان کے والد طاؤس بن کیسان (۶) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ص ۴۰۲)

٦٩ - بَابُ مَنْ كَرِهَ أَنْ يَبِيعَ حَاضِرٌ لِبَادٍ بِأَجْرٍ

جس نے اس کو مکروہ قرار دیا کہ شہری آدمی کمیشن لے کر دیہاتی کا مال فروخت کرے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بھی یہی قول ہے۔

اس تعلیق کے موافق حدیث' صحیح البخاری: ۲۱۵۸ میں گزر چکی ہے۔

۲۱۵۹ - حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ صَبَّاحٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَلِيٍّ الْحَنَفِيُّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِينَارٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ نَهٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَبِيعَ حَاضِرٌ لِبَادٍ، وَبِهِ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ.

مجھے عبداللہ بن صباح نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعلی الحنفی نے حدیث بیان کی از عبدالرحمان بن عبداللہ بن دینار' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ شہری دیہاتی کے لیے بیع کرے' اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بھی یہی قول ہے۔

٧٠ - بَابُ لَا يَبِيعُ حَاضِرٌ لِبَادٍ بِالسَّمْسَرَةِ

وَكَرِهَهُ ابْنُ سِيرِينَ وَإِبْرَاهِيمُ لِلْبَائِعِ وَالْمُشْتَرِي.

شہری آدمی کمیشن لے کر دیہاتی کے لیے بیع نہ کرے

اور ابن سیرین اور ابراہیم نے اس کمیشن کو بائع اور خریدار کے لیے مکروہ قرار دیا۔

اس تعلیق کے موافق حدیث' امام ابن عوانہ نے اپنی صحیح میں روایت کی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١١ ص ٤٠٣)

وَقَالَ اِبْرَاهِيْمُ اِنَّ الْعَرَبَ تَقُوْلُ بِعْ لِيْ ثَوْبًا' وَهِيَ تَعْنِي الشِّرَاءَ.

اور ابراہیم نے کہا: عرب کہتے ہیں کہ میرے لیے اس کپڑے کی بیع کرو اور ان کی مراد اس سے کپڑا خریدنا ہوتا ہے۔

اس تعلیق سے امام بخاری کی مراد یہ ہے کہ بیع کا لفظ خریدنے کے معنی میں بھی آتا ہے۔

٢١٦٠ - **حَدَّثَنَا** الْمَكِّيُّ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اَخْبَرَنِي ابْنُ جُرَيْجٍ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ' عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَبْتَاعُ الْمَرْءُ عَلٰى بَيْعِ اَخِيْهِ' وَلَا تَنَاجَشُوْا' وَلَا يَبِيْعُ حَاضِرٌ لِّبَادٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مکی بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابن جریج نے خبر دی از ابن شہاب از سعید بن المسیب' انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی شخص اپنے بھائی کی بیع پر بیع نہ کرے اور نہ نجش کرو اور نہ دیہاتی شہری کے لیے بیع کرے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢١٤٠ میں گزر چکی ہے۔

٢١٦١ - **حَدَّثَنَا** مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنَا مُعَاذٌ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ' عَنْ مُحَمَّدٍ قَالَ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ نُهِيْنَا اَنْ يَبِيْعَ حَاضِرٌ لِّبَادٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معاذ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن عون نے حدیث بیان کی از محمد' انہوں نے کہا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہمیں اس سے منع کیا گیا ہے کہ شہری دیہاتی سے بیع کرے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے بھی' صحیح البخاری: ٢١٤٠ کا مطالعہ فرمائیں۔

٧١ - بَابُ النَّهْيِ عَنْ تَلَقِّي الرُّكْبَانِ — سواروں سے ملاقات کی ممانعت

اس باب میں اس سے منع کیا گیا ہے کہ جب دیہاتی اپنا سامان فروخت کرنے کے لیے شہر کی طرف آئیں تو شہری ان کے شہر کی منڈیوں میں پہنچنے سے پہلے ان سے ملاقات کرلیں اور ان کا سامان خرید لیں۔

وَاَنَّ بَيْعَهٗ مَرْدُوْدٌ' لِاَنَّ صَاحِبَهٗ عَاصٍ اٰثِمٌ اِذَا كَانَ بِهٖ عَالِمًا' وَهُوَ خِدَاعٌ فِي الْبَيْعِ' وَالْخِدَاعُ لَا يَجُوْزُ.

اور اس شہری کی بیع مردود ہے کیونکہ ایسی بیع کرنے والا نافرمان گناہ گار ہے جب کہ اسے اس بیع کی ممانعت کا علم ہو اور یہ بیع میں دھوکا ہے اور دھوکا جائز نہیں ہے۔

سواروں سے ملاقات کرنے میں مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی لکھتے ہیں:

ابن حزم اور اہل ظاہر نے کہا ہے کہ سواروں کا دیہاتیوں سے ملاقات کرنا حرام ہے اور یہ بیع باطل ہے۔

ابن المنذر نے کہا ہے کہ امام مالک' لیث اور اوزاعی کے نزدیک دیہاتی کا مال خریدنے کے لیے شہری کا دیہاتی سے ملاقات کرنا حرام ہے' امام مالک نے یہ کہا ہے کہ جب تک دیہاتی شہر کی منڈیوں میں نہ پہنچ جائیں ان سے شہریوں کا ملاقات کرنا جائز نہیں ہے۔ امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب نے یہ کہا ہے کہ جب شہری سواروں کی دیہاتیوں سے ملاقات ایسی جگہ پر ہو' جس سے انہیں ضرر

نہ ہوتو پھران سے ملاقات کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۴۰۶)

فقہاء احناف نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں سواروں سے طعام خرید لیتے تھے' پھر آپ نے ہمارے پاس کسی کو بھیج کر اس سے منع فرمایا کہ جس جگہ سے انہوں نے طعام (غلہ) خریدا ہے' وہیں اس کو فروخت کر دیں حتیٰ کہ اس طعام کو اس جگہ منتقل کیا جائے جہاں اس کو فروخت کیا جاتا ہے۔ (صحیح البخاری: ۲۱۲۳' شرح معانی الآثار: ۵۳۸۰)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سواروں سے شہریوں کی ملاقات کی مطلقاً ممانعت نہیں تھی جب ہی تو وہ اس سے طعام خرید لیتے تھے' اور اس باب کی حدیث: ۲۱۶۲ سے معلوم ہوا کہ دیہات سے آنے والے سواروں سے ملاقات کرنا ممنوع ہے' ان حدیثوں میں بہ ظاہر تعارض ہے۔ امام طحاوی نے کہا ہے کہ ان حدیثوں میں تطبیق اس طرح ہو سکتی ہے کہ اُس جگہ سواروں سے ملاقات ممنوع ہے جہاں ان کو ضرر ہو اور جہاں ان کو ضرر نہ ہو' وہاں ان سے ملاقات مباح ہے اور سواروں کے منڈیوں میں پہنچنے سے پہلے اگر شہری ان کا مال خریدنے کے لیے ان سے ملاقات کریں تو اس سے ان کو ضرر ہوگا اور جب وہ شہر کی منڈیوں میں پہنچ جائیں تو پھر ان کو ضرر نہیں ہو گا' اس لیے وہاں ان سے ملاقات کرنا مباح ہے۔

فقہاء احناف کے اس مؤقف پر امام طحاوی نے اس حدیث سے بھی استدلال کیا ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سواروں سے مال لینے کے لیے ان سے ملاقات نہ کرو پس جس نے ان سے ملاقات کر کے مال خرید لیا تو سوار جب منڈی میں پہنچے گا تو اس کو اختیار ہے۔

(مسند احمد ج ۲ ص ۴۸۸۔ ۴۱۰' شرح معانی الآثار: ۵۳۸۲)

امام طحاوی متوفی ۳۲۱ ھ فرماتے ہیں: اس حدیث میں سواروں کے ساتھ ملاقات کرنے سے منع فرمایا ہے' پھر بائع کو یہ اختیار دیا ہے کہ وہ منڈی میں پہنچ کر اس بیع کو فسخ کر سکتا ہے' اختیار اسی بیع میں دیا جاتا ہے جو بیع صحیح ہو' بیع فاسد میں اختیار نہیں دیا جاتا' پس اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سواروں سے ملاقات کرنا مطلقاً ممنوع نہیں ہے۔

(شرح معانی الآثار ج ۳ ص ۳۶۸۔ ۳۶۷' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

۲۱۶۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ الْعُمَرِيُّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ التَّلَقِّي، وَأَنْ يَبِيعَ حَاضِرٌ لِبَادٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوہاب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبید اللہ العمری نے حدیث بیان کی از سعید بن ابی سعید از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (دیہاتی) سواروں سے ملاقات کرنے سے اور شہری کی دیہاتی سے بیع سے منع فرمایا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۱۴۰ میں گزر چکی ہے۔

۲۱۶۳ - حَدَّثَنِي عَيَّاشُ بْنُ الْوَلِيدِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلٰى قَالَ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا مَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عیاش بن الولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الاعلیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے حدیث بیان کی از ابن طاؤس از والد

مَعْنٰى قَوْلِهِ لَا يَبِيعَنَّ حَاضِرٌ لِبَادٍ؟ فَقَالَ لَا يَكُنْ لَهُ سِمْسَارًا.

خود انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد کا کیا معنی ہے کہ کوئی شہری دیہاتی سے بیع نہ کرے؟ انہوں نے کہا کہ وہ اس کے لیے دلال (کمیشن ایجنٹ) نہ بنے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۱۵۸ میں ملاحظہ فرمائیں۔

۲۱٦٤ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ حَدَّثَنِي التَّيْمِيُّ، عَنْ اَبِيْ عُثْمَانَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ مَنِ اشْتَرٰى مُحَفَّلَةً فَلْيَرُدَّ مَعَهَا صَاعًا، قَالَ وَنَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ تَلَقِّي الْبُيُوْعِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زُریع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے التیمی نے حدیث بیان کی از ابی عثمان از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے کہا کہ جس نے ایسا جانور خریدا جس کے تھنوں میں دودھ جمع کیا ہوا تھا' وہ اس کے ساتھ ایک صاع (کھجوریں) بھی واپس کرے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سواروں سے مال خریدنے کے لیے ملاقات سے منع فرمایا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۱۴۹ میں گزر چکی ہے۔

۲۱٦٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَبِيْعُ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَيْعِ بَعْضٍ، وَلَا تَلَقَّوُا السِّلَعَ حَتّٰى يُهْبَطَ بِهَا اِلَى السُّوْقِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص دوسرے کی بیع پر بیع نہ کرے اور تم مال خریدنے کے لیے سواروں سے ملاقات نہ کرو حتیٰ کہ وہ مال بازار میں لے جایا جائے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۱۴۹ میں گزر چکی ہے۔

۷۲ - بَابُ مُنْتَهَى التَّلَقِّيْ

(سواروں سے) ملاقات کی ممانعت کی انتہاء کی جگہ

۲۱٦٦ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كُنَّا نَتَلَقَّى الرُّكْبَانَ فَنَشْتَرِيْ مِنْهُمُ الطَّعَامَ فَنَهَانَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ نَبِيْعَهُ حَتّٰى نَبْلُغَ بِهِ سُوْقَ الطَّعَامِ. قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ هٰذَا فِيْ اَعْلَى السُّوْقِ، يُبَيِّنُهُ حَدِيْثُ عُبَيْدِ اللّٰهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جویریہ نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم سواروں سے ملاقات کرتے تھے' اور ان سے طعام خریدتے تھے تو ہم کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس طعام کے فروخت کرنے سے منع فرمایا حتیٰ کہ ہم اس کو غلہ کی منڈی میں پہنچا دیں۔ امام بخاری نے کہا: اس سے مراد بازار کی بلند جگہ ہے جس کا عبیداللہ کی حدیث میں بیان ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۱۲۳ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں واضح طور پر امام طحاوی کے قول کے مطابق فقہاء احناف کے مذہب کی دلیل ہے۔

۲۱۶۷ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنِي نَافِعٌ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ كَانُوا يَبْتَاعُونَ الطَّعَامَ فِي أَعْلَى السُّوقِ، فَيَبِيعُونَهُ فِي مَكَانِهِمْ، فَنَهَاهُمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَبِيعُوهُ فِي مَكَانِهِ حَتَّى يَنْقُلُوهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از عبید اللہ' انہوں نے کہا: مجھے نافع نے حدیث بیان کی از حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ لوگ بازار کی بلند جگہ میں غلّہ خریدتے تھے' پھر اس کو اسی جگہ پر فروخت کرتے تھے تو ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی جگہ فروخت کرنے سے منع فرمایا' حتیٰ کہ اس کو دوسری جگہ منتقل کرلیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۱۲۳ میں گزر چکی ہے۔

۷۳ - بَابُ إِذَا اشْتَرَطَ شُرُوطًا فِي الْبَيْعِ لَا تَحِلُّ

جب بیع میں ایسی شرائط عائد کی گئیں جو جائز نہیں ہیں

۲۱۶۸ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ جَاءَتْنِي بَرِيرَةُ فَقَالَتْ كَاتَبْتُ أَهْلِي عَلَى تِسْعِ أَوَاقٍ، فِي كُلِّ عَامٍ وَقِيَّةٌ، فَأَعِينِينِي، فَقُلْتُ إِنْ أَحَبَّ أَهْلُكِ أَنْ أَعُدَّهَا لَهُمْ وَيَكُونَ وَلَاؤُكِ لِي فَعَلْتُ. فَذَهَبَتْ بَرِيرَةُ إِلَى أَهْلِهَا فَقَالَتْ لَهُمْ فَأَبَوْا عَلَيْهَا، فَجَاءَتْ مِنْ عِنْدِهِمْ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ، فَقَالَتْ إِنِّي قَدْ عَرَضْتُ ذَلِكَ عَلَيْهِمْ فَأَبَوْا إِلَّا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْوَلَاءُ، فَسَمِعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَخْبَرَتْ عَائِشَةُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ خُذِيهَا وَاشْتَرِطِي لَهُمُ الْوَلَاءَ، فَإِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ. فَفَعَلَتْ عَائِشَةُ، ثُمَّ قَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي النَّاسِ، فَحَمِدَ اللَّهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ أَمَّا بَعْدُ، مَا بَالُ رِجَالٍ يَشْتَرِطُونَ شُرُوطًا لَيْسَتْ فِي كِتَابِ اللَّهِ، مَا كَانَ مِنْ شَرْطٍ لَيْسَ فِي كِتَابِ اللَّهِ فَهُوَ بَاطِلٌ، وَإِنْ كَانَ مِائَةَ شَرْطٍ، قَضَاءُ اللَّهِ أَحَقُّ، وَشَرْطُ اللَّهِ أَوْثَقُ، وَإِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ہشام بن عروہ از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ میرے پاس حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا آئیں اور کہا: میں نے اپنے مالکوں سے نو اوقیہ پر اس طرح مکاتبت کر لی ہے کہ میں ہر سال ایک اوقیہ (چالیس درہم) ادا کروں' سو آپ میری اعانت کیجئے' پس میں نے کہا: اگر تمہارے مالک یہ پسند کریں کہ میں ان کو یک مشت رقم دے دوں اور تمہاری وَلاء میرے لیے ہو تو میں اس طرح کر لیتی ہوں' پس حضرت بریرہ اپنے مالکوں کی طرف گئیں اور ان کو یہ بیان کیا' انہوں نے اس کا انکار کیا تو حضرت بریرہ ان کے پاس سے واپس آئیں اور اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی تشریف فرما تھے' حضرت بریرہ نے کہا: میں نے ان کے سامنے آپ کی پیش کش بیان کی تو انہوں نے اس کے سوا کوئی بات ماننے سے انکار کر دیا کہ وَلا ان کے لیے ہوگی' تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو سنا' پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعہ کی خبر دی' تو آپ نے فرمایا: تم بریرہ کو لے لو اور اس سے ولاء (لینے) کی شرط لگاؤ' کیونکہ وَلاء اس کی ہوتی ہے جو آزاد کرتا ہے' پھر حضرت عائشہ نے اسی طرح کیا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں کھڑے ہوئے' آپ نے اللہ تعالیٰ

کی حمد وثناء کی' پھر فرمایا: حمد وثناء کے بعد (میں یہ کہتا ہوں) کہ ان لوگوں کا کیا حال ہے جو ایسی شرطیں لگاتے ہیں جو کتاب اللہ میں نہیں ہیں؟ جو شرط اللہ کی کتاب میں نہ ہو' وہ باطل ہے' خواہ وہ سو شرطیں ہوں' اللہ کی شرط پوری کی جانے کی زیادہ حق دار ہے' اور اللہ کی شرط ہی معتمد ہے اور وَلاء صرف اس کے لیے ہے جو آزاد کرتا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۵٦ میں گزر چکی ہے۔

۲۱٦۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ عَائِشَةَ اُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ اَرَادَتْ اَنْ تَشْتَرِيَ جَارِيَةً فَتُعْتِقَهَا فَقَالَ اَهْلُهَا نَبِيْعُكِهَا عَلٰى اَنَّ وَلَاءَ هَا لَنَا فَذَكَرَتْ ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَا يَمْنَعُكِ ذٰلِكَ فَاِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ اَعْتَقَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے ارادہ کیا کہ ایک باندی کو خرید کر آزاد کر دیں' تو ان کے مالکوں نے کہا: ہم اس شرط پر اس کو فروخت کریں گے کہ وَلاء ہمارے لیے ہو تو انہوں نے اس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا' پس آپ نے فرمایا: ان کی شرط تمہیں خریدنے سے نہ روکے' وَلاء صرف اس کے لیے ہوتی ہے جو آزاد کرتا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۱۵٦ میں گزر چکی ہے۔

۷۴ - بَابُ بَيْعِ التَّمْرِ بِالتَّمْرِ

کھجوروں کو کھجوروں کے عوض فروخت کرنا

۲۱۷۰ - حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ مَالِكِ بْنِ اَوْسٍ قَالَ سَمِعَ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْبُرُّ بِالْبُرِّ رِبًا اِلَّا هَاءَ وَهَاءَ، وَالشَّعِيْرُ بِالشَّعِيْرِ رِبًا اِلَّا هَاءَ وَهَاءَ، وَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ رِبًا اِلَّا هَاءَ وَهَاءَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از مالک بن اویس' انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: گندم کی بیع گندم کے عوض سود ہے مگر جو نقد بہ نقد ہو' اور جَو کی بیع جَو کے عوض سود ہے مگر جو نقد بہ نقد ہو اور کھجور کی بیع کھجور کے عوض سود ہے مگر جو نقد بہ نقد ہو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۱۳۴ میں گزر چکی ہے۔

۷۵ - بَابُ بَيْعِ الزَّبِيْبِ بِالزَّبِيْبِ وَالطَّعَامِ بِالطَّعَامِ

کشمش کو کشمش کے عوض فروخت کرنا اور اناج کو اناج کے عوض

۲۱۷۱ - حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الْمُزَابَنَةِ' وَالْمُزَابَنَةُ بَيْعُ الثَّمَرِ بِالتَّمْرِ كَيْلًا' وَبَيْعُ الزَّبِيْبِ بِالْكَرْمِ كَيْلًا.

نے مزابنہ سے منع فرمایا' اور درخت پر لگی ہوئی کھجوروں کو خشک کھجوروں یا چھواروں کے عوض ناپ کر فروخت کرنے کو یا بیل پر لگے ہوئے انگوروں کو کشمش کے عوض فروخت کرنے کو مزابنہ کہتے ہیں۔

[اطراف الحدیث:۲۱۷۲-۲۱۸۵-۲۲۰۵]

تازہ پھلوں کی خشک پھلوں کے عوض بیع کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابوعمر نے کہا ہے کہ اس پر فقہاء کا اجماع ہے کہ انگور کی بیع کشمش کے عوض حرام ہے اور جو گندم خوشوں میں ہو اس کی بیع صاف گندم کے عوض حرام ہے' اس کو محاقلہ کہتے ہیں اور اول الذکر مزابنہ ہے' اور جمہور کے نزدیک اس میں کوئی فرق نہیں کہ کھجور اور انگور تازہ ہوں اور درخت پر ہوں یا کٹے ہوئے ہوں' اور امام ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ اگر انگور تازہ ہوں اور کٹے ہوئے ہوں تو ان کی کشمش کے عوض برابر برابر بیع جائز ہے۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ جو کھجوریں درخت پر لگی ہوئی ہوں' ان کی بیع خشک کھجوروں کے عوض جائز نہیں ہے کیونکہ یہ مزابنہ ہے اور اس سے منع کیا گیا ہے' لیکن جب تازہ کھجوریں درخت سے کٹی ہوئی ہوں' ان کی خشک کھجوروں کے عوض برابر برابر بیع کرنا جب کہ ان میں مماثلت کی جائے تو جمہور علماء اس کی بیع کو اس کی جنس کے ساتھ جائز نہیں کہتے' خواہ برابر ہو یا زائد ہو' امام ابویوسف اور امام محمد کا بھی یہی قول ہے اور امام ابوحنیفہ نے یہ کہا ہے کہ تازہ گندم کی بیع خشک گندم کے عوض اور خشک کھجوروں کی بیع تازہ کھجوروں کے عوض برابر برابر جائز ہے اور کمی اور زیادتی کے ساتھ جائز نہیں ہے' اسی طرح یہ بیع ادھار بھی جائز نہیں۔ (اس کے دلائل ان شاء اللہ' صحیح البخاری:۲۲۰۵ کی شرح میں آرہے ہیں)

(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۴۱۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۲۱۷۳ - حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ' عَنْ اَيُّوْبَ' عَنْ نَافِعٍ' عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الْمُزَابَنَةِ. قَالَ وَالْمُزَابَنَةُ اَنْ يَّبِيْعَ الثَّمَرَ بِكَيْلٍ اِنْ زَادَ فَلِيْ وَاِنْ نَقَصَ فَعَلَيَّ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالنعمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ایوب از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مزابنہ سے منع فرمایا اور مزابنہ یہ ہے کہ پھلوں کو پیمانہ سے ناپ کر فروخت کرے' اگر زیادہ ہوں تو اس کا نفع میرا ہے اور اگر نقصان ہو تو وہ بھی میرا ہے۔

اس حدیث کی شرح' حدیث سابق:۲۱۷۱ میں گزر چکی ہے۔

۲۱۷۴ - قَالَ وَحَدَّثَنِيْ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَخَّصَ فِي الْعَرَايَا بِخَرْصِهَا.

اور حضرت عبداللہ بن عمر نے کہا: مجھے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے العرایا کو اندازہ سے فروخت کرنے کی اجازت دی ہے۔

[اطراف الحدیث:۲۱۸۴-۲۱۸۸-۲۱۹۲-۲۳۸۰]

"العرية" کی تفسیر میں مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

"العرية" کا لغوی معنی عطیہ ہے اور اس کے اصطلاحی شرعی معنی میں اختلاف ہے' امام مالک' اوزاعی اور امام احمد نے کہا ہے کہ

حدیث میں جو ''العریۃ'' کا ذکر ہے اس کا معنی یہ ہے کہ ایک شخص اپنے پورے باغ میں سے کسی کو ایک کھجور کا درخت یا دو کھجور کے درخت ایک سال کے لیے عاریۃً دے دے پھر اگر اس کے لیے اس پر قائم رہنا دشوار ہو تو وہ اندازہ لگائے کہ اس درخت پر کتنی تازہ کھجوریں ہیں اور اس اندازہ کے مطابق اس کو خشک کھجوریں دے کر اس سے وہ تازہ کھجوریں خرید لے یہ صورۃً مزابنہ ہے اور خشک کھجوروں کے عوض تازہ کھجوروں کی بیع ہے حقیقۃً مزابنہ نہیں ہے۔

امام شافعی اور ابوثور نے ''عریّۃ'' کی یہ تعریف کی ہے کہ تازہ کھجوروں کا موسم آئے اور وہاں فقراء ہوں جن کے پاس مال نہ ہو اور وہ تازہ کھجوروں کو خریدنا چاہتے ہوں کہ وہ بھی لوگوں کے ساتھ تازہ کھجوریں کھائیں اور ان کے پاس فاضل خشک کھجوریں ہوں تو ان کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ پانچ وسق سے کم خشک کھجوریں دے کر ان کے عوض تازہ کھجوریں خرید لیں اور ان کے نزدیک کھجور اور انگور کے سوا اور کسی چیز میں ''عریّۃ'' جائز نہیں ہے۔

امام ابوحنیفہ کے نزدیک ''عریّۃ'' کا یہ معنی ہے کہ ایک شخص اپنے کھجور کے درختوں میں سے ایک درخت کسی آدمی کو عاریۃً دے مگر اس نے ابھی اس آدمی کو وہ درخت دیا نہ ہو کہ اس پر منکشف ہو کہ وہ کسی وجہ سے اس کو وہ درخت دینے پر قادر نہیں ہوگا تو وہ اس درخت کی تازہ کھجوروں کے عوض اس کو خشک کھجوریں اندازہ سے دے دے تاکہ اس کے ساتھ وعدہ کا خلاف نہ ہو۔ (اس کی زیادہ تفصیل ان شاء اللہ باب: ۸۴ میں آ رہی ہے) (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۴۱۷۔۴۱۶ ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٧٦ - بَابُ بَيْعِ الشَّعِيْرِ بِالشَّعِيْرِ

جَو کی جَو کے عوض بیع

٢١٧٤ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ مَّالِكِ بْنِ اَوْسٍ قَالَ اَخْبَرَهُ اَنَّهُ الْتَمَسَ صَرْفًا بِمِائَةِ دِيْنَارٍ، فَدَعَانِيْ طَلْحَةُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ، فَتَرَاوَضْنَا حَتّٰى اصْطَرَفَ مِنِّيْ، فَاَخَذَ الذَّهَبَ يُقَلِّبُهَا فِيْ يَدِهٖ ثُمَّ قَالَ حَتّٰى يَاْتِيَ خَازِنِيْ مِنَ الْغَابَةِ، وَعُمَرُ يَسْمَعُ ذٰلِكَ، فَقَالَ وَاللّٰهِ لَا تُفَارِقُهُ حَتّٰى تَاْخُذَ مِنْهُ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلذَّهَبُ بِالذَّهَبِ بِالْوَرِقِ رِبًا اِلَّا هَاءَ وَهَاءَ، وَالْبُرُّ بِالْبُرِّ رِبًا اِلَّا هَاءَ وَهَاءَ، وَالشَّعِيْرُ بِالشَّعِيْرِ رِبًا اِلَّا هَاءَ وَهَاءَ، وَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ رِبًا اِلَّا هَاءَ وَهَاءَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن شہاب از مالک بن اوس' انہوں نے کہا کہ وہ سو دینار کی بیع صرف طلب کر رہے تھے' تو مجھے حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ نے بلایا' ہم کسی بات پر متفق ہو گئے حتیٰ کہ انہوں نے مجھ سے سونے کے دینار لیے' وہ ان کو اپنے ہاتھوں میں الٹ پلٹ رہے تھے' پھر انہوں نے کہا کہ (میں اس کا معاوضہ اس وقت دوں گا) حتیٰ کہ میرا خازن مقام غابہ سے پہنچ جائے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کی یہ باتیں سن رہے تھے' انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! تم ان سے بالکل جدا نہ ہونا حتیٰ کہ تم ان سے ان کا معاوضہ لے لو' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: سونے کی بیع سونے کے عوض سود ہے مگر وہ جو نقد بہ نقد ہو اور گندم کی بیع گندم کے عوض سود ہے مگر جو نقد بہ نقد ہو اور جَو کی بیع جَو کے عوض سود ہے مگر جو نقد بہ نقد ہو اور کھجور کی بیع کھجور کے عوض سود ہے' مگر جو نقد بہ نقد ہو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۱۳۴ میں گزر چکی ہے۔

٧٧ - بَابُ بَيْعِ الذَّهَبِ بِالذَّهَبِ

سونے کی بیع سونے کے عوض

۲۱۷۵ - حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ قَالَ اَخْبَرَنَا اِسْمَاعِيلُ بْنُ عُلَيَّةَ قَالَ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ اَبِي اِسْحَاقَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِي بَكْرَةَ قَالَ قَالَ اَبُوْ بَكْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَبِيْعُوا الذَّهَبَ بِالذَّهَبِ اِلَّا سَوَاءً بِسَوَاءٍ وَالْفِضَّةَ بِالْفِضَّةِ اِلَّا سَوَاءً بِسَوَاءٍ وَبِيْعُوا الذَّهَبَ بِالْفِضَّةِ وَالْفِضَّةَ بِالذَّهَبِ كَيْفَ شِئْتُمْ.

[طرف الحدیث:۲۱۸۲]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں صدقہ بن الفضل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن علیہ نے خبر دی انہوں نے کہا: مجھے یحییٰ بن ابی اسحاق نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرحمان بن ابی بکرہ نے حدیث بیان کی انہوں نے بیان کیا کہ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سونے کو سونے کے عوض فروخت نہ کرو مگر برابر برابر اور چاندی کو چاندی کے عوض فروخت نہ کرو مگر برابر برابر اور سونے کو چاندی کے عوض اور چاندی کو سونے کے عوض جس طرح چاہو فروخت کرو۔

(صحیح مسلم:۱۵۹۰ الرقم المسلسل:۳۹۶۴ سنن نسائی:۴۰۷۸ مسند البزار:۳۶۳۳ صحیح ابن حبان:۵۰۱۴ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۷ ص ۱۰۷۔ ۱۰۶ مشکل الآثار:۶۱۰۹ سنن بیہقی ج ۵ ص ۲۸۲ سنن کبریٰ:۶۱۷۱ مسند احمد ج ۵ ص ۳۸ طبع قدیم مسند احمد:۲۰۳۹۵۔ ج ۳۴ ص ۷۳ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) صدقہ بن الفضل ابوالفضل یہ ۲۲۳ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) اسماعیل بن ابراہیم الاسدی (۳) یحییٰ بن ابی اسحاق (۴) عبدالرحمان بن ابی بکرہ (۵) حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ ان کا نام نفیع بن الحارث ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۳۱۹)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: سونے کو سونے کے عوض فروخت نہ کرو مگر برابر برابر۔

اس حدیث میں فرمایا کہ سونے کو چاندی کے عوض اور چاندی کو سونے کے عوض جس طرح چاہو فروخت کرو یعنی ایک مجلس میں قبضہ کرنے کے بعد ان کو جس طرح چاہو فروخت کرو۔

✽ باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم:۱۷۱-۳۹۶۱۔ ج ۴ ص ۳۳۶ پر مذکور ہے وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۷۸ - بَابُ بَيْعِ الْفِضَّةِ بِالْفِضَّةِ

چاندی کی بیع چاندی کے عوض

۲۱۷۶ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَمِّي قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ اَخِي الزُّهْرِيِّ عَنْ عَمِّهِ قَالَ حَدَّثَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ اَبَا سَعِيْدٍ حَدَّثَهُ مِثْلَ ذٰلِكَ حَدِيْثًا عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَقِيَهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ فَقَالَ يَا اَبَا سَعِيْدٍ مَا هٰذَا الَّذِي تُحَدِّثُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَقَالَ اَبُوْ سَعِيْدٍ فِي الصَّرْفِ؟ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَلذَّهَبُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید اللہ بن سعد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا کہ ہمیں میرے چچا نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں میرے بھتیجے زہری نے حدیث بیان کی از عم خود انہوں نے کہا: مجھے سالم بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی از حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہ حضرت ابوسعید نے اس کی مثل حدیث بیان کی از رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پس ان سے حضرت عبد اللہ بن عمر نے ملاقات کی سو ان سے کہا: آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کیسی حدیث بیان کرتے ہیں؟ حضرت ابوسعید نے کہا: صَرف میں! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ سونے کی بیع سونے

بِالذَّهَبِ مِثْلًا بِمِثْلٍ، وَالْوَرِقُ بِالْوَرِقِ مِثْلًا بِمِثْلٍ.

کے عوض برابر برابر ہو اور چاندی کی بیع چاندی کے عوض برابر برابر ہو۔

[اطراف الحدیث:۲۱۷۷۔۲۱۷۸]

(صحیح مسلم: ۱۵۸۴، الرقم المسلسل: ۳۹۴۵، سنن ترمذی: ۱۲۴۱، سنن نسائی: ۴۵۷۰، مصنف عبدالرزاق: ۱۴۵۶۴، شرح مشکل الآثار: ۶۱۰۱، المعجم الاوسط: ۱۶۷۸، مسند احمد ج ۳ ص ۴ طبع قدیم، مسند احمد: ۱۱۰۰۶۔ ج ۱۷ ص ۴۲، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبیداللہ بن سعد (۲) ان کے چچا یعقوب بن ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف (۳) محمد بن عبداللہ بن مسلم (۴) ان کے چچا محمد بن مسلم الزہری (۵) سالم بن عبداللہ بن عمر (۶) حضرت عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما (۷) حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ، ان کا نام سعد بن مالک ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۴۲۰)

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: چاندی کی بیع چاندی کے عوض برابر برابر ہو۔

* باب مذکور کی حدیث، شرح صحیح مسلم: ۳۹۴۳۔ ج ۴ ص ۳۲۹ پر مذکور ہے، اس کی شرح کے عنوانات کا پہلے ذکر ہو چکا ہے۔

۲۱۷۷ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَبِيعُوا الذَّهَبَ بِالذَّهَبِ إِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ، وَلَا تُشِفُّوا بَعْضَهَا عَلٰى بَعْضٍ، وَلَا تَبِيعُوا الْوَرِقَ بِالْوَرِقِ إِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ، وَلَا تُشِفُّوا بَعْضَهَا عَلٰى بَعْضٍ، وَلَا تَبِيعُوا مِنْهَا غَائِبًا بِنَاجِزٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع از حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سونے کو سونے کے عوض نہ فروخت کرو مگر برابر برابر اور کسی عوض کو دوسرے سے کم نہ کرو اور چاندی کو چاندی کے عوض فروخت نہ کرو مگر برابر برابر اور کسی عوض کو دوسرے سے کم نہ کرو اور غائب کو نقد کے عوض فروخت نہ کرو۔

صحیح البخاری: ۲۱۷۶ میں اس حدیث کی شرح کا حوالہ ملاحظہ فرمائیں۔

۷۹ - بَابُ بَيْعِ الدِّينَارِ بِالدِّينَارِ نَسَاءً

دینار کی دینار کے عوض ادھار بیع

۲۱۷۸، ۲۱۷۹ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا الضَّحَّاكُ بْنُ مَخْلَدٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ أَنَّ أَبَا صَالِحٍ الزَّيَّاتَ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُولُ اَلدِّينَارُ بِالدِّينَارِ، وَالدِّرْهَمُ بِالدِّرْهَمِ، فَقُلْتُ لَهُ فَإِنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ لَا يَقُولُهُ! فَقَالَ أَبُو سَعِيدٍ سَأَلْتُهُ فَقُلْتُ سَمِعْتَهُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ وَجَدْتَهُ فِي كِتَابِ اللّٰهِ؟ قَالَ كُلَّ ذٰلِكَ لَا أَقُولُ، وَأَنْتُمْ أَعْلَمُ بِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنِّي، وَلٰكِنَّنِي أَخْبَرَنِي أُسَامَةُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ضحاک بن مخلد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے عمرو بن دینار نے حدیث بیان کی کہ ابو صالح الزیات نے انہیں خبر دی، انہوں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے سنا کہ دینار کی بیع دینار کے عوض اور درہم کی بیع درہم کے عوض (برابر برابر ہو) ابو صالح نے کہا: میں نے حضرت ابوسعید سے کہا: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما تو اس طرح نہیں کہتے، حضرت ابوسعید نے کہا: میں نے حضرت ابن عباس سے اس کے متعلق پوچھا تھا (کہ آپ جو دینار کی دینار کے عوض بیع کو کمی اور بیشی کے ساتھ جائز کہتے ہیں) تو آیا آپ نے

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا رِبًا إِلَّا فِي النَّسِيئَةِ.

(صحیح مسلم:۱۵۹۶'الرقم المسلسل:۳۹۷۹'سنن ترمذی:۴۵۸۱'سنن ابن ماجہ:۲۲۵۷'المعجم الکبیر:۴۵۰'مسند البزار:۲۵۶۱'شرح السنۃ:۲۳'صحیح ابن حبان:۵۰۲۳'مسند احمد ج۵ ص۲۰۰ طبع قدیم'مسند احمد:۲۱۷۴۳۔ج۳۶ص۷۰'مؤسسۃ الرسالۃ'بیروت)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا تھا یا آپ نے اس کو کتاب اللہ میں پڑھا تھا؟ انہوں نے کہا: میں ان میں سے کسی بات کا دعویٰ نہیں کرتا! اور آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مجھ سے زیادہ جانتے ہیں' لیکن مجھے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سود صرف ادھار بیع میں ہے۔

حضرت ابوسعید اور حضرت ابن عباس کا ہم جنس چیزوں کی اضافہ کے ساتھ بیع کے جواز کے متعلق مناظرہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے جو یہ حدیث روایت کی ہے کہ سود صرف ادھار بیع میں ہے'اس کی تاویل میں علماء کا اختلاف ہے' متقدمین میں سے بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ سونے کی سونے کے عوض اور چاندی کی چاندی کے عوض کمی بیشی کے ساتھ بیع جائز ہے جب وہ نقد بہ نقد ہو'اس کو سعید بن جبیر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جو بیع نقد بہ نقد ہو'اس میں بالکل ربو نہیں ہے' اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی ایک روایت اسی طرح ہے اور عکرمہ اور شریح کا بھی یہی قول ہے۔

انہوں نے حضرت اسامہ بن زید کی اس ظاہر حدیث سے استدلال کیا ہے اور ان کے بعد کے علماء کی ایک جماعت نے اس تاویل کی مخالفت کی ہے' انہوں نے کہا ہے کہ اس حدیث کے معارض حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سونے اور چاندی کی نقد بیع میں کمی اور بیشی کو حرام قرار دیا ہے۔

طبری نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ ابومجلز سے دینار اور درہم کی بیع کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اپنی عمر کے بڑے حصہ تک یہ کہتے رہے تھے کہ اضافہ کے ساتھ نقد بیع میں کوئی حرج نہیں ہے' اور وہ کہتے تھے کہ سود صرف ادھار بیع میں ہے' پھر ان سے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کی ملاقات ہوئی تو انہوں نے کہا: اے ابن عباس! کیا آپ اللہ سے نہیں ڈرتے! آپ کب تک لوگوں کو سود کھلاتے رہیں گے! میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ سونے کی بیع سونے کے عوض اور چاندی کی بیع چاندی کے عوض اور کھجور کی بیع کھجور کے عوض اور گندم کی بیع گندم کے عوض اور جَو کی بیع جَو کے عوض نقد بہ نقد ہو اور برابر برابر ہو' پس جو بیع اضافہ کے ساتھ ہو' وہ سود ہے۔

حضرت اسامہ کی حدیث کا محمل

یہ سنت ثابتہ ہے اور اس میں کسی تاویل کی گنجائش نہیں ہے اور وہ جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ سود صرف ادھار بیع میں ہے' بعض علماء نے اس کی یہ تاویل کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد ایک سائل کے جواب میں تھا' اس نے پوچھا تھا: آیا سونے اور چاندی کی بیع میں یا گندم اور کھجور کی بیع میں بھی سود ہے حالانکہ یہ دو مختلف جنسیں ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: سود صرف ادھار بیع میں ہے' پس حضرت اسامہ نے آپ کا جواب سنا اور سائل کا سوال نہیں سنا اور انہوں نے جو کچھ سنا' اس کو نقل کر دیا۔

علامہ طبری نے اس کے جواب میں یہ کہا ہے کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ جب فروخت شدہ چیز کی جنسیں مختلف ہوں تو سود صرف ادھار میں ہے اور جب اس کی جنسیں متفق ہوں تو صرف برابر برابر بیع جائز ہے اور کمی بیشی کے ساتھ سود ہے۔ المہلب نے کہا ہے کہ اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ عالم' عالم کے ساتھ مناظرہ اور بحث کرتا ہے اور اس کو اختلاف سے اجماع کی طرف لوٹاتا ہے۔

(شرح ابن بطال ج۶ ص۲۵۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

ایک جنس کی چیزوں میں اضافہ کے ساتھ بیع کے جواز سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے رجوع کے متعلق احادیث

ابوالزبیر مکی بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوسعید الساعدی سے سنا اور اس وقت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما یہ فتویٰ دیتے تھے کہ ایک دینار کی بیع دو دیناروں کے ساتھ جائز ہے' پس حضرت ابوسعید ساعدی نے ان کو سختی کے ساتھ منع کیا تو حضرت ابن عباس نے کہا: میرا کسی شخص کے متعلق یہ گمان نہیں تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے میری قرابت کو جانتا ہو' وہ میرے ساتھ اس قدر سختی کے ساتھ بات کرے گا' تب حضرت ابوسعید نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ دینار کی بیع دینار کے عوض اور درہم کی بیع درہم کے عوض اور ایک صاع گندم کی بیع ایک صاع گندم کے عوض اور ایک صاع جَو کی بیع ایک صاع جَو کے عوض اور ایک صاع نمک کی بیع ایک صاع نمک کے عوض ہو اور ان میں بالکل اضافہ نہ ہو' حضرت ابن عباس نے کہا: اضافہ کے ساتھ بیع کو میں پہلے جائز کہتا تھا اور میں نے اس کے متعلق کچھ نہیں سنا۔

(المستدرک ۲۲۴۰' دارالمعرفہ بیروت' ۱۴۲۷ھ' سنن ترمذی: ۱۲۴۱' سنن ابن ماجہ: ۲۲۵۸)

عبیداللہ العدوی بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابومجلز سے درہم اور دینار کی بیع کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے بتایا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اپنی عمر کے ایک بڑے حصہ تک اضافہ کے ساتھ نقد بیع میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے' پھر ان سے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے ملاقات کی اور ان سے کہا: اے ابن عباس! کیا آپ اللہ سے نہیں ڈرتے! آپ کب تک لوگوں کو سود کھلاتے رہیں گے! کیا آپ کو یہ حدیث نہیں پہنچی کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنی زوجہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: میں عجوہ کھجوریں کھانا چاہتا ہوں' تو انہوں نے ایک انصاری کے ہاتھ دو صاع کھجوریں بھیجیں' وہ ان دو صاع کھجوروں کے عوض ایک صاع عجوہ کھجوریں لے آیا' حضرت ام سلمہ نے وہ کھجوریں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سامنے رکھ دیں' جب آپ نے وہ کھجوریں دیکھیں تو آپ کو اچھی لگیں' آپ نے ایک کھجور اٹھائی' پھر رک گئے' آپ نے پوچھا: یہ تمہارے پاس کیسے آئیں؟ تو حضرت ام سلمہ نے بتایا: میں نے دو صاع کھجوریں ایک انصاری کے ہاتھ بھیجی تھیں' وہ ان کے عوض ایک صاع عجوہ کھجوریں لے آیا اور یہ وہ کھجوریں ہیں' آپ نے اپنے سامنے سے وہ کھجوریں پھینک دیں اور فرمایا: مجھے ان کی ضرورت نہیں ہے' ان کو واپس کر دو' کھجور کھجور کے عوض' اور گندم گندم کے عوض اور جَو جَو کے عوض اور سونا سونے کے عوض اور چاندی' چاندی کے عوض نقد بیع ہو اور برابر برابر' اور جس نے اضافہ کے ساتھ بیع کی وہ سود ہے' پھر فرمایا: اسی طرح وہ چیزیں جو ناپ کے ساتھ اور وزن کے ساتھ فروخت ہوتی ہیں۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا: اے ابوسعید! اللہ آپ کو جزاء میں جنت عطا فرمائے! آپ نے مجھے وہ حدیث یاد دلا دی جس کو میں بھول چکا تھا' میں اللہ سے استغفار کرتا ہوں اور اس کی طرف توبہ کرتا ہوں' اس کے بعد حضرت ابن عباس اضافہ کے ساتھ بیع کو شدت سے منع کرتے تھے۔

(المستدرک ۲۳۲۸' اس حدیث کی سند صحیح ہے' امام بخاری اور امام مسلم نے اس کو روایت نہیں کیا' تاہم دوسری کتب حدیث میں یہ روایت مذکور ہے' سنن ترمذی: ۱۲۴۱' سنن ابن ماجہ: ۲۲۵۸' صحیح ابن حبان: ۴۶۹۷)

حضرت اسامہ اور حضرت ابوسعید کی حدیثوں میں حافظ عینی اور حافظ عسقلانی کی تطبیق

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی حدیث صحیح ہے اور حضرت اسامہ اور حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہما کی حدیثوں کی تطبیق میں علماء کے حسب ذیل مختلف اقوال ہیں:

(۱) جن دوسری احادیث سے ایک درہم کی بیع دو درہموں کے ساتھ ممنوع ہے ان سے حضرت اسامہ کی حدیث منسوخ ہے۔

(۲) حضرت اسامہ نے جو کہا ہے کہ سود صرف ادھار بیع میں ہے اس کا معنی ہے: جس سود کی بہت شدید تحریم ہے اور جس پر بہت شدید عذاب کی وعید ہے وہ صرف ادھار بیع میں ہے جیسے کہا جاتا ہے کہ شہر میں صرف زید عالم ہے حالانکہ شہر میں اور بھی علماء ہیں لیکن اس قول کا مقصد یہ ہے کہ شہر میں بڑا اور مشہور عالم صرف زید ہے۔

(۳) حضرت اسامہ کی حدیث میں مذکور ہے کہ سود صرف ادھار بیع میں ہے اس سے حضرت ابن عباس نے بہ طریق مفہوم مخالف یہ معنی نکالا کہ اضافہ کے ساتھ ایک جنس کی چیزوں میں سود نہیں ہے اور حضرت ابو سعید کی حدیث کا منطوقِ صریح یہ ہے کہ ایک جنس کی چیزوں میں اضافہ کے ساتھ بیع حرام ہے اور منطوق صریح کو مفہوم مخالف پر مقدم کیا جاتا ہے۔

(۴) اضافہ کے ساتھ سود حرام ظنی ہے کیونکہ اضافہ کے ساتھ حرمت کی علت میں مجتہدین کا اختلاف ہے امام ابوحنیفہ کے نزدیک اتحاد قدر اور جنس حرمت کی علت ہے امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک طعم اور ثمنیت حرمت کی علت ہے اور امام مالک کے نزدیک کھانے پینے کی جو چیزیں غذا بن سکیں اور جن چیزوں کو ذخیرہ کیا جا سکے وہ حرمت کی علت ہیں اور ادھار بیع میں سود حرام قطعی ہے نیز اول الذکر کو ربٰو الحدیث کہا جاتا ہے (حدیث میں صرف چھ چیزوں کی اضافہ کے ساتھ بیع کو حرام فرمایا ہے اور باقی چیزوں میں قیاس کے ساتھ بیع کو حرام قرار دیا گیا ہے) اور ثانی الذکر کو ربٰو القرآن کہا جاتا ہے۔

ربٰو القرآن کے متعلق یہ آیت ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ۞فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ.

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اگر تم مؤمن ہو تو (زمانۂ جاہلیت کا) باقی ماندہ سود چھوڑ دو۞ اور اگر تم ایسا نہ کرو تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلانِ جنگ سن لو۔

(البقرۃ:۲۷۹-۲۷۸)

(۵) حضرت اسامہ کی حدیث مجمل ہے یعنی جب دو چیزیں مختلف انواع کی ہوں تو ان میں صرف ادھار بیع حرام ہے اور حضرت ابوسعید کی حدیث مفصل ہے یعنی جب دو چیزیں متحد الجنس ہوں تو ان کی بیع میں اضافہ اور ادھار دونوں حرام ہیں۔

(عمدۃ القاری ج۱۱ص ۴۴۳ موضحاً دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

حافظ احمد بن علی بن حجر شافعی متوفی ۸۵۲ھ نے بھی یہی جوابات ذکر کیے ہیں۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۶۱۰ دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۳۹۷۶۔ ج ۴ ص ۴۴۳ پر مذکور ہے اور اس کی شرح ج ۴ ص ۴۰۹-۴۰۷ پر مذکور ہے اس کے عنوان یہ ہیں: ① حضرت ابن عباس کا ربٰو الفضل کے جواز سے رجوع ② حضرت اسامہ کی روایت: سود صرف ادھار میں ہے کی وضاحت ③ اجناس مختلفہ میں اتحاد قدر کے باوجود ادھار بیع کیوں جائز ہے؟

۸۰ - بَابُ بَيْعِ الْوَرِقِ بِالذَّهَبِ نَسِيْئَةً
چاندی کی سونے کے ساتھ ادھار بیع

۲۱۸۱،۲۱۸۰ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ اَخْبَرَنِيْ حَبِيْبُ بْنُ اَبِيْ ثَابِتٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا الْمِنْهَالِ قَالَ سَاَلْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ وَّزَيْدَ بْنَ اَرْقَمَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ عَنِ الصَّرْفِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حفص بن عمر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے حبیب بن ابی ثابت نے خبر دی انہوں نے کہا: میں نے ابو المنہال سے سنا انہوں نے کہا: میں نے حضرت البراء بن عازب

فَكُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا يَقُولُ هٰذَا خَيْرٌ مِنِّي، فَكِلَاهُمَا يَقُولُ نَهَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الذَّهَبِ بِالْوَرِقِ دَيْنًا.

اور حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہما سے صَرف (سونے اور چاندی کی بیع) کے متعلق سوال کیا تو ان میں سے ہر ایک یہ کہتا تھا کہ یہ مجھ سے بہتر ہیں؛ پھر ان دونوں نے یہ کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے اور چاندی کی ادھار بیع سے منع فرمایا ہے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ٢٠٦٠ اور ٢٠٦١ کا مطالعہ فرمائیں۔

٨١ - بَابُ بَيْعِ الذَّهَبِ بِالْوَرِقِ يَدًا بِيَدٍ

سونے کی چاندی کے ساتھ نقد بہ نقد بیع کی جائے

٢١٨٢ - حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ مَيْسَرَةَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ الْعَوَّامِ قَالَ أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَبِي بَكْرَةَ، عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْفِضَّةِ بِالْفِضَّةِ، وَالذَّهَبِ بِالذَّهَبِ، إِلَّا سَوَاءً بِسَوَاءٍ. وَأَمَرَنَا أَنْ نَبْتَاعَ الذَّهَبَ بِالْفِضَّةِ كَيْفَ شِئْنَا، وَالْفِضَّةَ بِالذَّهَبِ كَيْفَ شِئْنَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمران بن میسرہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عباد بن العوام نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن ابی اسحٰق نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرحمٰن بن ابی بکرہ نے خبر دی از والد خود رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چاندی کی چاندی کے ساتھ اور سونے کی سونے کے ساتھ بیع سے منع فرمایا مگر یہ کہ وہ برابر برابر ہو اور ہمیں حکم دیا کہ ہم سونے کو چاندی کے عوض اور چاندی کو سونے کے عوض جس طرح چاہیں خرید لیں۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ٢١٧٥ میں ملاحظہ فرمائیں۔

٨٢ - بَابُ بَيْعِ الْمُزَابَنَةِ، وَهِيَ بَيْعُ الثَّمَرِ بِالتَّمْرِ، وَبَيْعُ الزَّبِيبِ بِالْكَرْمِ، وَبَيْعُ الْعَرَايَا

بیع المزابنہ، یہ خشک کھجوروں کی درخت پر لگی ہوئی کھجوروں کے ساتھ بیع ہے اور کشمش کی انگوروں کے ساتھ بیع ہے اور بیع العرایا

قَالَ أَنَسٌ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُزَابَنَةِ وَالْمُحَاقَلَةِ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مزابنہ اور محاقلہ سے منع فرمایا۔

اس تعلیق کے موافق موصول اور مفصل حدیث، صحیح البخاری: ٢٢٠٧ میں آرہی ہے۔

مزابنہ کا معنی ہے: درخت سے کٹی ہوئی خشک کھجوروں اور کشمش کو درخت اور بیل میں لگی ہوئی کھجوروں اور انگوروں کے عوض اندازہ سے فروخت کرنا، اور محاقلہ کا معنی ہے: کھیت میں لگے ہوئے گندم کے خوشوں میں گندم کو خشک گندم کے عوض اندازہ سے فروخت کرنا۔

٢١٨٣ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَبِيعُوا الثَّمَرَ حَتّٰى يَبْدُوَ صَلَاحُهُ، وَلَا تَبِيعُوا الثَّمَرَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب انہوں نے کہا: مجھے سالم بن عبداللہ نے خبر دی از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: درخت میں لگے ہوئے پھلوں کو فروخت نہ کرو حتیٰ کہ ان کی پختگی ظاہر

بِالتَّمْرِ. ہو جائے اور درخت میں لگی ہوئی کھجوروں کو خشک کھجوروں کے عوض فروخت نہ کرو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۱۴۸۶ میں گزر چکی ہے' تاہم بعض ضروری اُمور بیان کیے جارہے ہیں۔

درخت پر لگے ہوئے پھلوں کی بیع کے جواز میں مذاہبِ فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ نووی نے کہا ہے کہ اگر کسی شخص نے درخت پر لگے ہوئے پھلوں کو ان کی پختگی کے ظہور سے پہلے اس شرط پر فروخت کیا کہ وہ ان پھلوں کو درخت سے کاٹ لے گا تو یہ بیع بالاجماع صحیح ہے' ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ اگر بائع نے کاٹنے کی شرط رکھی اور خریدار نے پھل نہیں کاٹے تب بھی یہ بیع صحیح ہے اور بائع پر لازم ہے کہ وہ پھلوں کو درخت سے کاٹ دے اور اگر خریدار اور بائع دونوں پھلوں کو درخت پر برقرار رکھنے پر راضی ہوں تب بھی جائز ہے' اور اگر اس نے پھلوں کو درخت پر برقرار رکھنے کی شرط کے ساتھ فروخت کیا تو یہ بیع بالاجماع باطل ہے کیونکہ بعض اوقات پھل پکنے سے پہلے آندھی یا اولوں سے تلف ہو جاتے ہیں' اس سے لازم آئے گا کہ بائع اپنے بھائی کا مال بلاعوض کھائے' لیکن جب اس نے درخت سے پھلوں کو کاٹنے کی شرط لگا دی تو اس ضرر کی نفی ہو گئی اور اگر اس نے درخت سے پھلوں کو کاٹنے کی شرط کے بغیر پھلوں کو فروخت کیا تو ہمارا اور جمہور کا مذہب یہ ہے کہ یہ بیع باطل ہے' امام مالک کا بھی یہی قول ہے' اور امام ابوحنیفہ نے یہ کہا ہے کہ درخت سے پھلوں کو کاٹنے کی شرط لگانا واجب ہے' علامہ نووی کی عبارت ختم ہوئی۔

میں کہتا ہوں کہ ثوری' ابن ابی لیلیٰ' امام شافعی' امام مالک اور امام احمد کا مذہب یہ ہے کہ جب تک درخت پر لگے ہوئے پھل سرخ یا زرد نہ ہو جائیں' اس وقت تک ان کی بیع جائز نہیں ہے۔

امام ابوحنیفہ' امام ابو یوسف اور امام محمد کا مذہب یہ ہے کہ جب درخت پر لگے ہوئے پھلوں کا پختہ ہونا ظاہر ہو جائے تو ان کی بیع جائز ہے اور امام مالک اور امام احمد سے بھی ایک روایت یہی ہے' ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے ایسا کھجور کا درخت فروخت کیا' جس کے پھلوں میں پیوندکاری کی ہوئی تھی تو اس کے پھل بائع کے لیے ہیں سوا اس کے کہ خریدار ان کو لینے کی شرط لگا لے۔

(صحیح البخاری:۲۲۰۴' صحیح مسلم:۱۵۴۳' سنن ابوداؤد:۳۴۳۴' سنن ابن ماجہ:۲۲۱۰' مسند احمد ج ۳ ص ۶۱)

امام ترمذی نے اس روایت میں یہ اضافہ کیا ہے:

جس نے ایسا غلام خریدا جس کے پاس مال تھا تو وہ مال بائع کے لیے ہے۔ (سنن ترمذی:۱۲۴۸' دارالفکر' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد امام ترمذی لکھتے ہیں:

اس حدیث پر بعض اہل علم کا عمل ہے اور امام شافعی' امام احمد اور اسحاق کا یہی قول ہے۔ (سنن ترمذی ص ۳۸۲)

علامہ عینی فرماتے ہیں: اس حدیث میں ان فقہاء کی دلیل ہے' جو کہتے ہیں کہ پھلوں کی پختگی کے ظہور سے پہلے ان کی بیع جائز ہے کیونکہ جو چیز شرط کے ساتھ مبیع میں داخل ہو' اس کی تنہا بیع جائز ہے اور جو چیز بغیر شرط کے مبیع میں داخل نہ ہو' اس کی تنہا بیع جائز نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۴۲۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

باغات کا مروجہ بیع پر اشکال

اس حدیث میں پکنے سے پہلے درختوں پر لگے ہوئے پھلوں کی بیع کو ناجائز فرمایا ہے' جب کہ ہمارے دور میں پھلوں کی بیع اسی طرح ہوتی ہے' ابھی درختوں پر صرف بور لگا ہوتا ہے اور بعض اوقات بور بھی نہیں لگا ہوتا یا درختوں پر پھل ابھی کچے اور چھوٹے ہوتے ہیں اور باغات میں ان کی بیع کر دی جاتی ہے۔

* ہم نے شرح صحیح مسلم ج ۴ ص ۱۹۱-۱۸۷ میں اس پر تفصیلی بحث کی ہے' اس کے عنوان حسب ذیل ہیں:

(۱) باغات کے پھلوں کی مرّوجہ بیع کا شرعی حکم (۲) پھلوں کے ظہور سے پہلے بیع کا حل (۳) باغ کے پھلوں کی مروجہ بیع میں پھلوں کو درختوں پر برقرار رکھنے کا حل۔

تاہم نعمۃ الباری کے قارئین کے لیے اس بحث کا ضروری حصہ ہم یہاں پر بھی نقل کر رہے ہیں کیوں کہ یہ بحث ہماری شرح کے خصائص میں سے ہے اور قارئین کو یہ بحث شاید کسی اور کتاب میں نہیں ملے گی۔

فقہاء کی طرف سے اس اشکال کا حل

باغات کے پھلوں کی مرّوجہ بیع کو شریعت کے مطابق کرنے کے لیے فقہاء کرام نے متعدد حل پیش کیے ہیں:

شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ لکھتے ہیں:

ایک حل یہ ہے کہ خریدار باغ کی زمین کو مدتِ معینہ کے لیے کرائے پر لے لے تو یہ جائز ہے۔

دوسرا حل یہ ہے کہ اگر بعض پھلوں کے بور کا ظہور ہو گیا ہے اور بعض کا یا اکثر کے بور کا ظہور نہیں ہوا تو جن کا ظہور ہو گیا ہے ان کو اصل قرار دیا جائے اور جن کا ظہور نہیں ہوا' ان کو تابع قرار دیا جائے' یہ امام مالک' امام محمد بن حسن شیبانی' علامہ حلوانی اور بعض دیگر فقہاء سے منقول ہے' اگرچہ یہ ظاہر الروایۃ کے خلاف ہے۔

تیسرا حل یہ ہے کہ درختوں پر جس قدر بھی بور یا پھل ہوں' ان کو خریدار خرید لے اور اس کے بعد فصل تک جس قدر بھی پھل آئیں' ان سب کو باغ کا مالک خریدار پر حلال کر دے' اس طریقہ سے دونوں کا مقصود پورا ہو جائے گا۔

(المبسوط ج ۱۲ ص ۱۹۶' دار المعرفہ' بیروت' ۱۳۹۸ھ)

علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ' اور علامہ زین الدین ابن نجیم متوفی ۹۷۰ھ نے بھی اس مؤخر حل کا ذکر کیا ہے۔

(فتح القدیر ج ۵ ص ۴۹۲' مکتبہ نوریہ رضویہ' سکھر' البحر الرائق ج ۵ ص ۳۰۱' مکتبہ ماجدیہ' کوئٹہ)

یہ تین حل اس صورت میں ہیں' جب باغ کے درختوں میں سے کسی ایک پر کم از کم بور لگ گیا ہو' لیکن ہمارے ہاں عموماً اس وقت باغ کے پھلوں کی بیع ہوتی ہے' جب باغ کے کسی ایک درخت پر بھی بور تک نہیں ہوتا یا چند درختوں پر بور آیا ہوا ہوتا ہے' اس صورت میں علامہ شامی نے یہ حل پیش کیا ہے کہ اس بیع کو' بیع سلم قرار دیا جائے۔

علامہ سید محمد امین بن عمر بن عبد العزیز شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ ہمارے زمانہ میں پھل بہت زیادہ ہیں اور چونکہ لوگوں پر جہالت کا غلبہ ہے' اس لیے شرعی حل پر ان سے عمل کرانا (مثلاً زمین کرایہ پر لینا) ناممکن ہے' ہر چند کہ انفرادی طور پر بعض لوگوں سے اس پر عمل کرانا ممکن ہے' لیکن دنیا کے تمام لوگوں سے اس پر عمل کرانا' ناممکن ہے' اور لوگوں سے ان کی عادات چھڑانے میں بہت حرج ہے' اور اس صورت میں جن شہروں میں صرف اس طرح پھلوں کی بیع ہوتی ہے' اس سے یہ لازم آئے گا کہ پھلوں کا کھانا حرام ہو' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع سلم کی رخصت ضرورت کی بناء پر دی ہے'

حالانکہ وہ بیع المعدوم ہے' پس چونکہ یہاں بھی ضرورت محقق ہے' اس لیے اس بیع کا بیع سلم کے ساتھ دلالت کے طریقہ سے لاحق کرنا ممکن ہے' پس یہ بیع اس حدیث کے مخالف نہیں ہے کہ "لا یبیع احد ما لیس عندہ" کوئی شخص وہ چیز فروخت نہ کرے جو اس کے پاس نہیں ہے۔ اس لیے اس بیع کو استحساناً جائز کیا ہے کیونکہ قیاس ظاہر کا تقاضا عدم جواز ہے۔

(ردالمحتار ج ۴ ص ۵۳ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ)

شیخ تقی عثمانی کا علامہ شامی کے پیش کردہ حل پر اعتراض اور مصنف کی طرف سے اس کا جواب

شیخ تقی عثمانی علامہ شامی کے اس پیش کردہ حل پر یہ اعتراض کرتے ہیں:

بعض حضرات نے اس کو سَلَم کے ذریعہ جائز کرنے کی کوشش کی ہے کہ بیع سلم کر لو' لیکن یاد رکھئے کہ سَلَم کسی خاص درخت یا باغ میں نہیں ہوسکتی۔ سَلَم میں یہ تو کہہ سکتے ہیں کہ آپ مجھے دو مہینہ یا چھ مہینہ کے بعد ایک من گندم دیں گے یا ایک ٹن کھجور دیں گے' وہ کھجوریں یا گندم کہیں سے بھی ہوں' لیکن اگر کہا جائے کہ اس باغ کا پھل دیں گے یا اس باغ کے اس درخت کا پھل دیں گے تو یہ سَلَم نہیں ہوسکتی کیونکہ کیا پتا کہ اس باغ میں پھل آتا ہے کہ نہیں آتا' کیا پتا اس خاص درخت پر پھل آتا ہے یا نہیں آتا' لہٰذا اس میں غرر ہے اس لیے یہ جائز نہیں اور سَلَم کی دوسری شرائط بھی مفقود ہیں' اجل کا تعین کرنا مشکل ہے' اس میں مقدار کا تعین کرنا مشکل ہے' کتنا پھل آئے گا کچھ پتا نہیں تو اس میں سَلَم کی شرائط نہیں پائی جارہی ہیں' اس لیے سَلَم نہیں ہوسکتا۔

لہٰذا خلاصہ یہ ہے کہ ظہور سے پہلے جواز کی کوئی صورت نہیں' البتہ اگر تھوڑا سا بھی ظہور ہوگیا تو پھر بیع ہوسکتی ہے اور اس میں شرط الترک بھی جائز ہے۔ (انعام الباری ج ۶ ص ۳۰۷' مکتبۃ الحراء کراچی)

میں کہتا ہوں کہ باغوں میں بور لگنے سے پہلے عام قواعد شرعیہ کے مطابق بیع ناجائز ہے اور اس سے لازم آئے گا کہ لوگوں کا پھل کھانا حرام ہو' علامہ شامی نے لوگوں کو اس حرام کھانے سے بچایا ہے اور ضرورت کی بناء پر اس بیع کو بیع سلم پر محمول کیا ہے' اور شیخ تقی عثمانی نے جو کہا ہے کہ اس بیع میں سَلَم کی شرائط نہیں پائی جاتیں' یہ وہ شرائط ہیں جو معمول کے مطابق حالات میں لگائی جاتی ہیں' شیخ تقی عثمانی نے اس پر غور نہیں کیا کہ علامہ شامی نے غیر معمولی حالات میں لوگوں کو حرام سے بچانے کے لیے اس بیع کو سلم پر محمول کیا ہے' علامہ شامی نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ یہ حقیقۃً بیع سلم ہے بلکہ اس کو ضرورت کی وجہ سے بیع سلم کے ساتھ لاحق کیا ہے تاکہ یہ بیع قواعد شرعیہ کے مطابق ہو جائے' اور اللہ تعالیٰ نے دین میں آسانی رکھی ہے' تنگی نہیں رکھی' اللہ تعالیٰ ہمارے فقہاء پر رحمتیں نازل فرمائے' جنہوں نے امت مسلمہ کے لیے دین میں آسانیاں مہیا کیں۔

اشکال مذکور اور اس کے حل کا خلاصہ

تمام فقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ پھل خریدنے کے بعد ان کا درخت سے اُتارنا واجب ہے اور اگر خریدار یہ شرط لگائے کہ وہ پکنے تک پھلوں کو درختوں پر برقرار رکھے گا تو اس کی یہ شرط باطل ہے کیونکہ یہ سود در سودا ہے جس کی حدیث میں ممانعت ہے یا اس وجہ سے ممنوع ہے کہ بیع میں ایسی شرط لگائی گئی ہے جس کا عقد تقاضا نہیں کرتا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیع اور شرط سے منع فرمایا ہے۔ (طبرانی)

باغ کے پھلوں کی بیع میں ایک خاص وقت تک پھل درخت پر رہنے دیئے جاتے ہیں' لہٰذا اس وجہ سے بھی اس بیع میں اشکال پیدا ہو گیا۔

اس اشکال کا ایک حل یہ ہے کہ بیع بغیر شرط ترک کے کی جائے اور پھر اگر بائع پھلوں کو درخت پر رہنے دینے کی اجازت دے دے تو جائز ہے اور چونکہ عرف یہ ہے کہ بیع میں یہ شرط نہیں لگائی جاتی اور ایک مدتِ معینہ تک پھلوں کے درختوں پر برقرار رہنے پر بائع

کو اعتراض نہیں ہوتا' اس لیے یہاں حکماً بائع کی اجازت حاصل ہے۔

علامہ ابوالحسن مرغینانی فرماتے ہیں:

ولو اشتراها مطلقًا وتركها باذن البائع طاب له الفضل. (ہدایہ اخیرین ص ۲۷ 'ملتان)

اگر خریدار نے پھلوں کی مطلقاً بیع کی اور بائع کی اجازت سے ان کو درختوں پر چھوڑ دیا تو اس سے جو زائد پھلوں کی پیداوار ہوگی وہ خریدار کے لیے حلال وطیب ہے۔

اس اشکال کا دوسرا حل یہ ہے کہ درختوں پر پھلوں کے باقی رکھنے کے عدم جواز کا سوال اس وقت پیدا ہوگا' جب بیع کے وقت درختوں پر پھل یا پھلوں کا بور موجود ہو اور ان کی بیع پہلے مذکور دو طریقوں سے کی جائے' لیکن اگر بیع کے وقت بور یا کوئی چیز موجود نہ ہو اور مروّجہ بیع ایسے ہی ہوتی ہے تو یہ علامہ شامی کے بیان کردہ طریقہ کے مطابق بیع سلم ہے جو ضرورت کی وجہ سے جائز ہے اور اس پر کوئی اشکال نہیں ہے۔

ایک سوال یہ ہے کہ جب مروّجہ طریقہ کے مطابق بیع جائز قرار پائی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد: ''ظہور صلاحیت سے پہلے پھلوں کو مت فروخت کرو'' کا کیا محمل ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس کا اطلاق مواضع ضرورت کے ماسوا مواقع پر ہوگا اور مواضع ضرورت' ضرورت کی وجہ سے مستثنیٰ ہیں۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ یہاں دوسری حدیث سے تعارض ہے اور وہ ہے: ''لا تبع ما ليس عندك'' وہ چیز فروخت نہ کرو جو تمہارے پاس نہیں ہے۔ (سنن ترمذی: ۱۲۳۲' سنن ابوداؤد: ۳۵۰۳' سنن نسائی: ۴۶۲۴' سنن ابن ماجہ: ۲۱۸۷) اور معدوم کی بیع مواضع ضرورت کے ماسوا میں ناجائز ہے اور جس طرح بیع سلم ضرورت کی بناء پر جائز ہے' اسی طرح پھلوں کی مروجہ بیع بھی جائز ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے فقہاء پر رحمتیں نازل فرمائے' انہوں نے ایسی جزئیات بیان کر دی ہیں جن سے مروجہ بیع جائز ہو گئی اور بازار میں بکنے والے پھلوں کا کھانا جائز ہو گیا ورنہ کسی شخص کے لیے بازار سے پھل خرید کر کھانا جائز نہ ہوتا۔ وللہ الحمد

مصنف کے نزدیک اشکالِ مذکور کا حل

یہ متقدمین فقہاء کے جوابات ہیں' میرے نزدیک اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو پکنے سے پہلے پھلوں کی بیع سے منع فرمایا' اس کی وجہ یہ تھی کہ قدرتی آفات کی وجہ سے خریدار کا نقصان نہ ہو کیونکہ اگر تیز آندھی یا ژالہ باری سے پکے پھل گر گئے تو خریدار کا نقصان ہوگا' اس زمانہ میں آبادیاں کم تھیں اور چھوٹے چھوٹے باغات تھے اور پھل پکنے کے بعد درخت سے اتار لینے میں کوئی حرج نہیں تھا اور کچے پھل فروخت کرنے میں خریدار کے نقصان کا خطرہ تھا' اب حالات برعکس ہیں' اب آبادیاں بڑھ گئی ہیں اور میلوں لمبے باغات ہوتے ہیں اور ملک کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پھلوں کو پیٹیوں میں پیک کر کے روانہ کیا جاتا ہے' مثلاً ملتان کا آم' کراچی اور سرحدی علاقوں میں بھیجا جاتا ہے' بلکہ عرب امارات اور یورپی ممالک میں بھی بھیجا جاتا ہے' اسی طرح دیگر پھل بھی بھیجے جاتے ہیں' اگر پھل پکنے کے بعد بھیجے جائیں تو مطلوبہ مقام تک پہنچنے سے پہلے ہی پھل گل سڑ کر خراب ہو جائیں گے اور اس میں خریدار کا بہت بھاری نقصان ہوگا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو پکنے سے پہلے پھل فروخت کرنے سے منع فرمایا تھا' اس سے آپ کا منشاء خریدار کو نقصان سے بچانا تھا اور پہلے زمانہ میں کچے پھل فروخت کرنے سے خریدار کا نقصان تھا' اور اس زمانہ میں کچے پھل فروخت کرنے میں خریدار کو نقصان ہے اور آپ کا منشاء خریدار کو نقصان سے بچانا ہے' سو اس زمانہ میں بڑے پیمانہ پر تجارتی مقاصد کے حصول کے لیے درخت سے کچے پھل اُتار کر پیک کرنے میں بھی آپ کے ارشاد پر ہی عمل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

۲۱۸۴ - قَالَ سَالِمٌ وَّاَخْبَرَنِیْ عَبْدُ اللّٰهِ' عَنْ زَيْدِ بْنِ

سالم نے کہا: اور مجھے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے خبر دی از

ثَابِتٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَخَّصَ بَعْدَ ذٰلِكَ فِيْ بَيْعِ الْعَرِيَّةِ بِالرُّطَبِ اَوْ بِالتَّمْرِ، وَلَمْ يُرَخِّصْ فِيْ غَيْرِهٖ.

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ اس ممانعت کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تازہ (درخت پر لگی ہوئی) کھجوروں کی خشک کھجوروں کے عوض بیع العریۃ میں اجازت دی اور اس کے علاوہ میں اجازت نہیں دی۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۲۱۷۳ میں گزر چکی ہے، وہاں بیع العریہ کی تعریف اور اس میں مذاہب بیان کر دیئے ہیں اور اس پر مزید بحث ان شاء اللہ، صحیح البخاری: ۲۱۹۱۔ ۲۲۹۰۔ ۲۱۸۹ کی شرح میں آئے گی۔

۲۱۸۵ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الْمُزَابَنَةِ. وَالْمُزَابَنَةُ بَيْعُ الثَّمَرِ بِالتَّمْرِ كَيْلًا، وَبَيْعُ الْكَرْمِ بِالزَّبِيْبِ كَيْلًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزابنہ سے منع فرمایا اور مزابنہ کی تعریف ہے: درخت پر لگے ہوئے پھلوں کو خشک پھلوں کے عوض ناپ کر فروخت کرنا اور انگوروں کو کشمش کے عوض ناپ کر فروخت کرنا۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۲۱۷۲ میں گزر چکی ہے۔

۲۱۸٦ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ دَاوُدَ بْنِ الْحُصَيْنِ، عَنْ اَبِيْ سُفْيَانَ، مَوْلٰى ابْنِ اَبِيْ اَحْمَدَ، عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الْمُزَابَنَةِ وَالْمُحَاقَلَةِ. وَالْمُزَابَنَةُ اشْتِرَاءُ الثَّمَرِ بِالتَّمْرِ فِيْ رُؤُوْسِ النَّخْلِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از داؤد بن الحصین از ابوسفیان مولیٰ ابن ابی احمد از حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزابنہ اور محاقلہ سے منع فرمایا اور مزابنہ کی تعریف یہ ہے کہ کھجور کے درختوں کے سروں پر لگی ہوئی کھجوروں کو خشک کھجوروں کے عوض خریدا جائے۔

(صحیح مسلم: ۱۵۴۶، الرقم المسلسل: ۳۸۲۵، سنن ابن ماجہ: ۲۴۵۵)

مزابنہ کی تفسیر حدیث میں مذکور ہے اور محاقلہ کی تعریف ہے: کھیت میں لگی ہوئی گندم کی خشک گندم کے عوض بیع کرنا۔

۲۱۸۷ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ، عَنِ الشَّيْبَانِيِّ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُحَاقَلَةِ وَالْمُزَابَنَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابومعاویہ نے حدیث بیان کی از شیبانی از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے محاقلہ اور مزابنہ سے منع فرمایا ہے۔

محاقلہ اور مزابنہ کی تعریف اس سے پہلی حدیث اور اس کی شرح میں کی جا چکی ہے۔

۲۱۸۸ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما از حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کہ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْخَصَ لِصَاحِبِ الْعَرِيَّةِ اَنْ يَبِيْعَهَا بِخَرْصِهَا.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صاحب عریہ کواندازہ سے خریدنے کی اجازت دی ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۱۷۳ میں گزر چکی ہے۔

مراد یہ ہے کہ جس شخص نے کسی آدمی کو اپنے باغ سے ایک کھجور کا درخت اس لیے دیا ہو کہ وہ اس سے کھجوریں توڑ کر کھالیا کرے اور بعد میں جب اس شخص کو خود اس درخت پر لگی ہوئی کھجوروں کی ضرورت ہو تو وہ اس آدمی کو درخت پر لگی ہوئی کھجوروں کا اندازہ کر کے اس کے عوض اس کو اتنی خشک کھجوریں دے کر اس سے اس کی مقدار درخت پر لگی ہوئی تازہ کھجوریں لے لے' ہر چند کہ درخت پر لگی ہوئی کھجوروں کی خشک کھجوروں کی اندازہ کے ساتھ بیع سے آپ نے منع فرمایا ہے' لیکن یہ صرف صورۃً بیع ہے حقیقۃً بیع نہیں ہے کیونکہ یہ کھجوریں اسی شخص کی ہیں جو اس نے اس آدمی کو توڑ کر کھانے کے لیے عاریۃً دی تھیں۔ اس کو ''عَرِیّۃ'' کہتے ہیں اور درحقیقت یہ اس شخص کا اس آدمی کے لیے عطیہ ہے۔

۸۳ - بَابُ بَيْعِ الثَّمَرِ عَلٰى رُؤُوْسِ النَّخْلِ بِالذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ

کھجور کے درختوں کے سروں پر لگی ہوئی کھجوروں کو سونے اور چاندی کے عوض فروخت کرنا

اس باب کے عنوان میں درخت پر لگی ہوئی کھجوروں کو سونے اور چاندی کے عوض فروخت کرنے کا ذکر کیا ہے کیونکہ عام طور پر درہم اور دینار سے چیزوں کو خریدا جاتا ہے اور وہ سونے اور چاندی کے ہوتے ہیں۔

۲۱۸۹ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ' قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ' عَنْ عَطَاءٍ' وَاَبِي الزُّبَيْرِ' عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الثَّمَرِ حَتّٰى يَطِيْبَ' وَلَا يُبَاعُ شَيْءٌ مِّنْهُ اِلَّا بِالدِّيْنَارِ وَالدِّرْهَمِ' اِلَّا الْعَرَايَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن سلیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن وہب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے خبر دی از عطاء و ابی الزبیر از حضرت جابر رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے درخت پر لگے ہوئے پھلوں کی بیع سے منع فرمایا حتیٰ کہ وہ پک جائیں اور ان میں سے کوئی چیز دینار اور درہم کے بغیر فروخت نہ کی جائے سوائے بیع عرایا کے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۸۷ میں گزر چکی ہے' تاہم بعض اُمور کی وضاحت کی جارہی ہے:

بیع العرایا کا معنی اور درخت پر لگے ہوئے پھلوں کی بیع میں مذاہب فقہاء

اس حدیث میں مذکور ہے: ان میں سے کوئی چیز دینار اور درہم کے بغیر فروخت نہ کی جائے سوائے بیع عرایا کے۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

درخت پر لگی ہوئی تازہ کھجوروں کا اندازہ کر کے ان کو خشک کھجوروں کے عوض فروخت کیا جائے تو اس کو بیع عرایا کہتے ہیں۔

ائمہ ثلاثہ اس حدیث سے اور ایسی دیگر احادیث سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ درخت پر لگے ہوئے پھلوں کی بیع اس وقت تک جائز نہیں ہے حتیٰ کہ وہ پھل سرخ یا زرد ہو جائیں اور امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب نے یہ کہا ہے کہ جب درخت پر لگے ہوئے پھلوں کی پختگی ظاہر ہو جائے تو پھر ان کو فروخت کرنا جائز ہے۔

علامہ ابن المنذر فرماتے ہیں: احناف نے کہا ہے کہ جس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے درخت پر لگے ہوئے پھلوں کو خشک پھلوں کے عوض فروخت کرنے سے منع فرمایا ہے' اس حدیث سے بیع العرایا منسوخ ہو گئی اور ان کا یہ قول مردود ہے کیونکہ جس صحابی نے درخت

پر لگے ہوئے پھلوں کی خشک پھلوں کے عوض ممانعت کی حدیث کو روایت کیا ہے اسی نے بیع العرایا کی رخصت کو بھی روایت کیا ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ علامہ ابن المنذر کا یہ قول خود مردود ہے کیونکہ فقہاء احناف کی طرف سے یہ نقل صحیح نہیں ہے فقہاء احناف بیع العرایا کے جواز کے قائل ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ عریہ درحقیقت عطیہ ہے اور اس پر بیع کا اطلاق صورۃً کیا جاتا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۴۳۲ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۲۱۹۰- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ قَالَ سَمِعْتُ مَالِكًا، وَسَأَلَهُ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ الرَّبِيعِ قَالَ أَحَدَّثَكَ دَاوُدُ، عَنْ أَبِي سُفْيَانَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَخَّصَ فِي بَيْعِ الْعَرَايَا فِي خَمْسَةِ أَوْسُقٍ، أَوْ دُوْنَ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ؟ قَالَ نَعَمْ. [طرف الحدیث: ۲۳۸۲]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن عبد الوہاب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے امام مالک سے سنا اور ان سے عبید اللہ بن الربیع نے سوال کیا کہ کیا آپ کو داؤد نے یہ حدیث بیان کی ہے از ابوسفیان از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ وسق میں یا پانچ وسق سے کم میں بیع العرایا کی رخصت دی ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں!

(صحیح مسلم: ۱۵۴۱ الرقم المسلسل: ۳۸۷۳ سنن ابوداؤد: ۳۳۶۴ سنن ترمذی: ۱۳۰۲-۱۳۰۱ سنن نسائی: ۴۵۴۳)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبد اللہ بن عبد الوہاب ابو محمد الحجبی (۲) امام مالک بن انس (۳) عبید اللہ بن الربیع الربیع خلیفہ ابوجعفر منصور کے دربان تھے اور خلیفہ ہارون الرشید کے وزیر الفضل کے والد تھے (۴) داؤد بن الحصین (۵) ابوسفیان مولیٰ ابن ابی احمد (۶) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ۔

(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۴۳۲)

پانچ وسق کی مقدار

اس حدیث میں پانچ وسق کا ذکر ہے ایک وسق ۶۰ صاع کا ہوتا ہے اور ایک صاع ۴ کلوگرام کے برابر ہے اس حساب سے ایک وسق ۲۴۰ کلوگرام اور ۶ من کا ہوتا ہے۔

بیع عرایا میں پانچ وسق کی تعیین میں مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن قدامہ حنبلی نے کہا ہے کہ بیع عرایا صرف پانچ وسق سے کم میں جائز ہے امام شافعی کا ایک قول بھی یہی ہے اور امام مالک اور امام شافعی کا دوسرا قول یہ ہے کہ پانچ وسق میں بھی بیع عرایا جائز ہے اور اس پر ان کا اتفاق ہے کہ پانچ وسق سے زیادہ میں بیع عرایا جائز نہیں ہے اور یہ کہ جن کھجوروں کے عوض وہ درخت کی تازہ کھجوریں خرید رہا ہے ان کھجوروں کی مقدار ناپ کے ذریعہ معلوم ہونی چاہیے اور کھجوریں ایک ڈھیر کی صورت میں نہ ہوں جن کی مقدار اندازہ سے متعین کی جائے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۴۳۴ دار الکتب العلمیہ بیروت)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۳۸۷۰- ج ۴ ص ۱۲۶ پر مذکور ہے اس کی شرح کے عنوان حسب ذیل ہیں:

(۱) عرایا کا لغوی معنی (۲) عرایا کی تفسیر میں فقہاء کا اختلاف (۳) احناف کی بیان کردہ عرایا کی تفسیر پر فقہاء شافعیہ کے اعتراضات کے جوابات (۴) تازہ کھجوروں کی چھواروں کے عوض بیع میں مذاہب فقہاء (۵) تازہ کھجوروں کی چھواروں کے عوض بیع کے سلسلہ میں امام ابوحنیفہ کا مناظرہ (۶) زید بن عیاش کو مجہول قرار دینے پر اعتراضات (۷) زید بن عیاش کے معروف ہونے کے جوابات (۸) زید بن

عیاش کی روایت کی توجیہ ⑨ یحییٰ بن ابی کثیر کی روایت پر امام بیہقی کا اعتراض ⑩ امام بیہقی کے اعتراض کا جواب ⑪ یحییٰ بن ابی کثیر کی مزید تائید ⑫ مدار حرمت نسیئہ کو قرار دینے پر ایک اعتراض کا جواب ⑬ حدیث رسول کے مقابلہ میں کسی کا قول معتبر نہیں ہے۔

۲۱۹۱ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ قَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ سَمِعْتُ بُشَيْرًا قَالَ سَمِعْتُ سَهْلَ بْنَ اَبِي حَثْمَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ بَيْعِ الثَّمَرِ بِالتَّمْرِ، وَرَخَّصَ فِي الْعَرِيَّةِ اَنْ تُبَاعَ بِخَرْصِهَا، يَاْكُلُهَا اَهْلُهَا رُطَبًا. وَقَالَ سُفْيَانُ مَرَّةً اُخْرٰى اِلَّا اَنَّهُ رَخَّصَ فِي الْعَرِيَّةِ يَبِيْعُهَا اَهْلُهَا بِخَرْصِهَا يَاْكُلُوْنَهَا رُطَبًا، قَالَ هُوَ سَوَاءٌ، قَالَ سُفْيَانُ فَقُلْتُ لِيَحْيٰى وَاَنَا غُلَامٌ اِنَّ اَهْلَ مَكَّةَ يَقُوْلُوْنَ اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَخَّصَ لَهُمْ فِي بَيْعِ الْعَرَايَا! فَقَالَ وَمَا يُدْرِي اَهْلُ مَكَّةَ؟ قُلْتُ اِنَّهُمْ يَرْوُوْنَهُ عَنْ جَابِرٍ، فَسَكَتَ. قَالَ سُفْيَانُ اِنَّمَا اَرَدْتُ اَنَّ جَابِرًا مِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ. قِيْلَ لِسُفْيَانَ وَلَيْسَ فِيْهِ نَهْيٌ عَنْ بَيْعِ الثَّمَرِ حَتّٰى يَبْدُوَ صَلَاحُهُ؟ قَالَ لَا. [طرف الحدیث: ۲۳۸۴] (صحیح مسلم: ۱۵۴۰، الرقم المسلسل: ۳۷۷۸، سنن ابوداؤد: ۳۳۶۳، سنن ترمذی: ۱۳۰۳، سنن نسائی: ۴۵۴۰)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے بشیر سے سنا انہوں نے کہا: میں نے حضرت سہل بن ابی حثمہ رضی اللہ عنہ سے سنا وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے درخت پر لگے ہوئے پھلوں کی خشک کھجوروں (چھواروں) کے عوض بیع سے منع فرمایا اور عریہ کی اجازت دی کہ اس کی اندازہ سے بیع کی جائے اور وہ (عریہ والے) تازہ کھجوریں کھائیں۔ سفیان نے دوسری بار کہا کہ آپ نے بیع عرایا میں گھر والوں کو اجازت دی ہے کہ وہ تازہ کھجوروں کی اندازہ سے بیع کر دیں انہوں نے کہا: یہ برابر ہے۔ سفیان نے کہا: ان دونوں حدیثوں کا معنی واحد ہے سفیان نے بیان کیا کہ میں نے یحییٰ سے کہا: میں اس وقت کم عمر تھا جب اہل مکہ یہ کہتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع العرایا کی اجازت دی ہے انہوں نے کہا کہ اہل مکہ کو یہ کیسے معلوم ہوا؟ میں نے کہا: وہ لوگ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے تھے تو وہ خاموش ہو گئے سفیان نے کہا: میری اس سے یہ مراد تھی کہ حضرت جابر اہل مدینہ سے ہیں سفیان سے پوچھا گیا: کیا ان کی حدیث میں یہ ذکر نہیں ہے کہ آپ نے درخت کے پھلوں کی بیع سے منع فرمایا ہے حتیٰ کہ ان کی پختگی ظاہر ہو جائے انہوں نے کہا: نہیں!

خلاصہ یہ ہے کہ یحییٰ بن سعید اور اہل مکہ کی روایت میں کچھ اختلاف ہے یحییٰ بن سعید نے عرایا کی رخصت میں اندازہ کرنے کی قید لگائی ہے اور اہل عرایا کے لیے تازہ کھجوریں کھانے کی قید لگائی ہے اور اہل مکہ کی روایت میں یہ قید نہیں ہے اندازہ کے ساتھ بیع کرنے کی قید تو دوسری روایات میں بھی ہے اور تازہ کھجوریں کھانے کی قید اتفاقی ہے۔

عرایا میں فقہاء احناف کا موقف سمجھنے میں علامہ ابن المنذر کا مغالطہ اور عرایا کے شمول میں مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ فقہاء احناف کا یہ دعویٰ ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے درخت پر لگے ہوئے پھلوں کو خشک پھلوں کے عوض فروخت کرنے سے منع فرمادیا تو بیع العرایا منسوخ ہو گئی اور یہ محال ہے کیونکہ جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مزابنہ کی ممانعت کی حدیث روایت کی ہے اسی نے آپ سے عرایا کی رخصت کی روایت کی ہے۔

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن المنذر اور علامہ ابن بطال کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ فقہاء احناف کے نزدیک بیع العرایا منسوخ ہے' بلکہ ان کے نزدیک بیع العرایا جائز اور معمول ہے اور ہم عنقریب امام طحاوی کے حوالے سے اس مسئلہ میں فقہاء احناف کا موقف بیان کریں گے' جس سے حقیقت واضح ہو جائے گی۔ ان شاء اللہ العزیز

علامہ ابن بطال لکھتے ہیں: امام مالک یہ کہتے ہیں کہ عرایا تمام درختوں میں ہوتا ہے خواہ کھجور کے درخت ہوں یا انگور کی بیل ہو یا انجیر کا درخت ہو یا انار کا درخت ہو یا زیتون کا درخت ہو' پس عرایا تمام درختوں میں ہوتا ہے' مگر امام مالک یہ کہتے ہیں کہ جب کسی شخص نے انار یا سیب ایسے درختوں کو عاریۃً دیا تو اس کے لیے ان پھلوں کو اندازہ سے دے کر خریدنا جائز نہیں ہے کیونکہ ان کو اس وقت کاٹ لیا جاتا ہے جب یہ سبز ہوتے ہیں اور ان کو پکنے کے بعد نقد پیسوں سے یا طعام کے عوض خریدا جاتا ہے' اور لیث یہ کہتے تھے کہ عرایا صرف کھجور کے درختوں کے ساتھ خاص ہے اور امام شافعی یہ کہتے تھے کہ یہ کھجور اور انار دونوں میں ہے۔

(شرح ابن بطال ج ٦ ص ٢٦٥' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ھ)

٨٤ - بَابُ تَفْسِيرِ الْعَرَايَا — عرایا کی تفسیر

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

''عرایا'' ''عرية'' کی جمع ہے' کسی شخص کو کھجور کے درخت کے پھلوں کا عطیہ دیا جائے نہ کہ اس کے درخت کا تو اس کو ''عرية'' کہتے ہیں' عرب میں جب خشک سال ہوتا تو جن کے پاس کھجوروں کے درخت ہوتے تو وہ خوشی سے ان لوگوں کو عاریۃً کھجوریں دیتے جن کے پاس کھجوریں نہیں ہوتی تھیں جیسے بکریوں اور اونٹنیوں کے مالکان' لوگوں کو بکریوں اور اونٹنیوں سے دودھ دوہنے کا عطیہ کرتے تھے اور بکریاں اور اونٹنیاں نہیں دیتے تھے۔

''العرية'' ''فعيلة'' کا وزن ہے اور یہ مفعول یا فاعل کے معنی میں ہے' کہتے ہیں: ''عرى النخل'' جب کوئی شخص دوسرے کو کھجور کا درخت عطا کرے تاکہ وہ اس درخت کا پھل کھائے اور وہ درخت عطا کرنے والے کی ملکیت میں باقی رہے' یہ اس کا لغوی معنی ہے اور اس کے شرعی معنی میں فقہاء کا اختلاف ہے۔

مذاہب اربعہ کے مطابق العرایا کی تعریفات

وَقَالَ مَالِكٌ اَلْعَرِيَّةُ اَنْ يُّعْرِيَ الرَّجُلُ الرَّجُلَ النَّخْلَةَ ثُمَّ يَتَاَذّٰى بِدُخُوْلِهٖ عَلَيْهِ فَرُخِّصَ لَهٗ اَنْ يَّشْتَرِيَهَا مِنْهُ بِتَمْرٍ.

اور امام مالک نے کہا: ''العرية'' کی تعریف یہ ہے کہ کوئی شخص (اپنے باغ سے) ایک کھجور کا درخت دوسرے شخص کو عاریۃً دے دے' پھر اسے اس شخص کا (بار بار اس درخت سے کھجوریں توڑنے کے لیے) آنا' ناگوار ہو تو اس شخص کو اجازت دی گئی ہے کہ وہ سوکھی ہوئی کھجوروں کے عوض اپنا درخت خرید لے۔

امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی متوفی ٣٢١ھ لکھتے ہیں:

امام مالک کے نزدیک ''العرية'' کی تعریف یہ ہے کہ ایک شخص کا کھجوروں کا باغ ہو اور اس باغ کے وسط میں کسی شخص کے ایک یا دو کھجور کے درخت ہوں اور اہل مدینہ کا معمول تھا کہ وہ پھلوں کے موسم میں اپنے گھر والوں کے ساتھ اپنے باغوں میں منتقل ہو جاتے تو جس کے اس باغ میں ایک یا دو درخت ہوتے' وہ بھی اپنے اہل وعیال کے ساتھ اس باغ میں منتقل ہو جاتا اور ان کے آنے سے باغ کے مالک کو ضرر ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس باغ کے مالک کو یہ اجازت دی کہ جس کا اس باغ میں ایک درخت یا دو درخت ہیں'

اس کے درخت پر جتنی کھجوریں ہیں' ان کا اندازہ کر کے اس کے مطابق سوکھی ہوئی کھجوریں یا چھوارے دے کر اس سے اس درخت کی کھجوریں خرید لے تا کہ وہ ایک درخت والا اپنے اہل وعیال سمیت اس باغ سے نکل جائے اور اس باغ کی تمام کھجوریں اس باغ کے مالک اور اس کے اہل وعیال کے لیے خالص رہ جائیں اور اس کو اس ضرر سے نجات مل جائے۔

(شرح معانی الآثار ج ۳ ص ۲۹۵۔ ۲۹۴' قدیمی کتب خانہ کراچی)

اس عبارت کو علامہ عینی اور حافظ ابن حجر نے بھی نقل کیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۴۲۶' دار الکتب العلمیہ' فتح الباری ج ۳ ص ۶۱۷' دار المعرفہ' بیروت)

وَقَالَ ابْنُ اِدْرِيْسَ الْعَرِيَّةُ لَا تَكُوْنُ اِلَّا بِالْكَيْلِ مِنَ التَّمْرِ يَدًا بِيَدٍ' لَا يَكُوْنُ بِالْجِزَافِ. وَمِمَّا يُقَوِّيْهِ قَوْلُ سَهْلِ بْنِ اَبِىْ حَثْمَةَ بِالْاَوْسُقِ الْمُوَسَّقَةِ.

اور امام ابن ادریس شافعی نے یہ کہا ہے کہ "العریۃ" کی شرط یہ ہے کہ وہ کھجوریں ناپ کر دست بہ دست دی جائیں اور کھجوروں کو اندازہ سے نہ دیا جائے اور ان کی شرط کی تقویت اس سے ہوتی ہے کہ حضرت سہل بن ابی حثمہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ یہ بیع معین اوساق کے عوض کی جائے۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ ھ' اس عبارت کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بیہقی نے از ربیع از امام شافعی ذکر کیا ہے کہ "العریۃ" یہ ہے کہ ایک آدمی کھجور کے درخت کے اکثر پھل خشک کھجوروں کے عوض خرید لے' بایں طور کہ وہ درخت کی کھجوروں کو اندازہ کرے کہ وہ خشک ہونے کے بعد اس مقدار سے کتنی کم ہوں گی' پھر اندازہ کر کے ان کے عوض اتنی خشک کھجوریں دے کر درخت کی کھجوریں خرید لے پھر اگر وہ دونوں قبضہ کرنے سے پہلے جدا ہو جائیں تو بیع فاسد ہو جائے گی۔ (معرفۃ السنن والآثار ج ۴ ص ۳۴۶۔ ۳۴۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

امام بیہقی کی یہ تقریر ہر چند کہ امام بخاری کی عبارت کے مغایر ہے لیکن ان دونوں عبارتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ بیع اندازہ سے ہو نہ ادھار اور امام طبری نے حضرت سہل کے قول کو اس طرح بیان کیا ہے کہ درختوں پر پھلوں کی بیع صرف معین اوساق سے ناپ کر کی جائے خواہ وہ تین وسق ہوں' چار وسق ہوں یا پانچ وسق ہوں۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۶۱۸۔ ۶۱۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۶ ھ)

وَقَالَ ابْنُ اِسْحَاقَ فِىْ حَدِيْثِهٖ عَنْ نَّافِعٍ' عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا كَانَتِ الْعَرَايَا اَنْ يُّعْرِىَ الرَّجُلُ الرَّجُلَ فِىْ مَالِهِ النَّخْلَةَ وَالنَّخْلَتَيْنِ.

اور امام ابن اسحاق نے اپنی حدیث میں از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما یہ کہا ہے کہ عرایا کی تعریف یہ ہے کہ ایک آدمی اپنے مال سے کسی شخص کو کھجور کا ایک درخت یا دو درخت عاریۃً دے دے۔

امام ابوداؤد نے اپنی تعریف میں یہ اضافہ کیا ہے کہ پھر اس آدمی کو اس شخص کا آنا' ناگوار ہو تو وہ درخت کی کھجوروں کا اندازہ کر کے اتنی خشک کھجوریں دے کر اس شخص سے درخت کی کھجوریں خرید لے' اور یہ صورت امام مالک کی العریۃ کی تعریف کے قریب ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۳۳۶۶)(فتح الباری ج ۳ ص ۶۱۸' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ ھ)

وَقَالَ يَزِيْدُ عَنْ سُفْيَانَ بْنِ حُسَيْنٍ اَلْعَرَايَا نَخْلٌ كَانَتْ تُوْهَبُ لِلْمَسَاكِيْنِ' فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ اَنْ يَّنْتَظِرُوْا بِهَا' رُخِّصَ لَهُمْ اَنْ يَّبِيْعُوْهَا بِمَا شَاءُوْا مِنَ التَّمْرِ.

اور یزید نے از سفیان بن حسین یہ روایت کی ہے کہ العرایا کھجور کے وہ درخت ہیں جو مساکین کو ہبہ کیے جاتے تھے' پس وہ ان پر کھجوریں لگنے کا انتظار نہیں کر سکتے تھے تو ان کو یہ اجازت دی گئی کہ وہ ان درختوں کو جس قدر کھجوروں کے عوض چاہیں فروخت کر دیں۔

دیں۔

مذکور الصدر عبارات میں العرایا کی تعریف میں امام مالک اور امام شافعی کا مؤقف آ گیا ہے اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک العرایا کی تعریف حسب ذیل ہے:

علامہ شمس الدین عبدالرحمان بن محمد المقدسی حنبلی متوفی ۶۸۲ھ لکھتے ہیں:

بیع المزابنہ جائز نہیں ہے اور یہ کھجور کے درختوں کے سروں پر تازہ کھجوروں کی خشک کھجوروں کے عوض بیع ہے مگر العرایا میں یہ بیع جائز ہے اور یہ کھجور کے درختوں کے سروں پر تازہ کھجوروں کی مقدار کا اندازہ کر کے اتنی ہی خشک کھجوروں کو ناپ کر پانچ وسق سے کم میں بیع ہے اور یہ بیع ان کے لیے جائز ہے جنہیں تازہ کھجوریں کھانے کی ضرورت ہو اور ان کے پاس ان کی قیمت نہ ہو۔

(المغنی ج ۵ ص ۴۲۹' دارالحدیث القاہرہ' ۱۴۲۵ھ)

فقہاء احناف کے نزدیک العرایا کی تعریف حسب ذیل ہے:

امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی متوفی ۳۲۱ھ لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہمارے نزدیک العرایا کی تعریف یہ ہے کہ ایک آدمی اپنے کھجور کے درختوں میں سے ایک درخت کے پھل کسی شخص کو کھانے کے لیے عاریۃً دے اور اس کے سپرد نہ کرے حتیٰ کہ اسے خود ضرورت ہو تو اس کو یہ اجازت دی گئی ہے کہ وہ ان کھجوروں کو روک لے اور ان کے عوض اس شخص کو ان تازہ کھجوروں کے اندازہ سے خشک کھجوریں دے دے۔

(شرح معانی الآثار ج ۳ ص ۲۹۵' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

۲۱۹۲- حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارِكِ قَالَ اَخْبَرَنَا مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَخَّصَ فِي الْعَرَايَا اَنْ تُبَاعَ بِخَرْصِهَا كَيْلًا، قَالَ مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ وَالْعَرَايَا نَخَلَاتٌ مَعْلُوْمَاتٌ تَأْتِيْهَا فَتَشْتَرِيْهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی (اور وہ ابن مقاتل ہیں)' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن مبارک نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں موسیٰ بن عقبہ نے خبر دی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما از حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے العرایا میں اجازت دی ہے کہ ان (درخت کی کھجوروں) کا اندازہ کر کے ان کی ناپ کر بیع کی جائے' موسیٰ بن عقبہ نے کہا: العرایا' معین درخت ہیں جن کو تم کھجوروں کے عوض خریدتے ہو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۱۷۳ میں گزر چکی ہے۔

۸۵- بَابُ بَيْعِ الثِّمَارِ قَبْلَ اَنْ يَّبْدُوَ صَلَاحُهَا

پھلوں کی پختگی کے ظہور سے پہلے ان کی بیع

اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے' ابن ابی لیلیٰ اور ثوری نے کہا ہے کہ پھلوں کی پختگی کے ظہور سے پہلے ان کی بیع مطلقاً جائز نہیں ہے اور یزید بن ابی حبیب نے کہا ہے کہ یہ مطلقاً جائز ہے' امام شافعی' امام احمد اور امام مالک نے ایک قول میں یہ کہا ہے کہ اگر پھلوں کو درخت سے کاٹنے کی شرط لگا کر بیع کی گئی تو پھر یہ بیع جائز ہے ورنہ باطل ہے اور فقہاء احناف نے یہ کہا ہے کہ اگر پھلوں کو درخت پر باقی رکھنے کی شرط نہیں رکھی گئی تو یہ بیع جائز ہے اور درختوں پر پھلوں کی بیع کی ممانعت کی جو حدیث ہے' وہ اس صورت پر محمول ہے جب

درختوں پر پھلوں کا بالکل وجود نہ ہو‘ ایک قول یہ ہے کہ حدیث اپنے ظاہر پر ہے اور ممانعت تنزیہہ پر محمول ہے اور باب المزابنہ میں ہم اپنے دلائل اور مخالفین کے دلائل بیان کر چکے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۳‘ دار الکتب العلمیہ‘ بیروت‘ ۱۴۲۱ھ)

۲۱۹۳ - وَقَالَ اللَّيْثُ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ كَانَ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ يُحَدِّثُ عَنْ سَهْلِ بْنِ أَبِي حَثْمَةَ الْأَنْصَارِيِّ، مِنْ بَنِي حَارِثَةَ أَنَّهُ حَدَّثَهُ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّاسُ فِي عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَبَايَعُوْنَ الثِّمَارَ، فَإِذَا جَدَّ النَّاسُ وَحَضَرَ تَقَاضِيهِمْ، قَالَ الْمُبْتَاعُ إِنَّهُ أَصَابَ الثَّمَرَ الدُّمَانُ، أَصَابَهُ مُرَاضٌ، أَصَابَهُ قُشَامٌ، عَاهَاتٌ يَحْتَجُّوْنَ بِهَا، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا كَثُرَتْ عِنْدَهُ الْخُصُوْمَةُ فِي ذٰلِكَ فَإِمَّا لَا، فَلَا تَتَبَايَعُوْا حَتّٰى يَبْدُوَ صَلَاحُ الثَّمَرِ. كَالْمَشُوْرَةِ يُشِيْرُ بِهَا لِكَثْرَةِ خُصُوْمَتِهِمْ. قَالَ وَأَخْبَرَنِي خَارِجَةُ بْنُ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ، أَنَّ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ لَمْ يَكُنْ يَبِيْعُ ثِمَارَ أَرْضِهِ حَتّٰى تَطْلُعَ الثُّرَيَّا، فَيَتَبَيَّنَ الْأَصْفَرُ مِنَ الْأَحْمَرِ. قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ رَوَاهُ عَلِيُّ بْنُ بَحْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَكَّامٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَنْبَسَةُ، عَنْ زَكَرِيَّاءَ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ سَهْلٍ، عَنْ زَيْدٍ.

اور لیث نے کہا از ابی الزناد کہ عروہ بن زبیر نے حدیث بیان کی از حضرت سہل بن ابی حثمہ الانصاری رضی اللہ عنہ‘ وہ بنو حارثہ سے تھے‘ انہوں نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی‘ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں لوگ (درختوں پر) پھلوں کی خرید وفروخت کرتے تھے‘ پھر جب پھل توڑنے کا وقت آتا اور بائع قیمت کا تقاضا کرنے آتے تو خریدار یہ کہتے کہ ان پھلوں کا بور تو پہلے ہی خراب ہو کر کالا پڑ گیا تھا‘ اس کو بیماری لگ گئی تھی‘ یہ سردی سے ٹھٹھر گیا تھا اور اس پر پھل بہت کم لگے ہیں‘ وہ اس طرح مختلف آفات بیان کر کے بائع سے جھگڑتے (تاکہ پھلوں کی قیمت کم کرائیں)‘ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس طرح بہ کثرت مقدمات آنے لگے تو آپ نے بہ طور مشورہ فرمایا: تم اس وقت تک درختوں پر پھل فروخت نہ کرو حتیٰ کہ پھلوں کا پکنا ظاہر ہو جائے اور عروہ نے کہا کہ مجھے خارجہ بن زید بن ثابت نے خبر دی کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اس وقت تک اپنی زمین کے پھل فروخت نہیں کرتے تھے حتیٰ کہ ثریا (ستارہ) طلوع ہو جاتا اور (پھلوں کی) زردی سرخی سے ممتاز ہو جاتی۔ امام ابو عبداللہ بخاری نے کہا: اس حدیث کی علی بن بحر نے روایت کی ہے‘ انہوں نے کہا: ہمیں حکام نے حدیث بیان کی‘ انہوں نے کہا: ہمیں عنبسہ نے حدیث بیان کی از زکریا از ابی الزناد از عروہ از سہل از زید۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: تم اس وقت تک درختوں پر پھل فروخت نہ کرو حتیٰ کہ پھلوں کا پکنا ظاہر ہو جائے۔

ثریا کا معنی

اس حدیث میں ثریا کے طلوع ہونے کا ذکر ہے۔ ''ثریا'' ''ثروی'' کی تصغیر ہے‘ یہ ایک مخصوص ستارے کا نام ہے‘ امام ابوحنیفہ نے عطاء سے روایت کی ہے کہ جب ثریا طلوع ہوتا ہے تو پھلوں سے آفات دور ہو جاتی ہیں‘ جو ستارہ گرمیوں کی ابتداء میں فجر کے وقت طلوع ہوتا ہے اور ان دنوں حجاز کے شہروں میں شدید گرمی پڑتی ہے جس سے درختوں پر پھل پک جاتے ہیں اور اعتبار حقیقت میں پھلوں کے پکنے کا ہے اور ستارہ ثریا کا طلوع ہونا اس کی علامت ہے اور اس کو حدیث میں بیان کیا گیا ہے کہ پھلوں کی زردی سرخی سے تمیز اور ممتاز ہو جائے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۶‘ دار الکتب العلمیہ‘ بیروت‘ ۱۴۲۱ھ)

٢١٩٤ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ بَيْعِ الثِّمَارِ حَتّٰى يَبْدُوَ صَلَاحُهَا، نَهَى الْبَائِعَ وَالْمُبْتَاعَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (درخت کے) پھلوں کی بیع سے منع فرمایا حتیٰ کہ ان کی پختگی ظاہر ہو جائے' آپ نے بائع اور خریدار دونوں کو منع فرمایا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٤٨٦ میں گزر چکی ہے۔

٢١٩٥ - حَدَّثَنَا ابْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا حُمَيْدُ الطَّوِيْلُ، عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى اَنْ تُبَاعَ ثَمَرَةُ النَّخْلِ حَتّٰى تَزْهُوَ. قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ يَعْنِيْ حَتّٰى تَحْمَرَّ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابن مقاتل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں حمید الطویل نے خبر دی از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور کے درخت کے پھل کی بیع سے منع فرمایا حتیٰ کہ وہ سرخ اور زرد ہو جائیں۔ امام ابوعبداللہ نے کہا: یعنی وہ سرخ ہو جائیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٤٨٨ میں گزر چکی ہے۔

٢١٩٦ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ، عَنْ سَلِيْمِ بْنِ حَيَّانَ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ مِيْنَاءَ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ تُبَاعَ الثَّمَرَةُ حَتّٰى تُشَقِّحَ. فَقِيْلَ مَا تُشَقِّحُ؟ قَالَ تَحْمَارُّ وَتَصْفَارُّ وَيُؤْكَلُ مِنْهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی از سلیمان بن حیان' انہوں نے کہا: ہمیں سعید بن میناء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے درخت پر لگے ہوئے پھلوں کی بیع سے منع فرمایا حتیٰ کہ وہ زھو ہو جائیں' پوچھا گیا کہ زھو کا کیا معنی ہے؟ تو سعید بن میناء نے کہا: وہ سرخ اور زرد ہو جائیں اور ان کو کھایا جا سکے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٤٨٧ میں گزر چکی ہے۔

٨٦- بَابُ بَيْعِ النَّخْلِ قَبْلَ اَنْ يَّبْدُوَ صَلَاحُهَا

پکنے سے پہلے کھجور کے درختوں پر پھلوں کی بیع

٢١٩٧ - حَدَّثَنِيْ عَلِيُّ بْنُ الْهَيْثَمِ قَالَ حَدَّثَنَا مُعَلًّى حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ قَالَ اَخْبَرَنَا حُمَيْدٌ قَالَ حَدَّثَنَا اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ نَهٰى عَنْ بَيْعِ الثَّمَرَةِ حَتّٰى يَبْدُوَ صَلَاحُهَا، وَعَنِ النَّخْلِ حَتّٰى يَزْهُوَ. قِيْلَ وَمَا يَزْهُوْ؟

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن الہیثم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معلّٰی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حمید نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے پھلوں کی بیع سے منع فرمایا حتیٰ کہ

قَالَ يَحْمَارُّ اَوْ يَصْفَارُّ.

ان کا پکنا ظاہر ہو جائے اور کھجور کے پھلوں کی بیع سے منع فرمایا حتیٰ کہ وہ سرخ اور زرد ہو جائیں۔ کہا گیا کہ "زھو" کا کیا معنی ہے؟ انہوں نے بتایا کہ پھل سرخ ہو جائیں یا زرد ہو جائیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۸۸ میں گزر چکی ہے۔

۸۷- بَابٌ إِذَا بَاعَ الثِّمَارَ قَبْلَ أَنْ يَّبْدُوَ صَلَاحُهَا ثُمَّ أَصَابَتْهُ عَاهَةٌ فَهُوَ مِنَ الْبَائِعِ

جب کسی شخص نے پکنے سے پہلے پھلوں کو فروخت کیا اور ان پر کوئی آفت آ گئی تو وہ (نقصان) بائع کے ذمہ ہے

۲۱۹۸ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ' عَنْ حُمَيْدٍ' عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ بَيْعِ الثِّمَارِ حَتّٰى تُزْهِيَ' فَقِيْلَ لَهٗ وَمَا تُزْهِيْ ؟ قَالَ حَتّٰى تَحْمَرَّ. فَقَالَ أَرَأَيْتَ إِذَا مَنَعَ اللّٰهُ الثَّمَرَةَ' بِمَ يَأْخُذُ أَحَدُكُمْ مَالَ أَخِيْهِ؟

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از حمید از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زھو سے پہلے پھلوں کی بیع سے منع فرمایا' کہا گیا کہ زھو کا کیا معنی ہے؟ تو آپ نے فرمایا: حتیٰ کہ وہ سرخ ہو جائیں' آپ نے فرمایا: یہ بتاؤ کہ اگر اللہ پھلوں کو پیدا ہونے سے روک لے تو تم اپنے بھائی کا مال کس چیز کے عوض لو گے؟

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۸۸ میں گزر چکی ہے تاہم بعض ضروری اُمور بیان کیے جا رہے ہیں:

قدرتی آفات سے پھلوں کے ضیاع پر تاوان میں مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

یحییٰ بن سعید انصاری' امام مالک' ابوعبید اور محدثین کی ایک جماعت اور اہل مدینہ نے کہا ہے کہ قدرتی آفات سے پھلوں کو جو نقصان پہنچے اس کا فی الجملہ بائع ذمہ دار ہوتا ہے۔

اس حدیث میں "جائحۃ" کا لفظ ہے' اس سے مراد قدرتی آفات ہیں جن میں انسان کا دخل نہیں ہوتا' جیسے آندھی' ژالہ باری' ٹڈی دل کے بادل وغیرہ۔

ظاہر مذہب یہ ہے کہ قدرتی آفات قلیل ہوں یا کثیر' ان میں کوئی فرق نہیں ہے۔

امام احمد نے کہا ہے کہ اگر دس یا بیس پھلوں کو نقصان ہو تو میں اس کو آفت نہیں کہتا لیکن جب درخت کے تہائی یا چوتھائی یا پانچویں حصہ کے پھلوں کو نقصان پہنچے تو بائع اس کا ضامن ہوگا' ان کی دوسری روایت یہ ہے کہ اگر تہائی سے کم نقصان ہے تو اس کا خریدار ضامن ہوگا' امام مالک کا اور امام شافعی کا قول قدیم بھی یہی ہے' کیونکہ پرندے ضرور کچھ کھا لیتے ہیں اور کچھ پھل آندھی سے گر جاتے ہیں اور ان کا کوئی ضابطہ نہیں ہے۔

جمہور متقدمین' سفیان ثوری' امام ابوحنیفہ' امام ابو یوسف' امام محمد' امام شافعی کا قول جدید' امام ابوجعفر طبری' داؤد ظاہری اور ان کے اصحاب کا مذہب یہ ہے کہ خریدار کے قبضہ کرنے کے بعد فروخت شدہ پھلوں کو جو قدرتی آفت پہنچتی ہے اس کا خریدار ضامن ہوگا خواہ نقصان قلیل ہو یا کثیر اور خریدار کے قبضہ کرنے سے پہلے فروخت شدہ پھلوں کو جو نقصان پہنچا ہے' اس کا بائع ضامن ہوگا اور اس نقصان

کے حساب سے قیمت کم کرلی جائے گی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۱۰-۹ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۲۱۹۹ - وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ لَوْ أَنَّ رَجُلًا ابْتَاعَ ثَمَرًا قَبْلَ أَنْ يَبْدُوَ صَلَاحُهُ، ثُمَّ أَصَابَتْهُ عَاهَةٌ، كَانَ مَا أَصَابَهُ عَلَى رَبِّهِ. قَالَ أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَتَبَايَعُوا الثَّمَرَ حَتَّى يَبْدُوَ صَلَاحُهَا، وَلَا تَبِيعُوا الثَّمَرَ بِالتَّمْرِ.

اورلیث نے کہا: مجھے یونس نے حدیث بیان کی از ابن شہاب' انہوں نے بیان کیا کہ اگر کسی شخص نے پھلوں کی پختگی کے ظہور سے پہلے کھجوریں خریدیں' پھران پر کوئی قدرتی آفت آ گئی تو جونقصان ہوا' اس کا بائع ضامن ہوگا' انہوں نے کہا: مجھے سالم بن عبداللہ نے خبردی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس وقت تک پھل نہ خریدو حتیٰ کہ ان کا پختہ ہونا ظاہر ہوجائے' اور درخت پر لگے ہوئے پھلوں کو خشک پھلوں کے عوض نہ خریدو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۸۶ میں ملاحظہ فرمائیں۔

۸۸ - بَابُ شِرَاءِ الطَّعَامِ إِلَى أَجَلٍ

مدتِ معینہ کے ادھار پر خریدنا

۲۲۰۰ - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ ذَكَرْنَا عِنْدَ إِبْرَاهِيمَ الرَّهْنَ فِي السَّلَفِ، فَقَالَ لَا بَأْسَ بِهِ. ثُمَّ حَدَّثَنَا عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اشْتَرَى طَعَامًا مِنْ يَهُودِيٍّ إِلَى أَجَلٍ، فَرَهَنَهُ دِرْعَهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص بن غیاث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہم نے ابراہیم کے پاس قرض میں رہن رکھنے کا ذکر کیا' انہوں نے کہا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے' پھر ہم کو حدیث بیان کی از اسود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی سے مدتِ معینہ کے ادھار پر طعام خریدا اور اس کے پاس اپنی زرہ گروی رکھ دی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۰۶۸ میں ملاحظہ فرمائیں۔

۸۹ - بَابُ إِذَا أَرَادَ بَيْعَ تَمْرٍ بِتَمْرٍ خَيْرٍ مِنْهُ

جب کوئی شخص بعض کھجوروں کی اس سے عمدہ کھجوروں کے عوض بیع کا ارادہ کرے

۲۲۰۱-۲۲۰۲ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِ الْمَجِيدِ بْنِ سُهَيْلِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَعْمَلَ رَجُلًا عَلَى خَيْبَرَ فَجَاءَهُ بِتَمْرٍ جَنِيبٍ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكُلُّ تَمْرِ خَيْبَرَ هٰكَذَا؟ قَالَ لَا وَاللَّهِ يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّا لَنَأْخُذُ الصَّاعَ مِنْ هٰذَا بِالصَّاعَيْنِ، وَالصَّاعَيْنِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از عبدالمجید بن سہیل بن عبدالرحمان از سعید بن المسیب از حضرت ابوسعید الخدری و حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو خیبر پر عامل بنایا' وہ آپ کے پاس بہت عمدہ کھجوریں لے کر آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کیا خیبر کی تمام کھجوریں ایسی ہیں؟ اس نے کہا: اللہ کی قسم! یارسول اللہ! ہم یہ ایک صاع کھجوریں لیتے ہیں اور اس کے عوض دوسری کھجوریں دو صاع اور دو صاع کے عوض تین صاع دیتے ہیں' تو رسول اللہ

بِالثَّلَاثَةِ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاتَفْعَلْ' بِعِ الْجَمْعَ بِالدَّرَاهِمِ' ثُمَّ ابْتَعْ بِالدَّرَاهِمِ جَنِيْبًا.

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس طرح نہ کرو' سب کھجوریں تم دراہم کے عوض فروخت کرو' پھر عمدہ کھجوریں دراہم کے عوض خریدو۔

[اطراف الحدیث: (۲۲۰۱) ۲۳۰۲_۴۲۴۴_۴۲۴۶_۷۳۵۰_][اطراف الحدیث: (۲۲۰۲) ۲۳۰۳_۴۲۴۵_۴۲۴۷_۷۳۵۱][صحیح مسلم: ۱۵۹۳' الرقم المسلسل: ۳۹۷۲' سنن نسائی: ۴۵۵۳)

گھٹیا چیز زیادہ دے کر عمدہ چیز کم لینے کی ممانعت کی توجیہ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے کہ کوئی شخص گھٹیا کھجوریں زیادہ مقدار میں دے کر اس کے عوض میں عمدہ کھجوریں اس سے کم مقدار میں لے لے' آپ نے اس سے اس لیے منع فرمایا ہے تاکہ یہ الگ الگ دو سودے ہوں اور ان میں سود داخل نہ ہو۔

گھٹیا چیز کی عمدہ چیز کے عوض مقدار میں فرق کے ساتھ بیع میں مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ تمام کھجوریں ایک جنس ہیں خواہ وہ گھٹیا کھجوریں ہوں یا عمدہ کھجوریں ہوں اور ان میں سے کسی ایک کو دوسری قسم کے عوض اضافہ کے ساتھ فروخت کرنا جائز نہیں ہے' اور کھجور کے حکم میں طعام کی تمام اقسام ہیں' لہٰذا ایک جنس کے طعام کی بیع میں اضافہ اور ادھا بالاجماع جائز نہیں ہے اور اگر دو مختلف جنسوں کا طعام ہو تو اس کو اضافہ کے ساتھ فروخت کرنا تو جائز ہے لیکن ادھار فروخت کرنا جائز نہیں ہے' امام مالک کے نزدیک یہ اس طعام کا حکم ہے جو غذا بن سکے اور امام شافعی کے نزدیک یہ ہر قسم کے طعام کا حکم ہے خواہ وہ غذا بن سکے یا نہ بن سکے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک یہ ہر اس طعام کا حکم ہے جس کو ناپ کے ذریعہ یا وزن کے ذریعہ فروخت کیا جائے۔

تحریم سے پہلے اس کام کو کرنے کا حکم

اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ جس شخص کو کسی چیز کی تحریم کا علم نہ ہو تو جب تک اس کو اس کی تحریم کا علم نہ ہو' اس کے ارتکاب میں اس پر اس سے مواخذہ نہیں ہوگا' کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًاO (بنی اسرائیل: ۱۵)

اور ہم اس وقت تک عذاب دینے والے نہیں ہیں حتیٰ کہ رسول بھیج دیںO

میں کہتا ہوں کہ اس آیت اور اس حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ایک شخص حلال اور حرام کا علم حاصل نہ کرے اور حرام کام کرتا رہے تو اس سے مواخذہ نہیں ہوگا بلکہ اس کے دو گناہ ہیں' ایک گناہ علم حاصل نہ کرنے کا اور دوسرا گناہ حرام کام کرنے کا ہے' سو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بتادیا کہ عمدہ چیز کی گھٹیا چیز کے عوض اضافہ کے ساتھ بیع نہ کی جائے تو اب جو بھی اس طرح بیع کرے گا' وہ گنہ گار ہوگا خواہ وہ اس کا علم حاصل کرے یا نہ کرے۔

حرام طریقہ سے کی ہوئی بیع کو فسخ کرنے پر دلائل

نیز علامہ ابن بطال لکھتے ہیں: اس پر علماء کا اجماع ہے کہ جب کوئی بیع حرام طریقہ سے کی جائے تو وہ فسخ اور مردود ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کوئی ایسا عمل کیا جو ہماری شریعت کے مطابق نہیں ہے تو وہ مردود ہے۔ (صحیح البخاری ص ۱۵۴۳' دار ارقم بیروت)

نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح کی بیع کو مسترد فرمادیا تھا' حدیث میں ہے:

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ برنی کھجوریں لے کر آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے پوچھا: یہ کہاں سے لائے ہو؟ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کہا: ہمارے پاس گھٹیا کھجوریں تھیں تو میں نے وہ دو صاع کھجوریں دے کر یہ ایک صاع کھجوریں خرید لیں' تا کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طعام ہوں' اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اوہ! (اُف) یہ تو عین سود ہے! تم اس طرح نہ کرو لیکن جب تم کھجوریں خریدنا چاہو تو ان کو فروخت کر دو' پھر دوسری کھجوریں خرید لو۔

(صحیح البخاری: ۲۳۱۲' صحیح مسلم: ۱۵۹۴' الرقم المسلسل: ۳۹۷۳' سنن نسائی: ۴۵۵۹)

بعض علماء نے اس حدیث کی توجیہ میں یہ کہا ہے کہ جس شخص نے دو صاع گھٹیا کھجوریں دے کر ایک صاع عمدہ کھجوریں خریدی تھیں' وہ سود کے احکام نازل ہونے سے پہلے کا واقعہ ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس تحریم کی خبر دینے سے پہلے کا واقعہ ہے' اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بیع کو فسخ کرنے کا حکم نہیں دیا۔

لیکن یہ ان علماء کی غفلت ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتح خیبر کے موقع پر حضرت سعدین (یعنی حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہما) سے فرمایا تھا: تم دونوں نے سود کی بیع کی ہے' سو اس کو مسترد کر دو اور فتح خیبر ان کھجوروں کی خریداری سے پہلے کا واقعہ ہے۔

میں کہتا ہوں کہ اس سے زیادہ صریح حدیث یہ ہے:

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کچھ کھجوریں لائی گئیں' آپ نے فرمایا: یہ کھجوریں ہماری کھجوروں کی طرح تو نہیں ہیں! اس شخص نے کہا: یا رسول اللہ! ہم نے اپنی دو صاع کھجوریں دے کر یہ ایک صاع کھجوریں خریدی ہیں' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ سود ہے' اس بیع کو تم مسترد کر دو' پھر ہماری کھجوروں کو فروخت کر دو اور ہمارے لیے یہ کھجوریں خرید و۔ (صحیح مسلم: ۱۵۹۴' الرقم المسلسل: ۳۹۷۵)

علامہ ابن بطال فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے امام شافعی نے یہ استدلال کیا ہے کہ ایک آدمی کسی شخص کو نقد رقم دے کر طعام خریدے' پھر اسی رقم سے اس سے طعام خرید لے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے منع نہیں فرمایا۔ امام مالک کے نزدیک یہ جائز نہیں ہے' کیونکہ طعام کی بیع طعام سے ہوگئی اور درمیان میں دراہم لغو ہیں۔ (شرح ابن بطال ج ۶ ص ۳۷۵۔۳۷۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۳۹۷۲۔ ج ۴ ص ۱۴۱۳ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۹۰ - بَابُ مَنْ بَاعَ نَخْلًا قَدْ أُبِّرَتْ' أَوْ أَرْضًا مَزْرُوْعَةً' أَوْ بِإِجَارَةٍ

جس نے ایسا کھجور کا درخت فروخت کیا جس میں پیوندکاری کی گئی تھی یا ایسی زمین فروخت کی یا کرائے پر دی جس میں کاشت کاری ہو چکی تھی

اس باب کے عنوان میں ''ابرت'' کا لفظ ہے' اس کا مادہ ''تابیر'' ہے اور اس کا معنی تلقیح ہے' یعنی مؤنث کھجور کے شگوفے کو شق کر کے اس میں مذکر کھجور کے شگوفے لگا دینا' مذکر کھجور وہ ہے جس میں جلدی پھل لگ جائے اور مؤنث کھجور وہ ہے جس میں دیر سے پھل آئے۔

۲۲۰۳ - قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ وَقَالَ لِيْ اِبْرَاهِيْمُ اَخْبَرَنَا هِشَامٌ قَالَ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ اَبِيْ مُلَيْكَةَ يُخْبِرُ عَنْ نَافِعٍ' مَوْلٰى ابْنِ عُمَرَ اَنَّ اَيُّمَا نَخْلٍ

امام ابوعبداللہ بخاری نے کہا: مجھ سے ابراہیم نے کہا: انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے ابن ابی ملیکہ سے سنا' وہ نافع مولیٰ

بِيعَتْ، قَدْ أُبِّرَتْ لَمْ يُذْكَرِ الثَّمَرُ، فَالثَّمَرُ لِلَّذِي أَبَّرَهَا، وَكَذٰلِكَ الْعَبْدُ وَالْحَرْثُ، سَمَّى لَهُ نَافِعٌ هٰؤُلَاءِ الثَّلَاثَ. [اطراف الحدیث: ٢٢٠٤-٢٢٠٦-٢٣٧٩-٢٧١٦]

ابن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ جس نے ایسے درخت کو فروخت کیا جس میں پیوند کاری کی گئی تھی اور پھلوں کا ذکر نہیں کیا تو پھل اس شخص کے لیے ہیں جس نے پیوند کاری کی ہے' اسی طرح غلام اور کھیت کا حکم ہے' نافع نے ان تینوں کا نام لیا ہے۔

(صحیح مسلم: ١٥٤٣' الرقم المسلسل: ٣٧٩٢' سنن ابوداؤد: ٣٤٣٤' سنن ابن ماجہ: ٢٢١٠)

حدیث مذکور کے رجال

(١) ابراہیم بن یوسف بن یزید بن زادان الفراء (٢) ہشام بن یوسف ابوعبدالرحمان (٣) عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج (٤) عبیداللہ بن عبداللہ بن ابی ملیکہ (٥) نافع مولیٰ ابن عمر رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ١٢ ص ١٥)

درخت اور کھیت کو خریدنے کے بعد اس درخت کے پھل اور کھیت کی پیداوار کی ملکیت کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

امام مالک' امام شافعی اور امام احمد نے اس حدیث کے ظاہر پر عمل کیا ہے' اور کہا ہے کہ جس شخص نے ایسا کھجور کا درخت فروخت کیا جس میں پیوند کاری کی گئی تھی اور خریدار نے اس کے پھلوں کی شرط نہیں لگائی تھی تو اس کے پھل بائع کے لیے ہیں اور پھلوں کی کٹائی کے وقت تک یہ درخت پھلوں پر چھوڑے جائیں گے اور بائع کے ذمہ اس درخت کو پانی دینا ہے اور خریدار کے ذمہ ہے کہ وہ اس کو ضرورت کے مطابق پانی لگانے کا موقع دے۔

امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں: بائع نے خواہ پیوند کاری کی ہو یا نہ کی ہو' اس کے پھل بائع کے لیے ہیں اور خریدار اس سے یہ مطالبہ کر سکتا ہے کہ تم اپنا درخت فی الحال اکھاڑ لو اور خریدار پر یہ لازم نہیں ہے کہ وہ پھلوں کی کٹائی تک صبر کرے اور انتظار کرے اور اگر بائع نے یہ شرط لگائی کہ وہ پھلوں کی کٹائی کے وقت تک پھلوں کو درخت پر رہنے دے تو بیع فاسد ہو جائے گی' امام ابوحنیفہ نے یہ کہا ہے کہ اس حدیث میں پھلوں کو درخت کی پیوند کاری پر معلق کیا ہے تو یہ قید احترازی نہیں ہے اتفاقی ہے' بائع نے اس درخت کی پیوند کاری کی ہو یا نہ کی ہو' ہر صورت میں پھل بائع کے ہیں۔ اس حدیث میں غلام کا بھی ذکر ہے' اس کا معنی یہ ہے کہ ایک شخص نے ایسا غلام خریدا جس کے پاس مال تھا تو وہ مال بائع کا ہے اور وہ مال بیع میں داخل نہیں ہوگا' سوا اس کے کہ خریدار نے مال کو لینے کی بھی شرط لگائی ہو اور حدیث میں کھیت کا بھی ذکر ہے' اس کا معنی یہ ہے کہ کسی شخص نے کھیت خریدا تو اس کھیت میں کاشت کی ہوئی پیداوار بائع کی ہوگی۔

(عمدۃ القاری ج ١٢ ص ١٧-١٦' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٢٢٠٤ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ بَاعَ نَخْلًا قَدْ أُبِّرَتْ فَثَمَرَتُهَا لِلْبَائِعِ، إِلَّا أَنْ يَشْتَرِطَ الْمُبْتَاعُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے ایسا کھجور کا درخت فروخت کیا جس میں پیوند کاری کی گئی تھی تو اس کے پھل بائع کے لیے ہیں' سوا اس کے کہ بائع ان پھلوں کو بھی خریدنے کی شرط لگا لے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٢٠٣ میں کر دی گئی ہے۔

۹۱ - بَابُ بَيْعِ الزَّرْعِ بِالطَّعَامِ كَيْلًا

کھیت کی پیداوار کو ناپ کر فروخت کرنا

۲۲۰۵ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُزَابَنَةِ اَنْ يَّبِيْعَ ثَمَرَ حَائِطِهٖ اِنْ كَانَ نَخْلًا بِتَمْرٍ كَيْلًا، وَاِنْ كَانَ كَرْمًا اَنْ يَّبِيْعَهٗ بِزَبِيْبٍ كَيْلًا، اَوْ كَانَ زَرْعًا اَنْ يَّبِيْعَهٗ بِكَيْلِ طَعَامٍ، وَنَهٰى عَنْ ذٰلِكَ كُلِّهٖ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از نافع از ابن عمر رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مزابنہ سے منع فرمایا کہ وہ اپنے باغ کے پھل فروخت کرے اگر وہ کھجوریں ہوں تو ان کو چھواروں کے عوض ناپ کر فروخت کرے اور اگر وہ انگور ہوں تو ان کو کشمش کے عوض ناپ کر فروخت کرے یا وہ کھیت ہو تو اس کو گندم کے عوض ناپ کر فروخت کرے آپ نے ان تمام بیوع سے منع فرمایا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۱۷۱ میں گزر چکی ہے' تاہم بعض ضروری اُمور بیان کیے جا رہے ہیں:

تازہ پھلوں کی خشک پھلوں کے عوض بیع کے جواز میں مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی لکھتے ہیں:

علماء کا اس پر اجماع ہے کہ کٹائی سے پہلے کھیت کی بیع گندم کے عوض جائز نہیں ہے اور نہ انگور کی بیع کشمش کے عوض جائز ہے اور نہ کھجور کے درختوں پر لگی ہوئی کھجوروں کی بیع چھواروں کے عوض جائز ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے اور اس کا نام مزابنہ رکھا ہے اور اس میں غرر اور دھوکا ہے کیونکہ یہ ایک جنس میں مجہول کی بیع معلوم کے عوض ہے' لیکن تازہ پھلوں کی خشک پھلوں کے عوض بیع جب کہ تازہ پھل درخت سے کٹ چکے ہوں اور ان میں مماثلت ممکن ہو تو جمہور علماء اس بیع کی ایک جنس میں اجازت نہیں دیتے' خواہ وہ ایک دوسرے کے مقدار میں برابر ہوں یا کوئی ایک دوسرے سے زائد ہو' کیونکہ یہ وہ مزابنہ ہے جس کو حدیث میں منع کیا گیا ہے۔ امام ابو یوسف اور امام محمد کا بھی یہی قول ہے۔

تازہ پھلوں کی خشک پھلوں کے عوض بیع کے جواز کے قول کی وجہ سے علامہ ابن بطال مالکی کا امام ابوحنیفہ پر اعتراض

امام ابوحنیفہ نے ان کی مخالفت کی ہے اور انہوں نے تازہ گندم کی خشک گندم کے عوض اور تازہ کھجوروں کی خشک کھجوروں کے عوض بیع کی اجازت دی ہے' جب کہ دونوں عوض برابر برابر ہوں اور اگر کوئی ایک عوض زائد ہو تو پھر وہ اس کی اجازت نہیں دیتے' ابوثور نے بھی امام ابوحنیفہ کی موافقت کی ہے۔

امام طحاوی نے امام ابوحنیفہ کی طرف سے یہ استدلال کیا ہے کہ جب فقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ تازہ پھلوں کی تازہ پھلوں کے عوض برابر برابر بیع جائز ہے' اگرچہ ایک عوض میں رطوبت کم ہوتی ہے اور دوسرے میں رطوبت زیادہ ہوتی ہے اور ان میں سے ہر ایک کے وزن میں کمی ہوتی ہے جو دوسرے سے کمی میں مختلف ہوتی ہے اور انہوں نے اس اختلاف کو ملحوظ نہیں رکھا اور اس سے بیع کو باطل نہیں کیا بلکہ انہوں نے بیع کے وقت ان کے حال کو مدنظر رکھا' پس نظر کا تقاضا یہ ہے کہ تازہ کھجوروں کے کٹنے کے بعد ان کی خشک کھجوروں کے عوض بیع اسی طرح جائز ہو۔

علامہ ابن بطال کہتے ہیں کہ یہ قیاس فاسد ہے کیونکہ تازہ کھجوروں کی جب تازہ کھجوروں کے عوض بیع ہوتی ہے تو اگرچہ ان میں

بھی سوکھنے کے بعد کچھ کمی ہو جاتی ہے لیکن وہ کمی بہت کم ہوتی ہے اس لیے وہ کمی اپنی قلت کی وجہ سے معاف ہے اور بیوع میں تھوڑا سا غرر جائز قرار دیا گیا ہے کیونکہ اس میں تقریباً کوئی بیع خالی نہیں ہوتی اور تازہ کھجوروں کی چھواروں کے مقابلہ میں جو کمی ہوتی ہے وہ بہت زیادہ ہوتی ہے اس لیے ان دونوں میں فرق ہے اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں جمہور کی دلیل ہے اور اس پر دلیل یہ حدیث ہے:

عبداللہ بن یزید بیان کرتے ہیں کہ زید ابو عیاش نے حضرت سعد بن ابی وقاص سے سوال کیا: آیا جَو کے خوشوں میں جَو کی صاف جَو سے بیع جائز ہے؟ انہوں نے کہا: میں نے سنا: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سنا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے چھواروں کی تازہ کھجوروں کے عوض بیع کے متعلق سوال کیا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: کیا تازہ کھجوریں سوکھنے کے بعد کم ہو جاتی ہیں؟ صحابہ نے کہا: جی ہاں! تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی بیع سے منع فرما دیا۔ (سنن ابوداؤد: ٣٣٥٩' سنن ترمذی: ١٢٢٥' سنن نسائی: ٤٥٥٩' سنن ابن ماجہ: ٢٢٦٤' موطأ امام مالک۔ کتاب البیوع۔ باب: ما یکرہ من بیع التمر۔ حدیث: ٢٢' المکتبۃ التوفیقیہ' موطأ امام مالک ج ٢ ص ١١٠)

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تازہ کھجوروں کی چھواروں کے عوض بیع سے منع فرمادیا ہے اور اس کی علت یہ بیان فرمائی ہے کہ تازہ کھجوریں سوکھنے کے بعد کم ہو جاتی ہیں۔ (شرح ابن بطال ج ٦ ص ٢٧٩' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ھ)

تازہ پھلوں کی خشک پھلوں کے عوض بیع کے جواز کے قول کی وجہ سے حافظ ابن حجر شافعی کا امام ابوحنیفہ پر اعتراض

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

امام طحاوی نے جو کہا ہے کہ تازہ کھجوروں کی تازہ کھجوروں کے عوض بیع جائز ہے حالانکہ ان کی رطوبت بھی مختلف ہوتی ہے اس لیے تازہ کھجوروں کی خشک کھجوروں کے عوض بیع بھی جائز ہونی چاہیے' سو یہ استدلال اس حدیث کی نص کے خلاف ہے اس لیے یہ استدلال فاسد ہے اور تازہ کھجوروں کی آپس میں جو بیع ہوتی ہے اور ان میں کسی جانب رطوبت کم ہوتی ہے تو چونکہ یہ فرق بہت کم ہوتا ہے اس لیے معاف ہے اور تازہ کھجوروں اور خشک کھجوروں میں فرق بہت زیادہ ہوتا ہے۔

(فتح الباری ج ٣ ص ٦٢٨' دار المعرفہ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

مذکورہ اعتراضوں کا امام ابوحنیفہ کی طرف سے مصنف کا جواب

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن بطال نے اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس مسئلہ میں امام طحاوی کی پوری عبارت نقل نہیں کی ورنہ مسئلہ بالکل صاف ہو جاتا اور امام ابوحنیفہ کا موقف بے غبار ہو جاتا' امام طحاوی نے مذکور الصدر حدیث کا یہ جواب دیا ہے کہ دوسری حدیث میں یہ قید ہے کہ اس طرح کی بیع ادھار منع ہے اور مذکور الصدر حدیث میں ممانعت ادھار پر محمول ہے' سو وہ حدیث مجمل ہے اور مفصل حدیث یہ ہے:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تازہ کھجوروں کی چھواروں کے عوض ادھار بیع سے منع فرمایا ہے۔ (سنن ابوداؤد: ٣٣٦٠' شرح معانی الآثار: ٥٣٩٧)

امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی متوفی ٣٢١ھ اس حدیث کی روایت کے بعد لکھتے ہیں:

پس اس مسئلہ میں یہ حدیث اصل ہے جس میں ادھار بیع کی ممانعت کا ذکر ہے' اس حدیث میں ادھار کا اضافہ یحییٰ بن ابی کثیر نے کیا ہے' پس یہ حدیث اولیٰ ہے' نیز یہ حدیث ایک اور سند سے بھی مروی ہے:

عمران بن ابی انس سے مروی ہے کہ بنو مخزوم کے مولیٰ نے حدیث بیان کی کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص تازہ کھجوروں کو چھواروں کے عوض مدتِ معینہ کے ادھار پر فروخت کرتا ہے' آیا یہ جائز ہے؟ تو حضرت سعد نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو ایسی بیع سے منع فرمایا ہے۔ (شرح معانی الآثار: ۵۳۶۸)

عمران بن ابی انس ایک معروف شخص ہیں اور انہوں نے بھی اس حدیث کی یحییٰ کی طرح روایت کی ہے۔

امام طحاوی فرماتے ہیں کہ ان مختلف آثار میں تطبیق کی صورت یہ ہے کہ عبداللہ بن یزید کی حدیث کو عمران بن انس کی حدیث پر محمول کیا جائے گا' گویا کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ نے تازہ کھجوروں کی چھواروں کے عوض بیع سے ممانعت کی جو روایت کی ہے' اس کی علت ادھار بیع ہے' اس طرح یہ مختلف احادیث موافق ہو جائیں گی۔ (شرح معانی الآثار: ج ۳ ص ۲۶۴' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

علامہ ابن بطال مالکی اور حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی نے امام طحاوی کی ادھوری عبارت نقل کر کے امام ابوحنیفہ پر حدیث کی مخالفت کرنے کا اعتراض کر دیا حالانکہ یہ لوگ خود حدیث کی مخالفت کر رہے ہیں' حدیث میں تازہ کھجوروں کی چھواروں کے عوض ادھار بیع کی ممانعت ہے اور یہ لوگ اس بیع کی مطلقاً ممانعت کو ثابت کر رہے ہیں۔ فیاللاسف!

۹۲ - بَابُ بَيْعِ النَّخْلِ بِأَصْلِهِ

کھجور کے درخت کو جڑ سمیت فروخت کرنا

۲۲۰۶ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ' عَنْ نَافِعٍ' عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَيُّمَا امْرِئٍ اَبَّرَ نَخْلًا ثُمَّ بَاعَ اَصْلَهَا' فَلِلَّذِيْ اَبَّرَ ثَمَرُ النَّخْلِ' اِلَّا اَنْ يَّشْتَرِطَهُ الْمُبْتَاعُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے کھجور کے درخت میں پیوند لگایا' پھر اس کو جڑ سمیت فروخت کر دیا تو اس کھجور کے درخت کے پھل اس شخص کے لیے ہیں جس نے اس میں پیوند لگایا ہے ماسوا اس صورت کے کہ خریدار اس کی شرط لگائے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۲۰۳ میں گزر چکی ہے۔

۹۳ - بَابُ بَيْعِ الْمُخَاضَرَةِ

مخاضرہ (پکنے سے پہلے کچی سبزیوں اور کچے پھلوں کو) فروخت کرنا

''مخاضرۃ'' کا معنی سبز رنگ ہے' پکنے سے پہلے دانوں اور پھلوں کا رنگ سبز ہوتا ہے یعنی جن کی پختگی ظاہر نہ ہوئی ہو' اس باب میں ان کی بیع کا حکم بیان کیا گیا ہے۔

۲۲۰۷- حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ بْنُ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ يُوْنُسَ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ قَالَ حَدَّثَنِيْ اِسْحَاقُ بْنُ اَبِيْ طَلْحَةَ الْاَنْصَارِيُّ' عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهٗ قَالَ نَهَى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُحَاقَلَةِ' وَالْمُخَاضَرَةِ وَالْمُلَامَسَةِ' وَالْمُنَابَذَةِ' وَالْمُزَابَنَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن وہب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمر بن یونس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے اسحاق بن ابی طلحہ انصاری نے حدیث بیان کی از حضرت انس بن مالک رضی اللہ' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے محاقلہ' مخاضرہ' ملامسہ' منابذہ اور مزابنہ سے منع فرمایا۔

اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں۔

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ اس میں مخاضرہ کی بیع کا ذکر ہے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) اسحاق بن وہب العلاف (۲) عمر بن یونس الحنفی (۳) ان کے والد یونس بن القاسم ابوعمر الحنفی (۴) اسحاق بن ابی طلحہ یہ اسحاق بن عبد اللہ بن ابی طلحہ ہیں اور ان کا نام زید بن سہل انصاری ہے اور وہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے بھتیجے ہیں (۵) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۴۰)

حدیث میں مذکور بیوع کے ناموں کی تعریفات

''المحاقلۃ'' کھیت میں خوشوں کی گندم یا جَو کی خشک گندم یا جَو سے اندازہ کے ساتھ بیع کرنا۔

''المخاضرۃ'' پکنے سے پہلے سبز دانوں اور سبز پھلوں کی خشک دانوں اور خشک پھلوں سے بیع کرنا۔

''الملامسۃ'' بائع مشتری کو کپڑے کا تھان دکھا کر کہے: اگر تم نے اس کو چھو لیا تو بیع واجب ہو جائے گی اور تمہیں دیکھنے کے بعد اختیار نہیں ہوگا۔

''المنابذۃ'' بائع خریدار سے یہ کہے کہ جس چیز کو میں نے تمہاری طرف پھینک دیا' اُس کی بیع واجب ہو جائے گی۔

درخت پر لگے ہوئے پھلوں کی خشک پھلوں کے عوض اندازہ سے بیع۔

۲۲۰۸ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ بَيْعِ ثَمَرِ التَّمْرِ حَتّٰى يَزْهُوَ. فَقُلْنَا لِأَنَسٍ مَا زَهْوُهَا؟ قَالَ تَحْمَرُّ وَتَصْفَرُّ، أَرَأَيْتَ إِنْ مَنَعَ اللّٰهُ الثَّمَرَةَ بِمَ تَسْتَحِلُّ مَالَ أَخِيكَ؟

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن جعفر نے حدیث بیان کی از حمید از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے درخت پر لگے ہوئے پھلوں کی بیع سے منع فرمایا حتیٰ کہ وہ زھو ہو جائیں' ہم نے حضرت انس سے پوچھا: زھو کا کیا معنی ہے؟ انہوں نے کہا کہ وہ پھل سرخ ہو جائیں یا زرد ہو جائیں' یہ بتاؤ کہ اگر اللہ تعالیٰ پھل کو روک لے تو تم اپنے بھائی کے مال کو کس چیز کے عوض حلال کرو گے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۸۸ میں گزر چکی ہے۔

یعنی اگر کسی ناگہانی آفت سے درخت پر پھل تلف ہو جائیں تو تم نے اس درخت کی جو قیمت وصول کی ہے' وہ کیسے حلال ہو گی۔

۹۴ - بَابُ بَيْعِ الْجُمَّارِ وَأَكْلِهِ

کھجور کے درخت کے سفید گوند کو فروخت کرنا اور اس کو کھانا

اس عنوان میں ''جُمّار'' کا لفظ ہے' کھجور کے درخت کے تنے سے چربی کی مانند سفید گوند جو نکلتا ہے اس کو ''جُمّار'' کہتے ہیں' جس درخت کا گوند نکال لیا جائے تو پھر اس میں پھل نہیں لگتا۔

۲۲۰۹ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ هِشَامُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ أَبِي بِشْرٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید ہشام بن عبد الملک نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث

ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كُنْتُ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَأْكُلُ جُمَّارًا، فَقَالَ مِنَ الشَّجَرِ شَجَرَةٌ كَالرَّجُلِ الْمُؤْمِنِ. فَأَرَدْتُّ أَنْ أَقُوْلَ هِيَ النَّخْلَةُ، فَإِذَا أَنَا أَحْدَثُهُمْ، قَالَ هِيَ النَّخْلَةُ.

بیان کی از ابی بشر از مجاہد از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا' اس وقت آپ جمار کھا رہے تھے' پس آپ نے فرمایا: درختوں میں سے ایک درخت مردِ مؤمن کی طرح ہے' میں نے ارادہ کیا کہ میں کہوں: وہ کھجور کا درخت ہے' لیکن اس وقت میں سب سے کم عمر تھا' آپ نے فرمایا: وہ کھجور کا درخت ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۶۱ میں گزر چکی ہے۔

۹۵ - بَابُ مَنْ أَجْرٰى أَمْرَ الْأَمْصَارِ عَلٰى مَا يَتَعَارَفُوْنَ بَيْنَهُمْ فِي الْبُيُوْعِ وَالْإِجَارَةِ وَالْمِكْيَالِ وَالْوَزْنِ، وَسُنَنِهِمْ عَلٰى نِيَّاتِهِمْ وَمَذَاهِبِهِمِ الْمَشْهُوْرَةِ

جس نے شہروں کے معاملات اس کے موافق جاری کیے جو ان کے ہاں خرید و فروخت' کرائے' ناپ کے آلے اور وزن میں معروف تھا اور ان کے طریقے ان کی نیات کے مطابق ہیں اور ان کے مذاہب مشہورہ

اس باب میں یہ بیان کیا جائے گا کہ شہروں کے معاملات ان کے عرف پر محمول کیے جائیں گے خواہ وہ معاملات خرید و فروخت میں ہوں' کرائے میں ہوں' یا ناپ اور وزن کے آلات میں ہوں' اور جن چیزوں کے متعلق شارع علیہ السلام کی طرف سے تصریح نہ ہو کہ وہ کیلی ہے یا وزنی ہے تو اس شہر کے عرف میں اگر اس کو ناپ کے ذریعہ فروخت کیا جاتا ہے تو اس کو کیلی قرار دیا جائے گا اور اگر اس شہر میں اس کو وزن کے حساب سے فروخت کیا جاتا ہے تو اس کو وزنی قرار دیا جائے گا' خلاصہ یہ ہے کہ امام بخاری نے اس عنوان سے یہ قصد کیا ہے کہ لوگوں کے عرف اور عادت پر اعتماد کرنا چاہیے اور اس سے یہ قاعدہ بھی نکلتا ہے کہ تعاملِ مسلمین حجت شرعیہ ہے۔

وَقَالَ شُرَيْحٌ لِلْغَزَّالِيْنَ سُنَّتُكُمْ بَيْنَكُمْ رِبْحًا.

اور قاضی شریح نے کپڑا بُننے والے سے کہا: تمہارے مقدمات میں تمہارے نفع کا تمہارے رواج کے مطابق فیصلہ کیا جائے گا۔

اس تعلیق کو امام سعید بن منصور نے سند موصول کے ساتھ روایت کیا ہے:

محمد بن سیرین نے بیان کیا کہ چند کپڑا بُننے والوں نے قاضی شریح کے پاس اپنا مقدمہ پیش کیا اور کہا کہ ہمارا آپس میں اس طرح اور اس طرح طریقہ ہے' انہوں نے کہا: جو تمہارے درمیان طریقہ ہے' اسی کے مطابق فیصلہ کیا جائے گا۔

اس تعلیق میں ''ربحا'' (نفع) کا جو لفظ ہے' اس کے متعلق علامہ عینی نے کہا ہے: اس کا کوئی فائدہ نہیں ہے اور تعلیق کے ساتھ اس کی کوئی معنوی مطابقت بھی نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۲۳-۲۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

وَقَالَ عَبْدُ الْوَهَّابِ، عَنْ أَيُّوْبَ، عَنْ مُحَمَّدٍ لَّا بَأْسَ الْعَشَرَةُ بِأَحَدَ عَشَرَ، وَيَأْخُذُ لِلنَّفَقَةِ رِبْحًا.

اور عبد الوہاب نے کہا از ایوب از محمد (بن سیرین): دس کی چیز کی گیارہ کے عوض بیع کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے' وہ اپنے خرچ کے لیے نفع لے سکتا ہے۔

اس تعلیق کی باب کے عنوان سے مناسبت اس طرح ہے کہ جہاں شہر کا عرف نہ ہو کہ دس درہم کی چیز گیارہ درہم میں فروخت کی جاتی ہو تو وہاں اس بیع میں کوئی حرج نہیں ہے' اس تعلیق کو امام ابن ابی شیبہ نے سند موصول کے ساتھ روایت کیا ہے کہ جب شہر کا عرف

یہ ہو کہ دس درہم کی چیز گیارہ درہم میں فروخت کی جاتی ہو اور اپنے خرچ کے لیے ایک درہم نفع لیا جاتا ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۲۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ ھ)

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِهِنْدٍ خُذِيْ مَا يَكْفِيْكِ وَوَلَدَكِ بِالْمَعْرُوْفِ.

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہند سے فرمایا: تمہارے اور تمہاری اولاد کے لیے عرف کے مطابق جتنا خرچ کافی ہے وہ لے لو۔

اس تعلیق کے موافق حدیث موصول صحیح البخاری: ۲۲۱۱ میں مذکور ہے۔

وَقَالَ تَعَالٰى ﴿وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ﴾ (النساء:٦). وَاكْتَرَى الْحَسَنُ مِنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مِرْدَاسٍ حِمَارًا، فَقَالَ بِكَمْ؟ قَالَ بِدَانِقَيْنِ، فَرَكِبَهُ ثُمَّ جَاءَ مَرَّةً أُخْرٰى، فَقَالَ الْحِمَارَ الْحِمَارَ! فَرَكِبَهُ وَلَمْ يُشَارِطْهُ فَبَعَثَ إِلَيْهِ بِنِصْفِ دِرْهَمٍ.

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور جو (یتیم کا ولی) ضرورت مند ہو وہ دستور کے مطابق کھالے۔ (النساء:٦) اور حسن بصری نے عبداللہ بن مرداس سے گدھا کرائے پر لیا تو ان سے اس کا کرایا پوچھا' انہوں نے بتایا وہ دو دمڑی ہے (ایک دمڑی درہم کا چھٹا حصہ ہے' اور ایک درہم آج کل ۹۰ روپے کا ہے۔ 31-01-2008) پھر وہ گدھے پر سوار ہو گئے' پھر دوسری بار وہ کسی ضرورت سے آئے اور کہا کہ مجھے گدھا چاہیے' پس اس پر سوار ہو گئے اور کرایا طے نہیں کیا' پھر اس کے پاس نصف درہم بھیج دیا۔

اس تعلیق سے امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ دوسری بار حسن بصری نے گدھے کا کرایا طے نہیں کیا اور عرف کے مطابق نصف درہم کرایا بھیج دیا۔

۲۲۱۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ حُمَيْدٍ الطَّوِيْلِ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ حَجَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبُوْ طَيْبَةَ، فَأَمَرَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِصَاعٍ مِّنْ تَمْرٍ، وَأَمَرَ أَهْلَهُ أَنْ يُّخَفِّفُوْا عَنْهُ مِنْ خَرَاجِهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک نے خبر دی از حمید الطویل از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوطیبہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فصد لگائی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اسے ایک صاع کھجوریں دی جائیں اور اس کے مالکوں کو حکم دیا کہ وہ اس کے خراج میں کمی کر دیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۱۰۲ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوطیبہ رضی اللہ عنہ سے فصد لگانے کی اجرت طے نہیں کی اور عرف اور رواج کے مطابق ان کو ایک صاع کھجوریں عطا کر دیں۔

۲۲۱۱ - حَدَّثَنَا أَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ هِنْدٌ أُمُّ مُعَاوِيَةَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أَبَا سُفْيَانَ رَجُلٌ شَحِيْحٌ، فَهَلْ عَلَيَّ جُنَاحٌ أَنْ اٰخُذَ مِنْ مَّالِهِ سِرًّا؟ قَالَ خُذِيْ أَنْتِ وَبَنُوْكِ مَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ہشام از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت ہند ام معاویہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ بخیل شخص ہیں' اگر میں چپکے سے ان کا مال لے لوں تو کیا مجھے گناہ ہوگا؟

يَكْفِيكِ بِالْمَعْرُوفِ. [اطراف الحدیث: ۲۴۶۰-۳۸۲۵- ۵۳۵۹-۵۳۶۴-۵۳۷۰-۶۶۴۱-۷۱۶۱-۷۱۸۰] آپ نے فرمایا: تم اتنا مال لے لو جو تمہیں اور تمہاری اولاد کے لیے عرف اور دستور کے مطابق کافی ہو۔

(صحیح مسلم: ۱۷۱۴' الرقم المسلسل: ۴۳۶۸' سنن ابوداؤد: ۳۵۳۳' سنن نسائی: ۵۴۲۰' سنن ابن ماجہ: ۲۲۹۳)

حضرت ہند اور حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہما کا تذکرہ' اس کا ثبوت کہ بیوی اور بچوں کا خرچ شوہر کے ذمہ ہے اور دیگر مسائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں حضرت ہند رضی اللہ عنہا کا ذکر ہے۔ ان کا نام ہے: ہند بنت عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس بن عبد مناف۔ یہ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی زوجہ ہیں' یہ فتح مکہ کے سال اسلام لائی تھیں' اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں فوت ہو گئی تھیں۔

نیز اس حدیث میں حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے۔ ان کا نام صخر بن حرب بن امیہ بن عبد شمس ہے' یہ فتح مکہ کے سال اسلام لائے تھے اور یہ ان دنوں قریش کے رئیس تھے' حدیث ہرقل میں ان کا تعارف کیا جا چکا ہے۔

اس حدیث میں ''شحیح'' کا لفظ ہے' اس کا معنی بخیل اور حریص ہے۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ بیوی کا اور چھوٹے بچوں کا خرچ شوہر کے ذمہ ہوتا ہے اور اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ اگر کسی شخص کا کسی دوسرے آدمی پر حق نکلتا ہو اور وہ اس شخص کو اس کا حق نہ دیتا ہو تو وہ شخص اس آدمی کے مال سے اس کی اجازت کے بغیر اپنے حق کے مطابق لے سکتا ہے' علامہ عینی نے کہا ہے کہ یہ قاعدہ مطلقاً نہیں ہے بلکہ یہ اس صورت میں ہے جب اس کو اپنے حق کی جنس سے چیز مل جائے اور اگر وہ چیز اس کے حق کی جنس سے نہ ہو تو پھر اس کو لینے کے لیے اس آدمی کی یا حاکم کی اجازت لینی ضروری ہے۔

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ بیوی اپنی ضرورت کے کام سے گھر کے باہر جا سکتی ہے جب اس کو معلوم ہو کہ اس کا شوہر اس پر راضی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۲۶-۲۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۲۲۱۲ - حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ أَخْبَرَنَا هِشَامٌ (ح) وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ قَالَ سَمِعْتُ عُثْمَانَ بْنَ فَرْقَدٍ قَالَ سَمِعْتُ هِشَامَ بْنَ عُرْوَةَ يُحَدِّثُ' عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ سَمِعَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا تَقُولُ ﴿وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ وَمَنْ كَانَ فَقِيرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوفِ﴾ (النساء: ٦) أُنْزِلَتْ فِي وَالِي الْيَتِيمِ الَّذِي يُقِيمُ عَلَيْهِ وَيُصْلِحُ فِي مَالِهِ' إِنْ كَانَ فَقِيرًا أَكَلَ مِنْهُ بِالْمَعْرُوفِ. [اطراف الحدیث: ۲۷۶۵-۴۵۷۵] (صحیح مسلم: ۳۰۱۹' الرقم المسلسل: ۷۴۲۷)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن نمیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے خبر دی (ح) اور مجھے محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے عثمان بن فرقد سے سنا' انہوں نے کہا: میں نے ہشام بن عروہ سے سنا' وہ حدیث بیان کرتے ہیں از والد خود' انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا' وہ بیان کرتی ہیں کہ یہ آیت: اور جو (یتیم کا ولی) مال دار ہو وہ (ان کا مال کھانے سے) بچتا رہے اور جو حاجت مند ہو' وہ دستور کے موافق کھا لے۔ (النساء: ۶) یتیم کے اس ولی کے متعلق نازل ہوئی ہے جو اس کی دیکھ بھال کرتا ہے اور اس کے مال کی اصلاح کرتا ہے' وہ اگر ضرورت مند ہو تو اس کے مال سے بہ قدر ضرورت کھا لے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) اسحاق بن منصور (۲) ابن نمیر' یہ عبداللہ بن نمیر ہیں (۳) ہشام بن عروہ (۴) محمد بن المثنی (۵) عثمان بن فرقد (۶) عروہ بن الزبیر بن العوام (۷) ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۲۶)

یتیم کے ولی کو اس کے مال سے کھانے کی اجازت کے متعلق احادیث

عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا: اس نے کہا: میرے پاس مال نہیں ہے اور میرے زیر کفالت یتیم ہے' تو آپ نے فرمایا: تم اپنے یتیم کے مال سے کھالو اور اس کے مال کو بے جا خرچ نہ کرنا اور اس کے مال کو خرچ کر کے اپنا مال نہ بچانا۔ (سنن ابوداؤد: ۲۸۷۲' سنن نسائی: ۳۶۷۰' سنن ابن ماجہ: ۲۷۱۸' المنتقیٰ: ۹۵۲' سنن بیہقی ج ۹ ص ۲۰۵' شرح السنۃ: ۲۲۰۵' مسند احمد ج ۲ ص ۱۸۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۶۷۴۵۔ ج ۱۱ ص ۳۵۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: میں اپنے یتیم کو کس چیز سے ماروں؟ آپ نے فرمایا: جس چیز سے تم اپنے بیٹے کو مارتے ہو جب کہ تم اپنے مال کو اس کے مال کے ساتھ ملانے والے اور اپنے مال کو بڑھانے والے نہ بنو۔ (سنن بیہقی ج ۶ ص ۴' نشر السنۃ' ملتان)

قاسم بن محمد بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس آیا اور اس نے کہا: میرے پاس یتیموں کا مال ہے' درحقیقت وہ یہ اجازت طلب کر رہا تھا کہ وہ ان کے مال سے کچھ مقدار لے لے' حضرت ابن عباس نے پوچھا: کیا تم اس کے گم شدہ جانور تلاش کرتے ہو؟ اس نے کہا: کیوں نہیں! آپ نے پوچھا: کیا تم اس کے حوض کی مٹی سے لپائی کرتے ہو؟ اس نے کہا: کیوں نہیں! حضرت ابن عباس نے پوچھا: جس دن اس کے جانور حوض پر پانی پینے کے لیے جاتے ہیں کیا تم ان کی پیشوائی کرتے ہو؟ اس نے کہا: کیوں نہیں! حضرت ابن عباس نے فرمایا: پھر تم اس کے جانوروں کا دودھ پی سکتے ہو۔ (سنن بیہقی ج ۶ ص ۴' نشر السنۃ' ملتان)

جب یتیم کا ولی خوش حال ہو جائے تو اس کے مال سے جس قدر مال ضرورت کی بناء پر کھایا تھا' اس کو واپس کر دے

سعید بن جبیر نے کہا: یتیم کے ولی کو جب ضرورت ہو تو وہ بہ قدر ضرورت یتیم کے مال سے قرض لے اور جب اس کے پاس رقم آئے تو اس کا قرض واپس کر دے اور اگر خوش حالی نہ آنے کی وجہ سے وہ اس کا قرض واپس نہ کر سکے تو کوئی حرج نہیں ہے' اس سے زیادہ یتیم کے مال میں رخصت نہیں دی گئی۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم: ۴۸۳۰' مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

ابراہیم نے کہا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: یتیم کا ولی یتیم کے مال سے عرف اور دستور کے مطابق کھائے اور عرف اور دستور کے مطابق کھانا وہ ہے جس سے بھوک مٹ جائے اور اتنا کپڑا ہے جس سے ستر چھپ جائے۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم: ۴۸۳۲)

شعبی نے کہا: یتیم کا ولی بغیر اضطرار کے یتیم کے مال سے نہ کھائے اور اگر کھایا ہے تو اس کو بعد میں ادا کر دے۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم: ۴۸۳۴)

۹۶ - بَابُ بَيْعِ الشَّرِيْكِ مِنْ شَرِيْكِهٖ

ایک شریک کی اپنے شریک سے بیع

۲۲۱۳ - حَدَّثَنِيْ مَحْمُوْدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ جَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الشُّفْعَةَ فِيْ كُلِّ مَالٍ لَّمْ يُقْسَمْ فَاِذَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمود نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از الزہری از ابی سلمہ از حضرت جابر رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر غیر منقسم مال میں شفعہ کرنے

وَقَعَتِ الْحُدُوْدُ وَصُرِّفَتِ الطُّرُقُ، فَلَا شُفْعَةَ. کا حق قرار دیا لیکن جب حدود متعین ہو جائیں اور راستے پھیر دیئے جائیں تو شفعہ کا حق نہیں رہے گا۔

[اطراف الحدیث: ۲۲۱۴-۲۲۵۷-۲۴۹۵-۲۴۹۶-۶۹۷۶]

(صحیح مسلم: ۱۶۰۸، الرقم المسلسل: ۴۰۱۹، سنن ابوداؤد: ۳۵۱۳، سنن نسائی: ۴۶۴۶)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمود بن غیلان (۲) عبدالرزاق بن ہمام (۳) معمر بن راشد (۴) زہری، یہ محمد بن مسلم ہیں (۵) ابوسلمہ بن عبدالرحمان۔

(عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۲۸)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے اس طرح مطابقت ہے کہ مثلاً ایک مکان میں دو شخص شریک ہیں اور ان میں سے ایک شریک کسی اجنبی شخص کو وہ مکان فروخت کر رہا ہے تو دوسرے شریک کو شفعہ کرنے کا حق ہے اور وہ ایسے شریک کو اجنبی شخص کے ہاتھ وہ مکان فروخت کرنے سے منع کرے اور اپنے شریک سے خود مکان خرید لے تو اس طرح شفعہ کی صورت میں ایک شریک کی دوسرے شریک سے بیع ہوگئی۔

اس حدیث میں فرمایا ہے: ہر غیر منقسم مال میں شفعہ کرنے کا حق دار قرار دیا۔

اس جملہ میں غیر منقسم مال سے مراد غیر منقول مال ہے مثلاً زمین اور مکان وغیرہ۔

شفعہ کے وجوب میں ائمہ ثلاثہ کا مذہب اور ان کے مذہب کے موافق صحیح حدیث

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام مالک، امام شافعی، امام احمد اور اوزاعی وغیرہ کا یہ مؤقف ہے کہ شفعہ صرف شریک کر سکتا ہے، اس میں جو چیز غیر منقسم اور مشاع ہو اور پڑوس کی وجہ سے شفعہ نہیں ہو سکتا اور ان کا استدلال اس باب کی حدیث مذکور سے ہے اور ان کا استدلال اس حدیث سے بھی ہے:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر اس شرکت میں شفعہ مشروع فرما دیا جس کی تقسیم نہ ہوئی ہو، خواہ وہ مکان ہو یا باغ ہو، اس کے مالک کے لیے اس کو فروخت کرنا جائز نہیں ہے حتیٰ کہ وہ اپنے شریک سے اجازت حاصل کر لے، وہ اگر چاہے گا تو اس کو لے لے گا اور اگر چاہے گا تو ترک کر دے گا، پس اگر اس نے اس کو فروخت کر دیا اور اس کے شریک نے اس کی اجازت نہیں دی تھی تو وہ شریک اس کا زیادہ حق دار ہے۔ (صحیح مسلم: ۱۶۰۸، الرقم المسلسل: ۴۰۱۹، سنن ابوداؤد: ۳۵۱۳، سنن نسائی: ۴۶۴۶)

(عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۲۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

شفعہ کے وجوب میں امام ابوحنیفہ کا مذہب اور اس کے موافق احادیث صحیحہ

امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی متوفی ۳۲۱ھ لکھتے ہیں:

ائمہ ثلاثہ کی اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ہر شریک کو شفعہ کرنے کا حق ہے لیکن اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ شریک کے علاوہ اور کسی کو شفعہ کرنے کا حق نہیں ہے جب کہ دوسری احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ پڑوسی کو بھی شفعہ کرنے کا حق ہے:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پڑوسی اپنے پڑوسی پر شفعہ کرنے کا زیادہ حق دار ہے پس اگر پڑوسی غائب ہو تو دوسرا پڑوسی اس کا انتظار کرے جب کہ ان دونوں کا راستہ واحد ہو۔

(سنن ابوداؤد: ۳۵۱۸، سنن ترمذی: ۱۳۶۹، سنن ابن ماجہ: ۲۴۹۴، مسند احمد ج ۳ ص ۳۵۳، شرح معانی الآثار: ۵۸۵۰)

امام طحاوی فرماتے ہیں: اس حدیث میں اس مبیع پر شفعہ کو واجب کیا ہے جس مبیع میں کسی کی شرکت نہیں ہے اور اس کے راستہ میں بھی شرکت نہیں ہے ان دونوں حدیثوں پر عمل کرنا واجب ہے اور یہ ایک دوسرے کے معارض نہیں ہیں۔

اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ آپ کے مؤقف کے خلاف یہ حدیث ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر غیر منقسم (زمین) میں شفعہ کرنے کا فیصلہ فرمایا اور جب (زمین کی) حدود متعین ہو جائیں پھر کسی کو شفعہ کا حق نہیں ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۳۵۱۵ 'سنن نسائی: ۴۷۱۴ 'سنن ابن ماجہ: ۲۴۹۷ 'مسند احمد ج ۳ ص ۳۹۹ 'شرح معانی الآثار: ۵۸۵۳)

مخالفین کہتے ہیں کہ اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ گھروں اور زمین میں شرکت سے شفعہ واجب ہوتا ہے اور راستہ میں بھی شرکت سے شفعہ واجب ہوتا ہے پھر پڑوس کی وجہ سے شفعہ کہاں سے ثابت ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ پڑوس کی وجہ سے شفعہ اس حدیث سے ثابت ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: گھر کا پڑوسی گھر پر شفعہ کرنے کا زیادہ حق دار ہے۔

(سنن ترمذی: ۱۳۶۸ 'سنن ابوداؤد: ۳۵۱۷ 'مسند احمد ج ۴ ص ۳۹۰-۳۸۹-۳۸۸ 'مسند احمد ج ۵ ص ۱۸-۱۳-۱۲-۸ 'شرح معانی الآثار: ۵۸۶۲)

حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پڑوس کے سبب سے شفعہ کا فیصلہ فرمایا۔

(شرح معانی الآثار: ۵۸۶۹)

حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پڑوسی اپنے قرب کی وجہ سے (شفعہ کرنے کا) زیادہ حق دار ہے۔ (صحیح البخاری: ۲۲۵۸-۶۹۷۷ 'سنن ابوداؤد: ۳۵۱۶ 'سنن نسائی: ۴۷۱۲ 'سنن ابن ماجہ: ۲۴۹۵)

حضرت شرید بن سوید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ایسی زمین جس میں نہ کسی کا حصہ ہے نہ شرکت ہے صرف پڑوس ہے؟ آپ نے فرمایا: پڑوسی اپنے قرب کی وجہ سے شفعہ کرنے کا زیادہ حق دار ہے۔

(سنن ابن ماجہ: ۲۴۹۶ 'سنن نسائی: ۴۷۱۳ 'شرح معانی الآثار: ۵۸۷۲)

امام ابوجعفر فرماتے ہیں: ان احادیث اور آثار سے ثابت ہو گیا کہ پڑوس کی وجہ سے شفعہ کرنا ثابت ہے۔ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ ہوسکتا ہے ان احادیث میں پڑوسی سے مراد شریک ہو؟ اس کا اولاً جواب یہ ہے کہ لغت عرب میں پڑوسی پر شریک کا اطلاق نہیں کیا جاتا' ثانیاً ہم نے حضرت شرید بن سوید رضی اللہ عنہ کی حدیث روایت کی ہے' اس میں اس کی واضح تصریح ہے کہ اس میں پڑوسی مراد ہے شریک مراد نہیں ہے۔

امام طحاوی فرماتے ہیں: ہم نے جو اس باب میں احادیث اور آثار روایت کیے ہیں' ان سے واضح ہو گیا کہ تین وجوہ سے شفعہ ثابت ہوتا ہے: (۱) کوئی شخص بیع میں شریک ہو (۲) کوئی شخص گھر کے راستہ میں شریک ہو (۳) کوئی شخص کسی کے مکان یا دکان کا پڑوسی ہو' ان میں سے کسی چیز کو ترک کرنا جائز نہیں ہے اور نہ بعض احادیث کو تضاد پر محمول کرنا جائز ہے۔

یہ امام ابوحنیفہ' امام ابویوسف اور امام محمد رحمہم اللہ اجمعین کا قول ہے۔

(شرح معانی الآثار ج ۳ ص ۴۰۷-۴۰۱ ملخصاً' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

۹۷ - بَابُ بَيْعِ الْأَرْضِ وَالدُّوْرِ وَالْعُرُوْضِ مُشَاعًا غَيْرَ مَقْسُوْمٍ

جو زمین' گھر اور سامان غیر منقسم ہو اس کو فروخت کرنا

۲۲۱۴ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَحْبُوْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَضَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالشُّفْعَةِ فِيْ كُلِّ مَالٍ لَّمْ يُقْسَمْ، فَاِذَا وَقَعَتِ الْحُدُوْدُ، وَصُرِّفَتِ الطُّرُقُ، فَلَا شُفْعَةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن محبوب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے حدیث بیان کی از زہری از ابوسلمہ بن عبد الرحمان از حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر غیر منقسم مال میں شفعہ کو مشروع فرمایا' پس جب حدود قائم ہو جائیں اور راستے پھیر دیئے جائیں تو پھر شفعہ نہیں ہو سکتا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۲۱۳ میں گزر چکی ہے' تاہم وہاں شفعہ کی تعریف نہیں ذکر کی گئی تھی' سو ہم یہاں شفعہ کی تعریف ذکر کر رہے ہیں:

شفعہ کا لغوی اور شرعی معنی

''شفعة'' کا لفظ ''شفع'' سے ماخوذ ہے' ''شفع'' کا معنی ہے: ایک چیز کو دوسری چیز سے ملانا' کسی شخص کے مکان' دکان یا زمین میں اس کے شریک کو یا پڑوسی کو شریعت نے یہ حق دیا ہے کہ جب وہ شخص اس زمین یا مکان یا دکان کو فروخت کرنا چاہے تو پہلے پڑوسی یا شریک کو مطلع کرے کہ میں اس کو فروخت کر رہا ہوں اگر تم اس کو خریدنا چاہو تو پہلا حق تمہارا ہے اور اگر تم نہ خریدو تو میں کسی اور کو فروخت کر دیتا ہوں' اور اگر وہ شخص اپنے شریک یا پڑوسی کو مطلع کیے بغیر اس کو فروخت کر دے تو اس کے شریک یا پڑوسی کو شریعت نے یہ حق دیا ہے کہ وہ اس شخص کے خلاف مقدمہ کر کے اپنا حق وصول کر لے اور اس زمین یا مکان یا دکان کو خرید لے' ائمہ ثلاثہ کے نزدیک حق شفعہ صرف شریک کے لیے ہے اور امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک حق شفعہ شریک کے علاوہ پڑوسی کو بھی حاصل ہے' فریقین کے دلائل حدیث سابق کی شرح میں گزر چکے ہیں۔

امام بخاری فرماتے ہیں:

حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بِهٰذَا، وَقَالَ فِيْ كُلِّ مَا لَمْ يُقْسَمْ.

ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد نے یہی حدیث بیان کی اور کہا: ہر اس چیز میں جو غیر منقسم ہو۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے یہ اشارہ کیا ہے کہ یہ حدیث ان کے دو شیوخ سے مروی ہے: ایک شیخ محمد بن محبوب از عبدالواحد ہیں اور دوسرے شیخ مسدد از عبدالواحد ہیں' نیز دونوں کی روایتوں میں یہ فرق ہے کہ محمد بن محبوب کی روایت میں مذکور ہے: آپ نے ہر غیر منقسم مال میں شفعہ کو مشروع فرمایا' اور مسدد کی روایت میں مذکور ہے: آپ نے ہر غیر منقسم میں شفعہ کو مشروع فرمایا' یعنی اس روایت میں مال کی قید نہیں ہے۔

تَابَعَهُ هِشَامٌ، عَنْ مَعْمَرٍ.

عبدالواحد نے ہشام کی روایت کی متابعت کی ہے از معمر۔

امام بخاری نے اس حدیث کی باب ''ترك الحيل'' میں موصولاً روایت کی ہے' یہ حدیث' صحیح البخاری: ۶۹۷۶ میں مذکور ہے۔

قَالَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ فِيْ كُلِّ مَالٍ. رَوَاهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اِسْحَاقَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ.

امام عبدالرزاق کی روایت میں ہے: ''ہر مال میں'' (شفعہ مشروع ہے)۔ اس حدیث کی عبدالرحمان بن اسحٰق نے زہری سے روایت کی ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق کی صحیح البخاری: ۲۲۱۳ میں موصولاً روایت کی ہے۔

امام عبدالرزاق کی روایت میں عبدالرحمان بن اسحاق قرشی کا ذکر ہے' اس کے متعلق امام ابوداؤد نے کہا ہے کہ یہ قدری ثقہ ہے۔(عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۳۲)

۹۸ - بَابٌ اِذَا اشْتَرٰی شَیْئًا لِغَیْرِهٖ بِغَیْرِ اِذْنِهٖ فَرَضِیَ

جب کسی شخص نے کوئی چیز دوسرے کے لیے اس کی اجازت کے بغیر خریدی' پھر وہ دوسرا بھی اس پر راضی ہو گیا

امام بخاری نے اس عنوان سے یہ اشارہ کیا ہے کہ ان کے نزدیک فضولی کی بیع جائز ہے' جو شخص صاحب معاملہ کی اجازت کے بغیر اس کے لیے خرید وفروخت کرے' اس کو فقہ کی اصطلاح میں فضولی کہتے ہیں' پھر اگر صاحب معاملہ اس کے تصرف کو جائز قرار دے دے تو اس کی خرید وفروخت نافذ ہو جاتی ہے۔

۲۲۱۵ - حَدَّثَنَا یَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَیْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ مُوْسَی ابْنُ عُقْبَةَ' عَنْ نَافِعٍ' عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا' عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَرَجَ ثَلَاثَةٌ یَمْشُوْنَ فَاَصَابَهُمُ الْمَطَرُ' فَدَخَلُوْا فِیْ غَارٍ فِیْ جَبَلٍ' فَانْحَطَّتْ عَلَیْهِمْ صَخْرَةٌ' قَالَ فَقَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ اُدْعُوا اللّٰهَ بِاَفْضَلِ عَمَلٍ عَمِلْتُمُوْهُ. فَقَالَ اَحَدُهُمْ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ کَانَ لِیْ اَبَوَانِ شَیْخَانِ کَبِیْرَانِ' فَکُنْتُ اَخْرُجُ فَاَرْعٰی' ثُمَّ اَجِیْءُ فَاَحْلُبُ فَاَجِیْءُ بِالْحِلَابِ' فَاٰتِیْ بِهٖ اَبَوَیَّ فَیَشْرَبَانِ' ثُمَّ اَسْقِی الصِّبْیَةَ وَاَهْلِیْ وَامْرَاَتِیْ' فَاحْتَبَسْتُ لَیْلَةً فَجِئْتُ فَاِذَا هُمَا نَائِمَانِ' قَالَ فَکَرِهْتُ اَنْ اُوْقِظَهُمَا' وَالصِّبْیَةُ یَتَضَاغَوْنَ عِنْدَ رِجْلَیَّ' فَلَمْ یَزَلْ ذٰلِكَ دَاْبِیْ وَدَاْبُهُمَا حَتّٰی طَلَعَ الْفَجْرُ' اَللّٰهُمَّ اِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنِّیْ فَعَلْتُ ذٰلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ' فَافْرُجْ عَنَّا فُرْجَةً نَرٰی مِنْهَا السَّمَاءَ' قَالَ فَفُرِجَ عَنْهُمْ. وَقَالَ الْاٰخَرُ اَللّٰهُمَّ اِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنِّیْ کُنْتُ اُحِبُّ امْرَاَةً مِّنْ بَنَاتِ عَمِّیْ کَاَشَدِّ مَا یُحِبُّ الرَّجُلُ النِّسَاءَ' فَقَالَتْ لَا تَنَالُ ذٰلِكَ مِنْهَا حَتّٰی تُعْطِیَهَا مِائَةَ دِیْنَارٍ' فَسَعَیْتُ فِیْهَا حَتّٰی جَمَعْتُهَا' فَلَمَّا قَعَدْتُ بَیْنَ رِجْلَیْهَا قَالَتْ اِتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تَفُضَّ الْخَاتَمَ اِلَّا بِحَقِّهٖ' فَقُمْتُ وَتَرَکْتُهَا' فَاِنْ کُنْتَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعاصم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے موسیٰ بن عقبہ نے خبر دی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے بیان فرمایا: تین شخص سفر کر رہے تھے کہ ان پر بارش ہونے لگی' وہ ایک پہاڑ کے غار میں داخل ہو گئے' ناگاہ پہاڑ کی ایک چٹان ٹوٹ کر اوپر سے گری جس نے غار کا منہ بند کر دیا تو انہوں نے ایک دوسرے سے کہا کہ تم نے جو سب سے افضل عمل کیا ہو' اس کا وسیلہ پیش کر کے اللہ سے دعا کرو' ان میں سے ایک نے دعا کی: اے اللہ! بے شک میرے ماں باپ بہت بوڑھے تھے' میں بکریاں چرانے کے لیے گھر سے باہر جاتا تھا' پھر گھر آ کر ایک برتن میں دودھ دوہ کر اپنے ماں باپ کے پاس لاتا تو وہ اس دودھ کو پیتے' اس کے بعد میں اپنے بچوں کو' گھر والوں کو اور اپنی بیوی کو دودھ پلاتا' ایک رات میں کہیں پھنس گیا اور دیر سے لوٹا' جب میں گھر پہنچا تو ماں باپ سو چکے تھے' میں نے ان کو جگانا پسند نہیں کیا اور بچے میرے پیروں کے پاس بھوک سے چلا رہے تھے' پس میرا اور میرے ماں باپ کا معاملہ یونہی رہا حتیٰ کہ فجر طلوع ہو گئی' اے اللہ! اگر تجھے علم ہے کہ میں نے یہ عمل تیری رضا جوئی کے لیے کیا تھا' پس تو ہمارے لیے (غار کے منہ کو) اتنا کشادہ کر دے کہ ہم آسمان کو دیکھ لیں! سو ان کے لیے (غار کا منہ کچھ) کشادہ کر دیا گیا' اور دوسرے شخص نے دعا کی: اے اللہ! بے شک تجھے علم ہے کہ میں اپنے چچا کی بیٹیوں میں سے ایک

تَعْلَمُ اَنِّیْ فَعَلْتُ ذٰلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ، فَافْرُجْ عَنَّا فُرْجَةً، قَالَ فَفَرَجَ عَنْهُمُ الثُّلُثَيْنِ. وَقَالَ الْاٰخَرُ اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنِّی اِسْتَاْجَرْتُ اَجِيْرًا بِفَرَقٍ مِّنْ ذُرَّةٍ فَاَعْطَيْتُهٗ، وَاَبٰى ذَاكَ اَنْ يَّاْخُذَ، فَعَمَدْتُّ اِلٰى ذٰلِكَ الْفَرَقِ فَزَرَعْتُهٗ، حَتّٰى اِشْتَرَيْتُ مِنْهُ بَقَرًا وَّرَاعِيَهَا، ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ اَعْطِنِیْ حَقِّیْ، فَقُلْتُ اِنْطَلِقْ اِلٰى تِلْكَ الْبَقَرِ وَرَاعِيْهَا فَاِنَّهَا لَكَ، فَقَالَ اَتَسْتَهْزِئُ بِیْ؟ فَقُلْتُ مَا اَسْتَهْزِئُ بِكَ وَلٰكِنَّهَا لَكَ، اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنِّیْ فَعَلْتُ ذٰلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَافْرُجْ عَنَّا، فَكُشِفَ عَنْهُمْ. [اطراف الحدیث: ۲۲۷۲-۲۳۳۳-۳۴۶۵-۵۹۷۴] (صحیح مسلم: ۲۷۴۳، الرقم المسلسل: ۶۸۴۳)

عورت کے ساتھ اتنی زیادہ محبت کرتا تھا جتنی شدید محبت کوئی مرد کسی عورت سے کرتا ہے اس عورت نے کہا: تم اس وقت تک مجھ سے اپنا مقصد پورا نہیں کر سکتے حتیٰ کہ مجھے ایک سو دینار لا کر دو سو میں نے (ان دیناروں کے حصول میں) بہت محنت کی حتیٰ کہ ان کو جمع کر لیا' پس جب میں اس عورت کی ٹانگوں کے درمیان بیٹھا تو اس نے کہا: اللہ سے ڈرو اور (بکارت کی) مُہر کو اس کے حق دار کے سوا نہ توڑو' پس میں کھڑا ہو گیا اور اس عورت کو چھوڑ دیا' پس اگر تجھ کو علم ہے کہ میں نے یہ عمل محض تیری رضا جوئی کے لیے کیا تھا' سو تو ہمارے لیے (غار کا منہ) کشادہ کر دے' تو اس غار کا منہ دو تہائی کھل گیا' اور تیسرے شخص نے دعا کی: اے اللہ! بے شک تجھے علم ہے کہ میں نے تین صاع (بارہ کلوگرام) جُوار کے عوض ایک مزدور سے کام کرایا' اس نے اس اجرت کو لینے سے انکار کر دیا' پھر میں نے اس جوار کو زمین میں بو دیا اور کاشت کاری کی' حتیٰ کہ میں نے اس سے گائیں اور چرواہا خریدا' پھر وہ مزدور آیا اور کہا: اے اللہ کے بندے! مجھے میرا حق دے' میں نے کہا: ان گایوں اور ان کے چرواہے کی طرف چلو' یہ سب تمہارے ہیں' اس نے کہا: کیا تم مذاق کر رہے ہو! میں نے کہا: میں تمہارے ساتھ مذاق نہیں کر رہا بلکہ یہ سب تمہارا مال ہے' اے اللہ! اگر تجھے علم ہے کہ میں نے یہ عمل محض تیری رضا کے لیے کیا تھا تو تو اس (غار کا منہ) ہمارے لیے کھول دے' چنانچہ ان کے لیے غار کا منہ کھول دیا گیا۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: حتیٰ کہ میں نے (اس مزدور کی اجرت سے) گائیں اور چرواہا خریدا۔ اس شخص نے دوسرے کے لیے اس کی اجازت کے بغیر چیزیں خریدیں' پھر جب وہ مزدور اپنی اجرت لینے آیا اور اس شخص نے اس کو اس بیع کی خبر دی تو وہ راضی ہو گیا اور اس نے ان چیزوں کو لے لیا' یوں اس حدیث سے معلوم ہو گیا کہ اگر فضولی کسی دوسرے کے لیے خرید و فروخت کرے اور وہ دوسرا شخص اس خرید و فروخت پر مطلع ہونے کے بعد اس سے راضی ہو جائے تو اس کی بیع صحیح ہے۔

پہلی امتوں کے نیک اعمال کی ترغیب' فضولی کی بیع کی صحت' ماں باپ کو بچوں سے پہلے کھلانے کی توجیہ اور دیگر مسائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں نبی ﷺ نے پہلی امتوں کے ایک واقعہ کی خبر دی ہے اور ان کے نیک اعمال کی اس لیے خبر دی تا کہ آپ کی

امت بھی ایسے نیک اعمال کرنے میں رغبت کرے اور نبی ﷺ بغیر کسی فائدہ کے کلام نہیں فرماتے تھے اور جب آپ کا مزاح اور خوش طبعی کی بات بھی کسی مسئلہ کی تعلیم کے لیے ہوتی تھی تو جب آپ کسی واقعہ کی خبر دیں تو وہ کیوں کر کسی فائدہ کے بغیر ہوگی۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے کہ تیسرے شخص نے مزدور کی طے شدہ اجرت جو تین صاع جوار تھی' اس کو اس مزدور کی اجازت کے بغیر کاشت کر دیا اور اس سے گائیں خرید لیں اور بعد میں وہ مزدور اس کاشت کاری اور اس کے عوض میں گایوں کو لینے پر راضی ہو گیا' اس سے معلوم ہوا کہ فضولی کی بیع صحیح ہے اور اس حدیث کی یہاں روایت کرنے سے امام بخاری کا یہی مقصد ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی نے لکھا ہے کہ فضولی کی بیع کا جواز اس قاعدہ پر مبنی ہے کہ یہ ہم سے پہلی شریعت ہے اور اس کو ہمارے لیے بھی مشروع کیا گیا ہے اور جمہور نے اس کی مخالفت کی ہے۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۶۳۲' دار المعرفہ بیروت)

علامہ عینی فرماتے ہیں: ہم سے پہلی شریعت ہم پر اس وقت لازم ہوتی ہے جب شارع علیہ السلام اس پر انکار نہ فرمائیں اور یہاں پر فضولی کی بیع کے جواز کی ایک اور یہ دلیل ہے کہ نبی ﷺ نے اس شخص کے مزدور کی اجرت میں تصرف کو بہ طور مدح اور تحسین کے ذکر فرمایا ہے اور اس کو برقرار رکھا ہے اور اگر فضولی کی بیع ناجائز ہوتی تو آپ اس کا عدم جواز ضرور بیان فرماتے۔

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ ان لوگوں نے اپنے نیک اعمال کے وسیلہ سے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی' نیز اس حدیث میں اولیاء اللہ اور صالحین کی کرامات کا ثبوت ہے۔

اس حدیث میں ذکر ہے کہ ان میں سے ایک شخص ساری رات دودھ کا پیالہ لیے اپنے سوئے ہوئے ماں باپ کے پاس کھڑا رہا اور اس کے بچے اس کے پیروں کے پاس بھوک سے بلکتے رہے' علامہ کرمانی نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ بچوں کے کھانے کا خرچ ماں باپ کو کھلانے پر مقدم ہے' پھر اس نے اپنے بچوں کو بھوکا کیوں چھوڑا؟ میں کہتا ہوں کہ ہو سکتا ہے اس کے دین میں ماں باپ کو کھلانا بچوں کو کھلانے پر مقدم ہو یا بچے اس مقدار سے زیادہ کھانا طلب کر رہے ہوں جس مقدار سے رمق حیات برقرار رہتی ہے اور وہ زیادہ کھانے کی حرص میں چلا رہے ہوں۔

جب وہ لوگ مشکل میں مبتلا ہو گئے تو انہوں نے اپنے نیک اعمال کے وسیلہ سے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی' اسی طرح جب خشک سالی میں بارش کی طلب کے لیے دعا کی جائے تو اللہ اس کو اپنے فضل سے قبول فرماتا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۳۷)

نیک اعمال کے علاوہ نیک لوگوں کے وسیلہ سے دعا کا ثبوت

میں کہتا ہوں کہ صرف نیک اعمال کے وسیلہ سے ہی دعا قبول نہیں ہوتی بلکہ نیک حضرات کے وسیلہ سے بھی دعا قبول ہوتی ہے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے وسیلہ سے بارش کی طلب کے لیے دعا کی تو بارش ہو گئی۔ (صحیح البخاری: ۱۰۱۰)

ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری کی وفات کے دو سال بعد اہل سمرقند نے بارش کی طلب کے لیے متعدد بار دعا کی' بارش نہیں ہوئی' تب بعض صالحین نے قاضی سے کہا: میری رائے یہ ہے کہ آپ' لوگوں کو امام بخاری کی قبر کے پاس لے جائیں اور وہاں ہم بارش کی دعا کریں تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم پر بارش نازل فرمائے گا' سو ایسا کیا گیا اور لوگوں نے امام بخاری کی قبر کے پاس رو رو کر دعا کی اور امام بخاری کا وسیلہ پیش کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر موسلا دھار بارش نازل فرمائی اور سات دن تک لگاتار بارش ہوتی رہی حتیٰ کہ بارش کی کثرت کی وجہ سے لوگوں کا سمرقند تک پہنچنا مشکل ہو گیا۔ (مرقاۃ المفاتیح ج ۱ ص ۵۷' مکتبہ حقانیہ پشاور)

علامہ محمد امین بن عمر بن عبد العزیز عابدین الشامی الدمشقی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

معروف کرخی بن فیروز بہت بڑے مشائخ میں سے ہیں' یہ مستجاب الدعوات تھے' ان کی قبر سے بارش طلب کی جاتی ہے' یہ السری السقطی کے استاذ تھے اور ۲۰۰ھ میں ان کی وفات ہوئی۔ (رد المحتار ج ۱ ص ۱۴۳' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

حرام کام کے حصول پر قدرت کے باوجود اس کو ترک کرنے کی فضیلت

علامہ عینی فرماتے ہیں:

اس حدیث میں ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے کا ذکر ہے اور اس کی فضیلت کا بیان ہے اور یہ کہ ماں باپ کو اپنی اولاد اور بیوی پر ترجیح دینی چاہیے۔

نیز اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ انسان کو حتی الوسع حرام کاموں سے اجتناب کرنا چاہیے' دل میں گناہ کی خواہش ہو' گناہ پر قدرت بھی ہو' اس کے باوجود محض اللہ کے خوف سے حرام کام کو ترک کر دے' جیسا کہ اس حدیث میں اس دوسرے شخص نے اپنی عم زاد کے ساتھ حرام خواہش کے پورا کرنے کو ترک کر دیا اور جیسے ہی اس کی عم زاد نے کہا کہ اللہ سے ڈرو! وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور وہ قرآن مجید کی اس بشارت کا مصداق ہے:

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ○ (الرحمٰن: ۴۶) اور اس شخص کے لیے دو جنتیں ہیں جو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا ○

اور جو شخص اللہ کے خوف سے گناہ کو ترک کر دیتا ہے' اللہ تعالیٰ اس کو مشکل سے نجات عطا فرماتا ہے' فرمایا:

وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ○ (الطلاق: ۲) اور جو اللہ سے ڈرتا ہے' اللہ اس کے لیے نجات کی راہ پیدا کر دیتا ہے ○

وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ يُسْرًا ○ (الطلاق: ۴) اور جو اللہ سے ڈرتا ہے' اللہ اس کے کام میں آسانی کر دے گا ○

سو اس شخص کے خوفِ خدا کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس شخص اور اس کے ساتھیوں کے لیے غار سے نکلنے کی سبیل پیدا کر دی۔

نیز اس حدیث میں ذکر ہے کہ اس تیسرے شخص نے ایک فرق (تین کلو گرام) جوار دینے کی اجرت پر ایک مزدور سے کام کرایا' اس سے معلوم ہوا کہ طعام کو اجرت میں دینا جائز ہے۔

اور اس میں اس شخص کی امانت داری کا ذکر ہے کہ جب وہ مزدور آیا تو اس شخص نے اس کی پوری اجرت ادا کر دی۔

"ذُرَة" کا معنی لکھنے میں شیخ تقی عثمانی کی غلطی

شیخ محمد تقی عثمانی لکھتے ہیں:

اے اللہ! اگر آپ کے علم میں ہو کہ میں نے ایک مزدور لیا تھا اور اس کی اجرت مکئی کا ایک فَرَق مقرر کیا تھا' مکئی کو ذرہ کہتے ہیں۔

(انعام الباری ج ۶ ص ۳۸۷' مکتبۃ الحراء' کراچی)

شیخ عثمانی نے یہ غلط لکھا ہے' "ذُرَة" کا معنی مکئی نہیں ہے' بلکہ جوار ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

مولوی فیروز الدین لکھتے ہیں:

"ذرہ" (ع) جوار۔ (فیروز اللغات' فارسی' ص ۳۸۹' فیروز سنز' لاہور' ۱۹۶۸ء)

محمد غیاث الدین بن جلال الدین لکھتے ہیں:

''ذُرۃ'' عام غلہ ہے اس کو ہندی میں جُوار کہتے ہیں اس کا خوشہ اس کے درخت کی بلندی کی انتہاء پر ہوتا ہے نہ کہ وسط میں۔ (واضح رہے کہ مکئی کا خوشہ اس کے درخت کے وسط میں ہوتا ہے اور گندم اور جوار کا خوشہ اس کے درخت کے سر پر ہوتا ہے اس تشریح سے ظاہر ہو گیا کہ ''ذُرۃ'' کا معنی مکئی نہیں ہو سکتا۔ سعیدی غفرلہٗ)

(غیاث اللغات ص ۲۲۴ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی غیاث اللغات کی تصنیف کی تکمیل ۱۲۴۲ھ میں ہوئی تھی)

مستند اور مشہور مترجمین اور شارحین نے بھی ''ذرۃ'' کا معنی جوار لکھا ہے:

شیخ نور الحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۷۳ھ حدیث مذکور کے زیر بحث حصہ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

''ذُرَہ'' مشہور غلہ ہے اس کو ہندی زبان میں جوار کہتے ہیں۔ (تیسر القاری ج ۲ ص ۲۸۵ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

شیخ ظہور الباری اعظمی فاضل دار العلوم دیو بند حدیث مذکور کے زیر بحث حصہ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

اے اللہ! تو جانتا ہے کہ میں نے ایک مزدور سے ایک فرق جوار پر کام لیا تھا۔ (تفہیم البخاری ج ا ص ۹۸۳ دار الاشاعت کراچی)

مشہور غیر مقلد عالم شیخ وحید الزمان متوفی ۱۳۲۸ھ لکھتے ہیں:

یا اللہ! تو جانتا ہے میں نے تین صاع جوار پر ایک مزدور لگایا تھا۔ (تیسیر الباری ج ۲ ص ۳۲۱ نعمانی کتب خانہ لاہور)

دوسرے غیر مقلد عالم محمد داؤد راز لکھتے ہیں:

اے اللہ! تو جانتا ہے کہ میں نے ایک مزدور سے ایک فرق جوار پر کام کرایا تھا۔

(ترجمہ وتشریح صحیح بخاری ج ۳ ص ۳۶۹ مکتبہ قدوسیہ لاہور)

۹۹ - بَابُ الشِّرَاءِ وَالْبَيْعِ مَعَ الْمُشْرِكِيْنَ وَاَهْلِ الْحَرْبِ

مشرکین اور اہل حرب کے ساتھ خرید وفروخت کرنا

۲۲۱۶ - حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ اَبِيْ عُثْمَانَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ جَاءَ رَجُلٌ مُّشْرِكٌ مُّشْعَانٌّ طَوِيْلٌ بِغَنَمٍ يَّسُوْقُهَا، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْعًا اَمْ عَطِيَّةً؟ اَوْ قَالَ اَمْ هِبَةً؟ قَالَ لَا، بَلْ بَيْعٌ، فَاشْتَرٰى مِنْهُ شَاةً. [اطراف الحدیث: ۲۶۱۸-۵۳۸۲]

(صحیح مسلم: ۲۰۵۶ الرقم المسلسل: ۵۲۵۸)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو النعمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں معتمر بن سلیمان نے حدیث بیان کی از والد خود از ابی عثمان از حضرت عبد الرحمان بن ابی بکر رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا: ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے پھر ایک بہت لمبا چوڑا مشرک بکریوں کو ہنکاتا ہوا آیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: یہ بکریاں بہ طور بیع ہیں یا بہ طور عطیہ ہیں یا فرمایا: بہ طور ہبہ ہیں؟ اس نے کہا: نہیں! بہ طور بیع ہیں تو آپ نے اس سے ایک بکری خرید لی۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے کہ آپ نے اس مشرک سے ایک بکری خرید لی۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابو النعمان محمد بن الفضل السدوسی (۲) معتمر بن سلیمان بن طرخان (۳) ابو عثمان عبد الرحمان بن مل النہدی (۴) حضرت عبد الرحمان بن ابی بکر رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۳۷)

مشرکین سے خرید وفروخت کا جواز اور عام بازاری مشرکین سے آپ کا ہدیہ قبول نہ فرمانا۔۔۔۔۔۔۔ اور بادشاہوں کا ہدیہ قبول فرمانا' اس کی مفصل اور مکمل تحقیق

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:
اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مشرک سے ایک بکری خریدی' اس سے معلوم ہوا کہ مشرکین سے خرید وفروخت کرنا جائز ہے۔

علامہ خطابی شافعی التوفی ۳۸۸ھ نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس مشرک سے پوچھا: آیا یہ بکریاں بہ طور ہبہ ہیں؟ اس قول میں یہ دلیل ہے کہ اگر مشرک کوئی چیز ہبہ کر دے تو اس کا ہدیہ قبول کرنا جائز ہے۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جب حضرت عیاض بن حماد رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ شرک میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہدیہ پیش کیا تو آپ نے فرمایا: ہم مشرکین کے عطیات کو قبول نہیں کرتے۔ (سنن ابوداؤد: ۳۰۵۷' سنن ترمذی: ۱۵۷۷' مسند احمد ج ۴ ص ۱۶۲) اس کا جواب یہ ہے کہ ہوسکتا ہے آپ کا یہ ارشاد منسوخ ہو' کیونکہ آپ نے متعدد مشرکین کا ہدیہ قبول فرمایا ہے' مصر کے بادشاہ المقوقس نے آپ کو حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا ہدیہ کی تھیں۔ (صحیح البخاری: ۱۴۸۲' صحیح مسلم: ۱۳۹۲) اور دومۃ الجندل کے بادشاہ اُکیدر نے آپ کو ایک خچر ہدیہ کیا تھا۔ (مسند احمد ج ۳ ص ۱۲۲) مگر اس کا جواب یہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ حضرت عبدالرحمان بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کا یہ گمان ہو کہ مشرکین کا ہدیہ قبول کرنا جائز نہیں ہے اور اہل کتاب کا ہدیہ قبول کرنا جائز ہے کیونکہ المقوقس اور اُکیدر دومہ عیسائی تھے۔ (اعلام السنن شرح صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۲۶۔ ۵۲۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں: علامہ خطابی کی اس تقریر پر متعدد اعتراضات ہیں' جو درج ذیل ہیں:

(۱) علامہ خطابی نے جو مشرکین اور اہل کتاب کے ہدیوں میں یہ فرق کیا ہے کہ اول الذکر کا ہدیہ قبول کرنا جائز نہیں ہے اور ثانی الذکر کا ہدیہ قبول کرنا جائز ہے' یہ فرق زیر بحث حدیث میں آپ کے اس ارشاد سے مسترد ہو جاتا ہے کہ آپ نے اس مشرک سے فرمایا: آیا یہ بکریاں بہ طور بیع ہیں یا بہ طور ہبہ؟ اگر مشرک کا ہدیہ قبول کرنا جائز نہ ہوتا تو آپ اس طرح نہ فرماتے۔

(۲) اُکیذر نے حضرت عبدالرحمان بن ابوبکر رضی اللہ عنہما کے اسلام لانے سے پہلے آپ کو ہدیہ پیش کیا تھا' جو اس حدیث کے راوی ہیں' کیونکہ حضرت عبدالرحمان صلح حدیبیہ کے موقع پر اسلام لائے تھے اور یہ صلح ۷ھ میں ہوئی تھی' اور اُکیدر سے صلح حضرت سعد بن معاذ کی وفات کے بعد ہوئی تھی جن کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس وقت یہ فرمایا تھا جب صحابہ اُکیدر کے ہدیہ پر تعجب کر رہے تھے' آپ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! جنت میں سعد بن معاذ کے رومال اس سے زیادہ حسین ہیں۔

حضرت البراء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک ریشم کا حلہ ہدیہ کیا گیا تو آپ کے اصحاب اس کو چھو کر اس کے ملائم ہونے پر تعجب کر رہے تھے تو آپ نے فرمایا: کیا تم اس کے ملائم ہونے پر تعجب کرتے ہو! سعد بن معاذ کے جنت میں رومال اس سے زیادہ ملائم اور اس سے زیادہ افضل ہیں۔

(صحیح البخاری: ۳۸۰۲' صحیح مسلم: ۲۴۶۸' صحیح ابن حبان: ۷۰۳۶' مسند احمد ج ۳ ص ۲۰۶)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ دُومۃ الجندل (تبوک کے قریب ایک بستی) کے بادشاہ اُکیذر نے آپ کو حلّہ ہدیہ کیا تھا۔ (صحیح مسلم: ۲۴۶۹' الرقم المسلسل: ۶۲۴۳)

حضرت سعد کی وفات' غزوۂ بنو قریظہ کے بعد عقبہ کے قول کے مطابق ۴ھ میں ہوئی تھی اور امام ابن اسحاق کے قول کے مطابق

۵ ھ میں ہوئی تھی اور ہر تقدیر پر حضرت سعد بن معاذ' حضرت عبدالرحمان بن ابوبکر کے اسلام لانے سے پہلے فوت ہو چکے تھے اور حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کو المقوقس کی طرف ۶ ھ میں بھیجا گیا تھا۔

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عبدالرحمان بن ابوبکر ۷ ھ میں اسلام لائے تھے اور اکیدر اور مقوقس نے آپ کی طرف جو ہدیہ پیش کیا تھا وہ ان کے اسلام لانے سے پہلے کا واقعہ ہے' اس لیے ہو سکتا ہے کہ ان کو ان کے ہدیہ پیش کرنے کا علم نہ ہو' اس لیے انہوں نے اس حدیث میں یہ روایت کی کہ آپ نے فرمایا: ہم مشرکین کے عطیات قبول نہیں کرتے۔

(۳) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا ہے کہ ہم مشرکین کی عطاؤں کو قبول نہیں کرتے' اس سے مراد عام بازاری مشرکین ہیں اور اکیدر' دومۃ الجندل کا بادشاہ تھا اور مقوقس مصر کا بادشاہ' اور یہ دونوں بادشاہ ہونے کی وجہ سے اس عموم سے مستثنیٰ ہیں کیونکہ بادشاہوں کا ہدیہ مسترد کرنا' ان کے لیے مُوجب عار ہوتا ہے۔

(۴) ہم یہ کہتے ہیں کہ آپ جن مشرکین کا ہدیہ قبول فرماتے تھے' آپ ان کو جواباً ہدیہ بھی پیش کرتے تھے اور آپ نے اس بکریوں والے مشرک سے جو فرمایا تھا کہ یہ بکریاں بہ طور بیع ہیں' یا بہ طور ہدیہ ہیں؟ آپ کا یہ ارشاد بھی اس کو مانوس کرنے کے لیے تھا' اور جو شخص آپ کو ہدیہ پیش کرتا تھا آپ اس کو اس سے زیادہ ہدیہ عطا فرماتے تھے' آپ نے عیاض بن حمار کا جو ہدیہ ردّ فرمایا تھا' اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ آپ کو آپ کی بعثت سے پہلے سے پہچانتا تھا اور جب آپ مبعوث ہوئے تو اس نے آپ کو ہدیہ پیش کیا' سو آپ نے اس کا ہدیہ ردّ کر دیا' اسی طرح ذی الجوشن نے آپ کو گھوڑا ہدیہ کیا تھا جس کو آپ نے ردّ کر دیا' اسی طرح آپ نے ملاعب الاسنہ کا ہدیہ ردّ کر دیا تھا کیونکہ یہ تمام بازاری لوگ تھے' بادشاہ نہیں تھے اور اَیلہ کے بادشاہ نے آپ کو خچر ہدیہ کیا اور الجذامی نے آپ کو پوستین ہدیہ کی۔ ان کے ہدایہ کو آپ نے قبول نہیں فرمایا کیونکہ یہ دونوں بادشاہ تھے اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ ابوعبید نے کتاب الاموال میں لکھا ہے کہ آپ نے حضرت ابوسفیان بن حرب رضی اللہ عنہ کا ہدیہ اس مدت میں قبول فرمایا تھا جب اس سے صلح تھی' اور آپ نے المقوقس کا ہدیہ اس لیے قبول فرمایا تھا کہ اس نے حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کی تکریم کی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا اقرار کیا تھا اور اس نے آپ کو اپنے اسلام لانے سے مایوس نہیں کیا تھا اور اُکیدر کا ہدیہ اس لیے قبول فرمایا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے خون کی حفاظت کی تھی اور اس سے جزیہ پر صلح فرمائی تھی کیونکہ وہ نصرانی تھا اور آپ نے اس کا راستہ چھوڑ دیا تھا اور اسی طرح جب ایلہ کے بادشاہ نے آپ کو ہدیہ پیش کیا تو آپ نے اس کو چادر عطا فرمائی تھی' اس تفصیل سے ظاہر ہو گیا کہ جو شخص آپ کو ہدیہ پیش کرتا تھا' آپ اس کو بدلہ میں ہدیہ عطا فرماتے تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۳۹۔ ۳۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

اس بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ باب مذکور کی اس حدیث میں آپ نے جو اس بکریوں والے مشرک سے فرمایا تھا کہ یہ بکریاں بہ طور بیع ہیں یا ہبہ؟ یہ محض اس کو مانوس کرنے کے لیے فرمایا تھا ورنہ آپ عام بازاری مشرکوں کا ہدیہ قبول نہیں فرماتے تھے سوائے معزز لوگوں اور بادشاہوں کے۔

۱۰۰ - بَابُ شِرَاءِ الْمَمْلُوْكِ مِنَ الْحَرْبِيِّ وَهِبَتِهٖ وَعِتْقِهٖ

حربی سے غلام خریدنا اور اس کو ہبہ کرنا اور آزاد کرنا

اس باب میں امام بخاری نے یہ بیان کیا ہے کہ حربی کافر سے غلام خریدنے کا اور اس غلام کو ہبہ کرنے اور آزاد کرنے کا کیا حکم ہے؟

وَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِسَلْمَانَ کَاتِبْ وَکَانَ حُرًّا فَظَلَمُوْہُ وَبَاعُوْہُ.

اور نبی ﷺ نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم مکاتب ہو جاؤ' وہ اصل میں آزاد تھے' کافروں نے ان پر ظلم کر کے ان کو غلام بنالیا تھا اور ان کو فروخت کر دیا تھا۔

اس تعلیق کی اصل اور تفصیل حسب ذیل حدیث میں ہے:

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی مفصل سوانح

علامہ ابن اثیر ابوالحسن علی بن محمد الجزری المتوفی ۶۳۰ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مجھے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث بیان کی کہ میں اصبہان کے اہل فارس میں سے تھا اور میرے والد اس سرزمین میں دھقان تھے اور میں ان کے نزدیک تمام مخلوق میں سب سے زیادہ محبوب تھا' میں نے مجوسیت میں کوشش کی' میرے والد کی کافی زمینیں تھیں' ایک دن انہوں نے مجھ سے کہا: تم دیکھ رہے ہو کہ میں اب عمر رسیدہ ہو گیا ہوں' تم اب زمینوں پر جاؤ اور ان کی دیکھ بھال کرو' میں اس مہم کے لیے روانہ ہوا تو میں نصاریٰ کے ایک گرجا کے پاس سے گزرا اور وہ لوگ نماز پڑھ رہے تھے' مجھے ان کی نماز اچھی لگی اور میں ان کے دین کی طرف مائل ہو گیا اور میں نے دل میں کہا: اللہ کی قسم! یہ ہمارے دین (مجوسیت) سے بہتر ہے' میں ان کے ہی پاس رہا' حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا' میں اپنے والد کی زمینوں کی طرف گیا نہ واپس آیا' جب مجھے دیر ہو گئی تو میرے والد نے میری تلاش میں آدمی بھیجے' میں نے نصاریٰ سے پوچھا: میں اس دین کو حاصل کرنے کے لیے کہاں جاؤں؟ انہوں نے کہا: ملک شام میں۔

پھر میں اپنے والد کے پاس گیا' انہوں نے کہا: اے میرے بیٹے! میں نے تمہاری طرف قاصد بھیجے تھے' میں نے کہا: میں چند لوگوں کے پاس سے گزرا' وہ گرجا میں نماز پڑھ رہے تھے' مجھے ان کی نماز بہت اچھی لگی اور میں نے جان لیا کہ ان کا دین' ہمارے دین سے بہت بہتر ہے' میرے والد نے کہا: اے میرے بیٹے تمہارا دین (مجوسیت) اور تمہارے باپ دادا کا دین ان کے دین سے بہتر ہے' میں نے کہا: اللہ کی قسم! ہرگز نہیں! پس میرے والد خوف زدہ ہوئے اور انہوں نے مجھے قید کر دیا' پھر میں نے نصاریٰ کو پیغام بھیجا اور کہا: جو شخص شام جا رہا ہو' اس کی مجھے اطلاع دیں' پھر میں نے اپنے پیروں کی بیڑیاں اُتاریں اور ان کے ساتھ ملک شام پہنچ گیا' پھر میں نے ان کے عالم کے متعلق معلوم کیا' انہوں نے بتایا: وہ اُسقف (بڑا پادری) ہے' میں اس کے پاس پہنچا اور اپنا حال سنایا اور کہا: میں آپ کے پاس رہ کر آپ کی خدمت کروں گا اور نماز پڑھوں گا' میں اس کے پاس ٹھہر ا مگر وہ دیانت دار نہ تھا' لوگوں کو صدقہ کرنے کی ترغیب دیتا اور وہ صدقات اپنے پاس رکھ لیتا حتیٰ کہ اس نے بہت سا سونا اور چاندی جمع کر لیا' وہ فوت ہو گیا اور لوگوں نے اس کا قائم مقام ایک دین دار آدمی کو کر دیا جو دنیا سے بے رغبت اور آخرت کا طالب تھا' اللہ تعالیٰ نے اس کی محبت میرے دل میں ڈال دی' پھر جب اس کی وفات کا وقت آیا تو میں نے اس سے کہا: مجھے وصیت کریں' تو اس نے موصل میں ایک شخص کے متعلق وصیت کی' جو اسی کی طرح دین دار تھا۔

پھر میں موصل پہنچ گیا اور اس کی خدمت میں رہا حتیٰ کہ ایک دن اس کی موت کا وقت بھی آ گیا' میں نے اس سے کہا: میرے لیے وصیت کریں' اس نے کہا: میں اس دین پر صرف ایک شخص سے واقف ہوں اور وہ عمود یہ میں ہے' میں اس کے پاس پہنچا اور اس کی خدمت میں رہا حتیٰ کہ اس کا وقت بھی آ گیا' میں نے اس سے پوچھا: اب آپ مجھے کس کے پاس جانے کی وصیت کرتے ہیں؟ اس نے کہا: میں کسی ایسے شخص کو نہیں جانتا جو ہماری طرح دین دار ہو لیکن اب تم پر اس نبی نے سایا کر لیا ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے

دین حنیف کو لے کر مبعوث ہوگا' وہ اس سرزمین میں ہے جہاں کھجور کے درخت بہت ہیں' اس کی نبوت کی نشانیاں مخفی نہیں ہیں' اس کے دونوں کندھوں کے درمیان مہر نبوت ہے' وہ ہدیہ کھائے گا اور صدقہ نہیں کھائے گا' اگر تم جا سکتے ہو تو اس کے پاس چلے جاؤ' پھر وہ عابد بھی فوت ہو گیا۔

پھر عرب کے بنو کلب کا قافلہ گزرا' میں نے کہا: میں تم کو اپنی یہ بکریاں دوں گا اور گائیں' تم مجھے اپنے ملک میں لے جاؤ' وہ مجھے وادی القریٰ میں لے گئے اور مجھے ایک یہودی کے ہاتھ فروخت کر دیا' پس میں نے وہاں کھجور کے درخت دیکھے' پس میں نے جان لیا کہ یہ وہی ملک ہے جس کی صفت مجھ سے بیان کی گئی تھی' تو میں اس شخص کے پاس رہا جس نے مجھے خریدا تھا' پھر وہاں بنو قریظہ کا ایک شخص آیا اور اس نے مجھے اس یہودی سے خرید لیا' وہ مجھے لے کر مدینہ منورہ آ گیا اور میں نے اس شہر کو اس کی صفت سے پہچان لیا' پس میں اس یہودی کے پاس رہا اور اس کے کھجور کے درختوں میں کام کرتا رہا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرما دیا اور مجھے آپ کی بعثت کا پتا نہیں چلا' حتیٰ کہ آپ مدینہ طیبہ آئے اور بنو عمرو بن عوف کے ہاں ٹھہرے' میں جس وقت کام میں مشغول تھا کہ میرے مالک کا عم زاد آیا' اس نے کہا: اے فلاں! اللہ بنی قیلہ کو ہلاک کر دے! میں ابھی ان کے پاس سے آیا ہوں' وہ سب ایک شخص کے پاس جمع ہیں جو مکہ سے آیا ہے اور اس کا یہ زعم ہے کہ وہ نبی ہے' پس جیسے ہی میں نے یہ سنا مجھ پر کپکپی طاری ہو گئی' میں درخت پر لرزنے لگا' قریب تھا کہ میں گر جاتا' سو میں جلدی سے اترا' میں نے کہا: یہ کیسی خبر ہے! میرے مالک نے مجھ کو تھپڑ مارا اور کہا: تمہارا اس شخص سے کیا واسطہ ہے؟ تم اپنا کام کرو' پس میں اپنے کام میں مشغول ہو گیا حتیٰ کہ شام ہو گئی' میں نے اپنی کچھ چیزیں جمع کیں (یعنی کھجوریں) اور آپ کے پاس پہنچا' اس وقت آپ قباء میں اپنے اصحاب کے ساتھ تھے' میں نے آپ کو آزمانے کا ارادہ کیا' میں نے کہا: مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ نیک آدمی ہیں اور آپ کے ساتھ ضرورت مند لوگ ہیں' پس میں نے آپ لوگوں کو ان کھجوروں کا حق دار پایا ہے' پھر میں نے آپ کے سامنے وہ کھجوریں رکھ دیں' آپ نے اپنے ہاتھ اٹھا لیے اور آپ نے اپنے اصحاب سے کہا: تم کھاؤ' سو انہوں نے وہ کھجوریں کھائیں' میں نے دل میں کہا: یہ ایک نشانی پائی گئی' اور میں واپس چلا گیا۔

پھر آپ مدینہ میں منتقل ہو گئے' پھر ایک دن میں کچھ کھجوریں جمع کر کے آپ کے پاس لایا اور کہا: مجھے آپ کی تکریم کرنا پسند ہے تو میں آپ کے لیے یہ ہدیہ لایا ہوں اور یہ صدقہ نہیں ہے' آپ نے ہاتھ بڑھا کر وہ کھجوریں کھائیں اور آپ کے اصحاب نے بھی کھائیں' میں نے دل میں کہا: یہ دو نشانیاں ہو گئیں' اور میں واپس چلا گیا۔

میں پھر آپ کے پاس آیا' اس وقت آپ بقیع الغرقد کے جنازہ گاہ میں تھے اور آپ کے گرد آپ کے اصحاب تھے' میں نے آپ کو سلام کیا اور آپ کی پشت میں مہر نبوت کی طرف مڑ گیا' آپ نے جان لیا کہ میرا کیا ارادہ ہے' آپ نے اپنے کندھوں سے چادر گرا دی اور میں نے مہر نبوت کو دیکھ لیا' میں نے اس کو بوسا دیا اور میں رونے لگا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنے سامنے بٹھایا اور میں نے آپ کو اپنا تمام ماجرا سنایا' جس طرح اے ابن عباس! میں نے آپ کو سنایا ہے تو آپ کو یہ بہت اچھا لگا کہ آپ یہ واقعہ اپنے اصحاب کو بھی سنائیں' میں اپنے غلام ہونے کی وجہ سے آپ کے ساتھ غزوۂ بدر اور غزوۂ احد میں تو حاضر نہیں ہو سکا تھا' آپ نے مجھ سے فرمایا: اے سلمان! تم اپنے آپ کو مکاتب (اپنے مالکوں کو کچھ رقم دے کر اپنے آپ کو آزاد) کرا لو' پھر میرے مالک نے یہ شرط رکھی کہ میں اس کے لیے تین سو درخت اگاؤں اور اس کو تین سو اوقیہ سونا دوں تو وہ مجھ کو آزاد کر دے گا' تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا: کھجور کے درخت اگانے میں اپنے بھائی کی مدد کرو تو انہوں نے پانچ پانچ اور دس دس پودے لا کر دیئے۔ (مسند احمد ج ۵ ص ۴۴۳' المعجم الکبیر ج ۶ ص ۲۷۶' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۲ ص ۲۸۱' نصب الرایہ ج ۴ ص ۲۸۱) آپ نے فرمایا: تم ان پودوں کو زمین میں نہ لگانا

حتیٰ کہ میں خود ان کو زمین میں لگاؤں گا' میرے ساتھیوں نے پودے مہیا کرنے میں میری مدد کی' جب وہ سب مہیا ہو گئے تو میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا' آپ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے ان پودوں کو زمین میں لگایا اور ان پر مٹی برابر کی' پھر آپ چلے گئے' پس اس ذات کی قسم جس نے آپ کو دین حق دے کر بھیجا ہے! ان درختوں میں سے ایک درخت بھی نہیں سوکھا' اب اس یہودی کو سونا دینا رہ گیا تھا' ایک دن آپ اپنے اصحاب کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے تو ایک شخص انڈے کے برابر سونا لے کر آیا' یہ سونا اس کو کسی معدن سے ملا تھا' آپ نے فرمایا: سلمان فارسی کو بلاؤ جو مکاتب ہے' پھر آپ نے فرمایا: یہ سونا اپنے مالک کو ادا کر دو' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! جتنا سونا مجھ پر واجب ہے' یہ سونا اس کی مقدار کے کہاں برابر ہے؟ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے پاس سے ایک اور سونے کا انڈا لا کر دیا' وہ سونے کا انڈا اتنا وزنی تھا کہ اگر اس کا وزن احد پہاڑ سے کیا جاتا پھر بھی وہ وزنی ہوتا۔

حضرت سلمان فارسی نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ سب سے پہلی بار غزوۂ خندق میں شرکت کی' پھر اس کے بعد وہ کسی غزوہ سے پیچھے نہیں رہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کو حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کا بھائی بنا دیا تھا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: جنت تین آدمیوں کی مشتاق ہے' حضرت علی' حضرت عمار اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہم۔ (مشکوٰۃ:۶۲۳۵' کنز العمال:۳۱۱۱۲) یہ مفصل روایت علامہ ابن الاثیر ابوالحسن علی بن محمد الجزری المتوفی ۶۳۰ھ نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے۔ (اسد الغابہ ج ۲ ص ۵۱۳۔۵۱۰ ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

وَسُبِيَ عَمَّارٌ وَّصُهَيْبٌ وَّبِلَالٌ. اور حضرت عمار' حضرت صہیب اور حضرت بلال رضی اللہ عنہم کو قید کر کے غلام بنالیا گیا۔

حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی مختصر سوانح

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

حضرت عمار کا پورا نام ہے: عمار بن یاسر بن عامر بن مالک' ان کی ماں کا نام سُمیہ ہے' جو کفار قریش کی باندی تھیں۔ حضرت عمار اور ان کے والد سابقین اوّلین میں سے تھے اور ان کو اللہ کی ذات پر ایمان لانے کی وجہ سے عذاب دیا جاتا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ان کے پاس سے گزرتے تو فرماتے: اے آل یاسر! صبر کرو تم سے جنت کا وعدہ کیا گیا ہے۔

اس میں اختلاف ہے کہ آیا انہوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی یا نہیں! جب کہ یہ طے شدہ ہے کہ انہوں نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی تھی اور تمام غزوات میں حاضر رہے تھے' پھر جنگ یمامہ میں حاضر ہوئے تھے' اس جنگ میں ان کا کان کٹ گیا تھا' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو کوفہ کا عامل بنا دیا تھا' عاصم نے از زِرّ از عبداللہ روایت کی ہے کہ سب سے پہلے جن سات آدمیوں نے اسلام ظاہر کیا تھا' ان میں حضرت عمار بھی تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے سنا ہے کہ عمار میں ایمان بھرا ہوا ہے حتیٰ کی اس کی ہڈیوں میں بھی ایمان پہنچ گیا ہے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے اور حضرت عمار کے درمیان کچھ اختلاف ہو گیا تھا' میں نے ان پر سختی کی' انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے میری شکایت کی' پھر حضرت خالد آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے سرِ اقدس اٹھا کر دیکھا اور فرمایا: جو شخص عمار سے عداوت رکھے' اس سے اللہ عداوت رکھے اور جو شخص عمار سے بغض رکھے' اس سے اللہ بغض رکھے۔

حضرت عمار' جنگ صفین میں حضرت علی کی طرف سے لڑتے ہوئے شہید ہوئے تھے۔

(الاصابہ: ۵۷۲۰- ج ۴ ص ۴۷۲- ۴۷۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حضرت عمار اور حضرت بلال رضی اللہ عنہما کو قید نہیں کیا گیا تھا' ان کو صرف اللہ کی توحید پر ایمان لانے کی وجہ سے عذاب دیا جاتا تھا حتیٰ کہ اسلام کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے ان کو نجات عطا فرمائی' ہاں! حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کو قید کر کے مشرکین کے ہاتھ میں فروخت کر دیا گیا تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۱۴۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کی مختصر سوانح

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کا نام صہیب بن سنان بن مالک ہے' یہ اصل میں رومی تھے کیونکہ رومیوں نے ان کو بچپن میں اغواء کر کے قید کر لیا تھا۔ امام ابن سعد نے بیان کیا ہے کہ حضرت صہیب اور حضرت عمار رضی اللہ عنہما اس وقت اسلام لائے تھے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دار ارقم میں تھے۔

امام بغوی نے نقل کیا ہے کہ ان کا بہت سرخ رنگ تھا اور بہت گھنے بال تھے اور وہ مہندی کا خضاب لگاتے تھے' یہ ان کمزور لوگوں میں سے تھے جن کو اللہ کی توحید پر ایمان لانے کی وجہ سے عذاب دیا جاتا تھا' انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ آخر میں مدینہ منورہ ہجرت کی تھی' یہ دونوں نصف ربیع الاوّل میں مدینہ پہنچے غزوۂ بدر میں اور اس کے بعد تمام غزوات میں حاضر رہے تھے۔

امام ابن عدی نے اپنی سند کے ساتھ یہ روایت ذکر کی ہے کہ حضرت صہیب نے بیان کیا کہ میں بعثت سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صاحب تھا' بیان کیا جاتا ہے کہ جب انہوں نے ہجرت کی تو مشرکین کی ایک جماعت نے ان کا تعاقب کیا' انہوں نے کہا: اے قریش کی جماعت! میں تم سب سے اچھا تیرانداز ہوں اور جب تک میرے ترکش میں ایک بھی تیر ہوگا' تم مجھ تک نہیں پہنچ سکتے' میں تم کو اپنے تیروں سے مارتا رہوں گا اور جب میرے تیر ختم ہو جائیں گے تو میں تلوار سے تم کو قتل کرتا رہوں گا' اور اگر تم میرا مال چاہتے ہو تو میں تم کو اس کا پتا بتاتا ہوں' وہ لوگ اس پر راضی ہو گئے' پھر حضرت صہیب نے ان کو اپنے مال کا پتا دیا' وہ واپس چلے گئے اور ان کا مال لوٹ لیا اور جب یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچے تو آپ نے فرمایا: تم نے اپنی بیع میں نفع کمایا اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ. (البقرہ: ۲۰۷)

اور لوگوں میں سے ایک شخص ایسا ہے جو اللہ کی رضاجوئی کے بدلہ اپنی جان کو فروخت کر دیتا ہے۔

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی تو انہوں نے یہ وصیت کی تھی کہ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ ان کی نمازِ جنازہ پڑھائیں۔

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کی وفات ۳۸ھ میں ہوئی اور اس وقت ان کی عمر ۷۰ سال تھی۔

(الاصابہ: ۴۱۲۴- ج ۳ ص ۳۶۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی مختصر سوانح

حافظ ابوعمر یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبر القرطبی المتوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں:

ان کا پورا نام بلال بن رباح المؤذن ہے' ان کی کنیت ابوعبداللہ ہے' یہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام ہیں' حضرت ابوبکر نے ان کو پانچ یا سات یا نو اوقیہ میں خریدا تھا' پھر ان کو آزاد کر دیا تھا' یہ حضرت ابوبکر کے خازن تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مؤذن تھے' یہ بدر' اُحد اور تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو حضرت عبیدہ بن الحارث بن المطلب رضی اللہ عنہ کا

بھائی بنا دیا تھا۔

حضرت عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ سات شخصوں نے سب سے پہلے اسلام کا اظہار کیا: (۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (۲) حضرت ابوبکر (۳) حضرت عمار (۴) ان کی والدہ حضرت سمیہ (۵) حضرت صہیب (۶) حضرت بلال (۷) اور حضرت مقداد رضی اللہ عنہم' پس رہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو آپ کو اللہ تعالیٰ نے کفار کے شر سے محفوظ رکھا اور آپ کے چچا ابوطالب نے' اور رہے حضرت ابوبکر تو انہیں ان کی قوم نے کفار کے شر سے محفوظ رکھا' اور باقی صحابہ کو کفار نے پکڑ کر لوہے کی زرہیں پہنائیں اور ان کو دھوپ میں لٹا دیا' پس ہر کوئی جو چاہتا ان پر وہ ظلم کرتا' حضرت بلال کو کفار' مکہ کی گھاٹیوں میں گھسیٹتے لیکن اس حال میں بھی وہ کہتے تھے: ''اَحد اَحد'' (اللہ ایک ہے' اللہ ایک ہے)۔ قیس بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال کو جس وقت خریدا تو ان کا پورا جسم پتھروں سے ڈھکا ہوا تھا۔

نعیم بن ابی ہند بیان کرتے ہیں کہ ابوجہل نے حضرت بلال سے پوچھا: کیا تم بھی وہی کہتے ہو جو وہ کہتے ہیں؟ پھر ان کو پکڑ کر ان کے منہ پر تھپڑ مار کر ان کو زمین پر دھوپ میں گرا دیا' پھر ان کے سینہ پر چکی رکھی اور حضرت بلال اس حال میں کہہ رہے تھے: ''اَحد اَحد'' پھر حضرت ابوبکر نے ابوجہل کے پاس اس کے ایک دوست کو بھیجا' جاؤ! میرے لیے حضرت بلال کو خرید لو۔

امام ابن ابی شیبہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت بلال' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات میں اذان دیتے رہے' پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد میں اذان دیتے رہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں انہوں نے اذان نہیں دی' حضرت عمر نے پوچھا تو انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے اذان دی کیونکہ آپ میرے لیے ولیِ نعمت ہیں اور حضرت ابوبکر نے مجھے آزاد کیا تھا اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ سنا ہے: اے بلال! جہاد سے افضل کوئی عمل نہیں ہے' پھر حضرت بلال ملک شام چلے گئے اور وہاں جہاد کرتے رہے اور وہیں فوت ہو گئے۔

حضرت بلال دمشق میں فوت ہوئے اور ۲۰ ھ میں باب صغیر کے پاس مقبرہ میں مدفون ہوئے' اس وقت ان کی عمر تریسٹھ سال تھی۔ دوسری روایت ہے کہ اس وقت ان کی عمر ستر سال تھی۔

(الاستیعاب: ۲۱۴۔ ج ۱ ص ۲۶۱۔ ۲۵۸ ملخصاً مرتباً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ ھ)

مشرک کے لیے ملکیت اور اپنی ملکیت میں تصرفات کا ثبوت

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ' اس باب کی مذکور الصدر تعلیقات کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری کی اس باب میں غرض یہ ہے کہ حربی اور مشرک کی ملک ثابت ہو جاتی ہے اور مشرک کا اپنی ملک میں بیع' ہبہ اور عتق کا تصرف کرنا صحیح ہے اور باقی اقسام کے تصرفات' بھی صحیح ہیں کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سلمان فارسی کو اس کافر یہودی کی ملک میں برقرار رکھا اور حضرت سلمان کو حکم دیا کہ وہ اس یہودی سے مکاتبت کرالیں' حالانکہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ آزاد تھے اور کافروں نے ان پر ظلم کیا تھا اور ان کو ایک یہودی کے ہاتھ فروخت کر دیا تھا' اور اسلام لانے سے ان پر یہودی کی ملک نہیں ٹوٹی' اسی طرح حضرت عمار' حضرت صہیب اور حضرت بلال رضی اللہ عنہم کا معاملہ تھا' ان کے مالک ان کی قیمتوں کے مستحق قرار پائے۔

(شرح ابن بطال ج ۶ ص ۲۹۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ ھ)

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ فِى الرِّزْقِ فَمَا الَّذِيْنَ فُضِّلُوْا بِرَآدِّيْ رِزْقِهِمْ

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اللہ نے تم میں سے بعض کو بعض پر رزق میں فضیلت دی ہے' سو جن کو رزق میں فضیلت دی

عَلٰی مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُهُمْ فَهُمْ فِیْهِ سَوَآءٌ اَفَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ یَجْحَدُوْنَO﴾ (النحل:۷۱).

گئی وہ اپنا رزق اپنے غلاموں کو دینے والے تو نہیں ہیں جو ان کی ملکیت میں ہیں تاکہ وہ رزق میں برابر ہو جائیں' پس کیا وہ اللہ کی نعمت کا انکار کریں گےO (النحل:۷۱)

مشرکین کے اموال پر ان کی ملکیت کا صحیح ہونا' مشرکین کے شرک پر ان کو زجر اور ملامت' اور بتوں کو عبادت کا مستحق قرار دینا ہی اللہ کی نعمت کا انکار ہے

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس آیت میں اللہ تعالیٰ مشرکین سے خطاب فرما رہا ہے' اور فرمایا ہے: ان کے غلام ان کی ملکیت ہیں خواہ انہوں نے غیر شرعی طریقہ سے ملکیت حاصل کی لیکن بہر حال وہ مالک ہو گئے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس آیت سے مقصود یہ ہے کہ مشرکین کی ملکیت صحیح ہے اور اگر مسلمان ان سے کوئی چیز خرید لیں تو ان کا مالک ہونا بھی صحیح ہے اور جب ان کی ملکیت صحیح ہے تو وہ اپنی ملکیت میں خریدنے' فروخت کرنے' ہبہ کرنے اور آزاد کرنے کے جو بھی تصرفات کریں' وہ صحیح ہیں۔

علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ فرما رہا ہے کہ دنیاوی مالک اپنے مملوکوں کو اپنی ملک میں شریک نہیں کرتے تو تم اللہ کی ملکیت میں اس کے مملوکوں کو کیسے شریک کرتے ہو اور اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے رزق کے متعلق یہ کہتے ہو کہ اس میں سے بعض رزق اللہ کے لیے ہے اور بعض رزق بتوں کے لیے ہے! سو تم اللہ اور بتوں کے لیے شرک کرتے ہو' سو تم جس چیز کو اپنے غلاموں کے لیے پسند نہیں کرتے' اس کو اللہ کے لیے کیسے پسند کرتے ہو!

علامہ ابن بطال نے کہا: اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مشرکین کی اس پر مذمت کی ہے کہ وہ بتوں کی عبادت کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کے مساوی قرار دیتے ہیں' اور اللہ تعالیٰ نے ان کو متنبہ کیا کہ مشرکین کے غلام ان کے اموال میں مساوی نہیں ہیں تو اللہ تعالیٰ اس کا زیادہ مستحق ہے کہ وہ اپنے بندوں کی عبادت کے ساتھ منفرد ہو اور اس کی عبادت میں کسی کو اس کا شریک نہ بنایا جائے کیونکہ حقیقت میں اس کے سوا کوئی مالک نہیں ہے اور اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے۔

فرمایا: کیا وہ اللہ کی نعمت کا انکار کریں گے۔ یہ استفہام بر طریق انکار ہے یعنی تم اللہ کی نعمت کا انکار نہ کرو اور اس کا کفر نہ کرو' اور ان کا انکار یہ تھا کہ وہ اللہ کے دیئے ہوئے رزق کو بتوں کی طرف منسوب کرتے تھے اور ایک قول یہ ہے کہ ان پر اللہ تعالیٰ کی نعمت یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے اپنی اُلوہیت کو دلائل سے بیان فرمایا اور انہوں نے پھر بھی اس کا انکار کیا اور بتوں کو ہی عبادت کا مستحق قرار دیا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۴۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۲۲۱۷ - حَدَّثَنَا اَبُو الْیَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَیْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُو الزِّنَادِ' عَنِ الْاَعْرَجِ' عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ هَاجَرَ اِبْرَاهِیْمُ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ بِسَارَةَ' فَدَخَلَ بِهَا قَرْیَةً فِیْهَا مَلِكٌ مِّنَ الْمُلُوْكِ' اَوْ جَبَّارٌ مِّنَ الْجَبَابِرَةِ' فَقِیْلَ دَخَلَ اِبْرَاهِیْمُ بِامْرَاَةٍ هِیَ مِنْ اَحْسَنِ النِّسَاءِ' فَاَرْسَلَ اِلَیْهِ اَنْ یَّا اِبْرَاهِیْمُ مَنْ هٰذِهِ الَّتِیْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوالزناد نے حدیث بیان کی از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت سارہ کے ساتھ ہجرت کی تو آپ ان کے ساتھ ایک بستی میں داخل ہوئے' جس میں ایک بادشاہ یا ظالم بادشاہ کی حکومت تھی' اس کو بتایا گیا کہ حضرت ابراہیم ایک انتہائی

مَعَكَ؟ قَالَ أُخْتِي، ثُمَّ رَجَعَ إِلَيْهَا فَقَالَ لَا تُكَذِّبِي حَدِيثِي، فَإِنِّي أَخْبَرْتُهُمْ أَنَّكِ أُخْتِي، وَاللّٰهِ إِنْ عَلَى الْأَرْضِ مُؤْمِنٌ غَيْرِي وَغَيْرُكِ، فَأَرْسَلَ بِهَا إِلَيْهِ فَقَامَ إِلَيْهَا، فَقَامَتْ تَوَضَّأُ وَتُصَلِّي، فَقَالَتْ اَللّٰهُمَّ إِنْ كُنْتُ اٰمَنْتُ بِكَ وَبِرَسُوْلِكَ وَأَحْصَنْتُ فَرْجِي إِلَّا عَلٰى زَوْجِي فَلَا تُسَلِّطْ عَلَيَّ الْكَافِرَ، فَغُطَّ حَتّٰى رَكَضَ بِرِجْلِهِ. قَالَ الْأَعْرَجُ قَالَ أَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ إِنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَتْ اَللّٰهُمَّ إِنْ يَّمُتْ يُقَالُ هِيَ قَتَلَتْهُ، فَأُرْسِلَ، ثُمَّ قَامَ إِلَيْهَا فَقَامَتْ تَوَضَّأُ وَتُصَلِّي وَتَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ إِنْ كُنْتُ اٰمَنْتُ بِكَ وَبِرَسُوْلِكَ وَأَحْصَنْتُ فَرْجِي إِلَّا عَلٰى زَوْجِي، فَلَا تُسَلِّطْ عَلَيَّ هٰذَا الْكَافِرَ، فَغُطَّ حَتّٰى رَكَضَ بِرِجْلِهِ. قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ قَالَ أَبُوْ سَلَمَةَ قَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ فَقَالَتْ اَللّٰهُمَّ إِنْ يَّمُتْ فَيُقَالُ هِيَ قَتَلَتْهُ، فَأُرْسِلَ فِي الثَّانِيَةِ، أَوْ فِي الثَّالِثَةِ، فَقَالَ وَاللّٰهِ مَا أَرْسَلْتُمْ إِلَيَّ إِلَّا شَيْطَانًا، ارْجِعُوْهَا إِلٰى إِبْرَاهِيْمَ، وَأَعْطُوْهَا اٰجَرَ، فَرَجَعَتْ إِلٰى إِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَتْ أَشَعَرْتَ أَنَّ اللّٰهَ كَبَتَ الْكَافِرَ وَأَخْدَمَ وَلِيْدَةً؟ [اطراف الحدیث: ۳۳۵۷-۳۳۵۸-۵۰۸۴-۶۹۵۰-۲۶۳۵] (صحیح مسلم: ۶۰۳۹-۲۳۷۱)

عورت کے ساتھ داخل ہوئے ہیں جو تمام عورتوں میں سب سے زیادہ حسین ہے اس ظالم نے حضرت ابراہیم کے پاس پیغام بھیجا کہ اے ابراہیم! یہ عورت جو تمہارے ساتھ ہے اس کا تمہارے ساتھ کیا رشتہ ہے؟ انہوں نے کہا: یہ میری (دینی) بہن ہے پھر حضرت ابراہیم نے حضرت سارہ سے کہا: میری بات کی تکذیب نہ کرنا میں نے ان کو یہ بتایا ہے کہ تم میری (دینی) بہن ہو اور اللہ کی قسم! اس سرزمین پر میرے اور تمہارے سوا اور کوئی مؤمن نہیں ہے پھر اس ظالم بادشاہ نے حضرت سارہ کو بلالیا وہ ان کی طرف کھڑا ہوا حضرت سارہ وضوء کرنے لگیں اور نماز پڑھنے لگیں اور انہوں نے دعا کی: اے اللہ! اگر میں تجھ پر اور تیرے رسول پر ایمان لائی ہوں اور میں نے اپنے شوہر کے سوا اپنی عصمت کی حفاظت کی ہے تو اس کافر کو مجھ پر مسلط نہ کرنا حتیٰ کہ اس کافر کا دم گھٹ گیا (اور اس کے گلے سے خرخراہٹ کی آواز نکلی) اور اس نے (بے چینی سے) اپنا پاؤں زمین پر مارا۔ راوی الاعرج نے کہا کہ ابوسلمہ بن عبد الرحمان نے کہا کہ حضرت ابوہریرہ نے بیان کیا کہ حضرت سارہ نے دعا کی: اے اللہ! اگر یہ مر گیا تو کہا جائے گا کہ سارہ نے اس کو قتل کر دیا پس اس کو چھوڑ دیا گیا وہ پھر حضرت سارہ کی طرف بڑھا پس حضرت سارہ وضوء کرنے لگیں اور نماز پڑھنے لگیں اور انہوں نے یہ دعا کی: اے اللہ! اگر میں تجھ پر اور تیرے رسول پر ایمان لائی ہوں اور میں نے اپنے شوہر کے سوا اپنی عصمت کی حفاظت کی ہے تو اس کافر کو مجھ پر مسلط نہ کرنا پس اس کا دم گھٹ گیا اور اس نے اپنا پیر زمین پر مارا۔ راوی عبد الرحمان نے کہا کہ ابوسلمہ نے بیان کیا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ نے بیان کیا کہ حضرت سارہ نے دعا کی کہ اے اللہ! اگر یہ مر گیا تو لوگ کہیں گے کہ اس کو سارہ نے قتل کیا ہے پھر دوسری بار میں یا تیسری بار میں اس کو چھوڑ دیا گیا تو اس نے کہا: اللہ کی قسم! تم لوگوں نے میرے پاس ایک سرکش جن کو بھیج دیا ہے اسے ابراہیم کی طرف واپس کر دو اور اس کو اٰجر عطا کرو پس حضرت سارہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف لوٹیں اور کہا: کیا آپ کو معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کافر کو ناکام کر دیا اور

ہمیں ایک خادمہ عطا کی ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کس بستی کی طرف روانہ ہوئے تھے؟

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: حضرت ابراہیم علیہ السلام' حضرت سارہ کے ساتھ ایک بستی میں داخل ہوئے۔

ابن قتیبہ نے کہا ہے کہ یہ بستی اُردن تھی' اور بی بی ھاجر' قبطی بادشاہ کی باندی تھیں' یا وہ مصر کے بادشاہ کی بیوی تھیں' اور ابن ھشام نے کہا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام مصر سے مدین کی طرف گئے اور آپ کے ساتھ تئیس (۲۳) مسلمان تھے۔

اس میں مذکور ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت سارہ کے متعلق کہا: یہ میری بہن ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو حضرت سارہ کے متعلق کہا: یہ میری بہن ہے' اس کی توجیہ

علامہ ابن الجوزی نے کہا ہے کہ اس ظالم قوم کا مذہب یہ تھا کہ جس شخص کی بیوی موجود ہو' اس کی بیوی سے شادی کرنا اس کے سوا جائز نہیں ہے کہ اس کا شوہر ہلاک ہو جائے' جب حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ معلوم ہوا تو انہوں نے فرمایا: یہ میری بہن ہے' یعنی دینی بہن ہے' گویا کہ انہوں نے یہ سوچا کہ اگر یہ بادشاہ عادل ہے تو وہ حضرت سارہ سے نکاح کرنے کے لیے مجھے پیغام بھیجے گا' اور اس وقت میرے لیے اس کے پیغام کو مسترد کرنا ممکن ہوگا اور اگر وہ ظالم ہوا تو میں نے اس کے قتل کرنے سے اپنے آپ کو بچا لیا' اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ کوئی شخص اس کو پسند نہیں کرتا کہ وہ ایسی عورت سے شادی کرے جس کا شوہر موجود ہو' اس وجہ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ کہنے کے بجائے کہ یہ میری بیوی ہے' یہ کہا کہ یہ میری بہن ہے' کیونکہ یہ کہنا کہ یہ میری بیوی ہے' ان کو قتل کرنے یا ملک بدر کرنے کا موجب ہوتا۔ (کشف المشکل ج ۳ ص ۱۴۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ' ملخصاً)

ظالم بادشاہ نے جب حضرت سارہ سے بُرا ارادہ کیا تو اس کا ہاتھ مفلوج ہو گیا' اس میں کراماتِ اولیاء کا ثبوت ہے

اس حدیث میں مذکور ہے کہ پھر اس ظالم بادشاہ نے حضرت سارہ کو بلا لیا۔

ابن ھشام نے کہا ہے کہ اس ظالم نے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت سارہ دونوں کو بلا لیا تھا' پھر حضرت ابراہیم کو محل کے باہر ایک طرف کھڑا کیا اور تخلیہ میں حضرت سارہ کی طرف بڑھا' اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کے لیے اس مقام کو ایک شفاف آئینہ کی طرح بنا دیا اور حضرت ابراہیم اس ظالم بادشاہ کو اور حضرت سارہ دونوں کو دیکھ رہے تھے اور ان کی باتیں سن رہے تھے' جب اس ظالم نے اپنا ہاتھ حضرت سارہ کی طرف بڑھایا تو اس کا ہاتھ مفلوج ہو گیا' اس نے پھر دوسرا ہاتھ بڑھایا تو وہ بھی مفلوج ہو گیا' جب اس نے یہ دیکھا تو وہ اپنے شیطانی ارادہ سے باز آ گیا اور جب اس کو معلوم ہوا کہ حضرت سارہ گھر کے کام کاج کرتی ہیں' تو اس نے کہا: اس جیسی عورت کے لیے گھر کے کام کاج کرنا مناسب نہیں ہے' پھر اس نے کام کاج کے لیے ایک خادمہ دے دی' جن کا نام آجر یا ھاجر تھا' عام کتابوں میں اسی طرح لکھا ہے' لیکن علامہ قسطلانی متوفی ۹۱۱ھ نے لکھا ہے کہ حضرت ھاجر شہزادی تھیں اور مصر کی ایک بستی حقن کے قبطی بادشاہ کی بیٹی تھیں۔ (ارشاد الساری ج ۴ ص ۲۰۰)

''ولیدۃ'' کا معنی

اس حدیث میں ''ولیدۃ'' کا لفظ ہے' ''ولیدۃ'' کا اطلاق لڑکی پر ہوتا ہے' خواہ وہ بڑی عمر کی ہو اور اصل میں ''ولیدۃ'' کا معنی

بچی ہے اور یہاں اس سے مراد حضرت هاجر ہیں اور یہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ ہیں؛ جس طرح حضرت سارہ حضرت اسحاق علیہ السلام کی والدہ ہیں۔

شیخ عثمانی کی املاء کی غلطیاں

متن حدیث میں اس لفظ کا املاء هاجر ہے۔(صحیح البخاری:۳۳۵۸) لیکن شیخ تقی عثمانی نے اس کو ہر جگہ حاجرہ لکھا ہے۔(انعام الباری ج۶ ص ۳۹۳) اسی طرح صحیح املاء پتا ہے۔(فیروز اللغات ص ۲۷۳) لیکن شیخ عثمانی نے اس کو ہر جگہ پتہ لکھا ہے۔(انعام الباری ج۶ ص ۳۹۳) اسی طرح صحیح املاء ٹھکانا ہے۔(قائد اللغات ص ۳۹۳) لیکن شیخ تقی عثمانی نے اس کو ٹھکانہ لکھا ہے۔(انعام الباری ج۶ ص ۴۰۲)

تعریض کا معنی اور اس کی احادیث سے مثالیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے تینوں کلاموں میں تعریض تھی اور ان کی حقیقت جھوٹ نہیں ہے

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا: یہ میری بہن ہے' اور ان کی مراد یہ تھی کہ یہ میری دینی بہن ہے' اس کو تعریض اور توریہ کہتے ہیں کہ ایک لفظ کے دو معنی ہوں' ایک قریب اور ایک بعید' متکلم بعید معنی کا ارادہ کرے اور مخاطب کے ذہن میں قریب معنی آئے اور اس تعریض اور توریہ کی وجہ سے انسان جھوٹ بولنے کے ارتکاب سے بچ جاتا ہے' اس سلسلہ میں یہ احادیث ہیں:

حضرت علی اور حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ تعریضات میں جھوٹ سے بچنے کی گنجائش ہے۔

(سنن کبریٰ للبیہقی ج ۱۰ ص ۱۹۹' نشر السنۃ' ملتان)

جب کوئی شخص کسی کے ہاں کھانا' کھانا نہ چاہے اور وہ اس کو کھانے کے لیے بلائے تو وہ کہے: میں کھانا کھا چکا ہوں اور اس کی مراد یہ ہو کہ وہ کل کھانا کھا چکا ہے' اور مخاطب یہ سمجھے کہ وہ ابھی کھانا کھا چکا ہے۔

حدیث میں اس کی حسب ذیل مثالیں ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا بیٹا فوت ہو گیا تو انہوں نے پوچھا: اب بچہ کی طبیعت کیسی ہے تو ان کی زوجہ حضرت اُم سلیم نے کہا: اب وہ سکون پا چکا ہے' اور مجھے امید ہے کہ اب وہ آرام سے ہے' حضرت ابوطلحہ نے گمان کیا کہ وہ سچ کہہ رہی ہیں۔(صحیح البخاری:۱۳۰۱۔ باب:۱۱۶۔ ص ۱۳۲۶' صحیح مسلم:۲۱۴۴)

اس میں بھی تعریض ہے کیونکہ سکون کے دو معنی ہیں' قریب معنی یہ ہے کہ اس کو مرض کی تکلیف سے سکون مل گیا' اور حضرت ابوطلحہ نے یہی معنی سمجھا تھا اور اس کا بعید معنی یہ ہے کہ اس نے زندگی کی حرکت اور حرارت سے سکون پا لیا اور حضرت ام سلیم نے یہی معنی مراد لیا تھا۔

حسن بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک بڑھیا آئی اور کہنے لگی: یارسول اللہ! دعا کیجئے کہ اللہ مجھے جنت میں داخل کر دے۔ آپ نے فرمایا: اے ام فلاں! بے شک جنت میں کوئی بڑھیا نہیں جائے گی' وہ بوڑھی عورت پیٹھ پھیر کر رونے لگی' آپ نے فرمایا: اس کو بتاؤ کہ کوئی عورت جنت میں بڑھاپے کی حالت یا عمر میں نہیں جائے گی (یعنی جوانی کی حالت میں جائے گی) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّاۤ اَنۡشَاۡنٰهُنَّ اِنۡشَآءًO فَجَعَلۡنٰهُنَّ اَبۡکَارًاO عُرُبًا اَتۡرَابًاO (الواقعہ:۳۷۔۳۵)

ہم نے ان کی بیویوں کو خصوصیت سے پیدا کیا ہےO ہم نے ان کو دوشیزہ بنایاO محبت کرنے والیاں ہم عمرO

(الشمائل المحمدیہ للترمذی:۲۴۱' مکتبہ تجاریہ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۵ھ)

اس حدیث میں بھی تعریض ہے' کیونکہ بڑھیا کے دو معنی ہیں: ایک یہ ہے کہ جو عورت دنیا میں بڑھاپے کی عمر میں ہو' یہ اس کا قریب معنی ہے' اس عورت نے اس کا یہی معنی مراد لیا تھا' اس لیے وہ رونے لگی کہ جب آپ نے اس کے جنت میں جانے کی نفی کر دی تو وہ اب جنت میں نہیں جائے گی اور اس کا دوسرا بعید معنی ہے کہ بوڑھی عورت جوان ہو کر جنت میں جائے گی اور آپ نے اس کا یہی معنی مراد لیا تھا۔

اسی طرح بہن کے بھی دو معنی ہیں' قریب معنی ہے: نسبی بہن اور بادشاہ کے اہل کاروں نے یہی معنی سمجھا تھا اور بعید معنی ہے: دینی بہن' اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہی معنی مراد لیا تھا۔

اسی طرح جب کافروں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پوچھا: ہمارے بتوں کو توڑنے کا کام کس نے کیا ہے؟ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا:

بَلْ فَعَلَهٗ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا. (الانبیاء: ۶۳) (ابراہیم نے کہا:) بلکہ اسی نے یہ کام کیا ہے (یعنی ابراہیم نے) ان میں بڑا یہ ہے۔

اس آیت میں بھی تعریض ہے اور اس کے دو معنی ہیں' قریب معنی یہ ہے کہ ان کے اس بڑے نے یہ کام کیا ہے' یعنی ان بتوں کو توڑنے کا سبب یہ بڑا بت ہے اور کافروں نے اس کا یہی معنی سمجھا تھا اور اس کا بعید معنی یہ ہے کہ اسی نے یعنی ابراہیم نے ہی یہ کام کیا ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہی معنی مراد لیا تھا۔

اسی طرح جب ان کی قوم نے ان کو میلے میں چلنے کے لیے کہا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا:

اِنِّیْ سَقِیْمٌ O (الصّٰفّٰت: ۸۹) میں بیمار ہوں O

اس جملہ میں بھی تعریض ہے' کیونکہ اس کے دو معنی ہیں' قریب معنی یہ ہے کہ میں اس وقت بیمار ہوں اور ان کی قوم نے یہی معنی سمجھا تھا اور اس کا بعید معنی ہے: میں عنقریب بیمار ہوں گا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہی معنی مراد لیا تھا۔

اس تفصیل اور تحقیق سے واضح ہو گیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے یہ تینوں کلام اپنی حقیقت اور مراد کے اعتبار سے جھوٹ نہیں ہیں خواہ ظاہری اور صوری اعتبار سے جھوٹے ہوں۔

بیوی کو بہن کہنے سے طلاق کا عدم وقوع' ظالم کی ظاہری اطاعت کا جواز' ظلم سے بچنے کے لیے جھوٹ بولنے کا جواز اور دیگر مسائل

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اسلام اور ایمان کی اخوت کا اظہار کرنا واجب ہے۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بیوی کو بہن کہنے سے طلاق واقع نہیں ہوتی' تاہم اگر اس نے بغیر دینی بہن کے ارادہ کے کہا ہے تو یہ جھوٹ ہے اور اس پر توبہ واجب ہے اور اگر دینی بہن کے ارادہ سے کہا ہے تو پھر کوئی حرج نہیں ہے۔

- نیز اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ظالم کے ظلم سے بچنے کے لیے اس کی ظاہری اطاعت کرنا جائز ہے' جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کیا تھا۔ حضرت ابراہیم نے اس کی دی ہوئی باندی حضرت ھاجر کو قبول کر لیا' اس سے معلوم ہوا کہ مشرک اور ظالم کا ہدیہ قبول کرنا جائز ہے۔ اخلاص سے کی ہوئی دعا قبول ہوتی ہے جیسا کہ حضرت سارہ کی دعا قبول ہوئی اور یہ ان کی کرامت بھی ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت سارہ دونوں اس مصیبت میں مبتلا ہوئے' اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ صالحین کو ان کے درجات میں بلندی کے لیے آفات اور مصائب میں مبتلا کرتا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ظالم بادشاہ کے ظلم سے بچنے کے لیے حیلہ کیا اور ظاہری اور صوری کذب سے کام لیا' حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے صرف تین (ظاہری) جھوٹ بولے۔ (صحیح البخاری: ۳۳۵۷' مسند احمد ج ۲ ص ۴۰۴۔ ۴۰۳)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے صرف تین چیزوں میں (ظاہری) جھوٹ بولا۔ انہوں نے کہا: میں بیمار ہوں اور وہ بیمار نہیں تھے' اور انہوں نے حضرت سارہ کے متعلق کہا: یہ میری بہن ہے' اور انہوں نے کہا: یہ کام (بتوں کو توڑنا) تمہارے اس بڑے (بت) نے کیا ہے۔ (سنن ترمذی: ۳۱۷۷' سنن ابوداؤد: ۲۲۱۲' صحیح مسلم: ۲۳۷۱)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ظلم سے بچنے کے لیے ظاہری جھوٹ بولنا جائز ہے بلکہ جب اس کو معلوم ہو کہ بغیر جھوٹ بولے اس کی جان نہیں بچے گی تو بغیر تاویل کے صریح جھوٹ بولنا بھی جائز ہے' اسی طرح کسی ولی بلکہ عام مسلمان کی جان بچانے کے لیے بھی صریح جھوٹ بولنا جائز ہے' اسی طرح کسی مسلمان کی امانت کو بچانے کے لیے بھی جھوٹ بولنا جائز ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۴۶۔ ۴۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۶۰۲۴۔ ج ۶ ص ۸۳۲ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے عنوان یہ ہیں:
① حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خیر البریہ ہونے کی توجیہ ② حضرت ابراہیم علیہ السلام کے تین (ظاہری) جھوٹ بولنے کی توجیہ ③ گناہوں پر قدرت' انبیاء علیہم السلام کی عصمت کے منافی نہیں ہے۔

۲۲۱۸ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتِ اخْتَصَمَ سَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ وَعَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ فِي غُلَامٍ، فَقَالَ سَعْدٌ هٰذَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ ابْنُ أَخِي عُتْبَةَ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ، عَهِدَ إِلَيَّ أَنَّهُ ابْنُهُ، أُنْظُرْ إِلٰى شَبَهِهِ. وَقَالَ عَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ هٰذَا أَخِي يَا رَسُولَ اللّٰهِ، وُلِدَ عَلٰى فِرَاشِ أَبِي مِنْ وَلِيدَتِهِ، فَنَظَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلٰى شَبَهِهِ، فَرَأٰى شَبَهًا بَيِّنًا بِعُتْبَةَ، فَقَالَ هُوَ لَكَ يَا عَبْدُ، اَلْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ، وَاحْتَجِبِي مِنْهُ يَا سَوْدَةُ بِنْتُ زَمْعَةَ. فَلَمْ تَرَهُ سَوْدَةُ قَطُّ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت عبد بن زمعہ رضی اللہ عنہما کے درمیان ایک لڑکے کے متعلق جھگڑا ہوا' حضرت سعد نے کہا: یارسول اللہ! یہ میرے بھائی عتبہ بن ابی وقاص کا بیٹا ہے' انہوں نے مجھے وصیت کی تھی کہ یہ میرا بیٹا ہے' آپ اس کی اس سے مشابہت دیکھئے اور حضرت عبد بن زمعہ نے کہا: یارسول اللہ! یہ میرا بھائی ہے' میرے باپ کے بستر پر ان کی باندی سے پیدا ہوا ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی مشابہت کی طرف دیکھا تو وہ واضح طور پر عتبہ کے مشابہ تھا' آپ نے فرمایا: اے عبد بن زمعہ! یہ تمہارا بھائی ہے' بچہ اس کا شمار ہوتا ہے جس کے بستر پر پیدا ہوا اور زانی کے لیے پتھر ہیں' اور اے سودہ بنت زمعہ! تم اس سے پردہ کیا کرو' پھر حضرت سودہ نے اس کو کبھی نہیں دیکھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۰۵۳ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے کہ عبد بن زمعہ نے کہا: یارسول اللہ! یہ لڑکا میرے باپ کی

باندی کا بیٹا ہے ان کے بستر پر پیدا ہوا ہے پس انہوں نے اپنے باپ کے لیے باندی کی ملکیت زمانہ جاہلیت میں ثابت کی اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر انکار نہیں فرمایا اور ان کے جھگڑے کو سنا۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ مشرک کا عہد نافذ ہو جاتا ہے اور اس کا حکم صحیح ہے اور یہ کہ مشرک اپنی ملک میں جیسا بھی تصرف کرے وہ صحیح ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس مقدمہ میں یہی فیصلہ فرمایا کہ بچہ اس کا ہے جس کے بستر پر پیدا ہوا اور اس طرف توجہ نہیں فرمائی کی اس کی مشابہت عتبہ بن وقاص سے ہے اور حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کو احتیاطاً اس سے پردہ کرنے کا حکم دیا تھا۔

۲۲۱۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سَعْدٍ، عَنْ اَبِيْهِ قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ لِصُهَيْبٍ اِتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تَدَّعِ اِلٰى غَيْرِ اَبِيْكَ. فَقَالَ صُهَيْبٌ مَّا يَسُرُّنِىْ اَنَّ لِىْ كَذَا وَكَذَا، وَاَنِّىْ قُلْتُ ذٰلِكَ، وَلٰكِنِّىْ سُرِقْتُ وَاَنَا صَبِىٌّ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از سعد از والد خود انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ نے حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ اللہ سے ڈریں اور اپنے آپ کو اپنے باپ کے غیر کی طرف منسوب نہ کریں تو حضرت صہیب نے کہا: مجھے یہ اچھا نہیں لگتا کہ مجھے اتنی اور اتنی رقم مل جائے اور میں یہ کہوں لیکن بات یہ ہے کہ مجھے اس وقت چرا لیا گیا جب میں بچہ تھا۔

اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کے پورے قصہ سے سمجھ میں آتی ہے کہ کلب نے ان کو الروع سے خرید لیا تھا اور غلام بنا لیا تھا پھر ابن جدعان نے ان کو خرید کر آزاد کر دیا۔

حضرت عبدالرحمان بن عوف اور حضرت عمر بن الخطاب کا حضرت صہیب کے نسب پر اعتراض اور ان کا جواب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے حضرت صہیب سے کہا: آپ اللہ سے ڈریں (الخ) حضرت عبدالرحمان بن عوف نے یہ اس لیے کہا تھا کہ حضرت صہیب یہ کہتے تھے کہ وہ سنان بن مالک کے بیٹے ہیں اور ان کی ماں بنوتمیم سے ہیں حالانکہ ان کی زبان عجمی تھی کیونکہ وہ روم میں پلے بڑھے تھے اس لیے ان کی زبان پر رومی زبان کا غلبہ ہو گیا۔

امام حاکم نے اپنی سند کے ساتھ عبدالرحمٰن بن حاطب سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے کہا: میں نے آپ کے اسلام لانے کے بعد صرف تین چیزیں قابل اعتراض دیکھی ہیں: (۱) آپ نے اپنی کنیت ابویحییٰ رکھی ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کے متعلق فرمایا ہے:

لَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ سَمِيًّاO (مریم:۷) ہم نے اس سے پہلے اس کا کوئی ہم نام نہ بنایاO

(۲) اور آپ اپنے پاس کوئی چیز جمع نہیں رکھتے آپ کو جو چیز بھی ملتی ہے آپ اس کو خرچ کر دیتے ہیں (۳) اور آپ اپنا نسب النمر بن قاسط تک پہنچاتے ہیں حالانکہ آپ ان مہاجرین میں سے ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے اپنا انعام فرمایا ہے۔

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے ان اعتراضات کے جواب میں کہا: رہا آپ کا یہ کہنا کہ میں نے اپنی کنیت ابویحییٰ رکھی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میری کنیت ابویحییٰ رکھی ہے رہا آپ کا یہ کہنا کہ میں کسی چیز کو اپنے پاس نہیں رکھتا مگر

اس کو خرچ کر دیتا ہوں تو اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَمَا اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهٗ وَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَO (سبا:٣٩)

اور تم اللہ کی راہ میں جو بھی خرچ کرو گے تو وہ تمہیں اس کے بدلہ میں اور عطا فرمائے گا اور وہ سب سے بہتر عطا فرمانے والا ہےO

اور رہا آپ کا یہ کہنا کہ میں اپنے آپ کو النمر بن قاسط کی طرف منسوب کرتا ہوں' تو اس کا جواب یہ ہے کہ بعض عرب نے بعض دوسروں کو قید کر لیا تھا تو عرب کی ایک جماعت نے مجھے قید کر لیا تھا' یہ اس وقت کی بات ہے جب مجھے اپنے گھر والوں اور اپنی جائے ولادت کی شناخت تھی' پھر انہوں نے مجھے کوفہ کی ایک جماعت کے ہاتھ فروخت کر دیا تو میں نے ان کی زبان سیکھ لی اور اگر میں گوبر سے بھی پیدا کیا جاتا تو میں اپنے آپ کو صرف اسی کی طرف منسوب کرتا' حضرت عمر نے فرمایا: آپ نے سچ کہا۔

(المستدرک: ٥٧٥٤ طبع جدید۔ ج ٣ ص ٣٩٨ طبع قدیم دار المعرفہ بیروت' ١٤٢٧ھ)

علامہ عینی فرماتے ہیں: اس حدیث میں جو مذکور ہے کہ میں نے ان کی زبان سیکھ لی' اس سے مراد ہے: انہوں نے رومیوں کی زبان سیکھ لی' جس طرح صحیح البخاری میں حضرت عبدالرحمان بن عوف کا اعتراض اور حضرت صہیب کا جواب مذکور ہے' اسی طرح المستدرک میں حضرت عمر بن الخطاب کا اعتراض اور حضرت صہیب کا جواب مذکور ہے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے جو حضرت صہیب سے کہا تھا کہ آپ اللہ سے ڈریں۔ اس کا معنی یہ تھا کہ آپ اپنے آپ کو اپنے باپ کے غیر کی طرف منسوب نہ کریں' تو اس کا جواب حضرت صہیب نے یہ دیا کہ مجھے یہ اچھا نہیں لگتا کہ مجھے اتنی اور اتنی رقم مل جائے اور میں اپنے آپ کو اپنے باپ کے غیر کی طرف منسوب کروں۔ (عمدۃ القاری ج ١٢ ص ٤٧۔ ٤٦' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٢٢٢٠ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ' عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ اَنَّ حَكِيْمَ بْنَ حِزَامٍ اَخْبَرَهٗ اَنَّهٗ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اَرَاَيْتَ اُمُوْرًا كُنْتُ اَتَحَنَّثُ' اَوْ اَتَحَنَّتُ بِهَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ' مِنْ صِلَةٍ وَّعَتَاقَةٍ وَّصَدَقَةٍ' هَلْ لِّيْ فِيْهَا اَجْرٌ؟ قَالَ حَكِيْمٌ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَسْلَمْتَ عَلٰى مَا سَلَفَ لَكَ مِنْ خَيْرٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے عروہ بن الزبیر نے خبر دی' ان کو حضرت حکیم بن حزام نے خبر دی' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے کہا: یا رسول اللہ! یہ بتایئے کہ میں زمانۂ جاہلیت میں کچھ کام بہ طور عبادت کرتا تھا' رشتہ داروں سے ملاپ رکھتا تھا' غلام آزاد کرتا تھا' صدقہ اور خیرات دیتا تھا' آیا ان کاموں میں میرے لیے کوئی اجر ہے؟ حضرت حکیم رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے جو گزشتہ نیکیاں کی ہیں' ان ہی کی وجہ سے تمہیں اسلام لانے کی توفیق حاصل ہوئی ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٤٣٦ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں یہ مذکور ہے کہ مشرک صدقہ کرتا ہے اور غلام آزاد کرتا ہے' اس سے معلوم ہوا کہ مشرک کی ملک صحیح ہے اور اس کے غلام آزاد کرنے کی صحت اس پر موقوف ہے کہ اس کی ملک صحیح ہو' اس طرح یہ حدیث عنوان کے مطابق ہو گئی' کیونکہ اس کا عنوان تھا: مشرک کا ہبہ کرنا اور اس کا آزاد کرنا۔

١٠١ - بَابُ جُلُوْدِ الْمَيْتَةِ قَبْلَ اَنْ تُدْبَغَ

رنگنے سے پہلے مردار کی کھال کا حکم

٢٢٢١ - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں زہیر بن حرب نے حدیث

يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ صَالِحٍ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ شِهَابٍ أَنَّ عُبَيْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ أَخْبَرَهُ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِشَاةٍ مَيِّتَةٍ، فَقَالَ هَلَّا اسْتَمْتَعْتُمْ بِإِهَابِهَا؟ قَالُوا إِنَّهَا مَيْتَةٌ. قَالَ إِنَّمَا حَرُمَ أَكْلُهَا.

بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی از صالح انہوں نے کہا: مجھے ابن شہاب نے حدیث بیان کی کہ عبید اللہ بن عبد اللہ نے کہا کہ ان کو حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے خبر دی وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مری ہوئی بکری کے پاس سے گزرے تو آپ نے فرمایا: تم نے اس کی کھال سے نفع کیوں نہیں اٹھایا؟ تو صحابہ نے کہا: یہ مردار تھی تو آپ نے فرمایا: اس کا صرف کھانا حرام ہے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۴۹۲ میں گزر چکی ہے۔

۱۰۲ - بَابُ قَتْلِ الْخِنْزِيرِ — خنزیر کو قتل کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ آیا خنزیر کو قتل کرنا جائز ہے یا نہیں؟ جمہور کے نزدیک خنزیر کو قتل کرنا مطلقاً جائز ہے۔ علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ جمہور کا مذہب یہ ہے کہ خنزیر خواہ دار الکفر میں پایا جائے اور ہم اس کو قتل کرنے پر قادر ہوں تو ہم اس کو قتل کر دیں گے، علامہ عینی فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ اس سے اہل ذمہ کے خنزیر کو مستثنیٰ کرنا چاہیے کیونکہ وہ ان کے نزدیک مال ہے اور ہمیں ان کے اموال سے تعرض کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

قتل خنزیر کو ابواب البیوع میں درج کرنے کی توجیہ میں حافظ عینی اور حافظ ابن حجر کا مناقشہ

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ فرماتے ہیں:

اگر یہ سوال کیا جائے کہ قتل خنزیر کے باب کو ابواب البیوع میں درج کرنے کی کیا توجیہ ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ امام بخاری نے یہ سمجھا کہ ہر وہ چیز جو حرام ہو اور اس کی بیع بھی حرام ہو تو اس کو قتل کرنا جائز ہے اور چونکہ خنزیر کی بیع حرام ہے لہٰذا اس کو قتل کرنا بھی جائز ہے اس اعتبار سے انہوں نے قتل خنزیر کے باب کو ابواب البیوع میں داخل کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۴۸)

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی نے اس کی یہ توجیہ بیان کی ہے:

اس میں یہ اشارہ ہے کہ آپ نے جس کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے اس کی بیع جائز نہیں ہے۔

(فتح الباری ج ۳ ص ۶۳۶، دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدر الدین عینی اس توجیہ کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اس توجیہ کی صحت کے لیے اس قائل پر یہ لازم ہے کہ وہ یہ بیان کرے کہ کس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خنزیر کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے اور خنزیر کی بیع کی تحریم اس کے قتل کرنے کے حکم کو مستلزم نہیں ہے اور اس قائل نے یہ کہا ہے کہ جس جانور کو آپ نے قتل کرنے کا حکم دیا ہے اس کی بیع جائز نہیں ہے۔ اس پر دوسرا اعتراض یہ ہے کہ یہ قاعدہ کلیہ نہیں ہے، کیونکہ شارع علیہ السلام نے صریحاً سانپوں کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے، حالانکہ ابو اللیث اور دوسرے علماء کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ اگر سانپ سے کوئی نفع آور دوائی بنانا مقصود ہو تو اس کی خرید و فروخت جائز ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۴۹، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

وَقَالَ جَابِرٌ حَرَّمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خنزیر کی بیع کو

وَسَلَّمَ بَيْعَ الْخِنْزِيرِ. حرام قرار دیا ہے۔

اس تعلیق کی اصل صحیح البخاری: ۲۲۳۶ میں آ رہی ہے اس میں مذکور ہے:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے فتح مکہ کے سال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بے شک اللہ اور اس کے رسول نے خمر' مردار' خنزیر اور بتوں کی بیع کو حرام کر دیا ہے۔ (الحدیث)

۲۲۲۲ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، لَيُوشِكَنَّ أَنْ يَنْزِلَ فِيكُمُ ابْنُ مَرْيَمَ حَكَمًا مُقْسِطًا، فَيَكْسِرَ الصَّلِيبَ، وَيَقْتُلَ الْخِنْزِيرَ، وَيَضَعَ الْجِزْيَةَ، وَيَفِيضَ الْمَالُ حَتَّى لَا يَقْبَلَهُ أَحَدٌ. [اطراف الحدیث: ۲۴۷۶-۳۴۴۸-۳۴۴۹] (صحیح مسلم: ۱۵۵' الرقم المسلسل: ۳۸۱' سنن ترمذی: ۲۲۳۰' سنن ابن ماجہ: ۴۰۷۸)

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از ابن المسیب' انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے! عنقریب تم میں ابن مریم نازل ہوں گے' وہ عدل سے حکم کریں گے' صلیب کو توڑ دیں گے اور خنزیر کو قتل کریں گے اور جزیہ کو ختم کر دیں گے اور مال کو بہائیں گے حتیٰ کہ اس کو کوئی قبول نہیں کرے گا۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: اور وہ خنزیر کو قتل کریں گے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا صلیب کو توڑ کر اور خنزیر کو قتل کر کے اسلام کا اظہار کرنا اور باقی ادیان کو باطل کرنا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: اور وہ صلیب کو توڑ دیں گے۔ علامہ طیبی نے کہا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ نصرانیوں کے اس عقیدہ کو باطل کر دیں گے کہ حضرت عیسیٰ کو صلیب پر چڑھایا گیا تھا اور توضیح میں مذکور ہے کہ وہ بدعقیدہ عیسائیوں کو قتل کرنے کے بعد صلیب کو توڑ ڈالیں گے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ فیض الٰہی نے مجھ پر اس کا معنی اس طرح منکشف کیا ہے کہ صلیب کو توڑنے سے مراد یہ ہے کہ وہ عیسائیوں کے کذب کو ظاہر کر دیں گے کیونکہ انہوں نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو لکڑی کی صلیب پر چڑھا دیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب عزیز میں ان کے اس کذب اور افتراء کی خبر دی اور فرمایا:

وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ. (النساء: ۱۵۷) حالانکہ انہوں نے اس کو قتل نہیں کیا اور نہ انہوں نے اس کو سولی دی لیکن ان کے لیے (کسی شخص کو عیسیٰ کا) مشابہ بنا دیا گیا تھا۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ جب یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی دینے کے لیے لکڑی کی صلیب بنائی' تو اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شبیہ بنائی' جس کی طرف یہوذا نے لوگوں کی رہ نمائی کی تو انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جگہ اس شبیہ کو صلیب پر چڑھا دیا اور وہ یہ گمان کرتے رہے کہ وہ حضرت عیسیٰ تھے اور اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کو آسمان کی طرف اٹھا لیا' پھر یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اصحاب پر غلبہ پایا اور ان میں سے بعض کو قتل کر دیا اور بعض کو سولی دی اور بعض کو قید کر لیا' حتیٰ کہ یہ خبر روم کے بادشاہ تک پہنچی اور اس کو بتایا گیا کہ یہودیوں نے اس شخص کے اصحاب پر غلبہ پا کر قتل کر دیا' جو یہ کہتا تھا کہ وہ اللہ کا رسول ہے' وہ مُردوں کو زندہ کرتا تھا' مادرزاد اندھوں کو بینا کرتا تھا اور برص زدہ لوگوں کو تندرست کرتا تھا اور بہت عجیب و غریب کام کرتا تھا' انہوں نے

اس شخص پر تجاوز کر کے اس کو قتل کر دیا' پھر اس بادشاہ نے اس مصلوب کو صلیب سے اتارا اور اس کی بہت تعظیم کی' اور ویسی صلیب بنائی اور اسی وجہ سے عیسائی صلیب کی بہت تعظیم کرتے ہیں' اسی وقت سے نصرانیت کا دین روم میں داخل ہو گیا' اور حضرت عیسیٰ کے صلیب کو توڑنے کا یہ معنی ہے کہ وہ عیسائیوں کے دین کو باطل کریں گے اور یہ بتائیں گے کہ دین حق' دین اسلام اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دین ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس لیے نازل ہوئے کہ آپ کے دین کا اظہار کریں اور یہود و نصاریٰ کو قتل کر کے اور بتوں کو توڑ کر اور خنزیر کو قتل کر کے باقی ادیان کو باطل کریں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۵۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۰۳ - بَابٌ لَّا يُذَابُ شَحْمُ الْمَيْتَةِ وَلَا يُبَاعُ وَدَكُهُ

مردار کی چربی کو پگھلایا جائے نہ اس کا تیل فروخت کیا جائے

اس باب کے عنوان میں دو لفظ ہیں: "شحم" اور "ودك"۔ "شحم" کا معنی چربی ہے اور "ودك" کا معنی ہے: گوشت کی چکنائی اور اس کا تیل۔

رَوَاهُ جَابِرٌ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اس حدیث کو حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔

اس تعلیق کے موافق حدیث' صحیح البخاری: ۲۲۳۶ میں آ رہی ہے۔

۲۲۲۳ - حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ قَالَ اَخْبَرَنِي طَاوُسٌ اَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ بَلَغَ عُمَرَ اَنَّ فُلَانًا بَاعَ خَمْرًا، فَقَالَ قَاتَلَ اللّٰهُ فُلَانًا، اَلَمْ يَعْلَمْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَاتَلَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ حُرِّمَتْ عَلَيْهِمُ الشُّحُوْمُ، فَجَمَلُوْهَا فَبَاعُوْهَا.

[طرف الحدیث: ۳۴۶۰]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحمیدی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن دینار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے طاؤس نے خبر دی' وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ خبر پہنچی کہ فلاں شخص نے خمر (انگور کی شراب) فروخت کی ہے تو انہوں نے کہا: اللہ فلاں شخص کو ہلاک کر دے' کیا اس کو یہ معلوم نہیں تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: اللہ یہود کو ہلاک کر دے' ان پر چربی حرام کی گئی تھی' انہوں نے اس کو پگھلا کر فروخت کر دیا۔

(صحیح مسلم: ۱۵۸۲' الرقم المسلسل: ۳۹۴۱' سنن ابن ماجہ: ۳۳۸۳' مصنف عبد الرزاق: ۱۴۸۵۴' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۶ ص ۴۴۳' مسند الحمیدی: ۱۳' سنن دارمی: ۲۱۰۴' مسند البزار: ۲۰۷' مسند ابو یعلیٰ: ۲۰۰' المنتقیٰ: ۵۷۷' صحیح ابن حبان: ۶۲۵۳' سنن بیہقی ج ۸ ص ۲۸۶' شرح السنۃ: ۲۰۴۱' مسند احمد ج ۱ ص ۲۵ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۷۰۔ ج ۱ ص ۳۰۵' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

لعنت اور ہلاکت کے الفاظ کا اطلاق مجازی

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عمر نے کہا: اللہ تعالیٰ فلاں شخص کو ہلاک کرے' اس سے اس کا حقیقی معنی مراد نہیں ہے' اور ڈانٹ ڈپٹ کے طور پر اس طرح کہنا جائز ہے۔

نیز اس میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ یہود کو ہلاک کر دے' ان پر چربی حرام کی گئی تھی' انہوں نے اس کو پگھلا

کر فروخت کر دیا۔

آپ کے اس ارشاد سے معلوم ہوا کہ حرام کے ارتکاب کے لیے کسی چیز کو حیلہ اور وسیلہ بنانا جائز نہیں ہے۔

علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ اس پر اجماع ہے اور ان لوگوں کا قول شاذ ہے' جنہوں نے یہ کہا ہے کہ انگوروں کے باطن میں خمر ہوتی ہے تو جب انگوروں کو فروخت کرنا جائز ہے تو خمر کو بھی فروخت کرنا جائز ہونا چاہیے۔

حافظ ابن حجر اور علامہ عینی کے مناقشات' تمثیل اور تشبیہ کا فرق

حافظ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

جو مسلمان خمر کو فروخت کرتے ہیں' ان کو حضرت عمر نے ان یہودیوں سے تشبیہ دی ہے جو چربی کو پگھلا کر فروخت کرتے ہیں اور تشبیہ کی وجہ یہ ہے کہ جس طرح یہودیوں کو چربی فروخت کرنے سے منع کیا گیا تھا' اسی طرح مسلمانوں کو خمر فروخت کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۷ ۶۳' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی' حافظ ابن حجر پر رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

یہ تشبیہ نہیں ہے تمثیل ہے' تشبیہ مفرد کی مفرد کے ساتھ ہوتی ہے' جیسے کہا جائے کہ زید شیر کی مثل بہادر ہے' اور متعدد اُمور سے جو حالت منتزع ہوتی ہے اس کو دوسرے متعدد اُمور کی حالت سے جو تشبیہ دی جائے' اس کو تمثیل کہتے ہیں۔

جیسے اس آیت میں ہے:

مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا. (الجمعہ:۵)

جن لوگوں کو تورات دی گئی اور انہوں نے اس پر عمل نہیں کیا' ان کی مثال اس گدھے کی طرح ہے جس پر کتابوں کا بوجھ لدا ہوا ہے۔

یہودیوں کو تورات پر عمل کا مکلف کیا گیا تھا' انہوں نے اس پر عمل نہیں کیا اور اس کے نفع سے محروم رہے' اس حالت کی مثال اس گدھے کی حالت سے دی گئی ہے جو کتابوں کا بوجھ اٹھاتا ہے اور ان کے نفع سے محروم رہتا ہے' سو اس مثال میں متعدد اُمور کی دوسرے متعدد اُمور سے تمثیل ہے' اسی طرح جو یہودی چربی کو پگھلا کر فروخت کرتے ہیں' ان کی اس حالت کی تمثیل ان مسلمانوں کے عمل کی حالت کے ساتھ دی گئی ہے' جو شراب کو فروخت کرتے ہیں اور اس میں متعدد اُمور کی دوسرے متعدد اُمور کے ساتھ تمثیل ہے اور یہ تشبیہ نہیں ہے کیونکہ وہ مفرد کی مفرد کے ساتھ ہوتی ہے' لگتا ہے اس قائل کو تشبیہ اور تمثیل کا فرق معلوم نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۵۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

یہ کلیہ نہیں ہے کہ جس کا استعمال حرام ہو اس کی بیع بھی حرام ہو

نیز حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے: جس چیز کو استعمال کرنا حرام ہو' اس کی بیع حرام ہے۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۷ ۶۳)

علامہ بدر الدین اس پر رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

یہ قاعدہ کلیہ نہیں ہے کیونکہ سانپوں کو استعمال کرنا حرام ہے اور دوا بنانے کے لیے سانپوں کو خریدنا جائز ہے' جیسا کہ ابو اللیث اور دوسرے فقہاء نے کہا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۵۲)

ذبح کرنے سے درندے پاک ہو جاتے ہیں

نیز حافظ ابن حجر نے لکھا ہے:

درندوں وغیرہ کو کھانا حرام ہے اور وہ ذبح کرنے کے بعد بھی حرام اور نجس ہیں کیونکہ ان کو ذبح کرنا مشروع نہیں ہے اور جب وہ حرام ہیں تو ان کی بیع جائز نہیں ہے۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۷۶۳)

علامہ بدرالدین اس پر رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اس قائل کو یہ قید لگانی چاہیے تھی کہ یہ حکم فقہاء شافعیہ کے نزدیک ہے کیونکہ جو شخص مذاہب فقہاء پر مطلع نہیں ہوگا' وہ یہ اعتقاد کرے گا کہ اس پر سب کا اجماع ہے' جب کہ اس طرح نہیں ہے کیونکہ ہمارے نزدیک جن حیوانوں کا گوشت کھایا نہیں جاتا جب ان جانوروں کو ذبح کر لیا جائے تو ان کا گوشت پاک ہو جاتا ہے (واضح رہے' وہ حلال نہیں ہوتا) حتیٰ کہ جب کوئی شخص نماز پڑھے اور اس کے ساتھ درہم کی مقدار سے زائد وہ گوشت ہو تو اس کی نماز جائز ہے اور اگر وہ گوشت پانی میں گر جائے تو وہ پانی نجس نہیں ہوگا' اس لیے کہ ذبح کرنے سے وہ گوشت پاک ہو چکا ہے کیونکہ کھال کو رنگنے کی بہ نسبت حیوان کو ذبح کرنے میں زیادہ طہارت ہے' اس لیے کہ ذبح کرنے سے حیوان کا نجس خون اور دیگر رطوبات بہہ کر نکل جاتی ہیں۔

علامہ کرخی نے کہا ہے کہ ہر وہ حیوان جس کی کھال رنگنے سے پاک ہو جاتی ہے' اس حیوان کو ذبح کرنے سے بھی اس کی کھال پاک ہو جاتی ہے۔

علامہ کاسانی نے بدائع الصنائع میں لکھا ہے کہ ذبح کرنے سے مذبوح کے تمام اجزاء پاک ہو جاتے ہیں ماسوا بہنے والے خون کے اور یہی صحیح ہے۔

حدیث مذکور سے یہ استدلال نہیں ہوتا کہ مردہ کافر کی بیع جائز نہیں

حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے:

اس حدیث سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ جب ہم کافر کو قتل کر دیں اور دوسرے کافر اس کا جسم ہم سے خریدنا چاہیں تو اس کی بیع جائز نہیں ہے۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۷۶۳)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس پر رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں: اس حدیث سے یہ استدلال ظاہر نہیں ہوتا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۵۳۔ ۵۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٢٢٢٤ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا يُوْنُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ سَمِعْتُ سَعِيْدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَاتَلَ اللّٰهُ يَهُوْدَ، حُرِّمَتْ عَلَيْهِمُ الشُّحُوْمُ فَبَاعُوْهَا وَاَكَلُوْا اَثْمَانَهَا. قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ ﴿قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ﴾ (التوبہ: ۳۰) لَعَنَهُمْ. ﴿قُتِلَ﴾ لُعِنَ ﴿الْخَرّٰصُوْنَ﴾ (الذاریات: ۱۰) الْكَذَّابُوْنَ. (صحیح مسلم: ۱۵۸۳' الرقم المسلسل: ۳۹۴۳)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے خبر دی از ابن شہاب' انہوں نے کہا: میں نے سعید بن المسیب سے سنا از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ یہود کو ہلاک کر دے' ان پر چربی حرام کی گئی تھی' انہوں نے اس کو فروخت کر کے اس کی قیمت کھالی۔ امام ابو عبداللہ بخاری نے کہا ہے کہ اللہ ان کو ہلاک کر دے۔ (التوبہ: ۳۰) اس کا معنی ہے: اللہ ان پر لعنت فرمائے' اٹکل پچو اور تک بندیوں سے غیب کی باتیں بتانے والے ہلاک کیے گئے۔ (الذاریات: ۱۰) اس میں بھی قتل کا معنی ہے' ان پر لعنت کی گئی اور "خراصون" کا معنی

ہے: ''کذابون''۔

اس اعتراض کا جواب کہ مردار کی چربی حرام ہے اور اس کی بیع بھی حرام ہے حالانکہ پالتو گدھا بھی حرام ہے لیکن اس کی بیع حرام نہیں ہے؟

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

فقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ مردار کی بیع حرام ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مردار کو حرام فرما دیا ہے اس کا ارشاد ہے:

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ. (المائدہ:٣) تم پر مردار اور خون کو حرام کر دیا گیا ہے۔

امام طبری نے کہا ہے کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ مردار حرام ہے اور نبی ﷺ نے اس کی قیمت بھی حرام فرما دی ہے کیونکہ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ یہود پر لعنت فرمائے ان پر چربی حرام کی گئی تھی انہوں نے اس کو فروخت کیا اور اس کی قیمت کو کھا لیا' حالانکہ تم کو معلوم ہے کہ بہت سی چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا اور ان کی قیمت کو حرام نہیں کیا' جیسے پالتو گدھوں کا کھانا حرام ہے لیکن ان کی بیع حرام نہیں ہے' اسی طرح پھاڑنے والے پرندے جیسے عقاب اور باز وغیرہ ان کا بھی کھانا حرام ہے لیکن ان کی بیع حرام نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں کہ اس فرق کی وجہ ظاہر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خمر (انگور کی شراب) اور خنزیر کو نجس قرار دیا۔ خنزیر کے نجس ہونے کے متعلق یہ آیت ہے:

اَوْ لَحْمَ خِنْزِيْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ. (الانعام:١٤٥) یا خنزیر کا گوشت' پس بے شک وہ نجس ہے۔

اور خمر کے نجس ہونے کے متعلق یہ آیت ہے:

اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ. (المائدہ:٩٠) خمر' جوا' بت اور فال نکالنے کے تیر محض نجس ہیں۔

پس ان کا حکم یہ ہے کہ ان کی خرید و فروخت حلال نہیں ہے اور نہ ان کی قیمت کو کھانا جائز ہے' اسی طرح باقی نجس چیزوں کا حکم ہے جیسے مردار' خون' لید (گوبر) اور پیشاب وغیرہ' اسی وجہ سے خمر فروخت کرنے والے اور اس کی قیمت کھانے والے کو یہودیوں کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے' جو چربی کو فروخت کر کے اس کی قیمت کھاتے ہیں' کیونکہ یہودیوں پر چربی کو حرام کیا گیا تھا اور وہ ان کے نزدیک نجس تھی' جس طرح ہمارے دین میں خمر اور مردار نجس ہیں' پس یہودیوں میں سے چربی کو فروخت کرنے والا اور اس کی قیمت کو کھانے والا اسی طرح ہے' جس طرح ہم میں سے کوئی شخص خمر اور خنزیر کو فروخت کرے اور اس کی قیمت کو کھائے' پس واجب ہے کہ ہر نجس چیز کی خرید و فروخت حرام ہو اور اس کی قیمت کھانا حرام ہو' اور جس طاہر چیز کے کھانے کو اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے (جیسے پالتو گدھے اور عقاب وغیرہ) ان کی خرید و فروخت اور ان سے نفع اٹھانا جائز ہے' پس ان کے درمیان فرق ظاہر ہو گیا کہ خمر اور خنزیر چونکہ حرام ہونے کے علاوہ نجس بھی ہیں' اس لیے ان کی خرید و فروخت جائز نہیں ہے اور پالتو گدھوں وغیرہ کا صرف کھانا حرام ہے اور ان کو نجس نہیں قرار دیا گیا ہے' اس لیے ان کی خرید و فروخت جائز ہے۔

لید اور گوبر کی بیع میں اختلافِ فقہاء

علامہ ابن بطال فرماتے ہیں: لید اور گوبر کی بیع میں فقہاء کا اختلاف ہے' امام مالک اور فقہاء احناف نے اس کو مکروہ قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ ان سے نفع حاصل کرنے میں کوئی خیر نہیں ہے اور فقہاء احناف نے گوبر کی بیع کی اجازت دی ہے۔

امام طحاوی نے کہا ہے کہ حیوانات کا گوبر امام مالک کے نزدیک نجس نہیں ہے اور اونٹ کی مینگنیاں اور گائے کے گوبر کی بیع میں

امام مالک کے نزدیک کوئی حرج نہیں ہے اور امام شافعی کے نزدیک مینگنیوں اور گوبر کی بیع جائز نہیں ہے اور اسی طرح کسی بھی نجس چیز کی بیع ان کے نزدیک جائز نہیں ہے۔

نیز امام طحاوی نے کہا ہے کہ لوگوں کا معمول ہے کہ وہ گوبر سے فائدہ اٹھاتے ہیں خواہ وہ نجس ہو وہ گوبر اور مٹی کو ملا کر تعمیر کے کام میں لاتے ہیں اور گوبر کے اُپلے بنا کر ان کو بہ طور ایندھن جلاتے ہیں' لہٰذا ان سے نفع حاصل کرنے کے لیے ان کی نجاست میں تخفیف کی گئی ہے اور جو شخص کسی کے گوبر کو ضائع کر دے گا وہ اس کا ضامن ہوگا' اور یہ اس کی دلیل ہے کہ گوبر کی بیع جائز ہے اور گوبر کو بہ طور کھاد استعمال کرنا بھی جائز ہے اور وہ مال ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۶ ص ۲۹۵۔ ۲۹۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

فقہاء حنبلیہ کے نزدیک نجس چیز کی بیع میں دو قول

علامہ موفق الدین عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ لکھتے ہیں:

امام احمد نے فرمایا ہے: جب کوئی چیز حرام ہو تو اس کی بیع جائز نہیں ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: جب اللہ نے کسی چیز کو حرام کر دیا تو اس کی قیمت کو بھی حرام کر دیا۔ (صحیح البخاری: ۲۲۳۶' سنن ابوداؤد: ۳۴۸۶' سنن ترمذی: ۱۲۹۷' سنن نسائی: ۴۶۸۳' سنن ابن ماجہ: ۲۱۶۷) (المغنی ج ۵ ص ۲۳۲' دار الحدیث' قاہرہ' ۱۴۲۵ھ)

امام احمد سے دوسری روایت یہ ہے کہ اگر نجس چیز سے فائدہ اٹھایا جائے تو اس کی بیع جائز ہے' جیسے نجس تیل سے چراغ جلایا جائے تو اس کی بیع جائز ہے۔ (المغنی ج ۵ ص ۲۳۳' دار الحدیث' قاہرہ' ۱۴۲۵ھ)

فقہاء احناف کے نزدیک نجاستِ غلیظہ اور نجاستِ خفیفہ کی تعریفات اور گوبر کی بیع کا جواز

علامہ کمال الدین محمد بن عبد الواحد ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ لکھتے ہیں:

نجاست غلیظہ مثلاً خون' پیشاب' خمر' مرغی کی بیٹ اور گدھے کا پیشاب ہے' اگر یہ ایک درہم سے کم ہو تو اس کے ساتھ نماز جائز ہے اور اگر زیادہ ہو تو جائز نہیں ہے' امام شافعی نے کہا ہے کہ نجاست خواہ قلیل ہو یا کثیر ہو' برابر ہے کیونکہ جو نص تطہیر کی موجب ہے' اس میں یہ تفصیل نہیں ہے' ہماری دلیل یہ ہے کہ قلیل نجاست سے احتراز ممکن نہیں ہے اور ایک درہم کے برابر نجاست کے معاف ہونے کی دلیل یہ ہے کہ قضاء حاجت کے بعد پتھر سے استنجاء کرنے کو شریعت نے جائز قرار دیا ہے' حالانکہ پتھر سے استنجاء کرنے کے بعد بھی قلیل نجاست لگی رہتی ہے' اس سے معلوم ہوا کہ قلیل نجاست معاف ہے۔

نجاست خفیفہ مثلاً ان جانوروں کا پیشاب جن کا گوشت کھایا جاتا ہے جب کہ اس کی مقدار کپڑے کے چوتھائی حصہ سے کم ہو تو اس کے ساتھ نماز جائز ہے' یہ امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک ہے' اس نجاست کے خفیف ہونے کی دلیل یہ ہے کہ یہاں دلائل متعارض ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پیشاب سے بچو کیونکہ عام عذاب قبر اس سے ہوتا ہے۔ (سنن دار قطنی: ۴۵۸۔ ۴۵۷۔ ج ۱ ص ۱۴' ۳۱۴' دار المعرفۃ' ۱۴۲۲ھ)

اس حدیث میں مطلقاً پیشاب سے احتراز کا حکم ہے خواہ ان جانوروں کا پیشاب ہو جن کا گوشت کھایا جاتا ہے یا دوسرے جانوروں کا پیشاب ہو' اور اس کے معارض دوسری حدیث یہ ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عُکل یا عُرینہ کے کچھ لوگ مدینہ آئے' ان کو مدینہ راس نہیں آیا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ حکم دیا کہ ان کو اونٹنیوں کا پیشاب اور ان کا دودھ پلایا جائے۔ (الحدیث) (صحیح البخاری: ۲۳۳' صحیح مسلم: ۱۶۷۱)۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہے' ان کا پیشاب پاک ہے تو ان دلائل کے تعارض کی وجہ سے فقہاء احناف نے یہ کہا ہے کہ جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہے' ان کا پیشاب نجاستِ خفیفہ ہے۔

اس مسئلہ میں امام محمد کا اختلاف ہے اور ثمرۂ اختلاف گدھے اور گھوڑے کے گوبر اور اونٹ اور بکریوں کی مینگنیوں میں ظاہر ہوتا ہے' امام محمد کے نزدیک ان کی نجاست غلیظہ ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گوبر کے متعلق فرمایا: یہ نجس ہے۔ (صحیح البخاری:۱۵۶' سنن ترمذی: ۱۷) اور اس حدیث کا کسی اور حدیث سے تعارض بھی نہیں ہے اور امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک یہ نجاست خفیفہ ہے کیونکہ امام مالک گوبر کو پاک قرار دیتے ہیں' اور اس میں عموم بلویٰ ہے کیونکہ (بعض اوقات) راستے گوبر سے بھرے ہوئے ہوتے ہیں' اس کے برخلاف گدھے وغیرہ کے پیشاب کو زمین کی مٹی جذب کر لیتی ہے' حتیٰ کہ امام محمد نے آخر میں گوبر کی نجاستِ غلیظہ کے قول سے رجوع کر لیا' کیونکہ جب وہ خلیفہ کے ساتھ طہران میں گئے تو انہوں نے دیکھا کہ راستے اور سرائے گوبر سے بھرے ہوئے ہیں' پس انہوں نے کہا: اس میں عام لوگ مبتلا ہیں' پھر انہوں نے اس کی نجاستِ غلیظہ کے قول سے رجوع کر لیا۔

(فتح القدیر ج ۱ ص ۵۰۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

نیز علامہ ابن ہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ لکھتے ہیں:

گوبر کی بیع جائز ہے حالانکہ وہ نجس العین ہے کیونکہ اس سے نفع حاصل کیا جاتا ہے (کھاد میں اور بہ طور ایندھن اس کے اپلوں کو استعمال کیا جاتا ہے)۔ (فتح القدیر ج ۶ ص ۳۹۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۳۹۴۰۔ ج ۴ ص ۳۲۶ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے عنوان حسب ذیل ہیں:

① آیا مردار کا صرف گوشت حرام ہے یا اس کے تمام اجزاء؟ ② کیا مردہ انسان کے اجزاء سے فائدہ اٹھانا جائز ہے؟ ③ حیلہ کی تحقیق ④ قرآن مجید سے حیلہ کا ثبوت ⑤ حدیث سے حیلہ کا ثبوت۔

۱۰۴ - بَابُ بَيْعِ التَّصَاوِيْرِ الَّتِي لَيْسَ فِيهَا رُوْحٌ، وَمَا يُكْرَهُ مِنْ ذٰلِكَ

غیر جاندار چیزوں کی تصاویر اور ان میں جو چیز مکروہ ہے

اس باب میں ان چیزوں کی تصاویر کا حکم بیان کیا گیا ہے' جن میں روح نہ ہو جیسے درخت اور پہاڑ وغیرہ اور اس میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ ان کو فروخت کرنے کا کیا حکم ہے۔

۲۲۲۵ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ اَخْبَرَنَا عَوْفٌ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِي الْحَسَنِ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اِذْ اَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ يَا اَبَا عَبَّاسٍ! اِنِّي اِنْسَانٌ، اِنَّمَا مَعِيْشَتِي مِنْ صَنْعَةِ يَدِي، وَاِنِّي اَصْنَعُ هٰذِهِ التَّصَاوِيْرَ. فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَا اُحَدِّثُكَ اِلَّا مَا سَمِعْتُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ مَنْ صَوَّرَ صُوْرَةً فَاِنَّ اللّٰهَ مُعَذِّبُهٗ حَتّٰى يَنْفُخَ فِيهَا الرُّوْحَ، وَلَيْسَ بِنَافِخٍ فِيهَا اَبَدًا. فَرَبَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن عبد الوہاب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عوف نے خبر دی از سعید بن ابی الحسن' انہوں نے بیان کیا کہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس تھا کہ ایک شخص ان کے پاس آیا اور اس نے کہا: اے ابو العباس! بے شک میں ایسا انسان ہوں کہ میرا ذریعہ معاش میرے ہاتھ کی صنعت سے ہے اور میں یہ تصاویر بناتا ہوں' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: میں تمہیں وہی حدیث سنتا ہوں جس کو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے' آپ نے ارشاد فرمایا: جس نے کوئی تصویر بنائی تو اللہ

الرَّجُلُ رَبْوَةً شَدِيدَةً وَّاصْفَرَّ وَجْهُهُ، فَقَالَ وَيْحَكَ، إِنْ أَبَيْتَ إِلَّا أَنْ تَصْنَعَ، فَعَلَيْكَ بِهٰذَا الشَّجَرِ، كُلِّ شَيْءٍ لَيْسَ فِيهِ رُوْحٌ. قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ سَمِعَ سَعِيدُ بْنُ أَبِي عَرُوبَةَ مِنَ النَّضْرِ بْنِ أَنَسٍ هٰذَا الْوَاحِدَ.

[اطراف الحدیث: ۵۹۶۳-۷۰۴۲] (صحیح مسلم: ۲۱۱۰، الرقم المسلسل: ۵۴۳۳، سنن نسائی: ۵۳۵۸)

اس کو اس وقت تک عذاب دیتا رہے گا حتیٰ کہ وہ اس میں روح پھونک دے اور وہ اس میں کبھی بھی روح نہیں پھونک سکے گا' یہ سن کر اس شخص کا سانس پھول گیا اور اس کا چہرہ زرد ہو گیا' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: تم پر افسوس ہے! اگر تم تصویر کشی کو چھوڑنے پر تیار نہیں ہو تو تم اس درخت کی تصویر بناؤ اور ہر اس چیز کی جس میں روح نہ ہو۔ امام ابوعبداللہ نے کہا کہ سعید بن ابی عروبہ نے نضر بن انس سے صرف یہی ایک حدیث سنی ہے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبداللہ بن عبدالوہاب ابومحمد الحجبی (۲) یزید بن زریع (۳) عوف بن ابی حمید اعرابی' ان کی کنیت ابوسہل ہے (۴) سعید بن ابی الحسن' یہ حسن بصری کے بھائی ہیں (۵) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۵۵)

مجسموں اور تصاویر کا فرق

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

جاندار کی تصویر بنانے کو صرف اس لیے حرام کیا گیا ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں ان کی عبادت کی جاتی تھی' پس ہر ایسی تصویر کو حرام کر دیا گیا خواہ اس کا سایہ نہ ہو یا اس کا جسم نہ ہوتا کہ تصویر بنانے کا سدِ باب ہو حتیٰ کہ جب لوگوں کے دلوں میں شریعت کے احکام راسخ ہو گئے اور لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے احکام اور اس کی عبادت کو جان لیا تو ان کو نقش والی اور رنگ والی تصویر بنانے کی اجازت دی گئی جب کہ اس کو اہانت کی جگہ رکھا جائے اور جب اس کو عبادت کی جگہ پر نصب کیا جائے تو پھر اس کی اجازت نہیں ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۶ ص ۲۹۶-۲۹۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

تصاویر بنانے کے متعلق فقہاء کے مذاہب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

بعض شافعیہ نے کہا ہے کہ تصویر بنانا مطلقاً مکروہ ہے خواہ کپڑے پر تصویر بنائی جائے یا بستر پر یا گدے پر اور ان کا استدلال اس حدیث سے ہے:

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے' جس میں تصویر ہو نہ اس گھر میں جس میں کتا ہو نہ اس گھر میں جس میں جنبی (بے غسل شخص) ہو۔ (سنن ابوداؤد: ۴۱۵۲' سنن نسائی: ۲۶۱' سنن ابن ماجہ: ۳۶۵۰)

جس کو پیروں کے نیچے روندا جاتا ہو تو پھر اس تصویر میں کوئی حرج نہیں ہے' لیکن جب تصویر کپڑوں پر اور پردوں وغیرہ پر ہو تو مکروہ تحریمی ہے۔

علامہ ابوعمر نے کہا ہے کہ امام مالک ان مجسموں کو مکروہ کہتے تھے جن کو تخت اور گنبد پر رکھا جاتا ہے لیکن وہ کہتے تھے کہ بستر گدے پر اور کپڑوں پر جو تصویر بنائی جائے' وہ مکروہ نہیں ہے اور جس گنبد میں مجسمے رکھے ہوئے ہوں' ان کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنی مکروہ تحریمی ہے' اور امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب گھروں میں رکھے ہوئے تصویروں کے مجسموں کو مکروہ قرار دیتے تھے اور بستر پر جو تصویر ہوتی تھی' اس کو وہ مکروہ نہیں کہتے تھے اور گھروں میں لٹکے ہوئے پردوں پر تصویروں کے مکروہ ہونے میں کسی کا اختلاف نہیں

اسی طرح دیواروں پر جو تصویریں نقش کی جاتی ہیں' ان کا بھی یہی حکم ہے۔

ان فقہاء کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ محترمہ بیان کرتی ہیں: میں نے ایک پردہ لٹکایا ہوا تھا' جس میں تصاویر تھیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر میں داخل ہوئے تو آپ نے اس پردہ کو اتار دیا' پس میں نے اس پردہ کو کاٹ کر اس کے دو گدے بنا لیے۔

(صحیح مسلم: ۲۱۰۷' الرقم المسلسل: ۵۴۲۵)

ان فقہاء نے کہا ہے کہ جن احادیث میں عمومی طور پر تصاویر کی ممانعت ہے' ان کو ہم ان تصاویر پر محمول کرتے ہیں جن کو عزت سے رکھا جائے اور حضرت عائشہ کی حدیث مذکور سے ہم نے ان تصاویر کو جائز کہا ہے' جن کو گدوں اور بستر کی چادروں پر بنایا گیا ہو اور وہ پاؤں تلے روندنے اور اہانت کی جگہ پر ہوں' اس طرح ہم نے اس باب کی تمام احادیث پر عمل کر لیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۵۷۔۵۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۵۳۹۷۔ ج ۶ ص ۵۳۴ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے عنوان حسب ذیل ہیں:

(۱) تصویر یا کتے کی وجہ سے کن فرشتوں کا داخلہ ممنوع ہے؟ (۲) کپڑے پر بنی ہوئی تصویر کے استثناء کی تحقیق (۳) مصوروں کو سب سے زیادہ عذاب دینے کی تحقیق (۴) تصویر کے متعلق فقہاء شافعیہ اور مالکیہ کا نظریہ (۵) تصویر کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا نظریہ (۶) تصویر کے متعلق فقہاء احناف کا نظریہ (۷) تصویر اور فوٹو گراف کے متعلق علماء ازہر کا نظریہ (۸) تصویر اور فوٹو گراف کے متعلق مصنف کا مؤقف۔

۱۰۵ - بَابُ تَحْرِيْمِ التِّجَارَةِ فِي الْخَمْرِ
خمر کی تجارت کو حرام قرار دینا

وَقَالَ جَابِرٌ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ حَرَّمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْعَ الْخَمْرِ.

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خمر کی بیع کو حرام قرار دیا۔

امام بخاری نے اس تعلیق کو سند موصول کے ساتھ' صحیح البخاری: ۲۲۳۶ میں بیان کیا ہے' خمر انگور کے اس کچے شیرہ کو کہتے ہیں جو کئی دن برتن میں پڑے رہنے سے جھاگ چھوڑ دے' پھر وہ نشہ آور ہو جاتا ہے' اس کا ایک قطرہ پینا بھی حرام قطعی ہے اور حد کا موجب ہے اور نجاستِ غلیظہ ہے' جب عقل معطل ہو جائے اور صحیح اور غلط میں امتیاز نہ کر سکے تو اس کیفیت کو نشہ کہتے ہیں۔

۲۲۲۶ - حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْأَعْمَشِ' عَنْ أَبِي الضُّحٰى' عَنْ مَسْرُوْقٍ' عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا لَمَّا نَزَلَتْ اٰيَاتُ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ عَنْ اٰخِرِهَا' خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ حُرِّمَتِ التِّجَارَةُ فِي الْخَمْرِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از الاعمش از ابی الضحیٰ از مسروق از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ جب سورۃ البقرہ کی آخری آیات نازل ہوئیں تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر نکلے' پس فرمایا: خمر کی تجارت حرام کر دی گئی ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۵۹ میں بیان کر دی گئی ہے۔

۱۰۶ - بَابُ إِثْمِ مَنْ بَاعَ حُرًّا
جس نے آزاد آدمی کو فروخت کیا' اس کا گناہ

اس باب کے عنوان میں ''حُر'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: آزاد آدمی' اس کے مقابلہ میں ''عَبْدٌ'' اور ''اَمَةٌ'' کا لفظ ہے' یعنی غلام اور باندی۔

۲۲۲۷ - حَدَّثَنِيْ بِشْرُ بْنُ مَرْحُوْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں بشر بن مرحوم نے حدیث

يَحْيَى بْنُ سُلَيْمٍ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أُمَيَّةَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ اللّٰهُ ثَلَاثَةٌ أَنَا خَصْمُهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ رَجُلٌ أَعْطَى بِي ثُمَّ غَدَرَ، وَرَجُلٌ بَاعَ حُرًّا فَأَكَلَ ثَمَنَهُ، وَرَجُلٌ اسْتَأْجَرَ أَجِيرًا فَاسْتَوْفَى مِنْهُ وَلَمْ يُعْطِهِ أَجْرَهُ.

[طرف الحدیث: ۲۲۷۰] (سنن ابن ماجہ: ۲۴۴۲)

بیان کی انہوں نے بیان کیا: ہمیں یحییٰ بن سلیم نے حدیث بیان کی از اسماعیل بن امیہ از سعید بن ابی سعید از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: میں قیامت کے دن تین شخصوں کے خلاف مدعی ہوں گا' ایک وہ جس کو میرے نام کے ساتھ عہد دیا گیا' پھر اس نے اس عہد کے خلاف کیا' دوسرا وہ شخص جس نے کسی آزاد آدمی کو فروخت کر کے اس کی قیمت کھائی اور تیسرا وہ شخص جس نے کسی مزدور کو اجرت پر طلب کیا' اس سے پورا کام لے لیا' پھر اس کی اجرت نہیں دی۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) بشر بن مرحوم' یہ دراصل بشر بن عُبیس بن مرحوم بن عبدالعزیز ہیں' یہ ۲۳۸ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) یحییٰ بن سُلیم القرشی الخراز ہیں' ان کی کنیت ابوزکریا ہے' یہ ۱۹۵ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) اسماعیل بن عمرو بن سعید بن العاص الاموی ہیں' یہ ۱۳۹ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) حضرت ابوسعید المقبری رضی اللہ (۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۵۹)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: جس نے کسی آزاد آدمی کو فروخت کر کے اس کی قیمت کھائی۔

حدیث میں مذکور تین شخصوں کے شدید عذاب کی توجیہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شدید عذاب تین قسم کے لوگوں کو ہوگا' پہلا وہ شخص ہے جس نے اللہ تعالیٰ کے نام پر عہد کر کے اس کو توڑ دیا' اس کو شدید عذاب اس لیے ہوگا کہ اس نے اللہ کے نام کی بے توقیری کی' دوسرا وہ شخص ہے جس نے کسی آزاد آدمی کو فروخت کر کے اس کی قیمت کھائی' اس کو شدید عذاب اس وجہ سے ہوگا کہ تمام مسلمان آزاد ہونے میں ایک دوسرے کے مساوی ہیں اور مسلمان پر لازم ہے کہ وہ دوسرے مسلمان کی مدد کرے اور اس پر ظلم نہ کرے اور اس کی خیر خواہی کرے اور اس کو دھوکا نہ دے اور اس سے بڑھ کر اور کیا ظلم ہوگا کہ کسی آزاد آدمی کو غلام بنا لیا جائے اور جس نے کسی آزاد آدمی کو فروخت کیا تو اس نے اس شخص کو ان تصرفات سے روک دیا' جو اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے مباح کیے تھے اور اس پر ذلت اور خواری کو لازم کر دیا اور یہ بہت بڑا گناہ ہے' اس کے خلاف اللہ تعالیٰ مدعی ہوگا' اور تیسرا شخص جس نے کسی کو اجرت پر طلب کر کے اس کی اجرت نہیں دی' یہ بھی دوسرے شخص میں داخل ہے کیونکہ جب اس نے اس سے کام لے کر اجرت نہیں دی تو اس کے ساتھ غلاموں جیسا سلوک کیا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۶۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۰۷ - بَابُ أَمْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْيَهُودَ بِبَيْعِ أَرْضِيهِمْ وَدِمَنِهِمْ حِينَ أَجْلَاهُمْ

جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں کو جلاوطن کیا تو انہیں حکم دیا کہ وہ اپنی زمینیں اور گھروں کے نشانات فروخت کر دیں

فِیْهِ الْمَقْبُرِیُّ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ. اس سلسلہ میں مقبری نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ سے روایت کی ہے۔

باب مذکور کے تحت حدیث ذکر نہ کرنے کے متعلق حافظ ابن حجر اور علامہ عینی کا مناقشہ

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس عنوان سے اس حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے جو انہوں نے کتاب الجہاد میں اس باب کے تحت درج کی ہے: یہود کو جزیرۂ عرب سے نکالنا۔ اس حدیث کی مقبری نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ سے روایت کی ہے' وہ حدیث یہ ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن ہم مسجد میں تھے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس آئے' آپ نے فرمایا: یہود کی طرف چلو' پس ہم نکلے حتیٰ کہ ہم بیت المدراس پر پہنچے' آپ نے (بنونضیر سے) فرمایا: تم اسلام قبول کرلو! سلامت رہو گے اور یاد رکھو! تمام زمین اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہے اور میں نے ارادہ کیا ہے کہ تم کو اس سرزمین سے جلاوطن کر دوں' پس تم میں سے جس شخص کو اپنا مال ملے' وہ اس کو فروخت کر دے' ورنہ یاد رکھو کہ زمین اللہ کے لیے ہے اور اس کے رسول کے لیے ہے۔

(صحیح البخاری: ۳۱۶۷)

حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ یہ قصہ بنونضیر سے متعلق ہے اور اس حدیث میں مال کے فروخت کرنے کا ذکر ہے اور امام بخاری نے مال کی بیع کے عموم سے زمین کی بیع کو مستنبط کیا اور حضرت عثمان اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم کی حدیث میں زمین پر مال کا اطلاق آچکا ہے۔ (صحیح البخاری: ۲۱۱۶)

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ امام بخاری نے اس عنوان کے بعد حدیث درج نہیں کی کیونکہ یہاں ان کی شرط کے مطابق حدیث نہیں تھی۔

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ علامہ کرمانی اس سے غافل رہے کہ امام بخاری نے اس عنوان سے اس حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے' جس کو انہوں نے کتاب الجہاد میں یہود کو جزیرۂ عرب سے نکالنے کے باب میں ذکر کیا ہے اور اس باب کے تحت اس حدیث کو اس لیے ذکر نہیں کیا کہ تکرار غیر مفید لازم نہ آئے کیونکہ وہ حدیث کتاب الجہاد میں آ رہی ہے۔

(فتح الباری ج ۳ ص ۶۴۰' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدر الدین عینی لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ امام بخاری کی صحیح میں بہت زیادہ تکرار ہے' اس لیے یہ وجہ صحیح نہیں ہے بلکہ صحیح وجہ یہ ہے کہ اس حدیث کی کتاب البیوع کے ساتھ کوئی واضح مناسبت نہیں تھی' اس لیے باب کے عنوان سے اس حدیث کی طرف اشارہ کیا اور چونکہ یہ حدیث کتاب الجہاد کے ساتھ واضح مناسبت رکھتی تھی' اس لیے اس کو وہاں درج کیا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۶۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۰۸ - بَابُ بَیْعِ الْعَبِیْدِ وَالْحَیَوَانِ بِالْحَیَوَانِ نَسِیْئَةً

غلام کو غلام کے عوض اور جانور کو جانور کے عوض ادھار فروخت کرنا

یہ باب دو حکموں پر مشتمل ہے: (۱) ایک غلام کو ایک غلام کے عوض یا ایک غلام کو متعدد غلاموں کے عوض ادھار فروخت کرنا (۲) ایک حیوان کو ایک حیوان یا متعدد حیوانوں کے عوض ادھار فروخت کرنا۔

پہلا حکم یعنی ایک غلام کو ایک یا متعدد غلاموں کے عوض ادھار فروخت کرنا' یہ امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک جائز ہے' امام

مالک نے کہا: اگر ان کی جنس مختلف ہو تو جائز ہے' امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب نے کہا ہے کہ یہ بیع ادھار جائز نہیں ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ ایک غلام آیا اور اس نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہجرت پر بیعت کر لی اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ پتا نہیں تھا کہ یہ غلام ہے' پھر اس کا مالک اس کو بلانے کے لیے آیا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ مجھے فروخت کر دو' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو سیاہ فام غلاموں کے عوض اس کو خرید لیا' پھر اس کے بعد آپ اس وقت تک کسی کو بیعت نہیں کرتے تھے حتیٰ کہ اس سے دریافت فرما لیتے کہ آیا وہ غلام ہے یا نہیں۔ (صحیح مسلم: ۱۶۰۲' سنن ترمذی: ۱۲۳۳' سنن ابوداؤد: ۳۳۵۸' سنن نسائی: ۴۶۲۱' سنن ابن ماجہ: ۲۸۶۹)

امام ترمذی فرماتے ہیں: حضرت جابر رضی اللہ کی حدیث حسن صحیح ہے اور اہل علم کا اس پر عمل ہے کہ ایک غلام کو دو غلاموں کے عوض فروخت کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور جب یہ بیع ادھار ہو تو اس میں اختلاف ہے۔ (سنن ترمذی ص ۳۸۰' دار الفکر بیروت' ۱۴۲۲ھ)

دوسرا حکم یہ ہے کہ ایک جانور کو ایک یا متعدد جانوروں کے عوض فروخت کرنا' سو اس کے متعلق یہ حدیث ہے:

حضرت سمرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک حیوان کی دوسرے حیوان کے عوض ادھار بیع سے منع فرمایا ہے۔

(سنن ترمذی: ۱۲۳۱' سنن ابوداؤد: ۳۳۵۶' سنن نسائی: ۴۶۳۱)

امام ترمذی فرماتے ہیں: حضرت سمرہ رضی اللہ کی حدیث حسن صحیح ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب میں سے اہل علم کا اس حدیث کی ممانعت پر عمل ہے۔ سفیان ثوری' فقہاء احناف اور امام احمد کا بھی یہی مذہب ہے اور بعض اہل علم نے حیوان کی حیوان کے عوض ادھار بیع کو جائز کہا ہے' امام شافعی اور اسحاق کا یہی قول ہے۔ (سنن ترمذی ص ۳۸۰)

اس سلسلہ میں یہ حدیث بھی ہے:

حضرت جابر رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایک حیوان کی دو حیوانوں کے عوض ادھار بیع صحیح نہیں ہے اور نقد بیع میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (سنن ترمذی: ۱۲۳۲' سنن ابن ماجہ: ۲۲۷۱)

وَاشْتَرٰی ابْنُ عُمَرَ رَاحِلَةً بِاَرْبَعَةِ اَبْعِرَةٍ مَّضْمُوْنَةٍ عَلَيْهِ' يُوْفِيْهَا صَاحِبَهَا بِالرَّبَذَةِ.

اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ نے ایک اونٹنی' چار اونٹنیوں کے عوض خریدی اور یہ ضمانت دی کہ مقام ربذہ میں ان کو یہ اونٹنیاں دے دیں گے۔

اس تعلیق کی اصل موطأ امام مالک میں ہے۔ (کتاب البیوع باب: ۲۵۔ حدیث: ۶۰)

نیز اس تعلیق کی اصل مسند الشافعی والسنن ج ۲ ص ۱۸۴ میں اور کتاب الام ج ۳ ص ۱۰۳ میں ہے۔

(حاشیہ تغلیق التعلیق لابن حجر العسقلانی' ج ۳ ص ۲۷۰)

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ قَدْ يَكُوْنُ الْبَعِيْرُ خَيْرًا مِّنَ الْبَعِيْرَيْنِ.

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ نے فرمایا: کبھی ایک اونٹ' دو اونٹوں سے بہتر ہوتا ہے۔

اس تعلیق کی اصل مسند الشافعی میں ہے۔ (تغلیق التعلیق لابن حجر العسقلانی ج ۳ ص ۲۷۰)

وَاشْتَرٰی رَافِعُ بْنُ خَدِيْجٍ بَعِيْرًا بِبَعِيْرَيْنِ فَاَعْطَاهُ اَحَدَهُمَا' وَقَالَ اٰتِيْكَ بِالْاٰخَرِ غَدًا رَهْوًا اِنْ شَآءَ اللّٰهُ.

اور حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ نے ایک اونٹ' دو اونٹوں کے عوض خریدا' ایک اونٹ اسی وقت دے دیا اور کہا: دوسرا اونٹ میں تمہیں ان شاء اللہ کل دوں گا۔

اس تعلیق کی اصل مصنف عبدالرزاق: ۱۴۲۱۸ میں ہے۔

وَقَالَ ابْنُ الْمُسَيَّبِ لَا رِبَا فِي الْحَيَوَانِ الْبَعِيرُ بِالْبَعِيرَيْنِ وَالشَّاةُ بِالشَّاتَيْنِ إِلَى أَجَلٍ.

اور ابن المسیب نے کہا: حیوان میں سود نہیں ہے ایک اونٹ دو اونٹوں کے عوض اور ایک بکری دو بکریوں کے عوض مدتِ معینہ تک فروخت کرنا جائز ہے۔

علامہ عینی نے لکھا ہے کہ اس تعلیق کی اصل موطأ امام مالک میں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ٦٥)

اس کا ذکر مصنف عبدالرزاق میں بھی ہے تاہم اس میں صرف اتنا مذکور ہے کہ سعید ابن مسیب نے کہا کہ حیوان میں سود نہیں ہے بقیہ عبارت نہیں ہے۔ (مصنف عبدالرزاق: ١٤٢١٤)

وَقَالَ ابْنُ سِيرِينَ لَا بَأْسَ بَعِيرٌ بِبَعِيرَيْنِ نَسِيئَةً وَدِرْهَمٌ بِدِرْهَمٍ.

اور ابن سیرین نے کہا: ایک اونٹ کو دو اونٹوں کے عوض ادھار خریدنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور ایک درہم کو ایک درہم کے عوض۔

اس تعلیق کی اصل مصنف عبدالرزاق: ١٤٢٢٣ میں ہے۔

٢٢٢٨ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ كَانَ فِي السَّبْيِ صَفِيَّةُ، فَصَارَتْ إِلَى دَحْيَةَ الْكَلْبِيِّ، ثُمَّ صَارَتْ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ثابت از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ قیدیوں میں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا تھیں جو حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کو دی گئی تھیں پھر (اس ہبہ سے رجوع کے بعد) وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ گئیں۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ٣٧١ میں گزر چکی ہے۔

١٠٩ - بَابُ بَيْعِ الرَّقِيقِ

غلام کی بیع

٢٢٢٩ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ مُحَيْرِيزٍ أَنَّ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ بَيْنَمَا هُوَ جَالِسٌ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّا نُصِيبُ سَبْيًا، فَنُحِبُّ الْأَثْمَانَ، فَكَيْفَ تَرَى فِي الْعَزْلِ؟ فَقَالَ أَوَإِنَّكُمْ تَفْعَلُونَ ذَلِكَ؟ لَا عَلَيْكُمْ أَنْ لَا تَفْعَلُوا ذَلِكُمْ، فَإِنَّهَا لَيْسَتْ نَسَمَةٌ كَتَبَ اللَّهُ أَنْ تَخْرُجَ إِلَّا هِيَ خَارِجَةٌ. [اطراف الحدیث: ٢٥٤٢۔ ٤١٣٨۔ ٥٢١٠۔ ٦٦٠٣۔ ٧٤٠٩]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری انہوں نے کہا: ہمیں ابن مُحَیریز نے خبر دی کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے ان کو خبر دی کہ جس وقت وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے تو انہوں نے کہا: یارسول اللہ! ہم قیدی عورتوں (باندیوں) سے جماع کرتے ہیں پھر ہم ان کی قیمت کو پسند کرتے ہیں تو ان سے عزل کرنے کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟ آپ نے پوچھا: کیا تم ایسا کرتے ہو؟ اگر تم ایسا نہ کرو تو تم پر کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ جس روح کے نکلنے کے متعلق اللہ نے لکھ دیا ہے وہ نکل کر رہے گی۔

(صحیح مسلم: ١٤٣٨، الرقم المسلسل: ٣٤٤٣، سنن ابوداؤد: ٢١٧٢)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو باندیوں کے فروخت کرنے سے منع نہیں فرمایا جب انہوں نے یہ کہا تھا کہ ہم قیمت کو پسند کرتے ہیں اور ظاہر ہے کہ قیمت باندیوں کو فروخت کرنے سے حاصل ہوتی۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابوالیمان' ان کا نام الحکم بن نافع الحمصی ہے (۲) زہری' ان کا نام محمد بن مسلم ہے (۳) ابن محیریز' ان کا نام عبداللہ بن محیریز الجمحی القرشی الیمانی ہے' یہ عمر بن عبدالعزیز کی خلافت میں فوت ہو گئے تھے (۴) حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ (صحابی)۔

(عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۶۷)

عزل کا لغوی اور اصطلاحی معنی اور حدیث مذکور کے بعض فقروں کی تشریح

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں عزل کا لفظ ہے۔ عزل کا لغوی معنی ہے: نکال دینا' کہا جاتا ہے: فلاں شخص کو اس کے منصب سے معزول کر دیا' یعنی اس منصب سے نکال دیا اور یہاں مراد ہے: جماع کے دوران انزال کے وقت آلہ کو عورت کے اندام نہانی سے نکال لینا تاکہ بچہ کی پیدائش نہ ہو' اہل عرب باندیوں سے اس لیے عزل کرتے تھے کہ جس باندی کا بچہ ہو جائے پھر وہ اُم ولد ہو جاتی ہے اور اس کا فروخت کرنا ممنوع ہے اور وہ باندیوں کو فروخت کرنا چاہتے تھے' اس لیے ان کے ساتھ عزل کرتے تھے' اس میں اختلاف ہے کہ وہ باندیاں مشرکات تھیں یا اہل کتاب تھیں۔ زیادہ تر رجحان یہ ہے کہ وہ مشرکات تھیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے: اگر تم ایسا نہ کرو تو تم پر کوئی حرج نہیں ہے۔

مبرّد نے کہا: اس میں ''لا'' زائد ہے اور اس کا معنی ہے: عزل کرنے میں تم پر کوئی حرج نہیں ہے۔

عزل کے مانعین نے کہا: ''لا'' ان کے سوال کے جواب میں ہے' انہوں نے پوچھا تھا: آیا ہم عزل کریں؟ آپ نے فرمایا: نہیں! پھر فرمایا: تم پر واجب ہے کہ تم یہ نہ کرو۔

علامہ نووی نے کہا: اس کا معنی ہے: عزل کے ترک کرنے میں تم پر کوئی ضرر نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جس نفس کی پیدائش کو مقدر کر دیا ہے' وہ اس کو ضرور پیدا فرمائے گا خواہ تم عزل کرو یا نہ کرو۔

اس حدیث میں ''نسمۃ'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: روح' ایک قول کے مطابق اس کا معنی ہے: نفس' اور انسان خواہ مذکر ہو یا مؤنث۔ اور ''نُسم'' کا معنی ہے: ارواح' اور ''نسیم'' کا معنی ہے: پاک اور خوش گوار ہوا۔

باندیوں اور بیویوں کے ساتھ عزل کرنے میں مذاہب ائمہ

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ہم باندیوں سے اس لیے عزل کرتے ہیں کہ ہم ان کی قیمت کو پسند کرتے ہیں' اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی اس بات کو رد نہیں فرمایا' اس سے معلوم ہوا کہ امہات الاولاد (جن باندیوں سے اولاد ہو) کی بیع جائز نہیں ہے۔

نیز اس حدیث سے معلوم ہوا کہ باندیوں سے عزل کرنا جائز ہے کیونکہ اگر باندی سے اولاد ہوئی تو وہ بھی باندی یا غلام ہو گی اور آدمی یہ پسند نہیں کرتا کہ اس کی اولاد باندی یا غلام ہو۔ امام شافعی کے نزدیک بیوی سے عزل کرنا کراہت کے ساتھ جائز ہے۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک بیوی کی اجازت سے اس سے عزل کرنا جائز اور اس کی اجازت کے بغیر اس سے عزل کرنا جائز نہیں ہے' امام مالک کے نزدیک بھی باندیوں سے عزل کرنا مطلقاً جائز ہے اور بیوی سے عزل کرنا اس کی اجازت پر موقوف ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۶۹۔ ۶۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

عزل کے متعلق متعارض احادیث میں تطبیق اور امام ابوحنیفہ کے مذہب کی تائید

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عزل کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ خفیہ طریقہ سے بچے

زندہ در گور کرنا ہے۔ (صحیح مسلم:۱۴۴۲'الرقم المسلسل:۳۴۵۵'سنن ابن ماجہ:۲۰۱۱'مسند احمد ج ۶ ص ۴۳۴_۳۶۱)

امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی متوفی ۳۲۱ھ لکھتے ہیں:

بعض فقہاء نے اس حدیث کی وجہ سے عزل کرنے کو نا جائز کہا ہے اور دوسرے فقہاء نے کہا ہے کہ باندیوں سے مطلقاً عزل کرنا جائز ہے اور بیوی سے اس کی اجازت سے عزل کرنا جائز ہے اور مذکور الصدر حدیث میں عزل کرنے کو زندہ در گور سے جو تعبیر فرمایا ہے تو اس کے معارض یہ احادیث ہیں:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا: یارسول اللہ! میری ایک باندی ہے اور میں اس سے عزل کرتا ہوں اور میں اس کے حاملہ ہونے کو ناپسند کرتا ہوں اور میں اس سے وہی ارادہ کرتا ہوں جس کا مرد ارادہ کرتے ہیں' اور یہود یہ کہتے ہیں کہ عزل کرنا چھوٹی قسم کا زندہ در گور کرنا ہے' آپ نے فرمایا: یہود نے جھوٹ بولا' اگر اللہ اس کو پیدا کرنا چاہے تو تم اس کو روک نہیں سکتے۔ (سنن ابوداؤد:۲۱۷۱'مسند احمد ج ۳ ص ۵۳_۵۱_۳۳'شرح معانی الآثار:۴۲۵۹)

عبداللہ بن عدی بن خیار بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کا اختلاف ہوا تو حضرت عمر نے فرمایا: تم اہل بدر ہو کر اس میں اختلاف کر رہے ہو تو تمہارے بعد والوں کا کیا حال ہوگا! اس وقت دو آدمی سرگوشی کر رہے تھے' حضرت عمر نے پوچھا: یہ کیا سرگوشی کر رہے ہیں؟ اس نے کہا: یہود یہ کہتے ہیں کہ یہ چھوٹی قسم کا زندہ در گور کرنا ہے' حضرت علی رضی اللہ نے فرمایا: وہ اس وقت تک زندہ در گور نہیں ہو سکتی جب تک اس میں پہلے روح نہ پھونکی گئی ہو' تب حضرت عمر نے حضرت علی کی تحسین کی۔ (شرح معانی الآثار:۴۲۶۴)

بیوی سے عزل کرنے کے جواز کے متعلق یہ احادیث ہیں:

حضرت جابر رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم عزل کرتے تھے تو یہود نے کہا کہ یہ چھوٹی قسم کا زندہ در گور کرنا ہے' تو آپ نے فرمایا: یہود نے جھوٹ بولا' بے شک جب اللہ کسی چیز کو پیدا کرنا چاہے تو اس کو کوئی روک نہیں سکتا۔

(سنن ترمذی:۱۱۳۹'مسند احمد ج ۳ ص ۳۰۹)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں: ہم اُن دنوں عزل کرتے تھے جب قرآن نازل ہو رہا تھا۔

(صحیح البخاری:۵۲۰۸'صحیح مسلم:۱۴۴۰'سنن ترمذی:۱۱۴۰'سنن ابن ماجہ:۱۹۲۷'شرح معانی الآثار:۴۲۸۱'مسند احمد ج ۳ ص ۳۷۷)

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ اس حدیث کی روایت کے بعد لکھتے ہیں:

حضرت جابر رضی اللہ کی حدیث حسن صحیح ہے اور یہ حدیث متعدد سندوں سے مروی ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے متعدد اہل علم نے عزل کرنے کی اجازت دی ہے اور امام مالک بن انس نے کہا ہے کہ آزاد عورت (بیوی) سے عزل کرنے کی اجازت طلب کی جائے گی اور باندی سے اجازت نہیں لی جائے گی۔ (سنن ترمذی ص ۳۴۶'دار الفکر' بیروت)

امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی ۳۲۱ھ لکھتے ہیں:

عزل کے جواز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ احادیث ثابت ہیں' پس واضح ہو گیا کہ عزل کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے' اور یہی امام ابوحنیفہ' امام ابویوسف اور امام محمد رحمہم اللہ کا قول ہے۔ (شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۳۹۵_۳۸۹ ملخصاً' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

۱۱۰ - بَابُ بَيْعِ الْمُدَبَّرِ مدبر کی بیع

مدبر سے مراد وہ غلام ہے جس سے اس کے مالک نے کہا ہو کہ اگر میں مر گیا تو تم آزاد ہو' اس کو مدبر مطلق کہتے ہیں اور اگر اس

نے یہ کہا ہو کہ اگر میں اس بیماری میں مر گیا تو تم آزاد ہو اس کو مدبر مقید کہتے ہیں۔

۲۲۳۰ - حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ بَاعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُدَبَّرَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابن نمیر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں وکیع نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی از سلمہ بن کہیل از عطاء از حضرت جابر رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مدبر کو فروخت کیا۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۲۱۴۱ میں گزر چکی ہے۔

۲۲۳۱ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرٍو سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُولُ بَاعَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عمرو انہوں نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے سنا وہ بیان کر رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدبر کو فروخت کیا۔

اس حدیث کی شرح بھی، صحیح البخاری: ۲۱۴۱ میں گزر چکی ہے۔

۲۲۳۲، ۲۲۳۳ - حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ صَالِحٍ، قَالَ حَدَّثَ ابْنُ شِهَابٍ أَنَّ عُبَيْدَ اللّٰهِ أَخْبَرَهُ أَنَّ زَيْدَ بْنَ خَالِدٍ وَأَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَخْبَرَاهُ أَنَّهُمَا سَمِعَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسْأَلُ عَنِ الْأَمَةِ تَزْنِي وَلَمْ تُحْصِنْ، قَالَ اجْلِدُوهَا، ثُمَّ إِنْ زَنَتْ فَاجْلِدُوهَا، ثُمَّ بِيعُوهَا. بَعْدَ الثَّالِثَةِ أَوِ الرَّابِعَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے زہیر بن حرب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی از صالح، انہوں نے کہا کہ ابن شہاب نے حدیث بیان کی کہ عبید اللہ کو حضرت زید بن خالد اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ انہوں نے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس باندی کے متعلق سوال کیا گیا جو شادی شدہ نہیں ہے اور زنا کرتی ہے؟ آپ نے فرمایا: اس کو کوڑے مارو پھر اگر زنا کرے تو پھر کوڑے مارو پھر تیسری یا چوتھی بار کے بعد اس کو فروخت کر دو۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۲۱۵۳-۲۱۵۴ میں گزر چکی ہے۔

۲۲۳۴ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ أَخْبَرَنِي اللَّيْثُ، عَنْ سَعِيدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِذَا زَنَتْ أَمَةُ أَحَدِكُمْ فَتَبَيَّنَ زِنَاهَا، فَلْيَجْلِدْهَا الْحَدَّ، وَلَا يُثَرِّبْ عَلَيْهَا، ثُمَّ إِنْ زَنَتْ فَلْيَجْلِدْهَا الْحَدَّ وَلَا يُثَرِّبْ، ثُمَّ إِنْ زَنَتِ الثَّالِثَةَ فَتَبَيَّنَ زِنَاهَا، فَلْيَبِعْهَا وَلَوْ بِحَبْلٍ مِّنْ شَعَرٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد العزیز بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے لیث نے خبر دی از سعید از والد خود از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جب تم میں سے کسی کی باندی زنا کرے اور اس کا زنا ظاہر ہو جائے تو وہ اس کو بہ طور حد کوڑے مارے اور اس کو ملامت نہ کرے اگر وہ پھر زنا کرے تو پھر اس کو بہ طور حد کوڑے مارے اور اس کو ملامت نہ کرے پھر اگر وہ تیسری بار

زنا کرے اور اس کا زنا ظاہر ہو جائے تو پھر اس کو فروخت کر دے خواہ ایک رسّی کے عوض۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۱۵۲ میں گزر چکی ہے۔

١١١ - بَابٌ هَلْ يُسَافِرُ بِالْجَارِيَةِ قَبْلَ اَنْ يَّسْتَبْرِئَهَا

کیا باندی کے استبراء سے پہلے اس کے ساتھ سفر کیا جا سکتا ہے؟

اس باب کے عنوان میں باندی کے استبراء کا ذکر ہے' اس سے مراد یہ ہے کہ یہ معلوم کرلیا جائے کہ باندی کا رحم حمل سے بَری ہے اور جب باندی کو ایک حیض آ جائے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ حاملہ نہیں ہے' ہر چند کہ جب سفر نہ ہو تب بھی استبراء سے پہلے باندی سے مباشرت جائز نہیں ہے' لیکن سفر میں باندی کے ساتھ مقاربت کے زیادہ مواقع ہوتے ہیں' اس لیے امام بخاری نے سفر میں استبراء کی قید لگائی ہے۔

وَلَمْ يَرَ الْحَسَنُ بَاْسًا اَنْ يُّقَبِّلَهَا اَوْ يُبَاشِرَهَا.

حسن بصری' باندی کے ساتھ بوس و کنار میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل حدیث میں ہے:

ابن علیہ' اس شخص سے روایت کرتے ہیں' جس نے یونس سے سوال کیا کہ ایک آدمی باندی کو خریدتا ہے' پھر اس کا استبراء کرتا ہے' اس کا بوسہ لیتا ہے اور مباشرت کرتا ہے' ابن سیرین نے کہا: استبراء سے پہلے اس سے یہ کام کرنا حرام ہیں اور حسن بصری سے ذکر کیا جاتا ہے کہ وہ بوس و کنار میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۶۶۴۶۔ ج ۳ ص ۵۰۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اِذَا وُهِبَتِ الْوَلِيْدَةُ الَّتِيْ تُوْطَاُ اَوْ بِيْعَتْ' اَوْ عُتِقَتْ فَلْيُسْتَبْرَاْ رَحِمُهَا بِحَيْضَةٍ' وَلَا تُسْتَبْرَاُ الْعَذْرَاءُ.

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: جب ایسی باندی ہبہ کی جائے یا فروخت کی جائے جس سے وطی کی گئی ہو یا آزاد کی گئی تو اس کے رحم کا ایک حیض کے ساتھ استبراء کیا جائے گا اور اگر وہ کنواری ہو تو پھر اس کا استبراء نہیں کیا جائے گا۔

اس تعلیق کی اصل ان آثار میں ہے:

نافع بیان کرتے ہیں کہ جس باندی سے وطی کی گئی ہو اس کے متعلق حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: جب اس کو فروخت کیا جائے یا آزاد کیا جائے تو اس کے رحم کا ایک حیض سے استبراء کیا جائے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۶۶۳۳۔ ج ۳ ص ۵۰۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

ایوب بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اگر کسی شخص نے کنواری باندی خریدی تو اس کا استبراء نہ کیا جائے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۶۶۱۸۔ ج ۳ ص ۵۰۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

وَقَالَ عَطَاءٌ لَّا بَاْسَ اَنْ يُّصِيْبَ مِنْ جَارِيَتِهِ الْحَامِلِ مَا دُوْنَ الْفَرْجِ' وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿اِلَّا عَلٰى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ﴾ (المومنون:٦' المعارج: ٣٠).

اور عطاء نے کہا: اپنی حاملہ باندی سے شرم گاہ کے سوا لذت حاصل کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جو لوگ اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں O سوائے اپنی بیویوں کے یا باندیوں کے۔ (المومنون: ۷۔۶)

عطاء بن ابی رباح کے اس قول میں حاملہ سے مراد یہ ہے کہ جو اپنے مالک کے غیر سے حاملہ ہو کیونکہ اگر وہ اپنے مالک سے حاملہ ہو تو پھر اس کے حلال ہونے میں کوئی شک نہیں ہے اور اس آیت سے وجہ استدلال یہ ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے باندیوں سے لذت حاصل کرنے کی اجازت دی ہے لیکن غیر کی حاملہ سے مباشرت کا عدم جواز دوسرے دلائل سے ثابت ہے۔

۲۲۳۵ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْغَفَّارِ بْنُ دَاوُدَ قَالَ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ اَبِیْ عَمْرٍو، عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَدِمَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْبَرَ، فَلَمَّا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْحِصْنَ، ذُكِرَ لَهٗ جَمَالُ صَفِيَّةَ بِنْتِ حُيَیِّ بْنِ اَخْطَبَ، وَقَدْ قُتِلَ زَوْجُهَا وَكَانَتْ عَرُوْسًا فَاصْطَفَاهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِنَفْسِهٖ، فَخَرَجَ بِهَا حَتّٰی بَلَغْنَا سَدَّ الرَّوْحَاءِ حَلَّتْ فَبَنٰی بِهَا، ثُمَّ صَنَعَ حَيْسًا فِیْ نِطْعٍ صَغِيْرٍ، ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اٰذِنْ مَّنْ حَوْلَكَ. فَكَانَتْ تِلْكَ وَلِيْمَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰی صَفِيَّةَ. ثُمَّ خَرَجْنَا اِلَی الْمَدِيْنَةِ، قَالَ فَرَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحَوِّیْ لَهَا وَرَاءَهٗ بِعَبَاءَةٍ، ثُمَّ يَجْلِسُ عِنْدَ بَعِيْرِهٖ فَيَضَعُ رُكْبَتَهٗ، فَتَضَعُ صَفِيَّةُ رِجْلَهَا عَلٰی رُكْبَتِهٖ حَتّٰی تَرْكَبَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالغفار بن داؤد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب بن عبدالرحمان نے حدیث بیان کی از عمرو بن ابی عمرو از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم خیبر میں آئے پس جب اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے خیبر کو فتح کر دیا تو آپ کے سامنے صفیہ بنت حیی بن اخطب کے حسن و جمال کا ذکر کیا گیا' ان کے شوہر قتل کر دیئے گئے تھے اور وہ اس وقت دلہن تھیں' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنے نفس کے لیے منتخب کر لیا' آپ ان کو لے کر روانہ ہوئے حتیٰ کہ ہم سدّ الروحاء (مدینہ سے چالیس میل کے فاصلہ پر ایک جگہ) پہنچے وہاں پر وہ (ایک حیض گزرنے کے بعد) حلال ہو گئیں' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ شبِ زفاف گزاری' پھر آپ نے حیس (کھجور' پنیر اور گھی سے تیار شدہ طعام) بنوایا' اور اس کو چمڑے کے چھوٹے سے دستر خوان پر رکھا' پھر آپ نے (حضرت انس سے) فرمایا: جو تمہارے گرد لوگ ہیں ان کو اجازت دو' سو یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت صفیہ سے نکاح کا ولیمہ تھا' پھر ہم مدینہ کی طرف گئے' پھر میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو اپنے پیچھے اپنی چادر سے چھپا رہے تھے' پھر آپ اپنے اونٹ کے پاس بیٹھے' پھر آپ نے اپنا گھٹنا رکھا' پس حضرت صفیہ نے اپنا پیر آپ کے گھٹنے کے اوپر رکھا حتیٰ کہ وہ اونٹ پر سوار ہو گئیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۷۱ میں گزر چکی ہے' یہاں اس حدیث کو درج کرنے سے امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ جب تک حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا ایک حیض گزر نہیں گیا' آپ نے ان کے ساتھ شبِ زفاف نہیں کی کیونکہ ان کا شوہر غزوۂ خیبر میں مارا گیا تھا اور انہوں نے اس کی عدت نہیں گزاری تھی' اس لیے ان کے ساتھ شبِ زفاف گزارنے سے پہلے ان کا استبراء ضروری تھا۔

۱۱۲ - بَابُ بَيْعِ الْمَيْتَةِ وَالْاَصْنَامِ
مُردار اور بتوں کی بیع کا حکم

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مردار اور بتوں کی بیع حرام ہے' اس عنوان میں ''اصنام'' کا لفظ ہے' یہ ''صنم'' کی جمع ہے۔ ''صنم'' اس چیز کو کہتے ہیں جس کی اللہ کے سوا پرستش کی جائے' اور ''میتۃ'' وہ مردار ہے جو بغیر شرعی ذبح کے طبعی موت مر جائے' مردار کے حرام ہونے پر اجماع ہے اور اس سے مچھلی اور ٹڈی مستثنیٰ ہیں۔

۲۲۳۶ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ عَامَ الْفَتْحِ، وَهُوَ بِمَكَّةَ إِنَّ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ حَرَّمَ بَيْعَ الْخَمْرِ وَالْمَيْتَةِ وَالْخِنْزِيرِ وَالْأَصْنَامِ. فَقِيلَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ! أَرَأَيْتَ شُحُومَ الْمَيْتَةِ، فَإِنَّهَا يُطْلَى بِهَا السُّفُنُ، وَيُدْهَنُ بِهَا الْجُلُودُ، وَيَسْتَصْبِحُ بِهَا النَّاسُ؟ فَقَالَ لَا، هُوَ حَرَامٌ. ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ ذٰلِكَ قَاتَلَ اللّٰهُ الْيَهُودَ إِنَّ اللّٰهَ لَمَّا حَرَّمَ شُحُومَهَا جَمَلُوهُ، ثُمَّ بَاعُوهُ، فَأَكَلُوا ثَمَنَهُ، قَالَ أَبُو عَاصِمٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيدِ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ قَالَ كَتَبَ إِلَيَّ عَطَاءٌ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

[اطراف الحدیث: ۴۲۹۶-۴۶۳۳]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از یزید بن ابی حبیب از عطاء بن ابی رباح از حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے فتح مکہ کے سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا اور اس وقت آپ مکہ میں تھے کہ اللہ اور اس کے رسول نے خمر' مردار' خنزیر اور بتوں کی بیع کو حرام کر دیا ہے' آپ سے پوچھا گیا: یارسول اللہ! مردار کی چربی کے متعلق بتائیں کیونکہ اس کو ہم اپنی کشتیوں پر ملتے ہیں اور اس کا تیل کھالوں پر ملا جاتا ہے اور لوگ اس سے اپنے چراغ جلاتے ہیں' آپ نے فرمایا: نہیں! وہ حرام ہے' اللہ یہود پر لعنت کرے! جب اللہ نے ان پر مردار کی چربی حرام کی تو انہوں نے اس کو پگھلا کر اس کو فروخت کیا' پھر اس کی قیمت کھائی۔ ابوعاصم نے کہا: ہمیں عبدالحمید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ میری طرف عطاء نے لکھا' انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے سنا از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۲۲۳ میں تفصیل سے گزر چکی ہے۔

۱۱۳ - بَابُ ثَمَنِ الْكَلْبِ

کتے کی قیمت کا حکم

۲۲۳۷ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ، وَمَهْرِ الْبَغِيِّ، وَحُلْوَانِ الْكَاهِنِ. [اطراف الحدیث: ۲۲۸۲-۵۳۴۶-۵۷۶۱]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن شہاب از ابی بکر بن عبدالرحمان از حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کتے کی قیمت' فاحشہ (طوائف) کے مہر اور کاہن کی مٹھائی سے منع فرمایا۔

(صحیح مسلم: ۱۵۶۷' الرقم المسلسل: ۳۹۰۰' سنن ابوداؤد: ۳۴۸۸-۳۴۸۱' سنن ترمذی: ۱۲۷۶' سنن نسائی: ۴۶۶۶' سنن ابن ماجہ: ۲۱۵۹)

کتوں کی قیمت کے جواز کے متعلق مذاہب ائمہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

امام مالک فرماتے ہیں: اگر کسی شخص نے گھر کے کتے کو قتل کر دیا تو اس پر کوئی تاوان نہیں ہے' سوا اس کے کہ وہ کتا مویشیوں کی حفاظت کے لیے ان کے ساتھ جاتا ہو۔

امام ابوحنیفہ سے روایت ہے' جس نے کسی شخص کے ایسے کتے کو قتل کر دیا جو شکار کا کتا تھا نہ مویشیوں کی حفاظت کا کتا تھا' تو اس

پر اس کتے کی قیمت کا تاوان ہوگا اور اسی طرح باقی درندوں کا حکم ہے۔

امام شافعی نے کہا ہے کہ شکاری کتے' کھیت کے محافظ کتے اور مویشیوں کے محافظ کتے کی بیع جائز نہیں ہے اور نہ اس کی کوئی قیمت ہے اور یہی امام احمد کا قول ہے' ان کی دلیل باب مذکور کی حدیث ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کتے کی قیمت سے منع فرمایا ہے۔

(شرح ابن بطال ج۶ ص ۲۰۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

جن احادیث میں کتے کی قیمت سے منع کیا ہے اور اس کو حرام فرمایا ہے' امام طحاوی نے ان احادیث کے جواب میں یہ کہا ہے کہ یہ ممانعت اس وقت تھی جب کتوں کو قتل کرنے کا حکم دیا گیا تھا' اس وقت کسی کتے کو رکھنا حلال نہیں تھا اور نہ اس وقت کسی کتے سے فائدہ اٹھانا جائز تھا اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ جس چیز سے نفع اٹھانا حرام ہو' اس کی قیمت بھی حرام ہے' پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتوں سے شکار کرنا مباح کر دیا اور اس سے نفع اٹھانا جائز قرار دے دیا اور اس کو قتل کرنے سے منع فرما دیا تو کتوں کی خرید وفروخت کی ممانعت کا حکم منسوخ ہو گیا' اسی طرح کتوں کی قیمت کی ممانعت کا حکم بھی منسوخ ہو گیا۔

اگر تم یہ پوچھو کہ اس حکم کے منسوخ ہونے کی کیا وجہ ہے؟ تو میں کہوں گا کہ اس کی وجہ ظاہر ہے کیونکہ اشیاء میں اصل اباحت ہے اور جب کتوں کو قتل کرنے کا حکم دیا گیا تو معلوم ہو گیا کہ کتوں کو رکھنا اور ان کی خرید وفروخت کرنا حرام ہے' پھر جب کتوں سے شکار کرنے اور ان سے فائدہ اٹھانے کا حکم دیا گیا اور ان کو قتل کرنے سے منع کیا گیا تو ہم نے جان لیا کہ اس سے پہلے ان کو قتل کرنے اور ان کی ممانعت کا جو حکم تھا' وہ اب منسوخ ہو گیا ہے۔

نیز اس حدیث میں فاحشہ کے مہر کی ممانعت کا حکم ہے' اس سے مراد حرام نکاح کا مہر ہے یا زنا کی اجرت ہے۔

اور کاہن کی مٹھائی کی ممانعت کا حکم ہے' کاہن سے مراد وہ شخص ہے جو انکل پچو سے غیب کی باتیں بتاتا ہے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۳۸۹۷۔ ج ۴ ص ۲۹۶ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

① کتے کی بیع اور اس کی قیمت میں مذاہب فقہاء ② جن کتوں کا رکھنا جائز ہے' ان کی بیع کے جواز میں احادیث ③ کاہن کی تعریف اور اس کا حکم ④ پچھنے لگانے کی اجرت کا حکم ⑤ بلی کی بیع اور اس کی قیمت کا حکم۔

۲۲۳۸ - حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ اَخْبَرَنِىْ عَوْنُ بْنُ اَبِىْ جُحَيْفَةَ قَالَ رَاَيْتُ اَبِىْ اِشْتَرٰى حَجَّامًا فَاَمَرَ بِمَحَاجِمِهٖ فَكُسِرَتْ، فَسَاَلْتُهٗ عَنْ ذٰلِكَ، فَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ ثَمَنِ الدَّمِ وَثَمَنِ الْكَلْبِ، وَكَسْبِ الْاَمَةِ، وَلَعَنَ الْوَاشِمَةَ وَالْمُسْتَوْشِمَةَ، وَاٰكِلَ الرِّبَا وَمُوْكِلَهٗ، وَلَعَنَ الْمُصَوِّرَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حجاج بن منہال نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عون بن ابی جحیفہ نے خبر دی' انہوں نے کہا کہ میں نے دیکھا کہ میرے والد ایک فصد لگانے والے غلام کو خرید رہے ہیں' پھر اس کو آلات فصد لانے کا حکم دیا' پس ان کو توڑ دیا' میں نے اس کے متعلق ان سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خون (فصد لگانے) کی قیمت اور کتے کی قیمت اور باندی کی (ناجائز) کمائی سے منع فرمایا تھا اور گودنے والیوں اور گدوانے والیوں اور سود کھانے والوں اور سود کھلانے والوں اور تصویر بنانے والوں پر لعنت فرمائی تھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۲۰۸٦ میں گزر چکی ہے۔

''کتاب البیوع'' کی تکمیل

الحمد للّٰہ رب العٰلمین. والصلوٰۃ والسلام علٰی سیّد المرسلین! آج ۲۷ محرم ۱۴۲۹ھ/ ٦ فروری ۲۰۰۸ء بہ روز بدھ ''کتاب البیوع'' مکمل ہوگئی' اس میں ۲۴۷ حدیثیں ہیں' جن میں سے ۴٦ تعلیقات ہیں' باقی احادیث موصولہ ہیں' ان میں ۱۳۹' مکرر احادیث ہیں اور خالص ۱۰۸' احادیث ہیں اور اس میں ۵۲' آثار صحابہ وتابعین ہیں۔

الٰہ العٰلمین! جس طرح آپ نے صحیح بخاری کی ''کتاب البیوع'' کی تکمیل کرادی' اس کی باقی کتب کی بھی تکمیل کرادیں۔ اور میری اور میرے والدین کی اور تمام معاونین اور قارئین کی مغفرت فرمادیں۔ آمین یا رب العٰلمین!

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علٰی رسولہ الکریم

۳۵ - کِتَابُ السَّلَمِ

بیع سَلَم کا بیان

اس کتاب میں بیع سَلَم کے احکام بیان کیے گئے ہیں۔ ''سَلَم'' کے معنی ہیں: تسلیم کرنا اور سپرد کرنا' کیونکہ اس میں مجلس بیع میں پیشگی قیمت سپرد کردی جاتی ہے' اس لیے اس کو بیع سلم کہتے ہیں اور اس کو بیع سلف بھی کہتے ہیں کیونکہ سلف کا معنی ادھار دینا ہے۔

١ - بَابُ السَّلَمِ فِیْ كَيْلٍ مَّعْلُوْمٍ — کیل (ناپ) مقرر کر کے بیع سَلَم کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا جائے گا کہ اس بیع میں پہلے یہ مقرر کرنا ضروری ہے کہ خریدار بائع سے کتنے صاع اناج لے گا۔

٢٢٣٩ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ زُرَارَةَ قَالَ اَخْبَرَنَا اِسْمَاعِيلُ بْنُ عُلَيَّةَ قَالَ اَخْبَرَنَا ابْنُ اَبِیْ نَجِيحٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ كَثِيْرٍ، عَنْ اَبِی الْمِنْهَالِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ وَالنَّاسُ يُسْلِفُوْنَ فِی الثَّمَرِ الْعَامَ وَالْعَامَيْنِ، اَوْ قَالَ عَامَيْنِ اَوْ ثَلَاثَةً شَكَّ اِسْمَاعِيلُ، فَقَالَ مَنْ سَلَّفَ فِیْ تَمْرٍ فَلْيُسْلِفْ فِیْ كَيْلٍ مَّعْلُوْمٍ، وَوَزْنٍ مَّعْلُوْمٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں عمرو بن زُرارہ نے حدیث بیان کی' وہ کہتے ہیں کہ ہمیں اسماعیل بن علیہ نے خبردی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی نجیح نے خبر دی از عبداللہ بن کثیر از ابی المنہال از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں آئے اور اس وقت لوگ کھجوروں کی ایک سال یا دو سال کی بیع سَلَم کرتے تھے یا دو سال یا تین سال کی بیع سلم کرتے تھے' اسماعیل کو اس بارے میں شک ہے۔ تب آپ نے فرمایا: جو شخص کھجوروں کی بیع سلم کرے' وہ مقرر صاع میں یا مقرر وزن میں بیع کرے۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اِسْمَاعِيلُ، عَنِ ابْنِ اَبِیْ نَجِيحٍ بِهٰذَا فِیْ كَيْلٍ مَّعْلُوْمٍ، وَوَزْنٍ مَّعْلُوْمٍ.

ہمیں محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل نے خبر دی از ابن ابی نجیح اسی حدیث کی' اس میں کیل معلوم اور وزن معلوم ہے۔

[اطراف الحدیث: ۲۲۴۰-۲۲۴۱-۲۲۵۳]

(صحیح مسلم: ۱۶۰۴' الرقم المسلسل: ۴۰۰۹' سنن ابوداؤد: ۳۴۶۳' سنن ترمذی: ۱۳۱۱' سنن ابن ماجہ: ۲۲۸۰' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۷ ص ۵۲' سنن دار قطنی ج ۳ ص ۴' مصنف عبدالرزاق: ۱۴۰۵۹' معجم طبرانی: ۱۱۲۶۵' مسند احمد ج ۱ ص ۲۱۷ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۸۶۸۔ ج ۳ ص ۳۶۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عمرو بن زرارہ بن واقد ابومحمد (۲) اسماعیل بن علیہ بن ابراہیم السدی (۳) عبداللہ بن ابی نجیح ' ان کا نام یسار ہے (۴) عبداللہ بن کثیر بن المطلب ابووداعہ سہمی (۵) ابوالمنہال عبدالرحمٰن بن مطعم کوفی (۶) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما۔

(عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۸۷)

بیع سَلَم کی تعریف ' اس کی شرائط اور اس میں اختلافِ فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر الفرغانی المرغینانی المتوفی ۵۹۳ ھ لکھتے ہیں:

سَلَم وہ عقد ہے جو کتاب اللہ کی آیتِ مداینہ سے ثابت ہے ' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے اس سَلَم کو حلال کر دیا ہے جو سَلَم کرنے والے کے ذمہ میں ثابت ہے اور اس کے متعلق قرآن مجید کی سب سے طویل آیت نازل فرمائی:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ (الآیۃ) (البقرہ: ۲۸۲) اے ایمان والو! جب تم کسی مقرر مدت تک آپس میں قرض کا لین دین کرو تو اسے لکھ لیا کرو۔

اور اس کا ثبوت سنت سے بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انسان کو اس چیز کی بیع سے منع فرمایا ہے جو اس کے پاس نہ ہو اور بیع سلم کی اجازت دی ہے۔

اوّل الذکر کے متعلق یہ حدیث ہے:

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا ' اور میں نے عرض کیا کہ میرے پاس ایک شخص آتا ہے اور مجھ سے اس چیز کے خریدنے کے متعلق سوال کرتا ہے جو میرے پاس نہیں ہے ' آیا میں بازار میں سے وہ چیز خرید کر اس کو فروخت کر دوں؟ آپ نے فرمایا: اس چیز کو مت فروخت کرو جو تمہارے پاس نہیں ہے۔

(سنن ترمذی: ۱۲۳۶ ' سنن ابوداؤد: ۳۵۰۳ ' سنن نسائی: ۴۶۲۴ ' سنن ابن ماجہ: ۲۱۸۷)

اور ثانی الذکر یعنی بیع سلم کی رخصت کے متعلق باب مذکور کی حدیث ہے ' جس میں آپ نے فرمایا: جو شخص کھجوروں کی بیع سلم کرے وہ مقررہ صاع میں یا مقررہ وزن میں بیع کرے۔

علامہ مرغینانی کہتے ہیں: ہر چند کہ قیاس بیع سلم کے جواز کا انکار کرتا ہے لیکن ہم نے قیاس کو اس حدیث کی وجہ سے ترک کر دیا ' قیاس کی وجہ یہ ہے کہ یہ معدوم کی بیع ہے کیونکہ جس چیز کو بہ طور سَلَم فروخت کیا گیا ہے (مثلاً کھجور یا گندم) وہ بیع کے وقت معدوم ہے۔

علامہ مرغینانی نے کہا: اور یہ بیع سَلَم ناپ سے فروخت کی جانے والی اور وزن سے فروخت کی جانے والی چیزوں میں جائز ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے جو شخص سَلَم کرے وہ مقرر صاع میں یا مقرر وزن میں بیع کرے اور وزنی چیزوں سے مراد دراہم اور دیناروں کے ماسوا ہیں کیونکہ وہ ثمن ہیں اور جس میں بیع سَلَم کی گئی ہے وہ مثمن (مبیع) ہے ' لہٰذا درہموں اور دیناروں میں بیع سَلَم نہیں ہے۔

اسی طرح ناپ کر فروخت کیے جانے والے کپڑوں میں بھی بیع سَلَم صحیح ہے کیونکہ یہ بیان کیا جا سکتا ہے کہ یہ کپڑا کتنے گز ہے اور اس کی صفت کیسی ہے عمدہ ہے یا ردی ہے؟ اور یہ بیان کرنا ضروری ہے تا کہ مبیع میں جہالت نہ رہے ' اسی طرح جو عددی چیزیں مختلف نہیں ہوتیں ان میں بھی بیع سَلَم صحیح ہے ' جیسے انڈا اور اخروٹ وغیرہ ' کیونکہ جو عددی چیزیں اوصاف میں متقارب ہوں اور منضبط ہوں

ان کو سپرد کیا جاسکتا ہے اور ان میں بیع سلم صحیح ہے اس کے برخلاف انار اور خربوزوں کے سائز میں کافی فرق ہوتا ہے۔

حیوان میں بیع سَلم جائز نہیں ہے' امام شافعی کے نزدیک جائز ہے کیونکہ اس کی جنس' نوع' صفت اور عمر کے بیان کر دینے سے حیوان معلوم اور متعین ہو جاتے ہیں' پھر ان میں معمولی فرق رہ جاتا ہے' لہٰذا یہ کپڑوں کے مشابہ ہیں' ہماری دلیل یہ ہے کہ ان اُمور کے بیان کر دینے کے باوجود ان کی مالیت میں باطنی اعتبار سے بہت زیادہ فرق ہوتا ہے' کپڑوں کا معاملہ اس سے بالکل مختلف ہے' نیز حیوانات میں بیع سَلم کی ممانعت نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ثابت ہے' حدیث میں ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حیوان میں بیع سَلم کرنے سے منع فرمایا۔ امام حاکم نے کہا: یہ حدیث صحیح الاسناد ہے لیکن امام بخاری اور مسلم نے اس کی روایت نہیں کی۔

(المستدرک: ۲۳۸۸۔ ج ۲ ص ۳۶۸' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۷ھ)

اور بیع سلم اس وقت تک جائز نہیں ہے حتیٰ کہ مُسلَم فیہ (مبیع' جس چیز میں بیع سلم کی گئی ہے) عقد کے وقت سے لے کر اس وقت تک موجود ہو' جس وقت وہ چیز خریدار کے سپرد کی جائے گی' اور اگر وہ چیز عقد کے وقت بازار میں نہ ہو' اور سپردگی کے وقت موجود ہو یا اس کے برعکس ہو یا درمیان کے زمانہ میں بازار میں نہ ہو تو پھر یہ بیع جائز نہیں ہے۔

نمک آلودہ مچھلی میں بیع سَلم جائز ہے جب کہ اس کی نوع اور وزن معلوم ہو اور تازہ مچھلی کی بیع سَلم میں کوئی خیر نہیں ہے' اسی طرح امام ابوحنیفہ کے نزدیک گوشت میں بھی بیع سلم جائز نہیں ہے اور صاحبین کے نزدیک جائز ہے۔ بیع سَلم اس وقت جائز ہے جب مبیع کو سپرد کرنے کی مدت معین کر دی جائے اور کم سے کم یہ مدت ایک ماہ ہے۔

امام ابوحنیفہ کے نزدیک بیع سَلم صرف سات شرائط سے جائز ہے: (۱) مبیع کی جنس معلوم ہو' مثلاً وہ گندم ہے یا جَو ہے (۲) مبیع کی نوع معلوم ہو' مثلاً وہ بارانی زمین کی ہے یا نہری زمین کی ہے (یا وہ امریکی گندم ہے یا دیسی گندم ہے) (۳) اس کی صفت معلوم ہو یعنی وہ عمدہ ہے یا ردی ہے (۴) اس کی مقدار معلوم ہو مثلاً وہ کیلی ہے یا وزنی ہے یا عددی ہے (۵) اس کی مدت معلوم ہو کہ وہ کب سپرد کی جائے گی (۶) اس کی ناپ یا وزن یا عدد کی مقدار اور ناپ معلوم ہو (۷) جس جگہ مُسلَم فیہ یا مبیع خریدار کے سپرد کی جائے گی' وہ معلوم ہو۔

بیع سلم اس وقت صحیح ہوگی جب بائع مجلس عقد میں مبیع کی نقد قیمت وصول کر لے کیونکہ اگر اس نے قیمت ادھار رکھی تو یہ ادھار کی بیع ادھار سے ہوگی اور یہ جائز نہیں ہے' اس کو بیع الکالئی بالکالئی کہتے ہیں۔ (ہدایہ اخیرین ص ۱۰۱۔ ۹۶ ملخصاً' مکتبہ رحمانیہ لاہور)

۲ - بَابُ السَّلَمِ فِیْ وَزْنٍ مَّعْلُوْمٍ
وزن معلوم میں بیع سلم کرنا

۲۲۴۰ - حَدَّثَنَا صَدَقَةُ قَالَ اَخْبَرَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ قَالَ اَخْبَرَنَا ابْنُ اَبِیْ نَجِيْحٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ كَثِيْرٍ، عَنْ اَبِی الْمِنْهَالِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ قَدِمَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ وَهُمْ يُسْلِفُوْنَ بِالتَّمْرِ السَّنَتَيْنِ وَالثَّلَاثَ، فَقَالَ مَنْ اَسْلَفَ فِیْ شَیْءٍ فَفِیْ كَيْلٍ مَّعْلُوْمٍ، وَوَزْنٍ مَّعْلُوْمٍ، اِلٰی اَجَلٍ مَّعْلُوْمٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں صدقہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن عیینہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی نجیح نے خبر دی از عبداللہ بن کثیر از ابی المنہال از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مدینہ میں آئے تو وہاں کے لوگ دو سال اور تین سال کی مدت تک بیع سلم کرتے تھے' پس آپ نے فرمایا: جو شخص کسی چیز میں بیع سلم کرے تو ان کا کیل (ناپ) اور وزن معلوم ہو مدت معلومہ تک۔

حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ اَبِيْ نَجِيحٍ، وَقَالَ فَلْيُسْلِفْ فِيْ كَيْلٍ مَّعْلُوْمٍ، اِلٰى اَجَلٍ مَّعْلُوْمٍ.

ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابن ابی نجیح نے حدیث بیان کی اور کہا: پس اس کو چاہیے کہ وہ کیل معلوم میں مدتِ معلومہ تک بیع سلم کرے۔

اس حدیث کی شرح' گزشتہ حدیث: ۲۲۳۹ میں گزر چکی ہے۔

۲۲٤۱ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ ابْنِ اَبِيْ نَجِيحٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ كَثِيْرٍ، عَنْ اَبِي الْمِنْهَالِ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَقَالَ فِيْ كَيْلٍ مَّعْلُوْمٍ، وَوَزْنٍ مَّعْلُوْمٍ، اِلٰى اَجَلٍ مَّعْلُوْمٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ابن ابی نجیح از عبداللہ بن ابی کثیر از ابی المنہال' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا' وہ بیان کرر ہے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تشریف لائے اور فرمایا: کیل معلوم میں اور وزن معلوم میں مدتِ معینہ تک۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۲۲۳۹ میں گزر چکی ہے۔

۲۲٤۲، ۲۲٤۳ - حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ ابْنِ اَبِي الْمُجَالِدِ. ح. وَحَدَّثَنَا يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اَبِي الْمُجَالِدِ. حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ اَخْبَرَنِيْ مُحَمَّدٌ، اَوْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِي الْمُجَالِدِ، قَالَ اِخْتَلَفَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ شَدَّادِ بْنِ الْهَادِ وَاَبُوْ بُرْدَةَ فِي السَّلَفِ، فَبَعَثُوْنِيْ اِلَى ابْنِ اَبِيْ اَوْفٰى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَسَاَلْتُهُ، فَقَالَ اِنَّا كُنَّا نُسْلِفُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبِيْ بَكْرٍ وَّ عُمَرَ فِي الْحِنْطَةِ وَالشَّعِيْرِ وَالزَّبِيْبِ وَالتَّمْرِ. وَسَاَلْتُ ابْنَ اَبْزٰى، فَقَالَ مِثْلَ ذٰلِكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابن ابی المجالد۔ ح' اور ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وکیع نے حدیث بیان کی از شعبہ از محمد بن ابی المجالد۔ ہمیں حفص بن عمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے محمد نے خبر دی یا عبداللہ بن ابی المجالد نے' انہوں نے کہا کہ حضرت عبداللہ بن شداد بن الھاد اور حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہما کا بیع سلف میں اختلاف ہوا' سو انہوں نے مجھے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما کی طرف بھیجا' پس میں نے ان سے سوال کیا تو انہوں نے کہا: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے عہد میں گندم اور جو اور انگور اور کھجور میں بیع سلم کرتے تھے' اور میں نے حضرت ابن ابزیٰ رضی اللہ عنہ سے سوال کیا تو انہوں نے بھی اس کی مثل کہا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی پیش آمدہ مسئلہ میں اہل علم سے سوال کرنا چاہیے اور صحیح بات کو معلوم کرنے کے لیے اہل علم سے بحث کرنا جائز ہے۔

۳ - بَابُ السَّلَمِ اِلٰى مَنْ لَّيْسَ عِنْدَهٗ اَصْلٌ

جس کے پاس مُسلَم فیہ (بیع) کی اصل نہ ہو' اس سے بیع کرنا

اصل سے مراد اس چیز کی اصل ہے جس میں بیع سلم کی جاتی ہے مثلاً غلہ کی اصل کھیت ہیں اور پھلوں کی اصل درخت ہیں۔ امام

بخاری نے اس عنوان سے یہ اشارہ کیا ہے کہ جو چیز مبیع کی سپردگی کے وقت موجود نہ ہو اس میں بیع سلم جائز نہیں ہے۔

۲۲۴۴، ۲۲۴۵ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا الشَّيْبَانِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي الْمُجَالِدِ قَالَ بَعَثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ شَدَّادٍ وَأَبُو بُرْدَةَ إِلَى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا، فَقَالَا سَلْهُ هَلْ كَانَ أَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسْلِفُونَ فِي الْحِنْطَةِ؟ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ كُنَّا نُسْلِفُ نَبِيطَ أَهْلِ الشَّامِ فِي الْحِنْطَةِ وَالشَّعِيرِ وَالزَّيْتِ، فِي كَيْلٍ مَعْلُومٍ، إِلَى أَجَلٍ مَعْلُومٍ. قُلْتُ إِلَى مَنْ كَانَ أَصْلُهُ عِنْدَهُ؟ قَالَ مَا كُنَّا نَسْأَلُهُمْ عَنْ ذٰلِكَ. ثُمَّ بَعَثَانِي إِلَى عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبْزٰى، فَسَأَلْتُهُ فَقَالَ كَانَ أَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسْلِفُونَ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَمْ نَسْأَلْهُمْ أَلَهُمْ حَرْثٌ أَمْ لَا؟

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شیبانی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن ابی المجالد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے حضرت عبداللہ بن شداد اور حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہما نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما کے پاس بھیجا' ان دونوں نے مجھ سے کہا کہ ان سے یہ سوال کرنا: کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں گندم میں بیع سلم کرتے تھے؟ حضرت عبداللہ نے کہا: ہم اہل شام کے کاشت کاروں سے گندم' جَو اور زیتون کی کیلِ معلوم میں مدتِ معلومہ تک بیع سلم کرتے تھے' میں نے پوچھا: کیا اس کے پاس ان کی اصل (کھیت یا درخت) ہوتی تھی؟ انہوں نے کہا: ہم اس کے متعلق ان سے سوال نہیں کرتے تھے' پھر ان دونوں نے مجھے حضرت عبدالرحمان بن ابزیٰ کے پاس بھیجا تو میں نے ان سے بھی یہ سوال کیا' انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں بیع سلم کرتے تھے اور ہم ان سے یہ سوال نہیں کرتے تھے کہ ان کا کھیت ہے یا نہیں؟

حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنِ الشَّيْبَانِيِّ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي مُجَالِدٍ بِهٰذَا، وَقَالَ فَنُسْلِفُهُمْ فِي الْحِنْطَةِ وَالشَّعِيرِ. وَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْوَلِيدِ، عَنْ سُفْيَانَ قَالَ حَدَّثَنَا الشَّيْبَانِيُّ وَقَالَ وَالزَّيْتِ. حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنِ الشَّيْبَانِيِّ وَقَالَ فِي الْحِنْطَةِ وَالشَّعِيرِ وَالزَّبِيبِ.

ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد بن عبداللہ نے حدیث بیان کی از شیبانی از محمد بن مجالد' یہی حدیث مروی ہے اور انہوں نے کہا: ہم گندم اور جَو میں بیع سلم کرتے تھے اور عبداللہ بن الولید نے کہا از سفیان' انہوں نے کہا: ہمیں شیبانی نے حدیث بیان کی اور کہا: اور زیتون کے تیل میں (بیع سلم) کرتے تھے۔ ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از شیبانی اور کہا: گندم میں اور جَو میں اور کشمش میں (بیع سلم کرتے تھے)۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۲۲۴۲ کا مطالعہ کریں۔

اس حدیث میں اہل ذمہ سے خریداری کا ثبوت ہے اور کشمش اور زیتون کے تیل اور گھی میں بیع سلم کا ثبوت ہے۔

۲۲۴۶ - حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنَا عَمْرٌو قَالَ سَمِعْتُ أَبَا الْبَخْتَرِيِّ الطَّائِيَّ قَالَ سَأَلْتُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا:

ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ السَّلَمِ فِي النَّخْلِ قَالَ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ النَّخْلِ حَتّٰى يُؤْكَلَ مِنْهُ وَحَتّٰى يُوْزَنَ. فَقَالَ الرَّجُلُ وَاَيُّ شَيْءٍ يُوْزَنُ؟ قَالَ رَجُلٌ اِلٰى جَانِبِهٖ حَتّٰى يُحْرَزَ. وَقَالَ مُعَاذٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرٍو قَالَ اَبُو الْبَخْتَرِيِّ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .مِثْلَهٗ.

[اطراف الحدیث:۲۲۴۸-۲۲۵۰][صحیح مسلم:۱۵۳۷-۳-۷۶۴' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۴ ص ۱۹۳' مسند ابوداؤد الطیالسی:۲۷۲۲' المعجم الکبیر: ۱۲۶۸۸' المحلی ج ۹ ص ۱۱۵' سنن بیہقی ج ۶ ص ۲۴' مسند احمد ج ۱ ص ۳۴۱ طبع قدیم' مسند احمد:۳۱۷۳-ج ۵ ص ۲۵۵' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

ہمیں عمرو نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے ابوالبختری الطائی سے سنا' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کھجور کے درختوں میں لگے ہوئے پھلوں میں بیع سلم کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھجور کے درخت میں لگے ہوئے پھلوں کی بیع سے منع فرمایا ہے حتیٰ کہ وہ کھانے کے قابل ہو جائیں اور ان کا وزن کیا جا سکے' پس ایک شخص نے کہا: اور کس چیز کا وزن کیا جائے؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھے ہوئے ایک شخص نے کہا: یعنی وہ پھل اندازہ لگانے کے قابل ہو جائیں' اور معاذ نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عمرو' اور ابوالبختری نے کہا: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا جس طرح اس حدیث میں ہے۔

وقت عقد سے لے کر مدت پوری ہونے تک جو چیز باقی نہ رہے' اس میں بیع سَلَم کے جواز میں مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی لکھتے ہیں:

درخت پر پھلوں کا اندازہ لگانا' پھلوں کا کھانے کے قابل ہونا اور پھلوں کا وزن کیا جانا' یہ سب چیزیں اس سے کنایہ ہیں کہ پھل پک جائیں اور ان کی پختگی ظاہر ہو جائے' اس کا فائدہ یہ ہے کہ پھلوں میں مالک کے تصرف سے پہلے ان میں فقراء کا حق معلوم اور متعین ہو جائے۔

فقہاء احناف' ثوری اور اوزاعی نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ بیع سلم صرف ان میں جائز ہے جو وقت عقد سے لے کر سپردگی کی مدت پوری ہونے تک لوگوں کے ہاتھوں میں موجود رہیں اور اگر درمیان میں کسی وقت بھی وہ منقطع ہو جائیں تو پھر ان میں بیع سلم جائز نہیں ہے' حضرت ابن عمر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم کا بھی یہی مذہب ہے۔

امام مالک' امام شافعی' امام احمد' اسحاق اور ابوثور وغیرہم نے کہا ہے کہ جو چیزیں لوگوں کے ہاتھوں میں نہ رہیں لیکن مدت پوری ہونے تک وہ عموماً محفوظ رہتی ہوں تب بھی ان میں بیع سلم جائز ہے اور اگر وہ بالکل منقطع ہو جاتی ہوں تو پھر ان میں سلم جائز نہیں ہے۔

٤ - بَابُ السَّلَمِ فِي النَّخْلِ

کھجور کے درختوں میں لگے ہوئے پھلوں میں بیع سلم کرنا

۲۲۴۷' ۲۲۴۸ - حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرٍو' عَنْ اَبِي الْبَخْتَرِيِّ قَالَ سَاَلْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا' عَنِ السَّلَمِ فِي النَّخْلِ' فَقَالَ نُهِيَ عَنْ بَيْعِ النَّخْلِ حَتّٰى يَصْلُحَ' وَعَنْ بَيْعِ الْوَرِقِ نَسَاءً بِنَاجِزٍ' وَسَاَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ عَنِ السَّلَمِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عمرو از ابوالبختری' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کھجور کے درختوں کے پھلوں میں بیع سلم کے متعلق سوال کیا' انہوں نے کہا کہ درخت میں لگی ہوئی کھجوروں کی بیع سے منع کیا گیا ہے حتیٰ کہ ان کی پختگی ظاہر ہو

فِي النَّخْلِ، فَقَالَ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ النَّخْلِ حَتّٰى يُؤْكَلَ مِنْهُ، أَوْ يَأْكُلَ مِنْهُ، حَتّٰى يُوزَنَ.

جائے اور میں نے چاندی کی نقد کے عوض ادھار بیع کے متعلق سوال کیا اور میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کھجور کے درختوں میں لگی ہوئی کھجوروں کی بیع سلم کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور کے درختوں کے پھلوں کی بیع سے منع فرمایا ہے حتیٰ کہ وہ اس سے کھانے کے قابل ہو جائیں' یا اس سے کھالیں یا ان کا وزن کیا جا سکے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۲۴۶' اور ۱۴۸۶ میں گزر چکی ہے۔

۲۲۴۹' ۲۲۵۰ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي الْبَخْتَرِيِّ سَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ السَّلَمِ فِي النَّخْلِ، فَقَالَ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الثَّمَرِ حَتّٰى يَصْلُحَ، وَنَهٰى عَنِ الْوَرِقِ بِالذَّهَبِ نَسَاءً بِنَاجِزٍ. وَسَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ فَقَالَ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ النَّخْلِ حَتّٰى يَأْكُلَ، أَوْ يُؤْكَلَ، حَتّٰى يُوزَنَ قُلْتُ وَمَا يُوزَنُ؟ قَالَ رَجُلٌ عِنْدَهُ حَتّٰى يُحْرَزَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عمرو از ابی البختری' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کھجور کے درختوں کے پھلوں میں بیع سلم کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پھلوں کی بیع سے منع فرمایا ہے' حتیٰ کہ وہ پک جائیں اور چاندی کی سونے کے عوض نقد کے بدلہ میں ادھار بیع سے منع فرمایا ہے اور میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کیا تو انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور کے درخت کے پھلوں کی بیع سے منع فرمایا حتیٰ کہ وہ کھائے جائیں یا کھلائے جائیں یا ان کا وزن کیا جا سکے' میں نے پوچھا: ان کا وزن کیسے کیا جائے؟ تو اس شخص نے کہا' جو ان کے پاس تھا: حتیٰ کہ ان کا اندازہ کیا جا سکے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۸۶' اور ۱۲۴۶ میں گزر چکی ہے۔

۵ - بَابُ الْكَفِيلِ فِي السَّلَمِ

بیع سلم میں ضمانت دینا

۲۲۵۱ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَعْلٰى قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ اِشْتَرٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَعَامًا مِنْ يَهُودِيٍّ بِنَسِيئَةٍ، وَرَهَنَهُ دِرْعًا لَهُ مِنْ حَدِيدٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی از ابراہیم از الاسود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی سے ادھار طعام (جَو) خریدا اور اپنی لوہے کی زرہ اس کے پاس گروی رکھ دی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۰۶۸ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ صراحت کے ساتھ مطابقت نہیں ہے کیونکہ اس میں عقد سَلَم کا ذکر نہیں ہے صرف ادھار بیع کا ذکر ہے اور بیع سلم بھی ادھار بیع ہوتی ہے' بس اتنی مناسبت ہے ورنہ عقد سلم کی جو شرائط ہیں وہ یہاں مذکور نہیں ہیں اور نہ ان

حدیث میں کسی کی ضمانت دینے کا ذکر ہے' پس زرہ گروی رکھنے کا ذکر ہے اور یہ بھی ایک قسم کی ضمانت ہے' سوان بعید مناسبتوں کی وجہ سے امام بخاری نے اس حدیث کا یہاں ذکر کر دیا ہے اور امام بخاری کی مناسبتیں اکثر اسی طرح ہوتی ہیں۔

٦ - بَابُ الرَّهْنِ فِي السَّلَمِ

بیع سلم میں کسی چیز کو گروی رکھنا

۲۲۵۲ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ مَحْبُوبٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ قَالَ تَذَاكَرْنَا عِنْدَ إِبْرَاهِيمَ الرَّهْنَ فِي السَّلَفِ، فَقَالَ حَدَّثَنِي الْأَسْوَدُ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِشْتَرٰى مِنْ يَهُوْدِيٍّ طَعَامًا اِلٰى اَجَلٍ مَّعْلُوْمٍ، وَارْتَهَنَ مِنْهُ دِرْعًا مِّنْ حَدِيْدٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن محبوب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہم ابراہیم کے پاس رہن میں ادھار کا ذکر کر رہے تھے تو انہوں نے کہا: مجھے اسود نے حدیث بیان کی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدتِ معین تک ایک یہودی سے طعام خریدا اور لوہے کی زرہ اس کے پاس گروی رکھ دی۔

اس حدیث کی شرح بھی ۲۰٦۸ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث کی مناسبت باب کے ساتھ اس طرح ہے کہ سلم سے مراد عقد سلم نہ لیا جائے بلکہ ادھار بیع مراد لی جائے۔

۷ - بَابُ السَّلَمِ اِلٰى اَجَلٍ مَّعْلُوْمٍ

مدتِ معین تک سلم کرنا

اس باب سے ان فقہاء کا رد کرنا مقصود ہے جو بیع سلم کو نقد بیع پر بھی محمول کرتے ہیں' اور یہ بعض شافعیہ کا قول ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ بیع سلم مدتِ معین کے ادھار پر ہوتی ہے۔

وَبِهٖ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَاَبُوْ سَعِيْدٍ وَالْاَسْوَدُ وَالْحَسَنُ.

اور حضرت ابن عباس' حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہم اور اسود اور حسن بصری کا بھی یہی قول ہے۔

امام بخاری نے یہاں پر چار تعلیقات ذکر کی ہیں' پہلی تعلیق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ہے' اس کے موافق حدیث حسب ذیل ہے:

ابوحسان بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ جس بیع سلم کی مدتِ معین تک ضمانت ہوتی ہے' اس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حلال کر دیا ہے اور اس کی اجازت دی ہے' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ. (البقرہ:۲۸۲)

اے ایمان والو! جب تم کسی مقرر مدت تک آپس میں قرض کا لین دین کرو تو اسے لکھ لیا کرو۔

امام حاکم نے کہا: یہ حدیث امام بخاری اور امام مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے۔ (المستدرک ج ۲ ص ٦٨٣' دار المعرفۃ' بیروت)

دوسری تعلیق حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کی ہے' اس کی اصل یہ حدیث ہے:

نبیح' حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: اگر نرخ کے قائم ہونے پر سلم کو رکھا جائے تو وہ سود ہے' لیکن تم معین دراہم کے عوض معین کیل مقرر کر دو اور اس میں تم جتنا اضافہ کرنا چاہو' کر دو۔

(مصنف عبدالرزاق: ۱۴۱۴۹۔ ج ۸ ص ٦' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

تیسری تعلیق اسود کی ہے' اس کے موافق اثر حسب ذیل ہے:

ابواسحاق اسود سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ میں نے سفیان سے طعام میں سلم کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے کہا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے کیل (ناپ) معین مدت تک ہو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۲۷۴۸ مجلس علمی بیروت مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۲۳۰۷ دار الکتب العلمیہ بیروت)

چوتھی تعلیق حسن بصری کی ہے اس تعلیق کے متعلق علامہ عینی نے لکھا ہے کہ میں اس تعلیق سے واقف نہیں ہوا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۴۴ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

لیکن انوار الٰہیہ کے فیض سے مجھ پر یہ تعلیق روشن ہوگئی اور وہ حسب ذیل ہے:

عبدالکریم نے بیان کیا کہ حسن بصری نے کہا کہ بیع سلم میں کوئی حرج نہیں ہے جب کہ وہ معین کیل معین مدت کے لیے ہو۔

(مصنف عبدالرزاق: ۱۴۱۵۱ ج ۸ ص ۶ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ لَا بَأْسَ فِي الطَّعَامِ الْمَوْصُوْفِ بِسِعْرٍ مَّعْلُوْمٍ اِلٰى اَجَلٍ مَّعْلُوْمٍ، مَا لَمْ يَكُ ذٰلِكَ فِيْ زَرْعٍ لَّمْ يَبْدُ صَلَاحُهُ.

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: اس طعام کی بیع سلم میں کوئی حرج نہیں ہے جس کا نرخ معلوم اور معین ہو اور اس کی مدت بھی معلوم اور معین ہو جب تک کہ وہ طعام ایسے کھیت میں نہ ہو جس میں غلہ کا پکنا ظاہر نہ ہوا ہو۔

یہ تعلیق اسی طرح موطأ امام مالک کتاب البیوع باب: ۲۱ حدیث: ۴۹ میں مذکور ہے۔

۲۲۵۳ - حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ ابْنِ اَبِيْ نَجِيْحٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ كَثِيْرٍ، عَنْ اَبِي الْمِنْهَالِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ وَهُمْ يُسْلِفُوْنَ فِي الثِّمَارِ السَّنَتَيْنِ وَالثَّلَاثَ، فَقَالَ اَسْلِفُوْا فِي الثِّمَارِ فِيْ كَيْلٍ مَّعْلُوْمٍ، اِلٰى اَجَلٍ مَّعْلُوْمٍ. وَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْوَلِيْدِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ نَجِيْحٍ، وَقَالَ فِيْ كَيْلٍ مَّعْلُوْمٍ، وَوَزْنٍ مَّعْلُوْمٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ابن ابی نجیح از عبداللہ بن کثیر از ابی المنہال از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ آئے اور وہاں کے لوگ پھلوں میں دو سال اور تین سال کی مدت تک بیع سلم کرتے تھے تو آپ نے فرمایا: تم پھلوں میں معین کیل (ناپ) اور معین مدت تک بیع سلم کرو اور عبداللہ بن الولید نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی نجیح نے حدیث بیان کی اور کہا: کیل معلوم میں اور وزن معلوم میں۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۲۲۳۹ میں گزر چکی ہے۔

۲۲۵۴، ۲۲۵۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ سُلَيْمَانَ الشَّيْبَانِيِّ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اَبِيْ مُجَالِدٍ قَالَ اَرْسَلَنِيْ اَبُوْ بُرْدَةَ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ شَدَّادٍ اِلٰى عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبْزٰى وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ اَوْفٰى، فَسَاَلْتُهُمَا عَنِ السَّلَفِ، فَقَالَا كُنَّا نُصِيْبُ الْمَغَانِمَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن مقاتل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی از سلیمان شیبانی از محمد بن ابی مجالد انہوں نے بیان کیا کہ مجھے حضرت ابوبردہ اور حضرت عبداللہ بن شداد نے حضرت عبدالرحمن بن ابزیٰ اور حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہم کی طرف بھیجا پس میں نے ان سے بیع سلف کے متعلق پوچھا انہوں نے

وَسَلَّمَ، فَكَانَ يَاْتِيْنَا اَنْبَاطٌ مِّنْ اَنْبَاطِ الشَّامِ، فَنُسْلِفُهُمْ فِي الْحِنْطَةِ وَالشَّعِيْرِ وَالزَّبِيْبِ اِلٰى اَجَلٍ مُّسَمًّى، قَالَ قُلْتُ اَكَانَ لَهُمْ زَرْعٌ، اَوْ لَمْ يَكُنْ لَهُمْ زَرْعٌ؟ قَالَا مَا كُنَّا نَسْاَلُهُمْ عَنْ ذٰلِكَ.

کہا: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ غنیمتوں کو حاصل کرتے تھے‘ پس ہمارے پاس شام کے کسانوں میں سے کسان آئے‘ ہم ان سے گندم‘ جو اور کشمش میں مدت معین تک بیع سلم کرتے‘ راوی نے پوچھا: آیا ان کے کھیت سے یہ پیداوار تھی یا نہیں؟ انہوں نے کہا: ہم ان سے اس کے متعلق سوال نہیں کرتے تھے۔

اس حدیث کی شرح‘ صحیح البخاری: ۲۲۴۲ میں گزر چکی ہے۔

۸ - بَابُ السَّلَمِ اِلٰى اَنْ تُنْتَجَ النَّاقَةُ

بیع سلم میں اونٹنی کے بچہ جننے تک کی مدت مقرر کرنا

۲۲۵۶ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ قَالَ اَخْبَرَنَا جُوَيْرِيَةُ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانُوْا يَتَبَايَعُوْنَ الْجَزُوْرَ اِلٰى حَبَلِ الْحَبَلَةِ فَنَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْهُ. فَسَّرَهُ نَافِعٌ اِلٰى اَنْ تُنْتَجَ النَّاقَةُ مَا فِيْ بَطْنِهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی‘ انہوں نے کہا: ہمیں جویریہ نے خبر دی از نافع از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ (زمانۂ جاہلیت میں) عرب اونٹ کو اس مدت تک کے لیے فروخت کرتے تھے کہ جب حمل کا حمل ہو جائے‘ پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے منع فرما دیا‘ نافع نے حمل کے حمل کی یہ تفسیر کی ہے کہ اونٹنی کے پیٹ میں جو بچہ ہے‘ وہ پیدا ہونے کے بعد بچہ جنے۔

اس حدیث کی شرح‘ صحیح البخاری: ۲۱۴۳ میں گزر چکی ہے۔

”کتاب السلم“ کی تکمیل

الحمد للّٰہ رب العلمین. والصلوۃ والسلام علٰی سیدنا محمد سید المرسلین. آج کیم صفر ۱۴۲۹ھ/ ۹ فروری ۲۰۰۸ء بروز ہفتہ ”کتاب السلم“ کی تکمیل ہوگئی۔ الٰہ العلمین! جس طرح آپ نے اس کتاب کی تکمیل کرا دی‘ صحیح البخاری کی بقیہ کتب کی بھی تکمیل کرا دیں اور میری‘ میرے والدین کی اور نعمۃ الباری کے قارئین اور معاونین کی اور تمام مؤمنین کی مغفرت فرما دیں۔

”کتاب السلم“ میں ۳۱ احادیث ہیں‘ ان میں سے چار احادیث معلق ہیں اور باقی موصول ہیں‘ ان میں سے خالص احادیث پانچ ہیں اور بقیہ مکرر ہیں‘ اور اس میں صحابہ اور فقہاء تابعین کے چھ آثار ہیں۔

❁❁❁❁❁

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

٣٦ - كِتَابُ الشُّفْعَةِ

شفعہ کا بیان

لغت میں لفظ ''شُفْعَة'' کے اشتقاق میں اختلاف ہے اور اس میں کئی اقوال ہیں' یہ ''ضم'' سے ماخوذ ہے جس کا معنی ملانا ہے کیونکہ شفعہ کرنے والا اپنے مکان کو فروخت کرنے والے کے مکان سے ملاتا ہے' یا زیادہ' یا تقویت یا اعانت سے ماخوذ ہیں اور ان سب کی مناسبت ہے' یا شفاعت سے ماخوذ ہے' اس کی مناسبت زیادہ واضح ہے کیونکہ مجرم اپنے ساتھ شفاعت کرنے والے کو ملاتا ہے۔

ابن حزم نے کہا ہے کہ یہ لفظ شرعی ہے اور عرب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بتانے سے پہلے اس کا معنی نہیں جانتے تھے' جیسا کہ وہ صلوٰۃ اور زکوٰۃ کا معنی پہلے نہیں جانتے تھے حتیٰ کہ شارع علیہ السلام نے بتایا کہ عبادتِ مخصوصہ کی اس کیفیت کو صلوٰۃ کہتے ہیں جس میں قیام' رکوع' سجود' قعود' قرآن مجید کی تلاوت' تسبیحات' اذکار' درود اور دُعا ہے' اور زکوٰۃ کا معنی ہے: نصابِ مخصوص پر سال گزرنے کے بعد اس کا چالیسواں حصہ کسی غیر ہاشمی فقیر کو ادا کرنا اور شفعہ کا معنی ہے: ایک آدمی اپنا حصہ اپنے صاحب کے حصہ کے ساتھ ملائے۔

اس کا اصطلاحی معنی ہے: شریک یا پڑوسی کی زمین پر عوض کے ساتھ زبردستی ملکیت حاصل کرنا' دوسری تعریف ہے: ثمن مثل دے کر جبراً خریدار سے اس کی زمین حاصل کرنا' ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ خریدار کو اس کا معاوضہ دے کر اس سے جبراً زمین کا ٹکڑا حاصل کرنا شفعہ ہے۔ دوسری تعریف یہ ہے کہ شرکت یا پڑوس کی بناء پر خریدی ہوئی زمین کے ٹکڑے کو شفیع کا اپنی زمین کے ساتھ ملانا۔

ابوبکر اصم کے علاوہ تمام فقہاء شفعہ کے مشروع ہونے پر متفق ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ١٢ ص ١٠١' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

١ - بَابُ الشُّفْعَةُ فِيمَا لَمْ يُقْسَمْ' فَإِذَا وَقَعَتِ الْحُدُودُ فَلَا شُفْعَةَ

شفعہ کا حق غیر منقسم جائیداد میں ہے' حد بندی کے بعد شفعہ کا حق نہیں رہتا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ شفعہ کا حق اس جائیداد میں ہے' جو غیر منقسم ہو اور جب کسی زمین کی حدود پھیر دی جائیں اور معین کردی جائیں تو پھر اس میں شفعہ کا حق نہیں ہے۔

٢٢٥٧ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ' عَنِ الزُّهْرِيِّ' عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ' عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَضٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الواحد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے حدیث بیان کی از الزہری از ابی سلمہ بن عبد الرحمان از حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ

بِالشُّفْعَةِ فِي كُلِّ مَا لَمْ يُقْسَمْ، فَإِذَا وَقَعَتِ الْحُدُودُ وَصُرِّفَتِ الطُّرُقُ، فَلَا شُفْعَةَ.

صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر غیر منقسم جائیداد میں شفعہ کا فیصلہ فرمایا، پس جب حدود متعین ہو جائیں اور راستے پھیر دیئے جائیں تو پھر کسی کو شفعہ کرنے کا حق نہیں ہے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۲۲۱۳ میں گزر چکی ہے، تاہم بعض اہم اُمور بیان کیے جا رہے ہیں:

شفعہ کے مبحث میں علامہ کرمانی کا اعتراض اور علامہ عینی کا جواب

علامہ کرمانی نے لکھا ہے کہ امام شافعی نے کہا ہے کہ شفعہ شریک کے لیے ہوتا ہے اور امام ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ شفعہ پڑوسی کے لیے ہوتا ہے اور یہ حدیث امام ابوحنیفہ کے خلاف حجت ہے۔ (شرح الکرمانی ج ۱۰ ص ۹۴، داراحیاء التراث العربی بیروت)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

سبحان اللہ! یہ بہت عجیب کلام ہے! کیونکہ امام ابوحنیفہ نے یہ نہیں کہا کہ شفعہ صرف پڑوسی کے لیے ہوتا ہے بلکہ انہوں نے یہ کہا ہے کہ شریک کے لیے پہلے نفس مبیع میں شفعہ ہوتا ہے، پھر مبیع کے حق میں شفعہ ہوتا ہے، پھر ان دونوں چیزوں کے بعد پڑوسی کے لیے شفعہ کا حق ہوتا ہے، پھر یہ حدیث ان کے خلاف کیسے حجت ہوگی؟ یہ حدیث ان کے خلاف اس وقت حجت ہوتی جب وہ شریک کے لیے شفعہ کے حق پر عمل نہ کرتے اور وہ شریک کے لیے پہلے شفعہ کے حق پر عمل کرتے ہیں اور اس کے بعد پڑوسی کے لیے شفعہ کے حق پر عمل کرتے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۱۰۲، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

پڑوسی کے شفعہ کرنے کے متعلق احادیث

حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے کہ پڑوسی اپنے قرب کی وجہ سے شفعہ کرنے کا زیادہ حق دار ہے۔ (صحیح البخاری: ۲۲۵۸، سنن ابوداؤد: ۳۵۱۶، سنن نسائی: ۴۷۱۶، سنن ابن ماجہ: ۲۴۹۵، مسند احمد ج ۶ ص ۳۸۸)

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ گھر کا پڑوسی گھر کا زیادہ حق دار ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۳۵۱۷، سنن ترمذی: ۱۳۶۸)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پڑوسی اپنے پڑوس میں شفعہ کرنے کا زیادہ حق دار ہے، اگر وہ غائب ہو تو اس کا انتظار کیا جائے گا جب کہ ان کا راستہ ایک ہو۔

(سنن ابوداؤد: ۳۵۱۸، سنن ترمذی: ۱۳۶۹، سنن ابن ماجہ: ۲۴۹۴)

۲ - بَابُ عَرْضِ الشُّفْعَةِ عَلٰى صَاحِبِهَا قَبْلَ الْبَيْعِ

شفعہ کے مستحق کے سامنے فروخت کرنے سے پہلے شفعہ کو پیش کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر ایک شریک نے شفعہ کے مستحق کے سامنے شفعہ کو پیش کر دیا تو آیا اس کا شفعہ کا حق باطل ہوگا یا نہیں؟

وَقَالَ الْحَكَمُ إِذَا أَذِنَ لَهُ قَبْلَ الْبَيْعِ فَلَا شُفْعَةَ لَهُ.

اور حکم نے کہا: جب شفعہ کے مستحق نے فروخت سے پہلے اجازت دے دی تو اب اس کا شفعہ کا حق نہیں رہا۔

اس تعلیق کے موافق یہ اثر ہے:

اشعث بیان کرتے ہیں کہ جب شفعہ کے حق دار نے خریدار کو خریدنے کی اجازت دے دی، پس اس نے خرید لیا تو اب اس کے شفعہ کرنے کا حق نہیں رہا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۳۲۰۷، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۲۷۶۰، دارالکتب العلمیہ بیروت)

یعنی جب ایک شریک نے اپنے صاحب کو اس کا حصہ فروخت کرنے سے پہلے فروخت کرنے کی اجازت دے دی تو اب اس کا شفعہ کرنے کا حق ساقط ہو گیا۔

علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ سفیان کا بھی یہی قول ہے اور امام مالک نے ان دونوں کی مخالفت کی ہے۔

التوضیح میں مذکور ہے کہ جب شفعہ کے حق دار نے اپنے شریک کو اس کا حصہ فروخت کرنے کی اجازت دے دی' پھر اس نے اس سے رجوع کر لیا اور اپنے شریک سے شفعہ کا مطالبہ کیا تو فقہاء کی ایک جماعت نے کہا: اب اس کو شفعہ کا حق نہیں ہے' یہ حسن بصری' ثوری' ابوعبید اور محدثین کی ایک جماعت کا موقف ہے' اور فقہاء کی دوسری جماعت نے یہ کہا ہے کہ اگر ایک شریک نے اپنا حصہ فروخت کرنے سے پہلے اس پر پیش کیا اور اس نے اس کو خریدنے سے انکار کر دیا' پھر اس شریک نے اس کو فروخت کر دیا' پھر شفعہ کے مستحق نے اس پر شفعہ کا ارادہ کیا تو اس کے لیے شفعہ کرنا جائز ہے' یہ امام مالک اور فقہاء کوفہ کا قول ہے اور امام احمد سے بھی اسی طرح ایک روایت ہے اور علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ یہ امام شافعی کے مذہب کے مشابہ ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۱۰۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

وَقَالَ الشَّعْبِيُّ مَنْ بِيعَتْ شُفْعَتُهُ' وَهُوَ شَاهِدٌ لَّا يُغَيِّرُهَا' فَلَا شُفْعَةَ لَهُ.

اور شعبی نے کہا: جب شفعہ کے حق دار کے سامنے اس کا حصہ فروخت کیا گیا اور اس نے اس بیع پر اعتراض نہیں کیا تو پھر حق شفعہ باقی نہیں رہا۔

اس تعلیق کی اصل' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۳۲۰۴ (مجلس علمی' بیروت) مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۲۷۵۷ (دارالکتب العلمیہ' بیروت) میں ہے۔

۲۲۵۸ - حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ مَيْسَرَةَ' عَنْ عَمْرِو بْنِ الشَّرِيدِ قَالَ وَقَفْتُ عَلَى سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ' فَجَاءَ الْمِسْوَرُ بْنُ مَخْرَمَةَ' فَوَضَعَ يَدَهُ عَلَى إِحْدَى مَنْكِبَيَّ' إِذْ جَاءَ أَبُو رَافِعٍ مَوْلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا سَعْدُ ابْتَعْ مِنِّي بَيْتَيَّ فِي دَارِكَ' فَقَالَ سَعْدٌ وَاللّٰهِ مَا أَبْتَاعُهُمَا' فَقَالَ الْمِسْوَرُ وَاللّٰهِ لَتَبْتَاعَنَّهُمَا' فَقَالَ سَعْدٌ وَاللّٰهِ لَا أَزِيدُكَ عَلَى أَرْبَعَةِ آلَافٍ مُنَجَّمَةً' أَوْ مُقَطَّعَةً' قَالَ أَبُو رَافِعٍ لَقَدْ أُعْطِيتُ بِهَا خَمْسَ مِائَةِ دِينَارٍ' وَلَوْلَا أَنِّي سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ الْجَارُ أَحَقُّ بِسَقَبِهِ. مَا أَعْطَيْتُكَهَا بِأَرْبَعَةِ آلَافٍ وَأَنَا أُعْطَى بِهَا خَمْسَ مِائَةِ دِينَارٍ' فَأَعْطَاهَا إِيَّاهُ. [اطراف الحدیث: ۶۹۷۷-۶۹۷۸-۶۹۸۰-۶۹۸۱] (سنن ابوداؤد: ۳۵۱۶' سنن نسائی: ۴۷۱۶' سنن ابن

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں کی بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابراہیم بن میسرہ نے خبر دی از عمرو بن الشرید' انہوں نے کہا: میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے پاس کھڑا ہوا تھا' اسی اثناء میں حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ آئے' پس انہوں نے اپنا ہاتھ میرے ایک کندھے پر رکھا' اسی وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ آئے تو انہوں نے کہا: اے سعد! تم مجھ سے اپنی حویلی کے دو گھر خرید لو' حضرت سعد نے کہا: اللہ کی قسم! میں ان دو گھروں کو نہیں خریدوں گا' حضرت مسور نے کہا: اللہ کی قسم! تم ان دو گھروں کو ضرور خرید لو' تب حضرت سعد نے کہا: اللہ کی قسم! میں تم کو ان گھروں کے عوض چار ہزار درہم سے زیادہ نہیں دوں گا خواہ قسط وار دوں خواہ یک مشت' حضرت ابورافع نے کہا: مجھے ان گھروں کے عوض پانچ سو دینار مل رہے ہیں' اور اگر میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے نہ سنا ہوتا کہ پڑوسی اپنے پڑوس کی وجہ سے خریدنے کا

ماجہ:۲۴۹۵' مسند احمد ج ۴ ص ۳۸۸)

زیادہ حق دار ہے تو میں تم کو یہ چار ہزار درہم کے عوض فروخت نہ کرتا جب کہ مجھ کو ان کے عوض پانچ سو دینار مل رہے ہیں' پھر انہوں نے حضرت سعد کو وہ گھر فروخت کر دیئے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) مکی بن ابراہیم بن بشیر بن فرقد الحنظلی البلخی (۲) عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج (۳) ابراہیم بن میسرہ (۴) عمرو بن الشرید' یہ حجازی تابعی ثقہ ہیں' ان کے والد حضرت الشرید بن سوید ثقفی رضی اللہ عنہ صحابی ہیں' حدیبیہ میں حاضر تھے (۵) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ (۶) حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ (۷) حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ' ان کا نام اسلم ہے' یہ قبطی تھے' یہ پہلے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے غلام تھے' پھر انہوں نے انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہبہ کر دیا' پھر جب انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کی نوید سنائی تو آپ نے ان کو آزاد کر دیا' یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانہ میں فوت ہو گئے تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۱۰۵)

حدیث کی باب کے ساتھ مصنف کی بیان کردہ مناسبت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مناسبت اس جملہ میں ہے: حضرت ابورافع نے کہا: اے سعد! تم مجھ سے اپنی حویلی کے دو گھر خرید لو۔ اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ ایک پڑوسی نے اپنے گھر دوسرے پڑوسی کو خریدنے کے لیے پیش کیے اور یہی فقہاء احناف کی دلیل ہے کہ دیگر لوگوں کی بہ نسبت پڑوسی اپنے پڑوس کی وجہ سے خریدنے کا اور شفعہ کرنے کا زیادہ حق دار ہوتا ہے کیونکہ حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے ان گھروں کے عوض پانچ سو دینار مل رہے ہیں اور میں تم کو یہ گھر چار ہزار دینار کے عوض اس لیے دے رہا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ سنا ہے کہ پڑوسی اپنے پڑوس کی وجہ سے شفعہ کا اور خریدنے کا زیادہ حق دار ہے' سو یہ فقہاء احناف کی دلیل ہے۔

حدیث کی باب کے ساتھ علامہ عینی کی بیان کردہ مناسبت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی نے اس حدیث کی باب کے ساتھ مناسبت میں یہ لکھا ہے کہ اس حدیث میں ایک شریک کا اپنے شریک کو خریدنے کی پیش کش کرنا ہے تاکہ وہ بیع ہونے سے پہلے شفعہ کر سکے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۱۰۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ عینی کی بیان کردہ مناسبت کا تسامح

علامہ عینی کا یہ لکھنا اس لیے صحیح نہیں ہے کہ حضرت ابورافع اس حویلی کے گھروں میں حضرت سعد کے پڑوسی تھے' شریک نہیں تھے کیونکہ انہوں نے استدلال میں پڑوس کا ذکر کیا نہ کہ شرکت کا' نیز شرکت مشاع اور غیر متمیز حصوں میں ہوتی ہے اور یہاں ان کے گھر الگ الگ تھے' مشاع اور غیر متمیز نہیں تھے' حیرت ہے کہ علامہ عینی نے اس حدیث کی مناسبت میں وہ بات لکھی ہے جو احناف کے خلاف ہے اور شوافع کی مؤید ہے' حالانکہ علامہ عینی نہ صرف حنفی ہیں بلکہ احناف کے زبردست وکیل ہیں' جیسا کہ ان کی بعد کی شرح سے ظاہر ہو رہا ہے۔

حدیث مذکور سے فقہاء شافعیہ کا پڑوسی سے شریک مراد لینا اور علامہ عینی کا اس پر رد کرنا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب نے یہ استدلال کیا ہے کہ پڑوسی کو شفعہ کرنے کا حق ہے' فقہاء شافعیہ نے اس

حدیث کی یہ تاویل کی ہے کہ اس حدیث میں پڑوسی سے مراد شریک ہے کیونکہ حضرت ابورافع' حضرت سعد کے ان دو گھروں میں شریک تھے' اسی وجہ سے انہوں نے ان کو ان دو گھروں کے خریدنے کی دعوت دی' فقہاء شافعیہ کی یہ تاویل اس لیے مردود ہے کہ اس حدیث میں یہ صراحت سے مذکور ہے کہ حضرت ابورافع' حضرت سعد کی حویلی کے ان دو گھروں کے مالک تھے اور یہ دو گھر ان کو فروخت کرنا چاہتے تھے اور چونکہ باقی گھروں میں حضرت سعد ان کے پڑوسی تھے' اس لیے ان کو خریدنے کی پیش کش کی اور کم قیمت ملنے کے باوجود ان کو یہ دو گھر فروخت کر دیئے' اس حدیث میں یہ کہیں مذکور نہیں ہے کہ حضرت ابورافع اس حویلی کے کسی غیر ممتاز اور غیر متمیز حصہ میں حضرت سعد کے شریک تھے' اور عمر بن شبہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت سعد کے دونوں گھر ایک دوسرے کے بالمقابل تھے اور ان کے درمیان دس ہاتھ کا فاصلہ تھا' اور اس حویلی کے گھروں میں جو دو گھر مسجد کی دائیں جانب تھے' وہ حضرت ابورافع کے تھے جن کو حضرت سعد نے حضرت ابورافع سے خرید لیا تھا۔ اس تفصیل سے واضح ہو گیا کہ حضرت ابورافع' حضرت سعد کے پڑوسی تھے' ان کے شریک نہیں تھے۔ (عمدة القاری ج ١٢ ص ١٠٧' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٣ - بَابٌ اَیُّ الْجِوَارِ اَقْرَبُ کون سا پڑوسی زیادہ قریب ہے؟

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب پڑوس میں کئی گھر ہوں تو کس پڑوسی کو شفعہ کرنے کا حق ہے؟

٢٢٥٩ - حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ (ح). وَحَدَّثَنِیْ عَلِیُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا شَبَابَةُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ عِمْرَانَ قَالَ سَمِعْتُ طَلْحَةَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اِنَّ لِیْ جَارَیْنِ، فَاِلٰی اَیِّهِمَا اُهْدِیْ؟ قَالَ اِلٰی اَقْرَبِهِمَا مِنْكِ بَابًا.

[اطراف الحدیث: ٢٥٩٥۔ ٦٠٢٠] (سنن ابوداؤد: ٥١٥٥)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حجاج نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' ح' اور مجھے علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شبابہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعمران نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے طلحہ بن عبداللہ سے سنا از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میرے دو پڑوسی ہیں' میں ان میں سے کس کو ہدیہ دوں؟ آپ نے فرمایا: ان میں سے جس کے گھر کا دروازہ تمہارے زیادہ قریب ہو۔

حدیث مذکور کے رجال

(١) حجاج بن منہال سلمی انماطی (٢) شعبہ بن حجاج (٣) علی بن عبداللہ (٤) شبابہ بن سوار الفزاری ابوعمرو (٥) ابوعمران' ان کا نام عبدالملک بن حبیب ہے (٦) طلحہ بن عبداللہ بن عثمان بن عبیداللہ (٧) حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا۔

(عمدة القاری ج ١٢ ص ١٠٨۔١٠٧)

پڑوسی کے گھر کا ملا ہوا ہونا' امام ابوحنیفہ کے نزدیک شفعہ کی شرط ہے' اس پر ابن منذر کے اعتراض کا جواب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ پڑوسی کا اطلاق اس پر بھی ہوتا ہے کہ جس کا گھر ملا ہوا نہ ہو' اور امام ابوحنیفہ نے اس حدیث سے خروج کیا اور کہا کہ جو پڑوسی ملا ہوا ہو' جب وہ شفعہ کو ترک کر دے اور دوسرا پڑوسی جس کی حد اور راستہ معین نہیں ہوا' وہ شفعہ کو طلب کرے تو اس کے لیے شفعہ کا حق نہیں ہوگا اور دیگر علماء یہ کہتے ہیں کہ جب کسی شخص نے اپنے

پڑوسیوں کے لیے وصیت کی تو اس کی وصیت سے ان پڑوسیوں کو بھی دیا جائے گا جن کے گھر اس سے ملے ہوئے ہیں اور ان کو بھی دیا جائے گا جن کے گھر اس کے گھر سے ملے ہوئے نہیں ہیں اور امام ابوحنیفہ یہ کہتے ہیں کہ اس کی وصیت سے صرف ان پڑوسیوں کو دیا جائے گا جن کے گھر اس کے گھر سے ملے ہوئے ہوں۔

میں کہتا ہوں کہ امام ابوحنیفہ کی فہم بہت دقیق ہے' انہوں نے یہ دیکھا کہ شفعہ کے وجوب کی وجہ یہ ہے کہ خارجی اذیت کو دور کیا جائے' اس لیے انہوں نے شفعہ کے حق میں اس کو مقدم کیا جو نفس بیع میں شریک ہو' پھر اس کے بعد اس کو رکھا جو حق بیع میں شریک ہو' پھر اس کے بعد پڑوسی کو رکھا اور شفعہ کے منع کرنے سے صرف اسی پڑوسی کو ضرر لاحق ہوگا جس کا گھر ملا ہوا ہو کیونکہ ان کی دیوار اور لکڑی کے ستون ملے ہوئے ہوتے ہیں' اس لیے انہوں نے اسی پڑوسی کو شفعہ کرنے کا حق دیا ہے جس کا گھر ملا ہوا ہو' اور وصیت میں بھی انہوں نے ان پڑوسیوں کا اعتبار کیا ہے جن کے گھر ملے ہوئے ہوں کیونکہ ان ہی کو عرف میں پڑوسی کہا جاتا ہے اور دیگر علماء کے مذہب میں بہت مشکلات ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۱۰۸)

امام بخاری نے پڑوسی کے حق شفعہ کی بحث میں اس حدیث کی روایت کی ہے' اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری کا بھی یہی مذہب ہے کہ پڑوسی شفعہ کر سکتا ہے۔

''کتاب الشفعة'' کی تکمیل

الحمد للّٰہ رب العٰلمین. والصلٰوۃ والسلام علٰی سیّد المرسلین. آج ۲ صفر ۱۴۲۹ھ/ ۱۰ فروری ۲۰۰۸ء بہ روز اتوار ''کتاب الشفعة'' کی تکمیل ہوگئی' الٰہ العٰلمین! جس طرح آپ نے اس کتاب کی تکمیل کرادی ہے' صحیح بخاری کی بقیہ کتب کی بھی تکمیل کرادیں اور میری' میرے والدین کی' میرے قارئین کی اور سب مؤمنین کی مغفرت فرمادیں۔ (آمین)

''کتاب الشفعة'' میں تین احادیث موصولہ ہیں' ان میں سے پہلی حدیث مکرر ہے' ان کے علاوہ دو تعلیقات ہیں جو آثار پر مشتمل ہیں' ان کے علاوہ حضرت ابورافع اور حضرت سعد رضی اللہ عنہما کے قصہ کا بھی اثر ہے۔

❀❀❀❀❀

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

۳۷ - كِتَابُ الْإِجَارَةِ
اجرت کے عوض کسی سے کام لینے کا بیان

''اجارۃ'' کا لغوی معنی ہے: کسی سے اجرت پر کام لینا' اور اس کا اصطلاحی معنی ہے: عوض کے ساتھ منافع کا عقد کرنا یا عوض لے کر منافع کا مالک بنانا یا اجرتِ معینہ کے عوض منفعتِ معینہ کی بیع کرنا۔

١ - بَابٌ فِي اسْتِئْجَارِ الرَّجُلِ الصَّالِحِ — اجرت کے عوض نیک مرد کو کام پر لگانا

اس عنوان سے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت شعیب علیہ السلام کی صاحب زادی کے قصہ کی طرف اشارہ ہے۔

وَقَوْلُ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿إِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَأْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْأَمِينُ۝﴾ (القصص:٢٦).

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد: بے شک آپ جس کو اجرت پر رکھیں گے اس میں بہترین وہی ہے جو طاقت ور اور ایمان دار ہو۝ (القصص:۲۶)

حضرت موسیٰ علیہ السلام مصر سے نکل کر مدین پہنچے' وہاں انہوں نے دیکھا کہ کنویں سے پانی نکالنے والوں کی بہت بھیڑ ہے اور کنویں کی نچلی جانب دو لڑکیاں کھڑی تھیں جو سب لوگوں کے پانی نکالنے کے بعد پانی نکالتی تھیں' حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کے لیے پانی نکال دیا' یہ حضرت شعیب علیہ السلام کی دو بیٹیاں تھیں' انہوں نے حضرت شعیب علیہ السلام سے کہا کہ آپ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اجرت پر رکھ لیں' حضرت شعیب علیہ السلام نے کہا: میرا ارادہ ہے کہ میں اپنی دو بیٹیوں میں سے ایک کا آپ کے ساتھ نکاح کر دوں' اس شرط پر کہ آپ آٹھ سال تک اجرت پر میرا کام کریں اور اگر آپ نے دس سال پورے کر دیئے تو یہ آپ کی طرف سے (احسان) ہوگا' اور میں آپ کو مشکل میں ڈالنا نہیں چاہتا' آپ ان شاء اللہ! مجھے نیک لوگوں میں سے پائیں گے۝ موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا: یہ بات میرے اور آپ کے درمیان ہے' میں نے ان دونوں میں سے جس مدت کو بھی پورا کر دیا تو مجھ سے کوئی زیادتی نہیں ہوگی اور ہمارے اس معاہدہ پر اللہ نگہبان ہے۝ (اس کی تفصیل تبیان القرآن میں' القصص:۲۸۔۲۶ کی تفسیر میں مذکور ہے)

وَالْخَازِنُ الْأَمِينُ' وَمَنْ لَّمْ يَسْتَعْمِلْ مَنْ أَرَادَهُ.

اور خازن اور امین اور جو منصب کا ارادہ کرے' اس کو منصب نہ دیا جائے۔

اس عنوان کے دو جز ہیں' پہلے جز کے متعلق پہلی حدیث ہے اور دوسرے جز کے متعلق دوسری حدیث ہے۔

٢٢٦٠ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ' عَنْ أَبِي بُرْدَةَ قَالَ أَخْبَرَنِي جَدِّي أَبُو بُرْدَةَ'

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ابی بردہ

عَنْ اَبِیْهِ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلْخَازِنُ الْاَمِیْنُ الَّذِیْ یُؤَدِّیْ مَا اُمِرَ بِهٖ طَیِّبَةً نَفْسُهٗ اَحَدُ الْمُتَصَدِّقِیْنَ.

انہوں نے کہا: مجھے میرے دادا حضرت ابو بردہ نے خبر دی از والد خود حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خازن امین وہ ہے جس کو جو حکم دیا جائے وہ اس کو خوشی سے بجالائے وہ بھی صدقہ کرنے والوں میں سے ایک ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۳۸ میں گزر چکی ہے۔

۲۲۶۱ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا یَحْیٰی عَنْ قُرَّةَ بْنِ خَالِدٍ قَالَ حَدَّثَنِیْ حُمَیْدُ بْنُ هِلَالٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ اَقْبَلْتُ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَمَعِیْ رَجُلَانِ مِنَ الْاَشْعَرِیِّیْنَ فَقُلْتُ مَا عَلِمْتُ اَنَّهُمَا یَطْلُبَانِ الْعَمَلَ فَقَالَ لَنْ اَوْ لَا نَسْتَعْمِلُ عَلٰی عَمَلِنَا مَنْ اَرَادَهٗ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از قرۃ بن خالد انہوں نے کہا: ہمیں حمید بن ہلال نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو بردہ نے حدیث بیان کی از حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور میرے ساتھ دو اشعری مرد تھے' پس میں نے کہا: مجھے نہیں علم تھا کہ یہ منصب کو طلب کریں گے' پس آپ نے فرمایا: ہم اس شخص کو منصب نہیں دیں گے جو منصب کے حصول کا ارادہ کرے گا۔

[اطراف الحدیث: ۳۰۳۸-۴۳۴۱-۴۳۴۳-۴۳۴۴-۴۳۴۵-۶۱۲۴-۶۹۲۳-۷۱۴۹-۷۱۵۶-۷۱۵۷-۷۱۷۲]

(صحیح مسلم: ۱۷۳۳' الرقم المسلسل: ۴۶۱۱' سنن ابوداؤد: ۴۳۵۴-۳۵۷۹)

ازخود منصب کو طلب کرنا حرام ہے

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ چونکہ منصب کو طلب کرنا حرص پر دلالت کرتا ہے' اس لیے جو شخص کسی منصب کی طلب پر حریص ہو' اس پر واجب ہے کہ وہ منصب کی طلب نہ کرے۔ (شرح ابن بطال ج ۶ ص ۳۲۳)

علامہ قرطبی متوفی ۶۵۸ ھ نے لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو طلب منصب سے منع فرمایا ہے' اس کا تقاضا یہ ہے کہ منصب کو طلب کرنا حرام ہے' جب حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے دو ساتھیوں سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اعراض فرمایا اور ان کی حرص کی وجہ سے ان کو منصب نہیں دیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوموسیٰ کو منصب سونپ دیا' جو طلب منصب پر حریص نہیں تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۱۱۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

موجودہ طریقۂ انتخاب کی اصلاح

آج کل قومی اسمبلی اور صوبائی اسمبلی کے جو انتخابات ہوتے ہیں' ان میں ہر سیاسی پارٹی کے امیدوار' پارٹی سے ٹکٹ لے کر قومی اسمبلی اور صوبائی اسمبلی کی نشستوں کے لیے کھڑے ہوتے ہیں اور اپنے لیے ووٹ طلب کرتے ہیں' اسی طرح آزاد امیدوار ازخود کھڑے ہوتے ہیں اور اپنی تعریف و توصیف کر کے قوم سے ووٹ مانگتے ہیں' مذکور الصدر حدیث کی روشنی میں یہ بالکل غلط طریقہ ہے اور ناجائز ہے' اس کی اصلاح اس طرح ہو سکتی ہے کہ امیدوار ازخود اپنے لیے ووٹ طلب نہ کرے بلکہ جس پارٹی کے ٹکٹ پر وہ الیکشن لڑ رہا ہے' وہ پارٹی اس کی کنویسنگ کرے اور کہے کہ ہمارے فلاں فلاں نمائندہ کو ووٹ دیئے جائیں۔

۲ - بَابُ رَعْيِ الْغَنَمِ عَلٰى قَرَارِيْطَ — چند قیراط کی اجرت پر بکریاں چرانا

اس باب کے عنوان میں ''قراریط'' کا لفظ ہے' یہ قیراط کی جمع ہے اور اس کا معنی ہے: دینار کا چوبیسواں حصہ۔

۲۲۶۲ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَكِّيُّ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيٰى، عَنْ جَدِّهٖ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا بَعَثَ اللّٰهُ نَبِيًّا اِلَّا رَعَى الْغَنَمَ. فَقَالَ اَصْحَابُهٗ وَاَنْتَ؟ فَقَالَ نَعَمْ، كُنْتُ اَرْعَاهَا عَلٰى قَرَارِيْطَ لِاَهْلِ مَكَّةَ. (سنن ابن ماجہ: ۲۱۴۹)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن محمد المکی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن یحییٰ نے حدیث بیان کی از جد خود از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: اللہ نے جس نبی کو بھی بھیجا اس نے بکریاں چرائی ہیں' آپ کے اصحاب نے پوچھا: آپ نے بھی؟ آپ نے فرمایا: ہاں! میں چند قیراط کے عوض اہل مکہ کی بکریاں چراتا تھا۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) احمد بن محمد بن الولید الازرقی (۲) عمرو بن یحییٰ بن سعید (۳) ان کے دادا سعید بن عمرو بن سعید بن العاص الاموی (۴) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۱۱۳)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بکریاں چرانے کی حکمت اور مصلحت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اگر یہ سوال کیا جائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنی عمر میں بکریاں چرائی تھیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ امام ابن اسحاق اور علامہ واقدی کی تصنیفات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت آپ کی عمر شریف بیس سال تھی۔ اگر یہ سوال کیا جائے کہ اس کی حکمت کیا تھی؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ بکریوں کی حفاظت اور نگہبانی کرا کر امت کی حفاظت اور نگہبانی کی تربیت دینا اور نبوت کی تمہید مقصود تھی اور بکریوں کی تخصیص اس لیے تھی کہ وہ دوسرے جانوروں کی بہ نسبت زیادہ اطاعت شعار ہوتی ہے' اگر یہ سوال کیا جائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اپنی بکریاں چرانے کا ذکر فرمایا' اس کی کیا حکمت ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے رب کے سامنے تواضع کا اظہار مقصود تھا حالانکہ آپ اپنے رب کے نزدیک تمام مخلوق سے زیادہ مکرم تھے اور اپنی امت کو اس پر متنبہ کرنا تھا کہ وہ ہمیشہ اپنے رب کے سامنے تواضع کریں اور تکبر کرنے سے اجتناب کریں خواہ ان کو دنیا کا سب سے بڑا مرتبہ حاصل ہو' اور نیز آپ نے بکریاں چرا کر انبیاء سابقین علیہم السلام کی سنت کی پیروی کی۔

ابن حزم بیان کرتے ہیں کہ اونٹ والوں اور بکریوں والوں نے ایک دوسرے کے سامنے اظہار فخر کیا' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مبعوث کیا گیا اور وہ بکریاں چرانے والے تھے اور حضرت داؤد علیہ السلام کو مبعوث کیا گیا اور وہ بکریاں چرانے والے تھے اور مجھے مبعوث کیا گیا اور میں اپنے گھر والوں کے لیے اجیاد میں بکریاں چراتا تھا۔

(السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۱۳۲۶۔ ج ۱۰ ص ۱۷۲' الادب المفرد: ۵۷۷)

۳ - بَابُ اِسْتِئْجَارِ الْمُشْرِكِيْنَ عِنْدَ الضَّرُوْرَةِ، اَوْ اِذَا لَمْ يُوْجَدْ اَهْلُ الْاِسْلَامِ — جب کوئی مسلمان مزدور نہ ملے تو ضرورت کی وجہ سے مشرکین کو اجرت پر طلب کرنا

امام بخاری نے اس عنوان سے یہ ظاہر کیا ہے کہ بغیر ضرورت کے مشرکین سے اجرت پر کام کرانا جائز نہیں ہے۔

وَعَامَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَهُوْدَ

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے یہودیوں سے مزارعت پر معاملہ

خیبر کیا۔

اس تعلیق کے موافق حدیث صحیح البخاری: ۲۲۸۵ میں گزر چکی ہے اور عنقریب صحیح البخاری: ۲۳۲۸ میں آئے گی۔

اس تعلیق کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں سے خیبر میں اس وقت مزارعت پر معاملہ کیا تھا' جب مسلمانوں میں سے کوئی اس کا اہل نہیں تھا۔

۲۲۶۳ - حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى قَالَ اَخْبَرَنَا هِشَامٌ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا وَاسْتَاْجَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبُوْ بَكْرٍ رَجُلًا مِّنْ بَنِي الدِّيْلِ ثُمَّ مِنْ بَنِي عَبْدِ بْنِ عَدِيٍّ هَادِيًا خِرِّيْتًا اَلْخِرِّيْتُ الْمَاهِرُ بِالْهِدَايَةِ قَدْ غَمَسَ يَمِيْنَ حِلْفٍ فِيْ اٰلِ الْعَاصِ بْنِ وَائِلٍ وَهُوَ عَلٰى دِيْنِ كُفَّارِ قُرَيْشٍ فَاَمِنَاهُ فَدَفَعَا اِلَيْهِ رَاحِلَتَيْهِمَا وَوَعَدَاهُ غَارَ ثَوْرٍ بَعْدَ ثَلَاثِ لَيَالٍ فَاَتَاهُمَا بِرَاحِلَتَيْهِمَا صَبِيْحَةَ لَيَالٍ ثَلَاثٍ فَارْتَحَلَا وَانْطَلَقَ مَعَهُمَا عَامِرُ بْنُ فُهَيْرَةَ وَالدَّلِيْلُ الدِّيْلِيُّ فَاَخَذَ بِهِمْ وَهُوَ طَرِيْقُ السَّاحِلِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے خبر دی از معمر از الزہری از عروہ بن الزبیر از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بنو دیل کے ایک مرد کو اجرت پر رکھا' جو بنو عبد بن عدی کے خاندان سے تھا' اس کا تقرر بہ طور ماہر رہبر کے کیا تھا۔ "خِرِّیت" کا معنی ہے: وہ شخص جو رہبری کا ماہر ہو' اس نے اپنا ہاتھ پانی میں ڈبو کر عاص بن وائل کے خاندان سے معاہدہ کیا تھا اور وہ کفار قریش کے دین پر تھا لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اس پر اعتماد تھا' سو انہوں نے اپنی اونٹنیاں اس کو دے دیں اور اس سے تین راتوں کے بعد غارِ ثور پر ملاقات کا وعدہ کیا' سو وہ شخص ان کے پاس تیسری رات کی صبح کو آ گیا' پس ان دونوں نے سفر کیا اور ان کے ساتھ عامر بن فہیرہ اور وہ دیلی راہبر روانہ ہوئے' وہ شخص آپ کو ساحل کے راستہ سے لے کر چلا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۷۶ میں گزر چکی ہے' تاہم بعض ضروری اُمور بیان کیے جا رہے ہیں' جن کا وہاں ذکر نہیں کیا گیا تھا:

بنو الدیل کے مرد کا اور عامر بن فہیرہ کا تعارف اور غارِ ثور کا ذکر

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں بنو الدیل کے ایک مرد کا ذکر ہے' امام ابن اسحاق اور امام ابن ہشام نے کہا ہے کہ اس مرد کا نام عبد اللہ بن ارقم تھا۔

اس حدیث میں ذکر ہے کہ اس شخص نے اپنے ہاتھ پانی میں ڈبو دیئے تھے' عرب میں رواج تھا کہ جب کوئی شخص پختہ قسم کھانے کا ارادہ کرتا تو اپنے ہاتھ پانی میں ڈبو کر قسم کھاتا تھا۔

اس میں غارِ ثور کا ذکر ہے' ثور کا معنی: بیل ہے' ثور نام کا ایک پہاڑ مکہ کے نشیب میں ہے اور اس میں وہ غار ہے جس میں ہجرت کے موقع پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے تین راتیں گزاری تھیں۔

اس میں عامر بن فہیرہ کا ذکر ہے' یہ ایک سیاہ رو شخص تھے اور طفیل بن عبد اللہ کے غلام تھے' پھر ان کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خرید کر آزاد کر دیا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دارارقم میں جانے سے پہلے یہ مسلمان ہو گئے تھے اور انہوں نے آپ کے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ

کے ساتھ ہجرت کی تھی۔

راستہ دکھانے کے لیے مشرک کو اجرت پر رکھنے کا جواز

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسلمان راستہ دکھانے کے لیے کافر کو اجرت پر رکھ سکتا ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ معین ایام کے لیے عمل سے پہلے اجرت کا عقد کیا جا سکتا ہے' امام مالک اور ان کے اصحاب نے یہ اجازت دی ہے کہ عمل سے ایک دن یا دو دن پہلے اجرت کا عقد کیا جا سکتا ہے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب مشرک پر اعتماد ہو تو اس کو اپنا راز بتایا جا سکتا ہے جیسے نبی ﷺ نے اس مشرک پر اعتماد کر کے اس کو ہجرت کے متعلق بتا دیا تھا۔ (عمدة القاری ج ۱۲ ص ۱۱۷۔۱۱۶ ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

٤ - بَابُ إِذَا اسْتَأْجَرَ أَجِيرًا لِيَعْمَلَ لَهُ بَعْدَ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ' أَوْ بَعْدَ شَهْرٍ أَوْ بَعْدَ سِتَّةِ أَشْهُرٍ أَوْ بَعْدَ سَنَةٍ جَازَ' وَهُمَا عَلَى شَرْطِهِمَا الَّذِي اشْتَرَطَاهُ إِذَا جَاءَ الْأَجَلُ

کسی مزدور کو اس شرط پر رکھنا کہ اس کو تین دن یا ایک مہینہ یا چھ ماہ یا ایک سال کے بعد کام کرنا ہوگا اور جب وہ وقت آ جائے تو دونوں اپنی شرط پر قائم رہیں

٢٢٦٤ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ' عَنْ عُقَيْلٍ' قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فَأَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا' زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ' قَالَتْ وَاسْتَأْجَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبُو بَكْرٍ رَجُلًا مِّنْ بَنِي الدِّيلِ' هَادِيًا خِرِّيتًا' وَهُوَ عَلَى دِينِ كُفَّارِ قُرَيْشٍ' فَدَفَعَا إِلَيْهِ رَاحِلَتَيْهِمَا' وَوَاعَدَاهُ غَارَ ثَوْرٍ بَعْدَ ثَلَاثِ لَيَالٍ فَأَتَاهُمَا' بِرَاحِلَتَيْهِمَا صُبْحَ ثَلَاثٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل' ابن شہاب نے کہا: پس مجھے عروہ بن الزبیر نے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی ﷺ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بنو دیل کے ایک مرد کو اجرت پر رکھا' جو بہت ماہر راستہ دکھانے والا تھا اور وہ کفار قریش کے دین پر تھا' پس آپ دونوں نے اس کو اپنی اونٹنیاں دے دیں اور اس سے عہد لیا کہ وہ تین دن بعد غار ثور پر ان اونٹنیوں کو لے آئے تو وہ شخص ان دونوں کے پاس تیسرے دن کی صبح کو آ گیا۔

اس حدیث کی شرح کے لیے اس سے پہلی حدیث کا مطالعہ فرمائیں۔

٥ - بَابُ الْأَجِيرِ فِي الْغَزْوِ

غزوہ میں کسی کو اجرت پر رکھنا

٢٢٦٥ - حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عُلَيَّةَ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ' عَنْ صَفْوَانَ بْنِ يَعْلَى' عَنْ يَعْلَى بْنِ أُمَيَّةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ غَزَوْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَيْشَ الْعُسْرَةِ' فَكَانَ مِنْ أَوْثَقِ أَعْمَالِي فِي نَفْسِي' فَكَانَ لِي أَجِيرٌ' فَقَاتَلَ إِنْسَانًا'

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن علیہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے عطاء نے خبر دی از صفوان بن یعلیٰ از حضرت یعلیٰ بن امیہ رضی اللہ عنہ انہوں نے کہا: میں غزوۂ تبوک میں نبی ﷺ کے ساتھ تھا اور میرے نزدیک وہ میرا سب سے زیادہ اعتماد والا عمل تھا' میرا ایک مزدور

فَعَضَّ اَحَدُهُمَا اِصْبَعَ صَاحِبِهٖ فَانْتَزَعَ اِصْبَعَهٗ فَاَنْدَرَ ثَنِيَّتَهٗ فَسَقَطَتْ، فَانْطَلَقَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَهْدَرَ ثَنِيَّتَهٗ، وَقَالَ اَفَيَدَعُ اِصْبَعَهٗ فِيْ فِيْكَ تَقْضَمُهَا قَالَ اَحْسِبُهٗ قَالَ كَمَا يَقْضَمُ الْفَحْلُ.

وہ ایک شخص سے لڑ پڑا اور ان میں سے ہر ایک نے دوسرے کی انگلی اپنے دانتوں میں چبائی' دوسرے نے اپنا ہاتھ زور سے کھینچا تو اس کے سامنے کے دانت بھی ٹوٹ کر گر گئے' اس نے جا کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی تو آپ نے اس کے دانتوں کا کوئی تاوان لازم نہیں کیا' اور فرمایا: کیا وہ اپنی انگلی تمہارے منہ میں چبانے کے لیے چھوڑ دیتا' میرا گمان ہے' آپ نے فرمایا: جس طرح اونٹ چباتا ہے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے' صحیح البخاری: ۱۸۴۸ کا مطالعہ کریں تاہم بعض ضروری اُمور کا ذکر کیا جا رہا ہے:

ہاتھ چھڑانے کی وجہ سے دانتوں کے تاوان میں مذاہب فقہاء

امام ابوحنیفہ اور امام شافعی نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کے ہاتھ کو دانتوں سے کاٹ لے اور وہ شخص اپنا ہاتھ کھینچ لے اور دوسرے شخص کے دانت ٹوٹ کر گر جائیں تو ہاتھ کھینچنے والے پر اس کے دانتوں کا کوئی تاوان نہیں ہے۔

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ اس پر اتفاق ہے کہ اس کے دانتوں کا کوئی قصاص نہیں ہے' تاہم ضمان میں اختلاف ہے' امام ابوحنیفہ نے کہا: اس پر دانتوں کا کوئی ضمان بھی نہیں ہے اور امام مالک اور امام شافعی نے اس پر دانتوں کا ضمان یا ان کی دیت کو لازم کیا ہے' یہ حدیث ان پر حجت ہے۔ امام مالک نے کہا: اس حدیث کی سند صحیح نہیں ہے یا اس حدیث کی تاویل کی کہ اس شخص کے دانت پہلے ہی ہل رہے تھے' اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا کوئی تاوان لازم نہیں کیا' لیکن یہ تاویل درست نہیں ہے کیونکہ کسی حدیث میں اس کا ذکر نہیں ہے اور صحیح بخاری کی حدیث کو بلا دلیل ضعیف کہنا بھی مردود ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۱۲۰)

امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں پر اس لیے ذکر کیا ہے کہ اس میں ایک شخص کو مزدور رکھنے کا ذکر ہے۔

۲۲۶۶ - قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ وَّحَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِيْ مُلَيْكَةَ، عَنْ جَدِّهٖ، بِمِثْلِ هٰذِهِ الصِّفَةِ اَنَّ رَجُلًا عَضَّ يَدَ رَجُلٍ فَاَنْدَرَ ثَنِيَّتَهٗ، فَاَهْدَرَهَا اَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ.

ابن جریج نے کہا: اور مجھے عبداللہ بن ابی ملیکہ نے حدیث بیان کی از جد خود' اسی صفت کی مثل کہ ایک شخص نے دوسرے شخص کا ہاتھ کاٹا اور (اس کی وجہ سے) اپنے دانت گرا دیئے تو حضرت ابوبکر نے اس کے دانتوں کا تاوان نہیں دلوایا۔

اس حدیث کی شرح کے لیے اس سے پہلی حدیث کا مطالعہ کریں۔

٦ - بَابُ مَنِ اسْتَاْجَرَ اَجِيْرًا فَبَيَّنَ لَهُ الْاَجَلَ وَلَمْ يُبَيِّنْ لَهُ الْعَمَلَ

کسی شخص کو مدتِ معینہ کے لیے اجرت پر رکھنا اور اس کو کام نہ بتانا

لِقَوْلِهٖ ﴿اِنِّيْۤ اُرِيْدُ اَنْ اُنْكِحَكَ اِحْدَى ابْنَتَيَّ هٰتَيْنِ﴾ اِلٰى قَوْلِهٖ ﴿وَاللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ﴾ (القصص: ۲۸_۲۷)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (حضرت شعیب علیہ السلام نے کہا:) میرا ارادہ ہے کہ میں اپنی دو بیٹیوں میں سے ایک کا نکاح آپ کے ساتھ کر دوں کہ آپ آٹھ سال تک اجرت پر میرا کام کریں' اور اگر آپ نے دس سال پورے کر دیئے تو یہ آپ کی طرف سے (احسان) ہوگا اور میں آپ کو مشکل میں ڈالنا نہیں چاہتا' آپ ان شاء اللہ مجھے

نیک لوگوں میں سے پائیں گے O موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا: یہ بات میرے اور آپ کے درمیان ہے میں نے ان دونوں میں سے جس مدت کو بھی پورا کر دیا تو مجھ سے کوئی زیادتی نہیں ہوگی اور ہمارے اس معاہدہ پر اللہ نگہبان ہے O (القصص: ۲۸-۲۷)

ان آیتوں سے اس باب کے عنوان پر وجہ استدلال یہ ہے کہ اس قصہ میں حضرت شعیب علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ نہیں بتایا تھا کہ آپ کو اس مدت میں کیا کام کرنا ہوگا؟ اور اجرت بتا دی تھی کہ اس کے معاوضہ میں میں اپنی ایک بیٹی کا آپ کے ساتھ نکاح کر دوں گا اور مدت بھی بتا دی تھی کہ آپ کو آٹھ سال یا دس سال میرا کام کرنا ہوگا۔

يَاْجُرُ فُلَانًا يُعْطِيهِ اَجْرًا، وَمِنْهُ فِي التَّعْزِيَةِ اٰجَرَكَ اللّٰهُ.

"یاجر فلانا" کا معنی ہے: وہ اس کو اجر دے گا، اسی سے تعزیت کرنے میں ماخوذ ہے کہ اللہ تمہیں اجر دے گا۔

امام بخاری کا اس سے مقصود ہے: "تَاْجُرَنِيْ ثَمٰنِيَ حِجَجٍ" (القصص: ۲۷) کی تفسیر کرنا اور اس سے تعزیت میں کہا جاتا ہے: اللہ تمہیں اجر دے گا۔ اس آیت کی ایک تفسیر یہ کی گئی ہے کہ آپ اجرت پر میرا کام کرنے والے ہو جائیں۔

۷ - بَابُ اِذَا اسْتَاْجَرَ اَجِيْرًا عَلٰى اَنْ يُّقِيْمَ حَائِطًا يُّرِيْدُ اَنْ يَّنْقَضَّ جَازَ

کسی شخص کو اس لیے اجرت پر رکھنا جائز ہے کہ وہ گرتی ہوئی دیوار کو درست کر دے

۲۲۶۷ - حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى قَالَ اَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ يُوْسُفَ اَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ اَخْبَرَهُمْ قَالَ اَخْبَرَنِيْ يَعْلَى بْنُ مُسْلِمٍ، وَعَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، يَزِيْدُ اَحَدُهُمَا عَلٰى صَاحِبِهٖ، وَغَيْرُهُمَا قَالَ قَدْ سَمِعْتُهُ يُحَدِّثُهُ عَنْ سَعِيْدٍ قَالَ قَالَ لِيَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا حَدَّثَنِيْ اُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَانْطَلَقَا، فَوَجَدَا جِدَارًا يُّرِيْدُ اَنْ يَّنْقَضَّ قَالَ سَعِيْدٌ بِيَدِهٖ هٰكَذَا وَرَفَعَ يَدَيْهِ، فَاسْتَقَامَ. قَالَ يَعْلٰى حَسِبْتُ اَنَّ سَعِيْدًا قَالَ فَمَسَحَهُ بِيَدِهٖ فَاسْتَقَامَ ﴿لَوْ شِئْتَ لَاتَّخَذْتَ عَلَيْهِ اَجْرًا O﴾ (الکہف: ۷۷) قَالَ سَعِيْدٌ اَجْرًا نَّاْكُلُهٗ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن یوسف نے خبر دی کہ ان کو ابن جریج نے خبر دی، انہوں نے کہا: مجھ کو یعلیٰ بن مسلم اور عمرو بن دینار نے خبر دی از سعید بن جبیر، ان میں سے ایک اپنے صاحب پر اضافہ کرتا تھا اور ان کے علاوہ دیگر نے کہا: میں نے ان سے سنا، وہ حضرت سعید سے روایت کرتے تھے انہوں نے کہا: مجھ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ مجھے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پس وہ دونوں (حضرت خضر اور حضرت موسیٰ) گئے تو انہوں نے دیکھا کہ ایک دیوار گرنے والی ہے، سعید نے کہا: انہوں نے اپنے ہاتھ سے اس طرح کیا اور اپنے دونوں ہاتھ بلند کیے، پس وہ دیوار سیدھی ہو گئی، یعلیٰ نے کہا: میرا گمان ہے کہ سعید نے کہا: انہوں نے دیوار پر اپنا ہاتھ پھیرا تو وہ سیدھی ہو گئی، (حضرت موسیٰ نے حضرت خضر سے کہا:) اگر آپ چاہیں تو اس کی اجرت لے لیں O (الکہف: ۷۷) سعید نے کہا: یعنی ایسی اجرت جس کو ہم کھائیں۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۷۴ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری کی اس حدیث کی روایت سے غرض یہ ہے کہ دیوار کی مرمت کرنے کا یہ واقعہ ہر چند کہ حضرت خضر علیہ السلام کا ہے لیکن ہر شخص کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ دیوار یا کسی بھی چیز کی مرمت کی اجرت لے سکتا ہے۔

۸ - بَابُ الْإِجَارَةِ إِلٰى نِصْفِ النَّهَارِ دوپہر تک کے لیے کسی کو اجرت پر رکھنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ صبح سے لے کر دوپہر تک کسی کو معین اجرت دے کر کام کرانا جائز ہے۔

۲۲۶۸ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَثَلُكُمْ وَمَثَلُ أَهْلِ الْكِتَابَيْنِ، كَمَثَلِ رَجُلٍ اِسْتَأْجَرَ أُجَرَاءَ، فَقَالَ مَنْ يَعْمَلُ لِي مِنْ غُدْوَةٍ إِلٰى نِصْفِ النَّهَارِ عَلٰى قِيرَاطٍ؟ فَعَمِلَتِ الْيَهُودُ، ثُمَّ قَالَ مَنْ يَعْمَلُ لِي مِنْ نِصْفِ النَّهَارِ إِلٰى صَلٰوةِ الْعَصْرِ عَلٰى قِيرَاطٍ؟ فَعَمِلَتِ النَّصَارٰى، ثُمَّ قَالَ مَنْ يَعْمَلُ لِي مِنَ الْعَصْرِ إِلٰى أَنْ تَغِيبَ الشَّمْسُ عَلٰى قِيرَاطَيْنِ؟ فَأَنْتُمْ هُمْ فَغَضِبَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارٰى، فَقَالُوا مَا لَنَا أَكْثَرُ عَمَلًا وَأَقَلُّ عَطَاءً؟ قَالَ هَلْ نَقَصْتُكُمْ مِنْ حَقِّكُمْ؟ قَالُوا لَا، قَالَ فَذٰلِكَ فَضْلِي أُوتِيهِ مَنْ أَشَاءُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از ایوب از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: تمہاری مثال اور تورات اور انجیل والوں کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص نے اجرتِ معینہ پر کوئی مزدور لگائے اور کہا: صبح سے دوپہر تک ایک قیراط کے عوض میرے لیے کون کام کرے گا؟ پس یہود نے عمل کیا' پھر اس نے کہا: دوپہر سے لے کر نمازِ عصر تک ایک قیراط کے عوض میرے لیے کون کام کرے گا؟ پس نصاریٰ نے عمل کیا' پھر اس نے کہا: عصر سے لے کر غروبِ آفتاب تک دو قیراط کے عوض میرے لیے کون کام کرے گا؟ پس تم وہ لوگ ہو' پھر یہود اور نصاریٰ غضب ناک ہوئے اور کہا: ہم نے کام زیادہ کیا ہے اور ہم کو اجرت کم ملی ہے' تو اس شخص نے ان سے پوچھا: کیا میں نے تمہارے حق سے کم اجرت دی ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں! تو اس نے کہا: یہ میرا فضل ہے' میں جس کو چاہوں عطا کروں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۵۵۷ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث کو یہاں لانے سے امام بخاری کی غرض یہ ہے کہ اجرتِ معینہ پر کسی شخص سے آدھے دن یا دو تہائی دن یا ایک تہائی دن کام کرانا جائز ہے۔

۹ - بَابُ الْإِجَارَةِ إِلٰى صَلٰوةِ الْعَصْرِ اجرتِ معینہ پر کسی سے عصر تک کام کرانا

۲۲۶۹ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي أُوَيْسٍ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِينَارٍ، مَوْلٰى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّمَا مَثَلُكُمْ وَالْيَهُودُ وَالنَّصَارٰى، كَرَجُلٍ اِسْتَعْمَلَ عُمَّالًا، فَقَالَ مَنْ يَعْمَلُ لِي إِلٰى نِصْفِ النَّهَارِ عَلٰى قِيرَاطٍ قِيرَاطٍ؟ فَعَمِلَتِ الْيَهُودُ عَلٰى قِيرَاطٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن ابی اویس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از عبداللہ بن دینار جو حضرت عبداللہ بن عمر کے آزاد کردہ غلام ہیں' از حضرت عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہاری مثال اور یہود و نصاریٰ کی مثال محض اس طرح ہے جس طرح کسی شخص نے چند مزدوروں سے کام کرایا' پس کہا: کون میرے لیے قیراط' قیراط پر دوپہر تک کام

قِيْرَاطٍ، ثُمَّ عَمِلَتِ النَّصَارٰى عَلٰى قِيْرَاطٍ قِيْرَاطٍ، ثُمَّ اَنْتُمُ الَّذِيْنَ تَعْمَلُوْنَ مِنْ صَلٰوةِ الْعَصْرِ اِلٰى مَغَارِبِ الشَّمْسِ عَلٰى قِيْرَاطَيْنِ قِيْرَاطَيْنِ، فَغَضِبَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصَارٰى، وَقَالُوْا نَحْنُ اَكْثَرُ عَمَلًا وَّاَقَلُّ عَطَاءً؟ قَالَ هَلْ ظَلَمْتُكُمْ مِّنْ حَقِّكُمْ شَيْئًا؟ قَالُوْا لَا، فَقَالَ فَذٰلِكَ فَضْلِيْ اُوْتِيْهِ مَنْ اَشَاءُ.

کرے گا؟ تو یہود نے قیراط قیراط پر عمل کیا' پھر نصاریٰ نے قیراط قیراط پر عمل کیا' پھر تم وہ لوگ ہو' جنہوں نے نمازِ عصر سے غروبِ آفتاب تک دو دو قیراط پر عمل کیا' تب یہود اور نصاریٰ غضب ناک ہوئے اور کہا: ہم نے عمل زیادہ کیا تھا اور ہمیں اجرت کم ملی ہے' اس شخص نے پوچھا: کیا میں نے تم کو تمہارے حق سے کم دیا ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں! اس شخص نے کہا: پھر یہ میرا فضل ہے' میں جس کو چاہوں عطا کروں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۵۵۷ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری کی اس حدیث کو یہاں لانے سے غرض یہ ہے کہ کسی شخص کو نمازِ عصر تک اجرت پر رکھنا جائز ہے۔

۱۰ - بَابُ اِثْمِ مَنْ مَّنَعَ اَجْرَ الْاَجِيْرِ

جو شخص مزدور کی اجرت دینے سے انکار کرے' اس کا گناہ

۲۲۷۰ - حَدَّثَنَا يُوْسُفُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ يَحْيَى بْنُ سُلَيْمٍ، عَنْ اِسْمَاعِيْلَ بْنِ اُمَيَّةَ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِيْ سَعِيْدٍ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى ثَلَاثَةٌ اَنَا خَصْمُهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ رَجُلٌ اَعْطٰى بِيْ ثُمَّ غَدَرَ، وَرَجُلٌ بَاعَ حُرًّا فَاَكَلَ ثَمَنَهُ، وَرَجُلٌ اِسْتَاْجَرَ اَجِيْرًا فَاسْتَوْفٰى مِنْهُ وَلَمْ يُعْطِهٖ اَجْرَهٗ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یوسف بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے یحییٰ بن سلیم نے حدیث بیان کی از اسماعیل بن امیہ از سعید بن ابی سعید از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: میں قیامت کے دن تین شخصوں کے خلاف مدعی ہوں گا' ایک وہ شخص جس نے میرے نام سے عہد کیا' پھر عہد شکنی کی' دوسرا وہ آدمی جس نے کسی آزاد آدمی کو فروخت کر کے اس کی قیمت کھائی' تیسرا وہ شخص جس نے کسی آدمی کو اجرت پر مزدور رکھا' اس سے پورا کام لیا' پھر اس کو اجرت نہیں دی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۲۲۷ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری کی اس حدیث کو یہاں لانے سے غرض یہ ہے کہ مزدور سے کام لینے کے بعد اسی کی طے شدہ اجرت دینا واجب ہے۔

۱۱ - بَابُ الْاِجَارَةِ مِنَ الْعَصْرِ اِلَى اللَّيْلِ

عصر سے رات تک کسی سے اجرت پر کام لینا

۲۲۷۱ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ، عَنْ بُرَيْدٍ، عَنْ اَبِيْ بُرْدَةَ، عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَثَلُ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْيَهُوْدِ وَالنَّصَارٰى، كَمَثَلِ رَجُلٍ اِسْتَاْجَرَ قَوْمًا يَعْمَلُوْنَ لَهٗ عَمَلًا يَوْمًا اِلَى اللَّيْلِ عَلٰى اَجْرٍ مَّعْلُوْمٍ فَعَمِلُوْا لَهٗ اِلٰى نِصْفِ النَّهَارِ، فَقَالُوْا لَا حَاجَةَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن العلاء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسامہ نے حدیث بیان کی از برید از ابی بردہ از حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: مسلمانوں اور یہود اور نصاریٰ کی مثال ایسے ہے جیسے ایک شخص نے کچھ لوگوں کو اجرت پر رکھا کہ وہ اس کے لیے اجرتِ معینہ پر ایک پورے دن رات تک کام کریں تو انہوں نے آدھے دن تک کام کیا

لَنَا اِلَى اَجْرِكَ الَّذِى شَرَطْتَ لَنَا، وَمَا عَمِلْنَا بَاطِلٌ، فَقَالَ لَهُمْ لَا تَفْعَلُوْا، اَكْمِلُوْا بَقِيَّةَ عَمَلِكُمْ، فَخُذُوْا اَجْرَكُمْ كَامِلًا، فَاَبَوْا وَتَرَكُوْا، وَاسْتَاْجَرَ اٰخَرِيْنَ بَعْدَهُمْ، فَقَالَ لَهُمَا اَكْمِلَا بَقِيَّةَ يَوْمِكُمَا هٰذَا، وَلَكُمَا الَّذِى شَرَطْتُ لَهُمْ مِنَ الْاَجْرِ، فَعَمِلَا، حَتّٰى اِذَا كَانَ حِيْنَ صَلٰوةِ الْعَصْرِ قَالَا لَكَ مَا عَمِلْنَا بَاطِلٌ، وَلَكَ الْاَجْرُ الَّذِى جَعَلْتَ لَنَا فِيْهِ. فَقَالَ لَهُمَا اَكْمِلَا بَقِيَّةَ عَمَلِكُمَا، فَاِنَّ مَا بَقِىَ مِنَ النَّهَارِ شَىْءٌ يَّسِيْرٌ، فَاَبَيَا، فَاسْتَاْجَرَ قَوْمًا اَنْ يَّعْمَلُوْا بَقِيَّةَ يَوْمِهِمْ، فَعَمِلُوْا بَقِيَّةَ يَوْمِهِمْ حَتّٰى غَابَتِ الشَّمْسُ، وَاسْتَكْمَلُوْا اَجْرَ الْفَرِيْقَيْنِ كِلَيْهِمَا، فَذٰلِكَ مَثَلُهُمْ وَمَثَلُ مَا قَبِلُوْا مِنْ هٰذَا النُّوْرِ.

اور کہا: ہمیں تمہاری اس طے شدہ اجرت کی ضرورت نہیں ہے اور ہم نے جو عمل کیا ہے وہ ضائع ہے' اس شخص نے کہا: تم ایسا نہ کرو اور اپنے اس بقیہ دن تک کام کرو اور اپنی مکمل اجرت لے لو' انہوں نے انکار کیا اور کام چھوڑ دیا' پھر اس آدمی نے ان کے بعد دو اور مزدوروں کو کام پر رکھا' اور ان سے کہا: تم اس بقیہ دن تک کام کرو اور تم کو وہ اجرت ملے گی جو میں نے مقرر کی ہے' سو وہ کام کرتے رہے اور جب نماز عصر کا وقت آیا تو انہوں نے کام چھوڑ دیا اور کہا: تمہارے لیے اتنا ہی کام ہے اور ہم نے جو کام کیا ہے وہ ضائع ہے' اور تم نے جو اجرت ہمارے لیے مقرر کی تھی وہ اجرت بھی تم رکھو' اس شخص نے ان دونوں سے کہا: تم اس بقیہ دن تک کام کو مکمل کرو کیونکہ اب دن ختم ہونے میں تھوڑا سا وقت رہ گیا ہے' پس ان دونوں نے انکار کیا' پھر اس شخص نے اور لوگوں کو اجرت پر رکھا اور ان سے کہا کہ تم آج کے بقیہ دن کام کرو' پس انہوں نے بقیہ دن سورج کے غروب ہونے تک کام کیا اور دونوں فریقوں کی اجرت بھی ان ہی کو مل گئی تو یہ مثال ہے مسلمانوں کی اور اس نور کی جس کو انہوں نے قبول کیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۵۵۸ میں گزر چکی ہے۔
امام بخاری کی اس حدیث کو یہاں لانے سے غرض یہ ہے کہ کسی کو عصر سے لے کر رات تک اجرت پر رکھنا جائز ہے۔

۱۲ - بَابُ مَنِ اسْتَاْجَرَ اَجِيْرًا فَتَرَكَ اَجْرَهٗ، فَعَمِلَ فِيْهِ الْمُسْتَاْجِرُ فَزَادَ، اَوْ مَنْ عَمِلَ فِىْ مَالِ غَيْرِهٖ فَاسْتَفْضَلَ

ایک شخص نے کسی کو اجرت پر رکھا' وہ مزدور اپنی اجرت چھوڑ کر چلا گیا' پھر اس شخص نے اس کی اجرت میں عمل کیا تو اس کی اجرت زیادہ ہوگئی' یا کسی شخص نے دوسرے کے مال میں عمل کیا تو وہ مال بڑھ گیا

۲۲۷۲ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِىِّ قَالَ حَدَّثَنِىْ سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنْطَلَقَ ثَلَاثَةُ رَهْطٍ مِّمَّنْ كَانَ قَبْلَكُمْ، حَتّٰى اَوَوُا الْمَبِيْتَ اِلٰى غَارٍ فَدَخَلُوْهُ، فَانْحَدَرَتْ صَخْرَةٌ مِّنَ الْجَبَلِ فَسَدَّتْ عَلَيْهِمُ الْغَارَ، فَقَالُوْا اِنَّهٗ لَا يُنْجِيْكُمْ مِنْ هٰذِهِ الصَّخْرَةِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے سالم بن عبداللہ نے حدیث بیان کی کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میں نے رسول اللہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تم سے پہلی امتوں میں سے تین آدمی روانہ ہوئے حتیٰ کہ وہ رات کو ایک غار میں داخل ہوئے' پھر پہاڑ سے ایک چٹان ٹوٹ کر اس غار پر گری جس سے ان کے اوپر غار کا منہ بند ہو گیا' تب انہوں

إِلَّا أَنْ تَدْعُوا اللّٰهَ بِصَالِحِ أَعْمَالِكُمْ، فَقَالَ رَجُلٌ مِنْهُمْ اَللّٰهُمَّ كَانَ لِي أَبَوَانِ شَيْخَانِ كَبِيرَانِ، وَكُنْتُ لَا أَغْبِقُ قَبْلَهُمَا أَهْلًا وَلَا مَالًا، فَنَأَى بِي فِي طَلَبِ شَيْءٍ يَوْمًا، فَلَمْ أُرِحْ عَلَيْهِمَا حَتَّى نَامَا، فَحَلَبْتُ لَهُمَا غَبُوقَهُمَا فَوَجَدْتُهُمَا نَائِمَيْنِ، وَكَرِهْتُ أَنْ أَغْبِقَ قَبْلَهُمَا أَهْلًا أَوْ مَالًا، فَلَبِثْتُ وَالْقَدَحُ عَلَى يَدَيَّ أَنْتَظِرُ اسْتِيقَاظَهُمَا حَتَّى بَرَقَ الْفَجْرُ، فَاسْتَيْقَظَا فَشَرِبَا غَبُوقَهُمَا، اَللّٰهُمَّ إِنْ كُنْتُ فَعَلْتُ ذٰلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَفَرِّجْ عَنَّا مَا نَحْنُ فِيهِ مِنْ هٰذِهِ الصَّخْرَةِ، فَانْفَرَجَتْ شَيْئًا لَا يَسْتَطِيعُونَ الْخُرُوجَ، قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ الْآخَرُ اَللّٰهُمَّ كَانَتْ لِي بِنْتُ عَمٍّ كَانَتْ أَحَبَّ النَّاسِ إِلَيَّ، فَأَرَدْتُهَا عَنْ نَفْسِهَا فَامْتَنَعَتْ مِنِّي، حَتَّى أَلَمَّتْ بِهَا سَنَةٌ مِنَ السِّنِينَ، فَجَاءَتْنِي فَأَعْطَيْتُهَا عِشْرِينَ وَمِائَةَ دِينَارٍ عَلَى أَنْ تُخَلِّيَ بَيْنِي وَبَيْنَ نَفْسِهَا، فَفَعَلَتْ حَتَّى إِذَا قَدَرْتُ عَلَيْهَا قَالَتْ لَا أُحِلُّ لَكَ أَنْ تَفُضَّ الْخَاتَمَ إِلَّا بِحَقِّهِ، فَتَحَرَّجْتُ مِنَ الْوُقُوعِ عَلَيْهَا، فَانْصَرَفْتُ عَنْهَا وَهِيَ أَحَبُّ النَّاسِ إِلَيَّ وَتَرَكْتُ الذَّهَبَ الَّذِي أَعْطَيْتُهَا، اَللّٰهُمَّ إِنْ كُنْتُ فَعَلْتُ ذٰلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَافْرُجْ عَنَّا مَا نَحْنُ فِيهِ، فَانْفَرَجَتِ الصَّخْرَةُ غَيْرَ أَنَّهُمْ لَا يَسْتَطِيعُونَ الْخُرُوجَ مِنْهَا، قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ الثَّالِثُ اَللّٰهُمَّ إِنِّي اسْتَأْجَرْتُ أُجَرَاءَ فَأَعْطَيْتُهُمْ أَجْرَهُمْ غَيْرَ رَجُلٍ وَاحِدٍ تَرَكَ الَّذِي لَهُ وَذَهَبَ، فَثَمَّرْتُ أَجْرَهُ حَتَّى كَثُرَتْ مِنْهُ الْأَمْوَالُ، فَجَاءَنِي بَعْدَ حِينٍ، فَقَالَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ أَدِّ إِلَيَّ أَجْرِي، فَقُلْتُ لَهُ كُلُّ مَا تَرَى مِنْ أَجْرِكَ مِنَ الْإِبِلِ وَالْبَقَرِ وَالْغَنَمِ وَالرَّقِيقِ، فَقَالَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ لَا تَسْتَهْزِئْ بِي، فَقُلْتُ إِنِّي لَا أَسْتَهْزِئُ بِكَ، فَأَخَذَهُ كُلَّهُ فَاسْتَاقَهُ فَلَمْ يَتْرُكْ مِنْهُ شَيْئًا، اَللّٰهُمَّ فَإِنْ كُنْتُ

نے کہا کہ تم کو اس چٹان سے صرف یہ چیز نجات دے سکتی ہے کہ تم اللہ سے اپنے نیک اعمال کے وسیلہ سے دعا کرو' پھر ان میں سے ایک شخص نے یہ دعا کی: اے اللہ! میرے دو بوڑھے ماں باپ تھے اور میں ان سے پہلے اپنے گھر والوں کو اور نوکروں کو دودھ نہیں پلاتا تھا' ایک دن کسی چیز کو ڈھونڈنے میں مجھے دیر ہو گئی تو میں ان کے پاس نہیں جا سکا حتیٰ کہ وہ دونوں سو گئے' میں نے ان دونوں کے لیے دودھ نکالا' تو میں نے ان کو سویا ہوا پایا اور میں نے ان سے پہلے اپنے گھر والوں کو اور نوکروں کو دودھ پلانا پسند نہیں کیا' پس میں اپنے ہاتھوں میں دودھ (کا پیالہ) لیے ہوئے ان کے بیدار ہونے کا انتظار کرتا رہا' حتیٰ کہ فجر طلوع ہو گئی' پھر وہ دونوں بیدار ہوئے' پھر انہوں نے دودھ پیا' اے اللہ! اگر میں نے یہ کام تیری رضا جوئی کے لیے کیا ہے تو اس چٹان کی وجہ سے ہم جس تنگی میں مبتلا ہیں' اس میں کشادگی کر دے' تو غار کا منہ تھوڑا سا کھل گیا' لیکن ابھی وہ اس سے نکل نہیں سکتے تھے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: اور دوسرے نے دعا کی: اے اللہ! میری ایک چچازاد تھی' وہ میرے نزدیک سب سے زیادہ محبوب تھی' میں نے اس سے اپنی خواہش پوری کرنے کا ارادہ کیا' اس نے انکار کیا حتیٰ کہ اس کے اوپر قحط کے سال آ گئے تو وہ میرے پاس آئی تو میں نے اس شرط پر اس کو ایک سو بیس دینار دیے کہ وہ مجھے خلوت میں اپنے اوپر قدرت دے' اس نے منظور کر لیا حتیٰ کہ جب میں اس کے اوپر قادر ہوا تو اس نے کہا: حق دار کے سوا تیرے لیے اس (بکارت کی) مہر کو توڑنا حلال نہیں ہے' تو میں اس سے اپنی خواہش پوری کرنے سے تنگ ہوا' پھر میں اس سے لوٹ کر چلا گیا' حالانکہ وہ مجھے تمام لوگوں سے زیادہ محبوب تھی' اور میں نے اس کو جو سونا دیا تھا' وہ بھی چھوڑ دیا' اے اللہ! اگر میں نے یہ کام تیری رضا جوئی کے لیے کیا ہے تو ہم جس تنگی میں مبتلا ہیں' اس میں کشادگی کر دے' تو اس غار کا منہ مزید کھل گیا لیکن اب بھی وہ اس غار سے باہر نہیں نکل سکتے تھے' نبی ﷺ نے فرمایا: پھر تیسرے نے دعا کی: اے اللہ! میں نے چند مزدوروں کو اجرت پر رکھا تھا' میں نے ان کو ان کی اجرت دے دی' سوا ایک شخص کے جو اپنی اجرت

فَعَلْتُ ذٰلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَافْرُجْ عَنَّا مَا نَحْنُ فِيْهِ، فَانْفَرَجَتِ الصَّخْرَةُ فَخَرَجُوْا يَمْشُوْنَ.

چھوڑ کر چلا گیا' پھر میں نے اس کی اجرت میں کاشت کاری کی حتیٰ کہ اس کا مال بہت زیادہ ہو گیا' وہ کافی عرصہ بعد میرے پاس آیا اور کہا: اے اللہ کے بندے! مجھے میری اجرت دے' میں نے اس سے کہا: تم جو یہ تمام اونٹ' گائے' بکریاں اور غلام دیکھ رہے ہو' یہ سب تمہاری اجرت ہے۔ اس نے کہا: اے اللہ کے بندے! مجھ سے مذاق نہ کرو' میں نے کہا: میں تم سے مذاق نہیں کر رہا' پس وہ ان سب کو لے کر چلا گیا اور ان میں سے کسی چیز کو نہیں چھوڑا' اے اللہ! اگر میں نے یہ کام محض تیری رضا کے لیے کیا ہے تو ہم جس تنگی میں مبتلا ہیں' اس میں کشادگی کر دے' پھر اس غار کا منہ کھل گیا اور وہ سب باہر نکل گئے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۲۱۵ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری کا اس حدیث کو یہاں لانے سے یہ مقصود ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے مزدور کی چھوڑی ہوئی اجرت میں کاروبار کر کے اس کو بڑھائے تو یہ جائز ہے۔

۱۳ - بَابُ مَنْ اٰجَرَ نَفْسَهٗ لِيَحْمِلَ عَلٰى ظَهْرِهٖ، ثُمَّ تَصَدَّقَ بِهٖ، وَاُجْرَةِ الْحَمَّالِ

جس نے بوجھ اٹھا کر مزدوری کی اور اس کو صدقہ کر دیا اور بوجھ اٹھانے والے کی اجرت

۲۲۷۳ - حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبِيْ قَالَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ، عَنْ شَقِيْقٍ، عَنْ اَبِيْ مَسْعُوْدٍ الْاَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَمَرَ بِالصَّدَقَةِ اِنْطَلَقَ اَحَدُنَا اِلَى السُّوْقِ فَيُحَامِلُ فَيُصِيْبُ الْمُدَّ، وَاِنَّ لِبَعْضِهِمْ لَمِئَةَ اَلْفٍ. قَالَ مَا نَرَاهُ اِلَّا نَفْسَهٗ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی از شقیق از حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب صدقہ کا حکم دیتے تو ہم میں سے کوئی شخص بازار میں جا کر مزدوری کرتا' پھر وہ کسی کا بوجھ اٹھاتا تو اس کو ایک مُد (ایک کلوگرام طعام' گندم یا جو) اجرت ملتی اور آج ان میں سے بعض کے پاس ایک لاکھ درہم ہیں۔ شقیق نے کہا: ہمارا گمان ہے کہ حضرت ابومسعود نے اس سے اپنی ذات کو مراد لیا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۱۵ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے ذکر کیا ہے کہ کسی شخص کو اجرت دے کر اس سے بوجھ اٹھوانا جائز ہے۔

۱٤ - بَابُ اَجْرِ السَّمْسَرَةِ

دلاّل (کمیشن ایجنٹ) کی اجرت

اس باب سے امام بخاری یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ دلال کی اجرت کا کیا حکم ہے؟ حدیث میں ہے:

طاؤس اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (گاؤں سے

آنے والے) سواروں سے پہلے ملاقات نہ کرو اور شہری دیہاتی کے لیے بیع نہ کرے میں نے حضرت ابن عباس سے پوچھا کہ اس کا کیا مطلب ہے کہ شہری دیہاتی کے لیے بیع نہ کرے؟ انہوں نے کہا: وہ اس کا دلال نہ بنے۔ (صحیح البخاری: ۲۱۵۸)

امام ابوحنیفہ دلال کی اجرت کو مکروہ فرماتے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۱۳۲)

وَلَمْ یَرَ ابْنُ سِیْرِیْنَ وَعَطَاءٌ وَّاِبْرَاهِیْمُ وَالْحَسَنُ بِاَجْرِ السِّمْسَارِ بَاْسًا.

اور ابن سیرین' عطاء' ابراہیم اور حسن بصری کے نزدیک دلال کی اجرت میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اس تعلیق کے ثبوت میں حسب ذیل آثار ہیں:

حکم بیان کرتے ہیں کہ حماد' ابراہیم اور ابن سیرین نے کہا کہ دلال کی اجرت میں کوئی حرج نہیں ہے جب کہ نقد بہ نقد ہو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۲۵۰۰' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۲۰۶۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

لیث بیان کرتے ہیں کہ میں نے عطاء سے دلالی کے متعلق سوال کیا' انہوں نے کہا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۲۵۰۱' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۲۰۶۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

دلال کی اجرت میں مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے' امام مالک کے نزدیک دلال کی اجرت جائز ہے' مثلاً ایک شخص دلال سے یہ کہے کہ تم میرا یہ کپڑا بیچ دو تو میں تمہیں ایک درہم دوں گا' تو یہ جائز ہے۔ امام احمد نے کہا: اگر وہ اس کو ہزار روپے کی بیع پر کچھ معین رقم دے تو یہ جائز ہے۔ حماد اور ثوری نے اس کی اجرت کو مکروہ کہا ہے۔ امام ابوحنیفہ نے کہا کہ اگر وہ اس کو ہزار درہم کپڑا خریدنے کے لیے دے اور اس کو اجرت میں دس درہم دے تو یہ فاسد ہے (یعنی پیشگی طے کیے بغیر۔ سعیدی غفرلہٗ)۔

علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ دلال کی اجرت کی دو قسمیں ہیں: ایک اجارہ ہے اور دوسری جُعالہ ہے۔ اجارہ یہ ہے کہ بیع کی مدت معین ہو اور وہ اس مدت میں فروخت کرنے کی کوشش کرے' اگر اس نے اس مدت سے پہلے اس کو فروخت کر دیا تو وہ اپنے حساب سے اجرت لے گا اور اگر مدت پوری ہوگئی تو پوری اجرت لے گا اور جعالہ یہ ہے کہ اس میں مدت مقرر نہ ہو اور اجارہ اور جعالہ دونوں معلوم ہونے چاہئیں اور جعالہ میں اجرت کا اس وقت مستحق ہوگا جب عمل پورا ہو جائے گا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۱۳۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت ۱۴۲۱ھ)

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَا بَاْسَ اَنْ یَّقُوْلَ بِعْ هٰذَا الثَّوْبَ' فَمَا زَادَ عَلٰی كَذَا وَكَذَا فَهُوَ لَكَ.

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ وہ یوں کہے کہ اس کپڑے کو بیچ دو' اگر اتنی اتنی رقم سے زیادہ فروخت کرو تو وہ رقم تمہاری ہے۔

اس تعلیق کی اصل' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۰۷۷۰ (مجلس علمی' بیروت)' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۰۳۹۷ (دارالکتب العلمیہ' بیروت) میں ہے۔

وَقَالَ ابْنُ سِیْرِیْنَ اِذَا قَالَ بِعْهُ بِكَذَا' فَمَا كَانَ مِنْ رِبْحٍ فَهُوَ لَكَ' اَوْ بَیْنِیْ وَبَیْنَكَ' فَلَا بَاْسَ بِهٖ.

اور ابن سیرین نے کہا: اس چیز کو اتنے میں فروخت کر دو' پھر اس میں جو نفع ہو' وہ تمہارا ہے یا میرے اور تمہارے درمیان ہے' تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اس تعلیق کی اصل مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۰۷۷۱ (مجلس علمی بیروت) مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۰۳۹۸ (دار الکتب العلمیہ بیروت) میں ہے۔

میں کہتا ہوں کہ شریح، عامر، الزہری، حکم، یونس، حسن بصری، طاؤس اور عطاء سے بھی اس کے جواز کے متعلق آثار مروی ہیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۰۷۷۸۔ ۲۰۷۷۲، مجلس علمی بیروت)

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْمُؤْمِنُوْنَ عِنْدَ شُرُوْطِهِمْ.

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اہل ایمان اپنی شروط کے مطابق ہیں۔

اس تعلیق کی اصل درج ذیل احادیث اور آثار میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مسلمانوں کے درمیان صلح جائز ہے، امام احمد نے یہ اضافہ کیا: سوا اس صلح کے جس میں کسی حرام کو حلال کیا ہو یا کسی حلال کو حرام کیا ہو، اور سلیمان بن داؤد نے یہ اضافہ کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مسلمان اپنی شروط پر ہیں۔

(سنن ابوداؤد: ۳۵۹۴، المستدرک ج ۲ ص ۴۹، سنن دار قطنی ج ۳ ص ۲۷، سنن بیہقی ج ۶ ص ۱۶۶۔ ۷۹)

کثیر بن عبداللہ نے اپنے والد سے اور انہوں نے اپنے دادا سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مسلمانوں کے درمیان صلح جائز ہے مگر وہ صلح جس میں کسی حلال کو حرام یا حرام کو حلال کیا جائے، اور مسلمان اپنی شروط پر ہیں مگر وہ شرط جو کسی حلال کو حرام کرے یا کسی حرام کو حلال کرے۔ (سنن ترمذی: ۱۳۵۷، سنن ابن ماجہ: ۲۳۵۳، المستدرک ج ۴ ص ۱۶، المعجم الکبیر: ۳۰۔ ج ۱۷)

عطاء بیان کرتے ہیں کہ ہمیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مؤمنین اپنی شروط پر ہیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۲۴۵۴، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۲۰۲۲، دار الکتب العلمیہ بیروت)

میں کہتا ہوں کہ ان آثار سے یہ واضح ہو گیا کہ دلال کو اجرت دینا جائز ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے جو اس کی کراہت منقول ہے وہ صرف اس خاص صورت میں ہے جب شہری دیہاتی کے لیے بیع کرے اور دیہات سے آنے والے سواروں سے پہلے ملاقات کرے، اور امام ابوحنیفہ کا اس سے منع کرنا بھی اسی خاص صورت پر محمول ہے یا امام ابوحنیفہ دلال کی اُس اجرت کو منع فرماتے ہیں جو مجہول ہو اور جو اجرت معلوم ہو اور معین ہو وہ ان کے نزدیک ممنوع نہیں، جیسا کہ ان آثار سے ثابت ہے۔

۲۲۷٤ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُتَلَقَّى الرُّكْبَانُ، وَلَا يَبِيْعَ حَاضِرٌ لِبَادٍ. قُلْتُ يَا ابْنَ عَبَّاسٍ! مَا قَوْلُهُ لَا يَبِيْعَ حَاضِرٌ لِبَادٍ؟ قَالَ لَا يَكُوْنُ لَهُ سِمْسَارًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے حدیث بیان کی از ابن طاؤس از والد خود از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سواروں سے ملاقات کرنے سے منع فرمایا اور یہ کہ شہری دیہاتی کے لیے فروخت نہ کرے۔ طاؤس نے کہا: اے ابن عباس! اس حدیث کا کیا مطلب ہے کہ شہری دیہاتی کے لیے فروخت نہ کرے، انہوں نے کہا: وہ اس کے لیے دلال نہ بنے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۲۱۵۸ میں گزر چکی ہے اور یہاں پر بھی تعلیقات سے اس کی وضاحت ہو گئی ہے۔

۱۵ - بَابٌ هَلْ يُؤَاجِرُ الرَّجُلُ نَفْسَهُ مِنْ مُّشْرِكٍ فِي أَرْضِ الْحَرْبِ

کیا کوئی مسلمان دار الحرب میں کسی مشرک کی مزدوری کر سکتا ہے؟

۲۲۷۵ - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ مُّسْلِمٍ، عَنْ مَّسْرُوْقٍ قَالَ حَدَّثَنَا خَبَّابٌ قَالَ كُنْتُ رَجُلًا قَيْنًا، فَعَمِلْتُ لِلْعَاصِ بْنِ وَائِلٍ، فَاجْتَمَعَ لِي عِنْدَهُ، فَأَتَيْتُهُ أَتَقَاضَاهُ، فَقَالَ لَا وَاللّٰهِ لَا أَقْضِيكَ حَتّٰى تَكْفُرَ بِمُحَمَّدٍ. فَقُلْتُ أَمَا وَاللّٰهِ حَتّٰى تَمُوْتَ ثُمَّ تُبْعَثَ فَلَا. قَالَ وَإِنِّي لَمَيِّتٌ ثُمَّ مَبْعُوْثٌ؟ قُلْتُ نَعَمْ، قَالَ فَإِنَّهُ سَيَكُوْنُ لِي ثَمَّ مَالٌ وَّوَلَدٌ، فَأَقْضِيكَ. فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿أَفَرَأَيْتَ الَّذِي كَفَرَ بِاٰيَاتِنَا وَقَالَ لَأُوْتَيَنَّ مَالًا وَّوَلَدًا۝﴾ (مریم:۷۷).

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن حفص نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اعمش نے حدیث بیان کی از مسلم از مسروق انہوں نے کہا: ہمیں حضرت خباب رضی اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے بیان کیا کہ میں لوہار تھا' میں نے عاص بن وائل کا کوئی کام کیا' پھر میں اس سے ملا تو میں نے اس کے پاس جا کر (اپنی اجرت کا) تقاضا کیا' اس نے کہا: نہیں! اللہ کی قسم! میں تم کو اجرت نہیں دوں گا حتیٰ کہ تم (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا کفر کرو' میں نے کہا: سنو! اللہ کی قسم! میں ان کا کفر نہیں کروں گا حتیٰ کہ تم مر جاؤ اور پھر تمہیں اٹھایا جائے' اس نے کہا: بے شک میں مروں گا' پھر مجھے اٹھایا جائے گا؟ میں نے کہا: ہاں! اس نے کہا: پھر عنقریب میرا وہاں مال ہوگا اور اولاد ہوگی تو پھر میں تمہارا قرض ادا کر دوں گا' تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جس نے ہماری آیتوں کے ساتھ کفر کیا اور کہا: مجھے ضرور مال اور اولاد دی جائے گی۝ (مریم:۷۷)

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۰۹۱ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے ذکر کیا ہے تا کہ معلوم ہو کہ مسلمانوں کا کافروں کے پاس مزدوری کرنا جائز ہے' فقہاء نے کہا ہے کہ اس کی شرط یہ ہے کہ کافر کے پاس مزدوری کرنے کے سوا ان کے لیے اور کوئی چارہ کار نہ ہو' دوسری شرط یہ ہے کہ کافر اُن سے کوئی ایسا کام نہ کرائے جس سے مسلمانوں کو یا اسلام کو ضرر پہنچے۔

۱۶ - بَابُ مَا يُعْطٰى فِي الرُّقْيَةِ عَلٰى أَحْيَاءِ الْعَرَبِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ

سورۂ فاتحہ پڑھ کر عرب قبائل پر دم کرنا اور اس کی اجرت لینا

اس عنوان میں ''رُقْيَة'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: کچھ پڑھ کر پھونک مارنا' ابن درستویہ نے کہا ہے کہ ہر وہ کلام جس کو پڑھنے سے درد' خوف یا شیطان یا جادو کے اثر سے شفاء طلب کی جائے' اس کو ''رقیۃ'' کہتے ہیں۔

اور اس عنوان میں ''احیاء العرب'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: عرب کے قبائل اور دیہات' لیکن عرب کے قبائل پر دم کرنے کی کوئی تخصیص نہیں ہے' بلکہ ہر ایک پر دم کرنا ثابت ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۱۳۵)

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَقُّ مَا أَخَذْتُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا كِتَابُ اللّٰهِ.

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جن چیزوں پر تم اجرت لیتے ہو' ان میں اجرت لینے کی سب

سے زیادہ حق دار اللہ کی کتاب ہے۔

اس تعلیق کے موافق حدیث موصول' صحیح البخاری: ۵۷۳۷ میں ہے۔

کچھ پڑھ کر پھونک مارنے کے متعلق مذاہب

فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ سورۃ الفاتحہ کے دم کرنے پر اور قرآن مجید کی تعلیم پر اجرت لینی جائز ہے یا نہیں؟

امام مالک' امام شافعی اور امام احمد نے ان پر اجرت لینے کو جائز کہا ہے' اور امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب نے یہ کہا ہے کہ تعلیم قرآن پر اجرت لینا جائز نہیں ہے' خلاصۃ الفتاویٰ میں مبسوط سے منقول ہے کہ عبادات پر اجرت لینا جائز نہیں ہے' مثلاً قرآن مجید اور فقہ کی تعلیم پر' اور اذان پر اور وعظ پر اور تدریس پر اور حج پر اور جہاد پر' یعنی ان اُمور پر اجرت واجب نہیں ہے اور اہل مدینہ کے نزدیک جائز ہے' امام شافعی نے اسی پر عمل کیا ہے۔

مانعین کا استدلال درج ذیل احادیث سے ہے:

حضرت عبدالرحمان بن شبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قرآن مجید کو پڑھو اور اس کو کھانے کا ذریعہ نہ بناؤ اور نہ اس سے کثرت طلب کرو اور نہ اس سے بے وفائی کرو اور نہ اس میں غلو کرو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۴۰۱۔ ۴۰۰' مسند احمد ج ۳ ص ۴۲۸ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۵۳۵۰۔ ج ۲۴ ص ۲۹۵' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے چند اہل الصفہ کو قرآن مجید کی تعلیم دی' ان میں سے ایک شخص نے مجھے کمان ہدیہ کی' میں نے دل میں کہا: یہ مال نہیں ہے اور میں اس سے اللہ عزوجل کی راہ میں جہاد کروں گا اور میں ضرور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کے متعلق سوال کروں گا' پس میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں جن لوگوں کو قرآن مجید کی تعلیم دیتا تھا' انہوں نے مجھے ایک کمان ہدیہ میں دی ہے اور یہ مال نہیں ہے اور میں اس سے اللہ کی راہ میں تیراندازی کروں گا' آپ نے فرمایا: اگر تم کو یہ پسند ہو کہ تمہارے گلے میں آگ کا طوق ڈالا جائے تو اس کو قبول کرلو۔

(سنن ابوداؤد: ۳۴۱۶' سنن ابن ماجہ: ۲۱۵۷' مسند احمد ج ۵ ص ۳۱۵)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ مسند احمد اور سنن ابوداؤد کی حدیثوں کے معارض وہ حدیث ہے' جو صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے کہ جن چیزوں پر اجرت لی جاتی ہے' ان میں سب سے زیادہ اجرت کی حق دار اللہ کی کتاب ہے۔

(الدرایہ فی تخریج احادیث الہدایہ مع ہدایہ اخیرین ص ۳۰۵' مکتبہ رحمانیہ' لاہور)

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی المتوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

ہمارے بعض مشائخ نے اس زمانہ میں تعلیم قرآن کی اجرت لینے کو جائز قرار دیا ہے کیونکہ اب اُمور دینیہ میں سستی ظاہر ہو چکی ہے اور اس پر اجرت لینے کو منع کرنے سے قرآن مجید کا حفظ کرنا ضائع ہو جائے گا اور اسی قول پر فتویٰ ہے۔

(ہدایہ اخیرین ص ۳۰۶' مکتبہ رحمانیہ' لاہور)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد بن عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

متقدمین نے تعلیم قرآن کی اجرت لینے سے اس لیے منع کیا تھا کہ اس زمانہ میں لوگوں کی قرآن مجید کو حفظ کرنے میں دلچسپی تھی' لیکن اس زمانہ میں یہ رغبت زائل ہو چکی ہے اور (بعض اوقات) زمانہ کے بدلنے سے فتویٰ مختلف ہو جاتا ہے' پس اب یہ فتویٰ دیا جائے گا کہ تعلیم قرآن کی مدت مقرر کی جائے گی اور معلم کی اجرت دینے پر باپ کو مجبور کیا جائے گا۔

(البنایہ ج ۱۳ ص ۶۷، مکتبہ حقانیہ ملتان)

* اس مسئلہ کی مکمل تحقیق ہم نے شرح صحیح مسلم ج ۷ ص ۱۰۶۶۔ ۱۰۴۲ میں کر دی ہے وہاں اس کا مطالعہ کریں۔

وَقَالَ الشَّعْبِيُّ لَا يَشْتَرِطُ الْمُعَلِّمُ إِلَّا أَنْ يُعْطَى شَيْئًا فَلْيَقْبَلْهُ.

اور شعبی نے کہا ہے کہ معلم اجرت لینے کی شرط نہ لگائے مگر اس کو کوئی چیز دی جائے تو وہ اس کو قبول کرلے۔

اس تعلیق کے موافق اثر مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۲۲۶ (مجلس علمی بیروت) اور مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۰۸۳۳ (دار الکتب العلمیہ بیروت) میں ہے۔

اس تعلیق کے موافق مزید آثار حسب ذیل ہیں:

ابن جریج نے بیان کیا کہ عطاء کے نزدیک اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ معلم بغیر شرط کے اجرت قبول کرے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۲۲۸، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۰۸۳۴، دار الکتب العلمیہ بیروت)

وضین بن عطاء بیان کرتے ہیں کہ مدینہ میں تین معلم تھے جو بچوں کو تعلیم دیتے تھے تو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ان میں سے ہر ایک کو پندرہ (درہم) ہر ماہ دیتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۲۲۸، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۰۸۳۵، دار الکتب العلمیہ بیروت)

حکم نے کہا: میرے علم میں یہ نہیں ہے کہ کسی نے معلم کی اجرت کو مکروہ کہا ہو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۲۳۳، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۰۸۳۹، دار الکتب العلمیہ بیروت)

عامر نے کہا: معلم اجرت کی شرط نہ رکھے اور اگر اس کو کوئی چیز ہدیہ میں دی جائے تو اس کو قبول کرے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۲۳۵، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۰۸۴۱، دار الکتب العلمیہ بیروت)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ نے لکھا ہے:

شعبی کے قول میں یہ دلیل ہے کہ بغیر شرط کے معلم کو اجرت دینا جائز ہے، ہمارے (متقدمین) اصحاب حنفیہ کا بھی یہی مذہب ہے کیونکہ بغیر شرط کے معلم کو جو دیا جائے گا، وہ اجرت نہیں ہوگی وہ ہبہ ہوگا یا صدقہ ہوگا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۱۳۸، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

وَقَالَ الْحَكَمُ لَمْ أَسْمَعْ أَحَدًا كَرِهَ أَجْرَ الْمُعَلِّمِ.

اور حکم نے کہا: میں نے کسی سے نہیں سنا کہ اس نے معلم کی اجرت کو مکروہ کہا ہو۔

اس کی اصل، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۲۳۳ (مجلس علمی بیروت) میں ہے۔

وَأَعْطَى الْحَسَنُ دَرَاهِمَ عَشَرَةً.

اور حسن بصری نے دس دراہم دیئے۔

اس تعلیق کی اصل الطبقات الکبریٰ میں ہے اور اس کے موافق یہ اثر ہے:

حسن بصری نے کہا: کتابت کی اجرت لینے میں کوئی حرج نہیں ہے اور انہوں نے شرط لگانے کو مکروہ کہا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۲۳۱، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۰۸۳۷، دار الکتب العلمیہ بیروت)

وَلَمْ يَرَ ابْنُ سِيرِينَ بِأَجْرِ الْقَسَّامِ بَأْسًا. وَقَالَ كَانَ يُقَالُ السُّحْتُ الرِّشْوَةُ فِي الْحُكْمِ، وَكَانُوا يُعْطَوْنَ عَلَى الْخَرْصِ.

اور ابن سیرین کے نزدیک قسّام کی اجرت میں کوئی حرج نہیں ہے اور انہوں نے کہا کہ "سحت" کا معنی فیصلہ کروانے میں رشوت دینا ہے اور ان کو اندازہ لگانے کی اجرت دی جاتی تھی۔

قسام سے مراد وہ شخص ہے جو بیت المال کے مال کی تقسیم پر مامور ہو۔

لوگ اندازہ لگانے والوں کو اندازہ لگانے کی اجرت دیتے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۱۳۸ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۲۲۷۶ - حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ' عَنْ اَبِیْ بِشْرٍ' عَنْ اَبِی الْمُتَوَكِّلِ' عَنْ اَبِیْ سَعِيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اِنْطَلَقَ نَفَرٌ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَفْرَةٍ سَافَرُوْهَا' حَتّٰى نَزَلُوْا عَلٰى حَيٍّ مِّنْ اَحْيَاءِ الْعَرَبِ' فَاسْتَضَافُوْهُمْ فَاَبَوْا اَنْ يُّضَيِّفُوْهُمْ' فَلُدِغَ سَيِّدُ ذٰلِكَ الْحَيِّ فَسَعَوْا لَهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ لَّا يَنْفَعُهٗ شَيْءٌ' فَقَالَ بَعْضُهُمْ لَوْ اَتَيْتُمْ هٰؤُلَاءِ الرَّهْطَ الَّذِيْنَ نَزَلُوْا' لَعَلَّهٗ اَنْ يَّكُوْنَ عِنْدَ بَعْضِهِمْ شَيْءٌ' فَاَتَوْهُمْ فَقَالُوْا يَآ اَيُّهَا الرَّهْطُ' اِنَّ سَيِّدَنَا لُدِغَ' وَسَعَيْنَا لَهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ لَّا يَنْفَعُهٗ' فَهَلْ عِنْدَ اَحَدٍ مِّنْكُمْ مِّنْ شَيْءٍ؟ فَقَالَ بَعْضُهُمْ نَعَمْ' وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاَرْقِيْ' وَلٰكِنْ وَّاللّٰهِ لَقَدِ اسْتَضَفْنَاكُمْ فَلَمْ تُضَيِّفُوْنَا' فَمَا اَنَا بِرَاقٍ لَّكُمْ حَتّٰى تَجْعَلُوْا لَنَا جُعْلًا' فَصَالَحُوْهُمْ عَلٰى قَطِيْعٍ مِّنَ الْغَنَمِ' فَانْطَلَقَ يَتْفِلُ عَلَيْهِ وَيَقْرَاُ ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ﴾ فَكَاَنَّمَا نُشِطَ مِنْ عِقَالٍ' فَانْطَلَقَ يَمْشِيْ وَمَا بِهٖ قَلَبَةٌ. قَالَ فَاَوْفَوْهُمْ جُعْلَهُمُ الَّذِيْ صَالَحُوْهُمْ عَلَيْهِ' فَقَالَ بَعْضُهُمْ اَقْسِمُوْا' فَقَالَ الَّذِيْ رَقٰى لَا تَفْعَلُوْا حَتّٰى نَاْتِيَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَذْكُرَ لَهُ الَّذِيْ كَانَ' فَنَنْظُرَ مَا يَاْمُرُنَا' فَقَدِمُوْا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرُوْا لَهٗ' فَقَالَ وَمَا يُدْرِيْكَ اَنَّهَا رُقْيَةٌ؟ ثُمَّ قَالَ قَدْ اَصَبْتُمْ' اَقْسِمُوْا' وَاضْرِبُوْا لِيْ مَعَكُمْ سَهْمًا. فَضَحِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَقَالَ شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ بِشْرٍ سَمِعْتُ اَبَا الْمُتَوَكِّلِ بِهٰذَا. [اطراف الحدیث: ۵۰۰۷-۵۷۳۶-۵۷۴۹] (صحیح مسلم: ۲۲۰۱' الرقم المسلسل: ۵۶۲۶' سنن ابوداؤد: ۳۹۰۲-۳۴۱۸' سنن ترمذی: ۲۰۶۳' سنن ابن ماجہ: ۲۱۵۶' سنن کبریٰ للنسائی: ۱۰۸۶۷-۷۵۴۷' سنن دارقطنی

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالنعمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی از ابی بشر از ابی المتوکل از حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چند اصحاب کسی سفر میں گئے حتیٰ کہ وہ عرب کے قبائل میں سے کسی قبیلہ کے پاس پہنچے' انہوں نے ان لوگوں سے ضیافت طلب کی تو انہوں نے ان کو کھانا کھلانے سے انکار کر دیا' اس قبیلہ کے سردار کو بچھو نے کاٹ لیا تھا' ان لوگوں نے اس کی صحت کے لیے سارے جتن کر لیے لیکن کسی چیز نے اس کو شفاء نہیں دی' پھر کسی نے کہا: تم مسافروں کی اس جماعت کے پاس جاؤ' شاید ان کے پاس کوئی شفاء بخش چیز ہو تو وہ ان صحابہ کے پاس آئے اور کہا: اے جماعت! ہمارے سردار کو بچھو نے ڈس لیا ہے اور ہم نے اس کی صحت کے لیے سارے جتن کر لیے اور اس کو کسی سے شفاء نہیں ہوئی تو کیا تم میں سے کسی کے پاس کوئی نفع آور چیز ہے؟ ان میں سے بعض نے کہا: ہاں ہے! بے شک میں دم کرتا ہوں لیکن اللہ کی قسم! ہم نے تم سے مہمانی طلب کی تو تم نے ہماری مہمانی نہیں کی' پس میں اس وقت تک تمہارے لیے دم نہیں کروں گا' جب تک تم ہمیں اس کی اجرت نہیں دو گے' پھر انہوں نے بکریوں کا ایک ریوڑ (۳۰) بکریاں دینے پر صلح کر لی' وہ صحابی وہاں گئے اور سردار پر ''الحمد للّٰہ رب العٰلمین'' پڑھ کر دم کیا اور اس پر معمولی سی تھوک کی چھینٹیں ڈالیں' تو یوں لگا جیسے کسی کی رسّی کھول دی گئی ہو' پھر وہ اٹھ کر چلنے لگا اور اس کو بالکل تکلیف نہیں تھی' پھر ان لوگوں نے صحابہ کو طے شدہ بکریاں دیں' پھر کسی نے کہا: ان بکریوں کو آپس میں تقسیم کر لو' پھر جس نے دم کیا تھا' اس نے کہا: ایسا نہ کرو حتیٰ کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جائیں اور آپ سے یہ قصہ بیان کریں' پھر دیکھیں کہ آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟ پھر وہ صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ کے سامنے یہ واقعہ بیان کیا' آپ نے فرمایا: تم کو کیسے معلوم ہوا کہ سورۃ الفاتحہ دم ہے؟ پھر فرمایا: تم نے ٹھیک کیا' ان بکریوں کو

ج ۳ ص ۶۴' مسند احمد ج ۳ ص ۴۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۱۳۹۹۔ ج ۱۷ ص ۴۸۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

تقسیم کرلو اور اپنے حصوں کے ساتھ میرا حصہ بھی نکالو' پھر رسول اللہ ﷺ ہنسے۔ امام ابوعبد اللہ بخاری نے کہا: اور شعبہ نے کہا: ہمیں ابو بشر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے ابو المتوکل سے سنا۔

دم کرنے میں فقہاء کے نظریات

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں کتاب اللہ سے کچھ حصہ پڑھ کر دم کرنے کا ثبوت ہے' اور جن دعاؤں کا قرآن اور حدیث میں ذکر ہے اور جو الفاظ ان کے مشابہ ہیں' وہ بھی اس کے ساتھ لاحق ہیں' اور غیر عربی الفاظ جن کا معنی معلوم نہیں ہے' ان کو پڑھ کر دم کرنا جائز نہیں ہے' اس میں بعض علماء کا اختلاف ہے' شعبی' قتادہ' سعید بن جبیر اور دوسرے لوگوں نے کہا ہے کہ دم کرنا مکروہ ہے' اور مؤمن پر واجب ہے کہ وہ اللہ پر توکل اور اعتماد کرتے ہوئے دم کرانے کو ترک کر دے' اور یقین رکھے کہ دم کرنے سے نفع نہیں ہوتا اور دم کو ترک کرنے سے ضرر نہیں ہوتا' کیونکہ اللہ تعالیٰ کو مرض اور صحت کے ایام کا علم ہے اور اگر ساری مخلوق مل کر یہ کوشش کرے کہ صحت کے ایام زیادہ ہو جائیں اور بیماری کے ایام کم ہو جائیں تو وہ اس پر قادر نہیں ہوں گے۔

حسن بصری' ابراہیم النخعی' الزہری' سفیان الثوری اور ائمہ اربعہ اور دوسرے فقہاء نے یہ کہا ہے کہ دم کرنا جائز ہے اور انہوں نے اس باب کی حدیث سے استدلال کیا ہے' اور سورۂ فاتحہ میں شفاء ہے اور اس کا ایک نام شافیہ ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۱۴۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

دم کرنے کے متعلق حسب ذیل احادیث ہیں:

دم کرنے کے متعلق احادیث

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جس مرض میں رسول اللہ ﷺ کی روح قبض کرلی گئی تھی' اس مرض میں آپ اپنے اوپر "قل اعوذ برب الفلق" اور "قل اعوذ برب الناس" پڑھ کر دم فرماتے تھے اور جب آپ زیادہ بیمار ہوگئے تو میں پڑھ کر دم کرتی تھی اور آپ کے ہاتھ کو آپ کے جسم پر پھیرتی تا کہ آپ کے ہاتھ کی برکت حاصل ہو۔ ابن شہاب نے کہا: آپ پڑھ کر اپنے ہاتھوں پر دم فرماتے' پھر اپنے ہاتھوں کو اپنے چہرے پر پھیرتے تھے۔ (صحیح البخاری: ۵۷۵۱' موطأ امام مالک: ۵۸۵' سنن ابوداؤد: ۳۹۰۲' سنن ابن ماجہ: ۳۵۲۹)

حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم زمانۂ جاہلیت میں دم کرتے تھے' ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! اس کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟ آپ نے فرمایا: تم جو دم کرتے ہو' وہ مجھ پر پیش کرو' دم کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے' جب تک کہ اس میں شرکیہ کلمات نہ ہوں۔ (صحیح مسلم: ۲۲۰۰' سنن ابوداؤد: ۳۸۸۶)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں دم کرنے سے منع فرما دیا' پھر عمرو بن حزم کی آل کے لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کہا: یارسول اللہ! ہمیں ایک دم آتا ہے' جس سے ہم بچھو کے ڈنک کا علاج کرتے ہیں اور اب آپ نے دم کرنے سے منع فرما دیا ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنے دم مجھ پر پیش کرو' پھر آپ نے فرمایا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے' تم میں سے جو شخص اپنے بھائی کو نفع پہنچا سکتا ہو' وہ اپنے بھائی کو نفع پہنچائے۔

(صحیح مسلم: ۲۱۹۹' الرقم المسلسل: ۵۶۲۲' سنن ابن ماجہ: ۳۵۱۵)

حدیث مذکور کے دیگر فوائد

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

☆ اس حدیث میں کتاب اللہ کو پڑھ کر دم کرنے کا ثبوت ہے اور اس کے ساتھ دیگر منقول دعائیں بھی لاحق ہیں۔

☆ اس میں دیہاتیوں کا کسی دوسرے دیہات میں جانے اور وہاں ان کی ضیافت کا ثبوت ہے اور ان سے کھانا مانگنے کا بھی ثبوت ہے۔

☆ جو لوگ مروت اور تکریم نہ کریں' ان سے بھی جواب میں اسی طرح کرنا چاہیے کیونکہ جب انہوں نے صحابہ کے کھانا مانگنے کے باوجود ان کو کھانا نہیں دیا تو صحابہ نے کہا: ہم بھی اجرت لیے بغیر تمہارے سردار پر دم نہیں کریں گے۔

☆ انسان اپنے اوپر کسی کام کے کرنے کا التزام کر سکتا ہے' جس طرح حضرت ابوسعید الخدری نے کہا: اس پر میں دم کروں گا۔

☆ جب ایک جماعت کے کسی فرد کو ہدیہ دیا جائے تو وہ ہدیہ تمام جماعت میں تقسیم کیا جاتا ہے جیسے وہ بکریاں تمام صحابہ میں تقسیم ہوئیں۔

☆ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس میں سے میرا حصہ نکالو' اس سے معلوم ہوا کہ ہدیہ طلب کرنا جائز ہے' جب کہ معلوم ہو کہ وہ ہدیہ دینے میں رغبت کریں گے۔

☆ جب کوئی چیز بہ ظاہر حلال ہو تو اس پر قبضہ کرنے کا جواز' کیونکہ صحابہ کرام نے ان بکریوں پر قبضہ کر لیا اور چونکہ ان میں شبہ تھا' اس لیے ان میں تصرف نہیں کیا۔

☆ جب کوئی نیا معاملہ پیش آئے تو اس میں اجتہاد کرنا چاہیے' جیسے حضرت ابوسعید نے اپنے اجتہاد سے سورۂ فاتحہ کا دم کیا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کے دلوں میں قرآن مجید خصوصاً سورۂ فاتحہ کی بہت عظمت تھی۔

☆ ان دیہات والوں کے مال میں ان صحابہ کے رزق کا حصہ تھا' جب انہوں نے صحابہ کو کھانا نہیں دیا تو اللہ تعالیٰ نے صحابہ کے رزق کا یہ سبب بنایا کہ ان کے سردار کو بچھو نے ڈس لیا اور یوں انہیں دم کرانے کی اجرت میں تیس بکریاں دینی پڑیں۔

(فتح الباری ج ۳ ص ۶۷۳ - ۶۷۲ ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

وہ صحابہ نفوسِ قدسیہ اور اصحابِ تاثیر تھے' اس لیے ان کے سورۂ فاتحہ پڑھ کر دم کرنے سے بچھو کا ڈسا ہوا شفاء پا گیا' اگر ہم کسی بیمار پر سورۂ فاتحہ پڑھ کر دم کریں اور وہ شفاء نہ پائے تو یہ ہم میں نیکیوں کی کمی ہے' سورۂ فاتحہ کی شفاء آفرینی میں کوئی کمی نہیں ہے۔

علامہ حسن بن منصور اوزجندی المعروف بہ قاضی خان متوفی ۵۹۲ھ نے لکھ دیا ہے کہ اگر خون یا پیشاب سے پیشانی پر سورۂ فاتحہ لکھ دی جائے اور اس میں شفاء ہو تو یہ لکھنا جائز ہے۔ (فتاویٰ قاضی خاں علیٰ ہامش الہندیہ ج ۳ ص ۴۰۴' مطبعہ امیریہ' بولاق' مصر)

میں کہتا ہوں کہ یہ غلط ہے' اگر انسان کو آفتاب سے روشن طریقہ پر بھی معلوم ہو کہ اس سے شفاء ہو جائے گی تو اس کے لیے ہزار بار مر جانا' اس سے بہتر ہے کہ وہ خون یا پیشاب سے سورۂ فاتحہ کو لکھنے کی جسارت کرے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۵۶۱۸- ج ۶ ص ۵۶۸ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

① تعلیم قرآن پر اجرت لینے کا جواز ② تعلیم قرآن پر اجرت لینے کے متعلق آثارِ صحابہ و تابعین ③ تعلیم قرآن' امامت اور اذان پر اجرت لینے کے متعلق فقہاء احناف کا نظریہ ④ تعلیم قرآن' امامت اور اذان پر اجرت لینے کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا نظریہ ⑤ تعلیم قرآن' امامت اور اذان پر اجرت لینے کے متعلق فقہاء شافعیہ کا نظریہ ⑥ تعلیم قرآن' امامت اور اذان پر اجرت لینے کے متعلق فقہاء مالکیہ کا

نظریہ ⑦ تعلیم قرآن امامت اذان اور دیگر عبادات پر اجر لینے کے متعلق مصنف کا مؤقف۔

١٧ - بَابُ ضَرِيبَةِ الْعَبْدِ وَتَعَاهُدِ ضَرَائِبِ الْإِمَاءِ

غلام اور باندیوں پر معین رقم ادا کرنے کو مقرر کرنا اور اس کی حفاظت کرنا

امام بخاری نے اس باب میں ''تعاھد'' کا لفظ استعمال کیا ہے اس کا معنی حفاظت اور نگہبانی ہے یعنی اس کی نگہبانی کی جائے کہ غلام اور باندی اپنے مالک کو جو رقم کسب کر کے لا کر دے رہے ہیں وہ کہیں ناجائز اور حرام تو نہیں ہے کیونکہ بعض اوقات یہ لوگ چوری کر کے یا کسی اور ناجائز طریقہ سے معین رقم لا کر مالک کو دے دیا کرتے تھے اور باندیاں زنا کرا کر مطلوبہ رقم لا کر دیتی تھیں۔

٢٢٧٧ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ حُمَيْدٍ الطَّوِيلِ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ حَجَمَ أَبُو طَيْبَةَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَمَرَ لَهُ بِصَاعٍ، أَوْ صَاعَيْنِ مِنْ طَعَامٍ، وَكَلَّمَ مَوَالِيَهُ، فَخَفَّفَ عَنْ غَلَّتِهِ أَوْ ضَرِيبَتِهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از حمید الطویل از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوطیبہ رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فصد لگائی تو آپ نے حکم دیا کہ ان کو ایک صاع یا دو صاع طعام (کھجوریں) دی جائیں اور آپ نے اس کے مالکوں سے سفارش کی کہ تم ان کی آمدنی سے جو رقم وصول کرتے ہو اس میں تخفیف کر دو۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۲۱۰۲ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جوان کو ایک صاع یا دو صاع طعام دینے کا حکم دیا تھا وہ اجرت دینے کے مشابہ تھا۔

١٨ - بَابُ خَرَاجِ الْحَجَّامِ

فصد لگانے کی اجرت

٢٢٧٨ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ احْتَجَمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَعْطَى الْحَجَّامَ أَجْرَهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن طاؤس نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فصد لگوائی اور فصد لگانے والے کو اس کی اجرت دی۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۸۳۵ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث کو امام بخاری نے یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں اجرت کا ذکر ہے۔

٢٢٧٩ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، عَنْ خَالِدٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ احْتَجَمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَعْطَى الْحَجَّامَ أَجْرَهُ، وَلَوْ عَلِمَ كَرَاهِيَةً لَمْ يُعْطِهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی از خالد از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فصد لگوائی اور فصد لگانے والے کو اجرت عطا کی اور اگر آپ کو علم ہوتا کہ یہ اجرت دینا مکروہ ہے تو آپ اس کو اجرت نہ عطا کرتے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۸۳۵ میں گزر چکی ہے۔

۲۲۸۰ - حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ، عَنْ عَمْرِو بْنِ عَامِرٍ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْتَجِمُ، وَلَمْ يَكُنْ يَظْلِمُ اَحَدًا اَجْرَهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں مسعر نے حدیث بیان کی از عمرو بن عامر' انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فصد لگواتے تھے اور کسی کو اجرت دینے میں کمی نہیں کرتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۱۰۲ میں گزر چکی ہے۔

۱۹ - بَابُ مَنْ كَلَّمَ مَوَالِيَ الْعَبْدِ اَنْ يُّخَفِّفُوْا عَنْهُ مِنْ خَرَاجِهٖ

جس نے کسی غلام کے مالکوں سے اس کے غلام سے وصول کی جانے والی رقم میں کمی کی سفارش کی

۲۲۸۱ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ حُمَيْدِ الطَّوِيْلِ، عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ دَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غُلَامًا حَجَّامًا فَحَجَمَهُ، وَاَمَرَ لَهٗ بِصَاعٍ اَوْ صَاعَيْنِ، اَوْ مُدٍّ اَوْ مُدَّيْنِ، وَكَلَّمَ فِيْهِ، فَخُفِّفَ مِنْ ضَرِيْبَتِهٖ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از حمید الطویل از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک فصد لگانے والے غلام کو بلایا' سو اس نے آپ کو فصد لگائی اور آپ نے اس کو ایک صاع یا دو صاع یا ایک کلو یا دو کلو (کھجور) دینے کا حکم دیا اور اس کے خراج میں کمی کرنے کی سفارش کی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۱۰۲ میں گزر چکی ہے۔

۲۰ - بَابُ كَسْبِ الْبَغِيِّ وَالْاِمَاءِ وَكَرِهَ اِبْرَاهِيْمُ اَجْرَ النَّائِحَةِ وَالْمُغَنِّيَةِ.

کسب حرام کرنے والی باندیوں کی اجرت

اور ابراہیم النخعی نے نوحہ کرنے والی اور گانے بجانے والی باندی کی اجرت کو مکروہ کہا ہے۔

اس تعلیق کی اصل درج ذیل روایات ہیں:

ابن رافع انصاری بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے باندی کے کسب کو مکروہ جانا کہ شاید اسے جائز کسب نہ ملے تو وہ عصمت فروشی کرے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۲۶۸۶' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۲۲۴۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

ابوانس بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: بچوں کو کمانے کا مکلف نہ کرو کہ وہ چوری کریں گے اور نہ غیر ہنرمند باندی کو کمانے کا مکلف کرو کہ وہ عصمت فروشی کرے گی اور تم پارسا رہو جب تک اللہ تمہیں پارسا رکھتا ہے اور تم کمائی کے ان ذرائع کو اختیار کرو جو پاکیزہ ہوں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۲۶۸۸' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۲۲۴۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيَاتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَمَنْ يُّكْرِهْهُّنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ مِنْ بَعْدِ اِكْرَاهِهِنَّ غَفُوْرٌ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور تمہاری باندیاں اگر پاک دامن رہنا چاہیں تو ان کو عصمت فروشی پر مجبور نہ کرو تاکہ تم دنیا کی زندگی کا فائدہ طلب کرو اور جو ان کو مجبور کرے گا تو اس کے جبر کے بعد اللہ

رَّحِيمٌ﴾ (النور: ۳۳) (ان باندیوں کو) بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے (النور: ۳۳)

اس آیت کے شانِ نزول میں حسب ذیل آثار ہیں:

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ کسی انصاری کی مسیکہ نام کی باندی تھی' اس نے کہا: میرا مالک مجھے زنا کرنے پر مجبور کرتا ہے' اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (جامع البیان: ۱۹۷۴۱' تفسیر امام ابن ابی حاتم: ۱۴۵۲۲' المستدرک ج ۲ ص ۳۹۷)

زہری بیان کرتے ہیں کہ جنگ بدر میں قریش کا ایک شخص قید ہو گیا' یہ قیدی عبد اللہ بن اُبی ابن سلول کے گھر میں تھا اور عبد اللہ بن ابی کی ایک معاذہ نام کی باندی تھی' وہ قیدی اس سے زنا کرنا چاہتا تھا' وہ باندی مسلمان تھی' وہ اسلام کے احکام کی وجہ سے منع کرتی تھی اور ابن ابی اس کو مارتا تھا اور اس کام پر مجبور کرتا تھا کیونکہ اسے امید تھی کہ وہ باندی اس قیدی سے حاملہ ہو جائے گی اور ابن ابی اس قیدی سے اس بچہ کا فدیہ طلب کرے گا' اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر امام عبد الرزاق: ۲۰۴۱' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۱۱ھ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ عبد اللہ بن ابی کی باندی زمانہ جاہلیت میں زنا کراتی تھی' جب اسلام نے زنا کو حرام کر دیا تو ابن ابی نے اس سے کہا: کیا تم اب زنا نہیں کراؤ گی؟ اس نے کہا: نہیں! اللہ کی قسم! میں اب کبھی زنا نہیں کراؤں گی' اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (المعجم الکبیر: ۷۴۷' مسند البزار ج ۷ ص ۸۳)

* اس آیت کی مزید تفصیل ہماری تفسیر 'تبیان القرآن' میں اس آیت کے تحت ملاحظہ فرمائیں۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ فَتَيَاتِكُمْ إِمَاءَ كُمْ.

اور مجاہد نے کہا: ''فتیاتکم'' کا معنی ہے: تمہاری باندیاں۔

۲۲۸۲ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ مَّالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ، عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ، وَمَهْرِ الْبَغِيِّ، وَحُلْوَانِ الْكَاهِنِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی از امام مالک از ابن شہاب از ابی بکر بن عبد الرحمان بن الحارث بن ہشام از حضرت ابو مسعود الانصاری رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتے کی قیمت اور طوائف کی کمائی اور کاہن کی مٹھائی سے منع فرمایا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۲۳۷ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس حدیث میں عصمت فروشی کی اجرت کا ذکر ہے۔

۲۲۸۳ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ جُحَادَةَ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ كَسْبِ الْإِمَاءِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از محمد بن جُحادہ از ابی حازم از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے باندیوں کی کمائی سے منع فرمایا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۵۳۴۸ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں باندیوں کی اجرت سے منع فرمایا ہے۔

۲۱ - بَابُ عَسْبِ الْفَحْلِ

نر کی جفتی پر اجرت لینے کا حکم

۲۲۸٤ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ وَإِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحَكَمِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ عَسْبِ الْفَحْلِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوارث اور اسماعیل بن ابراہیم نے حدیث بیان کی از علی بن الحکم از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نرکی جفتی پر اجرت لینے سے منع فرمایا۔

(سنن ابوداؤد: ۳۴۲۹' سنن ترمذی: ۱۲۷۳' سنن نسائی: ۴۶۸۶)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) مسدد (۲) عبدالوارث بن سعید (۳) اسماعیل بن ابراہیم' یہ اسماعیل بن علیہ ہیں (۴) علی بن الحکم (۵) نافع' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام (۶) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۱۴۹۔ ۱۴۸' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت)

نرکی جفتی کی اجرت کے متعلق مذاہب فقہاء

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث حسن صحیح ہے اور بعض اہل علم کا اس پر عمل ہے اور ایک قوم نے کہا ہے کہ کرایا مقرر کیے بغیر نر والے کی کچھ خدمت کر دینا جائز ہے' ان کا استدلال اس حدیث سے ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بنوکلاب کے ایک شخص نے نرکی جفتی کی اجرت کے متعلق سوال کیا تو آپ نے اس سے منع فرمایا' اس نے کہا: یارسول اللہ! ہم نر کو مادہ پر چڑھاتے ہیں' پھر نر والے کی تکریم کے طور پر اس کی کچھ خدمت کر دیتے ہیں' تو آپ نے بہ طور تکریم خدمت کرنے کی اجازت دی۔ (سنن ترمذی: ۱۲۷۸' ص ۳۹۱' دارالفکر' بیروت)

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

فقہاء احناف اور فقہاء شافعیہ نے یہ کہا ہے کہ نرکی جفتی کی اجرت دینا جائز نہیں ہے اور انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث (صحیح البخاری: ۲۲۸۴) سے استدلال کیا ہے' انہوں نے کہا ہے کہ نرکی جفتی مجہول ہے' ہمیں نہیں معلوم کہ اس سے فائدہ ہوگا یا نہیں ہوگا اور کبھی نر کو انزال نہیں ہوتا' عطاء نے کہا ہے کہ اس پر اجرت نہ لی جائے اور اگر کوئی نر والا نرکی جفتی کے لیے دستیاب نہ ہو تو پھر جفتی کے لیے نر کو کرائے پر لینا جائز ہے' حسن اور ابن سیرین نے اس کی اجازت دی ہے۔

امام مالک نے مدتِ معینہ اور ضرباتِ معینہ (یعنی اتنی بار نر مادہ پر ضرب لگائے گا) کے لیے نر کو اجرت پر دینے کے لیے جائز قرار دیا ہے' اور ابہری نے اس پر یہ دلیل پیش کی ہے کہ یہ منفعت کی بیع ہے اور جس طرح انسان اور دوسری چیزوں کو کرائے پر دے سکتا ہے اسی طرح نر کو بھی جفتی کے لیے کرائے پر دے سکتا ہے' البتہ بالخصوص نرکی جفتی کا معاوضہ نہ لے اور صرف اس چیز کا معاوضہ لینا ممنوع ہے جس کا فعل ممنوع ہو' جیسے خمر اور خنزیر کی بیع اور عصمت فروشی کا معاوضہ اور کاہن کی مٹھائی اور چونکہ نرکی جفتی کا فعل ممنوع نہیں ہے' اس لیے اس کا معاوضہ بھی ممنوع نہیں ہے اور حدیث میں ''عسب الفحل'' کی ممانعت ہے' اس کا محمل یہ ہے کہ نر کے نطفہ کی مادہ کے رحم میں چسپیدگی کا معاوضہ نہ لیا جائے کیونکہ یہ چسپیدگی مجہول ہے' کوئی پتا نہیں یہ چسپیدگی کب ہوگی اور مجہول چیز کو کرائے پر دینا جائز نہیں ہے' جیسے مجہول چیز کی بیع جائز نہیں ہے لیکن جب مدت معلوم ہو اور نرکی ضربات معلوم ہوں تو پھر اس کو کرائے پر دینے میں کوئی حرج نہیں ہے' اس حدیث میں ''عسب الفحل'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: نر کا پانی۔ ابولیلیٰ نے کہا: ''العسب'' کا معنی ہے: نر کا پانی خواہ وہ گھوڑے کا پانی ہو یا اونٹ کا پانی ہو' اور ''العسب'' کے فعل کی گردان نہیں ہوتی' عربی میں کہا جاتا ہے: ''قطع

اللہ عسبہ'' اللہ تعالیٰ اس کا عسب منقطع کردے یعنی اس کا پانی اور اس کی نسل منقطع کردے۔

(شرح ابن بطال ج ۶ ص ۳۴۳-۳۴۲ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

نر کی جفتی کی اجرت کی کراہت کی حکمت اور بہ طور تکریم نر کے مالک کی خدمت کرنے کا جواز

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

نر کو جفتی کے لیے کرائے پر دینے کی کراہت کی حکمت یہ ہے کہ یہ مکارم اخلاق کے خلاف ہے فقہاء شافعیہ اور حنبلیہ میں سے جو اس کو مدتِ معلومہ کے لیے جائز قرار دیتے ہیں وہ اس پر قیاس کرتے ہیں کہ کھجور کے درخت کو پیوند کاری کے لیے دینا جائز ہے اس میں بھی ایک درخت کی شاخ کو دوسرے درخت کی شاخ میں پیوست کیا جاتا ہے اسی طرح یہاں بھی نر اپنے آلہ کو مادہ کے مخصوص عضو میں پیوست کرتا ہے لیکن یہ قیاس مع الفارق ہے کیونکہ یہاں پر مقصود نر کا پانی ہے اور نر کا مالک اس پانی کو سپرد کرنے سے عاجز ہے اور افزائش نسل کے لیے اس کی ضرورت ہے جب کہ پیوند کاری کا معاملہ اس کے برخلاف ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۱۵۰ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

انجیکشن کے ذریعہ نر کا نطفہ پیوست کرنے کا جواز

میں کہتا ہوں: جس تاویل سے امام ترمذی اور علامہ ابن بطال مالکی نے نر کے مالک کو نر کی جفتی کے لیے اجرت دینے کو جائز قرار دیا ہے وہ صحیح ہے اور اگر اس کا لحاظ نہ کیا جائے تو لوگ بہت مشکل میں پڑ جائیں گے۔

آج کل انجیکشن کے ذریعہ نر کا نطفہ مادہ کے رحم میں پیوست کر دیا جاتا ہے یہ طریقہ صحیح ہے اور اس سے عمدہ نسل کے بہت سے جانوروں کا حصول آسان ہو گیا ہے البتہ اس نطفہ کی بیع جائز نہیں ہے اس لیے نطفہ تبرعاً دیا جائے اور اس عمل کی اجرت لی جائے تو صحیح ہے۔

۲۲ - بَابٌ إِذَا اسْتَأْجَرَ أَحَدٌ أَرْضًا فَمَاتَ أَحَدُهُمَا
جب کسی شخص نے زمین کرائے پر لی پھر فریقین میں سے کسی کی وفات ہو گئی

اس عنوان کا حاصل یہ ہے کہ کرائے کے عقد کے بعد جب فریقین میں سے کسی ایک کی وفات ہو گئی تو آیا یہ عقد منسوخ ہو گا یا نہیں۔ امام بخاری نے عنوان میں اس کا جواب ذکر نہیں کیا کیونکہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔

وَقَالَ ابْنُ سِيرِينَ لَيْسَ لِأَهْلِهِ أَنْ يُّخْرِجُوْهُ إِلَى تَمَامِ الْأَجَلِ.

اور ابن سیرین نے کہا کہ زمین کے مالک کے وارثوں کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ مدت پوری ہونے سے پہلے کرائے دار کو نکال دیں۔

فریقین میں سے کسی ایک کی موت سے عقد اجارہ کے فسخ ہونے میں اختلاف ائمہ

اس کلام کی اصل یہ ہے کہ محمد بن سیرین سے یہ سوال کیا گیا کہ ایک آدمی نے دوسرے شخص سے زمین کرائے پر لی پھر فریقین میں سے کوئی ایک فوت ہو گیا تو کیا میت کے ورثاء کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ کرائے دار کو مدت پوری ہونے سے پہلے اس زمین سے نکال دیں تو ابن سیرین نے اس کے جواب میں کہا: جس مدت پر عقد ہو چکا ہے اس مدت کے پورا ہونے سے پہلے وارثوں کے لیے اس کو زمین سے نکال باہر کرنا جائز نہیں ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی کا اس صورت میں عقد اجارہ کو غیر منسوخ قرار دینا اور فقہاء احناف کا رد کرنا

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی لکھتے ہیں:

آیا اس صورت میں کرائے کا عقد منسوخ ہوگا یا نہیں؟ جمہور کا موقف یہ ہے کہ کرائے کا عقد منسوخ نہیں ہوگا اور فقہاء احناف اور لیث نے یہ کہا ہے کہ یہ عقد منسوخ ہو جائے گا۔ ان کا استدلال یہ ہے کہ جب وارث غلام کی گردن کا مالک ہو جائے تو اس کی منفعت اس کے تابع ہوتی ہے تو اجرت پر دینے والے کی موت سے کرائے دار کا اس پر قبضہ ختم ہو گیا' اس پر یہ رد کیا گیا ہے کہ کبھی غلام سے منفعت منقطع ہو جاتی ہے جیسا کہ اس غلام کی بیع جائز ہے جس سے منفعت سلب ہو چکی ہو' لہٰذا اس عقد کے تقاضے سے کرائے دار کے لیے منفعت کی ملکیت باقی رہے گی اور اس پر اتفاق ہے کہ وقف کے متولی کی موت سے عقد اجارہ فسخ نہیں ہوتا' اسی طرح یہاں بھی ہوگا۔

امام بخاری نے مذکور الصدر تعلیق سے اس پر استدلال کیا ہے کہ ابن سیرین نے کہا ہے کہ زمین کے مالک کے وارثوں کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ مدت پوری ہونے سے پہلے کرائے دار کو نکال دیں۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۶۷۶' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدر الدین عینی کا فقہاء احناف کی تائید کرنا اور حافظ ابن حجر عسقلانی کا رد کرنا

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

میت کا ترکہ اس کی موت سے اس کے وارث کی طرف منتقل ہو جاتا ہے' پھر کرائے پر دینے والے یا کرائے دار میں سے کسی ایک کی موت سے اس پر حکم مترتب ہوگا' اگر کرائے پر دینے والا مر گیا تو زمین کی ملکیت اس کے وارث کی طرف منتقل ہو جائے گی اور اس کی ملکیت کے منافع کا استحقاق فوت ہو جائے گا اور جس پر عقد کیا گیا تھا جب وہ فوت ہو گیا تو پھر اجارہ باطل ہو جائے گا' لہٰذا اس قائل کا یہ کہنا غلط ہے کہ عقد کے تقاضے سے کرائے دار کے لیے منفعت کی ملکیت باقی رہے گی' جب کہ عقد کا تقاضا ہے: اجارہ کا قیام اور اجارہ فریقین کے قیام سے قائم ہوتا ہے اور جب ایک فریق فوت ہو گیا تو اجارہ زائل ہو گیا۔ یہ حکم اس صورت میں ہے جب کرائے پر دینے والا مر گیا ہو اور جب کرایہ دار مر گیا تو اب اس کا وارث اس زمین کے منافع کا اس وقت مالک ہوگا جب کرائے پر دینے والے کا وارث اس سے نیا عقد اجارہ کر لے اور جب تک وہ اس سے نیا عقد اجارہ نہیں کرتا تو اس وقت تک عقد سابق برقرار نہیں رہے گا' اس لیے فقہاء احناف کا یہ کہنا صحیح ہے کہ فریقین میں سے کسی ایک کی موت سے عقد اجارہ فسخ ہو جائے گا اور اس قائل کا اعتراض مردود ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۱۵۱ ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

وَقَالَ الْحَكَمُ وَالْحَسَنُ وَإِيَاسُ بْنُ مُعَاوِيَةَ تُمْضَى الْإِجَارَةُ إِلَى أَجَلِهَا.

اور الحکم اور الحسن اور ایاس بن معاویہ نے کہا ہے کہ اجارہ اپنی مدت تک جاری رہے گا۔

امام بخاری نے یہ تعلیق بھی اپنے موقف کی تائید میں ذکر کی ہے اور اس تعلیق کی اصل' مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے۔

(تغلیق التعلیق ج ۳ ص ۲۸۷' مکتب اسلامی' بیروت' ۱۴۲۰ھ)

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ أَعْطَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْبَرَ بِالشَّطْرِ، فَكَانَ ذٰلِكَ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبِي بَكْرٍ، وَصَدْرًا مِنْ خِلَافَةِ عُمَرَ، وَلَمْ يُذْكَرْ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ وَّعُمَرَ جَدَّدَا الْإِجَارَةَ

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نصف پیداوار لینے کی شرط پر خیبر کی زمین یہودیوں کو عطا کی اور یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں معمول رہا اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے عہد میں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ابتدائی عہد میں یہ معمول رہا اور یہ منقول نہیں

بَعْدَ مَا قُبِضَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ . ہے نبی ﷺ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ نے اس عقد اجارہ کی تجدید کی ہو۔

اس تعلیق کی اصل صحیح مسلم: ۱۵۵۱ الرقم المسلسل: ۳۸۵۸ میں مذکور ہے۔

اس تعلیق سے بھی امام بخاری نے اس پر استدلال کیا ہے کہ فریقین میں سے کسی ایک کی موت سے عقد اجارہ فسخ نہیں ہوتا' بلکہ جاری رہتا ہے کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو نبی ﷺ نے یہودیوں کو جو زمین نصف پیداوار لینے کی شرط پر دی تھی' آپ کے وصال کے بعد وہ عقد فسخ ہو جاتا' جب کہ ایسا نہیں ہوا اور حضرت ابوبکر کے پورے عہد خلافت میں اور حضرت عمر کے ابتدائی عہد تک وہ عقد برقرار رہا۔

امام بخاری کی آخری تعلیق کے جواب سے دیگر شارحین کا عجز اور مصنف کا پیش کردہ حل

ہم کہتے ہیں کہ یہ استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ نبی ﷺ نے یہ زمین یہودیوں کو اجارہ (کرائے) پر نہیں دی تھی اور یہ نہیں فرمایا تھا کہ تم کو ہر سال اس کا اتنا کرایا دینا ہو گا بلکہ آپ نے یہ زمین ان کو مزارعت پر دی تھی کہ وہ اس میں کھیتی باڑی کرتے رہیں اور ان کو اس کی پیداوار کا نصف ملے گا' یہ مزارعت ہے اجارہ نہیں ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ آپ نے اس زمین پر ان کے عمل کے لیے کوئی مدت معین نہیں کی تھی' بلکہ فرمایا تھا: ہم جب تک چاہیں گے تم کو اس عمل پر برقرار رکھیں گے' سو ان کو اس عمل پر برقرار رکھا گیا حتیٰ کہ حضرت عمر نے ان کو اپنے دور میں تیماء اور اریحا کی طرف جلاوطن کر دیا۔ (صحیح البخاری: ۳۱۵۲-۲۳۳۸' صحیح مسلم: ۱۵۵۱' الرقم المسلسل: ۳۸۵۸)

سو اگر یہ معاملہ بالفرض عقد اجارہ بھی ہوتا تو یہ نبی ﷺ کی وفات کے بعد مطلقاً جاری نہیں رہا اور حضرت عمر نے اس کو فسخ کر دیا اور اس سے فقہاء احناف کی تائید ہوتی ہے۔ ثانیاً یہ عقد اجارہ تھا ہی نہیں بلکہ مزارعت تھی' اس لیے اس حدیث سے یہ استدلال کرنا صحیح نہیں ہے کہ فریقین میں سے کسی ایک کی وفات سے بھی عقد اجارہ فسخ نہیں ہوتا۔

علامہ عینی نے امام بخاری کی اس دلیل کا یہ جواب دیا ہے کہ یہ اجارہ تھا نہ مزارعت تھی بلکہ یہ خراج تھا اور ان سے جو نصف پیداوار لی جاتی تھی' وہ خراج تھا اور اس کا اجارہ سے کوئی تعلق نہیں تھا اور اس کے خراج ہونے پر یہ دلیل ہے کہ ان سے جزیہ لینے کا کہیں ثبوت نہیں ہے اور اگر یہ خراج نہ ہوتا تو ان سے جزیہ لیا جاتا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۱۵۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

امام بخاری کا اس تعلیق سے استدلال بہت قوی ہے اور فقہاء احناف کی طرف سے اس کا جواب بہت مشکل ہے' اسی لیے علامہ عینی نے بھی اس کے جواب میں یہ کہا کہ یہ مزارعت نہیں خراج تھا' حالانکہ یہ بداہت کے اور واقع کے خلاف ہے' شیخ تقی عثمانی نے بھی ان تعلیقات پر بحث کی ہے مگر اس آخری تعلیق کا کوئی جواب ذکر نہیں کیا۔ (انعام الباری ج ۶ ص ۱۷۴) حالانکہ اسی تعلیق کا جواب سب سے اہم اور ضروری تھا اور میں نے انوار الٰہیہ کے فیضان سے اس قوی اور مشکل تعلیق کا جواب لکھا۔ وللہ الحمد علیٰ ذالک

۲۲۸۵ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ بْنُ اَسْمَاءَ' عَنْ نَّافِعٍ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اَعْطَى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْبَرَ اَنْ يَّعْمَلُوْهَا وَيَزْرَعُوْهَا' وَلَهُمْ شَطْرُ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا' وَاَنَّ ابْنَ عُمَرَ حَدَّثَهُ اَنَّ الْمَزَارِعَ كَانَتْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جویریہ بن اسماء از نافع از حضرت عبداللہ رضی اللہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے (یہودیوں کو) خیبر عطا کیا کہ وہ اس میں عمل کریں اور زراعت کریں اور جو کچھ اس کی پیداوار سے حاصل ہو گا' اس کا نصف ان کو ملے گا

تُكْرٰى عَلٰى شَيْءٍ، سَمَّاهُ نَافِعٌ لَا أَحْفَظُهٗ.

[اطراف الحدیث: ۲۳۲۸_۲۳۲۹_۲۳۳۱_۲۳۳۸_۲۴۹۹_۲۷۲۰_۳۱۵۲_۴۲۴۸]

اور راوی نے کہا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ان کو یہ بتایا کہ کاشت کے لیے زمینوں کو معین اجرت کے عوض کرائے پر دیا جاتا تھا' جس کو نافع نے بیان کیا تھا اور مجھے یاد نہیں رہا۔

(صحیح مسلم: ۱۵۵۱' الرقم المسلسل: ۳۸۵۳' سنن ابوداؤد: ۳۴۰۸' سنن ترمذی: ۱۳۸۳' سنن ابن ماجہ: ۲۴۶۷' شرح مشکل الآثار: ۲۶۷۳' سنن دار قطنی ج ۳ ص ۷۴' مسند احمد ج ۲ ص ۲۲ طبع قدیم' مسند احمد: ۴۷۳۲_ ج ۸ ص ۳۵۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

۲۲۸۶ - وَاَنَّ رَافِعَ بْنَ خَدِيْجٍ حَدَّثَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ كِرَاءِ الْمَزَارِعِ. وَقَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ حَتّٰى اَجْلَاهُمْ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ.

اور بے شک حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کاشت کاری کے لیے زمینوں کو کرائے پر دینے سے منع فرمایا اور عبیداللہ نے کہا از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما: حتیٰ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو جلاوطن کر دیا۔

[اطراف الحدیث: ۲۳۲۷_۲۳۳۲_۲۳۴۴_۲۷۲۲] (صحیح مسلم: ۱۵۴۷' الرقم المسلسل: ۳۸۲۶' سنن ابوداؤد: ۳۳۸۹' سنن نسائی: ۳۹۱۹' سنن ابن ماجہ: ۲۴۵۰' صحیح ابن حبان: ۵۱۹۴' المعجم الکبیر: ۴۳۰۲' سنن بیہقی ج ۶ ص ۱۳۰' شرح مشکل الآثار: ۶۰۸۰' مسند احمد ج ۲ ص ۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۴۵۰۴_ ج ۸ ص ۹۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

خیبر کی پیداوار کے نصف پر معاملہ کو علامہ عینی کا اسے خراج قرار دینا اور مصنف کا اسے مزارعت قرار دینا اور علامہ عینی کا رد کرنا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

ان حدیثوں کا وہی محمل ہے جو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ یہ مزارعت اور مساقات نہیں تھی بلکہ خراج تھا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۱۵۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ عینی کا یہ لکھنا صحیح نہیں ہے کہ یہ مزارعت اور مساقات نہیں تھی بلکہ صحیح یہ ہے کہ یہ مزارعت ہی تھی کیونکہ جب یہ کہا جائے کہ پیداوار کا نصف تم لینا اور نصف ہمیں دینا تو اس کو مزارعت ہی کہتے ہیں اور یہ خراج نہیں ہو سکتا کیونکہ خراج میں غیر مسلموں پر دراہم یا پیداوار کی مقدار معین واجب کی جاتی ہے۔

علامہ مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عراق کو فتح کرنے کے بعد ہر جریب (تمیں گز زمین) پر ایک صاع (چار کلوگرام) غلہ اور ایک درہم مقرر کیا تھا' بہ شرطیکہ اس زمین میں پانی پہنچتا ہو اور جس زمین میں ککڑی' خربوزے اور بینگن وغیرہ سبزیوں کی کاشت ہو اس میں ہر جریب پر پانچ دراہم مقرر کیے اور جس زمین میں انگور کی بیلیں لگی ہوں یا کھجور کے درخت ہوں' اس میں ہر جریب پر دس دراہم مقرر کیے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کی جماعت کے سامنے یہ شرح مقرر کی اور کسی نے اس پر انکار نہیں کیا' اس لیے اس پر اجماع ہو گیا۔

(ہدایہ اولین ص ۵۹۲_۵۹۱' شرکت علمیہ' ملتان)

اس تفصیل سے معلوم ہو گیا کہ خراج میں پیداوار یا دراہم کی مقدار معین ہوتی ہے اور مزارعت میں پیداوار کے مثلاً نصف پر معاملہ کیا جاتا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں سے خیبر کی زمین پر جو معاملہ کیا تھا' وہ پیداوار کے نصف کا معاملہ تھا' اس لیے یہ مزارعت کا معاملہ تھا' خراج کا نہیں تھا' علاوہ ازیں تمام ائمہ حدیث نے اس حدیث کو مزارعت اور مساقات کے باب میں ذکر کیا اور یہ بھی اس

بات کی دلیل ہے کہ یہ مزارعت ہے' خراج نہیں ہے اور علامہ عینی کا اس کو خراج قرار دینا صحیح نہیں ہے۔

''کتاب الاجارہ'' کی تکمیل

الحمد للّٰہ رب العٰلمین والصلٰوۃ والسلام علٰی سیّدنا محمد خاتم النبیین وعلٰی آلہٖ واصحابہٖ وازواجہٖ اجمعین۔

آج ۸ صفر ۱۴۲۹ھ/ ۱۶ فروری ۲۰۰۸ء بہ روز ہفتہ ''کتاب الاجارۃ'' مکمل ہوگئی' پروردگار عالم! جس طرح آپ نے اس کتاب کو مکمل کرادیا' صحیح بخاری کی تمام کتب کو مکمل فرمادیں اور میری اور میرے والدین کی' میرے قارئین کی اور تمام قارئین کی مغفرت فرمادیں۔

''کتاب الاجارۃ'' میں ۳۰' احادیث مرفوعہ ہیں' ان میں پانچ تعلیقات ہیں اور باقی احادیث موصولہ ہیں اور اس میں اور اس سے پہلی کتاب میں ۱۶' مکررات ہیں اور اس میں صحابہ اور فقہاء تابعین کے ۱۸ آثار ہیں۔

❁❁❁❁❁

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم

۳۸ - كِتَابُ الْحَوَالَاتِ

اپنے قرض کا مطالبہ دوسرے کے ذمہ لگانے کا بیان

حوالہ کا لغوی معنی ہے: تحوّل اور انتقال' یعنی اپنے نفس سے قرض کو زائل کر کے کسی دوسرے کی طرف منتقل کر دینا' یعنی تمہارا قرض اب میرے بجائے فلاں شخص دے گا' اور فقہاء کی اصطلاح میں اس کا معنی ہے: قرض کو ایک ذمہ سے دوسرے ذمہ کی طرف منتقل کرنا۔

جو مقروض اپنا قرض کسی دوسرے کی طرف منتقل یا اس کے حوالے کرے' اس کو محیل کہتے ہیں' اور جس قرض خواہ کے قرض کو حوالہ کیا جائے اس کو محتال لہ کہتے ہیں اور جس کے حوالہ کیا جائے' اس کو محتال علیہ کہتے ہیں۔

١ - بَابٌ فِي الْحَوَالَةِ' وَهَلْ يَرْجِعُ فِي الْحَوَالَةِ؟

حوالہ کا بیان اور آیا حوالہ میں رجوع ہو سکتا ہے یا نہیں؟

یعنی آیا محیل' حوالہ میں رجوع کر سکتا ہے یا نہیں؟ دراصل حوالہ میں اختلاف ہے' آیا یہ عقد لازم ہے یا عقد جائز ہے؟ جن کے نزدیک یہ عقد لازم ہے' ان کے نزدیک محیل' قرض حوالہ کرنے کے بعد اس سے رجوع نہیں کر سکتا اور جن کے نزدیک یہ عقد جائز ہے' ان کے نزدیک محیل حوالہ کرنے کے بعد رجوع کر سکتا ہے۔

وَقَالَ الْحَسَنُ وَقَتَادَةُ إِذَا كَانَ يَوْمَ أَحَالَ عَلَيْهِ مَلِيًّا جَازَ.

اور حسن بصری اور قتادہ نے کہا ہے کہ جس دن محیل نے قرض محتال علیہ کے حوالہ کیا تھا' اس دن محتال علیہ غنی تھا' تب یہ حوالہ جائز ہے۔

یہ تعلیق اس طرح ہے:

امام ابن ابی شیبہ نے قتادہ اور حسن بصری سے روایت کیا ہے کہ ان سے یہ سوال کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنا قرض دوسرے شخص کے حوالہ کیا' پھر وہ محتال علیہ دیوالیہ ہو گیا تو ان دونوں نے کہا: جس دن محیل نے اپنا قرض محتال علیہ کے حوالہ کیا تھا' اس دن وہ غنی تھا' تو اب محیل کے لیے رجوع کرنا جائز نہیں ہے۔ (تغلیق التعلیق ج ۳ ص ۲۸۸)

حوالہ کے بعد قرض خواہ کے مقروض سے رجوع کرنے میں مذاہب فقہاء

جمہور علماء کا یہی مؤقف ہے اور امام ابوحنیفہ نے یہ کہا ہے کہ اس صورت میں قرض خواہ' محیل (مقروض) سے رجوع کرے جب کہ محتال علیہ دیوالیہ ہونے کی حالت میں مرجائے یا جب اس کے دیوالیہ ہونے کا حکم کیا جائے یا محتال علیہ سرے سے حوالہ کا انکار کر

دے اور محیل کے پاس گواہ نہ ہوں' قاضی شریح' عثمان بتی' شعبی' نخعی' امام ابو یوسف' امام محمد اور دوسرے فقہاء کا بھی یہی موقف ہے۔
حکم نے کہا ہے کہ قرض خواہ اس وقت تک مقروض سے رجوع نہ کرے جب تک کہ محتال علیہ زندہ ہے اور جب وہ مر جائے اور اس نے ترکہ میں کچھ بھی نہ چھوڑا ہو تب وہ مقروض سے رجوع کر سکتا ہے کیونکہ انسان کبھی غنی ہوتا ہے اور کبھی فقیر ہوتا ہے۔
امام شافعی' امام احمد' عبید اور لیث نے یہ کہا ہے کہ قرض خواہ مقروض سے رجوع نہ کرے خواہ محتال علیہ کا مال ہلاک ہو جائے یا اس کو دیوالیہ قرار دیا جائے یا وہ حوالہ ہی کا انکار کر دے۔
امام مالک نے کہا ہے کہ قرض خواہ مقروض سے صرف اس صورت میں رجوع کر سکتا ہے جب مقروض قرض خواہ کو دھوکا دے مثلاً مقروض کو علم ہو کہ محتال علیہ دیوالیہ ہے' پھر بھی وہ اس کی طرف قرض حوالہ کر دے اور قرض خواہ کو نہ بتائے کہ وہ اس کا قرض جس کے حوالہ کر رہا ہے' اس کو دیوالیہ قرار دیا جا چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۱۵۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَتَخَارَجُ الشَّرِيكَانِ وَاَهْلُ الْمِيرَاثِ' فَيَأْخُذُ هٰذَا عَيْنًا وَهٰذَا دَيْنًا' فَاِنْ تَوِيَ لِاَحَدِهِمَا لَمْ يَرْجِعْ عَلٰى صَاحِبِهِ.

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: اگر شرکاء اور ورثاء نے اس طرح (مقروض کے ترکہ کی) تقسیم کی کہ کسی نے نقد مال لیا اور کسی نے قرض لیا' پھر اگر قرض ڈوب گیا تو وہ اپنے صاحب سے رجوع نہیں کر سکتا۔

اس تعلیق کی اصل' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۲۰۷۱۸' اور تغلیق التعلیق ج ۳ ص ۲۸۹ پر ہے۔

۲۲۸۷ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ' عَنْ اَبِي الزِّنَادِ' عَنِ الْاَعْرَجِ' عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَطْلُ الْغَنِيِّ ظُلْمٌ' فَاِذَا اُتْبِعَ اَحَدُكُمْ عَلٰى مَلِيٍّ فَلْيَتْبَعْ. [اطراف الحدیث: ۲۲۸۸۔ ۲۴۰۰]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابی الزناد از اعرج از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: غنی کا تاخیر کرنا ظلم ہے اور جب تم میں سے کسی کا قرض کسی مال دار کے حوالے کیا جائے تو اس کو قبول کرنا چاہیے۔

(صحیح مسلم: ۱۵۶۴' الرقم المسلسل: ۳۸۹۳' سنن ابوداؤد: ۳۳۴۵' سنن نسائی: ۴۶۹۱' سنن ابن ماجہ: ۲۴۰۳' مسند الحمیدی: ۱۰۳۲' المنتقیٰ: ۵۶۰' مسند ابویعلیٰ: ۶۲۸۳' مشکل الآثار: ۹۵۲' سنن بیہقی ج ۶ ص ۷۰' المعجم الاوسط: ۶۳۴۰' مسند احمد ج ۲ ص ۲۴۵ طبع قدیم' مسند احمد: ۷۳۳۶۔ ج ۱۲ ص ۲۹۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

مال دار کا قرض کی ادائیگی میں تاخیر کرنا لائق مذمت ہے اور تنگ دست کا تاخیر کرنا لائق مذمت نہیں ہے اور حوالہ قبول کرنے کے حکم میں مذاہب فقہاء

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:
اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مال دار شخص کا قرض کی ادائیگی میں تاخیر کرنا لائق مذمت ہے' اس میں اختلاف ہے کہ جو شخص عمداً تاخیر کرے اس کا یہ فعل گناہ کبیرہ ہے یا نہیں؟ بہر حال اگر وہ بار بار اس طرح کرے تو اس کو فاسق قرار دیا جائے گا۔
اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو شخص قرض ادا کرنے سے عاجز ہو' اس کو ملامت نہیں کی جائے گی۔
اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو شخص تنگ دست ہو اور وہ قرض ادا نہ کر سکے اس کو قید نہیں کیا جائے گا' اور جب تک وہ خوش حال نہ

ہو جائے اس سے ادائیگی کا مطالبہ نہیں کیا جائے گا۔

نیز اس حدیث میں قرض کو کسی کے حوالہ کرنے کا ثبوت ہے' امام شافعی کے نزدیک قرض خواہ کے لیے مستحب ہے کہ جب مقروض اس کا قرض کسی مال دار کے حوالہ کرے تو وہ اس کو قبول کرے اور داؤد ظاہری نے کہا ہے کہ اس پر حوالہ کو قبول کرنا واجب ہے کیونکہ آپ نے اس کا حکم دیا ہے' امام احمد کے دو قول ہیں: استحباب اور وجوب' اور جمہور کے نزدیک یہ مستحب ہے کیونکہ اس سے تنگ دست کے لیے آسانی کرنا مقصود ہے اور ایک قول یہ ہے کہ یہ مباح ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۱۵۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۲ - بَابٌ اِذَا اَحَالَ عَلٰی مَلِیٍّ فَلَیْسَ لَهٗ رَدٌّ

جب مقروض اپنا قرض کسی مال دار کے حوالے کرے تو اس کا اس حوالے کو مسترد کرنا جائز نہیں ہے

۲۲۸۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ یُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ، عَنِ ابْنِ ذَکْوَانَ، عَنِ الْاَعْرَجِ، عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَطْلُ الْغَنِیِّ ظُلْمٌ، وَمَنْ اُتْبِعَ عَلٰی مَلِیٍّ فَلْیَتَّبِعْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ابن ذکوان از اعرج از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مال دار کا (قرض کی ادائیگی) میں تاخیر کرنا ظلم ہے اور جب تم میں سے کسی کا قرض کسی مال دار کے حوالے کیا جائے تو اس کو قبول کرنا چاہیے۔

اس حدیث کی شرح' اس سے پہلی حدیث میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ یہ حدیث حوالہ قبول کرنے کے وجوب پر دلالت کرتی ہے۔

ہنڈی کا طریقہ حوالہ کے حکم میں ہے' ہم نے تقریباً تیس سال پہلے ''بلا سود معیشت'' کے عنوان سے ایک مقالہ لکھا تھا' جس کو بعد میں مقالاتِ سعیدی میں شامل کر لیا' اس میں ہنڈی کو کیش کرانے کا طریقہ بیان کیا ہے اور چونکہ ہنڈی بھی حوالہ کی طرح ہے' اس لیے ہم اس مقام پر اپنے اس مقالہ کو نقل کر رہے ہیں:

ہُنڈی بھنوانے کی اصلاح

آج کل ہُنڈی (Bill of Exhcange) بھنانے کا طریقہ کار اس طرح ہے: زید نے عمرو سے مال خریدا اور تین ماہ بعد رقم ادا کرنے کا وعدہ کیا۔ اس کے لیے زید نے عمرو کو ایک دستاویز ہنڈی کی شکل میں فراہم کر دی۔ عمرو نے بنک الف میں یہ ہنڈی پیش کی تا کہ اس کی بناء پر بینک سے رقم قرض لے اور بینک یہ رقم مدت گزرنے کے بعد زید سے یا زید کے وکیل بینک سے وصول کرے' بینک الف عمرو کو وہ رقم ادا کرتا ہے' لیکن پوری رقم نہیں بلکہ اصل میں سے کچھ حصہ اپنے حق کے طور پر وضع کر لیتا ہے' گویا عمرو کو وقت سے پہلے رقم وصول کرنے کے لیے کٹوتی منظور کرنی پڑتی ہے۔

ہنڈی کا طریقہ شرعی اصطلاح میں حوالہ کی تعریف میں آتا ہے' لیکن طریقہ مروجہ کو شریعت کے مطابق کرنے کے لیے اس میں کچھ تغیر کرنا ہوگا۔ زید جب عمرو سے تین ماہ بعد ادائیگی کے وعدہ پر مال خریدتا ہے اور اس کو ایک دستاویز فراہم کرتا ہے' جس کو دکھا کر عمرو وقت سے پہلے بھی بینک سے رقم لے سکتا ہے' اس صورت میں زید محیل' بینک محتال اور عمرو محتال علیہ قرار پایا۔ اس کے جواز کی اصل یہ حدیث ہے: ''من احیل علی ملئی فلیتبع'' (طبرانی) ''جو شخص کسی مال دار پر اپنا قرض حوالہ کر دے' اس کو مان لینا چاہیے'' اب یہاں اس طرح اصلاح ہونی چاہیے کہ زید اس دستاویز پر کسی معین بینک کے نام پر یہ ہدایت کر دے کہ میں اپنا قرض تمہارے حوالے

کرتا ہوں اور میری جگہ یہ قرض تم عمرو کو ادا کرو گے اور جب بینک نے اس دستاویز کو منظور کر لیا تو حوالہ مکمل ہو گیا۔

امام بُرہان الدین فرغانی متوفی ۵۹۳ھ فرماتے ہیں:

وتصح الحوالة برضا المحيل والمحتال والمحتال عليه. (ہدایہ ج ۳ ص ۱۲۹)

جب محیل محتال اور محتال علیہ معاہدہ پر راضی ہو جائیں تو حوالہ صحیح ہو جائے گا۔

اب محتال علیہ مثلاً عمرو (قرض خواہ) کو اختیار ہے کہ وہ اپنی رقم میں سے جس قدر چاہے رقم ساقط کر دے اور محتال (بینک) سے وقت سے پہلے رقم وصول کرے مثلاً اگر محتال علیہ نے تین ماہ بعد بینک سے ایک ہزار روپیہ وصول کرنا ہے اب وہ چاہے تو تین ماہ بعد بینک سے پوری رقم وصول کر لے اور چاہے تو اس رقم میں سے پچاس روپیہ ساقط کر دے اور مقررہ میعاد سے پہلے رقم وصول کرے کیونکہ وہ خود اپنا حق ساقط کر رہا ہے اور اس کے جواز میں کوئی شک نہیں ہے۔

حدیث پاک میں ہے:

ضعوا وتعجلوا. (شرح السیر الکبیر للسرخسی ج ۳ ص ۲۲۵)

قرض خواہ قرض کی رقم کچھ کم کر دے اور مقروض سے جلد رقم وصول کر لے۔

اس حدیث شریف سے ہمارے مؤقف کی تائید ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں امام بخاری متوفی ۲۵۶ھ اپنی سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں:

عن كعب انه تقاضى ابن ابى حدرد كان له عليه فى المسجد فارتفعت اصواتهما حتى سمعها رسول اللهﷺ وهو فى بيته فخرج اليها حتى كشف سجف حجرته فنادى يا كعب قال لبيك يا رسول الله قال ضع من دينك هذا واوما اليه الشطر قال لقد فعلت يا رسول الله قال قم فاقضه.

(صحیح بخاری ج ا ص ۶۵)

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن ابی حدرد سے قرض لینا تھا انہوں نے مسجد نبوی میں اپنے قرض کا تقاضا کیا حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کی آوازوں کو اپنے حجرہ میں سُن لیا۔ آپ نے حجرہ کا پردہ ہٹایا اور حضرت کعب کو آواز دی انہوں نے عرض کیا: لبیک یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا: اپنے قرض کو کچھ کم کرو اور اشارہ سے فرمایا کہ آدھا کم کر دو انہوں نے آدھا کم کر دیا پھر رسول اللہ ﷺ نے عبداللہ بن ابی حدرد سے فرمایا: اٹھو! اب ان کا قرض ادا کر دو۔

ان دو حدیثوں اور حوالہ کی فقہی صورت کی روشنی میں یہ امر واضح ہو گیا کہ ہنڈی بھنانے کے لیے قرض خواہ بینک سے قبل از وقت رقم وصول کرنے کے لیے اپنے قرض میں کٹوتی کر سکتا ہے۔

بیع الکالئی بالکالئی

بعض علماء کو یہ شبہ لاحق ہوتا ہے کہ ہنڈی بھنانے کا یہ طریقہ بیع الکالئی بالکالئی کی زد میں آتا ہے۔ اس لیے ہم اس مقام پر بیع الکالئی بالکالئی کی وضاحت کر دینا ضروری سمجھتے ہیں۔

حافظ ابوبکر عبدالرزاق بن ہمام الصنعانی المتوفی ۲۱۱ھ اور حافظ ابوبکر احمد الحسین علی البیہقی المتوفی ۴۵۸ھ اپنی اپنی سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں:

عن عبد الله بن عمر رضى الله عنهما قال

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ

نهی رسول اللهﷺ ان یباع کالئی بکالئی. ﷺ نے قرض کی بیع قرض کے عوض کرنے سے منع فرمادیا ہے۔

(مصنف عبدالرزاق ج ۸ ص ۹۰ 'سنن الکبریٰ ج ۵ ص ۲۹۰)

ان محدثین کے علاوہ یہ حدیث مصنف ابن ابی شیبہ' مصنف اسحٰق بن راہویہ' مسند بزار' حاکم' دارقطنی اور طبرانی نے بھی اپنی اپنی اسناد کے ساتھ بیان کی ہے اور ہر سند کے بعض راویوں پر جرح کی گئی ہے' تاہم امام ابن ہمام فرماتے ہیں:

والحدیث لا تنزل عن الحسن بلاشك. یہ حدیث بہرحال حسن ہے۔

اور حدیث کا معنی بیان فرماتے ہیں:

قال ابو عبیدة هو النسیئة بالنسیئة. کالئی بالکالئی کا معنی قرض کی بیع قرض کے عوض ہے۔

(فتح القدیر ج ۵ ص ۲۸۸ 'طبع دوم)

یعنی رسول اللہ ﷺ نے ادھار کی بیع ادھار کے ساتھ کرنے سے منع فرمایا ہے' اس کی مثال یہ ہے کہ مثلاً زید نے عمرو سے ایک ہزار روپیہ قرض لیا۔ اب زید عمرو سے کہتا ہے کہ میں اس ایک ہزار کے عوض جو مجھ پر قرض ہے' تم کو ایک تھان کپڑے کا ایک ماہ بعد ادا کروں گا تو یہ ادھار کی بیع ادھار کے عوض ہے اور بیع الکالئی بالکالئی ہے' لیکن ہنڈی (Bill of Exchange) بھنانا اس تعریف کی زد میں ہرگز نہیں آتا۔

۳ - بَابٌ اِنْ اَحَالَ دَيْنَ الْمَيِّتِ عَلٰى رَجُلٍ جَازَ

میت کا قرض کسی مرد کے حوالے کرنا جائز ہے

۲۲۸۹ - حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ اَبِيْ عُبَيْدٍ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كُنَّا جُلُوْسًا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذْ اُتِيَ بِجَنَازَةٍ، فَقَالُوْا صَلِّ عَلَيْهَا، فَقَالَ هَلْ عَلَيْهِ دَيْنٌ؟ قَالُوْا لَا، قَالَ فَهَلْ تَرَكَ شَيْئًا؟ قَالُوْا لَا، فَصَلّٰى عَلَيْهِ. ثُمَّ اُتِيَ بِجَنَازَةٍ اُخْرٰى، فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، صَلِّ عَلَيْهَا، قَالَ هَلْ عَلَيْهَا دَيْنٌ؟ قِيْلَ نَعَمْ، قَالَ فَهَلْ تَرَكَ شَيْئًا؟ قَالُوْا ثَلَاثَةَ دَنَانِيْرَ، فَصَلّٰى عَلَيْهَا، ثُمَّ اُتِيَ بِالثَّالِثَةِ، فَقَالُوْا صَلِّ عَلَيْهَا، قَالَ هَلْ تَرَكَ شَيْئًا؟ قَالُوْا لَا، قَالَ فَهَلْ عَلَيْهِ دَيْنٌ؟ قَالُوْا ثَلَاثَةُ دَنَانِيْرَ، قَالَ صَلُّوْا عَلٰى صَاحِبِكُمْ قَالَ اَبُوْ قَتَادَةَ صَلِّ عَلَيْهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَعَلَيَّ دَيْنُهُ، فَصَلّٰى عَلَيْهِ.

[طرف الحدیث: ۲۲۹۵] (سنن نسائی: ۱۹۶۰)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مکی بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن ابی عبید نے حدیث بیان کی از حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ' انہوں نے بیان کیا کہ ہم نبی ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک جنازہ لایا گیا' مسلمانوں نے کہا: آپ اس کی نماز جنازہ پڑھائیں' آپ نے پوچھا: کیا اس پر قرض ہے؟ مسلمانوں نے کہا: نہیں! آپ نے پوچھا: کیا اس نے مال چھوڑا ہے؟ مسلمانوں نے کہا: نہیں! پھر آپ نے اس کی نماز جنازہ پڑھا دی' پھر دوسرا جنازہ لایا گیا' مسلمانوں نے کہا: یارسول اللہ! اس پر نماز پڑھائیں' آپ نے پوچھا: کیا اس پر قرض ہے؟ انہوں نے کہا: جی ہاں! آپ نے پوچھا: کیا اس نے مال چھوڑا ہے؟ مسلمانوں نے کہا: تین دینار چھوڑے ہیں' سو آپ نے اس کی بھی نماز جنازہ پڑھادی' پھر تیسرا جنازہ لایا گیا' مسلمانوں نے کہا: آپ اس کی نماز جنازہ پڑھائیں' آپ نے پوچھا: کیا اس نے مال چھوڑا ہے؟ مسلمانوں نے کہا: جی نہیں! آپ نے پوچھا: کیا اس پر قرض ہے؟ مسلمانوں نے کہا: اس پر تین دینار قرض ہیں' آپ نے فرمایا:

تم اپنے (اس) ساتھی کی نمازِ جنازہ پڑھ لو حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ
نے کہا: یارسول اللہ! آپ اس کی نمازِ جنازہ پڑھا دیں اور اس کا
قرض میرے ذمہ ہے' تب آپ نے اس کی نمازِ جنازہ پڑھا دی۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) مکی بن ابراہیم بن بشیر بن فرقد البلخی ابوالسکن (۲) یزید بن ابی عبید' یہ حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام ہیں' ۱۴۶ھ میں فوت ہوگئے تھے (۳) حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ' ان کا نام سنان بن عبداللہ المدنی ہے' یہ بیعت رضوان میں شجرۂ بیعت کے نیچے حاضر تھے' انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تین مرتبہ بیعت کی تھی اور یہ ربذہ میں رہتے تھے' بہت بہادر اور تیرانداز تھے ۷۴ھ میں ان کی مدینہ منورہ میں وفات ہوگئی تھی' اس وقت ان کی عمر ۸۰ سال تھی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۱۵۸)

فوت شدہ مسلمان کے قرض کی ادائیگی کی کفالت کے متعلق مذاہب فقہاء

اور علامہ ابن المنذر کے امام ابوحنیفہ پر اعتراضات

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

جس میت نے قرض چھوڑا ہو اور اتنا مال نہ چھوڑا ہو جو اس قرض کی ادائیگی کے لیے کافی ہو تو امام مالک' امام شافعی اور ابن ابی لیلیٰ نے یہ کہا ہے کہ جو شخص اس کے قرض کی ادائیگی کا ضامن ہو' اس پر ضمان لازم ہے خواہ میت کا ترکہ ہو یا نہ ہو' اور امام ابوحنیفہ نے یہ کہا ہے کہ کفیل پر ضمان نہیں ہے کیونکہ قرض ہلاک ہو چکا ہے' اگر اس نے ترکہ میں کچھ مال چھوڑا ہے تو جتنا اس نے مال چھوڑا ہے اتنی مقدار کا کفیل ضامن ہوگا' اور اگر اس نے پورے قرض کی ادائیگی چھوڑی ہے تو جتنی مقدار کا اس نے ذمہ لیا ہے' وہ اس سب کا ضامن ہوگا۔

علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ امام ابوحنیفہ نے اس حدیث کی مخالفت کی ہے کہ حضرت ابوقتادہ کی اس میت کی سے ضمانت دینے سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی نمازِ جنازہ پڑھانے سے رُک گئے تھے اور جب انہوں نے اس میت کے قرض کی ادائیگی کی ضمانت دے دی' تب آپ نے اس کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور جو شخص میت کی طرف سے قرض کی ادائیگی کا ضامن ہے' اس پر وہ ضمان لازم ہے خواہ میت نے ترکہ میں کچھ مال چھوڑا ہو یا نہ چھوڑا ہو' کیونکہ مسلمانوں نے اس شخص کے متعلق کہا تھا کہ اس نے قرض کی ادائیگی کے لیے کچھ نہیں چھوڑا۔ (شرح ابن بطال ج ۶ ص ۳۴۸۔۳۴۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی کی طرف سے علامہ ابن المنذر کے اعتراض کے جوابات

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

ابن المنذر کا قول خلافِ ادب ہے' امام ابوحنیفہ اس سے بَری ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جو حدیث ثابت ہو' وہ اس پر مطلع ہونے کے بعد اس کے خلاف کوئی بات کہیں۔ ادب کا تقاضا یہ تھا کہ ابن المنذر یہ کہتے کہ امام ابوحنیفہ نے اس حدیث پر عمل کرنے کو ترک کر دیا' اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ حدیث ان کے نزدیک ثابت نہیں تھی یا اس وجہ سے کہ وہ اس حدیث پر مطلع نہیں ہوئے یا اس وجہ سے کہ ان کے نزدیک اس حدیث کا ناسخ ظاہر ہو چکا تھا اور یہ حدیث منسوخ ہو چکی ہے۔

اور تحقیق یہ ہے کہ یہ حدیث منسوخ ہے اور ان کی ناسخ حسبِ ذیل حدیث ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایسا فوت شدہ شخص لایا جاتا جس پر قرض ہوتا تو آپ پوچھتے

کیا اس نے اپنے قرض کی ادائیگی کے لیے پورا مال چھوڑا ہے؟ اگر یہ بتایا جاتا کہ اس نے اپنے قرض کی ادائیگی کے لیے پورا مال چھوڑا ہے تو آپ اس کی نمازِ جنازہ پڑھا دیتے ورنہ آپ مسلمانوں سے فرماتے: تم خود اپنے ساتھی کی نمازِ جنازہ پڑھ لو پھر جب اللہ تعالیٰ نے آپ کے اوپر فتوح کے دروازے کھول دیے تو آپ نے فرمایا: میں مؤمنوں سے زیادہ ان کی جانوں کا ولی ہوں لہٰذا مؤمنوں میں سے جو شخص فوت ہو گیا اور اس نے قرض چھوڑا تو اس قرض کو میں ادا کروں گا اور جس نے مال چھوڑا تو وہ اس کے وارثوں کا ہے۔

(صحیح البخاری: ۲۲۹۸، صحیح مسلم: ۱۶۱۹)

ابتداء میں مقروض کی نمازِ جنازہ نہ پڑھانے اور بعد میں پڑھانے کی توجیہات

قاضی بیضاوی نے کہا ہے کہ ابتداء میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مقروض کی نمازِ جنازہ پڑھانے سے منع فرمایا تھا' جس نے قرض کی ادائیگی کے لیے ترکہ نہیں چھوڑا تھا' اس کی وجہ یہ تھی کہ لوگوں کو قرض کی ادائیگی میں سستی اور بلاعذر تاخیر کرنے پر سرزنش کی جائے کہ اگر وہ قرض ادا کیے بغیر مر گئے تو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی امامتِ جنازہ اور آپ کی دعا سے محروم ہوں گے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: آپ نے بعد میں فرمایا کہ جو قرض ادا کیے بغیر مر گیا' اس قرض کو ادا کرنا میرے ذمہ ہے۔ اس ارشاد میں آپ نے یہ بتایا ہے کہ جس طرح سربراہِ ملک کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ عوام کو روزگار اور خوراک مہیا کرے' اسی طرح اس کی یہ ذمہ داری بھی ہے کہ وہ آخرت میں ان کو عذاب سے بچانے کے اقدام کرے کیونکہ جو کسی کا قرض ادا کیے بغیر مر گیا' وہ آخرت کے عذاب میں مبتلا ہوگا۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ اگر بیت المال میں اتنی رقم ہو جس سے مقروض کا قرض ادا کیا جا سکے اور مقروض کے مرنے کے بعد سربراہِ ملک بیت المال سے اس کا قرض ادا نہ کرے تو آخرت میں سربراہِ ملک سے قصاص لیا جائے گا اور اس قرض کی عدم ادائیگی کی وجہ سے مقروض کو جنت میں جانے سے نہیں روکا جائے گا۔

علامہ نووی نے شرح المہذب میں لکھا ہے کہ ابتداء میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مقروض کی نمازِ جنازہ پڑھانے سے منع کیا تھا' جس نے اپنے قرض کی ادائیگی کے لیے رقم نہیں چھوڑی تھی کیونکہ اس وقت مسلمانون کا بیت المال نہیں تھا' پھر جب اللہ تعالیٰ نے آپ پر فتوحات کے دروازے کھول دیے اور آپ نے مسلمانوں کے لیے بیت المال قائم کر دیا تو اس وقت آپ نے بیت المال کی طرف سے ایسے مقروض کے قرض کی ادائیگی کا بھی اعلان فرما دیا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۱۶۱۔ ۱۶۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

''کتاب الحوالۃ'' کی تکمیل

الحمد للّٰہ رب العٰلمین و الصلوٰۃ و السلام علٰی سیدنا محمد خاتم النبیین و علٰی آلہٖ و اصحابہٖ اجمعین۔

آج ۹ صفر ۱۴۲۹ھ/ ۱۷ فروری ۲۰۰۸ء بروز اتوار ''کتاب الحوالۃ'' کی تکمیل ہو گئی' الٰہ العٰلمین! جس طرح اس کتاب کو مکمل فرما دیا ہے' پوری صحیح بخاری کو مکمل فرما دے اور میری' میرے والدین' میرے اساتذہ اور تمام مؤمنین کی مغفرت فرما دے۔

''کتاب الحوالۃ'' میں تین احادیث ہیں' دو تعلیقات ہیں اور ایک حدیث مکرر ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

۳۹ - کِتَابُ الْكَفَالَةِ

کسی مقروض کے قرض کی ادائیگی کے ازخود ضامن ہونے کا بیان

امام بخاری نے ''کتاب الکفالۃ'' کو ''کتاب الحوالۃ'' میں درج کر دیا ہے کیونکہ دونوں میں ضمانت ہوتی ہے' حوالہ میں مقروض اپنے قرض کو کسی کے حوالے کر دیتا ہے اور کفالہ میں کوئی شخص ازخود مقروض کے قرض ادا کرنے کا ذمہ لیتا ہے۔

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

''کفالۃ'' کا لغوی معنی ہے: ملانا' اور اصطلاحی معنی ہے: مقروض سے قرض کے مطالبہ کے ذمہ کو اپنے ذمہ کے ساتھ ملا لینا' پھر اس کی دو قسمیں ہیں: مال ادا کرنے کی ضمانت دینا اور کسی شخص کو حاضر کرنے کی ضمانت دینا۔ (ہدایہ اخیرین ص ۱۱۸' مکتبہ رحمانیہ لاہور)

١ - بَابُ الْكَفَالَةِ فِي الْقَرْضِ وَالدُّيُوْنِ بِالْأَبْدَانِ وَغَيْرِهَا

نجی قرض اور کاروباری قرض ادا کرنے اور کسی شخص کو حاضر کرنے کی ضمانت دینا

امام بخاری نے عنوان میں ''قرض'' اور ''دیون'' کے الفاظ لکھے ہیں' قرض سے مراد ہے: نجی قرض یا عام قرض' اور دین سے مراد ہے: کاروباری قرض یا معاملات کا قرض۔

٢٢٩٠ - وَقَالَ أَبُو الزِّنَادِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ حَمْزَةَ بْنِ عَمْرٍو الْأَسْلَمِيِّ، عَنْ أَبِيهِ أَنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ بَعَثَهُ مُصَدِّقًا، فَوَقَعَ رَجُلٌ عَلَى جَارِيَةِ امْرَأَتِهِ، فَأَخَذَ حَمْزَةُ مِنَ الرَّجُلِ كَفِيلًا حَتَّى قَدِمَ عَلَى عُمَرَ، وَكَانَ عُمَرُ قَدْ جَلَدَهُ مِائَةَ جَلْدَةٍ، فَصَدَّقَهُمْ وَعَذَرَهُ بِالْجَهَالَةِ. وَقَالَ جَرِيرٌ وَالْأَشْعَثُ لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ فِي الْمُرْتَدِّينَ اسْتَتِبْهُمْ وَكَفِّلْهُمْ، فَتَابُوا، وَكَفَلَهُمْ عَشَائِرُهُمْ. وَقَالَ حَمَّادٌ إِذَا تَكَفَّلَ بِنَفْسٍ فَمَاتَ فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ، وَقَالَ الْحَكَمُ يَضْمَنُ.

اور ابوالزناد نے کہا از محمد بن حمزہ بن عمرو اسلمی از والد خود کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ نے (اپنے دورِ خلافت میں حمزہ کو) زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے بھیجا (جہاں وہ زکوٰۃ وصول کر رہے تھے وہاں کے) ایک شخص نے اپنی بیوی کی باندی سے زنا کر لیا' تو حمزہ نے ایک آدمی سے اس شخص کو (حضرت عمر کے پاس) حاضر کرنے کی ضمانت لی' حتیٰ کہ وہ حضرت عمر کے پاس حاضر ہو گیا' حضرت عمر نے اس شخص کو سو کوڑوں کی سزا دی' اس شخص نے اپنے جرم کی تصدیق کی اور مسئلہ معلوم نہ ہونے کا عذر پیش کیا' اور جریر اور اشعث نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ سے مرتدین کے متعلق کہا کہ ان سے توبہ کرایئے اور ان سے کفیل طلب کیجئے (کہ یہ دوبارہ

مرتد نہ ہوں) سوانہوں نے توبہ کر لی اور ان کے قبیلہ والوں نے ان کی ضمانت دی اور حماد نے کہا کہ جب کوئی آدمی کسی شخص کو حاضر کرنے کی ضمانت دے اور وہ شخص مر جائے تو پھر کفیل پر کوئی ضمان نہیں ہے اور حکم نے کہا کہ وہ ضامن ہوگا۔

امام بخاری اس حدیث کی روایت میں منفرد ہیں۔

شبہ کی وجہ سے حد کو ساقط کرنا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: اس شخص نے اس جرم کی تصدیق کی اور مسئلہ معلوم نہ ہونے کا عذر پیش کیا۔

یعنی اس شخص نے یہ اعتراف کر لیا کہ ہاں! اس نے اپنی بیوی کی باندی سے جنسی عمل کیا ہے لیکن اس نے اس پر یہ عذر پیش کیا کہ اس نے یہ گمان کیا تھا کہ اس بیوی کی باندی بھی حکماً اس کی باندی ہے' لہٰذا اس کا اس سے جنسی عمل کرنا جائز ہے اور اس پر مسئلہ مشتبہ ہو گیا تھا' اس نے قصداً اور عمداً حرام کاری کی نیت سے اپنی بیوی کی باندی سے جنسی عمل نہیں کیا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۱۶۱)

شرعی حکم کے اعتبار سے اس کو رجم کرنے کا عمل لازم تھا کیونکہ دارالاسلام میں مسائل سے واقف نہ ہونے کا عذر مقبول نہیں ہوتا' اس لیے اس کو بہ ظاہر رجم کرنا چاہیے تھے' لیکن چونکہ شبہات کی وجہ سے حدود ساقط کر دی جاتی ہیں اور اس شخص کو یہ شبہ تھا کہ اس کی بیوی کی باندی بھی گویا اس کی باندی ہے' اس لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے رجم کی حد ساقط کر دی اور اس کو تعزیر میں سو کوڑے مارے' تعزیر کے کوڑوں کی تعداد میں کافی اختلاف ہے۔ ہم ان شاء اللہ اس کو تفصیل سے ''کتاب الحدود'' میں لکھیں گے۔

۲۲۹۱ - قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي جَعْفَرُ بْنُ رَبِيْعَةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ هُرْمُزَ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ ذَكَرَ رَجُلًا مِّنْ بَنِي اِسْرَائِيْلَ سَاَلَ بَعْضَ بَنِي اِسْرَائِيْلَ اَنْ يُّسْلِفَهُ اَلْفَ دِيْنَارٍ، فَقَالَ اِئْتِنِيْ بِالشُّهَدَاءِ اُشْهِدُهُمْ، فَقَالَ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا، قَالَ فَأْتِنِيْ بِالْكَفِيْلِ، قَالَ كَفٰى بِاللّٰهِ كَفِيْلًا، قَالَ صَدَقْتَ، فَدَفَعَهَا اِلَيْهِ اِلٰى اَجَلٍ مُّسَمًّى، فَخَرَجَ فِي الْبَحْرِ فَقَضٰى حَاجَتَهُ، ثُمَّ الْتَمَسَ مَرْكَبًا يَّرْكَبُهَا يَقْدَمُ عَلَيْهِ لِلْاَجَلِ الَّذِيْ اَجَّلَهُ، فَلَمْ يَجِدْ مَرْكَبًا، فَاَخَذَ خَشَبَةً فَنَقَرَهَا، فَاَدْخَلَ فِيْهَا اَلْفَ دِيْنَارٍ وَّصَحِيْفَةً مِّنْهُ اِلٰى صَاحِبِهِ، ثُمَّ زَجَّجَ مَوْضِعَهَا، ثُمَّ اَتٰى بِهَا اِلَى الْبَحْرِ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ تَعْلَمُ اَنِّيْ كُنْتُ تَسَلَّفْتُ فُلَانًا اَلْفَ دِيْنَارٍ، فَسَاَلَنِيْ كَفِيْلًا فَقُلْتُ

امام ابوعبداللہ (بخاری) نے کہا: اور لیث نے کہا: مجھے جعفر بن ربیعہ نے حدیث بیان کی از عبدالرحمٰن بن ہرمز از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے بنی اسرائیل کے ایک شخص کا ذکر کیا' اس نے کسی اسرائیلی سے سوال کیا کہ وہ اسے ایک ہزار دینار قرض دے' اس نے کہا: تم میرے پاس گواہ لاؤ جن کو میں اس پر گواہ کروں' اس نے کہا: اللہ کا گواہ ہونا کافی ہے' اس نے کہا: پھر تم میرے پاس کفیل لاؤ' اس نے کہا: اللہ کا وکیل ہونا کافی ہے' اس دوسرے نے کہا: تم نے سچ کہا' پھر اس کو ایک مدتِ معین کے وعدہ پر وہ دینار دے دیئے' وہ شخص دریا کے پار نکل گیا' پھر اس نے اپنی ضرورت پوری کی' پھر اس نے کوئی کشتی تلاش کی جس میں سوار ہو کر مدتِ معینہ پر اس کی رقم پہنچائے تو اس کو کوئی کشتی نہیں ملی' تب اس نے لکڑی کو کھوکھلا کیا اور اس کے اندر ایک ہزار دینار رکھ دیئے اور اس قرض خواہ کے نام ایک پرچا لکھ دیا اور (کسی چیز سے) اس کا منہ بند کر دیا' پھر وہ اس لکڑی کو لے کر دریا پر آیا اور یہ دعا کی: اے

كَفٰى بِاللّٰهِ كَفِيلًا، فَرَضِيَ بِكَ، وَسَأَلَنِي شَهِيْدًا فَقُلْتُ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا، فَرَضِيَ بِكَ، وَاِنِّي جَهَدْتُ اَنْ اَجِدَ مَرْكَبًا اَبْعَثُ اِلَيْهِ الَّذِيْ لَهٗ فَلَمْ اَقْدِرْ، وَاِنِّي اَسْتَوْدِعُكَهَا، فَرَمٰى بِهَا فِي الْبَحْرِ حَتّٰى وَلَجَتْ فِيْهِ، ثُمَّ انْصَرَفَ، وَهُوَ فِيْ ذٰلِكَ يَلْتَمِسُ مَرْكَبًا يَخْرُجُ اِلٰى بَلَدِهٖ، فَخَرَجَ الرَّجُلُ الَّذِيْ كَانَ اَسْلَفَهٗ، يَنْظُرُ لَعَلَّ مَرْكَبًا قَدْ جَاءَ بِمَالِهٖ، فَاِذَا بِالْخَشَبَةِ الَّتِيْ فِيْهَا الْمَالُ، فَاَخَذَهَا لِاَهْلِهٖ حَطَبًا، فَلَمَّا نَشَرَهَا وَجَدَ الْمَالَ وَالصَّحِيْفَةَ، ثُمَّ قَدِمَ الَّذِيْ كَانَ اَسْلَفَهٗ، فَاَتٰى بِالْاَلْفِ دِيْنَارٍ، فَقَالَ وَاللّٰهِ مَا زِلْتُ جَاهِدًا فِيْ طَلَبِ مَرْكَبٍ لِآتِيَكَ بِمَالِكَ، فَمَا وَجَدْتُ مَرْكَبًا قَبْلَ الَّذِيْ اَتَيْتُ فِيْهِ، قَالَ هَلْ كُنْتَ بَعَثْتَ اِلَيَّ بِشَيْءٍ؟ قَالَ اُخْبِرُكَ اَنِّيْ لَمْ اَجِدْ مَرْكَبًا قَبْلَ الَّذِيْ جِئْتُ فِيْهِ، قَالَ فَاِنَّ اللّٰهَ قَدْ اَدّٰى عَنْكَ الَّذِيْ بَعَثْتَ فِي الْخَشَبَةِ، فَانْصَرِفْ بِالْاَلْفِ الدِّيْنَارِ رَاشِدًا.

اللہ! تجھے خوب علم ہے کہ میں نے فلاں شخص سے ایک ہزار دینار قرض لیے تھے اس نے مجھ سے کفیل کا سوال کیا تو میں نے کہا: اللہ کافی کفیل ہے پس وہ تیری کفالت پر راضی ہو گیا اور اس نے مجھ سے گواہ کا سوال کیا تو میں نے کہا: اللہ کافی گواہ ہے پس وہ تیری گواہی پر راضی ہو گیا اور میں نے کشتی تلاش کرنے کی پوری کوشش کی تا کہ میں اس کی طرف اس کی رقم بھیج دوں لیکن میں اس پر قادر نہیں ہوا اور اب میں یہ رقم والی لکڑی تیری امان میں دیتا ہوں' پھر اس شخص نے وہ لکڑی دریا میں ڈال دی حتیٰ کہ وہ لکڑی دریا میں داخل ہو گئی' پھر وہ واپس آ گیا اور وہ اس عرصہ میں کشتی تلاش کرتا رہا' جس سے وہ اس کے شہر کی طرف نکلے' پھر جس شخص نے اس کو قرض دیا تھا وہ دریا کی طرف نکلا کہ شاید اسے کوئی کشتی نظر آئے جو اس کا مال لے کر آ رہی ہو' تو اس کو وہ لکڑی مل گئی جس میں اس کا مال تھا' وہ اس لکڑی کو اپنے گھر والوں کے لیے اٹھا کر لے آیا اور جب اس لکڑی کو کھولا تو اس کو وہ مال مل گیا اور وہ پرچا بھی مل گیا' ادھر وہ مقروض بھی آ پہنچا' جس کو اس نے قرض دیا تھا' اس نے قرض خواہ کو ایک ہزار دینار ادا کر دیئے اور کہا: اللہ کی قسم! میں مسلسل کشتی کو تلاش کرتا رہا تا کہ میں وقت پر تمہاری رقم پہنچا دوں' لیکن مجھے اس سے پہلے کوئی کشتی نہیں مل سکی' اس قرض خواہ نے کہا: کیا تم نے میری طرف کوئی چیز بھیجی تھی؟ مقروض نے کہا: میں تمہیں بتا رہا ہوں کہ مجھے اس سے پہلے کوئی کشتی نہیں ملی' جس میں میں تمہارے پاس آتا' اس قرض خواہ نے کہا: بے شک اللہ نے تمہاری وہ رقم مجھے پہنچا دی ہے جو تم نے لکڑی میں رکھ کر میرے پاس بھیجی تھی' پھر وہ شخص وہ ایک ہزار دینار لے کر خوشی اور کامیابی کے ساتھ چلا گیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۹۸ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں کفیل کا ذکر ہے۔

شیخ تقی عثمانی کا ''اللہ میاں'' لکھنا اور اس پر مصنف کا تبصرہ

اس حدیث کی شرح میں شیخ تقی عثمانی نے درج ذیل دعائیہ جملہ لکھا ہے:

اے اللہ میاں! اس کو پہنچا دیں۔ (انعام الباری ج ۶ ص ۴۹۷ 'مکتبۃ الحراء' کراچی)

ہمارے نزدیک اللہ تعالیٰ کو اللہ میاں کہنا جائز نہیں ہے' اوّلاً اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء اور صفات توقیفی ہیں اور ثانیاً اس لیے کہ میاں کا معنی نقص کا موہم ہے (یعنی اس میں نقص اور عیب کا شائبہ ہے) اور جو لفظ نقص کا موہم ہو اس کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر جائز نہیں ہے۔

رہا یہ کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء اور صفات توقیفی ہیں تو اس کے متعلق علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ ھ لکھتے ہیں:

علامہ مازری نے کہا ہے کہ اللہ عزوجل پر ان ہی اسماء اور صفات کا اطلاق کیا جائے گا' جن کا اللہ عزوجل نے اپنی ذات پر اطلاق کیا ہے یا جن کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی ذات پر اطلاق کیا ہے یا جن اسماء کے اطلاق کے جواز پر امت کا اجماع ہے۔

(شرح مسلم ج ۱ ص ۲۶ 'نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ ھ)

رہا یہ کہ جو لفظ نقص کا موہم ہو اس کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر جائز نہیں ہے' سو اس کے متعلق علامہ عبد العزیز پرھاروی لکھتے ہیں:

ایک لفظ کے اطلاق کے جواز سے اس کے مترادف کا اطلاق جائز نہیں ہے کیونکہ کبھی وہ لفظ نقص کا موہم ہوتا ہے' اس لیے اس کا اطلاق جائز نہیں ہے' اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ پر عاقل کا اطلاق نہیں کیا جاتا حالانکہ وہ عالم کا مترادف ہے' اسی طرح کسی لفظ کے لازم کا اطلاق بھی اللہ تعالیٰ پر جائز نہیں ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا خالق ہے اور اس کو یہ لازم ہے کہ وہ خنزیر کا بھی خالق ہو' جب کہ ملزوم (وہ ہر چیز پر قادر ہے) کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر جائز ہے اور لازم (خالق خنزیر کا اطلاق) اللہ تعالیٰ پر جائز نہیں ہے۔

(نبراس ص ۱۷۳ 'شاہ عبد الحق محدث اکیڈمی' بندیال)

علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۷۹۳ ھ لکھتے ہیں:

یہ کہا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کُل کا خالق ہے اور یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ نجاستوں اور بندروں اور خنزیروں کا خالق ہے۔

(شرح المقاصد ج ۴ ص ۲۷۵ 'منشورات الشریف' قم' ایران' ۱۴۰۹ ھ)

رہا یہ کہ میاں کا لفظ نقص کا موہم ہے تو اس کی دلیل یہ ہے کہ لفظ میاں کے معانی میں درج ذیل معانی بھی ہیں:

صاحب زادہ' بیٹا' خاوند' شوہر' خصم' استاذ' معلم' مدرس' شہزادہ' امیر زادہ' کنور' پہاڑی راجاؤں کے خاندان کے لوگ۔

(فیروز اللغات' اُردو' ص ۱۳۲۵ 'فیروز سنز' لاہور)

اور ظاہر ہے کہ ان معانی میں سے کوئی معنی بھی اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق نہیں ہے' بلکہ ہر معنی اللہ تعالیٰ کی شان میں موجب نقص ہے۔

۲ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ فَاٰتُوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ﴾ (النساء: ۳۳)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: اور وہ لوگ جن سے تمہارا عہد ہو چکا ہے' سو تم انہیں ان کا حصہ دے دو۔ (النساء: ۳۳)

مقاتل نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ ابتداء میں ایک شخص کسی اجنبی شخص کے لیے قسم کھا کر اس کو کچھ دینے کا عہد کر لیتا حالانکہ اس کا اس سے کوئی رشتہ نہیں ہوتا تھا' پھر وہ ایک دوسرے کے وارث ہو جاتے' پھر اس چیز کو حسب ذیل آیت نے منسوخ کر دیا:

وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ.　قرابت دار بہ طور (وراثت) ایک دوسرے سے زیادہ حق دار ہیں۔

(الانفال: ۷۵)

(عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۱۶۶ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

٢٢٩٢ - حَدَّثَنَا الصَّلْتُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ اِدْرِيْسَ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ مُصَرِّفٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا ﴿وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ﴾ (النساء:٣٣) قَالَ وَرَثَةً. ﴿وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ﴾ (النساء:٣٣) قَالَ كَانَ الْمُهَاجِرُوْنَ لَمَّا قَدِمُوا الْمَدِيْنَةَ يَرِثُ الْمُهَاجِرُ الْاَنْصَارِيَّ دُوْنَ ذَوِيْ رَحِمِهٖ لِلْاُخُوَّةِ الَّتِيْ اٰخَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَهُمْ فَلَمَّا نَزَلَتْ ﴿وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ﴾ نَسَخَتْ ثُمَّ قَالَ ﴿وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ﴾ (النساء:٣٣) اِلَّا النَّصْرَ وَالرِّفَادَةَ وَالنَّصِيْحَةَ وَقَدْ ذَهَبَ الْمِيْرَاثُ وَيُوْصِيْ لَهٗ.

[اطراف الحدیث:۴۵۸۰-۶۷۴۷] (سنن ابوداؤد:۲۹۲۲)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الصلت بن محمد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی از ادریس از طلحہ بن مصرف از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما انہوں نے اس آیت کی تفسیر میں کہا: اور ہم نے ہر شخص کے ترکہ کے لیے موالی مقرر کر دیئے۔ (النساء:۳۳) موالی سے مراد وارث ہیں اور آیت: اور وہ لوگ جن سے تمہارا عہد ہو چکا ہے۔ (النساء:۳۳) اس کی تفسیر میں حضرت ابن عباس نے کہا: جب مہاجرین مدینہ میں آئے تو مہاجر انصاری کا وارث ہوتا تھا نہ کہ اس کا رشتہ دار کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین اور انصار کو ایک دوسرے کا بھائی بنا دیا تھا تب یہ آیت نازل ہوئی: ہم نے ہر شخص کے ترکہ کے لیے وارث مقرر کر دیئے ہیں۔ (النساء:۳۳) اس آیت نے اس حکم کو منسوخ کر دیا پھر انہوں نے کہا: اور آیت: اور وہ لوگ جن سے تمہارا عہد ہو چکا ہے۔ (النساء:۳۳) اس سے مراد مدد معاونت اور خیر خواہی ہے اب ان کی وراثت ختم ہوگئی اب ان کے لیے وصیت کی جا سکتی ہے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) الصلت بن عبدالرحمان ابو ہمام الخارقی (۲) ابواسامہ حماد بن اسامہ (۳) ادریس بن یزید (۴) طلحہ بن مصرف (۵) سعید بن جبیر (۶) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۱۶۷)

اس حدیث میں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ پہلے جس کے لیے حلف اٹھایا جاتا تھا وارث کا حق اس کی طرف منتقل ہو جاتا تھا اسی طرح مقروض سے جو مطالبہ کیا جاتا ہے وہ اس کے کفیل کی طرف منتقل ہو جاتا ہے ہر چند کہ یہ بہت دور کی مناسبت ہے لیکن امام بخاری کے لیے باب کے ساتھ اتنی مناسبت بھی کافی ہے۔

٢٢٩٣ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَدِمَ عَلَيْنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ فَاٰخَى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَهٗ وَ بَيْنَ سَعْدِ بْنِ الرَّبِيْعِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن جعفر نے حدیث بیان کی از حمید از حضرت انس رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ ہمارے پاس حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کا بھائی بنا دیا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری:۲۰۴۹ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث کی بھی باب کے ساتھ وہی مناسبت ہے جو ہم نے اس سے پہلی حدیث میں بیان کی ہے۔

٢٢٩٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ قَالَ حَدَّثَنَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن صباح نے حدیث

اِسْمَاعِيلُ بْنُ زَكَرِيَّاءَ قَالَ حَدَّثَنَا عَاصِمٌ قَالَ قُلْتُ لِأَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَبَلَغَكَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا حِلْفَ فِي الْإِسْلَامِ؟ فَقَالَ قَدْ حَالَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ قُرَيْشٍ وَّالْاَنْصَارِ فِيْ دَارِيْ. [اطراف الحدیث: ۶۰۸۳-۷۳۴۰]

بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن زکریاء نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عاصم نے حدیث بیان کی وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا آپ کو یہ حدیث پہنچی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اسلام میں (جاہلیت والے) عہد و پیمان نہیں ہیں تو انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو خود میرے گھر میں قریش اور انصار کے درمیان عہد و پیمان کرایا تھا۔

زمانہ جاہلیت میں اس طرح عہد کیا جاتا تھا کہ میں ہر صورت میں تمہارا حلیف اور مددگار رہوں خواہ تم حق پر ہو یا باطل پر اسلام نے اس کے عموم کو منسوخ کر دیا۔

حلف جاہلیت کی ابتداء

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: کیا تم کو یہ حدیث پہنچی ہے کہ اسلام میں حِلف نہیں ہے؟

''حِلف'' کا معنی عہد ہے اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ وہ اسلام میں ان چیزوں کا باہمی عہد نہیں کرتے تھے جن چیزوں کا زمانہ جاہلیت میں عہد کرتے تھے کہ میں ہر حال میں تمہارا حلیف ہوں خواہ تم حق پر ہو یا نہ ہو۔

امام مسلم نے حضرت جبیر بن مطعم سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اسلام میں حلف (عہد) نہیں ہے اور جس نے جاہلیت میں عہد کیا تھا تو اسلام اس عہد کو اور مضبوط کرتا ہے۔ (صحیح مسلم: ۲۵۳۰)

جاہلیت کے حلف کی ابتداء اس طرح ہوئی تھی کہ دوسرے شہروں سے جو لوگ مکہ مکرمہ آئے تو بعض مکہ کے لوگ ان پر ظلم کرتے تھے وہ اس کی شکایت اپنے قبیلہ والوں سے کرتے تو اس کا کوئی فائدہ نہ ہوتا' تب وہ لوگ جمع ہوئے جو ظلم اور زیادتی کو ناپسند کرتے تھے اور انہوں نے یہ حلف اٹھایا کہ وہ مظلوم کی مدد کریں گے' اور جب اسلام کا ظہور ہوا تو وہ اسی طرح عہد کرتے تھے۔

حِلف اور عہود کی نفی اور اثبات کی احادیث میں تطبیق

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو خود میرے گھر میں قریش اور انصار کے درمیان عہد و پیمان کرایا تھا۔

امام طبری نے کہا ہے کہ حضرت انس نے جو حِلف کے اثبات میں حدیث روایت کی ہے' وہ حضرت جبیر بن مطعم کی اس روایت کے خلاف نہیں ہے جس میں حِلف کی نفی ہے' کیونکہ اوائل ہجرت میں مہاجرین اور انصار کو ایک دوسرے کا بھائی بنایا جاتا تھا اور وہ ایک دوسرے کے وارث ہوتے تھے' پھر آیت میراث سے یہ وراثت تو منسوخ ہوگئی اور وہ عہد و پیمان باقی رہے جن کو قرآن مجید نے باطل نہیں کیا یعنی برحق کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرنا اور ظالم کو ظلم سے روکنا جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس سے مراد مدد' معاونت اور خیر خواہی ہے' اب ان کی وراثت منسوخ ہو چکی ہے۔ (صحیح البخاری: ۲۲۹۲)

اسلام کے عہود اور جاہلیت کے عہود کا فرق

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ جاہلیت میں حلف کا وہی معنی تھا جو اسلام میں ایک دوسرے کا بھائی بنانے کا معنی ہے' لیکن اسلام میں یہ اخوت دین کے احکام اور حدود میں جاری ہوتی ہے اور جاہلیت کا حِلف اپنی آراء سے بنائے ہوئے قوانین کے مطابق جاری ہوتا تھا' پھر ظہور اسلام کے بعد ان کے جو عہود اسلام سے متصادم تھے' ان کو باطل کر دیا گیا اور جو عہود اسلام کے موافق تھے' ان کو باقی رکھا

گیا۔ (اعلام السنن ج ۱ ص ۵۸۸ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۸ھ)

جاہلیت کے عہود اور اسلام کے عہود میں حد فاصل

جاہلیت کے حِلف اور اسلام میں جو حد فاصل ہے اس میں صحابہ کا اختلاف ہے حضرت ابن عباس نے فرمایا: الانفال: ۷۵ کے نزول سے پہلے جو حلف اور عہود تھے وہ جاہلیت کے عہود ہیں اور الانفال: ۷۵ کے نزول کے بعد جو عہود ہیں وہ اسلامی عہود ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''لایلف قریش'' کے نزول سے پہلے کے عہود جاہلی ہیں اور اس کے بعد کے عہود اسلامی ہیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہجرت سے پہلے کے عہود جاہلی ہیں اور اس کے بعد کے عہود اسلامی ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حدیبیہ سے پہلے جو عہود تھے ان کو قائم رکھا جائے گا اور حدیبیہ کے بعد کے جو عہود ہیں ان کو توڑ دیا جائے گا۔

(فتح الباری ج ۳ ص ۶۸۶-۶۸۵ دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

۳ - بَابُ مَنْ تَكَفَّلَ عَنْ مَّيِّتٍ دَيْنًا، فَلَيْسَ لَهُ اَنْ يَّرْجِعَ

جو شخص کسی میت کے قرض کا کفیل ہوا اس کے رجوع کا عدم جواز

وَبِهِ قَالَ الْحَسَنُ.

اور حسن بصری کا بھی یہی قول ہے۔

یعنی حسن بصری کا بھی یہی قول ہے اور جمہور علماء کا بھی یہی قول ہے۔

۲۲۹۵ - حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ، عَنْ يَّزِيْدَ بْنِ اَبِىْ عُبَيْدٍ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُتِىَ بِجَنَازَةٍ لِيُصَلِّيَ عَلَيْهَا، فَقَالَ هَلْ عَلَيْهِ مِنْ دَيْنٍ؟ قَالُوْا لَا، فَصَلّٰى عَلَيْهِ، ثُمَّ اُتِىَ بِجَنَازَةٍ اُخْرٰى، فَقَالَ هَلْ عَلَيْهِ مِنْ دَيْنٍ؟ قَالُوْا نَعَمْ، قَالَ صَلُّوْا عَلٰى صَاحِبِكُمْ. قَالَ اَبُوْ قَتَادَةَ عَلَيَّ دَيْنُهٗ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، فَصَلّٰى عَلَيْهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو عاصم نے حدیث بیان کی از یزید بن ابی عبید از حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک جنازہ لایا گیا کہ آپ اس کی نمازِ جنازہ پڑھائیں آپ نے پوچھا: کیا اس پر کوئی قرض ہے؟ مسلمانوں نے کہا: نہیں! تو آپ نے اس کی نمازِ جنازہ پڑھا دی پھر ایک اور جنازہ لایا گیا آپ نے پوچھا: کیا اس پر کوئی قرض ہے؟ مسلمانوں نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: تم اپنے ساتھی کی نمازِ جنازہ پڑھو حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ! اس کا قرض میرے ذمہ ہے تب آپ نے اس کی نمازِ جنازہ پڑھا دی۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۲۲۸۹ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں میت کی کفالت کا ذکر ہے۔

۲۲۹۶ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرٌو قَالَ سَمِعَ مُحَمَّدَ بْنَ عَلِيٍّ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ قَدْ جَاءَ مَالُ الْبَحْرَيْنِ قَدْ اَعْطَيْتُكَ هٰكَذَا وَهٰكَذَا. فَلَمْ يَجِئْ مَالُ الْبَحْرَيْنِ حَتّٰى قُبِضَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عمرو نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: محمد بن علی نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر بحرین کا مال آیا تو میں تمہیں اتنا اور اتنا دوں گا پھر بحرین کا مال نہیں آیا حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی پھر جب بحرین کا مال آیا تو

فَلَمَّا جَاءَ مَالُ الْبَحْرَيْنِ اَمَرَ اَبُوْ بَكْرٍ فَنَادٰى مَنْ كَانَ لَهُ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِدَةٌ اَوْ دَيْنٌ فَلْيَاْتِنَا، فَاَتَيْتُهُ فَقُلْتُ اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِيْ كَذَا وَكَذَا، فَحَثٰى لِيْ حَثْيَةً، فَعَدَدْتُهَا فَاِذَا هِيَ خَمْسُ مِائَةٍ، وَقَالَ خُذْ مِثْلَيْهَا.

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ جس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی وعدہ کیا ہو یا جس کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی قرض ہو وہ ہمارے پاس آئے' تو میں ان کے پاس گیا' سو میں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے اس طرح اور اس طرح فرمایا تھا' تو حضرت ابوبکر نے مجھے لپ بھر کر دیا' میں نے ان کو شمار کیا تو وہ پانچ سو تھے' حضرت ابوبکر نے فرمایا: تم ان کی دو مثل اور لے لو۔

[اطراف الحدیث: ۲۵۹۸ـ ۲۶۸۳ـ ۳۱۳۷ـ ۳۱۶۴ـ ۴۳۸۳]

(صحیح مسلم: ۲۳۱۴' الرقم المسلسل: ۵۹۱۷' مسند الحمیدی: ۱۲۳۳' طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۱۸' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۹ ص ۹۸' مسند ابویعلیٰ: ۲۰۱۹' شرح مشکل الآثار: ۳۵۴' مسند احمد ج ۳ ص ۳۰۸ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۴۳۰۱ـ ج ۲۲ ص ۲۰۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) علی بن عبد اللہ' ابن المدینی (۲) سفیان بن عیینہ (۳) عمرو بن دینار (۴) محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم (۵) حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۱۷۰)

اس حدیث کی باب مذکور کے ساتھ اس طرح مطابقت ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ ہوئے تو آپ نے جس سے جو وعدہ کیا تھا یا جس سے جو قرض لیا تھا' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ان سب کی ادائیگی کے کفیل ہو گئے۔

وعدہ پورا کرنے میں مذاہب ائمہ

امام ابوحنیفہ' امام شافعی' امام احمد' بعض فقہاء مالکیہ اور جمہور علماء کا موقف یہ ہے کہ وعدہ کو پورا کرنا مستحب ہے۔ بعض شافعیہ نے یہ کہا ہے کہ وعدہ کا پورا کرنا واجب ہے' اور اس حدیث میں وجوب کی دلیل نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۱۷۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤ - بَابُ جِوَارِ اَبِيْ بَكْرٍ فِيْ عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَقْدِهٖ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں (ایک مشرک کا) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو امان دینا اور ان کا اس سے عہد کرنا

۲۲۹۷ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فَاَخْبَرَنِيْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ اَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا، زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَتْ لَمْ اَعْقِلْ اَبَوَيَّ اِلَّا وَهُمَا يَدِيْنَانِ الدِّيْنَ، وَقَالَ اَبُوْ صَالِحٍ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ، عَنْ يُوْنُسَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ اَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ لَمْ اَعْقِلْ اَبَوَيَّ قَطُّ اِلَّا وَهُمَا يَدِيْنَانِ الدِّيْنَ، وَلَمْ يَمُرَّ عَلَيْنَا يَوْمٌ اِلَّا يَاْتِيْنَا فِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل' ابن شہاب نے کہا: پس مجھے عروہ بن زبیر نے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کیا کہ میں نے جب ہوش سنبھالا تو میرے والدین دین پر عمل کرتے تھے' اور ابوصالح نے کہا: مجھے عبد اللہ نے حدیث بیان کی از یونس از زہری' انہوں نے کہا: مجھے عروہ بن زبیر نے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے ہوش سنبھال کر جب اپنے والدین کو دیکھا تو وہ دین پر عمل کرتے تھے اور جب بھی کوئی دن گزرتا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دن کی کسی ایک

وَسَلَّمَ طَرَفَيِ النَّهَارِ بُكْرَةً وَّعَشِيَّةً، فَلَمَّا ابْتُلِيَ الْمُسْلِمُوْنَ، خَرَجَ اَبُوْ بَكْرٍ مُّهَاجِرًا قِبَلَ الْحَبَشَةِ حَتّٰى اِذَا بَلَغَ بَرْكَ الْغِمَادِ لَقِيَهُ ابْنُ الدَّغِنَةِ وَهُوَ سَيِّدُ الْقَارَةِ، فَقَالَ اَيْنَ تُرِيْدُ يَا اَبَا بَكْرٍ؟ فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ اَخْرَجَنِيْ قَوْمِيْ، فَاَنَا اُرِيْدُ اَنْ اَسِيْحَ فِي الْاَرْضِ فَاَعْبُدَ رَبِّيْ. قَالَ ابْنُ الدَّغِنَةِ اِنَّ مِثْلَكَ لَا يَخْرُجُ وَلَا يُخْرَجُ، فَاِنَّكَ تَكْسِبُ الْمَعْدُوْمَ، وَتَصِلُ الرَّحِمَ، وَتَحْمِلُ الْكَلَّ، وَتَقْرِي الضَّيْفَ، وَتُعِيْنُ عَلٰى نَوَائِبِ الْحَقِّ، وَاَنَا لَكَ جَارٌ، فَارْجِعْ فَاعْبُدْ رَبَّكَ بِبِلَادِكَ. فَارْتَحَلَ ابْنُ الدَّغِنَةِ، فَرَجَعَ مَعَ اَبِيْ بَكْرٍ، فَطَافَ فِيْ اَشْرَافِ كُفَّارِ قُرَيْشٍ، فَقَالَ لَهُمْ اِنَّ اَبَا بَكْرٍ لَّا يَخْرُجُ مِثْلُهُ وَلَا يُخْرَجُ، اَتُخْرِجُوْنَ رَجُلًا يَكْسِبُ الْمَعْدُوْمَ، وَيَصِلُ الرَّحِمَ وَيَحْمِلُ الْكَلَّ، وَيَقْرِي الضَّيْفَ، وَيُعِيْنُ عَلٰى نَوَائِبِ الْحَقِّ؟ فَاَنْفَذَتْ قُرَيْشٌ جِوَارَ ابْنِ الدَّغِنَةِ، وَاٰمَنُوْا اَبَا بَكْرٍ، وَقَالُوْا لِابْنِ الدَّغِنَةِ مُرْ اَبَا بَكْرٍ فَلْيَعْبُدْ رَبَّهٗ فِيْ دَارِهٖ، فَلْيُصَلِّ، وَلْيَقْرَاْ مَا شَآءَ، وَلَا يُؤْذِيْنَا بِذٰلِكَ، وَلَا يَسْتَعْلِنْ بِهٖ، فَاِنَّا قَدْ خَشِيْنَا اَنْ يَّفْتِنَ اَبْنَآءَنَا وَنِسَآءَنَا. قَالَ ذٰلِكَ ابْنُ الدَّغِنَةِ لِاَبِيْ بَكْرٍ، فَطَفِقَ اَبُوْ بَكْرٍ يَعْبُدُ رَبَّهٗ فِيْ دَارِهٖ، وَلَا يَسْتَعْلِنُ بِالصَّلٰوةِ، وَلَا الْقِرَآءَةِ فِيْ غَيْرِ دَارِهٖ، ثُمَّ بَدَا لِاَبِيْ بَكْرٍ، فَابْتَنٰى مَسْجِدًا بِفِنَاءِ دَارِهٖ وَبَرَزَ، فَكَانَ يُصَلِّيْ فِيْهِ، وَيَقْرَاُ الْقُرْاٰنَ، فَيَتَقَصَّفُ عَلَيْهِ نِسَاءُ الْمُشْرِكِيْنَ وَاَبْنَاؤُهُمْ، يَعْجَبُوْنَ وَيَنْظُرُوْنَ اِلَيْهِ، وَكَانَ اَبُوْ بَكْرٍ رَجُلًا بَكَّاءً، لَا يَمْلِكُ دَمْعَهٗ حِيْنَ يَقْرَاُ الْقُرْاٰنَ، فَاَفْزَعَ ذٰلِكَ اَشْرَافَ قُرَيْشٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ، فَاَرْسَلُوْا اِلَى ابْنِ الدَّغِنَةِ فَقَدِمَ عَلَيْهِمْ، فَقَالُوْا لَهٗ اِنَّا كُنَّا اَجَرْنَا اَبَا بَكْرٍ عَلٰى اَنْ يَّعْبُدَ رَبَّهٗ فِيْ دَارِهٖ، وَاِنَّهٗ جَاوَزَ ذٰلِكَ، فَابْتَنٰى مَسْجِدًا بِفِنَاءِ دَارِهٖ، وَاَعْلَنَ الصَّلٰوةَ وَالْقِرَآءَةَ، وَقَدْ خَشِيْنَا اَنْ يَّفْتِنَ اَبْنَآءَنَا

طرف میں ہمارے پاس تشریف لاتے تھے صبح کو اور شام کو پھر جب مسلمان مشکلات میں مبتلا ہوئے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کے لیے نکلے حتیٰ کہ جب وہ برک الغماد (یمن یا یمامہ کی طرف ایک جگہ) پہنچے تو (قبیلہ) القارۃ کے سردار ابن الدغنہ سے ان کی ملاقات ہوئی' اس نے پوچھا: اے ابوبکر! آپ کہاں جارہے ہیں؟ حضرت ابوبکر نے کہا: میری قوم نے مجھے نکال دیا اور میرا ارادہ ہے کہ میں زمین میں سیاحت کروں اور اپنے رب کی عبادت کروں' ابن الدغنہ نے کہا: آپ جیسا شخص یہاں سے نہیں نکلے گا اور نہ اس کو نکالا جائے گا' کیونکہ جس کے پاس مال نہ ہو آپ اس کے لیے کماتے ہیں' رشتہ داروں سے میل جول رکھتے ہیں' ناتوانوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں' مہمانوں کی ضیافت کرتے ہیں اور راہِ حق کی مشکلات میں لوگوں کی مدد کرتے ہیں' اور میں آپ کو امان دینے والا ہوں' آپ واپس جائیں اور اپنے شہروں میں اپنے رب کی عبادت کریں' پھر ابن الدغنہ چل پڑا اور حضرت ابوبکر کے ساتھ واپس آیا' پھر وہ کفارِ قریش کے سرداروں میں گھوما پھرا اور کہا: ابوبکر ایسا شخص نکلے گا نہ اس کو نکالا جائے گا' کیا تم ایسے شخص کو نکال رہے ہو جو اُن کے لیے کماتا ہے جن کے پاس مال نہ ہو اور رشتہ داروں سے ملاپ رکھتا ہے اور ناتوانوں کا بوجھ اٹھاتا ہے اور مہمانوں کی ضیافت کرتا ہے اور راہِ حق کی مشکلات میں لوگوں کی مدد کرتا ہے! پھر قریش نے ابن الدغنہ کی دی ہوئی امان کو نافذ کر دیا اور حضرت ابوبکر کو امان دے دی اور ابن الدغنہ سے کہا کہ تم ابوبکر سے کہو کہ وہ اپنے گھر میں اپنے رب کی عبادت کریں اور نماز پڑھیں اور جتنا دل چاہے قرآن پڑھیں اور ہمیں ایذاء نہ دیں اور علانیہ نماز نہ پڑھیں' کیونکہ ہمیں یہ خطرہ ہے کہ ہمارے بیٹے اور ہماری عورتیں (اسلام کے) فتنہ میں پڑ جائیں گے' یہ بات ابن الدغنہ نے حضرت ابوبکر سے کہہ دی' پھر حضرت ابوبکر اپنے گھر میں اپنے رب کی عبادت کرنے لگے اور علانیہ نماز نہیں پڑھتے تھے اور نہ اپنے گھر کے علاوہ قرآن پڑھتے تھے' پھر حضرت ابوبکر کو خیال آیا تو انہوں نے اپنے گھر کے صحن میں مسجد بنالی اور علانیہ نماز پڑھنے لگے' اور (بہ آواز بلند)

وَنِسَاءَ نَا، فَأْتِهِ، فَإِنْ اَحَبَّ اَنْ يَّقْتَصِرَ عَلٰى اَنْ يَّعْبُدَ رَبَّهٗ فِيْ دَارِهٖ فَعَلَ، وَاِنْ اَبٰى اِلَّا اَنْ يُّعْلِنَ ذٰلِكَ، فَسَلْهُ اَنْ يَّرُدَّ اِلَيْكَ ذِمَّتَكَ، فَاِنَّا كَرِهْنَا اَنْ نُّخْفِرَكَ، وَلَسْنَا مُقِرِّيْنَ لِاَبِيْ بَكْرٍ الْاِسْتِعْلَانَ. قَالَتْ عَائِشَةُ فَاَتَى ابْنُ الدَّغِنَةِ اَبَا بَكْرٍ، فَقَالَ قَدْ عَلِمْتَ الَّذِيْ عَقَدْتُّ لَكَ عَلَيْهِ، فَاِمَّا اَنْ تَقْتَصِرَ عَلٰى ذٰلِكَ، وَاِمَّا اَنْ تَرُدَّ اِلَيَّ ذِمَّتِيْ، فَاِنِّيْ لَا اُحِبُّ اَنْ تَسْمَعَ الْعَرَبُ اَنِّيْ اُخْفِرْتُ فِيْ رَجُلٍ عَقَدْتُّ لَهٗ. قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ اِنِّيْ اَرُدُّ اِلَيْكَ جِوَارَكَ، وَاَرْضٰى بِجِوَارِ اللّٰهِ. وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَئِذٍ بِمَكَّةَ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ اُرِيْتُ دَارَ هِجْرَتِكُمْ، رَاَيْتُ سَبْخَةً ذَاتَ نَخْلٍ بَيْنَ لَابَتَيْنِ. وَهُمَا الْحَرَّتَانِ، فَهَاجَرَ مَنْ هَاجَرَ قِبَلَ الْمَدِيْنَةِ حِيْنَ ذَكَرَ ذٰلِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَرَجَعَ اِلَى الْمَدِيْنَةِ بَعْضُ مَنْ كَانَ هَاجَرَ اِلٰى اَرْضِ الْحَبَشَةِ، وَتَجَهَّزَ اَبُوْ بَكْرٍ مُّهَاجِرًا، فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى رِسْلِكَ، فَاِنِّيْ اَرْجُوْ اَنْ يُّؤْذَنَ لِيْ. قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ هَلْ تَرْجُوْ ذٰلِكَ بِاَبِيْ اَنْتَ؟ قَالَ نَعَمْ. فَحَبَسَ اَبُوْ بَكْرٍ نَفْسَهٗ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَصْحَبَهٗ، وَعَلَفَ رَاحِلَتَيْنِ كَانَتَا عِنْدَهٗ وَرَقَ السَّمُرِ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ.

قرآن مجید پڑھنے لگے' سو مشرکین کی عورتوں اور ان کے بچوں کا (ان کو دیکھنے کے لیے) اژدحام ہو جاتا' وہ تعجب سے ان کو دیکھتے تھے اور حضرت ابوبکر بہت گریہ کرنے والے تھے' وہ قرآن مجید پڑھتے ہوئے اپنے آنسوؤں کو نہ روک سکتے تھے' اس سے مشرکین قریش کے سردار خوف زدہ ہو گئے' انہوں نے ابن الدغنہ کو بلایا' وہ ان کے پاس آیا تو انہوں نے کہا: ہم نے اس شرط پر ابوبکر کو امان دی تھی کہ وہ اپنے گھر میں اپنے رب کی عبادت کریں گے اور اب انہوں نے اس شرط سے تجاوز کیا ہے اور اپنے گھر کے صحن میں مسجد بنالی ہے اور وہ اب علانیہ نماز پڑھتے ہیں اور قرآن کی تلاوت کرتے ہیں اور ہمیں اپنے بیٹوں اور عورتوں کے فتنہ میں پڑنے کا خوف ہے' تم ان کے پاس جا کر کہو کہ اگر وہ چاہیں تو اپنے گھر میں رب کی عبادت پر اکتفاء کریں اور اگر وہ اس سے انکار کریں اور علانیہ عبادت کرنے پر اصرار کریں تو ان سے سوال کرو کہ وہ تمہاری دی ہوئی امان تم کو واپس کر دیں کیونکہ ہم اس کو ناپسند کرتے ہیں کہ ہم تمہارے عہد کو توڑیں اور ہم ابوبکر کو ان کی علانیہ عبادت پر برقرار نہیں رکھیں گے' حضرت عائشہ نے کہا: پھر ابن الدغنہ' حضرت ابوبکر کے پاس آیا اور کہا: آپ کو معلوم ہے میں نے آپ سے کیا عہد کیا تھا؟ آپ یا تو اس شرط پر برقرار ہیں یا پھر آپ میرے عہد اور میری امان کو میری طرف لوٹا دیں' کیونکہ میں عرب کے لوگوں سے یہ سننا پسند نہیں کرتا کہ میں نے ایک شخص سے جو عہد کیا تھا وہ توڑ دیا' حضرت ابوبکر نے کہا: میں تمہاری امان تمہاری طرف واپس کرتا ہوں اور میں اللہ کی پناہ پر راضی ہوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان دنوں مکہ میں تھے' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے تمہاری ہجرت کا گھر دکھایا گیا ہے' میں نے ایک کھاری شور زمین دیکھی ہے جہاں دو کالے پتھریلے میدانوں کے درمیان کھجور کے باغات ہیں' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ذکر فرمایا تو جنہوں نے مدینہ کی طرف ہجرت کرنی تھی انہوں نے ہجرت کر لی اور جنہوں نے سرزمین حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی' وہ مدینہ کی طرف لوٹ آئے اور حضرت ابوبکر ہجرت کے لیے تیار ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم

ابھی ٹھہرو! کیونکہ مجھے امید ہے کہ مجھے (ہجرت کی) اجازت دی جائے گی' حضرت ابوبکر نے کہا: آپ پر میرے ماں باپ فدا ہوں! کیا آپ کو اس کی امید ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مصاحبت کی خاطر اپنے آپ کو روک لیا اور ان کے پاس جو دو اونٹنیاں تھیں' ان کو چار ماہ تک ببول کے پتے کھلاتے رہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۲۶۳۔۲۱۳۸'۲۲۶۳ اور ۴۷۶ میں کی گئی ہے' وہاں پر اس حدیث کی اختصار کے ساتھ روایت تھی اور یہاں پر اس حدیث کی بہت مفصل روایت ہے' اس لیے ہم اب اس کی از سر نو شرح کر رہے ہیں:

حدیث مذکور کے رجال

(۱) یحییٰ بن بکیر' یہ یحییٰ بن عبداللہ بن بکیر ہیں' ابوزکریا مخزومی (۲) لیث بن سعد (۳) عقیل بن خالد (۴) محمد بن مسلم بن شہاب زہری (۵) عروہ بن زبیر بن العوام (۶) ابوصالح' ان کے نام میں اختلاف ہے' ابونعیم نے کہا: ان کا نام سلیمان بن صالح ہے' الدمیاطی نے کہا: ان کا نام محبوب بن موسیٰ الفراء ہے' فربری نے کہا: ان کا نام سلمویہ ہے (۷) عبداللہ بن المبارک (۸) یونس بن یزید (۹) حضرت ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۱۷۳)

حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ کی حیاتِ طیبہ ایک نظر میں

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ نے بیان کیا کہ میں نے ہوش سنبھال کر جب اپنے والدین کو دیکھا تو وہ دین پر عمل کرتے تھے۔

یعنی جب میں نے شعور کی آنکھ کھولی تو میرے والدین دین اسلام کے پیروکار تھے' اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے تھے' کیونکہ سیدہ عائشہ رضی اللہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے پانچویں سال پیدا ہوئیں۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بعثت کے بعد تیرہ سال مکہ میں رہے' اور اس پر اجماع ہے کہ ہجرت کے وقت حضرت عائشہ رضی اللہ کی عمر آٹھ سال تھی اور یہ ہجرت سے چند ماہ پہلے کا واقعہ ہے اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ سے نکاح کیا' اس وقت ان کی عمر سات سال تھی اور جب ان کی رخصتی ہوئی' اس وقت ان کی عمر نو سال تھی اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی' اس وقت ان کی عمر اٹھارہ سال تھی اور آپ کی وفات کے بعد وہ اڑتالیس سال زندہ رہیں۔

بَرک الغماد کا محلِ وقوع اور ابن الدغنہ کا معنی اور اس کا نام

اس حدیث میں ''بَرك الغِماد'' کا ذکر ہے۔ یہ یمن کی آخری جانب میں ایک جگہ ہے' ایک قول یہ ہے کہ برک' یمامہ کے پاس ہے۔

نیز اس میں ابن الدغنہ کا ذکر ہے' دغنہ اس کی ماں کا نام ہے' اس کا لفظی معنی ہے: برسنے والا بادل' یہ قبیلہ القارہ کا سردار تھا' یہ قبیلہ تیر اندازی میں مشہور تھا' ابن درید نے کہا: القارہ کا معنی ہے: سیاہ ریت کا ٹیلہ جس میں پتھر ہوں' امام ابن اسحاق نے کہا: ابن الدغنہ کا نام ربیعہ بن رفیع تھا۔

حضرت ابوبکر بہ حیثیت آئینۂ رسالت

ابن الدغنہ نے حضرت ابوبکر سے کہا: آپ جیسا شخص یہاں سے نہیں نکلے گا اور نہ اس کو نکالا جائے گا' کیونکہ جس کے پاس مال نہ ہو آپ اس کے لیے مال کماتے ہیں' رشتہ داروں سے ملاپ رکھتے ہیں' ناتوانوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں' مہمانوں کی ضیافت کرتے ہیں' اور راہِ حق کی مشکلات میں لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔ یہ حضرت ابوبکر کی وہ صفات تھیں جو ہر دیکھنے والے کو نظر آتی تھیں' جس طرح ابن الدغنہ نے حضرت ابوبکر کی یہ صفات بیان کیں' اسی طرح حضرت خدیجۃ الکبریٰ (رضی اللہ) نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تسلی دیتے وقت یہی صفات بیان کی تھیں:

حضرت خدیجہ نے کہا: اللہ کی قسم! اللہ آپ کو کبھی شرمندہ ہونے نہیں دے گا' کیونکہ آپ رشتہ داروں سے ملاپ رکھتے ہیں' ناتوانوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں' جس کے پاس مال نہ ہو اس کے لیے مال کماتے ہیں' مہمانوں کی ضیافت کرتے ہیں اور راہِ حق کی مشکلات میں لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔ (صحیح البخاری: ۳)

غور کیجئے! حضرت خدیجہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جو صفات بیان کی ہیں' وہی صفات ابن الدغنہ نے حضرت ابوبکر کی بیان کیں' اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دیکھنے والوں کو حضرت ابوبکر کی شخصیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت دکھائی دیتی تھی۔ اس کی دوسری مثال یہ ہے:

صلح حدیبیہ کے موقع پر کفار نے یہ شرائط رکھیں: (۱) اس سال آپ عمرہ کیے بغیر واپس چلے جائیں اور اگلے سال آکر عمرہ کر لیں (۲) آپ کے پاس (مدینہ میں) ہماری طرف سے (مکہ سے) جو شخص آئے گا خواہ وہ آپ کے دین پر ہو' آپ کو اسے ہماری طرف واپس کرنا ہوگا اور ہمارے پاس آپ کی طرف سے جو آدمی آئے گا' ہم اسے آپ کی طرف واپس نہیں کریں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ شرائط مان لی تھیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان شرائط کو ماننے کی وجہ سے بہت مضطرب تھے' وہ بیان کرتے ہیں:

میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گیا اور جا کر کہا: کیا آپ اللہ کے برحق نبی نہیں ہیں؟ آپ نے فرمایا: کیوں نہیں! میں نے کہا: کیا ہم حق پر اور ہمارا دشمن باطل پر نہیں ہے؟ آپ نے فرمایا: کیوں نہیں! میں نے کہا: پھر ہم اپنے دین میں دب کر کیوں رہیں؟ آپ نے فرمایا: میں اللہ کا رسول ہوں' اس کی نافرمانی نہیں کرتا اور وہ میری مدد کرے گا' میں نے کہا: کیا آپ نے ہم سے یہ نہیں کہا تھا کہ ہم عنقریب بیت اللہ جا کر اس کا طواف کریں گے؟ آپ نے فرمایا: کیوں نہیں! کیا میں نے تم سے یہ کہا تھا کہ ہم اس سال آئیں گے (اور طواف کریں گے)؟ میں نے کہا: نہیں! آپ نے فرمایا: پس بے شک میں بیت اللہ آؤں گا اور اس کا طواف کروں گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اس کے بعد میں حضرت ابوبکر کے پاس گیا' اور میں نے کہا: اے ابوبکر! کیا یہ اللہ کے برحق نبی نہیں ہیں؟ انہوں نے کہا: کیوں نہیں! میں نے کہا: کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟ اور ہمارے دشمن باطل پر نہیں ہیں؟ انہوں نے کہا: کیوں نہیں! میں نے کہا: پھر ہم اپنے دین میں دب کر کیوں رہیں؟ حضرت ابوبکر نے کہا: اے شخص! بے شک وہ ضرور اللہ کے رسول ہیں (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور وہ اپنے رب کی نافرمانی نہیں کرتے اور وہ ان کی مدد کرے گا' تم ان کے ساتھ وابستہ رہو' بے شک وہ حق پر ہیں' میں نے کہا: کیا انہوں نے ہم سے یہ نہیں کہا تھا کہ ہم عنقریب بیت اللہ جائیں گے اور اس کا طواف کریں گے؟ انہوں نے کہا: کیوں نہیں! کیا انہوں نے تم سے یہ کہا تھا کہ وہ اس سال بیت اللہ آئیں گے (اور اس کا طواف کریں گے)؟ میں نے کہا: نہیں! انہوں نے کہا: پس بے شک آپ بیت اللہ آئیں گے اور اس کا طواف کریں گے۔ (صحیح البخاری: ۲۷۳۲-۲۷۳۱)

غور فرمایئے! حضرت عمر کے ہر سوال کے جواب میں حضرت ابوبکر نے وہی بات کہی جو رسول اللہ ﷺ نے فرمائی تھی گویا کہ حضرت ابوبکر کا ذہن رسول اللہ ﷺ کی فکر کا ترجمان اور حضرت ابوبکر کی زبان رسول اللہ ﷺ کے بیان کی مظہر ہو گئی تھی۔ خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ابوبکر کی نظری اور عملی دونوں قوتیں رسول اللہ ﷺ کے افکار اور اعمال کا آئینہ بن گئی تھیں۔ جب محبت درجۂ کمال پر ہو تو طبیعت' طبیعت میں اور مزاج' مزاج میں ڈھل جاتا ہے' حضرت ابوبکر کی شخصیت میں اپنا کچھ نہیں رہا تھا' رنگ روپ' جمال کمال سب رسول اللہ کا تھا' حضرت ابوبکر کی شخصیت ایک آئینہ تھی جس میں رسول اللہ ﷺ کی سیرت کا عکس نظر آتا تھا۔

حضرت ابوبکر کا ابن الدغنہ کی امان کو واپس کر کے اللہ تعالیٰ کی امان کو اختیار کرنا اور ہجرت کی تیاری کرنا

ابن الدغنہ سے عرب کے سرداروں نے کہا: تم ابوبکر سے کہو کہ وہ اپنے گھر میں اپنے رب کی عبادت کریں اور اس کو ظاہر نہ کریں۔ عرب کے سرداروں نے یہ شرط اس لیے لگائی تھی کہ ان کو ڈر تھا کہ اگر ان کے بیٹوں اور عورتوں نے حضرت ابوبکر کو قرآن مجید پڑھتے ہوئے سن لیا تو وہ دین اسلام کی طرف مائل ہو جائیں گے' پہلے تو حضرت ابوبکر اسی طرح گھر کے اندر اپنے رب کی عبادت کرتے رہے' پھر حضرت ابوبکر کو یہ خیال آیا کہ وہ اپنے گھر کے صحن میں مسجد بنالیں' سو انہوں نے اپنے گھر کے صحن میں مسجد بنالی اور یہ پہلی مسجد تھی' جو اسلام میں بنائی گئی تھی۔

حضرت ابوبکر سوز و گداز والے اور نرم دل تھے' وہ جب قرآن مجید کی تلاوت کرتے تو ان کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگتے' قرآن مجید کی تلاوت کا اعجاز اور حضرت ابوبکر کا گداز اور ان کی آنکھوں سے اشک رواں کا سیلاب یہ دیکھنے والوں کو بہت متاثر کرتا اور ان کی نماز کو دیکھنے کے لیے عرب کے بیٹوں اور عورتوں کا رش لگ جاتا' حدیث میں اس کے لیے ''فیتقصف'' کا لفظ ہے' جس کا معنی ہے: بہت لوگ جمع ہو جاتے تھے' یہ صورتِ حال عرب کے مشرک سرداروں کے لیے بہت تشویش کا باعث تھی' انہوں نے ابن الدغنہ سے حضرت ابوبکر کے اس طرزِ عمل کی شکایت کی' بالآخر اس نے اپنی امان واپس لے لی اور حضرت ابوبکر نے مدینہ کی طرف ہجرت کا ارادہ کر لیا لیکن جب رسول اللہ ﷺ نے یہ بتایا کہ حضرت ابوبکر نے آپ کے ساتھ ہجرت کرنی ہے تو وہ ٹھہر گئے۔

حدیث مذکور کے مسائل

☆ کسی مظلوم کو اپنی امان اور پناہ میں رکھنا' جیسے ابوطالب نے رسول اللہ ﷺ کو اور ابن الدغنہ نے حضرت ابوبکر کو اپنی پناہ اور امان میں رکھا۔

☆ جب مؤمن کو اپنی جان کا خطرہ ہو تو اس کے لیے کسی کی پناہ میں جانا جائز ہے' خواہ پناہ دینے والا کافر ہو' تاہم یہ رخصت ہے لیکن عزیمت یہ ہے کہ مؤمن اللہ کی پناہ میں رہے' حضرت ابوبکر نے پہلے رخصت پر اور پھر عزیمت پر عمل کیا۔

☆ جس شخص کا شہر میں رہنا مفید ہو' اس کو شہر سے باہر نہیں جانا چاہیے' جیسے دوسرے مسلمان حبشہ اور مدینہ کی طرف ہجرت کرتے رہے اور حضرت ابوبکر نے اپنی ہجرت کو مؤخر کیا اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہجرت کی حتیٰ کہ محمد بن سلمہ نے کہا ہے کہ فقیہ کو جہاد کے لیے روانہ نہیں ہونا چاہیے کیونکہ کافروں سے لڑنے کے لیے تو بہت مسلمان ہیں لیکن اس فقیہ جیسا دین پر عبور رکھنے والا اور شرعی مسائل میں رہنمائی کرنے والا کوئی کوئی ہوتا ہے اور اس مسئلہ کا استخراج اس آیت سے ہوتا ہے:

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً. (التوبہ: ۱۲۲) اور یہ تو نہیں ہو سکتا کہ جہاد کے لیے تمام مؤمن روانہ ہو جائیں۔

(عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۱۷۶۔ ۱۷۳' مع اضافات وتخریجات کثیرۃ' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۵ - بَابُ الدَّيْنِ

۲۲۹۸ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُؤْتَى بِالرَّجُلِ الْمُتَوَفَّى عَلَيْهِ الدَّيْنُ، فَيَسْأَلُ هَلْ تَرَكَ لِدَيْنِهِ فَضْلًا؟ فَإِنْ حُدِّثَ أَنَّهُ تَرَكَ لِدَيْنِهِ وَفَاءً فَصَلَّى، وَإِلَّا قَالَ لِلْمُسْلِمِينَ صَلُّوا عَلَى صَاحِبِكُمْ. فَلَمَّا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْفُتُوحَ، قَالَ أَنَا أَوْلَى بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ، فَمَنْ تُوُفِّيَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ فَتَرَكَ دَيْنًا فَعَلَيَّ قَضَاؤُهُ، وَمَنْ تَرَكَ مَالًا فَلِوَرَثَتِهِ.

قرض ادا کرنے کا حکم

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب از ابوسلمہ از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایسا وفات یافتہ شخص لایا جاتا جس پر قرض ہوتا تو آپ دریافت فرماتے کہ آیا اس نے اپنے قرض کی ادائیگی کے لیے فاضل رقم چھوڑی ہے یا نہیں؟ اگر یہ بتایا جاتا کہ اس نے اپنے قرض کی ادائیگی کے لیے رقم چھوڑی ہے تو آپ اس کی نمازِ جنازہ پڑھا دیتے ورنہ آپ مسلمانوں سے فرماتے: تم اپنے ساتھی کی نماز جنازہ پڑھ لو پھر جب اللہ تعالیٰ نے آپ پر فتوحات کا دروازہ کھول دیا تو آپ نے فرمایا: میں مؤمنوں سے زیادہ ان کی جانوں پر تصرف کرنے کا حق دار ہوں پس مؤمنوں میں سے جو فوت ہو گیا اور اس نے قرض چھوڑا تو اس کو میں ادا کروں گا اور جس نے مال چھوڑا تو وہ اس کے وارثوں کا ہے۔

زندگی میں قرض ادا کرنے کی تاکید

اس حدیث میں لوگوں کو اس پر برانگیختہ فرمایا ہے کہ وہ اپنی زندگی میں قرض ادا کر دیں کیونکہ موت کا کوئی پتا نہیں کہ وہ کب آ جائے نیز اس میں یہ بتایا ہے کہ ملک کا سربراہ جس طرح مسلمانوں کی زندگی میں ان کی ضروریات کا کفیل ہے اسی طرح ان کی موت کے بعد بھی ان کے بچوں کی کفالت ان کے قرض کی ادائیگی اور ان کی دیگر ضروریات کا ذمہ دار ہے۔

''کتاب الکفالۃ'' کی تکمیل

الحمد للّٰہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سیّدنا محمد خاتم النبیین وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ اجمعین۔

آج بارہ صفر ۱۴۲۹ھ/ بیس فروری ۲۰۰۸ء بہ روز بدھ ''کتاب الکفالۃ'' کی تکمیل ہو گئی اے میرے رب اور رب محمد! جس طرح آپ نے صحیح البخاری کی یہ کتاب مکمل کرا دی پوری صحیح بخاری کی شرح مکمل کرا دیں۔ وما ذالك علیك بعزیز! اور میری اور میرے والدین تمام قارئین معاونین اور مؤمنین کی مغفرت فرما دیں۔ آمین!

''کتاب الحوالۃ'' اور ''الکفالۃ'' میں مجموعی طور پر بارہ احادیث ہیں جن میں سے دو تعلیقات ہیں بقیہ موصول ہیں اور ان میں سے چھ احادیث مکرر ہیں اور بقیہ چھ خالص احادیث ہیں۔

❁❁❁❁❁

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علٰی رسولہ الکریم

٤٠ - كِتَابُ الْوَكَالَةِ

وکالت کا بیان

وکالت کا لغوی معنی ہے: حفاظت کرنا' اور اس کا اصطلاحی معنی ہے: اپنا کام کسی کے سپرد کر دینا' کسی کو اپنا نائب اور قائم مقام بنا دینا اور کسی کو اپنے معاملات میں تصرف کا اختیار دینا۔

١ - بَابٌ فِيْ وَكَالَةِ الشَّرِيْكِ الشَّرِيْكَ فِي الْقِسْمَةِ وَغَيْرِهَا

ایک شریک کا دوسرے شریک کو تقسیم کرنے میں یا کسی اور معاملہ میں وکیل بنانا

وَقَدْ اَشْرَكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِيًّا فِيْ هَدْيِهِ' ثُمَّ اَمَرَهُ بِقِسْمَتِهَا.

اور نبی ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو قربانی کے اونٹوں میں شریک کیا' پھر ان کو تقسیم کرنے کا حکم دیا۔

یہ تعلیق دو حدیثوں پر مشتمل ہے:

(١) حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ اپنے احرام پر قائم رہیں اور ان کو قربانی کے اونٹوں میں شریک کیا۔ (صحیح البخاری:٢٥٠٥)

(٢) حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے نبی ﷺ نے یہ حکم دیا کہ میں قربانی کے اونٹوں پر قائم رہوں اور اونٹوں میں سے قصائی کو اجرت بالکل نہ دوں۔ (صحیح البخاری:١٧١٦)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ پھر نبی ﷺ اونٹوں کو نحر کرنے کی جگہ تشریف لے گئے' پس آپ نے تریسٹھ (٦٣) اونٹوں کو نحر کیا' پھر باقی کے اونٹ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نحر کرنے کے لیے دیئے' سو انہوں نے باقی (٣٧) اونٹ نحر کیے' اس سے معلوم ہوا کہ قربانی کے کل اونٹ سو تھے جن میں آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شریک کیا تھا۔ (فتح الباری ج ٣ ص ٢٤٣' دار المعرفہ بیروت' ١٤٢٦ھ)

حضرت عبد اللہ بن قرط رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے عظیم دن یوم النحر (١٠ ذوالحجہ) ہے' پھر اس کے بعد اس کا دوسرا دن ہے اور پانچ یا چھ اونٹ نبی ﷺ کے قریب کیے گئے' ان میں سے ہر ایک آپ کے قریب آتا تھا کہ آپ پہلے اس کو قربان کر دیں۔ (سنن ابوداؤد:١٧٦٥)

ایسے ہی موقع کے لیے ایک شاعر نے کہا ہے:

ہمہ آہوان صحرا سر خود نہادہ بر کف
باامید آنکہ روزے بہ شکار خواہی آمد

جنگل کے ہرن اپنی ہتھیلیوں پر اپنا سر رکھے ہوئے ہیں

اس امید پر کہ کسی دن وہ محبوب شکار کرنے آئے گا

٢٢٩٩ - حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ أَمَرَنِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ أَتَصَدَّقَ بِجِلَالِ الْبُدْنِ الَّتِي نُحِرَتْ وَبِجُلُودِهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قبیصہ نے حدیث بیان کی، وہ کہتے ہیں: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ابن ابی نجیح از مجاہد از عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ از حضرت علی رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ میں قربانی کے اونٹوں کی جھولوں اور چمڑوں کو لوگوں میں تقسیم کر دوں۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ١٧٠٧ میں گزر چکی ہے۔

اونٹ کے پشت اور کوہان پر جو کپڑا بچھایا جاتا ہے اس کو اُردو میں جھول کہتے ہیں اور چمڑے سے مراد ہے: اونٹ کی کھال۔

اس حدیث کی بہ ظاہر باب کے عنوان سے کوئی مطابقت نہیں ہے لیکن امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں پر اس لیے روایت کیا ہے کہ قربانی کے بعض اونٹوں کو نحر کرنے کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو مقرر کر دیا تھا اور یہ وکالت ہے اور یہ دُور کی مناسبت ہے کیونکہ اس حدیث میں اس توکیل کا ذکر نہیں ہے اور عام طور پر امام بخاری کی مناسبتیں اسی طرح کی ہوتی ہیں۔

٢٣٠٠ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ يَزِيدَ، عَنْ أَبِي الْخَيْرِ، عَنْ عُقْبَةَ ابْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْطَاهُ غَنَمًا يَقْسِمُهَا عَلَى صَحَابَتِهِ، فَبَقِيَ عَتُودٌ، فَذَكَرَهُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ضَحِّ أَنْتَ. [اطراف الحدیث: ٢٥٠٠-٥٥٤٧-٥٥٥٥]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن خالد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از یزید از ابی الخیر از حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ، انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں چند بکریاں عطا کیں کہ وہ ان کو اپنے اصحاب میں تقسیم کر دیں، پس ایک بکری کا تندرست بچہ بچ گیا، انہوں نے اس کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: تم اس کی قربانی کر لو۔

(صحیح مسلم: ١٩٦٥، الرقم المسلسل: ٤٩٧٧، سنن ترمذی: ١٥٠٠، سنن نسائی: ٤٣٧٩، سنن ابن ماجہ: ٣١٣٨، سنن دارمی: ١٩٥٤، شرح مشکل الآثار: ٥٧١٩، صحیح ابن حبان: ٥٨٩٨، المعجم الکبیر: ٧٦١-ج ١٧، سنن بیہقی ج ٩ ص ٢٧٠-٢٦٩، شرح السنۃ: ١١١٦، مسند احمد ج ٤ ص ١٤٩ طبع قدیم، مسند احمد: ١٧٣٤٦-ج ٢٨ ص ٥٤٩ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(١) عمرو بن خالد بن فروخ، یہ ٢٢٩ھ میں مصر میں فوت ہو گئے تھے (٢) لیث بن سعد (٣) یزید بن ابی حبیب ابوالرجاء (٤) ابوالخیر بن عبداللہ (٥) حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ١٢ ص ١٨٠)

اس حدیث میں "عتود" کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: بکرے کا توانا اور قوی بچہ۔

امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عقبہ بن عامر کو بکریاں تقسیم کرنے کا وکیل بنایا تھا۔

٢ - بَابٌ إِذَا وَكَّلَ الْمُسْلِمُ حَرْبِيًّا فِي دَارِ الْحَرْبِ، أَوْ فِي دَارِ الْإِسْلَامِ جَازَ

اگر کوئی مسلمان کسی حربی کافر کو دارالاسلام یا دارالحرب میں اپنا وکیل بنا لے تو یہ جائز ہے

٢٣٠١ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالعزیز بن عبداللہ

حَدَّثَنِی یُوْسُفُ بْنُ الْمَاجِشُوْنَ، عَنْ صَالِحِ بْنِ اِبْرَاهِیْمَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ، عَنْ اَبِیْهِ، عَنْ جَدِّهٖ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ کَاتَبْتُ اُمَیَّةَ بْنَ خَلَفٍ کِتَابًا، بِاَنْ یَّحْفَظَنِیْ فِیْ صَاغِیَتِیْ بِمَکَّةَ، وَاَحْفَظَهٗ فِیْ صَاغِیَتِهٖ بِالْمَدِیْنَةِ، فَلَمَّا ذَکَرْتُ الرَّحْمٰنَ، قَالَ لَا اَعْرِفُ الرَّحْمٰنَ، کَاتِبْنِیْ بِاسْمِكَ الَّذِیْ کَانَ فِی الْجَاهِلِیَّةِ، فَکَاتَبْتُهٗ عَبْدَ عَمْرٍو، فَلَمَّا کَانَ فِیْ یَوْمِ بَدْرٍ، خَرَجْتُ اِلٰی جَبَلٍ لِاُحْرِزَهٗ حِیْنَ نَامَ النَّاسُ، فَاَبْصَرَهٗ بِلَالٌ، فَخَرَجَ حَتّٰی وَقَفَ عَلٰی مَجْلِسٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ، فَقَالَ اُمَیَّةُ ابْنُ خَلَفٍ، لَا نَجَوْتُ اِنْ نَّجَا اُمَیَّةُ، فَخَرَجَ مَعَهٗ فَرِیْقٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ فِیْ اٰثَارِنَا، فَلَمَّا خَشِیْتُ اَنْ یَّلْحَقُوْنَا، خَلَّفْتُ لَهُمُ ابْنَهٗ لِاَشْغَلَهُمْ فَقَتَلُوْهُ، ثُمَّ اَبَوْا حَتّٰی یَتْبَعُوْنَا، وَکَانَ رَجُلًا ثَقِیْلًا، فَلَمَّا اَدْرَکُوْنَا، قُلْتُ لَهٗ اُبْرُكْ فَبَرَكَ، فَاَلْقَیْتُ عَلَیْهِ نَفْسِیْ لِاَمْنَعَهٗ، فَتَخَلَّلُوْهُ بِالسُّیُوْفِ مِنْ تَحْتِیْ حَتّٰی قَتَلُوْهُ، وَاَصَابَ اَحَدُهُمْ رِجْلِیْ بِسَیْفِهٖ، وَکَانَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ یُرِیْنَا ذٰلِكَ الْاَثَرَ فِیْ ظَهْرِ قَدَمِهٖ. قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ سَمِعَ یُوْسُفُ صَالِحًا، وَاِبْرَاهِیْمُ اَبَاهُ. [طرف الحدیث:۳۹۷۱]

نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یوسف بن الماجشون نے حدیث بیان کی از صالح بن ابراہیم بن عبد الرحمٰن بن عوف از والد خود از جدِ خود حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کہ میں نے اُمیہ بن خلف کو مکتوب لکھا کہ مکہ میں جو میرا مال و متاع ہے وہ اس کی حفاظت کرے اور مدینہ میں جو اس کا مال ہے اس کی میں حفاظت کروں گا' پھر جب میں نے اپنے مکتوب میں رحمان کا لفظ لکھا تو اس نے کہا: میں نہیں جانتا کہ رحمان کیا چیز ہے؟ تم مجھے مکتوب میں اپنا وہی نام لکھو جو جاہلیت میں تمہارا نام تھا' پھر میں نے اس کو مکتوب میں (عبدالرحمان کے بجائے) عبد عمرو لکھا' پھر جب غزوۂ بدر کا دن آیا اور مسلمان سو گئے' تو میں اس کو لے کر پہاڑ کی طرف نکلا تا کہ میں اس کی حفاظت کروں' حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اس کو دیکھ لیا' پس وہ نکل کر انصار کی مجلس میں پہنچے اور وہاں کھڑے ہو گئے' پس کہا: وہ امیہ بن خلف ہے' اگر آج امیہ بچ گیا تو میری نجات نہیں ہو گی' پھر حضرت بلال انصار کے چند نوجوانوں کے ساتھ ہمارے پیچھے نکلے' جب مجھے یہ خطرہ ہوا کہ وہ ہم تک پہنچ جائیں گے تو میں نے ان کے لیے اُمیہ کے بیٹے کو چھوڑ دیا تا کہ وہ اس کے مارنے میں مشغول ہوں' پس انہوں نے اس کو قتل کر دیا' پھر بھی وہ نہیں مانے حتیٰ کہ انہوں نے ہمارا پیچھا کیا اور اُمیہ بھاری بھر کم آدمی تھا' پھر جب وہ ہم تک پہنچ گئے تو میں نے اس سے کہا: تم گھٹنوں کے بل بیٹھ جاؤ' تو وہ گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا' پھر میں نے اپنے آپ کو اس کے اوپر گرا دیا تا کہ میں اس کو قتل ہونے سے بچاؤں' انہوں نے میرے نیچے درمیان سے اس پر تلواریں ماریں حتیٰ کہ اس کو قتل کر دیا اور ان میں سے کسی ایک کی تلوار میرے پیر پر بھی لگی تھی اور حضرت عبدالرحمٰن اپنے قدم کی پشت پر ہمیں اس زخم کا نشان دکھاتے تھے۔ امام عبداللہ نے کہا: یوسف نے صالح سے سماع کیا ہے اور ابراہیم نے ان کے والد سے۔

اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبدالعزیز بن عبداللہ بن یحییٰ (۲) یوسف بن یعقوب بن عبداللہ (۳) صالح بن ابراہیم بن عبدالرحمان بن عوف قرشی

(۴) ان کے والد ابراہیم بن عبد الرحمٰن القرشی (۵) حضرت عبد الرحمان بن عوف القرشی رضی اللہ عنہ' یہ ۳۲ھ میں فوت ہوئے اور بقیع میں مدفون ہوئے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۱۸۱)

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ مسلمان تھے اور دار الاسلام میں تھے' انہوں نے اُمیہ بن خلف کو خط لکھا اور وہ کافر تھا اور دار الحرب میں تھا اور ان کو مکہ میں اپنے مال ومتاع کی حفاظت مطلوب تھی اور وکیل وہ ہوتا ہے جو اپنے مؤکل کے معاملات کی نگرانی کرے اور اس کی ضروریات کو پورا کرے' اس لیے حضرت عبد الرحمان بن عوف نے مکہ میں اُمیہ بن خلف کو اپنا وکیل بنالیا تھا کہ وہ مکہ میں ان کے مال ومتاع کی حفاظت کرے۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ باب کے عنوان میں دو چیزوں کا ذکر ہے: مسلمان کا کافر کو دار الحرب میں یا دار الاسلام میں وکیل بنانا' اور اس حدیث میں صرف کافر کو دار الحرب میں وکیل بنانے کا ذکر ہے' کافر کو دار الاسلام میں وکیل بنانے کا ذکر نہیں ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جب کافر کو دار الحرب میں وکیل بنانا جائز ہے تو دار الاسلام میں وکیل بنانا تو بہ طریق اولیٰ جائز ہوگا' یا پھر اس حدیث کی عنوان کے ایک جز کے ساتھ مطابقت ہے یعنی دلالت تضمنی کے اعتبار سے۔

اُمیہ بن خلف کا تذکرہ

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اُمیہ بن خلف الجحمی' تمام لوگوں سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا مخالف تھا' ایک دن وہ ایک گلی ہوئی بھربھری ہڈی اپنے ہاتھ میں لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)! آپ کا رب اس کو زندہ کرے گا؟ پھر اس نے پھونک مار کر اس کو اڑا دیا' تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ ۝ (یٰس: ۷۸) اس نے کہا: گلی ہوئی ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا؟ ۝

اس حدیث میں ''صاغۃ'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: مائل ہونا اور چونکہ مال ومتاع کی طرف لوگ مائل ہوتے ہیں' اس لیے اس کو ''صاغۃ'' فرمایا۔

عبد النبی اور عبد الرسول نام رکھنے کو شیخ تقی عثمانی کا مکروہ قرار دینا اور اس پر مصنف کا تبصرہ

حضرت عبد الرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ نے اپنے مکتوب میں اپنا نام عبد الرحمان لکھا تھا' اس پر اُمیہ نے کہا: میں نہیں جانتا کہ رحمٰن کیا ہے؟ تم وہی نام لکھو جو زمانۂ جاہلیت (قبل از ظہورِ اسلام) میں تمہارا نام تھا اور ان کا زمانۂ جاہلیت میں عبد عمرو تھا۔

عبد عمرو کا لفظی معنی ہے: عمرو کا بندہ' لیکن یہاں بندہ کا معنی خادم اور غلام ہے کیونکہ عمرو کی عبادت نہیں کی جاتی تھی' اسی طرح عبد النبی اور عبد الرسول کا معنی بھی نبی اور رسول کا غلام ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عبادت نہیں کی جاتی اور یہ اس پر واضح قرینہ ہے کہ یہاں عبد کا معنی غلام ہے۔

اس کی شرح میں شیخ تقی عثمانی لکھتے ہیں:

عبد النبی اور عبد الرسول میں اس بات کا ایہام ہے کہ میں نبی یا رسول کا بندہ ہوں' چونکہ یہ ایہام ہے اس واسطے ایسا نام رکھنا مکروہ ہے لیکن عبادت نہیں کی جاتی' اس واسطے حرام نہیں' مکروہ ہے۔ (انعام الباری ج ۶ ص ۵۱۳' مکتبۃ الحراء' کراچی)

قرآن مجید میں ہے:

وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ . (النور: ۳۲)

اور تم اپنے بے نکاح مردوں اور عورتوں کا نکاح کر دو اور اپنے باصلاحیت غلاموں اور باندیوں کا۔

اس آیت میں عبد کی اضافت مخلوق کی طرف کی گئی ہے اس سے معلوم ہوا کہ عبدالنبی نام رکھنا جائز ہے اور یہاں عبد کا معنی غلام ہے اور جب عبداللہ کہا جاتا ہے تو وہاں عبد کا معنی بندہ ہوتا ہے عربی میں غلام کو عبد کہا جاتا ہے اور نام عموماً عربی زبان کے اعتبار سے رکھے جاتے ہیں لہٰذا عبدالنبی اور عبدالرسول نام رکھنا جائز ہے شرک حرام یا مکروہ نہیں ہے۔

شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ نے کفر اور شرک کی باتوں کے تحت لکھا ہے: علی بخش حسین بخش عبدالنبی وغیرہ نام رکھنا۔

(بہشتی زیور ج ۱ ص ۳۵ ناشران قرآن لمیٹڈ لاہور)

قرآن مجید کی اس نص قطعی کے مقابلہ میں تھانوی صاحب اور عثمانی صاحب کا قول صحیح نہیں ہے تاہم چونکہ اُردو میں عبد کا اطلاق صرف بندہ پر کیا جاتا ہے غلام پر نہیں کیا جاتا' اس لیے غلام رسول اور غلام نبی نام رکھنا اولیٰ ہے اگرچہ نام رکھنے میں عربیت کا معنی اور اس کی ترکیب ملحوظ ہوتی ہے۔

اب امت کا کوئی فرد بھی مشرک کو پناہ دے سکتا ہے

حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ اُمیہ بن خلف کو امان دینا چاہتے تھے لیکن اس وقت تک مشرک کو امان دینے کی کوئی دلیل ان کے پاس نہیں تھی' لیکن اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فرمایا:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری امت کا ادنیٰ فرد بھی کسی کو پناہ دے سکتا ہے۔

(سنن ترمذی: ۱۵۷۹' الکامل لابن عدی ج ۶ ص ۲۰۸۸' المستدرک ج ۲ ص ۱۴۱' سنن بیہقی ج ۹ ص ۹۴' مسند احمد ج ۲ ص ۳۶۵ طبع قدیم' مسند احمد ج ۸۷۸۰- ج ۱۴ ص ۳۸۶' مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

۳- بَابُ الْوَكَالَةِ فِي الصَّرْفِ وَالْمِيْزَانِ

بیع صَرف اور وزنی چیزوں میں وکالت

وَقَدْ وَكَّلَ عُمَرُ وَابْنُ عُمَرَ فِي الصَّرْفِ.

اور حضرت عمر اور حضرت ابن عمر نے بیع صَرف میں وکیل بنایا۔

اس تعلیق کے موافق درج ذیل حدیث ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو سونا چڑھایا ہوا ایک برتن دیا اور فرمایا: جاؤ! اس کو فروخت کر دو' انہوں نے ایک یہودی کو وہ برتن اس کے وزن سے کم میں فروخت کیا' حضرت عمر نے فرمایا: اس کو واپس کر دو' یہودی نے کہا: میں اس کے وزن سے زیادہ رقم دوں گا' حضرت عمر نے فرمایا: نہیں! اس کے وزن کے برابر رقم دو۔

اس اثر کو امام سعید بن منصور نے اپنی سنن میں روایت کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۱۴۴' تغلیق التعلیق ج ۳ ص ۲۹۳)

۲۳۰۲-۲۳۰۳ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ الْمَجِيْدِ بْنِ سُهَيْلِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ وَاَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَعْمَلَ رَجُلًا عَلٰى خَيْبَرَ فَجَآءَهُمْ بِتَمْرٍ جَنِيْبٍ فَقَالَ اَكُلُّ تَمْرِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از عبدالمجید بن سہیل بن عبدالرحمٰن بن عوف از سعید بن المسیب از حضرت ابوسعید خدری و حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو خیبر پر عامل بنایا' وہ آپ کے پاس عمدہ کھجوریں لے کر آیا' آپ نے پوچھا: کیا خیبر کی تمام کھجوریں اسی طرح ہیں؟

خَيْبَرَ هٰكَذَا؟ فَقَالَ إِنَّا لَنَأْخُذُ الصَّاعَ مِنْ هٰذَا بِالصَّاعَيْنِ، وَالصَّاعَيْنِ بِالثَّلَاثَةِ. فَقَالَ لَا تَفْعَلْ بِعِ الْجَمْعَ بِالدَّرَاهِمِ، ثُمَّ ابْتَعْ بِالدَّرَاهِمِ جَنِيبًا. وَقَالَ فِي الْمِيزَانِ مِثْلَ ذٰلِكَ.

اس نے کہا: ہم دو صاع کھجوریں دے کر یہ ایک صاع یا تین صاع دے کر دو صاع کھجوریں لیتے ہیں' آپ نے فرمایا: اس طرح نہ کرو! تم (اپنی) تمام کھجوریں دراہم کے عوض فروخت کرو' پھر دراہم کے عوض عمدہ کھجوریں خریدو' اور آپ نے فرمایا: وزن میں اس کی مثل کرو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۲۰۲' اور ۲۲۰۱ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے اس شخص کو کھجوروں کی خرید و فروخت کا حکم دیا تھا اور یہ گویا اس کو وکیل بنانا ہے' تاہم اس حدیث میں بیع صَرف کا ذکر ہے نہ اس شخص کو صراحۃً وکیل بنانے کا ذکر ہے اور یہ حدیث عنوان کے مطابق نہیں ہے۔

٤ - بَابٌ إِذَا أَبْصَرَ الرَّاعِي أَوِ الْوَكِيلُ شَاةً تَمُوتُ، أَوْ شَيْئًا يَفْسُدُ، ذَبَحَ وَأَصْلَحَ مَا يَخَافُ عَلَيْهِ الْفَسَادَ

جب کسی چرواہے یا وکیل نے کسی بکری کو مرتے ہوئے دیکھا تو اس کو ذبح کر دیا یا جو چیز خراب ہو رہی تھی' اس کو درست کر دیا

٢٣٠٤ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ سَمِعَ الْمُعْتَمِرَ قَالَ أَنْبَأَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ، عَنْ نَافِعٍ أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ كَانَتْ لَهُمْ غَنَمٌ تَرْعٰى بِسَلْعٍ، فَأَبْصَرَتْ جَارِيَةٌ لَّنَا بِشَاةٍ مِّنْ غَنَمِنَا مَوْتًا، فَكَسَرَتْ حَجَرًا فَذَبَحَتْهَا بِهٖ، فَقَالَ لَهُمْ لَا تَأْكُلُوا حَتّٰى أَسْأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَوْ أُرْسِلَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَسْأَلُهُ، وَأَنَّهُ سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذَاكَ، أَوْ أَرْسَلَ إِلَيْهِ، فَأَمَرَهُ بِأَكْلِهَا. قَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ فَيُعْجِبُنِي أَنَّهَا أَمَةٌ، وَأَنَّهَا ذَبَحَتْ. تَابَعَهُ عَبْدَةُ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ.

[اطراف الحدیث: ۵۵۰۱-۵۵۰۲-۵۵۰۴] (سنن ابن ماجہ: ۳۱۸۲)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں المعتمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبید اللہ نے خبر دی از نافع' وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے کعب بن مالک کے بیٹے سے سنا' وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے پاس بکریوں کا ریوڑ تھا جو سَلع پہاڑ پر چرتا تھا' ہماری باندی نے بکریوں کے ریوڑ میں سے ایک بکری کو مرتے ہوئے دیکھا' اس نے ایک دھار والے پتھر کو توڑ کر اس پتھر سے اس بکری کو ذبح کر دیا' حضرت کعب بن مالک نے کہا: اس بکری کو نہ کھانا حتیٰ کہ میں خود نبی ﷺ سے اس کے متعلق دریافت کرلوں یا کسی کو نبی ﷺ کے پاس بھیج کر اس کے متعلق سوال کرلوں' پھر انہوں نے خود نبی ﷺ سے اس کے متعلق دریافت کیا یا کسی کو بھیج کر معلوم کرایا تو آپ نے اس بکری کو کھانے کا حکم دیا۔ عبید اللہ نے کہا: مجھے یہ پسند ہے کہ وہ باندی تھی اور اس نے ذبح کیا۔ معتمر کی متابعت عبدہ نے کی ہے از عبید اللہ۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) اسحاق بن ابراہیم المعروف بابن راھویہ (۲) معتمر بن سلیمان (۳) عبید اللہ بن عمر العمری (۴) نافع مولیٰ ابن عمر (۵) ابن کعب' ان کے نام میں اختلاف ہے' ایک قول ہے: عبد اللہ بن کعب' اور دوسرا قول ہے: عبد الرحمن بن کعب (۶) حضرت کعب بن

مالک انصاری رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۱۸۶)

مالک کی اجازت کے بغیر جانور کو ذبح کر دیا جائے پھر بھی وہ حلال ہے اور دیگر مسائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ جب تک چرواہے یا وکیل کی کسی چیز میں خیانت ظاہر نہ ہو اس کی تصدیق کی جائے گی۔

علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ اس حدیث میں پانچ فوائد ہیں:

(۱) عورتوں اور باندیوں کے ذبح کرنے کا جواز (۲) دھار والے پتھر سے ذبح کرنے کا جواز (۳) جو جانور مرنے کے قریب ہو اس کو ذبح کرنے کا جواز (۴) غیر مالک کا بغیر وکالت کے ذبح کرنے کا جواز (۵) پیش آمدہ مسئلہ کا حل معلوم کرنے کا جواز۔

نیز اس حدیث سے امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، اوزاعی اور ثوری نے یہ استدلال کیا ہے کہ اگر مالک کی اجازت کے بغیر کوئی شخص جانور کو ذبح کر دے پھر بھی اس کا ذبیحہ حلال ہے، داؤد ظاہری اور اس کے اصحاب نے یہ کہا ہے کہ چور اور غاصب کا ذبیحہ حرام ہے مگر یہ قول شاذ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۱۸۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۵ - بَابٌ وَّكَالَةُ الشَّاهِدِ وَالْغَائِبِ جَائِزَةٌ

حاضر اور غائب کی وکالت جائز ہے

وَكَتَبَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو اِلٰى قَهْرَمَانِهٖ وَهُوَ غَائِبٌ عَنْهُ اَنْ يُّزَكِّيَ عَنْ اَهْلِهِ الصَّغِيْرِ وَالْكَبِيْرِ.

اور حضرت عبداللہ بن عمرو نے اپنے منتظم یا کارمختار کی طرف لکھا اور وہ اس وقت غائب تھے کہ ان کے چھوٹوں اور بڑوں کی طرف سے صدقہ فطر ادا کر دیا جائے۔

اس تعلیق میں غائب کو وکیل بنانے کا ثبوت ہے۔ (تغلیق التعلیق ج ۳ ص ۲۹۴)

۲۳۰۵ - حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ سَلَمَةَ، عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ لِرَجُلٍ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَمَلٌ سِنٌّ مِّنَ الْاِبِلِ، فَجَاءَهُ يَتَقَاضَاهُ، فَقَالَ اَعْطُوْهُ. فَطَلَبُوْا سِنَّهٗ فَلَمْ يَجِدُوْا لَهٗ اِلَّا سِنًّا فَوْقَهَا، فَقَالَ اَعْطُوْهُ. فَقَالَ اَوْفَيْتَنِيْ اَوْفَى اللّٰهُ بِكَ. قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ خِيَارَكُمْ اَحْسَنُكُمْ قَضَاءً. [اطراف الحدیث: ۲۳۰۶ـ ۲۳۹۰ـ ۲۳۹۲ـ ۲۳۹۳ـ ۲۴۰۱ـ ۲۶۰۶ـ ۲۶۰۹]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از سلمہ از ابی سلمہ از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک خاص عمر کا اونٹ لینا تھا، وہ شخص اپنے اونٹ کا مطالبہ کرنے آیا تو آپ نے اپنے اصحاب سے فرمایا: اس کو اونٹ دے دو، انہوں نے تلاش کیا تو اس عمر کا اونٹ نہیں ملا، البتہ اس سے زیادہ عمر کا اونٹ مل گیا، آپ نے فرمایا: وہی دے دو، اس شخص نے کہا: آپ نے مجھے پورا پورا حق دیا ہے، اللہ تعالیٰ آپ کو بھی پوری پوری جزاء دے، تب آپ نے فرمایا: تم میں سے بہترین لوگ وہ ہیں جو عمدگی سے قرض ادا کریں۔

(صحیح مسلم: ۱۶۰۱، الرقم المسلسل: ۴۰۰۱، سنن ترمذی: ۱۳۱۷ـ ۱۳۱۶، سنن ابن ماجہ: ۲۴۲۳، مسند احمد ج ۲ ص ۴۳۱ طبع قدیم، مسند احمد: ۹۵۷۲، ج ۱۵ ص ۳۹۱، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابونعیم الفضل بن دکین (۲) سفیان ثوری (۳) سلمہ بن کہیل (۴) ابوسلمہ بن عبدالرحمان (۵) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ۔

(عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۱۸۸)

حاضر کو وکیل بنانے میں امام ابوحنیفہ کے مؤقف کی وضاحت اور حدیث مذکور سے ائمہ ثلاثہ کا استدلال اور امام ابوحنیفہ کی طرف سے مصنف کا جواب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

التوضیح میں مذکور ہے کہ امام ابوحنیفہ یہ کہتے ہیں کہ جو شخص تندرست ہو اور شہر میں حاضر ہو اس کا کسی کو وکیل بنانا جائز نہیں ہے مگر جب دوسرا فریق اس پر راضی ہو یا وہ بیمار ہو یا مسافر ہو اور یہ حدیث ان کے خلاف حجت ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس کو اونٹ دے دو اور یہ آپ کا ان کو وکیل بنانا ہے حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غائب تھے نہ بیمار تھے نہ مسافر تھے اس کا جواب یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ حاضر اور تندرست کے وکیل بنانے کو ناجائز نہیں کہتے بلکہ وہ کہتے ہیں کہ اس پر وکیل بنانا لازم نہیں ہے۔

اس حدیث میں دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ امام شافعی امام مالک امام احمد اور جمہور علماء یہ کہتے ہیں کہ حیوان کو قرض میں دینا جائز ہے اور امام ابوحنیفہ منع کرتے ہیں اور یہ حدیث جمہور علماء کی دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شخص سے ایک اونٹ قرض لیا تھا جس کا قرض آپ نے ادا کرنے کا حکم دیا اور اس سے زیادہ عمر کا اونٹ دیا۔ علامہ عینی نے اس کا کوئی خاص جواب نہیں دیا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۳۸۰) شیخ تقی عثمانی سے بھی اس کا کوئی مسکت جواب نہیں بن سکا۔ (انعام الباری ج ۶ ص ۵۲۳-518) اور مصنف کے نزدیک اس کا جواب یہ ہے:

امام ابوحنیفہ جو حیوان کو قرض میں دینے سے منع کرتے ہیں ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حیوان کی حیوان کے عوض ادھار بیع سے منع فرمایا۔

(سنن ترمذی: ۱۲۴۱ سنن ابوداؤد: ۳۳۵۶ سنن نسائی: ۴۶۱۳)

امام ابوحنیفہ نے جس حدیث سے استدلال کیا ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قول ہے اور ائمہ ثلاثہ باب مذکور کی جس حدیث سے استدلال کر رہے ہیں وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فعل ہے اور قول فعل پر راجح ہوتا ہے نیز ائمہ ثلاثہ کی حدیث حیوان کو قرض میں دینے کی اباحت پر دلالت کرتی ہے اور امام ابوحنیفہ کی حدیث حیوان کو قرض میں دینے کی ممانعت اور تحریم پر دلالت کرتی ہے اور جب اباحت اور تحریم میں تعارض ہو تو تحریم کو اباحت پر ترجیح ہوتی ہے لہٰذا ائمہ ثلاثہ کے مقابلہ میں امام ابوحنیفہ کا استدلال دو وجہ سے قوی ہے۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۳۹۹۶۔ ج ۴ ص ۴۲۵ پر مذکور ہے اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

(۱) حیوان کو قرض دینے میں مذاہب فقہاء (۲) حیوان کو قرض دینے میں فقہاء احناف کا مؤقف (۳) حیوان کے قرض پر جمہور کی روایت کے جوابات (۴) حیوان کو قرض میں فروخت کرنے کی منسوخیت پر احادیث اور آثار (۵) حسن قضاء کا ثبوت۔

نوٹ: باب مذکور کی حدیث کے جو جوابات ہم نے شرح صحیح مسلم میں ذکر کیے تھے یہاں نعمۃ الباری میں اس سے مختلف جوابات ذکر کیے ہیں اور یہ شرح صحیح مسلم کے جوابات سے زیادہ قوی ہیں۔

٦ - بَابُ الْوَكَالَةِ فِي قَضَاءِ الدُّيُوْنِ

قرض کی ادائیگی کے لیے وکیل بنانا

٢٣٠٦ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا سَلَمَةَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از سلمہ بن کہیل انہوں نے کہا: میں نے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن سے سنا

اَنَّ رَجُلًا اَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَتَقَاضَاہُ فَاَغْلَظَ' فَھَمَّ بِہٖ اَصْحَابُہٗ' فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ دَعُوْہُ' فَاِنَّ لِصَاحِبِ الْحَقِّ مَقَالًا. ثُمَّ قَالَ اَعْطُوْہُ سِنًّا مِّثْلَ سِنِّہٖ. قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! لَا نَجِدُ اِلَّا اَمْثَلَ مِنْ سِنِّہٖ' فَقَالَ اَعْطُوْہُ' فَاِنَّ مِنْ خَیْرِکُمْ اَحْسَنَکُمْ قَضَاءً.

از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس (قرض کا) تقاضا کرنے کے لیے آیا' اس نے سختی سے بات کی' آپ کے اصحاب (اس کو مارنے یا ڈانٹنے کے لیے) بڑھے' آپ نے فرمایا: اس کو چھوڑو! جس کا حق ہوتا ہے اس کو بات کرنے کی گنجائش ہوتی ہے' پھر آپ نے فرمایا: اس کے اونٹ کی عمر کا اونٹ اس کو دے دو' آپ کے اصحاب نے کہا: ہمیں اس کے اونٹ کی عمر کا اونٹ نہیں ملا مگر اس کے اونٹ سے زیادہ عمر کا اونٹ ہے' آپ نے فرمایا: اس کو وہی دے دو! تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو سب سے بہتر قرض ادا کرے۔

اس حدیث کی شرح اس سے پہلی حدیث میں گزر چکی ہے۔

جس شخص سے آپ نے قرض لیا تھا' وہ کوئی کافر یا یہودی تھا یا کوئی غیر مہذب اعرابی تھا جو بارگاہِ نبوت میں گفتگو کرنے کے آداب سے ناواقف تھا' اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حلم اور آپ کے بلند اخلاق کا بیان ہے کہ آپ نے قرض خواہ کی سختی کے باوجود اس کے ساتھ نیک سلوک کیا' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے ذکر کیا ہے کہ اس میں صحابہ کو قرض کی ادائیگی کے لیے وکیل بنانے کا ذکر ہے۔

۷- بَابٌ اِذَا وَھَبَ شَیْئًا لِّوَکِیْلٍ اَوْ شَفِیْعِ قَوْمٍ جَازَ

جب کسی قوم کے وکیل یا سفارشی کو کوئی چیز ہبہ کر دی تو جائز ہے

لِقَوْلِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِوَفْدِ ھَوَازِنَ حِیْنَ سَاَلُوْہُ الْمَغَانِمَ' فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَصِیْبِیْ لَکُمْ.

کیونکہ جب ہوازن کے وفد نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے غنیمتوں کا سوال کیا تو آپ نے فرمایا: تم میرا حصہ لے لو۔

امام ابن اسحاق نے اپنی مغازی میں حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حنین میں تھے اور ہم نے ہوازن کے اموال اور قیدیوں پر قبضہ کر لیا تھا' پھر وہ لوگ مسلمان ہو گئے اور جعرانہ میں ان کا وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا: یارسول اللہ! ہم پر احسان کیجئے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہاری عورتیں اور بیٹے تم کو پسند ہیں یا تمہارے اموال؟ انہوں نے کہا: ہم کو ہماری عورتیں اور بیٹے پسند ہیں' آپ نے فرمایا: جو عورتیں اور بیٹے میرے اور بنو عبد المطلب کے قبضہ میں ہیں وہ تمہارے ہیں' پھر مہاجرین اور انصار نے کہا: جو قیدی ہمارے قبضہ میں ہیں وہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دے دیئے' پھر ان کے وفد کی طرف ان کی عورتیں اور بیٹے لوٹا دیئے گئے' ان قیدیوں کی تعداد چھ ہزار تھی اور اونٹ اور گھوڑے شمار سے باہر تھے' حنین کا یہ غزوہ فتح مکہ کے بعد شوال آٹھ ہجری میں ہوا تھا' حنین' مکہ سے تین میل کے فاصلہ پر ایک وادی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۱۹۲)

اس تعلیق کی مزید تفصیل اس باب کی حدیث میں آ رہی ہے۔

۲۳۰۸'۲۳۰۷- حَدَّثَنَا سَعِیْدُ بْنُ عُفَیْرٍ قَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن عفیر نے حدیث

حَدَّثَنِي اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ وَزَعَمَ عُرْوَةُ اَنَّ مَرْوَانَ بْنَ الْحَكَمِ وَالْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ اَخْبَرَاهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ حِيْنَ جَاءَهُ وَفْدُ هَوَازِنَ مُسْلِمِيْنَ، فَسَاَلُوْهُ اَنْ يَّرُدَّ اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ وَسَبْيَهُمْ، فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحَبُّ الْحَدِيْثِ اِلَيَّ اَصْدَقُهُ، فَاخْتَارُوْا اِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ اِمَّا السَّبْيَ وَاِمَّا الْمَالَ، وَقَدْ كُنْتُ اِسْتَاْنَيْتُ بِكُمْ. وَقَدْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنْتَظَرَهُمْ بِضْعَ عَشْرَةَ لَيْلَةً حِيْنَ قَفَلَ مِنَ الطَّائِفِ، فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَيْرُ رَادٍّ اِلَيْهِمْ اِلَّا اِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ، قَالُوْا فَاِنَّا نَخْتَارُ سَبْيَنَا، فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمُسْلِمِيْنَ، فَاَثْنٰى عَلَى اللّٰهِ بِمَا هُوَ اَهْلُهُ ثُمَّ قَالَ اَمَّا بَعْدُ، فَاِنَّ اِخْوَانَكُمْ هٰؤُلَاءِ قَدْ جَاءُوْنَا تَائِبِيْنَ، وَاِنِّيْ قَدْ رَاَيْتُ اَنْ اَرُدَّ اِلَيْهِمْ سَبْيَهُمْ، فَمَنْ اَحَبَّ مِنْكُمْ اَنْ يُّطَيِّبَ بِذٰلِكَ فَلْيَفْعَلْ، وَمَنْ اَحَبَّ مِنْكُمْ اَنْ يَّكُوْنَ عَلٰى حَظِّهِ حَتّٰى نُعْطِيَهُ اِيَّاهُ مِنْ اَوَّلِ مَا يُفِيْءُ اللّٰهُ عَلَيْنَا فَلْيَفْعَلْ. فَقَالَ النَّاسُ قَدْ طَيَّبْنَا ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لَهُمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّا لَا نَدْرِيْ مَنْ اَذِنَ مِنْكُمْ فِيْ ذٰلِكَ مِمَّنْ لَّمْ يَاْذَنْ، فَارْجِعُوْا حَتّٰى يَرْفَعُوْا اِلَيْنَا عُرَفَاؤُكُمْ اَمْرَكُمْ. فَرَجَعَ النَّاسُ، فَكَلَّمَهُمْ عُرَفَاؤُهُمْ، ثُمَّ رَجَعُوْا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرُوْهُ اَنَّهُمْ قَدْ طَيَّبُوْا وَاَذِنُوْا. [اطراف الحدیث (۲۳۰۷): ۲۵۳۹-۲۵۸۴-۲۶۰۷-۳۱۳۱-۴۳۱۸-۷۱۷۶] [اطراف الحدیث (۲۳۰۸): ۲۵۴۰-۲۵۸۳-۲۶۰۸-۳۱۳۲-۴۳۱۹-۷۱۷۷] [سنن ابوداؤد: ۲۶۹۳]

بیان کی انہوں نے کہا: مجھے لیث نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے عقیل نے حدیث بیان کی از ابن شہاب انہوں نے کہا کہ عروہ نے یہ گمان کیا کہ مروان بن الحکم اور حضرت مسور بن مخرمہ ان دونوں نے عروہ کو خبر دی کہ جب ہوازن کے مسلمانوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا کہ ان کے اموال اور ان کے قیدی ان کی طرف واپس کر دیے جائیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: میرے نزدیک سب سے پسندیدہ بات سچی بات ہے تم لوگ دو چیزوں میں سے کسی ایک چیز کو اختیار کر لو یا قیدیوں کو یا اموال کو اور میں تم کو اس پر غور کے لیے مہلت دیتا ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب طائف سے لوٹے تو آپ نے دس راتوں سے زیادہ دن ان کا انتظار کیا پھر جب ہوازن کے لوگوں نے یہ جان لیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف دو میں سے صرف ایک چیز واپس کریں گے تو انہوں نے کہا: ہم اپنے قیدیوں کو اختیار کرتے ہیں پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کے درمیان کھڑے ہوئے اور پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کی جو اس کی شان کے لائق ہے اس کے بعد فرمایا: بے شک تمہارے یہ بھائی ہمارے پاس (کفر سے) تائب ہو کر آئے ہیں اور میں نے فیصلہ کیا ہے کہ ان کے قیدی ان کو واپس کر دوں پس تم میں سے جو شخص خوش دلی سے ایسا کرنا چاہتا ہو وہ کر لے اور تم میں سے جو شخص قیدیوں میں سے اپنے حصہ کو برقرار رکھنا چاہتا ہو تو اللہ تعالیٰ جو پہلا مالِ غنیمت عطا فرمائے گا ہم اس کو اس میں سے دے دیں گے سو وہ اس طرح کر لے تب آپ کے اصحاب نے کہا: ہم خوشی سے قیدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیتے ہیں تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمیں نہیں معلوم کہ تم میں سے کس نے اس کی اجازت دی ہے اور کس نے اجازت نہیں دی تم واپس جاؤ اور اپنے عرفاء یعنی وکیلوں کو اور منتظموں کو ہمارے پاس بھیجو پھر وہ لوگ واپس گئے اور انہوں نے اپنے منتظموں سے مشورہ کیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ کو بتایا کہ انہوں نے خوش دلی سے یہ فیصلہ کیا ہے اور اس کی اجازت دی۔

وفد کا معنی' طائف کی طرف واپسی کی تاریخ' عریف کا معنی' عوض دینے کے لیے مجہول مدت مقرر کرنے کا جواز اور وکیل کے اقرار کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں وفد ہوازن کا ذکر ہے۔ وفد ان چند لوگوں کی جماعت کو کہتے ہیں جو کسی شہر میں جا کر وہاں کے امراء سے ملاقات کا قصد کرتے ہیں۔

اس میں ذکر ہے: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طائف سے لوٹے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بیس رمضان آٹھ ہجری کو مکہ فتح کر لیا تو پھر پانچ شوال کو آپ ہوازن کے خلاف جہاد کرنے کے لیے روانہ ہوئے' اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان کے اوپر فتح عطا فرمائی اور یہی غزوۂ حنین تھا' حنین سے فارغ ہو کر آپ طائف کے لیے روانہ ہوئے' امام ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیس راتوں تک اہل طائف کا محاصرہ کیا' پھر آپ وہاں سے واپس آ گئے کیونکہ طائف کی فتح اگلے سال تک مؤخر ہو گئی تھی' طائف سے واپسی پر آپ نے اپنے اصحاب کے ساتھ جعرانہ میں قیام کیا اور آپ نے دس راتیں اور چند دن تک ہوازن کے وفد کا انتظار کیا۔ اس حدیث کی زیادہ تفصیل ان شاء اللہ غزوۂ حنین میں آئے گی۔

اس حدیث میں مذکور ہے: تم واپس جاؤ اور اپنے عرفاء کو بھیجو' عرفاء' عریف کی جمع ہے' عریف اس شخص کو کہتے ہیں جو اپنی قوم کے احوال کو جاننے والا ہو' اس کو نقیب بھی کہتے ہیں اور یہ رئیس سے کم درجہ کا ہوتا ہے' التلویح میں مذکور ہے کہ جو شخص کسی قبیلہ یا محلہ کا منتظم ہو' اس کو عریف کہتے ہیں۔

اس میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا: تم میں سے جو شخص ہوازن کے قیدیوں کو اپنے پاس رکھنا چاہتا ہو تو وہ ان کو اب آزاد کر دے' اس کے عوض اللہ تعالیٰ ہم کو جو پہلا مال غنیمت عطا فرمائے گا' ہم ان کو اس میں سے دے دیں گے' آپ کے اس ارشاد میں یہ دلیل ہے کہ کسی چیز کا عوض دینے کے لیے مجہول مدت کو مقرر کرنا بھی جائز ہے' کیونکہ یہ معلوم اور معین نہیں تھا کہ پہلا مال غنیمت کب حاصل ہوگا۔

نیز اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جب اہل حرب پر فتح پا کر ان کے اموال کو مال غنیمت بنا لیا جائے اور لڑنے والوں کو لونڈیاں اور غلام بنا لیا جائے' پھر وہ اہل حرب مسلمان ہو جائیں اور اپنے اموال کو اور اپنے ان اصحاب کو طلب کریں جن کو قیدی بنایا جا چکا ہے اور مسلمانوں کا سربراہ ان کے قیدیوں کو واپس کرنے میں مصلحت سمجھے تو وہ ان کے قیدیوں کو آزاد کر کے واپس کر سکتا ہے' کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہوازن کے قیدیوں کو آزاد کر کے واپس کر دیا تھا اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اسلام نے لونڈیوں اور غلاموں کے چلن کو ختم کیا ہے اور یہ کہ جنگی قیدیوں کو بلا معاوضہ ان پر احسان کر کے آزاد کرنا جائز ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہوازن کے جنگی قیدیوں کو بلا معاوضہ آزاد کر دیا تھا۔

اس حدیث میں عرفاء بنانے کا جواز ہے اور یہ کہ عرفاء وکیلوں کے قائم مقام ہوتے ہیں اور وکیل کا کسی چیز کے لیے اقرار کرنا اس کے مؤکل کے اقرار کے قائم مقام ہوتا ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا: تم اپنے عرفاء سے مشورہ کر لو کہ آیا وہ ہوازن کے قیدیوں کو خوش دلی سے آزاد کر رہے ہیں یا نہیں؟ اور انہوں نے جب مشورہ کے بعد بتایا کہ انہوں نے خوش دلی سے ہوازن کے قیدی آپ کو دے دیئے ہیں تا کہ آپ ان کو آزاد کر دیں تو آپ نے اپنے فیصلہ کو نافذ فرما دیا۔

امام ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ حاکم کے سامنے وکیل کا اقرار کرنا جائز ہے اور دوسروں کے سامنے جائز نہیں ہے' امام مالک نے کہا

ہے کہ جب تک مؤکل وکیل کو اقرار یا انکار کا اختیار نہ دے' اس وقت تک وکیل کا مؤکل کے حق میں اقرار یا انکار جائز نہیں ہے' اور امام شافعی نے کہا ہے کہ وکیل کا اپنے مؤکل کے حق میں اقرار قابلِ قبول نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۱۹۵۔ ۱۹۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۸ - بَابٌ اِذَا وَكَّلَ رَجُلٌ رَّجُلًا اَنْ يُّعْطِيَ شَيْئًا، وَلَمْ يُبَيِّنْ كَمْ يُعْطِي فَاَعْطٰى عَلٰى مَا يَتَعَارَفُهُ النَّاسُ

جب ایک شخص کو کچھ دینے کے لیے وکیل بنایا اور یہ نہیں بتایا کہ کتنا دے' اس صورت میں وکیل کا لوگوں کے عرف کے مطابق دینا جائز ہے

۲۳۰۹ - حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ اَبِيْ رَبَاحٍ وَّغَيْرِهٖ، يَزِيْدُ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ، وَلَمْ يُبَلِّغْهُ كُلُّهُمْ، رَجُلٌ وَّاحِدٌ مِّنْهُمْ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَفَرٍ، فَكُنْتُ عَلٰى جَمَلٍ ثَفَالٍ، اِنَّمَا هُوَ فِيْ اٰخِرِ الْقَوْمِ، فَمَرَّ بِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ مَنْ هٰذَا؟ قُلْتُ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ مَا لَكَ؟ قُلْتُ اِنِّيْ عَلٰى جَمَلٍ ثَفَالٍ، قَالَ اَمَعَكَ قَضِيْبٌ؟ قُلْتُ نَعَمْ، قَالَ اَعْطِنِيْهِ. فَاَعْطَيْتُهُ فَضَرَبَهٗ فَزَجَرَهٗ، فَكَانَ مِنْ ذٰلِكَ الْمَكَانِ مِنْ اَوَّلِ الْقَوْمِ، قَالَ بِعْنِيْهِ. فَقُلْتُ بَلْ هُوَ لَكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ بَلْ بِعْنِيْهِ، قَدْ اَخَذْتُهٗ بِاَرْبَعَةِ دَنَانِيْرَ، وَلَكَ ظَهْرُهٗ اِلَى الْمَدِيْنَةِ. فَلَمَّا دَنَوْنَا مِنَ الْمَدِيْنَةِ اَخَذْتُ اَرْتَحِلُ، قَالَ اَيْنَ تُرِيْدُ؟ قُلْتُ تَزَوَّجْتُ امْرَاَةً قَدْ خَلَا مِنْهَا زَوْجُهَا، قَالَ فَهَلَّا جَارِيَةً تُلَاعِبُهَا وَتُلَاعِبُكَ؟ قُلْتُ اِنَّ اَبِيْ تُوُفِّيَ وَتَرَكَ بَنَاتٍ، فَاَرَدْتُّ اَنْ اَنْكِحَ امْرَاَةً قَدْ جَرَّبَتْ، خَلَا مِنْهَا، قَالَ فَذٰلِكَ. فَلَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِيْنَةَ قَالَ يَا بِلَالُ، اِقْضِهٖ وَزِدْهُ. فَاَعْطَاهُ اَرْبَعَةَ دَنَانِيْرَ وَزَادَهٗ قِيْرَاطًا، قَالَ جَابِرٌ لَا تُفَارِقُنِيْ زِيَادَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَلَمْ يَكُنِ الْقِيْرَاطُ يُفَارِقُ جِرَابَ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مکی بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے حدیث بیان کی از عطاء بن ابی رباح وغیرہ اور ان میں سے بعض نے بعض کی روایت پر اضافہ کیا ہے' تمام راویوں نے اس حدیث کو حضرت جابر رضی اللہ عنہ تک نہیں پہنچایا' ان میں سے ایک شخص نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے یہ روایت کی کہ انہوں نے بتایا کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھا' میں بہت سست رفتار اونٹ پر سوار تھا' وہ سب لوگوں کے آخر میں تھا' تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس سے گزرے' آپ نے پوچھا: یہ کون ہے؟ میں نے کہا: جابر بن عبد اللہ' آپ نے پوچھا: تمہیں کیا ہوا؟ میں نے کہا: میں سست رفتار اونٹ پر سوار ہوں' آپ نے پوچھا: کیا تمہارے پاس درخت کی کوئی شاخ ہے؟ میں نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: وہ مجھے دو' پس میں نے آپ کو وہ شاخ دی' آپ نے اس اونٹ کو ڈانٹ کر وہ شاخ ماری' پھر وہ اونٹ اس جگہ سے چل کر سب سے آگے نکل گیا' آپ نے فرمایا: یہ اونٹ مجھے فروخت کر دو' میں نے کہا: یا رسول اللہ! بلکہ وہ آپ ہی کا ہے' آپ نے فرمایا: مجھ کو یہ فروخت کر دو' میں نے تم سے یہ اونٹ چار دینار کے عوض لے لیا اور تم مدینہ تک اس پر سواری کر سکتے ہو' جب ہم مدینہ کے قریب پہنچے تو میں جانے لگا' آپ نے پوچھا: تمہارا کہاں کا ارادہ ہے؟ میں نے کہا: میں نے ایک ایسی عورت سے شادی کی ہے' جس کا شوہر فوت ہو چکا ہے' آپ نے فرمایا: تم نے کسی کنواری لڑکی سے شادی کیوں نہ کی! تم اس سے کھیلتے وہ تم سے کھیلتی' میں نے عرض کیا: میرے والد فوت ہو چکے ہیں اور انہوں نے چند بیٹیاں چھوڑی ہیں تو میں نے ارادہ کیا کہ میں کسی ایسی خاتون سے شادی کروں جو تجربہ

کار ہو اور اس کا شوہر فوت ہو چکا ہو' آپ نے فرمایا: پھر ٹھیک ہے'
جب ہم مدینہ پہنچے تو آپ نے فرمایا: اے بلال! اس کو قیمت دے
دو اور کچھ زیادہ دینا' تو حضرت بلال رضی اللہ نے حضرت جابر کو چار
دینار دیئے اور ایک قیراط زیادہ دیا' حضرت جابر نے کہا: میں نبی
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دیا ہوا وہ زائد انعام کبھی خود سے جدا نہیں کرتا' پھر وہ قیراط
حضرت جابر بن عبد اللہ کی تھیلی سے کبھی جدا نہیں ہوا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٤٤٣ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بلال کو حضرت جابر کے اونٹ کا معاوضہ دینے کے لیے وکیل بنایا اور انہیں فرمایا کہ کچھ زیادہ دینا' اور زیادہ دینے کی مقدار نہیں بتائی اور انہوں نے عرف کے مطابق ایک قیراط زیادہ دے دیا۔

٩ - بَابُ وَكَالَةِ الْمَرْاَةِ الْإِمَامَ فِي النِّكَاحِ

کسی عورت کا نکاح میں امام کو وکیل بنانا

٢٣١٠ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ' عَنْ اَبِيْ حَازِمٍ' عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ جَاءَتِ امْرَاَةٌ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اِنِّيْ قَدْ وَهَبْتُ لَكَ مِنْ نَفْسِيْ. فَقَالَ رَجُلٌ زَوِّجْنِيْهَا' قَالَ قَدْ زَوَّجْنَاكَهَا بِمَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْاٰنِ. [اطراف الحدیث: ٥٠٢٩-٥٠٣٠-٥٠٨٧-٥١٢١-٥١٢٦-٥١٣٢-٥١٣٥-٥١٤١-٥١٤٩-٥١٥٠-٥٨٧١-٧٤١٧]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابی حازم از حضرت سہل بن سعد رضی اللہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک عورت نے آ کر کہا: یا رسول اللہ! میں نے اپنا نفس آپ کو ہبہ کر دیا' ایک مرد نے کہا: اس عورت کا میرے ساتھ نکاح فرما دیں' آپ نے فرمایا: تم کو جو قرآن یاد ہے ہم نے اس کے سبب سے اس کا نکاح تمہارے ساتھ کر دیا۔

(صحیح مسلم: ١٤٢٥' الرقم المسلسل: ٣٣٧٦' سنن ترمذی: ١١١٦' سنن نسائی: ٣٣٣٦' سنن ابوداؤد: ٢١١١' شرح مشکل الآثار: ٢٤٧٤' صحیح ابن حبان: ٤٠٩٣' سنن بیہقی ج ٧ ص ١٤٤' شرح السنۃ: ٢٣٠٢' مسند احمد ج ٥ ص ٣٣٦ طبع قدیم' مسند احمد: ٢٢٨٥٠- ج ٣٧ ص ٤٩٨' موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ جب اس عورت نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنا نفس ہبہ کر دیا تو گویا اس نے اپنے عقد نکاح کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنا وکیل بنا دیا۔

حدیث مذکور کی مفصل روایت

حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک عورت آ کر عرض کرنے لگی: یا رسول اللہ! میں آپ کے پاس حاضر ہوئی ہوں اور میں نے اپنا نفس آپ کو ہبہ کر دیا ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نظر اٹھا کر اسے نیچے سے اوپر تک دیکھا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سر جھکا لیا' جب اس عورت نے یہ دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے متعلق کوئی فیصلہ نہیں فرمایا تو وہ بیٹھ گئی' پھر آپ کے اصحاب میں سے ایک شخص کھڑے ہوئے اور کہنے لگے: یا رسول اللہ! اگر آپ کو اس کی ضرورت نہیں ہے تو آپ اس سے میرا نکاح کر دیں' آپ نے فرمایا: تمہارے پاس کوئی چیز ہے؟ انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! اللہ کی قسم! میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے' آپ نے فرمایا: تم گھر جاؤ! شاید تمہیں کوئی چیز مل جائے' وہ گھر گئے اور واپس آ گئے' اور آ کر کہا: اللہ کی قسم! مجھے کوئی چیز نہیں

ملی' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جاؤ! تلاش کرو' خواہ وہ لوہے کی انگوٹھی ہی ہو' وہ گئے اور پھر واپس آئے اور کہا: یارسول اللہ! اللہ کی قسم! مجھے لوہے کی انگوٹھی بھی نہیں ملی' لیکن میرے پاس صرف میرا یہ تہبند ہے' اس کا آدھا حصہ میں اس عورت کو دے دوں گا۔ راوی سہیل کہتے ہیں کہ ان کے اوپر کوئی چادر نہیں تھی' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ تمہارے تہبند کا کیا کرے گی! اگر تم نے اس کو پہن لیا تو اس کے پاس کچھ نہیں رہے گا اور اگر اس کو یہ پہن لے گی تو تمہارے پاس کچھ نہیں رہے گا' پھر وہ مجبوراً بیٹھ گئے' حتیٰ کہ جب ان کو بیٹھے بیٹھے بہت دیر ہوگئی تو پھر وہ کھڑے ہوگئے' رسول اللہ ﷺ نے ان کو دیکھا وہ پیٹھ موڑ کر جارہے تھے' پھر آپ نے ان کو بلانے کا حکم دیا' جب وہ آئے تو آپ نے پوچھا: تمہیں قرآن مجید کتنا یاد ہے؟ انہوں نے بتایا کہ مجھے فلاں فلاں سورتیں یاد ہیں اور وہ سورتیں گن کر بتائیں' آپ نے پوچھا: تم یہ سورتیں زبانی پڑھ سکتے ہو؟ انہوں نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: جاؤ! تم کو جو قرآن مجید یاد ہے اس کے سبب سے میں نے تمہارا نکاح اس عورت سے کردیا۔ (صحیح مسلم: ١٤٢٥' الرقم المسلسل: ٣٣٧٦)

دوسری روایت میں ہے: پھر انہوں نے اس عورت کو قرآن مجید کی تعلیم دی۔ (صحیح مسلم: ١٤٢٥' الرقم المسلسل: ٣٣٧٧)

ابوسلمہ بن عبدالرحمان بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی ﷺ سے پوچھا: رسول اللہ ﷺ نے اپنی ازواج کو کتنا مہر دیا تھا؟ حضرت عائشہ نے فرمایا: آپ کی ازواج کا مہر ساڑھے بارہ اوقیہ تھا اور یہ پانچ سو درہم ہیں اور یہ رسول اللہ ﷺ کی تمام ازواج کا مہر تھا۔ (صحیح مسلم: ١٤٢٦' الرقم المسلسل: ٣٣٧٨' سنن ابوداؤد: ٢١٠٥' سنن نسائی: ٣٣٤٤' سنن ابن ماجہ: ١٨٨٦)

اس روایت پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ حضرت ام حبیبہ کا مہر تو چار ہزار درہم تھا؟ علامہ نووی نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ یہ زائد مقدار نجاشی نے اپنی طرف سے نبی ﷺ کے اکرام کے پیش نظر دی تھی۔

امام بخاری نے حضرت سہل بن سعد کی حدیث بہت اختصار سے روایت کی ہے' لیکن چونکہ اس سے بہت مسائل نکلتے ہیں' اس لیے ہم نے اس کی مفصل حدیث ذکر کی اور مذکور الصدر حدیث کو قارئین کے استفادہ کے لیے ذکر کردیا ہے۔

آج کل (23-02-2008) ایک درہم 90 روپے کا ہے' اس حساب سے ازواجِ مطہرات کا مہر 45,000 روپے ہوا۔

حدیث مذکورہ سے اٹھارہ فقہی مسائل کا استخراج اور استنباط

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

یہ حدیث حسب ذیل مسائل پر مشتمل ہے:

(۱) یہ نبی ﷺ کی خصوصیت ہے کہ کوئی عورت اپنا نفس آپ کو ہبہ کرسکتی ہے' قرآن مجید میں ہے:

وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ اِنْ اَرَادَ النَّبِيُّ اَنْ يَّسْتَنْكِحَهَا خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ. (الاحزاب: ٥٠)

اور وہ مؤمنہ عورت بھی (آپ کے لیے حلال ہے) جس نے اپنا نفس آپ کے لیے ہبہ کردیا' اگر نبی اس کو اپنے نکاح میں لینا چاہیں' یہ حکم صرف آپ کے لیے مخصوص ہے عام مسلمانوں کے لیے نہیں ہے۔

(۲) جو عورت اپنا نفس آپ کو ہبہ کردے' آپ کے لیے یہ جائز ہے کہ آپ بغیر مہر کے اس کے ساتھ نکاح کرلیں اور یہ بھی آپ کے خصائص میں سے ہے۔

(۳) امام ابوحنیفہ' امام ابو یوسف اور امام محمد نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ لفظ ہبہ سے بھی نکاح منعقد ہو جاتا ہے' اگر اس نے مہر مقرر کیا تو وہ اس کو لازم ہوگا اور اگر مہر مقرر نہیں کیا تو مہر مثل لازم ہوگا۔

(۴) عورت کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ کسی نیک مسلمان کے ساتھ نکاح کے لیے خود کو پیش کرے۔
(۵) اگر کسی شخص کو کسی پیش کش کی ضرورت نہ ہو تو اس کے لیے مستحب ہے کہ وہ خاموش رہے اور فوراً منع کر کے اس کو شرمندہ نہ کرے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے نکاح کی ضرورت نہیں تھی لیکن آپ نے اس کو فوراً منع نہیں فرمایا۔
(۶) جس عورت نے اپنا نفس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہبہ کر دیا ہو اس کو نکاح کا پیغام دینا جائز ہے جیسے اس شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: آپ اس کے ساتھ میرا نکاح کر دیں۔
(۷) امام ابوحنیفہ اور امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ فقط ایجاب سے بھی نکاح ہو جاتا ہے خواہ دوسرا فریق قبول نہ کرے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص سے فرمایا: ہم نے تمہارا نکاح اس کے ساتھ کر دیا اور اس عورت کے قبول کرنے کا ذکر نہیں ہے۔
(۸) ولی اور حاکم کے لیے جائز ہے کہ وہ کسی عورت کا تنگ دست شخص سے نکاح کر دے بہ شرطیکہ وہ راضی ہو۔
(۹) اگر کسی تنگ دست کو نکاح کی حاجت ہو تو وہ نکاح کر سکتا ہے کیونکہ اس شخص نے کہا تھا: میرے پاس صرف ایک تہبند ہے۔
(۱۰) نکاح میں مہر کا معین کرنا مستحب ہے کیونکہ اس سے نزاع منقطع ہوتا ہے اور عورت کو زیادہ نفع ہوتا ہے اس کو اگر دخول سے پہلے طلاق دے دی گئی تو اس کے لیے نصف مہر واجب ہوگا اور اگر پہلے مہر مُعین نہیں کیا گیا تو اس صورت میں اس کو صرف کپڑوں کا جوڑا ملے گا۔
(۱۱) جب اس شخص نے کہا: میرے پاس تو صرف ایک تہبند ہے تو آپ نے فرمایا: اگر تم نے وہ تہبند اس کو دے دیا تو تم برہنہ رہو گے اس میں امام شافعی کے اس قول کی دلیل ہے کہ عورت دخول سے پہلے مکمل مہر کی مستحق ہوتی ہے اور ہمارا اور امام مالک کا قول یہ ہے کہ عورت دخول سے پہلے نصف مہر کی مستحق ہوتی ہے۔
(۱۲) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: جاؤ! کچھ تلاش کرو خواہ وہ لوہے کی ایک انگوٹھی ہو اس میں امام شافعی کے اس قول کی دلیل ہے کہ مہر کی کوئی حد مقرر نہیں ہے اور جو چیز اجرت یا ثمن بن سکتی ہے وہ مہر بن سکتی ہے اور ہم کہتے ہیں کہ مہر کی کم سے کم مقدار معین ہے اور وہ دس درہم (آج کل کے مطابق 900 روپے) ہیں ہماری دلیل یہ صریح حدیث ہے:
حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: دس درہم سے کم میں ہاتھ نہ کاٹا جائے اور دس درہم سے کم مہر مقرر نہ کیا جائے۔
(سنن دارقطنی ج ۳ ص ۲۴۷-۲۴۶ سنن کبریٰ ج ۷ ص ۲۴۱-۲۴۰)
اور آپ نے اس شخص کو انگوٹھی تلاش کرنے کا حکم اس کی تالیف قلب کے لیے دیا تھا۔
(۱۳) امام شافعی کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کی ایک سورت کے عوض اس کا نکاح کر دیا اس سے معلوم ہوا کہ تعلیم قرآن کو بھی مہر بنایا جا سکتا ہے ہم کہتے ہیں کہ اس حدیث میں "بـاء" عوض کی نہیں ہے بلکہ سببیت کی ہے یعنی چونکہ تم کو قرآن مجید یاد ہے اور تم مسلمان ہو اس لیے ہم نے تمہارا اس عورت سے نکاح کر دیا اور اس میں یہ دلیل بھی ہے کہ نکاح کے جواز کی شرط صرف اسلام ہے اور مال نسب اور حرفت میں کفو اور مساوات نکاح کے جواز کی شرط نہیں ہے۔
(۱۴) اس حدیث سے امام بخاری نے یہ استدلال کیا ہے کہ نکاح کی ولایت امام اور سربراہ ملک کو حاصل ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم کو جو قرآن یاد ہے اس کی وجہ سے ہم نے تمہارا اس سے نکاح کر دیا۔
(۱۵) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: جاؤ! کچھ تلاش کرو خواہ وہ لوہے کی انگوٹھی ہو اس سے امام شافعی نے یہ استدلال کیا ہے کہ لوہے کی انگوٹھی پہننا جائز ہے اور ہمارے نزدیک جائز نہیں ہے ہماری دلیل یہ صریح حدیث ہے:

حضرت عبداللہ بن بریدہ اپنے والد رضی اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا جس نے پیتل کی انگوٹھی پہنی ہوئی تھی تو آپ نے فرمایا: کیا بات ہے کہ مجھے تم سے بتوں کی بدبو آ رہی ہے؟ اس نے وہ انگوٹھی پھینک دی' وہ دوبارہ آیا تو اس نے لوہے کی انگوٹھی پہنی ہوئی تھی تو آپ نے فرمایا: کیا بات ہے کہ میں تمہارے اوپر دوزخیوں کا زیور دیکھ رہا ہوں' اس نے وہ انگوٹھی بھی پھینک دی' پھر پوچھا: یا رسول اللہ! میں کس چیز کی انگوٹھی پہنوں؟ آپ نے فرمایا: چاندی کی اور وہ پورے ایک مثقال (ساڑھے چار ماشہ) کی نہ ہو۔ (سنن ابوداؤد: ۴۲۲۳' سنن ترمذی: ۱۷۸۵' سنن نسائی: ۵۲۱۰)

(۱۶) اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی عورت کا جس مرد سے نکاح کر دیں اس کو انکار کا حق نہیں ہے خواہ وہ مال دار ہو یا فقیر' معزز ہو یا گھٹیا' تندرست ہو یا بیمار' کفو ہو یا غیر کفو۔

(۱۷) نکاح سے پہلے مرد عورت کو دیکھ سکتا ہے اور اس کے محاسن میں تدبر کر سکتا ہے کیونکہ آپ نے اس عورت کی طرف دیکھا اور پھر نظر جھکالی۔

(۱۸) اس حدیث میں تعلیم قرآن کی اجرت کا جواز ہے کیونکہ امام شافعی کے قول کے مطابق تعلیم قرآن کو اس کا مہر بنایا گیا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۲۰۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۳۳۸۳۔ ج ۳ ص ۸۳۴ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

① رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنا نفس ہبہ کرنے والی عورت کی تعیین ② تعلیم قرآن کے مہر ہونے کا حکم ③ تعلیم قرآن پر اجرت لینے کا حکم۔

۱۰ - بَابُ اِذَا وَكَّلَ رَجُلٌ رَّجُلًا، فَتَرَكَ الْوَكِيلُ شَيْئًا فَاَجَازَهُ الْمُوَكِّلُ فَهُوَ جَائِزٌ، وَاِنْ اَقْرَضَهُ اِلٰى اَجَلٍ مُّسَمًّى جَازَ

جب کسی شخص نے ایک آدمی کو وکیل بنایا' پھر اس وکیل نے کوئی چیز (اپنے اجتہاد) سے چھوڑ دی اور موکل نے اس چھوڑنے کو جائز قرار دے دیا' اسی طرح اگر وکیل نے مدتِ معینہ کے لیے قرض دیا تو وہ بھی جائز ہے

۲۳۱۱ - وَقَالَ عُثْمَانُ بْنُ الْهَيْثَمِ اَبُوْ عَمْرٍو حَدَّثَنَا عَوْفٌ، عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ سِيرِيْنَ، عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ وَكَّلَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِحِفْظِ زَكٰوةِ رَمَضَانَ، فَاَتَانِیْ اٰتٍ، فَجَعَلَ يَحْثُوْ مِنَ الطَّعَامِ، فَاَخَذْتُهٗ وَقُلْتُ وَاللّٰهِ لَاَرْفَعَنَّكَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ اِنِّیْ مُحْتَاجٌ وَّعَلَیَّ عِيَالٌ وَّلِیْ حَاجَةٌ شَدِيْدَةٌ، قَالَ فَخَلَّيْتُ عَنْهُ، فَاَصْبَحْتُ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا اَبَا هُرَيْرَةَ مَا فَعَلَ اَسِيْرُكَ الْبَارِحَةَ؟ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عثمان بن الہیثم ابوعمرو نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عوف نے حدیث بیان کی از محمد بن سیرین از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے زکوۃ رمضان (صدقۂ فطر) کی حفاظت کرنے کا وکیل بنایا' پس میرے پاس ایک آنے والا آیا اور اس طعام میں سے لپ بھر کر جانے لگا' میں نے اس کو پکڑ لیا اور کہا: اللہ کی قسم! میں تم کو ضرور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے پیش کروں گا' اس نے کہا: میں ضرورت مند ہوں اور مجھ پر بال بچوں کی ذمہ داری ہے اور مجھے سخت ضرورت ہے تو میں نے اس کو چھوڑ دیا' جب صبح

اللّٰہ! شَکَا حَاجَۃً شَدِیْدَۃً وَعِیَالًا فَرَحِمْتُہٗ فَخَلَّیْتُ سَبِیْلَہٗ قَالَ اَمَا اِنَّہٗ قَدْ کَذَبَکَ وَسَیَعُوْدُ. فَعَرَفْتُ اَنَّہٗ سَیَعُوْدُ لِقَوْلِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّہٗ سَیَعُوْدُ. فَرَصَدْتُّہٗ فَجَاءَ یَحْثُوْا مِنَ الطَّعَامِ فَاَخَذْتُہٗ فَقُلْتُ لَاَرْفَعَنَّکَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ دَعْنِیْ فَاِنِّیْ مُحْتَاجٌ وَّعَلَیَّ عِیَالٌ لَا اَعُوْدُ فَرَحِمْتُہٗ فَخَلَّیْتُ سَبِیْلَہٗ فَاَصْبَحْتُ فَقَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَا اَبَا ھُرَیْرَۃَ مَا فَعَلَ اَسِیْرُکَ؟ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! شَکَا حَاجَۃً شَدِیْدَۃً وَّعِیَالًا فَرَحِمْتُہٗ فَخَلَّیْتُ سَبِیْلَہٗ قَالَ اَمَا اِنَّہٗ قَدْ کَذَبَکَ وَسَیَعُوْدُ فَرَصَدْتُّہُ الثَّالِثَۃَ فَجَاءَ یَحْثُوْا مِنَ الطَّعَامِ فَاَخَذْتُہٗ فَقُلْتُ لَاَرْفَعَنَّکَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھٰذَا اٰخِرُ ثَلَاثِ مَرَّاتٍ اَنَّکَ تَزْعُمُ لَا تَعُوْدُ ثُمَّ تَعُوْدُ قَالَ دَعْنِیْ اُعَلِّمْکَ کَلِمَاتٍ یَنْفَعُکَ اللّٰہُ بِھَا قُلْتُ مَا ھُنَّ؟ قَالَ اِذَا اَوَیْتَ اِلٰی فِرَاشِکَ فَاقْرَاْ اٰیَۃَ الْکُرْسِیِّ ﴿اَللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ﴾ (البقرہ:۲۵۵) حَتّٰی تَخْتِمَ الْاٰیَۃَ فَاِنَّکَ لَنْ یَّزَالَ عَلَیْکَ مِنَ اللّٰہِ حَافِظٌ وَلَا یَقْرَبَنَّکَ شَیْطَانٌ حَتّٰی تُصْبِحَ فَخَلَّیْتُ سَبِیْلَہٗ فَاَصْبَحْتُ فَقَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا فَعَلَ اَسِیْرُکَ الْبَارِحَۃَ؟ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! زَعَمَ اَنَّہٗ یُعَلِّمُنِیْ کَلِمَاتٍ یَّنْفَعُنِی اللّٰہُ بِھَا فَخَلَّیْتُ سَبِیْلَہٗ قَالَ مَا ھِیَ؟ قُلْتُ قَالَ لِیْ اِذَا اَوَیْتَ اِلٰی فِرَاشِکَ فَاقْرَاْ اٰیَۃَ الْکُرْسِیِّ مِنْ اَوَّلِھَا حَتّٰی تَخْتِمَ ﴿اَللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ﴾. وَقَالَ لِیْ لَنْ یَّزَالَ عَلَیْکَ مِنَ اللّٰہِ حَافِظٌ وَلَا یَقْرَبُکَ شَیْطَانٌ حَتّٰی تُصْبِحَ وَکَانُوْا اَحْرَصَ شَیْءٍ عَلَی الْخَیْرِ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَمَا اِنَّہٗ قَدْ صَدَقَکَ وَھُوَ کَذُوْبٌ تَعْلَمُ مَنْ تُخَاطِبُ مُنْذُ ثَلَاثِ لَیَالٍ یَا اَبَا ھُرَیْرَۃَ؟ قَالَ لَا قَالَ ذَاکَ شَیْطَانٌ.

ہوئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوہریرہ! گزشتہ رات تمہارے قیدی کا کیا بنا؟ میں نے کہا: یارسول اللہ! اس نے بہت سخت ضرورت اور بال بچوں کی شکایت کی تو مجھے اس پر ترس آیا اور میں نے اس کو چھوڑ دیا۔ آپ نے فرمایا: اس نے تم سے جھوٹ بولا ہے اور وہ پھر آئے گا' سو مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی وجہ سے یقین تھا کہ وہ پھر آئے گا تو میں اس کی گھات میں بیٹھ گیا' وہ پھر آ کر طعام کا لپ بھر کر جانے لگا' میں نے اس کو پکڑ لیا اور میں نے کہا: میں تجھ کو ضرور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کروں گا' اس نے کہا: مجھے چھوڑ دیجئے کیونکہ میں ضرورت مند ہوں اور مجھ پر بال بچوں کا بوجھ ہے' میں پھر نہیں آؤں گا' سو مجھے اس پر ترس آیا اور میں نے اس کو چھوڑ دیا' جب صبح ہوئی تو مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوہریرہ! تمہارے قیدی کا کیا بنا؟ میں نے کہا: یارسول اللہ! اس نے مجھ سے بہت سخت ضرورت کی اور بال بچوں کی شکایت کی تو مجھے اس پر ترس آیا اور میں نے اس کو چھوڑ دیا' آپ نے فرمایا: لیکن اس نے تم سے جھوٹ بولا ہے اور وہ پھر آئے گا' پس میں تیسری مرتبہ اس کی گھات میں بیٹھ گیا' سو وہ آیا اور طعام سے لپ بھر کر جانے لگا' میں نے اس کو پکڑ لیا' پس کہا: میں تجھ کو ضرور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کروں گا اور یہ تین بار میں سے آخری بار ہے' تو ہر مرتبہ کہتا ہے کہ میں پھر نہیں آؤں گا اور تو پھر آ جاتا ہے' اس نے کہا: آپ مجھے چھوڑ دیں! میں آپ کو چند ایسے کلمات سکھاؤں گا جن سے اللہ تعالیٰ آپ کو نفع دے گا' میں نے پوچھا: وہ کون سے کلمات ہیں؟ اس نے کہا: جب آپ بستر پر جائیں تو آیت الکرسی پڑھیں: "اللّٰہ لا الہ الا ھو الحی القیوم" (الآیۃ) (البقرہ: ۲۵۵) حتیٰ کہ پوری آیت پڑھیں' تو پھر اللہ تعالیٰ ہمیشہ آپ کی حفاظت کرتا رہے گا' اور شیطان آپ کے قریب نہیں آئے گا حتیٰ کہ صبح ہو جائے' پھر میں نے اس کا راستہ چھوڑ دیا' جب صبح ہوئی تو مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گزشتہ شب تمہارے قیدی کا کیا بنا؟ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اس نے کہا: میں تم کو چند ایسے کلمات سکھاؤں گا جن سے اللہ تمہیں نفع دے گا تو میں نے اس کا

[اطراف الحدیث: ۳۲۷۵-۵۰۱۰]

راستہ چھوڑ دیا۔ آپ نے پوچھا: وہ کون سے کلمات ہیں؟ میں نے بتایا: اس نے مجھ سے کہا: جب تم اپنے بستر پر جاؤ تو اوّل سے آخر تک آیۃ الکرسی پڑھوحتیٰ کہ تم اس کو ختم کرلو: ''اللّٰہ لا الہ الا ھو الحی القیوم'' (الایۃ) (البقرہ:۲۵۵) اور اس نے مجھ سے کہا کہ پھر اللہ تعالیٰ تمہاری حفاظت کرتا رہے گا اور صبح ہونے تک شیطان تمہارے قریب نہیں آسکے گا' اور صحابہ نیکی پر سب سے زیادہ حریص تھے' تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بہرحال ہے تو وہ جھوٹا' لیکن یہ بات اس نے سچ کہی ہے' کیا تم جانتے ہو؟ اے ابوہریرہ! کہ ان تین راتوں میں کون تم سے باتیں کرتا رہا؟ میں نے کہا: نہیں! آپ نے فرمایا: وہ شیطان تھا۔

اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عثمان بن الہیثم' ان کی کنیت ابوعمرو ہے' یہ مؤذن بصری ہیں' یہ ۲۲۰ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) عوف اعرابی (۳) محمد بن سیرین (۴) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۲۰۴)

علامہ مہلب اور علامہ ابن بطال کا امام بخاری کے عنوان پر اعتراض اور مصنف کی طرف سے اس کا جواب

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

علامہ مہلب نے کہا ہے کہ اس حدیث کے عنوان میں امام بخاری نے لکھا ہے: پھر اس وکیل نے کوئی چیز (اپنے اجتہاد سے) چھوڑ دی۔

اس سے امام بخاری کی مراد یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہ نے اس شخص کو چھوڑ دیا جو طعام سے لپ بھر کر لے گیا تھا' جب اس نے اپنی تنگ دستی کی شکایت کی تھی' پھر انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر دی تو آپ نے حضرت ابوہریرہ کے اس فعل کو برقرار رکھا اور اس کا رد نہیں فرمایا۔

دوسرے علماء نے یہ کہا ہے کہ اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جس شخص کو کسی چیز کی حفاظت کا وکیل بنایا گیا یا اس کو کسی مال کا امین بنایا گیا اور اس نے اس میں سے کوئی چیز کسی کو دے دی خواہ نیک کام کے لیے دی ہو تو یہ جائز نہیں ہے' اور حضرت ابوہریرہ کا یہ فعل اس لیے جائز ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اس فعل پر رد نہیں فرمایا' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوہریرہ کو کسی چیز کے دینے کا وکیل نہیں بنایا تھا اور نہ ان کے لیے یہ مباح کیا تھا کہ اگر کوئی شخص ان سے کچھ لوٹ کر لے جائے تو وہ اس کو لوٹنے دیں' ان کو تو صرف صدقۃ الفطر کے مال کی حفاظت کا وکیل بنایا تھا۔

اور اس تاویل کی صحت کی دلیل یہ ہے کہ جس شخص کو کسی مال کا امین بنایا جائے' اس کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اس میں سے کسی چیز کو تلف کر دے اور اگر وہ اس میں سے کسی چیز کو تلف کرے گا تو وہ اس کا ضامن ہوگا' مگر یہ کہ اس مال کا مالک اس کو اجازت دے دے اور چونکہ اس کے جواز کا تعلق مال کے مالک کی اجازت کے ساتھ ہے تو یہ اس پر دلیل ہے کہ اگر مال کے مالک نے اس کی

اجازت نہیں دی تو وہ نقصان کا ضامن ہوگا اور میرے علم میں فقہاء کا اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے' اس لیے امام بخاری کا اس حدیث سے یہ استدلال کرنا صحیح نہیں ہے کہ جس شخص کو کسی مال کی حفاظت کا وکیل بنایا گیا ہو' اس کے لیے کسی مال لوٹنے والے کو چھوڑنا جائز ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۶ ص ۳۶۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ ھ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ مہلب اور علامہ ابن بطال کا امام بخاری پر یہ رد کرنا صحیح نہیں ہے' کیونکہ امام بخاری نے مطلقاً یہ نہیں کہا کہ وکیل کے لیے نقصان کرنے والے کو چھوڑنا جائز ہے بلکہ انہوں نے اس کو اس قید کے ساتھ مقید کیا ہے کہ مؤکل نے اس چھوڑنے کو جائز قرار دے دیا۔ خلاصہ یہ ہے کہ اس چھوڑنے کا جواز مؤکل کی اجازت پر موقوف ہے۔

اس کے بعد علامہ ابن بطال لکھتے ہیں:

رہا امام بخاری کا یہ کہنا کہ اگر وکیل نے کسی کو مدتِ معینہ کے لیے قرض دیا تو یہ بھی جائز ہے۔ میں کہتا ہوں کہ میرے علم میں فقہاء کا اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ کسی شخص کے پاس کوئی امانت رکھی ہوئی ہو یا اس کے پاس کسی کا مال حفاظت کے لیے رکھا ہوا ہو تو اس کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اس مال میں سے کسی کو قرض دے' نہ فی الحال اور نہ مدتِ معینہ کے لیے' لیکن اگر اس نے ایسا کر لیا تو اس مال کے مالک کے لیے اختیار ہوگا خواہ وہ اس کے فعل کو برقرار رکھے خواہ امانت رکھنے والے سے اس مال کو وصول کرے اور خواہ مقروض سے خود وصول کرے۔

خلاصہ یہ ہے کہ امام بخاری کا مطلقاً یہ لکھنا صحیح نہیں ہے کہ وکیل کے لیے مؤکل کے مال سے کسی کو قرض دینا جائز ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۶ ص ۳۶۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ ھ)

میں کہتا ہوں کہ امام بخاری نے جب عنوان کے پہلے جزء میں وکیل کے تصرف کے جواز کو مؤکل کی اجازت کے ساتھ مقید کر دیا ہے تو وہ قید عنوان کے دوسرے جزء میں بھی ملحوظ ہے' اس لیے علامہ ابن بطال اور علامہ مہلب کا یہ دوسرا اعتراض بھی وارد نہیں ہوتا۔

بھوک کی وجہ سے چوری پر ہاتھ کاٹنا' حضرت ابو ہریرہ کے شیطان کو دیکھنے کی توجیہ اور دیگر دس مسائل

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ نے اس حدیث سے حسب ذیل مسائل نکالے ہیں:

(۱) اگر کوئی شخص بھوک کی وجہ سے چوری کرے تو اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا' اور قاضی تک یہ معاملہ پہنچنے سے پہلے اس کو معاف کرنا جائز ہے۔

(۲) شیطان نے بتایا کہ رات کو آیۃ الکرسی پڑھ کر سونے سے اللہ تعالیٰ حفاظت فرماتا ہے' اس سے معلوم ہوا کہ شیطان کو نفع بخش چیز کا علم ہوتا ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کبھی جھوٹا' سچی بات بھی بتاتا ہے۔

(۳) اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم غیب کا ثبوت ہے اور آپ کی نبوت کی دلیل ہے' کیونکہ آپ نے فرمایا: اس نے تم سے جھوٹ بولا ہے اور وہ کل پھر آئے گا' اور ایسا ہی ہوا۔

(۴) اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے شیطان کو دیکھا اور اس سے بات کی اور اس کو پکڑا' اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ قرآن مجید میں تو یہ مذکور ہے کہ انسان شیطان کو نہیں دیکھ سکتا۔

اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ. (الاعراف: ۲۷) بے شک وہ (شیطان) اور اس کا قبیلہ تمہیں دیکھتا ہے جہاں سے تم اسے نہیں دیکھ سکتے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ انسان' شیطان کو اس کی صورتِ اصلیہ میں نہیں دیکھ سکتا' جب کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس کو اس

وقت دیکھا تھا جب وہ انسان کی شکل میں چوری کے لیے آیا تھا۔

(۵) جب تیسری بار شیطان نے چوری کی اور اس کا عذر پیش کیا تو حضرت ابوہریرہ نے اس کا عذر قبول نہیں کیا' اس سے معلوم ہوا کہ کسی جرم کا عذر صرف دو بار قبول کیا جا سکتا ہے۔

(٦) اس حدیث میں آیۃ الکرسی کی فضیلت ہے اور یہ بیان ہے کہ جو شخص آیۃ الکرسی پڑھ کر سوئے' اس کو شیطان نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

(۷) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جنات چوری کرتے ہیں اور جھوٹ بولتے ہیں اور دھوکا دیتے ہیں۔

(۸) اس سے معلوم ہوا کہ صدقہ فطر کو عید کی رات سے پہلے جمع کرنا جائز ہے اور اس کی حفاظت کے لیے کسی کو مقرر کرنا جائز ہے۔

(۹) اس سے معلوم ہوا کہ شیطان اور بدکار سے بھی علم حاصل کرنا جائز ہے' جیسے حضرت ابوہریرہ کو آیۃ الکرسی کی فضیلت کا شیطان سے علم حاصل ہوا۔

(۱۰) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ چور کا عذر بھی قبول کرنا چاہیے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۲۰۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۱ - بَابٌ إِذَا بَاعَ الْوَكِيلُ شَيْئًا فَاسِدًا، فَبَيْعُهُ مَرْدُودٌ

جب وکیل کسی چیز کو بیع فاسد کے ساتھ خریدے تو اس کی بیع مردود ہے

۲۳۱۲ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ صَالِحٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ، هُوَ ابْنُ سَلَّامٍ، عَنْ يَحْيَى قَالَ سَمِعْتُ عُقْبَةَ بْنَ عَبْدِ الْغَافِرِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ جَاءَ بِلَالٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِتَمْرٍ بَرْنِيٍّ، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَيْنَ هٰذَا؟ قَالَ بِلَالٌ كَانَ عِنْدَنَا تَمْرٌ رَدِيٌّ، فَبِعْتُ مِنْهُ صَاعَيْنِ بِصَاعٍ، لِنُطْعِمَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ ذٰلِكَ أَوَّهْ أَوَّهْ! عَيْنُ الرِّبَا عَيْنُ الرِّبَا! لَا تَفْعَلْ، وَلٰكِنْ إِذَا أَرَدْتَ أَنْ تَشْتَرِيَ فَبِعِ التَّمْرَ بِبَيْعٍ آخَرَ ثُمَّ اشْتَرِهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن صالح نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معاویہ نے حدیث بیان کی اور وہ ابن سلام ہیں از یحییٰ' انہوں نے کہا: میں نے حضرت عقبہ بن عبد الغافر سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ انہوں نے حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے سنا' انہوں نے بتایا کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس برنی کھجور لے کر آئے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: اے بلال! یہ کھجوریں کہاں سے لائے ہو؟ تو حضرت بلال نے کہا: ہمارے پاس ردی کھجوریں تھیں تو میں نے ان میں سے دو صاع کھجوروں کے عوض یہ ایک صاع کھجوریں خرید لیں تاکہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کھلائیں' تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس وقت فرمایا: ''اوّہ' اوّہ'' (چچ چچ' اظہارِ افسوس کا کلمہ) یہ تو خالص سود ہے' خالص سود ہے' یہ نہ کرو' لیکن جب تم خریدنا چاہو تو (اپنی) کھجوروں کو فروخت کر دو اور اس کے عوض دوسری کھجوریں خرید لو۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۲۲۰۱ میں گزر چکی ہے۔

۱۲ - بَابُ الْوَكَالَةِ فِي الْوَقْفِ وَنَفَقَتِهِ، وَأَنْ يُطْعِمَ صَدِيقًا لَهُ وَيَأْكُلَ بِالْمَعْرُوفِ

وقف کے مال میں وکالت' وکیل کا خرچ' وکیل کا اپنے دوست کو کھلانا اور خود بھی عرف کے موافق کھانا

یعنی ضرورت کے وقت وکیل کا وقف کے مال سے خود کھانا اور اپنے دوست کو کھلانا جائز ہے' کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ. (النساء:٦) اور جو شخص ضرورت مند ہو وہ عُرف اور دستور کے موافق کھا لے۔

۲۳۱۳ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرٍو قَالَ فِيْ صَدَقَةِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ لَيْسَ عَلَى الْوَلِيِّ جُنَاحٌ اَنْ يَّاْكُلَ وَيُؤْكِلَ صَدِيْقًا، غَيْرَ مُتَاَثِّلٍ مَالًا، فَكَانَ ابْنُ عُمَرَ هُوَ يَلِيْ صَدَقَةَ عُمَرَ، يُهْدِيْ لِلنَّاسِ مِنْ اَهْلِ مَكَّةَ، كَانَ يَنْزِلُ عَلَيْهِمْ. [اطراف الحدیث: ۲۷۳۷-۲۷۶۴-۲۷۷۲-۲۷۷۳-۲۷۷۷]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عمرو' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صدقہ کے مال کے متعلق فرمایا کہ ولی اگر صدقہ کے مال سے خود کھائے یا اپنے دوست کو کھلائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے' جب کہ وہ اس سے مال جمع کرنا نہ چاہتا ہو' اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما حضرت عمر کے صدقات کے منتظم اور متولی تھے تو اہل مکہ میں سے جو مہمان ان کے پاس آتے' وہ ان کو (اس مال سے) کھلاتے تھے۔

(صحیح مسلم: ۱۶۳۲' الرقم المسلسل: ۴۱۱۵' سنن ابوداؤد: ۲۸۷۸' سنن ترمذی: ۱۳۷۵' سنن نسائی: ۳۵۹۹' سنن ابن ماجہ: ۲۳۹۶' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۶ ص ۲۵۲' سنن کبریٰ: ۶۴۲۸-۶۴۲۷' صحیح ابن حبان: ۴۹۰۱' سنن بیہقی ج ۶ ص ۱۵۹-۱۵۸' شعب الایمان: ۳۴۴۶' شرح السنۃ: ۲۱۹۵' مسند احمد ج ۲ ص ۱۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۴۶۰۸-ج ۸ ص ۲۱۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کے عنوان میں چار چیزوں کا ذکر ہے: (۱) وقف کے مال میں وکالت (۲) وکیل کا خرچ (۳) وکیل کا اپنے دوست کو کھلانا (۴) وکیل کا خود بھی عرف کے موافق کھانا' اور ان چاروں چیزوں کا اس حدیث میں ذکر ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کو اختصار کے ساتھ روایت کیا ہے اور امام مسلم کی روایت میں اس کی زیادہ تفصیل ہے' وہ حدیث درج ذیل ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خیبر میں زمین ملی تو وہ اس کے متعلق مشورہ کرنے کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے' پس انہوں نے کہا: یارسول اللہ! مجھے خیبر میں زمین ملی ہے اور میرے نزدیک اس سے اچھی زمین مجھے کبھی نہیں ملی' پس آپ اس کے متعلق مجھے کیا مشورہ دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: اگر تم چاہو تو اصل زمین کو اپنے پاس رکھو اور اس کی پیداوار کو صدقہ کر دو' پھر حضرت عمر نے اس کا اس طرح صدقہ کیا کہ اس کی اصل زمین کو نہ فروخت کیا جائے گا نہ اس کو وراثت میں دیا جائے گا اور نہ ہبہ کیا جائے گا' پھر حضرت عمر نے اس کو فقراء میں اور قرابت داروں اور غلاموں کو آزاد کرنے کے لیے اور مسافروں کے لیے اور مہمانوں کے لیے وقف کر دیا اور جو شخص اس کا منتظم اور متولی ہو' وہ اگر عرف اور رواج کے مطابق اس میں سے خود کھائے یا اپنے دوست کو کھلائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے' بہ شرطیکہ وہ اس سے مال نہ بنائے۔ (صحیح مسلم: ۱۶۳۳-۴۱۱۵)

وقف کے مال سے خود کھانے اور کھلانے کا جواز

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

علامہ المہلب نے کہا ہے کہ حضرت عمر نے یہ اصول قرآن مجید کی اس آیت سے مستنبط کیا ہے:

وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ. (النساء:٦) اور جو شخص ضرورت مند ہو وہ عرف اور دستور کے موافق کھا لے۔

اور عرف یہ ہے کہ کوئی شخص وقف کی آمدنی سے اپنی جائیداد نہ بنائے اور ضرورت کے وقت اس میں سے کھانا جائز ہے اور وقف

کا قاعدہ یہ ہے کہ اس کا منتظم حسبِ ضرورت اس سے خود کھائے اور کھلائے اور یہ امانت کے مال کی طرح نہیں ہے کیونکہ امانت میں سے اس کے مالک کی اجازت کے بغیر کھانا جائز نہیں ہے اور اس پر علماء کا اجماع ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۶ ص ۱۷۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۳- بَابُ الْوَكَالَةِ فِي الْحُدُوْدِ

حدود میں وکیل بنانا

۲۳۱۴'۲۳۱۵ - حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ اَخْبَرَنَا اللَّيْثُ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ' عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ' عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ وَّاَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَاغْدُ يَا اُنَيْسُ اِلَى امْرَاَةِ هٰذَا' فَاِنِ اعْتَرَفَتْ فَارْجُمْهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے خبر دی از ابن شہاب از عبید اللہ از حضرت زید بن خالد از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' وہ بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: اے اُنیس! فلاں عورت کی طرف صبح جاؤ' اگر وہ زنا کا اعتراف کر لے تو اس کو رجم کر دو۔

[اطراف الحدیث (۲۳۱۴): ۲۶۴۹-۲۶۹۶-۲۷۲۵-۶۶۳۳-۶۸۲۸-۶۸۳۱-۶۸۳۶-۶۸۴۳-۶۸۶۰-۷۱۹۳-۷۲۵۹-۷۲۹۷]

[اطراف الحدیث (۲۳۱۵): ۲۶۹۵-۲۷۲۴-۶۶۳۳-۶۸۲۷-۶۸۳۳-۶۸۳۵-۶۸۴۲-۶۸۵۹-۷۱۹۳-۷۲۵۸-۷۲۶۰-۷۲۷۸] (سنن ابوداؤد: ۴۴۴۵' سنن ترمذی: ۱۴۳۳' سنن نسائی: ۵۴۲۵' سنن ابن ماجہ: ۲۵۴۹)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت انیس کو یہ حکم دیا کہ اگر وہ عورت اعتراف کر لے تو اس کو رجم کر دو' اور یہ حکم دینا ان کو وکیل بنانے کے مترادف ہے۔

حدود میں وکیل بنانے کے متعلق مذاہبِ فقہاء

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف کے نزدیک حدود اور قصاص میں وکیل بنانا جائز نہیں ہے اور جب تک مدعی حاضر نہ ہو' اس وقت تک حد اور قصاص کو جاری کرنا جائز نہیں ہے' امام شافعی کا بھی یہی مذہب ہے اور ابن ابی لیلیٰ اور ایک جماعت نے یہ کہا ہے کہ حدود' قصاص اور دیون (قرضہ جات) میں کوئی فرق نہیں ہے' مگر یہ کہ اس کا صاحب یہ کہے کہ اس نے قصاص کو معاف کر دیا ہے۔

۲۳۱۶ - حَدَّثَنَا ابْنُ سَلَامٍ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ' عَنْ اَيُّوْبَ' عَنِ ابْنِ اَبِيْ مُلَيْكَةَ' عَنْ عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ جِيْءَ بِالنُّعَيْمَانِ' اَوِ ابْنِ النُّعَيْمَانِ' شَارِبًا' فَاَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ فِي الْبَيْتِ اَنْ يَّضْرِبُوْا قَالَ فَكُنْتُ اَنَا فِيْمَنْ ضَرَبَهُ' فَضَرَبْنَاهُ بِالنِّعَالِ وَالْجَرِيْدِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابن سلام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوہاب الثقفی نے خبر دی از ایوب از ابن ابی ملیکہ از حضرت عقبہ بن الحارث رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نعیمان یا ابن النعیمان کو اس کیفیت میں لایا گیا کہ انہوں نے شراب پی ہوئی تھی تو جو لوگ گھر میں تھے' ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ ان کو ماریں' میں بھی ان میں شامل تھا جنہوں نے ان کو مارا تھا' پس ہم نے ان کو جوتیوں اور درخت کی شاخوں سے مارا۔

[اطراف الحدیث: ۶۷۷۴-۶۷۷۵]

اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں۔

شرابی کی حد کا بیان

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تمام جرائم میں سب سے کم حد شراب کی سزا ہے' علامہ خطابی نے کہا ہے کہ اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ شراب کی حد کا معاملہ عورت کے زنا کی حد کی طرح نہیں ہے' جس میں وضع حمل کا انتظار کیا جاتا ہے' سو اس میں نشہ اُترنے کا انتظار نہیں کیا جاتا' اور اس میں یہ ثبوت بھی ہے کہ نبی ﷺ کے زمانہ میں شراب پینے والے کو جوتوں اور درخت کی شاخوں سے مارا جاتا تھا' پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی سزا اسّی (۸۰) کوڑے مقرر کر دی اور اس پر صحابہ کا اجماع ہو گیا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۲۱۴)

١٤ - بَابُ الْوَكَالَةِ فِي الْبُدْنِ وَتَعَاهُدِهَا

اونٹوں کا کسی کو وکیل بنانا اور ان کی حفاظت کرنا

٢٣١٧ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي بَكْرِ بْنِ حَزْمٍ، عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّهَا أَخْبَرَتْهُ قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا أَنَا فَتَلْتُ قَلَائِدَ هَدْيِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدَيَّ، ثُمَّ قَلَّدَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدَيْهِ، ثُمَّ بَعَثَ بِهَا مَعَ أَبِي، فَلَمْ يَحْرُمْ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْءٌ أَحَلَّهُ اللّٰهُ لَهُ حَتّٰى نُحِرَ الْهَدْيُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از عبداللہ بن ابی بکر ابن حزم از عمرہ بنت عبدالرحمان' انہوں نے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کی قربانی کے اونٹوں کے ہار میں نے اپنے ہاتھ سے بنائے تھے' پھر رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھوں سے ان ہاروں کو (اونٹوں کے گلے میں) ڈالا' پھر رسول اللہ ﷺ نے ان اونٹوں کو میرے والد رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھیج دیا' پھر رسول اللہ ﷺ کے اوپر ان چیزوں میں سے کوئی چیز حرام نہیں کی گئی جو اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے حلال کر دی تھی حتیٰ کہ قربانی کے اونٹ کو نحر کیا گیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۶۹۶ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس حدیث میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو قربانی کے اونٹوں کا وکیل بنانے کا ذکر ہے۔

١٥ - بَابٌ إِذَا قَالَ الرَّجُلُ لِوَكِيْلِهِ ضَعْهُ حَيْثُ أَرَاكَ اللّٰهُ وَقَالَ الْوَكِيْلُ قَدْ سَمِعْتُ مَا قُلْتَ

جب کسی شخص نے اپنے وکیل سے یہ کہا کہ آپ اس کو جہاں مناسب سمجھیں وہاں خرچ کر دیں اور وکیل نے کہا: تم نے جو کچھ کہا وہ میں نے سن لیا

٢٣١٨ - حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ قَرَأْتُ عَلٰى مَالِكٍ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ كَانَ أَبُوْ طَلْحَةَ أَكْثَرَ الْأَنْصَارِ بِالْمَدِيْنَةِ مَالًا، وَكَانَ أَحَبَّ أَمْوَالِهِ إِلَيْهِ بَيْرُحَاءَ، وَكَانَتْ مُسْتَقْبِلَةَ الْمَسْجِدِ، وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْخُلُهَا وَيَشْرَبُ مِنْ مَّاءٍ فِيْهَا طَيِّبٍ، فَلَمَّا نَزَلَتْ ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ﴾ (آل عمران: ۹۲). قَامَ أَبُوْ طَلْحَةَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے یحییٰ بن یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے امام مالک پر قراءت کی از اسحاق بن عبداللہ' انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ مدینہ کے انصار میں سب سے زیادہ مال دار تھے' اور ان کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ مال بیرحاء کا باغ تھا' اور یہ مسجد کے سامنے تھا' رسول اللہ ﷺ اس میں داخل ہوتے تھے اور اس کا میٹھا پانی پیتے تھے اور جب آیت نازل ہوئی: تم ہرگز نیکی کو نہیں پا سکتے حتیٰ کہ تم ان چیزوں میں سے خرچ کرو جن

إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنَّ اللّٰهَ تَعَالَى يَقُوْلُ فِيْ كِتَابِهٖ ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ﴾ (آل عمران:۹۲). وَإِنَّ أَحَبَّ أَمْوَالِيْ إِلَيَّ بِيْرُحَاءَ، وَإِنَّهَا صَدَقَةٌ لِلّٰهِ، أَرْجُوْ بِرَّهَا وَذُخْرَهَا عِنْدَ اللّٰهِ، فَضَعْهَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ حَيْثُ شِئْتَ، فَقَالَ بَخٍ، ذٰلِكَ مَالٌ رَائِحٌ، ذٰلِكَ مَالٌ رَائِحٌ، قَدْ سَمِعْتُ مَا قُلْتَ فِيْهَا، وَأَرٰى أَنْ تَجْعَلَهَا فِي الْأَقْرَبِيْنَ. قَالَ أَفْعَلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، فَقَسَمَهَا أَبُوْ طَلْحَةَ فِيْ أَقَارِبِهٖ وَبَنِيْ عَمِّهٖ. تَابَعَهُ إِسْمَاعِيْلُ، عَنْ مَالِكٍ، وَقَالَ رَوْحٌ عَنْ مَالِكٍ رَابِحٌ.

کوتم پسند کرتے ہو۔ (آل عمران: ۹۲) تو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف کھڑے ہوئے' پس کہا: یارسول اللہ! بے شک اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں فرماتا ہے: تم ہرگز نیکی کو نہیں پا سکتے حتیٰ کہ تم ان چیزوں میں سے خرچ کرو جن کو تم پسند کرتے ہو۔ (آل عمران: ۹۲) اور بے شک میرے نزدیک سب سے پسندیدہ مال بیرحاء ہے' اور بے شک یہ اللہ کے لیے صدقہ ہے' میں اس کی نیکی اور اس کے ذخیرہ کو اللہ کے پاس ہونے کی امید رکھتا ہوں' تو یارسول اللہ! آپ اس کو جہاں چاہیں خرچ کر دیں' پس آپ نے فرمایا: چھوڑو! یہ نفع آور مال ہے' میں نے سن لیا کہ تم نے اس کے متعلق کیا کہا ہے اور میری رائے ہے کہ تم یہ مال اپنے قرابت داروں کو دے دو' حضرت ابوطلحہ نے کہا: یارسول اللہ! میں ایسا ہی کروں گا' پھر حضرت ابوطلحہ نے اس باغ کو اپنے رشتہ داروں میں اور چچا کی اولاد میں تقسیم کر دیا۔ یحییٰ بن یحییٰ کی متابعت اسماعیل نے کی ہے از امام مالک' اور روح بن عبادہ نے کہا از مالک: یہاں ''رابح'' کا لفظ ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۶۱ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے اپنے باغ بیرحاء کی تقسیم کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وکیل بنایا تھا۔

١٦ - بَابُ وَكَالَةِ الْأَمِيْنِ فِي الْخِزَانَةِ وَنَحْوِهَا

امانت دار آدمی کو خزانہ وغیرہ کا وکیل بنانا

٢٣١٩ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ أُسَامَةَ، عَنْ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ أَبِيْ بُرْدَةَ، عَنْ أَبِيْ مُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْخَازِنُ الْأَمِيْنُ الَّذِيْ يُنْفِقُ وَرُبَّمَا قَالَ الَّذِيْ يُعْطِيْ مَا أُمِرَ بِهٖ كَامِلًا مُوَفَّرًا، طَيِّبٌ نَفْسُهٗ، إِلَى الَّذِيْ أُمِرَ بِهٖ أَحَدُ الْمُتَصَدِّقِيْنَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن العلاء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی از برید بن عبداللہ از ابی بردہ از حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: امانت دار خازن وہ ہے جو خرچ کرتا ہے اور بعض اوقات یہ فرمایا: جس شخص کو جس چیز کے دینے کا حکم دیا جائے' وہ اس کو پورا پورا اس کو خوشی سے دیتا ہے جسے دینے کا حکم دیا جائے تو وہ بھی صدقہ کرنے والوں میں سے ایک ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۳۸ میں گزر چکی ہے۔

''کتاب الوکالۃ'' کی تکمیل

الحمد للّٰہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد خاتم النبیین وعلٰی آلہٖ واصحابہٖ وازواجہٖ

و ذریاته اجمعین.

آج ۱۷ صفر ۱۴۲۹ھ/ ۲۴ فروری ۲۰۰۸ء بہ روز پیر "کتاب الوکالۃ" کی تکمیل ہوگئی' پروردگار عالم اور اے میرے رب! جس طرح آپ نے محض اپنے فضل وکرم سے یہاں تک پہنچادیا ہے' پوری صحیح بخاری کی تکمیل کرادیں اور میری' میرے والدین کی اور تمام قارئین اور مؤمنین کی مغفرت فرمادیں۔

"کتاب الوکالۃ" میں ۲۶ ' احادیث ہیں' ان میں سے چھ معلق ہیں اور باقی موصول ہیں' ان میں سے بارہ احادیث مکرر ہیں اور باقی خالص احادیث ہیں۔

۞ ۞ ۞ ۞ ۞

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علٰی رسولہ الکریم

۴۱ - کِتَابُ الْمُزَارَعَةِ

زمین کو بٹائی پر دینے کا بیان

مساقات اور مزارعت کا معنی

شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ لکھتے ہیں:

ایک مرد اپنے درختوں کو دوسرے مرد کے سپرد کر دے تا کہ وہ حصہ معین کے عوض ان درختوں کی اصلاح اور پرورش کرے مثلاً نصف یا تہائی یا چوتھائی حصہ کے عوض اس کو مساقات کہتے ہیں' اور اگر ایک مرد دوسرے مرد کو اپنی زمین سپرد کر دے تا کہ وہ حصہ معین کے عوض اس میں کھیتی باڑی کرے تو اس کو مزارعت کہتے ہیں۔

مساقات اور مزارعت میں مذاہب فقہاء اور صحت مزارعت کی شرائط

امام ابوحنیفہ کے نزدیک مساقات اور مزارعت فاسد ہیں اور امام ابویوسف' امام محمد اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک جائز ہیں۔ کہا گیا ہے کہ اہل علم میں سے امام ابوحنیفہ کے سوا کسی نے بھی مساقات اور مزارعت سے منع نہیں کیا' امام ابوحنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ یہ مجہول اور معدوم چیز کو اجرت پر طلب کرنا ہے' اس لیے جائز نہیں ہے' نیز حدیث میں مخابرت سے منع کیا گیا ہے اور فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے۔ (اشعۃ اللمعات ج ۳ ص ۶۵ - ۶۴' مکتبہ رشیدیہ' کوئٹہ)

علامہ احمد بن محمد بن جعفر البغدادی القدوری المتوفی ۴۲۸ھ لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ تہائی یا چوتھائی حصہ کے عوض مزارعت باطل ہے اور صاحبین نے کہا ہے کہ جائز ہے اور صاحبین کے نزدیک اس کی چار قسمیں ہیں:

(۱) جب زمین اور بیج ایک شخص کے ہوں اور عمل اور بیل دوسرے شخص کے ہوں تو مزارعت جائز ہے۔

(۲) اگر زمین ایک شخص کی ہو اور عمل' بیل اور بیج دوسرے شخص کے ہوں' پھر بھی مزارعت جائز ہے۔

(۳) اگر زمین' بیج اور بیل ایک شخص کے ہوں اور عمل دوسرے شخص کا ہو' تب بھی مزارعت جائز ہے۔

(۴) اور اگر زمین اور بیل اور بیج ایک شخص کے ہوں اور عمل دوسرے شخص کا ہو تو یہ مزارعت باطل ہے۔

مزارعت اس وقت صحیح ہوتی ہے جب اس کی مدت معلوم ہو اور اس سے حاصل ہونے والی پیداوار دونوں میں بہ قدر حصہ مشترک ہو' اور ان دونوں میں کسی نے یہ شرط لگائی ہو کہ وہ اتنی معین بوریاں لے گا تو یہ شرط باطل ہے۔ اسی طرح جب انہوں

نے یہ شرط لگائی کہ وہ نہر والی زمین کی پیداوار لیں گے تو یہ شرط باطل ہے۔

(مختصر القدوری ص ۴۹۷-۴۹۶ ادارۃ القرآن کراچی ۱۴۲۲ھ)

علامہ قاسم بن قطلوبغا المصری الحنفی المتوفی ۸۷۹ھ لکھتے ہیں:

مزارعت کے جواز میں امام ابو یوسف اور امام محمد کے قول پر فتویٰ ہے قاضی خاں متوفی ۵۹۲ھ نے کتاب کے شروع میں اسی طرح لکھا ہے۔ (فتاویٰ قاضی خاں ج ۱ ص ۳) اور "کتاب المزارعة" میں بھی یہی لکھا ہے کیونکہ اب تمام شہروں میں اسی پر عمل ہے۔ (فتاویٰ قاضی خاں ج ۳ ص ۱۷۰) الخلاصۃ مختارات النوازل اور ہدایہ میں بھی اسی طرح مذکور ہے کیونکہ لوگوں کو اس قول پر عمل کرنے کی ضرورت ہے اور اس پر تمام امت کا تعامل ظاہر ہو چکا ہے اور تعامل کی وجہ سے قیاس کو ترک کر دیا جاتا ہے۔

(التصحیح والترجیح علی مختصر القدوری ص ۳۱۵ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ ۱۴۲۲ھ)

۱ - بَابُ فَضْلِ الزَّرْعِ وَالْغَرْسِ إِذَا أُكِلَ مِنْهُ

کاشتکاری اور درخت اُگانے کی فضیلت جب اس سے کھالیا جائے

وَقَوْلِهِ تَعَالَىٰ ﴿أَفَرَأَيْتُم مَّا تَحْرُثُونَ ۝ أَأَنتُمْ تَزْرَعُونَهُ أَمْ نَحْنُ الزَّارِعُونَ ۝ لَوْ نَشَاءُ لَجَعَلْنَاهُ حُطَامًا﴾ (الواقعہ: ٦٥-٦٣).

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بھلا یہ بتاؤ کہ تم جو کچھ (بہ ظاہر) کاشت کرتے ہو ۝ اس کو (حقیقت میں) تم اُگاتے ہو یا ہم اُگانے والے ہیں ۝ اگر ہم چاہیں تو اس کو بالکل چورا چورا کر دیں۔ (الواقعہ: ۶۵-۶۳)

امام بخاری نے اس آیت کو اس لیے ذکر کیا ہے کہ اس آیت سے زراعت اور کاشت کاری کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے اور چونکہ اللہ تعالیٰ نے اس میں اپنا احسان ذکر فرمایا ہے اس سے معلوم ہوا کہ کاشت کاری اور کھیتی باڑی کرنا جائز ہے۔

۲۳۲۰ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ (ح). وَحَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْمُبَارَكِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَغْرِسُ غَرْسًا أَوْ يَزْرَعُ زَرْعًا فَيَأْكُلُ مِنْهُ طَيْرٌ، أَوْ إِنْسَانٌ، أَوْ بَهِيمَةٌ، إِلَّا كَانَ لَهُ بِهِ صَدَقَةٌ. وَقَالَ لَنَا مُسْلِمٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبَانُ قَالَ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ قَالَ حَدَّثَنَا أَنَسٌ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. [طرف الحدیث: ۶۰۱۲] (صحیح مسلم: ۱۵۵۳ الرقم المسلسل: ۳۸۶۴ سنن ترمذی: ۱۳۸۲ مسند احمد ج ۵ ص ۴۱۵)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابو عوانہ نے حدیث بیان کی (ح) اور مجھے عبد الرحمان بن المبارک نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابو عوانہ نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مسلمان بھی کوئی درخت اُگاتا ہے یا کسی کھیت میں کاشت کرتا ہے پس اس سے کوئی پرندہ یا انسان یا جانور کھاتا ہے تو وہ اس کے لیے صدقہ ہو جاتا ہے اور ہم سے مسلم نے کہا: ہمیں ابان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی از نبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت بالکل ظاہر ہے۔

باب مذکور کے مناسب دیگر احادیث

امام بخاری نے اس حدیث کی اختصار سے روایت کی ہے اور بعض احادیث میں اس کی زیادہ تفصیل ہے:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مسلمان بھی کوئی درخت لگاتا ہے اس سے جو کھالیا جائے

وہ اس کے لیے صدقہ ہے اور جو اس سے چُرالیا جائے' وہ اس کے لیے صدقہ ہے اور جو اس سے چرندے کھالیں' وہ اس کے لیے صدقہ ہے اور جو اس سے پرندے کھالیں' وہ اس کے لیے صدقہ ہے۔ (صحیح مسلم:۱۵۵۲' الرقم المسلسل:۳۸۵۹)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' ام معبد کے پاس باغ میں گئے' آپ نے پوچھا: اے ام معبد! اس کھجور کے درخت کو کس نے اگایا ہے؟ آیا مسلمان نے یا کافر نے؟ انہوں نے کہا: بلکہ مسلمان نے' آپ نے فرمایا: جو مسلمان بھی کسی درخت کو اگائے' پھر اس سے کوئی انسان کھائے یا جانور کھائے یا پرندہ کھائے تو وہ اس کے لیے قیامت تک صدقہ ہو جاتا ہے۔
(صحیح مسلم:۱۵۵۲' الرقم المسلسل:۳۸۶۲)

اس حدیث سے کیا مراد ہے: آیا جب تک وہ درخت باقی رہتا ہے' وہ اس کے لیے صدقہ ہے یا جب تک لوگ اس سے نفع اٹھاتے رہیں' وہ اس کے لیے صدقہ ہوتا ہے' ظاہر یہ ہے کہ اس سے دوسرا معنی مراد ہے۔

کون سا ذریعہ معاش سب سے افضل ہے؟

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس میں اختلاف ہے کہ کون سا ذریعہ معاش سب سے افضل ہے؟ اس بارے میں ایک قول یہ ہے کہ سب سے افضل زراعت ہے' دوسرا قول یہ ہے کہ سب سے افضل صنعت وحرفت ہے اور تیسرا قول یہ ہے کہ سب سے افضل تجارت ہے' اکثر احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں کہ سب سے افضل ہاتھ کی کمائی اور صنعت وحرفت ہے' حدیث میں ہے:

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ سے پوچھا گیا: یارسول اللہ! کون سا کسب سب سے پاکیزہ ہے؟ آپ نے فرمایا: آدمی کا اپنے ہاتھ سے کام کرنا اور ہر حلال بیع (خرید وفروخت)۔

(المعجم الکبیر:۴۴۱۱' المستدرک ج ۲ ص ۱۰' مسند احمد ج ۴ ص ۱۴۱ طبع قدیم' مسند احمد:۱۷۲۶۵' ج ۲۸ ص ۵۰۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

تحقیق یہ ہے کہ اگر لوگوں کو خوراک اور غذا کی زیادہ ضرورت ہو تو زراعت سب سے افضل ہے تاکہ لوگ وسعت سے غذا حاصل کر سکیں' اور جب لوگوں کو تجارتی ساز وسامان کی زیادہ ضرورت ہو تو تجارت افضل ہے اور جب لوگوں کو صنعت وحرفت کی زیادہ ضرورت ہو' مثلاً لوہے' لکڑی اور پلاسٹک کی چیزیں بنوانا' یا کپڑے سلوانا اور کپڑے دھلوانا تو صنعت وحرفت کی زیادہ فضیلت ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۲۲۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۲ - بَابُ مَا يُحْذَرُ مِنْ عَوَاقِبِ الْاَشْتِغَالِ بِاٰلَةِ الزَّرْعِ اَوْ مُجَاوَزَةِ الْحَدِّ الَّذِیْ اُمِرَ بِهٖ

زراعت کے آلات میں زیادہ مشغول رہنے یا اس میں حد سے بڑھنے کی خرابیاں

۲۳۲۱ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَالِمٍ الْحِمْصِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ زِيَادٍ الْاَلْهَانِيُّ عَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ الْبَاهِلِيِّ قَالَ وَرَاٰی سِكَّةً وَشَيْئًا مِنْ اٰلَةِ الْحَرْثِ فَقَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا يَدْخُلُ هٰذَا بَيْتَ قَوْمٍ اِلَّا اَدْخَلَهُ اللّٰهُ الذُّلَّ. قَالَ مُحَمَّدٌ وَّاسْمُ اَبِيْ اُمَامَةَ صُدَيُّ بْنُ عَجْلَانَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن سالم حمصی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن زیاد الالہانی نے حدیث بیان کی از حضرت ابوامامہ الباہلی رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے ہل چلانے کا آلہ اور کھیتی باڑی کے دوسرے آلات دیکھے تو انہوں نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس گھر میں بھی یہ چیزیں داخل ہوں گی تو اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ذلت میں مبتلا کر

دے گا۔ امام بخاری نے کہا: حضرت ابوامامہ کا نام صدی بن عجلان ہے۔

اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں۔

کھیتی باڑی میں زیادہ اشتغال کو ترک کرنے کی ترغیب

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

علامہ المہلب المتوفی ۴۳۵ھ نے لکھا ہے کہ اس حدیث میں بلند احوال پر رہنے کی ترغیب دی ہے اور عمدہ صنعت وحرفت کے کاموں پر برانگیختہ کیا ہے' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ خطرہ تھا کہ اگر آپ کی امت کھیتی باڑی میں زیادہ مشغول ہوگئی اور اس نے شہ سواری اور تیراندازی اور ہتھیاروں کی مشق کرنے کو ترک کر دیا تو ان پر وہ قومیں غالب آ جائیں گی جو جنگی مشقیں کرتی رہتی ہیں۔

اس حدیث میں نبوت کی علامت ہے' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم تھا کہ آخر زمانہ میں ایسے حکام ہوں گے جو صدقات اور عُشر لینے میں ظلم کریں گے اور اپنے حق سے زیادہ وصول کریں گے اور اس سے بڑھ کر اور کوئی ذلت نہیں ہے کہ انسان اپنے حق سے زیادہ وصول کرے اور جب انسان حد سے تجاوز کرتا ہے تو اس پر ذلت مسلط کر دی جاتی ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۶ ص ۴۷۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

زراعت کی دو حدیثوں میں تطبیق

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غیب کی خبریں دی ہیں کیونکہ یہ مشاہدہ ہے کہ اکثر ظلم زراعت پیشہ لوگوں پر ہوتا ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کے عنوان سے حضرت ابوامامہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث سابق میں تطبیق کی طرف اشارہ کیا ہے' حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث جو زراعت کی فضیلت میں ہے' اس کا محمل یہ ہے کہ جب حدِ اعتدال کے ساتھ زراعت کی جائے' اور حضرت ابوامامہ کی حدیث کا محمل یہ ہے کہ جب زراعت میں افراط اور غلو کیا جائے۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۷۰۴)

٣ - بَابُ اِقْتِنَاءِ الْكَلْبِ لِلْحَرْثِ

کھیت کی حفاظت کے لیے کتے کو رکھنا

٢٣٢٢ - حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِي كَثِيرٍ، عَنْ اَبِي سَلَمَةَ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَمْسَكَ كَلْبًا، فَاِنَّهُ يَنْقُصُ كُلَّ يَوْمٍ مِّنْ عَمَلِهِ قِيرَاطٌ، اِلَّا كَلْبَ حَرْثٍ اَوْ مَاشِيَةٍ. قَالَ ابْنُ سِيرِينَ وَاَبُوْ صَالِحٍ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا كَلْبَ غَنَمٍ اَوْ حَرْثٍ اَوْ صَيْدٍ. وَقَالَ اَبُوْ حَازِمٍ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَلْبَ صَيْدٍ اَوْ مَاشِيَةٍ.

[طرف الحدیث: ۳۳۲۴]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں معاذ بن فضالہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از یحییٰ بن ابی کثیر از ابی سلمہ از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے کتا رکھا' اس کے (نیک) عمل سے ہر روز ایک قیراط کم کیا جاتا رہے گا ماسوا کھیت کی حفاظت کے یا مویشیوں کی حفاظت کے۔ ابن سیرین اور ابوصالح نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: ماسوا بکریوں کی حفاظت کے یا کھیت کی حفاظت کے یا شکار کے کتے کے' اور ابوحازم نے کہا از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: ماسوا شکاری کتے کے یا مویشیوں کی حفاظت کے۔

(صحیح مسلم:۱۵۷۵' الرقم المسلسل:۳۹۲۲' سنن ابوداؤد:۲۸۴۴' سنن ترمذی:۱۴۹۰' سنن نسائی:۴۲۸۹' مصنف عبدالرزاق:۱۹۶۱۲' سنن بیہقی ج ۱ ص ۲۵۱' شرح السنۃ:۲۷۷۷' شرح مشکل الآثار:۶۸۴' مسند احمد ج ۲ ص ۲۶۷ طبع قدیم' مسند احمد:۷۶۲۱۔ ج ۱۳ ص ۶۰' موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

کتوں کی وجہ سے گھر میں فرشتوں کے داخل نہ ہونے کی وجوہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس میں اختلاف ہے کہ کتے رکھنے کی وجہ سے نیک اعمال میں ایک قیراط یومیہ کی کمی کس سبب سے ہوتی ہے؟ ایک قول یہ ہے کہ کتوں کی وجہ سے فرشتے گھر میں داخل نہیں ہوتے' دوسرا قول یہ ہے کہ کتوں کی وجہ سے گھر کے پاس سے گزرنے والوں کو ایذاء پہنچتی ہے' تیسرا قول یہ ہے کہ یہ کتے رکھنے کی سزا ہے کہ ہر روز ان کے نیک اعمال میں ایک قیراط کی کمی ہوتی ہے' یا اس وجہ سے کہ کتا اکثر نجاسات کھاتا ہے' یا اس کی بدبو کی کراہت کی وجہ سے یا اس وجہ سے کہ بعض کتے شیطان ہوتے ہیں' یا اس وجہ سے کہ اگر گھر والا غافل ہو تو وہ کھانے پینے کے برتن میں منہ ڈال دیتا ہے۔

اس حدیث کے مطابق تین قسم کے کتوں کے رکھنے کی اجازت ہے: (۱) شکار کا کتا (۲) کھیت کی حفاظت کا کتا (۳) مویشیوں کی حفاظت کا کتا۔ فقہاء شافعیہ نے ان کتوں میں گھر کی حفاظت کے لیے کتے کو بھی داخل کیا ہے بہ شرطیکہ گھر والوں کو چوروں' ڈاکوؤں اور دشمنوں کا خطرہ ہو۔

۲۳۲۳ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ' عَنْ يَزِيْدَ بْنِ خُصَيْفَةَ اَنَّ السَّائِبَ ابْنَ يَزِيْدَ حَدَّثَهُ اَنَّهُ سَمِعَ سُفْيَانَ بْنَ اَبِيْ زُهَيْرٍ' رَجُلًا مِنْ اَزْدِ شَنُوْءَةَ' وَكَانَ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنِ اقْتَنٰى كَلْبًا' لَا يُغْنِيْ عَنْهُ زَرْعًا وَّلَا ضَرْعًا' نَقَصَ كُلَّ يَوْمٍ مِّنْ عَمَلِهٖ قِيْرَاطٌ. قُلْتُ اَنْتَ سَمِعْتَ هٰذَا مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ اِيْ وَرَبِّ هٰذَا الْمَسْجِدِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از یزید بن خصیفہ کہ سائب بن یزید نے ان کو حدیث بیان کی کہ سفیان بن ابی زہیر نے ازد شنوءۃ کے ایک مرد سے سنا اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اصحاب میں سے تھے' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس نے کھیت یا مویشیوں (کی حفاظت) کے بغیر کتا رکھا' اس کے (نیک) عمل سے ہر روز ایک قیراط کم ہوتا رہے گا' (راوی نے کہا:) میں نے پوچھا: کیا آپ نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے یہ سنا ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! اس مسجد کے رب کی قسم!

اس حدیث میں ازد شنوءہ کے جس مرد کا ذکر ہے' ان کا نام حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ ہے۔

جس برتن میں کتا منہ ڈال دے' اس کو دھونا ضروری ہے

بعض فقہاء مالکیہ نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ کتے کو گھر میں رکھنا ناجائز ہے کیونکہ جب وہ گھر میں رہے گا تو اس سے اپنے آپ کو بچانا سخت مشکل ہوگا' علامہ عینی فرماتے ہیں کہ اس کے معارض وہ حدیث ہے جس میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ جس برتن میں کتا منہ ڈال دے اس کو سات مرتبہ دھویا جائے' فقہاء مالکیہ کہتے ہیں کہ یہ امر تعبدی ہے' اس لیے نجاست کو مستلزم نہیں ہے' علامہ عینی فرماتے ہیں: ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث عام ہے اور یہ اپنے عموم کی وجہ سے اس پر دلالت کرتی ہے کہ جس برتن میں کتا منہ ڈال دے' اس کو نجاست کی وجہ سے دھویا جائے گا۔ فقہاء شافعیہ کہتے ہیں کہ اس برتن کو سات مرتبہ دھونا ضروری ہے' ہم کہتے ہیں کہ سات

مرتبہ دھونا مستحب ہے اور تین مرتبہ دھونا فرض ہے کیونکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جو اس حدیث کے راوی ہیں' وہ خود صرف تین مرتبہ دھوتے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ١٢ ص ٢٢٥' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٤ - بَابُ اِسْتِعْمَالِ الْبَقَرِ لِلْحِرَاثَةِ

بیل کو کاشت کاری کے لیے استعمال کرنا

٢٣٢٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ' عَنْ سَعْدٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا سَلَمَةَ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ' عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَمَا رَجُلٌ رَّاكِبٌ عَلٰی بَقَرَةٍ اِلْتَفَتَتْ اِلَيْهِ' فَقَالَتْ لَمْ اُخْلَقْ لِهٰذَا' خُلِقْتُ لِلْحِرَاثَةِ' قَالَ اٰمَنْتُ بِهٖ اَنَا وَاَبُوْ بَكْرٍ وَّ عُمَرُ' وَاَخَذَ الذِّئْبُ شَاةً فَتَبِعَهَا الرَّاعِیْ' فَقَالَ الذِّئْبُ مَنْ لَّهَا يَوْمَ السَّبُعِ' يَوْمَ لَا رَاعِیَ لَهَا غَيْرِیْ؟ قَالَ اٰمَنْتُ بِهٖ اَنَا وَاَبُوْ بَكْرٍ وَّ عُمَرُ. قَالَ اَبُوْ سَلَمَةَ وَمَا هُمَا يَوْمَئِذٍ فِی الْقَوْمِ.

[اطراف الحدیث: ٣٤٧١-٣٦٦٣-٣٦٩٠] (صحیح مسلم: ٢٣٨٨' الرقم المسلسل: ٦٠٧٧' سنن ترمذی: ٣٦٩٧' مسند الحمیدی: ١٠٥٤' شرح السنۃ: ٣٨٨٩' سنن کبریٰ: ٨١١١' صحیح ابن حبان: ٦٤٨٥' الادب المفرد: ٩٠٢' مسند احمد ج ٢ ص ٢٤٦ طبع قدیم' مسند احمد: ٧٣٥١- ج ١٢ ص ٣٠٥' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از سعد' انہوں نے کہا: میں نے ابو سلمہ سے سنا از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: جس وقت ایک شخص گائے کے اوپر سوار تھا تو اس نے مڑ کر اس سوار سے کہا: میں اس لیے نہیں پیدا کی گئی ہوں' میں تو صرف ہل چلانے کے لیے پیدا کی گئی ہوں' آپ نے فرمایا: اس پر میں ایمان لایا اور ابوبکر اور عمر' اور ایک بھیڑیے نے ایک بکری کو پکڑ لیا تو چرواہے نے اس کا پیچھا کیا' تب بھیڑیے نے کہا: درندوں کے دن اس بکری کا کون محافظ ہوگا' جس دن اس بکری کا میرے سوا کوئی محافظ نہیں ہو گا؟ آپ نے فرمایا: اس پر میں ایمان لایا اور ابوبکر و عمر۔ ابو سلمہ نے کہا: اس دن وہ دونوں صحابہ آپ کی مجلس میں نہیں تھے۔

گھوڑوں' خچروں اور گدھوں کا گوشت کھانے کا حکم

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ان کے خلاف دلیل ہے' جو کہتے ہیں کہ گھوڑوں اور خچروں اور گدھوں کے گوشت کو کھانے کی ممانعت کی علت یہ ہے کہ ان کو سواری کے لیے پیدا کیا ہے' قرآن مجید میں ہے:

وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَزِيْنَةً. (النحل: ٨)

اور گھوڑے اور خچر اور گدھے تمہاری سواری اور زیبائش کے لیے پیدا کیے۔

اور گائے کو ہل چلانے کے لیے پیدا کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کا اس میں کلام پیدا فرمانا معجزہ ہے' اور اس کا گوشت کھانے کی ممانعت نہیں ہے' نہ بنی اسرائیل میں نہ اسلام میں۔ (شرح ابن بطال ج ٦ ص ٤٧٩' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ھ)

میں کہتا ہوں کہ فقہاء احناف کے نزدیک گھوڑوں کا گوشت کھانا حلال ہے' امام اعظم ابو حنیفہ نے گھوڑوں کی تکریم کی وجہ سے ان کا گوشت کھانے سے منع فرمایا تھا کیونکہ گھوڑے جہاد میں استعمال ہوتے تھے لیکن اب چونکہ فوجی ٹرک میں سفر کرتے ہیں' اس لیے اب گھوڑوں کو جہاد میں استعمال کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور اب ان کا گوشت کھانا جائز ہے اور گدھوں کے گوشت کے کھانے کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ خیبر میں حرام کر دیا تھا' اور خچر بھی گدھوں کے حکم میں ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا غیب کی خبر دینا اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی خصوصی فضیلت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کی دلیل ہے کہ آپ نے غیب کی خبر دی اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی عظیم فضیلت ہے کیونکہ آپ نے اپنے ایمان لانے کو ان کے ایمان لانے کے قائم مقام قرار دیا۔

درندوں کے دن کے مصداق میں مختلف اقوال

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ اس دن سے مراد وہ دن ہے جس کی طرف حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث میں اشارہ ہے کہ لوگ مدینہ کو چھوڑ کر چلے جائیں گے جب کہ وہ اس میں خیریت سے ہوں گے' اس دن مدینہ کو درندے اور پرندے ڈھانپ لیں گے' یہ دن ابھی تک واقع نہیں ہوا' لیکن ضرور واقع ہوگا کیونکہ مخبر صادق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی خبر دی ہے۔

ابن العربی نے کہا: اس سے مراد وہ دن ہے جب کسی فتنہ کی وجہ سے مدینہ والے مدینہ کو چھوڑ کر چلے جائیں گے۔

ابن العربی کا دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد حشر کی جگہ ہے یعنی قیامت کے دن ان بکریوں کا کون محافظ ہوگا۔

ابن قرقول نے کہا: اس سے مراد وہ دن ہے جس دن میں زمانہ جاہلیت میں لوگ عید مناتے تھے' وہ اپنے کھیل کود میں اور میلہ میں مشغول ہوتے تھے اور بھیڑیا ان کی بکریوں کو اٹھا کر لے جاتا تھا۔

ابن قرقول کا دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد بھوک کا دن ہے یعنی قحط کے ایام۔

(عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۲۲۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٥ - بَابٌ إِذَا قَالَ اكْفِنِي مَؤُونَةَ النَّخْلِ أَوْ غَيْرِهِ، وَتُشْرِكُنِي فِي الثَّمَرِ

جب کسی شخص نے کہا کہ کھجور کے درخت اور دوسرے درختوں کی دیکھ بھال کی مشقت مجھ پر چھوڑ دو اور پھلوں میں' میں اور تم شریک رہیں گے

٢٣٢٥ - حَدَّثَنَا الْحَكَمُ بْنُ نَافِعٍ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَتِ الْأَنْصَارُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اقْسِمْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ إِخْوَانِنَا النَّخِيلَ. قَالَ لَا. فَقَالُوا تَكْفُونَنَا الْمَؤُونَةَ، وَنُشْرِكُكُمْ فِي الثَّمَرَةِ، قَالُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا.

[اطراف الحدیث: ۲۷۱۹ - ۳۷۸۲]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحکم بن نافع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوالزناد نے خبر دی از اعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ انصار نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ ہمارے کھجوروں کے باغات آپ ہم میں اور ہمارے (مہاجر) بھائیوں میں تقسیم فرما دیں' آپ نے فرمایا: نہیں! پھر انصار نے (مہاجرین سے) کہا: آپ لوگ درختوں کی دیکھ بھال کی مشقت ہماری جگہ اٹھائیں اور ہم آپ لوگوں کو پھلوں میں شریک رکھیں گے' تو سب نے کہا: ہم نے سنا اور قبول کرلیا۔

اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں۔

مساقات کی تعریف' مضاربت میں فقہاء احناف کے مؤقف پر علامہ المہلب کا اعتراض اور مصنف کا جواب

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ' علامہ مہلب متوفی ۴۳۵ھ کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

انصار نے یہ ارادہ کیا تھا کہ وہ مہاجرین کو اپنے باغات میں شریک کرلیں' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ناپسند کیا کہ وہ اپنی زمینوں میں سے کسی حصے کو خارج کریں اور آپ کو علم تھا کہ عنقریب اللہ تعالیٰ آپ کے لیے کئی شہروں کو فتح کردے گا اور تمام مسلمانوں کو غنی کردے گا' تب انصار نے مہاجرین کو اپنے باغوں کے پھلوں میں شریک کرلیا کہ وہ باغ کی دیکھ بھال کیا کریں اور پھلوں میں حصہ دار ہوں اور یہ وہ چیز ہے جس کو مساقات اور باغات کو بٹائی پر دینا کہتے ہیں۔

دوسرے علماء نے یہ کہا ہے کہ اگر بعض احادیث میں مہاجرین اور انصار کے درمیان شرکت کی مقدار کا بھی ذکر ہو تو اس پر محمول کیا جائے گا ورنہ ظاہر عبارت کا تقاضا یہ ہے کہ ان کے درمیان پھلوں کی نصف مقدار کی شرکت تھی کیونکہ جب شرکت مبہم ہو تو مساقات کو نصف حصہ پر محمول کیا جاتا ہے۔

امام مالک سے روایت ہے کہ جب دو آدمی کسی سودے میں شریک ہوں' پھر وہ کسی تیسرے آدمی کو بھی شریک کرلیں اور اس کا حصہ مقرر نہ کریں تو پھر وہ سودا اُن کے درمیان تین حصوں میں منقسم ہوگا' اس روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب دو آدمی شریک ہوں تو ان کا حصہ نصف نصف ہوگا۔

اہل علم کا اس میں اختلاف ہے کہ جب کوئی شخص اپنا مال کسی کو عمل کرنے کے لیے مضاربت پر دے تو وہ نفع میں شریک ہوگا یا نہیں؟ فقہاء احناف نے یہ کہا ہے کہ اس شخص کو اپنے کام کی اجرت رواج کے مطابق ملے گی' اور نفع اور نقصان اس شخص کا ہوگا جس کا مال ہے' امام احمد' اسحاق اور ابوثور کا بھی یہی قول ہے' اور حسن بصری اور ابن سیرین نے یہ کہا ہے کہ اس کو نصف نفع ملے گا' اوزاعی اور امام مالک کے بعض اصحاب کا بھی یہی قول ہے۔

اس باب میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن بصری اور ان کے موافقین کے قول کی صحت پر دلالت کرتی ہے اور جس نے مضاربت کو عمل کرنے والے کے رواج کے مطابق اجرت پر محمول کیا ہے' اس کا قول فاسد ہے' ورنہ لازم آئے گا کہ مہاجرین اور انصار کے درمیان جو مساقات ہوئی تھی وہ فاسد ہو' کیونکہ انہوں نے عمل کی بناء پر پھل لینے کی مقدار کو معین نہیں کیا تھا' اور اہل علم کے نزدیک مساقات مضاربت کے مشابہ ہے' اور یہ محال ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم اور آپ کے مشورہ سے مہاجرین اور انصار کے درمیان جو مساقات ہوئی تھی' وہ فاسد ہو۔ (شرح ابن بطال ج ۶ ص ۳۸۱-۳۸۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

میں کہتا ہوں کہ مضاربت کو مساقات پر قیاس کرنا درست نہیں ہے کیونکہ مساقات میں کاشت کاری ہوتی ہے اور زمین سے پیداوار کا حصول مقصود ہوتا ہے اور مضاربت میں تجارت ہوتی ہے اور یہ الگ الگ ذریعہ معاش ہیں۔ علامہ عینی نے اس حدیث کی شرح میں یہ تو لکھا ہے کہ علامہ مہلب نے اس حدیث سے مساقات کے ثبوت پر استدلال کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۲۲۸) لیکن علامہ مہلب نے مضاربت کے متعلق فقہاء احناف کے مؤقف پر جو اعتراض کیا ہے' علامہ عینی نے اس اعتراض کا ذکر کیا ہے نہ ان کے جواب کے درپے ہوئے' اور یہ ان کی شان سے بہت بعید ہے۔

٦ - بَابُ قَطْعِ الشَّجَرِ وَالنَّخْلِ پھل دار درخت اور کھجور کے درخت کو کاٹنا

اس باب میں پھل دار درخت اور کھجور کے درخت کو کاٹنے کا حکم بیان کیا گیا ہے۔ حدیث میں ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَآئِمَةً عَلٰٓى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيُخْزِىَ الْفٰسِقِيْنَO (الحشر:٥)

تم نے کھجوروں کے جو درخت کاٹ دیئے یا جن کو ان کی جڑوں پر کھڑا چھوڑ دیا' سو وہ اللہ کے اذن سے ہوا' تا کہ وہ فاسقوں کو ذلیل کرےO

مسلمانوں نے بنوالنضیر کو ان کے قلعوں سے نکال دیا اور ان کو حکم دیا گیا تھا کہ ان کے کھجور کے درخت کاٹ دیں' پھر ان کے دلوں میں تردّد ہوا تو انہوں نے کہا: ہم نے ان کے بعض درخت کاٹ دیئے ہیں اور بعض درخت چھوڑ دیئے ہیں تو ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم کریں کہ آیا ہم نے جو درخت کاٹے ہیں' اس میں ہمارے لیے کوئی اجر ہے اور ہم نے جو درخت چھوڑ دیئے ہیں' کیا ان کی وجہ سے ہم پر کوئی گناہ ہے تو اللہ تعالیٰ نے یہ (مذکور الصدر) آیت نازل فرمائی۔ (سنن ترمذی: ۳۳۱۴)

درختوں کو کاٹنے کے متعلق مذاہب فقہاء

بعض اہل علم نے یہ کہا ہے کہ کفار کے درخت کاٹنے اور ان کے قلعوں کو تباہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور بعض اہل علم نے اس کو مکروہ قرار دیا ہے' اور یہ اوزاعی کا قول ہے' اوزاعی نے کہا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پھل دار درخت کے کاٹنے اور کسی آبادی کو ویران کرنے سے منع کیا ہے اور اس کے بعد مسلمانوں نے اس پر عمل کیا ہے' امام شافعی نے کہا ہے کہ دشمن کی زمین کے جلانے اور ان کے پھل دار درختوں کے کاٹنے میں کوئی حرج نہیں ہے' امام احمد نے کہا: بعض جگہوں میں اس کے بغیر کوئی چارہ نہیں ہوتا لیکن بے فائدہ اور عبث طور پر اُن کو جلانا نہیں چاہیے' علامہ نووی نے کہا ہے: یہی ائمہ اربعہ کا اور جمہور کا مذہب ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۲۲۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

وَقَالَ اَنَسٌ اَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالنَّخْلِ فَقُطِعَ.

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تو کھجور کے درختوں کو کاٹ دیا گیا۔

٢٣٢٦ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ' عَنْ نَّافِعٍ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ حَرَّقَ نَخْلَ بَنِي النَّضِيْرِ وَقَطَعَ' وَهِيَ الْبُوَيْرَةُ' وَلَهَا يَقُوْلُ حَسَّانُ:

وَهَانَ عَلٰى سَرَاةِ بَنِيْ لُؤَيٍّ
حَرِيْقٌ بِالْبُوَيْرَةِ مُسْتَطِيْرُ

[اطراف الحدیث: ۳۰۲۱-۴۰۳۱-۴۰۳۲-۴۸۸۴] (صحیح مسلم: ۱۷۴۶' الرقم المسلسل: ۴۴۴۵' سنن ابن ماجہ: ۲۸۴۵)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جویریہ نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے بنوالنضیر کے کھجوروں کے درختوں کو جلانے اور کاٹنے کا حکم دیا' سو ان کو کاٹ دیا گیا' اور ان ہی درختوں کا نام البویرہ تھا اور حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا یہ شعر بھی اسی کے متعلق ہے:

اور بنی لوی (قریش کا قبیلہ) کے سرداروں پر (غلبہ کو) بویرہ کی آگ نے آسان بنا دیا' جو ہر طرف پھیلتی جا رہی تھی۔

متعدد حکمتوں کی وجہ سے درختوں کو کاٹنے کا جواز

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

علامہ مہلب متوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے کہ عام درختوں کو اور کھجور کے درختوں کو لکڑی کے حصول کے لیے کاٹنا جائز ہے' یا جس جگہ پر درخت ہوں' اس جگہ کو کاشت کاری کے لیے خالی کرنا مقصود ہو تو اس جگہ کو خالی کرنے کے لیے درختوں کو کاٹنا جائز ہے یا درختوں کو اس جگہ برقرار رکھنے کی بہ نسبت وہاں پر کسی ایسی چیز کی تعمیر کرنا مقصود ہو' جس کی وجہ سے مسلمانوں کو زیادہ فائدہ ہو' مثلاً وہاں پر کوئی

صنعت قائم کرنا مقصود ہو جیسے مل اور کارخانے ہوں یا کوئی اور مفید پروجیکٹ ہو یا وہاں کوئی عظیم الشان مسجد بنانا مطلوب ہو جیسے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے درختوں کو کاٹ کر وہاں مسجد (نبوی) تعمیر کرائی جو مہبط وحی الٰہی ہے اور محل ایمان ہے اور عنقریب ''کتاب الجھاد'' میں آئے گا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مشرکین کے درخت کٹوا دیئے اور ان کے شہروں کو کھنڈر بنا دیا اور اس کا کچھ حصہ ہم یہاں پر نقل کریں گے۔

درختوں کو کاٹنے اور ان کو برقرار رکھنے' دونوں کا جواز

جو فقہاء مشرکین کے درختوں اور ان کی بیلوں کو کاٹنے کی اجازت دیتے ہیں' وہ اس سے استدلال کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنوالنضیر کے درخت کٹوا دیئے تھے اور فقہاء کی دوسری جماعت نے یہ کہا ہے کہ جب یہ توقع ہو کہ وہ شہر مسلمانوں کے قبضہ میں آ جائے گا تو اس شہر کے پھل دار درختوں کو باقی رکھنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے' کیونکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ حکم دیا تھا کہ کسی پھل دار درخت کو نہ کاٹا جائے اور وہ اس سے ناواقف نہیں تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنوالنضیر کے درخت کٹوا دیئے تھے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے وحی سے مطلع فرما دیا تھا کہ عنقریب اللہ تعالیٰ ان شہروں کو مسلمانوں کے لیے فتح فرما دے گا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی امت کو اس کی بشارت بھی دے دی تھی' اس کے باوجود آپ نے ان درختوں کو کٹوا دیا' اس سے معلوم ہوا کہ کفار کو ذلیل اور رسوا کرنے کے لیے ان کے شہروں کے درختوں کو کاٹنا بھی جائز ہے اور اگر ان درختوں کو باقی رکھنے میں مسلمانوں کی منفعت ہو تو ان درختوں کو باقی رکھنا بھی جائز ہے' تاہم امام بخاری نے حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کو ''کتاب المزارعۃ'' میں جو درج کیا ہے' اس کی وجہ مجھے سمجھ نہیں آ سکی' ہو سکتا ہے کہ یہ صحیح بخاری کے نسخوں کو نقل کرنے والوں اور لکھنے والوں کی غلطی ہو۔

درختوں کو کاٹنے کی حدیث کو ''کتاب المزارعۃ'' میں درج کرنے کی توجیہ

علامہ ابن بطال فرماتے ہیں: میں نے علامہ المہلب سے سوال کیا اور کہا کہ امام بخاری نے حضرت رافع بن خدیج کی اس حدیث کی یہاں روایت کی ہے' جس میں بنوالنضیر کے درختوں کو کاٹنے کا ذکر ہے' مجھے اس کی وجہ سمجھ میں نہیں آ سکی تو انہوں نے مجھ سے کہا' ہو سکتا ہے کہ اس کی کوئی توجیہ ہو اور وہ یہ ہو سکتی ہے کہ جس شخص نے چند سالوں کے لیے اپنی زمین کو کرائے پر دیا تو کرایہ دار کے لیے جائز ہے کہ اس میں جس چیز کی چاہے کاشت کرے اور جن درختوں کو چاہے اُگائے یا لگائے جن کو اُگانے یا لگانے سے زمین کو ضرر نہ ہو اور جب کرائے کی مدت پوری ہو جائے اور زمین کا مالک یہ کہے کہ تم میری زمین سے اپنے کھیت کاٹ لو اور اپنے درخت اکھاڑ لو تو کرائے دار پر لازم ہے کہ وہ اس کی زمین کو فارغ کر دے کیونکہ حدیث میں ہے:

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ظالم کو پرائی زمین میں کاشت کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔

(سنن ابوداؤد: ٣٠٧٣' سنن ترمذی: ١٣٨٣' مسند احمد ج ٥ ص ٣٢٧' شرح معانی الآثار: ٥٨٤٢)

سو امام بخاری نے اس حدیث کو ''کتاب المزارعۃ'' میں اس لیے درج کیا ہے کہ جس طرح درختوں کو لگانا مستحسن ہے' اسی طرح کسی ضرورت کی وجہ سے درختوں کو کاٹنا بھی مباح ہے۔ (شرح ابن بطال ج ٦ ص ٣٨٣۔٣٨٢' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

میں کہتا ہوں: اس عبارت میں علامہ ابن بطال سے تسامح ہوا ہے' درخت کاٹنے کی حدیث حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے نہیں بلکہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔

٧- بَابٌ   باب

اس باب کو امام بخاری نے بغیر عنوان کے ذکر کیا ہے اور یہ باب اس سے پہلے باب اور اس کے بعد والے باب کے درمیان بہ منزلہ فصل ہے۔

٢٣٢٧ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ، عَنْ حَنْظَلَةَ بْنِ قَيْسٍ الْاَنْصَارِيِّ قَالَ سَمِعَ رَافِعَ بْنَ خَدِيْجٍ قَالَ كُنَّا اَكْثَرَ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ مُزْدَرَعًا، كُنَّا نُكْرِي الْاَرْضَ بِالنَّاحِيَةِ مِنْهَا مُسَمًّى لِسَيِّدِ الْاَرْضِ، قَالَ فَمِمَّا يُصَابُ ذٰلِكَ وَتَسْلَمُ الْاَرْضُ، وَمِمَّا يُصَابُ الْاَرْضُ وَيَسْلَمُ ذٰلِكَ، فَنُهِيْنَا، وَاَمَّا الذَّهَبُ وَالْوَرِقُ فَلَمْ يَكُنْ يَوْمَئِذٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے خبر دی از حنظلہ بن قیس الانصاری' وہ بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت رافع بن خدیج انصاری رضی اللہ عنہ سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ ہم اہل مدینہ میں سب سے زیادہ کاشت کاری کرتے تھے' ہم زمین کی ایک جانب کی پیداوار کے عوض اس کو کرائے پر دیتے تھے جس جانب کو زمین کا مالک معین اور موسوم کر دیتا تھا' حضرت رافع نے کہا: کبھی زمین کی اُس جانب پر کوئی آفت آ جاتی اور دوسری زمین سلامت رہتی' اور کبھی اِس زمین پر کوئی آفت آ جاتی اور وہ جانب سلامت رہتی تو ہمیں زمین کو (اس طرح) کرائے پر دینے سے منع کر دیا گیا اور سونے اور چاندی (کے عوض کرائے پر دینے) کا اس دور میں رواج نہیں تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٢٨٦ میں گزر چکی ہے' تاہم بعض ضروری اُمور یہاں پر بیان کیے جا رہے ہیں:

زمین کے ایک معین حصہ کی پیداوار کے عوض زمین کو کرائے پر دینے کا عدم جواز

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

عطاء' مجاہد' مسروق' شعبی' طاؤس' حسن بصری' ابن سیرین اور القاسم بن محمد کا مذہب یہ ہے کہ زمین کے ایک معین حصہ کی پیداوار کے عوض زمین کو کرائے پر دینا جائز نہیں ہے' امام مالک اور امام ابوحنیفہ' امام زفر کا بھی یہی قول ہے' ان کا استدلال حضرت رافع بن خدیج کی اس حدیث مذکور سے ہے' اس کے علاوہ درج ذیل احادیث سے بھی ان کا استدلال ہے:

زمین کو کرائے پر دینے کے متعلق احادیث

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں کاشت کاری کرتے تھے' پس ہم زمین کو تہائی پیداوار اور چوتھائی پیداوار اور معین طعام کے عوض کرائے پر دیتے تھے' پس ایک دن ہمارے پاس میرے چچاؤں میں سے ایک شخص آیا اور اس نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس کام سے منع فرمادیا ہے جو ہمارے لیے نفع آور تھا' اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت ہمارے لیے زیادہ نفع آور ہے' آپ نے ہم کو اس سے منع فرمایا کہ ہم زمین کو تہائی پیداوار یا چوتھائی پیداوار یا معین طعام کے عوض کرائے پر دیں اور آپ نے زمین کے مالک کو یہ حکم دیا کہ وہ خود کاشت کرے یا کسی سے کاشت کرائے اور زمین کرائے پر دینے کو آپ نے ناپسند کیا۔ (صحیح مسلم: ١٥٤٨' الرقم المسلسل: ٣٨٣٦' سنن ابوداؤد: ٣٣٩٦_٣٣٩٥' سنن نسائی: ٣٨٩٥' سنن ابن ماجہ: ٢٤٦٥)

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے پاس میرے چچا حضرت ظہیر رضی اللہ عنہ آئے' اور انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس کام سے منع فرمادیا ہے جس میں ہمارے لیے نفع تھا' میں نے پوچھا: وہ کیا کام ہے؟ اور رسول نے جو کچھ فرمایا ہے وہی حق ہے؟ انہوں نے بتایا کہ آپ نے مجھ سے پوچھا: تم اپنی زمینوں میں کس طرح کاشت کاری کرتے ہو؟ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم زمین کو اس کی چوتھائی پیداوار کے عوض یا کھجور اور جو کے معین وسق کے عوض اجرت پر دیتے ہیں' آپ نے فرمایا: اس

طرح نہ کرو تم زمین میں خود کاشت کرو یا کسی سے کاشت کراؤ یا پھر زمین اپنے پاس رکھو۔
(صحیح مسلم:۱۵۴۸، الرقم المسلسل:۳۸۴۰، صحیح البخاری:۲۳۳۹، سنن نسائی:۳۹۲۳، سنن ابن ماجہ:۲۴۵۹)

حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے زمین کو کرائے پر دینے کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زمین کو کرائے پر دینے سے منع فرمایا ہے، انہوں نے کہا: میں نے پوچھا کہ کیا سونے اور چاندی کے عوض بھی زمین کو کرائے پر دینے سے منع فرمایا ہے؟ تو انہوں نے کہا: سونے اور چاندی کے عوض زمین کو کرائے پر دینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (صحیح مسلم:۱۵۴۷، الرقم المسلسل:۳۸۴۲، صحیح البخاری:۲۳۴۷، سنن ابوداؤد:۳۳۹۲، سنن نسائی:۳۸۹۹)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں نہر کے کنارے والی زمین کو تہائی یا چوتھائی پیداوار کے عوض کرائے پر دیا جاتا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھڑے ہو کر فرمایا: جس کے پاس زمین ہو وہ اس میں خود کاشت کرے اگر وہ اس میں خود کاشت نہیں کرتا تو وہ زمین اپنے کسی بھائی کو بخش دے اور اگر وہ کسی کو اپنی زمین نہیں دیتا تو پھر اس کو اپنے پاس رکھے۔ (صحیح مسلم:۱۵۳۶، الرقم المسلسل:۳۸۱۶)

زمین کو کرائے پر دینے کے متعلق فقہاء کے مذاہب اور اقوال

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

چونکہ احادیث کے الفاظ مختلف ہیں اور ان کے معانی متباین ہیں، اس وجہ سے علماء کے مختلف الفاظ ہیں اور ائمہ کے مختلف مذاہب ہیں، ان کی تفصیل درج ذیل ہے:

(۱) حافظ ابوعمر ابن عبدالبر مالکی نے کہا ہے کہ کسی بھی طعام کے عوض زمین کو کرائے پر دینا جائز نہیں ہے خواہ وہ کھانے کی چیز ہو یا پینے کی کیونکہ یہ طعام کی طعام کے عوض ادھار بیع ہے، اسی طرح زمین سے پیدا ہونے والی چیزوں کے عوض بھی زمین کو کرائے پر دینا جائز نہیں ہے، خواہ وہ کھانے پینے کی چیز نہ ہو، ماسوا لکڑیوں اور بانسوں کے، امام مالک اور ان کے اصحاب کا یہی محفوظ مذہب ہے۔

(۲) قاضی عیاض نے کہا ہے کہ زمین کو کرائے پر دینے کی ممانعت میں لوگوں کا اختلاف ہے، طاؤس اور حسن بصری نے کہا کہ یہ مطلقاً ممنوع ہے، ان کا استدلال ان احادیث سے ہے جن میں زمین کو کرائے پر دینے کی ممانعت ہے۔

(۳) جمہور علماء نے یہ کہا ہے کہ زمین کو کرائے پر دینے کی ممانعت نہیں ہے بلکہ وہ ایک قید سے مقید ہے، امام ابوحنیفہ اور امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ زمین کی پیدوار کے عوض زمین کو کرائے پر دینا جائز نہیں ہے۔

(۴) بعض صحابہ اور بعض فقہاء نے یہ کہا ہے کہ زمین کو کرائے پر دینا مضاربت کی مشابہت کی وجہ سے جائز ہے۔

(۵) زمین کو طعام کے عوض کرائے پر دینا جائز ہے جب کہ اس طعام کو ادا کرنے کا التزام کیا گیا ہو، امام ابوحنیفہ اور امام شافعی نے اس کی اجازت دی ہے۔

(۶) ابن حزم نے کہا کہ زمین کی معین پیداوار کے عوض زمین کو کرائے پر دینے کا جواز حسب ذیل صحابہ، تابعین اور ائمہ اور فقہاء سے منقول ہے:

حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت ابن عمر، حضرت سعد، حضرت ابن مسعود، حضرت خباب، حضرت حذیفہ اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہم۔

تابعین میں سے عبدالرحمان بن یزید بن موسیٰ' ابن ابی لیلیٰ' سفیان الثوری اور اوزاعی۔
ائمہ اور فقہاء میں سے امام ابویوسف' امام محمد بن الحسن اور ابن المنذر۔
لیث کے اس میں مختلف اقوال ہیں' امام احمد اور اسحاق نے اس کی اجازت دی ہے مگر انہوں نے یہ کہا ہے کہ بیج زمین کے مالک کی طرف سے ہو اور عمل کرنے والے کی طرف سے صرف بیل اور ہل چلانے کے آلات ہوں اور اس کا عمل ہو۔
(عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۲۳۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

کاشت کاری کے لیے زمین کو کرائے پر دینے' مزارعت' مکانوں کو کرائے پر دینے اور مکہ کے مکانوں کو کرائے پر دینے کے متعلق شرح صحیح مسلم کی ابحاث

* باب مذکور کی حدیث سے متعلق احادیث' شرح صحیح مسلم: ۳۸۴۹۔ ۳۸۰۳' ج ۴ ص ۲۲۸۔ ۲۱۳ پر مذکور ہیں' ان احادیث کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

① زمین پر کاشت کاری کی صورتیں ② زمین کو کرائے پر دینے میں مذاہب فقہاء ③ زمین کو کرائے پر دینے کے عدم جواز میں ابن حزم کے دلائل ④ زمین کو کرائے پر دینے کے ثبوت میں احادیث' آثار اور اقوال تابعین ⑤ زمین کو کرائے پر دینے کی ممانعت کی روایات کے جوابات ⑥ مخابرہ (زمین کو بٹائی پر دینے) میں مذاہب فقہاء ⑦ زمین کو بٹائی پر دینے کے عدم جواز میں ائمہ ثلاثہ کے دلائل ⑧ مزارعت پر اعتراضات کے جوابات ⑨ مزارعت کے جواز پر دلائل ⑩ احادیث مخابرہ پر فقہاء احناف کے اعتراضات ⑪ احادیث مخابرہ پر اعتراضات کے جوابات ⑫ احادیث مخابرہ پر فقہاء شافعیہ کے اعتراضات اور ان کے جوابات ⑬ جواز مزارعت کے ثبوت میں احادیث' آثار اور اقوال تابعین ⑭ زمین کو بٹائی پر دینے میں فقہاء احناف کا مؤقف ⑮ قرآن مجید کی روشنی میں زمین کی شخصی ملکیت پر بحث ونظر ⑯ کیا مکانوں کو کرائے پر دینا شرعاً حرام اور سود ہے ⑰ مکانوں کے کرائے کو سود قرار دینے پر ایک حدیث سے استدلال اور اس کا جواب ⑱ مکہ کے مکانوں کے کرائے کی ممانعت کی روایات پر بحث ونظر ⑲ مکہ کے مکانوں کی بیع اور کرائے میں مذاہب ائمہ ⑳ مکہ کے مکانوں کے کرائے کی ممانعت کی روایت سے علی العموم کرائے کے جواز پر استدلال ㉑ مکانوں کے کرائے کے جواز کے ثبوت میں روایات ㉒ مکانوں کے کرائے میں فقہاء حنبلیہ کا مؤقف ㉓ مکانوں کے کرائے میں فقہاء شافعیہ کا مؤقف ㉔ مکانوں کے کرائے میں فقہاء مالکیہ کا مؤقف ㉕ مکانوں کے کرائے میں فقہاء احناف کا مؤقف۔

٨ - بَابُ الْمُزَارَعَةِ بِالشَّطْرِ وَنَحْوِهٖ — زمین کی نصف پیداوار اور اس کی مثل کے عوض مزارعت

صحابہ کرام اور فقہاء تابعین کے آثار سے مزارعت کا ثبوت

وَقَالَ قَيْسُ بْنُ مُسْلِمٍ، عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ قَالَ مَا بِالْمَدِينَةِ أَهْلُ بَيْتِ هِجْرَةٍ إِلَّا يَزْرَعُونَ عَلَى الثُّلُثِ وَالرُّبُعِ.

اور قیس بن مسلم نے کہا از ابی جعفر' انہوں نے کہا: مدینہ میں جس مہاجر کا بھی گھر تھا وہ تہائی یا چوتھائی پیداوار کے عوض مزارعت کرتے تھے۔

اس تعلیق کے موافق اثر' مصنف عبدالرزاق: ۱۴۵۵۵' میں اور مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۲۳۹ میں مذکور ہے۔

وَزَارَعَ عَلِيٌّ، وَسَعْدُ بْنُ مَالِكٍ، وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُودٍ، وَعُمَرُ ابْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ، وَالْقَاسِمُ، وَعُرْوَةُ بْنُ

حضرت علی' حضرت سعد بن مالک' حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم اور عمر بن عبدالعزیز' القاسم' عروہ بن الزبیر' آل ابوبکر' آل عمر

الزُّبَيْرِ، وَاٰلُ اَبِي بَكْرٍ، وَاٰلُ عُمَرَ، وَاٰلُ عَلِيٍّ، وَابْنُ سِيْرِيْنَ. آل علی اور ابن سیرین نے مزارعت کی ہے۔

حضرت علی رضی اللہ والی تعلیق کے مطابق یہ اثر ہے:

عمرو بن صلیع بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ نصف پیداوار پر مزارعت میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۲۴۷ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۶ھ)

حضرت سعد بن مالک اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کی تعلیق کے مطابق یہ اثر ہے:

ابراہیم بن مہاجر بیان کرتے ہیں کہ میں نے موسیٰ بن طلحہ سے مزارعت کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے مجھے یہ حدیث بیان کی کہ حضرت عثمان رضی اللہ نے حضرت خباب کو زمین عطا کی اور حضرت عبداللہ بن مسعود کو زمین عطا کی اور حضرت سعد کو زمین عطا کی اور حضرت صہیب کو زمین عطا کی اور یہ سب میرے پڑوسی تھے اور میں نے دیکھا کہ حضرت عبداللہ اور حضرت سعد اپنی زمینوں کو تہائی اور چوتھائی کی پیداوار کے عوض مزارعت (بٹائی) پر دیتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۲۱۹ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۶ھ)

عمر بن عبدالعزیز والی تعلیق کے مطابق یہ اثر ہے:

خالد الحذاء بیان کرتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیز نے عدی کی طرف لکھا کہ وہ تہائی اور چوتھائی پیداوار کے عوض مزارعت کریں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۲۳۴ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۶ھ)

القاسم کی تعلیق کے مطابق یہ اثر ہے:

ہشام حدیث بیان کرتے ہیں کہ مجھے محمد بن سیرین نے القاسم بن محمد کی طرف بھیجا کہ میں ان سے اس شخص کے متعلق سوال کروں جس نے دوسرے شخص سے یہ کہا کہ میرے اس باغ میں کام کرو اور تم کو تہائی یا چوتھائی پھل ملیں گے تو القاسم بن محمد نے کہا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے پھر میں نے ابن سیرین کے پاس واپس جا کر ان کو خبر دی تو انہوں نے کہا: زمین میں کام کرنے کا یہ سب سے اچھا طریقہ ہے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۱۴۵۵۳ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

اس اثر میں ابن سیرین والی تعلیق کا بھی ذکر ہے۔

القاسم اور ابن سیرین والی تعلیق کا اس اثر میں بھی ذکر ہے۔

ہشام بیان کرتے ہیں کہ القاسم اور ابن سیرین اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے کہ کوئی شخص اپنی زمین دوسرے شخص کو تہائی یا چوتھائی یا دسویں حصہ کی پیدوار کے عوض مزارعت پر دے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۲۳۵ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۶ھ)

عروہ بن الزبیر والی تعلیق کے مطابق یہ اثر ہے:

ہشام بن عروہ بیان کرتے ہیں کہ میرے والد (عروہ بن الزبیر) زمین کو کرائے پر دینے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۲۳۶ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۶ھ)

آل ابوبکر آل عمر اور آل علی والی تعلیق کے مطابق یہ اثر ہے:

عمرو بن عثمان بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابوجعفر سے تہائی اور چوتھائی پیداوار کے عوض مزارعت پر سوال کیا تو انہوں نے کہا: اگر تم آل ابوبکر آل عمر اور آل علی کی مزارعت کو دیکھو تو تم یہ پاؤ گے کہ وہ اس طرح مزارعت کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۲۲۵ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۶ھ)

وَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْاَسْوَدِ كُنْتُ اُشَارِكُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ يَزِيْدَ فِي الزَّرْعِ.

اور عبدالرحمٰن بن اسود نے کہا: میں عبدالرحمٰن بن یزید کے ساتھ مزارعت میں شریک تھا۔

اس تعلیق کے موافق درج ذیل اثر ہے:

ابن عامر بیان کرتے ہیں کہ عبدالرحمٰن بن اسود نے کہا کہ میں تہائی اور چوتھائی پیداوار پر مزارعت کرتا تھا اور اس کو علقمہ اور اسود کی طرف لے جاتا تھا' اگر وہ اس میں کچھ حرج سمجھتے تو مجھے منع کر دیتے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۲۳۲' دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

وَعَامَلَ عُمَرُ النَّاسَ عَلٰى اِنْ جَآءَ عُمَرُ بِالْبَذْرِ مِنْ عِنْدِهٖ فَلَهُ الشَّطْرُ' وَاِنْ جَآءُوْا بِالْبَذْرِ فَلَهُمْ كَذَا.

اور عمر بن عبدالعزیز نے لوگوں سے اس پر مزارعت کی کہ اگر حضرت عمر اپنے پاس سے بیج لائیں تو ان کے لیے نصف پیداوار ہو گی' اور اگر لوگ بیج لائیں تو ان کے لیے اتنا ہو گا۔

اس تعلیق کی امام ابن شیبہ نے یحییٰ بن سعید سے روایت کی ہے کہ عمر بن عبدالعزیز نے اہل نجران' یہود اور نصاریٰ کو مدینہ سے جلاوطن کر دیا اور ان کی زمینوں اور بیلوں کو خرید لیا اور عمر بن عبدالعزیز نے لوگوں سے اس پر عمل کرایا کہ اگر وہ بیل اور ہل اپنے پاس سے لائیں تو ان کا حصہ دو تہائی ہو گا اور عمر بن عبدالعزیز کے لیے ایک تہائی ہو گا' اور اگر عمر بن عبدالعزیز اپنے پاس سے بیج لائیں تو ان کے لیے نصف ہو گا' اور انہوں نے کھجور کے درختوں میں ان سے اس پر عمل کرایا کہ ان کے لیے پانچواں حصہ ہو گا اور باقی عمر بن عبدالعزیز کے لیے ہو گا اور انگوروں میں ان سے اس پر عمل کرایا کہ ان کے لیے ایک تہائی ہو گا اور عمر بن عبدالعزیز کے لیے دو تہائی ہوں گے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۰۰۵۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

وَقَالَ الْحَسَنُ لَا بَاْسَ اَنْ تَكُوْنَ الْاَرْضُ لِاَحَدِهِمَا' فَيُنْفِقَانِ جَمِيْعًا' فَمَا خَرَجَ فَهُوَ بَيْنَهُمَا.

اور حسن (بصری) نے کہا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ زمین ایک شخص کی ہو اور دونوں فریق اس میں خرچ کریں اور زمین سے جو پیداوار حاصل ہو وہ ان دونوں کے درمیان ہو۔

اس تعلیق کی امام سعید بن منصور نے سند موصول کے ساتھ روایت کی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۲۳۴)

وَرَاٰى ذٰلِكَ الزُّهْرِيُّ.

اور زہری نے اس کو جائز قرار دیا ہے۔

حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ اس تعلیق کی امام عبدالرزاق اور امام ابن ابی شیبہ نے سند موصول کے ساتھ روایت کی ہے۔
(فتح الباری ج ۳ ص ۱۰۷' دارالمعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

امام احمد بن حنبل کے نزدیک مجہول اجرت پر اجارہ کا جواز اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک عدم جواز

وَقَالَ الْحَسَنُ لَا بَاْسَ اَنْ يُجْتَنَى الْقُطْنُ عَلَى النِّصْفِ.

اور حسن بصری نے کہا کہ نصف کی شرط پر روئی چننے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

علامہ ابن بطال لکھتے ہیں: روئی چننا' زیتون کو اٹھانا اور فصل کاٹنا' ان میں سے ہر ایک چیز حصۂ معلوم کے عوض ہوتی ہے' تابعین کی ایک جماعت نے اس کو جائز قرار دیا ہے' اور یہی امام احمد بن حنبل کا قول ہے' انہوں نے اس کو مضاربت پر قیاس کیا ہے' کیونکہ مضاربت میں بھی مال کے ایک حصہ معلوم پر عمل کیا جاتا ہے اور اس کے مبلغ کا علم نہیں ہوتا' اسی طرح اگر جلاہے کو کپڑا بننے کے لیے سوت دیا جائے کہ کپڑے کا ایک حصۂ معلوم اس کو دیا جائے گا اور بیل اور بکریاں چرواہے کو دی جائیں کہ اس کی اجرت میں اس کو حصۂ معلوم دیا جائے گا تو یہ بھی مضاربت کے قیاس پر جائز ہے' امام مالک' فقہاء احناف اور امام شافعی نے اس کو ناجائز قرار دیا ہے کہ یہ

مجہول اجرت کے عوض کسی کو کرائے پر لینا ہے اور عطاء ابن سیرین زہری اور قتادہ نے کہا ہے کہ یہ جائز ہے کہ ایک آدمی کپڑا بننے والے کو تہائی یا چوتھائی کپڑے کے عوض کپڑا بننے کے لیے دے اور امام احمد بن حنبل نے اس سے استدلال کیا ہے کہ نبی ﷺ نے خیبر کی زمین نصف پیداوار کے حصول کی شرط پر یہودیوں کو دی تھی۔ (شرح ابن بطال ج ۶ ص ۳۸۷۔۳۸۶ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

اس تعلیق کی مزارعت کے ساتھ مناسبت نہیں ہے امام بخاری کو یہ تعلیق اجارہ میں بیان کرنی چاہیے تھی۔

وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ وَابْنُ سِيرِينَ وَعَطَاءٌ وَّالْحَكَمُ وَالزُّهْرِيُّ وَقَتَادَةُ لَا بَأْسَ أَنْ يُعْطِيَ الثَّوْبَ بِالثُّلُثِ أَوِ الرُّبُعِ وَنَحْوِهِ.

اور ابراہیم ابن سیرین عطاء الحکم الزہری اور قتادہ نے کہا کہ تہائی یا چوتھائی کپڑے کے عوض کپڑا بننے کے لیے دیا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے کہا ہے کہ اس تعلیق کی امام ابن ابی شیبہ نے سند موصول کے ساتھ روایت کی ہے۔

(فتح الباری ج ۳ ص ۱۷)

مزارعت کے ساتھ اس تعلیق کی بھی کوئی مناسبت نہیں ہے امام بخاری کو یہ تعلیق اجارہ میں بیان کرنی چاہیے تھی۔

اجیر (عامل یا مزدور) کے عمل کے کسی حصہ کو اجرت بنانے کا جمہور فقہاء احناف کے نزدیک عدم جواز

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ جس شخص نے کپڑا بننے والے کو سوت دیا کہ وہ اس سوت کا کپڑا بن دے اور اس میں سے نصف کپڑا اس کا ہوگا تو یہ اجارہ فاسد ہے اور بننے والے کو نصاب کے مطابق اجرت دینی ہوگی۔

المبسوط میں علامہ الحلوانی نے اپنے استاذ ابوعلی سے یہ نقل کیا ہے کہ وہ اپنے ملک نسف میں اس کے جواز کا فتویٰ دیتے تھے کیونکہ اس میں عرف ظاہر تھا اسی طرح مشائخ بلخ بھی لوگوں کے تعامل کی وجہ سے کپڑے میں سے اجرت دینے کو جائز قرار دیتے تھے۔ علامہ الحلوانی نے کہا ہے کہ جب کسی شخص نے طعام لاد کر لے جانے کے لیے گدھا اجرت پر طلب کیا اور کہا کہ گدھے والے کو اس طعام کے لانے کے عوض اس میں سے ایک قفیز (چھ کلو) اجرت دی جائے گی تو یہ بھی ناجائز ہے کیونکہ آجر نے اس چیز کو اجرت کا حصہ بنایا جو اس کے عمل کا حصہ ہے تو یہ قفیز الطحان کے حکم میں ہے۔ الطحان کا معنی ہے: گندم کا پیسا ہوا آٹا قفیز الطحان کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص نے کسی کو گندم پیسنے کے لیے دی اور کہا کہ اس کی اجرت میں تم اس میں سے ایک قفیز (چھ کلو) آٹا لے لینا اور یہ بھی اس لیے ناجائز ہے کہ آجر نے اجیر کی اجرت کو اس کے عمل کا حصہ بنا دیا ہے اگر وہ یہ قید نہ لگاتا کہ تم اس آٹے میں سے چھ کلو لے لینا تو پھر جائز ہوتا مثلاً وہ یوں کہتا کہ میں اس کی اجرت میں تم کو چھ کلو آٹا دوں گا تب یہ جائز ہوتا نیز حدیث میں بھی اس کی ممانعت ہے:

حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے نر کو مادہ پر چڑھانے کی اجرت سے منع فرمایا اور عبید اللہ نے اس میں یہ اضافہ کیا کہ آپ نے قفیز الطحان سے بھی منع فرمایا۔ (سنن دار قطنی: ۲۹۵۳ سنن بیہقی ج ۵ ص ۳۳۹)

اسی طرح جب کسی شخص نے تلوں سے تیل نکالنے کے لیے دوسرے کو اجرت پر طلب کیا اور کہا: اس کی اجرت یہ ہے کہ اس تیل میں سے تم بھی ایک کلو تیل لے لینا یا کسی شخص نے کسی عورت کو روئی دی کہ اس کا دھاگا بنا دو اور اس کی اجرت میں تم اس میں سے اتنا دھاگا لے لینا یا اس کو دھاگا بنانے کے لیے اُون دیا اور کہا: اس کی اجرت میں تم اس میں سے اتنا اُون لے لینا یا کسی سے کہا کہ تم کپاس کے کھیت سے روئی چنو اور اس کی اجرت میں تم اس میں سے اتنی روئی لے لینا یا کسی سے کہا کہ تم باجرہ سے بھوسا الگ کرو اور اس کی اجرت میں تم اس میں سے نصف باجرہ لے لینا یا کہا: تم گندم سے بھوسا الگ کرو اور اس کی اجرت میں تم اس میں سے نصف

گندم لے لینا تو اجرت کی یہ تمام صورتیں ناجائز ہیں کیونکہ آجر نے اُجرت کو اجیر کے عمل کا حصہ بنا دیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ١٢ ص ٢٣٥ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ ھ)

علامہ ابن نجیم مصری متوفی ٩٧٠ ھ نے بھی اس مسئلہ کو بیان کیا ہے۔(الاشباہ والنظائر ص ١٠٣ 'قدیمی کتب خانہ' کراچی)

وَقَالَ مَعْمَرٌ لَا بَأْسَ اَنْ تَكُوْنَ الْمَاشِيَةُ عَلَى الثُّلُثِ اَوِ الرُّبُعِ اِلٰى اَجَلٍ مُّسَمًّى.

اور معمر نے کہا کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ مویشیوں کو تہائی یا چوتھائی مدتِ معینہ تک کرائے پر دیا جائے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ اس تعلیق کا مطلب یہ ہے کہ کسی چوپائے کو مثلاً گندم کی بوریاں لاد کر لانے لے جانے کے لیے کرائے پر طلب کیا جائے' بایں طور کہ وہ کرائے کی آمدنی آجر اور اجیر (کرائے پر دینے والے اور لینے والے) کے درمیان تقسیم ہو جائے' مثلاً آمدنی کا دو تہائی کرائے پر دینے والا رکھ لے اور ایک تہائی کرائے پر لینے والا رکھ لے' ہمارے نزدیک یہ جائز نہیں ہے' کیونکہ اجارہ میں مضاربت نہیں ہوتی' مضاربت تجارت میں ہوتی ہے اور کرائے پر دینے والے کو رواج کے مطابق کرایہ لینا ہوگا۔

(عمدۃ القاری ج ١٢ ص ٢٣٥ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ ھ)

تاہم اس تعلیق کی باب کے عنوان کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں ہے کیونکہ باب کا عنوان مزارعت ہے' بہتر تھا کہ امام بخاری اس تعلیق کو اجارہ کے باب میں ذکر کرتے۔

٢٣٢٨ - حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا اَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ' عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ' عَنْ نَافِعٍ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ اَخْبَرَهُ' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَلَ خَيْبَرَ بِشَطْرِ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا مِنْ ثَمَرٍ اَوْ زَرْعٍ' فَكَانَ يُعْطِيْ اَزْوَاجَهُ مِائَةَ وَسْقٍ' ثَمَانُوْنَ وَسْقَ تَمْرٍ' وَعِشْرُوْنَ وَسْقَ شَعِيْرٍ' فَقَسَمَ عُمَرُ خَيْبَرَ' فَخَيَّرَ اَزْوَاجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّقْطِعَ لَهُنَّ مِنَ الْمَاءِ وَالْاَرْضِ' اَوْ يُمْضِيَ لَهُنَّ' فَمِنْهُنَّ مَنِ اخْتَارَ الْاَرْضَ وَمِنْهُنَّ مَنِ اخْتَارَ الْوَسْقَ' وَكَانَتْ عَائِشَةُ اِخْتَارَتِ الْاَرْضَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں انس بن عیاض نے حدیث بیان کی از عبید اللہ از نافع کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ان کو خبر دی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے کھیتوں اور باغات میں نصف زمین کی پیداوار یا نصف پھلوں کے عوض عمل کرایا' آپ اس میں سے اپنی ازواج کو ایک سو وسق دیتے تھے' اسی (٨٠) وسق کھجوریں دیتے تھے اور بیس (٢٠) وسق جَو دیتے تھے' پھر حضرت عمر نے خیبر کی پیداوار کو تقسیم کیا' انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کو اختیار دیا کہ (اگر وہ چاہیں) ان کو وہاں پانی اور قطعہ زمین دے دیا جائے یا ان کو اسی طرح وسق دیئے جائیں' تو بعض ازواج نے قطعہ زمین کو لینا پسند کیا اور بعض نے وسق لینا پسند کیا' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے قطعہ زمین لینا پسند کیا تھا۔

امام بخاری نے صحیح البخاری: ٢٢٨٥ میں اس حدیث کو اختصار کے ساتھ درج کیا ہے اور اب اس کی تفصیل کے ساتھ روایت کی ہے لہٰذا اب اس کی مکمل اور مفصل شرح کی جا رہی ہے:

مزارعت اور مساقات کے متعلق صحابہ' تابعین اور فقہاء کے مذاہب اور اقوال

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ ھ لکھتے ہیں:

زمین کو نصف' تہائی یا چوتھائی پیداوار کے عوض کرائے (مزارعت یا بٹائی) پر دینے میں فقہاء کا اختلاف ہے:

حضرت علی بن ابی طالب' حضرت ابن مسعود' حضرت سعد' حضرت زبیر' حضرت اسامہ' حضرت ابن عمر' حضرت معاذ اور حضرت خباب رضی اللہ عنہم کے نزدیک یہ جائز ہے اور فقہاء تابعین میں سے سعید بن المسیب' طاؤس اور ابن ابی لیلیٰ کا بھی یہی قول ہے۔

علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ ہم نے ابوجعفر سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل خیبر سے نصف پیداوار پر عمل کرایا' پھر حضرت ابوبکر' حضرت عمر' حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم نے' پھر ان کے گھروں والے آج تک تہائی اور چوتھائی پیداوار پر عمل کراتے رہے اور یہی اوزاعی' سفیان ثوری' امام ابویوسف' امام محمد اور امام احمد کا قول ہے' ان فقہاء صحابہ' تابعین اور تبع تابعین اور بعد کے علماء نے مزارعت اور مساقات کو جائز قرار دیا ہے (زمین کو معین پیداوار کے عوض کاشت پر دینا' مزارعت ہے اور باغ کو معین پھلوں کے عوض عمل پر دینا' مساقات ہے) اور بعض فقہاء صحابہ اور تابعین نے اس کو مکروہ کہا ہے' حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم سے اسی طرح مروی ہے اور عکرمہ اور ابراہیم نخعی سے بھی یہی روایت ہے' اور یہی امام مالک' امام ابوحنیفہ' لیث' امام شافعی اور ابوثور کا قول ہے کہ مزارعت جائز نہیں ہے اور ان کے نزدیک مساقات جائز ہے۔

امام ابوحنیفہ اور امام زفر نے کہا ہے کہ مزارعت اور مساقات کسی بھی وجہ سے جائز نہیں ہے' انہوں نے کہا ہے کہ جن احادیث میں زمین کو کرائے پر دینے کی ممانعت ہے' ان ہی احادیث سے مزارعت کی ممانعت ثابت ہے' نیز انہوں نے کہا کہ یہ اجارہ مجہولہ ہے' کیونکہ کبھی زمین سے کوئی چیز پیدا نہیں ہوتی اور انہوں نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ مزابنہ کی ممانعت سے مساقات منسوخ ہے۔

مزارعت اور مساقات کو جائز کہنے والوں کی دلیل اور اس کے جوابات

مزارعت اور مساقات کے مجوزین کی یہ دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر کے یہودیوں سے اس پر عمل کرایا کہ زمین سے جو پیداوار حاصل ہوگی یا باغ میں جو پھل لگیں گے اس میں سے نصف ان کو دیا جائے گا' اور زمین اصل مال ہے' پس جو شخص اس میں عمل کرے تو اس کی پیداوار سے اس کو دینا جائز ہے' جیسے کسی چیز کی قیمت دی جاتی ہے۔ جن فقہاء نے مزارعت کو منع کیا ہے' وہ کہتے ہیں کہ مزارع سے زمین کی پیداوار لینا زمین کا کرایہ ہے اور یہ طعام کو طعام کے عوض ادھار فروخت کرنے کے باب سے ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مخابرہ اور محاقلہ سے منع فرمایا ہے اور وہ زمین کی پیداوار کے عوض اس کا کرایہ ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو اہل خیبر سے خیبر میں عمل کرایا تھا' اس میں مزارعت کے جواز کی دلیل نہیں ہے کیونکہ ہمارا اختلاف اس صورت میں ہے جب خالی زمین ہو' اس میں درخت وغیرہ نہ ہوں اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو اہل خیبر سے عمل کرایا تھا' اس میں کھجور کے باغات تھے اور دوسرے درخت تھے اور وہ زمین پھلوں کے تابع تھی اور یہ صورت ہمارے نزدیک بھی جائز ہے لیکن جب زمین خالی ہو تو پھر اس کو بٹائی پر دینا ہمارے نزدیک جائز نہیں ہے کیونکہ یہ ممکن ہے کہ اس زمین میں اجرت پر کاشت کرائی جائے تو اس کو بٹائی پر دینے کی ضرورت نہیں ہے' جیسے باغ کے پھل دار درختوں کو پانی دینے اور اس کی دیکھ بھال کی ضرورت ہے' کیا تم نہیں دیکھتے کہ جو پھل ابھی پکے نہ ہوں اور ان کو درخت سے کاٹنے کی شرط نہ لگائی جائے تو ان پھلوں کی بیع جائز ہے کیونکہ وہ درخت کے تابع ہیں اور ان پھلوں کی علیحدہ بیع جائز نہیں ہے اور ان کا مزارعت کو مساقات پر قیاس کرنا درست نہیں ہے کیونکہ مساقات میں منفعت صرف باغ میں دیکھ بھال کرنے سے حاصل ہوتی ہے اور اس میں اصل مال (یعنی زمین) کو اجارہ پر نہیں دیا جاتا' اس کے برخلاف زراعت کے حصول کے لیے زمین کو اجارہ پر دیا جاسکتا ہے۔

مساقات کو ناجائز کہنے والوں کی دلیل اور اس کے جوابات

جو فقہاء مساقات کو ناجائز کہتے ہیں' ان کی دلیل یہ ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر کو فتح کیا تو یہودیوں کو ان کی زمین کی ملکیت پر برقرار رکھتے ہوئے یہ شرط لگائی کہ وہ آدھے پھل بہ طور جزیہ ادا کریں' پس ان کے باغات سے جو پھل لیے گئے تھے' وہ بطور جزیہ

لیے گئے تھے نہ کہ بہ طور مساقات۔
ان کے مخالفین نے کہا کہ یہ مفروضہ درج ذیل متعدد وجوہ سے باطل ہے:
(۱) عبدالعزیز بن صہیب نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر کو جنگ سے فتح کیا ہے اور ابن شہاب نے ابن المسیب سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر سے خمس لیا ہے اور خمس صرف اس جگہ سے لیا جاتا ہے جس کو جنگ سے فتح کیا ہو۔
(۲) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر کی زمین مجاہدین میں تقسیم کر دی تھی تو آپ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو خیبر سے اپنا حصہ دیا اور حضرت عمر کو خیبر سے اپنا حصہ دیا' پس حضرت عمر نے اپنے حصہ کو وقف کر دیا۔
(۳) حضرت عمر نے یہودیوں کو خیبر سے شام کی طرف جلاوطن کر دیا' اگر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو خیبر کی زمین پر برقرار رکھا ہوتا اور ان کو اس زمین کا مالک نہ بنایا ہوتا تو بعد والوں کے لیے ان کو اس جگہ سے جلاوطن کرنا اور ان کو ان کی زمین سے جدا کرنا ممکن نہ ہوتا۔
اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن رواحہ کو پھلوں کا اندازہ لگانے کے لیے خیبر بھیجا تا کہ وہ جان لیں کہ مسلمانوں کے اموال میں زکوٰۃ کی کتنی مقدار ہے' پس حضرت عائشہ نے بتایا کہ خیبر میں مسلمانوں کا مال تھا اور اس میں زکوٰۃ واجب تھی' لہٰذا ان فقہاء کا یہ قول باطل ہو گیا کہ یہ جزیہ تھا کیونکہ جزیہ میں زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی' یہ ابن القصار نے جواب دیا ہے۔
رہا امام بخاری کا یہ کہنا کہ عمر بن عبدالعزیز نے لوگوں سے اس طرح معاملہ کیا کہ اگر بیج عمر بن عبدالعزیز کے ہوں تو وہ نصف پیداوار لیں گے' تو اس کا جواب یہ ہے کہ جن لوگوں نے مزارعت کو جائز قرار دیا ہے' ان کا اس میں اختلاف ہے کہ بیج کون پیش کرے گا' حضرت ابن مسعود' حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ بیج عامل کی طرف سے ہوتے ہیں اور بعض محدثین سے روایت ہے کہ دونوں فریقوں میں سے جس نے بھی بیج پیش کر دیئے تو جائز ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر کا معاملہ کیا اور آپ نے اس شرط کو ترک کر دیا کہ بیج کون پیش کرے گا اور آپ کے اس شرط کو ترک کرنے میں یہ دلیل ہے کہ جس فریق نے بھی بیج پیش کر دیئے تو یہ جائز ہے اور امام احمد اور اسحاق نے یہ کہا ہے کہ بیج زمین والے کی طرف سے ہوں گے اور عمل دوسرے فریق کی طرف سے ہوگا۔

امام محمد کی بیان کردہ اقسام' ان میں سے بعض کا جواز اور بعض کا عدم جواز اور ان کی توجیہ

امام محمد بن الحسن اور ان کے اصحاب نے یہ کہا ہے کہ مزارعت کی چار قسمیں ہیں' ان میں سے تین جائز ہیں اور ایک قسم ناجائز ہے' ان کی تفصیل حسب ذیل ہے:
(۱) زمین کے مالک کی طرف سے بیج ہوں اور عمل مزارع کرے۔
(۲) بیج اور کاشت کاری کے آلات دونوں مالک کی طرف سے ہوں اور عمل مزارع کی طرف سے ہو۔
(۳) بیج مزارع کی طرف سے ہو اور عمل اور تمام آلات بھی اس کی طرف سے ہوں۔
(۴) بیج مزارع کی طرف سے ہو اور عمل اور آلاتِ زراعت زمین کے مالک کی طرف سے ہوں۔
اوّل الذکر تینوں اقسام جائز ہیں اور ثانی الذکر قسم ناجائز ہے۔
پہلی تین اقسام کے جائز ہونے کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے مزارعت کو مضاربت پر قیاس کیا ہے کیونکہ مضاربت میں عامل نفع

کے معلوم حصہ کی وجہ سے عمل کرتا ہے' اگرچہ اس کو یہ معلوم نہیں ہوتا کہ کل کتنا نفع ہوگا' اسی طرح زمین کو معلوم حصہ کے حصول کی بناء پر دیا جاتا ہے' ہرچند کہ یہ معلوم نہیں ہوتا کہ زمین سے کل کتنی پیداوار حاصل ہوگی۔ چوتھی قسم کو انہوں نے اس لیے ناجائز کہا ہے کہ جب عمل اور آلات دونوں زمین کے مالک کی طرف سے ہوں گے تو مزارع کی طرف سے صرف بیج پیش کیے جائیں گے' پس گویا اس نے زمین کے مالک کو مجہول طعام کے عوض بیج اُدھار فروخت کر دیئے' اور یہ صورت تمام علماء کے نزدیک ناجائز ہے۔

حضرت عمر نے ازواجِ مطہرات کو خیبر کی زمینوں میں جو اختیار دیا تھا' اس سے ثابت ہوا کہ آپ نے کسی کو اپنا وارث نہیں بنایا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کو وسق طعام لینے اور خیبر کی زمین میں کاشت کرنے کے درمیان اختیار دیا تھا' اس سے معلوم ہوا کہ خیبر کی زمین نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ملکیت نہیں تھی جس کی آپ کے بعد وراثت ہوتی کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمارا کوئی وارث نہیں بنایا جاتا' ہم نے جو کچھ ترک کیا ہے وہ صدقہ ہے' حضرت عمر نے ان کو وسق طعام لینے اور بغیر تملیک کے قطعہ زمین لینے کے درمیان اختیار دیا کیونکہ تازہ کھجوروں کی بھی چھواروں کی طرح خواہش ہوتی ہے' حضرت عائشہ نے قطعہ زمین کو اختیار کیا تا کہ وہ تازہ کھجوریں اور خشک کھجوریں یا چھوارے کھائیں اور ان کی وفات کے بعد وہ زمین اور باغات پھر مملکت کی مِلک میں چلے گئے۔

(شرح ابن بطال ج ٦ ص ٣٨٦۔ ٣٨٤' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

علامہ ابوبکر کی تصریح کہ خیبر کی زمینوں سے حاصل شدہ نصف بہ طور مزارعت تھا نہ کہ بہ طور خراج۔۔۔۔ اور اس سے مصنف کی تائید

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی نے علامہ ابن بطال کی مذکور الصدر پوری عبارت نقل کی ہے' اس کے بعد لکھتے ہیں:

علامہ ابوبکر الرازی نے (شرح مختصر طحاوی میں) لکھا ہے کہ خیبر کی زمینوں سے جو نصف پھل اور نصف زمین کی پیداوار لی گئی تھی' وہ بہ طور جزیہ تھی۔ اس کی تائید میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث نہیں ہے' کسی حدیث میں یہ تصریح نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے جزیہ لیا تھا' حتیٰ کہ آپ کی وفات ہوگئی اور نہ حضرت ابوبکر نے اور نہ حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے' یہاں تک کہ حضرت عمر نے ان کو جلاوطن کر دیا' اور اگر آپ ان سے جزیہ لیتے تو اس وقت جزیہ لیتے جب جزیہ کی آیت نازل ہوئی تھی' اور جو خراج مقرر کیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ امام زمین کے ہر جریب (موجودہ تیس گز) کی پیداوار پر ان سے ایک صاع پیداوار اور ایک درہم لے گا۔

میں کہتا ہوں کہ خلاصہ یہ ہے کہ خیبر کی زمین کی کاشت پر یہودیوں سے جو نصف لیا گیا تھا' وہ جزیہ تھا نہ خراج اور یہ وہی بات ہے جو ہم نے صحیح البخاری: ٢٢٨٥ کی شرح میں لکھی تھی اور علامہ عینی کا اس پر ردّ کیا تھا کہ انہوں نے کہا تھا کہ خیبر کی زمینوں پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے جو پیداوار کا نصف لیا تھا وہ بہ طور خراج تھا اور ہم نے اس پر ردّ کیا تھا کہ آپ نے ان سے جو نصف لیا تھا' وہ بہ طور مزارعت تھا یا بہ طور مساقات تھا' اب یہاں پر اسی بات کو علامہ عینی نے علامہ ابوبکر رازی کے حوالے سے لکھا ہے۔

خراج کو ثابت کرنے کے لیے علامہ عینی کی تاویل اور اس پر مصنف کا تعاقب

اس کے بعد علامہ عینی پھر اس پیداوار کے نصف کو خراج ثابت کرنے کے لیے تاویل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اگر تم یہ کہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کی زمینوں کے چھتیس حصے کیے تھے اور یہ اس پر دلیل ہے کہ وہ خراج نہیں تھا' تو میں کہوں گا کہ ہو سکتا ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے زمینوں کے خراج کو تقسیم کیا ہو' بایں طور کہ یہ فرمایا ہو کہ یہ اس زمین کا خراج فلاں کے لیے ہے اور یہ اس

زمین کا خراج فلاں کے لیے ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۲۳۷ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ عینی کی یہ تاویل اس وقت درست ہوگی جب اس عبارت میں خراج کا لغوی معنی مراد ہو یعنی اس زمین سے نکلا ہوا یہ حصہ فلاں کا ہے اور زمین سے نکلا ہوا یہ حصہ فلاں کا ہے حالانکہ علامہ عینی خراج کے اصطلاحی معنی کو ثابت کر رہے تھے اور علامہ ابوبکر رازی نے بھی خراج کے اصطلاحی معنی کی نفی کی ہے اور اس پر دوسرا رد یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ زمین سے نکلا ہوا یہ حصہ فلاں کا ہے اور یہ حصہ فلاں کا ہے اور آپ نے ان چھتیس حصوں کے متعلق اسی طرح فرمایا' یہ حدیث کی کس کتاب میں ہے؟ اور اپنے گمان سے حدیث کو وضع کرنا' پھر اس کو معرض استدلال میں پیش کرنا نہایت عجیب ہے اور علامہ عینی ایسے عالم اور محدث کو بہر حال زیب نہیں دیتا۔

٩ - بَابُ إِذَا لَمْ يَشْتَرِطِ السِّنِينَ فِي الْمُزَارَعَةِ

جب مزارعت میں سالوں کی تعداد معین نہ کی جائے

٢٣٢٩ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِي نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ عَامَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْبَرَ بِشَطْرِ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا مِنْ ثَمَرٍ أَوْ زَرْعٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی از عبید اللہ' انہوں نے کہا: ہمیں نافع نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کی زمین میں پھلوں اور غلہ کی نصف پیداوار کے عوض عمل کرایا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٢٨٥ میں گزر چکی ہے' تاہم جو اُمور وہاں نہیں بیان کیے گئے تھے وہ یہاں بیان کیے جا رہے ہیں۔

جب مزارعت میں مدت کا تعین نہ کیا جائے تو اس کی صحت میں اختلافِ فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس باب کا عنوان قائم کیا ہے: جب مزارعت میں سالوں کی تعداد معین نہ کی جائے اور اس میں فقہاء کا اختلاف ہے:

امام مالک' سفیان ثوری' امام شافعی اور ابوثور کے نزدیک یہ مکروہ ہے حتیٰ کہ مزارعت کی مدت مقرر کی جائے اور ابوثور نے کہا ہے کہ مدت کا تعین نہ کیا جائے تو اس مزارعت کو ایک سال پر محمول کیا جائے گا۔

علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ ہمارے بعض اصحاب نے یہ کہا ہے کہ یہ جائز ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ہم جب تک چاہیں گے تم کو اس پر برقرار رکھیں گے' اور آپ کے اس ارشاد میں یہ دلیل ہے کہ کھجور کے درختوں کو مساقات پر دینا اور زمین کو مساقات پر دینا جائز ہے خواہ اس میں سالوں کا تعین نہ کیا جائے اور اس میں زمین اور باغ کے مالک کے لیے یہ جائز ہوگا کہ وہ جب چاہے مزارع کو اور باغ کی دیکھ بھال کرنے والے کو زمین اور باغ سے نکال دے' اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مزارعت اور کرائے میں فرق ہے کیونکہ مدت کا تعین کیے بغیر زمین کو کرائے پر دینا جائز نہیں ہے اور اس میں زمین کا مالک جب چاہے کرائے دار کو زمین سے نکال نہیں سکتا' اور اس میں فقہاء کا اتفاق ہے کہ مکانوں کو اور زمینوں کو بغیر مدت کے تعین کے کرائے پر دینا جائز نہیں ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں کو زمین کی پیداوار کے عوض جو زمین دی تھی' اس کا تقاضا ایک سال کے لیے تھا حتیٰ کہ آپ اس کی اکثر مدت کو

بیان فرمادیتے' خلاصہ یہ ہے کہ مزارعت میں مدت کا تعین ضروری ہے اور عنقریب اس کی زیادہ وضاحت آئے گی۔

(شرح ابن بطال ج ٦ ص ٣٨٧ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی' علامہ ابن بطال کی اس عبارت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ جو فقہاء مزارعت کی صحت اور اس کے جواز کے قائل ہیں' ان کے نزدیک یہ ضروری ہے کہ یہ بیان کیا جائے کہ یہ مزارعت ایک سال کی ہے یا دو سال کی ہے اور اگر اس نے اتنی کم مدت بیان کی جس میں زراعت نہیں ہو سکتی یا اتنی زیادہ مدت بیان کی' جس میں فریقین میں سے کوئی بھی عادۃً زندہ نہیں رہے گا تو یہ مزارعت فاسد ہو جائے گی' محمد بن سلمہ اور امام احمد سے روایت ہے کہ مدت کے بیان کے بغیر بھی مزارعت صحیح ہے' کیونکہ یہ عقد جائز غیر لازم ہے اور اکثر فقہاء کے نزدیک یہ عقد لازم ہے۔

(عمدۃ القاری ج ١٢ ص ٢٣٧ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

١٠ - بَابٌ

باب

امام بخاری نے اس باب کا عنوان نہیں لکھا اور یہ باب اس سے پہلے اور اس کے بعد والے باب کے درمیان بہ منزلہ فصل ہے۔

٢٣٣٠ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ عَمْرٌو قُلْتُ لِطَاوُسٍ لَوْ تَرَكْتَ الْمُخَابَرَةَ' فَإِنَّهُمْ يَزْعُمُوْنَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْهُ! قَالَ اَيْ عَمْرُو! إِنِّيْ اُعْطِيْهِمْ وَاُعِيْنُهُمْ' وَاِنَّ اَعْلَمَهُمْ اَخْبَرَنِيْ يَعْنِي ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَنْهَ عَنْهُ' وَلٰكِنْ قَالَ اَنْ يَّمْنَحَ اَحَدُكُمْ اَخَاهُ' خَيْرٌ لَّهُ مِنْ اَنْ يَّأْخُذَ عَلَيْهِ خَرْجًا مَّعْلُوْمًا.

[اطراف الحدیث: ٢٣٤٢-٢٣٤٢-٢٦٣٤]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمرو نے حدیث بیان کی کہ میں نے طاؤس سے کہا: کاش! تم مخابرہ کو ترک کر دیتے کیونکہ یہ لوگ (حضرت رافع بن خدیج وغیرہ) کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا تھا۔ طاؤس نے کہا: اے عمرو! میں لوگوں کو (زمین) دیتا ہوں اور ان کی معاونت کرتا ہوں اور صحابہ کے سب سے بڑے عالم یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے مجھے خبر دی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع نہیں فرمایا بلکہ آپ نے صرف یہ منع فرمایا تھا کہ اگر کوئی شخص اپنے بھائی کو اپنی زمین بلا معاوضہ دے تو وہ اس سے بہتر ہے کہ وہ اس سے کچھ معاوضہ لے۔

(صحیح مسلم: ١٥٥٠' الرقم المسلسل: ٣٨٤٨' سنن ابوداؤد: ٣٣٨٩' سنن نسائی: ٣٨٧٣' سنن ابن ماجہ: ٢٤٥٦' المعجم الکبیر: ١٠٨٨٠' سنن بیہقی ج ٦ ص ١٣٤' شرح السنہ: ١٦٨٧' مسند احمد ج ١ ص ٢٣٤ طبع قدیم' مسند احمد: ٢٠٨٧ - ج ٣ ص ٥٠٦' موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

مخابرہ کا لغوی اور اصطلاحی معنی اور مخابرہ اور مزارعت کا فرق

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ''مخابرۃ'' کا لفظ ہے' ''مخابرۃ'' کا لفظ ''خبرۃ'' سے ماخوذ ہے' اس کا معنی ہے: حصہ' یا یہ لفظ ''خیبر'' سے ماخوذ ہے' کیونکہ زمین کی پیداوار کا معاوضہ سب سے پہلے خیبر میں ہوا تھا اور ''مخابرۃ'' کا اصطلاحی معنی ہے: زمین کی بعض پیداوار کے عوض اس میں کھیتی باڑی کرنا' مزارعت کا بھی یہی معنی ہے لیکن ان دونوں میں یہ فرق ہے کہ مخابرہ میں بیج عامل کی طرف سے ہوتا ہے اور مزارعت میں بیج زمین کے مالک کی طرف سے ہوتا ہے۔

زمین کو کرائے پر دینے سے ممانعت کی توجیہ

حضرت ابن عباس کے اس قول سے غرض یہ ہے کہ زمین مزارع کو عاریۃً عطا کی جائے کیونکہ زمین کے کرائے میں زمین کے مالک اور مزارع کے درمیان اختلاف ہو جاتا تھا اور لڑائی کی نوبت آ جاتی تھی۔ امام طحاوی نے اپنی سند کے ساتھ یہ حدیث حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کی مغفرت فرمائے' اللہ کی قسم! مجھ کو ان سے زیادہ حدیث کا علم تھا' کرائے سے ممانعت کی وجہ صرف یہ ہے کہ انصار کے دو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لڑتے ہوئے آئے' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر تمہاری یہی روش ہے تو پھر تم زمینوں کو کرائے پر نہ دیا کرو۔

(سنن ابوداؤد: ۳۳۹۰' سنن نسائی: ۳۹۳۷' سنن ابن ماجہ: ۲۴۶۱)

امام طحاوی نے کہا: یہ حضرت زید بن ثابت ہیں جو بتا رہے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو زمینوں کو کرائے پر دینے سے منع فرمایا تھا' وہ بہ طورِ تحریم نہیں تھا بلکہ بہ طورِ کراہت تھا' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کے درمیان شر کے وقوع کو ناپسند فرمایا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۲۴۰۔ ۲۳۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۳۸۴۸۔ ج ۴ ص ۲۲۷ میں مذکور ہے' اس کی شرح کے عنوان ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔

۱۱ - بَابُ الْمُزَارَعَةِ مَعَ الْيَهُوْدِ
یہود کے ساتھ مزارعت

۲۳۳۱ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ ابْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ' عَنْ نَّافِعٍ' عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْطٰى خَيْبَرَ الْيَهُوْدَ عَلٰى اَنْ يَّعْمَلُوْهَا وَيَزْرَعُوْهَا' وَلَهُمْ شَطْرُ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد ابن مقاتل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں عبید اللہ نے خبر دی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہود کو خیبر اس شرط پر عطا کیا کہ وہ اس میں کھیتی باڑی کریں اور ان کو اس زمین کی پیداوار کا نصف ملے گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۲۸۵' اور ۲۳۲۸ میں گزر چکی ہے۔

۱۲ - بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ الشُّرُوْطِ فِي الْمُزَارَعَةِ
مزارعت میں جن شرائط کا لگانا مکروہ ہے

۲۳۳۲ - حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ قَالَ اَخْبَرَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ' عَنْ يَّحْيٰى قَالَ سَمِعَ حَنْظَلَةَ الزُّرَقِيَّ' عَنْ رَّافِعٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كُنَّا اَكْثَرَ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ حَقْلًا' وَكَانَ اَحَدُنَا يُكْرِي اَرْضَهٗ' فَيَقُوْلُ هٰذِهِ الْقِطْعَةُ لِيْ وَهٰذِهٖ لَكَ' فَرُبَّمَا اَخْرَجَتْ ذِهٖ وَلَمْ تُخْرِجْ ذِهٖ' فَنَهَاهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں صدقہ بن الفضل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن عیینہ نے خبر دی از یحییٰ' انہوں نے کہا کہ حنظلہ الزرقی نے حضرت رافع رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم اہل مدینہ میں سب سے زیادہ کھیتی باڑی کرنے والے تھے' ہم میں سے کوئی ایک شخص اپنی زمین کو کرائے پر دیتا تھا اور کہتا تھا کہ زمین کا یہ قطعہ میرے لیے ہے اور وہ قطعہ تمہارے لیے ہے اور بسا اوقات اس زمین سے پیداوار ہوتی اور اُس زمین

سے پیداوار نہ ہوتی' پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو منع فرمادیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۲۸٦ میں گزر چکی ہے۔امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس حدیث میں مزارعت کے اندر مکروہ شرط کا بیان ہے۔

١٣ - بَابٌ إِذَا زَرَعَ بِمَالِ قَوْمٍ بِغَيْرِ إِذْنِهِمْ، وَكَانَ فِي ذٰلِكَ صَلَاحٌ لَّهُمْ

جب کوئی شخص کسی قوم کی اجازت کے بغیر اس کے مال میں زراعت کرے اور اس زراعت میں اس قوم کے لیے خیر ہو

٢٣٣٣ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو ضَمْرَةَ قَالَ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ، عَنْ نَّافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَمَا ثَلَاثَةُ نَفَرٍ يَّمْشُونَ أَخَذَهُمُ الْمَطَرُ، فَأَوَوْا إِلٰى غَارٍ فِي جَبَلٍ، فَانْحَطَّتْ عَلٰى فَمِ غَارِهِمْ صَخْرَةٌ مِّنَ الْجَبَلِ فَانْطَبَقَتْ عَلَيْهِمْ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ انْظُرُوا أَعْمَالًا عَمِلْتُمُوهَا صَالِحَةً لِّلّٰهِ، فَادْعُوا اللّٰهَ بِهَا لَعَلَّهُ يُفَرِّجُهَا عَنْكُمْ، قَالَ أَحَدُهُمُ اللّٰهُمَّ إِنَّهُ كَانَ لِي وَالِدَانِ شَيْخَانِ كَبِيرَانِ، وَلِي صِبْيَةٌ صِغَارٌ، كُنْتُ أَرْعٰى عَلَيْهِمْ، فَإِذَا رُحْتُ عَلَيْهِمْ حَلَبْتُ، فَبَدَأْتُ بِوَالِدَيَّ أَسْقِيهِمَا قَبْلَ بَنِيَّ، وَإِنِّي اسْتَأْخَرْتُ ذَاتَ يَوْمٍ، فَلَمْ اٰتِ حَتّٰى أَمْسَيْتُ، فَوَجَدْتُّهُمَا نَامَا، فَحَلَبْتُ كَمَا كُنْتُ أَحْلُبُ، فَقُمْتُ عِنْدَ رُؤُوسِهِمَا، أَكْرَهُ أَنْ أُوقِظَهُمَا، وَأَكْرَهُ أَنْ أَسْقِيَ الصِّبْيَةَ، وَالصِّبْيَةُ يَتَضَاغَوْنَ عِنْدَ قَدَمَيَّ حَتّٰى طَلَعَ الْفَجْرُ، فَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّي فَعَلْتُهُ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَافْرُجْ لَنَا فَرْجَةً نَرٰى مِنْهَا السَّمَاءَ، فَفَرَجَ اللّٰهُ فَرَأَوُا السَّمَاءَ، وَقَالَ الْاٰخَرُ اللّٰهُمَّ إِنَّهَا كَانَتْ لِي بِنْتُ عَمٍّ أَحْبَبْتُهَا كَأَشَدِّ مَا يُحِبُّ الرِّجَالُ النِّسَاءَ، فَطَلَبْتُ مِنْهَا فَأَبَتْ حَتّٰى أَتَيْتُهَا بِمِائَةِ دِينَارٍ، فَبَغَيْتُ حَتّٰى جَمَعْتُهَا، فَلَمَّا وَقَعْتُ بَيْنَ رِجْلَيْهَا قَالَتْ يَا عَبْدَ اللّٰهِ! اتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تَفْتَحِ الْخَاتَمَ إِلَّا بِحَقِّهِ، فَقُمْتُ، فَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّي فَعَلْتُهُ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَافْرُجْ عَنَّا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوضمرہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں موسیٰ بن عقبہ نے حدیث بیان کی از نافع از عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس وقت تین شخص سفر کر رہے تھے تو ان پر بارش ہونے لگی' سو انہوں نے پہاڑ کے ایک غار میں پناہ لی تو غار کا منہ ان پر بند ہو گیا' تو ان کے غار کے منہ پر پہاڑ کی ایک چٹان آ کر گر گئی' تب انہوں نے ایک دوسرے سے کہا: تم نے جو اللہ کے لیے نیک اعمال کیے ہیں ان پر غور کرو اور ان اعمال کے وسیلہ سے اللہ سے دعا کرو' شاید کہ اللہ تعالیٰ تم سے کشادگی کر دے' تب ان میں سے ایک نے اللہ سے دعا کی: اے اللہ! بے شک میرے دو بوڑھے ماں باپ تھے اور میرے چھوٹے چھوٹے بچے تھے' میں ان کی خاطر بکریاں چراتا تھا' پھر جب میں شام کو ان کے پاس آتا تو دودھ دوہتا' میں اپنے بچوں سے پہلے اپنے ماں باپ کو دودھ پلاتا' ایک دن مجھے تاخیر ہو گئی تو میں وقت پر نہیں پہنچ سکا حتیٰ کہ شام ہو گئی' پس میں نے اپنے ماں باپ کو سوئے ہوئے پایا' سو میں جس طرح دودھ دوہتا تھا' اس طرح میں نے دودھ دوہا' اور میں اپنے ماں باپ کے سرہانے کھڑا رہا' میں ان کو جگانا ناپسند کرتا تھا اور (ان سے پہلے) بچوں کو دودھ پلانا' ناپسند کرتا تھا' بچے میرے قدموں کے پاس (بھوک سے) چلاتے رہے حتیٰ کہ فجر طلوع ہو گئی' پس اگر تو جانتا ہے کہ میں نے یہ کام محض تیری رضا جوئی کے لیے کیا ہے' سو تو ہمارے لیے (اس غار کے منہ کو) کچھ کشادہ کر دے تاکہ ہم آسمان کو دیکھ لیں' پس اللہ تعالیٰ نے کچھ کشادگی کر دی تو انہوں نے آسمان کو دیکھ لیا' اور دوسرے نے

فَرْجَةٌ فَفَرَجَ وَقَالَ الثَّالِثُ اَللّٰهُمَّ اِنِّي اسْتَأْجَرْتُ اَجِيْرًا بِفَرَقِ اَرُزٍّ، فَلَمَّا قَضٰى عَمَلَهُ قَالَ اَعْطِنِيْ حَقِّيْ، فَعَرَضْتُ عَلَيْهِ فَرَغِبَ عَنْهُ فَلَمْ اَزَلْ اَزْرَعُهُ حَتّٰى جَمَعْتُ مِنْهُ بَقَرًا وَّرَاعِيَهَا، فَجَاءَ نِيْ فَقَالَ اِتَّقِ اللّٰهَ، فَقُلْتُ اِذْهَبْ اِلٰى ذٰلِكَ الْبَقَرِ وَرُعَاتِهَا فَخُذْ، فَقَالَ اِتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تَسْتَهْزِئْ بِيْ، فَقُلْتُ اِنِّيْ لَا اَسْتَهْزِئُ بِكَ فَخُذْ، فَاَخَذَهُ، فَاِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنِّيْ فَعَلْتُ ذٰلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ، فَافْرُجْ مَا بَقِيَ فَفَرَجَ اللّٰهُ. قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ وَقَالَ ابْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ فَسَعَيْتُ.

دعا کی: اے اللہ! بے شک میرے چچا کی ایک بیٹی تھی' میں اس سے اتنی زیادہ محبت کرتا تھا جتنی محبت مرد عورتوں سے کرتے ہیں' میں نے اس سے اپنی خواہش طلب کی تو اس نے انکار کیا حتیٰ کہ میں اس کو سو دینار لا کر دوں' پس میں نے دینار تلاش کیے حتیٰ کہ میں نے ان کو جمع کر لیا' پس جب میں اس کی دو ٹانگوں کے درمیان بیٹھا تو اس نے کہا: اے اللہ کے بندے! اللہ سے ڈر! اور ناحق مُہر کو نہ توڑ' پس میں کھڑا ہو گیا' پس اگر تو جانتا ہے کہ میں نے یہ فعل محض تیری رضا کے لیے کیا ہے' سو تو ہمارے اس غار کا منہ کچھ کشادہ کر دے' پس اللہ نے غار کا منہ (کچھ اور) کشادہ کر دیا اور تیسرے شخص نے دعا کی: میں نے تین صاع (بارہ کلو) چاولوں کے عوض ایک مزدور رکھا' پس جب اس نے اپنا کام پورا کر لیا' تو اس نے کہا: مجھے میرا حق دو' میں نے اس پر (وہ چاول) پیش کیے' اس نے ان سے اعراض کیا' پھر میں ان چاولوں کی کاشت کرتا رہا' حتیٰ کہ میں نے ان سے گائیں اور چرواہے رکھ لیے' پھر ایک دن وہ میرے پاس آیا اور کہا: اللہ سے ڈرو! میں نے اس سے کہا: ان گایوں اور ان کے چرواہوں کی طرف جاؤ اور ان کو لے جاؤ' اس نے کہا: اللہ سے ڈرو! اور میرے ساتھ مذاق نہ کرو' میں نے کہا: میں تمہارے ساتھ مذاق نہیں کر رہا' تم ان کو لے جاؤ' پس وہ ان کو لے گیا' پس اگر تو جانتا ہے کہ میں نے یہ کام محض تیری رضا کے لیے کیا تھا' سو تو غار کے باقی منہ کو بھی کشادہ کر دے' تو اللہ نے غار کا (باقی منہ بھی) کشادہ کر دیا۔ امام ابوعبداللہ بخاری نے کہا: اور ابن عقبہ نے بیان کیا از نافع: پس میں نے کوشش کی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۲۱۵ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں یہ بیان ہے کہ اس تیسرے شخص نے اس مزدور کے چاولوں کی اس کی اجازت کے بغیر کاشت کی اور اس کاشت میں اس مزدور کا فائدہ تھا۔

١٤ - بَابُ اَوْقَافِ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَاَرْضِ الْخَرَاجِ وَمُزَارَعَتِهِمْ وَمُعَامَلَتِهِمْ

صحابہ کی وقف شدہ املاک اور خراج کی زمین اور ان کی مزارعت اور ان کا عمل کرنا

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعُمَرَ

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: (اس باغ کی)

تَـصَدَّقْ بِاَصْلِهٖ لَا يُبَاعُ، وَلٰكِنْ يُنْفَقُ ثَمَرُهٗ. فَتَصَدَّقَ بِهٖ.

اصل زمین کو وقف کر دو تا کہ اس کو فروخت نہ کیا جا سکے لیکن اس کے پھل خرچ کیے جائیں گے تو حضرت عمر نے اصل زمین کو وقف کر دیا۔

امام بخاری نے اس تعلیق کی سند موصول کے ساتھ صحیح البخاری: ۲۷۷۲ میں روایت کی ہے۔

٢٣٣٤ - حَدَّثَنَا صَدَقَةُ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ، عَنْ مَّالِكٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ، عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ لَوْ لَا اٰخِرُ الْمُسْلِمِيْنَ، مَا فَتَحْتُ قَرْيَةً اِلَّا قَسَمْتُهَا بَيْنَ اَهْلِهَا، كَمَا قَسَمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْبَرَ. [اطراف الحدیث: ۳۱۲۵۔ ۴۲۳۵۔ ۴۲۳۶] (سنن ابوداؤد: ۳۰۲۰)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہم کو صدقہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہم کو عبدالرحمان نے خبر دی از امام مالک از زید بن اسلم انہوں نے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر مجھے بعد میں آنے والے مسلمانوں کا خیال نہ ہوتا تو میں جتنے شہر بھی فتح کرتا تو انہیں فتح کرنے والوں میں ہی تقسیم کر دیتا جیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کی زمین تقسیم کی تھی (لیکن چونکہ مجھے فتوحات کی کثرت کے پیش نظر بعد میں آنے والے مسلمانوں کا بھی خیال ہے اس لیے میں ایسا نہیں کرتا)۔

صحابہ کرام کے وقف کردہ اُمور زمین کا خراج، اس کی مزارعت اور اس کا معاملہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب عراق کو فتح کیا تو عراق کے مضافات اور وہاں کی زمینیں وہاں کے ذمیوں کو دے دیں اور ان سے زمین کی کاشت کاری پر خراج وصول کیا تاکہ اس سے مسلمانوں کے بیت المال میں اضافہ ہو اور اس کی آمدنی کو وہاں کے فقراء مسلمین پر خرچ کیا جا سکے اور بیت المال کے اموال سے بعد والے مسلمان بھی فائدہ اٹھا سکیں۔

(فتح الباری ج ۳ ص ۱۴۷ دارالمعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

وقف کی تعریف، اس کا حکم، اس کا سبب، اس کا محل، وقف کے الفاظ اور اس کی شرائط

امام بخاری نے اس حدیث کے عنوان میں دو چیزیں ذکر کی ہیں: ایک وقف اور دوسرا اخراج، پہلے ہم وقف کی تعریف کر رہے ہیں:

علامہ علاء الدین محمد بن علی بن محمد الحصکفی الحنفی المتوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

وقف کا لغوی معنی ہے: کسی چیز کو روک لینا اور مقید کر دینا۔

امام ابوحنیفہ کے نزدیک وقف کا شرعی معنی ہے: واقف کسی مخصوص چیز کو اپنی ملک میں روک لے اور اس کو اپنی ملکیت میں محفوظ اور مقید کر لے اور اس کی منفعت کو صدقہ کر دے خواہ اجمالی طور پر۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک یہ وقف عاریت کی طرح جائز ہے لازم نہیں ہے۔

علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ اس عبارت کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ محمد قہستانی متوفی ۹۶۲ھ نے اس کی تعریف میں لکھا ہے:

کسی مخصوص چیز میں دوسروں کے تصرف کو منع کر دینا اور اس چیز کو واقف کا اپنی ملکیت میں رکھنا، پس وہ چیز اس کی زندگی میں اس کی ملکیت میں باقی رہے گی اور اس کے مرنے کے بعد اس کے ورثاء کی ملکیت ہو گی اور اس چیز کو بیچا جائے گا اور نہ اس کو ہبہ کیا جا

سکے گا۔

علامہ علاء الدین حصکفی حنفی لکھتے ہیں:

امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک وقف کا شرعی معنی ہے: کسی مخصوص چیز کو اللہ تعالیٰ کی ملکیت کے حکم پر باقی رکھنا اور اس کی منفعت کو واقف کا اپنی پسند کے مطابق خرچ کرنا خواہ غنی پر خرچ کرے' پس وقف کرنے کے بعد یہ لازم ہو جاتا ہے' اب واقف کے لیے اس وقف کو باطل کرنا جائز نہیں ہے' اس میں واقف کی وراثت جاری نہیں ہوگی۔ (علامہ ابن ہمام وابن الشحنہ)

وقف کا سبب دنیا میں اپنی محبوب اور پسندیدہ چیز سے اپنے دوستوں' رشتہ داروں اور فقراء کو نفع پہنچانا ہے اور آخرت میں ثواب کی نیت کرنا ہے' اور وقف کی نذر ماننے کی وجہ سے وقف کرنا واجب ہو جاتا ہے' پھر اس چیز کا یا اس کی قیمت کا صدقہ کرنا واجب ہوتا ہے۔

وقف کا محل قیمت والا مال ہے خواہ وہ غیر منقول شی ہو یا منقول ہو۔

وقف کے الفاظ یہ ہیں: مثلاً وہ یہ کہے کہ میں اس گھر کی آمدنی کو مساکین کے لیے دائماً وقف کرتا ہوں یا کہے کہ میرے مرنے کے بعد میرا یہ گھر وقف ہوگا (جب کہ وہ تہائی مال یا اس سے کم ہو)۔

وقف کی شرط یہ ہے کہ وہ مخصوص چیز اس کی صحیح ملکیت میں ہو اور وہ اس میں عبادت اور قربِ الٰہی کی نیت کرے اور اس کا وقف فی الفور نافذ ہو' معلق نہ ہو' مثلاً یہ نہ کہے کہ جب فلاں شخص آئے گا تو یہ وقف ہوگا اور وہ کسی چیز کی طرف مضاف نہ ہو' مثلاً میں مر وں گا تو یہ وقف ہوگا اور نہ مؤقت ہو' مثلاً یہ ایک ماہ کے لیے وقف ہوگا اور وقف کرنے سے اس چیز سے اس کی ملکیت زائل ہو جائے گی۔

(الدر المختار مع رد المحتار ج ۶ ص ۴۱۲۔۴۰۶ ملخصاً' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

سوادِ عراق (عراق کے مضافات اور دیہاتوں) کے متعلق حضرت عمر اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کا مؤقف اور سوادِ عراق کے خراج کی مقدار

امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم متوفی ۱۸۲ھ لکھتے ہیں:

امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: جب عراق کے سواد (مضافات اور دیہات) فتح ہو گئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ سے اس کے متعلق مشورہ کیا' تو عام صحابہ کی رائے یہ تھی کہ ان زمینوں کو مجاہدین کے درمیان تقسیم کر دیا جائے' حضرت بلال بن رباح رضی اللہ عنہ اس مؤقف اور اس رائے پر سب سے زیادہ اصرار کر رہے تھے' اور حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ کی بھی یہی رائے تھی کہ حضرت عمر سوادِ عراق کو مجاہدین میں تقسیم کر دیں جب کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے یہ تھی کہ ان زمینوں کو اسی طرح چھوڑ دیا جائے اور ان کو مجاہدین کے درمیان تقسیم نہ کیا جائے' اور جب ان صحابہ نے ان زمینوں کے تقسیم کرنے پر بہت زیادہ اصرار کیا تو حضرت عمر نے دعا کی: اے اللہ! تو بلال اور ان کے اصحاب کے لیے مجھ سے کافی ہو جا (یعنی میری طرف سے تو ان پر حجت قائم کر دے)' حضرت عثمان' حضرت علی اور حضرت طلحہ نے بھی حضرت عمر کی رائے کی حمایت کی تھی' پھر کئی دنوں تک یہ معاملہ اسی طرح چلتا رہا' حتیٰ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: مجھے سوادِ عراق کو اپنے حال پر چھوڑنے کے متعلق اور ان کو مجاہدین کے درمیان تقسیم نہ کرنے کے متعلق قرآن مجید سے دلیل مل گئی ہے اور وہ یہ آیت ہے:

لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِیْنَ الَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ یَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّیَنْصُرُوْنَ	(یہ اموال) ان فقراء مہاجرین کے لیے ہیں جن کو ان کے گھروں سے اور ان کے اموال سے نکال دیا گیا' وہ اللہ کے فضل

اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ○وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَّمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ○وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ (الآیۃ) (الحشر: ۹۔۸)

اور اس کی رضا کو طلب کرتے ہیں اور اللہ (کے دین) کی اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں' وہی سچے ہیں○ اور (یہ اموال) ان لوگوں کے لیے ہیں جو دارِ ہجرت سے دارِ ایمان میں ان سے پہلے جگہ بنا چکے ہیں (یعنی انصار) اور وہ ان سے محبت کرتے ہیں جو ان کی طرف ہجرت کر کے آئے' اور وہ اپنے دلوں میں اس چیز کی کوئی طلب نہیں پاتے جو ان مہاجروں کو دی گئی ہے اور وہ دوسروں کو اپنے اوپر ترجیح دیتے ہیں خواہ انہیں شدید ضرورت ہو اور جن کو ان کے نفسوں کے بخل سے بچایا گیا' سو وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں○ (اور یہ اموال) ان کے لیے ہیں جو ان (مہاجرین اور انصار) کے بعد آئے۔

حضرت عمر نے کہا: پس میں ان زمینوں کو تمہارے لیے کیسے تقسیم کر دوں اور ان کے بعد میں آنے والے مسلمانوں کو بغیر تقسیم کے چھوڑ دوں' پھر حضرت عمر نے ان زمینوں کو وہاں کے رہنے والے اہل ذمہ پر چھوڑنے کا عزم کر لیا اور وہاں کے رہنے والوں پر ان زمینوں کا خراج مقرر کیا اور ان کے نفوس کے اوپر جزیہ مقرر کیا' حضرت عمر نے سوادِ عراق کی پیمائش کرائی تو وہ زمینیں دس لاکھ تیس جریب تھیں' حضرت عمر نے کھیت کے ہر جریب (تیس گز زمین) پر ایک قفیز (چھ کلو گندم یا جو) اور ایک درہم خراج مقرر کیا اور انگوروں پر دس درہم اور تازہ کھجوروں پر پانچ درہم خراج مقرر کیا اور ہر ذمی کے نفس پر حسب حیثیت بارہ درہم اور چوبیس درہم اور اڑتالیس درہم جزیہ مقرر کیا۔ (کتاب الخراج ص ۳۶۔۳۵' المطبعۃ السلفیہ ومکتبتھا' ۲۱ شارع الفتح' بالروضہ)

حضرت عمر کے استدلال کی تقریر اور سوشلسٹ حضرات کی دلیل کا جواب

میں کہتا ہوں کہ الحشر: ۸ سے حضرت عمر رضی اللہ کے استدلال کی تقریر اس طرح ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مفتوحہ زمینوں کی آمدنی کا مستحق بعد میں آنے والے مسلمانوں کو بھی قرار دیا ہے' پس اگر سوادِ عراق کی زمینیں مجاہدین میں تقسیم کر دی جاتیں تو یہ زمینیں ان مجاہدین کی نجی ملکیت ہو جاتیں اور بعد میں آنے والے مسلمانوں کی فلاح کے لیے بیت المال میں کوئی مد یا حصہ نہیں ہوتا اور جب یہ زمینیں وہاں کے رہنے والے ذمیوں کو دی گئیں اور ان سے خراج وصول کر کے بیت المال میں داخل کیا گیا تو بیت المال کی رقم سے بعد میں آنے والے مسلمانوں کی فلاح اور اعانت کی بھی سبیل پیدا ہو گئی اور قرآن مجید کا یہ منشاء پورا ہو گیا کہ اس نے الحشر: ۸ میں مفتوحہ زمینوں سے حاصل ہونے والے اموال میں بعد میں آنے والے مسلمانوں کا بھی حق رکھا ہے جب کہ مجاہدین کو عراق کے اموالِ غنیمت سے تو بہر حال حصہ مل چکا تھا۔ حضرت عمر نے مہاجرین میں سے ہر ایک کو پانچ ہزار درہم اور انصار میں سے ہر ایک کو تین ہزار درہم دیئے' اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواجِ مطہرات کو بارہ ہزار درہم دیئے۔ (کتاب الخراج ص ۴۵' المطبعۃ السلفیہ) خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ نے اموالِ غنیمت میں سے مجاہدین کو دیا اور سوادِ عراق کے خراج کو بیت المال میں داخل کر کے بعد میں آنے والے مسلمانوں کے نفع کے لیے محفوظ رکھا' چونکہ حضرت عمر رضی اللہ نے سوادِ عراق کی اراضی وہاں کے باشندوں کی ملکیت میں دے دی تھی' اس لیے سوشلسٹوں کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ نے سوادِ عراق کی زمینوں کو قومی ملکیت میں لے لیا تھا یا اس میں سوشلزم کی کوئی دلیل ہے!

خراج اور سوادِ عراق کے متعلق فقہاء امت کی تصریحات

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ لکھتے ہیں:

حضرت عمر رضی اللہ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے مضافات اور پہاڑی علاقوں پر خراج مقرر کیا۔ (الطبقات الکبریٰ ج ۳ ص ۲۸۲ دار صادر بیروت) علامہ محمود بن صدر الشریعہ ابن مازہ البخاری الحنفی المتوفی ۶۱۶ھ لکھتے ہیں: سوادِ عراق (عراق کے مضافات اور بستیوں) کی زمین حضرت عمر رضی اللہ کے قصہ کی وجہ سے خراجی ہے اسی طرح جو پہاڑی زمینیں سوادِ عراق کے قریب ہیں جیسے طبرستان وغیرہ کی زمینیں وہ خراجی ہیں' حضرت عمر رضی اللہ نے پہاڑی زمین والوں اور مضافات والوں پر خراج مقرر کیا۔

اسی طرح ہر وہ زمین جس کو جنگ اور غلبہ کی وجہ سے فتح کیا گیا ہو' اور اس زمین کو اس علاقہ کے لوگوں پر چھوڑ دیا گیا ہو' وہ خراجی ہے' جس طرح سیدنا عمر رضی اللہ نے سوادِ عراق میں کیا تھا' اسی طرح جس شہر کے لوگ حاکم سے ذمہ طلب کریں اور حاکم ان کو اثبات میں جواب دے اور ان کی زمینوں پر خراج مقرر کر دے اور یہ اس لیے ہے کہ زمین کا وظیفہ اصل میں خراج ہے اور اگر بعض زمینوں کے مالک پہلے مسلمان ہوں تو ان کی زمینوں کا خراج عشر کی طرف منتقل ہو جاتا ہے' ورنہ اس زمین پر اصل کے مطابق خراج ہی ہوتا ہے۔

(المحیط البرہانی ج ۳ ص ۲۹۴' ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۴۲۴ھ)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

سوادِ عراق یعنی عراق کی بستیاں' اسی طرح ہر وہ شہر جو جنگ سے فتح ہوا ہو' اور وہاں کے رہنے والوں کو وہاں پر برقرار رکھا گیا ہو یا ان سے صلح کر لی گئی ہو' اور ان کی زمینوں پر خراج مقرر کیا گیا ہو تو وہ زمینیں وہاں کے رہنے والوں کی ملکیت ہیں۔ (در منتقیٰ) میں کہتا ہوں کہ صحیح یہ ہے کہ شام اور مصر کی زمینیں بھی اسی طرح جنگ سے فتح کی گئی ہیں اور وہاں کے رہنے والوں کو خراج کے عوض وہاں پر برقرار رکھا گیا ہے' کیوں کہ امام ابو یوسف نے کتاب الخراج میں کہا ہے: ان زمینوں کو جب (مجاہدین میں) تقسیم کر دیا جائے تو یہ عشری زمینیں ہیں اور اگر امام ان زمینوں کو وہاں کے ان رہنے والوں کے قبضہ میں رہنے دے' جن پر فتح حاصل کی گئی ہے تو یہ بھی مستحسن ہے کیونکہ مسلمانوں نے عراق' شام اور مصر کی زمینوں کو فتح کیا اور ان کو بالکل تقسیم نہیں کیا بلکہ حضرت عمر رضی اللہ نے ان پر خراج مقرر کیا اور اس میں خمس نہیں ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ سوادِ عراق کی زمینیں وہاں کے رہنے والوں کی ملکیت ہیں۔

(ردّ المحتار ج ۶ ص ۲۱۹' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

۱۵ - بَابُ مَنْ اَحْيَا اَرْضًا مَّوَاتًا — جس نے غیر آباد زمین کو آباد کیا

''ارضِ موات'' (مردہ زمین)' اس کو زندہ کرنے کا معنی اور اس کا حکم

اس عنوان میں ''ارض مَوَات'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: بنجر اور غیر آباد زمین۔ امام طحاوی نے لکھا ہے کہ یہ وہ زمین ہے جو کسی کی ملکیت ہو' اور نہ اس کا تعلق شہر کے مصالح اور فوائد سے ہو اور وہ شہر سے باہر ہو' خواہ وہ شہر کے قریب ہو یا شہر سے بعید ہو۔ اسی طرح ظاہر الروایہ میں ہے۔ القزاز نے کہا ہے کہ ارض موات' وہ زمین ہے جس میں تعمیر نہ کی گئی ہو' اور اس مردہ زمین کو زندہ کرنے کا معنی یہ ہے کہ کسی شخص کو یہ معلوم نہ ہو کہ اس شخص کا کوئی مالک ہے' وہ اس زمین کو پانی سے سیراب کرے اور اس میں کھیت لگائے یا درخت اُگائے یا مکان بنائے تو اس کام سے وہ زمین اس کی ملکیت ہو جائے گی خواہ وہ آبادی کے قریب ہو یا آبادی سے دور ہو' اور اس کو سربراہِ ملک نے اس کی اجازت دی ہو یا نہ دی ہو۔ یہ تعریف جمہور نے کی ہے' اور امام ابو حنیفہ نے یہ کہا ہے کہ اس زمین کو آباد کرنے سے پہلے سربراہ ملک یا امیر شہر سے اجازت حاصل کرنا ضروری ہے اور امام مالک نے کہا ہے کہ وہ زمین آبادی کے قریب ہو'

اور قرب کا ضابطہ یہ ہے کہ آبادی والوں کو اس جگہ کوئی کام پڑتا ہو مثلاً وہ وہاں بکریاں چراتے ہوں۔

(عمدۃ القاری ج ١٢ ص ٢٤٥ 'دار الکتب العلمیہ بیروت' ١٤٢١ھ)

وَرَاٰی ذٰلِكَ عَلِيٌّ فِيْ اَرْضِ الْخَرَابِ بِالْكُوْفَةِ مَوَاتٌ. وَقَالَ عُمَرُ مَنْ اَحْيَا اَرْضًا مَّيْتَةً فَهِيَ لَهٗ.

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک کوفہ کی بنجر زمین مردہ ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: جس نے مردہ زمین کو زندہ کیا' وہ اُسی کی ہے۔

اس تعلیق کے موافق حدیثِ موصول درج ذیل ہے:

عروہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے کسی مردہ زمین کو زندہ کیا تو وہ اسی کی ہے اور ظالم کی ناجائز کاشت کا کوئی حق نہیں ہے۔ (موطأ امام مالک: ١٤٨٩ 'دار المعرفہ' بیروت)

وَيُرْوٰى عَنْ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ' وَقَالَ فِيْ غَيْرِ حَقِّ مُسْلِمٍ ' وَلَيْسَ لِعِرْقٍ ظَالِمٍ فِيْهِ حَقٌّ.

اور حضرت عمر او ابن عوف رضی اللہ عنہما سے بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس حدیث کی مثل مروی ہے' اور آپ نے مسلمان کی ناحق چیز کے متعلق فرمایا: ظالم کی کاشت کا کوئی حق نہیں ہے۔

اس تعلیق کے موافق حدیث موصول درج ذیل ہے:

کثیر بن عبد اللہ اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے کسی مردہ زمین کو زندہ کیا تو وہ اسی کی ہے اور ظالم کی کاشت کا کوئی حق نہیں ہے۔ (المعجم الکبیر: ٥-٤ - ج ١٧ ص ١٤ - ١٣ 'دار احیاء التراث العربی' بیروت)

وَيُرْوٰى فِيْهِ عَنْ جَابِرٍ ' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس حدیث کی مثل روایت کی گئی ہے۔

اس تعلیق کے موافقت حدیثِ موصول درج ذیل ہے:

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے کسی مردہ زمین کو زندہ کیا تو وہ اسی کی ہے اور ظالم کی کاشت کا کوئی حق نہیں ہے۔ (سنن ابو داؤد: ٣٠٧٣ 'سنن ترمذی: ١٣٧٨)

٢٣٣٥ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ ' عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ جَعْفَرٍ ' عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ' عَنْ عُرْوَةَ ' عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا ' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَعْمَرَ اَرْضًا لَّيْسَتْ لِاَحَدٍ فَهُوَ اَحَقُّ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عبید اللہ بن ابی جعفر از محمد بن عبد الرحمان از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ' آپ نے فرمایا: جس نے کسی ایسی زمین کو آباد کیا جس پر کسی کا حق نہیں تھا تو وہی اس کا زیادہ حق دار ہے۔

امام بخاری اس حدیث کی روایت میں منفرد ہیں۔

قَالَ عُرْوَةُ قَضٰى بِهٖ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فِيْ خِلَافَتِهٖ.

عروہ نے کہا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں اسی کے موافق فیصلہ کیا تھا۔

اس تعلیق کے موافق حدیثِ موصول کو یحییٰ بن آدم نے کتاب الخراج میں روایت کیا ہے۔

بنجر زمین کو آباد کرنے کے متعلق مذاہب ائمہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
اس حدیث سے امام شافعی امام ابو یوسف اور امام محمد نے یہ استدلال کیا ہے کہ بنجر زمین کو آباد کرنے میں سربراہِ ملک یا سربراہِ شہر سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے خواہ وہ زمین شہر کے قریب ہو یا شہر سے دور ہو اور امام مالک نے کہا ہے کہ سربراہِ ملک یا شہر کی اجازت لینا شہر کے قریب کی جگہ میں ضروری ہے اور اگر وہ زمین صحراء یا جنگلات میں ہو اور لوگ اس جگہ میں کاشت کی طمع نہ کرتے ہوں تو پھر سربراہِ ملک کی اجازت کے بغیر بھی وہ کاشت کردہ زمین اسی کی ہے اور امام ابوحنیفہ نے یہ کہا ہے کہ سربراہ کی اجازت کے بغیر کسی کے لیے بنجر زمین کو آباد کرنا جائز نہیں ہے خواہ وہ زمین شہر کے قریب ہو یا شہر سے دور ہو اگر کسی نے سربراہ کی اجازت کے بغیر اس زمین کو آباد کیا تو وہ اس کا مالک نہیں ہوگا۔

سربراہِ ملک کی اجازت لینے پر امام ابوحنیفہ کی دلیل اور امام مالک اور امام شافعی کی دلیل کا جواب

امام ابوحنیفہ کا استدلال اس حدیث سے ہے:
حضرت صعب بن جثامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: چراگاہ (بنانے کا اختیار) صرف اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہے اور امام ابوعبداللہ بخاری نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے النقیع (مدینہ کے قریب ایک جگہ) کو چراگاہ بنایا اور حضرت عمر نے سرف (مکہ کے قریب ایک جگہ) اور ربذہ (مدینہ کے قریب ایک جگہ) کو چراگاہ بنایا۔
(صحیح البخاری: ۲۳۷۰ مصنف عبدالرزاق: ۱۹۷۵۰ المعجم الکبیر: ۷۴۱۹ سنن بیہقی ج ۶ ص ۱۴۶ شرح السنۃ: ۲۱۹۰)

اس حدیث میں "حِمٰی" کا لفظ ہے "حِمٰی" زمین پر بنائی ہوئی چراگاہ کو کہتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ زمینوں کا حکم سربراہانِ مملکت کی طرف مفوض ہے اور اس باب کی احادیث میں جو مذکور ہے کہ جس نے کسی بنجر زمین کو آباد کیا جس پر کسی کا حق نہیں تھا تو وہ اس کی ملکیت ہے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث اور اس قسم کی دوسری احادیث کا محمل یہ ہے کہ جس نے کسی بنجر زمین کو اس کی شرائط کے مطابق آباد کیا تو وہ اس کی ملکیت ہے اور اس کی شرائط میں سے یہ بھی ہے کہ سربراہِ ملک یا شہر سے اس کو آباد کرنے کی اجازت حاصل کرلی جائے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۲۴۸۔۲۴۷ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

١٦ - بَابٌ
باب

امام بخاری نے اس باب کا کوئی عنوان قائم نہیں کیا اور یہ باب اس سے پہلی حدیث اور اس کے بعد والی حدیث کے درمیان بہ منزلہ فصل ہے۔

٢٣٣٦ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُرِيَ وَهُوَ فِي مُعَرَّسِهِ مِنْ ذِي الْحُلَيْفَةِ فِي بَطْنِ الْوَادِي، فَقِيلَ لَهُ إِنَّكَ بِبَطْحَاءَ مُبَارَكَةٍ. فَقَالَ مُوسَى وَقَدْ أَنَاخَ بِنَا سَالِمٌ بِالْمُنَاخِ الَّذِي كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ يُنِيخُ بِهِ، يَتَحَرَّى مُعَرَّسَ رَسُولِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن جعفر نے حدیث بیان کی از موسیٰ بن عقبہ از سالم بن عبداللہ بن عمر از والد خود رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (مکہ جاتے ہوئے) ذوالحلیفہ کے نشیب میں رات کے حصہ میں قیام کیا تو آپ کو خواب میں بتایا گیا کہ آپ مبارک وادی میں ہیں۔ موسیٰ بن عقبہ نے بیان کیا کہ سالم نے بھی ہمارے ساتھ وہیں اونٹ بٹھایا جہاں حضرت ابن عمر اونٹ

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، وَھُوَ اَسْفَلُ مِنَ الْمَسْجِدِ الَّذِیْ بِبَطْنِ الْوَادِیْ، بَیْنَہٗ وَ بَیْنَ الطَّرِیْقِ وَسْطٌ مِّنْ ذٰلِکَ.

بٹھاتے تھے وہ اس جگہ کو تلاش کر رہے تھے جس جگہ رات کے آخری حصہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام کیا تھا' یہ جگہ وادی عقیق کی مسجد کے نشیب میں ہے' وادی عقیق اور راستہ کے درمیان میں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۸۳ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کو ''کتاب المزارعۃ'' میں اس لیے درج کیا ہے کہ ذوالحلیفہ ایسی جگہ ہے کہ وہ جگہ کاشت کاری کرنے سے کسی کی ملکیت میں نہیں آ سکتی کیونکہ عام آدمیوں کا وہاں ٹھہرنا ممنوع ہے' وہ صرف اہل مدینہ کا میقات ہے۔

۲۳۳۷ - حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ بْنُ اِبْرَاھِیْمَ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَیْبُ بْنُ اِسْحَاقَ، عَنِ الْاَوْزَاعِیِّ قَالَ حَدَّثَنِیْ یَحْیٰی، عَنْ عِکْرَمَۃَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اللَّیْلَۃَ اَتَانِیْ اٰتٍ مِّنْ رَّبِّیْ وَھُوَ بِالْعَقِیْقِ اَنْ صَلِّ فِیْ ھٰذَا الْوَادِی الْمُبَارَکِ، وَقُلْ عُمْرَۃٌ فِیْ حَجَّۃٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب بن اسحاق نے خبر دی از اوزاعی' انہوں نے کہا: مجھے یحییٰ نے حدیث بیان کی از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما از حضرت عمر رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا: آج رات میرے رب کی طرف سے میرے پاس ایک آنے والا آیا' اس وقت آپ وادی عقیق میں تھے' اس آنے والے نے کہا: آپ اس مبارک وادی میں نماز پڑھئے اور کہیے کہ عمرہ' حج میں ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۵۳۴ میں گزر چکی ہے۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

بہ ظاہر مذکور الصدر دونوں حدیثوں کی ''کتاب المزارعۃ'' کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں ہے' تاہم علامہ ابن بطال اور علامہ المہلب نے اس سلسلہ میں جو کچھ لکھا ہے' اس کا حاصل یہ ہے کہ ہر چند کہ وادی عقیق بنجر اور غیر آباد زمینوں میں سے ہے لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم جس جگہ یہاں پر رات کے آخری حصہ میں ٹھہرے تھے وہ جگہ بنجر زمینوں کے عام حکم سے مستثنیٰ ہے کیونکہ اس جگہ کا عام مسلمانوں کے حقوق سے تعلق ہے' اس لیے کوئی شخص اس جگہ کو اپنی نجی ملکیت میں نہیں لے سکتا خواہ وہ اس جگہ میں کاشت کاری کر کے اس جگہ کو آباد کرے اور پوری وادی عقیق کا یہی حکم ہے۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۱۷' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

یعنی حج کے موقع پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کرنے کے لیے عام مسلمان وادی عقیق میں قیام کرتے ہیں' اس لیے اس وادی کا تعلق عام مسلمانوں کے حقوق سے ہے' اس لیے کسی شخص کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ بنجر زمین کو آباد کرنے کی تاویل سے اس وادی کو اپنی نجی ملکیت میں داخل کرے۔

۱۷ - بَابُ اِذَا قَالَ رَبُّ الْاَرْضِ اُقِرُّکَ مَا اَقَرَّکَ اللّٰہُ وَلَمْ یَذْکُرْ اَجَلًا مَّعْلُوْمًا، فَھُمَا عَلٰی تَرَاضِیْھِمَا

جب زمین کا مالک کاشت کار سے یہ کہے کہ میں تمہیں کاشت کاری پر اس وقت تک برقرار رکھوں گا جب تک اللہ برقرار رکھے گا' اور مدت کا تعین نہ کرے تو یہ فریقین کی باہمی رضامندی پر محمول ہے

۲۳۳۸ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ الْمِقْدَامِ قَالَ حَدَّثَنَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن المقدام نے

فُضَيْلُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنَا مُوْسٰى قَالَ أَخْبَرَنَا نَافِعٌ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں فضیل بن سلیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں موسیٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں نافع نے خبر دی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم موجود تھے۔

وَقَالَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَجْلَى الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى مِنْ أَرْضِ الْحِجَازِ، وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا ظَهَرَ عَلٰى خَيْبَرَ، أَرَادَ إِخْرَاجَ الْيَهُوْدِ مِنْهَا، وَكَانَتِ الْأَرْضُ حِيْنَ ظَهَرَ عَلَيْهَا لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلِلْمُسْلِمِيْنَ، وَأَرَادَ إِخْرَاجَ الْيَهُوْدِ مِنْهَا فَسَأَلَتِ الْيَهُوْدُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيُقِرَّهُمْ بِهَا أَنْ يَكْفُوْا عَمَلَهَا، وَلَهُمْ نِصْفُ الثَّمَرِ، فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نُقِرُّكُمْ بِهَا عَلٰى ذٰلِكَ مَا شِئْنَا. فَقَرُّوْا بِهَا حَتّٰى أَجْلَاهُمْ عُمَرُ إِلٰى تَيْمَاءَ وَأَرِيْحَاءَ.

اور امام عبدالرزاق نے کہا کہ ہمیں ابن جریج نے خبر دی انہوں نے کہا کہ مجھے موسیٰ بن عقبہ نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے یہود اور نصاریٰ کو سرزمین حجاز سے نکال دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب خیبر پر فتح یاب ہوئے تھے تو آپ نے یہود کو خیبر سے نکالنے کا ارادہ کیا اور جب آپ خیبر پر غالب ہوئے تھے اس وقت وہ زمین اللہ کے لیے اور اس کے رسول کے لیے اور مسلمانوں کے لیے تھی آپ نے یہود کو اس سرزمین سے نکالنے کا ارادہ فرمایا تو یہود نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ سوال کیا کہ آپ ان کو وہاں برقرار رکھیں اور وہ آپ کی طرف سے وہاں عمل کریں گے اور اس کے عوض میں ان کو نصف پھل دے دیئے جائیں گے تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہم جب تک چاہیں گے تم کو اس شرط پر برقرار رکھیں گے سو ان کو اس شرط پر برقرار رکھا گیا حتیٰ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو تیماء اور اریحاء کی طرف جلاوطن کر دیا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۲۲۸۵ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں مجہول مدت تک نصف پیداوار کے عوض کاشت کرانے کا ثبوت ہے اور مجہول مدت تک کاشت کاری کرانے کی ہم یہاں تفصیل بیان کر رہے ہیں:

مدت کے تعین کے بغیر مساقات اور مزارعت میں مذاہب فقہاء اور باب مذکور کی حدیث کی توجیہات

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ بعض غیر مقلدین علماء نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ مدتِ مجہول تک مساقات جائز ہے یعنی باغات کی دیکھ بھال کے لیے عمل کرانا' کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا: ہم تم کو اس وقت تک برقرار رکھیں گے جب تک ہم چاہیں گے اور آپ نے مدت کے تعین کا ذکر نہیں فرمایا تھا' اور جمہور فقہاء نے یہ کہا ہے کہ مجہول مدت کے لیے مساقات کرانا جائز نہیں ہے اور انہوں نے اس حدیث کا یہ جواب دیا ہے کہ آپ نے یہ ارشاد اس وقت فرمایا تھا جب یہود نے یہ کہا تھا کہ آپ ہمیں رہنے دیں اور ہم نصف پیداوار کے عوض آپ کے لیے عمل کرتے رہیں گے' تو آپ نے فرمایا: جب تک مصلحت ہو گی ہم تم سے عمل کراتے رہیں گے اور آپ نے ان سے کوئی معاہدہ نہیں فرمایا تھا اور اس کے بعد آپ نے ان سے مساقات پر عمل کرایا یعنی مدت کا تعین کر

کے۔

علامہ نووی نے اس حدیث کے جواب میں یہ کہا ہے کہ مجہول مدت کے لیے مساقات کرانا' یہ صرف نبی ﷺ کے ساتھ مخصوص تھا اور یہ صرف ابتداء اسلام میں جائز تھا۔

ابوثور نے کہا: جب مساقات کو مطلق رکھا جائے اور مدت کا تعین نہ کیا جائے تو یہ مساقات صرف ایک سال کے لیے ہوتی ہے۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ یہ قول محمد بن حسن کا ہے' علامہ عینی فرماتے ہیں: یہ غلط ہے بلکہ یہ قول محمد بن سلمہ کا ہے' کیونکہ انہوں نے یہ کہا ہے کہ مدت کے تعین کے بغیر مزارعت جائز ہے' سو اسی طرح مساقات بھی جائز ہے کیونکہ وہ مزارعت کی طرح ہے۔

صاحب ہدایہ نے کہا ہے کہ مساقات میں مدت کے تعین کی شرط ہے کیونکہ مساقات مزارعت کی مثل ہے اور ان میں سے ہر ایک اجارہ (اجرت دے کر کام کرانے) کی مثل ہے اور اجارہ مدت کے تعین کے بغیر جائز نہیں ہے' سو جب مساقات اور مزارعت میں مدت کا تعین نہ کیا جائے تو یہ جائز نہیں ہیں' امام شافعی اور امام احمد کا بھی یہی مذہب ہے' مگر امام احمد نے یہ کہا ہے کہ کم از کم اتنی مدت کا تعین ضروری ہے جس میں پھل لگ سکیں۔

علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بغیر تعین مدت کے بھی مساقات جائز ہے اور ائمہ فتویٰ کا قول اس کے خلاف ہے کہ بغیر مدت کے تعین کے مساقات جائز نہیں ہے' امام مالک نے کہا: ہمارے نزدیک مساقات کی مدت دو سال' تین سال اور چار سال ہے' اور ان کے اصحاب نے دس سال تک کی مدت کا بھی ذکر کیا ہے۔

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ مدت کے تعین کا ذکر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کیا ہے نہ اس حدیث کے کسی اور راوی نے کیا ہے' پس تم نے مساقات اور مزارعت میں مدت کے تعین کی شرط کہاں سے نکالی ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ اجارہ میں مدت کے تعین پر اجماع منعقد ہو چکا ہے اور جس اجارہ میں مدت کا تعین نہ کیا جائے' وہ اجارہ فاسد ہے کیونکہ مثلاً آجر (کام لینے والا) کہے گا: تم نے ایک سال تک کام کرنا ہے' اور اجیر (کام کرنے والا) کہے گا: میں نے چھ ماہ تک کام کرنا ہے' اور ان دونوں میں تنازع اور جھگڑا ہوگا اور جو اجارہ تنازع کا موجب ہو' وہ اجارہ فاسد ہوتا ہے' لہٰذا تعین مدت کے بغیر جو مزارعت یا مساقات کا عقد ہوگا' وہ فاسد ہوگا۔ رہا یہ کہ نبی ﷺ نے بھی یہود کے ساتھ مساقات کا عہد کیا تھا' اس میں آپ نے مدت کا تعین نہیں کیا تھا' اس کا جواب یہ ہے کہ مدت کا تعین نہ ہونے سے آپ کے عقد کا فساد لازم نہیں آئے گا بلکہ آپ کا غیر جو ایسا عقد کرے گا اس کا عقد فاسد ہوگا' کیونکہ آپ پر وحی نازل ہوتی رہتی تھی اور بعض اوقات وحی سے احکام مقرر رکھے جاتے تھے اور بعض اوقات احکام منسوخ کر دیئے جاتے تھے' اور آپ نے جب مدت کا تعین کیے بغیر مساقات کا عقد کیا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے اس عمل اور عقد کو برقرار رکھا تو آپ کا یہ عقد جائز قرار پایا اور چونکہ آپ کے بعد والوں کی یہ شان نہیں ہے' اس لیے اگر وہ مدت کے تعین کے بغیر کوئی عقد کریں گے تو ان کا عقد فاسد ہوگا کیونکہ تعین مدت کے بغیر جو عقد کیا جائے گا' وہ تنازع کا موجب ہوگا اور نبی ﷺ سے کوئی شخص عقد کی مدت میں تنازع نہیں کر سکتا کیونکہ آپ کا ارشاد حرف آخر ہوتا ہے اور اس میں چون و چرا کی گنجائش نہیں ہوتی اور آپ کے بعد والوں کی یہ شان نہیں ہے' اس لیے وہ جو عقد بغیر تعین مدت کے کریں گے' وہ عقد فاسد ہوگا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۲۵۳۔ ۲۵۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

١٨ - بَابُ مَا كَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوَاسِي بَعْضُهُمْ بَعْضًا فِي الزِّرَاعَةِ وَالثَّمَرَةِ

نبی ﷺ کے اصحاب کاشت کاری اور باغ بانی میں ایک دوسرے کی کس طرح مدد کرتے تھے؟

٢٣٣٩ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا الْاَوْزَاعِيُّ، عَنْ اَبِي النَّجَاشِيِّ، مَوْلٰى رَافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ قَالَ سَمِعْتُ رَافِعَ بْنَ خَدِيْجِ بْنِ رَافِعٍ، عَنْ عَمِّهٖ ظُهَيْرِ بْنِ رَافِعٍ قَالَ ظُهَيْرٌ لَقَدْ نَهَانَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ اَمْرٍ كَانَ بِنَا رَافِقًا، قُلْتُ مَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَهُوَ حَقٌّ، قَالَ دَعَانِي رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ مَا تَصْنَعُوْنَ بِمَحَاقِلِكُمْ؟ قُلْتُ نُؤَاجِرُهَا عَلَى الرُّبُعِ، وَعَلَى الْاَوْسُقِ مِنَ التَّمْرِ وَالشَّعِيْرِ، قَالَ لَا تَفْعَلُوْا اِزْرَعُوْهَا، اَوْ اَزْرِعُوْهَا، اَوْ اَمْسِكُوْهَا. قَالَ رَافِعٌ قُلْتُ سَمْعًا وَّطَاعَةً.

[اطراف الحدیث: ٢٣٤٦-٢٣٤٧-٤٠١٢]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن مقاتل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبردی' انہوں نے کہا: ہمیں اوزاعی نے خبردی از ابی النجاشی مولیٰ حضرت رافع بن خدیج' انہوں نے کہا: میں نے حضرت رافع بن خدیج بن رافع رضی اللہ عنہ سے سنا از عم خود حضرت ظہیر بن رافع' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت ظہیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایک ایسے کام سے منع فرمادیا' جس میں ہمیں فائدہ تھا' میں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو بھی فرمایا ہے وہ برحق ہے' حضرت رافع بن خدیج نے کہا: مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلا کر پوچھا: تم اپنے کھیتوں میں کس طرح کام کرتے ہو؟ میں نے کہا: ہم اپنی نہر کے قریب والی زمینوں پر اجرت دیتے ہیں اور چند صاع کھجور اور جو کے عوض' آپ نے فرمایا: تم اس طرح نہ کرو' تم اس میں خود کاشت کرو یا دوسروں سے کراؤ یا پھر اپنی زمین کو اپنے پاس رکھو۔ حضرت رافع نے کہا: میں نے آپ کا یہ ارشاد سنا اور تسلیم کرلیا۔

(صحیح مسلم: ٧-١٥٤' الرقم المسلسل: ٣٨٢٦' سنن ابوداؤد: ٣٣٨٩' سنن نسائی: ٣٩١٩' سنن ابن ماجہ: ٢٤٥٠' المعجم الکبیر: ٤٣٠٢' سنن بیہقی ج ٦ ص ١٣٠' شرح مشکل الآثار: ٢٦٨٠' المعجم الاوسط: ٣١١' مسند احمد ج ٢ ص ٦ طبع قدیم' مسند احمد: ٤٥٠٣' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(١) محمد بن مقاتل (٢) عبداللہ بن المبارک (٣) عبدالرحمان بن عمرو الاوزاعی (٤) ابوالنجاشی عطاء بن صہیب مولیٰ رافع بن خدیج (٥) حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ (٦) حضرت ظہیر بن رافع الانصاری رضی اللہ عنہ' حضرت رافع بن خدیج کے چچا۔

(عمدۃ القاری ج ١٢ ص ٢٥٤)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ یا تم دوسروں سے کاشت کراؤ' یعنی بغیر اجرت کے اس طرح کاشت کاری میں دوسروں کے ساتھ معاونت ہوگی۔

- اس حدیث میں ''الربع'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: چھوٹا دریا' جس کو اُردو میں نہر کہتے ہیں۔

اس حدیث سے بعض فقہاء نے زمین کو کرائے پر دینے کی ممانعت پر استدلال کیا ہے' اس کی تفصیلی بحث ''کتاب المزارعۃ'' میں گزر چکی ہے۔

٢٣٤٠ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰى قَالَ اَخْبَرَنَا الْاَوْزَاعِيُّ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانُوْا يَزْرَعُوْنَهَا بِالثُّلُثِ وَالرُّبُعِ وَالنِّصْفِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَتْ لَهٗ اَرْضٌ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبیداللہ بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اوزاعی نے خبردی از عطاء از حضرت جابر رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ (نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں) تہائی' چوتھائی اور نصف پیداوار کے عوض مزارعت کرتے تھے

فَلْيَزْرَعْهَا، أَوْ لِيَمْنَحْهَا، فَإِنْ لَّمْ يَفْعَلْ فَلْيُمْسِكْ أَرْضَهُ.

[طرف الحدیث: ٢٦٣٢] (صحیح مسلم: ١٥٣٦، الرقم المسلسل: ٣٧٦٢)

تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کے پاس زمین ہے وہ اس میں خود کاشت کرے یا وہ زمین کسی کو عطاء کر دے اگر وہ یہ نہیں کرتا تو اپنی زمین اپنے پاس رکھے۔

یہ حدیث بھی حدیث سابق کی مثل ہے۔

٢٣٤١ - وَقَالَ الرَّبِيعُ بْنُ نَافِعٍ أَبُو تَوْبَةَ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ، عَنْ يَحْيٰى، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَتْ لَهُ أَرْضٌ فَلْيَزْرَعْهَا، أَوْ لِيَمْنَحْهَا أَخَاهُ، فَإِنْ أَبٰى فَلْيُمْسِكْ أَرْضَهُ.

اور الربیع بن نافع ابو توبہ نے کہا: ہمیں معاویہ نے حدیث بیان کی از یحیٰی از ابی سلمہ از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کے پاس زمین ہے وہ اس میں خود کاشت کرے یا اپنے کسی بھائی کو عطا کر دے اگر وہ اس کا انکار کرتا ہے تو اپنی زمین اپنے پاس رکھے۔

(صحیح مسلم: ١٥٥٠، الرقم المسلسل: ٣٨٤٨، سنن ابوداؤد: ٣٣٨٩، سنن ترمذی: ١٣٨٥، سنن نسائی: ٣٨٧٣، سنن ابن ماجہ: ٢٤٥٦)

٢٣٤٢ - حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرٍو قَالَ ذَكَرْتُهُ لِطَاوُسٍ، فَقَالَ يُزْرِعُ، قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَنْهَ عَنْهُ، وَلٰكِنْ قَالَ أَنْ يَمْنَحَ أَحَدُكُمْ أَخَاهُ خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَأْخُذَ شَيْئًا مَعْلُومًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قبیصہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عمرو انہوں نے بیان کیا کہ میں نے اس کا طاؤس سے ذکر کیا تو یزرع نے کہا (کہ حضرت رافع زمین کو کرائے پر دینے سے منع کرتے تھے) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع نہیں فرمایا لیکن آپ نے یہ فرمایا تھا کہ تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کو (بلا معاوضہ) زمین عطا کر دے تو وہ اس سے بہتر ہے کہ وہ اس سے معین کرایہ لے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ٢٣٣٠ میں گزر چکی ہے۔

٢٣٤٣ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا كَانَ يُكْرِي مَزَارِعَهُ، عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبِي بَكْرٍ وَّعُمَرَ وَعُثْمَانَ، وَصَدْرًا مِّنْ إِمَارَةِ مُعَاوِيَةَ. [طرف الحدیث: ٢٣٤٥]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از ایوب از نافع کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں اور حضرت ابوبکر حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے عہد میں اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی امارت کے عہد میں اپنی زمینوں کو کرائے پر دیتے تھے۔

(صحیح مسلم: ١٥٤٧، الرقم المسلسل: ٣٨٢٦، سنن ابوداؤد: ٣٣٨٩، سنن نسائی: ٣٩١٩، سنن ابن ماجہ: ٢٤٥٠)

٢٣٤٤ - ثُمَّ حُدِّثَ عَنْ رَّافِعِ بْنِ خَدِيجٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ كِرَاءِ الْمَزَارِعِ، فَذَهَبَ ابْنُ عُمَرَ إِلٰى رَافِعٍ، فَذَهَبْتُ مَعَهُ، فَسَأَلَهُ،

پھر حضرت ابن عمر کے سامنے حضرت رافع بن خدیج کی یہ حدیث بیان کی گئی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے زمینوں کو کرائے پر دینے سے منع فرمایا ہے پھر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ

فَقَالَ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ كِرَاءِ الْمَزَارِعِ، فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ قَدْ عَلِمْتَ اَنَّا كُنَّا نُكْرِیْ مَزَارِعَنَا عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَا عَلَى الْاَرْبِعَاءِ، وَبِشَيْءٍ مِّنَ التِّبْنِ.

کے پاس گئے' میں بھی ان کے ساتھ گیا' پس ان سے سوال کیا تو انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے زمینوں کو کرائے پر دینے سے منع فرمایا ہے' تب حضرت ابن عمر نے کہا کہ آپ کو معلوم ہے کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں نہروں کے کنارے کی زمینوں کی پیداوار اور کچھ بھوسے کے عوض زمینوں کو کرائے پر دیتے تھے۔

اس حدیث کی تخریج حسب سابق ہے۔

زمینوں کو کرائے پر دینے کی ممانعت کا محمل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ''الاربعاء'' کا لفظ ہے' یہ ربیع کی جمع ہے اور اس کا معنی چھوٹا دریا ہے' اس کو اُردو میں نہر کہتے ہیں' امام طحاوی نے اپنی سند کے ساتھ اس حدیث کی مثل روایت کی ہے:

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو خبر دی اور وہ اس وقت میرے ہاتھ کے اوپر ٹیک لگائے ہوئے تھے' حضرت رافع نے کہا کہ ان کے چچا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے' پھر واپس چلے گئے' پھر انہوں نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زمینوں کو کرائے پر دینے سے منع فرما دیا ہے۔

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم کو معلوم تھا کہ ہمارے چچا کی زمینیں تھیں اور وہ ان کو اس شرط کے ساتھ کرائے پر دیتے تھے کہ نہروں کے کنارے والی زمین کی پیداوار ان کی ہوگی اور کچھ بھوسے کے عوض اور مجھے معلوم نہیں کہ بھوسے کی کتنی مقدار تھی۔

حضرت ابن عمر کی حدیث کا حاصل یہ ہے کہ وہ حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کے اس قول کا انکار کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زمین کو کرائے پر دینے سے مطلقاً منع فرماتے تھے' وہ یہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شرط فاسد کے ساتھ زمین کو کرائے پر دینے سے منع فرمایا ہے اور وہ شرط فاسد یہ ہے کہ زمین کا مالک یہ شرط لگائے کہ زمین کا مالک نہر کے کنارے والی زمین کی پیداوار لے گا اور کچھ بھوسا لے گا' اور بھوسے کی مقدار مجہول ہے اور نہر کے کنارے والی زمین کی پیداوار لگانے کی شرط بھی باطل ہے کیونکہ کبھی ایسا ہوتا تھا کہ اس زمین کی پیداوار ہوتی تھی اور دوسری زمین کی پیداوار نہیں ہوتی تھی' کیونکہ کبھی کسی زمین پر کوئی آفت آ جاتی تھی اور دوسری زمین پر وہ آفت نہیں آتی تھی' پھر زمین کے مالک اور مزارع کے درمیان تنازع ہوتا تھا' اس کی وجہ یہ تھی کہ کبھی زمین کا مالک پیداوار کے حصول سے محروم ہوتا تھا اور کبھی مزارع' اور اگر زمین کو اس طرح کرائے پر (یا بٹائی پر) دیا جائے کہ زمین سے جو پیداوار حاصل ہوگی' اس کا نصف یا تہائی یا چوتھائی زمین کا مالک لے گا اور باقی مزارع لے گا تو اس کی ممانعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۲۵۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۲۳۴۵ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ سَالِمٌ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كُنْتُ اَعْلَمُ فِيْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ الْاَرْضَ تُكْرٰى، ثُمَّ خَشِيَ عَبْدُ اللّٰهِ اَنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب' انہوں نے کہا کہ مجھے سالم نے خبر دی کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ مجھے معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں زمینوں کو کرائے پر دیا جاتا تھا' پھر عبداللہ (ابن عمر رضی اللہ عنہما)

يَكُوْنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ اَحْدَثَ فِيْ ذٰلِكَ شَيْئًا لَمْ يَكُنْ يَعْلَمُهُ، فَتَرَكَ كِرَاءَ الْاَرْضِ.

کو یہ خوف ہوا کہ کہیں اس معاملہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی نیا حکم نہ دیا ہو جس کا انہیں علم نہ ہو' پھر انہوں نے زمین کو کرائے پر دینے کو ترک کر دیا۔

(صحیح مسلم: ۷ ۱۵۴' الرقم المسلسل: ۳۸۲۶' سنن ابوداؤد: ۳۳۸۹' سنن نسائی: ۳۹۱۹' سنن ابن ماجہ: ۲۴۵۰)

حدیث مذکور کی دیگر احادیث سے تائید

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کو امام مسلم' امام ابوداؤد اور امام نسائی نے بھی روایت کیا ہے اور اس کے شروع میں اس طرح ہے: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنی زمین کرائے پر دیتے تھے حتیٰ کہ ان کو یہ خبر پہنچی کہ حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ زمین کو کرائے پر دینے سے منع کرتے تھے' تب حضرت ابن عمر نے حضرت رافع سے ملاقات کی اور کہا: اے ابن خدیج! اس ممانعت کا کیا سبب ہے؟ تو انہوں نے کہا: میں نے اپنے چچاؤں سے سنا اور وہ دونوں غزوۂ بدر میں حاضر ہو چکے ہیں' انہوں نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین کو کرائے پر دینے سے منع فرما دیا ہے' پھر حضرت عبداللہ بن عمر کو یہ خوف ہوا کہ شاید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس معاملہ میں بعد میں کوئی نیا حکم فرمایا ہو' جس کا انہیں پہلے علم نہیں تھا' تو پھر انہوں نے زمین کرائے پر دینے کو ترک کر دیا اور جن فقہاء کا یہ مؤقف ہے کہ زمین کو اس کی پیداوار کے عوض کرائے پر دینا جائز نہیں ہے' وہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۲۵۸' دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۹ - بَابُ كِرَاءِ الْاَرْضِ بِالذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ

سونے اور چاندی کے عوض زمین کو کرائے پر دینا

امام بخاری نے اس باب سے یہ اشارہ کیا ہے کہ زمین کو سونے اور چاندی کے عوض کرائے پر دینا ممنوع نہیں ہے' کرایہ پر دینا صرف اس صورت میں ممنوع ہے جب کرایہ مجہول ہو یا جب زمین کے کسی معین حصہ کی پیداوار کے عوض زمین کو کرائے پر دیا جائے۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اِنَّ اَمْثَلَ مَا اَنْتُمْ صَانِعُوْنَ اَنْ تَسْتَاْجِرُوا الْاَرْضَ الْبَيْضَاءَ، مِنَ السَّنَةِ اِلَى السَّنَةِ.

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: تم جن کاموں کو کرنا چاہتے ہو' ان میں بہترین کام یہ ہے کہ اپنی خالی زمین کو ایک سال سے دوسرے سال تک کرائے پر دو۔

اس تعلیق کو سند موصول کے ساتھ ثوری نے اپنی جامع میں بیان کیا ہے۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۲۱۷' دارالمعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

۲۳۴۷'۲۳۴۶ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ رَّبِيْعَةَ بْنِ اَبِيْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ حَنْظَلَةَ بْنِ قَيْسٍ، عَنْ رَّافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَمَّايَ اَنَّهُمْ كَانُوْا يُكْرُوْنَ الْاَرْضَ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَا يَنْبُتُ عَلَى الْاَرْبِعَاءِ، اَوْ شَيْءٍ يَّسْتَثْنِيْهِ صَاحِبُ الْاَرْضِ، فَنَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذٰلِكَ، فَقُلْتُ لِرَافِعٍ فَكَيْفَ هِيَ بِالدِّيْنَارِ وَالدِّرْهَمِ؟ فَقَالَ رَافِعٌ لَيْسَ بِهَا بَاْسٌ بِالدِّيْنَارِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن خالد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از ربیعہ بن ابی عبدالرحمان از حنظلہ بن قیس از رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے میرے دو چچاؤں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں لوگ نہر کے کنارے کی زمین کی پیداوار کے عوض زمین کو کرائے پر دیتے تھے یا زمین کے کسی بھی ایسے حصہ کی پیداوار کے عوض جس کو زمین کا مالک اپنے لیے خاص کر لیتا تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرما دیا' حنظلہ نے کہا: پھر میں نے حضرت رافع سے

وَالدِّرْهَمِ. وَقَالَ اللَّيْثُ اَرَاهُ وَكَانَ الَّذِىْ نُهِىَ عَنْ ذٰلِكَ مَا لَوْ نَظَرَ فِيْهِ ذَوُو الْفَهْمِ بِالْحَلَالِ وَالْحَرَامِ لَمْ يُجِيْزُوْهُ لِمَا فِيْهِ مِنَ الْمُخَاطَرَةِ.

پوچھا کہ اگر زمین کو درہم اور دینار کے عوض کرائے پر دیا جائے تو اس کا کیا حکم ہے؟ تو حضرت رافع نے کہا: درہم اور دینار کے عوض زمین کو کرائے پر دینے میں کوئی حرج نہیں ہے' اور لیث نے کہا: نبی ﷺ نے جس چیز سے منع فرمایا ہے' وہ یہ ہے کہ اگر اس میں حلال اور حرام کی تمیز رکھنے والے لوگ غور کریں تو اس کی اجازت نہیں دیں گے کیونکہ اس میں شرط اور جوا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۳۳۹ میں گزر چکی ہے۔

٢٠ - بَابٌ

باب

امام بخاری نے یہاں صرف باب لکھا ہے' اس کا کوئی عنوان نہیں لکھا اور یہ دو بابوں کے درمیان بہ منزلہ فصل ہے۔

٢٣٤٨ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ قَالَ حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ قَالَ حَدَّثَنَا هِلَالٌ (ح). وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَامِرٍ قَالَ حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ' عَنْ هِلَالِ بْنِ عَلِيٍّ' عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ' عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَوْمًا يُحَدِّثُ' وَعِنْدَهُ رَجُلٌ مِّنْ اَهْلِ الْبَادِيَةِ اَنَّ رَجُلًا مِّنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ اِسْتَاْذَنَ رَبَّهُ فِى الزَّرْعِ' فَقَالَ لَهُ اَلَسْتَ فِيْمَا شِئْتَ؟ قَالَ بَلٰى' وَلٰكِنِّىْ اُحِبُّ اَنْ اَزْرَعَ' قَالَ فَبَذَرَ' فَبَادَرَ الطَّرْفَ نَبَاتُهُ وَاسْتِوَاؤُهُ وَاسْتِحْصَادُهُ' فَكَانَ اَمْثَالَ الْجِبَالِ' فَيَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى ' دُوْنَكَ يَا ابْنَ اٰدَمَ' فَاِنَّهُ لَا يُشْبِعُكَ شَىْءٌ. فَقَالَ الْاَعْرَابِىُّ وَاللّٰهِ لَا تَجِدُهُ اِلَّا قُرَشِيًّا اَوْ اَنْصَارِيًّا' فَاِنَّهُمْ اَصْحَابُ زَرْعٍ' وَاَمَّا نَحْنُ فَلَسْنَا بِاَصْحَابِ زَرْعٍ' فَضَحِكَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

[طرف الحدیث: ۷۵۱۹]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن سنان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں فلیح نے حدیث بیان کی از ہلال (ح) اور ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو عامر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں فلیح نے حدیث بیان کی از ہلال بن علی از عطاء بن یسار از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن نبی ﷺ کلام کر رہے تھے' اور آپ کے پاس دیہات کا ایک شخص بیٹھا ہوا تھا' آپ نے فرمایا: اہل جنت میں سے ایک شخص اپنے رب سے کھیتی باڑی کرنے کی اجازت طلب کرے گا' اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا تمہاری یہ شان نہیں ہے کہ تم جو چاہتے ہو وہ تمہیں مل جاتا ہے' وہ کہے گا: کیوں نہیں! لیکن میں کھیتی باڑی کرنا چاہتا ہوں' پھر وہ ایک بیج بوئے گا تو اسی وقت فصل اُگ کر بڑی ہو جائے گی اور کٹ بھی جائے گی اور پہاڑ کی طرح اس کا ڈھیر لگ جائے گا (اور یہ سب پلک جھپکنے سے پہلے ہو جائے گا)' اللہ تعالیٰ فرمائے گا: یہ لو' اے ابن آدم! تمہیں کوئی چیز سیر نہیں کر سکتی' پھر اس دیہاتی نے کہا: اللہ کی قسم! وہ اللہ سے سوال کرنے والا شخص ضرور کوئی قرشی یا انصاری ہوگا' کیونکہ وہ لوگ کھیتی باڑی کرنے والے ہیں' اور رہے ہم! تو ہم کھیتی باڑی نہیں کرتے' نبی ﷺ یہ سن کر ہنسنے لگے۔

اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں۔

جنت میں ہر خواہش پوری ہو جائے گی

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسلمان جنت میں جو کام کرنا چاہے گا' اس کو وہ جنت میں حاصل ہو جائے گا' قرآن مجید میں ہے:

وَفِيهَا مَا تَشْتَهِيهِ الْاَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْاَعْيُنُ وَاَنْتُمْ فِيهَا خٰلِدُوْنَ○ (الزخرف: ۷۱)

اور جنت میں وہ ہر چیز ہو گی جس کو ان کا دل چاہے گا اور جس سے ان کی آنکھوں کو لذت ملے گی اور تم اُن جنتوں میں ہمیشہ رہو گے○

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بنو آدم کے دلوں میں متاع دنیا کی کثرت کی محبت ہے اور اللہ تعالیٰ اہل جنت کو کاموں کی مشقت اٹھانے سے محفوظ رکھے گا۔

نیز اس حدیث میں قناعت کی فضیلت ہے اور حرص کی مذمت ہے۔

۲۱ - بَابُ مَا جَاءَ فِي الْغَرْسِ

درخت اُگانے کا بیان

۲۳۴۹ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ، عَنْ اَبِي حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهُ قَالَ اِنَّا كُنَّا لَنَفْرَحُ بِيَوْمِ الْجُمُعَةِ، كَانَتْ لَنَا عَجُوْزٌ، تَاْخُذُ مِنْ اُصُوْلِ سِلْقٍ لَنَا، كُنَّا نَغْرِسُهُ فِي اَرْبِعَائِنَا، فَتَجْعَلُهُ فِي قِدْرٍ لَهَا، فَتَجْعَلُ فِيهِ حَبَّاتٍ مِنْ شَعِيْرٍ لَا اَعْلَمُ اِلَّا اَنَّهُ قَالَ لَيْسَ فِيهِ شَحْمٌ، وَلَا وَدَكٌ، فَاِذَا صَلَّيْنَا الْجُمُعَةَ زُرْنَاهَا فَقَرَّبَتْهُ اِلَيْنَا، فَكُنَّا نَفْرَحُ بِيَوْمِ الْجُمُعَةِ مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ، وَمَا كُنَّا نَتَغَدّٰى وَلَا نَقِيْلُ اِلَّا بَعْدَ الْجُمُعَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب نے حدیث بیان کی از ابی حازم از حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم جمعہ کے دن بہت خوش ہوتے تھے' ہمارے پاس ایک بڑی بی تھیں جو ہمارے لیے ان چقندروں کی جڑوں کو اکھاڑتی تھیں' جن کو ہم نہروں کے پاس اگاتے تھے' وہ ان چقندروں کو اپنی دیگچی میں ڈالتیں اور ان میں جَو کے دانے ڈالتیں۔ ابو حازم نے کہا: میں نہیں جانتا مگر سہل نے یوں کہا کہ اس میں چربی ہوتی تھی نہ چکنائی' پس جب ہم جمعہ کی نماز پڑھتے تو ہم ان کی زیارت کے لیے جاتے تو وہ اس طعام کو ہمیں پیش کرتیں' سو ہم اس وجہ سے جمعہ کے دن خوش ہوتے تھے اور ہم جمعہ کی نماز کے بعد ہی کھانا کھاتے اور نیند لیتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۹۳۸ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں ''کتاب المزارعۃ'' میں اس لیے ذکر کیا ہے کہ اس حدیث میں نہروں کے کنارے چقندر اُگانے کا ذکر ہے۔

۲۳۵۰ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنِ الْاَعْرَجِ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ يَقُوْلُوْنَ اِنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ يُكْثِرُ الْحَدِيْثَ، وَاللّٰهُ الْمَوْعِدُ، وَيَقُوْلُوْنَ مَا لِلْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ لَا يُحَدِّثُوْنَ مِثْلَ اَحَادِيْثِهِ؟ وَاِنَّ اِخْوَتِي مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ كَانَ يَشْغَلُهُمُ الصَّفْقُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از الاعرج از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ لوگ کہتے ہیں کہ ابو ہریرہ بہت زیادہ احادیث روایت کرتے ہیں' حالانکہ مجھے اللہ سے ملاقات کرنی ہے! (یعنی میں کیسے غلط روایت کر سکتا ہوں!) وہ لوگ کہتے ہیں کہ کیا سبب ہے کہ (دیگر)

بِالْاَسْوَاقِ' وَاِنَّ اِخْوَتِي مِنَ الْاَنْصَارِ كَانَ يَشْغَلُهُمْ عَمَلُ اَمْوَالِهِمْ' وَكُنْتُ اِمْرًا مِّسْكِينًا' اَلْزَمُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى مِلْءِ بَطْنِي' فَاَحْضُرُ حِيْنَ يَغِيْبُوْنَ' وَاَعِيْ حِيْنَ يَنْسَوْنَ' وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا لَّنْ يَّبْسُطَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ ثَوْبَهٗ حَتّٰى اَقْضِيَ مَقَالَتِيْ هٰذِهٖ' ثُمَّ يَجْمَعَهٗ اِلٰى صَدْرِهٖ فَيَنْسٰى مِنْ مَّقَالَتِيْ شَيْئًا اَبَدًا. فَبَسَطْتُ نَمِرَةً لَّيْسَ عَلَيَّ ثَوْبٌ غَيْرُهَا' حَتّٰى قَضَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَالَتَهٗ' ثُمَّ جَمَعْتُهَا اِلٰى صَدْرِيْ' فَوَالَّذِيْ بَعَثَهٗ بِالْحَقِّ' مَا نَسِيْتُ مِنْ مَّقَالَتِهٖ تِلْكَ اِلٰى يَوْمِيْ هٰذَا' وَاللّٰهِ لَوْ لَا اٰيَتَانِ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ' مَا حَدَّثْتُكُمْ شَيْئًا اَبَدًا ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ﴾ اِلٰى قَوْلِهٖ ﴿الرَّحِيْمُ﴾ (البقرہ: ١٦٠_١٥٩).

مہاجرین اور انصار اتنی احادیث روایت نہیں کرتے جتنی ابوہریرہ احادیث روایت کرتے ہیں' اور بے شک مہاجرین میں سے جو میرے بھائی تھے' وہ بازاروں میں خرید وفروخت کرتے رہتے تھے اور انصار میں سے جو میرے بھائی تھے' ان کو کھیتی باڑی کے کام مشغول رکھتے تھے اور میں ایک مسکین آدمی تھا' پیٹ بھرنے کے بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں حاضر رہتا تھا' اور جس وقت وہ (میرے دیگر بھائی) غیر حاضر ہوتے تھے' میں اس وقت حاضر ہوتا تھا' اور جن احادیث کو وہ بھول جاتے تھے میں ان کو یاد رکھتا تھا' ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے جو شخص بھی اپنی چادر کو پھیلائے رکھے گا حتیٰ کہ میں اپنی اس بات کو مکمل کرلوں' پھر اس کو اپنے سینہ کے ساتھ اکٹھا کر کے اپنے سینہ کے ساتھ چمٹائے گا تو وہ میری احادیث کو کبھی نہیں بھولے گا' پس میں نے اپنی چادر کو پھیلایا اور میرے پاس اس کے سوا اور کوئی چادر نہیں تھی' حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بات مکمل کر لی' پھر میں نے اس چادر کو اکٹھا کر کے اپنے سینہ کے ساتھ چمٹالیا' پس اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے! پھر میں آج تک آپ کی احادیث میں سے کوئی چیز نہیں بھولا' اور اللہ کی قسم! اگر قرآن مجید کی یہ دو آیتیں نہ ہوتیں تو میں تمہیں کوئی حدیث بیان نہ کرتا' وہ دو آیتیں یہ ہیں: بے شک جو لوگ ہمارے نازل کیے ہوئے روشن دلائل اور ہدایت کو چھپاتے ہیں جب کہ ہم ان کو لوگوں کے لیے کتاب میں بیان کر چکے ہیں' تو یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ لعنت فرماتا ہے اور لعنت کرنے والے لعنت کرتے ہیں O البتہ جن لوگوں نے توبہ کی اور اصلاح کر لی اور (چھپائی ہوئی باتوں کو) ظاہر کر دیا تو میں ان لوگوں کی توبہ قبول کرتا ہوں اور میں توبہ قبول فرمانے والا' بڑا مہربان ہوں O (البقرہ: ١٦٠_١٥٩)

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١١٨ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں کاشت کاری اور زراعت کا ذکر ہے۔

"کتاب المزارعۃ" کی تکمیل

الحمد للّٰہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سیّد المرسلین وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ اجمعین۔

آج ۵ ربیع الاوّل ۱۴۲۹ھ/ ۱۴ مارچ ۲۰۰۸ء بہ روز جمعہ بعد نماز عصر نعمۃ الباری شرح بخاری کی چوتھی جلد مکمل ہوگئی۔ اے بارِالٰہ! جس طرح آپ نے یہ جلدیں مکمل کرادی ہیں اپنے فضل سے کرم سے صحیح بخاری کی شرح مکمل کرادیں۔

یہ آخری بحث ''کتاب المزارعۃ'' پر مشتمل ہے اس میں چالیس احادیث مرفوعہ ہیں ان میں نو تعلیقات ہیں اور باقی احادیث موصولہ ہیں ان میں بائیس احادیث مکرر ہیں اور خالص احادیث اٹھارہ ہیں۔

نعمۃ الباری جلد رابع ۹ شعبان ۱۴۲۸ھ کو شروع کی گئی تھی اور ۵ ربیع الاوّل ۱۴۲۹ھ میں اس کا اختتام ہوا اس طرح اس کی تکمیل ۶ ماہ ۲۴ دن میں ہوئی ہے۔

غلام رسول سعیدی غفرلہٗ
خادم الحدیث دار العلوم نعیمیہ بلاک ۱۵ فیڈرل بی ایریا
عقب ایوب منزل کراچی۔ ۳۸

نعمۃ الباری فی شرح صحیح البخاری' جلد رابع کی ڈائری

تقویم میلادی	تقویم ہجری	دن	ایک ماہ کے صفحات	کل صفحات	تعدادِ حدیث
۲۴ اگست ۲۰۰۷ء	ابتداء کی گئی ۱۰ شعبان ۱۴۲۸ھ	جمعہ			۱۶۰۷
یکم ستمبر ۲۰۰۷ء	۱۸ شعبان ۱۴۲۸ھ	ہفتہ	۲۸	۲۸	۱۶۵۴
یکم اکتوبر ۲۰۰۷ء	۱۸ رمضان ۱۴۲۸ھ	پیر	۱۵۲	۱۸۰	۱۸۲۸
یکم نومبر ۲۰۰۷ء	۱۹ شوال ۱۴۲۸ھ	جمعرات	۱۶۱	۳۴۱	۱۹۴۴
یکم دسمبر ۲۰۰۷ء	۲۰ ذیقعد ۱۴۲۸ھ	ہفتہ	۸۹	۴۳۰	۲۰۱۵
یکم جنوری ۲۰۰۸ء	۲۱ ذوالحج ۱۴۲۸ھ	منگل	۱۲۷	۵۵۷	۲۱۲۴
یکم فروری ۲۰۰۸ء	۲۲ محرم ۱۴۲۹ھ	جمعہ	۱۰۲	۶۵۵	۲۲۲۲
یکم مارچ ۲۰۰۸ء	۲۱ صفر ۱۴۲۹ھ	جمعہ	۹۵	۷۵۰	۲۳۲۲
۱۴ مارچ ۲۰۰۸ء	۵ ربیع الاوّل ۱۴۲۹ھ	جمعہ	۵۰	۸۰۰	۲۳۵۰

ماخذ ومراجع

کتب الٰہیہ

۱- قرآن مجید
۲- تورات
۳- انجیل

کتب احادیث

۴- امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت' متوفی ۱۵۰ھ' مسند امام اعظم' مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز' کراچی
۵- امام مالک بن انس اصبحی' متوفی ۱۷۹ھ' موطا امام مالک' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' ۱۴۰۹ھ
۶- امام عبداللہ بن مبارک' متوفی ۱۸۱ھ' کتاب الزہد' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت
۷- امام ابویوسف یعقوب بن ابراہیم' متوفی ۱۸۳ھ' کتاب الآثار' مطبوعہ مکتبہ اثریہ' سانگلہ ہل
۸- امام محمد بن حسن شیبانی' متوفی ۱۸۹ھ' موطا امام محمد' مطبوعہ نور محمد' کارخانہ تجارت کتب' کراچی
۹- امام محمد بن حسن شیبانی' متوفی ۱۸۹ھ' کتاب الآثار' مطبوعہ ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۴۰۷ھ
۱۰- امام محمد بن ادریس شافعی' متوفی ۲۰۴ھ' المسند' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۰۰ھ
۱۱- امام سلیمان بن داؤد الجارود المتوفی ۲۰۴ھ' مسند ابوداؤد الطیالسی' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۵ھ
۱۲- امام محمد بن عمر بن واقد متوفی ۲۰۷ھ' کتاب المغازی' مطبوعہ عالم الکتب' بیروت' ۱۴۰۴ھ
۱۳- امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی' متوفی ۲۱۱ھ' مصنف عبدالرزاق' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۳۹۰ھ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ
۱۴- امام عبداللہ بن الزبیر حمیدی' متوفی ۲۱۹ھ' المسند' مطبوعہ عالم الکتب' بیروت
۱۵- امام سعید بن منصور خراسانی' مکی' متوفی ۲۲۷ھ' سنن سعید بن منصور' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت
۱۶- امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ' متوفی ۲۳۵ھ' المصنف' مطبوعہ ادارہ القرآن' کراچی' ۱۴۰۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ
۱۷- امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ' متوفی ۲۳۵' مصنف ابن ابی شیبہ' مطبوعہ دارالوطن' بیروت' ۱۴۱۸ھ
۱۸- امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ' مصنف ابن ابی شیبہ' مطبوعہ مجلس علمی' بیروت' ۱۴۲۷ھ
۱۹- امام احمد بن حنبل' متوفی ۲۴۱ھ' المسند' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۳۹۸ھ' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۳ھ' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ' موسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۲۰ھ' عالم الکتب' بیروت' ۱۴۱۹ھ
۲۰- امام ابوعبداللہ بن عبدالرحمان دارمی متوفی ۲۵۵ھ' سنن دارمی' مطبوعہ دارالکتاب العربی' ۱۴۰۷ھ' دارالمعرفۃ' بیروت'

۱۴۲۰ھ

۲۱- امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری، متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۲ھ دارارقم، بیروت

۲۲- امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری، متوفی ۲۵۶ھ، الادب المفرد، مطبوعہ دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۱۲ھ

۲۳- امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری، متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم، مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز، مکہ کرمہ، ۱۴۱۷ھ

۲۴- امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ، متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ، مطبوعہ دارالفکر، بیروت، ۱۴۱۵ھ، دارالجیل، بیروت، ۱۴۱۸ھ

۲۵- امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی، متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۴ھ

۲۶- امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی، متوفی ۲۷۵ھ، مراسیل ابوداؤد، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب، کراچی

۲۷- امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، سنن ترمذی، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۴۱۴ھ، دارالجیل، بیروت، ۱۹۹۸ء

۲۸- امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، شمائل محمدیہ، مطبوعہ المکتبۃ التجاریہ، مکہ مکرمہ، ۱۴۱۵ھ

۲۹- امام علی بن عمر دارقطنی، متوفی ۲۸۵ھ، سنن دارقطنی، مطبوعہ نشر السنہ، ملتان، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۷ھ

۳۰- امام ابن ابی عاصم، متوفی ۲۸۷ھ، الاحاد والمثانی، مطبوعہ دارالرایہ، ریاض، ۱۴۱۱ھ

۳۱- امام احمد عمرو بن عبدالخالق بزار، متوفی ۲۹۲ھ، البحر الزخار المعروف بہ مسند البزار، مطبوعہ مؤسسۃ القرآن، بیروت

۳۲- امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی، مطبوعہ دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۱۲ھ

۳۳- امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، عمل الیوم واللیلہ، مطبوعہ مؤسسۃ الکتب الثقافیہ، بیروت، ۱۴۰۸ھ

۳۴- امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳، سنن کبریٰ، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۱ھ

۳۵- امام ابوبکر محمد بن ہارون الرویانی، متوفی ۳۰۷ھ، مسند الصحابہ، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۷ھ

۳۶- امام احمد بن علی المثنیٰ التمیمی، المتوفی ۳۰۷ھ، مسند ابویعلیٰ موصلی، مطبوعہ دارالمامون التراث، بیروت، ۱۴۰۴ھ

۳۷- امام عبداللہ بن علی بن جارود نیشاپوری، متوفی ۳۰۷ھ، المنتقیٰ، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۷ھ

۳۸- امام محمد بن اسحاق بن خزیمہ، متوفی ۳۱۱ھ صحیح ابن خزیمہ، مطبوعہ مکتب اسلامی، بیروت، ۱۳۹۵ھ

۳۹- امام ابوعوانہ یعقوب بن اسحاق، متوفی ۳۱۶ھ، مسند ابوعوانہ، مطبوعہ دارالباز، مکہ مکرمہ

۴۰- امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی، متوفی ۳۲۱ھ، تحفۃ الاخیار، مطبوعہ دار بلنسیہ، ریاض، ۱۴۲۰ھ

۴۱- امام ابوجعفر احمد بن محمد الطحاوی، متوفی ۳۲۱ھ، شرح معانی الآثار، مطبوعہ مطبع مجتبائی، پاکستان، لاہور، ۱۴۰۴ھ

۴۲- امام ابوجعفر محمد بن احمد الطحاوی متوفی ۳۲۱ھ، مسند الطحاوی، مطبوعہ مکتبۃ الحرمین، الدبئی، ۱۴۲۶ھ

۴۳- امام ابوجعفر محمد بن عمرو العقیلی متوفی ۳۲۲ھ، کتاب الضعفاء الکبیر، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۸ھ

۴۴- امام ابوحاتم محمد بن حبان البستی، متوفی ۳۵۴ھ، الاحسان بہ ترتیب صحیح ابن حبان، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۴۰۷ھ

۴۵- امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی، المتوفی ۳۶۰ھ، معجم صغیر، مطبوعہ مکتبہ سلفیہ، مدینہ منورہ، ۱۳۸۸ھ، مکتب اسلامی،

بیروت ۱۴۰۵ھ
۴۶- امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی' المتوفی ۳۶۰ھ' معجم اوسط' مطبوعہ مکتبۃ المعارف' ریاض' ۱۴۰۵ھ دار الفکر' بیروت' ۱۴۲۰ھ
۴۷- امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی' المتوفی ۳۶۰ھ' معجم کبیر' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت
۴۸- امام عبداللہ بن عدی الجرجانی' المتوفی ۳۶۵ھ' الکامل فی ضعفاء الرجال' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ
۴۹- امام ابوحفظ عمر بن احمد المعروف بابن شاہین المتوفی ۳۸۵ھ' الناسخ والمنسوخ من الحدیث' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۲ھ
۵۰- امام عبداللہ بن محمد بن جعفر المعروف بابی الشیخ' متوفی ۳۹۶ھ' کتاب العظمۃ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت
۵۱- امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری' متوفی ۴۰۵ھ' المستدرک' مطبوعہ دار الباز' مکہ مکرمہ' مطبوعہ دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ' المکتبۃ العصریہ بیروت' ۱۴۲۰ھ
۵۲- امام ابونعیم احمد بن عبداللہ اصبہانی' متوفی ۴۳۰ھ' حلیۃ الاولیاء' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ
۵۳- امام ابونعیم احمد بن عبداللہ اصبہانی' متوفی ۴۳۰ھ' دلائل النبوۃ' مطبوعہ دار النفائس' بیروت
۵۴- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' سنن کبریٰ' مطبوعہ نشر السنۃ' ملتان
۵۵- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' کتاب الاسماء والصفات' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت
۵۶- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' معرفۃ السنن والآثار' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت
۵۷- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' دلائل النبوۃ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۳ھ
۵۸- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' کتاب الآداب' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۰۶ھ
۵۹- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' کتاب فضائل الاوقات' مطبوعہ مکتبۃ المنارۃ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۰ھ
۶۰- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' شعب الایمان' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۰ھ
۶۱- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی' متوفی ۴۵۸ھ' الجامع لشعب الایمان' مطبوعہ مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۳ھ
۶۲- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' البعث والنشور' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۴ھ
۶۳- امام ابوعمر یوسف ابن عبدالبر قرطبی' متوفی ۴۶۳ھ' جامع بیان العلم وفضلہ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت
۶۴- امام ابوشجاع شیرویہ بن شہردار بن شیرویہ الدیلمی' المتوفی ۵۰۹ھ' الفردوس بماثور الخطاب' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۰۶ھ
۶۵- امام حسین بن مسعود بغوی' متوفی ۵۱۶ھ' شرح السنۃ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۲ھ
۶۶- امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر' متوفی ۵۷۱ھ' تاریخ دمشق الکبیر' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۱ھ
۶۷- امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر' متوفی ۵۷۱ھ' تہذیب تاریخ دمشق' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۷ھ
۶۸- امام ابوالفرج عبدالرحمان بن علی بن محمد جوزی' متوفی ۵۹۷ھ' جامع المسانید' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ

٦٩- امام مجد الدین المبارک بن محمد الشیبانی' المعروف بابن الاثیر الجزری' متوفی ٦٠٦ھ جامع الاصول' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٨ھ

٧٠- امام زکی الدین عبدالعظیم بن عبدالقوی المنذری' المتوفی ٦٥٦ھ الترغیب والترھیب' مطبوعہ دارالحدیث' قاہرہ' ١٤٠٧ھ دارابن کثیر' بیروت' ١٤١٤ھ

٧١- امام ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی' متوفی ٦٦٨ھ التذکرۃ فی امورالآخرہ' مطبوعہ دارالبخاری' مدینہ منورہ

٧٢- امام ولی الدین تبریزی' متوفی ٧٤٢ھ مشکوٰۃ' مطبوعہ اصح المطابع دہلی' دارارقم' بیروت

٧٣- حافظ جمال الدین عبداللہ بن یوسف زیلعی' متوفی ٧٦٢ھ نصب الرایہ' مطبوعہ مجلس علمی سورۃ ہند' ١٣٥٧ھ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٦ھ

٧٤- حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی' المتوفی ٨٠٧ھ مجمع الزوائد' مطبوعہ دارالکتاب العربی' بیروت' ١٤٠٢ھ

٧٥- حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی' المتوفی ٨٠٧ھ کشف الاستار' مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ' بیروت' ١٤٠٤ھ

٧٦- امام ابوالعباس احمد بن ابوبکر بوصیری' شافعی' متوفی ٨٤٠ھ اتحاف الخیرۃ المہرۃ بزوائد المسانید العشرہ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٢ھ

٧٧- حافظ علاء الدین بن علی بن عثمان ماردینی ترکمان' متوفی ٨٤٥ھ الجواہر النقی' مطبوعہ نشر السنہ' ملتان

٧٨- حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی' متوفی ٨٤٨ھ تلخیص المستدرک' مطبوعہ مکتبہ دارالباز' مکہ مکرمہ

٧٩- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی' متوفی ٨٥٢ھ المطالب العالیہ' مطبوعہ مکتبہ دارالباز' مکہ مکرمہ

٨٠- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ٩١١ھ الجامع الصغیر' مطبوعہ دارالمعرفہ بیروت' ١٣٩١ھ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ١٤٢٠ھ

٨١- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ٩١١ھ جامع الاحادیث الکبیر' مطبوعہ دارالفکر' بیروت ١٤١٤ھ

٨٢- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ٩١١ھ البدور السافرۃ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت' ١٤١٦ھ' دارابن حزم' بیروت' ١٤١٤ھ

٨٣- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ٩١١ھ جمع الجوامع' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ

٨٤- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ٩١١ھ الخصائص الکبریٰ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٠٥ھ

٨٥- علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی برہان پوری' متوفی ٩٧٥ھ کنز العمال' مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ' بیروت

کتب تفاسیر

٨٦- امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری' متوفی ٣١٠ھ جامع البیان' مطبوعہ دارالمعرفہ بیروت' ١٤٠٩ھ' دارالفکر' بیروت

٨٧- امام عبدالرحمٰن بن محمد بن ادریس بن ابی حاتم رازی' متوفی ٣٢٧ھ تفسیر القرآن العزیز' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ١٤١٧ھ

٨٨- امام ابومنصور محمد بن محمد ماتریدی حنفی' متوفی ٣٣٣ھ تاویلات اہل السنۃ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٦ھ

٨٩- علامہ ابوالحسن علی بن احمد واحدی نیشاپوری' متوفی ٤٦٨ھ الوسیط' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٥ھ

۹۰- امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی' متوفی ۶۰۶ھ' تفسیر کبیر' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ

۹۱- علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی' متوفی ۶۶۸ھ' الجامع لاحکام القرآن' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ

۹۲- قاضی ابو الخیر عبد اللہ بن عمر بیضاوی شیرازی شافعی' متوفی ۶۸۵ھ' انوار التنزیل' مطبوعہ دار فراس للنشر والتوزیع' مصر

۹۳- علامہ ابو البرکات احمد بن محمد نسفی' متوفی ۷۱۰ھ' مدارک التنزیل' مطبوعہ دار الکتب العربیہ' پشاور

۹۴- علامہ ابو الفضل سید محمود آلوسی حنفی' متوفی ۱۲۷۰ھ' روح المعانی' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۷ھ

۹۵- شیخ اشرف علی تھانوی' متوفی ۱۳۶۴ھ' بیان القرآن' مطبوعہ تاج کمپنی' لاہور

۹۶- شیخ محمود الحسن دیوبندی' متوفی ۱۳۳۹ھ و شیخ شبیر احمد عثمانی' متوفی ۱۳۶۹ھ' حاشیۃ القرآن' مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ' لاہور

کتب شروح حدیث

۹۷- علامہ ابو الحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطال مالکی اندلسی متوفی ۴۴۹ھ' شرح صحیح البخاری' مطبوعہ مکتبۃ الرشید' ریاض' ۱۴۲۰ھ

۹۸- حافظ ابو عمر و ابن عبد البر مالکی' متوفی ۴۶۳ھ' الاستذکار' مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ' بیروت' ۱۴۱۳ھ

۹۹- حافظ ابو عمر و ابن عبد البر مالکی متوفی ۴۶۳ھ' تمہید' مطبوعہ مکتبہ القدوسیہ لاہور' ۱۴۰۴ھ' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۹ھ

۱۰۰- قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ' اکمال المعلم بفوائد مسلم' مطبوعہ دار الوفا' بیروت' ۱۴۱۹ھ

۱۰۱- علامہ عبد الرحمٰن بن علی بن محمد جوزی متوفی ۵۹۷ھ' کشف المشکل علی صحیح البخاری' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ

۱۰۲- امام عبد العظیم بن عبد القوی منذری' متوفی ۶۵۶ھ' مختصر سنن ابو داؤد' مطبوعہ دار المعرفہ' بیروت

۱۰۳- علامہ ابو عبد اللہ فضل اللہ الحسن التورپشتی' متوفی ۶۶۱ھ' کتاب المیسر فی شرح مصابیح السنۃ' مکتبہ نزار مصطفیٰ' ۱۴۲۲ھ

۱۰۴- علامہ ابو العباس احمد بن عمر ابراہیم القرطبی المالکی' المتوفی ۶۵۶ھ' المفہم' مطبوعہ دار ابن کثیر' بیروت' ۱۴۱۷ھ

۱۰۵- علامہ یحییٰ بن شرف نووی' متوفی ۶۷۶ھ' شرح مسلم' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ

۱۰۶- علامہ شرف الدین حسین بن محمد الطیبی' متوفی ۷۴۳ھ' شرح الطیبی' مطبوعہ ادارۃ القرآن' ۱۴۱۳ھ

۱۰۷- علامہ ابن رجب حنبلی' متوفی ۷۹۵ھ' فتح الباری' دار ابن الجوزی' ریاض' ۱۴۱۷ھ

۱۰۸- علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی' متوفی ۸۲۸ھ' اکمال اکمال المعلم' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ

۱۰۹- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی' متوفی ۸۵۲ھ' فتح الباری' مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ' لاہور' دار الفکر' بیروت' ۱۴۲۰ھ

۱۱۰- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ' نتائج الافکار فی تخریج الاحادیث الاذکار' دار ابن کثیر' بیروت

۱۱۱- حافظ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی' متوفی ۸۵۵ھ' عمدۃ القاری' مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر' ۱۳۴۸ھ' دار الکتب

العلمیہ ۱۴۲۱ھ

۱۱۲- حافظ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ شرح سنن ابوداؤد مطبوعہ مکتبہ الرشید ریاض ۱۴۲۰ھ

۱۱۳- علامہ محمد بن محمد سنوسی مالکی متوفی ۸۹۵ھ مکمل اکمال المعلم مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۵ھ

۱۱۴- علامہ احمد قسطلانی متوفی ۹۱۱ھ ارشادالساری مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر ۱۳۰۶ھ

۱۱۵- حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ التوشیح علی الجامع الصحیح مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۰ھ

۱۱۶- حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ الدیباج علی صحیح مسلم بن حجاج مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی ۱۴۱۲ھ

۱۱۷- حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ تنویرالحوالک مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ

۱۱۸- علامہ ابویحییٰ زکریا بن محمد انصاری متوفی ۹۲۶ھ تحفۃ الباری بشرح صحیح البخاری مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۵ھ

۱۱۹- علامہ عبدالرؤف مناوی شافعی متوفی ۱۰۰۳ھ فیض القدیر مطبوعہ دارالمعرفہ بیروت ۱۳۹۱ھ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ ۱۴۱۸ھ

۱۲۰- علامہ عبدالرؤف مناوی شافعی متوفی ۱۰۰۳ھ شرح الشمائل مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

۱۲۱- علامہ علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ جمع الوسائل مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

۱۲۲- علامہ علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ شرح مسند ابی حنیفہ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۰۵ھ

۱۲۳- علامہ علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ مرقات مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱۳۹۰ھ مکتبہ حقانیہ پشاور

۱۲۴- علامہ علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ الاسرار المرفوعہ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۰۵ھ

۱۲۵- شیخ رشید احمد گنگوہی متوفی ۱۳۲۳ھ لامع الدراری علی جامع البخاری مطبوعہ ایچ۔ایم۔سعید کمپنی

۱۲۶- شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ اشعۃ اللمعات مطبوعہ مطبع تیج کمار لکھنو

۱۲۷- شیخ محمد بن علی بن محمد شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ تحفۃ الذاکرین مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ مصر ۱۳۵۰ھ

۱۲۸- شیخ عبدالرحمٰن مبارک پوری متوفی ۱۳۲۵ھ تحفۃ الاحوذی مطبوعہ نشر السنہ ملتان داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۹ھ

۱۲۹- شیخ انورشاہ کشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ فیض الباری مطبوعہ مطبع حجازی مصر ۱۳۵۷ھ

۱۳۰- شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ھ فتح الملہم مطبوعہ مکتبہ الحجاز کراچی

۱۳۱- شیخ محمد بن زکریا بن محمد بن یحییٰ کاندھلوی اوجز المسالک الی مؤطا مالک مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۰ھ

۱۳۲- شیخ محمد تقی عثمانی انعام الباری مطبوعہ مکتبۃ الحراء

۱۳۳- شیخ سلیم اللہ خان کشف الباری مکتبہ فاروقیہ کراچی

کتب اسماء الرجال

۱۳۴- امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ التاریخ الکبیر مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۲ھ

۱۳۵- امام احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ منہج الامام النسائی فی الجرح والتعدیل دارالاحیاء التراث العربی بیروت ۱۴۲۴ھ

۱۳۶- امام ابوبکر احمد بن علی خطیب بغدادی' متوفی ۴۶۳ھ' تاریخ بغداد' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۷ھ
۱۳۷- حافظ جمال الدین ابوالحجاج یوسف مزی' متوفی ۷۴۲ھ' تہذیب الکمال' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۴ھ
۱۳۸- حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی' متوفی ۷۴۸ھ میزان الاعتدال' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ
۱۳۹- حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی' متوفی ۷۴۸ھ' الکاشف' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۸ھ
۱۴۰- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی' متوفی ۸۵۲ھ' تہذیب التہذیب' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت
۱۴۱- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی' متوفی ۸۵۲ھ' تقریب التہذیب' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت
۱۴۲- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ۹۱۱ھ' اللآلی المصنوعہ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۷ھ
۱۴۳- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ۹۱۱ھ' طبقات الحفاظ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۴ھ
۱۴۴- علامہ محمد بن طولون متوفی ۹۵۳ھ' الشذرۃ فی الاحادیث المشتہرۃ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۳ھ
۱۴۵- علامہ محمد طاہر پٹنی' متوفی ۹۸۶ھ' تذکرۃ الموضوعات' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ
۱۴۶- علامہ علی بن سلطان محمد القاری' المتوفی ۱۰۱۴ھ' موضوعات کبیر' مطبوعہ مطبع مجتبائی' دہلی
۱۴۷- علامہ اسماعیل بن محمد العجلونی' متوفی ۱۱۶۲ھ' کشف الخفاء ومزیل الالباس' مطبوعہ مکتبۃ الغزالی' دمشق

کتب لغت

۱۴۸- امام اللغۃ خلیل احمد فراہیدی' متوفی ۱۷۵ھ' کتاب العین' مطبوعہ انتشارات اسوہ' ایران' ۱۴۱۴ھ
۱۴۹- علامہ اسماعیل بن حماد الجوہری' متوفی ۳۹۸ھ' الصحاح' مطبوعہ دار العلم' بیروت' ۱۴۰۴ھ
۱۵۰- علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی' متوفی ۵۰۲ھ' المفردات' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ
۱۵۱- علامہ محمود بن عمر زمخشری' متوفی ۵۸۳ھ' الفائق' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۷ھ
۱۵۲- علامہ محمد بن اثیر الجزری' متوفی ۶۰۶ھ' نہایہ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ
۱۵۳- علامہ محمد بن ابوبکر بن عبد القادر رازی متوفی ۶۶۰ھ' مختار الصحاح' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ
۱۵۴- علامہ یحییٰ بن شرف نووی' متوفی ۶۷۶ھ' تہذیب الاسماء واللغات' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت
۱۵۵- علامہ جمال الدین محمد بن مکرم بن منظور افریقی' متوفی ۷۱۱ھ' لسان العرب' مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ' قم' ایران
۱۵۶- علامہ مجد الدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی' متوفی ۸۱۷ھ' القاموس المحیط' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت
۱۵۷- علامہ محمد طاہر پٹنی' متوفی ۹۸۶ھ' مجمع بحار الانوار' مطبوعہ مکتبہ دار الایمان' المدینۃ المنورہ' ۱۴۱۵ھ
۱۵۸- علامہ سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی' متوفی ۱۲۰۵ھ' تاج العروس' مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ' مصر
۱۵۹- لوئیس معلوف الیسوعی' متوفی ۱۸۶۷ء' المنجد' مطبوعہ المطبعۃ الکاثولیکیہ' بیروت' ۱۹۲۷ء
۱۶۰- ابونعیم عبد الحکیم خان نشتر جالندھری' قائد اللغات' مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی' لاہور
۱۶۱- قاضی عبد النبی بن عبد الرسول احمد نگری' دستور العلماء' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ

کتب تاریخ' سیرت وفضائل

۱۶۲- امام محمد بن سعد' متوفی ۲۳۰ھ' الطبقات الکبریٰ' مطبوعہ دار صادر بیروت' ۱۳۸۸ھ' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ
۱۶۳- امام ابوسعید عبد الملک بن ابی عثمان نیشاپوری متوفی ۴۰۶ھ' شرف المصطفیٰ' مطبوعہ دار البشائر الاسلامیہ' مکہ مکرمہ' ۱۴۲۴ھ
۱۶۴- امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری' متوفی ۳۱۰ھ' تاریخ الامم والملوک' مطبوعہ دار القلم' بیروت
۱۶۵- حافظ ابوعمرو یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبر' متوفی ۴۶۳ھ' الاستیعاب' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت
۱۶۶- قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی' متوفی ۵۴۴ھ' الشفاء' مطبوعہ عبدالتواب اکیڈمی ملتان' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ
۱۶۷- علامہ عبدالرحمٰن بن علی جوزی' متوفی ۵۹۷ھ' الوفاء' مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ' فیصل آباد
۱۶۸- علامہ ابوالحسن علی بن ابی الکرم الشیبانی المعروف بابن الاثیر' متوفی ۶۳۰ھ' اسد الغابہ' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' دار الکتب العلمیہ' بیروت
۱۶۹- علامہ ابوالحسن علی بن ابی الکرم الشیبانی المعروف بابن الاثیر' متوفی ۶۳۰ھ' الکامل فی التاریخ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت
۱۷۰- علامہ شمس الدین احمد بن محمد بن ابی بکر بن خلکان' متوفی ۶۸۱ھ' وفیات الاعیان' مطبوعہ منشورات الشریف الرضی' ایران
۱۷۱- حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۷۴۸ھ' سیر اعلام النبلاء' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۷ھ
۱۷۲- شیخ ابوعبداللہ محمد بن ابی بکر ابن القیم الجوزیہ المتوفی ۷۵۱ھ' زاد المعاد' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۹ھ
۱۷۳- علامہ تاج الدین ابونصر عبدالوہاب سبکی متوفی ۷۷۱ھ' طبقات الشافعیۃ الکبریٰ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۰ھ
۱۷۴- حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر شافعی' متوفی ۷۷۴ھ' البدایہ والنہایہ' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۸ھ
۱۷۵- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی' متوفی ۸۵۲ھ' الاصابہ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت
۱۷۶- علامہ نور الدین علی بن احمد سمہودی' متوفی ۹۱۱ھ' وفاء الوفاء' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۱ھ
۱۷۷- علامہ احمد قسطلانی' متوفی ۹۱۱ھ' المواہب اللدنیہ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ
۱۷۸- علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی' متوفی ۹۴۲ھ' سبل الہدیٰ والرشاد' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۴ھ
۱۷۹- علامہ علی بن سلطان محمد القاری' متوفی ۱۰۱۴ھ' شرح الشفاء' مطبوعہ دار الفکر بیروت' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ
۱۸۰- علامہ احمد شہاب الدین خفاجی' متوفی ۱۰۶۹ھ' نسیم الریاض' مطبوعہ دار الفکر بیروت' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ
۱۸۱- علامہ محمد عبدالباقی زُرقانی' متوفی ۱۱۲۲ھ' شرح المواہب اللدنیہ' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۳۹۳ھ

کتب فقہ حنفی

۱۸۲- شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی' متوفی ۴۸۳ھ' المبسوط' مطبوعہ دار المعرفہ' بیروت' ۱۳۹۸ھ' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ

۱۸۳- شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی' متوفی ۴۸۳ھ' شرح سیر کبیر' مطبوعہ المکتبہ الثورۃ الاسلامیہ' افغانستان' ۱۴۰۵ھ
۱۸۴- علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی' متوفی ۵۸۷ھ' بدائع الصنائع' مطبوعہ ایچ-ایم-سعید اینڈ کمپنی' ۱۴۰۰ھ' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ
۱۸۵- علامہ حسین بن منصور اوزجندی' متوفی ۵۹۲ھ' فتاویٰ قاضی خاں' مطبوعہ مطبعہ کبریٰ بولاق' مصر' ۱۳۱۰ھ
۱۸۶- علامہ حسین بن منصور اوزجندی' متوفی ۵۹۲ھ' شرح الزیارات' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۶ھ
۱۸۷- علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی' متوفی ۵۹۳ھ' ہدایہ اولین و آخرین' مطبوعہ شرکت علمیہ' ملتان
۱۸۸- علامہ برہان الدین محمود بن صدر الشریعہ ابن مازہ البخاری متوفی ۶۱۶ھ' المحیط البرہانی' مطبوعہ ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۴۲۴ھ
۱۸۹- امام فخر الدین عثمان بن علی متوفی ۷۴۳ھ' تبیین الحقائق' مطبوعہ ایچ-ایم سعید کمپنی' کراچی' ۱۴۲۱ھ
۱۹۰- علامہ محمد بن محمود بابرتی' متوفی ۷۸۶ھ' عنایہ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ
۱۹۱- علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی' متوفی ۸۵۵ھ' بنایہ' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۱ھ
۱۹۲- علامہ کمال الدین بن ہمام' متوفی ۸۶۱ھ' فتح القدیر' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ
۱۹۳- علامہ ابراہیم بن محمد حلبی' متوفی ۹۵۶ھ' غنیۃ المستملی' مطبوعہ سہیل اکیڈمی' لاہور' ۱۴۱۲ھ
۱۹۴- علامہ زین الدین بن نجیم' متوفی ۹۷۰ھ' البحر الرائق' مطبوعہ مطبعہ علمیہ' مصر' ۱۳۱۱ھ
۱۹۵- ملا بن سلطان محمد القاری المتوفی ۱۰۱۴ھ' فتح باب العنایۃ' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۶ھ
۱۹۶- علامہ علاء الدین محمد بن علی بن محمد حصکفی' متوفی ۱۰۸۸ھ' الدر المختار' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت
۱۹۷- ملا نظام الدین متوفی ۱۱۶۱ھ' فتاویٰ عالمگیری' مطبوعہ مطبع کبریٰ امیریہ بولاق' مصر' ۱۳۱۰ھ
۱۹۸- علامہ احمد بن محمد طحطاوی متوفی ۱۲۳۱ھ' حاشیۃ الطحطاوی' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ
۱۹۹- علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی' متوفی ۱۲۵۲ھ' منحۃ الخالق' مطبوعہ مطبعہ علمیہ' مصر' ۱۳۱۱ھ
۲۰۰- علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی' متوفی ۱۲۵۲ھ' تنقیح الفتاویٰ الحامدیہ' مطبوعہ دار الاشاعۃ العربی' کوئٹہ
۲۰۱- علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی' متوفی ۱۲۵۲ھ' رسائل ابن عابدین' مطبوعہ سہیل اکیڈمی' لاہور' ۱۳۹۶ھ
۲۰۲- علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی' متوفی ۱۲۵۲ھ' رد المحتار' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۷ھ' ۱۴۱۹ھ

کتب فقہ شافعی

۲۰۳- امام محمد بن ادریس شافعی' متوفی ۲۰۴ھ' الام' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۰۳ھ
۲۰۴- علامہ ابوالحسین علی بن محمد حبیب ماوردی شافعی' متوفی ۴۵۰ھ' الحاوی الکبیر' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۴ھ
۲۰۵- علامہ ابواسحاق شیرازی' متوفی ۴۵۵ھ' المہذب' مطبوعہ دار المعرفہ' بیروت' ۱۳۹۳ھ
۲۰۶- علامہ یحییٰ بن شرف نووی' متوفی ۶۷۶ھ' شرح المہذب' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۳ھ

کتب فقہ مالکی

۲۰۷- امام سحنون بن سعید تنوخی مالکی متوفی ۲۵۶ھ المدونۃ الکبریٰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت
۲۰۸- قاضی ابوالولید محمد بن احمد بن رشد مالکی اندلسی متوفی ۵۹۵ھ بدایۃ المجتہد مطبوعہ دار الفکر بیروت
۲۰۹- علامہ ابوالبرکات احمد دردیر مالکی متوفی ۱۱۹۷ھ الشرح الکبیر مطبوعہ دار الفکر بیروت
۲۱۰- علامہ شمس الدین محمد بن عرفہ دسوقی متوفی ۱۲۱۹ھ حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر مطبوعہ دار الفکر بیروت

کتب فقہ حنبلی

۲۱۱- علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ متوفی ۶۲۰ھ المغنی مطبوعہ دار الحدیث قاہرہ ۱۴۲۵ھ
۲۱۲- علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ متوفی ۶۲۰ھ الکافی مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۴ھ
۲۱۳- شیخ ابوالعباس تقی الدین بن تیمیہ متوفی ۷۲۸ھ مجموعۃ الفتاویٰ مطبوعہ ریاض مطبوعہ دار الجیل بیروت ۱۴۱۸ھ
۲۱۴- علامہ شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن فتاح مقدسی متوفی ۷۶۳ھ کتاب الفروع مطبوعہ عالم الکتب بیروت
۲۱۵- علامہ موسیٰ بن احمد صالحی متوفی ۹۶۰ھ کشاف القناع مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ